یہاں رات کا سناٹا نہیں، چیخوں کا شور تھا۔ وقت جیسے رُک گیا تھا یا پھر تیزی سے بھاگنے لگا تھا، کسی کے قدموں کے ساتھ، کسی کی چیخوں کے ساتھ، کسی کی آخری سانسوں کے ساتھ۔ جھونپڑیاں آگ کے لقمے بن چکی تھیں۔ خیموں سے دھواں یوں نکل رہا تھا جیسے کسی نے آسماں پر ماتم طاری کر دیا ہو۔ عجیب وحشت ناک سما تھا،

بستی کے بیچوں بیچ، لوہے کے شور اور بوٹوں کی چاپ گونج رہی تھی۔ وردیوں والے جنہیں محافظ کہا جاتا تھا، اس وقت شکاری بنے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں رحم کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ان کے سامنے جو آیا، وہ زمین بوس ہو گیا، چاہے بوڑھا ہو، بچہ ہو یا عورت۔ زبان بند تھی، صرف بندوقیں بول رہی تھیں۔

زمین پر گرنے والی لاشیں بس گنتی کا حصہ تھیں۔ کوئی کسی ماں کو کھینچ کر لے جا رہا تھا، کوئی بچے کو دھکا دے رہا تھا، اور کوئی خوف سے تھرتھراتی لڑکی کو بالوں سے گھسیٹ رہا تھا۔ سانسیں رک رک کر چل رہی تھیں، اور زندگی قدم قدم پر مات کھا رہی تھی۔

جہاں کچھ لمحے پہلے بچوں کی ہنسی گونجتی تھی، اب صرف آگ کے شعلے ناچ رہے تھے۔ کچھ لوگ زمین سے چمٹے پڑے تھے، کچھ اندھیرے میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ کوئی اپنے جلے ہوئے گھر کو آخری بار دیکھ رہا تھا، کوئی لٹتی عزت پر نظریں بند کر کے زندہ رہنے کی بددعا مانگ رہا تھا۔

اور وہ جو زندہ پکڑے گئے تھے، وہ شاید مرنے والوں سے بدتر حال میں تھے۔

انھیں گاڑیوں میں ٹھونس کر لے جایا جا رہا تھا، جیسے وہ انسان نہیں، کسی جرم کی گواہی دینے والا گناہ ہوں۔ ہر چیخ، ہر آہ، ہر آنکھ کا آنسو، فضا میں جذب ہو رہا تھا۔ مگر زمین، وہ سب محفوظ کر رہی تھی۔ یہ زمین گواہ تھی کہ ظلم کیسے ہوتا ہے اور انسانیت کیسے دفن ہوتی ہے۔

آسمان خاموش تھا۔ شاید وہ بھی خوفزدہ تھا۔

اُس رات کی تاریکی میں صرف اندھیرا نہیں، انسانیت کی موت تھی۔ آگ کی لپٹیں بلند ہو رہی تھیں، مگر ان سے زیادہ بلند چیخیں تھیں۔ وہ چیخیں جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ وہ فریادیں جو صرف ظالموں کے قدموں تلے روندی جا رہی تھیں۔

وردی میں ملبوس یہ درندے محافظ نہیں، قیامت کے قاصد لگ رہے تھے۔ ہر طرف بھاگتی ہوئی عورتیں تھیں، جو اپنے آنچل، اپنی عزت، اپنی زندگی کو بچانے کی آخری کوشش کر رہی تھیں۔ مگر یہ کوششیں رائیگاں تھیں۔ وردی

والوں کی نظریں، ان کے ہاتھ، ان کا رویہ — سب درندگی کی آخری حد کو چھو رہا تھا۔

کوئی ماں اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے بھاگی، تو کسی باپ کو اس کی بیٹی کے سامنے رسیوں سے باندھ کر گرا دیا گیا۔ معصوم عورتوں کو کھینچ کر جھونپڑیوں میں لے جایا جا رہا تھا۔ کچھ عورتیں روتی، بلکتی، اپنے پیروں پر گریں، مگر درندوں کے چہرے پر ایک شکن تک نہ آئی۔ وہ محافظ نہ تھے، وہ مجرموں سے بدتر تھے۔

کسی کے شوہر کو زندہ جلا دیا گیا، اور اس کی بیوی کو جلتے وجود کے سامنے ننگی بے بسی کا تماشا بنایا گیا۔ کوئی بھائی، بہن کی عصمت کو اپنی آنکھوں سے روندتے دیکھ کر سانسیں توڑ بیٹھا۔ چیخوں کا شور، آگ کے شعلے، گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور ٹوٹتے وجودوں کی بے آوازیاں... سب کچھ مل کر ایسا ہولناک سماں بنا رہے تھے کہ خود وقت بھی رُک کر لرزنے لگا تھا۔

یہ رات ایک بستی کی بربادی کی نہیں، انسانیت کی قبر تھی۔ اور ان درندوں کے چہرے، وردی کے پردے میں چھپے رہ گئے — مگر زمین نے سب کچھ دیکھ لیا تھا۔

○○○○○○○

وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سانس تیز تیز چل رہی تھی، دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے کوئی اندر سے اسے دبا کر رکھنا چاہ رہا ہو۔ وہ بیڈ سے اٹھتا پہاڑ کی چٹان کی طرف دیکھ رہا تھا، مگر اس کی نظر کہیں اور تھی، اس کی آنکھوں میں بس ایک ہی تصویر گھوم رہی تھی، وہ سب کچھ جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

یہ خواب تھا، یہ سب کچھ صرف خواب تھا، اس نے خود کو یقین دلانے کی کوشش کی، مگر اندر کا غصہ اس پر غالب آ گیا۔

وہ۔ پہاڑ کے داخلی کنارے کے قریب جا کر ہاتھوں سے اپنے چہرے کو رگڑنے لگا، جیسے خواب کی بھیانک یادوں کو جھٹکنا چاہ رہا ہو۔ مگر وہ نہیں جھٹک سکا۔

خواب میں دیکھے گئے مناظر کی شدت اس کے اندر تک محسوس ہو رہی تھی۔

وہ ان چہروں کو نہیں بھلا پا رہا تھا—وہ چیخیں، وہ بے بس عورتیں، وہ جلتے ہوئے جسم—سب کچھ ابھی تک اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔

کیوں؟ کیوں میں کچھ نہیں کر سکا؟ اس کا دل غصے سے بھر گیا۔ اس نے کرسی پر رکھی گلاس کو ایک جھٹکے سے پھینک دیا، اور پھر ایک گہری سانس لے کر خود کو قابو کرنے کی کوشش کی۔

یہ سب کچھ دوبارہ کبھی نہیں ہو گا، اس نے خود سے وعدہ کیا، مگر غصہ ابھی تک اس کے اندر تھا، جیسے ایک جنوں کی طرح بے قابو۔ وہ ک

چہل قدمی کرنے لگا، اور اس کا دماغ وہی اندھیرا، وہی خوفناک منظر دہرا رہا تھا۔

اس کی رگوں میں غصہ ابھرنے لگا تھا، اور اب یہ غصہ آسانی سے ختم نہیں ہونے والا تھا وہ ایک جھٹکے سے اس پتھریلے پہاڑ سے نیچے اترنے لگا۔

وہ پتھریلے پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے اُتر رہا تھا، جیسے غصے اور درد کا طوفان اس کے جسم میں جنم لے رہا ہو۔ اس کے قدموں کی دھڑک اس سخت زمین پر گونج رہی تھی، اور وہ ایک لمحے کی دیر کیے بغیر نیچے پہنچا۔ زمین پر قدم رگڑتے ہوئے اس نے ایک لمحے کو بھی آرام نہیں کیا، جیسے غصہ اس کے جسم کی ہر نس میں دوڑ رہا ہو۔ اور وہ جانتا تھا یہ غصہ کس طرح سے قابو میں آئے گا۔

وہ نیچے اُتر کر ایک خفیہ راستے کی طرف آیا، اور پھر جیسے ہر چیز نظرانداز کرتے اس نے اپنا غصہ برسانا شروع کر دیا۔ وہ پاگلوں کی طرح پتھروں پر مکے مار رہا تھا، اور ہر مکہ زمین میں ایک زوردار آواز کے ساتھ ٹکرا کر گونج رہا تھا، جیسے وہ اس سنگین منظر کو پھر سے زندہ کرنا چاہ رہا ہو جو 18 سال پہلے اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔

اس کی سانسیں بے قابو تھیں، ہر سانس میں شدید غصہ اور پاگل پن تھا۔ ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا، اور اس کی رگیں تنی ہوئی تھیں، جیسے وہ اپنے اندر کی

وحشت کو زمین پر اتار رہا ہو۔ اس کے ہاتھوں کے پٹھے پھول چکے تھے، گلے کی نیلی رگیں، ہر بار مکے پر واضح طور پر ابھرتی تھیں۔ اس کا چٹانی سینہ بری طرح سے اُٹھ رہا تھا، اور سبز آنکھوں میں وہی خونخوار جنون تھا۔

ان پتھروں پر مکہ مارتے ہوئے، اس کی نظریں غصے سے چمک رہی تھیں۔ جیسے وہ کوئی پتھر نہیں بلکہ اس کے دشمن ہوں۔ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا، جیسے وہ غصے میں کسی کو روند کر رکھ دینا چاہ رہا ہو۔ اُس لمحے اس کا ذہن 18 سال پہلے کے منظر میں گم تھا، جہاں وہ بے بس ہو کر صرف تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ منظر، وہ خون، وہ درد۔ اس کے اندر جو غصہ تھا، وہ ایک طوفان بن کر اُبل رہا تھا۔

ہر مکہ جو اس نے مارا، اس میں وہ بے بسی، وہ پاگل پن، اور وہ درد تھا جو اس نے اُس دن محسوس کیا تھا، جب وہ کچھ نہ کر سکا۔

وہ اپنے جنون میں پتھروں کو توڑتا گیا، اور ہر ضرب کے ساتھ اس کا جسم، اس کا دماغ، اور اس کا دل بکھرتا جا رہا تھا، جیسے وہ اپنے آپ کو تباہ کرنے کے لیے خود کو آگ میں جھونک رہا ہو۔

اس کا غصہ بے قابو ہو گیا تھا۔ ہر مکے، ہر شدت، میں جیسے وہ اپنے اندر کے طوفان کو باہر نکال رہا تھا۔ اس کا جسم، اس کی رگیں، اس کی سانسیں سب کچھ اس طاقت کی شدت کو ظاہر کر رہی تھیں۔ اس کے ہاتھوں میں ایک جنون تھا، اور وہ ہر ضرب کے ساتھ اس جنون اور زیادہ شدت سے برسا رہا تھا۔

وہ اس وقت تک رکنا نہیں چاہتا تھا۔ جب تک اس کے جسم کی تھکان، اس کا غصہ، اور اس کا پاگل پن، سب کچھ اس کے رگوں سے باہر نہ نکل جائے۔ وہ بس اس جگہ پر کھڑا تھا، جہاں اس نے پتھروں کو چیر کر، اپنے اندر کی وحشت کو باہر نکالنا تھا۔ اس کا بدن پسینے سے شرابور تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں خونخوار جنون تھا، جو ایک ہی لمحے میں کچھ بھی تباہ کر سکتا تھا، وہ جیسے اس وقت پاگل ہو رہا تھا جب دور سے کسی گیا اواز سنائی دی۔

سردار! سردار! دور سے ایک لڑکا بھاگتا ہوا اس کے پاس آ رہا تھا اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں، وہ تیزی سے سردار کی طرف دوڑ رہا تھا۔

سردار! سردار!"، بابھی کا تایا پھر سے پاگل ہو گیا ہے! اب بار کسی حولدار کو" لایا ہے، نکاح پروانے، وہ ہانپتے ہوئے بولا اس کی آواز میں گھبرائی ہوئی سرگوشی تھی، لیکن جیسے ہی وہ جملہ مکمل ہوا، سردار کا پورا جسم یکدم بدل گیا۔ جیسے ہی اس کے کانوں میں وہ لفظ پہنچے، اس کا غصہ اچانک سکون میں بدل گیا۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی، اور وہ مسکراتا ہوا بے حد دلکش لگتا تھا، اس خبر کے ساتھ جیسے اس کا غصہ کسی تیز آندھی کی طرح بس لمحوں میں غائب ہو چکا ہو۔

سردار کا جسم ابھی بھی پسینے سے شرابور تھا، اس کے سینے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں، جو سورج کی روشنی میں جھلک رہی تھیں۔ اس کا مضبوط توانا جسم، جس میں پٹھے اور طاقت نمایاں تھے، اور سکس پیکس اب بھی واضح طور پر اس کے جسم پر ابھر رہے تھے۔ جیسے پتھر کی چٹانوں کے نیچے سے نکل کر ایک مضبوط اور بے قابو وجود کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہو۔

وہ مسکراہٹ جو اس کے لبوں پر تھی، اس کے اندر کی شدت اور طاقت کو چھپاتی نہیں تھی بلکہ اور زیادہ نمایاں کر دیتی تھی۔

اس کے جسم کا ہر حصہ، ہر پٹھا، ہر عضلہ جیسے کسی جنگجو کی نشانی ہو، اور جب وہ اس مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھتا، اس کا پورا وجود ایک چٹان کی مانند محسوس ہوتا تھا، جس پر کئی سالوں کی محنت اور طاقت کی گواہی دی جا رہی تھی۔

وہ اپنے دل کاش مسکراہٹ کے ساتھ جھمرو کی طرف مڑا، اس کی آنکھوں میں عجیب چمک تھی، اور آواز میں دلکشی کی گونج

"جھمرو... یار تجھے ایک بات بتاؤں؟"

جھمرو نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، یلغار ایک جھٹکے سے اسے پکڑ کر قریب کر چکا تھا۔ اس کے فولادی ہاتھ نے جھمرو کے کندھے پر زور سے گرفت جمائی، جس سے وہ ہلکا سا جھک گیا۔ اس کے نازک وجود پر سردار کے ہاتھ کی گرفت ایسی تھی جیسے چٹان کسی پھول کو دبائے کھڑی ہو۔

ہاں سردار بولو نا۔۔" اپنے چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے بڑی مشکل سے مسکرا کر کہنے لگا۔

تجھے پتہ ہے... یہ فضل و دین ابھی تک زندہ کیوں ہے؟" اس نے جواب" دینے کے بجائے سوال کیا تھا جھمرو نے بمشکل سر ہلایا،

جانتا ہوں سردار، کیونکہ وہ... بھابھی کا تایا ہے... اس لیے۔" وہ کسی طوطے" کی طرح بولا تو یلغار کے لبوں پر قاتل مسکراہٹ کی چمک لہرائی۔

لعنت ایسے تائے پر... لیکن وہ زندہ اس لیے ہے کیونکہ سردار دلدار یلغار" اپنے دن رات کی محنت کی کمائی ناچنے والیوں پر لٹانا نہیں چاہتا۔" اس نے جھمرو کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا،

ویسے بھی وہ میرے "سوہنے مکھڑے" کا تایا ہے... میری بارات پر ناچنے کا تو حق بنتا ہے اس کا۔ میں یہ حق اس سے کیسے چھین لوں؟" وہ آنکھوں میں معصومیت لیے بولا تو جھمرو تو جیسے دیوانہ ہو گیا۔

واہ سردار... کتنا بڑا دل ہے تمہارا۔ "اس نے دونوں ہاتھ سردار کے قدموں" کی طرف جھکاتے ہوئے کہا، جبکہ اس کے انداز پر سردار دلدار یلغار کا بے باک قہقہہ ان پتھریلی چٹانوں میں گونج کر واپس آیا، فضا میں ایک عجیب سنجیدہ مگر مزاحیہ سکوت چھا گیا۔ پہاڑ گواہ تھے کہ دلدار یلغار کے قہقہے بھی خنجر جیسے تھے اور اس کی نرمی بھی پہاڑ جیسے سخت دلوں کو ہلا دیتی تھی۔

oooooooooo

جلدی جلدی نکاح پڑھاؤ اس چھوڑی کا... اس بار کوئی گڑبڑ نہیں ہونی" چاہیے۔ بس ایک بار اس مصیبت سے جان چھوٹے، پھر میں اپنی بیٹیوں کے "نصیب پر غور کروں گا۔

تایا ابا بے چینی کے عالم میں کبھی اِدھر، کبھی اُدھر دوڑ رہے تھے۔ ان کے سینے سے پسینے سے بھیگا سفید کرتا چمٹ چکا تھا۔

گرمی تھی یا اندر کا خوف، کچھ کہہ نہیں سکتے۔ لیکن ان کی آنکھوں میں پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔ دوسرا مہینہ ختم ہونے کو تھا اور سورج کی تپش جیسے جون کے عروج کو چھو رہی تھی۔

وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہے تھے کہ بس یہ دن خیر سے گزر جائے، یہ آفت کسی طرح سر سے اتر جائے، پھر وہ اپنی بیٹیوں کی زندگی سنوارنے پر توجہ دیں گے۔ لیکن دعام... دعام تو ان کے سر پر سوار ایسا عذاب بن چکی تھی جو نہ نگلا جا رہا تھا نہ اُگلا۔

آج اس کی تیسری بار بارات آنے والی تھی۔ پچھلی دو باراتیں تو ایسی اٹھ گئیں جیسے زمین نگل گئی ہو یا آسمان۔ اب کی بار بارات آنے کی خبر بھی راز رکھی گئی تھی کہ کہیں پھر کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔

اور سچ تو یہ تھا، اب تو کوئی ان کے گھر دعام کے لیے تو کیا، ان کی اپنی بیٹیوں کے لیے بھی رشتہ لے کر نہیں آتا تھا۔

بالآخر، بڑی مشکلوں کے بعد ایک پولیس کانسٹیبل کا رشتہ آیا—چالیس سال سے اوپر کی عمر، تین بچیوں کا باپ، لیکن پولیس میں تھا، کچھ دبدبہ رکھتا تھا۔ بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے دوسری شادی کر رہا تھا۔ تایا ابا کو یہ سب قبول تھا، کیونکہ دعام ان کے لیے ایک بوجھ تھی۔

ان کے نزدیک 19 سال کوئی کم عمر نہ تھی۔ وہ بس چاہ رہے تھے کہ کسی بھی طرح اس "نحس" لڑکی سے جان چھوٹے۔

بس اللہ کرے آج سب خیریت سے ہو جائے۔ "رفاقت، تایا ابا کا چھوٹا بھائی" اور دعام کا چچا، ان کے پاس آکر تسلی دینے لگا۔

باراتی صرف چار ہوں گے۔ سیدھا نکاح پڑھوائیں گے، دعام کو رخصت کریں" "گے، اور سکون سے سانس لیں گے۔

کمرے کے اندر بیٹھی دعام نے بے بس نگاہوں سے دروازے کو دیکھا۔ آج بھی وہی سرخ جوڑا پہنے، تیسری بار دلہن بنی، خاموشی سے بیٹھی تھی۔

اس کا جرم؟ صرف یہ کہ وہ بے پناہ خوبصورت تھی۔

اور یہی خوبصورتی، اس کے لیے ایک عذاب بن چکی تھی۔ علاقے کا خطرناک ڈاکو، سردار یلغار دلدار، اس پر دل ہار چکا تھا۔ اس کا اعلان تھا، "جب یہ شادی کے قابل ہو گی، میں خود آ کر لے جاؤں گا۔ تم لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

لیکن یہاں عزت، غیرت، اور خاندان کی بدنامی کا سوال تھا۔ اگر ایک ڈاکو ان کی بھتیجی کو اٹھا کر لے گیا، تو وہ کس منہ سے بیٹیوں کے رشتے تلاش کریں گے؟

اسی لیے اب وہ دعام کو کسی بھی حال میں رخصت کرنا چاہتے تھے، چاہے اس کا شوہر چالیس سالہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔

وقت کی ستم ظریفی یہ تھی کہ جس یتیم بچی کے سر پر انہوں نے "شفقت" کا ہاتھ رکھا، وہی اب ان کے لیے زہر بن چکی تھی۔

جائیداد تو کب کی ہیچ کر ہضم کر لی گئی تھی، لیکن دعام... وہ باقی رہ گئی تھی، ایک ایسے کانٹے کی طرح جو ہر روز چبھتا تھا۔

پہلی بارات غائب ہوئی تو تلاش بھی بے سود رہی۔ دوسری بارات کا دولہا ڈیڑھ مہینے بعد نیم مردہ حالت میں ملا، لیکن پہچاننے سے انکار کر دیا۔

اب کی بار، ایک کانسٹیبل نے ہمت دکھائی تھی۔ اور نکاح کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔

باراتی دروازے پر آچکے تھے۔ دولہا سفید قمیض شلوار میں، مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا، جیسے وہ سب کا نجات دہندہ ہو۔ نکاح کی تیاری مکمل تھی، بس دعام کا "قبول ہے" باقی تھا۔

دعام نے سر اٹھا کر ایک نظر اس اجنبی کو دیکھا۔ پھر دھیرے سے لب ہلانے ہی لگی تھی کہ...

!اچانک باہر گولیوں کی آواز گونجی

!اور اس کے فوراً بعد گھوڑے کی ٹاپوں کی دہشت ناک دھمک

دعام کے پورے وجود میں لرزہ دوڑ گیا۔ گولیاں تو شاید کسی اور کے لیے ہوں، لیکن گھوڑے کی آواز... وہ تو سیدھی اس کی روح میں گھستی تھی۔

کانوں پر ہاتھ رکھے وہ سسک اٹھی، عورتوں کی چیخیں بلند ہو گئیں، نکاح رُک گیا، اور ایک بار پھر... قیامت نے دہلیز پر دستک دے دی۔

ooooooo

ہر طرف خاموشی چھا چکی تھی، گولیاں چلنے کی آواز اب رک چکی تھی جبکہ وہ وہیں زمین پر بیٹھی ہوئی تھی، وہ ایک بے بس خوف سے کانپتی ہوئی دلہن تھی...بری طرح سہمی ہوئی، کانوں پر ہاتھ رکھے، زمین پر گٹھری بنی یوں سمٹی جیسے خود کو نظروں سے چھپانا چاہتی ہو۔

اس کے نازک کندھے خوف سے مسلسل لرز رہے تھے، سانسیں بے ربط، دھڑکن جیسے سینے کو چیر کر باہر آجائے گی۔

اس کے چہرے پر نہ کوئی میک اپ تھا، نہ زرق برق زیورات کی چمک۔ صرف ایک پرانا، بار بار پہنا ہوا سرخ جوڑا، جو اسے تیسری بار دلہن کے لباس میں ڈھال رہا تھا۔

اس کی پیشانی سے بہتا پسینہ، شفاف بوندوں کی صورت میں چہرے کو تر کر رہا تھا۔ اس کا نکھرا ہوا، دودھ جیسا گورا رنگ... اب پیلا پڑ چکا تھا، لیکن پھر بھی اس کی فطری خوبصورتی چھپائے نہ چھپتی۔

وہ محض اُنیس سال کی، کم عمر سی لڑکی... لیکن حسن میں ایسی بے مثال کہ جیسے قدرت نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہو۔

اس کے چہرے پر بچپن کی معصومیت اور جوانی کی پہلی کرن ایک ساتھ جگمگا رہی تھی۔

لمبی، گھنی پلکوں تلے لرزتی آنکھیں، جو گھبراہٹ میں بند تھیں لیکن ان کے گرد سیاہ گھیرے اس کی نیندوں کی قربانیوں کا پتہ دے رہے تھے۔ صاف لگ

رہا تھا کہ وہ کہیں راتوں اس سے جاگ رہی ہے، آنکھوں کے کنارے بتا رہے تھے کہ آنسو ایک لمحے کے لیے بس کی آنکھوں سے خشک نہ ہوئے تھے۔

اس کی ناک، میں باریک سی چاندی کی بالی تھی، جو اس کے حسن کو چار چاند لگاتی تھی

ہونٹ... بغیر کسی لپ اسٹک کے، لیکن گلابی، نرم اور تھر تھراتے ہوئے... ٹھوڑی پر وہ تل، جو اس کے چہرے کو ایک انوکھی کشش دیتا۔ اس کے بال، کالے، ریشمی، اور لمبے اتنے کہ پشت پر لہراتے ہوئے کسی پرانے افسانے کی شہزادی کا گمان دیتے۔

وہ کوئی بناؤ سنگھار کیے بغیر، اپنی فطری بناوٹ میں بھی اتنی دلکش تھی کہ وقت ٹھہر جائے، اور سانسیں رک جائیں۔ لیکن آج... اس دلہن کی آنکھوں میں خوابوں کے جگنو نہیں، بلکہ دہشت کی سیاہی تھی۔ آج وہ حسین نہیں، بے بس تھی۔

آج وہ شہزادی نہیں، منحوس تھی۔ اور وہ تین سال سے منحوس ہی تھی۔

ooooooooo

وہ واقعہ بھولنے والا بھی کہاں تھا؟

ابھی تو صرف تین سال ہی گزرے تھے جب وہ باراتیوں کے ہمراہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جا رہے تھے۔ خوشی، ہنسی مذاق، گانوں کی گونج اور باراتی جوش سے لبریز تھے۔ لیکن خوشی کی وہ ساعتیں چند لمحوں میں قیامت میں بدل گئیں۔

بس ایک سنسان سڑک پر رواں دواں تھی، جب اچانک ان کی بس کے آگے ایک شخص سڑک پر لیٹا ہوا دکھائی دیا۔ سب نے یہی سمجھا، کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ ڈرائیور نے بس روکی اور باہر نکل کر اس شخص کے قریب جانے ہی والا تھا کہ...

اچانک جیسے آسمان پھٹ گیا ہو — درجنوں مسلح افراد چاروں طرف سے بس میں داخل ہو گئے۔

خوفناک شور، عورتوں کی چیخیں، بچوں کی سسکیاں اور مردوں کی گھبراہٹ...

سب کچھ ایک ہی لمحے میں بدل گیا تھا۔

دعّام اُس وقت بس کی آخری سیٹ پر تایا کی بیٹی رباب کے ساتھ بیٹھی تھی۔

نیند اس کی پلکوں پر ڈیرے ڈال چکی تھی، لیکن اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں اور

بندوقوں کی کھچاکھچ نے نیند کو ایسے اڑایا کہ آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔

بس کے باہر بھی ہلچل تھی، اور پیچھے آنے والی دوسری بس میں بھی باراتی تھے۔

ڈاکو عورتوں سے ان کے زیورات نوچنے لگے، اور مردوں سے والٹ، گھڑیاں،

موبائل سب چھین لیے گئے۔

کوئی چیخ رہا تھا، کوئی بچوں کو سینے سے لگائے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

اُس لمحے جیسے وقت بھی سہم گیا تھا۔

دعّام کے قریب بھی ایک شخص آیا، لمبی بندوق اس کے شانے پر تھی،

آنکھوں میں سرد شعلے۔ اس نے دعّام کو گھورا۔

دعّام نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کانپتی آواز میں کہا،

"میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

وہ شخص اسے محض ایک ڈری سہمی بچی سمجھ کر نظر انداز کر گیا۔

لیکن رباب کے کان سے اس نے سونے کی بالیاں نکال لی تھیں... رباب سسک رہی تھی، اور دعّام کی چھوٹی سی روح سہم کر گویا ساکت ہو گئی تھی۔

سردار، خالی باراتی ہیں، ان کے پاس تو کچھ خاص ملا ہی نہیں... دس لاکھ کا بھی" "!مال نہیں نکلا

بس کے باہر سے کسی کی مایوس سی آواز گونجی۔

"!بے غیرتوں نے مال چھپا رکھا ہے! نکالو"

ایک کرخت، گمبھیر آواز ابھری، جو نہ صرف اس کی سماعت پر، بلکہ رگ و پے میں لرزہ سا دوڑا گئی۔

سرکاری ملازم کی بارات ہے، خالی تھوڑی نہ ہو گی! عورتوں کے بیگ چیک "
"!کرو، کم از کم تیس لاکھ کا مال نکلوانا ہے اس بارات سے

رباب اس کے پہلو میں رو رہی تھی، اور دعّام کا تو سارا جسم لرز رہا تھا— جیسے روح جسم میں قید ہو کر تڑپ رہی ہو۔

بس کے چاروں طرف دہشت کا راج تھا۔

ان مسلح ڈاکوؤں کے چہروں پر کپڑے بندھے ہوئے تھے، کپڑوں کے رنگ ایک جیسے، چمکتے ہتھیار بیلٹوں میں اٹکے ہوئے، اور گھوڑے کی مسلسل ٹاپوں کی آواز خوف کی موسیقی بجا رہی تھی۔

بس کے باہر ایک گھوڑا مسلسل چکر لگا رہا تھا، اس پر بیٹھا سوار باقیوں سے مختلف تھا—باقی اسے "سردار" کہہ رہے تھے۔ وہ خاموش، گمبھیر، مگر سب سے زیادہ خطرناک تھا۔

اچانک ایک عورت کے ہاتھ سے موبائل چھین لیا گیا، جو پولیس کو کال کرنے ہی والی تھی۔

ارے ماتا جی، جان کیوں گنوا رہی ہو؟ یہ پولیس والے تو ہمارے ہی دلال" "!ہیں۔ دس پرسنٹ کمیشن کھاتے ہیں، آئیں گے نہیں

وہ ہنسا، موبائل کی سکرین بند کی اور اسے اپنے ایک ساتھی کی طرف بڑھا دیا۔

لیکن جیسے ہی اس کی نظر سکرین کے پیچھے موجود دعّام پر پڑی، وہ لمحے بھر کو رک گیا۔

دعّام کی آنکھوں میں خوف تھا، جسم جیسے پتھر کا ہو گیا ہو۔

اور سردار... اس کی سرخ انگار آنکھیں جیسے دعّام کی روح میں اتر گئیں۔

دعّام ایک دل دہلا دینے والی چیخ مار کر رباب کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔

میڈا بھولا سائیں ڈر گیا کا کے... ؟" اچانک سردار کے لہجے میں عجب سی نرمی اتر"

آئی۔

چہرے سے کپڑا ہٹاؤ سونیو، دیدار تو کرنے دو... آنکھیں تو غضب کی پائیں"

ہیں!" وہ کھڑکی کے قریب آکر ذرا سا جھکا، جیسے اس معصوم چہرے کو مزید

قریب سے دیکھنا چاہتا ہو۔

دعّام لرزتی، کانپتی، رباب کے وجود میں چھپنے لگی۔

"!بچی ہے...ڈاکو جی...بچی ہے"

باراتیوں میں سے ایک مرد نے ہمت کر کے کچھ کہا۔ سردار نے اسے خطرناک

نظروں سے گھورا۔

تیری بچی ہے؟" اس کی آنکھوں میں ایسی وحشت تھی کہ سامنے والا لرز اٹھا"

نہیں... نہیں... میری نہیں ہے۔" وہ فوراً پیچھے ہٹ گیا۔"

تو تجھے مرچیں کیوں لگ رہی ہیں؟ باپ بھائی کہاں ہیں بچی کے؟ یا سب کے"

"سب پستول کی نوک پر غیرت دفن کر آئے ہیں؟

یہ... یتیم بچی ہے... نہ باپ ہے نہ بھائی... سر پر بس تایا اور چاچا ہیں، وہ بھی"

دوسری بس میں ہیں۔" ایک اور آواز ابھری تھی،

اچھا... یتیم ہے؟" سردار کے چہرے پر ایک عجب سی مسکراہٹ آئی۔"

"! کوئی نہیں ہے اس کا...؟ خیر، اب ہے"

وہ ایک لمبی سانس لیتے ہوئے کہنے لگا،

میرا سوہنا مکھڑا، سن لو سب آج سے سردار دلدار یلغار اس کا سرپرست"

ٹھہرا۔ اس کے تائے چاچے کو میرا پیغام دے دینا... یہ میری امانت ہے۔ جس

"! دن نکاح کے قابل ہوئی، لے جاؤں گا

دعّام کی آنکھوں سے بہتا خوف رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا، لیکن سردار نے

آخری بار اسے دیکھا، سامان کی پوٹلی اٹھائی، اور بس میں واپس چھپنک گیا۔

سجن سائیں..."تاڑے سائیں نے صدقہ اتارا ہے تاڑا!" سردار دلدار یلغار کی"

امانت ہو، یہ بات یاد رکھنا، ورنہ یاد دلانے کے لیے آتا رہوں گا۔ سردار آخری

بار پلٹ کر مسکرایا، پھر گھوڑا موڑ کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ گھوڑوں کی

آوازیں دیر تک سنائی دیتی رہیں... اور پھر سناٹا چھا گیا۔

بارات واپس اپنے زیورات اور سامان سمیٹنے لگی، کچھ دن بعد سب اپنی زندگیوں

میں مگن ہو گئے...

مگر اگر کوئی وہ واقعہ نہ بھول سکا،

تو وہ تھی دعّام... جسے سردار دلدار "اپنی امانت" کہہ کر گیا تھا۔

وہ رات... ایک یاد نہیں، ایک زخم بن گئی تھی۔

اور کچھ زخم وقت کے ساتھ نہیں، وقت کے اندر دفن ہو جاتے ہیں... مگر جب

وہ یاد آتے ہیں، روح کا گوشت نوچ لے جاتے ہیں۔

○○○○○○○○

کیا رے تاو۔۔۔۔بہت تنگ کرنے لگا ہے مجھے "بار بار دھر ادھر ا کے تنگ آ چکا

ہوں میں!"

یہ آخری بار آیا ہوں، اس کے بعد صرف انجام ہو گا۔ایسا انجام جو تیری آنے

والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

!تیری بھتیجی میری امانت ہے!" جلدی ہے تجھے؟تو بتا"

میں خود آؤں گا، بارات لے کر خود لے جاؤں گا اسے۔ایسے لے جاؤں گا کہ تُو

بس ان گناہگار آنکھوں سے دیکھتا رہ جائے گا، لیکن کچھ کر نہ سکے گا۔

یہ گھٹیا حرکتیں چھوڑ دے، ورنہ جو ہو گا وہ تجھے بھی نہیں بھولے گا۔اور اس

گاؤں کو بھی،

تُو کیا، اس دنیا کا کوئی شخص سردار کی مرضی کے خلاف اُس لڑکی کی تقدیر نہیں

لکھ سکتا۔

وہ گھوڑے پر سوار تھا۔

چہرے پر سیاہ نقاب، صرف سبز آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں... مگر وہ آنکھیں نہیں، دہکتے شعلے تھیں۔ جیسے خوف خود اُن میں بستا ہو۔

ایک ہاتھ تایا ابا کے گریبان پر، دوسرے سے اُنہیں گردن سے دبوچ رکھا تھا۔

...پاؤں زمین سے اوپر تھے، جسم ہوا میں معلق

تایا ابا کا چہرہ زرد ہو چکا تھا، آنکھوں میں وہ وحشت تھی جو صرف موت سے پہلے آتی ہے۔

وہ حوالدار... جو خود کو شیر کہلواتا تھا، آج دیوار سے لگا کانپ رہا تھا۔ بندوق ہاتھوں میں لرز رہی تھی، اور آواز جیسے گلے میں کہیں دب گئی ہو۔

یہ کوئی عام آدمی نہیں لگ رہا تھا، قہر کی ایک چپ چاپ چلتی آندھی تھا۔ آیا ایسے تھا، جیسے کسی نے اندھیرے کو شکل دے دی ہو۔

سردار کا رخ اب اس دلہے کی جانب تھا۔

تو بارات لے کر آیا تھا میری امانت کی۔۔۔!! وہ اس کے پاس آکر رکا تو "

پولیس کانسٹیبل نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا خوف سے جیسے جان نکل رہی تھی۔

تو مجھے جانتا نہیں کیا۔۔۔" کیا تجھے میرے بارے میں کچھ نہیں پتا وہ اس کے

سامنے آکر رکتا سوال کرنے لگا جب کہ کونسٹیبل کی تو جان نکل رہی تھی۔

ارے او بالا۔۔۔" لگتا ہے اسے اپنا تعارف کروانا پڑے گا، وہ ایک نظر موڑ

کر پیچھے کالے گھوڑے پر سوار دوسرے ڈاکو کو دیکھتے ہوئے بولا۔

تو کروادو سردار، اس خبیث کو بھی تو پتہ چلے کہ اس نے کس طوفان سے پنگا لیا

ہے، بالا ذرا اونچی آواز میں بولا تھا۔ جب کہ وہ ایک نظر بالا کو دیکھتا واپس پلٹ

کر حولدار کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

تیرے لیے میرا اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ اگر تو نے میری امانت کی طرف،

ایک قدم بھی اُٹھایا، تو سردار دلدار یلغار تیری نسلوں کو ایسا سبق دے گا کہ

"!قبریں بھی چیخ اٹھیں گی

وہ کونسٹیبل کو بول رہا تھا لیکن حالت تایا ابا کے خراب ہو رہی تھی تایا ابا کا چہرہ زرد، سانسیں رکتی ہوئی، صرف خوف باقی رہ گیا تھا۔

اُس کی نگاہ جیسے سارا منظر کاٹے جا رہی ہو، حوالدار، جو دیوار کے ساتھ بندوق تھامے کانپ رہا تھا۔ وہی حوالدار، جو ہمیشہ سینہ تان کر چلتا، اب دیوار سے لگا، آنکھوں میں پانی لیے کھڑا تھا۔

سردار... میں... میں بس ڈیوٹی کر رہا تھا... رحم کریں..." حوالدار کے لب"، لرزے

مگر سردار کو رحم آتا ہی کب تھا۔ سردار نے اسے ایک جھٹکے سے بالوں سے پکڑ کر زمین پر پٹخا، پھر کالر سے گھسیٹتے ہوئے اندھیرے کی طرف بڑھا۔

سردار! میں نہیں جانتا تھا وہ تمہاری امانت ہے... غلطی ہو گئی... خدا کا واسطہ،" معاف کر دے!" اپنی انکھوں کے سامنے اپنی موت دیکھتا حولدار چیخنے لگا جب کہ سردار کا چہرہ پل میں سرد ہوا، وہ جھکا، اس کے بال مٹھی میں بھینچے،

"غلطی؟ تو نے میری امانت پر نکاح کا لفظ لیا... یہ 'غلطی' نہیں — 'گناہ' ہے! اور

میں گنہگاروں کو زمین پر نہیں، مٹی کے نیچے گنتا ہوں!"

"تجھے نہیں پتہ تھا؟ تو کان کھول کر سن... میری امانت پر نظر ڈالنے والا جیتا

نہیں، اور اس کا نکاح صرف کفن سے ہوتا ہے!" اس نے غصے سے جبڑے

بھینچتے حوالدار کی گردن دبوچی، لہجہ زہر آلود تھا وہ اس کے چہرے پر دھارا۔

"تجھے معافی مانگنے کا حق تب ہوتا ہے، جب سامنے انسان ہو — اور میں تو

تمہارے قانون میں ایک درندہ ہوں... اور درندوں سے رحم کی امید کرنا تو

بے وقوفی ہے، ویسے تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں تمہارا قانون غلط کہتا ہے، کہ

میں درندہ ہوں کیوں کہ میں صرف درندہ نہیں، قہر ہوں! اور قہر معاف نہیں

کرتا!" وہ اسے رسی سے باندھ کر زمین پر پٹک چکا تھا اور خود گھوڑے پر سوار ہو

گیا وہ ایک جھٹکا دیتا زور سے اسے گھسیٹ کر اندھیرے کی طرف لے گیا

"چل، چل کے دکھاتا ہوں وہ جگہ... جہاں تجھے تیری غلطی کی قبر ملے گی!" وہ

وحشیانہ میں اسے گھسیٹتے ہوئے بولا

زمین پر رگڑتا، چیختا حوالدار، اور سر دار کا سایہ — اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

اب پیچھے کچھ نہیں رہا تھا سوائے خاموشی کے... قبرستان جیسی خاموشی، جیسے ساری روشنیاں کھا چکی تھی۔

جبکہ دلہن کے کمرے کا دروازہ بند تھا، مگر خوف کھڑکیوں سے جھانک رہا تھا۔

یہ تو ہونا ہی تھا یہ تو ہمیشہ ہوتا تھا، وہ تیسری دفعہ دلہن بنی اور تیسری دفعہ وہی سب کچھ ہوا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے لیے امتحانات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو چکا تھا وہ جانتی تھی آنے کچھ مہینے اس کے لیے قیامت ہی رہیں گے۔

oooooooo

رات کا وقت تھا... سناٹا ایسا جیسے سانسیں بھی چپ ہو گئی ہوں۔ مشعلوں کی لو تھرتھرا رہی تھی اور میدان کے بیچ حوالدار زنجیروں میں جکڑا، زمین پر بیٹھا کانپ رہا تھا۔

سردار نے گھوڑے سے اتر کر آہستہ آہستہ قدم بڑھائے۔ نقاب میں چھپا چہرہ، سبز آنکھیں جیسے چمکدار خنجر ہوں۔

"...وہ میری امانت تھی... یہ بات بعد کی ہے"

سردار کی آواز زہر میں بجھی ہوئی تھی۔

لیکن وہ ایک معصوم لڑکی تھی۔ تُو پینتالیس سال کا... اور وہ؟ اُنیس سال کی" بچی! تیرا اس کے ساتھ کیا جوڑ تھا؟" سردار کی مٹھی بھنچ گئی۔

تجھے بیٹا چاہیے تھا؟ تو اپنی تقدیر سے مانگتا... کسی کی یتیم بیٹی کو کھلونا بنانے کا" اختیار کس نے دیا تجھے؟" حوالدار گھٹنوں کے بل گر گیا۔ "سردار... غلطی ہو گئی...، مجھے معاف کر دو خدا کے لیے مجھے معاف کر دو مجھے مت مارنا میری تین بیٹیاں ہیں... ان کا واسطہ... "اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میری بچیاں یتیم ہو جائیں گی ان کا اور کوئی سہارا نہیں میرے سوا، وہ گڑگڑا رہا تھا۔

لیکن لفظوں سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنی بیٹیوں کو ہتھیار بنا رہا ہے،

سردار کی آنکھیں دہکنے لگیں۔ "بیٹیوں کا واسطہ ؟ جن کے پاس بیٹیاں ہوں، وہ دوسروں کی بیٹیوں پر نگاہ نہیں ڈالتے! تجھے بیٹیوں کی یاد اب آئی؟ تب کہاں تھی تیری سوچ جب کسی اور کی بیٹی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے چلا تھا؟ "

نہیں سردار! میں نے نکاح کا ارادہ کیا تھا... "وہ ہاتھ باندھ دیتے گر گرایا۔ "

نکاح نہیں، سودا تھا! اور وہ سودا اب تجھے مہنگا پڑے گا۔ تُو مرد نہیں، مرد کی کھال میں چھپا ایک بھیڑیا ہے! اور ایسے بھیریوں کا شکار کرنا سردار دلدار یلغار کا سب سے پسندیدہ مشغلہ "سردار نے دھاڑ کر کہا، تو حوالدار کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہوا

اس نے بالا کو کوئی اشارہ کیا، تو دو آدمی آگے بڑھے۔ حوالدار کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ وہ چلاتا رہا، ہاتھ جوڑتا رہا، لیکن سردار کی آنکھیں ایک لمحے کو بھی نہیں جھپکیں۔

مشعلوں کی روشنی حوالدار کے گھسٹنے کے نشانات کو نمایاں کر رہی تھی، اور سردار نے آخری بار پیچھے دیکھا...

"جو معصومیت کو مٹی میں ملانے کی کوشش کرے، اسے صرف دنیا ہی نہیں، بلکہ قبر بھی قبول نہیں کرے گی۔" اس کی آواز میں ٹھہراؤ تھا جبکہ بالا صرف ہاں میں سر ہلاتا اس کے پیچھے چلا گیا

ooooooo

دو دن گزر چکے تھے اور دلہا غائب تھا۔ اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی اور سب تشویش میں مبتلا تھے کہ آخر وہ ڈاکو اسے کہاں لے گئے ہیں۔ ہر طرف یہی سوال اٹھ رہا تھا، لیکن کوئی بھی اس کا جواب دینے والا نہیں تھا۔

گھر میں ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی تھی۔ لوگ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے، مگر کوئی بھی حقیقت سے آگاہ نہیں تھا۔ سب یہی سوچ رہے تھے کہ کیا دلہا کو کچھ ہوا ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟ یا پھر وہ ڈاکو اسے کہیں لے کر گئے ہیں؟ ہر طرف غم کی لہر دوڑ رہی تھی۔

تایا ابو گھر سے باہر نہیں نکل رہے تھے۔ ان کی حالت خراب تھی، اور گردن میں شدید درد تھا۔ سردار نے انہیں گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا تھا، جس کی وجہ سے ان کی گردن میں موچ آگئی تھی۔ وہ تکلیف میں تھے، لیکن ان کی حالت اور زیادہ خراب ہو چکی تھی۔

چچا کی نگاہیں کچھ عجیب تھیں۔ وہ دعام کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس ساری پریشانی کی ذمہ دار وہ ہو۔ ان کی آنکھوں میں نفرت اور غصہ تھا، اور وہ خاموشی سے دعام کو گھورے جا رہے تھے۔ دعام کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی پہلے دو دفعہ بھی جب اس کی شادی ہوتے ہوتے رہ گئی تو یہی سب کچھ اسے دیکھنے کو ملا تھا۔

دعام خود کو مجرم سمجھ رہی تھی۔ اس کا دل بوجھل تھا اور وہ یہ سوچ رہی تھی کہ شاید وہی اس سب کا سبب بنی ہے۔ اس کی بے بسی اور غم بڑھ رہا تھا، اور وہ اپنے اندر کے درد کو چھپاتی ہوئی خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

اس کی زندگی میں بہت برے دن آئے تھے لیکن یہ تین دن جو جس کی زندگی میں خوشیوں کا سبب بن سکتے تھے۔ انتہائی برے ثابت ہوئے تھے

دعا م کچن میں کھڑی کام کر رہی تھی۔ وہ جلدی جلدی سب کے لیے ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اس کے لیے۔ وہ بچپن سے یہی سب کرتی آئی تھی۔ گھر کے باقی بیٹیاں مہارانیاں، اور راجکماریاں تھیں، اس گھر کے سارے کام صرف اسی پر فرض تھے باقی سب کے سروں پر باپ کا سایہ تھا مجال تھی کہ کوئی اونچی آواز میں بھی ان کے سامنے بات کر پاتا، بس اسی لیے تو وہ جو یتیم تھی وہ خاموشی سے سب کچھ کرتی تھی، وہ ہمیشہ سے ہی گھر کے کاموں میں مصروف رہتی تھی۔ اسے ہر کام اتا تھا ایسا کچھ تھا ہی نہیں جو وہ نہیں کر سکتی تھی۔

کبھی کھانا پکاتی، کبھی صفائی کرتی، یا پھر کوئی اور کام کرتی۔ ان سب کاموں کو وہ معمول کی طرح کرتی تھی۔ اس کے لیے یہ سب نیا نہیں تھا۔ اس کی صبح ہزار کاموں سے ہوتی تھی اور رات ہوتے ہوتے کوئی نہ کوئی کام رہ جاتا۔

ایسا نہیں تھا کہ اس کی چاچی تائی لوگ بہت زیادہ ظالم تھے یا پھر اس پر ظلموں کے پہاڑ توڑتے تھے نہیں اس کے تایا چاچا نے کبھی کسی کو اس پر ہاتھ نہیں اٹھانے دیا تھا ہاں زبان کے جوہر تو ہر کوئی دکھاتا تھا۔

تایا فضل الدین کے تین بچے تھے۔**بیٹا ساتویں جماعت میں پڑھتا** تھا، جب ایک روز اسکول سے واپسی پر ایک حادثے نے اسے ماں باپ کی دعاؤں سے، زندگی کی رونق سے، ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا۔ دو بیٹیاں تھیں جو ان کی آنکھوں کا نور تھیں، جان سے بھی زیادہ عزیز۔

چاچا رفاقت کے بھی دو ہی بیٹیاں تھیں۔ بیٹے کی نعمت اللہ نے دی ہی نہیں تھی۔ تینوں بھائیوں کے گھر بیٹے نہ تھے، مگر نہ کبھی کسی نے شکوہ کیا، نہ کسی ماتھے پر مایوسی کی لکیریں تھیں۔ بیٹیوں کو لے کر جیتے تھے، ہنستے تھے، شکر کرتے تھے۔ اور کہیں دل کے کونے میں ایک خوش فہمی پل رہی تھی کہ یتیم بھتیجی کو پالا ہے، تو اللہ ضرور رستے کھولے گا، یہ سمجھے بغیر کہ صرف سر پر ہاتھ رکھنے سے تقدیریں نہیں بدلتیں۔

اپنی بیٹی اور بھائی کی بیٹی میں فرق نہ کرنے کا دعویٰ، بس دعویٰ ہی رہا۔

چاچی کی بیٹی صفا اگر کہہ دیتی کہ کام کرنے کا دل نہیں کر رہا، تو کوئی دوبارہ کہنے کی جرات نہ کرتا۔

اور یہاں — دعا م شدید تکلیف میں بھی اٹھ کر کام کرتی، اسے معلوم تھا، یہ لوگ اس کے ماں باپ نہیں۔ اس کے نخرے اٹھانے والا باپ تو برسوں پہلے مٹی تلے سو چکا تھا۔

شروع میں احساسِ کمتری نے گھیرے رکھا،

لیکن وقت نے سکھا دیا۔ کہ تایا چچا کبھی باپ نہیں ہو سکتے۔ اور جب یہ بات دل میں اتر جائے

کہ تم یتیم ہو تو نادانی سے سمجھداری تک کا سفر خاموش، طویل اور اذیت ناک ہوتا ہے، لیکن گزر ہی جاتا ہے... بس، پتہ نہیں چلتا۔

اور پھر باقی کمی تائی اور چاچی کی زبان پوری کر دیتی تھی۔

آج بھی وہ ناشتہ بنا رہی تھی جب تائی اور چاچی اس کے پاس آئیں۔ دونوں کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں، اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں۔

ایسی کون سی خوبصورتی ٹپک رہی ہے جو وہ ڈاکو مرمٹا ہے؟" "تائی نے تانے" مارنے شروع کیے۔ تو چاچی بھی ساتھ جڑ کر کھڑی ہو گئی تھیں جب کہ وہ خاموشی سے کام کر رہی تھی

مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آتا، بس گوری چمری ہے، اسی پر مرتا ہو گا۔ "چاچی نے" بھی تائید کی۔

دعام کے دل میں ایک گہری گہرائی تھی، لیکن ان الفاظ نے اس کی دنیا میں ایک اور دُکھ کا اضافہ کیا تھا۔ اس نے سر جھکایا اور کام میں مصروف ہو گئی، جیسے یہ سب سن کر بھی اسے کچھ فرق نہ پڑا ہو۔

ooooooo

دیکھو حمیدہ، مجھے تو لگتا ہے کہیں نہ کہیں غلطی ہماری لڑکی کی بھی ہے۔ ایسا بھی" کیا سحر ہے اس میں کہ وہ ڈاکو اس پر مر مٹا؟ کچھ نہ کچھ تو اس نے بھی کیا ہی ہو گا۔" وہ ناشتے کی ٹرے تھامے کچن کے دروازے سے نکلی ہی تھی کہ تائی جمیلہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ جمیلہ تائی کے الفاظ ہمیشہ سے ہی تلخ ہوتے تھے، لیکن چاچی حمیدہ اُن باتوں میں خوب مزا لیتی تھی۔ وہ چپ چاپ اپنے قدموں میں ضبط لپیٹے آگے بڑھ گئی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ پچھلے تین سالوں میں یہ تیسری بار تھا جب اس کی ذات پر انگلی اٹھائی گئی تھی۔ آنے والے چھ سات مہینے یونہی گزرنے تھے——الزام سہنے تھے، اور چپ رہنا تھا۔ آنسو پلکوں پر لرز رہے تھے، مگر وہ انہیں بہنے نہیں دینا چاہتی تھی۔ آہستہ سے بیٹھک کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی، سامنے رکھی لکڑی کی میز پر ٹرے رکھ دی۔ تایا، جو گردن کے درد سے نڈھال، صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ چچا بھی ہاتھ دھو کر واش روم سے نکلے اور وہیں آ گئے۔ پچھلے دو تین دنوں سے بیٹھک ہی ان کا بسیرا بنی ہوئی تھی۔

گردن پر چوٹ کی وجہ سے ملنے والے آجا رہے تھے، تیمارداری چل رہی تھی۔

"مہمان آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس کمرے میں خود مت آیا کرو۔ چاچی یا تائی کو بھیج دیا کرو۔ ابھی ابھی جوان جہان لڑکے اٹھ کر گئے ہیں، اور تم چلی آئیں ٹرے لے کر؟ جب گھر میں کوئی آیا ہو تو بیٹھک کی طرف آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک ہی مصیبت سر پر سوار ہے، اسی سے نمٹ لیں تو زندگی آسان ہو جائے گی۔" چچا کے الفاظ سخت تھے، مگر مطلب وہ خوب سمجھ گئی تھی — کہ غیر مردوں کے سامنے آنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ پہلے ہی ایک بدنما داغ کی صورت لگی ہوئی ہے۔ "چاچی اور تائی کچن میں مصروف تھیں، اس لیے میں آ گئی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ بیٹھک میں کوئی مہمان بیٹھے ہیں۔ میں تو صرف آپ لوگوں کے لیے ناشتہ لے کر آئی تھی۔" اس نے نگاہیں جھکا کر جواب دیا اور کمرے سے نکل گئی۔ کچن میں تائی اور چاچی ایک دوسرے کے کانوں میں کچھ سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ اسے وہاں جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ چپ چاپ باہر جا کر جھاڑو اٹھایا اور صحن صاف کرنے لگی۔ اب اس کا ارادہ تھا

کہ وہ ناشتہ تب کرے گی جب یہ دونوں اپنے کمرے میں جا چکی ہوں گی۔ ویسے بھی یہاں کون تھا جسے اس کی پرواہ ہو؟ وقت پر کھائے یا نہ کھائے، دیر سے کھائے یا بالکل نہ کھائے — یہ کوئی اس کی ماں تو نہیں تھیں، جو اس کی بھوک سے بے قرار ہو جاتیں، تب تک نوالہ نہ توڑتیں جب تک بیٹی کھا نہ لے۔ کبھی کبھی تو اسے صفا، رباب، سمیرہ اور نوشین کی قسمت پر رشک آتا تھا۔ ایک طرف باپ تھے، جو اپنی بیٹیوں پر جان نچھاور کرتے تھے، اور دوسری طرف مائیں، جن کے لہجوں میں ہمیشہ محبت، فکر اور شفقت گھلی ہوتی تھی۔ اگر کبھی ان بیٹیوں نے کھانا نہیں کھایا، تو مائیں بے چین ہو جاتی تھیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت پڑی، تو پوری دنیا اُلٹ دی جاتی اُن کی خواہشیں پوری کرنے کو۔ اور وہ؟ بس ایک یتیم — جس کے حق میں کسی نے کبھی سوچنے کی زحمت ہی نہ کی۔ یتیمی کا درد صرف وہی سمجھ سکتا ہے، جو اس تکلیف سے گزرا ہو۔

○○○○○○○○

وہ پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیوں سے گزرتا ہوا، سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی، جس نے اُس کے جسم کو پوری طرح سے بھیگا دیا تھا۔ اس کا گھوڑا شیر دل جو زندگی کے ہر قدم میں ہر سفر میں اس کا ساتھی تھا وہ اس وقت بھی اس کے ساتھ تھا، یقیناً وہ بھی بارش کا مکمل لطف لے رہا تھا۔

دلدار کا دل سکون سے بھرا ہوا تھا، لیکن ساتھ ہی ایک عجیب سی بے چینی بھی تھی، جیسے دل کی گہرائیوں میں کچھ تھا جو اسے بے چین کیے جا رہا تھا۔ وہ کس جانب سفر کر رہا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

اس نے آہستہ آہستہ گھوڑے کو کھینچا، اور اس کی نظریں سامنے بڑھتی ہوئی دعام پر جا کر رک گئیں۔

ہاں وہ دعام ہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں بے قراری سی ابھری تھی۔ وہ اس کے سامنے تھی۔

وہ سفید رنگ کی پاؤں کو چھوتی فراک میں ملبوس تھی، اور اس کے لمبے گھنے بال بارش میں بھیگتے ہوئے اس کے کمر پر بکھر گئے تھے۔ وہ بالکل ایک پری لگ رہی

تھی، جو پہاڑوں کے درمیان میں کہیں پھولوں کی طرح کھلی ہو۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی اور اُس مسکراہٹ میں ایک انوکھا سا سکون، ایک دل کو لبھانے والی خوبصورتی تھی۔

دلدار کی نظریں دعام سے ہٹ نہیں پا رہی تھیں۔ جیسے وہ بار بار اپنی نظر اُس پر ڈال کر اس کی موجودگی کو اپنے دل میں سمو رہا ہو۔ وہ جتنا بھی اپنے جذبات کو روکنے کی کوشش کرتا، اتنا ہی وہ بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔

میرا سوہنا مکھڑا... سردار صدقے، دلدار صدقے، ایسے نظارے پیش کرو گی" تو، دل سے تو پہلے ہی تاڑا ہوں اب میں جان سے بھی جاؤں گا!" دلدار نے ہنستے ہوئے کہا، لیکن اس کے الفاظ میں ایک گہرا جذبہ چھپا ہوا تھا۔ دعام کی طرف بڑھتے ہوئے اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا، جیسے وہ کچھ خاص پانے والا ہو۔

دلدار آہستہ آہستہ گھوڑے سے اُتر آیا، اور خاموشی سے دعام کی طرف قدم بڑھائے۔ اُس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، لیکن دل میں ایک بے چینی تھی جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ دعام کے قریب پہنچا، اس نے

دعام کا بازو تھام لیا۔ وہ جو گول گول گھوم رہی تھی اسے دیکھ کر کھل کھلائی اُس کا لمس جیسے آہستہ سے دعام کے دل کی دھڑکنوں کو سُن رہا ہو، اور پھر ایک لمحے میں وہ دعام کو اپنے قریب کھینچ کر اُس کی گردن پر بے قابو ہو کر اپنا جان لیوہ خواہش سے بھرپور لبوں کا لمس دے رہا تھا۔

دل۔۔۔"اس کی مونچھوں کی چبن پر دعام کے لبوں سے ہلکی سی سسکاری نکلی تھی۔

میرا سجن سوہنا، وہ اس کی سسکی کو اپنے لبوں سے چن گیا۔ اور پھر نرمی سے اس کے گلابی لبوں پر اپنی بے قراری کو چھوڑنے لگا۔

دعام کی آنکھوں میں ایک جھجھک اور مسکراہٹ تھی، اور وہ بے حد خوبصورت دکھ رہی تھی، جیسے کوئی معصوم سی گڑیا ہو جس نے ابھی تک محبت کی حقیقت کو سمجھا نہ ہو۔ دلدار نے اپنی گرفت مضبوط کی اور دعام کے جسم کو اپنے اندر سموتے ہوئے، اس کے نرم اور نازک جسم کو اپنی طاقت سے جکڑ لیا تھا۔ دلدار

کا دل جیسے دعام کی موجودگی میں تھم سا گیا تھا، لیکن اس کی بے چینی اور اس کی بے قراری جیسے آہستہ آہستہ اُس کی روح میں جذب ہوتی جا رہی تھی۔

وہ اپنے لبوں کی بے تابیاں اس کے وجود پر بھی بکھیرنے لگا تو احساس ہوا وہ نرم سا سراپا اس کی باہوں میں جکڑتا جا رہا ہے۔

لیکن وہ چاہنے کے باوجود اپنی گرفت کمزور نہیں کر سکا جسے گرفت چھوٹتے ہی وہ چھوٹ جائے گی اس کے ہاتھوں سے، وہ دلدار کی محبت تھی لیکن اسے یہ بھی تو سمجھنا تھا کہ دلدار کوئی عام انسان نہیں ہے وہ ایک طوفان ہے اور اس طوفان کا سامنا تو دعام کو کرنا ہی تھا۔

مرضی سے یا مجبوری سے یہ طوفان تو اس نے تاعمر اپنے نازک وجود پر سہنا تھا۔ دلدار کے لبوں کی بے باک گستاخیاں عروج پر تھی۔ دعام کی سانسیں تیز ہو چکی تھیں، لیکن اس کے باوجود وہ دلدار کے حصار میں محفوظ محسوس کر رہی تھی۔ اُس کے جسم کی ہر نس میں ایک نیا احساس جاگ اُٹھا تھا۔ دلدار کی آنکھوں میں جو جنون تھا، وہ دعام کو بھی محسوس ہو رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ

کیا ہونے والا ہے، لیکن اُس کے دل کی دھڑکن یہی بتا رہی تھی کہ یہ لمحہ اس کی زندگی کا سب سے حسین لمحہ بننے والا ہے۔

اسی دوران، دلدار نے دعام کا دوپٹہ جو گردن سے نکل کر زمین کی طرف گر رہا تھا، اُٹھا کر اس کی نازک کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ اور اسے اپنے مزید قریب کرتے ہوئے خود سے جوڑ لیا اس کی یہ حرکت دعام کے دل کی دھڑکن کو اور تیز کر گئی۔ وہ ایک لمحے کے لیے بے قابو ہو کر دلدار کے سینے میں سمیٹ گئی۔ دلدار نے اُسے اس قدر محبت اور شدت سے تھام رکھا تھا کہ وہ اس کے بازوؤں کی قیدی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے وہ اسے کبھی اپنے سے جدا نہ کرے گا۔

میرا سوہنا مکھڑا، میرا اقرار جانیا، تمہیں پانے کی چاہ نا ہوتی تو دلدار کو زندگی" سے کوئی سروکار نہیں تھا، دلدار کے لبوں سے الفاظ نکلے، اور پھر ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اس نے دعام کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔

یہ ایک بے حد خاموش لمحہ تھا، جس میں دلدار کی بے تابی، محبت اور جذبات کی شدت واضح طور پر ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ اس کی دھڑکنوں میں شامل ہوتا اپنے

دہکتے لمس کو اس کی سانسوں میں شامل کر رہا تھا۔ دعام کی مسکراہٹ میں ایک سکون تھا، جیسے وہ مکمل طور پر دلدار کے حصار میں آ چکی ہو۔ وہ بار بار اس کے لبوں کو چومتا ان کی میٹھاس کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن یہ کیسی پیاس تھی جو ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اس کی رگ رگ میں اپنا عشق اتار دینا چاہتا تھا۔

لیکن اچانک، کسی کی آواز نے ان کے بے تکلف لمحے کو توڑ دیا۔ دلدار کی آنکھیں جھٹکے سے کھل گئیں، وہ فوراً سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں اُس کا بچپن کا دوست بالا، کھڑا تھا۔

کھوتیا! کیا چلا جاتا تیرا اگر یہ منحوس شکل مجھے آدھے گھنٹے بعد دکھا دیتا؟ کوئی " نئی صورت تو تھی نہیں، جو آج ہی دیکھنی ضروری تھی!" وہی منہوس شکل ہے جو پچھلے 2524 سال میں سے دیکھ رہا ہوں۔ سردار غصے سے اسے گھورتا ہوا بولا، جیسے اس کے خواب کا قتل بالا نے اپنے ہاتھوں سے کر دیا ہو۔

اس کا حسین مکھڑا اس کا سوہنا ماہی اس کا سجن سائیں اس سے دور جا چکا تھا۔ ا

وہ وسوسے میں ڈوبا، بستر پر بیٹھا، نیچے جھاڑو لگاتے بالا کو تک رہا تھا۔

سر دار اگر تُو پہلے بتا دیتا کہ تُو بھابھی کا خواب دیکھنے والا ہے، تو میں صفائی" تھوڑی دیر بعد کر لیتا... لیکن تُو نے بتایا ہی نہیں! اور مجھے یہ کام ختم کر کے تیرے کپڑے دھونے ہیں، بالا نے کندھے اچکاتے ہوئے جیسے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کی،

" گھورنا بند کرو مجھے میں نے نقصان سے بچایا ہے تمہیں

نقصان،۔۔۔۔؟ سر دار نے اسے گھورا تھا۔

ہاں تو میرا کیا جاتا؟ تو زیادہ خواب دیکھ لیتا، تو جذبات میں بہہ جاتا۔" زیادہ پیار سہ نہیں پاتا تُو... پھر کنوارہ رہ نہیں پاتا تو، اللہ نے مجھے فرشتہ بنا کر بھیجا، تیرے کمرے کی صفائی کرنے۔" وہ اور بھی بہت کچھ کہنے لگا تھا جب سر دار نے اس کی بکواس کو وہیں ختم کر دیا، اور قریب پڑا تکیہ زور سے اس کے منہ پر دے مارا۔

بالا نے تکیہ کیچ کر کے پیچھے پھینکا اور ایک گہری سوچ میں بول پڑا،" ویسے سر دار، میں یہ سوچ رہا تھا کہ روز روز بھابھی کے تائے کو بجانے سے بہتر ہے، "کہ اصل بھابھی کو ہی لے آئیں۔

تم بھی 27 سے اوپر جا چکے ہو، اور بھابھی بھی 18 کراس کر چکی ہے، اب اس "،
سے بہتر وقت اور کیا ہو گا؟ وہ انگلی اٹھا کر گنتی کرنے لگا، پھر روکا۔

دیکھو سردار مجھے تو تمہاری بڑی فکر ہے، تمہارے کھانے پینے کی، اٹھنے بیٹھنے "
کی پہنے اڑوھنے کی، تمہارے چکر میں، میں نے بھی آج تک کسی لڑکی کی طرف
نظر نہیں اٹھائی۔ سوچا کہ جب تک بھائی کنوارا ہے، میں بھی کنوارا ہی رہوں
گا۔ لیکن بھائی، کب تک؟" وہ ڈرامائی انداز میں سردار کے سامنے ہاتھ جوڑنے
لگا،

اب یا تو تم شادی کر لو، یا پھر مجھے اجازت دو کہ میں اپنے لیے کوئی لڑکی پسند کر "
"!لوں۔ نیا سال آنے سے پہلے یا تو اپنے بچے گود میں لے لوں گا یا تیرے

ویسے بھی جب بھابھی آئے گی تو کم از کم کھانے کو کچھ اچھا ملے گا، اور مجھے روز "
تیرے کپڑے دھونے یا کمرہ صاف کرنے کی فکر بھی نہیں رہے گی!" وہ جھاڑو
ایک طرف رکھ کر، زمین پر الٹی پالتی مار کر بڑے آرام سے بیٹھ گیا۔

سردار نے اسے ایسا گھورا، جیسے ابھی زندہ زمین میں گاڑ دے گا،

وہ میری چھوٹی سی جان، وہ میرا سوہنا سا سجن، وہ میری سانسوں کی۔ڈور

!، تیرے لیے وہ کھانا بنائے گی۔۔۔۔

وہ میری شہزادی بن کر یہاں آئے گی، بے غیرت انسان !اُس سے کام

کروانے کا سوچتے ہوئے تجھے شرم نہیں آئی؟" دوسرا تکیہ بھی پوری طاقت

سے اس کے منہ پر مار کر سردار واپس بستر پر لیٹا، اس کے چہرے پر نرمی چھا

گئی، آنکھیں چھت کو گھورنے لگیں، اور آواز دھیمی ہو گئی، "وہ... میرے دل

کا ٹکڑا بن کر یہاں راج کرے گی۔ "میرا سوہنا سجن، وہ میری دھڑکن ہے، وہ تو

راج کرے گی یہاں آکر اس کے لہجے میں دنیا جہان کی محبت سمٹ آئی تھی

یعنی مطلب یہ کہ تمہاری شادی کے بعد بھی سارا کام میں نے ہی کرنا ہے؟ بالا"

جیسے صدمے میں تھا۔

پھر تو بھائی تمہارا کنوارا ہی مرنا بہتر ہے!" بالا نے سر کھجایا اور منہ بنایا،

تیری تو۔۔" کنوارا تو تو مرے گا کھوتیا تیری شادی قیامت تک نہیں ہونے دوں گا، وہ کچھ اٹھا کر اسے پیٹنے ہی لگا تھا کہ بالا فورا پھرتی سے دروازے تک آتا نیچے کی طرف کود گیا۔

جب کہ وہ ایک نظر نیچے دیکھتا دوبارہ اپنے بیڈ کی طرف انے لگا تھا لیکن اب نیند تو انے نہیں تھی، خواب ٹوٹ چکا تھا اور اس حسین خواب کا کوئی اختتام نہیں تھا ۔باہیں بے قرار تھی، اس نازکت کو اصل میں محسوس کرنے کے لیے۔

میرا سوہا مکھڑا، کھوتا ٹھیک ہی کہتا ہے روز روز تمہیں خواب میں دیکھنے سے بہتر ہے کہ تمہیں یہاں لے آوں کم سے کم خواب ٹوٹنے کا افسوس تو نہیں ہو گا ۔آدھی میٹنگ خواب میں تو آدھی جاگ کر کر لوں گا۔ حسرت تو تمہیں چومنے کی ہی ہے، کیسے بھی پوری ہو،

اس سردار کو ایک سردارنی کی کمی ہے جو صرف تمہارے آنے سے پوری ہو گی وہ گہرا سانس لے کر واپس پر لیٹا تھا، اس کمرے میں سوائے بالا کے اور کوئی

نہیں آتا تھا اور نہ ہی کسی اور کو آنے کی اجازت تھی وہ اپنے سے جڑے سارے کام بالا سے ہی کرواتا تھا۔ بالا سے زیادہ اعتبار سے کسی پر نہیں تھا۔

ooooooooo

باہر کا سورج آگ برسائے جارہا تھا، اور زمین تپ کر تنور بن چکی تھی۔ ایسی جھلسا دینے والی گرمی میں بھی دعا م صحن میں بیٹھی دھوپ کے بیچ اپنے کپڑے دھو رہی تھی۔ یہ پانی ختم کرنا تھا پھر شام کو نیا پانی بھرنا تھا۔ ماتھے پر پسینہ تھا، مگر چہرے پر وہی خاموشی، وہی نرمی، جیسے اسے گرمی نے چھوا ہی نہ ہو۔

ٹب میں جھکے جھکے اس کے نازک ہاتھ لال ہو چکے تھے، جبکہ کے چہرے پر بھی سرخی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی نرمی سے جھاگ نکال کر ایک ایک کپڑا دھو رہی تھی۔ اُس کے سامنے ایک چھوٹا سا لوہے کا اسٹول پڑا تھا، جس پر ایک پرانا جگ رکھا تھا، جس میں آدھا گلاس پانی بھی نہ تھا۔

اتنے میں اندر سے رباب کی آواز آئی،

"دعام... او دعام! سن تو ذرا!" دعام نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ رباب ہاتھ میں دوپٹہ پکڑے، بالوں میں کنگھی کرتی ہوئی باہر نکلی۔ اس کے چہرے پر غصہ اور آنکھوں میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"میرے ساتھ چل نا، درزانی کے گھر جانا ہے۔ کب سے کہہ رہی ہوں، پر تو ہے کہ کبھی برتن، کبھی جھاڑو، کبھی کپڑے دھونا! سوٹ لے کر ایک مہینہ ہو گیا، اور اس نے ابھی تک سلائی مکمل نہیں کی! شام میں مجھے وہ سوٹ چاہیے، سہیلی کی مہندی ہے، اور میں نے وہی پہننا ہے!" رباب نے ناک چڑھاتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

جی باجی! بس یہ آخری دو دھولوں، پھر چلتے ہیں رباب۔ میں دیر نہیں کروں گی۔" ابھی دس بجے ہیں گیارہ تک میں سارا کام ختم کر لوں گی۔

دعام نے دھیرے سے آنکھیں جھکائیں اور کپڑا انچوڑتے ہوئے بولی،

رباب نے آنکھیں گھمائیں۔ "تو اپنی زندگی میں کبھی بھی جلدی نہیں کرتی، 11 تک دھوپ تھپنے لگے گی جلسا کے رکھ دے گی پچھلی دو گلیوں میں جاتے جاتے، تجھ پر تو دھوپ بھی اثر نہیں کرتی لیکن میں خود کو نہیں جلا سکتی۔

اور سن، وہ نیلی چادر نہ پہننا پلیز، مجھے شرم آتی ہے تیرے ساتھ چل کر۔ اتنی

"گرمی میں تُو وہ ٹینٹ جیسے کپڑے لپیٹ لیتی ہے، عجیب ہی ہے تو۔

وہی آرام دہ لگتا ہے مجھے۔" دعام نے خفیف سی مسکراہٹ سے کہا، "

آرام دہ؟ گرمی میں کباب بن جاتی ہوں تیرے ساتھ چل کر!" رباب "

بڑبڑاتی ہوئی پلٹنے ہی لگی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ دھڑاک سے کھلا اور چاچی نمودار ہوئیں۔

چوری! کتھے جا رہی ہو؟" اُن کی آنکھوں میں غصہ، اور لہجے میں کرختگی تھی۔ "

تیرے تائے نے صاف کہا ہے، باہر نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں! اور تُو، دعام!" "

تُو بھی سن لے، کسی نے بھی اس دہلیز کو پار کیا نا، تو سارے دن کی چھٹی کر دوں

گی!" جو بھی کام ہو گا شام کو تیرے تایا ابا کر کے آجائیں گے، ویسے بھی پچھلے

دنوں جو کچھ ہوا ہے وہ نہیں چاہتے کہ گاؤں میں باتیں بنے یا بات باہر نکلے

چاچی... ہم کہیں دور نہیں جا رہے، بس درزانی کے گھر، وہ بھی دو گلیاں چھوڑ"

کر۔ رباب باجی کی سہیلی کی شادی ہے، اور کپڑے لینے ہیں صرف۔" اج

مہندی ہے اور باجی نے وہی جوڑا پہننا ہے

چپ کر" ساڈے علاقے وچ لڑکیاں یوں گلیاں نہیں ناپتیں۔ جو بولی سمجھ

آئی؟" جا جا کر اپنا کام ختم کر اور تو بھی اندر جا انہوں نے دونوں کو ڈانٹ دیا تھا

جبکہ رباب پیر پٹختے ہوئے کمرے میں جانے لگی ارادہ تو آج کسی بھی حالت میں

کپڑے لے کرانے کا تھا ویسے بھی چاچی کا کیا تھا مزید ایک گھنٹے میں انہوں نے

گہری نیند اتر جانا تھا۔

اس کی بہنیں یا چاچی کی بیٹیاں ایسی دھوپ میں کمرے سے نہیں نکلتی تھی گھر

سے نکلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس کے پاس دعا م کے علاوہ اور کوئی

اپشن نہیں تھا۔

یہ چاکرو تھا، سندھ کے ریگستانی علاقے میں بسا گاوں، جہاں گرمی کا نام نہیں، قہر ہوتا ہے۔ یہاں کے کچے پکے گھر، مٹی کی دیواریں، خالی سڑکیں، اور پانی کے لیے میلوں کا سفر۔ لوگ کبھی سرائیکی بولتے تھے، اب زبان بدل گئ تھی،

سرائیکی زبان اب اردو میں بدل چکی تھی لوگ اپنی باتیں سمجھانے کے لیے اردو کا استعمال کرتے تھے لیکن لہجے میں مٹی کی مہک اب بھی تھی۔

یہاں زندگی کی سہولتیں موجود نہ تھی۔ اور پھر ڈاکوؤں کا خوف ہر لمحہ بنا رہتا کہنے کو اس پاس کے گاؤں میں کم ہی ڈکیتیاں ہوتی تھی بڑے بڑے لوگوں پر ہاتھ ڈالے جاتے تھے لیکن پھر بھی خوف تو تھا کبھی کسی گاؤں کے نکر پر لاش ملتی تو کسی ڈکیتی کی خبر پر میں ڈاکوں کے وحشانہ رویے آتے۔

اسی علاقے میں آٹھ سالوں سے ڈاکوؤں کا خوف بنا ہوا تھا اور اج تک پولیس ان کا کچھ نہیں اکھاڑ پائی تھی۔

○○○○○○○

پولیس اسٹیشن کے کمرے میں چار کرسیاں تھیں اور پنکھا زور زور سے گھوم رہا تھا، جیسے خود بھی گرمی سے بلبلا رہا ہو۔ کمرے میں بیٹھے سپاہی یونیفارم میں تھے مگر باتوں میں وہی بازاروانداز، قہقہے، چائے کے گھونٹ اور موبائل پر ویڈیوز۔

اوئے، تو نے سنا؟" کہتے ہیں دلدار یلغار کے اوپر پچاس لاکھ کا انعام رکھ دیا"

"ہے حکومت نے۔

سب کے چہروں پر جیسے چمک سی آگئی، مگر اگلے ہی پل وہ چمک خوف کے سائے میں بدل گئی۔

پچاس لاکھ تو ٹھیک ہے، پر زندہ بچ کر آنا بھی تو ہو نا، وہ بھی یلغار کے علاقے " سے؟" دوسرے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا،

ادھر کے پہاڑ بھی ڈاکوؤں کے قابو میں ہیں، وہاں تو پر بھی نہیں مار " سکتا۔" کونے میں بیٹھے ایک نوجوان سب انسپکٹر نے ہلکی آواز میں کہا،

"ریگستان کی وہ پتھریلی پہاڑیاں... وہاں تو دن کے اجالے میں بھی بندہ گزرنے سے ڈرتا ہے، کیا پتہ کب کون سی چٹان کے پیچھے سے گولی آجائے۔"

لوگ کہتے ہیں سردار یلغار کے بندے زمین میں نہیں، پہاڑوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بندوق ان کا زیور ہے اور لوٹ مار ان کا پیشہ۔" بڑے سپاہی نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

صاحب! اوپر سے حکم آیا ہے، ٹیم بنانی ہے۔ سردار یلغار کے علاقے میں سروے کے لیے جانا ہے۔"

کمرے میں جیسے خاموشی چھا گئی۔ سب کے چہرے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، جیسے کسی نے موت کی دستک سنا دی ہو۔

کون جائے گا؟" انسپکٹر نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔"

سب نظریں چُرا گئے۔ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ پہاڑوں کے اُس پار قدم رکھ سکے۔ وہ جگہ جہاں ہر راہ پر گولی چلتی تھی، جہاں ہر سائے میں خطرہ تھا، جہاں سردار یلغار کا راج تھا۔

پچاس لاکھ...!" کا انعام ہے صاحب "بس پکڑ لیں اس یلغار کو... ریٹائرمنٹ " " کے بعد بھی زندگی بادشاہوں جیسی گزرے گی۔

او بھئی! صرف پچاس لاکھ ہی نہیں، سرکار الگ سے انعام بھی دے گی۔ اور " اوپر سے عزت... میڈیا، میڈل، اور پھر شاید تبادلہ شہر میں!" حوالدار رشید کی آنکھوں میں چمک تھی۔

بات تو ٹھیک ہے،" شبیر نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا، "لیکن مسئلہ یہ ہے " کہ بندہ کوئی عام مجرم تھوڑی ہے... سردار یلغار ہے۔ اُس کے قبیلے تک پہنچنا بھی موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ وہ پتھریلے پہاڑ، وہ سنّاٹے... وہاں تو چرند " پرند بھی ڈرتے ہیں۔

"لوگ تو ان پہاڑوں کے قریب سے بھی نہیں گزرتے۔ ہر ہفتے کوئی نہ کوئی واردات، اغوا، قتل، لوٹ مار... اور پھر اُس کی وحشت ناک آواز... ہڈیوں تک کو جما دیتی ہے۔"

"ہاں، لیکن خطرہ جتنا بڑا ہو، انعام بھی اتنا ہی بڑا ہوتا ہے،" انسپکٹر قاسم نے اپنی کرسی سے جھکتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اُس تک پہنچنا ہے... مگر سیدھا حملہ نہیں، ہمیں کوئی کمزوری ڈھونڈنی ہوگی۔ کوئی ایسا راز... کوئی ایسی چیز جو اُسے انسان بنائے، راکشس نہیں۔"

"لیکن سر، اُس کی کوئی ہسٹری نہیں ہے۔ پولیس ریکارڈ میں زیرو انٹری ہے۔ اُس کا چہرہ تک کسی نے نہیں دیکھا۔" اکرم نے الجھن بھرے لہجے میں کہا۔

قاسم نے نظریں دیوار پر ٹنگے نقشے پر جمائیں۔ "تبھی تو ہمیں پہاڑوں میں جانا پڑے گا۔ ان پہاڑیوں کے پیچھے کچھ ہے... کچھ ایسا جو ابھی تک چھپا ہوا ہے۔"

"سردار کی کہانی وہاں کہیں دفن ہے،" رشید نے سر ہلایا،

"اور اُسی میں اس کی کمزوری چھپی ہو گی۔"

ہم پانچ لوگ ہیں، پلان بناتے ہیں۔پہلے دو لوگ بھیجے جائیں جو ایک عام مسافر"
کے روپ میں ان پہاڑی علاقوں کے قریب جا کر معلومات نکالیں۔ کوئی لوکل
بندہ جو وہاں سے کبھی بچ کے نکلا ہو، یا وہاں رہتا ہو۔ اُن سے کچھ نہ کچھ تو ہاتھ
"آئے گا۔

اور باقی تین ؟"اکرم نے پوچھا۔"

ہم یہاں بیٹھ کر نگرانی کریں گے، گاؤں کے پرانے کیسز نکالیں گے۔شاید"
اُس قبیلے سے جُڑے کسی پرانے واقعے میں وہ راز چھپا ہو۔ قتل، زمین، بدلہ،
عورت... کچھ تو ہو گا جس نے سردار کو یلغار بنا دیا۔"شبیر نے سر ہلایا،

اور جیسے ہی کمزوری ہاتھ لگے... وہ ہمارا ہو گا۔"اور پچاس لاکھ بھی_کمرے"
میں موجود سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ نظریں ایک جیسی تھیں
،لالچ سے بھری ہوئیں

کمرے کا ماحول بوجھل ہو چکا تھا۔ باہر رات کا اندھیرا مزید گہرا ہو رہا تھا، اور انہی سناٹوں میں دلدار یلغار اپنی سلطنت سنبھالے بیٹھا تھا... بے خبر اور ادھر چند معمولی وردی والے اُس کے خلاف چال چل چکے تھے۔

○○○○○○○

دھوپ اپنے عروج پر تھی مگر پہاڑوں کے بیچ چھپا وہ چشمہ ٹھنڈی سانسوں کی طرح بہہ رہا تھا۔ گہرے سبز درختوں کے درمیان کھڑا وہ گھوڑا بھی یوں لگ رہا تھا جیسے فطرت کی گود میں سستا رہا ہو۔

مگر ان سب کے بیچ اگر کوئی منظر سانس روکنے پر مجبور کر رہا تھا تو وہ شخص تھا جو چشمے کے کنارے جھکا، اپنے گھوڑے کی گردن پر پانی ڈال رہا تھا۔

چمکتی دھوپ اس کے سیاہ رنگ کے بالوں پر پڑ کر انہیں اور تیز کر دیتی تھی۔

چوڑی پیشانی، تیز ناک، کٹے ہوئے جبڑے اور نیچے کو کھنچی ہوئی آنکھیں... ایسا لگتا تھا جیسے قدرت نے غصے کو مجسم کر کے ایک انسان کا روپ دے دیا ہو۔ چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، چوڑا سینہ، فولادی بازو، اور کالے رنگ کا وہ سادہ کرتا، جس

کی آستینیں بازوؤں تک چڑھی ہوئی تھیں۔ ہر چیز اس کے وحشی رعب کا اعلان کر رہی تھی۔

وہ سردار یلغار تھا۔ ریگستانی پہاڑوں پر راج کرنے والا سردار۔ جو صرف نقاب میں دکھائی دیتا تھا۔ جس کی آواز سنتے ہی بڑے بڑے جوانوں کے ہاتھ کانپنے لگتے تھے۔

سردار، خبر لایا ہوں۔ بڑی کوٹھی کے سیٹھ کے پاس مدرسے کی زکوٰۃ کی 80" لاکھ کی رقم آئی ہے—" وہ جلدی جلدی بتانے لگا۔

دلدار نے ہاتھ روکا۔ نہ گھوڑے کو پانی ڈالا، نہ جمرو کی طرف دیکھا۔ ایک لمحہ... صرف ایک لمحے کے لیے وہ کھڑا ہوا۔ آنکھیں بند کیں۔ پھر دھیرے سے، مگر ایسے لہجے میں بولا جیسے لفظ بھی خوف کھا رہے ہوں۔

"جا جمرو... جا کر سب کو بتا دے۔ آج رات... بھری ڈکیتی پر جانا ہے۔"

جمرو ٹھٹھک گیا، ایک پل کو کچھ کہنے کی کوشش کی، مگر دلدار کی آنکھیں اس پر ٹک گئیں۔

بس حکم سن، سوال نہ کر... یاد رکھ، تُو صرف خبری ہے۔" جمرو نے گردن جھکالی۔

دلدار نے واپس گھوڑے کی زین تھامی

لوگ سمجھتے ہیں، ہمیں صرف پیسہ چاہیے... انہیں کیا خبر، ہم انصاف لوٹتے ہیں۔" وہ کوا سے باتیں کرنے لگا۔ نگاہیں نیلے شفاف پانی ہر جمی تھی۔

ooooooo

ریگستانی ہوا میں بارود کی بو گھلنے لگی تھی۔ پہاڑوں کے سائے جیسے سہمے سہمے زمین پر لیٹے تھے۔ اور اسی گھڑی، جمرو کے اعلان کے بعد، دلدار یلغار کے خوفناک سوار اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

گھوڑے ہنہنائے، زمین تھرتھرائی، اور پتھریلے پہاڑوں کی گونج نے گاؤں والوں کو جیسے لرزا دیا۔ سب جانتے تھے—جب یلغار کے سوار نکلتے ہیں، تو کسی کے چراغ نہیں جلتے، صرف راکھ بچتی ہے۔

سردار دلدار یلغار اپنے سیاہ لباس، چمکتے بوٹ اور فولادی نظر کے ساتھ سب سے آگے تھا۔ اس کا گھوڑا دوسروں سے کہیں بڑا، چمکیلا اور وحشی تھا، جیسے اس کا غرور خود اس کے مالک کا عکس ہو۔ نقاب کے پیچھے اس کی آنکھیں موت بانٹنے کو تیار تھیں۔

پہاڑوں سے نکلتے وقت دلدار نے ایک لمحے کو آسمان کی طرف دیکھا۔ شاید کوئی حساب آج کی رات مکمل ہونا تھا۔

"...سائے لمبے ہو چکے ہیں"

وہ بولا، آواز میں یوں گونج تھی جیسے خود وقت نے رُک کر سنا ہو۔

آج کی رات ان لوگوں پر موت کی چادر ڈالنی ہے... کوٹھی کا ہر در، ہر دیوار "

" گواہ بنے گی کہ دلدار یلغار اپنے وعدے پر قائم ہے۔

جمرو، بالا، نورا، صابر، اور باقی سب کے سب سردار کے پیچھے تھے۔ آنکھوں میں شعلے، ہاتھوں میں بندوقیں، اور سینوں میں وہ وحشت جو برسوں میں بنتی ہے۔

ریگستانی زمین پر گھوڑوں کی ٹاپوں نے شور برپا کر دیا۔ گاؤں کی طرف جاتی ہر گلی، ہر رہ، ہر درخت — خاموشی سے ان کا گزر دیکھ رہا تھا۔ جیسے سب کچھ سانس روکے بیٹھا ہو۔

بڑی کوٹھی اب دور سے دکھائی دے رہی تھی۔ دلدار کے چہرے پر ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھری۔

"...شکار قید میں ہے... شکاری نکل چکے ہیں"

آج کی رات خاموش نہ ہو گی... آج کی رات کہانی لکھی جائے گی... سیٹھ کے خون سے۔

○○○○○○○

دن کی تیز دھوپ جیسے صحرا پر خنجر کی دھار بن کر برس رہی تھی، لیکن اس سے زیادہ کرخت وہ سناٹا تھا جو گاؤں پر چھایا ہوا تھا۔ نہ کسی در سے ہانڈی کی کھنک سنائی دے رہی تھی، نہ کسی چھت سے بچوں کی ہنسی —بس ہوا کا ایک سوکھا سا جھونکا، اور اس میں چھپی بے نام سی دہشت۔

رباب دعام کا ہاتھ تھامے گلی کے موڑ موڑ پر نظریں دوڑاتی جا رہی تھی۔

درزاین سے تلخ کلامی نے اس کے مزاج کو ویسے ہی بگھاڑ رکھا تھا، اور اب گاؤں کی یہ غیر فطری خاموشی اس کے دل میں ہلکا ہلکا خوف انڈیلنے لگی تھی۔

پتہ نہیں، ایسا لگ رہا ہے جیسے ہر کھڑکی کے پیچھے کوئی ہمیں دیکھ رہا ہو... "اس" نے ہولے سے کہا، لیکن خود اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ الفاظ اس کے اپنے دل کی دھڑکن سے بھی دھیمے نکلے۔

دعام بالکل چپ تھی۔ اپنی عمر سے بڑی سی چادر میں لپٹی، وہ رباب کے ساتھ ایسے چل رہی تھی جیسے کوئی سایا ہو۔ اس کی آنکھوں میں کچھ سوال تھے، اور کچھ وہم۔

رباب کا دوپٹہ ہوا میں ہلکا سا اُڑا، اس نے جھٹکے سے اسے دوبارہ اپنی پیشانی پر جماتے ہوئے آگے دیکھا — گلی کا اگلا موڑ، جو ہمیشہ زندگی سے لبریز رہتا تھا، آج ویراں تھا۔

کہتے تھے جب سردار یلغار پہاڑوں سے نکلتا ہے تو زمین کی سانسیں رک جاتی ہیں۔ یہ وہی لمحہ تھا۔

دور سے آتی گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی نہیں دے رہی تھیں، لیکن فضا کی گھٹن بتا رہی تھی کہ کچھ ہونے والا ہے۔

رباب کی پیشانی پر پسینہ نہ دھوپ سے تھا، نہ دوپٹے کے نیچے کی گرمی سے — یہ پسینہ خوف کا تھا۔ اس نے دعام کا ہاتھ اور سختی سے پکڑ لیا۔

چلو، تیز چلو..."اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی، اور قدموں میں"

بے چینی۔ پہاڑوں کی طرف سے آنے والی ہوا میں گرد نہیں، خبردار کرنے

والی ہلکی سی گرج تھی۔ ہر کوئی سمجھ رہا تھا کہ دن کی روشنی میں صرف راستے

ناپے جا رہے ہیں۔ شکار تو رات میں ہو گا۔

کیا ہوا ابا جی؟ خیریت تو ہے؟" وہ تیزی سے رباب کے ساتھ قدم سے قدم

ملاتے ہوئے گھبرا کر بولی۔

رباب نے ایک جھٹکے سے گردن موڑ کر ارد گرد دیکھا اور پھر دعام کا ہاتھ

مضبوطی سے تھام لیا،

پتہ نہیں، مگر دوپہر میں ایسے سناٹے کبھی نہیں ہوتے۔ سنا ہے جب پتھریلے"

پہاڑوں پر بسیرا کرنے والے ڈاکو نکلتے ہیں نا... تو گاؤں کی ہوا بھی ان کے خوف

"سے رک جاتی ہے۔

وہ دھیرے دھیرے نہیں، اب تقریباً بھاگتے ہوئے قدموں سے گلیوں میں

آگے بڑھ رہی تھی،

جلدی چلو، اس سے پہلے کہ وہ لوگ اِس طرف کا راستہ لے لیں۔ ہمیں کسی "
"طرح گھر پہنچنا ہے۔

دعام، جو پہلے تو کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی، "ڈاکوؤں" کا نام سن کر ہی خوف سے لرز گئی۔

رباب کے برابر بھاگتے ہوئے اس نے آنکھوں میں پھیلتا ہوا ڈر چھپانے کی کوشش کی، لیکن رباب کو اس کی گرفت میں آتے لرزتے ہاتھ نے سب بتا دیا۔

وہ دونوں عام طور پر گھر سے باہر نہیں نکلتی تھیں، لیکن اتنا ضرور جانتی تھیں کہ اس گاؤں میں صرف ایک ہی شخص ایسا تھا جس کا نام لیتے ہوئے لوگ اپنی زبان کو تھام لیتے تھے۔

وہ تھا سردار یلغار پتھریلے پہاڑوں کا سردار۔

وہ ظالم تھا — بے رحم، سفاک اور خونخوار۔

پولیس اُس کے سامنے محض کاغذی ادارہ تھی۔ قانون، انصاف، سزا—یہ سب الفاظ اُس کے لیے بے معنی تھے۔

آئے دن گاؤں کے اردگرد سے لاشیں ملتی تھیں— کبھی کسی کھیت میں، کبھی کسی ندی کے کنارے۔ اور بدقسمتی یہ تھی کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ کام کس کا ہے، مگر کوئی بول نہیں سکتا تھا۔

کہا جاتا تھا، وہ لوگوں کی لاشیں گراتا تھا... اور پھر ان کے لیے دعائیں کرتا تھا۔ خود کو دعاؤں کا عاشق کہتا تھا۔ لیکن اس کی دعاؤں میں خون کی بو آتی تھی۔ اور انہی سب کے بیچ... ایک اور سایہ بھی تھا۔ ایک ایسا وجود، جس کے نام سے بھی وہ اب تک انجان تھی۔

وہ تین سال پہلے اس کی زندگی میں آیا تھا—خاموشی سے، پر ایک ایسی دھاڑ کے ساتھ جس نے اس کے اندر نفرت، بے چینی اور انجانا خوف بو دیا تھا۔

اس نے کبھی اُس شخص کا نام نہیں جانا، جاننا چاہا بھی نہیں۔ مگر اُس کی سبز آنکھیں... آج بھی اس کے دل میں اس کے خوف کی دہکتی چنگاری کی طرح موجود تھیں۔

...وہ بھی انھی میں سے تھا—شاید۔ڈاکو... سردار

اور سب سے خطرناک۔ دعام کے کانوں میں جیسے ہی گھوڑوں کی تیز ٹاپوں کی آواز پڑی، اس کی روح تک دہل گئی۔

قدم تیز کر دیے، آنکھیں وحشت سے سڑک کے دونوں طرف بھاگتی گلیوں کو دیکھ رہی تھیں۔

گاؤں جیسے مر چکا تھا۔نہ کوئی پرندہ پر مار رہا تھا، نہ کسی کھڑکی سے کوئی سانس کی آہٹ آ رہی تھی۔

پورے گاؤں پر جیسے وحشت کا پہرہ بٹھا دیا گیا ہو۔ ان کا گھر سامنے والی گلی چھوڑ کر تھا،

مگر وہی گلی... جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔

"سن دعام!" رباب نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو کھینچا، "

سانس بھی روک لے... ان لوگوں کو تیری آہٹ بھی نہیں محسوس ہونی

چاہیے!" رباب خود ایک کونے میں دبک گئی،

میں یہاں چھپتی ہوں... تُو وہاں جا! جب تک یہ گزر نہ جائیں، سامنے مت "

آنا!" اس کی آواز میں عجیب سا خوف تھا۔

سنا ہے... یہ لوگ عورتوں کو لوٹنے میں بھی لمحہ نہیں لگاتے۔" رباب کی آواز "

کپکپاتی ہوئی، آنکھوں میں لرزتی پشیمانی کے ساتھ کانوں میں پڑی،

" آج سمجھ آیا، باہر نکلنا کتنی بڑی غلطی تھی۔"

دعام نے گردن گھما کر دور آتی گرد دیکھی،

گھوڑوں کی سنبھلی ہوئی رفتار، زینوں کی جھنکار،

اور ان میں سے شاید... وہ سبز آنکھوں والا بھی ہو سکتا تھا۔

رباب کی باتیں سن کر دعام کی ہڈیاں بھی کپکپا گئیں۔ وقت کم تھا، راستے بند تھے... اور چھپنے والے صرف وہی دو نہیں تھیں۔ گاؤں کے کتنے ہی دروازے، کھڑکیاں، آنکھیں... آج خاموش تماشائی تھیں۔

کیونکہ موت، ڈاکوؤں کے گھوڑوں پر سوار ہو کر آ رہی تھی۔

گلی میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز تیز ہو گئی تھی، اور پھر ایک دم سے وہ سامنے آ گئے۔ 20 سے 22 گھوڑوں پر سوار کالے لباس میں ملبوس ڈاکو، جن کی آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔ ان کے گھوڑوں کی قدموں کی آواز کے ساتھ پورا گاؤں جیسے سناٹے میں ڈوب گیا ہو۔

جب وہ گلی میں داخل ہوئے تو ان کی موجودگی نے پورے ماحول کو اور بھی زیادہ بھاری اور سنگین بنا دیا تھا۔ ہر قدم کے ساتھ ان کی طاقت اور خوف کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ دعام کی نظریں جیسے ساکت ہو گئیں۔ اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا، سانس کی آواز بھی اس کے گلے میں پھنس گئی تھی۔

ڈاکو..." دعام کی آنکھوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اس کا دماغ اور جسم جیسے کام کرنا چھوڑ چکے تھے۔

وہ جہاں چھپ رہی تھی، اسی جگہ پر خوف کی شدت نے اسے جکڑ لیا تھا۔ دعام کا جسم پتھر کی طرح جامد ہو چکا تھا، اور اس کے قدم نہ اُٹھ سکے۔ آنکھوں کے سامنے کالے لباس میں ملبوس ڈاکو جیسے پورے گلی کو سیاہ کر کے گزر گئے تھے۔ ان کی موجودگی سے گلی کا ماحول اور بھی زیادہ غمگین اور سیاہ ہو گیا تھا۔

رباب، جو کچھ فاصلے پر چھپی ہوئی تھی، دعام کی طرف دیکھ کر لرزتے ہوئے اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن خوف کے مارے وہ آواز بھی نہیں نکال پا رہی تھی۔ ڈاکو گلی میں آ چکے تھے اور وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس خیال کو دل سے نکال نہیں پائی کہ وہ ان کے سامنے آ سکتے ہیں۔

خدا کے لیے، بس یہ گزر جائیں..." یا اللہ، یہ لوگ مجھے نا دیکھیں، دعام نے دل" میں سوچا، لیکن اس کی نظریں ان کی طرف ہی جمی ہوئی تھیں۔

وہ ڈاکو ایک ایک کر کے گلی کے آخر تک پہنچتے جا رہے تھے، اور دعام کی نظریں ان کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہی تھیں، دل میں خوف اور دہشت کی ایک لہر دوڑتی جا رہی تھی۔ یہ لمحے اس کے لیے ایک زندگی کی سب سے خوفناک حقیقت بن چکے تھے۔

وہ سب گھوڑوں پر سوار تھے... کالا لباس، چمکتے ہتھیار، پتھریلے چہرے اور بے رحم آنکھیں۔ گاؤں کی سنسان گلی میں ان کے گھوڑوں کی ٹاپیں جیسے موت کی دستک بن کر بج رہی تھیں۔

دعام کا دل حلق میں آ چکا تھا، وہ خوف سے اپنے قدموں میں جم چکی تھی، بس اتنی ہمت باقی تھی کہ سانس لے سکے۔

اور پھر... ایک گھوڑا... رک گیا۔ بالکل اس کے سامنے۔

دعام نے پلکیں میچ لیں، دل کے دھڑکنے کی آواز کانوں میں گونجنے لگی۔ اس کا بس چلتا تو زمین میں گڑھ جاتی۔ لیکن وہ سوار... وہ ایک پل کو بھی ہلا نہیں، بس

اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں... عجیب سی بے باکی لیے، نرمی لیے، جنون لیے... جیسے برسوں سے بس اسی لمحے کا انتظار کر رہی تھیں۔

دعام نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں، دل سے صرف ایک دعا نکلی

خدا کرے یہ لوگ بغیر رکے نکل جائیں..."لیکن وقت جیسے رک گیا تھا۔ سوار" کی نظریں جیسے اس کے اندر تک اترتی جا رہی تھیں۔

پھر ایک گھمبیر، مسکراتی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی

خدا قسم... اگر مجھے پتہ ہوتا کہ میرا میٹھا سائیں یوں گلی میں کھڑا ہو کر میرے" آنے کا انتظار کرے گا، مجھے اپنا سوہنا مکھڑا دکھائے گا... تو میں ہر روز اس گلی کے صبح شام چکر لگانا، خود پر فرض کر لیتا..." دعام نے چونک کر آنکھیں کھولیں، نگاہ اٹھائی... اور ایک لمحے کے لیے دنیا ساکت ہو گئی۔

یہ وہی تھا۔ ہاں... وہی۔ وہی سبز آنکھوں والا، جسے اس نے تین سال پہلے پہلی ...بار دیکھا تھا... بس میں، ڈاکو کی صورت، دہشت کی شکل

لیکن آج... آج وہ دہشت محبت کا پہناوا اوڑھے سامنے کھڑا تھا۔

میرا بھولا ماہی، میرا سوہنا سجن... اس دھوپ میں کیوں اپنا رنگ خراب کر رہی ہو؟ ابھی تو میں نے تمہیں حق سے دیکھا بھی نہیں۔ میری جان قربان، ہر اُس لمحے کے صدقے، جس میں تم میری راہ میں کھڑی ہو کر میرا انتظار کرو۔" لیکن یہ تو ظلم ہے مجھ پر، وہ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولا، سبز آنکھوں میں شرارت اور لب کپڑے میں چھپے تھے، لیکن آنکھیں مسکرا رہی تھی۔ انداز بتا رہا تھا کہ لہجہ اتنا میٹھا نہیں ہے جتنی مٹھاس اس وقت اس میں گھلی ہے۔

میرا میٹھا سائیں.. بغیر نکاح کے دلداریاں جان لیوا ہوتی ہیں۔ ایک دفع نکاح" میں آجاؤ پھر دلداریاں بھی مزہ دیں گی۔

پھر وہ جھٹکے سے دعام کے قریب آیا، نرمی سے کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے گھوڑے پر بٹھا چکا تھا۔ دعام کی زبان سے بے اختیار چیخ نکلی، لیکن اس کی چیخ وہ نرمی سے اپنے ہاتھ کی پوروں سے چھپا چکا تھا۔

"میرے ڈرپوک سائیں، یوں نہیں چیختے۔ چھوٹا سا دل ہے تمہارے دلدار سائیں کا... ڈر جاتا ہے۔"

اس کے لہجے میں شوخی تھی، جیسے ساری دنیا سے بے نیاز، صرف اپنے "سوہنے ماہی" کے سائے میں جی رہا ہو۔ گھوڑا آہستہ آہستہ گلی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر جیسے ہی ایک کچے دروازے کے قریب آیا، وہ ایک لمحے میں نیچے اترا، دعام کو اپنی گرفت میں لیے نرمی سے زمین پر اُتارا اور دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"چل میری جان کے ٹوٹے، اندر جا... گلیوں میں چاند اچھا نہیں لگتا۔" دعام ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی۔ نہ دل میں اُسے دیکھنے کی خواہش تھی، نہ آواز سننے کی... وہ تو بس اُس وحشت زدہ لمس سے چھٹکارا چاہتی تھی، اُس خوفناک حصار سے نکلنا چاہتی تھی۔

جب اندر سے اچانک تائی امی کی آواز ابھری

"کہاں تھی تو کلموہی؟ جانتی ہو ڈاکو گزر رہے ہیں گاؤں سے؟ رباب کہاں ہے؟"

سردار، جو دوبارہ گھوڑے پر بیٹھنے ہی والا تھا، ایک لمحے کو رُک گیا۔ اس کے پیچھے خاموش کھڑا بالا بھی گہری نظر سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"تائی کی زبان ضرورت سے زیادہ جوہر دکھاتی ہے، بالا... کوئی حل ہے اس کا۔۔۔۔!!

نکاح والے دن کاٹ دیں گے۔ نہ زبان رہے گی، نہ چلے گی۔ وہ آسان حل پیش کر چکا تھا"

اسی لمحے، پیچھے سے کسی کے بھاگنے کی آواز آئی۔ دونوں نے مڑ کر دیکھا تو رباب تھی۔ وہ بدحواسی سے دوڑتی، پھر جھٹ سے زمین پر بیٹھ گئی، اور خود کو چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے اپنے لبوں پر ہاتھ رکھا، جیسے خود کو چیخنے سے روک رہی ہو۔

سردار نے گھوڑے پر سوار ہونے کے بجائے قدم رباب کی طرف بڑھائے۔ وہ اس کے بالکل قریب آکر رُکا۔

رباب زمین پر گٹھڑی بنی، ایک آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن اُسے صرف اُس کے سندھی جوتے دکھائی دیے۔

سالی صاحبہ... اگر آج کے بعد سکون نہ ملے، تو اپنی ماں کے پیٹ سے جنی" بہنوں کو تکلیف دیا کرو۔ میرا سجن سائیں اگر آج بھی اس دھوپ میں جلا، تو پوری زندگی تمہیں چھاؤں سے محروم کر دوں گا۔" آواز میں دھمکی چھپی ہوئی نہیں تھی، نمایاں تھی۔

رباب کا جسم کپکپا گیا، وہ اپنے گھٹنوں میں سر دیے ساکت ہو چکی تھی۔ جب کہ وہ سر جھٹکتا گھوڑے کی طرف چلا گیا۔

ooooooo

تائی امی کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔ ان کی آواز ہر کونے میں گونج رہی تھی۔

بس بہت ہو گیا دعام! اب حد ہے بے غیرتی کی...!"کدھر منہ مارنے گئی تھی"

اس دھوپ میں جانتی ہے ابھی ڈاکو گزر کر گئے ہیں یہاں سے، ان کا بس نہیں

چل رہا تھا کہ وہ اسے تھپڑ ہی لگا دیں۔

لیکن دعام.. وہ تو جیسے سننے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔ نہ کچھ بولی، نہ پلکیں جھپکیں،

بس سر جھکائے کھڑی رہی۔ جب دروازہ دھڑ سے کھلا۔

رباب تیز قدموں سے اندر داخل ہوئی۔

چہرہ پسینے سے شرابور تھا، سانس پھولی ہوئی تھی، وہ تائی امی کو نظرانداز کرتی

ہوئی سیدھی دعام کے قریب پہنچی۔

اگلے ہی لمحے، اس نے دعام کا بازو اس شدت سے پکڑا کہ درد کی شدت سے

اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

ارے امی... کوئی قیامت نہیں آگئی!" رباب تیزی سے بولی، لہجہ دفاعی تھا۔"

ہم تو درزانی کے پاس کپڑے لینے گئے تھے۔ آج بھی اس نے میرے کپڑے "نہیں سِیے۔ پتہ نہیں یہ درزانی چاہتی کیا ہے ذرا آپ چکر لگائیں شام کو اس کی طرف آج مہندی ہے میری سہیلی کی میں آج کوئی اور کپڑے پہن کر چلی جاؤں گی لیکن اس درزانی کے ہوش ٹھیک سے ٹھکانے لگائیں ایک مہینہ ہونے کو آیا ہے، لیکن میرے کپڑے نہیں سلائی کیے اس نے۔ اور باقی ہمیں کسی نے نہیں دیکھا۔" وہ جھوٹ بولتے ہوئے بھی بڑی دلیری سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔

کیا مطلب تم لوگوں کو ڈاکوؤں کے گزر کا پتہ نہیں چلا چاچی نے جانچتی نظروں سے سوال کیا

پتہ چلا تھا چاچی لیکن "ہم تو... گھوڑے کی آواز سن کر چھپ گئے تھے۔" رباب کے ہونٹ کانپنے لگے۔ اس کے گلے میں کوئی لفظ اٹک گیا تھا۔

تائی امی کا غصہ کچھ پل کو رکا، لیکن نگاہیں اب بھی شعلہ بن کر دعام پر ٹھہری ہوئی تھیں۔ ایک لمحے کو سناٹا چھا گیا...

تمہارے ابا نے منع کیا ہے گھر سے باہر نکلنے کے لیے۔"تائی امی کے تیز لہجے " میں غصہ کم اور زمانے کا ڈر زیادہ تھا۔

آج کل لوگوں کی نظریں ہم پر ہیں، طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ بہتر " ہو گا کہ تم لوگ گھر سے باہر مت نکلو، اور خاص کر تم، دعام! ویسے بھی تیری وجہ سے ہم بڑی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں، اور اب اس مصیبت سے جان چھوٹتے نہ جانے کتنا وقت لگے گا۔ اور تُو ہے کہ روز گھر سے باہر نکل جاتی " ہے۔

دعام کی پلکیں تیزی سے جھپکنے لگیں۔ ایک معصوم سی لڑکی، جس کا چہرہ ابھی تک بچپن کی معصومیت سے بھرا تھا۔ کیا کہہ سکتی تھی۔

بڑی بڑی بھوری آنکھوں میں اس وقت صرف ڈر ہی ڈر تھا۔

تائی امی... میں رباب باجی کے ساتھ گئی تھی... ان کو درزانی کے پاس جانا" تھا۔ ورنہ میں کہاں گھر سے نکلتی ہوں؟"اس کی آواز میں سچائی تھی،

معصومیت تھی، لیکن افسوس کہ وہ سچ اس گھر کی دیواروں میں گم ہو جاتا تھا۔

تائی امی نے تیز نظروں سے اسے گھورا،

بس ٹھیک ہے، میرے ساتھ منہ ماری مت کر! جو کہا ہے وہ کر، جا کر کھانے "
"!کی تیاری کر

رباب ایک کونے پر کھڑی تھی، اس کا چہرہ پسینے سے تر، الجھے بال اور گہری سوچوں میں گم۔ تائی امی کا لہجہ یکدم نرم ہو گیا،

رباب، تیرے چہرے کی کیا حالت ہو گئی ہے؟ جا میری بچی، پنکھا چلا اور آرام "
کر۔" رباب نے ایک نظر دعام پر ڈالی، جس کی آنکھوں میں اب بھی وہ گلی پر بیتا خوفناک منظر تازہ تھا—وہ کالے کپڑوں والا شخص، اس کی سرد آنکھیں، وہ چند لمحوں کا خاموش سامنا جس نے دعام کے ہوش اڑا دیے تھے۔ رباب کے اندر کھلبلی مچ گئی۔ اگر دعام نے کچھ بول دیا تو؟ اگر سب کو پتہ چل گیا کہ وہ شخص کون تھا،

امی... مجھے بہت گرمی لگ رہی ہے..." وہ جھٹ سے بولی، پھر دعام کی طرف دیکھ کر تیزی سے بولی،

دعام، تو بھی آ میرے ساتھ، پنکھے کے نیچے بیٹھ۔ تیرا پسینہ بھی سوکھ جائے گا، " پھر کھانے کی تیاری کرنا۔" اج تو گرمی نے جان سے نہیں مارا باقی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس سے پہلے کہ دعام کچھ بولتی، رباب نے اس کا ہاتھ اس سختی سے پکڑا کہ دعام کے چہرے پر تکلیف کا سایہ لہرایا۔

آجا۔" تھک گئی ہو گی نا، تھوڑا آرام کر لو۔" وہ دانت پیس کر بولی، لیکن " چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے ہوئے۔

دعام خاموشی سے کھینچی چلی گئی۔ اس کی نظریں خوفزدہ ہرنی کی مانند اِدھر اُدھر بھاگتی رہیں۔ رباب کا ہاتھ اس کے نازک بازو پر اس طرح جما ہوا تھا جیسے وہ اسے قابو میں رکھنا چاہتی ہو، جیسے وہ اس کے الفاظ پر قفل ڈال رہی ہو۔

کمرے میں پہنچ کر رباب نے دروازہ بند کیا، اور آہستہ سے بولی،

سو باہر گلی میں جو بھی ہوا کچھ بھی مت کہنا دعام... کسی سے نہیں کہنا۔ جو ہوا" وہ سب بھول جا، سمجھ آئی؟" دعام کی آنکھیں نم ہو گئیں، لب کپکپائے، لیکن اس نے کچھ نہیں کہا۔ اس کی خاموشی میں خوف تھا، بے بسی تھی، اور ایک معصوم راز چھپانے کی مجبوری۔

باجی، ہمیں سب کو بتا دینا چاہیے... یہ بات چھپانے والی تو ہے ہی نہیں!" اگر وہ ڈاکو دوبارہ آگیا تو، دعام کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں میں ڈر ابھی بھی ٹھہرا ہوا تھا۔

وہ ڈاکو... وہ بہت قریب تھا ہم سے۔ مجھے پتہ ہے، وہی تھا! وہی... جو تین" سال پہلے بس میں ملا تھا!" اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے، چہرے پر ایک معصوم خوف، جیسے وہ ابھی تک اس سائے میں چھپی چیخ سے باہر نہ نکلی ہو۔

رباب کا رنگ یکدم اُڑ گیا۔ وہ کچھ دیر دعام کو گھورتی رہی، پھر بے تابی سے بولی، نہیں آتا دوبارہ" بھول جاؤ دعام... خدا کے لیے، بھول جاؤ۔ کسی کو پتہ نہیں "چلنا چاہیے کہ ہم ایسے کسی آدمی سے ملے ہیں۔

اس نے کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھا، جیسے کوئی سن نہ رہا ہو، پھر تیز آواز میں بولی، "ورنہ ابا جان نکال دیں گے ہماری! اور چاچا کو تو ویسے بھی باتیں سنانے کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے!"

دعام کی پلکیں بھیگ گئیں، لب ہلنے لگے، لیکن کچھ بول نہ سکی۔

"تم بھی بھول جاؤ، میں بھی بھول جاتی ہوں۔ ویسے بھی... یاد رکھنے جیسا کچھ تھا بھی تو نہیں۔" رباب کا لہجہ اب سخت ہو چکا تھا۔

"وہ مجھے بھی ڈرا کر گیا ہے، دھمکیاں دے کر گیا ہے۔ اور تم؟ تم تو بس کھڑی رہی... بت بن کر! یہ بھی نہ ہوا کہ کہیں چھپ ہی جاتیں!"

اس نے دعام کا بازو سختی سے پکڑ لیا، جیسے الفاظ سے نہیں، اب ہاتھ سے اس کے منہ پر مہر لگائے گی۔

"دیکھو میری بات کان کھول کر سن لو!" رباب کے چہرے پر اب صرف خوف نہیں تھا، غصہ بھی تھا، خود کو بچانے کی کوشش بھی۔

اگر تم نے یہ بات کسی کو بتائی نا... یا کسی کو ذرا سی بھنک بھی پڑی، تو مجھ سے برا" کوئی نہیں ہو گا! سمجھیں تم؟" دعام خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ آنکھوں میں آنسو، چہرے پر الجھن۔

پھر رباب نے دھیرے سے کہا، "میرا کیا ہے؟ میں تو بچ ہی جاؤں گی۔ مجھے کوئی کیا کہہ دے گا۔ لیکن تم؟ تمہاری تو شامت آجائے گی دعام۔ تمہیں کوئی نہیں بچائے گا!" وہ کہہ کر چپ ہو گئی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی، صرف پنکھے کی گھومتی آواز باقی تھی... اور دعام کی آنکھوں سے بہتے وہ آنسو،

بند کرو یہ رونا دھونا، مرضی ہے تمہاری! اگر بتانا چاہتی ہوں تو بتادو سب کو "رباب نے تکیے پر زور سے سر مارا، جیسے اپنی جھنجھلاہٹ کو دبانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔

اگر مصیبتوں میں پھنسنے کا اتنا ہی شوق ہے تو جا کر سب کو بتادو۔ میں تو بچ ہی" جاؤں گی... تمہاری ہی شامت آئے گی۔ جو دل میں آئے وہ کرو... یا جا کر باہر "! کھانا بنالو

منہ بنا کر وہ بیڈ پر لیٹ گئی، جیسے اس سارے معاملے سے لاتعلق ہو گئی ہو۔

لیکن دعام؟ وہ تو اندر ہی اندر ہل چکی تھی۔ نازک سی، سہمتی ہوئی، پلکوں کے پیچھے چھپا وہ ڈر جو کسی لمحے بھی چیخ بن کر باہر نکل سکتا تھا۔ اس کا رنگ زرد پڑ گیا، وہ بے آواز قدموں سے کمرے سے نکل گئی۔

رباب کو یقین تھا کہ وہ کسی سے کچھ نہیں کہے گی۔

وہ اتنی ڈری ہوئی ہے کہ زبان ہی بند ہو گئی ہے اس کی... "وہ بڑبڑائی، لیکن" اگلے ہی لمحے اس کے دل میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔ وہی آنکھیں... وہی "... نگاہیں۔" ڈاکو

رباب کے ہونٹ خود بہ خود تھرتھرائے، اس نے گہری سانس لی جیسے کسی بوجھ کو سینے سے دھکیلنا چاہتی ہو۔

وہ شخص! اس کی آنکھیں... وہ دعام کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی قیمتی شے پر برسوں سے نظر جمائے بیٹھا ہو۔

"کیا وہ واقعی دعام کو اپنے ساتھ لے جائے گا؟"

ایک خوفناک سوال، جو دل کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آیا۔ "آخر دعام میں

"ایسا بھی کیا ہے؟

رباب نے خود سے پوچھا۔

وہ اتنی معصوم، اتنی خاموش، اتنی... سادہ سی۔ "لیکن وہ آدمی؟ اس کی آواز"

میں وہ جنون تھا جو رگوں میں زہر کی طرح اتر جائے۔

زبان سے تو وہ محبت کی باتیں کر رہا تھا... لیکن... محبت کیا اتنی آسانی سے ہو"

"جاتی ہے؟

رباب کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"اگر وہ دعام کو واقعی لے ہی لیا تو؟"

وہ تو گزارا ابھی نہیں کر پائے گی... وہ تو دو لفظ کسی اجنبی سے نہیں بول" سکتی... "رباب نے بیڈ پر سے ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے آنکھیں زور سے بند کر لیں۔

کمرے میں اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور اس کا دل... دھڑکن کی جگہ اب خوف کی چاپ سن رہا تھا۔

oooooooooo

پہاڑوں کے بیچ ایک سنسان وادی... جہاں صرف پتھروں کی زبان بولی جاتی ہے، اور خاموشی میں بھی کوئی انجانی سرگوشی سنائی دیتی ہے

اس ویران میدان کے بیچ، دھوپ ابھی پیچھے ہٹی تھی۔ زمین اب بھی تپ رہی تھی، اور اسی تپتی مٹی پر یلغار کی چاپ سنائی دی۔

چادر کندھے سے ڈھلک رہی تھی، سیاہ کپڑے گرد آلود، مگر اُس کا قد، اُس کی چال، اُس کی آنکھیں... ایک خطرناک اعلان تھیں۔

سبز آنکھوں میں خون سا اتر آیا تھا۔ جیسے ان میں کسی اور کی نہیں، صرف دشمنوں کی لاشوں کی جگہ ہو۔

میدان میں بیٹھے ہر ڈاکو نے اس کی آمد پر سر جھکا لیا۔ کوئی آنکھ ملا نہیں سکتا تھا اُس نگاہ سے جو ایک بار اٹھ جائے تو سانسیں روک دیتی ہے۔

دن کے وقت ہم نے ہر راستہ، ہر گلی، ہر سایہ ناپ لیا ہے۔ اب اندھیرا اُن" کے لیے نہیں، ہمارے لیے پردہ ہے۔ "اس کی آواز میں نہ للکار تھی نہ سوال بس حکم تھا، جیسے ہڈیوں میں اترتا زہر۔

یہ زکوٰۃ کی رقم ہے؟ سیٹھ سمجھتا ہے اسے دبا کر رکھے گا؟... اب وہی رقم اُس"
"کے لیے موت کا پروانہ بنے گی۔

اس نے زمین پر نقشہ پٹخا۔ دھول اڑتی، مگر کسی آنکھ نے پلک نہیں جھپکی۔ سب کو معلوم تھا، یہ وہ وقت ہے جب یلغار کی سانسیں بھی بارود بنتی ہیں۔

کلے کلے رستے دا حساب اے میرے کول سائیں۔ جے کوئی غلطی ہوئی..."

"تے گولیاں گننے نال پہلے میں لاشاں گننا گا۔

ہر ایک راستے کا حساب میرے پاس ہے، سائیں! اگر کسی نے ذرا سی بھی غلطی)

کی... تو گولیاں گننے سے پہلے، میں لاشیں گننا شروع کر دوں گا!")

سردار ہماری طرف سے غلطی نہیں ہو گی، لیکن کوٹھی پر امریکی گارڈز ہیں ایک

ساتھی نے لرزتے ہوئے کوئی وضاحت دی، تو یلغار کی گردن گھومی، سبز

آنکھیں تپش سے لال ہوئیں

"ہشش میری اگے زبان چلائی تے، نئیں پچھے بندہ لبھنا اے نہ قبر!"

خبر دار... اگر میرے سامنے زبان چلائی، تو نہ پیچھے تیرا کوئی ملے گا، اور نہ ہی)

قبر!")

اُس کی آواز پہاڑوں سے ٹکرا کر واپس آئی، جیسے خود فطرت نے بھی اسے

جواب دینے سے انکار کر دیا ہو۔

چھوڑو سردار نیا لڑکا ہے، اس کو سیٹ ہونے میں وقت لگے گا، بالا نے اس کا دھیان ہٹایا تھا۔

وہ اعتبار کے لائق نہیں تھا نیا لڑکا تھا جو پچھلی ڈکیتی کے درمیان انہیں ملا تھا، مجبور تھا نوکریاں تلاش کر کر کے تھک چکا تھا لیکن بندوق چلانی اچھے سے آتی تھی، سو اپنے ساتھی کے کہنے پر اس نے اسے رکھ لیا تھا وہ صرف ہاں میں سر ہلاتا اپنی بات پھر سے شروع کر چکا تھا۔

اندھیرا چھا جائے، تو ہر ایک اپنے مقام پر ہو۔ آج رات... میں رحم نہیں" دکھاؤں گا۔ جو ساتھ ہے وہ جیئے گا، جو پیچھے رہ گیا... اُس کی قبر اسی میدان میں "کھدے گی۔

ساہ نہ ونجے، پر وار نہ رہ جائے (سانس چاہے رک جائے، لیکن وار نہ رہ" جائے۔)..."اُس نے فقط ایک سرائیکی فقرہ کہا... اتنا آہستہ کہ ہر ڈاکو کے دل میں کہرام مچ گیا۔

یہاں کے لوگ سرائیکی بولنا ایک عرصے سے چھوڑ چکے تھے۔ نئی نسل نے شہروں کا رخ کیا، نئی زبانیں اپنائیں، پرانے لب و لہجے مٹتے گئے۔ لیکن یلغار...

وہ اپنی سرزمین کی مٹی کی طرح ضدی تھا۔ اس کی بولی میں آج بھی سرائیکی جھلکتی تھی، کبھی ایک لفظ، کبھی ایک جملہ، اور کبھی صرف لہجہ۔ لیکن جو چیز سب سے نمایاں تھی، وہ اُس کے الفاظ کی دہشت تھی۔ وہ دھیمے لہجے میں بات کرتا، مگر اس کے ایک لفظ پر لوگ پسینہ پسینہ ہو جاتے۔ رخ ہلانے کا ہنر بھی ایسے رکھتا تھا جیسے تلوار بے نیام ہو گئی ہو۔

اس کے لب ہلتے، اور دوسروں کے قدم ڈگمگا جاتے۔

ــــنہ وہ چیختا تھا، نہ گرجتا

بس ایک نگاہ، ایک جملہ، اور دل دہل جاتے۔

ooooooo

چولہے پر ہانڈی رکھے اسے کچھ دیر ہی ہوئی تھی، لیکن ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے۔ چمچ ہانڈی میں چلانے کی بجائے وہ جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پسینہ ماتھے سے رینگ کر گردن تک آرہا تھا، لیکن اسے کسی اور ہی آگ نے گھیر رکھا تھا خوف کی، اضطراب کی، بے بسی کی۔ اچانک ایک سرگوشی جیسے اس کے کان سے ٹکرائی

میری امانت ہو تم سجن سائیں،.. "اس ڈاکو کی وہ آواز... اسے لگا جیسے وہ واقعی" اس کے کان کے قریب جھک کر بول رہا ہو۔ وہ جھرجھری لے کر پیچھے مڑی، لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی، کمر پر جیسے کسی کا لمس تھا۔

یااللہ... "وہ دل ہی دل میں کانپ گئی، اور چمچ ہانڈی میں چھوڑ کر دیوار کا سہارا" لے کر کھڑی ہو گئی۔

تین سال پہلے کا وہ منظر پلکوں کے پردے پر ایسے ابھرا جیسے ابھی ہوا ہو وہی سڑک، وہی بس، وہی سنسان سارا راستہ اور وہ شخص... وہ چہرے پر نقاب لیے

اسے دیکھ کر رکا تھا، اس نے پھر سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر صرف اتنا کہا تھا

"!تم میری ہو... میری امانت"

یا اللہ، کیا وہ مجھے واقعی لے جائے گا؟" دعام کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، " دل کی دھڑکن گویا باہر نکل کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔

کیوں میرے لیے امتحان بنا ہوا ہے وہ؟ کیوں میری زندگی تباہ کر رہا ہے؟ میں " نے تو کبھی اس کا کچھ بگاڑا بھی نہیں...!" اس کی آواز کچن میں گونجتی ہوئی خاموشی میں دفن ہو گئی۔

میری تو اس کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں... کوئی واسطہ، کوئی رابطہ بھی نہیں۔ "

"! میں نے تو اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا

لیکن وہ ایک رات، زندگی کا ناسور بن گئی۔

دعام نے کبھی خود کو اس واقعے کے بارے میں سوچنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ تین سال اس نے خود کو اس خیال سے الگ رکھا تھا، لیکن آج... آج سب کچھ جیسے اس کے دماغ پر چھا گیا ہو۔

کیا یہ محبت ہے اس کی؟ ایسی محبت جو انسان کو زندہ در گور کر دے؟" وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ محبت کسی کی سانسوں کو یوں قید کر سکتی ہے، کسی کو یوں سسکنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ وہ تو یہ امید بھی نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی شہزادہ آ کر اسے زندان سے نکال کر لے جائے گا۔

چولہے کی آگ جل رہی تھی، ہانڈی کی بھاپ اُٹھ رہی تھی، لیکن دعام کے اندر جیسے سب کچھ منجمد ہو گیا تھا۔

کون سے عاشق کے خواب دیکھ رہی ہے تُو، دندہ ہارے چھوڑی!" چاچی کی کرخت آواز اچانک مٹی سے بنے کچن میں گونجی تو دعام کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

تجھے خیال نہیں ہانڈی روٹی کا؟ سالن جل کے سیاہ ہو گیا، اور تُو بس بیٹھ کے دنیا" سے بے خبر بنی رہی؟" دعام نے بوکھلا کر تیزی سے ہانڈی آگ سے اتاری۔

نازک انگلیاں دہکتے لوہے سے ٹکرا گئیں، انگلیوں پر چھالے پڑ گئے لیکن... کوئی آہ تک لبوں پر نہ آئی۔ وہ اندر سے ویسے ہی جل چکی تھی... اس ڈاکو کی وہ سرگوشی، وہ لمس، وہ نظروں کی بے باکی... یہ سب تو اس کے اندر سلگ رہا تھا، اور باہر سالن کی آگ صرف ایک بہانہ تھا چاچی کے لیے۔

جب ہانڈی روٹی کر رہی ہو تو آنکھیں بند نہ کیا کر، دیکھ لڑکی! پہلے ہی ہمارے" گلے کا طوق بنی بیٹھی ہے۔ تجھے پالا پوسا، کھلایا پلایا، لیکن صلہ کیا ملا؟ اپنے تایا چچا "کے سر کا بوجھ بن گئی ہے۔

اگر کچھ کرنا نہیں آتا، تو کم از کم جب ہانڈی پکا رہی ہو تب ہوش میں رہا کر۔" سالن سارا برباد کر دیا تُو نے!" چاچی چمچ ہلاتی ہوئی قریب آئیں اور کڑا کے دار لہجے میں بولی۔

حالانکہ سالن نے صرف کنارہ پکڑا تھا، جلا نہیں تھا، لیکن دعام جانتی تھی، چاچی کو باتیں سنانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ چپ رہی، سر جھکا کر جیسے اپنی ہی سانسیں سمیٹنے لگی۔

دل میں ہلچل تھی... خوف اس ڈاکو کا، رباب کی دھمکیاں، اور اب یہ طعنہ زنی۔ بحث کرنا اسے نہ آتا تھا، اور اپنے حق میں آواز اٹھانا تو جیسے اس کے حصے کا ہنر ہی نہ تھا۔ سچ یہ تھا کہ وہ اندر ہی اندر ٹوٹ رہی تھی... اور کوئی تھا جو اسے ہر لمحہ ٹوٹا دیکھنا چاہتا تھا۔ اسے اس وجود سے عجیب سی وحشت ہونے لگی تھی۔

وہ وجود، جو کچھ لمحے پہلے تک صرف ایک دھندلا سا خوف تھا، اب اس کی سانسوں میں زہر بن کر سرایت کرنے لگا تھا۔ آج تک دعام کے دل میں اتنی گنجائش ضرور رہی تھی کہ وہ ہر کسی کے لیے نرم گوشہ رکھتی، نفرت جیسے لفظ سے وہ نا آشنا تھی۔ لیکن اب... جیسے ضبط کی طنابیں ہاتھ سے پھسلنے لگیں تھیں۔

عجیب سا گھٹن زدہ احساس... جیسے کوئی انجانی دیوار اس کے گرد کھڑی ہو گئی ہو۔

جس کی بولی میٹھی تھی... لیکن وجود زہر سے کم نہ تھا۔" دعام کے اندر شور اٹھا" وہ شخص جس کے لہجے میں مٹھاس تھی، آنکھوں میں اپنائیت تھی، آج اس کے لیے ایک عذاب بن گیا تھا۔ وہی نرم بول اب خنجر کی مانند چبھنے لگے تھے، وہی دھیمی آواز اب وحشت کی چیخوں میں بدل گئی تھی۔ یہ کیسی محبت تھی؟ یا یہ کوئی قید تھی؟ وہ سوچ رہی تھی،

کیا کوئی اتنی شدت سے چاہ کر بھی کسی کو اتنا بے بس کر سکتا ہے؟ کیا محبت واقعی قید بن سکتی ہے... یا پھر یہ صرف جنون کا دوسرا نام ہے؟

ooooooo

در جنوں عورتیں، بیوہ، بے سہارا، ایک کمرے میں بیٹھی تھیں۔ آنکھوں میں امید، دِل میں خوف۔

مدرسے کے مولوی نے بتایا تھا

یہ سیٹھ طیب بہت نیک دل ہے، ہر سال زکوٰۃ کے پیسے خود تقسیم کرتا ہے، "
" تمہیں بھی بلایا ہے۔

انہیں کیا خبر تھی... یہ کوٹھی نہیں... یہ درندے کا پنجرا ہے۔

کوٹھی کی سفید دیواریں ابھی تک خاموش تھیں... لیکن اندر موت جاگ چکی تھی۔ سیٹھ طیب کی آنکھوں میں حیوانیت کا ناچ تھا۔ سامنے بیٹھی بیوہ، طلاق یافتہ، معصوم عورتیں سب اپنے حصے کی زکوٰۃ لینے آئی تھیں۔ وہ زکوٰۃ جو مدرسے سے امانت کے طور پر جمع ہوئی تھی، جو غریبوں کا حق تھی۔ لیکن طیب نے اس پاک پیسے کو اپنے ناپاک ارادوں کی خوراک بنا دیا تھا۔

آج سب کو ملے گا... بس اندر آجاؤ... ایک ایک سے بات کرنی ہے۔ "اس نے" مکارانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ہاتھ میں تسبیح... زبان پر مذہب... اور اندر شیطان چھپا بیٹھا تھا۔

عورتیں ڈری ہوئی تھیں... لیکن مجبور تھیں۔

کوئی بیمار بچے کی دوا کے لیے آئی تھی، کوئی کرائے کے کمرے کے لیے، اور کوئی صرف ایک وقت کے کھانے کے لیے۔ لیکن وہ سب نہیں جانتی تھیں... کہ یہاں پیسہ دینے والا ایک درندہ ہے... انسان نہیں۔ طیب کی نظریں ایک نوجوان لڑکی پر جمی تھیں۔

تو آ... پہلے تیرا نمبر ہے۔" اس کی سانس بدبودار تھی... ہاتھ تھرتھرا رہا تھا..."

لڑکی پیچھے ہٹنے لگی۔۔

لگتا ہے تجھے زکوۃ کی رقم نہیں چاہے وہ خوبصورت جوان لڑکی کو دیکھتا خباثت سے بولا تھا، اس کا شوہر سپاہی تھا پچھلے سال فوج میں شہید ہو گیا تھا۔ عام سپاہی ہونے کی وجہ سے حکومت سے اب تک پنشن پاس نہ ہوئی تھی

،یہی وجہ تھی اب میں معصوم بچے کے لیے یہاں تک آگئی۔

سیٹھ میرا بچہ بیمار ہے وہ پریشانی سے بولی تو سیٹھ قہقہہ۔ لگا کر ہنسا۔

ہاں تو یوں ہی تو ٹھیک نہیں ہو گا دوا چاہیے اس کو آکر اپنی زکوۃ کے پیسے لے جاؤ

وہ ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑے اس کمرے کی طرف کھینچنے لگا جب اچانک

!دھماکے کی گونج نے پوری کوٹھی کو ہلا دیا

دروازہ زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹا۔ گرد کا طوفان اٹھا۔ سب چیخیں مارنے لگے...

اور دروازے میں کھڑا تھا، وہ جسے لوگ ڈاکو سردار یلغار کہتے تھے! سیاہ شلوار قمیض... چہرہ سیاہ کپڑے سے ڈھکا ہوا... ہاتھ میں رائفل... آنکھوں میں قہر... پیچھے اس کے تین اور ڈاکو تھے، جو ہتھیاروں سے لیس تھے

سیٹھ طیب..." سردار کی آواز سانپ جیسی سُسکاری۔"

مدرسے کی زکوٰۃ کی رقم... تیرے جہنم کے راستے کا خرچ بنے گی۔" اس کی" آواز میں ایسا کہر تھا کہ طیب کانپنے لگا۔

ت... تم کون ہو؟... پ... پولیس؟" سردار نے رائفل اٹھائی اور فائر کیا۔"

دو گولیاں سیدھا نوکروں کی ٹانگوں میں لگی وہ گر کر چیخنے لگے۔ خون لکیروں کی طرح فرش پر بہنے لگا۔ عورتیں دیوار سے چمٹ گئیں۔

سمجھنا مشکل نہیں تھا وہ پتھریلے پہاڑوں کا ڈاکو تھا، سردار آگے بڑھا۔ تو طیب پیچھے ہٹنے لگا۔

لیکن سردار نے بجلی کی تیزی سے جھپٹ کر اس کی گردن دبوچ لی۔

اور اگلے ہی لمحے بالوں سے گھسیٹتا ہوا اسے فرش پر گھسیٹا چہرہ رگڑتا گیا، چمکتی ٹائلز پر خون کی لکیریں بننے لگیں۔

یقینا تو مجھے نہیں جانتا سیٹھ طیب اگر تس مجھے جانتا ہوتا اپنے ان ارادوں کو سوچنے سے پہلے تیری روح کانپ اٹھتی۔ لیکن میں آج تجھے بتاؤں گا کہ میں کون ہوں تاکہ تیرے جیسے پیدا ہونے سے پہلے ہزار دفعہ سوچیں۔

میں ہوں سردار دلدار یلغار... پہاڑوں کے سناٹوں میں پلنے والا وہ کہر، جو جب" ٹوٹتا ہے... خون بہتا ہے، چیخیں گونجتی ہیں، اور زمین بھی کانپ اٹھتی ہے !نہ

بندوق مجھے روک سکی، ل ہے، نہ قانون مجھے چھو سکا ہے۔ میں وہ انصاف ہوں، جو عدالتوں کے باہر ہوتا ہے... میں وہ آگ ہوں، جو صرف گناہگاروں کو جلاتی ہے۔ تو جس دن میری نظر میں آیا، اسی دن تیری موت میرے خنجر کی نوک پر لکھی گئی تھی۔ اب نہ رحم ہو گا، نہ معافی... اب تُو روئے گا، تڑپے گا، بلکے گا... اور میں تیرے ہر قطرے کا حساب لوں گا...!

یہ تیری زبان تھی نا جو عورتوں کو نوچنے کو لپکتی تھی؟ اب وہ زبان تیرے خون میں بہے گی۔

تیری چیخیں تیرے گناہوں کی گواہی بنیں گی... اور تیرا جسم میری سزا کا کاغذ... جس پر میں تیرے درد سے ہر حرف لکھوں گا!" یہ عورتیں تیرے لیے تماشہ تھیں؟ اب یہ تماشا دیکھیں گیں!" سردار نے ایک موٹی زنجیر نکالی، اور ایک جھٹکے سے طیب کے ہاتھ باندھے... پھر اپنے خنجر سے اس کے کپڑے چاک کر دیے... اس نے طیب سیٹھ کا بدن ننگا کر دیا... شرم کی ہر چادر اتار دی۔

یہی ہے تیرا اصل چہرہ..."عورتیں ہچکیاں لے رہی تھیں... لیکن چپ تھیں۔

جب سردار نے جیب سے ایک تیزاب کی بوتل نکالی۔اور اسے طیب کے سامنے لہرایا۔

یاد ہے؟ایک لڑکی نے تیری ہوس سے بچنے کی بھیک مانگی تھی؟...یہی تیزاب" "تھا جو تُو نے اسے دکھایا تھا نا؟

طیب چیخا...رونے لگا۔"ایسا کیسے ممکن تھا یہ شخص اس کے بارے میں اتنا سب کچھ کیسے جانتا تھا۔اس کے پرانے کارنامے اس کا منہ چار رہے تھے یہ شخص اس کی رگ رگ سے واقف تھا

نہیں!پلیز!نہیییں!!"وہ گرگرانے لگا لیکن اگلے لمحے تیزاب نے طیب کے چہرے کو چیر کر رکھ دیا۔چیخ...وہ چیخ جیسے مرنے والے کو آگ میں جھونک دیا گیا ہو۔جلد پگھلنے لگی،آنکھیں سفید ہو گئیں،چہرہ گلنے لگا۔

اااااااااااااااااہ!"طیب زمین پر لوٹنے لگا...درد سے،جلن سے،موت کی" منتیں کرتا ہوا۔

لیکن سردار کا دل ابھی ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔

...اس نے خنجر نکالا...طیب کی ٹھوڑی پکڑی

اب مکس تیری وہ زبان کاٹوں گا... جس سے تُو نے عورت زات کو گالیاں دی" تھیں!" وہ غصے سے بپھرتا ایک وار کر گیا خنجر چلا لمحے میں زبان زمین پر گری۔

منہ سے خون کا فوارہ نکلا۔ طیب اب صرف ہانپ رہا تھا۔ بولنا تو دور، چیخ بھی نہ نکل رہی تھی۔

سردار نے اس کے بدن کو رسی سے باندھا اور اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے باہر لاتا ایک جھٹکے سے اسے کوٹھی کے گیٹ پر لٹکا دیا۔ پھر اسی کے خون سے دیوار پر لکھا

"!زکوٰۃ کی امانت بیچنے والا، جہنم خرید چکا ہے"

عورتیں اب بھی خاموش تھیں... لیکن ان کی آنکھوں میں پہلا سکون تھا... انصاف کی پہلی سانس۔ سردار ان کی طرف مڑا۔

اگر کبھی پھر کوئی طیب نظر آئے... تو مجھے آواز دینا۔ "سردار ایسے لوگوں کے "
لیے قہر بن کر پیدا ہوا ہے۔

بالا! ان عورتوں کے حق کی رقم ابھی یہیں دے دو۔ باقی ساری رقم اُن تک "
پہنچانا، جو واقعی اس کی حقدار ہیں... گاؤں کی کوئی بیوہ، یتیم یا مظلوم عورت اپنے
"حق سے محروم نہ رہ جائے۔

اس کی آواز میں فیصلہ تھا، دل میں غیرت، اور آنکھوں میں ایک پر سکون سا
عزم۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے اپنے سفید گورے پر سوار ہوا۔ سیاہ لبادے میں لپٹا
وہ وجود، ان عورتوں کے لیے ایک محافظ کی طرح تھا... جن کے حصے کی زکوٰۃ
ہوس کے دلالوں کی نذر ہو رہی تھی۔

عورتیں خاموش تھیں... لیکن اُن کی آنکھوں میں پہلی بار روشنی تھی... شکر تھا...
اور احترام۔

وہ جا چکا تھا۔ اُس کے قدموں کی دھمک اب دور جاتی جا رہی تھی، لیکن اُس کی
دی ہوئی عزت... اُن کے دلوں میں رہ گئی تھی۔

بالا اور باقی ساتھیوں نے اپنے کام سنبھال لیے تھے۔ ہاتھوں میں رقم تھی، ذمہ داری تھی، اور سردار کا حکم تھا۔ جو ہر چیز سے اہم تھا۔

رات ڈھلنے سے پہلے، یہ رقم ہر اُس در پر پہنچنی تھی، جس کا دروازہ برسوں سے بند تھا...

جس در پر آج تک صرف امید دستک دیتی رہی تھی... لیکن انصاف پہلی بار آیا تھا۔

oooooooo

وہ پتھریلے پہاڑوں کے اوپر چاند کی روشنی میں بالکل تنہا بیٹھا ہوا تھا۔

ٹھنڈی رات کی خاموشی میں، دور کہیں جھرنے کے بہنے کی آواز مدھم پہاڑوں میں گونج رہی تھی، جیسے کوئی پرانا سُر دِل کو چُھو رہا ہو۔ اس کے گرد مکمل خاموشی تھی، جیسے وقت تھم گیا ہو۔

وہ پر سکون انداز میں اپنا کام ختم کر کے واپس آیا تھا، باقی ساتھی ابھی تک نہیں لوٹے تھے۔ شاید وہ اب بھی گاؤں کے ایک ایک گھر میں زکوٰۃ کی رقم ادا کر رہے ہوں گے۔ وہ جانتا تھا اس کا حکم پورا کیے بغیر وہ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

چاند کی چاندنی میں، وہ سکون سے بیٹھا آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھ رہا تھا، لیکن اس کا دل کسی اور ہی سمت بھٹک رہا تھا۔

ذہن پر اس وقت اس کا محبوب سائیں، اس کا سجن سائیں پوری شدت سے سوار تھا۔ عنابی لبوں کے کناروں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی، آنکھوں میں شدت کی ایک چمک، اس کی موجودگی نے جیسے اس خاموش ماحول کو مکمل کر دیا تھا۔ وہ جیسے اس منظر کو دلکش بنا رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے وہ خوفزدہ ہرنی بن کر کھڑی تھی، جس کا لرزتا وجود اسے پاگل کر دینے کو کافی تھا۔

پورے جسم میں ایک عجیب سی بے چینی تھی... جیسے اسے چھونے کی، اسے پانے کی بے قراری عروج پر ہو۔ وہ اپنے محبوب کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اس

لڑکی نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی بے چینیاں تین سال سے اسے سکون نہیں لینے دے رہی تھی۔ آج اسے اتنا قریب سے محسوس کر کے چھو کر وہ جیسے بے قرار ہو اٹھا تھا۔

بالا ٹھیک ہی کہتا تھا، وہ اب شادی کے قابل ہو چکی تھی۔ آج تو وہ خود اسے اپنی باہوں میں محسوس کر چکا تھا، اُس کی قربت، اُس کی موجودگی... اب وہ کیسے رہتا اس کے بغیر؟ اس کی بے تابیاں انتہا پر تھیں۔ وہ صرف ذہن پر ہی نہیں اس کے عصابوں پر بھی سوار ہو چکی تھی

تین سال جس خاموشی سے گزرے تھے، اب وہی خاموشی شور مچانے لگی تھی، جیسے اندر اختیار ٹوٹنے لگا ہو۔ اب اپنا محبوب سائیں اُسے کسی بھی قیمت پر چاہیے تھا... اس کے بعد، اس کی باہوں میں اس کا ہونا بے حد ضروری ہو چکا تھا...

اتنا ضروری جتنا سانس لینا، جتنا دل کا دھڑکنا۔

اب وہ صرف اس کا ہو چکا تھا... مکمل، بے خود اور بے حد اسے چاہیے تھا... اپنا محبوب، ہر قیمت پر چاہیے تھا۔ وہ سوہنا مکھرا... وہ چہرہ، وہ آنکھیں، وہ

معصومیت... اب وہ صرف اسے اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں رکھنا چاہتا تھا، بلکہ اپنی باہوں میں بھر لینا چاہتا تھا۔ پورے حق سے، پورے استحقاق سے اب اس کے بغیر رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔

اس چاندنی رات میں، جب چاند کی ٹھنڈی چاندی ہر شے کو نرم لمس دے رہی تھی، اُسے صرف ایک لمس کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی اپنے سجن سائیں کے ساتھ کی۔ وہ اب یہاں اکیلا نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔ یہ تنہائی اب اُسے کاٹنے لگی تھی... جیسے خنجر کی نوک ہر لمحے اسے چھو رہی ہو۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں گم، آنکھوں میں تڑپ لیے بیٹھا تھا کہ بالا خاموشی سے آکر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"سردار... سارا کام ختم کر دیا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ ہی زمین پر بیٹھا تو ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ڈونگا تھام رکھا تھا، جس کے ساتھ کچھ روٹیاں تھیں۔

جس گھر میں زکوٰۃ کی رقم دینے گیا تھا نا، اُس عورت نے روک لیا۔ کہتی ہے، "

" کھانا کھایا؟' میں نے کہا، 'ابھی نہیں کھایا۔

تو زبردستی کرنے لگی، کہ کھانا کھا کر جانا۔

میں نے کہا، 'جس نے تمہارے لیے یہ رقم بھیجی ہے، وہ تو پہاڑوں پر بھوکا بیٹھا

' ہے۔

تو اس نے تمہارے لیے کھانا پیک کر کے دیا ہے۔ مونگ کی دال ہے۔" بالا نے آہستہ آواز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا، جو خاموشی سے سن رہا تھا۔

میں اس کے سامنے نہیں آ رہا تھا، رقم رکھ کر پلٹنے لگا تھا کہ اچانک اُس عورت " نے دروازہ کھول دیا۔ کہنے لگی، 'بڑے عرصے سے نظر رکھی ہوئی تھی تم پر....' بالا شیطانی انداز میں مسکرایا۔" اس کی بات پر سردار کے لبوں پر بھی مدھم سی مسکراہٹ آ گئی۔

کہتی ہے، 'ہر روز انتظار کرتی تھی تمہارا... کہ کبھی نہ کبھی تو آؤ گے۔ ننگے ہاتھ" پکڑ لوں گی، پتہ چلے گا یہ رقم کون رکھتا ہے۔'میں نے سختی سے منع کر دیا۔ کہ کسی کو پتا نا چلے

کہنے لگی، 'اعتبار کر لو، میں کسی کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔'" بالا نے ایک روٹی اس کے ہاتھ میں تھمائی تو سردار نے پر سکون انداز میں نوالہ توڑ کر سالن میں ڈبویا، جیسے اس نوالے میں اُس کے ماں لے ہاتھ کے کھانے کی خوشبو چھپی ہو۔

... کھانے کا ذائقہ جیسے منہ میں گھل گیا تھا

کہنے کو تو وہ صرف مونگ کی دال تھی، لیکن ذائقہ ایسا تھا جیسے کسی شاہی باورچی نے بہت اہتمام سے پکائی ہو۔ نہ مصالحے زیادہ تھے، نہ کوئی خاص چیز، لیکن پھر ... بھی ہر نوالے میں ایک انوکھا سکون، ایک خاص مٹھاس چھپی ہوئی تھی

جیسے کوئی ماں اپنی ممتا سمیٹ کر پکار رہی ہو... جیسے کسی بیوہ کے ہاتھوں سے نکلا ہوا ہر نوالہ، دعاؤں میں بھیگا ہو۔ اس عورت کا گھر ان کی فہرست میں ہمیشہ سب سے اوپر ہوتا تھا۔

جب بھی کوئی ڈکیتی ہوتی، جب بھی مالِ غنیمت تقسیم ہوتا، اس کے لیے مخصوص رقم الگ رکھی جاتی۔ وجہ سیدھی سی تھی۔ اُس کا کوئی کمانے والا نہیں تھا۔

ایک بوڑھی عورت... مگر دل سے خالی نہیں۔

اس کا شوہر آٹھ سال پہلے فوت ہو چکا تھا۔

لاچار بے سہارا تھی وہ... لیکن قسمت نے اس کے ماتھے پر وقت سے پہلے جھریاں لکھ دی تھیں۔

بے اولاد تھی۔ اللہ نے اس کی جھولی میں کوئی بچہ نہیں رکھا تھا۔

تب ہی سے اس کی زندگی ایک سناٹے میں ڈھل گئی تھی۔ اور شاید... شاید اسی لیے اس کے ہاتھوں سے نکلی ہوئی مونگ کی دال بھی دل کے زخموں پر مرہم بن کر اتر رہی تھی۔

سردار نوالہ توڑتا، سالن میں ڈبوتا اور ہر نوالے کے ساتھ خاموش دعائیں اس عورت کے نام کر رہا تھا۔

دل ہی دل میں یہ سوچ بھی تھی کہ...

جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا، وہی سب کچھ بانٹنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

اللہ پاک اماں کو زندگی دے... کیا کھانا بنایا ہے لذیذ!" بالا نے دل سے تعریف کی تھی، اور ساتھ ہی ایک نوالہ توڑ کر مزے سے منہ میں ڈالا۔

سردار بھی خاموشی سے کھانے میں مصروف تھا، چہرے پر تھکن تھی لیکن دل میں کچھ نرم سا، کچھ چبھتا ہوا سا احساس۔

"اگلی بار اماں کا شکریہ ضرور ادا کرنا۔"

اُس نے نرمی سے کہا، پھر ایک لمحے کو رُک کر بولا،

"...میری امی بھی ایسا ہی کھانا بناتی تھیں"

برسوں بعد اس نے اپنی ماں کا ذکر کیا تھا۔ بالا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر ہولے سے مسکرا دیا۔

"...عورت کے ہاتھ میں بڑا ذائقہ ہوتا ہے، سردار"

پھر شرارتی انداز میں ہنستے ہوئے بولا،

اب تو بھابھی کو لے آؤ نا!" ایک پل کو خاموشی چھا گئی، پھر سردار نے آنکھیں" میچ لیں جیسے کسی تصور کو آنکھوں میں بھر رہا ہو۔ بالا نے شرارت سے اسے دیکھا۔

ڈرپوک سائیں ہے میرا... کانپتا زیادہ ہے، بات کم کرتا ہے!" سردار نے گہری" سانس لی، لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، لیکن آنکھوں میں اضطراب چھپا نہ تھا۔

کوئی بات نہیں، یہاں رہے گی تو خود ہی ڈر ختم ہو جائے گا۔" بالا نے نرمی سے" کہا تو سردار نے بھی ہاں میں سر ہلا دیا،

کہتا تو ٹھیک ہو تُو، بالا... میں بھی تھک چکا ہوں۔"اس نے تھکے تھکے لہجے میں" کہا۔

آج دل میں قیامت مچی ہوئی ہے... یہ بے وقوف دل یار سجن کا دیدار مانگتا" ہے، عجیب بے چینی ہے۔" بالا نے اس کا چہرہ دیکھا، جو خواہشوں اور پریشانیوں کا آئینہ بنا ہوا تھا، پھر ہنسا۔

"تو اس پاگل دل کو دیدار کروا دو نا بھی سائیں کا! دل کی باتیں ماننی چاہیئں۔" ویسے بھی تم خود کہہ رہے تھے نا کہ اب آہستہ آہستہ اس کے سامنے جاؤ گے،" تاکہ اُسے تمہارے وجود کی عادت ہو جائے... اب وہ بڑی ہو گئی ہے، شادی کے قابل ہے، اور تمہیں اب اپنا سایہ ڈالنا ہو گا اُس پر۔" بالا کے لہجے میں نرمی تھی، لیکن باتیں سیدھے دل پر لگنے والی تھیں۔

انتظار مت کرو... جب دل کرے، دیدار کر لو۔ ویسے بھی... تم سردار ہو، اور "

" سردار پر سرداری ہی اچھی لگتی ہے۔ انتظار... تم پر جچتا نہیں۔

ٹھیک کہتا تُو، بالا... " سردار نے نرمی سے سر ہلایا، پھر آنکھوں میں چاہت لیے "

بولا،

ویسے توتُو میرے پچھلے جنموں کا گناہ لگتا ہے... لیکن جب کبھی ایسی باتیں کرتا "

" !ہے نا، دل چاہتا ہے کہ تیرا منہ چوم لوں

وہ پانی کا گلاس لبوں سے لگا ہی رہا تھا جب سنجیدگی سے بولا، تو بالا نے فوراً گھبرا کر

اس کی طرف دیکھا۔

اللہ کا واسطہ ہے تجھے، سردار! " بالا نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے، "

توشادی کر اور تو بس بھابھی کا منہ چوم... مجھے ایسے کوئی شوق نہیں! میں تو اپنی "

بیوی سے ہی اپنا منہ چموانا پسند کرتا ہوں۔ " وہ بونگیاں مارنے لگا تو سردار ہنس

پڑا۔

لعنتیا! بکواس ہی کرنا تجھے آتی ہے... تعریف کے قابل تو تُو کبھی تھا ہی "

نہیں!" سردار نے پاس پڑا پتھر بے لحاظی سے مارا جو اس نے کیچ کر کے پیچھے

پھینکا پھر قہقہہ مار کر ہنس دیا۔

تعریف کے قابل نہ سہی، لیکن تجھے برداشت صرف میں ہی کر سکتا ہوں!"""

وہ آنکھ دباتے ہوئے بولا، تو سردار نے گلاس نیچے رکھا اور دونوں خاموشی سے

ہنستے رہے۔

اس ہنسی میں تھکن بھی تھی، تڑپ بھی، اور اک دوسرے کے کندھے کا سہارا

بھی۔

ملاقات کا انتظام کروں؟ شیر دل کو بُلاؤں؟" بالا نے شوخی سے آنکھ دباتے "

ہوئے پوچھا،

میری طرح شیر دل بھی بھابھی کے پاس جانے کی بڑی جلدی ہے!" وہ جلد "

"بازی میں ہلکا سا ہنسا،

بس بھابھی کو اب یہاں لے آ، جگرِ جان! تیرے انتظار کی گھڑیاں ختم ہونی چاہئیں۔" سردار نے گہری سانس بھری، لیکن نگاہ میں سنجیدگی اتر آئی،

نہیں... آج جو کارروائی کر کے آئے ہیں نا، وہ تازہ ہے۔ پورا گاؤں ابھی"
میرے خوف سے سہمہ ہوا ہے۔" وہ دلکشی سے بولا تو بالا نے فوراً ہنسی روکی، لہجہ سنجیدہ کیا،

سچ ہے، سردار... تمہارا خوف ابھی دلوں پر قائم ہے، لوگ تمہارے نام سے"
" بھی کانپ جاتے ہیں۔

اسی لیے کہتا ہوں، وقت آنے دو۔" سردار نے نرمی سے کہا، "محبت کو بھی"
شان کے ساتھ لے کر آنا ہے... کوئی چھپ چھپا کر نہیں، اور جہاں تک ملاقات
"کی بات ہے تو اب صبر نہیں کل کریں گے ملاقات۔۔۔

اس کی دلکش مسکراہٹ پر بالا نے سر ہلا دیا، وہ جانتا تھا اب صبر جواب دے رہا ہے اب یہ شیر جب اپنی محبت کے سامنے آئے گا، تو پورا پہاڑ بھی جھک جائے گا۔

اور بھابھی سے ملاقات کے لیے جو تمہارا دل مچل رہا ہے... اُس کا کیا؟" بالا نے "

شرارت سے پوچھا۔

سردار کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری،

آج تھپک کر سُنواؤں گا اسے... کل اپنے سوہنے مکھڑے سے ملاقات کروں "

گا۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

ویسے ایک بات ہے جو دل میں اُلجھ گئی ہے... تھوڑا سا ڈاؤٹ ہے مجھے۔" سردار "

نے کی بات پر بالا نے ابرو اچکا کر اس کی طرف دیکھا،

"کیا ڈاؤٹ؟" سردار۔۔۔۔ "

"مجھے ڈر ہے... کہیں میرا سجن سائیں گونگا تو نہیں؟"

ہیں۔۔۔۔ وہ کیوں۔۔۔" بالا نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا،

اتنی ملاقاتیں ہو چکیں، پر منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا اُس نے۔" سردار "

نے سنجیدگی سے کہا،

وہ ڈرتی ہے... تمہیں پتہ ہے، پورا گاؤں تمہارے نام سے کانپتا ہے۔ بالا کے "

پاس حل تھا۔

پر وہ کیوں ڈرتی ہے مجھ سے؟ میں نے تو اُس کے سامنے کبھی اونچی آواز میں

بات تک نہیں کی۔

کبھی سخت نظروں سے نہیں دیکھا۔

...اس کے سامنے تو خود بخود لہجہ نرم پڑ جاتا ہے

تو پھر اس کا ڈر بنتا تو نہیں نا؟" وہ الجھا تو بالا نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے اس کے

کندھے پر ہاتھ رکھا،

ختم ہو جائے گا... جب وہ تمہارے پاس آئے گی، "

"تو ہر ڈر، ہر جھجک ختم ہو جائے گی۔

چلو میں چلا نیچے جشن ہو رہا ہے، بالا نیچے دیکھتے ہوئے پہاڑ سے نیچے اترنے لگا،

جبکہ سردار، وہیں خاموشی سے بیٹھا رہ گیا۔ ...

ابھی اُس کے دل کو قرار نہیں آیا تھا۔

آنکھوں کے سامنے ایک ہی چہرہ گھوم رہا تھا... معصوم ہرنی جیسی آنکھیں، جو نہ اسے آنکھیں بند کرنے دے رہی تھیں، اور نہ سکون کا سانس لینے دے رہی تھی۔ یہ وہی سردار تھا جس کے سامنے پورا علاقہ کانپتا تھا، مگر ایک لڑکی کے سامنے... وہ بے بس تھا۔

ایسی بے بسی جو سرداری سے نہیں، دل سے جڑی تھی۔ ایسی محبت جس کے لیے سردار کچھ بھی کر سکتا تھا۔

oooooooo

گھر کے تنگ صحن میں سب لوگ ایسے بیٹھے تھے جیسے کسی گرما گرم بحث نے سب کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر دیا ہو۔ ہر کوئی ایک ہی بات کو بار بار دہرا رہا تھا، جیسے برسوں بعد گاؤں کو کوئی چونکا دینے والا موضوع مل گیا ہو۔

سیٹھ طیب کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا، وہ کسی کے لیے بھی ہضم کرنا آسان نہیں تھا۔ پورے گاؤں میں بس اسی ایک واقعے کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔ ہر کوئی اس کے عبرتناک انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا تھا، اور اب زبان پر وہی تاثر لیے بیٹھا تھا۔

تائی امی کی آنکھوں میں حیرت کی جھلک نمایاں تھی، اور اس حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کی ایک ہلکی سی پرچھائیں بھی دکھائی دے رہی تھی۔ مگر ان کی زبان جیسے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ چاچی سے دھیمی آواز میں گفتگو کر رہی تھیں۔

صبح سویرے جب لوگ کام پر جانے کے لیے نکلے، تب سب نے دیکھا کہ "سیٹھ کو اس کی کوٹھی کے باہر الٹا لٹکا دیا گیا تھا۔

تائی امی نے سرگوشی جیسی آواز میں بتایا، "زبان تو کٹی ہوئی تھی ہی، مگر چہرے کو دیکھ کر بھی کوئی پہچان نہ سکا۔ پورا چہرہ جلا ہوا تھا... لگتا ہے کسی نے تیزاب پھینکا ہے۔"

چاچی نے بے یقینی سے سر ہلاتے ہوئے کہا،

یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ سیٹھ تو بہت سیدھا اور شریف انسان تھا۔ کبھی کسی"

"سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی۔

وہ واقعی نیک دل انسان تھا،" چاچی نے آہ بھر کر کہا، "لوگوں کی بے حد مدد"

"کرتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ ایسا ظلم؟ اف اللہ! یہ صرف ڈاکو ہی کر سکتے ہیں۔

تائی امی نے قدرے افسردگی سے نظریں جھکا کر کہا،

سنا ہے کہ سیٹھ کے پاس کچھ ہی دن پہلے بڑی رقم آئی تھی، مدرسے سے امداد"

"کے لیے۔ شاید ڈاکو اسی رقم کی تلاش میں آئے تھے۔

چاچی نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور سرگوشی میں کہا،

کل دوپہر ڈاکوؤں کو گاؤں کے قریب دیکھا گیا تھا۔ لیکن تب تو کوئی حادثہ"

نہیں ہوا تھا... مگر جو یہ سب کر سکتا ہے، وہ انسان نہیں ہو سکتا۔ یہ کام کسی

"خونخوار درندے کا لگتا ہے۔

صحن میں چارپائیاں اور لکڑی کی چارپائیاں بچھی تھیں، اور سب ان پر بیٹھے اسی دل دہلا دینے والے واقعے پر گفتگو کر رہے تھے۔

گھر کی لڑکیاں، جو عام طور پر گاؤں کے معاملات میں دلچسپی نہیں لیتیں، آج انہماک سے یہ سب سن رہی تھیں۔

اور ان سب کے درمیان، کمرے کے دروازے کے قریب بیٹھی دعام تھی۔ وہ خاموش تھی، مگر چہرے کا رنگ زرد پڑ چکا تھا، اور ہاتھ ہولے ہولے کانپ رہے تھے۔ چاہنے کے باوجود وہ تائی امی اور چاچی سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔ اس کے دل و دماغ میں ایک ہی بات گونج رہی تھی۔

وہ آنکھیں... وہی آنکھیں جو کل اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں، کیا یہ وہی تھا؟

کیا وہ شخص، جو کل اس کے اتنا قریب آیا تھا... وہی قاتل ہو سکتا ہے؟

کیا اتنی شیریں زبان رکھنے والا انسان، درندہ بھی ہو سکتا ہے؟ اس کا دل مسلسل ان سوالوں کے جواب تلاش کر رہا تھا، مگر دماغ کسی نتیجے تک پہنچنے سے انکار کر رہا تھا۔

"... استغفر اللہ... استغفر اللہ"

تایا ابو کے لبوں پر بس یہی کلمات جاری تھے۔

سیٹھ طیب کی لاش کی حالت سن کر تو کسی کی بھی روح کانپ جائے۔ اب گاؤں میں کون محفوظ رہ گیا تھا؟ یہ ڈاکو پہلے گولی چلاتے ہیں، بات بعد میں سنتے ہیں۔

تایا ابا، جو ابھی گھر میں داخل ہوئے تھے، ان کے چہرے پر سنجیدگی کی چھاپ تھی۔ انہوں نے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی کہا،

"اب اس گاؤں میں کوئی بھی محفوظ نہیں۔"

ان کی آواز سنتے ہی دعا م فوراً اٹھ کر ان کے لیے پانی لینے چلی گئی۔

وہی سیٹھ طیب... پانچ وقت کا نمازی، حج کر کے آیا ہوا، ہاتھ میں تسبیح تھامے، ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہنے والا انسان... اور اس کے ساتھ ایسا ظلم؟ تایا ابا نے دعام کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے گہری سانس بھر کر کہا،

اللہ پاک سیٹھ طیب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ بہت نیک" دل انسان تھا، صرف مدرسے کی زکوٰۃ کی رقم اس کے پاس آئی تھی... اور "ظالموں نے اسے عبرت بنا دیا۔

یہ سب سن کر دعام کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ جتنا اس خیال سے بھاگنا چاہتی، اتنا ہی اس کے دل میں وہ چہرہ ابھر کر سامنے آتا۔

کیا واقعی یہ سب کرنے والا وہی شخص تھا؟ جو کل اس کے سامنے آیا، جو گھوڑے سے اترا، جو اس کی کمر میں بازو ڈال کر اسے گھوڑے پر بٹھا گیا... اس کی سانسیں رکنے لگتی تھیں جب وہ اس لمس کو یاد کرتی دل کانپنے لگتا

یا اللہ! اگر وہی ہے تو مجھے اس کے شر سے بچا لیجیے۔ وہ شدت سے خوف زدہ تھی۔ اس نے ابھی تک کسی کو بھی یہ واقعہ نہیں سنایا تھا۔

رباب نے سچ کہا تھا، اگر اس نے زبان کھولی تو الزام اسی پر آئے گا، سوال اسی کے کردار پر اٹھیں گے۔ اور وہ... وہ مزید تماشہ نہیں بن سکتی تھی۔

اس علاقے میں ڈاکوؤں کی باتیں وہ برسوں سے سنتی آئی تھی۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سے اس کے کانوں میں یہی بات پڑی تھی کہ ان کے علاقے میں قانون نہیں، ڈاکوؤں کی حکمرانی ہے۔ پولیس بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

اس کے بچپن سے ہی جب جب ڈاکو گاؤں سے گزرتے، فضا میں ایک دہشت بھر جاتی۔ لوگ دروازے بند کر لیتے، بچے سہم جاتے، عورتیں قرآن کی تلاوت شروع کر دیتیں۔

اور پھر... تین سال پہلے کا وہ واقعہ بھی تو تھا۔ جس کے بعد دعا م کی زندگی ہی بدل گئی تھی۔

تین بار رشتے آئے، اور تینوں بار اس کی شادی عین وقت پر ختم ہو گئی۔

اس نے کبھی پلٹ کر اس وقت کے کسی چہرے کو یاد نہیں کیا تھا۔ مگر کل... کل وہ شخص اس کے اتنا قریب آگیا تھا کہ اس کا وجود لرز گیا تھا۔

اس کی کمر پر وہ بازو کا حصار، آج بھی اس کی ہڈیوں میں سنسنی دوڑا رہا تھا۔

جلدی ہاتھ چلا، دعام! تیرے چاچا بھی آگئے ہیں، روٹیاں ڈال!" چاچی کی" آواز باہر سے آئی تو وہ چونک کر ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

فوراً اپنے خیال جھٹکتے ہوئے، اس نے آٹے میں پانی ڈال کر گوندھنا شروع کر دیا۔

oooooooooooo

"!ہاں جی، بی بی جی"

پولیس والے نے سخت لہجے میں سوال داغا،

کل آپ کو سیٹھ طیب کی کوٹھی پر بلایا گیا تھا زکوٰۃ کی رقم لینے کے لیے،"
درست؟ آپ لوگ رات کے وقت گئے تھے، کیونکہ سیٹھ کسی کام میں مصروف تھے اور دن میں آپ کو بلانے کا وقت نہ ملا۔

تو... وہاں کیا دیکھا آپ نے؟ کیا ماحول تھا وہاں پر؟"عورت نے کپڑے کے پلو کو انگلیوں میں لپیٹتے ہوئے نظریں جھکا لیں،

صاحب جی... عام سا ماحول تھا۔"

سیٹھ صاحب نے ہمیں بلایا، زکوٰۃ کی رقم دی، اور کہا کہ اب آپ لوگ واپس چلے جائیں۔

بڑے نیک انسان تھے، ہائے بڑا ظلم ہوا جی... بہت بڑا ظلم۔"پولیس والے کی آنکھوں میں شکوک کی پرچھائیاں ابھریں۔

تو مطلب... آپ لوگوں کو نہیں معلوم وہاں کیا کارروائی ہوئی؟ جب ڈاکو اندر" گھسے... تو کوئی عورت وہاں موجود نہیں تھی؟

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ڈاکو جب اندر پہنچے تو کافی عورتیں وہاں پر موجود تھیں۔" عورت نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں صاحب جی، ہم تو نکل آئے تھے۔"

سیٹھ صاحب نے خود کہا تھا کہ رقم ادا ہو چکی ہے، اب آپ لوگ جائیے۔ ہائے ہم کیا جانتے تھے کہ کچھ ایسا ہو جائے گا۔

اگر ذرا بھی پتہ ہوتا کہ ڈاکو آکر اُنہیں جان سے مار ڈالیں گے تو ہم ہر گز وہاں سے نہ جاتیں۔ بہت ظلم ہوا جی، بہت ظلم۔" وہ کہہ تو رہی تھی "بہت ظلم ہوا"، مگر اُس کی آواز میں دکھ کی شدت وہ نہیں تھی... جو واقعی کسی صدمے میں ڈوبی ہو۔ باتوں میں دکھ ضرور تھا، مگر لہجے میں...

"بس لفظی سا تھا، اور کہیں نہ کہیں، جھوٹ کی رمک۔۔۔

ٹھیک ہے، آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" انسپیکٹر اکرام نے سخت لہجے میں کہا،"

کوئی ثبوت نہیں ملا کہ یہ کام ڈاکوؤں نے کیا ہے، اور ویسے بھی کسی نے "
ڈاکوؤں کو کوٹھی کے اندر جاتے نہیں دیکھا۔ وہ عورتیں جو وہاں موجود تھیں،
وہ بھی یہی گواہی دے رہی ہیں۔

لگتا ہے وہ ڈاکوؤں سے اتنے خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ اب بولنے سے کتراتے
"ہیں۔ اور پھر، بغیر ثبوت کے ہم پتھری پہاڑوں پر تو جا نہیں لے سکتے۔

انسپیکٹر اکرام نے فائل بند کرتے ہوئے کہا،

یہ فائل آج کے دن ہی نہیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی ہے۔ کوئی ٹھوس "
"ثبوت نہیں ملا کہ یہ کام واقعی ڈاکوؤں نے کیا ہو۔

یہ کیس پیچھے تین سال سے اسی علاقے میں زیرِ التوا تھا۔ ہر روز یہاں کوئی نہ
کوئی بڑی کارروائی ہوتی رہتی تھی۔

یہاں کے علاقوں میں کبھی ڈاکوؤں کی ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی تھیں، کبھی کسی
کو جان سے مار دیا جاتا تھا۔

لیکن آج تک نہ کسی نے ان کے خلاف گواہی دی، نہ کسی نے انہیں دیکھا تھا۔

انسپیکٹر اکرام نے اپنے ہاتھوں سے کئی کیسز بند کیے تھے، اور یہ کیس بھی انہی میں شامل تھا جو یہی پر ختم ہو رہا تھا۔

ooooooo

سرکار، یہ دیکھو! میں نے تمہارے کپڑے کیسے دھو دھو کر استری کیے ہیں۔ بالا غار کے اندر قدم رکھتے ہی ہاتھ میں کپڑے اٹھا کر دکھانے لگا، جو آج خاصے لشکارے مار رہے تھے۔

پہلے دھویا، پھر چمکایا، اور پھر استری ایسی کی کہ جب تک تم اپنے ہاتھوں سے نچوڑو گے نہیں، تب تک استری خراب نہیں ہو گی۔ بالا نے جوش سے کہا،

اتنی محنت کیوں کی؟ آج تک تم نے کبھی اتنی محنت نہیں کی۔ "وہ سچ میں اس" کام سے متاثر تھا۔

آج تمہاری بھابھی سے ملاقات ہے نا؟ اگر تم لشکارے مار کر جاؤ گے تو بھابھی"

تم سے ضرور متاثر ہو گی، وہ جوش سے آگے بڑھ کر بولا،

اور جب اسے معلوم ہو گا کہ تمہارے لیے یہ سب میری محنت ہے، تو وہ مجھ

"سے بھی امپریس ہو جائے گی۔

میں چاہتا ہوں،" کہ بھابھی کے یہاں آنے سے پہلے ہی میری اور ان کی اچھی"

خاصی دوستی ہو جائے۔ پھر میرے پاس کوئی تو ہو گا نا، حفاظت کے لیے۔ کوئی تو

ہو گا جسے میں خود پر ہوئے ظلموں کی داستان سنا سکوں، کوئی تو ہو گا جو مجھ پر

ترس کھائے گا۔" وہ شروع ہو چکا تھا جبکہ اس کی باتوں سے لطف اندوز ہوتے

ہوئے سردار نے ہنستے ہوئے ہاتھ اٹھایا،

بس بس! بریک لگا دے، میرا سوہنا مکھڑا۔ میرے لیے یہاں ائے گا تجھے گود"

لینے نہیں۔ اور یہ کپڑے رکھ ادھر، پیچھے،" وہ کپڑے تھام کر پیچھے رکھنے لگا۔

آج کا سارا کام نپٹا کے رات کو تیری بھابھی سے ملاقات کرنے جاؤں گا۔"

ویسے بھی، میٹھے سجن سے ملاقاتیں رات کے اندھیرے میں کی جاتی ہیں۔" اس

کے لہجے میں شوخی بھی تھی، سنجیدگی بھی، جیسے دل میں اپنے سجن سائیں کی جھلک بسا بیٹھا ہو۔

"رات کے اندھیرے میں ملاقات کرو گے تو بھابھی کو میری قابلیت کیسے نظر آئے گی؟" بالا پریشانی سے بولا،

اسے یہ چمکتے، دھمکتے، لشکارے مارتے کپڑے کیسے نظر آئیں گے؟ اُسے کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے تمہاری تیاری پر کتنی محنت کی ہے؟" وہ پریشانی سے بولا تو سردار نے اسے ایسی نظروں سے گھورا جیسے اگلے لمحے اس کا گلا دبوچ لے گا۔

"""بالا! تُو دوست نہیں، سچ میں میرے پچھلے جنموں کے گناہوں کی سزا ہے! ڈنگر انسان، وہ دانت پیستے ہوئے غرایا،

"بے غیرت انسان، تجھے کس نے کہا کہ اسے تیری قابلیت دکھانے جارہا ہوں؟" میں اسے اپنے دھڑکنوں کی بے چینیاں سنانے جاؤں گا۔ اسے بتانے جاؤں گا کہ اس کا میرے ساتھ ہونا کتنا ضروری ہے۔

اچھا مطلب تمہارے اس ملاقات سے میرا کوئی فائدہ نہیں وہ منہ بنا کر بولا تو

اب کی دفعہ سردار کی گھوڑی مزید تیز تھی اس نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگایا

اوہ نہیں نہیں سردار! میری مراد وہ نہیں تھی... میرا مطلب صرف یہ تھا"

"... کہ

بس کر! ایک لفظ اور بولا تو تیرے یہ چمکتے کپڑے تیرے منہ پر لپیٹ دوں"

گا!" سردار کی غصے سے بھری آواز گونجی، تو بالا سہم کر پیچھے ہو لیا، مگر زیرِ لب

بڑبڑانا نہ چھوڑا،

سزا بھی میں بھگتوں، محنت بھی میں کروں، اور چمک بھی وہی سمیٹے... واہ رے"

"! زندگی، واہ

وہ بڑبڑاتا ہوا بستر پر احتیاط سے استری کیے گئے کپڑے پھیلانے لگا، کہیں یہ

چمکتے دھمکتے لباس اپنی رونق کھو نہ بیٹھیں، جو بھی تھا بالا کو اپنی محنت بہت عزیز

تھی۔ کہیں اس کی ساری محنت رائیگاں نہ چلی جائے۔

بھابھی تو امپریس ہو ہی جائے گی..." وہ سرگوشی میں بولا،"

ابھی نہ صحیح بعد میں جب یہاں اجائے گی تب صحیح "ہونے والے شوہر سے نہ سہی، ہونے والے دیور سے تو ضرور۔" اب اتنا اچھا ہے بالا، اللہ کا بندہ ہے اللہ کا بندہ، بھابھی کو تو میں چٹکیوں میں انمپریس کر لوں گا۔،

بس یا اللہ، میری بھابھی دل کی بہت اچھی ہو... آتے ہی مجھ پر رحم آجائے..." کہے بس دیور جی، میں تم پر مزید ظلم نہیں ہونے دوں گی... اس سردار نے تم پر "جو ظلم کیے ہیں، میں سب کا بدلہ لوں گی۔

اور پھر ہونٹوں پر شرارت بھری مسکراہٹ آگئی،

سردار تو عاشق ہے نا... بھابھی جب یوں کہے گی تو وہ اپنے محبوب سائیں کو کیا " ہی کہے گا... ہائے واہ، کیا سین ہو گا!" دونوں دیور بھابھی اسے اسے خوب نچائیں گے۔ بالا نے کپڑوں پر آخری ہاتھ پھیرتے ہوئے خوابوں میں رنگ بھرنا شروع کر دیا ایک دیور کی انوکھی امیدیں، اور ایک عاشق سردار کی بے خبری

آنے والے وقت میں کیا بننے والی تھی یہ تو وقت جانتا تھا یا وقت اور جہاں کا مالک۔۔۔۔"

○○○○○○○○○

وہ سب کے لیے بستر لگا چکی تھی۔ صحن میں حسبِ معمول چارپائیاں بچھا دی گئیں۔ لڑکیاں تو اندر ہی سونے کی عادی تھیں، لیکن بزرگ لوگ گرمیوں کی راتوں میں کھلے آسمان تلے سونا پسند کرتے تھے۔ ان دنوں موسم ذرا ٹھنڈا اچل رہا تھا، رات کو ہلکی ہلکی ہوا چلتی تھی، جس سے باہر سونے میں عجیب سا سکون ملتا تھا۔ اسی لیے صحن میں پنکھے بھی کار کر رکھ دیے گئے تھے تاکہ آرام میں کوئی کمی نہ رہے۔

دعاء اپنے سارے کام نمٹا چکی تھی۔ برتن دھو کر رکھ دیے تھے، صحن سمیٹ کر صاف کر لیا تھا، اور باقی کمرے بھی ٹھیک ٹھاک کر دیے تھے۔ اب وہ پرسکون انداز میں اپنے کمرے میں گئی، وضو کیا اور جائے نماز بچھا کر عشاء کی نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ باہر ہلکی سی ہوا کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی، اور گھر

کے باقی افراد اپنے اپنے بستروں میں جا چکے تھے۔ اس وقت کا سکون اُسے ہمیشہ اچھا لگتا تھا، جب سب کچھ تھم سا جاتا تھا اور وہ تنہائی میں اپنے رب کے سامنے کھڑی ہوتی تھی۔

یہ وقت اس کے لیے ہر طرح کی پریشانیوں اور ذمہ داریوں سے آزاد ہونے کا تھا۔ دن بھر کے کام، لوگوں کی باتیں، چھوٹے موٹے شکوے، سب کچھ وہ اس لمحے بھول جایا کرتی تھی۔ یہ وقت صرف اس کا اور اس کے رب کا ہوتا تھا۔ وہ اپنے خدا سے دل کھول کر باتیں کرتی، شکوے بھی، خوشیاں بھی، اداسیاں بھی اور چھوٹی چھوٹی خواہشیں بھی — سب کچھ وہ اسی سے کہتی تھی۔ اُسے یقین تھا، اس کا رب اسے سنتا ہے... وہ اس کا ہے، صرف اس کا۔

چاہے وہ نم آنکھوں سے کوئی گلہ کرتی یا لبوں پر مسکراہٹ کے ساتھ کوئی خوشی بانٹتی، اُس کے اور اللہ کے درمیان کسی اور کا کوئی دخل نہ تھا۔ اُس کی عشاء کی نماز ہمیشہ لمبی ہو جاتی تھی، اور وہ گھنٹوں سجدے میں، دُعائیں، اور دل کی باتوں میں گم رہتی تھی۔ آج بھی وہ اسی کیفیت میں تھی، مکمل سکون اور انہماک کے

ساتھ دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھی۔ باہر مکمل خاموشی چھا چکی تھی، شاید سب ہی نیند کی آغوش میں جا چکے تھے، لیکن اُس کی باتیں اب بھی جاری تھیں۔

تبھی یکایک اُسے اپنے کمرے میں کسی اور کی آہٹ محسوس ہوئی۔ وہ چونکی نہیں، لیکن دل کی دھڑکن ایک لمحے کو ضرور رکی۔۔

اسے یہی گمان ہوا کہ شاید گھر کا ہی کوئی فرد کمرے میں آیا ہو گا، اور اُسے عبادت میں مشغول دیکھ کر بنا کچھ کہے واپس پلٹ جائے گا۔ اس کے گھر والے ہمیشہ اس کی عبادت کا احترام کرتے تھے، اور نماز کے وقت کسی کو بھی اُس کے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ یہی سوچ کر وہ بالکل مطمئن انداز میں، روز کی طرح پوری توجہ کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکی ہوئی تھی، بنا اس خیال کے کہ کوئی غیر معمولی بات بھی ہو سکتی ہے۔

لیکن اچانک، اُس کی سماعت میں بھاری بوٹوں کی آواز گونجی۔ قدموں کی چاپ جیسے بالکل قریب آکر رُک گئی ہو۔ اُس کے دل میں ایک لمحے کو ہلکی سی ہلچل

ہوئی۔ یہ آواز عام گھریلو سلیپرز کی نہیں تھی۔ گھر کے کسی مرد کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ وہ رات کے وقت ہمیشہ سلیپرز استعمال کرتے تھے۔ اور وہ سب تو اس وقت تک اپنے اپنے بستروں میں جا چکے ہوتے۔

ایک دم اُسے احساس ہوا کہ کوئی بہت قریب کھڑا ہے... بہت ہی قریب۔ دل کی دھڑکن جیسے ایک پل کو رک گئی۔ اس عجیب، غیر مانوس سی موجودگی نے اُسے اپنی نماز مختصر کرنے پر مجبور کر دیا۔ اُس نے جلدی سے آخری سجدہ مکمل کیا، دُعا مختصر کی، اور تشویش سے اپنے ارد گرد دیکھنے لگی... دل میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا

ooooooooo

رات کی تنہائی میں، وہ دبے قدموں کچے گھر کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا۔ خاص خیال رکھا تھا کہ کوئی آواز پیدا نہ ہو، کہیں کسی کی نیند خراب نہ ہو، کہیں کوئی جاگ نہ جائے۔ بالا کو بتائے بغیر آیا تھا، اس بات کا حساب وہ بعد میں

چکالے گا— بالا ناراض ضرور ہو گا، لیکن آخر کو وہ اس کا یار ہے، منانا زیادہ مشکل نہیں۔

ہاں... لیکن شیر دل؟

اس کی ناراضی ذرا الگ سطح کی ہوتی تھی۔ اسی لیے وہ اسے ساتھ نہیں لایا تھا۔ اور ویسے بھی، اگر وہ اپنے گھوڑے کو ساتھ لاتا تو اُس کے بھاری قدموں کی دھمک سے گاؤں کے لوگ جاگ جاتے۔ پھر یہ چپکے سے چھپ کر محبوب سائیں سے ملنے کی خواہش... صرف خواہش ہی رہ جاتی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا سوہنا مکھڑا کسی خوف یا ہنگامے کی زد میں آ جائے۔

خاموشی سے، دیوار کے سائے میں چھپتا، وہ آہستہ آہستہ کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں اس کا دل، اس کی چاہت، اور شاید اس کی راتوں کی نیند بھی بس گئی تھی۔

وہ دبے قدموں صحن میں داخل ہوا تھا، بہت احتیاط سے... جیسے چاندنی رات میں کوئی چور اپنے دل کا خزانہ لینے آیا ہو۔ اس کی نظریں چارپائیوں پر پھسلتی

پھرتی، ہر طرف تلاش کر رہی تھیں... مگر کہیں وہ سوہنا، معصوم سا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اُس ننھے سے وجود کا تو یوں بھی اندیشہ تھا کہ ذرا سی ہوا چلے اور وہ اس میں اڑ جائے۔

شکر ہے میرا سوہنا سجن اندر کمرے میں سوتا ہے اگر ہوا اڑا کر لے جائے تو ،ویسے بھی ملاقات کا مزہ تو اندر ہی آئے گا۔ وہ ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے، آہستہ آہستہ کمروں کی طرف بڑھا۔ گھر بہت بڑا نہیں تھا، سامنے کی طرف چار کمرے تھے۔ پہلے کمرے کا دروازہ کھولا، تو اندر دو لڑکیاں بے فکری سے سو رہی تھیں۔ ان کا انداز خاصا بے ترتیب تھا، وہ فوراً دروازہ بند کر کے دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

دوسرا کمرہ کھولا، تو ایک لڑکی فون کان سے لگائے کسی سے گہری بات میں مصروف تھی، اور دوسری نیند کی وادیوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

"یہاں تو عاشقیاں چل رہی ہیں لگتا ہے میری طرح کوئی اور بھی اپنے محبوب سائیں سے ملاقات کے لیے تڑپ رہا ہے،

وے خیر مینوں کی، میں تے اپنے محبوب سجن دا دیدار کرن آیاہاں۔ اللہ "** سائیں کرے سبھناں دیاں یاریاں رنگ لیان، تے سبھ نوں جائز رشتے وچ بندھاوے۔"(** خیر مجھے کیا میں تو اپنے محبوب سجن کا دیدار "کرنے آیا ہوں اللہ سب کی یاریوں کو رنگ لائے سب کو جائز تعلق میں باندھے،) اس نے دل میں سوچا، اور ایک لمحے کو اداسی نے اس کی شوخی پر چھاپ ڈال دی۔

میرا سجن سائیں کہاں ہے؟ "شرارت سے زیرِ لب مسکراتے ہوئے وہ اگلے " کمرے کی طرف بڑھا، مگر دروازہ کھولتے ہی ایک لمحے کو رُک گیا۔

کمرہ... بالکل خالی تھا۔

"! سجن سائیں، کیوں تڑپا رہی ہو؟... اب تو دیدار کروادونا"

وہ دھیرے سے بڑبڑایا اور اگلے کمرے کا دروازہ کھولنے لگا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی، جیسے کسی مقدس ساعت کا گواہ ہو۔

اس کے لبوں پر خود بخود دلکش، سرشار سی مسکراہٹ ابھری۔ کالے لباس میں لپٹا اس کا دراز قد، بھاری بوٹوں کی چاپ کے ساتھ جیسے خاموشی کی سرحدیں پار کر رہا ہو۔ قدم اندر رکھتے ہی اس نے دروازہ آہستگی سے بند کیا۔

سامنے، جائے نماز پر... دنیا و مافیہا سے بے خبر، پرنور اور معصومیت میں ڈوبا ایک چہرہ، مکمل توجہ سے عبادت میں مصروف تھا۔

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب آیا، جیسے ہر سانس میں احترام بسا ہو... اور پھر

نرمی سے، خاموشی سے، اس کے پاس زمین پر بیٹھ گیا۔ صرف سانسوں کی سرگوشی باقی تھی... اور دل کی دھڑکن، جو اب اس کے قریب محسوس ہو رہی تھی۔

اس کی نگاہیں اُس نازک چہرے پر جیسے ٹھہر سی گئی تھیں۔

وہ کتنی حسین تھی... یہ اگر کوئی اُس کے دل سے پوچھتا، تو وہ شاید لفظوں میں بیان نہ کر پاتا۔

جیسے اس کے اندر کوئی خاموش سی دھڑکن چیخ چیخ کر کہہ رہی ہو،

"بس یہ میری ہے... میری دعا... میری محبت... میری سانس۔"

اُس کی نظریں جیسے ساکت تھیں، صرف اُس کے چہرے پر... اور آنکھوں میں وہ جذبہ تھا جو لفظوں سے نہیں، صرف نگاہوں سے عیاں ہوتا ہے۔

یقیناً... اس کا محبوب سائیں بھی محسوس کر چکا تھا کہ وہ اب تنہا نہیں رہی، تبھی تو بے قراری اس کے وجود میں سرسرانے لگی تھی۔

وہ دعا کے الفاظ جلدی جلدی لبوں پر لانے لگی، جیسے اس لمحے کو مکمل کر کے، کسی انجانے طوفان سے پہلے پناہ لینا چاہتی ہو۔

دعا ختم کرتے ہی، چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

...اس نے بے ساختہ نظریں اٹھا کر ارد گرد دیکھا

تو سانس جیسے پل بھر کو رک گئی۔

...وہ وہاں تھا۔ سامنے، بہت قریب... لبوں پر گہرا، دل موہ لینے والا تبسم سجائے وہ شخص... جو آج ہر پردہ ہٹا کر آیا تھا۔

نہ صرف اپنی نظریں... بلکہ اپنا پورا وجود لے کر آیا تھا۔ آج وہ صرف اسے دیکھنے نہیں، اپنا دیدار کروانے آیا تھا... اسے بتانے آیا تھا کہ اگر وہ حسن کی شہزادی ہے تو ** سردار دلدار ** بھی کسی شہزادے سے کم نہیں۔ مگر پھر... یہ کیا ہوا؟

اس کا ** ڈرپوک سائیں ** — جسے وہ اتنی بہادری سے دیکھنے آیا تھا — اچانک آنکھوں میں حیرت کا طوفان لیے چیخنے ہی لگا۔

آاااااا۔۔۔۔" آنکھیں پھیلیں، لب ہلے، آواز کانوں سے ٹکرانے ہی والی" تھی کہ... دلدار کے ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ ابھری،

اور اگلے ہی لمحے، اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر وہ دھیرے سے بولا۔

میر اڈر پوک سجن، ایسے کون چیختا ہے وہ بھی اپنے سر دار سائیں کو دیکھ کر ، دلدار اپنے سوہنے مکھڑے کے لیے پتھریلے پہار پار کر ایا اور تم مجھے دیکھ کر چیخ رہی ہو، نہ میرا سجن سوہنا نہ یہ تو ظلم ہے زیادتی ہے، اس معصوم سے دلدار کے ساتھ، اور دلدار خود کے ساتھ تو ظلم ہونے نہیں دے گا اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی،

سر دار نے آہستہ سے ہاتھ اس کے لبوں سے ہٹایا تھا جیسے اسے یقین ہو کہ وہ اب چیخیں گی نہیں اور سچ میں وہ چیخی نہیں تھی بلکہ اگلے ہی لمحے اٹھ کر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ یقیناً وہ سکتے میں کھڑی تھی۔ اور اسے یوں کھڑے دیکھ کر دلدار کے دل کی بے قراریاں بھرنے لگی تھی۔ وہ۔ بھی اٹھ کر کھڑا ہوا اس کی آنکھوں میں وحشت دیکھنے لگا سامنے کھڑا شخص... وہی جو کل رات گاؤں ڈاکا ڈال کر گیا تھا، سیٹھ طیب کا قتل کر چکا تھا۔ جس کی وجہ سے کتنے گھر اجڑے، کتنی مائیں روئیں... وہی آج اس کے سامنے تھا

اس کے کمرے میں... اس کے بے حد قریب۔ گھنی پلکوں تلے نظریں سمٹنے لگیں،

اور دل اتنی زور سے دھڑکنے لگا جیسے پسلیاں توڑ دے گا۔

آ۔۔۔پ۔۔ آپ؟"اس کے ہونٹ کانپے،"

آواز میں خوف اور حیرت دونوں شامل تھے۔وہ چاہنے کے باوجود بھی چیخ نہیں پا رہی تھی کسی کو پکار نہیں پا رہی تھی۔

اور وہ؟ وہ جو پورے علاقے کی دہشت تھا، اس وقت اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا...

جیسے اس کے ہر گناہ کا جواب، اس لڑکی کی معصوم آنکھوں میں چھپا ہو۔

ہاں، میں..." وہ آہستہ بولا،"

"دلدار تمہارا دلدار، اپنے سجن سائیں کا ہونے والا سرکا سائیں۔۔۔۔

آپ۔۔۔ قاتل۔۔ڈاکو۔۔۔"وہ کانپتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش میں ناکام

ہوئی تو وہ ہلکے سے لبوں کو حرکت دیتا مسکرایا تھا

ہاں بالکل، یہی پہچان ہے میری، میں قاتل بھی ہوں...ڈاکو بھی..."وہ قدم"

آگے بڑھانے لگا۔

اور ہاں، میں عشق کا دعوے دار بھی ہوں... تمہارا عاشق بھی کوں۔۔ صرف"

"تمہارا۔۔۔

آپ۔۔۔ یہاں۔۔۔ کیوں؟"وہ چیخی نہیں، صرف سوال کیا"

لیکن سوال کی گہرائی نے اسے اندر سے ہلا دیا۔

وہ رکا... ایک لمحے کے لیے جیسے خود کو سچ کی زنجیروں میں قید کر رہا ہو۔

کیونکہ تم میری ہو، میری... اور میں تمہارا۔ جو جس کا ہوتا ہے، وہ آخر کار اسی

"کے پاس آتا ہے نا؟

وہ اس کے بالکل قریب آچکا تھا، مگر نگاہوں میں کوئی ہوس، کوئی درندگی نہ تھی... صرف ایک بے تاب، پاگل طلب تھی، صرف عشق کی تپش۔

جو جس کا ہوتا ہے، وہ اسی کے پاس آتا ہے... اور میں تمہارے پاس خود چل کر" آیا ہوں۔ اب تمہیں میرے پاس آنا ہے۔ فکر مت کرو... لے جاؤں گا، دھوم دھام سے لے کر جاؤں گا۔

اب تو شاید رہ بھی نہیں پاؤں گا تمہارے بغیر۔

میرا سوہنا مکھڑا... میرا حسین چاند... اب اس چاند کو میرے آسمان پر ہی چمکنا ہے۔

اپنے سوہنے مکھڑے کی روشنی کسی اور کے آنگن میں چمکنے دوں... تو لعنت ہے ایسے عاشق پر۔

"...نہ... نہیں... ہرگز نہیں

وہ بول نہ سکی۔

کانپ رہی تھی، خوف کی شدت سے پورا وجود لرز اٹھا تھا۔

کیوں نہیں سجن سائیں؟ تم... میری ہو۔"

بتایا تھا نا تمہیں تین سال پہلے... تم میری امانت ہو۔

تو پھر اس 'نہیں' کا کیا مطلب ہے؟

"جو میرا ہے، اسے میں لے کر ہی جاؤں گا۔

"... میں... نہیں... جاؤں... گی"

وہ نفی میں سر ہلاتی، گھبرا کر بولی۔

آواز ٹوٹی، جیسے کوئی ڈراونا خواب ہو جس سے ابھی بیدار ہو جائے گی۔

لیکن خواب ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

جانا تو پڑے گا... 'نہیں' والا آپشن نہیں ہے۔"

لیکن تمہارا دلدار اپنی ڈرپوک سجنی کی خواہشوں کا احترام ضرور کرے گا۔

...اب یہ نہیں کہ اگر تمہارا من پسند آپشن نہیں ہے تو کوئی آپشن ہی نہ ہو

آپشن ہیں۔ دو ہیں :

...یا تو شیر دل کی پیٹھ پر بیٹھ کر چلو گی

"یا میں تمہیں اپنی باہوں میں اٹھا کر لے کر جاؤں گا۔

...اف، میرا سوہنا مکھڑا"

... تمہیں کیا پتا، وہ شیر دل کون ہے۔ بلکہ پتہ ہو گا

کل دن میں اسی کی سواری کی تھی تم نے۔

"میں تمہیں گھر تک چھوڑ کر آیا تھا۔

اسے کل دوپہر کی تپتی گرمی والا واقعہ یاد کروانے کی ضرورت نہیں تھی۔

...اسے اس کی آواز سے ہی یقین ہو گیا تھا کہ یہی وہی شخص تھا

جو کل اس کے لیے قیامت بن کر آیا تھا۔

"...د... د... دیکھیں...ڈا...ڈاکو جی... مَیں"

الفاظ ہونٹوں پر بکھرنے لگے۔اونچی آواز میں بولنے کی ہمت نہ رہی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ کتنے زخم لگنے والے ہیں۔

بس اتنا جانتی تھی کہ سب نے اسے ہی غلط سمجھنا ہے۔ہر انگلی اسی پر اٹھے گی۔

اور سامنے کھڑا شخص اتنا قریب تھا کہ

خوف سے زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"ڈاکو کی جان... انکار مت کرنا تمہارا انکار جان پر وار کرے گا۔ تم چاہو تو میں کل سے خود کو مٹا دوں، لیکن دل سے تمہیں نکال دینا... یہ میرے بس میں نہیں"۔

"اسی لیے... یوں ڈرنا، گھبرانا بند کرو۔ میری ہر دھڑکن تمہاری امانت ہے۔ اور تم... میری امانت ہو... جسے میرے پاس آنا ہے۔" دعام کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ لیکن اس وقت... خوف سے زیادہ، الجھاؤ اسے اندر ہی اندر ڈس رہا تھا۔

کیا وہ واقعی وہی شخص ہے؟"

"وہی ڈاکو؟ ہاں... لیکن کیا وہی قاتل بھی ہے؟

اس نے کبھی سیٹھ طیب کو دیکھا نہیں تھا۔

نہ ہی وہ اسے جانتی تھی۔

لیکن اس کی موت... وحشت بن کر پورے گاؤں میں گونج رہی تھی۔ اور سچ تو یہ تھا...

اسے فرق نہیں پڑتا تھا کہ سامنے کھڑا شخص قاتل ہے یا نہیں۔

لیکن جو اسے اپنی امانت کہہ رہا تھا...

وہ قاتل ہو سکتا ہے؟

یہ سوچ کر ہی اس کی روح تک کانپ گئی تھی۔ اسے کانپتے دیکھ کر وہ آہستہ آہستہ دعام کے قریب آیا، اس کی خوشبو اس کے ہر سانس میں گھل رہی تھی۔ وہ اس کی اس قدر قریب تھا کہ دعام کی آنکھوں کا خوف بھرنے لگا تھا

دلدار کی نگاہوں میں نرمی تھی، مگر دل میں دیوانگی کی آگ بھی بھڑک رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا، لیکن اس کی موجودگی ایک طاقتور رعب لیے ہوئے تھی۔

میرا سوہنا مکھڑا..."اس نے سرگوشی کی، آواز میں محبت اور تھوڑی سی غرور" کی چمک تھی۔

میرا سجن سائیں، میری امانت، تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔"سردار تو خود مرتا" ہے تم پر، وہ مسکرایا، جیسے کوئی معصوم بچہ اپنی پسندیدہ چیز کو سہلاتا ہو،

تمہارے خوف نے میرے دل کو تکلیف دی ہے، میرا ڈرپوک سائیں۔ تم" میرے لیے سب کچھ ہو۔"سب کچھ کا مطلب پتہ ہے تمہیں سب کچھ کا مطلب سب کچھ سانس، بھی زندگی بھی،

اس نے آہستہ سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا،

لیکن اس کے لہجے میں اب ایک روعب سا تھا جو اس کی ہستی کا حصہ تھا۔

یہ دنیا بہت بے رحم ہے، اور میں تمہیں اس سے بچانا چاہتا ہوں۔ میں وہ ڈاکو"
ہوں جو سب چیر سکتا ہے، لیکن میں وہی عاشق بھی ہوں جو تمہیں اپنے دل کی
"گہرائیوں سے چاہتا ہے۔

دعام کی آنکھوں میں خوف تھا، وہ کانپ رہی تھی، مگر اس کی نبض اس کے
قریب ہونے سے تیز ہو گئی تھی۔

مجھے دکھ ہے تکلیف ہے اس بات کی کہ تم میرے نکاح میں نہیں ہو ورنہ ایک
لمحہ تمہیں اس دنیا کے حوالے نہ کرتا۔ تم نہیں جانتی اس وقت میں کیا محسوس
کر رہا ہوں میرا دل اس غم سے تڑپ رہا ہے کہ تم میرے نکاح میں نہیں ہو۔
میں تمہارا ہوں، دعام..." اس نے نرمی سے کہا، لیکن آواز میں حکم کی گونج"
تھی۔

اور تم میری صرف میری" اور جو میرا ہے، اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ تم
میرے پاس آؤ، چاہے تم ڈرتی ہو، کانپتی ہوئی آو، مگر آنا تو پڑے گا چاہے تم کچھ
کہو یا نہ کہو۔

میرا دل تمہارے لیے پاگل ہے، اور میں تمہیں اپنی باہوں میں نہیں لے سکوں پھر تو یہ زندگی بے معنی ہے۔" اس لیے تمہیں میرے پاس انا ہو گا تمہیں میرا بننا ہو گا۔

اس کی آنکھوں میں بے پناہ محبت اور دیوانگی تھی، وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ دعام نے اس کی سانسیں محسوس کیں،

"پلیز۔۔۔ڈاکو۔۔جی۔۔۔میں۔۔۔

ڈاکو صدقے اپنے ڈرپوک سجن پر، وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا اسے دیکھنے لگا تھا۔ وہ کانپتے ہوئے بھی عجیب نظارہ پیش کر رہی تھی۔ وہ خود پر اختیار ہونے لگا تھام

بلکہ اس کی دھڑکنیں اس قدر بے قابو تھیں کہ ایسا لگا جیسے وہ خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا ہو۔

اچانک وہ دعام کے بہت قریب ہو گیا، اتنا قریب کہ اس کی سانسیں اس کے چہرے پر گزر رہی تھیں۔

اس کے لب بے حد نرمی سے، مگر بہت ہی قریب، دعام کے لبوں کے پاس آئے۔

اس نے اس کی کپکپاہٹ کو محسوس کیا، اور یہ لمس اس کے دل کو مزید مچلا گیا۔

اس کے مونچھوں کا ایک بال اس کے رخسار سے ٹکرایا، اور وہ ہل کر کانپنے پر مجبور ہو گئی۔

وہ اسے چھو نہیں رہا تھا، نہ ہی جان بوجھ کر کوئی لمس دے رہا تھا،

بس اس کی موجودگی اور اس کی مہک دعام کو بری طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

دلدار نے آہستہ کہا، " سجن سائیں، اب دلدار آئے گا، اور تمہاری بارات آئے گی، اور تم میرے ساتھ چلو گی۔ "

اس کی آواز میں محبت کی نرمی تھی، مگر اس کے الفاظ میں ایک حکم کی سختی بھی چھپی تھی۔

"اب یہ دلدار کو گوارا نہیں، تمہاری قربت کے لیے میرا دل اس قدر مچل رہا ہے کہ اگر تم جان جاؤ تو... تو... تو..." الفاظ ختم ہو گئے اس کی کیفیت بیان کرنے کے لیے وہ کچھ تلاش نہیں کر پایا کہنے کو۔

تم کانپتے کانپتے پاگل ہو جاؤ۔ اور دلدار تو پہلے ہی تمہارے عشق میں پاگل ہے اسی لیے تمہیں مزید پاگل کرنے کے لیے تین دن کا وقت لے رہا ہوں۔ تین دن کی ضرورت نہیں بے شک چاہوں تو ابھی لے کر چلا جاؤں تمہیں اپنے ساتھ۔۔۔"

لیکن پتھریلے پہاڑوں کا راجہ ہوں اپنے دلدار سجن کی بارات دھوم دھام سے لے کر آوں گا تین دن جی لو اپنی زندگی جیسے جینا چاہتی ہو تین دن کے بعد تم پر تمہارے باوجود پر صرف دلداع یلغار کی سانسوں کا قبضہ ہو گا۔

نہیں رہنا تم سے دور بالکل نہیں رہنا تین دن بعد آؤں گا بارات لے کر خود کو سجا لو میرے لیے اب کوئی بہانہ نہیں۔

وہ کہتے ہوئے اچانک کمرے سے نکلا تھا۔ تیزی سے چارپائیوں کے بیچ سے گزرتا وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو سب لوگوں کی آنکھ کھل گئی تھی۔

تایا ابو نے فورا چارپائی چھوڑتے ہوئے دروازے سے باہر جھانکا تھا۔ اور پھر بھاگتے ہوئے واپس اندر داخل ہوئے تو دوام کو دیوار کے ساتھ بیٹھے بری طرح سے روتے ہوئے پایا

ooooooo

"کون تھا وہ؟"

تایا ابو کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا، آواز میں وہی آتش جو برسوں کے اعتماد کو لمحوں میں خاک کر دے۔

کون تھا جو تجھ سے آدھی رات کو ملنے کے لیے آیا تھا؟ کون نکلا ہے ابھی "

" دروازے سے ؟

ان کا غصہ، ان کی نظریں سب دعام پر مرکوز تھیں، اور وہ اندر تک کانپ رہی تھی۔

کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ زبان جیسے تالو سے چپک گئی ہو۔

"ڈا۔۔۔ کو۔۔۔"

وہ بمشکل کانپتی آواز میں بس اتنا ہی بول پائی تھی۔

ڈاکو کا نام سنتے ہی جیسے پورے گھر میں ایک سنّاٹا سا چھا گیا ہو۔

تایا ابو جو ابھی تک خاموش کھڑے تھے، وہ بھی لرز گئے۔

سیٹھ طیب کی لاش کا منظر جیسے آنکھوں کے سامنے جھولنے لگا ہو۔

اس دن کی دہشت، وہ خون آلود لباس، وہ ٹپکتا لہو... کچھ بھی تو بھولا نہ تھا۔

دروازے کے باہر کی خاموشی اندر موجود ہر دل کی دھڑکن پر بھاری پڑ رہی تھی۔

دعام کے چہرے پر خوف کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔

اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے، دل دھک دھک کر تا ہوا جیسے چیخ چیخ کر سب کچھ بتانا چاہتا ہو،

* "... مگر زبان صرف ایک ہی لفظ پر رُکی تھی... * "ڈاکو

"!... تایا ابو"

وہ ایک دم سے زمین سے اٹھ کر ان کے سینے سے لپٹ گئی،

"!تایا ابو مجھے بچا لیجیے... خدا کے لیے... مجھے بچا لیجیے "

اس کی سسکیاں شدت پکڑتی جا رہی تھیں، آنسو بہہ کر تایا ابو کے کپڑوں کو بھگونے لگے۔

"!وہ کہتا ہے تین دن بعد مجھے لے جائے گا... زبردستی لے جائے گا، تایا ابو"

اس کے لہجے میں ایسی لرزش تھی کہ دل دہل جائے،

وہ کہتا ہے میں اس کی امانت ہوں... وہ مجھے لے جائے گا... وہ قاتل ہے! تایا"

"!ابو، اس نے خود قبول کیا ہے... وہ ڈاکو ہے

دعام کی آواز روتے روتے کپکپا رہی تھی،

بہت خطرناک ہے... بہت... وہ مجھے مار ڈالے گا، تایا ابو... خدا کے لیے مجھے بچا"

"...لیجیے

وہ تڑپ تڑپ کر ان سے لپٹی تھی جیسے وہی اس کی آخری پناہ ہوں۔

جبکہ ڈاکو کا نام سنتے ہی تایا ابو کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا تھا،

...خوف جیسے رگ رگ میں اتر گیا ہو

سیٹھ طیب کا قتل، دن کے اجالے میں ہونے والی وحشت، اور گاؤں پر چھایا

خوف... سب کچھ پلک جھپکتے ذہن میں گردش کرنے لگا۔

دعام کی لرزتی آواز اور اس کا کانپتا وجود تایا ابو کی مضبوط چھاتی کو بھی ہلا کر رکھ گیا تھا۔

...وہ خوف سے کانپنے لگے تھے، یہ سوچ کر کہ

یہ سوچ کر کہ وہ تین دن میں اسے لے جانے کی بات کر چکا ہے۔ مطلب ان کی عزت مٹی میں ملنے والی تھی۔

اگر ایک بدنام زمانہ ڈاکو ان کی بھتیجی کو اٹھا کر لے جاتا تو کیا منہ دکھاتے لوگوں کو؟

کیسے سر اٹھاتے چار بیٹیوں کے باپ ہو کر؟

یہ تایا تھے... جن کے سینے میں اب صرف ایک ہی دھڑکن رہ گئی تھی —

عزت بچانے کی۔

ان کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا، آنکھوں میں وہی وحشت جو دعام کے اندر پل رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا میری بچی، کچھ نہیں ہو گا۔"

انہوں نے لرزتی آواز میں کہا اور دعام کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

اللہ پاک سب ٹھیک کرے گا... تُو گھبر امت، میں ہوں نا تیرے"

ساتھ..." وہ اسے حوصلہ دینے کی کوشش کر رہے تھے لیکن خود انہیں حوصلہ

کون دیتا۔ ان کے لفظوں سے زیادہ خوف ان کی دھڑکنوں سے ٹپک رہا تھا۔

... وہ تو خود اس شخص سے کانپ اٹھے تھے

اس کی آنکھوں کی وحشت، اس کا دبدبہ، اس کی بات کرنے کا انداز، سب

کچھ... انہیں اپنی گردن پر اب تک اس ڈاکو کے ساتھ گرفت محسوس ہو رہی

تھی

وہ صرف کوئی عاشق نہیں تھا، جو وہ اس کی محبت کے سامنے ہار کر دعام کو اس

کے حوالے کر دیتے وہ ایک ڈاکو تھا۔ قاتل تھا۔ اور اب... ان کی دعام کو اپنا

کہتا تھا۔ اور یہ چیز ان کی عزت پر داغ لگا سکتی تھی جو وہ لگوا نہیں سکتے تھے اخر

ان کی بھی بیٹیاں تھی وہ اپنے گھر کی بچی کسی ڈاکو کے حوالے نہیں کر سکتے تھے ۔بے شک وہ بچی انہیں عزیز ہو یا نہ ہو لیکن ان کی عزت تو تھی۔

oooooooo

وہ خاموشی سے پہاڑی موڑ مڑتا ہوا اپنے پہاڑوں کی طرف آیا۔ چہرے پر عجیب سی نرمی تھی، جیسے کسی اندھی تپش کو سکون مل گیا ہو۔ آنکھوں میں ایک روشنی سی تھی، بے آواز مسکراہٹ جیسے لبوں پر ٹھہری ہوئی ہو۔ سکون ہی سکون تھا۔

اور سانسوں میں تو آج مجبوب سائیں کی خوشبو بسی تھی۔ اسے چھو نا پانے کا غم اپنی جگہ اس کے قریب سے ہو کے آنے کی خوشی اپنی جگہ۔۔۔"وہ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے اپنے علاقے کے بالکل پاس آگیا۔

جبکہ دوسری طرف بالا پاگلوں کی طرح نیچے بنے خیمے کے آس پاس چکر لگا رہا تھا۔ ماتھے پر شکنیں، قدموں میں ٹھہراؤ نہیں۔ وہ بار بار اُسی سمت دیکھتا، پھر

خود کو کوستا کہ آخر کیوں کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ اور جب نظر اس پر پڑی... تو وہ ٹھٹھک گیا۔

دور سے سردار آرہا تھا۔ وہی وقار، وہی خاموشی... لیکن آج چہرے پر سکون تھا، جسے بالا فوراً پہچان گیا۔ وہ تیز سے آگے بڑھا، کچھ کہنا چاہا، لیکن سردار نے کندھے پر ہاتھ رکھا اور آہستگی سے بولا،

سب ٹھیک ہے، پریشان نہ ہو۔ "ٹھیک ہوں میں یہیں پر تھا، اس کے چہرے " کی پریشانی دیکھتے ہوئے وہ سمجھانے لگا بالا کے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا، مگر سوال اب بھی آنکھوں میں تھا۔

کہاں گئے تھے تم؟" بالا کا لہجہ تیز تھا، قدم بے قابو، جیسے ضبط کا بند ٹوٹنے کو " ہو۔

اور بتا کر کیوں نہیں گئے کہ جانے کا ارادہ ہے؟ شیر دل تک اندر اصطبل میں بنا بیٹھا ہے۔ مجھے لگا شاید اسے ساتھ لے گئے ہو، لیکن وہ بھی تمہارے بارے میں "کچھ نہیں جانتا۔ پتا ہے کتنی پریشانی ہوئی؟

سردار خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، لبوں پر وہی ہلکی سی مسکراہٹ، جیسے کسی راز پر پردہ ڈالے بیٹھا ہو۔

بالا کا پارہ چڑھ رہا تھا، وہ رکے بغیر بولتا گیا، "کم از کم اتنا تو کہہ دیتے کہ جا رہا ہوں، اب بھی پریشان تھا۔

ارے یار ایک ضروری کام تھا کرنے گیا تھا اور تمہیں بتا دیتا تو تمہاری تفشیش شروع ہو جاتی کہاں جا رہے ہو، کیوں جا رہے ہو۔ وہ اس کے انداز میں اس کی نقل اتارنے لگا۔

ہاں تو دوست ہوں تمہارا، کوئی غیر نہیں۔ دل ہولنے لگتا ہے جب تم یونہی "غائب ہو جاتے ہو۔

سردار نے ایک گہری سانس لی،

دوست ہے دوست بن کھوتیا، بیوی نہ بن" سردار نے نرمی سے اس کا گال" تھپتھپایا تھا۔ جبکہ اس کے انداز پر اس نے ناک چڑایا تھا۔

بیوی تو دعام بھابھی آکر بنے گی سر دار !"جب ہر بات پہ تفتیش کیا کرے گی نا،"
تب آئے گا مزہ۔جب دن رات سوالات ہوں گے ، کہاں گئے ؟ کیوں گئے ؟
کس سے ملے ؟تب پتہ چلے گا۔"تب تجھے قدر ہو گی اس معصوم دوست کی ،وہ
اپنی اہمیت جتا رہا تھا جبکہ سر دار اب بھی خاموشی سے مسکرا رہا تھا، جیسے جانتا ہو،
یہ موضوع کبھی ختم نہیں ہو گا

ویسے سر دار میں کیا سوچ رہا تھا بھابھی کے یہاں آنے کے بعد تو صرف بھابھی کا
" ہی ہو کر رہ جائے گا

میرا سجن سائیں، محبوب سائیں، میرا سوہنا مکھڑا کر کے تو اس کے پیچھے گھومے
گا۔جب تُو اسے صفائی دیتا پھرے گا، اور وہ تجھے خوب نخرے دکھائے گی تیری
کوئی بات نہیں مانے گی اپنی چلائے گی۔وہ مزے سے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے
"بولا تو سر دار نے آنکھیں سکیڑیں، ہلکا سا سر جھٹکا،

تو ضرورت سے زیادہ نہیں اچھال رہا میری معصوم بیوی کو بگاڑنے کی سازشیں
نہ کر،

ایک دفعہ تو لے آ اسے، پھر دیکھنا میں کیا کیا کرتا ہوں، بالا کی ہنسی اب کھل کر" نکلی۔

"تو پھر تو تیار ہو جا... تین دن میں لینے چل رہے ہیں اسے۔"

سردار کی پرسکون آواز میں جیسے دھماکہ ہو گیا ہو۔ بالا کی سانس جیسے ایک پل کو رک گئی۔ وہ ساکت ہو کر اسے تکنے لگا، جیسے سچ اور مذاق کے بیچ پھنس گیا ہو۔

کیا... کیا کہا تُو نے؟" اس کی آواز دھیمی، مگر آنکھوں میں بے یقینی تھی۔"

سردار نے بس ہلکی سی مسکراہٹ دی، وہی مخصوص انداز... سکون سے، بے نیاز۔ "جو سنا، وہی کہا۔

میرا سجن سائیں، میرا ڈرپوک سجن، میرا سوہنا مکھڑا... اب ہماری دنیا کا حصہ بننے والی ہے۔" وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو بالا نے سر پیچھے "جھٹکا، دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپا،

تین دن ؟ سر دار۔۔! تین دن یہ آنے والے تین دن۔۔۔ "مطلب تُو تین دن میں شادی کر رہا ہے ؟ تین دن میں بارات لے کر جانا ہے ؟" بالا کی آواز حیرت سے اونچی ہو گئی تھی۔

اتنی تیاری کرنی ہے، بارات سجاونی ہے، اپنے سارے بندے بلانے ہیں، " صفائی والے کو بولنا ہے، باورچی کو بک کرنا ہے... اب شادی ہو گی تو دعوت بھی تو کرنی ہو گی اور دعوت کے لیے تو کسی اچھے سے باروچی کا انتظام کرنا ہو گا، اتنا جلدی کیسے ہو گا یہ سب کچھ وہ کافی پریشان لگ رہا تھا

تُو کہہ رہا ہے تین دن ؟ سر دار، تُونے تو کہا تھا بھابھی کا ویلکم دھوم دھام سے کریں گے، بڑی عزت سے لے کر آئیں گے۔" وہ بولے جا رہا تھا، سانس تک لینے کا ہوش نہیں رہا،

تین دن میں تو ایک نئ چپل تک نہیں آئے گی سر دار!" میری تیاری کیسے ہو گی میں تو دولہے کا بھائی ہوں، دلہن کا دیور ہوں

سردار نے اس کی بات سنی، پھر وہی بے فکری، وہی مخصوص ہنسی جیسے سب پہلے سے طے ہو۔

سردار، میں تم سے کہہ رہاہوں، اگر میری تیاری مکمل نہیں ہوئی تو میں نے تیری شادی رکھوادینی ہے۔وہ جذبات میں بہہ کر پریشانی سے بولا،تو سردار نے ہنس کر قہقہہ لگایااور مزے سے کہا،

تیری چپل کامیں بندوبست کردوں گا،توبس باقی تیاری کرلے۔""سب کچھ" تیرے ہاتھ میں ہے، ابھی سے لگ جاتیاریاں کرنے۔میں آرام کرنے جارہا "ہوں۔

تیری بھابھی اکیلی سرسبز پہاڑوں کے دامن میں کھڑی، میراانتظار کررہی" "ہے۔

ڈر جائے گی،اس سے جلد ملاقات کرنی ہے، مجھے جلد سونا ہے۔"وہ اسے اسی" حالت میں چھوڑ کر اپنی آرام گاہ کی طرف چل دیا،

جیسے اس کی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کوئی معمولی سا کام ہو۔

اور بالا؟ وہ تو ابھی بھی سر پکڑے کھڑا تھا، جیسے یہ سب کچھ ایک خواب ہو۔

اصلی ملاقات کر کے بھی سکون نہیں آیا، جو تو اب سر سبز پہاڑوں میں جا کر"

"بھی میری بھابھی کو تنگ کرے گا۔

وہ اس کے پیچھے چل پڑا۔

میرا یار سجن بڑا ڈرپوک ہے، میں بات کرتا رہا اور وہ کانپتا رہا۔""سکون کیا؟"

کیا خاک سکون آنا تھا؟

میں تو خوابوں میں ملاقات کروں گا، ویسے بھی خوابوں میں کوئی قید نہیں

"ہوتی۔

"اور تین دن کے بعد خوابوں کے باہر بھی ساری قید ختم کر دوں گا۔"

"پھر اکیلے ان سبز پہاڑوں پہ جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"چل اب تنگ مت کر، اپنے کام پہ لگ جا، تین دن کے بعد میری شادی ہے، کوئی کمی نہیں چھوٹنی چاہیے۔"

وہ ایک بھرپور انگرائی لیتے ہوئے بولا تو اچانک بالا نے اسے گلے سے پکڑ لیا۔

"نہیں، ہرگز نہیں! آج نہیں ملنے دوں گا تجھے بھابھی سے۔" "تیری شادی کی خوشی منانی ہے، جشن کرنا ہے!"

"اوہ اٹھو! سارے کہاں ہو؟ تین دن کے بعد شادی ہے۔ کہاں مرے پڑے ہو؟" "اٹھو، تیاریاں کرو! سردار کی شادی ہے، ہمارے سردار کی شادی ہے!"

وہ اچانک شور مچانے لگا، جبکہ سردار نے اسے گھورا۔

وہ سارے ڈاکوؤں کو جگا رہا تھا تاکہ پوری رات جشن منایا جائے۔

یہ تو ظلم ہو رہا تھا اس کے ساتھ، بہت بڑا ظلم۔

لیکن یہاں سے نکلنا آسان نہیں تھا۔

جسے تین دن کے بعد دن رات اپنی پناہوں میں رکھنا تھا، اس سے چند لمحوں کی دوری بھی برداشت نہیں کی جاسکتی تھی۔ لیکن اسے کرنی تھی مجبوری تھی اس کی ان لوگوں نے اب اسے اٹھنے نہیں دینا تھا۔

oooooooo

بالا کے شور مچانے پر تھوڑی ہی دیر میں وہاں خاصی بھیڑ جمع ہو گئی تھی۔

سارے ہی ڈاکو نجانے کہاں کہاں سے نکل کر بیچوں بیچ آ گئے تھے،

کچھ نیند کی حالت میں آنکھیں ملتے، کچھ حیران و پریشان چہرے لیے۔

جبکہ سردار، وہ تو کمال اطمینان سے لوہے کی ایک پرانی چارپائی بچھا کر اس پر پاؤں پسارے لیٹ چکا تھا، جیسے کسی محل میں آرام کر رہا ہو۔

کیا ہوا بالا؟ تُو اتنا شور کیوں مچا رہا ہے؟"

"سب خیریت ہے نا؟

ایک نے قریب آ کر حیرانی سے پوچھا تو دوسرا پیچھے سے بول اٹھا،

کہیں کوئی حملہ تو نہیں ہو گیا؟ یا کوئی خبر آئی ہے؟"سب ایک ساتھ اس کے "گرد اکٹھے ہو کر سوالات کرنے لگے،

لیکن سردار؟ وہ مسکرا کر آنکھیں موندے جیسے کسی اور ہی دنیا میں تھا۔

اوہو! تم لوگ ہر بار سوچو گے تو برا ہی سوچو گے؟ منحوسوں کی طرح ہر بات "میں نحوست ہی ڈھونڈنی ہے تم سب نے؟

کبھی کچھ اچھا بھی ہو سکتا ہے!" بالا مصنوعی غصے سے اٹھ بیٹھا۔

ہمارے سردار کی شادی ہونے جا رہی ہے، اور تم سب آرام سے اپنے اپنے "خچروں میں پڑے خراٹے مار رہے ہو! کسی کو کوئی پروا نہیں؟ کوئی جوش، کوئی ہوش نہیں؟ تین دن بعد بارات لے کر جانی ہے، اور یہاں سب ایسے سوئے ہوئے ہیں جیسے کوئی کام ہی نہیں بچا!" وہ جوش سے بھرا ہوا ادھر اُدھر ٹہلنے لگا، جب کہ سردار پر سکون انداز میں لیٹا اس کی حالت کے مزے لے رہا تھا۔

جب کہ باقی سب حیرت سے ایک دوسرے کو تکنے لگے، کچھ نے آنکھیں ملیں، کچھ نے جمائی لی،

لیکن جیسے ہی بالا کی زبان سے یہ بات نکلی،

سب کی نیند گویا یکدم اڑ گئی تھی۔

سردار کی شادی؟"

اتنی جلدی؟

یہ کب ہوا؟

"کیسے ہوا؟

سوالات تھے جو ایک دوسرے کی آنکھوں میں گھوم رہے تھے، مگر زبان سے کوئی کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔ اور نہ ہی سردار کے حوالے سے کسی میں سوال کرنے کی کوئی ہمت تھی۔ وہ نہ کسی کے ذاتی معاملات میں پڑھتا تھا اور نہ ہی کسی کو اپنے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرنے کی اجازت دیتا تھا

سردار... شادی کر رہا تھا؟ یہ بات ان سب کے لیے حیرت سے کم نہیں تھی۔

انہیں تو صرف اتنا معلوم تھا کہ سردار تین سال پہلے ایک ڈکیتی کے دوران کسی لڑکی کو دل دے بیٹھا تھا،

ڈکیتی سے زیادہ خطرناک وہ ایک لمحہ ثابت ہوا تھا جب سردار کی آنکھوں نے کسی معصوم چہرے کو دیکھا تھا، وہ اب شادی کرنے جا رہا ہے

تو یہ ان سب کے لیے گویا ایک دھماکے سے کم نہ تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے کسی نے ان کے پیروں تلے زمین کھینچ لی ہو۔

...یقین آ رہا تھا، نہ دل مان رہا تھا

لیکن بالا کا جوش، اس کی آواز، اور سردار کا سکون سب کچھ سچائی کی تصدیق کر رہے تھے۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے سردار! بہت خوشی ہوئی، مبارک ہو۔ ہم کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے، دھوم دھام سے بارات لے کر جائیں گے۔" ایک بڑی عمر کے ڈاکو نے آگے بڑھتے ہوئے دل سے مبارکباد دی۔

"ہاں سردار، بہت بہت مبارک ہو! ہم کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے۔" باقی سب بھی خوشی سے بول اٹھے۔

"اللہ پاک تمہاری نئی زندگی کا سفر مبارک کرے سردار! ہم پوری شان سے بارات لے کر جائیں گے، دھوم دھام سے شادی ہو گی!" کسی نے پورے جوش سے کہا۔

"بارات وہیں لے کر جانا ہے نا؟ جہاں تین سال پہلے تمہارا دل بے قابو ہوا تھا؟" ایک شوخ جملہ ہواؤں میں گونجا تو سردار کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ ابھری۔

ارے سردار، وہ جو بس والی تھی! جس پر ڈکیتی کی رقم تم صدقے میں پھینک آئے تھے۔ لگتا ہے اسی نیکی کا پھل ہے یہ دلہن!" پیچھے سے ایک اور آواز قہقہے کے ساتھ ابھری۔

ذرا ہلکا پھلکا سا ماحول تھا جسے سب کے قہقہوں نے خاصا پرجوش بنا دیا تھا۔ ان پتھریلے اور الجھے ہوئے پہاڑوں کے بیچوں بیچ، انہی ڈاکوؤں کے خاندان بھی بستے تھے۔ کچھ اپنی بیویوں بچوں کے ساتھ، کچھ ماں باپ کے ساتھ۔ پہاڑوں کے اندر اس انداز میں چھوٹی چھوٹی غار نما گھر بنائے گئے تھے کہ پردے کا بھی مکمل اہتمام تھا اور روزمرہ کی زندگی میں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اور دیکھنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ یہاں کسی کا بسیرا ہے۔

یہ علاقہ ایک پہاڑی جُھرمنٹ کی صورت میں تھا۔ اتنے گہرے اور الجھے ہوئے راستے کہ اگر کوئی اجنبی اندر آنے کی جرأت بھی کرتا تو نکلنے کا راستہ ڈھونڈنے میں دس دن لگ جاتے۔ کہیں پتھروں کے تودے، کہیں تنگ درے، اور

کہیں بل کھاتے پہاڑی موڑ، ہر چیز ایک دوسرے میں الجھی ہوئی جیسے قدرت نے خود اس علاقے کو خفیہ رکھنے کا بندوبست کر رکھا ہو۔

پولیس یا قانون کا یہاں آنا تو دور، ان پہاڑوں کی دہلیز پر بھی قدم رکھنے کا سوچنا مشکل تھا۔ راستہ بند کرنے کے لیے صرف ایک پتھر کافی ہوتا تھا، اور پھر یہ پورا علاقہ دنیا سے الگ ہو جاتا تھا۔ باہر سے آنے والا اس سے راستے میں قید ہو جاتا ،یہی وجہ تھی کہ جب سے یہاں ڈاکوؤں کا بسیرا ہوا تھا لوگوں کا گزر کم ہو گیا تھا اس مقام پر ڈاکوؤں کا اتنا رعب اور خوف تھا کہ پرندے بھی اس سمت کا رخ نہ کرتے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ یہاں وقت رک سا گیا تھا، اور ایک الگ ہی دُنیا بسائی گئی تھی — قانون سے آزاد، لیکن اپنے اصولوں کی سخت گرفت میں۔

رات دیر تک محفل جمی رہی اور پھر سب کچھ ختم کرنے کے لیے سردار کی ایک سخت نگاہ ہی کافی تھی۔

اس کی سخت نگاہوں کا بھی بالا پر کوئی اثر نہ ہوا ہاں لیکن باقی سب لوگ رفو چکر ہو گئے تھے اس نے اٹھنا چاہا تو وہ اس کی چارپائی پر آ کر اس کے ساتھ لیٹ گیا تھا مطلب صاف تھا کہ وہ اسے جانے نہیں دینے والا۔

○○○○○○○

"یار شیر ازی، تم خوش ہی نہیں ہو سردار کی شادی پر۔ وہاں بھی چپ چاپ بیٹھے تھے، اور اب واپسی پر بھی خاموش ہو۔ کیا ہوا تمہیں؟ رہنے کی جگہ پسند نہیں آئی یا کوئی مسئلہ ہے؟"

جمرو، جو پہاڑ کی چڑھائی پر شیر ازی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، فکرمندی سے بولا۔ وہ نیا بندہ تھا، اور اسی لیے سردار نے اسے شیر ازی کو ساتھ رکھنے کو کہا تھا، تاکہ وہ ان کے اصولوں، رہن سہن، اور پہاڑی زندگی کو سمجھ سکے۔

شیر ازی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جمرو کی طرف دیکھا اور نرمی سے بولا،

"ارے نہیں نہیں، میں خوش کیوں نہیں ہوں گا؟ ہمارے سردار، ہمارے

سرکار کی شادی ہے، خوشی کی تو بات ہے۔ لیکن... بس ایک بات سمجھ نہیں

آئی۔"

"کیا بات؟ جمرو نے بھنویں اچکائیں،

"شادی کس کے ساتھ ہو رہی ہے؟" شیرازی نے قدرے حیرانی سے سر

ہلاتے ہوئے کہا،

میرا مطلب "کون ہے وہ لڑکی، جو ہمارے سردار جیسے خطرناک ڈاکو سے شادی

کرنے کو راضی ہوئی؟ جس کی دہشت کا شہر شہر چرچا ہے، جو بندوق سے بات

کرتا ہے، وہ کس کی محبت میں نرم پڑ گیا؟"

جمرو نے گردن گھمائی، پہاڑوں کی طرف دیکھا اور دھیرے سے بولا،

محبت انسان کو بدل دیتی ہے، شیر ازی... اور سر دار کے دل میں وہ تین سال"
پہلے ہی جگہ بنا چکی تھی۔"شیر ازی چند لمحے خاموش ان پہاڑوں کی اونچائی کو
تکتا رہا، جیسے وہاں کوئی راز چھپا ہو۔

سنا ہے وہ لڑکی کسی پرانی ڈکیتی میں ملی تھی سر دار کو؟"وہ مزید سوال کرنے لگا"

۔۔

ہاں، یہی کہتے ہیں سب۔ پر اصل کہانی شاید صرف سر دار جانتا ہے۔ اور وہ"
"خود کبھی کچھ بولتا نہیں۔

پہاڑوں کی خاموشی میں وہ دونوں کچھ لمحے اور چلتے رہے، پھر شیر ازی نے سر
ہلاتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر کہا،

"پھر تو لڑکی خاص ہی ہو گی، جو ہمارے سر دار کی قسمت بن گئی۔"

ہاں، بالکل... وہ خاص ہے، سر دار کے لیے تو بہت زیادہ۔ اس کے لیے وہ"
"جان ہے۔

یہی اسی گاؤں کی رہنے والی ہے کیا۔۔۔؟جمرو اپنے ہی انداز میں بولے جا رہا تھا جب شیرازی نے پھر سے سوال کیا۔

ہاں نا، ہمارے ہی گاؤں کی رہنے والی ہے۔ سردار نہ اس کے سامنے جاتا ہے، " نہ ہی اس سے بات کرتا ہے، لیکن اس پر پوری نظر رکھتا ہے۔ مجال ہے جو اُس کا تایا چاچا اُس کا نکاح کسی کے ساتھ پڑھا دے۔ تین بار اس کے تایا نے اس کی شادی کرانے کی کوشش کی ہے، لیکن ہم نے بارات غائب کر دی۔ سردار کہتا تھا، 'جب وہ بڑی ہو جائے گی، شادی کے قابل ہو گی، تب لے جاؤں گا اُسے!' لیکن اس کے تایا کو تو جیسے موت پڑی رہتی تھی۔ اب سردار نے فیصلہ کر لیا "ہے ـــ اب تو شادی ہو کر رہے گی بس۔

کیا مطلب؟ زبردستی کی شادی؟ "میرا مطلب ہے وہ لڑکی چاہتی ہے کیا" ہمارے سردار کو، شیرازی نے اچانک کہا تو جمرو کو اس کا انداز کچھ عجیب لگا۔

اوئے، آرام سے بول! اتنا چیخ کیوں رہا ہے پاگل؟ اگر سردار کو پتہ چل گیا کہ " ہم اس کی ذاتی زندگی پر اس طرح بات کر رہے ہیں، تو کاٹ کر رکھ دے گا

ہمیں۔ اور ویسے بھی، جتنا مجھے پتہ تھا، میں نے تجھے بتا دیا۔ اب میرے لیے کوئی مصیبت نہ کھڑی کر۔ چل، چل کر سوتے ہیں۔ بہت ٹائم ہو گیا ہے، سردار کی شادی ہے، کام بھی بہت ہو گا۔"

"اچھا، اچھا... ٹھیک ہے، چلتے ہیں،" شیرازی نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ دیا جیسے بات ختم کرنا چاہتا ہو۔ "کوئی بات نہیں کرتے اس کے بارے میں۔ میں تو بس تم لوگوں کے ساتھ رہتا ہوں، اسی لیے سوچا کہ تم لوگوں کے بارے میں سب کچھ جان لوں۔"

وہ جمرو کے پیچھے خاموشی سے چل رہا تھا، پہاڑی پتھروں پر اس کے قدموں کی چاپ، رات کی ہواؤں کے ساتھ مکس ہو کر ایک عجیب سی اداسی سنا رہی تھی۔

"یہیں پر زندگی گزارنی ہے مجھے،" اب تو سردار ہی میرا سرکار ہے۔ کھانے کو بھی دیتا ہے، رہنے کو جگہ بھی دی ہے۔ ورنہ میرا تھا کون؟"۔ شیرازی کی آواز میں ایک ٹوٹا ہوا سا پن تھا۔

ماں باپ تو چھوڑ کر چلے گئے... اور دنیا؟ دنیا نے تو قرضوں کا بوجھ لاد دیا" میرے کندھوں پر۔" اس کے قدم ذرا سست ہو گئے، جیسے یادوں کا بوجھ بھی پاؤں پر آ بیٹھا ہو۔

"برا رحم دل سردار ہے ہمارا،"

اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، پھر مسکرا کر جمرو سے بولا،

"لوگ ایسے ہی بدنام کرتے رہتے ہیں۔"

جمرو آہستہ سے ہنسا، "سچ ہے... لوگوں کے منہ کا کیا؟ جو سمجھ نہ آئے اس کو " بدنام کر دیتے ہیں، اور ہمارا سردار تو ویسے بھی کسی کی سمجھ میں آنے والا نہیں

"ویسے... سیٹھ طیب کا کیا ہوا؟

شیرازی نے اچانک سوال داغا، جیسے بہت دیر سے زبان پر رکا بیٹھا ہو۔ جمرو کے قدم لمحہ بھر کو رکے، اس نے کندھے اچکاتے ہوئے بے پروا لہجے میں جواب دیا،

مجھے خود کچھ خاص نہیں پتہ، یار، تجھے کیا بتاؤں۔ بس اتنا پتہ ہے کہ جب وہ"
لوگ سیٹھ طیب کے گھر پہنچے... تو وہاں اس کی لاش لٹکی ہوئی تھی۔"شیرازی
نے چونک کر اسے دیکھا،

"لاش؟ لٹکی ہوئی؟"

اس کی آواز میں حیرت تھی، لیکن ساتھ ہی ایک انجانی سی کپکپی بھی۔

تم ساتھ کیوں نہیں گئے؟"تم بھی تو اکثر جاتے ہو نا اُن کے ساتھ، جب ایسے"
"کام ہوتے ہیں؟

جمرو نے نرمی سے سر جھٹکا،

ارے نہیں بھائی، میں خبروں والا بندہ ہوں۔ میرا کام ہے نظر رکھنا، رپورٹ"
"دینا۔ میں ساتھ نہیں جاتا، یہ میرے دائرے کا حصہ نہیں ہے۔

پہاڑ کی پتھریلی ڈھلان پر دونوں آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے تھے، لیکن ماحول میں اب خاموشی گہری ہو گئی تھی۔ سیٹھ طیب کی موت کا ذکر ایک سرد سناٹے کی صورت دونوں کے بیچ اتر آیا تھا۔

شیرازی کے دل میں کئی سوال ابھرنے لگے، لیکن اس لمحے وہ کچھ نہ بولا۔ بس جمرو کے پیچھے چلتا رہا... جیسے ہر جواب کے ساتھ سوال مزید پھیل رہا ہو۔

○○○○○○○○○

"!...کوئی تو حل نکالو بھائی جان"

چچا کی آواز میں گھبراہٹ تھی، آنکھوں میں بے بسی تیر رہی تھی۔

کچھ تو کرو... ورنہ وہ ڈاکو آجائے گا اور ہماری بچی کو اٹھا کر لے جائے گا۔ ہم" یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہ جائیں گے، کچھ کر بھی نہ سکیں گے! ان کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی، جیسے کوئی بھیانک خواب بار بار ان کے ذہن پر دستک دے رہا ہو۔

کل رات... وہ ہمارے گھر کے اندر تک آ گیا تھا۔" انہوں نے آہستہ سے کہا، "
جیسے زبان سے نکالنا بھی بوجھ بن رہا ہو۔

آیا اور دعام کو صاف صاف کہہ کر گیا ہے، تین دن میں بارات لے کر آ رہا"
ہوں۔" ان کا سینہ دھک کر رہا تھا، سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔

اگر... اگر وہ واقعی آ گیا بھائی جان، تو ہماری عزت، ہماری غیرت... سب"
"!خاک ہو جائے گا

انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ ماتھے پر رکھ لیے جیسے درد سے پھٹتا سر تھام لیا ہو۔

کمرے میں موجود ہر شخص خاموش تھا، لیکن سب کے چہروں پر ایک ہی سوال
لکھا تھا

** کیا واقعی کوئی حل ہے؟ یا تین دن بعد... عزت کی دیوار گر جائے گی؟ **

میں نے کہا تھا منع کیا تھا زمین کے ٹکڑے کے لیے اتنا بھی مت مرو آپ
لوگ، اب دیکھ لیا نہ عزت کے لالے پڑ گئے ہیں۔

بس بھائی کے حصے کی زمین چاہی تھی، اور اس کی بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھا۔اب مل گیا سکون، کلیجے کو ٹھنڈ پڑ گئی ہے۔ آپ کے لالچ کی وجہ سے ہم اتنی بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"

تائی امی غصے میں لیکن ہلکی آواز میں بولیں۔ڈر تھا کہیں معاملہ بھڑ نہ جائے بات کہیں باہر نہ نکل جائے محلے میں کیا عزت رہ جائے گی یہ بھی ڈر ستانے لگا تھا۔

ہماری اپنی چار چار بیٹیاں کنواری بیٹھی ہیں "

اگر وہ ڈاکو دعام کو اٹھا کر لے گیا،

تو پھر باقیوں کا کیا ہو گا؟ ذرا سوچو، ماتھے پر ہاتھ مارو۔"اگر دعام کی عزت سوال آیا تو ہم بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔

" تو کیا کروں؟ تم ہی بتاؤ!"انہوں نے پریشانی میں کہا۔"

یہ تین بار چھپ کر اس کا نکاح کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ڈاکوؤں نے باراتیوں کو کیا کیا، آج تک کوئی خبر نہیں ملی۔ارے پرانی باتیں چھوڑو حولدار کا

اب تک کچھ پتہ نہیں چلا، چوری چھپے نکاح بھی نہیں کر سکتا، کہیں ڈاکو کو خبر نہ ہو جائے۔"

تایا ابا نے گہری پریشانی سے جواب دیا،

نکاح نہیں کر سکتے، لیکن اس کو غائب تو کر سکتے ہو۔ ہم دعام کو منظر سے ہٹا" دیتے ہیں۔"

چاچی نے اچانک آئیڈیا دیا،

"میری بہن کے گھر بھیج دو، وہاں کچھ دنوں کے لیے رکھتے ہیں اسے چھپا کر۔"

ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔ جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہو جاتا، ہم دعام کو منظر" سے ہٹا دیتے ہیں۔"

تایا ابا نے ہامی بھری۔

اگر ڈاکو پوچھنے کے لیے آ بھی گئے تو کیا کہیں گے؟ تائی نے گھبراتے ہوئے کہا،

کہہ دیں گے کہ رشتہ دار کے گھر بھیج دیا ہے۔ دعام اپنی مرضی سے گئی ہے، "
ابھی شادی کے لیے راضی نہیں ہوئی۔" تایا ابا نے سنبھالتے ہوئے کہا،

پہلے تو کبھی ڈاکو نے کچھ پوچھا نہیں تھا، لیکن اب شادی کی باتیں چل رہی ہیں، "
اس لیے ممکن ہے وہ پوچھ گچھ کے لیے آجائیں۔ لیکن ہمیں تیار رہنا پڑے
"گا۔

تم لوگ جاؤ، میں نکلنے کی تیاری کرتا ہوں۔ آج اسے تمہاری بہن کے گھر چھوڑ "
آتا ہوں۔" چچا جان کا لہجہ قطعی تھا، جیسے فیصلہ سنایا جا رہا ہو۔

چاچی بھی فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں، جیسے زندگی میں ایک ہی کام رہ گیا
ہو، اور وہ تھا دعام کو اس گھر سے غائب کرنا۔

دعام کی بہتری نہ تو کبھی ان کے ذہن میں آئی تھی، نہ دل میں۔ وہ تو صرف اپنی
بیٹیوں کی عزت، اپنی ناک، اپنے گھر کی فکر میں تھے۔

انہیں صرف یہ ڈر تھا کہ اگر دعام کو لے گیا وہ ڈاکو، تو ان کی بیٹیوں کے رشتے کون کرے گا؟ کس کو رشتے دیتے ہیں ایسے خاندان میں جہاں لڑکیاں اُٹھالی جاتی ہوں؟ دعام کے لیے کس کے دل میں نرم گوشہ تھا یہاں؟ کون تھا جو دعام کو واقعی اپنی بیٹی سمجھتا؟ وہ تو بس ایک بوجھ تھی، جسے اٹھا کر دوسرے کے گھر ڈال دینا تھا... اس سے پہلے کہ وہ سب کی زندگیوں پر سوالیہ نشان بن جائے۔ وہ لوگ تو بس جان چھڑانا چاہتے تھے، جیسے دعام ان کے گلے کی ہڈی بن چکی ہو۔

اس ڈاکو کی دہشت ہی کچھ ایسی تھی کہ لوگ اس کا نام سنتے ہی کانپ اٹھتے۔ اور اب وہی ڈاکو دعام سے نکاح کی خواہش ظاہر کر چکا تھا۔

تین سال پرانا وہ واقعہ صرف ایک کہانی کی طرح سنا گیا تھا۔ یا کچھ باتیں رباب نے بتا دی تھیں۔ کیونکہ وہ تو اس بس میں تھے ہی نہیں جس میں ڈکیتی ہوئی تھی، بلکہ پچھلی آنے والی بس میں سوار تھے۔

مگر پھر بھی، وہ ایک واقعہ ان کی زندگیوں کا رخ بدل گیا تھا۔

اب دعام صرف ایک لڑکی نہیں تھی۔ وہ اس ڈاکو کے لیے منتخب کی گئی تھی۔
اور یہی بات ان سب کو اندر سے ہلا کر رکھ گئی تھی۔

بچنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ دعام کو نظروں سے دور کر دینا، چاہے اس کی زندگی اندھیروں میں دھکیل دی جائے۔

○○○○○○○○○

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو، شیرازی؟" انسپیکٹر اکرم نے فون کو کان سے لگائے بے یقینی سے سوال دہرایا،

"ایسا کیسے ممکن ہے؟ ڈاکو سردار شادی کر رہا ہے؟ وہ بھی گاؤں کی عام سی لڑکی سے؟ یہ بات ہضم ہونے والی نہیں!"

"انسپیکٹر صاحب، میں مذاق نہیں کر رہا۔ یہ لوگ سنجیدہ ہیں۔ میں اس وقت ان کے قبیلے میں ہوں، اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر خبریں دے رہا ہوں۔ وہ ڈاکو، جس کا نام سنتے ہی لوگ دروازے بند کر لیتے ہیں... وہ تین دن بعد بارات لے

کر آ رہا ہے۔" فون کی دوسری جانب شیرازی دبے دبے لہجے میں، اپنی سانسوں پر قابو پاتے بولا،

یہ کوئی عام بات نہیں، شیرازی... اس کے پیچھے کچھ تو ہے۔ تم بس اپنا دھیان" رکھو، اور جو بھی ہو، ہر پل مجھے اپڈیٹ دو۔ ایک لمحے کی بھی چوک ہوئی، تو "! تمہیں بچا نہیں پاؤں گا

اکرم نے ماتھے پر بل ڈالا، آنکھیں تیز ہو گئیں۔

جی سر، آپ فکر نہ کریں، میں اپنا فرض نبھاؤں گا..." شیرازی نے ہمت جتاتے ہوئے کہا، لیکن اس کے لہجے میں چھپی کپکپاہٹ انسپیکٹر اکرم سے چھپی نہ رہ سکی۔

مگر سر، یہ یلغار... یہ کوئی عام ڈاکو نہیں ہے۔ اس سے بات کرتے ہوئے بھی" جسم میں سنسنی دوڑ جاتی ہے۔ اور یہاں کے لوگ... بس ہر بات پر بندوق تان "لیتے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے سر، ان میں سے کسی کو مجھ پر شک بھی ہو چلا ہے۔

وہ ایک لمحے کو رکا، جیسے کسی کی آہٹ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"یہ اپنے خفیہ کاموں میں مجھے شریک نہیں کرتے۔ میں نے بہت زور دیا تھا کہ طیب سیٹھ کے معاملے پر مجھے ساتھ لے جائیں، لیکن سر... انہوں نے مجھے وہیں روک دیا۔ اور جب واپس آئے تو بس ایک ہی بات کی کہ طیب سیٹھ تو پہلے ہی مر چکا تھا، جیسے وہاں جا کر انہوں نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔"

شیرازی کی آواز میں خوف اور بے بسی گھلتی جا رہی تھی،

"سر، مجھے لگتا ہے وہ کچھ چھپا رہے ہیں... اور ہو سکتا ہے میں ان کے شک کے دائرے میں آ چکا ہوں۔"

"شک ہو چکا ہے...!!" انسپکٹر اکرم کی آواز میں لمحے بھر کو خاموشی چھا گئی، پھر وہ سنجیدگی سے بولے،

اس کا مطلب ہے اب تمہیں دگنی احتیاط کی ضرورت ہے، شیرازی۔ اگر ان"

لوگوں کو ذرا سا بھی اندازہ ہو گیا کہ تم ڈیپارٹمنٹ کا حصہ ہو، تو وہ تمہارے

"ساتھ وہ سلوک کریں گے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ویسے بھی، پولیس والوں کے ساتھ ان کا رویہ ہمیشہ ظالمانہ رہا ہے۔ تم نے خود"

دیکھا ہے کہ وہ کسی قانون کو نہیں مانتے۔ لیکن... مجھے تم پر پورا یقین ہے۔ تم

"بہادر ہو، تم سمجھدار ہو۔ بس اپنا خیال رکھو، اور ان پر نظر بھی۔

اکرم کا لہجہ اب ہدایت سے زیادہ سازش کا رنگ لیے تھا،

اور سنو، مجھے اُس لڑکی کی مکمل معلومات چاہییں، جس کے ساتھ وہ سردار"

شادی کرنے کا سوچ رہا ہے۔ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ معاملات کس حد تک

"سیریس ہو چکے ہیں اور وہ لڑکی خود کتنی انوالو ہے۔

وہ تھوڑا جھک کر بولا، جیسے دیواروں کے کان ہونے کا یقین ہو

اگر وہ سردار واقعی اُس لڑکی میں اتنا ہی دلچسپی رکھتا ہے... تو یہ موقع ہمارے" لیے سنہری ہو سکتا ہے۔ ہم اُسی لڑکی کے ذریعے جال بچھائیں گے... اور شکار "خود چل کر ہمارے پاس آئے گا۔

"سر، میں نے ان کے مخبر 'جمرو' سے کچھ باتیں نکالنے کی کوشش کی تھی۔"

شیرازی کی آواز میں تھکن اور دباؤ صاف جھلک رہا تھا،

زیادہ معلومات تو اسے بھی نہیں تھیں، لیکن جتنا مجھے اندازہ ہوا ہے، سردار" تقریباً تین سال پہلے ایک ڈکیتی کے دوران اس لڑکی کو دیکھ کر اُس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔"لڑکی اس میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتی زبردستی کا یہ رشتہ لگ رہا ہے ۔کیونکہ اس دوران لڑکی کا تین دفعہ نکاح کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس نے ڈاکو نے نہیں ہونے دیا۔

انسپکٹر اکرم کی آنکھوں میں حیرت کی چمک اب تشویش میں بدل گئی تھی۔

معاملہ اتنا سیریس ہو چکا ہے سر، کہ وہ اب تک تین باراتیں غائب کر چکا ہے "
اور تیسری بارات... وہ کوئی عام لڑکا نہیں تھا، سر۔ جمرو کے مطابق وہ کوئی
'وردی والا' تھا۔ ہو سکتا ہے پولیس سے ہو۔ آپ ڈیپارٹمنٹ میں معلوم
"کروائیں، شاید پچھلے مہینے سے کوئی حوالدار لاپتہ ہے۔

:شیرازی نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا، پھر آواز آہستہ کر کے بولا

جمرو نے نام تو نہیں بتایا۔ اور میں اگر زیادہ کھوج لگاتا تو وہ میرے اوپر شک کر "
بیٹھتا، اس لیے بات یہیں روک دی۔ لیکن سر... یہ کھیل خطرناک حد تک گہرا
"ہو رہا ہے۔

انسپکٹر اکرم اب کرسی سے بے آرام حالت میں بیٹھا ہوا تھا،

ٹھیک ہے، تم اپنی پوزیشن محفوظ رکھو۔ میں ڈیپارٹمنٹ سے لاپتہ اہلکاروں کی "
رپورٹ منگواتا ہوں۔ اگر واقعی کوئی حوالدار غائب ہے... تو پھر تو یہ زیادہ
پریشانی والی بات ہے کیونکہ اس طرح تو ان ڈاکوؤں کو پولیس والوں کا کوئی ڈر
نہیں رہے گا

معذرت سر کہنا تو نہیں چاہیے لیکن ان ڈاکوؤں کو پولیس والوں کا کوئی ڈر" نہیں خیر، میں چلتا ہوں۔" شیرازی نے آہستہ سے کہا اور فون بند کر دیا۔ سرد ہوا کے جھونکے پہاڑوں سے ٹکرا کر اس کے چہرے سے ٹکرا رہے تھے۔ اس نے ایک بار پھر چوکنا نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ہر جھاڑی، ہر چٹان اسے مشتبہ لگی۔ جیسے کہیں کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہو۔

فون جیب میں ڈالتے ہی اس نے قدم آہستہ آہستہ نیچے کی طرف بڑھائے۔ سامنے پتھریلی ڈھلوان تھی جو ایک تنگ راستے سے نیچے غار کی طرف جاتی تھی وہی غار جو اب اس کی پناہ گاہ تھی، اور جہاں ڈاکوؤں کے مخبر جمرو نے اسے وقتی رہائش دی تھی۔

ہر قدم کے ساتھ گرد اُڑ رہی تھی، جوتوں تلے پتھر کھڑک رہے تھے۔ پہاڑوں کا سناٹا اس وقت موت سے کم محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ دل کی دھڑکن کے ساتھ بندوق کی یاد بھی زندہ تھی جو اس کے بستر کے پاس رکھی تھی...

شیر ازی نے رک کر پہاڑ کی اوٹ سے نیچے جھانکا۔ غار کے سامنے جمرو معمول کے مطابق لکڑیاں چھیل رہا تھا، لیکن اس کی آنکھیں مسلسل اُوپر کی جانب دیکھ رہی تھیں جیسے اسے اندازہ ہو چکا ہو کہ شیر ازی آ رہا ہے، یا شاید کچھ اور بھی... یہاں ہر مسکراہٹ کے پیچھے خنجر چھپا تھا، اور ہر سایہ اپنے اندر ایک راز لیے گھومتا تھا۔

○○○○○○○

ارے او شیر ازی!" جمرو نے لکڑیاں چھیلتے چھیلتے اچانک سر اُٹھا کر آواز دی،" جیسے اسے پہلے سے علم تھا کہ وہ آ رہا ہے۔

اچھا ہوا تم آ گئے، کہاں رہ گئے تھے؟ پہاڑوں کی اونچائی ناپ رہے تھے کیا؟" سردار نے بلایا ہے تمہیں!" شیر ازی کے قدم وہیں رُک گئے۔ جیسے کسی نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں برف اُتار دی ہو۔ سردار...!

جمرو کی بات سن کر وہ بظاہر پُرسکون رہا، لیکن دل کی دھڑکن لمحے میں بے قابو ہو گئی۔

سرداریلغار...!وہ شخص جس کی صرف آواز ہی سن کر شیر بھی راہ بدل لے،

آج اس نے بلایا تھا۔

ابھی تک وہ کبھی اس کے سامنے اکیلا پیش نہیں ہوا تھا۔ ہر بار درمیان میں کوئی

نہ کوئی ہوتا تھا، کوئی بات کرتا، ہنسی مذاق میں سردار کچھ بولتا تو باقی ہنستے۔ لیکن

آج بلاوا براہِ راست آیا تھا۔

شیرازی نے گہری سانس لی، جیسے خوف کو اندر ہی کہیں دفن کر رہا ہو۔

"چلو ٹھیک ہے، بتاؤ کہاں ہے سردار؟"

اس کی آواز مضبوط تھی، مگر اندر سے اس کا دل دہل رہا تھا۔

اوپر والی غار میں... تنہا بیٹھا ہے آج، لگتا ہے کچھ خاص سوچ رہا ہے..."جمرو"

نے گہری نظر سے اسے دیکھا۔

اور ہاں، یہ مشورہ ہے—آج کے دن زیادہ عقل نہ جھاڑ دینا۔ وہ کچھ سننے کے "

"موڈ میں نہیں لگتا۔

شیر ازی نے آہستہ سے سر ہلایا اور پتھریلے راستے کی جانب قدم بڑھا دیے...

ہر قدم جیسے اسے اس کے اصل امتحان کی طرف لے جا رہا تھا۔ دل جیسے سینے کی دیواریں پیٹ رہا ہو۔ خوف، وسوسے، اور خدشے... سب ایک ساتھ سانسوں میں اترتے جا رہے تھے۔

اس نے سردار یلغار کے بارے میں جتنے قصے سن رکھے تھے، وہ سب اس کے کانوں میں سرسرانے لگے وہ جو دشمنوں کے سینے چھید دیتا تھا...

وہ جو آنکھ سے آنکھ ملانے والوں کو زمین میں دفن کر دیتا تھا

oooooooo

جیسے ہی وہ سرنگ کے دہانے پر پہنچا، ہلکی سی گرد میں لپٹی سردار کی موجودگی ایک سایے کی طرح واضح ہو گئی۔ وہ دھیرے سے بولا

"السلام علیکم سردار... آپ نے یاد کیا؟"

اندھیرے میں بیٹھا وہ قد آور وجود، سردار یلغار، اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔ بس گردن تھوڑی سی جنبش دی سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا اور پھر نظر بھر کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

جمرو کہہ رہا تھا... تمہارا کوئی نہیں۔"

"نہ ماں، نہ باپ... نہ بہن، نہ بھائی؟

اس کی آواز میں کچھ ایسا تھا، جیسے ہر لفظ کے ساتھ کوئی فیصلہ اتر رہا ہو۔

شیرازی نے نظریں نیچی رکھتے ہوئے آہستہ سے سر ہلایا۔

"جی سردار... اب تو آپ ہی مائی باپ ہو۔"

وہ نرمی اور عاجزی سے بولا، جیسے اپنی جان اس کے سپرد کر رہا ہو۔

سردار کی نظریں اُس پر جمی رہیں۔ ایک لمحے کو جیسے وقت تھم گیا۔ پھر وہ تھوڑا سا آگے جھکا، اس کی نگاہوں کی تپش محسوس ہوئی۔

مائی باپ؟" اس کے لبوں پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ابھری، "

دیکھتا ہوں، کب تک میرا بیٹا بننے کی کوشش کرتا ہے... "بلکہ بیٹا تو تو بن گیا " ہے یہاں آکر، اب باپ بنایا ہے تو نے مجھے تو باپ ہونے کا حق ادا کروں گا فکر مت کر،

سردار کا۔ لہجہ سن کر شیرازی کے ماتھے پر پسینہ آگیا، دل کی دھڑکن جیسے لڑکھڑا گئی۔

یہ سردار کی طرف سے وارننگ تھی یا کسی آزمائش کی ابتدا وہ سمجھنے کی کوشش میں تھا...!

"آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں سردار...؟"

شیرازی کی آواز میں واضح لرزش تھی، جیسے دل دھڑکنے کی نہیں، رکنے کی ضد پر اتر آیا ہو۔

"مجھ سے... کوئی غلطی ہوئی ہے کیا؟"

سردار نے نفی میں سر ہلایا، مگر اس کی آنکھوں میں وہ سکون نہیں تھا جو معاف کرنے والوں کی نظروں میں ہوتا ہے۔

"نہیں... تم سے نہیں... غلطی تو مجھ سے ہوئی ہے۔"

اس کی آواز سرد، مگر انداز میں عجیب سی کھنک تھی۔

"اور اپنی غلطیاں سدھارنا مجھے بہت اچھے سے آتا ہے۔"

شیرازی کا حلق خشک ہونے لگا، سوال لبوں تک آئے مگر حوصلہ ساتھ چھوڑ گیا۔

یہاں سے تین گاؤں کے فاصلے پر ایک عورت رہتی ہے... کہتی ہے وہ" تمہاری ماں ہے۔" سردار نے رخ موڑا اور بے نیازی سے کہا

یہ جملہ بم کی طرح گرا۔ شیرازی کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔

سا، سردار وہ..." اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔"

یہ لوگ... اس کی ماں تک پہنچ گئے تھے... "یہ تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

سردار نے گہری سانس لی، جیسے اپنے ہی الفاظ کو سنبھال رہا ہو۔

میں نے اس سے کہا، تمہارا کوئی نہیں۔"

میں ہی ہوں تمہارا امائی باپ... لیکن وہ نہیں مانی۔ "ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کی چہرے پر ابھری

ماں تو ماں ہوتی ہے نا، سچ ہو یا جھوٹ، محبت تو جھوٹ نہیں ہوتی ہے۔ سوچا" شادی ہے میری... اگر واقعی وہ تمہاری ماں ہوئی، تو دعا دے گی۔

اور اگر نہ بھی ہوئی... تو بھی کیا فرق پڑتا ہے؟ ماں کا سایہ ہو گا، تو تم زیادہ وفادار رہو گے۔"

شیرازی کے اندر جیسے کچھ ٹوٹ گیا ہو،

اس کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔۔

سردار کے آخری الفاظ ابھی فضاء میں ہی معلق تھے کہ شیرازی کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ اگلے ہی لمحے وہ جھٹ سے نیچے بیٹھ گیا، اور سردار کے قدموں میں سر رکھ دیا۔

سردار... پلیز... میری ماں کو اس سب میں شامل مت کریں، "اس کی آواز" کانپ رہی تھی، الفاظ بکھرے ہوئے تھے

جو سزا دینی ہے، مجھے دو... میرے فرض نے مجھے یہاں تک لا کھڑا کیا... ماں" کا ان سب سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ تو بے خبر ہے سردار، وہ تو صرف... ماں ہے!"

آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، دل میں صرف ایک ہی خوف پل رہا تھا

کہیں اس کی ماں کو کچھ ہو نہ جائے۔

سارا اڈر، ساری احتیاط، سارا مشن ایک طرف ہو گیا تھا۔ بس ماں رہ گئی تھی...

اور اس کی حفاظت۔ سردار نے نیچے جھک کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا،

جیسے کسی بے وفا دشمن پر نہیں، ایک شکست خوردہ انسان پر ترس کھا رہا

ہو۔ پھر وحشت ناک قہقہہ لگا کر ہنسا

!ارے ارے، یہ کیا؟"

میں تو سوچ رہا تھا کہ بڑا دلیر بندہ ہے، پولیس کے پنچ سے نکلا، ہمارے درمیان آ

گیا۔

پر تم تو ڈرامے کا بھی کردار نہیں نکلے شیرازی،

"چار دن بھی بہادری کا خول نہ پہن سکے۔

سردار کی باتوں میں طنز سے زیادہ تجسس تھا

شیرازی خاموش رہا۔

سر جھکا کر بیٹھا رہا، آنسو گالوں پر بہتے رہے،

کیونکہ آج جو امتحان تھا—وہ کسی مشن کا نہیں،

کسی وردی کا نہیں، بلکہ ایک بیٹے کے جذبے کا تھا۔

یقین جانو شیرازی..." سردار کی آواز میں اب غصے کا وہ زہر نہیں تھا، لیکن طنز اور کرب کی آمیزش تھی۔

"اگر اس 'بوڑھی عورت' کا اس دنیا میں کوئی سہارا ہوتا، اگر وہ تمہارے بغیر جی پاتی...

تو گولی کب کی تمہارے سینے کو چیر چکی ہوتی۔" اس نے اپنی بندوق کی نال سے زمین پر لکیریں کھینچتے ہوئے کہا،

"تم زندہ ہو... صرف اسی عورت کے صدقے۔"

شیرازی کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔

پلکیں بھیگ چکی تھیں۔

خاموشی میں تیز دھڑکنوں کی آواز گونج رہی تھی۔

مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم پولیس کو میری کتنی معلومات دے چکے ہو، کتنا" غدار بن چکے ہو، لیکن تم وہ پہلے شخص ہو... جسے میں، سردار یلغار، اپنے قبیلے سے... زندہ واپس جانے دے رہا ہوں!" سردار نے انگلی سے پہاڑوں کی سمت اشارہ کیا۔

... دفع ہو جاؤ یہاں سے، اتنی دور چلے جاؤ"

"کہ تمہاری شکل بھی مجھے دیکھنے کو نہ ملے۔

اس کی آنکھوں میں آگ نہیں، راکھ تھی۔

اور آواز میں نفرت سے زیادہ حکم، شیر ازی نے خاموشی سے سر جھکایا۔

— آج اسے جان ملی تھی، لیکن وہ دل ہار آیا تھا

ایک ماں کے قدموں میں، اور ایک مشن کی راکھ میں۔ لیکن جو بھی تھا، تو ان سب چیزوں میں اپنی موت کو نہیں مروا سکتا تھا اور ان ڈاکو کا کیا بھروسہ تھا۔

ooooooo

"!جلدی جلدی نکلو یہاں سے... بالکل وقت نہیں ہے"

چچا نے دروازہ دھکیلتے ہی سخت لہجے میں کہا،

آنکھوں میں بے چینی اور ماتھے پر پسینے کی لکیر واضح تھی۔ دعام فوراً اٹھ کھڑی ہوئی،

جی چچا جان، میں اپنا سارا ضروری سامان پیک کر چکی ہوں۔" اس نے جلدی" سے بیگ کا زِپ بند کیا۔ جب کہ باقی سامان تیار کر کے وہ باہر رکھ چکی تھی

لیکن اچانک *\ دروازے کے قریب گھوڑوں کی تیز ٹاپوں کی آواز ابھری۔*\ جیسے کوئی خطرہ، زمین کے سینے پر دوڑتا ہوا آ پہنچا ہو۔ دعام کی سانس رُک گئی۔ دل لمحے بھر کو جیسے "کانپا" تھا ساکن، خاموش، خالی۔ پورے وجود پر لرزہ طاری ہو گیا۔

وہ لمحے میں سمجھ چکے تھے — خطرہ دروازے پر آ چکا ہے۔*\ ڈاکو دن *\ دہاڑے گھر کے اندر یوں داخل ہو سکتے ہیں؟

یہ تو کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔ چاچا دروازہ باہر سے بند کرتے ہوئے باہر نکلے تھے۔

لکڑی کے گیٹ پر ایک دراز قد، چہرہ ڈھانپے آدمی کھڑا تھا۔ چہرے پر نقاب، نظر میں تکبر۔ ہاتھ میں ایک بڑا سا شاپنگ بیگ تھا جو کسی مہنگے دلہن کے جوڑے کی چمک دکھا رہا تھا۔

شادی کا جوڑا لے کر آئے ہیں دلہن کے لیے، سردار نے بھیجا ہے۔۔۔"وہ" ایسے بولا جیسے کسی کو اطلاع نہ دے رہا ہو، بلکہ وارننگ دے رہا ہو۔

پھر ایک پل میں، اس کی نظریں دعام کے کمرے کے باہر رکھے سامان پر جا ٹھہریں۔

یہ سامان کیوں پیک کیا ہے؟ کہیں جانے کی تیاری ہے کیا؟" چچا جان کا گلا خشک ہو گیا،

وہ۔۔۔وہ۔۔۔بیکار سامان ہے، پھینکنے جا رہے تھے..."ان کے لہجے میں"

لرزش تھی جو چھپائے نہ چھپتی تھی۔

اسی لمحے، تایا جان بھی باہر آ گئے۔ان کا چہرہ زرد، قدم سست، لیکن لب

خاموش۔وہ ڈاکو طنزیہ ہنسا،

اتنی اچھی پیکنگ کرتے ہو پھینکنے والے سامان کی خیر صفائیاں ہو رہی ہیں؟ ہم

"بھی سردار کے قبیلے میں کچھ ایسی ہی صفائیاں کر رہے ہیں۔

آخر سردار کا نکاح ہے، مذاق تھوڑی ہے...بھابھی آ رہی ہے، تو سب کچھ اس"

کے مطابق ہونا چاہیے نہ!" پھر اس نے گردن اونچی کی،

"!کہاں ہے بھابھی؟ یہ جوڑا دینا ہے اسے"

وہ کل سے ہی سردار سے ضد کر رہا تھا کہ بھابھی کو شادی کا جوڑا دینے جانا ہے"

یہ رسم ہوتی ہے جو کرنی پڑتی ہے،

اور آج بڑی مشکل سے اسے اجازت ملی کہ بھابھی کو ایک بار ہائے ہیلو "

"" کرے

دع۔۔۔ دعام۔۔۔ وہ تو دراصل سوگ میں ہے... بہت پریشان ہے... اُس کی

" خالہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

تایا ابو کی آواز میں نمی تھی، لیکن الفاظ مضبوطی سے نکلے۔

ننیال سے واحد رشتہ تھا اُس کے پاس، وہ بھی چلا گیا... وہ بہت بکھر گئی ہے، "

بالکل جیسے... جیسے کسی نے اس کی ماں چھین لی ہو۔" صحن میں جیسے لمحہ بھر کو

خاموشی چھا گئی،

پھر بالا کا قہقہہ، جیسے خنجر کی طرح فضا چیر گیا۔

"ہائے اللہ! کسی کی ماں مر گئی؟"

افسوس ہے... بہت افسوس!" طنز سے لبریز چہرہ بنا بنا کر کہنے لگا۔ "

میری طرف سے بھابھی کو افسوس کہنا، لیکن سنو... بھاگنے والی دلہن ہے نا؟ تو"

"!اُسے بولنا فوتگی پر مت جائے، بدشگنی ہو جاتی ہے

بالا نے تھوڑا جھک کر خالی نظروں سے تایا ابو کی طرف دیکھا،

خالہ تو چلی گئی، واپس تو نہیں آئے گی،"

لیکن بھابھی کی شادی کا دن ہے، خوشیوں کا وقت ہے، اداسی کا سایہ نہ ڈالیں تو

"بہتر ہے۔

پھر اس نے شادی کا جوڑا زور سے ہلایا،

یہ جوڑا سردار کی طرف سے ہے... کہیں ایسا نہ ہو کہ اگلی بار کفن دینا پڑے!"""

اس کا جملہ ایسا تھا جیسے تایا ابو کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی ہو۔ ان کے

لب خشک ہو گئے، آنکھوں میں آنسو چھپ گئے،

... لیکن دعام... جو پردے کے پیچھے سب سن رہی تھی

اس کی آنکھ سے پہلا آنسو اس کی بے بسی کا گواہ بن کر نیچے لڑھک چکا تھا۔

لیکن بیٹا... اُس کی خالہ..." تایا ابو کی آواز میں نرمی تھی، وہ کچھ کہنے ہی والے "

تھے کہ بالا نے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھا کر بات کاٹ دی

بس!" وہ آنکھوں میں تمسخر، لہجے میں خنجر لیے وہ آگے بڑھا۔"

وہ سردار کی امانت ہے، تاو... تم سردار کی امانت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرو"

"گے؟

تایا ابو پیچھے ہٹے تو وہ ان کے بلکل قریب آ کر سرگوشی کے سے انداز میں بولا

تجھے سچ میں لگتا ہے کہ سردار دعام کے بارے میں کچھ نہیں جانتا؟""یہ جو"

اچانک 'خالہ' پیدا کر کے مار دی ہے، یہ سب جانتا ہے سردار... ایک ایک بات،

ایک ایک حرکت۔" بالا نے انگلی اٹھا کر سختی سے اشارہ کیا

"اور یہ بھی جانتا ہے کہ تو پلاننگ کر رہا ہے۔"

سوچ لے تاو... اگر اپنی زندگی عزیز ہے، تو یہیں قدم روک لے۔" اب اس"

کی آواز میں گونج تھی، جیسے گھر کی دیواریں بھی لرز گئیں ہوں

یہ نہ ہو کہ اِدھر بھابھی کو منظر سے ہٹاؤ... اور اُدھر تم اور تمہارا خاندان خود دنیا"

سے ہٹ جاو!" تایا ابو کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ ان کا دل حلق میں اٹک گیا تھا۔

اور دعام پردے کے پیچھے... یہ سب سنتی ہوئی،

...ایسا لگا جیسے اس کا وجود برف میں تبدیل ہو گیا ہو

"... سردار کی نظر ہے تم لوگوں پر"

بالا کا لہجہ اب دھمکی سے ہٹ کر خالص خبردار کرنے والا تھا۔

تم لوگ کیا سوچ رہے ہو، کیا کر رہے ہو، کہاں جا رہے ہو—ہر چیز سے وہ"

واقف ہے۔ ہر چیز سے!" وہ تایا ابو کے قریب آ کر ٹھہر گیا،

نگاہ سیدھی ان کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے بولا

"!اور اگر تمہیں اب بھی شک ہے... تو سمجھ لو یہ تمہاری آخری غلطی ہو گی"

ناہی کسی طرح کی ہوشیاری کرنے کی کوشش کرو، اور ناہی یہ گھٹیا سوچ دماغ"

"!میں لاو کہ تم دعام کو، سردار کی امانت کو، سردار سے دور کر سکتے ہو

اب کی بار اس کا لہجہ شدید ہو چکا تھا، جیسے برف میں چھپا ہوا الاوا اُبلنے لگا ہو

"یہ جو شادی ہے نا... یہ تمہاری مرضی سے نہیں، سردار کی مرضی سے ہو رہی ہے۔"

"اب اگر اس کی امانت کو چھپانے کا سوچا بھی نا، تو یاد رکھنا... تمہارا آخری سورج طلوع ہو چکا ہو گا!"

"بھابھی کو بول دو یہ جوڑا چیک کر کے بتائیں... سردار نے دل سے بھیجا ہے! سردار کا عشق چھپا ہے اس میں، بالا کا لہجہ آرڈر دینے والا تھا، جیسے کوئی بھی نافرمانی برداشت نہیں کی جائے گی۔

چچا نے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ بھاری بیگ تھاما اور بنا کچھ کہے اندر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ ان کے پیچھے ہی رباب بھی چچا جان کے اشارے پر دوسرے کمرے سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لی،

کمرے میں داخل ہو کر، جیسے ہی جوڑا کھولا، وہ اس قدر بھاری تھا کہ زمین پر دھم سے گر گیا۔

"جلدی کرو... سر پر سوار ہے... جب تک کام نہ ہو، جائے گا نہیں!" چچا نے غصے اور خوف کے امتزاج سے کہا، جبکہ دعام نے رباب کو وہ جوڑا اٹھا کر بستر پر رکھتے دیکھا۔ وہ ہنوز خاموش تھی، ساکت سی۔

"آجائے گا چچا...!" رباب نے دھیرے سے کہا، اور جوڑے پر ایک ستائشی نظر ڈالی۔ واقعی، جوڑا بے حد مہنگا اور شاہکار لگ رہا تھا۔

چچا جلدی سے کمرے سے باہر نکل آئے۔

دروازے کے پیچھے کھڑی دعام ساکت تھی، آوازوں سے اندازہ لگا رہی تھی کہ بالا اب کیا کرے گا۔

"ڈاکو جی بچی کو جوڑا آجائے گا..." ان کی بات سن کر بالا بنا کچھ مزید کہے گھوڑے پر سوار ہو کر نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی جیسے سارا گھر پر سکون ہو گیا

چچا نے تایا کی طرف دیکھتے بے بس لہجے میں پوچھا

"اب کیا کرنا ہے؟"

تایا نے خاموشی سے سر ہلایا۔

کیا کہتے؟ کوئی راستہ باقی ہی نہ بچا تھا۔ ڈاکو سب کچھ جانتے تھے... اور اب کوئی بہانہ کام نہ آ رہا تھا۔

"oooooooo

"کر آیا ملاقات میرے دلدار سجن سے؟

قبیلے میں داخل ہوتے ہی سردار کی آواز سنائی دی، چہرے پر سوال ہی نہیں، بے تابی بھی تھی

بالا نے مایوسی سے سر جھٹکا، اور آ کر اس کے پاس بیٹھتے دھیرے سے بولا،

کہاں سر دار... دیدار تو دور، ملاقات کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا... بھابھی اندر "

"پردے میں تھی۔ اور تایا چاچا پہرہ دیے کھڑے تھے۔

ہاں، لیکن جو تماشے دیکھے نا میں نے... وہ تو بس... بڑے بہانے چل رہے ہیں۔ "

سازش پہ سازش! پہلے زبردستی کی خالہ پیدا کی بعد میں مار بھی ڈالی کہتے ہیں فوتگی

ہو گئی ہے، ڈرامے بازی ہو رہی ہے کہ بھابھی بڑی دکھی ہے، بڑی قریب تھی

خالہ کے ننیال سے واحد رشتہ وغیرہ وغیرہ..." وہ کندھے اچکاتے ہوئے مزید

بولا،

میں نے بھی صاف کہہ دیا، ہم پر ڈرامے نہیں چلیں گے... ایک ایک پل پر "

نظر ہے۔ جب بتایا کہ ہم سب جانتے ہیں تو سارے ہوش اڑ گئے بڈھے کے...

"شکل دیکھنے والی تھی۔

سر دار خاموش بیٹھا رہا، لیکن اس کی نظروں میں غصے کی چنگاریاں جل رہی

تھیں۔ اچانک بولا

میرا سجن سائیں اداس ہے... اور تو ہنس رہا ہے؟" بالا کی ہنسی یکدم رکی، "

"!ارے سردار... جھوٹ بول رہے تھے نا"

جھوٹ بول رہے تھے یا سچ، یہ تو بعد میں پتا چلے گا... مگر میرا سوہنا مکھڑا اداس" تھا۔ خالہ مر بھی گئی ہو تو... افسوس تو بنتا ہے، آخر میں اس کا ہونے والا شوہر ہوں!" سردار نے اپنی ہلکی سی داڑھی کو سہلاتے ہوئے کہا،

سردار تجھے پتہ ہے اس کی کوئی خالہ تھی ہی نہیں میں نے ساری انفارمیشن نکال لی تو تھی تین سال پہلے ۔۔۔" بالا نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اس بات سے فرق نہیں پڑتا، بالا فرق اس بات سے پڑتا ہے کہ میرے سجن سائیں کی خالہ پیدا ہو کر مر گئی اور وہ دکھی ہے، اور دلدار اپنے "سوہنے سجن" کو اداس نہیں دیکھ سکتا، بہت دکھی ہے تو اس کو ایک سہارے کی ضرورت ہے ایک کندھے کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے اج میرا ڈرپوک سجن کانپنے کے بجائے سر یہاں رکھ کر دو آنسو ہی بہا لے، اس کے لہجے میں شوخی تھی

ہاہاہا" سیدھا بول نہ سردار... دیدارِ یار کے لیے دل مچل اٹھا ہے... بہانے کیوں لگا رہا ہے؟" بالا نے ہنستے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھا،

چل نہیں لگا تا بہانے اٹھ ،افسوس کرنے چلتے ہیں ،وہ اچانک ہی اٹھ کھڑا ہوا تو بالا کو یقین نہ ایا تھا،جب کہ وہ انگلی منہ میں رکھے سیٹی بجاتے ہوئے شیر دل کو وہاں حاضر ہونے کا حکم سنا چکا ہے بالا تیزی سے اس کے پیچھے ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے نکلا تھا۔

سردار کی بے قراریاں عروج پر تھی اب تو دیدار کیے بغیر اس نے واپس آنا نہیں تھا

ooooooo

گھر کا ماحول بہت بوجھل اور پریشان کن ہو چکا تھا۔سب کے چہروں پر فکر اور بے بسی کے سائے تھے۔کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں اور کیسے کریں۔دعام کی زندگی ایک ایسے موڑ پر آچکی تھی جہاں سے واپسی ممکن نہیں لگ رہی تھی۔وہ کسی معمولی آدمی کے ہتھے نہیں چڑھی تھی،وہ ایک ایسا شخص تھا جس کے نام سے ہی لوگ کانپ جاتے تھے۔وہ نہ صرف ڈاکو تھا بلکہ ایک

قاتل بھی تھا۔ اس کے لیے کسی کی جان لینا، کسی کا گھر برباد کرنا، کسی کی عزت کو روند دینا بالکل عام سی بات تھی۔

وہ شخص ایک درندہ صفت انسان تھا، جس کے دل میں نہ رحم تھا نہ کوئی احساس۔ دعام کو اس کے حوالے کرنا ایسا ہی تھا جیسے کسی پھول کو آگ میں جھونک دینا۔ لیکن افسوس کی بات یہ تھی کہ گھر والوں کو دعام کی حالت پر افسوس تو ضرور تھا، لیکن ان کے دل میں اس کے لیے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ ان کے لیے دعام کی زندگی سے زیادہ اہم ان کی اپنی عزت تھی، ان کی اپنی بیٹیوں کا مستقبل تھا۔

انہیں خوف تھا کہ اگر ان کی ایک بیٹی کسی ڈاکو کے ہاتھ لگ گئی، تو باقی بیٹیوں کا کیا بنے گا۔ ان کے رشتے کون کرے گا؟ کون انہیں عزت سے قبول کرے گا؟ وہ گاؤں میں کس منہ سے نکلیں گے؟ محلے والے کیا کہیں گے؟ برادری میں کیا نام رہ جائے گا؟ ان سوالوں نے سب کو گھیر رکھا تھا۔

کسی کو یہ فکر نہیں تھی کہ دعام کس اذیت سے گزر رہی ہے۔ کسی نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ سب اپنی عزت بچانے میں لگے تھے۔ ان کا بس چلتا تو وہ دعام کو چھپا دیتے، کہیں دور بھیج دیتے یا اس کا نام لینا ہی چھوڑ دیتے، لیکن مسئلہ اتنا آسان نہیں تھا۔

وہ شخص مسلسل دھمکیاں دے رہا تھا۔ وہ کہہ چکا تھا کہ اگر دعام کی شادی اس سے نہ کی گئی تو وہ پورے خاندان کو برباد کر دے گا۔ وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ گھر والوں کو اب صرف ایک ہی راستہ نظر آ رہا تھا دعام کی قربانی۔ ہاں وہ ان اور کچھ نہیں کر سکتے تھے سوائے دعام کو اس کے حوالے کرنے کے۔

ان کے نزدیک یہی ایک حل تھا، کہ وہ اپنی ایک بیٹی کی زندگی برباد کر کے باقی سب کو بچا لیں۔ اور یہ حل ان کے لیے بے تحاشہ مشکل تھا کیوں کہ اس کے بعد بھی زندگیاں تباہ ہی ہونی تھی۔

اور ان سب چیزوں میں اگر کوئی بالکل خاموش تھا تو وہ تھی دعام، کسی نے نہیں سوچا کہ دعام بھی انسان ہے، اس کا بھی دل ہے، اس کے بھی خواب ہیں۔ وہ

بھی خوش رہنا چاہتی ہے، وہ بھی ایک پیار کرنے والا شوہر، ایک سادہ سی زندگی، اور عزت کا حق رکھتی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کا اس وقت کسی کو کوئی خیال نہیں تھا۔

بس ایک ہی بات اہم تھی، اور وہ تھی خاندان کی عزت۔

oooooooo

دعا خاموشی سے کچن میں کام کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ برتن دھو رہے تھے، لیکن اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔ اس کے چہرے پر وہ معصومیت اب بھی موجود تھی، لیکن آنکھوں میں ایک گہری اداسی اتر چکی تھی۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک دن وہ اپنے ہی گھر والوں کے لیے ایک بوجھ بن جائے گی۔

اس نے یہ گمان بھی نہیں کیا تھا کہ اس کی خوبصورتی، جس کی سب تعریفیں کرتے تھے، ایک دن اس کے لیے مصیبت بن جائے گی۔

وہ تو ایک سادہ دل لڑکی تھی۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ ایسا سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ آخر وہ کون سا گناہ کر بیٹھی تھی؟ وہ دن جب اس کی زندگی بدل گئی، وہ اس کی زندگی کا سب سے منحوس دن تھا۔ وہ دن ہی نہ آتا، تو شاید سب کچھ ٹھیک رہتا۔

دعام کو کبھی شادیوں میں لے جایا نہیں جاتا تھا۔ نہ ہی اسے کوئی شوق تھا وہاں جانے کا۔ وہ ہجوم سے گھبراتی تھی، بڑی محفلیں اسے پسند نہیں تھیں۔ اس دن بھی اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ وہ شادی میں جائے، لیکن اچانک رباب نے کہہ دیا کہ دعام کو اکیلے گھر پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور بس، سب نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ چلی جائے۔

دعام کو کیا خبر تھی کہ اس فیصلے سے اس کی پوری زندگی بدل جائے گی؟ وہ تو بس میں بیٹھی، خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ بس منزل تک نہیں، بلکہ ایک بھیانک انجام تک جا رہی ہے۔ بس کے اندر ڈاکو آ گئے۔ وہ سب کو لوٹنے لگے۔ اور پھر اس ڈاکو کی نظر دعام پر پڑی، سب کچھ ختم

ہو گیا۔ وہ ایک نظر دیکھ کر ہی اسے اپنی ضد بنا بیٹھا۔ اور وہیں سے دعام کی زندگی جہنم بن گئی۔

اب دعام کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ اس شخص سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی، لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی وہ مکمل طور پر بے بس تھی۔

اگر وہ اتنی ہمت والی ہوتی، تو شاید وہ خودکشی کر کے سب کچھ ختم کر دیتی۔ شاید وہ حرام موت کو گلے لگا لیتی، تاکہ اس کے بعد اس کے گھر والوں کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ لیکن وہ یہ قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنی جان لے سکے۔

وہ صرف ایک معصوم لڑکی تھی، جسے جینا بھی نہیں آتا تھا اور مرنا بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

یا اللہ پلیز میری مدد کریں، مجھے اس مصیبت سے نکال دیں، مجھے کسی قاتل کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی کسی چور ڈاکو کے ساتھ نہیں رہنا۔ اللہ میرے ساتھ اتنا برا نہیں ہو سکتا میں نے تو کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی کبھی کسی کا برا نہیں

چاہاتو میرے ساتھ اتنا برا کیوں ہو رہا ہے وہ برتن دھوتے وہیں بیٹھ کر آنسو بہانے لگی تھی لیکن اس کے آنسو صاف کرنے کے لیے بھی یہاں کوئی نہیں تھا کاش اس کے پاس اس کی ماں کی گود ہوتی وہ اس کی گود میں سر رکھ کر جی بھر کر رو تو لیتی۔

لیکن اگر اس کی ماں اس کے پاس ہوتیں تو شاید وہ اس کی ہر مصیبت کو خود پر لے لیتی، والدین کہاں اپنے بچوں کو تکلیفوں سے گزرنے دیتے ہیں وہ تو ہر آزمائش کا رخ اپنی طرف موڑ لیتے ہیں، کاش وقت نے اس کے ساتھ یہ ظلم نہ کیا ہوتا۔

یہاں تو ہر کسی کو اپنی پڑی تھی بے شک اولاد صرف اپنی ہی اچھی لگتی ہے۔

ooooooo

سمیرا آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کو سنوار رہی تھی۔ وہ بار بار اپنے بالوں میں کنگھی پھیرتی، انہیں سمیٹتی، چھوڑتی، اور پھر کچھ لمحوں بعد دوبارہ

سجاتی۔ اس کا دھیان دعام کی طرف تھا، جو کچن میں خاموشی سے روٹی بنا رہی تھی۔

سمیرا کے دل میں دعام کے لیے کبھی ہمدردی نہیں رہی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے دعام کی خوبصورتی ہمیشہ سے چبھتی تھی۔ دعام کی صاف رنگت، بڑی بڑی آنکھیں، اور خاموشی میں چھپی معصومیت اسے خود سے کم تر محسوس کرواتی تھی۔ اس کے دل میں بچپن سے ہی یہ جلن تھی کہ سب دعام کو دیکھ کر تعریف کیوں کرتے ہیں،

یار، مجھے سمجھ نہیں آتا یہ سب گھر والے اتنا رونا دھونا کیوں کر رہے ہیں؟""" سمیرا نے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

اچھا ہی تو ہوا، مصیبت سے جان چھوٹ گئی ہے۔ نہ جہیز کا جھنجھٹ، نہ شادی" کی تیاریاں، نہ دعوتیں۔ ڈاکو خود آئے گا، سادگی سے نکاح کرے گا، اور دعام کو لے جائے گا۔ مولوی کا خرچہ بھی نہیں دینا پڑے گا، وہ بھی شاید اپنے ساتھ ہی لے آئے۔"

پاس بیٹھی اس کی چھوٹی بہن، صفا، ہڑبڑا گئی۔ اس نے فوراً آواز دھیمی کی اور سمیرا کو گھورتے ہوئے بولی،

آہستہ بولو پاگل! اگر ابا یا تایا ابا نے سن لیا نا تو بیکار میں مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ اور تم جو کہہ رہی ہو نا کہ خرچہ نہیں دینا پڑے گا، تو یہ بھی سمجھو کہ وہ لوگ ڈاکو ہیں، کوئی شریف لوگ نہیں، "اور دعا مانگو چاہے ہمیں اہم نہ لگتی ہو، لیکن ہے تو ہمارے گھر کی بیٹی۔ اگر ایسے اٹھا کر لے گئے تو بعد میں ہمیں بھی کون پوچھے گا؟ رشتے دار، محلے والے سب باتیں بنائیں گے۔ ہمارے فیوچرز پر بھی "برا اثر پڑے گا۔

ساری زندگی اس ڈبے نما مکان میں بیٹھ کر کاٹنی پڑے گی دعا کرو کہ، اللہ کرے اس مسئلے کا کوئی حل نکل آئے، ورنہ بہت بڑی مصیبت ہو جائے گی صفا کا انداز سمجھانے والا تھا

جبکہ سمیرا نے لاپروائی سے شانے اچکائے اور دوبارہ اپنے بالوں کو دیکھنے لگی۔

وہ سچ میں خوش تھی۔ اسے دعام کے ساتھ ہونے والے ہر دکھ سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ دعام کی خوبصورتی، اس کی خاموشی، اور اس کی معصومیت زہر لگتی تھی سمیرا کو۔

لیکن اب تو شاید یہ ساری چیزیں بس ایک قصہ بن کر رہ جائیں گی۔ وہ بھی ایک بدنامی کے ساتھ، سمیرا کو اندر سے عجیب سا سکون مل رہا تھا۔

نفرت میں وہ اتنی اندھی ہو چکی تھی کہ اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ دعام کی زندگی برباد ہو رہی ہے یا سنور رہی ہے۔ اسے صرف یہ خوشی تھی کہ اب کوئی دعام کی تعریف نہیں کرے گا۔ اب دعام صرف ایک بدنام زکر بن کر رہ جائے گی، اور شاید سمیرا کو خود کو بہتر محسوس کرنے کا موقع مل جائے گا۔

اب سمیرہ کو کوئی ڈر نہیں رہے گا اتنی تیاری کے بعد بھی وہ دعام کے سادگی کا مقابلہ نہیں کر پاتی تھی اور یہی چیز اسے احساس کمتری کا شکار کرتی تھی اسی لیے

تو وہ جلد سے جلد دعا م کی شادی کر کے اسے اس گھر سے رخصت کروانا چاہتی تھی لیکن اب خود ہی اس کے مسئلے کا حل نکل آ۔یا تھا اب سکون ہی سکون تھا۔

ooooooo

لکڑی کے بھاری دروازے کے سامنے جیسے ہی اس کا گھوڑا شیر دل آ کر رکا، ایک جھٹکے سے وہ شخص زمین پر اترا۔اس کے کندھے پر پسینہ پونچھنے کے لیے سیاہ کپڑا پڑا تھا، جسم پر کالی قمیض اور تنگ شلوار تھی،اور پیروں میں بھاری بھر کم بھر لی جوتے چمک رہے تھے۔

اس کی چال میں ایک ایسا اعتماد تھا جو صدیوں سے چلتی آ رہی کسی فتح مند نسل کا وارث ہی دکھا سکتا تھا۔دروازے پر دستک دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا،وہ اپنے سجن سائیں سے ملنے آیا تھا جس کے لیے اسے کسی کی اجازت کی ضرورت درکار نہیں دی،اس نے سیدھا دروازے کو دھکا دے کر کھولا اور اس دھکے کی گونج سے جیسے پورے گھر کی دیواریں بھی لرز گئیں۔

اندر صحن میں پڑی چارپائی پر تایا اور چچا پریشان حال بیٹھے تھے، اور جیسے ہی دروازہ کھلنے کی آواز آئی، ان کے چہرے پر زندگی کی رمق تک مدھم پڑ گئی۔

تایا کے ہونٹوں سے سانس جیسے واپس اندر چلا گیا اور چچا تو باقاعدہ کانپنے لگے۔ دونوں کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں، جو نقاب سے ڈھکا ہوا تھا، لیکن آنکھیں وہ سبز آنکھیں وہ مکمل چہرہ بن گئیں۔

ان آنکھوں میں وحشت نہیں تھی، قیامت تھی۔ نہ وہ چیختی تھیں، نہ وہ بولتی تھیں، لیکن ان کی خاموشی میں ایسی دھاڑ چھپی تھی کہ بندہ صرف نظریں ملا کر بھی زمین میں گڑ جائے۔ وہ سبز آنکھیں ایسی روشنی سے چمک رہی تھیں جیسے کسی ویرانے میں اچانک روشنی کا ریلا پھوٹ پڑا ہو، مگر وہ روشنی سکون نہ دیتی تھی، دل دہلا دیتی تھی۔ ان کی چمک میں غرور تھا، جیت تھی، اور ایک ایسا سحر تھا جو دیکھنے والے کو پلک جھپکنا بھلا دے۔ وہ صرف ایک نظر ڈال کر کسی بھی مرد کے اندر کے غرور کو توڑ دینے کی طاقت رکھتا تھا۔ اتنا شاندار، اتنا پر رعب اور وجیہہ مرد کہ عام مردوں کو اپنے مرد ہونے پر شک ہونے لگے۔

oooooooo

السلام علیکم تاو۔۔۔" دروازے میں قدم رکھتے ہی اس کی گونج دار آواز پورے صحن میں پھیل گئی۔

سنا ہے فوتگی ہو گئی تمہارے گھر میں۔۔۔!!

لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ اور لہجے میں تنزیہ مٹھاس۔ جیسے بات نہ کر نا کر رہا ہو بلکہ، تانے مار رہا ہو۔ وہ اندر داخل ہوا تو سیدھا تایا ابو کی چھوڑی ہوئی چارپائی کی طرف بڑھا، اور بے نیازی سے ایک طرف پڑا تکیہ اٹھا کر اپنی پشت کے پیچھے جما لیا۔ بیٹھنے کا انداز ایسا جیسے یہ گھر اس کے باپ دادا کی جاگیر ہو۔ نہ جھجک، نہ لحاظ، صرف رعب۔

میرے سوہنے سائیں کی خالہ مر گئی... بڑا افسوس ہوا۔" اس نے مصنوعی دکھ سے سر ہلایا، اواز میں ایسا طنز چھپا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے بھی نظریں نہ ملا سکے۔

میرا سجن سائیں اداس ہو گا نا... یہ سوچ سکون نہیں لینے دے رہی تھی۔ بس "اسی لیے دہرا چلا آیا ہوں... اپنے سجن سائیں کی آنکھوں کے آنسو پونچھنے کے لیے۔"

اس کی آنکھیں اب صحن کے ایک کونے کی طرف دیکھ رہی تھیں، وہاں جہاں ایک دروازہ نیم وا تھا، اور وہ جانتا تھا کہ دعام اس طرف ہو گی۔

کہاں ہے میرا سوہنا مکھرا؟ اداس ہو گیا نا؟ آخر خالا مر گئی ہے۔ بلاؤ اسے... " بلاؤ میرے دلدار سائیں کو۔ جا کے کہو، اس کا ہونے والا سر تاج آیا ہے... اس کے آنسو صاف کرنے کے لیے۔"

جب وہ دعام کا نام لیتا، اس کے لبوں سے چاشنی بہتی تھی، جیسے محبت کی کوئی ندی پھوٹ پڑی ہو۔ لہجے میں وہ مٹھاس تھی جو صرف دعام کے لیے مخصوص تھی۔ باقی سب کے لیے تو وہ صرف وحشت تھا، جیسے سامنے کھڑے دو وجود ، جو کانپ رہے تھے، جن کی آنکھوں میں خوف پگھلے ہوئے سیسے کی طرح بہہ

رہا تھا۔ مگر وہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا، جیسے وہ انسان نہیں، محض دیواریں ہوں۔

اس کی نظریں اب اس کمرے کی طرف تھیں جہاں پچھلی رات اس نے دعا م کو سجدے میں جھکا دیکھا تھا۔ اس لمحے اس کی آنکھوں میں وحشت نہیں، ایک عجیب سی تڑپ تھی۔ وہ جانتا تھا، وہ لڑکی اُس کی قسمت ہے ...

لگتا ہے سننے کی حس کمزور ہے تم لوگوں کی... میرے بندے کانوں کا علاج" "بہت تسلی بخش کرتے ہیں۔

آواز میں اچانک ایسی وحشت ابھری تھی کہ جو جہاں بیٹھا تھا، ساکت ہو گیا۔ چچی جو ابھی تک دیوار کے ساتھ کھڑی آنسو پونچھ رہی تھیں، ڈر کے مارے ایک قدم پیچھے ہوئیں اور پھر تیزی سے کمرے کی طرف بھاگیں۔

ooooooo

جیسے ہی گھوڑے کے قدموں کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی، وہ اپنے کمرے کی طرف دوڑی۔ دروازہ اندر سے بند کرنے کا وقت بھی نہ ملا۔ وہ تیزی سے بستر کے نیچے چھپ گئی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر سسک سسک کر رونے لگی۔

اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ سانسیں بے ترتیب تھیں اور آنکھوں سے بس آنسو گر رہے تھے۔ جیسے وہ جانتی تھی وہ شخص صرف دیکھنے نہیں آیا، وہ اسے لینے آیا ہے۔ اور اگر وہ آیا ہے تو اسے لے کر ہی جائے گا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا، وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

وہ اتنا طاقتور تھا کہ کسی کے باپ میں بھی ہمت نہیں تھی اسے روکنے کی۔ وہ آج اگر اسے اٹھا کر لے جاتا، تو کوئی بندہ، کوئی قانون، کوئی رشتہ، کوئی روایتی غیرت اسے نہیں روک پاتی۔ یہی سوچ اسے زمین سے لگا رہی تھی۔ یہی خوف اسے بستر کے نیچے چھپا رہا تھا۔

چچی ہانپتی کانپتی اندر آئیں۔ ان کے چہرے پر وحشت لکھی ہوئی تھی۔

"دعام، وہ ڈاکو باہر آیا ہے، تمہیں بلا رہا ہے۔"

دعام نے جیسے ہی چچی کی آواز سنی، اس نے بری طرح نفی میں سر ہلانا شروع کر دیا۔ وہ بستر کے نیچے جم کر بیٹھ گئی، آنکھوں سے بہتے آنسو اس کی ہتھیلیوں کو گیلا کر رہے تھے۔

ان کے ہاتھوں میں بندوقیں ہیں۔ جو تیرے تایا چچا کے ماتھے پر رکھی ہوئی" ہیں، وہ مار ڈالیں گے۔ اور انہیں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں۔ یہاں کوئی قانون نہیں چلتا، کچھ نہیں بچائے گا تجھے۔ باہر نکلو!" تیرے تایا چاچا ہمت ہار چکے ہیں اب کچھ نہیں ہو سکتا، ابھی وہ صرف باہر بلا رہا ہے تجھے لینے نہیں آیا چل اس سے پہلے کہ موت سے ہم سب کا سامنا کروا کر وہ تجھے اپنے ساتھ لے

جائے۔ چچی نے جھک کر اس کے بازو کو سختی سے کھینچا۔ دعام درد سے چیخی بھی نہیں، بس کانپنے لگی۔ چچی نے غصے سے کھینچ کر اسے باہر نکالا، اور وہ بے بسی سے ان کے پیچھے گھسٹتی رہی۔

چچی کے قدموں میں پڑی، لرزتی ہوئی دعام کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ سامنے گھوڑے کی موجودگی کا صرف تصور بھی اس کے حواس پر بھاری تھا۔

○○○○○○○○

چاچی نے اتنی سختی سے اس کا بازو دبوچ رکھا تھا کہ وہ ان کے ساتھ گھسٹتی ہوئی باہر آرہی تھی۔ ان کے جارحانہ انداز پر، جب انہوں نے اسے کھینچ کر باہر لایا، تو سردار کی آنکھوں میں لپکتی ہوئی وہ غصے کی لہر ایک لمحے میں یوں ابھری کہ چارپائی چرچرا اٹھی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا، قدموں تلے زمین کپکپانے لگی، اور اگلے ہی لمحے وہ عورت کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔

"ننچ۔۔۔ عورت۔۔۔!" لفظوں میں زہر تھا، آنکھوں میں دہکتا ہوا غضب۔ وہ کوئی ایسا بھاری لفظ استعمال کرتے کرتے رک گیا جو عورت ذات کی دھجیاں اڑا دے، لیکن غصہ اتنا تھا کہ اسے زندہ زمین میں گاڑ دے۔

تجھے کس نے حق دیا میرے دلدار سائیں کو یوں اذیت دینے کا؟"" کس کے" حکم سے تُو نے اسے یوں بازو سے گھسیٹا؟" آواز میں ایسا طنطنہ تھا کہ دیواروں سے پلستر جھڑنے کو بیتاب ہو گیا۔

وہ نقاب جو اب تک اس کی شناخت چھپا رہا تھا، ایک جھٹکے سے نیچے گرا۔

آنکھوں کی وحشت اب چہرے پر اتر چکی تھی۔ سبز آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ ہڈیوں تک چبھتی سرد نظریں، ایسے لگتا تھا جیسے وجود چھید دیں گی۔ چاچی کی تو ہمت ہی جواب دے گئی۔

اتنا خوبصورت مرد، اور ایسی درندگی؟

سانسیں بند ہونے لگیں، اور گھبراہٹ کی ایک ایسی لہر دوڑ گئی کہ اس کا اپنا وجود تھر تھر کانپنے لگا۔

دعام... وہ تو لبوں پر ہاتھ رکھے، چارپائی کے ایک کنارے سے لگ کر کھڑی تھی، اس کی آنکھوں میں فقط خوف تھا۔ صرف خوف۔ وہ چہرہ، وہ آنکھیں، وہ سرد لہجہ وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔

اور پہلے بھی... نہ دل دھڑکا تھا، نہ روح پگھلی تھی۔ اور آج بھی... صرف کپکپاتی ہوئی خاموشی تھی۔

اس کی سرخ آنکھیں، جیسے خون میں دھلی ہوں، صرف دہشت پھیلا رہی تھیں۔

"میرا سونا سائیں... تم ٹھیک تو ہو نا؟ تکلیف تو نہیں ہو رہی؟"

اس کے لبوں میں یکدم ایسی مٹھاس گھلی تھی جیسے زہر پیتے وقت شکر چکھ لی گئی ہو۔

چہرے پر چھائی وحشت پل میں کہیں چھپ گئی، لبوں پر ٹوٹتی نرمی، دعام کو پلک جھپکنے کا ہوش بھی نہ رہا کب وہ اس کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے نرمی سے اپنے قریب لایا۔

درد تو نہیں ہو رہا؟ ڈاکٹر کو بلا لیں... میرا سوہنا مکھڑا آنسو بہا رہا ہے،"

سردار دا دل ونج ریا اے، میڈا مٹھڑا سائیں، ایہ ظلم نہ کر**(سردار کا دل کٹ رہا ہے میرا میٹھا سائیں یہ ظلم نا کرو)** یہ آنکھیں رونے کے لیے نہیں، میرا سجن سوہنا، وہ بے تابی سے بول رہا تھا، لہجے میں وہ سچائی، وہ محبت تھی جو کسی آتش فشاں کے اندر چھپی جھیل کی طرح اچانک پھوٹتی ہے۔

"...یہاں آؤ، میرے قریب... یہاں بیٹھو"

اس نے دعام کو کندھوں سے تھام کر آہستہ سے چارپائی پر بٹھایا، اور خود... دنیا کو اپنی وحشت سے کانپنے پر مجبور کر دینے والا شخص، ایک معمولی، ڈری سہمی سی لڑکی کے قدموں میں جھک کر بیٹھ گیا۔

پورے صحن میں خاموشی طاری ہو گئی، صرف دعام کی کانپتی سانسیں سنائی دے رہی تھیں،

اور باقی سب... آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

میرا یار سجن اداس ہے... خالہ مر گئی... افسوس ہے، بہت افسوس ہے۔ لیکن" مرنا تو سب نے ہے نا؟ اب مرے ہوئے لوگوں کا دکھ منانے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی خوشیاں سنواریں۔ ویسے بھی... ہمارا نکاح ہے کل۔ کل پہاڑوں کا راجہ "اپنی معصوم سائیں کو دلہن بنا کر لے جائے گا۔

اس نے نرمی سے کہا، جیسے دکھ میں لپٹی خوشی کا کوئی جھونکا ہو۔ پھر جیسے اسے یاد آیا ہو، فوراً لہجہ بدل کر بولا:

اچھا... تم خالہ کی وجہ سے بہت اداس ہو، ٹھیک ہے... اپنی خوشیاں بعد میں" بھی منائی جا سکتی ہیں، لیکن یہ مت سوچنا کہ مجھے تمہاری خالہ کے مرنے کا افسوس نہیں۔ بہت افسوس ہوا... بہت دکھ محسوس کیا میں نے۔ رشتے جب مرتے ہیں تو دل بھی ٹوٹتا ہے۔ میرے ماں باپ مرے تھے نا... تب بھی دل

جیسے تھم گیا تھا۔ تمہارے ماں باپ گئے تو تم پر بھی وہی گزری ہو گی... دکھ تو زندگی کا حصہ ہے، لیکن بعض اوقات کچھ سہارے مل جاتے ہیں، جو زندگی کو سہارا دے جاتے ہیں۔ جیسے تم میرے لیے، اور میں تمہارے لیے..."

وہ بول ہی رہا تھا کہ بالا کچن کے دروازے کے قریب سے پانی کا گلاس بھر کر لایا۔

بھابھی، اپنی خالہ کا افسوس بعد میں کر لینا، پہلے یہ پانی پی لو، گلا تو خشک ہو گیا" ہو گا۔"

لہجہ نرم تھا، شائستگی لیے ہوئے۔ اب جب پہاڑوں کو لرزا دینے والا سردار اس لڑکی کے قدموں میں بیٹھ چکا تھا، تو باقیوں کی زبانیں کیسے سخت رہتیں؟ وہ لڑکی اتنی معصوم تھی کہ اس کے سامنے تو وحشت بھی نرمی اوڑھ لیتی، پھر بالا اور سردار کس کھیت کی مولی تھے؟

ہاں لا پانی..." اس نے بے حد نرمی سے کہا، نگاہیں اُس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

میرے یار سجن کی آنکھوں سے تو سمندر بہہ نکلا ہے، گلا تو خشک ہوا ہی" ہو گا۔" وہ نرمی سے گلاس اس کے لبوں سے لگا چکا تھا، جیسے کسی پگھلتے چراغ کو پھر سے روشن کرنا چاہتا ہو۔ وہ سہمی ہوئی تھی، ایک گھونٹ سے زیادہ پانی نہ لے سکی، لیکن وہ بضد تھا۔ خاموشی سے، پورے سکون سے، اُس کے گھر والوں کے سامنے، اُس کے قدموں میں بیٹھا، محبت سے زبردستی اپنے ہاتھوں سے اسے پانی پلاتا رہا۔

ایک بازو اُس کے گرد لپٹا تھا، جیسے وہ وقت سے پہلے ہی اُس کی ملکیت بن چکی ہو ، اور وہ اس رشتے پر، اُس وجود پر، ہر حق رکھتا ہو۔

گلاس جیسے ہی اُس کے لبوں سے ہٹا، سردار نے باقی بچا پانی خود پی لیا۔ ایک لمحے کو سب کی نگاہیں ٹھہر گئیں۔

وہ پہاڑوں کا راجہ، جو صرف حکومت کرنا جانتا تھا، آج محبت میں غلامی کے شوق میں جھک چکا تھا۔

ایسا منظر... جو کسی نے سوچا بھی نہ تھا، آج آنکھوں کے سامنے حقیقت بن چکا تھا۔

صبح تک جو سمیرہ خوشی کے شادیانے بجا رہی تھی کہ اب دعام کی زندگی جہنم بننے جا رہی ہے، وہ اس لمحے چکرا کر رہ گئی۔

جس شخص کو وہ وحشی، سنگدل، اور خودسر سمجھ کر دعام کا انجام سمجھ رہی تھی، وہ اس وقت دعام کے قدموں میں جھکا، اس کی آنکھوں کے آنسو صاف کر رہا تھا۔

سمیرہ کا دماغ سائیں سائیں کر گیا تھا۔

ایک تو وہ لڑکی، جو اس دنیا میں اتنا حسن لے کر آئی تھی کہ ہر نظر حسد میں مبتلا ہو جائے — اور اب وہ پتھریلے پہاڑوں کا راجہ بھی اس کی قسمت لکھوا کر لے گیا تھا۔

نہ دعام نے کچھ مانگا تھا، نہ اسے چاہے تھا، مگر سب کچھ اسے ہی ملا تھا۔ اور یہ بات، سمیرہ کو اندر ہی اندر جلا گئی تھی۔

میرا مٹھا سائیں ایسے نہیں کانپتے... "اس کے لرزتے وجود کو سینے سے لگا کر وہ" دھیمے مگر گرجدار لہجے میں بولا۔

خیر، میں تمہاری خالہ کا افسوس کرنے آیا تھا، پر تمہیں دیکھا تو سب کچھ بھول" گیا۔ بس تُمہیں دیکھ کر، سکون آگیا۔"اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، مگر آنکھوں میں شرارت تھی۔

ہاں، تو تاؤ کہاں ہے؟ سن لے، نکاح کل ہو گا، پرسوں نہیں۔ میں اپنے مٹھے" سائیں سے دور نہیں رہ سکتا۔ اور ویسے بھی، تم لوگوں نے میرے یار سجن کو رُلایا ہے۔ اور اس کے آنسو مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔"وہ ایک پل کو سب کی طرف دیکھتا ہے، پھر لہجے میں زہر بھر کر بولتا ہے

اس لیے میں کل اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں، بارات لے کر۔ تم لوگ" "اس قابل نہیں کہ میرے سوہنے مکھڑے کو اپنے پاس رکھ سکو۔

قدم دروازے کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ آخری وارننگ دیتا ہے۔

کل صبح 10 بجے، بارات لے کر آؤں گا۔ نکاح شرافت سے ہو گیا تو جشن میں " فائرنگ ہو گی۔ ورنہ بالا دیکھ لے کتنے لوگ ہیں، ہر ایک کے نام کی گولی تیار کر کے لانا۔ "

بھابھی کو نکال کر آٹھ، بالا حساب برابر کر کے بیٹھا تھا۔ "

ہاں ٹھیک ہے اور یہ تاؤ اگر ہوشیاری دکھائے نا، تو پہلی گولی اس کی قسمت میں ہے، نام پہلے سے لکھ رکھا ہے۔ "

اس کے جاتے ہی پورے گھر پر ایسی خاموشی چھا گئی جیسے موت کا سایہ ہو۔

وہ خود کانپتی ہوئی چارپائی پر بیٹھی تھی، اور باقی سب کی سانسیں بھی جیسے رُک گئی تھیں۔

○○○○○○○○

وہ سب لوگ چہروں پر شکست اور بے بسی کے ہار سجائے بیٹھے تھے۔ اتنی گہری خاموشی تھی کہ جیسے زبانیں گم ہو گئی ہوں۔ دعام کو کوئی کوس بھی نہیں رہا تھا، سب کا وجود سن ہو چکا تھا۔ ایک انجانی وحشت ہر کونے میں رچ بس گئی تھی۔

ابھی وہ سب اس پہاڑوں کے راجہ، سردار یلغار — کی گونج دار موجودگی سے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ دروازے پر اچانک زور سے دستک ہوئی۔

دھڑام! دھڑام! دروازے پر پڑنے والی دستک کے ساتھ ہی سب کے دل جیسے اچھل کر حلق میں آ گئے۔ سب کے کان دروازے کی طرف لگ گئے۔ ایک لمحے کو کسی کی بھی ہمت نہ ہوئی کہ جا کر کھولے۔

لیکن پھر جیسے ہی دروازہ کھلا اور وردی والے اندر داخل ہوئے، تو جیسے پورے آنگن پر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ جانیں لبوں تک آ گئیں، سانسیں جیسے رک سی گئیں۔

اندر آنے کی اجازت ہے؟" پولیس والے نے لکڑی کے دروازے پر ڈنڈا مارا" اور سوالیہ انداز میں تایا کو گھورا۔

تایا، جن کی بوکھلاہٹ چہرے پر صاف لکھی تھی، فوراًہاں میں سر ہلا گئے۔

وردی دیکھتے ہی ساری لڑکیاں دبک کر کمروں میں جا چھپیں، دروازے بند، سانسیں مدھم۔

پولیس والا اندر داخل ہوا، اور جیسے ہی چارپائی پر بیٹھا، اس کی نظریں پورے گھر کا جائزہ لینے لگیں۔

سننے میں آیا ہے کہ اس گھر میں ڈاکو آتے جاتے ہیں۔"اس کے لہجے میں طنز" بھی تھا اور تفتیش بھی۔

ڈاکو سردار یلغار، اسی گھر میں دیکھا گیا ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے، کیا یہ سچ ہے؟" "تم لوگوں کا کوئی تعلق ہے ان سے؟ کوئی رشتہ داری؟

وہ آگے جھک کر بولنے لگا

یہ ڈاکو پچھلے کئی دنوں سے اس راستے پر دیکھے گئے ہیں، اسی علاقے میں، اور" "اکثر اسی گھر کے قریب۔ سوال یہ ہے کہ آخر وہ یہاں کیوں آتے ہیں؟

پولیس والے کا لہجہ اب خالص تفتیشی اور تھوڑا سخت ہو گیا تھا۔

تایا بمشکل خود کو سنبھال کر سامنے والی چارپائی پر بیٹھ گئے، مگر ان کی آنکھوں میں خوف صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"نہ سرکار... اللہ معاف کرے! ہم ڈاکوؤں سے رشتہ داری رکھیں؟ اس سے بہتر ہے کہ موت آجائے!"

چچا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے، بے بسی سے کہا۔ آواز میں سچائی بھی تھی، اور خوف بھی۔ پولیس والا اب بھی تفتیشی نگاہوں سے ہر چہرہ جانچ رہا تھا۔

"تو پھر یہ ڈاکو یہاں کیوں آتے ہیں؟ کوئی تو وجہ ہو گی۔ سردار یلغار نے آج تک کسی عام گھر میں قدم نہیں رکھا۔ اور نہ ہی کبھی ایسی خبر سنی گئی۔ اس کے یہاں آنے کے پیچھے کچھ تو مقصد ہو گا۔" اس کے ساتھ دو حوالدار بھی دروازے پر مستعد کھڑے تھے، ہاتھوں میں بندوقیں، نگاہیں بار بار اندر جھانکتیں۔

چچا وہیں زمین پر دوزانو بیٹھ گئے، اور سر پر ہاتھ مار کر کراہنے لگے۔

ہائے سرکار... کیا بتائیں آپ کو! ان لوگوں نے تو جینا حرام کر رکھا ہے۔ زندگی" جہنم بنا دی ہے ہماری!" پولیس والا چچا کو تکتے ہوئے خاموش ہو گیا، جیسے کچھ جوڑ رہا ہو... کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک آئی۔

خبر تو یہ تھی کہ سردار یلغار... اس گھر کی ایک لڑکی سے نکاح کرنے جا رہا ہے۔" یہ خبر اسے شیرازی نے دی تھی۔ لیکن اب... شیرازی خود ہی کل سے غائب تھا۔" نہ فون لگ رہا تھا، نہ کوئی پیغام، نہ کوئی پتہ۔ اکرم۔ کو لگ رہا تھا کہ وہ ان کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ کہیں کاٹ کے پھینک ہی نہ دیا ہو کہیں۔ آخر ان کے لیے "! قتل تو ایسے تھا جیسے سانس لینا۔ وحشت ان کی پہچان تھی

زندگی جہنم کر دی ہے؟" انسپکٹر اکرم نے آنکھیں سکیڑ کر سوال داغا،"

میں نے تو سنا ہے وہ سردار تو تمہاری بیٹی پر جان چھڑک رہا ہے، نکاح کر رہا ہے" اُس سے۔ پھر یہ زندگی جہنم کیسی؟" وہ چارپائی کے کنارے پر ٹیک لگائے بیٹھا

تھا، ہاتھ میں تھما ڈنڈا دھیرے دھیرے زمین پر مار رہا تھا۔ اس کے لہجے میں طنز چھپا نہیں تھا، بلکہ چھن چھن کر باہر آ رہا تھا۔

چچا کا حلق خشک ہو گیا، ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں ابھر آئیں۔ اُس نے گلے کو صاف کرتے ہوئے ہکلاتے لہجے میں جواب دیا

سرکار، وہ... وہ ڈاکو ہے... وہ جو چاہے کر سکتا ہے... ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم" "...نے تو نہ کبھی بلایا، نہ چاہا۔ ہماری بیٹی کو زبردستی

اوہ، زبردستی؟" انسپکٹر اکرم نے سخت لہجے میں سوال داغا تو چچا کے آنسو بہہ" نکلے۔

صاحب جی... ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ ہماری بچی کی عزت داؤ پر لگی ہے۔ وہ" "سردار... وہ ڈاکو زبردستی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہے۔

اس نے ہاتھ جوڑ دیے، دل کٹ رہا تھا۔

کل بارات لائے گا، کہہ گیا ہے۔ کیا کریں ہم؟ کوئی کچھ نہیں سن رہا، کسی میں "
ہمت نہیں ہے۔"

تو رپورٹ کیوں نہیں کی پہلے؟" انسپکٹر نے گھور کر پوچھا، "

صاحب جی... کون رپورٹ کرتا؟ اس کا نام سنتے ہی لوگ کانپ جاتے ہیں۔ وہ "
کسی کو نہیں مانتا۔ پولیس کو بھی نہیں۔ گاؤں کے لوگ دروازہ تک کھٹکھٹانے
سے ڈرتے ہیں۔" چچا کی آواز روہانسی ہو گئی،

صاحب جی... ہم اپنی بیٹی کو کسی ڈاکو کے حوالے نہیں کر سکتے۔ ہم بس اتنا "
چاہتے ہیں کہ وہ بچ جائے۔ وہ ظالم ہے، ظالم!" چچا نے زمین پر ہاتھ مارا جیسے اپنی
لاچاری پر ماتم کر رہا ہو۔

انسپکٹر اکرم چند لمحے خاموش رہا، جیسے ذہن میں کوئی گرہ کھول رہا ہو۔ پھر اس
نے تایا اور چچا کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر اب بھی خوف اور بے بسی کی
جھریاں رینگ رہی تھیں۔

"دیکھو... تم لوگ کہہ رہے ہو کہ سردار یلغار زبردستی نکاح کرنا چاہتا ہے، ہے

نا؟"

چچا نے نم آنکھوں سے سر ہلایا،

"ہاں صاحب جی... وہ ظالم ہے، کچھ بھی کر سکتا ہے... کل بارات لانے کا کہہ گیا

ہے۔" انسپکٹر کے ہونٹوں پر ایک سخت سی مسکراہٹ ابھری، "تو بس پھر ہمیں

وہی دن چاہیے۔ کل جب وہ بارات لے کر آئے گا..."

وہ لمحہ بھر کو رکا، پھر نظریں تایا کی آنکھوں میں گاڑ کر بولا،

"تب تمہاری لڑکی سب کے سامنے، پولیس والوں کے سامنے، خود یہ بیان

دے گی کہ وہ یہ نکاح نہیں چاہتی۔ اور اس پر زبردستی ہو رہی ہے۔"

تایا اور چچا ایک دم چونک اٹھے۔ پھر چچا ہکلاتے ہوئے بولے،

"مگر... صاحب جی، وہ... لڑکی تو بہت ڈری ہوئی ہے، وہ... کچھ بولے گی بھی تو..."

"اسے بولنا پڑے گا،" اکرم نے ٹھوس لہجے میں کہا،

"یہی ایک قانونی دروازہ ہے۔ ہمیں سردار یلغار کے خلاف ایک ایسا ثبوت چاہیے جو اسے عدالت میں کھڑا کر سکے۔ اور لڑکی کا بیان، زبردستی کے نکاح کی گواہی... یہ ہمارے لیے وہی بڑا ثبوت ہو گا۔"

"اور ایک بار جب وہ بیان دے دے گی، تو ہم اسے حراست میں لے لیں گے۔ پھر باقی فائلز ہم خود کھولیں گے، فی الحال ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے اسے جیل میں ڈالنے کی اس کے خلاف پرانے کیسز، اس کے جرائم، سب کچھ۔ لیکن ہمیں کارروائی کی شروعات کے لیے بس ایک بڑی وجہ چاہیے... اور تمہاری بیٹی کی جرات ہمیں وہ وجہ دے سکتی ہے۔"

تایا اور چچا دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کے چہرے پر پہلی بار کوئی امید، کوئی ممکنہ نجات کی کرن چمکی تھی۔

"بس لڑکی کو تیار رکھو۔ کل بارات کے وقت وہ ہماری آنکھیں، ہماری آواز بنے گی۔ اور ایک بار وہ بول پڑی... تو سردار یلغار کا انجام قریب ہو گا۔"

انسپکٹر کی آواز میں ایک عزم تھا۔ ایک ایسا ارادہ جو شاید برسوں بعد ان کے اجڑے گھر میں قانون کی صورت داخل ہوا تھا۔

تایا نے لرزتے ہاتھوں سے انسپکٹر اکرم کے قدموں کی طرف ہاتھ جوڑے، جیسے برسوں بعد کہیں روشنی کی کرن دکھائی دی ہو۔

صاحب جی، ہم بالکل تیار ہیں... ہم اپنی بیٹی کو بھی سمجھالیں گے، وہ ضرور "بولے گی... ضرور سچ بولے گی!"

اس کی آواز میں امید تھی، لیکن ساتھ ہی ایک ایسا خوف بھی،

بس پھر طے ہے۔ کل جب وہ ڈاکو سردار اپنی بارات لے کر یہاں آئے گا،" اور نکاح کے وقت سب کچھ تیار ہو گا... تب تمہاری بیٹی صرف ایک جملہ بولے: انسپکٹر اکرم نے مضبوط لہجے میں کہا،

یہ نکاح میری مرضی سے نہیں، زبردستی کیا جارہا ہے۔' بس یہی ایک جملہ '
ہمیں وہ موقع دے گا جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔" کسی بھی لڑکی کے ساتھ
اس طرح زبردستی کرنا قانونی جرم ہے اور ہمارے پاس یہی وجہ کافی ہو گی۔

اکرم نے چارپائی پر بیٹھے دونوں بزرگوں کی طرف دیکھا۔

ہم بنا ثبوت کسی پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے، لیکن جب ایک لڑکی خود سب کے "
"سامنے ظلم کی گواہی دے، تو وہ سب سے بڑا ثبوت ہوتا ہے۔

صاحب جی، وہ تو ہمیں دھمکی دے کر گیا ہے... کہا ہے کہ بندوق میں آٹھ "
گولیاں ہوں گی، اور ہر گولی پر ہمارے کسی نہ کسی فرد کا نام لکھا ہو گا۔ ہم تو اپنی
بچی کو اس جہنم سے بچانے کے لیے جیتے ہیں، لیکن یہ لڑائی اب ہمارے بس کی
نہیں۔" چاچا کی آواز کپکپائی،

انسپکٹر اکرم نے ان دونوں کے چہرے پر نظریں جمائیں اور پھر آہستہ سے بولا،

یہ لڑائی اب تمہاری نہیں رہی... کل وہ آئے گا تو قانون بھی ساتھ آئے گا..."

"اور اس بار صرف دھمکیاں نہیں، ہتھکڑیاں بولیں گی۔

○○○○○○○○

پہاڑوں کے بیچوں بیچ وہ کھلا میدان جیسے کسی جنگی قلعے کی چھاتی پر رکھا گیا تخت ہو۔ اس پر بچھائی چارپائی پر سردار نیم دراز تھا، آنکھیں بند، چہرہ خاموش، لیکن ماتھے پر ہلکی سی شکن جیسے سکون میں بھی کوئی جنگ چھپی ہو۔

جمرو، ہاتھ میں پنکھا لیے اس کے پاؤں دبا رہا تھا۔ لیکن اس کے انداز میں چاپلوسی اتنی نمایاں تھی کہ وہ پنکھا جھولنے سے زیادہ سردار کے قدموں میں جھکا جھکا لگ رہا تھا۔

سردار... وہ تمہاری شادی ہے... اور ہم جشن نہ منائیں؟ میں چاہتا تھا رات میں" وہی پرانا طریقہ ہو، پہاڑ گونجیں گے، گولیاں چلیں گی، آسمان چمکے گا۔ تمہارا نام سن کر زمین بھی کانپے گی!" جمرو نے جھک کر اس کے پیر پر ہاتھ پھیرا، جیسے اس کے جوتے بھی چمکانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

"سردار نے آنکھ کھولی اور جمرو کو ایک نظر دیکھا،

"بہت زبان چل رہی ہے آج تیری۔

تمہارے حکم پر بند ہے سردار... جمرو دانت دکھاتا فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔"

اس لمحے بالا بھی وہاں پہنچا، جو کافی مصروف لگ رہا تھا ہاتھ میں سگریٹ، چہرے پر وہی پرانی شوخی، لیکن آنکھوں میں ایک نئی چمک۔

یار... سادہ نکاح ٹھیک ہے، لیکن جشن تو ہونا چاہیے۔ وہ بھی ویسا والا، پوری" وادی میں گولیاں چلیں، بندوقیں چھتوں سے نکلیں۔ زمین لرز جائے۔ ائے "ہائے۔۔۔ "یہی روایت ہے ہمارے قبیلے کی۔

سردار نے سیدھا ہو کر بیٹھتے پیروں کو سیدھا کیا، اور ایک گہرا سانس لے کر بولا،

میں بھی یہی کہہ رہا تھا سردار ہمارے تو روایت ہے جمرو تیز اس کے پیر دبانے لگا

روایت تو رہے گی... لیکن یاد رکھو، ہر گولی کا ہدف ہونا چاہیے۔ اندھی فائرنگ "
"میں صرف شور ہوتا ہے، دھاک نہیں بیٹھتی۔

ارے تم فکر نہ کرو، اس بار سب کچھ پلان کے تحت ہو گا۔ تم آؤ گے، کرسی پر "
بیٹھو گے،

ہمارے سردار کی شادی ہے کوئی عام بات ہوئی ہے دشمنوں کے دل کانپیں
گے۔ ہم نے تمہارے لیے خاص اسلحہ بچا کر رکھا ہے۔ وہی جو پرسوں رات جو
قبضے سے تم نے چھینا تھا

ہاں... وہ اسلحہ۔ وہ معمولی نہیں تھا۔ گوریلا وار کا سامان تھا، خفیہ ترسیل کے "
لیے بھیجا جا رہا تھا۔ دشمن ملک کا مال تھا... لیکن ہم نے وقت پر ہاتھ ڈال
دیا۔" بالا نے ہنستے ہوئے کہا،

اور اس بار فوج بھی خوش ہے۔ تم نے جو راتوں رات پورا مال ٹرک سمیت "
پہنچا دیا، وہ بھی بغیر کسی نقصان کے... واہ سردار، تمہاری بہادری کی گواہی اب
"! پہاڑ بھی دیں گے

"قسم لے لو سردار، وہ بندوق جو اوپر والے بکسے میں تھی نا، میں نے اسے دیکھ کر ہی کہا تھا کہ یہ تمہارے ہاتھ کی چیز ہے... لیکن بالا نے کہا فوج کو دینی ہے، تو میں نے ہاتھ نہیں لگایا!"

جمرو جھٹ سے بولا،

سردار کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری،

"اچھا کیا... یہ اسلحہ ذاتی کام کے لیے نہیں ہوتا... یہ وہ آگ ہے جو یا تو دشمن جلاتی ہے، یا وطن بچاتی ہے۔"

"لیکن تمہاری شادی... وہ الگ بات ہے۔ اس رات ہم دشمن نہیں مٹائیں گے... جشن منائیں گے۔ بندوقیں چلیں گی، لیکن خوشی میں۔ زمین ہلے گی، لیکن تمہارے نام پر۔" بالا تھوڑا جھکا، لہجے میں معصومیت تھی۔ سردار نے گردن ذرا سا دائیں کی،

جشن ہو... لیکن میرے نام کی عزت رہے۔ ہم ڈاکو ضرور ہیں، لیکن اپنی حرمت رکھتے ہیں۔ دشمنوں کو آگ میں جلائیں گے، اپنے لیے مشعل جلائیں گے۔"

○○○○○○

محفل زوروں پر تھی۔ ڈھول کی تھاپ اور فضا میں بارود کی باس گُھلی ہوئی تھی۔ کچھ فاصلے پر زمین میں گولیاں مار کر فائرنگ کی جا رہی تھی، جیسے جشن نہ ہو، کوئی جنگ جیتی گئی ہو۔

سردار ایک چارپائی پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سگریٹ تھا، دوسرے میں بندوق کا رخ زمین کی طرف۔ چہرے پر خاموشی تھی۔

تبھی جمرو حواس باختہ۔ دوڑتا ہوا آیا،

سردار!" اس نے قریب آ کر جھک کر آواز دی۔"

سردار نے بغیر چہرہ موڑے بس آنکھوں سے اسے دیکھا۔ جمرو اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

سردار، تمہارے وہاں سے نکلتے ہی پولیس پہنچ گئی ہے۔ مجھے لگتا ہے وہ لوگ"

"اب پولیس سے مدد لے رہے ہیں شادی روکنے کے لیے۔

سردار نے آہستگی سے سگریٹ کا کش لیا، اور سرد لہجے میں بولا،

"پولیس؟"

ہاں سردار، مرون نے خود دیکھا ہے۔ گاڑیوں میں اترتے پولیس والے، اور"

"وہ لڑکی کا تایا ان سے بات کر رہا تھا۔

سردار نے ہنکارا بھرا، جیسے کسی بچے کی ضد سنی ہو۔

پولیس ہم سے ٹکرائے گی؟" اس نے ہنستے ہوئے جمرو کی طرف دیکھا۔"

""جمرو، پولیس تو ہمارا نام سن کے وردی گیلی کر لیتی ہے۔ وہ روکیں گے؟

جمرو فوراً سر ہلانے لگا،

نہیں سردار، میں تو بس اطلاع دینے آیا تھا۔ باقی تو ہم جانتے ہیں... کل کی"
"!بارات وقت پر نکلے گی

سردار نے بندوق زمین پر رکھی اور جمرو کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر دیکھا،

اگر وہ پولیس لے کر بھی آئیں... تو بارات گزرے گی جمرو... اور ہر گولی کی"
"آواز میں اعلان ہو گا— سردار کی دلہن جا رہی ہے۔

"!لیکن پھر بھی اگر وہ پولیس کو لے کر آئیں گے تو یہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہو گا

سردار کی آواز میں آگ تھی۔

"اور دھوکے کا جواب سردار کل نہیں، آج دے گا۔"

وہ تیزی سے اٹھا، بندوق تھامی اور غرایا،

اٹھا کر لے آؤ سب کو! نکاح آج ہی ہو گا!" اس کی آواز گونجی تو جمرو اور بالا"
فوراً حرکت میں آ گئے۔ گولیاں چلنے لگیں، زمین تھر کنے لگی۔

ڈاکو نے فیصلہ کر لیا تھا اور اس کے فیصلے ٹلتے نہیں تھے۔

گھر کے دروازے دھاڑ سے کھلے تھے۔ڈاکو اندر گھس آئے، تعداد اتنی کہ ہر کمرے پر قبضہ ہو چکا تھا۔ بندوق کی نالیں سروں پر تھیں، اور سب کو گھسیٹ کر صحن میں لا کھڑا کیا گیا۔

دھوکا دو گے تم لوگ؟ وہ بھی سردار کو؟ اور پولیس؟" ہاہاہا۔۔۔۔" بالا نے" گھوڑے کی پشت سے گرج کر کہا۔

اس انسپیکٹر نے خواب دکھائے ہوں گے، لیکن سردار حقیقت دکھاتا" ہے!" اس کے اشارے پر ڈاکوؤں نے بندوقیں مزید جھکا دیں۔

سردار کا بلاوا آیا ہے۔ سامنے گاڑی ہے، چپ چاپ بیٹھ جاؤ... ورنہ لاشیں" "اٹھیں گی، زندہ نہیں۔

عورتیں کانپ رہی تھیں، لڑکیاں چچا اور باپ کے پیچھے چھپنے لگیں۔ یہ وحشت ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

گولیاں تھیں کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے پہاڑوں میں آگ برس رہی ہو۔ رات کی تاریکی میں گولیوں کی گرج سے زمین تھر تھرا رہی تھی۔ ڈاکوؤں کی وحشت اس قدر تھی کہ جس سمت بندوق اُٹھتی، اسی سمت سناٹا چھا جاتا۔ نہ بارات بچی، نہ گھر۔ بس بارود کی بو رہ گئی تھی۔

یہ کوئی معمولی واردات نہیں تھی۔ پہلے وہ صرف بارات غائب کرتے تھے، اب تو پورا گھر ہی نگل گئے — وہ بھی دلہن سمیت۔ باقیوں کو بندوق کی نوک پر باندھ کر ڈالا گیا، مگر دلہن کے لیے خصوصی اہتمام تھا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہلے خود بالا نے صاف کروائی، گلاب کی خوشبو والا اسپرے مارا گیا تاکہ 'بھابھی' کو تکلیف نہ ہو۔

چادر بھی بچھی تھی، سلوک شاہی تھا، بس مرضی کسی اور کی تھی۔

جس انداز میں پورا گھر اٹھایا گیا تھا، وہ کوئی عام واردات نہ تھی، یہ وحشت تھی، طاقت کا ننگا مظاہرہ تھا۔ گلی کی گلی لرز گئی تھی۔ ہر در و دیوار سے جھانکتی

آنکھیں، ہر چھت سے جھانکتے سائے، سب نے وہ منظر دیکھا تھا جو برسوں یاد رکھا جائے گا۔

بارود کی بو پورے محلے میں رچی بسی تھی۔ گھروں میں کھیلتے بچوں کے ہاتھ رُک گئے تھے، چولہوں پر چڑھے دیگچے اُتر گئے تھے۔ اب کسی کو شک نہیں رہا—پورا کا پورا گھر اٹھالیا گیا تھا، صرف دلہن نہیں، ہر فرد۔

جس عزت کو بچانے کے لیے دن رات منصوبے بنائے جا رہے تھے، وہی عزت اب سب کے سامنے روندی جا چکی تھی۔ کیونکہ اب تو ہر آنکھ گواہ تھی، ہر زبان پر بات تھی، کہ معاملہ صرف انا یا رواج کا نہیں، بلکہ سردار کی ضد اور وحشت کا تھا، جو چاہا، کر ڈالا۔

○○○○○○

ڈاکو جی، ہم نے کچھ نہیں کیا، ہم سے قسم لے لیجیے، ہم نے بالکل بھی کوئی غلط کام نہیں کیا،" تایا ابو جیسے ہی قبیلے کے اندر داخل ہوئے وہ تیزی سے سردار

ڈاکو کے پاس پہنچے، جو آرام سے چارپائی پر بیٹھا تھا اور سب کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"سردار، پولیس والا خود ہمارے گھر آیا تھا، ہم نے اسے بلایا نہیں، اور نہ ہی ہم نے پولیس کو اس معاملے میں شامل کیا ہے۔ ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہمیں اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں،" تایا ابو سردار کو وضاحت دینے لگے۔ جبکہ دعام کے ساتھ ساتھ اس وقت وہاں موجود ہر انسان کام رہا تھا۔

"بالا میرے سجن سائیں کے پیروں میں درد ہو جائے گا کرسی لگاؤ۔۔۔

اور تاؤ میں نے صفائی مانگی نہیں، میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ کوئی ہوشیاری مت کرنا۔ لیکن تم واقعی ضرورت سے زیادہ ہوشیار ہو، اور اتنے ہوشیار لوگوں سے بچ کر رہنا چاہیے۔

ارے اوو بالا! ذرا بندوقوں کو ناپ تول کر دیکھو، نشانہ سر کے بیچ رکھنا،""

سردار نے کمان سنبھالتے ہوئے حکم دیا۔

خدا کا واسطہ ہے ہمیں معاف کر دیجیے سردار تایا ابو منتو پر اتر آئے تھے کہ

جب کہ وہ ایک جھٹکے میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"تُسیں سردار نوں دھوکہ دِتا ہے تا وسائیں تے سردار دھوکے دی سزا ضرور

دیندا اے۔"

(تم نے سردار کو دھوکہ دیا ہے تا وسائیں اور سردار دھوکے کی سزا ضرور دیتا

ہے۔")

نکاح ابھی ہو گا اسی وقت ہو گا۔ اس نے جیسے فیصلہ سنایا تھا۔

سرکار ایسا مت کر بچی کے ساتھ ظلم ہے زبردستی مت کرو۔ وہ نہیں کرنا چاہتی

آپ سے شادی وہ ڈری ہوئی ہے آپ سے، اس پر ظلم نہ کریں، تایا ابو کا انداز

ایسا تھا جیسے خود دعام کے ساتھ بڑا انصاف کر رہے ہو۔ جب کہ وہ حیرت سے

سامنے کرسی کے قریب کھڑی دعام کو دیکھنے لگا۔

○○○○○○○○○

وہ دھیرے دھیرے، بھاری قدموں سے چلتا ہوا اس کے پاس آ کر بیٹھا۔ زمین پر سب لوگ سہمے ہوئے تھے

تائی، چاچی اور ان کی بیٹیاں، کھلے میدان سے نکلتے ہوئے اندر کی طرف یہ ایک تنگ، اندھیرے غار جیسی جگہ تھی، دیواروں سے نمی ٹپک رہی تھی، اور سرد ہوا کی سرسراہٹ میں ہر سانس جیسے خوف سے بوجھل تھی۔

دعام کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔ آنکھوں میں آنسو، دل میں کہرام۔ اس کی آنکھیں اُس کی طرف اٹھیں جو اس کی جان کا دشمن بھی تھا، اور محبت کا دعویدار بھی۔

وہ، گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا، آہستہ سے اس کے قریب سرک آیا۔

آنکھوں میں وحشت نہیں... صرف ایک جنونی سا عشق۔ اس کی سبز آنکھیں مسکرا رہی تھیں، جبکہ دعام کی آنکھیں خوف سے پوری طرح کھلی ہوئی تھیں۔ وہ سہمی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

"... میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، میرا سجن سوہنا... ڈرو نہیں، بتاؤ"

یہاں سے جانا چاہتی ہو۔۔۔ میرا 'سوہنا مکھڑا'، نکاح سے انکار کر "

"دیا۔۔۔۔؟؟

اس کی آواز میں وہی نرمی تھی جس میں دعام کی روح گھل سکتی تھی، مگر لہجے میں وہ تپش تھی جو پہاڑ پھاڑ دیتی ہے۔

دعام نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا، لرزتے ہونٹ، کانپتی پلکیں۔

وہ ہولے سے مسکرایا۔ اس کے مسکراتے لب تو نظر نہ آئے، لیکن اس کی دلکشی سے آنکھیں مسکرا رہی تھیں، جیسے اس نے نکاح سے انکار نہیں بلکہ دل سے حامی بھری ہو۔

تو پھر ٹھیک ہے، میرا سجن سائیں، اگر تم نہیں رہنا چاہتی میرے ساتھ، تو میں "

"زبردستی تھوڑی کروں گا؟

اس نے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے کہا، تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اس کی انگلیوں کا لمس اپنے بالوں سے ہٹا پاتی۔

ہر انسان کی اپنی پسند، اپنی مرضی ہوتی ہے۔ میں، میرے سوہنے مکھڑے کا" "... دلدار ایسا نہیں جو اپنے عشق کو قید کر لے

دعام کی آنکھوں میں بے یقینی تیرنے لگی۔

اتنی نرمی؟ یہ وہی شخص تھا جس کے حکم پر بندوقیں ان سب کے سروں پر رکھی گئی تھیں؟

یہ وہی شخص تھا جو بات بات پر لوگوں کے سینوں میں اپنے اسلحے سے لوہا بھر دیتا تھا؟

خود اتنا خطرناک تھا، کہ دور دور کے گاؤں میں اس کے خوف سے لوگ راتوں کو سوتے تک نہیں تھے۔

لیکن اس کے سامنے وہ ایک عام سا انسان تھا۔ نہ لہجے میں کوئی سختی، نہ ہی آنکھوں میں کوئی وحشت۔

تم جانا چاہتی ہو، پر سکون ہو جاؤ... یہاں تم سے کوئی زبردستی نہیں ہو گی..." بندوق کی نوک پر معاہدے ہوتے ہیں، نکاح نہیں۔ نکاح تو دل کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ اور میرے سوہنے مکھڑے کی دل کی رضامندی نہیں، تو نکاح "کیسے ہو گا؟ جاؤ، میرا دلدار سجن، تم آزاد ہو۔

وہ نرمی سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

"میر۔۔۔ے۔۔۔ گھر۔۔ والے۔۔۔ ڈ۔۔۔ ڈاکو۔۔۔ جی۔۔۔ م۔۔۔"

وہ اس کے قریب سے اٹھنے ہی لگا تھا جب اچانک وہ کانپتے ہونٹوں سے بولی۔ جیسے لفظ بھی کانپ رہے ہوں۔

سردار کی آنکھوں میں وہی جنون اب وحشت بن کر پھیلنے لگا۔ آنکھوں میں جیسے شعلہ بھڑک اٹھا ہو۔

نہیں! وہ تو مریں گے...!" اس کی آواز اب سرگوشی نہیں رہی تھی۔ وہ اچانک

پلٹ کر واپس اس کے قریب بیٹھا۔

میرا مٹھا سائیں... عشق مجھے تم سے ہے... ان لوگوں سے تو کوئی یاری نہیں۔"

اب تمہارے انکار کا انجام کوئی تو بُھگتے گا نا؟

تم سے تو دل کا رشتہ ہے، تمہیں کچھ کہہ نہیں سکتا، لیکن تمہارے انکار کی سزا

کسی کو تو ملے گی۔" اس نے دعا م کی ٹھوڑی نرمی سے تھامی۔

"یہ سب تو مریں گے۔۔

نہ۔۔۔ نہیں۔۔ نہیں۔۔ ڈ۔۔ ڈا۔۔ ڈاکو۔۔ جی۔۔۔ نہیں۔۔۔" وہ بری

طرح سے کانپنے لگی تھی۔

"نا، میرا میٹھا سائیں... یہ تو ناشکری ہے۔ تم ناشکری کر رہی ہو، میرا یار سجن۔"

اس کے لہجے میں پھر سے دنیا جہان کی مٹھاس سمٹ آئی تھی۔

میں اچھا انسان نہیں ہوں، میرا گلاب سائیں، بالکل بھی نہیں ہوں۔"

اور تم نے اس برے انسان سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا ہے، تو میں اپنا برا

"پن کسی پر تو نکالوں گا نا؟

اس کا اشارہ دعام کے پیچھے بیٹھے کانپتے وجودوں کی طرف تھا۔

تم انکار کر سکتی ہو... تم کچھ بھی کر سکتی ہو... تمہیں اجازت ہے... چاہو تو یہ خنجر"

سردار دلدار یلغار کے سینے پر چلانے کی بھی۔

ارے تمہیں تو اس عاشق کا خون بھی معاف... لیکن یہ میری محبت کا خمیازہ

"... بھگتیں گے

دعام کا وجود مزید سکڑ گیا۔ وہ اب جان چکی تھی،

اس کے انکار کی قیمت وہ نہیں... دوسرے چکائیں گے۔

"می۔۔میں۔۔۔ نکاح۔۔کے۔۔۔لیے۔۔تیار۔۔ہوں۔۔۔"

وہ اپنی بندوق چیک کر رہا تھا جب وہ فوراً بولی تھی۔ الفاظ ساتھ نہیں دے رہے

تھے۔

نہیں، میں زبردستی نہیں کرنا چاہتا۔ تم دل کی دھڑکن ہو، تمہارے ساتھ "

"زبردستی نہیں ہو گی۔

وہ آنکھوں میں عجیب سی شرارت لیے بولا تھا۔ وہ اس کی بے بسی سے لطف

اندوز ہو رہا تھا۔

نہیں زبردستی۔۔۔ نہیں، میں اپنی۔۔۔ مرضی سے نکاح کے لیے۔۔۔ تیار "

"ہوں۔۔۔۔

وہ بری طرح سے کانپتے ہوئے بولی۔

نہیں، جس رشتے میں محبت نہ ہو، اس رشتے کو باندھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ "

"میں ایسا زبردستی کا تعلق نہیں بنانا چاہتا۔

وہ بندوق صاف کرتے ہوئے سامنے نشانہ لینے لگا۔

نہی۔۔۔ نہیں۔۔۔ ڈاکو۔۔۔ جی۔۔ محبت "

ہے۔۔۔ آپ۔۔۔ سے۔۔۔ پلیز۔ میرے

ساتھ۔۔۔ نکاح۔۔۔ کر۔۔۔لیں۔۔۔۔"اس کا نشانہ تایا ابا کے سر کی طرف تھا۔

سردار، اب بھابھی اتنی منتیں کر رہی ہے تو مان جاؤنا۔۔۔۔"بالا نے ہلکا سا" سر کھجایا تھا۔

منتیں کر رہی ہو۔۔۔؟میرا نین سجن، تم حکم کرو، تم منتیں کیوں کر رہی ہو؟" تمہارے ایک اشارے پر سردار اپنا دل نکال کر تمہارے قدموں میں رکھ دے، اور تم منتیں کر رہی ہو؟

بالا! جا، مولوی پکڑ کر لا! میرا سوہنا مکھڑا میرے ساتھ نکاح کے لیے اتاؤلا ہو رہا "ہے۔۔۔

وہ نرمی سے دعام کے گال کھینچتا، اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کر چکا تھا۔

اور پھر اگلے ہی لمحے، لوڈڈ بندوق کو اوپر آسمان کی طرف کرتا، ٹرگر دبا گیا تھا۔

گولیوں کے شور پر وہ بری طرح سے چیختی اس کے سینے میں چھپ گئی تھی۔ جبکہ گولیوں کی آواز کے ساتھ اس غار نما جگہ پر قہقہے گونجنے لگے وحشت ناک، خوفناک قہقوں کے ساتھ چیخیں بھی شامل تھی۔

○○○○○

رات کی سیاہی کے پیچھے وحشت کی چادر تنی ہوئی تھی۔ میدان کے بیچوں بیچ زمین پر خون کے چند پرانے چھینٹے موجود تھے، اور چاروں طرف بندوق پکڑے ڈاکوؤں کی گہری آنکھیں ہر ہلکی حرکت پر جم چکی تھیں۔ عجیب سا سناٹا تھا، جیسے سانس لینا بھی گناہ ہو، اور دھڑکنیں صرف اندر ہی چیخنے کی اجازت رکھتی ہوں۔

یہ وہ لمحہ تھا جب زندگی اور موت کے بیچ دعام کا نکاح لکھا جارہا تھا۔

بالا کہیں سے ایک خوفزدہ سا مولوی ڈھونڈ لایا تھا۔ اس کے ہاتھ میں نکاح نامہ تھا لیکن وہ ہتھیلیاں کانپ رہی تھیں۔ جن پر کبھی کسی کے خوابوں کی دعائیں لکھی جاتی تھیں۔ اس کے پیچھے کھڑا ایک ڈاکو اسے وقتاً فوقتاً بندوق کے پچھلے

حصے سے پشت پر ہلکی چوٹ مار کر یاد دلا رہا تھا کہ "جلدی کرو... زیادہ دیر ہوئی تو دلہن کے گھر والوں ساتھ مولوی کو بھی رخصت کر دیں گے۔"م

میدان یں موجود سب کی نظریں زمین میں گڑی تھیں۔

تایا، چچا، چاچا تائی، ہر چہرہ شرم سے نہیں، وحشت سے جھکا ہوا تھا۔ تایا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، مگر زبان سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ان کی چار بیٹیاں سہم کر اپنی ماوں کے ساتھ چمٹی بیٹھی تھیں، جن کی آنکھوں میں فقط سوال تھے

کیا ہم۔ زندہ گھر جائے گے۔"

دعام... آسمانی لباس میں لپٹی، ایک ٹوٹے ہوئے کھلونے جیسی بیٹھی تھی۔ اس کے کان مولوی کے الفاظ سن رہے تھے، مگر ذہن میں وہ ساری چیخیں گونج رہی تھیں جو چند لمحے پہلے گھر کے درودیوار نے سنی تھیں۔ اس کی انگلیاں کپکپا رہی تھیں، اور چہرے پر آنسوؤں کی ایک تازہ لکیر خاموشی سے بہہ رہی تھی۔

لیکن اب وہ اس ڈاکو سے نکاح کے لیے راضی ہو چکی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ بغیر نکاح کے اس کے گھر والوں کو یہاں سے جانے نہیں دیا جائے گا اور وہ اپنی وجہ سے کسی اور کی جان کی دشمن نہیں بن سکتی تھی۔

○○○○○○○○○○

"دعام بنت شفاعت حسین کا نکاح دلدار یلغار ولد دلاور احمد کے ساتھ حق مہر میں زندگی بھر کی سانسیں، محبتوں کا سمندر، اور دلدار کی زندگی بھر کی کمائی کا ایک ایک روپیہ اس کے نام کیا جاتا ہے..."

الفاظ جب مولوی کے لبوں سے نکلے تو ایسا محسوس ہوا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ ایک لمحے کے لیے میدان کی زمین ہل گئی ہو، اور آسمان نے مسکرا کر اپنی نظریں پھیر لی ہوں۔

مولوی نے سوال کیا

"دعام، کیا آپ۔ کو دلدار سے نکاح قبول ہے؟"

ہر طرف سناٹا تھا۔ محض چند لمحے کے سناٹے میں دعام کی سانسیں جیسے بند ہو گئی ہوں۔ وہ لمحہ... وہ فیصلہ... وہ جبر — جسے وہ اپنے لبوں پر لا رہی تھی۔

"قبو...ل ہے..." آواز ٹوٹی، ڈری، سہمی، مگر مکمل تھی۔ دلدار کے چہرے پر دنیا جہاں کی خوشی سمٹ آئی تھی۔ گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں پر تبسم بکھرا تھا۔

تین دفعہ قبولیت کے بعد اب مولوی نے دلدار یلغار کی طرف رخ کیا، جو چارپائی پر بیٹھا ٹھنڈی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر فتح کا کوئی اظہار نہیں تھا — صرف خاموشی، مگر وہ خاموشی چیختی تھی۔

"دلدار، تمہیں دعام سے نکاح قبول ہے؟"

دلدار نے نظریں اٹھائیں، اور صرف سر ہلا دیا۔

دل و جان سے قبول ہے تین دفعہ میں ایک ہزار دفعہ قبول ہے۔ اس کے کہنے کی دیر تھی کہ وہاں موجود سب لوگوں نے مبارکباد کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ مولوی نے نکاح مکمل ہونے کا اعلان کیا۔ تو اگلے ہی لمحے گولیاں چلنے لگیں۔

ہوا میں سیٹیاں مارتی ہوئی گولیاں ایک جشن کی طرح چلائی گئیں۔ کچھ بندوقیں ہوا میں تھی، کچھ زمین کی طرف، اور کچھ بس یوں ہی دیواروں پر تاکہ وحشت مکمل ہو جائے۔

ڈاکو چیخنے لگے۔ چلانے لگے خوشی سے نعرے لگانے لگے۔

"!مبارک ہو سردار کو... مبارک ہو نئی دلہن کو"

دعام کی چیخ گلے میں دب گئی۔

چچا تایا خاموش تھے۔ مگر اندر سے ٹوٹ گئے تھے۔ ان کے لیے یہ نکاح نہیں تھا، یہ ایک اعلان تھا کہ اب وہ بے بس ہو چکے ہیں۔ کوئی ان کی عزت چھین کر لے گیا ہے، اور وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔

چاروں بیٹیاں ماؤں کی آغوش میں چھپ چکی تھیں۔ مولوی تیزی سے کلمہ پڑھتا ہوا وہاں سے نکلنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

نکاح مکمل ہو چکا تھا۔ وحشت کی گواہی دے چکا تھا۔ دعام اب صرف دعام نہیں رہی تھی،

وہ اب دلدار یلغار کی تھی... ہمیشہ کے لیے۔ وہ اس کی زندگی کا روں کا سانسوں کا مالک بن چکا ہے۔

ooooooo

نکاح ہوتے ہی ہر طرف بندوقوں کی گرج سنائی دینے لگی تھی۔ جیسے ہی مولوی کے لبوں سے آخری الفاظ ادا ہوئے، یوں لگا جیسے کسی دشمن ملک پر فتح حاصل کی گئی ہو۔ ہوا میں بارود کی خوشبو گونج رہی تھی، اور فضاء بندوقوں کی گولیوں سے گونج رہی تھی۔

جشن کا سا سماں پیدا ہو گیا۔ بندوقیں فضا میں چلائی جا رہی تھیں جیسے خوشی کا اعلان کیا جا رہا ہو۔ نکاح کی کاروائی ختم ہوتے ہی مولوی کو ایک بھاری رقم تھما دی گئی، نوٹوں کا وہ پلندہ دیکھ کر مولوی کی آنکھیں اور ہاتھ دونوں کانپنے لگے تھے۔ وہ خوفزدہ تھا، لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔

بالا نے اسے زوردار آواز میں تنبیہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ بات یہاں سے باہر نہیں جانی چاہیے، سمجھا؟"

مولوی نے کانپتی آواز اور جھکے سر کے ساتھ ہاں میں سر ہلایا۔

جی... جو حکم ہو... یہ بات کہیں نہیں جائے گی، صاحب!" وہ جلدی جلدی" اپنے کاغذات سمیٹنے لگا، جیسے جلدی نکل جانے سے جان بچ جائے گی۔

پیچھے باقی گھر والے، تایا، چچا، چاچی، تائی، ان کی بیٹیاں—سب ایک طرف دبکے ہوئے کھڑے تھے۔ ان کے چہرے ہوائیاں اڑے ہوئے، آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ کچھ بولے۔

لڑکیوں کی سسکیاں اور عورتوں کی گھٹی گھٹی ہچکیاں ماحول کو مزید سوگوار بنا رہی تھیں۔ نکاح کا وہ لمحہ جو کسی کے لیے زندگی کی سب سے خوشی کی گھڑی ہونا چاہیے تھا، یہاں آنکھوں میں وحشت، دلوں میں دہشت اور بندوقوں کے سائے میں لپٹا ہوا ایک اندوہناک واقعہ بن چکا تھا۔

ooooooo

ڈاکو جی... نکاح ہو گیا ہے... "تو اب۔۔؟؟"

چچا کے کپکپاتے لبوں سے بمشکل الفاظ نکلے تھے۔ بندوقوں کی تڑتڑاہٹ تھمی ہی تھی کہ وہ کانپتے ہاتھ جوڑتے، جھکے سر کے ساتھ سردار کے قریب آئے۔

سردار یلغار اب چارپائی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا، دھوئیں میں لپٹے ماحول میں اس کی آنکھیں اب بھی دہکتی آگ کی طرح جھلسا دینے والی تھیں۔

چچا کی بات سن کر اس نے ہنکارا ابھرا، ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر لائی، پھر لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے بولا

"اب کیا...؟ مہمان نوازی کریں کیا تمہاری؟"

اس نے قہقہہ لگا کر پوچھا، اور بندوق تھامے آدمیوں کو دیکھا،

اٹھو... راستہ ناپو اپنا۔ کل ولیمے پہ آجانا، یہی ہوگا ولیمہ!" پھر جیسے اچانک اسے" کچھ یاد آیا ہو، ایک بار پھر چچا کو گھورا،

ویسے تم لوگوں کی شکلیں تو ہیں نہیں بلانے والی، لیکن تم میرے سوہنے" مکھڑے کے رشتہ دار ہو، اسی لیے بلاؤنا پڑے گا!" ورنہ یہ منہوس شکلیں دوبارہ دیکھنے کا دل نہیں کر رہا۔ اس کے الفاظ میں زہر گھلا ہوا تھا، لیکن لہجہ جیسے باہر سے مجبوری کا نقاب اوڑھے ہوئے تھا۔

چچا نے ایک اور بات کہنے کو لب کھولے ہی تھے کہ اچانک بالا بیچ میں کودا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتے سردار کے کندھے پر ہاتھ رکھا،

"ارے سردار... ایسے کیسے چلے جائیں گے؟ شادی ہوئی ہے تمہاری، نکاح ہوا ہے! تھوڑا سا ناچ گانا تو بنتا ہے... اور ویسے بھی بھابھی کے تایا کو زندہ رکھنے کی پیچھے یہی تو وجہ تھی نا!"

بالا نے جیسے جان بوجھ کر ایک پرانی یاد کو چھیڑا، سردار نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں، جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کی ہو۔

"ارے ہاں بالا... یہ بات تو میں بھول ہی گیا!"

سردار نے جیسے ہی بات سنی، زور سے اپنی ران پر ہاتھ مارا اور جوش سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا،

"بلاؤ ذرا میرے حسین سجن کے تائے کو... دو دھمکے تو لگواؤ تان میں، بندوقوں کی تال پر! اسی کام کے لیے تو زندہ رکھا تھا اسے!" سردار کی آواز بلند ہوئی، اور ماحول میں ایک بار پھر سرد لہر دوڑ گئی۔ وہ اب چکر کاٹتا ہوا ارد گرد موجود بندوق برداروں کو اشارہ دے رہا تھا۔

بندوقیں ایک بار پھر ہتھیلیوں میں مچلنے لگیں۔

"!چلو بھئی... ڈھول نہیں تو دھماکے سہی"

بالا ہنستے ہنستے چاشا کی پیٹھ تھپتھپاتا، سردار کی بات کا اشارہ سمجھ گیا۔ وہ چال میں نوابی لیے ان لوگوں کی طرف بڑھا جہاں دعام نظریں جھکائے، شرمندگی اور دہشت کے سمندر میں ڈوبی بیٹھی تھی۔ اس کے ساتھ چند عورتیں تھیں جن کی آنکھوں میں آنسو اور جسموں میں کپکپی تھی۔

جبکہ دوسری طرف مرد، جن میں چاچا اور تایا شامل تھے، شاید نکلنے کا کوئی راستہ ڈھونڈنے کی آخری کوشش تھی۔

لیکن حالات، گولیوں کی بو، اور وہ مسلح دہشت، اُن کے ارادوں کو جکڑ چکی تھی۔ گھیراؤ مکمل تھا۔

جس فضا میں نکاح کے بول پڑھے گئے تھے، اب وہاں بارود کی خوشبو، اور فتح کے جشن کی تیاری تھی۔ سردار اب ہنستا ہوا چارپائی کی طرف مڑا،"

"یہاں بیچ میں ذرا ڈھمکا تو لگا... اسی لیے تو تجھے زندہ چھوڑا تھا!"

بالا اچانک ہی تائے کو کندھے سے تھام کر گھسیٹتے ہوئے بیچ میدان میں لے آیا۔

گرد اُڑی، زمین پر قدموں کی چاپ گونجی، اور چاروں طرف سے بندوقیں

تانے کھڑے ڈاکو ہنسنے لگے۔

چل... شروع ہو جا! ورنہ زندہ رکھنے کی آخری وجہ بھی مٹا دیں گے۔" بالا نے"

سخت لہجے میں کہا،

"اب تک تو اسی لیے زندہ تھا کہ سردار کی شادی پہ ناچنا تھا!"

تایا کا رنگ فق ہو چکا تھا، پسینہ پیشانی پر چمک رہا تھا۔ وہ چاروں طرف دیکھ رہے

تھے جیسے زمین پھٹے اور وہ اندر سما جائے۔

تبھی جمرو ایک ٹانگ پر اچھلتا ہوا آگے بڑھا،

ارے واہ! سردار کا سسر بھی ناچے گا! آجاؤ جی سسر جی! ہم بھی تو دیکھیں نا"

آپ کی مستی!" جمرو نے قہقہہ مارا اور تائے کے آگے ناچنے لگا۔

تایا نے ہچکچاتے ہوئے جان بچانے کی نیت سے ہاتھوں کو جمرو کی نقل میں موو کرنا شروع کیا،

تبھی بالا نے جھپٹ کر اس کے دونوں بازو اوپر اٹھائے، زبردستی ہوا میں لہراتے ہوئے بولا،

"یہ سردار کی شادی ہے، موت کی نوید نہیں۔ لگتا ہے زندگی پیاری نہیں تمہیں۔" ڈھول کی جگہ بندوقوں کی تال تھی، خوف کی گونج میں قہقہے بکھرے تھے۔

ڈاکو ناچ رہے تھے، بندوقیں چل رہی تھیں، اور ان کے بیچ وہ بے بس تایا، سردار کی خوشی کا ایک ناچتا مجسم خوف بنا ہوا تھا۔ بالا نے سردار کی طرف دیکھ کر زور سے قہقہہ لگایا،

"سردار... کیا بے سورا ناچ رہا ہے تمہارا سسر... خیر تمہارے نکاح کا پہلا تحفہ!"

ساری زندگی سر پر ٹوپی باندھ کر، ہاتھ میں تسبیح تھامے، ہر سانس کو معزز انداز میں ڈھالنے والے تایا کو آج اپنی جان کی بھیک مانگنی پڑ رہی تھی۔ وہ ہاتھ جو ہمیشہ دعا کے لیے اٹھے تھے، اب بیچ میدان میں اپنی عزت بچانے کے لیے تھر تھرا رہے تھے۔

وہ شرم سے نظریں جھکائے، کپکپاتے لبوں سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ خوف نے ان کی ہڈیوں تک کو جما دیا تھا۔

بیٹیاں ایک طرف خاموش کھڑی تھیں۔ اپنے باپ کی بے بسی کو یوں کھلم کھلا ذلت میں بدلتے دیکھ کر ان کی روح کانپ اٹھی تھی۔ زبانیں جیسے گنگ ہو چکی تھیں۔ نہ آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے، نہ لب ہل رہے تھے، بس ساکت چہرے اپنے باپ کی بکھرتی عظمت کا نوحہ لکھ رہے تھے۔

تائی امی سر جھکائے رو رہی تھیں۔ ایک طرف دعا م کے لیے نفرت کا سمندر تھا، تو دوسری طرف آج کے منظر نے ان کے سینے پر چھریاں چلا دی تھیں۔

چاچی کی نگاہیں... وہ تو جیسے آگ برسا رہی تھیں۔ ان کی نظروں میں دعام کے لیے صرف نفرت تھی۔

"...اسی کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑا"

ان کی آنکھیں چیخ رہی تھیں۔

لیکن... وہ جانتی تھیں، زبان کھولی تو کیا ہو گا۔

وہ منظر اب بھی آنکھوں میں تازہ تھا، جب دعام کو بازو سے کھینچ کر باہر لے جانے کی کوشش کی گئی تھی،

اور وہ درندہ صفت یلغار... ایک پل کو جیسے چاچی کو ہی نگل جانے والا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آج وہ سب اس کے رحم و کرم پر بیٹھے تھے۔

ان کی بات، ان کی حیثیت، ان کی خاندانی وقار... سب کچھ بندوق کے اس پہیے کے نیچے آ چکا تھا جو سردار یلغار کے ہاتھوں میں تھا۔

اور دعام... وہ اپنے دوپٹے کے پلّو میں چہرہ چھپائے زمین پر بیٹھی تھی۔

اس کا دل بھی اس منظر کو برداشت نہیں کر پا رہا تھا، لیکن آنکھوں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا تھا۔

کیونکہ وہ جانتی تھی... یہ آنسو اب ان زخموں کا مرہم نہیں بن سکتے جو لگنے والے تھے۔

oooooooo

وہ سب کافی دیر تک نچاتے رہے تھے۔ ڈھمکوں پر ناچتے قدموں کے نیچے کسی کی غیرت، کسی کی عزت اور کسی کی بے بسی روندی جا رہی تھی۔

قہقہے، سیٹیاں، شور، گولیاں — ایک وحشیانہ جشن اپنی انتہا پر تھا۔

بالا نے دو تین مرتبہ سردار یلغار کو بھی اس دیوانگی میں گھسیٹنے کی کوشش کی،

سردار، آج تو خوشی کا دن ہے، دو قدم تو تم بھی آجاو... "لیکن یلغار اپنی" چارپائی سے نہیں ہلا۔ اس کی نظریں مسلسل دعام پر تھیں، وہ انکھوں میں دیوانگی لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ زمین پر دوزانوں بیٹھی، سر جھکائے، تھر تھر کانپتی، چہرہ دوپٹے میں چھپا ہوا، اور آنکھوں سے خاموشی سے بہتے آنسو۔ اس کے وجود میں کوئی حرکت نہ تھی،

بس آنسو تھے جو اسے اندر سے خالی کرتے جا رہے تھے۔ دلدار کا دل ایک انجانے اضطراب میں ڈوبنے لگا۔ اس نے ہاتھ اوپر کیا بس ایک اشارہ۔

اور جیسے پورے میدان میں موت اتر آئی ہو۔

ڈھمکے، قہقہے، سیٹیاں، سب کچھ اچانک ساکت ہو گیا۔

بس۔ ختم کرو یہ سب کچھ۔۔۔" اس کی آواز گونجی، مگر اس میں وحشت" نہیں، ایک ایسی سرد تھکن تھی جو کسی کو بھی مزید بولنے کی اجازت نہ دیتی۔

"!اب اور نہیں۔ بہت رات ہو گئی ہے۔۔۔ بالا"

اس نے رخ موڑ کر حکم دیا،

گاڑی نکالو۔ ان سب کو حفاظت سے ان کے گھر کے دروازے تک چھوڑ کر "

آؤ۔۔۔" اس کا لہجہ سخت تھا، ایسا جیسے اب مزید کسی قسم کی گستاخی کی گنجائش

باقی نہیں۔ بالا سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹا،

اور جو چند لمحے پہلے قہقہے لگاتے، ناچتے، مذاق اڑاتے لوگ تھے

اب دبے قدموں، نظریں جھکائے پیچھے ہٹنے لگے۔

ایسا لگتا تھا جیسے یلغار اب ان سب ہنگاموں، ان سب تماشوں، اور اس جنگلی پن

سے تھک چکا ہے۔

شاید اس کی روح کسی اور طرف جا چکی تھی،

... جہاں صرف وہ آنکھیں تھیں

جو بنا کچھ کہے اس کے دل پر وار کر رہی تھیں۔

سردار کے حکم پر جیسے ہی سب کچھ رکا،

تایا ابو نے سکھ کا ایک گہرا سانس لیا تھا۔

ایسا لگا جیسے ان کے سینے پر رکھا پتھر ہٹا ہو،

لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جھلس رہے تھے۔

بچپن میں، اسی دعا م کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا "یہ اب میری بیٹی ہے، میرے بھائی کی نشانی۔"

لیکن پھر اسی بچی سے قیدیوں سے بڑھ کر مشقت لی،

ننھے ننھے ہاتھوں میں گڑیا دینے کے بجائے

جھاڑو تھما دی، چولہے کی راکھ تھما دی،

تندور کی گرمی میں اس کے معصوم گال جھلسا دیے۔ صبح سے شام تک وہ بچی کام میں جتی رہتی، اور ان کی اپنی بیٹیاں شہزادیوں کی طرح آرام کرتی رہتیں۔

وہ بیٹی جسے یتیمی میں سہارا دینا تھا،

اسے نوکرانی بنا دیا گیا۔ جس کے حصے میں محبت آنی تھی، اسے بے اعتنائی اور سختی ملی۔

اور آج۔۔۔اسی یتیم بچی کی وجہ سے،

ان کا سر جھکا ہوا تھا، ان کے ہاتھ فضا میں بلند تھے، ان کی عزت ناچ رہی تھی۔شاید یہ وہ سزا تھی

جو تقدیر نے ان کے لیے چن رکھی تھی، جو کسی لب سے نکلی بد دعا نہیں تھی، لیکن ایک مظلوم دل کی آہ ضرور تھی جس نے عرش ہلا دیا تھا۔

اور تایا ابو، جو اپنی ظاہری پارسائی کا لبادہ اوڑھے رکھتے تھے، آج اسی لبادے میں شرمندگی اوڑھے کھڑے تھے۔ان کے آنسو ان کے اندر کی خالی پن کا اعلان تھے،

لیکن افسوس کی بات یہ تھی کہ اپنا کیا یاد کرنے کے بجائے وہ خود کو مظلوم سمجھ رہے تھے۔

OOOOOOOOO

بالا کے اشارے پر سب لوگ دبے قدموں سے وہاں سے نکلنے لگے، دعام بھی خاموشی سے اٹھی تھی۔

سر جھکائے، قدم ہولے ہولے آگے بڑھاتے ہوئے وہ ان کے پیچھے چلنے ہی والی تھی۔ کہ اچانک ایک سخت مگر مانوس حصار نے اسے اپنی باہوں میں سمیٹ لیا۔

وہ چیخ نہ سکی، بس ایک گھبراہٹ بھرے سانس کے ساتھ پیچھے دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اگلے ہی پل وہ خود کو اس کے مضبوط وجود کے ساتھ جڑا محسوس کر رہی تھی

جو اسے تھامے، چارپائی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

ارے میرا سوہنا مکھڑا، ت کہاں جا رہی ہو؟"

تمہیں تو اپنے سردار کے ساتھ رہنا ہے۔۔۔ میر اگلاب سائیں۔اب تم ان کی نہیں، اپنے شوہر کی ہو چکی ہو۔" اپنے دلدار کی ہو، وہ نرمی سے اسے چارپائی پر بٹھا چکا تھا۔ دعام کی پلکیں لرز رہی تھیں،

لب کپکپا رہے تھے، وہ شدت سے کانپ رہی تھی،

"لیکن سردار اس کی ہر جنبش کو اپنی باہوں کے حصار میں قید کر چکا تھا۔

تمہیں محبت ہے مجھ سے۔۔۔ ہے نا؟" یہی تو کہا تھا تم نے بڑے سکون بخش الفاظ تھے سجن سائیں اس نے دعام کے کان کے قریب جھک کر آہستہ سے کہا۔

تمہاری اسی محبت کی خاطر تو بخش دیا انہیں۔۔۔"

تمہارے صدقے میں، تمہارے پیار کے صدقے میں چھوڑا ان سب کو۔۔۔ ورنہ تو گولیوں کی گنتی کم پڑ جاتی، لیکن گناہگار نہیں۔" اس کے لہجے میں وحشت نہیں تھی،

بلکہ وہ ایک ایسا سکون لیے بیٹھا تھا۔ جو سب کچھ پا لینے کے بعد ملتا ہے۔ دعام مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی،

پر اس کی نفی پر اب کوئی اعتبار کرنے والا نہ تھا۔ وہ سردار کی ہو چکی تھی، اور سردار، اسے اب کہیں جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

ڈاک۔۔۔کو۔۔۔جی۔۔۔""میرے۔۔۔گھر۔۔۔والے۔۔۔" دعام کی" لرزتی آواز جیسے ہوا میں تحلیل ہو رہی تھی،

پلکیں بھیگ چکی تھیں، آواز آنسوؤں میں گم تھی،

لیکن اگلے ہی پل اس کی ساری کمزوری

سردار کے مضبوط مگر بے حد نرم لہجے نے لپیٹ لی۔

"میرا گلاب سائیں، تمہارا گھر والا یہاں بیٹھا ہے۔۔۔"

اس نے نرمی سے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا، اس کی بھیگی پلکوں پر جھک کر بولا

گھر والوں کو جانے دو، دفع کرو ان لوگوں کو۔۔۔"

اب تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔""تمہارا ہر تعلق مجھ سے جڑا ہے، ہر رشتہ اب مجھ سے ہے۔۔۔ تم میری ہو، اور سردار تمہارا۔" وہ جیسے ہر زخم پر مرہم رکھ رہا تھا،

وہی ہاتھ جو کبھی وحشت کا نشان تھے اب محبت کی گواہی دے رہے تھے۔ کچھ لمحے پہلے جو شخص گولیوں سے زمین دہلا رہا تھا،

اب اس کی ہر بات میں دنیا جہاں کی مٹھاس گھلی ہوئی تھی۔ دعام، جو لمحہ بھر پہلے لرز رہی تھی، اب صرف اس کی آواز سن رہی تھی۔۔۔ خاموشی سے، بے یقینی سے،

کسی ایسے خواب کی طرح جس کے سچ ہونے کا ابھی یقین نہ آیا ہو۔

ڈا۔۔۔ کو۔۔۔ جی۔۔۔ می۔۔۔" اس کی کپکپاتی زبان ابھی مکمل جملہ بھی نہیں بنا پائی تھی کہ وہ درمیان میں ہی اس کی بات کاٹ گیا۔

ڈا کو صدقے اپنے نین سائیں کے۔۔۔"وہ نرمی سے بولا، جیسے اس کی لرزتی"

روح کو تھامنے کی کوشش کر رہا ہو۔

ان آنکھوں کا حسن تو آج دیکھا ہے سردار نے،"

"اس سے پہلے نگاہوں کا جادو ایسے کیوں نہیں چلا سجن سائیں؟

وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا، گہرائی تک،

ایسے جیسے اپنی مکمل ہستی کو اس میں دفن کرنا چاہتا ہو۔ دعام کی سیاہ آنکھیں،

خوف اور نمی سے لبریز، لیکن پھر بھی بے حد پرکشش، جیسے رات کے سمندر

میں چمکتا چاند۔

اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، سانس بے ترتیب، اور دل دھڑکنیں بھول چکا

تھا۔ یہ ماحول اس کے لیے کسی قید خانے سے کم نہ تھا۔

لیکن وہ۔۔۔ وہ سردار، جس کی وحشت چند لمحے پہلے لوگوں کی روحیں چیر چکی

تھی،

اب صرف اس کی آنکھوں میں اپنا وجود تلاش کر رہا تھا۔ دعام کی نظریں دروازے کی سمت تھیں۔۔۔

اس داخلی حصے کی طرف، جہاں سے اس کے وہ گھر والے چپ چاپ، نظریں چرائے نکل چکے تھے۔

کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔

کوئی ایک بھی چہرہ ایسا نہیں تھا جس میں اس کے لیے فکر یا بے بسی ہو۔ وہی گھر والے جن کی خاطر اس نے اتنا نصیب اس شخص کے حوالے کر دیا، آج وہی اسے اس کے نصیب کے ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

اور اب یہ سردار۔۔۔ وہی تھا جس نے سب کچھ چھینا بھی، جو سب کچھ لوٹانے کی طاقت رکھتا تھا۔ وہ جو اب تک دعام کو اپنی باہوں میں لیے اس کی آنکھوں میں دنیا بھر کی گہرائیاں تلاش کر رہا تھا، اس کا مالک بن چکا تھا۔

سردار۔۔۔۔۔ "جمرو کی آواز پر اسے جیسے لمحہ بھر کو ہوش میں آیا۔

تمہارا کمرہ سجا دیا ہے، اب تم بھابھی کو وہاں لے جاؤ اور آرام کرو... ہم تو جشن کریں گے، ساری رات جشن ہو گا، ہمارے سردار کی شادی ہے، کوئی مذاق تھوڑی ہے!"

جمرو کی باتوں میں خوشی تھی، جوش تھا، اور وفاداری بھی۔

بالا نے کہا ہے اس کے آنے تک جشن ختم نہیں ہونا چاہیے... جب تک وہ بھابھی کے سارے گھر والوں کو چھوڑ کر واپس نہیں آتا، تب تک جشن جاری رہے گا۔" سردار خاموشی سے سب سن رہا تھا۔

دعام تھکی ہوئی تھی، چپ، ساکت، لیکن آنکھیں جیسے سب کچھ سمیٹنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

جمرو کی باتیں مکمل ہوئیں تو سردار کی نظریں پھر سے دعام پر جم گئیں،

اسے جمرو کی مداخلت پسند نہیں آئی تھی۔ اس لیے سخت مگر متوازن آواز میں وہ بولا

ہاں، ٹھیک ہے، جو کرنا ہے کر لو... لیکن یہاں اس میدان میں صبح مجھے کوئی" گندگی نظر نہیں آنی چاہیے۔

ساری رات فائرنگ کرو، بندوقیں چلاؤ، جشن مناؤ،

مجھے اعتراض نہیں... لیکن صبح یہ میدان صاف چاہیے، ایک تنکا بھی نہ بچے۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

اس کی گرفت میں دعام کا نازک ہاتھ تھا، وہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا، جیسے کانچ پکڑ رکھا کا نازک ٹکڑا ہو۔ وہ سادہ سے لباس میں تھی، نہ لہنگا، نہ زیور، نہ سر پر بھاری بھرکم دوپٹہ۔ لیکن اس کی موجودگی ہی سب سے قیمتی زیور تھی سردار کے لیے۔ اس کی دلہن بنا کسی تیاری کے بھی دنیا کی سب سے خوبصورت دلہن تھی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں تھکن تھی،

وہ نرمی سے اسے اپنا سہارا دیتا گے بھرنے لگا تو اس کے خوف سے وہ لرزی تھی، اس کے قدموں میں لڑکھلاہٹ تھی۔ جب اگلے ہی لمحے وہ اس کے

نازک سے وجود کو اپنی باہوں میں بھرتا اپنے سینے سے لگائے قدم آگے کی طرف بڑھا چکا تھا۔

○○○○○○○

وہ سردار، جو ہر لمحہ وحشت کا استعارہ بنا ہوا تھا، اس وقت بے حد بے فکری سے دعام کو اپنی باہوں میں اٹھائے ان پتھریلے، سخت اور خموش پہاڑوں پر یوں چل رہا تھا جیسے وہ راستہ برسوں سے اسی کے قدموں کا عادی ہو۔

لیکن دعام کے لیے یہ سب کچھ خواب جیسا نہیں، ڈراؤنا خواب تھا۔ ہر قدم پر اسے لگتا تھا کہ وہ گر جائے گی، ٹوٹ جائے گی، وہ گرنے کے خوف سے مزید اس کے سینے سے چپکتی تو وہ مسکراتے ہوئے اسے مزید اپنی باہوں میں قید کر لیتا ہے۔

دعام کو تو لگ رہا تھا کہ وہ ان پتھریلی دیواروں میں کہیں دفن ہو جائے گی اور موت... وہ تو جیسے ہر لمحہ اس کی سانسوں کے گرد لپٹنے کو تیار تھی۔

تب ہی، سردار ایک خاص جگہ پر رکا۔

دعام کو سینے میں چھپائے، وہ کچھ پل یوں ٹھہرا جیسے اپنے کسی خفیہ راز کو سامنے لانے سے پہلے آخری بار سانس لے رہا ہو۔ پھر اس نے اپنے پیر کی مدد سے ایک مخصوص بٹن دبایا۔

پہاڑ کا ایک حصہ دھیرے سے سرکا،

اور ان کے سامنے ایک چمکتا ہوا، روشن کمرہ ظاہر ہوا — جیسے پہاڑ کے اندر چھپی کوئی جنت۔

وہ، دعام کو اب بھی اپنے بازوؤں میں لیے، اس کمرے میں داخل ہوا،

اور دعام کی آنکھوں میں بے یقینی سی تیرنے لگی۔

اس نے سردار کے سینے سے سر ہٹایا، اور نظریں دوڑائیں اُس کمرے میں، جو کسی شہنشاہ کے خفیہ محل سے کم نہ تھا۔

پتھروں سے بنا ایک بڑا ماسٹر بیڈ، لیکن اس پر سجا نرم، گرم اور مہکتا بستر،

ایسا لگ رہا تھا جیسے جنگل میں کوئی محل چھپا بیٹھا ہو۔ کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک، روشنیاں، اور آسائش کا ہر سامان موجود تھا، پتھر کی سخت زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ ہر چیز میں پتھر کی سختی اور پہاڑوں کی سنہری جھلک واضح تھی۔ اس پہاڑی دنیا کے بیچ، یہ کمرہ وہ راز تھا جسے سردار نے اپنی دنیا سے چھپا کر رکھا تھا اور اب، اس راز میں دعام کو شامل کر دیا تھا۔ کمرہ بہت اونچائی پر واقع تھا، نیچے میدان کہیں بہت پیچھے چھوٹا محسوس ہو رہا تھا۔ چاروں طرف صرف پہاڑ تھے۔ خاموش، پراسرار اور ہیبت ناک۔ یوں لگتا تھا جیسے ہر پہاڑ ایک چھپا ہوا راز ہو، ہر چٹان اپنی کہانی خود میں دفن کیے بیٹھی ہو۔

لیکن اس لمحے دعام کے لیے ان رازوں کو جاننا اہم نہیں تھا... اسے صرف ایک خوف تھا،

ایک انجانا سا ڈر جو اس کے دل میں گونج رہا تھا۔

وہ شخص، جو ابھی کچھ دیر پہلے تک اسے اپنی باہوں میں سمیٹے کسی شہنشاہ کی طرح لے آیا تھا،

اب اس کے قریب تھا—اور یہ اس کی شادی کی رات تھی۔

دعام کوئی ناسمجھ بچی نہیں تھی،

وہ جانتی تھی کہ یہ رات کسی نئی زندگی کا آغاز بن سکتی ہے۔یا خوف کی ایک نئی دیوار۔

وہ اس کی آنکھوں میں ایک الگ سی خماری دیکھ چکی تھی،

ایسی شدت، ایسا جذبہ جو کسی عاشق کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ لیکن وہ شخص عاشق نہیں تھا... وہ سردار تھا، ڈاکو تھا جس کے لہجے میں وحشت، اور لمس میں دعویٰ ہوتا تھا۔

اور اب... وہ دعام کو اس رات کی حقیقت کا سامنا کروانے والا تھا۔

ooooooo

آج اُس مصیبت سے جان تو چھوٹ گئی تھی جس سے وہ لوگ برسوں سے جان چھڑانا چاہتے تھے، لیکن وہ کہاں جانتے تھے کہ یہ سب کچھ ایسے ہو گا؟ جس

ڈاکو سے وہ اپنی بیٹیوں، بہنوں، اور عزت کو بچا رہے تھے، آخر کار وہی ڈاکو ان کے گھر کا داماد بن گیا تھا۔

تایا ابا شکستہ قدموں کے ساتھ گھر واپس لوٹے، چہرے پر ہار جانے کا کرب اور آنکھوں میں مایوسی کی جھلک نمایاں تھی۔ چاچا تو غصے اور بے بسی سے پاگل ہو رہے تھے۔ ان کے اندر کا غرور، انا، سب کچھ اس وقت زمین بوس ہو چکا تھا۔

آخر وہ ڈاکو بازی لے گیا تھا۔

وہ ان کی گھر کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا، اور وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔

کچھ بھی نہیں۔

سوائے خوف کے، ڈر کے، اور خاموشی کے۔

گھر کی دیواریں خاموش تھیں، صحن میں ہوا بھی سہم کر گزر رہی تھی، اور گھر والوں کے چہرے—ایسے جیسے کسی جنگ کے قیدی ہوں، جو ہار گئے ہوں۔

ڈاکوؤں کی وحشت اب بھی ان سب کے دلوں میں چنگاری کی طرح دہک رہی تھی۔ وہ سب بری طرح لرزے ہوئے تھے، جیسے ان کی ہڈیاں تک خوف سے جم چکی ہوں۔ آنکھوں میں نیند کا نام ونشان نہ تھا، اور دل مسلسل کسی انہونی کی دھڑکن پر اٹکا ہوا تھا۔

صرف لڑکی کو نہیں، پورے خاندان کو سرِ عام لے جایا گیا تھا، سب کے سامنے، گاؤں والوں کی نظریں جھک گئیں، اور ان کا مان، ان کی عزت، ان کی سالوں پرانی رُعب و دبدبے کی دیوار ایک پل میں زمین بوس ہو گئی۔

جس بھائی کی بیٹی کو صرف زمین کے ایک ٹکڑے کی ہوس میں پالا، جسے اپنی انا کی ضد میں قربان کر دیا، وہی بیٹی اب ان سب کی بے بسی کی سب سے بڑی گواہ بن گئی تھی۔

تایا ابو شکستہ قدموں سے دروازے میں داخل ہوئے تھے۔ ان کی پشت وہ جھکاؤ لیے ہوئے تھی جو صرف شرمندگی اور ندامت میں آیا کرتا ہے۔ چاچا کا حال تو

اور بھی برا تھا، ان کے چہرے پر غصہ اور بے بسی کا ایسا امتزاج تھا جیسے کوئی دھماکہ اندر ہی اندر ہو چکا ہو۔ لیکن وہ کچھ بھی نہیں کر سکے۔ کچھ بھی نہیں۔

اب صرف سوال ہی باقی تھے۔

اب ان کے بیٹوں کا کیا ہو گا؟

کیا کوئی ان سے رشتہ کرے گا؟

کیا کوئی ان کے خاندان کا نام عزت سے لے گا؟

کیا وہ کبھی اپنی کھوئی ہوئی عزت واپس لا سکیں گے؟

یا ساری زندگی اپنے ہی کیے کا کفارہ دیتے گزار دیں گے؟

ان کے آنسو بہہ نہیں رہے تھے، اندر ہی اندر ٹپک رہے تھے کیونکہ کچھ دکھ آنکھوں سے نہیں، دل سے برستے ہیں۔ اور آج دل سب کا ٹوٹ چکا تھا۔

کہ کاش اس رات کی کوئی صبح نہ ہو...

کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی وقت رک جائے...

کیونکہ اگر یہ رات بیت گئی،

توان کے نصیب میں صرف ذلّت، رسوائی اور شرمندگی لکھی جائے گی۔

...ان کے دلوں میں اک خوف سمایا ہوا تھا

یہ صرف ڈاکوؤں کا نہیں تھا،

یہ اس بے آواز طوفان کا تھا جو گاؤں والوں کی نظروں میں آئے گا۔ وہ جانتے تھے، کل جب سورج نکلے گا

تو وہ روشنی ان کے لیے اجالا نہیں،

بلکہ ان کی بدکرداری، حرص، اور نیت کی کالک کو عیاں کرے گی۔

کیا جواب دیں گے وہ گاؤں والوں کو؟ کہ ڈاکو کیوں لے کر گئے تھے۔

ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

...سچ تو یہ تھا کہ جواب بنتا ہی نہیں تھا

کیونکہ جواب تب ہوتا جب سوال غلط نہ ہوتا

اور یہاں غلط وہ خود تھے، ان کا ہر فیصلہ، ہر لالچ، ہر انکار، سب کچھ جاننے کے باجود وہ کچھ نا کر سکے سوائے کاپنے کے۔ وہ دیوار سے لگے بیٹھے تھے، جیسے اپنے ہی گناہوں کی لاشوں پر ماتم کر رہے ہوں۔ اب وہ بس اسی دعا میں تھے...

کہ یا تو وقت پلٹ جائے، یا یہ رات کبھی ختم نہ ہو تا کہ وہ کل کا سامنا نہ کر سکیں۔ ورنہ اور کوئی حل۔ نہیں تھا۔

○○○○○○○○

اکرم کی آنکھوں میں فتور سا اتر آیا تھا۔ رات کی تاریکی میں وہ اپنی فائلوں پر "جھکا بیٹھا تھا، ہر صفحے پر وہی نام — ڈاکو سردار دلدار یلغار۔۔۔

ہر گواہی، ہر شواہد، ہر رپورٹ کو وہ ترتیب دے رہا تھا جیسے کل کا سورج اس کے کیریئر کا سب سے بڑا دن ثابت ہونے والا ہو۔ اور ایسا ہی تھا وہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس مقام تک آ کر کوئی رسک لے نہیں سکتا تھا۔

"!محبت کے جال میں آکر وہ خود آئے گا... خود"

اکرم نے میز پر مکا مارا، اور اس کی آنکھوں میں جلتا انتقام اور ٹھنڈی خوشی ایک ساتھ جھلکنے لگی۔

پھر اس کی نظر میں اس لڑکی کی تصویر آئی،

بس تُم کہہ دینا... صرف اتنا کہ تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی... باقی سب"

"میں سنبھال لوں گا۔

اکرم جانتا تھا کہ جب یہ بات دلدار کے کانوں تک پہنچے گی، وہ ٹوٹے گا۔

اور تب... تب وہ ایک مجرم نہیں، ایک شکست خوردہ عاشق بن جائے گا۔

اور وہی لمحہ ہو گا جب ہتھکڑی کا ایک ایک حلقہ اس کے ہاتھوں پر چھنٹے گا۔ وہ خوش تھا، بہت خوش۔۔۔ اور وہ خوش کیوں نہ ہوتا؟

آخر اتنی بڑی رقم ہاتھ آرہی تھی، اتنے سارے میڈلز مل رہے تھے، وہ جو برسوں سے صرف محنت کر رہا تھا، اب اس محنت کا صلہ اسے ملنے والا تھا۔

ہر طرف سے تعریفیں ہو رہی تھیں، میڈیا اسے ہیرو کہے گا۔ اندرونی طور پر وہ ابھی سے جشن منا رہا تھا۔

اکرم خان... تم نے کر دکھایا!" وہ خود سے سرگوشی میں بولا، آئینے میں اپنے" عکس کو دیکھ کر مسکرایا۔

مگر اُس خوشی کے پیچھے ایک سچ چھپا تھا،

ایک سچ... جسے وہ خود سے بھی چھپا رہا تھا۔

کہ یہ کامیابی صرف محنت سے نہیں ملی،

بلکہ... کسی اور کی تباہی سے ملی تھی۔

... اور وہ کوئی اور

دلدار یلغار کی مبحت کی تباہی تھی تھی،

ڈاکو عشق کرتے نہیں بچتے، وہ قہقہہ لگا کر بولا

وہ عاشق، جو اپنی محبت کی سچائی لے کر تباہی کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ اکرم جانتا تھا، یہ کہانی یہاں ختم نہیں ہوئی۔ ابھی اصل کھیل باقی تھا۔

وہ اپنے ہی جوش میں ہوش گنوائے، خوشی سے جھوم رہا تھا۔

میڈلز، داد، شہرت... سب کچھ جیسے قدموں میں آ گیا تھا۔

تبھی ٹیبل پر رکھا اس کا فون بجنے لگا۔

اس نے فوراً فون اٹھایا۔

اسکرین پر چمکتا نام دیکھ کر اس کے چہرے پر تھوڑا تناؤ ابھرا۔

یہ ڈی آئی جی جنرل نعمان شفیق کا فون تھا — وہی افسر جس کے ماتحت وہ کبھی کام کرتا تھا، اور جو برسوں تک اس علاقے میں تعینات رہا تھا۔

اکرم نے کال ریسیو کی،

"اسلام علیکم سر!"

دوسری طرف سے آواز آئی،

"کیسے ہو، اکرم؟ سننے میں آیا ہے کہ بہت بڑا ہاتھ مارا ہے تم نے... بہت آگے نکل چکے ہو؟

کیا میں ایسے ہی سن رہا ہوں یا واقعی یلغار... وہ ڈاکو سردار... تمہارے ہاتھ لگنے والا ہے؟"

آواز میں دبی دبی چبھن اور جلن چھپی ہوئی تھی،

وہ الفاظ کے پردے میں اپنی خفگی کو چھپا نہیں پایا تھا۔

اکرم لمحے بھر کو خاموش رہا،

پھر گردن اور کمر کو سیدھا کرتے ہوئے باادب بولا

"جی سر، کوشش تو یہی ہے۔ اگر سب کچھ پلان کے مطابق ہوا تو... کل یلغار ہماری حراست میں ہو گا۔"

دوسری طرف ہنکار سنائی دی، جیسے کہنے والا ہنسا نہیں، صرف دانت پیسا ہو۔

"چار سال... چار سال میں نے اُس علاقے میں گزارے،

...اس کے سائے تک نہ پہنچ پایا

"اور تم صرف دو سال میں ہیرو بننے جا رہے ہو؟

اکرم کے ہاتھ کی گرفت موبائل پر کچھ سخت ہو گئی،

مگر اس کے لہجے میں نرمی تھی،

"سر... کچھ قسمت، کچھ ٹیم ورک... باقی اللہ کی مدد۔"

نعمان شفیق نے خاموشی سے کال کاٹ دی،

اور اکرم کو یوں لگا جیسے جنگ شروع ہو چکی ہے وہ نعمان کی جلن پر قہقہہ لگا کر

ہنسا۔

— اکرم جیسے اپنے خوابوں کا جہان آباد کر رہا تھا

اپنی کامیابیوں کے قلعے تعمیر کر چکا تھا وہ،

مگر اسے خبر ہی نہ تھی کہ جس سوچ پہ وہ ناز کر رہا ہے،

— وہ سوچ اُس دشمن کے لیے تو کچھ بھی نہیں تھی

...کیونکہ وہ دشمن، یلغار، کوئی عام ڈاکو نہیں تھا

!وہ دہشت کا دوسرا نام تھا

اکرم سمجھ رہا تھا کہ سب کچھ اس کی پلاننگ کے مطابق ہو رہا ہے، مگر جو کل

ہونے والا تھا،

وہ آج ہی ہو چکا تھا۔ وہ بازی جسے جیتا ہوا سمجھ رہا تھا،

...اس میں وہ کب کا مات کھا چکا تھا

اور اب جو بچا تھا، وہ صرف خالی ہاتھ رہ جانا تھا۔

یلغار کی آنکھوں میں کئی سالوں کی تربیت تھی،

اس کا دماغ... کسی بھی انٹیلیجنس آفیسر سے کم نہ تھا،

!وہ جانتا تھا کہ کب، کس کو، کیسے استعمال کرنا ہے... اور کب بازی پلٹ دینی ہے

اکرم بے خبر تھا... کہ اس کا ہر قدم،

یلغار کی آنکھوں میں عکس بن چکا ہے۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اسے جال میں لے آیا ہے،

مگر اصل میں وہ خود یلغار کے بچھائے جال کا شکار بن چکا تھا۔ اور اسے خبر بھی نا ہوئی تھی

○○○○○○

پہاڑوں میں دھواں پھیلا ہوا تھا، بارود کی بو نے ہوا کو بوجھل کر دیا تھا—

میدانِ جنگ کی گونج، پوری وادی میں ہاہاکار مچا رہی تھی۔

ہر طرف فائرنگ کا شور تھا،

ہر ہتھیار، ہر گولی، جیسے ایک اعلان کر رہی ہو

"!... یہ علاقہ سردار دلدار یلغار کا ہے"

ہاہاہا! کیا سمجھا تھا انسپیکٹر اکرم نے؟

کہ وہ سب کچھ قابو میں لے آیا ہے؟

!کہ وہ جیت گیا ہے؟ بے چارہ

اسے کیا معلوم تھا کہ وہ ایک ایسی بساط پر چال چلا ہے جہاں پیادے بھی بادشاہوں سے زیادہ چالاک نکلتے ہیں۔

جمرو کی ہنسی کی گونج پہاڑوں میں گونج رہی تھی،

...جمرو، بالا، اور دوسرے سب ساتھی

اپنے اپنے ٹھکانوں سے ہنسی کے قہقہے مار رہے تھے،

یہ ہنسی نہیں تھی، بلکہ ایک وار تھی

اکرم کے غرور پر، اس کے فخر پر، اس کے "پلان" پر۔ اکرم کو خبر تک نہ ہوئی کہ

جو کھیل وہ کھیل رہا تھا،

وہ اس سے پہلے ہی سردار پڑھ چکا تھا، اور اپنے مطابق چالیں بچھا چکا تھا۔ کل ...جب اکرم جائے گا گرفتاری کرنے

"اس کی صورت دیکھنے والی ہو گی۔۔۔

ارے نہیں نہیں جُمرو، اُس کی شکل دیکھنے کی اب کوئی خواہش نہیں ہے۔ آج تو خوشی کا دن ہے، سردار کی شادی کا دن ہے۔ جشن مناؤ، خوب جشن! وہ پھر سے آسمان کی طرف فائرنگ کرتے ہوئے بولا، جب اچانک ہی ایک دوسرا ڈاکو بڑی کشکول لے کر آگیا۔

"ارے، ! دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ دارو یہ تم کیا لے آئے ہو؟"

اُس کی آواز پورے علاقے میں گونجی تھی۔

بالا نے اُسے روکنے کی کوشش کی،

ارے سردار کی شادی ہے، کوئی عام دن تھوڑی ہے، ہم خوب جشن منائیں گے!" وہ ضد کرنے لگا۔

ڈیشن اپنی جگہ اچھا لگتا ہے لیکن یہ بہت زیادہ ہو جائے گا، ہم نے علاقے کو خوف میں مبتلا نہیں کرنا،" بالا نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ اپنی طرف سے خوشی منانے کی کوشش کر رہا تھا جس میں بظاہر کچھ غلط نہ تھا، لیکن حقیقت

یہ تھی کہ اس علاقے میں بہت سے معصوم لوگ رہتے تھے، جو پہلے ہی ڈاکوؤں کے ظلم وستم سے شدید خوفزدہ تھے۔

اور جس طرح وہ کچھ کوئل (راکٹ یا دھماکہ خیز مواد) اُٹھا کر لایا تھا، یقیناً اس کی آواز نے پورے علاقے کو ہیجان میں مبتلا کر دینا تھا۔

اور پھر سردار کو بھی یہ حرکت ہرگز پسند نہیں آئے گی۔" بالا نے اسے آخری بار وارننگ دی۔

میں کچھ نہیں جانتا، میں اپنی مرضی کروں گا! تم لوگ بھی تو اپنی مرضی سے" خوشیاں منا رہے ہو، مجھے بھی میرے طریقے سے خوشی منانے دو!" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

ڈاکوؤں نے اُس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کچھ پیچھے ہٹنا چاہا، لیکن وہ کچھ کوئل آسمان کی طرف اُٹھا چکا تھا، اور اگلے ہی لمحے ایسا زوردار دھماکہ ہوا کہ:

فضا تھرا اُٹھی، پہاڑوں میں گونج پیدا ہوئی، اور علاقے بھر میں خوف کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔

○○○○○○○

اُس نے اُسے اپنی باہوں سے آہستہ آہستہ نیچے اتارا، جیسے کوئی قیمتی شے ہو جسے ذرا سی بھی چوٹ لگ جائے تو ٹوٹ جائے۔

جیسے ہی وہ زمین پر اُتری، اُس کے ننگے پاؤں قیمتی، مخمل جیسے قالین سے ٹکرائے۔

لمحے بھر کو وہ ٹھٹکی...

وہ ننگے پیر آئی تھی،

وقت کا کوئی ہوش نہیں تھا،

درد، دکھ، خوف سب اس کے وجود سے چپکے تھے—

لیکن اس قالین کی نرمی...

ایسا لگا جیسے وہ زمین پر نہیں،

بادلوں پر قدم رکھ رہی ہو۔

اُس کا پیر جیسے نرم ریشمی خوابوں میں ڈوب گیا ہو،

اور لمحے بھر کو، صرف ایک لمحے کو،

وہ ساری تھکن، وہ ساری بے بسی،

اُس نرم لمس کے نیچے دب گئی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ نرم فرش

کسی قید خانے کا دروازہ بھی ہو سکتا ہے،

یا کسی خواب کا آغاز بھی۔

"میرا معصوم سائیں... یہاں کی سرزمین پتھروں سے بھری ہوئی ہے۔"

اس کی بھاری، دھیما آواز لمحے بھر کو ہوا میں ٹھہر گئی۔

اس زمین پر ننگے پیر مت چلنا، تمہارے نازک پاؤں میں تکلیف ہو گی... اور "

"تمہاری تکلیف... سر دار سے بر داشت نہیں ہوتی۔

اس نے نرمی سے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر، آہستگی

سے اپنا رخ اس کی طرف موڑا۔

دعام کی پلکیں لرزیں، دل کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔

وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ اس کی سانسوں کی تپش اس کے رخساروں کو چھو

رہی تھی۔

اس کی آنکھوں کا خمار، بھاری پلکوں کے سائے،

ایک ایسا طوفان لیے ہوئے تھا جس میں دعام کی معصومیت جیسے بہکنے لگی ہو۔

اس کی نظریں جھکیں، دل جیسے کانپ سا گیا،

لیکن اس کے لمس میں وہ شدت نہیں تھی جو تکلیف دے،

بلکہ وہ ایک محافظ سا تھا، جو اسے ہر سختی سے بچانا چاہتا تھا۔

ارے میرا سجن سائیں... تو شرمیلہ سائیں بھی ہے۔"وہ نرمی سے ہنسا، جیسے" کوئی خوشبو خاموشی سے ہوا میں تحلیل ہو گئی ہو۔

اس کی جھکی ہوئی نگاہوں پر وہ آہستگی سے اپنی انگلی پھیرتا نیچے آیا، بے باک لمس دعام کی دھڑکن تیز کر گیا۔

پھر اس کے نرم گال پر انگلی سے ایک ہلکی سی لکیر کھینچی تو ایک لمس جیسے دعام کی روح تک جا پہنچا۔

کیا ہوا میرا۔ سوہنا مکھڑا؟"اس کی آواز میں شوخی تھی، لیکن لہجے میں ایک" عجیب سی اپنائیت، ایک ایسا یقین جو شاید خوفزدہ دعام کو ابھی نہیں سمجھ آرہا تھا۔وہ لرز رہی تھی،

جسم میں خنکی اور دل میں گھبراہٹ کی لہر تھی۔

اس کے اطراف میں خاموشی نہیں، بلکہ اندر کا شور بول رہا تھا۔

جسم کا ایک ایک ذرّہ کپکپا رہا تھا،

اور آنکھوں میں ایسا ڈر تھا جیسے صدیوں کی قید ہو۔

لیکن دلدار... اسے دیکھ کر صرف مسکرا رہا تھا، جیسے اس کی کیفیت کو سمجھ رہا ہو۔

اسکی مسکراہٹ میں ایسی دلکشی تھی۔ جیسے پوری دنیا تھم جائے اور صرف وہ لمحہ باقی رہ جائے۔ جب سردار دلدار مسکرایا۔۔۔"

"میرے جان کے ٹوٹے !!، مجھے تمہاری مسکراہٹ سے زیادہ کچھ نہیں چاہیے یار سجن..." وہ نرمی سے بولا،

لیکن دعام کی روح اب بھی اس خوف کی زنجیروں میں بندھی تھی، جو نہ جانے کب ٹوٹیں گی...

اُس کا لرزنا، اُس کا کانپنا، تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

دلدار نے اُسے یوں سہما دیکھ کر نرمی سے اُس کی نازک، پتلی کمر کے گرد بازو پھیلایا۔

اگلے ہی لمحے، ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ وہ اُس کے قریب ہو گئی اتنی قریب کہ دونوں کے سانسوں کی گرم لہر ایک دوسرے کو چھونے لگی۔

وہ اچانک اُس کے سینے سے جا لگی، بیچ سے ہوا تک کو گزرنے کی اجازت نہ رہی۔

ایسے جیسے کوئی طوفان دو وجودوں کو تیزی سے ایک دوسرے سے ٹکرا دے۔ دعام کی سانسیں بے ربط ہو گئیں، دل کی دھڑکنیں جیسے کانوں میں دھماکوں کی طرح سنائی دینے لگیں،

اور دلدار کے سینے کی حرارت اُس کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی۔ ایک لمحے کو تو وہ جیسے خود سے بیگانہ ہو گئی

ہوس اور خوف، اور بے یقینی... سب ایک ہی پل میں اُسے گھیرے ہوئے تھے۔ وہ اُس کی گرفت میں تھی،

لیکن... کیا وہ صرف گرفت تھی؟

یا اُس کے اندر چھپا وہ جنون جو اُس معصوم دل کو چھو جانا چاہتا تھا...؟ لیکن کیا یہ جنون وہ سہہ سکتی تھی۔۔۔؟ یہی خوف تھا جو اسے مزید کانپنے پر مجبور کر گیا

اب سمجھ میں آیا..." دلدار کی آواز میں ایک عجیب سی سرگوشی تھی، جو دعام کی۔ روح کو چھیڑتی تھی،

تم باتوں سے نہیں، سانسوں سے بات کرتی ہو۔"

تم الفاظ نہیں، دھڑکنوں کی زبان بولتی ہو۔

تمہاری ہر سانس جیسے کوئی راز کہتی ہے... کوئی فسانہ سناتی ہے۔" وہ اس کے اور قریب ہوا، اتنا کہ سانسیں اب آمنے سامنے نہیں، ایک دوسرے میں اترنے لگیں۔

اگر ایسا ہے تو، دلدار... تمہاری ان سانسوں کو خود میں اتار کر، اپنے آپ کو" "متبر کرنا چاہے گا۔

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا،

سجن سائیں... اپنی ان سانسوں سے کہہ دو"

جتنی باتیں کرنی ہیں، کرلیں۔

دلدار یلغار اپنی پوری روح کو کان بنادے گا۔

ہر سرگوشی، ہر ہچکی، ہر لرزتی سانس کو سننے کے لیے... اور اس میں خود کو فنا کر

"دینے کے لیے تیار ہے۔

وہ لمحہ جیسے وقت کی گرفت سے آزاد ہو چکا تھا۔

اچانک وہ اس کے چہرے پر جھکا۔ تو اسے دوسری۔ سانس نا آئی دعّام کے لبوں

پر اُس کی دیوانگی کے لمس نے لرزہ طاری کر دیا تھا۔

وہ مونچھوں کی چھبن، وہ خالص مردانگی کی مہک، وہ لبوں پر رکھی ہوئی

شدت... سب کچھ اتنا غیر متوقع اور بے قابو تھا کہ دعّام کی سانس جیسے سینے

میں ہی قید ہو گئی۔

وہ نرمی سے، لیکن اپنے پورے جنون کے ساتھ اس کے لبوں پر اپنا حق جتا رہا تھا...

جیسے برسوں کا کوئی ادھورا لمس آج مکمل ہو رہا ہو، جیسے وہ صرف چوم نہیں رہا تھا بلکہ

اپنی روح، اپنی چاہ، اور اپنی بے تابی کو اس کے اندر انڈیل رہا تھا۔

دعّام کے لیے یہ سب خواب کی مانند تھا۔ ایسا خواب جو ہوش میں آکر بھی مدہوش کر دے۔

وہ اس کی بانہوں میں تھی، خاموش بے بس کانپتی لرزتی،

لیکن اب صرف جسم نہیں، اس کی سانسیں بھی اُس کی سانسوں میں سماتی جا رہی تھیں۔ وہ اس کی سانسوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

وہ اسے چومتے ہوئے جیسے سرگوشی میں بول رہا ہو۔

نکاح مبارک ہو سجن سائیں

یہ لب... اب میرے ہیں۔ میرے یار سانس کی سانسیں میری ہیں۔ میرے" سوہنے گلاب کی ہر خاموشی، ہر لرزش... میری دیوانگی کی گواہی بنے گی۔"

سردار تمہیں اتنا ٹوٹ کر چاہے گا۔ جتنا کبھی کسی نے کسی کو نہیں چاہا ہو گا۔

اس کے لمس میں ایک ایسی دیوانگی چھپی تھی جو کسی بھی عام دل کو سہنے کی طاقت نہ دیتی۔ وہ دیوانہ تھا... شدت سے چاہنے والا... اور آج اس کا صبر چھلکنے کو تھا۔

وہ بے تابی سے اسے چوم رہا تھا اس کے چہرے پر اس کی مونچھوں کی چبن اسے مزید لرزلا رہی تھی۔ وہ دیوانگی سے اس کی آنکھوں کو گالوں کو لبوں کو گردن کو ماتھے کو چومے جا رہا تھا۔ جیسے زندگی کا بس ایک ہی مقصد ہو اپنے سوہنے مکھڑے سے پیار کرنا بے شمار کرنا

"!...مت روکو مجھے"

اس کی آواز جیسے کہیں سینے کی گہرائی سے ابھری تھی،

کتنا انتظار کیا ہے اس لمحے کا... کیا میرے انتظار کا کوئی انعام نہیں دو" گی؟"میر اگلاب سائیں۔۔۔" دعام کی پلکیں جھکیں، اور اس کے نازک ہاتھ سردار کے سینے پر رکھے جیسے اسے خود سے دور کرنے کی معصوم سی کوشش کر رہی ہو۔

مگر سردار دلدار، جو صرف دنیا کے لیے دہشت کا نشان تھا، اس وقت صرف ایک دیوانہ عاشق تھا۔

وہ جھک کر اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا دیکھنے لگا جیسے وہ اس کے انکار سے زخمی ہو گیا ہو، جیسے دعام پھگل جائے گی بالکل ایسے ہی جیسے وہ اس کے پیار میں پاگل ہو، یا جیسے وہ اس کے نکاح کی خواہش میں مرنے کو تیار ہو...

لیکن یہاں کہانی الٹی تھی۔

وہ دعام تھی، جو خوف زدہ تھی۔

اور وہ... وہ دلدار تھا... جو دعام کے انکار کو سن ہی نہ پا رہا تھا۔ نرمی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ بولا،

تم مجھے روک رہی ہو؟... انکار کر رہی ہو؟"میری محبتوں سے دور بھاگو گی" دلدار سجن،

دلدار مر ویسے، دوجی ساہ وی نئ آوے گی تیرے دلدار سائیں نوں، جے ٹُوں چاہندی اے شادی دی رات ای بیوہ ہو ویندی۔

(دلدار مر جائے گا دوسری سانس بھی نہیں ائے گی تمہارے دلدار سائیں کو) (کہ تم چاہتی ہو شادی کی رات بیوہ ہو جاؤ۔

اس کے لہجے میں دنیا بھر کی معصومیت تھی۔ وہ پوری طرح اس کی بات کو نہیں سمجھی تھی لیکن جتنی بات سمجھ میں ائی تھی وہ معصومیت سے نفی میں سر ہلا گئی ۔لیکن سامنے بھی تو جسے کوئی معصوم سا بچہ کھڑا تھا وہ اس کی حرکت پر ہلکا سا مسکرا دیا

وہ ایک ایسا معصوم ڈاکو تھا... جو صرف دعام کے سامنے نرم تھا،

ورنہ... "یہ وہی سردار دلدار ہے جو پتھروں کے بیچ پل کر فولاد بنا، جس کے نام سے حویلیاں خالی ہو جاتیں، جس کی بندوق سے نکلنے والی گولی، رحم سے پہلے فیصلہ سناتی تھی۔"

وہ وہی سردار تھا جو بے رحم مشہور تھا،

جس کے نام پر تھانے ویران ہوتے تھے، جس کے سائے سے دشمنوں کی نیندیں اجڑتی تھیں۔

لیکن... دعام کے آگے وہ سب کچھ ہار چکا تھا۔

ڈاکو۔۔۔جی۔۔۔ "دعام کی سسکتی آواز گونجی،"

ڈاکو قربان اپنے سوہنے سائیں کے۔۔۔ "وہ شدت سے کہتا، اچانک دعام کو" اپنے بازوؤں میں سمیٹ گیا۔

ایسا لگا جیسے وہ اسے خود میں جذب کر لینا چاہتا ہو،

جیسے وہ اپنے وجود کی ہر دھڑکن سے اس کی سانسوں کو سنبھالنا چاہتا ہو۔

مگر تب ہی... ایک زوردار دھماکے نے پوری فضا کو ہلا دیا۔ درودیوار کانپ اٹھے،

اور دلدار کی آنکھوں میں وہی پرانی وحشت اتر آئی،

وہی دہشت، جو سینکڑوں انسانوں کی سانسیں روک لیتی تھی۔ اس کی نظر لمحے میں بدل گئی،

اور وہی نرم سردار، لمحے میں فولاد بن گیا۔

دعام کی چیخ اس کے سینے میں دب گئی۔

وہ خوف سے لرزنے لگی، اس کا دل بری طرح کانپ رہا تھا جیسے اس کا دل اس کے سینے کی دیواروں کے ساتھ بج رہا ہو ایک عجیب سے خوف میں مبتلا ہو کر دلدار نے شدت سے دعام کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔

اس کے ننھے وجود کی تھرتھراہٹ دلدار کی دھڑکنوں میں سما گئی، جیسے اس کی جان ابھی چھوٹ جائے گی۔

جیسے ابھی دعام کی دھڑکن رک جائے گی دعام کا دل اتنی زیادہ تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے لمحے میں سب کچھ ختم ہو جانے والا ہو

سردار نے شدت سے اسے خود میں سمیٹ لیا،

جیسے اپنے بازوؤں میں قید کر کے دنیا کی ہر آفت سے بچا لینا چاہتا ہو،

جیسے وہ دنیا کی ہر خوف، ہر دہشت سے صرف ایک وجود کو محفوظ رکھنا چاہتا ہو... اپنی دعام کو۔

"میرا یار سجن... کچھ نہیں ہوا، یہ دھماکوں کی آوازیں یہاں آتی رہی ہیں، لیکن یہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔ بے فکر ہو جاؤ، کانپنا بند کرو... میں ہوں نا تمہارے ساتھ! میرے ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی طاقت تمہیں چھو بھی نہیں سکتی۔"

وہ اسے اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے، اپنے سینے سے ایسے لگا چکا تھا جیسے اس کی جان وہیں دھڑک رہی ہو۔ دعام کے جسم کی کپکپاہٹ، اس کی سانسوں کی بے ترتیب روانی، سب کچھ اسے پاگل کر رہی تھی۔

میر اگلاب سائیں... مجھے ڈراؤ نہیں۔ یقین کرو، آج تک کسی چیز سے اتنا خوف" "محسوس نہیں ہوا جتنا تمہاری دھڑکن سے ہو رہا ہے۔

وہ اس کی آواز کے ساتھ، اس کی سینے کی دھڑکنوں کو سن رہی تھی، جیسے ہر دھڑکن اُس کی روح پر دستک دے رہی ہو،

دلدار نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھاما، اس کی کانپتی پلکوں کو دیکھا، اور پھر نرمی سے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے لگا دی۔

ساری سانسیں ایک ہی بار میں لے لو گی کیا؟"مکھے ڈر لگ رہا ہے تمہاری" سانسوں سے میرے سوہنے سائیں یوں نا کرو۔۔۔اس کا جسم اب بھی ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔

دلدار کی گرفت سخت ہوئی، اس نے اسے اور زیادہ اپنے ساتھ جوڑ لیا۔

دلدار کی آنکھوں میں ایک جنون تھا، ایک خوف بھی، لیکن سب سے بڑھ کر" محبت تھی وہ محبت جو جان بھی دے سکتی تھی، جو بغاوت میں دنیا بھی جلا سکتی تھی۔

دلدار کی آنکھوں میں ایک خاموش طوفان تھا۔ جس نے بھی یہ حرکت کی تھی ۔اب اس کی سانسوں پر صرف سردار کا حق تھا اور اب اسے مزید سانس لینے کا وہ خود بھی کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔

تم تھک گئی ہو میری گلابو۔۔! آرام کرو آوو یہاں۔۔۔ آن کے بعد تمہیں کوئی آواز نہیں آئے گی۔۔۔۔یہ سردار کا وعدہ ہے۔۔۔۔" وہ اسے نرمی سے اٹھا کر بیڈ پر لے آیا تھا۔ جبکہ دعام کا خوف جوں توں تھا۔ جبکہ وہ اسے بیڈ پر لیٹتا واپس اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔

ooooooo

سردار خاموشی سے دعام کے بستر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مٹھاس اور بے پناہی محبت کی چمک تھی، جو اس کی پوری ظالم شخصیت کو نرم کر دیتی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں کو اس کے نرم، بے ترتیب بالوں میں پھیرنے لگا، جیسے ہر کانپتی ہوئی سانس کو سنبھال رہا ہو۔

وہ لڑکی، جو آج اس کی دلہن بننے آئی تھی، نیند میں بھی سخت خوفزدہ اور بے چین تھی۔ اس کا چہرہ بے ترتیب، تھکا ہوا اور گھبراہٹ سے بھرا ہوا تھا، گویا زندگی نے اس کی معصومیت کو چُپکے سے چھین لیا ہو۔

اس کی چھوٹی چھوٹی سانسیں جیسے ہر لمحے رکنے کو تیار ہوں، اور سردار کو اس کی حالت دیکھ کر دل بھر آتا تھا۔

اس کے دل کی دھڑکن بے قرار تھی، ایک عجیب سی بے بسی میں لپٹی ہوئی۔

اس نے سوچا کہ شاید اس کی دنیا اسی لمحے ختم ہو جائے گی، جب وہ اپنے سوہنے مکھڑے کو کھو دے گا۔

اس کے اندر ایک وحشت تھی، ایک غصہ جو ہر دم ابل رہا تھا، لیکن اس غصے کے پیچ بھی اس کی محبت کی گہرائی نظر آرہی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ یہ خوف اور بے چینی اس کی بیوی کے دل میں گہری جڑیں جما چکی ہیں، اور وہ چاہتا تھا کہ اس کا یہ پیار اسے تحفظ دے۔ لیکن وہ اس کی پناہوں میں پہلے لمحات میں ہی خوفزدہ ہو چکی تھی۔

سردار نے دھیرے دھیرے اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ چھوا۔ اس کا دل شدت سے کانپا تھا آج دعام کی حالت دیکھ کر وہ خود خوفزدہ ہو گیا تھا۔

وہ اپنی طاقتور انگلیوں سے اس کی ہونٹوں کو سہلا رہا تھا، جیسے کہ وہ اسے یقین دلانا چاہتا ہو کہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی کشمکش تھی۔

ایک طرف اس کا خونخوار اور بے رحم پہلو، اور دوسری طرف وہ نرم اور پیار کرنے والا مرد جو اپنے سجن سائیں کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی دنیا میں اس وقت خوف کا سایہ چھایا ہوا ہے، مگر اس کے دل میں صرف ایک خواہش تھی۔

اس کی بیوی کا سکون۔ اس نے اپنے سینے سے اسے قریب کیا اور آہستہ سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

میں ہوں نا، تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ "میں تمہارا یہ ڈر ختم کر دوں گا۔"

دعام کی سانسیں ابھی بھی بے ترتیب تھیں، وہ سہمی ہوئی نیند کے بیچ لرز رہی تھی، لیکن سردار کی موجودگی میں وہ کمزور اور خوفزدہ دل بھی کچھ سکون محسوس کر رہا تھا۔ اس لمحے، اس کے دل کی ہر دھڑکن نے سردار کو یاد دلایا کہ اس کی وحشت کے پیچھے ایک نرم دل بھی دھڑک رہا ہے صرف اپنے محبوب سائیں کے لیے۔

سردار کی نظریں دعام کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ کچھ لمحے اور ٹکٹا رہا، اس کی پلکوں کی تھرتھراہٹ، چہرے کی نرمی اور تھمی تھمی سانسوں سے یقین کر چکا تھا کہ وہ گہری نیند میں اتر چکی ہے۔ شاید اب اس کا خوف کچھ حد تک کم ہو چکا

تھا، شاید اس کے لمس نے، اس کی موجودگی نے، اس کے دل میں موجود طوفان کو وقتی طور پر تھام دیا تھا۔

وہ دھیرے سے اٹھا، اس نے آہستگی سے کمرے کی مدھم روشنی آن کی تاکہ اندھیرے کا سایہ دوبارہ اس پر نہ چھا جائے۔

ایک آخری نظر اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے، جس پر ابھی بھی نیند اور تھکن کی جھلک باقی تھی، وہ پر سکون ہوا۔

وہ نرمی سے اس کے قریب جھکتا اس کے ماتھے کو شدت سے چومتے ہوئے پیچھے ہٹا۔

دروازے کے قریب جا کر اس نے بھاری پردہ نیچے گرا دیا تاکہ سردی، روشنی یا کوئی بھی شور اسے نہ جگا پائے۔ سب کچھ سنبھالنے کے بعد، سردار نے اپنے مضبوط قدموں سے پہاڑی غار کی سیڑھیاں اترنا شروع کیں۔ اس کی چال میں اب نرمی نہیں، فیصلہ کن سختی تھی۔

اب محبت لمحے بھر کو کمرے میں قید ہو چکی تھی، اور اس کی آنکھوں میں اب وہی پرانی وحشت جھلکنے لگی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جس کا حساب ہونا تھا۔ جو کچھ نیچے قبیلے میں ہوا تھا، جو خوف اس کے ڈرپوک سائیں کی سانسوں میں بسا تھا، اب اس کا جواب دینا باقی تھا۔ سردار کی رگوں میں خون تیز بہنے لگا اب حساب کا وقت تھا۔

○○○○○○○

پہاڑ کی چٹانوں سے بنی اس غار کے نیچے، وسیع و عریض میدان میں رات کے پچھلے پہر بھی روشنی اور شور باقی تھا۔ جشن کا سماں تھا—آگ کے الاؤ دہک رہے تھے، کھانے پینے کے برتن بکھرے تھے، اور ہنسی مذاق، قہقہے ابھی بھی فضا میں گونج رہے تھے۔ مگر ایک کونے میں، بالا اور جمرو، اپنے چہروں پر خاموش سنجیدگی لیے، باقی سب سے جدا ہو کر بیٹھے تھے۔ ان کے دل میں وہ دھماکے کی گونج ابھی بھی دھڑکنوں کی طرح بج رہی تھی۔ انہیں معلوم تھا، اب جو ہونے والا ہے... وہ جشن نہیں، قیامت ہو گی۔

اچانک، پہاڑ کے دہانے سے بھاری قدموں کی چاپ گونجی۔

سردار آگیا۔نہ جانے کون بولا تھالیکن وہ حیران ہوئے تھے وہ اتنی رات گئے اپنی محبوب بیوی کو چھوڑ کر نیچے آیا تھااور اس کی آنکھوں کی وحشت تو کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھی

اس کے قدم پتھر پر نہیں، لوگوں کے دلوں پر پڑ رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے اترا، مگر ہر قدم کے ساتھ اس کے جسم سے وحشت کی ایک لہر اٹھتی، اور فضا کو کاٹ کر رکھ دیتی۔ اس کے چہرے پر وہ سختی تھی، وہ آگ تھی، جو جلانے آئی تھی۔

سردار کی نظریں قبیلے کے ہر مرد پر پڑی تھیں، اور ہر مرد نے نظریں جھکا لیں۔ کچھ تو ہوا تھا غلط بہت غلط،

ان کے چہروں پر ابھی کچھ لمحے پہلے ہنسی کے آثار تھے، اب وہ پسینے میں بھیگے، کانپتے وجود بن چکے تھے۔ اس کی آنکھوں میں جیسے خون اترا ہوا تھا، جیسے وہ نگاہیں کسی کا سینہ چیر سکتی ہوں۔

بالا نے جمرو کو دیکھا، اور دونوں کا دل ایک ساتھ دہلا، وہ سردار کو جانتے تھے۔ اس کی خاموشی، اس کی سانسوں کی رفتار، اس کی آنکھوں کا رنگ... یہ سب اس بات کا اعلان تھے کہ اب نہ صرف بازپرس ہو گی، بلکہ سزا بھی۔

سردار رکا نہیں،

وہ میدان کے بیچ جا کر رُکا۔ اس نے ایک نظر نیچے بیٹھی بھیڑ پر ڈالی، اور پھر اپنے نرخرے سے نکلی ایک گونجیلی، گھمبیر آواز میں صرف اتنا کہا:

کس نے توڑا میرا اصول؟" کس میں اتنی ہمت آگئی جو سردار کے بنائے" اصولوں کو توڑ دے، جیسے وقت تھم گیا ہو... نہ آگ چٹخی، نہ ہوا چلی، صرف سناٹا۔ اور اُس سناٹے میں صرف سردار کی آنکھیں بول رہی تھیں اور وہ آنکھیں موت کا پیغام لیے کھڑی تھیں۔

سردار کی گرجدار آواز اب بھی فضا میں لرز رہی تھی۔ جشن کی ہر گونج، ہر ہنسی، ہر قدم کی چاپ ساکت ہو چکی تھی۔

بالا اور جمرو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہ گئے، پھر خاموشی سے اٹھ کر اس کے دائیں بائیں آر کے۔

دارہ نے۔۔۔۔؟ بالا نے سکون سے کہا

کیونکہ سردار کی نظر اب دارہ کو تلاش کر رہی تھی۔ بالا کے اشارے پر ایک آدمی دارہ کو بلانے چلا گیا۔

○○○○○○○

دارہ... اپنے خیمے کے پیچھے سے نکلا، بظاہر مطمئن مگر اندر سے پسینے میں شرابور۔ وہ جانتا تھا، یہ وقت اس کے لیے قیامت سے کم نہیں۔ وہ جانتا تھا، ... سردار کے اصول توڑنے کی قیمت کیا ہوتی ہے

لیکن آج تو سردار اپنی بیوی کے ساتھ تھا، آج اس کی شادی کی پہلی رات تھی بہت خاص لمحات تھے اس کے لیے آج اس کے نیچے آنے کے کوئی چانسز نہیں

تھے وہ باہر آجائے گا اسے امید نہیں تھی اسی لیے تو اسے سردار کے اصول کو بڑے سکون سے توڑا تھا۔

ان کے کسی قدم سے گاؤں میں خوف وہراس نہ پھیلے یہ اصول تھا سردار کا ،انھوں نے کبھی گاؤں والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ان کا ٹارگٹ ہمیشہ اور لوگ ہوتے تھے۔

لیکن سرداری کی شاہی کرسی کو دیکھتے ہوئے پہلی دفعہ دارہ نے جان بوجھ کر یہ "حرکت کی تھی بلکہ وہ تو پلاننگ بھی کر رہا تھا بہت بڑی پلاننگ۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں ایک وہشت تھی،خاموشی سے سردار کو دیکھنے لگا سرداری کی کرسی،طاقت، حکم،یہی تو اسے چاہیے تھا یہی سب کچھ وہ چاہتا تھا۔

اگر وہ کسی طرح سردار کو پکڑا دے تو اس کی کرسی پر حکومت کر سکتا تھا کیونکہ بالا کی تو کوئی اہمیت نہیں تھی اور پھر اصل شاطر دماغ تو سردار کا تھا بالا کو تو وہ لمحے میں ہٹا سکتا تھا لیکن یہاں تو الٹا ہی ہو گیا

سردار نے دارہ کو ہاتھ کے اشارے سے بلا لیا، اور سب کے سامنے دارہ اب

اس کے سامنے کھڑا تھا۔

تم نے کیا؟" سردار کی آواز میں نہ صرف سوال تھا، بلکہ وہ گرج جو پہاڑ کو بھی"

ریزہ ریزہ کر سکتی تھی۔

سردار، میں نے کچھ غلط نہیں کیا میں تو صرف جشن منا رہا تھا تمہاری شادی کی"

"خوشی۔۔۔

چپ!" سردار کی ایک دھاڑ نے اس کی آواز دبا دی۔"

میرے اصولوں کو روندنے والے کو صفائی دینے کا حق نہیں ملتا۔"شادی کی"

"خوشی میں نہیں تم نے بغاوت میں کیا ہے یہ کام۔۔۔

بالا زنجیر لا۔۔" آج پورا قبیلہ دیکھے گا کہ ایک باغی کو سزا کیسے ملتی ہے۔

سردار کے حکم پر بالا اگلے ہی لمحے زنجیر لے آیا۔ وہ سادہ سی تھی، مگر اس کی ہر کڑی میں سردار کے قانون کی بے رحم گرفت تھی۔ وہ زنجیر سردار نے دارہ کے ہاتھوں میں خود باندھی، مگر محبت سے نہیں، زہر جیسے صبر کے ساتھ۔

دارہ... تُو نے میرے قبیلے کو، میرے اصولوں کو، اور سب سے بڑھ کر، "
میرے نام کو داغ دیا ہے۔ اگر تُو کسی دشمن کی بستی پر یہ راکٹ پھینکتا، تو میں تجھے شاباش دیتا... لیکن تُو نے میرے نکاح کے لمحے کو خوف کا لمحہ بنا دیا۔ میری عورت... وہ جسے میں نے پہلی بار سکون سے نظر بھر کر دیکھا... اس کی نیند،
"!اس کی سانس، اس کا سکون تُو نے چوری کیا ہے

چلو۔۔۔ تمہیں تمہارا انجام دکھاتا ہوں، سردار نے ایک جھٹکے سے اسے کھینچتے ہوئے دارہ کو خیمے کے پیچھے لے جا کر ایک پرانی، سنسان اور پتھریلی زمین پر دھکیل دیا۔ یہ قبیلے کی ایک خفیہ جگہ تھی بالا اس کے پیچھے آیا تھا،

یہاں پر بالا کے علاوہ اور کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے جمرو پیچھے ہی رک گیا۔

وہ جگہ قبیلے کی نظر سے اوجھل تھی، مگر سردار کے انصاف کی گواہ تھی۔ سردار نے اشارے سے وہاں پتھروں کی ایک بڑی کوٹھری بالا سے کھلوادی وہ جگہ جسے قبیلے میں "خاموش کمرہ" کہا جاتا تھا۔ وہاں نہ کوئی آواز سنائی دیتی تھی، نہ کسی کی چیخ۔ وہ قید خانہ نہیں تھا، وہ خاموش سزا کا مقام تھا، جہاں صرف انسان نہیں، اس کی نیت بھی پگھل جاتی تھی۔

دارہ کو اندر دھکیلا گیا۔ زنجیروں سمیت، وہاں صرف اندھیرا تھا، اور ایک پتھر کا تخت، جہاں اسے ننگے پتھروں پر بیٹھنا تھا۔ نہ روشنی، نہ صدا۔ صرف خاموشی، اور وقت کا بے رحم گزر۔

تُو وہاں رہے گا، جب تک تیرا دماغ تجھے بتائے کہ تخت پر بیٹھنے کی چاہ رکھنے" والے، اصول توڑ کر نہیں جیتے۔" سردار کی آواز سرد تھی، مگر اس میں دہکتے انگارے جیسے جذب تھے۔

اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔

دارہ کی چیخ نہیں آئی... کیونکہ وہ جانتا تھا، چیخنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا انجام شروع ہو چکا تھا۔

○○○○○○○○

دارہ کے انجام نے صرف دارہ کو نہیں، پورے قبیلے کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

— وہ قبیلہ جو سردار کی دہشت کا عادی تھا، آج کچھ اور ہی دیکھ چکا تھا

نرمی کی آڑ میں چھپی وہ سختی جو آسمان سے نہیں، سردار کی آنکھوں سے برسی تھی۔

...ہر مرد جانتا تھا

اگر دارہ جیسا طاقتور، قد آور، اور چالاک انسان بھی بخشا نہیں گیا—تو پھر وہ کس شمار میں تھے؟

خوف کی فضا ایسی تھی کہ خوشبو کے بجائے پسینے کی بو پھیلی تھی۔

کچھ دن پہلے کی ہی تو بات تھی۔

دو تین بار محفلوں میں یہ بات نکلی تھی کہ

سردار اب تھکنے لگا ہے۔ سردار اب عاشق ہو گیا ڈیکت نہیں رہا... شاید اگلا"

"!سردار دارہ ہو

حتیٰ کہ جمرو نے بھی ایک روز سردار کو کہا تھا،

"...دارہ آج کل کچھ زیادہ ہی اچھل رہا ہے، سردار"

جس پر سردار نے صرف ایک مسکراہٹ سے جواب دیا تھا۔ نرمی تھی اس ہنسی میں، لیکن وہ ہنسی ایک وار تھی۔ سردار سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

وہ بولتا کم تھا، لیکن یاد سب رکھتا تھا۔

اور اب، جب دارہ کی سازش بے نقاب ہوئی، تو سردار کو یہ بھی سمجھ آ گیا کہ

شیرازی — اکرم کا بھیجا ہوا دشمن اکیلا نہیں تھا۔

یہ جنگ صرف باہر سے نہیں، اندر سے بھی ہو رہی تھی۔

قبیلے کے اندر کچھ چہرے ایسے تھے جو دو چہرے لیے گھوم رہے تھے۔

سردار نے ان کے چہروں پر نقاب چڑھتے بھی دیکھے، اور آج نقاب اُترتے

بھی۔ اس کی آنکھوں میں اب صرف غصہ نہیں تھا،

انتقام بھی تھا۔

اب وہ وقت آچکا تھا... جب سردار صرف تلوار سے نہیں، سوچ سے مارے گا۔

اب ایک ایک چہرہ نشان زدہ ہو چکا تھا،

○○○○○○○

ساری وادی رات کی تاریکی میں جیسے دم سادھے بیٹھی تھی... نیچے قبیلے میں

طوفان برپا کر کے، انصاف کی چنگاری دہکا کر، وہ اب سکون سے اوپر آرہا تھا۔

قدموں کی چاپ نرم تھی، چہرہ پر ایک ایسا سکون تھا جیسے کوئی مردِ آہن ایک

... طوفان سلا کر آیا ہو

لیکن دل میں، کہیں اندر، ایک نرم گوشہ ابھی بھی دھڑک رہا تھا

صرف اپنی سجن سائیں کے لیے۔ پردہ آہستگی سے ہٹایا گیا،

پہاڑی غار کے شاہی کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی، اور وہ... اس کی زندگی، بیڈ پر خاموش لیٹی تھی۔ چہرے پر ایک سانس لیتی تھکن، اور آنکھوں کے گرد وہ دھند جو صدموں کے بعد اترتی ہے۔

سردار کے لبوں پر ایک بے اختیار سا سکون اتر آیا۔

وہ جو پوری دنیا کے لیے دہشت کا نشان تھا،

وہ جو قبیلے کے مردوں کے لیے خون کا قانون تھا،

آج ایک سہمی ہوئی لڑکی کو دھڑکن کی پناہ دینے آیا تھا۔ آہستگی سے وہ اس کے قریب آتا بیڈ پر اس کے سرہانے بیٹھا۔ اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں، اور آنکھیں بند ہونے کے باوجود خفیف سی لرزش میں تھیں۔ جیسے ابھی بھی کوئی خواب، کوئی دھماکہ، اس کی نیند کو ہلا رہا ہو۔ سردار نے نرمی سے ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں،

ایک ایک لٹ کو جیسے اپنی پناہ میں لے رہا ہو۔

آہستہ اس کی پیشانی پر جھکا، اور پلکیں اس کے لمس سے بند ہوتی گئیں۔

سو جا میں ہوں تمہارے پاس کچھ نہیں ہو گا تمہیں میرا ڈرپوک سجن۔۔۔"""

جب تک سردار کی سانسیں چل رہی ہیں تمہاری امانت ہیں۔ اور تم سردار کی

دھڑکن، اپنی دھڑکن کو تھوڑی نا سردار کچھ ہونے دے گا..."، وہ سرگوشی میں

بول رہا تھا

وہ جانتا تھا۔ وہ ڈرتی ہے اس سے بھی خوف کھاتی ہے۔ لیکن سردار کو خوف کی

تہہ میں چھپی اس لڑکی کو یہ یقین دلانا ہے

کہ سردار صرف غصے اور سزا کا نشان نہیں،

بلکہ محبت کی آخری پناہ بھی ہے۔ رات لمبی تھیلیکن سردار کے ہاتھوں کا

لمساسے پر سکون نیند کی آغوش میں لے جا رہا تھا۔

اس کی نیندوں کو بے قرار کر کے آج کی رات اس کے خوابوں کی رات تھی جو

خوف میں بدل دی گئی۔ جس کی سزا شاید اب دارہ کو ساری زندگی بھگتنی ہو گی۔

ooooooo

پہاڑی غار کے اس شاہی کمرے میں خاموشی کا راج تھا، صرف نرم سانسوں کی آواز، اور محبت کی وہ آہٹ جو لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی۔

سردار آہستہ آہستہ اٹھا۔

کمرے کے گوشے میں پڑی قدیم، بھاری لکڑی کی الماری کھولی۔ اندر چھپی ہوئی نایاب چیزوں میں سے اس نے ایک چھوٹا سا مخملی ڈبہ نکالا،

اور اسے کھولتے ہی اندر چمکتے ہوئے چاندی کے تاروں سے بنی پازیب نگاہوں میں جگمگائی۔

یہ وہی پازیب تھی، جسے سردار نے برسوں پہلے ایک دن کے لیے سنبھال کر رکھا تھا

...وہ دن، جب وہ محبت کرے گا

دل سے، روح سے، وجود سے۔ وہ آہستگی سے بیڈ کے پاس آیا۔

وہ اب بھی نیند کی آغوش میں تھی،

چہرہ دھیمی روشنی میں کسی معصوم پھول کی طرح مہک رہا تھا۔ کپکپاتی پلکیں، ہلکی سانسیں، اور... سردر کی دنیا۔ اس نے خاموشی سے اس کے نازک پیروں کو تھاما،

نرمی سے پازیب اس کے پاؤں میں پہنائی،

اور پھر جھک کر ان پیروں پر اپنے لب رکھ دیے۔

ایک پل... بس ایک پل کو وہ آنکھیں بند کیے یونہی رکا رہا،

جیسے اس چھو جانے میں پوری دنیا کا سکون چھپا ہو۔ پھر وہ آہستہ سے مسکرایا ایسی مسکراہٹ جو کسی جنگجو کے چہرے پر نہیں، بس ایک عاشق کے لبوں پر ہی اترتی ہے۔

نرمی، محبت، اور عشق، وہ سب کچھ اس پل اس کے چہرے پر تھا۔

وہ خاموشی سے اس کے پاس لیٹ گیا،

اور آہستگی سے اسے اپنی باہوں میں سمیٹ لیا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اسے دنیا سے چھپا لینا چاہتا ہو، کسی بھی دکھ، کسی بھی اندیشے،

کسی بھی خوف سے۔ اس کے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے، اس نے ایک گہری سانس لی...

اور پھر آنکھیں موند لیں۔

اس رات، پہاڑ کی ویرانی میں ایک سخت دل درندہ... صرف محبت سے ہار مان رہا تھا۔

ooooooo

دعام کی آنکھ دھیرے دھیرے کھلی... کمرے میں خفیف سی روشنی تھی، جو دروازے کے کنارے سے اندر آ رہی تھی۔ لمحے بھر کو اسے کچھ سمجھ نہ آیا، مگر جیسے ہی اس نے خود کو محسوس کیا

اپنے گرد لپٹے اس وجود کو—تو دل ایک پل کو ٹھٹک گیا۔

وہ حیران ہوئی... لیکن... خوفزدہ نہیں تھی۔

نہ جانے کیوں دل کانپ نہیں رہا تھا، نہ ہی کوئی انجانی بے چینی تھی جو پہلے ہر لمحہ اسے جکڑ لیتی تھی۔

وہ تھا... اس کے ساتھ، اسے پوری طرح اپنی بانہوں میں سمیٹے ہوئے، جیسے کوئی کسی نایاب شے کو سینے سے لگا کر سو گیا ہو، جیسے وہ اس کا سکون ہو... اس کی دنیا۔ دعام کو احساس ہوا کہ سردار نے قمیض نہیں پہنی تھی۔ اور وہ اس کے سینے سے لگی ہوئی ہے۔

شرم نے پلکوں پر دستک دی... چہرے پر ہلکی سی سرخی اتر آئی، لیکن وہ شرمندگی یا خوف کی شرم نہ تھی،

بلکہ... ایک جائز رشتے کی حیا تھی۔ وہ حیا جو اس رشتے کا پہلا لمس ہوتی ہے، سائے خود پر حیرت ہوئی کہ... اب نہ دل دھڑک رہا تھا، نہ آنکھیں لرز

رہی تھیں، وہ ایک خطرناک ڈاکو تھا اسے ڈر لگنا چاہیے تھا لیکن ڈر نہیں تھا نہ

جانے کیوں

، ایک سکون تھا۔

اس نے سانس روکتے ہوئے آہستہ سے سرکنے کی کوشش کی، مگر وہ... اب بھی گہری نیند میں، اسے تکیے کی طرح سینے سے لگائے، ہلکے سے مسکرا رہا تھا۔ دعام نے آنکھیں بند کرلیں، اس کی بھاری سانسیں اس بات کی گواہ تھی کہ وہ سو رہا ہے پھر سوتے ہوئے یہ مسکراہٹ اس کی مسکراہٹ بہت پرسکون تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ یونہی آنکھیں بند کیے لیٹی رہی۔ سردار کا بازو اب بھی اس کے گرد لپٹا ہوا تھا، جیسے نیند میں بھی اسے چھوڑنے کا خیال نہ ہو۔ دعام نے آہستہ سے پلکیں کھولیں اور سانس روک کر اس کا ہاتھ دیکھا، جو اس کے دوپٹے کے کنارے پر تھا۔

ایک لمحے کے لیے وہ گھبرا گئی۔ دل تیز دھڑکا۔ اس نے نرمی سے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی، لیکن وہ ہاتھ اچانک ہی مضبوطی سے اس کی کمر کو تھامے ہوئے خود سے جوڑ گیا۔ جیسے نیند میں بھی وہ اسے خود سے الگ کرنے کو تیار نہ ہو۔

دعام نے گھبرا کر آنکھیں زور سے میچ لیں اور آہستہ سے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اب کوئی خوف نہیں تھا۔ نہ دل کانپ رہا تھا نہ وجود۔ وہ جانتی تھی یہ رشتہ اب جائز ہے، اور شاید اسی لیے پہلی بار کوئی بے چینی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

...خاموشی سے لیٹے لیٹے، وہ صرف اس کی سانسوں کی روانی سنتی رہی

دس، پندرہ، شاید بیس منٹ گزر چکے تھے... وہ یونہی بے حس و حرکت اس کے سینے سے لگی لیٹی رہی۔ اس کے بازو کے حصار میں خود کو عجیب سا محفوظ محسوس ہو رہا تھا،

وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔

پھر، ایک ہلکی سی جنبش کے ساتھ اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ سادہ معصومیت سے، دبے دبے تجسس کے ساتھ، اس نے سردار کا چہرہ دیکھا۔ آنکھیں بند تھیں... دل کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے بہت نرمی سے اس کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ کیا۔۔!!اس کے بازو کی گرفت سخت ہو گئی تھی اس نے بے یقینی سے پلٹ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا

لیکن... ٹھیک اُسی پل، جیسے صدیوں کا سکوت چکنا چور ہو گیا ہو سردار کی سبز آنکھیں کھل چکی تھیں۔

اور ان آنکھوں میں سرخی تھی۔ شدید، گہری، ڈرانے والی سرخی۔ ایک لمحے کے لیے دعام کے اندر کا خون جیسے جم گیا۔ سانس رُک سی گئی۔ وہ دہشت زدہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، اور پھر... اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے پلٹ کر دوبارہ اس کے سینے میں چھپ گئی۔

دل، سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگا تھا... اور بدن، جیسے اپنی جگہ سے ٹوٹ کر بکھرنے کو ہو۔

اسے کچھ سمجھ نہ آیا کہ وہ سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا... لیکن اتنا ضرور سمجھ آگیا تھا کہ وہ نظروں کی شدت عام نہیں تھی۔ اس میں ایک جنگ تھی— سردار کے اندر کی وہ دہشت جو شاید وہ دعام کے لیے چھپا لیتا تھا، لیکن اس وقت دعام سے نہیں چھپ سکی۔

اور اب... وہ خود کو اس کے سینے میں چھپائے، محض کانپ سکتی تھی... کچھ اور نہیں۔

بس اتنی سی ہمت تھی؟"میرا سوہنا مکھڑا!!وہ سرگوشی جیسی دھیمی آواز میں" بولا، اس کے بالوں میں سانس لیتا، نرم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھرتی گئی۔

پھر سے وائبریشن پر لگ گیا، میرا ڈرپوک سائیں۔"وہ مسکرا رہا تھا... لیکن ..." وہ اب بھی اس کے سینے سے نکلنے کو تیار نہ تھی۔

دل کی دھڑکن تیز تھی، سانسیں الجھ رہی تھیں، اور اس کا شرما کر خود میں سمٹنا کسی کم سن تتلی کی لرزش جیسا تھا۔

وہ اس کی گھبراہٹ کو محسوس کر سکتا تھا۔ اس کی بانہوں کا حصار اور مضبوط ہوا، جیسے کہہ رہا ہو،

اب آزادی ختم ہوئے اب بے قراریاں بے باک کرنے کا وقت ہے" وہ اس کے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔ اپنی بے قراری خود پر سوار ہوتے محسوس کرتے ہوئے وہ ایک جھٹکے میں اسے بستر پر گرا کر اس پر سایہ فگن ہو گیا، جیسے ساری دنیا کی تپش کو اپنی ذات سے روکنے آیا ہو۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش پر نگاہ ڈالتا، خاموشی سے اپنی محبت کی مہر ثبت کرتا گیا۔ اس کے ماتھے پر، گالوں پر، پلکوں پر — ہر جگہ اپنی بے قراری، اپنی تڑپ، اپنی شدت بکھیرنے لگا تھا۔

وہ بن بادل برسات کی طرح اس پر برسا تھا... اس کے نرم لبوں پر اپنے انگوٹھے کا لمس رکھ کر وہ جھک گیا۔ اس کے لبوں کی تمام نرمی اپنی چاہت سے چھیننے کو تیار تھا۔ لمحہ بھاری ہونے لگا تھا، سانس رکنے لگی تھی، دھڑکن جیسے خود کو روک

کراس کے لمس کو محسوس کرناچاہتی تھی۔ کہ اچانک اس کی وہ معصوم، سہمی سہمی سی آواز ہوامیں لرز گئی

"ڈاکو جی۔۔۔"

ایک لمحے کو سردار کا دل جیسے تھم سا گیا۔

ڈاکو صدقے اس آواز کے۔۔۔"وہ دھیرے سے بولا، جیسے یہ آواز اس کی" روح کو چھو گئی ہو۔

"... نما... ز پڑھنی ہے"

وہ آہستہ سے بولی، آواز میں اتنی معصومیت تھی کہ سردار کا دل جیسے پل بھر کو رک سا گیا۔

وہ خمار آلود نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا، پھر ایک دھیمی مسکراہٹ لبوں پر بکھیرتے ہوئے بولا،

واش روم وہاں ہے، جائے نماز الماری کے اوپر ہے... لیکن دس منٹ میں "

"واپس آجانا، سمجھ آئی؟

وہ جلدی سے سر ہلا کر اس کے حصار سے نکلی، اور لمحے کے ہزارویں حصے میں

جیسے بھاگتی ہوئی واش روم کی طرف لپکی۔

اس کے پازیب کی چھنکار کمرے میں ایسی گونجی کہ سردار کی دھڑکنوں میں

جیسے ہلچل مچ گئی ہو۔

اس نے آنکھیں بند کیں، لب ہولے سے مسکرائے،

بالا تو ٹھیک کہتا ہے، سردار سچ میں نکما ہو گیا ہے، سردار عاشق ہو گیا ہے وہ قہقہہ "

لگا پھر جیسے اپنی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

oooooooooo

ساری رات ان کے دلوں میں بے چینی اور خوف کا سایہ چھایا رہا تھا۔ نہ نیند آئی، نہ سکون ملا۔ بار بار یہی سوال گھوم رہا تھا کہ جب لوگ گاؤں میں جانیں گے تو وہ کیا کہیں گے؟

کس کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ سب کے دلوں میں شک و شبہ کی آگ بھڑک اٹھے گی،

ہر کوئی جانتا تھا کہ رات ڈاکو ان کے گھر پر آئے تھے اور ان سب کو اٹھا کر لے کر گئے تھے۔

اور ان کی عزت مٹی میں مل جائے گی۔

گاؤں والے وجہ جاننے کی کوشش کریں گے کیوں آئے تھے ڈاکو کس وجہ سے آئے تھے، کیا مطلب تھا ان لوگوں سے ان کے گھر میں تو ایسا کچھ تھا بھی نہیں کہ وہ ڈکیتی کرتے۔

اور پھر ان کے گھر کی بیٹی غائب تھی اس کا کیا جواب دیں گے کہ ایک ڈاکو ان کی گھر کی بیٹی اٹھا لے گیا۔

اور انسپیکٹر اکرم وہ بھی تو آنے والا تھا آج، ان کی مدد کرنے کے لیے لیکن یہاں تو الٹا ہی ہو گیا تھا۔ کیا کہیں گے اسے؟ کیسے بیان کریں گے اس رات کی ساری پریشانی؟

گاؤں کے لوگ تو بس باتوں باتوں میں یہ قصہ پھیلا دیں گے کہ ڈاکوؤں نے ان کے گھر پر دھاوا بول دیا، اور ان کی بیٹی کو غائب کر دیا،

یہ سوچ کر ان کے دل دھڑکنے لگے، خوف کے سائے نے ہر طرف اندھیرا بکھیر دیا تھا۔ چچا چاچی، تایا تائی، سب اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھے تھے، لیکن آنکھوں میں بے پناہ فکر اور گھبراہٹ کے آثار صاف تھے۔ ہر طرف خاموشی تھی، مگر دل کی گہری اضطراب کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، جیسے کوئی طوفان آنکھوں کے سامنے ابھر رہا ہو۔

اس ڈاکو نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ کاش وہ دعام کو پہلے ہی اس ڈاکو کے حوالے کر دیتے، ویسے بھی تو وہ ان کے لیے مصیبت ہی بنی ہوئی تھی۔ اس کے خلاف سازشیں کرنے کے بجائے وہ اس کے حق میں فیصلہ سنا دیتے تو یہ سب کچھ اتنے برے طریقے سے نہیں ہوتا لیکن اب کیا فائدہ تھا ان سب باتوں کا۔

○○○○○○○

دعام جیسے ہی واش روم میں داخل ہوئی، ایک لمحے کے لیے قدم وہیں جم گئے۔

یہ کسی عام جگہ کا باتھ روم نہیں تھا، یہ تو جیسے کسی شاہی محل کے اندر چھپا خفیہ خزانہ تھا۔ پہاڑ کے اندر تراشا گیا یہ واش روم، قدرت اور نفاست کا ایسا امتزاج تھا جو شاید اس سے پہلے اس نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔

سیاہ اور سرمئی پتھروں کی دیواریں، جنہیں تراش کر ترتیب دی گئی تھی، ان میں کہیں کہیں قدرتی دراڑوں سے جھانکتی ہلکی سنہری روشنی۔ چھت سے لٹکتے چھوٹے چھوٹے کرسٹل لیمپس جو روشنی کو اتنے دلکش انداز میں بکھیرتے تھے کہ پورا ماحول کسی رومانوی خواب جیسا لگنے لگتا۔

فرش پر چمکتا ہلکا گرے ماربل، جس کے بیچ میں سونے کی باریک لکیریں چمک رہی تھیں۔ دیوار میں قدرتی چشمے سے گرتا پانی، جو ایک چھوٹے مگر خوبصورت واٹر فال کی شکل میں سنگِ مرمر کے سنک میں آ گرتا۔

شاور ایریا، ایک شفاف شیشے کے کیبن میں بند تھا، جس کے چاروں طرف قدرتی پتھروں سے بنے چھوٹے فوارے تھے، جو نہ صرف صفائی بلکہ خوشبودار بھاپ خارج کر رہے تھے۔

ایک طرف آرام دہ سفید مخملی کرسی، جس کے سامنے سنگ مرمر کی میز پر اعلیٰ برانڈز کی خوشبوئیں، باڈی لوشنز، اور تولیے قرینے سے رکھے تھے۔

دیوار پر نصب ایک لمبا آئینہ، جو کانچ سے زیادہ کسی جھیل کی سطح لگ رہا تھا، اور اس کے گرد روشنی کے باریک ہالے بنے ہوئے تھے۔

یہ واش روم کسی پہاڑی کے اندر تھا یہ سوچنا بھی مشکل تھا۔

یہ واش روم، کمرے سے کہیں زیادہ حسین، جدید اور پر سکون تھا۔ جیسے پہاڑ نے اپنے اندر کوئی خواب سنبھال رکھا ہو صرف اس کے لیے۔

اس کی صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا، ہر کونا چمکتا، ہر چیز ترتیب سے اپنی جگہ پر موجود تھی۔ وہ اندر آئی تو بے ساختہ قدم آہستہ ہو گئے، دل میں ایک انجانی سی گھبراہٹ کہ کہیں کچھ گندہ نہ کر دے، کچھ بکھر نہ جائے۔ جلدی جلدی فریش ہو کر اس نے وضو کیا تھا اور جب باہر نکلی تو اس کی نگاہ سیدھی سردار پر پڑی۔ جو سکون سے اپنے بیڈ پر نیم دراز تھا، آنکھیں پوری طرح اسی پر جمی ہوئی تھیں۔

جیسے ہی اس کے ننگے پیر زمین سے ٹکرائے، ایک نرم سا احساس دل کو چھو گیا۔ نیچے بچھا کارپٹ نہیں، جیسے مخمل تھا کالین اتنا اونچا اور گداز کہ اس پر قدم رکھتے ہوئے لگتا جیسے کسی نرم بادل پر پاؤں رکھ دیا ہو۔

سردار کی شرارتی نگاہیں اس کی طرف تھیں، جیسے وہ اس کے ہر قدم کا مشاہدہ کر رہا ہو، لیکن وہ جان بوجھ کر اس سے نگاہیں چرا گئی۔ اس نے اس کی بتائی ہوئی

جگہ سے ایک خوبصورت، ریشمی کناروں والی جائے نماز اٹھائی، اس کے رنگ بھی ایسے تھے جیسے کسی شاہی دربار سے لائے گئے ہوں۔

وہ آہستہ سے وہی زمین پر بچھا گئی، دل میں اک عجیب سی شکر گزاری، عجیب سا سکون تھا۔ اس لمحے وہ صرف اپنے رب سے مخاطب ہونے جا رہی تھی اور اس لمحے وہ صرف اس کی تھی۔

ooooooooo

دعام تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پہاڑوں پر رہنے والے لوگ اس قدر شاہانہ طرزِ زندگی گزار سکتے ہیں۔ وہ تو ہمیشہ یہی سمجھتی آئی تھی کہ ایسے علاقوں میں تو پانی جیسی بنیادی سہولت بھی میسر نہیں ہوتی ہو گی، لیکن یہاں تو ہر چیز ہی الگ اور حیران کن تھی۔ یہ کوئی عام پہاڑی جگہ نہیں تھی، یہ تو جیسے پتھروں کے بیچ چھپا کوئی خواب تھا، کوئی راز، جسے صرف وہی دیکھ سکتی تھی جو اس کا مقدر بن چکی ہو۔

اسی تو اب تک یہی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس پہاڑ کے اندر بجلی کیسے آئی ہوئی ہے۔

کیونکہ اس کی سوچ اور عقل یہاں تک نہیں جاتی تھی کہ پہاڑ کے اندر بجلی لانے کے لیے سرنگ کے راستے زیرِ زمین کیبل بچھائی گئی ہیں، جو قریبی گاؤں کے مین پاور اسٹیشن سے جوڑی گئی ہیں۔ وہاں سولر پینلز اور بیٹری بیک اپ سسٹم بھی نصب کیے گئے ہیں تاکہ بجلی کا تسلسل قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اے سی، لائٹس اور دیگر آلات آسانی سے چلتی تھی۔

وہ جائے نماز پر سجدہ ریز تھی، سر جھکا ہوا، دل جھکا ہوا، اور وجود پر ایک سکون چھایا ہوا تھا۔ وہ اپنی دنیا میں گم تھی — عبادت کی پاکیزہ فضا میں۔

اور وہ... سردار، جس کے لیے یہ دنیا کی ہر قیمتی شے معمولی تھی، اس لمحے خاموشی سے، بے حد گہری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی پلکوں کی لرزش، سجدے کی نرمی، دوپٹے کا جھکاؤ ہر منظر اس کے دل پر نقش ہو رہا تھا۔

اسے لگا جیسے دنیا کی ساری محبتیں اسی ایک منظر میں قید ہو گئی ہوں... جیسے رب نے اپنی سب سے خوبصورت تخلیق اس کی زندگی کا حصہ بنا دی ہو۔

"اتنی لمبی دعائیں کیوں کر رہی ہو؟"

وہ دور سے سرد لہجے میں بولا، مگر الفاظ میں محبت کی ایک چمک چھپی ہوئی تھی۔

کہیں اپنی دعاؤں میں اپنے گھر والوں کی خیریت تو نہیں مانگ رہی ہو، سجن "سائیں؟"

لبوں پر شرارت تھی، آنکھوں میں ایک مان سا، اور آواز میں وہ نرمی جو صرف محبت کرنے والے ہی رکھتے ہیں۔

دعام نے دعا کے لیے اٹھے ہاتھ دھیرے سے چہرے پر پھیر دیے۔ پلکیں لرزیں، دل کی دھڑکن ذرا سی بڑھی، اور چہرے پر ایک ایسی معصوم حیرت اتر آئی جیسے کسی نے اس کے دل کی بات سن لی ہو۔ اس نے نظریں اٹھا کر اسے نہیں دیکھا، بس لب آہستہ سے ہلے،

"یہ ظلم مت کرو سردارنی... اب تمہاری دعاؤں پر بھی صرف سردار حق ہے؟"

اس کا دل ہول سا گیا، کتنا مطلبی انسان تھا اس کی دعاؤں پر اپنا حق کہہ رہا تھا

"میری دعائیں... میری ہیں ڈاکو جی، آپ کا بھی اللہ ہے... آپ خود اپنی دعائیں مانگ لیں، میری دعاؤں پہ تو صرف میرا حق ہے..."

اس کا لہجہ لرز رہا تھا، جیسے الفاظ دل سے تو نکلے ہوں مگر زبان سے گزرنے میں جھجھک رہے ہوں۔ آواز بہت ہلکی تھی، مگر اس کی منمناہٹ سردار کے دل تک اتر گئی۔

وہ وہیں ٹیک لگائے، آدھا بازو آنکھوں پر رکھے پڑا تھا، لیکن اس کے لبوں پر بے اختیار ایک ساختہ مسکراہٹ ابھری۔

ایک لمحے کو اس نے نگاہ اٹھا کر اُسے دیکھا—وہی نازک سا وجود، جو تھوڑی دیر پہلے اس کی پناہوں میں تھا، اب دور کھڑا ہو چڑیا جیسی بہادری دکھا رہا تھا

"... تمہاری دعاؤں پر کیا... تم پر بھی صرف میرا حق ہے، میرا سوہنا سائیں"

سردار کا لہجہ اب نرمی سے ضد میں ڈھل چکا تھا۔ آنکھوں میں وہ جنون، وہی جذبہ... جو کسی شے کو بانٹنے کا روادار نہیں ہوتا۔

میں تمہیں کسی اور پر لفظ ضائع کرنے دوں گا؟ یا کسی اور کے لیے دعائیں مانگنے "کا اختیار دوں گا؟ یہ سوچنا بھی مت۔

جب تم ہاتھ اٹھاؤ... تو تمہارے لبوں پر صرف میرا نام ہو۔ صرف میری خیر کی "... فِکر ہو... کیونکہ تم اب میری ہو میرا نین سائیں مکمل میری

اس کے الفاظ میں عجیب سی گرفت تھی، محبت کی نہیں... ملکیت کی، جو نہ تو دلیل مانگتی ہے، نہ اجازت۔

دعام آنکھوں میں حیرت، دل میں ایک انجان سی کپکپی... اور سردار بس اسے دیکھ کر مسکرا دیا— جیسے کسی معصوم چیز پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے تسلی سے آنکھیں بند کر لے۔

انسپیکٹر اکرم کی پوری تیاری مکمل تھی۔ آج اس کے لیے ایک خوشی کا دن تھا، جس کی شروعات بھی بڑی امید بھری اور پرجوش تھی۔ پچھلی رات پہاڑوں کی طرف ایک خوفناک دھماکہ ہوا تھا، جو نہایت سنگین تھا۔ دھماکہ کس نے کیا، اس کا پتا نہ چل سکا، لیکن اس کے ذہن میں یہ بات گونج رہی تھی کہ اس حرکت کے پیچھے کوئی اور نہیں، بلکہ وہی ڈاکوؤں کا قبیلہ ہے۔ ان قبیلے میں اگر کوئی ایسی حرکت کر سکتا تھا تو وہی ڈاکو ہوتے۔

انسپیکٹر اکرم کے دل میں یقین جاگ رہا تھا کہ وہ جلد ہی اس قبیلے کے خطرناک ڈاکو تک پہنچ جائے گا۔ اور جب یہ ڈاکو اس کے ہاتھ لگ جائے گا، تو اس کے لیے یہ ایک موقع ہوگا کہ وہ نہ صرف اسے سزا دے گا۔ بلکہ باقی ڈاکوؤں کو بھی عبرتناک مثال بنا دے۔ اس نے ذہن میں بہت سی منصوبہ بندیاں کر رکھی تھیں کہ اس کا انتقام کیسے لیا جائے گا۔

خاص طور پر اس ڈاکو دارہ کا ذکر اس کے ذہن میں تھا، جو شیر ازی کے ساتھ تھا۔ شیر ازی وہ ڈرپوک تھا جو ڈاکوؤں کی دھمکیوں سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا تھا، لیکن اسی قبیلے کا ڈاکو دارہ اس کے ساتھ تھا۔ وہی ڈاکو دارہ، جو سردار بننے کے لیے بے تاب تھا اور اپنے سردار کو پولیس کے حوالے کرنے کے بعد خود اس کا مقام سنبھالنا چاہتا تھا۔

انسپکٹر اکرم جانتا تھا کہ جب وہ ڈاکو سردار اس کے ہاتھ لگ جائے گا، تو باقی ڈاکوؤں کو چن چن کر سزا دی جائے گی کیونکہ وہ سب اس کے لیے کیڑے مکوڑے تھے۔ فی الحال اس کا پورا فوکس اس ڈاکو سردار پر تھا، جو اس کی سب سے بڑا نشانہ تھا اور جس کے خلاف وہ اپنی تمام توانائیاں صرف کرنا چاہتا تھا۔

انسپکٹر اکرم نے ناشتہ کر کے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھامی اور پر سکون انداز میں گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ دارا کا فون رات سے بند تھا، شاید قبیلے میں کچھ ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ صبح سے اس کا کوئی فون نہیں آیا تھا لیکن رات کو اس نے کافی

دفعہ کوشش کی تھی اسے کال کرنے کی لیکن اس نے فون نہ اٹھایا لیکن یہاں آج بہت کچھ ہونے والا تھا۔

ڈاکو نے 10 بجے نکاح پڑھانے کا وقت دیا تھا، اور وہ دس بجے آنے والا تھا۔ لیکن انسپیکٹر اکرم تو اذانوں کے فوراً بعد ہی گاؤں کے لیے نکل رہا تھا

گزشتہ رات اس نے اپنے سینئر پولیس افسر کو فون کر کے یقین دلایا تھا کہ کل تک وہ ڈاکو حراست میں ہو گا۔ پروموشن، انعامی رقم اور تمغے کا بھی بندوبست کروا دیا تھا۔

وہ ضرورت سے زیادہ ہی جلد بازی کر رہا تھا ایسا اس کے سینئیر افسران کا کہنا تھا "ہوش کے ناخن رکھو، اکرم۔ تم کسی عام شخص کی بات نہیں کر رہے، بلکہ ایک ڈاکو سردار کی بات کر رہے ہو جو اتنی آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گا۔" سینئر افسر نے اسے خبردار کیا تھا

میں ڈاکو کو کل حراست میں لے لوں گا، بس میرے پروموشن اور ٹرانسفر کا" بندوبست کریں۔ میں یہاں مزید نہیں رہنا چاہتا، اپنی رقم لے کر کسی اور علاقے میں شفٹ ہونا چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں حکم زیادہ تھا آخر کچھ ہی دنوں میں ان کا عہدہ برابر ہونے والا تھا۔

وہ ایک بڑا اور اہم کام انجام دینے جا رہا تھا۔ ڈاکو سردار کو گرفتار کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے سینئر افسر نے بھی وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہو گا۔

اسی یقین اور عزم کے ساتھ وہ اب پر سکون دل لے کر گاؤں کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ آگے جو کچھ ہونے والا ہے وہ اس کی سوچ تو دور وہم و گمان میں بھی نہیں ہے

ooooooo

اب وہاں کیوں کھڑی ہو؟ پڑھ لی نماز؟" اب آجاو۔ تم سے دو دو ہاتھ کرنے" ہیں تمہیں باہوں میں لے کر مجھے تھوڑی دیر اور سونا ہے

سردار کی گمبھیر آواز پر دعام نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ آرام سے ٹیک لگائے لیٹا تھا، نگاہیں پوری شدت سے اسی پر مرکوز تھیں۔ اور لہجے کی بے باکی دعام قدم بمشکل اٹھے تھے، اور جیسے ہی زمین پر پڑے، پازیب کی چھن چھن نے پھر سے خاموشی کو چیر ڈالا۔ وہ حیران تھی ۔۔۔ یہ پازیب اس کے پیروں میں کب پہنائی گئی؟ شاید سردار نے ہی پہنائی ہو، مگر اس کی آواز میں کچھ خاص تھا۔ نرم، مدھم، مگر دل کے تاروں کو چھیڑ دینے والی۔

مجھے۔۔۔۔ہاں۔۔۔ تلاوت کرنی۔۔۔ہے..." وہ بہانہ بنا رہی تھی، جیسے اس" کی قربت سے بچنے کا کوئی راستہ تلاش رہی ہو۔

قرآن پاک تو منگوانا پڑے گا، نیچے ہے۔" وہ بہانے بنا رہی تھی۔ سردار نے" جیسے سب جان لیا ہو، وہ مسکرایا۔

، دعام کی زبان بے اختیار پھسلی، کیوں۔۔۔ نیچے کیوں ہے۔۔ آپ عبادت نہیں کرتے؟" وہ نجانے کیسے بول پڑی تھی اس طرح کی بات تو کبھی اس کے لبوں سے ادا نہ ہوئی، شاید سردار کی نرمی اس کے اندر کی باتیں نکال رہی تھی۔

سردار نے ایک گہری سانس لی، جیسے لمحہ بھر کو کچھ یاد آیا ہو۔

کبھی کبھی کر لیتے ہیں۔ خیر، میرا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ تمہارا قرآن کل آ" جائے گا، نیچے میدان کے قریب ہماری جمعہ اور عید کی نماز ہوتی ہے، وہیں "قرآن پاک بھی رکھا ہے۔ منگوا دوں گا تمہارے لیے، فکر... مت کرو۔

خیر "میرا دیا ہوا وقت ختم ہوا اب آو۔۔۔ میرے قریب، میرا ڈرپوک سائیں۔۔۔" سردار نے شرارتی لہجے میں پکارا، اس کی آواز میں بلا کی کشش تھی۔

وہ۔۔۔ مجھے۔۔۔" دعام نے مدھم سی ہچکچاتی آواز میں کچھ کہنا چاہا۔"

"بہانے ختم ہو گئے، سوہنا مکھڑا۔۔۔ اب آ جاؤ۔۔۔"

سردار نے اس کے جملے کو اپنی مرضی سے کاٹ کر مکمل کر دیا، اس کی آنکھوں میں شوخی لہرا رہی تھی۔

نہیں۔۔۔ وہ۔۔۔" وہ ایک بار پھر پیچھے ہٹنے کی کوشش میں تھی۔"

اچھا، کوئی اور بہانہ ہے ابھی میرے بہانے باز سائیں کے پاس۔۔۔" سردار" کے چہرے پر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی، جیسے وہ اس کی جھجک سے لطف لے رہا ہو۔

ہاں۔۔وہ، وہ بے ساختہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ دعام کی سچائی سے بھری ہاں سن کر، وہ ایک زوردار، بے باک قہقہہ لگا کر ہنسا، اس کا قہقہہ کمرے کی خاموش دیواروں سے ٹکرا کر گونجنے لگا۔

اچھا تو میرا میٹھا سائیں بناؤ بہانہ۔۔۔" وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا کر بازو" سینے پر باندھ کر بیٹھ گیا، جیسے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

وہ۔۔۔ہاں۔۔یہ۔۔" یہ پازیب۔۔۔" وہ آخرکار نظریں نیچی کرتے ہوئے بولی۔

اچھی نہیں لگی!، میرے سجن سائیں کی منہ دکھائی ہے" سردار نے فوراً سوال" کیا۔

اچھی ہے، ہاں بہت اچھی ہے۔۔۔اس کی آواز الگ سی ہے۔۔۔اور یہ کھلتی" بھی نہیں۔۔۔"میں نے وضو کرتے ہوئے کھولنے کی کوشش کی تھی۔اس کے لہجے میں حیرت اور تجسس دونوں تھے۔

ہاں، کیونکہ یہ میں نے پہنائی ہے۔۔۔"میں نے تمہیں اپنے عشق کا قیدی بنایا" ہے اب جہاں جاؤ گی میری محبت کی گونج ساتھ جائے گی۔سردار کا لہجہ ایک دم سنجیدہ ہوا، جیسے کوئی خاص یاد چھو گئی ہو۔

یہ میری امی کی ہے۔۔۔اس کی آواز الگ ہے، کیونکہ یہ بابا نے بنوائی" "تھی۔۔۔تاکہ امی کے ہر قدم کی چھن چھن سن کر دور سے پہچان لیں۔۔۔ لمحہ بھر کو دعا خاموش ہو گئی۔وہ پازیب کو دیکھ رہی تھی، جیسے اس کے اندر کوئی کہانی بس گئی ہو۔

وہ پازیب اب صرف ایک زیور نہیں رہی تھی، وہ ایک محبت، ایک پہچان اور ایک وارثت بن گئی تھی—جو اب اس کے قدموں سے بندھی ہوئی تھی۔

سردار کی باتوں سے اس کی محبت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ ہر لفظ میں چھپی ہوئی سختی کے باوجود، اس کی نگاہوں میں ایک نرمی اور پیار چھپا تھا۔

شاید اس کے لیے تو اس کے لب و لہجے میں بھی سختی نہیں تھی دنیا جہاں کی مٹھاس سمٹ آتی تھی۔ اس کے لفظوں میں جب وہ اسے دیکھتا تھا یا اس سے بات کرتا تھا۔

وہ پل جب اس نے اپنے قدموں میں اس کی ماں کی پازیب دیکھی، تو اس کی دنیا جیسے تھم گئی۔ وہ پازیب کوئی عام زیور نہیں تھا، بلکہ اس کی ماں کی دعاؤں کا لمس تھا، جو برسوں سے اُس کے ساتھ تھا، اب اس کے قدموں میں سجا تھا۔ دعا نے ایک لمحے کے لیے خود کو خاص سمجھا، جیسے وہ کوئی شہزادی ہو اور اس کے سامنے کوئی شہزادہ، لیکن وہ شہزادہ نہیں تھا۔ وہ ایک درندہ تھا، ایک وحشی، ایک ڈاکو، جس کے لیے قتل کرنا بس ایک معمولی بات تھی۔

اور یہ وہ پہچان تھی جو بدل نہیں سکتی تھی یہ وہ حقیقت تھی جس کے ساتھ اس نے ساری زندگی رہنا تھا۔

کوئی اور بہانہ بناو نا، میرا مٹھڑا سائیں۔۔۔" اس کے لہجے میں ایک شوخ اور چالاک پن پھر سے چھلکنے لگا تھا، جیسے وہ ایک ہی رات میں اس کی سوچ کو پڑھ چکا ہو۔

بھ۔۔وک۔۔۔" وہ فوراً بولی، مگر جیسے ہی اس کی نگاہیں اس کے چہرے سے" ٹکرائیں، لفظ بے ساختہ رک گیا۔

اف۔۔۔" سردار نے گہری سانس لی۔"

"ظالم سجن، تم صرف دکھنے میں معصوم ہو۔"

وہ بیڈ چھوڑ کر اٹھا، دروازے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

اس کے بھوک لفظ نے اسے بے چین سا کر ڈالا تھا شاید وہ کل سے بھوکی پیاسی تھی۔ اس سوچ کے ساتھ وہ تیزی سے اٹھا تھا۔

دعام کو ایک عجیب سا سکون ملا، وہ تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے بنا اواز کے چھوٹے چھوٹے معصوم قدم اٹھاتی چلتی ہوئی غار کے آخر تک پہنچ گئی۔

سر دار نیچے کی طرف اتر رہا تھا، ہاتھ میں قمیض تھامی ہوئی تھی جو جاتے ہوئے پہن رہا تھا۔

دعام نے گہرا سانس لیا، اور زمین پر بیٹھ گئ جیسے سانسیں خود بخود روانی سے چلنے لگیں۔

اس نے اپنے بازو کو نرم و ملائم کالین پر پھیرتے ہوئے محسوس کیا، کبھی زندگی میں اس قدر نرم بستر نصیب نہیں ہوا جتنا یہ کالین تھا جس پر اس کے پاؤں تھے۔

!!کیا یہ تھا اس کا نصیب، اتنا شاہانہ۔۔۔۔

لیکن کیا یہ اسے چاہیے تھا،

نہیں، یہ اس کی چاہ نہیں تھی۔ دل کے اندر سے آواز آئی تھی

کاش یہ سب کچھ اس کے نصیب میں نہ ہوتا، بس ایک عام سی زندگی، ایک معمولی انسان ہوتا، تو کتنی آسانی سے سب کچھ ہو جاتا۔

مگر تقدیر نے اسے اس قاتل، اس ڈاکو کے ساتھ باندھ دیا تھا، جسے چاہ کر بھی وہ قبول نہیں کر سکتی تھی۔

لیکن یہ مجبوری کی انتہا تھی کہ وہ اس معاملے میں بے بس تھی، اس کی سرخ آنکھوں کے سامنے دوسری سانس لینے کی ہمت نہ تھی۔

وہ اس سے علیحدگی کی بات کیسے کر سکتی تھی؟

یہی اس کا نصیب تھا، اور یہی کچھ اسے ماننا تھا، چاہے دل چاہے یا نہ چاہے۔ اسے یہی سب کچھ قبول کرنا تھا۔

ooooooo

گاؤں میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ رات کو ہونے والے دھماکے نے پورے گاؤں کو سہما کر رکھ دیا تھا۔ سنا تھا کہ ڈاکوؤں کے قبیلے کی طرف سے دھماکہ کیا گیا تھا، اور اسے فوراً حالِ میدان کی جانب بھیجا گیا تھا۔ دھماکہ واقعی بہت خطرناک تھا، لیکن انسپکٹر اکرم اس پر زیادہ توجہ نہیں دے رہا تھا۔

ابھی بہت صبح تھی اور یقیناً ڈاکو کے آنے کا کوئی امکان نہیں تھا، اس لیے ہلکی سی دستک دے کر وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔ سامنے چارپائی پر تایا ابو بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے آپ سب سے کہا تھا کہ پریشان مت ہو جایئے گا، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" انسپیکٹر اکرم نے دل تھام کر کہا،

پریشانی؟ صاحب جی، طوفان تو کل ہی آ گیا تھا۔ کل رات ڈاکو آئے تھے،" راتوں رات مجھے اور پورے خاندان کو اٹھا کر قبیلے میں لے گئے۔ وہاں زبردستی میری بھتیجی سے نکاح پڑھایا گیا اور پھر ہمیں یہاں گاؤں چھوڑ گئے۔ پورا گاؤں "تماشہ دیکھ رہا تھا، اور تمہیں خبر تک نہیں ہوئی؟

تایا ابو نے پریشان چہرہ اٹھاتے ہوئے اسے تفصیل سے جواب دیا،

انسپیکٹر اکرم کا دل دھڑک رہا تھا، وہ حیرت اور صدمے میں مبتلا ہو گیا۔ جیسے اس کے خوابوں کی عمارت لمحوں میں چکنا چور ہو گئی ہو۔ کل سے وہ اپنی زندگی بدلنے کے خواب دیکھ رہا تھا اور اب سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا تھا۔

دارہ نے اسے کیوں نہیں بتایا؟

رات کے دھماکے کے بعد اسے دارہ کی کال آرہی تھی، لیکن دارہ صرف سردار بننے کی باتیں کرتا تھا، جس سے اکرم کافی بور ہوچکا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر کال نہیں اٹھائی، شاید دارہ اسے سردار کی شادی کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔

لیکن بعد میں بھی دارہ کی کوئی کال نہیں آئی کہ وہ پکڑا جاچکا ہے۔

انسپیکٹر اکرم سر پکڑ کر بیٹھ گیا، لمحے بھر میں سب کچھ ختم ہوچکا تھا، سب کچھ برباد ہوگیا تھا، اور وہ ہاتھوں پر ہاتھ رکھے خاموشی سے بیٹھا رہا۔

○○○○○○

وہ کھانے کی تھالی لیے آہستہ قدموں سے کمرے میں داخل ہوا۔ نگاہ اس پر پڑی تو اسے زمین پر لیٹا دیکھ کر قدم رُک گئے۔ پیشانی پر بے اختیار بل آئے۔ وہ پریشانی سے تیزی سے اس کے قریب آیا اور کھانا ٹیبل پر رکھ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

ابھی وہ اس کی حالت کا اندازہ لگا ہی رہا تھا کہ اگلے لمحے وہ اچانک چونکی۔ جیسے کسی کی نگاہوں کی تپش نے نیند کی زنجیروں کو توڑ ڈالا ہو۔

اس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں، اور جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی — لیکن جیسے ہی اٹھنا چاہا، اس کا وجود سید ھاسر دار کے چوڑے سینے سے جا ٹکرایا۔

ایک پل کے لیے فضا جیسے ساکت ہو گئی۔

وہ...میں....." وہ گھبرا کر بمشکل بولی،"

الفاظ اس کے لبوں سے نہیں، اس کی گھبراہٹ سے جھلک رہے تھے۔ سردار خاموشی سے اس کی جانب دیکھتا رہا، جیسے اُس کے ہر لفظ، ہر حرکت کو دل میں محفوظ کر رہا ہو۔

"زمین پر کیوں سو رہی تھی نین سائیں؟"

وہ حیرانی سے پوچھنے لگا، نظریں اس پر مرکوز کیے۔

"وہ... پتہ نہیں کب آنکھ لگ گئی۔"

وہ ہلکا سا جھجکی، اور اس سے فاصلہ بناتے ہوئے نظریں جھکا کر بولی۔

اچھا، کوئی بات نہیں۔"، "لیکن اگلی بار زمین پر نہ سونا، یہاں سب کچھ تمہارا"

"ہے، تمہاری ملکیت ہے۔ جو چاہے کرو، جیسے چاہو رہو۔

وہ کہتے ہوئے آہستہ سے جھکا، اسے اپنی باہوں میں سمیٹا اور آرام سے بیڈ پر لے

آیا۔

سامنے الماری میں تمہارے کپڑے رکھے ہیں، تمہاری پسند کا اندازہ نہیں تھا،"

"اس لیے اپنی پسند سے لایا ہوں۔ جو اچھا لگے، پہن لینا۔

وہ پھر کھانے کی طرف بڑھا، تھالی اٹھائی اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔

دعام نے کچھ نہ کہا۔ بس خاموشی سے بیٹھی رہی، جب کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں

سے کھانا کھلانے لگا۔

ہر نوالہ وہ خاموشی سے کھاتی جا رہی تھی، نہ کوئی شکایت، نہ انکار۔ شاید اسے

... معلوم تھا

اگر انکار کیا، تو وہ انکھیں، جو اسے محبت سے دیکھ رہی تھیں، کسی وحشت میں ڈھل جائیں گی... اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی۔

کھانا کھالو، پھر تمہارا یہ بہانہ بھی ختم ہو جائے گا!" میرے بہانے باز" "سائیں!" وہ شرارتی لہجے میں بولا،

دعام نے جھجک کر نظریں جھکالیں۔

اس کے بعد ہم کچھ محبت بھری باتیں کریں گے..." وہ شرارت سے آنکھ" دباتے ہوئے بولا، تو ایک لمحے کو وہ گڑبڑا گئی، نظریں خود بخود دائیں بائیں بھاگنے لگیں۔

"کیا ہوا؟" وہ مزید قریب آ گیا، "پھر سے وائبریٹ ہونے کا ارادہ ہے کیا؟"

دعام نے لب کاٹے، چہرہ سرخ ہونے لگا۔

نہ نہ... میرا وائبریٹڈ سجن!" وہ ہنسا، "

اب کوئی بہانہ تمہیں مجھ سے بچا نہیں سکتا، اس لیے اپنے بہانوں کو یہیں "

"بریک لگا دو۔

اس کی آنکھوں میں شرارت اور آواز میں چاہت رچی ہوئی تھی۔

"!زیادہ صبر نہیں بچا اب تمہارے دلدار سائیں میں "

وہ آہستہ سے اس کے بالوں کو چھونے لگا، دعام نے دھڑکتے دل کے ساتھ

نظریں اٹھائیں۔

نین۔۔۔ نیند آ رہی۔۔۔ہے۔۔۔" آخری نوالہ ابھی منہ کی طرف جا ہی رہا تھا

جب اس نے ایک اور بہانہ اس کی خدمت میں پیش کیا۔

اف میرا معصوم سائیں۔۔۔! مان لیا تمہارا یہ بہانا بھی لیکن کب تک۔۔۔!

تمہاری آخری منزل سردار دلدار ہے، اور میری پناہیں تمہارا گھر، آنا تو تمہیں

یہی ہے۔

سوو۔۔۔جا۔۔وں۔۔۔۔" اس نے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

میں پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں اگر ان پانچ منٹ میں تم اپنی نیند والے بہانے کو سچ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئی تو تو تمہاری جان چھوٹ جائے گی

ورنہ۔۔۔۔۔"

وہ ابھی اپنی بات مکمل نہیں کر پایا تھا کہ اگلے ہی لمحے وہ سر تک کمبل لیتی سونے کے لیے لیٹ گئی تھی اور واقعی پانچ منٹ کے اندر وہ سو بھی گئی تھی جیسے سونے کا مقابلہ چل رہا ہو۔

وہ اس کی حالت سے خوب لطف لے رہا تھا اس کی آنکھوں میں شرم و حیا اور قربت کے خوف نے اسے اس کی ہر ادا پر سر خم کرنے پر مجبور کر دیا تھا،

میرا سوتو سائیں، وہ شدت سے اسے خود سے لپٹا اس کے رخسار پر اپنے لبوں کی گستاخیاں بکھیرنے لگا۔

ooooooo

اکرم کی آنکھیں سرخ تھیں، چہرے پر غصے کی وہی سرد لکیریں نمایاں تھیں جو تب سے تھیں جب اس کا خواب ٹوٹا تھا۔ وہ پولیس کا جوان تھا، لیکن آج وہ ایک شکست خوردہ انسان لگ رہا تھا۔

میں نے ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھایا تھا۔ اس لڑکی کے گھر والوں کو یقین دلایا تھا" کہ وہ اس ڈاکو سے کبھی نہیں جُڑے گی۔" اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔

مگر وہ چالاک ڈاکو... پورا خاندان اٹھا کر لے گیا، اس لڑکی سے زبردستی نکاح کر" "لیا... اور میں بس بے خبر سوتا رہا۔

اکرم کی مٹھی سکڑ گئی، وہ دیوار سے ٹکرا کر ایک قدم پیچھے ہٹا۔

یہیں ڈکیت یہیں "ڈاکو کبھی پولیس سے ڈرتے تھے، اب ہم پولیس والے اُن سے ڈرتے ہیں۔" آج ہم پولیس والے ان کے خوف سے کانپتے ہیں

اس کا غصہ دھواں اٹھ رہا تھا، آنکھوں میں نفرت کی آگ جل رہی تھی۔

یہ صرف شکست نہیں، یہ ایک ذلت ہے۔ جو میں نے پورے ڈیپارٹمنٹ" کے سامنے اٹھائی ہے۔

"لیکن میں رکوں گا نہیں۔ میں بدلہ لوں گا، چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔

اکرم نے گہری سانس لی۔ یہ لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ یہ تو بس شروعات ہے۔"ہاں یہ شروعات ہے سردار یلغار، تم نے میرے خواب توڑے ہیں میں تمہیں توڑ دوں

چہرہ بے حد پر سکون تھا، جیسے رات کی ساری الجھنیں وہ پہاڑوں پر چھوڑ آیا ہو۔

ہوا میں اس کی چال کا رعب گھلا ہوا تھا،

مگر آج وہ رعب بھی نرمی میں لپٹا تھا۔ بالا نے دور سے اسے آتے دیکھا۔ تو جمرو

کو کہنی ماری،

دیکھ، آج ہمارے سردار کے چہرے پر غصہ نہیں۔ "بلکہ آج تو سردار کا چہرہ "

چمک رہا ہے جمرو نے نظریں جما کر دیکھا، پھر زیرِ لب مسکرایا،

ہاں، بھابھی کا اثر لگتا ہے۔ " دونوں کے چہروں پر ایسی ہنسی تھی۔ "

جو صرف سردار کو سکون میں دیکھ کر آتی تھی۔ سردار نے قریب آتے ہوئے

دونوں کی نظریں محسوس کیں،

لیکن کچھ نہ کہا، بس ایک گہری سانس لیتے ہوئے دائیں جانب جھاڑیوں کو دیکھا

اور آگے بڑھ گیا

سردار، میں نے تمہارے اور بھابھی کے لیے اسپیشل ناشتہ منگوایا ہے!" بالا "

نے سردار کو دیکھ کر جوش سے کہا،

" آج بھابھی کی پہلی صبح ہے نا یہاں، تو خاص انتظام کروایا ہے میں نے۔

میں نے بھی کروایا ہے، میں بھی تمہارے ساتھ گیا تھا!" جمرو فوراً بولا، "

یہ ہر بار کریڈٹ خود لے جاتا ہے، صبح میری نیند خراب ہوئی تھی۔" بالا نے "

آنکھیں گھمائیں،

"ہاں ہاں، یہ بھی میرے ساتھ ہی گیا تھا۔"

سردار نے ہونٹ بھینچے، چہرے پر معمول کی سنجیدگی تھی۔

"تو تم دونوں اپنی بھابھی کے لیے اسپیشل ناشتہ لینے گئے تھے؟"

"ہاں سردار۔۔" بالا نے گردن ہلائی،

افسوس..." سردار نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا"

کیا ہوا؟" سردار، افسوس کس بات کا؟ جمرو پریشانی سے پوچھنے لگا۔ "

وہ تو ناشتہ کر چکی ہے "اس بات کا افسوس میں صبح ہی اسے ناشتہ کروا چکا ہوں"

کیا؟" بالا نے ہلکی حیرت سے پوچھا۔"

تمہیں میرو نے نہیں بتایا؟" سردار نے براؤچی کا نام لیتے ہوئے کہا۔ لہجے میں" ہلکی سی شرارت کی آمیزش تھی۔

جمرو کو یقین نہ آیا، "سچ میں ؟" تم نے بھابھی کو وہ معمولی سا ناشتہ کروایا آج ان کی شادی کی پہلی صبح تھی انہیں اچھا سا ناشتہ کروانا تھا۔

ایسے کیسے بھابھی نے ناشتہ کر لیا؟ ہم دوسرے گاؤں سے جا کر ناشتہ لے کر آئے تھے۔ بالا کی آواز میں مایوسی تھی۔

ہاں، تو میں ناشتہ کروں گا۔ تم فکر نہ کرو، بس ناشتہ لگا دو۔ "سردار بچھائی ہوئی" چارپائی پر بیٹھا اور بولا،

!لیکن ہم بھابھی کے لیے لے کر آئے تھے نا

جمرو کی آواز میں ہلکا غصہ تھا، اور معصومیت بھی تھی۔

سردار کے بیٹھتے ہی وہ اس کے قریب آگیا۔ اور

زور زور سے اس کی ٹانگیں دباتے ہوئے اپنا غصہ ظاہر کرنے لگا۔

وہ صرف 19 سال کا لڑکا تھا، اور بس یہی کر سکتا تھا۔

جب غصے میں ہوتا، تب بھی ٹانگیں دباتا۔

جب اچھے موڈ میں ہوتا، تب بھی ٹانگیں دباتا۔

کیونکہ اس کے بس میں اور کچھ نہیں تھا۔

باقی اس کی زندگی کا مقصد صرف سردار کی خدمت کرنا تھا۔

اچھا اچھا، ناشتہ لگاؤ۔ کل وہ تم لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرے گی۔" سردار نے"

کہا، تو بالا فوراً کھڑا ہو کر میز لگا رہا تھا۔

جمرو بھی مدد کرنے لگا۔

یہ سب کچھ تمہاری بھابھی کے لیے ہے۔ سردار نے دونوں کو دیکھا اور بولا، "۔

بالا نے چاول اور سالن میز پر رکھے۔ جمرو نے پلیٹیں لگائیں۔

ہم نے خاص ان کے لیے ناشتہ منگوایا ہے۔" بالا نے سردار سے کہا، لہجے میں "
مایوسی سی تھی

،کل سب ساتھ کھائیں گے۔" سردار نے مسکرا کر جواب دیا

جمرو نے چائے کے کپ بھی لے آئے۔

بس، آرام سے کھاؤ۔"،

بھابھی کی خاطر ہم نے صبح جلدی اٹھ کر کام کیا ہے۔" صبح سویرے اٹھنے کا" بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیا کیا سوچا تھا بھابھی کے ساتھ باتیں کریں گے ان کے ساتھ دوستی کریں گے۔ لیکن وہ کچھ زیادہ ہی اداس تھا۔

اچھا اچھا بس کر دو اور کتنا دکھ مناؤ گے، شام ویسے اس کے ساتھ کھانا کھا لینا ۔ سردار نے آسان حل پیش کیا تو بالا اور جمرو نے ایک دوسرے کو دیکھتے خوش ہوئے۔

پھر میں بھابھی کے ساتھ شام کی دعوت اڑوں گا بالا نے ہاتھ پیچھے کھینچے تو سردار

نے اسے گھور کر دیکھا تھا جب کہ وہ چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگا چکا تھا

مطلب صاف تھا کہ اس کا ناشتہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

لیکن اس سے پہلے کہ جمرو کھانا چھوڑتا سردار کی ایک گھوری نے اسے تیز تیز

کھانے پر مجبور کر دیا

"oooooo

وہ کمرے میں واپس آیا تو دعام اب بھی گہری نیند میں تھی، لیکن اس کے

چہرے پر رات کا خوف اب بھی کسی دھندلے سائے کی طرح منڈلا رہا تھا۔

سردار چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ وہ جو ساری دنیا سے لڑنے والا تھا،

اس ایک کمزور سے چہرے کی بے چینی سے ہار مان گیا تھا۔

نرمی سے اس کے قریب بیٹھا، آہستہ سے اس کے بالوں کو کان کے پیچھے کیا،

جیسے اس لمس سے اس کے ڈر کو مٹانا چاہتا ہو۔

"اتنا بھی کیا سونا، میرا معصوم سائیں؟ اٹھ جاؤ... اتنا سونے سے بھی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔"

اس کی آواز دھیمی تھی، مگر دعام کی پلکیں لرزیں۔ وہ شاید جاگ چکی تھی، یا جاگی سوئی کیفیت میں تھی۔ جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ وہ پاس ہے، اس نے جھٹ سے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا، اور لحاف کو ذرا سا اوپر کر کے خود میں چھپ گئی۔

سردار کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔ وہ جانتا تھا، اس کے لمس اور آواز کا مطلب دعام کے لیے وہ نہیں تھا جو وہ چاہتا تھا۔

"فکر نہ کرو... کچھ خاص نہیں کرنا تمہیں۔ میرے لوگ ضد کر رہے تھے کہ بھابھی سے ملنا ہے، بس اسی لیے ولیمہ رکھا ہے۔ ورنہ ابھی تو اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

وہ خاموش تھی، مگر اس کی سانسوں کی بے ترتیبی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ جاگ رہی ہے، سن رہی ہے، اور گھبرا رہی ہے۔

میں نے کہا بہت ہو گئی نیندیں میرا گلاب سائیں، اب اٹھو وہ ایک جھٹکے میں بازو سے پکڑ کر بیٹھتا اپنا حصار اس کے گرد بنا گیا تھا، وہ اتنی تیزی سے یہ کام کر گیا تھا کہ وہ پوری طرح اس کے بازو میں اس کی پناہوں میں اس کے سینے سے پیٹھ لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔

جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں نیچے چلنا ہے۔

نہی۔۔ نہیں۔۔۔ جانا۔۔ نیچے، وہ بڑی معصومیت سے اس کی باہوں میں قید اس کے حکم کی نفی کر رہی تھی۔

کیوں نہیں جانا نیچے میرا معصوم سائیں۔۔۔۔!وہ اس کی تھوڑی کی نیچے انگلی رکھتا اس کا چہرہ اپنی طرف پھیر چکا تھا۔

ڈاکو۔۔۔ جی۔۔ وہ۔۔۔ آ۔۔۔ اپ کے۔۔۔ بندوں۔۔ کے پاس۔۔۔ لمبی" لمبی بندوقیں ہوتی ہیں۔۔۔"اس کی آواز لرزتی ہوئی، رکی رکی نکلی۔ سردار چونکا، پھر ہولے سے مسکرایا۔

میرے نین سائیں کو ڈر لگتا ہے بندوقوں سے؟ کوئی بندوق نہیں لائے گا، نہ "

"کوئی گولی چلے گی۔ سب کو کہہ دیا ہے، میرے سائیں کو شور سے ڈر لگتا ہے۔

لیکن۔۔۔ ان کے بال۔۔۔ بہت لمبے لمبے ہوتے ہیں۔۔۔ مونچھیں "

بھی۔۔۔" چوکیداروں جیسی۔۔۔۔" اس کی ہچکچاہٹ بڑھ رہی تھی، آواز

میں خوف واضح تھا۔

اچھا۔۔۔ تو اب مجھے قبیلے کے لوگوں کو بولنا پڑے گا کہ بال کٹوالیں؟ یا"

مونچھیں صاف کرالیں؟" وہ مزاحیہ لہجے میں بولا۔

دعام نے چونک کر نظریں اٹھائیں، مگر پھر گھبرا کر فاصلہ بڑھا لیا۔

ان کی بڑی بڑی سرخ ڈراونی آنکھیں بھی ہیں۔ اس نے پھر سے ایک اور وجہ

نکال لی تھی نیچے نہ جانے کی۔

توکیا کریں ان کی آنکھیں نکلوادیں سردار نے پر سکون سے سوال کیا تھا۔

آپ۔۔۔ان کی آنکھیں۔۔۔نکلوادیں گے ؟"اس نے اپنے ہونٹوں پر"

دونوں ہاتھ رکھ لیے، جیسے چیخنے سے خود کو روک رہی ہو۔

میرے سوہنے سائیں کو ڈر لگتا ہے نا، تو انتظام تو کرنا پڑے گا۔"وہ کندھے"

اچکاتے ہوئے بولا، جیسے واقعی سنجیدہ ہو۔

دعام کی آنکھیں پھیل گئیں، اور اس کا رنگ فق ہو گیا۔

"اللہ... آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں؟"

سردار کا دل اس کی معصومیت پر پھر سے پگھل گیا، لیکن اس نے کچھ نہ

کہا۔ نگاہیں اس کے لبوں پر ٹھہر سی گئی تھی وہ کافی دیر کے بعد کچھ بولنے کے

قابل ہوا۔

ہاں میں کچھ بھی کر سکتا اور اس "کچھ بھی "کا ایک مظاہرہ تمہیں ابھی دکھا بھی

سکتا ہوں وہ کہتے ہوئے دھیرے سے جھکا، اور اپنے عنابی لبوں کو اس کے گلابی

لبوں پر رکھ گیا ایک ہاتھ سے اس کی کمر کو مضبوطی سے تھام کر اسے اپنے

قریب کیاتو وہ گھبرا کر اس کے سینے سے جا لگی۔ سانسیں ایک دوسرے میں تحلیل ہو گئیں، دھڑکنوں کا شور بڑھنے لگا۔ سردار نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھاما، اس کی آنکھوں میں جھانکا جیسے وہاں خود کو تلاش کر رہا ہو، اور پھر سے اس کے لبوں کو اپنے لبوں سے چھو لیا۔

ایک ہلکی سی کپکپاہٹ دعام کے وجود میں دوڑ گئی، مگر وہ ہٹا نہیں پائی خود کو۔ سردار کا لمس بے تاب تھا، لب لب سے ٹکرا کر قرار مانگ رہے تھے، جیسے برسوں کی پیاس ہو، جیسے الفاظ کی جگہ صرف قربت نے لے لی ہو۔ اس نے اس کے نچلے ہونٹ کو نرمی سے دبا کر اپنی بے چینی کو لفظوں کی بجائے لمس سے بیان کیا، جیسے وہ لبوں کے ذریعے اسے یقین دلا رہا ہو کہ اب وہ صرف اس کی ہے۔

دعام کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں، آنکھیں بند ہو گئیں۔ سردار نے اس کے گالوں سے ہوتے ہوئے اس کی گردن تک کا سفر کیا، لبوں کی بے قراری تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ ہر بوسہ، ہر لمس جیسے اس کے دل پر مہر لگا رہا

ہو۔ اس کے مضبوط بازوؤں کے حصار میں وہ پل پل سمٹ رہی تھی، اور سردار اسے خود میں اتنا قریب کر چکا تھا کہ اب کوئی فاصلہ باقی نہ رہا تھا——نہ جسم کا، نہ دل کا

المارى سے سب سے خوبصورت ڈریس نکالو اور پہن لو... میں ولیمے کی تیاری کرتا ہوں۔" اس کے بعد اس رات کو ہماری زندگی کی سب سے خوبصورت یادگار رات بنانا ہے۔

وہ اس کے چہرے کو پھر سے دونوں ہاتھوں میں لے کر شدت سے اس کے گالوں کو چومتا ہوا مدہوشی میں سا بولا اور ایک پل کو اس کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرا دیا۔ پھر دروازے کی طرف پلٹا اور قدموں کی چاپ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔

پیچھے رہ گئی وہ، جواب بھی اپنے لبوں پر پھیلی کپکپاہٹ کو چھپاتی، سانسوں کی بے ترتیبی کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ بند وقوں کا ڈر، سرخ آنکھوں

والی وحشت، سب کچھ جیسے کسی پچھلے وقت کا قصہ بن چکا تھا۔ اب اگر کچھ باقی تھا تو صرف اس کی قربت کا خوف...

وہی لمس جو روح میں اترتا جا رہا تھا، وہی آنکھیں جو دل کی گہرائیوں تک چھو گئی تھیں، وہی سچ، جو اس کے دل کو بے چین کیے دے رہا تھا۔

ooooooo

نیچے ولیمے کی شاندار تیاریاں عروج پر تھیں۔ قبیلے کا وسیع و عریض میدان رنگ برنگی دیووں، بھاپ اُڑاتے دیگچوں اور خوشبو بکھیرتے پکوانوں سے بھر چکا تھا۔

ہر سمت ہنر مند لوگ مصروفِ عمل تھے — کسی کے ہاتھ میں مصالحے تھے تو کوئی گوشت کے قتلے سنوار رہا تھا۔

قبیلے کے دستور کے مطابق ساری تیاری قبیلے کے اندر ہی کی جارہی تھی، باہر سے صرف مخصوص دیویں بنانے والے بلائے گئے تھے جو روایتی انداز میں مہمانوں کے استقبال کا حصہ تھے۔

پورا ماحول کسی بڑی جنگی فتح کی خوشی کا منظر پیش کر رہا تھا، مگر اصل جشن تو اس لڑکی کے نام تھا جو اب سردار کی سردارنی کہلانے والی تھی۔

ooooooo

بہت خوشی ہوئی سردار، آپ کی شادی کا سن کر۔ اچھا ہوا کہ آپ نے بھی آخر "
"کار گھر بسانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

ایک عمر رسیدہ خاتون، جو سردار کے وفادار ساتھیوں میں سے کسی کے خاندان کی عورتوں میں شمار ہوتی تھیں، خلوص بھرے لہجے میں بولیں تو سردار بھی احتراماً ان کے سامنے جھک گیا۔

بس مائی، آپ کی دعاؤں کا ہی اثر ہے۔ جسے چاہا، اللہ نے اسی کو میرے نصیب "میں لکھ دیا۔ تو پھر اس خوبصورت رشتے سے انکار کیسے کرتا؟

وہ نرمی سے مسکرا کر گویا ہوا اور فوراً بولا، " تھوڑی دیر میں آپ کو اس سے ملواتا "ہوں۔

سردار انتظامات کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔ آج قبیلے میں پہلی بار اتنی بڑی دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سردار کے نکاح کی خبر سن کر دور دور کے وہ لوگ بھی چلے آئے تھے، جو کبھی اس قبیلے کا حصہ رہے،

اور وہ بھی جو برسوں سے الگ ہو چکے تھے۔ ہر طرف گہما گہمی تھی، ہر دل خوش تھا۔

پہاڑوں کے اندر ہی مہمانوں کے قیام کا شاندار انتظام کیا گیا تھا۔ قبیلے کی خود مختار اور طاقتور حیثیت کا یہ مظاہرہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ہر چیز، ہر سہولت، ہر آسائش یہ ظاہر کر رہی تھی کہ یہ کوئی عام قبیلہ نہیں—بلکہ ایک ایسی چھپی

ہوئی دنیا ہے، جسے ایک ڈاکو نے اپنی حکمت، طاقت اور اصولوں سے ایسا بنا رکھا تھا کہ کسی چیز کی کمی نہ تھی، سوائے اُس کی دلہن کے... جو آج پوری ہو چکی تھی۔

○○○○○○○

"ارے راحت بھائی، رفیق بھائی! آپ لوگ یہاں چھپ کے بیٹھے ہیں؟ چلو نا، تیاریاں کرو، اس طرح الگ تھلگ بیٹھنے کا کیا مطلب؟ ابھی کچھ دیر میں سب مہمان پہنچنے والے ہیں، پھر ہم محفل شروع کریں گے!"

بالا جلدی جلدی آ کر بولا، وہ بہت مصروف تھا لیکن اپنے پرانے ساتھیوں کو یوں الگ دیکھ کر رک گیا۔

راحت نے سر جھکائے، مایوسی سے کہا، "ہمیں کوئی شوق نہیں ولیمے کا کھانے کھانے کا، ہمیں تو اور پریشانیاں کھا رہی ہیں۔"

بالا، جو واپس جانے والا تھا، یہ سن کر پلٹ آیا۔

کیسی پریشانیاں راحت بھائی؟ آپ تو ایسی باتیں نہیں کرتے تھے خیریت تو"

" ہے نا کچھ ہوا ہے کیا

پریشانی والی بات نہیں تو اور کیا ہے، بالا؟"،

راحت نے ایک لمبی سانس لے کر کہا

دیکھ تو، سردار کتنا بدل گیا ہے۔ سردارنی کو آئے ایک دن نہیں ہوا اور دارہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہی دارہ جو برسوں سے اس کا ساتھی تھا، جس نے ایک بار سردار کے لیے سینے پہ گولی کھائی، اس کے بدلے میں اسے قید خانے میں ڈال

"دیا۔

ایک لڑکی کے خاطر کہ وہ اس کی چھوٹی سی نادانی سے ڈر گئی۔ سردار اپنی عورت کے چکر میں شاید یہ بھول گیا ہے کہ وہ خود کیا ہے، خود ڈاکو ہو کر چڑیا کا دل رکھنے والی دلہن کو لانے کی ضرورت کیا ہے جو بعد میں اپنے ہی لوگوں کے

"ساتھ ایسا سلوک کرنا پڑے اور ویسے بھی دارہ ہمارا دوست تھا اور۔۔۔۔

اور کیا بولوں، راحت سائیں؟ تم بھی بولو، رفیق سائیں۔ جو دل میں ہے، کہہ "

"!دو۔ کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں

رفیق بولنے کو تھا کہ اچانک سردار کی کرخت آواز ان کے پیچھے گونجی

کیا بولنے والے تھے تم دونوں؟ کہو، بولتے کیوں نہیں؟" وہ دونوں گھبرا کر "

خاموش ہو گئے۔ سردار کی آنکھوں میں وہی پرانی وحشت تھی۔

دارا کا جرم کیا تھا، سردار؟ صرف یہ پوچھا تھا ہم نے۔" راحت نے ہمت کر "

کے کہا۔

غدار تھا وہ۔ سردار نے سرد لہجے میں جواب دیا، "میرے سامنے میرا، اور پیٹھ

پیچھے انسپکٹر اکرم کا۔ یہاں تک کہ وہ جاسوس شیرازی جو چند دن پہلے آیا تھا،

اس سے بھی ملا ہوا تھا۔ میرے پاس ثبوت ہے۔ اگر پیش کروں تو تم دونوں

"کے ہوش اُڑ جائیں۔

پھر اس کا لہجہ آگ کی طرح دہکا، "اور جہاں تک سردارنی کی بات ہے، تو بہتر ہو گا کہ اسے ان باتوں سے دور رکھو۔ وہ قبیلے کے کاموں میں دخل نہیں دے گی۔ وہ صرف میری بیوی ہے، اور تم سب کی بھابھی۔ آج کے بعد اگر کسی کی زبان پر میری عورت کا نام بھی آیا تو زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔ مرد ہو تو مردوں والی بات کرو!"

راحت اور رفیق، جن کی آنکھوں میں چند لمحے پہلے بغاوت تھی، اب نظریں چرا رہے تھے۔

سردار نے جاتے جاتے بالا کے کندھے پر ہاتھ رکھا، "بالا، ان دونوں پر نظر رکھو۔ ان کی آنکھیں اور زبانیں بغاوت کر رہی ہیں۔"

بالا نے خاموشی سے گردن ہلا دی،

تمہاری بھابھی کے جوتے منگوائے تھے صبح سے ننگے پاؤں گھوم رہی ہے۔ جاؤ اسے دے آؤ تب تک میں مہمانوں کو دیکھ کر آتا ہوں۔ سردار کے حکم پر بالا

نے ہاں میں سر ہلایا تھا جبکہ سردار تیز قدموں سے واپس محفل کی طرف بڑھ گیا۔

○○○○○○○○○○

بھابھی... وہ... سردار نے آپ کے لیے جوتے بھجوائے ہیں..." غار کے قریب، باہر رک کر بالا نے نرمی سے آواز دی۔

سردار نے خاص طور پر نرم جوتے منگوائے تھے—اپنی دلہن کے لیے، جو صبح سے ننگے پاؤں ادھر اُدھر گھوم رہی تھی۔

شکریہ... ڈاکو بھائی لیکن، اگر آپ میرا ایک چھوٹا سا کام کر دیں؟" وہ جیسے کسی" کے انتظار میں ہی بیٹھی تھی

اس کے شکریہ پر وہ پلٹنے ہی لگا تھا کہ بالا کو رکنا پڑا۔

حکم کریں، بھابھی۔" وہ پیچھے دیکھے بغیر احترام سے وہیں کھڑا رہا۔"

اگر آپ کے قبیلے میں کوئی عورت ہو... تو پلیز اسے اوپر بھیج دیں۔ ان کپڑوں" کو سمجھنے میں بڑی مشکل ہو رہی ہے۔ ولیمے کے لیے کیا پہنوں، کیا نہیں، کچھ "سمجھ نہیں آرہا... کپڑے بھی کافی بھاری ہیں۔ مجھے واقعی کسی کی مدد چاہیے۔

اس کی آواز کی معصومیت نے بالا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلا دی۔ وہ خاموشی سے سر ہلاتا نیچے پلٹ گیا اور سیدھا سردار کے تخت تک پہنچا، جہاں وہ بیچ میدان میں چارپائی پر نیم دراز بیٹھا تھا۔

جمرو، حسبِ عادت، جوش و خروش سے اس کے پیر دبا رہا تھا جیسے پیدا ہی اسی خدمت کے لیے ہوا ہو۔

بھابھی کا حکم ہے۔ اوپر بلا رہی ہیں... کپڑے سمجھ نہیں آرہے، کہتی ہیں کسی کی" "مدد چاہیے۔

بالا نے بات کو اپنے مخصوص انداز میں ذرا سا گھما کر کہا۔

"اس نے... مجھے بلایا ہے؟"

سر دار جیسے پل بھر کے لیے حیرت زدہ رہ گیا۔

"حد کرتے ہو سر دار! اب بھابھی مدد کے لیے اپنے شوہر کو نہیں بلائیں گی تو کسے بلائیں گی؟"

جمرو نے بڑی عقلمندی سے نچوڑ نکالا۔

"ہاں... بات تو تم نے ٹھیک کہی جمرو۔ اب بھلا میرا سوہنا مکھڑا مدد کے لیے اور کس کو بلائے گا؟" سر دار کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھری۔ "چلو، میں خود چلتا ہوں... مدد کر آتا ہوں۔"

"ہاں ہاں، سر دار! تم بس اوپر جا کر بھابھی کی مدد کرو، باقی سب ہم سنبھال لیں گے۔" آرام سے دیر لگا کر آنا ہمیں کوئی جلدی نہیں تمہاری واپسی کی

بالا کے لہجے میں شرارت تھی۔

سردار نے جواباً اس کے کندھے پر ہلکا سا مکہ مارا، اور پھر تیزی سے پتھریلے پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ اس کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ بچپن سے شام وسحر کا یہ چڑھنا-اترنا اس کے جسم کا حصہ بن چکا تھا۔

چند ہی منٹوں میں وہ پہاڑی کے درمیانی حصے میں واقع اپنی نئی نویلی دلہن کی آرام گاہ تک جا پہنچا...

ooooooo

ولیمے کے حساب سے... یہ کلر تو واقعی خوبصورت ہے، لیکن... بہت بھاری "ہے۔"

اس نے بھاری سا لباس نکالتے ہوئے نرمی سے کہا۔

اور... یہ؟ ہاں، اس میں زِپ لگی ہوئی ہے، میں اسے آسانی سے پہن تو سکتی "ہوں..."

صبح جاتے ہوئے وہ یہی کہہ کر گیا تھا کہ ولیمے کے لحاظ سے تیار رہنا۔ لیکن وہ کہاں جانتی تھی کہ کپڑوں کے نام پر یہاں الماری میں چھپے یہ شاہکار اسے الجھا کر رکھ دیں گے۔

وہ تو سوچ کر بیٹھی تھی کہ کوئی ہلکا سا جوڑا نکالے گی — سادہ، نفیس، نرم رنگوں والا۔ مگر سامنے لٹکے ان بھاری بھرکم جوڑوں نے جیسے اسے اپنی دنیا میں سمیٹ لیا تھا۔ کچھ ڈریسز اپنی چمک، رنگ اور کڑھائی سے دل جیت رہے تھے، لیکن وہ ولیمے کے حساب سے کچھ زیادہ ہی برائٹ تھے۔ وہ تو ہلکا رنگ چاہتی تھی، کچھ نرم سا، جیسے اس کا اپنا مزاج۔

اور اب جو ہلکی رنگت کی میکسی اس کے ہاتھ آئی تھی، وہ خوبصورت ضرور تھی... مگر وزن میں ضرورت سے زیادہ بھاری۔

"یہی پہنوں گی!"

جیسے خود سے ضد کرتے ہوئے اس نے فیصلہ کر لیا۔ اور پھر وہ اسے پہننے کے لیے غار کے دروازے کی سمت بڑھی۔

دروازے کے ساتھ لگے بٹنوں پر اس کی نظر پڑی۔

یاد آیا... صبح سردار نے کھانے کے وقت کس مہارت سے یہ دروازہ کھولا تھا۔

اس نے اگلا بٹن دبایا... اور پتھر اپنی جگہ سے ہلکا سا کھسک کر غار کے ساتھ جُڑ گیا،

جیسے کوئی راز کھل گیا ہو۔

پرسکون ہو کر وہ اندر گئی اور واش روم میں ڈریس چینج کرنے لگی۔

○○○○○○

کسی نہ کسی طرح وہ اس بھاری بھرکم لباس کو پہننے میں کامیاب تو ہو گئی، لیکن...

زپ بند کرنا ایک الگ ہی جنگ بن گئی۔ وہ کب تک ہاتھ پیچھے لے جا کر کوشش

کرتی رہی، پھر ناکام ہو کر گہری سانس لی بالآخر، وہ باہر آئی اور بڑے سے آئینے

کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

ڈریس... دلکش تو تھا ہی، لیکن وہ خود... اس ڈریس میں حسن کا مکمل پیکر لگ رہی

تھی۔

ہلکے سے جھاڑو دار گھیر والے لباس میں، نرم رنگت اور معصوم چہرہ لیے، وہ آئینے میں جیسے خود پر نگاہیں جمائے کھڑی رہ گئی۔

"...اس کے بازو درد کرنے لگے تھے "بس...زپ بند ہو جاتی تو مکمل تیاری کہلاتی

...وہ بچپن سے ہی ایسی تھی

ہر چیز کو بہت جلدی قبول کر لینے والی۔

شاید یہی وجہ تھی کہ اب وہ اپنی زندگی کو بھی قبول کرنے جا رہی تھی...ویسی جیسی اسے ملی تھی۔

اتنا تو وہ جان چکی تھی کہ اس کا نکاح ایک ڈاکو سے ہوا ہے—ایک ایسا مرد جو قانون سے باہر تھا، لیکن...اس کے ساتھ نرمی برتتا تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی آگے زندگی کیسی ہو گی، کیسا برتاؤ ملے گا، کیسی راہیں آئیں گی۔

لیکن اُس کی عادت تھی... کہ وہ سوچ سوچ کر خود کو ہلکان نہیں کرتی تھی۔

اس نے جیسے دل پر ہاتھ رکھا تھا اور سادگی سے... اللہ کی رضا سمجھ کر، اس رشتے کو نبھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اب جو بھی تھا، جیسا بھی تھا... وہ اس کا شوہر تھا۔ اور زندگی... اسی کے ساتھ گزرنی تھی۔

وہ دل سے ہر قسم کی صورتحال کے لیے خود کو تیار کر چکی تھی۔ اسی لیے اب وہ بے معنی وسوسوں سے نکل کر، صرف اور صرف ولیمے کی تیاری پر توجہ دے رہی تھی۔

دل میں جو بھی الجھنیں تھیں، جو سوال تھے، سب وہ اپنے رب کے سامنے رکھ چکی تھی۔

اور اب... جو راہ اس کے اللہ نے اس کے لیے چُن لی تھی، وہ پوری یقین اور خاموش رضامندی سے اسی راہ پر چلنے کو تیار تھی۔

ooooooooo

حکم میرا میٹھا سائیں؟ کیوں بلایا؟ کس قسم کی مدد درکار ہے میرے میٹھے سائیں

"کو؟

وہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹا تا اندر داخل ہوا تو وہ حیرت سے بس اُسے تکتی رہ گئی۔

اچانک جیسے ہوش آیا ہو، گھبرا کر اس نے رخ موڑ لیا، اپنی برہنہ کمر کو ہاتھوں

سے ڈھانپنے کی ناکام کوشش کی۔

... لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی

— وہ آئینے میں اس کی کمر کی جھلک دیکھ چکا تھا

وہی جھلک جو کسی خاص لمحے کی دھڑکنیں تیز کر دیتی ہے۔

میں نے آپ کو نہیں بلایا... کسی عورت کو بلایا تھا، مدد کے لیے۔"

لیکن بالا نے کہا کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے اس کے گھبرانے پر اس

کے لبوں کی دلکشی بڑھی تھی۔

نہیں میں نے آپ کو نہیں بلایا تھا کسی عورت کو بلایا تھا جو یہ کپڑے پہننے میں

"!میری مدد کر سکے... قسم لے لیں... میں نے آپ کو نہیں بلایا

وہ گبھراہٹ سے لرزتے لہجے میں بولی، چہرے پر بے چینی صاف جھلک رہی تھی۔

سردار کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ ابھری،

"بالا جھوٹ نہیں بولتا۔ اس نے کہا تمہیں مدد چاہیے۔"

کسی عورت کی مدد، ساتھ بولا تھا۔ وہ اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے"

بولی، جیسے اپنی حدیں خود کھینچ رہی ہو۔ سردار آگے بڑھا،

کوئی عورت آکر کیا ہی کر لے گی؟"

جتنی مدد میں کر سکتا ہوں، اتنی کوئی نہیں کر سکتا۔" اس کی آنکھوں میں ایک

عجیب سا ضبط اور جذبات کا طوفان تھا۔

"...اور ویسے بھی، ایسے نظارے تو میں کسی اور کو نہیں دیکھنے دوں گا"

ایک ہی جھٹکے میں اسے اپنی جانب کھینچ لیا،

اس کا ہاتھ اس کی نازک کمر پر جا ٹھہرا، لمحے میں دھڑکنیں رک سی گئیں۔

اب وائبریشن مت شروع کر دینا... بیٹری لو ہو جائے گی، اور وقت نہیں ہے"

میٹھے سائیں،

"... ہمیں آج ہی ولیمہ کرنا ہے...""اور ولیمے کے بعد

وہ اس کے کان کے پاس جھکا، آواز میں شرارت بھی تھی، اور دلکشی الگ،

رات کو خاص بنانے کے لیے کچھ خاص کرنا چاہتا ہوں!"اس کی سبز آنکھوں"

میں چمک، لہجے میں خماری

اور وہ خاص کام تمہارے بغیر ادھورا ہے، میں اپنے میٹھے سائیں کی مٹھاس، کو"

پوری شدت سے محسوس کرنا چاہتا ہوں اس کی بے باک سرگوشی پر۔ وہ گھبرا

کے پیچھے ہٹی، تو وہ اور قریب ہوا۔

"!بس تھوڑا سا ساتھ دے دو... باقی اس رات تو میں خود ہی خاص بنا دوں گا"

سردار کا چہرہ اس کے اتنا قریب تھا کہ سانسیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔

میں ایک بات بتاؤں میں نے اس رات کے خواب تین سال سے دیکھیں ہیں۔اس نے ہنستے ہوئے آنکھ ماری،

"!تو اب چلو، اس خواب کو حقیقت میں بدلتے ہیں"

۔۔ آپ ایسے خواپ دیکھتے ہیں۔۔۔!وہ اس کا ہاتھ اپنی کمر پر رنگتے محسوس کر کے گھبرا کر بولی تھی جبکہ وہ نرمی سے اس کی زپ بند کر رہا تھا۔

ایسے خواب۔۔۔"کیسے خواب۔۔۔؟سردار کو اس کی الجھن بڑی باتیں مزہ دینے لگی۔

ایسے ویسے گندے خواب۔۔۔"اس کے کھینچ کر ڈوری بند کرنے پر وہ اگلے ہی لمحے اس کے سینے میں آسمائی تھی۔

گندے۔۔۔۔"ہاں میں تو ایسے ہی خواب دیکھتا ہوں کیا تم نہیں دیکھتی ایسے

"خواب۔۔۔۔

نہیں مجھے اچھے والے خواب اتے ہیں۔۔۔"معصومیت عروج پر تھی۔

اچھا تو تمہیں اچھے والے خواب آتے ہیں خیر کوئی بات نہیں آج سے تمہیں

بھی یہ گندے والے خواب ہی ائے ہوں گے۔بس اس رات کو آنے دو۔

کوئی اور مدد درکار ہے یا یوں ہی کھڑے رہ کر میرے ضبط کا امتحان لو گی میرا

سوہنا مکھڑا۔۔۔؟

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا سوال کرنے لگا تو اس نے فورا نفی میں سر ہلایا تھا۔

تو پھر اجازت دو تھوڑی دیر کے لیے نیچے کام بہت ہے کچھ خاص مہمان آئے

ہیں،وہ اس کے لبوں کو چومتا پیچھے ہٹتا اس کا وائبریشن موڈ ان کر کے باہر چلا گیا

تھا۔

ooooooo

قبیلے کے کھلے میدان میں سخت گرمی کے باوجود گہما گہمی نمایاں تھی۔ ایکس خاندانوں پر مشتمل یہ علاقہ، جہاں صرف ڈاکو بستے تھے، آج کسی خاص موقع کی تیاری میں مصروف تھا۔ کرسیاں اور چٹائیاں بچھ چکی تھیں، بڑے بزرگ اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔ عورتیں، جو خود بھی ڈاکوؤں کی بیویاں تھیں، مہنگے لباس اور زیورات میں محفل میں شامل اپنے بچوں کی نگرانی لیے مصروف تھیں۔ بچے کھیلتے کودتے اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے، جیسے انہیں بھی علم ہو کہ کچھ خاص ہونے والا ہے۔ سب کچھ تقریباً مکمل ہو چکا تھا، بس ایک کمی تھی، سردار کی سردارنی ابھی تک نہیں لائی گئی تھی۔

آج عورتوں کے یہاں آنے کا تو مقصد ہی سردار کی سردارنی دیکھنے کا تھا اخر ایسی بھی کیا خاص بات تھی سردارنی میں جو سردار نے قبیلے کی ساری عورتوں کو چھوڑ کر باہر سے عورت لائی تھی۔

ooooooo

بالا، تیز قدموں سے اس کے قریب آیا۔ اس نے ارد گرد ایک نظر دوڑائی اور قدرے جھک کر سردار سے کہا،

"سردار، سب کچھ تیار ہے... اب بھابھی کو بھی اندر لے آئو نا۔" بالا کی بات پر سردار کے چہرے پر ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ آہستگی سے اپنی مخصوص رعب دار چال میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نظریں سیدھی اپنے لوگوں پر جمی تھیں، جن میں سے ہر ایک خاموشی سے اس کے حکم کا منتظر تھا۔ سردار کی آواز گونجی، تو میدان میں موجود ہر سانس رک گئی۔

"میں اپنی سردارنی کو لینے جا رہا ہوں، لیکن سن لو سب... آج کے بعد قبیلے میں کسی کے ہاتھ میں بندوق نہیں ہونی چاہیے، اور نہ ہی کسی کی آنکھوں میں وحشت کی چمک۔ اگر کسی کی آنکھوں میں دہشت دکھی، تو وہ آنکھیں باقی نہیں رہیں گی۔" اس کی آواز کے بعد سناٹا چھا گیا۔ کوئی جنبش تک نہ ہوئی۔

"قبیلے میں اب سے کوئی فائرنگ نہیں ہو گی۔ یہ میرا حکم ہے!"

اس نے ایک سخت نگاہ سب پر ڈالی — نگاہ ایسی، جیسے دل چیر دے۔

آج پورے قبیلے کا ماحول بدلا بدلا سا تھا۔ اکثر ڈاکوؤں نے بہتر حلیہ اختیار کیا ہوا تھا، گویا سب کو معلوم تھا کہ قبیلے میں کچھ خاص ہونے والا ہے۔ جیسے آج کوئی جشن نہیں، تاریخ لکھی جانے والی تھی۔

○○○○○○

سردار کچھ کہنا ہے مجھے۔۔۔" سردار کے حکم پر سناٹا چھا گیا تھا، مگر ایک بزرگ، جو برسوں سے اس قبیلے کا حصہ تھے، آہستگی سے اپنی جگہ سے اٹھے۔ انہوں نے سردار کی جانب دیکھا اور نرمی سے مگر واضح لہجے میں بولے،

یہ کیا بات ہوئی، سردار؟ تم تو جانتے ہو اس قبیلے میں جشن کی پہچان ہی" بندوقوں کی آواز ہے۔ جب تک فضا گولیوں سے نہ گونجے، خوشی کا احساس "!نہیں ہوتا

سردار نے پلٹ کر بزرگ کو دیکھا، اس کی نظریں احترام سے جھکی ہوئی تھیں، مگر لہجے میں فیصلہ چھپا ہوا تھا۔

نہیں بزرگو، اب سے جشن کے طور طریقے بدلیں گے۔ کیونکہ اب اس قبیلے" میں ایک سردارنی آگئی ہے۔"اس کی آواز میں نرمی تھی، مگر بات پوری شدت سے کی گئی۔

اسے ڈر لگتا ہے بندوقوں کی آواز سے، اور میں... میں اسے کبھی بھی خوف میں" "نہیں جینا دوں گا۔

قبیلے کے لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، جیسے پہلی بار کسی نے ان کی روایات کو چیلنج کیا ہو۔

اگر کوئی اپنے شوق پورے کرنا چاہتا ہے تو قبیلے سے باہر جا کر کرے... مگر یاد" "!رکھو، ان کے جشن کی گونج میرے پہاڑ تک نہ پہنچے

سردار کی آخری بات میں وہی پرانا رعب تھا، مگر آج اس کے لہجے میں محبت کا رنگ بھی نمایاں تھا... سردار بدل رہا تھا، اور ساتھ ہی قبیلے کی تاریخ بھی۔

خاموش فضا میں ایک جوان ڈاکو، جو قبیلے کے مخلص اور پرانے ساتھیوں میں شمار ہوتا تھا، اپنے ضبط پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ آگے بڑھا اور سردار کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

کوئی تمہارے حکم کے خلاف نہیں جائے گا، سردار..." اس نے گہری سانس" لی، آواز میں ادب تھا مگر آنکھوں میں کھلبلی۔

لیکن معاف کرنا، یہ زیادتی ہے۔ صرف ایک عورت کے لیے تم قبیلے کے "

"اصولوں سے ہٹ رہے ہو؟

پورے مجمع میں سرگوشیاں گونجنے لگیں، جیسے سب کے دل کی بات کسی نے زبان پر لے آئی ہو۔

ہم سب تمہارے حکم کے غلام ہیں، تم ہمارے سردار ہو۔ لیکن تم ایک "

"عورت کو ہم سب سے زیادہ اہمیت دے رہے ہو؟ یہ کیسا انصاف ہے؟

سردار کی آنکھوں میں سختی سی جھلکی، مگر وہ ساکت کھڑا رہا۔

آج تک ہم نے اپنی عورتوں کو قبیلے کے اصولوں سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ "

تم نے کہا وہ ڈکیتی میں شریک نہیں ہوں گی، ہم نے مان لیا۔ تم نے کہا وہ صرف راج کریں گی، ہم نے تسلیم کر لیا۔ لیکن اب... اب تم قبیلے کی روح بدل رہے ہو، صرف ایک عورت کی خاطر!"

اس کی آواز میں درد بھی تھا، بغاوت نہیں — جیسے وہ صرف سمجھنا چاہتا ہو، کہ آخر وہ کون ہے، جس کے لیے پورا قبیلہ بدل رہا ہے۔

ایک اور قبیلے والے نے ہمت کر کے قدم آگے بڑھایا۔ وہ سردار کے فیصلوں سے نالاں نہیں تھا، لیکن الجھن میں ضرور تھا۔

سردار... ہم نے ہمیشہ تمہاری بات مانی ہے۔ تم نے کہا کہ جو بھی ڈاکو شادی" کرے گا، وہ اوپر والی پہاڑیوں میں رہے گا تاکہ اس کی عورت اور بچے محفوظ رہیں... ہم نیچے کی سہولت چھوڑ کر پہاڑوں کی سختیاں جھیلنے لگے۔"

اس کی آواز میں ماضی کی قربانیوں کی بازگشت تھی، جو ہر سننے والے کے دل میں اتر رہی تھی۔

اور اب بھی، ہم تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہیں، مگر ایک بات سمجھ نہیں"

آتی..."

وہ تھوڑا رکا، جیسے خود کو الفاظ میں تول رہا ہو۔

اگر ہماری عورتیں چھپا کر رکھی جائیں، تو تمہاری عورت کو صرف ڈر لگنے پر ہم"

کیوں بندوقیں پھینک دیں؟ کیا تم ہم میں سے نہیں رہے؟ یا وہ عورت ہم میں

سے نہیں ہے؟"

اب کی بار اس کی نظریں سردار کے دل میں جھانکنا چاہتی تھیں۔

کیا وہ عورت تمہاری سردارنی ہے... اور ہم سب صرف رعایا؟ کیا ہمارا دکھ، "

ہماری روایات، تمہارے فیصلوں میں کوئی جگہ نہیں رکھتے؟"

قبیلے میں خاموشی چھا گئی۔ ہر آنکھ سردار کی طرف تھی... اور سردار؟ وہ پہلی بار

ایسے سوالوں کے سامنے کھڑا تھا، جن کا جواب صرف الفاظ سے نہیں... احساس

سے دینا تھا۔

سردار فواد کی بات پر ہلکا سا مسکرایا، اور پھر دھیرے سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس کی مسکراہٹ میں طنز نہیں، بلکہ ایک پر سکون اعتماد تھا۔ اس نے سامنے بیٹھے سب ڈاکوؤں پر ایک نظر ڈالی، ان سب کے چہروں پر سوال، الجھن اور تھوڑی سی بغاوت دکھائی دے رہی تھی۔

○○○○○○○○

”یہاں میری عورت کا ذکر نہیں ہو رہا، فواد... یہاں ذکر تمہاری بیٹی کا ہے۔“

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی، سب چونک کر سردار کی طرف دیکھنے لگے۔

کل تمہاری بیٹی، جو آٹھویں جماعت میں پڑھتی ہے، میرے پاس آئی۔ چھوٹی" سی، معصوم سی بچی۔ اس کی آنکھوں میں ڈر تھا۔ پوچھنے لگی، 'چاچو، نیچے دھماکے کیوں ہو رہے تھے؟ میری کتاب میں تو لکھا ہے کہ ڈاکو گناہ گار ہوتے ہیں، انہیں جیل ہو جاتی ہے، سزا ملتی ہے۔ اگر میرے ابا کو پولیس پکڑ لے گئی تو ہمارا کیا ہو گا؟'"۔

میں نے اسے جھوٹ نہیں بولا۔ سچ کہا کہ ہاں، ہم ڈاکو ہیں۔ ہم بندوق چلاتے ہیں، ہمارے جشن بھی بارود سے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی آنکھوں میں جو خوف تھا... وہ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔"

اس نے فواد کو گھورا، "تو اب بتاؤ فواد... کیا میں اس بچی کے دل میں اپنے قبیلے سے نفرت چھوڑ دوں؟ یا ایسا ماحول بنا دوں کہ وہ فخر سے کہہ سکے کہ وہ ڈاکو کی بیٹی ہے، لیکن محفوظ ہے، خوش ہے، مطمئن ہے؟"

پھر اس کی نگاہ روشن پر پڑی۔ سردار کا لہجہ گہرا ہو گیا۔

"روشن، یاد ہے جب تمہیں نیچے سے اوپر پہاڑیوں پر بھیجا تھا؟ تم ناراض تھے، غصے میں تھے کہ نیچے کا میدان زیادہ آسان ہے۔ پانی قریب ہے، زندگی سہل ہے۔ تمہیں لگا تھا میں نے تمہیں سزا دی۔ لیکن میں نے تمہیں اس لیے اوپر بھیجا تھا کیونکہ وہاں تمہاری بیوی اور بچے محفوظ ہیں۔"

"اوپر میں نے خود ہر گھر کی نگرانی کروائی۔ وہاں کی جھونپڑیاں نہیں، پختہ گھر ہیں۔ دیواریں بلند ہیں، ہر گھر کے باہر، نلکے کا بندوبست ہے، چھوٹا سا باغیچہ ہے،

جہاں تمہاری عورت سکون سے بیٹھ کر دھوپ سینک سکتی ہے، بچے کھیل سکتے

ہیں۔"

"نیچے تمہاری زندگیاں آسان تھیں، لیکن عورتوں کا دل ہر لمحہ ڈر سے بھرا

ہوتا۔ نہ دروازے محفوظ، نہ کھڑکیاں۔ نہ بجلی، نہ روشنی۔ ہر وقت ایک شور،

ایک ہنگامہ۔ لیکن اوپر پہاڑوں پر... وہاں عورتوں کو احساس ہوتا ہے کہ یہ جگہ

صرف ان کی ہے، جہاں نہ کوئی غیر آئے گا، نہ کوئی دھماکہ ہوگا، نہ کوئی بندوق

ان کی نیند توڑے گی۔" سردار نے بات جاری رکھی

"ہاں، تمہیں تھوڑی مشقت ہوئی، نیچے سے اوپر جانا پڑتا ہے۔ مگر یاد رکھو، مرد

مشقت کے لیے پیدا ہوا ہے... اور عورت چین کے لیے۔ ایک ماں، ایک بیوی،

ایک بیٹی—اسے امن اور حفاظت چاہیے، تاکہ وہ اپنے گھر کو جنت بنا سکے۔"

وہ اب سب کو دیکھتے ہوئے بولا، آواز میں ٹھہراؤ اور حکم کا اثر

"اور جہاں تک میری عورت کا سوال ہے، تو سن لو... یہ قبیلہ میری قیادت میں

چلتا ہے۔ اگر میری عورت کو یہاں رہتے ہوئے کسی ایک لمحے بھی خوف

محسوس ہوا، تو یہ تم سب کی ذمہ داری ہے کہ وہ خوف ختم کرو۔ اگر تمہارے سردار کی زندگی میں سکون نہیں، تو اس کی قیادت بھی بے معنی ہے۔"

سب خاموش تھے... ایک گہری، وزنی خاموشی۔

سردار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی، آنکھوں میں عزم اور لہجے میں سختی تھی۔

"میں نے قبیلے کو بندوقوں سے نہیں چلایا... انصاف سے چلایا ہے۔ اور انصاف یہی ہے کہ عورت، خواہ کسی کی ہو... سکون میں رہے۔"

سردار کرسی سے اٹھا۔ اس کی نگاہ ایک ایک چہرے پر ٹھہرتی گئی، اور پھر وہ قدم آگے بڑھاتے ہوئے بلند لہجے میں بولا

** "اور اب... میں اپنی عورت کو لینے جا رہا ہوں۔" **

اس کی آواز گونجی تو یوں لگا جیسے پورے قبیلے کی فضا تھم گئی ہو۔ اس کے لہجے میں نہ غرور تھا نہ عاجزی، بلکہ ایک سردار کا وہ وقار تھا جسے کوئی چیلنج نہیں کرتا۔

وہ جب یہاں نیچے آئے گی... تو تم سب لوگ اسے یہ احساس دلاؤ گے کہ "**
**"وہ اس قبیلے میں محفوظ ہے۔

اس نے ایک لمحے کو توقف کیا، اور پھر الفاظ کو مزید گہرا کرتے ہوئے کہا

نہ صرف محفوظ... بلکہ عزت دار، محترم،"

یہ تم سب کی ذمہ داری ہے، کیونکہ وہ تمہارے سردار کا مان ہے، اور جس "**
قبیلے میں سردار کا مان لرزے... وہاں قیادت نہیں، وہاں صرف ہجوم ہوتا
**"ہے۔

اس کے الفاظ پتھر پر لکیر کی مانند تھے۔

"** یاد رکھنا... میں نے تم سب سے کبھی اپنے لیے کچھ نہیں مانگا۔ جو مانگا، اپنے قبیلے کے سکون کے لیے مانگا۔ لیکن آج میں تم سے ایک وعدہ مانگتا ہوں—میری عورت کو تمہاری نظروں سے، تمہارے لہجوں سے، تمہارے سلوک سے یہ محسوس نہ ہونے پائے کہ وہ ایک سردار کی بیوی ہے۔ اُسے صرف یہ محسوس ہو... کہ وہ اس قبیلے کی بیٹی ہے!"**

سردار کا لہجہ آخری جملے میں نرم ہوا، مگر اثر کئی دلوں میں گھر کر گیا۔

پھر اس نے پلٹ کر قدم بڑھایا، اور جاتے جاتے پلٹا

"** میں اُسے لے کر آ رہا ہوں... اور یہ قبیلہ، میری طرح... اُسے بھی اپنا مان بنائے گا!"**

** ○○○○○○○○ **

وہ کب سے چلتے چلتے تھک چکی تھی۔ تیار ہوئے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا، سب کچھ موجود تھا—کپڑے، میک اپ، زیور۔ لیکن اسے تو میک اپ کرنا آتا ہی نہیں

تھا۔لبوں پر لپ اسٹک لگانے کی بھی کوشش کی، پر ہاتھ کانپ گیا، ڈر تھا کہیں بھوتنی نہ لگنے لگے۔

بھاری لباس میں لپٹی وہ خود کو آئینے میں دیکھتی تو خود پر ہی ہنسی آتی۔ لیکن جوتے… جو بالا دے کر گیا تھا، وہ اسے بہت پسند آئے۔ نرم، نازک اور دلکش — جیسے اس کے قدموں کو نئی پہچان دے گئے ہوں۔

پاؤں میں بندھی پائل کی چھن چھن اسے اچھی لگی۔ وہ جان بوجھ کر کمرے میں ٹہلتی رہی، بس وہ آواز سننے کے لیے …

کمرے میں بار بار ٹہلتے ٹہلتے اب اس کے نازک قدم بھی تھکن کا شکار ہونے لگے تھے۔ ہر چھن چھن کرتی پائل کی صدا اب مدھم سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے گہری سانس لی، جیسے خود کو تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی، سکون دینا چاہتی ہو۔ پیٹھ سیدھی کرتے ہی وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر لیٹ گئی۔ لباس کی بھاری تہیں اور گہنوں کی چمک اب اس پر بوجھ بننے لگی تھیں۔ وہ پلکیں موندے ہی تھی کہ نیند نے آ کر اُسے آہستہ

سے اپنی آغوش میں لے لیا—اتنی نرم اور گہری نیند کہ جیسے کئی دنوں بعد اُسے سکون کا لمحہ نصیب ہوا ہو۔

○○○○○○

سردار، اپنے مخصوص کالے لباس میں ملبوس، بھاری قدموں سے کمرے میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اس کی نگاہ سیدھی بستر پر آرام سے سوئی اُس لڑکی پر جا ٹکی، جو شاید اُس لمحے کی سب سے حسین حقیقت تھی۔

ایک پل کو وہ ٹھٹک سا گیا، جیسے وقت تھم گیا ہو۔

"یہ پھر سے سو گئی ہے؟"

اس کے دل میں حیرت کی ایک لہر اٹھی—یہ نیندیں تھیں یا کوئی جادو، جو ہر بار اسے اپنے حصار میں یوں لے لیتی تھیں جیسے دنیا سے بے خبر کر دینا ہی اس کا مقصد ہو۔

اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، ایک ایسی نرمی جو شاید وہ خود بھی کسی کے لیے محفوظ رکھتا تھا۔ وہ آہستہ سے اس کے قریب آیا، دونوں ہاتھ بستر کے کنارے پر رکھ کر اس جھلملاتے چہرے کو خاموشی سے تکنے لگا۔

معصومیت جیسے اُس کے چہرے پر ٹھہر گئی ہو۔

نہ کوئی میک اپ، نہ کوئی بناوٹ — لیکن اس کے سادہ سے چہرے پر ایسی پاکیزہ خوبصورتی تھی جو کسی بھی آرائش کی محتاج نہ تھی۔

وہ خود کو زکاف میں لپیٹے، پرسکون سانسوں کے ساتھ سوئی ہوئی تھی، اور سردار کے لیے اُس لمحے وہ دنیا کی سب سے قیمتی شے سے کم نہ تھی۔

سردار نے جھک کر اس کے چہرے کو دیکھا، جیسے وقت تھم سا گیا ہو۔ وہ اب بھی نیند میں تھی — پرسکون، بے خبر، اور بے حد حسین۔

نرمی سے اس نے اپنے لب اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے آہستہ سے سرگوشی کی:

میری سردارنی... میرا سونا مکھڑا، اٹھ جاؤ.. سجن سائیں. آج ہمارا ولیمہ "** ہے۔ نیچے قبیلے کے لوگ تمہیں دیکھنے کے لیے بیتاب ہیں۔ وہ اپنی سردارنی سے ملنا چاہتے ہیں۔ "**

اس کی آواز میں محبت کی مٹھاس تھی، اور آنکھوں میں فخر کا چمکتا رنگ۔

چلو، وقت نہیں ہے۔ نیچے چلنا ہے۔ تم واپس آکر اپنی نیندیں پوری کر "** لینا... بلکہ سچ کہوں تو آج تو تمہاری نیندیں پوری ہونے کے چانسز بالکل کم ہیں، کیونکہ آج یہ سردار تمہیں مکمل طور پر اپنی بانہوں میں قید کرنے والا ہے۔ "**

اس نے شرارت بھری نرمی سے اپنے گھنی مونچھوں کو اس کے نرم رخسار سے چھوایا، جیسے اپنی محبت کا احساس جگانا چاہتا ہو۔ لیکن وہ ابھی بھی نیند کی گہری پُراسرار دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔

وہ مسکرا دیا۔

** "یہ نیندیں بھی تمہاری طرح ضدی ہیں۔نہ تم جلدی مانتی ہو،نہ یہ۔"**

اس نے ایک پل کو اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا، جیسے اس پل کو محفوظ کر لینا چاہتا ہو۔

لیکن مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تمہاری یہ نیندیں میرے لیے فائدہ مند "**
** "... ثابت ہوں گی

وہ ہولے سے مسکرایا، جیسے کوئی چالاک شکاری اپنے شکار کے گرد جال بن رہا ہو۔

نرمی سے جھکتے ہوئے، وہ اپنے لبوں کی گستاخیاں اس کے نرم گالوں پر بکھیرنے لگا—دھیرے دھیرے، جیسے ہر لمس میں اپنا حق جتا رہا ہو۔

لیکن دوسری طرف سے کسی ردِ عمل کا نہ آنا جیسے اس کی مردانگی کو للکار گیا ہو۔

اب کی بار، وہ ذرا شدت سے، بس اپنی گھنی مونچھوں کو اس کی گردن کے پاس، زکاف کے اوپر سے ہی رگڑ گیا۔

اس لمس نے زکاف کے نرم کپڑے میں ہلکی سی شکنیں ڈال دیں۔ زکاف کی ساری سیٹنگ پل میں خراب ہوئی تھی، جیسے اس کی بے باکوں پر دعام کازکاف بھی شرما گیا ہو۔

خود پر بھاری بوجھ اور مونچھوں کی گستاخیاں محسوس کرتی اگلے ہی لمحے، وہ ہڑبڑا کر جاگی۔ آنکھوں میں گھبراہٹ، چہرے پر خجالت

وہ فوراً پیچھے ہٹی، جیسے خود کو بچانا چاہتی ہو، لیکن سردار کب موقع دیتا تھا۔

ایک ہی جھٹکے میں، اس نے اس کا نازک بازو تھاما، اور اپنے فولادی بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

کہاں جارہی ہو، سردارنی؟" ** میر ابو کھلایا سائیں وہ نرمی سے سرگوشی" **

کرتا، اسے خود میں ایسے سمیٹ گیا تھا کہ وہ پوری طرح اس کی پناہوں میں قید ہو گئی۔

میں نے تمہیں تیار ہونے کو کہا تھا... صرف کپڑے پہننے کے لیے" ❊ ❊

❊ ❊ "!نہیں

اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی سنجیدگی تھی، جو اس کی انگلیوں کے ساتھ مل کر اب اس کی کمر پر بے باکی سے اپنا اختیار جتا رہی تھیں۔

وہ تھوڑا سا پیچھے ہوئی، نظریں جھکائے خود کو سمیٹنے کی کوشش میں تھی، لیکن وہ جانتی تھی—یہ مرد رکنے والوں میں سے نہیں۔

❊ ❊ "...م... مجھے میک اپ کرنا نہیں آتا" ❊ ❊

اس نے ہچکچاتے ہوئے گردن پیچھے گھمائی تھی، جیسے اس کے لمس کی تپش کو دیکھنا چاہتی ہو، پر اس کے لب پہلے ہی اس کی گردن پر اپنا حق جتا چکے تھے۔

زکاف کی وہ رکاوٹ جو ان دونوں کے بیچ کچھ فاصلے کی آخری دیوار تھی وہ اب مکمل کھل چکی تھی۔

اور وہ بے باکی سے اس کی گردن پر اپنے لبوں کی تپش چھوڑ رہا تھا، ہر لمس میں، ہر سانس میں جیسے کوئی دعویٰ کر رہا ہو۔

اس کی ناک بڑی شدت سے اس کی گردن پر رگڑتی، جیسے وہ خوشبو یاد رکھنا چاہتا ہو —

یا شاید، اپنی شناخت اس کی رگ رگ پر لکھ دینا چاہتا ہو۔ وہ کانپ گئی تھی۔ نہ صرف اس کے لمس سے، بلکہ اس شدت سے جو اس کی آنکھوں، لبوں اور سانسوں میں جھلک رہی تھی۔

وہ اسے اپنے وجود کے گرد کچھ یوں سمیٹ رہا تھا، جیسے آج کے بعد وہ اس سے الگ کوئی شے نہ رہی ہو۔ اور وہ...؟

وہ اپنے اندر کی کمزوری اور دل کی دھڑکن کو دباتی، آہستہ سے اپنی کانپتی انگلیاں "اس کے لبوں پر رکھ گئی تھی سردار جیسے ساکت ہو گیا اس کی حرکت پر۔۔۔

** "...ڈاکو جی۔۔۔ولیمہ ہے...نیچے جانا ہے" **

وہ تھرتھراتی آواز میں بولی، جیسے خود کو اس کے لمس سے بچانے کا کوئی جواز تلاش رہی ہو۔

آنکھیں جھکی ہوئیں، سانسیں تیز، چہرہ سرخ... اور وہ اپنے بے قابو دل کو دلاسہ دینے کی کوشش میں تھی۔

جبکہ سردار اپنے انگوٹھے کو نرمی سے اس کی گردن کی نرم رگ پر چلاتے ہوئے دھیرے سے مسکرایا۔

"** کیوں؟ ڈر لگ رہا ہے؟ میرے ساتھ... ایک اکیلے کمرے میں رہنے سے؟ میرے قریب آنے سے؟ **

** تمہیں دیکھنے، چھونے، یا... پیار کرنے سے؟ **

** یا میرے لبوں کی گستاخیاں تمہارے بدن پر اپنے رنگ چھوڑ دیں، اس خیال سے؟" **

اس کا شرارتی لہجہ، آنکھوں کی شر ربازیاں اور لبوں کی بے باک مسکراہٹ...

سب کچھ اسے اور بے بس کر رہا تھا۔

وہ ہچکچائی، مگر پھر وہی سادہ سی معصومیت سے سر اٹھا کر جواب دیا

** ...ڈر...ڈر کیوں لگے گا؟ آپ میرے شوہر ہیں" **

اور شوہر کے ساتھ ہونا تو عورت کے لیے سب سے زیادہ محفوظ ہونا ہوتا **

ہے..." ** وہ ایک لمحہ رکی، لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لائی اور مزید بولی

** ...مجھے آپ سے ڈر نہیں لگتا، ڈاکو جی" **

** "..کیونکہ... آپ کی مونچھیں زیادہ لمبی نہیں ہیں **

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا، جب کہ وہ نظریں چرا کر پھر آہستگی سے بولی

اور آپ بندوق بھی نہیں اٹھاتے، تو ڈرنے کی خاص وجہ تو رہی نہیں..." **

** نا؟" وہ دبے دبے جوش کے ساتھ بولی۔

اس کے انداز میں جو بچپنا تھا، جو سچائی اور شرم کا امتزاج تھا—وہ سردار کے

دل میں گونج بن کر اتر گیا۔

"!میرا شیر سجن، میری بہادر سائیں"

"ڈرنے والا تو کچھ ہے ہی نہیں... یہاں پر ہر چیز سردار کے حکم سے چلتی

"ہے،

وہ بڑے فخر سے بولتا اسے اپنی باہوں میں بھر چکا تھا،

"اور تم تو میری قبیلے کی شہزادی ہو... یہاں تمہیں کسی چیز سے ڈرنے کی

"ضرورت نہیں۔

وہ اس کی پناہوں میں قید سی ہو گئی تھی، چہرہ شرم سے جھکا، آنکھیں بند،

سانسیں تھمی ہوئی۔

:مگر ہمت کرتے ہوئے نرمی سے اس کے سینے سے سر اٹھا کر بولی

"!شی۔۔۔شی۔۔شیر نہیں... شیرنی"

اس کے سینے سے نکلی وہ دبی دبی آواز جیسے گونج بن کر اس کے دل میں اتر گئی۔

وہ حیرت سے پہلے اسے دیکھتا رہا، پھر زور دار قہقہہ لگاتا اسے اور قریب کھینچ

لیا۔

** "!بس یہی تو چاہیئے تھی مجھے... میری نڈر، معصوم سی شیرنی" **

وہ اس کے بالوں میں چہرہ چھپا کر ہنسا،

— اور پھر اس کی پیشانی کو اپنے لبوں سے چوم گیا

نیچے چلتے ہیں، بہت دیر ہو گئی ہے۔ دعام سردار کی آنکھوں میں چھپی بے باکیاں

دیکھ کر تھوڑا سا خوف زدہ ہوئی ہہ فوراً بیڈ سے اٹھنے لگی

لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ اس کی فراک پوری طرح اس کے نیچے دبی ہوئی

ہے۔

وہ شرارت بھری مسکراہٹ لبوں پر سجا گیا۔

اتنی جلدی مجھے نہیں، ولیمے کی جتنی میرے سجن سائیں کو ہے۔"

"ذرا پاس آؤ، ٹھیک سے دیکھ لوں اپنی دلہن کو۔

وہ اچانک اسے اپنے قریب کھینچ کر بیڈ پر گرا گیا، اس پر سایہ سا چھا گیا تھا،

دعام کی دھڑکن تیز ہو گئی،

دلدار کی نظریں دعام کی خوف زدا آنکھوں میں گم تھیں۔

صرف دیکھنے سے دل نہیں بھرے گا، "اس نے گہرے لہجے میں کہا،"

پھر اچانک جھک کر اس کے نرم ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبایا۔ اس کے نرم لبوں سے لب ٹکراتے ہی وہ جیسے مدھوش سا ہو گیا تھا اس نے بے تابی سے اس کے ہونٹوں کو شدت سے چومنا شروع کیا، جیسے وہ ہر سانس کو چُرانا چاہتا ہو۔

دعام کی سانسیں بے قابو ہو گئی تھیں، مگر وہ بے ساختہ خاموشی سے سہمی ہوئی تھی۔

دلدار نے آہستہ سے دعام کے ہاتھ پکڑے، انہیں اپنی مضبوط ہتھیلیوں میں قید کر لیا۔

اس کی انگلیاں نرمی سے دعام کی کمر پر لکھتی رہیں، جیسے کوئی خفیہ پیغام دے رہی ہوں۔

دلدار کی بے باکیاں دعام کے نرم ہونٹوں سے شروع ہو کر اب گردن کی جانب بڑھنے لگی تھیں۔

ہونٹ لبوں کو چھوڑ کر گردن پر وہ شدتیں دکھانے لگا، وہ اپنی بے تابیوں کے نشان اس کی گردن پر جابجا بکھیرنے لگا تھا، جیسے خود کو قابو میں رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

اس کے ہاتھ دعام کے کندھے سے فراک کو آہستہ ہٹاتے ہوئے، اس کی دھڑکنیں تیز کر گئے۔

جبکہ سردار نے اپنے لبوں کو اس کے نازک کندھے پر بے باکی سے چھوڑ دیا۔

دعام کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں، دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

اتنی دیر میں وہ خود کو سمبھال ہی نہیں پا رہی تھی کہ اچانک دلدار نے ایک زور دار جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا۔ اور پھر تیزی سے بیڈ سے اٹھا تھا۔

اس کا بازو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

"نیچے چلنا ہے، ولیمہ۔ آج ہی ولیمہ ہے،"

اس نے ہونٹوں پر نرمی لیے مگر آواز میں سختی تھی۔

یہ سارے ضروری کام ہم رات کو کریں گے، "اس کے لیے زیادہ وقت درکار" ہے۔ دلدار نے دعام کی فراک کو دوبارہ کندھے پر ایڈجسٹ کرتے ہوئے، اسے بستر سے اٹھایا۔ پھر زکاف اٹھا کر اسے دینے لگا۔

جلدی سے اسے دوبارہ سے ٹھیک کرو جیسے پہلے کیا ہوا تھا نا بالکل اسی انداز میں ۔وہ اپنے احساسات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ دعام کو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔

وہ اپنی دھڑکنیں گن رہی تھی، اور دلدار کی قربت میں اس کی آنکھیں خوف سے مدھم ہو رہی تھیں۔

لیکن پھر ایک جھٹکے میں سب کچھ بدل گیا۔

وقت کی رفتار سست ہو گئی، جذبات نے رخ بدل لیا۔

دلدار کے چہرے پر وہی سختی اور کشمکش نمایاں تھی، جیسے کوئی دنیا کا سب سے مشکل وقت برداشت کر رہا ہو۔

اور یہ صرف سردار جانتا تھا کہ یہ وقت اس کے لیے کتنا مشکل ہے

ooooooo

سردار کا ہاتھ اپنی نازک سی سجن سائیں کی کلائی پر بندھی زنجیر کی طرح تھا... مگر آج وہ زنجیر نہیں، ایک محافظ کا لمس تھا۔

وہ پہاڑی کی ڈھلوان پر اُترتے ہوئے ہر قدم پھونک کر رکھ رہا تھا، جیسے زمین بھی اگر ذرا سی لڑکھڑائی، تو اس کی شہزادی کو تکلیف ہو جائے گی۔

حالانکہ وہی سردار... جو جب تنہا پہاڑیاں اُترتا تھا تو پتھروں کی چیخیں سنائی دیتی تھیں...

وہی شخص آج ان پتھروں پر قدم رکھتے ہوئے ان سے معافی مانگتا محسوس ہو رہا تھا۔

کہیں یہ خار اُس کے نازک خواب جیسی گلاب سائیں کو چُبھ نہ جائیں۔

وہ جو درجنوں لاشوں پر سے گزرتا آیا تھا،

جس کے اشارے پر ڈکیت خون کر دیتے تھے،

آج اُس کے قدم اپنی محبوبہ کے نازک قدموں سے ہم آہنگ تھے۔

آہستہ چلو جان سائیں..." اس نے مدھم آواز میں کہا،"

یہ پہاڑ میرے لیے کچھ نہیں، مگر تمہارے پہاڑ ہی ہیں، تمہارے ایک چھوٹے" سے زخم کے آگے... میں ہار جاؤں گا۔" اوپر کی بلندی پر اُس کے ساتھی ڈاکو موجود تھے، جن کی نگاہیں جھکی تھیں...

...وہ جانتے تھے، یہ وہی سردار ہے جس کا نام سن کر قافلے راستہ بدلتے تھے

مگر آج... وہ صرف ایک عاشق تھا... ایک ایسا عاشق جس کے رُکنے سے پہاڑ بھی

خاموش ہو گئے تھے۔

ooooooo

جیسے ہی اُس نے نازک قدم زمین پر رکھا، سامنے کا منظر اُسے ٹھٹکنے پر مجبور کر

گیا۔

زمین پر پھولوں کی ایک نرم چادر بچھی ہوئی تھی،

اور سامنے قطار در قطار بچے کھڑے تھے، جن کے ننھے ہاتھوں میں پھولوں کی

ٹوکریاں تھیں۔

وہ ایک ایک قدم چلتی، حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھتی جا رہی تھی،

اور ہر قدم پر پھول اس پر نچھاور کیے جا رہے تھے... جیسے وہ کسی جشن کی

شہزادی ہو، کسی سلطنت کا مان، نہ کہ ایک ڈاکو سردار کے ساتھ پہاڑیوں سے

اتری ہوئی قیدی۔ اُس کے گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں... عورتیں بھی ہوں گی... وہ بھی اتنی خوش لباس، اتنی جدید، اتنی پُر اعتماد۔

کسی نے نفیس ساڑھی پہنی ہوئی تھی، کسی نے جدید کُرتہ شلوار، اور وہ سب اُس کی طرف ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے وہ اُن کے لیے کوئی اہم مہمان ہو...

وہ تو سمجھی تھی کہ بالا نے اُس کے سردار کو اس کے کمرے میں اوپر اس لیے بھیجا ہے کیونکہ یہاں قبیلے میں عورتیں موجود نہیں ہیں لیکن یہاں تو بہت ساری عورتیں تھیں۔

وہ حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اس نے آج سے پہلے یہ سب نہیں دیکھا تھا شاید پہاڑوں میں چھپی کوئی اور ہی دنیا تھی

یہاں تو... یہاں تو کوئی اور ہی جہان بسا ہوا، مہذب سا قبیلہ تھا،

جہاں عورتیں بولتی تھیں، ہنستی تھیں،

اور بچے... ان بچوں کی چال، اُن کی زبان، اُن کی معصوم ہنسی...

کچھ بھی ڈاکوؤں جیسا نہ تھا۔

وہ تو جیسے کسی رئیس کے آنگن سے نکلے نرم گلاب ہوں۔ وہ حیران تھی بے تحاشہ حیران تھی گاؤں میں آج تک کسی کو یہ بات پتہ نہیں چلی تھی کہ اس قبیلے میں عورتیں اور بچے بھی ہیں، یہ لوگ تو صرف یہی جانتے تھے کہ یہاں پچھلے آٹھ سالوں سے ڈاکو نے اپنا قبضہ کیا ہوا ہے۔ لیکن یہاں ڈاکوؤں نے قبضہ نہیں کیا تھا یہاں ڈاکو بس چکے تھے اپنے گھر بنا چکے تھے اپنی زندگی کی گاڑی چلا رہے تھے۔

دعام کی نظریں سردار کی طرف پلٹیں... دل میں ہلکا سا سوال اُبھر رہا تھا

کون ہو یہ انسان...؟"

یہ کون سی دنیا تھی،

"جہاں ڈاکو شہزادوں سے زیادہ شاہانہ انداز رکھتے ہیں؟

○○○○○○

کچھ بزرگ عورتیں آہستگی سے اُس کے قریب آئیں،

اُس پر محبت بھری دعاؤں کی بارش کرنے لگیں...

کوئی اُس کے سر پر ہاتھ رکھ رہی تھی،

کوئی اس کے چہرے پر ماں جیسی نظر ڈال رہی تھی،

اور وہ... وہ سب کچھ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے کسی اور ہی دنیا میں آگئی ہو۔

سردار نے نرمی سے اُس کا نازک ہاتھ تھاما ہوا تھا،

جس میں اب وہ سختی نہیں، صرف حفاظت تھی۔

وہ اُسے لے کر ایک اونچے اسٹیج کی طرف آیا

جسے دیکھ کر لگتا تھا کہ یہاں فیصلے سنائے نہیں جاتے، بلکہ عزت دی جاتی ہے۔ اور اسے بھی تو عزت ہی دی جا رہی تھی وہ ہر نگاہ میں اپنے لیے احترام دیکھ رہی تھی۔

سامنے صرف دو کرسیاں تھیں، ایسی شان دار، جیسے کسی سلطنت کے بادشاہ اور ملکہ کے لیے مخصوص ہوں۔

یہ ہے میرے قبیلے کی شہزادی... میری دلدار... میری سردارنی دُعام" دلدار!" سردار نے گرجتی مگر فخر سے لبریز آواز میں اعلان کیا،

اور اُس کا ہاتھ بلند کر دیا۔

پورے میدان میں ایک پل کو سناٹا چھا گیا،

پھر جیسے آسمان تالیوں سے گونج اٹھا ہو۔

ہر طرف سے استقبال ہوا، جیسے اُس کے قدموں میں قبیلہ بچھ گیا ہو۔

لیکن وہ... وہ ٹھٹھک گئی،

سینکڑوں نظروں کا مرکز بننا... اُس کے لیے نیا تھا۔

اُس نے مسکرانے کی کوشش کی،

لیکن لب کپکپائے اور آنکھیں بھر آئیں یہ سارا پیار، یہ عزت، یہ مقام... کس کا صلہ تھا؟

کیا یہ واقعی سردار کی محبت تھی؟

اچانک بچوں کی ایک طویل قطار سٹیج پر چڑھنے لگی۔

ہر ایک کے ہاتھ میں لمبی ڈنڈی والا سرخ گلاب۔

ایک ایک کر کے وہ اس کے سامنے آتے،

پھول بڑھاتے،

میرا گلاب سائیں خود گلاب ہے تم لوگ اسے گلاب دے رہے ہو سردار کے لہجے میں شرارت تھی

سردار ان سب کے ہاتھ سے ایک ایک پھول لیتا وہ پھول اُس کے ہاتھ میں تھما دیتا۔

...پہلا گلاب... دوسرا... تیسرا

اور وہ... بس حیرت میں گم،

ہاتھ میں بڑھتے ہوئے گلدستے کو تھامنے میں مصروف۔ پھولوں کے ساتھ جیسے

جذبات بھی بڑھتے جا رہے تھے،

ہر گلاب کے ساتھ کوئی نئی پہچان، کوئی نئی حقیقت، اور ایک نیا سوال اُس کی

...روح پر دستک دے رہا تھا

کیا واقعی میں... اب اِس قبیلے کی سردارنی ہوں؟"

وہ اپنے آپ میں گم، خاموش سی سب کو دیکھ رہی تھی۔ تالیاں بج رہی تھیں،

چہروں پر خوشی تھی،

لیکن اُس کے اندر... اک سوالوں کا طوفان مچ چکا تھا۔

...یہ سب... یہ لوگ... یہ شہری لباس میں ملبوس لوگ

!شرافت کی چادر میں لپٹے مسکراتے چہرے... یہ اصل میں ڈاکو تھے

وہی جو جان لینا کھیل سمجھتے ہیں،

جو خوشی کا جشن بندوقوں سے مناتے ہیں،

جن کے لیے بارود خوشبو کی طرح ہوتا ہے،

اور جن کی تربیت خنجر کی نوک پر ہوتی ہے۔

یہ اس کی دنیا نہ تھی... نہ کبھی ہو سکتی تھی۔

وہ جو کتابوں میں انصاف پڑھتی آئی تھی،

... لیکن وہ جو غلط کو غلط کہنے کی جرأت نا رکھتی تھی

!وہ یہاں، اس وحشی نظام میں کیسے فٹ ہو سکتی تھی؟ مشکل تھا... بہت مشکل

لیکن... قسمت اُسے یہاں لائی تھی،

اور قسمت کے فیصلے کو وہ اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کر چکی تھی۔

مگر کیا... کیا وہ یہ سب کچھ واقعی قبول کر سکتی تھی؟

کیا ایک قاتل اُس کی محبت بن سکتا تھا؟

کیا بارود اُس کی ہنسی بن سکتا تھا؟

کیا چوری کو وہ چادر بنا کر اوڑھ سکتی تھی؟

شاید نہیں... لیکن اس لمحے وہ صرف ایک بات جانتی تھی۔

سردار کا ہاتھ اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا،"

"اور اُس کی آنکھوں میں دنیا سے ہٹ کر کوئی اور ہی وعدہ تھا۔

وہ خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، کتنی ہی دیر دیکھتی رہی یہ سامنے والے نے اس کی آنکھوں کی تپش محسوس کر کے بھی اسے نہیں دیکھا تھا ہاں لیکن اس کے لبوں پر مسکراہٹ ضرور آئی تھی

اب... یہی اس کی دنیا تھی۔

یہی اس کی حقیقت۔

کتنا بھی دل انکار کرتا،

... کتنی بھی روح چیخ چیخ کر کہتی کہ یہ سب نہیں ہے اُس کے لیے

پھر بھی وہ جانتی تھی۔ اب اُسے یہ سب کچھ قبول کرنا تھا۔

چاہے دل کو کتنا ہی بوجھ کیوں نہ لگے،

چاہے ہر مسکراہٹ میں چھپا اندیشوں کا کانٹا ہی کیوں نہ چبھے... اب یہ قبیلہ، یہ لوگ، یہ بندوقوں والی خوشیاں، یہی اُس کی تقدیر تھے۔

اسٹیج پر اُسے کچھ دیر بٹھایا گیا،

وہ جیسے پتھر کی بنی بیٹھی رہی۔

تالیاں، آوازیں، باتیں سب دھندلے سے لگنے لگے۔

پھر اچانک کسی نے آکر آہستہ آواز میں خبر دی

کھانا لگ چکا ہے سردار!" سردار نے نرمی سے اُس کا ہاتھ تھاما،"

اور بغیر کچھ کہے اُسے اپنے ساتھ نیچے لے آیا۔

ہزاروں نظریں اب بھی اُن پر مرکوز تھیں،

لیکن اُس کی نظریں... صرف زمین پر جمی تھیں۔

○○○○○○○

ایک طویل، لمباسا ٹیبل سامنے تھا،

جس پر قبیلے کے بڑے بڑے چہرے براجمان تھے۔

ہر چہرے پر فخر، ہر نظر میں تجسس، اور اُس کے دل میں... بس اک گونجتی ہوئی خاموشی۔

سردار نے اُسے اپنے ساتھ ایک خاص نشست پر بٹھایا،

جیسے کوئی بادشاہ اپنی رانی کو تخت پر ساتھ بٹھاتا ہے۔ لیکن دعام کو محسوس ہو رہا تھا

...یہ تخت، یہ شان، اسے وہ قیمت ادا کرنی ہو گی جو شاید ابھی وہ سمجھ ہی نہ پائی ہو

○○○○○○

... کھانوں کی مہک بڑی زبردست تھی

ہر طرف خوشبوئیں بکھری ہوئی تھیں،

لیکن دعام نے ایک لمحے میں ہی سمجھ لیا کہ

اس وسیع شاہی ٹیبل پر اُس کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

یہاں جو کچھ رکھا گیا تھا، وہ صرف گوشت، شکار، طاقت کا مظہر تھا۔

یہ تھی ایک سردار کی دعوت... جہاں پھولوں کی خوشبو نہیں، بلکہ بھنے گوشت کی تیز خوشبو غالب تھی۔

ٹیبل پر شاہی کھانے سجے تھے،

پہاڑی مرغ جو خود سردار نے شکار کیا تھا، مصالحوں میں بھنا ہوا، ہڈیوں سمیت۔ بارود کی تیز خوشبو جیسے مصالحوں میں بھنی ہوئی چکنی بوٹی، جسے دہکتے کوئلوں پر تیار کیا گیا تھا۔

بکرے کے مغز کو خاص انداز میں تندور میں بھون کر کریمی مصالحے میں دم دیا گیا۔ پہاڑوں سے پکڑے گئے بٹیر، مصالحوں کے ساتھ بسمتی چاول میں دم پر رکھے گئے۔ ہرن کا گوشت، سرخ تیز مرچوں کے ساتھ، جسے تیز آنچ پر بھونا

گیا تھا۔ ایک دیگ جیسی کڑاہی میں چکن، مٹن اور بکرے کی کلیجی، سب کچھ ایک ساتھ — گرم مصالحے اور گھی میں ڈوبا ہوا۔ لمبے وقت تک ہڈیوں سمیت پکائی گئی نہاری، جس کے اوپر تلی ہوئی ادرک اور ہری مرچوں کا تڑکا۔ پورا مرغ، جسے بندوق کی نال میں مصالحے بھر کر روسٹ کیا گیا تھا۔ بکرے کی چانپیں، جو صرف قبیلے کے بہادر افراد کے لیے مخصوص تھیں۔

ٹیبل کے درمیان میں رکھے گئے سجے ہوئے شکار

— جیسے کسی زمانے کے شاہی دربار کی یاد دلاتے تھے

چمکتی ہوئی پلیٹوں میں رکھے گوشت کے انبار،

اور آس پاس قہقہے لگاتے ہوئے لوگ، جنہیں خون اور بارود کی خوشبو سے ہی بھوک لگتی تھی۔

دُعام نے ایک نظر سب کھانوں پر ڈالی،

اور سوچا" یہ سب کچھ اسکے لیے نہیں ہے...

"...نہ ان کھانوں کی خوشبو...نہ ان لوگوں کی ہنسی

ooooooo

"کیا ہوا سجن سائیں؟ تم کچھ کھا کیوں نہیں رہے گی؟"

وہ خود ہی پلیٹ کھینچ کر اُس کے سامنے رکھ چکا تھا، ہاتھ میں چمچ لے کر کچھ ڈالنے ہی والا تھا کہ دُعام نے آہستگی سے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"...میں... یہ سب۔۔۔۔کچھ نہیں۔۔ کھاتی"

اُس کی سرگوشی جیسی آواز میں جھجک، نرمی اور بے بسی چھپی ہوئی تھی،

میں گوشت نہیں کھاتی... کسی بھی طرح کا۔" وہ ایسے بولی جیسے کسی جرم کا" اقرار کر رہی ہو۔

سردار کے لبوں پر ہلکی سی گہری مسکراہٹ ابھری، جیسے دل کو خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی۔

نون وتیج سائیں ہے میرا!" وہ آہستہ سے جھک کر بولا،"

میرا سوہنا مکھڑا... تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟

اگر معلوم ہوتا، تو میں تمہارے لیے سپیشل مچھلی شکار کر کے لاتا... اپنے ہاتھوں سے۔" دُعام نے جلدی سے انکار میں سر ہلایا،

"...میں وہ بھی نہیں کھاتی"

وہ اس کی بات کاٹ کر بولی، اور سردار کا چہرہ لمحے بھر کو جیسے ٹھٹک گیا۔

بھابھی! بیل کے پائے...؟" جمرو نے ایک چمکتی پلیٹ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے جوش سے کہا،"

دُعام نے جلدی سے سر ہلایا،

"نہیں... میں یہ بھی نہیں کھاتی۔"

اور سردار کی طرف کھسک آئی، جیسے اس شور میں پناہ ڈھونڈ رہی ہو۔

بھابھی! قیمہ؟" بالا ایک اور تڑکتے دھواں اڑاتے برتن کے ساتھ حاضر تھا،"

دُعام نے نظریں جھکائے پھر سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں۔۔یہ بھی نہیں کھاتی۔۔۔

قبیلے کے سب لوگ حیرانی سے اُسے دیکھنے لگے، جیسے کوئی خلائی مخلوق ہو۔

ہائی لڑکی... تو اتنی سی ہے،"

"اگر تو کچھ کھاتی ہی نہیں تو جیتی کیسے ہے؟

ایک بزرگ عورت نے ترس اور حیرت میں ڈوبی آواز میں کہا،

"اچھا بتا میری دھی رانی، کیا کھائے گی؟ میں تیرے لیے بنا لاتی ہوں۔"

میں... انڈا کھالوں گی۔" دُعام نے نظریں جھکا کر، جھجکتے جھجکتے کہا اس کے" لبوں پر ایک بچگانہ، بے اختیار سی مسکراہٹ آ گئی۔ جیسے اپنی شرمندگی کم کرنے کی ایک معصوم سی کوشش کی ہو۔

قبیلے کی عورتوں نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے قہقہے مارے، جبکہ سردار نے سر پیچھے جھٹک کر ایسا بے باک قہقہہ لگایا کہ سب کی توجہ پھر سے اسی پر مرکوز ہو گئی۔

"...ویسے تو میری چوزی سائیں نون وتج ہے

لیکن انڈا کھا لے گی!" سردار نے بلند آواز میں قہقہہ لگا کر سب کو مخاطب کیا، "

پھر فوراً پیچھے مُڑی ایک بزرگ مائی کو آواز دی

!جا مائی... جا"

اس کے لیے کچھ اچھا سا بنا لے، جو اس کے نازک ذائقے کو بھا جائے... میرے لیے بھی،

کہ آج کی محفل کی شہزادی... تو میرا سوہنا مکھڑا ہے!" پھر وہ دُعام کی طرف جھکا، آنکھوں میں وہی گہری، گرم مسکراہٹ لیے بولا

اگر میرا یار سجن کچھ نہیں کھائے گا... تو بتاؤ_ سردار کیسے دعوت اڑائے"

گا؟" دُعام نے ہچکچاتے ہوئے آہستہ سے کہا،

... نہیں... آپ کھائیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں"

بس میں نہیں کھاتی، آپ کو تو یہ سب کچھ پسند ہو گا نا..."س ردار نے سنجیدگی

سے اس کے چہرے کو دیکھا،

:اس کے الفاظ جیسے دل پر لگے ہوں۔ پھر آہستگی سے بولا

مجھے سب کچھ پسند ہے... لیکن اس دنیا میں جو سب سے زیادہ پسند ہے... وہ تم"

"!ہو، میری سجن سائیں

"ایک پل کو سب خاموش ہو گئے، جیسے وقت تھم گیا ہو۔

اور آج... یہ دعوت نہیں، م یرا ولیمہ ہے... میر انصیب کا، گلاب سائیں، میری

دُعام... اگر کچھ نہیں کھائے گی، تو مجھ سے کیسے کھایا جائے گا؟

میں تمہارے بغیر لقمہ کیسے توڑوں گا؟" دُعام کی پلکیں لرزیں، دل لرزا... ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پہلی بار کسی کے الفاظ میں اپنے لیے خالصتاً محبت محسوس کر رہی ہو۔

وہ جو خود کو غیر محسوس کر رہی تھی،

اُس کی ذات اس وقت اس قبیلے کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

تمہیں اعتراض نہ ہو... لیکن مجھے تو ہے، گلاب سائیں!" سردار کا لہجہ نرم تھا"
لیکن آنکھوں میں ضد کی چمک تھی۔

یہ دعوت... صرف تمہارے لیے ہے، میری دُعام کے لیے!" وہ آہستہ سے "
اس کے ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھتے ہوئے جھکا

اگر تم یہ سب کچھ نہیں کھا سکتی... تو پھر میں بھی کچھ نہیں کھاؤں گا۔ "

"!اب میں وہی کھاؤں گا جو تم کھاؤ گی

پھر پلکوں کے نیچے سے اسے دیکھا، ایک بے باک مسکراہٹ اس کے لبوں پر تیرنے لگی۔

"لیکن ایک مسئلہ ہے... میں انڈا نہیں کھاتا!"

آخری جملہ کہتے ہوئے سردار نے جان بوجھ کر مسکراہٹ دبا کر رکھی، جیسے کسی بچے کی ضد چھپانے کی ناکام کوشش ہو۔

دُعام کا دل ایک پل کو زور سے دھڑکا...

سردار کا نرالا پن، اس کی یہ ضدی محبت، اسے ایک نئی دنیا میں لے جا رہی تھی، جہاں بندوق تھامنے والے ہاتھ، آج اس کے نازک ذائقے کے تابع ہو رہے تھے۔

"پھر اتنی جلدی اور تو کچھ نہیں بنے گا... میں یہی کھالوں گی!" اس نے بڑی معصومیت سے لب بھینچ کر ایسا چہرہ بنایا جو ہر ضد ہار منوا دیتا ہے۔

ننھی سی ناراضگی، بھوک سے لال ہوتی آنکھیں، اور لہجے میں وہ بھولا

!پن... جیسے کوئی گڑیاناراض ہو جائے کہ اس کے پسند کا کھلونا نہیں ملا

!سردار کا قہقہہ فضامیں گونجا—دھاڑ جیسا نہیں، محبت جیسا تھا

قبیلے میں گونجتا وہ قہقہہ سب کے لیے پہلی بار تھا۔وہی سردار، جس کی آواز
... صرف حکم اور وحشت کے لیے سنی گئی تھی

!آج جیسے دُعام کے لبوں سے نرمی چرا کر آیا ہو

اپنی من پسند چیز کھاؤ، نین سجن!" وہ اس کے کان کے قریب جھک کر نرم"

لہجے میں بولا،

اپنے دلدار سائیں کو برداشت کیسے کرو گی، اج تمہیں پیٹ بھر کر کھانا کھانا"

چاہیے

قبیلے والے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے

یہ وہی سردار ہے؟ جس کی بندوق پہلے چلے، قہقہہ بعد میں سنائی دے؟ لیکن یہ ...دُعام تھی

سردار کی "نین سجن"... "جس نے سر سے پیر تک سردار کو بدل رکھا تھا۔

"...مجھے دال چاول بہت پسند ہیں

اس نے دھیرے سے، کچھ جھجکتے ہوئے، جیسے اپنی چھوٹی سی خواہش زبان پر لا دی ہو۔

سردار نے اس کی بات پر نظریں جھکا کر ایسے دیکھا،

!جیسے وہ اس پل صرف اسی ایک جملے کی قیمت پر، ساری دنیا لٹا دینے کو تیار ہو

مگر اگلے ہی لمحے، اس کی گمبھیر آواز فضا میں گونجی۔ آواز میں ایسا دبدبہ تھا کہ !قبیلے کے دلیر بھی چونک گئے

"!دال چاول لے کر آؤ... میری سردارنی کے لیے"

آواز میں حکم تھا، محبت میں لپٹا ہوا ایسا حکم، جو صرف جنگ کا اعلان نہیں ہوتا، بلکہ دل کی بات کا اقرار بھی ہوتا ہے۔

اور جیسے ہی اس کے الفاظ ہوا میں بکھرے، قبیلے میں ایک ہلچل سی مچ گئی

ہر طرف دوڑتے قدم، باورچی خانے کی جانب لپکتے ہاتھ، جیسے اب صرف ایک کام رہ گیا ہو "سردارنی کی دال چاول تیار کرو!" وہ خاموش کھڑی تھی، لیکن دل میں ایک معصوم سی خوشی تھی۔ اس کے دل میں جیسے پھول کھل رہے تھے۔

اتنی بڑی دنیا میں کوئی تھا، جو اس کی چھوٹی سی خواہش پر دنیا سر پر اٹھا لیتا تھا۔

زندگی میں پہلی دفعہ اسے کسی نے اتنی اہمیت دی تھی، اس نے تو کبھی کسی چیز کا اظہار تک نہیں کیا تھا گھر میں اگر کبھی کبھار گوشت بنتا تو وہ انڈا کھا کر گزارا کر لیتی تھی۔ لیکن کبھی کسی نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی کہ اس نے کھانا کھایا بھی ہے یا نہیں لیکن یہاں تو اس کے لبوں سے نکلے لفظوں کی اہمیت تھی۔

سر دارنی کتنی سادی سی ہے...یوں ہی تو لٹو نہیں ہو گیا سر دار اس پر...نہ نخرے، نہ فرمائشیں...بس دال چاول!

اب ایسے میں سر دار کا دل کیوں نہ پگھلتا؟

دعام کے لیے سپیشل کھانے بن رہے تھے،

اور وہ خود کچن کے پاس پچھلی چارپائی پر

چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ بیٹھی ہنستی مسکراتی گپے لگا رہی تھی۔

تو چاچی آپ واقعی انڈے پر گزارہ کرتی ہیں؟" بچی نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا کے بولی،

"تو اور کیا، انڈا ہو اور دال چاول...بس جنت پوری ہو گئی!"

اف ہمیں تو اچھی نہیں لگتی دال ہم سے تو نگلی ہی نہیں جاتی ایک بچی نے منہ چڑا کر کہا تو اس کی کھکھلاتی ہنسی نکلی تھی لیکن یہی کھکھلاہٹ سامنے کھڑے سردار پر بجلیاں گرا گئی تھی۔

دال اتنی جلدی تیار کی گئی تھی لہ حد نہیں

فوراً ٹیبل پر کھانے سجے شاہی انداز میں... جیسے کوئی بادشاہی دعوت ہو پلیٹیں سجی تھیں،

صرف دو لوگ تھے وہاں

سردار... اور اس کی سردارنی۔ لیکن پھر بھی شاہی دعوت جیسی ٹیبل لگائی گئی تھی۔

جب اگلے لمحے ہی بالا اور جمرو اپنی پلیٹیں تھامے

چپکے سے برابر والی کرسی پر آبیٹھے۔

"اب سردار جو کھائے گا، بالا وہی کھائے گا"!

بالا نے اعلان کیا۔

”!اور بھابھی جو کھائے گی، جمرو وہی کھائے گا“

جمرو نے ہنستے ہوئے ساتھ دیا۔ سردار نے ان دونوں کو گھورا، لیکن مسکراہٹ

روک نہ سکا، دعام نے نظریں جھکالیں چہرہ سرخ ہو چکا تھا

سردار کی۔ بے باک محبت کی تپش تھی۔ جو نگاہیں اٹھانے نہیں دے رہی تھی

۔

جبکہ دونوں... بالا اور جمرو... آنکھوں ہی آنکھوں میں سردار کو اشارے کر رہے

تھے،

ایسے جیسے کہہ رہے ہوں "اب تو تعارف کروا دو نا سردار، اتنا بھی کیا

جلانا؟" سردار نے ہنسی دبائی،

پھر گردن ذرا سا خم کر کے اپنی سوہنی سردارنی کی طرف دیکھا،

اچھا... چونکہ دونوں کی نظریں میرے سینے میں سوراخ کیے جا رہی ہیں تو چلو، "

کروا ہی دیتا ہوں تعارف..." اس نے آواز اونچی کی،

ویسے تو کسی تعارف کے قابل یہ دونوں ہیں نہیں... لیکن پھر بھی، رسمی سا"

سہی،" ابھی جمرو نے منہ بنایا ہی تھا کہ سردار کی بات گونجی،

یہ ہے تمہارا دیور... بالا، اسے تم میرا بھائی کہہ سکتی ہو"

لیکن... خبردار،" اس نے شرارت سے انگلی اٹھائی،

یہ جو بیٹھا ہے... جمرو... اسے تم اپنا بھائی کہہ سکتی ہو کیونکہ یہ میرا بھائی نہیں ہو"

سکتا،

کیونکہ بھائیوں والی حرکتیں اس نے کبھی کی نہیں... یہ ہمیشہ بہنوں جیسے نخرے

... کرتا ہے

تو اسے تم جس حصے میں رکھنا چاہتی ہو رکھ لو، اس کی بات پر پوری میز پر ہنسی

گونج اٹھی۔

بالا نے دل پر ہاتھ رکھ لیا،

کیا سائیں... دل ہی توڑ دیا!" جمرو نے جلدی سے پلیٹ کھسکائی،"

ایسا زخم دیا ہے سردار، اب تو روٹی بھی نہ کھائی جائے گی!" وہ دونوں منہ"

بنائے بیٹھے تھے

اور وہ، جو بیچ میں بیٹھی تھی،

سردار کی بے رحم باتوں پر مسکرا کر رہ گئی۔

آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں، اتنے اچھے تو ہیں دونوں..." وہ معصومیت سے"

بولی،

آواز میں ایسی مٹھاس تھی کہ نہ صرف سردار پگھلا

بلکہ سامنے بیٹھے دونوں دل ہار گئے۔

ہاں سردار... ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟ اتنے اچھے تو ہیں ہم دونوں اگر یقین نہ "

آئے تو بھابھی سے پوچھ لو... دنیا جھوٹ بول سکتی ہے، پر تمہارا سجن سوہنا

نہیں!" بالا نے آنکھ مار کر کہا،

تو جمرو نے قہقہہ لگایا۔

وہ دونوں ایسے دکھا رہے تھے جیسے اس ایک تعریف سے آسمان پر پہنچ گئے

ہوں۔

سردار نے آنکھیں گھمائیں، پھر خود آگے بڑھا،

اپنے سوہنے مکھڑے کو دیکھا... اور دھیرے سے نرمی سے اپنے ہاتھوں سے

...نوالہ اٹھایا

...بس اب چپ ہو جاؤ تم دونوں"

میری سردارنی کو کھانا کھانے دو،

کیونکہ جس کے ایک بول پر تم دونوں زمین بچھانے کو تیار ہو،

وہ صبح سے بھوکی ہے۔ وہ اس کی شرم و حیا کو نظر انداز کرتا اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے لگا تھا جب کہ دعا میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ انکار کر پاتی خاموشی سے سر جھکائے اس کے ہاتھ سے کھانا کھاتی رہی دال چاول سچ میں بہت ہی مزیدار تھے یہاں کی عورتوں کے ہاتھوں میں بہت ذائقہ تھا۔

○○○○○○

سردار کی آنکھوں میں چھپی وہ بے تابیاں، جو صرف ایک چہرے کے لیے تھیں... ایسی بے قراری جیسے برسوں کی پیاس آج لبوں تک آئی ہو،

جیسے پوری دنیا کو بتادینا چاہتا ہو کہ

یہ جو میرے ساتھ بیٹھی ہے... یہ کوئی عام لڑکی نہیں، یہ میری دھڑکن ہے، میری روح ہے۔

پورے قبیلے کی نظریں اسی ایک جوڑے پر تھیں۔

کسی کو سردار کی نرم آنکھوں نے حیران کیا،

توکسی کو اس معصوم لڑکی کے جھکے جھکے پلکوں میں چھپی شرافت نے گرویدہ کر لیا۔،

کیا سادگی ہے بھئی، سردار تو واقعی عاشق نکلے..."کسی عورت نے آہستہ سے کہا"

ایسی میٹھی زبان ہے لڑکی کی، قسم سے دل جیت لیا..."کسی نے رشک سے" دیکھا،

لیکن سردار کو توکسی کے جذبات کی پرواہ نہیں تھی، اسے تو صرف ایک فکر تھی

اس کے گلاب سائیں کے چہرے پر کبھی وہ سائے نہ لوٹ آئیں جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

اسی لیے، جب اس نے آہستہ سے سردار سے پوچھا،

آپ نے میرے گھر والوں کو ولیمے میں کیوں نہیں بلایا؟"توسردار کی" آنکھوں میں ایک پل کو شعلہ سا لپکا،

پھر لہجہ ٹھنڈا اور فیصلہ کن ہو گیا۔

...تمہارے گھر والوں کو تو بولنا ہی نہیں آتا"

یہاں ولیمہ کیا خاک کریں گے؟ بس کانپنا ہی آتا ہے انہیں..."وہ کچھ لمحے رکا،

پھر طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی،

ایک گولی چھوڑ دوں گا ان کے علاقے میں،"

وہیں کانپنا شروع کر دیں گے، نہیں تو گلی کے قریب سے گھوڑے گزار دوں

گا، دل دہل جائے گا ان کا..."وہ سر جھکا کر سنتی رہی،

مگر سردار وہیں نہیں رکا۔

کانپنے والے کام گھر بیٹھ کر بھی کر سکتے ہیں،"

دعوت میں وہی آتے ہیں جن کا چہرہ دیکھ کر دل کو سکون ملے...اور میں نہیں

چاہتا،

کہ وہ منحوس شکلیں دوبارہ تیرے سامنے آئیں،

کیونکہ اب..."وہ اس کی ٹھوڑی کو چھو کر اپنے مقابل کر چکا تھا،

اب تم صرف خوش رہنے کے لیے بنی ہو میرا یار سجن،"

پرانا قصہ ختم، سردار کی سردارنی صرف ہنسی میں اچھی لگتی ہے...اس کے لہجے میں جیسے کوئی حکم تھا وہ نگاہیں جھکا گئی۔

ooooooo

محفل ختم ہو چکی تھی اور سردار اپنی سردارنی کو لے کر واپس اسی پہاڑی چٹان کی طرف جا رہا تھا جہاں وہ رہتا تھا، ایک ایسے شہنشاہ کی طرح جس کی دھڑکن پوری وادی میں سنائی دیتی ہو۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کے بیچ وہ بھی بے فکر اور خوش نظر آ رہی تھی، مگر دل کے اندر ایک طوفان سا اُٹھ رہا تھا۔ کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب نیا مرحلہ آ چکا ہے۔

اب وقت آ گیا ہے اس رشتے کو مکمل کرنے کا، اپنے دل کی ہر خواہش کو حقیقت میں بدلنے کا۔

سردار کی بے تاب نگاہیں بار بار اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں، جیسے ہر بار نیا جذبہ، نیا پیار باندھ رہی ہوں۔ وہ دل کی تمام تر رضامندی کے ساتھ اس رشتے میں آگے بڑھنا چاہتی تھی، مکمل یقین کے ساتھ کہ جو بھی مقدر میں لکھا ہے، وہی ہو گا۔

وہ اپنے تایا سے کہہ چکی تھی کہ جہاں بھی دل چاہئے، اسے وہاں رخصت کر دیں نہ کبھی اعتراض کرے گی نہ کوئی سوال اٹھائی گی، کیونکہ وہ اپنے رب کی رضا میں راضی تھی۔ اور اب بھی وہ اسی بات پر قائم تھی، ہر حال میں راضی تھی۔ اگر اس کا نصیب اسے سردار کے ساتھ باندھتا ہے، تو وہ خوشی خوشی اسی کے ساتھ رہے گی۔

وہ نرمی سے اس کی باہوں میں آگئی، سردار نے اسے اپنے بازوں میں اٹھایا۔ وہ دونوں چٹان کی جانب بڑھنے لگے، ایک ساتھ، ایک دوسرے کا سہارا بنے، جہاں محبت کے سنگ مرمر پر لکھی داستانیں ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں گی۔

○○○○○○○○

دلدار، دعام کو اپنی باہوں میں اٹھائے روم میں لایا تھا۔ جیسے کسی نازک پھول کو حفاظت سے سنبھال رہا ہو۔

آنے والے وقت کو لے کر دعام کی دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ وہ پہلی بار کسی مرد کی اتنی قربت میں تھی، اس کے دل میں خوف بھی تھا، اور سردار کی بے باک نگاہیں اس کے خوف کو بڑھا بھی رہی تھی۔

دلدار آہستہ سے چلتا دعام کو بستر پر بٹھا چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی محبت اور نرمی کا وہی لمس تھا، جو دعام کو اپنے اندر کھینچ رہا تھا۔

آج یہ فاصلے مٹانے کی رات ہے... آج تمہارا شرمانا، گھبرانا سب کچھ میرے اس دل کی نوکیلی دیواروں میں ہمیشہ کے لیے قید ہو جائے گا۔ میر اگلاب سائیں آج سے میرا سوہنا مکھڑا صرف اور صرف سردار کا ہو جائے گا... ہمیشہ کے لیے۔۔۔ اور سردار صرف تمہارا۔۔۔

میرے خیال میں... باتوں میں اس حسین رات کا یہ قیمتی وقت ضائع کرنا تو گناہ ہو گا نا، میرا یار سجن؟ اور تم تو ویسے بھی ہر بات پر "ڈاکو جی" کہہ دیتی ہو، تو آج ...اس خواہش پر بھی "جی" کہہ دو نا

اس کی ناک کی نوک کو چھوتے ہوئے وہ مسکرایا

یہ وہ رات ہے، جسے میں صرف اپنی بانہوں میں محسوس کرنا چاہتا ہوں،
تمہارے لبوں سے نہیں، تمہارے پور پور سے سننا چاہتا ہوں کہ تم میری ہو—
صرف میری! اس کے لہجے میں جنونیت تھی

جب وہ اس کے کان کے قریب ہو کر سرگوشی میں بولا،

اچھا کانپ لینا جتنا کانپنا ہے پہلے یہ بتا دو کہ یہ دوپٹے کی پن کیسے کھلتی ہے وہ کیا ہے نا میں ایکسپیرینسڈ نہیں ہوں وہ بے حد نرمی سے اس کے دوپٹے کو ہٹا رہا تھا جبکہ اس کی باتیں اس کی شوخی اسے اور زیادہ نروس اور کنفیوز کر رہی تھی۔

وہ پہلے تو نرمی سے جھکا تھا، مگر جب وہ پنز بار بار اس کی انگلیوں کو چبھنے لگیں،

تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"!... کیا مصیبت ہے یہ بھی"

وہ آہستہ سے بڑبڑایا، اور پھر دو انگلیوں کی مدد سے اس کے گلے کے قریب آیا،

اور ایک ہی حرکت میں دوپٹے کو اس کے وجود سے آزاد کر دیا۔

اسے ڈر تھا کہیں کوئی پن دعام کو چب نہ جائے... اور اسے غصہ تھا کہ یہ پنز لایا"

"کون تھا، جس نے اس رات کا مزہ کرکرا کر دیا۔

اس کی نظریں اس کے کھلے وجود پر رک گئیں،

دل میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔

... دو منٹ برباد ہو چکے ہیں"

اب اگر کسی اور نے اس رات کے لمحات میں دخل دیا نا... تو میں قسم کھاتا ہوں،

یہ رات اپنے لیے تو حسین بناؤں گا لیکن سارے قبیلے والوں کے لیے قیامت کی

رات بنا دوں گا وہ غصے سے بولا، حالانکہ وہ یہ سوچ کر کنفیوز ہو گئی تھی کہ بلا اس

میں قبیلے والوں کا کیا قصور ہے۔ وہ اس سے ذرا پرے ہوتا اپنے بازوں کے بٹن کھولنے لگا

دلدار نے اپنی قمیض کے بٹن آہستہ آہستہ کھولنے شروع کیے، تو اس کی گھبراہٹ بھرنے لگی تھی

قمیض کے آخری بٹن کے ساتھ ہی دلدار کا پٹھوں سے بھرپور، گہرا ابھورا رنگت والا سینہ نظر آیا، جس پر پسینے کی ہلکی چمک تھی۔ اس کا سکس پیک چٹانی سینا ابھر رہا تھا، جس نے دعام کی نظریں اپنی طرف کھینچ لیں۔

اس کے ماتھے پہ پسینے کی بوندیں چمکنے لگی تو نگاہیں خود بخود جھک گئ تھی دلدار کا جسم بھرپور مردانہ طاقت کا شاہکار تھا، مگر اس کی آنکھوں میں ایک نرم دل کا عکس بھی تھا صرف اور صرف اس کے لیے تھا۔

اس کی آنکھوں کی نرمی، اس کے میٹھے لہجے میں چھپی مٹھاس... یہ سب کچھ، صرف اور صرف دعام کے لیے تھا۔ یہ حقیقت اب اس پر پوری شدت سے عیاں ہو چکی تھی۔ یہاں رہتے، وہ ہر اشارہ، ہر جذبہ، ہر نظر کا مطلب سمجھنے لگی

تھی۔۔۔اور اب شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی وہ، صرف اسی کے لیے خاص تھا، صرف اسی کے لیے الگ تھا۔

دلدار نے اس کے قریب آتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھا، نرم اور تھوڑے سے لرزتے ہوئے۔

دعام کی خوبصورت ونازک صورت پر شرم وخوف کا رنگ تھا، مگر اس کے دل میں ایک چھوٹی سی روشنی بھی جل رہی تھی، وہ اس کی انکھوں میں قبولیت کی تحریر پڑھ رہا تھا۔

جانتی ہو سجن سائیں!! یہ دنیا کہتی ہے کہ سردار دلدار، بے رحم ہے لیکن، آج' تمہارے سامنے میں کمزور ہوں" اور میں کمزور رہنا چاہتا ہوں" وہ گمبھیر لہجے میں کہتا اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا لیکن اس کی نگاہیں ہنوز جھکی ہوئی تھی۔

آج وائبریشن پر کیوں لگی ہو میرا سوہنا مکھڑا میں شوہر ہوں تمہارا کوئی لٹیرا تو نہیں ہاں دنیا کے لیے لٹیرا ضرور ہوں لیکن تمہارا لمس میرے لیے سانسوں کی

امانت ہے، وہ اس کے کانپنے پر چوٹ کرتے ہوئے بولا تھا جب کہ وہ اب بھی یوں ہی الجھی الجھی سی تھی۔

اس نے اپنی انگلیوں کو دعام کے نرم بالوں میں الجھایا اور آہستہ آہستہ اس کے کندھوں سے لے کر بازوؤں پر چھونا شروع کیا۔ اس کا یوں بے باکی سے چھونا دعام کی جلد پر پروں کی طرح نرم تھا، جو اس کے دل کو چھو رہا تھا۔ دعام کی آنکھوں میں آنسو تھے، جو اس کی گھبراہٹ اور محبت کا حسین امتزاج تھے۔ اسے ڈر لگ رہا تھا لیکن اسے برا نہیں لگ رہا تھا نہ اس کا چھونا، اس کا قریب آنا، دلدار نے اپنی سانسیں دعام کی گردن اور گالوں پر محسوس کرائیں، تو دعام نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اور اس لمحے میں خود کو مکمل طور پر دلدار کے پیار میں سپرد کر دیا۔

دلدار نے دعام کو آہستہ سے اپنے قریب کھینچا، ان کے بدن ایک دوسرے کو محسوس کرنے لگے۔ دعام نے دلدار کے سینے سے اپنا چہرہ لگایا، اور وہ خوشبو جو

دلدار کی تھی، اس کے اندر ایک سکون بھر گئی۔ دلدار نے نرم اور محبت بھرے انداز میں دعام کے ہونٹوں کو چھوا،

وہ اسے چوم رہا تھا نرم، پیار بھرا، جس میں کوئی جلد بازی نہیں تھی، صرف خلوص اور محبت کی زبان بولی جارہی تھی۔ دعام کی ہر گھبراہٹ وہ خود میں قید کر رہا تھا

ooooooo

میں تھوڑا جذباتی انسان ہوں لیکن میں کوشش کروں گا کہ تمہیں میری وجہ" سے کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے تمہاری آنکھوں میں میری وجہ سے کوئی آنسو نہ آئے۔

میں ذرا جنونی قسم کا انسان ہوں سجن سائیں محبت بھی کرتا ہوں تو ایسے جیسے کوئی دشمنی نبھا رہا ہوں، آج تک کسی کو نرمی سے چھوا نہیں لوگ کہتے ہیں میرا چھونا ایسا ہے جیسے میں کوئی انتقام لے رہا ہوں اور ویسے تم نے تو دل کی دنیا ہلائی ہے، تم سے تو انتقام بنتا ہے نا۔ گھبراؤ مت مذاق کر رہا ہوں۔

تمہارا گھبرانا مجھے حدیں پار کرنے پر اکساتا ہے

اسنے دعام کی گردن کے قریب اپنے ہاتھ کو آہستہ سے پھیرا، پھر اپنی انگلیوں کی نرمی دعام کے بازوؤں سے نیچے لے گیا۔ وہ اس کے پور پور کو پیار اور نرمی سے چھو رہا تھا، جیسے اپنی محبت کا تحفہ دے رہا ہو۔ دعام کی سانسیں بے اختیار تیز ہو گئیں، لیکن اس کی آنکھوں میں ابھی بھی گھبراہٹ تھی، جو دلدار کے لمس میں آہستہ آہستہ بھر رہی تھی

دلدار نے جھک کر دعام کے کان کے پاس آہستہ سے سانسیں چھوڑیں،، جو دعام کے جسم کو چھو کر ایک سنسنی سی دوڑا گئی۔ دعام کے گالوں پر سرخی چھا گئی، اور وہ اپنے آپ کو دلدار کے ہاتھوں کے درمیان محفوظ محسوس کرنے لگی۔

لیکن گھبرا اور کانپنا اب بھی وہیں کا وہیں تھا۔

اس کا ہاتھ دعام کے پیچھے کمر پر آہستہ سے سرکنے لگا، دلدار نے اسے کھینچتے ہوئے، اسے اپنے قریب کیا تو دعام کا دل اس کی دھڑکن سے ٹکرایا۔ اس

قربت میں دعام نے اپنے دل کی دھڑکن کو محسوس کیا، جو کبھی اتنا تیز تھی کہ حد نہیں تو کبھی اتنا نرم، جیسے رک ہی جائیں گی۔

دلدار حد سے بڑھ رہا، اس کے ہونٹ اب دعام کے کندھے کو چومنے لگے، نرم اور پیار بھرے، وہ ہر لمس میں اپنے دل کی بات کہہ رہا تھا، بغیر الفاظ کے۔

دعام کے ہاتھ دلدار کے سینے پر رک گئے، وہ تھوڑا لرز رہی تھی مگر دل سے تسلیم کر رہی تھی کہ یہ لمحہ ان کے رشتے کا آغاز ہے۔

میرا کانپتا سجن، "تم جانتی ہو، تم میرے لیے کیا ہو؟ تم وہ دعا ہو جو میں نے ہمشہ مانگی، مگر جب ملی... تو میری رگ رگ میں اتر گئی۔ تم صرف میری بیوی نہیں ہو... تم میرے وجود کی سب سے خوبصورت پہچان ہو۔ میرا سوہنا مکھڑا

یہ رات صرف تمہیں چھونے کی نہیں، تمہیں محسوس کرنے کی ہے... تمہاری ہر دھڑکن کو اپنے سینے میں اتارنے کی ہے... اور تمہیں یقین دلانے کی ہے کہ "تم صرف آج کی نہیں، میرے ہر آنے والے لمحے کی ملکہ ہو۔

وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر آہستہ سے بولا

"تم وہ عورت ہو جس کے بعد کسی اور کی طرف آنکھ اٹھانے کا دل نہ کرے... تم میری آخری خواہش ہو... اور اب، میری پہلی سانس ہو!"

وہ بے حد محبت سے اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا ارادہ صرف اور صرف اسے اپنے ساتھ کنفرٹیبل کرنے کا تھا کیونکہ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ بے اختیاری میں اس سے ذرا فاصلے پر چلی گئی تو دلدار نے پھر سے دعام کی نازک کمر کو اپنے ہاتھوں سے تھام کر آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف کھینچا۔ دعام کے دل کی دھڑکن زوروں پر تھی، دلدار نے اپنے ہونٹ دعام کی گردن کے قریب لا کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنا شروع کیں۔ اس کے ہونٹ بے باکی سے اس کی گردن کو چومنے لگے تھے اس کے لبوں کا لمس اسے پاگل کر رہا تھا۔

اسے اپنے حسار میں لیتے ہوئے دلدار نے اپنے ہاتھ دعام کے بازوؤں سے نیچے لے جاتے ہوئے اس کے کندھوں کو سہلایا، پھر آہستہ آہستہ اس کی کمر کو نرمی سے چھونا شروع کیا۔ دعام کی چھوٹی چھوٹی سانسیں اس کی سحر انگیز محبت کو

ظاہر کر رہی تھیں، لیکن وہ ابھی بھی گھبرائی ہوئی تھی، کیونکہ یہ سب اس کے لیے نیا تھا۔

دلدار نے اپنے ہونٹ دعام کے کندھے پر رکھے اور نرم اور گہری سانسیں چھوڑیں۔ دعام کی سکن اس کی سانسوں کی گرمی سے جھنجھنا رہی تھی۔ دلدار کی سخت کھردوری انگلیاں دعام کے بدن پر محبت کا پیغام دے رہی تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ دعام کو ہر لمحہ یہ احساس ہو کہ وہ محفوظ اور خاص ہے۔

نہ جانے اس کی محبت کی تپش تھی یا کچھ اور دعام نے بے اختیار تھوڑا سا اپنا ہاتھ دلدار کے ہاتھ پر رکھا۔ دلدار نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ دونوں کے دل ایک دوسرے کے قریب تھے، اور وہ محبت کا ایک حسین لمحہ بانٹ رہے تھے۔

میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں، دعام۔ تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں "

گا۔" دعام نے نرمی سے اپنی سہمی ہوئی آنکھیں کھول کر اس کی آنکھوں میں

دیکھا

وہ اس کے نرم گالوں کو اپنے ہونٹوں سے چھونے لگا، دلدار نے آہستہ آہستہ اپنی انگلیوں کو دعام کے بدن کے کناروں پر پھیرنا شروع کیا، جیسے نرمی سے کسی قیمتی خزانے کو چھو رہا ہو۔ دعام کی جلد پر اس کے لمس کی ہر ایک جھلک اس کے دل کو چُھو رہی تھی، اور وہ آہستہ آہستہ اس لمحے میں کھو گئی تھی۔

اس کا انداز اتنی نرمی لیے ہوئے تھا کہ وہ بھولنے لگی تھی کہ وہ شخص کوئی عام شخص نہیں لڑکی کے اس سے وحشی درندے سے کم نہیں ہے۔

دلدار نے اپنے ہونٹ دعام کے گال پر رکھے، اور پھر نرم انداز میں اس کے چہرے کا سفر اپنے لبوں سے کرتے ہوئے ہونٹوں کو چھوا، جیسے محبت کے سب سے پیارے راز اس لمس میں چھپے ہوں۔

دعام کی آنکھیں نیم بند تھیں، اس کے دل کی دھڑکن اس کی سانسوں کے ساتھ مل کر ایک حسین موسیقی کی مانند بج رہی تھی۔ دلدار نے آہستہ آہستہ دعام کے گردن پر اپنے ہونٹ پھیرے، اور پھر نیچے آتے ہوئے اس کے دل

کے قریب پہنچا۔ دعام کی سانسیں اب بے قابو ہو چکی تھیں، اور وہ اپنے آپ کو دلدار کی محبت میں مکمل طور پر الجھے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔

دلدار نے اپنے ہاتھ دعام کے کمر سے اٹھا کر اس کے بازوؤں پر نرمی سے چلائے، پھر اسے اپنے سینے سے تھوڑا اور قریب کھینچا۔ اس کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک تھی، جو دعام کی کمزوریوں اور خوفوں کو دھیرے دھیرے مٹانے کا وعدہ کر رہی تھی۔ دعام نے دلدار کے سینے کو اپنے ہاتھوں سے تھام لیا،

تمہاری ہر خواہش میرے دل کے قریب ہے، دعام۔ میں چاہتا ہوں کہ تم"
"ہمیشہ خوش رہو۔

اور میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھنے کا وعدہ کرتا ہوں میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہوں دلدار نے صرف تم ہے اپنی شہزادی کہا نہیں ہے دلدار تمہیں اپنی شہزادی بنا کر رکھے گا

دلدار نے اپنے ہونٹوں کو دعام کے ہونٹوں سے ملا لیا، اس کے انداز میں شدت گھلی ہوئی تھی وہ جیسے اس کی سانسیں کھینچ رہا تھا،

اس کی بے باکیاں دعام کو پاگل کر دینے کو تھی اس کے ہونٹوں کی بے باکی اس کے گالوں کو کبھی اس کے ماتھے کو، کبھی اس کے لبوں کو، کبھی اس کی گردن کو، تو بھی حدود پار کر دیں ہوئے اسے چوم رہی تھی۔

وہ پوری طرح اس کی باہوں میں قید اس کی سینے میں پناہ لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن آج تو جیسے اس کا سینہ بھی میسر نہیں تھا۔

"میرے سوہنے دل، اس سینے میں آکر مجھ سے چھپنے کی کوشش مت کرو... مجھے اپنے ہی سینے سے جلن ہو رہی ہے، کہ تم میرے اتنے قریب ہو کر بھی مجھ سے چھپی ہوئی ہو!

کبھی کبھی دل چاہتا ہے تمہیں خود سے اتنا قریب کرلوں کہ تمہیں اپنے علاوہ کچھ محسوس ہی نہ ہو... نہ ہوا، نہ پردہ، نہ فاصلہ، نہ شرم... بس تم... اور تم پر میرا حق!"

وہ آہستہ سے اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتا ہے

"آج کی رات تم میری ہو — مکمل، بے حد، بے پناہ... اور اگر تم نے دوبارہ مجھ سے چھپنے کی کوشش کی، تو یاد رکھنا... میں تمہیں خود سے بھی چھین لوں گا۔"

اس کے انداز میں عجیب سا جنون گھلا ہوا تھا وہ اس کی بات تو پر حیران ہو یا پریشان اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا ہاں لیکن وہ اس کی باتوں پر شرما نہیں پا رہی تھی پہلے رات کی دلہن کی طرح وہ اس سے شرمانے نہیں دے رہا تھا۔ وہ بس اسے اپنے قریب کرنا چاہتا تھا بے حد قریب وہ ہر فاصلہ مٹانا چاہتا تھا

دعام کوئی اس سے خوف آ رہا تھا اس کی نظریں جھکی تھیں، سانسیں بے ترتیب تھیں، اور وجود میں ایک بے نام سا لرزہ بکھرا ہوا تھا۔

اور وہ... اس کے بالوں کی مہک سے لے کر قدموں کی پور تک ہر زاویے پر جنون کی شدت سے جھکا ہوا تھا۔

اس کے ہاتھوں کی انگلیاں اس کے بازوؤں پر سرک رہی تھیں،

اور لب... لب اس کے کندھے سے شرٹ سرکاتے ہوئے اس کی نازک بدن پر آہستہ آہستہ برف جیسے لمس چھوڑ رہے تھے۔

تم میری ہو صرف اور صرف میری اس کے گردن کے لمس کے سائے میں" جلنے لگی تھی... "اس کے لہجے میں وہ وحشت تھی جو محبت کی انتہا پر ہوتی ہے، وہ بے باکی، جو صرف شوہر کا حق ہوتی ہے۔

وہ اس کے پور پور کو چوم چوم کر، اپنی چاہت کی مہر لگا رہا تھا، جیسے کہہ رہا ہو "یہ تم نہیں، یہ تمہارے وجود کے وہ حصے ہیں جہاں اب صرف میرا نام لکھا جائے گا۔ "وہ اس کی گردن پر جھکا،

:اور ایک لمحے کے لیے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی

تم جانتی ہو، میں تمہیں صرف چھونا نہیں چاہتا... میں چاہتا ہوں تمہاری ہر" دھڑکن،

"ہر آہٹ، ہر سانس... میری دھڑکن میں گم ہو جائے۔

اور پھر، تم ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ وہ اس کے ہونٹوں تک آیا۔

نرمی سے، شدت سے، جنون سے... ایسے چومتا گیا جیسے برسوں کی پیاس ہو۔

اس کی سانسیں لرزنے لگیں، آنکھیں نم ہو گئیں،

اور وہ خود میں سمٹنے لگی۔ مگر وہ کہاں رکنے والا تھا؟

وہ تو جیسے آج کی رات اسے پورا پا لینا چاہتا تھا... حاصل کر لینا چاہتا تھا۔

جیسے خود میں گھول لینا چاہتا ہو۔

آج تم صرف میری ہو... لیکن صرف اج کے لیے نہیں ہمیشہ کے لیے۔ اور" میں تمہیں اس طرح اپنا بناؤں گا، میرا سوہنا مکھڑا کہ تم چاہ کر بھی کبھی خود سے الگ نہ کر سکو گی مجھے۔

وہ... اس کی پوروں پر نہیں، اس کی سانسوں پر جھکا تھا، اس کے لفظوں میں شدت تھی

ایسے جیسے وہ ہر سانس سے اپنا نام لکھ رہا ہو۔

—اس کے ہونٹ... اب چپ نہیں تھے

جیسے برسوں کی تشنگی آج مٹانے کی اجازت ملی ہو۔ اس کا وجود نرم، نازک اور

تھرتھراتا ہوا...

ہر بار جب وہ جھکتا، اس کے لمس سے وہ کانپ اٹھتی۔ جیسے خود کو ہار چکی ہو اس شخص کے سامنے جو نرمی سے جنون میں ڈھل چکا تھا۔

وہ اس کے بالوں سے لے کر گردن کی لکیر تک،

پھر کندھے، کمر، اور پھر ہر بے نام جگہیں...

جہاں صرف محبت چھپتی ہے وہ سب کو آہستہ آہستہ اپنی چاہت میں گوندھتا جا رہا تھا۔

اس کی سانسیں تیز تھیں، آنکھیں بھیگی ہوئی، اور جسم... بس اس ایک لمس پر جھک رہا تھا، ٹوٹ رہا تھا، اس کی جنونی محبت کے سامنے وہ ہار سی گئی خاموشی سے

اس کے سینے میں چھپ کر وہ خود کو اس کے حوالے کر دے پری طرح،

صرف اس کی ہو گئی

اور وہ... جیسے اسے چھو کر نہیں، اسے خود میں دفن کر کے، پھر سانس لینا چاہتا

ہو۔

...لمحے تھم گئے تھے، وقت نے آنکھیں بند کر لی تھیں

اور محبت —اب صرف ایک لمس نہیں، ایک مکمل حسن کا روپ لے چکی تھی

۔وہ اس کے بالوں میں چہرہ چھپائے، جیسے خود کو اس کی خوشبو میں دفن کرنا

چاہتا ہو،

سانسیں اس کی گردن کو چھو رہی تھیں... اور لمس؟

وہ تو جیسے ہر پور پر اپنا نام تحریر کر چکا تھا۔

اس کا دوپٹہ جانے کب پھسل چکا تھا،

اور اس کی فراک کی ڈوریاں اچانک ٹوٹ کر کہاں بکھری تھی...۔

جیسے یہ لباس بھی رکاوٹ تھا... ان کی ملن کے درمیان... یہاں سے ایک نیا"

سلسلہ شروع ہوا تھا یہاں سے ایک نئی کہانی شروع ہوئی تھی۔

کیف لمحہ تھا جہاں محبت نے جنم لیا،

دعام کی معصومیت، اور دلدار کی شدت... "یہ وہ پل تھا، جہاں دعام اور دلدار...

اپنے ناموں سے نکل کر، محبت کے ایک نام میں سما گئے۔

یہی وہ لمحہ تھا... جب دعام اور دلدار، دلدارم بن گئے۔"ہمیشہ کے لیے ایک ہو

گئے

دلدار اسے چاہت بھری بھیگی نگاہوں سے دیکھتا رہا—جیسے کچھ مانگنے کے

بجائے، چھیننے کا ارادہ رکھتا ہو۔

دعام کی پلکیں بھیگ رہی تھیں، مگر یہ آنسو نہیں تھے،

یہ شدت تھی... وہ، بے بس سی، بس اپنے وجود کو سمیٹنے کی کوشش میں تھی

جبکہ وہ... ہر لمحہ اسے توڑ کر، بکھیر کر، پھر اپنی بانہوں میں سمیٹنے پر تلا تھا۔ لمحے وہ تھے...

جہاں محبت نے شرم کے دامن کو سلیقے سے ایک طرف رکھا، اور جذبے نے مکمل طور پر حقِ رفاقت جتا دیا۔ کمرے کی دیواریں بھی شاید سرخ ہو گئی تھیں... نہ منظر واضح تھا، نہ الفاظ ضروری،

بس وہ لمس تھا، جو چیخ کر کہہ رہا تھا:

آج کی رات... تم صرف میری ہو، مکمل، بے حد، بے قید..." اور وہ اس کی ہو" گئی تھی ہمیشہ کے لیے

ooooooo

وہ اسے اپنی چاہتوں کی بارش میں بھگو رہا تھا...

ہر لمس، ہر سانس، ہر سرگوشی... ایسی بے قراری سے بھری تھی کہ جیسے صدیوں کی پیاس آج بجھ رہی ہو۔ کمرے میں روشنی مدھم تھی...

— مگر ان کے درمیان کی روشنی — وہ لمس، وہ قرب، وہ مکمل ہونے کی تپش

ہر دیوار پر سانس بن کر ٹک رہی تھی۔

باہر آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا،

اور رم جھم بارش ان کے لمحات کو گویا رب کی گواہی دیتی محسوس ہو رہی تھی۔

...پردے ہولے ہولے ہوا سے سرک رہے تھے

اور ہر چیز جیسے رک گئی تھی،

— صرف ایک لمحہ زندہ تھا

جس میں وہ دونوں ایک دوسرے میں مکمل ہو چکے تھے۔ دعا م شرم سے سمیٹی

ہوئی تھی،

سانسوں کی رفتار اب بھی تیز تھی،

سردار کا چہرہ اس کے گردن کے پاس تھا،

سانسوں کی گرمائش اب بھی اس کی جلد کو چھو رہی تھی، جیسے وہ اسے یقین دلا

رہا ہو —

اب وہ صرف اس کی ہو چکی ہے... ہر طرح سے، ہر انداز میں۔ "وہ رات..."

صرف جسموں کی نہیں،

روحوں کی قربت کی رات تھی۔

بارش کی ہر بوند جیسے زمین کو چوم رہی ہو،

ویسے ہی وہ اس کے وجود کو... اپنے جذبات سے، اپنی شدت سے... چپ چاپ،

بے آواز مکمل کر رہا تھا۔

ایک ایسی خاموشی تھی جو چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی — یہ رشتہ اب صرف دنیاوی

نہیں رہا،

یہ... کسی پاکیزہ بندھن کا مکمل اعلان تھا۔

OOOOOOO

...فجر کی اذانیں گونج رہی تھیں

ہوا میں ایک الگ سی پاکیزگی گھل چکی تھی،

جیسے رات کی ساری شدتیں، اب کسی میٹھی صبح میں بدل گئی ہوں۔

دعا نیم غنودگی میں اس کے سینے سے لگی،

سانسوں کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ تھوڑا کانپتی،

جیسے تھکن نے ہار مان لی ہو

لیکن محبت نے نہیں۔ سردار کی آنکھیں اب بھی جاگ رہی تھیں...وہ اسے

دیکھ رہا تھا —

حیرت، اور بے انتہا چاہت سے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، لب ہلکے سے کھلے، چہرے پر عجیب سی معصوم تھکن... جیسے کسی بچے نے خواب میں اپنا سب کچھ پالیا ہو۔ اس نے دھیرے سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا،

اور سرگوشی کی:

پوری رات... میں تمہیں چاہتا رہا،"

اور اب... جب اذان کی آوازیں سب کو جگا رہی ہیں، تو میرا دل بھی سجدے

میں جھک رہا ہے —

رب کا شکر ادا کرنے کے لیے کہ تم... تم میری ہو چکی ہو۔" ویسے میں کبھی کبھار

عبادت کرتا ہوں لیکن اگر آج تم ساتھ دو تو مل کر کریں گے دعا م نے آنکھیں

کھولے بغیر اس کے سینے سے لپٹتے ہوئے خود کو اس میں چھپایا تھا۔

اب شرمانا گھبرانا بعد میں کر لینا پوری زندگی پڑی ہے چلو ذرا عبادت بھی کر لیں

،میرا سوہنا مکھڑا۔۔۔" وہ بے حد نرمی ہے اس کے گالوں پر وانگلیاں پھیر رہا

تھا جب محسوس ہوا وہ جاگ رہی ہے۔

تمہارا جاگنا مجھے اکسا رہا ہے۔ میں سچ میں اس خوبصورت صبح کی شروعات اللہ

کے ذکر سے کرنا چاہتا ہوں۔

"!ہاں تو اپ جائیں نا" پہلے... آپ واش روم میں جائیں، اور... مجھے مت دیکھیے

وہ اس کے سینے میں چھپی، گھبرائی گھبرائی سی آواز میں بولی۔

کمرے میں ہلکی سی روشنی اور خاموشی تھی، لیکن اس کی معصوم گزارش نے دلدار کو چونکا دیا۔

پھر وہ ہولے سے ہنسا، دھیرے سے جھکا اور اس کے کان کے قریب سرگوشی کی:

ہائے! میرا سجن سائیں تو مجھ سے شرما رہا ہے؟ چلو کوئی نہیں... وقت کم ہے،" اذانیں کافی دیر سے ہو رہی ہیں۔

!ورنہ میرا تو ارادہ تھا کہ تمہارے ساتھ ہی فریش ہو جاؤں... خیر

"!یاد رکھنا، آج تمہیں شرمانے کا وقت دیا تھا... کل شاید نہ ملے

یہ کہہ کر اس نے شوخی سے اس کے نرم گالوں کو اپنی انگلیوں کے درمیانی لمس سے تھاما، ان پر ایک نگاہ محبت ڈالی اور پھر مسکراتے ہوئے واش روم میں بند ہو گیا۔

جب کہ وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اپنے بدن پر اس کی کالی قمیض محسوس کر کے شرم سے پانی پانی ہونے کو تھی۔

یہ اس نے کب پہنائی تھی اسے یاد نہیں تھا، وہ تو اس کی پناہوں میں بکھر کر گہری نیند میں اتر گئی تھی۔ وہ کب سویا کب جاگا اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا سویا بھی تھا یا نہیں وہ نہیں جانتی تھی۔

بس ایک رشتہ تھا جو مکمل ہو چکا تھا اس کے زندگی کا دوسرا باب شروع ہو چکا تھا ۔ آنے والا وقت اس کے لیے کیا لانے والا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔ لیکن یہ وقت بہت خاص تھا۔ جو وہ اپنے رب کے ساتھ گزارتی تھی، اس نے نماز پڑھنی تھی بہت ساری باتیں کرنی تھی بہت کچھ تھا جو اپنے اللہ کو بتانا تھا، اور وہی تو تھا اس کا سچا دوست جو اسے اگلی راہ دکھائے گا اس کی زندگی کو اسان بنائے گا۔

ooooooo

وہ نہا کر، تولیے سے بال جھاڑتے دروازے کی طرف بڑھا، تو سامنے ہی دعا م کو کھڑا پایا۔

وہ یکدم اس کی موجودگی سے چونکا نہیں، بلکہ پلکوں کی جھپک میں ہی پورا منظر دل میں قید کر گیا۔ دعام نے نظریں اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی، کمبل کو سر پر جماتے ہی تیزی سے اندر داخل ہوئی اور دروازہ دھم سے بند کر گئی۔

دلدار کے لبوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ ابھری۔

اوووووہوئے میرا مٹھڑا سائیں... اتنی بھی کیا جلدی ہے؟" وہ آہستہ سے "

بڑبڑایا،

دروازے کے بند ہوتے ہی وہ ایک قدم پیچھے ہٹا، لیکن دل میں مزے کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

رات بڑی بہادری سے مقابلہ کیا ہے تم نے میرا میری شیرنی، "ذرا نظریں ملا کر اپنا یہ روپ تو دکھاتی، سردار بھی دیکھے دلدار کی محبت کے کتنے رنگ چڑھے ہیں ۔ دلدار نے خالص قبیلوی لہجے میں ہنکار بھری، جیسے اس کا غرور اور مردانگی، دعام کی گھبراہٹ پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہوں۔

جب کہ اپنے بازوں اور کندھوں پر اس کے ننھے ناخنوں سے ہوئے ننھے ننھے زخموں پر اس نے نگاہ ڈالتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھا تھا، یہ میٹھا سا درد بھی سکون دے رہا تھا۔ اس کے لبوں پر جان دار مسکراہٹ تھی۔

دروازے کے باہر کھڑا وہ شخص جو بظاہر سنگدل سر دار اور نامی گرامی ڈاکو تھا، اس لمحے صرف دعام کا "دلدار" لگ رہا تھا۔

نرمی سے، دھیرے دھیرے دروازے کی طرف جھکا، جیسے اس کی اوٹ میں کھڑی لڑکی کے کانوں میں محبت گھول دینا چاہتا ہو۔

اگر تمہیں لگتا ہے کہ اس طرح سے تم مجھ سے چھپ کر بچ سکتی ہو، تو سجن" سائیں... یہ تمہاری بھول ہے۔" اس کی آواز میں شوخی تھی،

میڈا یار سائیں، میرے کول او دروازے دی چابی وی اے... تے ہُن تے" ** ** "تاڑے دل دے دروازے دی وی۔

("میرا یار سائیں، میرے پاس اس دروازے کی چابی بھی ہے... اور اب تو تمہارے دل کے دروازے کی بھی۔") دعام نے اندر سے سنا تو آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں، دل کی دھڑکن جیسے اس کے لفظوں پر سجدہ گزار ہو گئی۔

لیکن یہ تمہارا معصوم ساڈا کو... "دلدار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دیوار" سے ٹیک لگائی، تو اس کے، معصوم، کہنے پر وہ دونوں آنکھیں پوری طرح سے کھولتی بند دروازے کو گھورنے لگی تھی

آج تمہیں تنگ کرنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہے۔ یہ وقت تو عبادت کا ہے" نا۔ صبح کا پہلا لمحہ ہے۔ میں تمہارے قرآن پاک کا انتظام کرتا ہوں، تم فریش ہو جاؤ۔ نماز ساتھ پڑھیں گے۔ میرا انتظار کرنا... "آخری جملہ کچھ ایسے کہا جیسے دل کی زمین پر محبت کی صدا دے رہا ہو۔

میں زندگی کی اس پہلی صبح کو، زندگی کی سب سے خوبصورت صبح بنانا چاہتا" "ہوں۔

اس کے لہجے میں دنیا جہان کی مٹھاس گھلی ہوئی تھی،

ایسی مٹھاس جو دعام کے سنبھلے ہوئے وجود کو بھی کانپنے پر مجبور کر گئی۔

ooooooo

وہ کافی دیر سے بیٹھ کر خود سے جنگ لڑ رہی تھی۔ بار بار ذہن میں پلاننگ چل رہی تھی کہ کیسے اس کی نظروں سے بچ کر اندر داخل ہونا ہے، کیسے اس بے باک سردار کے سامنے خود کو چھپانا ہے۔ وہ دروازے کے پاس دبکی کھڑی تھی، جیسے قلعہ فتح کرنے جا رہی ہو۔

کمبل کو یوں لپیٹا جیسے وہ کوئی چادر نہیں، بچاؤ کی آخری دیوار ہو۔ چہرے پر ڈالا، نظریں جھکائیں اور جیسے ہی سردار دلدار باہر نکلا، وہ بجلی کی رفتار سے اندر گھس گئی، دروازہ بند کر لیا... جیسے وہ دروازہ نہیں، کوئی محافظ ہو جو اس کے شرمائے وجود کو بچا لے گا۔

مگر اندر آ کر بھی وہ کب بچی تھی؟

باہر سے اس کے الفاظ کی بازگشت آ رہی تھی وہی شوخ، چھیڑتے ہوئے اور عجیب دھمکیوں والے جملے، جن سے وہ پہلے بھی گھبرا چکی تھی۔

اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگیں۔

یا اللہ... اب کیا کروں؟" دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔"

پگر کافی دیر سوچ کر خود سے بولی،

جب تک وہ آتے ہیں، تب تک میں نیت باندھ لوں گی۔ لیکن... وہ میرے "
"شوہر ہیں، مجھے ان کی امامت میں نماز پڑھنی چاہیے۔

ایک پل رکی، پھر ہلکا سا شرارتی سا خیال ذہن میں ابھرا، ہونٹوں پر معصومیت سی چمکی،

کوئی بات نہیں، تھوڑا سا ڈرامہ ہی تو ہے، اللہ جی معاف کریے گا۔ ان کے " آنے سے پہلے کھڑی ہو جاؤں گی... پر ان کو نہیں بتاؤں گی کہ میں پڑھ نہیں
"!رہی

وہ اپنی معصوم سی سوچ پر خود ہی مسکرا دی۔ بس کیسے بھی خود کو اس کی بے باک نگاہوں سے محفوظ رکھنا تھا۔

جلدی جلدی فریش ہوئی، وضو کیا، اور جب آئینے کے سامنے آئی تو ایک پل کو ٹھٹھک گئی۔

نگاہیں آئینے میں اپنے چہرے پر ٹکیں... اور جھک سی گئیں۔

شرم، حیاء، اور پہلی رات کی بے نام سی تڑپ سب کچھ آنکھوں میں تیرنے لگا۔

دلدار تو اس کے وجود میں بسا بیٹھا تھا... اور وہ اب اس کی امامت میں صرف نماز نہیں، زندگی گزارنے جا رہی تھی۔

آئینے کے سامنے کھڑی وہ خود کو دیکھنے کی ہمت نہ کر سکی تھی۔

گردن پر جگہ جگہ سرخیوں کے نقش... جیسے سردار دلدار کی شدتوں نے اپنی موجودگی کی مہر ثبت کی ہو۔ کان کے پیچھے، گردن کے نچلے حصے تک... وہاں تک جہاں کوئی چھو بھی نہ سکے،

اس کی لمس کی تپش باقی تھی۔ مونچھوں کے رگڑ کی ریش اتنی گہری تھی کہ وہ اپنا سر اٹھا کر خود کو آئینے میں دیکھ ہی نہ پائی۔ چہرہ شرم سے لال ہو چکا تھا، دل جیسے سینے کی قید میں تڑپ رہا ہو۔

یہ ایک رات کی قربت تھی... اور اس کا یہ حال ہو گیا؟" پھر آنے والی" زندگی...؟ وہ تو نہ جانے کیسی ہو گی۔" اس کا دل بے ترتیب ہوا تھا، کیا وہ ساری زندگی یوں ہی اسے خود سے چھپنے پر مجبور کرتا رہے گا۔

سوچ کر اس کے وجود میں کپکپی سی دوڑ گئی۔

دلدار کے لمس میں نرمی کا گمان ضرور تھا... لیکن اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ نرمی تو صرف اس کے لہجے میں تھی، بدن پر تو وہ شدتوں کی مکمل چھاپ چھوڑ چکا تھا

۔

کمرے میں ہلکی روشنی، شرمائی نظریں، اور آئینے میں اپنا عکس اسے آج اپنا نہیں لگ رہا تھا وہ پوری طرح سے سردار کی شدتوں میں بھیگی ہوئی تھی وہ اپنی بھی نہیں لگ رہی تھی صرف اور صرف سردار دلدار کی لگ رہی تھی۔

آج کی صبح واقعی کچھ الگ ہی تھی۔ کمرے میں آتے ہوئے اس کا وقار، چہرے پر بکھری مسکراہٹ، اور آنکھوں میں چھپی شرارت سب کچھ نیا نیا لگ رہا تھا۔ بالا نے جیسے ہی اسے مسجد نما کمرے میں دیکھا، ایک پل کو ٹھٹکا ضرور، لیکن فوراً ہی اس کے ہونٹوں پر شرارت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سردار بڑے چمک رہے ہو، خیریت تو ہے؟"

اس نے دانت دکھاتے ہوئے پوچھا، جیسے اپنے سوالوں اور نگاہوں سے اس کی صبح کا سارا سکون اسی نے خراب کرنا ہو، لیکن سامنے بھی سردار تھا۔

دلدار نے ایک نظر اسے گھورا، پھر ہلکا سا ہنسا۔

ہاں، بالکل چمک رہا ہوں... شادی شدہ انسان ایسے ہی چمکتا ہے!" آواز میں "

،دل جلانے والا فخر تھا

خیر، تُو نہیں سمجھے گا... ابھی شادی کا لڈو نہیں کھایا نا تُو نے۔" وہ الماری سے " قرآن مجید نکالتے ہوئے بولا،

ویسے بالا" اُس دن کیا کہہ رہا تھا تُو؟ کہ اپنے لیے کوئی ڈھونڈ لوں گا؟ تو بھائی، ڈھونڈی کیوں نہیں؟ کب تک میرے سہارے بیٹھا رہے گا بالا؟ سردار اب ویلا نہیں ہے، شاباش لگ جا کام پہ ڈھونڈ لیں اپنے لیے کوئی" پھر تو بھی چمکنا روز چمکنا اس کے شرارتی لہجے پر بالا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

حیرت سی حیرت تھی ابھی شادی ہوئے ایک دن میں ہی ہوا وہ اس کی ذمہ داری لینے سے مکر رہا تھا اس کے دل میں آیا کہ کچھ کہے، لیکن سردار کی وہ سنجیدہ سی مگر چمکتی ہوئی حالت دیکھ کر بس ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

وہ تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ایک ہی رات میں بھابھی نے اسے بدل دیا بھابھی بیچاری معصوم سی لڑکی کیا ہی کر سکتی تھی، اس معصوم پر تو شک کرتے ہوئے شک بھی شرما جائے۔

کیا مطلب ہے سردار؟ ایسی بات کیوں کر رہے ہو؟"میری شادی تو تم کروانے والے تھے نا۔ بالا کی آنکھوں میں حیرت، زبان میں تیزی، اور لہجے میں وہی پرانی ضد اتر آئی تھی۔

کھوتیا، اب میں شادی شدہ ہو گیا ہوں، سردار نے جیسے بہت پتے کی بات بتائی تھی۔ بالا تیز قدموں سے دلدار کے قریب آیا،

شادی شدہ ہو گئے ہو، کوئی پاکستان کے پرائم منسٹر تو نہیں لگنے ہی گئے کہ "
"!میرے لیے لڑکی نہیں ڈھونڈ سکتے

دلدار نے قرآن مجید کا غلاف سنبھالتے ہوئے پلکیں جھپکائیں، مگر لبوں پر خاموشی چھا گئی۔

میں نے دن رات دعائیں کیں، تمہیں دولہا بنے دیکھنے کے خواب دیکھے، اور "
اب جب میری باری آئی ہے تو تم چہرہ پھیر رہے ہو؟

!ایسا نہیں ہو گا سردار... میں ایسا ہونے نہیں دوں گا

وہ پیر پٹختے ہوئے بچوں جیسا ضدی بن چکا تھا،

تمہیں میری شادی کروانی ہو گی! جیسے تم دلہن لائے ہو نا... ویسے ہی بھابھی کی" جیسی ایک پیاری سی معصوم سی کیوٹ سی دلہن مجھے بھی چاہیے!"اس کے انداز پر دلدار کی ہنسی چھوٹ گئی، لیکن فوراہی چھپا گیا وہ قرآن کو نرمی سے میز پر رکھتے ہوئے مڑا،

دلہن مردوں کو ملتی ہے چھوٹے بچے ضد نہیں کرتے تو بندوق چلا، ذرا نشانہ لگا کہ دکھا مجھے اس سائرن کے بلب پر اس نے دور پہاڑی پر لگے سائرن پر اشارہ کیا تھا جس پر رات کو ایک بتی جلتی تھی۔

آج تک بالا کبھی بھی اس بتی کا نشانہ نہیں لگا پایا تھا اور یہ نشانہ نہ لگا پانا اس کی مردانگی پر سوال اٹھا دیتا تھا۔

مجھے نہیں بندوق چلانی، مجھے میری دلہن چاہیے مجھے نہیں پتا جہاں مرضی سے لا کر دو مجھے، اس کے لہجے میں اب بھی ضد بول رہی تھی۔

تو اب بندوق نہیں، دلہن چاہیے... واہ بالا ڈاکو، بڑے جذبات مچل رہے ہیں" تیرے، پہلے مردانگی کا ثبوت دے وہ ہنسا، اور بالا کا منہ غصے سے اور بھی لال ہو گیا۔

سردار تم میرے ساتھ بے ایمانی نہیں کر سکتے۔

"سردار ڈکیت ہے، کچھ بھی کر سکتا ہے۔

لیکن بالا ڈکیت کا یار ہے، اور ڈکیت یار کے لیے جان دے سکتا ہے۔

"تو نے جان مانگی کب۔۔۔۔

جان نہیں چاہیے دلہن چاہیے۔ وہ دوبدو بول رہا تھا۔

معاف کرا دو وبغیر تا اب میں تیرے جیسے یار کی خاطر کسی کی بہن بیٹی پر تیرے جیسا جن مسلط نہیں کر سکتا۔

میں اچھا بچہ بن کے رہوں گا وہ معصومیت سے بولا بالا کا یہ بچپنا، ضد اور معصومیت دلدار کے چہرے پر ہنسی بکھیر گئی۔

"کیا کرے گا شادی کرے گی۔۔۔

جو تو کر رہا ہے عاشقی کروں گا۔ وہ جوش سے بولا۔

او کھوتیا میری مجبوری ہے، میں پہلی نظر کا شکاری ہوں، تو بچا ہوا ہے عاشقی معشوقی جیسے چکروں سے بچ کے رہ، قسم سے انسان کملہ ہو جاتا ہے اس چکر میں۔۔۔" وہ اپنا ایکسپیرینس بیان کر رہا تھا، جبکہ بالا کا منہ بن گیا۔

اچھا کا کا بس کر، رونا بند کر۔ کرتا ہوں تیرے لیے کوئی انتظام۔ ویسے بھی اب" تو تجھے سچ میں ایک ادھ بیوی ملنی چاہیے، خود اپنی پسند سے کوئی ڈھونڈ لے ورنہ میں ڈھونڈ کر کروا دیتا ہوں تیری شادی۔" بالا نے فوراً بچوں کی طرح منہ بناتے ہوئے کہا،

بھابھی جیسی چاہیے مجھے! وہ جوش سے بولا تو دلدار نے گھورا،"

بھابھی جیسی چاہیے ؟ڈنگر آدمی میں نے کاپی پیسٹ کی دکان کھول رکھی ہے ؟"

میری سجن سائیں دنیامیں ایک ہی ہے، اس جیسی کوئی نہیں !تجھے کوئی لولی

"لنگڑی ہی ڈھونڈ دوں گا۔

وہ کہہ کر شرارت سے ہنستے ہوئے باہر نکلا، مگر پیچھے چلتے بالا کو دیکھ کر ایک دم

رکا اور سینے پر ہلکا سا دھکا مارا،

اندر جا، بیٹھ کر نماز پڑھ، اپنے لیے دعامانگ۔ مجھ سے اچھی امید مت رکھ کہ "

تیرے لیے آسمان سے چاند لے آؤں گا۔ جو ملی، اسی کے ساتھ دو بول پڑھا کر

"!تجھے حوالے کر دوں گا اس کے

بالا نے منہ بنایا، مگر اندر چلا گیا۔

ایک اچھی بیوی صرف دعاؤں سے ملتی ہے، اس لیے دل سے دعا کر۔ نماز "

پڑھ، تلاوت کر۔" وہ دھمکی دینے والے انداز میں بولا جیسے واقعی کوئی فرض

ادا کر رہا ہو۔ بالا نے آہستہ سے بڑبڑایا،

لولی لنگڑی ہو یا انی کانی... بس عورت ہونی چاہیے... اور گونگی مت ہو، آواز بس "

"—بھابھی جیسی میٹھ

دلدار کی گھورتی نگاہ پڑی تو جلدی سے جملہ بدلا،

"...بھابھی سے تھوڑی کم پیاری بھی ہو تو چلے گی"

اب چل بے! زیادہ چوڑا نہ ہو، شادی کروا رہا ہوں، اسی میں خوش رہ۔ میری "

بیوی جیسا کچھ بھی نہیں ملنے والا، میرا سوہنا مکھڑا دنیا میں بس ایک ہی ہے، اونلی

"!ون پیس... صرف اور صرف اپنے سردار کے لیے

"چل، اب جانے دے مجھے، مجھے نماز پڑھنی ہے۔"

بالا کی شرارت پھر جاگ اٹھی،

ہاں ہاں مولوی جا، شکل پہ جو تیری شیطانیت ہے نا، صاف بتا رہی ہے۔ کہ "

تیرے اندر کیا چل رہا۔ وہ اسے بھیجتا خود بھی نیت باندھ چکا تھا۔ جب کہ

سر دار نے اب کی دفعہ کوئی جواب نہ دیا تھا کیونکہ یہ حقیقت تھی نیت تو اس کی سچ میں اچھی نہیں تھی

○○○○○○○

دلدار کمرے میں واپس آیا تو سامنے ایک جائے نماز بچھائی گئی تھی۔ تھوڑا پیچھے، امامت کے لیے جگہ رکھی ہوئی تھی۔ جانماز پر کھڑی دعام نے سر جھکائے، ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے، خاموشی سے کھڑی تھی، گویا واقعی نماز پڑھ رہی ہو۔

اتنا لیٹ ہو گیا ہوں کہ دعام نے پہلے ہی نماز شروع کر دی۔" دلدار نے سوچا،" اس نے احترام سے قرآن کو ایک طرف رکھا اور خود بھی نماز کی نیت کر کے کھڑا ہو گیا۔

،میں ابھی انتظار کر رہی ہوں..." پیچھے جیسے اس کی منمناہٹ سنائی دی، اس میں ہلکی سی شرارت بھی شامل تھی یعنی کہ پوری پلاننگ سے ڈرامہ کیا گیا تھا۔

اس کی میٹھی آواز سن کر سر دار نے مسکرا کر بغیر پیچھے دیکھے نیت مکمل کی۔

نماز کا ماحول سکون اور خاموشی سے بھر گیا۔ سردار کے پیچھے دعام نے بھی پوری دلجمعی سے نماز ادا کی۔ جب نماز مکمل ہوئی تو وہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگی،

اتنے میں سردار کی آواز آئی،

یا اللہ، تیرا بہت شکریہ! تُو نے مجھے جینے کی وجہ دی ہے، لیکن ذرا شرم و حیا کا" سسٹم ختم کر دے، میں ٹھہرا بے شرم بندہ، اب اتنی شرمیلی بیوی بھی نہیں "!مانگی تھی

اس کی آواز میں بھرپور شرارت اور مزاح تھا، یقیناً دعا پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ بس اسے تنگ کرنے کے لیے بول رہا تھا

یا اللہ، لوگوں کو بتا دے کہ ہر کوئی ان جیسا بے شرم نہیں ہوتا، اور نہ ہی سب" نے یہاں بے شرمیوں میں ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ کچھ معصوم لوگ شرم و حیا بھی رکھتے ہیں۔" اس طرف سے دعام کی معصومیت بھری آواز آئی،

یا اللہ لوگوں کو تھوڑی سی شرم و حیا دے دیں

آمین... "چوں چوں کی آواز کچھ زیادہ ہی ہو رہی تھی، وہ تانے مار رہی تھی وہ" بھی دعاؤں میں سردار حیران رہ گیا تھا امید نہیں تھی کہ پیچھے سے اس طرح سے کوئی آواز آئے گی

ایک لمحے کے لیے سردار کا دل چاہا کہ وہ پیچھے مڑ کر اس چونچ کو ایک ہی نظر میں بند کر دے، لیکن ابھی تو چوزی کی آواز نکلنا شروع ہوئی تھی، اس لیے وہ صبر کر گیا۔

۰۰۰۰۰۰

وہ نماز ختم کر چکا تھا۔ چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے خاموشی سے اٹھا اور جیسے ہی نظر اس پر پڑی، پلکیں جھپکنا بھول گیا۔

وہ ابھی تک جائے نماز پر بیٹھی تھی، آنکھیں بند، لب مسلسل ہل رہے تھے۔ جیسے الفاظ لب سے نہیں، دل سے نکل رہے ہوں۔

اتنی لمبی دعا؟... کہی اللہ سے میری شکایتیں تو نہیں لگا رہی ؟ بنتی تو ہے میرے "

چوزے سائیں کی شکایت..." وہ دھیرے سے مسکرا کر بیڈ کے کنارے آ کر ٹکا،

نظریں اب اس کے چہرے سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

لیکن جوں جوں وقت گزرا، اس کے دل میں کچھ اور ہی پنپنے لگا۔

وہ معمولی دعا نہیں تھی، وہ جیسے کسی سے شکایت نہیں، حساب لے رہی ہو۔

کبھی ہونٹ بھینچتی، کبھی زاویہ بدل کر چہرہ بناتی،

جیسے کوئی بچے کسی بڑے سے شکایت کرتا ہے... تفصیل سے... پورے ثبوتوں "

"...کے ساتھ

وہ تھوڑا آگے کو جھکا، اور اس کی کیفیت کو پڑھنے لگا۔

لب مسلسل متحرک تھے، اور ہونٹوں کے کنارے پر رات کی شدت کا ہلکا سا

...نشان واضح تھا

دل جیسے ایک پل کو دھڑکنا بھول گیا ہو۔

یہ صرف دعا نہیں مانگ رہی... یہ کسی اور دنیا کی باسی لگتی ہے... اتنی" معصومیت... اتنی بے خبری... شاید غلطی سے اس دنیا میں آگئی تھی۔"وہ آہستگی سے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

اب نگاہیں صرف اس چہرے کی تھیں

وہ چہرہ جو لگتا تھا جیسے کسی نیکی کے صلے میں دنیا کو عطا کیا گیا ہو،

ایسا چہرہ جو شکوہ نہیں کرتا، بس شرافت سے "اللہ" سے اپنا حق مانگتا ہے۔

"یہ لڑکی اس دنیا کی ہو ہی نہیں سکتی... یہ میرا نصیب کیسے بن گئی؟"

اللہ اس کی معصومیت سے ڈر لگ رہا ہے وہ اسمان کی طرف دیکھ کر ہلکا سا بڑبڑایا پھر مسکرا کر اسے دیکھنے لگا جب اس نے اپنے چہرے پہ نازک ہاتھوں کا پہرا جمایا تھا۔یعنی دعا ختم ہوئی تھی۔

○○○○○○○

وہ جیسے ہی نماز ختم ہونے کا یقین کر کے سیدھی ہوئی سامنے دیوار کے قریب بیٹھے اُس پر نظر پڑی۔

ختم ہو گئی نماز؟ مجھے تو لگا فجر کے وقت شروع ہوئی تھی، اب عشاء کے قریب" جا کے دعاؤں کا سلسلہ رُکے گا۔" وہ شرارتی لہجے میں بولا، بازو سینے پر باندھتے ہوئے اسے چھیڑنے کے انداز میں دیکھا۔

"خیر، اگر نماز ختم ہو گئی ہے تو چلو، تمہیں شیر دل کی سواری کرواتا ہوں۔"

دعام کا بس اتنا سننا تھا کہ اس کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔ پسینے کی ننھی ننھی بوندیں پیشانی پر چمکنے لگیں۔

شیر دل۔ وہ نام جس نے پچھلی بار اس کے حواس گم کر دیے تھے۔ وہ وحشی سا گھوڑا جس کے سامنے وہ بے بس سی کھڑی رہ گئی تھی۔ گلی والی ملاقات بھولی نہیں تھی اسے۔

وہ ایک پل کو جیسے ساکت ہوئی، لیکن پھر جیسے اپنے خوف سے نکلنے کے لیے اس نے نظریں پھیر کر دائیں دیکھا۔

نگاہ خود بخود جا ٹھہری قرآن پاک پر، جو بڑے احترام سے رکھا گیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی جاگی، جیسے کسی پناہ کی طرف دیکھ رہی ہو۔

وہ فوراً آگے بڑھی، قرآن اٹھا کر سینے سے لگالیا۔ لبوں سے چوما، اور نرمی سے کھولنے لگی۔

"مجھے تلاوت کرنی ہے۔"

وہ سردار کی بات سنے بغیر، اپنے رب سے جُڑنے لگی تھی۔

سردار نے اس کا وہ انداز دیکھا، دل کے کسی کونے میں خاموشی سی چھا گئی۔

شرارت آنکھوں میں اب بھی تھی، مگر لہجہ بدل چکا تھا۔

میرا بھانے باز سائیں "ٹھیک ہے، تم آرام سے تلاوت کر لو۔ تمہاری تلاوت کے بعد ہی چلیں گے۔ کوئی مسئلہ نہیں۔" وہ یہ کہہ کر وہیں بیٹھ گیا، اور نظریں اُس پر جما گیا

وہ لڑکی، جو خوف میں بھی قرآن میں پناہ لے رہی تھی، اس کے دل پر ایسا نقش بن رہی تھی جو کبھی مٹنے والا نہیں تھا۔

ooooooo

وہ جیسے ہی قرآن کو سینے سے لگائے تلاوت میں مشغول ہوئی، وہیں وہ دیوار سے ٹیک لگائے اسے دیکھتا رہا، مگر وہ خود یہ سمجھ بیٹھی کہ شاید وہ بھی تلاوت کرنا چاہتا ہے۔

اچانک نظریں اس پر جمائیں، نرم لہجے میں بولی

اب وہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ کے پاس اپنا قرآن نہیں ہے؟" وہ پل بھر کو" چونک سا گیا، پھر نظریں جھکالیں۔

...ایک چھوٹی سی شرمندگی اس کی پلکوں پر ٹھہر گئی تھی۔ وہ اسے کیا بتاتا

کہ قرآن پاک سے اس کا رشتہ بہت پرانا، اور شاید بہت کمزور تھا۔

دین سے وہ بہت دور تھا... لیکن وہ روشنی... جو آج اس لڑکی کے چہرے سے

پھوٹ رہی تھی،

شاید وہی پہلی بار اسے کچھ پلوں کے لیے روک لینے پر مجبور کر رہی تھی۔

"... آجائیں میرے ساتھ، پڑھ لیں"

اس نے اتنی معصومیت سے کہا، جیسے اس کی دنیا میں سب ہی پاک اور نیک

ہوتے ہوں۔

اور سردار، وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

تم سنا دو... "اس نے نرمی سے فرمائش کی، جیسے خود پر قابو نہ رہا ہو۔"

ٹھیک ہے، وہ کندھے اچکا کر فوراً قرآن پر جھک گئی۔ جیسے بلند آواز میں پڑھنا

اس کی فطرت ہو، جیسے یہ اس کا اپنا رب سے راز و نیاز کا خاص طریقہ ہو۔

الفاظ اس کے لبوں سے پھول بن کر گرنے لگے تھے،

قرآن کی آیتیں صرف زبان سے نہیں، اس کے دل سے نکل رہی تھیں۔

اس کی آواز میں وہ مٹھاس تھی جو دل کو چھو جائے،

اور جب وہ قرآن پڑھ رہی تھی... تو لگ رہا تھا جیسے کوئی اور ہی دنیا بول رہی ہے۔

کوئی ایسی دنیا جہاں پاکیزگی، نرمی اور نور ہی نور ہو۔ سردار کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا،

...پتہ نہیں کیوں

شاید اس لیے کہ آج پہلی بار کسی نے اتنی سادگی سے اسے دین کے قریب بلایا تھا۔

یا شاید اس لیے کہ وہ آواز، وہ انداز... اس کے دل کے بند دروازے کھول رہا تھا۔

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوئیں،

...وہ دیوار سے ٹیک لگا کر سر جھکا گیا

...اور وہ تلاوت کرتی رہی۔ لفظ لفظ اس کے دل میں اتر تا رہا، اور وہ کھو گیا

اس لڑکی کی معصوم آواز میں، اور اس رب کی کتاب میں... جسے اس نے بہت

پہلے بھلا دیا تھا۔

○○○○○○○○

وہ قرآن پاک کو ادب سے بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نگاہیں بے اختیار دیوار

کی جانب اٹھیں جہاں وہ آنکھیں موندے، پر سکون بیٹھا تھا۔

ایک لمحے کے لیے وہ ٹھٹکی۔

سو رہے ہیں؟" دل میں سوال سا اٹھا، مگر شک یقین میں بدلا جب اس کی"

پلکوں کی جنبش بھی نظر نہ آئی۔

واقعی سو گئے..."وہ حیرت کے ساتھ قران کو واپس اس کی جگہ پر رکھتے"

ہوئے آہستہ آہستہ اس کے قریب آئی۔

قدم جیسے قالین پر نہیں، بادلوں پر رکھے جا رہے ہوں۔ایک عجیب سی
بے چینی تھی...

کہیں وہ جاگ نہ جائے، کہیں وہ پھر سے اپنی سردارانہ آنکھوں سے اسے نہ دیکھ

لے۔

اور ویسے بھی...رات والے خوف ابھی تک دل سے نکلے نہ تھے۔

اس کا وجود اب بھی ان دیکھے سائے ڈھونڈ رہا تھا۔

ڈاکو...ج...ی..."نرمی سے انگلی کو اس کے کندھے سے زرا سا چھوا۔"

پھر ہمت کر کے تھوڑی سی آواز میں دوبارہ پکارا

"...ڈاکو...جی"

اب کی بار انگلی اس کی گردن سے چھو گئی... ٹھنڈی، نازک انگلی جیسے کسی

پرندے کا پر ہو۔

...بس پھر کیا تھا، اچانک وہ آنکھیں کھول گیا

سرخ آنکھیں، جن میں نیند کم اور حیرت زیادہ تھی۔ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹنے لگی

تھی، کہ اگلے ہی پل... وہ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا،

اور اس کے نازک بازو کو تھام کر، اپنے سینے سے لگا لیا۔

لمحے بھر کو وہ اس کے مضبوط سینے سے لگی،

...کچھ بھی بول نہ سکی... وہ بس اس کی دھڑکنیں سن سکتی تھی

اور اپنے دل کی لرزش محسوس کر سکتی تھی۔

وہ وقت جیسے رک گیا ہو۔

...کمرے میں سناٹا تھا، مگر اس خاموشی میں عجیب سی گفتگو ہو رہی تھی

دل کی، جذبوں کی، اور بے آواز دھڑکنوں کی۔

ooooooooo

...وہ جیسے کسی اندھیری کھائی میں ڈوبا ہوا تھا

گھپ اندھیرا، بے چینی، ایک وحشت جو سانسوں کو بھی گراں کر دے۔ کچھ نہ سنائی دیتا تھا، کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا...

بس ایک بے نام سا خلا تھا، جہاں وجود تھا، مگر زندگی نہیں۔ اور تبا، س کی ذرا سی آواز...

بس اتنی سی نرم سی سرگوشی جو کان کے آس پاس بھٹکی، اور وہ وحشت جیسے چھٹنے لگی۔

ایک ننھا سا لمس، وہ نازک سی انگلی جو اس کی گردن سے چھو کر گزری،

تو وہ لمس اسے واپس دنیا میں کھینچ لایا گیا۔

جیسے کسی نے اسے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لا پھینکا ہو۔

ڈاکو...جی..."اس کی آواز میں وہی معصوم سی جان تھی، وہی بے خبری، جو کسی" ننھی کلی کی خوشبو میں ہوتی ہے۔

...اسے اپنی ماں یاد آئی...وہی مامتا بھرا لمس

وہی آواز جو رات کے سناٹوں میں بھی لوری بن کر سنائی دیتی تھی۔اور پھر، وہ بے داغ سا ہو اٹھا تھا،

جیسے ایک سیاہ رات کے بعد سفید سویرا۔اس نے جھک کر اس کی گردن کو گالوں کو لبوں کو شدت سے چوم لیا،

...وہ لمس نہ صرف محبت کا، بلکہ شکر کا بھی تھا

شکر اس کی موجودگی کا... شکر اس کی سانسوں کا، شکر اس کی پاکیزہ معصومیت کا۔

وہ اسے خود میں چھپانے لگا... جیسے چاہتا ہو کہ دنیا کی کوئی نظر، کوئی سانس، اس معصوم چراغ کو چھو بھی نہ پائے۔

وہ اسے خود میں چھپائے دیوانگی سے اسے خود میں بھینچے جا رہا تھا دعام کو اس کی سخت گرفت میں خوف محسوس ہونے لگا اس کے سینے پہ ہاتھ رکھے خود کو اس سے چرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن دلدار کی گرفت بہت سخت تھی۔

بہت سخت۔

○○○○○○○○○

وہ زمین پر بیٹھا، اسے اپنی باہوں میں اس طرح قید کیے ہوئے تھا جیسے اس کی سانسوں کا دارومدار اسی وجود پر ہو۔ دعام، اس کی سخت پناہوں میں بری طرح سے پھنسی ہوئی تھی۔ وہ بے بس تھی، اس کی گرفت میں لرزتی ہوئی، لیکن نہ وہ چلا سکتی تھی، نہ ہی کچھ کہہ پا رہی تھی۔ دلدار کی سانسیں اس کے چہرے کے گرد گرم دائرے کی طرح بکھر رہی تھیں۔ وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ دعام کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے دل کی دھڑکن اب اس کے جسم کے اندر نہیں، بلکہ دلدار کی بانہوں میں قید ہے۔

وہ اسے لمحہ بھر کے لیے بھی آزاد کرنے کو تیار نہیں تھا۔ دعام کی آنکھوں میں حیرانی تھی، گھبراہٹ تھی، اور خود سے ایک خاموش شکایت کہ آخر وہ کیوں اس کے پاس آئی؟

وہ تو آرام سے سو رہا تھا... اسے چھیڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

لیکن اب وہ چھیڑ چکی تھی... اور اس چھیڑ کا انجام صرف اس کی گرفت نہیں، بلکہ دلدار کے اندر جاگتے ہوئے جذبات کی تپش بھی تھا۔

...اس کے سینے سے لگی وہ پلکیں جھپکنا تک بھول چکی تھی، اور وہ

وہ جیسے اپنے ہر احساس کو اس کے وجود میں اتار دینا چاہتا تھا۔

دلدار کی آنکھیں سرخ تھیں، جیسے نیند سے نہیں بلکہ کسی شدید جذبے سے بیدار ہوئی ہوں۔

اس کی خاموشی بہت کچھ کہہ رہی تھی... اور دعام، صرف سن رہی تھی—ہر وہ بات جو لفظوں کے بغیر، سانسوں میں کہی جا رہی تھی۔

اس کی بانہوں میں ایک عجیب سی بے تابی اترتی جا رہی تھی۔ دلدار کا لمس

دعام کو اپنے وجود کے آس پاس، اپنے سانسوں میں گھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ جیسے آہستہ آہستہ اپنی دنیا سے اسے کاٹ کر، اپنے حصار میں لے رہا تھا۔

دعام کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا، وہ اس کی حرکات پر پریشان تھی،

گھبراہٹ سے اس کے لب کانپے تھے لیکن زبان پر کوئی لفظ نہیں آسکا۔

دلدار کی انگلیاں بے خیالی میں اس کے اسکاف کی گرہ کو کھولنے لگی تھیں۔ وہ

اسکاف... جو نہ صرف اس کے گلے کا پردہ تھا بلکہ کل رات کے ان نشانوں کو بھی

چھپا رہا تھا جو آج بھی اس کی جلد پر دبی دبی سی سرخی کے ساتھ نقش تھے۔

جیسے ہی اسے اپنی گردن پر اس کے مونچھوں کی رگڑ محسوس ہوئی، وہ اندر سے

ایک جھرجھری سی لے اٹھی۔ سانس اس کی تیز ہو چکی تھی، اور پلکیں شدت

سے میچ لی تھیں، جیسے آنکھیں بند کرنے سے وہ خود کو اس لمحے سے بچا لے گی۔

لیکن وہ لمحہ تو جیسے اس پر حاوی ہوتا جا رہا تھا... دلدار آہستگی سے جھک رہا تھا... اسکاف کی نرمی میں لپٹی اس نازک گردن تک، جس پر اس کی دی ہوئی شدتیں آج بھی بولتی تھیں۔

دعام کی سانسیں جیسے پھنسنے لگی تھیں۔ اس کے لب تھوڑا تھوڑا کانپے، دلدار کا لمس جیسے پورے وجود کو سن کر رہا ہو۔

وہ آنکھیں بند کیے، دل تھامے، بس اس کی مونچھوں کی چبن اپنی گردن پر محسوس کر رہی تھی۔

جب اچانک، وہ دعام کو اپنی پناہوں میں قید کرتا ہوا زمین سے اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھا، دعام نے آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ لیکن بند آنکھوں کے پیچھے بھی وہ دلدار کی موجودگی کو، اس کے لمس کو، اپنے گرد سانس لیتے ہوئے شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

وہ جانتی تھی...

بخوبی جانتی تھی کہ اب وہ کیا کرنے جارہا ہے۔

ایک ہی رات میں وہ اس کی بے باکیوں کا ہر رنگ دیکھ چکی تھی —اور ہر رنگ، ہر لمس اسے کسی نئی حد تک بکھیر دیتا تھا۔

○○○○○○○

دلدار نے نہایت نرمی مگر عجیب بے قراری سے اسے بیڈ پر لٹایا تھا۔ اس کی گرم سانسیں دعام کے چہرے کے پاس تھیں۔ پھر اس کا ہاتھ آہستگی سے اپنی قمیض کے پیٹ کے قریب رُکا، اور ایک ہی لمحے میں وہ قمیض کو گردن تک کھینچ چکا تھا۔ انداز کچھ ایسا تھا جیسے اس وقت اس کی قمیض ہی اس کے جذبوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہو۔

پھر اگلے لمحے، وہ اس کا دوپٹہ —جو تھوڑی دیر پہلے ہی اس کے ہاتھوں بکھر چکا تھا— گردن سے کھینچ کر بے نیازی سے پیچھے پھینک چکا تھا۔

اس کے انداز میں تیزی تھی، بے تابی تھی... جیسے صبر کے سب بندھن ٹوٹ چکے ہوں۔

دعا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، وہ بے بس تھی، اور خود کو اس لمحے کے رحم و کرم پر چھوڑے ہوئے تھی۔

دلدار کے رویے میں وحشت نہیں تھی، لیکن وہ شدت جو خاموشی سے اسے اپنی گرفت میں لے رہی تھی...

وہ کچھ بول نہیں سکی، نہ روک سکی...

صرف اپنی آنکھوں زور سے میچے ہوئے اس کی گرم سانس سے اپنی گردن پر بکھرتے محسوس کر رہی تھی۔

بے ایمان خور... "وہ بے آواز سی بڑبڑائی تھی،"

اس کی قمیض کا ایک رخ نرمی سے کندھے سے پھسل چکا تھا، جہاں اس کے لب بڑی شدت سے گستاخیاں کر رہے تھے اور وہ لمحہ... لمحہ نہیں، جیسے کوئی راز تھا جو چھپ نہ سکا۔

دلدار، جو لمحہ بھر پہلے اس کی سانسوں کو اپنے اندر اتار رہا تھا، اچانک رکا۔ لب اس کے کندھے سے ہٹاتے ہوئے اس کے چہرے پر نظریں جمائی تھی۔

اس نے جھک کر دعام کی آنکھوں میں جھانکا۔ نگاہوں میں شوق نہیں، سوال تھا۔

میرا سوہنا مکھڑا منمناتا بھی ہے، کیا بول رہا ہے مجھے بھی تو سنائی دے۔ بے ایمان تو سمجھ گیا خور "مطلب؟" اس کے انداز میں عجیب سا دلکشی بھرا اجبر تھا، جیسے وہ الفاظ کو لبوں سے کھینچنا چاہتا ہو۔

دعام نے لب بھینچے، مگر اگلے لمحے وہی لب دلدار کی انگلیوں کے حصار میں تھے۔

ان پر میرا حق ہے، تم انہیں بھینچنے کا کوئی حق نہیں رکھتی، وہ دو انگلیوں کے بیچ اس کے لبوں کو تھام کر نہایت دھیرے سے ان پر دباؤ ڈال رہا تھا، جیسے سزا دے رہا ہو، اس حرکت کے بدلے۔

کچھ۔۔۔کچھ۔۔ نہیں... بس ایسے۔۔۔ہی ایک۔۔۔لفظ یاد۔۔ آگیا" تھا..."وہ شرمندہ سی، نظریں چرائے بولی۔

لیکن دلدار کے چہرے پر نرمی نہیں، تپش تھی۔

"میری قربت میں تمہیں *یہی* لفظ یاد آیا؟"

میرا میٹھا سائیں کچھ اور کہہ کر نہیں پکار سکتی تھی؟'بے ایمان خور'... یہ نام دیا" ہے تم نے مجھے؟ مطلب سمجھاؤ اس کا۔" دعام نے ہلکی سی سانس کھینچی۔

کچھ۔۔۔خاص۔۔ مطلب نہیں...جو شخص وعدے کر کے مکر جائے، باتوں" "سے پلٹ جائے...اُسے کہتے ہیں بے ایمان خور۔

اور تمہیں لگا میں وہ ہوں؟" دلدار کی آوار شرارت تھی،"

۔ن۔۔ نہی۔۔۔ نہیں ایسے ہی منہ سے۔۔ نکل۔۔۔ گیا۔۔اس کی آنکھوں

سے صاف خوف جھلک رہا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ یہ شخص نرم تو ہو سکتا ہے، لیکن کمزور نہیں۔اس کی ذات میں

پناہ بھی تھی اور کوئی خطرہ بھی۔

اور دعام... اس وقت دونوں کے بیچ میں پھنسی ہوئی تھی۔

میں نے تمہارے ساتھ کیا بے ایمانی کی ہے؟"میر اگلاب سائیں، دعام کے "

الفاظ میں ایک خاموشی چھپی ہوئی تھی، لیکن اس کا انداز دلدار کے دل میں

گہرائی سے اتر رہا تھا۔۔

اپنی قمیض کو کندھے سے ٹھیک کرتے ہوئے، اس نے نرمی سے اپنا ہاتھ اپنی

گردن پر رکھا،

تاکہ رات کی شدتوں کے نشانات اس کی آنکھوں سے چھپ جائیں۔

یہ چھوٹا سا عمل، دلدار کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھیر گیا۔اس کے ہاتھ کو اپنی مٹھی میں بھرتے ہوئے اس نے گردن سے ہٹایا تھا، جبکہ جس بے باکی سے وہ اس کی نشانات پہ نگاہیں گاڑے ہوئے تھا وہ اس کو مزید شرمندہ کر رہی تھی

آپ۔۔۔نے تو کچھ۔۔۔ بھی نہیں کیا، بتایا۔۔۔میں نے۔۔وہ بس لفظ یاد"
۔۔۔آ۔۔گیا تھا۔اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

اس وقت یاد کرنے کے لیے کوئی اور لفظ نہیں ملا تھا، میرے بہانے باز سائیں کو، دلدار نے مسکراتے ہوئے اس کے لبوں کو شدت سے چوما۔

بتاؤ کیوں بولا مجھے بے ایمان خور، اب کی دفعہ انداز تھوڑا بدلہ تھا اس کے لبوں کو شدت سے چومتے ہوئے وہ ایک ہاتھ اس کی گردن پر رکھے اس کے نشانوں کو سہلا رہا تھا۔

"وہ۔۔۔آپ۔۔کو۔نی۔۔۔نہیں۔۔۔۔

کیوں بولا۔۔۔۔۔"اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ اس کے سرخ نشان پر تھوڑا سا انگوٹھے کا دباؤ ڈالتا ذرا سختی سے بولا۔

کیونکہ۔۔۔ آپ ہو۔۔۔"شیر دل کی سواری کرنے جارہے تھے نا

، آپ۔۔۔ ایما۔۔۔ن۔۔ خود۔ کہیں۔۔۔ کے۔۔۔۔ یہاں

بیڈ۔۔۔ پر۔۔۔ آگئے۔۔۔ جن۔۔ کہیں۔۔ کے، وہ لب بھیجتے اقرار کرگئ تھی کہ بے ایمان خور اسی کو بولا گیا تھا۔جب کہ اپنی بے اختیاری اور معصومیت میں وہ اسے جن بھی کہہ گئ تھی جس پر دلدار کی سب آنکھیں شرارت سے چمکی،

بے ایمان خور میں ؟"اس نے جھٹکے سے اپنی بازوؤں کو دعام کی کمر کے گرد" لپیٹتے اپنے قریب کھینچ لیا۔

میرا میٹھا سائیں، میں تمہاری سوچ سے کہیں زیادہ بڑا بے ایمان خور" ہوں..."دلدار کی آواز میں رقصاں خطرہ تھا، وہ دعام کے کندھوں سے پردے ہٹاتے ہوئے، اپنی انگلیوں کو اس کی گردن سے کندھے کے درمیان

گھماتا اس کے نشانات پر لب ٹھہرنے لگا، جو ابھی بھی اس کی گردن پر نمایاں تھے۔

دعام نے آنکھیں جھکا کر خاموشی اختیار کی،

لیکن دل کی دھڑکن بتا رہی تھی کہ وہ اس جذبے کی شدت کو محسوس کر رہی ہے۔

دلدار کی ہر حرکت میں، ہر لمس میں،

وہ بے ایمانی بھی تھی، عشق بھی، اور ایک خاص قسم کی ضد بھی، جو صرف دو دلوں کے بیچ سمجھ آتی ہے۔

دلدار کی دیوانگی اپنے عروج پر تھی۔

وہ دعام کو اس جنون میں یوں چوم رہا تھا کہ جیسے وہ اس لمحے میں مکمل طور پر صرف اُسی کی ہو گئی ہو۔ نہ وہ اس کے سینے سے الگ ہو پا رہی تھی،

نہ ہی اسے خود سے دور کر پانے کی سکت رکھتی تھی۔

وہ اس کی باہوں میں قید، اس کی شدتوں کی خاموش گواہ بن چکی تھی۔

دلدار کا ہر لمس،

ہر بوسہ،

اپنے اندر ایک ایسا پیغام رکھتا تھا جس میں صرف جذبہ، تڑپ اور دیوانگی تھی۔

اس کا جنون،

ہر حد پار کرتا جا رہا تھا۔

دعام جیسے مکمل طور پر اس کے احساس کی قید میں آ چکی تھی۔

یہ جو سلسلہ شروع ہوا تھا... یہ صرف محبت کا طوفان نہیں تھا، یہ دلوں کی سرحدوں پر شروع ہونے والا ایک طوفان تھا

جو رکنے والا نہیں تھا، نہ دلدار کی خواہشیں تھمنے کو تیار تھیں۔ اور نہ دعام کی خاموشی میں کوئی انکار باقی بچا تھا۔

○○○○○○○○

وہ اب بھی اسی کی باہوں میں سو رہا تھا۔ ساری رات نہ خود سویا تھا نہ اسے سونے دیا تھا۔ صبح بھی اس کے جذبات مچل اٹھے تھے جسے پوری طرح سے شانت کرنے کے بعد وہ گہری نیند اتر گیا تھا اب اتنی نیند تو بنتی تھی،

دعام کی آنکھ کھلی تو نگاہیں اس کے چہرے سے بندھ سی گئی تھی وہ پوری طرح سے اس کی شدتوں میں بکھری ہوئی تھی اچھی خاصی تھکاوٹ محسوس کرتی اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

دلدار یلغار... اس کے نازک لبوں پر اس کا نام آیا تھا لیکن بالکل ایک سرگوشی کی آواز میں۔

یہ شخص، جو دعام کی زندگی میں زبردستی شامل ہوا۔ اس کی مرضی کے خلاف، اس کے جذبات کو روندتے ہوئے۔ وہ گہری نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی سوئے ہوئے بھی اس کی دلکشی جیسے آسمان کو چھو رہی تھی۔

وہ صرف ایک مرد نہیں تھا... وہ دعام کا محرم تھا۔ اس کا پہلا رشتہ... اس کا پہلا لمس... اس کا پہلا سچ۔ شاید دعام نے آج تک دلدار سے محبت نہیں کی، لیکن دلدار؟ وہ تو اس لڑکی کا دیوانہ تھا۔

جنون کی آخری حد پر کھڑا ہوا وہ شخص، جس کے لیے دعام صرف بیوی نہیں... اس کا عشق تھی۔

ساری رات وہ سویا نہیں تھا۔ دعام کو خود سے جدا نہیں ہونے دیا۔ اور اب جب وہ گہری نیند میں تھا تو اس کے چہرے پر کوئی تھکن نہیں، ایک سکون تھا۔

ایک اطمینان... کہ وہ اب دعام کے قریب ہے، دعام اس کی ہے، اس کے دل کے اندر رہے۔

وہ عام مرد نہیں تھا۔ قد چھ فٹ سے نکلا ہوا، چوڑا سینہ، ہڈیوں میں کچھ ایسا... رعب کہ نظر جھک جائے۔ لیکن اس کی سب سے خطرناک اور خوبصورت چیز اس کی آنکھیں تھیں۔

وہ سبز آنکھیں... جنہیں دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے کوئی جنگل آنکھوں میں سمٹ آیا ہو۔

پُراسرار، گہرے، اور خطرناک حد تک سچے۔ وہ اپنی دنیا کا بادشاہ تھا اپنے آپ میں ایک راجہ تھا اور دعام وہ لڑکی تھی جو رب کو چاہتی تھی، شکر ادا کرنے والی۔ وہ دلدار سے محبت نہیں کرتی تھی، ہاں وہ اس کے پہلے لمس کو محبت کا نام نہیں دے سکی تھی۔ لیکن وہ اس رشتے سے انکار بھی نہیں کر رہی تھی۔

کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ اس کا رب جو بھی لکھتا ہے، بہتر لکھتا ہے۔ اور اسی لیے آج، دعام نے دلدار کو اس کی محبت کے بدلے میں محبت نہیں دی... لیکن اس کے رشتے کے بدلے میں دل دے دیا۔

قبول کر لیا اسے...

ایک فرض سمجھ کر۔ محبت نہ بھی ہو،

محرم ہے وہ... اور محرم ہونے کا حق، دعام اسے دل سے دے چکی ہے۔

وہ کب کی اسے دیکھ رہی تھی، لیکن دلدار اب بھی نیند کی گہرائیوں میں تھا۔ اس کے بازوؤں میں دبی، وہ کچھ پل یونہی چپ چاپ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

وہ چہرہ... جو بے خبری میں بھی عجیب سا سکون دیتا تھا۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، جیسے کوئی خوبصورت خواب دیکھ رہا ہو۔

شاید وہی خواب جس کا وہ حصہ بن چکی تھی، چاہے وہ خود نہ چاہتی ہو۔ دعا م نے آہستہ سے اپنی نظر ہٹائی، اور چھت کی طرف دیکھنے لگی۔

اللہ... یہ اتنا بڑا بیڈ اس پہاڑی پر کیسے لائے ہوں گے؟" ** وہ دل ہی دل" ** میں بڑبڑائی،

پھر بے ساختہ دلدار کی طرف دیکھا۔ اسے ہنسی بھی آئی، اور حیرت بھی ہوئی۔ دلدار واقعی کچھ بھی کر سکتا تھا، وہ اب جان چکی تھی۔

"اب کیا سارا دن اسی بیڈ پر پڑی رہوں؟"

وہ خود سے الجھی، کمبل ایک طرف کیا اور لمبی سانس لی۔

دلدار بے خبر نیند کی آغوش میں تھا، چہرے پر سکون سا سایہ، جیسے اسے اس دنیا سے کچھ لینا دینا ہی نہ ہو۔ لیکن اس کے پیٹ میں تو باقاعدہ جنگ چھڑ چکی تھی۔

نیچے قبیلے میں چلی جاؤں؟ شاید وہی کل والی مائی ہوں... کچھ کھانے کو دے "دیں۔" دل میں خیال آیا، اور ساتھ ہی نظر دلدار پر پڑی۔

نہیں... انہیں جگایا تو پھر جن بن جائیں گے۔ یوں سوتے ہوئے ہی اچھے لگتے" ہیں۔" وہ ہلکا سا مسکرائی، نظریں پھر سے اس کے چہرے پر جمائی۔ تھا تو پیارا اس میں کوئی شک نہیں تھا،

، بھوک اب واقعی ستانے لگی تھی۔

اس جن نما آدمی کو تو میری بھوک کا احساس ہی نہیں... خود تو رات بھر جاگتے" "رہے، اب ایسے سوئے ہیں جیسے دنیا سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔

پیٹ کے چوہے اب باقاعدہ دھرنا دے چکے تھے، ان کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

اکیلا نیچے جانا عجیب لگتا ہے، پر نماز کا وقت بھی ہو گیا ہے... "وہ خود میں الجھتی" اہستہ سے اس کا ہاتھ پیچھے کرنے لگی تو دلدار نے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا لیکن وہ اگلے ہی لمحے آنکھیں بند کر کے سونے کا ناٹک کرنے لگی تھی،

اس وقت وہ اس کی شدتیں سہنے کی کنڈیشن میں بالکل نہیں تھی اور جتنا وہ اسے سمجھی تھی وہ ضرورت سے زیادہ رومینٹک انسان تھا،

دلدار اسے پوری طرح اپنی نگاہوں کے حصار میں لیتا یہ یقین کرتے ہوئے کہ وہ سو رہی ہے اس کی گردن پر اپنے لب رکھتا دوبارہ گہری نیند اتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دعام نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور گہری سانس لی تھی وہ سچ مچ میں دوبارہ سو گیا تھا اب کی دفعہ اس کے کھسکنے کا انداز ذرا نرالا تھا وہ بالکل ذرا ذرا کھسکتی بیڈ سے کنارے تک آئی تھی اور پھر اس کے بازو کو اس انداز میں پیچھے کیا جس سے وہ خود میں قید کر رہی ہو۔

فرش پر قدم رکھتے ہوئے اس نے گہری سانس لی تھی جیسے جیل سے ہی آزاد ہوئی ہو

اس نے جلدی سے فریش ہونے کا ارادہ کیا۔ بھاگ کر واش روم میں بند ہو گئی۔

سکون سے فریش ہونے کے بعد وضو کیا، اور باہر آ کر جائے نماز بچھا کر ظہر کی نیت باندھ لی۔ یہی اس کی اصل تھی۔

ہر حال میں شکر، ہر لمحے میں عبادت۔ نماز مکمل کر کے اس نے الماری سے ایک بہت خوبصورت کڑائی والی چادر نکالیا اور اب وہ فیصلہ کر چکی تھی... چاہے جن جاگے یا سوتا رہے، وہ نیچے جائے گی۔

کیونکہ اب زندگی یہی تھی۔ اور اسی زندگی کو نبھانا بھی تھا۔ اسی زندگی کو سمجھنا بھی تھا۔

○○○○○○○

آسمانی رنگ کی گھٹنوں تک آتی فراک میں وہ کسی خواب کی طرح لگ رہی تھی۔لمبے سیاہ بال بلکل سیدھے، کاندھوں کے پیچھے کیچر میں سلیقے سے سمیٹے ہوئے۔

سر پر شفون کا دوپٹہ رکھا تھا، جو اس کے چہرے کے نور کو اور زیادہ نکھار رہا تھا۔

اس نے خود کو چادر میں ایسے ڈھانپ رکھا تھا کہ فراک کا رنگ بس دھندلا سا جھلک رہا تھا،

چوری دار پجامے کی ہلکی سی جھلک پڑتے ہی زمین پر جیسے نرمی برسنے لگی ہو۔شفون کا وہ دوپٹہ، جس کا ایک سرا چادر کے نیچے سے پھسل کر زمین سے زرا اوپر ہوا کے سنگ، نیچے کی طرف سرک رہا تھا۔

پاؤں میں جو سفید نازک چپل تھی، وہ بازار سے نہیں، خاص اس کے نازک قدموں کی ناپ پر بنوائی گئی تھی۔جو اسے کسی طرح کی تکلیف نہ دے۔پاؤں میں چھن چھن کرتی پائل کی آواز اسے خود بے حد پسند تھی کیونکہ وہ الگ آواز

تھی بہت الگ۔۔۔" اس نے نوٹ کیا تھا اس کی ہر وہ چیز جو دلدار نے اس کے نام کی تھی بہت الگ تھی بہت خوبصورت تھی۔

ایسی خوبصورتی، جو سوچ سمجھ کر سجائی جائے۔ مگر اس میں بھی معصومیت اتنی تھی

کہ وہ دل کو چھو جانے والا منظر بن گئی تھی۔

وہ پہاڑ بہت آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی، ابھی اس کے پاؤں کو عادت نہیں تھی ان سخت پتھروں سے گزرنے کی۔

نیچے میدان میں بالا اور جمرو کسی بات پر الجھ رہے تھے جب ان کی نظر بے ساختہ اوپر سے اترتی اس دعام پر پڑی، بالا نے جیسے ہی اسے تنہا پہاڑ سے اترتے دیکھا، اس کا دل ہلکا سا کھٹکا۔

جمرو تو فوراً ہی اوپر کی طرف لپکا، مگر بالا اس سے بھی زیادہ پھرتی دکھاتا ہوا، اس کے قریب سے ہوا کی طرح گزرا، ڈھول سا لمبا تڑنگا وجود اس کے عین سامنے جن کی طرح آن کھڑا ہوا۔ تو اس نے بے ساختہ قدم پیچھے ہٹائے۔

السلام علیکم، بھابھی!" دونوں نے یک زبان ہو کر سلام کیا۔ وہ ان کے اچانک "
سامنے آجانے پر گھبرا سی گئی تھی۔

لیکن بڑی مشکل سے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لا کر ان کے سلام کا جواب دے دیا۔

پاگل انسان! آرام سے بھی آسکتا تھا، بھابھی کو ڈرا دیا تو نے! دیکھ بیچاری گھبرا "
گئی!" بالا نے فوراً جمرو پر سارا الزام ڈال دیا۔

نہیں، میں نہیں گھبرائی..." وہ نرمی سے بولی، اس کی آواز میں وہی معصومیت "
تھی جو چہرے پر لکھی جا سکتی تھی۔

آپ اکیلی آئی ہیں، بھابھی؟" جمرو نے حیرت سے پوچھا۔ "

تو کیا فوج لے کر آتی؟" بالا نے طنز کیا، جب کی آنکھوں ہی آنکھوں میں وارننگ بھی دی کہ کوئی فضول سوال نہ کیا جائے، کیونکہ سارے فضول سوال وہ خود کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

جمرو نے شرمندہ ہو کر سر کھجایا اور فوراً سنبھلتے ہوئے بولا،

بھابھی، آپ کچھ کھائیں گی؟ میرو بتا رہا تھا کہ آج آپ کے کمرے میں کھانا" بھی نہیں گیا۔

"!میں ابھی انتظام کرواتا ہوں

وہ اس کے راستے سے ہٹتا ہوا آگے بڑھا، تو وہ دھیرے دھیرے، اس کے پیچھے چلنے لگی۔

بھابھی، آپ ویجیٹیرین ہیں نا؟ تو آپ کے لیے میں ابھی کچھ مزیدار سا خاص" کھانا تیار کرواتا ہوں!" جمرو بڑی تیزی سے سردار کی چارپائی کے قریب پہنچا، اور اندر بھاگ کر تکیہ لے آیا۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اس مخصوص چارپائی پر نہ صرف ہاتھ سے صاف کی ہوئی سفید چادر بچھائی گئی تھی، بلکہ اسے صاف ستھرا اور خاص ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی گئی تھی۔

دعام خاموشی سے اردگرد دیکھنے لگی۔

پورا قبیلہ کسی گہری نیند میں ڈوبا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

نہ کوئی عورت دکھ رہی تھی، نہ کسی بچے کی آواز... بس ہوا کی ہلکی سرسراہٹ اور پہاڑوں کی گونج۔

"باقی سب کہاں ہیں؟" وہ چارپائی پر بیٹھنے لگی تو سوال بے اختیار لبوں سے نکل گیا۔

بالا اس کے عین سامنے زمین پر الٹی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

وہ فوراً چونکی، "آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہیں؟ پلیز، یہاں اوپر آجائیں نا..." اس کا انداز حقیقتاً پریشان تھا۔

تبھی جمرو دوڑ کر ایک صاف چھوٹی میز لا کر اس کے سامنے رکھنے لگا۔ بالا مسکرا کر نفی میں سر ہلانے لگا،

ارے نہیں بھابھی... میں ٹھیک ہوں۔ یہ چارپائی صرف اور صرف سردار کی" ہے۔ جب وہ یہاں ہوتا ہے، تب میں اس کے ساتھ بیٹھتا ہوں۔

"اب اس وقت اس تخت پر صرف آپ کا حق ہے۔

دعا نے حیرت سے ایک نظر اسے دیکھا، اور پھر اردگرد کے سناٹے پر نگاہ ڈالی۔

"باقی سب لوگ؟"۔۔۔۔۔"

سب اپنے اپنے خجروں میں ہیں۔ کام کاج محنت مزدوری، بزنس شزنس ہم" "!رات کو کرتے ہیں نا

وہ شرارت سے بولا، اور اس کے آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھری تھی۔

دعا م نے جیسے ہی اس کی بات کا مطلب سمجھا، بس خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلا دیا۔

ڈکیتی، چوری، ڈاکہ سب محنت مزدوری کام شام بزنس شرنس کے کھاتے میں" ڈالتے ہوئے اس نے اپنے کام کو بڑا معتبر ظاہر کیا تھا۔

ابھی وہ بالا کی باتوں پر مسکرا ہی رہی تھی کہ جمرو ایک ٹرے تھامے حاضر ہو گیا۔ اس کے پیچھے دو اور آدمی بھی بڑی احتیاط سے ٹرے سنبھالے آ رہے تھے۔

ایک ٹرے میں تازہ پھل سجے تھے، باقی دو میں آلو کا خوشبو دار سالن، ابلے چاول، دال چنے، میٹھے میں سویاں اور کھیر رکھی گئی تھی۔

الگ سے چائے کا کپ بھی رکھا گیا تھا جیسے کسی نواب کی ضیافت ہو۔

دعا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

یہ سب کچھ... میرے لیے؟" اس نے ایک نظر صرف ایک پلیٹ پر ڈالی اور" اندازہ لگالیا کہ یہ تمام اہتمام صرف اس کے لیے تھا۔

"آپ سب بھی کھائیں نا۔"

وہ نرمی سے بولی، لیکن جواب جمرو کے مخصوص شوخ انداز میں آیا،

"!ہم ویجیٹیرین نہیں ہیں، غیر شدّ شا کاہاری ہیں"

وہ شرارت سے بولا تو بالا بھی ہنس پڑا۔

اس کا مطلب ہے بھابھی ہم یہ دال سبزیاں نہیں کھاتے۔ اور ویسے بھی ہم صبح کا ناشتہ کیا دوپہر کا کھانا بھی کھا کر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ مزے سے بولا تھا جبکہ اتنے مزے کے کھانے سامنے دیکھ کر دعام کا اپنا معدہ بھی خوشی سے دھڑک اٹھا تھا، لیکن ساتھ ہی ایک عجیب سا احساس بھی ہو رہا تھا

یہ سب... صرف اس کے لیے؟ اتنا سب کچھ تو وہ نہیں کھا سکتی تھی۔

گرمی بہت ہے نا، بھابھی!" جمرو کی آواز پر وہ چونکی تو دیکھا وہ جانے کہاں سے" ایک سٹینڈ فین اٹھا لایا تھا،

اور اب پوری احتیاط سے اسے پلگ میں لگا کر اس کی طرف گھما رہا تھا۔ ہوا کا نرم جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا تو وہ بے اختیار پلکیں جھپکنے لگی۔

یہ سب کچھ... یہ وی آئی پی ٹریٹمنٹ... وہ حیران تھی۔

جس قبیلے کے لوگ پہلے وحشی لگے تھے، وہ آج اسے عزت کی انتہا دیتے دکھ رہے تھے۔

اور شاید... یہ سب صرف اس لیے تھا کیونکہ وہ اب اس جن جیسے آدمی کی "بیوی" تھی۔

یہاں اتنی خاموشی کیوں ہے؟ نہ کوئی عورت، نہ بچہ... کہیں بچے اسکول تو نہیں گئے؟" دعام نے نرمی سے سوال کیا، جیسے خود ہی جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہو۔

ارے نہیں بھابھی..."جمرو نے سر ہلا کر نفی کی۔"

بچے بیچارے اسکول کہاں جائیں گے قبیلے سے؟ ہاں... پڑھائی کا وقت ضرور" ہے۔ ہمارے ہاں ایک مائی ہے جو بچوں کو پرائیویٹ پڑھاتی ہے۔ سال کے آخر میں ہم انہیں پیپر دلواتے ہیں۔

بالا نے بھی بات بڑھائی، "ہمیں حکومت کی ڈگریوں کی ضرورت نہیں، لیکن پھر بھی... علم تو چاہیے نا۔ ہمارے بچے بھی کچھ نہ کچھ بنیں۔

کل آپ نے دیکھا تھا نا... وہ کمزور سا بچہ، نیلا لباس، آنکھوں پر عینک؟" جمرو کے لہجے میں فخر اتر آیا۔

بورڈ میں دوسری پوزیشن لی ہے اس نے۔ آٹھویں جماعت کا ٹاپر ہے۔ کمپیوٹر بھی ٹکاٹک چلاتا ہے۔ اب نویں کے پیپر دے گا۔" دعا مخاموشی سے نوالہ لے کر منہ کی طرف لے جا رہی تھی کہ بالا کا اگلا سوال اسے چونکا گیا۔

ویسے آپ کہاں تک پڑھی لکھی ہیں بھابھی؟ سنا ہے آپ کی امی اسکول کی ٹیچر تھیں؟" وہ حیرت سے بالا کو دیکھنے لگی۔

یہ لوگ... اس کے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتے تھے؟

بھابھی، ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ تین چار سال سے جانتے ہیں جب سے سردار نے آپ کو پہلی بار بس میں دیکھا تھا۔ پتا ہے... آپ کے ابا پولیس میں

حولدار تھے اور بہت ایماندار افسر تھے آپ کی امی پرائیویٹ اسکول میں پڑھاتی تھیں، اور آپ ان کی اکلوتی اولاد۔" دعام کے ہاتھ تھم گئے۔

یہ سب اتنی تفصیل سے کیسے جانتے تھے؟

سردار آپ کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔تب سے جانتا ہے،" بالا" "مسکرایا،

دعام کی آواز دھیمی پڑ گئی،" اور میں... میں تو سردار کے بارے میں کچھ بھی "نہیں جانتی۔

جمرو نے نیچے زمین پر بیٹھے بیٹھے آہستہ سے کہا،

سردار کو جاننا ہو تو یہ جان لیں بھابھی، اس کا ایک ہی اصول ہے... 'حق کے" لیے مر مٹو، سر جھکانے کی ضرورت نہیں۔

اور جہاں لگے کہ وہ تمہارا حق ہے... وہاں سے کبھی پیچھے نہ ہٹو۔'' جمرو نے سانس کھینچا،

اس کے ماں باپ... دونوں ڈاکو تھے۔ دلاور سکندر نام تھا سردار کے ابا کا۔ تاؤ" بھی سردار تھا، مگر ایک وفادار بیوی کے ساتھ۔ تائی... وہ اس کی ہمسفر تھی، ہر حال میں ساتھ دینے والی۔

ایک چھوٹی بہن بھی تھی سردار کی۔ "جمرو کی آنکھوں میں کچھ لرز گیا،

پھر ایک دن وردی والوں نے قبیلے پر دھاوا بول دیا۔ سب جلا دیا... لوٹ لیا... "

...مار دیا

بس چند بچے بچ گئے، سردار انہی میں سے ایک تھا۔ "اب کی بار دعا م خاموش تھی،

اس نے دونوں کے چہرے کی طرف دیکھا... جہاں شرارتیں دفن ہو چکی تھیں، اور فقط ایک پرانا زخم باقی تھا... جو ابھی تک تروتازہ تھا۔

○○○○○○○○

دھوپ سیدھی آسمان کے بیچ چمک رہی تھی، پہاڑوں کے سائے زمین پر پڑ رہے تھے، اور قبیلے کا میدان ایک خاموش گواہ بن کر سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

دعام خاموشی سے اپنے سامنے رکھی تھالی میں نوالہ توڑ رہی تھی، لیکن اس کی نظریں بار بار جمرو اور بالا کی طرف جا رہی تھیں۔ جو اسے قبیلے کے بارے میں بتا رہے تھے۔

دیور جی "ایک بات پوچھوں؟" اس نے آخر کار ہمت کر کے پوچھا۔ بالا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، اس کا دیور جی بہت میٹھا تھا۔

پوچھو بھابھی۔" وہ فوراً بولا۔"

ڈاکو جی کا میرا مطلب ہے، دلدار کا... کوئی تھا؟ مطلب کوئی خون کا رشتہ ماں" باپ کے علاوہ؟ اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ سب کچھ جاننے کی خواہش تو " تھی لیکن سمجھ نہیں آ رہا تھا کیسے پوچھے۔۔۔

بالا اور جمرو نے ایک دوسرے کو دیکھا، اور پھر ایک گہری سانس لی۔ بالا نے ہاتھ سے زمین پر بے وجہ پھیرا، جیسے وقت کی گرد صاف کر رہا ہو۔

ابھی بتایا نا ایک بہن " تھی... " بالا نے آہستہ سے کہا، " ایک بہن تھی اس کی...

بہت پیاری، بہت معصوم۔ تاو کی لاڈلی تھی۔۔ " دلدار بڑی مار کھاتا تھا تاو سے

جب اسے چھیڑتا۔ بالا مسکرایا جبکہ " تھی " لفظ پر دعام کی پلکیں تھرتھرا گئیں۔

پھر؟ " اس نے پوچھا "

پھر قسمت نے وہ بھی چھین لی... " بالا کی آواز بھرا گئی، "

ایک رات قبیلے پر حملہ ہوا۔ پولیس اور کچھ دشمن قبیلوں نے مل کر قہر "

ڈھایا۔ باپ ماں، سب مارے گئے۔ کچھ زندہ بچے بھی، کچھ بچھڑ گئے۔ اور

" دلدار... وہ اندر سے ٹوٹ گیا۔

کیونکہ اس کی بہن کو، صرف کالی رات نے نہیں بلکہ بعد میں ایک جان لیوہ

بیماری نے چھین لیا۔

اس دن کے بعد وہ دلدار نہیں رہا، سردار بن گیا۔ "

جمرو نے بات آگے بڑھائی۔

سرداری تو اس کے خون میں تھی۔ پہلے وہ بھی ہمارے جیسا تھا۔ عام سا لڑکا، ہنستا تھا، کھیلتا تھا، ہر بات پر لڑتا بھی تھا اور گلے بھی لگا لیتا تھا۔ لیکن اُس دن نے سب کچھ بدل دیا۔"

بالا نے نرمی سے دعام کو دیکھا،

"میں اس کے ابا کو تاؤ کہتا تھا۔ ہم دونوں ایک ساتھ بڑے ہوئے۔ ایک ہی تالی میں نوالے توڑے، ایک ہی پہاڑ پر دوڑیں لگائیں۔ لیکن پھر جب ظلم حد سے بڑھ گیا، تو دلدار نے وہ فیصلہ کیا... جو کبھی واپس نہیں ہو سکتا تھا۔"

کون سا فیصلہ؟" اس نے بے ساختہ پوچھا۔"

"سردار بننے کا... ظالم بننے کا... وہ ظلم جو اس نے جھیلا، وہی اس کے اندر بس گیا۔ آٹھ سال ہو گئے، وہ قبیلے کا سردار ہے۔ کوئی نہیں بولتا اس کے سامنے، کوئی نہیں سے اٹھاتا اُس کے خلاف۔"

کہتے ہیں ہماری نسلیں چالیس سال سے ڈاکہ ڈالتی آئی ہیں، لیکن دلدار جیسا" سخت دل، جبر والا سردار کبھی نہیں دیکھا۔" بالا نے دھیمے لہجے میں کہا،

دعام کی آنکھوں میں نمی آگئی۔اس نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں نوالہ توڑتے توڑتے کپکپاہٹ محسوس کی۔

ارے بالا! بھابھی کو کیوں ڈرا رہے ہو یار؟ کوئی ظالم شالم نہیں ہے وہ!" جمرو" نے دعام کے چہرے کی رنگت بدلتے ہی فوراً بالا کو کہنی ماری،

سردار سخت ہے، لیکن صرف اُن کے لیے جو سختی کے لائق ہیں۔باقی تو بھابھی" "آپ میں تو سردار کی جان بسی ہے۔

دعام نے نظریں جھکا لیں، دل جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا ہو۔اسے سردار کے وہ لمحے یاد آگئے جب وہ بغیر کچھ کہے صرف اس کے لبوں پر بوسہ دے کر ساری دنیا سے الگ کر دیتا تھا۔

جمرو نے نرمی سے مسکرا کر کہا،

ہاں ہاں بھابھی، پریشان نہ ہوں۔ آپ تو ہماری سردارنی ہیں، آپ پر تو سردار "جان چھڑکتا ہے۔"

بالا نے دعام کے چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو بغور دیکھا، پھر ہنستے ہوئے بولا،

"یہ سب تو کچھ بھی نہیں بھابھی، آپ کی رخصتی سے پہلے ہم سردار کو آپ کی قسمیں دے کر وہ کام بھی کروا لیتے تھے، جو وہ کبھی کسی کے لیے نہ کرتا تھا۔"

اب کے بار بالا کے لہجے میں شوخی تھی، آنکھوں میں چمک، جیسے وہ اسے احساس دلانا چاہتا ہو کہ وہ صرف سردار کی بیوی نہیں... سردار کے دل کا وہ کونا ہے جہاں صرف نرمی، اپنائیت اور سکون رہتا ہے۔ دعام نے آہستہ سے سر اٹھایا، اُس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی... اور آنکھوں میں نمی۔

اسے یقین ہو چلا تھا... کہ جو شخص سب کے لیے ظالم ہے، وہ اس کے لیے صرف ایک چاہنے والا شوہر ہے، جو اسے میٹھے ناموں سے پکارتا ہے۔ یہ کیا اس کا لہجہ اس کے لیے نرم ہے۔ لیکن باقیوں کے لیے تو شاید وہ لفظوں کو استعمال

ہی نہیں کرتا تھا، لیکن وہ اس کی قسم پر کوئی بھی کام کروا لیتے تھے یہ سن کر اسے حیرت ہوئی تھی۔

"کون سے کام کرواتے تھے آپ لوگ میری قسم دے کر؟... اور وہ مان بھی جاتے تھے؟"

اس نے ایک ہی سانس میں دو سوال کر ڈالے تھے۔

پہلے سوال میں ایک معصوم سا تجسس چھپا تھا، جیسے کسی بچی نے کوئی نیا راز سن لیا ہو...

جبکہ دوسرے سوال میں بے یقینی صاف جھلک رہی تھی۔ جیسے اسے اب تک یقین نہ آیا ہو کہ دنیا میں واقعی کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے... جو اس سے اس حد تک محبت کرتا ہو...

ایسی محبت جس میں اس کی بات، اس کی خوشی... سب سے بڑھ کر ہو۔

بالا نے جھینپ کر جمرو کو دیکھا، پھر ہنستے ہوئے سر جھٹکا،

ارے بھابھی... وہ سب باتیں بتانے والی نہیں ہوتیں۔ کچھ راز راز ہی اچھے "

" لگتے ہیں۔

پھر جھک کر کھانے کی طرف دیکھا۔ لیکن دعام کو یوں چپ چاپ دیکھ کر وہ پریشان ہوا تھا وہ کچھ کھا کیوں نہیں رہی تھی اور اب تو وہ کھانا چھوڑ بھی چکی تھی

۔

بھابھی... آپ نے تو کھانا ہی چھوڑ دیا! یہ چڑیا جیسے نوالے آپ نے لیے ہیں؟" اتنا کم کھا کر کیسے گزارہ ہو گا آپ کا؟" سردار تو جان نکال دے گا کہ اس کی بیوی کو کھانا نہیں دیا ہم نے

جمرو فوراً بول اٹھا،

ہاں بھابھی، اگر یہ پسند نہیں تو ہم کچھ اور لا دیں گے بتاو نا کیا کھاو گی؟ ہم ابھی" لے آتے ہیں۔" ان دونوں کے لہجے میں پریشانی تھی جبکہ دعام نے آہستگی سے نظریں اٹھائیں اور بے ساختہ انگلی ان دونوں کے پیچھے کی طرف اٹھا دی۔

وہ... وہاں... آم کا درخت... "مجھے کچا آم کھانا ہے، اس کے لہجے میں بچوں سی" فرمائش تھی۔ جمرو نے چونک کر پیچھے دیکھا، اور ہنستے ہوئے بولا،

"اوہو! تو بھابھی کی نظریں کب سے آم پر لگی ہوئی تھیں؟"

بالا نے شرارت سے دعام کو دیکھا، "واہ سرادنی آم کا درخت نظر آگیا۔" دعام کی پلکیں جھک گئیں۔ وہ کچھ نہ بولی، لیکن چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی... اور وہ مسکراہٹ بتا رہی تھی۔

اسے بھی چھوٹی چھوٹی فرمائشیں کرنا خوب آتا تھا۔ لیکن آج پہلی دفعہ کی تھی۔

اور وہ دونوں... بالا اور جمرو... ایسے بیٹھے تھے جیسے ان کی زندگی کا اصل مقصد بس دعام کی ہر فرمائش پوری کرنا۔

جیسے ہی اس نے آم کے درخت کی طرف اشارہ کیا، دونوں ایک پل میں زمین سے اٹھے، اور اگلے ہی لمحے درخت کی شاخوں پر چڑھے ہوئے تھے۔

دعام نیچے کھڑی انہیں حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

درخت کی شاخوں پر جیسے چھوٹی سی جنگ چھڑ گئی تھی۔

"!میں بڑا آم لاؤں گا"

"!نہیں! میٹھا میں توڑوں گا"

"!دیکھنا بھابھی، جمرو کا آم تو کھٹا نکلے گا"

"!چپ کر بالا، تیرا آم بھی کیڑا والا ہو گا"

وہ دونوں جیسے بچوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

دعام کی پلکیں حیرت سے جھپکنے لگیں، وہ دھیرے سے اپنی جگہ سے اٹھی، اور آم کے درخت کے قریب آکر رک گئی۔

اچانک بالا نے زور سے آواز لگائی،

بھابھی... کیچ!" اور اگلے ہی لمحے ایک آدھ پکا ہوا بڑا سا آم فضا میں تھا"

دعام نے ایک دم چونک کر ہاتھ اوپر کیے... اور حیرت انگیز مہارت سے اسے کیچ کر لیا۔

واہ بھابھی!"جمرو درخت سے ہی ہنسا۔"

سردارنی ہیں نا ہماری... ہر کام میں ماہر!"کیا کیچ پکڑا ہے،"

دعام کے چہرے پر معصوم سی ہنسی چھا گئی، ایک ایسی شرارتی، نرمی سے بھری ہنسی...

جیسے برسوں بعد اس کے دل میں کسی چیز نے گدگدی کی ہو۔

بالا اوپر سے جھانکتے ہوئے بولا،

"بس بھابھی... اب بتائیں، کیسا آم توڑا؟"

دعام نے آم کی طرف دیکھا، پھر اوپر ان دونوں کو،

ایک دم بیکار، کھٹا کچا آم توڑا ہے تُو نے! اب دیکھ میں بتاتا ہوں کہ آم کیسے توڑا جاتا ہے!"

جمرو، جو ایک ڈالی سے دوسری پر بندر کی پھرتی سے اچھل رہا تھا، ایک ہلکا سا پیلا آم توڑ چکا تھا۔ اس کی رنگت دیکھ کر صاف لگ رہا تھا کہ آم پکنے کے قریب ہے ۔وہ پکا تو نہیں، مگر ذائقہ دار ضرور ہو گا۔

بالا نے اسے گھور کر دیکھا، جیسے چیل اپنی شکار کو دیکھتی ہے۔

"!اسے کہتے ہیں... بھابھی کی خواہش کا آم"

جمرو نے آم کو فضا میں تھوڑا سا گھمایا، جیسے کوئی ٹرافی دکھا رہا ہو۔

لیکن وہ بول ہی رہا تھا کہ اگلے ہی پل بالا نے جھپٹ کر آم اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

اور یہ رہا میری طرف سے بھابھی کے لیے تحفہ!" بالا نے ہنستے ہوئے آم کو" نیچے پھینکا۔

دعام نے جلدی سے اپنی چادر زمین پر پھیلائی اور آم سیدھا آ کر اس کے ہاتھ میں آ گرا۔

اس بار دعام کی ہنسی، اس کا ایکسائٹڈ انداز... جیسے دل کے اندر سے نکلی خوشی ہو، اس کے چہرے پر چھلک رہی تھی۔

بھابھی، یہ میں نے توڑا تھا! میری طرف سے گفٹ ہے... اس کی طرف سے "
نہیں!"

جمرو فوراً درخت سے جھانکتے ہوئے بولا، جیسے اپنی محنت کا حق مانگ رہا ہو۔

بالا نے ہنستے ہوئے بے نیازی سے کہا،

جس نے آپ کو دیا، وہی اس کا اصل مالک ہے۔ اور ویسے بھی... مجھے آپ کی "
طرف سے شکریہ کی ضرورت نہیں بھابھی، میں تو آپ کے لیے اور بھی اوپر
تک چڑھ جاؤں گا!"

وہ کہہ کر جمرو کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے مزید اوپر چڑھنے لگا، اور آم توڑ توڑ کر نیچے دعام کی چادر میں گراتا گیا۔ کچھ ہی دیر میں چارپائی والی بڑی سی چادر میں آموں کا چھوٹا سا ڈھیر بن چکا تھا۔ دعام کبھی چادر کو سنبھالتی، کبھی ہنستی،

کبھی دونوں کو حیرت سے دیکھتی۔ وہ ساری کیریاں ایسے اکٹھی کر رہی تھی جیسے کوئی خزانہ اکٹھا کیا جا رہا ہو اور ساتھ ساتھ میں مزے سے کھا بھی رہی تھی

پھر... اچانک... پیچھے سے کسی کے گلا کھکھارنے کی آواز آئی۔

بس...

ایک پل میں سب کچھ رُک گیا۔ درخت پر دونوں کے ہاتھ رک گئے۔

سانسیں جیسے اندر ہی کہیں پھنس گئیں۔

نیچے دعام کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

پیچھے کون تھا؟

آواز میں جو دبدبہ تھا، وہ ان دونوں کو پہچاننے میں دیر نہ لگا سکا۔

بالا اور جمرو، دونوں نے ایک دوسرے کو ایسے دیکھا جیسے بولے بغیر ہی پوچھ رہے ہوں۔

"اب کیا ہو گا؟"

دعام کی آنکھوں میں شرارت کی جگہ جھجک اور ہلکی سی گھبراہٹ نے لے لی تھی۔

فضا میں خاموشی چھا گئی تھی۔

بس آموں کی ہلکی سی خوشبو اور ہوا کا نرم جھونکا اس پل کے گواہ تھے...

اور دعام کے چہرے پر وہی شرارتی مسکراہٹ اب تھوڑی سی گھبراہٹ میں بدل گئی تھی۔

۰۰۰۰۰۰۰

سردار کی آنکھ کھلی تو چہرے پر خود بخود مسکراہٹ بکھر گئی...

کمرے میں سکون تھا، ہر طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی،

لیکن اس کے دل میں، جیسے کچھ دھیرے دھیرے گنگنا رہا ہو۔

اس نے تھوڑا سا پہلو بدلا، بیڈ کے سرہانے سے ٹیک لگا کر بیٹھا تو نظروں میں وہ منظر گھوم گیا...

وہ کیسے آہستہ آہستہ، سانس روکے، خود کو اس کے دائرے سے نکال رہی تھی۔

...پہلے ایک پیر بیڈ سے نیچے رکھا، پھر دوسرے کو

پھر اتنی نرمی سے اس کی گرفت سے نکلتی گئی، جیسے ہوا میں اپنی خوشبو چھوڑ رہی

ہو۔

جس طرح وہ اس کے بازوؤں میں قید تھی،

وہ جانتا تھا، اگر وہ نہ چاہتا،

تو وہ اس کی نیند میں بھی خود کو آزاد نہیں کرا سکتی تھی۔

لیکن وہ تو بس اسے دیکھنا چاہتا تھا،

اس کی وہ معصوم سی چالاکی، اس کا وہ دھیرے دھیرے پھسلنا،

اس کا اپنے انداز سے خود کو اس کے حصار سے نکالنا... سردار کے دل کو جیسے

گدگدا گیا تھا۔

یہ کوئی عام صبح نہ تھی، یہ اس کی زندگی کی سب سے خاص دوپہر تھی۔

جی ہاں، یہ دوپہر تھی، سورج سر پر آچکا تھا اور وہ اب تک سو رہا تھ۔

لیکن سردار کے لیے یہ ایک نئی زندگی کی صبح جیسی تھی۔

...اس نے پلکیں موند کر ایک گہرا سانس لیا

چہرے پر اب بھی ہلکی سی شرارت تھی،

جیسے وہ اسے پھر سے بانہوں میں بھرنے کی تیاری کر رہا ہو۔

میرا بھولا سائیں... چھپنے کا ہنر بھی کیسا سیکھ لیا تُم نے..." ** وہ دھیرے سے "**

بڑبڑایا،

اور نظریں دروازے پر ٹکا دیں... شاید اب وہ لوٹے،

تو پھر سے اس کی بانہوں میں قید ہو جائے،

ہمیشہ کے لیے۔

** وہ اس کی تھی۔" **

** جہاں بھی تھی، جس جگہ پہ بھی تھی، **

— اس کی محبت کے حصار میں تھی

ایسا حصار جو نظر نہیں آتا تھا، لیکن ہر طرف اس کی خوشبو میں بسا ہوا

" تھا۔

وہ نماز سے فارغ ہوئی تو کچھ لمحے یونہی اسے تکتے ہوئے کھڑی رہی،

جیسے خود کو یقین دلانا چاہ رہی ہو کہ وہ واقعی سو رہا ہے۔

پھر اُس کی خاموشی پر ایک شرارت سی لبوں پر جا سجی۔ وہ نرمی سے پلٹی، بغیر

آہٹ دیے۔

وہ جانا چاہتی تھی،

اور وہ جو بظاہر سو رہا تھا۔ جان چکا تھا کہ کل رات اور پھر صبح وہ اپنی شدتوں میں

کچھ زیادہ ہی اس پر حاوی ہو گیا تھا۔

اسی لیے اس نے آنکھیں بند رکھیں، یوں ظاہر کیا جیسے گہری نیند میں ہو۔

وہ تیار ہو کر چپ چاپ کمرے سے نکل گئی۔

سردار جانتا تھا کہ نیچے اس وقت شاید ہی کوئی اور ہو، بالا اور جمرو کے سوائے۔

ویسے بھی وہ اپنی زندگی میں زیادہ لوگوں کو خود میں دخل دینے نہیں دیتا

تھا۔ جمرو ہر وقت اس کے ارد گرد منڈلاتا رہتا تھا،

لیکن اعتبار کی بات ہو...

تو بالا ہمیشہ سب سے اوپر تھا۔

اسے پورا یقین تھا۔

اس کی غیر موجودگی میں بھی وہ نہ تو بور ہو گی، نہ ہی اکیلا پن محسوس کرے گی،

نہ ہی کسی تکلیف کا سایہ اس کے قریب بھٹکے گا۔

گرم ہوا کا جھونکا بھی اگر اس کی طرف بڑھے گا۔ تو بالا اسے روکنے کے لیے

کافی ہو گا۔... جس پر وہ اپنی جان سے بڑھ کر یقین رکھتا تھا۔

اسی لیے اس وقت اسے دعام کی کوئی پریشانی نہیں تھی وہ بالکل پرسکون تھا۔

اس کی تیاری میں کوئی جلد بازی نہیں تھی۔

کالا لباس اس کی شخصیت کا خاصہ تھا، جو اس کی الماری میں ہمیشہ سے چمکتا رہتا تھا۔

وہ لباس نہ صرف اس کے وقار کو بڑھاتا تھا بلکہ اس کی شخصیت کی گہرائی کو بھی ظاہر کرتا تھا۔

پہلے وہ بستر سے اٹھا، پھر واش روم میں جا کر تازگی سے نہایا۔ ٹھنڈے پانی کی ٹھنڈک نے اس کے چہرے پر تازگی بھر دی تھی۔

تولیہ لپیٹ کر وہ الماری کی طرف بڑھا، جہاں اس کا کالا لباس چمک رہا تھا۔

لباس بدلا، بال سنوارے اور آرام سے تخت ارام سے نیچے اتر آیا۔

باہر پتھریلے پہاڑوں کی چھاؤں میں۔ تیسرے پہاڑ کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اس کی نظر ایک چھوٹی سی لڑکی پر پڑی، جو بڑی سی چادر میں لپٹی، آم کے درخت کے نیچے کھڑی تھی۔

وہ بالکل چھوٹی معصوم سی بچی لگ رہی تھی،

اس کی آنکھوں میں شرارت کے ساتھ ساتھ ہلکی سی بے چینی بھی تھی، جو اس کی معصومیت کو اور نکھار رہی تھی۔ جب وہ اس کے قریب پہنچا تو اس نے محسوس کیا کہ اس کے دونوں بندے، بالا اور جمرو، ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ دونوں کے چہرے پر تھوڑی سی مسکراہٹ تھی، لیکن ان کی نظروں میں ایک چھپی ہوئی جنگ چل رہی تھی۔ وہ بہتر اور بڑی کیری اتار کر بھابھی کی خدمت میں پیش کرنے کی دوڑ میں تھے۔

بالا ایک ہاتھ میں کیری تھامے کھڑا تھا، جب کہ جمرو دوسری طرف اپنی بہترین کیری دکھانے کے لیے تیار تھا۔

ان دونوں کی یہ لڑائی محبت بھری تھی، ایک دوسرے کو ہرا کر بھابھی کو خوش کرنے کی جستجو تھی۔

درمیان میں دعام کی معصومیت اور خوشی کی چمک تھی، جو اس موقع کو خاص بنا رہی تھی۔

اس کی ہلکی ہنسی، چادر کے اندر چھپی اس کی شرارت، اور اس کے چہرے پر پھیلی خوشی،

وہ سب کچھ ایک خوبصورت منظر کی تصویر بنا رہے تھے۔

دعا م ایک بار پھر خوشی سے کیریاں پکڑتی ہوئی،

اپنے انداز میں اس جگہ کی رونق بڑھا رہی تھی۔

اسی دوران سردار نے گلا کھڑکا کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا،

اور وہ دونوں بندے ایک لمحے کے لیے رُک گئے،

ان کی سانسیں تھم گئیں، اور وہ جھنجھناہٹ میں اس طرف دیکھنے لگے۔

○○○○○○○○

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

پیچھے سے گونجتی ہوئی سردار کی آواز نے پورے ماحول کو ساکت کر دیا۔ اس کی آواز میں ایسا رُعب اور سختی تھی کہ بالا اور جمرو نگاہیں جھکا کر ساکت ہو گئے۔

ایک لمحے میں دونوں درخت سے اتر کر سیدھے زمین پر کھڑے تھے، جیسے کسی عدالت کے مجرم ہوں۔

دعام جواب تک خوشی خوشی کیریاں کھانے میں مگن تھی، وہ بھی اپنی جگہ پر ساکت ہوگئی۔ اگرچہ وہ سردار سے براہِ راست کبھی کچھ نہیں سنتی تھی، مگر اس کارُعب اسے بھی گم سم کر دیتا تھا۔ وہ کیری، جو ابھی اس کے ہاتھ میں آدھی کھائی ہوئی تھی، چھپانے لگی۔ جب کہ سردار کی نظر نمک اور مرچ کے ڈبے پر بھی پر چکی تھی۔

سردار... "بالانے دھیرے سے زبان کھولی، "ہم بھابھی کے لیے کیریاں اتار رہے تھے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا۔ بہت دل سے کہا تھا اس نے—"

"ہاں سردار!" جمرو نے فوراً بات جوڑی، "کھانا کھانے کا دل نہیں کر رہا تھا ان کا۔ ہم نے سوچا ان کی خواہش پوری کر دیں۔"

سردار کی نظریں دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ چہرہ سپاٹ مگر آنکھوں میں سختی،

جیسے ان کی معصوم وضاحت بھی اس کی برہمی کو ٹھنڈا نہ کر سکی ہو۔

تم دونوں کو عقل نام کی چیز چھو کر بھی نہیں گزری؟"اس کی آواز اب"

قدرے بلند تھی، مگر الفاظ میں ٹھہراؤ تھا،

اتنے بڑے ہو گئے ہو، مگر نہ خود کی فکر ہے، نہ اس کی، جس کے لیے تم یہ"

"سب کر رہے ہو۔

اس نے زمین کی طرف دیکھا، جہاں چار سے پانچ کیریوں کی ہڈیاں پڑی تھیں۔

پھر اس کی نظر دعام کے ہاتھ میں موجود آدھی کیری پر پڑی، جس پر نمک

مرچ بھی لگا ہوا تھا۔

بیمار کرنا چاہتے ہو اسے؟ جانتے بھی ہو کچی کیری کیا کرتی ہے؟ معدے کو"

جلاتی ہے، کتنی بیماریاں لگ سکتی ہیں اندازہ ہے تمہیں۔ اور وہ... وہ یہاں بیٹھ کر

مزے سے تم دونوں کے احمق پن کا فائدہ اٹھا رہی ہے۔" صرف شکل سے

معصوم ہے پورا شیطانی دماغ رکھتی ہے وہ، وہ آخری جملہ کہتے ہوئے دعام کی طرف دیکھے بغیر ہی کہہ گیا، جیسے غصہ دل میں رکھ کر زبان پر سختی لایا ہو۔

لیکن اس کی بات دعام کا منہ کھل گیا تھا،

بالا اور جمرو خاموش کھڑے تھے۔ اب کہ ان کے چہروں پر نہ شوخی تھی نہ دفاع۔ صرف ندامت تھی۔ دعام نے آہستگی سے کیری زمین پر رکھ دی۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر ہمت نہ ہوئی۔ اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کے سردار کو صرف اس کی صحت نہیں، اس کی ذات عزیز ہے۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں بھی اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں، یہ سوچ ہی سردار کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔

مجھے کچھ نہیں ہوتا، مجھے کھانے کی عادت ہے۔" وہ آہستگی سے منمنائی، جیسے" خود کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ مگر جیسے ہی اس کی نگاہ سردار کی سرخ آنکھوں سے ملی، اس کا لہجہ بجھ سا گیا۔ نگاہیں جھکیں، قدم پیچھے ہٹے، اور وہ خاموشی سے بالا کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

تم سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا اپنی چونچ بند رکھو سجن سائیں،

سردار کہ لہجے میں بے تحاشہ مٹھاس تھی لیکن ایک سرد نگاہ ان دونوں پر ڈالی، پھر درخت کے نیچے بچھائی گئی چادر کی طرف اشارہ کیا جس پر کیریوں کا ڈھیر لگا تھا۔

"! پھینکو یہ سب کچھ"

اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے فیصلے کی گنجائش ہی نہ دی گئی ہو۔

دعام کی جان جیسے لبوں میں اٹک گئی۔ اتنی دیر کی محنت، اتنی خوشی سے چُنی گئی کیریاں، وہ ان سب کو یوں ضائع کیسے کرے؟

مگر اس کی نگاہ جیسے ہی پھر سے سردار کے چہرے پر پڑی، تو کوئی اور سوال دل میں اٹھ ہی نہ سکا۔

ہاں بھابھی، پھینکو!" بالا نے فوراً کہا اور دعام کی طرف پلٹ کر گھورا، "

"اور تم نے کیا کہا تھا؟ کہ اس پر چاٹ مصالحہ ڈال کر بھی کھاتی ہو؟"

اس کے لہجے میں اب بے چینی تھی، جیسے خود بھی ساری صورتحال کی سنگینی کو سمجھ چکا ہو۔

اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ سردار صرف ناراض نہیں، وہ شدید غصے میں ہے۔

اور یہ صرف کیریوں کی بات نہیں، یہ دعام کی صحت کی بات ہے۔

بالا، اپنا لہجہ درست رکھو، مت بھول ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔ اپنے سوہنے مکھڑے سے سردار خود کو اس لہجے میں بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا ،اس کے غصے سے کہنے پر سردار بپھرا تھا جس پر بالا نگاہیں جھکا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

بالا کو یاد آیا وہ لمحہ جب دعام نے ہنستے ہوئے جمرو سے کہا تھا

"میں تو نمک مرچی ڈال کر بھی کھاتی ہوں۔"

اور جمرو، بوتل کے جن کی طرح، فوراً جا کر نمک مرچی لے آیا تھا۔

ابھی وہ کیریاں کھانے لگی تھی کہ اس نے فرمائش کر دی

"کبھی کبھی تو میں چاٹ مصالحہ ڈال کر بھی کھاتی ہوں۔"

بالا نے ہنستے ہوئے وعدہ کیا تھا

"بس اتار لینے دو، میں چار مصالحے لا کر دیتا ہوں!"

بیچارے دیوروں کی معصومیت تھی۔ یہی سمجھا کہ وہ کھانے میں کچھ نہیں کھا رہی، چڑیا کی طرح چند نوالے لیے ہیں، تو چلو کیریاں دے دیں۔

مگر یہ اندازہ نہ تھا کہ کچی کیری اس کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اور یہ بات سردار کو معلوم تھی۔ اس لیے اس کا غصہ بجا تھا۔

سردار کا چہرہ سخت تھا، مگر دل اندر سے پریشان۔ اسے دعام کے لفظوں سے زیادہ اس کی ناسمجھی سے خوف آیا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ چھوٹی چھوٹی ضدیں کب نقصان بن جاتی ہیں۔

اور پھر... سردار کی آنکھوں کے اشارے کو سمجھتے ہی بالا نے ایک پل کی بھی تاخیر نہ کی۔

زمین پر بچھی چادر کے چاروں کونے مضبوطی سے پکڑے، اور ایک جھٹکے میں کیریوں کا وہ سارا خزانہ سیدھا کھائی کی طرف اچھال دیا۔

چھوٹی چھوٹی خواہشیں... جیسے خودکشی کر گئیں ہوں اُس گہرے کھڈ میں۔

دعام کی آنکھوں کے سامنے سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ اس کی سانس رُک سی گئی تھی۔

بس رونے کی کسر باقی تھی... چہرہ مکمل طور پر رو دینے والے نقش میں ڈھل چکا تھا۔

اس کے لب، آنکھیں، اور ساکت ہاتھ سب یہی بتا رہے تھے کہ دل میں طوفان آیا ہے۔

سردار نے ایک گہری سانس بھری، اور دوبارہ ان تینوں کی طرف نگاہ کی۔

"!آج کے بعد، تم تینوں اس درخت کے آس پاس بھی نظر نہ آنا"

آواز میں نہ صرف سختی تھی بلکہ تحکم بھی، جو کسی بحث کی گنجائش ہی نہ چھوڑتا تھا۔

پھر وہ دعام کی طرف مڑا۔ جس کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ اندر سے ناراض ہو گئی ہے۔

"چلو، میرا سوہنا مکھڑا تمہیں شیر دل کی سواری کرواتا ہوں۔ اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے، وہ اُسے اپنے قریب کرتا بولا۔

"میرا سوہنا سائیں ناراض نہیں ہوتے... جو چیز نقصان دہ ہو، اُس سے دور رہتے ہیں۔" لہجہ نرم ہوا تھا، لیکن آنکھوں میں اب بھی وہی سختی تھی۔ جیسے وہ اُس کی ہر ضد کو اب اپنی حفاظت سے تولے گا۔

مگر جیسے ہی "شیر دل" کا نام سنا، دعام کا رنگ پھر سے اُڑ گیا۔ ماتھے پر پسینہ اُبھر آیا۔۔

○○○○○○○

می۔۔می۔۔میں تھک گئی ہوں..." وہ سست قدموں سے چلتی، سردار کے "

"بالکل قریب آکر رکی،

یہاں، یہیں بیٹھ کر تھوڑا سا آرام کر لوں؟ اب سواری نہیں ہو سکتی۔ صبح کہا تھا

"نا؟

نیند سے بوجھل پلکیں، ڈھیلی آواز اور نقاہت سے لبریز لہجہ،

مگر وہ... جیسے سنی ان سنی کر رہا تھا۔ جیسے اس کے ایک ایک بہانے کو اندر تک سمجھ چکا ہو۔ اس کا ہاتھ تھامے اُسے اپنی رفتار سے لیے جا رہا تھا۔

دعام ہر ممکن کوشش کر رہی تھی — کبھی زمین پر پیر جما کر رک جاتی، کبھی آہستہ ہو جاتی، کبھی پوری معصومیت سے پیچھے دیکھتی کہ شاید کوئی اسے بچا لے۔ لیکن دیور جی تو ایک دوسرے میں مگن ہو گئے تھے بھابھی کا تو خیال ہی نہیں رہا تھا اسے اس جن کے حوالے کر دیا تھا۔

اور پھر وہ کچھ کر بھی نہیں پا رہی تھی بالا یا جمرو کو باتوں میں کیسے الجھایا تھا لیکن یہ سردار تھا۔

اس کے سامنے کوئی کچھ کہنے کی جرات نہیں رکھتا تھا۔نہ دیور، نہ بھابھی، نہ نوکر۔

نہیں جانا!" آخرکار وہ رُک کر ضدی انداز میں زمین پر پیر جماتے ہوئے اونچی " آواز میں بولی، "مجھے بہت گرمی لگ رہی ہے... دن کے وقت ہم کیسے سواری "کریں گے ؟شام کو چلیں گے نا؟

اس کے ماتھے پر چمکتا پسینہ، خوف سے پھیلی نگاہیں اور بوکھلائی ہوئی آواز... لمحہ بھر کو سردار بھی ٹھٹک گیا۔

"ہاں، گرمی تو واقعی ہے۔"

اس نے ایک نگاہ آسمان کی طرف ڈالی، پھر اُس پر—"سواری کا مزہ بھی شام کو "ہی آتا ہے۔

بس! یہی تو میں بھی کہہ رہی تھی!" وہ فوراً بول پڑی جیسے کسی عدالت میں جج" نے اس کے حق میں فیصلہ سنا دیا ہو۔

اف ڈاکو جی" اوپر سورج دیکھیں، بالکل سر پہ ہے... ہم کسی معصوم جانور پر ظلم تھوڑی کریں گے؟ بوجھ بھی اٹھائے گا، دھوپ میں جلے گا بھی... بہت ظلم

"ہے۔

وہ باتیں کر رہی تھی، لیکن اس کی نظریں بار بار استبل کی طرف جا رہی تھیں۔

اور سردار اس کا سارا ڈر، ساری ہچکچاہٹ سمجھ چکا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔"

وہ نرمی سے بولا،

"پھر روم میں چلتے ہیں۔"

لیکن جیسے ہی وہ پلٹا، اس کی آنکھوں کی چمک نے دعام کے قدم روک دیے۔

کیوں؟" اس کی آواز کانپ گئی تھی۔"

سردار رُکا، آہستہ سے اس کی طرف جھکا۔

میرا سوہنا سائیں گرمی میں سواری نہیں ہو سکتی..."وہ سرگوشی میں بولا، "

"...لیکن رومانس تو ہو سکتا ہے نا؟"

اور اگلے ہی لمحے، وہ اس کے چہرے کے اتنا قریب آگیا کہ دعام کی سانسیں

جیسے رُک گئیں۔

اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے، سردار نے شدت سے اسے چوم لیا۔

اب کی بار اس کی سانسیں صرف رُکی نہیں تھیں... بلکہ تھم گئی تھیں۔

اور دھڑکن... جیسے مکمل قابو سے باہر ہو گئی ہو

○○○○○○○○

ارے رباب! اُٹھ جا بیٹی... آٹا گوندھ، روٹیاں ابھی تک نہیں بنی!" دروازے "

کے پار سے ماں کی آواز آئی تھی —روایتی، دھمکی بھرا شفقت آمیز لہجہ۔

رباب نے کھیس ایک طرف پھینکا، چہرہ بگاڑتے ہوئے غصے سے بولی، "ہاں! بن

گئی ہوں ملازمہ... بس مجھ سے ہی ہر کام! کبھی آٹا سر پہ ڈال دیتے ہو، کبھی جھاڑو پکڑا دیتے ہو۔ میں نے زندگی میں کبھی یہ کام نہیں کیے، مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب! سن لو، آخری بار کہہ رہی ہوں!" اس کے لہجے میں بغاوت تھی، وہی بغاوت جو کب سے اندر دبی بیٹھی تھی۔ پاس ہی صفا خاموش بیٹھی تھی، مگر رباب کا غصہ سب کے لیے تھا۔

"سمیرہ اور نوشین کو تو جیسے نیکیوں کی پٹیاں باندھ رکھی ہیں، نہ اُن سے کوئی کام کرایا جاتا ہے، نہ کچھ کہا جاتا ہے۔ ہم ہی رہ گئے ہیں اس گھر میں، بس کام کی مشینیں!" رباب نے جیسے ہی چاچی کی بیٹیوں کا ذکر چھیڑا، چاچی نے تیز، تلخ نظروں سے اسے گھورا—"زیادہ زبان مت چلایا کر، رباب! صبح دھوپ میں میری بیٹیوں نے صحن جھاڑا، اور تُو گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی!" چچی کی آواز میں طنز کے ساتھ ساتھ تکلیف بھی تھی—"اور تیری بہن صفا؟ صبح سے اُس نے کیا تیر مارا ہے؟ ابا اور چچا کے کپڑے دھونے کو کہا تھا، مگر مجال ہے جو موت نہ پڑ گئی ہو اُسے! دس بار کہا، کان پر جوں تک نہیں رینگی!" وہ غصے میں صفا کی

طرف بھی لپکی، جو باہر صحن میں بیٹھی نہ جانے کون سی کریم اپنے ہاتھوں پیروں پر رگڑ رہی تھی، جیسے یہی اس کا اصل کام ہو۔ رباب کچھ بولنے ہی والی تھی کہ چاچی نے بحث کو چھوڑ کر خود کو اندر لے گئی۔ یہی اُس کا انداز تھا— زبان بند، مگر نفرتوں کے دروازے کھلے۔ ابھی دعا م کو اس گھر سے گئے کچھ ہی دن ہوئے تھے، مگر لگتا تھا جیسے امن و سکون بھی اُن کے ساتھ رخصت ہو گیا ہو۔ ہر گھنٹے بعد ایک نئی جنگ چھڑتی، ہر بات پر جھگڑا، ہر کام پر تنقید۔ جن لڑکیوں کو آج تک سر پر بٹھایا گیا، وہ آج جھاڑو پکڑنے پر بھی ناک چڑھاتی تھیں۔ تو پھر گھر کیسے چلے؟ چچا اور ابا سب کچھ سن رہے تھے—گھر کی دیواریں اُن کی سماعت سے دور نہ تھیں، مگر وہ خاموش تھے... یا شاید بے بس۔ کبھی یہی صحن چمکتا تھا، ہر کونہ صاف ہوتا، کھانے کی خوشبو ہوا میں گھلی ہوتی تھی، دروازے پر آنے والے کو پانی خود بخود میسر آتا تھا۔ مگر اب؟ ہر کونا بکھرا ہوا، درختوں کے پتے زمین پر، فضا میں گھٹن... اور بے ترتیبی۔ اور سب سے بڑا سوال جو ہر چہرے پر لکھا تھا، وہ باہر کی دنیا کی زبان پر بھی آ گیا تھا—"اس

رات کیا ہوا تھا؟" "ڈاکو ان سب کو کہاں لے گئے تھے؟" "کیا دعا م سے نکاح کر لیا گیا ہے یا بس... رکھ لیا گیا ہے؟" "وہ کیوں گئی؟ کہاں گئی؟" "کیا وہ واپس آئے گی؟"

ان سوالوں کا بوجھ، ماحول کی بے رنگی، اور اندر کے زخم... ان سب نے مل کر اس گھر کو صرف ایک چھت بنایا تھا، گھر نہیں رکھا تھا۔

ooooooo

نہیں۔۔۔ڈاکو۔۔۔جی۔۔۔ گرمی بہت ہے اور ویسے بھی دن میں کمروں میں" "کون جاتا ہے؟ اتنے سارے کام ہوتے ہیں، دن میں کرنے کے لیے۔۔

جیسا کہ، اس کے انداز پر وہ اسے گہری نظریوں سے دیکھنے لگا۔

جیسا۔۔۔ کہ۔۔۔ جیسا۔۔ کہ۔۔ ہاں۔۔۔ کھانا بنانا ہوتا ہے۔ یہ کوئی وقت "ہے کمرے میں جا کر آرام کرنے کا؟

دعام کا وہی پرانا معصومانہ بہانے باز انداز، آنکھوں میں جھجک، چہرے پر ہلکی شرارت اور دل میں وہی گھبراہٹ جو ہمیشہ دلدار کی نظریں سہتے وقت اُسے گھیر لیتی تھی۔

اف!! وہ دیکھتا بھی تو یوں ہی تھا جیسا ابھی قید کر لے گا، کچے آنگن میں کھڑے ہو کر وہ ایک دو قدم پیچھے ہٹی، نگاہیں ہر طرف جا رہی تھی۔

دلدار نے ہاتھ باندھ کر اُسے غور سے دیکھا۔ مسکراہٹ کے پیچھے وہی مردانہ ٹھہراؤ، وہی دھیما طنز جس میں عشق کی جھلک بھی تھی اور جبر کی نرمی بھی۔

اس طرح دن دھاڑے کمرے میں جا کر نہیں بیٹھتے اس کا انداز سمجھانے والا تھا۔

تمہیں کس بے وقوف نے کہا میں کمرے میں جا کر بیٹھوں گا؟ میں تو وہاں جا" کر رومانس کروں گا اپنی پیاری سی بیوی کی خوبصورتی کو سراہوں گا، سجن "سائیں۔۔۔

اس نے جان بوجھ کر آواز کھینچی، اپنی کربتوں کے رنگ وہ اس کے چہرے سے پڑھنے لگا۔

اور ویسے بھی یہ رومینس شادی کے شروع کے دنوں میں ہی اچھا لگتا ہے نا، "سجن سائیں۔۔ بعد میں پھر بچے ہو جائیں گے ان کے کھانے پینے کی ٹینشن بیماریوں کی ٹینشن پڑھائی کی ٹینشن کپڑوں کے ٹینشن ان کی جوان ہونے کے بعد شادی کی ٹیشن، اور پھر دادادادی نانانانی بن کر پوتے پوتیوں نواسوں نواسیوں کو پالنے کی ٹینشن انہی ٹینشنوں میں زندگی گزر جائے گی۔ اور میں ان سب ٹینشنوں میں پڑنے سے پہلے تمہارے ساتھ بہت زیادہ رمینس کرنا چاہتا ہوں۔

اور آج رات مجھے ایک بری ڈکیتی پر جانا ہے، رات کو تو تمہارے ساتھ ہوں گا نہیں، یہی وقت ہے رومانس کرنے کا۔۔" اسی لیے بہتر ہے کہ میرا وقت برباد کرنے کے لیے بجائے، اوپر چل کر اپنے شوہر کے جذبات کا احترام کرو

نہیں۔۔۔ یہ وقت نہیں ہے،" دعام کی آواز کانپ گئی۔ "میں ابھی بہت

"مصروف ہوں، مجھے کھانا بنانا ہے، بہت سارے کام کرنے ہیں۔۔۔

وہ آگے پیچھے دیکھتے ہوئے زبردستی کوئی کام ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کبھی ایک طرف دیکھتی، کبھی دوسری کی طرف، حالانکہ وہ جانتی تھی یہاں اس

قبیلے میں نہ ادھر اُس کا کوئی کام تھا، نہ ہی اُدھر

دلدار نے قدم بڑھایا، آہستگی سے، جیسے وہ کسی قیمتی خزانے کی طرف بڑھ رہا

ہو۔

میرا سوہنا مکھڑا۔۔۔ میرا میٹھا سائیں۔۔۔ تمہیں لگتا ہے میں اپنی شہزادی کو"

کسی کام کو ہاتھ لگانے دوں گا؟ تم کاموں کے لیے نہیں، راج کرنے کے لیے بنی

"ہو۔۔۔ میرے دل کی دنیا پر راج کرنے کے لیے۔۔۔

اس نے دعام کی ٹھوڑی کو نرمی سے تھام لیا۔ چہرے پر سنجیدگی اور نگاہوں میں

دھیما سا غرور تھا۔

یہاں تمہارے سر دار سائیں کی حکومت چلتی ہے۔۔۔ اور اس حکومت میں "
تمہاری ہر ادا قانون ہے۔۔۔ ہر سانس حکم ہے۔۔۔ اور تم۔۔۔ میری سلطنت
"کی رانی۔۔۔

اور شہزادیاں حکم چلاتی ہیں کام نہیں کرتی تم بس ایک اشارہ کرو سب کچھ ہو جائے گا تمہیں خود کو تکلیف دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی میٹھی لہجے میں محبت ہی محبت تھی جسے محسوس کر کے وہ نگاہیں جھکا گئی لیکن پھر بھی اس کا ارادہ اس جن کے ساتھ کمرے میں جانے کا تو ہر گز نہیں تھا۔

وہ سب کچھ تو ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن مجھے کام کرنا اچھا لگتا ہے، خاص کر کھانا"
بنانا۔۔۔ وہ تو میرا سب سے پسندیدہ کام ہے۔۔۔ بہت اچھا کھانا بناتی ہوں
"میں۔۔۔

وہ بولتے ہوئے نظریں چُرا گئی، جیسے اپنی کسی چھوٹی سی خوشی کا اعتراف کر رہی ہو۔

ڈاکو۔۔۔جی۔۔ آج میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر دوں گی۔۔۔ فکر" مت کریں، میں جو بھی کھاتی ہوں، وہ بنا لیتی ہوں۔۔۔ آپ کو گوشت والے کھانے پسند ہیں نا؟ میں ویسا بنا کر دوں گی۔۔۔بتائیں نا کیا کھائیں گے آپ؟" وہ ضدی بچیوں کی طرح پاؤں کے انگوٹھے سے زمین کریدتے ہوئے بولی، آنکھیں جھکی تھیں، آواز میں محبت کی لپٹ، اور باتوں میں تایا ابو کی یاد۔

"تایا ابو کو میرے ہاتھ کی مچھی بہت پسند ہے۔۔۔وہ بھی بناؤں گی۔۔۔"

زبان اس کی چالاکی سے زیادہ تیز بھاگ رہی تھی، شاید دلدار کی نگاہوں سے بچنے کی ناکام کوشش میں۔ وہ اپنے معصومانہ انداز میں اسے باتوں میں سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ اس کے رومانس سے بچ پائے

دلدار نے اپنی گھنی بھنویں چڑھائیں، مسکرایا نہیں،۔۔۔بس ایک ٹھہرا ہوا انداز اختیار کیے، نرم مگر دھیما سا طنز بھرے لہجے میں بولا۔

میں تمہارے کسی بھی شوق کے راستے میں نہیں آؤں گا، میرا سوہنا" سائیں۔۔۔ لیکن ابھی بہت گرمی ہے۔۔۔ اس وقت رسوئی میں سلگ کر جاؤ

گی۔۔۔اور ویسے بھی، مچھلی۔۔۔میں اپنے ہاتھ کی شکار کر کے کھاتا ہوں۔۔۔"جب شکار کر کے لاؤں گا تم ہی بنانا میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔

وہ ایک لمحہ کو رکا، اس کے چہرے کو دیکھا، جو اب بھی خود کو "مصروف" ثابت کرنے میں جتا ہوا تھا۔ پھر اس کی اگلی بات نے دعام کو جڑ سے ہلا دیا۔

باقی۔۔۔اس وقت میرا سوائے اپنے 'گلاب سائیں' کے کچھ بھی کھانے کا موڈ" "نہیں ہے۔۔۔

اور اگلے لمحے، ایک جھٹکے میں وہی زمین جس پر دعام کا وجود ٹکا تھا، ہل گئی۔

دلدار نے اُسے ایک جھٹکے سے زمین سے اٹھایا اور اپنے مضبوط کندھے پر ڈال لیا۔

○○○○○○○○○

انسپکٹر اکرم کی نظریں سامنے دیوار پر جمی تھیں، لیکن کانوں میں گونجتی ہر آواز، ہر قہقہہ، اسے اندر تک چیر رہا تھا۔ پورے ڈیپارٹمنٹ میں اُس کا مذاق

بن چکا تھا، جیسے کوئی کامیڈی فلم کا کردار ہو۔ جس مشن پر وہ پورے یقین اور غرور کے ساتھ نکلا تھا، وہی اس کی ناکامی کا اعلان بن چکا تھا۔

ڈاکو، جسے پکڑنے کی تیاریاں چھ ہفتے سے جاری تھیں... ایک لمحے میں سسٹم کو مات دے کر فرار ہو چکا تھا۔

!نقشہ،، مخبر — سب فیل

اور اب — تمام تر ذلت — اس کے کندھوں پر تھی۔

میٹنگ ہال میں، اعلیٰ افسران کی موجودگی میں، انسپکٹر شفیق نے جب ہنستے ہوئے کہا تھا:

اکرم صاحب! لگتا ہے ڈاکو آپ کے میڈل اور پروموشن کے بھی ڈاکو بن" "!گئے

...توسب ہنس پڑے تھے

وہ قہقہے، وہ طنزیہ نگاہیں... اکرم کی ریڑھ کی ہڈی میں خنجر کی طرح چبھی تھیں۔

وہ وہاں سے نکل آیا تھا... خاموش، سنجیدہ، اور اندر سے ٹوٹا ہوا۔

لیکن... ناکامی نے اس کے اندر کا کوئی اور ہی آدمی جگا دیا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی، اس نے شیشے میں خود کو دیکھا — پسینے سے بھیگا چہرہ، شرمندگی کی دھند میں ڈوبا ہوا — لیکن اس کی آنکھوں میں ایک نیا جنون پلنے لگا تھا۔

"اب یہ ذلت نہیں دہراؤں گا... اب جو بھی ہو گا، اس ڈاکو کو میں خود پکڑوں گا... زندہ یا مردہ!"

اس نے اپنی مٹھی بھینچی، گاڑی کا اسٹیرنگ گھمایا،

گاڑی کی کھڑکی بند تھی، مگر اس کے اندر جو طوفان مچ رہا تھا، وہ کسی شور سے کم نہ تھا۔

انسپکٹر اکرم کی گرفت اسٹیئرنگ پر اتنی سخت ہو چکی تھی کہ ہاتھ کی رگیں ابھر آئی تھیں۔ ماتھے پر تناؤ کی واضح لکیریں تھیں، اور آنکھوں میں شکست نہیں... صرف انتقام کی لپک۔

اس نے ایک گہرا سانس اندر کھینچا، جیسے خود کو تھامنے کی آخری کوشش کر رہا ہو۔

"بہت مذاق اڑا لیا نا تم لوگوں نے؟ اب تمہیں دکھاؤں گا کہ وردی صرف جسم پر نہیں، خون میں ہونی چاہیے..."

اس کا اندرونی غصہ دھواں بن کر سوچوں میں اٹھ رہا تھا۔

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی، صرف اے سی کی ہلکی آواز اور کبھی کبھار اس کی گھمبیر سانسیں سنائی دیتی تھیں۔

وہ تیزی سے پلیننگ کر رہا تھا... ایک ایسی چال جو اس بار سردار کو نہ صرف بے نقاب کرے، بلکہ اس کے پورے قبیلے کی جڑیں ہلا دے۔

"اگر جنگ لڑنی ہے تو دشمن کی زمین پر جا کر... ان کے لوگوں سے... ان کے

...راستوں سے"

اس کی نظریں سامنے سڑک پر جمی تھیں، مگر ذہن میں راستہ کہیں اور بن رہا

تھا۔

بس اب فیصلہ ہو چکا تھا۔

اکرم پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھا۔

اور اس بار وہ اکیلا نہیں لڑے گا... بس ایک آخری خاموشی تھی،

...پھر ایک چال، ایک قدم

اور دشمن کے سینے میں خنجر ہو گا۔

oooooooo

انسپکٹر اکرم جب تھانے واپس پہنچا تو سارا عملہ اسے خاموش نگاہوں سے دیکھ رہا

تھا، مگر اس وقت وہ سب کچھ نظر انداز کر گیا۔

قدموں میں عجلت تھی، چہرے پر سنجیدگی، اور آنکھوں میں ایک الگ ہی جنگ کی پرچھائیاں۔

اپنی میز پر پہنچ کر اس نے جلدی سے دراز کھولا اور اندر سے چند پرانی فائلز نکال لیں۔

گرد سے اٹی ہوئی وہ فائلیں، جیسے وقت کے ساتھ ساتھ دھندلی ہوتی یادیں ہوں...

لیکن آج ان پر پڑی دھول کو صاف کر کے وہ حقیقت کے قریب جانا چاہتا تھا۔

ایک فائل کو کھولا، پھر دوسری...

سب کچھ بہت سست انداز میں، جیسے وہ ہر لفظ کو ذہن میں نقش کر رہا ہو۔

"تباہی کے بعد... پورے دس سال..."

وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا۔

اس قبیلے کا کوئی نام ونشان نہ تھا... جیسے زمین نگل گئی ہو یا آسمان اٹھا لے گیا"

"...ہو

فائل کے اندر ایک خاکہ، چند خفیہ رپورٹس، پرانی خبریں اور ہاتھ سے لکھی چند گواہوں کی بیانات تھے۔

"ڈکیتیاں تو جاری رہیں، مگر قبیلہ؟ مکمل غائب۔"

:اس نے ایک اور رپورٹ نکالی، جس کی سرخی پر ہاتھ رکھا

"قبیلہ دوبارہ منظر عام پر—8 سال پہلے کی واپسی"

یہیں سے کہانی پھر بدلی تھی۔

سردار کا نیا نام: سردار دلدار۔

ایک ایسا نام جو ہر فائل میں، ہر شکایت میں، ہر خفیہ رپورٹ میں ایک بھیانک سائے کی طرح موجود تھا۔

"...دلدار... یہ صرف نام نہیں، ایک خونی تاریخ ہے"

اکرم کی آواز میں غصہ بھی تھا، تجسس بھی، اور ایک عجیب بے چینی بھی۔

وہ تصویروں کو غور سے دیکھنے لگا، خاص طور پر دلدار کی ایک دھندلی سی تصویر پر نظریں جم گئیں۔

"اس کے سامنے آگ بھی کچھ نہیں... نہ موت کا خوف، نہ قانون کا ڈر۔"

"یہ وہ درندہ ہے، جسے روکنے کے لیے قانون کو خود قبیلے میں گھسنا پڑے گا۔"

...اکرم کی آنکھوں میں ایک بار پھر وہی عزم لوٹ آیا تھا

...اور اس فائل کے ساتھ وہ اگلے قدم کی طرف بڑھنے لگا تھا

اب جنگ اس کے اصولوں پر ہونی تھی۔

انسپکٹر اکرم نے جیسے ہی فائل بند کی، کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

ایک ایک لمحہ دماغ میں گونج رہا تھا — وہ لمحہ جب اسے لگا تھا کہ اس نے سردار کی کمزوری پکڑ لی ہے... وہ لڑکی۔

وہ لڑکی جسے وہ محبت کرتا تھا، جس کے لیے وہ سب کچھ چھوڑ سکتا تھا... اور اکرم نے اسی پہ داؤ کھیلا تھا۔

مگر سردار بھی عام مجرم نہیں تھا۔ اس نے وہی ہتھیار چھین کر اپنے قابو میں لے لیا۔

ایک نکاح... ایک لفظ... اور وہ لڑکی، جو کبھی انسپکٹر کے ہاتھ میں بس ایک مہرہ تھی—اب سردار کے گھر کی عزت بن چکی تھی۔

اکرم کی انگلیاں مٹھیاں بن کر کانپنے لگیں۔ "میں سمجھا تھا اُسے کمزور کر دوں گا... پر اُس نے تو مجھے ہی مات دے دی۔"

اب وہ جان چکا تھا—یہ جنگ اب صرف پیشہ ورانہ نہیں، ذاتی انا، بدلے، اور خون کی جنگ ہے۔

"اب کوئی ہتھکڑی نہیں لگے گی... اب بس ایک گولی لگے گی، اور وہ بھی سینے کے بیچ میں۔"

اکرم نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے میز سے اپنی گن اٹھائی، "اب کھیل میں رحم کی کوئی گنجائش نہیں..." اس کی آنکھوں میں اب قانون کی روشنی نہیں، انتقام کی آگ تھی۔

وہ فورا فائل بند کرتا اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے تھالے سے نکل گیا تھا پولیس والوں اور کچھ حوالداروں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا جیسے ہی وہ تھانے سے باہر نکلا اسے اندر سے جانلیوہ قہقوں کی اواز سنائی دی تھی جو اس کا مذاق اڑا رہے۔

اسے ان لوگوں سے کوئی گلا نہیں تھا اس سے پہلے بھی کہیں ہی پولیس والے ائے تھے اور سردار کو گرفتار کرنے کا خواب خواب ہی رہ گیا تھا لیکن وہ اس خواب کو پورا کرے گا وہ صرف سردار کو گرفتار نہیں کرے گا بلکہ اس کی لاش کو گاؤں کے بیچ چورائے پر لٹکا کر اپنی وردی کا حق ادا کرے گا۔

اب بات صرف میڈل اور پرموشن یا انعام کی نہیں تھی اب بات غیرت کی انا کی اور بدلے کی تھی۔

ڈا۔۔ڈاکو۔۔جی۔۔۔ نہیں۔۔۔ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔"

چھوڑیں۔۔۔"وہ بوکھلا کر اپنے ہاتھوں سے اُس کے سینے پر ہاتھ مارنے لگی، مگر وہ کہاں سننے والا تھا۔

پتھریلے پہاڑوں کی طرف اُس کے قدم تیز تھے، اور دل پر چھایا عشق، غضب سے زیادہ گہرا تھا۔

یہ وقت کام کا نہیں۔۔۔ یہ وقت دلدار کی آغوش میں سمٹنے کا ہے۔۔۔اور" "تمہارا سردار سائیں کبھی خالی ہاتھ محبت نہیں کرتا۔۔۔

اس وقت مجھے تمہارے شرارتی موڈ سے زیادہ شرمایا ہوا انداز پسند آئے گا یقین کرو میں تمہاری ساری شرم وحیا کو اپنے سینے میں چھپا لوں گا اپنی پناہوں میں سمیت دوں گا اس وقت تم میری باہوں میں پگھلتی مجھے زیادہ پیاری لگو گی ۔میرا میٹھا اب مت ستاؤ مجھے، میرے جذبات میرے قابو سے باہر ہے۔

اب تو بس برداشت کرو، اپنے دلدار سائیں کی بے پناہ شدتوں کو۔۔۔" وہ اوپر ہی اوپر جاتا اپنے گہرے جذبات اس پر عیاں کر رہا تھا جسے سنتے ہوئے اس کی حالت خراب ہو رہی تھی وہ کیسے بس کے کندھے سے نیچے اترنا چاہتی تھی میدان خالی نظر آ رہا تھا

اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں، ڈاکو جی۔۔۔ سب دیکھ رہے "ہیں۔۔۔ پلیز، مجھے نیچے اتاریں۔۔۔

وہ ہڑبڑا کر بولی، لیکن اس کے لہجے میں احتجاج کم اور شرمندگی زیادہ تھی۔ وہ دونوں بازو اس کے کندھے پر بے بس انداز میں پڑے تھے، آنکھیں جھکی تھیں اور چہرہ انگارے کی طرح سرخ۔

دلدار نے اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی، قدموں کی رفتار بھی ویسی ہی رہی۔ پہاڑی پتھروں پر وہ بے دھڑک قدم رکھتا جا رہا تھا جیسے اسے اس کی ہلکی پھلکی مزاحمت کچھ بھی محسوس نہ ہوئی ہو۔

دعام نے ایک نظر چوری چوری سامنے دیکھا۔۔۔ بالا اور جمرو ایک دوسرے میں اتنے مگن تھے کہ جیسے ان کا اس دنیا سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ ان کی نظریں ایک دوسرے کے سوا کہیں اور جانا شاید ان کے قبیلے کے قانون کے خلاف ہو۔ وہ دونوں اتنے انہماک میں تھے جیسے اِدھر دیکھنا گناہِ عظیم ہو۔

دل کو کچھ لمحے کو تسلی ہوئی، مگر پھر شرم کی لہر دوبارہ دوڑی۔ رسوئی کی طرف سے آتی مہک اور ہلکی ہلکی آوازیں بتا رہی تھیں کہ کچھ لوگ وہاں ضرور تھے۔

بس وہی لمحہ تھا جب اسے اندازہ ہوا کہ اس قبیلے میں زندگی کہاں کہاں چھپی ہے۔۔۔ ورنہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ کون سی غار میں، کون سا پتھر ہٹاؤ تو پیچھے کون ہے۔

پہاڑ کے سینے میں چھپے ہوئے دروازے۔۔۔ نمکین ہواؤں سے لبریز وادیاں۔۔۔ ہر طرف سے نکلتی راستے جیسے خود پہاڑ نے ان کو راز بن کر چھپا رکھا ہو۔

"ایک پل کو دل میں آیا کہ وہ پوچھے، "ہر راستہ کدھر جاتا ہے؟

لیکن پھر اُسے احساس ہوا۔۔۔ یہ قبیلہ۔۔۔ یہ پہاڑ۔۔۔ یہ غاریں۔۔۔ یہ سب جیسے ایک بھول بھلیاں ہو۔۔۔

اور کمرے سے نکلتے ہوئے وہ جانتی تھی۔۔۔ جب وہ کبھی واپس آئے گی، تو یہی پہاڑ اُس کی سب سے بڑی الجھن بنے گا۔

ہر غار ایک جیسی۔۔۔ ہر دیوار پتھریلی۔۔۔ ہر کونا ویسا ہی۔۔۔ بس فرق تھا تو صرف ایک، وہ پتھر جس کے پیچھے چھپا تھا اس کے کمرے کا دروازے۔۔۔ اور جس دن وہ اکیلی ہوئی۔۔۔ اُسے پتا تھا اسے یہی سمجھ نہیں آئے گا کہ کس غار میں جانا ہے۔۔۔ اور کس دراڑ سے نکل کر، کہاں پہنچنا ہے۔ وہ اکیلی اس قبیلے میں کھو بھی سکتی تھی

لیکن اس وقت۔۔۔ وہ اس بھول بھلیاں کے بارے میں نہیں بلکہ اس کے اس جن کے بارے میں سوچ رہی تھی جس کے اندر کے جذبات ایک دفعہ پھر سے جاگ اٹھے تھے۔ اور اب اس کی خیر نہیں تھی

OOOOOOOOO

وہ اسے اٹھا کر جیسے ہی کمرے میں لایا، تو نرمی سے اسے زمین پر اتارا۔ دعام ابھی اس کی بانہوں کی شدت سے نکلی بھی نہیں تھی کہ سردار نے دروازے کی ایک سائیڈ پر ہاتھ مارا اور ایک چھوٹے سے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ اگلے ہی لمحے دروازہ پتھر کی دیوار میں مدغم ہو چکا تھا، جیسے باہر کی دنیا سے ہر رشتہ کٹ چکا ہو۔

کمرہ یخ ٹھنڈا تھا۔ باہر کی جھلسا دینے والی دھوپ اور پہاڑوں کی سختی پیچھے رہ چکی تھی۔ اب یہاں صرف وہ دو وجود تھے۔۔۔ اور دلدار کی خطرناک آنکھیں، جو دعام کے گالوں کے رنگ میں تحلیل ہوتی جا رہی تھیں۔

وہ سمجھ گئی تھی۔

وہ جان چکی تھی کہ یہ خاموشی، یہ بند دروازہ، یہ تنہائی۔۔۔ کچھ طوفان اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ دلدار نے اسے ایک جھٹکے میں کمر سے لپٹا لیا۔

اس کے بدن سے چادر یوں کھینچ کر الگ کی جیسے وہ کوئی پردہ ہو جس کے پیچھے چھپی دنیا کو وہ دیکھنا چاہتا ہو۔

دلدار کی نظریں اس کے چہرے سے پھسلتی ہوئی گردن سے ہوتی ہوئی پورے وجود پر یوں ٹھہری تھیں جیسے کوئی پیاسا صحرا بارش کو دیکھ رہا ہو۔ اس کی گہری سانسیں دعام کے گرد ماحول کو ساکت کرتی جا رہی تھیں۔

وہ جھینپ کر کچھ بولنے لگی،

"... آپ نے ناشتہ نہیں کیا... پھر دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا"

یہ اس کی وہی معصومانہ کوشش تھی جیسے کوئی بادل سے کہے کہ برسے نہیں، بس رک جائے۔

لیکن دلدار کی مسکراہٹ کے پیچھے جو جنون چھپا تھا وہ ایک لمحے کو بے رحم لگا۔

فلحال سردار کو صرف یہ میٹھے سے لب چاہییں۔۔۔ جن کی مٹھاس اپنے اندر "

"اتار کر مدہوش ہونا ہے۔۔۔

اس نے وہ الفاظ اتنے آہستہ اور سرگوشی میں کہے کہ دعام کی سانسیں رک گئیں۔

پھر کچھ لمحے بعد، وہ لب جو وہ مانگ رہا تھا، اب اس کے قبضے میں تھے۔

شدت، دیوانگی، جذبے۔۔۔ سب جیسے جسم سے نکل کر ہونٹوں پر آ چکے تھے۔

دلدار نے دنیا کو بھلا دیا تھا۔

اور دعام۔۔۔

وہ بس بند آنکھوں سے اپنے سردار کی دیوانگی سہہ رہی تھی،

جہاں لفظ ختم ہو گئے تھے، وہاں لمس بول رہا تھا۔

کتنی ہی دیر ہو چکی تھی،

دلدار اس کے میٹھے لبوں میں کچھ یوں الجھا تھا جیسے صحرا کو بارش مل گئی ہو اور وہ ہر قطرے کو خود میں اتار لینا چاہتا ہو۔

...نہ جانے ان لبوں میں کیا تھا

کچھ ایسا، جو ہوش چھین لیتا تھا، جو وقت روک دیتا تھا، جو دلدار جیسے سخت وجود کو بے بس کر دیتا تھا۔

اس نے بڑی مشکل سے خود کو اس مٹھاس سے جدا کیا، لیکن جدا ہوتے ہی اس کی دیوانگی نے نیا رخ اختیار کر لیا۔

اب وہ اس کے گالوں پر اپنے لبوں سے گستاخیاں کرنے لگا تھا۔

اس کی گھنی مونچھوں کی رگڑ، دعام کے نرم و نازک گالوں کو سرخ کر رہی تھی، جیسے حیا کے رنگ وہاں ٹھہر گئے ہوں۔

...اس کے لب اب دعام کی گردن کی جانب بڑھنے لگے تھے

...آہستہ آہستہ

ایک توقف، ایک شدت، ایک بے خودی تھی ہر بوسے میں۔ وہ دیوانگی اس سے اس کی گردن کو چوم رہا تھا۔

دوپٹہ پیچھے کی جانب پھینکتے ہوئے اس نے نرمی سے دعام کے بالوں میں انگلیاں پھنسائیں،

پھر گردن کو تھوڑا سا پیچھے کیا، جیسے کوئی محبوب اپنی محبوبہ کو روشنی میں دیکھنا چاہتا ہو۔

اور پھر... اس کی سانسیں دعام کی گردن پر بکھرنے لگیں۔

نرمی سے، شدت سے، بے قابو ہو کر۔۔۔

جیسے اس کا جنون صرف یہی راستہ جانتا ہو۔

ایک کے بعد ایک بوسہ، گردن پر، کندھے کی نرمی پر، اس کے کان کی لو پر... دیوانگی کا ایک نیا سفر شروع ہو چکا تھا۔۔۔

جہاں کوئی منزل نہیں تھی، صرف محبت کی شدت تھی۔

اپنی فراک کی ڈوریاں پیچھے سے کھنچتی محسوس ہوئیں تو اس نے گھبرا کر اپنی نازک انگلیوں سے اس کی قمیض کو تھامنے کی کوشش کی، مگر سردار کی دیوانگی

عروج پر تھی۔ وہ ہولے سے مسکراتا ایک ہی جھٹکے میں ساری ڈوریاں توڑ چکا تھا۔

پھر اگلے ہی لمحے، اسے ہلکے سے بیڈ کی طرف دھکیلتے ہوئے اپنی قمیض اتار دی تھی۔ کُرتے میں لگے بٹن ایک ایک کر کے زمین پر گرتے جا رہے تھے، مگر اُس وقت نہ کسی آواز کی پروا تھی، نہ کسی چیز کا ہوش۔

جذبات کی شدت قابو سے باہر ہو چکی تھی۔ اس لمحے سردار کی دیوانگی اُس پر سایہ فگن تھی۔

وہ دوبارہ اس کے لبوں کو قید کر چکا تھا، محبت کی مہر ہر زاویے پر ثبت ہو رہی تھی۔، اور وہ بے بس سی، لرزتی ہوئی، اندھیرے کمرے میں اپنے وجود کو اس کے سپرد کرتی اس کے جذبات سہنے کی کوشش کر رہی تھی۔

سردار نے اپنے پاؤں سے کمرے کی لائٹ بند کی،

اور دن کے اجالے میں رات کی سیاہی بکھیر گیا تھا۔

لیکن اس سیاہی میں جو دیوانگی تھی،

وہ ایک نازک دل لڑکی کے بس سے باہر تھی۔

... کہاں وہ پہاڑوں کا بے رحم راجہ... اور کہاں وہ معصوم سی لڑکی

سچ میں وہ ایک دیو کی قید میں پھنسی پری لگ رہی تھی، جس کے پاس راہِ فرار کا

کوئی رستہ نہ تھا۔

○○○○○○○○○

دعام کی آنکھ کھلی تو سامنے آئینے کے سامنے سردار کھڑا تھا۔

وہ ہمیشہ کی طرح کالے کپڑے پہنے ہوئے تھا، جن میں اس کا قد لمبا اور جسم

مضبوط نظر آرہا تھا۔

اس کی مونچھیں تیز، سیدھی اور سنورے ہوئے تھیں، بالکل ایسے جیسے کوئی

سردار اپنے وقار کو پہچانتا ہو۔

سبز آنکھیں شدید وحشت لیے چمک رہی تھیں، جیسے شکار پر نظر جمائے ہوئے ہوں۔

اس کا چہرہ سخت مگر قابو میں تھا، ہر جھلک میں ایک کہانی چھپی ہوئی تھی۔

ہاتھوں میں بندوق مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، جیسے موت کو دعوت دے رہا ہو۔

کپڑوں کی چین ٹھیک کرتے ہوئے وہ خاموشی سے اپنی تیاری مکمل کر رہا تھا۔

آئینے میں اپنی عکاسی دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا، جیسے جنگ کے لیے دل مضبوط کر رہا ہو۔

دعام چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی۔ نہ مخاطب کیا تھا اور یہ اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا بس وہ خاموشی اسے دیکھنے کی تھی جو دکھنے میں کسی ریاست کا شہزادے سے کم نہیں تھا۔

○○○○○

اپنی تیاری مکمل کر کے سردار نے فون اٹھایا اور پُر اسرار انداز میں بالا کو کال کر دیا۔

بالا، آج کی ڈکیتی مسجد میں ہونے والی ہے۔"

یہ کوئی عام معاملہ نہیں، وہاں مولوی اور لوگ موجود ہوں گے، اگر بیچ میں کوئی آ گیا تو سب کچھ خراب ہو جائے گا۔

مولوی ویسا بھی بیکار آدمی ہے، اگر مر جائے تو دھرتی سے بوجھ کم ہو گا، لیکن ہمیں بالکل خاموشی سے کام لینا ہے۔ کوئی جانی نقصان نہ ہو تو بہتر ہے۔

کوئی شور شرابہ نہیں کرنا، نہ فالتو وقت ضائع کرنا ہے۔"خاموشی سے کام کریں گے اور واپس آجائیں گے، سب کو تیار رکھو اور ایسا کرو کہ اپنی بھابھی کے لیے اوپر کھانا بھجوا دو، اسے کھانا کھلا کر جاؤں گا،

فون کے ذریعے اس کی آواز میں سرد پن جھلک رہا تھا۔ جبکہ اس کی آخری بات پر دعام نے حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا تھا شاید وہ جان چکا تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔

دعام بیڈ پر لیٹی تھی، کان کھڑے کر کے ہر لفظ سن رہی تھی۔

دل دھڑک رہا تھا اور خوف کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ کتنی آسانی سے کسی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی بات کر رہا تھا۔ وہ کسی مسجد کے مولوی کو مارنے کی بات کر رہا تھا۔ ان ڈاکوؤں کے لیے ان کا ٹارگٹ ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ جس طرح انہوں نے اس سیٹھ طیب جیسے نیک انسان کو مار ڈالا تھا اسی طرح یہ مولوی بھی کوئی نیک انسان ہی ہو گا لیکن ان ڈاکوؤں کو تو صرف اپنے کام سے مطلب تھا

اس کی سانس بے ترتیب ہوئی، مگر وہ بول نہ پائی۔

سردار فون بند کرتا اپنے مناسب لمبے بالوں میں تیز تیز ہاتھ پھیرتا بالوں کو پیچھے کی طرف کرنے لگا، دعام آنکھوں میں بے بسی اور خوف کے ساتھ۔ اسے دیکھ رہی تھی۔

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی، جب کہ سردار پوری طرح سے اپنی تیاریوں میں مگن تھا،

الماری کی دراز کھولتے ہوئے سردار کا ہاتھ بالکل بے رحم انداز میں آگے بڑھا۔

اندر سے ایک چمکتا ہوا چاقو نکالا، دھار پر انگلی پھیر کر تسلی کی۔

پھر وہی چاقو اپنے بیلٹ کے ساتھ اٹکا دیا جیسے برسوں سے یہ اس کا ساتھی ہو۔

لبوں پر ہلکی سی سرسری مسکراہٹ آئی، جیسے کوئی پرانی عادت پوری کی ہو۔

شاید اس کی ضرورت پڑ جائے..." وہ آہستہ سے بڑبڑایا، جیسے خود سے بات کر" رہا ہو۔

دعام بیڈ پر لیٹی، آنکھیں سکیڑ کر یہ سب دیکھ رہی تھی۔

اس کے دل میں خوف کا کوئی ٹھنڈا سا سایہ رینگا، مگر وہ ساکت رہی۔

سردار اب مکمل تیار تھا، چہرے پر وہی وحشی سکون، جیسے کسی طوفان سے پہلے کی خاموشی۔

اس نے ایک آخری بار آئینے میں خود کو دیکھا، اور نگاہ دعام پر ڈالی۔ ایک نظر، گہری، ناقابلِ فہم۔ کمرے میں کچھ لمحوں کے لیے صرف سانسوں کی آواز باقی رہ گئی۔ وہ خاموشی سے اسے ادھر سے ادھر جاتے دیکھ رہی تھی۔

اس کی تنی ہوئی عضلات اور سخت چہرے نے ایک عذاب جیسا تاثر دیا، لیکن جب اس نے دعام کی طرف پلٹ کر دیکھا، اس کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ آ گئی۔

اس کے چہرے کے سخت پن میں اچانک نرمی اور محبت کا رنگ چھا گیا۔

اس نے دعام کی آنکھوں میں گہری محبت سے دیکھا

!اٹھ گئی میرا گلاب سائیں؟ "ہوئی نیند پوری۔۔۔۔"

اس کے لبوں پر عجیب سی نرمی تیر گئی، جیسے وہی ایک چہرہ تھا جس پر اس کی سختی ہار مانتی تھی۔ دعام نے نظر چرا کر کہا،

"میں کام پر جا رہا ہوں، تمہارے لیے کھانا منگوایا ہے آرام سے کھالو۔۔۔۔

لیکن میں نے تھوڑی دیر پہلے کھایا تھا۔" سردار نے ایک پل اسے دیکھا، پھر" بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر پہلے نہیں... دوپہر میں کھایا تھا تم نے۔"میری گلاب" جامن۔۔۔" آواز میں کوئی غصہ نہیں تھا، بس حساب تھا۔ لیکن دنیا جہان کی مٹھاس سمیٹے ہوئے۔

پر... مجھے ابھی بھوک نہیں لگی۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔"

سردار نے گردن ذرا جھکائی،

نہیں، تمہیں کچھ کھانا ہوگا۔ اگر تم میرے سامنے نہیں کھاؤ گی نا، تو میرا" "دھیان تم پر لگا رہے گا، کام پر نہیں۔" اٹھو شاباش فریش ہو جاو۔۔۔

دعام چپ ہو گئی۔ بحث کا حوصلہ نہیں تھا،

اور دلدار کا ڈاکو والا روپ... وہ تو ویسے بھی نہ سہہ سکی تھی، وہ ہاں میں سر ہلاتی اٹھ کر واش روم میں بند ہو گئی تھی فریش ہو کر واپس آئی، تو اسی پل دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ بالا کھانے کی تھالی لے کر آیا،

سب کچھ تیار ہے سردار تم بھابھی کو کھانا کھلا کر نیچے آ جاؤ، بھابھی سردار کے نکلتے ہی دروازہ ٹھیک سے بند کر دینا ہم نیچے جانور کھول کر جائیں گے۔ ضدی جانور ہیں اپنا پرایا نہیں سمجھتے، اور پھر چھوٹا گوشت بہت پسند ہے انہیں۔۔۔" بالا کا لہجہ بڑا پر اسرار سا مگر شرارت سے بھرپور تھا۔ جبکہ اس کی بات سن کر اس کے چہرے کی تو ہوائیاں ہی اڑ گئی تھی۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے ڈرانے کی ضرورت نہیں میرے سوہنے مکھڑے کو میں سمجھا "دوں گا تو نکل۔۔۔" آتا ہوں دس منٹ میں۔۔۔

سردار نے تھالی دعام کے سامنے رکھی، جب کے بالا فوراہاں میں سر ہلاتا شرارتی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔

سرادر نے اس کے لیے نوالہ بنایا، اور بڑے نرم لہجے میں بولا،

میرا میٹھا سائیں... اپنی صحت کا خیال رکھو۔"

چڑیا جتنی ہو تم، مجھ جیسے بندے کے ساتھ گزارا مشکل ہو جائے گا۔" اور تمہیں دیکھ کر جذبات قابو میں بھی نہیں رہتے اب دیکھو اتنے ضروری کام پر جانا ہے اور یہاں جذبات مچل رہے ہیں، اپنے گلاب کا گلابی مکھڑا دیکھ کر دل بغاوت کر رہا ہے کہتا ہے چھوڑ کام کاج اور لگ جب بیوی کے گھٹنے سے بیٹھ کر۔۔۔" وہ نوالہ اس کے ہونٹوں تک لاتے ہوئے بے باک لہجے میں بولا تو اگلے ہی لمحے اس کے چہرے پر سرخی چھانے لگی تھی۔

آپ بھی کھائیں نا... " دعام نے نرمی سے کہا، نوالہ اس کے ہاتھ میں " تھا۔ سردار نے ہلکی سی سانس بھری،

" نہیں، میں نہیں کھاؤں گا، واپس آکر کھالوں گا۔"

" لیکن آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا، دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔"

وہ بے ساختہ دوپہر کی شدتیں یاد کر گئی تھی، کمرے میں آتے ہی اس کے

جذبات جاگ اٹھے تھے۔ اور وہ جن پوری طرح اس پر قابض ہو گیا تھا

" کھانے پینے کا تو ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ "

" ابھی وقت نہیں ہے، میرا سوہنا مکھڑا واپس آکر کھالوں گا۔ "

لیکن آپ نے صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا، میرے خیال میں تو چائے بھی نہیں "

پی۔ " وہ ایک دفعہ پھر سے معصومیت سے بولی تھی نہ جانے کیوں اس کے

کھانے پینے کی اتنی فکر ہو رہی تھی۔

چائے بھی پی لیں گے، تم کھاؤ۔ " سردار نے ایک اور نوالہ بنا کر اس کے منہ "

میں ڈالا۔

لیکن ڈاکو جی، آپ صبح سے بھوکے ہیں۔ " دو چار نوالے لے لیں نا تھوڑا گزارا "

ہو جائے گا اس طرح بھوکے کیسے ہوں گے

اف۔۔۔!!!۔اتنی فکر مت کرو، میرے سجن سائیں، ایسا نہ ہو کہ دل جانے سے مکر جائے۔ کھانا نہیں، تمہیں کھا جاؤں گا۔" وہ بے باکی سے اسے سر سے پیر تک دیکھتا تھوڑی سنجیدگی سے بولا،

ویسے بھی مجھے لگ رہا ہے میں تم پر ظلم کر رہا ہوں، جذبات میرے کنٹرول" میں نہیں ہیں۔

اور تم؟ اتنی سی جان ہو،" میرا اجڑی پہلوان، یوں فکر جتا کر، مجھے مجبور نہ کرو کہ میں جانے سے مکر جاؤں۔

سردار پہلے ہی نکما ہو چکا ہے۔" وہ دلکشی سے مسکرایا تھا۔۔

اس کے خطرناک ارادے جان کر دعام اگلے ہی لمحے خاموش ہو گئی تھی اس نے دوبارہ اسے کھانے کے لیے نہیں کہا تھا وہ بے شرم انسان اگر رک بھی جاتا تو اس کے رکنے کا مقصد کھانا کھانا ہر گز نہیں ہوتا۔

دروازہ میں بند کر کے جا رہا تھا۔

ہم سارے مرد لوگ جا رہے ہیں۔" اس نے گہری آواز میں کہا۔ "

قبیلے میں اس وقت کوئی مرد نہیں ہو گا۔ خطرناک جانور باہر کھلے چھوڑ دیے "

ہیں۔ باہر مت نکالنا۔" اس نے آہستہ سے کہا،

ویسے تو میرا بہادر سائیں، چڑیا والا دل رکھتا ہے، مجھے یقین ہے اگر میں نہ بھی "

" بتاؤں تو تم ابھی باہر نہیں جاؤ گی۔ لیکن پھر بھی احتیاط لازم ہے۔

سردار نے ہلکا سا مسکرا کر کہا، لیکن دعام کو اچھا نہیں لگا تھا۔

وہ اتنی بھی بزدل نہیں تھی۔ ہاں، یہ بات بالکل درست تھی کہ وہ ہرگز اس

اندھیرے میں دروازہ نہ کھولتی، لیکن پھر بھی وہ اتنی کمزور نہیں تھی جتنا سردار

اسے سمجھ رہا تھا۔

یا شاید تھی، لیکن اسے کبھی بھی بتانا نہیں چاہتی تھی۔

ایک بار پھر اپنی ساری چیزیں چیک کرتے ہوئے،

"وہ نرمی سے بیڈ پر اس کے پاس آیا۔۔۔

پھر آہستہ سے اس کے لبوں کو پوری شدت سے چومتے ہوئے، اس کے میٹھے لمس کو اپنی روح میں اتار رہا تھا۔

تم نے سچ میں نکما کر دیا ہے مجھے میرا میٹھا سجن اس مٹھاس سے میرا دل نہیں بھرتا، واپس آکر کھانا کھانے کے بعد پھر میٹھے میں مجھے ساری رات یہ لب اپنے لبوں کی قید میں چاہیے۔ اس نے ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں کو تھوڑی شدت سے چوما تھا جبکہ اس کی حرکت پر وہ سرخ گلاب ہو رہی تھی اور پھر وہ چلا گیا، لیکن جاتے ہوئے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

ooooooo

سردار کے جانے کے بعد دعا م بیڈ پر لیٹ گئی، دل میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں ابھی بھی وہ نرم محبت بھری نظر تھی۔ جو سردار نے ابھی ابھی دکھائی تھی۔

وہ اس سے کتنی محبت کرتا تھا، یاد کرتے ہوئے اس کی لبوں پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ کھلی تھی۔

لیکن اس کے بے باک جذبات اور بے قابو پن نے اسے حیران اور تھوڑا سا بے چین کر دیا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ سردار جب جذبات میں بہکا ہوتا ہے تو پورے جسم سے بول اٹھتا ہے،

کبھی اپنے پیار کی گہرائی میں غرق، کبھی اپنی شدت میں کھویا ہوا۔ اس کی آواز میں وہ مٹھاس اور نرم دلی تھی جو اسے لبھاتی تھی، اس کے میٹھے لفظوں پر مغرور سی ہونے لگی تھی، وہ ابھی تک یقین نہیں کر پائی تھی کہ اتنی محبت کرنے والا شخص حقیقت میں اس کا نصیب ہے لیکن اس کی حقیقت بھی تو کچھ اور وہ ایک الگ دنیا سے نکل کر ایک دنیا میں آگئی تھی۔ اس کی زندگی لمحے میں بدل گئی تھی وہ شخص ایک الگ ہی دنیا کا باسی لگتا تھا

لیکن اس کے ہر لفظ کے پیچھے بے حد تڑپ اور بے قراری چھپی ہوتی تھی۔ دعام کے دل میں ایک چھوٹا سا خوف بھی جاگ اٹھا،

یہ شدت اور بے قابو پن کبھی کبھار اسے تھوڑا سا ڈرائے بھی تھا۔

مگر یہ سب اس کی محبت کا پہلو تھا، جو کبھی نرم پھول کی طرح کھلتا ہے، لیکن قربت کے لمحات میں وہ طوفان کی طرح گرجتا ہے۔

اس انسان کو سہنا جنگ لڑنے کے برابر تھا۔ یہاں سب کچھ اچھا تھا بس اس انسان کی بے باکیاں اور شدتیں سہنا مشکل تھا وہ اس کی دیوانگی کی تاب نہیں لا پا رہی تھی۔ اس وقت اسے یاد کرتے ہوئے بھی اس کہ جسم میں سر سراہٹ سے دور گئی تھی۔

چل دعام شاباش جن کے واپس آنے سے پہلے سو جا، ورنہ وہ آکر واپس تجھے قابو کر لے گا، وہ خود سے بڑبڑاتی ہوئی کمبل خود پر ڈال دی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگے

oooooooooo

اندھیری رات کی خاموشی میں قبیلے کی بستی پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ ہوائیں درختوں کے پتّے سسکیاں لے رہے تھے اور دور کہیں سے جانوروں کی دھاڑتی ہوئی آوازیں ماحول کو مزید ہولناک بنا رہی تھیں۔

انسپیکٹر اکرم سول لباس میں، اپنے قدموں کی آواز کو دبائے، قبیلے کے پچھلے راستے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہر قدم پر آنکھیں چاروں طرف گھما رہا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ ایک غلطی اسے کسی درندے کا نوالہ بنا سکتی ہے۔

اگر آج رک گیا... تو شاید ہمیشہ کے لیے پچھتاؤں گا..." ** اس نے دل" ** میں سوچا۔

اسے خبر تھی کہ قبیلے کے سب مرد کسی مہم پر نکلے ہوئے ہیں۔ اور یہ وہی لمحہ تھا جس کی اسے مدتوں سے تلاش تھی۔

قبیلے کی پتھروں کی دیوار پھلانگتے ہی سامنے جھاڑیوں میں حرکت ہوئی۔ وہ فوراً جھک گیا، بندوق کی نال سامنے کی۔

لیکن سامنے صرف ایک جنگلی بلی تھی... وہ دوبارہ آہستگی سے آگے بڑھا۔

—درختوں کے پیچھے سے ایک بھاری سا سایہ گزرا

شاید کوئی بھیڑیا تھا یا پھر... وہ کالی آنکھوں والا خونخوار کتا جس کی کہانیاں ** مشہور تھیں۔ یہاں جانور ہوسکتے ہیں اسے اندازہ نہیں تھا کیا جانوروں کا یہاں کھلا رہنا کسی سازش کا حصہ تھا یہ صرف حفاظت کی ایک کوشش۔۔۔۔" **

خیر جو بھی تھا آج اکرم کا سامنا درندوں سے نہیں، اپنے فرض سے تھا۔

کو صرف قبیلہ دیکھی میں نے اور یہاں کے راز جاننے آیا تھا، یہ قبیلہ ان گنت رازوں سے بھرا ہوا تھا یہی اصل درندگی کا اڈہ تھا۔ لیکن پھر اسے محسوس ہوا کہ یہاں اور اس نے غلطی کی ہے

اندھیری رات کے نیچے، قبیلے کی سرحد عبور کرتے ہی ماحول جیسے سانپ بن کر اس کی گردن سے لپٹ گیا ہو۔

انسپیکٹر اکرم کے قدموں کی چاپ گھاس میں دب چکی تھی، لیکن کتے... ان کی سونگھنے کی طاقت خاموشی نہیں بیٹھی۔

بھوں بھوں! بھوں بھوں! اچانک نا جانے کہاں سے **چار، نہیں پانچ، چھ**
— جنگلی کتے اس کے پیچھے دوڑ پڑے تھے

آنکھوں میں خون، جبڑوں سے رال ٹپک رہی تھی۔ وہ چیخ نہیں، دھاڑے تھے۔

اکرم نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پہاڑ کی طرف دوڑ لگا دی۔

... قدم پھسلتے، سانس اکھڑتی، لیکن وہ جانتا تھا

آج کی رات موت اور زندگی کی دوڑ ہے۔

اچانک ایک غراہٹ فضا کو چیرتی ہوئی نکلی۔

کتوں کی آوازیں دب گئیں۔

پہاڑوں کے پیچھے سے اب ایک نیا سایا ابھرا—**ایک جنگلی شیر...**

جس کی آنکھوں میں بھوک اور وحشت ناچ رہی تھی۔ اکرم کا حلق خشک ہو

چکا تھا۔

کتوں کی بوچھاڑ اور شیر کی موجودگی میں، اب کوئی بھی سانس اس کی آخری ہو

سکتی تھی۔

تبھی... ایک سور جھاڑیوں سے نکلا، غصے میں غرایا، اور اس پر جھپٹ**

**پڑا۔

وہ دھڑام سے گرا، گھٹنوں اور بازو سے خون بہہ نکلا۔ سور نے اپنے تیز دانتوں

سے اس کی ٹانگ کو نشانہ بنایا لیکن اکرم خود کو جھٹک کر ایک طرف

لڑھکایا۔ زمین جیسے دشمن ہو گئی تھی—ہر طرف کانٹے، پتھر اور خون۔

نہیں ایسے نہیں میں "مر نہیں سکتا! ابھی نہیں!" ** وہ دانت پیس کر اٹھا، **

اپنے ہی خون میں بھیگا، لیکن دوڑ پڑا، آخری سانس تک لڑنے کو تیار۔

پہاڑ پر ایک تیز زاویے پر چڑھتے ہوئے، ایک بھاری پتھر کو تھام کر رکا۔

پشت اس پتھر سے ٹکائی اور سانس کھینچی۔

لیکن... یہ صرف پتھر نہیں تھا۔ اکرم نے دیکھا—پتھر کی سطح پر کچھ چٹانی لکیریں تھیں، جیسے وہ دروازے کی چوکھٹ ہو۔

اس نے ہاتھ پھیرا... کچھ دبایا... اور دھڑاک سے پتھر ایک طرف سرک **

** گیا۔

—اندر ایک تاریک سرنگ تھی۔ اور اب وہ ایک لمحے میں سمجھ گیا

** یہ قبیلہ زمین کے اوپر نہیں، نیچے بھی بستا ہے۔ **

** ہر دیوار، ہر چٹان... ایک راز ہے۔ **

یہ قبیلہ صرف جانوروں سے نہیں بچا ہوا... یہ رازوں سے بنا ہوا" **

** "ہے۔

اس کا سانس اب دھیرے دھیرے بحال ہو رہا تھا، لیکن دماغ... وہ اور زیادہ الجھ

چکا تھا۔

جنگلی سور کے حملے اور شیر کی گرجدار موجودگی کے بعد، اکرم کے لیے ہر

سانس قیمتی تھی،

اس کی سانسیں تیز، قدم لڑکھڑاتے، اور زخمی ٹانگ جیسے چلاتی ہوئی چیختی۔

اس نے ایک پتھر نما راستہ چڑھتے ہوئے خود کو گھسیٹا۔ اوپر آکر سامنے ایک

—جگہ آئی

پتھروں کے بیچ ایک چھوٹی سی کھلی جگہ، نہ کوئی خیمہ، نہ کوئی چراغ، لیکن زمین

پر بچھا قالین، دیوار سے لٹکا ہوا ایک پرانا ہتھیار،

اور ایک مٹی کی دیوار میں گندھی *کسی عورت کی تصویر*۔**"یہ جگہ عام

**\"... نہیں

وہ دھیرے سے بولا، حیرت زدہ نظروں سے سب دیکھتے ہوئے۔ وہ الجھ کر رہ گیا

... تھا فضا میں ایک الگ سی خاموشی تھی

شیرازی ٹھیک کہتا تھا ان ڈاکوؤں کی دنیا بہت الگ ہے یہاں دیواریں خود کوئی

—راز سنانے کو تیار بیٹھی ہوں۔ لیکن وقت نہیں تھا

اسے وہاں رکنا نہیں تھا۔ اچانک نیچے سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں پھر

ابھریں،

ان کے ساتھ جنگلی جانوروں کی غراہٹ۔

اکرم فوراً نیچے جھکا، ہاتھ میں پڑی لکڑی تھامی،

اور اندھیرے میں چپ چاپ ایک چھوٹے پہاڑی راستے سے نیچے اترنے لگا۔

"... بس خاموش رہنا ہے... سانس بھی آہستہ"

لیکن قسمت کو شاید اب بھی اس پر رحم نہ تھا۔

ایک اور جھاڑی ہلی، اور سامنے ایک *شیر کے بچے* کی موجودگی نے اسے ساکت کر دیا—

جہاں بچہ ہو، ماں قریب ضرور ہوتی ہے۔

وہ پیچھے ہٹا، دل سینے سے نکلنے کو تھا۔

لیکن پیچھے سے ایک درخت سے ٹکرایا—

شیرنی کی گرجدار دھاڑ سنائی دی۔

اب دو ہی راستے تھے... مرنا یا دوڑنا۔

اکرم نے خود کو پوری طاقت سے ایک چٹان سے نیچے لڑھکایا، کئی زخم آئے، **ہاتھ چھل گئے، خون بہا، لیکن** وہ زندہ تھا۔

جنگلی جانور پیچھے رک گئے، شاید وہ ان کی حد سے باہر نکل چکا تھا۔ نیچے میدان سا آ گیا تھا، اور وہاں ایک کچا راستہ قبیلے سے باہر جاتا دکھائی دیا۔

—اکرم دوڑنے لگا۔**وہ جانتا تھا، ابھی وہ بچا ہے **\

... لیکن وہ خفیہ جگہ ، وہ ہتھیار ، وہ پرانی تصویر

یہ سب عام باتیں نہیں تھیں۔

اسے واپس آنا پڑے گا... اس قبیلے کے راز جاننے کے لیے اور اس قبیلے کو جڑ"

سے مٹانے کے لیے اسے واپس آنا تھا۔

oooooooo

دعام سوئی نہیں تھی، بس یونہی لیٹی جاگتی آنکھوں سے چھت کو تک رہی تھی۔

نیند تو کب کی پوری ہو چکی تھی، وہ تو بس جن کے آنے سے پہلے سونا چاہتی

تھی ...

ابھی کچھ ہی وقت ہوا تھا اسے گئے، جب پہاڑ کی پتھریلی زمین پر ہلکی سی ہلچل

ہوئی۔ دعام چونکی۔ دل کے کسی کونے میں امید جاگی کہ شاید وہ واپس آگیا

ہے۔

اس نے فوراً سر چادر میں لپیٹا اور آنکھیں موند کر سونے کی ایکٹنگ کرنے لگی...

لیکن کئی پل گزر گئے، کوئی آواز نہیں آئی۔

وہ حیران تھی... اگر وہ آیا تھا، تو اب تک کمرے میں آجانا چاہیے تھا۔ یا پھر...؟ کوئی اور تھا، لیکن اور تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا خاص کر اس جگہ کے باہر تو کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

خوف اور تجسس کی چپ میں وہ آہستہ سے بیڈ سے اتری، دبے قدموں دروازے تک آئی، اور ہلکا سا دروازہ کھول کر نیچے جھانکا۔ ہر طرف سنّاٹا تھا۔ صرف کتوں کے بھونکنے کی مدھم، گھبراہٹ سے بھری آوازیں آرہی تھیں۔

اس نے گھبرا کر دروازہ بند کر لیا، دل سینے میں دھڑکنے لگا۔

"اگر کوئی نہیں آیا... تو یہ آوازیں کیسی؟ اور وہ پتھروں کی ہلچل...؟"

الجھنوں کے جنگل میں گم وہ دوبارہ بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

ooooooo

اگر کوئی بھی نہیں ہے تو یہ آواز کدھر سے آئی تھی۔

!یہ دیور بھیا ہی ہوں گے...ڈرا رہے ہیں مجھے"

دیور جی کی شکایت کرنے کا ارادہ دل میں ابھرا تو ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔

آپ کی شکایت کروں گی آنے دیجیے ڈاکو جی کو"لیکن میں بزدل نہیں ہوں یہ تو میں آپ کو بتا کر رہوں گی۔اس بار اس نے پکی نیت سے ہمت کی، بیڈ سے اتر کر چپکے سے دروازہ کھولا۔اس بار وہ صرف جھانکی نہیں، باہر قدم بھی رکھ دیا۔

...اندھیرے میں نیچے جھک کر دیکھنے لگی، جیسے کسی کے سائے کی تلاش ہو

لیکن ہر طرف صرف خاموشی اور سیاہی تھی۔

!تب ہی اچانک، ایک جھٹکے سے کسی بھاری چیز نے اس پر حملہ کر دیا

ایک چیخ فضا کو چیرتی ہوئی قبیلے کی دیواروں سے ٹکرائی۔دعام کی چیخ اتنی بھیانک تھی کہ پورا قبیلہ لرز اٹھا۔

وہ چیخ، وہ حملہ، اور... اگلے ہی لمحے گولیوں کی گونج نے سناٹے کو توڑ ڈالا۔

دعام کی کمر کے گرد پنجے جیسے کسی درندے کے لپٹے تھے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا اور صرف درد کا احساس تھا۔

اس پر جو جانور تھا، وہ کوئی عام جانور نہ تھا—وہ جنگلی شیر جیسا تھا! وہ اس کے جسم پر جھکا ہوا تھا جب ایک گولی کی آواز نے اس درندے کو جھٹکا دیا۔

شیر گھبرا کر پیچھے ہٹا، اور دعا چیختی ہوئی لڑھکتی، پہاڑ کے کنارے کی طرف جا گری۔ تکلیف اور درد سے وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی تھی۔۔

ooooooo

وہ اپنی کارروائی مکمل کر کے واپس آیا تو فوراً اسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ کوئی اس کے قبیلے سے گزر گیا ہے۔

یقیناً انسپیکٹر اکرم کی ہمت ہی تھی جو اتنی خطرناک جگہ میں داخل ہوا تھا۔ اکرم واقعی بہادر پولیس والا تھا۔ اگر وہ ڈاکو نہ ہوتا تو اس کی بہادری کی تعریف ضرور کرتا۔

اپنے گھوڑے سے اترتے ہوئے اس نے خاموشی سے بالا کو شیر دل کی رسی تھمائی۔ ارادہ اوپر جانے کا تھا۔ اسے یقین تھا دعام سو رہی ہو گی۔

سردار تم نے صبح سے کچھ کھایا نہیں۔۔۔۔"جمرو نے کہا۔

ابھی کچھ کھانے کا دل کر رہا صبح ساتھ ناشتہ کر لیں گے، جاؤ تم لوگ بھی آرام کرو۔ میرا سجن سائیں میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ تم سونے سے پہلے سارے جانوروں کو قید کر دینا، وہ مسکرا کر کہتا اوپر کی طرف قدم بڑھا رہا تھا،

جب اسے فوراً اندازہ ہو گیا کہ سب کچھ معمول کے مطابق نہیں ہے۔ اپنے پہاڑ کی جگہ سے ہلکی سی روشنی پھوٹ رہی تھی، اور پھر اچانک اس کی نظر کسی کی تاک میں کھڑے جنگلی شیر پر پڑی۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ جانور انسان کے خون کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

سردار نے پوری تیزی سے اوپر کی طرف دوڑ لگائی۔ اس کے پیچھے بالا اور کچھ دیگر لوگ بھی آئے تھے۔ وہ جانور حملے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ یعنی کہ کوئی تھا جو اس کا شکار بننے والا تھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر پاتے، جنگلی چیتے نے اوپر کی طرف حملہ کر دیا۔

سردار نے سوچے سمجھے بغیر فائرنگ شروع کر دی، مگر اس کے باوجود وہ جانور دعام کو شدید نقصان پہنچا چکا تھا۔ اور وہ مزید بھی نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا تھا

۔

سامنے کھڑا شیر اب اپنی پوری ہولناکی کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ وائرنگ کی آواز سے گھبرا کر بھاگنے کے بجائے، اُلٹا ایک بار پھر اپنے شکار پر جھپٹنے کو تیار تھا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ جھپٹتا، سردار پوری شدت سے آگے بڑھا اور دعام کے سامنے آ گیا

وہ شیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اسے نقصان پہنچانا اتنا آسان نہیں!"تم نے غلط جگہ ہاتھ مارا ہے، تمہیں اس کا" نقصان اٹھانا پڑے گا۔۔ میری سر دارنی کو نقصان پہنچا تم نے خود مجھے اپنا دشمن بنایا ہے۔

سر دار کی نگاہ میں ایک وحشیانہ عزم چمک رہا تھا۔ وہ ہر چیز میں اس لڑکی کے لیے دیوار بن جاتا تھا... چاہے سامنے شیر ہی کیوں نہ ہو۔

شیر ایک غضبناک دھاڑ کے ساتھ اس پر جھپٹا۔ اس کے تیز ناخن سر دار کے کندھے کو چیرتے ہوئے گزرے۔ وہ اپنا بڑا، خوفناک منہ کھولے سر دار کی گردن کو قابو کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا، لیکن سر دار نے اپنی پھرتی اور ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً کمر سے خنجر نکالا اور پوری طاقت سے شیر کی گردن میں پیوست کر دیا۔

شیر کی ایک بھیانک چیخ سنائی دی۔

خون کا فوارہ پھوٹا، زمین پر ٹپکتا سرخ رنگ جیسے جنگ کا اعلان ہو۔

سردار کا ارادہ اپنے جانور کو مارنے کا نہیں تھا... وہ جانتا تھا کہ یہ فطرت کا حصہ ہے، لیکن اس وقت وہ مجبور تھا۔

اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔ وہ اگر نہ کرتا تو شیر دعام کو چیر پھاڑ ڈالتا۔ جس کا ذائقہ اس کے منہ کو لگ چکا تھا۔

وہ درار دلگاتار اس پر وار کرنے لگا سردار کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ انسان نہیں، کوئی وحشی جانور بن چکا ہو۔

اس کے چہرے پر چھائی جنونیت، اس کی آنکھوں میں دہکتا ہوا طوفان، اور ہاتھوں میں تھاما خون آلود خنجر... سب اس کے اندر کے طوفان کی گواہی دے رہے تھے۔

اگر وہ ایک لمحہ بھی لیٹ ہو جاتا،

تو شاید آج وہ اس وجود کو کھو بیٹھتا... جو اس کے لیے سب کچھ تھا۔

یہ خیال ہی اس پر ایک ایسا پاگل پن سوار کر گیا تھا جسے قابو کرنا اب اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔

وہ بار بار شیر کے وجود پر وار کر رہا تھا۔

ہر وار پہلے سے زیادہ شدت لیے ہوئے۔

ہر بار چاقو کی نوک میں اس کا بے قابو غصہ، اس کا جنون، اور اس کا خوف بول رہا تھا۔

بالا پیچھے کھڑا اسے پکار رہا تھا،

"!سردار! بس کرو! مر گیا ہے وہ... ختم ہو چکا ہے"

لیکن سردار کے کانوں پر جیسے کچھ سنائی ہی نہ دے رہا ہو۔

ہر وار کے ساتھ اس کا سینہ تیزی سے اٹھتا گرتا، آنکھوں کی سرخی اور گالوں پر بہتا پسینہ —— وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکا۔

وہ خود بھی جانتا تھا کہ وہ اسے صرف مار نہیں رہا... وہ اپنے اندر کی چیخیں، اپنا خوف، اپنی بے بسی... سب اس خون میں بہا رہا تھا۔

یہ وہی شیر تھا جسے بالا کئی بار کہہ چکا تھا کہ اسے جنگل میں چھوڑ دینا خطرناک ہے۔ یہ جنگلی جانوروں کو صرف نقصان پہنچاتا ہے اپنی بھوک نہیں مٹا سکتا ۔اور پھر یہ پاگل ہو رہا ہے قابو میں بھی نہیں اتا۔

"یہ کسی دن ہمارے ہی لوگوں کو نقصان دے گا سردار!"

لیکن سردار نے ہمیشہ اس بات کو نظرانداز کیا تھا۔

اسے جانوروں سے ایک عجیب سا انس تھا...

مگر آج وہ خود اس جانور سے زیادہ خونخوار نظر آرہا تھا۔

آج سردار نے اپنے ہاتھوں سے اس تعلق کو دفن کر دیا تھا۔ اپنے ہی ہاتھوں سے... اپنے ہی جذبات کو قتل کر دیا تھا۔

کیونکہ اس کے ہر جذبات پر اس کی محبت حاوی ہو چکی تھی اس کا عشق دیوانگی کا روپ اختیار کر رہا تھا اب اس کے لیے سانس لینا بھی اتنا ضروری نہیں تھا جتنا ضروری دعام تھی۔

○○○○○○○○

رات کی تاریکی تھی، مگر اس کی آنکھوں میں صرف ایک چمک تھی... دعام کی فکر، اس کے زخمی وجود کی تڑپ۔ اسے اور کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔

وہ خود بھی بری طرح زخمی ہو چکا تھا، خون اس کے بازو سے رس رہا تھا، کندھے سے نیچے تک قمیض خون سے گیلی ہو چکی تھی۔

کالے لباس میں ہونے کی وجہ سے اس کا خون نظر تو نہیں آ رہا تھا، لیکن اس کی قمیض سے نیچے کر زمین پر گرتا خون سب کے لیے پریشانی کا باعث بن گیا تھا ۔مگر یہ سب کچھ جیسے اس کے لیے کوئی معنی نہ رکھتا ہو۔

اس کا سارا وجود بس ایک سوچ میں جکڑا ہوا تھا۔۔۔

"... کہ اس کی دعام کو کچھ نہ ہو... اس کی سانس کو کچھ نہ ہو"

جمرو اور بالا، دونوں نے اسے سنبھالنے کی پوری کوشش کی۔ وہ بار بار اس کے سامنے آرہے تھے تاکہ وہ پیچھے ہٹ جائے، بیٹھ جائے، کچھ لمحے آرام کرلے، مگر وہ دیوانہ بنا ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔

○○○○○○○○○○

سردار، خدا کا واسطہ ہے، بیٹھ جاو!" ڈاکٹر آرہی ہے۔ جمرو نے آگے بڑھ کر" اس کا ہاتھ تھاما۔

ہٹ جا جمرو... مجھے دعام کے پاس رہنا ہے،"

اس نے جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑایا۔

سردار تم بھابھی کو زخمی دیکھو گے تو تمہاری حالت مزید خراب ہو گی تمہیں مزید کچھ سارے تم خود کو نقصان پہنچ جاؤ گے۔ اس نے جیسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

مجھے سانس نہیں آرہی جمرو... مجھے اپنی دعام کے پاس جانا ہے..."وہ غصے سے چیخ پڑا۔

بالا اس کی آنکھوں میں وہ جنون دیکھ چکا تھا جو کبھی کسی دشمن کے لیے ہوتا تھا، مگر آج محبت کے لیے تھا۔

سردار... تمہارا کا اپنا خون بہہ رہا ہے۔ جسم کا رنگ نیلا پڑنے لگا ہے۔ اس حال" "میں دعام کو کیسے سنبھالیں گے؟

اندر قبیلے کی عورتیں ہیں ڈاکٹر بھی بس آرہی ہے تھوڑا سا صبر کر جاؤ تم وہاں جاؤ گے تو مزید پاگل ہو جاؤ گے۔ اب کی دفعہ بالا نے آگے بڑھتے ہوئے اسے سمجھانا چاہا تھا،

وہ اس کی جنون سے واقف تھا اس نے پورا قبیلہ تباہ کر دینا تھا دعام کی ایک ذرا سی تکلیف پر۔ مگر دلدار کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

بس کر دو تم دونوں... اگر میری دعا م کو کچھ ہو گیا نا، تو میں اس دنیا کو آگ لگا"

دوں گا۔

اسے کچھ نہیں ہو گا سردار تھوڑی سی فکر اپنی بھی کر لو، بالا اس کے بہتے خون کو

دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا

مجھے پرواہ نہیں کہ میں مر جاؤں... پر میری جان سلامت ہونی چاہیے..."اس کا

جسم لڑکھڑانے لگا، مگر ہاتھ اس کا مضبوط تھا۔

قبیلے کے سارے مرد خاموش کھڑے تھے۔ سب جانتے تھے کہ دلدار صرف

جسم کا نہیں، روح کا بھی سردار ہے۔ اس کی چاہت کے آگے ہر دشمن بے بس،

ہر زخم ہیچ۔

لیکن وہ ایک لڑکی کے لیے اتنا دیوانہ ہو جائے گا یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

oooooooo

ڈاکٹر آگئی ہے۔ دعام بھابھی کے کمرے میں لے جایا جارہا ہے۔" اسی لمحے کسی" نے آکر اطلاع دی، سردار جیسے ہوش کھو بیٹھا۔

وہ بھاگا... خون میں لت پت، بغیر یہ دیکھے کہ زمین پر کتنے دھبے رہ گئے۔ اس کی صرف ایک منزل تھی... دعام۔۔۔۔ "بالا اور جمرو اسے اس طرف نہیں جانے دے رہے تھے لیکن اب کی وہ انہیں پیچھے ہٹاتا تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

سردار تو بالکل باولا ہو گیا ہے اگر دعام بھابھی کو کچھ ہو گیا تو یہ تو پاگل ہو جائے گا ۔ایک ڈاکو نے پریشانی سے بالا کی طرف دیکھا تھا

اللہ نہ کرے کچھ ہو اسے..." وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا، آج سردار" کی حالت دیکھ کر تو وہ سب لوگ ہی پریشان ہو گئے تھے ابھی اس لڑکی کو اس قبیلے میں آئے دن ہی کتنے ہوئے تھے کہ سردار بدلنے لگا تھا۔

بالا نے ایک ان سب کو دیکھا تھا پھر اوپر کی طرف قدم بڑھا دیے تھے جب کہ جمرو بھی اس کے پیچھے ہی اوپر کی طرف گیا تھا۔

ساری عورتوں کو باہر نکال دیا گیا تھا جبکہ کمرہ اندر سے بند تھا۔ سرکار وہی باہر کھڑا تھا۔

اندر صرف ایک مائی تھیں۔ جو کسی بھی باہر والے انسان پر یقین نہ کرنے کی وجہ سے اندر تھیں۔ ورنہ ڈاکٹر نے انہیں بھی جانے کے لیے کہہ دیا تھا۔

سردار تم فکر مت کرو ابھی دیکھنا ڈاکٹر باہر آکر کوئی اچھی خبر سنائے گی میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ بھابھی کے زخم زیادہ گہرے نہیں ہیں تم نے کچھ برا ہونے سے پہلے ہی اس شیر پر حملہ کرتے کیا تھا۔

زخم گہرے ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ درد میں تو ہے نابالا "اگر اللہ اس کا درد مجھے دے دو، تو میں ہنس کر سہہ لوں گا... پر اس کے آنسو نہیں دیکھ سکتا..."

میں اسے دنیا سے بچانے کے لیے یہاں لایا تھا میرے قبیلے میں اس کے ساتھ ایسا ہو گیا۔ کیسے۔۔۔۔؟ مجھے خود سمجھنا چاہیے تھا وہ اس قبیلہ میں نئی ہے نہیں

جانتی یہاں کے بارے میں کچھ بھی اگر میں جا ہی رہا تھا تو بھی مجھے حطرناک جانور کھول کر نہیں جانا چاہیے تھا۔

بالا اور جمرو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ یہ وہ سردار تھا جو دشمن کے سامنے بھی پلک نہیں جھپکتا تھا، آج تک سردار سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی لیکن آج وہ بتا رہا تھا کہ اس نے غلط کیا ہے۔

آج ایک نازک لڑکی کے لیے تڑپ رہا تھا۔ جب کہ قبیلے کے مردوں کے بھی منہ کھل گئے تھے اس وقت ہر کوئی سردار کے بدلے ہوئے رویے کی بات کر رہا تھا، سردار کی یہ تڑپ یہ محبت کسی کی آنکھوں سے چھپی ہوئی نہیں تھی "اور ' عاشق سردار نہیں بن سکتا یہ اس قبیلے کے لوگوں کا ماننا تھا

جمرو نے آہستہ سے دروازہ کھول کر مائی کو نکلتے دیکھا تو وہ تیزی سے مائی کے پاس آیا تھا۔

زخم کوئی گہرا نہیں ہے بس ہلکی سی خراشیں ہیں ڈر کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے تھوڑی دیر میں ہوش آجائے گا مائی نے جیسے سکون کا اعلان کیا تھا

سردار" جمرو نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، "تُم بے بس نہیں ہو۔ رب نے تمہاری دعا سنی ہے... دعا م بھابھی محفوظ ہے۔ جمرو نے جوش اور اونچی اواز میں اس کو بتایا تھا جب کہ وہ خاموشی سے آسمان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"یارب... تُو تو سب جانتا ہے... میرے دل کی دھڑکن، میری سانسوں کی ڈور، سب اسی ایک چہرے سے بندھی ہے۔ اگر کبھی پھر ایسی کوئی آزمائش دوبارہ آئی نا... تو میری سانسیں چھین لینا، لیکن میرے سوہنے مکھڑے کو کچھ نہ ہو۔ میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں، اور نہ ہی مجھے کسی اور کی چاہ ہے۔ شکر ہے تیرا... تُو نے مجھے آج بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ تُو نہ ہوتا، تو میں کب کا بکھر چکا ہوتا..."

وہ ایک گہری سانس لیتا تیزی سے اندر کی طرف قدم بڑھا چکا تھا جبکہ بالا اور جمرو اس کے ساتھ اندر آگئے تھے۔

ооооооо

ڈاکٹر اپنا کام کر چکی تھی۔ دعام کو ڈرپ لگا دی گئی تھی، اس کے زخم صاف کر دیے گئے تھے، خراشیں تھیں، کچھ زیادہ گہرا نہیں تھا، لیکن وہ بے ہوش تھی۔

... آنکھیں بند تھیں، اور اس کے چہرے پر ایک خوف تھا

دوسری طرف سردار دلدار... وہ اب بھی دعام کی طرف ہی دیکھ رہا تھا، جیسے پلکیں جھپکنے سے بھی وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گی۔ اس کے اپنے زخموں سے خون رِس رہا تھا، مگر اُسے پرواہ نہ تھی۔ فرش کا رنگ مکمل بدل چکا تھا۔ اس کا کندھا بھی سوج چکا تھا، چہرے پر خراشیں اور بازو کی ہڈی پر کٹ، پر وہ جیسے سب بھول چکا تھا۔

بالا اور جمرو بار بار اس کے قریب آکر اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن ہر بار وہ ایک جنونی انسان کی طرح خود کو جھٹک دیتا۔

سردار، یہ خون بند کروائیں... آپ کا خون بہت زیادہ ضائع ہو رہا ہے آپ کو" کمزوری ہو جائے گی آپ بے ہوش ہو سکتے ہیں، زخم بہت زیادہ گہرا لگ رہا ہے

آپ کا کندھا سوجھ رہا ہے ممکن ہے کہ بازو کی ہڈی پر بھی فرق پڑا ہو ڈاکٹر کہہ رہی تھی۔

"اسے فوراً مرہم پٹی کی ضرورت تھی۔

ٹھیک ہوں میں آپ کو نے اپنی بیوی کا علاج کرنے کے لیے بلایا ہے اپنا نہیں، آہ کا کام ہو چکا ہے تو اپ جا سکتی ہیں وہ بے رخی سے بولا

جمرو کے لہجے میں ایک بے بسی تھی

لیکن سردار ڈاکٹر ٹھیک کہہ رہے ہیں جمرو نے سمجھانا چاہا۔

تم مجھے مت سمجھاؤ، اگر اتنا مسئلہ ہے تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ سردار کا لہجہ بے حد کٹھور تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک سچی بے قراری تھی۔

سردار تمہیں کچھ ہو جائے گا تو ہمارا کیا ہو گا، بالا نے بے بسی سے کہا۔

مجھے کچھ نہیں ہوا" اگر کچھ ہوا ہے، تو صرف میری دعام کو...باقی سب کچھ بکواس ہے... یہ زخم، یہ خون... کچھ معنی نہیں رکھتے!"

ڈاکٹر پیچھے کھڑی تھی۔ وہ ایک عام سی عورت تھی، مگر سردار کی یہ حالت دیکھ کر اس کے بھی قدم لرزنے لگے۔

سردار جی... معاف کیجئے گا... لیکن... اگر آپ نے زخموں پر توجہ نہ دی... تو" "انفیکشن ہو سکتا ہے۔ جسم کمزور ہو سکتا ہے۔ آپ کو علاج کروانا پڑے گا۔

وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہاں اسے سننا کون چاہتا تھا،

اس کی نظریں دعام پر تھیں۔ وہ ہر چیز کو نظر انداز کیے نگاہیں اس کے بے جان وجود پر جمائے ہوئے تھا۔ ڈاکٹر پیچھے ہٹی۔

یہ شخص تو پاگل ہے..." وہ بڑبڑائی۔"

لیکن اس کی بربڑاہٹ سن کر اچانک بالا کا پارہ چڑھ گیا۔

پاگل نہیں ہے... عاشق ہے۔ اور ایسا عاشق جو اپنی محبت کے لیے جان بھی" "!قربان کر دے

اس نے غصے سے ڈاکٹر کو پیچھے کیا، اور خود دلدار کے پاس آیا۔

اب تو میں کچھ نہیں سنوں گا۔ تُو سردار ہے، تُو ہمارا حاکم ہے... اگر تجھے کچھ ہو" گیا تو؟ ہم کس کے لیے جییں گے؟ تُو ہماری جان ہے،

اگر یہ لڑکی تیرے لیے تیرا سب کچھ ہے تو تو ہمارے لیے ہمارا سب کچھ ہے ہم تجھے اپنا کوئی نقصان نہیں کرنے دیں گے، حالت دیکھ اپنی اگر تجھے یہاں کچھ ہو گیا تو۔۔۔ تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔" اس کے لہجے میں بے تحاشہ غصہ تھا ۔لیکن آنکھوں میں محبت کی نمی تھی۔

پھر اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر خود سردار کا بازو تھاما، زبردستی اس کی قمیض کا بازو پھاڑا، اور وہاں لگے گہرے زخم پر دوا ڈالنے لگا۔

دلدار کی آنکھوں سے چنگاریاں برسیں، لیکن وہ خاموش رہا۔

یہ میرا حق ہے سردار... میں تجھے بچپن سے جانتا ہوں... میں تیرا یار ہوں... اور" "!یار کبھی دشمنی نہیں کرتا، صرف درد بانٹتا ہے

جمرو بھی قریب آ گیا، اس نے دوسرے زخموں پر روئی سے دوا لگائی۔

سردار، ہم جانتے ہیں تمہیں کیا تکلیف ہے... ہم سب دعام بھابھی کے لیے"

"پریشان ہیں... لیکن اگر تم کمزور ہو گئے، تو دعام بھابھی کو کون سنبھالے گا؟

تمہاری اس تڑپ اور اس حالت نے باہر سرداری کی تاک میں بیٹھے سارے

کتوں کے منہ کھول دیے ہیں کہتے ہیں کہ سردار اب سردار نہیں رہا عاشق ہو گیا

ہے، اور عاشق سرداری نہیں کرتے،

بالا نے مرہم لگا کر پٹی باندھی، ہاتھوں میں کپکپاہٹ تھی،

سردار کی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں، لیکن زبان پر خاموشی طاری تھی۔

کر لی مرہم پٹی مل گیا سکون اب دفع ہو جائے شکل گھوم کر اپنی ادھر

سے، سردار نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ تو بالا نے مسکریا،

نہیں سردار... میں نے صرف اپنا فرض نبھایا ہے۔ تیرا عشق اگر دعام ہے، تو"

"...میرا عشق تُو ہے

تو اب بھابھی کے پاس آرام کر، اگر کسی چیز کی ضرورت تو میں یہی باہر اپنا بسترا لگا رہا ہوں آواز دے دینا۔ وہ جمرو کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا اسے بھی یہ باہر نکل گیا تھا جب کہ اس کی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے دعام پر جم گئی تھی۔

oooooooo

تات سے صبح ہو چکی تھی لیکن ایک شخص تھا جس کی پلکوں پر لمحہ بھی قرار نہ تھ سردار دعام کے قریب بیٹھا، اپنی زخمی باہیں اس کے گرد تانے، صرف اس کی سانسوں کے زیر و بم کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کی نظر مسلسل دعام کے چہرے پر تھی۔ ہلکی ہلکی روشنی میں وہ چہرہ اسے دنیا کا سب سے مقدس منظر لگ رہا تھا۔

جب دعام کی پلکوں میں لرزش ہوئی۔ آنکھوں کے کنارے تھوڑے سے ہلے۔

سردار فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔ سانسیں رکی... وقت جیسے تھم سا گیا۔

دعام...؟ میرا میٹھا سائیں "میرا بہادر سائیں،"

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس کے چہرے کو چھوا۔

دعام نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، جیسے صدیوں کی نیند سے جاگی ہو۔

چہرے پر ایک گہرا خوف، اور آنکھوں میں ایک بے یقینی۔ اسے سب کچھ

دھندلا سا یاد آرہا تھا، وہ دروازہ، وہ اندھیرا، وہ حملہ، وہ چیخ... اور پھر صرف

!اندھیرا

ڈاکو۔۔۔جی۔۔"اس کے ہونٹوں سے نکلا، لیکن آواز جیسے کانپ رہی تھی۔"

میرا سوہنا سائیں... میں یہاں ہوں... تمہارے پاس... تمہارے ساتھ... دلدار"

نے ایک پل بھی انتظار نہ کیا۔ جیسے ہی دعام کی آنکھیں پوری طرح کھلیں، وہ

اٹھ کر اسے اپنی باہوں میں لے چکا تھا۔ مضبوط، محفوظ، پناہ دینے والی باہیں...

جس میں دنیا کے ہر خوف سے بچا جا سکتا تھا۔

دعام، جو ابھی کچھ لمحے پہلے موت کے دہانے سے لوٹی تھی، اب اس کی باہوں

میں آکر پھوٹ کر رو دی۔

مجھے لگا... میں مر جاؤں گی... مجھے لگا... آپ کبھی نہیں آؤ گے... میں بہت ڈر گئی"

"! تھی... بہت

وہ ننھی بچی کی طرح رو رہی تھی، سر دار کے سینے میں منہ چھپا کر، اپنے آنسو بہا کر جیسے اندر کا سارا ڈر نکال دینا چاہتی ہو۔

دلدار کے اپنے آنسو جیسے اس کی آنکھوں میں چمکنے کو تھے، مگر وہ مضبوط بن کر دعام کو تھپکتا رہا۔

ششش... کچھ نہیں ہوا میرے گلاب کو... میرے سوہنے مکھڑے کو کوئی ہاتھ" نہیں لگا سکتا جب تک سر دار کی سانسیں چلتی ہیں۔ میں تھا نا؟ آیا نا میں؟" اور تمہارے زخموں سے پہلے نہیں پہنچ پایا اس کا افسوس ہے لیکن ان زخموں کی "وجہ کو بھی مٹا دیا ہے میں نے۔۔۔

"لیکن۔۔یہ۔ آپ کو کیا ہوا۔ آپ تو زخمی ہ۔۔۔وگئے نا؟ آپ کا خون...وہ...

وہ قمیض..."

"تم ہے نا... میرے پاس... باقی سب بکواس ہے۔"

اس نے نرمی سے دعام کے لبوں پر بوسہ دیا۔

دعام نے اس کے بازو کو دیکھا، وہاں پٹی بندھی تھی، کچھ خون اب بھی جھلک رہا

تھا۔

"یہ سب... آپ میرے۔۔۔ آگے آئے تھے ناشیرن۔۔۔۔ے آپ۔۔۔

پر بھی حملہ۔۔۔کیا۔۔۔۔ آپ کو بھی زخمی کر دیا۔۔۔" وہ اس کے زخم دیکھ کر

رونے لگی تھی۔

"تم میری ہو۔ تمہاری ایک خراش پر میں اپنی جان وار سکتا ہوں... زخم تو بہت

چھوٹا سودا ہے۔"

دلدار کی آواز میں وہی جنون تھا، دعام پھر رو دی... لیکن اس بار سکون کے آنسو تھے۔

وہ ایک بار پھر اس کے سینے سے لگ گئی، اور سردار نے اسے ایسے تھاما جیسے زندگی تھام لی ہو۔

کمرے میں کچھ لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی، بس دھڑکنوں کی گونج تھی۔

oooooooo

کافی وقت گزر چکا تھا۔ دعام ابھی سردار کی باہوں میں تھی۔ تھوڑا سا سکون آیا تو وہ آہستہ سے اس کے سینے سے الگ ہوئی، لیکن ہاتھ اس کے بازو سے اب بھی جُڑے ہوئے تھے، جیسے ڈر ہو کہ اگر چھوڑ دیا تو وہ پھر تنہا ہو جائے گی۔

اب ٹھیک ہو نا؟" سردار نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر آہستہ سے کہا۔"

دعام کی پلکیں لرزیں... اس کے لب ہلے،

آپ کے بعد... آپ کے جانے کے بعد... کچھ عجیب سا ہوا... "دلدار کا جسم"

ایک دم تن گیا، جیسے کسی نے اس کی روح کو جھنجھوڑ دیا ہو۔

"!کیا ہوا تھا، دعام؟ بتاو مجھے... ایک ایک بات صاف صاف بتاو"

میں نے دروازہ کھول کر باہر جانے سے منع کیا تھا تو تم کیوں گئی تھی باہر

۔۔۔"اب وہ حساب کتاب پر اتر آیا تھا۔

دعام نے گہرا سانس لیا،

سب کچھ ایسے پھر سے آنکھوں کے سامنے آگیا خوف، اندھیرا، دروازے کی

آواز، اور حملہ۔

آپ گئے تھے نا باہر... میں کمرے میں تھی... تھوڑی دیر تک تو میں نے سمجھا، "

آپ بس گئے ہیں، واپس آجائیں گے... پھر اچانک... دروازہ زور سے بجا... ایسا لگا

جیسے کوئی بہت زور سے آکر دروازے سے لگا ہے۔

سردار کی بھنویں تن گئیں، اس کا ہاتھ دعام کی ہتھیلی پر سختی سے بند ہو گیا، لیکن اس نے کچھ نہ کہا۔ بس سن رہا تھا۔

مجھے لگا... آپ ہوں گے... میں نے دروازے کی طرف دیکھا... کافی دیر تک "
"... انتظار کرتی رہی، آپ آئے نہیں... تو میں باہر دیکھنے چلی گئی

اس کی آواز اب ہولے ہولے کانپ رہی تھی، اور آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں۔

لیکن باہر... باہر کوئی نہیں تھا... بلکل سناٹا... میں نے سوچا بالا بھیا مذاق کر رہے " ہوں گے... میں نے دروازہ بند کر دیا... مگر... تھوڑی دیر بعد... ہر طرف خاموشی چھا گئی تو میں نے اٹھ کر دیکھا... لیکن..." وہ رک گئی، گھبرا کر ایک نظر سردار کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی

مجھے نہیں پتہ وہ کیا تھا... شاید وہی شیر تھا... بس اگلے لمحے مجھ پر جھپٹ پڑا... اور " پھر... بس اندھیرا..." سردار کا چہرہ اب مکمل سرد ہو چکا تھا۔

جیسے اس کے چہرے پر زندگی کی جگہ صرف انتقام، آگ اور جنون آگیا ہو۔

چاکو جی مجھے پہلے لگا وہ کوئی انسان باہر ٹکرایا ہے۔ جانور اس طرح سے آکر دروازے سے کیسے ٹکرا سکتا ہے یا شاید مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔ دعام نے سر جھکا لیا،

جو بھی تھا انسان یا جانور "اب میرے ہوتے ہوئے... کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھے...؟" تو آنکھیں نوچ لوں گا۔ دلدار آہستہ سے بڑبڑایا، جیسے خود سے وعدہ کر رہا ہو،

وہ جو کوئی بھی تھا تمہارے ان زخموں کا حساب تو اسے دینا ہو گا، جب تک میں حساب نہ لے لوں میں اسے مٹی میں بھی دفن نہیں ہونے دوں گا..." وہ اٹھنے لگا، لیکن دعام نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"...نہیں... ابھی مت جایئے... مجھے ڈر لگتا ہے"

وہ اس کے سینے میں پناہ ڈھونڈنے لگی تو سردار واپس بیٹھ گیا، اس کی نظروں میں کچھ پل کے لیے وہی نرمی ابھری، جو ہمیشہ کی طرح آج بھی صرف دعام کے لیے تھی۔

"نہیں جاؤں گا... جب تک تمہارا ڈر میری بانہوں میں دم نہ توڑ دے... جب تک تم خود نہ کہو کہ 'اب ٹھیک ہوں'، میں کہیں نہیں جا رہا۔"

دعام نے اس کی طرف دیکھا.. آنکھوں میں تھوڑا سا اطمینان آیا.. مگر خوف ابھی مکمل ختم نہیں ہوا تھا۔

اور سردار جان چکا تھا، کہ اب یہ معاملہ صرف زخم کا نہیں... یہ تو کسی دشمن کا پہلا وار تھا۔

اب سرداری کا فیصلہ ہو گا... اور فیصلہ صرف ایک ہو گا "انتقام!" وہ نہیں جانتا تھا کہ کون تھا اگر تو یہ اکرم تھا تو اب کی دفعہ غلط جگہ ہاتھ ڈال چکا تھا۔

oooooooo

میدان میں رات کے سناٹے کا راج تھا۔ دعام کمرے میں سکون کی نیند سو رہی تھی، جبکہ نیچے چارپائی پر پڑے سردار کے اندر طوفان مچ چکا تھا۔ سارا جسم زخمی، ہونٹوں پر خراشیں، بازو پر پٹی، اور سینے پر چھپی اذیت... لیکن آنکھیں ابھی بھی بے چین تھیں۔ نیند سے کوسوں دور۔ وہ تو بس ایک ایک لمحے کو دعام کی سانسوں میں تول رہا تھا۔

اچانک قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جمرو تھا، جو تیزی سے چلتا ہوا آیا اور ایک طرف کھڑا ہو کر سانس بحال کرنے لگا۔

"سردار... میں خبر لے کے آیا ہوں"

آواز دبی ہوئی تھی، لیکن اس میں وہ لرزش تھی جو خطرے کی گواہی دیتی ہے۔

سردار کی آنکھیں ایک دم جمرو پر پڑیں۔ خون اتر آیا آنکھوں میں۔

"بول... کیا خبر ہے؟"

آواز تھکی ہوئی تھی، لیکن اس میں وہی کڑک، وہی وحشت چھپی ہوئی تھی جو سردار کی پہچان تھی۔

وہ پولیس والا... انسپیکٹر اکرم، وہ آیا تھا یہاں... "ایک خبری نے بتایا ہے کہ" شام کو اسی علاقے میں چکر کاٹ رہا تھا پھر جیسے ہی ہم لوگ قبیلے سے باہر نکلے وہ غائب ہو گیا۔ اور کل رات اس پر اسی جانور نے حملہ بھی کیا ہے۔ حملہ کسی پاگل شیئر کا لگتا ہے

جمرو نے دبے دبے لفظوں میں بتایا۔

سردار کے چہرے کی رگیں تن گئیں، ہونٹ بھینچ گئے، آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔

وہ اٹھ کر بیٹھا تو اس کی نظریں زمین میں گڑ گئیں۔ اس کی آنکھوں کے آگے وہ سب پلک جھپکنے میں گزر گیا... دعام کی چیخ، اس کا ڈر، اس کے زخمی کندھے پر بہتا ہوا خون... اور اس سب کے پیچھے وردی والا ایک پولیس والا۔ اور وردی سے تو اس کی سانس سانس نفرت کھاتی تھی۔

اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ جمرو کو دیکھا، تو اس نے سر جھکا لیا۔

کچھ چور کی طرح آیا اس سے سزا ملنی چاہیے اگر مرد ہوتا تو سینہ ٹھوک کر آتا"

، چلیں اسے مردان کی کا مطلب سمجھا کے اتے ہیں آواز میں زہر تھا، سانسوں

میں زلزلہ۔

جمرو نے اثبات میں سر ہلایا۔ سردار کی وحشت لوٹ آئی تھی۔ دل زخمی تھا،

جسم زخمی تھا، لیکن غیرت ابھی سانس لے رہی تھی... اور غیرت کا دشمن،

چاہے وردی میں ہو یا بغیر وردی... سردار کے قبیلے میں بخشا نہیں جاتا۔

oooooooooo

گرد آلود سڑک پر دور سے گھوڑوں کی ٹاپیں، ٹائروں کی چرچراہٹ، اور زمین

ہلانے والی للکاریں سنائی دے رہی تھیں۔

پولیس اسٹیشن کے باہر دھول کا طوفان اٹھ رہا تھا۔

دروازہ دھڑام سے کھلا۔

سردار دلدار یلغار، کا چہرہ زخموں سے سجا ہوا، آنکھوں میں خون، ہاتھ میں بندوق، اور پیچھے اس کے قبیلے کے دس جنگجو۔ ہر ایک کی کمر سے بندوقیں، آنکھوں میں انتقام۔ پولیس اہلکار بھاگ کر اسلحہ لینے دوڑے مگر...** سردار** دھاڑا۔

ہاتھ مت ہلانا! ورنہ آج تم سب کی وردیاں اتار کر یہاں کی زمین پر پھیلا دوں گا!" سناٹا چھا گیا۔

کسی میں ہمت نہ تھی کہ جواب دے۔

آواز سن کر اکرم تیزی سے اپنے افس سے باہر نکلا۔ جسے دیکھتے ہی وہ تیزی سے اس کی طرف بھرا اٹھا اور پھر ایک جھٹکے میں سردار نے اکرم کو اپنے سامنے گھسیٹا، جو پہلے سے ہی زخموں میں لت پت تھا، کل شیر نے اس پر کافی زور دار حملہ کیا تھا۔

یہی ہے وہ بزدل سردار! کل ہماری غیر موجودگی میں ہمارے قبیلے میں گھس کر" خود کو مرد کہنے والا پولیس والا، بالا غصے سے بھنایا تھا۔

میری تیرے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی اکرم! مگر اب تجھ پر میری بیوی کی "اذیت کا قرض ہے، اور آج وہ سود سمیت وصول ہو گا۔

اس نے اپنی بندوق کا پچھلا حصہ اکرم کے منہ پر مارا تھا۔ اکرم کا سر ایک طرف کو جھکا، ہونٹوں سے خون ٹپکا۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین پر گرتا، سردار نے پیچھے سے اس کی یونیفارم پکڑ کر چاک کر دی۔ چچچک!" کی آواز کے ساتھ وردی پھٹی —جیسے عزت روند دی گئی۔

سب لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، لیکن کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آگے بڑھے۔ اکرم کی مدد کے لیے ایک قدم بھی کسی نے نہیں اٹھایا۔

سردار... "بس یہ لفظ ہی کافی تھا کہ دل دہل جائیں۔"

ان کے لیے اتنا جان لینا ہی کافی تھا کہ وہ نقاب پوش کوئی عام آدمی نہیں، وہ اس علاقے کا خون خوار ڈاکو تھا۔ وہ اگلے ہی لمحے اسے اپنی طرف کھینچتا۔ اکرم کی بچی کھچی وردی کے بٹن نوچ کر پھاڑتے اسے زمین پر گرا دیا۔

اکرم کراہ اٹھا،

" تم قانون ہاتھ میں لے رہے ہو۔۔۔وہ چیخ اٹھا تھا"

قانون؟ تیرا قانون میرے پیر کی جوتی کے نیچے ہے، انسپیکٹر۔۔۔!تم لوگوں کا قانون صرف تب سر اٹھاتا ہے جب کوئی طاقتور انصاف مانگتا ہے آج تک تم لوگوں کی وردی نے تم لوگوں کے قانون نے کسی کے غریب کسی ضرورت مند کو انصاف نہیں دلایا تو ایسے قانون کو ہاتھ میں رکھوں یا پیر کی جوتی کے نیچے ایک برابر ہے

کس کی اجازت سے کل رات تو میرے قبیلے میں گیا تھا۔کس مائی کے لال میں "

" اتنی ہمت آگئی کہ تیرے ریسرچ وارنٹ کو پاس کر دیا۔۔

کہ تو نے میری اجازت کے بغیر میرے قبیلے میں قدم رکھا..." سردار کی آواز میں گرج تھی، بجلیوں جیسی۔"...اور اس کی سزا اسے ہر ضرب میں مل رہی تھی!"

وہ کافی دیر سے اکرم پر بندوق کی پچھلی نوک سے ضربیں لگا رہا تھا۔ اکرم کی وردی خون سے تر، جسم زخموں سے چور، لیکن سانس ابھی باقی تھی۔ اس کے پیٹ سے خون پانی کی طرح تہر رہا تھا__*"سردار... وہ مرجائے گا!"*__ ایک پولیس والے نے ڈرتے ڈرتے لب ہلائے۔

سردار نے پلٹ کر دیکھا، آنکھوں میں دہکتے انگارے تھے۔

نہیں مرتا...! بہت ہی ڈھیٹ ہڈی ہے یہ... لیکن اگلی بار 'سردار' سے پنگا لینے" سے پہلے ہزار بار سوچے گا!" پھر سے وہی وار ہوا—بندوق کی پچھلی نوک، ہڈیوں کو توڑتی ہوئی۔ اکرم میں اتنی سکت نہیں بچی تھی کہ خود کو بچا سکے۔ ایک وار کے بعد وہ دھڑام سے پیچھے لڑھک گیا، اور اس کے بازو سے

*** کَچک**** کی آواز آئی—جیسے ہڈی چیخی ہو۔__*"معافی مانگ لو... ہمارا سردار بڑے دل والا ہے... معاف کر دے گا تمہیں!"*__ پیچھے سے بالا کی شرارتی آواز گونجی۔

جی سر دار جی! معاف کر دیجیے... یہ صاحب سے غلطی ہو گئی!" ایک حوالدار "

کانپتے ہوئے بولا۔

پھر جیسے پورا تھانہ ایک ساتھ بول پڑا، ہر کسی نے اکرم کی جان کی بھیک مانگنی شروع کر دی۔ حالانکہ اکرم ہی سب سے سینئر تھا، لیکن اس وقت وہ وحشیانہ بے بسی کی عبرتناک تصویر بنا ہوا تھا۔

سردار نے اکرم کو زمین میں گھسیٹا، ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

." کر دوں گا معاف..."سب کی سانسیں تھم گئیں۔"

اگر یہ اپنی پینٹ اتار کر، اُس کونے میں بیٹھ کر بھیک مانگے — بھکاریوں کی.

"!طرح

اتنا کہنا تھا کہ سارے ڈاکو قہقہے لگا کر ہنس پڑے۔ شرٹ اس کی وہ پہلے ہی پھاڑ چکا تھا اب مطالبہ پینٹ اتار کا معافی مانگنے کا تھا مطلب صاف تھا وہ اسے ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے۔

اکرم نے سردار کو وحشت سے دیکھا، آنکھوں میں نفرت، بے بسی، اور ایک مردہ سی انا باقی تھی — لیکن اگلے ہی لمحے، سردار نے اس کے سر پر بندوق کا پچھلا حصہ پوری طاقت سے دے مارا۔

اکرم کا منہ خون سے بھر گیا، نظریں دھندلا گئیں۔ "آنکھیں دکھاتا ہے سردار کو؟!" سردار دھاڑا۔ "غلطی بھی کرے گا، اوپر سے باپ کو آنکھیں دکھائے گا؟"

اس نے اکرم کا کان اس شدت سے مروڑا جیسے وہ سچ میں باپ اور بیٹا ہی ہوں،

○○○○○○○○

جناب کپڑے پہن لیجیے، کب تک یوں بے لباس ہو کر بیٹھے رہیں گے؟" یہ " آواز حوالدار کی تھی، جو دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اکرم کے لیے ایک نئی وردی تھی۔ تھانے کا وہ کمرہ، جہاں کبھی اکرم کا رعب بولا کرتا تھا، آج اس کی ذلت کی تصویر بنا ہوا تھا۔

وہ دیوار کے ساتھ سر ٹکائے بیٹھا تھا، آنکھوں میں نفرت، غصہ، اور شکست کی نمی لیے۔ صرف ایک کالا نکر اس کے جسم پر باقی تھا، جو پتہ نہیں سردار نے کیسے چھوڑ دیا تھا۔

باقی سب کچھ سردار نے اتاروا لیا تھا،

وہ رعب، وہ طاقت، وہ یونیفارم، سب کچھ۔ جس کا اکرم کو غرور تھا۔

اکرم نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں، وردی کو دیکھا، پھر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ وردی جو کل تک اس کی شان تھی، آج اس کے لیے مذاق بن چکی تھی۔

اس نے کچھ نہیں کہا، صرف وہیں بیٹھا رہا جیسے کوئی مر چکا ہو اور جسم زندہ رہ گیا ہو۔

میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا..." اس نے اچانک دانت پیس کر کہا۔"

آواز میں لرزش تھی، لیکن آنکھوں میں جھلسا دینے والی آگ۔

"میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ اس نے مجھے ننگا کیا۔ میری عزت برباد کی۔"

اس کے لفظ، حوالدار کے قدم روک گئے۔ وہ حیران کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

اکرم تھرتھراتی آواز میں بول رہا تھا، جیسے غصے کی کوئی آگ اس کے جسم میں جل رہی ہو۔

اس نے مجھے تھانے کے چند پولیس والوں کے سامنے ننگا کیا ہے میں اسے پوری دنیا کے سامنے ننگا کروں گا۔

وہ ڈاکو نہیں ہے... وہ ذلت کا ایک نشان ہے جو میرے ماتھے پر لگا دیا گیا ہے۔"

اکرم کا جسم کانپ رہا تھا، آنکھوں سے آنسو نہیں، شعلے برس رہے تھے۔ اس نے مکے مار مار کر دیوار پر اپنا ہاتھ سوجا دیا۔ اس کے ہاتھ خون تھوڑا بہنے لگا

،

جب کہ جسم تو اس کا پورا لہولہان تھا کچھ اثر کل رات کے شیر والے حملے سے تھا تو باقی کسر ڈاکو نے نہیں چھوڑی تھی۔

لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ اس کا غرور، اس کی عزت، سب کچھ روند ڈالا تھا

اس سردار دلدار نے۔

کیا یہ خبر کے باہر نکل چکی ہے اس نے حیرانگی سے خولدار سے بہت اچھا جس

نے کندھے اچکائے تھے لیکن وہ جانتا تھا یہ خبر باہر نکل چکی تھی

اب میں ہر تھانے کی سرخی بنوں گا... ہر تھانے کی چٹکلا۔"

اس نے مجھے دو کوڑی کا کر دیا مجھے ننگا کر کے میری عزت برباد کر دی اب ٹکے

ٹکے کے لوگ میرا مذاق اڑائیں گے 'اکرم وہیں بنا کپڑے کے بیٹھا بچے کی طرح

رونے لگا تھا'..

"یہ لوگ یہی کہیں گے، یہی ہنسیں گے۔ .

حوالدار نے کچھ کہنا چاہا، لیکن اکرم نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"نہیں۔ کچھ مت کہو۔ تم جانتے ہو؟ میں نے پندرہ سال اس وردی کو عزت دی، قانون کو مانا۔ لیکن اس ڈاکو نے، اس جانور نے، میرے پندرہ سال کے وقار کو ایک لمحے میں دفن کر دیا۔"

اکرم کی آواز اب دھیمی ہو چکی تھی، جیسے کسی قبر کے اندر سے نکل رہی ہو۔

"جس لمحے اس نے مجھے کہا کہ 'جا بیٹا، جا کر کمرے میں بیٹھ جا'... میں مر گیا تھا۔ میرے اندر کا ہر افسر، ہر مرد مر گیا۔"

وہ لمحہ اس کے ذہن میں بار بار آ رہا تھا۔ سردار دلدار کی آنکھوں میں وہ رعونت، وہ بے خوفی، اور اپنے قبیلے والوں کے درمیان اکرم کو ذلیل کرنا— اکرم کے لیے یہ صرف ایک توہین نہیں تھی، یہ ایک اعلان جنگ تھا۔

"اب میں کچھ اور نہیں دیکھوں گا... نہ قانون، نہ اصول۔ میں صرف بدلہ لوں گا۔" اکرم آہستہ آہستہ کھڑا ہوا، کپڑے لیے، اور سامنے دیوار میں لگے چھوٹے سے ائینے کو دیکھنے لگا۔

سر دار دلدار یلغار... تم نے مجھے ننگا کیا؟ اب دیکھنا میں تمہیں کیسے بے بس" کرتا ہوں۔ تمہارے قبیلے کے ایک ایک بندے کو جلا ڈالوں گا، تمہاری عزت کا "ایک ایک زرہ چبا جاؤں گا۔

اس کی آواز میں اب حوصلہ تھا، نہیں... وحشت تھی۔ وہ اب وہ اکرم نہیں رہا تھا جو تھانے میں رشوت سے بچنے والا، ایماندار آفیسر سمجھا جاتا تھا۔ جو اپنی کامیاب بھی کا انتظار کرتا تھا جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سردار کو پکڑنے کا خواب دیکھ کر اپنی پرموشن چاہتا تھا اب وہ صرف اکرم نہیں، بدلے کی آگ میں جلتا درندہ تھا۔

وہ لوگ جو آج میرا مذاق اڑا رہے تھے، وہ دیکھیں گے میں کیا کرتا ہوں۔"""

اس نے وردی پہنی، آئینہ کے سامنے اپنے چہرے کو دیکھا، اور آہستہ سے بول پڑا

"میں اب صرف قانون نہیں ہوں... اب میں موت ہوں سردار کے لیے۔"

اسی لمحے تھانے کے باہر کوئی شور ہوا۔ اکرم نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا—

کچھ پولیس والے، اور آس پاس کے لوگ تھانے کے باہر جمع تھے۔ سب کا

ایک ہی سوال تھا۔

"کیا واقعی ایک ڈاکو نے انسپکٹر اکرم کو ننگا کر دیا؟"

اکرم کی مٹھی سختی سے بند ہوئی۔ اس کی رگیں تن گئیں۔ اب وہ دنیا کو دکھائے

گا، کہ جس نے اسے ننگا کیا... وہ خود کیسے بے لباس ہو گا۔

سر آپ پچھلے راستے سے یہاں سے نکل جائیں، اب آپ کا یہاں رہنا مناسب

نہیں۔ حوالدار نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اس وقت اس کا نکل جانا ہی بہتر تھا جس نے ایک نظر حولدار کو دیکھا اور وہاں

سے نکل گیا

ooooooo

رات کا وقت تھا، پہاڑی قبیلے کی فضا میں خوشی کا شور گونج رہا تھا۔ آسمان تاریک ضرور تھا، لیکن قبیلے کے در و دیوار پر جلتی مشعلیں روشنی بکھیر رہی تھیں۔ وہ خوشی جو برسوں بعد ملی تھی، وہ انتقام جو برسوں سے سینوں میں سلگ رہا تھا، آج وہ سب کچھ پورا ہو چکا تھا۔ سردار دلدار کی واپسی کے ساتھ ہی قبیلے میں ایک الگ ہی فضا بن چکی تھی۔

قبیلے کے دروازے سے جیسے ہی سردار اندر آیا، پہلا نعرہ بالا نے لگایا تھا۔

"سردار زندہ باد!"

اور پھر پورے قبیلے نے جیسے نعرہ دہرا دیا ہو۔ چھوٹے بچوں سے لے کر بوڑھے بزرگ تک، سب کی آنکھوں میں ایک ہی جذبہ تھا—فخر۔

جمرو نے سب سے آگے ہو کر سردار کا استقبال کیا۔

سردار، قسم رب دی، آج تے ساڈی چھاتی چوڑی ہو گئی اے۔ "اس وردی والے کا کیا حساب لیا ہے۔۔۔"

سردار دلدار خاموش رہا، صرف ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ الفاظ کی نہیں، آج عمل کی زبان چل رہی تھی۔ وہ وہ سب کچھ کر چکا تھا جو وہ کرنا چاہتا تھا۔ وردی والوں کی شان میں دراڑ ڈال دی تھی۔ آج اس نے اکرم جیسے پولیس والے کو نہ صرف بے عزت کیا بلکہ زمین بوس کر دیا تھا۔

آسمان کی طرف بندوقیں اٹھا کر اندھادھند فائرنگ کی گئی۔ پہاڑ گونج اٹھے تھے۔ شور، قہقہے، سیٹیاں، شور شرابہ —— سب کچھ تھا۔ قبیلے کی عورتیں بھی اپنے پہاڑوں کے غاروں سے نکل آئی تھیں۔ بچے ناچنے لگے۔ کچھ چھوٹے لڑکے تو اکرم کی نقلیں اتار کر قہقہے لگا رہے تھے۔

وہ جانتا تھا قبیلے کے ایک ایک انسان کو یہ واقع خوب مزے لے کر سنایا گیا ہے ، اور پھر مزے کیوں نہ لیے جاتے پولیس والوں کے ساتھ دشمنوں نے 40 سال سے تھی۔

اوے جمرو! ہاہاہاوردی والا کیسا کانپ رہا تھا وہ۔ جیسے بچہ ہو، جس کے ہاتھ میں "

" کھلونا نہ ہو۔

" ہاہاہا! اور کیسے اپنی پینٹ اتار کر میز پر رکھ دی تھی۔ "

جان کے لالے پڑے تھے کیسے نہ اتارتا

ہائے ہائے! سردار نے بھی کیا ڈائلاگ مارا تھا—جا بیٹا، جا کر اندر بیٹھ جا۔ باپ "

"!نے معاف کیا

سب ہنس ہنس کر پاگل ہو رہے تھے۔

بالا نے تو حد ہی کر دی، وہ اکرم کی طرح چلنے لگا، اپنے کپڑے جھاڑتا، سر جھکاتا، سردار کو ایسے گھورتا جیسے اکرم گھور رہا تھا تبھی جمرو نے اٹھ کر اس کے منہ زور سے تھپڑ مارا تھا۔

باپ کو آنکھیں دکھاتا ہے ایک تو غلطی کرتا ہے پھر باپ کو آنکھیں دکھاتا ہے

"___

جمرو نے موقع کا فائدہ اٹھا کر اپنا ہاتھ صاف کیا اور زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

جمرو کی اس حرکت پر سردار کا بھی زوردار قہقہہ بلند ہوا تھا جبکہ بالا تو جمرو کو گھور کر رہ گیا تھا قبیلے کا ہر فرد آج خوش تھا۔

وہ دکھ، وہ اذیت، وہ زخم جو اٹھارہ سال پہلے لگے تھے، جن وردی والوں نے ان کے گھروں کو آگ لگا کر ان کے اپنے جلائے تھے، آج ان کے ایک نمائندے کو اسی آگ میں جلایا گیا تھا—عزت کی آگ میں۔

قبیلے کی بڑی عورت، جس کا پورا خاندان تب جل کر راکھ ہو گیا تھا، وہ بھی دروازے پر آئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، لیکن لبوں پر تبسم۔

ساڈا پتر دلدار، توں سچ مچ سردار ہے... اج تیرا باپ ہووے تے فخر کرے..." ایک بوڑھی مائی نے کہا تو وہ نرمی سے ان کے ہاتھ تھام کر اپنے لگن سے لگا گیا تھا،

یہ تو شروعات ہے مائی اب اگر پولیس والوں نے سامنے سے پنگا لے ہی لیا ہے ، ہم بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے اس پولیس والے نے قبیلے کے اندر آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے اس کی سزا تو اسے ملنے ہی تھی۔

وہ دلدار کی ماں نہیں تھی، لیکن قبیلے کی ہر عورت اسے اپنا بیٹا مانتی تھی۔ اور دلدار بھی انہیں ماں کی طرح ہی مانتا تھا۔ اس عورت نے جب سردار کے سر پر ہاتھ رکھا، تو سب خاموش ہو گئے۔

بس پتر، یہ پہلا بدلہ تھا۔ اصل حساب تو ابھی باقی ہے۔ "ان لوگوں نے ہماری" نسلیں مٹائی ہیں ہم تب بے بس تھے لیکن تیرے ہوتے ہوئے ہم آج بے بس نہیں ہیں۔

سردار نے سر جھکایا، لیکن خاموش رہا۔ قبیلے کے لوگ جانتے تھے کہ وہ باتوں کا نہیں، عمل کا آدمی ہے۔

دوسری طرف، کچھ نوجوان لڑکے اپنے ہاتھوں میں اکرم کی پھٹی وردی کے ٹکڑے لیے گھوم رہے تھے۔ وہ وردی جسے ہمیشہ سے طاقت کی نشانی سمجھا گیا

تھا، آج ان کے قدموں میں پڑی تھی۔ انہوں نے اسے جھنڈے کی طرح اونچا کر کے جلانے کا اعلان کر دیا۔

یہ وردی نہیں، ہمارے جلے ہوئے خواب ہیں۔ آج ہم ان خوابوں کی راکھ" میں امید کا دیا جلائیں گے!" بالا نے اونچی آواز میں کہا۔

:اور جیسے ہی وہ وردی جلائی گئی، قبیلے کی زمین پر ایک اور نعرہ گونجا

"!سردار دلدار یلغار زندہ باد"

پہاڑوں نے یہ نعرہ گونج کر واپس لوٹایا۔ گویا فطرت بھی اس انتقام میں ساتھ تھی۔

سردار سمجھ چکا تھا اب یہ واقعہ صرف ایک یاد نہیں تھا، یہ ایک طاقت تھا کہ ان کا قبیلہ پولیس والوں پر حاوی ہے۔

یہ بات ہو انہیں پہلے بھی پتہ تھی کہ پولیس والے ان سے ڈرتے ہیں لیکن آج میں ثابت ہو گیا تھا کہ پولیس ان کے سامنے کچھ نہیں ہے اور پھر جس طرح

تھانے کے اندر بیٹھ کے وہ ان کے ساتھ انسپیکٹر کی وردی اتروا کر لے آئے تھے۔

مطلب صاف تھا کہ اب پولیس والے ان کے لیے صرف ایک مذاق سے زیادہ کچھ بھی نہیں تھے۔ 18 سال پہلے اس کے قبیلے کے لوگ وردی والوں کے خوف سے کانپتے تھے۔

اور آج اس کے قبیلے کے لوگ جشن منا رہے ہیں صرف ایک وردی والی کی حالت پتلی کر کے۔

قبیلے کے جوان لڑکے، جو برسوں سے انتقام کی تربیت لے رہے تھے، آج پہلی بار ہنس رہے تھے۔ ان کی مائیں، جنہوں نے اپنے شوہروں اور بیٹوں کو وردی والوں کے ہاتھوں کھویا تھا، آج شکر ادا کر رہی تھیں۔ ان کی دعاؤں کا نتیجہ سامنے تھا۔

سردار بہت دیر تک نہیں رکا۔ وہ سب کو سراہ کر، ان کی ہنسی دیکھ کر، ان کی خوشی محسوس کر کے سیدھا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

کیونکہ اب ایک اور جنگ باقی تھی۔ ایک اور دشمن سامنے تھا۔ اور ایک نازک وجود، وہ دشمین جان جس میں اس کی سانسیں بستی تھیں۔

لیکن قبیلے کی رات ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ رات، قہقہوں کی رات تھی۔

وہ رات، ظلم کے خلاف جیت کی رات تھی۔

وہ رات، ایک سردار کے نام لکھی گئی تھی۔

○○○○○○○○

سردار خاموشی سے کمرے میں داخل ہوا۔ دھیمی روشنی میں دعام کا چہرہ بے حد معصوم لگ رہا تھا، لیکن اس کے چہرے پر چھائے خوف نے سردار کے دل کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ اُس کی پلکوں کے نیچے چھپے ہوئے درد کو دیکھ کر دل سے محسوس کر رہا تھا کہ یہ خوف کل کی رات کا زہر تھا، جو دعام کی روح میں گھس چکا تھا۔

اس کی آہستہ آہستہ سانسیں اور کبھی کبھار ہلکا سا کپکپانا، اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ ابھی بھی اپنی کل رات کے حملے اور آنے والے خطرات سے بے حد ڈری ہوئی ہے۔

سردار اپنی جگہ پر کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا، جیسے اس کا دل چاہ رہا ہو کہ وہ اس خوف کو اپنی مٹھی میں لے لے، دعام کے دکھ کو اپنے سینے میں دبا لے۔ وہ جانتا تھا کہ دعام کے لیے یہ دنیا کتنی بے رحم ہے، مگر وہ بھی اتنا ہی بے بس تھا۔

دعام کی معصومیت نے سردار کے اندر چھپی ہوئی محبت کو جگا دیا، اور وہ جانتا تھا کہ اسے اپنی پوری طاقت سے اس کی حفاظت کرنی ہے۔ وہ آہستہ سے اس کے پاس بیٹھ کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا، "میں تمہارے ساتھ ہوں میری زندگی، تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔" کبھی بھی نہیں۔۔۔ میں اب اپنے سوہنے مکھڑے پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا۔

سردار دعام کو سب سے بچا کر اپنے ساتھ لایا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی دنیا کا حصہ بنے، لیکن دعام کی تکلیف اسے درد میں مبتلا کر گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس

کا پالتو جانور، جو کبھی اس کے محافظ کی طرح تھا، اب پاگل ہو کر حملہ کر رہا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ اس جانور کو ختم کرنے سے دعام کو سکون ملے گا یا نہیں۔ لیکن اس خطرے کو قبیلے سے مٹانا اب ضروری ہو گیا تھا۔

وہ دعام کے قریب بیٹھا، نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔ دعام کے چہرے پر درد تھا، لیکن سردار کی موجودگی میں اسے تھوڑا سکون بھی مل رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نہ اس جانور کا خاتمہ، نہ انسپیکٹر سے بدلہ، دعام کے دل کے زخم بھر سکیں گے۔ وہ معصوم لڑکی کسی کی دشمن نہیں تھی وہ تو اپنے خوف کے خول میں قید تھی۔ جس سے سردار نے اسے نکلنا تھا۔

دعام کی آنکھ اچانک کھلی، اس کی نظر پہلی بار اپنے گرد کے اندھیرے میں سردار پر پڑی۔ وہ گھبرا گئی تھی، دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا،

ڈا۔۔ کو۔۔ جی "مجھے لگا وہ شیر واپس آ گیا ہے۔" اس کی آواز میں خوف اور بے بسی دونوں شامل تھے۔ سردار نے نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگا لیا،

کوئی نہیں ہے "اب کوئی تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا، میرا میٹھا سائیں جب تک میں ہوں تمہارے ساتھ کوئی تمہیں چھو بھی نہیں سکتا، میں ہوں نا۔۔۔!!

اس کے ہاتھ اس کے بالوں میں پھرتے رہے، چہرے کو پیار سے چوما،

میرے ہوتے ہوئے تمہاری حفاظت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔" وہ جیسے

اس سے زیادہ خود کو یقین دلا رہا تھا۔

دعام کے دل میں سکون کا احساس آیا، نجانے کیوں اس انسان پر اسے اتنا یقین تھا، لیکن اس کے ساتھ اس کا ہر ڈر ختم ہو جاتا تھا۔

وہ سردار کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی، جیسے وہی اس کی دنیا کا سہارا ہو۔

"میں کھانا لے کر آتا ہوں، تمہیں بھوک لگی ہو گی نا۔۔۔

نہی۔۔۔ نہیں۔۔ نہیں لگی بھوک۔۔۔" میں یہاں اکیلی نہیں رہ سکتی۔ وہ ڈری کوئی تھی۔

دعام، میں سمجھتا ہوں تمہارا خوف، مگر یہاں رہنا بھی ضروری ہے یہ جگہ "، محفوظ ہے۔ تمہیں آرام کرنا ہو گا۔ تم۔ میرے ساتھ نیچے تک نہیں آسکتی ۔ سردار نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں، میں اکیلی نہیں رہوں گی۔ آپ کے بغیر یہ سب میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اگر وہ شیر دوبارہ آگیا تو۔ میں نے آپ کے ساتھ آنا ہے، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" دعام نے سر ہلاتے ہوئے ضد کی۔

"میرا گلاب مکھڑا، وہ شیر مر گیا اب نہیں آسکتا۔۔۔

'نہیں اگر وہ مر گیا تو کوئی اور آجائے گا مجھے آپ کے ساتھ آنا ہے۔۔۔

دعام تم نہیں چل پاو گی۔۔۔" میں ابھی آجاوں گا صرف دو منٹ۔ بالا شاید سو گیا ہے ورنہ وہ کھانا دے جاتا۔۔۔! سردار نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے سمجھانے کی کوشش کی، لیکن دعام نے اس کی بات نہ مانی،

نہیں میں بھوکی ہی ٹھیک ہوں، کچھ نہیں کھانا آپ بھی مت جاو۔"وہ معصومیت سے بولی تو سردار کو ترس آگیا، اسے بھوک بھی لگی تھی اور اسے اکیلے جانے بھی نہیں دینا تھا۔

پکا نہیں جانے دینا۔۔۔۔!!اس نے مسکرا کر پوچھا۔

دعام نے آنکھیں بند کر کے پھر زور سے سر ہلایا اور اس کے بازو میں سر دے دیا۔اس کے انداز پر وہ مسکرا کر اس کے بال چوم گیا۔

"بھوکی رہ لو گی ساری رات۔۔۔۔

میں آپ ساتھ جاوں گی، آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔"بے شک میں" بھوکی رہوں۔وہ ضدی نہیں تھی لیکن اس وقت ہو گئی تھی، سردار نے اس کے گال پر ہلکا سا ہاتھ رکھا۔

میر اضدی سائیں"ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ آؤ گی، میں تمہیں کبھی اکیلا "نہیں چھوڑوں گا۔

دعام نے اس کے بازو میں سر نکال کر اسے دیکھا۔ چہرے پر معصومیت کے ساتھ ایک رونق بھی تھی سردار مسکرا دیا۔

پھر نرمی سے جھک کر اس کے لب چوم لئے۔۔۔" جس پر وہ دوبارا شرما کر سر اس کے بازو میں گھسا گئی۔

○○○○○○

سردار نے دعام کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے رکھا، جیسے اسے یقین دلانا چاہتا ہو کہ وہ کبھی اسے تنہا نہیں چھوڑے گا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ کمرے سے باہر نکلے، سردار نے دعام کو احتیاط سے نیچے اتارا، کیونکہ راستہ پتھریلا اور خطرناک تھا۔ جبکہ خود زخموں سے چور ہونے کی وجہ سے وہ اسے اپنی باہوں میں نہیں اٹھا رہا تھا۔

ہر قدم پر دعام اپنی آنکھیں چاروں طرف گھماتی، کہ کہیں سے کوئی خطرہ نہ آ جائے۔

دعام نے گھور کر پہاڑوں کے اس جانب دیکھا جہاں شیر نے رات میں حملہ کیا تھا، دل میں ایک دھڑک اٹھا۔ جیسے وہاں سے پھر سے شیر آنکلا ہو اس نے فورا سردار کی دوسری طرف آتے اس کے گرد اپنا گھیر ابنایا جبکہ سردار اپنا بازو اس کے گرد پھیلا تا اسے مزید اپنے قریب کر گیا۔

اس کی چور نگاہیں ہر طرف گھوم رہی تھی سردار کو اس کے معصوم سے ڈر پر پیار آیا تو اگلے ہی لمحے وہ اسے اپنی باہوں میں اٹھاتا اپنے سینے سے لگا گیا تھا۔

ڈا۔ کو۔ جی۔۔۔ زخم۔۔۔" اس نے بوکھلا کر جیسے اسے یاد کروایا تھا۔

تم جب قریب ہوتی ہو تب سارے زخم بھر جاتے ہیں میرا میٹھا سائیں، وہ اسے اپنے سینے میں چھپاتا نیچے کی طرف جانے لگا تو وہ اس کے سینے میں ہی خود کو چھپا گئی تھی۔

oooooooo

وہ دونوں کچن میں داخل ہوئے۔ کچن بڑا اور سادہ تھا، ہر طرف بڑے بڑے برتن رکھے ہوئے تھے، گوشت کی خوشبو ہوا میں مچلی ہوئی تھی، لیکن دعام کے لیے خاص طور پر الگ کھانا تیار کیا گیا تھا۔ سردار نے چمچ سے دعام کے لیے تیار کیا ہوا سالن نکالا

یہ تمہارے لیے، خاص تمہارے ذائقے کے مطابق۔ "بغیر کسی گوشت"، کے۔۔۔" ویسے تم کیوں نہیں کھاتی گوشت، اس نے نرمی سے سوال کیا تھا ارادہ صرف اس کا دھیان شیر سے ہٹانا تھا۔

مجھے اچھا نہیں لگتا، میرے بابا بھی نہیں کھاتے تھے۔ اور جو چیز میرے بابا کو پسند نہیں وہ مجھے بھی پسند نہیں، اس کے لہجے میں اپنے بابا کے لیے بہت محبت تھی۔

ہاں ماموں کو ہم زبردستی پکڑ کر کھلاتے تھے۔۔۔" وہ بے حد کم آواز میں بولا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

جو لوگ گوشت نہیں کھاتے ہم انہیں زبردستی گوشت کھلاتے ہیں ہماری یاری نہیں نا ایسے لوگوں کے ساتھ، لیکن تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں تم تو جان ہو میرا گلاب سائیں تم اس معاملے میں آزاد ہو۔۔۔"

مجھے نہیں کھانا مجھے نہیں اچھا لگتا وہ منہ بنا کر بولی جیسے وہ۔ اسے زبردستی کھلا دے گا،

اسی وقت کچن کے باہر کوئی آہستہ سے قدموں کی آواز آئی، دعا خوف سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور سردار کے پیچھے چھپ گئی۔

اس نے پیچھے سے اس کی قمیض کو مضبوطی اسے پکڑا تو ایک درد کی لہر سردار کے اندر اٹھی تھی جیسے اگنور کرتے ہوئے وہ اسے اپنے بازوؤں میں لے گیا سردار نے جلدی سے دروازے کی طرف دیکھا.

oooooooo

کون ہے ؟" سامنے باہر کی طرف آدمی کا سایہ دروازے پر کھڑا تھا، سردار "
نے سخت لہجے میں پوچھا

دعام نے سردار کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لیا، اس کے چہرے پر خوف ہی
خوف تھا۔ سردار نے یقین دلایا،

دعام کچھ نہیں ہے " تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا، جب تک میں
ہوں۔" تم رکو میں دیکھتا ہوں کون ہے۔ ڈونٹ وری میرا معصوم سا بزدل
سائیں،

ارے میں ہوں سردار۔۔۔۔" کچن کے دروازے کے باہر بالا کھڑا تھا۔ اسے
دیکھتے ہی دعام نے سکون کی سانس لی۔

سردار، میں بھابھی کو کھانا دینے آیا تھا، لگتا ہے تم خود ہی دے رہے ہو۔" وہ "
اندر آگیا تو دعام نے دروازے کے پار سے تھوڑا گھبراتے ہوئے جواب دیا،

" بالا بھائی، آپ نے تو مجھے ڈرا دیا، مجھے لگا وہ شیر پھر واپس آگیا ہے۔ "

ارے پیاری بہنا اب مت ڈرو۔۔"اب وہ شیر نہیں آئے گا، کیونکہ ہمارے سردار نے اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔"

اچھا کیا۔۔"وہ بہت بڑا تھا اور بہت خطرناک بھی، دعام نے اس کی بات پر غور کرتے ہوئے اپنے زخموں کی طرف نظر ڈالی جو اب بھی کافی زیادہ تھے۔ لیکن سردار کا تو پورا بازو ہی سوجا ہوا تھا اور اسی کے ساتھ وہ اسے اٹھا کر یہاں تک لے کر آیا تھا۔" وہ ایک نظر اس کے سوجے ہوئے کندھے کو دیکھ کر شرمندہ سی ہو گئی تھی لیکن یہ شرمندگی اس نے اپنے تک ہی رکھی تھی۔

زیادہ درد ہو رہا ہے ڈاکٹر نے انجیکشن لگانے کے لیے کہا تھا سردار کمرے میں جا کر لگوا دے گا کھانا کھا لیجیے پھر تکلیف نہیں ہو گی۔

بالا نے دعام کے زخمی بازو کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا،

بھابھی یہ زخم آسانی سے نہیں جائیں گے، شیر پاگل ہو کر تم پر حملہ کر رہا" تھا۔ اور پاگل شیر کے حملے بہت خطرناک ہوتے ہیں، وہ تو شکر ہے شیر بھوکا نہیں تھا۔

دعام چپ چاپ اس کی بات سن رہی تھی۔ بالا نے کچن میں کھانا گرم کرتے

ہوئے نرم لہجے میں کہا،

یہ سب کچھ تمہارے لیے تھا۔ تم نے سردار کی حالت نہیں دیکھی بالکل باولا ہو

گیا تھا یہ، مجھے یہ تو پتہ تھا یہ تمہارا عاشق ہے لیکن ایسا عاشق ہے یہ آج پتہ چلا

۔۔۔۔" وہ تھوڑا ہنس کر بولا، تو سردار نے اسے گھوڑا تھا

تم جانتی ہو، شیر کی موت تمہارے شوہر کے ہاتھ لکھی ہوئی تھی، مگر پولیس "

" والوں کی غلطی نے سب خراب کر دیا۔

کون سا پولیس والا؟" دعام نے الجھن کے ساتھ پوچھا، "

کوئی پولیس والا نہیں، بس آرام کرو اور کھانا کھاؤ۔" سردار نے اس کے منہ "

میں نوالہ ڈالتے ہوئے کہا،

کھانا تو میں کھا رہی ہوں لیکن پولیس والا کون ہے وہ گھر سے پوچھنے لگی، جبکہ سردار دعام کے قریب آگیا۔ اس نے اس کے نرم بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا،

ارے ایک پولیس والا ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے دفعہ کرو اسے "تمہیں میرے ہوتے ہوئے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

مجھے ابھی بھی ڈر لگتا ہے۔ اگر کوئی اور شیر آگیا تو یہ علاقہ تو خطرناک بھی بہت ہے کہتے ہیں یہاں جنگل میں بہت جنگلی جانور ہیں" دعام نے تھوڑا گھبراتے ہوئے کہا،"

سردار نے اسے سینے سے لگا کر کہا، "اب کوئی نہیں آئے گا۔ تم میرے ساتھ ہو۔" میرے ہوتے ہوئے اب کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا کیوں کہ یہاں کے لہاریاں اور جنگل بھی اس بات سے واقف ہیں کہ سردار سے بڑا جنگلی یہاں کوئی نہیں ہے۔ وہ ایک نقطے پر گہری نظر جمائے سوچ رہا تھا جبکہ بالا ان دونوں کو ایک دوسرے کے اتنے قریب دیکھ کر کچن سے نکل گیا تھا

دعام کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر اس کے چہرے پر سکون بھی تھا۔ اس لمحے وہ سمجھ گئی تھی کہ چاہے حالات کتنے بھی مشکل ہوں، سردار کی حفاظت میں وہ محفوظ ہے۔

○○○○○○

یہ کمرہ سردار دلدار کے قبیلے کی طاقت، شان اور رعب کی تصویر تھا، مگر اس لمحے اس کمرے میں صرف خاموشی، ایک عام سی لڑکی، ایک خون خوار ڈاکو کی نگاہوں میں عشق بن کر بسی تھی،

بیڈ پر دعام، گہری نیند میں سو رہی تھی۔

اس کی سانسوں کی مدھم روانی، سردار کے دل میں ایک عجیب سی سکون کی لہر بن کر بہہ رہی تھی۔

وہ قالین پر بیٹھا تھا، اس کے بالکل قریب، اس کی آنکھوں میں محبت کی تپش تھی... جو اس دنیا سے چُھپی ہوئی تھی، اس کی آنکھوں میں نرمی تھی جو شاید

کبھی کسی نے دیکھی بھی نہیں تھی اس کی محبت، اس کی دنیا، اس کی نرمی، سب اس لڑکی کے لیے تھا اور کسی کے لیے نہیں۔ وہ گھنٹوں بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ سکتا تھا۔ اس کی پر سکون نیند سردار کے لیے سکون کی اصل وجہ تھی۔ آج اس کا ڈر کم ہوا تھا روز کی طرح وہ نیند میں کانپ نہیں رہی تھی۔

سردار نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ باندھ رکھا تھا جیسے وہ اسے ہر ڈر سے بچا لینا چاہتا تھا۔

تبھی اچانک فون بجا تو سردار کی آنکھوں کے زاویے بدلے۔

یہ لمحہ اس کی بیوی کا تھا، اس کا نہیں... دنیا کی کسی آواز کا اس لمحے میں داخلہ ممنوع تھا۔

فون پر 'بالا' کا نام چمکا۔

ایک لمحے کے لیے سردار کی مٹھیاں بند ہو گئیں۔

بالوں پر ہاتھ پھیر کر اس نے خود کو سنبھالا اور فون اٹھایا۔

کیا بات ہے، میں نے تمہیں کیا کہا تھا رات کے وقت مجھے ڈسٹرب مت کرنا"

بالا؟ اس کے لہجے میں دبا دبا غصہ تھا۔

لیکن" دوسری طرف بالا کی آواز نہیں آئی، صرف سانس آئی، اور پھر درد

سنائی دیا۔

"سردار... ظلم پھر سے ہو گیا ہے۔"

سردار کی آنکھیں لمحہ بھر کے لیے بند ہوئیں۔

بالا کی آواز میں اب کانپتی ہوئی بے بسی تھی، جو ہر مرد کا کلیجہ چیر دیتی ہے۔

وہ بچی" بارہ سال کی تھی، سرادر... پڑوس کے گاؤں کی بڑی حویلی میں دس دن

پہلے کام پر لائی گئی تھی۔ مالک کی نیت گندی تھی، جانتے تھے سب... پر وہ بچی

تھی، یار... صرف بارہ سال کی بچی!

...رات وہ نشے میں تھا... اسے نوچا، روند ڈالا

پھر جب وہ زندہ تھی، اسے کنویں میں پھینک دیا۔" سردار کی نظریں دعام کے چہرے پر ٹک گئیں،

...وہ اب بھی بے خبر سو رہی تھی

اور دنیا میں کسی اور معصوم کی نیند ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔

لاش ملی ہے، سردار..." بالا کی آواز اب لرز رہی تھی،"

رپورٹ میں کچھ نہیں لکھا... کہتے ہیں بچی گری ہے... کہتے ہیں کچھ نہیں" ہوا... قانون پھر سے اندھا بن گیا ہے۔ یہ وردی والے... صرف امیروں کے تلوے چاٹتے ہیں، دلدار! حرامی ماں باپ کو کہتے ہیں ثبوت دو... کہ تمہاری بیٹی نوچی گئی ہے۔

بچی کو کنویں سے نکالا گیا پوسٹ مارٹم کروانا چاہتے تھے ماں باپ لیکن آواز دبا دی گئی بچی کو دفنا دیا گیا۔

اب کیا وہ بچی خود قبر سے اٹھ کر بتائے گی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟" سردار کی سانسوں میں ایک طوفان اٹھنے لگا۔

اس نے فون مضبوطی سے تھاما۔

اب تو بتا، سردار..." بالا کی آواز تھر تھراتی ہوئی نکلی،"

اب تو بتا! کیا تُو انصاف دلائے گا۔"

اس بچی کو؟

"بتاؤ اب کیا کرنا ہے تیری عدالت کیا فیصلہ کرے گی کیا حکم ہے تیرا۔۔۔

یہ قبیلہ تیرا ہے، یہاں پتا بھی تیرے حکم کے بغیر نہیں ہلتا۔"تو بتا کیا تیرا قبیلہ ایسے درندوں کو صفائی ہستی سے مٹانے کے لیے آگے بڑھے گا،

اس کی بات سنتے ہوئے سردار اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ دعام کی پیشانی پر جھک کر بوسہ دیا،

پھر کمبل اس کے کندھوں تک ٹھیک کیا، پھر وہ اس سے تھوڑے فاصلے تک آیا

تھا لہجے اور آنکھوں کی محبت میں نفرت کی چنگاریاں ابھری تھی

اس بچی کا خون... اب میرے ہاتھوں کا قرض ہے۔"

جس درندے نے اس کی چیخوں کو دبایا... میں اس کی ہر سانس روک دوں گا۔

جہاں قانون ختم ہوتا ہے... وہاں سردار کا انصاف شروع ہوتا ہے بالا اور یہی

... میرا فیصلہ ہے۔" نکلنے کی تیاری کر

آج رات وہ حویلی نہیں... وہ قبرستان بنے گی۔

"اور میں... میں اُس قبر کا پہلا گواہ ہوں گا۔

سردار نے پھتریلہ دروازہ کھولا، پہاڑوں کی گونجتی ہوا نے کمرے میں زوردار

دستک دی،

جیسے فطرت نے اعلان کر دیا ہو کہ سردار جاگ گیا ہے! اس کے جسم پر اب

بھی شیر کے پنجے کے زخم تازہ تھے، کندھے پر کپڑا بندھا تھا،

ہونٹوں پر ایک ہلکی درخت جیسی کٹ۔

مگر دل... وہ انصاف کی آگ میں دہک رہا تھا۔

... سردار نے ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا

دعا م نیند میں مسکرا رہی تھی۔ اس نے اہستہ سے دروازے کو بند کیا تھا۔ اور پھر آسمان کی طرف دیکھتا نیچے کی طرف قدم بڑھانے لگا

"اے رات! تو گواہ رہنا... آج ایک بچی کے لیے انصاف زمین پر اترا ہے۔"

oooooo

نیچے قبیلے کے بڑے چٹانی میدان میں بالا اور دیگر وفادار ساتھی انتظار کر رہے تھے۔

بالا کا چہرہ سرخ تھا، آنکھیں جلی ہوئی سی،۔

ایسا لگتا تھا وہ تکلیف سے اندر ہی اندر مر رہا ہو۔

بالا۔۔" پرسکون ہو جاؤ اب قبر دشمن کی کھلے گی۔ تمہارا یہ درد میں ضائع نہیں جانے دوں گا اس سے کہتے ہوئے سردار نیچے آیا۔

بالا ایک قدم آگے بڑھا۔

سردار..."۔ اس کی آواز میں اب وہی درد تھا جو دلدار کے لہجے میں آگ کا" رنگ بھرتا تھا۔

ایسا لگتا ہے جیسے وہ بچی میرے ہاتھوں میں کانپ رہی ہے... جیسے پوچھ رہی ہو، "

میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟

میں تو صرف مزدوری کرنے آئی تھی۔

میں صرف بارہ سال کی تھی، سردار... وہ معصوم۔ل تھی۔

سردار کی مٹھیاں بند ہو گئیں۔

،یہ درندے کیوں نہیں مرتے دلدار!" بالا کی آواز ٹوٹ گئی۔ "

چند لمحے صرف خاموشی رہی۔ پھر سردار کے لبوں سے ایک سنسناتی گونج نکلی۔

" قانون کیا کہتا ہے۔۔۔۔۔

قانون کہتا ہے کچھ مت کرو، ثبوت لاؤ... اور ثبوتوں کا کیا کریں گے وہ جا کر حویلی والوں کے قدموں میں رکھ کر جلا دیں گے میں تجھ سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ تیرا اگلا حکم کیا ہے؟

تو بول... کیا ہم اس درندے کو دفنائیں گے، بالا اس وقت جذباتی ہو رہا تھا

... سردار نے آسمان کی طرف دیکھا

ستاروں میں چمک نہیں تھی، جیسے وہ بھی شرمندہ تھے۔

اس کا نام؟" سردار نے پوچھا۔"

مالک کا نام حکمت خان ہے..." بالا نے آہستہ کہا۔"

پروس کی حویلی میں اکیلا رہتا ہے، قانون کو خرید لیا ہے۔" سردار کا چہرہ"

... خاموش تھا

پھر اس نے گردن موڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

سب آدمی لے کر حویلی کا گھیراؤ کرو،"

کسی بندوق کی گولی نہ چلے... جب تک میں نہ کہوں۔ حکمت خان کو میں خود

...سامنے لاؤں گا

اسے وہی درد دوں گا جو اس بچی نے سہا۔

"پھر میں اس کی قبر خود کھودوں گا—زمین انصاف دیکھے گی۔

...بالا کی آواز بھی بدل گئی تھی

...میں تیرے ساتھ ہوں، سردار۔ میں صرف حکم کا انتظار کر رہا تھا"

میں اس بچی کی قبر پر خود جا کر فاتحہ پڑھوں گا لیکن اس سے پہلے میں اس کی چیخ کا

جواب دوں گا!" سردار آگے بڑھا۔

ہر قدم کے ساتھ قبیلے کے لوگ بھی پیچھے پیچھے ہو لیے۔

بالا..." سردار نے کہتے ہوئے پیچھے دیکھا،"

قانون صرف کتابوں میں انصاف کرتا ہے... آج پہاڑ پر قبیلے کا انصاف بولے"
گا۔ آج ہم اس بچی کی قبر پر لکھیں گے

یہاں وہ دفن ہے... جس کا قاتل قانون سے بچ کر سردار کے ہاتھوں مارا گیا۔'

○○○○○○○○

رات کا آخری پہر۔ فضا میں دھند سی چھائی ہوئی تھی... اور پروس کے گاوں کی
... حویلی اب بھی روشنیوں سے جگمگا رہی تھی۔ جیسے وہاں جشن ہو
جبکہ موت اس جشن دروازے پر دستک دینے آ رہی تھی۔ سردار گھوڑے پر
سوار تھا

پیچھے بالا اور اس کے ساتھی۔ خاموش... لیکن تیار تھے۔

حویلی کے مرکزی دروازے پر دو محافظ کھڑے تھے۔

... ایک لمحے میں دونوں کے منہ پر ہاتھ پڑا

گردنیں مڑی... اور پھر صرف سانسیں تھیں جو تھم گئیں۔ سردار دروازے

کے پیچ کھڑا ہوا، اور دروازے پر زور سے ہاتھ مارا۔

حکمت خان! دروازہ کھولا، جب کہ اس کی پکار کے ساتھ پوری حویلی لرزی"

تیرا انصاف آ چکا ہے! باہر نکل، ڈاکو اندر داخل ہوئے" اندر بھاگ دوڑ مچ

گئی۔ کچھ نوکر کھڑکیوں سے جھانکنے لگے، کچھ نے فون اٹھایا، پولیس کو کال

کی۔ لیکن قبیلے کے لوگ پہلے سے سگنل جام کر چکے تھے۔ اندر سے گارڈز نکلے۔

لیکن وہ سردار کے لوگوں کے سامنے کھلونے تھے۔

سردار نے بغیر نظر ملائے کہا۔

"...بالا"

"حکم۔ سردار۔

یہاں سے چیخ نہیں، دھماکہ سننا چاہتا ہوں۔"

تو جانتا ہے کیا کرنا ہے۔" بالا نے ہاتھ اٹھایا۔

اس کے بندے حویلی کی دیوار پھلانگ چکے تھے۔

وہ تیز قدموں سے چلتے ہوئے حکمت خان کے کمرے کے دروازے پر تھے

۔بالا نے کمرے کا دروازہ لات مار کر توڑا۔

حکمت خان نیم نشے کی حالت میں بستر پر لیٹا ہوا تھا، چند محافظ بے چینی سے

کھڑے تھے۔

سردار اندر داخل ہوا۔

...ہر قدم پر کمرہ لرز رہا تھا۔ حکمت خان نے آنکھیں کھولیں

"کون ہو تم لوگ؟... کس کی اجازت سے آئے ہو؟"

میں سردار دلدار لیکن تیرے لیے زہر ہوں..." سردار کی آواز پتھروں جیسی"

ٹھنڈی اور بھاری تھی۔

اور جس اجازت کی بات تم کر رہے ہو کیا وہ اجازت... تم نے بارہ سالہ بچی کے "

جسم سے لی تھی۔" حکمت خان کا رنگ فق ہو گیا۔

"...ک۔ کون سی بچی؟ میں کچھ نہیں جانتا"

بالا نے اگلے ہی لمحے بچی کی تصویر سامنے پھینکی۔

...اس کی چیخیں اب بھی کنویں سے آ رہی ہیں"

"اور تو یہاں شراب پی رہا ہے؟

حکمت خان نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔

تمہیں پتہ ہے میں کون ہوں؟ میرے تعلقات کہاں کہاں تک ہیں؟ تم سب"

کے لیے مسئلہ بن سکتا ہوں!" سردار نے میز پر پڑی شراب کی بوتل اٹھائی...

اور دیوار پر دے ماری۔

پہنچ کہاں تک ہے تیری پہنچ مجھے بھی پتہ چلے...! لیکن اپنی پہنچ بتانے سے پہلے"

ذرا تو میری پہنچ بھی جان لے۔

اگر قانون نے تجھے بچا لیا، تو پہاڑ تیری قبر بنائیں گے۔ اور آج وہ پہاڑ، میں

"!ہوں

حکمت خان نے تیزی سے الماری سے بندوق نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن بالا

نے اس کے ہاتھ پر گولی ماری —— اس کی دردناک چیخ فضا میں گونجی،

... لیکن قبیلے کے شیر خاموش کھڑے تھے۔ سردار آگے بڑھا

اس کے چہرے پر درندوں جیسا سکون تھا،

"اور قاتلوں جیسی دہشت۔

یہ تیرے لیے سزا نہیں... یہ تیرے لیے فیصلہ ہے۔ تو صرف ایک درندہ

نہیں... تو بدبو ہے اس نظام کی جو کمزوروں کو دفناتا ہے۔" سردار نے گردن موڑ

کر حکم دیا

اسے لے چلو... اور گاؤں کے بیچ میں باندھ دو۔"

کل سورج اس پر طلوع ہوگا اور قبیلہ گواہ ہوگا، کہ اگر قانون مر جائے... تو

"سردار کا انصاف زندہ ہوتا ہے۔

ooooooo

حویلی کی وہ رات... جب ظلم چیخ رہا تھا،

اور انصاف، سردار کی آنکھوں میں جل رہا تھا۔

حکمت خان کے ہاتھ بندھے، منہ سے سسکیاں نکل رہیں تھیں، بدن پر زخموں کے نشان تھے

لیکن سردار کی آنکھوں میں ایک لمحے کو بھی رحم نہیں تھا۔ "یہی جگہ ہے..." سردار نے حویلی کے بیچوں بیچ صحن کی طرف دیکھا،

جہاں رنگین پتھر لگے ہوئے تھے،

جہاں اس ظالم نے بچی کے خواب روندے تھے۔

یہی زمین، اس کا انجام بنے گی۔ "بالا آگے بڑھا،"

اس کے پیچھے قبیلے کے مضبوط ہاتھوں والے تین جوانوں نے، پھاوڑا، کدال،

اور خالی خاموشی اٹھا رکھی تھی۔ سردار نے صرف سر ہلایا،

اور زمین کھودنا شروع ہو گئی

پتھر ہٹے، مٹی چیخی، اور ہر ایک کدال ظلم کا چیرا کھولتی چلی گئی۔ حکمت خان
کے ہاتھوں میں کپکپی تھی،

میں۔۔۔ میں پیسے دوں گا، زمین، گاڑیاں، ہر چیز تمہاری!" وہ لالچ دے رہا تھا"

زمین اور حویلی تمہاری نہیں تھی، وہ بچی کا خواب تھی... جسے تم نے توڑ"
دیا۔ اب وہی زمین تجھے نگلے گی۔" سردار کی آواز گونجی

گڑھا مکمل ہوا۔

ایک گہرا، سرد، اور خوفناک گڑھا۔ سردار نے آنکھوں سے اشارہ کیا۔ اور
حکمت خان کو ایک جھٹکے میں اندر پھنکا
جس کی سانس ابھی باقی تھی

وہ چیختا رہا چلاتا رہا لیکن بالا نے اس پر مٹی ڈالنا شروع کر دی، ایک ایک
پھاوڑا، ایسا لگا جیسے انصاف خود خاک ڈال رہا ہو۔

یہ قبر نہیں... یہ نشان ہے، ہر اس درندے کے لیے،"

جو سمجھتا ہے کمزور چیخ نہیں سکتے۔

...لیکن سردار چیخیں سنتا ہے

سردار قبروں کو جواب دیتا ہے!" سردار کی سرد آواز گونجی، اور حویلی کا صحن

لرز گیا۔

پھر سردار نے اپنے ہاتھ سے آخری مٹھی مٹی ڈالی،

پیشانی پر خون کا پسینہ صاف کیا،

زمین نے اسے لے لیا... اب یہیں دفن ہو گا"

اور حویلی اس کے جرم کی گواہ بنے گی،

"!تاقیامت

○○○○○○○○

رات کے سناٹے میں ہر چیز سو چکی تھی، سوائے اکرم کے اندر جلتے اس الاؤ کے جو نہ نیند مانگتا تھا، نہ رحم۔ قبیلے کے باہر کھڑا، وہ چپ چاپ پہاڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ دھوئیں جیسی سرد ہوا چل رہی تھی۔ حوالدار پاس آ کر سرگوشی میں بولا

صاحب... میرا خیال ہے آپ کو ڈاکوؤں سے پنگا نہیں لینا چاہیے۔ پہلے بھی" انہوں نے آپ کے ساتھ..." وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔

اکرم کی سرخ آنکھیں اس پر جم گئیں۔

بول دو تم بھی... خاموش مت رہو۔ تمہارے لفظوں میں بھی اگر میرے لیے" توہین ہے تو کہہ دو۔

سب کہہ چکے ہیں... تم بھی مکمل کر لو۔" حوالدار نے نظریں جھکا لیں،

جناب... میں صرف آپ کا خیر خواہ ہوں۔"

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہاں آ کر کچھ حاصل ہو گا... تو میں یہاں ہی آپ کا انتظار کروں گا۔

"اگر کچھ ہوا... تو آپ کو اطلاع دے دوں گا۔

اکرم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس قبیلے کی حدود کو پار کر گیا اور اندھیرے میں غائب ہو گیا

○○○○○○○○

۔قبیلے کے اندر خاموشی تھی۔ نہ مرد، نہ جانور... بس ایک سنّاٹا، جو اکرم کے ارادوں کو مزید واضح کر رہا تھا۔ وہ ہر طرف دیکھ رہا تھا،

کبھی لمبے میدان کی طرف، کبھی پتھریلے پہاڑوں کی اونچائی کی طرف۔ پھر ...وہی نظر

پہاڑوں پر موجود اُس چوٹی پر جا رکی جہاں سردار کی دنیا بستی تھی۔

اکرم کے لبوں پر ہلکی سی، زہریلی مسکراہٹ ابھری۔

اور قدم اس طرف چل پڑا

○○○○○○○

دعام کو نیند میں کسی انجان آہٹ نے چونکا دیا۔

آنکھ کھلی تو کمرہ مکمل خاموش تھا۔ ایسا سکوت... جو صرف قبرستانوں میں ہوتا ہے۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا... سردار کہیں نظر نہیں آیا۔

ڈا۔۔ڈاکو۔۔۔جی..؟"اس نے ہولے سے پکارا، مگر جواب ندارد۔ دل کی" دھڑکن ایک دم سے تیز ہوگئی۔

وجود میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ جیسے ہر دیوار، ہر چیز، اچانک اجنبی لگنے لگی ہو۔

...وہ تو... کبھی بھی مجھے تنہا نہیں چھوڑتے"

تو... کہاں گئے وہ؟"کمرے میں نہ اُس کی خوشبو تھی، نہ قدموں کی آہٹ، نہ سانسوں کی گرمی کچھ بھی نہیں۔ ایک دم سے ایسا لگا جیسے کمرے کی ہر دیوار اس پر جھکنے لگی ہو۔ وہ خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھی۔ کمبل اُس کے وجود سے نیچے گرا۔ قدم فرش پر رکھے، روح تک میں کپکپی دوڑا دی۔

...نہیں... ڈا۔۔کو۔۔۔ایسا نہیں۔۔ کر سکتے"

وہ جانتے ہیں، مجھے اکیلا اندھیرے۔۔۔۔سے ڈر لگتا ہے... تو وہ مجھے اس۔۔۔

"طرح چھوڑ کر... کیوں جائیں گے؟

دل کی دھڑکن اب تیز سے تیز تر ہو رہی تھی۔

پھر... دروازے کے پار، کمرے کی ہلکی سی روشنی میں، ایک سائے کی جنبش ہوئی۔ دعام کی آنکھیں پھیل گئیں۔

ش... شیر؟ کہیں وہی تو نہیں... جو اس دن مجھ پر جھپٹا تھا؟" وہ دیوار کے ساتھ" لگ گئی۔

سانسیں تھم گئیں۔ کپکپاتی انگلیاں دروازے کی طرف اشارہ کر رہی تھیں، مگر وہ ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔ دروازے کی اوٹ میں وہ سایہ آہستہ آہستہ کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا.. اور وہ.. خوف سے کانپنے لگی تھی. جب اچانک سردار اندر داخل ہوا۔

دعام کی آنکھوں میں خوف اب بھی لرز رہا تھا، لیکن جیسے ہی اس کی نظر اس پر پڑی، دل کو سکون آیا۔ وہ شیر نہیں تھا، وہ تھا... اس کا ڈاکو تھا۔

"ڈا۔۔کو۔۔جی!" وہ تیزی سے بھاگی، پردے کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اس کی طرف لپکی، اور سیدھا اس کے سینے میں سمٹ گئی۔

سردار نے فوراً اپنی باہیں کھول دی تھیں۔ جیسے وہ خود برسوں سے اس پل کا انتظار کر رہا ہو۔

دعام اس سے لپٹی، لیکن اگلے ہی لمحے جیسے وہ سارے جذبات، شکوے، خوف، ناراضگی، سب ایک ساتھ اس پر برسنے لگی۔

"آپ تو بہت۔۔۔ محبت کرتے۔۔۔ ہیں نا مجھ سے؟"

اس نے اس کے سینے پر ہلکا سا مکا مارتے ہوئے پوچھا،

"تو پھر۔۔۔ ایسے کیسے۔۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ۔۔۔ کر چلے گئے؟ میں ذرا سو کیا گئی، اور آپ... آپ مجھے تنہا کمرے میں۔۔ چھوڑ کر چل دیے؟"

اس کی آواز تھرتھرا رہی تھی، غصے اور خوف کی ملی جلی شدت میں۔

"اگرش۔۔۔ شیر آجاتا تو؟ مجھے کھاجاتا تو؟"

وہ اب اس کے کندھے پر ماتھے رکھے رونے لگی تھی۔

سردار نے گہری سانس لیتے ہوئے اسے اور مضبوطی سے اپنی بانہوں میں جکڑ لیا، جیسے وہ اس کی تھرتھراتی روح کو اپنی سینے کی حدت میں پناہ دے رہا ہو۔

ششش...بس بس... "میری بزدل سائیں، میرا ڈرپوک سجن، اس کے لبوں" پر ایک نرم، محبت بھری مسکراہٹ تھی، آنکھوں میں دلکش گہرائی۔

میرے گلاب سائیں... تم تو میری سانس ہو۔ کیسے سوچا کہ میں تمہیں چھوڑ" سکتا ہوں؟ بس ایک لمحے کو کچھ یاد آگیا تھا، تو نکلا، اور فوراً واپس آیا... دل تو یہیں، تمہارے پاس چھوڑ گیا تھا۔ "میرا معصوم مکھڑا۔۔۔ دعا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، نم آنکھوں سے، ناراضگی سے۔

"بس؟ ایسے ہی؟ اگر میں مر جاتی تو؟"

سردار نے اس کی ٹھوڑی کو نرمی سے تھاما، اور اس کے ماتھے پر لب رکھتے ہوئے کہا

تو میں بھی مر جاتا تمہارے ساتھ۔ "تمہارے بغیر سانسیں حرام ہیں مجھ پر" ۔وہ شدت سے بولا تو دعام کا دل دھڑکا، اس کے چہرے پر شرم اور غصے کا عجیب امتزاج ابھرا۔

سردار نے اس کی کمر کے گرد بازو سخت کیے، جیسے اب کبھی چھوڑنے کا ارادہ نہ ہو۔

"تم نے سوچا بھی کیسے کہ میں تمہیں چھوڑ کر جا سکتا ہوں؟"

وہ اس کے نازک چہرے کو اپنی بڑی، مضبوط ہتھیلی میں سمیٹے مدھم آواز میں بولا۔

دعام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، دل ابھی تک لرز رہا تھا۔

میں اٹھی، تو آپ تھے ہی نہیں... مجھے لگا... آپ..." الفاظ اس کے گلے میں" پھنس گئے۔

ششش..." وہ اس کے لبوں پر انگلی رکھتا آہستہ سے مسکرا گیا۔"

ایسا سوچنا بھی مت، میرے سوہنے مکھڑے۔ تم میری ہو، میرے وجود کا" حصہ ہو۔" وہ آہستہ سے اس کے اور قریب آیا، چہرہ جھکا کر اس کی سانسوں کی گرمی کو محسوس کیا۔

دعام کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، وہ نظریں چرا کر اس کے سینے سے لگ گئی۔

میری سانسوں میں بستی ہو تم... تمہیں تنہا چھوڑنا میرے بس میں ہوتا تو" تمہیں اس دنیا کا قیدی ہرگز نہ بناتا۔ اس کے لہجے میں ایسی سرگوشی تھی جیسے رات کے سناٹے میں صرف عشق بول رہا ہو۔

دعام کے لب کپکپا گئے، وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ اس نے جھک کر اس کے لبوں پر نرم سا بوسہ دیا۔

اس نے آنکھیں موند لیں، اس کی انگلیاں اس کے بازو پر سرکتی نیچے گئیں تو اس کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔

ڈاکو۔۔۔جی... "وہ بس اتنا ہی بول پائی۔"

"ڈاکو صدقے۔۔۔۔"

اس کے ہاتھ اس کے کمر کے گرد سخت ہو گئے، لیکن آواز میں اب بھی وہی نمی، وہی طلب تھی۔

دعام نے شرماتے ہوئے اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپا لیا۔

جب کہ وہ اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہوئے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔وہ اب بھی اس کے لبوں کی مٹھاس میں ڈوبا ہوا تھا...

دعام کی سانسیں بے ترتیب تھیں، اور سردار کی نظروں میں محبت کا سمندر تھرتھرا رہا تھا—جب اچانک نیچے سے شور کی آواز گونجی۔

قدموں کی تیز چاپ، لوگوں کے چلانے کی آواز، اور پھر ایک سایہ... جیسے کوئی قبیلے کی حدود توڑ کر نکل بھاگا ہو۔

دعام کا وجود خوف سے اکڑ گیا، سردار کے چہرے پر لمحہ بھر کے لیے سنجیدگی اتری، اور پھر اگلے ہی لمحے، دروازے کے باہر سے بالا کی تیز، گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

"!سردار! باہر آؤ... فوراً"

سردار نے ایک آخری بار دعام کی لبوں پر لب رکھے، اسے اپنی نظروں میں تسلی دی، اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

نیچے قبیلے کا میدان بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف ڈاکو جمع تھے، سب کے چہروں پر غصہ، حیرت اور بے چینی لکھی تھی۔ بالا تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

سردار... ہماری غیر موجودگی میں کوئی قبیلے میں داخل ہوا۔ کتنا وقت رہا، کیا"

کچھ کیا، یہ تو پتہ نہیں چل سکا... لیکن ہم جب پچھلی طرف کمروں کے پیچھے سے

"گزر رہے تھے تو ایک سایہ نظر آیا، جو تمہارے پہاڑ کی سمت تیزی سے نکلا۔

سردار کی نظریں تیز ہو گئیں، ہاتھ مٹھی میں بند ہو گیا۔ بالا کی آواز سنجیدہ ہو

گئی،

"مجھے لگتا ہے وہی تھا... وہی پولیس والا۔ اکرم کے سوا ایسا کوئی نہیں کر سکتا۔"

سردار نے فوراً بات کاٹی، آنکھوں میں گہری چمک تھی۔

وہ کر سکتا ہے... کیوں کہ وہ وردی کا بندہ ہے۔"

اور وردی کے وفادار لوگ... جان کی بازی لگا دیتے ہیں، لیکن پیچھے نہیں

"ہٹتے۔

چلو نیچے۔۔۔" سردار تیز قدموں سے نیچے اتر رہا تھا، اس کے پیچھے دعا میں بھی

دھیرے دھیرے پہاڑ سے نیچے اُتر رہی تھی۔ اس کے قدم ہولے تھے، لیکن

ارادہ واضح وہ اکیلی نہیں رہنا چاہتی تھی۔ خاص طور پر جب وہ جاگ چکی تھی، تب تو بالکل نہیں۔

سردار نے اپنے قدموں کی رفتار جان بوجھ کر سست رکھی، شاید اسے معلوم تھا کہ وہ پیچھے آ رہی ہے... یا شاید وہ چاہتا تھا کہ وہ ساتھ ہی چلے۔ دعام کا وجود خاموش تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں الجھن، خوف، اور ایک بے اختیار سا بھروسا جھلک رہا تھا۔

نیچے قبیلے کے میدان میں ڈاکوؤں کی نظریں تیزی سے پہاڑی سے اترتی دعام پر گئیں... عورت کا بھی اس طرح کے معاملات میں شامل نہیں ہوئی تھی لیکن کوئی کچھ نہ بولا۔

معاملہ سنگین تھا لیکن فی الحال سب نے خاموش رہنے کو بہتر سمجھا۔

کیونکہ دعام کے سامنے یہ نہیں بتایا جاسکتا تھا کہ سایہ اسی پہاڑی کی سمت سے نکلا ہے جہاں سردار دعام کے ساتھ تھا۔

ایسے نازک لمحے میں... بالا کا صرف ایک ہلکا سا اشارہ کافی تھا۔

سب ڈاکو اپنی جگہ خاموش ہو گئے۔

نہ کوئی بات، نہ کوئی سوال، نہ کوئی شک۔

سردار کا چہرہ سخت اور پر سکون تھا، جیسے وہ سب جانتا ہو لیکن ابھی وقت نہیں آیا۔

دعام اس کے قریب آکر رک گئی تھی۔ وہ نیچی نظریں کیے کھڑی تھی، لیکن اندر ہی اندر کچھ محسوس کر چکی تھی۔

وہ جانتی تھی، نیچے کچھ ہوا ہے... لیکن سردار نے اس سے کچھ نہیں کہا۔

وہ جس طرح تیزی سے نیچے آیا تھا اسے یہی لگا تھا کہ نیچے کچھ ہوا ہے۔ لیکن یہاں تو سب کچھ نارمل تھا۔

"ڈاکو جی یہ سب لوگ یہاں اکھٹے ہیں؟"

وہ دلدار کے برابر آکر سوال کرنے لگی۔ سب نے بندوقیں اٹھا رکھی تھیں، بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دے رہے تھے۔

اس نے بے ساختہ سردار کے بازو کو اپنے دونوں بازوؤں میں لپیٹ لیا تھا۔

کچھ نہیں، بس یہ سب لوگ ابھی ابھی کام سے واپس آئے ہیں، اب اپنے" "اپنے کمروں میں جا رہے ہیں۔

سردار نے اشارے سے ان سب کو وہاں سے بھیج دیا، جو اگلے ہی لمحے وہاں سے غائب ہو گئے۔

چلو بالا، چائے بناؤ، چائے پی کر ہم بھی واپس چلتے ہیں۔" وہ وہیں چارپائی پر" بیٹھنے لگا۔

"میں رات کو چائے نہیں پیتی، اور ویسے بھی میں آپ سے ناراض ہوں۔"

وہ اس کے ساتھ چارپائی پر بیٹھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بولی۔

وہ سر دار کو جھٹکوں پر جھٹکے دے رہی تھی۔ اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ صرف اپنی ایک ادا سے اس کی جان لے سکتی تھی۔ سر دار صدقے، سر دار قربان... میر اگلاب سائیں ناراض کیوں ہے؟ کون سی خطا ہو گئی مجھ سے کہ میر اچھوٹا، معصوم سا سجن مجھ سے خفا ہو گیا؟ بتاؤ، کیسے مناؤں تمہیں؟ ایک حکم کرو سر دار، پوری دنیا لا کر تمہارے قدموں میں رکھ دوں گی!"

اس کے ناراض ہونے پر تو سر دار جیسے خوشی سے دوسری سانس بھی نہ لے پایا تھا۔ وہ اس کے گرد حصار بناتے ہوئے اسے اپنے قریب لے آیا، جبکہ بالا خود کو وہاں غیر متعلق محسوس کرتا، چپ چاپ ایک طرف نکل گیا۔

"مجھے نہیں چاہیے پوری دنیا اپنے قدموں میں!" وہ منہ بسور کر بولی، "آپ نے میری نیند کا فائدہ اٹھایا اور چپکے سے کہیں چلے گئے! تو میں ناراض ہوں آپ سے۔ اور تب تک نہیں منوں گی، جب تک..."

جب تک ؟" سردار نے پوری توجہ سے پوچھا۔ اس کے خاموش ہونے پر "

سردار کا پورا وجود جیسے کان بن گیا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کی سوہنا مکھڑا کیا

فرمائش کرنے والی ہے۔

اس نے آہستہ سے سامنے درخت کی طرف اشارہ کیا،

جب تک آپ مجھے کچا آم لا کر نہیں دیتے! تب تک میں اس پر نمک، مرچ، "

اور چاٹ مصالحہ ڈال کر کھاؤں گی... اور کوئی مجھے روکے گا نہیں! اگر کسی نے

روکا، تو میں اور بھی زیادہ ناراض ہو جاؤں گی۔ پھر نہ کھانا کھاؤں گی، نہ کسی سے

بات کروں گی، اور نہ ہی اوپر کمرے میں سوؤں گی! بلکہ یہی نیچے، اسی چارپائی پر

"!سو جاؤں گی

وہ ضرورت سے زیادہ ہی جذباتی ہو رہی تھی۔ سردار نے اس کی اس معصوم سی

فرمائش پر اسے حیرت سے گھورا۔ اور وہ منہ پھیلاتے ہوئے سر جھکائے اپنے

ناخنوں سے کھیلنے لگی۔

یہاں نیچے چارپائی پر سوگئی، تو شیر آجائے گا نا، پھر وہ تمہیں کھا جائے گا..."""

سردار نے نرمی سے کہا تو وہ اگلے ہی لمحے اس کے ساتھ چپک گئی۔

"آپ تو کہتے تھے کہ شیر مر چکا ہے؟"

تمہیں پتہ ہے کہ شیر مر چکا ہے؟" سردار نے الٹا سوال کیا،"

اس نے خاموشی سے ہاں میں سر ہلایا۔

تو پھر اوپر کمرے میں تمہیں کون سا شیر کھانے والا تھا جس پر تم اتنی ناراضگی"

جتا رہی ہو؟" وہ مسکرا کر بولا،

تمہاری اس ناراضگی کی کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے۔ اس لیے... سردار تمہاری"

"""!ناراضگی کو رد کرتا ہے

لیکن میں ناراض ہوں نا!" وہ پریشانی سے بولی تھی۔ اس نے تو پوری لاجک کے

ساتھ ہی اس کی ناراضگی کو رد کر دیا تھا۔

"میری جان سجن! تم ناراضگی کی کوئی خاص وجہ لے کر آؤ، سردار تمہارے قدموں میں اپنی جان رکھ دے گا۔ لیکن اس طرح کی ناراضگی کے ساتھ ایسی فرمائشیں سوٹ نہیں کرتیں۔ ایسی ضدوں کے لیے تھوڑی سی محنت درکار ہوتی ہے۔"

وہ شرارت سے جھک کر بولا،

"میرا چیری اور محنت والے کام صرف بیڈروم میں، بیڈ پر اچھے لگتے ہیں... پہلوان! اپنی صحت پر تھوڑا دھیان دو، میں زیادہ دن تم سے دور نہیں رہ سکتا۔"

وہ نرمی سے اس کے لبوں کو چھو کر اپنی بے چینیاں بھی عیاں کر گیا۔

دعام غصے سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی، جبکہ بالا چائے لاتے ہوئے پیالہ اسے پکڑاتا خود نیچے زمین پر بیٹھ کر چائے پینے لگا۔ اور دعام تو صاف کہہ چکی تھی کہ وہ چائے نہیں پیتی۔

میں جارہی ہوں اوپر روم میں، مجھے نیند آرہی ہے۔"اس کی نظروں سے بچتے ہوئے، دھیرے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور آہستہ آہستہ پہاڑی کی طرف چڑھنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ دلدار اسے دیکھ رہا ہے، اس کی نظروں سے بھی وہ تحفظ محسوس کرتی تھی۔

جبکہ اسے جاتے دیکھ کر، بالا دلدار کو ساری صورتحال سمجھانے لگا۔

"یہ بات تو دعام کو پتہ نہیں چلنی چاہیے سردار، کہ اس کے کمرے کے آس پاس کوئی غیر موجود تھا۔ اس کا ڈر بڑی مشکل سے ختم ہوا ہے۔ یہ معاملات ہم دعام کو شامل کیے بغیر ہی حل کریں گے۔"

دلدار نے چائے کا آخری گھونٹ لیا، اور اپنی جگہ سے اٹھ کر پہاڑ کی طرف چل پڑا۔ جہاں پہنچتے پہنچتے دعام کو سات آٹھ منٹ لگے تھے، وہاں وہ ایک جھٹکے میں ہی اس کے پیچھے پہنچا، اور اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھالیا۔

دعام نے منہ بنایا اور چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

اس کی معصومانہ ناراضگی پر مسکراتے ہوئے، سردار نے قدم کمرے کی جانب بڑھا دیے۔

○○○○○○○○

دلدار اسے بازوؤں میں اٹھا کر لایا تھا قدموں کے نیچے سخت پتھریلا راستہ تھا، مگر وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے سجن سائیں کے نازک پیر کسی نوک سے بھی چھو جائیں۔ اسے اٹھا کر جیسے اپنے دل کے سب سے نرم گوشے میں چھپا لایا تھا۔ وہ لڑکی جو خفا تھی، مگر اس کے لبوں پر خفا خفا سی ضد بہت حسین لگ رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی، وہ اُسے لے کر بیڈ کی طرف بڑھا، اور پوری نرمی سے لیٹا۔ وہ الگ ہٹنا چاہتی تھی، مگر سردار کو تو جیسے ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ بیڈ پر جھکتے ہوئے، اس نے دعام کی گردن پر اپنے لب رکھ دیے۔ نرمی سے، بہت آہستگی سے۔

پھر وہ خود کو روک ہی نہ پایا۔

اس کی گردن سے اس کے رخساروں تک، وہ بے ساختہ لب رکھتا گیا،

اور دُعام کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

اس کی انگلیاں دُعام کے چہرے کو چھو رہی تھیں،

اور اس کے لب، اب اس کی تھوڑی سے نیچے پھسلتے ہوئے گردن پر آ چکے تھے۔

ایک، ایک بوسہ... دل کی دھڑکن کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔ دُعام کی پلکیں بھیگنے لگی تھیں۔

مگر آنسو نہیں... محبت کی نمی تھی۔

وہ اس کے کانوں کے قریب جھک چکا تھا۔ سرد سانس اس کے کانوں کو چھو رہی تھی،

وہ اس کے بالوں کی لٹوں کو سمیٹتا، اس کی گردن کو اور بے خود ہو کر چوم رہا تھا۔

پھر اس نے دُعام کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا،

اور ہولے سے اس کے لبوں کو چھوا۔ پہلے ایک ہلکی سی چھبن، پھر تھوڑی

شدت...

اور پھر وہ لمحہ... جب اس کی سانس، دُعام کے اندر تک اتر گئی۔ دُعام کی کمر میں

بازو ڈالے،

وہ اسے خود سے اور قریب کر چکا تھا۔

جیسے کوئی خزانہ ہو، جو بکھر نہ جائے، جیسے

اسے چھپا لینا ہو۔ لبوں کی وہ گرفت، ایک پل نہ رکی وہ اس کی گردن، اس کے

کندھوں، اور بازوؤں تک... بے خودی سے اپنے لمس سے سجا رہا تھا۔ سردار اس

کے بدن کی حدت میں کھو چکا تھا۔

ہر سانس، ہر لمحہ،

اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کیے،

وہ اس کی سانسوں پر اپنی شدت اتار رہا تھا۔

ہر لمس میں ایک بے چین خمار تھا، شدتوں میں ایک بے قابو جذبہ۔ دُعام کی سانسیں رُک رُک کر آزاد ہو رہی تھیں،

اور وہ ان سانسوں کی مہک کو خود میں سمیٹے جا رہا تھا، وہ اس کی گردن سے نیچے کندھوں کے پیچ آ چکا تھا، اس کے لبوں کی نرمی اس کے نازک بدن پر بکھرتی جا رہی تھی۔

اس کے ہاتھ، خود بخود اس کے گرد لپٹ چکے تھے،

لیکن اگلے ہی لمحے اس کے اندر ایک احساس نے چنگاری سی دوڑا دی۔ وہ جھٹکے سے تھوڑا سا پیچھے ہٹی،

اور اس کی پیٹھ پر موجود زخموں پر نگاہ پڑی۔

سینے کی دبی چیخ لبوں پر آ کر رک گئی۔

ڈا... کو...جی... آپ کے زخم... "وہ کانپتی آواز میں بولی، آنکھوں میں"
فکر مندی اتر آئی تھی۔

آپ۔۔کو۔۔درد ہو رہا ہو گا نا... "اس کا ہاتھ بے ساختہ اس کے سینے کے زخم"
پر پھسل گیا،

دلدار مسکرا دیا جس نے شیر کا سامنا کیا تھا، وہ اب محبت کے سامنے بے بس ہو
چکا تھا لیکن۔وہ اس کے پاس سے ہٹنے لگی تھی،

مگر سردار نے آہستگی سے اس کا چہرہ تھام لیا۔

محبت اگر روکنے لگے تو شدتیں بے معنی ہو جائیں گی میرا سوہنا مکھڑا... "اس"
کے لبوں سے الفاظ نہیں، سانسیں نکلی تھیں۔

اور اگلے ہی لمحے وہ اسے اپنے بازوؤں میں قید کر چکا تھا۔

میری کوئی تکلیف... مجھے تم تک آنے سے روک نہیں سکتی۔ اگر مر بھی رہا "ہوں نا... تو بھی تمہاری قربت کی خواہش ختم نہیں ہو گی، میر اگلاب سائیں... تم نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے۔"

اس کے ہونٹوں سے نکلے الفاظ میں ایک بے قابو جنون تھا... وہ جنون جو کسی کی چاہت میں اپنی حدیں پار کر چکا ہو۔

وہ ایک بار پھر اس پر جھک چکا تھا،

اس کی سانسوں پر اپنا سارا وجود وار کر،

شدت سے، دیوانگی سے، اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا۔

ہلکا سا وزن دُعام کے نازک بدن پر ڈالے، اس نے اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے نرمی سے اس کے کندھے سے فراک نیچے سر کا دی تھی، اور تیزی سے اس کے لب ایک بار پھر حرکت میں آ چکے تھے۔

وہ جیسے ہوش کھو چکا تھا، اس کے وجود کی خوشبو نے اسے مدہوش کر دیا تھا۔

لب، گردن، کندھے... ہر جگہ وہ بکھر رہا تھا، چوم رہا تھا، جیسے وہ سب کچھ پا لینا چاہتا ہو اس ایک لمحے میں۔ دُعام، مکمل خاموشی کے ساتھ اس کی شدتیں سہ رہی تھی، سحر زدہ سی، تھمی ہوئی سانسوں کے ساتھ، لیکن وہ۔ شدت پسند تھا۔

اس کے ہاتھ بے ساختہ اس کے کندھے تک آ رکے...

مگر اگلے ہی لمحے، وہ اپنی جھجک میں ہاتھ پیچھے کھینچ لیتی۔ وہ زخم تھا۔ دعام اس کو تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔

لیکن جب وہ حد سے زیادہ جنونی ہونے لگا، تو اس کی برداشت جواب دینے لگی۔ اس نے نرمی سے چادر کو اپنی مٹھی میں دبوچ لیا،

ہونٹ کپکپائے، پلکیں بھاری ہو گئیں۔ تبھی اسے اپنے ہاتھ پر گرفت محسوس ہوئی... سردار نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور اپنے گرد لپیٹ لیا۔

ایک لمحے کو وہ ٹھٹھک گئی... پھر آہستگی سے آنکھیں میچ لیں، اور خود کو مکمل طور پر اس کی پناہوں میں سونپ دیا...

کہ جیسے اس شدت میں، اس جنون میں... وہی ایک جگہ تھی جہاں وہ محفوظ تھی۔

اس کے زخموں پر دعام کی سخت گرفت نے اسے ایک عجیب سا سکون دیا۔ وہ نرمی سے مسکرا رہا تھا، وہ مسکراہٹ جو اس کے لبوں پر دعام کی قربت میں کبھی کم نہ ہوتی تھی۔

پھر ایک بار پھر اس کے لبوں نے اس کے لبوں کو چھو لیا۔ کوئی تکلیف، کوئی درد، کوئی زخم...

کسی بات کی پرواہ نہیں تھی اسے۔ اسے معلوم تھی تو بس ایک بات اس کی زندگی اس کی پناہ میں تھی، اسی قربت میں جو ہر درد، ہر تکلیف سے دور لے جاتی تھی۔ اس کی آغوش میں،

درد کی کوئی جگہ نہ تھی،

صرف محبت کی گرم خوشبو تھی،

جو ہر زخم کو بھلا دیتی تھی۔

○○○○○○○

صبح کی پہلی کرن کے ساتھ جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ دلدار باہوں میں سختی سے قید تھی۔

اس کے سینے پر ایک زخم اب واضح ہو چکا تھا،

سفید پٹی پر سرخ خون کے دھبے نمایاں تھے۔

دعا مخواہ شرمندہ ہو گئی،

اس نے نرمی سے اپنی نازک انگلیاں سرخ دھبوں پر پھیر دیں۔

میری کوئی غلطی نہیں ہے، یہ سب جب کی بے تاب شدتوں کا نتیجہ" تھا۔"رات میں تو یہ پاگل ہی ہو جاتے ہیں۔

لیکن پھر تھوڑی دیر بعد، دل میں کچھ نرم ہوا،

اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا،

ایم سوری...شاید غلطی میری تھی۔"لیکن آپ بھی پورت جن ہیں غلطی آپ" کی ہی ہے۔ پتہ نہیں کس احساس کے تحت دعام نے نرمی سے اپنے لب اس کے زخم پر رکھے۔

پھر پیچھے ہٹ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

آنکھیں اب بھی بند تھیں، لیکن اس کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ تھی۔

پھر کچھ یاد آیا تو اچانک وہ اٹھ کر بیٹھ گئی،

غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولی،

"!ہائے اللہ، میں تو ناراض ہوں"

وہ اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکے سے پیچھے کرتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھ گئی۔

تو سردار نے آنکھیں کھول کر خفگی سے اسے دیکھا،

وہ اسے جھٹک کر دور ہوگئی، آنکھوں میں خفگی تھی، اور منہ پھیر کر واش روم کی طرف چل پڑی۔

میں ناراض ہوں، مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ دلدار حیران" تھا، اس کی ناراضگی میں بھی ایک انوکھی خوبصورتی تھی۔

اف "میرا ناراض سائیں،

ایسی ناراضگی میں تم اور بھی پٹاخا لگتی ہو،

"تمہیں کچھ دیر اور ناراض رہنا چاہیے۔

یہ کہہ کر وہ کمبل اوڑھ کر دوبارہ سو گیا۔

○○○○○○○○○

وہ تازہ دم ہو کر باہر نکلی، تو سردار منہ تک کمبل میں لپٹا گہری نیند سو رہا تھا۔

اس نے منہ بنایا، پھر جانماز پر کھڑی ہو گئی۔

نماز مکمل کر کے اس نے ہاتھ دعا کے لیے اٹھا کر ایک چور نظر بستر کی طرف ڈالی۔

اللہ جی، پیارے اللہ جی،"

لوگوں کو بیویوں کی قدر کرنا سکھائیں

اگر بیوی کوئی فرمائش کرے تو اسے پورا کرنا سکھائیں

اگر بیوی ناراض ہو تو اسے راضی کرنا سکھائیں

"یہ کیا بات ہوئی کہ بیوی ناراض ہے، اور لوگ گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں؟

یہ تو سچ مچ میں سو گئے ہیں لگتا ہے، آواز اور اونچی کرتی ہوں۔ اس نے" شرارت سے سوچا اور پھر بولی۔ یہ دیکھے بغیر کہ اتنی تیز چڑیا، جیسی آواز سن کر "وہ بے ساختہ اٹھ بیٹھا تھا

کمبل ایک طرف پھینکتے ہوئے، وہ پوری طرح اپنی نظر اس پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔

اب وہ اس کی سوچوں سے بالکل الگ کام کر رہی تھی۔ سادہ اور معصوم دکھنے والی لڑکی،

لیکن شرارتی وہ حد سے زیادہ تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ سب کر کے وہ اپنے لیے خود مصیبت کھڑی کر رہی ہے۔وہ ان حرکتوں کی وجہ سے اس کے لیے پاگل ہو رہا تھا،

اور اگر وہ ایسے ہی ادائیں دکھائے گی تو سردار تو کسی کام کے قابل ہی نہیں رہے گا۔اس کا دھیان پھر سے اس کی دعا کی طرف گیا

اللہ جی، میں نے کیا مانگا تھا؟"

پوری دنیا مانگ لی کیا، صرف ایک کیری ہی تو مانگی تھی۔اب بندی بیمار ہو، بندی پر شیر نے حملہ کیا ہو، تو بیوی کی اتنی سی فرمائش تو پوری کر ہی سکتے ہیں۔

اور اتنا زیادہ محبت کا دعوی؟

اللہ جی، اگر آپ نے کسی کے دل میں محبت ڈالی ہے، تو پھر اسے قدر کرنی چاہیے نا محبت کی۔

لیکن یہاں تو کسی کو قدر ہی نہیں۔

دیکھیں، اللہ جی، جیسا کہ آپ کو پتہ ہے، میں ناشکری بالکل بھی نہیں

ہوں۔ آپ نے مجھے جو کچھ دیا بہت اچھا دیا، آپ کا بہت بہت شکریہ۔

لیکن اگر مجھے تھوڑا سا اور مل جائے تو اس میں کوئی قباحت تو نہیں۔ میں مانتی

ہوں، زندگی امتحانوں سے بھری ہوئی ہے۔

"ماں باپ نے بچپن میں ہی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

وہ بیڈ پر بیٹھے اس کی آواز میں نمی سی اترتی محسوس کر کے حیران ہوا،

اس کی مسکراہٹ کہیں کھو گئی تھی۔

میں اپنے تایا چاچا، کے رحم و کرم پر پلی،"

اللہ آپ کا شکریہ، آپ نے ہر حال میں مجھے بہتر سے نوازا۔" وہ ہنس کر بولی،

لیکن کیری۔۔۔۔ کیری تو شادی سے پہلے بھی کھاتی تھی نا،"

چپ چپ کے۔" اور اگر کبھی کسی نے پکڑ بھی لیا،

تو اتنی سی بات کے لیے کسی نے مجھے کبھی ڈانٹا نہیں تھا۔ لیکن آپ نے

دیکھا، جس شخص کو آپ نے مجھے محبت کرنے کے لیے بھیجا،

وہ مجھ سے ڈانٹتا ہے، غصے سے آنکھیں دکھاتا ہے،

بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے۔ وہ بھی صرف کیوں؟ ایک کچا آم کھانے کی

وجہ سے۔

صرف ایک چھوٹا سا کچا آم کھانے کی وجہ سے۔

میں نے تو کبھی نافرمانی بھی نہیں کی۔ میں ہر بات مانتی ہوں، پھر بھی ایسا ظالم

شوہر ملا ہے مجھے۔ اب کی تو آواز میں باقاعدہ لاڈ بھرا ہوا تھا،

جیسے وہ اللہ سے نہیں، سچ میں کسی دوست سے بات کر رہی ہو۔ سردار اس کے

لہجے پر حیران رہ گیا تھا۔

اللہ جی، میں بتا رہی ہوں، یا تو ڈاکو جی کو اچھا کر دیں۔ یا پھر مجھے مجبور ہو کر شوہر کی نافرمانی کرتے ہوئے چوری چپکے، چپکے آم کھانے جانا پڑے گا۔ کمرے میں مکمل خاموشی تھی،

وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کی باتیں کوئی نہیں سن رہا، بلکہ اس کا ظالم اور جابر شوہر گہری نیند سو رہا ہے۔

اسی لیے اب وہ معصوم سی منمناہٹ کے ساتھ بول رہی تھی،

پورا پورا ارادہ تھا شوہر کی نافرمانی کرنے کا۔

سردار تو اس کے لہجے پر عش عش کر اٹھا تھا،

وہ دعاؤں میں اس کے خلاف سازش نہیں کر رہی تھی، اور وہ اس کی معصومیت پر مر مٹا تھا۔

دیکھیں اللہ جی، میں پہلے ہی معافی مانگ رہی ہوں،

مجھے شوہر کی نافرمانی کی سزا مت دیجئے گا،

لیکن اب میں مجبور ہو چکی ہوں۔ وہ جیسے دعا ختم کر رہی تھی۔ سر دار خاموشی سے دوبارہ لیٹ گیا، وہ بیڈ کروان سے ٹیک لگا کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ جب کہ وہ نماز ختم کرتے ہوئے پلٹی،

اس کی آنکھیں کھلی تھیں،

وہ بیڈ کے کونے سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے نظریں جھکا کر ادھر ادھر نگاہیں گھمائیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا،

اس نے جھٹ سے قرآن پاک اٹھا کر اپنے چہرے کے قریب کر لیا۔

ہائے اللہ جی، چھوٹا سا اشارہ ہی کر دیتے،"

کہ جن سب کچھ سن رہے ہیں، تو میں اپنا منہ بند کر لیتی، دل ہی دل میں آپ سے باتیں کر لیتی۔" اس کی نرم مگر بلند آواز لاؤڈ اسپیکر کی طرح گونج رہی تھی۔ شاید وہ یہ دل میں بولنا چاہتی تھی۔،

اور پھر ایسی قرآن پاک میں ڈوب گئی کہ

دوسری کوئی چیز نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔

سردار کافی دیر انتظار کرتا رہا، اس کی تلاوت ختم ہونے کا، تاکہ پوچھ سکے کہ ان

ساری باتوں کا کیا مقصد تھا، اور وہ نافرمانی کرنے والی تھی۔

اس بات نے دل میں ہلچل بھی مچا دی تھی،

لیکن وہ نہ تلاوت ختم کر رہی تھی، اور نہ ادھر ادھر دھیان دے رہی تھی۔

آخر رت جاگے نے اثر دکھایا، دماغ پر نیند سوار ہوئی، وہ سونے پر مجبور ہو گیا

تھا۔

ooooooo

وہ ہر تھوڑی دیر بعد چوری چوری اُسے دیکھ لیتی،

پھر نظریں جھکا کر دوبارہ تلاوت میں مشغول ہو جاتی۔ کبھی وہ اس کے چہرے

کے زاویے پڑھتی،

کبھی اس کی آنکھوں کی بند پتلیوں میں اپنی شامت کا عکس تلاش کرتی۔ لیکن

جیسے جیسے وہ قرآن پاک میں زیادہ ڈوبتی گئی، سردار کا خیال کہیں پیچھے رہ گیا،

دل پوری طرح رب کی باتوں میں کھو گیا تھا۔

جب تلاوت مکمل ہوئی، تو اُس نے محبت سے قرآن بند کیا، عقیدت سے چوم

کر آنکھوں سے لگایا،

اور پھر جیسے ہی نظر بیڈ کی طرف گئی

وہ نیند کی گہرائیوں میں اُترا ہوا تھا۔

ایک گہرا، سکون بھرا سانس اس کے لبوں سے نکلا۔

دل جیسے شکر سے بھر گیا تھا۔ نرمی سے الماری کی طرف بڑھی،

چادر نکال کر خود پر اوڑھی، پھر مزے سے باہر نکلنے گئی

! آج اس کا پکا ارادہ تھا... پورا قبیلہ گھومنے کا

آخر وہ بھی تو جانے کہ اس قبیلے میں ایسا کیا ہے جو سب کو حیران رکھتا ہے۔

نرمی سے سانس لیتی، چادر کو سنبھالتی، وہ آہستہ آہستہ پتھریلے راستے پر قدم رکھتی نیچے اُتر رہی تھی۔

چند لمحے گزرے ہی تھے کہ دور سے ایک مانوس سا عکس دکھائی دیا جمرو قبیلے کی ایک اونچی جگہ پر کھڑا تھا، شاید کسی کام میں مشغول،

مگر جیسے ہی اس نے ہاتھ ہلا کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا، جمرو کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ اُبھر آئی۔۔

پھر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگا۔

oooooooo

"!گڈ مارننگ بھابھی"

جمرو نے اُسے دیکھ کر خوش دلی سے آواز دی، "صبح صبح نیچے آگئیں؟ آیئے، آپ کو ناشتہ کرواتا ہوں!" وہ مسکراتے ہوئے اس کے آگے آگے چلنے لگا۔

"جمرو بھیا، مجھے بالکل بھی بھوک نہیں لگ رہی۔ ابھی تو مجھے پورا قبیلہ گھومنا ہے!"

وہ جوش سے بولی،

"یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟ وہ جو بائیں طرف مڑتا ہے، وہ کہاں؟ اور وہ پہاڑی کے پیچھے کیا ہے؟ اور آپ، آپ اوپر اونچی جگہ کھڑے پیچھے کی طرف کیا دیکھ رہے تھے؟"

وہ ایک ہی سانس میں کئی سوالات کر گئی تھی۔

جمرو نے بے ساختہ قہقہہ لگایا،

"ارے بھابھی، آپ تو پورا انٹرویو لے رہی ہیں!"

"جب یہاں رہنا ہے تو یہاں کے بارے میں سب جاننا تو بنتا ہے نا!" وہ ہنستی ہوئی بولی۔

جمرو نے سر ہلایا،

آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ یہ جگہ بہت بڑی ہے، بہت کچھ ہے دیکھنے کے" لائق۔ آپ نے ایک بار دیکھنا شروع کیا تو دس دن لگ جائیں گے قبیلہ مکمل گھومنے میں۔" وہ ذرا سا جھک کر رازداری سے بولا،

لیکن جمرو ہے نا، سب سکھائے گا! آپ بس حکم کریں، بتائیں کس طرف چلنا" ہے؟ جب تک میرو ناشتہ تیار کرتا ہے، میں آپ کو تھوڑا بہت قبیلہ دکھا دیتا ہوں۔" وہ فل جوش سے بوا۔

یہ جو راستہ ہے نا، یہ آگے جا کر پرانے قلعے کی طرف نکلتا ہے..." جمرو نے ایک پتھریلے راستے کی طرف اشارہ کیا۔

اور وہ جو دائیں طرف مڑتا ہے، وہ سیدھا سردار کے آبائی کھنڈرات کی طرف" "جاتا ہے، جہاں کبھی ان کے بزرگ رہا کرتے تھے۔

دعام کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، وہ بڑے غور سے ہر طرف دیکھ رہی تھی۔

جمرو نے ایک اور طرف اشارہ کیا، "یہ جو پہاڑ آپ دیکھ رہی ہیں نا، یہ اصل میں پہاڑ نہیں، یہ بھول بھلیاں ہیں۔ ان کے بیچ اتنے راستے ہیں کہ اگر کوئی اکیلا یہاں آجائے تو کبھی واپس نہ جا پائے۔"

واقعی؟" دعام نے حیرت سے سر گھمایا،"

"یہ سب... بھول بھلیاں؟"

جی بھابھی۔ سردار نے اپنے ہاتھوں سے یہ راستے بنوائے تھے، اتنے پیچیدہ کہ" کوئی باہر والا تو دور، خود قبیلے کے کچھ لوگ بھی آج تک ان کا راز نہیں جان پائے۔ یہاں آکر ہر کوئی کھو جاتا ہے۔ کسی ایک راستے سے جائیں گے اور کسی دوسرے سے واپس آئیں گے... اور خود کو وہیں کھڑا پائیں گے جہاں سے چلے تھے!"

اس کی باتیں سن کر دعام کی حیرت اور بھی بڑھ گئی، جیسے دماغ کچھ سمجھنا چاہ رہا ہو اور آنکھیں بہت کچھ دیکھنے میں مصروف ہوں۔

آیئے، میں آپ کو ایک خاص راستے سے لے کر چلتا ہوں۔ یہاں سے آگے" چلیں گی تو صبح کے سورج کی وہ روشنی نظر آئے گی جو پہاڑوں پر سنہری چادر کی طرح بکھرتی ہے... اور کچھ آگے چلیں گی تو دو جھرنے ہیں، جیسے نیلے شفاف "آئینے کسی چھپے ہوئے جنتی منظر کا حصہ ہوں۔

جمرو آگے بڑھا اور دعام حیرت سے سحر زدہ نظروں سے اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ قدموں تلے کچے پتھروں کی ہلکی ہلکی آوازیں تھیں، لیکن اردگرد فضا میں خاموشی تھی — پرسکون، قدرتی اور پراسرار۔

پہاڑ بلند و بالا تھے، جیسے کسی قدرتی فنکار نے انہیں جوڑ کر ایک عظیم شاہکار تراشا ہو۔ کہیں دو چٹانیں ایک دوسرے سے الجھی ہوئی تھیں، تو کہیں قدرتی محرابیں بنی ہوئی تھیں جن سے روشنی کی کرنیں ایسے گزر رہی تھیں جیسے کسی پرانے مندر کی گزرگاہوں میں سورج جھانک رہا ہو۔

ہر موڑ پر نیا منظر، ہر راستے پر ایک نئی حیرت۔ دعام پل پل میں رک رک کر سب کچھ آنکھوں میں سمیٹتی، جمرو سے سوال کرتی، ہنستی، اور وہ اسے سکون سے سمجھاتا جاتا۔

جمرو بھیا... یہ جگہ تو جادو جیسی ہے، جیسے کوئی خواب ہو!" دعام نے دھیرے سے کہا۔

جمرو نے ہنستے ہوئے سر ہلایا،

"بس بھابھی، سردار کا قبیلہ ہے... ہر چیز میں راز ہے، ہر پتھر میں کہانی۔"

اور سچ میں، یہ قبیلہ ایک راز تھا... جو جتنا کھلتا تھا، اتنا ہی دل میں اترتا جاتا تھا۔

○○○○○○

بھیا، مجھ سے تو یاد ہی نہیں ہو رہا... ہم یہاں سے گئے تھے یا وہاں سے؟ پھر "
"وہیں سے واپس آئے یا کسی اور طرف سے؟

وہ الجھی ہوئی نظروں سے میدان کے درمیان کھڑی ہو کر بولی، جیسے کسی چکر دار خواب میں گھوم کر لوٹی ہو۔

جمرو نے مزے سے قہقہہ لگایا،

"بھابھی! ہم یہاں سے گئے تھے اور وہیں سے واپس آئے ہیں۔"

اس نے آنکھوں میں شرارت لیے اسے دیکھا اور انگلی سے درست راستہ دکھایا۔

دعام نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا، "نہیں، مجھے تو بالکل یاد نہیں۔" لیکن دل کے کسی کونے میں ایک یقین سا جاگا تھا کہ جمرو جو کہہ رہا ہے، وہ سچ کہہ رہا ہے۔ وہ تو ہمیشہ سے یہیں تھا، ان پہاڑوں کا راز، ان راستوں کی بھول بھلیاں... سب کچھ وہ جانتا تھا۔

میں تو کبھی یاد نہ رکھ سکوں گی یہ سب کچھ۔ ان راستوں کو یاد کرتے کرتے تو "سالوں لگ جائیں گے، پھر قبیلہ کیسے سمجھوں گی؟

اس کے لہجے میں الجھن اور بے بسی صاف جھلک رہی تھی۔

نقشے سے۔۔۔" جمرو ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ دعام کی آنکھوں میں چمک سی"

اتری۔

کیا؟ آپ کے پاس نقشہ ہے؟" وہ پرجوش ہو گئی،"

آپ کے ڈاکو جی کے پاس ہے لے لیجیے گا۔

سچ میں ان کے پاس ہے میں اج ہی مانگوں گی۔ سچ میں، اگر وہ نقشہ دے دیں تو

میں قبیلے کو یاد کر لوں گی۔ پھر میں چھپ چھپ کر آم کھاؤں گی، بالکل وہیں جا

"کر بیٹھوں گی جہاں آپ نے بتایا تھا وہ جھرنا ہے۔

وہ آہستہ بولی، جیسے کوئی چوری کا پلان شیئر کر رہی ہو، مگر جمرو نے سن لیا اور

اسے گھورنے لگا۔

ایسے مت گھوریے جمرو بھیا... میرا تو اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ نہ ماں، نہ"

"باپ، نہ کوئی بھائی جو میری چھوٹی چھوٹی خواہشیں پوری کرے۔

دعام کی آواز دھیمی ہوتی چلی گئی، جیسے وہ کوئی پرانا درد کھول رہی ہو۔

یہاں آکر احساس ہوا، اللہ نے مجھے دو دو بھائی دے دیے ہیں۔ بالا بھیا"

"تھوڑے سخت ہیں، لیکن آپ... آپ تو بالکل میرے جیسے ہیں۔

اس کی معصوم باتوں پر جمرو کا دل بھی بھر آیا۔ وہ کچھ بول نہ سکا، صرف اسے

دیکھتا رہا۔

سوچا تھا آپ سے بہت فرمائشیں کروں گی۔ لیکن ڈاکو جی کے سامنے آپ کی"

ایک بھی نہیں چلتی۔ ورنہ میں تو بڑے ڈھاٹ سے کہنے والی تھی... میرے جمرو

"بھیا میرے لیے ڈاکو جی سے بھی لڑ جائیں گے۔

اس نے ہنستے ہوئے شرارتی انداز میں کہا، اور جمرو بھی ہنس دیا۔

بھابھی، آپ کی ہر خواہش سر آنکھوں پر۔ میرا بس چلے تو پورا آم کا درخت"

اکھاڑ کر آپ کے قدموں میں رکھ دوں۔ لیکن آپ کی صحت کا بھی خیال رکھنا

"ہے۔ سردار نے کتنا ڈانٹا تھا نا اس دن۔

ڈانٹنا ہی تھا۔ ہمیں بھی کیا سوجھی، بنا سوچے سمجھے درخت پر چڑھ گئے۔ ایک "
دو آم توڑ کر چھپ کر کھا لیتے، لیکن نہیں، ہم تو پورا مشن لے کر چڑھ گئے
"تھے۔

یہ سب بالا کی وجہ سے ہوا! وہ نہ چیختا تو سردار کو پتہ ہی نہ چلتا کہ ہم کہاں ہیں۔ "
"!ہر کام میں اتنا شور مچاتا ہے

جمرو نے بالا کو کٹہرے میں لا کھڑا کیا۔

ہاں نا! یہ آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں، جمرو بھیا۔ اگلی بار بالا بھیا کو نہیں شامل "
"کریں گے۔

دعام نے پرجوش انداز میں کہا، جیسے کوئی پلان پکا کر رہی ہو۔

ویسے ہم اُس پہاڑ کے پیچھے گئے تھے نا؟ جہاں وہ چھوٹی سی غار تھی، جس کے "
"بارے میں آپ بتا رہے تھے کہ وہاں کوئی بزرگ نماز پڑھتے تھے؟

اس نے اچانک پوچھا۔

جمرو نے نفی میں سر ہلایا اور دوسرے راستے کی طرف اشارہ کیا،

"نہیں بھابھی، وہ غار اِس طرف ہے۔"

اوووو اچھا اس طرف ہے۔ تو چلیں ایک کام کرتے ہیں"... میں ابھی کچن سے نمک، مرچ اور چاٹ مصالحہ لے کر آتی ہوں۔ بس آپ آم توڑیں، ہم وہیں جا کر بیٹھیں گے، پھر باقی کی پلاننگ وہیں ہو گی۔"

وہ چمکتی آنکھوں اور پر جوش لہجے میں بولی۔

اور پلیز! بالا بھیا کو ان سب میں شامل مت کیجیے گا۔ میری چھوٹی سی خواہش ہے۔ وہ میرے راز سب کو بتا دیں گے۔ لیکن آپ میرے بھائی ہیں، آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔ مجھے آپ پر پورا یقین ہے۔ اور میں جانتی ہوں... آپ میری خواہش پوری کریں گے۔"

جمرو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دعام نے آخری وار کر دیا،

بھائی ہوتے کس لیے ہیں؟ اپنی بہنوں کی خواہشیں پوری کرنے کے لیے۔ اللہ" پاک نے مجھے آپ جیسا بھائی دیا ہے... میں ہر نماز میں آپ کے لیے دعائیں مانگا "کروں گی۔

جمرو کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ کچھ نہ بولا، صرف ہولے سے مسکرایا۔

اور سنیں!" دعام نے جاتے جاتے پلٹ کر کہا، "زیادہ آم مت لائیے گا۔ ڈاکو" جی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ زیادہ کھانے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ صرف پانچ آم... ٹھیک ہے صرف موٹے والے پانچ!" اب زیادہ کھا کر ہم نے طبیعت خراب تھوڑی کرنی ہے وہ انگلی دکھاتے ہوئے کچن کی طرف روانہ ہو گئی۔

جمرو کے چہرے پر اب فخر تھا، خوشی تھی، اور ایک بھائی ہونے کا احساس کہ اس کی بھابھی نے سب کے ہوتے ہوئے صرف اُسے اپنا بھائی مانا۔

وہ لمحے میں آم کے درخت پر چڑھ گیا، اور پوری ایمانداری سے سب سے اچھے آم توڑنے لگا۔

OOOOOOOOO

وہ مزے سے اس چھوٹی سی غار میں آکر چھپی بیٹھی تھی۔ غار کا دہانہ چھوٹا تھا لیکن اندر جا کر وہ جگہ خاصی کشادہ محسوس ہوتی تھی ـــ اتنی کہ پانچ چھ لوگ آرام سے بیٹھ سکتے تھے۔ زمین پر نرم سا کالین بچھا ہوا تھا، جس پر ایک وقت میں کوئی بزرگ اپنی عبادتیں کیا کرتے تھے۔

اور وہ... وہ اس مقدس سکون میں اپنی شرارتوں کی چادر بچھا کر جم کر بیٹھی تھی۔

سامنے رکھی پلیٹ میں چاٹ مصالحہ، نمک، مرچ اور ایک چھری موجود تھی۔
وہ مکمل تیاری کے ساتھ جمرو بھیا کا انتظار کر رہی تھی۔

میرو نے اس کے کچن میں آنے پر کسی طرح کا کوئی سوال نہیں کیا تھا اس نے ٹوکری سے پلیٹ نکالی اور پھر آرام سے اس میں نمک مرچی اور مصالحہ ڈال دیا۔

میرو اسے دیکھتا رہا لیکن بولا کچھ نہیں جب کہ وہ کچن سے نکلتی جمرو کے بتائے ہوئے راستے پر نکل گئی تھی۔ اور اب یہاں مزے سے بیٹھے جمرو کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

جب ایک ہاتھ اس کے سامنے آیا اور ایک موٹا، تازہ، رس بھرا کچن آم اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا، وہ خوشی سے چہک اٹھی۔

اف شکر ہے جمرو بھیا! آپ لے ہی آئے، ورنہ قسم سے چاٹ مصالحہ دیکھ دیکھ" کر تو میرے منہ میں پانی آ رہا تھا!" وہ جلدی جلدی آم کو ہاتھ میں لیتے ہوئے کاٹنے لگی۔

چلیں بیٹھ جائیں! آپ کو بھی آج زندگی کے اصل مزے سے متعارف کرواتی" ہوں! یہ لیں، چکھیں ذرا، اگر سواد نہ آیا تو میرا نام بدل دینا!" وہ بڑے فخر سے آم کی ایک سلائس پر چاٹ مصالحہ چھڑکتے ہوئے ہنسی خوشی اسے اٹھا کر اس کے منہ کی طرف بڑھا رہی تھی۔

لیکن... جیسے ہی نظر سامنے کھڑے شخص پر پڑی، اس کے چہرے سے رنگ ہی اُڑ گیا۔

وہ جمرو نہیں تھا۔

ڈاک۔۔۔ڈاکو۔۔۔جی۔۔۔" الفاظ اس کے لبوں پر آ کر منجمد ہو گئے۔"

اس کی آنکھیں، جو لمحہ بھر پہلے شرارت سے چمک رہی تھیں، اب انکھوں میں خوف لیے ہوئے تھی اس کا دل دھڑکنے کی بجائے جیسے رک سا گیا ہو، اور ہاتھ میں پکڑا آم کی سلائس نیچے گری اور پلیٹ میں گر کر شور مچا گئی۔

oooooooo

رباب کے قدموں میں جیسے آج منوں مٹی بھر گئی تھی۔ ہر قدم اٹھانا دشوار تھا۔ وہ گھر سے نکلی اور گاؤں کی خاموش گلیوں سے ہوتی ہوئی درزن کے گھر کی طرف جا رہی تھی، مگر اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے مسلسل یہ محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے، اور آج

یہ احساس پہلے سے کہیں زیادہ گہرا تھا۔ ہر موڑ پر، ہر قدم پر اسے محسوس ہوتا جیسے کوئی نگاہ اس پر جمی ہے، کوئی سایہ اس کے پیچھے چل رہا ہے۔ اس نے گھبرا کر مڑ کر دیکھا، لیکن وہاں کوئی نہیں تھا—صرف خالی گلیاں اور خاموش گھر، جو اپنی دیواروں کے پیچھے ہزاروں راز چھپائے کھڑے تھے۔

دعام کے سردار کے ساتھ جانے کے بعد سے رباب کی زندگی ہی جیسے بدل گئی تھی۔ اب اس کی صبح گیارہ بجے نہیں ہوتی تھی، بلکہ فجر کے ساتھ ہی گھر میں ہنگامہ شروع ہو جاتا۔ پورے صحن میں جھاڑو لگاؤ، کنویں سے پانی بھرو، ناشتہ تیار کرو۔ وہ جیسے ایک ملازمہ بن کر رہ گئی تھی، دن رات کام میں جتی رہتی۔ کہاں وہ آرام دہ زندگی جو اس نے برسوں گزاری تھی، اور کہاں اب یہ مشقت! وہ اکتا چکی تھی۔ "آف! اس سے بہتر تو تھا کہ میں سوئی ہی رہتی!" وہ بڑبڑائی، اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ صاف تھی۔ "میں تو بس ایک نوکرانی بن کر رہ گئی ہوں، صبح سے شام تک یہی کام، کام اور بس کام!"

میری اپنی زندگی جہنم بن گئی ہے دعام کے جانے کے بعد! وہ بڑبڑائی "گھر میں چھ عورتیں تھیں، لیکن کام صرف دعام کرتی تھی اور گھر کو اس طرح سنبھالتی تھی جیسے کوئی جادو کر رہی ہو۔ اب جب کہ دعام نہیں تھی، وہ چھ عورتیں مل کر بھی گھر کا وہ رکھ رکھاؤ برقرار نہیں رکھ پا رہی تھیں۔ رباب کے کاندھوں پر بوجھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

واپسی پر اس نے اچانک انسپیکٹر اکرم کو دیکھا۔ وہ حیران رہ گئی، انسپیکٹر اکرم اس کا پیچھا کیوں کرے گا؟ اس سے اس کا کیا لینا دینا ہو سکتا ہے؟ وہ تو پہلے ہی زندگی سے اکتائی ہوئی تھی، اس پر یہ نیا خوف۔

○○○○○○○○

جمرو کا دل آج خوشی سے جھوم رہا تھا۔ آج جب دعام نے اسے اپنا بھائی کہا تھا، تو جیسے اس کی پوری دنیا ہی بدل گئی تھی۔ یہ رشتہ محض لفظوں کا نہیں تھا، بلکہ ایک بڑی ذمہ داری اور فرض تھا جسے وہ پوری لگن سے نبھانا چاہتا تھا۔ اسی خوشی میں، وہ قبیلے کے سب سے پرانے اور گھنے آم کے درخت پر چڑھا ہوا تھا

تاکہ سب سے اچھی اور رسیلی کیریاں توڑ سکے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ کیریاں سب کو بہت پسند ہیں، اور وہ اپنی نئی بہن کے لیے بہترین کیریاں چن کر لانا چاہتا تھا۔

اس نے ایک بڑی، پکی کیری ہاتھ میں لی اور مسکرا دیا۔ وہ اسے تھیلے میں ڈالنے ہی والا تھا کہ نیچے سے ایک گہری، بھاری آواز نے اسے چونکا دیا۔

"تم یہاں اوپر کیا کر رہے ہو؟"

آواز میں اتنا رعب تھا کہ جمرو کے ہاتھ سے کیری بمشکل بچی۔ اس نے ڈرتے ہوئے نیچے دیکھا۔ سردار دلدار پوری شان سے درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گہرا غصہ تھا۔ جمرو نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر اس کا پورا جسم خوف سے کانپ رہا تھا۔

"... سردار... سردار!" جمرو ہکلایا۔ "وہ... وہ میں آم توڑ رہا تھا"

سردار کا چہرہ مزید سخت ہو گیا۔ اس نے اپنی ٹھوڑی اوپر اٹھا کر جمرو کو گھورا۔

"کس کی اجازت سے؟" اس کی آواز اتنی تیز تھی جیسے کوئی تیز خنجر چلا ہو۔

وہ... وہ اصل میں بات یہ ہے کہ... "جمرو کے دماغ میں الفاظ الجھ گئے تھے۔" وہ یہ بتا ہی نہیں پا رہا تھا کہ وہ یہ سب اپنے نئے رشتوں کی خوشی میں کر رہا تھا۔ الفاظ جیسے اس کے گلے میں اٹک گئے تھے۔

سردار نے اس کی گھبراہٹ فوراً بھانپ لی۔ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں کچھ چمکا، جیسے اسے اندر کی بات سمجھ آگئی ہو۔ اس کی آواز ہلکی سی نرم ہوئی، مگر اس میں طنز صاف تھا۔ "کیا تمہیں یہ سب کرنے کے لیے تمہاری بھابھی نے کہا ہے؟"

سردار کا یہ سوال جمرو کے لیے جیسے ایک دھماکا تھا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، اور وہ درخت پر ہی جم کر رہ گیا۔ سردار دلدار کی نظریں اس پر جمی تھیں، جیسے وہ اس کی خاموشی میں ہی سارے جواب پڑھ رہا ہو۔

بولو جمرو۔۔۔" سردار دلدار کا سوال بجلی بن کر جمرو پر گرا تھا۔ "کیا تمہیں یہ کرنے کے لیے تمہاری بھابھی نے کہا ہے؟" جمرو کے ذہن میں ایک لمحے کے لیے دعام کا معصوم مسکراتا چہرہ گھوم گیا۔ وہ فوراً درخت سے نیچے اترا۔ اس کے قدموں میں ہلکی سی لرزش تھی، مگر اس کے چہرے پر اب خوف کی بجائے ایک عجیب سی شرمندگی اور نیا عزم تھا۔ وہ سردار کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے سردار کے حکم کو نہ مان کر ایک بڑی غلطی کی تھی، ایسے قبیلے میں جہاں سردار کی اجازت کے بغیر پتا بھی نہیں ہلتا تھا۔

سردار نے اس کی حالت دیکھ لی، مگر اس کے غصے میں کمی نہیں آئی تھی۔ اس کی گرجدار آواز ایک بار پھر گونجی، "سچ سچ بتاؤ، کیا تمہیں یہ کرنے کے لیے "تمہاری بھابھی نے کہا ہے؟

جمرو نے ہچکچاتے ہوئے نظریں اوپر اٹھائیں، اور اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو سردار دلدار کے غصے کو بھی للکار رہی تھی۔ اس کی آواز میں اچانک گہرائی اور مضبوطی آگئی، "سردار! وہ معصوم ہے! یتیم ہے! اس دنیا میں

اس کا کوئی نہیں! اس کی زندگی میں پہلی بار اسے کوئی رشتہ ملا ہے! کبھی کسی کا پیار نہیں ملا اسے! کبھی کسی نے اس کے نخرے نہیں اٹھائے! اس کی باتیں نہیں مانیں! وہ معصوم سی لڑکی تو دنیا کی ٹھوکروں میں پلی ہے! زندگی میں پہلی بار اسے رشتے مل رہے ہیں! تم اسے کچھ مت کہنا، سردار! وہ بیچاری بہت معصوم ہے!"

جمرو نے سردار کے قدموں کے پاس ایک قدم آگے بڑھایا۔ "اس نے مجھے بھائی ہونے کا مان دیتے ہوئے بس ایک چھوٹی سی فرمائش کی، اور میں اس کے لیے وہ فرمائش پوری کرنا چاہتا ہوں!" اس کی آواز میں سچی محبت اور اپنائیت تھی، ایک ایسی محبت جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ "سردار! وہ میری بہن ہے! اس کو کچھ کہنے کے بجائے تم مجھے سو جوتے مار لو!"

جمرو کا پیار اور جذباتی پن ضرورت سے زیادہ ہی سامنے آ رہا تھا۔ نیا نیا بہن کا رشتہ ملنے کے بعد وہ بہت زیادہ جذباتی ہو رہا تھا، اور سردار دلدار اس کے چہرے پر یہ صاف دیکھ سکتا تھا۔

سردار کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت ابھری، پھر ایک باریک سی مسکراہٹ آئی جسے شاید جمرو نہ دیکھ پایا۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ دعام نے جمرو کے اسی جذباتی پن کا بڑے اچھے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ وہ لڑکی ضرورت سے زیادہ شرارتی تھی، یہ بات سردار کو صبح اس کی باتوں سے ہی سمجھ آگئی تھی۔

"توڑ لیے آم...؟" سردار نے اچانک لہجہ بدلتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

جمرو نے گھبرا کر اپنا ہاتھ پیچھے چھپانے کی کوشش کی، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

سردار نے ہاتھ آگے کیا تو اس نے خاموشی سے آم اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

اتنی دیر سے وہ سب سے اچھا آم توڑنے کی کوشش میں صرف ایک ہی آم توڑ پایا تھا۔ سردار نے آم کو دیکھا اور پھر ایک پل کے لیے جمرو پر نظر ڈالی۔

"کہاں ہے وہ؟" سردار نے جمرو کو کچھ بھی کہنے کے بجائے الٹا سوال کیا۔ اس کی آواز میں اب وہ پہلے والی سختی نہیں تھی، ایک گہری سی خاموشی تھی جس میں آگے کا ارادہ چھپا تھا۔

جمرو نے فوراً، بنا کسی ہچکچاہٹ کے بتا دیا، "قبیلے کے پیچھے وہ جو غار نہیں ہے جہاں "منگاڈا کو نماز پڑھتا تھا؟ وہیں پر چھپ کر بیٹھی ہوئی ہے۔

سردار نے ایک گہری نظر جمرو پر ڈالی۔ اس کی نظر میں کوئی غصہ نہیں تھا، بس ایک سوچ تھی، ایک پراسرار فیصلہ۔ وہ آم کو ہاتھ میں تھامے، خاموشی سے اس غار کی طرف چلا گیا جہاں دعام چھپی ہوئی تھی۔ جمرو وہیں ساکت کھڑا رہا، سردار کی پشت کو دیکھتا رہا، اس کے دل میں ایک انجانا خوف اور اطمینان ساتھ ساتھ تھا۔

ooooooo

دعام غار کی نیم تاریکی میں ڈوبی، جمرو کے انتظار میں بیٹھی تھی، دل خوف اور تجسس کے ملے جلے جذبات سے تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اچانک غار کے دہانے پر ایک بڑا سایہ نمودار ہوا اور دعام نے چونک کر دیکھا۔ یہ جمرو نہیں تھا! اس کے سامنے سردار دلدار کھڑا تھا،

اس کے ہاتھ میں آم تھا۔ دعام کا چہرہ فق ہو گیا، اسے لگا جیسے وہ رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔ اس کے ذہن میں تیزی سے یہ خیال گزرا کہ سردار اب اس کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے جمرو کو کتنا ڈانٹا ہو گا؟ وہ خوفزدہ تھی، لیکن سردار کے چہرے پر وہ وحشت نہیں تھی جس کا اس نے تصور کیا تھا۔

سردار نے ایک قدم اندر رکھا، اس کی آنکھیں دعام کے چہرے پر جمی تھیں۔ ان میں غصہ یا سختی نہیں تھی، بلکہ ایک گہری، پرسکون چمک تھی، جیسے وہ کسی قیمتی خزانے کو دیکھ رہا ہو۔ اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، جس میں وہ آم تھا۔

پھر سردار نے دھیمی، نرم اور محبت بھری آواز میں اسے پکارا،

ارے! میرا معصوم سائیں! یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو، میری جان؟" دعام کی "آنکھیں مزید پھیل گئیں۔

معصوم سائیں؟ ہائے اللہ اتنا نرم لہجہ،" اس نے سردار سے ایسی نرمی کی توقع" نہیں کی تھی۔ وہ تو اسے وحشت کا دوسرا نام سمجھتی تھی۔ اور اس وقت تو وہ اس

کے حکم کے خلاف جا کر چوری چوری کچے ام کھانے کی پلاننگ کر کے بیٹھی تھی

۔

سردار نے آم اس کے قریب کیا۔

یہ دیکھو، میری بہادر چوزی، تمہارے بھائی جمرو نے تمہاری خاطر کیا لایا"

"ہے۔

دعام نے بے یقینی سے آم اور پھر سردار کے چہرے پر دیکھا۔ اس کی نظریں اس کے لہجے میں چھپی محبت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

سردار نے اس کی خاموشی اور خوف کو بھانپ لیا۔ اس نے دھیمی، محبت بھری ہنسی ہنستے ہوئے اپنا ہاتھ مزید آگے بڑھایا۔

"لے لو، میرا گلاب سائیں! کیا اپنے سردار کا تحفہ نہیں لو گی؟"

دعام نے آہستہ سے، لرزتے ہوئے ہاتھ سے آم تھاما۔ اس کی انگلیاں سردار کی ہتھیلی سے چھوئیں، اور ایک لمحے کے لیے ایک انوکھی گرمی اس کے وجود میں سرایت کر گئی۔

اس کی آنکھیں سردار پر جمی ہوئی تھیں، جو اب بھی اسے گہری محبت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی سختی نہیں تھی،

صرف محبت تھی۔ جو دعام کے لیے بالکل نئ نہیں تھی۔ غار میں مکمل خاموشی تھی، بس ان دونوں کی سانسوں کی آوازیں اور دعام کے دل کی تیز دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔ سردار کا انداز اتنا نرم اور محبت بھرا تھا کہ دعام کے ذہن میں موجود اس کی وحشیانہ تصویر یک دم بکھر کر رہ گئی تھی۔

" سردار نے محبت سے اس کے گالوں کو لبوں سے چھوا۔

مجھے معلوم ہے میرا اچری پہلوان، کہ تم کچے آم کھانے کی بہت شوقین ہو، اور یقین کرو اگر یہ تمہارے لیے اچھے ہوتے تو میں ڈھیر لگا دیتا لیکن میں تمہاری

صحت کے لیے فکر مند ہوں۔ یہ تمہیں بیمار کر سکتے ہیں، میر اڈر پوک سجن۔"

اس کی آواز میں گہری تشویش تھی، مگر ساتھ ہی بے پناہ پیار بھی تھا۔

لیکن... یہ صرف ایک آم ہے، تمہاری خواہش ہے۔ میں تمہاری کوئی بھی"

خواہش ادھوری نہیں چھوڑ سکتا، میر اسوہنا مکھڑا۔" اس نے آم کو آہستہ سے

اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک وعدہ تھا کہ وہ اسے کبھی

اکیلا یا پریشان نہیں ہونے دے گا۔

ان کی شادی کو اب ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ

سر دار دعام کو سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا، اور اسی کی محبت بھری توجہ نے دعام کو

تھوڑا شر ارتی بنا دیا تھا۔ وہ جان چکی تھی کہ سر دار اس سے بے پناہ محبت کرتا

ہے اور وہ بھی دل سے اس رشتے کو قبول کر چکی تھی۔ محبت نہ سہی، لیکن نکاح

کی طاقت پر اسے پورا یقین تھا۔

اور شاید کہیں نہ کہیں محبت بھی جاگ رہی تھی جس سے وہ بھی واقف نہیں

تھی

دعام نے آم کا ایک ٹکڑا اٹھایا، اس پر خوب چاٹ مصالحہ چھڑکا اور اپنی آنکھوں کے شرارتی ردعمل کو دیکھتے ہوئے اسے کھانا شروع کر دیا۔ سردار صرف مسکراتے ہوئے، محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر دعام نے ایک ٹکڑا سردار کی طرف بڑھاتے ہوئے آفر کی،

آپ کھائیں گے؟" بہت مزے کا ہوتا ہے ٹرائی کریں آپ کو اچھا لگے گا۔"

سردار پہلے حیران ہوا، کیونکہ اس نے اس طرح کی چیزیں پہلے کبھی بھی نہیں کھائی تھیں اور جس طرح دعام چاٹ مصالحہ ڈال ڈال کر کھا رہی تھی، اسے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ "کچا مصالحہ کون کھا سکتا ہے بھلا؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

لیکن دعام کی آنکھوں میں چمک اور اس کی معصوم پیشکش دیکھ کر سردار کے لبوں پر ایک نرم مسکراہٹ پھیل گئی۔

اگر تم اپنے ہاتھوں سے کھلاؤ گی تو زہر بھی کھا لوں گا، میرا سجن سائیں، """

سردار نے محبت بھری آواز میں کہا، اس کی آنکھوں میں بے پناہ چاہت جھلک رہی تھی۔

وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے ایک سلائس اس کی طرف بڑھا گئی۔ سردار نرمی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں اس کا ہاتھ لیتے ہوئے، اس کی انگلیوں کو اپنے لبوں سے چھوتے اس سلائس کو منہ میں رکھ گیا۔

لیکن نمک، تیکھی مرچ اور مصالحے کا عجیب سا ذائقہ اس کے منہ میں بھر سا گیا جو اسے حیرت سے دعام کو گھورنے پر مجبور کر گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا، جیسے وہ اس غیر متوقع ذائقے کی شدت سے گنگ رہ گیا ہو۔

سردار کا ہاتھ ابھی بھی دعام کے ہاتھ میں تھا،

مگر اب اس کی گرفت میں ایک حیرت انگیز ٹھہراؤ تھا، اور اس کا چہرہ بنا کسی لفظ کے بہت کچھ کہہ رہا تھا۔

دعام اس کی آنکھوں میں اپنا ہی عکس دیکھ رہی تھی، اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ سردار نے اس کی خاطر یہ تیکھا ذائقہ بھی قبول کرلیا ہے۔

دعام ہونٹ بھینچے، آنکھوں میں شرارت بھری مسکراہٹ لیے تیزی سے مصالحے دار چیز کھا رہی تھی کہ سردار نے پلیٹ چھین لی۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے سائے گہرے تھے۔

"تم یہ کیا کھا رہی ہو، میرا گلاب سائیں؟ اتنا تیز نمک مرچ! جانتی ہو تمہاری صحت کے لیے کتنا خراب ہے؟ تم ایسا کیسے کھا سکتی ہو؟" اس نے فکرمندی سے دعام کا چہرہ دیکھا، جس پر پسینے کے قطرے نمودار ہو چکے تھے۔

دعام نے فوراً پانی کا گلاس اٹھایا اور سردار کے لبوں سے لگا دیا۔ اس کی یہ حرکت بے ساختہ تھی، مگر جس انداز میں سردار نے آنکھیں میچیں، دعام سمجھ گئی کہ تیز نمک مرچ کا ذائقہ اس کے سر تک چڑھ چکا ہے۔ سردار نے گلاس دور ہٹایا اور گہری سانس لی۔ "

سجن سائیں! سب کچھ کھانے کے قابل ہر گز نہیں ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اتنا سا بھی اتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ تم یہ سب کچھ نہیں کھا سکتی اور نہ ہی میں تمہیں یہ سب کچھ کھانے کی اجازت دوں گا۔"

اس نے دعام کے ہاتھ سے پلیٹ لی اور ایک طرف رکھتے ہوئے، اس کی پیاری کیری اٹھا کر بہت دور پھینک دی۔ دعام تو صدمے سے کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تیر رہی تھی۔

"ڈا۔۔۔ڈاکو۔۔۔جی۔۔۔" اس کے منہ سے ہکلاتے ہوئے صرف یہی لفظ نکلے۔

"خاموش! بالکل خاموش! آواز نہ آئے مجھے تمہاری! تم یہ سب کھاتی ہو میرا معصوم سائیں! لگتا ہے تمہیں کہ اس طرح کی چیزیں کتنی نقصان دہ ہو سکتی ہیں؟ اندازہ بھی ہے؟ تمہارے معدے کا بیڑا غرق کر دیں گی!" سردار نے اپنے گلے میں جلن محسوس کرتے ہوئے کہا۔ اسے اندر تک تیز مصالحہ بہت زیادہ لگا تھا۔

جب کہ سامنے کھڑی معصوم سی لڑکی نے ضرورت سے زیادہ معصوم چہرہ بنا رکھا تھا۔ شرارت تو کہیں بہت دور چھپ گئی تھی۔ دعام کی آنکھوں میں اپنی کیری کی اس بے حرمتی پر موٹے موٹے آنسو آ گئے تھے۔ وہ سچ مچ میں رو دینے کو تھی جب سردار نے اچانک اسے پکڑا اور اپنے قریب کرتے ہوئے اپنے سینے سے لگا لیا۔

تم نے رونا دھونا کرنا ہے؟ یہ کندھا میسر ہے، میرا سوہنا مکھڑا! جتنا رونا ہے رو" لو، لیکن اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ اس طرح ہونٹ باہر لٹکا کر یا آنکھوں میں پانی "لا کر تم مجھے میرے فیصلے سے پیچھے ہٹا سکتی ہو تو ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔

اس نے دعام کی کمر پر تھپکی دی۔

۔"تم نے صبح سے ناشتہ نہیں کیا، جمرو تمہارا ناشتہ لگوا چکا ہو گا۔ چلو، میری چیری "!پہلوان

مجھے کچھ نہیں کرنا!" دعام غصے سے اس کے سینے سے الگ ہونے کی کوشش" میں تھی۔

جب کہ وہ اسے خود میں چھپائے، مضبوط قدموں سے قبیلے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ اب وہ ہاں کرتی یا نہ کرتی، اس کے سامنے کون سا اس کی چلنی تھی۔

ہاں لیکن اس کی شرارتوں سے تنگ آتے ہوئے وہ اسے اپنی باہوں میں اٹھا گیا تھا

○○○○○○○○○

سردار دعام کو گود میں اٹھائے ہوئے قبیلے کی طرف بڑھ رہا تھا، دعام اس کے سینے پر سر رکھے ابھی تک منہ بسور رہی تھی۔ سردار نے اسے آرام سے زمین پر اتارا، جہاں دستر خوان بچھا ہوا تھا اور طرح طرح کے پکوان سجے تھے۔ گرم گرم پراٹھے، تازہ مکھن، شہد، دہی اور کئی طرح کی سبزیاں اور پھل موجود تھے۔ جمرو جو پہلے ہی دستر خوان پر موجود تھا، انہیں دیکھ کر مسکرایا اور دعام کے لیے خاص طور پر اس کا پسندیدہ حلوہ آگے بڑھایا۔

چلو ناشتہ کرلو، سجن سائیں۔" سردار نے نرمی سے کہا، اس کی آواز میں گہری محبت تھی۔

"تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ یہ تمہاری صحت کے لیے اچھا نہیں ہے۔"

دعام نے اپنا چہرہ موڑ لیا اور نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے کچھ نہیں کھانا۔" اس کی آواز میں ضد صاف جھلک رہی تھی۔ سردار مسکرایا۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے، میرا سوہنا مکھڑا؟ تم نے صبع سے کچھ نہیں کھایا اور اب ناشتہ بھی نہیں کرو گی؟" اس نے ایک پراٹھا اٹھایا اور اس پر مکھن لگاتے ہوئے دعام کے قریب کیا۔

دیکھو کتنا لذیذ لگ رہا ہے۔ تمہاری پسند کا پراٹھا ہے، خاص تمہارے لیے بنوایا ہے۔"

دعام نے ایک نظر کھانے پر ڈالی، اس کی ناک پر بل پڑ گئے تھے۔ "نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے۔"

سردار نے لمبی سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کی ضد ہے۔ اس نے بڑے پیار سے دعام کا ہاتھ تھاما۔ "میری بات مان لو میر اگلاب سائیں، تھوڑا سا کھالو۔ تم

کمزور ہو جاؤ گی تو مجھے پریشانی ہو گی۔" اس نے اسے ایک لقمہ کھلانے کی کوشش کی۔

" دعام نے اپنا منہ بند کر لیا اور اسے کھلانے نہ دیا۔

میں نے کہا نہ، نہیں کھانا۔" اس کی آواز مزید اونچی ہو گئی۔

مجھے بھوک نہیں لگی۔ میں تو اس کیری کے غم میں ہوں۔ "جو آپ نے اتنی" بے رحمی سے پھینک دی۔ وہ غصے سے منہ بناتے ہوئے بولی

سردار نے لمحہ بھر کے لیے اپنی آنکھیں بند کیں، پھر کھولیں۔

اب یہ کچھ زیادہ ہو رہا تھا وہ ایک کیری کے لیے اپنی بھوک پیاس نہیں مار سکتی تھی اتنا بھی لاڈ وہ اسے دینے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، کہ وہ ذرا سی ضد پر خود کھانا پینا چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ اس کی آنکھوں میں نرمی کی جگہ اب ہلکی سی سختی نمایاں ہو چکی تھی۔ اس نے دعام کی آنکھوں میں دیکھا، اس کی نگاہیں کسی آہنی دیوار کی طرح مضبوط تھیں۔ دعام جو اتنی دیر سے نخرے دکھا رہی تھی، سردار کی

آنکھوں کی وہ سختی دیکھ کر ایک دم چپ ہو گئی۔ اس کی شرارت غائب ہو گئی اور ایک لمحے میں اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔

سردار نے پراٹھے کا ایک اور لقمہ توڑا اور اس کی طرف بڑھایا، لیکن اس بار اس کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں تھی۔

اب بنا کسی چوں و چراں کے یہ کھالو، میرا معصوم سائیں۔" اس کی آواز دھیمی" تھی، لیکن اس میں ایک غیر محسوس دباؤ تھا جسے دعام اچھی طرح سمجھ گئی۔

دعام نے خاموشی سے منہ کھولا اور سردار کے ہاتھ سے لقمہ لیا۔ اس نے چپ چاپ کھانا شروع کر دیا، اس کی نظریں پلیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ سردار اسے خاموشی سے ناشتہ کرتے دیکھتا رہا، اس کے چہرے پر اطمینان کا تاثر لوٹ آیا تھا۔

ooooooo

آج کل گھر میں پانی کا مسئلہ بھی بڑھ گیا تھا۔ نل میں پانی نہیں آتا تھا، اس لیے پینے کا پانی کنویں سے لانا پڑتا تھا۔ آج بھی وہ سمیرا سے لڑ کر کنویں پر پانی بھرنے آئی تھی،

اور یہاں بھی اسے وہی احساس پھر سے ہونے لگا۔ کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر جب وہ ڈول کنویں میں ڈال رہی تھی، اسے محسوس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی۔ وہ تیزی سے مڑی، لیکن کوئی نہیں تھا۔ صرف سورج کی تیز روشنی اور کنویں کے گرد جھاڑیاں۔

یہ احساس، یہ پراسرار تعاقب اسے ڈرا رہا تھا، اس کی راتوں کی نیندیں حرام کر رہا تھا۔ کیا واقعی کوئی اس کا پیچھا کر رہا تھا؟ یا یہ صرف اس کے تھکے ہوئے ذہن کا وہم تھا؟ وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔

اپنی سوچوں میں گم، رباب تیزی سے پانی بھر کر گھر کی طرف لوٹ رہی تھی کہ ایک بار پھر گلی کے نکڑ پر اسے انسپیکٹر اکرم نظر آیا۔ یہ آدمی یہاں کیا کر رہا تھا؟ اور ہر اس جگہ کیسے ہو سکتا تھا جہاں وہ جا رہی تھی؟

کل شام کو وہ ابا کے ساتھ موٹر سائیکل پر شہر جا رہی تھی اپنے بی اے کے کاغذات جمع کروانے کے لیے، لیکن تب بھی یہ انسپیکٹر اکرم وہیں کھڑا تھا۔ اور آج بھی وہیں! کیا اسے کوئی غلط فہمی ہو رہی تھی یا انسپیکٹر اکرم سچ میں اس کا پیچھا کر رہا تھا؟

تم کافی زیادہ کام کرتی ہو،" وہ آہستہ سے چلتا ہوا اس کے سامنے آیا اور کہنے" لگا۔ رباب کے ماتھے پر بل نمایاں ہوئے۔

گھر کا کام تو ہر کوئی کرتا ہے، اس میں ایسی کون سی بری بات ہے؟" اس نے" سخت، تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

"اور آپ آج کل گاؤں میں کچھ زیادہ ہی نہیں نظر آ رہے ؟"

رباب، میرا کام گاؤں کی حفاظت کرنا ہے،" اس نے اپنی وردی کی طرف" " اشارہ کرتے ہوئے نرم لہجے میں وضاحت کی۔

"یہ یونیفارم میں نے اس گاؤں کے محافظ کے روپ میں پہنی ہوئی ہے۔

ٹھیک ہے، تو آپ اپنا کام کریں،" وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی۔"

"... میں تمہارے گھر رشتہ لانا چاہتا ہوں، اگر تم اجازت دو تو"

اس کی بات سنتے ہی رباب کے قدم جیسے زمین سے جڑ گئے تھے۔ وہ حیرت سے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی، جیسے اس کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

"رباب، میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اس کی آواز میں گہری سنجیدگی تھی۔ "جب میں نے تمہیں پہلی دفعہ دیکھا تھا، تبھی سے مجھے اپنی زندگی میں بالکل تمہارے جیسی لڑکی کی تلاش تھی۔ کیا تم "مجھ سے شادی کرو گی؟ میں تمہارے گھر رشتہ لے کر آنا چاہتا ہوں۔

اس کی نظریں رباب کے چہرے پر جمی تھیں، جیسے اس کے ہر تاثر کو پڑھ لینا چاہتا ہو۔

میں چاہتا ہوں کہ یوں بہانے سے دور دور سے تمہیں دیکھنے کے بجائے، ہمیشہ" کے لیے اپنا بنالوں۔ مجھ میں کوئی کمی نہیں ہے، الحمدللہ میں سرکاری ملازم "ہوں، اچھا خاصا کماتا ہوں۔ تمہاری ساری خواہشیں پوری کر سکتا ہوں۔

ایک لمحے کو اس کی آواز میں دکھ کی ہلکی سی لہر آئی، "میرے والدین حیات نہیں ہیں، کوئی نہیں ہے میرا اس دنیا میں۔ تمہارے گھر اگر چاہتا تو سیدھے طریقے سے رشتہ لے آتا، لیکن میں اس رشتے میں تمہاری مکمل رضامندی "چاہتا تھا۔ اسی لیے سوچا کہ پہلے تم سے آکر یہ سوال کرتا ہوں۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا، جبکہ رباب کو تو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔ اس کا دل سینے میں زور زور سے دھڑک رہا تھا اور دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔

تم سوچ سمجھ کر، پر سکون ہو کر مجھے جواب دے دینا۔ میں تمہارے جواب کا" منتظر رہوں گا۔" وہ کہتے ہوئے وہیں سے پلٹ گیا تھا۔ اس کے قدموں میں تیزی تھی، جیسے وہ وہاں مزید رکنا نہیں چاہتا تھا۔ رباب کتنی ہی دیر تک وہیں،

کڑی دھوپ میں کھڑی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ہزاروں خیالات کا ہجوم تھا، اور وہ خود کو ایک بھنور میں محسوس کر رہی تھی۔

oooooooo

گھر آنے کے بعد رباب مسلسل انسپیکٹر اکرم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس کا ذہن عجیب کشمکش کا شکار تھا۔

وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا!" یہ خیال اسے بار بار حیران کر رہا تھا۔"

رباب آئینے میں اپنا سراپا دیکھتی۔ سمیرا اور صفا، جو اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھیں، اس کے ہوتے ہوئے اس کی نظریں رباب پر کیسے ٹھہر سکتی تھی۔

اکرم کی نظر اسی پر کیسے اٹک گئی تھی؟ یہ سوال اس کے اندر عجیب سی بے چینی پیدا کر رہا تھا۔

اور ویسے بھی، وہ تو گھر کی تیسری بیٹی تھی! اس سے پہلے سمیرا اور صفا کی باری تھی، جن کے رشتے ابھی تک طے نہیں ہوئے تھے۔ اگر وہ انسپیکٹر اکرم کے رشتے کے لیے ہاں کر بھی دیتی، تو بھی شادی فوراً نہیں ہونی تھی، بلکہ اسے اپنی بہنوں کی شادی کا انتظار کرنا پڑتا۔ یہ بات وہ گھر پر خود کیسے کرتی؟ اسے یہ سوچ کر ہی گھبراہٹ ہونے لگی۔

پھر اسے اکرم کی "چار دن والی محبت" پر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اسے دیکھتے ہی وہ اس پر مر مٹا ہو؟" رباب کا ذہن اسے" قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔

ہاں، وہ کسی کو کچھ کہنے نہیں دیتی تھی، اپنی مضبوط شخصیت کے پیچھے اپنے جذبات چھپا لیتی تھی،

لیکن اپنی ظاہری خوبصورتی پر وہ اتنا یقین نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اسے ایک نظر دیکھ کر ہی شادی کا فیصلہ کر لے۔ اسے لگا یہ محض ایک اتفاق ہے، یا شاید

اکرم کی کو محبت ہو بھی سکتی تھی۔ اس کے اندر شکوک و شبہات کا طوفان برپا تھا۔

ooooooo

ناشتہ کرنے کے بعد دعام اپنی جگہ سے اٹھی اور سیدھی اس چٹان کی طرف جا کر بیٹھ گئی جہاں جمرو صبح اسے کھڑا نظر آیا تھا۔

یہ جگہ واقعی بہت دلکش تھی۔ یہاں سے دوسری طرف پانی بہنے کی مدھم آواز آتی تھی، تازہ ہوا میں ایک ہلکی سی خنکی تھی جو دل کو بھاتی تھی۔

حالانکہ اس جگہ بیٹھ کر جمرو دن کے آغاز میں قبیلے کے باہر کی طرف سے آتے لمبے راستوں کی نگرانی کیا کرتا تھا،

مگر آج اس کی نظریں بے چینی سے دعام پر ہی جم کر رہ گئی تھیں۔

وہ سردار کے مزاج سے خوب واقف تھا، اور جان چکا تھا کہ جب سردار کی "سردارنی" ناراض ہو، تو سارا ماحول ہی بدل جاتا ہے۔

سر دار، بھابھی بہت زیادہ ناراض لگ رہی ہیں،" بالا ناشتے کے بعد سر دار کے " پاس آکر بیٹھا، جو سکون سے دعام کو ناشتہ کروانے کے بعد اب باقی معاملات پر غور کر رہا تھا،

ہاں لیکن نگاہیں بار بار اس چٹان کی طرف بھی جا رہی تھیں جہاں اس کی روٹھی ہوئی" سجن سائیں " بیٹھی تھی۔اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے چینی تھی۔

بہت نہیں، بہت زیادہ ناراض ہے،" سر دار نے دعام کی طرف سے نگاہیں " ہٹاتے ہوئے اب ذرا جمرو کی طرف دیکھا جو بس کب سے بیٹھا کھائے جا رہا تھا، کھائے جا رہا تھا۔

انداز ایسا تھا جیسے اگر کھانا چھوڑے گا تو سر دار کی دربار میں حاضری دینی پڑنے گی اور پھر موت پکی تھی۔

آخر سر دار کی سر دارنی اسی کی وجہ سے تو ناراض ہوئی تھی۔

جمرو کی اس بھوک اور غفلت کو دیکھ کر سردار نے ایک بے اختیار مسکراہٹ دبائی، اس کے ہونٹوں پر ایک شرارتی سی لکیر ابھری، مگر پھر اس کی نظریں دعام کی طرف چلی گئیں، جہاں اس کی اصلی فکر موجود تھی۔ اسے اپنی دعام کو منانا تھا۔

○○○○○○○

تھوڑی دیر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہنے کے بعد، سردار اٹھ کر اس چٹان کی طرف آیا۔ جہاں دعام بیٹھی تھی۔

اس کے قدموں میں ایک ٹھہراؤ تھا، اس کی چال میں وہی پر سکون خود اعتمادی تھی جو اس کی شخصیت کا حصہ تھی۔

وہ آہستہ سے آیا اور دعام کے ساتھ ہی پتھر پر بیٹھ گیا۔ دعام نے اسے اپنے ساتھ پتھر پہ بیٹھے دیکھا تو فوراً منہ بناتی، چہرہ پھیر گئی۔

اس کی ناراضگی اس کے چہرے پر صاف لکھی تھی۔ اس کی آنکھیں خفا تھیں اور ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ وہ اپنی ناراضگی کو کسی بھی صورت کم ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

میرا یار سجن، میرا روٹھا سائیں، اتنا بھی ناراض نہیں ہوتے، "سردار نے اپنے" مخصوص، شہد سے میٹھے لہجے میں اسے پکارا، جو صرف وہ دعام کے لیے استعمال کرتا تھا۔

اس کی آواز میں ایک ایسی نرمی تھی جو دنیا والوں کے لیے وحشت کا نام رکھنے والے سردار کے لیے اجنبی تھی۔

اس نے اپنا ایک ہاتھ دعام کے ہاتھ پر رکھنا چاہا، مگر دعام نے تیزی سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

دعام نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ابھی بھی غصہ بھرا تھا۔ پھر دوبارہ منہ پھیرا۔

اور ایسے موٹی موٹی آنکھوں سے گھورنے کے بعد ایسے پیار بھی نہیں جتاتے !، گھوریں نا، ویسے ہی اب کیوں پیار آرہا ہے؟" اس کی آواز میں چڑی ہوئی ناراضگی تھی،

جو اس کے اندر کی بے چینی کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں بالکل اچھی بیوی نہیں ہوں! کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ سے بات کرنے کی۔" وہ فل ناراضگی دکھانے کے موڈ میں تھی،

اس کی ہر بات میں خفگی جھلک رہی تھی، مگر اس کے اندر کہیں نہ کہیں یہ بھی تھا کہ سردار اسے منائے، اسے یہ یقین دلائے کہ وہ اس کے لیے اہم ہے۔

سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ وہ دعا کے مزاج سے خوب واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی یہ ظاہری ناراضگی دراصل اس کے اندر کی چھپی ہوئی چاہت ہے۔

اس کی یہ میٹھی ناراضگی سردار کے لیے کتنی اہم تھی اگر وہ جان لیتی تو شاید کبھی راضی ہی نہیں ہوتی۔

میرا میٹھا سائیں،" اس نے دوبارہ پیار سے پکارا۔ "تم ناراض ہوتی ہو تو یہ سارا" جہاں روٹھ جاتا ہے۔ تم خود بتاؤ، کیسے مناوں تمہیں میری ڈرپوک شیرنی" اس نے آہستہ سے دعام کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا، اس بار دعام نے مزاحمت نہیں کی۔

سردار کے لمس میں ایک ایسی گرمی تھی جو دعام کے دل کو پگھلانے لگی تھی۔

میں کوئی ڈرپوک شیرنی نہیں ہوں،" دعام نے دھیمی آواز میں کہا، اس کی" آنکھوں میں ہلکا سا پانی تیرنے لگا تھا۔

بس مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ وہ... وہ میری کچے" آم کی کیری... کتنے مزے کی تھی" اس کی آواز میں ایک عجیب سی الجھن اور معصومیت تھی۔

سردار نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھا،

۔"ہائے میرا معصوم سائیں، یہ بات ہے ناراضگی کی؟" اس کے لہجے میں ایک شرارت تھی۔

اسے پہلے ہی اندازہ تھا کہ وہ اب تک جو روٹھی بیٹھی ہے وجہ کہیں نہ کہیں یہ کچے آم ہی تھے "وہ تمہاری صحت کے لیے اچھی نہیں تھی۔ میں تمہیں اس طرح کی کچی چیزیں نہیں کھانے دے سکتا جو تمہاری صحت کی دشمن ہوں۔" اس نے نرمی سے سمجھایا۔

ہاں، لیکن اس کی جگہ میں تمہاری کوئی اور بات مان لوں گا۔ بتاؤ تمہیں کیا" چاہیے؟ یہ الٹی سیدھی چیزیں کھانے کے بجائے تم مجھ سے پوری دنیا مانگ سکتی ہو!" اس کے لہجے میں بھرپور اپنائیت اور پیار تھا۔

دعام نے ایک دم سے اپنا چہرہ سردار کی طرف کیا، اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"پوری دنیا؟ پوری دنیا کا میں نے اچار نہیں ڈالنا!" اس کا لہجہ ابھی بھی چڑھا ہوا تھا،

مگر اس کے اندر کی ناراضگی میں کچھ کمی آ چکی تھی۔

"اور اچار تو میں تمہیں ان کیریوں کا بھی نہیں ڈالنے دوں گا، میرا گلاب جامن!"۔ سردار نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں، اس کے ہونٹوں پر ایک شرارتی سی مسکراہٹ تھی۔

"آپ بہت برے ہیں! مجھ سے بات نہ کریں!" دعام نے دوبارہ منہ پھیرا، مگر اس کے لہجے میں اب وہ شدت نہیں تھی۔ یہ بس اس کی آخری ناراضگی کا اظہار تھا۔

"اچھا چلو میں برا سہی،" سردار نے اس کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔

مگر میرا شیر دل بہت اچھا ہے! وہ کبھی میرے سوہنے مکھڑے کو ناراض نہیں کرتا۔" اس نے اپنے گھوڑے کا ذکر کرنا شروع کیا، اور گھوڑے کا نام سنتے ہی دعام کے ماتھے پر پسینہ آنے لگا۔ اس کا رنگ اڑ گیا۔

آج میں تمہیں اس کی سواری کرواؤں گا، میرا چیری پہلوان!" سردار نے اس کے کندھے پر ہلکی سی تھپکی دی۔ "روز تمہارے بہانے نہیں چلیں گے۔ بس آج تو میں اس کی سواری کرنی ہو گی۔ کتنے دنوں سے وہ تمہارا منتظر ہے، جس دن سے ہماری شادی ہوئی ہے وہ تمہاری طرف سے نظر کرم کا انتظار کر رہا ہے۔" اس نے ایک شرارتی نظر دعام پر ڈالی،

وہ اس کا بازو تھام کر اچانک ہی اسے چٹان سے نیچے اتروانے لگا۔

دعام "نہیں نہیں" کرتی رہ گئی، اس کی آنکھوں میں خوف صاف جھلک رہا تھا، مگر وہ اسے اصطبل کے پچھلی طرف لے کر جاتے ہوئے اس کی کسی بات کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔

سردار کے لیے اس وقت دعام کا خوف محض ایک دلچسپ کھیل تھا۔ وہ اسے اپنے شیر دل سے ملوانا چاہتا تھا،

اور اس کے خوف کو محبت میں بدلنا چاہتا تھا۔ دعام کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، اسے گھوڑوں سے ڈر لگتا تھا، اور سردار اس بات کو خوب جانتا تھا۔ وہ اس کی مزاحمت کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے اصطبل کی طرف کھینچتا چلا گیا۔

ooooooo

جیسے ہی وہ اصطبل کے قریب پہنچے، دعام نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو سردار کی گرفت سے چھڑایا اور تیزی سے اصطبل کے پیچھے موجود بھاری بھر کم گھاس کے ڈھیر کے پاس چھپ گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح شیر دل اسے دیکھ نہ پائے۔

اس کی چھوٹی چھوٹی معصومانہ حرکتوں پر سردار کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

اسے دعا م کا یہ ڈر اور بھی بھلا لگ رہا تھا۔ سر دار نے سر ہلایا اور ایک چور نظر اس کی چھپنے کی جگہ پر ڈال کر خود اصطبل کے اندر چلا گیا۔

وہ جانتی تک نہیں تھی کہ یہ جگہ شیر دل کی سب سے پسندیدہ جگہ تھی اور رسی سے آزاد ہونے کے بعد وہ سب سے پہلے یہی پر آتا تھا

" اندر جاتے ہی سر دار نے سب سے پہلے شیر دل کو مخاطب کیا۔

شیر دل لگتا ہے آج تمہاری مالکن تھوڑا شرما رہی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے شہر دل کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

شیر دل ایک خوبصورت، شاہی گھوڑا تھا جس کی آنکھوں میں ذہانت اور اپنے مالک کے لیے بے پناہ محبت جھلکتی تھی۔ وہ سر دار کی بات سمجھتا ہوا، اپنا سر ہلاتے اپنی گردن سر دار کے ہاتھ پر رکھ دی۔ سر دار نے اسے پیار سے تھپتھپایا اور پھر اس کی لگام کھول دی۔

جا، میرا سوہنا مکھڑا کہیں چھپا بیٹھا ہے، جا کر ڈھونڈ لے اسے۔" سردار نے شیر دل کی کمر پر ہلکی سی تھپکی دی۔

شیر دل فوراً اصطبل سے باہر نکلا، اس کی چال میں ایک عجیب سی چنچلتا تھی۔ وہ سیدھا اسی گھاس کے ڈھیر کی طرف بڑھا جہاں دعام چھپی ہوئی تھی۔ دعام کی سانسیں اٹک سی گئی تھیں۔ اس نے آنکھیں سختی سے بند کر لیں، جیسے اگر وہ شیر دل کو نہیں دیکھے گی تو شیر دل بھی اسے نہیں دیکھ پائے گا۔ مگر فطرت کی محبت کو کون روک سکتا تھا؟

شیر دل نے گھاس کے ڈھیر کے قریب پہنچ کر آہستہ سے سر اندر ڈالا اور دعام کے گال پر اپنی نرم تھوتھنی سے ہلکا سا لمس دیا۔ دعام کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں،

وہ خوفزدہ تھی مگر شیر دل کی آنکھوں میں کوئی وحشت نہیں تھی۔ شیر دل نے اپنا سر نرمی سے اس کے گال سے رگڑا، ایک ایسی حرکت جو سمجھا رہی تھی کہ "ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" دعام نے دیکھا، وہ بالکل ویسا نہیں تھا جیسا اس نے

سوچا تھا۔ اس کے پیر میں اپنا سر رکھ کر وہ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے ایک چھوٹی بچی کو دیکھتا ہو۔ دعام کا خوف آہستہ آہستہ کم ہونے لگا۔

سردار یہ سارا منظر اصطبل کے دروازے پر کھڑا مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تسلی اور اطمینان تھا کہ اس کا شیر دل اپنی سوہنی مالکن کا خوف دور کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ یہ گھوڑے اور انسان کی فطرتی محبت کا ایک خوبصورت نظارہ تھا۔ دعام نے آہستہ سے اپنی انگلی بڑھا کر شیر دل کے نرم بالوں پر پھیری۔ شیر دل نے اس کی انگلی کو چاٹا اور ایک ہلکی سی ہنہناہٹ سے جواب دیا، جب کہ اس کے زبان کے لمس سے اس کی انگلی میں ہلکی سی گدگدی ہوئی دعام کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ ابھری۔

سردار اصطبل سے باہر آیا، اس کے ہونٹوں پر وہی دلکش مسکراہٹ تھی جسے دیکھ کر دعام کا دل زور سے دھڑکا۔ اس نے دعام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "آؤ میری بہادر چوزی، اب تمہارے خوف کو مکمل طور پر ختم کرتے ہیں۔

دعام نے سردار کی طرف دیکھا، پھر شیر دل کی طرف۔ اس کے دل میں ابھی بھی تھوڑی ہچکچاہٹ تھی، مگر شیر دل کی نرم آنکھوں نے اسے ہمت دی۔ اس نے سردار کا ہاتھ تھاما اور آہستہ آہستہ شیر دل کے قریب آئی۔ سردار نے اسے پیار سے سہارا دیا اور شیر دل کی زین پر بٹھانے کی کوشش کی۔ دعام نے ایک بار پھر ہچکچاہٹ دکھائی، اس کی آنکھیں بڑی بڑی ہو گئیں۔

نہیں، نہیں ڈاکو جی! میں... میں نہیں کر سکتی!" اس کی آواز لرز رہی تھی۔"

یہ بہت اونچا ہے۔" میں گر جاوں گی۔

۔"ڈرنے کی کوئی بات نہیں، میرا معصوم سائیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

اس نے اسے مزید اوپر اٹھایا تاکہ وہ شیر دل کی پیٹھ پر بیٹھ سکے۔ دعام نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں۔ اسے لگا جیسے وہ گر جائے گی۔

مگر شیر دل، جیسے دعام کا خوف محسوس کر رہا ہو، اچانک ہی زمین پر جھک گیا۔ اس نے اپنی پچھلی ٹانگوں کو موڑا اور اگلے گھٹنے ٹیکتے ہوئے ایسے بیٹھا جیسے کوئی انسان کسی کے بیٹھنے کے لیے جگہ بناتا ہے۔

دعام کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ اسے یقین نہیں آیا کہ ایک گھوڑا اس کے لیے خود نیچے بیٹھ سکتا ہے۔

اس کا خوف ایک لمحے میں کہیں غائب ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ ایک پیاری سی مسکراہٹ آ گئی۔

سردار کی آنکھوں میں فخر اور محبت جھلک رہی تھی۔

دیکھا میرا گلاب جامن؟ یہ تمہارا انتظار کر رہا تھا۔" اس نے دعام کا ہاتھ تھام کر اسے شیر دل کی نرم پیٹھ پر بٹھایا۔ دعام نے اب کوئی مزاحمت نہیں کی، بلکہ حیرت سے شیر دل کے گال کو چھوا۔ شیر دل نے محبت سے اپنا سر دعام کے ہاتھ سے رگڑا، جیسے اسے خوش آمدید کہہ رہا ہو۔ وہ آہستہ سے اٹھا، اور اس کی حرکت میں ذرا بھی جھٹکا نہیں تھا۔ دعام اپنے آپ کو شیر دل کی پیٹھ پر محسوس کرتے ہوئے ایک عجیب سے سکون اور خوشی سے ہمکنار ہوئی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ گھوڑے اتنے پیار کرنے والے ہو سکتے ہیں۔

○○○○○○

سردار نے اس کے ساتھ ہی شیر دل کی پیٹھ پر سواری کی، اس نے دعام کے پیچھے اپنی جگہ بنائی۔ دعام ابھی بھی ہچکچاہٹ کا شکار تھی، مگر سردار نے اسے مضبوطی سے اپنی باہوں میں تھام لیا۔

اس کے مضبوط بازو دعام کی کمر کے گرد لپٹے ہوئے تھے، جو اسے تحفظ کا احساس دلا رہے تھے۔ شیر دل نے آہستہ آہستہ قدم بڑھائے۔

شروع میں دعام کے دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، ہر قدم پر اسے لگ رہا تھا کہ وہ گر جائے گی، مگر سردار کی گرفت نے اسے ایک عجیب سا سہارا دیا ہوا تھا۔

وہ اپنے جسم پر سردار کی قربت محسوس کر رہی تھی، جو اسے ایک طرف تو گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھی اور دوسری طرف ایک انجانا سکون دے رہی تھی۔

جیسے ہی شیر دل تھوڑا آگے بڑھا اور پتھریلے راستے پر اس کی چال میں کچھ تیزی آئی، سردار نے بہکتے ہوئے اپنی گردن دعام کے کندھے پر رکھ دی۔ اس کے گرم لب دعام کی نازک گردن کو چومنے لگے،

اور وہ مدہوش ہونے لگا۔ اس کی سانسیں تیز ہو گئیں، اور اس کی گرفت دعام

کی کمر پر مزید سخت ہو گئی۔ دعام کو سردار کی قربت سے ایک لمحے کے لیے

گھبراہٹ ہوئی، اس کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

سردار نے اسے کمر سے پکڑ کر مزید اپنے قریب کرتے ہوئے، اس کے کندھے

سے ہوتے ہوئے اپنی توجہ گردن کے سفر پر مرکوز کی اور بے تابی سے اسے

چومنے لگا۔

سردار کی بے تابیاں عروج پر تھیں،

دا۔۔کو۔۔۔جی۔۔۔شیر دل دیکھ۔۔رہا۔۔ہے۔۔۔"اس کی آواز میں ایک"
معصومانہ بے چینی تھی۔

سردار ہلکا سا مسکرایا، اس کی آنکھیں محبت اور شرارت سے چمک رہی تھیں۔

نہیں میرا سوہنا سائیں، وہ نہیں دیکھ رہا۔ اس کا سارا دھیان راستے کی طرف"

ہے اور تم اپنا سارا دھیان مجھ پر دے دو، کیونکہ اس سے زیادہ میں تم سے دور رہ

نہیں پا رہا۔" اس نے دعام کے کندھے کو چومتے ہوئے بے قراری سے کہا۔

اس کی شدت اور گھوڑے کی سواری نے دعام کو تھوڑا پریشان کر دیا تھا، جب اچانک تیز بارش شروع ہو گئی تھی۔

ایک ہی لمحے میں ان دونوں کو بارش نے بھگو دیا تھا۔ پورا منظر بدل چکا تھا؛ پتھریلے پہاڑوں پر گھوڑے کی سواری کرتے وہ دونوں ٹھنڈی بوندوں کا مزہ لے رہے تھے۔

ہوا میں مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو رچ بس گئی تھی۔ شیر دل بھی بارش سے لطف اندوز ہوتا، اپنی رفتار کو ہلکا سا تیز کر چکا تھا۔

اس منظر کے دوران اگر کچھ سب سے زیادہ دیکھنے لائق تھا تو وہ تھی سردار کی بے قراریاں۔ وہ دعام کی قربت میں مکمل طور پر کھو چکا تھا، اور بارش نے اس کے اس جنون کو مزید بڑھا دیا تھا۔ دعام بھی اب شرم اور گھبراہٹ سے نکل کر اس لمحے کو محسوس کر رہی تھی، بارش کی بوندیں اس کے چہرے سے پھسلتی،

اور سردار کی مضبوط باہوں کا حصار اسے دنیا کے ہر خوف سے آزاد محسوس کروا رہا تھا۔

○○○○○○○○

شیر دل پر دعام اور سردار کی سواری جاری تھی، جب اچانک بارش کی شدت بڑھ گئی۔ آسمان سے پانی موسلا دھار برسنے لگا،

جیسے بادلوں کے بندھن ٹوٹ گئے ہوں۔ گھنے بادلوں نے سورج کی روشنی کو بھی گہنا دیا تھا اور چاروں طرف ایک عجیب سی تاریکی چھا گئی تھی۔ پتھریلے پہاڑوں پر سواری کرتے ہوئے اب مزید آگے بڑھنا مشکل ہو رہا تھا۔

سردار نے شیر دل کو ایک طرف موڑا اور ایک پتھریلے پہاڑ کی اوٹ میں لے گیا، جہاں ایک قدرتی غار نما جگہ تھی۔ وہ دونوں بارش سے پناہ لینے کے لیے وہاں چھپ گئے۔

۔غار کے اندر اندھیرا تھا اور باہر موسلا دھار بارش کا شور۔ اس ماحول میں سردار کی بے قراریاں مزید عروج پر پہنچ گئیں۔ اس کے لیے اس وقت سب سے اہم صرف دعام کی قربت تھی۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

بارش کی ٹھنڈی بوندوں اور غار کے اندر کی گھٹن نے سردار کے جنون کو مزید بھڑکا دیا تھا۔ اس نے دعام کو مضبوطی سے اپنی باہوں میں تھام لیا۔ اس کی انگلیاں دعام کی کمر پر چلنے لگیں، اور اس کے لب بے تابی سے اس کی گردن پر اٹک گئے۔ دعام سردار کی اس شدت سے گھبرا گئی۔ اس کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ ذرا پیچھے ہٹنا چاہی، مگر سردار نے اسے پیچھے ہٹنے نہیں دیا۔ اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ دعام اس کے حصار سے نکل نہیں سکتی تھی۔ میرا دلدار سجن،" سردار کی آواز بھاری ہو چکی تھی، اس کے لفظوں میں بے" پناہ محبت اور طلب تھی۔ اس نے دعام کے بالوں کو ایک ہاتھ سے سہلایا اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

سردار نے آہستہ سے اپنے لب دعام کے ماتھے پر رکھے، پھر اس کی آنکھوں پر، اور پھر اس کے گالوں پر۔۔اس کی بے قراریاں اس کی ہر حرکت سے عیاں تھیں، اور دعام کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کس قدر قیمتی ہے۔ سردار کے گرم لب دعام کے پوروں پر اترے، اور اس نے انہیں ہلکا سا چومنا شروع کیا۔ یہ بوسہ اتنا شدت لیے ہوئے تھا کہ دعام کی سانسیں تھم گئیں۔ وہ اس وقت خود کو ایک الگ ہی دنیا میں محسوس کر رہی تھی، جہاں صرف سردار کی محبت اور اس کی بے قراریاں تھیں۔ بارش کا شور بھی اب ان کی دھڑکنوں کے سامنے ماند پڑ چکا تھا۔

سردار نے دعام کو اپنے مزید قریب کیا، یہاں تک کہ ان کے جسم ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے۔ اس کا ایک ہاتھ دعام کی کمر پر تھا جبکہ دوسرا اس کے رخسار پر، جو نرمی سے اس کے چہرے کو تھامے ہوئے تھا۔ دعام کے نقش اب اس کی گرفت میں تھے۔

سردار نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ دیے۔ یہ لمس محبت، شدت اور پیاس کا حسین امتزاج تھا۔ دعام نے ایک لمحے کے لیے مزاحمت کی، لیکن پھر اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں، اور اس کے ہاتھوں نے بے اختیار سردار کے کندھوں کو تھام لیا۔ غار کے اندر کا اندھیرا، بارش کا شور اور ان کی دھڑکنوں کا بڑھتا آہنگ، سب مل کر ایک ایسے لمحے کو جنم دے رہے تھے جہاں وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔ سردار کی شدت بڑھتی جا رہی تھی، وہ دعام کی ہر سانس، ہر لمحے کو اپنے اندر سمو لینا چاہتا تھا۔

ooooooo

اس ملاقات کے بعد ان کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی، اور نہ ہی رباب گھر سے باہر نکلی تھی۔ مگر اگلی شام کو اکرم ان کے گھر ضرور آگیا تھا، اور اس کے گھر آنے کا مقصد بھی اس نے واضح طور پر سب کو بتا دیا تھا۔ رباب کی حیرانی کی انتہا نہ تھی کہ اکرم کی جلد بازیاں اس حد تک پہنچ چکی تھیں!

اس کے ابا تو حیرت اور خوشی کے مارے کچھ بول ہی نہیں پائے تھے۔ ان کے چہرے پر بیک وقت کئی تاثرات ابھرے اور مٹے تھے۔ بیٹی کے لیے اتنا اچھا رشتہ، اور وہ بھی ایک پولیس افسر کا! جبکہ چچا نے تھوڑی مزاحمت کی تھی، ان " کے چہرے پر حسد کے سائے نمایاں تھے۔

ارے بیٹا، ہماری رباب سے بڑی ہیں ہماری دو بیٹیاں، پہلے ان کی شادی ہو گی پھر ہم رباب کے بارے میں کچھ سوچیں گے!" ان کا انداز ایسا تھا کہ سب سے پہلے ان کی بیٹی سمیرا کا ہی رشتہ آئے، جو عمر میں رباب سے بڑی تھی۔

ظاہر ہے، اکرم تو پولیس والا تھا، سرکاری نوکری تھی، اتنا اچھا رشتہ وہ کیسے ہاتھ سے جانے دیتے؟ اس وقت ان کے انداز میں اپنی بیٹی کا بھلا زیادہ نمایاں تھا، رباب کی خوشی سے زیادہ انہیں سمیرا کی فکر لاحق تھی۔

لیکن اکرم ان سب کے سامنے ڈٹ کر کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر خود اعتمادی اور ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔

معاف کیجیے گا جناب!" اس نے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں "ایک ٹھہراؤ تھا۔

میں رباب کو پسند کرتا ہوں۔ میں نے اسے جب سے دیکھا ہے، میں نے اسے " اپنی بیوی بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ میرے رشتے کو قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ بظاہر مجھ میں کوئی کمی نہیں ہے، یہ آپ بھی جانتے ہیں۔" اس کی باتوں میں ایک فیصلہ کن انداز تھا، جو کسی بھی قسم کی مزاحمت کو قبول کرنے پر تیار نہیں تھا۔

پھر اس نے اپنے مقصد کا بھی اظہار کیا جو اس کے لیے شاید رشتے سے بھی زیادہ اہم تھا۔

میری زندگی کا بس ایک ہی مقصد ہے ڈاکو سردار دلدار کو سلاخوں کے پیچھے " پہنچانا اور اسے پھانسی کے پھندے پر لٹکانا۔" اس کی آواز میں ایک ایسی سختی تھی جو اس کے ارادوں کی پختگی کا ثبوت تھی۔ "اور میں اپنی شادی سے پہلے اپنے اس مقصد کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے مجھے یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں

آپ لوگ اس کا رشتہ کہیں طے نہ کر دیں، اسی لیے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں یہاں آیا ہوں۔" اس نے رباب کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر مکمل طور پر گول کر دیا تھا، جیسے ایسی کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

چچا کچھ کہتے، اس سے پہلے ہی ابا نے معاملے کو اپنے طریقے سے سلجھایا تھا۔ ان کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔

بیٹا، ہمیں رشتے سے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ یہ تو ہمارا ابھی خوش نصیبی ہے" کہ تم جیسا قابل انسان ہمارے خاندان کا حصہ بنے گا۔" ان کے لیے یہ ایک غیر متوقع اور خوشگوار موقع تھا۔

لیکن بھائی جان، پہلے سمیرا۔۔۔۔" چچازاد نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی،" ان کے چہرے پر مایوسی صاف جھلک رہی تھی۔

ابا نے چچا کی بات کاٹ دی۔

اللہ پاک خیر کرے گا، سمیرا کے لیے بھی کہیں نہ کہیں جوڑ بنا ہی ہو گا۔۔۔" باقی ہمیں منگنی وغیرہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے، تم جب چاہو انگوٹھی پہنا سکتے ہو۔" ابا تھوڑے جلد باز ہو گئے تھے۔ جہاں ان کے ایک گھر کی بیٹی کو ڈاکو اٹھا کر لے گیا تھا، ایسے میں ان کی بیٹی کا اتنا اچھا رشتہ آنا کوئی معمولی بات نہیں تھی، بلکہ یہ ایک نجات کا ذریعہ تھا۔

بہت شکریہ، بہت بہت شکریہ! آپ لوگوں نے میری محبت کو قبول کیا، " میرے لیے یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا بولا تو کمرے کے اندر ان سب کی باتیں سنتی رباب کے لبوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔ اس کے نصیب سچ مچ میں کھل گئے تھے۔ اسے تو لگا تھا جو تماشا ہو چکا ہے، اس کے بعد اب زندگی کبھی کوئی نیا روپ نہیں دکھائے گی، بلکہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا، لیکن یہاں تو الٹا ہی ہو گیا تھا۔ اسے زندگی کی طرف سے ایک نیا موقع ملا تھا، ایک ایسی امید جو اس نے کبھی سوچی بھی نہیں تھی۔

ооооооо

اوہ میرے ناراض سجن، بس کر دو کتنا روٹھنا ہے اب؟ یہ ناراضگی ختم کرو۔""

سردار کل کافی دیر سے واپس آیا تھا اور جو یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے معصوم سائیں کی ناراضگی ختم کر چکا ہے، اسے صبح صبح یوں ہی منہ بسورے بیٹھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے منانے لگا۔

دعام بستر پر تکیے کے سہارے بیٹھی تھی اور سردار اس کے سامنے بیٹھا اس کے روٹھے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

میں راضی نہیں ہوں گی اور نہ ہی مجھے راضی ہونا ہے!" دعام نے ایک ادا سے " منہ پھیر لیا۔

اور۔ ہاں وہ نقشہ دیں قبیلے کا مجھے گھومنے جانا ہے صبح سویرے۔" اس نے ایک نئی فرمائش کا اظہار کر دیا۔ اس کے لہجے میں ابھی بھی ناراضگی تھی،

میرا سوہنا سجن، میں خود تمہیں پورا قبیلہ گھما کر لاؤں گا، تم کیا کرو گی نقشے " کا؟" وہ مسکرا کر بولا تو دعام نے پوری آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ اس کے لہجے میں جو بے باکی تھی وہ دعام کو مزید چڑھا رہی تھی۔

استغفر اللہ! مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کے ساتھ قبیلہ گھومنے کا! نیت "دیکھی ہے آپ نے اپنی؟ انتہائی بری نیت کے مالک ہیں آپ! کل ہم گھوڑے کی سواری کرنے گئے تھے اور وہاں غار میں آپ نے کیا کیا؟" وہ جو اچانک سے بولنا شروع ہوئی تھی،

ہائے میں نے کیا کر دیا۔۔۔! سردار کے شوخی سے پوچھنے پر اس کی زبان رک گئی۔ اس کے گال سرخ ہونے لگے۔

وہاں اس غار میں آپ نے وہ وہ وہ سب کیا... جو ایسی غاروں میں کرنا الاؤ نہیں "ہے!" اسے کوئی مناسب الفاظ نہ ملے اس کی شدتوں کو لفظوں میں بیان کرنے کے لیے۔ اس کے جملے میں معصومیت اور شرم صاف جھلک رہی تھی۔

سردار کی آنکھوں میں چمک آگئی، اور وہ مزید اس کی معصومیت سے لطف اندوز ہونے لگا۔

میں تو اس قبیلے کے ہر کونے میں وہ وہ وہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں جو سوائے بیڈ "روم کے اور کہیں کرنا الاؤ نہیں ہوتا۔" اس نے بے باکی سے آنکھ دبا دی۔

"!بس تم تھوڑا سا تعاون تو کرو"

"یہ! ایسے ایسے بے شرم انسان کے ساتھ میں کہیں نہیں جا سکتی! آپ مجھے نقشہ دیں، میں اپنے بالا بھیا اور جمرو بھیا کے ساتھ جاؤں گی!" اس نے جیسے اپنا فیصلہ سنایا تھا، مگر سردار کے چہرے پر وہی شوخی برقرار تھی۔ سردار نے بیڈ کے سائیڈ پر اچانک ہاتھ مارتے ہوئے ایک بٹن دبایا تھا اور بٹن دباتے ہی سامنے دیوار میں ایک چھوٹا سا سوراخ نمایاں ہوا تھا۔ اس کے اندر ایک رول کیا ہوا نقشہ رکھا تھا۔

"جاؤ، لے لو اپنا نقشہ اور قبیلے کا کونہ کونہ گھوم آؤ۔" اس نے نقشے کی طرف اشارہ کیا، اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"آنے والے چند مہینوں میں اس قبیلے کا ہر کونہ سردار دلدار کی محبت کا گواہ بنے گا!" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"باقی جگہ تم خود پسند کر لینا، سردار حاضر ہو جائے گا۔" اس جگہ کو تمہارے لیے یادگار بنانے کے لیے، جیسے کل رات وہ غار یادگار بن گئی۔ وہ ایک دفعہ پھر

سے بے باکی سے آنکھ دباتے ہوئے بولا تو دعام غصے سے پیر پر پٹختی، اپنی شرم و حیا چھپاتے ہوئے اس سوراخ سے نقشہ نکال چکی تھی۔

جو نقشہ کم، اسے عجیب و غریب فارمولا زیادہ لگ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ اس میں کیا ہے اور کیا نہیں۔

کوئی بات نہیں، بالا بھیا اور جمرو بھیا سمجھا دیں گے۔" اس نے دل ہی دل میں " سوچا اور نقشہ لے کر غصے سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

سردار اس کے جانے کے بعش مسکراتا رہا، اس کے لیے دعام کی یہ ناراضگی بھی محبت کی ایک نئی شکل تھی۔

ooooooo

دعام غصے سے پیر پٹختی، اپنی شرم و حیا چھپاتے ہوئے سردار کے کمرے سے نکلی۔ اس کے ہاتھ میں وہ عجیب و غریب نقشہ تھا جو اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

جیسے ہی وہ پتھریلی پہاڑی سے اتر کر نیچے آئی، اس کی نظر سامنے کھڑے بالا پر پڑی۔ جمرو بھی اس کے پاس ہی بیٹھا ناشتہ کرتی ہوئے کوئی بات کر رہا تھا۔

دعام کا چہرہ جو ایک لمحہ پہلے غصے اور شرم سے لال تھا، اب جوش و خروش سے چمک اٹھا تھا۔

جمرو بھیا! دیکھیں! میں نقشہ مانگ لائی ہوں!" وہ تیزی سے ان دونوں کی" طرف بڑھتی نقشہ دکھاتے ہوئے بولی۔

"چلیں! اب مجھے پورا قبیلہ گھمائیں۔"

بالا ایک دم حیران رہ گیا۔ یہ نقشہ قبیلے کے عام لوگوں کو تو دور، یہاں کے خاص لوگوں کو بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ یہ ایک خفیہ دستاویز تھی جو قبیلے کے راستوں، گزرگاہوں اور اہم جگہوں کو ظاہر کرتی تھی۔

بھابھی، یہ نقشہ تم مانگ کر لائی ہو یا سردار سے چھپ کر لے کر آئی ہو؟" بالا" کو اب تک یقین نہ آیا تھا۔ اس کے لہجے میں واضح حیرت تھی۔

دعام نے اپنا سر جھٹکا اور اس کے چہرے پر ایک معصومانہ بے چینی تھی۔

بالا بھیا! میں کوئی ڈاکو تھوڑی ہوں جو چوری کر کے لاؤں گی؟" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

میں نے مانگا ہے ان سے، انہوں نے مجھے منانے کے لیے دے دیا!" وہ پرجوش تھی، اس کی آنکھوں میں قبیلہ دیکھنے کی چمک تھی۔

"اب آئیں نا! مجھے دکھائیں نا پورا قبیلہ۔۔۔"

بالا پہلے تو حیران ہوا، پھر اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اسے یہ بات خود ہی سمجھنی تھی کہ اس کی بھابھی قبیلے کے باقی لوگوں سے الگ تھی۔ وہ صرف ایک عام انسان نہیں تھی، بلکہ وہ خاص تھی۔ وہ سردار کے لیے اس کی کل کائنات تھی۔

سردار نے اس کے لیے اپنے اصولوں کو توڑا تھا، اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بالا کو یقین تھا کہ واقعی سردار کا فیصلہ درست تھا، دعام جیسی لڑکی ہی سردار کے دل میں جگہ بنا سکتی تھی۔

دعام کے جوش و خروش کو دیکھ کر بالا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

بالا نے ایک نظر جمرو کی طرف دیکھا، جو ابھی بھی کھانے میں مگن تھا اور شاید دعام کی باتوں پر پوری توجہ نہیں دے رہا تھا۔

آؤ بھابھی،" بالا نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

میں تمہیں قبیلے کے کچھ اہم حصے دکھاتا ہوں۔" اس نے نقشہ دعام کے ہاتھ" سے لیا اور اسے کھولا۔ جمرو بھی اب ان کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

بالا نے نقشے پر انگلی رکھی۔

دیکھو بھابھی، یہ ہمارے قبیلے کا مرکزی حصہ ہے۔ یہاں سردار کا میدان ہے، قبیلے کے سارے فیصلے یہیں پر ہوتے ہیں اور اس کے آس پاس ہی سارے

پہاڑوں میں ہم غیر شادی شدہ لڑکوں کے کمرے ہیں۔"باقی شادی شدہ لوگ

اپنے خاندان کے ساتھ اوپر پہاڑوں میں رہتے ہیں م اس نے ایک طرف اشارہ

کیا۔

یہ قبیلہ لگ بھگ 40 خاندانوں پر مشتمل ہے اور ہر گھر پہاڑوں کے اندر ہی بنا

"ہے، اس لیے باہر سے کسی کو آسانی سے نظر نہیں آتا۔

دعام کی آنکھیں چمک اٹھیں، وہ اتنی بڑی جگہ کو اتنے قریب سے دیکھنے کے

"لیے بے تاب تھی۔" چلیں نا بالا بھیا! مجھے پورا قبیلہ دکھائیں۔

بالا نے ہنس کر سر ہلایا۔

ضرور بھابھی، مگر یہ قبیلہ ایک طرح کی بھول بھلیاں ہے۔ اس میں گھسنا تو"

"آسان ہے مگر باہر نکلنا بہت مشکل ہے۔

وہ تینوں میدان سے باہر نکلے اور قبیلے کی گلیوں میں داخل ہوئے۔ دعام کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئی تھیں، جب اس نے ان پہاڑوں کے اندر بنے شاہی گھروں کو دیکھا

۔یہ قبیلہ، جسے اس نے اپنی تصوراتی دنیا میں بہت چھوٹا اور عام سا سمجھا تھا، دراصل ایک مکمل اور پوشیدہ دنیا کی مانند تھا۔ پتھریلے راستے، جو خود بھی قبیلے کی بھول بھلیاں کا حصہ تھے، ہر گھر کے سامنے سے گزرتے تھے۔

دعام نے دیکھا کہ یہاں کے بچے اور عورتیں سب اوپر کی طرف، باحفاظت جگہوں پر تھیں۔ ان کی ساری زندگی اپنے گھروں کے اندر یا پہاڑ کے اوپر بنے ایک بڑے میدان میں گزرتی تھی، جہاں بچے کھیلتے کودتے تھے اور عورتیں اپنے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔

انہیں نیچے میدان کی طرف آنے کی اجازت نہیں تھی۔ جیسے ان عورتوں اور بچوں کا اس چیز سے کوئی تعلق ہی نہ ہو کہ ان کے شوہر اور باپ کتنے خطرناک ڈاکو تھے۔ وہ اپنی ہی دنیا میں مگن تھے۔

بالا نے اسے قبیلے کے پانی کے ذخائر دکھائے جو پہاڑوں کے اندر سے نکلتے قدرتی چشموں سے بھرے ہوئے تھے اور دعام کو بتایا کہ کیسے یہ لوگ اپنی تمام ضروریات خود ہی پوری کرتے ہیں۔ دعام نے سب کچھ بڑی دلچسپی سے سنا، اس کے چہرے پر اب کوئی ناراضگی نہیں تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ قبیلہ اس کے لیے ایک نئی دنیا تھی، ایک ایسی دنیا جہاں اسے بہت کچھ سیکھنا تھا۔ یہاں کے لوگ سادہ مزاج، محنتی اور اپنے سردار کے وفادار تھے۔

ooooooo

رباب کے ہاتھ میں انگوٹھی آچکی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ چند لمحے پہلے ہی تائی امی ہاتھ میں ایک خوبصورت سی انگوٹھی تھامے اس کے سامنے آبیٹھی ۔اس کی ماں نے انتہائی احتیاط سے وہ انگوٹھی رباب کی انگلی میں ڈال دی تھی، اور لمحے میں رباب اکرم کی منگیتر بن چکی تھی۔

یہ سب اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ رباب کو اپنے ہوش وحواس پر شک ہونے لگا۔

اکرم کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی اور عزم تھا۔

ویسے سچ کہوں تو میں پہلے نکاح کرنا چاہتا تھا،" اس نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، "لیکن میں اپنی زندگی کی نئی شروعات ہر طرح کی پریشانی سے نکل کر کرنا چاہتا ہوں، اور پھر رباب کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔" اس کی آواز میں ایک ایسا ٹھہراؤ تھا جو اس کے ارادوں کی پختگی ظاہر کر رہا تھا۔

کیونکہ میں جانتا ہوں، رباب میری زندگی کا آنے والا کل ہے، اور آنے" والے کل کے ساتھ ہر قدم پر سب سے بڑا کانٹا سردار دلدار ہے۔ میں اسے "اپنی زندگی سے ہٹانا چاہتا ہوں۔

اس کی آنکھوں میں ایک شدید نفرت اور عزم تھا۔

اسے پکڑنا صرف قانون کا مقصد نہیں بلکہ میری زندگی کا بھی مقصد ہے۔ میں" اس شخص کو اس کی آخری سانس لیتے دیکھنا چاہتا ہوں، بس یہی حسرت ہے میری، اور اس کام میں میں زیادہ وقت نہیں لگاؤں گا، یہ میرا وعدہ ہے آپ لوگوں سے۔" اس کے لہجے میں انتقام کی آگ واضح تھی۔ رباب یہ سب سن کر اندر ہی اندر کچھ پریشان سی ہو گئی، مگر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا۔

رباب کے ابا نے سر ہلایا۔

ہاں کرو بیٹا، یہ بات تو ہم سمجھتے ہیں۔ تمہارا فرض ہے، تم یقیناً یہی چاہتے ہو گے "
کہ تم اپنا کام کرو۔" ان کے چہرے پر اطمینان تھا کہ ان کی بیٹی کا رشتہ ایک
ایسے شخص سے ہو رہا ہے جو نہ صرف بااثر ہے بلکہ ان کی بدنامی کا انتقام بھی لے
سکتا ہے۔

لیکن دراصل بیٹا، شادی کی ہمیں ذرا جلدی ہے، اور اس کے پیچھے کی وجہ ہماری
ہوئی بدنامی ہی ہے۔ تم تو جانتے ہو کہ جب سے سردار دلدار نے ہماری بیٹی
دعام کو اغوا کر کے اس کے ساتھ شادی کی ہے، ہماری بہت بدنامی ہوئی ہے۔"
ان کے لہجے میں دکھ اور شرمندگی صاف جھلک رہی تھی۔

اسی لیے ہم ذرا شادی جلدی چاہتے تھے کہ ہماری ایک بیٹی کو کہیں اچھی جگہ "
رخصت ہوتے دیکھ کر باقی بیٹیوں کے لیے بھی کوئی مناسب رشتہ آ سکے،"
رباب کے ابا نے مزید کہا۔" کیونکہ جو سب کچھ ہو چکا ہے، اس کے بعد کوئی
بھی انسان ہمارے گھر کا رخ نہیں کر رہا۔ ہم نے اپنی سمیرا کے لیے کچھ بہتر

سوچ رکھا تھا جلد ہی، لیکن وہ معاملہ بھی بیچ میں ہی لٹک گیا، اسی لیے ہم چاہتے تھے کہ اگر ایک ڈیڑھ مہینے میں شادی ہو جاتی تو..." ان کی نظروں میں ایک امید تھی۔

اکرم نے ابا کی بات کاٹ دی۔ اس کے چہرے پر کوئی جھجھک نہیں تھی۔

"ضرور انکل، کیوں نہیں؟ ایک ڈیڑھ مہینے میں شادی پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن میرا مقصد، میں اس سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔" اس کی آنکھوں میں دوبارہ وہی شدید عزم لوٹ آیا تھا۔ "ہو سکتا ہے، ایک ڈیڑھ مہینے کے اندر ہی میں سردار کو سلاخوں کے پیچھے پہنچا کر اس کی آتی جاتی سانسوں کی ڈور کاٹ دوں۔" اس کے لفظوں میں اتنی سختی تھی کہ کمرے میں موجود ہر شخص کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی۔ وہ دلدار کو کسی بھی صورت چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

oooooooo

اسی شام، گھر کے صحن میں نوشین سمیرا اور صفا بیٹھی تھیں۔ سمیرا کے چہرے پر واضح طور پر جلن اور حسد کے آثار تھے، جبکہ صفا خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

سمیرا، جو خود کو رباب سے کہیں زیادہ خوبصورت اور حسین سمجھتی تھی اور ہمیشہ اپنے آپ کو سنوارتی رہتی تھی، اس بات پر حیران تھی کہ اکرم نے اس کی بجائے رباب کو کیوں پسند کیا۔ اس نے ایک طنزیہ ہنسی ہنسی۔

صفا، تم نے سنی اکرم کی باتیں؟" سمیرا نے اپنے لہجے میں مکمل تمسخر بھرتے" ہوئے کہا۔ "کہتے ہیں ایک ڈیڑھ مہینے میں سردار دلدار کو پکڑے گا! کیا کوئی بھولا انسان ہے یہ؟" اس نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

صفا نے سر جھکایا، اس کی آنکھوں میں کچھ مایوسی تھی۔

"سمیرا باجی، وہ پولیس والا ہے، طاقتور ہے۔"

طاقتور!" سمیرا نے ایک اور قہقہہ لگایا، اس کی ہنسی میں شرارت کے ساتھ ساتھ تلخی بھی تھی۔

"یہ پولیس والے آٹھ سال سے سردار دلدار کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں، صفا! آٹھ سال سے تو کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر پایا، تو اب یہ اکیلا اکرم کیا کر پائے گا ڈیڑھ مہینے میں؟" اس کی آواز میں ایک ایسی یقین دہانی تھی جیسے اسے دلدار کی ناقابل تسخیریت کا یقین ہو۔

وہ ایک لمحے کے لیے رکی، پھر اپنی ہنسی کو مزید تیز کرتے ہوئے بولی۔

مجھے تو لگتا ہے کہ ہماری یہ بیچاری کنواری ہی رہ جائے گی! اس کا ہیرو ڈاکو کو پکڑتے پکڑتے خود ہی کہیں گم نہ ہو جائے،

ہاہاہا!" اس کے لہجے میں جلن، حسد اور مذاق اڑانے والا انداز نمایاں تھا۔ وہ رباب کی خوشی کو کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ سمیرا کی آنکھوں میں رباب کے نصیب پر جلنے کے آثار تھے، اور وہ یہ سب کچھ صرف اس لیے کہہ رہی تھی تاکہ رباب کو کمتر ثابت کر سکے۔

تب ہی وہاں پر رباب کا ورود ہوا۔ وہ سمیرا کی باتیں سن چکی تھی، گو اسے اکرم سے کوئی خاص عشق یا محبت نہیں تھی اور نہ ہی وہ خود کو سمیرا جیسی حسین سمجھتی تھی، مگر وہ اس کی منگیتر تھی اور وہ جانتی تھی کہ اس کی بہنیں، خاص کر سمیرا، اس سے جل رہی ہیں۔ ایسے میں لڑائی تو بنتی تھی۔

رباب نے ایک لمبا سانس لیا اور سمیرا کے بالکل سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

کیا ہو گیا سمیرا باجی؟ کیوں اتنا حسد ہے؟" رباب کی آواز میں وہ رعب اور خود" اعتمادی تھی

کسی کو اتنا اچھا رشتہ مل جائے تو انسان خوش ہوتا ہے، آپ تو الٹا جل رہی"

"ہیں۔

سمیرا نے اپنی آنکھیں تنگ کیں، وہ رباب کے اس بدلتے ہوئے تیور سے چونک گئی۔

میں کیوں حسد کروں گی؟ مجھے تو بس افسوس ہو رہا ہے تمہاری قسمت پر۔""

اس نے طنز کا نشتر چلایا۔

رباب نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

میری قسمت پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سمیرا باجی۔ جو کچھ ہو رہا" ہے وہ سب خدا کی مرضی ہے۔ اور یہ بات یاد رکھیں، سردار دلدار کو آٹھ سال سے کوئی نہیں پکڑ پایا،" رباب نے ٹھہر کر ایک گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

لیکن یہ میرا پختہ یقین ہے کہ اب اکرم اسے ضرور پکڑے گا!" اس کے لہجے" میں غصہ اور فتح مندی تھی، جو اس کے دل کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ اس نے سمیرا کے چہرے پر اپنی انگوٹھی کے ساتھ ہاتھ پھیلایا، جیسے اسے چڑھا رہی ہو۔

باقی اللہ پاک آپ کے بھی نصیب کھولے،

تم۔۔۔!" مجھے اس انگوٹھی کا روعب دکھا رہی ہو سمیرا کا چہرہ غصے سے سرخ" ہو گیا، اسے رباب کی یہ بے باکی برداشت نہیں ہوئی۔ وہ اٹھ کر رباب کی طرف بڑھی، اس کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا۔

اس سے پہلے کہ سمیرا رباب پر ہاتھ اٹھا پاتی، صفا تیزی سے بیچ میں آگئی۔

باجی! نہیں!" اس نے سمیرا کا ہاتھ تھام لیا۔ صفا کا چہرہ خوف سے سفید پڑ چکا" تھا، وہ جانتی تھی کہ اس طرح کی لڑائی کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

رباب پیچھے نہیں ہٹی، اس کی آنکھوں میں چیلنج تھا۔

ہاں دکھا رہی ہوں روعب، کیونکہ جس کے ساتھ میری منگنی ہوئی ہے وہ فخر کرنے کے قابل ہے اور ایک بات یہ یاد رکھنا، میں رباب ہوں دعام نہیں جس کو تم لوگ دباتی تھیں۔" اسی لیے میرے سامنے اپنا لہجہ اور ہاتھ کنٹرول میں رکھو۔

سمیرا نے غصے سے اپنا ہاتھ صفا کی گرفت سے چھڑایا۔

اچھا! تو اپنی قسمت پر ناز کر رہی ہو؟ یہی قسمت تو تمہیں کچھ ہی دیر میں "
رلائے گی۔ جب تمہارا یہ ہیرو اپنے مقصد میں ناکام ہو گا، تب دیکھوں گی
تمہاری یہ اکڑ کہاں جاتی ہے!" سمیرا کے لہجے میں زہر تھا۔ ساری زندگی یہی
کنواری بیٹھی رہو گی کیونکہ سردار دلدار کو پکڑنے کا خواب اس کا بھی خواب ہی
رہ جائے گا اور تمہارا وہ ہیرو تمہاری بارات لائے گا یہ تمہارا خواب، خواب رہ
" جائے گا

ان کی آوازیں اونچی ہو چکی تھیں اور گھر کے اندر سے کچھ لوگ باہر آ کر ان کی
طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ تب ہی ابا کی سخت اور رعب دار آواز سنائی دی۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟ سمیرا! رباب! یہ کیا تمیز ہے؟"

ابا غصے میں لال پیلے ہوتے ان کی طرف بڑھے۔ ان کا غصہ دیکھ کر دونوں
بہنیں ایک دم خاموش ہو گئیں، جیسے کسی نے ان پر پانی ڈال دیا ہو۔ ابا نے صفا
" کو بھی ایک جھڑکی دی، " اور تم! تم کیا کر رہی ہو یہاں کھڑی؟

انہوں نے ایک لمحہ دونوں بہنوں کو گھورا،

پھر رباب کا بازو پکڑا۔ "اندر چلو! اور تم سمیرا! اپنی حد میں رہنا سیکھو! اگر دوبارہ اس طرح لڑتے ہوئے دیکھا تو اچھا نہیں ہو گا۔" ابا کے لہجے میں ایک ایسی سختی تھی جو ان کی بات کو وزن دے رہی تھی۔

وہ رباب کو پکڑ کر اندر لے گئے، جبکہ سمیرا غصے سے پھنکارتی رہ گئی۔ صفا بھی خاموشی سے پیچھے ہٹ گئی

○○○○○○○

اب وہ قبیلے کے پچھلی طرف آئے ہوئے تھے جہاں پانی بہہ رہا تھا، اس کی مدھم آواز آس پاس کی خاموشی کو اور گہرا بنا رہی تھی۔ سورج کی کرنیں درختوں کے پتوں سے چھن کر پانی پر پڑ رہی تھیں، ایک عجیب سا سحر بکھیر رہی تھیں۔ بالا اور جمرو دونوں ہی کی نگاہیں دعام پر مرکوز تھیں،

ان کے چہروں پر ایک غیر معمولی مسکراہٹ تھی جو کسی راز کو چھپائے ہوئے تھی۔

بھابھی، یہاں اگر کوئی خبری نہ ہوتا تو میں تمہیں ایک تحفہ دیتا،" بالا نے" سرسری سے انداز میں کہا، اس کی نظر جمرو کی طرف تھی۔ دعام نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ 'خبری' کا مطلب جمرو تھا، وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ دونوں سردار سے چھپ کر کوئی انہونی حرکت کر رہے ہیں۔

اس کے دل میں ایک شرارتی سی چمک ابھری۔

آپ خبری کے سامنے گفٹ دے دیں، خبری میرا بھائی ہے، کسی کو کچھ نہیں" بتائے گا،" وہ بڑے مزے سے بولی۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

جب بالا نے مسکراتے ہوئے اپنی جیب سے ایک موٹا تازہ، رس بھرا آم نکالا۔
دعام کی تو خوشی سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی تھی۔

اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، آم کی میٹھی خوشبو نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ جمرو نے بھی آگے کی طرف جھانک کر باقاعدہ 'گفٹ' کا جائزہ لیا، اس کے چہرے پر بھی وہی پراسرار مسکراہٹ تھی۔

میں تم سے بڑا اخبری نہیں ہوں سر دار کا، "جمرو نے نخوت سے کہا اور اپنی"

جیب سے ایک چھوٹی سی پڑیا نکالی جس میں چاٹ مصالحہ تھا۔

میں بھی اب اپنی بہن کے لیے تحفہ لے کر آیا ہوں۔ اب کی دفعہ تو دعام کی

آنکھوں سے خوشی کے مصنوعی آنسو جاری ہو گئے تھے۔ وہ آم اور چاٹ

مصالحہ دیکھ کر دیوانی ہو چکی تھی۔

اللہ پاک میرے بھائیوں کو زندگی دے، جگ جگ جییں میرے بھائی، آپ"

دونوں پر کبھی کوئی مصیبت نہ آئے،

اگر کوئی آئے تو آپ چٹان کی طرح اس کا سامنا کریں، اللہ میرے بھائیوں کو

"!خوبصورت بیویاں دے، ایک ساتھ دو دو جڑواں بچے

وہ خوشی سے چہک کر، آم کو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ کر وہیں آلتی پالتی مار کر

بیٹھ گئی تھی۔ آم اور چاٹ مصالحے کا امتزاج اسے جنت کی سی خوشی دے رہا

تھا۔

بالا اور جمرو بھی اس کے ساتھ ہی نیچے بیٹھ گئے اور جھیل میں آہستہ آہستہ پتھر مارنے لگے، پانی میں دائرے بنتے جا رہے تھے۔

آج ان دونوں نے سردار کے اصولوں کے خلاف جا کر ایک بہت بڑا کام کر دیا تھا۔ اگر سردار کو کانوں کان بھنک بھی لگ جاتی تو ان دونوں کی موت پکی تھی۔

مگر جانے کیوں، اس لڑکی کی خوشی ان کے لیے اتنی زیادہ اہمیت رکھنے لگی تھی کہ حد نہیں۔ دعام کے چہرے پر کھلتی مسکراہٹ ان کی ہر فکر کو مٹا رہی تھی۔

جمرو نے بالا کو آم اتارتے دیکھ کر فوراً ہی چاٹ مصالحے کی پڑیا اپنی جیب میں رکھ لی تھی۔

کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ بالا کیا کرنا چاہتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ لمحہ عارضی تھا، لیکن اس کی مٹھاس ان کی یادوں میں ہمیشہ کے لیے قید ہو جائے گی۔

دعام نے مزے سے بیٹھ کر چاٹ مصالحہ کھایا تھا اور ان دونوں کو بالکل بھی آفر نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جس طرح سردار چاٹ مصالحے کا بس ایک ہی نوالہ لے کر اپنے اندر "جن" انسٹال کر چکا تھا،

ان دونوں نے بھی یہی کام کرنا تھا۔ اسی لیے اب کی دفعہ اس نے بڑے مزے سے اکیلے ہی سب کچھ کھالیا تھا، بنا کسی کو کوئی آفر دیے۔ ان کے دل میں ایک میٹھی سی چوری کا احساس تھا جس کا مزا ہی کچھ اور تھا۔

ooooooo

باہر گلی میں گاڑی کی آواز سن کر رباب کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ اس طرف گاڑی صرف پولیس والوں کی ہی آتی تھی، اور اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کے ذہن میں اکرم کا چہرہ گھوم گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد گاڑی کی آواز بند ہو گئی لیکن نہ جانے اسے کیوں لگ رہا تھا کہ اکرم باہر آیا ہو گا۔ اس نے آہستہ سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ "اماں، کنویں سے پانی بھر کر لے آؤں؟" اس نے پوچھا تو اماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے اجازت دی تھی جیسے وہ بھی اندر کی بات سمجھ گئی ہوں کہ رباب کا دل اسے باہر کھینچ رہا ہے۔

یہ حقیقت تھی کہ اکرم کے ساتھ اس کی کوئی محبت کی داستان نہیں چلی تھی اور نہ ہی یہ شادی کوئی محبت کی پتنگیں اُڑا کر کی جا رہی تھی۔ حالانکہ اس کے لیے اکرم کی اہمیت اچانک ہی بڑھ گئی تھی۔ ایک تو وہ بہت قابل انسان تھا، اور دوسرا وہ اس کے نصیب میں آچکا تھا۔ جس سے سمیرا کی جلن نے اسے الگ ہی سکون دیا تھا اور پھر وہ ایک ایسا نصیب بن کر آیا تھا جو اسے بدنامی سے نکالنے کا وعدہ کر رہا تھا۔

ooooooo

وہ کنویں کی طرف آئی تو اکرم وہیں پر آنکھوں پر گلاسز چڑھائے ہلکا سا مسکرا رہا تھا۔ پولیس یونیفارم میں اس کی شخصیت بہت واضح تھی، وہ باوقار اور پرعزم نظر آ رہا تھا۔

"اتنا! اگر پتہ چل گیا تھا کہ باہر گلی میں میں ہوں تو جلدی سے باہر نکل آتی نا انتظار کروایا، اِس دھوپ میں سلگ کر رہ گیا ہوں!" اسے دیکھتے ہی وہ بنا کسی طرح کا تکلف رکھے بولا، اس کی آواز میں ایک بے ساختہ اپنائیت تھی۔ اس کی

اتنی بے تکلفی پر رباب کو حیرانی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا کہ یہ شخص کتنا خود سر ہے۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ باہر آپ آئے ہوئے ہیں، میں تو پانی بھرنے آئی تھی،""" اس نے فوراً جھوٹ بولا، اس کے چہرے پر شرمندگی کا ہلکا سا رنگ جھلکا۔ اکرم نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں گھمائی تھیں، جیسے وہ اس کا جھوٹ سمجھ گیا ہو۔

اچھا چھوڑو فضول باتیں، نمبر دو اپنا۔ رات کو فون کروں گا تمہیں،" وہ اس کی" بات کو اہمیت دیے بغیر بولا، اس کی نظریں رباب کے چہرے پر تھیں۔

اچھا تو آپ اس مقصد سے یہاں آئے ہیں؟" وہ ہلکا سا مسکرائی تھی، اس کے" دل میں ایک عجیب سی امید جاگی۔

مقصد تو خیر سے میرے اور بھی بہت ہیں لیکن فی الحال تو نمبر دو، باقی باتیں" رات کو سکون سے کر لیں گے،" وہ اس کی کسی بات کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہا

تھا جبکہ رباب نے خاموشی سے اپنا نمبر اسے دے دیا تھا۔ اس کے ہاتھ ہلکے سے کانپ رہے تھے۔

"یہ کیا صرف نمبر ہی لینے آئے تھے؟"

اور نمبر لے کر پلٹنے لگا تو رباب کو حیرانی ہوئی تھی۔ وہ اسے خدا حافظ تک کہے بغیر جا رہا تھا۔ اس کی بے نیازی رباب کو کچھ عجیب لگی۔

ہاں، فی الحال نمبر لینے ہی آیا تھا، باقی باتیں رات کو ہوں گی۔ "اکرم نے پلٹ" کر ایک معنی خیز مسکراہٹ دی۔

چلیں ٹھیک ہے، میں آپ کی کال کی منتظر ہوں گی، اللہ پاک آپ کو آپ کے" مقصد میں کامیاب کرے۔ ڈیڑھ مہینہ کم نہیں ہے سردار کو پکڑنے کے لیے، "کیونکہ آٹھ سال سے تو یہاں پر صرف سردار کی ہی حکومت ہے۔

اگر ڈیڑھ مہینے میں نہیں ہوا تو چھ مہینوں میں ہو جائے گا، چھ مہینوں میں نہیں ہوا تو ایک سال، دو سال، دس سال میں کبھی نہ کبھی تو مقصد میں کامیاب ہو

جاؤں گا نا؟ جس دن کامیاب ہو گیا اسی دن تمہاری ڈولی لے کر جاؤں گا، وہ بھی پورے دھوم دھام سے۔" وہ ہلکا سا مسکرایا تھا، جیسے اس پر آسمان گرا چکا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کی شادی پوری طرح سے سردار کی گرفتاری پر تھی۔

یہ سن کر رباب کا دل بیٹھ سا گیا۔

کیا مطلب اگر سردار نہیں پکڑا گیا تو آپ شادی نہیں کریں گے؟" اس نے حیرت سے پوچھا، اس کی آواز میں خوف تھا۔

سردار کیوں نہیں پکڑا جائے گا میری جان؟ میں سردار کو پکڑوں گا اور اب تو ویسے بھی سردار کی سالی ہو تم، تم تو مجھے سردار کی بیوی تک بھی پہنچا سکتی ہو، اور اگر میں اس تک پہنچ گیا تو سردار کو اوپر پہنچنے میں کتنا وقت لگے؟" اس کے لہجے میں سرد مہری تھی۔

"خیر، اس کا نمبر ہے تمہارے پاس؟"

نہیں، وہ فون استعمال نہیں کرتی۔" رباب نے جواب دیا۔"

مطلب کہ تم اپنے رشتے کی خوشخبری اسے سنانے کے لیے مٹھائی دینے اس" کے قبیلے میں جاؤ گی؟" اکرم کا لہجہ اچانک بدل گیا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک سازشی چمک تھی۔ رباب کو تو اس کی کوئی بات سرے سے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

میرا کیا دماغ خراب ہے جو میں اس موت کے قبیلے میں جاؤں گی؟ میری اتنی" بھی کوئی سگی سہیلی نہیں تھی دعام کہ اس کے بغیر میں کوئی خوشی نہ منا سکوں۔" اس کے لہجے میں زہر گھل گیا تھا، دعام سے نفرت اس کے اندر رچی بسی تھی۔

ارے میری جان! میں تمہیں سگی سہیلی بنانے کے لیے کہہ بھی نہیں رہا۔ بتا" تو رہا ہوں کہ سردار تک پہنچنے کے لیے مجھے اس سے رابطہ کرنا بہت ضروری ہے۔ جب تک میرا اس کے ساتھ رابطہ نہیں ہو گا تب تک میرے لیے یہ سب کچھ آسان نہیں رہے گا اور ویسے بھی میں چاہتا ہوں کہ میں نے جس طرح

تمہارے گھر والوں کو ڈیڑھ مہینے کا وقت دیا ہے اسی ڈیڑھ مہینے میں میں تمہاری دھوم دھام سے بارات لے آؤں۔

میں اپنے لفظوں کا بہت پکا ہوں رباب، میں ہرگز اپنے لفظوں سے پیچھے نہیں ہٹوں گا جب تک سردار جیل کی سلاخوں کے پار نہیں ہوتا تب تک یہ شادی نہیں ہو سکتی۔" وہ جیسے اسے کلیئر کر رہا تھا، اس کی آواز میں ایک اٹل فیصلہ تھا۔ رباب خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، اس کی شادی کا خواب اب سردار دلدار کی گرفتاری سے جڑ چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن اور بے بسی تھی، یہ کیسا رشتہ تھا جہاں خوشیاں کسی کی بربادی سے مشروط تھیں؟

○○○○○○

سردار قبیلے کے پیچھے جھیل کی طرف آیا تو وہ تینوں دور سے ہی اسے بیٹھے نظر آئے تھے۔ جس طریقے سے وہ بیٹھے تھے، ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی میٹنگ ہو رہی ہے یا شاید دعا م اتنا سب کچھ دیکھ کر اب تھک چکی تھی اس لیے آرام کر رہی تھی۔

یہ اس قبیلے میں سردار کی سب سے پسندیدہ جگہ تھی۔ جب بھی وہ بے سکون ہوتا تھا، تب یہیں پر آتا تھا۔ اس جگہ کے آگے پیچھے بہت رنگ نسل کے پھول تھے، عجیب عجیب رنگوں میں، چھوٹے بڑے سائز میں، لیکن یہ بہت خوبصورت تھے۔ سردار نے آہستہ آہستہ قدم اوپر کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک لمبی سی بیل نکالی اور پھر چھوٹے چھوٹے پھولوں کو اس میں جوڑتے ہوئے قدم آگے بڑھاتا چلا گیا۔ اوپر جھیل کے کنارے پہنچتے ہوئے اس کے قدم اتنے سست تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تھی کہ سردار پیچھے آیا ہوا ہے۔ اس نے نرمی سے ہاتھ سے بنایا وہ تاج آکر دعام کے سر پر پہنایا تو وہ حیرانی سے پیچھے مڑ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

جبکہ اپنے سر پر پہنے ہوئے تاج کو اتار کر دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں اتنی خوبصورت چمک آئی تھی کہ سردار مسکراتے ہوئے وہیں ان تینوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ گیا۔

یہ کہاں سے آیا؟ یہ کتنا پیارا ہے! کس نے بنا کر دیا ہے آپ کو؟" وہ خوشی سے چہکتے ہوئے اسے دوبارہ اپنے سر پر پہننے لگی۔ حجاب کے اندر اس کا حسین چہرہ اس تاج کی رونق کو اور بھی زیادہ حسین لگنے لگا تھا۔

کون بنا کر دے گا میرا گلاب سائیں؟ میں نے خود بنایا ہے اپنے پھول کے" لیے۔ پھولوں کے لیے پھولوں سے بنی چیزیں پیاری لگتی ہیں نا؟" اس کی مسکراہٹ بے تحاشہ خوبصورت تھی جبکہ جمرو اور بالا آہستہ سے وہاں سے ایسے کھسکے تھے جیسے پہلے کبھی وہاں پر موجود ہی نہ ہوں۔ انہیں پتا تھا کہ اب یہاں ان کا ٹھہرنا مناسب نہیں۔

سجن سائیں، پھر کون سا مقام پسند کیا ہے تم نے یادگار بنانے کے لیے؟" شروعات کہاں سے کرنی ہے؟ ویسے تو میں اس قبیلے کا ایک ایک کونا یادگار بناؤں گا لیکن شروعات کہاں سے کرنی ہے یہ بتاؤ۔ یہ جگہ میرے لیے سب سے زیادہ اہم ہے جب بھی بے سکون ہوتا ہوں یہیں پر آتا ہوں۔ اگر تم یہاں سے شروعات کرنا چاہو تو یہ زیادہ خوبصورت ہو گا،

وہ ایک جھٹکے میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا ہے، اسے اپنے قریب کھینچتے ہوئے "
بولا تو دعام کی تو جیسے سانس سینے میں ہی اٹک گئی تھی۔

سردار کی قربت نے اسے ہکا بکا کر دیا تھا۔ اچانک وہ اس کے لبوں پر جھکتا پوری شدت سے اس کے لبوں کو چومنے لگا تھا۔ کبھی اس کے نچلے لب کو اپنے لبوں میں دباتا تو کبھی ابھرے لب کو، اس کا انداز شدت لیے ہوئے تھا۔ پانی کی ہلکی لہریں، پھولوں کی مہک اور سردار کے ہونٹوں کی تپش نے اس لمحے کو ابدی بنا دیا۔

سردار کے لبوں کی حدت دعام کے لبوں پر یوں محسوس ہوئی جیسے صحرا کو سیراب کرتی بارش ہو۔ لمحہ تھم سا گیا تھا۔ دعام کی سانسیں اس کے سینے میں اٹک گئی تھیں، آنکھیں نیم وا اور دل دیوانہ وار دھڑک رہا تھا۔ وہ اس قربت میں خود کو بھول چکی تھی، صرف سردار تھا اور وہ تھی۔ سردار کی انگلیاں اس کی کمر پر سختی سے جم چکی تھیں اور اس کا بوسہ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

سردار۔۔۔!!اچانک وادی میں جمرو کی ہانپتی ہوئی آواز گونجی۔وہ تیزی سے بھاگتا ہوا، اس کی سانس بری طرح اکھڑ رہی تھی، ان دونوں کی طرف آیا۔ اس کی آمد اتنی اچانک تھی کہ سردار اور دعام دونوں چونک گئے۔

سردار نے دعام کے لبوں سے اپنے لب الگ کیے اور ایک جھٹکے میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دعام کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا، وہ شرم سے اپنی نظریں جھکا گئی۔

جمرو بمشکل سانس لیتے ہوئے بولا،

"!سردار!وہ...وہ اکرم"

سردار نے ایک ابرو اٹھایا۔

اکرم؟ کیا ہوا اسے؟"اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔"

سردار!اس نے...اس نے منگنی کر لی ہے!"جمرو نے خبر سنائی۔"

سردار کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں آیا۔اس نے ایک قہقہہ لگایا۔

یہ تو اچھی بات ہے، اسے بھی آخر کوئی مل ہی گیا۔"اس کا لہجہ بے پرواہ تھا۔

نہیں سر دار! اچھی بات نہیں ہے!" جمرو کی آواز میں ایک دھماکہ خیز انکشاف" تھا۔

"!اس نے منگنی تمہاری سالی رباب سے کی ہے"

جمرو کے الفاظ فضا میں گونج کر تھم گئے۔ یہ خبر ایک دھماکہ تھی جس نے وادی کی خاموشی کو چیر دیا۔

دعام کو ایک زور کا جھٹکا لگا، اس کا رنگ فق ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے اس پر سکتے کا عالم طاری ہوا، پھر اس کے دل میں ایک عجیب سی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ رباب !کی منگنی ہو گئی تھی

یہ تو اچھا ہوا! لیکن سردار کا ردعمل اس کی توقع سے بالکل مختلف تھا۔

سردار کا چہرہ پہلے تو پتھرایا، پھر اس کے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا جو پوری وادی میں گونج کر واپس آیا۔ وہ اتنے زور سے ہنسا کہ وادی کے پہاڑ اس کے قہقہے کی بازگشت بن گئے۔ اس کا قہقہہ عام نہیں تھا، اس میں فتح کا غرور

تھا، ایک عجیب سی بے پروائی اور تمسخر تھا۔ دعام اسے حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔ سردار کے اس بے ساختہ قہقہے میں ایک ایسا راز چھپا تھا جو صرف وہی جانتا تھا۔

○○○○○○○

صبح کی پہلی کرنیں کنویں کے گرد لپٹی ہلکی دھند کو چاک کر رہی تھیں۔ فضا میں ایک عجیب سی سرگوشی تھی رباب، معمول کے مطابق، دوپٹہ سنبھالتی، ہاتھ میں مٹکا تھامے کنویں کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ہر روز کی طرح، آج بھی وہ پانی بھرنے جا رہی تھی، جب سے دعام گئی تھی یہ مصیبت اس کے گلے پڑ چکی تھی۔

مگر آج اس کے قدموں میں کچھ اور ہی کشش تھی، سانسوں میں ایک انجانی بے چینی، اس کے دل کی دھڑکنیں، آج الگ انداز میں دھڑک رہی تھی

اور پھر، وہ سایہ جو اس کے خوابوں میں پنپ رہا تھا، اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

وہ اکرم تھا، وہی شخص جس نے اس کے دل کی ویرانی میں امید کا چراغ روشن کیا تھا۔ گھنے درختوں کے سائے میں، سفید کُرتے میں ملبوس، اس کی آنکھیں صبح کی روشنی میں چمک رہی تھیں، اور ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ تھی جو صرف رباب کے لیے مخصوص تھی۔

رباب..."اس کی آواز میں نرمی تھی،"

رباب ٹھٹک گئی، اس کے چہرے پر حیرت اور شرم کے رنگ یکجا ہو گئے تھے۔

اکرم " آپ؟ یہاں؟ اس وقت؟ "اس کی آواز میں بمشکل سوال سمٹ " پایا۔ اکرم آہستہ سے مسکرایا، دو قدم اس کی جانب بڑھا۔

بس تم سے ضروری بات کرنی تھی۔ وہ پرسکون لہجے میں بولا۔

کون سی ضروری بات؟ رات کو فون پر کر لیتے۔ وہ بے ساختہ بولی تھی۔

"اگر فون پر کرنے والی بات ہوتی تو میں شاید فون پر ہی کرتا۔۔۔

کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟" وہ آگے پیچھے دیکھتے ہوئے بولی۔"

اکرم تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا، گویا وہ اس لمحے کو وقت کی قید میں کر لینا چاہتا ہو۔ پھر آہستگی سے بولا

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ... رباب میں چاہتا ہوں ہمارا نکاح ہو... جلد از" جلد۔" رباب چونک اٹھی۔ اس نے سر اٹھا کر اکرم کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت سے کہیں زیادہ ایک چھپی ہوئی خوشی تھی، جسے وہ شاید خود بھی پوری طرح سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

مگر... آپ تو پہلے کہہ چکے ہیں کہ جب تک سردار نہیں پکڑا جاتا، تب" تک..." اکرم نے اس کی بات کاٹ دی، اس کی آواز میں ایک عجیب سی ضد تھی۔

ہاں! کیونکہ میں تمہیں کسی اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میرا کام ادھورا" ہے... سردار کا پکڑا جانا، میرے لیے فرض ہے۔

لیکن..." وہ ایک لمحے کو رکا، پھر دھیرے سے رباب کی طرف جھکا۔

اگر تم میرا ساتھ دو... اگر تم ایک بار قبیلے میں جا کر مجھے تھوڑی سی مدد دے"

"دو... تو شاید یہ سفر جلدی ختم ہو جائے۔

رباب کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ایک لمحے کے لیے سمیرہ کی آواز اس کے دماغ میں گونجی۔

تم ساری زندگی کنواری بیٹھی رہو وہ کبھی سردار کو نہیں پکڑ پائے گا اور تمہارے خواب، خواب ہی رہ جائیں گے۔

نہ جانے کیوں اس کا دل آج بھی اس پر یقین کرنے کو تیار تھا۔ سمیرہ کی تلخی، اس کے حسد کی کہانیاں، سب کچھ پس منظر میں چلا گیا۔ رباب کی آواز دھیمی سی نکلی،

آپ مجھ پر اتنا بھروسا کرتے ہیں؟" اکرم نے مسکرا کر اس کی طرف ہاتھ" بڑھایا، اس کی آنکھوں میں گہرا یقین تھا۔

تم پر نہیں، رباب... میں صرف تم پر ہی یقین رکھتا ہوں۔" کیونکہ انسان" صرف اپنی محبت پر ہی یقین کر سکتا ہے۔ میں اپنی پریشانی سوائے تمہارے اور کسی سے نہیں کہہ سکتا۔

"لیکن۔۔۔۔

رباب لیکن ویکن کی گنجائش نہیں ہے بس تم تھوڑی سی ہمت کرو۔ تو ہم ایک بہترین زندگی کی شروعات کریں گے

رباب نے نہ تو اس کا ہاتھ تھاما اور نہ ہی انکار کیا۔ اس نے بس ہلکے سے سر کو جنبش دی۔ اور اکرم کے لیے یہ اشارہ ہی کافی تھا۔

میں زیادہ دیر نہیں کرنا چاہتا... تم چاہو تو میں آج ہی تمہارے گھر والوں سے " "نکاح کی تیاری کا کہہ سکتا ہوں۔

رباب نے تھوڑا جھجکتے ہوئے کہا،

"یہ سب... اتنی جلدی؟

اکرم نے نظریں جھکائیں، پھر سنجیدگی سے بولا، "جلدی نہیں، رباب... یہ ضرورت ہے۔ میرے دشمن ہر قدم پر ہیں، اور تم میری کمزوری بن چکی ہو۔ میں چاہتا ہوں تم میرے نام کی ہو جاؤ... اور اس سے پہلے، میں اپنا کام مکمل کر لوں۔"

رباب نے آخری بار اسے دیکھا، اس کے چہرے پر ملے جلے تاثرات تھے۔

امید، خوف،

پھر اس نے چپ چاپ مٹکا اٹھایا، کنویں سے پانی بھرا، اور اکرم کی طرف دیکھے بغیر واپس پلٹ گئی۔

لیکن... اس کے قدموں کی روانی، اس کے دل کے فیصلے کا گواہ تھی۔ وہ اب ایک ایسے راستے پر چل پڑی تھی جہاں محبت کا سراب اسے ایک خطرناک جال کی طرف لے جا رہا تھا۔

ooooooo

جمرو اور بالا کا معمول بن گیا تھا۔ وہ ہر روز دعام کو جھیل پر لے کر جاتے اور وہاں اسے ایک کیری کھلاتے۔ وہ کھلاتے تو بس ایک ہی تھے۔ مگر دعام کے لیے یہ ایک کیری بھی بہت تھی۔ کچھ تو مل رہا تھا۔

جہاں اس کے اپنے اس سے منہ موڑ چکے تھے۔ وہیں یہ لوگ اس کی دنیا بنتے جا رہے ہیں بالا اور جمرو تو سگے بھائیوں سے بڑھ کر محبت کرتے تھے اور پھر، سردار کے ساتھ بھی اسے وہاں بہت مزہ آتا تھا۔

جھیل اب صرف سردار کی ہی نہیں، بلکہ دعام کی بھی پسندیدہ جگہ بن چکی تھی، ایک ایسی جگہ جہاں اسے سکون ملتا تھا اور وہ قبیلے کی سختیوں سے کچھ دیر کے لیے آزاد ہو جاتی تھی۔

اور پھر سردار اسے ہر روز خوبصورت پھولوں کا تاج بھی تو پہناتا تھا۔

دن بھر قبیلے میں گھومتے گھومتے، جانے جمرو اور بالا اسے کہاں کہاں لے جاتے۔

آج بھی دعام جھیل پر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ سردار صبح کمرے سے نکلتے ہوئے کہہ کر گیا تھا، "ل

جب تم کہو گی تب لے کر چلوں گا، میرا مٹھا سائیں!" بس پھر کیا تھا، اس کا فرمائشی پروگرام "آن" تھا۔

آج کل تو وہ سردار سے کچھ زیادہ ہی فرمائشیں کرنے لگی تھی، اور سردار سر جھکا کر، "ہاں، میرا سوہنا مکھڑا" کہہ کر ہر فرمائش پوری کرتا تھا۔ اسے سردار کی یہ عاجزی، یہ پیار بھرا رویہ بہت اچھا لگتا تھا، خاص طور پر جب وہ اسے "ڈاکو جی" کہہ کر پکارتی تو سردار کا چہرہ دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔

اس کے منہ سے بے ساختہ "ڈاکو صدقے" پھسلتا تو وہ شرما سی جاتی

آج دعام نے سفید رنگ کی فراک پہنی تھی جو بے تحاشہ خوبصورت تھی۔ اس فراک میں وہ خود بھی کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک نئی چمک تھی، ایک امید بھری خوشی جو اس کے چہرے پر کھل اٹھی

تھی۔ تیار ہو کر وہ نیچے کی طرف جانے لگی، اس کے قدموں میں ایک خاص تیزی تھی، جیسے وہ اپنے پسندیدہ لمحے کی طرف بڑھ رہی ہو۔

○○○○○○○

صبح کی تپش سندھ کے صحرائی گاؤں پر پھیل چکی تھی، جہاں مٹی کے کچے گھر اور سوکھے درخت دھوپ میں نہا رہے تھے۔ رباب، اپنے دن بھر کے معمولات میں مصروف تھی کہ باہر سے کچھ آہٹ سنائی دی۔ اس کے دل میں ایک ان کہی سی دھڑکن نے جنم لیا۔

وہ جانتی تھی کہ کون آیا ہو گا۔ اکرم، اپنے وعدے کا پکا، صبح کی پوری شدت میں رباب کے گھر پہنچ چکا تھا۔

آج اس نے اپنی کڑک وردی پہن رکھی تھی، جو اس کے سرکاری رتبے اور پختہ ارادوں کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

صحن میں داخل ہوتے ہی اس نے رباب کے ابا چاچا اور گھر کے دیگر افراد کو احترام سے سلام کیا۔اس کی آواز میں وہی نرمی تھی جو ایک معزز رشتے دار کی ہوتی ہے۔

انکل جی، میں رباب کے نکاح کی تیاری کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔"اس" "نے مودبانہ انداز میں کہا،

میں چاہتا ہوں کہ رباب اپنے نکاح کا جوڑا خود اپنی پسند سے خریدے، اس لیے اسے اپنے ساتھ شہر لے جانا چاہتا ہوں۔

میرا مطلب ہے نکاح قریب ہے اور پھر میں مصروف ہو جاؤں گا تو یہ سب" کرنے کا وقت نہیں ملے گا اور میں نکاح کے لیے کوئی اور فیصلہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔

رباب کے والدین ایک لمحے کو ہچکچائے۔ماں کی آنکھوں میں فکر مندی واضح تھی۔

"بیٹا، ابھی تو صرف منگنی کی بات ہوئی ہے، اور ہماری بیٹی کو اس طرح اکیلا شہر بھیجنا ...

"ابا کی آواز میں بھی پس و پیش تھی۔ یہ ان کے روایتی اور سادہ اصولوں کے خلاف تھا۔ گاؤں کے ماحول میں لڑکیوں کا اس طرح اکیلے شہر جانا ایک بڑا قدم تھا۔

اکرم نے ان کے چہروں پر پھیلی تشویش کو بھانپ لیا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور انہیں یقین دلاتے ہوئے بولا

"انکل جی، آپ بے فکر رہیں۔ رباب اب صرف آپ کی نہیں، میری بھی عزت ہے۔ میں اپنی جان سے بڑھ کر اس کی حفاظت کروں گا۔ اور میں اسے صرف دو گھنٹے میں واپس یہیں چھوڑ جاؤں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔"

اس نے اپنی وردی کی طرف اشارہ کیا، اس کے چہرے پر ایک پختہ عزم تھا۔

میں صرف آپ کا نہیں، بلکہ پورے گاؤں کا محافظ ہوں۔ میری وردی پر آپ"
یقین کر سکتے ہیں۔

" چاچا کو اب بھی اعتراض تھا، ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"لیکن اکرم بیٹا... یہ گاؤں کا رواج نہیں ہے۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے، رباب کے ابا نے ان کا ہاتھ تھاما۔

وہ اکرم کی وردی، اس کے پختہ الفاظ، اس کے لہجے میں موجود یقین، اور سب سے بڑھ کر بیٹی کے مستقبل کی فکر سے متاثر ہو چکے تھے۔ انہیں لگا کہ اکرم جیسا وردی والا رشتہ ان کی بیٹی کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ انہوں نے ایک لمحہ سوچا، پھر فیصلہ سنا دیا۔

ٹھیک ہے بیٹا، تم رباب کو لے جا سکتے ہو۔ مگر احتیاط سے جانا اور وعدے کے "
مطابق اسے جلد از جلد واپس چھوڑ جانا۔

ان کی آواز میں اعتماد اور مجبوری دونوں جھلک رہی تھیں۔

رباب یہ سب چپ چاپ سن رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی خوشی اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

وہ جانتی تھی کہ یہ صرف نکاح کے جوڑے کا بہانہ تھا، اصل مقصد اکرم کا کام تھا، مگر اس کے دل نے اکرم کی باتوں پر اعتبار کرنا چاہا۔ اس کے لیے یہ ایک امید تھی، ایک خواب کی تعبیر کہ اس کی زندگی بدلنے والی ہے۔

باپ کی اجازت ملتے ہی، رباب نے اپنے اندر کی جھجک کو دبایا اور خود کو سنبھالا۔ اس نے ایک نظر اکرم کی طرف دیکھا، جس کی آنکھوں میں ایک گہری، حساب لگاتی چمک تھی۔ یہ چمک رباب کی نظروں سے مکمل طور پر اوجھل رہ گئی۔ اس نے اپنا سر ہلکا سا جھکایا اور اکرم کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

شہر کی جانب نکلتے ہی، رباب نے ایک گہری سانس لی۔ یہ صرف ایک سفر نہیں تھا، یہ اس کی زندگی کا ایک نیا باب تھا، جس میں سادگی، تقدیر، اور شاید ایک پوشیدہ خطرہ بھی شامل تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس سفر کا انجام کیا ہوگا، مگر اس کے دل میں ایک ان کہی امید، اور اکرم پر ایک اٹوٹ یقین تھا۔

ooooooo

قبیلے کے اندرونی حصے میں ہلچل ہوئی۔ ابرار، جو قبیلے کے نوجوانوں میں سے ایک تھا، چوری چھپے ایک عورت کو قبیلے کے اندر لایا تھا۔

، ابرار اسے ایک بند کمرے میں لے گیا، جہاں وہ رات گزارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسے گمان بھی نہ تھا کہ قبیلے کی آنکھیں، جو ہر کونے میں پھیلی ہوئی تھیں، اسے دیکھ رہی ہیں۔

oooooo

سردار اور بالا کو اس بات کی بھنک لگ چکی تھی۔ کہقبیلے میں کچھ اصولوں کے خلاف ہو رہا ہے۔

سردار، جو اپنے قبیلے کی روایات اور غیرت کا پختہ محافظ تھا، اس بات پر شدید غصے میں تھا۔ بالا، ہمیشہ کی طرح، سردار کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے تیار، اس کے ساتھ تھا۔

یہ خبر یقیناً جمرو نے دی تھی، جس کی نظریں ہمیشہ قبیلے کے ہر فرد کی حرکت پر رہتی تھیں۔

پلک جھپکتے ہی، سردار اور بالا نے ابرار کے کمرے کا رخ کیا۔ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے، سردار نے دروازہ کھولا اور ابرار کو اندر سے کھینچ کر باہر نکال لیا۔

اسے کچھ پتہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ پچھلی رات یہاں اس کی قبیلے میں زنا جیسا گناہ کیا گیا تھا

ooooooo

ابرار، جو بوکھلایا ہوا تھا، خوفزدہ نظروں سے سردار کو دیکھنے لگا۔

تم کل رات اس لڑکی کے ساتھ بند کمرے میں کیا کر رہے تھے؟" سردار کی" آواز گرجدار تھی، اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

سردار! یہ غلط کام کر رہا تھا! ہمارے قبیلے کو گندا کر رہا تھا!" جمرو کی آواز گونجی، "

صبح کی روشنی پھوٹنے سے پہلے اس نے قبیلے سے اس لڑکی کو رفع دفع کروایا ہے

۔جمرو نے تفصیل بتائی تھی اس کے اپنے کمرے سے نکلتے ہی جمرو نے اسے

خبردار کر دیا تھا تبھی تو سردار اس وقت یہاں اس کے سامنے کھڑا تھا

جمرو پیچھے کھڑا تھا

میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے! یہ اس عورت کو چھپا کر لایا"

تھا!" قبیلے کے ایک اور لڑکے نے گواہی دی تھی۔

ابرار مکمل طور پر بوکھلا چکا تھا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ وہ کانپتے

ہوئے اپنے الفاظ تلاش کرنے لگا۔

سردار... معافی چاہتا ہوں... میں... میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا... میں بس...، وہ اپنی

صفائی دینے کی کوشش کر رہا تھا، مگر سردار اور بالا اس کی ایک سننے کو تیار نہیں

تھے۔ ان کے لیے یہ عمل قبیلے کی صدیوں پرانی روایت کی کھلی خلاف ورزی

تھی۔

سردار نے بالا کو اشارہ کیا۔

بالا! چابک لاؤ!" سردار کے حکم کی دیر تھی کہ"

بالا نے فوراً ایک بھاری چابک لا کر سردار کے ہاتھ میں تھما دیا۔ سردار نے ایک وحشیانہ مسکراہٹ کے ساتھ چابک کو ہوا میں لہرایا اور پھر بے دردی سے ابرار پر برسانا شروع کر دیا۔ چابک کی آواز صبح کی خاموشی میں وحشت ناک گونج پیدا کر رہی تھی

ابرار درد سے چیخ رہا تھا، اس کا جسم ہر چابک کے ساتھ تڑپ رہا تھا، مگر سردار کا ہاتھ رکا نہیں، اس کا انداز انتہائی وحشیانہ اور بے رحم تھا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی رحم نہیں تھا، صرف انتقام اور قبیلے کے اصولوں کی پاسداری کا جنون تھا۔

اسی لمحے، دعام، جو اپنی روزمرہ کی فرمائش لے کر سردار کے پاس آئی تھی، نیچے کے منظر کو دیکھ کر ساکت رہ گئی۔

وہ آج پھر سردار سے فرمائش کرنے آئی تھی کہ وہ اسے جھیل پر لے جائے۔

اس کے قدم بے اختیار نیچے کی طرف بڑھ رہے تھے، اور ہونٹوں پر مسکراہٹ سجی تھی، جب اچانک یہ وحشیانہ منظر اس کی نظروں کے سامنے آگیا۔

ابرار کی چیخیں، چابک کی تڑتڑاہٹ، اور سردار اور بالا کے چہروں پر چھائی سفاکی... یہ سب دیکھ کر دعام بری طرح ڈر گئی۔ اس کا دل سینے میں دھک دھک کرنے لگا۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹی،

اس کے قدم پتھروں پر لڑکھڑائے اور وہ بری طرح گر گئی۔ اس کے گھٹنے پتھروں سے ٹکرا کر چھل گئے، مگر اسے درد کا احساس بھی نہ ہوا۔ اس کی آنکھوں میں صرف خوف تھا۔ وہ وہاں ایک لمحہ بھی رکنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی چادر وہیں پھینک کر، وہ وحشت زدہ حالت میں واپس اپنے پتھریلے پہاڑ والے کمرے کی طرف بھاگی، اس کی سانسیں پھول رہی تھیں اور دل ڈوب رہا تھا۔

سردار نے یہ منظر دیکھ کر چابک بالا کے حوالے کیا، اس کے چہرے پر ایک لمحے کو پریشانی کے تاثرات ابھرے۔ وہ فوراً دعام کے پیچھے، اوپر کی طرف لپکا، اس کے ذہن میں دعام کا خوفزدہ چہرہ اور چھلے ہوئے گھٹنے گھوم رہے تھے۔

ooooooo

سردار نے ابرار پر چابک بالا کے حوالے کیا اور بجلی کی سی تیزی سے اوپر دعام کے کمرے کی طرف لپکا۔ اس کے ذہن میں ابرار کی سزا سے زیادہ دعام کا خوفزدہ چہرہ اور اس کے چھلے ہوئے گھٹنے گھوم رہے تھے۔

اسے فکر تھی کہ اس کی معصوم سائیں" کتنی ڈر گئی ہو گی۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اس نے دعام کو بستر کے ایک کونے میں سمٹا ہوا پایا۔ وہ لرز رہی تھی، اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور آنکھوں میں دہشت کے گہرے سائے تھے۔ سفید شلوار پر خون کے سرخ دھبے صاف دکھائی دے رہے تھے، جو اس کے گھٹنوں سے رس رہا تھا۔

سردار کا دل ایک لمحے کو دہل گیا۔ وہ فوراً دعام کے پاس آیا اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کے لہجے میں اب وہ گرج نہیں تھی، بلکہ ایک بے پناہ نرمی اور فکرمندی تھی۔ "میری بہادر چوزی... میرا سوہنا مکھڑا... کیا ہوا میری جان کے ٹوٹے؟" اس نے نرمی سے کہا،

"تم اتنی ڈر کیوں گئی ہو؟"

دعام نے سردار کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھا، اس کے ہونٹوں پر کپکپی طاری تھی۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی، بس نفی میں سر ہلاتی رہی۔ اسے ابھی بھی نیچے کا وحشیانہ منظر یاد تھا، اور سردار کا وہ روپ جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

سردار نے دعام کا ہاتھ تھاما،

میرا مٹھا سائیں، وہ غلط کر رہا تھا، بہت غلط۔" اس کی آواز میں سمجھانے کا تاثر تھا، "قبیلے میں ایسا کام کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔ اسے سزا ملنی ہی تھی۔ میں بس اسے سزا دے رہا تھا۔" اس نے دعام کے چہرے پر اپنی ہتھیلی پھیری، جیسے اسے تسلی دے رہا ہو۔ اس کی نظریں اس

کے گھٹنوں پر پڑیں جہاں سے خون رس رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر فکر مندی کی لکیریں ابھر آئیں۔

اوہ، میرے معصوم سائیں!" یہ کیا کر لیا۔"

وہ بے اختیار بڑبڑایا،

درد ہو رہا ہو گا؟" اس نے فوراً اپنی قمیض کے پلو سے دعام کے گھٹنے پر بہتے خون کو صاف کیا۔ پھر اس نے اپنے جوتے کی نوک سے ایک ڈبیا نکالی، جو شاید ہمیشہ اس کی جیب میں ہوتی تھی۔ وہ ایک مرہم کی ٹیوب تھی، جو اس نے بڑی احتیاط سے دعام کے پلازو پجامے کو گھٹنے سے اوپر کرتے ہوئے چھلے ہوئے گھٹنے پر لگائی۔ اس کے مضبوط ہاتھ انتہائی نرمی سے مرہم مل رہے تھے، اس کی کل کائنات بس یہ لڑکی ہی تھی۔

مرہم لگانے کے بعد اس نے دعام کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"کیا جھیل پر جانا چاہتی ہو، میرا مٹھا سائیں؟

دعام نے فوراً نفی میں گردن ہلائی۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی خوف کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اسے سردار کا یہ روپ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اس کا وحشیانہ غصہ اور پھر یہ بے پناہ نرمی۔

ڈاکو جی... میں..."اس کی آواز گلے میں اٹک گئی۔"

ڈاکو صدقے، میرا سجن سائیں۔ سردار نے اس کی حالت دیکھ کر ایک لمبی سانس لی۔ اسے احساس ہوا کہ دعام ابھی بہت خوفزدہ ہے۔

ٹھیک ہے میرا سوہنا مکھڑا، ابھی نہیں۔"بلکہ شام کو چلتے ہیں اس نے اسے" سہارا دے کر بستر پر بٹھایا۔

تم یہیں آرام کرو۔ میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو بھجواتا ہوں۔"اس نے" کمرے سے نکلتے ہوئے ایک آخری نظر دعام پر ڈالی، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے چینی تھی، جیسے وہ اپنی کل کائنات کو پریشان دیکھ کر خود بھی اذیت میں ہو۔

ڈاکو جی تو ظالم ہیں... بالا بھائی ابھی کتنے ظالم ہیں... اتنے ظالم! میں بالا بھیا سے"

!بات نہیں کروں گی

ڈاکو جی سے بھی بات نہیں کروں گی!" دعام بڑبڑا رہی تھی۔ وہ بستر پر سمٹی ہوئی تھی، اس کا ذہن ابھی تک اس وحشت ناک منظر میں الجھا ہوا تھا۔

کیسے مار رہے تھے اس بیچارے کو... اگر وہ مر جاتا تو کیا ہی گندا کام کیا ہو گا اس

!نے... کیسے مار رہے تھے اس کو

"!اللہ اللہ! وہ رات کو سوئے گا کیسے اتنی زیادہ مار کھانے کے بعد

اس کے گھٹنوں میں درد ہو رہا تھا جہاں سردار نے مرہم لگایا تھا۔ وہ بار بار ان پر پھونکیں مارتی، درد کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اس کے ذہن میں اس انسان کا خیال بھی تھا جس نے مار کھائی تھی۔ سردار کے حوالے سے تو اسے پہلے ہی شک تھا کہ وہ ظالم ہو گا، اس کی شکل بھی ظالموں والی تھی

آنکھوں میں سختی اور چہرے پر ہر وقت ایک روب۔ لیکن بالا! اس کا بالا بھیاتو دنیا کا سب سے اچھا بھائی تھا، اسے پیار کرتا تھا، اس کا خیال رکھتا تھا۔ وہ ایسا ظالم ہو گا، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ خیال اسے اندر تک ہلا رہا تھا۔

وہ انہی گہری سوچوں میں گم تھی جب دروازہ کھلا اور بالا کھانا لے کر اندر آیا۔

بالا کو دیکھتے ہی دعام کے خوف سے اس کی سانس رکی۔ اس کا وہی وحشی روپ جو اس نے نیچے دیکھا تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔

بالا نے کھانے کی تھالی ایک طرف رکھی اور دعام کی طرف ایک نظر ڈالی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی شرارت بھری مسکراہٹ تھی، شاید وہ دعام کو چھیڑنا چاہ رہا تھا۔

بڑا شوق چڑھا ہے تمہیں جھیل پر جانے کا... وہ بھی سردار کے ساتھ! میں نے" تمہیں کیا کہا تھا چھوٹی، تھوڑا صبر سے کام لینا... کام ختم کر کے میں تمہیں جھیل "پر لے کر جاؤں گا!" وہ مزید مسکراتے ہوئے بولا،

"!اور ویسے بھی، میرے ساتھ جھیل پر جانے کا تو میں فائدہ بھی تو ہے

لیکن دعام مسکرا بھی نہ سکی۔ اس کے ذہن میں تو بس بالا کا وہی روپ گھوم رہا تھا، وہی بے رحمی جس سے وہ ابرار کو مار رہے تھے۔

وہ خوفزدہ تھی اور اس کے لیے مسکرانا ممکن تھا۔

بالا نے اس کی خاموشی اور چہرے پر پھیلے خوف کو محسوس کیا۔ اس کی مسکراہٹ دھیرے دھیرے مٹ گئی۔

چلو جلدی سے کھانا کھاؤ۔ اب جھیل پر تو صبح ہی جائیں گے کیونکہ سردار کا کہنا" "ہے کہ تمہاری طبیعت خراب ہو گئی ہے۔

...اس نے کھانے کی تھالی اس کے سامنے لگاتے ہوئے پوچھا، "بولو کچھ

اب کیا منہ میں دہی جما کر بیٹھ گئی ہو؟" وہ اسے خاموش بیٹھے دیکھتا رہا۔ دعام نظریں زمین پر جھکائے بیٹھی تھی، ایک لفظ بھی نہیں بول رہی تھی۔ بالا کافی دیر اسے دیکھتا رہا، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی چھا گئی۔

پھر بالا نے ایک گہری سانس لی اور نرمی سے بولا،

وہ آدمی غلط کام کر رہا تھا دعام، بہت غلط۔" اس کی آواز میں اب ایک عجیب سی ٹھہراؤ تھا،

قبیلے میں بے شک بہت غلط کام ہوتے ہیں، یہاں قتل بھی ایک عام بات ہے،" لیکن زنا ہم کسی کو نہیں کرنے دیتے۔ یہ ہمارے قبیلے کے اصولوں کے خلاف ہے۔"

وہ دعام کے قریب ہوا، اس کی آواز دھیمی ہو گئی "وہ آج رات میں بہت غلط کام کر رہا تھا... وہ کسی عورت کو خرید کر لایا تھا یہاں۔

وہ! ہمارے قبیلے میں حرام گندگی پھیلا رہا تھا! یہ قبیلہ ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کے ساتھ بنا ہے، دعام۔ ہم نے اپنی مائیں، بہنیں آگ میں جلتی ہوئی دیکھی ہیں۔ یہ ان کی قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے یہ قبیلہ! ہم اس قبیلے کو گندا نہیں ہونے دے سکتے۔ بس اسی لیے ہم نے وہ کام کیا جو ضروری تھا۔ میں جانتا ہوں تم خوفزدہ ہو گئی ہو، لیکن میری پیاری بہنا، کچھ معاملات میں دل کو ایک طرف رکھ کر سوچنا پڑتا ہے۔"

اس نے ایک لمحہ دعام کی طرف دیکھا، اسے امید تھی کہ دعام اس کی بات سمجھ جائے گی۔ "تم کھانا کھاؤ۔ ہم صبح جھیل پر چلیں گے۔" بالا نے دیکھا کہ دعام اب بھی ساکت تھی اور اس نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا، تو وہ مزید کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

دعام خاموشی سے بند دروازے کو دیکھتی رہی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، اور بالا کی باتیں اس کے ذہن میں گونج رہی تھیں۔ اسے قبیلے کے اصولوں کی یہ سختی اور بالا کی توجیہات سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔ اسے بس ایک بات معلوم تھی کہ وہ جس بالا کو جانتی تھی، وہ اتنا ظالم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کا خوف کم نہیں ہوا تھا۔

ooooooo

شہر کا سفر رباب کے لیے ایک عجیب تجربہ تھا۔ اکرم نے دکان پر اسے نکاح کا جوڑا پسند کرنے میں مدد کی، مگر رباب کی نظریں بار بار اکرم کے چہرے پر ٹک جاتیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ شخص ایک لمحے میں کتنا مہربان ہو جاتا تھا

اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں ایک ایسی سختی جھلکتی تھی جو اس کی روح تک کو سرد کر دیتی تھی۔ اس کے اندر ایک کشمکش جاری تھی؛ کیا یہ واقعی وہی محبت تھی جس کا اکرم دعویٰ کر رہا تھا، یا یہ سب کچھ اور تھا؟

جوڑے کا وعدہ پورا کرتے ہی اکرم رباب کو لے کر واپس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ مگر اس نے گاڑی گاؤں کے اندر لے جانے کی بجائے، اسے قبیلے کے قریب، ایک نسبتاً سنسان جگہ پر روکی۔ رباب کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، اسے معلوم تھا کہ اب اصل مقصد کی بات ہو گی۔

اکرم نے گاڑی کا انجن بند کیا اور رباب کی طرف مڑا۔ اس کے چہرے پر ایک سنجیدگی تھی جو رباب کو مزید خوفزدہ کر گئی۔ "رباب، اب تمہیں اندر جانا ہے۔" اس نے سیدھے الفاظ میں کہا۔

رباب کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

اندر؟ کہاں؟" اس نے بمشکل پوچھا۔"

قبیلے کے اندر!" اکرم نے وضاحت کی، "تم نے وہاں دعام کو یقین دلانا ہے۔ "

اسے سمجھانا ہے کہ ہم اسے وہاں سے آزاد کرواسکتے ہیں۔ ایک ڈاکو کے ساتھ

اس کی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ ایک ایسے انسان کے ساتھ زندگی نہیں

گزار سکتی جو صرف قتل وغارت اور غیرت کے نام پر خون کے سوا اور کچھ

نہیں کرتا۔" اکرم کی آواز میں ایک ایسی شدت تھی۔

رباب کا رنگ فق ہو گیا۔ اس کی رگوں میں خون جمنے لگا۔ قبیلے کے اندر؟ جہاں

ڈاکو بستے تھے؟ جہاں سردار اور بالا جیسے وحشی لوگ تھے؟ اس نے تو کبھی سوچا

بھی نہیں تھا کہ اسے وہاں جانا پڑے گا۔ خوف سے اس کی جان نکل رہی تھی۔

اس کے ہاتھ پسینے سے بھیگ گئے، اور سانس لینا دشکل ہو گیا۔

میں... میں کیسے...؟"

تمہیں کرنا ہو گا، رباب!" اکرم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، مگر اس کے "

انداز میں نرمی کم اور حکم زیادہ تھا۔ "تم مجھ پر بھروسہ کرتی ہو نا؟ یہ ہمارے

مستقبل کے لیے بہت ضروری ہے۔ دعام کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ وہ

"ایک بے بس لڑکی ہے جو ان ظالموں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہے۔

اور پھر ہمارا مقصد صرف دعام کو بچانا نہیں ہے ہمارا مقصد اس پورے گاؤں

سے ڈاکو کی دہشت کو ختم کرنا ہے۔ اور اگر میں یہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تم

اندازہ نہیں لگا سکتی میری زندگی کس طرح سے بدلے گی اور اگر میری زندگی

بدلے گی تو زندگی تو تمہاری بھی بدلے گی۔ ڈی سی پی کی بیوی کہلاؤ گی تم

۔۔۔۔" وہ جیسے اس کا ڈر ختم کر کے اسے مستقبل کی سنہری خواب دکھا رہا تھا

۔

رباب بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی، بہت زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔ اس کے اندر کا

ہر ریشہ چیخ رہا تھا کہ وہ یہ نہ کرے، مگر اکرم کی باتوں نے، اس کے بھروسے

کے دعووں نے، اور مستقبل کی امید نے اسے مجبور کر دیا۔ وہ کچھ بھی بول نہ

سکی، بس نفی میں سر ہلانے کی ہمت بھی نہ کر پائی۔ اس نے جیسے تقدیر کے

سامنے ہار مان لی ہو۔ اس نے اکرم کے ہاتھ سے ایک چھوٹی سی تھیلی لی، جس میں شاید دعام کے لیے کچھ پیغام یا چیز تھی۔

○○○○○○○

گاڑی سے اترتے ہی رباب نے قدم اٹھائے، اس کے ہر قدم پر زمین کانپ رہی تھی۔ وہ قبیلے کے حدود کی طرف بڑھنے لگی۔ ابھی وہ قبیلے کے قریب ہی پہنچی تھی کہ کسی نے اسے دیکھ لیا۔ وہ جمرو تھا، جو ہمیشہ قبیلے کے اطراف میں نظر رکھے رہتا تھا۔ جمرو نے رباب کو پہچان لیا، وہ سردار کی سالی تھی!

جمرو نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا اور بجلی کی سی تیزی سے بھاگ کر سردار کو خبر دی۔ "سردار! سردار! رباب آئی ہے! وہ باہر قبیلے کے قریب ہے!"

سردار، جو اپنے مخصوص مقام پر دعام کی وجہ سے پریشان بیٹھا تھا، یہ خبر سن کر چونکا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی، ایک ایسی مسکراہٹ جو بظاہر تو خوشی کی تھی مگر اس کے اندر ایک گہری، پُر فریب چالاکی چھپی تھی۔ وہ اپنے منصوبے کی تکمیل کے ایک قدم اور قریب تھا۔

سالی صاحبہ کو عزت سے قبیلے کے اندر لے کر آؤ!" سردار نے حکم دیا، اس کی" آواز میں ایک انوکھی روانی تھی جو اس کی ذو معنی مسکراہٹ کے ساتھ ہم آہنگ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ رباب کا یہاں آنا کسی عام وجہ سے نہیں تھا،

○○○○○○

سردار، دور شاہی پتھر پر بیٹھا، اپنی ذو معنی مسکراہٹ کے ساتھ رباب کو قبیلے کی حدود میں داخل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں ایک فاتحانہ چمک تھی، جیسے وہ کسی شطرنج کی بازی کا اگلا مہرہ چلنے والا ہو۔

جمرو، سردار کا حکم سن کر بجلی کی سی تیزی سے رباب کی طرف بھاگا۔ اس کے چہرے پر عزت اور فرمانبرداری کے تاثرات تھے۔

سردار کی سالی صاحبہ! تشریف رکھیے!" اس نے قبیلے کے بیچوں بیچ ایک" صاف ستھری چارپائی بچھا کر اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔

آپ یہاں بیٹھیں، ہم بھابھی کو بلا کر لاتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ فوراً مڑا اور " دعام کے کمرے کی طرف دوڑ پڑا۔

٥٥٥٥٥٥

اوپر، دعام ابھی بھی اپنے گھٹنوں کے درد اور بالا کی باتوں کے تضاد میں الجھی ہوئی تھی۔ جمرو ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ "بھابھی! نیچے... نیچے آپ کی "!بہن آئی ہے

دعام کو یقین نہیں آیا۔

میری بہن؟" وہ جھٹکے سے اٹھی۔ کئی دنوں سے وہ اپنے گھر والوں سے دور " تھی، اس کی آنکھوں میں ایک امید سی چمکی۔ وہ فوراً جمرو کے ساتھ نیچے آئی، جہاں رباب چارپائی کے قریب کھڑی تھی۔

رباب نے دعام کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ اپنی باہیں پھیلائیں اور دعام کو اپنے سینے سے لگالیا۔ دعام بھی رباب سے مل کر بہت خوش تھی،

جمرو دونوں کو آپس میں لپٹے دیکھ کر مسکرایا۔

بھابھی، آپ اپنی بہن سے باتیں کریں۔ میں ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ فوراً وہاں سے نکل گیا۔ دعام نے ایک نظر دور پتھر پر بیٹھے سردار کو دیکھا، جو ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا، اور ہلکا سا مسکرا دی۔ پھر وہ رباب کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئی۔

دیکھو دعام بظاہر میں تمہیں اپنی منگنی کی خوشخبری دینے کے لیے آئی ہوں، "" رباب نے دھیمی، سرگوشی جیسی آواز میں بات شروع کی، تاکہ کوئی اور نہ سن سکے۔ اس نے دعام کا ہاتھ تھاما۔

لیکن درحقیقت، میں تمہیں یہ بتانے کے لیے آئی ہوں کہ تم خود کو اکیلے " مت سمجھنا۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم اس ڈاکوؤں کے پورے گروہ کو جلد ہی منظر عام پر لے آئیں گے۔

یہ سب لوگ پکڑے جائیں گے۔ تمہیں آزادی ملے گی، اور... اور اس کے لیے تمہیں ہماری مدد ..."

"رباب باجی!" دعام نے اسے بات کاٹنے پر مجبور کیا، اس کی آواز میں ایک عجیب سی سختی تھی۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ میں تو۔۔۔"

"دعام! میری بات سنو!" رباب نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی، اس کا لہجہ اب پر عزم تھا۔ "میں جانتی ہوں یہ لوگ تم پر یقیناً بہت ظلم کرتے ہوں گے، یہ بہت ظالم لوگ ہیں۔ قتل و غارت اور غیرت کے نام پر خون کرنا ان کے لیے بہت معمولی سی بات ہے۔ میں جانتی ہوں تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ ایک ڈاکو کے ساتھ تمہاری کوئی زندگی نہیں ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، میں تمہیں بچاؤں گی، تمہیں یہاں سے نکلواؤں گی! یہ ڈاکو تمہیں طلاق دے گا اور۔۔۔"

"چپ ہو جائیں، رباب باجی!" دعام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے رباب کا ہاتھ جھٹک دیا، اس کی آواز میں اب غصہ اور چڑچڑاپن تھا۔

آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں یہاں بہت خوش ہوں! میرا شوہر بہت اچھا ہے اور مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ یہاں کے سارے لوگ میرے اپنے ہیں۔ اور میں یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہتی! اور بہتر ہو گا کہ آپ بھی دوبارہ یہاں نہ آئیں۔ آپ لوگ اپنی زندگی کی خاطر مجھے چھوڑ چکے ہیں، تو اب یہ ہمدردی کے دکھاوے کرنے کیوں آئے ہیں آپ لوگ؟"

دعام غصے سے کپکپا رہی تھی۔ اس نے رباب کو دوسری دفعہ دیکھے بغیر چارپائی سے اٹھی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی، اس کا دل اس دکھاوے اور جھوٹ سے پھٹنے کو تیار تھا۔

رباب حیرت زدہ رہ گئی۔ دعام کا یہ رد عمل اس کے لیے غیر متوقع تھا۔ اس نے ایک سرد سی نگاہ دور پتھر پر بیٹھے سردار کی طرف ڈالی، جو اب مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک گہری چالاکی اور اطمینان تھا، جیسے اس نے ایک اور بازی جیت لی ہو۔

جمرو! سالی صاحبہ کو قبیلے کے باہر چھوڑ کے آؤ تحفظ سے۔انسپیکٹر صاحب" انتظار کر رہے ہوں گے۔۔" دلدار نے بھرپور انگڑائی لیتے ہوئے پتھر سے نیچے چھلانگ لگائی اور اطمینان سے اوپر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔رباب کی کوشش ناکام ہو چکی تھی۔

○○○○○○

دعام اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی تھی، رباب کی تلخ باتوں اور اپنے دل میں اٹھنے والے تضادات نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔اسے ابھی بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کے اپنے خاندان نے اسے کیوں چھوڑ دیا تھا، اور اب یہ دکھاوے کی ہمدردی کیوں؟ وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ دروازہ کھلا اور سردار اندر آیا۔

میرا مٹھا سائیں! میری بہادر چوزی!" سردار کی آواز کمرے میں گونجی۔اس" کے لہجے میں وہی رعب تھا، مگر اب اس میں ایک خاص اپنائیت اور نرمی بھی تھی۔

"!میرا سوہنا مکھڑا، تیار ہو جاؤ"

دعام نے چونک کر سردار کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی رباب کے الفاظ کی گونج تھی۔ وہ چُپ چاپ بیٹھی رہی، کچھ بھی نہ بولی۔ سردار نے اس کی خاموشی اور چہرے پر چھائی اداسی کو بھانپ لیا۔ وہ جانتا تھا کہ رباب کی باتوں نے اسے تکلیف پہنچائی ہے۔

سردار مسکرایا، ایک ایسی مسکراہٹ جو اس کے چہرے پر کم ہی آتی تھی۔

"آج ہم دونوں ڈنر ڈیٹ پر جائیں گے!"

دعام نے حیرت سے سردار کی طرف دیکھا۔ "ڈیٹ؟" اس نے بمشکل پوچھا۔ یہ لفظ اس نے صرف فلموں میں سنا تھا۔

"ہاں، ڈیٹ!" سردار نے سر ہلایا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"جیسے انگریز لوگ ڈیٹیں مارتے ہیں نا، اسی طرح ہم جھیل کنارے ڈنر کریں گے۔ میں نے بالا سے سارا انتظام کروایا ہے۔" اس نے دعام کے قریب آ کر اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ اور ہاں، لال رنگ کا لباس پہننا۔ تم اس رنگ میں بہت پیاری لگتی ہو۔"

سردار نے رباب کے بارے میں کوئی بات نہیں کی، جیسے اس کا ذکر ہی نہ ہو۔ اس نے صرف دعام کو خوش کرنے پر توجہ دی۔ دعام، جس کو رباب کی باتوں نے بہت بے سکون کر دیا تھا، اس وقت بس سکون چاہتی تھی۔ سردار کی یہ چھوٹی چھوٹی کوششیں اسے عجیب سا اطمینان دے رہی تھیں۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور الماری سے لال رنگ کا خوبصورت لباس نکالتے ہوئے تیاری کرنے لگی۔ اسے یہ چھوٹی چھوٹی کوششیں بہت اچھی لگتی تھیں، یہ احساس کہ کوئی اسے خوش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے دل میں سردار کے لیے بہت خاص مقام بنا رہا تھا۔

ooooooo

جھیل کے کنارے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، آسمان پر ستارے چمک رہے تھے اور چاند کی ہلکی روشنی پانی کی سطح پر رقص کر رہی تھی۔ یہ منظر کسی خواب سے

کم نہیں تھا۔ سردار نے بالا سے خاص طور پر جھیل کنارے ڈنر کا انتظام کروایا تھا۔ ایک بڑے سے پتھر کے قریب رنگین قمقمے لگائے گئے تھے جو مدھم روشنی بکھیر رہے تھے، اور درمیان میں ایک خوبصورت دستر خوان بچھا ہوا تھا۔

دستر خوان پر دعام کی پسند کی تمام چیزیں موجود تھیں۔

میٹھے پھل، مختلف قسم کی روٹیاں، تازہ سبزیاں، اور کئی طرح کے سالن۔ سردار کو اچھی طرح معلوم تھا کہ دعام گوشت نہیں کھاتی تھی، اس لیے اس بات کا خاص دھیان رکھا گیا تھا کہ دستر خوان پر گوشت سے بنی کوئی چیز نہ ہو۔ یہ چھوٹی سی بات دعام کے دل کو چھو گئی۔ اسے اچھا لگتا تھا کہ سردار اس کی پسند ناپسند کا اتنا خیال رکھتا ہے۔

دعام لال رنگ کے لباس میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی، اس کا چہرہ چاند کی روشنی میں دمک رہا تھا۔ وہ سردار کے ساتھ پتھر پر بیٹھی، جہاں سے جھیل کا دلکش منظر نظر آرہا تھا۔ سردار نے اسے اپنے قریب بٹھایا، اس کی آنکھوں

میں ایک عجیب سی چمک تھی، جو اس کے اندر کے وحشی ڈاکو سے کہیں مختلف تھی۔

کیسا لگا میرا سرپرائز، میرا سوہنا مکھڑا؟" سردار نے دھیمی آواز میں پوچھا۔"

دعام نے سردار کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

ڈاکو جی، بتا کر سرپرائز نہیں ہوتا اپ نے مجھے کمرے میں بتا دیا تھا کہ یہاں کیا" ہونے والا ہے اس نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کی تھی۔

اوہو یہ تو میں نے تم پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ڈیٹ مارنے آیا ہوں۔ چلو اگلی دفعہ بتائیں بغیر لے کر آؤں گا، لیکن یہ تو کہ یہ سب تمہیں کیسا لگا۔

بہت اچھا ہے۔" اس نے شرماتے ہوئے کہا۔ اسے سردار کی یہ چھوٹی چھوٹی ... کوششیں بہت اچھی لگتی تھیں، یہ احساس کہ وہ اسے خوش کرنے کے لیے اتنا کچھ کرتا ہے۔ یہ سب رباب کی باتوں کے بعد اسے کچھ سکون دے رہا تھا۔

دونوں نے خاموشی سے کھانا کھایا، جھیل کی پرسکون فضا میں ستاروں کی چمک اور چاند کی نرم روشنی میں یہ ڈنر ایک انوکھا تجربہ تھا۔ سردار نے اسے پیار سے لقمے کھلائے، اس کی ہر ادا میں وہ اپنائیت تھی جو شاید ہی اس کے ڈاکوانہ روپ میں کوئی دیکھ پاتا۔ دعام نے محسوس کیا کہ یہ وہ لمحات تھے جب وہ اس ڈاکو سردار کے ساتھ بھی محفوظ اور خوش محسوس کرتی تھی۔ یہ اس کی زندگی کا ایک ایسا تضاد تھا جسے وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

oooooo

دعام جھیل کے کنارے سردار کے پہلو میں بیٹھی تھی، جہاں ستاروں بھری رات اور چاند کی نرم روشنی پانی پر جھلملا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک حسرت تھی، ایک ایسی خواہش جو اس کے دل میں مدت سے پنپ رہی تھی۔

ڈاکو جی، آپ نے غلط جگہ پر کمرہ بنوایا ہے۔"اس نے سردار کی طرف دیکھتے" ہوئے، ایک پیار بھری شکایت کی،

آپ کو یہاں اس مقام پر کمرہ بنوانا چاہیے تھا! ہم یہاں جھیل کنارے رہتے،" کتنا اچھا لگتا نا سب کچھ ؟

اس کی آواز میں معصومیت اور ایک انوکھی حسرت تھی۔ اسے معلوم نہیں " تھا کہ وہ جس شخص سے بات کر رہی تھی وہ اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔

وہ جیسے سارے دن کی باتیں بھول چکی تھی۔ رباب کا آنا، اس کی تلخ باتیں، بالا کی وضاحتیں سب کچھ اس خوبصورت ماحول میں دھندلا چکا تھا۔ وہ ایک دم تروتازہ محسوس کر رہی تھی۔ اس نے ایک لمبی سانس لی اور اٹھنے لگی۔" چلیں اب اس خوبصورت جگہ کو چھوڑ کر واپس اسی پہاڑ پر چلتے ہیں، کل پھر آئیں گے یہاں۔۔۔!"اس کے لہجے میں ایک معصوم مایوسی تھی۔

سردار نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی، جو اس کے سخت چہرے کو نرم بنا رہی تھی۔ اس نے پیار سے دعام کا ہاتھ " تھاما اور اسے دوبارہ اپنے قریب بٹھایا۔

میرا معصوم سائیں، اگر یہاں رہنا چاہے تو کیا سردار یہ چھوٹی سی خواہش پوری نہیں کر سکتا؟" اس کی آواز میں ایسا پیار تھا جو دعام کے دل میں اتر گیا۔

دعام نے حیرت سے سردار کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ہزاروں سوالات تھے۔

رہنا؟ یہاں؟

سردار نے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بنے ایک بڑے سے خیمے (ٹینٹ) کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ٹینٹ جھیل کے بالکل قریب نصب کیا گیا تھا، قمقموں کی مدھم روشنی میں چمک رہا تھا۔

ڈیٹ مارنے کے بارے میں بتایا تھانا؟ یہ تو تمہارے لیے سرپرائز ہو گا!" اس" نے شرارت سے کہا۔

دعام کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی ایک ساتھ ناچنے لگی۔ وہ ایک لمحے کو ساکت ہوئی، پھر کھکھلا کر ہنسی۔ اس کی ہنسی کی آواز جھیل کے پانی میں گونجی، اور سردار کے دل میں اترتی چلی گئی۔ اس کی یہ ہنسی سردار کے لیے دنیا کی سب سے خوبصورت آواز تھی۔

اس کا مطلب ہے ہم نہیں جا رہے؟ ہم یہیں رکیں گے رات کو؟" دعام کی" آواز خوشی سے چہک رہی تھی، جیسے کوئی ننھا پرندہ پہلی بار اڑا ہو۔

سردار، دعام کی اس بے ساختہ خوشی پر اپنا آپ ہار بیٹھا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا، ایک ایسی ہنسی جو اس کی روح سے نکلی تھی۔ اس نے اپنے بازو پھیلائے، اور دعام اگلے ہی لمحے چہکتے ہوئے اس کے سینے سے لگ گئی۔ سردار نے اسے اپنی باہوں میں مضبوطی سے بھر لیا، جیسے وہ اسے دنیا کی ہر آفت سے بچانا چاہتا ہو۔

دعام کا نرم و نازک وجود اس کے طاقتور بازوؤں میں محفوظ محسوس کر رہا تھا۔

اس نے اپنا چہرہ سردار کے سینے میں چھپایا، اور سردار نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں، ایک گہرا سکون دونوں پر چھا گیا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ باہر کی دنیا میں کیا چل رہا ہے، اس لمحے ان دونوں کی دنیا صرف یہ جھیل کنارہ اور ایک دوسرے کا ساتھ تھا۔ محبت کا ایک نیا رنگ ان کے رشتے میں گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

○○○○○○○○

دلدار کے مضبوط بازوؤں میں سمٹی، دعام نے ایک ایسا سکون محسوس کیا جو اسے اس دنیا میں آنے کے بعد ہی ملا تھا۔ اس کی دھڑکنیں دلدار کے سینے سے ٹکرا رہی تھیں، ایک آرام دہ تال جو اس کے اندر کے شور کو خاموش کر رہی تھی۔ اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا، آنکھیں دلدار کی آنکھوں میں ڈوب گئیں۔

اس ہلکی روشنی میں، اس کی آنکھیں، جو عام طور پر سخت اور حکم چلانے والی ہوتی تھیں، اب پیار اور نرمی سے چمک رہی تھیں۔

میری بہادر چوزی، "دلدار نے نرمی سے کہا، اس کی آواز ایسی تھی جیسے ریشم پر شبنم گر رہی ہو۔ اس نے آہستہ سے دعام کے گال کو چھوا، اس کی انگلی کا لمس دعام کی رگوں میں بجلی بن کر دوڑا۔ "میرا یہ دل بس تم پر ہی ٹھہر گیا ہے، "میرا سوہنا مکھڑا۔

دعام نے اپنا نازک ہاتھ دلدار کے ہاتھ پر رکھا، اس کی انگلیوں نے اس کی سخت انگلیوں کو تھام لیا۔ یہ ایک خاموش وعدہ تھا، ایک ایسا رشتہ جو ان کے درمیان بن چکا تھا، اتنا سچا اور پیارا کہ اس پر یقین کرنا مشکل تھا۔ وہ اب بھی اسے "ڈاکو جی" کہتی تھی، ایک شرارت بھرا نام جو اس کے سخت پن کی یاد دلاتا تھا، لیکن اس لمحے، وہ صرف دلدار تھا، وہ شخص جس نے اسے اپنی سانسوں سے زیادہ عزیز بنا لیا تھا۔

دلدار آہستہ سے دعام کے قریب آیا، اس کی گرم سانسیں دعام کے ہونٹوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ دنیا خیمے کے باہر کہیں غائب ہو چکی تھی، بس وہ دونوں تھے، اس پیار بھرے لمحے میں قید۔ اس کی نظریں دعام کے ہونٹوں پر ایک

لمحے کو ٹھہریں، پھر اس نے آہستہ سے اپنے ہونٹ دعام کے ہونٹوں پر رکھ دیے۔

یہ بوسہ بہت نرم تھا، جیسے کوئی پہلی بار کسی پھول کو چھو رہا ہو۔ یہ صرف ہونٹوں کا ملنا نہیں تھا، یہ روحوں کا ملاپ تھا۔ دعام کی آنکھیں آہستہ سے بند ہو گئیں، اور وہ مزید اس کے بازوؤں میں سمٹ گئی، اس کا جسم خود بخود اس کی محبت کی طرف کھنچ رہا تھا۔ جیسے جیسے یہ لمحہ گہرا ہوتا گیا، بوسہ پرجوش ہوتا گیا، یہ ان بے پناہ جذبوں کا اظہار تھا جو ان کے دلوں میں پروان چڑھ رہے تھے۔ یہ ایک ایسا بوسہ تھا جو چاہت کی کہانی کہہ رہا تھا، ایک ایسے رشتے کی جو انوکھی صورتحال میں بنا تھا، اور آنے والے لمحوں کا ایک میٹھا وعدہ تھا۔

جب ان کے ہونٹ الگ ہوئے، تو دونوں کی سانسیں تیز تھیں، ان کی پیشانیاں ایک دوسرے سے لگی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان کی فضا ان کہی باتوں اور گہری قربت سے بھری ہوئی تھی۔ دعام کا ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا، اس کا انگوٹھا آہستہ سے اس کی کھردری جلد پر پھر رہا تھا۔

دلدار کی نظریں دعام کے چہرے پر گھومیں، اس کی آنکھوں میں ایک ایسا پیار تھا جو صرف اسی کا تھا۔ "آج سے یہ جھیل کنارا بس ہمارا ہے، میرا مٹھا سائیں۔ ہماری محبت کا ٹھکانہ۔" اس کے الفاظ ایک خاموش عہد تھے، اس خاص جگہ اور اس کے ساتھ اس کے رشتے کا اعلان۔

دعام مسکرائی، ایک سچی اور روشن مسکراہٹ جو اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ "ہمارا،" اس نے سرگوشی کی، یہ لفظ اس کے لیے سچائی اور اپنے پن کا احساس لیے ہوئے تھا۔ ڈاکو کے ٹھکانے کے بیچ میں، ایک پرسکون جھیل کے کنارے، ایک نازک محبت پروان چڑھ رہی تھی، جو ان کی انوکھی دنیا کو غیر متوقع قربت اور گہرے، لازوال پیار کے رنگوں سے رنگ رہی تھی۔ یہ رات ان کی تھی، ایک ایسے رشتے کا خاموش ثبوت جو دنیا کی توقعات سے کہیں بڑھ کر تھا اور سب سے غیر متوقع جگہوں پر پھل پھول رہا تھا۔

○○○○○○○

صبح کی پہلی کرنیں کمرے کے اندر جھانک رہی تھیں، جو رات بھر کی قربتوں کے بعد ایک نئی کہانی کا آغاز کر رہی تھیں۔ دعام کی آنکھ کھلی تو سردار شیشے کے سامنے کھڑا تھا، اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی تھی۔

جاگ گیا میرا مٹھا سائیں، نقشہ کدھر رکھا ہے تم نے؟" اس کی آواز میں وہی" اپنائیت تھی، مگر سوال اہم تھا۔

دعام نے کروٹ بدلی، آنکھوں کو بند رکھتے ہوئے نیند بھرے لہجے میں بولی،

یہی کہیں پر پڑا ہو گا، ڈھونڈ لیں۔" وہ خوبصورت شب کے بعد گہری نیند میں" تھی اور مزید سونے کو ترجیح دے رہی تھی۔

سردار اس کے قریب آیا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا،

جب کل تمہاری بہن آئی تھی تب تم وہاں باہر بیٹھی تھی نا، چادر پر۔۔۔؟"""

سردار نے شاید اسے نیچے سے کمرے کے باہر، اس کی پسندیدہ جگہ پر، چادر بچھا

کر بیٹھے دیکھا تھا۔ جہاں وہ اکثر دل بہلانے بیٹھ جاتی تھی۔ وہیں اس نے اسے نقشہ پر جھکے دیکھا تھا۔

دعام نے سستی سے ہلکا سا جواب دیا،

ہاں نا، وہیں پر بیٹھی تھی میں۔ وہیں پر جا کر دیکھیں۔ وہ کل رباب باجی نے " اتنی الٹی سیدھی باتیں کر دیں، پھر میرے ذہن سے ہی نکل گیا، میں کمرے میں آ گئی تھی!" وہ دوبارہ آنکھیں بند کر چکی تھی۔ رات جھیل کنارے کی اس خوبصورت شب نے ان دونوں کی نیند کو بری طرح سے متاثر کیا تھا۔

سردار تو صبح جاگ گیا تھا، لیکن دعام روم میں آنے کے بعد صرف نماز پڑھنے تک ہی جاگی رہی تھی۔

سردار نے دعام کی بات سنی اور کمرے سے باہر آ کر نقشہ ڈھونڈنا شروع کیا۔ اس نے ہر ممکن جگہ دیکھی لیکن نقشہ نہ مل سکا۔ پریشان ہو کر وہ دوبارہ کمرے میں آیا۔

میرا سوہنا مکھڑا، نقشہ کہیں نہیں ہے!" اس نے دعام کو بتایا۔"

دعام نے آنکھیں کھولے بغیر نرمی سے کہا،

ڈاکو جی، مجھے تھوڑی دیر سونے دیں۔ پھر میں اٹھ کر ڈھونڈ دوں گی۔" اس کی" معصومانہ نیند بھری آواز سن کر سردار کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

اسے اس کی معصومیت بھر آواز بہت پسند تھی۔ وہ اسے پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہلکے سے مسکراتے ہوئے باہر آ گیا تاکہ پھر سے نقشہ ڈھونڈ سکے۔

باہر آکر اس نے بالا کو بلایا۔

بالا! جا کر قبیلے کا کونا کونا چھان مارو، لگتا ہے ہوا سے نقشہ کہیں اڑ گیا ہے۔ دعام"
"یہاں باہر رکھ کر بھول گئی تھی۔

سردار نے سرسری سے انداز میں بتایا، جیسے نقشہ گم ہونا کوئی بڑی بات نہ ہو۔

بالا نے ایک نظر سردار کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔ نقشے کا گم ہونا کوئی عام بات نہیں تھی، خاص طور پر اس قسم کے قبیلے میں جہاں ہر چیز کا حساب ہوتا تھا۔

لیکن سردار زیادہ اثر نہیں لے رہا تھا، اس لیے بالا نے بھی زیادہ سوال نہیں کیے۔ اس نے ناشتے کی ٹرے سردار کے حوالے کی اور نیچے آتے ہوئے وہ سب قبیلے والوں کو نقشہ ڈھونڈنے پر لگا دیا۔ ہر کوئی حیران تھا کہ آخر نقشہ کہاں جا سکتا ہے۔

پچھلے تین گھنٹوں سے، ہر ممکن کوشش کے باوجود بھی انہیں نقشہ نہ مل سکا۔ سورج سر پر آ چکا تھا، اور تپش بڑھ رہی تھی۔ قبیلے کے لوگ مٹی کے پتھریلے راستوں پر نقشہ تلاش کر رہے تھے،

لیکن کامیابی نہیں مل رہی تھی۔ سردار کی بے فکری کے باوجود، بالا کے دل میں ایک عجیب سی کھٹک تھی۔ یہ نقشہ محض ایک کاغذ کا ٹکڑا نہیں تھا،

یہ قبیلے کے رازوں اور منصوبوں کا حامل تھا، اور اس کا گم ہونا کسی بڑے خطرے کی علامت ہو سکتا تھا۔ کہیں رباب کے آنے کا اس سے کوئی تعلق تو نہیں؟ یہ سوچ بالا کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

ooooooo

رباب کل سے ہی بہت پریشان تھی۔ دعام کا ردِ عمل اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ جب وہ قبیلے سے نکل کر واپس گاڑی میں آئی تو اکرم حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر سوال تھے، اور آنکھوں میں بے چینی۔ رباب نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ دعام وہاں ایڈجسٹ ہو چکی ہے۔

اس نے لرزتی آواز میں کہا، کہ دعام اپنی زندگی میں خوش ہے، اور اس لیے بہتر ہو گا کہ اسے ان سب چیزوں میں شامل کرنے کی بجائے کوئی اور راستہ نکالا جائے۔

یہ سننے کی دیر تھی کہ اکرم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

تم! تم اتنا سا چھوٹا سا کام نہیں کر سکی؟" اس کی آواز اتنی تیز تھی کہ رباب ہکا"
بکا رہ گئی۔

اس طرح تو ساری زندگی کنواری بیٹھی رہو گی! کبھی کچھ نہیں کر پائیں گے"
ہم!" اکرم پر نجانے کیا پاگل پن سوار تھا، وہ کسی چیز کا لحاظ نہیں کر رہا تھا۔ اس
نے غصے میں کہا، "ایک بات یاد رکھو! اگر سردار نہیں پکڑا گیا تو میں شادی نہیں
"!کروں گا

رباب اکرم کا یہ روپ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا
کہ وہ اتنا سخت اور بے رحم ہو سکتا ہے۔

اس کے الفاظ تیروں کی طرح رباب کے دل میں پیوست ہو گئے تھے۔

اکرم نے اسے گھر پر چھوڑا اور غائب ہو گیا۔ پوری رات اس نے رباب کو فون نہیں کیا، جیسے اسے اس کی پرواہ ہی نہ ہو۔ ان ساری باتوں نے رباب کو بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا۔

اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی اور وہ ساری رات اکرم کے رویے اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتی رہی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

ooooooo

صبح کا وقت تھا، اور قبیلے میں ہر کوئی اپنے کام میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ ڈاکو اپنی اپنی جگہوں پر، کچھ ہتھیار صاف کر رہے تھے، کچھ اپنے گھوڑوں کی دیکھ بھال میں لگے تھے، اور کچھ آپس میں گپ شپ کر رہے تھے۔ اسی دوران، دعام کمرے سے باہر نکل کر نیچے کی طرف ائی اس کی نظریں سردار کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

جیسے ہی اس نے سردار کو پہاڑ سے نیچے اترتے دیکھا، وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئی اور اس کا بازو تھام لیا۔

ڈاکو جی! میں آپ کو کب سے ڈھونڈ رہی تھی!" اس کے چہرے پر ایک چمک" تھی، اور باتوں میں خوشی۔

سردار ہلکا سا مسکرایا۔ اس نے پیار سے دعام کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اس کے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔ اس کی آنکھوں میں محبت اور شرارت دونوں تھی۔

ڈاکو جی! مجھے میرا نقشہ واپس کریں! آدھا قبیلہ یاد کر لیا تھا میں نے، آج میں" اور جمرو بھیا اس سائیڈ پہ جائیں گے!" دعام نے خوشی سے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے اسے بتایا، جیسے اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

سردار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔

نقشہ تو تمہارے پاس ہے! مجھے تو ملا ہی نہیں!" اس نے نرمی سے کہا،"

حالانکہ اس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اور سارا قبیلہ صبح سے نقشہ تلاش کر

رہے ہیں۔

دعام نے سردار کی بات سن کر حیرانی سے سر اٹھایا۔

میرے پاس کدھر ہے؟ میں نے صبح آپ کو بتایا تھا نا کہ کمرے کے باہر جا کر"

دیکھیں جہاں چادر بچھائی ہوئی تھی میں نے، وہیں پر پڑا تھا! مجھے میرا کیچر ادھر

سے ہی ملا۔

مجھے پتہ ہے آپ کے پاس ہے، جلدی سے واپس کریں!"اس کی آواز میں

معصومانہ ضد تھی۔

سردار نے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں میرا معصوم"

میرے پاس نہیں ہے۔مجھے ملا ہی نہیں! میں تو تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا

"!کہ کب تم جاگو گی اور مجھے بتاؤ گی کہ نقشہ کدھر ہے

مجھے تو نہیں پتا، وہیں اوپر ہو گا، میں ڈھونڈتی ہوں!" دعام یہ کہہ کر واپس اوپر "
جانے لگی تو سردار نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

وہ اوپر ہر جگہ ڈھونڈ چکا تھا، یہاں تک کہ اپنے کمرے کی تلاشی بھی لے چکا تھا،
نقشہ کہیں نہیں تھا۔

وہاں تو نہیں ہے،" سردار نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا،"

یاد کرو، ہو سکتا ہے تم نے کہیں اور رکھا ہو۔ کل تم جھیل پر گئی تھی نا، تو ہو سکتا"
"ہے ساتھ لے کر گئی ہو؟

نہیں تو! وہاں تو لے کر نہیں گئی تھی! اس وقت تو مجھے نقشہ یاد ہی نہیں رہا"
تھا۔" دعام نے زور دے کر کہا۔

رباب باجی کے آنے سے پہلے میرے پاس تھا۔ جب جمرو بھیا آئے تھے تب"
بھی میرے پاس تھا۔ میں وہی نقشہ دیکھ رہی تھی جب جمرو بھیا نے آ کر مجھے

رباب باجی کے بارے میں بتایا تھا۔ میں نے نقشہ فولڈ کر کے واپس اس کے کور میں ڈالا تھا اور پھر میں نیچے آ گئی تھی۔"

وہ ایک لمحے کو رکی، پھر معصومانہ غصے سے بولی،

"اور پھر صبح آپ نے پوچھ کر اٹھا لیا اور اب مجھے نہیں دے رہے تاکہ میں پورا قبیلہ نہ یاد کر سکوں!" اس کی بات میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس کا ذہن اچھا ہونے کی وجہ سے وہ تین چار دن میں ہی آدھا قبیلہ یاد کر چکی تھی۔

سردار اس کی معصوم باتوں پر ہلکا سا مسکرایا۔ "میرا سوہنا مکھڑا، میرا سجن سائیں! میں ایسا کیوں کروں گا؟ سچ کہہ رہا ہوں، نقشہ میرے پاس نہیں ہے۔" وہ پیار سے اسے سمجھانے لگا، جب کہ دعام نفی میں گردن ہلا گئی۔

"میں جانتی ہوں آپ نہیں چاہتے کہ میں جمرو بھیا کے ساتھ پورا قبیلہ دیکھوں! آپ کو ہر جگہ میرے ساتھ جانا ہے تاکہ آپ گندی گندی حرکتیں کر سکیں اور وہ سب کچھ کر سکیں جو الاؤ نہیں ہے!" دعام کا معصومانہ غصہ بڑھ چکا تھا۔ "لیکن

میں بھی آپ کو بتا رہی ہوں، بے شک اپنا نقشہ اپنے پاس سنبھال کر رکھیں، لیکن جاؤں گی تو میں ہر جگہ بالا اور جمرو بھیا کے ساتھ ہی!"

وہ منہ بسور کر کہتی، پیر پٹکتی ہوئی جمرو کی طرف چلی گئی،

جسے سردار نے نقشہ ڈھونڈنے پر لگایا ہوا تھا۔ سردار ہلکا سا مسکرایا، اسے دعام کی یہ معصوم ضد بہت اچھی لگتی تھی۔

وہ دوبارہ اپنے کام پر لگ گیا، لیکن اس کے ذہن میں نقشے کی گمشدگی اور دعام کی باتیں گونج رہی تھیں۔ اسے اب بھی یقین نہیں تھا کہ نقشہ کہاں گیا ہو گا۔

○○○○○○

کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیے، رباب بیڈ پر ایک بڑا سا کاغذ کا رول پھیلائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے تاثرات تھے۔

وہ ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے اتنا تو سمجھ آ گیا تھا کہ وہ اندر کہاں سے گئی تھی۔ جمرو نے اسے بیچ میدان میں ایک چارپائی بچھا کر بٹھایا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ ہر چیز کو دیکھ رہی تھی، لیکن اس نے نوٹ کیا تھا کہ میدان بہت چھوٹی سی جگہ تھی اور قبیلہ بہت بڑا تھا۔ راستے عجیب طرح کے تھے، کچھ چیزیں سمجھ آ رہی تھیں، کچھ نہیں۔

نقشہ کافی جدید زمانے کا تھا۔ ہر چیز کافی صاف اور واضح تھی۔ لیکن پھر بھی رباب اس جگہ گئی ہوئی نہیں تھی،

اس نے ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں رکھا تھا، اسی لیے سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کون سی جگہ کس طرف جاتی ہے۔ اسے صرف میدان سمجھ میں آ رہا تھا یا وہ سامنے والی پہاڑی جہاں سے اتر کر دعام اسے ملنے آئی تھی۔

کیا بات ہے! یہ تو کافی مزیدار چیز لگ رہی ہے!" رباب زیرِ لب بڑبڑائی۔ "

وہ ہر چیز پر نظر گھماتی، دعام کی معصوم بے وقوفی پر ہلکا سا ہنسی تھی۔

اسے یاد آیا کہ جب دعام اس سے ملنے نیچے آئی تھی، تب اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی پلاسٹک کا کور پیپر ہے، لیکن دعام نے جس

طرح احتیاط سے اسے اپنی سائیڈ پر رکھا تھا، رباب سمجھ گئی تھی کہ وہ کوئی عام چیز نہیں ہے۔

اور پھر، دعام کبھی اس رول کو اٹھا کر ایک طرف رکھتی، کبھی دوسری طرف رکھتی۔ اس سے بات کرتے ہوئے دعام مسلسل اس رول کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

پھر اچانک اس کی بات پر دعام کو غصہ آگیا تو وہ غصے سے وہاں سے چلی گئی تھی اور جاتے جاتے یہ کور لے جانا بھول گئی تھی۔ رباب نے بڑی احتیاط سے اپنے دوپٹے سے اس کور پر پردہ ڈالا تھا اور پھر وہاں سے نکل آئی تھی۔ اس کا ارادہ سمجھنے کا تھا کہ وہ کیا ہے، وہ گاڑی میں ویسے بھی اکرم کو نہیں بتانے والی تھی۔ کیونکہ اسے لگا نہیں تھا کہ یہ اکرم کے کام کی کوئی چیز ہو گی۔

لیکن دعام اس چیز کو اتنا زیادہ اہمیت دے رہی تھی، اسی لیے اس نے خاموشی سے اسے چوری کر لیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اب اس چیز کے بارے میں سمجھ کر اکرم کو اطلاع دے، لیکن اکرم کا رویہ اتنا خوفناک تھا کہ وہ چاہ کر بھی اسے کچھ

نہیں بتا پائی تھی۔ اور اب، بستر پر ایک بڑا سا قبیلہ پوری طرح اس کے سامنے عیاں تھا۔

کتنی آسانی سے اکرم کہہ رہا تھا کہ اگر سردار نہیں پکڑا گیا تو شادی نہیں ہو گی!" رباب کے دماغ میں اکرم کے الفاظ گونجنے لگے۔

کیا وہ مجھے صرف سردار کو پکڑنے کے لیے ہی محبت کا جھانسا دے رہا تھا؟" وہ پاگل نہیں تھی کہ اکرم کی اندرونی کیفیت سمجھ نہ پاتی۔ وہ لہجے اور نظروں کو خوب سمجھتی تھی، اور اکرم کے انداز سے بھی وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ صرف محبت کا کھیل نہیں ہے، بلکہ وہ اسے استعمال کر کے سردار تک پہنچنا چاہتا ہے۔

رباب کے دماغ میں اکرم کا وہ غضب ناک لہجہ گونج رہا تھا، اور ساتھ ہی سمیرہ کی باتیں بھی گھوم رہی تھیں کہ

دس سال تک وہ کنواری بیٹھی رہے گی جب تک سردار نہیں پکڑا جاتا۔"""

سردار پکڑا جائے یا نہ پکڑا جائے، لیکن کنواری بیٹھنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

یہ سچ تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اکرم اب اس کے دل میں گھر کر چکا تھا۔

وہ اکرم کو پسند کرنے لگی تھی۔ آج تک اس نے کسی کو اپنے دل میں نہیں بسایا تھا، لیکن اکرم وہ واحد انسان تھا جو پہلی ہی دفعہ اس کے دل پر دستک دے چکا تھا۔

اب وہ جیسا بھی تھا، جو بھی تھا، وہ اسے چھوڑنے والی ہر گز نہیں تھی۔ رباب نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ کھیل شروع اکرم نے کیا تھا، لیکن ختم رباب نے کرنا تھا۔ جتنا کچا کھلاڑی اکرم رباب کو اس کھیل کا سمجھ رہا تھا، اتنی وہ تھی نہیں۔ رباب کے چہرے پر ایک نئی چمک تھی، ایک عزم جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

ooooooo

دعام نے سچ میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے ہو چکے تھے، وہ ہر کونے میں، ہر چیز کے نیچے نقشہ ڈھونڈ رہی تھی، لیکن وہ کہیں نہیں مل رہا تھا۔

اس کا دماغ ایسا گھوم چکا تھا کہ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس نے نقشہ رکھا کہاں ہے۔ بس اتنا ہی یاد آ رہا تھا کہ جب رباب آئی تھی تو وہ نقشے میں ہی گم تھی، پھر اس نے نقشے کو پیک کیا تھا

یہ بات اس کے ذہن سے بالکل نکل چکی تھی کہ وہ اسے نیچے لے کر آئی تھی یا نہیں آئی تھی۔

اتنی اداس، اور پریشان وہ کبھی نہیں رہی تھی، لیکن رباب کی باتوں نے اس کا دماغ گھمایا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا تھا، اسے صحیح سے یاد نہیں تھا۔ لیکن اس نے نیچے اوپر، ہر جگہ دیکھ لیا تھا، اسے نقشہ کہیں نہیں مل رہا تھا، اور اب اس کا یقین کہتا تھا کہ نقشہ سردار کے پاس ہے۔

ooooooo

"ڈاکو جی! دے دیں نا نقشہ! کیوں تنگ کر رہے ہیں مجھے؟" دعا م سردار کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی، جہاں وہ جا رہا تھا وہ اس کے پیچھے تھی، اس کی قمیض کا

دامن پکڑے ہوئے تھی۔ قبیلے میں سارے لوگ ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر

لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ان کے لیے یہ ایک تفریحی منظر تھا۔

میرا سوہنا مکھڑا، مجھے نہیں پتا! بھول گئی ہو تم!" سردار نے پیار سے سمجھایا، "

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

نہیں نہیں! آپ جھوٹ بول رہے ہیں! مجھے یقین ہے آپ کے پاس ہے!"

!دے دیں نا! وعدہ کرتی ہوں آپ جو بولیں گے میں آپ کی بات مانوں گی

اچھا نا آپ سے چھپ چھپ کر جو کیری کھا رہی تھی میں اب سے نہیں کھاؤں

گی! دے دیں نا!" اس نے پھر سے چلنا شروع کیا تو وہ اس کی قمیض کا دامن

پکڑے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی تھی۔ اس کی یہ حرکتیں بہت مزاحیہ لگ

رہی تھیں۔

میر اسوہنا سجن، میرے پاس نہیں ہے! میں کہاں سے لا کر دوں ؟" سردار نے" مزید پیار سے سمجھایا۔

ہاں، آپ کے پاس نہیں ہے! آپ نے کہیں چھپا کر رکھا ہوا ہے! جہاں چھپا کر" رکھا ہے وہیں سے لا کر دیں! سب سمجھ میں آتا ہے مجھے، چھوٹی بچی نہیں ہوں میں!" دعام نے غصے اور معصومیت کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

اچھا ٹھیک ہے، ایک دن آپ کے ساتھ جاؤں گی قبیلہ دیکھنے، ایک دن جمرو" بھیا اور بالا بھیا کے ساتھ! اب تو دے دیں نا!" وہ جیسے سردار کے ساتھ ڈیل کر رہی تھی، اپنی بات منوانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

میر ابابو سائیں، نہیں ہے میرے پاس! کدھر سے دوں میں تمہیں؟ سچ کہہ رہا" ہوں، جھوٹ نہیں بول رہا! تم نے کہیں گم کر دیا ہے۔" سردار نے اب ہنستے ہوئے کہا۔

"میر اسوہنا دلبر جانی، تم جاؤ اپنے کمرے میں دیکھو، وہیں کہیں پڑا ہو گا۔"

"ڈاکو جی! اب اگر آپ نے ایک دفعہ بھی بولا ناکہ آپ کو نہیں پتاتو میں آپ سے بات چیت بند کر دوں گی!" دعام اب غصے پر اتر آئی تھی۔

سردار نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ وہ اس کی ضد اور معصومانہ غصے پر مسکرا رہا تھا۔

"جو کہوں گا کرو گی۔۔۔؟" وہ ذرا سا اپنے بالوں میں انگلیاں الجھاتا، اسے دیکھتے ہوئے اچانک اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگائے آگے کی طرف چل دیا۔

"اگر آپ کوئی گندی بات نہیں بولیں گے تو کروں گی!" سردار کی آنکھوں میں شرارت اور بے باکی ناچ رہی تھی۔ وہ فوراً بولی۔

"گندی بات کر کے کیا کروں گا؟ گندی حرکت! بلکہ وہ سب جوان پہاڑیوں میں الاوڈ نہیں ہے۔" سردار نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

بس! دکھادی نا اپنی ٹھر کی نیت! مجھے پہلے ہی پتہ تھا اسی لیے چھپا کر رکھا ہے" آپ نے میرا نقشہ۔۔۔!" دعام منہ بسور کر کہتی سردار کا بازو چھڑوا کر آگے بڑھ گئی۔

سردار ہلکا سا مسکرایا اور دوبارہ اپنے کام پر لگ گیا۔ اس کی نظریں اب بھی دعام کے پیچھے تھیں۔ جب وہ تھوڑا آگے جا کر واپس آگئی۔

اچھا ٹھیک ہے، پہلے نقشہ دیں، باقی باتیں بعد میں!" دعام نے اپنا ہاتھ آگے کیا، اس کی آواز میں اب بھی ضد اور معصومانہ غصہ تھا۔

سردار نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے مزید قریب کھینچتا ہوا، ایک ایسے راستے پر نکل آیا جو قبیلے کے پیچھے کی طرف جا رہا تھا، جہاں خاموشی اور تنہائی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ تھی، اور آنکھوں میں ایک ایسی چمک جو دعام کو الجھا رہی تھی۔

نقشہ بھی دے دوں گا، پہلے کوئی جگہ توڈھونڈنے جہاں دل کے جذبات" ٹھنڈے کیے جاسکیں!" وہ سچ مچ میں اپنی نیت بگاڑ چکا تھا۔ اس کا ارادہ کچھ اور تھا۔

دعام کو فوراً صورتحال کی سنگینی کا احساس ہوا۔

ایسی گندی حرکتیں نابند کمروں میں کی جاتی ہیں،" اس نے جلدی سے کہا،۔"

اگر آپ نے یہاں وہاں کہیں پر بھی ایسی ویسی کوئی بھی گندی حرکت کی ناتو"

"میں بتارہی ہوں، میں نے۔۔۔۔۔

کیاکروگی معصوم سائیں۔۔۔؟" سردار ہلکا سا مسکرا کر اس کی بات کاٹتے" ہوئے پوچھنے لگا، اس کی ہنسی میں شرارت رچی ہوئی تھی۔

میں بہت کچھ کر سکتی ہوں! مجھے ایساویسانہ سمجھیں!" دعام نے فوراً جواب دیا،" اس کی آواز میں ایک نئی خوداعتمادی تھی۔

کل دیکھا نہیں تھا آپ نے کیسے رباب باجی کو باتیں سنائی تھیں میں نے ؟"اس" نے اپنی بہادری ظاہر کی تو سردار تھوڑا سا متاثر ہوا۔

یہاں قبیلے میں آنے سے پہلے تو اس کی آواز نہیں نکلتی تھی، وہ ڈری سہمی رہتی تھی۔ مگر اب تو وہ سب کو باتیں بھی سناتی تھی، خاص کر سردار کو تو دھمکیاں بھی لگاتی تھی۔ ابھی ایک مہینہ بھی مکمل نہیں ہوا تھا اور وہ سر سے پیر تک بدلنے لگی تھی۔ اس کا یہ بدلا ہوا روپ، اس کی بے باکی اور خوداعتمادی سردار کے دل کی دھڑکنیں ہلا کر رکھ دیتی تھی۔ اسے یہ نئی دعام بہت پسند آرہی تھی۔

ارے واہ! میرا بہادر چوزہ تو سچ میں بڑا بہادر ہے!" سردار نے قہقہہ لگایا۔"

"! آؤ، زرا، اپنی بہادری دکھاؤ مجھے"

ٹھیک ہے، آیئے میدان میں!" دعام کی آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ سردار کا" بازو تھام کر اپنی طرف سے ایک بڑی سی سیانی بات کر گئی۔

میں جیت گئی تو آپ نقشہ دیں گے، اگر میں ہار گئی تو نقشہ آپ سے لے لوں "
!گی"

سردار نے اس کی معصوم چالاکی پر صرف مسکرا کر سر ہلایا، اور اس کی بات پر حامی بھر لی۔ اس کے لیے دعام کی یہ ضد اور اس کا یہ بدلتا روپ سب سے بڑا انعام تھا۔ اس نے پیار سے دعام کا ہاتھ تھاما اور اسے کسی پتھر کی طرف لے جانے لگا جہاں وہ شاید اسے گلے لگاتا یا چھیڑتا۔ مگر دعام نے اس کا بازو تھامے رکھا، اور زبردستی اسے گھسیٹتے ہوئے واپس میدان کی طرف لے جانے لگی جہاں قبیلے کے لوگ روزانہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اسے شاید لگتا تھا کہ یہ مقابلہ وہاں ہی ہو گا۔

oooooo

بالا بھیا! جمرو بھیا! جلدی آئیں! یہاں مقابلہ ہو رہا ہے آپ کی بہن کا! آئیں "
آئیں آپ لوگ میرے لیے لڑیں اس موٹے سردار سے! اگر آپ لوگ جیت

گئے تو میں اپنے ہاتھ سے آپ لوگوں کو مزیدار کھانا بنا کر کھلاؤں گی!" دعام نے اپنی پوری طاقت سے آواز لگائی۔

"ارے باہر نکلیں! کدھر چلے گئے؟ آپ کی بہن کی عزت کا سوال ہے! باہر نکلیں۔۔۔!" دعام نے اور اونچی آواز میں کہا، اس کی آواز میں ضد اور چیلنج دونوں تھے۔

سردار کو یہ بالکل پسند نہیں آیا۔

"یہ بے ایمانی ہے! تمہارے اور میرے مقابلے کی بات ہوئی تھی! یہ بالا اور جمرو بیچ میں کہاں سے آ گئے؟"

دعام نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"اللہ اللہ! شرم کریں! کیسے سردار ہیں آپ؟ ایک عورت سے مقابلہ کریں گے، وہ بھی خود سے چار گنا چھوٹی عورت سے؟ اگر مرد ہیں تو میرے بھائیوں کا مقابلہ کریں!" اس نے بڑی مشکل سے لکڑی کی ایک میز گھسیٹتے ہوئے چارپائی

کے قریب لائی۔ بالا اور جمرو کو بھی اپنی بہن کی ضد اور چیلنج کے آگے ہار ماننی پڑی اور وہ بھی میدان میں آ گئے۔

اب ہو گا مقابلہ! پہلے جمرو بھیا، آپ کی باری ہے! آپ تھوڑے کمزور ہو، اسی" لیے فرسٹ راؤنڈ میں میں آپ کو بھیج رہی ہوں، باقی بالا بھیا پر مجھے پورا یقین ہے!" دعام نے اعلان کیا، اس کی آنکھوں میں شرارت اور جیت کا یقین تھا۔

وہ کل بالا کا خطرناک روپ دیکھ چکی تھی، اسے یقین تھا کہ بالا سردار کو ہرا دے گا، لیکن وہ سردار کو جمرو کی طاقت بھی دکھانا چاہتی تھی۔

جمرو نے حیرت سے دعام کو دیکھا۔

"لیکن بہنا، کرنا کیا ہے؟

سردار کی آنکھوں میں شرارت اور چیلنج صاف نظر آ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی بہن نے غلط جگہ پنگا لے لیا ہے۔

پنجا لڑانا ہے ان سے اور ثابت کرنا ہے کہ میرے بھائی کسی سے کم "نہیں!" دعام نے جمرو کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

جمرو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

پیاری بہنا جی! اور جیجا جی اپنی لڑائیاں خود تک ہی رکھا کرو، ہم تک نہ لایا" کرو!" وہ سہمتے ہوئے بولا۔

اس کی بات پر سردار قہقہہ لگا کر ہنسا۔

چپ! خبردار جو کچھ بھی بولے! مرد بنو مرد! یہاں بیٹھو۔۔۔!" دعام نے جمرو کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی سردار کے ہاتھ میں پکڑا، اور مقابلہ شروع ہوا۔

○○○○○○

دعام نے جمرو کا ہاتھ زبردستی سردار کے ہاتھ میں پکڑا دیا تھا، اور مقابلہ شروع ہو چکا تھا۔ قبیلے کے لوگ بھی اب انہیں گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے تھے، اس انوکھے مقابلے کو دیکھنے کے لیے۔

جمرو، جو ویسے بھی کمزور تھا،

سردار کے مضبوط ہاتھ کے آگے ایک پل بھی نہ ٹھہر سکا۔ سردار نے ہنستے ہوئے، جیسے کوئی کھیل کھیل رہا ہو،

آہستہ آہستہ جمرو کے ہاتھ پر دباؤ بڑھایا۔ جمرو کا چہرہ سرخ ہو گیا، اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے۔ اس نے اپنا پورا زور لگایا، لیکن سردار کی طاقت کے سامنے وہ بے بس تھا۔ جب اس کا بازو مڑنے لگا اور درد کی ٹیس اٹھی تو جمرو نے ہار مان لی۔

اس کا چہرہ رونے جیسا ہو گیا تھا، جیسے ابھی آنسو بہا دے گا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچا اور پیچھے ہٹ گیا۔

سردار نے جمرو کی حالت دیکھ کر زور سے قہقہہ لگایا۔

کوئی بات نہیں" دیکھا جمرو بھیا! میں نے کہا تھانا! آپ کمزور ہے لیکن آپ طاقتور ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں فکر مت کریں مجھے آپ پر فخر ہے اب بالا بھیا کی باری ہے!"

○○○○○○

بالا، جو جمرو سے کہیں زیادہ طاقتور اور مضبوط تھا، میدان میں آیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی، وہ اپنی بہن کی ہار نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے سردار کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔ دونوں کے بازوؤں کے عضلات تناؤ میں آ گئے تھے۔

کچھ دیر تک مقابلہ برابر رہا۔ بالا نے اپنی پوری طاقت جھونک دی، اس کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا۔ سردار اب بھی ہنسی مذاق کے انداز میں ہی کھیل رہا تھا،

لیکن بالا کی طاقت کا احساس اسے بھی ہو رہا تھا۔ بالا نے سردار کے ہاتھ کو ہلانے کی کوشش کی، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

آخر کار، سردار نے ایک اچانک جھٹکا دیا، اور بالا کا ہاتھ بھی میز پر لگ گیا۔

بالا ہانپتا ہوا پیچھے ہٹا۔

سر دار! کمال ہے!" وہ سر دار کی طاقت مان گیا۔"

اپنے دونوں بھائیوں کو ہارتے دیکھ کر دعام کے اندر بہن کا خون جوش مارنے لگا۔ اسے اپنی ہار گوارا نہیں تھی۔

یہ بے ایمانی ہے! آپ نے میرے بھائیوں کو ہرا دیا!" وہ غصے سے چلائی۔" سر دار کا یہ دل۔ جلانے والے انداز نے اسے مزید غصہ دلا دیا تھا۔

اس نے فوراً آگے بڑھ کر سر دار کے بازو کو خود ہی پکڑ لیا۔

اب مجھے ہراؤ! میں ہراؤں گی اب آپ کو!" اس کی آنکھوں میں ایک نئی" چمک تھی، ایک انوکھی ضد۔ اس کے لیے یہ کوئی رسمی مقابلہ نہیں تھا، وہ سچ میں سر دار کو ہرانا چاہتی تھی۔

دعام نے سر دار کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور غصے سے باک پھوکا کر زور لگانے لگی،

"اب دیکھو! میں ہراؤں گی آپ کو!" وہ الٹے سیدھے طریقوں سے سردار کے بازو کو مروڑ رہی تھی، کبھی اپنی کہنی کا زور لگاتی، کبھی بازو کو جھٹکا دیتی۔ سردار کے لیے یہ محض ایک کھیل ہی تھا، لیکن اسے اس کی ان معصومانہ حرکتوں پر بے حد مزہ آ رہا تھا۔

سردار کی آنکھوں میں ایک نئی شرارت ابھر آئی۔ دعام کی یہ میٹھی ادا، اس کی معصوم ضد اور اس کا چیلنج سردار کو بے قابو کرنے لگا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر بہت اچھا لگ رہا تھا کہ اس کی "معصوم سائیں" کتنی بہادر اور دلیر بن چکی تھی۔ وہ بس اس لمحے کو جینا چاہتا تھا، جہاں اس کی دعام اتنی خوش اور آزاد تھی۔

دعام نے تو سردار کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے اس کا ہاتھ ٹیبل پر لگایا، اور اگلے ہی لمحے وہ خوشی سے چہک اٹھی۔

"دیکھا! ہرا دیا میں نے! یس یس! دیکھا؟" وہ خوشی سے اچھل پڑی، اس کی آواز قبیلے کے ماحول میں گونج رہی تھی۔

ارے، میرے سامنے تو بڑے بڑے ہارے ہیں، آپ کیا چیز ہیں؟ دیکھ لی" میری ہمت؟ دیکھ لی میری طاقت؟ ہرا دیا نا میں نے آپ کو؟ آئے بڑے ڈاکو سردار! دو منٹ نہیں ٹک پائے میرے سامنے!"

اس کی معصوم فتح پر، سب ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اپنی مسکراہٹیں دبا رہے تھے۔

سردار کی ایک گھوری تھی اور پھر کسی کی ہمت نہیں ہوئی۔ کہ وہ ہنس دے اور دعام کی خوشی کو خراب کرے۔

جبکہ سردار ٹیبل پر ہاتھ رکھے، اپنا چہرہ اپنے ہاتھ پر جمائے بس اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے لبوں پر ایک بے حد خوبصورت مسکراہٹ تھی، ایک ایسی مسکراہٹ جیسے یہ لمحہ اس کی ساری زندگی ہو، اس کی ساری کائنات بس یہی دعا ہو۔ اس کی آنکھوں میں محبت، حیرت، اور فخر کا ایک عجیب سا امتزاج تھا۔ اسے اپنی خوساختہ ہار کا ذرا بھی افسوس نہیں تھا، بلکہ دعام کی یہ بے ساختہ خوشی، اس کی معصوم فتح اس کے دل کو سکون دے رہی تھی۔

دعام نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ سردار کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو اس کی اندرونی جیت کا اعلان کر رہی تھی۔ اس نے سردار کو دیکھا جو لمحے بھر کو ہچکچایا، اس کی نظریں دعام کے چہرے پر تھیں۔ دعام کو محسوس ہوا کہ سردار کے چہرے پر ہمیشہ کی خوداعتمادی نہیں تھی، بلکہ ایک ہلکی سی پریشانی نمایاں تھی۔ یہ دیکھ کر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

ڈاکو جی!" دعام نے شوخ لہجے میں کہا، اس کی آواز میں ایک خاص قسم کا" شرارتی پن تھا۔ "میں جیت گئی! اب تو میرا نقشہ مجھے واپس دے دیں؟ میری شرط پوری ہوئی نا؟ آپ نے کہا تھا کہ اگر میں جیت گئی تو میرا نقشہ مجھے واپس مل جائے گا، اور اب دیکھ لیں میں جیت چکی ہوں۔" اس کی نظریں سردار کے چہرے پر جمی تھیں، وہ اس کے جواب کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی، جیسے اس کی ہر حرکت سے کوئی نیا جواب ڈھونڈ رہی ہو۔

سردار کا چہرہ لمحے بھر کو پریشان ہوا۔ اس نے دعام کی طرف دیکھا، پھر ایک لمبی سانس لی اور اپنے ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ لے آیا۔ اس کی آنکھوں میں محبت کی گہرائی صاف جھلک رہی تھی۔ وہ اس کی اس جیت پر اندر سے خوش تھا، مگر اپنی چالاکی کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "میرا میٹھا سائیں، کون سا نقشہ ؟" اس نے لاپرواہی سے کہا، جیسے اسے یاد ہی نہ ہو۔ اس کی آواز میں ایک خاص قسم کی اپنائیت تھی جو صرف دعام کے لیے مخصوص تھی۔ "نقشہ تو تم نے ہی کہیں رکھا ہو گا، میں کیوں واپس کروں؟" اس کے لہجے میں ایسی معصومیت تھی کہ دعام لمحے بھر کو اس کی بات پر شک کرنے لگی۔

دعام کو حیرت ہوئی۔ اس نے سردار کی آنکھوں میں جھانکا، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے مکر سکتا ہے۔ "کیا مطلب ؟" دعام نے اپنی آواز اونچی کی، اس کے لہجے میں ناراضگی شامل ہو گئی۔ "آپ کے پاس تھا نقشہ ! اور

آپ نے ہی تو کہا تھا کہ اگر میں جیت گئی تو واپس کر دیں گے! اب کیوں مکر رہے ہیں؟"

سردار اب کھل کر مسکرایا۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھ کر دعام کے بالکل قریب آ گیا۔ "ارے چھوڑو اس نقشے کو، چھوٹی سی بات ہے۔" اس نے پیار سے دعام کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، اس کی ہتھیلی پر ایک نرم دباؤ دیا۔ اس کا لمس دعام کو لمحے بھر کو اپنے اندر کھینچ گیا۔ "نقشے کا کیا کرنا ہے؟ دیکھو، میں تمہیں گھما کر لاتا ہوں۔ کیا کرنا ہے نقشے کا؟" اس کی آواز میں ایک خاص اپنائیت، نرمی اور محبت تھی۔ "میں تمہیں پورا قبیلہ دکھادوں گا، ہر جگہ کی سیر کروادوں گا۔ وہ جگہ جہاں کبھی میرا بچپن گزرا تھا، جہاں میں چھپتا پھرتا تھا، جہاں سے میں نے ڈاکو بننے کی ٹھانی تھی، سب کچھ دکھادوں گا۔ تمہیں نقشے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی، وعدہ کرتا ہوں۔" وہ اسے باتوں میں الجھانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

اس نے دعام کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں محبت کے ساتھ ساتھ کچھ ٹال مٹول بھی تھی۔ وہ کسی بھی صورت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا تھا کہ نقشہ کہاں گیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نقشہ دعام کی ہی لاپرواہی سے گم ہوا تھا۔ وہ بس دعام کو خوش دیکھنا چاہتا تھا اور اس موقع کو اپنی محبت کے اظہار کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ دعام اس وقت نقشے کے لیے کتنی بے چین تھی، مگر وہ اسے اپنی محبت سے بہلانا چاہتا تھا۔

"نہیں! مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا!" دعام نے معصومیت سے کہا، اس کے چہرے پر ہلکی سی ضد اور مایوسی نمایاں تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ سردار کے ہاتھ سے ہٹایا۔ "مجھے میرا نقشہ واپس کریں! میں آدھے سے زیادہ نقشہ یاد کر چکی ہوں، مجھے بھول جائے گا وہ۔ آپ کو اندازہ نہیں کہ وہ میرے لیے کتنا اہم ہے۔ میری ساری محنت ضائع ہو جائے گی اگر مجھے وہ نہیں ملا۔" اس کی آواز میں ہلکا سا رونا شامل تھا۔

سردار نے نرمی سے اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں محبت صاف جھلک رہی تھی۔ اسے دعام کی یہ بے چینی دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا۔ "ارے یار! نہیں بھولے گا، کہاں بھولتا ہے۔" اس نے پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا، اس کے نرم بالوں کا لمس اسے سکون دے رہا تھا۔ "میرا سوہنا مکھڑا، جب تک تم بھولتی ہو تب تک میں نقشے کا کوئی نہ کوئی انتظام کروالوں گا۔"

اس نے گہری سانس لی، اس کا لہجہ اب زیادہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔ "مجھے خود سمجھ نہیں آرہا کہ نقشہ تمہارے پاس تھا، وہ کہاں گیا ہے۔ سب لوگ ڈھونڈ رہے ہیں، ہو سکتا ہے مل جائے۔ جمرو، میرو، بالا، سب لگے ہوئے ہیں۔" سردار نے اسے یقین دلایا، اس کی آواز میں گہری محبت اور تشویش تھی۔ "لیکن اگر نہیں بھی ملا، تو بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں کہیں سے تمہارے لیے نقشہ واپس نکلوادوں گا۔، چاہے کتنی ہی مشکل ہو، میرا وعدہ ہے۔"

ooooooo

دعام سردار سے بات ختم کر کے اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کے ذہن میں سردار کی باتیں گونج رہی تھیں۔ "نقشہ کہاں گیا؟" یہ سوال اسے مسلسل پریشان کر رہا تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھتے ہی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور کل کے سارے واقعات کو ذہن میں دہرانے لگی۔ اسے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اس نے نقشہ کہاں رکھا تھا؟

"یہاں بیٹھی تھی جب جمرو بھیا آئے تھے۔" دعام نے خود سے کہا، اس کے ذہن میں ایک ایک لمحہ واضح ہو رہا تھا۔ وہ لمحہ جب جمرو نے اسے بتایا تھا کہ رباب باجی آئی ہیں۔ اس کی نظر سامنے پڑی تکیے پر پڑی، جہاں اس نے شاید نقشہ رکھا تھا۔ "یہاں میرے سامنے نقشہ تھا۔ جمرو بھیا نے مجھے بتایا کہ رباب باجی آئی ہیں۔" وہ اپنی یادوں میں مزید گہرائی میں جانے لگی۔ "میں نے یہاں پر نقشے کو فولڈ کیا تھا... اسے ٹھیک سے تہہ لگایا تھا... اور شاید میں اپنے ساتھ نیچے لے گئی تھی؟"

اسے ایک جھماکا سا ہوا۔ اس کے دماغ میں اچانک ایک واضح تصویر ابھری۔ "ہاں! میں نقشہ نیچے لے کر گئی تھی!" اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ کیا ہوا تھا۔ "جب میں رباب باجی سے ملی تھی، تو نقشہ میرے ہاتھ میں تھا!" اس کے دماغ میں اچانک کچھ کلک ہوا۔ اسے یاد آگیا کہ رباب باجی سے ملنے کے بعد کیا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے یاد آگیا تھا کہ رباب باجی کی باتوں پر غصے میں آکر وہ کیسے وہاں سے اٹھی تھی۔

وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر، اپنی جگہ سے اٹھی اور بجلی کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے نیچے کی طرف آئی۔ اس کے قدموں میں تیزی تھی، ایک نئی امید اس کے چہرے پر عیاں تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اب نقشہ اسے ضرور مل جائے گا۔

○○○○○○

دعام جلدی سے نیچے آئی اور سیدھی چارپائی کی طرف بڑھی۔ اس کی نظریں چارپائی کے گرد و نواح میں ہر چیز کو ٹٹول رہی تھیں۔ وہ چارپائی کے آگے پیچھے، ہر ممکن جگہ نقشہ ڈھونڈنے لگی۔ اس کی سانسیں تیز تھیں، اور دل جوش سے دھڑک رہا تھا۔ اسی لمحے بالا بھی اس کے پاس آ گیا۔ اس نے دعام کی پریشانی اور جوش کو محسوس کیا۔

بالا بھیا! مجھے یاد آ گیا! نقشہ یہیں پر تھا!" دعام نے تیزی سے کہا، اس کی آواز" میں ایک نئی توانائی تھی۔ "مجھے ٹھیک سے یاد ہے، جب کل رباب باجی آئی تھیں، میں نقشہ نیچے لے کر آئی تھی۔" اس نے جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں رباب باجی بیٹھی تھیں۔ "جب میں یہاں ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تب نقشہ "اس طرف تھا۔ میرے بالکل پاس۔

اس نے اپنا ہاتھ حرکت دیتے ہوئے دکھایا جیسے اس نے نقشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھا ہو۔ "پھر میں نے اس کو اٹھا کر اس طرف کیا تھا۔ مجھے ٹھیک سے یاد ہے، میں بالکل بھی نہیں بھولی ہوں۔" اس کی آواز میں ایک پختہ یقین

تھا۔" نقشہ یہیں کہیں گرا ہو گا کیونکہ رباب باجی نے وہ فضول سی بات کر دی تھی جس کی وجہ سے میں اوپر چلی گئی تھی جب میں اوپر گئی تھی تب نقشہ میرے پاس نہیں تھا۔ میں غصے میں بھول گئی تھی۔"

وہ ایسے بتا رہی تھی جیسے ہر چیز اس کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ہو۔ سردار جو کچھ فاصلے پر کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا، اس کی بے چینی پر مسکرا رہا تھا۔ اسے دعام کی معصومیت اور ایک نقشے کے لیے اتنی ضرورت سے زیادہ جذباتی ہونا اچھا لگ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دعام کے لیے یہ نقشہ صرف ایک کاغذ کا ٹکڑا نہیں تھا بلکہ اس کی محنت تھی،

دعام!" سردار نے نرمی سے کہا، اس کی آواز میں پیار جھلک رہا تھا۔" میرا سوہنا مکھڑا، ہم نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ ہم ہر جگہ ڈھونڈ چکے ہیں۔ یہاں پر نقشہ کہیں نہیں ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔" آج صبح سے تقریباً پورا قبیلہ ہی چھان مارا ہے لیکن نقشہ کہیں نہیں ملا۔ میں نے خود ہر کونہ دیکھا ہے۔"

ارے! اور کہیں نہیں ڈھونڈنا!" دعام نے فوراً بات کاٹی، اس کی آواز میں پھر سے ضد اور یقین تھا۔ "یہیں ڈھونڈنا ہے! مجھے یقین ہے یہیں میدان میں کہیں ہوا سے اِدھر اُدھر ہو گیا ہو گا! چلیں یہاں ڈھونڈتے ہیں! سب کو بلاؤ! یہیں پر ہو گا!" اس نے پرجوش انداز میں کہا، اور خود ہی جھک کر زمین پر دیکھنے لگی۔

بالا نے ایک نظر بے بس سردار کی طرف دیکھا، جس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ سردار دعام کو اس معاملے میں مطمئن کرنا چاہتا تھا، اس لیے اس کے اشارے پر سب لوگ اسی جگہ نقشہ ڈھونڈنے لگے۔ قبیلے کے لوگ جو پہلے ہی نقشہ تلاش کر چکے تھے، اب دوبارہ اسی جگہ کی خاک چھاننے لگے۔ سردار کے حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔

○○○○○○

سب لوگ دعام کی بتائی ہوئی جگہ پر، یعنی چارپائی کے گرد اور قریبی میدان میں، ایک بار پھر نقشہ ڈھونڈنے میں مصروف تھے۔ قبیلے کے کچھ جوان گھاس پھونس ہٹا رہے تھے، پتھروں کو ایک ایک کر کے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے،

جیسے کوئی خزانہ تلاش کر رہے ہوں۔ کچھ لوگ زمین پر جھک کر باریک بینی سے تلاش کر رہے تھے، ایک ایک تنکے کو اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ دعام خود بھی ہر جگہ بار بار جھک کر دیکھ رہی تھی، اس کی نظریں تیز تھیں، اسے یقین تھا کہ نقشہ یہیں کہیں گرا ہو گا۔ اس کی امید ہر پتے کے ساتھ بڑھتی اور پھر ہر خالی ہاتھ کے ساتھ ٹوٹتی نظر آ رہی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، ہر لمحہ ایک نیا امتحان تھا۔

سردار ایک طرف کھڑا سب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اگرچہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی جو دعام کی ضد اور جستجو پر تھی، مگر وہ دعام کی بے چینی اور بڑھتی ہوئی مایوسی کو محسوس کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نقشہ وہاں نہیں ملے گا، کیونکہ وہ وہاں تھا ہی نہیں۔ اس نے پہلے ہی پوری کوشش کر لی تھی، لیکن دعام کو اپنی آنکھوں سے یہ حقیقت دیکھنے دینا ضروری تھا۔ وہ بار بار دعام کی طرف دیکھتا، جو امید بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی، ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی آنکھوں کی چمک مدھم پڑتی جا رہی تھی، پھر مایوس ہو کر کسی

اور جگہ جھک جاتی۔ دعام کے چہرے پر واضح طور پر تھکن اور اضطراب نظر آ رہا تھا، اس کی سانسیں تیز ہو رہی تھیں جیسے وہ اپنی پوری جان لگا کر کچھ تلاش کر رہی ہو۔ اس کے بال بکھر چکے تھے اور ماتھے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔

تلاش کا یہ سلسلہ تقریباً دو گھنٹے تک مزید جاری رہا۔ سورج سر پر آ چکا تھا اور گرمی بڑھ رہی تھی۔ دھول مٹی میں لت پت سب تھک چکے تھے۔ ہر ایک نے اپنی پوری کوشش کی، مگر کسی کو بھی نقشے کا کوئی سراغ نہ ملا۔ مایوسی کی گہری چادر اب پوری طرح سب پر چھا چکی تھی۔ آخر کار، میرو سردار کی طرف آیا، اس کے چہرے پر تھکن اور مایوسی کے آثار واضح تھے۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا، جیسے ہار مان چکا ہو۔

سردار جی!" میرو نے مایوسی سے کہا، اس کی آواز میں شکست اور تھکن صاف" جھلک رہی تھی۔ "یہاں تو کہیں بھی نہیں ہے نقشہ۔ ہم نے ہر جگہ دیکھ لیا

ہے۔ ہر ایک چیز کو چھان مارا، ایک تنکا بھی نہیں چھوڑا۔ نقشہ یہاں نہیں ہے۔

"یہ تو ایسا ہے جیسے زمین کھا گئی ہو یا آسمان نگل گیا۔

دعام نے یہ سنا تو اس کے کندھے بوجھل ہو کر جھک گئے۔ اس کی آنکھوں میں امید کی جو چمک تھی، وہ مکمل طور پر مدھم پڑ چکی تھی۔ اس کا چہرہ جو پہلے جوش سے بھرا تھا، اب تاریک اور اداس ہو چکا تھا۔ اس نے ایک آخری بار چارپائی کے نیچے جھک کر دیکھا، اس کی نظریں ہر چھوٹے بڑے سوراخ اور پتھر کو ٹٹول رہی تھیں، مگر کچھ نہ تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ اس کی محنت، سب کچھ ایک لمحے میں مٹی میں ملتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے چہرے پر گہری مایوسی اور بے چارگی صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ خالی ہاتھوں سیدھی کھڑی ہو گئی، اس کی نظریں بے مقصد ادھر ادھر گھومنے لگیں۔ وہ ہار مان چکی تھی، اس کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔

oooooo

اکرم اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا گہری سوچوں میں گم تھا۔ اس کا ذہن دعام اور نقشے سے ہٹ کر رباب پر اٹکا ہوا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے ہی احساس ہوا تھا کہ اس نے رباب پر بلاوجہ غصہ کیا تھا۔

مجھے رباب پر اس طرح غصہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔" اس نے خود سے کہا، اس" کے لہجے میں ایک ہلکی سی ندامت تھی۔ "وہ بیچاری میرے لیے گئی تو تھی۔" اسے یاد آیا کہ کیسے رباب نے اس کے کہنے پر اتنے مشکل علاقے کا سفر کیا تھا۔ "وہ ایک عام انسان ہے، ایسے علاقے میں اتنی ہمت کر کے جانا بھی بہت بڑی بات ہے۔" اکرم کو اعتراف کرنا پڑا کہ رباب نے اس کے لیے خطرہ مول لیا تھا۔ "مجھے خود سوچ سمجھ کر اس پر چلانا چاہیے تھا۔ میں نے بے مطلب اسے اتنا ڈانٹ دیا۔" اسے اپنے جارحانہ رویے پر تھوڑی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

لیکن یہ ندامت پل بھر کی تھی۔ اس کے ذہن میں فوراً اپنے مقصد کا خیال آیا۔ "لیکن اس طرح تو یہ لڑکی میرے کسی کام کی ہی نہیں ہو گی۔" اس نے بے چینی سے اپنا سر ہلایا۔ "وہ اپنی بہن کو تھوڑا سا جذباتی نہیں کر سکی۔" اسے

رباب کی ناکامی پر غصہ آ رہا تھا۔ اس کا سارا منصوبہ رباب کے ذریعے دعام کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے پر مبنی تھا۔ "مجھے خود ہی دعام سے ملنا ہوگا، اس سے بات کرنی ہوگی۔ رباب تو میرے کسی کام کی نہیں ہے۔" اس کے لہجے میں اب سرد مہری تھی۔

اکرم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ "مجھے جان چھڑانی چاہیے اس لڑکی سے۔ اس طرح سے تو میں خود ہی اپنے لیے مصیبت تیار کر رہا ہوں۔" اسے رباب کے ساتھ اپنا تعلق ایک بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ کل اس نے گاڑی میں رباب کو کتنی بری طرح ڈانٹا تھا۔ رباب اس کے رویے پر حیران رہ گئی تھی، کیونکہ اسے کیا پتہ تھا کہ اکرم اسے صرف اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ اگر وہ اس کے کسی کام کی ہی نہیں تھی تو وہ اس سے شادی کیوں کرتا؟ یہ سوال اس کے ذہن میں مسلسل گونج رہا تھا۔ اس نے رباب سے صرف اس لیے تعلق رکھا تھا تاکہ دعام تک پہنچ سکے، اور اب جب

رباب اس کے کام کی نہیں رہی تھی، تو اسے یہ تعلق بیکار لگ رہا تھا۔ اسے یہی لگ رہا تھا کہ اس نے بیکار میں یہ مصیبت اپنے سر پر ڈال لی ہے۔

وہ انہی سب سوچوں میں گم تھا جب اس کا فون بجا۔ سکرین پر رباب کا نمبر جگمگاتے دیکھ کر اس نے آنکھیں گھمائیں۔ ایک لمحے کو اس نے فون اٹھانے میں ہچکچاہٹ محسوس کی۔ رباب پرسوں سے ہی اسے مسلسل فون کرنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن اکرم فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔ اسے رباب کے ساتھ اپنا تعلق بیکار لگ رہا تھا، ایک ایسا تعلق جو اسے اب مزید بوجھ لگنے لگا تھا۔

ooooooo

اکرم نے رباب کے فون کو نظر انداز کر کے اپنا کام جاری رکھا۔ اسے لگتا تھا کہ رباب اب اس کے لیے بیکار ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ تعلق مزید پریشانی کا باعث بنے گا۔ رباب نے دو تین دفعہ مسلسل فون کیا، لیکن اکرم نے اسے بار بار اگنور کیا۔ وہ اپنے کمرے میں سکون سے آ کر بیڈ پر لیٹا ہی تھا کہ پھر سے رباب کا فون آنے لگا۔ اس دفعہ بھی وہ اگنور کرتا ہوا فون کال کاٹ گیا۔ "یہ

مصیبت مجھے مزید اپنی زندگی میں نہیں چاہیے تھی۔" وہ خود سے بڑبڑایا، اس کا لہجہ جھنجھلاہٹ سے بھرا تھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنا فون ہی بند کر دیتا، اس کے فون پر کچھ تصویریں موصول ہوئیں۔ اس نے فوراً اپنے فون پر آنے والی تصویروں کو دیکھا۔ وہ تصویریں عجیب طرح کی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نقشے کا منظر ہو، مگر یہ تصویریں بہت زیادہ قریب سے لی گئی تھیں، جنہیں زیادہ سمجھنا آسان نہ تھا۔ وہ دھندلی اور ٹکڑوں میں تھیں۔

اکرم حیران رہ گیا کہ قبیلے کا نقشہ رباب کے پاس تھا کیسے؟ کیسے آیا تھا اس کے پاس؟ وہ جانتا تھا کہ ڈاکوؤں کے پاس قبیلے کا نقشہ ہے اور اس قبیلے میں ہزاروں راز چھپے ہیں، کئی خزانے، کئی خفیہ راستے۔ یہ ایک انتہائی قیمتی چیز تھی جس کی تلاش میں وہ خود بھی تھا۔ لیکن قبیلے کا نقشہ رباب کے پاس تھا؟ یہ بات اسے شدید حیرت میں ڈال گئی۔ اس کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ اس کے پاس ایسی اہم چیز کیسے آئی۔

اس نے حیرت سے فوراً رباب کو کال کرنا شروع کر دی، لیکن اب تو جیسے رباب کی باری تھی۔ اس کی بے چینی پر رباب اسے اگنور کرتی ہوئی اس کی کال نظر انداز کرنے لگی۔ جس طرح تھوڑی دیر پہلے اکرم اس کا فون کاٹ رہا تھا، اب رباب اس کی کال کاٹ رہی تھی۔ ایک عجیب سا کھیل شروع ہو چکا تھا۔

رباب! پلیز فون اٹھاؤ!" اکرم نے ایک بے چین وائس میسج بھیجا۔ اسے لگا جیسے " یہ وائس میسج رباب نے باقاعدہ سنا، اور پھر اسے اگنور کر دیا۔ اکرم ایک طرف تڑپ رہا تھا کہ کسی طرح رباب سے اس کا رابطہ ہو جائے، اسے ان تصویروں کی تفصیل مل سکے۔ اور دوسری طرف رباب اسے مکمل نظر انداز کرتی، اپنا فون ہی بند کر کے لیٹ گئی تھی۔ رباب اکرم کی بے چین فون کالز اور میسجز سے ہی اندازہ لگا چکی تھی کہ اس کے پاس کسی عام چیز کا نقشہ نہیں بلکہ بہت خاص چیز کا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ اب اکرم اس کے پیچھے بھاگے گا۔

پہلے اکرم اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہا تھا، اب رباب کی باری تھی۔ اس نے چالاکی سے اپنی اہمیت ثابت کر دی تھی۔

نہیں جانا! مجھے آپ کے ساتھ کہیں بھی نہیں جانا!" دعام ناراضگی سے چیخی۔ "
اس کا چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا اور آنکھوں میں آنسو جمع تھے۔ وہ جھیل
کنارے بیٹھی اپنی ضد پر قائم تھی، اور اب تک تینوں باری باری اسے منانے کی
کوشش کر چکے تھے۔ "مجھے نقشہ دیں! مجھے نہیں پتا جو آپ جہاں مرضی سے لا
"!کر دیں، پر مجھے نقشہ چاہیے

بالا اس کے قریب آ کر بیٹھا، اس کے چہرے پر نرمی تھی۔

تم میری چھوٹی سی بہنا ہو، یار! سمجھنے کی کوشش کرو نا! نقشہ گم ہو گیا ہے۔ اب"
نہیں مل رہا کہیں سے، ہم نے ہر جگہ دیکھ لیا ہے۔

اس نے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "لیکن ہم ہیں نا! آؤ میں "
تمہیں قبیلے کے راز والے علاقے میں لے کر چلتا ہوں۔ تمہیں پتا ہے وہ راستہ
ہم تینوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا؟ وہ زمین کے اندر سے نکلتا ہے اور سردار

کے پہاڑ کے پیچھے سے نکلتا ہوا سیدھا جھیل پر آتا ہے! بہت مزے کی جگہ ہے!

"!اسے دیکھ کر تم نقشہ بھول جاؤ گی، میرا وعدہ ہے

دعام نے اپنی آنکھیں تنگ کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر عدم اعتماد تھا۔ "کیا مطلب؟ ان ستائیس راستوں کے علاوہ بھی کوئی اور راستہ ہے؟" وہ تو اب تک وہ ستائیس راستے یاد کر کے بیٹھی ہوئی تھی، اسے لگا وہ اسے بے وقوف بنا رہے ہیں۔ "آپ مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے! میں جانتی ہوں آپ

"!جھوٹ بول رہے ہیں

بالا مسکرایا۔ "بالکل بہنا! ہاں، ایک اور راستہ بھی ہے جس کا کسی کو کچھ پتا نہیں۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "ہم نے اپنی حفاظت کے لیے اس کو رکھا ہوا ہے کیونکہ قبیلے کے لوگ ہمارے دشمن ہیں، دوست کوئی بھی نہیں۔ یہاں ہر کوئی سردار کی کرسی پر بیٹھنا چاہتا ہے، اسی لیے ہم نے ایک خاص راستہ بنوایا ہے۔" اس نے دعام کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔ "اگر ہم پر کبھی کوئی حملہ ہو یا برا وقت آئے تو ہم اس راستے سے

بچ کر نکل سکتے ہیں، اور یہ راستہ جھیل سے بے حد قریب ہے۔ اگر کبھی تم جھیل پر آنا چاہو لیکن لمبا راستہ ہونے کی وجہ سے تمہیں ڈر لگے تو تم وہ والا راستہ استعمال کر سکتی ہو۔" بالا اس کے قریب بیٹھا اسے بتا رہا تھا، جبکہ سردار بھی قریب ہی ایک پتھر پر بیٹھا تھا، یعنی کہ سردار کا کوئی اعتراض نہیں تھا کہ دعام کو اس خفیہ راستے کے بارے میں بتایا جائے۔

دعام نے تیزی سے سر نفی میں ہلایا۔ "مجھے پاگل مت بنائیں! ابھی آپ نے کہا وہ راستہ زمین کے نیچے سے نکلتا ہے! یہ کون سا ایسا راستہ ہے جو زمین کے نیچے سے نکل کر مجھے پہاڑ پر پہنچا دے گا؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "مجھے پتا ہے آپ مجھے باتوں میں پھسلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ آپ سب جھوٹ بول رہے ہیں! میرے نقشے سے جان چھڑانا چاہتے ہیں!"

بالا مسکرایا۔ "ایسے نہیں مانو گی تم! سردار کا میٹھا سائیں، اٹھو! دکھاتا ہوں تمہیں!" وہ اس کا ہاتھ زبردستی پکڑتا ہوا اسے لے کر جانے لگا۔ دعام نے ہلکی سی مزاحمت کی، مگر بالا۔ کی گرفت مضبوط تھی۔

اسی اثنا میں، جمرو وہی سردار کے قریب آیا اور نقشے کے متعلق اپنی معلومات فراہم کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر تشویش تھی۔

سردار!" جمرو نے سرگوشی کی۔ "مجھے لگتا ہے بھابھی کی بہن نے نقشہ چرایا" ہے۔" اس کی آواز میں یقین تھا۔

میں نے اسے کچھ چھپا کر لے کر جاتے دیکھا تھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی چپ چپ" "تھی۔

سردار نے بے فکری سے ہاتھ ہلایا، اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

ہاں، اسی نے چرایا ہے! میں جانتا ہوں، تم پریشان مت ہو، مل جائے گا" نقشہ۔" اس نے اتنے پرسکون انداز میں کہا جیسے یہ کوئی معمولی بات ہو۔

جمرو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

کیا مطلب سردار؟ تم نے خود وہ نقشہ اپنے ہاتھ سے جانے دیا؟ کیوں سردار؟"

"وہ رباب، اکرم کی منگیتر ہے! اگر اکرم کے ہاتھ لگ گیا وہ نقشہ تو۔۔۔؟

جمرو کا لہجہ شدید فکر مندی سے بھرا تھا، اسے معلوم تھا کہ اکرم اس نقشے کے لیے کیا کچھ کر سکتا ہے۔

سردار نے ہنستے ہوئے جمرو کے کندھے پر تھپکی دی۔

رباب ہماری سوچ سے زیادہ چالاک لڑکی ہے، جمرو! جب تک اس کا اپنا" مطلب پورا نہ ہو جائے تب تک وہ کسی دوسرے کا مطلب پورا ہونے نہیں دیتی۔" اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

اس لیے بے فکر رہو، اکرم تک نقشہ جانے سے پہلے ہم تک واپس آ جائے" "گا۔

اس نے نظر اٹھا کر دعام اور بالا کو دیکھا جو اب جا چکے تھے۔

بیچاری بچی، معشوقی کے چکر میں پڑ گئی ہے۔" سردار نے دھیمے سے کہا۔"

اور سردار عاشقوں کو بڑا پسند کرتا ہے۔اسے عشق کی منزل نصیب ہونے"

دو۔"اس نے ایک لمحہ رکا، پھر مسکرایا

۔"ہم اپنی امانت لے آئیں گے۔"وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا واپس قبیلے کی طرف

جانے لگا تھا کیونکہ اسے یقین تھا آج اس کا سوہنا مکھر اشا کڈ میں جانے والا ہے

قبیلے کے خاص خفیہ علاقوں سے گزر کر۔

ooooooo

اکرم اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا، اس کا ذہن کئی الجھنوں کا شکار تھا۔اسے اپنی

ناکامی کا غصہ تھا، رباب کی سرکشی پر حیرانی تھی،

اور سب سے بڑھ کر قبیلے کے نقشے کی تصاویر نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

یہ نقشہ رباب کے پاس ہی تھا وہ سمجھ چکا تھا اب اسے رباب کو منا کر وہ نقشہ

حاصل کرنا تھا، کسی بھی قیمت پر۔

وہ اسی سوچ میں گم تھا جب اس کا فون بجا۔ سکرین پر رباب کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

اکرم نے ایک لمبی سانس لی اور کال اٹھالی۔

آخر اس کی اتنی ساری فون کالز کے بعد اسی ترس آ ہی گیا تھا اس پر، یا شاید وہ جان بوجھ کر تڑپا رہی تھی۔

اس نے دنیا جہان کی بناوٹ اپنے لہجے میں سمیٹی تھی۔ اس کی آواز میں ایک مصنوعی مٹھاس بھر گئی۔

ہاں رباب، کیسی ہو میری جان؟" اکرم نے لہجے میں پگھلاہٹ لانے کی" کوشش کی۔

فون کی دوسری جانب سے رباب کی آواز آئی، دھیمی مگر طنز سے بھری۔

"اووو پلیز اکرم مزید ڈرامہ نہیں مل۔۔۔۔

بتائیں کیا مسئلہ ہے اکرم؟ کیوں بار بار مجھے فون کر رہے ہیں؟ آپ کو تو میری ذات سے کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بے وقوف ہوں تو پھر کیوں مجھے بار بار فون

کر کے تنگ کر رہے ہیں؟ میں آپ کی کسی کام کی نہیں ہوں، جیسا کہ آپ نے مجھے بتایا تھا۔"

اکرم کے چہرے پر جھنجھلاہٹ آئی، مگر اس نے فوراً اسے دبا دیا۔

"رباب میری جان! تم نے وہ ساری باتیں دل پر لے لی ہیں؟ میں سمجھ سکتا ہوں! مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، میں واقعی شرمندہ ہوں۔" اس نے روانی سے کہا۔

اس وقت میں غصے میں تھا، مجھے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا میں نے کیا بکواس کر دی۔

میں اپنی اس بات پر بہت پشیمان ہوں۔

میں تمہیں سوری بولنے کے لیے بار بار فون کر رہا ہوں، میری جان! پلیز میری معذرت قبول کر لو، ایک موقع دے دو مجھے۔"

رباب نے ایک معنی خیز سانس لی۔

دیکھیں اکرم! پلیز آپ یہ ڈرامے بازیاں چھوڑ دیں۔ مجھے سب سمجھ میں آگیا تھا۔ آپ کے انداز نے ہی مجھے بتادیا تھا کہ میں آپ کے لیے کتنی اہمیت رکھتی ہوں۔

اس کی آواز میں اعتماد تھا۔ "اب آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ میرے پاس قبیلے کے حوالے سے کوئی ضروری چیز ہے تو اب آپ پھر سے اپنے نارمل لہجے میں واپس آگئے ہیں۔

میرا استعمال کر رہے تھے نا آپ؟" اس نے یقین سے سوال کیا تو اکرم بوکھلا گیا۔

نہیں رباب! یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں سچ میں تم سے محبت کرتا ہوں! "تم میری زندگی ہو! میرا یقین کرو۔" اس نے اپنی بات کو وزن دینے کی کوشش کی، مگر رباب نے اسے کاٹ دیا۔

لیکن! ویکن کچھ نہیں!" اس کی آواز میں فیصلہ کن مضبوطی اور ہلکا سا طنز تھا۔ "

اگر آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو میرے گھر آ کر نکاح کی ڈیٹ فائنل کریں۔" اس نے اپنی شرط واضح کر دی۔

میں جانتی ہوں آپ کو صرف اور صرف اس نقشے سے مطلب ہے۔ لیکن مجھے آپ سے مطلب ہے نکاح کے بعد میں یہ نقشہ آپ کو دے دوں گی۔ اس سے پہلے یا اس کے بعد میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ میں کوئی کھلونا نہیں ہوں کہ جب چاہیں استعمال کریں اور جب چاہیں پھینک دیں۔ اب جو بھی بات "ہو گی محرم بن کر ہو گی، ورنہ نہیں۔

اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہی فوراً کال کاٹ دی، اور اکرم کے ہاتھ میں فون ایسے رہ گیا جیسے اس میں جان ہی نہ ہو۔ اس کے چہرے پر شدید مایوسی اور بے بسی کے ساتھ ساتھ رباب کی اس اچانک چالا کی پر گہرا غصہ تھا۔

وہ جان چکا تھا کہ رباب اب اسے اپنی انگلیوں پر نچا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی سوال گونج رہا تھا رباب کے پاس یہ نقشہ کیسے آیا؟ اور اب وہ اسے کیسے حاصل کرے گا؟

اکرم کے ہاتھ میں پکڑا فون جیسے ایک زہریلا سانپ بن گیا تھا۔ رباب کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی،

اس کی شرطیں اس کی انا پر ایک تیز دھار کی طرح لگی تھیں۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، جبڑے بھینچ گئے

اور ماتھے پر رگیں پھول گئیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک جنونی چمک تھی۔

اتنی اوقات اس لڑکی کی!؟" وہ دانت پیستے ہوئے بڑبڑایا، جیسے رباب اس کے" سامنے کھڑی ہو۔ "اکرم احمد اس کے نخرے اٹھائے گا؟ اتنے برے دن آ گئے ہیں میرے؟" اس کی آواز میں ایک ایسا غصہ تھا جو کسی بھی چیز کو تباہ کر سکتا تھا۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے فون کو پوری قوت سے دیوار پر دے مارا، فون کئی ٹکڑوں میں بکھر گیا، مگر اکرم کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ وہ کمرے میں ٹہلنے لگا، اس کے قدموں کی چاپ کمرے میں ایک طوفان کا اعلان کر رہی تھی۔

نقشہ تو میں حاصل کر کے رہوں گا!" اس نے خود سے عہد کیا، اس کی آواز" میں ایک جنونی عزم تھا۔

اس کے لیے مجھے نکاح ہی کیوں نہ کرنا پڑے! میں اس لڑکی کو دکھاؤں گا کہ اکرم احمد سے پنگا لینا کیا ہوتا ہے!" اس کا غصہ اب انتقام میں بدل چکا تھا۔ وہ رباب کو اس کی چالاکی کی قیمت چکانے پر مجبور کر دے گا۔

ooooooooo

رباب نے کال کاٹنے کے بعد فون ایک طرف رکھ دیا وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ دھیرے دھیرے مدھم پڑ گئی اور اس کی جگہ فکر مندی نے لے لی۔

اس نے اکرم کے سامنے جو شرط رکھی تھی، وہ صرف ایک چال نہیں تھی بلکہ اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا فیصلہ تھا۔

اس نے ٹھیک کیا تھا یا نہیں، یہ سوال اس کے ذہن میں بار بار ابھر رہا تھا۔

یہ میری ساری زندگی کا سوال ہے۔" اس نے خود سے کہا، اس کی نظریں" چھت پر جمی تھیں۔ ایک لمحے کو اسے خوف محسوس ہوا۔ جس شخص نے اسے کبھی اہمیت نہیں دی تھی، جس نے اسے بے وقوف سمجھا تھا، آج وہ اسے اپنی شرائط پر پاگل کر رہی تھی۔ لیکن کیا یہ صحیح تھا؟

پھر اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا، ایک ایسا خیال جو اس کے دل کو گرما گیا۔ "انسان اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔" اس کے لہجے میں نرمی آگئی، آنکھوں میں ایک خوابیدہ چمک ابھری۔ "اور میں " بھی صرف اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے ہی یہ قدم اٹھا رہی ہوں۔

اسے احساس ہوا کہ اکرم کے لیے اس کے جذبات کتنے گہرے ہو چکے ہیں۔ پہلے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ لیکن اب اس کے دل میں اکرم گھر کر چکا تھا۔

اب وہ اکرم کو حاصل ضرور کرے گی۔ یہ اس کی انا کا بھی سوال بن چکا تھا۔ اکرم اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا۔

جسے اس نے صرف محبت سے نہیں جیتنا تھا، بلکہ اپنی انا کے ساتھ جیتنا تھا۔ اسے ثابت کرنا تھا کہ وہ محض کوئی کھلونا نہیں، بلکہ ایک ایسی عورت ہے جو اپنے فیصلے خود کرتی ہے اور اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔

وہ سمیرا کو دکھانا چاہتی تھی کہ وہ کیا کر سکتی ہے، کہ اس کے اندر بھی طاقت اور عزم ہے۔ سمیرا نے ہمیشہ اسے کمزور سمجھا تھا، مگر اب رباب اپنی طاقت دکھانے کے لیے تیار تھی۔

○○○○○○○

بالا، دعام کا ہاتھ تھامے اسے ایک تنگ اور چھپے ہوئے راستے سے لے کر چل رہا تھا۔

یہ راستہ بظاہر زمین کے اندر سے نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، مگر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بالکل مختلف مقام پر پہنچ گئے۔

دعام نے حیرت سے اپنی آنکھیں پھیلا لیں۔ وہ راستہ سیدھا پہاڑ کی چوٹی پر ختم ہو رہا تھا، بالکل اسی جگہ پر جہاں سردار کا کمرہ تھا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی۔ یہ کیسا معجزہ تھا؟ جہاں وہ سوچ رہی تھی کہ راستہ زمین کے اندر جا کر کسی اور پاتال میں کھلتا ہو گا،

وہ وہیں سردار کے کمرے کے عین برابر پہنچ گئے تھے۔

ایسا کیسے ممکن ہے ؟" دعام نے ہانپتے ہوئے پوچھا، اس کی آنکھوں میں شدید" حیرت تھی۔ "یہ راستہ کدھر سے نکلا اور کیسے آیا؟" اسے یاد آیا کہ وہ جھیل پر جانے کے لیے پہلے کتنا لمبا راستہ طے کرتی تھی۔ یہ تو بالکل ہی سامنے تھا" بالا

مسکرایا، اس کے چہرے پر دعام کی حیرانی دیکھ کر خوشی تھی۔ وہ اس کے پاس کھڑا، پہاڑ کے شاندار منظر کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

کیسا لگا یہ راز، پیاری بہنا؟" بالا نے فاتحانہ انداز میں سوال کیا۔"

دعام نے سر جھٹکا، اس کی آواز میں خوف اور تجسس تھا۔

بہت زور سے لگا بالا بھیا! یہ قبیلہ تو سچ مچ میں کوئی بھول بھولیاں ہے!" اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

کون سا راستہ کدھر سے نکل کر کدھر آجاتا ہے، کوئی سمجھ ہی نہیں آتا۔ مجھے تو صرف ان ستائیس راستوں کا پتا تھا، اب اَٹھائیس کا پتا لگ گیا!" اس کی آواز میں ہلکا سا تجسس بھی تھا کہ ان راستوں کی پیچیدگی کہیں اسے گم نہ کر دے۔

بالا نے اس کے کندھے پر پیار سے تھپکی دی۔ "تھوڑا صبر سے کام لو بچے، مزید ایک مہینے میں تمہیں یہاں کے اور دس بارہ راستوں کے بارے میں پتہ چل جائے گا۔"

اس کی آواز میں ایک مسرور اعتماد تھا۔ "میں نے تمہیں بتایا نا، یہ قلعہ ایک ایسا خفیہ قلعہ ہے جسے اس کے بنانے والے بھی مکمل طور پر سمجھ نہیں سکے۔" بالا نے جھیل کی طرف اشارہ کیا۔

یہ قبیلہ جتنا زمین کے اوپر ہے اتنا ہی زمین کے نیچے بھی ہے۔" اس نے دور" پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

یہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر تمہیں جو قبیلے کی اونچائی نظر آتی ہے، یاد رکھنا کہ اتنا" ہی گہرا بھی ہے۔ اس کی جڑیں اتنی ہی گہرائی میں ہیں جتنی اس کی چوٹیاں بلند "ہیں۔

بالا نے پھر دعام کی طرف دیکھا۔

کسی دن تمہیں اس کی گہرائی میں بھی لے کر چلیں گے، جہاں شاید سورج کی" روشنی بھی نہیں پہنچتی۔ لیکن فی الحال چلو، شارٹ راستے سے جھیل پر واپس "چلتے ہیں۔ سردار بے چین ہو رہا ہو گا۔

وہ اس سے واپس چلنے کے لیے کہنے لگا تو دعام فوراً ہی اسی راستے سے واپس بھاگی تھی جہاں سے بالا اسے لے کر آیا تھا۔ اس کا تجسس اور حیرت اسے کھینچ رہے تھے۔

ooooooo

اس راستے سے گزرتے ہوئے، جیسے ہی وہ اس کے اینڈ تک پہنچے، اسے سامنے گلی کی طرف کچھ ڈاکو نظر آئے۔ وہ پہاڑوں کی دیواروں سے ٹیک لگائے آپس میں باتیں کر رہے تھے،

ان کے ساتھ ہی ان کی بندوقیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک ڈاکو کو وہ تھوڑا تھوڑا جانتی تھی،

اس کا چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا، شاید اس نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا تھا۔

بالا بھیا! یہاں کیا ہو رہا ہے؟" دعام نے آہستہ سے پوچھا، اس کی نظریں ان" ڈاکوؤں پر جمی تھیں۔

بالا نے ہلکے سے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور دھیمے لہجے میں کہا۔

کچھ نہیں پیاری بہنا۔ یہ ان لوگوں کی جگہ ہے، یہ سارے لوگوں کے گھر انہی پہاڑیوں کے اندر ہیں۔ اسی لیے ساتھ بیٹھے ہوں گے، اپنے کام کی باتیں کر رہے ہوں گے۔" اس نے دعام کا بازو پکڑا۔

آؤ چلو، ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔" اس نے انہیں ان کا کام کرنے دیا اور" خود آگے بڑھ گیا تو دعام بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی آئی تھی۔ ہاں، لیکن سامنے کھلے دروازے میں اسے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی چھٹی حس اسے کچھ گڑبڑ ہونے کا اشارہ دے رہی تھی۔ اسے لگا جیسے کوئی چیز جو سامنے نظر آ رہی تھی، وہ دراصل کچھ اور تھی۔

ooooooo

بالا نے دعام کو سردار کے پاس چھوڑ دیا۔

یہ لو سردار، تمہاری امانت۔ دکھا آیا میں اس کو پیچ کا راز تھا۔" اس نے"
مسکراتے ہوئے کہا،

اس کی نظروں میں ایک ہلکی سی الجھن تھی۔

سردار نے دعام کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

اچھی بات ہے؟ نقشہ بھول گئی؟" اس نے اشارے سے پوچھا، جبکہ وہ فوراہی"
اشارہ سمجھ گئی تھی۔

دعام نے نفی میں سر ہلایا۔

جی نہیں جناب! بالکل بھی نقشہ نہیں بھولی ہوں۔ مجھے بہت اچھے سے نقشہ یاد
ہے۔" اس نے سردار کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے کہا۔

اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ مجھے نقشہ واپس لا کر دیں گے۔ مجھے
اس قبیلے کا ایک ایک کونا جاننا ہے، ہر چیز پتا ہونی چاہیے مجھے۔ آخر میں اس قبیلے

کی سردارنی ہوں۔" اس نے اپنے تاج کو ٹھیک سے اپنے سر پر جمایا تھا، جو وہ اس کے لیے کب سے بیٹھا بنا رہا تھا۔

سردارنی صاحبہ! کھانا یہیں پر کھائیں گی یا پھر واپس قبیلے میں چل کر؟" جمرو" نے فوراً سر کو خم دیتے ہوئے سوال کیا۔

دعام نے جھیل کے کنارے پھیلی ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کیا۔

واپس قبیلے میں چل کر کیا کرنا ہے؟ یہ ٹھنڈی ہوائیں، یہ جھیل کنارہ، یہیں پر" کھانا کھانا ہے میں نے۔" وہ ایک سائیڈ ہو کر سردار کو دیکھتے ہوئے بولی۔"میں " جاؤں کھانا لینے کے لیے، شارٹ راستے سے؟

جمرو فوراً اٹھ گیا۔"لو جی! اب کھانا لانے کے لیے بھی ہماری سردارنی جائے گی تو ہم کیا یہاں اس جھیل میں پتھر مارنے کے لیے بیٹھے ہیں؟ آپ دونوں "بیٹھیں، ہم ابھی کھانا لے کر آتے ہیں۔

جبکہ سردار کی نگاہ بے ساختہ بالا کے چہرے پر پڑی تھی۔ وہ بظاہر تو مسکرا رہا تھا، لیکن کچھ تھا جو اسے الجھا رہا تھا۔ اس نے ہلکے سا آنکھ کے اشارے سے بالا سے پوچھا تھا، جس پر وہ صرف آنکھوں سے کوئی اشارہ دیتا جمرو کے ساتھ کھانا لانے چلا گیا۔

○○○○○○○○

جمرو کھانا لانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ بالا نے اسے روکا۔

جمرو، تم کھانا لاؤ۔ مجھے ذرا ایک کام یاد آگیا ہے۔ وہ میں کر کے آتا ہوں۔"""

اس نے جمرو کو میدانی راستے سے جانے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے واپس شارٹ راستے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے ذہن میں وہ ڈاکو گھوم رہے تھے جنہیں اس نے اور دعام نے خفیہ راستے سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس طرح ایک ساتھ ڈاکوؤں کا دن دیہاڑے ایک خفیہ جگہ پر بیٹھے رہنا اس کے لیے بھی حیران کن تھا، مگر وہ دعام کو ان سب چیزوں میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے شبہ تھا کہ کچھ گڑبڑ تھی۔

وہ واپس خفیہ راستے کے دہانے پر پہنچا اور اندر داخل ہوا۔ ڈاکو اب بھی وہیں پر بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

ان ڈاکو کا ایک ساتھ بیٹھنا بہت مشکوک تھا بالا نے ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپتے ہوئے خود کو چھپا لیا اور وہیں آ کر بیٹھ گیا،

تاکہ ان کی گفتگو سن سکے۔ اسے یقین تھا کہ ان لوگوں کا اس طرح ایک خفیہ جگہ پر بیٹھ کر باتیں کرنے کا کوئی نہ کوئی خاص مقصد تو ضرور تھا۔ وہ اپنی سانسیں روکے ان کی گفتگو پر کان لگائے بیٹھا تھا۔

حمیدے کی آواز آئی، جو قدرے پرسکون اور سمجھانے والے لہجے میں بول رہا تھا۔ "

ارے کیوں ڈر رہا ہے پاگل فصیل! سردار کو کیسے پتا چلے گا کہ ہم اس کے اسلحے سے مال نکال رہے ہیں؟

ہم نے ایسے ڈیلر بلائے ہیں اس اسلحے کو فروخت کرنے کے لیے کہ سردار کو "کانوں کان خبر نہیں ہوگی کہ یہ مال غائب کہاں ہوا ہے۔

حمید کی آواز میں خوف واضح تھا۔

نہیں یار! اگر سردار کو پتا چل گیا نا تو وہ گولی چلانے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائے گا۔" حمید سردار کی وحشت اور انصاف پسندی سے اچھے سے واقف تھا، اور اس کا دل ڈر سے کانپ رہا تھا۔

ایک تیسرا ڈاکو، رفیق، جو نسبتاً مطمئن لگ رہا تھا، بولا۔

ارے یار، کچھ نہیں ہوتا! اگر پکڑے بھی گئے تو صاف صاف بات کریں گے ان سے کہ سردار نے پچھلی گیارہ ڈکیتیوں میں اب تک صرف چلر (بہت کم رقم) دیا ہے ہم لوگوں کو۔" اس کی آواز میں شکایت تھی۔

ہم پچھلی گیارہ ڈکیتیوں میں پوری طرح سے سردار کے ساتھ شامل تھے لیکن" "سردار نے ہمارا حق مارا ہے۔

بالا کے کان کھڑے ہو گئے، یہ بات اس کے لیے حیران کن تھی۔ سردار نے تو ہمیشہ ان کا خیال رکھا تھا۔

رفیق نے مزید وضاحت کی، اس کے لہجے میں اب بھی تذبذب تھا۔

"یار، حق تو نہیں مارا سردار نے، ہمیں اچھی خاصی موٹی رقم دی ہے۔"

فیصل فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے بھڑک اٹھا۔ "اور رہنے دے رفیقے! کروڑوں کا مال ہاتھ لگا ہے ان پچھلی گیارہ ڈکیتیوں میں۔ سردار نے مشکل سے دو لاکھ روپیہ مجھے دیا ہے اور اس حمیدے کو تو سردار نے اسی ہزار میں ٹرکایا ہے!" اس کی آواز میں شدید ناراضگی اور بغاوت تھی۔ "اگر ہم سردار کے ساتھ تھوڑا بہت دھوکہ کر رہے ہیں تو سردار بھی ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر رہا، ہمارا حق مار رہا ہے۔"

رفیق نے پھر مداخلت کی۔

سردار حق نہیں مار رہا، سردار معصوم بچوں کا علاج کروا رہا ہے۔ سردار ہر مہینے سو بچوں کا علاج کرواتا ہے۔ یہ تو تم جانتے ہو۔" اس کی آواز میں ایک طرح کی حمایت تھی۔

او بس کر دینار فیقے! ہم نے بچوں کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا!" حمید نے جھنجھلا کر " کہا، اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

ارے جن سے کوئی مر نجین نہیں، جن کے نام تک ہمیں پتا نہیں، ان کا ٹھیکہ لے رکھا ہے سردار نے؟ اور ہر مہینے اتنے بچے آتے کہاں سے ہیں بیماری سے لپٹے ہوئے؟" اس کی آواز میں شک تھا۔" مجھے تو لگتا ہے کہ سردار ہمارے ساتھ بے ایمانی کرتا ہے! ایسی بھی کون سی بیماری ہے جس میں ہر مہینے اتنے سارے بچے نکل آتے ہیں؟ مجھے یقین ہے سردار صرف ہمارا پیسہ کھانے کے "! لیے جھوٹ بولتا ہے

" فصیل نے مزید زہر اگلتے ہوئے کہا۔

اب سردار کے سامنے تو ہم آواز اٹھا نہیں سکتے لیکن یہ اسلحہ جو اتنے سالوں سے یہاں بے کار پڑا ہے اسے بیچ کر ہم بھی اچھا خاصا مال کما سکتے ہیں۔" وہ تینوں آپس میں بیٹھے بات کر رہے تھے، اور بالا کو یقین ہو گیا کہ ان کو بھڑکانے والا یقیناً فصیل ہی تھا۔

بالا پوری بات سننے کے بعد، خاموشی سے وہاں سے نکل گیا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش اور غصہ نمایاں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ معاملہ صرف اسلحے کی چوری کا نہیں، بلکہ سردار کی عزت اور قبیلے کی اندرونی بغاوت کا تھا۔

○○○○○○○○

دعام جھیل کنارے بیٹھی تھی، جب سردار اس کے مزید قریب سرک آیا۔ بالا اور جمرو کھانا لینے گئے تھے۔ سردار نے اس کے خوبصورت چہرے پر نظر ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی، اور دل میں محبت کی ایک لہر اٹھی۔

کیا سوچ رہی ہو، میرا سوہنا مکھڑا؟" سردار نے دھیمی، گہری آواز میں پوچھا، "

اس کا ہاتھ دعام کے بالوں میں چلا گیا۔

دعام نے ایک گہری سانس لی۔

کچھ نہیں، بس یہ جگہ خوبصورت ہے۔" اور میں قبیلے کی ساری خوبصورت جگہ" کو دیکھنا چاہتی ہوں لیکن آپ کی وجہ سے نقشہ گم ہو گیا۔

میری وجہ سے۔۔۔۔" سردار نے حیرت سے دیکھا۔

ہاں نا آپ کہ ہر وقت مجھ پر نظر ہوتی ہے مجال ہے جو آپ مجھے دیکھتے رہتے اور نقشہ گم نہ ہوتا۔

مجھے میرے سوہنے مکھڑے کو دیکھنا ہوتا ہے نقشے کو نہیں، نقشہ تمہاری چیز تھی تو میں اس کا خیال رکھنا تھا۔

ہاں ناوہ میری چیز تھی اور گم ہو گئی نا۔۔" بالا بھیا نے نا مجھے کچھ دن پہلے ایک غار دکھائی تھی اب وہ بھی گم ہو گئی ہے۔

کیا کرتی تم اس غار میں جا کر وہ نرمی سے اس کے بالوں کو پیچھے کی طرف اڑسا پوچھنے لگا۔

کرنا تو کچھ نہیں تھا بس ایسے ہی بول رہی ہوں ناوہ بڑی ہوشیاری سے جواب

دے رہی تھی۔

ویسے جب میں تمہارے ہونٹوں کو چومتا ہوں۔ کیریوں کی خوشبو آتی ہے۔وہ

شرارت سے مسکرایا۔

ہیں۔۔۔ نہیں۔۔ تو۔۔۔ میں تو۔۔۔ نہیں۔۔ کھاتی۔۔۔" وہ اپنے لبوں کو

رگڑتی بولی تو سردار قہقہ لگا کر ہنسا۔

سردار نے اس کے گال کو اپنے ہاتھ کی پشت سے چھوا۔

یہاں کی ہر چیز خوبصورت ہے، لیکن تم جیسی خوبصورتی کہیں نہیں۔جب تم"

یہاں ہوتی ہو، لگتا ہے جیسے چاند خود پانی میں اتر آیا ہو اور اس جھیل کو بھی

"تمہاری خوبصورتی سے رشک آرہا ہو۔

دعام کے گالوں پر لالی پھیل گئی، مگر اس نے نظریں نہیں اٹھائیں۔ سردار نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ ان کی نظریں ملیں۔ سردار کی آنکھوں میں گہرا عشق اور بے پناہ طلب تھی۔

جھیل پر تو کھانا بعد میں کھائیں گے،" سردار نے سرگوشی کی۔ اس کا چہرہ دعام" کے چہرے کے قریب ہو رہا تھا۔ "پہلے تو میرا دل کچھ اور کھانا چاہتا ہے، ایک "ایسا میٹھا جو دنیا کے کسی خانے میں نہیں ملتا۔

دعام کی سانسیں تیز ہو گئیں، دل کی دھڑکن بے قابو ہو گئی۔ سردار نے اپنا ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے لے جا کر اسے اور قریب کیا، کوئی فاصلہ باقی نہ رہا۔ اس نے اپنے لب دھیرے سے دعام کے نرم گال پر رکھے، ایک پیار بھرا بوسہ دیا، پھر اس کے ماتھے کو چھوا۔

تمہیں نہیں معلوم،" سردار کی آواز مزید مدھر ہو گئی۔ "تمہاری موجودگی،" تمہاری سانسوں کی خوشبو، میرے لیے دنیا کی سب سے میٹھی چیز ہے۔ ہر سانس میں تم ہو، ہر دھڑکن میں تمہارا نام۔" اس کی سانسیں دعام کے چہرے

پر پڑ رہی تھیں۔ اس نے اپنے لبوں سے دعام کی گردن کو چھوا۔ دعام نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

سردار کی گرفت مزید مضبوط ہوئی۔ "تم میری ہو، میرا میٹھا سائیں۔" اس نے دعام کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں سمیٹ لیا۔ یہ ایک لمبا، گہرا بوسہ تھا۔ وقت تھم سا گیا تھا۔

سردار نے دھیرے سے اپنے لبوں کو علیحدہ کیا، اس کی پیشانی دعام کی پیشانی سے مس ہو رہی تھی۔ "یہاں کی ہوائیں بھی ہمارے عشق کی گواہ ہیں،" اس نے سرگوشی کی۔ "میں تمہیں کسی کو نہیں دوں گا، نہ وقت کو، نہ قسمت کو۔ تم میری ہو، صرف میری، اور میں تمہیں کبھی خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔" اس کی آواز میں ملکیت اور پرجوش دیوانگی تھی۔

دعام کی آنکھیں اب تک بند تھیں، دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اس لمحے کو اپنے اندر سمیٹ لینا چاہتی تھی۔

oooooooo

دعام نے بے چینی محسوس کرتے ہوئے سردار کو اس کی دیوانگی بڑھتی دیکھ کر سمجھایا۔ "ڈاکو جی، بالا بھیا اور جمرو بھیا آنے والے ہوں گے!" اس کی آواز میں ہلکا سا خوف تھا۔ مگر سردار اس کی گردن سے لب ہٹانے کو تیار ہی نہیں تھا، وہ دیوانگی سے اسے چومتے ہوئے، اسے پوری طرح سے اپنے بازوؤں میں قید کر چکا تھا، جیسے دنیا کی ہر چیز سے بے خبر ہو۔

ان کی رومانویت ابھی اپنی انتہا پر تھی جب جمرو کھانا لے کر واپس آتا نظر آیا۔ وہ ہانپتا ہوا تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

سردار نے جمرو کو دیکھا تو اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "بہت غلط ٹائمنگ ہے اس آدمی کی!" اس نے دھیمی، غصے بھری سرگوشی میں کہا، اس کی گرفت دعام پر ابھی بھی مضبوط تھی۔ "یہ جلدی میرے ہاتھوں اپنی ٹانگیں تلوائے گا جن پر ہر وقت اچھلتا کودتا رہتا ہے۔" وہ اسے بھاگتے بھاگتے آتے دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں ناگواری تھی۔

جبکہ بالا اس کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ دوسرے راستے سے واپس آیا تھا اور اب ان کے قریب آکر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر معمول سے زیادہ سنجیدگی تھی۔

دعام نے جیسے ہی بالا کو دیکھا، وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "بالا بھیا شارٹ راستے سے گئے تھے!" اس نے جوش سے کہا، سردار کی بانہوں سے خود کو آزاد کرواتے ہوئے۔ "آپ کو پتا ہے اس شارٹ راستے کے بارے میں کسی کو بھی نہیں پتا! پورے قبیلے میں بھی کوئی نہیں جانتا، صرف چار لوگ جانتے ہیں — آپ، میں، بالا بھیا اور جمرو بھیا!" اس کی آواز میں حیرت تھی۔ "لیکن وہاں پر نا، شاید دوسرے راستے سے کچھ ڈاکو لوگ بیٹھے ہوئے تھے! مجھے نام یاد نہیں، ان میں سے شاید ایک وہ حمید بھیا تھے جو اس دن آپ سے کچھ کہہ رہے تھے۔"

اس نے ایک لمحہ سوچا، پھر شکوہ کیا۔ "ایک تو مجھے ان سب کے نام نہیں آتے! پتا نہیں کتنے عرصے میں سب کے نام یاد ہوں گے!"

سردار نے دعام کے گال کو چھیڑتے ہوئے کہا۔"میرا معصوم سجن، کیوں یاد کرنے ہیں سب کے نام؟ تم صرف سردار کو یاد کر لو، اتنا ہی کافی ہے۔ باقی سب کو بھول جاؤ۔"

دعام نے خفگی سے ہونٹ چڑھائے۔"اوہو ڈاکو جی! آپ بھی نا! کیوں یاد نہیں کرنے ہوں گے؟ یہ سارا قبیلہ ہماری فیملی ہے، اپنے گھر والے لوگ ہیں۔ تو گھر والوں کے نام تو پتا ہونے چاہیے نا؟"اس کے لہجے میں اپنائیت تھی۔"میں تو اس پہاڑی کے اوپر بھی جاؤں گی، جب پچھلی دفعہ گئی تھی نا، بالا بھیا نے مجھے مائی سے ملایا تھا، مائی خوبصورتی سے سوئی سے کڑھائی کر رہی تھی۔ میں بھی کروں گی!"اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔"وہ سارے لوگ ہماری فیملی ہیں، ہمیں ان کے ساتھ رہنا ہے نا! میں بھی جایا کروں گی وہاں۔"وہ سردار کو اپنا فیوچر پلان بتا رہی تھی، جیسے یہ سب بہت سادہ اور خوبصورت ہو۔

جب کہ سردار بالا کے آنے پر سامنے بچھی چادر پر اس کی مدد کرنے لگا تھا، کھانا لگانے میں۔ بالا بھی اس کے پاس ہی آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر تھوڑی

مایوسی تھی اور آنکھوں میں گہری سوچ۔ سردار سمجھ گیا تھا کہ کوئی بڑی بات ہے۔

لیکن فی الحال کچھ بھی بولے بغیر، سردار نے دعام کو کھانا کھانے کا اشارہ کر دیا تاکہ وہ بات کو ٹال سکے۔

دعام نے پھر سے بالا کی طرف دیکھا۔ "بالا بھیا! آپ مجھے یہاں رہنے والے سارے لوگوں سے بھی ملوائیے! میں جاننا چاہتی ہوں کہ یہاں کون کون ہے، اور وہاں وہ پہاڑی کے پیچھے کون کون بیٹھا ہوا تھا؟ مجھے بس ایک ہی نام پتا ہے: حمید۔" اس نے معصومیت سے کہا۔ "میں ڈاکو جی سے بھی یہی کہہ رہی تھی کہ وہ سب ہماری فیملی ہیں، ہمیں مل جل کر رہنا چاہیے، کم سے کم ہمیں ایک دوسرے کے نام تو پتا ہونے چاہیے۔"

بالا نے اچانک سر اٹھا کر دعام کی آنکھوں میں دیکھا، اس کی آواز میں پہلے کی نرمی غائب ہو چکی تھی اور اس کی جگہ تلخی نے لے لی تھی۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کا نام جاننے کی۔ یہاں کوئی فیملی نہیں ہے، کوئی خاندان نہیں

ہے۔"اس کی آواز میں ایک کرختگی تھی۔"یہاں ہر کوئی اپنے مطلب کے لیے جیتا ہے۔ کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں۔ لمحہ لگتا ہے یہاں اعتبار ختم ہونے میں۔"اس نے دعام کی معصومیت پر نظر ڈالی۔"تمہارا تو دل بھی چھوٹا سا ہے، کسی ایک کی بات کو دل پر لگا کر بیٹھ جاؤ گی! یہاں صرف منہ پر اچھے ہیں "سب لوگ۔ اندر سے یہ سب صرف اپنی غرض کے لیے جیتے ہیں۔

دعام اسے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ بالا ایسا کیوں کہہ رہا ہے۔

ایسا نہیں ہے بالا بھیا! یہ سب لوگ ہماری فیملی ہیں!" دعام نے ضد سے کہا۔" "جیسے بہن بھائی ہوتے ہیں، بہن بھائیوں میں چھوٹے موٹے جھگڑے تو چلتے "رہتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ۔۔۔

بالا نے اسے بیچ میں ہی روک دیا۔ اس کی آواز اب مزید سخت ہو چکی تھی، جیسے وہ دعام کو ایک تلخ حقیقت کا سامنا کروا رہا ہو۔" صحیح کہا تم نے، بہن بھائیوں میں چھوٹے موٹے جھگڑے چلتے رہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہوتا ہے؟ دو

تین دن تک ناراضگی رہتی ہے، تیسرے دن پھر واپس ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔

"!لیکن یہاں ایسا نہیں ہوتا

بالا نے گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں ایک دکھ تھا۔" یہاں پر اگر کسی کو کوئی بات بری لگ جائے تو وہ بات بدلے کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ وہ دھوکہ کہلاتی ہے، اور پھر وہ دھوکہ بعد میں کسی کی سانسیں چھین کر بدلہ پورا کرتا ہے۔" اس کی نظریں سردار پر تھیں، جس کے چہرے پر بھی سنجیدگی چھا چکی تھی۔ "بہتر ہو گا کہ یہاں کے لوگوں سے دور رہو۔ کسی کو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں، نہ کسی سے زیادہ امید رکھنے کی۔ یہاں کے لوگ اپنی مرضی سے زندگی گزارتے ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ رکھنا ہماری مجبوری ہے اور کچھ بھی نہیں۔ یہ ہمارا خاندان نہیں ہے، یہ ہمارے لوگ نہیں ہیں۔ یہ سانپ ہیں جو "اندر ہی اندر ہماری ہی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔

والا! بس کر!" سردار کی کرخت آواز میں اسے خاموش ہونے پر مجبور کر دیا"

"! تھا۔ "فضول میں میرے معصوم سجن کو ڈرا رہے ہو! کھانا کھاؤ

سردار کی آواز نے بالا کو تو چپ کروا دیا تھا، جبکہ دعام کے لیے بالا کے الفاظ حیران کن نہیں تھے، بلکہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک عجیب سی الجھن پیدا ہو چکی تھی۔

○○○○○○○

صبح کی اداسی کو چیرتی ہوئی ابا کے فون کی گھنٹی نے گھر بھر میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا۔ دوسری جانب سے اکرم کی آواز جیسے کسی جھٹکے کی صورت گری " انکل میں آج ہی نکاح کے لیے آ رہا ہوں۔" یہ خبر ان کے لیے کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔

ابا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، یہ کسی ان دیکھے طوفان کا پیش خیمہ تھا۔

اکرم نے یہ جواز پیش کیا تھا کہ اس کا تبادلہ ہو رہا ہے اور ممکن ہے اس کی واپسی جلد اس علاقے میں نہ ہو سکے۔

ایسے میں وہ کسی کو دھوکے میں نہیں رکھ سکتا تھا، اور ویسے بھی ان لوگوں کو نکاح کی جلدی تھی۔ اکرم نے تو بظاہر ان کے لیے ایک مناسب حل نکال لیا تھا،

لیکن پھر بھی نکاح کی اتنی اچانک اور غیر متوقع خبر نے انہیں حیران ضرور کر دیا تھا۔ اتنی کم مدت میں نکاح کی تیاری کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن لگ رہا تھا، مگر خاندان کی عزت اور بیٹی کے مستقبل کے پیش نظر، وہ لوگ شام پانچ بجے تک نکاح کی تمام تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ گھر کو سادگی سے سجایا گیا تھا، اور محلے کے چند قریبی افراد کو اطلاع دی جا چکی تھی۔ فضا میں ایک عجیب سی گھبراہٹ اور خوشی کا امتزاج تھا۔

○○○○○○

میرا بھولا سائیں تمہارا نقشہ مل گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلتے ہی وہ بولا تو دعا م خوشی سے چہک اٹھی تھی،

اس کی آنکھوں میں انوکھی چمک تھی، جو سردار نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ڈاکو جی! کیا سچ میں نقشے کا پتہ چل گیا؟ دیجیے نا میرا نقشہ! آدھے سے زیادہ" نقشہ تو مجھے یاد ہو چکا تھا، اور میں اتنی پریشانی ہو رہی تھی کہ کہیں میں اسے "بھول نہ جاؤں۔

اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، جیسے اسے محض ایک کاغذ کا ٹکڑا نہیں، بلکہ کوئے نور کا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہو۔

سردار نے اس کی بے پناہ خوشی کو اپنی آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے اسے اپنے قریب کھینچا،

ہمیں نقشہ لینے خود چلنا ہو گا۔ آج تمہاری بہن کا نکاح ہے، وہ اور انسپیکٹر " اکرم آج نکاح کے بندھن میں بندھنے والے ہیں،

شام پانچ بجے تک۔ ہم تقریباً سوا پانچ بجے تک اپنا نقشہ واپس لینے پہنچ جائیں گے۔"

سردار نے ایک خاص انداز میں اسے دیکھا، اس کی بات میں ایک گہرا، پوشیدہ معنی تھا۔ دعام حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی، اس کی آنکھوں میں سوال تیر رہے تھے۔

"کیا مطلب؟ نقشہ وہاں کیسے چلا گیا؟" دعام نے گہری حیرت سے پوچھا۔

"میرا بھولا سائیں! تمہاری بہن چوری کر کے لے گئی تھی،" سردار نے نرمی سے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"ہائے اللہ جی! رباب باجی چورنی کہیں کی! میرا نقشہ چوری کر کے لے گئی! میں بھی کہوں میں نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی تو نقشہ گیا کدھر؟

رباب باجی ویسے بھی چورنی سی ہے، درزی کے گھر جاتی ہے ان کے بچوں کی چیزیں چوری کر کے لے آتی ہے

اللہ پاک جب جہنم میں ہاتھ کاٹے گا ناتب احساس ہو گا چوری کتنا بڑا گناہ ہے۔ دعام اپنی ہی دھن میں بولتے بولتے اچانک اپنی زبان دانتوں تلے دبا گئی، .اور ایک چور سی نظر سردار پر ڈالی۔ وہ بھی تو چور ہی تھا، ڈاکو تھا، ڈکیت تھا

ڈاکو جی! میں آپ کے لیے نہیں بول رہی، رباب باجی کے لیے بول رہی "

ہوں،

میر انقشہ تو انہوں نے چوری کیا نا!" دعام معصومیت سے بولی، اور سردار ایک گہرا قہقہہ لگا کر ہنسا۔

اور پھر اس کے لبوں پر جھکا اور ایک شدت سے بھرپور لمس اس کے ہونٹوں پر بکھیرنے کے بعد اپنی دیوانگی اس کی گردن پر لٹانے لگا تھا۔

میرا معصوم سائیں تم حق رکھتی ہو مجھے کچھ بھی کہنے کا وضاحتیں نہ دیا کرو

کمرے کا ماحول رومانی ہونے لگا تھا کہ اچانک باہر سے جمرو نے آواز لگائی۔

سردار جمرو کی ٹائمنگ پر سچ میں حیران تھا۔ وہ جب بھی اس کے قریب آتا تھا، جمرو بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو جاتا تھا۔ سردار نے دل ہی دل میں سوچا، کسی دن وہ اپنی ٹانگیں تڑوانے والا تھا اس کے ہاتھوں۔

سردار! بچوں کے علاج کے لیے رقم دینے جانا ہے! ہسپتال۔۔۔"میں تیار" ہوں! جلدی آؤ!" جمرو خوشی سے بول رہا تھا، جبکہ سردار کے چہرے پر بھی ایک سکون کا تاثر آیا کہ چلو ایک نیک کام ہو رہا ہے۔

ہاں آتا ہوں!" دعام کو خود سے الگ کرتا سردار الماری کی طرف بڑھا اور" نوٹوں کی موٹی موٹی گڈیاں نکالنے لگا۔

میرا سوہنا مکھڑا میں ایک ضروری کام کے لیے جا رہا ہوں، شام سے پہلے آجاؤں "گا۔ تم بھی اپنی تیاری مکمل کرو۔

ہاں ٹھیک ہے، میں تیاری کر لیتی ہوں رباب باجی سے نقشہ واپس لینے کی، اور" ہاں! رات کا کھانا ہم جھیل پر کھائیں گے نا؟" آپ نے صبح کہا تھا۔

دعام کو کچھ یاد آیا تو وہ فوراً ہی سردار کے پاس آئی اور اس کی قمیض کا کالر ٹھیک کرنے لگی۔ انداز ایسا تھا جیسے اسے منا رہی ہو۔ سردار روز روز اس کے جھیل پر جانے پر سچ میں پریشان ہو گیا تھا.

اس کا بس چلتا تو وہ جھیل پر ہی اپنا گھر بنا لیتی۔

اچھا ٹھیک ہے، تم اپنی تیاری مکمل کر لینا، نقشہ لانے کے بعد جھیل پر چلیں "گے۔" وہ نرمی سے اس کے لبوں کو چومتے ہوئے باہر نکل گیا، جبکہ نقشہ ملنے کی خوشی میں دعام تو جیسے جھوم اٹھی تھی، اسے یقین تھا کہ اب اس کی زندگی میں کوئی کمی نہیں رہی۔

oooooooo

اکرم کا استقبال بہت اچھے سے کیا گیا تھا۔ رباب کے چہرے پر بے شک بہت خوشی اور ایک فاتحانہ چمک نمایاں تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے بلیک میل کر کے ہی اکرم کو خود سے شادی کرنے پر مجبور کیا ہے،

لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اپنی محبت اور چاہت سے اکرم کو اپنی طرف متوجہ کرلے گی۔ وہ اتنی بھی گئی گزری نہیں تھی کہ ایک شخص کو خود سے محبت کرنے پر مجبور نہ کرسکے،

خاص طور پر جب وہ اس کا شوہر بننے جارہا ہو۔ اکرم کا استقبال تمام رسم ورواج کے مطابق کیا گیا، مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔

سمیرا کو یہ سب کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا، اس کے دل میں شکوک وشبہات ابھر رہے تھے۔ پہلے وہ رشتے کے لیے آیا تو اس کا انداز انتہائی سرد اور بیزار سا تھا، جیسے کوئی مجبوری کا سودا ہو

۔ پھر دوسری دفعہ آیا تو اس نے نکاح سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ پہلے وہ ڈاکو کو پکڑے گا۔ اور اب اچانک تبادلے کا شوشہ چھوڑ دیا تھا، حالانکہ اس علاقے میں تمام افسروں کے تبادلے پانچ سال کے بعد ہوتے تھے اور اسے یہاں آئے ابھی صرف تین سال گزرے تھے۔ لیکن سمیرا نے اس بارے میں کچھ نہیں

کہا، وہ جانتی تھی کہ فضول میں بات بڑھ جائے گی اور اس وقت گھر میں خوشی کا ماحول تھا۔ اس نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

○○○○○○○○

نکاح کا وقت آن پہنچا۔ قاضی صاحب نے ایجاب و قبول کی کارروائی شروع کی۔ اکرم ایک سنجیدہ، تقریباً بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا، اس کے گواہ کے طور پر تین چار پولیس اہلکار سادہ لباس میں موجود تھے۔ دوسری طرف رباب، اس کے والدین، اور چند محلے کے لوگ گواہ تھے۔

رباب بنت دین محمد کا نکاح اکرم احمد بن احمد رضا سے مہر پانچ لاکھ کے عوض" طے پایا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

اکرم نے گہری سانس لی، اور ایک مضبوط لیکن اندرونی طور پر بھاری آواز میں کہا

"مجھے قبول ہے۔"

یہی سوال رباب سے پوچھا گیا، اور اس نے مسکراتے ہوئے، ایک واضح اور پر اعتماد آواز میں کہا

"مجھے قبول ہے۔"

تین بار ایجاب و قبول دہرایا گیا، اور پھر قاضی صاحب نے نکاح کا باقاعدہ اعلان کیا۔ مبارکبادوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔ پورے گھر میں ایک عجیب سی خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی، خاص طور پر رباب کے چہرے پر اطمینان تھا، جیسے اس نے اپنی منزل پا لی ہو۔

ooooooo

نکاح کے فوراً بعد، اکرم رباب سے ملنے کے بہانے کمرے میں آیا تو آتے ہی اس نے بغیر کسی تمہید کے دوٹوک بات کی

اب نقشہ دو مجھے !جو تم نے کہا وہ میں نے کر دیا۔ نکاح ہو گیا، ایک ہفتے میں" رخصتی لے لوں گا۔

اس کی آواز میں کوئی جذبات نہیں تھے، صرف ایک معاہدے کی تکمیل کا تقاضا۔

"اللہ اللہ! یہ نکاح تو آپ نے اس نقشے کے لیے ہی کیا ہے، شوہر صاحب! دیتی ہوں آپ کو نقشہ، اب تو یہ آپ کی امانت ہے، آپ کے پاس ہی جائے گا،" رباب ہلکی سی مسکرائی، اس کی مسکراہٹ میں فتح مندی کا تاثر لیے وہ الماری کے قریب آئی۔ اس نے الماری کا دراز کھولا اور ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالنے لگی۔

اسی لمحے دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں، جو آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ زمین جیسے وحشت سے لرز اٹھی تھی، اور پورا گاؤں لمحوں میں ایک پراسرار خاموشی میں سمٹ گیا۔

باہر سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی خوفناک آوازیں تیز ہوتی سنائی دیں، جو تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں۔ ماحول میں ایک پراسرار تناؤ پھیل گیا، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک قوی ہیکل سایہ، جس کے چہرے پر عزم تھا، دروازے سے اندر داخل ہوا۔

وہ سردار، ڈاکوؤں کا سردار تھا! اس کی غیر متوقع آمد نے سب کو لرزا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چند ساتھی بھی تھے،

جن کی آنکھوں میں چمک اور چہروں پر ایک عجیب سی بے پروائی کے ساتھ نقاب تھا۔ پورے گھر میں ایک سہم کا عالم چھا گیا، سب لوگ خوف زدہ ہو کر دیواروں سے لگ گئے، کسی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ نکاح کے اس پُر مسرت ماحول میں یہ کیا طوفان آن گرا ہے۔

سردار، نے چہرے پر نقاب کیے ایک لمحے کے لیے رک کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اس کی نظریں کسی خاص شخص کو تلاش کر رہی تھیں۔ پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور پیچھے بیٹھی دعام کو انتہائی احتیاط سے نیچے اتارا،

جیسے وہ کوئی قیمتی شے ہو۔ اسے اپنے بازو میں تھامے، وہ اندر کی طرف بڑھا، اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

میر امیٹھا سائیں اپنا نقشہ لے آؤ، تمہاری رباب باجی کے پاس ہے،" اس نے دعام کے کان میں سرگوشی کی۔

دعام کا اس وقت وہاں موجود ہونا سب کے لیے ہی بہت حیرت انگیز تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے، پریشان سے اندر چلتا ہوا آیا جب کہ دعام فوراً ہی رباب کے کمرے کی طرف بڑھتی دروازہ کھول چکی تھی۔ سامنے ہی رباب اپنے ہاتھ میں وہی نقشہ پکڑے اکرم کے حوالے کر رہی تھی!

دعام کے چہرے پر غصہ اور حیرانی ایک ساتھ ابھری۔

"رباب باجی! چورنی کہیں کی! آپ کی ہمت کیسے ہوئی میرا نقشہ چوری کرنے کی؟" اس کی آواز میں ایک ایسا تیکھا پن تھا جو پہلے کبھی کسی نے نہیں سنا تھا۔

"مجھے اب تک یقین نہیں آیا تھا کہ آپ ایسا کر سکتی ہیں لیکن آپ سچ میں ایسا کر سکتی ہیں!" وہ غصے سے آگے بڑھی اور رباب کے ہاتھ سے اپنا نقشہ ایسے کھینچ چکی تھی جیسے خدانخواستہ وہ نقشہ نہیں، اس کا اپنا بچہ ہو۔

"دعام! میری بات سنو!" اکرم نے دعام کو تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کر اس کی طرف لپکنے کی کوشش کی تھی لیکن اس سے پہلے ہی وہ سردار تک پہنچتی اس

کے پیچھے چھپ گئی تھی جیسے کوئی معصوم سا بچہ شرارت کر کے اپنے بڑے کے پیچھے چھپ جاتا ہے۔

اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی، لیکن ساتھ ہی ایک چھپی ہوئی معصومیت بھی۔

سردار نے دعام کی طرف پیار سے دیکھا، اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اس کے نقشے کو پیار سے تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی، جو شرارت اور طنز کا امتزاج تھا۔ اس نے ایک نگاہ اکرم پر ڈالی، جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

لے آئی اپنی امانت میرا سوہنا مکھڑا، "سردار نے دعام سے مخاطب ہو کر کہا، " پھر اس کی نظریں اکرم پر جم گئیں، ایک سرد مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیلی۔

نکاح مبارک ہو اکرم صاحب! بہت خوشی ہوئی آپ کے نکاح کا سن کر۔ ""

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا، "لیکن وہ کیا ہے نا کہ آپ کی ہونے والی بیگم ہمارا

نقشہ چوری کر کے لے آئی تھی. اچھی جوڑی ہے، پولیس اور چورنی کی۔ لیکن وہ کیا ہے ناڈکیتوں کے گھر میں ڈکیتی نہیں کی جاتی!

اسی لیے یہ نقشہ تو ہم لے کر جا رہے ہیں، باقی آپ لوگ اپنے معلامات حل کر لیجیے گا۔ میری طرف سے نکاح پھر سے مبارک ہو!"

اس کے لہجے میں ایک گہرا طنز تھا، جو اکرم کے زخموں پر نمک پاشی کر رہا تھا۔ سردار نے ایک قدم آگے بڑھ کر اکرم کے قریب ہوتے ہوئے مزید کہا،

ویسے اس نکاح کے پیچھے آپ کا ایک خاص مقصد چھپا ہے نا؟ اگر وہ مقصد پورا نہیں ہوا تو یقیناً آپ...... خیر، آپ کی زندگی کے فیصلے آپ ہی کر لیں۔ ہم تو اپنی امانت لینے آئے تھے، لے کر جا رہے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اکرم کی آنکھوں میں دیکھا، ایک لمحے کے لیے جیسے کوئی گہرا راز بانٹ رہا ہو۔

سردار نقاب لے اندر ہلکا سا مسکرایا، دعام کو اپنے ساتھ لگائے وہیں سے واپس پلٹ گیا۔ اس کی واپسی ایسی تھی جیسے وہ سب کے سروں پر حیرت کے پہاڑ توڑ گیا ہو۔

رباب سے ایک قدم بھی باہر کی طرف نہ اٹھایا گیا، اس کی قسمت کتنی جلدی پلٹ گئی تھی، کتنی جلدی کھیل اسی پر الٹ گیا تھا۔ وہ وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی، اس کی آنکھوں میں شکست کا اندھیرا تھا۔ جبکہ اکرم اپنے مقصد کے اتنے قریب آکر بھی، اپنے مقصد تک نہ پہنچ سکا، اس کے چہرے پر گہری مایوسی اور بے بسی نمایاں تھی۔

ooooooo

وہی پراسرار وقت تھا جب ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی اور فضائیں کسی خفیہ سرگرمی کی گواہی دے رہی تھیں۔ یہ وہ لمحہ تھا جب سردار کا وفادار ساتھی بالا اس علاقے سے نکلا تھا۔ اس علاقے کی اہمیت یہ تھی کہ یہاں عام ڈاکوؤں کا گزر بہت کم ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پورا قبیلہ بخوبی جانتا تھا کہ یہ علاقہ حمید، فیصل اور رفیق کا اپنا ہے۔

یہاں سے صرف اور صرف ایک خفیہ راستہ نکلتا تھا جو جھیل کی طرف جاتا تھا اور اس راستے کے بارے میں سوائے جمرو سردار اور بالا کے اور کوئی نہیں جانتا تھا یہ تینوں بھی نہیں

انہی گھرے پہاڑوں کے بیچ میں، جہاں سے باہر نکلنے کا ایک خفیہ راستہ کھلتا تھا، ان تینوں کے گھر بھی بنے ہوئے تھے۔ یہ پہاڑ کے پیچھے کی ایک ایسی خفیہ سرنگ تھی جسے ان تینوں نے کئی سالوں کی محنت سے تیار کیا تھا، خاص طور پر اسلحہ چوری کے لیے۔ یہ ان کا ذاتی اور مکمل طور پر پوشیدہ ٹھکانہ تھا۔

حمید، فیصل اور رفیق ایک بڑے، چپٹے پتھر کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے تازہ بارود کے کچھ تھیلے اور چمکتے ہوئے ہتھیار پڑے تھے۔ ابھی ابھی انہوں نے اپنی تازہ ترین ڈیل کی تفصیلات مکمل کی تھیں۔ اسلحے کا ایک بڑا ذخیرہ کامیابی سے چوری ہو چکا تھا اور اب وہ اسے ٹھکانے لگانے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک گہری سوچ بھی۔ سردار کے ساتھ ان کا سودا ہو چکا تھا اور تمام معاملات طے پا

گئے تھے۔ وہ سردار کا ساتھ اس لیے نہیں چھوڑ سکتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سردار کی وجہ سے ہی وہ اس علاقے میں محفوظ تھے۔ کوئی دوسرا ڈاکو گروہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اس پورے علاقے میں ان کے سوا کوئی اور بڑا ڈاکو یا گروہ نہیں تھا، اور پورا علاقہ سردار کے نام سے کانپتا تھا۔ اس کا رعب اور دبدبہ ایسا تھا کہ کوئی اس کے راستے میں نہیں آتا تھا۔ وہ لوگ سردار کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کے دلوں میں ایک نیا، کہیں زیادہ خطرناک منصوبہ پروان چڑھ رہا تھا: سردار کی جگہ خود حکومت کرنا، اس کے تخت پر براجمان ہونا، اور اپنی مرضی سے فیصلے کرنا۔

انہیں اس بات پر شدید اعتراض تھا کہ سردار جو پیسہ ان کی کمائی سے معصوم بچوں کے علاج پر لگاتا تھا، اس سے انہیں لگتا تھا کہ انہیں ان کا کم حصہ ملتا ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ یہ سب ان کی محنت کی کمائی ہے، اور سردار اسے "بے کار" کاموں پر صرف کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ انہیں ان کا پورا حصہ

ادا کیا جاتا تھا، اور سردار بچوں کی مدد اپنی ذاتی آمدنی سے کرتا تھا۔ مگر ان کی ہوس اور لالچ انہیں یہ حقیقت دیکھنے نہیں دے رہی تھی۔

اپنی سازشوں میں مگن اور ہنسی مذاق کرتے ہوئے، اچانک فیصل کی نظر زمین پر پڑی۔ اس نے ایک چمکتی ہوئی، چھوٹی سی چیز اٹھائی۔ جیسے ہی اس نے اسے ہاتھ میں لیا، اس کی فاتحانہ مسکراہٹ ایک جھٹکے میں غائب ہو گئی۔ اس کے چہرے پر گہرا خوف اور شدید حیرت کے ملے جلے تاثرات ابھر آئے۔ اس کے ہاتھ میں بالا کی انگوٹھی کا نگ تھا! حمید اور رفیق نے جب اس نگ کو دیکھا تو ان کے چہرے بھی پل بھر میں سفید پڑ گئے، گویا ان پر بجلی گر گئی ہو۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ یہاں کیسے آیا؟ اس علاقے میں تو کوئی بھی آتا جاتا نہیں تھا، کیونکہ یہ ان تینوں کا اپنا خفیہ علاقہ تھا، ان کی ذاتی سرنگ کا دہانہ تھا۔ وہ نگ اس جگہ کے بے حد قریب پڑا تھا جہاں وہ سب بیٹھے اپنی ڈیل اور اپنے مستقبل کے ناپاک منصوبوں پر بات چیت کر رہے تھے۔

بالا... یہاں؟"حمید نے لرزتی ہوئی آواز میں سرگوشی کی، اس کی آواز میں "
خوف واضح تھا۔

فیصل نے نگ کو اپنی مٹھی میں اتنی سختی سے بھینچ لیا کہ اس کی پوریں سفید پڑ گئیں۔ "اس کا مطلب ہے کہ بالا کو کچھ نہ کچھ خبر تھی! وہ ہمارے قریب ہی تھا "!جب ہم یہ سب بات کر رہے تھے

اگر بالا نے سردار کو بتا دیا تو کیا ہو گا؟" یہ خیال ایک زہریلے سانپ کی طرح" ان کے ذہنوں میں رینگ گیا اور ان کی روحیں کانپ اٹھیں۔ وہ اس سے آگے کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے، ان کے ذہنوں پر ایک اندھا، جان لیوا خوف طاری ہو گیا تھا۔ موت کا ڈر ان سب کو بری طرح جکڑ چکا تھا، کیونکہ وہ بالا کی وفاداری اور سردار کے غضب سے بخوبی واقف تھے۔

کچھ دیر کی مکمل خاموشی کے بعد، جو ان کے خوف کی گواہ تھی، حمید نے خود کو بڑی مشکل سے سنبھالتے ہوئے کہا، "ہمیں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ سب

سے پہلے ہمیں اس بات کی تصدیق کرنی ہو گی کہ سردار کو اس بارے میں کچھ پتہ ہے یا نہیں۔"

رفیق نے سر ہلاتے ہوئے اس کی تائید کی، "ہاں، جلد بازی میں کوئی بھی قدم ہمارا کھیل بگاڑ سکتا ہے۔"

فیصل نے اپنی مٹھی کھولی اور رنگ کو دیکھا، پھر ایک سرد نظر سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ "اور اگر سردار کو کچھ نہیں پتہ چلا تو... تو ہمارے پاس ایک اور راستہ ہے۔ ہم بالا کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں گے۔"

مگر اس کے اپنے ہی الفاظ میں ایک تلخ حقیقت چھپی تھی۔ وہ سب یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ بالا ایک بہت وفادار ساتھی ہے۔ اسے دولت کا لالچ بھی نہیں دیا جا سکتا تھا، اور اسے بہکانا یا سردار کے خلاف کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ ان کے ساتھ ملنے کے اس کے امکانات بہت کم تھے، شاید نہ ہونے کے برابر۔

حمید نے ایک گہری، مایوس کن سانس لی۔ "اور اگر وہ کسی بھی طریقے سے ہمارے ساتھ نبھانے کو تیار نہ ہوا... اگر وہ ہمارے منصوبوں میں رکاوٹ بنا... "تو پھر ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہو گا۔

سب جانتے تھے کہ حمید کس راستے کی بات کر رہا تھا۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ صرف خطرہ نہیں ہو گا بلکہ اگر وہ اس میں ناکامیاب ہو گئے تو ایسی ملے گی کہ روح بھی کانپتی کانپ اٹھے گی۔

ooooooo

رباب کی نگاہ سے واپس آ کر وہ اسے قبیلے میں چھوڑ کر اپنے کسی ضروری کام کے لیے چلا گیا تھا اب اس کی واپسی ہوئی تو وہ تیار تھی یقینا اپنا نقشہ وہ سنبھال چکی تھی

ڈاکو جی، میں تیار ہوں! میں نے کہا تھا ناہم رات کا کھانا جھیل پر کھائیں گے۔ دیکھیے میں نے اپنی تیاری مکمل کر لی ہے،

وہ ایک ہاتھ میں ٹینٹ اٹھائے ہوئے تھی جبکہ دوسرے ہاتھ میں ایک چادر تھی، "بس چلتے ہیں۔

سردار اسے صبح بڑی مشکل سے جھیل سے واپس لایا تھا۔ وہ تو وہاں سے آنے کو تیار ہی نہیں تھی، اس کا کہنا تھا کہ آج بھی ہم وہیں سوئیں گے۔ لیکن سردار کو بہت سارا کام تھا اور وہ اسے اکیلے جھیل پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اسی لیے زبردستی سے اس وعدے کے ساتھ واپس لے آیا تھا کہ ہم رات کو آکر وہیں سوئیں گے۔ یہاں تک کہ کھانا بھی جھیل پر ہی کھائیں گے۔

"ارے میری سجن سائیں! تھوڑا صبر تو کرو، ابھی تمہارے سردار کا کام ختم نہیں ہوا۔ بالا ایک چھوٹی سی میٹنگ کرنے والا ہے، وہ مجھے کوئی ضروری بات بتانے والا ہے۔ میں ایک ضروری کام کے لیے نکل گیا تھا اس سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ پہلے مجھے اس کی بات تو سن لینے دو پھر چلتے ہیں جھیل پر۔"

"ہاں تو ٹھیک ہے نا! میں شارٹ راستے سے جاتی ہوں، آپ تب تک آجائیے گا میرے پیچھے پیچھے،" اس نے ایک آسان حل نکالا تھا۔ وہ اس جھیل کی دیوانی

ہو چکی تھی اور وہ جھیل تھی بھی اتنی حسین کہ کوئی بھی اس کا دیوانہ ہو جاتا۔ وہ یوں ہی تو نہیں سر دار کی بھی سب سے پسندیدہ جگہ تھی۔

میرا سوہنا سائیں، میری سوہنا! اتنی دیر اکیلی وہاں اندھیرے میں کیا کرو گی؟" ڈر لگے گا نا میرے حسین مکھڑے کو،" وہ پیار سے اس کے قریب آیا، اس کے لبوں کو چومتے ہوئے سمجھانے لگا تھا۔

اوہیلو! میں بہت بہادر ہوں، سر دار دلدار کی بیوی ہوں میں، کسی سے نہیں" ڈرتی۔ دیکھا نہیں آج کیسے میں نقشہ چھین کر لائی میں وہاں جا کر ٹینٹ لگاتی ہوں نا، آپ تب تک آجایئے گا! چلیں نہ چلتے ہیں، وہاں اتنے مزے کی ٹھنڈی !ہوائیں چل رہی ہوں گی اور مجھے تو بھوک بھی لگی ہے

لیکن وہ صاف کہہ چکی تھی کہ وہ کھانا وہیں جھیل پر کھائے گی۔

اس سے پہلے کہ سر دار کہتا کہ "تم کھانا کھالو، تب تک میں اپنا کام مکمل کر کے آ جاؤں گا پھر اکٹھے چلیں گے،" وہ اپنے الفاظ میں اپنی ضد کا اظہار کر چکی تھی کہ

کھاناوہ جھیل پر ہی کھائے گی۔اس کی ضد کے سامنے سردار ہمیشہ کی طرح ہار گیا۔

ٹھیک ہے، تم اس چھوٹے راستے سے جھیل پر پہنچو، تب تک میں جمرو کو بھیج رہا ہوں،"وہ شدت سے اس کے پورے چہرے پر اپنے لبوں کا لمس بکھیرتا، اسے کمر سے تھامے اپنے ساتھ لگائے ہوئے بولا تھا۔

ہاں ٹھیک ہے، اب جمرو بھیا کو بھیج دیجیے تب تک میں وہاں جارہی ہوں،"وہ" اس کی باہوں میں شرمائی شرمائی سی کھڑی، دھیمی آواز میں بولی تھی۔

ان دو مہینوں میں وہ سردار کے ساتھ بہت زیادہ کمفرٹیبل ہوگئی تھی۔ان دو مہینوں میں اس کی کل کائنات جیسے سردار ہی بن گیا تھا۔وہ سر سے پیر تک بدل چکی تھی، سب کچھ جیسے کہ ایک نئی زندگی مل گئی ہو۔وہ اس کی آنکھ کے اشارے تک سمجھنے لگی تھی، اور اب تو اسے اپنے اشاروں پر نچانے لگی تھی۔

پورا قبیلہ جانتا تھا کہ سردار اگر کسی کی سنتا ہے تو صرف اور صرف اپنے سوہنے سجن کی۔یہی تو وجہ تھی کہ آج کل باقی ڈاکو بھی اس سے سفارشیں کروانے

لگے تھے۔ وہ بھی مزے سے سب کی سفارش کر دیتی تھی، آخر وہ اچھی سردارنی تھی، سب کے کام آتی تھی۔

سردار نے اس چھوٹے راستے سے پتھر ہٹایا اور اسے جانے کا اشارہ کر چکا تھا جب کہ وہ اگلے ہی لمحے وہاں سے بھاگ نکلی تھی۔ سردار نے ذرا سی نظر ہٹا کر جمرو کو دوسرے راستے سے جانے کا اشارہ کیا تو اس کا اشارہ پاتے ہی جمرو فوراً دوسرے راستے سے پیچھے کی طرف بھاگ گیا تھا جب کہ سردار خود نیچے بالا کی طرف آنے لگا تھا۔

○○○○○○

راستے میں مکمل اندھیرا تھا۔ اسے تو یاد ہی نہیں رہا تھا کہ اس راستے میں اتنا گھنا اندھیرا ہو گا۔ اب تک تو یقیناً سردار دروازہ بند کر چکا ہو گا اور یقیناً جمرو کو بھی جھیل پر بھیج چکا ہو گا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی آگے کی طرف بڑھ رہی تھی جب اسے ایک جگہ ہلکی سی روشنی محسوس ہوئی۔

وہی تین ڈاکو حمید، فیصل اور رفیق اب بھی وہیں بیٹھے تھے، جہاں وہ کل تھے۔

"کل بھی یہ لوگ یہیں بیٹھے تھے، اس وقت بھی یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔" بالا بھیا نے تو بتایا تھا کہ ان لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ یہاں سے کوئی راستہ گزرتا ہے۔ وہ اس خفیہ راستے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ یہ سن کر اسے ژامزا آیا تھا کہ اپنے ہی گھر کے قریب سے نکلنے والے راستے سے وہ بے خبر تھے۔

سامنے دو بڑے بڑے راستے تھے۔ ان میں سے ایک جھیل کا راستہ تھا، لیکن وہ دونوں بالکل ایک جیسے لگ رہے تھے۔ دن میں وہ کوئی اور منظر پیش کر رہے تھے اور اس وقت کوئی اور۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ کسی غلط راستے پر نہ چلی جائے۔ اسی لیے اس نے سوچا کہ وہ انہی تینوں میں سے کسی سے پوچھ لے کہ کس طرف جانا ہے، جھیل کس طرف ہے؟

لیکن وہ جیسے ہی ان کے قریب پہنچی، ان کی اونچی اونچی آوازیں اس کے کانوں میں گونجنے لگی تھیں

ooooooo

"بالا کا قتل؟ تم بالا کا قتل کرنا چاہتے ہو؟ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے! سردار کو پتہ چل گیا تو جان سے مار ڈالے گا ہمیں! ارے! زندہ سانس نہیں لینے دے گا ہمیں!" رفیق نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سردار کو کیسے پتہ چلے گا؟ کون بتائے گا سردار کو؟ جس طرح بالا سردار کے قریب اتنے سال رہا، اس کا وفادار بن کر رہا، ہم بھی بن جائیں گے۔ ہم بالا کی جگہ لے لیں گے، وہ بھی جلدی، اور اس کے بعد سردار کی جگہ پر حملہ کریں گے۔" حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

"سردار آج کسی ضروری کام کے لیے قبیلے سے باہر گیا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ اب تک اس کی واپسی ہوئی ہے۔ اس کے واپس آنے سے پہلے ہمیں بالا کا کام تمام کرنا ہو گا۔" فیصل نے اپنی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"بالا دوپہر سے ہی مجھے بہت عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ میں جب قبیلے کی طرف گیا تھا تو اس کی آنکھوں میں اپنے لیے بے تحاشہ غصہ دیکھا تھا۔ اس کے

غصے کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آئی تھی لیکن اب یہ انگوٹھی کا نگ دیکھ کر مجھے اس کے غصے کی وجہ سمجھ آگئی ہے۔ یقیناً وہ ہمیں یہ سارا کام کرتے دیکھ چکا ہے۔" حمید نے تشویش سے کہا۔

"تو پھر ہمیں وقت برباد نہیں کرنا چاہیے! اس سے پہلے کہ بالا سردار کو کچھ بتائے، ہمیں بالا کو ہی دنیا سے ہٹا دینا چاہیے۔" فیصل نے سختی سے کہا۔

ooooooo

وہ تینوں کھڑے پلاننگ کر رہے تھے جب کہ دعام ان کی بات سنتی کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ اس کے پیروں سے ہلکی سی آواز پیدا ہوئی تو ان تینوں نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ جب کہ دعام نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تیزی سے ان دونوں راستوں میں سے کسی ایک طرف دوڑ لگا دی تھی۔ وہ تینوں سمجھ چکے تھے کہ کوئی تو یہاں موجود تھا جو ان کی بات سن چکا ہے۔ اپنی اپنی بندوقیں نکالتے ہوئے وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگے تھے۔

جو بھی ہے، موت کے گھاٹ اتار دو! بچنا نہیں چاہیے! سردار تک پہنچنے سے " پہلے موت مل جائے اسے!" فیصل نے پیچھے سے فائرنگ کی تھی لیکن نشانہ چوک گیا۔

جبکہ جمرو بھاگتے ہوئے جھیل کی طرف آرہا تھا۔ ڈاکوؤں کو تیزی سے بھاگتے دیکھ کر وہ ان تینوں کے راستے میں آگیا۔ اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ پاتے، گولی جمرو کے ران (thigh) کو چیرتے ہوئے باہر نکلی تھی۔ وہ اچانک درد سے چیخ اٹھا تھا، اور چیخ اتنی خطرناک تھی جو پورے قبیلے میں گونج جائے۔ رات کا وقت تو دور دور تک آواز پھیلا دیتا تھا۔

اس کی آواز کے ساتھ ہی بندوقوں کے چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پورا ڈکیت قبیلہ بھاگتے ہوئے جھیل کی طرف جا رہا تھا۔ جب کہ دعام جو آگے کی طرف بھاگ رہی تھی، جمرو کی چیخ سن کر تیزی سے اس کی طرف بھاگی تھی۔ جبکہ وہ تینوں سمجھ چکے تھے کہ ڈکیت قبیلہ کسی بھی وقت ان تک پہنچ سکتا ہے، اور اگر کسی کو یہ پتہ چل گیا کہ جمرو پر گولی چلانے والے وہ تھے تو ان کو دوسری

سانس سردار لینے نہیں دے گا۔ اس وقت فلحال کسی اور سازش کی طرف جانے کے بجائے اپنی جان بچانا ضروری تھا اسی لیے وہ قبیلے سے باہر کی طرف بھاگ نکلے

ooooooo

اکرم جا چکا تھا۔ اس کے جانے سے رباب کے لیے ایک گہرا سناٹا رہ گیا۔ وہ نقشہ جو اکرم حاصل کرنا چاہتا تھا، سردار چھین کر لے گیا تھا۔ اب جب اکرم کا مقصد پورا نہیں ہوا تھا، رباب کو اپنا مستقبل اندھیرا لگنے لگا۔ اس کے چہرے پر جو خوشی تھی وہ اب ناامیدی میں بدل چکی تھی۔ اس نے جس چالاکی سے اکرم کو نکاح کے لیے مجبور کیا تھا، وہی چالاکی اب اس کے لیے مشکل بن گئی تھی۔

اسے ڈر تھا کہ اکرم یہ نکاح رکھے گا یا نہیں۔ اسے اکرم کے الفاظ یاد تھے:

"اب نقشہ دو مجھے! جو تم نے کہا وہ میں نے کر دیا۔ نکاح ہو گیا، ایک ہفتے میں رخصتی لے لوں گا۔" ان الفاظ میں کوئی محبت نہیں تھی، صرف ایک سودے کی تکمیل کا مطالبہ تھا، جو اب ادھورا رہ گیا تھا۔

رباب کو یاد آیا کہ اکرم کا تبادلہ ہونے والا تھا۔ کیا وہ اسے چھوڑ جائے گا؟ کیا وہ ادھوری شادی والی دلہن بن کر رہ جائے گی؟ اسے سمیرا کی باتیں بھی یاد آئیں جو اسے ہمیشہ کمزور سمجھتی تھی۔ یہ رباب کی عزت کا بھی سوال تھا، اور اب اسے اپنی شکست محسوس ہو رہی تھی۔ اسے خود کو اس مشکل سے نکالنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سر جھکا لیا، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جس محبت کو اس نے چالاکی سے پانے کی کوشش کی تھی، وہ اب ریت کی دیوار کی طرح گرتی نظر آ رہی تھی۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا، کیا اس کی ساری محنت بیکار جائے گی؟ اس نے اس نکاح کے لیے اپنے خاندان کی عزت داؤ پر لگائی تھی، اور اب وہ خود ایک بت کی طرح زمین پر بیٹھی رہ گئی۔ اس کی دنیا تاریک ہو رہی تھی۔

ooooooo

اکرم اپنے سرکاری کوارٹر میں واپس آ چکا تھا۔ اس کا دماغ بری طرح خراب ہو گیا تھا۔ سفید لباس پہنے، اس کا غصہ بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ اس نے نکاح کر لیا

تھا لیکن اسے کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ وہ ڈاکو آیا، اپنی چیز لے کر چلا گیا جیسے وہ چیز ان کی امانت ہو۔ اس نے رباب کے میسجز میں سے نقشے کی تصویریں نکالیں، لیکن وہ اتنی زوم تھیں کہ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اسے رباب کی بے وقوفی پر غصہ آ رہا تھا۔

رباب نے اپنے فائدے کے چکر میں اس کا بہت بڑا نقصان کروا دیا تھا۔ اتنی آسانی سے وہ ڈاکو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک چال چل گیا اور وہ کچھ نہیں کر سکا۔ اسے اپنی وردی پر کبھی فخر ہوتا تھا لیکن جب سے سردار نے اس کی وردی اتروائی تھی، اس کا سارا فخر ختم ہو چکا تھا۔ اسے خود سے نفرت ہو رہی تھی کہ اتنی بڑی پوسٹ پر ہونے کے باوجود وہ ان ڈاکوؤں کا کچھ بگاڑ کیوں نہیں پا رہا تھا؟ اس کا غصہ بے حد بڑھ رہا تھا۔ وہ کمرے میں ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا، مٹھیاں بند تھیں اور جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی سرخی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اس صورتحال کو سنبھالنے میں خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔

وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا جب اس کا فون بجا۔ یہ اس کے سپاہی انور کی کال تھی۔

ہاں، انور بولو۔" اکرم نے بے چینی سے کہا۔"

سر! ڈاکوؤں کے قبیلے میں فائرنگ ہوئی ہے،" انور کی آواز میں پریشانی تھی۔"

"فائرنگ بہت زور کی ہوئی ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ کوئی جشن منا رہے ہیں، ایسا "لگتا ہے جیسے کسی اور ہی چیز کی گڑبڑ ہے۔

اکرم نے بیزاری سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی: سردار کی جیت۔ "ایسا کچھ نہیں ہے، انور۔ ڈاکوؤں کے قبیلے میں جشن ہی منایا جا رہا ہو گا۔" اس نے یقین سے کہا۔ ہاں، سردار اسے ایک بار پھر ہرا گیا تھا تو یقیناً وہ جشن ہی منا رہا ہو گا۔ لیکن کیا اس کی ہار اکرم کے لیے کوئی اہمیت رکھتی تھی؟ ایک لمحے کے لیے اکرم نے سوچا، نہیں! اس ڈاکو کے لیے یہ صرف ایک اور چھوٹی سی جیت تھی، جب کہ اکرم کے لیے یہ ذلت کا ایک نیا باب تھا۔ اس کے اندر ایک کڑوی سی لہر دوڑ گئی۔

جو بھی ہے،" اکرم نے اپنی آواز کو معمول پر لانے کی کوشش کی، "تم نظر رکھو۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو مجھے بتانا۔"

اس نے فون بند کرتے ہوئے اسے ایک طرف رکھ دیا اور وہیں بیڈ پر لیٹ گیا۔ چھت کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے دماغ میں طوفان برپا تھا۔ آج رات پھر سے اسے اپنی ہار کا دکھ کرنا تھا۔ وہ اپنی بے بسی پر کڑھ رہا تھا۔ ایک ڈاکو، جو اس کی ناک کے نیچے سے آکر اس کا سب کچھ لے گیا، اور وہ، ایک انسپکٹر، کچھ بھی نہ کر سکا۔ اس کی آنکھوں میں دوبارہ وہی بے بسی اور شرمندگی چھا گئی جو سردار نے اسے پہلی بار دی تھی۔

○○○○○○

ہر طرف سے گولیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ فضا میں موت کی خاموش دھمکی تھی۔ جمروز زخم کی وجہ سے بری طرح چیخ رہا تھا، اس کی ران سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا جو زمین کو سرخ کر رہا تھا۔ ہر لمحہ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی جان نکل رہی ہے۔

دعام، جو ڈاکوؤں کی باتوں سے ڈری ہوئی تھی، جمرو کی چیخ سن کر ایک لمحے کو بھی نہ رکی۔ اپنی جان بچانے کے بجائے وہ فوراً مڑی اور زخمی جمرو کے پاس آکر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ جمرو کا خون دیکھتے ہی اس کا چہرہ سفید پڑ گیا، جیسے ساری رونق چھن گئی ہو۔ خوف اور پریشانی اس کی آنکھوں میں صاف جھلک رہی تھی۔

"جمرو بھیا! گھبرائیے مت، آپ کو کچھ نہیں ہو گا!" دعام کی آواز خوف اور پریشانی سے کانپ رہی تھی۔ "میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گی! بس ہمت رکھیے!" وہ ہانپتے ہوئے اس کے بہتے خون کو روکنے کی بیکار کوشش کر رہی تھی، اس کے معصوم ہاتھ بار بار زخم پر جا رہے تھے مگر خون رک نہیں رہا تھا۔ اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے جمرو کا چہرہ تھاما، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ جمرو کا درد اسے اپنے جسم میں محسوس ہو رہا تھا۔

اسی دوران، دور سے مزید ڈاکوؤں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں جو فائرنگ کی جگہ سے سردار کے ساتھ آ رہے تھے۔ وہ تینوں ڈاکو (فیصل، حمید، رفیق) جو

غداری کر کے بھاگ گئے تھے، گولیاں چلاتے ہوئے اندھیرے میں غائب ہو چکے تھے، اور ان کے پیچھے سردار کے وفادار ڈاکو انہیں پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔

سردار کے باقی ساتھیوں میں سے کچھ، جو جمرو کی چیخ کی سمت سے قریب آئے تھے، انہوں نے دعام اور زخمی جمرو کو دیکھا۔ ان میں سے دو تین طاقتور ڈاکو تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔

جمرو بھیا کو ہسپتال لے کر چلیں!" دعام نے پوری طاقت سے چیخا۔ اس کی" آواز میں درخواست اور بے بسی تھی۔ "ان کا بہت سارا خون بہہ رہا ہے! جلدی "!کریں

دو تین ڈاکو فوراً جمرو کے پاس پہنچے اور احتیاط سے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ درد سے کراہ رہا تھا، مگر انہیں اٹھانے دیا۔ ڈاکو تیزی سے اسے اٹھائے قبیلے میں بنی عارضی کلینک کی طرف بھاگے تاکہ اسے فوری مدد مل سکے۔ دعام بھی ان کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہوئی قبیلے میں واپس آئی۔ اس کی نظریں جمرو کے زخم پر

جمی تھیں اور اس کے دل میں خوف کی ایک لہر دوڑ رہی تھی۔ جمرو کی کراہیں اور اس کے زخم سے بہتا خون، قبیلے میں افراتفری پھیلا چکا تھا۔ ہر کوئی پریشان نظر آ رہا تھا۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر بے چینی سے حرکت میں آ چکا تھا۔

ooooooo

"آپ لوگ انہیں یہاں کیوں لے کر آئے ہیں؟ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے!" دعام چیخی۔ سامنے دو تین ڈاکو تیزی سے جمرو کی ران سے گولی نکالنے کے لیے اوزار نکالنے لگے تھے۔ یہ سب دیکھ کر تو وہ پاگل ہی ہو گئی تھی۔ یہ جگہ ایسی تھی جہاں یقیناً ان ڈاکوؤں کا علاج کیا جاتا ہو گا، لیکن جمرو کو عام بیماری نہیں تھی، اسے گولی لگی تھی، تکلیف سے اس کی جان نکل رہی تھی اور یہ لوگ خود ہی علاج کرنے بیٹھ گئے تھے۔

ایک ڈاکو نے جمرو کی حالت دیکھ کر دعام کو کہا، "سردارنی! گولی نکالنی پڑے گی، ورنہ ٹانگ کاٹنی پڑ سکتی ہے۔ حالت دیکھیں اس کی، وہ درد سے بری طرح تڑپ رہا ہے۔ جب تک اس کی گولی نہیں نکلے گی تب تک..."

خدا کے لیے آپ لوگ ڈاکٹر نہیں ہیں، ڈاکو ہیں! آپ لوگوں کا دماغ خراب ہے؟" دعام نے اس کی بات کاٹی، اس کی آواز میں خوف اور غصہ بھرا تھا۔ "یہ کام کسی ماہر ڈاکٹر کا ہے۔ آپ لوگ یہ سب کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر ان سب کے چکر میں انہیں کوئی نقصان ہو گیا تو؟ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ اس طرح کی بے وقوفی میں آپ لوگوں کو نہیں کرنے دوں گی۔ انہیں ہسپتال لے کر چلیں!"

ایک عمر رسیدہ ڈاکو نے نرمی سے دعام کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "سردارنی، بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہم ڈاکو ہیں، ہم ہسپتالوں کے چکر نہیں کاٹتے۔ ہمارا علاج یہی قبیلے کے اندر ہی ہوتا ہے۔"

نہیں! میں جمرو بھیا کی جان پر کوئی خطرہ نہیں لوں گی!" دعام کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ "آپ لوگ دور ہٹیں ان سے! خبردار جو کسی نے میرے بھائی کو ہاتھ لگایا! میں انہیں

ہسپتال لے کر جاؤں گی! آپ لوگ جائیں یا نہ جائیں، لیکن میں لے کر جاؤں گی۔"

وہ سردار کو وہاں نہ پا کر مزید پریشان ہو گئی۔ "کہاں ہے سردار؟ آپ لوگ انہیں بلائیں!" وہ جمرو کی تکلیف دیکھ کر اپنے آنسو روک نہیں پا رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ خود چیخے چلائے، لیکن اسے جمرو کو بچانا تھا۔ وہ ہرگز جمرو پر اس طرح کا کوئی تجربہ نہیں کرنے دے سکتی تھی، جو بھی تھا جمرو کو گولی لگی تھی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ان ڈاکوؤں کے لیے اس طرح کا علاج عام ہو سکتا تھا، لیکن وہ اپنے بھائی پر کوئی خطرہ نہیں لے سکتی تھی، اسے کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ضروری تھا۔

ایک اور ڈاکو نے، جو جمرو کی ٹانگ کو سختی سے باندھنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ خون کو روکا جا سکے، کہا: "سردارنی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ سردار اور بالا کے ساتھ باقی سارے ڈاکو اس وقت حملہ آوروں کو پکڑنے کی کوشش میں ہیں۔ وہ تب تک واپس نہیں آئیں گے جب تک جمرو پر ہوئے حملے کا حساب نہ

لے لیا جائے۔ تب تک تو اس کی جان نکل جائے گی۔ سب کا علاج یہیں پر ہوتا ہے۔"

ہوتا ہو گا سب کا علاج، لیکن جمرو بھیا کا یہاں علاج نہیں ہو گا!" دعام نے غصے سے کہا۔ "اگر سردار قبیلے میں نہیں ہے تو کوئی بات نہیں، میں شیر دل کو لے کر آتی ہوں۔ وہ میرے ساتھ جمرو بھیا کو ہسپتال لے کر جائے گا۔ آپ لوگوں کے تجربات کے لیے میرا بھائی نہیں بنا!" وہ غصے سے کہتی ہوئی باہر بھاگی اور استبل کی طرف چلی گئی، جبکہ ڈاکو جمرو کی ٹانگ کو سختی سے باندھ رہے تھے تاکہ اس کا خون روکا جاسکے۔

ان ڈاکوؤں کو سردارنی کی بات ٹھیک لگ رہی تھی، بے شک جمرو کو ہسپتال لے کر جانا بہت ضروری تھا لیکن اسے یہ بات بھی تو سمجھنی تھی کہ وہ ڈاکو ہیں، کوئی عام لوگ نہیں، ان کے لیے شہر میں جا کر علاج کرانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ مگر اس وقت ان کے سامنے جمرو کی جان بچانے کا مسئلہ تھا اور انہیں معلوم تھا کہ دعام کی ضد کے سامنے سردار بھی نہیں ٹھہرتا تھا۔

دعام غصے اور بے چینی میں استبل کی طرف بھاگی۔ "شیر دل! شیر دل! چلو جلدی سے!" اس نے اپنے پسندیدہ گھوڑے، شیر دل کی باگیں پکڑ لیں۔ "ہمیں ہسپتال جانا ہے! جمرو بھیا کو گولی لگی ہے اور یہ نقلی ڈاکٹر اپنے تجربے جمرو بھیا پر آزما رہے ہیں۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو...!" وہ رکی، شیر دل کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ "تم چلو میرے ساتھ، ہم انہیں کچھ نہیں ہونے دیں گے!" وہ پریشانی میں اس سے مخاطب تھی، جیسے گھوڑا اس کی بات سمجھ رہا ہو۔ وہ تیزی سے شیر دل کو اصطبل سے نکالتی ہوئی قبیلے کے اندرونی حصے کی طرف لے کر چلی، جہاں جمرو کو رکھا گیا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی ڈاکوؤں نے فوراً اپنے نقاب پہنے تھے۔ جمرو کا چہرہ بھی چھپاتے ہوئے وہ اسے گھوڑے پر سوار کرنے لگے تھے۔ وہ اتنا تو سمجھ چکے تھے کہ جس لڑکی کی ضد کے سامنے ان کا سردار بے بس ہے، وہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دعام کی آواز میں اتنی شدت اور جنون تھا کہ وہ سمجھ گئے

تھے کہ وہ کسی صورت پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی۔ جمرو کو خون بہہ رہا تھا اور اس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔

شیر دل پر لا دیں انہیں!" دعام نے حکم دیا۔ اس کی آواز میں فیصلہ کن عزم" تھا۔ "اب ہسپتال میں جا کر دنگا کرنا پڑے یا تباہی مچانی پڑے، جمرو کا علاج "!ہسپتال میں ہی ہونا ہے۔ کوئی اور بات نہیں

ڈاکوؤں نے بغیر کسی بحث کے جمرو کو احتیاط سے شیر دل کی پیٹھ پر لادا۔ جمرو درد سے کراہ رہا تھا مگر کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ اس کی بے ہوشی کی سی کیفیت ہو رہی تھی۔ ڈاکوؤں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ سردارنی نے فیصلہ کر لیا تھا، اور اب انہیں اس پر عمل کرنا تھا۔ جمرو کی جان خطرے میں تھی، اور ان کے لیے اپنی انا سے زیادہ اپنے ساتھی کی زندگی عزیز تھی۔ یہ سب کچھ دعام کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر سردارنی نہ ہوتی تو وہ کبھی کسی ڈاکو کو ہسپتال کی طرف لے کر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے، یہ ان کے اصولوں

کے خلاف تھا۔ لیکن دعام کے لیے جمرو محض ایک ڈاکو نہیں تھا، وہ اس کا بھائی تھا، اور وہ اسے یوں مرنے نہیں دے سکتی تھی۔

oooooooo

رات گہری ہو چکی تھی، اور گھر پر ایک اداس خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ نکاح کی خوشیاں چند لمحوں کی مہمان ثابت ہوئی تھیں، اور اب ان کی جگہ ایک ان دیکھے خوف نے لے لی تھی۔ رباب اپنی ماں کے پاس بیٹھی تھی، آنکھوں میں آنسو اور دل میں شرمندگی لیے۔ وہ سب سے چھپا سکتی تھی لیکن اپنی ماں سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتی تھی۔ ویسے بھی سچائی کبھی نہ کبھی سامنے آ ہی جاتی تھی، خاص طور پر آج شام جو کچھ یہاں ہوا تھا وہ کسی بڑے تماشے سے کم نہ تھا۔ دعام کا اس طرح سے گھر واپس آنا اور پھر سردار کی پراسرار شخصیت، وہ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا تھا۔

امی،" رباب نے ہچکچاتے ہوئے ساری بات کہہ ڈالی۔ اس نے اکرم کو بلیک میل کرنے، نقشے کی خاطر نکاح کرنے اور پھر سردار کے اچانک آ کر نقشہ لے جانے تک کا ہر واقعہ بتا دیا۔

یہ جان کر اس کی ماں جس صدمے میں تھی، اسے بیان کرنا مشکل تھا۔ ان کی بیٹی نے اتنی بڑی سازش کی تھی، ایک پولیس افسر کو اپنے آگے بے بس کر کے خود سے نکاح کرنے پر مجبور کر دیا تھا! یہ بات وہ گھر میں کسی کو بتا نہیں سکتی تھیں، اسے چھپانا پڑتا، لیکن اندر ہی اندر ان کا دل کٹ رہا تھا۔

اب کیا ہوگا، رباب؟" ماں کی آواز خوف سے لرز رہی تھی۔ "مجھے تو نہیں لگتا کہ اکرم یہ شادی رکھے گا۔ اگر کل اس نے طلاق کے کاغذات بھجوا دیے تو ہم تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہیں گے۔" ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، ان کا دل ہی نہیں، پورا وجود کانپ اٹھا تھا۔ یہ صرف رباب کا مستقبل نہیں تھا، پورے خاندان کی عزت داؤ پر لگی تھی۔

رباب نے ماں کے ہاتھ تھامے، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر آواز میں ایک عجیب سی ضد تھی۔ "امی! وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا، میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ میں اپنی محبت سے اسے جیت لوں گی۔ مجھے یقین ہے! وہ کتنا ہی ظالم کیوں نہ ہو لیکن میں اسے حاصل کر کے رہوں گی!" اس کے لہجے میں اپنی ہار کو قبول نہ کرنے کا عزم تھا، لیکن اگلے ہی لمحے اس کی آواز میں خوف اور ندامت شامل ہوگئی۔ "لیکن مجھے اس وقت بہت ڈر لگ رہا ہے۔ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ وہ نقشہ جس کے چکر میں اس نے مجھ سے نکاح کیا تھا، وہ نقشہ وہ دعام کی بچی آ کر لے گئی اور میں کچھ نہیں کر سکی۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی اس دن نقشے کی تصویریں بھیجتے ہوئے۔ میں نے صرف یہ دکھانے کی کوشش کی تھی کہ میرے پاس نقشہ ہے... کاش! میں اس دن پورے نقشے کی تصویر لے لیتی۔"

میں نے کتنی بڑی بے وقوفی کر دی!" وہ بے حد پریشان تھی، اپنے بالوں کو" دونوں ہاتھوں سے تھامے تھی۔

رات کے تقریباً تین بجے کا وقت تھا۔ آج کوئی نہیں سویا تھا۔ کہنے کو کوئی بہت بڑا واقعہ پیش نہیں آیا تھا، لیکن عجیب سی بے چینی نے ہر کسی کو گھیر رکھا تھا۔ اکرم کا اس طرح غصے سے چلے جانے کا کیا مطلب تھا؟ کیا وہ صرف سردار کی آمد پر غصہ ہوا تھا یا بیچ میں کوئی اور وجہ بھی تھی؟ یہ بات کوئی سمجھ نہیں سکا تھا۔ سب کے دلوں میں ایک سوال گونج رہا تھا: کیا یہ نکاح چلے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ اور اگر ٹوٹا تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔

ooooooo

وہ لوگ جمرو کو اسٹریچر پر لٹا کر بجلی کی سی تیزی سے ہسپتال کے اندر داخل ہوئے۔ رات کا وقت تھا، ہسپتال کا راہداریوں میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تیزی سے کچھ نرسیں اور ایک ڈاکٹر ایمرجنسی وارڈ سے باہر آئے، لیکن ڈاکوؤں کو دیکھتے ہی ان کے قدم وہیں جم گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بڑی بڑی رائفلیں تھیں جن کا رخ سیدھا عملے کی طرف تھا۔ ڈاکٹروں اور نرسوں کے چہرے خوف سے سفید پڑ گئے۔

"اے ڈاکٹر! جلدی سے اس کا علاج کر! اسے گولی لگی ہے!" ایک تنومند ڈاکو نے دھاڑتے ہوئے کہا، اور اپنی بھاری بندوق براہ راست وہاں کھڑے واحد ڈاکٹر کے سر پر تان دی۔ ڈاکٹر خوف سے تھر تھر کانپنے لگا، اس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔

"سر... یہ تو پولیس کیس ہے!" ڈاکٹر نے لرزتی ہوئی آواز میں بمشکل کہا۔ اس کی نظریں جمرو کے خون سے لت پت جسم پر پڑیں تو مزید خوفزدہ ہو گیا۔

"بھاڑ میں گئی تیری پولیس اور تیرا کیس!" وہی بزرگ ڈاکو، جس کے رعب سے دعام بھی کچھ لمحے پہلے گھبرا گئی تھی، غضب ناک لہجے میں بولا۔ اس کی آواز میں ایسی شدت تھی کہ پوری راہداری گونج اٹھی۔ "چل جلدی سے اس کا علاج کر! گولی لگی ہے اسے! خون دیکھ نہیں رہا کیسے بہہ رہا ہے؟ اس وقت اگر کسی قانون کی بات کی تو تیری ہڈیاں بھی نہیں ملیں گی!" جمرو اب نیم بے ہوش ہو چکا تھا، اور خون اب بھی بلبل کرتا بہہ رہا تھا۔ اس کی تکلیف دیکھ کر دعام کا دل کٹ رہا تھا۔

"ڈاکٹر! پلیز! میرے بھیا کو بچا لیجیے!" دعام نے فوراً ڈاکٹر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آواز میں شدید التجا۔ "انہیں گولی لگی ہے، بہت زیادہ خون ضائع ہو رہا ہے! وہ مر جائیں گے!"

ڈاکٹر نے التجا بھری نظروں سے دعام کو دیکھا۔ "یہ پولیس کیس ہے میم، ہم اس میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے... یہ ہماری نوکری اور زندگی کا مسئلہ ہے!"

"کیا کہا تو نے؟" ایک اور ڈاکو نے غصے سے دانت پیستے ہوئے رائفل کی نال ڈاکٹر کی کنپٹی سے لگا دی۔ "تیری تو پولیس کی ایسی کی تیسی! علاج کرتا ہے یا سارے مغز میں گولیاں بھر دوں؟ اور ہاں! صرف تیرا مغز نہیں، تیرے ساتھ کھڑے ان سب ڈاکٹروں کی بھی بولیاں گن کر بھیجیں گے!"

ایک ڈاکو نے بے اختیار اپنی بندوق کی نالی اٹھائی اور سامنے کی دیوار پر ایک ہی دھن میں تین چار گولیاں چلائیں۔ فائرنگ کی گونج سے پورا ہسپتال لرز اٹھا۔ پلاسٹر کا چورا اور دھواں فضا میں پھیل گیا، اور گولیوں کے نشان دیوار پر چیخ رہے تھے۔

اگر نہیں چاہتے کہ یہ گولیاں تمہارے بدن کو چیر دیں، تو علاج شروع کر! "
ابھی! فوراً! "ڈاکوؤں کی آواز میں اب کوئی لچک نہیں تھی۔ "ورنہ ہم نہیں دیکھیں گے کہ تجھے مار کر ہم پر کتنے پولیس کیس ہوتے ہیں! تیری نوکری تو آج ویسے بھی گئی سمجھے؟ "

ان کا لہجہ ایسا تھا کہ وہاں موجود سارے ہی ڈاکٹر اور نچلا عملہ خوف کے مارے اپنے ہوش کھو بیٹھا۔ ڈاکٹر کے چہرے پر موت کا سایہ تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب ان کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ اس نے فوراً سر ہلایا اور نرسوں کو اشارہ کیا کہ جمرو کو آپریشن تھیٹر میں داخل کیا جائے۔ بغیر کسی دیر کے، جمرو کو ایک اور اسٹریچر پر منتقل کیا گیا اور تیزی سے آپریشن تھیٹر کی طرف دھکیل دیا گیا۔ ڈاکوؤں نے ان کا تعاقب کیا، ان کی آنکھوں میں اب بھی وہی غضب اور چہروں پر نقاب تھے۔

○○○○○○○

سر، میں نے آپ سے کہا تھا نا! یہ جو گولیاں چلی ہیں یہ معمولی نہیں چلی۔"""

انور کی آواز فون پر سناٹے کو چیرتی ہوئی آئی۔"ابھی تک وہاں قبیلے میں گولیوں کی آواز آ رہی ہے جبکہ کچھ ڈاکو اپنے ایک آدمی کو لے کر ہسپتال کی طرف نکلے ہیں۔ ان کے ساتھ وہ لڑکی بھی ہے جس کا نکاح سردار کے ساتھ ہوا تھا۔"

اکرم، جو بستر پر چت لیٹا اپنی ہار کا غم منا رہا تھا، یہ سنتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں دوبارہ چمک آ گئی تھی۔"کیا سردار بھی ان کے ساتھ ہے؟"اس کی آواز میں پریشانی تھی۔

"نہیں جناب، سردار ساتھ نہیں ہے! یہی تو پریشانی والی بات ہے! نہ سردار ساتھ ہے اور نہ ہی اس کا وہ خاص آدمی بالا۔"انور نے مزید تفصیل بتائی، اس کی آواز میں بھی حیرت تھی۔"اور اب بھی قبیلے سے مسلسل فائرنگ کی آواز آ رہی ہے، لگتا ہے کوئی بڑا معاملہ ہوا ہے۔"

اکرم کا دماغ تیزی سے چلنے لگا۔ یہ محض جشن نہیں تھا، یہ تو کوئی اندرونی جھگڑا تھا! سردار اور بالا کی غیر موجودگی میں اتنی فائرنگ؟ اس کا مطلب تھا کہ کوئی بہت بڑی گڑبڑ تھی۔

میں اب قبیلے سے نکل کر ہسپتال کی طرف جا رہا ہوں ان ڈاکوؤں کے پیچھے۔" وہ سب لوگ گھوڑے پر ہیں اور میں اپنی موٹر سائیکل پر۔ شاید وہ اب تک ہسپتال پہنچ چکے ہوں گے، ان کا آدمی ضرورت سے زیادہ ہی زخمی ہے،" انور نے رپورٹ مکمل کی۔

تم ان کے پیچھے پیچھے جاؤ، انور!" اکرم نے سختی سے حکم دیا۔ اس کی آواز میں" اب فیصلہ کن عزم تھا۔ "میں بھی وہیں پہنچتا ہوں۔ ایک لمحے کی بھی معلومات "ضائع مت کرنا، انور! یہ معاملہ کوئی چھوٹا سا معاملہ نہیں ہے۔

اس نے فون بند کرتے ہوئے اسے بیڈ پر پھینکا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس نے فوراً اپنی شرٹ پہنی، پیروں میں جوتے چڑھا کر کمرے سے نکلا۔ اس کے قدموں میں تیزی تھی، جیسے اسے اچانک کوئی نئی امید مل گئی ہو۔ یہ ڈاکوؤں کا

آپسی تنازع اسے ایک نئی راہ دکھا رہا تھا، شاید یہی وہ موقع تھا جس کا اسے انتظار تھا۔

ooooooo

قبیلے کی سنسان پہاڑیوں میں، جہاں چند لمحے پہلے گولیوں کی تڑتڑاہٹ گونجی تھی، اب ایک خوفناک خاموشی چھا چکی تھی۔ وہ تینوں غدار — فیصل، حمید، اور رفیق — پکڑے جا چکے تھے۔ گولیاں بہت چلائی گئی تھیں، مگر سردار کا حکم تھا کہ انہیں گولی نہیں لگنی چاہیے، وہ زندہ چاہیے تھے۔ لیکن اس تمام بھاگ دوڑ میں، پھر بھی رفیق کے کندھے سے ایک گولی گزر چکی تھی، جو اب خون رستا ہوا ایک گہرا نشان چھوڑ گئی تھی۔ اس وقت وہ تینوں زمین پر، سردار کے قدموں کے قریب لیٹے ہوئے تھے، ان کی سانسیں حلق میں اٹکی ہوئی تھیں اور وہ لرزتی ہوئی آوازوں میں معافیاں مانگ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر موت کا خوف اور ندامت صاف نظر آ رہی تھی۔

سردار خاموشی سے ایک اونچے پتھر پر بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر نقاب تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک ایسی وحشت تھی جو رات کے اندھیرے میں بھی قید غداروں کی روحیں منجمد کر رہی تھی۔ وہ انہیں یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ محض کیڑے مکوڑے ہوں۔ اپنی ان لوگوں کی غداری پر اسے افسوس نہیں ہوا تھا۔ وہ پہلے سے ہی جانتا تھا کہ یہاں کیا چل رہا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ لوگ کب سے اس کا اسلحہ بیچ رہے تھے، اس کے نظام کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ لیکن پھر بھی ان کے خاندان اور بیوی بچوں کے لیے وہ خاموش تھا۔ اس نے انہیں کبھی محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کا اسلحہ چوری ہو رہا ہے۔ اس نے کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا، صرف اس لیے کیونکہ وہ بیوی بچوں والے تھے، اور قبیلے میں ان کا ہونا ضروری تھا۔

لیکن وہ سازشیں کریں گے اور اس کے آدمیوں کو جان سے مارنے کی کوشش کریں گے؟ بالا جیسے اس کے خاص آدمی پر حملہ آور ہوں گے؟ یہ کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ ان کی خبریں تو بہت عرصے سے آ رہی تھیں۔ بالا اسے بہت

پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اسے ان پر شک ہے، اور پھر کل کی ساری باتیں بھی اس نے بتا دی تھیں۔ سردار صبح رباب کے نکاح پر جانے سے پہلے ہی بالا کی ساری پریشانیوں کو سمجھ چکا تھا، اور اسے ان کی حرکتوں کی پوری خبر تھی۔

اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا اگر وہ زیادہ پیسوں کے لیے اس کی چیزیں بیچ رہے تھے تو بھی اس نے اس بات کا کوئی بڑا مسئلہ نہیں بنایا تھا۔ یہ معمولی خیانت تھی، جسے وہ نظر انداز کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اس کے خاص لوگوں کو مار کر یہاں سرداری قائم کرنا چاہتے تھے؟ اس کے تخت پر بیٹھنے کا خواب دیکھ رہے تھے؟ یہ بات تو سردار کے لیے برداشت سے باہر تھی۔ وہ رفیق اور حمید کی آنکھوں میں غداری کب سے دیکھ چکا تھا اور اب فیصل کے لہجے سے بھی شک محسوس ہوتا تھا، لیکن پھر بھی وہ خاموش تھا، صرف اور صرف ان کے بیوی بچوں کے لیے۔ اور وہ اسی رحم کو برباد کرنے چلے تھے!

سردار نے اپنی آنکھوں میں وحشت لیے ان لوگوں کو دیکھا۔ اس کی خاموشی چیخوں سے زیادہ خوفناک تھی۔ وہ کوئی لفظ نہیں کہہ رہا تھا، بس انہیں گھور رہا

تھا۔ اس کی ہر نظر ان کی روحوں پر ایک جلتا ہوا انگارہ بن کر گر رہی تھی۔ اس کا چہرہ، نقاب کے پیچھے، ایک ایسے جلتے ہوئے جہنم کی طرح تھا جو ہر لمحہ انہیں نگلنے کو تیار بیٹھا تھا۔ یہ خوف کا وہ مقام تھا جہاں خوف خود ہی پناہ مانگتا ہے۔ اس نے ہلکا سا سانس لیا، ایک ایسی خاموش دھاڑ جو سنائی تو نہیں دی مگر اس کی شدت سے فضا کانپ اٹھی۔ اس کی آنکھوں میں بدلے کی آگ بھڑک رہی تھی، وہ آگ جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دینے پر تلی تھی۔ غداروں کو معلوم تھا کہ ان کی موت اس وقت ان کے سامنے بیٹھی ہے اور انہیں نگلنے کے لیے تیار ہے۔

ooooooo

سردار نے اپنی آنکھوں میں وحشت لیے غداروں کو دیکھا۔ اس کی خاموشی چیخوں سے زیادہ خوفناک تھی۔ وہ انہیں گھور رہا تھا، اور اس کی ہر نظر ان کی روحوں پر جلتے انگارے کی طرح گر رہی تھی۔ نقاب کے پیچھے اس کا چہرہ کسی جلتے جہنم کی طرح تھا۔ یہ خوف کا وہ مقام تھا جہاں خوف خود پناہ مانگتا ہے۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد، سردار نے گرجتے ہوئے کہا

تم لوگوں نے میرے اعتماد کو توڑا! میرے قبیلے کی روح کو زخمی کیا! تمھیں پتہ "
! ہے اس کی کیا سزا ہے؟ موت

اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ غداروں کے دل برف ہو گئے۔ فیصل رینگتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا، اس کے چہرے پر آنسو تھے۔

سردار! ہمیں معاف کر دیں! ہمارے بچے ہیں، ہم... ہم کچھ نہیں کریں گے
! اب

سردار کی آنکھیں تڑپتے ہوئے غداروں پر گڑی تھیں، اس نے اپنی آواز کی گہرائی میں ایک دھار لاتے ہوئے کہا

تمہارے بچے... صرف انہی بچوں کی وجہ سے آج تم زندہ ہو۔ ورنہ تمھاری "
" لاشیں جنگل میں بکھری ملتیں۔ میں بے سہارا بچوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر اس نے اپنے وفادار ڈاکوؤں کی طرف اشارہ کیا اور مزید سختی سے بولا

لیکن تم زندہ رہو گے تو ایک عبرت بن کر۔ میں تمھیں جسمانی طور پر ختم "
نہیں کروں گا، لیکن تمھیں ذہنی طور پر مار دوں گا! تم اتنے بے بس ہو جاؤ گے
کہ اپنی بیوی بچوں کے سامنے بھی سر اٹھا کر کھڑے نہیں ہو سکو گے

ایک ڈاکو نے درد سے کراہتے ہوئے رفیق کو اٹھایا۔ سردار کا حکم واضح تھا، اس
کی نظروں میں ایک انوکھی چمک تھی۔ اس نے رفیق کو دیکھا اور پھر بولا

اس کو اٹھاؤ۔ اس کی ٹانگیں توڑ دو، اور بازو ایسے کر دو کہ زندگی بھر یہ کسی کام "
کا نہ رہے۔ چل پھر سکے گا، لیکن دو قدم بھی کسی سہارے کے بغیر نہیں چل
"پائے گا۔

یہ حکم سنتے ہی غداروں کی چیخیں نکل گئیں، وہ تڑپنے لگے۔ سردار کا غضب
ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اس نے باقی دو غداروں کی طرف دیکھا، اس کی آواز میں
وہی بے رحم شدت تھی

حمید، فیصل! تم دونوں کا بھی یہی حال ہو گا۔ تمہاری روحیں زندہ رہیں گی، "
لیکن جسم مردہ ہو جائیں گے۔ تم قبیلے میں رہو گے، اپنے بچوں کے ساتھ، مگر ہر
"روز اپنی بے بسی پر کڑھو گے۔

اس کی آواز جیسے پتھروں سے ٹکرا کر واپس آ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے باقی
ڈاکوؤں کی طرف دیکھا جو خاموشی سے اس کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔

اب جاؤ! ان کا یہ حال کرو کہ یہ آئندہ کسی کے لیے مثال بن جائیں۔ انہیں "
"ایسی زندگی دو کہ موت ان کے لیے سکون بن جائے۔

سردار نے اپنی بات ختم کی۔ اس نے خاموشی سے اپنا نقاب ٹھیک کیا اور ایک
ڈاکو کے ساتھ دور ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ پیچھے سے غداروں کی چیخیں گونجنے
لگیں، قبیلے کی رات مزید وحشت ناک ہو چکی تھی۔ ان چیخوں میں سردار کے
غضب اور اس کے فیصلوں کی گونج تھی۔ قبیلے میں سب جانتے تھے کہ سردار
انتقام لینے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹتا، لیکن اس بار اس نے موت نہیں، بلکہ ایک
ایسی زندگی دی تھی جو موت سے بھی بدتر تھی۔

غداروں کو ان کا انجام دکھانے کے بعد، سردار نے بالا اور اپنے باقی وفادار ڈاکوؤں کے ساتھ قبیلے کی اندرونی حدود کی طرف قدم بڑھائے۔ ابھی تک ان کے ذہنوں میں غداروں کی چیخیں اور رفیق کے کندھے سے بہتے خون کا منظر تازہ تھا۔ فضا میں بارود کی بو اب بھی تھی، مگر اب ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سردار کو یہ خاموشی کھٹکی۔ عام طور پر قبیلے میں رات کے وقت بھی کچھ نہ کچھ شور رہتا تھا، لیکن اب گہری خاموشی تھی، جو کسی بڑے طوفان کے بعد کے سکون جیسی تھی۔

سردار کے قدم تیزی سے بڑھے، اس کا دماغ سوالات سے بھرا تھا۔ اسے یاد تھا کہ جمرو کو گولی لگی تھی اور اس کا علاج قبیلے میں ہی ہونا تھا۔ اس نے فوراً اس عارضی کلینک کی طرف رخ کیا جہاں زخمیوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ بالا بھی اس کے ساتھ تیزی سے قدم بڑھا رہا تھا، اس کے چہرے پر بھی فکر کے سائے تھے۔ جیسے ہی وہ کلینک کے قریب پہنچے، وہ حیران رہ گئے۔ وہاں کوئی نہیں تھا!

اوزار بکھرے پڑے تھے، اور خون کے چند قطرے زمین پر گرے تھے، مگر جمرو اور وہ ڈاکو جو اس کے علاج میں مصروف تھے، وہاں سے غائب تھے۔

"یہ کیا ماجرا ہے؟"

"بالا نے حیرت سے سردار کی طرف دیکھا۔"جمرو اور باقی لوگ کہاں ہیں؟

اسی لمحے، ایک ڈاکو ہانپتا کانپتا اندھیرے سے باہر نکلا، اس کے چہرے پر خوف اور پریشانی تھی۔ اس نے سردار کو دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف دوڑ لگائی۔

"

"!سردار! سردار! دعام... دعام سرکار! وہ جمرو کو لے گئی ہیں

ڈاکو نے بمشکل سانس لیتے ہوئے کہا۔

اس نے کسی کی بات نہیں سنی۔ ہم نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ" جمرو کا علاج یہیں قبیلے میں ہی ہونا چاہیے، لیکن وہ بہت ضدی ہو گئی تھی۔ اس نے کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے، وہ کسی نقلی ڈاکٹر پہ یقین نہیں کرے گی۔

ڈاکو مزید بتاتا چلا گیا

اس نے کہا، چاہے ہسپتال میں دنگا کرنا پڑے یا تباہی مچانی پڑے، جمرو کا علاج" وہیں ہسپتال میں ہی ہونا ہے! اس نے شیر دل پر جمرو کو لادا اور بنا کسی کی پرواہ کیے اسے لے کر چلی گئی، سرکار! ہم نے اسے بہت روکا لیکن وہ ایک نہیں سنی۔ "باقی سارے ڈاکو بھی ان کے ساتھ گئے ہیں، اسے اکیلا کیسے جانے دیتے۔

یہ ساری بات سن کر سردار کے چہرے پر غصے کے بجائے، ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ مسکراہٹ ایسی تھی جیسے اسے دعام کی اس حرکت پر غصہ نہیں، بلکہ حیرت کے ساتھ ایک طرح کی نرمی اور فخر محسوس ہوا ہو۔

میرا بھولا سائیں بہت ضدی ہو گیا ہے،" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔"

بالا، جو یہ ساری صورتحال دیکھ رہا تھا، اس کو دعام کا یہ قدم سراسر بیوقوفی لگی تھی۔ وہ بھی تو ایک ڈاکو تھا، ہسپتال جا کر ڈاکو کا علاج کرانا ان کے اصولوں کے خلاف تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سردار نے ہمیشہ کی طرح ایک گہری سانس لی اور صرف مسکرا دیا۔ اس مسکراہٹ کا مطلب صاف تھا کہ سردار اس

معاملے میں دعام کو کسی کو کچھ بھی کہنے کا حق نہیں دیتا تھا، اس کی ضد کے سامنے وہ خود بھی بے بس تھا۔

!ٹھیک ہے، ہسپتال چلو"

میرا سوہنا مکھڑا اکیلا ہو گا، "سردار نے اچانک پر سکون لہجے میں کہا، اور باہر کا" راستہ لیا۔ اس کی آواز میں اب کوئی جھنجھلاہٹ نہیں تھی، بلکہ ایک فیصلہ کن عزم تھا۔ بالا اور باقی ڈاکو بھی بغیر کسی سوال کے اس کے پیچھے ہو لیے۔ بالا کے ذہن میں ابھی بھی یہ خیال چکر لگا رہا تھا کہ ڈاکوؤں کا ہسپتال جانا کتنا خطرناک ہو سکتا ہے، مگر سردار کے چہرے پر پھیلی اس پر اسرار مسکراہٹ نے اسے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔

○○○○○○

رات اپنے سیاہ پر پھیلا چکی تھی جب انسپکٹر اکرم کی موٹر سائیکل ہسپتال کے پر سکون ماحول کو چیرتی ہوئی اس کے مرکزی دروازے کے سامنے جا رکی۔

اس کے اندر ایک عجیب سی بے چینی تھی، ایک ایسی امید جس کی وہ خود بھی

وضاحت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل کو ایک اندھیری جگہ پر پارک کیا اور نہایت احتیاط سے ہسپتال کے اندر داخل ہوا۔

ہسپتال کا ایمرجنسی وارڈ اب میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ڈاکو اپنی بھاری بھرکم بندوقیں لیے ادھر ادھر گھوم رہے تھے، ان کی موجودگی ہر کسی پر دہشت طاری کر رہی تھی۔ نرسیں اور ڈاکٹر خوف سے سہمے ہوئے تھے، اور عام مریضوں کو ایک طرف کر دیا گیا تھا۔ اس سارے ہنگامے کے بیچ، اکرم کی نظر فوراً اس کونے میں بیٹھی لڑکی پر پڑی۔ یہ دعام تھی!

دعام ایک کرسی پر بیٹھی تھی، اس کا چہرہ پریشانی اور آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں جمرو کی فکر واضح جھلک رہی تھی۔ اس کے گرد کوئی ڈاکو موجود نہیں تھا، وہ نسبتاً اکیلی لگ رہی تھی، اور یہی وہ موقع تھا جس کا اکرم کو انتظار تھا۔ اکرم نے فوراً خود کو ایک بڑے ستون کے پیچھے چھپا لیا، جہاں سے وہ سارا منظر دیکھ سکتا تھا لیکن خود کسی کی نظر میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا۔ اس کا مقصد صرف اور صرف دعام سے ملنا تھا، کسی اور سے نہیں۔

اسے اس ہنگامے میں شامل ہونے یا ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اس کی نظریں ڈاکوؤں کی نقل و حرکت پر تھیں تاکہ صحیح وقت پر دعام تک پہنچ سکے۔ ڈاکو واقعی اپنی دہشت پھیلائے ہوئے تھے، ان کی موجودگی سے ہر کوئی خوفزدہ تھا۔ اکرم نے سوچا کہ یہ لوگ ہسپتال میں بھی یہ سب کر سکتے ہیں تو باہر تو ان کو کوئی روک ہی نہیں سکتا۔

اکرم کے ذہن میں ایک نیا خیال ابھر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جو کام رباب نہیں کر پائی تھی، وہ کام دعام کر سکتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ دعام کے پاس بھی نقشے سے متعلق معلومات ہیں، شاید کچھ ایسی تفصیلات جو رباب نہیں دے سکی تھی۔ رباب کی بے وقوفی کی وجہ سے وہ نقشہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا، لیکن دعام... دعام مختلف تھی۔ اس کی معصومیت اور سردار سے اس کا تعلق اکرم کے لیے ایک نئی امید کی کرن تھا۔

اسی لیے وہ دعام کے اکیلے ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی نظریں سب پر تھیں، ڈاکوؤں پر، نرسوں پر، ڈاکٹروں پر، اور ہر اس شخص پر جو ایمرجنسی وارڈ میں موجود تھا، لیکن اسے مطلب صرف دعام سے تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے پاس اب ایک آخری موقع ہے، اور اسے کسی بھی قیمت پر ضائع نہیں کرنا تھا۔ اس نے خود کو مکمل طور پر پوشیدہ رکھا، ایک شکارچی کی طرح اپنے شکار کا انتظار کر رہا تھا، اس امید کے ساتھ کہ جلد ہی اسے دعام سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، یہ جیت اس کے لیے بہت ضروری تھی۔

○○○○○

ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں ڈاکوؤں کی دہشت اور ڈاکٹروں کی خوفزدہ خاموشی کے درمیان، اچانک ایک ڈاکو کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے جلدی سے اپنا نقاب تھوڑا سا سرکایا اور فون کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے سردار کی گرج دار آواز سنائی دی۔

جمرو کی کیا حالت ہے ؟" سردار نے بغیر کسی تمہید کے پوچھا۔ "

ڈاکو نے صورتحال بتائی، اس کی آواز میں احترام اور تشویش دونوں شامل تھیں۔

سرکار! جمرو کی حالت ابھی نازک ہے، خون بہت بہہ چکا ہے۔ ڈاکٹر گولی"
" نکالنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

میں دس منٹ میں ہسپتال پہنچ رہا ہوں۔" سردار نے فیصلہ کن لہجے میں کہا، "
اور فون بند کر دیا۔

ڈاکو نے فون بند کیا اور فوراً دعام کی طرف بڑھا جو کرسی پر بیٹھی جمرو کے آپریشن تھیٹر کے دروازے کو بے چینی سے گھور رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اضطراب اور خوف تھا۔

سردارنی"!

ڈاکو نے دعام کے قریب آکر کہا۔" سردار کا فون آیا تھا، وہ دس منٹ میں "

"ہسپتال پہنچ رہے ہیں۔

یہ خبر سنتے ہی دعام کے چہرے پر امید کی ایک کرن سی لہرائی۔ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، حالانکہ خوف کی گہری پرچھائیاں ابھی بھی موجود تھیں۔ وہ بے چین ہو کر بار بار آپریشن تھیٹر کے دروازے اور پھر باہر ہسپتال کے داخلی دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

ابھی تک ڈاکٹروں نے کچھ بتایا نہیں؟"

دعام نے بے صبری سے پوچھا۔ "

نہیں سردارنی، وہ خود بھی ڈرے ہوئے ہیں،" ڈاکو نے جواب دیا، وہ جانتا تھا" کہ ہسپتال کا عملہ کتنا خوفزدہ ہے۔

جمرو کی تکلیف اور ڈاکٹروں کی ہچکچاہٹ نے دعام کو بہت زیادہ سہما یا ہوا تھا۔ اسے خوف تھا کہ اگر سردار جلدی نہ پہنچا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ جانتی تھی

کہ سردار کے آنے سے ہی سارا معاملہ حل ہو گا۔ سردار کے آنے سے اسے یہ یقین تھا کہ جمرو کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

اسی دوران، ڈاکٹر جو وقتاً فوقتاً آپریشن تھیٹر سے باہر نکل کر آتے تھے، کوئی مناسب جواب نہیں دے رہے تھے۔ ان کے چہروں پر شدید خوف اور بے بسی تھی۔ جب بھی دعام ان سے جمرو کی حالت کے بارے میں پوچھتی، وہ صرف سر جھکا دیتے یا مبہم الفاظ میں بات کرتے۔ یہ چیز دعام کے خوف کو مزید بڑھا رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اندر کچھ برا ہو رہا ہے، اور ڈاکٹر اسے بتا نہیں رہے۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا، سردار کی آمد اب اس کے لیے واحد امید کی کرن تھی۔

○○○○○○

ہسپتال کے راہداریوں میں تناؤ اور خوف کا عالم چھایا ہوا تھا۔ آپریشن تھیٹر کے دروازے پر نگاہیں جمائے دعام کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے بتایا گیا تھا کہ سردار دس منٹ میں پہنچ جائے گا، مگر ہر گزرتا لمحہ اسے صدیوں کے برابر

لگ رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار ہسپتال کے داخلی دروازے کی طرف اٹھ جاتیں، جیسے وہ سردار کو وہاں دیکھنے کی امید کر رہی ہو۔ وہ اپنی جگہ پر ٹک نہیں پا رہی تھی، کبھی کھڑی ہو جاتی تو کبھی کرسی پر بیٹھ جاتی، اس کے دل میں جمرو کی حالت اور سردار کی غیر موجودگی کا خوف گونج رہا تھا۔

سردارنی! آپ کا بار بار باہر جانا خطرناک ہو سکتا ہے،" ایک بزرگ ڈاکو نے "نرمی سے اسے خبردار کیا۔ "ہو سکتا ہے پولیس کی ہم پر نظر ہو۔

دعام نے ایک گہری سانس لی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ ڈاکو صحیح کہہ رہا ہے، لیکن اس کی بے چینی اسے اندر ٹکنے نہیں دے رہی تھی۔

مجھے بے چینی ہو رہی ہے،" وہ جزبز ہو کر بولی۔ ڈاکو اس کی حالت کو سمجھ گیا" اور خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔ دعام آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ہسپتال کے داخلی دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کی نظریں باہر سڑک پر جمی تھیں، جہاں وہ سردار کا انتظار کر رہی تھی۔

سردار کی اب تک آمد نہ ہوئی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا، صرف دور کہیں سے شہر کا شور سنائی دے رہا تھا۔ دعام کے اندر ایک مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔

○○○○○○

وہ واپس اندر جانے لگی،

اس کے قدم بوجھل ہو چکے تھے کہ اچانک ایک آدمی اس کے سامنے آگیا۔

دعام نے چونک کر اوپر دیکھا۔ وہ اسے فوراً پہچان چکی تھی، یہ اکرم تھا، رباب کا شوہر، وہ پولیس والا! وہی شخص جس نے نکاح سے پہلے انہیں امید دلائی تھی کہ اس کا نکاح کسی ڈاکو سے نہیں ہو گا، اور اسے ڈاکوؤں سے بچا لے گا۔ اس وقت وہ اسے ایک محافظ کی صورت میں دکھائی دے رہا تھا، لیکن آج اس کی موجودگی ایک خطرہ تھی۔

مجھے تم سے بات کرنی ہے، "اکرم نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا، اس کی" نظریں دعام کے چہرے پر جمی تھیں۔

دعام کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس لمحے اس کے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ اکرم ایک پولیس والا تھا جو اس کے شوہر کو کسی بھی طرح سے نقصان پہنچانا چاہتا تھا! وہ یہاں اسی غرض سے آیا تھا، اور اس کا یہاں موجود ہونا سردار کے لیے خطرے کی گھنٹی تھا۔ اسے اس سے بات کرنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی! راستہ چھوڑیں میرا!" وہ غصے سے بولی۔ " اس نے اکرم کو ایک طرف ہٹانے کی کوشش کی تاکہ اندر جا سکے، لیکن اکرم اپنی جگہ پر اٹل کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو دعام کو مزید بے چین کر رہی تھی۔

دعام سنو! میں تمہارا برا نہیں چاہتا اور نہ ہی میں تمہارا دشمن ہوں،" اکرم نے " اپنی آواز کو نرم کرنے کی کوشش کی، مگر اس کے لہجے میں ایک چھپی ہوئی چالاکی تھی۔ "تم جانتی ہو سردار ایک ڈاکو ہے، ایک خوفناک درندہ جس کے لیے کسی کی جان لینا مشکل نہیں۔ نہ جانے کتنے لوگوں کو قتل کر چکا ہے، نہ

جانے کہاں کہاں ڈکیتی کر چکا ہے۔ میں جانتا ہوں تم اس کی حقیقت سے بے خبر نہیں ہو، سب کچھ جانتی ہو اس کے بارے میں۔ لیکن کیا تم یہ جانتی ہو کہ اس کا انجام کیا ہو گا؟"

اکرم کے الفاظ دعام کے دل پر نشتر کی طرح چبھ رہے تھے، لیکن اس کے چہرے پر غصہ ابھر رہا تھا۔ اسے یہ بات برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ کوئی سردار کے بارے میں ایسی بات کرے۔

دیکھو دعام، تمہارا شوہر جو گناہ کر چکا ہے اس کی کوئی معافی نہیں ہے۔ ہم اسے" پکڑنا چاہتے ہیں،" اکرم نے اپنی بات جاری رکھی۔ "نہ اسے پولیس کا خوف ہے، نہ قانون کا ڈر ہے، وہ دنیا کی کسی چیز سے ڈرتا نہیں۔ اس نے خود اپنے قانون بنا کر رکھے ہوئے ہیں۔ اگر میں چاہتا تو اس وقت ہسپتال میں پولیس کی ایک بڑی نفری لے کر بھی آسکتا تھا، لیکن مجھے فائدہ نہیں، کیونکہ یہ ڈاکو اتنے خطرناک ہیں کہ لمحے میں کسی کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان کے لیے کسی کی زندگی، کسی کی موت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

اکرم ایک لمحے کے لیے رکا، دعام کے چہرے پر بدلتے تاثرات کو دیکھ رہا تھا، پھر اس نے مزید زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے کہا

"اس سے پہلے بھی پولیس کے بہت سارے حملے ہو چکے ہیں۔ زیادہ نقصان پولیس کا ہی ہوتا ہے۔ وہ پولیس افسر جو اپنی وردی کے ساتھ وفاداری کر رہے ہوتے ہیں، ان ڈاکوؤں کی بندوقوں کے آگے ہار مان جاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں یہاں ایک ڈاکو زخمی ہے جس پر یہ سارے تڑپ کر یہاں ہیں، لیکن ان کا کیا جو اتنے سالوں سے زخمی ہیں اور ان کو زخم دینے والا کوئی اور نہیں، تمہارا شوہر ہے!"

اکرم کی باتوں نے دعام کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ اس کی آنکھیں غصے سے لال ہو گئیں، جسم میں جیسے آگ سی بھر گئی۔ اسے برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ کوئی سردار کے خلاف اس طرح کی بات کرے۔

بس کرو! میں کچھ نہیں سننا چاہتی! آپ میرے شوہر اور اپنے معاملات کو خود" تک رکھیں! میرا ان سب چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے!" دعام نے غصے سے "!اس کی بات کاٹی، اس کی آواز میں چیخ کا سا انداز تھا۔ "راستہ چھوڑیں میرا

لیکن اکرم باز نہیں آیا۔ اس نے دعام کے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے مزید اکسایا۔ "تمہارا شوہر قاتل ہے اور تم قاتل کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو! تمہاری خوبصورتی سے متاثر ہو کر اس نے تمہیں اپنے نکاح میں لے لیا، "... لیکن تم جیسی کتنی اور عورتوں کے ساتھ

اکرم ابھی اپنی بات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ دعام کا زوردار تھپڑ اس کی آواز بند کر گیا! یہ تھپڑ اتنی شدت سے پڑا تھا کہ اکرم کا سر ایک طرف جھک گیا اور ایک لمحے کے لیے ہسپتال کا دالان سناٹے میں ڈوب گیا۔ دعام کا ہاتھ تھپڑ کے بعد بھی کانپ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں شدید غصہ اور نفرت تھی، اکرم اپنے گال پر ہاتھ رکھے دعام کو حیرت اور غصے سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس ردعمل کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"خبر دار! خبر دار جو میرے شوہر کے کردار پر انگلی اٹھائی!" دعام نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں ایسی شدت تھی کہ اکرم بھی ایک لمحے کے لیے دنگ رہ گیا۔ "وہ قاتل ہو گا، درندہ ہو گا، لیکن کمزور کردار کا مالک نہیں ہے وہ!"

دعام کا انداز اتنا جارحانہ اور پر اعتماد تھا کہ اکرم بھی ایک لمحے کے لیے لرز اٹھا۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ دعام اپنے شوہر کے کردار کی اتنی مضبوط گواہ بن جائے گی۔ دعام کو سردار پر صرف یقین ہی نہیں تھا، بلکہ اس کی نظر میں سردار کا کردار ہر شک وشبہ سے بالاتر تھا۔

"آپ کا کام ان کی ڈکیتیاں گننا ہے! ان کی چوریاں گننا ہے! ان کے گناہ گننا ہے! ان کے قتل گننا ہے! نہ کہ ان کے کردار پر انگلی اٹھانا!" دعام نے غصے سے اپنی انگلی اٹھا کر اکرم کی طرف اشارہ کیا، اس کی آواز میں دھمکی تھی۔ "اگر میرے شوہر کے کردار پر انگلی اٹھائی تو انگلی توڑ کے رکھ دوں گی! کمزور مت سمجھنا مجھے! سردار دلدار کی بیوی ہوں میں!"

اس کے الفاظ میں اتنی طاقت تھی کہ اکرم بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اسے لگا جیسے اس کے سامنے کوئی معصوم لڑکی نہیں، بلکہ خود سردار دلدار کھڑا ہو۔

"دعام میں بس..." اکرم نے بات سنبھالنے کی کوشش کی، اس کے گال پر ابھی بھی تھپڑ کا نشان نمایاں تھا۔

"بس!" دعام نے اسے کچھ کہنے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھایا اور اونچی آواز میں دھاڑی، "بس ہی کر دیں تو آپ کے لیے بہتر ہو گا! کیونکہ آپ کو جو اپنی یونیفارم پر ستارے چاہیے، وہ کم سے کم سردار دلدار یلغار نہیں لگنے دے گا۔" اس کے لہجے میں ایک طنز تھا، جو اکرم کے مقصد کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"اور ایک اور بات،" دعام نے اپنی بات جاری رکھی، اس کی آواز میں اب مزید کاٹ آچکی تھی۔ "دوسروں کے کردار پر انگلی اٹھانے سے پہلے، پہلے اپنا کردار تو دیکھ لیجیے! اپنے مطلب کے لیے کسی معصوم کے جذبات کا استعمال کر کے اس سے نکاح کر لینا آپ کے کردار کو مضبوط نہیں، کمزور بناتا ہے!" وہ غصے سے کہتی ہوئی وہاں سے جانے لگی تھی، اس کے قدم تیزی سے اندر کی طرف

بڑھ رہے تھے، جب اچانک ہی اکرم کی باتوں نے اس کے قدم رکنے پر مجبور کر دیے۔

"ٹھیک ہے دعام، میں تمہاری بات کو سمجھ رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں شاید تم اپنے شوہر سے محبت کر بیٹھی ہو، اور محبت کرنی بھی چاہیے،" اکرم کے لہجے میں اب نرمی تھی، ایک ایسی نرمی جو زہر سے بھری تھی۔ "تمہاری محبت اس کے ساتھ جائز ہے، تمہارا تعلق اس کے ساتھ بہت پاک ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں تم اس کی حقیقت کو قبول کر کے اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے ہو۔ اس کا قاتل ہونا، ڈکیت ہونا تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتا۔"

اکرم نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، دعام کا چہرہ بے حسی کا شکار ہو چکا تھا۔ پھر اس نے اپنے الفاظ میں مزید شدت لاتے ہوئے کہا، جو دعام کے دل پر پگھلتے ہوئے سیسے کی طرح گرے۔

"لیکن کیا اپنے والدین کے قاتلوں کو تم اس طرح معاف کر کے ان کے ساتھ ایک ہنسی خوشی زندگی گزار سکتی ہو؟"

اکرم کے چہرے پر ایک چالاک مسکراہٹ ابھری تھی، وہ جانتا تھا کہ دعام کی کمزوری کہاں ہے۔ اس نے آخری وار کیا، ایک ایسا وار جو دعام کی روح کو چیر کر رکھ دینے والا تھا۔

اس کے الفاظ تھے یا پگھلتا ہوا سیسہ جو دعام کے کانوں میں اتر گیا۔ اس کے جسم میں جیسے بجلی کا جھٹکا لگا۔ دعام سے مزید ایک قدم نہ اٹھایا گیا، اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا، اور آنکھیں خوف اور بے یقینی سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ اس کے اندر کی دنیا جیسے دھماکے سے ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔

ooooooo

رات کا سناٹا سردار کے قدموں کی دھمک سے ٹوٹا جو برق رفتاری سے ہسپتال کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کی آمد سے فضا میں مزید تناؤ چھا گیا۔ ہسپتال کا عملہ، جو پہلے ہی ڈاکوؤں کی موجودگی سے سہمے ہوئے تھے، اب سردار کی وحشت بھری شخصیت دیکھ کر مزید خوفزدہ ہو گئے۔ راہداریوں میں مکمل خاموشی چھا گئی، ہر کوئی اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔

سردار کی تیز نگاہیں ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں بھٹکنے لگیں اور پلک جھپکتے ہی اس کی نظر دعام پر پڑی جو ایک کرسی پر خاموش اور سہمے ہوئے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے گہرے سائے تھے۔ سردار نے ایک پل بھی توقف نہ کیا اور برق رفتاری سے دعام کی طرف بڑھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا، سردار نے دعام کو اپنی مضبوط بانہوں میں سمیٹا اور اسے اپنے چوڑے سینے میں چھپالیا۔ دعام، جو سردار کی غیر موجودگی میں ٹوٹ سی گئی تھی، اچانک اس کے لمس سے حیران سی ہو لگی۔ اس نے سردار کے بازوؤں میں پناہ لی، اس کے چہرے پر چھایا خوف کچھ کم ہوا۔ سردار کی گرفت میں ایک عجیب سی ملکیت تھی، جیسے وہ اسے دنیا کی ہر آفت سے بچا لینا چاہتا ہو۔

سردار نے دعام کو خود سے دور کیے بغیر اپنے ساتھ موجود ڈاکوؤں کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔ ایک ڈاکو آگے بڑھا اور دبے لہجے میں جمرو کی حالت بتانے لگا۔ "سرکار، جمرو کی حالت ابھی بھی نازک ہے، خون بہت

بہہ چکا ہے۔ ڈاکٹر گولی نکال رہے ہیں۔" اس کی آواز میں احترام کے ساتھ تشویش بھی شامل تھی۔ سردار نے محض سر ہلایا، اس کی نگاہیں ابھی بھی دعام پر جمی تھیں۔ جس کے سینے سے لگی بالکل خاموش تھی

ooooooo

جمرو کا آپریشن ہو رہا تھا۔ ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں غیر معمولی خاموشی چھا گئی۔ سردار، دعام کو لیے ایک بینچ پر بیٹھ چکا تھا۔ دعام ابھی بھی اس کے سینے سے لگی تھی، آنکھیں کھلی تھیں مگر بے چمک۔ اکرم کے الفاظ: "کیا اپنے والدین کے قاتلوں کو تم اس طرح معاف کر کے ان کے ساتھ ایک ہنسی خوشی زندگی گزار سکتی ہو؟" اس کے کانوں میں گونج رہے تھے، وہ سہم سی گئی تھی۔

سردار نے دعام کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا، اس کی خاموشی اور جسم میں ہلکی کپکپی محسوس کی۔ اس نے دعام کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی۔

"کیا ہوا میرے سوہنے مکھڑے کو؟ اتنی خاموش کیوں ہو؟"

سردار کی آواز میں بے پناہ نرمی تھی۔

دعام نے سردار کی آنکھوں میں دیکھا، آنسو تیر رہے تھے۔اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، الفاظ اٹک گئے۔اس نے چہرہ دوبارہ سردار کے سینے میں چھپا لیا۔

مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟ تمہارا ڈاکو جی تمہارے پاس ہے۔کسی بات کی فکر مت "کرو۔"

سردار نے دعام کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

دعام نے سر اٹھایا، آنکھیں سرخ تھیں۔

"...ڈاکو جی... میں... میں نہیں جانتی"

اس کے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔

سردار نے دعام کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا، اس کی آنکھوں میں تشویش تھی۔ اس کا شک اپنے لوگوں پر جا چکا تھا۔ ممکن تھا ان لوگوں نے اس سے کچھ کہہ دیا ہو جس سے وہ خوفزدہ ہو گئی ہو

کیا کسی نے تمہیں کچھ کہا ہے؟ کس نے تمہیں ڈرایا ہے؟ مجھے نام بتاؤ، میں "
"!اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا

سردار کا لہجہ سخت ہو گیا۔

دعام نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"... نہیں... نہیں ڈاکو جی... کوئی نہیں"

وہ جھوٹ بول رہی تھی، اور سردار یہ جانتا تھا۔

جھوٹ مت بولو میرے سوہنے مکھڑے سے، میں تمہیں بہت اچھی طرح "
جانتا ہوں۔ بتاؤ کیا بات ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے تم سے جس نے بھی تمہیں
"!پریشان کیا ہو گا، اسے ایسی سزا دوں گا کہ وہ اپنی موت کی دعا کرے گا

دعام ڈر گئی، وہ جانتی تھی سردار جو کہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس نے نظریں نیچے کر لیں۔

"...میں... میں ٹھیک ہوں ڈاکو جی"

اس نے مدھم آواز میں کہا، مگر ایک آنسو ٹپک کر سردار کے ہاتھ پر گرا۔

سردار نے دعام کو پھر سے اپنے سینے سے لگالیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دعام ابھی بات کرنے کو تیار نہیں، لیکن اس کی خاموشی اسے بے چین کر رہی تھی۔

تم بس میرا ہاتھ تھامے رکھنا، کسی بات کا ڈر نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ" ہوں۔ کسی کی ہمت نہیں کہ میرے سوہنے مکھڑے کو پریشان کرے، اور اگر "!کسی نے ایسا کیا، تو اس کا انجام اتنا برا ہو گا کہ تاریخ یاد رکھے گی

سردار کے الفاظ میں محبت اور دھمکی دونوں تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دعام کو کس بات نے پریشان کیا ہے۔

OOOOOO

انسپیکٹر اکرم آرام دہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی، اس کی آنکھوں میں چمک۔ اسے یقین تھا کہ اس بار اس نے جو تیر چلایا ہے، وہ صحیح جگہ پر لگا ہے۔

اس نے فائل دیکھی جس میں سردار دلدار کی معلومات تھیں۔

"ہاں... بالکل صحیح جگہ لگی ہے،"

اکرم نے خود کلامی کی، دبی ہوئی ہنسی کے ساتھ۔

اسے یہ برداشت نہیں ہوا کہ کوئی اس کے قاتل شوہر کے کردار پر انگلی" اٹھائے۔ لیکن جب اسے پتہ چلا کہ اس کا قاتل شوہر ہی اس کے والدین کا " قاتل ہے، تو پھر کیا ہوا؟

اس نے گال کو چھوا جہاں دعام نے تھپڑ مارا تھا۔ اسے دعام کا سفید چہرہ اور پھٹی آنکھیں یاد تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے دعام کی سب سے کمزور رگ چھیڑی ہے۔

"اب وہ سردار کو کبھی ویسے نہیں دیکھ پائے گی،"

اکرم نے ہاتھ رگڑتے ہوئے کہا۔

اس کے دل میں شک کا بیج بو دیا ہے میں نے، اور یہ بیج اب ایک ایسا زہریلا"

"درخت بنے گا جو اس کے رشتے کو کھوکھلا کر دے گا۔

اسے یقین تھا کہ دعام کی معصومیت اور سردار پر یقین اس کی کمزوری ہے۔

دعام اب سردار سے سوال کرے گی، اور یہ سوالات ہی سردار کی موت کا

پروانہ بنیں گے۔

وہ اکیلی ہی اس کی تباہی کا سبب بنے گی، مجھے پولیس کی پوری ٹیم لے کر جانے"

کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بس تھوڑا انتظار، اور وہ خود اسے میری گود میں لا

"کر دے دے گی۔

اکرم نے اطمینان سے کہا۔

اسے دعام کو اپنے کنٹرول میں لانا تھا، اسے یہ باور کرانا تھا کہ وہ صرف اس کا ہمدرد ہے۔

مجھے دعام پر نظر رکھنی ہوگی، اور اسے یہ احساس دلانا ہوگا کہ میں ہی اس کا سچا "خیر خواہ ہوں۔ جیسے ہی وہ سردار سے دور ہوگی، میرا کام آسان ہو جائے گا۔

اکرم کے چہرے پر سازش کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے اپنی ذہانت اور وار پر پورا بھروسہ تھا۔ اس کے سامنے اب ایک نئی امید تھی، سردار کو ختم کرنے کی، اور اس امید کی چابی دعام تھی۔ اس نے فائل کی طرف دیکھا، اس کے ہونٹوں پر چالاک مسکراہٹ برقرار رہی۔

○○○○○○

کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں اب بھی سردار اور اس کے ڈاکو موجود تھے، لیکن کشیدگی کم تھی۔ سردار دعام کے ساتھ بیٹھا تھا، دعام اب تھوڑی پرسکون تھی۔ ڈاکو بھی تھوڑے پرسکون ہو چکے تھے، مگر چوکنا تھے۔

اچانک، آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ایک سینئر ڈاکٹر باہر آیا۔ اس کے چہرے پر راحت تھی۔ اس نے سردار کی طرف دیکھا۔

"!سرکار... جمرو... جمرو خطرے سے باہر ہے"

یہ سنتے ہی ڈاکوؤں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"گولی نکال لی گئی ہے، آپریشن کامیاب رہا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔

مریض کو ہوش میں آنے میں تقریباً پانچ سے چھ گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ اس کی"
"حالت اب مستحکم ہے۔

ڈاکٹر کے الفاظ سب کے لیے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا تھے۔ ڈاکوؤں میں خوشی کی ہلچل تھی۔

سردار نے ڈاکٹر کی بات توجہ سے سنی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کی ایک ہلکی سی تبدیلی آئی۔

"بہت اچھے۔"

سردار نے صرف اتنا کہا، اس کے لہجے میں اطمینان تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو اشارے سے جانے کو کہا۔

سردار نے دعام کی طرف دیکھا، جو یہ خبر سن کر کچھ پرسکون ہوئی تھی، لیکن اس کے چہرے پر ابھی بھی گہری سوچ تھی۔ جمرو کے خطرے سے باہر ہونے کی خبر نے اسے راحت تو دی تھی، لیکن اکرم کے الفاظ ابھی بھی اس کے ذہن میں گونج رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی، اس نے اپنا سر اٹھا کر سردار کے سینے پر رکھ دیا ہو۔

سردار نے دعام کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا، اس کے چہرے پر ملائم مسکراہٹ تھی۔

"دیکھا؟ تمہارے ڈاکو جی نے کہا تھا نا کہ جمرو ٹھیک ہو جائے گا۔"

دعام نے سردار کی بات پر ہلکا سا سر ہلایا، اس کے ہونٹوں پر دھندلی سی مسکراہٹ آئی، لیکن وہ پوری طرح مسکرا نہ سکی۔ اس کے دل میں جمرو کی صحت یابی کی خوشی تھی، لیکن اس خوشی پر اکرم کی باتیں بادل بن کر چھا گئی تھیں۔ سردار دعام کی اس کیفیت کو محسوس کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کچھ ہے جو دعام کو اندر ہی اندر پریشان کر رہا ہے،

ڈاکو ایک دوسرے سے جمرو کی حالت کے بارے میں بات کر رہے تھے، ہسپتال کا ماحول اب پہلے سے کہیں زیادہ پرسکون ہو چکا تھا۔ سردار نے دعام کو مضبوطی سے اپنے پاس رکھا۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی بہت سے سوالات کے جواب ملنے باقی ہیں، لیکن اس لمحے اس کی ساری توجہ دعام پر تھی۔ اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دعام کو کسی بھی قیمت پر اکیلا نہیں چھوڑے گا، اور جس نے بھی اسے پریشان کرنے کی ہمت کی ہے، اسے اس کی قیمت چکانی پڑے گی۔ سردار کے چہرے پر ایک ٹھہرا ہوا عزم تھا، ایک ایسا عزم جو آنے والے وقت میں بہت سے طوفانوں کی پیش گوئی کر رہا تھا۔

رباب اپنے گھر میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شدید پریشانی اور خوف کے سائے صاف جھلک رہے تھے۔ اس نے بار بار اپنے موبائل فون کی طرف دیکھا، اسکرین پر اکرم کا نام چمک رہا تھا، لیکن اس کی کال کا کوئی جواب نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پچھلے کئی گھنٹوں میں اسے درجنوں بار فون کیا تھا، لیکن ہر بار وہی مایوس کن نتیجہ، "نمبر مصروف ہے" یا "کال نہیں اٹھائی جا رہی"۔

اکرم... رباب نے خود سے بڑبڑایا، اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔ وہ ایک" کونے سے دوسرے کونے تک ٹہل رہی تھی، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، جیسے اس کے دماغ میں طوفان آیا ہوا ہو۔ اسے معلوم تھا کہ اکرم نے نقشے کے لالچ میں اس سے نکاح کیا تھا، تاکہ اس کے ذریعے اسے اپنے مقاصد حاصل ہو سکیں۔ لیکن اب جب وہ نقشہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور سردار کے پاس پہنچ گیا تھا، تو اس کے پاس اکرم کو روکنے کی کوئی وجہ نہیں بچی تھی۔

اسے یہی خوف تھا کہ اب اکرم اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دے گا، کیونکہ اس کے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

اسے اکرم کی طرف سے کوئی خبر نہیں مل رہی تھی اور نہ ہی کوئی وضاحت۔ اکرم نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رکھا تھا۔ رباب کا دل شک میں گھرا ہوا تھا، اسے یہ احساس شدید ہو رہا تھا کہ اکرم نے اسے محض اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے اور اب جب نقشہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے، تو وہ اسے لاوارث چھوڑنے والا ہے۔

"جواب کیوں نہیں دے رہے اکرم؟ "

اس نے بلند آواز میں کہا، جیسے اکرم کو آواز دے رہی ہو۔

رباب کو اکرم کے رویے میں ایک مکمل سرد مہری نظر آ رہی تھی۔ نکاح کے بعد اس نے رباب سے مکمل قطع تعلق کر لیا تھا، جیسے اس کا کام پورا ہو چکا ہو۔ وہ اس کے فون کالز کا جواب نہیں دیتا تھا اور اس سے ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں

پیدا ہوتا تھا۔ رباب کا دل شک میں گھرا ہوا تھا، اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اکرم نے اسے استعمال کیا ہے اور اب وہ اسے لاوارث چھوڑنے والا ہے۔

کیا آپ نے مجھے نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے؟ آپ مجھے چھوڑ دیں گے "

"اکرم۔ مجھے کیوں نہیں بتا رہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

کیا میری زندگی کی خوشیاں شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئی کیا میں نے خود اپنا سب کچھ اپنے ہاتھوں سے برباد کر لیا

رباب کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔ اس کی ساری فکر اپنے مستقبل کے بارے میں تھی، کہ اب اس کے ساتھ کیا ہو گا۔ اس نے خود کو اکیلا اور بے سہارا محسوس کیا۔

اس نے ایک لمحے کے لیے اپنی آنکھیں بند کیں، جیسے کسی برے خیال کو جھٹکنا چاہتی ہو۔

اس نے دوبارہ فون اٹھایا اور ایک پیغام ٹائپ کیا۔

اکرم! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ فوری طور پر۔ یہ بہت ضروری ہے۔ میں "
"! بہت پریشان ہوں

اس نے پیغام بھیجا اور فون کو اپنے سینے سے لگا کر بیٹھ گئی، آنکھیں دروازے پر جمی تھیں، جیسے کسی معجزے کا انتظار کر رہی ہو۔ اسے بخوبی احساس ہو رہا تھا کہ اکرم نے اب اسے مکمل طور پر بے اہمیت کر دیا تھا، اور رباب کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، اس کی رات کا سکون چھن چکا تھا۔

○○○○○○

ہسپتال کی راہداری میں، جہاں ابھی بھی سردار کے ڈاکوؤں کا کڑا پہرہ تھا اور ہوا میں ادویات کی ہلکی سی بو رچی ہوئی تھی،

آج لڑائی کے دوران ایک زوردار دھکے سے بالا اپنے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ زمین پر آ گرا۔ لوہے کا ایک تیز درد اس کے کاندھے میں چبھ رہا تھا جہاں سے خون کا سرخ دھارا تیزی سے بہہ رہا تھا، اس کے خاک آلود لباس پر پھیل کر ایک گہرا داغ بنا رہا تھا۔ درد کی ایک لہر اس کے وجود میں دوڑ گئی، اس نے

دانت پیستے ہوئے آنکھیں موندیں، مگر ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ اپنے زخم کو تھامے، گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔

اسی لمحے، ایک نازک سی ڈاکٹر، جس کے چہرے پر پیشہ ورانہ اطمینان کے ساتھ ساتھ انسانی ہمدردی بھی تھی، تیزی سے اس کی طرف لپکی۔ اس کی آنکھوں میں فکرمندی صاف جھلک رہی تھی جب اس نے بالا کے بہتے ہوئے خون کو دیکھا۔ وہ بنا کسی جھجھک کے بالا کے قریب بیٹھی، اس کے زخم کا جائزہ لینے لگی۔

"آپ کو بہت گہری چوٹ لگی ہے،"

ڈاکٹر نے نرمی اور تشویش سے کہا، اس کی آواز میں ایک میٹھا پن تھا جو بالا کے کانوں میں رس گھول گیا۔ اس کے نازک ہاتھ بالا کے کاندھے پر پھیلے خون کو دیکھتے ہی تھوڑے سے لرزے۔

لائیے میں آپ کی مرہم پٹی کر دیتی ہوں، ورنہ خون زیادہ بہہ جائے گا اور "انفیکشن کا خطرہ ہے۔

بالا نے اپنی تمام تر تکلیف کو بھلا کر اس دوشیزہ کو اتنے قریب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک دم سے ایسی چمک پیدا ہوئی جیسے دنیا میں اب درد نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ وہ پتھر کی مورتی کی طرح ساکت ہو گیا، اس کی آنکھیں اس لڑکی کے معصوم اور خوبصورت چہرے سے ایسے لپٹ چکی تھیں جیسے اس نے کوئی انمول، گمنام خزانہ پا لیا ہو۔ اس کی دھاڑنے والی آنکھیں جو ہمیشہ رعب اور غصہ لیے ہوتی تھیں، اس لمحے معصومیت اور حیرت سے بھر گئی تھیں۔ وہ اپنا زخم، ارد گرد کا سارا ماحول، اور اپنے ڈاکو ہونے کی حقیقت سب کچھ بھول کر بس اسے ہی دیکھے جا رہا تھا، ایک غیر معمولی، انوکھی کشش نے اسے اپنی فولادی گرفت میں لے لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی، بے خودی سی مسکراہٹ پھیل گئی، جو تکلیف کے باوجود اس کے چہرے پر ایک عجیب سی چمک پیدا کر رہی تھی۔

"آپ... آپ ٹھیک تو ہیں؟"

ڈاکٹر نے دوبارہ پوچھا، بالا کی بے ہوشی جیسی، مبہوت کیفیت دیکھ کر وہ کچھ پریشان ہوئی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی موجودگی کا بالا پر کیا اثر ہو رہا تھا۔

بالا نے بمشکل سر ہلایا، اس کی نظریں ڈاکٹر کے چہرے پر مستقل جمی تھیں۔

اس کے دل میں ایک انوکھا، پر سرار احساس جاگا تھا جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

یہ احساس اس کی تمام تر سختی اور بے پرواہی کو پگھلا رہا تھا۔

نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔ وہ بمشکل بولا۔

نہیں آپ ٹھیک نہیں ہیں اپ کا کافی زیادہ خون بہہ رہا ہے اگر آپ کو اندر چلنے میں پرابلم ہے تو میں یہیں پر آپ کو پٹی کر دیتی ہوں۔ وہ فکر مندی سے بولی تو بالا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے کندھے اچکا دیے تھے کندھے اچکاتے ہوئے ہلکی سی درد کی لہر اٹھی تھی لیکن نگاہیں اس لڑکی کے چہرے سے ہٹنے سے انکاری تھی

○○○○○○○

وارڈ کے ایک کونے میں، جہاں بینچ پر سردار دعام کو اپنے قریب کیے اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا، اس کی نگاہیں بے ساختہ راہداری میں لڑکھڑاتے بالا کی طرف گئیں۔ اس نے دیکھا کہ کس طرح ڈاکٹر بالا کے زخم کی دیکھ بھال کر رہی تھی اور بالا اسے کس نظر سے دیکھ رہا تھا۔ سردار کے چہرے پر ایک لمحے کو حیرانی کے گہرے تاثرات ابھرے، اس کی بھاری بھر کم بھنویں اوپر اٹھ گئیں۔ اس لڑکی کو جس طرح بالا دیکھ رہا تھا، وہ سردار کے لیے کافی حیران کن تھا۔ آج تک سردار نے کبھی بالا کو کسی لڑکی کی طرف اس نظر سے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا، بالا ہمیشہ اپنے کام، اپنے قبیلے اور اپنے سردار کے لیے وقف رہا تھا۔ وہ ایک بے پرواہ، سخت جان، اور عورتوں سے دور رہنے والا جنگجو تھا۔ لیکن یہاں تو جیسے بالا ہوش وحواس سے ہی بیگانہ ہو چکا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو پہلے کبھی کسی کے لیے نظر نہیں آئی تھی۔ یہ ایسی چمک تھی جو کسی کی موجودگی میں کھو جانے کا پتا دیتی تھی۔

سردار کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز، ہلکی سی مسکراہٹ لائی، ایک ایسی مسکراہٹ جو اس کے چہرے پر شاذونادر ہی آتی تھی۔ یہ ایک سردار کی مسکراہٹ تھی جو اپنے ساتھی کی بدلتی ہوئی تقدیر کو محسوس کر رہا ہو۔ وہ اپنے سب سے وفادار ساتھی میں ایک نئ اور انوکھی تبدیلی محسوس کر رہا تھا، ایک ایسی تبدیلی جس کا اسے گمان بھی نہ تھا۔ اس نے سر ہلایا اور دوبارہ دعا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، مگر اس کا دھیان ابھی بھی بالا کی طرف تھا، وہ اس نئے منظر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر رہا تھا۔

○○○○○○

رات کی خاموشی چھائی ہوئی تھی جس میں صرف سڑک سے آتی گاڑیوں کی مدھم آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ انسپیکٹر اکرم اپنے کمرے میں ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا تھا، اس کے چہرے پر ایک چالاک اور فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی جو اس کی اندرونی کامیابی کی عکاسی کر رہی تھی۔ اس کا موبائل فون اس کے سامنے پڑا تھا اور مسلسل رباب کی کالز سے چمک رہا تھا۔ اسکرین پر

رباب کا نام بار بار ابھرتا اور غائب ہوتا رہا، فون کی رنگ ٹون کمرے میں گونجتی رہی، لیکن اس نے ایک بھی کال نہیں اٹھائی۔ اس کے ماتھے پر کوئی پریشانی کی لکیر نہیں تھی، بلکہ ایک اطمینان کا تاثر تھا جیسے وہ کسی کو اپنی مرضی پر نچتا دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا ہو۔

کچھ دیر بعد رباب کا ایک لمبا پیغام آیا، جس میں پریشانی، الجھن، التجائیں اور اضطراب صاف جھلک رہا تھا۔ اکرم نے پیغام پڑھا، اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی جیسے اسے رباب کی یہ حالت دیکھ کر مزہ آ رہا ہو۔ اس نے طنزیہ انداز میں ایک قہقہہ لگایا۔

اس نے حقارت سے فون ایک طرف پھینکا، جیسے کوئی بے کار، استعمال شدہ چیز ہو۔ وہ اٹھا اور بستر پر لیٹتے ہوئے ایک لمبی، مطمئن سانس لی۔ اس اچھے خاصے پرسکون اور فاتحانہ ماحول کو وہ ہرگز بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ دعام کو اپنی باتوں میں الجھا کر اور سردار کے خلاف شک کا بیج بو کر وہ آج بے حد سکون محسوس کر رہا تھا، اسے اپنی چال کی کامیابی پر بے پناہ فخر تھا۔ بے شک اس کا گال اب بھی

دعام کے تھپڑ سے جل رہا تھا، لیکن یہ درد اس کی جیت کی نشانی تھا، ایک یاد دہانی کہ اس نے اپنے شکار پر کتنا گہرا وار کیا تھا۔ فی الحال وہ اپنی اس فاتحانہ خوشی سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا اور رباب سے بات کرنے کی تو کوئی تک ہی نہیں بنتی تھی، اب اس کا کام ہو چکا تھا اور رباب کے پاس اسے دینے کے لیے کوئی فائدہ نہیں بچا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کیں، اپنے اگلے وار کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک شیطانی اور مکارانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ شطرنج کی بازی جیت رہا ہو۔

oooooo

ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں کچھ دیر مزید خاموشی اور بے چینی چھائی رہی۔ ہر کوئی بے صبری سے آپریشن کے مکمل ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر اچانک، لمبی انتظار کے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ایک سینئر ڈاکٹر باہر آیا۔ اس کے چہرے پر تھوڑی راحت اور مسرت کے آثار تھے۔ اس نے سردار کی

طرف دیکھا، جو فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ڈاکٹر نے سر جھکا کر سردار کو تعظیم سے سلام کیا۔

"... سرکار"

ڈاکٹر نے کہنا شروع کیا، اس کی آواز میں احترام تھا۔

"!جمرو... جمرو خطرے سے باہر ہے! آپریشن کامیاب رہا، گولی نکال لی گئی ہے"

یہ سنتے ہی ہسپتال کے وارڈ میں موجود تمام ڈاکوؤں کے چہروں پر ایک دم خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی آنکھوں میں ایک چمک سی آ گئی، جیسے وہ کسی معجزے کے گواہ بنے ہوں۔ کچھ نے فوراً ایک دوسرے کو دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ کا تبادلہ کیا، ان کے چہروں پر چھائی پریشانی اب اطمینان میں بدل چکی تھی۔ یہ ان کے لیے بہت بڑی خبر تھی۔

مریض کو ہوش میں آنے میں تقریباً پانچ سے چھ گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ ہم نے "
"اسے مکمل طور پر محفوظ کر لیا ہے، اور اس کی حالت اب مستحکم ہے۔

ڈاکٹر کے الفاظ جیسے سب کے لیے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا تھے۔ ڈاکوؤں میں ہلچل پیدا ہوئی، ان کی آپس میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں، خوشی کے اظہار کا ایک نیا ماحول بن گیا۔ سردار کے چہرے پر بھی ایک ہلکی سی تبدیلی آئی، جو صرف بہت گہری نظروں سے ہی دیکھی جا سکتی تھی۔ اس کے ہونٹوں کے کونے ہلکے سے اوپر کی طرف مڑے، جو اس کے اندرونی اطمینان کی گہری نشانی تھی۔

"بہت اچھے۔"

سردار نے صرف اتنا کہا، لیکن اس کے لہجے میں ایک ایسا گہرا اطمینان تھا جو اس کی کامیابی اور اپنے ساتھی کی زندگی بچ جانے پر شکر گزاری کو ظاہر کر رہا تھا۔

oooooooo

تقریباً ساڑھے چار گھنٹے میں ہی جمرو کو ہوش آ گیا تھا اور یہ بات سب کے لیے ہی بہت خوشی کا سبب بنی تھی

وہ سب لوگ تیزی سے جمرو سے ملنے کے لیے اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

جمرو نے کمزوری سے آنکھیں کھولیں، اس کا چہرہ پیلا تھا مگر اس پر ایک اطمینان اور اپنے لوگوں کو دیکھنے کی خوشی تھی۔

سردار... "جمرو نے دھیرے سے کہا، اس کی آواز رکی تھی، ابھی بھی" نقاہت تھی۔

سردار اس کے بیڈ کے قریب آیا، اس کی آنکھوں میں اپنے وفادار ساتھی اور چھوٹے بھائی کے لیے گہری محبت اور فخر جھلک رہا تھا۔ اس نے جھک کر جمرو کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا، جیسے اسے یہ یقین دلا رہا ہو کہ وہ اب محفوظ ہے۔

آؤ میرے شیر! تم نے ثابت کر دیا کہ تم صرف میرا بازو نہیں، تم میرے جگر" "کا ٹکڑا ہو۔ تم میرا بیٹا ہے۔

سردار کے لہجے میں ایسی گہرائی اور جذباتی رقت تھی کہ کمرے میں موجود سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ جمرو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس کا دل سردار کے ان الفاظ پر بھر آیا تھا۔

سردار ٹھیک کہہ رہا ہے!" بالا آگے بڑھا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔"

اٹھ یار جمرو! تجھے اس بستر پر دیکھ کر مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ ہمارا شیر ایسے کمزور" نہیں پڑتا۔ جلدی سے ٹھیک ہو کر ہمارے ساتھ کھڑا ہو، تجھے ابھی بہت "سارے طوفانوں کا سامنا کرنا ہے۔

بالا کے الفاظ میں جوش، اپنائیت اور حقیقی بھائی چارہ تھا، اس نے جمرو کے کندھے پر ہلکا سا ہاتھ رکھا۔

جمرو نے مشکل سے مسکرانے کی کوشش کی، اس کی آنکھوں سے تشکر اور محبت کے آنسو بہہ رہے تھے۔

سردار میں نے۔۔۔ ساتھی ہونے۔۔۔۔ کا حق ادا۔۔۔ کیا کہ نہیں۔۔۔

اس کے لب کپکپا رہے تھے

تو صرف میرا ساتھی نہیں، میرا بھائی نہیں، جمرو۔ ""تو میرا بیٹا ہے۔ میری" جان ہے۔ میں نے تمہیں بڑے ہوتے دیکھا ہے۔

"تو میرا فخر ہے۔ اور میرا فخر کبھی ہار نہیں مانتا۔

جمرو نے مشکل سے اپنا ہاتھ اٹھایا اور سردار کے مضبوط ہاتھ کو تھام لیا، جیسے ان الفاظ کو اپنی روح میں اتار رہا ہو۔ اس نے سردار کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اپنے لیے بے پناہ محبت محسوس کی۔

دعا م جواب تک خاموشی سے جمرو کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھی، اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے، اس کے چہرے پر گہری فکر مندی تھی۔ اس نے بھی جمرو کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، اس کی موجودگی ہی جمرو کے لیے حوصلے کا باعث تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ سردار اور اس کے ڈاکوؤں کے درمیان یہ رشتہ کتنا گہرا اور مضبوط ہے۔

ابھی سردار، بالا اور دعام سمیت باقی ڈاکو جمرو کے کمرے میں موجود تھے اور اس کی خیریت پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہ اچانک دروازہ کھلا اور وہی جوان ڈاکٹر کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک میڈیکل چارٹ تھا اور وہ جمرو کی حالت دیکھنے آئی تھی۔ اس کے داخل ہوتے ہی کمرے میں موجود بالا کے اندر ایک عجیب سی ہلچل ہوئی۔ بالا کی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے اس پر جم گئیں، اس کی آنکھوں میں وہی پرانی کشش اور حیرت لوٹ آئی تھی۔ وہ اس کی طرف ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی نئی دنیا ہو، یا کوئی ایسا منظر جو اس نے پہلے کبھی اپنی زندگی میں نہ دیکھا ہو۔ اس کے سخت چہرے پر ایک عجیب سی معصومیت اور بے خودی چھا گئی تھی۔

ڈاکٹر بھی بالا کی ان شدید اور گہری نگاہوں کو خود پر محسوس کر کے ذرا سی حیران ہوئی، اس کے گالوں پر ایک ہلکی سی سرخی دوڑ گئی، لیکن اس نے خود کو فوراً سنبھالا اور پیشہ ورانہ انداز میں جمرو کے بیڈ کی طرف بڑھی۔ اس نے اپنے

دھیان کو جمرو کے چارٹ پر مرکوز کیا۔ یقیناً اسے اس ڈاکو کا یہ براہ راست اور بے باک انداز پسند نہیں آیا ہو گا، وہ ایک سادہ سی لڑکی تھی، لیکن بالا کی نظروں میں چھپی شدت اور کشش اسے محسوس ہو رہی تھی۔

بالا تو جیسے اسے دیکھے بغیر رہ ہی نہیں پا رہا تھا، وہ خود کو روکنے میں مکمل طور پر ناکام تھا۔ اس کی نظریں ڈاکٹر کے ہر حرکت کا پیچھا کر رہی تھیں، اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا جسے صرف وہی سمجھ سکتا تھا، ایک خاموش اعتراف جسے الفاظ کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے اپنے زخمی کاندھے پر ہاتھ رکھا، جیسے درد اسے اس نئے احساس سے جوڑ رہا ہو۔

بالا کے چہرے پر چھائی بے خودی اور اس کی ڈاکٹر پر جمی نگاہوں کو دیکھتے ہوئے، سردار کے چہرے پر ایک ہلکی، پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ بالا کس عالم میں ہے، اور اسے اپنے ساتھی کا یہ نیا روپ کافی دلچسپ لگا تھا۔ وہ خاموشی سے، کسی شکاری کی مانند، بالا کے پیچھے آیا۔

اچانک ہی، سردار نے اپنا بھاری ہاتھ بالا کے زخمی کندھے پر رکھا اور اسے اتنے زور سے دبایا کہ بالا کے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی اور وہ درد سے بلبلا اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید تکلیف کے ساتھ ایک لمحے کو غصہ بھی آیا، لیکن جب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سردار کے چہرے پر کھیلتی مسکراہٹ اور اس کی گہری، معنی خیز نگاہوں کو پا کر وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ سردار کی شرارت تھی۔

"کیا ہوا بالا؟"

سردار نے ایک معصومانہ انداز میں پوچھا، اس کے لہجے میں فکر سے زیادہ طنز تھا۔

"تو ٹھیک تو ہے؟ درد ہو رہا ہے کیا؟"

بالا نے کراہتے ہوئے سردار کی طرف دیکھا، اس کی آنکھیں شکایت کر رہی تھیں۔ سردار نے اس کی حالت سے لطف اٹھاتے ہوئے، اس کی طرف سے رخ موڑ کر ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔

"ڈاکٹر پلیز!"

"میرے دوست کو چیک کریں، اس کے کندھے پر گہری چوٹ لگی ہے۔ اسے تکلیف ہو رہی ہے۔"

سردار نے جان بوجھ کر ڈاکٹر کا دھیان پھر سے بالا کی طرف کر دیا تھا، اس کی نگاہوں میں شرارت اور ایک عجیب سی چمک تھی۔

ڈاکٹر، جو پہلے سے ہی سردار کی موجودگی سے مرعوب تھی اور اس کے رعب میں تھی، ایک نظر اپنے سینیئر ڈاکٹر کو دیکھا جو کچھ فاصلے پر کھڑا ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا، اور پھر ہاں میں سر ہلاتی ہوئی واپس بالا کے پاس آئی۔ اس کی نظریں بالا کے کندھے پر پڑیں جہاں سردار کے دباؤ سے اس کے زخم سے ایک بار پھر تازہ خون رسنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے بنا کوئی لفظ کہے، خاموشی سے اپنا سامان اٹھایا اور پھر سے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی مرہم پٹی کرنے لگی۔

جبکہ بالا، اس درد اور سردار کی شرارت کو بھول کر، ایک دفعہ پھر سے انہی عجیب اور بے خود نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وہی

حیرت، کشش اور ایک نامعلوم خواہش جھلک رہی تھی جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اس کے لیے وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔

ooooooo

ہسپتال کے راہداریوں میں جمرو کی حالت بہتر ہونے کے بعد اب کچھ سکون تھا۔ سردار ہوشیار تھا، اسے اپنے آدمیوں کی لاپرواہی کبھی پسند نہیں تھی۔

اس نے اپنے ڈاکوؤں کو دیکھا، پھر اس کی نظر بالا پر پڑی جو جمرو کے کمرے سے باہر آیا تھا

وہ بار بار اس جونیئر ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جونیئر ڈاکٹر کچھ فاصلے پر اپنے کام میں مصروف تھی۔ بالا کے چہرے پر ایک عجیب سی کشش اور تجسس تھا۔

سردار آہستہ سے اٹھا اور خاموشی سے بالا کی طرف بڑھا۔ بالا اپنی دھن میں تھا، اسے سردار کی آمد کا پتا نہ چلا۔ سردار نے بالا کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر پلٹا۔

اس کے چہرے پر فوراً گھبراہٹ اور شرمندگی چھا گئی۔

یہ کیا چل رہا ہے بالا؟" نگاہیں نہیں ہٹ رہی اس سے۔۔۔" سردار نے دھیمے مگر گہرے لہجے میں پوچھا، اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔ سردار کی نگاہیں بھی اس جونیئر ڈاکٹر کی طرف گئیں۔

بالا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

نہیں... نہیں سردار... ایسا... ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے..." بالا نے ہکلاتے ہوئے کہا، اس کی نظریں سردار کے چہرے سے ہٹ کر زمین پر جم گئیں۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔

سردار نے بالا کی حالت بھانپ لی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، لیکن آنکھوں میں گہرائی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے تو پھر اس ڈاکٹر سے نگاہیں ہٹ کیوں نہیں رہی تیری؟

سردار نے بالا کے کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔

میں نے سب کچھ نوٹ کر لیا ہے۔ اس کی ہر حرکت، ہر بات تیری نظر میں"
ہے۔ کیا بات ہے اس میں جو تجھے اتنا متاثر کر رہی ہے؟" سردار جیسے معاملے کی
گہرائی تک پہنچ چکا تھا۔

بالا کا چہرہ مزید سرخ ہو گیا۔

سردار... میں... میں بس ایسے ہی... دیکھ رہا تھا..." بالا نے گھبرا کر جواب"
دیا، اس میں سردار سے جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور ویسے بھی وہ اس کی
ہر بات بن کہے سمجھ جاتا تھا۔

سردار ایک لمحے کے لیے خاموش رہا، پھر آہستہ سے سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں
میں وہی چمک تھی جو بالا کو بے چین کر رہی تھی۔

دیکھ بالا، سردار نے لہجے میں سختی لائی۔"

وہ لڑکی گھبرا رہی ہے، اسے اس طرح مت دیکھ۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو ہم" بعد میں اس معاملے کو دیکھ لیں گے۔ تو فکر مت کر، میں ہوں نا۔" وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

تو بالا نے فوراً سر جھکایا۔

سردار! آئندہ ایسا نہیں ہو گا، "بس نگاہیں بار بار بھٹک کر اس کی طرف جا رہی" تھی لیکن اب نہیں ہو گا ایسا۔۔۔۔" اس نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کی۔

سردار نے بالا کے کندھے سے ہاتھ ہٹایا۔ وہ جانتا تھا کہ بالا اس کی بات سمجھ گیا ہے۔ سردار نے ایک بار پھر جونیئر ڈاکٹر کی طرف دیکھا، پھر بالا کی طرف۔ بالا بھی اب سردار کے ساتھ کھڑا ہو کر اپنی نظریں ہسپتال کے داخلی دروازے پر جما چکا تھا، جیسے اپنی توجہ ہٹانے کی کوشش کر رہا ہو۔

oooooooo

جمرو کا کمرہ پر سکون تھا، دعام اس کے بستر کے پاس بیٹھی تھی، اس کے چہرے پر جمرو کے ٹھیک ہونے کی خوشی اور اطمینان تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی، اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ۔ وہ اب کافی پر سکون محسوس کر رہی تھی۔

جمرو کے چہرے پر کمزوری کے آثار تھے۔ اس نے دعام کو اپنے قریب بیٹھا دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔

"آپ ٹھیک ہیں نا جمرو بھیا؟"

دعام نے نرمی سے پوچھا، اس کی آواز میں اپنائیت تھی۔ جمرو نے آہستہ سے سر ہلایا۔

ہاں بہنا... اب کافی بہتر محسوس کر رہا ہوں..." اس کی آواز مدھم تھی، لیکن" اس میں طاقت تھی۔

دعام نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس نے جمرو کا ہاتھ ہلکے سے پکڑا۔

آپ کو پتا ہے جمرو بھیا؟ یہ سارے ڈاکو خود ہی ڈاکٹر بن گئے تھے،" دعام نے "

منہ بسورتے ہوئے بتایا جیسے اب بھی اس بات کا غصہ ہو۔

اتنی مشکل سے میں آپ کو ان 'نقلی' ڈاکٹروں سے نکال کر یہاں اصلی ہسپتال "

"لے کر آئی ہوں۔

جمرو دعام کی بات سن کر مسکرا دیا۔

"ہاں، مجھے بالا نے بتایا... تم بہت بہادر ہو،"

جمرو نے احترام سے دعام کی طرف دیکھا۔

دعام کے چہرے پر فخر آیا۔

اللہ اگر شیر دل نہ ہوتا تو میں تو گھوڑے سے ہی گر جاتی! مجھے تو گھڑ سواری بھی "

نہیں آتی، لیکن اس نے سب کچھ سنبھال لیا۔" دعام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ آپ کو اپنی گردن پر اٹھا کر لایا ہے، میں اس کی پیٹھ پر سوار تھی اور آپ "

اس کی گردن پر۔ وہ بہت بہادر ہے۔ اور میں بھی، میں نے کسی کو آپ کے پاس

بھٹکنے بھی نہیں دیا جب وہ اتنے بڑے بڑے اوزار نکال رہے تھے آپ کی گولی نکالنے کے لیے۔ میں خوب لڑی کسی کی نہیں سنی وہی کیا جو ٹھیک تھا، اگر وہ لوگ آپ کا آپریشن کرتے کوئی غلطی ہو جاتی تو اتنے سیریس آپریشن میں تو ڈاکٹر گھبرا گئے تھے وہ اسے تفصیل بتارہی تھی۔

جمرو نے چونک کر دعام کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔

"تم سچ میں بہت بہادر ہو دعام،" جمرو نے آہستہ سے دہرایا۔ دعام نے سر ہلایا۔

"ہاں! اور شیر دل بھی بہت اچھا ہے نا؟" دعام کے چہرے پر معصومیت اور خوشی تھی۔

جمرو نے دعام کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"ہاں وہ سردار کا گھوڑا ہے، وہ اچھا کیوں نہیں ہو گا! لیکن میں اپنی بہن کی تعریف کروں گا۔"

"میری بہنا بہت بہادر ہے،"

جمرو نے مسکراتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں دعام کے لیے سچی محبت تھی۔

ہاں بہادر تو میں بہت ہوں وہ اترا کر بولی

اور بہت ضدی بھی... ہے نا؟" جمرو شرارت سے بولا۔ دعام کھکھلائی۔ "

ہاں! جو میرا دل چاہے وہ کر کے رہتی ہوں! آپ کو ٹھیک کروانا تھا تو ہسپتال "

" لے آئی! بھلا اس میں کیا بری بات تھی؟

دعام نے معصومیت سے سوال کیا، جیسے اسے واقعی سمجھ نہ آرہا ہو کہ ڈاکوؤں کے ہسپتال آنے میں کیا غلط تھا۔ جمرو نے دعام کی معصومیت کو دیکھا اور اس کے دل میں ایک نرم گوشہ پیدا ہوا۔ دعام کے اندر اب بھی اکرم کی باتوں کا اثر تھا، لیکن جمرو کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے وہ ان خیالات سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد ہو رہی تھی۔

oooooooo

جمرو کے کمرے میں دعام کی ہنسی گونج رہی تھی جب سردار اندر داخل ہوا۔

اس کے چہرے پر سکون تھا، جمرو کی حالت بہتر ہونے کی خبر نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ اس کی نظریں سب سے پہلے دعام پر پڑیں جو جمرو سے بات کر کے ہنس رہی تھی۔ سردار کو یہی لگا تھا کہ دعام جمرو کی پریشانی کی وجہ سے خاموش تھی، اور اب جب جمرو ٹھیک ہو گیا ہے تو اس کا سوہنا مکھڑا ابھی خوش ہو گیا ہے۔

سردار دھیرے سے جمرو کے بستر کے قریب آیا اور ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے جمرو کی طرف دیکھا۔

کیسا ہے اب تو؟" سردار نے جمرو سے پوچھا، اس کے لہجے میں اپنائیت تھی۔"

جمرو نے سردار کو دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔

بہتر ہوں سردار...... "جمرو نے بمشکل کہا۔"

درد تو نہیں ہو رہا؟" سردار نے جمرو کے کندھے پر ہلکا سا ہاتھ رکھا۔"

اس درد سے نہیں مرتا میں سردار، ٹھیک ہوں میں۔"اس کے الفاظ میں"

وفاداری تھی۔

سردار نے پھر دعام کی طرف دیکھا، جواب مسکرا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ اسے دعام کا یہ پرسکون چہرہ دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی۔ اس نے دعام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے ہلکا سا دبایا۔

"میرا سوہنا مکھڑا ابھی خوش ہو گیا ہے اب،"

سردار نے دعام کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاں جمرو بھیا ٹھیک ہیں تو میں خوش ہوں، پرسکون سی بولی تو سردار دل سے مسکرایا تھا

میں نے کہا تھا نا جمرو ٹھیک ہو جائے گا۔"جب تک سردار زندہ ہے جمرو بالا اور" میرے سوہنے مکھڑے پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ اب اس سوہنے مکھڑے پر پریشانی نہ دیکھوں میں وہ نرمی سے اس کا گال کھینچتے ہوئے بولا

دعام نے سردار کی بات پر ہلکا سا سر ہلایا، اس کے ہونٹوں پر ایک دھندلی سی مسکراہٹ تھی، جو اس کی اندرونی الجھن کو چھپا رہی تھی۔ وہ سردار کو اپنی اصل پریشانی بتانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے سردار کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ اس کی موجودگی اسے سکون دے رہی تھی۔

جبکہ سردار نے جمرو سے کچھ اور باتیں شروع کر دیں۔

○○○○○○○○

کچھ دیر جمرو کے پاس گزارنے کے بعد، سردار نے فیصلہ کیا کہ انہیں زیادہ دیر ہسپتال میں رکنا نہیں چاہیے۔ انہیں یہاں خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھ بالا اور چند دوسرے ڈاکو بھی تھے۔ سردار کی نظریں ہسپتال کے ماحول پر تھیں، اسے یہاں کی ہر چیز ناپسند تھی۔

سردار سیدھا ڈاکٹروں کے خاص کمرے کی طرف بڑھا جہاں سینئر ڈاکٹر اور چند دوسرے ڈاکٹر موجود تھے۔ ان سب کے چہروں پر ابھی بھی سردار کا خوف نمایاں تھا۔ سردار کی آمد پر وہ سب احتراماً کھڑے ہو گئے۔

جمرو کو ڈسچارج کرنا ہے،" سردار نے بغیر کسی تمہید کے براہ راست بات کی۔" اس کا لہجہ ٹھہرا ہوا، لیکن اتنا فیصلہ کن تھا کہ کوئی اسے رد کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

سینئر ڈاکٹر کا چہرہ پریشانی سے سفید پڑ گیا۔

سردار... لیکن... لیکن یہ ممکن نہیں!" ڈاکٹر نے ہکلاتے ہوئے کہا، اس کی" آنکھوں میں التجا تھی۔

اس کا زخم بہت تازہ ہے، گولی لگی ہے، اور ابھی آپریشن ہوا ہے۔ اسے" مزید نگرانی کی ضرورت ہے۔ اسے ہسپتال سے چھٹی نہیں مل سکتی۔ یہ اس کی" جان کے لیے خطرہ ہو سکتا ہے۔

سردار کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا۔ اس نے ڈاکٹر کی بات پوری توجہ سے سنی، لیکن اس کے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھایا، جس سے ڈاکٹر مزید پریشان ہو گئے۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ خطرناک ہے،"

سردار کی آواز دھیمی ہوئی، لیکن اس میں سختی بڑھ گئی۔

لیکن یہاں رہنا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ہم یہاں ہسپتال میں مزید" نہیں رک سکتے۔ یہاں ہر طرف آنکھیں ہیں، اور ہمیں خطرہ ہے۔" مجھے اس ہسپتال سے خطرے کی بو آ رہی ہے میں تم لوگوں پر بھی یقین نہیں کر سکتا

ڈاکٹروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انہیں سردار کا خوف محسوس ہو رہا تھا، لیکن وہ اپنے مریض کی جان کے لیے بھی فکرمند تھے۔

سردار... ہم مریض کی صحت کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتے،" ایک اور" ڈاکٹر نے ہمت کر کے کہا۔

"اگر اسے کوئی انفیکشن ہو گیا یا زخم خراب ہو گیا، تو اس کی جان جا سکتی ہے۔"

سردار نے ایک لمحے کے لیے اپنی گہری نظروں سے ڈاکٹروں کو گھورا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو اس کے غصے کی نشانی تھی۔

دیکھو،"سردار نے اپنی آواز کو مزید سخت کر لیا۔"

میں ڈاکٹر نہیں ہوں، لیکن میں اپنے اصول جانتا ہوں۔ میرے لیے میرے"
آدمی کی جان سب سے اہم ہے۔ اور اس کی جان کو یہاں سب سے زیادہ خطرہ
ہے۔ تمہیں اسے ڈسچارج کرنا ہو گا۔ تمہیں وہ سب کچھ کرنا ہو گا جو اسے محفوظ
"طریقے سے یہاں سے لے جانے کے لیے ضروری ہے۔

سردار کا لہجہ اب دھمکی آمیز ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے ایک ڈاکو کو اشارہ کیا، جس
نے فوراً اپنی بندوق ڈاکٹروں کی طرف کر لی۔ ڈاکٹروں کے چہرے خوف سے
زرد پڑ گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ سردار اب کسی کی بات سننے والا نہیں ہے۔ ان
کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ سردار کا حکم مانیں۔

"سردار... ٹھیک ہے... ہم تیاریاں کرتے ہیں،"

سینئر ڈاکٹر نے سر جھکاتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں بے بسی تھی۔

"لیکن آپ کو احتیاط کرنی ہو گی۔"

سردار نے ایک طنزیہ مسکراہٹ دی، اس کے ہونٹوں کے کونے ہلکے سے اوپر مڑے۔

"احتیاط کرنا ہم جانتے ہیں۔ تم بس اپنا کام کرو۔"

ڈاکٹروں نے سر ہلایا اور جمرو کو ڈسچارج کرنے کی تیاریوں میں لگ گئے۔ سردار نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا، اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ اطمینان تھا۔

oooooooo

جمرو کے ساتھ کافی دیر ہنسی مذاق اور باتیں کرنے کے بعد، بالا آخر کار جمرو کے کمرے سے باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر جمرو کی صحت یابی کی خوشی تھی، لیکن جیسے ہی اس نے راہداری میں قدم رکھا، اس کی نظریں بے اختیار ایک دفعہ پھر سے اسی جونیئر ڈاکٹر پر جا پڑیں۔ وہ جونیئر ڈاکٹر اب بھی ہسپتال کے کاؤنٹر کے قریب کھڑی کچھ فائلیں دیکھ رہی تھی۔

بالا کی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے جیسے اس کے چہرے سے بندھ گئیں۔ وہ اسے دیکھتے ہی رہ گیا۔ اس لڑکی میں کچھ عجیب سی کشش تھی، کچھ ایسا جو بالا نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کے قد و قامت، اس کے کام کرنے کا انداز، یہ سب کچھ بالا کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا، اس کے ذہن میں صرف اسی کا خیال تھا۔

وہ کچھ دیر وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا، اس کے دل میں ایک عجیب سی ہلچل ہو رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ ایک طرف اس کے دل میں اس جونیئر ڈاکٹر کو مزید دیکھنے کی خواہش تھی، تو دوسری طرف اسے سردار کے الفاظ یاد آ گئے تھے۔ "تم اسے خوفزدہ کر رہے ہو، وہ ڈر رہی ہے۔" وہ اسے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا نہ ہی اسے ڈرانا چاہتا تھا۔

بالا نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی نظریں ہٹانے کی کوشش کی، لیکن وہ کر نہیں پایا۔ اس کی آنکھیں بار بار اسی جونیئر ڈاکٹر کی طرف جا رہی تھیں۔

کیا ہو رہا ہے مجھے ؟" بالا نے دھیمے سے خود کلامی کی، اس کے چہرے پر حیرانی" تھی۔ اسے اپنی اس حالت پر خود غصہ آ رہا تھا۔ وہ کیوں اس لڑکی کے بارے میں اتنا سوچ رہا تھا؟

بالا نے اپنا سر ہلایا، جیسے اپنے خیالات کو جھٹکنا چاہتا ہو۔ یہ کشش اب اسے غصہ چڑھا رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی عام ہسپتال کی لڑکی کے لیے اتنا بے چین ہو۔ اس نے اپنے آپ کو قابو کرنے کی کوشش کی، اس نے اپنے ہاتھ مٹھیوں میں بھینچ لیے۔ اس کے اندر ایک کشمکش جاری تھی

ایک ڈاکو کا سخت مزاج اور ایک نئی، نامعلوم کشش، وہ چاہنے کے باوجود بھی اس سے نظریں ہٹا نہیں پا رہا تھا۔

وہ تیزی سے وہاں سے ہٹ گیا، اس کی نظریں اب سامنے کی دیوار پر جمی تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ خیال اس کے ذہن سے نکل جائے، لیکن اس جونیئر ڈاکٹر کا چہرہ، اس کی آواز، اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ محض ایک نظر کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ ایک ایسی کشش تھی جو اس

کی سوچوں پر غالب آ رہی تھی۔ بالا کے لیے یہ ایک غیر متوقع اور پریشان کن تجربہ تھا، جو اسے اپنی روزمرہ کی زندگی سے بالکل مختلف محسوس ہو رہا تھا۔

○○○○○○○○

رات گہری ہو چکی تھی، اور گاؤں کی خاموشی رباب کی بے چین روح پر مزید بھاری پڑ رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی تھی، ہاتھ میں موبائل فون تھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، اسے اکرم سے بات کرنی تھی۔
مسلسل اکرم کی طرف سے نظر انداز کیے جانے کے بعد اس کی پریشانی بڑھ چکی تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور ایک بار پھر اکرم کو کال ملائی۔ اس بار فون اٹھالیا گیا۔

"ہیلو... اکرم؟"

رباب کی آواز میں امید اور بے چینی دونوں تھیں۔

دوسری طرف سے اکرم کی آواز سنائی دی، جو حد سے زیادہ خشک اور سرسری تھی۔

"ہاں، بولو رباب۔ کیا بات ہے؟"

اکرم کا لہجہ سن کر رباب کا دل ڈوب سا گیا۔ اس کے لہجے میں سرد مہری تھی۔

اکرم... آپ نے میرا فون کیوں نہیں اٹھایا؟ میں کتنی پریشان تھی... مجھے "
"آپ کی بہت فکر ہو رہی تھی۔

رباب نے اپنی آواز میں محبت اور دکھ لانے کی کوشش کی۔

"مجھے کام تھا رباب،"

اکرم نے فوراً بات کاٹی، اس کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

"مجھے کام سے فرصت نہیں ملی۔"

رباب کو اکرم کے رویے سے شدید دکھ ہوا۔ اسے لگا وہ اس کے جذبات کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا۔ اور وہ اس کے جذبات کی پرواہ کیوں کرتا کون سا ان

دونوں کی لومیرج تھی۔ ایک زبردستی کا سوداہی تو تھا۔ اس نے ہمت کر کے اپنی بات کہی۔

اکرم... میں... میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔ آپ ہی میری زندگی" "ہیں۔

رباب نے اپنی آواز میں لرزش لاتے ہوئے کہا، جیسے اسے یقین ہو کہ اس کے یہ الفاظ اکرم کو پگھلا دیں گے۔

لیکن اکرم پر اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کے لہجے میں مزید سرد مہری آ گئی۔

"رباب، میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

اکرم نے سیدھے اور دوٹوک انداز میں کہا۔

رباب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اکرم اس کے محبت بھرے الفاظ کو ایسے رد کر دے گا۔

"... لیکن اکرم ... میں تو"

رباب ابھی اپنی بات مکمل بھی نہ کر پائی تھی۔

دیکھو رباب، میری بات سنو۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ میں ایک" سرکاری بندہ ہوں، میرے کام میں کسی طرح کی غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ تم بار بار فون کر کے صرف میرا اور اپنا وقت برباد کر رہی ہو۔ میں امید کرتا ہوں "تم دوبارہ مجھے فون نہیں کرو گی۔

بس اتنا ہی کہہ کر اکرم نے اس کا فون کاٹ دیا۔

فون کی گھنٹی بند ہونے کی آواز رباب کے کانوں میں گونج گئی۔ اس کا دل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ وہ فون کو بے جان ہاتھوں میں پکڑے، ساکت بیٹھی رہی۔ اس کے آنسو گالوں پر بہنے لگے، اسے لگا جیسے دنیا میں کوئی اس کا درد سمجھنے والا نہیں ہے۔ اکرم کی بے رخی نے اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جس شخص سے وہ اتنی محبت کرتی ہے، وہ اسے اس قدر

سرسری انداز میں ٹال دے۔ رباب مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی، اس کی محبت کا اظہار رد کر دیا گیا تھا۔

○○○○○○○○

رباب فون کٹنے کے بعد ایک لمحے کے لیے ساکت ہوئی، پھر اس کا غصہ آسمان پر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے موبائل فون کو زور سے دیوار پر دے مارا۔ فون ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے بستر سے اٹھ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگی، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، اور آنکھوں میں سردپن چھایا ہوا تھا۔

اسے اکرم کا رویہ قبول نہیں ہو رہا تھا۔

اسی لمحے سمیرا، جو غالباً رباب کی سسکیوں کی آواز سن کر آئی تھی، دروازے پر کھڑی نظر آئی۔ اس کے چہرے پر فکرمندی تھی۔

"رباب! کیا ہوا تمہیں؟"

سمیرا نے قریب آتے ہوئے پوچھا، اس کی آواز میں تشویش تھی۔

رباب نے سمیرا کو دیکھا تو اس کا غصہ مزید بھڑک اٹھا۔ اسے لگا جیسے سمیرا اس کا مذاق اڑانے آئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن لہجے میں آگ۔

"میرا مذاق اڑانے آئی ہو نا؟"

رباب نے چیختے ہوئے کہا۔

یہی سوچ رہی ہو گی کہ تمہاری بات سچ ہو گی! کہ اکرم مجھے چھوڑ دے گا! ایسا"
" ! نہیں ہو گا سمیرا! میں اسے حاصل کر کے رہوں گی! وہ میرا ہے، صرف میرا

رباب کا جنون بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے بال نوچنے لگی، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ سمیرا اس کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اسے اس پر ترس آ رہا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ رباب کس حال سے گزر رہی ہے۔ سمیرا نے آہستہ سے رباب کے پاس آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا، لیکن رباب نے اسے جھٹک دیا۔

"!مت چھو مجھے! تم سب یہی چاہتے ہو کہ میں برباد ہو جاؤں"

رباب نے غصے سے ہاتھ اٹھا کر کہا، اس کا چہرہ آنسوؤں اور غصے سے لال ہو چکا تھا۔

لیکن میں تمہیں یہ نہیں کرنے دوں گی! اکرم کو کوئی مجھ سے نہیں چھین" سکتا!" خود اکرم بھی نہیں۔

سمیرا کا دل دکھ سے بھر گیا۔ اس نے دیکھا کہ رباب کس حد تک پاگل ہو رہی تھی۔ اسے رباب کی حالت پر واقعی ترس آ رہا تھا، خاص کر یہ دیکھ کر کہ وہ اپنی محبت میں اس قدر جنونی ہو چکی تھی کہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔

اکرم نے رباب کے ساتھ اچھا نہیں کیا، جس طرح وہ اسے نظر انداز کر رہا تھا، اس کا رباب پر بہت برا اثر پڑ رہا تھا۔ سمیرا اب بھی خاموشی سے رباب کو دیکھتی رہی، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے سنبھالے۔ رباب کے پاگل پن میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

ooooooooo

ہسپتال سے ڈسچارج کروا کر وہ لوگ واپس اپنے قبیلے کی طرف جا رہے تھے۔ جمرو کو ایک آرام دہ گاڑی میں لٹا دیا گیا تھا، اور دعام بھی اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ سردار اور بالا ایک اور گاڑی میں ساتھ بیٹھے تھے۔ سردار کے چہرے پر اطمینان تھا، کیونکہ وہ جمرو کو بحفاظت نکال لایا تھا۔ ماحول قدرے پرسکون ہو چکا تھا۔

سردار نے ایک نظر بالا پر ڈالی، جو کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا، لیکن اس کے چہرے پر ابھی بھی کچھ سوچوں کے سائے تھے۔ سردار نے محسوس کیا کہ بالا کی نظریں کہیں اور تھیں، اور وہ جانتا تھا کہ بالا کس کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ سردار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ بالا کے کندھے پر رکھا۔

"جا کر بھابھی کا نام تو پوچھ کر آ جاتا؟"

سردار نے شرارت سے کہا، اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی ہنسی تھی۔

بالا چونک کر سردار کی طرف پلٹا۔ اس کا چہرہ فوراً سرخ ہو گیا، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سردار نے اس کی سوچوں کو بھانپ لیا ہے۔ وہ ہکلایا۔

سر دار... میں... میں۔۔۔ کس بھابھی کی بات کر رہا ہے تو؟" بالا نے" شرمندگی چھپانے کی کوشش کی۔ جبکہ سر دار نے بالا کی حالت کا مزہ لیا۔

اب کیا میں اسے ڈاکٹر بھابھی کہہ کر تیرے چہرے پر سرخیاں دیکھوں" گا؟" سر دار نے آنکھ دباتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں وہی شرارت تھی۔

تو تو دن رات عورتوں پر نظر رکھتا ہے تجھے تو پتہ ہے ہی نہیں ہو گا کہ میں کس کے بارے میں بات کر رہا ہوں چل کوئی نہ تجھے تفصیل سے بتاتا ہوں" وہ جو ہسپتال میں تھی، جو انٹرن تھی۔ جس کے بیچ پر ڈاکٹر ملک لکھا تھا جس سے تو "نگاہیں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

بالا کا چہرہ مزید لال ہو گیا۔ اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں، اسے سر دار کے سامنے شرم محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ وہ شرمانے والا ہر گز نہیں تھا

"سر دار... ایسا... ایسا کچھ بھی نہیں ہے،"

بالا نے دبی آواز میں کہا۔ سر دار نے قہقہہ لگایا۔

دیکھنے میں کیا حرج ہے میرے بالا؟" اب ڈاکٹر بھابھی یا ملک بھابھی کہتے"
ہوئے مجھے مزہ نہیں ائے گا

سردار نے شرارتی انداز میں کہا، اس کی ہنسی گاڑی میں گونج رہی تھی۔

لیکن ذرا احتیاط سے... یہ شہر کی لڑکیاں ہوتی ہی تیز ہیں... سیدھا دل میں گھر"
کر جاتی ہیں اور پھر پوچھتی بھی نہیں۔ اب دیکھ نا اس لڑکی سے تیری نظریں ہی
"ہٹ نہیں رہی تھیں اور وہ کتنے نخرے دکھا رہی ہے۔

بالا نے سردار کی بات پر کوئی جواب نہیں دیا۔

یار اب ڈاکٹر ملک ڈاکٹر ملک کہتے ہوئے تو مجھے بھی مزہ نہیں ائے گا جانو کے
پیچھے کچھ تو لگنا چاہیے نا میں نام پوچھ کے آتا وہ اچانک سے کہتا گاڑی کا دروازہ
کھولنے لگا جس پر سرکار کا بے باک قہقہ بلند ہوا

oooooooo

جمرو کو بحفاظت لے کر قبیلے کی طرف واپسی کا سفر جاری تھا، اور سب لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو رہے تھے۔ دعام جو جمرو کے ساتھ والی گاڑی میں بیٹھی تھی، اس نے دیکھا کہ بالا بھیا گاڑی سے اتر کر دوبارہ ہسپتال کی طرف جا رہے ہیں۔ اسے عجیب لگا کہ عین وقت پر بالا واپس کیوں گیا۔

دعام نے گاڑی کے اندر سے سردار کو آواز دی۔ جو خود بھی گاڑی سے باہر نکل کر اب اس کا انتظار کر رہا تھا۔

یہ کیا چکر ہے ڈاکو جی؟" کچھ اندر بھول کر آ گئے ہیں کیا۔ دعام نے حیرانی سے " پوچھا۔

"بالا بھیا واپس اندر کیوں گئے؟ ہم تو سب لوگ واپس قبیلے میں جا رہے تھے۔"

سردار، دعام کے قریب آتا، دعام کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا۔ اس کے چہرے پر ایک شرارت تھی۔

تمہاری دیورانی کا نام پتہ معلوم کرنے گیا ہے وہ۔" سردار نے ہلکا سا مسکرا کر "
آنکھ دباتے ہوئے شرارت سے کہا، اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

دعام کا تو منہ ہی کھل گیا۔ وہ حیرت سے سردار کو گھورنے لگی۔

دیورانی؟" دعام نے بمشکل اپنے الفاظ نکالے، اس کی آواز میں مکمل حیرت "
تھی۔

کون سی دیورانی؟ سردار نے دعام کی معصومیت پر دل کھول کر قہقہہ لگایا۔ "

"!ارے میرا بھولا سائیں"

سردار نے دعام کے گال پر پیار سے تھپکی دی۔

وہی جو ہسپتال میں جونیئر ڈاکٹر تھی، جسے بالاکل رات بھر گھورتا رہا ہے۔ اب "
"اسی کا نام پتہ لینے گیا ہے۔

دعام کی آنکھوں میں ایک شرارت سی آ گئی۔ اسے یاد آیا کہ کیسے بالا ہسپتال
میں ایک ڈاکٹر کو گھور رہا تھا۔ اسے سردار کی باتوں پر ہنسی بھی آئی۔ جب کہ

جس طرح وہ اس کے گالوں پر اپنی انگلیوں کا لمس بھی کھیل رہا تھا وہ خواہ مخواہ ہی شرمندہ ہو گئی

"ڈاکو جی! آپ بھی نا!" دعام نے ہلکے سے گال پر ہاتھ پھیرا، اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

سردار نے دعام کو قریب کیا۔

"کیا ہوا میرے سوہنے مکھڑے کو؟ کیوں شرما گئی؟ یہ تو اچھی بات ہے، بالا بھی خوش رہے گا۔" اسے بھی کوئی پیار کرنے والی مل جائے گی میری طرح۔ پھر وہ بھی سارا سارا دن کمرے سے نہیں نکلا کرے گا میری طرح، اب کی دفعہ اس نے آنکھ دبائی

دعام نے سردار کو گھورا، پھر مسکرا دی۔

جس پر اگلے ہی لمحے سردار بے قابو ہوتا اس کے سرخ گال پر اپنے نقاب سے ڈھکے لب رکھ گیا، اسے سردار کا یہ شوخ انداز بہت پسند تھا۔

اس نے پیچھے جمرو کی طرف اشارہ کیا۔ سردار نے ہلکا سا اس کی طرف دیکھا۔

"میں سو رہا ہوں، میرے کان بند ہیں۔"

اسٹریچر پر لیٹے جمرو نے اونچی آواز میں کہا تھا۔ جس پر سردار ہلکا سا قہقہہ لگاتا اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا جبکہ دعام بھی شرمندہ ہو گئی۔ سردار کے دل میں اگرچہ ابھی بھی دعام کی خاموشی کی اصل وجہ کا ایک نامعلوم خدشہ تھا، لیکن اس وقت وہ دعام کو خوش دیکھ کر مطمئن تھا۔ اس کی "دیورانی" والی بات نے ماحول کو کچھ دیر کے لیے ہلکا پھلکا بنا دیا تھا۔

oooooooo

جونیئر ڈاکٹر اس وقت ہسپتال کے ایک خالی راہداری میں بالکل تنہا تھی، اس کے ہاتھ میں فائلز تھیں۔ وہ رات بھر کی ڈاکوؤں کی دہشت گردی اور ہسپتال کے ماحول سے بہت اکتا چکی تھی۔ اس کا موڈ پہلے ہی خراب تھا۔ وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہ رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہی ڈاکو اس کے سامنے کھڑا تھا۔

چہرہ ڈھکا ہوا تھا اور بالا کی آنکھوں میں وہی کشش تھی، وہی تجسس جو اس نے پہلے محسوس کیا تھا۔ وہ سیدھا اس کی طرف بڑھا، اس کی آنکھوں میں ایک واضح چاہت تھی۔

اس کا غصہ آسمان پر پہنچ گیا۔ اسے بالا کا پیچھا کرنا اور گھورنا بالکل برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے ملے جلے تاثرات تھے، وہ اپنی چھوٹی سی ناک پھلاتی، غصے سے بالا کو گھورنے لگی۔

"کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟"

اس نے تیز اور بلند آواز میں کہا، اس کی آنکھوں میں آگ تھی۔

میں جہاں جاتی ہوں آپ پیچھے پیچھے آجاتے ہیں! مجھے گھورے جا رہے ہیں!" دیکھیں آپ ہوں گے ڈاکو شاکو، لیکن ماں بہنیں تو آپ کی بھی ہوں گی نا! اس طرح سے کیسے گھور رہے ہیں مجھے؟"

بالا ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا، اسے توقع نہیں تھی کہ وہ اتنا تیز ردعمل دے گی۔ اس کے کپڑے میں چھپے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ تھی، وہ فوراً غائب ہو گئی۔

وہ مزید بولتی چلی گئی۔

مجھے مزید برداشت نہیں ہو رہی آپ کی بے باکیاں! کیا بدتمیزی ہے یہ!" وہ غصے سے بولی، اس کی آواز میں لرزش تھی۔

بالا اپنی جگہ ساکت کھڑا رہا۔ اسے اس کا یہ بے باک انداز بھی اچھا لگ رہا تھا، اس کا غصہ بھی اسے دلکش لگ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں یہی سوال تھا کہ آخر اس لڑکی میں ایسا کیا ہے جو اسے اتنا متاثر کر رہا ہے۔ اس کی خوبصورتی اس وقت بھی اپنی پوری آب و تاب پر تھی۔ اس کا صاف رنگ، ذہانت سے بھری چمکدار آنکھیں، اور پر اعتماد انداز بالا کے دل میں ایک خاص جگہ بنا رہا تھا۔ اس کے لمبے، کالے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے، اور اس کے چہرے پر غصے کے باوجود ایک ایسی کشش تھی جو بالا کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ بالا بس اسے

دیکھتا ہی رہ گیا، اسے محسوس ہوا کہ وہ یوں ہی اس پر فدا نہیں ہوا تھا۔ اس کے لیے یہ ایک ایسا نیا تجربہ تھا جو اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اہم لگ رہا تھا۔

ڈاکٹر بیلا ملک آپ کو اندر سر بلا رہے ہیں پیچھے سے اچانک کسی نے کہا تھا جب کہ اس کے قریب ڈاکو کو کھڑے دیکھ وہ فوراً ڈر کر غائب ہو گیا جبکہ وہ ایک نظر اسے دیکھتی تیزی سے اس طرف چلی گئی تھی جہاں کوئی اسے بلا رہا تھا

ڈاکٹر بیلا ملک۔۔۔۔" بالا نے اس کا نام دہرایا تھا۔

نہیں بلکہ، بیلا بالا ور۔۔۔۔" ارے واہ نام بھی ملتا جلتا ہے۔ لگتا ہے زندگی بھی ملتے جلتے کٹ ہی جائے گی وہ ایک انگڑائی لیتا واپس باہر کی طرف نکل گیا تھا۔

○○○○○○○○

سردار اور بالا، قبیلے کی طرف واپسی کے سفر پر اپنی گاڑی میں سوار تھے، ہسپتال کا قصہ تمام ہو چکا تھا۔

اور جمرو کی صحت کی فکر سے ان کے سینے قدرے ہلکے ہوئے تھے۔

باہر ویران پہاڑی راستے تیزی سے گزر رہے تھے، شام کی سرخی افق پر پھیل رہی تھی۔

بالا کھڑکی سے باہر تک رہا تھا، اس کی نگاہوں میں ایک نئی، عجیب سی چمک تھی
۔

ایک انوکھا تجسس جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کے چہرے پر چھائی انہماک کی کیفیت سردار کی تیز نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی، وہ جانتا تھا کہ بالا کس کے خیالوں میں گم ہے۔

اچانک ہی بالا نے سردار کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگا، اس کے انداز میں ایک عجیب سی ملکیت اور فخر جھلک رہا تھا، جیسے اس نے کوئی بہت اہم معلومات حاصل کر لی ہو۔

سردار خاموشی سے اسے نوٹ کر رہا تھا گاڑی میں آتے ہی وہ گاڑی میں بیٹھتا سر سیٹ کے ساتھ ٹکا کر آنکھیں موند گیا تھا سردار نے دو تین دفعہ اسے دیکھا لیکن بولا کچھ نہیں۔ اس کی حالت اسے لطف اندوز کر رہی تھی۔

سردار، اس نے آنکھیں بند کرتے اسے پکارا تو"

سردار نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔

ہاں، ہاں، شروع ہو جا۔ میں سن رہا ہوں، سردار نے پرسکون انداز میں کہا"

بیلا نام ہے اس کا۔ بیلا۔ عمر بائیس سال ہے۔ اور ابھی ہوم جاب شروع ہوئی"

"ہے اس کی۔

سردار نے اپنا ایک ابرو اٹھایا۔

بیلا؟ بیلا بھابھی؟" اس کی آواز میں شرارت چھپی تھی۔"

ویسے سردار میں کیا سوچ رہا تھا کہ یہ بہت اچھا موقع ہے۔ ہمارے قبیلے میں"
کوئی اصلی ڈاکٹر تو ہے ہی نہیں۔ کب تک ہم ان جڑی بوٹیوں اور ڈگری کے بغیر ڈاکٹروں کے سہارے بیٹھے رہیں گے؟، ہماری مائیں، بہنیں، بچے، ساتھی بیمار ہوتے ہیں تو کتنا مشکل ہوتا ہے انہیں علاج کے لیے باہر لے جانا۔ یہ ایک اصلی

ڈاکٹر ہے، قبیلے کے لیے کتنی فائدے مند ہو گی۔ کیا کہتے ہو؟" بالا نے اپنی دلیل کو بھرپور انداز میں پیش کیا۔

سردار نے ایک دلچسپ، مسکراتی نگاہ بالا پر ڈالی، اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں چھیڑنے والی چمک تھی۔

ارے واہ واہ! کای بات ہے بالا، آج تو تجھے قبیلے والوں کی صحت کا بڑا ہی" احساس ہو رہا ہے۔ یہ جو اچانک پیار اُمڈ آیا ہے قبیلے کے لیے، یہ کوئی عام بات تو نہیں ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تیرے اس 'احساس' کی کوئی اور ہی کہانی ہے۔ کیا "نام لیا تھا تو نے؟ بیلا؟

معذرت۔۔۔" بیلا بھابھی؟ سردار نے اس کے نام پر زور دیتے ہوئے کہا۔

ہاں ویسے سچ میں اصلی ڈاکٹر کی کمی تو مجھے بھی محسوس ہوتی ہے۔ قبیلے میں سچ مچ میں کوئی ایسی ڈاکٹر نہیں ہے۔

بہن بنا کر لے آتے ہیں اسے۔وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں بولا تو بالا بے اختیار زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا،

تمہاری تو بہن ہی بنا کر لاؤں گا۔۔۔۔"ویسے صرف قبیلے والوں کا احساس نہیں ہے مجھے دعام کا بھی احساس ہے یار اسے بھی ایک دیورانی چاہیے نا۔اب دیر نہیں کرنی چاہیے کیا خیال ہے پھر۔۔۔۔"

ہاں خیال تو بڑے نیک ہیں تیرے،بس نیت ٹھیک نہیں لگ رہی۔

سردار قسم لے لو مجھے بڑا ہے احساس ہے صرف اپنا نہیں سوچ رہا میں یار اب کیا کروں سردار؟"میرے اپنے لوگ ہیں یہ!اگر میں ہی ان کا خیال نہیں رکھوں گا تو اور کون رکھے گا؟اور پھر میری ایک ہی تو ایک بہن ہے اس کا خیال بھی مجھے ہی کرنا ہے۔"

میرا کیا ہے اج نہیں تو کل تو میری شادی ہو ہی جائے گی کسی نہ کسی کے ساتھ تو تم مجھے باندھ ہی دو گے۔لیکن قبیلے والوں کا کیا ان کا بھی تو کچھ نہ کچھ احساس کرنا

ہے نا آخر میرا فرض ہے تمہارے نکمے ہونے کے بعد اس قبیلے کی سرداری مجھے سنبھالنی ہے،

اور جب مجھے سرداری ملے گی تو دشمن بھی بہت ہوں گے دشمن بہت ہوں گے تو حملے بھی بہت ہوں گے اور پھر حملے بہت ہوں گے تو زخم بھی بہت ہوں گے اور زخم بہت ہوں گے تو پھر مرہم لگانے والی کوئی تو ہونی چاہیے نا

بس، سردار، فائنل ہو گیا یہ ڈاکٹر۔ یہ تو اب اپنے قبیلے میں ہی آئے گی۔ میں" نے سوچ لیا ہے، یہ میرا فیصلہ ہے اور میں اسے بدلنے والا نہیں۔ اب تم بس یہ "! بتاؤ کہ اسے قبیلے تک لانا کیسے ہے؟ بس تمہارا حکم چاہیے سردار

بالا نے پختہ لہجے میں کہا، اس کی نگاہوں میں ایک پختہ ارادہ تھا۔ سردار نے اس کی بات سن کر ایک لمبا قہقہہ لگایا،

جس پر بالا نے بھی تھوڑا کھجل ہو کر خوب ساتھ دیا تھا

پوری ڈاکٹر تو بن لینے دے پھر قبیلے والوں کا علاج کرے گی نا۔ تھوڑا صبر کر

اہستہ اہستہ بات اگے بڑھائیں گے وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو

بالا نے ذرا سا اسے گھورا تھا پھر مسکرا کر سیٹ کی پشت سے سر واپس ٹکا گیا

oooooooo

قبیلے میں جمرو کا شاندار استقبال کیا گیا۔ جمرو کو گاڑی سے اتار کر قبیلے کے بیچوں بیچ لایا گیا، جہاں قبیلے کے تمام ڈاکو جوش و خروش سے جمع تھے، ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

وہ جمرو کو سلامت اور زندہ دیکھ کر خوش ہو گئے، اور خوشی میں ایک ساتھ کلاشنکوفوں سے ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔ کلاشنکوفوں سے نکلتی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے پوری فضا گونج اٹھی،

ہر طرف ایک گونج تھی، جیسے جشن کا سماں ہو، اور پہاڑیاں بھی اس شور سے لرز اٹھیں۔ دھواں اور بارود کی تیز بو پورے ماحول میں پھیل گئی، اور ہر طرف

ایک دھند سی چھا گئی۔ دعام، جو سردار کے بالکل قریب کھڑی تھی، ان گولیوں کی اچانک اور خوفناک آواز سے بری طرح چونک گئی۔

اس کے نازک چہرے پر خوف کی ایک واضح لہر دوڑ گئی، اور وہ بے اختیار سردار کے مضبوط بازو سے چپک گئی، اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ اس کے ہاتھوں میں ایک لرزش تھی۔

دعام کا معصوم چہرہ خوفزدہ دیکھ کر سردار کے اندر غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔

یہ ایک ایسا غصہ تھا جو اس نے شاید ہی کبھی اپنے آدمیوں پر نکالا ہو۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، رگیں تن گئیں۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا طاقتور ہاتھ فضا میں بلند کیا، اس کی انگلی کا اشارہ ہی کافی تھا۔ اس کی آواز بادل کی طرح گونجی، جس میں غصے اور وارننگ کا واضح امتزاج تھا۔

"بس کرو یہ فضول فائرنگ! یہ کوئی کھیل ہے کیا جو یہاں بے مقصد گولیوں کی بوچھاڑ کر رہے ہو؟ تم لوگوں کی عقل گھاس چرنے گئی ہے کیا؟"

اس کی گرجدار آواز میں اتنی طاقت تھی کہ سارے ڈاکو ساکت ہو گئے،

گولیوں کی آواز ایک دم بند ہو گئی اور ہر طرف مکمل، خوفناک خاموشی چھا گئی۔ کسی کو سمجھ نہیں آیا کہ سردار اس قدر غصے میں کیوں ہے،

سردار نے دعام کو اپنے بازو میں لیا، اس کے کندھے پر پیار سے ہاتھ پھیرا، اسے اپنے قریب کر کے تسلی دی۔ اس کی نگاہیں ایک ایک ڈاکو پر جمیں، اس کی آنکھوں میں سختی اور ایک غیر معمولی چمک تھی جو اس کے غصے کی عکاسی کر رہی تھی۔

آج کے بعد اگر کسی نے میری دعام کو ذرا بھی پریشان کیا، یا اس کی آنکھ میں" ایک بھی آنسو دیکھا، تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کان کھول کر سن لو "!سب

اس کی آواز میں دعام کے لیے ایک گہری، جذباتی ملکیت اور لازوال محبت کا اظہار تھا۔

"تم سب ڈاکو ہو، یہ میرا حکم ہے اور یہ آخری حکم ہے! میرے لیے اس دنیا میں اس لڑکی سے زیادہ قیمتی کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ میرا فیصلہ ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ میرے قبیلے کے لوگوں کی حفاظت میرا فرض ہے، میں ان کے لیے لڑتا ہوں، لیکن اس کی ایک بھی پریشانی میری برداشت سے باہر ہے۔ یہ میری جان ہے، میرا سکون ہے، اور میں اپنی جان کو کبھی پریشان نہیں دیکھ سکتا۔"

سردار کے الفاظ نے سب کو ہلا کر رکھ دیا۔ سب کو فوراً احساس ہو گیا کہ سردار کے لیے دعام کی اہمیت کیا ہے، وہ اس لڑکی کے لیے کس حد تک جا سکتا ہے۔

اس کی محبت، اس کا تحفظ، اس کی آنکھوں میں صاف نظر آ رہا تھا۔ تمام ڈاکوؤں نے سر جھکا لیے، انہیں اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا، اور وہ سمجھ گئے کہ سردار کا غصہ اس بار کتنا شدید تھا اور اس کی دھمکی کتنی حقیقی تھی۔ جمرو بھی لیٹے لیٹے یہ سب دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا کہ اس کی بہن کو سردار کتنا چاہتا ہے۔

گھر میں، رباب اپنے کمرے میں بستر پر اوندھی پڑی تھی، اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔ اس نے کئی گھنٹوں سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔ اس کی ماں، بے چینی سے اس کے قریب بیٹھی تھی، ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا گلاس لیے اسے زبردستی کھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی اور بے بسی تھی۔

میری بیٹی، میری لاڈو! یہ تو خود کو ختم کر دے گی اس طرح۔ "ماں نے روتے" ہوئے کہا، اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

کچھ تو کھا لے میری جان، کب سے بھوکی ہے؟ دیکھ تیری حالت کیا ہو گئی" !ہے؟ یہ تو مر جائے گی اس طرح

رباب نے ایک جھٹکے سے ماں کا ہاتھ ہٹایا، اس کی آنکھوں میں ضد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

مجھے کچھ نہیں کھانا! کوئی کچھ نہیں کھلائے گا مجھے! جب تک وہ خود، میرے "

"پاس نہیں آئیں گے، میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔

اس نے اپنی خشک آنکھوں سے ماں کو دیکھا۔ "میں اسے لے کر رہوں گی ماں! وہ میرا ہے! صرف میرا! وہ کسی اور کا ہو ہی نہیں سکتا! میرا حق ہے اس پر!" کالی نظر لگی ہے مجھے اور کچھ نہیں اسے دروازے کے باہر کھڑی سمیرا کو دیکھ کر غصے سے کہا تھا

کیا پاگل ہوگئی ہے رباب؟" ماں نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی، " اس کے کندھے پکڑ کر ہلایا۔

یہ کیا ضد ہے؟ اکرم جیسے سنگدل شخص کے پیچھے خود کو ختم کر دے گی؟ اس" نے تو صاف انکار کر دیا ہے، میری بیٹی! اس نے تجھے دھتکار دیا ہے ایسے شخص کے لیے اپنی جان کیوں دے رہی ہے؟ جو تجھے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، "تیری محبت کی قدر نہیں کرتا؟

ماں نے سمجھانے کی کوشش کی تھی

آج بابا نے نہ جانے کیا سوچ کر اکرم کو فون کیا اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے جس پر اکرم نے کہہ دیا کہ فی الحال وہ رخصتی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا اسے بہت کام ہے۔ ایک ہفتے کے بعد ہونے والی رخصتی کو وہ انے والے وقت پر ٹال چکا تھا جبکہ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کبھی رخصتی لے گا ہی نہیں

"اس نے انکار نہیں کیا! وہ میرا ہے! وہ میرا ہو کر رہے گا! میں اسے حاصل کر کے رہوں گی! دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سے دور نہیں کر سکتی!"

رباب نے چیختے ہوئے کہا، اس کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"میں یہیں رہوں گی، بھوکی پیاسی، جب تک وہ خود میرے پاس نہیں آئے گا۔ میں اسے ثابت کر کے رہوں گی کہ میری محبت کتنی سچی ہے! اور اسے بھی احساس ہو گا کہ میں اس کے لیے کیا کچھ کر سکتی ہوں!"

پھر وہ بستر پر کروٹ لے کر دوسری طرف منہ کر لیا، اپنی چادر کھینچ کر سر تک ڈھانپ لی، جیسے مزید کوئی بات سننا نہ چاہتی ہو۔ اس کی ضد اور پاگل پن ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔ اماں بے بسی سے اسے دیکھتی رہی، اسے

سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اپنی بیٹی کو اس ذہنی اذیت اور محبت کے پاگل پن سے کیسے نکالے۔ رباب کا یہ حال دیکھ کر اسے اکرم پر شدید غصہ آرہا تھا کہ اس نے ایک معصوم لڑکی کی زندگی برباد کر دی۔

○○○○○○○○

قبیلے میں جمرو کا بہت زیادہ خیال رکھا جارہا تھا۔ وہ سردار کا ایک اہم اور وفادار آدمی تھا، اس لیے اس کی صحت قبیلے کے لیے بہت اہم تھی۔

اس کے زخم ابھی تازہ تھے، اس لیے اس کے بستر کے گرد ہمیشہ کوئی نہ کوئی ڈاکو موجود ہوتا تھا جو اس کی دیکھ بھال کرتا، اسے پانی پلاتا، اور اس کے احکامات بجالاتا۔ اس کے زخموں پر دن رات بہترین جڑی بوٹیاں اور قبیلے کا ہر ممکن علاج فراہم کیا جارہا تھا،

جسے سردار نے خاص طور پر ذاتی نگرانی میں رکھا تھا۔ سردار نے تاکید کر رکھی تھی کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو اور کسی قسم کی کمی نہ آئے۔ ہر ڈاکو جمرو کی خدمت کے لیے تیار رہتا، بلکہ اپنی جان بھی دینے کو تیار رہا۔

دوسری طرف، وہ تینوں غدار جنہوں نے جمرو کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی اور قبیلے کی روایات توڑی تھیں، اب اپنے اپنے پہاڑی گھروں میں قید ہو چکے تھے۔ سردار نے ان کو ان کے کیے کی سخت اور عبرت ناک سزا دی تھی جو قبیلے کے سخت اصولوں کے عین مطابق تھی۔،۔ سردار نے اپنے سخت فیصلوں سے ثابت کر دیا تھا کہ غداری کی کوئی معافی نہیں، اور قبیلے کے خلاف کسی بھی سازش کا انجام یہی ہو گا۔ یہ سزا قبیلے میں سب کے لیے ایک عبرت تھی، تا کہ کوئی بھی سردار کی وفاداری اور نظم و ضبط کے خلاف جانے کی جرات نہ کرے۔ قبیلہ ایک بار پھر سردار کے مضبوط کنٹرول میں آ چکا تھا۔

oooooooo

، دعام کی سوچیں بے چین ہو چکی تھیں اور اس کے دل میں ایک طوفان برپا تھا۔ یہ کمرہ ہر آسائش سے سجا تھا، نفیس ریشمی پردے، نرم قالین، قیمتی فرنیچر اور ایک آرام دہ بستر، لیکن دعام کا دماغ کہیں اور تھا۔ اسے اکرم کی وہ باتیں یاد آ رہی تھیں جو اس نے اس قبیلے کے بارے میں بتائی تھیں،

ہر لفظ اس کے کانوں میں گونج رہا تھا، ایک زہر کی طرح اس کے اندر پھیل رہا تھا۔

"یہ قبیلے کے لوگ برے ہیں، دعام، یہ صرف قتل وغارت کرتے ہیں، معصوموں کا خون بہاتے ہیں۔ ان کا وجود انسانیت کے لیے خطرہ ہے۔ تم کہاں پھنس گئی ہو دعام!" اکرم نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہاں سالوں سے یہی سب کچھ چل رہا ہے، 40 سال سے یہ لوگ انسانیت کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔

مگر اس کے بعد اکرم کے الفاظ بدل گئے تھے، اس نے ایک امید کی کرن دکھائی تھی۔ اس نے کہا تھا: "لیکن انسانیت کا دشمن سردار نہیں ہے، بلکہ اسے بنایا گیا ہے۔ یہ پرانے بزرگوں نے، اپنی حکومت کے لیے، نئی نسل کو تباہ کیا ہے، انہیں اس دلدل میں دھکیل دیا ہے، اور اب یہ لوگ ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ وہ معصوم ہیں۔" اکرم نے اسے یقین دلایا تھا کہ اگر وہ اس کی مدد کرے تو وہ نئی نسل کو اس دلدل سے بچا سکتی ہے۔

تم سردار پر اثر انداز ہو سکتی ہو، دعام، وہ تم سے محبت کرتا ہے، وہ تمہاری"

"بات مانے گا۔ تم یہ سب روک سکتی ہو۔

دعام اپنی ہی سوچوں میں گم تھی، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔ سردار کی محبت اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی، وہ اس کے ساتھ محفوظ محسوس کرتی تھی، اس کے ساتھ رہنے میں اسے سکون ملتا تھا، مگر اکرم کی باتیں اسے اندر سے کھوکھلا کر رہی تھیں،

اس پر شک کا بیج بو رہی تھیں۔ کیا وہ واقعی اتنے سالوں سے ایک غلط راستے پر ہے؟ کیا یہ قبیلہ واقعی اتنا برا ہے جیسا اکرم نے بتایا؟ اس کے دل میں سوالات کا ہجوم تھا جو اسے بے چین کیے ہوئے تھا۔ وہ اسی کشمکش میں تھی، جب دروازہ کھلا اور سردار کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی موجودگی نے دعام کو اپنی سوچوں سے باہر نکال دیا۔

○○○○○○○○

سردار کمرے میں داخل ہوا تو اس کی نگاہیں سیدھی دعام پر پڑیں۔ وہ اسے اپنی سوچوں میں گم پایا، اس کے خوبصورت چہرے پر اضطراب کے بادل چھائے ہوئے تھے،

اور اس کی آنکھوں میں ایک ان کہی پریشانی تھی۔ سردار کا وجود ہی کمرے میں ایک خاص توازن لے آیا، جیسے اس کی موجودگی سے ہر چیز پرسکون ہو جائے۔

اس نے دھیرے سے دروازہ بند کیا، اور اس کے مضبوط قدموں کی چاپ دعام کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کرتی ہوئی اس کے قریب پہنچی۔ دعام نے اس کی موجودگی محسوس کی تو چونک کر سر اٹھایا۔

اس کی گہری، محبت بھری نگاہیں سردار سے ملیں تو وہ شرم و حیا سے سمٹ سمٹ کر رہ گئی۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا، اور اس کے نازک گال سرخ ہو گئے۔

سردار نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں گہرائی سے دیکھا، اس کی نگاہوں میں محبت، تحفظ اور ایک گہری خواہش تھی۔ اس نے دعام کی طرف

اپنا ہاتھ بڑھایا اور نرمی سے اس کا نازک رخسار تھاما۔ سردار کے لمس سے دعام کے پورے وجود میں ایک سنسناہٹ دوڑ گئی، اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور ایک عجیب سا سکون اس کے رگ و پے میں پھیل گیا۔ وہ اس کی قربت میں مکمل طور پر کھو گئی، دنیا و مافیا سے بے خبر۔ سردار دھیرے سے اس کے قریب جھکا، اس کی سانسیں دعام کے چہرے پر محسوس ہوئیں، اس کی خوشبو دعام کی سانسوں میں بس گئی، اور پھر اس کے لبوں کا گرم لمس دعام کے گلابی لبوں سے ملا۔ یہ لمحہ وقت کو تھما گیا تھا، جہاں دنیا کے تمام دکھ اور الجھنیں، اکرم کی باتیں، سب کچھ پس پشت چلی گئی تھیں۔ سردار کی محبت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی، اس کی آنکھوں کی چمک، اس کے ہونٹوں کی نرمی، اس کے مضبوط بازوؤں کی قربت، سب کچھ دعام کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ دعام اس محبت میں پوری طرح ڈوب چکی تھی،

دلدار نے بے اختیار دعام کو اپنے مضبوط حصار میں کھینچ لیا، جیسے یہ لمحہ کبھی ختم نہ ہو، اور وہ ہمیشہ اس کی پناہ میں رہے۔ اس کے کانوں میں سردار کی تیز دھڑکن سنائی دے رہی تھی،

اور وہ اس کے بازوؤں میں محفوظ اور پرسکون محسوس کر رہی تھی، جہاں دنیا کی کوئی فکر اسے چھو نہیں سکتی تھی۔ یہ

○○○○○○○○

کچھ دیر اسی طرح محبت اور قربت میں گزرنے کے بعد، جب دونوں ایک دوسرے کی قربت میں پرسکون ہو چکے تھے، سردار نے دعام کو اپنے سینے پر لٹایا ہوا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ دعام کے کالے، لمبے بالوں میں تھا اور وہ انہیں پیار سے سہلا رہا تھا۔

دعام اب بھی کچھ سوچوں میں گم تھی، اس کی خاموشی سردار کو محسوس ہو رہی تھی۔ سردار کو اس کی بے چینی کا اندازہ ہو رہا تھا، حالانکہ وہ کچھ کہہ نہیں رہی تھی۔

میرا سوہنا مکھڑا، تم اتنی خاموش کیوں ہو؟" اب تو تمہارا جمرو بھیا بھی" واپس آ گیا

سردار نے دھیمے اور محبت بھرے لہجے میں پوچھا، اس کی آواز میں دعام کے لیے گہری فکرمندی تھی۔

جب سے ہسپتال سے واپس آئے ہیں، تمہارے چہرے پر ایک اداسی چھائی" ہوئی ہے۔ کیا بات ہے؟ کچھ پریشان ہو؟ مجھے بتاؤ نا، میرا دل پریشان ہو رہا ہے "تمہیں اس طرح دیکھ کر۔

دعام نے سردار کے سینے سے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں ہلکا سا اضطراب تھا۔ اس نے گہری سانس لی اور سردار کی آنکھوں میں دیکھا۔

کچھ نہیں ڈاکو جی۔ بس جمرو بھیا کی پریشانی تھی، اسی وجہ سے تھوڑی دیر چپ" ہو گئی تھی۔ ان کی چوٹ دیکھ کر مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ اب تو وہ ٹھیک ہیں نا؟ انہیں "کوئی خطرہ تو نہیں؟

اس نے فوراً اکرم کی باتوں کا ذکر نہیں کیا، وہ ابھی اس پر بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کا دماغ ان سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ کیا اسے اکرم کی بات مان لینی چاہیے، کیا وہ واقعی اس قبیلے کے لیے کچھ کر سکتی ہے، یا یہ سب اکرم کا ایک اور فریب ہے؟

اکرم اعتبار کے لائق نہیں تھا اگر وہ اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر کے اسے اس طرح چھوڑ سکتا تھا تو وہ اس پر اعتبار کیسے کرتی۔

سردار کے اتنے قریب ہونے اور اس کی بے پناہ محبت کے باوجود اس کے اندر ایک عجیب سی کشمکش جاری تھی، ایک ایسا راز جو وہ فی الحال سردار سے چھپانا چاہتی تھی۔ سردار نے اس کی بات پر سر ہلایا، اس کے بالوں پر پیار کیا۔

"ہاں، ہاں، وہ اب بالکل ٹھیک ہے۔ تم فکر مت کرو۔"

لیکن اس کی گہری آنکھوں میں سوال ابھی باقی تھے۔ اسے دعام کی بات پر مکمل یقین نہیں آیا تھا، لیکن اس نے مزید اصرار نہیں کیا۔ وہ جانتا تھا کہ وقت آنے پر دعام خود ہی اسے سب بتا دے گی۔

کچھ دیر بعد، جب سردار کو اپنے کچھ ضروری کام یاد آئے تو وہ دعام کو ارام کرنے کا کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔ دعام بھی بعد میں وہاں سے نیچے آئی۔ اس نے سوچا کہ وہ جمرو کے پاس جائے گی اور اس کی خیریت دریافت کرے گی، لیکن اسے یاد آیا کہ جمرو اور باقی ڈاکو ایک ہی بڑے کمرے میں رہتے ہیں، جو ڈاکوؤں کا مشترکہ رہنے کا ٹھکانہ تھا۔ یہ ہال نما کمرہ ہمیشہ ڈاکوؤں کے شور، قہقہوں اور بات چیت سے بھرا رہتا تھا۔

نہ جانے کیوں بالا اور جمرو دونوں ہی اس سے اس کمرے میں نہیں جانے دیتے تھے۔

اس طرح بنا بتائے دعام کا دل وہاں جانے کو نہیں چاہ رہا تھا، اس وقت بھی اس کمرے سے شور کی آواز آرہی تھی یقیناوہاں بہت سارے لوگ موجود تھے اور اس کی ذہنی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ شور میں بیٹھ سکے۔ اس کے ذہن میں اکرم کی باتیں گردش کررہی تھیں، ایک بوجھ کی طرح اس کے دل پر بیٹھی

تھیں۔ اس نے اس ہال کی طرف جانے کے بجائے قبیلے کے اندر ہی بے مقصد گھومنا شروع کر دیا، اس کی نگاہیں قبیلے کے ہر گوشے کو عجیب سی، پرکھنے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

اس کے ذہن میں پھر وہی سوالات اٹھنے لگے جو اکرم نے اس کے دماغ میں گہرے بٹھا دیے تھے۔ "کون سے راز چھپے ہیں یہاں اس پرانے قبیلے میں؟ یہ لوگ اپنی حقیقت کیوں نہیں بتاتے؟" وہ اپنے دل میں سرگوشی کر رہی تھی۔

"

کون سے راز ہیں اس قبیلے میں جن کی بات اکرم کر رہا تھا، وہ کیا ہیں؟ آخر ایسا کیا ہے اس قبیلے میں جو اسے 'انسانیت کا دشمن' بناتا ہے؟ کیا یہاں واقعی انسانوں کے ساتھ ظلم ہوتا ہے، جیسا کہ اکرم نے بتایا تھا؟" اس کی نظریں قبیلے کے پرانے، پتھروں سے بنی دیواروں، خاموش راستوں اور پراسرار کونوں پر گھوم رہی تھیں۔ "کیا یہ بات سچ تھی کہ اس کے والدین کی موت کے پیچھے کہیں نہ کہیں ان ڈاکوؤں کا ہاتھ تھا؟، کیا وہ بھی اس برائی کا حصہ ہے؟"

دعام اپنی سوچوں میں گم، انہی سوالات کے بھنور میں پھنسی، آگے کی طرف نکل آئی۔ وہ قبیلے کے اندر ہی کسی پر سکون اور تنہا جگہ کی تلاش میں تھی جہاں وہ اپنی الجھی ہوئی سوچوں کو سلجھا سکے، جہاں اسے اپنے سوالوں کے جواب مل سکیں۔ اس کا دل اضطراب کا شکار تھا، اور اسے سردار کی بے پناہ محبت کے باوجود ایک عجیب سا خوف اور بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس قبیلے کے اندر گہرے، تاریک راز دفن ہیں جن سے وہ اب تک ناواقف تھی۔

○○○○○○○○

سردار نے اپنے کچھ ضروری کام مکمل کیے اسے یقین تھا دعام اپنے کمرے میں ہرگز نہیں ہو گی بلکہ وہ جمرو سے ملنے کے لیے جمرو کے کمرے میں آگئی ہو گی۔

جمرو اور بالا اسے اس کمرے میں نہیں انے دیتے تھے کیونکہ اکثر ہی وہاں کے ڈاکو نے اندر گند مچایا ہوتا تھا تو اپنی ریپٹیشن دعام کے سامنے خراب نہیں کرنا چاہتے تھے

لیکن اب حالات کچھ اور تھے وہ ویسے بھی بات کر رہی تھی کہ اسے جمرو کے پاس جانا ہے وہ فوراجمرو کے کمرے میں آیا۔ لیکن تو دعام کو یہاں نہ پا کر اس کے چہرے پر ہلکی سی فکر مندی اور اضطراب تھا۔

دعام کہاں ہے؟ وہ کیوں نہیں آئی یہاں؟"

اس نے تیز اور پریشان لہجے میں بالا اور جمرو سے پوچھا، اس کے دل میں دعام کی پریشانی کا خدشہ جاگ چکا تھا۔ اسے دعام کا چپ چاپ رہنا بھی پریشان کر رہا تھا ، پچھلے دو مہینوں سے جس لڑکی کو وہ جانتا تھا وہ تو ہر وقت ہستی کھیلتی شرارتیں کرتی تھی لیکن اچانک سے وہ خاموش ہو گئی تھی

وہ تو یہاں آئی ہی نہیں سردار۔ میں تو کب سے اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ "جمرو"، نے کہا

بالا نے بھی سر ہلایا۔ "میں نے بھی اسے نہیں دیکھا سردار، جب سے تمہارے کے ساتھ اوپر گئی تھی، اس کے بعد وہ ادھر نہیں آئی۔ میں نے تو سوچا وہ "تمہارے پاس ہی ہے۔

میں اسے دیکھ کر آتا ہوں وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

سب سے پہلے وہ اوپر کمرے میں آیا تو وہاں پر بھی وہ نہیں تھی کمرہ بالکل خالی تھا وہ کسی مزید بات کا انتظار کیے بغیر، پریشانی اور غصے سے تیزی سے واپس قبیلے کی طرف نکل گیا۔ اس نے قبیلے میں ہر اس جگہ اسے ڈھونڈنا شروع کیا جہاں دعام کو پسندیدہ جگہ سمجھی جاتی تھی۔

چشمے کے پاس، اس بڑے برگد کے درخت کے نیچے جہاں وہ اکثر بیٹھتی تھی، قبیلے کے پرانے گودام کے قریب جہاں وہ کبھی کبھی خاموشی سے چھپ کر آم کھاتی تھی، اور اونچے پہاڑی راستوں پر۔ اس نے قبیلے کا ایک ایک گوشہ چھان مارا، ایک ایک پتھر پر نظر ڈالی، لیکن وہ کہیں نہیں ملی۔ سردار کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، اسے دعام کی حفاظت کی شدید فکر لاحق ہو گئی تھی، کیونکہ یہ قبیلہ اس کے لیے ابھی پرانی جگہ نہیں تھی۔

اور وہ خود بھی تو کہتی تھی کہ وہ اکیلی کہیں نکلے گی تو ہو جائے گی اس کے چہرے پر اضطراب اور غصہ صاف نظر آرہا تھا،

سردار آخر کار بے پناہ پریشانی کے عالم میں مزید اونچائی کی طرف بڑھا، قبیلے سے ذرا دور، پہاڑی کے اوپر کے دشوار گزار راستوں پر۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، ہر قدم کے ساتھ اس کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ جب اس کی نگاہ ایک دور کے پتھریلے کنارے پر پڑی تو اس کے دل کو سکون ملا۔ دعام وہاں بیٹھی نظر آئی، خاموشی سے سورج کو ڈھلتے دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر شام کی سرخی اور ایک گہری اداسی چھائی تھی۔ سردار نے ایک گہرا سانس لیا، اس کے اندر ایک لمحے کو غصے اور راحت کا ملا جلا احساس ابھرا۔ وہ تیزی سے اس کے پاس آیا، اس کے قدموں میں پھولوں کی نرمی نہیں، بلکہ پہاڑوں کی سختی تھی۔ اس کا کالا لباس پسینے سے بھیگا ہوا تھا، جو اس کی بے تاب تلاش کی شدت اور بھاگ دوڑ بتا رہا تھا، اور اس کی آنکھوں میں ہلکی سی سختی تھی، جو اس کی فکرمندی اور اس بات کا اظہار تھی کہ دعام نے اسے کتنا پریشان کیا تھا۔

وہ دعام کے بالکل قریب آکر رکا، اس کے قدموں کی چاپ سن کر دعام چونک کر پیچھے مڑی۔ اس نے سردار کو دیکھا جو ہانپ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں شدید پریشانی تھی۔

میرا سوہنا مکھڑا! یہ کیا کر رہی ہو تم یہاں؟ تمہیں پورے قبیلے میں ڈھونڈ کر آ" "رہا ہوں میں۔ میں کتنا پریشان ہو گیا تھا، تمہیں پتا بھی ہے؟

سردار نے اسے دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا، لیکن اس میں تشویش، شکوہ اور بے چینی کی ایک گہری لہر تھی۔ اس کی آواز میں ایک ایسا درد تھا جو دعام نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

عجیب بے وقوف ہو تم سجن سائیں کم سے کم بتا کر تو اتی مجھے لگا کہیں... کہیں کچھ "ہو تو نہیں گیا تمہیں؟ میرا تو دم نکل رہا تھا۔

دعام نے حیرانگی سے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ سوال تھا۔ اسے سردار کی ایسی حالت کی توقع نہیں تھی۔

ڈاکو جی "آپ مجھ پر غصہ ہو رہے ہیں؟ میں تو بس یہاں آگئی تھی، ڈوبتے سورج
کو دیکھنے کے لیے..."

اس کی آواز میں ہلکا سا خوف تھا، اور اس نے سردار کے غصے والی آنکھوں کو دیکھا، جو ابھی بھی ہلکی سی سرخ تھیں۔

جب کہ وہ اگلے ہی لمحے اس کے قریب جھکا اور دعام کو تھام کر اپنے مضبوط سینے میں چھپا لے گا۔ سردار نے دعام کو مضبوطی سے اپنے حصار میں لے لیا، جیسے اسے دنیا کی ہر آفت سے، ہر پریشانی سے بچانا چاہتا ہو۔ اس کی سانسیں تیز تھیں، اس کے دل کی دھڑکن دعام کو صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دعام کے سر کو اپنے سینے پر دبایا، اس کے بالوں کو چوما۔

غصہ نہیں ہوں، میرا جھلا سائیں"

سردار کی آواز میں گہرا پیار اور راحت تھی، اس کے سارے غصے کے بادل چھٹ چکے تھے۔

میں غصہ کیسے ہو سکتا ہوں تم پر؟ میں تو تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ" سکتا۔ تمہیں پتا ہے جب میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا اور تم کہیں نہیں ملی، تو مجھے لگا "میری جان نکل گئی۔ مجھے لگا کہ میں سب کچھ کھو دوں گا۔

اس نے دعام کے ماتھے پر بوسہ دیا،

اللہ آپ کے تو سارے کپڑے پسینے سے بھیگ گئے ہیں۔۔۔"وہ پریشانی سے اس کی حالت دیکھتے ہوئے بولی وہ سچ میں کوئی مجنوں ہی لگ رہا تھا۔

تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو رہا تھا یہ حال تو ہو گا ہی نا۔ چلو اب واپس چلتے ہیں۔ اور آئندہ بنا بتائے تو کہیں نہیں جاؤ گی۔ اس طرف کیسے آ گئی تھی تم، بالا اور جمرو تو تمہیں اس طرف کبھی نہیں لائے وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ پھیلائے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے واپس جانے لگا تھا۔

بس ڈوبتے سورج کو دیکھ کر آ گئی، یہ پہاڑیاں زیادہ خاموش اور زیادہ پر اسرار ہیں۔

ہاں کیونکہ یہاں قبرستان ہے سردار نے سرسری سے انداز میں بتایا تو وہ ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہوتی اس کے سینے سے لگی تھی وہ تو تقریبا ایک ڈیڑھ گھنٹے سے یہاں بیٹھ کے ڈوبتے سورج کو دیکھ رہی تھی اگر اسے اندازہ ہوتا کہ یہاں پر کوئی قبرستان ہے تو یقیناً اس طرف انے کی غلطی وہ کبھی نہ کرتی اور نہ ہی جمرو اور بالا کبھی اس طرف اس سے لائے تھے لیکن پھر بھی یہ جگہ بہت الگ تھی

"پورے قبیلے سے الگ۔۔۔۔

○○○○○○○○

"ڈاکو جی، وہاں کیا سچ مچ میں کوئی قبرستان ہے؟"

دعام نے سردار کو دیکھتے ہوئے ایک بے یقینی کی کیفیت میں پوچھا،

اس کی آواز میں ایک مدھم سی لرزش اور خوف تھا۔

سردار نے دعام کے چہرے پر چھائی حیرت اور خوف کو دیکھا، اور اس کے نازک ہاتھ کو پیار سے تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک گہری، اداس چمک آئی۔

میرا بھولا سائیں، میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟ تمہارا دلدار بھلا کبھی" جھوٹ بولتا ہے تم سے؟" سردار نے دھیمے، مگر گہرے لہجے میں کہا، اس کی آواز میں ایک گہرا راز اور درد چھپا تھا۔

ہاں، سچ مچ میں وہاں قبرستان ہے، میرا سوہنا مکھڑا۔ بہت پرانا، چالیس سال" پرانا قبرستان ہے۔ ہمارے سارے بڑے، ہمارے بزرگ، ہمارے رشتوں "کے سارے ستون، ہمارے آباؤ اجداد وہیں پر دفن ہیں۔

سردار کی آواز دھیمی ہو گئی، اس کی آنکھوں میں ایک پرانی یاد کی جھلک تھی۔

میرے اماں ابا کی بھی وہیں قبر ہے۔ اسی لیے تو ہم یہ جگہ کبھی چھوڑتے نہیں،" میرا سجن سائیں یہ صرف زمین نہیں، یہ ہمارے بزرگوں کی امانت ہے۔ ہماری

بنیادیں اس زمین میں گڑی ہوئی ہیں۔ ہماری روحیں اس مٹی سے جڑی ہیں۔ ہم کیسے چھوڑ دیں اسے؟"

اس نے جیسے ہی قبیلے کے نہ چھوڑنے کی اصل وجہ بتائی، دعام کے چہرے پر ایک لمحے کو حیرت اور پھر ایک عجیب سی سمجھداری کے تاثرات آئے، جیسے اس نے قبیلے کے ایک گہرے، لیکن مختلف، راز کو سمجھ لیا ہو، جس کی بات اکرم نے کی تھی، مگر اس کا مطلب کچھ اور بتایا تھا۔

اکرم نے تو کہا تھا اس جگہ پر 40 سالوں سے قبضے کی وجہ اس جگہ کا محفوظ ہونا تھا یہ ایک ایسا انکشاف تھا جس نے دعام کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اسے سردار کے الفاظ میں سچائی نظر آئی، جو اکرم کے جھوٹ کو بے نقاب کر رہی تھی۔ اس نے سردار کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

آپ سے ایک بات پوچھوں تھوڑی عجیب سی ہے۔ وہ اس کے ساتھ کمرے میں آتے ہوئے اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی تو اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتی وہ اسے اپنے ساتھ جوڑ گیا تھا۔

تم ٹھیک غلط عجیب غریب ہر طرح کی بات مجھ سے پوچھ سکتی ہو تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں وہ اس کے چہرے پر نرمی سے پھونک مارتے ہوئے بولا تو اس کا دوپٹہ بالوں سے پھسل کر کندھے پر گرا تھا۔

یہ جگہ آپ کی اپنی ہے کیا آپ نے قبضہ جمایا ہوا ہے میرا مطلب ہے یہاں آپ کے اباؤ جائیداد کی قبریں ہیں تو کیا یہ زمین آپ کی اپنی ہے۔

بالکل یہ زمین ہماری اپنی ہے کہتے ہیں میرے پر دادا نے جنگ کے وقت اس مین کو تقریبا400روپے میں لیا تھا۔اس زمین پر میرا حق ہے۔اس زمین کا ذرہ ذرہ میرے پر دادا کی کمائی کا ہے۔جس پر بعد میں میرے دادا میرے باپ نے حکومت کی اور اب میری حکومت ہے اس نے تفصیل سے بتایا تھا۔

ٹھیک ہے اچھی بات ہے اب مجھے نماز پڑھنی ہے وہ اسے خمار الود نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جب وہ اچانک ہی اس کی نگاہوں سے گھبر اکر اپنے واحد بہانے کی پناہ میں چلی گئی تھی سردار نے بے باک قہقہ لگاتے ہوئے واش روم کا رخ کیا

oooooooo

ڈاکو جی، آپ نا اوپر کی طرف مت کریے گا مو نچھیں۔ بلکہ رکیں میں آپ کی" مونچھوں کا ہیئر سٹائل بناؤں گی" دعام کی شرارتی اور میٹھی آواز کمرے میں گونجی، جس میں ایک نئ معصومیت تھی۔

سردار ابھی نہا کر نکلا تھا اور اپنے پر تعیش کمرے کے ایک کونے میں لگے بڑے سے آئینے کے سامنے آرکا تھا۔

اس کے بال ابھی بھی گیلے تھے اور جسم سے تازہ شاور کی خوشبو آرہی تھی، جو پورے کمرے میں پھیل رہی تھی۔ دعام ایک جانب جائے نماز پر ابھی ابھی نماز ادا کر چکی تھی، اس کی نظر سردار پر پڑی تو اس کے ہونٹوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ پھیل گئ۔

فٹافٹ اپنی نماز ختم کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ سردار نے اسے اپنی عجیب و غریب بات کرتے سنا تو حیرت سے اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"مونچھوں کا بھی ہیئر اسٹائل بنتا ہے کیا بھلا؟"

سردار نے دعام کی بات سن کر قہقہہ لگایا، اس کی آنکھوں میں شرارت اور ہنسی کی چمک تھی۔ "میں نے تو کبھی سنا نہیں کہ موںچھیں بھی سجائی جاتی ہیں۔ یہ تو "خود ہی سرداروں والی شان رکھتی ہیں، انہیں کسی ہیئر اسٹائل کی کیا ضرورت؟

پتا نہیں بنتا ہے یا نہیں، لیکن میں تو بناؤں گی، میرا سردار میری مرضی، اور"
"!آپ دیکھیں گے کہ کتنا پیارا بنے گا

دعام نے ہنستے ہوئے جواب دیا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ دھیرے
دھیرے اس کے قریب آرہی تھی۔

ایسے اوپر کی طرف موںچھیں چڑھا کر پھر آپ کو چوکیدار بننے کی ضرورت"
نہیں ہے، ڈاکو جی۔ آپ تو سردار لگتے ہی نہیں اس طرح۔ یہ تو ایک عام آدمی والی موںچھیں لگتی ہیں۔ میں آپ کو ایسا انداز دوں گی کہ آپ اصلی سردار لگیں گے۔ ہمارے قبیلے کا سردار! کوئی مائی کا لعل آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں
"دیکھ سکے گا۔

وہ بالکل اس کے قریب آکر بولی تو سردار نے فوراہی اس کی نازک کمر میں اپنا طاقتور ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنے ساتھ جوڑ لیا، اس کے ہاتھ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ دعام اس میں سمٹ کر رہ گئی۔ سردار کے دل کی دھڑکن دعام کو صاف سنائی دے رہی تھی۔

میری جان ٹوٹا، میرا سوہنا مکھڑا، جو مرضی کرو میری مونچھوں کے ساتھ،"

"تمہاری ہر بات، تمہارا ہر حکم مجھے منظور ہے۔

سردار نے اس کے سر کو اپنی گردن پر رکھتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں گہرا پیار اور ایک قسم کا سرور تھا۔

پورا کا پورا سردار دلدار یلغار تمہارا ہے۔ میری ہر چیز، میری سانسیں، میرا"

"وجود، سب کچھ تمہارا ہے۔ میں تمہاری امانت ہوں۔

وہ اس کی گردن پر جھکا، اس کی گرم سانسیں دعام کی نازک جلد کو چھونے لگیں، ایک سنسناہٹ دعام کے پورے وجود میں پھیل گئی۔ دعام کی آنکھوں میں شرم اور شرارت کا حسین امتزاج تھا۔ پھر وہ اچانک اپنے دانتوں کا ہلکا سا

نشان بناتا اسے سسکنے پر مجبور کر گیا تھا۔ دعام کی سانسیں رک گئیں، اور ایک میٹھی آہ اس کے لبوں سے نکلی۔ اس نے سردار کے مضبوط بازوؤں میں خود کو مزید سمیٹ لیا، اپنا چہرہ اس کے کندھے میں چھپالیا۔ سردار کے ہونٹوں نے اس کی گردن پر پیار کی گہری مہریں ثبت کر دیں۔ وہ دعام کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

تمہارے جسم کی خوشبو مجھے پاگل کر دیتی ہے، میری سجنی۔ تم میری روح میں" "بس گئی ہو۔

سردار نے سرگوشی کی۔ دعام نے شرما کر اپنا سر مزید اس کے کندھے میں چھپا لیا۔

آپ جو مرضی کر لیں میں آپ کے رومانس سے گھبرا کر ہرگز آپ کک مونچھوں کی جان نہیں چھوڑوں گی اور اس کے سینے میں چھپی چھپی بولی تو سردار کا قہقہہ پھر سے کمرے میں گونجا تھا۔

جو مرضی کر لوں اس بات کی اجازت ہے اس کی آنکھوں میں تو ابھری تھی ۔اور ساتھ ہی وہ اس کی گردن پر اپنے لبوں کو حرکت دینے لگا تھا۔

پہلے میرا مونچھوں کا ہیئر سٹائل۔۔۔۔"وہ جیسے اجازت دینے کے لیے شرط رکھ رہی تھی سردار نے کندھے اچکا کر خود کو پوری طرح اس کے حوالے کر دیا تھا اور یقیناً اس کا معاوضہ بہت اچھے سے لینے والا تھا۔

oooooooo

سردار کے کمرے سے جانے کے بعد دعام کافی زیادہ خوش تھی۔اس کے چہرے پر ایک اطمینان اور مسکراہٹ تھی جو کئی دنوں بعد اس کے لبوں پر آئی تھی۔

وہ واپس سے اپنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے، اپنے ڈوپٹے کو سلیقے سے سمیٹ کر، اس نے اپنے زیرِ تکیہ چھپا کر رکھا ہوا بڑا سا میپ نکالا۔اس کا ارادہ آج پھر اس قبیلے کو گہرائی سے سمجھنے کا تھا،

اس کے چھپے رازوں کو جاننے کا۔ اس نے آج پختہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اکرم کی کسی بات پر یقین نہیں کرے گی۔ اب اسے سردار کے الفاظ زیادہ سچے لگ رہے تھے۔

وہ آدمی اپنے فائدے کے بارے میں سوچتا تھا، یقیناً اسے صرف اور صرف" "اپنی یونیفارم پر ستارے لگانے تھے، اپنی ترقی چاہیے تھی۔

وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی، اس کی آواز میں اکرم کے لیے ایک نفرت تھی۔

اسے نہ رباب کی پرواہ تھی، نہ اس کے جذبات کی۔ ورنہ وہ ایک معصوم لڑکی" "کی زندگی سے اس طرح نہ کھیلتا۔

سردار نے اسے بتایا تھا کہ کس طرح اکرم نے رباب سے صرف ایک نقشے کی وجہ سے نکاح کر کے اسے بے رحمی سے چھوڑ دیا تھا۔ یہ سن کر تو اسے اکرم سے اور بھی زیادہ نفرت محسوس ہوئی تھی۔

وہ اتنا خود غرض اور بے حس انسان کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا ضمیر اسے گالیاں دے رہا تھا کہ اس نے اکرم جیسے شخص پر بھروسہ کیسے کیا!

"میں نے اکرم کو تھپڑ مارنے والا بہادری کا واقعہ تو اپنے ڈاکو جی کو سنایا ہی نہیں!"

اچانک اسے یاد آیا، اور اس کے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ آ گئی۔

یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس پر اسے بہت فخر تھا، اس کی اپنی بہادری کی نشانی تھی۔

اس نے فوراً اپنا بڑا میپ سمیٹ کر احتیاط سے ایک خفیہ جگہ پر اندر رکھا۔

آج کل وہ میپ کو بہت احتیاط سے رکھ رہی تھی، ایک دفعہ جو وہ چوری ہو چکا تھا، اس لیے اب وہ اسے کسی بھی حال میں دوبارہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

پھر اس نے جلدی سے اپنے بال سنوارے اور نیچے جانے کے بارے میں سوچنے لگی تاکہ یہ دلچسپ قصہ اپنے ڈاکو جی کو سنا سکے اور اسے اپنی بہادری پر فخر محسوس کروا سکے۔ اس کے قدموں میں ایک نئ تیزی آگئ تھی۔

○○○○○○○○

"ڈاکو جی! ڈاکو جی...!"

دعام کی معصومانہ اور پیاری آواز قبیلے کے بڑے ہال میں گونجی، جہاں جمرو اور بالا سمیت کئ ڈاکو موجود تھے۔

وہ نیچے آتی بالا اور جمرو کے کمرے کے باہر سے ہی اسے آواز دینے لگی تھی، اس کا انداز اتنا معصومانہ اور پیارا تھا کہ باقی سارے ڈاکو ایک نظر اسے دیکھ کے اپنی ہنسی دبانے لگے،

وہ سب جانتے تھے۔ کہ وہ سردار کی دلہن ہے اور سردار اس پر کتنا جان چھڑکتا ہے۔ آج کل تو سردار کے غصے سے بچنے کے لیے وہ سب سفارشیں بھی

کرواتے ہیں۔ اب قبیلے میں اس کا ایک خاص مقام بن چکا تھا سب لوگ اسے سردارنی کہہ کر پکارتے تھے۔

جب کہ اس کا یہ انداز سردار کے تو دل پر جیسے بجلیاں گرا گیا تھا، اس کے چہرے پر ایک بڑی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

تم لوگ جمرو کا خیال رکھو میں آتا ہوں، کہہ کر وہ فوراً کمرے سے باہر نکلا، اس کی آنکھوں میں دعام کے لیے بے پناہ محبت تھی۔

ڈاکو جی۔۔۔۔"وہ باہر کھڑے پھر سے آواز دینے لگی جب وہ فورا نکل آیا تھا۔

اوئے ڈاکو صدقے اپنے سوہنے مکھڑے کے! کیا ہوا میری جان؟ اتنی "آوازیں کیوں دے رہی ہو؟ میں تو یہیں ہوں، ادھر آو میرے پاس۔

سردار نے اسے دیکھتے ہی کہا، اس کی آنکھوں میں گہری محبت تھی۔ وہ فورا اس کی کمر میں اپنا ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے وہیں سے واپس پلٹا اور قبیلے کے بیچ میدان

کی طرف لے آیا، جہاں کھلی فضا تھی اور وہ لوگ آرام سے اور سکون سے بات کر سکتے تھے۔

"ڈاکو جی، میں نے آپ کو اپنی بہادری کا قصہ نہیں سنایا نا؟ یہ ایک بہت اہم واقعہ ہے!"

دعام نے جوش سے کہا، اس کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک تھی۔

"جب آپ کو پتا چلے گا نا کہ میرا یہ ہاتھ کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے کر آیا ہے، تو آپ خوش ہو جائیں گے! آپ کو مجھ پر بہت فخر ہو گا!"

وہ اپنا نازک سا ہاتھ اسے دکھا رہی تھی جسے سردار نے فوراً ہی تھام کر اپنے لبوں سے لگایا تھا، اور اس پر پیار کی مہر ثبت کر دی۔

پھر اس نے ہسپتال والا واقعہ سنانا شروع کیا۔ اس نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح اکرم ہسپتال میں بکواس کر رہا تھا اور کیا زوردار تماچہ دعام نے اس کے منہ پر مارا تھا کہ اس کا گال لال ہو گیا تھا۔

اس نے آپ پر ذاتی حملے کیے ڈاکو جی، اور آپ کے بارے میں بھی غلط باتیں" کہہ رہا تھا۔"

دعام نے غصے سے کہا۔

لیکن اسے یہ نہیں پتہ تھا کہ دعام اپنے شوہر کے کردار پر انگلی برداشت نہیں" کر سکتی۔"

اس نے فخر سے سردار کی آنکھوں میں دیکھا۔ "میں نے اس سے کہا کہ وہ ڈاکو ہو یا جو بھی ہو، وہ میرا شوہر ہے، اور میں اپنے شوہر کے بارے میں ایک لفظ بھی غلط نہیں سن سکتی! میں نے اسے بتایا کہ میں آپ پر مکمل بھروسہ کرتی ہوں۔"

اس نے سردار کو یہ نہیں بتایا کہ اکرم اصل میں کیا بکواس کر رہا تھا

اس نے بات کو صرف سردار کے کردار کی بے عزتی تک محدود رکھا، تاکہ سردار کو مزید پریشان نہ کرے۔

کیونکہ اسے یقین تھا کہ اکرم جھوٹ بول رہا تھا وہ سردار کو یہ سب بتا کر دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اکرم نے اس سے یہ بکواس کی ہے کہ وہ اس کے والدین کے موت کی وجہ ہے

سردار اس کی باتوں کو غور سے سن رہا تھا، اس کے چہرے پر کبھی حیرت آتی تو کبھی فخر، اور کبھی اس کی آنکھوں میں غصہ جھلکتا۔ اس نے دعام کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور اس کی ہر بات کو دل سے سن رہا تھا، جیسے دعام کوئی بہت بڑی جنگ جیت کر آئی ہو۔

کیا بات ہے میرا سوہنا مکھڑا تو سچ میں بہت بہادر ہے بہت اچھا کام کیا اب اگلی دفعہ نظر آئے تو اسے چھو کر اپنا ہاتھ گندھا مت کرنا اس کا استعمال کرنا اس لیے اپنی جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے اسے دکھائی تو دعام کی سانسیں سینے میں ہی اٹک گئی تھی وہ حیرت سے سردار کو دیکھنے لگی جو اس کی آنکھوں میں خوف دیکھ کر ایک دفعہ پھر سے قہقہ لگا اٹھا

کیا ہوا میرا حسین سجن ڈر گیا، میری بہادر جی سردار دلدار یالگار کی بیوی ہو تم بندوق چلانی تو انی ہی چاہیے وہ انکھ دبا کر بولا۔

میں نے آپ کے اصولوں والی کتاب نہیں پڑھی کہ آپ کی بیوی ہونے کے ناطے مجھے کیا کیا آنا چاہیے اور کیا کیا نہیں میں جا رہی ہوں ندی پر آپ اپنا کام ختم کر کے ایئے گا تب تک بالا بھیا کا بیج دیجیے وہ اس کی مزید کوئی بھی بات سنیں بغیر ندی کی طرف جانے لگی تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا

oooooooo

دعام کے جانے کے بعد، سردار اس کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ دعام کے چپ چاپ اور خاموشی والے انداز سے وہ پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ کچھ تو بات ہوئی ہے، کچھ ایسا ہے جو دعام کو اندر ہی اندر کھا رہا ہے۔

اس نے محسوس کیا تھا کہ دعام کچھ دن سے پریشان ہے۔ لیکن اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ اکرم نے اس کی بیوی سے ہسپتال میں ملنے کی جرات کی ہے،

اور اسے ورغلانے کی کوشش کی ہے۔ سردار کو یہ سن کر سخت غصہ آیا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے بھڑک اٹھے۔

وہ تو جانتا بھی نہیں تھا کہ ہسپتال میں اکرم آیا ہے، اور اس نے دعام کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اکرم نے خاموشی سے دعام کو اپنی طرف لگانے کی کوشش کی تھی، اسے ورغلانے کی کوشش کی تھی، یہ سوچ کر کہ وہ ایک معصوم اور سادہ لوح لڑکی ہے اور اس کی باتوں میں آ جائے گی۔ سردار کی آنکھوں میں ایک لمحے کو انتقام کی آگ بھڑکی، اکرم کا یہ فعل اس کی برداشت سے باہر تھا۔ اس نے اپنے جبڑوں کو سختی سے بھینچ لیا۔

مگر اس غصے کے ساتھ ہی اسے اس بات کی بے پناہ خوشی بھی تھی کہ دعام نے اکرم کی باتوں پر یقین نہیں کیا، بلکہ اس کے لیے اور اپنے رشتے کے لیے کھڑی ہوئی، اور اسے ایک زوردار تھپڑ بھی مارا۔

اکرم اب سر چڑھتا جا رہا تھا لیکن ایسے لوگوں کو سر سے اتارنا اسے بہت اچھے سے آتا تھا، اور وہ اکرم کو اس کی اس گستاخی کی ایسی سزا دے گا جو وہ کبھی نہیں بھولے گا۔۔"

○○○○○○○

"میری بچی! میری لاڈو کو کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گی!"

ماں چیخ رہی تھی، اس کا رو رو کر برا حال تھا۔ رباب کی حالت نازک ہو چکی تھی، کئی دنوں سے بھوکے پیاسے رہنے کی وجہ سے اس کا جسم نڈھال ہو چکا تھا اور وہ اب بستر پر بے ہوش پڑی تھی۔

ماں نے بیٹی کا سر اپنی گود میں اٹھا رکھا تھا، اس کی نبض بمشکل چل رہی تھی۔

گاؤں کے قریبی ڈاکٹر کو گھر پر بلایا گیا تھا، جو اسے ابتدائی طبی امداد دے رہا تھا۔

اس کے بازو میں ایک ڈرپ لگی ہوئی تھی، جس کے قطرے دھیرے دھیرے اس کے جسم میں زندگی بھر رہے تھے۔ ماں کا رو رو کر برا حال تھا، اس کی

سسکیاں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ باپ اور باقی سب لوگ بھی پریشان کھڑے تھے، ان کے چہروں پر فکر اور بے بسی کے سائے تھے۔ یہ منظر پورے گھر کے لیے دلخراش تھا۔

دیکھیے باجی، ہم نے اسے ڈرپ لگا دی ہے، اب اسے طاقت ملے گی۔ لیکن" اسے ہوش میں آتے ہی کچھ نہ کچھ کھلانا پلانا بہت ضروری ہے۔ یہ ذہنی دباؤ اور بھوک پیاس کی وجہ سے ہے۔"ڈاکٹر نے اماں کو تسلی دی،

یہ بس اکرم، اکرم کرتی رہتی ہے۔ اس نے ہماری بیٹی کا حال کیا کر دیا ہے۔""، اماں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا

باپ نے خاموشی سے سر جھکا لیا، اسے اپنی بے بسی پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ ہر کوئی رباب کی اس حالت کی وجہ جانتا تھا، مگر کوئی کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔

oooooooo

"میں دعام سے کس طرح رابطہ کروں؟"

اکرم اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا، اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔ "اس کے پاس اپنا فون نہیں ہے، میں اس سے بات کیسے کروں گا؟ اور اس قبیلے میں جانا، وہ بھی اکیلے، میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ وہ سردار تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ عجیب سی کشمکش کا شکار ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی مٹھی بھینچ لی۔ ایک طرف سردار کا خوف، دوسری طرف دعام سے ملنے کی شدید خواہش۔ اس کا پورا دماغ جھنجھلایا ہوا تھا۔ اسے بس کسی بھی طرح سے قبیلے میں جانا تھا، بس اس سے ملنا تھا، اسے اپنی باتوں پر یقین دلانا تھا، اسے قبیلے اور سردار کے خلاف بھڑکانا تھا۔

اس بات پر تو اس کو پختہ یقین تھا کہ دعام اس کی بات پر یقین کر لے گی۔

کیونکہ اس نے ہسپتال میں بالکل صحیح جگہ نشانہ لگایا تھا، اس نے دعام کے دل میں شک کا بیج بو دیا تھا۔

وہ جانتا تھا اپنے ماں باپ سے زیادہ وہ کسی سے محبت نہیں کرتی، اس لیے اس نے اس کے ماں باپ کا ذکر کیا تھا وہ جانتا تھا کہ دعام سردار پر یقین کرنے سے

پہلے کئی بار سوچ گی، اور یہ شک اسے اس کے مقصد کے قریب لے جائے گا۔ وہ ہسپتال میں دعام سے ملا تھا، اور اسے لگا تھا کہ دعام اس کی باتوں سے متاثر ہوئی ہے۔

اب اسے بس کسی طرح سے دعام تک پہنچنا تھا تاکہ وہ اپنے منصوبے کو مکمل کر سکے اور دعام کو سردار کے خلاف استعمال کر سکے۔ اس نے میز پر پڑی کتاب کو غصے سے پرے دھکیلا، اس کا ذہن مسلسل دعام تک پہنچنے کے طریقے سوچ رہا تھا، لیکن کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔

ooooooooo

"بیلا ڈاکٹر بیلا ملک! نام تو اچھا ہے، لیکن اسے آپ سے پیار کیسے ہو گا بالا بھیا؟" دعام نے ہنستے ہوئے کہا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"اور پھر ہم اس کی شادی آپ کے ساتھ کیسے کروائیں گے؟"

وہ دونوں ایک ہی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے، شام کا وقت تھا، اور سورج کی نارنجی روشنی قبیلے پر پھیل رہی تھی۔ پاس گہری ندی بہہ رہی تھی،

دعام پلیٹ میں چھوٹے چھوٹے آموں کو کاٹتے ہوئے اس پر مصالحہ لگا رہی تھی، اور ساتھ ساتھ بالا سے باتیں کر رہی تھی۔

اس نے بیلا ڈاکٹر کے بارے میں ساری انفارمیشن دعام کو سنا دی تھی، اور اپنے دل کا حال بھی اسے سنا چکا تھا کہ وہ اس ڈاکٹر کو کتنا پسند کرتا ہے،

اور اسے قبیلے میں لانا چاہتا ہے۔ دعام اس کی باتیں سن کر کافی زیادہ خوش ہو رہی تھی، اسے بالا کی محبت کا اظہار اچھا لگ رہا تھا، لیکن ایک ڈاکو کا رشتہ ایک ڈاکٹر کے لیے تھوڑا مشکل تو تھا، اسے یہ احساس ہو رہا تھا۔

مجھے نہیں پتا۔۔۔" وہ کندھے اچکا گیا

ارے ایسے کیسے نہیں پتہ پتہ تو کرنا ہو گا" اب اتنا نیک کام تو آپ کرتے نہیں کہ بس ہم اس کے گھر والوں سے اس کا رشتہ مانگیں گے اور وہ خوشی خوشی آپ کو لڑکی دے دیں گے۔"

دعام نے چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

"آپ تو ہیں ڈاکو، ان کے لیے تو آپ مجرم ہیں۔"

دعام نے آم کا ایک ٹکڑا امنہ کی طرف بڑھایا۔

مجھے کچھ نہیں پتا" یہ سب سردار کرے گا، دعام۔ مجھے پرواہ نہیں کہ وہ کیسے کرے گا۔ وہ سب سنبھال لے گا، مجھے سردار پر بھروسہ ہے۔ بس وہ مجھے لا کر دے دے۔"

ہہم۔۔۔!! دعام نے آم کا ٹکڑا لیا اور مزے سے کھایا۔ دعام نے آم کھانے کے بعد اب وہ ہڈی پر مصالحہ لگانے ہی لگی تھی کہ بالا نے گھور کر اسے دیکھا اور اس کے ہاتھ سے ہڈی چھین کر قریبی ندی کی لہر میں پھینک دی۔

" ہائے! یہ کیا کیا آپ نے بالا؟" دعام غصے سے چلائی۔ "

اللہ کرے آپ کے بچے کالے پیدا ہوں! منہ بسور کر بولی تو بالا تو منہ ہی کھل گیا

۔

استغفر اللہ! لڑکی، کتنی کوئی مطلبی ہو تم! جب میں تمہیں یہ کچے آم لا کر دیتا"

ہوں، اور تم مزے سے کھاتی ہو، تب تمہاری زبان دعائیں دیتے نہیں تھکتی۔

اور ایک ہڈی اٹھا کر پھینک کیا دی، تم تو زبان سے زہر اگلنے لگی ہو؟" بالا نے

مصنوعی غصے سے کہا، اس کے چہرے پر ہنسی چھپی ہوئی تھی۔

"اس ایک ہڈی کی وجہ سے اتنی بڑی بد دعا؟ بہنا یہ انصاف نہیں ہے۔"

دعام ہنستی رہی،

یہ انصاف نہیں" یہ سزا ہے آپ کے گندے کام کی۔" میرا سارا مزہ کرا کرا دیا

کس نے بولا تھا پھینکنے کے لیے۔

ہاں میں نہیں پھینکتا تمہیں ندیوں والے کام کرتے دیکھتا رہتا۔ اب اتنے برے دن اگئے ہیں کہ سردار کی بیوی گٹھلی چاٹے گی۔

مزہ آتا ہے ناوہ منہ بنا کر بولی۔

تمہیں ہر اس کام میں مزہ اتا ہے جو سردار کی مرضی کے خلاف کیا جائے۔ میرو کی سفارش کی تم نے کہ وہ رات کے کھانے میں ایک دو کھانے چھوڑ کر بنایا کرے گا۔

وہ میرا اور میرے ڈاکو جی کا مسئلہ ہے اپ بیچ میں نہ بولیں۔ میں جس کی چاہوں سفارش کروں اور اپ تو مجھ سے بولیں بھی مت آپ نے میری گٹلی پھینکی ہے میری آپ سے کٹی، اس کے اپنے ہی انداز تھے۔

بہت اچھے شکر ہے آج میں تمہیں بڑی پہاڑی پر لے کر جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا اب رہو یہی اسی ندی کو گھورتی رہو وہ اٹھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے راضی ہوں میں، وہ اس کے ساتھ ہی اٹھی تھی کتنے دنوں سے وہ اس سے بڑی پہاڑی کی طرف لے جانے کی بات کر رہی تھی۔

لیکن اب میری طرف سے کٹی نا۔۔" بالا مزے سے کہتا آگے آگے جا رہا تھا جب کہ وہ اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے اس کے بڑے بڑے قدموں کا مقابلہ کر رہی تھی

○○○○○○○○

رباب، اکرم کے لیے واقعی ایک مصیبت بن گئی تھی۔ صبح و شام اس کے فون کالز اور اس کے گھر والوں کی منت سماجت نے اکرم کو تنگ کر رکھا تھا۔

وہ جہاں بھی جاتا، رباب کے پیغامات یا اس کے گھر والوں کے فون آجاتے، یہاں تک کہ اکرم نے تنگ آکر ان کے سارے نمبر بلاک کر دیے تھے، لیکن وہ پھر بھی الگ الگ نمبروں سے اسے فون کر رہے تھے۔

اکرم کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس کی نظر میں رباب کی یہ ضد پاگل پن کے سوا کچھ نہ تھی۔ آج تو انتہا ہی ہو گئی تھی، رباب کا باپ، دین محمد، اکرم سے ملنے کے لیے سیدھا تھانے آ گیا تھا۔

وہ ہولے ہولے قدم اٹھاتا، نظریں جھکائے اکرم کی میز کے سامنے کھڑا تھا۔

"دیکھو بیٹا، میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، اللہ کے لیے ہم غریبوں کے ساتھ ایسا مت کرو۔"

ابا نے کانپتی آواز میں کہا، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہاتھ بے بسی سے جڑے ہوئے تھے۔ "ہماری بچی کی زندگی کا سوال ہے۔ تم اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے، میری بیٹی مر جائے گی! وہ کچھ کھا پی نہیں رہی، اس کی جان نکل رہی ہے تمہارے لیے۔ اس کی حالت بہت نازک ہو چکی ہے، بیٹا، اسے بچا لو۔"

وہ اکرم کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے، لرزتے ہونٹوں سے منتیں کر رہے تھے، اس کا سارا وجود التجا بنا ہوا تھا۔ اکرم کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، وہ اس بات کو تھانے کے اندر پھیلانا نہیں چاہتا تھا کہ سردار دلدار کی سالی کے ساتھ اس

نے نکاح کر رکھا ہے، اور اب وہ اس کے پیچھے پڑی ہے۔ اسے ڈر تھا کہ اس کی یہ بات اس کے کیریئر پر برا اثر ڈال سکتی ہے۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ اور غصہ صاف نظر آ رہا تھا۔

اکرم نے لمبا سانس لیا، اس کے چہرے پر اکتاہٹ تھی۔ وہ بے چین ہو رہا تھا کہ کیسے اس بوڑھے آدمی کو یہاں سے ہٹائے۔

"اچھا ٹھیک ہے، مہربانی کریں، اس وقت یہاں سے جائیں۔"

اکرم نے دھیمے مگر سختی سے کہا، اس کی نظریں اپنے آس پاس کے پولیس والوں پر تھیں۔ "میں آجاؤں گا اس سے ملنے کے لیے، شام تک۔ آپ بس فکر مت کریں۔"

وہ جھوٹ بول رہا تھا، اور اس کے لہجے میں کوئی نرمی نہیں تھی۔ وہ تنگ آ کر بولا تھا جبکہ اس سے پہلے ابا مزید کچھ کہہ پاتے یا مزید منت سماجت کرتے، اکرم نے اپنے قریب کھڑے حوالدار کو اشارہ کیا۔ حوالدار نے فوراً ابا کو وہاں سے ہٹایا اور انہیں باہر کا راستہ دکھایا۔ ابا ایک بے بس نظر اکرم پر ڈال کر سر جھکا کر

وہاں سے چلے گئے اکرم نے اطمینان کا سانس لیا اور خود اندر اپنے آفس میں چلا گیا، اس کے چہرے پر وہی بے حسی اور خود غرضی چھائی ہوئی تھی جو اس کے دل میں تھی۔

00000000

"!دیکھا کتنی پیاری لگ رہی تھی سارا دن آپ کی مونچھیں"

دعام نے سردار کے قریب آتے ہی شرارت سے کہا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ سردار ابھی اپنے دن بھر کے کام نمٹا کر کمرے میں آیا تھا، اور دعام اس کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔ "ایک دم ہیرو لگ رہے ہیں آپ، ڈاکو جی۔ اور یہ آپ نے ہلائی تو نہیں نا؟ جیسے میں نے سیٹ کی تھی، بالکل ویسے "ہی تھی نا؟

وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور اس کے چہرے کا بہت غور سے تفشیش کرنے لگی، جیسے وہ کوئی ماہر بیوٹیشین ہو جو اپنا کام چیک کر رہی ہو۔ اس کی انگلیاں سردار کی مونچھوں کے قریب گھوم رہی تھیں۔

سردار نے ہنستے ہوئے دعام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور اسے اپنے قریب کھینچ لیا۔

میری مجال جو میں اپنے سوہنے مکھڑے کی بات کی نفی کروں! میری جان تم" "نے جو کہہ دیا، وہ پتھر پر لکیر ہے۔

سردار نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا، اس کی آنکھوں میں گہری چمک تھی۔

جیسے تم نے کیا تھا، بالکل ویسا ہی ہے۔ میں نے تو بالکل چھوا بھی نہیں تمہاری مونچھوں والی ہیئر سٹائل کو۔ سارا دن ایسے ہی پھرتا رہا، بس تمہاری بات یاد تھی۔" وہ آنکھ دبا کر بولا،

اس کی شرارت دعام کی ہنسی کا باعث بنی۔ دعام کی ہنسی کمرے میں شہد کی مٹھاس گھول رہی تھی۔

"!ویری گڈ! بہت اچھے بچے ہیں آپ"

دعام نے خوشی سے کہا، اور اس نے سردار کے گال پر پیار سے تھپتھپایا۔

کل میں آپ کے بالوں کی پونی بناؤں گی۔ آج تو بس مونچھیں ہی تھیں، کل" "!اصلی فنکاری دکھاؤں گی

وہ سردار کے کالے گھنے بالوں میں اپنی انگلیاں چلاتے ہوئے شرارت سے بولی، اس کی انگلیوں کا لمس سردار کو ایک عجیب سکون دے رہا تھا۔ لیکن پونی کی بات سن کر اس دفعہ سردار نے اسے پیار سے گھورا، اس کی نظروں میں ایک لمحے کو حیرت اور پھر ہنسی جھلک گئی۔

دعام نے سردار کے چہرے پر یہ گھورنا دیکھا تو ہونٹ باہر کو لٹکاتے ہوئے بولی، اس کی آواز میں ایک مصنوعی ناراضگی اور معصومیت تھی جو سردار کا دل موم کر گئی۔

آپ مجھے غصے سے گھور رہے ہیں؟ میں جانتی ہوں آپ کو پونی بنانا پسند نہیں" "ہے، لیکن آپ کو بنانی پڑے گی، میں نے سوچ لیا ہے۔

سردار نے اپنا سر جھکا کر اس کے ماتھے پر پیار کیا، اس کا دل ایک دفعہ پھر دعام کی معصومیت اور شرارت پر ہار گیا۔

سردار کے غصے کی مجال جو وہ سردار کے سوہنے مکھڑے کی طرف آئے!"

"میری جان تم تو میری زندگی ہو، میرا سکون ہو۔

سردار نے پیار سے کہا، اس کے لہجے میں محبت کے سوا کچھ نہیں تھا۔

جو دل میں آئے وہ کرنا، میرا سوہنا مکھڑا۔ تم جو چاہو کر سکتی ہو، تمہاری ہر "

"خواہش میرے لیے حکم ہے۔

اس نے دعام کا سر اپنے سینے پر رکھا،

جو دل میں آئے وہ کرنا، میری جان۔ میں تو ویسے بھی سر پر کپڑا باندھ کر رکھتا' ہوں، کوئی دیکھ نہیں پائے گا۔ بس میری دعام خوش ہونی چاہیے۔'اس نے دل میں سوچا اس کے ہونٹوں پر ایک گہری مسکراہٹ آ گئی، تاکہ دعام اس کی سوچ سن نہ سکے، اور وہ اپنی بادشاہت کا لطف اٹھاتی رہے۔

پولیس اسٹیشن کا وہ چھوٹا سا کمرہ گرمی اور پرانے کاغذات کی عجیب سی بو سے بھرا ہوا تھا۔ باہر کی تپش کھڑکی سے اندر آنے والی ہوا کو بھی گرم کر رہی تھی۔ انسپکٹر اکرم اپنی لکڑی کی کرسی پر بیٹھا تھا، جس کی پیٹھ لگی ہوئی تھی۔ اس کے ماتھے پر غصے کی لکیریں صاف ابھر آئی تھیں اور اس کی آنکھوں میں شدید چڑچڑاہٹ تھی۔ سارا دن کی تھکن اور اب یہ ایک اور سر درد، اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا سر پھٹ جائے گا۔

اس کے ٹھیک سامنے ایک بوڑھا شخص کھڑا تھا، جس کی کمر جھکی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھوں کی رگیں نمایاں تھیں۔ اس کے ہاتھ جڑے ہوئے تھے اور اس کی بھورے رنگ کی آنکھوں میں بے بسی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ابا کے چہرے پر پھیلی پریشانی ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

"آپ روز روز صرف مجھے تنگ کرنے کے لیے آ رہے ہیں، انکل!" اکرم نے اپنی آواز میں شدید غصہ بھر کر کہا، اس کی آواز کمرے کی خاموشی کو توڑتی

ہوئی محسوس ہوئی۔ "پلیز، سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں ایک سرکاری آدمی ہوں۔ آپ اس طرح پولیس اسٹیشن میں نہیں آسکتے۔ یہ کوئی آپ کا گھر نہیں ہے! میری ذاتی زندگی کے بارے میں یہاں کوئی نہیں جانتا۔ میں یہاں اپنی نوکری کرتا ہوں، ذاتی مسائل حل نہیں کرتا۔" اس کے الفاظ کسی تیز دھار خنجر کی طرح تھے۔

بوڑھے شخص نے ایک قدم آگے بڑھایا، اس کا چہرہ مزید گہرا ہوا۔ "بیٹا! میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ میری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے۔ اس کے ساتھ یوں مت کرو۔" اس کی آواز رندھ گئی، جیسے گلے میں الفاظ اٹک رہے ہوں۔ "تم نے نکاح کیا ہے اس کے ساتھ۔ میں جانتا ہوں وہ اپنے بچپن میں تمہارے ساتھ زندگی کی بازی لگا چکی ہے لیکن اب نکاح ہو چکا ہے۔ تم میری بیٹی کے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے۔ یہ ظلم ہے۔" وہ سسکیاں بھرنے لگے۔

اکرم کے ہونٹوں پر ایک سرد، بے رحم مسکراہٹ ابھری۔ اس کی آنکھوں میں ایک عیاری سی چمک آئی۔ "نکاح ہو چکا ہے کا کیا مطلب ہے انکل؟" اس نے سوال کو ہی لہجے کی تلوار بنا دیا۔

آپ کی بیٹی نے مجھے دھوکہ دیا ہے! اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں اس سے نکاح کروں گا تو وہ مجھے ڈاکو قبیلے کا نقشہ دے گی! پھر جو ہوا، سب آپ کے سامنے ہوا۔

اکرم نے کرسی کی پشت پر ہاتھ مارا۔

اب آپ بتائیں کیا کرنا چاہیے۔" اس نے بات کو جان بوجھ کر لمبا کیا، جیسے ابا" کی بے بسی سے لطف اٹھا رہا ہو۔ "ویسے اگر نکاح ہو چکا ہے، رشتہ بن چکا ہے، تو رشتہ ٹوٹنے میں کتنا ہی وقت لگے گا؟" اس کے آخری جملے نے ابا پر بجلی گرا دی۔ اس کے چہرے پر زلزلے جیسے آثار نمایاں ہو گئے، جیسے اس کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی ہو۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، اور ہونٹ کانپنے لگے۔ اس کے اندر کی دنیا جیسے لمحے بھر میں بکھر گئی۔

ابا۔نے مزید کچھ کہنے کی کوشش کی، مگر الفاظ حلق میں ہی گھٹ گئے۔ وہ بے بسی کے عالم میں ہاتھ جوڑ کر دوبارہ منتیں کرنے لگا، اس کے کندھے لرز رہے تھے۔ اکرم کو اس کی حالت سے ذرا بھی فرق نہ پڑا۔ اس نے وہیں، کونے میں خاموشی سے کھڑے ایک لمبے قد کے ہولدار کو آنکھ کے اشارے سے کہا کہ اسے باہر نکالے۔ ہولدار نے سر ہلا دیا اور آہستہ سے ابا کی طرف بڑھا۔ اکرم کو اب مزید ایک لمحہ بھی اس منظر کو برداشت نہیں کرنا تھا۔ وہ اپنی کرسی سے غصے سے اٹھا اور ایک ہی جھٹکے میں کمرے کے اندرونی حصے کی طرف چلا گیا، جیسے کسی چیز سے پیچھا چھڑا رہا ہو۔ ابا وہیں ساکت کھڑے رہ گئے، اس کی نظریں دروازے پر جمی تھیں جہاں سے اکرم غائب ہوا تھا۔ ہولدار نے اب اس کا بازو تھاما اور اسے کمرے سے باہر لے جانے لگا۔

ooooooo

ڈاکوؤں کے قبیلے کی کچی مٹی کی ایک راہداری کے قریب، دھوپ اپنے پورے جوبن پر تھی۔ سردار دلدار ایک پتھر پر چوکڑی مارے بیٹھا تھا، اس کا چہرہ کچھ

سوچوں میں گم تھا۔ پاس ہی بالا، کھڑا تھا جو سردار کے چہرے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ بالا کی نظریں سردار کے چہرے پر گڑی تھیں، اسے کچھ الگ سا محسوس ہو رہا تھا۔

آج تیرے چہرے پر کچھ الگ سا محسوس ہو رہا ہے سردار۔" بالا نے سر جھکا کر" کہا، اس کی آواز میں تجسس تھا۔ "ایسا لگ رہا ہے کوئی بدلاؤ آیا ہے۔ کچھ کیا ہے کیا تو نے اپنے چہرے کے ساتھ؟" بالا کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ وہ کب سے سردار کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

سردار دلدار کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنی گھنی مونچھوں کی طرف گیا اور اس نے انہیں ہلکے سے چھوا۔ اگر اس نے اپنے سوہنے مکھڑے سے وعدہ نہ کیا ہوتا، تو وہ اپنی مونچھوں کو پہلے کی طرح اکڑا کر اوپر کی طرف کر دیتا۔ مونچھیں ویسے تو اب بھی اوپر کی طرف ہی تھیں، لیکن پہلے سے ذرا کم اکڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔

نہیں، کچھ نہیں کیا۔" سردار دلدار نے اپنے ہاتھ کو واپس لاتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں سکون تھا۔

پھر اس نے اچانک بالا کی طرف دیکھا اور لہجے میں شرارت بھرتے ہوئے پوچھا۔

"تو بتا، اپنے ڈاکٹرانی سے ملنے گیا یا نہیں؟"

بالا کا چہرہ فوراً مایوسی سے بھر گیا۔ اس نے اپنے کندھے اچکائے۔ "کیسے جاؤں گا سردار؟ تمہاری اجازت درکار ہے، اور پھر جانے کے لیے کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے نا؟" وہ بے بسی سے بولا، اس کی نظریں زمین پر جم گئیں۔

سردار دلدار کے چہرے پر ایک چالاک مسکراہٹ پھیلی۔ اس نے اچانک اپنے پاس پڑا ایک جلتا ہوا جاگو (لکڑی کا چھوٹا ٹکڑا یا لکڑی میں آگ) اٹھایا اور اگلے ہی لمحے تیزی سے اسے بالا کے ہاتھ پر لگا دیا۔ انداز ایسا تھا جیسے اس پر حملہ کرنے لگا ہو۔ آگ کی تپش نے بالا کو چونکا دیا، اور وہ زور سے چیخ اٹھا! اس نے فوراً ہاتھ جھٹکا۔

جا دفع ہو جا! وجہ مل گئی نا! پٹی بندھوا کے لا۔" سردار دلدار نے اسے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا، اس کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی۔ بالا حیران و پریشان کھڑا رہ گیا، اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔ وہ شاید توقع نہیں کر رہا تھا کہ سردار اسے اس طرح بھجوائے گا۔ وہ اپنا ہاتھ سہلاتا ہوا قبیلے سے باہر کی طرف چلا گیا، اس کے ذہن میں سردار کی یہ انوکھی اجازت گھوم رہی تھی۔

ooooooo

قبیلے کا رسوئی خانہ (باورچی خانہ) اس وقت جہنم کا منظر پیش کر رہا تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ ہوا میں بھی تپش محسوس ہو رہی تھی۔ لکڑی کے چولہے پر آگ بھڑک رہی تھی اور اس کی لپٹیں پورے کمرے کو مزید گرم کر رہی تھیں۔

اس شدید گرمی کے باوجود، دعا م چولہے کے پاس کھڑی، ایک بڑے برتن میں چمچہ چلا رہی تھی۔ پسینے کے قطرے اس کے ماتھے سے بہہ کر آنکھوں میں جا رہے تھے، اور اس کی چادر پوری طرح بھیگ چکی تھی، جو اس کے جسم سے چپک رہی تھی۔

میرو، پریشانی کے عالم میں اس کے پاؤں پکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آواز میں خوف اور التجا تھی۔ "خدا کے لیے مت کریں! دعام، گرمی بہت ہے۔ آپ رسوئی خانے سے نکل جائیں! آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" اس نے سر اٹھا کر دعام کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں بے پناہ فکر تھی۔ "کیوں ہمیں سردار سے قتل کروانا چاہتی ہیں؟ وہ آپ کو یہاں دیکھ لیں گے تو ہمیں نہیں بخشیں گے!"

دعام نے ایک لمحے کے لیے بھی میرو کی طرف نہیں دیکھا۔ اس کی تمام توجہ برتن میں پکتی ہوئی یخنی پر تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن کے باوجود ایک پختہ ارادہ تھا، ایک یقین۔ "میرو بھیا، کچھ نہیں ہوتا مجھے۔ کرنے دیجیے۔" اس کی آواز میں نرمی تھی مگر فیصلہ اٹل تھا۔ "میرا بھائی بیمار ہے، اگر میں نہیں کروں گی تو کون کرے گا؟" اس نے چمچہ ہلاتے ہوئے کہا۔ "اور ویسے بھی، میرے ہاتھ کی یخنی بہت مزے کی ہوتی ہے۔ وہ فوراً سے کھا لیں گے۔" اس کے چہرے پر اپنے ہاتھوں کے ذائقے پر پورا یقین تھا۔

تھوڑی تھوڑی دیر میں کوئی نہ کوئی ڈاکو اس باورچی خانے میں آجاتا۔ کوئی اسے روکنے کی کوشش کرتا، کوئی گرمی کی شکایت کرتا، مگر دعام کسی کی نہیں سن رہی تھی۔ دو جوان ڈاکو تو اس کے پیچھے کھڑے ہاتھوں میں پنکھیاں لیے اسے مسلسل پنکھا کر رہے تھے، تاکہ اسے گرمی نہ لگے۔ ان کے چہروں پر بھی پریشانی اور فکر مندی نمایاں تھی۔ وہ جانتے تھے کہ سردار دلدار کو دعام کا یوں گرمی میں کام کرنا بالکل پسند نہیں آئے گا۔

میرو نے ایک گہری سانس لی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ سب اسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ کسی کی سن نہیں رہی تھی۔ اب کی دفعہ، میرو کو لگا کہ سردار دلدار کو بتانے میں ہی بہتری ہے۔ اگر دعام کو کچھ ہو گیا تو سردار انہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ "ورنہ اس لڑکی نے خود تو مرنا ہی تھا، انہیں بھی مروانا تھا،" میرو نے دل میں سوچا اور پھر تیزی سے سردار دلدار کو خبر کرنے کے لیے باورچی خانے سے باہر نکل گیا۔

○○○○○○○

میرو کی اطلاع ملتے ہی، سردار دلدار بجلی کی تیزی سے رسوئی خانے کی طرف لپکا۔ اس کے چہرے پر غصہ اور فکر مندی ایک ساتھ نمایاں تھی۔ جب وہ باورچی خانے کے دہانے پر پہنچا تو اندر کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ دعام، پسینے میں شرابور، چولہے کے پاس کھڑی تھی اور باقی ڈاکو اس کے گرد فکر مند کھڑے تھے۔

یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟" سردار دلدار کی آواز گرجی، جیسے بادل گرجے ہوں۔"

"اور تم یہاں کیا کر رہی ہو میرا سوہنا مکھڑا؟" اس کے لہجے میں فکر شامل تھی۔

"اتنی گرمی ہے، جل جاؤ گی ہاں!" وہ بغیر کسی توقف کے ایک ہی جھٹکے میں دعام کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے کچن سے باہر نکالنے لگا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت مضبوط تھی، وہ اسے ایک سیکنڈ بھی مزید وہاں رہنے دینا نہیں چاہتا تھا۔

دعام نے سختی سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی، مگر سردار کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی۔ "ارے مجھے کچھ نہیں ہوتا! آپ چھوڑیں میرا ہاتھ!" اس کی آواز

میں ایک عجیب سی ضد تھی۔ "مجھے اپنے جمرو بھیا کے لیے یخنی بنانی ہے۔" اس نے غصے سے سردار کی طرف دیکھا۔ "آپ بتا نہیں انہیں کیا کیا کھلا رہے ہیں! اس سے تو ان کا زخم جلدی ٹھیک ہی نہیں ہو گا! ان کے کھانے میں بھی پرہیزی کھانا شامل کرنا ہو گا! آپ لوگوں کو کچھ نہیں پتہ! پیچھے ہٹیں! میں خود اپنے جمرو بھیا کو ٹھیک کر لوں گی۔" اس کے لہجے میں اپنے بھائی کے لیے گہری محبت اور فکرمندی تھی۔

تم باہر نکلو یہاں سے!" سردار دلدار کی آواز میں اب مزید سختی آگئی تھی۔" اس نے اس بار دعام کو پوری طرح سے پکڑ کر باہر نکالنا چاہا، جیسے وہ اب کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

لیکن دعام بھی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ "نہیں نکلوں گی میں باہر! آپ پیچھے ہٹیں!" اس نے سردار کے بازو پر اپنی انگلی چبھوئی۔ "مجھے میری مرضی کیوں نہیں کرنے دیتے؟ جائیں یہاں سے باہر ہوں! سردار! آپ اس قبیلے کے سردار ہوں گے، مجھ پر سرداری جھاڑنے کی

ضرورت نہیں ہے!" اس نے سردار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں، اور انگلی اٹھا کر بولی، "میں نہیں ڈرتی آپ سے!"

اس کے جملے سن کر سردار دلدار جہاں کھڑا تھا وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اس کا ہاتھ دعام کے بازو پر ساکت ہو گیا، اور اس کی آنکھوں میں حیرت تیر گئی۔ اس نے شاید کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اسے اس طرح سے جواب دے گا۔ ان کے آس پاس جو ڈاکو کھڑے تھے، ان سب کے منہ تو حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کو سردار دلدار سے یوں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ فضا میں لمحے بھر کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی۔

سردار دلدار نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس نے اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی مگر دعام سے مزید بحث بھی نہیں کی۔ اس کی نظریں پیچھے کھڑے اس لڑکے پر پڑیں جو دعام کو پنکھا کر رہا تھا۔ "پنکھا کرو! پنکھار کنا نہیں چاہیے! گرمی نہ لگے سردارنی کو!" اس نے روعب سے لڑکے کو کہا۔ لڑکے نے جو کب سے اسے پنکھا کرتے دعام کو گرمی سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا، فوراً اپنے ہاتھ اور

تیزی سے چلانے شروع کر دیے تا کہ دعام کو ذرا بھی گرمی محسوس نہ ہو۔ یہ اب ظاہری سی بات تھی کہ سردار کا رعب سردارنی پر تو چلا نہیں تھا، اب ان پر ہی چلنا تھا۔

ooooooo

اس چھوٹے سے مکان کے اندر، نیم تاریک کمرے میں رباب ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی حالت بہت نازک تھی۔ اس کے بازو میں اب بھی ڈرپ لگی ہوئی تھی، اور ڈرپ کی بوتل ایک لکڑی کے کھونٹے سے لٹک رہی تھی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ اس کے سر پر ایک عجیب سا جنون سوار تھا، ایک ایسی لگن جو اسے بے چین کیے ہوئے تھی۔ اس کے دماغ میں کوئی بات مسلسل گھوم رہی تھی، جسے وہ ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتی تھی۔

باہر صحن میں، لکڑی کی ایک پرانی چارپائی پر رباب کے ابا آ کر بیٹھ گئے تھے۔ دن بھر کی تھکن ان کے کندھوں پر بوجھ بنی ہوئی تھی۔ ان کے چہرے پر گہری

پریشانی کے سائے منڈلا رہے تھے، اور ان کی نظریں ادھر ادھر بے مقصد گھوم رہی تھیں۔ وہ ابھی ابھی انسپیکٹر اکرم کے پاس سے واپس آئے تھے۔

اکرم، جو اپنی ضد کا بہت پکا تھا، انہیں کسی طرح کی نرمی کی کوئی امید نہیں دے رہا تھا۔ وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا اور اس نے ابا کو صاف لفظوں میں اپنی مرضی بتا دی تھی۔ پہلے تو اکرم نے انہیں غصے میں اپنے دفتر سے بے رخی سے نکال دیا تھا، ان کی عمر اور التجاؤں کا ذرا بھی خیال نہ کرتے ہوئے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد، اکرم نے انہیں دوبارہ اپنے دفتر بلا کر ایک ایسی بات کہی تھی، جو ابا کو گہرا سوچنے پر مجبور کر گئی تھی۔

یہ کوئی عام بات نہیں تھی، بلکہ ایک کڑی شرط تھی، ایک ایسا مطالبہ جس پر عمل کرنا ابا کے لیے بے حد مشکل تھا۔ یہ شرط ان کی بیٹی کی زندگی سے جڑی تھی، یا شاید اس کے مستقبل سے۔ وہ چارپائی پر بے جان سے بیٹھے تھے، ان کے ذہن میں اکرم کے الفاظ گونج رہے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ

اس مشکل صورتحال سے کیسے نکلیں۔ ان کا دل اپنی بیٹی کی حالت اور اکرم کی شرط کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔

ooooooo

قبیلے کے رسوئی خانے میں اب بھی گرمی اپنے پورے جوبن پر تھی۔ چولہے کی آگ کی تپش نے اندر کا ماحول بھٹی جیسا بنا رکھا تھا۔ دعام، جس کا چہرہ پسینے سے بھیگا تھا، چولہے پر پکتی ہوئی یخنی کو ایک بڑے چمچے سے ہلا رہی تھی۔ یخنی کی خوشبو پورے کمرے میں پھیل رہی تھی۔ وہ اب ایک بڑے ڈونگے میں یخنی کو نکالنے ہی لگی تھی کہ پیچھے سے میرو، جو اس کی حفاظت پر مامور تھا، تیزی سے اس کے پاس آیا اور اسے ٹوک دیا۔

سردارنی، میں ڈال دیتا ہوں اس کو ڈش میں۔" میرو نے دعام کے ہاتھ سے " ڈونگا لیتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں گہرا احترام اور فکرمندی تھی۔ "آپ مزید کام نہ کریں! سردار کا حکم ہے کہ آپ کو آرام کرنا ہے۔" اس نے دعام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔

دعام نے ایک لمحے کے لیے میرو کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک چھوٹی سی شرارت تھی۔

میں کر دوں گی، میرو بھیا!" اس کے لہجے میں اب بھی اپنی بات منوانے کی ضد تھی۔ پھر اس کے چہرے پر ایک نرمی آئی، اور اس نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا "چلو، آپ ہی کرو۔

اس نے ڈونگا میرو کے ہاتھ میں مکمل طور پر تھما دیا۔ "بس خیال رہے کہ اس کو لے کر سیدھا باہر آ جانا۔ جبرو بھیا انتظار کر رہے ہوں گے" وہ تیزی سے پیچھے ہٹی اور اپنی بھیگی ہوئی چادر کو درست کرنے لگی۔ "تب تک میں فریش ہونے جا "رہی ہوں، ٹھیک ہے؟

یہ کہہ کر دعام رسوئی خانے کی تپش سے باہر نکل آئی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور سیدھی اوپر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ آج اسے زندگی میں پہلی دفعہ واقعی شدید گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے جسم کا ایک ایک حصہ تھک چکا تھا، مگر اس کے دل میں ایک عجیب سی خوشی تھی۔ ورنہ اس نے اتنے

سالوں سے اپنے گھر میں کام کرتے ہوئے کبھی بھی ان سارے موسموں کو خود پر حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔ اسے کبھی کسی نے اتنی اہمیت نہیں دی تھی کہ اس سے گرمی یا سردی کا فرق محسوس ہوتا، یا کوئی اس کی تھکن پر غور کرتا۔

یہاں ڈاکوؤں کے قبیلے میں سب کچھ کتنا الگ تھا۔ یہاں اسے ہر کوئی اہمیت دیتا تھا، اس کا خیال رکھتا تھا۔ میرو کی فکرمندی، اور سردار دلدار کا اسے کچن سے باہر نکالنے کا غصہ، یہ سب اس کے لیے نیا اور خاص تھا۔ وہ سب لوگ کس طرح اس کی خدمت کرتے تھے، اس کے آرام کا خیال رکھتے تھے، جیسے وہ ان کی اپنی ہو۔ دعام کو محسوس ہوا کہ یہاں آکر اسے زندگی کو جیسے ایک اصل پہچان مل گئی ہو۔ ایک ایسی پہچان جہاں اسے خود کی قدر کا احساس ہو رہا تھا۔

ooooooo

رباب کے گھر کا ماحول شدید پریشانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مدھم روشنی کمرے میں پھیلی تھی جو ماحول کی اداسی کو اور بڑھا رہی تھی۔ باہر صحن میں، لکڑی کی ایک پرانی چارپائی پر رباب کے ابا بیٹھے تھے، ان کے چہرے پر گہری تھکن اور مایوسی

تھی۔ ان کے ساتھ ہی اماں بیٹھی تھیں، ان کی آنکھوں میں مسلسل آنسو تھے اور آواز میں بے بسی صاف سنائی دے رہی تھی۔

آپ بات کریں نا اکرم سے! آپ ایک دفعہ پھر سے جائیں پولیس اسٹیشن۔""

اماں کی آواز بھرا گئی تھی، وہ روتے روتے ہلکان ہو چکی تھیں۔ "نہ وہ فون اٹھا رہا ہے، نہ ہی وہ ہماری کوئی بات سننے کو راضی ہے۔ ہماری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے۔" وہ اپنے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھ رہی تھیں۔ "ہماری رباب کی یہ "حالت ہو گئی ہے، اور وہ پتھر بن کر بیٹھا ہے۔

وہیں پر رباب کے چچا اور چاچی بیٹھے ہوئے تھے،

ان کے چہروں پر رباب کے لیے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ ان کے لیے رباب کی یہ حالت اور اس کی بیماری صرف چونچلے ہی تھے۔

حد نہیں ہو گئی سارے گھر کا ماحول تباہ کر رکھا ہے اس لڑکی نے "صرف نکاح ہی تو ہوا تھا، کون سا رخصتی ہو گئی تھی جو وہ اتنی پاگل ہو رہی تھی اس آدمی کے پیچھے ؟" چاچی نے منہ بسورتے ہوئے کہا، ان کے لہجے میں طنز تھا۔ "اور پھر ان

سب لوگوں سے چھپ چھپا کر اسے اکرم کے ساتھ اس طرح کی ڈیل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جس کا بعد میں اس طرح خمیازہ نہ بھگتنا پڑے؟ یہ سب اس کی اپنی غلطیاں ہیں۔" ان کے الفاظ رباب کے ابا کے دل پر پتھر کی طرح گر رہے تھے، مگر وہ خاموش بیٹھے تھے۔

تم چپ کر جاؤ ہماری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے۔ اللہ نہ کرے تمہاری بیٹی پر ایسا وقت ائے رضیہ۔ اماں کا لہجہ سخت تھا جب کہ چاچی اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

ابا نے ایک گہرا سانس لیا، ان کی نگاہیں دور خلا میں جمی تھیں۔ ان کے چہرے پر تھکن اور بے بسی صاف نظر آ رہی تھی۔ "نہیں، وہ کوئی بات سننے کو راضی نہیں ہے۔" ابا نے کہا، ان کی آواز میں مایوسی اور بے چارگی تھی۔ "اس نے مجھ سے بات کی ہے، اس نے میرے سامنے ایک شرط رکھی ہے۔" ابا نے اماں کی طرف دیکھا، ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، جیسے انہیں کوئی راستہ نظر آیا ہو۔ "اگر ہم وہ شرط پوری کر دیتے ہیں تو وہ رباب کو رخصت بھی کرے گا اور اسے ساری زندگی اپنے ساتھ خوش بھی رکھے گا۔ یہ اس کا وعدہ

ہے۔" ابا نے جیسے اماں کو ایک امید کی کرن دکھائی تھی، اور اماں تو پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک نئی چمک ابھری، جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو۔

ooooooo

ڈاکوؤں کے قبیلے کے باہر، کچی مٹی کا ایک کھلا میدان تھا جہاں شام ڈھلنے کے بعد موسم خوشگوار ہو جاتا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور دور کہیں سے چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہیں ایک بڑے سے چبوترے پر سب لوگ مل کر کھانا کھا رہے تھے۔ ہنسی مذاق اور باتوں کی آوازیں ماحول میں گھل رہی تھیں۔ سردار دلدار بھی وہیں اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھا تھا، اس کے چہرے پر سکون اور اطمینان تھا۔ دعام بھی آج اوپر اپنے کمرے سے نیچے آگئی تھی اور سب کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھی تھی۔ اس وقت وہ نیلے رنگ کی سوتی فراک میں بے حد پیاری اور معصوم لگ رہی تھی، اس کی سادگی اور خوبصورتی سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

جبرو، جو ابھی تک تکلیف سے نڈھال تھا، اسے بھی ٹھنڈی ہوا لگوانے کے لیے اس کی چارپائی باہر چبوترے کے قریب لا کر رکھی گئی تھی۔ وہ بھی وہیں چارپائی پر لیٹا، پیچھے تکیوں کے سہارے بیٹھتے ہوئے اپنا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی کافی حد تک سکون آچکا تھا، کیونکہ اب اسے ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔

جمرو نے اپنے سامنے رکھی یخنی کا ڈونگا اٹھایا اور ایک چمچ بھر کر منہ میں ڈالا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ اسے اپنی زبان پر ایک انوکھا اور لذیذ ذائقہ محسوس ہوا۔

ایسی مزیدار یخنی میں نے زندگی میں نہیں کھائی! بہت اچھی بنی ہے!" اس نے" دعام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں سچی تعریف تھی اور چہرے پر مسکراہٹ۔ "مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا یخنی ایسی بنائی جاتی ہے! یہ میرو تو پتہ نہیں یخنی کے نام پر آج تک مجھے کیا کھلاتا رہا ہے!" وہ میرو کو ہنسی میں باتیں سناتے

ہوئے دعام کی تعریف کر رہا تھا۔ میرو نے شرمندہ ہو کر اپنا سر جھکا لیا اور ہلکا سا مسکرا دیا۔

دعام کے چہرے پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ آئی، اس کے گال ہلکے سے سرخ ہو گئے

"۔" آپ کو اتنا پسند آیا ہے؟" اس نے خوشی سے کہا۔

"میں روز بنا دوں گی! جب تک آپ کا دل کرے گا۔

سردار نے گھوڑ کر اسے دیکھا اس کا لہجہ فوراً سخت ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے، ایک حقیقی سردار کے انداز میں کہا۔ "خبردار! جو آج کے بعد تم نے کچن میں قدم رکھا! اگر آج تمہاری ضد مان لی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اپنی من مانیوں پر اتر آؤ گی! میری بات سنو گی!" اس کی آواز میں سرداری رعب تھا، جو قبیلے میں سب اس سے ڈرتے تھے۔

دعام کی مسکراہٹ فوراََ غائب ہو گئی۔ اس نے ہونٹ باہر لٹکا لیے اور بے یقینی سے سردار کو دیکھا۔ اس کی معصومیت اور ضد دونوں ایک ساتھ عیاں تھیں۔ "آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں؟" اس کی آواز میں حیرت اور ہلکی سی شکایت تھی۔ سردار تو اپنا سر پکڑ کر رہ گیا تھا، اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کا حکم دعام پر یوں اثر کرے گا۔ اس کے رعب کا دعام پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

سردار دلدار نے آہ بھری، جیسے اس نے ہار مان لی ہو۔ "نہیں، میرا سجن سائیں! میں نہیں ڈانٹ رہا تمہیں!" اس کا لہجہ نرم ہو گیا، اس کے رعب کی جگہ محبت نے لے لی تھی۔ "بس بتا رہا ہوں کہ گرمی بہت ہے! اپنے یہ شوق تم سردیوں میں پورے کرنا۔" وہ دعام کے سامنے پوری طرح سے بے بس تھا، اس کی خوبصورتی اور معصوم ضد کے سامنے اس کا سارا رعب بالکل پگھل گیا تھا۔

دعام نے اپنی آنکھوں میں ایک شرارت بھری چمک لائی۔ اس نے اپنی چھوٹی سی انگلی اٹھا کر سردار کی طرف اشارہ کیا، اس کی آواز میں اب اعتماد تھا، جیسے وہ

سردار کو چیلنج کر رہی ہو۔ "میرے شوق، میری مرضی! میں جب دل کرے گا تب پورا کروں گی۔" اس نے سردار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

خبردار جو آپ نے مجھے ان آنکھوں سے گھورا! دیکھ لیں کتنے بھائی ہیں میرے "

"! یہاں

اس نے سامنے بیٹھے ڈاکوؤں کی طرف اشارہ کیا جو خود ہی سردار کی آنکھیں دیکھ کر سہم سے گئے تھے، یہ دیکھ کر کہ دعام سردار سے کیسے بات کر رہی تھی

"!۔" یہ نہ ہو کہ آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں

سردار دلدار کے ہونٹوں پر ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ آئی، اس نے سر ہلا دیا۔

ڈر گیا میں تمہارے بھائیوں سے.... "اس نے مزید کچھ کہنے کا موقع نہیں " دیا۔ اس نے جلدی سے ایک نوالہ بنایا اور دعام کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کے منہ میں ڈال گیا۔ دعام، اگرچہ سردار سے ناراض ہونے کا پکا پلان بنا رہی تھی، لیکن اب نوالہ کھانے اور کھانا کھانے میں مصروف ہو گئی۔

اس سب کے دوران، بالا نہ جانے کہاں گیا تھا۔ اس کی واپسی اب تک نہیں ہوئی تھی، جس کا مطلب تھا کہ اس کا ڈاکٹرانی سے ملنا ابھی باقی تھا۔ سردار نے ایک نظر اس خالی جگہ پر ڈالی جہاں بالا بیٹھا ہوتا تھا۔ پھر مسکرا دیا

○○○○○○○

بالا اس وقت شہر کے ایک چھوٹے سے ہسپتال پہنچا تھا۔ ہسپتال کی عمارت پرانی تھی، اور اندر سے دوائیوں کی تیز بو آ رہی تھی۔ اس کا ہاتھ کا زخم تو بالکل چھوٹا سا تھا جو سردار دلدار نے جاگو سے لگایا تھا، لیکن آتے آتے اس نے اپنے زخم کو اچھا خاصا بگاڑ لیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ پر گندی پٹی باندھ رکھی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسی بہانے ڈاکٹر بیلا سے اپنا علاج بھی کروائے گا، اور کچھ دیر اس کے پاس رکے گا۔

ہسپتال کے مرکزی کاؤنٹر پر پہنچ کر، بالا نے اپنی مخصوص ڈاکوؤں والی چال میں قدم اٹھائے اور ایک روکے انداز میں پوچھا۔ "ڈاکٹر بیلا کہاں ہے؟" اس کی آواز میں ایک ایسا رعب تھا جو عام ہسپتال کے ماحول میں ناگوار گزر رہا تھا۔

اس کے سامنے، کاؤنٹر میں کھڑا ایک نوجوان لڑکا نقاب پوش ڈاکو کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا اور اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اندر... اندر ہے وہ... وہاں... ڈاکٹروں کے کمرے میں!" اس کی آواز کانپ رہی تھی اور اس کے ہاتھ پسینے سے بھیگ گئے۔ بالا نے اسے دوسری نظر بھی نہ دیکھا اور کسی کی اجازت کا انتظار کیے بغیر سیدھا اندر داخل ہو گیا۔

اندر آپریشن تھیٹر جیسا ایک کمرہ تھا، جہاں روشنیاں تیز تھیں اور مشینوں کی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر بیلا ایک مریض کو دیکھ رہی تھی، اور اس کے ساتھ تین چار ڈاکٹرز اور بھی موجود تھے۔ بیلا نے جب بالا کو یوں اچانک اندر آتے دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، اس نے فوراً اسے پہچان لیا۔ بالا سیدھا اس کے پاس آیا اور ایک کرسی کھینچ کر اس کے بالکل ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

ڈاکٹر بیلا! چوٹ لگی ہے مجھے! علاج کرو!" اس نے حکم دیا، جیسے یہ اس کا حق ہو" اور بیلا کی ڈیوٹی۔ اس کا انداز بہت بے تکلف تھا۔

بیلا نے فوراً سے اس کے پاس سے اٹھی، اس کے چہرے پر سختی اور ناگواری صاف تھی۔ "معذرت، میں یہ کام نہیں کرتی۔" اس نے صاف انکار کیا، اس کی آواز میں مضبوطی تھی۔

آپ باہر نرس سے کروائیں! میرا کام یہ نہیں ہے۔" وہ یقیناً اسے پہچان چکی تھی کہ سامنے کون ہے،

بیلا کے ساتھ کھڑی ایک ڈاکٹر نے جو شاید بالا کے ڈھکے ہوئے چہرے اور ریوالور دیکھ کر سہم گیا تھا، آہستہ سے بیلا کے کان میں سرگوشی کی۔ "بیلا! دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟" اس نے بیلا کو جھنجھوڑا۔ "یہ کوئی عام انسان نہیں، بہت بڑا ڈاکو ہے! اس سے پہلے کہ یہ بندوق نکال کے ہم تینوں کا نشانہ لگا دے، تو اس کی پٹی کر دے اور معاملہ ختم کر!"

بالا نے ایک لمبی سانس لی، اس نے ڈاکٹر کی سرگوشی سن لی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔ اس نے اپنے جبہ سے فوراً ایک براؤن رنگ کا ریوالور نکال کر وہیں ڈیسک پر رکھ دیا۔ ریوالور کی ٹھنڈی دھات کی آواز

کمرے میں گونجی۔ پھر اس نے اپنا زخمی ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔ بیلا مرتی کیا نہ کرتی؟ اسے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان پیاری تھی۔ اس نے مجبوری میں، خاموشی سے اس کے زخم پر پٹی کرنا شروع کر دی۔

زخم واقعی بہت چھوٹا تھا، لیکن اس طرح بگاڑا گیا تھا کہ ایسا لگ رہا تھا جیسے بالا نے جان بوجھ کر اسے خراب کیا ہو تاکہ اسے ڈاکٹر بیلا سے ملنے کا موقع ملے۔ بیلا کے چہرے پر اکتاہٹ کے باوجود ایک عجیب سی تجسس بھی تھا کہ یہ ڈاکو اس سے ہی کیوں علاج کروانے آیا ہے۔

○○○○○○○○

ندی کنارے پتھروں پر سنہری دھوپ پھیل رہی تھی۔ دعا ایک بڑے پتھر پر بیٹھی، بے چینی سے کچے راستے پر نظریں جمائے تھی، جہاں سے بالا کو آنا تھا۔

کل رات سردار نے اسے بتایا تھا کہ بالا ڈاکٹر بیلا سے ملنے ہسپتال گیا ہے۔ دعا بالا سے اس ملاقات کی کہانیاں سننے کے لیے بیتاب تھی۔

اور اس سے بھی زیادہ اس سے اپنی کچی کیری کا انتظار تھا جو بالا روز اس کے لیے

لاتا تھا۔

آخر کار، دھول اڑاتا ہوا غبار ابھرا اور بالا خالی ہاتھ نمودار ہوا۔ دعام اسے خالی

ہاتھ دیکھ کر فوراً مایوس ہو گئی۔

" یہ کیا؟" دعام نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔"

کیا کیا۔۔۔۔!" بالا انجان بنا۔

خالی ہاتھ کیوں آ گئے ہو؟ میرا آم کدھر ہے؟ میں کب سے انتظار کر رہی

تھی!" اس نے منہ بسور لیا۔

بالا نے آہ بھر کر سر پر ہاتھ مارا۔

کیسے لے کر آتا؟"" تمہارا آم اس نے دور آم کے درخت کی طرف اشارہ کیا، "

جہاں آج سردار دلدار کی نظریں جمی تھیں۔

تمہارا وہ ڈاکو جی... وہ چارپائی پر لیٹا مجھے گھور رہا ہے! مجھے تو لگ رہا ہے اس کی نظر ہے مجھ پر! میں تو درخت کے قریب گیا ہی نہیں، اس کی ایک نظر ہی کافی تھی مجھے ڈرانے کے لیے!" اس کے لہجے میں خوف اور چڑچڑاہٹ تھی۔

اچھا، بیٹھنے دو پہلے مجھے سکون سے وہ اس کے پاس ہی بیٹھا ناراضگی اب بھی" تھی۔

آم کی بات میں دیکھی جائے گی، پہلے میں تمہیں کل والی ملاقات کا بتاتا" ہوں!" بالا کا چہرہ جوش سے چمک رہا تھا، کہ اسے اپنی "محبت کی داستان" سنانے کا موقع مل رہا ہے، جب دعام نے اسے ہاتھ کے اشارے سے چپ کروایا۔

جی نہیں جناب! پہلے میرا آم!" دعام نے ضد سے کہا۔"

مجھے ایسے آپ کی بورنگ باتیں سننے میں مزہ نہیں آئے گا! جب تک میرا ٹیکس مجھے نہ مل جائے، تب تک میں کسی کی کوئی بات نہیں سنتی۔ پہلے جائیں، میرے لیے ایک کچا اور کھٹا آم لے کر آؤ۔ پھر آکر اپنی محبت کی داستان سنانا۔" اس کی آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔

یار دعام پہلے سن تو لو، قسم سے بورنگ ملاقات نہیں تھی وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ٹیکس لگے گا میں فری میں کچھ نہیں سنتی، وہی ہی لاپرواانداز۔ بالا مجبوراً واپس اٹھا۔ اس نے بے چارگی بھری نظر دعام پر ڈالی، جس کا چہرہ آم کے لیے ضد سے چمک رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ دعام کی ضد کے آگے سردار دلدار بھی ہار مان لیتا تھا، تو اس کی کیا اوقات۔ وہ ایک لمبی آہ بھر کر، قبیلے کی طرف، جھجکتے قدموں سے آم کے درخت کی طرف چل دیا۔

○○○○○○○○

رباب کے گھر کا صحن، جو ہمیشہ ہنسنے بولنے کی آوازوں سے گونجتا تھا، آج کل ایک گہرے سکوت میں ڈوبا ہوا تھا۔ دوپہر کی دھوپ بھی بے جان سی لگ رہی تھی، اور گھر کے ہر کونے میں ایک ان دیکھے خوف کا سایہ منڈلا رہا تھا۔ وہ خوف تھا ڈاکوؤں کا،

جن کا ذکر ہی گھر کے ہر فرد کے دل میں دہشت پیدا کر دیتا تھا۔ ابا اور اماں کے

چہرے گہری پریشانی میں ڈوبے ہوئے تھے،

جبکہ چچا، جو ایک چارپائی پر بیٹھے حقہ گڑگڑا رہے تھے، ان کے تیور چڑھے

ہوئے تھے۔

ہمارے سروں پر پہلے ہی ڈاکوؤں کا ڈر سوار ہے اور ایسے میں اکرم کی بات ماننا"

ہمارے لیے بے حد مشکل ہے۔" ابا نے کہا، ان کی آواز میں بے بسی تھی۔

انہیں یاد تھا کہ کس طرح مشکل سے ان کی جان ان ڈاکوؤں سے چھوٹی تھی۔

ہم خود بھی ان ڈاکوؤں سے ڈرتے ہیں، اور اب اکرم نے جو شرط ہمارے

سامنے رکھ دی ہے، اسے دیکھ کر تو پریشانیاں مزید بھر گئی ہیں۔" ان کا دل

رباب کے حال سے بے چین تھا۔

چچا نے غصے سے اپنا حقہ ایک طرف رکھا اور ابا کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں

میں شدید ناراضگی تھی۔

خبر دار بھائی صاحب خبر دار! جو کسی نے ڈاکوؤں کا ذکر بھی اس گھر میں کیا!" ان کی آواز گونجی۔

بڑی مشکل سے جان چھوٹی ہے ان ڈاکوؤں سے، اللہ کا شکر ہے۔ اور وہ لوگ صرف دعام کے لیے اتنے بے قرار ہو رہے تھے؟" چچا نے اماں اور ابا دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

شکر کریں کہ صرف دعام کو ان کے حوالے کیا تو ہماری جان چھوٹ گئی، اگر وہ ہماری کسی اور بیٹی کا مطالبہ رکھ دیتے تو ہمارے سروں پر تو خاک پر جاتی۔

کتنی مشکل سے یہ کہہ کر بات کو دبایا ہے کہ دعام کا اس ڈاکو کے ساتھ چکر چل رہا تھا اسی لیے اس کے ساتھ نکاح پر وا دیا۔ اب اگر اپ ان ڈاک منہ میں گھسیں گے نا تو ہماری دو کوڑی کی عزت نہیں رہ جائے گی

آپ کو اپنی بیٹیوں کی پرواہ ہو نہ ہو، مجھے اپنی بیٹیوں کی پرواہ ہے۔ میں بار بار" یہ بدنامی نہیں سہ سکتا! پہلے ہی لوگوں کی زبانیں بند نہیں ہوتیں۔" ان کے لہجے میں غصہ اور سماجی دباؤ صاف جھلک رہا تھا۔

ابا کا دل دکھ سے بھرا ہوا تھا۔ انہیں تو بس اپنی رباب نظر آ رہی تھی، اس کا زرد چہرہ، اس کی بے جان آنکھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر رباب کی ایک دفعہ طلاق ہو گئی، تو اس کی زندگی مکمل طور پر برباد ہو جائے گی۔

اگر ایک دفعہ طلاق ہو گئی تو زندگی برباد ہو جائے گی،" یہ بات سوچ کر ہی ابا کا" دل دہک کر رہ گیا تھا

ان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے۔ "اور بغیر رخصتی کے طلاق... یہ تو ایک بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا! معاشرے میں اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔" یہ وہ بہت اچھے طریقے سے جانتے تھے۔ وہ اپنی بیٹی کی زندگی کسی صورت برباد نہیں کر سکتے تھے۔

ایسے میں، ایک طرف تو اکرم کی کڑی شرط کا دباؤ تھا اور دوسری طرف چچا کی طرف سے بھی بہت دباؤ تھا۔

چچا کی باتیں ان کے دل پر تلوار کی طرح چل رہی تھیں کہ اگر یہ مسئلہ زیادہ بڑھ گیا تو رباب کو طلاق دلوا دی جائے۔ ابا بے حد پریشان تھے، انہیں سمجھ

نہیں آرہا تھا کہ وہ اس دوہری مشکل سے کیسے نکلیں۔ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔

○○○○○○○

قبیلے کا میدان کھلا اور وسیع تھا۔ شام کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ دور مغرب میں سورج غروب ہونے والا تھا، اور آسمان پر نارنجی اور گلابی رنگ پھیل رہے تھے۔

سردار دلدار ایک بڑے درخت کے سائے میں کھڑا تھا، دعام ندی کی طرف گئی تھی اور اس نے اب بالا کو آم لینے بھیجا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، وہ بالا کی چالاکی کو سمجھ رہا تھا۔

بالا کی ہر حرکت پر اس کی نظر تھی بالا کبھی آم کے درخت کے قریب جاتا، کبھی اس کی طرف مڑ کر پیچھے دیکھتا، اور پھر واپس آجاتا۔ اس کا انداز بڑا عجیب اور جاسوسانہ تھا، جیسے وہ کوئی چوری کر رہا ہو۔ سردار دلدار کب سے یہ سب دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

بالا جب دوبارہ سردار کی طرف آتے دکھائی دیا تو سردار نے اسے روکا۔

یہ تم بار بار میدان کے چکر کیوں کاٹ رہے ہو، بالا؟" سردار نے پوچھا، "

دعام ندی پر اکیلی ہے، اسے تمہارا انتظار ہے۔ اور وہ سردارنی ہے، اسے زیادہ "
"انتظار نہیں کروا سکتے۔

۔" کچھ نہیں بس دیکھ رہا ہوں، سردار! میدان تھوڑا گندا ہو رہا ہے، کچرا پھیلا ہوا ہے، اور دھول بھی ہے۔ اس کی صفائی کروانی چاہیے، میں سوچ رہا تھا آج رات ہی کروالوں۔ تم کیا کہتے ہو؟" بالا نے جلدی سے بہانا بنایا، اس کے چہرے پر گھبراہٹ تھی

سردار دلدار کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز، گہری مسکراہٹ آئی۔ وہ بالا کی چالاکی کو بخوبی سمجھ چکا تھا۔

ہاں، میدان بھی کافی گندا ہو رہا ہے اور لوگوں کی نیت بھی۔ آج میرو کو بول "
کر یہ آم کے درخت کی چھٹائی کرواؤ! اور سنو، سارے آم اتار کر پھینک دو!

مجھے اس درخت پر ایک بھی آم نظر نہیں آنا چاہیے۔" اس نے حکم دیا، اس کی آواز میں ایسی سختی تھی جو بالا کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ بالا نے اپنی چوری پکڑے جانے پر شرمندگی سے سر کھجایا،

ہاں، کیوں نہیں! مجھے کوئی اعتراض نہیں!" بالا نے ہکلاتے ہوئے،۔"

بس تمہارا سجن سائیں نا روٹھ جائیں تم سے!" اس نے سردار دلدار کے اس" عمل کا سنگین نتیجہ اسے بتایا، اس کا اشارہ دعام کی طرف تھا جو آم کے بغیر ناراض ہو سکتی تھی۔ اس پر سردار دلدار نے اسے گھورا، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو بالا کو مزہ دے گئی۔

بالا نے سردار کی گھورتی نظروں کو محسوس کیا اور فوراََ اپنے لہجے میں نرمی لائی، مگر اپنے دل کی بات کہنے سے باز نہیں آیا۔

مجھے مت بھولو سردار! میرا کیا ہے، میں تو تمہاری ایک نظر سے گھبرا جاؤں" گا۔ لیکن وہ... وہ نہیں ڈرتی! یہ نہ ہو کہ تمہارے اس قدم سے تمہیں ہی قبیلے سے اٹھا کر باہر پھینک دے! یا تمہیں ہی آم کے درخت پر لٹکا دے! باقی آگے

تمہاری مرضی ہے!" وہ کندھے اچکا کر وہیں سے پلٹ گیا تھا۔ بالا کو جاتے دیکھ سردار کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آئی تھی، اسے دعام کی ضد اور بے خوفی پر بے انتہا پیار آ رہا تھا۔

اس کا میٹھا سائیں دن بدن شرارتی ہوتا جا رہا تھا۔

oooooooooo

رباب کے گھر کا لکڑی کا دروازہ آہستگی سے کھلا اور اکرم اندر داخل ہوا۔ اس کے انداز میں ایک ناقابل شکست غرور اور اکڑ صاف نظر آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ پرسکون تھا، اس پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

باہر اماں اور ابا ایک پرانی چارپائی پر بیٹھے تھے، ان کے چہرے پر گہری پریشانی کے سائے تھے اور ان کی آنکھیں امید اور خوف کے ملے جلے تاثرات لیے تھیں۔

السلام علیکم!" اکرم نے اپنی بھاری، گہری اور پر اعتماد آواز میں سلام دیا، اس کی نظریں براہ راست ابا پر جمی تھیں۔

ابا نے دبی ہوئی آواز میں جواب دیا،

وعلیکم السلام۔" ان کے دل میں اکرم کے لیے شدید غصہ تھا، لیکن وہ مجبوری اور بے بسی کے عالم میں تھے۔

اکرم نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ ابا کی طرف دیکھا۔

بہت اچھا فیصلہ کیا ہے آپ لوگوں نے۔ آپ کا یہ فیصلہ آپ کی بیٹی کی زندگی بدل دے گا، یہ میرا وعدہ ہے۔ وہ زندگی بھر خوش رہے گی۔" پھر اس نے اپنی نظریں گھر میں ادھر ادھر گھمائیں، جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔

کہاں ہے میری منکوحہ رباب؟ میں اس سے ملاقات کر سکتا ہوں اگر آپ کی اجازت ہو تو؟

ابا نے سر کے اشارے سے کمرے کے اندر اشارہ کیا، جہاں رباب لیٹی تھی۔ اکرم کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی، وہ اٹھ کر تیزی سے اندرونی کمرے کی طرف چلا گیا۔ اماں اور ابا ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھتے رہ گئے، ان کے چہرے پر ایک دوسرے کے لیے ہمدردی اور مشترکہ دکھ تھا، جیسے ان کی قسمت پر سے پردہ اٹھ گیا ہو اور وہ خود کو بے بس محسوس کر رہے ہوں۔

OOOOOOOO

اندرونی کمرے میں، ایک چھوٹے سے بستر پر رباب بے جان سی لیٹی ہوئی تھی۔ کمرے میں صرف ایک بلب کی زرد روشنی پھیلی تھی جو ماحول کو مزید اداس بنا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چھت پر جمی تھیں، جسم لاغر تھا اور چہرہ زرد پڑ چکا تھا، ہونٹ سوکھے ہوئے تھے۔ اس کے بازو میں ڈرپ ابھی بھی لگی ہوئی تھی، جس سے قطرہ قطرہ دوا اس کے جسم میں جا رہی تھی۔ اس کا وجود دکھ اور تھکن سے چور چور تھا۔ اکرم اندر داخل ہوا، اس کے قدموں میں ایک خاص

وقار تھا، جو اس کے مغرور مزاج کا آئینہ دار تھا۔ وہ رباب کے قریب آیا اور اس کے بستر کے پاس جا کر جھکا، اس کے چہرے پر ایک ہمدردی کا تاثر تھا۔

السلام علیکم، رباب میری جان!" اکرم نے نرم آواز میں کہا، اس کے لہجے میں " اچانک پیار بھر آیا تھا۔ اس نے رباب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

یہ کیا حالت بنالی ہے تم نے...؟ تم تو میری دنیا ہو۔ میری تو جان نکلی جا رہی " ہے تمہیں اس حالت میں دیکھ کر۔" رباب میں صرف تم سے ناراض تھا کوئی چھوڑ کر تھوڑی گیا تھا تمہیں۔

اکرم کی آواز سنتے ہی رباب نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ اس نے اکرم کو اپنے سامنے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں ایک دم سے آنسو بھر آئے۔ اس کا بے جان جسم جیسے اچانک زندہ ہو اٹھا۔ وہ جذباتی ہونے لگی اور سسکیاں بھرنے لگی۔ "اکرم...!" اس کی آواز لرز رہی تھی، جیسے صدیوں کے دکھ اس میں سمٹ گئے ہوں۔

آپ مجھے چھوڑ رہے ہیں؟ آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ میں مر جاؤں گی اکرم!"

میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر!" وہ اپنی تمام توانائی اکٹھی کر کے بستر پر اٹھ بیٹھی اور تیزی سے اس کے قریب آئی، اس کا لاغر وجود دکھ اور خوف سے کانپ رہا تھا۔

اکرم نے تیزی سے اسے اپنے بازوؤں میں بھرا اور اس کے لاغر وجود کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کا ہاتھ رباب کے بالوں میں پیار سے پھرنے لگا۔ اس "محرم محبت" کا یہ پہلا لمس رباب کو اندر تک سرشار کر گیا تھا۔ اسے لگا جیسے اسے ایک بار پھر زندگی مل گئی ہو، جیسے وہ ایک طویل اندھیرے کے بعد روشنی میں آ گئی ہو۔ اس نے اکرم کو مضبوطی سے تھام لیا، جیسے وہ اسے کبھی جانے نہیں دے گی۔

اکرم، میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔" رباب نے روتے ہوئے کہا، اس کی" آواز حلق میں گھٹ رہی تھی۔

میں مر جاؤں گی اگر میں... اگر میں آپ کے ساتھ نہ رہی۔ میں آپ سے"

بہت محبت کرتی ہوں، آپ نہیں جانتے یہ کتنا سچا پیار ہے۔ یہ نکاح میرے لیے

صرف ایک تعلق نہیں ہے، یہ میرے لیے میری پوری زندگی ہے۔" اس نے

اپنی آنکھیں بند کرلیں، اس کے آنسو اکرم کے کندھے پر گر رہے تھے

خدا کے لیے مجھے مت چھوڑیے! میں طلاق کا داغ اپنے سر پر نہیں سجا سکتی۔"

"میں سماج میں کیسے جیوں گی؟ میرا تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

اکرم نے اس کے بالوں کو پیار سے سہلایا، اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم

مسکراہٹ تھی۔

رباب، میں نہیں چھوڑ رہا تمہیں! کیا ہو گیا ہے میری جان؟ اس طرح سے کیا"

حالت بنالی ہے تم نے اپنی؟

اس دن میں بہت ڈسٹرب تھا اسی لیے چلا گیا تھا، میری حالت بھی ٹھیک نہیں"

تھی، مجھے بھی کچھ مسائل تھے۔ لیکن اب آگیا ہوں تمہارے لیے، تمہیں لینے

آیا ہوں! میں ہرگز تمہیں نہیں چھوڑوں گا! تم پریشان مت ہو! میں نے

تمہارے والد صاحب سے بات کی ہے، بس تمہارے والد میری تھوڑی سی مدد کر دیں اس کام میں، جو میں نے ان سے کہا ہے۔"

اس نے رباب سے نظریں چرا کر دروازے کی طرف دیکھا، جہاں اسے اماں کا سایہ نظر آیا۔ "باقی دیکھنا، دھوم دھام سے بارات لے کر آؤں گا تمہاری! میں تمہیں ایک شہزادی کی طرح رکھوں گا، کوئی غم تمہارے قریب نہیں آئے گا!" وہ اسے سنہری خواب دکھا رہا تھا، اس کا لہجہ مٹھاس سے بھرا تھا۔

جبکہ دروازے پر کھڑی اماں اس کی یہ تمام باتیں سن کر پریشان ہو گئی تھیں۔ ان کی نظریں اکرم کے چہرے پر تھیں اور انہیں صاف نظر آ رہا تھا اکرم اب بھی صرف اپنے مطلب کے لیے یہاں آیا تھا۔ ان کا دل کانپ اٹھا کہ اگر اس کا مطلب پورا نہیں ہوا، تو وہ رباب کو طلاق دینے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگائے گا اور رباب کی زندگی مکمل طور پر تباہ ہو جائے گی۔ اماں کی آنکھوں میں گہرا خوف تھا، وہ رباب کی معصومیت اور اکرم کی چالاکی دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

ooooooo

دعام نے رات کے کھانے کے وقت بالا کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو اس کا موڈ پہلے ہی خراب تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتظار تھا اور دل میں ایک بے چینی، جو اس کی خواہش پوری نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ جیسے ہی بالا نے کھانا اس کے سامنے رکھا، دعام نے اسے گھور کر دیکھا، اس کی آواز میں گہرا غصہ اور مایوسی تھی۔

"یہاں میرا نشہ ٹوٹ رہا ہے اور کسی کو میرا احساس تک نہیں ہے!" دعام نے تیکھے لہجے میں کہا، اس کی نظریں بالا کے ہاتھ میں موجود کھانے پر جمی تھیں۔

"آپ خالی ہاتھ کیوں آئے ہو؟ میرا آم کہاں ہے؟"

بالا نے ایک لمبی آہ بھری، جیسے اس پر بہت بڑا بوجھ ہو۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا برتن میز پر رکھا اور مایوسی سے دعام کی طرف دیکھا۔

ایسی کی تیسی تمہارے نشے کی! تمہارا ڈاکو جی تو پورا کا پورا درخت اکھاڑنے کے چکر میں ہے!" اس کے لہجے میں سردار کا خوف نمایاں تھا۔

اسے کم مت سمجھو! اسے سب پتہ ہے، ہر بات کی خبر ہے۔ یہ جو تم چوری" چوری مجھ سے اور کبھی جمرو سے کیریاں منگواتی تھی نا، ہر بات کی خبر ہے اسے!" بالا نے سچائی بتاتے ہوئے کہا۔ "اور اس نے آج حکم بھی دے دیا ہے میرو کو کہ آم کے درخت پر کوئی ایک آم بھی نہ بچے، یہ سارے کے سارے اتار کر پھینک دو!" بالا نے یہ کہہ کر کھانا اس کے سامنے رکھا تو دعام کا منہ حیرت سے کھل گیا، اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ سردار ایسا بھی کر سکتا ہے۔

نہیں بھیا پلیز نہیں!" دعام فوراً بستر سے اٹھی، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر" آئے۔

پلیز، پلیز ایسا نہیں کریں نا! میرے آموں نے کیا بگاڑا ہے؟ آپ کے سردار کا" ۔۔۔! ان معصوم آموں نے کیا بگاڑا ہے اس ظالم کھڑوس سردار کا" وہ روہانسی ہو کر بولی، اس کی آواز میں التجا تھی۔

اسی لمحے دروازہ زور سے دھکیلتے ہوئے سردار دلدار اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، جو اس کی رعب دار شخصیت کو مزید پرکشش بنا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں گہری چمک تھی۔

توجا یہاں سے بالا.... "سردار دلدار نے پر اعتماد اور رعب دار لہجے میں بالا کو" حکم دیا، اس کی آواز میں ایک ایسا ٹھہراؤ تھا جو کسی بھی بات کو اٹل بنا دیتا تھا۔

میں اپنے سجن سائیں کو خود بتاؤں گا کہ آموں نے میرا کیا کیا بگاڑا ہے!" وہ" دعام کی طرف دیکھتے ہوئے، محبت اور ایک خاص انداز میں مسکرایا۔

سردار نے بالا کو دیکھتے ہی آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ بالا فوراً وہاں سے کھسکا، اسے معلوم تھا کہ اب سردارنی کی خیر نہیں

○○○○○○○

کمرے کے اندر، مدھم روشنی میں سردار دعام کو اپنی باہوں میں لیے بیٹھا تھا۔ باہر کی دنیا، ڈاکوؤں کا راج، اور قبیلے کے معاملات سب پس پشت چلے گئے تھے۔۔ سردار کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی، اس کی آنکھیں دعام کے چہرے پر جمی تھیں۔

ہاں تو اب میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں کہ کیا بگاڑا ہے تمہارے آموں" نے!" سردار نے گہری، پرکشش آواز میں کہا۔ اور ایک ہی جھٹکے میں اس نے دعام کو اپنی باہوں میں کھینچا، اس کا وجود سردار کے مضبوط بازوؤں میں قید ہو گیا۔ اس کا چہرہ دعام کی گردن پر جھکا، اور اس کے بے تاب لبوں کا لمس دعام کی نازک گردن پر بکھر گیا۔

دعام کا سارا وجود جیسے بجلی کی لہر سے کانپ اٹھا۔ وہ اسے خود میں قید کرتا اس کے بازو کو اپنے لبوں سے چھونے لگا، اس کی جلد پر سردار کے ہونٹوں کی نرمی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بے باکی سے اسے چومتے ہوئے، دوسرے ہاتھ سے کھانے کا ایک نوالہ بنایا

اور دعام کے منہ میں ڈال گیا۔

دیکھو سجن سائیں، آم کھانے کے لیے نہ کوئی وجہ ہونی چاہیے، اور خاص کر"

لڑکیوں کی تو وجہ ہونی ہی چاہیے۔" اس نے دعام کی آنکھوں میں گہری نظریں

ڈال کر کہا۔

تم مجھے کوئی وجہ نہیں دے رہی، اور میں تمہیں اس طرح سے کچے آم کھانے"

"نہیں دوں گا۔ میری سر دارنی کی صحت پے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔

دعام سر دار کی باہوں میں بری طرح قید تھی۔ اس کا چہرہ لال ہو چکا تھا، لیکن

اس کی معصوم ضد ابھی بھی باقی تھی۔

وجہ؟ کیسی وجہ؟ ڈاکو جی۔۔۔" کہاں سے وجہ لے کر آؤں میں؟" دعام نے"

سوال کیا،

اس کی آواز میں معصومیت اور حیرت تھی۔"میں تو بچپن سے کچے آم کھاتی ہوں، آج تک کوئی وجہ نہیں دی! اب کہاں سے وجہ دوں میں؟" اس نے مزید کہا،

اور سب لوگ کھاتے ہیں، کوئی وجہ نہیں ہوتی! پھر میں ہی کیوں وجہ دوں؟"

سردار اسے نوالے پر نوالے بنا کر کھانا کھانے پر مجبور کر رہا تھا، اور وہ شرمندہ ہو کر کھا رہی تھی۔

سردار دلدار نے ایک لمبی سانس لی، اور اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیلی۔

اف، میرا بھولا سائیں!" اس نے دعام کے گال کو پیار کرتے ہوئے کہا۔"

ضرورت سے زیادہ ہی بھولا ہے۔" وہ اس کے کان کے قریب جھکا، اس کی" گرم سانسیں دعام کی گردن پر پڑیں۔

وجہ بنانی پڑے گی تمہیں، اور وہ وجہ خاص ہونی چاہیے ..."اس نے سرگوشانہ انداز میں کچھ ایسا کہا جو دعام کے کانوں میں گھل گیا، اور اس کی یہ سرگوشی سچ مچ میں دعام کے چہرے کو لمحے میں سرخ کر گئی،

سردار دلدار نے دوبارہ دعام کی آنکھوں میں دیکھا، اس کے لہجے میں ایک خاص کشش تھی۔"اگر تم کچے آم کھانا چاہتی ہو تو تمہیں مجھے اس طرح کی کوئی وجہ دینی ہو گی۔" اس نے نوالہ بناتے ہوئے کہا۔

جب تک اس طرح کی کوئی وجہ مجھے نہیں ملتی، تب تک میں اپنے سجن سائیں" کی صحت پر کسی طرح کا کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔کچے آم تمہیں نقصان پہنچا "سکتے ہیں۔

دعام نے نوالہ لیتے ہوئے شرما کر کہا، اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

میں کہاں سے دوں ایسی والی وجہ؟ وہ تو اللہ پاک کی طرف سے تحفہ ملتا ہے!" اس نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

اور ویسے بھی اس چیز کا آم کھانے سے کوئی تعلق ہوتا۔ یہ آپ کو کس نے"

"بتایا؟

تعلق تو ہوتا ہے، بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔" سردار نے مسکراتے ہوئے کہا،"

اس کی آواز میں ایک خاص قسم کی چھیڑ تھی۔

اور جب تک تم مجھے یہ وجہ نہیں دوگی، تب تک تم کچا آم بالکل نہیں کھا سکتی،"

اور جو تم کھا سکتی ہو وہ میں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا!" وہ ایک اور

نوالہ اس کے منہ میں ڈال گیا۔

دعام نے اسے غصے سے دیکھا، اس کی آنکھوں میں ناراضگی تھی۔

آپ بہت ظالم ہیں ڈاکو جی!" وہ اچانک ہی کھانا چھوڑ کر اس کی طرف مڑتے"

ہوئے اس کی قمیض کے بٹنوں کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے لگی، جیسے اسے اپنے

میں منا رہی ہو۔

آپ میرے سارے آم توڑ دیں گے؟"

تم ضرورت سے زیادہ ہی اس درخت پر مہربان ہو چکی ہو سجن سائیں۔"""

سردار نے دعام کے ہاتھ کو پکڑ کر پیار سے قمیص سے ہٹایا۔وہ یہ بات ہر گز نہیں مانئے والا تھا چاہے وہ کچھ بھی کیوں نہ کر لے۔

درخت سے دور رہا کرو مجھے تمہارے اس درخت کے ساتھ اتنی بے تکلفی" گوارا نہیں!" اس نے نرمی سے اس کے لبوں کو چوما، اور پھر پیچھے ہٹا۔اس کی آنکھوں میں گہری چاہت تھی۔

استغفر اللہ! کتنے جل ککڑے ہیں آپ!۔"ایک درخت سے جلتے ہیں؟ مجھے " درخت سے مطلب نہیں! مجھے تو اس پر لگے سبز سبز، کھٹے میٹھے آموں سے "!مطلب ہے! ان کے ذائقے سے مطلب ہے

دعام نے باقاعدہ چٹخارہ لیتے ہوئے کہا، اس کا لہجہ شرارت سے بھرا تھا اس کے معصوم اور چلبلے انداز پر سردار دلدار مسکرا دیا،

اس نے دعام کے معصومانہ چٹخارے پر مسکراتے ہوئے، اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں میں گہری محبت اور ملکیت کا جذبہ صاف دکھائی

دے رہا تھا۔ وہ اس کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیر رہا تھا، جبکہ دعام ابھی بھی اپنے آموں کی فکر میں تھی۔

میں جانتا ہوں میرے سجن سائیں کو صرف اس پر لگے آموں سے مطلب " ہے،"۔

لیکن تمہاری آموں کے لیے بھی اتنی محبت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔" اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دعام کا گال تھپتھپایا۔

ویسے یہ جو تم اتنی محنت بالا کی منتوں اور جمرو کی خدمتوں میں کرتی ہو صرف ایک آم کے لیے، اگر اپنے دلدار سائیں کی کرو تو ہو سکتا ہے تمہیں بہت کچھ حاصل ہو، بہت کچھ۔" اس نے اپنی کالی گھنی مونچھوں کو ہلکا سا تاؤ دیتے ہوئے، ایک خاص انداز میں کہا، جیسے اسے کوئی بہت بڑا راز بتا رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک گہرا وعدہ تھا۔

دعام نے سردار کی طرف دیکھا، اس کی نظروں میں تجسس تھا، مگر ساتھ ہی ایک ڈر بھی کہ وہ کوئی ایسی شرط نہ رکھ دے جسے پورا کرنا مشکل ہو جائے۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھاگئی۔

اچھاجی "کیا چاہیے آپ کو؟" اس نے پوچھا، اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش " تھی۔

اور کیسے یقین کروں آپ پر کہ آپ اپنا مطالبہ منوا کر اپنی بات سے مکریں گے نہیں؟" اس نے سردار کی آنکھوں میں گہری نظریں ڈال کر سوال کیا، اس کے لہجے میں شک اور ڈر دونوں تھے۔ سردار اسے گھور کر رہ گیا تھا، جیسے اس کی بات پر یقین نہیں آرہا ہو کہ دعام اسے قابلِ یقین نہیں سمجھتی۔

خیر، اسے اس پر یقین کرنا بھی نہیں چاہیے، کیونکہوہ اپنا مطالبہ منوا کر بھی اس" "کی بات نہیں ماننے والا تھا۔

کرلو یقین بس..." سردار نے گہری سانس لی، اس کے لہجے میں ایک خاص" قسم کی بے پروائی تھی، جیسے اسے دعام کے سوال سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

وہ اگلے ہی لمحے تیزی سے دعام کو اپنی باہوں میں کھینچتے ہوئے اسے بستر پر گرایا، اس کا مضبوط وجود دعام پر سایہ فگن ہوا۔ اس کے لبوں نے دعام کے لبوں کو چومنا شروع کر دیا۔ یہ ایک بے خودی کا لمحہ تھا، جس میں اس نے دعام کی کوئی بات نہیں سنی، بلکہ اپنی بے قرار دھڑکنیں اسے سناتا رہا، اور اپنے لبوں کی نرمی اسے محسوس کرواتا رہا۔

اس کے بعد اس نے دعام کو مزید بات کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ کبھی اس کے معصوم چہرے کو چومتا، کبھی اس کے سرخ ہوتے لبوں کو چھوتا۔ لبوں کی یہ گستاخیاں ہر حدود کو تجاوز کرتی گئیں، اور دعام اس کی باہوں میں پوری طرح قید ہو گئی۔ باہر کی دنیا، آموں کی فکر، اور سردار کی شرائط سب کہیں گم ہو گئے تھے۔ اس لمحے صرف ان کی بے خودی اور بڑھتی ہوئی قربت تھی، جس میں دعام خود کو مکمل طور پر سردار کے حوالے کر چکی تھی۔

ooooooo

پہاڑوں میں گھرا قبیلہ ابھی جاگ رہا تھا، صبح کی پہلی شعاعیں اونچی چوٹیوں سے پھسل کر پہاڑوں پر پڑ رہی تھیں۔ ٹھنڈی ہوا میں صبح کی تازگی محسوس کی جا سکتی تھی، اور وادی میں پرندوں کی چہچہاہٹ گونج رہی تھی۔ ایسے میں، ناہموار، پتھریلے راستے سے دو سایے نمودار ہوئے جو دھول اڑاتے اور ہانپتے ہوئے قبیلے کی حدود میں داخل ہوئے۔ یہ کوئی اور نہیں، دعام کے تایا اور تائی امی تھے۔ ان کے چہروں پر خوف، عجلت اور ایک چھپی ہوئی بے چینی نمایاں تھی۔ ان کی نظریں بے چینی سے چاروں طرف کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

بالا، جو صبح سے ہی اپنی ڈاکوانہ چوکسی میں مصروف تھا اور سردار کے احکامات کے مطابق قبیلے کے داخلی راستوں پر نظر رکھے ہوئے تھا، انہیں دیکھتے ہی چونکا۔ اس کی آنکھوں میں فوراً شناسائی کے ساتھ شک نے جگہ لی اور ماتھے پر گہری تیوری ابھر آئی۔ وہ آہستگی سے، اپنی مخصوص دبنگ ڈاکوانہ چال کے ساتھ، پتھروں پر قدم رکھتا ہوا ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس کا مضبوط، گٹھا

ہوا وجود، اس کا انداز، اور اس کی آنکھوں میں بھڑکتی چمک نے تایا اور تائی کو وہیں جما دیا۔

"ارے تاؤ!" بالا کی آواز گرجدار تھی، جو پہاڑوں میں گونج کر واپس آئی۔ اس کی آواز میں ایک طنزیہ حیرت تھی، جیسے وہ کسی ناممکن چیز کو دیکھ رہا ہو۔ "کیا حال بنالیا ہے تم نے اپنا؟ اور اس صبح، یوں منہ اٹھا کر یہاں کیسے چلے آئے؟" اس کی نظریں سیدھی ان کے چہروں پر گڑی تھیں، ان کے جھوٹ اور ان کے چھپے ارادوں کو بھانپنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

تایا اور تائی امی نے ایک دوسرے کو دیکھا، خوف سے ان کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ بالا کا یہ رعب دار اور بے باک انداز ان کے لیے کسی جھٹکے سے کم نہ تھا۔ تائی امی نے کانپتی ہوئی آواز میں ہمت کی، اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"بی۔۔۔ بیٹا، ہم تو بس اپنی۔۔۔ اپنی دعا م سے ملنے آئے تھے۔ اس کا حال پوچھنے۔"

بالا کے ہونٹوں پر ایک کرخت، تمسخرانہ مسکراہٹ پھیلی۔ اس کی آنکھوں میں سختی اور غصہ صاف جھلک رہا تھا۔ وہ ایک قدم ان کی طرف بڑھا، جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پر قدم اٹھاتا ہو۔

بیٹی؟ کون سی بیٹی؟" اس کی آواز اس قدر گرجدار تھی کہ جیسے کوئی پہاڑ دھاڑا" !ہو۔" آپ کا ہماری دعام سے کوئی تعلق نہیں ہے، تاؤ

وہ آپ کی سگی اولاد نہیں! جسے آپ نے کبھی اپنا سمجھا نہیں، اس کے وجود کو کبھی بوجھ کے سوا کچھ نہ جانا، جس کے نام پر آپ نے دنیا بھر کی بے غیرتی اور "لالچ کمایا، آج اس کے ساتھ رشتے داریاں بنانے کیوں آئے ہیں؟

بالا کا لہجہ مزید تند ہوا، اور اس کی آواز میں ایک خوفناک وحشت چھا گئی۔ اس نے انگلی کے اشارے سے انہیں خبردار کیا، اس کی آواز میں قبیلے کے قانون کی گونج تھی۔ "ہم سب سردار دلدار کے حکم کے غلام ہیں، اور سردار دلدار کے بعد یہ قبیلہ میرے احکامات مانے گا۔ مجھے سب معلوم ہے تمہارے مکروہ ارادے۔ کوئی نہ کوئی گھناؤنا مقصد ہو گا، کوئی لالچ جو تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے۔

سچ اگل دو ورنہ۔۔۔!" بالا نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا، لیکن اس کی آنکھوں میں بھڑکتی چنگاری اور اس کے چہرے پر پھیلی ڈاکوانہ وحشت نے ایک نامعلوم، شدید خطرے کا پیغام دیا۔

تایا اور تائی امی بری طرح خوفزدہ ہو گئے۔ بالا کا یہ رعب دار اور بے رحم انداز انہیں سردار دلدار کے غصے کی یاد دلا رہا تھا۔ ان کے چہرے پسینے سے شرابور ہو گئے، اور وہ فوراً ہاتھ جوڑ کر منتیں کرنے لگے۔ "بی۔۔۔ بیٹا بالا، ہم صرف اس سے ایک دفعہ ملنے کے لیے آئے ہیں! خدا کے لیے ہمیں ایک بار اس سے ملوا دو! ہم صرف اس کا حال پوچھنے آئے ہیں۔" تائی امی کی آواز میں گڑگڑاہٹ تھی، جیسے ان کی جان حلق میں اٹکی ہو۔

"بیٹا وہ۔۔۔۔

ابے نکل تا و میرا دماغ مت خراب کر بالا کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا، اس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ تایا اور تائی کی گڑگڑاہٹ نے

اس کے اندر کی وحشت کو مزید بڑھاوا دیا۔ ایک جھٹکے میں اس نے تایا کو اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گر پڑا۔ تائی امی چیخ پڑیں۔

نکل جاؤ یہاں سے!" بالا کی آواز گرجی، اس کے لہجے میں ایسی وحشت تھی جو" قبیلے کے ڈاکوؤں کو بھی خوفزدہ کر دے۔

اور آئندہ اس قبیلے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی مت دیکھنا! ورنہ لاشیں گرانے" میں ہمیں لمحہ بھر بھی نہیں لگے گا!" اس نے اپنی کالی آنکھوں میں خون اتارے ہوئے انہیں گھورا، اس کا ہاتھ تیزی سے کمر پر لٹکی خنجر کی طرف بڑھا۔

اسی لمحے، سردار دلدار کی آواز ابھری۔ "کیا کر رہے ہو بالا؟" سردار وہاں نمودار ہوا، اس کے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ تھی جو اس کی گہری، چالاک نگاہوں میں چمک رہی تھی۔ "میرے سسرالی رشتہ داروں پر اتنی سختی؟ اتنا جبر؟ نہ بالا، یہ اچھا نہیں۔" اس کا انداز طنزیہ اور شرارتی تھا کیونکہ وہ بھی ان لوگوں کے لالچ اور حقیقت کو بہت اچھے طریقے سے سمجھتا تھا۔

بالا سردار کی طرف پلٹا، اس کے چہرے پر اب بھی وحشت تھی۔ "سردار! یہ دعام سے ملنے کی بات کر رہے ہیں!" اس کی آواز میں ایسی دھمکی تھی کہ تایا تائی کے دل دہل گئے۔ "میں کاٹ کر رکھ دوں گا اگر اس کا نام بھی اپنی زبان سے لیا ان لوگوں نے تو! یہ یہاں کسی لالچ کی وجہ سے آئے ہیں،

سردار! میرا یقین کرو!" بالا نے پر اعتماد لہجے میں کہا، اس کی نظریں تایا تائی پر جم گئیں تھیں۔

تایا نے فوری طور پر ہاتھ جوڑ لیے، ان کے چہرے پر خوف اور مکر کا امتزاج "! تھا۔ "نہیں بیٹا! ہم یہاں کسی لالچ کی وجہ سے نہیں آئے

سردار دلدار، اپنی شرارتی نگاہوں سے انہیں گھورتا ہوا، قدم بڑھا کر ان کے قریب آیا۔ اس کی آواز میں ایک طنزیہ نرمی تھی۔ "دیکھو بیٹا، میں جانتا ہوں تم یہی سوچ رہے ہو کہ ہم یہاں اپنے مطلب کے لیے آئے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔" تائی نے تایا کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "ہم بس دعام کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم نے دعام کے ساتھ برا سلوک کیا، وہی اب ہماری اپنی بیٹی کے نصیب

میں آگیا ہے، اللہ پاک نے ہمیں اسی لیے سزا دی ہے۔ ہم صرف معافی مانگنے کے لیے آئے ہیں۔ ہم دعام بیٹی سے ایک دفعہ مل کر اس سے معافی مانگنا چاہتے ہیں اور ہم تم سے بھی معافی مانگنا چاہتے ہیں۔ آج تم سے بھی تو گہرا رشتہ ہے ہمارا۔" تایا نے یہ کہتے ہوئے نگاہیں چرائیں، ان کی آواز میں بناوٹ نمایاں تھی۔

سردار دلدار نے تایا کی بات سنی، اس کی سرخ، وحشی نگاہیں لمحہ بھر میں بدل گئیں۔ اس کے چہرے پر ایسی غضبناک سختی آئی جیسے ان لوگوں نے اس کے ساتھ اپنا نام جوڑ کر کوئی ناقابلِ معافی گناہ کر دیا ہو۔ اس کی آواز شیر کی دھاڑ میں بدل گئی، جس سے وادی گونج اٹھی۔

خبردار! خبردار جو اپنے نام کے ساتھ میرا نام لگایا! ورنہ جان نکال دوں گا" تمہاری!" سردار کی آواز میں وحشیانہ غصہ تھا، اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ "کچھ نہیں لگتے تم میرے! کچھ بھی نہیں! کوئی تعلق نہیں ہے میرا تمہارے ساتھ! تم جیسے لوگوں سے میں کوئی رشتہ نہیں رکھتا۔" سردار نے تایا

پر ایک ایسی وحشیانہ نگاہ ڈالی کہ ان کا وجود کانپ اٹھا، جیسے وہ ماضی کے کسی

گھناؤنے جرم پر پردہ چاک کر رہا ہو۔ "تم لوگوں سے میرا بس ایک ہی تعلق

ہے — نفرت کا تعلق! اور یہ تعلق میں زندگی بھر نبھاؤں گا!" سردار کے الفاظ

تلوار کی طرح تیز تھے، جو تایا کے دل میں اتر گئے۔ تایا سردار کی بات سن کر

غصے سے پاگل ہو گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر خوف کی

گہری لکیریں بھی نمایاں تھیں۔

oooooooo

سردار کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا، اس کی سرخ، وحشی نگاہیں تایا اور تائی پر جمی

تھیں۔ اس کی آواز شیر کی دھاڑ میں بدل چکی تھی، جس سے پہاڑی وادی گونج

" اٹھی تھی۔

سردار نے اپنا ہاتھ بلند کیا، بالا کو انہیں یہاں سے نکالنے کا حکم دینے ہی والا تھا

کہ اچانک ایک میٹھی، مانوس آواز ابھری۔

"!تایا! تائی امی"

یہ دعام تھی! قبیلے کے دوسرے کنارے سے دوڑتی ہوئی وہ ان کی طرف آئی، اس کے چہرے پر بے پناہ خوشی تھی۔ اپنے رشتہ داروں کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، اس کی معصومیت نے ان کے پچھلے تلخ رویوں کو یکسر بھلا دیا تھا۔ اسے بس یہی علم تھا کہ اس کے اپنے اسے ملنے آئے ہیں۔ سردار اور بالا کے چہروں پر سختی لمحہ بھر کے لیے ٹھہر گئی، پھر بالا کی آنکھوں میں فکر مندی آئی اور سردار کے چہرے پر محبت اور پریشانی کا ملا جلا تاثر ابھرا۔

دعام لپک کر تایا کی طرف بڑھی۔ تایا نے جھوٹے جذبات کا ڈرامہ کرتے ہوئے اپنے بازو پھیلائے اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ اسے اس انداز میں بھینچ رہا تھا کہ جیسے اسے چھوڑنے کا ارادہ ہی نہ ہو۔ دعام کی آنکھوں میں نمی آ گئی، وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی یہ سوچ کر کہ اس کے باپ جیسے تایا کو اس پر تھوڑا ترس آ گیا ہے، اور وہ واقعی اسے پیار کرتے ہیں۔ تائی امی بھی

فوراً آگے بڑھیں اور دعام کے ماتھے، گالوں اور بالوں کو چومنے لگیں۔ ان کے اس ظاہری لاڈ پیار میں بھی مکاری چھپی تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اپنی بیٹی کی خوشی کے لیے انہیں کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے، وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھے، اور اس کے لیے انہیں اکرم کی ہر بات ماننی تھی۔ اکرم نے انہیں جو کچھ کہا تھا، وہی کرنا تھا، اور پھر اکرم نے تو انہیں ایک اور راز بھی بتا دیا تھا، ایک ایسا راز جو ان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑا گیا تھا: "سردار کے ساتھ ان لوگوں کا بھی گہرا تعلق ہے!"

تایا اور تائی یہ بات سن کر تو حیران رہ گئے تھے کہ یہ سردار کوئی اور نہیں، بلکہ ڈاکو دلاور یلغار کا بیٹا ہے۔ ڈاکو دلاور کا نام سن کر تو ان کے اندر ایسا خوف پیدا ہوا تھا کہ قبیلے کی طرف آنے کی ان کی ہمت ہی نہ ہوئی تھی، ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے، لیکن آنا تو تھا ہی، آخر ان کی بیٹی کی زندگی کا سوال تھا۔ انہیں لگا تھا کہ سردار کو یہ حوالہ دے کر کہ وہ اپنے اور اس کے بیچ رشتے کے بارے میں جانتے ہیں، سردار شاید حیران ہوگا اور تھوڑی نرمی دکھائے گا، لیکن یہ بات

جان کر تو سردار غصے سے اور بھی پاگل ہو گیا تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ یہاں دعام آ گئی تھی، جس نے منظر کو بدل دیا۔

سردار دلدار نے دعام کو تایا تائی کے جھوٹے لاڈ پیار میں لپٹا دیکھا، اس کے چہرے پر غصے کے ساتھ ایک گہری فکر مندی چھا گئی۔ وہ آگے بڑھا، اور انتہائی نرمی اور پیار سے دعام کو تایا کے بازوؤں سے چھڑاتے ہوئے اپنی باہوں میں سمیٹ لیا۔

میرا سوہنا مکھڑا!" اس نے دعام کے ماتھے پر بوسہ دیا، اور اس کے بالوں کو" "پیار سے سہلایا۔ "تم اتنی خوش کیوں ہو رہی ہو؟

سردار کی آواز میں وہ نرمی تھی جو صرف دعام کے لیے تھی، اور اس کی آنکھیں اب دعام کی طرف صرف محبت سے دیکھ رہی تھیں۔ اس نے دعام کو اپنے سینے سے لگا لیا، گویا اسے تایا اور تائی کی مکاری سے بچا رہا ہو۔ اس کی معصومیت ان مکاریوں سے بے خبر تھی۔

میرے تایا ابو آئے ہیں! تائی امی آئی ہیں مجھ سے ملنے کے لیے!" دعام کی" آواز میں ایسی سرشاری تھی جیسے اسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ وہ اپنے پیاروں کو دیکھ کر اتنی خوش تھی کہ ان کے پچھلے روّیوں کو بالکل فراموش کر چکی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کس لالچ اور خوف کے تحت یہاں آئے ہیں۔

وہ پلٹی اور سردار دلدار اور بالا کی طرف دیکھتے ہوئے، تقریباً حکم دینے والے انداز میں بولی، "تایا جی! آپ یہاں کھڑے کیوں ہیں؟ آیئے نا!" پھر اس نے بالا کی طرف دیکھا، "بھیا! آپ پنکھا لگائیں! ڈاکو جی! آپ چارپائی بچھائیں نا! تائی "!امی کھانا کھا کر جائیں گی، میں میرو بھیا کو بولتی ہوں کچھ اچھا سا بنانے کے لیے

دعام ضرورت سے زیادہ ہی خوش ہو گئی تھی۔ اس کی معصومیت اور بے ساختہ خوشی نے ماحول میں لمحہ بھر کو تناؤ کم کر دیا۔ وہ تیزی سے اپنے رشتہ داروں کو قبیلے کے اندر لے جانے لگی، اور اپنی میزبانی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔

تایا ابو اور تائی امی، جو ابھی تک سردار اور بالا کی سرخ، وحشی نگاہوں کے سائے میں تھے، خاموشی سے دعام کے پیچھے چل دیے۔ بالا اور سردار کی

نگاہوں نے انہیں اس قدر خوفزدہ کر دیا تھا کہ وہ کیسے بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہونا چاہتے تھے، جیسے وہ کسی شکاری کے سامنے آگئے ہوں۔ ان کے اندر کا خوف انہیں قدم قدم پر کانپنے پر مجبور کر رہا تھا۔ انہیں دعام کی خوشی تو نظر آرہی تھی، لیکن ان کا اپنا وجود اس وقت سردار کے رعب کے نیچے دبا ہوا تھا۔

سردار دلدار نے بالا کو دیکھا، اس کے چہرے پر ایک مختصر سا مسکراتا ہوا تاثر آیا اور اس نے صرف سر ہلاتے ہوئے دعام کی بات ماننے کا اشارہ کیا۔ یہ سردار کا وہ انداز تھا جس میں وہ دعام کی ہر ضد مان لیتا تھا۔ بالا، جو ابھی تک غصے میں تھا، سردار کے اشارے پر فوراً سمجھ گیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

اس نے ایک گہری سانس لی، اپنے غصے کو قابو کیا اور پھر باقی ڈاکوؤں کو تیزی سے اشارے کیے کہ ان "خاص مہمانوں" کی "مہمان نوازی" کی جائے۔ ڈاکو، جو اپنے سردار کے حکم کے پابند تھے، فوراً ان کی مہمان نوازی کرنے پر مجبور ہو گئے، حالانکہ ان کے چہروں پر بھی حیرت اور کچھ ناگواری کے تاثرات تھے۔

قبیلے میں اچانک ایک غیر معمولی سرگرمی شروع ہو گئی تھی۔ بالا کے اشارے پر، ڈاکو مہمان نوازی کی تیاریوں میں لگ گئے تھے، گویا کسی شاہی دعوت کا اہتمام کیا جا رہا ہو۔ جلدی جلدی چارپائیاں بچھائی جا رہی تھیں، تازہ پانی لایا جا رہا تھا، اور میرو جیسے ہی باورچی خانے میں گھسا، شاہی کھانوں کی خوشبو فضا میں پھیلنے لگی۔ یہ سب کچھ دعام کی خوشی کی خاطر کیا جا رہا تھا، جو اپنے تایا اور تائی امی کو دیکھ کر پھولے نہیں سما رہی تھی۔

دعام ان دونوں کے بیچوں بیچ، نہایت شگفتہ انداز میں بیٹھی تھی، اور اپنے رشتہ داروں سے باتیں کر رہی تھی۔

تائی امک! گھر میں سب کیسے ہیں سب کے بارے میں بتائیں! رباب، سمیرا، "صفا، نوشی. باجی.. اور چاچا چاچی سب کیسی ہیں؟" وہ ایک ایک کر کے سب کا حال پوچھ رہی تھی، اس کی آواز میں معصومیت اور اپنائیت تھی۔ تائی امی،

گھبراتے ہوئے اور نپے تلے الفاظ میں جواب دے رہی تھیں، ان کی نظریں بار بار سردار پر پڑ رہی تھیں، جو کسی بت کی طرح اپنی جگہ جما بیٹھا تھا۔

سردار دلدار نے تایا کے بے حد قریب ایک چارپائی پر اپنی جگہ بنالی تھی، اور اس کی نظریں مسلسل تایا پر گڑی تھیں۔ ان نگاہوں میں ایک ایسی وحشت تھی جو بغیر کچھ کہے بھی ہزاروں دھمکیاں دے رہی تھی۔ تایا، جس کا ماتھا مسلسل پسینے سے بھیگ رہا تھا، سردار کی ان خوفناک، سرخ آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا اور کچھ بول ہی نہیں پا رہا تھا۔ وہ یہاں ایک مقصد کے لیے آئے تھے — دعام کو اپنی باتوں میں الجھانے اور اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے، لیکن اس آدمی کے سامنے یہ ممکن نہیں تھا جو اس انداز میں انہیں دیکھ رہا تھا کہ لگتا تھا جیسے آنکھوں سے ہی انہیں نگل جائے گا۔ سردار ان کے اتنے قریب بیٹھا تھا کہ انہیں اپنے سینے کی دھک دھک بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔

بالا بھی ان لوگوں کے سر پر ہی سوار تھا، اس کی نظریں بھی ہر لمحے ان کے ہر فعل کا جائزہ لے رہی تھیں۔

سردار دلداران کی فطرت سے بخوبی واقف تھا؛ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کس نیت سے آئے ہیں۔ اس نے اپنی دعام کا غلط استعمال نہیں ہونے دینا تھا، اب بہت ہو گیا تھا، بہت کر لیا تھا ان لوگوں نے دعام پر ظلم، اب وہ مزید کچھ نہیں ہونے دینے والا تھا۔ سردار کی خاموش موجودگی ہی ان کے لیے ایک ناقابلِ برداشت سزا تھی۔

جبکہ دعام کیا سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ سردار پہلی دفعہ اس کی فیملی کو اہمیت دے رہا ہے، ان لوگوں کو کچھ بھی الٹا سیدھا بولنے کے بجائے، ان کے پاس بیٹھا ان کی مہمان نوازی کر رہا ہے۔ اس کے لیے یہ بات بہت اہمیت رکھتی تھی کہ سردار اس کے فیملی والوں کا احترام کرتا ہے، اس کے بڑوں کی عزت کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ سردار کی اس کی لیے گہری محبت کو ظاہر کرتا تھا، یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ صرف اس کا ڈاکو جی ہی نہیں، بلکہ اس کا دیوانہ تھا۔ ورنہ اس

علاقے میں، اس قبیلے میں، سردار کی پہچان ایک رعب دار ڈاکو کی تھی جو اپنی ذات سے زیادہ اہمیت اور کسی کو نہیں دیتا تھا، نہ کسی کی پرواہ کرتا تھا۔ لیکن دعام کے لیے وہ اپنے اصول توڑ رہا تھا، اور دعام اس بات پر فخر محسوس کر رہی تھی۔

○○○○○○○○

قبیلے میں مہمان نوازی کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ ڈاکوؤں کی مستعدی دیکھنے لائق تھی۔ تایا اور تائی امی گھبراہٹ میں پسینے میں شرابور تھے، انہیں سردار اور بالا کی تیز نگاہوں نے بے چین کر رکھا تھا۔ بالا کی نگرانی میں جلدی جلدی کھانا لگ گیا تھا۔ دعام خود اپنے ہاتھوں سے دسترخوان سجانے میں مصروف تھی، اس کی آنکھوں میں خوشی چمک رہی تھی۔

اس سب کے دوران، سردار دلدار اپنے دو تکیوں پہ نیم دراز بیٹھا تھا، اس کی نگاہیں تایا کو گھول رہی تھیں۔ اس کے لبوں پر ایک تنزیہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی، جو تایا کے اندرونی خوف کو مزید بڑھا رہی تھی۔ تایا بار بار پسینے سے شرابور

ہوتے، گھبرا کر سردار کو دیکھتے اور پھر فوراً نگاہیں جھکا لیتے۔ وہ ڈرے ہوئے،

سہمے ہوئے اچھے لگ رہے تھے۔ سردار نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کی آواز

گرجی

کیا تاو! آج تمہارے ماتھے پہ پسینہ زیادہ ہی چمک رہا ہے۔ یہ گھبراہٹ میرے "

نام کی ہے یہ میرے باپ کے نام کی۔

میرا نام دلدار دلاور یلغار ہے، اور دلاور یلغار کا بیٹا تم جیسوں کو پل بھر میں خاک

!میں ملا سکتا ہے۔ اور یہ تم بھی جانتے ہو کہ دلاور کس آگ کا نام ہے

کسی خوش فہمی میں مت رہنا کی دلدار کے قبیلے میں تمہاری دعوت چل رہی ہے

،یہ میری دعا م کی خاطر ہے۔ اسے اپنی موت کا سامان سمجھو تمہاری ایک

سازش تمہیں زمین سے دو فٹ نیچے لے جانے میں صرف لمحہ لگائے گی

اس کے الفاظ، تایا کے دل میں خنجر کی طرح اترے۔ تایا کا رنگ فق ہو گیا، وہ

مزید سہم کر رہ گیا۔

اور ہاں تاوا اپنے جمائی راجہ کو بولو کہ سنبھل جائے، تمہاری بیٹی بیوہ ہو جائے گی

۔کم اواز میں اس کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ تایا ابا نے

باقاعدہ کانپنا شروع کر دیا تھا انہیں اپنا یہاں انا غلطی لگ رہا تھا

اسی لمحے، دعام کی معصوم آواز ابھری۔

ائے نا تایا ابو کھانا لگ گیا ہے وہ پیار سے ان کا بازو پکڑ کر انہیں چارپائی سے

اٹھانے لگی

میرے ڈاکو جی! دستر خوان لگ چکا ہے۔" وہ سردار کے قریب آئی اور اس کا"

بازو تھامتے ہوئے میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ لیکن سردار نہیں اٹھا

آپ بھی کھانا کھا لیجیے!" وہ پیار سے بولی اج وہ ضرورت سے زیادہ ہی چہک "

رہی تھی۔

سردار کی آنکھوں میں لمحہ بھر کے لیے شرارت چمکی۔ اس نے ایک ادا سے

دعام کو دیکھا اور مصنوعی ناراضگی دکھاتے ہوئے بولا

آجڈا کو جی کی پرواہ کہاں ہے؟ آج تو بس تایا جی نظر آرہے ہیں!" دعام اس کی ناراضگی بھانپ کر فوراً اس کے سامنے بچھ سی گئی۔ "ہائے اللہ! میرے دلدار سائیں! آپ تو روٹھ گئے مجھ سے؟" وہ معصومیت سے اس کا بازو مزید مضبوطی سے تھامنے لگی،

وہ تایا ہیً میرے۔ مہمان ہیں اسی لیے پیار سے لے کر گئی ان کو دستر خوان " تک، آپ کو بھی ایسے ہی پیار سے لے کر جاؤں گی!" وہ کہتے ہوئے اس کا بازو تھامے اسے کھینچنے لگی۔

سردار نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا، دعام اس کے سینے سے جالگی۔ سردار کے چہرے پر ایک پُرسکون مسکراہٹ پھیل گئی، جو صرف دعام کے لیے تھی۔

اگلے ہی لمحے، وہ دعام کو یوں ہی اپنے سینے سے لگائے، اس کے ساتھ ہی اٹھا اور دستر خوان کی طرف بڑھا۔ تایا اور تائی نے اس منظر کو حسد بھری نگاہوں سے دیکھا، کیونکہ انہیں اندازہ تھا کہ وہ دعام پر اپنی اجارہ داری کھو چکے ہیں۔

دعام تو پوری طرح سردار دلدار کے رنگ میں رنگ چکی تھی، اسے ہر حال میں اسی شخص کی پرواہ تھی۔ جب وہ تایا ابو کے ساتھ بیٹھنے لگی تو سردار دلدار نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔ اس کا یہ انداز دعام کے لیے فطری تھا، کیونکہ وہ اب اس کی ملکیت تھی، اس کی محبت تھی۔

کھانا کھانے کے دوران بھی سردار دلدار خود اپنے ہاتھوں سے نوالے توڑ توڑ کر اس کے منہ میں ڈالنے لگا۔ دعام تھوڑا سا شرماتی ہوئی، لیکن پوری چاہت سے اس کے ہاتھ سے کھانا کھاتی رہی۔ یہ منظر تایا اور تائی امی کے لیے ایک واضح پیغام تھا کہ دعام اب ان کی نہیں، بلکہ پوری طرح سردار دلدار کی ہے۔

تایا اور تائی دونوں ہی سمجھ چکے تھے کہ دعام یہاں کس قدر خوش ہے۔ یہاں اسے ایسی زندگی ملی تھی جو کسی شہزادی سے کم نہ تھی۔ یہ ایک عجیب صورتحال تھی؛ ایک طرف ان کی اپنی بیٹی رباب گھر میں تڑپ رہی تھی، مر رہی تھی،

صرف انسپکٹر اکرم کے لیے، اور دوسری طرف اکرم کی ضد کے سامنے بیٹھا سردار دلدار تھا جس کی کمزوری اب دعام تھی۔

یہ ایک عجیب سا دائرہ تھا جسے سمجھنا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ سردار دلدار نے صرف دعام کو اپنی کمزوری نہیں بنایا تھا بلکہ وہ اس کا محافظ بھی بن چکا تھا۔ وہ اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا اور کسی کو اس کے قریب بھٹکنے بھی نہیں دے رہا تھا۔

ooooooo

جاتے وقت تک تایا اور تائی امی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح سے دعام سے اکیلے میں ایک لمحے کے لیے ہی بات کر سکیں، لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ بالا اور سردار دلدار دونوں دعام کا سایہ بنے ہوئے تھے، ہر لمحہ اس کے ساتھ۔ وہ جانتے تھے کہ دعام ان سازشوں اور خطرناک کھیلوں میں ابھی بچی ہے، وہ اس دائرے کو سمجھ ہی نہیں سکتی تھی۔ لیکن سامنے بیٹھا تایا آج بے شک معصوم بنا

ہوا تھا، ڈرا سہما تھا، لیکن کسی زمانے میں اس سے زیادہ شاطر انسان کوئی نہیں تھا۔

سر دار دلدار اس کی فطرت سے بخوبی واقف تھا؛ ایک ایسا شخص جس نے اپنی سانسوں کی خاطر، اپنے فائدے کے لیے، اپنی سولہ سالہ بہن کو درندوں کے آگے پھینک دیا تھا۔ ایسے انسان پر اعتبار کرنا سر دار دلدار کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ اپنی محبت، دعام کی حفاظت کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا، اور ان مکروہ لوگوں کو اپنی دعام کے قریب بھی نہیں آنے دے سکتا تھا۔

○○○○○○

تایا اور تائی جیسے ہی قبیلے سے واپس اپنے گھر پہنچے، گھر کے اندر باقی سارے افراد بے تابی سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

ماحول میں ایک گہری خاموشی تھی جو کسی طوفان سے پہلے کا سکوت ہو۔ چاچا، جن کے چہرے پر پریشانی صاف عیاں تھی، فوراً ان کی طرف بڑھے۔

بھابھی بھائی صاحب! کیا ہوا؟ سردار کا کیا کہنا ہے؟" چاچانے بے چینی سے "
سوال کیا۔

تایانے ایک گہری سانس لی، ان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے جو قبیلے میں گزری وحشت کی داستان سنا رہے تھے۔ ان کی آواز میں خوف اور شکست کا امتزاج تھا۔

،وہ... وہ بہت خطرناک انسان ہے!" ان کے الفاظ کانپ رہے تھے۔

ہم نے باتوں ہی باتوں میں اسے یہ بھی بتایا کہ ہم اپنے اور اس کے تعلق کے
"!بارے میں جانتے ہیں، لیکن یہ بات سن کر تو وہ غصے سے برق اٹھا

تایانے ہاتھ بڑھا کر اپنی گردن پر پھیرا، جیسے وہ لمحہ اب بھی انہیں دبوچ رہا ہو۔
اس کی بری حالت تھی،"

"مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں وہ بندوق نکال کر گولی نہ مار دے۔

تائی امی نے بھی خوفزدہ نظروں سے سر ہلا کر تایا کی بات کی تصدیق کی، ان کا چہرہ بھی سفید پڑا ہوا تھا۔

چاچا نے افسوس اور غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ سر ہلایا۔

تو یہی تو میں پہلے بتا رہا تھا آپ کو! آپ لوگ ہی اپنی بیٹی کے شوہر کے چکر میں" وہاں پہنچ گئے! ارے وہ بہت خطرناک انسان ہے! بہتر ہو گا کہ ہم اس سے دور "ہی رہیں۔

ہماری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے ہم کیا کریں۔ اماں نے بے بسی سے کہا تھا۔

جبکہ رباب، کمرے کے اندر اپنے بستر پر لیٹی، ان تمام باتوں کو سن رہی تھی۔ گاؤں کے چھوٹے گھر میں آوازیں ایک کونے سے دوسرے کونے تک آسانی سے سفر کرتی ہیں، اور آج یہ آوازیں اس کے دل پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھیں۔

کیا کریں کا کیا مطلب ہے اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے طلاق کروائیں بات ختم کریں ہماری رباب کی دیکھیں جائے گی کم سے کم خود پر کوئی مصیبت نہ ڈالیں چاچا مشورہ دے رہے تھے۔

اللہ نہ کرے کیسی باتیں کر رہے ہو رفاقت، اپنی بیٹی کی بات کرتے ہوئے بھی زبان کانپتی ہے اور تم کتنی آسانی سے کہتے ہو طلاق کروا دو، طلاق آسان تھوڑی ہے یہ لفظ بھی سات زمینوں اور سات اسمانوں میں گھوجتا ہے۔

ہاں تو کیا کریں کہ آپ ہی بتایئے آسان تھوڑی ہے اکرم کی بات ماننا اکرم ہماری مجبوری کا فائدہ اٹھا رہا ہے اور کچھ نہیں۔۔۔"رفاقت چاچا نے یقین سے کہا تھا جب کہ اس بار پر توتایا بھی اتفاق کرتے تھے۔

لیکن بیٹی کا معاملہ تھا وہ کیا کرتے اندر پڑی وہ ان کی ساری باتیں سن رہی تھی۔

وہ بہت پریشان ہو گئی تھی۔اسے اکرم کے وعدے، اس کی یقین دہانیاں، اور اس کی پیار بھری باتیں یاد آنے لگیں جو اس نے کل کہی تھیں۔اکرم نے کہا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے، اسے کبھی نہیں چھوڑے گا، بس اسکے ابا اس کی

بات مان لیں۔ لیکن اس کے ابا تو خالی ہاتھ لوٹے تھے، اور اب تو سردار کا غصہ بھی پہلے سے زیادہ بڑھ چکا تھا۔

اب کیا ہو گا؟" یہ سوچ کر رباب کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی، اور وہ" اور بھی زیادہ پریشان ہو کر بستر پر بے جان سی پڑی رہی۔

طلاق کا داغ اپنے ماتھے پر سجانے کو وہ تیار نہ تھے اتنی محبت کیسے ہوئی تھی اسی اکرم سے یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

oooooooo

آج دعام کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس کے چہرے پر صبح سے ہی ایک خاص چمک تھی جو اس کی اندرونی سرشاری کا پتہ دے رہی تھی۔ آج اس کے تایا اور تائی اس سے ملنے آئے تھے، اور یہ بات ہی اسے بے حد خوش کر چکی تھی۔ ان رشتوں نے اس کے ساتھ جو بھی سلوک کیا تھا، کیسا ہی رویہ رکھا تھا، لیکن یہ تو اس کے اپنے تھے۔ وہ تو بچپن سے انہیں چاہتی تھی، انہی کے ساتھ پلی بڑھی

تھی، انہی لوگوں نے پالا تھا—اپنے مطلب کے لیے ہی سہی، لیکن وہ انہی کی بیٹی بن کر جوان ہوئی تھی۔

اور پھر دلدار اور قبیلے والوں نے انہیں اتنی عزت دی تھی، ان کی ایسی مہمان نوازی کی تھی، اس بات نے دعام کو بے حد خوش کر دیا تھا۔ اسے فخر محسوس ہو رہا تھا کہ سردار نے اس کے خاندان کا احترام کیا ہے۔

کمرے میں آ کر وہ دلدار کا انتظار کرنے لگی تا کہ اس کا شکریہ ادا کر سکے، اس محبت اور احترام کے لیے جو اس نے اس کے رشتہ داروں کو دیا تھا۔ ابھی وہ اس کے آنے کا انتظار ہی کر رہی تھی کہ اچانک ہی خیال آیا کہ کیوں نہ اس کے آنے سے پہلے تیار ہو جائے۔ کتنے دنوں سے دلدار کہہ رہا تھا کہ آج سرخ رنگ کا لباس پہنو، اور وہ خود ہی سے تنگ کرنے کے لیے خوب نکھرے دکھا رہی تھی، اس کی بات نہیں مان رہی تھی۔ لیکن آج، اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے الماری سے اس کی سب سے پسندیدہ سرخ رنگ کی ڈریس نکالی اور پھر اچھے سے تیار ہو کر اس کا انتظار کرنے لگی۔

اس نے اپنے ہاتھوں میں بھر بھر چوڑیاں پہنی تھیں، جو کلائیوں میں سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ سردار باتیں کرتے ہوئے اکثر اس کی چوڑیوں کو چھیڑتا رہتا تھا، انہیں اپنے ہاتھوں سے چھوتا تھا۔ جب کہ اس کی اپنی پسند تو ہمیشہ سے ہی پازیب تھی جو ہر وقت اس کے پیروں میں رہتی تھی اور ہر قدم پر چھنکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ پازیب سردار کو کتنی پسند تھی؛ وہ دور سے آ رہی ہوتی تو سردار کے لبوں پر اس پازیب کی آواز سے ہی ایک پرسکون مسکراہٹ بکھر جاتی تھی۔ وہ جانتی تھی یہ پازیب اس کے لیے کتنی خاص ہے، یہی تو وجہ تھی کہ جس دن سے سردار نے اسے یہ پہنائی تھی، اس نے اسے ایک لمحے کے لیے بھی اتارا نہیں تھا۔ آج وہ پوری طرح سے سج سنور کر اپنے ڈاکو جی کا انتظار کر رہی تھی، جو صرف اس کا تھا۔

○○○○○○

کمرے کے اندر ایک پرسکون سی خاموشی چھائی ہوئی تھی، جو دعام کی بے چینی کو مزید بڑھا رہی تھی۔ وہ پلکیں بچھائے اپنے محبوب کا انتظار کر رہی تھی، آج وہ

خاص طور پر سج سنور کر بیٹھی تھی۔ ٹھیک اسی لمحے، سردار دلدار قدم بڑھاتا اس پر تکلف کمرے کے اندر داخل ہوا۔ اس کی نگاہیں ایک لمحے کو بھی دعام پر پڑتے ہی کھٹک گئیں۔ اس کے قدم وہیں رک گئے، اور اس کی نگاہیں دعام کے حسین سرخ لباس کے ساتھ چپک کر رہ گئیں، جو اس کی دلکش شخصیت کو مزید چار چاند لگا رہا تھا۔

وہ آہستگی سے، جیسے کسی حسین خواب کو تعبیر مل رہی ہو، قدم بڑھاتا اس کے قریب آیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری چاہت اور حیرت صاف نمایاں تھی۔

اس نے نرمی سے دعام کا چہرہ تھاما، اس کی نازک ٹھوڑی کو اوپر اٹھایا اور اس کے حسین لبوں کو چوم گیا۔ اس کے لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ تھی، اور اس نے دھیمی، سریلی آواز میں کہا،

"میں نے اس سے زیادہ خوبصورت چاند نہیں دیکھا۔

دعام کے لہجے میں شرارت تھی، اس نے مصنوعی ناراضگی سے کہا،

"لیکن چاند تو سفید رنگ کا ہوتا ہے اور یہ تو میں نے تو سرخ لباس پہنا ہے۔

سردار دلدار قہقہہ لگا کر ہنسا، اس کی ہنسی سے کمرہ گونج اٹھا۔ اس نے پیار سے اس کے گال کو تھپتھپایا۔

میں نے کبھی اس چاند پر غور نہیں کیا، میرا سارا دھیان تو ہمیشہ سے میرے اپنے چاند پر رہتا ہے۔ اس نے اس کی آنکھوں میں گہرائی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نہیں جانتا وہ چاند کس رنگ کا ہے، لیکن کہتے ہیں کہ چاند بہت خوبصورت ہے، اسی لیے میں تمہیں چاند کہتا ہوں۔ خیر، چاند بھی تمہارے آگے کیا ہی ہو گا؟ میرا سجن سائیں تو میرے لیے پوری دنیا ہے!"

وہ اسے اپنی باہوں میں بھرتا، اچانک ہی اس کی کمر کے گرد بازو ڈالتا اسے کمرے میں ایک چکر گھما گیا۔ دعا کھلکھلا کر ہنسی، اس کے قہقہے کمرے میں گونج اٹھے۔ اس نے اپنے ہاتھ سردار کے کندھے پر رکھے اور اس کی گردن میں باہیں ڈال گئی۔

ڈاکو جی! تھینک یو سو سو سو مچ! دعام کی آواز میں بے پناہ خوشی اور شکریہ کے "

جذبات تھے۔

آج آپ نے میرے لیے جو کیا، مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں جانتی ہوں آپ تایا ابو اور تائی امی کو تو کیا، میرے گھر میں کسی کو بھی پسند نہیں کرتے۔" اس نے سردار کی آنکھوں میں دیکھا، "لیکن میری خاطر آپ نے ان کو عزت دی، ان کے لیے دعوت کا انتظام کروایا، انہیں اتنی اہمیت دی، اتنی ساری دیر ان کے ساتھ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ میں جانتی ہوں یہ سب کچھ آپ نے صرف میرے لیے کیا ہے کیونکہ آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔

دعام نے گردن میں باہیں ڈالے ہوئے، پورے یقین سے کہا۔

سردار نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک پر اسرار چمک تھی۔ "تمہیں کس نے کہا میں تم سے پیار کرتا ہوں، میرا سوہنا مکھڑا؟" وہ یوں ہی اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے، اچانک ہی اسے اپنے ساتھ بیڈ پر گرا تھا۔

کیا مطلب ؟ آپ مجھ سے پیار نہیں کرتے ؟" دعام حیرت اور بے یقینی سے " بڑی بڑی آنکھیں کھولے اسے گھورنے لگی تھی۔ اس کی گہری، کاجل بھری آنکھیں اس وقت حیرت سے مزید قاتل لگ رہی تھیں۔ آج اس نے اپنے لبوں کو بھی بڑی خوبصورتی سے سجایا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے خاص محنت کی گئی ہو صرف ان لبوں کی سجاوٹ میں، باقی چہرہ ویسا ہی تھا جیسا ہوتا تھا—بنا کسی ہار سنگار کے، ساری دنیا کی معصومیت سمیٹے ہوئے۔

نہیں، میں تو نہیں کرتا تم سے محبت۔ " سردار نے صاف انکار کیا۔ دعام " حیرانگی سے اسے دیکھتی، اس کی باہوں سے نکلنے کو بے چین ہو چلی تھی۔

سردار نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا، اس کے لبوں پر ایک سچی، گہری مسکراہٹ پھیلی۔

کوئی لفظ نہیں ہے میرے اندر کے احساسات کو بیان کرنے کے لیے۔ یہ لفظ " بیان ہی نہیں کر سکتا، بہت چھوٹا سا لفظ ہے یہ محبت! عشق، دیوانگی، جنون— ان لفظوں سے بھی میری محبت واضح نہیں ہو سکتی! جو ہے وہ ان سب سے بڑھ

کر رہے۔" اس نے پیار سے اس کے بالوں کو سہلایا، اور اس کے ماتھے پر ایک گہرا بوسہ دیا۔

ہاں لیکن یہ سچ ہے کہ میں نہیں کرتا تم سے محبت۔" میرے اندر جو تمہارے لیے ہے اس کو بیان کرنے کے لیے کوئی لفظ بنا ہی نہیں سجن سائیں

کوئی لفظ نہیں ہے میرے اندر کے احساسات کو بیان کرنے کے لیے۔ یہ لفظ" بیان ہی نہیں کر سکتا، بہت چھوٹا سا لفظ ہے یہ محبت!" سردار کے الفاظ فضا میں گونجے۔" اس عشق، اس دیوانگی، اس جنون میں وہ چیز نہیں ہے جو میں محسوس کرتا ہوں۔" وہ ایک لمحے کو رکا، اس کے چہرے پر گہرے جذبات ابھرے۔

تمہیں پتا ہے، میرا دل اس قبیلے کی طرح آزاد رہا ہے۔ کسی بندھن کو نہیں" مانتا۔ لیکن جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو، یہ دل یوں تمہارا اسیر ہوا ہے "کہ لگتا ہے میری دھڑکن تمہارے نام سے چلتی ہے۔

اس نے دعام کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے سینے پر رکھا۔

یہ جو میرا سینہ دھڑک رہا ہے نا، یہ میری زندگی کی گواہی نہیں، یہ تمہاری موجودگی کا اعلان ہے۔ جس دن تم نظروں سے اوجھل ہو جاوگی، یہ دھڑکن بھی تھم جائے گی۔ میری روح کا ہر ذرہ، میرے وجود کی ہر سانس، صرف تمہاری غلام ہے۔ محبت تو بہت چھوٹا لفظ ہے، تُم میرے لیے میری ذات سے بھی بڑھ کر ہے!" اس نے پیار سے اس کے بالوں کو سہلایا، اور اس کے ماتھے پر ایک گہرا بوسہ دیا۔

آپ سچ میں مجھ سے اتنا زیادہ پیار کرتے ہیں ڈاکو جی۔۔۔" وہ موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو بھرے بولی تو اس نے نرمی سے اس کی انکھوں کے نیچے سے آنسو صاف کرتے وہاں اپنے لب رکھے تھے۔

ابھی تو بتایا پیار نہیں کرتا تم سے یہ کچھ اور ہی اس کے لیے کوئی لفظ نہیں بنا اگر بن گیا تو بتادوں گا ویسے بھی انے والے 7060 سال تو ساتھ ہی گزارنے ہیں نا ۔ہو سکتا ہے عاشق کوئی لفظ ایجاد کر ہی لیں میرے جذبات کو بیان کرنے کے لیے وہ اسے تھام کر اپنے سینے سے لگاتا اس کی چوڑیوں کے ساتھ چھیڑ خوانی

کرنے لگا کبھی اس کی انگلیاں اس کے لبوں پہ آ کر رکتی کبھی وہ اس کی پلکوں پر آہستہ سے اپنا انگوٹھا پھرتے ہوئے اس کی پلکوں کی جھالر کو محسوس کرتا۔

اچھا ڈاکو جی بتائیں میں آپ کو بہت زیادہ خوبصورت لگتی ہوں نا۔۔؟پوری دعام میں آپ کو سب سے زیادہ کیا پسند ہے وہ اس کے سینے سے سر ٹکاتی اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگی انداز معصومنہ تھا جبکہ وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

جسے سچ مچ میں اس کا کوئی ایک نقش تعریف کے قابل قرار دے گا۔وہ کافی دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر بولا تو اس کا لہجہ گمبھیر تھا۔

تیرے نیناں وچ سمندر ڈھم،اکھیاں چوں جد گُم تھیسیں سجن"

میڈے دل دی کشتی ڈُب ویسی،روح وچ وسا گھِدے تیکوں اجّ

تیرے لَباں دی لالی میڈے لب چُمّ کے،ساہواں نوں کریندی بے حال

اَنگوٹھے نال جَد چھوہویں توں،میڈا ہر دُکھ بَھج ویندے حال

تیرے رُخسار دے تل تے قربان میڈی جان، میڈی ہر شام

زُلفاں دی چھاں وچ ہتھ پھیریں جد، میڈا اہر دُکھ تھیوے آرام

تیرے ہتھاں دیاں چوڑیوں دی چھنکار، ہتھ لاویں تے چھڑ ویندے ہاڑ

تیرے پیریں دی پائل دی آواز، میڈی زندگی دی ہر ریت ہر ساد

تیکوں ویکھاں تے ساہ رُک ویندے، میڈی دُنیا اِتھوں شروع تھیوے

توں میڈے دل دی ہر دھڑکن، توں میڈی جان، ہاڑے! توں جیویں

تیرے عشق دا قیدی ہامیں، نہ کِتھے ونج سگداں میں اج

ہَر شَے چوں تیڈی خوشبو آوے، میں کِنج بُھل سگداں ہاڑے؟

(اریج شاہ)

وہ اس کے چہرے کے ہر ایک نقش کو چومتے ہوئے بولے جا رہا تھا وہ اس کی باتوں کو کیا سمجھنے کی کوشش کرتی اس کے لہجے میں کھوئی ہوئی اس کی بے باکیاں محسوس کر رہی تھی۔

اچھا اچھا نا بس پتہ چل گیا میں بہت زیادہ خوبصورت ہوں، وہ اس کے لبوں کو لگام لگاتے ہوئے بولی کیونکہ اب وہ ساری حدود کراس کرتا جا رہا تھا۔

ابھی کیسے پتہ چل گیا ابھی تو میں نے ٹھیک سے بتایا ہی نہیں مجھے پوری طرح بتانے تو۔

وہ ایک جھٹکے میں اسے بیڈ پر گراتے ہوئے خود اس پر سایہ فگن ہوا تھا اور اب دعام بھی جانتی تھی وہ اسے کس طرح سے بتانے والا ہے۔

میں چاہتا ہوں میں ساری رات تمہاری تعریفیں کروں۔ وہ اس کے رخسار پر مونچھ رگڑتے ہوئے بولا۔

یہ والی تعریفیں مجھے سمجھ نہیں آتی نا! وہ بے قراری سے اس کے رخساروں سے گردن کا سفر کر رہا تھا۔ جب وہ شرم سے بے حال ہوتے ہوئے بولی۔

کیوں سمجھ نہیں اتی۔ وہ حیران ہوا تھا

سرائیکی مشکل ہے نا اس کی آنکھیں دکھانے پر وہ معصومیات سے بولی تھی۔

مجھ سے کیا امید رکھتی ہو سجن سائیں میں تمہیں اپنی بے قراریوں بے تابیوں کا ترجمہ اردو ادب میں کر کے بتاؤں۔۔۔۔؟ وہ۔اب بھی آنکھیں دیکھا رہا تھا۔

ہاں بتا دیجیے وہ شرارت سے بولی۔

ٹھیک ہے بتا دوں گا لیکن صرف زبان سے نہیں لبوں کا سامنا بھی کرنا پڑے گا تمہیں۔۔۔" وہ اسے کھینچ کر اپنی مزید قریب کرتا اپنی باہوں میں جکڑ گیا تھا۔

نہیں مجھے نہیں جاننا میں سمجھ لوں گی خود ہی آہستہ آہستہ ویسے بھی 7060 سال پڑے ہیں، وہ اس کی باتوں کو دہرانے لگی۔

لیکن میں تو ابھی بتانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ایک ایک لفظ کا مطلب۔

'لیکن مجھے نہیں جاننا۔۔۔۔

تو میں کیا کروں مجھے تو بتانا ہے نا وہ اس سے اپنی باہوں میں قید کرتا۔اس کے کان میں محبت بھری میٹھی سرگوشیاں کرتے ہوئے نہ جانے اسے کون کون سے

مطلب بتارہا تھا جبکہ وہ شرم سے بے حال ہوتی اس کے سینے میں چھپ گئی تھی

۔

ooooooo

صبح سویرے ہی سورج کی پہلی کرنوں نے ابھی گھر کے صحن کو پوری طرح روشن بھی نہیں کیا تھا کہ ایک زوردار دستک نے گھر کے سکوت کو توڑ دیا۔ اندر سے تایا نے ہانپتے ہوئے دروازہ کھولا، ان کے چہرے پر خوف اور پریشانی کی گہری لکیریں نمایاں تھیں،

جو رات بھر کی بے خوابی اور قبیلے کی وحشت کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔ سامنے اکرم کھڑا تھا، اس کی آنکھوں میں بے چینی اور غصے کی ملی جلی چمک تھی، جو اس کی بے صبری کو عیاں کر رہی تھی۔

کل رات کی مختصر فون کال، جس میں تایا نے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ قبیلے سے ہو کر آئے ہیں، نے اکرم کو صبح ہوتے ہی یہاں آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ معاملہ سیدھا نہیں ہے، اور کچھ بڑا غلط ہو چکا ہے۔

اکرم بغیر کسی تاخیر کے سیدھا گھر کے اندر داخل ہوا، اس کی نظریں سیدھی تایا اور پھر تائی کی طرف اٹھیں جو اب صحن میں آچکی تھیں۔

انکل، آنٹی! کیا ہوا؟ دعام سے ملاقات ہوئی ہے آپ لوگوں کی؟" اکرم کی آواز" میں بے چینی اور دباؤ کا ایک ملا جلا تاثر تھا، جو اس کی توقعات اور اندرونی بے چینی کو ظاہر کر رہا تھا۔ اس کی نظریں تایا کے چہرے پر گڑی تھیں، جیسے ہر تفصیل جاننے کو بے تاب۔

تایا نے ایک گہرا، لرزتا ہوا سانس لیا، ان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے

۔"بیٹا، وہ... وہ بہت خطرناک انسان ہے!" ان کے الفاظ کانپ رہے تھے، جیسے وہ منظر دوبارہ ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہو۔

ہم نے ہر ممکن کوشش کی، دعام سے بات کرنے کی، لیکن وہ سر پر سوار رہا ہلا تک نہیں دعام کے قریب سے۔

کیا مطلب اپ تین چار گھنٹے وہاں رہے ہیں وہاں پر کھانا تک کھایا اور ایک سیکنڈ

" کے لیے بھی دعام سے بات نہیں کر سکے

اس کی آواز اب اونچی ہو چکی تھی، جس میں بے یقینی، مایوسی، اور توہین صاف "

تھی۔ اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں،

اپنی بیٹی کے لیے اتنا نہیں کر سکتے آپ لوگ؟ تو میں آپ سے آگے کے لیے کیا

امید رکھوں؟" اکرم کے لہجے میں سرد غصہ اور شدید مایوسی صاف جھلک رہی

تھی، لیکن اس کے پیچھے ایک چھپی ہوئی، واضح دھمکی تھی۔

اکرم نے ایک گہرا، غضبناک سانس لیا، اور اس کی آنکھیں تایا اور تائی پر جم

گئیں۔ اس کی آواز اب پہلے سے بھی زیادہ سرد، واضح، اور بے رحم تھی۔

سن لیں! یہ میری آخری بات ہے!" اس نے دھیمی، لیکن مضبوط آواز میں "

کہا۔

اگر میرا کام نہیں ہوا، تو یاد رکھنا، میں آپ کا بھی کوئی کام نہیں کروں گا!"""

اس نے یہ کہتے ہوئے ایک خوفناک، تمسخرانہ مسکراہٹ دی، جو ان کے دلوں پر بجلی بن کر گری۔

اگر آپ میرے کسی کام نہیں آئے تو مجھ سے بھی کوئی امید مت رکھیے گا آپ لوگوں کو اپنی بیٹی کو ساری زندگی کے لیے گھر پر بٹھا کر رکھنا پڑے گا۔" اکرم کی آواز میں ایک واضح، بے رحم دھمکی تھی، اس کے الفاظ ہوا میں زہر گھول رہے تھے اس کے لہجے میں ایسی سختی تھی کہ تایا اور تائی کے قدموں تلے زمین نکل گئی ہو۔ وہ دونوں اپنی جگہ ساکت رہ گئے۔ ان کے چہرے مزید زرد پڑ گئے اور انہیں اپنی بے بسی کا شدت سے احساس ہوا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دیں۔ گھر کا ماحول پہلے ہی سے بھاری تھا، اور اکرم کی ان دھمکیوں نے اسے مزید تناؤ سے بھر دیا۔

چاچا، جو یہ سب سن رہے تھے۔ اکرم کی اس بدتمیزی اور دھمکی پر شدید غصے میں تھے۔ ان کی مٹھیاں بے اختیار بھینچ گئیں، ان کا خون کھولنے لگا،

لیکن وہ خاموش رہے کچھ نہ کہہ سکے کیونکہ آخر کو وہ ان کے گھر کا جمائی تھا، اور اس وقت ان کے لیے اپنی بیٹی کی قسمت سب سے اہم تھی،

بے شک رباب ان کی اپنی بیٹی نہ تھی لیکن بیٹی تو اسی گھر کی تھی اور پھر رباب کی طلاق سے ان کی اپنی بیٹیوں کی زندگی پر برا اثر پڑھنا تھا۔

وہ لوگ اکرم کو ناراض کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ ان کی مجبوری نے انہیں زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا۔

○○○○○○

اکرم کی دھمکیوں کے بعد، تایا اور تائی کی امیدیں ٹوٹ چکی تھیں۔ انہیں کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تایا نے بے بسی سے اکرم کی طرف دیکھا۔

تو اب ہم کیا کریں، بیٹا؟" تایا کی آواز میں لرزش تھی۔"

وہ آدمی تو ایک لمحے کے لیے بھی اسے اکیلا نہیں چھوڑتا۔ ہم اس سے بات کیسے کریں؟ تم ہی کوئی راستہ بتاؤ۔ تائی امی بھی سوالیہ نظروں سے اکرم کی طرف دیکھ رہی تھیں، جیسے ان کا آخری سہارا وہی ہو۔

اکرم کے ہونٹوں پر ایک باریک، شاطرانہ مسکراہٹ پھیلی۔ اس کی آنکھوں میں ایک نئی چال چمک رہی تھی۔

"اسے یہاں گھر پر بلایا جائے!" اس نے ایک لمحے کو توقف کیا، ان کے حیران چہروں کو دیکھتے ہوئے بولا،

"لیکن کیسے؟ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا، وہ تو دعام کے معاملے میں ہم پر اعتبار ہی نہیں کرتا تھا۔" تایا ابا نے پریشانی سے کہا تو اکرم نے سر ہلایا جیسے ان کی پریشانی سمجھ رہا ہو، لیکن اس کے چہرے پر ایک چالاکی تھی۔

"بہت آسان ہے!" اکرم نے مسکراہٹ کو گہرا کرتے ہوئے کہا، اس کی آنکھیں اب تایا اور تائی پر جم گئی تھیں۔

آپ بیمار ہو جائیں۔ دل پکڑ لیں۔ اداکار تو کمال کے ہیں، آپ ادکاری کر لیجیے" کچھ بھی کر لیں۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا، اس کی نظریں سیدھی ان کے چہروں پر تھیں۔

اب اپنے تایا کو موت کے منہ میں دیکھ کر تو آئے گی ہی ناوہ۔" اکرم کا لہجہ سرد اور حساب کیا ہوا تھا۔

سردار اسے اکیلا نہیں انے دے گا وہ اس کے ساتھ ائے گا چچا جو کب سے خاموش بیٹھے تھے یقین سے بولے۔

زبردستی رات میں روک لیجیے اسے۔" سردار رات کو یہاں ہرگز نہیں رکے گا" کیونکہ اس کا قبیلہ اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس کے قبیلے پر ہر وقت خطرہ منڈراتا ہے کیونکہ جیسا نڈر سردار ہے ویسا کوئی نہیں وہ قبیلہ سردار کے اعتبار پر چلتا ہے، وہاں کے لوگ سکون سے سوتے ہیں صرف اور صرف اس لیے کیونکہ وہاں سردار ہوتا ہے سردار کی غیر موجودگی میں وہ قبیلہ ایک رات بھی سکون سے نہیں رہ سکے گا

تایا اور تائی اکرم کی بات سن کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، یہ ایک ایسا خطرناک کھیل تھا جس کی وہ ہمت نہیں کر پا رہے تھے۔

"باقی میں آجاؤں گا اسے تفصیل بتانے کے لیے، اسے اپنی باتوں میں کس طرح سے الجھانا ہے یہ میں دیکھ لوں گا۔" اکرم نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی، لیکن اس کی آواز میں ایک دباؤ تھا۔ "آپ کم سے کم اسے یہاں بلانے کا انتظام کر دیجیے، میری اس کے ساتھ ملاقات فکس کر دیجیے۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ اس کی باتیں انہیں مزید الجھا رہی تھیں، یہ ایک ایسا خطرناک جال تھا جس میں وہ سب پھنسنے والے تھے۔

تایا نے ایک بار پھر ہمت کی، ان کے چہرے پر خوف نمایاں تھا۔

"اور اگر یہ بات دلدار کو پتہ چل گئی تو...؟" وہ کہتے ہوئے ایک لمحے کے لیے کانپ سے گئے۔ دلدار کا نام سن کر ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

اکرم کے چہرے پر پھر وہی بے رحم، سرد مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر وہی دھمکی بھری چمک تھی۔

تو میں دیکھ لوں گا!" اس کی آواز میں اب کوئی لچک نہیں تھی۔"

آپ لوگ وہ کیجیے جو میں آپ لوگوں سے کہہ رہا ہوں، ورنہ بیٹی کو بٹھا کے "

رکھیے ساری زندگی کے لیے گھر پر!" اس نے اپنا آخری تیر چھوڑا تھا، جو سیدھا

ان کی کمزوری یعنی رباب کی مستقبل کی زندگی پر لگا تھا۔ تایا اور تائی بے بسی سے

ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے، انہیں سمجھ آگیا تھا کہ اب ان کے پاس کوئی

دوسرا راستہ نہیں ہے۔

○○○○○○○○

صبح کی پہلی نرم کرنیں قبیلے کے کمرے میں جھانک رہی تھیں، جو دعام کے

چہرے پر پڑ کر اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھیں۔

وہ گہری نیند میں تھی اور سردار دلدار کی بانہوں میں سکون سے سو رہی تھی۔

سردار نے کروٹ بدلی، اور اس کی نگاہ دعام کے معصوم چہرے پر پڑی۔

اس کے لبوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

میڈی سوہنی نینداری پگلی، جاگ پئے سجن سائیں!"(میری خوبصورت نیند" کی دیوانی، جاگ جاؤ سجن سائیں) اس نے دعام کے گال کو ہلکے سے تھپتھپایا۔

دعام نے آنکھیں کھولیں، نیم بیداری کی حالت میں شرما کر مسکرائی اور سردار کی باہوں میں مزید سمٹ گئی۔

وہ سردار کی بات پوری طرح سمجھی نہیں، مگر اس کے لہجے کی نرمی اور پیار کو محسوس کر لیا تھا۔ اس نے دبی آواز میں سردار کے سینے میں سر چھپاتے ہوئے کہا

"ہوں... کیا ہے؟ اور تھوڑی دیر سونے دیں نا۔"

اے وی کوئی گال ہے؟ صبح تھی گئی ہے، میڈا دل تیکوں ویکھݨ نال ای کھل اٹھدا ہے۔"(یہ بھی کوئی بات ہے؟ صبح ہو گئی ہے، میرا دل تو تمہیں دیکھنے سے

ہی کھل اٹھتا ہے۔) اس نے پیار سے اس کے بالوں کو ہٹاتے ہوئے کہا، جو اس کے ماتھے پر بکھرے تھے۔

"پتا نہیں کیا بولتے ہیں... مگر لگتا ہے بہت میٹھی باتیں کر رہے ہیں آپ صبح صبح۔" اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی پھیل گئی۔

سردار ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہنسا۔

"مٹھیاں گلاں کے کرساں توں تے خود میڈی زندگی دا ہر سکھ ایں۔" (میٹھی باتیں کیا کروں گا تم تو خود میری زندگی کی ہر خوشی ہے۔) اس نے دعام کی کمر پر اپنا بازو مضبوط کیا اور اسے مزید قریب کھینچا۔

"کچھ سمجھ نہیں آیا، پر اتنا پتا ہے کہ آپ کو بہت پیار آ رہا ہے مجھ پر۔" اس نے ہلکے سے سردار کے سینے پر ہاتھ رکھ کے سردار پھر سے مسکرایا تھا۔

"میڈی جان۔ ہُن اٹھ تے میڈی باہواں وچ ہی ناشتہ کر۔" (، میری جان۔ اب اٹھو اور میری باہوں میں ہی ناشتہ کرو۔)

دعا م ہلکا سا شرما کر مسکرائی، دھیمی آواز میں بولی۔ "آپ کی باہوں میں ؟ پھر تو سارا ناشتہ گر جائے گا، اور مجھے سرائیکی سمجھ بھی تو نہیں آتی آپ کی۔" وہ ہلکے سے اس کے سینے ہقتھ رکھتی اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

سمجھ نہیں آتی تو پھر یہ کیسے سمجھ گئی وہ جو اٹھنے کی کوشش میں تھی اگلے ہی لمحے پھر سے بیڈ پر اس کے سینے پہ آ گری تھی۔

سرئیکی نہیں آئی لیکن اتنی پاگل بھی نہیں ہوں کہ اتنا بھی نہ سمجھ سکوں، سارے الفاظ تو اردو کے چکر کاٹ رہے ہیں کچھ کچھ سمجھ میں اگیا مجھے دماغ کام کرتا ہے میرا وہ شرارت سے بولی۔

تو مطلب حسین کے ساتھ ذہین بھی کیا بات ہے۔ وہ اسے مزید اپنے قریب کرتا خود میں بینچنے لگا تھا جب کہ وہ اٹھنے کے لیے پر تول رہی تھی

نہ، نہ! ہُن تیکوں کتھوں ونج ڈ دینا میں ؟ توں ہُن میڈی ہانڑ ایں، میڈا مقدر۔" (نہیں، نہیں! اب تمہیں کہاں جانے دینا ہے میں نے ؟ تم اب میری ہمدم، میرا مقدر کو)

دعام نے شرم سے اپنی نظریں جھکالیں اور اس کے سینے سے لگ کر ہنسی۔ وہ سردار کے الفاظ پوری طرح نہیں سمجھ رہی تھی، مگر اس کے لہجے، اس کے لمس اور اس کے انداز سے محبت اور پیار کو بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ اسے سردار کا یہ پیار بھرا انداز بہت پسند تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ شخص اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے اور اسے دنیا کی ہر خوشی دینا چاہتا ہے۔ وہ معصومیت سے مسکراتے ہوئے اس کے سینے پہ سر رکھ گئی تو سردار نے اسے خود میں جکڑ کر لیا تھا

ooooooo

"ڈاکٹر بیلا! خدا کے لیے جلدی دیکھ لیں اسے۔ یہ کوئی عام بندہ نہیں ہے، ڈاکو ہے! غصہ آگیا تو معلوم نہیں کیا کر بیٹھے۔ ایک منٹ بھی نہیں لگے گا اسے گولی چلانے میں۔"

ہسپتال کے تنگ کوریڈور میں اس وقت سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی جب بالا اپنے مخصوص بے پرواہ انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس کا دایاں بازو خون میں لت

پت تھا، اور بائیں ہاتھ سے اس نے اس کٹ کو تھام رکھا تھا جس سے تازہ خون رس رہا تھا۔ آج اس نے اپنی کلائی پر جان بوجھ کر ایک گہرا کٹ لگایا تھا۔ بیلا کی نظریں جیسے ہی اس پر پڑیں، اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ وہ اندر ہی اندر غصے اور کوفت سے ابل رہی تھی، مگر اس کے چہرے پر خوف کی ایک لہر بھی دوڑ گئی۔ ایک نرس جو اس کے پیچھے دوڑی چلی آ رہی تھی، بالا کو دیکھتے ہی جیسے زمین میں گڑ گئی۔ ہسپتال کا عملہ بالا کے روز روز کے آنے سے اس قدر خوفزدہ تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی سہم جاتا تھا۔ یہ سب بیلا کے لیے مزید پریشانی کا باعث بن رہا تھا کیونکہ بالا کا روزانہ کسی نہ کسی بہانے سے خود کو زخمی کر کے آنا، اور پھر اسی سے علاج کروانے کی ضد کرنا اسے بری طرح تھکا رہا تھا۔ کبھی اس کا کندھا زخمی ہوتا، کبھی بازو، کل تو اس کا پیر زخمی تھا۔ بالا کی گہری آنکھیں نقاب کے پیچھے سے بیلا پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایسی پراسرار چمک تھی جو بیلا کے دل میں بیک وقت خوف اور ایک عجیب سی الجھن پیدا کر رہی تھی۔

اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ آنکھیں اس کی روح کی گہرائیوں میں اتر رہی ہوں۔

○○○○○○○

"آپ روز کیسے زخمی ہو جاتے ہیں، جناب؟ یہ کوئی مذاق ہے؟ آپ کے ہاتھ پہ روز اتنی زیادہ چوٹیں کیسے لگ جاتی ہیں؟ کبھی آپ کا کندھا زخمی ہوتا ہے، کبھی بازو، کبھی ہاتھ، کل پیر زخمی تھا! آخر آپ کو اتنی زیادہ چوٹیں کیوں لگتی ہیں؟"

بیلا نے جھنجھلاہٹ سے تقریباً چیختے ہوئے بالا کی کلائی پر پٹی باندھنا شروع کی۔ اس کی آواز میں ناراضگی صاف عیاں تھی۔ بالا نے بڑے اطمینان سے، گویا اسے کوئی فرق ہی نہ پڑ رہا ہو، کہا،

"ڈاکو ہوں سرکار اور ڈاکو کہیں نہ کہیں تو سر پیر مارتے ہی رہتے ہیں۔ اسی لیے چوٹیں لگ جاتی ہیں۔ آپ کا کام ہے علاج کرنا۔ آپ علاج کیجیے نا، یہ تفصیلات میں کیوں پڑ رہی ہیں آپ؟" بیلا نے غصے سے اس کی بات کاٹ دی۔

جی ہاں! میرا کام علاج کرنا ضرور ہے، لیکن پٹی باندھنا میرا کام نہیں ہے، یہ" نرس کا کام ہے۔ آپ کو ہر چھوٹی چوٹ کے لیے ڈاکٹر کے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے؟" اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ اب انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ بالا کا روز روز کا آنا اس کے لیے ہسپتال میں نئی بدنامی کا سبب بن رہا تھا۔

ہر کوئی اسے شک کی نظروں سے دیکھتا تھا، یہاں تک کہ سینیئر ڈاکٹرز بھی اب اس پر انگلیاں اٹھانے لگے تھے۔

میں کسی نرس سے اپنا علاج نہیں کرواؤں گا! میرا علاج تم نے ہی کرنا ہے،" ڈاکٹر بیلا۔ صرف تم نے ہی کرنا ہے۔" بالا کی آواز میں ایک ایسا فیصلہ تھا جسے ٹالنا ناممکن تھا۔

اس کی گہری آنکھیں بیلا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، اور اس کے لہجے میں ایک عجیب سی ملکیت تھی۔ وہ ایک لمحہ رکا، پھر ایک گہری سانس لے کر گویا کوئی اہم بات کہنے لگا، "ویسے ڈاکٹرنی! کتنی ڈاکٹری رہ گئی ہے تمہاری؟ جلدی سے ڈاکٹر بن جاؤ۔ ہمارے قبیلے کو ایک اچھی ڈاکٹر کی ضرورت ہے، اور میں تو

تمہیں چیک کر رہا ہوں کہ تم کتنی اچھی ڈاکٹر ہو۔ آخر کو تم نے ہی قبیلہ سنبھالنا ہے۔

تم ہمارے قبیلے کی پہلی ڈاکٹر بنو گی!" وہ نہ جانے کیا کیا کہے جا رہا تھا۔

ہاہاہا! بڑی خوش قسمت ہو تم زرا سوچو، ڈاکوؤں کے قبیلے کی ڈاکٹر!" اس نے خود ہی مسکرا کر کہا۔ بیلا کا دماغ جیسے ماؤف ہو چکا تھا۔ اسے بالا کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی،

بس وہ جلد از جلد اس عجیب و غریب شخص سے جان چھڑانا چاہتی تھی۔ یہ نقاب پوش آدمی اس کے پیچھے پڑ چکا تھا۔ اس کا نقاب اس کی شخصیت کو مزید پراسرار اور خوفناک بنا رہا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں جو جنون تھا وہ بیلا کے دل میں خوف کی لہریں دوڑا رہا تھا۔ جیسے ہی بالا وہاں سے نکلا، بیلا نے ایک گہرا سکون کا سانس لیا۔ اس کی موجودگی ہی اس کے لیے ایک مستقل اذیت بن چکی تھی۔

ooooooo

"لو جی، آج پھر چوٹ لگ گئی۔"

بالا قبیلے میں واپس آیا، اس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ سیدھا سردار دلدار یلغار کے پاس آیا جو ایک پرانی، لکڑی کی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ سردار نے اسے سر سے پیر تک دیکھا، اس کی آنکھوں میں فکرمندی صاف عیاں تھی۔ بالا ہلکا سا شرارتی انداز میں سر کھجاتا ہوا، اس کے ساتھ چارپائی پر آ کر لیٹ گیا۔ اس کے چہرے پر تھکاوٹ کی بجائے ایک عجیب سی تازگی اور شوخی تھی۔

دیکھ بالا، پیار محبت اپنی جگہ، پر یہ ڈاکٹری کے چکروں میں شہید نہ تھی" ونجیں۔ کبھی تُو ٹانگ کٹوا رہا ہے، کبھی پیر کٹوا رہا ہے، کبھی کندھے پر زخم کر رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے زخم لگا، مجھے تیری محبت سمجھ آ رہی ہے، لیکن تُو میرے "لیے بہت خاص ہے۔

سردار کی آواز میں محبت اور فکر دونوں نمایاں تھیں۔ اسے بالا کا روز روز خود کو زخمی کرنا بالکل پسند نہیں آ رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ یہ سب صرف بیلا کے قریب رہنے کے بہانے تھے۔

ہائے سردار، کیا بتاؤں تجھے! چھوٹا زخم لگاؤں گا تو جلدی پٹی بند جائے گی، اور " پٹی جلدی بن گئی تو اس کی خوشبو کا حصار جلدی ٹوٹ جائے گا۔ اور اس کی خوشبو کا حصار ٹوٹ گیا تو بالا کا اتنا لمبا سفر ضائع ہو جائے گا۔ بس اسی لیے چوٹ ذرا "بڑی لگاتا ہوں تاکہ سکون سے اسے اپنے قریب محسوس کر سکوں۔

بالا نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، گویا وہ اب بھی بیلا کی قربت محسوس کر رہا ہو۔ اس کے لہجے میں ایک گہرا سرور تھا۔

سردار نے اسے غور سے دیکھا، اس کی بے قراریاں اب اس سے چھپی نہیں تھیں۔

یہ قربت حرام ہے بالا! پہلے نکاح کر، اس کو جائز کر خود پر۔" سردار کی آواز " میں ایک سختی تھی، وہ بالا کو کسی نامحرم کی محبت کے گناہ سے بچانا چاہتا تھا۔

آج بتا دیا ہے میں نے اسے کہ قبیلے کی ڈاکٹر رانی بنے گی، جلدی جلدی اپنی" پڑھائی ختم کر لے۔ میں نے تھوڑی معلومات بھی حاصل کی ہیں، ابھی تو اس کی "ہوم جاب شروع ہوئی ہے، باقی ڈاکٹر پوری بن چکی ہے۔

بالا نے فخر سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں ایک نیا عزم تھا۔ سردار گہری سوچ میں پڑ گیا۔

ان سب باتوں سے مطلب ہے۔ کہ تجھے اگلا قدم اٹھا لینا چاہیے۔ پتہ کر اس" کے والدین کے بارے میں، لڑکی کا رشتہ مانگتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ تو کوئی اور چند چڑھا دے۔ مجھے ہی اس مسئلے کا کوئی حل نکالنا ہو گا!" وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، اس کے ماتھے پر فکر مندی کی لکیریں تھیں۔

سردار کی بات سن کر بالا خوشی سے اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک بڑی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

توکیوں نکالے گا معلومات ؟ میں خود تجھے ساری معلومات لے کر دیتا ہوں، "

کل شام تک۔ کہاں کی ہے، ماں باپ کون ہیں، ایک ایک بات تجھے بتاتا

"ہوں۔

بالا خوشی سے اچھلتا ہوا سیدھا ہوا۔ اس کا دل جیسے پر لگا کر اڑنا چاہتا تھا۔ اس کی

نظر اچانک میدان میں لگے آم کے درخت پر پڑی، جو خوب آموں سے لدا

ہوا تھا۔ اس نے التجا بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ سردار کی نظر بھی

آم کے درخت پر پڑی اور اس کے چہرے پر سختی آگئی۔

خبردار جو تُو درخت کے پاس گیا۔ اپنی محبت کے چکر میں میرے سجن سائیں کو "

"بیمار کرے گا۔

سردار نے تقریباً حکم دیا، اس کی آواز میں دعان کے لیے ایک خاص محبت

تھی۔

"بالا نے معصومیت سے کہا،

سردار! وہ لالچی بلی! جب تک اس کو کچھ کھانے کو نہ دو، وہ بات ہی نہیں سنتی۔ سمجھا کر یار، چھوٹا والا اتار کے لے کر جاؤں گا۔" وہ منت کر رہا تھا، اس کی نظریں آم پر ہی جمی تھیں۔ سردار نے آنکھیں گھماتے ہوئے، دوبارہ سے چارپائی پر تکیے پر سر رکھا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا، جیسے اس نے بالا کی بات سنی ہی نہ ہو۔ بالا نے موقع غنیمت جانا اور آہستہ سے اس کے قریب سے کھسکتا ہوا آم کے درخت کے پاس آیا۔ اس کے قدموں میں تیزی تھی اور دل میں اپنی لالچی بلی کے لیے آم حاصل کرنے کی دھن۔

ooooooo

"اماں اکرم کا فون آیا تھا وہ پوچھ رہے تھے کیا فیصلہ کیا آپ لوگوں نے۔۔۔۔ کچے گھر کے چھوٹے سے صحن میں، جہاں دو چارپائیاں بچھی تھیں، رباب کی آواز میں پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔

آج رباب کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی اور صفا اسے صحن میں لے کر آئی تھی۔ رفاقت چاچا نے رباب کو دیکھتے ہی منہ بنایا۔ ان کے ماتھے پر غصے اور

کوفت کی لکیریں صاف ابھر آئی تھیں۔ ان کے خیال میں اس لڑکی کی وجہ سے تو ان کے گھر پر اتنی بڑی مصیبت ٹوٹی تھی، پہلے وہ دعام کم تھی جو اب یہ بھی ان کے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ چاچی کو بھی اسے دیکھتے ہوئے غصہ آ رہا تھا۔

ابا تو اس کی بات سن کر پریشان ہو گئے تھے۔ اکرم آج کل ان کے گھر میں کچھ زیادہ ہی آتا جاتا تھا۔ اس کے پیچھے کی وجہ صرف یہ ہی تھی کہ سردار دلدار یلغار کو کیسے پکڑنا ہے، کس طرح جال بچھانا ہے۔ سردار کو گرفتار کرنا اس کا مقصد ہرگز نہیں تھا، سردار کو قبر تک پہنچانا اس کا مقصد تھا۔

جس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔ اکرم یقیناً اب رباب کو ذہنی طور پر ٹارچر کر رہا تھا، کسی بھی طریقے سے ان لوگوں کو بات منوانے پر مجبور کر رہا تھا۔

بس دعام کو کسی طرح سے قبیلے سے ایک دفعہ گھر بلانا تھا اور اکرم کے ساتھ اس کی ملاقات کروانی تھی۔ لیکن سردار کا خوف بھی تو اپنی جگہ تھا، وہ قبیلے کا حکمران تھا، اس کا نام ہی کافی تھا۔

ابا کوئی جواب دیں نا اکرم صبح سے فون کر رہے ہیں مجھے، رباب نے بے بسی سے کہا تو چچا کا پارہ ہائی ہو گیا تھا۔

مصیبت ڈال دی ہے تیرے اکرم نے! جان کو آگیا ہے ہماری۔ آسان سمجھ" کے رکھا ہے اس نے؟ یہ سب کچھ اس کے کہنے پر قبیلے سے ہو کر آئے ہیں! ارے اس نے گولی نہیں ماری، پر زندہ بھی تو نہیں چھوڑا ہے! سانسیں تک اٹکی ہوئی تھیں تیرے باپ کی وہاں قبیلے میں! اور تجھے اب بھی صرف اسی کی فکر "!ہے؟ وہ صرف تیرا استعمال کر رہا ہے رباب

رفاقت چاچا نے بے بسی سے سمجھانے کی کوشش کی، ان کی آواز میں درد صاف جھلک رہا تھا۔ رباب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

چاچا! وہ کچھ بھی کر لے، ہے تو میرا شوہر نا؟ اور میں اس بات سے مکر نہیں سکتی کہ کہیں نہ کہیں غلطی میری ہے! میں نے اسے لالچ دیا تھا۔ اس کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا، اسے اس کے مقصد سے ہٹانے والی میں تھی۔

وہ رکی، اس کی آواز بھرّا گئی۔

ابا! خدا کے لیے، میں اکرم کے بغیر نہیں رہ سکتی! میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میرے لیے میرا سب کچھ اکرم ہی ہے! اور اس نے کہا ہے، وہ مجھے بہت خوش رکھے گا، بس ایک دفعہ سردار پکڑا جائے! خدا کے لیے ابا، میری محبت مجھ سے مت چھینو! وہ جو کہتا ہے، وہ کر دو! اگر اس نے مجھے چھوڑ دیا نا، میں مر جاؤں گی!"

وہ اگلے ہی لمحے اپنی شرم وحیا بھلائے، اپنے باپ کے قدموں میں پڑ چکی تھی، اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔

"ابا! میں مر جاؤں گی اگر اکرم نے مجھے طلاق دے دی نا، تو میرا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا! ابا، میں نہیں جانتی میری محبت میں اتنی شدت کیسے آ گئی، لیکن میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میرے لیے وہ میرا سب کچھ ہے۔ ابا، خدا کے لیے اپنی بیٹی کی خاطر ایک دفعہ اس کی بات مان لو۔ ایک دفعہ سردار پکڑا گیا، میں وعدہ کرتی ہوں میں ساری زندگی آپ کو اپنی شکل نہیں دکھاؤں گی۔"

اس کی آواز میں سسکیاں بھری تھیں۔وہ جانتی تھی اس کا باپ خوفزدہ ہے۔ سردار کا وحشی روپ کسی کی بھی آنکھوں سے چھپا ہوا نہیں تھا۔

وہ ایک ڈاکو تھا، اس قبیلے پر اس کی حکومت تھی، اس گاؤں پر اس کی حکومت تھی۔یہاں کے لوگ اس کے نام سے کانپتے تھے۔تو وہ کیسے اس کے خلاف سازش کرتے؟

یہ مشکل تھا، لیکن اپنی بیٹی کے لیے وہ یہ کر سکتے تھے۔وہ ان کی پہلی اولاد تھی، ان کے لیے وہ کتنی خاص تھی، یہ تو خود رباب بھی جانتی تھی، اور اب تو اکرم بھی جان چکا تھا، اسی لیے تو وہ ان کی کمزوری کا استعمال کر رہا تھا۔

ooooooo

"ڈاکو جی کے آنے سے پہلے میں سارے کچے آم چھپا دوں گی۔"

دعا م قبیلے کے اندرونی، پتھریلے راستوں سے چوری چوری، خفیہ انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں چار کچی کیریاں تھیں،

جنہیں اس نے بڑی احتیاط سے اپنے دوپٹے میں چھپایا ہوا تھا۔ اس کے قدموں میں تیزی تھی اور نگاہیں ہر طرف جائزہ لے رہی تھیں، کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔

بالا نے آج اسے لمبی کہانی سنانی تھی اور اسی وجہ سے وہ سردار سے چھپا کر اس کے لیے پانچ چھ کیریاں لے کر آیا تھا۔

دو تو اس نے بالا کے ساتھ بیٹھ کر وہیں کھائی تھیں اور باقی سردار کے اچانک بلانے کی وجہ سے، بالا کے چلے جانے کے بعد، چھپا کر لے آئی تھی۔

اس نے بالا کے سامنے قسم کھا رکھی تھی کہ کسی بھی حالت میں سردار کو اس بارے میں پتہ نہیں چلنے دے گی، کیونکہ بالا کا کہنا تھا کہ باقی کی کیریاں وہ ندی میں پھینک دے گا۔

بالا کی لوسٹوری میں اسے بہت زیادہ دلچسپی تھی، لیکن وہ تب تک نہیں سنتی تھی جب تک بالا اس کے لیے کیریاں نہ لے کر آجائے۔ یہی تو ایک طریقہ ملا تھا اسے کچے آم کھانے کا، جس پر وہ بالکل بھی کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنے شاہی کمرے میں اندر آتے ہوئے ہر طرف جگہ ڈھونڈنے لگی کہ وہ

کیریاں کہاں چھپائے۔ اس کی نظر کمرے کے کونے میں بنے ایک چھوٹے سے خفیہ خانے پر پڑی، جو دیوار سے بڑی خوبصورتی سے ملا ہوا تھا۔

پھر آخر کار اسے ایک جگہ مل ہی گئی تھی جہاں وہ قبیلے کا خفیہ نقشہ رکھتی تھی۔ وہیں پر اس کا ارادہ آج اپنی کیریاں چھپانے کا بھی تھا۔ ساتھ میں اس نے مصالحہ اور نمک مرچ بھی وہیں پر سنبھال کر رکھا تھا، جو اس نے خاص طور پر کیریاں کھانے کے لیے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔

اب مغرب کی نماز کا وقت ہو رہا تھا اور باہر سے اذان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دعام نے جلدی سے کیریوں کو چھپایا اور نماز کے لیے وضو کرنے چل دی۔

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اس کا ارادہ پھر سے سکون سے بیٹھ کر کیریاں کھانے کا تھا۔ اسے کسی قسم کی ٹینشن نہیں تھی کیونکہ سردار تو ویسے بھی کمرے میں آٹھ نو بجے کے بعد ہی آتا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک چھوٹی سی

مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس نے اپنی چھوٹی سی کامیابی حاصل کر لی ہے، اور اب کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

oooooo

"بچیاں تو بچیاں، اب تو بچے بھی محفوظ نہیں ہیں۔"

گاؤں کے کچے راستوں سے ہوتی ہوئی، ایک غم زدہ ماں سردار دلدار یلغار کے ٹھکانے پر پہنچی تھی۔ اس کے ساتھ گاؤں کا ایک آدمی بھی تھا جس نے اسے سردار تک پہنچنے میں مدد کی تھی۔

سردار اپنی مخصوص چارپائی پر بیٹھا تھا، اس کی نگاہیں سامنے سیدھے راستے پر جمی ہوئی تھیں جو گاؤں سے سیدھا قبیلے کی طرف آتا تھا۔ یہ واحد سیدھا راستہ تھا، ورنہ قبیلے تک آنے کے راستوں سے کوئی واقف نہیں تھا، یہ قبیلہ اتنا الجھا ہوا تھا کہ آج تک کوئی اسے سمجھ نہیں پایا تھا۔ ان لوگوں کو لگتا تھا کہ قبیلے میں آنے کا واحد ایک ہی راستہ ہے، جو پتھر سے بند کیا جاتا ہے،

حالانکہ حقیقت تو یہ تھی کہ یہاں ہزاروں راستے نکلتے تھے۔ بچے کی ماں کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، اس کے چہرے پر بے بسی اور بے پناہ دکھ صاف عیاں تھا۔

اس کا سات سالہ یتیم بچہ، جس کے ساتھ مسجد کے قاری نے ظلم کیا تھا، ایک ہفتے سے ہسپتال میں داخل تھا اور وہ اکیلی یہاں انصاف طلب کرنے آئی تھی۔

وہ عورت ماتھا پیٹتی اپنے بچے کے ساتھ ہوئے ظلم کی داستان سنا رہی تھی۔

سات سالہ بچے کے ساتھ درندگی کی انتہا کی گئی تھی۔

"گھر جاؤ مائی! تمہارے بچے کے ساتھ ہوئے ظلم کا حساب سردار یلغار لے گا۔"

سردار نے اس عورت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جو ہاتھ جوڑے اس کے سامنے کھڑی تھی، اس کی آواز میں ایک ایسا ٹھہراؤ اور یقین تھا جو کسی بھی مصیبت زدہ دل کو ڈھارس دے سکتا تھا۔ اس نے بچے کی ماں کی حالت کو بغور

دیکھا اور اس کے چہرے پر غم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ عورت نے سسکیوں کے بیچ اپنا درد بیان کرنا شروع کیا۔

"سردار، صرف ایک میرا ہی بیٹا نہیں وہاں کتنی ماؤں کے بیٹوں کے ساتھ وہاں ظلم ہو رہا ہے! کہنے کو وہ مدرسہ ہے لیکن یہاں بھی ایسے درندے رہتے ہیں۔ میرے بچے کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے، وہ کسی اور کے ساتھ نہ ہو، ایسا انجام ہونا چاہیے اس درندے کا! پہلے سوچا تھا میں کورٹ میں کیس کرواؤں گی، پھر تاریخیں بھگتنے کی اوقات نہیں تھی میری۔ اسی لیے سیدھی آپ کے پاس آئی ہوں، آپ سے صرف انصاف کی امید ہے۔ میرے بچے کے ساتھ ہونے والے ظلم پر آپ خاموش نہیں رہیں گے، میں یقین سے کہتی ہوں۔ ورنہ لوگوں نے تو مجھے کہا کہ 'چھوڑو بات کو! دفع کرو، بچے کے سر پر باپ نہیں ہے اور تمہاری کون سا بیٹی لٹی ہے، بیٹا ہی تو ہے، سنبھل جائے گا! خاموشی اختیار کر لو!' مگر میں یہ نہیں کر سکتی۔ ناجانے لوگوں کے ذہن سے یہ بات کب جائے گی، بیٹی ہو یا بیٹا ظلم ظلم ہوتا ہے! اور میرے بیٹے پر ظلم ہوا ہے!"

وہ عورت تڑپ رہی تھی، اس کے الفاظ دل کو چھلنی کر رہے تھے۔ سردار کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی، وہ صرف اسے سن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک ٹھنڈا، پتھریلا تاثر تھا، جو اس کے اندر کے طوفان کو چھپا رہا تھا۔ اس کی مٹھیاں خود بخود بھینچ رہی تھیں، اور اس کے جبڑوں میں سختی آچکی تھی۔ وہ درد میں ڈوبی اس ماں کی فریاد سن کر خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔

oooooooo

یہی وہ درندہ ہے؟" سردار دلدار یلغار نے مدرسے میں داخل ہوتے ہی" گرجدار آواز میں پوچھا۔ اس کا چہرہ کپڑے سے ڈھکا تھا، صرف اس کی سبز آنکھیں غصے سے چمک رہی تھیں۔

اس کے چہرے پر ایک پتھریلی سختی چھائی ہوئی تھی۔

سردار اپنے طاقتور گھوڑے پر سوار ہو کر مدرسے پہنچا تھا، اس کے پیچھے اس کے چند وفادار، بھاری اسلحے سے لیس ساتھی تھے۔ ان سب کے چہرے بھی کپڑوں سے ڈھکے ہوئے تھے، صرف ان کی آنکھیں نظر آرہی تھیں۔

گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں مدرسے کی خاموشی کو چیرتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں، جو کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھیں۔

سردار کے ہاتھ میں ایک لمبی، نوکیلی برچھی تھی جو سورج کی روشنی میں بری طرح چمک رہی تھی۔ وہ سیدھا اس مدرسے کی طرف بڑھا تھا جہاں معصوم بچے کے ساتھ ظلم ہوا تھا۔

مدرسے کے قریب پہنچ کر سردار گھوڑے سے اترا۔ اس کے ساتھی بھی فوری طور پر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ مدرسے میں اس وقت سناٹا چھایا تھا، کسی کو بھی اس اچانک آمد کی خبر نہیں تھی۔ سردار نے ایک گہری سانس لی، اس کی سبز آنکھوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ آہنی عزم کے ساتھ مدرسے کے اندر گھس گئے۔

اندر کا منظر دل دہلا دینے والا تھا۔ مدرسے کے بچے خوفزدہ ہو کر ایک کونے میں دبکے ہوئے تھے، ان کی آنکھوں میں شدید ڈر اور حیرت صاف نظر آ رہی تھی۔ قاری، جو اس وقت بچوں کو پڑھا رہا تھا، سردار اور اس کے مسلح آدمیوں

کو دیکھ کر بری طرح گھبرا گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر سردار کے تیز رفتار ساتھیوں نے اسے ایک پل میں دبوچ لیا۔

اسے گھسیٹ کر باہر لے چلو! اور گاؤں والوں کو جمع کرو! سب کو دیکھنا چاہیے " کہ ایسے درندوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔" سردار نے مزید غصے سے کہا۔

ooooooo

سردار کے حکم کے ساتھ قاری کو بے رحمی سے گھسیٹ کر مدرسے کے صحن میں لایا گیا۔ اس کی چیخیں اور منتیں ہوا میں گونج رہی تھیں، مگر کسی نے اس کی مدد کے لیے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔ گاؤں والے بھی خوف اور تجسس سے وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ سردار کا چہرہ نقاب میں چھپا تھا، مگر اس کی سبز آنکھوں میں رحم کا کوئی نشان نہیں تھا،

وہ صرف ایک وحشت ناک طاقت کا مجسمہ بنا وہاں کھڑا تھا۔

تم نے ایک معصوم بچے کی عزت کو پامال کیا ہے! تم نے ایک پاک جگہ کو گندا" کیا ہے! تمہارا جرم اتنا بڑا ہے کہ اس کی کوئی معافی نہیں!" سردار کی آواز میں گرج تھی۔ اس نے بالا کو اشارہ کیا اور وہ ایک جلتی ہوئی مشعل لے کر آگے بڑھا

۔ گاؤں والوں کی نظریں دہشت سے اس منظر پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ سردار کے انصاف کا طریقہ بے حد سخت اور وحشت ناک ہوتا تھا۔

اس نے قاری کی جانب دیکھا، جس کی آنکھوں میں موت کا خوف واضح تھا۔ آج تمہیں وہ درد ملے گا جو اس بچے نے سہا ہے۔ آج تمہیں معلوم ہو گا کہ " "کسی کی عزت لوٹنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

اس کے بعد جو ہوا، اس نے گاؤں والوں کی روح تک کو ہلا دیا۔ سردار کے اشارے پر اس کے آدمیوں نے اس قاری کے ہاتھ اور پاؤں مضبوط رسیوں سے باندھے۔ پھر ایک رسی کو درخت کی اونچی شاخ سے باندھ کر قاری کو لٹکا

دیا گیا۔ اس کی چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں جب سردار کے ایک آدمی نے اس کے نیچے لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر اسے آگ لگا دی۔ قاری کی چیخیں ایک ہی لمحے میں خاموش ہو گئیں اور اس کا جسم شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا۔

سردار نے ایک ٹھنڈی نظر اس جلتے ہوئے جسم پر ڈالی، اس کی سبز آنکھیں کسی شکاری کی طرح چمک رہی تھیں، اور گرجدار آواز میں اعلان کیا، "اس کی جلی ہوئی لاش کو اسی طرح لٹکا رہنے دو تاکہ آئندہ کسی کی ہمت نہ ہو کہ وہ کسی معصوم بچے کی طرف غلط نظر سے دیکھے

"یہ صرف ایک عبرت ہے۔

وہاں جمع گاؤں والوں کے چہروں پر خوف اور دہشت کے ملے جلے تاثرات تھے۔ انہوں نے آج دیکھ لیا تھا کہ سردار دلدار یلغار اپنے علاقے میں انصاف کیسے قائم کرتا ہے۔ یہ محض ایک سزا نہیں تھی، بلکہ سردار کی وحشت کا ایک کھلا اظہار تھا۔

○○○○○○○○

میں کچھ نہیں کھا رہی تھی! وہ بالا بھیا نے لا کر دیا تو میں نے سوچا میں صرف "
"! ٹیسٹ کر لوں! مجھے تو اب اچھے بھی نہیں لگتے، میں تو کھاتی بھی نہیں ہوں

سردار نے اپنے چہرے سے ہر طرح کا غصہ اور سختی ختم کر کے، صرف محبت لیے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی سبز آنکھوں میں اب نرمی اور پیار نمایاں تھا۔ اس نے کمرے کے بیچوں بیچ آ کر قدم روکے، اس کی نظریں سیدھی بستر کی طرف گئیں۔ بستر پر دعام تھی، جو دوسری طرف چہرہ کیے، ہاتھ میں پلیٹ لیے، تیز تیز کچھ کھانے میں مصروف تھی۔ سردار کے قدموں کی آہٹ سنتے ہی اس کے ہاتھ رک گئے اور اس نے فوراً ہی اپنے الفاظ بول ڈالے۔

اس کے چہرے پر دنیا جہان کی معصومیت تھی، جیسے اس نے کوئی جرم کیا ہی نہ ہو۔ سردار کی سبز آنکھوں میں بے پناہ محبت تھی، مگر چہرے پر ہلکا سا غصہ بھی در آیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دعام کچے آم کھا رہی ہے۔

سردار نے بنا کچھ کہے، ڈسٹ بین کی طرف قدم بڑھائے جو کمرے کے ایک کونے میں پڑا تھا۔ اگلے ہی لمحے ڈسٹ بین پر اپنا قدم رکھ کر اس کا ڈھکن فوراً ہی

کھل گیا تھا۔ اس نے اپنی سبز آنکھوں سے واپس بستر کی طرف دیکھا، جہاں

دعام آرام سے پلیٹ ہاتھ میں پکڑے بیٹھی تھی۔ اس نے ابھی ابھی کیری کاٹی

ہی تھی کہ سردار، جسے وہ 'جن' وہاں نمودار ہو گیا تھا۔

ڈاکو جی میں۔۔۔۔۔" دعام نے بات شروع کرنی چاہی۔"

میرا سوہنا مکھڑا!" سردار نے آواز کو سخت کرتے ہوئے اسے گھور کر دیکھا۔"

مطلب صاف تھا، وہ کچھ بھی سننے یا سمجھنے کی حالت میں نہیں تھا۔ وہ اسے صاف

الفاظ میں نہیں بلکہ اپنی سبز آنکھوں سے یہ بتا رہا تھا کہ وہ اپنی پلیٹ میں موجود

سارا سامان اس ڈسٹ بین میں پھینکے۔

ڈاکو جی وی۔۔" دعام آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے پاس آ رہی تھی۔"

تم خود پھینکو گی یا میں اپنے طریقے سے پھینکوں؟" سردار اس کی بات سنے بغیر"

بولا۔ اس کی آواز میں اب سختی اور بڑھ گئی تھی۔

دعام ایک قدم اور آگے بڑھی۔

میں نے ایک بھی نہیں کھایا! قسم لے لیں! ابھی تو صرف میں دیکھ رہی تھی!"""
اس کے لہجے میں منت اور معصومیت دونوں شامل تھیں۔

پھینکو!" سردار نے پھر سے سخت لہجے میں کہا۔ اس کی سبز آنکھوں میں اب "
بھی غصے کی چمک تھی۔

آپ اس کے بدلے مجھ سے کوئی بھی کام کروا لیجیے ڈاکو جی! میں کر دوں گی!"""
اس کی معصومیت تو اب عروج پر تھی۔ وہ اپنی پسند کی چیز سے محروم نہیں ہونا
چاہتی تھی۔

میرا بھولا سائیں! اگر تم نہیں چاہتی کہ پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دوں، تو"
اسے پھینکو!" اس نے پھر سے ڈسٹ بین کی طرف اشارہ کیا تھا۔

جبکہ دعام نے ایک اور قدم آگے اٹھاتی، جلدی جلدی ایک دو کیری کے
سلائس اپنے منہ میں ڈال لیے۔ اس کی اس معصومانہ حرکت پر سردار نے بڑی
مشکل سے اپنی ہنسی روکی تھی۔ اس کے چہرے پر محبت کی ایک لہر دوڑ گئی، مگر

اس نے اسے ظاہر نہ ہونے دیا اور اپنی سبز آنکھوں کو مزید سخت کرنے کی کوشش کی۔ دعام نے جلدی سے باقی بچی ہوئی کیریاں پلیٹ سمیٹی۔

ڈاکو جی۔۔ میں ناراض ہو جاؤں گی" اس نے دھمکی دی تھی۔

پھینکو۔۔۔۔" وہ سخت نہیں جی میں بولا۔

دعام نے اگلے ہی لمحے ساری کیریوں سمیٹ کر اخر وہ کام کر ہی ڈالا تھا جو اس کے لیے کسی گناہ سے کم نہ تھا۔

بس، مل گیا سکون ؟ کر لی اپنی من مانی ؟ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی اس کے لیے ! آئی ہیٹ یو ! خبر دار جو مجھ سے بات کی ! کوئی سوہنا مکھڑا نہیں ہوں میں، نہ ہی آپ کی سجن سائیں ہوں ! آپ بھی میرے سوہنے ڈاکو جی نہیں ہیں ! گندے ہیں آپ ! کٹی !"

دعام نے غصے سے پیر پٹکتے ہوئے، ڈسٹ بین میں کیریاں پھینکنے کا اپنا کام مکمل کیا اور اب اپنی ناراضگی دکھانے لگی تھی۔ اس کے چہرے پر بچوں جیسی معصوم

ناراضگی تھی اور اس وقت اسے سردار کی آنکھوں سے کوئی ڈر نہیں لگ رہا تھا۔

وہ بیڈ پر الٹی لیٹی، اونچی اونچی آواز میں اپنی ناراضگی ظاہر کرنے لگی، جیسے وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح اپنی شکایتیں کر رہی ہو۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سردار کو وہاں سے بھگا دے۔

جبکہ سردار، جو ابھی تک ڈسٹ بین کے پاس کھڑا تھا، اب سیدھا ہوا اور اس کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اس کی سبز آنکھوں میں غصے کی جگہ اب صرف بے پناہ محبت اور ہلکی سی شرارت تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ پھیل چکی تھی، اسے معلوم تھا کہ اس نے دعام کو ناراض کر دیا تھا، اور اب اسے منانا بھی تو تھا۔

ooooooo

اُٹھو نا میرا بھولا سائیں! دیکھو تو سہی میں نے تمہارے لیے کیا لایا ہوں۔ اس" کی سبز آنکھوں میں محبت اور نرمی صاف جھلک رہی تھی، وہ دعام کے بستر کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ تھی جس سے دعام

کی ناراضگی کو دیکھ کر مزید گہری ہو رہی تھی۔ دعام اب بھی الٹی لیٹی ہوئی تھی، اس کا چہرہ تکیے میں چھپا تھا اور وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی، جس سے اس کی ناراضگی واضح تھی۔ سردار نے آہستگی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

دعام نے جھٹکے سے اپنا کندھا ہٹایا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

اسے کچی کیریاں چھیننے کا شدید دکھ تھا اور وہ اس پر کوئی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں تھی۔

سردار نے ایک لمبی سانس لی۔ کمرے میں لائب بلب کی مدھم روشنی پھیل رہی تھی،

اور دروازے کے پیچھے سے باہر کے درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ ہوا میں مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو رچی ہوئی تھی۔

جو قبیلے کے ماحول کو پر سکون بنا رہی تھی، مگر دعام کے دل میں طوفان برپا تھا۔

سردار جھک کر دعام کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیرنے لگا، اس کے نرم و نازک بالوں کا لمس اس کے ہاتھوں کو سکون دے رہا تھا۔

"کچھ نہیں چاہیے مجھے! آپ کو میرا ذرا سا بھی خیال نہیں ہے! گندے ہیں آپ!" دعام نے تکیے میں منہ چھپائے ہوئے ہی غصے سے کہا، اس کی آواز دبی ہوئی تھی۔ اس نے ابھی تک پلٹ کر سردار کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اس کی چھوٹی سی دنیا میں اس وقت صرف اس کی کیریاں اور

سردار کی زیادتی تھی۔

سردار کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی، اس کی سبز آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

وہ جھک کر اس کے مزید قریب ہوا، دعام کے کانوں کے پاس سرگوشی کے انداز میں کہا،

اچھا بابا، غلطی ہو گئی! ادھر تو دیکھو نا تمہارا پیارا اڈا کو جی تمہارے سامنے کھڑا "

" ہے تمہیں منا تہا ہے سوری کر رہا ہے اور تم بات بھی نہیں کر رہی؟

اس نے دعام کی کمر کو ہلکے سے چھوا، اس کے ہاتھ کا لمس دعام کو سکون دینے لگا

تھا مگر وہ اب بھی ناراض تھی۔

دعام نے ایک گہری سانس لی اور اچانک پلٹ کر سردار کی طرف دیکھا۔ اس کی

آنکھوں میں آنسو نہیں تھے مگر چہرے پر ایسی ضد اور ناراضگی تھی جسے توڑنا

مشکل لگ رہا تھا۔

میں آپ سے بات ہی نہیں کروں گی! آپ گندے ہیں! آپ نے میرے آم "

پھینک دیے!" اس نے بازو فولڈ کرتے منہ پھیر لیا۔

میرا سوہنا مکھڑا، ایسے ناراض نہیں ہوتے۔ تمہاری صحت خراب ہو جائے گی، "

تمہارا دلدار سائیں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔" سردار نے اسے اپنی طرف

کھینچنے کی کوشش کی، مگر دعام نے خود کو مزید سخت کر لیا۔

میں نہیں مانوں گی! کبھی نہیں مانوں گی! جب تک میری بات نہیں مانیں گے" آپ، میں آپ سے بات بھی نہیں کروں گی!" دعام نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا، اس کی آواز میں اب مزید ضد تھی۔

کیسی بات؟" سردار نے اس کی ناراضگی سے لطف اٹھاتے ہوئے پوچھا۔"

میں سارے کچے آم کھا جاؤں گی درخت پہ لگے ہوئے! سارے کے سارے!" اور آپ مجھے منع نہیں کریں گے! ورنہ میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی! ہمیشہ ناراض رہوں گی!" دعام نے آنکھوں میں شرارت اور ضد لیے سردار کی طرف دیکھا۔ یہ اس کی بچوں جیسی ضد تھی، اور وہ جانتی تھی کہ سردار اسے منائے بغیر ہار نہیں مانے گا۔

سردار نے دعام کی آنکھوں میں دیکھا، اس کی سبز آنکھوں میں صرم محبت تھی ۔وہ دعام کے چہرے پر پھیلی اس معصومانہ ضد کو دیکھ کر ہنسی روک نہیں پایا۔

اس کا جاندار قہقہہ کمرے میں گونجا۔ اس نے دعام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور نرمی سے دبایا۔

بالا ٹھیک تمہیں لالچی بلی کہتا ہے "میرا معصوم سائیں! تم سارے کے سارے آم کھالینا! میں تمہیں منع نہیں کروں گا! نہ ابھی، نہ صبح، نہ کبھی!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا، اور اس کی مسکراہٹ میں ایک وعدہ تھا جو دعام کے دل کو چھو گیا۔

دعام نے اپنی آنکھیں بڑی کیں، گویا اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

"سچ میں؟"

سچ میں، میرا یار سائیں۔" بس تم یوں روٹھا نہ کرو، سردار نے پیار سے اس کے " بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

ابھی چلیں نیچے۔۔۔" وہ کچھ زیادہ ہی ایکسائٹڈ ہو گئی تھی۔

ارے نہیں ابھی نہیں کھاسکتی تم، ابھی رات ہو گئی ہے۔ صبح کھالینا، جتنا دل "کرے تمہارا۔

دعام نے پھر منہ پھیر لیا اور آہستہ سے بڑبڑائی، "میں سارے کھا جاؤں گی۔۔۔ کوئی نہیں بچے گا۔" وہ اب بھی ناراضگی دکھا رہی تھی، مگر اس کے لہجے میں اب وہ شدت نہیں تھی، ایک چھپی ہوئی خوشی صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک چھوٹی سی مسکراہٹ آ کر غائب ہو گئی، گویا اس کی ناراضگی اب ختم ہونے والی تھی۔

سردار نے اسے اپنی مضبوط بانہوں میں بھر لیتے اپنے سینے سے لگا لیا۔ دعام نے ہلکی سی مزاحمت کی، مگر پھر اس کے سینے سے لگ کر خاموش ہو گئی۔ اس کی ناراضگی ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی، وہ اب بھی دل ہی دل میں آموں کی تباہی پر ناراض تھی۔ لیکن سردار کا وعدہ اسے خوش کر گیا تھا۔

وہ الٹی ہی لیٹی سردار کے بازوؤں میں سو گئی۔ سردار نے اس کی کمر پر پیار سے ہاتھ پھیرا، اس کی سبز آنکھوں میں سکون تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی سوہنی سجنی اب ناراض نہیں ہے، بس اپنی من پسند چیز نہ ملنے کی وجہ سے بچوں کی طرح روٹھی ہوئی ہے۔ سردار اپنی روٹھی ہوئی رانی کو منائے بغیر سو نہ سکا۔

اس کے دل کو سکون تھا کہ وہ واقعی میں ناراض نہیں ہے، بس نخرے کر رہی تھی۔ اور اس کی نخرے تو وہ ہر قیمت پر اٹھانے کو تیار تھا

○○○○○○○

"میر و بھیا! اس آم کے درخت سے سارے آم کدھر گئے؟"

صبح کا وقت تھا، سورج کی پہلی کرنیں قبیلے کے پہاڑوں پر پڑ رہی تھیں اور ہر طرف ایک نئی تازگی کا احساس تھا۔

دعا م خوشی خوشی تیار ہو کر نیچے آئی تھی۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، آج اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے رات سردار سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ جتنے چاہے آم کھا سکتی ہے،

اور اب وہ خوب سارے آم کھانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کے چہرے پر بچوں جیسی معصومیت اور جوش تھا۔

وہ تیزی سے کی طرف بڑھی جہاں آم کا درخت لگا تھا۔ لیکن نیچے آتے ہی یہ کیا! سارا کا سارا درخت ویران پڑا ہوا تھا! صرف پتے ہی پتے تھے، دور دور تک کوئی آم نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ کل تو اس پر اتنے سارے آم تھے، بلکہ یہ آموں کے ساتھ لدا ہوا تھا۔ دعام نے یقینی انداز میں آم کے درخت کو دیکھا،

اس کی آنکھوں میں حیرت اور پھر مایوسی چھا گئی۔

اس کے پیچھے پیچھے میرو بھی آیا تھا، اس نے دعام کا سوال سنتے ہی سر جھکا لیا۔

رات کو طوفان آیا تھا سردارنی۔" میرو نے دھیمی آواز میں کہا۔ دعام نے " اسے گھور کر دیکھا، جیسے جانتی ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، اسے لگا جیسے اس کے ساتھ کوئی چال کھیلی گئی ہے۔

ہاں دعام بیٹی! رات کو یہاں بہت بڑا طوفان آیا تھا، پورے کے پورے " درخت کو چھانٹ کر چلا گیا۔" ایک بڑا اڈا کو، دعام کو دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کے لہجے میں بناوٹ صاف تھی۔

بڑا گند پڑا ہوا تھا پورے میدان میں۔ ابھی ہم صفائی کر کے فارغ ہوئے "
"ہیں۔

اور میں تو ابھی تک صفائی کر رہا ہوں!" بالا جھاڑو اٹھائے بھاگتے ہوئے آیا، "
اس کے چہرے پر ایک چالاک مسکراہٹ تھی جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہا
تھا، جیسے اپنے پلاننگ کو یقینی بنانا چاہ رہا ہو۔

ایسا ہو ہی نہیں سکتا! میں مانتی ہی نہیں! آپ سب لوگ جھوٹ بول رہے "
ہیں!" دعام یقین سے بولی، اس کی آواز میں اب ناراضگی اور مایوسی تھی۔

بیٹے! میں کیا جھوٹ بولوں گا اب اس عمر میں؟" بزرگ ڈاکو نے ڈرامائی انداز "
میں کہا تو دعام کا منہ کھل گیا۔ وہ اس ڈاکو کو بھی اس سازش میں شامل دیکھ کر
حیران تھی۔

میں سب کچھ جانتی ہوں بابا! آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں! "
سب لوگ جھوٹ بول رہے ہیں! سب پتہ ہے مجھے! کوئی طوفان نہیں آیا! مجھے

بھی تو خبر لگتی، میں بھی تو اسی دنیا میں رہتی ہوں!" دعام نے غصے سے پیر پٹختے ہوئے کہا۔

"بیٹی! تم صرف اس دنیا میں رہتی ہو۔ اب جس پہاڑ میں تمہارا بسیرا ہے، اس پہاڑ میں صرف دروازہ کھلے رہنے تک آوازیں آتی ہیں۔ رات کو یہاں کیا کیا ہوا، کیا بتائیں تمہیں!" بزرگ ڈاکو نے سمجھانے والے انداز میں کہا،

پھر ادھر ادھر اشارہ کرتے ہوئے بولا،

"دیکھو تو سہی، وہاں سے جھنڈا بھی گر گیا ہمارا!" انہوں نے ایک ایسی جگہ اشارہ کیا جہاں دعام نے کبھی کوئی جھنڈا دیکھا ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس نے کبھی اس جگہ کی طرف بھی دھیان نہیں دیا تھا اسے کیا پتہ کہ وہاں کبھی کوئی جھنڈا موجود تھا بھی یا نہیں، اس نے تو کبھی نوٹ ہی نہیں کیا تھا۔

"""اور وہاں پر جو درخت تھا پتلے ڈنڈے والا، وہ بھی تو گر گیا! بڑا خوبصورت تھا!" بالا پھر سے بولا، وہ اپنی پلاننگ کو مزید مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور وہاں جو جھونپڑی تھی..."میرو نے بیچ میں اچانک جھونپڑی لانے کی کوشش کی تو بابا اور بالا دونوں نے اسے گھورا، کیونکہ اس جگہ پر وہ اکثر بیٹھتی تھی اور وہ جانتی تھی کہ وہاں کوئی جھونپڑی نہیں تھی۔

کون سی جھونپڑی؟" دعام فوراً بولی، جیسے ان کی چوری پکڑنے کی کوشش کی ہو۔

ارے! وہ جھونپڑی پچھلے طوفان میں گر گئی تھی! تم تو ابھی بڑی بعد میں آئی ہو! تم بھی نا، پرانی چیزوں کو بھی یاد رکھے ہوئے ہو میرو!" بزرگ ڈاکو نے جلدی سے بات سنبھالی، پھر دعام کو دیکھتے ہوئے کہا،

چلو بیٹی، آؤ تم ناشتہ کر لو۔" وہ بزرگ ڈاکو کہتے ہی میرو اور بالا کو بھی ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے وہاں سے نکلے۔ دعام لاجواب سی وہیں کھڑی بے یقینی سے خالی درخت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی ساری خواہشات کا جنازہ نکل چکا تھا۔ کتنے ارمانوں کے ساتھ سوئی تھی، اب تو اسے خوابوں میں بھی صرف آم ہی نظر آئے تھے۔ "اور یہاں طوفان آگیا؟ ایسے کیسے طوفان آسکتا ہے؟ پہلے بھی تو آ

سکتا تھا طوفان! آج ہی کیوں آیا؟ اور اگر آج ہی آیا ہے تو ضرور یہ کسی کی سازش ہے!" دعام نے غصے سے سوچا، اس کی آنکھوں میں اب سردار سے انتقام کا جذبہ تھا۔

○○○○○○

رات کے تقریباً ڈیڑھ بجے کا وقت تھا۔ قبیلے میں سناٹا چھایا ہوا تھا، صرف دور کہیں سے پہرے داروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اچانک بالا کے فون کی سکرین روشن ہوئی، یہ سردار کی کال تھی۔ بالا نے بنا کوئی دیر کیے فون اٹھایا۔ دوسری طرف سے سردار کی گرجدار آواز سنائی دی۔

آم کے درخت پر کوئی ایک بھی آم نہیں رہنا چاہیے۔ اب طوفان آئے یا تم" لوگ خود طوفان بن جاؤ، لیکن صبح جب دعام نیچے آئے تو اسے کوئی ایک بھی "آم نظر نہ آئے۔

یہ حکم سردار دلدار یلغار کا تھا، اور اس کے حکم پر بالا نے بنا کوئی سوال جواب کیے، فوراً ہی چند ڈاکوؤں کو اپنے ساتھ لگایا۔ راتوں رات پورا کا پورا آم کا درخت

خالی کروا دیا گیا تھا۔ یہ درخت قبیلے کی خوبصورتی بڑھاتا تھا، اور سردار کو بے حد پیارا تھا۔

یہ اس کی ماں کے ہاتھوں کا لگا ہوا درخت تھا، جو اس کے ساتھ ہی بڑا ہوا تھا۔ سردار کو ویسے بھی خود درختوں سے بہت پیار تھا؛ اس نے کبھی بھی میدان سے کسی درخت کو توڑنے یا اکھاڑنے نہیں دیا تھا۔ اسے پودوں اور درختوں سے خاص لگاؤ تھا۔ مگر آج دعام کی ضد کے آگے اسے یہ قربانی دینی پڑی تھی۔

سردار نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ اگر وہ آم وہاں رہتے تو دعام اسے یقیناً نہیں چھوڑتی۔ جس طرح وہ ان کے پیچھے لگی تھی، وہ پورا درخت ہی خالی کر دیتی۔

اور وہ اس کی صحت پر کوئی کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا وہ کچے آم اور چاٹ مصالحے کے ساتھ نمک مرچی لگا کر اپنے معدے کی حالت خراب کرے۔

وہ جانتا تھا اس طرح کے شوق لڑکیاں پالتی ہیں لیکن وہ دعام کا یہ شوق پورا کرنے سے قاصر تھا کچھ آموں کو میرو نے اچار ڈالنے کے لیے رکھ لیا، تو کچھ راتوں رات ہی گاؤں کی طرف بھجوا دیے گئے۔ اور کچھ جو کسی قابل نہیں تھے، انہیں پھینک دیا گیا۔ ہاں، لیکن صبح دعام کو وہاں کچھ بھی نظر نہیں آیا تھا، بالکل سردار کے حکم کے مطابق۔ یہ سب سردار کی دعام سے محبت کا نتیجہ تھا، جہاں وہ اس کی چھوٹی سی ضد پر بھی اتنا بڑا اقدم اٹھا سکتا تھا۔

○○○○○○

دعام صحن میں ایک چارپائی پر منہ پھلا کر بیٹھی ہوئی تھی، اس کا چہرہ ناراضگی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ بار بار آم کے ویران درخت کو دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں شدید مایوسی چھائی تھی۔ اسے یقین تھا کہ یہ سب سردار کی سازش ہے، مگر ثابت نہیں کر پا رہی تھی۔ اتنے میں سردار وہاں آیا،

اس کی سبز آنکھوں میں دعام کے لیے محبت بھری تھی۔ سردار کو دیکھتے ہی دعام کا منہ بن گیا، اس نے فوراً اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا، گویا وہ اسے

دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ سردار اس کی اس ادا پر ہلکا سا مسکرایا اور آہستگی سے اس کے قریب کھسک کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔اس نے دعام کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی، مگر دعام نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

اب بھی ناراض ہو میرا سوہنا مکھڑا؟" سردار نے نرمی سے پوچھا،اس کی آواز" میں دلداری تھی۔

دعام نے کوئی جواب نہیں دیا،بس گردن اکڑائے بیٹھی رہی۔وہ اپنی ضد پر قائم تھی۔

"میرا سوہنا سائیں۔۔۔۔

نہیں ہوں میں کچھ بھی۔۔۔ آپ نے جان بوجھ کر کیا ہے یہ سب کچھ میں جانتی ہوں آپ نے بھی سارے آم تڑوا کر پھینکے ہیں یہاں سے آپ چیٹر ہیں میرے ساتھ بے ایمانی کی ہے آپ نے میں آپ سے بات نہیں کروں گی وہ سخت غصہ تھی۔

میری جان کے ٹوٹے میں ایسا کیوں کروں گا میرا معصوم سائیں میں نے تو خود تم سے کہا تھا کہ کہ صبح اٹھ کر تمہارا جتنے دل چاہے اتنے آم کھا لینا اب اگر طوفان آ گیا تو اس میں میرا کیا قصور ہے وہ معصوم بننے کی اداکاری کر رہا تھا۔

اپ کا ہی قصور ہے میں جانتی ہوں یہ سب کچھ آپ نے جان بوجھ کر کیا ہے اور اب آپ جتنے بھی معصوم بننے کے ڈرامے کر لیں آپ معصوم ثابت نہیں ہوں گے میں تب تک آپ سے بات نہیں کروں گی جب تک آپ میرے سارے آم مجھے واپس لا کر نہیں دیتے۔ وہ سخت غصے سے بولی۔

میرا معصوم سائیں۔۔۔۔ "میرا سوہنا سجن۔۔۔" وہ کبھی اس کا چہرہ تھامتا کبھی اس کا ہاتھ وہ ہر بار اس کا ہاتھ جھٹک رہی تھی جبکہ منہ پر خاموشی کا بورڈ لگا تھا۔

۔ سردار اس کی خاموشی اور بچوں جیسی ناراضگی پر بھی دھیمے سے مسکرا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے کیسے منانا ہے۔ ابھی سردار کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک ایک آدمی ہانپتا کانپتا ہوا ان کی طرف بھاگتا آیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی صاف عیاں تھی۔

وہ ہانپتا ہوا سردار کے سامنے رکا، سردار نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کی سبز آنکھوں میں ناگواری تھی۔

اس کی دعام کو منانے کا وقت خراب ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، وہ آدمی اچانک ہی بولنا شروع ہو گیا،

"سردار! تمہارے سسر کا دل بند ہو گیا ہے! دل کا دورہ پڑا ہے اسے! ہسپتال لے کر گئے ہیں!"

یہ سننے کی دیر تھی کہ دعام کی آنکھیں پھیل گئیں، اس کے چہرے پر موجود ساری ناراضگی ایک لمحے میں غائب ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور پریشانی چھا گئی، اور وہ تیزی سے چارپائی سے اٹھی۔ سردار کا چہرہ بھی سنجیدہ ہو چکا تھا، اس کی سبز آنکھوں میں فوری فیصلے کا تاثر تھا۔

"ڈاکو جی! میرے تایا ابو کو کچھ نہیں ہو گا نا؟"

دعام کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ وہ فوراً سمجھ گئی تھی کہ وہ آدمی اس کے تایا ابا کی بات کر رہا ہے۔ اس کے تایا ابا کو دل کا دورہ پڑا تھا، یہ سنتے ہی جیسے اس کی جان لبوں میں اٹک گئی تھی۔ آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو بہنے لگے تھے۔ سردار نے اسے تھام کر اپنے سینے سے لگایا تھا۔ دعام بری طرح رو رہی تھی۔ اس وقت سردار کے ذہن میں یہ بھی چل رہا تھا کہ اب وہ لوگ کون سی چال چل رہے تھے، یہ کون سا نیا کھیل کھیلا تھا ان لوگوں نے۔

دعام کے دل میں اپنے تایا ابا کے لیے بے پناہ محبت تھی، جو اس کی تمام ناراضگی اور شکایات پر حاوی ہو گئی تھی۔

سردار کی سبز آنکھوں میں اب صرف پریشانی اور دلاسہ تھا، اس نے دعام کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔

میرا سوہنا مکھڑا، کچھ نہیں ہو گا! میں ہوں نا!" وہ پیار سے اس کا چہرہ صاف" کرتا، ہاں میں سر ہلا گیا۔ اس کی آواز میں گہری سنجیدگی تھی۔

مجھے میرے تایا ابا کے پاس لے چلیں نا پلیز! اللہ نہ کرے انہیں کچھ ہو جائے!" تایا ابا کو کچھ نہیں ہونا چاہیے!" دعام نے روتے ہوئے سردار کے سینے سے لگے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں ہو گا انہیں، میرا سوہنا مکھڑا۔ ابھی ابھی ہم چلتے ہیں تمہارے تایا ابا کے پاس۔ کچھ نہیں ہو گا انہیں، میں تمہیں ابھی ہسپتال لے کر چلتا ہوں۔" سردار نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور دور کھڑے بالا کو اشارہ کیا۔

بالا، سردار کے اشارے اور دعام کی حالت دیکھ کر کچھ نہ کچھ گڑبڑ کو سمجھ چکا تھا۔ وہ فوراً سردار کے قریب آیا۔

"ہمیں ہسپتال جانا ہے۔ پتہ لگاؤ کہ تایا کو کون سے ہسپتال لے کر گئے ہیں سننے میں آیا ہے کہ انہیں دل کا دورہ پڑا ہے۔" سردار نے بالا کو حکم دیا۔ اس کی آواز میں اب فیصلہ کن انداز تھا۔ "سجن سائیں، تم کپڑے بدل کر آؤ۔ تب تک ہم نکلنے کی تیاری کرتے ہیں۔" سردار نے دعام کو زبردستی اوپر بھیجا اور خود بالا کے ساتھ باہر نکلا، اس کے چہرے پر سنجیدگی اور تشویش تھی۔

"میں نے پتہ کروایا ہے سردار، یہی پتہ چلا ہے کہ ہارٹ اٹیک آیا ہے اور اسے ہسپتال لے کر گئے ہیں!"

بالا، جس کا چہرہ نقاب میں تھا مگر آنکھوں میں تشویش تھی، تیزی سے ساری معلومات لے کر سردار کے پاس آیا۔ وہ سردار کے سامنے رکا، سردار کا چہرہ بے نقاب تھا اور اس کی سبز آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ "بیچ میں کوئی نہ کوئی جھول تو ہے! اچانک سے یہ ہارٹ اٹیک کیسے آیا اور مجھے نہیں لگتا کہ دعام کے تایا کو اس طرح کی کوئی بیماری تھی۔ کوئی کھیل چل رہا ہے!" بالا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "اکرم بھی ہسپتال میں موجود ہے! یہ وہی ہسپتال ہے تمہاری بھابھی والا!" بالا اپنی لو اسٹوری والے ہسپتال کا نام لیتے ہوئے بھی اپنے خیالوں میں گُم تھا۔ اس نے ایک نظر بالا کو دیکھا جو اس سیریس کنڈیشن میں بھی اپنی لو اسٹوری بیچ میں گھسا رہا تھا، پھر نفی میں سر ہلاتا ہلکا سا مسکرا دیا۔ اس

وقت تک دعام بھی تیار ہو کر نیچے آچکی تھی۔اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور چہرہ پریشانی سے سفید پڑ چکا تھا۔

"میرا سوہنا مکھڑا بالا نے ساری انفارمیشن حاصل کرلی ہے، تمہارے تایا کہاں پر داخل ہیں، ہر چیز پتہ کر چکا ہے۔ چلو، ہم نکلتے ہیں۔" سردار نے دعام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں مضبوطی تھی تاکہ دعام کو ڈھارس مل سکے۔ "بالا، گاڑی چلاؤ۔" اس نے بالا کو اشارہ کیا۔ بالا سردار کے ساتھ لے جانے پر راضی ہونے پر کافی خوش تھا، اس نے فوراً سر ہلایا۔

سب لوگ تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھے۔ قبیلے کے پہاڑی راستوں پر ان کی مضبوط فور وہیل ڈرائیو گاڑی ایک تیز تیر کی طرح بڑھنے لگی۔ دعام اب بھی بہت زیادہ اداس تھی، خاموش بیٹھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کی اداسی سردار سے دیکھی نہیں جارہی تھی، اس کا دل اپنی سجن سائیں کی حالت پر کٹ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب اکرم کی چال ہے، اور اس کا غصہ

اندر ہی اندر بڑھ رہا تھا۔ اس نے ایک مضبوط ہاتھ دعام کے ہاتھ پر رکھا، جیسے اسے بتا رہا ہو کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔

○○○○○

"ہائے دعام! دیکھ تیرے ابا کے ساتھ کیا ہو گیا! ڈاکٹر کچھ نہیں بتا رہے ہیں!"

سردار کی گاڑی ایک چھوٹے شہر کے ہسپتال کے باہر آ کر رکی۔ یہ وہی ہسپتال تھا جہاں ڈاکٹر بیلا کام کرتی تھی۔

ہسپتال کے اندر ایک پریشان کن خاموشی چھائی ہوئی تھی جو کسی بڑے حادثے کے بعد ہوتی ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی دعام کی نظر سامنے انتظار گاہ میں بیٹھے اپنی تائی امی، چچا اور اکرم پر پڑی۔ اس کے تایا ابا کا آپریشن تھیٹر میں آپریشن ہو رہا تھا اور باہر لگا سرخ لیمپ جل رہا تھا جو اندر کی سیریس حالت کو بتا رہا تھا۔

دعام تیزی سے تائی امی کی طرف بھاگی۔ تائی امی نے اسے دیکھتے ہی ڈرامائی انداز میں اپنے سینے سے لگا لیا اور رونے لگیں۔

کل رات سے ہی سینے میں درد کا کہہ رہے تھے! طبیعت زیادہ خراب ہو گئی!" لیکن ہم کہاں جانتے تھے کہ یہ دل کا دورہ ہے! تیرے تایا ابا کو تو ایسی کوئی بیماری ہی نہیں تھی!" تائی امی بری طرح سے رو رہی تھیں، ان کے الفاظ میں دکھ اور بے بسی تھی۔ دعام بھی ان سے لپٹ کر رو رہی تھی، اسے اپنے تایا ابا کی فکر کھائے جا رہی تھی۔

سردار، جواب بالا کے ساتھ اندر آ چکا تھا، اپنے چہرے پر نقاب پہنے ہوئے تھا۔ اس کی سبز آنکھیں ہسپتال کے اس ماحول اور دعام کے خاندان والوں پر گہری نظر ڈال رہی تھیں۔ اسے دعام کے خاندان کی یہ ساری پریشانی کچھ بناوٹی لگ رہی تھی۔ ہر چیز میں اسے ایک عجیب سا جھول نظر آ رہا تھا۔

بالا بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا، اس کا چہرہ بھی نقاب میں تھا۔ جہاں سردار انہیں گہری نگاہوں سے جانچ رہا تھا، وہیں بالا کی نگاہیں تو کہیں اور ہی گھوم رہی تھیں۔ وہ اس ہسپتال کے ہر کونے کو اس امید سے دیکھ رہا تھا کہ شاید اسے ڈاکٹر بیلا نظر آ جائے۔

اس کے چہرے پر اس سنگین صورتحال میں بھی ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی جسے سردار نے نوٹ کیا اور سر نفی میں ہلا دیا۔ وہ ہسپتال میں موجود ہر شخص، خاص کر اکرم پر بھی گہری نظر رکھے ہوئے تھا، جو ایک کونے میں کھڑا بار بار فون پر بات کر رہا تھا اور دعام کی طرف دیکھ رہا تھا۔

○○○○○○○○

یہ کافی عجیب سا منظر تھا۔ ہسپتال کے انتظار گاہ میں ایک طرف وردی والا پولیس افسر اکرم تھا تو دوسری طرف قبیلے کا خطرناک ترین ڈاکو سردار، جو اپنے ساتھی بالا کے ساتھ نقاب میں کھڑا تھا۔ کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اکرم سردار کو صرف گھور سکتا تھا، اس کی آنکھوں میں بے بسی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ جبکہ سردار کی سبز آنکھوں میں ہلکی سی چمک تھی، اس کی نقاب میں چھپے لبوں پر گہری مسکراہٹ تھی، وہ اکرم کی بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی مسکراہٹ پر اکرم مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا، اس کا چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ایک سینئیر ڈاکٹر باہر نکلا، اس کا انداز بھی سردار کو بناوٹی ہی لگا۔ "ہم نے آپریشن کر دیا ہے لیکن حالت بہت نازک ہے۔ فی الحال ہم کوئی گارنٹی نہیں دے سکتے۔" ڈاکٹر کے پیچھے ہی ڈاکٹر بیلا بھی نکلی تھی، اس نے سامنے کھڑے نقاب پوش بالا کو ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پریشانی اور خوف کا ملا جلا تاثر تھا۔

ان کی کنڈیشن بہت زیادہ خراب ہے۔ اس طرح کی کنڈیشن میں ہم کسی کو" دلاسہ بھی نہیں دیتے۔ بس اتنا ہی کہیں گے کہ انہیں کسی طرح کی ٹینشن مت دیجیے گا، وہ جو کہیں ان کی بات فوراً مان لیجیے گا۔" ڈاکٹر بیلا پروفیشنل انداز میں بول رہی تھی، مگر اس کی آواز میں بھی کچھ ہچکچاہٹ تھی۔ "فی الحال تو آپریشن ہو چکا ہے، ہو سکتا ہے انہیں کچھ گھنٹوں میں ہوش بھی آ جائے۔" جبکہ بالا اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس کی نظروں سے وہ بری طرح سے ہائف تھی، بار بار نظریں چرا رہی تھی۔

"ڈاکٹر بیلا! اس طرح کے بڑے اور خطرناک آپریشن تو سینیئر ڈاکٹر کرتے ہیں، تم تو جونیئر ڈاکٹر ہو اور تمہیں اس ہسپتال میں ہاؤس جاب کرتے صرف دو مہینے ہوئے ہیں۔ تو تم اس آپریشن میں ان کے ساتھ کیسے تھیں؟" بالا نے اچانک ہی سوال کیا تھا۔ سوال کافی منطقی تھا اور بیلا کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے خوف سا ٹھہرا تھا۔ اس نے فوراً اکرم کی طرف دیکھا۔

"وہ جونیئر ڈاکٹر ہے، ڈاکٹرز کو اسسٹ کرتی ہے۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ آپریشن میں شامل نہیں ہو گی تو کام سیکھے گی کیسے؟" اکرم نے اچانک ہی اس کے پاس آتے ہوئے اس کے گرد اپنا حصار بنایا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ یہ دیکھ کر بالا کے اندر جیسے لاوا سا پھٹا۔ اس کا یوں بیلا کو ہاتھ لگا کر اپنی قریب کرنا بالا کو جیسے وحشی بنا گیا تھا، اس کی نقاب میں چھپی آنکھوں میں شعلے بھڑک اٹھے۔ سردار نے اگلے ہی لمحے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پیچھے ہٹایا تھا۔

کنٹرول بالا! کنٹرول! سالہ ہے تیرا، وہ بھی سگا والا۔" سردار نے اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں کہا۔ اس کی سبز آنکھوں میں اب بھی محتاط نظر تھی۔

سردار کے ان الفاظ سے بالا کے اندر پھٹتا لاوا جیسے پانی سے نہلا گیا تھا، وہ فوراً سمجھ گیا۔ اس نے اکرم کو بھی پہلی دفعہ اچھی نگاہوں سے دیکھا۔ یہ پہلی بار تھا کہ اسے اکرم کی رفاقت قابل قبول لگی تھی۔

ooooooo

تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے گڑیا، میں ہوں تمہارے ساتھ۔ تم بس وہ" کرو جو میں کہتا ہوں۔ ان ڈاکوؤں کو ان کے انجام تک پہنچانا میرا مقصد ہے جس "میں تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔

اکرم، اپنی پولیس کی وردی میں ملبوس، بیلا کو ہسپتال کے ایک خالی کمرے میں لے کر آیا تھا۔ کمرے میں صرف دو کرسیاں اور ایک چھوٹی سی میز تھی، ماحول میں ایک عجیب سی خاموشی اور تناؤ چھایا ہوا تھا۔

بیلا بہت زیادہ گھبرائی ہوئی تھی، اس کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس صورتحال میں پھنس گئی ہے۔

اکرم نے اس کی طرف تسلی بخش نظروں سے دیکھا، اس کی آواز میں مضبوطی تھی۔

"آپ کا ساتھ تو دے رہی ہوں بھائی، لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ آخر یہ سارا ڈرامہ کیوں ہو رہا ہے؟ وہ آدمی اندر بالکل ٹھیک ہے! اسے کچھ بھی نہیں ہوا! وہ بھی بہت زیادہ ڈرا ہوا ہے! آپ کو پتہ ہے آپریشن تھیٹر میں اسے اندر سے دروازہ بند کر کے رکھا تھا کہ یہ نہ ہو کہ ڈاکو اندر گھس آئیں!" بیلا نے پریشانی سے کہا، اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایک ڈاکو روز خود کو زخمی کر کے آتا ہے، وہ وہی جو کھڑا تھا، وہی تھا۔ وہ جسے دوسرا نقاب پوش بالا نام سے بلا رہا تھا، وہ بالا ہی آتا ہے روز یہاں پر۔۔۔"۔

تم پریشان مت ہو، ان سب کو اندر کروں گا۔ بالا تو کیا، سردار کا ایک ایک "
آدمی جیل میں سڑے گا، وہ بھی ساری زندگی کے لیے! بس تم ڈرنا مت۔ اکرم
نے بیلا کی بات کاٹی، اس کے چہرے پر ایک چالاک مسکراہٹ تھی۔

اور اپنے باقی سینیئرز کو بھی اس بات کا یقین دلانا کہ پولیس تمہارے ساتھ
"ہے۔ بس زیادہ دیر کے لیے نہیں، دو تین دن کے لیے ہی یہ ڈرامہ چلانا ہے۔

اس نے بیلا کے کندھے پر ہاتھ رکھا

بس تم اپنے ان ڈاکٹرز کو کہو کہ ڈرامہ اچھے سے کر لے، اگر پکڑے گئے نہ تو"
سردار کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا۔" اس کے لہجے میں دھمکی کا عنصر تھا۔

وہ سب کچھ تو ٹھیک ہے، لیکن مجھے بھابھی سے کب ملوائیں گے آپ؟" بیلا کو"
اچانک یاد آیا جب اکرم باہر نکلنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک امید سی
تھی۔

اکرم لمحے بھر کو رکا، پھر مسکرایا۔

اریے، ملواؤں گا اس سے بھی تمہیں! آج کل اس کی اپنی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں رہتی اور پھر ہو سکتا ہے اب اپنے بابا سے ملنے کے لیے ہسپتال آجائے۔ وہ جو اندر آدمی ہے وہ رباب کا باپ ہی ہے۔"

"کیا؟ کیا مطلب بھائی؟ یہ سب کچھ کیا چل رہا ہے؟ کس سے شادی کی ہے آپ نے؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا!" بیلا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، اس کے چہرے پر خوف اور الجھن کے ملے جلے تاثرات تھے۔ اسے یقین نہیں آیا کہ اکرم اتنے بڑے کھیل میں شامل ہے، اس نے ڈاکوؤں سے جڑے لوگوں کے بیچ میں کسی لڑکی سے نکاح کرلیا ہے۔

"ارے بیٹا، نہ سمجھنے والی کیا بات ہے؟ شادی تو کسی نہ کسی سے کرنی ہی تھی نا۔ رباب بہت اچھی لڑکی ہے بس مجھے غلط حالات میں ملی ہے۔ باقی زندگی تو میں نے اسی کے ساتھ گزارنی ہے، بس یہ مسائل حل ہو جائیں۔ تم فکر مت کرو میں ملواؤں گا تمہیں اس سے۔" اکرم نے جلدی سے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

اب باہر چلو اور ہر مسئلے کو یہاں پر تمہی نے دیکھنا ہے۔" اس نے بیلا کو کمرے سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔

ٹھیک ہے، آپ پریشان مت ہوں، میں سب کچھ دیکھ لوں گی۔" بیلا نے اسے یقین دلاتی ہوئی، اندر ہی اندر ڈرتے ہوئے، اس کے ساتھ باہر آئی جہاں وہ سب لوگ انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

○○○○○○

شام تک ہسپتال کے ماحول میں قدرے سکون چھا گیا۔ ایک سینیئر ڈاکٹر خوشخبری سنانے باہر آیا کہ تایا ابا کو ہوش آگیا ہے۔ یہ سن کر سب کے چہروں پر ایک لمحے کے لیے سکون آیا۔ دعام نے سردار کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں امید کی چمک تھی۔ سردار نے اسے پیار سے سر ہلایا اور سب کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

دعام، تائی امی اور چچا جلدی سے کمرے میں داخل ہوئے جہاں تایا ابا بستر پر لیٹے تھے۔ ان کے چہرے پر تھکاوٹ تھی لیکن وہ آنکھیں کھول چکے تھے۔

دعام نے جیسے ہی اپنے تایا ابا کو ہوش میں دیکھا، اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے اور وہ تیزی سے ان کے پاس پہنچی۔ سردار بالا کے ساتھ پیچھے ہی رہا، ان دونوں کے چہرے نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔ سردار کی سبز آنکھیں کمرے کے ہر کونے اور تایا ابا کے چہرے پر موجود کسی بھی آپریشن کے نشان کو غور سے دیکھ رہی تھیں۔ اس کی نظر خاص طور پر تایا ابا کے سینے پر تھی جہاں سٹنٹ ڈالے جانے یا ہارٹ سرجری کا کوئی نشان ہونا چاہیے تھا، مگر اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ سردار کے لیے واضح تھا کہ یہ سب ایک ڈرامہ ہے۔

بالا تیزی سے بیلا کی طرف بڑھا، جو اب بھی وہیں کھڑی تھی۔ اس کی نقاب میں چھپی آنکھوں میں تفتیش تھی۔

بیلا! ہارٹ اٹیک کا آپریشن ہوا ہے، سٹنٹ ڈالا گیا ہے تو کوئی نشان بھی تو ہونا چاہیے؟ یہ کہاں کا آپریشن ہوا ہے؟ کیسے ڈالا گیا ہے سٹنٹ؟" بالا کے سوالوں کی بوچھاڑ سن کر بیلا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسے غصہ آ رہا تھا کہ بالا اتنی اہم بات پر بھی اسے تنگ کر رہا ہے۔

بیلا نے غصے سے کہا،

دیکھیے مسٹر، یہاں ڈاکٹر ہم ہیں! ہم نے اپنا کام بہت بہتر طریقے سے کیا ہے!"
اگر آپ کو زیادہ مسئلہ ہے تو انہیں کہیں اور لے جائیے! آپ لوگوں کی سمجھ
میں نہیں آتا کہ مسئلہ کیا ہے!" بیلا کو اب بلا وجہ کا غصہ چڑھ رہا تھا، شاید اندر
ہی اندر وہ ڈر رہی تھی کہ ان کی چوری پکڑی جائے گی۔ جبکہ اس کی ترتر چلتی
زبان بالا کو بڑا سکون دے رہی تھی، کیونکہ یہ آواز تو وہ ساری زندگی سننے کا
ارادہ رکھتا تھا۔ اسی لیے شاید وہ اس کی ترتر کا سٹیمنا چیک کرنا چاہ رہا تھا۔

بس کیجیے آپ لوگ پیشنٹ کو تنگ مت کیجیے اس طرح آپ لوگ پیشنٹ کے
سامنے روئیں گے تو ان کی حالت مزید خراب ہو گی ان کی حالت ٹھیک نہیں
ہے، انہیں آرام کرنے دیجیے۔ کچھ دنوں میں ہم انہیں ڈسچارج کر دیں گے،
بعد میں آپ لوگ اپنی تفتیش کرتے رہیے گا۔ فی الحال پیشنٹ کو تنگ نہ کریں،
"! یہاں زیادہ رش نہ لگائیں

نہیں، ہم زیادہ رش نہیں لگاتے! ہم تو بس جاننا چاہتے ہیں کہ آپریشن ہوا کہاں کا ہے؟ دل بند ہو گیا تھا، دورہ پڑا ہے تو کچھ نہ کچھ تو ہمیں بھی سمجھ میں آنا چاہیے نا!" بالا نے ہنسی دباتے ہوئے مزید چھیڑا۔ اسے معلوم تھا کہ بیلا کو سچ چھپانا پڑ رہا ہے، اسی لیے وہ چڑچڑی ہو رہی ہے اس کے چہرے پر عجیب سی بے بسی تھی اور وہ اس کی اس بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

بیلا نے سردار کی طرف دیکھا جو خاموشی سے سب کچھ نوٹ کر رہا تھا، اس کی سبز آنکھوں میں گہرائی تھی جسے وہ پڑھ نہیں پائی۔ اس نے دوبارہ غصے سے بالا کو گھورا۔

میم پلیز آپ لوگ یہاں سے باہر جائیں یہاں پر جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنی پیشنٹ کی حالت خراب ہو گی۔

بالا بھیا! ہم سب باہر چلتے ہیں۔ تایا ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ہمارا یہاں" رش لگانا صحیح نہیں ہے۔" دعام نے نرم آواز میں بالا کو سمجھایا۔ دعام کو اپنے تایا ابا کی حالت دیکھ کر مزید پریشان نہیں ہونا چاہتی تھی۔

اس نے بیلا کی درخواست پر بالا سے کہا اور بالا فوراً راضی ہو گیا۔ سردار تو پیچھے آرام سے کھڑا تھا، اسے نہ تو کسی سے کوئی مطلب تھا اور نہ ہی اس ڈرامے سے کوئی لینا دینا۔ وہ صرف دعام کو دیکھ رہا تھا، اس کی سبز آنکھوں میں اطمینان تھا کہ دعام اب رو نہیں رہی تھی۔ اس کے لیے بس یہی کافی تھا کہ دعام کی پریشانی کچھ کم ہوئی ہے۔

اور پھر ڈاکٹر بیلا کے سمجھانے پر وہ سب لوگ باہر چلے گئے، سردار نے آخری نظر تایا ابا پر ڈالی، اس کے نقاب میں چھپے ہونٹوں پر ایک بار پھر دھیمی سی مسکراہٹ آگئی۔

تاوا اچھا ایکٹر تھا لیکن پھر بھی بہت اچھا نہیں

oooooooo

"زیادہ لوگ رات کو یہاں نہیں رک سکتے، آپ میں سے ایک یا دو لوگ ہی یہاں پر رکیں گے، باقی سب کو جانا ہو گا۔"

ڈاکٹر بیلا، جو اب سب کے ساتھ کمرے کے باہر آچکی تھی، نے ایک اور شوشہ چھوڑ دیا۔ اس کی آواز میں ایک خاص قسم کی سختی تھی، جیسے وہ سردار اور بالا کو وہاں سے ہٹانا چاہتی ہو۔ سردار کو بیلا کی یہ بات کافی اچھی لگی، کیونکہ وہ بھی دعام کو جلد از جلد وہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ اس کی سبز آنکھوں میں ایک بار پھر نرمی اور اطمینان جھلک رہا تھا۔

ہاں، ڈاکٹر ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔ چلو ہم واپس" قبیلے میں چلتے ہیں، دعام۔" سردار نے دعام کو دیکھتے ہوئے کہا، جو اب بھی اداس تھی۔ اس کا چہرہ پریشانی سے سفید پڑا ہوا تھا، اور آنکھوں میں نمی تھی۔

ڈاکو جی! میرے تایا ابو بیمار ہیں، انہیں چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہوں؟" دعام نے" التجا بھرے لہجے میں کہا، اس کی آواز میں ایک معصوم بے چارگی تھی۔

میرا سوہنا مکھڑا! وہ تمہارے یہاں رکنے سے ٹھیک نہیں ہوں گے، انہیں جتنا" ٹائم ریکور ہونے میں لگنا ہے اتنا لازماً لگے گا۔ تم فی الحال گھر چلو، ہم انہیں دیکھنے کے لیے دوبارہ آجائیں گے۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ وہ بہت بہتر حالت میں

ہیں۔" سردار نے اسے نرمی سے سمجھایا، لیکن اس کی سبز آنکھوں میں ہلکی سی سختی تھی جس کا مطلب صاف تھا کہ وہ ہر قیمت پر اسے اپنے ساتھ لے کر جائے گا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دعام اس بناوٹی پریشانی میں مزید الجھے۔

یہاں پر کسی پڑھے لکھے انسان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ مجھے شکل سے" پڑھی لکھی لگتی ہیں اور باقیوں کی طرح بھی نہیں ہے اس نے اندر چچا اور تائی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

آپ کو یہاں رکنا چاہیے آپ کی یہاں ہونے سے ہم ڈاکٹرز کو بھی اسانی رہے گی ڈاکٹر بیلا نے زور دیتے ہوئے کہا، اس کی نگاہیں سردار اور اس کے ساتھی پر تھیں،

ڈاکٹر بیلا، آپ کے بھائی صاحب جناب ریان اکرم ملک صاحب کافی پڑھے" لکھے اور ڈیسنٹ انسان ہیں۔ ایک اچھی خاصی بڑی پوسٹ پر بھی ہیں۔ وہ ہر چیز کو بہت بہتر طریقے سے ہینڈل کریں گے۔" سردار نے نرمی سے کہا، اس کی سبز آنکھوں میں معنی خیز چمک تھی۔

وہ تو ٹھیک ہے، لیکن وہ اپنی ڈیوٹی پہ جا رہے ہیں۔ ان کے پاس ہر گز اتنا ٹائم " نہیں ہو گا کہ وہ یہاں رکیں۔ " بیلا نے مسکرا کر کہا، اس کی کوشش تھی کہ ان کے بہانے پر پانی پھیر دے۔ وہ سردار اور بالا کی چالاکی کو سمجھ رہی تھی، مگر خود بھی اپنے بھائی کی چال کے تحت مجبور تھی۔

بالا نے بیلا کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک تھی۔ اس نے اپنے بازو سینے پر فولڈ کیے اور ایک دلکش انداز میں بولا،

میں رک جاتا ہوں بالا نے فورا کہا۔

شاید آپ نے سنا نہیں میں نے کیا کہا میں نے کہا کسی پڑھے لکھے انسان کا یہاں رکنا ضروری ہے جو ہمیں سمجھ سکے جسے ہم کچھ سمجھا سکے بیلا نے اپنی بات پر زور دیا۔

Okay, fine... so is a PhD the highest qualification you need for me to stay here?

اوکے ٹھیک ہے تو کیا پی ایچ ڈی تک کی پڑھائی کافی رہے گی میرے یہاں)

(رکنے کے لیے

بالا نے صاف اور رواں انگریزی لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ کسی پڑھے لکھے انگریز سے کم نہیں تھا۔ یہ سن کر بیلا اور وہاں موجود دوسرے لوگوں کو حیرانی ہوئی، انہیں توقع نہیں تھی کہ ایک ڈاکو اتنی اچھی انگریزی بول سکتا ہے۔

سردار نے اس صورتحال کا فائدہ اٹھایا، اس کے چہرے پر ایک چالاک مسکراہٹ ابھر آئی۔

", Doctor. I am here to handle everything!"

(،ڈاکٹر۔ میں ہوں یہاں ہر چیز کو ہینڈل کرنے کے لیے!) اس کی آواز میں گہرا اعتماد تھا۔

آپ ارے لکھے ہیں الفاظ جیسے اس کے گلے میں اٹک گئے تھے۔

میں صرف پڑھا لکھا ہی نہیں ہوں ڈاکٹر صاحبہ، آپ کو شاید معلوم نہ ہو، میں نے سندھ یونیورسٹی سے پی ایس ٹی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پورے پاکستان میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی تھی۔ مجھے بھی چیزوں کو سمجھنا اور ہینڈل کرنا آتا ہے

Perhaps, your own brother, Akram, isn't as educated

as I am, after all."

(شاید، آپ کا اپنا بھائی، اکرم، آخر اتنا پڑھا لکھا بھی نہیں ہو گا۔) بالا نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا، اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

جس پر بیلا کا منہ کھلا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، اسے کبھی توقع نہیں تھی کہ ایک ڈاکوؤں کے سردار کا ساتھی اتنا پڑھا لکھا بھی ہو سکتا ہے، اور وہ بھی پورے پاکستان میں دوسری پوزیشن لینے والا۔ دعام کا بھی منہ کھلا رہ گیا تھا، وہ بھی بالا کی پڑھائی کے اس لیول سے واقف نہیں تھی، اس کی

آنکھوں میں حیرت اور فخر کے ملے جلے تاثرات تھے۔ اکرم، جو تھوڑا دور کھڑا تھا، بالا کی بات سن کر چونکا اور اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

سردار نے یہ سن کر خفیف سی مسکراہٹ دبالی، اس کی سبز آنکھوں میں بالا کے لیے ایک خاص قسم کا فخر تھا، جو اس نے کبھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ بالا نے ایک نظر تائی امی اور چچا پر ڈالی، پھر اکرم کی طرف دیکھا، جو اب پریشان نظر آرہا تھا۔ سردار نے آہستہ سے دعام کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے گاڑی کی طرف لے جانے لگا۔ دعام نے سردار کی بات مان لی تھی، کیونکہ اسے بالا کی باتوں میں بھی سچائی نظر آرہی تھی کہ یہاں رکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔

کیونکہ جتنے اچھے سے بالا ہر چیز کو ہینڈل کر سکتا تھا اتنے اچھے سے وہ نہیں کر سکتی تھی

بیلا نے غصے سے بالا کی آنکھوں میں دیکھا، اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس شخص نے ڈگری لی ہی اسے چڑھانے کے لیے یا پھر اس کے آج کا دن دکھانے کے

لیے ہے۔اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور وہ بمشکل خود کو کنٹرول کر پا رہی تھی۔

اس نے ایک نظر اکرم کی طرف دیکھا" دعام کو وہ یہاں روکنے میں کامیاب نہیں ہو پائی بلکہ الٹا بالا نام کا گھنٹا اس کے گلے میں بج رہا ہے۔

○○○○○

اکرم اور گھر والوں کے بنے پلان پر پانی پھر چکا تھا۔دعام کو ہسپتال میں روکنے کی سازش ناکام ہو چکی تھی جس کی وجہ سے وہ کافی زیادہ مایوس تھے۔

ہسپتال میں اب صرف بالا ہی تھا اور سردار کی دہشت پھیلانے کے لیے بالا بھی کافی تھا۔آخر وہ بھی کوئی عام انسان نہیں،بلکہ سردار کے بعد قبیلے کی سرداری سنبھالنے والا آدمی تھا۔ہر چیز اس کے کنٹرول میں تھی،اس کی نقاب میں چھپی آنکھوں میں ایسی وحشت تھی جو سامنے والے کو بے حال کر کے رکھ دے۔

اس وقت تو وہ صرف بیلا کو تنگ کر رہا تھا،اسے بیلا کے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر لطف آ رہا تھا۔

بالا نے تایا ابا کے کمرے کے باہر ہی ڈیرہ جما لیا تھا۔ بیلا جیسے ہی کوئی پیپر اٹھاتی یا کسی فائل کو ہاتھ لگاتی، بالا فوراً اسے روک کر پوچھنے لگتا کہ اس کے پیشنٹ کے ساتھ اس پیپر یا فائل کا کیا تعلق ہے۔

یہ کیا ہے ڈاکٹر؟ اس مریض کا اس فائل سے کیا لینا دینا؟"

یا پھر ساری میڈیسنز اٹھا کر چیک کرنے لے لگتا اور پھر اس سے طرح طرح کے سوال کرتا۔

"کیا اس میں کوئی ایسا انجیکشن ہے جو مریض کو ٹھیک کر دے؟

وہ کبھی کچھ پوچھتا، کبھی کچھ۔ بیلا اس کی اس پوچھ گچھ سے اچھی خاصی تنگ پڑی ہوئی تھی۔ اوپر سے اس کے پیشنٹ کی ڈیوٹی پر بیلا کو لگا دیا گیا تھا۔ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی بالا کے ان سب سوالوں کا جواب دینا پڑ رہا تھا کیونکہ ہسپتال میں رینکنگز چل رہی تھیں۔

اس ہسپتال کے ہر ڈاکٹر کو ہر ہفتے ڈاکٹر آف دی ویک کا ایوارڈ ملتا تھا، اسی لیے وہ سب لوگ ہی اس دوڑ میں بھاگ رہے تھے اور بیلا بھی اس میں شامل تھی۔

جس کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ہر انسان کے ساتھ اچھے سے بات کرنی پڑ رہی تھی ورنہ بس نہیں چل رہا تھا کہ اس بالا نامی آدمی کو اٹھا کر ہسپتال سے باہر پھینک دے۔ وہ غصے سے دانت پیس رہی تھی، مگر بالا کے سامنے مسکرانے پر مجبور تھی، جبکہ بالا اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات سے خوب لطف اٹھا رہا تھا۔

ooooooo

دعام کی رات بے چینی میں گزری۔ تایا ابا کی بیماری، نے اسے بہت پریشان رکھا۔ صبح اٹھتے ہی سردار اسے پھر سے ہسپتال لے آیا تھا۔ دعام کی آنکھوں میں اب بھی نمی تھی، مگر وہ اپنے تایا ابا کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھی۔

کل تو تایا ابا سے کوئی بات نہیں ہو پائی تھی، لیکن آج دعام تایا ابا کے پاس بیٹھے ان سے باتیں کر رہی تھی۔ تایا ابا بستر پر لیٹے تھے، ان کے چہرے پر نقلی

کمزوری نمایاں تھی۔ ان کی آواز بہت دھیمی تھی، جسے سن کر سردار کو مزید شک ہوا۔

"ہم نے کبھی تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہی نہیں! تبھی تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے، دیکھ نا میری بیٹی پر کیا دن آئے ہیں!" تایا ابا نے بہت دھیمی، ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ان کے الفاظ میں خود ساختہ پچھتاوا اور دکھ تھا، مگر وہ جان بوجھ کر اپنی آواز کم رکھے ہوئے تھے تاکہ سردار تک ان کی بات نہ جائے۔ مجھے معاف کر دے میری بچی! میں نے جو تیرے ساتھ کیا، بہت غلط کیا۔

"کیا مطلب ہے تایا ابو؟ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ میں سمجھ نہیں پا رہی۔" دعام پریشانی سے انہیں دیکھتے ہوئے بے حد کم آواز میں بات کر رہی تھی، اس کے دل میں اپنے تایا ابا کے لیے فکر مندی تھی، جب کہ دماغ ان کی باتوں میں الجھا ہوا تھا کہ وہ آخر کہنا کیا چاہتے ہیں۔

سردار وہیں دیوار کے قریب کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ نقاب میں تھا اور سبز آنکھیں تایا ابا اور دعام پر گہری نظر رکھے ہوئے تھیں۔ تایا ابا جتنا ہو سکے اپنی آواز میں

دکھلانے کی کوشش کر رہے تھے، جبکہ خود کو تکلیف میں بھی ظاہر کرنے کی مکمل اداکاری چل رہی تھی۔

سردار نے ان کے چہرے کے تاثرات اور جسمانی زبان کو بغور دیکھا۔

ہارٹ سرجری کے بعد اس طرح کی باتیں، اس طرح کا پرسکون انداز، اور آواز میں مصنوعی کمزوری — سردار آنکھیں گھما کر رہ گیا، اسے پہلے ہی یقین ہو گیا تھا کہ یہ سب ایک بناوٹی کھیل ہے

oooooooo

ڈسچارج؟ اتنی جلدی ڈسچارج؟ ان کی ہارٹ سرجری ہوئی ہے! آپ لوگ" اتنی جلدی ڈسچارج کیسے کر سکتے ہیں انہیں؟" بالا نے حیرت سے پوچھا، اس کی آنکھوں میں شک تھا۔

بیلا، جو کمرے میں تایا ابا کا معائنہ کر رہی تھی، باہر آکر کھڑی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر تھکاوٹ تھی مگر وہ اپنا پیشہ ورانہ انداز برقرار رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"وہ ٹھیک ہیں اور دوسرا ان کا کہنا ہے کہ وہ ہسپتال کے ہیوی اماؤنٹ پے نہیں کر سکتے۔ اس لیے اگر ان کی کنڈیشن ٹھیک ہے تو ہم انہیں واپس بھیجنے کو تیار ہیں۔" بیلا نے صاف الفاظ میں کہا۔

اسی وقت تائی امی اور چچا بھی کمرے سے باہر آ گئے، ان کے چہروں پر بھی ایک بناوٹی سکون تھا۔

"ہاں بیٹا، ڈاکٹر نے کہا ہے ان کی حالت بالکل ٹھیک ہے تو ہم انہیں گھر لے جاتے ہیں یہاں ہسپتال میں رکھنے کا کیا فائدہ ہے؟ اور ہسپتال کے چارجز بھی بہت زیادہ ہو چکے ہیں، ہمارے لیے مشکل بن جائے گا!" تائی امی نے ڈرامائی انداز میں کہا، ان کی آواز میں بے بسی تھی۔

نہیں، انہیں ہسپتال میں ہی رکھیے۔ اگر پیسوں کا مسئلہ ہے تو وہ ہم حل کر لیں گے۔" سردار نے پر سکون انداز میں کہا، اس کے لہجے میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ صرف بہانے ہیں۔

"ارے نہیں نہیں بیٹا! اب ایسے بھی بُرے دن نہیں آئے ہیں کہ گھر کے جمائی سے کچھ لیں۔ ویسے بھی اچھا نہیں لگتا۔ تم تو ہماری بیٹی کے شوہر ہو اور بیٹی کے شوہر کا پیسہ تو حرام ہے ہم پر!" چچا اور تائی امی ان کے پاس ہی کھڑے بول رہے تھے۔ ان کی آواز میں مٹھاس تھی،

سردار، کی سبز آنکھوں میں طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"کاش یہ بات آپ لوگ تیس سال پہلے بھی سوچ لیتے۔ تب بھی وہ پیسہ خود پر حرام کر لیتے۔ مرضی ہے آپ لوگوں کی۔ کروا لیجیے ڈسچارج" سردار کندھے اچکا گیا۔ اس کے طنزیہ الفاظ تائی امی اور چچا کو چبھ گئے، مگر وہ کچھ کہہ نہ سکے۔

جبکہ دعام ابھی ٹھیک سے اس بات کی خوشی بھی نہیں منا پائی تھی کہ تایا کو واپس گھر لے جایا جا رہا ہے۔ سردار دعام اور بالا کے ساتھ وہاں سے جانے کے لیے نکل گیا۔

دعام جاتے ہوئے ان لوگوں سے مل کر بھی نہیں گئی تھی، پتہ نہیں سردار نے اس سے کیا کہا تھا کہ وہ سردار کے ساتھ چپ چاپ چل پڑی۔

ooooooo

"بہت جوانی چڑی ہے تجھے! آرام سے بیٹھا نہیں جاتا؟ گولی لگی ہوئی ہے تیری ٹانگ پر، کوئی چھوٹا موٹا زخم نہیں ہے تو اٹھ کر اچھلنا شروع کر دے گا!"

وہ اندر داخل ہوتے ہی غصے سے بولا تھا جبکہ جمرو چارپائی پر مایوس سا بیٹھا تھا۔

سردار نے دعام کو ہسپتال سے یہ کہہ کر نکالا تھا کہ قبیلے میں جمرو کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اور انہیں فوراً نکلنا ہو گا۔ جمرو کی طبیعت خراب ہونے کا سن کر دعام پریشان ہو گئی تھی۔ آج تو وہ صبح سے جمرو سے ملنے بھی نہیں گئی تھی۔

قبیلے میں واپس آکر اس نے جمرو کو دیکھا جس کی حالت واقعی کافی خراب لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بے چینی اور درد کے آثار تھے۔ سننے میں آیا تھا کہ جمرو نے زبردستی چلنے کی کوشش کی تھی، ابھی فی الحال وہ اپنے پیروں پر چل نہیں سکتا تھا لیکن وہ ضد کر رہا تھا اور ضد کرنے کا انجام یہ نکلا تھا کہ وہ گر گیا تھا اور گرتے ہوئے اسے کافی زیادہ چوٹ لگی تھی،

جس سے اس کا زخم مزید خراب ہو گیا تھا۔

سردار نے تو نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، کمرے میں داخل ہوتے ہی جمرو کو اچھی خاصی سنا دی، اس کا چہرہ بے نقاب تھا اور سبز آنکھوں میں غصہ تھا۔

مجھ سے نہیں بستر پر رہا جاتا میں کیا کروں!" جمرو پریشانی سے بولا، وہ واقعی اکتا" چکا تھا۔ سردار نے تو رکھ کر ایک اس کے سر پر لگائی، جس پر دعام تڑپ اٹھی۔

کیا کر رہے ہیں آپ! ڈاکو جی! وہ پہلے ہی تکلیف میں ہیں اور آپ انہیں اور مار" رہے ہیں! دور ہٹئیں خبردار جو میرے بھائی کو ہاتھ لگایا!" دعام نے غصے سے سردار کا بازو پکڑا اور زبردستی پیچھے ہٹاتے ہوئے خود اس کے کندھوں پر ہاتھ

رکھ چکی تھی، جیسے اسے سردار سے بچانا چاہتی ہو۔ جمرو پہلے ہی اتنی تکلیف میں تھا اور اوپر سے سردار اسے اور ڈانٹ رہا تھا اور غصہ کر رہا تھا، اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ایک طرف سے تایا ابو کی پریشانی تھوڑی ختم ہوئی تھی تو اب جمرو کی پریشانی شروع ہو گئی تھی۔

"یہ ایسے ہی کرتا ہے میرے ساتھ! مجھے نہیں رہنا یہاں اس کمرے میں! مجھے ندی پر جانا ہے! میں یہاں بیٹھے بیٹھے گل سڑ مر جاؤں گا!" جمرو نے پریشانی سے بولا، اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی۔ دعام کو اس کی کنڈیشن بہت اچھے سے سمجھ میں آ رہی تھی، وہ جانتی تھی کہ بند کمرے میں رہتے رہتے وہ اکتا گیا تھا۔

آپ فکر نہ کریں، میں آپ کو لے کے جاؤں گی جمرو بھیا۔" دعام نے جمرو کو دلاسہ دیا۔ پھر اس نے بالا کی طرف دیکھا جو دروازے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"کھڑے کھڑے میری شکل کیا دیکھ رہے ہیں؟ بلایئے سب کو! ان کی چارپائی کو ندی پر لے کر چلیں! میں خود اپنے جمرو بھیا کا خیال رکھ لوں گی۔" اس نے اچانک حکم دیا تو جہاں سردار اسے گھور کر رہ گیا تھا، وہیں بالا کی ہنسی نکل گئی۔

سردار کی سبز آنکھوں میں حیرت تھی، اسے توقع نہیں تھی کہ دعام اس طرح حکم دے گی۔

شکل کیا دیکھ رہے ہیں؟ چلیے، کام پر لگ جائیں! میرا دماغ پہلے ہی خراب ہو چکا" ہے، مزید خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے!" دعام نے سردار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے غصے سے کہا، اس کا لہجہ مضبوط تھا۔ جمرو ہنسی دبا گیا تھا وہیں بالا کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔ اسے دعام کا یہ انداز بہت پسند آیا تھا۔

اوئے اندر آؤ! سردارنی کا حکم ہے کہ جمرو کی چارپائی کو ندی پر لے کر جانا ہے!" اس کا بھائی اندر پڑا پڑا گل سڑ مر جائے گا! اسی لیے اس کی خدمت کی جائے! چلو چلو اندر آؤ!" بالا نے دروازے پر کھڑے ڈاکوؤں کو حکم دیا۔

کیا یہ سردار کا حکم ہے؟" باہر کھڑے ڈاکوؤں نے حیرت سے پوچھا، سردار کو" چپ دیکھ کر انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ارے! سردار گیا تیل لینے! یہ سردارنی کا حکم ہے! چلو، ٹائم نہیں ہے!" بالا" مزے سے ہنستے ہوئے بولا تو سارے ڈاکو اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے اندر داخل

ہوئے تھے۔ چوری چوری سردار کو دیکھتے وہ سچ مچ میں جمرو کی چارپائی اٹھا کر باہر لے گئے تھے۔

کمرے میں اب صرف سردار اور دعام رہ گئے تھے۔ "کیا ہے؟ گھورنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے! میں ڈرتی نہیں ہوں آپ سے! ویسے بھی آپ نے میرے آم کی کیریوں والا پورا درخت خالی کیا ہے! آسانی سے بخشوں گی نہیں میں! انتقام لوں گی آپ سے، انتقام!" دعام نے خود کو سردار کو گھورتے پایا، اس کی آنکھوں میں اب غصے کے ساتھ شرارت بھی تھی۔

سردار نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بنا کچھ بولے اگلے ہی لمحے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنے قریب کھینچتے ہوئے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔ انداز انتہائی شدت لیے ہوئے تھا، وہ ایسی دیوانگی سے اس کے لبوں پر جھکا تھا کہ دعام کچھ دیر کے لیے کچھ سمجھ ہی نہ سکی۔ اس کے لبوں کا لمس ایسا تھا جیسے وہ اس کی ساری ناراضگی کو چوم لینا چاہتا ہو۔

سردار نے آہستہ سے اس کے لبوں سے اپنے لب ہٹائے، اس کی سبز آنکھوں میں گہرا پیار اور ہنسی تھی۔

"میرا میٹھا سائیں! تمہارا ہر حکم سر آنکھوں پر! میری اوقات جو میں تمہیں ایسی ویسی آنکھوں سے گھوروں۔" وہ اس کے لبوں کی ساری مٹھاس چراتا، نرمی سے اس کے چہرے کو تھپتھپاتا، مسکراکر باہر نکل گیا تھا، دعام کو وہیں حیران و پریشان چھوڑ کر۔

○○○○○○

ندی کے کنارے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور پانی کی دھیمی آواز ماحول کو پرسکون بنا رہی تھی۔ ڈاکو جمرو کی چارپائی کو اٹھا کر ندی کے کنارے لے آئے تھے اور اسے ایک بڑے درخت کے گھنے سائے میں رکھ دیا تھا۔

جمرو کے چہرے پر اگرچہ تھکن اور درد کی پرچھائیاں تھیں، مگر کھلی فضا میں آ کر اسے گہرا سکون ملا تھا۔ وہ آہستہ سے کراہا یا جب اس نے اپنی پوزیشن بدلی، اس کی ٹانگ میں لگی گولی کا درد اب بھی اسے محسوس ہو رہا تھا۔

دعام اس کی چارپائی کے قریب بیٹھی تھی، اس کے چہرے پر اپنے بھائی کی تکلیف دیکھ کر فکرمندی تھی۔

بالا بھی وہیں قریب ہی ایک پتھر پر بیٹھا تھا،

اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں یہاں باہر آکر اچھا لگ رہا ہے کیسی طبیعت ہے اب جمرو بھیا؟ زیادہ درد تو نہیں ؟" دعام نے نرمی سے پوچھا، اس نے جمرو کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

اب بہتر ہے میری بہنا، یہاں کھلی ہوا میں آکر سکون ملا ہے۔بس یہ ٹانگ کا" درد ہے جو چھوڑتا نہیں۔" جمرو نے دھیمی آواز میں کہا۔

بالا ان دونوں کو دیکھ کر مسکرایا، پھر دعام کی طرف مڑا۔

اچھا دعام، ہسپتال گئی تھی، تو بتاو تمہیں ڈاکٹر بیلا کیسی لگی؟" بالا نے ہو چھا۔ "

دعام کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

"ہاں بالا بھیا! خوبصورت تو بہت ہے۔ مجھے تو بڑی پسند آئی! مجھے دیورانی کے روپ میں قبول ہے!" دعام جوش سے بولی، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ اسے بالا اور بیلا کی جوڑی پسند آگئی تھی۔

جمرو نے، جس نے بیلا کو دیکھا نہیں تھا، یہ سن کر سوچ میں پڑ گیا۔

"کوئی کتنی بھی بھابھیاں لے کر آجائے، میری بھابی دعام بس ایک ہی ہے! نمبر ون بھابھی! جس کا کوئی مقابلہ نہیں۔" جمرو نے منہ بناتے ہوئے کہا،

اس کی بات پر جہاں دعام کھل کھلا کر ہنسی تھی وہیں بالا مسکرایا،

"ارے، میں مقابلہ تھوڑی کر رہا ہوں! دعام جیسی تو واقعی کوئی نہیں! وہ تو بس تیرے بھائی کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ہونی چاہیے، اسی لیے ڈاکٹر بیلا کو دل میں آنے کی اجازت دے دی ہے!" بالا ذرا شاہی انداز میں بولا، جیسے اس نے بیلا پر کوئی بڑا احسان کیا ہو۔

اتنے میں سردار بھی ان لوگوں کو آکر جوائن کر چکا تھا۔ اس کی سبز آنکھوں میں محبت اور شرارت چھپی تھی۔ دعام نے اسے دیکھ کر منہ بنایا تھا جب کہ وہ دعام کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور ندی کے پانی میں ہاتھ ڈالا۔

اس نے ایک مٹھی میں پانی بھرا اور چوری چوری دعام کی طرف پھینکا۔ پانی کے قطرے دعام کے چہرے پر پڑے تو وہ چونک گئی۔ اس نے پیچھے مڑ کر سردار کو دیکھا، جس کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

کیا کر رہے ہیں آپ! گندے کہیں کے!" دعام نے غصے سے پانی میں ہاتھ ڈال" کر اس کی طرف پانی اچھالتے اسے اچھا خاصا بھگو دیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ فل ناراضگی کا اظہار کیا، لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔ یہ ایک عجیب سی ناراضگی تھی، وہ اس کے ساتھ شرارتیں بھی کر رہی تھی اور مستیاں بھی۔ اس کی ناراضگی اب صرف ایک بہانہ رہ گئی تھی۔

سردار مزید چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔

جبکہ وہ بھرپور مقابلہ کر رہی تھی بیچ میں بالا اور جمرو کو بھی گھسیٹ رہی تھی

سردار اس کی اس ادا پر مسکرا رہا تھا، اس کی سبز آنکھوں میں گہرا پیار تھا۔ جمرو اور بالا بھی ان دونوں کی اس نوک جھوک سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ایک بھرپور دن ایک دوسرے کے ساتھ گزار کر وہ سورج ڈھلنے سے پہلے واپس لوٹے تھے۔

oooooooo

"یہ تم کہاں جانے کی تیاری کر رہی ہو، میرا سوہنا مکھڑا؟"

سردار کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا دعام کہیں جانے کی تیاری کر رہی تھی، اس نے اپنے لباس کا انتخاب کر لیا تھا اور چہرے پر ایک عجیب سی فکر مندی چھائی ہوئی تھی۔

سردار کے چہرے پر اگرچہ تھکن تھی مگر سبز آنکھوں میں دعام کے لیے وہی گہرا پیار اور تجسس تھا۔

تایا ابا کو دیکھنے کے لیے جا رہی ہوں۔ وہ لوگ انہیں گھر لے آئے ہیں نا۔"""

دعام نے بتایا، اس کی آواز میں تشویش تھی۔

بہت زیادہ جذباتی ہو رہے تھے، بات بات پر مرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔"

مجھے بڑا عجیب لگ رہا تھا۔ سو ان سے ملنے کے لیے جا رہی ہوں اور آپ بھی

میرے ساتھ چل رہے ہیں۔ میں نے آپ کے کپڑے بھی نکال دیے ہیں۔"

دعام مصروف انداز میں بولی، اس نے سردار کے لیے لباس نکال کر بیڈ پر رکھ

دیا تھا۔

دیکھ کر آتو گئے ہیں، کتنی دفعہ جانا ہے وہاں؟ ہو تو گیا دو دفعہ ہسپتال گئے ہیں"

اب کیا انہی کے گھر میں ڈیرے جما کر بیٹھ جائیں گے۔۔۔"اب بار بار وہاں جانا

۔۔۔۔" سردار نے بات ادھوری چھوڑی، اس کی سبز آنکھوں میں ناگواری

تھی۔ اسے یہ سارا کھیل بے معنی لگ رہا تھا اور وہ اب مزید اس میں شامل نہیں

ہونا چاہتا تھا۔

کیا مطلب ہے آپ کے اس بات کا ڈاکو جی! ہم وہاں جائیں گے! وہ میرے تایا" ابو ہیں، میرے باپ کی جگہ پر ہیں۔ آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہیے! میں مانتی ہوں آپ انہیں پسند نہیں کرتے لیکن پھر بھی وہ میرے تایا ہیں، میرے خون کے رشتے ہیں!" دعام نے اداسی سے کہا، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

اسے سردار کا یہ رویہ بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔

سردار نے دعام کی آنکھوں میں دیکھا، اس کی ناراضگی اور دکھ کو محسوس کیا۔ اس کی سبز آنکھوں میں موجود سختی لمحے بھر میں نرمی میں بدل گئی۔

اچھا اچھا ٹھیک ہے! زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے سجن سائیں! چلو" میں تمہیں وہاں لے چلتا ہوں۔ لیکن رکنے کی بات مت کرنا اور نہ ہی میں تمہیں وہاں رکنے دوں گا۔ تم میرے ساتھ جا رہی ہو اور میرے ساتھ ہی واپس آؤ گی۔" سردار نرمی سے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے بیڈ سے اپنے کپڑے اٹھانے لگا، اس کے چہرے پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔ اسے دعام کا یہ

محبت بھرا غصہ پسند تھا۔ دعام نے خوشی خوشی ہاں میں سر ہلا دیا، اسے سردار کا راضی ہونا ہی کافی تھا۔

ooooooo

"ہم کس طرح بلائیں اسے یہاں پر اکرم بیٹا؟ تم ہی بتاؤ نا! دو دفعہ وہ ہسپتال آئی ہے لیکن ڈاکو کی مرضی کے ساتھ۔ اب اگر ڈاکو کی مرضی نہیں ہو گی تو وہ اسے یہاں کیوں لائے گا؟ ہسپتال میں اس سے بہت بات کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی بات نہیں کر پایا۔"

گھر میں تائی امی اور چچا اکرم کے ساتھ بیٹھے پریشانی سے دعام کو یہاں بلانے کی حکمت عملی پر غور کر رہے تھے۔ تائی امی نے لمبی سانس لی اور اکرم کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر واضح پریشانی اور مایوسی تھی۔

"باتوں ہی باتوں میں تو میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ وہ گھر آئے مجھ سے ملنے کے لیے لیکن اس نے اس بات کو نظر انداز کر کے بس یہی دیکھا کہ میں بیمار ہوں اور میری حالت خراب ہے۔

اسے بس یہی فکر تھی اور مجھے کہہ رہی تھی کہ میں یہ الٹی سیدھی باتیں نہ کروں۔ میں نے جتنا ہو سکے اسے جذباتی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس لڑکی پر کوئی خاص اثر ہوا نہیں۔" تایا ابا نے بیچارگی سے کہا۔

اکرم، جو بے چینی سے ٹہل رہا تھا، غصے سے بولا،

میں یہ سب کچھ نہیں جانتا! آپ لوگوں کے پاس اس کا فون نمبر تو ہوگا نا؟ آپ لوگ اسے بلائیے یہاں پہ! اس کے یہاں پر ہونا بے حد ضروری ہے! مجھے وہ لڑکی یہاں چاہیے تب ہی میرا مسئلہ کچھ حل ہوگا! اتنا لمبا ڈرامہ کرنے کا فائدہ تب ہوگا جب وہ یہاں ہوگی!" اکرم نے غصے سے کہا، اس کی آنکھوں میں بے چینی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کا سارا پلان بے کار جا رہا ہے۔

وہ سب ابھی یہی ساری باتیں کر رہے تھے اور مزید منصوبے بنا رہے تھے جب اچانک کمرے کا دروازہ بجا۔ سب نے حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا، انہیں توقع نہیں تھی کہ اس وقت کوئی آئے گا۔ تائی امی نے جلدی سے اپنے

آنسو صاف کیے اور چچا نے اپنے چہرے کے تاثرات درست کیے۔ اکرم کی آنکھوں میں بھی تجسس تھا۔

○○○○○○○

دروازے پر ہلکی سی دستک کے ساتھ ہی دعام اندر داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے سردار بھی تھا۔ دعام کو دیکھتے ہی تایا ابا کے چہرے پر اچانک بیماری کے اثرات نمودار ہو گئے تھے،

جیسے ہی اس نے دعام کو دیکھا اس کی ساری نقلی بیماری واپس آ گئی تھی۔ دعام تیزی سے ان کے پاس آتی ہوئی ان کے سینے سے لگ گئی تو وہ اس کے سر پر کتنی ہی دیر پیار کرتے رہے تھے۔

میری بچی، میرے جگر کا ٹکڑا! تو آ گئی! مجھے یقین نہیں آ رہا!" وہ زیادہ ہی خوش" لگ رہے تھے، ان کے لہجے میں جذباتی پن تھا۔

سردار وہیں دروازے کے قریب کھڑا، ان سب کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا، خاص کر تایا ابا کے۔

اس کی سبز آنکھوں میں گہرا مشاہدہ تھا۔

"آؤ بیٹا، اندر آؤ نا! بیٹھو یہاں پر، تم یوں کھڑے ہوئے کیوں ہو؟"

چاچی بھی دعام کی آواز سے ہی اپنے کمرے سے تیزی سے باہر نکلی تھیں اور سردار کی طرف بڑھی تھیں۔ ان کے چہرے پر ایک نقلی خوشی اور پریشانی کا ملا جلا تاثر تھا۔

سردار نے انہیں زیادہ اہمیت نہ دی، بس ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا تھا جیسے یہاں صرف بیٹھنے کے لیے ہی آیا ہو، اس کا چہرہ بے نقاب نا تھا سبز آنکھوں میں اب صرف بوریت تھی۔ وہ اس سارے ڈرامے سے اکتا چکا تھا۔

جبکہ دعام تایا ابا کے سینے سے لگی ان سے دعائیں لے رہی تھی، اسے اپنے تایا ابا کو بہتر حالت اور ہوش میں دیکھ کر اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔

سر دار کے سامنے رکھی گئی میز پر کافی سارے پھل کاٹ کر رکھے گئے تھے،
جیسے داماد کی خدمت کرنے کے لیے ہی وہ سب لوگ پہلے سے تیار بیٹھے ہوں۔

اکرم بھی وہیں موجود تھا، اور اس کی موجودگی میں رباب بھی باہر آچکی تھی،
لیکن بالکل خاموش تھی۔

حالانکہ آج کل اکرم کا روز ہی ادھر آنا جانا تھا۔ اس کی ماں اکرم کے آنے کا سن
کر فوراً اس کے پیچھے لگ جاتی کہ

اٹھو اپنی حالت بہتر کرو، باہر چل کر بیٹھو، اکرم آیا ہے، تمہارا شوہر ہے، اس"
"کی موجودگی میں تمہارا بیٹھنا اچھا ہے۔

رباب دل میں ہزاروں شکوے لیے اٹھ کر باہر نکل آتی تھی، اسے اکرم سے
محبت تھی جسے وہ نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن اور بے
بسی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے باپ کو کچھ نہیں ہی ہوا،

بلکہ گھر کے سارے لوگ ہی جانتے تھے کہ یہ سارا ڈرامہ کیوں کیا گیا ہے۔ ان سب کا مقصد دعام کو قبیلے سے واپس لا کر اپنے مفادات حاصل کرنا تھا، اور اسی وجہ سے یہ سب جھوٹ اور اداکاری کی جا رہی تھی۔

ooooooo

چلو دعام، کافی وقت ہو چکا ہے، اب ہم لوگوں کو چلنا چاہیے۔" سردار نے" اونچی آواز میں کہا، اس نے ابھی تک اپنا نقاب اتارا نہیں تھا۔ یہ اتفاق تھا یا کچھ اور، اکرم اس کے بالکل سامنے اسی لیے بیٹھا تھا تا کہ وہ آج اس کا چہرہ دیکھ سکے۔ حالانکہ تایا ابا اور تائی امی اس کا چہرہ دیکھ چکے تھے، ان کے لیے وہ انجان نہیں رہا تھا، لیکن پھر بھی وہ یہاں پر نقاب میں ہی بیٹھا تھا۔ اس کی سبز آنکھوں میں اب صبر کی حد ختم ہو رہی تھی۔

نہیں، دعام کہیں نہیں جائے گی، یہ میرے پاس ہی رکے گی آج! میں اس" سے بہت ساری باتیں کروں گا! میں چاہتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزاروں۔ بیٹا، میرے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھو! میری بیٹی کو آج مجھ سے

دور مت کرو!" تایا ابا جذباتی انداز میں بولے، ان کی آواز میں نقلی دکھ تھا۔

سردار نے آنکھیں گھمائیں، اسے یہ سب ڈرامہ لگ رہا تھا۔ جو کہ ڈرامہ ہی تھا ۔لیکن دعام اس ڈرامے کو سمجھ نہیں سکتی تھی

تایا ابا، میں دوبارہ آجاؤں گی! میرا اس طرح سے یہاں رکنا مناسب نہیں!" میں کل آجاؤں گی اپنے ڈاکو جی کے ساتھ واپس، آپ فکر نہ کریں۔" اس سے پہلے کہ سردار کچھ کہتا، دعام نے نرمی سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی، اس کی آنکھوں میں فکرمندی تھی۔

نہیں دعام، رک جاؤنا یہیں پر! میں بھی تم سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتی" ہوں۔" رباب نے بھی اسے فورس کیا، اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی التجاء تھی۔

ہاں بیٹی، رک جاؤ آج تم یہیں ہمارے پاس رہ جاؤنا۔ زندگی کا کوئی بھروسہ" نہیں، کیا پتہ کل آتے آتے بہت دیر ہو جائے۔" تائی امی کے لہجے میں ایسا دکھ

تھا کہ سردار کو وہ سب سے بہترین اداکارہ لگی، اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آگئی۔

"اب سب بار بار کہہ رہے ہیں سالی صاحبہ تو رک جایئے یہیں پر۔ آپ جا کر کیا کریں گی اس وقت؟ آپ کے والد کو آپ کی ضرورت ہے!" اکرم نے اسے دیکھتے ہوئے کہا، اس کی نظریں سردار پر تھیں جو اسے گھور رہا تھا۔

"دلدار بیٹا، تم نے تو کچھ لیا ہی نہیں! کچھ تو کھاؤ میرے بچے۔۔۔" تائی امی نے سردار کو مخاطب کیا۔

"نہیں، میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ چلو دعام!" سردار اٹھ کر کھڑا ہوتا دعام سے بولا، اس کی آواز میں فیصلہ کن انداز تھا۔

"اسے مت لے کر جاؤ نا بیٹا! اسے رہنے دو آج یہیں پر ہمارے پاس! میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں! میری بیٹی کو مجھ سے دور مت کرو ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا!" تایا ابا نے ڈرامائی انداز میں کہا، ان کی آنکھوں میں زبردست اداکاری تھی۔

تایا ابا، میں دوبارہ آجاؤں گی! آپ پلیز پریشان مت ہوں! ان شاء اللہ میں" کل صبح ہی آجاؤں گی۔" دعام نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، جیسے وہ خود بھی وہاں نہیں رکنا چاہتی۔ اکرم کی موجودگی میں اسے بہت عجیب سا محسوس ہوتا تھا۔ جب سے اکرم نے یہ کہا تھا کہ اس کے والدین کے قتل میں ڈاکو شامل ہیں تب سے ہی اس کا دل اس آدمی سے اکتا گیا تھا۔ وہ اسے دیکھنا تک نہیں چاہتی تھی اور اس طرح گھر کے لوگوں میں اس کا یوں بیٹھے رہنا بھی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

ہائے دعام! کتنی منتیں کر رہے ہیں تیرے! اس طرح سے چلی جائے گی، اپنے" تایا کا دل توڑ دے گی!" چاچی اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

جانے دیجیے بھائی صاحب! آپ کو بھی نہ جانے اس سے اتنا لگاؤ کیوں ہو گیا" ہے! حالانکہ ہے تو وہی نا جس کے باپ نے ہمارا دل توڑ دیا تھا! اس کی بیٹی ہمارا دل کیوں رکھے گی!" اب کی دفعہ چچا بھی کمرے سے نکلتے ہوئے بولے تو دعام کے قدم رک سے گئے تھے۔ اس کا دل ایک لمحے کو دہل گیا۔

ہائے کتنی منتیں کی تھی اس کی، 'گھر چھوڑ کر مت جاؤ، گھر چھوڑ کر مت جاؤ!""
لیکن نہیں سنی تھی نا اس نے ہماری! اس کی بیٹی کیوں سنے گی! اس کے آخری دیدار کے لیے تڑپتے رہے ہیں ہم۔۔۔اس کی بیٹی کے لیے بھی تڑپ لیں گے!" چچا کا لہجہ بڑا سخت تھا، دعام سے ایک قدم نہ اٹھایا گیا، اس کی آنکھوں میں بے بسی اور دکھ صاف جھلک رہا تھا۔

رک جاؤ دعام!" اس کی آنکھوں میں عجیب سی بے بسی اور بے چینی دیکھ کر" دلدار نے کہا، اس کی سبز آنکھوں میں اب فیصلہ کن نرمی تھی۔ دعام بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے رکنے نہیں دے گا لیکن وہ خود کہہ رہا تھا کہ وہ رک جائے۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکان آئی تھی جیسے وہ اسی کے کہنے کا انتظار کر رہی ہو۔

رک جاؤ۔ میں صبح تمہیں لینے کے لیے آجاؤں گا۔" سردار نے نرمی سے اس" کے چہرے کو تھپتھپایا اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔ یہ لمحہ اتنا بے یقین تھا کہ

کوئی بھی اس پر یقین نہیں کر پایا تھا کہ سردار اسے اپنی مرضی سے چھوڑ کر گیا ہے۔

○○○○○○

سردار کے جانے کے بعد دعام کے گھر رکنے پر سارے لوگ ایکسائٹڈ ہو گئے تھے، جیسے دعام نہ ہو کوئی وی آئی پی سلیبریٹی آ گئی ہو۔ اور ان کے لیے تو شاید وہ کسی سلیبریٹی سے کم بھی نہیں تھی۔۔

سب لوگ اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے رہے تھے، اس کے لیے اسپیشل دعوت کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ تائی امی ہر تھوڑی دیر بعد اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھیں اور چچا بار بار اسے پانی یا پھل پیش کر رہے تھے۔

اکرم بھی خاموشی سے بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جبکہ اس کی نگاہیں بار بار رباب سے جا کر ٹکرا رہی تھیں۔

رباب اسے دیکھ کر نگاہیں نیچی کر لیتی، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے سکونی محسوس ہو رہی تھی۔ رباب کی ویران آنکھوں میں یہ ویرانی دیکھ کر اکرم پریشان ہو رہا تھا کہ اس نے اس لڑکی کو کیا کر دیا تھا۔ مانا وہ چالاک تھی، مانا وہ آج کل کی ماڈرن لڑکیوں کو ٹکر دینے والی لڑکی تھی، لیکن تھی تو ایک لڑکی ہی نا! وہی لڑکی جو زندگی کے ہر موڑ میں بس ایک پیار کرنے والے شخص کو دیکھ کر اس پر سب کچھ لٹا دیتی ہے۔

رباب بالکل خاموشی سے دعام کو دیکھ رہی تھی یہاں جو کچھ ہو رہا تھا، کہیں نہ کہیں وجہ وہی تھی،

کیا تھی دعام ان کی زندگی میں کچھ بھی نہیں اسے ان لوگوں نے زندگی میں کبھی کوئی اہمیت نہیں دی تھی آج یہی گھر والے اسے سر آنکھوں پر بٹھا رہے تھے۔ توجہ صرف اور صرف اس کی خوشیاں تھیں اور سامنے بیٹھا شخص جو اس کی خوشیوں کی ضمانت دے رہا تھا۔ رباب کو اکرم کی آنکھوں میں اسے اپنے لیے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ عجیب طرح کے گلٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ ان سب چیزوں کی وجہ رباب تھی لیکن جس شخص کے لیے وہ سب کچھ کر رہی تھی اس کی زندگی میں اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی صرف زبردستی کا رشتہ تھا

وہ جانتی تھی کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف اس کی وجہ سے ہو رہا تھا، اس کے گھر والے اس حد تک مجبور ہو گئے تھے کہ دعام کے رحم و کرم پر آ گئے تھے۔

oooooo

"ارے میں کر لوں گی دعام، تم کیوں کر رہی ہو؟ تم بیٹھو نا آرام سے، تم آج ہماری مہمان ہو۔" رباب نے نرمی سے اس کے گال چھوئے، اس کی آواز میں غیر متوقع نرمی تھی۔

دعام کچن میں رباب کے ساتھ کچھ کام کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے رباب کے چہرے پر عجیب سی کمزوری دیکھی۔ جس طرح وہ اپنا خیال رکھتی تھی، سج سنور کر رہتی تھی، وہ سب کچھ کہیں ختم سا ہو گیا تھا۔ دعام کو اس کا یہ روپ اچھا نہیں لگ رہا تھا، اسے رباب کے چہرے پر ایک عجیب سی ویرانی اور

مایوسی نظر آرہی تھی۔ وہ لہجے کی تیزی، وہ تیز طراری، چلاکی، شاطرانہ انداز۔ سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ سمیرہ بھی خاموش ہو گئی تھی کیونکہ اس سے لڑنے والی ہی خاموش ہو گئی تھی۔ گھر کا ماحول عجیب سا ہو گیا تھا، ایک اداسی چھائی ہوئی تھی۔

دعام رباب کی مدد کرنا چاہتی تھی لیکن سمیرہ اور تائی امی اسے کچھ بھی نہیں کرنے دے رہی تھیں۔ حالانکہ صفا اور نوشی باہر کے کام سنبھال رہی تھیں۔ دعام کو یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔ وہ رباب کی بدلی ہوئی حالت پر پریشان تھی اور سمیرہ و تائی امی کے زیادہ لاڈ پیار سے بھی الجھن محسوس کر رہی تھی۔

جب اچانک ہی دعام کو کمرے میں بلایا گیا۔ یہ وہ کمرہ تھا جہاں تایا ابا اور اکرم کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ تو اسے وہاں کیوں بلایا جا رہا تھا؟ دعام کچھ کنفیوز ہوتی کچن سے نکل کر اس کمرے میں جانے لگی تو چچا بھی اس کے پیچھے ہی آ گئے تھے۔ ان کے چہرے پر بھی ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔ دعام کے قدم کمرے

کے دروازے پر رکے، اس کے دل میں ایک انجانا خوف سر اٹھا رہا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اندر کوئی اہم اور شاید ناخوشگوار بات ہونے والی ہے۔

○○○○○○○○

سردار قبیلے میں واپس آچکا تھا، اس کے چہرے پر اگرچہ کوئی خاص تاثرات نہیں تھے، مگر اس کی آنکھوں میں ایک گہری سوچ تھی۔ بالا نے اسے دیکھتے ہی اس کے پاس اگیا تھا، اس کی آواز میں حیرت اور تشویش تھی۔

آگئے تم واپس؟ دعام کہاں ہے؟" دعام کو اس کے ساتھ نہ دیکھ کر اسے سچ مچ" میں حیرانی ہوئی تھی۔ اسے لگا جیسے کچھ گڑبڑ ہے۔

وہ وہیں پر رک گئی ہے اپنے تایا کے گھر۔ اس کا تایا بہت ڈرامے کر رہا تھا، سو" میں نے اسے چھوڑ دیا۔" سردار نے سادگی سے جواب دیا، اس نے اپنا نقاب ابھی بھی نہیں اتارا تھا، گویا ابھی بھی وہ اس دنیا میں الجھا ہوا تھا۔

سردار! دماغ خراب ہو گیا تو نے؟ تو نے اسے ان لوگوں کے بیچ میں چھوڑ دیا؟" یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ لوگ اسے کس طرح تیرے خلاف استعمال کر سکتے ہیں؟ سردار، وہ معصوم ہے، ان لوگوں کی سازشوں کو نہیں سمجھتی! تو تو سمجھدار ہے! تجھے اسے وہاں پر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا!" بالا سچ مچ میں پریشان ہو گیا تھا، اس کی آواز میں تشویش بڑھ گئی تھی۔ اسے دعام کی فکر تھی۔

سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لی، اس کی سبز آنکھوں میں اب ایک دھیمی سی روشنی تھی۔ "وہ میری وجہ سے نہیں رک رہی تھی۔ وہ بار بار پلٹ کر میری طرف دیکھ رہی تھی، میں اسے ناامید نہیں کر سکتا تھا بالا۔ وہ بار بار انکار کر رہی تھی، وہ لوگ اسے فورس کر رہے تھے لیکن اس کے ناں ہاں میں نے ہی بدلی۔ یہاں تک کہ جب میں نے اسے رکنے کے لیے کہا تب بھی وہ مجھے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ میں اسے زبردستی چھوڑ کر آیا۔" سردار کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت تھی، جیسے وہ خود کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہو۔

لیکن کیوں سردار؟ تو کیوں چھوڑ کے آیا ہے اسے؟ وہ اسے تیرے خلاف کر "
دیں گے! انہیں بس موقع چاہیے! وہ لوگ کتنے چال باز اور کتنے کمینے ہیں تو بہت
اچھے سے جانتا ہے!" بالا نے زور دے کر کہا، اس کا غصہ بڑھ رہا تھا۔

سردار نے بالا کی آنکھوں میں دیکھا، اس کی سبز آنکھوں میں ایک گہرا عزم
تھا۔ اس کے نقاب میں چھپے ہونٹوں پر ایک نرم مسکراہٹ ابھری۔

تو یہی تو وقت ہے نا بالا سمجھنے کا کہ وہ صرف مجھ سے محبت کرتی ہے یا مجھ پر "
اعتبار بھی کرتی ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھی ہے
اور جب سے محبت دیکھی ہے، اس کی آنکھوں میں اپنے لیے اعتبار دیکھنے کے
لیے تڑپ رہا ہوں۔ میں صرف اس کی محبت کا کیا کروں گا؟ مجھے اس کا اعتبار
چاہیے! اور اس کا اعتبار حاصل کرنے کے لیے مجھے ایک دفعہ تو اسے آزمانا ہو گا
"نا؟

بالا نے سردار کی بات پر سر نفی میں ہلایا۔ "محبت کو آزمایا نہیں جاتا سردار! کب
سمجھے گا تو! آج تک محبت کی آزمائش میں انسان ناکام ہی ہوا ہے۔ میں نے آج

تک محبت کی آزمائش میں کامیاب ہوتے لوگ نہیں دیکھے۔" بالا نے مایوسی سے کہا، اس کی آواز میں ایک پرانی درد جھلک رہا تھا۔

سردار نے بالا کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس کی سبز آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور ایک فیصلہ کن انداز میں بولا، "محبت اگر زنجیر ہے، تو اعتبار وہ قفل ہے جو اسے توڑ دیتا ہے، بالا۔ میں جانتا ہوں میں نے اسے بھیجا ہے امتحان کی آگ میں، مگر یقین رکھ، اس آگ میں وہ کندن بن کر نکلے گی۔ اس کی پاکیزہ محبت مجھے کبھی مایوس نہیں کرے گی! میری محبت پر بھروسہ نہیں تو اس کے اعتبار پر رہے۔"

سردار کے الفاظ میں غیر متزلزل یقین تھا۔ بالا نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھا، اور اسے سردار کے اس فیصلے کی گہرائی سمجھ میں آگئی۔

اسے معلوم تھا کہ سردار نے یہ قدم کیوں اٹھایا ہے۔

لیکن پھر بھی وہ لوگ اعتبار کے قابل نہیں ہیں سردار، چل اسے واپس لے آتے ہیں! میں اسے ان لوگوں کے بیچ میں نہیں چھوڑ سکتا!" بالا بے چینی سے

کہہ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں فکر مندی صاف نظر آرہی تھی۔ وہ واپس جانے کو تیار تھا، دعام کو اس کے ساتھ نہ دیکھ کر اسے سچ مچ میں حیرانی اور پریشانی ہوئی تھی۔

سردار مسکراتے ہوئے اس کے گرد ہاتھ ڈالتا اسے زبردستی اپنے ساتھ قبیلے کے اندر لے آیا۔ اس کے چہرے پر اگرچہ اطمینان تھا مگر سبز آنکھوں میں اب بھی کہیں نہ کہیں ایک خفیف سی بے چینی جھلک رہی تھی جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ارے پاگل ہے کیا! اتنی مشکل سے بیوی کو بھیجا ہے، آج تو ہم جشن منائیں "گے!"

وہ بالا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہنس رہا تھا۔ "آج تین مہینوں کے بعد سردار کی آزادی کا دن ہے! آج خوب مزے کریں گے، پارٹی ہوگی پارٹی!" سردار نے جوشیلے انداز میں کہا، جیسے وہ واقعی اس آزادی کا جشن منانا چاہتا ہو۔

"جا، بول میرو کو کوئی اچھا سا کھانا لائے، بکرا ذبح کرو! آج مزیدار سا گوشت! تین مہینے سے گوشت کی شکل نہیں دیکھی! آج سردار، سردارنی کے بغیر آزاد ہے!" وہ مسکراتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا، جبکہ بالا کو اس کی یہ ہنسی کھوکھلی لگ رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے سردار خود اندر سے ڈرا ہوا ہے، کچھ بُرا ہونے کے ڈر سے، لیکن اسے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور بالا مطمئن کیسے ہوتا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ خود اپنے لیے سازشوں کا راستہ کھول رہا ہے۔

بالا نے سردار کی بات پر طنزیہ انداز میں سر ہلایا۔

"تیری سردارنی کو پتہ چلا نا کہ اس کے بغیر تو یہاں جشن مناتا پھرتا ہے، ہڈی پسلی ایک کر دے گی تیری! ویسے بھی اس پر تیری تو چلتی نہیں ہے۔

عشق نے نکما کر دیا ہے تجھے سردار!" بالا نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا، "کرسی چھوڑ اور مجھے سردار بنا دے! تو آج کل معشوقی کے چکر میں پڑ چکا ہے، اب تیرے سے سرداری نہیں ہوتی!"

سردار نے بالا کو گھورا، اس کی سبز آنکھوں میں اب مصنوعی غصہ تھا۔

ایک دفعہ ڈاکٹر بیلا کو آنے دے قبیلے میں، پھر دیکھوں گا تیری سرداری" کدھر سے نکلے گی! آیا بڑا مجھے نکما کہنے والا!" سردار نے ایک گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں وہی پرانی شدت لوٹ آئی۔

اس نے اچانک ہی اپنی بندوق نکالی اور آسمان پر ہوائی فائرنگ کر دی۔

او کدھر مر گئے ہع سارے قبیلے والو! جشن کا سماں ہے! جشن مناؤ! سردار کی یقین کا امتحان چل رہا ہے!" اس کی آواز پورے قبیلے میں گونجی، جیسے وہ اپنے دل کے شور سے بچنے کی کوشش کر رہا ہو۔

یہ پہلا جشن ہے اس دنیا کا، جس میں کامیابی حاصل کرنے سے پہلے جشن منایا" جا رہا ہے۔" اس نے ایک اور فائر کیا، اس کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔

○○○○○○○

سکون، چین، ہر چیز جیسے صرف نام کا ہی رہ گیا تھا۔ اپنے کمرے میں آنے کے بعد بھی اسے سکون نہ ملا تھا۔

وہ اپنے آپ کو بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہا تھا آج تک اس نے خود کو اتنا بے بس کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

رات کے دو بجے کا وقت تھا۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی، لیکن سردار کے لیے یہ رات کسی عذاب سے کم نہ تھی۔ نہ جانے آنے والا کل اس کے لیے کیا لانے والا تھا؟ کیا اس کی محبت، اس کا یقین ہار جائے گا؟

وہ لوگ چالاک تھے سازشی تھے اور اس کی دعا معصوم تھی۔ دنیا کی چالاکیوں سے انجان اپنی ہی ایک چھوٹی سی دنیا بسانے والی وہ معصوم لڑکی نہیں جانتی تھی کہ وہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

بستر پر بیٹھتے ہوئے بھی نیند سردار کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ آج واپس آنے کے بعد اس نے سب کے سامنے خوش رہنے کا ڈرامہ کیا تھا، ایک ایسا جشن منایا تھا۔ جس میں کامیابی کی ضمانت نہیں تھی۔

بس سب کو یہ دکھایا تھا کہ سردارنی کے جانے سے تو اپنی مرضی کا مالک بن گیا ہے جس پر سارے ہی ڈاکو اس کی زندگی میں اس لڑکی کی اہمیت سے واقف ہو چکے تھے۔

اس کے قبیلے کی شادی شدہ ڈاکو تو اس کی حالت پر رات خوب ہنسے تھے۔ جیسے وہ بھی اس کی حالت سے واقف ہوں یا اس کو خوب سمجھ رہے ہوں

کیونکہ جب ان کی بیویاں ان پر پابندیاں لگاتی تھیں۔ ان کی حالت کافی قابلِ رحم ہوتی تھی۔

وہ کہتے تھے کہ وہ تو اب اتنی بیوی کے قیدی بن گئے حالانکہ سردار ایسی قید میں خوش تھا وہ یہ سب جانتا نہیں تھا، کیونکہ پچھلے تین مہینوں میں وہ اپنی سجن سائیں کا پابند ہو گیا تھا۔

اور اسے وہ پابندیاں بے حد پیاری تھیں۔ وہ اس کی ہر بات کو دل سے مانتا تھا، اس کے لیے اپنے غصے اور وحشت کو قابو میں رکھتا تھا۔

لیکن اب وقت اور حالات اسے کون سا نیا روپ دکھانے والے تھے، وہ نہیں جانتا تھا۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، مگر اس نے سونے کی ہر ممکن کوشش کرڈالی۔ جیسے آج نیند سے مقابلے پر اتر آیا ہو، وہ جانتا تھا اگر اسے سکون کی نیند آئی تو آج ہی آئے گی کل سے ہو سکتا تھا نیندیں اس سے روٹھ جائیں وہ یہ آخری نیند لینا چاہتا تھا۔

وہ کروٹیں بدلتا رہا، کبھی اپنی آنکھیں سختی سے بند کرکے، کبھی چھت کو گھورتا ہوا۔

ایک دفعہ پھر سے تین مہینے پہلے والی بے سکونی اس پر غالب آگئی تھی۔ وہ سو نہیں پاتا تھا۔ عجیب سے خواب اسے ستاتے تھے۔ وحشت سے جڑی راتیں اسے بھولتی نہیں تھیں، اور وہ راتیں بھلائی جا بھی نہیں سکتی تھیں۔ آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے خود کو ہر طرح سے خود میں قید کرنے کی کوشش کی تھی، جیسے بے حس ہو گیا ہو۔ اس کی روح تک بے چین تھی، دعام کی غیر موجودگی اسے اندر تک چھلنی کر رہی تھی۔ وہ اپنی سبز آنکھوں کو بند کیے، خود کو یہ یقین

دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا فیصلہ درست ہے، کہ دعا م اس کی محبت اور اعتبار کو سمجھے گی۔ لیکن ایک دبی ہوئی بے چینی تھی جو اسے سونے نہیں دے رہی تھی۔

ooooooo

اس کی آنکھ بڑی مشکل سے لگی۔ جیسے اندرونی جنگ سے لڑتے ہوئے اس نے نیند کو شکست دی تھی لیکن پھر اس کی آنکھ اپنے سینے میں ہوتی ہلچل سے کھلی تھی۔

سردار نے بے یقینی سے اپنا بازو اپنے سینے کے گرد پھیلایا تو ایک وجود اس کے حصار میں آیا۔ وہ آنکھیں کھولنا نہیں چاہتا تھا،

اسے یقین نہیں آرہا تھا، ایسا ممکن نہیں تھا، وہ اکیلی نہیں آسکتی تھی۔ لیکن یہ... یہ وجود، یہ خوشبو، یہ لمس! اس نے نرمی سے آنکھیں بند رکھے اس کے ماتھے کو چھوا تو وہ مزید اس کے سینے میں چھپ گئی تھی۔ اگر یہ خواب تھا تو وہ یہ خواب کبھی توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

لیکن اسے اپنے سینے پر ہلکی سی نمی محسوس ہوئی۔ اس نے اسے خود میں مزید جکڑا تھا۔

"تم رو رہی ہو، سجن سائیں؟" سردار نے بند آنکھوں سے پوچھا، جیسے اسے ڈر تھا کہ آنکھیں کھولے گا تو وہ غائب ہو جائے گی۔ یہ ڈر تھا جو اسے آنکھیں کھولنے نہیں دے رہا تھا۔

"نہیں، سو جائیں، میں نہیں رو رہی۔" وہ نرمی سے اس کے دل کے مقام پر اپنے لب رکھتے ہوئے بولی تو وہ ایک جھٹکے میں اسے بیڈ پر گراتا۔ خود اس پر سایہ فگن، کھلی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ دعام، سوجی ہوئی آنکھوں اور سرخ چہرے سمیت اس کے سامنے تھی، ایسا لگتا تھا جیسے وہ بہت روئی ہے، بہت زیادہ۔

"سجن سائیں! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ تم یہاں کیسے آئی؟ کون لے کر آیا تمہیں؟" سردار بے یقینی سے دعام کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ یہاں اکیلے تو نہیں آ

سکتی تھی، کیا بالا اسے لینے گیا تھا؟ اور وہ اتنی روئی کیوں تھی؟ اس کی آنکھیں بری طرح سوجھی ہوئی تھیں۔

"میں خود آئی ہوں، بالکل اکیلے، اتنی رات کو!" دعام اٹھ کر بیٹھتے ہوئے سردار کو بتانے لگی، اس کا سوجا ہوا چہرہ بہت کچھ بیان کر رہا تھا۔ لیکن اس کے اکیلے آنے والی بات پر وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا، یہ بہت خطرناک تھا۔ یہ راستہ جنگلی کتوں سے بھرا ہوا تھا، اور پھر قبیلے کی طرف آتے لوگوں پر تو پولیس کی بھی گہری نظر ہوتی تھی۔

"کوئی نہیں مجھے لینے گیا! پھینک کر آ گئے تھے، ذرا خیال نہیں آیا میرا!

"کیا مطلب؟ کیسے آئی ہو تم یہاں اکیلے؟" سردار پوچھے بغیر رہ نہیں پا رہا تھا، اس کی سبز آنکھوں میں فکرمندی تھی۔

"بس آ گئی! وہاں سے نکلی اور بھاگتے بھاگتے یہاں آ گئی!" دعام نے سادگی سے جواب دیا۔

میرا سوہنا مکھڑا، کوئی تو چھوڑ کر گیا ہو گا!" سردار نے پیار سے اس کے بالوں "
میں ہاتھ پھیرا۔

آپ کو ایک بار میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی؟ میں کہہ رہی ہوں کہ میں "
اکیلے آئی ہوں تو مطلب صاف ہے کہ اکیلے آئی ہوں! کوئی بھی چھوڑ کر نہیں
گیا ہے مجھے! اتنا ڈر لگ رہا تھا مجھے آتے ہوئے لیکن پھر میں نے خود کو سمجھایا کہ
"!میں کوئی معمولی انسان نہیں ہوں! اس قبیلے کی سردارنی ہوں
اور سردارنی کو ڈر نہیں لگتا۔ دعام نے غصے سے اپنی چگوٹی سی ناک رگڑتے
ہوئے کہا، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"!میں وہاں سے نکلی اور پھر میں بھاگتے بھاگتے آ گئی

لیکن کیوں آ گئی؟ صبح میں آ جاتا نا تمہیں لینے کے لیے؟" سردار کی آواز میں "
پریشانی تھی۔ جس طرح دعام ضدی انداز میں اپنی ناک رگڑ کر بات کر رہی
تھی، مطلب صاف تھا کہ وہ سچ بول رہی تھی، اور یہ سچ سردار سے ہضم نہیں ہو
رہا تھا۔ اس کے گھر سے قبیلے کا فاصلہ بہت زیادہ تھا۔

نہیں رہنا تھا مجھے وہاں پر! وہ آپ کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں آپ برے ہیں، آپ غلط ہیں اور وہ سب لوگ دودھ کے دھلے ہیں۔" دعام کی آواز میں رونا شامل ہو گیا۔ "کوئی میرے شوہر کے بارے میں غلط بات کرے گا تو میں اس کا منہ توڑ دوں گی! لیکن عزت کرتی ہوں تایا ابا کی، اسی لیے خاموش ہو گئی!" اس نے پھر سے اسی ادا سے ناک رگڑ کر کہا تھا۔

سردار کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس کی سبز آنکھوں میں حیرت، فخر اور محبت کا طوفان تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ دعام اس کے لیے اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی ہے۔ پھر اگلے ہی لمحے اس نے دعام کو تھام کر اپنے سینے میں اس انداز میں بھینچا جیسے ہمیشہ کے لیے اسے اپنے حصار میں قید کر لینا چاہتا ہو۔ اس کے ہاتھ دعام کی کمر پر مضبوطی سے بندھے تھے، وہ اسے خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اب مجھے کبھی ایسے لوگوں کے بیچ میں چھوڑ کے مت آیئے گا، ورنہ پکی والی" ناراض ہو جاؤں گی آپ سے، کبھی بات نہیں کروں گی!" دعام اس کے سینے

سے لگی اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، جیسے بہت کچھ ہو جو اس نے اپنے دل میں چھپا لیا ہو۔ سردار جانتا تھا وہ سب کچھ بتا دے گی، وہ کچھ بھی چھپائے گی نہیں۔ اس نے بس دعام کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا، اس کے آنسو اس کے دل میں اتر رہے تھے۔

ooooooo

وہ ساری رات سردار کے سینے میں یوں ہی قید رہی تھی۔ نہ تو سردار نے اسے خود سے دور کیا تھا نہ ہی آزاد ہونے دیا تھا۔ اسے اپنے سینے میں چھپائے، وہ کتنی ہی دیر اس کی سسکیاں محسوس کرتا رہا۔ اس کے انداز میں درد تھا، تکلیف تھی جو بڑھی ہوئی لگ رہی تھی۔ سردار اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار مضبوط کیے اسے ہر ڈر سے بچاتا رہا تھا۔

پہلے تو نیند کو شکست دے دی تھی لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا۔ اس کی کل کائنات اس کی پناہوں میں تھی، نیند کو اب اس کے قریب بھٹکنے کی اجازت بھی نہ تھی۔ وہ دعام کے ماتھے پہ لب رکھے، غیر مرئی نقطے کو دیکھتا رہا۔ اس کی سبز

آنکھوں میں اب نہ کوئی بے چینی تھی اور نہ کوئی ڈر، صرف ایک گہرا سکون اور اطمینان تھا کہ دعام اس کے پاس تھی۔

صبح کی پہلی کرن، جو کمرے کے دروازے سے اندر جھانک رہی تھی، اس کی زندگی میں بھی روشنی بکھیر چکی تھی۔ دعام کا لوٹ آنا اس کے لیے صرف ایک محبت کی جیت نہیں تھی، بلکہ ایک نئے آغاز کا اشارہ تھا۔

ooooooo

دعام کو یوں ہی سوتے چھوڑ کر وہ نیچے قبیلے کی طرف آیا تھا۔

چل سردار، اب اٹھ گیا ہے تو چل اسے لینے چلتے ہیں! نہ جانے کیا کیا ایک" رات میں اس کے دماغ میں ڈال دیا ہو گا! میں کب سے تیری جاگنے کا انتظار کر "!رہا ہوں، تو کیا گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا؟ مجھے تو ساری رات نیند نہیں آئی

سردار جیسے ہی تیار ہو کر نیچے آیا، بالا تقریباً بھاگتا ہوا سردار کے پاس آیا۔ اس کے چہرے پر فکرمندی کے ساتھ ایک بے چینی بھی تھی۔ سردار نے مسکرا کر

اسے دیکھا، اس کے چہرے پر ایک پر سکون مسکراہٹ تھی۔ وہ جانتا تھا بالا کتنا پریشان ہو رہا ہے۔

"کس کو لینے جانا ہے بالا؟ جس کے لیے تو اتنا پریشان ہو رہا ہے وہ رات کو دو بجے ہی قبیلے میں آگئی تھی!" سردار نے پر سکون انداز میں کہا، اس کی سبز آنکھوں میں شرارت تھی۔

"ہیں؟ کیا بول رہا ہے تو؟ دعا م قبیلے میں ہے؟" بالا بے یقینی سے بولا، اس کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ہاں، دو بجے ہی وہ آگئی تھی!" سردار مسکرایا۔

"دو بجے؟ کون لینے گیا تھا؟ تجھ سے رہا نہیں گیا نا اس کے بغیر! چلا گیا تھا اسے لینے کے لیے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتا! کتنا خطرناک راستہ ہے، جانتا ہے تو!" بالا نے سردار کو دیکھ کر پریشانی سے کہا تھا،

یہ راستہ سچ میں بہت خطرناک تھا رات کا سفر ان کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا کیونکہ یہاں ہر وقت پولیس کی نظر رہتی تھی اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی

جانتا ہوں، سب جانتا ہوں۔ اور اس خطرناک راستے پر کل رات اکیلی آئی" ہے! صرف اس لیے کیونکہ وہ لوگ میرے خلاف باتیں کر رہے تھے اور میری سجن سائیں سے وہ باتیں برداشت نہیں ہوئیں۔" سردار کی آواز میں فخر تھا، اس کی سبز آنکھیں چمک رہی تھیں۔

تو غلط کہتا تھا بالا، محبت کی آزمائش میں محبت ہار جاتی ہے۔ میری محبت تو جیت" "کر آئی ہے! میرا یقین سرخرو ہو کر آیا ہے بالا! وہ سب کچھ چھوڑ کر آئی ہے۔

سردار نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی۔" ابھی پریشان ہے، میں نے زیادہ کچھ پوچھا نہیں۔ لیکن میرا سجن سائیں اس امتحان میں پورے 100 نمبر لے کر پاس ہوا ہے! اصل جشن تو آج کریں گے اور ایسا جشن منائیں گے کہ پورا گاؤں دیکھے کہ سردار کی محبت جیت کر آئی ہے!" اس نے بالا کے کندھے

پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا تو بالا قہقہہ لگا کر ہنسا، اسے سردار کی خوشی دیکھ کر سکون ملا۔

○○○○○○○

اس کی آنکھ کھلی تو صبح کے دس بج رہے ہیں تھے گہری سانس لیتے ہوئے اس نے کمرے کو دیکھا تھا پھر کتنی ہی دیر یوں ہی چھت کو دیکھتی بستر پر لیٹی رہی تھی کل کا دن اس کی زندگی کا سب سے برا دن تھا۔

دعا م قدم قدم چلتی، الجھن کے عالم میں اس کمرے کے دروازے تک پہنچی جہاں تایا ابا اور اکرم پہلے سے موجود تھے۔ چچا بھی اس کے پیچھے ہی آ گئے تھے اور اب وہ سب اس چھوٹے سے کمرے میں تھے۔ کمرے کا ماحول بہت سنجیدہ اور پراسرار تھا۔ تایا ابا بستر پر لیٹے تھے، ان کے چہرے پر پھر وہی کمزوری اور مظلومیت کے آثار نمایاں تھے۔ اکرم کمرے کے ایک کونے میں ہاتھ باندھے کھڑا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک چالاک چمک تھی۔

دعام نے ایک نظر سب پر ڈالی۔ اسے محسوس ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس کی چھٹی حس اسے کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہی تھی۔

"جی تایا ابا، آپ نے مجھے بلایا تھا؟" دعام نے دھیمی آواز میں پوچھا، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

تایا ابا نے ایک لمبی سانس لی، جیسے کوئی بہت بڑی بات کہنے والے ہوں۔

"میری بچی! آج میں تجھے وہ سب کچھ بتانے جا رہا ہوں جو میں نے آج تک تجھ سے چھپایا ہے۔" ان کی آواز کانپ رہی تھی، مگر یہ کانپنا حقیقی کم اور ڈرامائی زیادہ تھا۔

ہم اس وقت ڈر گئے تھے ڈاکوؤں کے ڈر نے ہمیں بے حال کر دیا تھا لیکن یہ بات جاننے کا تجھے حق ہے کہ تیرے ماں باپ کا قتل کس طرح سے ہوا۔

وہ شخص تجھ سے محبت کر کے تجھے اپنے نکاح میں نہیں لے رہا تھا بلکہ ان سب چیزوں کے پیچھے ایک سازش تھی۔

"! تیرے والدین، میرے جگر کے ٹکڑوں کو، انہیں ڈاکوؤں نے مارا۔"

وہ آہستہ آہستہ بول رہے تھے جبکہ انہیں سنتے ہوئے دعا م کے پیروں تلے

زمین نکل گئی، اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

کیا کہہ رہے ہیں آپ تایا ابا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کی آواز لرز رہی تھی۔"

اسے یاد آیا کہ اسے بتایا گیا تھا کہ اس کے ماں باپ کی نارمل حادثے میں موت

ہوئی تھی۔

نہیں میری بچی، یہ سچ ہے۔" تایا ابا نے سر ہلایا،"

اور میں نے یہ بات تجھ سے اس لیے چھپائی کیونکہ میں ڈر گیا تھا۔ میں نے

ڈاکوؤں کا نام لیا تو وہ لوگ مجھے بھی قتل کر سکتے تھے، لیکن اب میں مزید یہ بوجھ

،"اٹھا نہیں سکتا۔

دعام، اصل میں تمہارے والدین کو انہی ڈاکوؤں نے مارا ہے یہ بات میں "

تمہیں ہسپتال میں بھی بتانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن تم اس دن کچھ سننے کو تیار

"ہی نہیں تھی۔۔۔

تمہارا باپ ایک بہت بہادر حوالدار تھا ان ڈاکوؤں کے خلاف وہ کام کر رہا تھا

لیکن اس ڈاکوؤں نے اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔

وہ ان کا دوست بن کر ان کے قبیلے میں گھس گیا تھا۔ اور پھر اس نے خوب

بہادری سے ان ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا تھا۔

لیکن ان ڈاکوؤں نے بے دردی سے تمہارے باپ کو قتل کر دیا اور پھر تمہاری

ماں کو بھی

یہ ڈاکو قاتل ہیں دعام! ہمارا بہت کچھ چھینا ہے ان لوگوں نے!" تایا ابا کے "

لہجے میں بے بسی تھی، جیسے وہ واقعی مظلوم ہوں۔

کیا چھینا ہے ان لوگوں نے ہمارا تایا؟ مجھے بھی تو بتائیں! آخر کیا چھین لیا تھا ان" لوگوں نے آپ سے جو آپ ان سے اتنی نفرت کرتے ہیں؟ وہ میرا شوہر ہے، مجھ سے محبت کرتا ہے! وہ دنیا کا پہلا انسان ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔"
دعام نے غصے سے کہا، اس کی آواز میں یقین تھا۔ اسے سردار پر مکمل بھروسہ تھا۔

نہیں کرتا وہ تم سے محبت! بالکل کوئی محبت نہیں کرتا تم سے! صرف تمہیں" دھوکہ دے رہا ہے! جانتی ہو وہ کون ہے؟ تمہاری پھوپھو زائرہ کا بیٹا ہے!" اکرم نے اچانک چیخ کر کہا۔

اس کی بات سن کر دعام کے چہرے پر حیرت چھا گئی۔

تمہاری وہی پھوپھو جو ایک ڈاکو کے ساتھ بھاگ گئی تھی! فقط 16 سال کی عمر" میں ہمارا منہ کالا کر گئی تھی! غیرت کے نام پر قتل کر دینا چاہتا تھا تمہارا باپ اسے! اس کے باپ نے ہی تمہارے باپ کا قتل کیا تھا!" تایا ابا نے مزید غصیلے انداز میں کہا، جیسے دعام کو اپنی باتوں میں الجھانا چاہتے ہوں۔

جھوٹ بولتے ہیں آپ! سب جھوٹ بولتے ہیں! اور اگر یہ سچ ہے تو میرے" ڈاکو جی ان سب چیزوں میں شامل نہیں ہیں! وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں! میں !نے ان کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھی ہے

وہ محبت جو کبھی کسی نے مجھ سے نہیں کی میرے والدین اس دنیا سے چلے گئے تو آپ سب کے لیے میں بوجھ بن گئی آپ سب کی آنکھوں میں میں نے 20 سال سے وہ محبت نہیں دیکھی جو پچھلے تین مہینوں سے دن رات اس شخص کی آنکھوں میں دیکھتی ہوں وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اللہ نے اسے میرے لیے بنایا ہے مجھ سے محبت کرنے کے لیے آپ لوگ اسے مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں سب جانتی ہوں میں آپ لوگوں سے میری خوشیاں برداشت نہیں ہو رہی ہیں میرے ماں باپ کی جانے کے بعد میں آپ کے لیے بوجھ بن گئی تھی۔

اپ لوگوں نے ہمیشہ مجھ سے نفرت کی ہمیشہ مجھے دھتکارا، زندگی میں پہلی دفعہ مجھے کوئی ایسا انسان ملا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے تو آپ لوگ اسے مجھ سے

چھیننا چاہتے ہیں۔ • ٹھیک کہتے ہیں ڈاکو جی آپ سب لوگ سازشی ہیں آپ لوگ میری خوشیاں نہیں دیکھ سکتے۔

اب آپ کچھ بھی کہہ لیں، میں یقین نہیں کرتی آپ لوگوں پر! انہوں نے پہلے ہی بتایا تھا آپ لوگ دشمن ہیں ہمارے!" دعام نے غصے سے چیخ کر کہا، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

اور اس انسان پر تو مجھے بالکل یقین نہیں ہے جس کا ساتھ آپ لوگ دے رہے ہیں! اس انسان کے ہاتھوں آپ لوگ میرے ڈاکو جی پر الزام لگا رہے ہیں! حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ انسان صرف مطلب پرست ہے! اپنے مطلب کے لیے جیتا ہے! اپنے مطلب کے لیے یہ کچھ بھی کر سکتا ہے! اور میں اسے اس کے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی!

یہ انسان صرف خود کو ایک دوسرے مقام پر لے جانے کے لیے آپ سب لوگوں کو استعمال کر رہا ہے۔ ارے جو انسان آپ کی بیٹی کو دھوکہ دے رہا ہے آپ اس پر یقین کر رہے ہیں۔

اور آپ کو لگتا ہے اس گھٹیا انسان کی گھٹیا باتوں میں آ کر میں اپنے ڈاکو جی پر شک کروں گی۔۔۔!! نہیں کبھی نہیں میں جا رہی ہوں یہاں سے!" وہ غصے سے اٹھ کر باہر نکلی۔

دعام! تم یہیں رکو! بات تو سنو ایک دفعہ! صرف اس لیے کہ میں نے رباب" سے نکاح اپنے مقصد کے لیے کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں غلط ہوں! ایک دفعہ میری بات کو سمجھنے کی کوشش تو کرو!" اکرم نے اسے سمجھانا چاہا تھا، اس کی آواز میں بے چینی تھی۔

اگر ایک دفعہ دعام یہاں سے چلی جاتی تو اس کے لیے مسئلہ بن جاتا اس کا سارا کھیل دھرا کا دھرا رہے۔ لیکن دعام نے اس کی کوئی بات نہ سنی تھی وہ صرف کمرے سے ہی نہیں، گھر سے بھی باہر نکل گئی تھی، اس کا دل غصے اور دکھ سے بھرا ہوا تھا۔ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں تھی۔

جب کہ اکرم کو اپنا پرموشن اپنا ٹرانسفر اپنی کامیابی سب کچھ اندھیر کنویں میں جاتا محسوس ہو رہا تھا۔

آج تک جتنی بھی دفعہ وہ یہاں آئی تھی، یا تو گاڑی پر آئی تھی یا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر۔ اسی لیے یہ راستہ اس کے لیے مشکل تھا، ناہموار اور تاریک۔ لیکن دور قبیلے پر لگا جھنڈا چاند کی چاندنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ بنا سوچے سمجھے، اس جھنڈے کو اپنی منزل بنائے، قبیلے کی طرف بھاگنے لگی۔

پیچھے سے اکرم اور تایا ابا کی آوازیں سنائی دیتی رہیں،

دعام! رکو! کہاں جا رہی ہو!" جسے وہ پوری طرح سے نظر انداز کرتی رہی۔"

اس نے کسی کی آواز پر کان نہیں دھرے، اسے بس اپنے ڈاکو جی کے پاس واپس جانا تھا۔ اسے نہیں رہنا تھا ایسے لوگوں کے بیچ جو سوائے دھوکے کے اور کچھ بھی نہیں تھے۔

آج انہیں اس کے باپ کا قتل یاد آ رہا تھا، اس کی ماں کا قتل یاد آ رہا تھا۔ اور یہی لوگ جب دن رات اس سے کام کرواتے، اس کے ماں باپ کو کوستے تھے، تب انہیں اس کے ماں باپ یاد کیوں نہیں آتے تھے؟ وہ کوئی بھی دن بھولی نہیں

تھی۔ آج تک اس نے شکایت نہیں کی تھی لیکن وہ ان باتوں سے انجان نہیں تھی۔ وہ بس بھاگے چلی جارہی تھی، ڈر لگ رہا تھا، بے حد ڈر لگ رہا تھا، لیکن اسے اس وقت صرف اور صرف اپنے ڈاکو جی کے پاس جانا تھا۔

اچانک پتھر راستے میں آنے کی وجہ سے وہ بری طرح سے گری، اس کی ٹانگ پر خراش آئی، لیکن اس نے درد کی پرواہ نہ کی۔ ایک دفعہ پھر سے اٹھی، اس کی آنکھوں میں عزم تھا، اور اپنے قبیلے کی طرف بھاگنے لگی جیسے وہی اس کی اصل منزل تھی اور بس یہی اس کا صحیح راستہ تھا۔ پل پل پیچھے سے آتی اکرم کی آوازیں، چچا کی آوازیں، تایا کی آوازیں وہ ہر چیز کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اور صرف قبیلے کی طرف بھاگی۔ اسے اس وقت صرف اور صرف اپنے ڈاکو جی کے پاس جانا تھا۔ اس کا دل صرف سردار کے پاس پناہ چاہتا تھا۔

ooooooo

وہ دو گھنٹے میرو کے سر پر سوار خود اس کے لیے ناشتہ بنوا رہا تھا وہ اب تک جاگی نہیں تھی سردار کا ارادہ اب اسے جگانے کا تھا۔

ویسے بھی آج رات قبیلے میں بہت بڑا جشن ہونے والا تھا۔

سردار اس کے لیے ناشتہ لے کر کمرے میں آیا تو وہ اب تک سو رہی تھی۔ وہ نرمی سے کھانا میز پر رکھتے ہوئے اس کے پاس آیا اور اسے پیار سے جگانے لگا۔

"میرا سجن سائیں، میرا سوہنا مکھڑا، اٹھ جاؤ نا یہ کیا اب تک نیند پوری نہیں ہوئی؟" وہ اس کے پاس آتے ہوئے اس پر جھکا۔

جب اس کی نگاہ دعام کے گھٹنے پر پڑی تو اس پر ہلکا سا خون لگا دیکھا۔ پریشانی سے اس کا خون دیکھنے لگا، شاید وہ کل رات گری تھی، اسے چوٹ لگی تھی۔

"سجن سائیں! تمہیں چوٹ لگی ہے؟" وہ بے قراری سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے فرسٹ ایڈ باکس لے کر آیا، جبکہ اس کی آواز سن کر دعام نے ہلکی سی آنکھ کھولی اور اسے دیکھنے لگی۔

خون بہہ رہا ہے میرا سوہنا مکھڑا۔ "لگتا ہے زخم گہرا ہے۔ وہ اس کی نیند بھری" آنکھیں دیکھتے ہوئے اس کے پاس بیٹھا تھا، جبکہ وہ اٹھ کر بیٹھتی خود ہی اپنی شلوار کو اوپر کرنے لگی۔ اسے خود بھی اپنے گھٹنے پر جلن ہو رہی تھی۔

ہاں، میں گر گئی تھی، اتنی زور کی چوٹ لگی تھی مجھے۔ باہر راستے میں بہت پتھر" تھے نا۔ "میں دو دفعہ گری تھی۔

میں سارے پتھر ہٹوادوں گا اس راستے سے۔ لے کر گاؤں تک کوئی پتھر" نہیں ہو گا جو تمہیں چوٹ پہنچا سکے!" سردار نے نرمی سے اس کے چہرے کو چوما اس کے زخم پر مرہم لگانے لگا، اس کی سبز آنکھوں میں گہرا پیار اور فکرمندی تھی۔

وہاں راستے میں کتنے کتے بھی بھونک رہے تھے، مجھے اتنا ڈر لگ رہا تھا۔ "مجھے" لگا وہ مجھے چیر مار کر کھا جائیں گے لیکن میں بھاگتی رہی۔

دعام اس کے کندھے پہ سر رکھتے ہوئے بتانے لگی۔

اب اس راستے میں کوئی کتا نہیں ہو گا، کبھی نہیں ہو گا! میرے سوہنے مکھڑے کو ڈرانے کی سزا ملے گی سب کو۔۔۔" سردار کی آواز میں ایک عجیب سی شدت تھی۔

"ڈاکو جی آپ کو پتا ہے مجھے اپنی چاچی بالکل اچھی نہیں لگتی۔ میرے بال بچپن میں اتنے لمبے تھے، انھوں نے میرے بال کاٹ دیے تھے۔" دعا م پتہ نہیں اچانک اپنا موضوع بدل کر اسے کچھ اور کیوں بتانے لگی تھی، جبکہ اس کی بات سن کر سردار کو سچ مچ میں غصہ آگیا تھا۔ اس کے لمبے بال کبھی کاٹے بھی گئے تھے؟ یہ بات اسے تکلیف دے گئی تھی کیونکہ یہ بات اس کے سوہنے مکھڑے کی آنکھوں میں آنسو لے آئی تھی۔

چاچا میرے منہ پر تھپڑ مارا کرتے تھے۔ بہت زور سے لگتا تھا، بہت درد ہوتا تھا۔ میں بہت روتی تھی کوئی مجھے چپ نہیں کرواتا تھا۔

"اور تایا ابا مجھے ڈراتے تھے۔ چولہے سے جلتی ہوئی لکڑی نکال کر پھر بازو پہ لگائی تھی۔" وہ اپنا بازو سامنے کرتے ہوئے اسے کوئی پرانا نشان دکھانے لگی۔

سردار نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ اس کی سبز آنکھوں میں بے یقینی بھی تھی۔ وہ لوگ صرف بے حس نہیں، ظالم بھی تھے۔ اپنے سگے بھائی کی اولاد کے ساتھ انہوں نے کبھی ایسا سلوک بھی کیا تھا؟ اسے یقین نہ آیا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے تائی امی۔۔۔"

مجھے نہیں پتہ سجن سائیں! مجھے مت بتاؤ! مجھ سے برداشت نہیں ہو گا! تمہاری" تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی!" سردار اسے اچانک تھام کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولا، اس کی سبز آنکھوں میں ایسی وحشت تھی جو سب کو لمحے میں برباد کر دیتی۔ اسے خود سے لگائے وہ نرمی سے اس کے ماتھے کو چومتا اچانک بیڈ سے اٹھا۔

تم ناشتہ کر لو سجن سائیں، مجھے ایک ضروری کام ہے۔ میں تمہیں ایک گھنٹے" میں ملتا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اچانک کمرے سے باہر نکل گیا، جبکہ دعا م آنسو صاف کرتی، ہاں میں سر ہلا گئی۔ آج اپنی گھٹنے کی تکلیف سے اسے بہت کچھ یاد آ گیا تھا۔ وہ لوگ جو اس کے خیر خواہ بننے کی کوشش میں تھے، وہ اتنے سالوں

سے کیا تھے، وہ اس کے کتنے اپنے تھے وہ بہت اچھے طریقے سے جانتی تھی

یہاں تک کہ ان کے کیے گئے ظلم وہ بھولی نہیں تھی۔

ooooooo

دلدرام

قسط نمبر 51ٹو100

ارہج شاہ

ooooooo

اس کی زبان کی چالاکیاں تو دیکھو! ابھی ڈاکوؤں کے بیچ رہتے اسے دن ہی کتنے " ہوئے ہیں کہ اتنی زبان چلانی آگئی ہے اسے! میں تو کہتی ہوں، وہ وہاں جا کر !بالکل ہی بے حیا ہو گئی ہے

ہمارے گھر کا تو پانی بھی حرام ہے اس پر اب!" چچا غصے سے چیخ رہے تھے۔

گاؤں کے گھر میں، جہاں رات دعام کو روکنے کا ڈرامہ رچایا گیا تھا، اب ماتم کا سا سماں تھا۔

دعام کل رات اچانک وہاں سے چلی گئی تھی اور وہ لوگ کچھ بھی نہیں کر سکے تھے۔ اکرم اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔

میرا تو دل کر رہا تھا دو تھپڑ لگا کر سیدھا کر دوں اس کو! گھر کے باہر تک اس کے " "! چیخنے چلانے کی آواز آ رہی تھی

چاچی بھی اپنی لمبی زبان کے جوہر دکھا رہی تھیں، ان کی آواز میں شدید جھنجھلاہٹ تھی۔ " دیکھا تھا اس کا رہن سہن؟ کیسے چمکدار کپڑے پہن رکھے تھے! کتنا مہنگا جوڑا تھا ہائے اللہ اور پیروں میں پازیب! سونے کی پازیب تھی وہ! خاص سونے کی، میں تو دور سے پہچان گئی تھی صاف دکھ رہا تھا کہ ڈاکو نے خوب لٹایا ہے اس پر! اور اس کی جوتی؟

ارے جوتی چھوڑو وہ ہلکی ہلکی سی بالیاں اور وہ چھوٹی سی چین بھی کروڑوں روپے کی لگ رہی تھی! اس کے تو ڈھنگ بدل گئے ہیں! ڈاکوؤں کے بیچ رہتے وہ جیسے کوئی رانی بن گئی ہے! کبھی سوچا تھا کہ وہ ہماری دعام، جو ایک وقت کی روٹی کو ترستی تھی، آج اتنے نخرے دکھائے گی؟" ان کی باتوں میں دعام کے خلاف نفرت کے ساتھ ساتھ، اس کے بدلتے حالات پر حسد بھی جھلک رہا تھا۔

تایا ابا، جو "بیماری کا ڈرامہ" رچائے ہوئے تھے، آرام سے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، ان کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

غصہ تو انہیں بھی بہت آ رہا تھا۔ جس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ہاتھ کی قید میں رکھا تھا، جس پر کبھی اپنی مرضی نہ تھوپی، کیسے وہ اتنی آسانی سے آزادی حاصل کر گئی تھی؟

ان کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ہار کا غم بھی تھا۔ انہیں یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ ان کا بنا بنایا کھیل کیسے پل بھر میں بگڑ گیا۔

جبکہ تائی امی کچھ نہیں بول رہی تھیں۔ انہیں تو اپنی رباب کی پریشانی کھائی جا رہی تھی۔ ان کا چہرہ پریشانی سے سفید پڑا ہوا تھا۔

اکرم رات کو دو بجے گیا تھا، اس کے بعد نہ کوئی کال، نہ کوئی فون، اور نہ ہی اس کی واپسی ہوئی تھی۔ انہیں ڈر تھا۔

کہ کہیں ہی اکرم رخصتی سے پھر سے انکار نہ کر دے اس کا مطلب پورا نہیں ہو رہا تھا تو وہ ان کی بیٹی کا کیا کرتا۔۔۔"

مطلب صاف تھا کہ ان کی بیٹی کے فیوچر پر ایک دفعہ پھر سے سوالیہ نشان لگ چکا تھا۔ رباب کی ماں ہونے کے ناطے، تائی امی کی آنکھوں میں ایک گہری تشویش اور بے بسی تھی۔ انہیں اپنے سارے منصوبے بکھرتے نظر آ رہے تھے، اور اب انہیں دعام سے زیادہ اکرم کی فکر تھی۔

ooooooo

وہ سب یوں ہی باتوں میں مصروف تھے جب اچانک دروازہ دھکیل کر کوئی اندر داخل ہوا۔ کالے لباس میں خود کو پوری طرح سے چھپائے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔ اس کے قدم بھاری تھے، ہر قدم کے ساتھ دہشت کا پیغام تھا۔ اس کی زہر رنگ آنکھیں ان سب پر گڑی تھیں۔

وہ کسی کی پرواہ کیے بغیر، سیدھا تایا ابا کی چارپائی کی طرف بڑھا، کرسی کھینچی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کا بھاری بوٹ تایا ابا کے چہرے کے بالکل قریب رکھ دیا، چارپائی پر سہارا دیتے ہوئے، ایک الگ ہی ایٹیٹیوڈ میں تھا

جبکہ اس کے خوف سے سامنے والا شخص کانپنے لگا تھا یہ تو خیر اس ڈاکو کی دہشت تھی۔ اس کے وجود سے ایک ایسی سرسراہٹ اٹھ رہی تھی جو گھر کے ہر کونے میں خوف پھیلا رہی تھی۔ ہوا میں ایک عجیب سی خنکی چھا گئی تھی۔

ارے سردار بیٹا، تم یہاں ؟" چاچی کا لہجہ ایک دم بدل گیا، وہ کانپنے لگی تھیں۔ " ان کی آنکھوں میں شدید خوف تھا۔

جبکہ تائی امی نرمی سے اٹھ کر کانپتی ہوئی اس کو مخاطب کرنے لگیں۔

میں تمہارے لیے چائے بنواتی ہوں۔۔۔"ان کی آواز بمشکل ان کے حلق"
سے نکل رہی تھی۔

جس انداز میں وہ بیٹھا ہوا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے تباہی مچانے آیا ہے

سردار کی زہر رنگ آنکھیں تائی امی پر گڑیں۔"چائے؟کیوں بڑھیا؟آج تو دعوت اڑانے آیا ہے تمہارا جمائی!کل بڑی خدمتیں کر رہی تھی،آج کل والی خدمتیں کیوں نہیں؟"اس کی آواز میں گہری طنزیہ ہنسی تھی،جو گھر میں گونج گئی۔ہر لفظ زہر میں بجھا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اور سناتاؤ دل کے وال ٹھیک ہوئے یا نہیں خیر میں آگیا ہوں ٹھیک کرنے کے لیے آج تیرے سارے دل کے وال میں ٹھیک کر لوں گا تو فکر مت کر میں ہوں نہ ہر چیز سیٹ کرنے آیا ہوں تیرا پرزہ پرزہ ٹھیک کروں گا۔

اس کی انکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی اسے یاد آیا کہ دعام نے اسے بتایا تھا کہ تایا ابا نے چولہے سے لکڑی نکال کر دعام کا ہاتھ جلایا تھا۔اس کی زہر رنگ

آنکھوں میں اب شدید غصہ ابھر آیا تھا۔اس کے چہرے کے نقاب کے پیچھے ایک خوفناک مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

وہ ایک جھٹکے میں اٹھا، نگاہیں ہر طرف دہرائی کی تھوڑے ہی دور میں سے ایک چھوٹی سی دلیج نظر آئی تھی، وہ اس کے قریب گیا تو اس کی نظر چولہے پر پڑی جہاں ابھی بھی لکڑیاں دہک رہی تھیں۔

اس نے دلیج کے اندر آتے ہوئے دہکتی ہوئی ایک لکڑی اٹھائی، اور اس کے دہکتے کنارے کو اپنی انگلیوں سے چھوا، جیسے درد محسوس ہی نہ ہوتا ہو۔اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔وہ سکون سے باہر آیا اور اگلے ہی لمحے تایا ابا کی گردن پر پوری قوت سے مارا۔

میری دعام کو لکڑی سے جلاتے تھے تم لوگ؟" وہ چلایا تھا اتنے زور سے کہ " تایا ابا اپنی بیماری بھول کر، دل کا دورہ بھول کر، چیختے ہوئے زمین پر گرے۔ان کی بناوٹی بیماری کا سارا پول کھل چکا تھا، وہ درد سے تڑپ رہے تھے۔ان کے چہرے پر خوفناک کراہٹ تھی۔

خوف سے جیسے جسم سے جان نکل رہی تھی کچھ ایسا ہونے والا ہے انہیں اندازہ بھی نہیں تھا۔

سردار کا غصہ بڑھتا چلا گیا۔ اس نے اب چچا کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔

اسے یاد آیا کہ دعام نے بتایا تھا کہ چچا نے اسے تھپڑ مارے تھے۔ سردار نے ایک قدم بڑھایا اور چچا کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا جس سے وہ دور جا گرا، اس کا منہ ایک طرف ڈھلک گیا۔

تم نے میری دعام کے چہرے پر تھپڑ برسائے تھے؟ میری سجن سائیں کے" گالوں پر ہاتھ اٹھایا تھا؟" ایک معصوم بچی کے گالوں پر تشدد کرتے ہوئے تمہیں ترس نہیں آیا وہ تمہارا خون تھی۔

وہ چچا کی طرف بڑھا، ایک زوردار لات اس کے منہ پر ماری اور اس کے زمین پر گرتے ہی اپنا بھاری بوٹ اس کے چہرے پر رکھ دیا۔

اس کی زہر رنگ آنکھوں میں درندگی کی انتہا تھی، اس وقت وہ صرف ایک ڈاکو نہیں بلکہ انتقام کا مجسمہ تھا۔ چچا درد سے بلک رہا تھا، اس کی آواز حلق میں گھٹ رہی تھی۔

تائی امی چاچی ایک کونے میں اپنے شوہروں کا حشر بگڑتے دیکھ رہی تھی جبکہ ان کی چاروں بیٹیاں کمرے کے ایک کونے میں ایک دوسرے سے لگ کر بیٹھ گئی تھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔

حالانکہ گھر کے باہر لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں تھے باہر کھڑے گھوڑے سے اندازہ ہو چکا تھا کہ اندر کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ ڈاکو آیا ہوا ہے اور ان کی چیخ و پکار بتا رہی تھی کہ معاملہ بڑا خراب ہے۔

اس نے ایک نظر چاچی کی طرف دیکھا تو وہ چیخ کر تائی امی سے چپک گئی تھی

اس نے آگے پیچھے ہر طرف نگاہ دہرائی جیسے اپنے مطلب کی چیز تلاش کر رہا ہو جس میں ناکام ہوتا وہ کمرے کے اندر گیا،

اس کی نظر سامنے میز پر پڑی جہاں سلائی مشین کے ساتھ کینچی پڑی تھی۔

اس نے کینچی اٹھائی، اس کی دھار کو اپنی انگلی سے محسوس کیا، اور ایک عجیب سی چمک اس کی آنکھوں میں آئی۔

وہ کینچی اٹھا کر باہر نکلا تو وہ چاروں بے حد خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں موت کا ڈر تھا۔ وہ چاچی کی طرف بڑھا، اس نے ایک جھٹکے سے ان کے بالوں کو تھاما۔

تم نے میری دعام کے بال کاٹے تھے؟ اس کی خوبصورت بالوں کو بے ترتیب کیا تھا؟ کیوں؟ کیوں کہ تمہاری بیٹیوں کے بال میری دعام جتنے خوبصورت نہیں تھے؟" وہ غصے سے اسے گھورتا کوئی دیوانہ ہی لگے گا

، اس کی سبز آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے کینچی سے چاچی کی لمبی چوٹی کو کاٹ کر بے رحمی سے چارپائی پر پھینکا، جیسے کوئی بے جان چیز ہو۔ چاچی نے درد سے چیخ ماری، ان کی آنکھوں میں بے بسی تھی۔

اس نے تائی امی کی طرف دیکھا جو پتھر کی مورتی بنی کھڑی تھیں۔اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیلی

ارے، آپ یہیں پر کھڑی ہیں تائی امی؟ میں نے کہا دعوت کا انتظام کیجئے!" داماد آیا ہے آپ کا! سمجھ میں نہیں آئی تھی میری بات؟"اس کے لہجے میں اب پھر وہی طنزیہ ہنسی تھی۔

میں ان لوگوں سے حساب پورے کر رہا ہوں! ویسے تو میری دعام کے ساتھ" آپ نے بھی اچھا سلوک نہیں کیا، لیکن میں نے اس سے پوچھا نہیں کہ آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا برا کیا ہے۔اسی لیے آپ کے ساتھ حساب کتاب اگلی ملاقات میں ہو گا! فی الحال میں ان کے ساتھ اپنے حساب پورے کر لوں"!

اس نے دوبارہ تایا ابا کی طرف دیکھا جو درد سے کراہ رہے تھے۔

کیا ہوا تاو؟ جلن ہو رہی ہے؟ میری دعام کو بھی ایسی ہی جلن ہوئی تھی!"اس" نے دہکتی ہوئی لکڑی اٹھا کر اب اس کے ہاتھ پر رکھ دی، تایا ابا درد سے چیخ

اٹھے، ان کی چیخیں گھر میں گونجنے لگیں، اور سردار کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی، وہ اپنے انتقام کی آگ بجھا رہا تھا۔

سردار کا انتقام ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ وہ سب وہیں زمین پر کراہ رہے تھے۔

سردار ہر تھوڑی دیر میں چچا کے منہ پر ایک اور ظالمانہ تھپڑ لگا رہا تھا۔ چچا کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا، سوج کر بدنما ہو گیا تھا۔ اب سردار نے انہیں اور چاچی کو سامنے چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، اس کی زہر رنگ آنکھوں میں اب بھی وہی انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔

تائی امی تو بس جلدی جلدی کھانا بنانے میں مصروف ہو گئی تھیں۔ ان کے ہاتھ تیزی سے کام کر رہے تھے کیونکہ وہ جلد سے جلد سردار سے جان چھڑانا چاہتی تھیں۔

معاملہ بگڑ رہا تھا اور انہیں اپنی جان کی پڑی تھی۔ ابھی وہ لوگ دعا م کو کوس رہے تھے کہ وہ خود آ گیا تھا ان لوگوں سے حساب کتاب کرنے۔ اور حساب کتاب کرنے بھی کیا آیا تھا، وہ تو اپنی وحشت پھیلانے آیا تھا،

انہیں دکھانے آیا تھا کہ دعام کی پاور اس وقت کیا ہے۔ اس کی موجودگی سے گھر میں ایک ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی جو چیخوں سے زیادہ خوفناک تھی۔

تائی امی! جتنی دیر لگاؤ گی، اتنا برا پاؤ گی مجھے! اور تمہارے شوہر کی حالت اتنی ہی بگڑے گی تمہارے دیر سے کام کرنے سے! اگر تمہارا شوہر میرے ہاتھوں ضائع ہو گیا تو اس کی ذمہ داری میں نہیں لیتا!" اسے باہر سے پھر تایا ابا کے کراہنے اور چیخنے کی آواز آئی تو وہ اور تیزی سے کام کرنے لگی تھیں۔ ان کے ہاتھ تیز تیز کام کر رہے تھے۔

ایک طرف اکرم اور رباب کی پریشانی تھی،۔ دوسری طرف دعام کا ادھی رات کو گھر سے چلے جانے کے بعد اپنے شوہر کو یہاں بھیج دینا جس کے یہاں آنے کے پیچھے دعام کا ہی ہاتھ تھا۔ تائی امی یہ بات بہت اچھی طریقے سے جانتی تھیں۔ مسلسل کھانا بناتے ہوئے وہ اندر ہی اندر دعام کو کوس رہی تھیں کہ اس کی وجہ سے وہ اس آفت میں پھنس گئی ہیں۔ اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ اسے اونچی آواز میں کوس پاتیں کیونکہ اگر باہر بیٹھا اس کا شوہر سن لیتا کہ وہ اس کے

خلاف کیا بول رہی ہیں تو یہ یقیناً وہ ان کے اس حساب کو ابھی ہی مکمل کر کے جاتا جو اس نے اگلی ملاقات پر رکھا تھا۔ تائی امی کے چہرے پر خوف اور غصے کے ملے جلے تاثرات تھے۔

جب کہ ہاتھ تیزی سے کام کر رہے تھے

oooooooo

کیا ہوا؟ ابھی تک کام کیوں نہیں ہو رہا تم سے؟" سردار کی گرج دار آواز نے" تائی امی کو مزید سہما دیا۔

اس کی زہر رنگ آنکھیں تائی امی پر گڑی تھیں، جن کے ہاتھ تیزی سے کام کر رہے تھے۔

اچھا! عادت نہیں رہی ہو گی نا تمہیں؟ اتنے سالوں سے تو تمہاری خدمتیں" میری دعا م کرتی تھی! اس کے ہاتھ کا کھانا کھاتے تھے اور اسی پر ظلم کرتے تھے "تم لوگ؟

وہ تائی امی کے سر پر سوار تھا، جب کہ وہ بری طرح سے کانپ رہی تھیں۔

"ہمیں معاف کر دو بیٹا۔۔۔ ہم نے دعام پر کبھی کوئی ظلم نہیں کیا! ارے، ہم نے تو اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا کہ یتیم بچی ہے۔" تائی امی نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"چپ! ایک دم چپ! خبر دار تم نے اسے آواز نکالی! تم لوگ کتنے اچھے ہو میں بہت اچھے طریقے سے جانتا ہوں! خبر دار! میری دعام کا نام بھی اپنی زبان سے نکالا! زبان کاٹنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا! میری شہزادی کا نام لینے سے پہلے بھی ہزار دفعہ سوچنا!"

سردار نے غصے سے دھاڑا، اس کی سبز آنکھوں میں آگ بھڑک رہی تھی۔

"اور کہاں ہیں تمہاری مہرانیاں؟ انہیں شہزادیاں بنا کر میری دعام پر دن رات ظلم کرتے تھے نا؟ بلاؤ ذرا ان کے ہاتھ کا ہنر بھی دیکھوں میں! ایسی کون سی راج کماریاں ہیں اس محل کی؟ جن کی ملازمہ کے روپ میں تم لوگوں نے میری دعام کو رکھا تھا!"

وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے گھر کے کونے کونے کو ایسے چیک کرنا شروع کیا جیسے وہاں صفائی سروے کے لیے آیا ہو۔ ہر جگہ گرد و غبار، برتنوں کی ریل پیل، ہر طرف پھیلا ہوا سامان۔

اس گھر میں عورتیں نہیں رہتیں کیا؟ یا یہ فرض بھی میری دعا م کا تھا؟" اس کی آواز میں نفرت اور تحقیر تھی۔

جبکہ تائی امی نے فوراً سمیر ارباب، صفا اور نوشی کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے اندر داخل ہوئیں اور کام کرنے لگیں، ان کے چہروں پر بھی خوف کے سائے تھے۔ لیکن جان جانے کا خوف بھی تھا کیونکہ سردار کے ہاتھ میں بندوق تھی۔

جو کبھی بھی چل سکتی تھی۔ باہر دروازے پر جو لوگ جمع تھے، انہیں دیکھ کر سردار نے بس اپنی لوڈڈ ریوالور کی ایک گولی چلائی تھی اور اس کے بعد کسی کی کوئی خبر نہ ملی تھی—وہ سب ڈر کر بھاگ چکے تھے۔

تقریباً کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کھانا تیار ہوا تو اس کے سامنے میز رکھ کر کھانا لگایا گیا تھا۔ چاچی کبھی اپنے سر پر دوپٹا رکھتی تو کبھی اپنے کٹے ہوئے بالوں کو سنبھالنے کی کوشش کرتی۔ ان کی حالت بڑی عجیب سی ہو رہی تھی، شکل انتہائی بری لگ رہی تھی کیونکہ گھنگھرالے بال کٹنے کے بعد پوری طرح سے کھڑے ہو چکے تھے۔ چچا کا چہرہ انتہائی سرخ تھا جب کہ تایا ابا تو جگہ جگہ سے جل چکے تھے، درد سے کراہ رہے تھے۔

○○○○○○○○

وہ دیوان خانہ، جہاں چند لمحے پہلے تک ایک عجیب سی وحشت طاری تھی، اب بھی اس کے اثرات محسوس کر رہا تھا۔ ہوا میں ایک عجیب سی گھٹن تھی، جیسے کسی نے سانسوں کو قید کر رکھا ہو۔۔

دعام کے تایا اور چچا، جو سردار کے سامنے بیٹھے اس کے حکم کی تعمیل کر رہے تھے، ان کے ہاتھوں میں لرزش تھی اور چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

سامنے رکھی پلیٹوں میں وہ 'کھانا' تھا جسے تائی امی نے بنایا تھا۔

ایک ایسا کھانا جو ذائقے سے عاری، بے نمک اور بے مرچ تھا۔ مگر اس وقت انہیں اس کھانے کے ذائقے سے کوئی غرض نہیں تھی، انہیں تو بس اپنی جان بچانی تھی۔

یہ کیا ہے؟" سردار کی گرجدار آواز گونجی، اور اس کے ساتھ ہی اس نے" سامنے رکھی پلیٹ میں ایک نظر ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں حقارت تھی جو تائی امی کی طرف منتقل ہوئی۔

یہ کھانا بنایا ہے تم نے؟ اس عمر میں آچکی ہو ابھی تک تمہیں کھانا بنانا نہیں"
"آیا؟ کیا ساری زندگی دوسروں کے ہاتھوں کا ہی کھاتی رہو گی؟

اس کی آواز میں زہر گھلا تھا، اور اس کے الفاظ نشتر بن کر تائی امی کے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔ وہ مسلسل بولتا جا رہا تھا، ہر لفظ ان کے کانوں میں سیسہ پگھلا رہا تھا۔

پہلے میری ماں کو سکون سے اس گھر میں نہیں رہنے دیا، اسے ملازموں کی" طرح کام کروایا اور پھر میری دعا م کو اپنی ملازمہ بنالیا۔ خود کیا آتا ہے تمہیں؟ "یہ کھانا بنایا ہے تم نے؟ یہ کیا انسانوں کے کھانے کے قابل ہے؟

اس نے پلیٹ میں موجود بے رنگ، بے ذائقہ کھانے کی طرف اشارہ کیا، جیسے وہ کوئی زہر ہو۔

یہ کھانا صرف تمہارا شوہر کھا سکتا ہے!" اس نے تایا کی طرف دیکھا اور ایک" "!حکم صادر کیا۔ "کھاؤ اسے

تایا نے خوفناک نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ بے حد خوفزدہ ہو رہے تھے۔ سامنے رکھا کھانا کیسا تھا، وہ نہیں جانتے تھے، لیکن وہ دیر کیے بغیر اسے کھانے لگے تھے کیونکہ اس وقت انہیں صرف سردار سے جان چھڑانی تھی۔

اس نے چچا کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا، اور وہ بھی فوراً پلیٹ میں کھانا ڈال کر کھانے لگے۔ ہر لقمہ ان کے حلق میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا، مگر انہیں چپ چاپ نگلنا پڑ رہا تھا۔

نہ تو کھانے میں نمک مناسب تھا نہ ہی مرچ ٹھیک تھی۔" سردار کی آواز میں"

طنز تھا،

لیکن اس وقت تو صرف سردار سے اپنی جان بچانی تھی، اور انہیں کسی چیز کا

ہوش نہیں تھا۔

ایسا کھانا صرف اس گھر کے مرد کھا سکتے ہیں!" اس کی نظریں ایک بار پھر تائی

امی کی طرف گھومیں۔

ایسا بدمزہ کھانا تم لوگ بھی نہیں کھاتے ہوگے، کیونکہ یہاں کا کھانا تو میری

"!دعام بناتی تھی، اور دعام تو بہت اچھا کھانا بناتی ہے

اس نے تائی امی کی طرف دیکھا،

مگر اس بڑھیا کے ہاتھ کا کھانا کوئی بھی نہیں کھاتا، پھر تو اس بڑھیا کے ہاتھ کسی"

کام کے نہیں ہیں؟" اس نے تیزی سے ان کے ہاتھوں کی طرف دیکھا تو انہوں

نے فوراً اپنے ہاتھ پیچھے چھپا لیے تھے جیسے وہ ان کے ہاتھ کاٹ رہا ہو۔ ان کے چہرے پر خوف اور شرمندگی یکجا ہو گئی تھی۔

یہ کھانا کھانے کے قابل نہیں ہے،" سردار نے مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔" "مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس گھر کی عورتیں، عورتیں کہلانے کے قابل نہیں ہیں!" اس نے ان چھ عورتوں کو ایسی نظروں سے دیکھا تھا کہ وہ شرمندہ ہو گئیں، ان کی نظریں جھک گئیں اور دل میں سردار کے لیے خوف اور نفرت دونوں جنم لے رہے تھے۔

وہ اچانک اٹھ کر کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا تو سب نے سکون کا سانس لیا۔ انہیں لگا کہ اب یہ بلا ٹل گئی۔ مگر یہ سکون چند لمحوں کا ہی تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکا اور مڑا۔ اس کا چہرہ اس وقت بے نقاب تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی، ایک ایسی مسکراہٹ جو ان سب کی سانسیں ایک دفعہ پھر سے روک گئی تھی۔

میں آپ لوگوں کو بتانا ہی بھول گیا،"اس کی آواز میں ایک نئی دھمکی شامل "

تھی۔

میں آپ لوگوں کو انوائٹ کرنے آیا تھا۔ آج رات میرے قبیلے میں ایک "

بہت بڑا جشن ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس جشن میں آپ لوگ بھی شامل

ہوں۔ آخر آپ لوگ میرا سسرال ہیں۔ میرا فرض بنتا ہے کہ میں آپ

لوگوں کو اس دعوت میں شامل کروں۔" اس نے ایک گہری سانس لی اور اس

کے لہجے میں مزید طنز بڑھ گیا۔

آپ لوگوں کو بھی پتہ چلے کہ کھانا کیسا بنتا ہے... نہیں میرا مطلب ہے، وہاں پر

آؤ اور اس دفعہ اپنے اصل چہروں سے میری دعام سے ملو۔ کوئی دکھاوا نہیں،

"کوئی ڈرامہ نہیں۔ یہ اصل شکلیں لے کر آنا اور آنا ضرور۔

اس کی نظریں ایک ایک چہرے پر رکیں،

اگر کوئی ایک بھی نہیں آیا تو کل صبح یہاں سے اس کی لاش اٹھے گی! یہ بات "

یاد رکھنا!" وہ کہتے ہوئے باہر نکل آیا۔

باہر شیر دل کے قدموں کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ان لوگوں نے گہرے سانس لیے، جیسے انہیں نئی زندگی ملی ہو۔ لیکن جب تک شیر دل کے پیروں کی آواز دور جاتی محسوس نہ ہوئی، ان کی سانسیں پوری طرح بحال نہ ہوئی تھیں۔

اب انہیں ایک نئے امتحان کا سامنا تھا ڈاکو سردار کی دعوت۔

جہاں انہیں ہر حال میں جانا تھا۔

○○○○○○○

قبیلے میں جشن کا سماں تھا، ہر طرف چہل پہل اور غیر معمولی مصروفیت تھی۔

سورج ابھی پوری طرح غروب نہیں ہوا تھا لیکن فضا میں ایک خاص قسم کا جوش اور سرگرمی محسوس کی جاسکتی تھی۔ دعام تیار ہو کر نیچے آئی تو دیکھا کہ ہر کوئی کسی نہ کسی کام میں مگن تھا۔

بڑے بڑے دیگچے نکال کر دھوئے جا رہے تھے، کہیں آگ جلائی جا رہی تھی اور کہیں میدان کی ہاتھ صفائی ہو رہی تھی۔

یہ سب صاف بتا رہا تھا کہ آج قبیلے میں کچھ بڑا ہونے والا ہے۔ بیچ بیچ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ کام میں شریک تھیں، کوئی لکڑیاں اٹھا رہی تھی تو کوئی سامان ترتیب دے رہی تھی۔

آج میرو فارغ لگ رہا تھا مطلب صاف تھا کہ کھانا عورتوں نے بنانا ہے۔

ایئے سردارنی یہاں پہ ہے ٹھیک ہے میں آپ کے لیے چارپائی بچھا دیتا ہوں

میرو نے دعام کے لیے ایک چارپائی بچھا کر اس پر پنکھا لگایا تو وہ خاموشی سے آکر بیٹھ گئی۔ اس کے ذہن میں ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا۔ کہ سردار ایک گھنٹے کا کہہ کر گیا تھا کہ وہ واپس آجائے گا، اس کی اب تک واپسی کیوں نہیں ہوئی تھی؟

وہ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ بالا پانی پینے کے بہانے اس کے قریب آکر بیٹھا۔ دعام نے اشاروں ہی اشاروں میں اس سے سردار کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔

معلوم نہیں، ابھی واپس نہیں آیا" بالا نے جواب دیا۔"

سردار کو ایک ضروری کام تھا، شیر دل کے ساتھ گیا ہوا ہے۔نہ جانے کب تک
"واپسی ہو گی۔ کہہ تو رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں آجائے گا۔

مجھے بھی کہہ رہے تھے کہ ایک گھنٹے میں آجائیں گے۔اب تک ان کی واپسی"
"نہیں ہوئی۔

دعام نے اپنا ماتھا سہلایا۔

اس نے میدان کی طرف دھیان دیا، جہاں تیاریاں زوروں پر تھیں۔

خیر، یہ بتائیں کہ یہ دعوت کا انتظام کیوں ہو رہا ہے؟ کوئی خوشخبری ہے"
کیا؟"اس کے لہجے میں ایکسائٹمنٹس تھی اب تو اسے قبیلے کی ہر چیز میں دلچسپی
ہونے لگی تھی۔

بالا نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔"میری شادی ہے!"اس نے شرارت سے
کہا۔

دعام کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ہے سچ میں؟ آپ کی شادی؟ ایسے کیسے؟ ابھی تو ہم رشتہ مانگنے ہی نہیں گئے!"

ایسی شادی نہیں ہو گی، شادی پورے اصولوں کے ساتھ ہو گی۔ میں پہلے بتا رہی

ہوں میں اس قبیلے کی سردارنی ہوں، میری مرضی کے خلاف یہاں کچھ نہیں

ہونا!" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو بالا اچانک زور کا قہقہہ لگا کر ہنسا۔

ارے بہنا! مذاق کر رہا ہوں۔ میری ایسی قسمت کہاں کہ اتنی جلدی شادی ہو"

جائے۔" پہلے تو سردار مجھ سے خوب پاپڑ بلوائے گا پھر جا کر کہیں شادی کے

چانسز بنیں گے مجھے تو تمہارا ہی سہارا ہے۔

اس نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا،

سردار کے لیے خوشی کا دن ہے، اسی لیے دعوت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ تم بھی"

"اپنی تیاری پوری کرو۔ بہت بڑی دعوت ہو گی۔

اسی دوران میرو کھانا لے آیا اور دعام کے سامنے رکھتے ہوئے بولا،

"سردارنی، آپ کا کھانا۔ آپ کھانا کھا لیجیے، سردار کہہ کر گیا تھا۔"

دعام کی نظریں کھانے پر پڑیں اور اسے کل رات کی فکر ستانے لگی۔

کل رات ڈاکو جی نے واپس آ کر کچھ کھایا تھا؟ وہاں سے تو کچھ بھی کھا کر نہیں" آئے تھے؟" اسے اپنے ڈاکو جی کی پریشانی کھائے جا رہی تھی۔

"کھانا؟ ارے یہاں تو دعوت کی گئی تھی؟"

میرو نے بات کو طول دیتے ہوئے جواب دیا،

آپ نہیں تھیں تو سردار کو تو موقع مل گیا عیاشی کرنے کا! بکرا ذبح کروایا گیا" تھا، بڑا جشن ہوا ہے یہاں کل رات! سردار نے شادی کے تین مہینے کے بعد آزادی کا جشن منایا ہے!" میرو بے ساختہ بولا تو جہاں بالا نے اسے گھورا، وہیں دعام کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

کیا؟" دعام کے چہرے پر بے یقینی چھا گئی، "میرے ڈاکو جی نے میری غیر" موجودگی میں یہاں آزادی کا جشن منایا تھا؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی

تھی۔ بالا نے فوراً نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ ایسا نہیں تھا۔

جبکہ میرو کو اب کچھ مل نہیں رہا تھا بات کو کور کرنے کے لیے۔ اس کی زبان پھسل گئی تھی اور اب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس انکشاف کو کیسے سنبھالے۔ دعام کی آنکھوں میں غصہ اور حیرت کے ملے جلے جذبات ابھر رہے تھے، جو میرو کے لیے کسی خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں تھے۔

ان کی ایسی کی تیسی یہ میری غیر موجودگی میں جشن مناتے ہیں آنے دو انہیں آج تو ان کی خیع نہیں وہ ہاتھ مسلتے ہوئے بولی تو بالا نے میرو کی طرف دیکھا تھا آج تو واقعی سردار کی خیر نہیں تھی۔

ooooooooo

اوہو ہو! سونا مکھڑا میرا! سجن سائیں، میرا دلبر سائیں، میرا جانم سائیں! پتا" نہیں کون کون سا سائیں! اور اِس سائیں کے جانے کے بعد یہاں پر جشن کیے جا رہے تھے! کل رات یہاں پر بکرا ذبح کیا گیا، آپ کے شاید دعوت کا انتظام کیا

گیا اور اب آپ مجھ سے محبت دکھا رہے ہیں! نکلے نہ آپ بھی اِنہیں شوہروں کی طرح جو بیویوں کے جانے کے بعد پیچھے جشن مناتے ہیں!"

سردار قبیلے میں واپس آ چکا تھا۔ سورج ڈھل چکا تھا اور رات ہونا شروع ہو چکی تھی۔ قبیلے میں جشن کی تیاریاں مکمل کی جا چکی تھیں۔ سردار سیدھا اپنی سجن سائیں دعام کے پاس آیا۔ وہ پر سکون تھا اور اس کے پاس آ کر اپنا حصار بنانے ہی لگا تھا کہ دعام نے اسے جھٹکے سے خود سے دور کر دیا۔ وہ غصے سے ناک پھلائے، کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر بولی تو آس پاس کے سارے ڈاکو متوجہ ہوئے، مگر ایسے انداز میں کہ سردار کو پتہ نہ چلے۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، لیکن کان اِدھر ہی لگے تھے۔

"اللہ اللہ، اتنا غصہ! سجن سائیں، جان لو گی کیا؟ میرا معصوم سائیں اتنا غصے میں کیوں ہے؟ کس نے کہہ دیا تم سے کہ تمہارے جانے کے بعد جشن منایا ہے؟ ارے میں تو دکھ میں تھا، ساری رات سکون کی نیند نہیں آئی!"

سردار نے معصومیت سے کہا، جیسے اسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ اس کی آنکھوں میں سچی پریشانی کے ساتھ ایک دھیمی سی مسکراہٹ بھی تھی۔ وہ دعام کے اس غصے کو خوب انجوائے کر رہا تھا۔

بس بس! زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے! مجھے پتا ہے کیا ہوتا رہا ہے" میرے پیچھے یہاں! میرے جانے کے بعد اِس قبیلے میں جشن منائے جاتے ہیں "!اور میں آدھی رات کو بھاگ بھاگ کر آپ کے پاس آتی ہوں

وہ ناراضگی دکھا رہی تھی جبکہ سردار مسکرائے جا رہا تھا۔ اسے دعام کا یہ غصہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔

او میرا سونا مکھڑا! میں تو اپنی جیت کا جشن منا رہا تھا! مجھے یقین تھا تم میرے" "!پاس واپس آؤ گی، کسی کی بات نہیں سنو گی! بس اسی جیت کا جشن منا رہا تھا

سردار نے اب دعام کو منانے کے لیے ایک نیا حربہ آزمایا۔ اس کی آنکھوں میں گہری محبت جھلک رہی تھی، جو صرف دعام کے لیے تھی۔

میں تو صرف اِس بات کا جشن منا رہا تھا کہ میری سجن سائیں نے دنیا کو چھوڑ "
"!کر صرف مجھ پر بھروسہ کیا! وہ میری محبت کی سب سے بڑی جیت ہے

وہ اسے منانے کی کوشش میں تھا جبکہ دعام پوری طرح سے اسے نظر انداز کرنے لگی۔ اسے سردار کی آنکھوں میں محبت کی چمک صاف نظر آ رہی تھی، لیکن وہ اپنی ناراضگی برقرار رکھنا چاہتی تھی۔

اچھا! دیکھو تو صحیح! کان پکڑ رہا ہوں! اب قبیلے کا سردار کان پکڑ کر تمہارے "
"!سامنے کھڑا ہے! اتنی معافی تو بنتی ہے! یوں ظلم مت کرو

دعام نے نظروں کا زاویہ دوسری طرف کیا ہوا تھا اور یہ نظریں سردار کو ھضم نہیں ہو رہی تھیں۔ اگر وہ اس کے دیکھنے کے قابل نہیں تھا تو وہ اسے دنیا کی کوئی چیز دیکھنے کے قابل نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ سردار نے پیچھے سے اسے ایک جھٹکے میں کھینچ کر اس کا رخ اپنی طرف پھیرا، پھر کان پکڑ کر معصومیت دکھانے لگا۔ اس کے چہرے پر ایسی التجا تھی جیسے اس کی پوری سلطنت دعام کی ناراضگی پر منحصر ہو۔

میں تمہاری ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا سجن سائیں! تمہارا یہ منہ پھلانا"

"!میرے دل میں آگ لگا دیتا ہے

جب وہ نہیں مانی تو اس کے سامنے ہی اٹھ بیٹھک کرنے لگا۔

"!افف! سردارنی کو معاف کر دو سردار کو! اور ظلم مت کرو"

اس کا انداز ایسا تھا کہ قبیلے کے سارے ڈاکو منہ کھولے اسے دیکھنے لگے تھے۔

حالات بدل رہے تھے، سردار بدل رہا تھا یا بدل چکا تھا۔ اس لڑکی کے سامنے سردار، سردار نہیں، بس ایک دیوانہ تھا، ایک عاشق تھا جس کی خوشی کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ پیچھے سے ایک ڈاکو بولا تھا۔

سرارنی سردار کو معاف کر دو! بیچارا معافی مانگ تو رہا ہے! اب اور کیا کرے"

"!وہ

ہاں! سردار کو معاف کر دو!" طرح طرح کی آوازیں آنے لگیں، ہر کوئی" معافی کے لیے بے قرار ہو گیا تھا۔ سب سردار کی بے بسی پر مسکرا رہے تھے۔

زیادہ کچھ نہ بولو آپ لوگ! میں جانتی ہوں آپ لوگ بھی اپنی بیویوں کے "

جانے پر جشن مناتے ہیں! سارے ڈاکو ایک جیسے ہیں! صرف میرے بالا بھیا

اچھے ہیں! دیکھنا جب ان کی شادی ہو گی یہ اپنی بیوی کو کتنے پیار سے رکھیں گے!

"! کبھی اس کے جانے پر جشن نہیں منائیں گے! ہے نا بالا بھیا

وہ بالا کی طرف دیکھتے ہوئے بولی جو تو پہلے ہی سے ہی ترسا ہوا تھا کہ بس اس کی

شادی ہو جائے۔

ہاں بہنا! بالکل! جب میری شادی ہو گی میں بالکل بیوی کے جانے پر جشن "

"! نہیں مناؤں گا! بس تم میری شادی کروادو

بالا نے بھی جلدی سے موقع کا فائدہ اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں امید کی چمک

تھی۔

ترسے ہوئے انسان! یہاں میری سجن سائیں ناراض ہے اور تجھے اپنی نیا پار "

"! لگانی ہے

سردار نے بالا کو گھورتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بالا کو ابھی مزہ چکھا دے گا۔

"!میرا معصوم سائیں! معاف کر دو یار"

اس نے ایک بار پھر دعام سے التجا کی۔ اس کے لہجے میں ایسی عاجزی تھی جو کسی نے سردار میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

نہیں نہیں! معاف نہیں کروں گی! چاہے کچھ بھی ہو جائے میں معاف نہیں"
"!کروں گی

وہ ناراضگی سے کہتی اوپر کی طرف چلی گئی جبکہ سردار نے بے بسی سے سارے ڈاکوؤں کو دیکھا جو کندھے اچکا گئے تھے جیسے کہہ رہے ہوں کہ "سردار! اس
"نے ہماری بھی بات نہیں مانی۔

بالا بھیا! انہیں بتا دیجیے گا میں تیار ہونے اوپر جا رہی ہوں! اگر کوئی میرے"
"!پیچھے آیا نہ تو میں مزید ناراض ہو جاؤں گی

وہ بالا کی دی ہوئی کیری کو دوپٹے میں چھپاتے ہوئے بولی۔ مطلب صاف تھا کہ وہ اس پر ہاتھ صاف کرنے جا رہی تھی بالا کی نظر کچن میں کام کرتے ہوئے کیریوں پر پڑ گئی تھی جس میں سے اس نے میرو سے چھپا کر ایک کیری اپنے پاس اپنی بہنا کو خوش کرنے کے لیے رکھ لی تھی۔ دعام کے چہرے پر اب بھی ہلکی سی ناراضگی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت جھلک رہی تھی۔

"تم بے فکر ہو کر جاؤ بہنا! سردار کو اپنی عزت پیاری ہے اب! قبیلے کے سامنے مزید اپنی عزت کی واٹ نہیں لگوانے والا! آرام سے جا کر کھاؤ!"

بالا نے اس کے ساتھ ساتھ آتے ہوئے ایک چھوٹی سی پڑیا بھی اس کے حوالے کر دی جس میں چاٹ مصالحہ تھا۔ بالا کی آواز میں نرمی اور اپنائیت تھی۔

"ہائے میں صدقے اپنے ویر کے! جیو میرے بھائی! سنبھال لینا سب کچھ!"

وہ کہتے ہوئے اوپر بھاگ گئی جبکہ بالا نے معصوم نگاہوں سے سردار کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کی نظروں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے جب کہ جس

انداز میں بالا نے دانت دکھائے تھے سردار نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔ سردار کے چہرے پر ایک عجیب سی سکون بھری مسکراہٹ تھی، جیسے اس کی ساری تھکن دور ہو گئی ہو۔

ooooooo

دعام تیار ہو کر پتھریلی پہاڑیوں سے نیچے آ رہی تھی۔ چاند کی پہلی جھلک کی روشنی اس کی سرخ فراک پر پڑ رہی تھیں، جس سے وہ اور بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔

آج اس نے سرخ رنگ کا ایک بے حد خوبصورت فراک پہن رکھا تھا، جو اس کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔

اس کے چہرے پر حیا کی لالی تھی، اور آنکھوں میں ایک چمک جو سردار کو دیوانہ بنا رہی تھی۔ سردار اسے دیکھ کر اپنا دل تھامے، بے یقینی سے دیکھتا رہ گیا۔ اس کی ہر سانس دعام کے ساتھ اٹک گیا تھا۔

جیسے ہی دعام قریب آئی، سردار نے اپنا ہاتھ بڑھایا، جیسے اسے چھونا چاہتا ہو، مگر دعام اسے نظر انداز کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

سردار کی بے چینیاں دیکھ کر اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ سردار کی حالت کو خوب انجوائے کر رہی تھی۔

"اللہ! یہ میری ہی سجن سائیں ہے یا آسمان سے کوئی حور اتر آئی ہے"

سردار نے دیوانہ وار خود سے کلام کیا، اس کی سبز آنکھوں میں دعام کے لیے والہانہ محبت صاف جھلک رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر دعام کو بلانے کی کوشش کی مگر وہ آگے بڑھ چکی تھی۔

"کوئی اپنا سردار تو سنبھالے! لگتا ہے آج یہ اپنے سونے مکھڑے کی اداؤں سے ہی مر جائے گا!"

وہ بلند آواز میں آہ بھر کر بولا تو جہاں بالا نے قہقہ لگایا تھا وہی سارے ڈاکو مسکرائے تھے

اے میری سردارنی! ذرا ایک نظر دیکھ تو سہی اس دیوانے کو! یہ تیرا سردار" آج تجھ پر سب کچھ لٹانے کو تیار کھڑا ہے!" وہ بلند آواز میں اسے چھیڑ رہا تھا جس پر وہ نخرے دکھاتی ذرا سی گردن ہلا کر آگے بڑھ گئی مطلب آج اس کے نخرے عروج پر تھے۔

جی نہیں مجھے نہیں دیکھنا آپ کو آپ جایئے بیوی کے جانے کا جشن منایئے۔ وہ کہتے ہوئے بالا کے پاس آرکی تھی، لیکن اس کی پہنچ سے دور ہرگز نہیں تھی۔

جشن شروع ہوا تو خوب ہوا۔ ڈھول کی تھاپ پر پورا قبیلہ جھوم رہا تھا۔ کچھ ڈاکو چارپائیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر اس پر کھڑے ڈھول بجا رہے تھے، کوئی نیچے زمین پر گھوم رہا تھا، اور کسی نے ہوا میں پستول سے فائر کر کے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن اس بات کا خاص دھیان رکھا گیا تھا کہ فائرنگ ایک انتہا سے زیادہ نہ ہو بہت کم آواز والی فائرنگ بلٹس یہاں لائی گئی تھی

۔کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ ان کی سردارنی اس چیز سے ڈرتی ہے پورا قبیلہ ایک بڑے میلے کا سماں پیش کر رہا تھا۔

سردارنی، ادھر آجاؤ! جشن دیکھو! آج تم دونوں کے عشق کا جشن ہے!"میرو" نے بلند آواز میں کہا۔

اس کا اشارہ سردار کے پہلو میں تھا وہ تھوڑا اوپر پتھر کی طرف کھڑا تھا۔

اس نے ایک نظر سردار کو دیکھا پھر منہ ہی منہ میں بالا سے کچھ بربراتے ہوئے چہرہ پھیر گئی جس پر بالا ایک دفعہ پھر سے قہقہہ لگا کر سردار کو جتاتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

دعام یہ سب کچھ دیکھ کر بہت لطف اندوز ہو رہی تھی۔اس کے چہرے پر خوشی کی لہریں دوڑ رہی تھیں، مگر جب اس کی نظر ایک کونے کی طرف پڑی تو وہ اپنے خاندان والوں کو سہمے ہوئے کھڑے دیکھ کر حیران رہ گئی۔تایا ابا، تائی امی، چچا، چاچی اور رباب کے ساتھ باقی تینوں بہنیں خوفزدہ انداز میں ایک

دوسرے سے چپکے ہوئے تھے۔ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔دعام کو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ یہ سب کیا ہے۔

"!سجن سائیں !ادھر آجاؤ میرے پاس !"

اس نے بے یقینی سے سردار کی طرف دیکھا جس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

دعام تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی۔ اس کا دل سردار کے قریب آکر پر سکون ہو گیا تھا،اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیا تھا۔اس نے سردار کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

oooooooo

"کیا ہوا سجن سائیں !تم گھبرا کیوں رہی ہو؟"

سردار نے دعام کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ پھیرا۔وہ دعام کی نگاہوں کا مرکز سمجھ گیا اور ہلکا سا مسکرایا۔اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ چمک تھی۔

"یہ تمہارے خاندان والے ہیں؟ کیا ہوا، پہچان میں نہیں آرہے ہیں؟ آؤ تمہیں ان سے ملواتا ہوں!"

اس کا ہاتھ تھامے سردار انہیں ان لوگوں کے پاس لے گیا۔ دعام کا دل خوف اور حیرت سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے اپنے خاندان والوں کی حالت دیکھی تو اس کے منہ سے آواز نہ نکلی۔ سردار ان کے قریب جا کر رکا۔

"ان سے ملو! یہ ہیں تمہارے تایا صاحب! کیا کہا تھا تم نے کہ تمہارا ہاتھ جلایا تھا انہوں نے؟ میں نے ان کی گردن، چہرہ، ہاتھ سب کچھ جلا دیا ہے۔"

تایا ابا درد سے کراہ رہے تھے۔ ان کا چہرہ اور گردن جگہ جگہ سے جلی ہوئی تھی، جو سردار کے غصے کی گواہی دے رہی تھی۔ سردار نے ان کی طرف حقارت سے دیکھا۔

"اور یہ تمہارے چچا صاحب! چہرہ تھوڑا سوجھا ہوا ہے نا؟ وہ کیا ہے کہ تھپڑ کھانے کی وجہ سے ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے۔"

چچا کا چہرہ سوجا ہوا تھا اور اس پر درد کے آثار نمایاں تھے۔ سردار نے انہیں گھورا، اس کی آواز میں ایسی شدت تھی جو ان کے دل دہلا رہی تھی۔

"میرے معصوم سے مکھڑے کو اپنے اس ہاتھ سے تھپڑ مارے تھے؟ میں نے ان کے ہاتھ کی ہڈی بھی توڑ دی ہے۔ آئندہ کسی پر ہاتھ اٹھانے کی جرات نہیں کریں گے یہ!"

سردار ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آگے بڑھا تو آگے تائی امی کھڑی تھیں۔ وہ خوفزدہ تھیں اور ان کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی تھیں۔

"اِنہیں فی الحال کے لیے معاف کر دیا ہے میں نے! اگلی بار ان سے حساب لوں گا! تم ان کے بارے میں بھی مجھے تفصیل سے بتانا کہ انہوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا! میں اپنی سجن سائیں کے اوپر ہوئے ہر ظلم کا انتقام سود سمیت لوں گا!"

سردار کی آواز میں ایک گہرا عزم تھا۔ وہ دعا م کی طرف مڑا، اس کے چہرے پر محبت بھری نگاہ ڈالی۔

وہ کیا ہے، وقت کم تھا! ورنہ ان کے ساتھ میں نے حساب تو اپنی ماں کے بھی"

"پورے کرنے ہیں۔ خیر، آگے بڑھو یہ چڑیل! آہ! چڑیل نہیں، تمہاری چاچی۔

وہ چاچی کے سامنے رکا۔ چاچی کے بال بے ترتیبی سے کٹے ہوئے تھے، ان کی شکل عجیب لگ رہی تھی۔ ان کے چہرے پر شرمندگی اور خوف کا ملا جلا تاثر تھا۔

اس عورت نے میرے حسین مکھڑے کے بال کاٹے تھے؟ اب خود بالوں" سے محروم ہو گئی ہے! ویسے یہ ہیئر سٹائل تمہیں اچھا لگ رہا ہے کیا؟ گنجا کر "دوں؟

سردار کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی، اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

ویسے نائی ہے میرے پاس! یہ بھی کر گزروں گا اپنے حسین مکھڑے کے لبوں" "!پر مسکراہٹ لانے کے لیے

وہ نرمی سے دعام کے گال پر جھکا اور پوری شدت سے اس کے گال کو چوم گیا تھا۔ اس کی حرکت اتنی بے ساختہ تھی کہ دعام نے حیرت سے سامنے کھڑے تایا اور چچا کو دیکھا جو اس کی حرکت نوٹ کرنے کے بجائے خود اپنی تکلیف پر ہائے ہائے کر رہے تھے۔

"اور یہ تمہاری بہنیں۔۔۔"

سردار نے دعام کی بہنوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سب ایک کونے میں سہمے کھڑی تھیں۔

اِن کا حساب بھی بعد میں لوں گا، وقت کم تھا۔ ویسے ان لوگوں نے میری" دعوت کی ہے، ایسی دعوت کی ہے کہ مجھے اِنہیں دعوت پر بلانا پڑا تا کہ اِنہیں بتایا جاسکے کہ کھانا کیسے بنتا ہے! کھانا ٹھیک سے کھا کر جایئے گا اور نوٹ کیجیے گا! 50 تک تو آپ پہنچ گئی ہوں گی، اب تک آپ کو کھانا بنانا نہیں آیا! لیکن آج یہاں سے کچھ سیکھ کر جایئے گا! میری اگلی دعوت اچھی ہونی چاہیے، زبردستی کا "!مہمان بن کر آؤں یا آپ کی مرضی کا، مجھے کھانا اچھا چاہیے

اس کی آواز میں طنز اور دھمکی دونوں شامل تھیں۔ سردار دعام کی طرف مڑا، اس کی آنکھوں میں پیار اور فکرمندی تھی۔

"سجن سائیں، تم کھڑے کھڑے تھک گئی ہو گی نا؟"

سردار نے اونچی آواز میں کہا۔

"!سردارنی کے لیے یہ بیٹھنے کا انتظام کرو"

سردار کے حکم پر اگلے ہی لمحے ڈاکوؤں نے تیزی سے دعام کے لیے چارپائی بچھا کر اس پر چادر ڈالی اور پنکھا لگا دیا۔ جبکہ اس کے خاندان والے تقریباً دو ڈھائی گھنٹوں سے تو وہاں کھڑے تھے، ان کے قدم شل ہو چکے تھے، لیکن نہ تو انہیں کسی نے بیٹھنے کے لیے کہا تھا اور نہ ہی بیٹھنے کے لیے جگہ دی تھی۔

دعام حیران تھی، پریشان تھی، کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ تو جذبات میں بہک کر سردار کو بتا گئی تھی کہ ان لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے، لیکن یہ ان لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا، اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔

وہ سردار کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گئی۔

آپ یہ کیوں کھا رہے ہیں؟ اپنی پسند کا کھانا کھا لیجیے، مجھے کوئی اعتراض نہیں "

ہے

دعام منہ بنا کر بولی تھی، جبکہ بالا بھی آج اسی کے ساتھ اسی کی دعوت اڑا رہا تھا۔

اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ سردار اپنی مرضی کا کھانا نہیں کھا رہا۔

دعوت بہت ہی شاندار تھی، ہر طرح کا لذیذ کھانا بنایا گیا تھا۔ دعام کے لیے الگ

سے خاص چیزیں بنائی گئی تھیں، اور سردار بھی وہی سب کچھ کھا رہا تھا جو آج

دعام کے لیے بنایا گیا تھا۔

"!جو میرا سجن سائیں کھائے گا، میں بھی وہی کھاؤں گا"

سردار نرمی سے بولا تو دعام نے اس کے انداز کا مذاق اڑایا۔

ہاں ہاں! جیسے سجن سائیں کھائے گا یہ بھی یہی کھائیں گے! اور اسی سجن سائیں" کے جانے کے بعد رات کو یہاں دعوتیں چل رہی تھیں، بکرے ذبح ہوئے تھے!"

اس نے طعنہ دیا تو ایک دفعہ پھر سے دستر خوان پر قہقہے گونج اٹھے۔ آج سردار پہلی دفعہ قابو میں آیا تھا اور خوب آیا تھا۔ اسے دعام کی اس چھیڑ چھاڑ میں بھی محبت نظر آ رہی تھی۔

"!میری چھوٹی سی سردارنی! معاف کر دو"

سردار ہاتھ جوڑتے ہوئے محبت سے بولا، اس نے کان بھی پکڑ لیے تھے، لیکن دعام لبوں کے ڈیزائن بناتی بالا کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئی، جیسے سردار کو بالکل نظر انداز کر رہی ہو۔ سامنے اس کے خاندان والے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

اس نے ایک نظر انہیں دیکھا۔ وہ سب کے ساتھ نیچے زمین پر بیٹھ کر ہی کھانا کھانے والی تھی، لیکن اس سے پہلے ہی اس کے سامنے ایک لکڑی کا تختہ رکھ کر کھانا لگا دیا گیا۔

بالا اور سردار چارپائی کے ایک طرف چوکڑی لگا کر بیٹھے تھے، جبکہ دوسری طرف وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ سردار کو خوب نظر انداز کر کے آج بالا بھی اس کے ریکارڈ لگا رہا تھا، اور سردار صرف مسکرا رہا تھا۔

وہ ہمیشہ ہی سے یہاں اسپیشل ٹریٹ ہوتی تھی، لیکن آج اپنے خاندان والوں کے سامنے اپنی اس قدر ویلیو پر جہاں وہ خود پر ناز کر رہی تھی، وہیں اس کے انداز میں تھوڑا سا غرور بھی آ گیا تھا۔ اسے اپنے خاندان والوں کو یہ بتاتے ہوئے ایک عجیب سی خوشی ہو رہی تھی کہ جو جن کے لیے بوجھ تھی، آج وہ کسی کے دل کی رانی تھی، کسی کے لیے سردارنی تھی۔

قبیلے کے لوگ غلاموں کی طرح اس کی خدمتیں کرتے تھے۔ اسے خواہش نہ تھی انہیں یہ دکھانے کی کہ وہ کیا ہے، لیکن آج وہ اس کی حیثیت جان کر حیران ضرور ہوئے تھے۔

وہ گوشت نہیں کھاتی تھی، اس نے کبھی نہیں کھایا تھا کیونکہ اس کے لیے کبھی بچتا ہی نہیں تھا۔ اس نے ہر اس چیز سے نفی کی تھی جو اس کے لیے نہیں تھی، ہاں گھر میں جب بھی اس طرح کی چیز بنتی تھی تب یہی کہا جاتا تھا کہ وہ اس کے لیے نہیں ہے۔

اس کی ایک استانی نے بچپن میں اس سے کہا تھا بیٹا یتیم کا کوئی نہیں ہوتا دنیا کی کسی چیز پر یتیم کا کوئی حق نہیں ہوتا اور یہ بات اس نے جیسے اپنے پاس گرہ باندھ کر رکھ لی تھی۔

اس نے تو سردار کو یہ بات بتائی ہی نہیں تھی کہ یہ مہنگے لذیذ کھانوں کے پکوان اس نے کبھی چکھیں ہی نہیں تھے۔

اگر کبھی گھر میں گوشت بنتا تو پہلے تو بچتا ہی نہیں تھا، اگر ذرا سا بچ جائے تو اسے اٹھا کر چھپا دیا جاتا تھا یہ کہہ کر کہ صبح تایا ابا کھائیں گے۔ اپنی بیٹیوں کو عید پر کپڑے لے کر دیتے ہوئے انہیں یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ ایک یتیم بچی پر انہوں نے ہاتھ رکھا ہے۔

اس سے دن رات ملازموں کی طرح کام کرواتے ہوئے وہ یہ کہتے تھے کہ اسے گھر کے کام سکھاتے ہیں، کل اگلے گھر جائے گی تو کوئی یہ نہ کہے کہ چاچی تائی نے کچھ سکھا کر نہیں بھیجا۔

وہ جذبات سے عاری ہو گئی تھی۔ شرارت اور مستیاں اس کی طبیعت کا حصہ کبھی رہی ہی نہیں تھی۔

کبھی کسی نے نخرے اٹھائے نہیں تھے تو اس نے کبھی دکھائے بھی نہیں تھے۔ اپنی چاروں بہنوں کو دیکھ کر اس کے ذہن میں بس یہ خیال آتا تھا کہ ان کے سر پر باپ کا سایہ ہے اور وہ یتیم ہے۔ وہ ہر چیز کا الزام اپنی یتیمی کو دیتی تھی۔

نہ جانے کیسے ان لوگوں نے اسے بارہویں تک پڑھانے کے بعد بی اے پرائیویٹ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ بھی منتیں کر کر کے، اور چچا آخری ڈیٹ پر جا کر اس کا فارم لے کر آئے تھے۔ وہ اپنی تکلیفیں بھلا نہیں سکتی تھی،

لیکن اس سے پہلے کہ وہ ایگزام دے پاتی اس کی سردار کے ساتھ شادی ہو گئی تھی۔ اور یہاں تو اس کی دنیا ہی بدل گئی تھی

بے شک اس کے صبر کا صلہ اللہ نے دیا تھا۔ اس نے آج تک کسی سے شکایت نہیں کی تھی۔ بس وہ اپنی باتیں اللہ سے کرتی تھی، ہر بات اس نے صرف اللہ کو دوست رکھا تھا، اور آج اس کے دوست نے اسے یہ دن دکھایا تھا۔

سردار نے نرمی سے نوالہ اس کے لبوں کے قریب لے جاتے ہوئے اسے کھلایا تو وہ جیسے ہوش کی دنیا میں آئی۔ اس نے مسکرا کر منہ کھولا۔

"اگر میں کھانا کھا رہی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے میں راضی ہو گئی!"

وہ کب سے ہاتھ روک کر ایک ہی نقطے کو گھور رہی تھی، جبکہ سردار اسے دیکھ رہا تھا، پھر نوالہ بنا کر اس کے لبوں سے لگایا تو اسے دیکھتے ہوئے وہ پھر سے منہ بنا کر بولی، تو سردار ہلکا سا مسکرا دیا تھا۔

"!میں مناؤں گا نا اپنے سجن سائیں کو! کھانا تو کھالو"

وہ پیار سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں دباتا، لبوں سے لگا گیا تھا جس پر وہ ہلکا سا شرما کر ہاتھ چھڑا گئی۔ اس کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی۔

جبکہ ساتھ ہی ساتھ اس نے بالا کی طرف بھی اشارہ کیا تھا جو پوری طرح سے کھانے میں مگن تھا۔

ایسے چوری چوری میری طرف اشارے کرنے سے بہتر ہے کہ مجھے بھی ایک"

"!آدھ بیوی لا دو یار! میں شدید کنوارا ہوں

بالا معصومیت سے بولا تو سردار نے اسے گھورا تھا، جبکہ دعام نگاہیں جھکاتی پوری طرح سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک دھیمی سی

مسکراہٹ تھی، وہ سردار کی باتوں اور بالا کی چھیڑ چھاڑ کو خوب انجوائے کر رہی تھی۔

○○○○○○○

کھانا کھانے کے بعد، دعام کے خاندان والوں نے سردار سے جانے کی اجازت چاہی تھی۔ وہ سردار کے پاس آکر جانے کی اجازت مانگ رہے تھے، جبکہ سردار اپنی سردارنی کو کسی بھی طریقے سے منانے میں مصروف تھا۔

وہ اس کے خاندان والوں کو فی الحال پوری طرح سے نظر انداز کر رہا تھا اس وقت اس کے لیے اگر کچھ اہم تھا تو اس کی سجن سائیں تھی۔

سردار کو پتہ تھا کہ دعام ابھی تک پوری طرح راضی نہیں ہوئی تھی۔ آخر کار سردار دعام کے سامنے ہی زمین پر بیٹھ گیا۔

معاف کر دو یار! اور کتنا ستاؤ گی؟ تمہاری ناراضگی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی!" "!دیکھو کیسے دل دھڑک رہا ہے

وہ یوں ہی زمین پر بیٹھے بیٹھے دعام کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ چکا تھا۔ اس کے چہرے پر التجا تھی، آنکھوں میں سچی محبت جھلک رہی تھی جو صرف دعام کے لیے تھی۔

میرے کنٹرول سے باہر ہو چکا ہے یہ دل! معاف کر دو یار! ایک دفعہ معاف" "! کر دو! زندگی میں کبھی کوئی جشن نہیں مناؤں گا تمہارے بغیر

وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے لبوں سے لگاتا، اس کی ہتھیلیوں کو چوم رہا تھا۔ اس کی بس یہی کوشش تھی کہ کسی طریقے سے دعام مان جائے۔ سردار کے ہونٹوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی، وہ ساتھ ساتھ دعام کی ہلکی سی ناراضگی کا لطف بھی اٹھا رہا تھا۔ دعام کی ناراضگی بھی دلدار کی جان تھی۔

جبکہ دعام نے اپنے بے حد قریب کھڑے تایا اور چچا کو دیکھا جو اب بھی خوفزدہ اور سہمے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔ وہ انہیں نظر انداز کرتی واہ پھر سردار کی طرف متوجہ ہوئے

جب سردار نے آہستہ سے دعام کے ہاتھ میں کچھ تھمایا۔ دعام بے یقینی سے اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹی سی کیری کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہ آیا تھا کہ سردار اسے منانے کے لیے کیری دینے کو بھی تیار ہو گیا ہے۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"ہائے ڈاکو جی! یہ آپ میرے لیے لے کر آئے ہیں؟"

وہ بے یقینی سے پوچھنے لگی تھی۔ خوشی ایسی تھی جو سنبھالی نہیں جا رہی تھی۔

سردار نے کندھے اچکائے، جیسے کہہ رہا ہو

اور کس کے لیے؟" دعام کے چہرے پر ایک بڑی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔"

وہ اگلے ہی لمحے بنا کسی کی پرواہ کیے سردار کی بانہوں میں سما گئی تھی، اس کے سامنے بیٹھے خاندان والوں کی موجودگی بھی اسے محسوس نہیں ہوئی۔ زمین پر بیٹھے ہوئے وہ جس انداز میں اس کے گلے لگی تھی، جہاں سردار سکون سے سرشار ہو گیا تھا، وہیں تایا اور چچا یہ نظارہ دیکھتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ تائی تو باقاعدہ کانوں کو ہاتھ

لگا رہی تھیں، ہائے اللہ! یہ کیا دیکھ لیا!" ان لوگوں کا ماننا تھا کہ یہاں آ کر دعام بہت بے شرم ہو گئی تھی۔

جبکہ سمیرا وہاں کی چہل پہل دیکھتے ہوئے، دعام کے بدلے ہوئے انداز کو دیکھ رہی تھی۔ مہنگے کپڑے، جوتے، جیولری، ایسی تو قسمت امیر زادیوں اور شہزادیوں کی نہیں ہوتی جو دعام کو ملی تھی۔ سمیرا کی آنکھوں میں حسد اور حیرت دونوں تھیں۔ اسے یاد آیا کہ یہ وہی دعام ہے جسے گھر میں دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے ملتی تھی۔

میری سجن سائیں، تمہاری خوشی کے لیے سردار اپنی جان دے دے، یہ ایک " کیری کیا چیز ہے؟ اب تو خوش ہونا، ناراض نہیں ہونا مجھ سے۔

وہ محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تم تو دعام نے فورا نفی میں سر ہلاتے خود کو اس کے سینے میں چھپایا تھا۔

آپ لوگ ابھی تک یہاں سے دفع۔۔۔"میرا مطلب ہے گئے نہیں اب کیا یہاں رہنے کا ارادہ ہے بالا نے تایا کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تو وہ ذرا سے ہربرا گئے تھے۔

ہم سردار سے اجازت مانگنے آئے تھے۔

ہاں جیسے تم لوگ سانس بھی سردار کی اجازت سے لیتے ہو نا ہو گئی دعوت جاؤ یہاں سے اب یہاں صرف قبیلے کے لوگ ہی رکیں گے بالا نے انہیں باہر کا راستہ دکھاتے ہوئے میرو کو بھی ساتھ بھیجا تھا کہ وہ قبیلے کے باہر تک چھوڑ کر آئے۔

جبکہ وہ خاموشی سے میرو کے پیچھے نکل گئے تھے اور ادھر سردار دعام کو اپنی باہوں میں بھرے اسے یقین دلا رہا تھا کہ ائندہ وہ اس کے بغیر کوئی جشن نہیں منائے گا جبکہ وہ اس کے پاس زمین پر بیٹھی اس کی باہوں میں بری طرح سے قید خوب نخرے دکھا رہی تھی

OOOOOOO

محفل ختم ہو چکی تھی۔ سردار دعام کو اپنے ساتھ واپس کمرے میں لے کر آیا تو وہ بے تحاشا خوش تھی۔ اس کے چہرے پر جشن کی رونق ابھی بھی برقرار تھی۔

لیکن کچھ سوال تھے جو اسے بری طرح سے الجھا رہے تھے۔ وہ یہ تو جان گئی تھی کہ اپنے ڈاکو جی کے ساتھ نکاح کے علاوہ بھی اس کا کوئی تعلق تھا، لیکن کیا کچھ ایسا بھی تھا جو اس سے چھپایا جا رہا تھا؟ اسے اکرم کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔

اس رات اکرم اور تایا چچا نے اسے جو کچھ بتایا تھا، وہ اس وقت سمجھ نہیں سکی تھی کیونکہ اس وقت اس کے ذہن پر صرف اور صرف یہ بات سوار تھی کہ وہ لوگ اسے سردار کے خلاف کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ سردار کی زندگی کے کچھ تلخ پہلو تھے جن سے وہ واقف نہیں تھی۔

وہ اس کے سینے پر سر رکھے خاموش تھی، جب کہ سردار اسے کمرے میں لاتے ہوئے بیڈ پر لٹا چکا تھا۔

سجن سائیں، تم یہ کپڑے چینج کر لو، کافی بھاری لباس ہے، پھر میں تمہیں

"تمہارے سارے سوالوں کے جواب دیتا ہوں۔

سردار نے نرمی سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، اس کے لبوں کے کناروں کو

چھو گیا۔ دعام حیران رہ گئی تھی کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ وہ اس سے سوال کرنے

والی ہے۔

"آپ کو سب کچھ پہلے سے کیسے پتہ چل جاتا ہے؟"

وہ زیادہ دیر اپنی حیرت کو چھپا نہیں پائی تھی، اس کی آواز میں معصومیت تھی۔

جبکہ اس کے انداز پر سردار نرمی سے مسکرایا،

اور ساتھ ہی اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے قریب کر گیا۔

"!تمہاری آنکھیں سب بتا دیتی ہیں"

وہ نرمی سے اس کی آنکھوں پر باری باری لب رکھ کر آیا، جبکہ وہ شرما کر نگاہیں

جھکا گئی۔ اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

ایسے شرماؤ مت! تمہاری آنکھیں بے تحاشہ حسین ہیں، لیکن تمہاری آنکھیں"

"!بہت شرارتی بھی ہیں۔ شرارتیں بھی چھپتی نہیں ہیں یہاں پر

وہ بولا تو دعام نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک تھی۔

"ابھی کیا کہہ رہی ہیں میری آنکھیں؟"

وہ اسے گھورتے ہوئے سوال کرنے لگی، اس کی آواز میں چیلنج تھا۔

تمہاری آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ جیسے ہی تمہارا ڈاکو کپڑے بدلنے واش روم"

"!میں بند ہو گا، تو تم پیچھے سے کیری کھاؤ گی

سردار اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ دعام کا منہ کھل گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور شرمندگی کا ملا جلا تاثر تھا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا۔۔۔۔؟"

وہ پریشانی سے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار قہقہہ لگا کر ہنستا اس کے قریب سے اٹھتے ہوئے اس کے کپڑے الماری سے نکالنے لگا تھا۔ اس کی ہنسی میں شرارت اور پیار دونوں تھے۔

"ابھی تو بولا یہ سب بتا دیتی ہیں!"

وہ ہنستے ہوئے اس کے پاس آتے ہوئے نرمی سے اس کی چادر اس سے الگ کرنے لگا۔

"چغل خور ہیں میری آنکھیں!"

وہ جیسے کسی حتمی فیصلے پر پہنچے ہوئے منہ بنا کر بولی تو سردار نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دلکش تبسم تھا۔

"مخبر ہیں میری!" وہ اس کی فراک کی ڈوریاں کھولتے ہوئے بولا تو وہ گھبرا کر اس کا بازو تھام گئی۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

میں خود چینج کرلوں گی! زیادہ فری نہ ہو میرے ساتھ! ابھی پوری طرح راضی نہیں ہوں میں آپ سے۔ بس تھوڑی راضی ہوں!"

دعام اپنے کپڑے لے کر اس کی بے باک نگاہوں سے بچنے کی خاطر فوراً واش روم میں چھپ گئی تھی۔ سردار قہقہہ لگا کر ہنستا اپنے کپڑے نکالنے لگا،

oooooooo

"میں نے یہاں کیری رکھی تھی، کدھر گئی؟"

دعام فریش ہو کر باہر آئی تو سردار بھی کپڑے بدل چکا تھا۔ وہ اس کے پاس آئی اور تکیے کے نیچے اپنی کیری ڈھونڈنے لگی۔ جب اسے کیری نہیں ملی تو اس نے سردار کو ایسے دیکھا جیسے اسی نے اس کی کیری چوری کرلی ہو۔ اس کی آنکھوں میں شک اور معصومانہ غصہ تھا۔

"میرا سونا مکھڑا، اگر یہاں رکھی تھی تو پھر یہیں پر ہو گی نا۔"

سردار نے بھی تکیہ اٹھا کر چیک کرنا شروع کر دیا، لیکن کیری وہاں نہیں تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"ڈاکو جی! مجھے ایسا مذاق بالکل پسند نہیں ہے! کیری میری واپس کیجیے!"

وہ اسے گھور کر اپنا ہاتھ سامنے کر چکی تھی۔ اس کی آواز میں حکم اور ناراضگی تھی۔

"میں کیا تمہیں چور لگتا ہوں جو میں تمہاری کیری چرا لوں گا؟"

سردار نے اس طرح سے کیری مانگنے پر اسے گھور کر پوچھا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

آپ چور نہیں، پورے کے پورے ڈاکو ہیں! لایئے! میری کیری واپس کیجیے!"

وہ ہر طرف سے اسے دیکھنے لگی۔ کبھی اس کے پیچھے ہو جاتی، کبھی اس کے آگے جا کر اسے گھورتی۔ سردار کو جہاں اس کی یہ حرکتیں مزہ دے رہی تھیں، وہیں

کیری چھپا کر وہ پر سکون ہو گیا تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ بالا اسے پہلے ہی شام کو کیری کھلا چکا تھا۔

"ڈاکو جی! میری کیری گم ہو گئی!"

وہ پریشانی سے اسے دیکھ کر بولی، اس کی آواز میں ہلکا سا خوف تھا۔

"ہاں، مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ تمہیں ٹھیک سے یاد ہے تم کمرے میں لے کر آئی تھی؟"

وہ انجان بننے لگا، جیسے اسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔

"میں وہاں نیچے بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے مجھے وہاں کیری دی تھی، تب سے میں نے اپنے دوپٹے میں چھپا کر رکھی ہوئی تھی، پھر میں اوپر لے کر آئی تھی، ابھی واش روم جانے سے پہلے میں نے تکیے کے نیچے رکھی تھی!"

وہ پوری کہانی یاد کر رہی تھی، اس کے چہرے پر الجھن نمایاں تھی۔

"تو پھر ڈھونڈو! تکیے کے نیچے! یہیں پر ہو گی!"

سردار نے اس کی پوری کہانی سننے کے بعد دوبارہ سے ڈھونڈنا شروع کر دیا، جبکہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی ڈھونڈنے میں مگن ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر بے چینی تھی۔

"تمہیں ٹھیک سے یاد ہے نا میرا سوہنا مکھڑا؟ تم لے کر آئی تھی؟"

وہ پھر سے پوچھنے لگا، اس کی آواز میں ایک خاص دباؤ تھا۔

"!سچ! مجھے یاد ہے! میں لے کر آئی تھی! یہاں رکھی تھی"

دعام نے زور دے کر کہا۔

"تو پھر کہاں چلی گئی؟"

سردار نے حیرت سے پوچھا، جیسے وہ خود بھی پریشان ہو۔

"تم نے پکی بات ہے یہاں تکیے کے نیچے چھپائی تھی؟"

وہ پھر سے پوچھنے لگا تو دعام اب حیرت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اسے کنفیوز کرنا بالکل بھی مشکل نہیں تھا، یہ بات تو سردار شروع سے ہی سمجھ چکا تھا۔ لیکن اس

کی یادداشت اتنی کمزور تھی کہ وہ تھوڑی دیر پہلے کی کوئی بات بھی دماغ سے نکال دیتی تھی، یہ اسے آج پتہ چلا تھا۔

"!مجھے یاد ہے، کچا پکا یاد ہے"

وہ اٹکتے ہوئے بولی تو سردار نے اچانک ہی اس کا بازو تھام کر اسے اپنی بانہوں میں قید کر لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت اور شرارت کا ملا جلا رنگ تھا۔

مجھے لگتا ہے تم اسے نیچے ہی چھوڑ کر آگئی ہو اور اب بھول چکی ہو۔ اسے چھوڑو"
"یہ بتاؤ کہ۔۔۔ تم مجھ سے کچھ پوچھنے والی تھی! یہ تمہیں یاد ہے یا نہیں؟

سردار نے نرمی سے اس کی گردن سے بال ہٹاتے ہوئے سوال کرنے لگا تو دعا نے فوراً ہاں میں سر ہلایا۔ کیری کی تلاش ایک لمحے میں اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھی، اور اب اس کے ذہن پر سردار سے سوال کرنے کی بات حاوی ہو گئی تھی۔

"ہاں تو بتاؤ کیا پوچھنا چاہتی ہو تم؟"

سردار بیڈ پر بیٹھتے ہوئے دعام کو پوری طرح سے اپنے حصار میں لے چکا تھا۔

اس کی آنکھوں میں گہری چاہت تھی۔ دعام نے اسے دیکھا اور سوال کیا۔

"یہ سچ ہے کہ آپ میری پھوپھو کے بیٹے ہیں؟"

اس نے نرمی سے ہاں میں سر ہلایا اور اس کی گردن پر اپنے لب رکھ دیے۔

دعام کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی کی چمک آگئی۔

"ہیں! سچی؟ سگی والی پھوپھو کے؟"

وہ ایکسائٹڈ ہو گئی، جیسے اسے کوئی بہت بڑی خوش خبری ملی ہو۔

ہاں سچی! سگی والی پھوپھو کا بیٹا ہوں۔ تمہاری ایک ہی پھوپھو تھی، زائرہ نام تھا"

"ان کا۔

سردار نے پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"تو کیا اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں؟"

وہ پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے نفی میں سر ہلایا، اس کے چہرے پر ہلکی سی اداسی آگئی۔

"آپ کے بابا بھی نہیں ہیں؟"

اس نے ایک اور سوال کیا تو سردار نے اس کی معصومیت پر پھر سے نفی میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو گہرا دکھ جھلکا۔

"میرے بھی نہیں ہیں! کوئی بات نہیں، ہم دونوں ایک دوسرے کے ہیں۔"

وہ پلٹ کر اس کے سینے سے لگتے ہوئے اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار باندھ گئی تھی۔ اس کا انداز اتنا معصومانہ تھا کہ سردار حیران رہ گیا تھا۔ وہ تو سوچ رہا تھا کہ شاید وہ اس سے بہت سارے سوال کرے گی، اپنے خاندان، اپنے ماضی کے بارے میں بہت کچھ پوچھے گی۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ دعام کو بس اس بات سے سکون ملا تھا کہ وہ اکیلی نہیں تھی۔

"ہاں! میں تمہارا اور تم میری"

سردار نے نرمی سے اس کو کہا اور اس کے چہرے پر جھکتا ہوا اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لے گیا۔ ایک گہرا بوسہ اس کے ہونٹوں پر سجا دیا۔

"اور میری کیری؟"

دعام کو اچانک یاد آیا تو اس نے سردار کے سینے سے سر نکالا اور معصومیت سے پوچھا۔ سردار کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ پھر سے دوڑ گئی۔

"اسے ہم دونوں مل کر ڈھونڈیں گے!"

وہ اسے مزید اپنے قریب کرتے ہوئے بیڈ پر لٹاتا ہوا اس پر سایہ فگن ہو گیا، جب کہ دعام مزید کچھ بھی نہ پوچھ پائی۔ اس کی ساری توجہ سردار اور اس کی قربت پر مرکوز ہو چکی تھی۔

oooooooo

وہ لوگ قبیلے سے واپس آئے تو اگلی شام کو اکرم ان لوگوں سے ملنے کے لیے آ گیا۔ اس نے جب تایا ابا، تائی امی، چچا اور چاچی کی حالت دیکھی تو وہ خود حیران رہ گیا تھا۔

ان کے چہروں پر زخموں کے نشانات اور آنکھوں میں موجود خوف بتا رہا تھا کہ یہاں بہت کچھ ہو چکا تھا۔

تائی امی فوراً اس کے قریب بیٹھ کر اسے سب کچھ بتانے لگیں کہ ڈاکو نے کس طرح ان کے گھر پر آکر ان لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کی اور پھر انہیں زبردستی قبیلے میں بلایا گیا۔

ان کی آواز میں درد اور بیچارگی تھی۔ اکرم یہ سب سن کر سمجھ ہی چکا تھا کہ دعام اس معاملے میں اس کا بالکل بھی کوئی ساتھ نہیں دینے والی۔ اسے یہ معاملہ اپنے طریقے سے ہی حل کرنا تھا۔

مجھے افسوس ہے کہ اس معاملے میں میں آپ لوگوں کی مدد نہیں کر سکتا۔ خیر، میں آپ لوگوں سے اجازت لینے آیا تھا، میں رباب کو اپنے ساتھ لے کر جانا "چاہتا ہوں۔ دراصل میری فیملی ملنا چاہتی ہے اس سے۔

وہ اچانک سے بولا تو تایا اور تائی امی دونوں ہی حیران رہ گئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں بے یقینی تھی، انہیں تو بس یہی ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں اکرم آکر ان لوگوں کے سامنے ہی ان کی بیٹی کو طلاق نہ سنا دے۔ ان کی آنکھوں میں فوراً ایک امید کی کرن جاگی۔

میرے گھر میں زیادہ کوئی نہیں ہے، صرف ایک بہن ہے اور ایک میری امی" ہیں۔ میری امی فالج کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتیں۔ میری بہن ڈاکٹر ہے، "جس ہسپتال میں ہم نے یہ سارا ڈرامہ کیا تھا، وہیں پر انٹرن شپ کر رہی ہے۔

اکرم نے نہایت ٹھہرے ہوئے انداز میں اپنے گھر کے حالات بتائے۔

میں رباب کو کل صبح لے کر جاؤں گا، شام تک واپس لے آؤں گا۔ اس" "معاملے کو بیچ میں لٹکانے کا فائدہ نہیں ہے، میں رخصتی چاہتا ہوں۔

وہ نرمی سے بولا تھا، اس کے لہجے میں کوئی جذباتی پن نہیں تھا، بلکہ ایک مضبوط ارادے کی جھلک تھی۔ جبکہ سامنے بیٹھے وہ دونوں ماں باپ تو جیسے جی اٹھے تھے۔ ان کے چہروں پر پھیلی مایوسی اور پریشانی یکدم غائب ہو گئی تھی۔ وہ تو اپنی بیٹی کو لے کر بہت پریشان تھے، تایا ابا نے تو باقاعدہ ہاتھ جوڑ لیے تھے اس کے سامنے۔ ان کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تیر رہے تھے۔ رباب خاموشی سے اندر بیٹھی اس کی ساری باتیں سن رہی تھی، اس نے کسی طرح کا کوئی رد عمل نہیں دیا تھا۔ اس کے چہرے پر پتھر جیسی خاموشی تھی۔

"بیٹا! تمہارا احسان ہے جو تم نے کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا!"

تایا ابا نے لرزتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر اکرم کو دیکھتے ہوئے کہا، ان کی آواز میں حد درجہ عاجزی تھی۔

"میں کوئی غلط فیصلہ کیوں کروں گا؟ ڈاکو کو پکڑنا میری ذمہ داری ہے، رباب کی نہیں۔"

اکرم نے ایک دھیمی، معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا،

ٹھیک ہے بیٹا! کل تم صبح آ جانا، رباب تیار ہو گی تو تم اسے اپنے ساتھ لے جانا، "ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

تایا ابا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ رباب اپنے کمرے میں خاموش بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں خالی تھیں، جیسے وہ کچھ گہرا سوچ رہی ہو یا اس کے اندر سب کچھ جم سا گیا ہو۔

○○○○○○

بالا آج ہاتھ پر اچھا خاصا گہرا زخم لے کر اسپتال پہنچ چکا تھا۔ اس کے سیدھے ہاتھ پر پٹی بندھی تھی، جو بظاہر ایک معمولی چوٹ لگ رہی تھی، مگر اس کے چہرے پر پریشانی کے گہرے سائے تھے۔

وہ ڈاکٹر بیلا کا منتظر تھا، مگر ریسپشن پر موجود ڈاکٹرز نے اسے بتایا کہ وہ آج آئی ہی نہیں تھی۔

یہ سن کر اس کی پریشانی مزید بڑھ گئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"ڈاکٹر بیلا آج کیوں نہیں آئیں؟ کہیں اس کی طبیعت خراب تو نہیں تھی؟

اس نے فوراً ریسپشن پر موجود عورت سے وجہ جانی۔

اس کی آواز میں ایک حکمیہ انداز تھا، جیسے وہ اپنی کسی خاص ملکیت کے بارے میں پوچھ رہا ہو اور اسے یہ حق حاصل ہو کہ اسے ہر سوال کا جواب ملے۔ اس کی آنکھوں میں بے چینی صاف جھلک رہی تھی، جیسے اگر اسے تسلی بخش جواب نہ ملا تو وہ یہاں ہنگامہ کھڑا کر دے گا۔

"پتہ نہیں، شاید کوئی فیملی ڈنر کا بتا رہی تھی۔"

ریسپشن پر موجود عورت نے ہکلا کر جواب دیا۔ اس کی آواز میں خوف کا عنصر شامل تھا، جیسے اسے سردار اور اس کے ڈاکوؤں کے پچھلے ہسپتال کے دورے کی یاد آگئی ہو جب جمرو کو لایا گیا تھا۔

ڈاکوؤں کا ڈر ان سارے ہی ڈاکٹروں اور ہسپتال کے عملے پر بری طرح سے اثر انداز تھا۔ انہیں آج بھی وہ خوفناک دن یاد تھا

بالا نے صرف ہاں میں سر ہلایا۔ اس کے دل و دماغ پر "فیملی ڈنر" کا لفظ ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا۔ وہ کسی اور سوال کے لیے رکا نہیں اور تیزی سے باہر نکل آیا۔

ہسپتال کے باہر آکر بھی اس کے قدم نہیں رکے۔ اس کے ذہن میں تشویش کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

ڈنر؟ کہیں کوئی رشتہ وشتہ تو نہیں آرہا؟ کہیں کوئی شادی وادی کا چکر تو نہیں چل پڑا؟" اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی تھی جو اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ "ایسے کیسے! بیلا تو صرف بالا کی ہے! وہ صرف میری ہے!" اس کا ذہن بار بار یہی دہرا رہا تھا۔ مگر یہ بات اسے بیلا کو بھی تو بتانی تھی، جو ابھی تک ان سب باتوں سے بے خبر تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں گم، بے مقصد قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا، اس کی آنکھوں کے سامنے بیلا کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ اسے کسی بھی قیمت پر یہ معلوم کرنا تھا کہ آخر بیلا آج کیوں نہیں آئی۔

ooooooo

چند لمحوں میں ہی بالا معلوم کر چکا تھا کہ بیلا کا گھر کہاں تھا اور اب وہ سیدھا بیلا کے گھر آ پہنچا تھا۔ گھر کوئی بہت بڑا نہ تھا، ایک چھوٹا سا ہی مکان تھا، تقریباً تین چار کمرے تھے۔ زمین پر بنا وہ گھر ایک بڑے سے نیلے رنگ کے لوہے کے گیٹ سے چھپا ہوا تھا، جس کے ایک سائیڈ پر ایک بڑا سا درخت لگا تھا تو دوسری طرف دیوار تھی۔ اس نے ایک ہی نظر میں باہر کھڑے کھڑے ہی گھر کو اندر تک سمجھ لیا تھا۔

اس نے آہستہ سے دروازہ بجانا چاہا تو احساس ہوا کہ دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔ اسے اس حرکت پر غصہ آیا، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ گھر کے اندر کون کون موجود ہو گا،

یہ کیا طریقہ ہے! اس طرح سے دروازہ کھلا کیوں رکھا ہے؟ کوئی بھی اندر آ سکتا ہے!

لیکن کوئی بھی آ سکتا تھا۔ تو وہی کیوں نہیں! وہ اندر داخل ہوتے ہی، دروازے سے ایک سائیڈ لگے کنڈے کو ہلکا سا حرکت دیتا بند کر چکا تھا۔ اندر برآمدے

کے چاروں طرف لوہے کی جالی لگی ہوئی تھی اور برآمدے کے اندر کی طرف ہی باقی کے کمرے تھے۔

چھوٹا سا خوبصورت مکان تھا، جس میں جگہ جگہ پودے وغیرہ بھی لگائے گئے تھے۔ بالا جالی کے دروازے کے قریب آکر رکا اور اندر جھانکنے لگا۔ سامنے تین کمرے تھے جن کے سامنے نیٹ کے پردے لگے ہوئے تھے، جو شاید اندر چلنے والے پنکھوں سے کافی بلندی تک اڑ رہے تھے۔ کچن سے کچھ برتنوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

سامنے والے کمرے میں اسے کھڑکی کے پاس ایک وجود لیٹا ہوا نظر آیا تو وہ ہلکے سے قدم بڑھاتے ہوئے اس کمرے کی طرف جھانکنے لگا۔ صاف ستھرا مکان تھا، زمین پر ٹائلیں لگی ہوئی تھیں، صفائی کا خاص خیال رکھا جارہا تھا۔ اس نے اندر کمرے میں جھانکا تو ایک وجود بستر پر شاید گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی عورت تھی، جو کہ کافی فربہ جسم کی مالک تھی۔

کمرے کے اندر چھوٹا سا دروازہ تھا جو اس وقت کھلا ہوا تھا، وہاں پر بھی اسی

طرح سے پردہ لگایا گیا تھا۔ اندر شاید کوئی سٹور کا سامان پڑا ہوا تھا کیونکہ اسے باہر سے ہی کچھ لوہے کے بکسے وغیرہ نظر آ رہے تھے۔

وہ پلٹ کر اسی طرح دوسرے کمرے میں جھانکنے لگا، حالانکہ جہاں سے کچن سے آواز آ رہی تھی اس طرف وہ نہیں گیا تھا۔ دوسرا کمرہ بھی کافی صاف ستھرا تھا، سامنے ڈبل بیڈ بھی بچھا ہوا تھا، سائیڈ پر صوفہ پڑا ہوا تھا۔ اوپر انسپکٹر اکرم کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ کمرہ انسپکٹر اکرم کا ہی ہے۔

وہ اس کمرے سے نکلتے ہوئے اگلے کمرے کی طرف آیا تو سامنے زمین پر بچھا قالین خوبصورت تھا، یہ کمرہ باقی سارے کمروں سے کافی بڑا تھا کچھ چارپائیوں کو ترتیب کے ساتھ رکھا گیا تھا جبکہ ایک طرف صوفہ تھا۔ اندازہ ہوا کہ شاید وہ کوئی بیٹھک وغیرہ تھی۔ کیونکہ اس کا دروازہ باہر گلی کی طرف بھی کھل رہا تھا، جو اس وقت پوری طرح خاص سے اندر سے بند تھا وہ باہر نکلتے ہوئے ایک ہی نظر میں پورے کے پورے برآمدے کو بھی دیکھ چکا تھا جہاں پر چارپائیاں لگی ہوئی تھیں، اوپر خوبصورتی سے چادریں بچھائی گئی تھیں۔ جالی کے ساتھ ساتھ

پودے رکھے ہوئے تھے باہر کی طرف جن سے نکلتی بیلیں جالی کو بھی کور کر رہی تھیں۔

گھر اسے کافی پسند آیا تھا۔ رباب کا ہوچکا سسرال اور اس کا ہونے والا سسرال کافی خوبصورت تھا۔ گھر چھوٹا سا تھا لیکن خاص توجہ اور محنت سے اس چھوٹے سے مکان کو خوبصورتی سے نکھار دیا گیا تھا۔ اب اس کے قدم کچن کی طرف بڑھے تھے، جہاں برتنوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

oooooo

"کیا پکا رہی ہو؟"

بالا اچانک کچن میں داخل ہوا اور بولا۔ بیلا جلدی میں کھانا بنانے میں مصروف تھی، وہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی اور فوراً اپنا دوپٹہ سر پر رکھا اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

بیلا نے پریشانی سے پوچھا۔ بالا اپنی آنکھوں کے علاوہ پورا چہرہ چھپائے ہوئے تھا، صرف اس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

"بس تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں آ گیا۔ میرے ہاتھ پہ چوٹ لگی تھی، دیکھو کتنا گہرا ہے!"

بالا نے اپنا پٹی بندھا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

"ہسپتال گیا تو پتا چلا کہ تم تو آئی ہی نہیں تو پھر تمہارے گھر آنا پڑا۔ اپنی پٹی بندوانے کے لیے۔"

"کیا آپ پٹی بندوانے کے لیے میرے گھر تشریف لے آئے ہیں؟ وہاں ہسپتال میں آپ کو کوئی ڈاکٹر نظر نہیں آئی؟"

بیلا نے غصے سے پوچھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے پیچھے یہاں تک آ گیا ہے۔

ڈاکٹر تو بہت ساری تھیں، مجھے ڈاکٹر بیلا نظر نہیں آئی۔ اور تمہیں میں پہلے" بھی بتا چکا ہوں نا کہ مجھے صرف ڈاکٹر بیلا سے ہی مطلب ہے۔ اب اتنے زخم "خود کو میں ڈاکٹر بیلا کے لیے لگاتا ہوں، ہر ایری غیری ڈاکٹر کے لیے نہیں۔

۔اس کی بات سن کر بیلا کا منہ کھلا رہ گیا۔

خوشبو بڑے مزے کی آ رہی ہے، بنا کیا رہی ہو تم؟ تم اچھا کھانا بھی بنا لیتی ہو؟" خوشبو سے اندازہ ہو رہا ہے تم نے کچھ مزے کا بنایا ہے۔ چلو پہلے پٹی باندھ دو "پھر کھاتا ہوں تمہارے ہاتھ کا کھانا۔

بالا کچھ زیادہ ہی فری ہو رہا تھا، وہ جیسے اپنا حق جما رہا ہو۔ بیلا اسے غصے سے گھور رہی تھی لیکن اس کی حالت دیکھ کر کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

شٹ اپ! آپ یہاں اندر کیسے آئے؟ دروازہ تو بند تھا! آپ میرے گھر کے" "اندر کیوں آئے ہیں؟

بیلا اس کے سائیڈ سے نکلتے ہوئے کچن سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اس چھوٹے سے کچن میں اس کے ساتھ کھڑے رہتے ہوئے بہت ان کمفرٹیبل فیل کر رہی تھی جسے فیل کر کے بالا خود ہی پیچھے ہٹ گیا۔

میں یہاں کھلے دروازے سے اندر آیا ہوں! اور تم اتنی بے وقوف لڑکی ہو، "
تمہاری والدہ شاید اندر سو رہی ہیں اور تم یہاں کچن میں کام کر رہی ہو،
"!دروازے تم نے دونوں کھول کے رکھے ہوئے ہیں

بالا نے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

کم سے کم دروازہ تو بند کر دیتی! تمہارے بے وقوف انسپیکٹر بھائی نے تمہیں "
"!اتنا نہیں سمجھایا کہ دروازہ بند کر دیتے ہیں

!غلطی بیلا کی تھی لیکن وہ ہوتا کون تھا اسے سدھارنے والا

بھائی نے مجھے کہا تھا دروازہ بند کرنے کے لیے! میں نے سوچا بس یہ کام ختم کر "
کے بند کر دوں گی! مجھے کیا پتا تھا آپ جیسے بن بلائے مہمان آ کر ٹپک جائیں

گے !نکلیے میرے گھر سے !آپ کو جو بھی کروانا ہے ہسپتال آکر کروائیں !میں

"...یہاں آپ کی کوئی پرسنل ڈاکٹر نہیں ہوں جو آپ

وہ ابھی بول ہی رہی تھی جب اچانک ہی بالا اس کے قریب آتا اسے دیوار کے

ساتھ لگاتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ دیواروں پر رکھ چکا تھا۔بیلا کا سانس

حلق میں اٹک گیا۔

تم میری پرسنل ڈاکٹر ہو !تبھی تو صرف تمہارے پاس آتا ہوں۔اور ایک"

بات کان کھول کر سن لو، مجھے بے احتیاطی پسند نہیں !تمہارا بھائی کیا کہتا ہے

تمہیں، کیا نہیں، میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے !لیکن آج کے بعد یہ

"!دروازہ اس طرح سے کھلا ہوا نہیں ہونا چاہیے !میرے لیے بھی نہیں

بالا کی آواز میں ایک سختی تھی،اس کی آنکھوں میں گہری نظر تھی۔

اور مجھے کوئی شوق بھی نہیں ہے یہاں زیادہ دیر وقت برباد کرنے کا !جلدی"

"!سے پٹی کرو میری اور جو بنایا ہے وہ کھلاؤ !مجھے بھی جانا ہے، کام ہے مجھے

"کام ہے تو جا کر کام کیجیے اور نکلیے میرے گھر سے! آپ اس طرح سے میرے گھر میں نہیں آسکتے!"

وہ اس کی بات کو اہمیت نہیں دے رہی تھی، اس کی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"لگتا ہے تم نے سنا نہیں! میں نے کہا پٹی باندھو!"

بالا نے دھاڑتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں اب حکم تھا۔ بیلا اسے دیکھ کر کانپ گئی۔

"آواز کم رکھیں آپ! میرے گھر میں آکر آپ مجھ پر اس طرح سے چلا نہیں سکتے!"

بیلا ایک لمحے کے لیے گھبرا کر پیچھے ہٹی اور دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس کی امی اندر سو رہی تھیں اور دوائی کھا کر اس وقت آرام کرتی تھیں۔ اگر وہ جاگ جاتیں تو ان کی نیند بری طرح سے خراب ہوتی، وہ بہت بیمار تھیں۔

"پٹی باندھو! آواز بھی کم ہو جائے گی اور میں بھی یہاں سے چلا جاؤں گا!"

بالاد ھمکی دیتے ہوئے وہیں باہر صوفے پر پھیل کر بیٹھ گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک تھی۔اب بیلا کوڈر لگ رہا تھا،اگر کوئی اس طرح سے آ جاتا اور اس غیر انسان کو گھر میں دیکھ لیتا تو بے شک اس کی والدہ گھر پر تھیں لیکن ان کی کنڈیشن ایسی نہیں تھی کہ وہ صورتحال کو سنبھال پاتیں۔اور وہ کیا جواب دیتی کہ وہ کون تھا، یہاں کیوں آیا تھا؟وہ پریشانی سے کمرے میں گئی اور فوراًہی فرسٹ ایڈ باکس لے کر آئی۔

اس نے اتنے جارحانہ انداز میں پٹی کرنی شروع کی جیسے اس کا ہاتھ ہی اکھاڑ کر اس کے ہاتھ میں دے دے گی۔اس کے ہاتھ کا دباؤ بتانا چاہ رہا تھا کہ وہ کتنی ظالم تھی۔جبکہ اس کے انداز پر بالا مسکراتے ہوئے خوشی سے پٹی بندھوا رہا تھا، جیسے اپنا ہاتھ تڑوانے کے لیے ہی یہاں آیا ہو۔اس کی آنکھوں میں ایک شرارتی چمک تھی۔

"!ہوگئی پٹی !اب نکلیے یہاں سے "

بیلا پٹی باندھتی ہوئی غصے سے اسے دیکھ کر بولی۔ اس کے ہاتھ پر کافی گہرا نشان تھا، کم سے کم دو ٹانکے تو لگنے تھے اسے، لیکن اس نے نہیں لگائے تھے کیونکہ اسے یہاں سے جلدی سے جلدی بالا کو بھیجنا تھا۔

"!ٹھیک ہے! پہلے کھانا کھالوں! تمہارے ہاتھ کا کھانا کھا کر جاؤں گا"

وہ بڑے مزے سے کہہ کر اپنے سر سے کپڑا کھول کر ایک طرف رکھ چکا تھا۔

اس کا چہرہ پوری طرح اس کے سامنے آچکا تھا۔ وہ پہلی دفعہ بالا کا چہرہ دیکھ رہی تھی، جبکہ بیلا کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم سی گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور کچھ اور ہی تھا جو وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

○○○○○○○○

رباب میری بچی! کیا ہو گیا ہے تجھے؟ اس طرح سے خاموش کیوں رہنے لگی "ہے؟ اب تو اکرم بھی تیرے ساتھ ٹھیک ہے؟

تقریباً گیارہ، ساڑھے گیارہ بجے کے قریب اکرم، رباب کو لینے کے لیے آ گیا۔
اس کی گاڑی کا ہارن گھر کے باہر گونجا تو رباب نے چادر سنبھالی۔ وہ ہلکی پھلکی سی تیاری کر رہی تھی، بالکل خاموشی سے کو تیار ہو چکی تھی،

اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، جیسے پتھر کی مورت بن چکی ہو۔ اس کی آنکھیں خالی تھیں، ان میں ایک گہری ویرانی چھپی تھی جو اس کے دل کی بے چینی کا پتا دے رہی تھی۔ تائی امی نے اسے دیکھا تو ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔

ان کی ہنستی کھیلتی بیٹی نہ جانے کیا سے کیا ہو گئی تھی۔ وہ پریشانی سے رباب کے قریب آئیں اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

رباب کیا ہو گیا ہے تجھے اب تو تجھے خوش ہونا چاہیے نا اکرم تیرے ساتھ ٹھیک "ہو گیا ہے اور۔۔۔

اکرم کے میرے ساتھ ٹھیک ہونے میں اور سب کچھ ٹھیک ہونے میں بہت " "!فرق ہے امی! خیر میں جا رہی ہوں

رباب نے ایک لمبی، ٹھنڈی سانس لی اور بے تاثر لہجے میں جواب دیا۔ اس کی آواز میں ایک گہرا سناٹا تھا، جیسے اس کے اندر سب کچھ ٹوٹ پھوٹ گیا ہو۔

اسے باہر سے گاڑی کے ہارن کی آواز دوبارہ سنائی دی، جو اب زیادہ تیز اور بے صبر تھی۔ وہ مزید کوئی بات کیے بغیر خاموشی سے خود پر چادر اوڑھتی باہر نکل گئی۔ اس کے قدموں میں کوئی تیزی نہیں تھی، کوئی خوشی نہیں تھی، بس ایک بے حس سی کیفیت۔ تائی امی اسے دیکھتی رہ گئیں، ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ ان کا دل اس سوچ سے دہل رہا تھا کہ ایک شخص کی محبت نے، اور پھر وہ شخص بھی جو اس کا محرم تھا، ان کی بیٹی کو کس حال پر پہنچا دیا ہے۔ رباب کی یہ خاموشی اور آنکھوں کی ویرانی انہیں اندر تک لرزا رہی تھی، وہ جانتی تھیں کہ ان کی بیٹی اب وہ نہیں رہی جو پہلے تھی۔ وہ بس بے بسی سے اسے جاتے دیکھتی رہ گئیں۔

○○○○○○

"پھر پتا ہے آپ کو جمرو بھائی! ڈاکو جی نے میری چاچی کے بال کاٹ دیے! ان کو گنجا نہیں کیا پھر، گنجی تو وہ بہت ہی بری لگتی نا! لیکن کٹے ہوئے بالوں کے ساتھ وہ ایسی فنی لگ رہی تھی نا، میری تو ہنسی نہیں رک رہی تھی! آپ کو پتا ہے جب مرغی پانی سے نہا کر نکلتی ہے اور ایسے پھڑ پھڑاتی ہے نا، تو اس کی جو لُک ہوتی ہے نا، بالکل سیم ٹو سیم میری چاچی ویسے لگ رہی تھی!"

دعام ایکسائٹڈ ہو کر جمرو کو بتا رہی تھی، جبکہ جمرو اس کی باتیں سن کر ہنس رہا تھا۔ وہ دونوں ندی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جمرو پرسوں محفل میں شریک نہیں ہوا تھا کیونکہ اسے کافی زیادہ درد تھا اور پھر وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے کسی اور کی خوشی کم ہو۔ وہ جانتا تھا جب تک سردار کی زندگی میں یہ پیاری سی لڑکی ہے، سردار جشن مناتا رہے گا اور وہ ہر جشن میں اس کا ساتھی رہے گا۔ تو اسے کوئی فکر نہیں تھی کہ وہ اس جشن میں شامل نہیں ہوا، لیکن اب جس طرح دعام ایکسائٹڈ ہو کر اسے بتا رہی تھی کہ اس کے تایا، چچا اور چاچی بھی

شامل تھے اور ان کی حالتیں کیا تھیں، جمرو کو تو ایک بہت ہی اہم جشن مس کرنے کا افسوس ہونے لگا تھا۔

"اچھا چھوڑو بھابھی، تم یہ بتاؤ کہ تمہیں تمہاری کیری ملی یا نہیں؟"

جمرو نے اچانک اسے اس کا غم یاد کروایا تو وہ منہ بنا گئی۔

"نہیں ملی نا! وہ گم ہو گئی! میں نے ہر جگہ ڈھونڈی مجھے نہیں ملی! خیر! آج میں نے بالا بھائی کو زبردستی بھیجا ہے! جایئے شہر، اپنی ڈاکٹر سے مل کر آیئے! پھر دیکھیے گا کیسے کیریوں کی لائن لگتی ہے میرے آگے! ان کے پاس کہانی ہو گی جسے سنانے کے لیے انہیں ایک بندہ چاہیے ہو گا اور بندہ تو کیری کے بغیر ہاتھ نہیں آئے گا نا!"

وہ اپنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے بولی تو اس کے دماغ پر جمرو نے ہلکی سی چپیڑ رسید کی۔

اسی دوران سردار بھی وہیں ندی کے پاس آ گیا۔

"بالا کو تم نے کہیں پر بھیجا ہوا ہے؟ یہاں قبیلے میں کتنے کام پڑے ہیں اور وہ شہر گیا ہوا ہے! میرو سے پوچھا تو وہ کہتا ہے کہ تمہیں بتا کر گیا ہے۔" سردار سیدھا اس کے سر پر سوار ہوا۔ اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"آپ تو! ہاں تو! وہ پیار کرتے ہیں ڈاکٹر سے! اس سے ملنے کے لیے بیتاب تھے! آپ تو ظالم سماج بن گئے ہیں ان کے لیے ڈاکو جی! انہیں بھی موقع دیا جانا چاہیے نا اپنی جانو سے ملنے کے لیے! خبردار جو ان کے پیار کے دشمن بنے!"

دعام منہ بنا کر بولی تو جمرو مسکراہٹ چھپا گیا۔ یہاں وہ بے شک اس کے پیار کی گواہیاں دے رہی تھی، حقیقت میں تو اسے بس کیریوں سے مطلب تھا جو بالا نے واپس آ کر اسے دلانی تھیں۔

"یہ بستر پر پڑا ہے! وہ شہر چلا گیا ہے! اب کام کون کرے گا؟ اور تو زیادہ بستر مت سنبھال! ڈاکٹر نے کہا ہے ہلکی پھلکی چہل قدمی کرنی شروع کر!" سردار نے جمرو کو گھورتے ہوئے کہا۔ جو چھپ چھپ کر مسکرا رہا تھا

ویسے بھی آج رات میں بڑی ڈکیتی پر جا رہا ہوں۔" وہ وہیں بیٹھتے ہوئے اچانک "اسے بتانے لگا تو جمرو نے ذرا حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے پریشانی آئی تھی جو سردار نے بھی نوٹ کی تھی۔

لیکن سردار! اس ڈکیتی کے لیے تو پلاننگ چاہیے نا! اور پھر تم نے کہا تھا کہ " "جب تک میں تمہیں خبردار نہ کروں تب تک تم نہیں کرو گے۔

جمرو پریشانی سے بولا، وہ کافی زیادہ فکرمند لگ رہا تھا۔ جبکہ دعا صرف ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے سمجھ کچھ نہیں آ رہا تھا، ہاں! لیکن جمرو کی پریشانی اسے پریشان ضرور کر رہی تھی۔

یہ بہت زیادہ خطرناک ہے سردار۔۔۔ "جمرو نے ایک بار پھر روکنے کی" کوشش کی۔

"!ان بچیوں کی زندگی سے زیادہ مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے"

سردار اس کی بات کاٹتے ہوئے اٹھ گیا تھا، اس کی آواز میں عزم تھا۔ جبکہ دعام نے صرف جیسے ایک ہی لفظ سنا تھا

خطرہ۔ اس کے دل میں ایک انجانا سا خوف بیٹھ گیا۔

ooooooo

بالا کا چہرہ اب مکمل طور پر بیلا کے سامنے تھا۔ جو نقاب اس نے اپنے چہرے پر ڈال رکھا تھا، وہ ہٹ چکا تھا اور اب بیلا کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم سی گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی اور ساتھ ہی کچھ ایسا بھی جسے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ بالا نے اپنے پردے کو ہٹایا اور ایک طرف رکھ دیا تھا، اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ بیلا بے اختیار اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی

بالا کا چہرہ ایسا تھا جسے قدرت نے بڑی فرصت سے تراشا ہو۔ ہر زاویہ، ہر خط ایسا جیسے کسی ماہر فنکار کے کینوس پر ابھرا ہو۔ اس کی آنکھیں، جو گہرے سمندر کی مانند تھیں، جن میں کبھی شرارت کے ستارے چمکتے تھے اور کبھی گہری سوچ

کے بھنور۔ ان آنکھوں میں ایک ایسی کشش تھی جو دیکھنے والے کو اپنی گرفت میں لے لیتی تھی۔ وہ محض خوبصورت نہیں تھیں بلکہ بے پناہ ذہانت اور ایک پوشیدہ طاقت کا عکس بھی تھیں۔ ان کی گہرائی میں ایک غیر روایتی شخصیت چھپی تھی، ایک ایسا شخص جو اپنی مرضی کا مالک تھا اور جسے عام دنیا کے اصول و ضوابط کی پرواہ نہیں تھی۔

اس کے چہرے پر ہمیشہ ایک خاموش سی مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی، جو اس کے پرکشش شخصیت کو مزید بڑھاوا دیتی تھی۔ یہ مسکراہٹ کبھی معصومانہ شرارت کی عکاسی کرتی تھی اور کبھی ایک پوشیدہ راز کی، جیسے وہ کسی ایسی بات سے واقف ہو جو عام انسانوں کی سمجھ سے بالا ہو۔

اس کے بال، جو سیاہ گھٹاؤں کی مانند تھے، بکھرے ہوئے بھی ایک خاص ترتیب رکھتے تھے، اس کے وحشیانہ حسن کو مزید ابھارتے تھے۔ ان بالوں کے نیچے چھپا اس کا چہرہ کسی یونانی دیوتا سے کم نہ تھا۔ اس کی ناک کی نوکدار ساخت، خوبصورت ہونٹ جو کبھی طنز سے مسکراتے تو کبھی اس کے حسن کو دیکھ ہلکے

سے کانپ اٹھتے، اور اس کے گالوں کی ہڈیاں جو اس کے مردانہ وجاہت کو مزید نمایاں کرتی تھیں سب کچھ ایک مکمل ہم آہنگی میں تھا۔

اس کی جسامت کسی دیو قامت پہلوان جیسی نہیں تھی، بلکہ ایک چست اور لچکدار شکاری کی طرح تھی۔ اس کا قد لمبا تھا لیکن اس کی چال میں ایک خاص قسم کی رعونت تھی، ایک ایسی خود اعتمادی جو اس کے ڈاکو ہونے کی غمازی کرتی تھی۔ وہ اپنی ہر حرکت میں نفاست اور بے پرواہی کا حسین امتزاج رکھتا تھا۔ جب وہ چلتا تھا تو لگتا تھا جیسے ہوا میں تیر رہا ہو، ہر قدم میں ایک خاص ردھم تھا۔ بالا کی شخصیت صرف اس کی ظاہری خوبصورتی تک محدود نہیں تھی۔ وہ ایک پڑھا لکھا ڈاکو تھا، ایک ایسا تضاد جو اسے منفرد بناتا تھا۔ اس کی ذہانت اس کی آنکھوں سے جھلکتی تھی۔ وہ حالات کو فوراً بھانپ لیتا تھا اور اس کی باتوں میں ایک خاص ذہانت اور حاضر جوابی ہوتی تھی۔ وہ عام ڈاکوؤں کی طرح صرف طاقت پر یقین نہیں رکھتا تھا بلکہ عقل اور حکمت کو بھی استعمال کرتا تھا۔ اس کی

گفتگو میں کبھی کبھی شاعرانہ انداز بھی نمایاں ہوتا تھا، جو یہ ظاہر کرتا تھا کہ اس کے اندر ایک حساس دل بھی موجود ہے۔ لیکن شاید صرف بیلا کے لیے

اس کا مزاج ایک کھلتی دھوپ اور چھاوں کا امتزاج تھا۔ کبھی وہ شدید غصے میں ہوتا تو کبھی معصوم شرارتوں میں مگن۔ کبھی اس کے لہجے میں سختی ہوتی تو کبھی عشق کی نرمی۔ وہ بے باک تھا، کسی سے ڈرتا نہیں تھا اور اپنی بات منوانے کا ہنر خوب جانتا تھا۔ اس کے اندر ایک جنونی عاشق بھی چھپا تھا، جو اپنی محبت کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔ وہ بیلا کے لیے ہسپتال آیا تھا، اس کے پیچھے اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا، یہ سب اس کی اسی جنونی فطرت کا حصہ تھا۔

بالا ایک ایسا ڈاکو تھا جس کا اپنا اصول تھا، ایک ایسا شخص جو اپنی مرضی پر جیتا تھا اور کسی بھی دنیاوی قاعدے سے بالاتر تھا۔ اس کی شخصیت میں ایک جنگلی خوبصورتی تھی، جو اسے عام انسانوں سے ممتاز کرتی تھی۔ وہ صرف ایک ڈاکو نہیں، بلکہ خوبصورتی، ذہانت، شرارت اور بے پناہ خود اعتمادی کا ایک ایسا پیکر تھا جو کسی کو بھی اپنا دیوانہ بنا سکتا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ دیکھنے والا خود بخود

اس کی طرف کھنچا چلا جاتا تھا۔ وہ دلوں کو جیتنا بھی جانتا تھا اور دہشت پھیلانا بھی۔ اس کی موجودگی ہی محفل کو چار چاند لگا دیتی تھی، اور اس کا وجود ایک ایسا معمہ تھا جسے سلجھانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ ڈاکٹر بیلا کے لیے اپنے زخموں کی پرواہ کیے بغیر چلا آیا تھا، یہ دکھانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے کتنی اہم ہے۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی جب بیلا نے اسے دیکھا، اور اس مسکراہٹ میں ایک فتح مندی کا احساس تھا

ooooooo

رباب بھی خاموشی سے آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اکرم نے ایک نظر اسے دیکھا۔ آج وہ سلام کرنے کی زحمت بھی نہیں کر رہی تھی۔ اکرم بنا کچھ بولے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

میرے گھر میں زیادہ کوئی نہیں ہے، صرف میری ماں اور بہن ہیں۔ میری" بہن تم سے ملنے کے لیے بہت ایکسائٹڈ ہے۔ تمہیں بتاؤں؟ اس کے ہاتھ کی "بریانی بہت ہی مزے کی ہے۔ آج وہ تمہارے لیے سپیشل بنا رہی ہے۔

"تم کچھ بول نہیں رہی؟

وہ اتنا نارمل ہو کر بات کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ وہ کافی دیر سے رباب کی اداسی اور خاموشی محسوس کر رہا تھا، اب آخر اپنی باتیں روکتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔

کیا بولوں؟ بتا دیجیے! مجھے پتہ نہیں ہے آپ کو میری کون سی بات بری لگ" "جائے اور پھر آپ رخصتی سے انکار کروا کر میرے گھر والوں کو اذیت دیں۔

رباب اچانک بولی تو اکرم کو جیسے چپ سی لگ گئی تھی۔ وہ جانتا تھا پچھلے دنوں اس نے اس کی فیملی کو بہت بلیک میل کیا تھا۔ بات بات پر رخصتی نہ کرنے کی دھمکی وہ بے شک اپنے مقصد کے لیے دے رہا تھا، لیکن یہ ساری باتیں یقیناً رباب کو تو اذیت دے رہی تھیں نا۔

رباب! میں نے اس کیس کو سر پر سوار کر لیا تھا اور کچھ نہیں۔ میں جانتا ہوں" میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اور جہاں تک تمہارے نکاح کی شرط ہے تو نکاح یوں ہی نہیں ہوتا، یہ بات میں بھی جانتا ہوں کہ کہیں نہ کہیں اس

چیز میں اللہ پاک کی رضامندی شامل ہوتی ہے کیونکہ یہ اس کا سب سے پسندیدہ کام ہے۔میں نے اس نکاح کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کیا جو کہ یقیناً ایک بہت ہی غلط حرکت تھی، لیکن۔۔۔۔"

اکرم نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا۔

میں اب سب کچھ ٹھیک کرنا چاہتا ہوں۔" وہ نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔"

اور سب کچھ ٹھیک کیسے ہو گا؟میری رخصتی کروا کر؟" رباب اسے دیکھتے" ہوئے پوچھنے لگی تو اکرم نے کندھے اچکائے تھے۔

"یقیناً رخصتی ہمارے تعلق میں بہتری لا سکتی ہے۔"

چلیں، یہ فیصلہ بھی آپ نے ہی کر لیا!اگر آپ کو ایسا لگتا ہے کہ رخصتی تعلق" کو بہتر بنا سکتی ہے تو ٹھیک ہے، کروا لیجیے رخصتی۔"

اس کے لہجے میں طنز اور مایوسی دونوں تھیں۔

"کیوں؟ کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا؟" وہ اس کی آواز میں چھپی بے بسی اور آنکھوں کی ویرانی دیکھ کر الجھ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے ساتھ رخصتی چاہتی ہی نہیں ہے۔

"یقین کریں اکرم صاحب! اگر میں اپنے ماں باپ کے ہاتھوں بے بس نہیں ہوتی تو آپ کے ہاتھ کی کٹھ پتلی کبھی نہیں بنتی۔ محبت کی اس درجہ توہین پر میں آپ کے ساتھ رخصتی لینے کے بجائے طلاق لینا اپنے لیے بہتر سمجھتی! لیکن میں ایسا بھی نہیں کر سکتی کیونکہ میرے ماں باپ آپ کے آگے بے بس ہیں۔ میرے خاندان والوں کی میرے علاوہ اور بیٹیاں بھی ہیں، وہ میری طلاق کروا کر اپنے لیے کوئی مصیبت کھڑی نہیں کرنا چاہتے۔"

رباب نے اپنے دل کا سارا درد کھول کر رکھ دیا۔

"رباب! میں جانتا ہوں تم ان سب چیزوں سے بہت دلبرداشتہ ہو گئی ہو۔ تمہارا دل دکھا ہے، میں سمجھ سکتا ہوں میں نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے! لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا! اب میں تمہیں ان سب

معاملات میں کبھی بھی شامل نہیں کروں گا! میں تمہارے ساتھ ایک نئی زندگی "کی شروعات کرنا چاہتا ہوں۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ سفر تیزی سے گزر رہا تھا۔ جبکہ رباب کی طرف سے مسلسل خاموشی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ اس کی بے حسی اکرم کے دل میں ہلکی سی چبھن پیدا کر رہی تھی۔

○○○○○○○○

ڈاکٹر بیلا! میں جانتا ہوں میں بے تحاشا خوبصورتی کا مالک ہوں، لیکن مجھے " "خوشی ہوگی میری خوبصورتی کو اگنور کرتے ہوئے تم مجھے کھانا دے دو۔

بالا نے ایک شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ بیلا کی نگاہیں ابھی تک اس کے چہرے پر جمی تھیں، وہ خود بھی حیران تھی کہ اتنی دیر تک وہ اسے کیوں دیکھتی

رہی۔ اتنا بھی کوئی حسین نہیں تھا وہ! لیکن اس کے چہرے میں کچھ تو ایسا تھا جو اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

میں ناشتہ بھی نہیں کر کے آیا تمہارے چکر میں اور اب تمہاری معلومات لینے " کے چکر میں میں نے دوپہر کا کھانا بھی گول کر دیا ہے۔ جلدی کرو! بھوک لگ رہی ہے مجھے! یا پھر سارا دن یوں ہی کھڑے میری شکل دیکھتی رہو گی؟" بالا کے لہجے میں اب ہلکی سی سختی تھی، جیسے وہ بیلا کی حالت کا مذاق اڑا رہا ہو۔ کیا اسے اپنی پرسنلٹی پر ضرورت سے زیادہ ہی یقین ہو۔

میں تمہیں پورا پورا موقع دوں گا یہ شکل ساری زندگی نہارنے کا، لیکن اگر تم " نہیں چاہتی کہ تمہارا بھائی اچانک سے ٹپک پڑے، تو جلدی کرو! مجھے بھوک لگ "!رہی ہے

وہ حکم دیتے ہوئے بولا تو بیلا جیسے ہوش کی دنیا میں واپس آ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹ گئیں۔

وہ فوراً کچن کی طرف چلی گئی۔ حالانکہ اس کا اسے کھانا کھلانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، لیکن جانے اس کی شخصیت میں ایسا کیا تھا کہ وہ اس کے سحر میں جکڑتی جا رہی تھی۔ اس کی ہر بات میں ایک ایسی کشش تھی جو اسے مجبور کر رہی تھی۔ اس نے جلدی سے بریانی پلیٹ میں ڈالی اور واپس لاتے ہوئے پانی کا گلاس بھی بھر کر لائی۔

"جلدی ٹھونسے اور نکلیے یہاں سے! آج کے بعد میرے گھر پہ مت آیئے گا۔ اس طرح کی مہمان نوازی مجھے ہرگز پسند نہیں ہے!"

وہ غصے سے کہتی کمرے کی طرف جھانک رہی تھی جہاں اس کی امی ابھی گہری نیند میں سو رہی تھیں۔ اسے خوف تھا کہ کہیں وہ جاگ نہ جائیں۔

"ایسی مہمان نوازی تو اب چلتی ہی رہے گی!"

بالا نے اطمینان سے جواب دیا۔

"بریانی اچھی بنائی ہے!" اس نے چمچ بھر کر کھاتے ہوئے مزے سے کہا،"

جب اچانک اندر سے آواز آئی، "بالی، کس سے باتیں کر رہی ہے؟" اندر سے

اس کی ماں کی آواز سنائی دی۔ بیلا کا نک نیم سن کر بالا کے لبوں پر بے اختیار

!ایک خوبصورت مسکراہٹ ابھری۔ وہ بالا اور وہ اس کی بالی

وہ! وہ امی! کچھ نہیں! وہ پڑوس کا بچہ آیا تھا، شاید بھائی نے بھیجا ہے سلاد وغیرہ"

"!کا سامان

بیلا گھبرا کر اس کے قریب سے اندر کی طرف جاتے ہوئے جھوٹ بول گئی۔

تھوڑی دیر پہلے محلے کا ایک بچہ اسے سلاد کا کوئی سامان دے گیا تھا، اس کے

ذہن میں فی الحال وہی بات آئی تھی۔ جبکہ اس کے جھوٹ بولنے پر بالا کندھے

اچکا کر ایسے کھانے میں مصروف ہوا تھا جیسے زندگی میں کبھی کھانا ہی نہ ملا ہو۔

وہ ماں کے دروازے کے قریب کھڑی کبھی بالا کو دیکھ رہی تھی تو کبھی اپنی ماں

کی طرف، اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

جب کہ بالا مزے سے کھانا کھا کر پلیٹ ایک طرف رکھتا، پانی کا گلاس پی کر اپنا

کرتا ٹھیک کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

مزہ آگیا، اس طرح کے کھانے کا تو اپنا ہی مزہ ہے وہ باہر کی طرف جانے لگا تو بیلا تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے آئی دروازہ بند کرنے کے لیے۔

یہ آدمی تھوڑی ہی دیر میں اسے بکھلا کر رکھ گیا تھا۔ اگر کسی کو پتہ چل جاتا کہ اس طرح دن دہاڑے ایک ڈاکو نہ صرف اس سے پٹی بنوا کر گیا ہے بلکہ اس کا کھانا بھی کھا کر گیا ہے تو بہت رسوائی ہوتی۔

بے شک وہ ایک پڑھی لکھی، خود مختار لڑکی تھی، خود ڈاکٹر بن رہی تھی، لیکن ایسے معاملات میں لڑکی کی عزت کیا تھی، وہ بہت اچھے طریقے سے سمجھتی تھی۔ اور پھر وہ اتنے کوئی اثر ورسوخ والے بھی نہ تھے کہ لوگوں کے منہ بند کر پاتے۔

آئندہ یہ دروازہ اس طرح سے کھلا ہوا نہیں ہونا چاہیے! اور کھانا اچھا بناتی ہو، "
"! آتا رہوں گا کھانے کے لیے

وہ کہہ کر باہر نکل گیا، جبکہ بیلا نے غصے سے دروازہ بند کرتے ہوئے سکون کی سانس لی۔

آنے تو میں تمہیں دوں گی نا اب بھیا سے پھینٹی نہ کروا دی تو میرا نام بھی ڈاکٹر بیلا اکرم ملک نہیں،

ooooooo

گاڑی ایک گھر کے باہر رکی تھی۔ چھوٹا سا گھر تھا لیکن کافی خوبصورت لگ رہا تھا۔ اکرم نے ہارن بجایا تو ایک لڑکی تیزی سے نکلتے ہوئے بڑا گیٹ کھول چکی تھی۔ اکرم نے گاڑی اندر داخل کی، جبکہ رباب کا سارا دھیان اس لڑکی کی طرف تھا۔ وہ بہت پرجوش لگ رہی تھی۔

"!امی! دیکھیے! آپ کی بہو رانی آ گئی

"!ہٹے ریان بھائی آپ سے بعد میں ملوں گی، پہلے بھابھی سے"

ریان، جو مسکراتے ہوئے اپنی بہن کی ایکسائیٹمنٹ دیکھ رہا تھا، اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا۔ وہ بہت تیزی سے رباب کی طرف آتی اس کے ساتھ لگ گئی،

جبکہ رباب بھی اس لڑکی کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر مسکرادی تھی۔اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی جو کافی دنوں بعد نظر آئی تھی۔

آپ میری بھابھی ہیں؟ اللہ اللہ! کتنی خوبصورت ہیں آپ! آپ بہت پیاری "
"!ہیں ماشاءاللہ! امی آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گی

اس کی آواز میں سچی خوشی اور تعریف تھی۔

ارے! سائیڈ ہٹیں ریان بھائی! آپ تو وہی پرانی شکل لے کر آئے ہیں! مجھے "
"!وی آئی پی بندے کو اندر لے جانے دیں

وہ اکرم کو پیچھے کرتے ہوئے رباب کو بھی اندر داخل ہوگئی۔رباب اس کا نام سن کر ذرا حیران ہوئی تھی۔وہ اسے ریان کیوں کہہ رہی تھی؟اس کا نام تو اکرم تھا!لیکن یہ نام اس نے سن رکھا تھا،شاید نکاح کے وقت۔

وہ اس چھوٹے سے گھر میں داخل ہوتی سامنے والے کمرے میں آئی تھی جہاں ایک عورت بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ان کے چہرے پر ایک شفیق سی مسکراہٹ تھی، اور آنکھوں میں ممتا کی چمک۔

"امی! دیکھیے! آپ کی بہو رانی آگئی!"

وہ اس عورت کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگی جس کے چہرے پر ایک شفیق سی مسکراہٹ تھی۔ انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر رباب کے سر پر رکھے، جیسے اسے دعائیں دے رہی ہوں۔ رباب ان کی اپاہج حالت دیکھ کر خود ہی آگے بڑھتے ہوئے ان سے ملنے لگی تھی۔ اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ اکرم کی ماں اس قدر بیمار ہوں گی۔

"رباب بھابھی، یہ ہماری امی ہیں۔ ہمارے والد کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ تین سال پہلے امی کو فالج کا اٹیک ہوا، اس کے بعد وہ چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ لیکن ان کا سایہ ہی ہمارے لیے سب کچھ ہے۔"

بیلا نے رباب کو اپنی والدہ کے بارے میں تفصیل سے بتایا، اس کی آواز میں احترام اور محبت تھی۔

میں کھانا لگاتی ہوں، میں نے بہت مزے کی بریانی بنائی ہے! آپ بھی میری فین ہو جائیں گی اپنے شوہر کی طرح! او سوری! میں تو آپ کو اپنا نام ہی بتانا بھول گئی! میرا نام بیلا ہے، ڈاکٹر بیلا! فیوچر کی بہت بڑی ڈاکٹر! آپ کی نند!" وہ بہت ایکسائٹڈ تھی، اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی اور چہرے پر مسکراہٹ جو اس کے پرجوش انداز کو نمایاں کر رہی تھی۔ "باقی پہلے میں آپ کو اپنے "ہاتھوں کا جادو دکھادوں پھر میں آپ کو پورا گھر دکھاؤں گی۔

اتنی جلدی کھانا؟ پہلے تم مجھے گھر دکھادو پھر تمہارے ہاتھوں کا ذائقہ چکھتے" ہیں۔" رباب مسکرا کر بولی، اسے بیلا کا یہ آئیڈیا برا نہیں لگا تھا۔ رباب کے چہرے پر پہلی بار اتنی خوشی اور سکون نظر آیا تھا۔

اسی دوران اکرم بھی انہیں ایک دوسرے میں مگن دیکھ کر اپنی ماں کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ تھاما اور ان سے پوچھا،

جی تو کیسی ہے آپ کی بہو؟ پسند آئی ہے آپ کو؟" امی مسکرا دیں۔ ان کے "
چہرے پر اطمینان کا تاثر تھا اور آنکھوں میں پیار۔

بہت پیاری ہے ماشاء اللہ! اب خبر دار جو اس کا دل دکھایا! بہت پٹے گا تو"
میرے ہاتھوں! اتنی معصوم لڑکی کو اداس کر دیا!" وہ ناراضگی سے بولیں، ان کی آواز میں سختی تھی۔ اکرم آہستہ سے ان کے ساتھ ہی سرہانے پر سر رکھ گیا۔ یقیناً وہ انہیں رباب اور اس کی فیملی سے متعلق ساری تفصیلات بتا چکا تھا۔

آپ ناراض تو نہ ہوں نا! نہیں دکھاؤں گا آپ کی بہو کا دل! بہت خوش رکھوں "
گا اسے! بس بات کر لی ہے اس کی فیملی والوں سے، وہ رخصتی جلد سے جلد کرنا چاہتے ہیں۔" اکرم نے مسکراتے ہوئے خوشخبری سنائی تو وہ بھی خوش ہو گئیں، ان کے چہرے پر ایک بڑی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

oooooooo

ہاں ساری تیاری مکمل ہے... کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔ آج رات ہر حال "
"میں نکلنا ہے اس ڈکیتی پر۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو فون پر مصروف تھا، یقیناً بالا سے بات ہو رہی تھی جو شہر سے واپسی کے سفر پر تھا۔

ہاں سردار، سب تیار ہے... لیکن مجھے یہ کام خطرناک لگ رہا ہے۔ ہمیں کچھ" اضافی انتظامات کر لینے چاہئیں۔" مجھے لگ رہا ہے ہمیں وہاں ایک دفعہ اپنے کسی خبری کو بھیج کر انفارمیشن لے لینی چاہیے۔

نہیں، جمرو کے سوا کسی پر اعتبار نہیں ہے۔ اور ویسے بھی، وہ اس وقت ایسی" حالت میں نہیں ہے کہ ہم اسے وہاں پر بھیج سکیں۔ فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں سب کچھ سنبھال لوں گا۔ ابھی ہمیں صرف رات کی ڈکیتی پر فوکس کرنا "ہو گا۔ آج ہر حال میں نکلنا ہے۔

اس کی آواز حد درجہ دبی ہوئی تھی، جیسے دیواروں کو بھی سننے کا شک ہو۔ اور کمرے کے ایک کونے میں دعا مام نماز پڑھنے میں مصروف تھی۔

نماز مکمل کر کے جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، سردار اب بھی فون پر بات کر رہا تھا۔

دماغ خراب ہے کیا؟ سمجھ نہیں آرہا؟ پرسوں سات تاریخ ہے، اور اس سے "

"پہلے ہمیں وہ پیسہ ہسپتال پہنچانا ہے۔

چاہے میری جان چلی جائے، مجھے کوئی پرواہ نہیں بالا۔۔" مجھے بس پیسہ وہاں "

پہنچانا ہے کسی بھی حالت میں اور بس

اچانک اس کا جملہ دعام کے کانوں میں پڑا، اور دعا کے لیے اٹھے ہاتھ ایک لمحے

کو لرز گئے۔

کیا وہ واقعی اتنی خطرناک ڈکیتی پر جا رہا تھا، جہاں جان کا خطرہ ہو سکتا تھا؟

"!تم قبیلے آؤ راستے میں مجھے مشورے دینے کی ضرورت نہیں"

فون بند کرتے ہوئے وہ بستر پر پھینکتا، قمیض کے بٹن کھولنے لگا۔ دعام، اسے

خاموشی سے دیکھ رہی تھی،

"ڈاکو جی! یہ کس ڈکیتی پر جا رہے ہیں آپ جہاں اتنا زیادہ خطرہ ہے؟"

اس نے اپنی دعا مکمل کرتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑی اور اس کے قریب آکر اپنی ساری دعاؤں کے حسار میں اسے رکھتے ہوئے اس کے چہرے پر پھونک مار دی۔

وہ اس کی مہک پر بے ساختہ مسکرادیا، لیکن چہرے پر ایک لمحے کو گمبھیر سایہ سا لہرایا۔

"ارے کوئی خطرہ نہیں ہے، سجن سائیں۔ یہ تو بہانے مار رہے ہیں۔ بالا تو بگڑتا ہی جارہا ہے، جمرو کی چوٹ کے بعد تو جیسے کام سے بھاگنے کی عادت سی ہو گئی ہے اسے۔"

"اور ویسے بھی جس کے پاس اتنی خوبصورت دعائیں ہوں، اسے کیا ہو سکتا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے اس کی کمر میں باہیں ڈال کر اسے اپنے قریب لے آیا، اور ساتھ اس کی گردن پر پیار سے چوم ڈالا۔

"مجھ سے جھوٹ مت بولیں۔ آپ مت جائیں وہاں... اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو

میرا کیا ہو گا؟ میں نہیں جانے دوں گی آپ کو اس ڈکیتی پر!"

وہ اس کے سینے سے لپٹتے ہوئے ضدی لہجے میں بولی۔

سردار نے نرمی سے اس کے چہرے پر بوسہ دیا، جیسے تسلی دے رہا ہو۔

"میری جان کے ٹوٹے، جھوٹ بولتے ہیں۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہاں، لیکن

ڈکیتی ضروری ہے، وہ بھی پرسوں سے پہلے پہلے۔"

اس نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا، آہستہ سے انہیں کھولنے لگا۔

لیکن دعام کو اس کی مسکراہٹ پھیکی سی لگی... جیسے وہ کچھ چھپا رہا ہو۔

کوئی بات، کوئی اندیشہ... جو شاید وہ دعام سے نہیں کہہ سکا تھا۔

oooooooo

رات کی تاریکی گہری ہو چکی تھی۔ سردار ڈکیتی کے لیے جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ہتھیار سنبھالے اور وہ خاص لباس پہنا جو اس کے کام کا حصہ تھا۔

دعام حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک انجانی سی گھبراہٹ ہونے لگی یہ سوچ کر کہ وہ جہاں جا رہا ہے، وہاں خطرہ ہے۔

آپ مت جائیں نا!" دعام اس کے راستے میں آ کر بولی، اس کی آواز میں التجا" تھی۔

میرا سجن سائیں! میں، ایک دو گھنٹے تک واپس آ جاؤں گا، تم پریشان مت ہو!" "میں بالکل دیر نہیں لگاؤں گا۔

سردار نے نرمی سے اس کا ماتھا چوما، اس کے چہرے پر اطمینان لانے کی کوشش کی، اور پھر اپنا چہرہ کپڑے میں چھپانے لگا۔

نہیں! مجھے گھبراہٹ ہورہی ہے! بالا بھائی ابھی فون پر کہہ رہے تھے خطرہ ہے "

ادھر! جمرو بھیا بھی کہہ رہے تھے خطرہ ہے! آپ یہ خطرناک کام کیوں کرنے

جارہے ہیں؟" اس کی آواز میں خوف نمایاں تھا۔

کیونکہ یہ کام بہت ضروری ہے میرا سوہنا مکھرا! اب مجھے یہ کرنا ہوگا! تم اپنا"

خیال رکھنا! کوئی خطرہ نہیں ہے! وہ بس یوں ہی گھبرا رہے ہیں۔" سردار نے

اسے تسلی دی، حالانکہ اس کی اپنی آنکھوں میں ایک عزم تھا۔

وہ پہلے بھی تو آپ کے ساتھ جاتے تھے نا! انہوں نے آج تک ایسا نہیں بولا کہ "

" کوئی خطرہ ہے! تو پھر اب کیوں بولا۔۔۔۔

"! خطرہ ہے؟ تبھی تو وہ کہہ رہے ہیں نا

دعام کی معصوم گھبراہٹ پر سردار مسکرایا۔ اس نے اپنا چہرہ پردے سے پیچھے

کیا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اس کا بکھلا دینے والا انداز دعام کو پاگل کر

گیا۔ وہ بے قراری سے اس کے پورے چہرے کو چومنے لگا۔ جبکہ دعام ذرا سا

گھبرائی، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

"اپنا خیال رکھنا! واپس آکر میں اپنی طلب پوری کروں گا!"

وہ جاتے جاتے اسے اتنا بکھلا گیا تھا کہ وہ اسے مزید روک نہ پائی۔ سردار ایک لمحے کے لیے بھی رکا نہیں اور دروازے سے باہر نکل گیا، دعام اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ جائے اسے عجیب سی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اگر بالا اور جمرو دونوں کہہ رہے تھے کہ یہ کام خطرناک ہے تو مطلب صاف تھا کہ وہ کام خطرناک تھا۔

ooooooo

رباب کے لیے آج کا دن کافی اچھا گزرا تھا۔ اسے بیلا کے ہاتھ کی بنی بریانی بھی بہت پسند آئی تھی۔ چھوٹا سا گھر، جہاں وہ رباب کو لے کر گیا تھا، اسے بہت بھایا تھا۔

اکرم اتنی بڑی پوسٹ پر ہونے کے باوجود بھی ایک عام سے گھر میں رہتا تھا۔ حالانکہ انہیں سرکار کی طرف سے بھی گھر ملا ہوا تھا، اگر وہ چاہتا تو وہاں رہ سکتا تھا، لیکن اس کا ماننا تھا کہ ایسے گھر میں رہ کر وہ کیا کرے گا جہاں سب کچھ اس کی پوسٹ پر ڈیپنڈ کرتا ہو۔ اسے اپنا گھر پسند تھا جو اس کے باپ نے بنایا تھا اور اس کی ماں نے سنوارا تھا۔

اس نے اپنا بچپن اسی گھر میں گزارا تھا۔ یہیں سے وہ اپنی بہن کو رخصت کرنا چاہتا تھا اور یہیں پر وہ اپنی دلہن لانا چاہتا تھا۔

اس کے سارے جذبات اس کے اپنے گھر سے جڑے ہوئے تھے وہ کیسی سرکاری گھر میں اتنا کنفرٹیبل نہیں ہو سکتا تھا یہاں سے کوئی اسے نکال نہیں سکتا تھا اس نے اپنی زندگی کا سب سے خوبصورت وقت یہاں گزارا تھا۔ اور وہ یہیں پر اپنا بڑھاپہ دیکھنا چاہتا تھا وہ اپنی ساری زندگی اسی گھر میں گزارنا چاہتا تھا

۔

اور یقیناً رباب نے بھی اسی گھر میں رخصت ہو کر آنا تھا اور رباب کو یہ گھر بہت پسند آیا تھا

اگر وہ چاہتا تو وہ اپنی ماں اور بہن کو گاؤں میں رکھ سکتا تھا جہاں وہ خود رہتا تھا، لیکن وہ ایسا چاہتا ہی نہیں تھا۔ وہ اپنی نوکری کی وجہ سے اپنے ماں بہن کی زندگی بالکل ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حالانکہ یہاں اس کا ہفتے میں ایک ہی دفعہ آنا جانا ممکن ہو پاتا تھا روز روز آنا وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا اس کی تنخواہ اتنی نہیں تھی جتنا اس کی گاڑی کے پیٹرول کا خرچہ ہو جاتا تھا گاؤں سے شہر تک، اسی لیے اس نے ایک ہی دن مقرر کر رکھا تھا چھٹی کا گھر آنے کے لیے۔ اور اس چیز کی تفصیل بھی اسے بیلا نہیں بتائی تھی وہ تو شکر کر رہی تھی کہ رخصتی ہو جائے گی تو اس کا بھائی گھر پر نظر آیا کرے گا

۔

بیلا اسی شہر کے ایک نجی ہسپتال میں اپنی ہوم جاب مکمل کر رہی تھی۔ وہ دونوں بہن بھائی اپنی زندگی میں کامیابیوں کو سمیٹ رہے تھے۔

اسے ان کا چھوٹا سا گھرانہ بہت اچھا لگا تھا۔ ان دونوں کی ماں بالکل چلنے پھرنے سے معذور تھی، یہاں تک کہ ان کا واش روم تک جانا بھی بے حد مشکل تھا۔ لیکن وہ خود کو ان کے اوپر بوجھ نہیں بنانا چاہتی تھی، اسی لیے ویل چیئر کا استعمال کرتی تھی۔ ورنہ بیلا کے لیے اپنی ہوم جاب اور تعلیم مکمل کرنا کافی مشکل ہو جاتا۔ ریان نے اپنی ماں کی خاطر محلے کی ہی ایک عورت کو تین سے چار گھنٹے کے لیے نگرانی کے لیے رکھا ہوا تھا۔

تاکہ اس کی غیر موجودگی میں کوئی اس کی ماں کے ساتھ ہو۔ ہاں، اس کا نام ریان ہی تھا۔ اکرم ان کے والد کا نام تھا، لیکن ڈیپارٹمنٹ میں سب لوگ اسے اکرم کے نام سے ہی جانتے تھے کیونکہ وہاں ہمیشہ سر نیم ہی استعمال کیا جاتا تھا، اور اسے اپنے باپ کے نام سے جانے پہچانے جانے میں کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ایک بھرپور دن گزار کر وہ رباب کے ساتھ واپس کا سفر کر رہا تھا۔

بے شک سارا دن رباب اس کے گھر والوں کے ساتھ خوش رہی تھی، لیکن اس وقت وہ بالکل خاموش تھی۔ اور اس کی یہی خاموشی ریان کو اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

○○○○○○○○

سردار! مجھے لگ رہا ہے پولیس ہم پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اگر ننگے ہاتھوں" پکڑے گئے تو مسئلہ بن جائے گا! میرا خیال ہے ہمیں کل تک کا صبر کر لینا "چاہیے! ہم کوئی پلاننگ کر سکتے ہیں۔

بالا، سردار کے ساتھ چلتا ہوا، اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا، اس کی آواز میں فکرمندی تھی۔ لیکن سردار آج کچھ بھی سننے اور سمجھنے کی حالت میں نہیں تھا۔ اسے ابھی ہسپتال سے فون آیا تھا کہ رقم فوری طور پر جمع کروانی ہے۔ ان کا پلان تو پہلے سے ہی تیار تھا کہ انہوں نے ڈکیتی کہاں کرنی ہے اور کس حالات میں کرنی ہے، لیکن جمرو کو گولی لگنے کی وجہ سے وہ اپنے کام پر زیادہ دھیان نہیں دے پائے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آج انہیں اچانک یہ قدم اٹھانا پڑ رہا تھا۔ وہ

جانتے تھے کہ پولیس ان پر نظر رکھے ہوئے ہے، لیکن اس وقت سردار کو کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔

وہ اس بڑی سی حویلی کے پچھلے سائیڈ پر آیا تھا، جہاں خاص قسم کے باڈی گارڈز کو چوکیداری پر رکھا گیا تھا۔ ان کا مقصد حویلی اور اس کے اندر موجود خزانے کی حفاظت کرنا تھا۔ لیکن سردار کے لیے یہ سب کچھ ایک عام سی بات تھی۔ وہ کسی چیز سے ڈرتا نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عزم تھا اور اس کے چہرے پر ارادے کی پختگی نمایاں تھی۔ اس کے قدم تیزی سے بڑھ رہے تھے، جیسے وہ کسی بھی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاتا ہو۔

○○○○○○

رات کی خاموشی سندھ کی اس پرشکوہ حویلی پر ایک طلسماتی چادر کی طرح پھیلی ہوئی تھی، لیکن اس خاموشی کے پردے کے پیچھے سردار کی موجودگی ایک دبے پاؤں طوفان کی مانند تھی۔ وہ حویلی کے پرپیچ اور تاریک راستوں سے شیر

کی طرح اندر سرک رہا تھا، اس کی ہر حرکت اتنی خاموش اور سبک تھی کہ سنگریزے بھی اس کے قدموں کی چاپ سے بے خبر تھے۔

باہر، حویلی کے ارد گرد گھنے درختوں کے سائے میں، سردار کے وفادار گھوڑوں کے ساتھ مستعد کھڑے تھے، ان کے گھوڑے خاص تربیت یافتہ تھے، زمین پر ان کی ٹاپوں کی دھیمی ترین آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

گویا ہر ذی روح اپنی سانس روکے اس لمحے کا منتظر ہو۔ فضا میں ایک مبہم سا تناؤ تھا، جیسے کوئی ناگہانی آفت بس نازل ہونے والی ہو۔

سردار حویلی کے قلب میں پہنچ گیا، جہاں اس نے تیز رفتاری سے اپنا کام شروع کر دیا۔

تجوڑی سے قیمتی سامان نکالنا اس کے لیے روز کا معمول تھا، سونا چمک رہا تھا، چاندی دمک رہی تھی اور نوٹوں کی گڈیاں اس کے تھیلے میں بھرتی جا رہی تھیں۔ اس کا ہر عمل پیشہ ورانہ مہارت اور بے رحمی کا مظہر تھا۔

لیکن اس کی نگاہوں میں کوئی لالچ نہ تھا وہ اس کام کے لیے سوائے بالا کہ اپنے ساتھ کسی کو نہیں لاتا تھا۔

کیونکہ اتنا خزانہ دیکھ کر کسی کے بھی دل میں لالچ جا سکتا تھا لیکن ان کی ڈکیتی کا ایک خاص مقصد تھا اور اس مقصد میں لالچ کو آنے کی اجازت نہ دی۔

جب اس کا کام تمام ہوا اور وہ باہر نکلنے لگا تو اسے ایک غیر معمولی چیز کا احساس ہوا۔

ہوا میں ایک مختلف قسم کی بے چینی تھی، ایک ایسی گھبراہٹ جو صرف پولیس کی موجودگی سے ہی پیدا ہو سکتی تھی۔ اس کا شک درست ثابت ہوا، حویلی میں نہ صرف محافظ تھے، بلکہ قانون کے رکھوالے بھی تاک میں بیٹھے تھے۔

یہ ایک جال تھا، ایک سوچی سمجھی سازش، لیکن سردار کے چہرے پر کوئی خوف یا پریشانی نہیں تھی۔

اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ساری رقم نکالی اور ساتھی بالا کے حوالے کرتے ہوئے اسے حکم دیا کہ وہ فوری طور پر یہاں سے نکل جائے۔ سردار جانتا تھا کہ واپسی کا راستہ غداروں سے بھرا ہو گا، رات کی تاریکی میں ایسے بھیڑیے چھپے ہوں گے جو ان کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس نے ایک منصوبہ بنایا۔۔

℅ooooooo

وہ واپس حویلی کے پیچھے کی طرف ایا تھا بالا اور چند دیگر ساتھیوں کو قیمتی سامان کے ساتھ ایک پوشیدہ راستے سے روانہ کیا،

بالا اسے اس طرح سے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا لیکن اس کی ایک نگاہ ہی کافی تھی ہاں بالا کے لیے بھی اصول برابر تھے وہ کسی کو اپنا حکم ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا تھا بے شک سامنے بالا ہی کیوں نہ ہو۔

اور پھر اتنی بڑی کم کو ہسپتال وقت پر پہنچانا تھا جس کے لیے وہ سوائے بالا کے اور کسی پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں سے بھیج کر وہ اپنے پلان پر عمل کرنے لگا تھا اس سے پہلے کہ پولیس ان لوگوں کی بھنک لے کر ان کے پیچھے نکلتی اس نے

پولیس کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ بالا اور اس کے ساتھیوں کے راستے میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ آئے۔

جبکہ خود ان شکاریوں کو بھٹکانے اور ان کا دھیان اپنی طرف مرکوز کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک خطرناک چال تھی، لیکن سردار کے لیے اپنے ساتھیوں اور مال کی حفاظت سب سے مقدم تھی۔

پھر وہ منظر شروع ہوا جس کی دھمک دور تک سنائی دے سکتی تھی، اگر وہاں کوئی سننے والا ہوتا۔ سردار ایک متحرک بلا کی طرح ان پر جھپٹا۔

پہلے محافظ کو اس نے بجلی کی سی تیزی سے گھوم کر ایسی لات ماری کہ وہ دیوار سے جا ٹکرایا اور بے سدھ ہو گیا۔

دوسرا جو اس پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے منہ پر سردار کا فولادی ہاتھ اتنی قوت سے لگا کہ اس کی چیخ ہوا میں ہی دم توڑ گئی۔

سر دار خاموشی سے، لیکن انتہائی مہلک انداز میں ایک کے بعد ایک کو نشانہ بنا رہا تھا۔ وہ اپنے دشمنوں کے منہ پر ہاتھ رکھتا تاکہ ان کی آواز باہر نہ جائے اور حویلی میں موجود باقی افراد خبر دار نہ ہو پائیں۔

اس کی ہر حرکت میں قاتلانہ مہارت تھی، ہر وار فیصلہ کن ثابت ہو رہا تھا۔ وہ ایک وحشی درندے کی طرح لڑ رہا تھا، جس کے جسم میں غضب کی لہر دوڑ رہی تھی۔

اس دوران بالا اور اس کے ساتھی، سر دار کے پیدا کردہ خلفشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، حویلی سے قیمتی سامان لے کر دبے پاؤں نکل گئے۔ ان کے قدموں کی چاپ رات کی خاموشی میں مدغم ہو گئی تھی۔ پیچھے سر دار تنہا ان گنت دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹا ہوا تھا۔

اس نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ صرف ایک بے رحم ڈاکو ہی نہیں، ایک بے مثال جنگجو اور اپنے ساتھیوں کا محافظ بھی ہے۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں تھیں، اور اس کے ہر حملے میں موت کا پیغام چھپا تھا۔

حویلی کی خاموش راہداریوں میں اب صرف گرنے والوں کی دھماکے دار آوازیں اور سردار کے غضبناک سانسوں کی سرسراہٹ گونج رہی تھی۔ یہ ایک ایسا منظر تھا جو دیکھنے والوں کے دل دہلا دیتا، ایک ایسی جنگ تھی۔ جس میں زندگی اور موت کے درمیان صرف ایک پل کا فاصلہ تھا۔ سردار نے اس رات اپنی بہادری اور بے خوفی کی ایک نئی داستان رقم کی تھی۔

oooooooo

ریان، رباب کو واپس گھر لے کر جا رہا تھا، کافی رات ہو چکی تھی۔ اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ اتنی دیر ہو جائے گی۔ اس نے تایا ابو کو شام تک واپس آنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن جب اس نے انہیں فون کر کے یہ کہا کہ انہیں آنے میں دیر ہو جائے گی تو انہوں نے کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ بیلا نے بھی ضد باندھ لی تھی کہ وہ رات کا کھانا کھا کر نکلیں گے، اسی وجہ سے انہیں نکلنے میں کافی دیر ہو گئی تھی، اور اب گاؤں کی طرف آتے ہوئے بھی کافی زیادہ وقت لگ چکا تھا۔

یہ سفر اتنی خاموشی سے گزر رہا تھا کہ ریان اب پریشان ہونے لگا تھا۔ رباب سارا دن بیلا اور اس کی امی سے باتیں کرتی رہی تھی، لیکن ریان کو تو اس طرح سے نظر انداز کیا تھا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ اس کا یوں نظر انداز کرنا ریان کو پسند نہیں آیا تھا، اور کیوں پسند آتا؟ وہ ہمیشہ رباب کی نظروں کے حصار میں رہا تھا۔ رباب ہمیشہ اس سے باتیں کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ وہ معصوم تھی، اس کی محبت حاصل کرنے کے لیے اس نے ایک جھوٹی سی کوشش کی تھی، جو شاید اس عمر کی لڑکیاں اپنی نادانی میں کر گزرتی ہیں۔ لیکن ریان نے اس چیز کی اسے بہت بڑی سزا دے ڈالی تھی، اس کے معصوم جذبات کے ساتھ کھیلا تھا جس کا اسے احساس ہو چکا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی چھوٹا موٹا کیس نہیں تھا جس میں وہ رباب کو شامل کرتا یا رباب کی فیملی کو بیچ میں شامل کر کے اسے حل کر لیتا۔ یہ بہت بڑا مسئلہ تھا اور اس میں رباب یا اس کی فیملی کچھ نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ان لوگوں کا اس چیز سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ اور اب جس طرح رباب نے خاموشی کی قسم کھالی تھی، وہ اسے مزید بے

چین کر گئی تھی۔ یہ لڑکی اس سے بات کرنا تو دور، اسے دیکھتی تک نہیں تھی۔

اور یہی چیز اسے بے قرار کیے ہوئے تھی۔

وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا رہا تھا جب اس کا فون بجا۔ اسے ایک ہفتہ ہی خبر ملی تھی کہ گاؤں کی ایک حویلی میں بہت بڑی ڈکیتی ہونے والی ہے اور یہ ڈکیتی ان پانچ چھ دنوں میں کبھی بھی ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے اس نے اپنے خاص لوگوں کو حویلی کے اندر ہی نگرانی پر رکھا تھا کہ اگر وہاں سانس بھی لی جاتی تو اسے خبر ہو جاتی۔ اس نے فوراً فون اٹھا لیا تھا۔

ہاں بولو عابد! کیا خبر ہے؟" وہ گاڑی چلاتے ہوئے سوال کرنے لگا۔"

سر! یہاں سے دس منٹ پہلے، گاؤں کے بیچ سے، شہری راستے سے کچھ گھڑ" سوار گزرے ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ وہی ڈاکو تھے۔" عابد نے اسے خبر دار کیا۔

اچھا، اور حویلی کی طرف سے کوئی ایسی خبر ملی ہے کیا؟" اس نے جیسے اصل" بات پوچھی تھی۔ حویلی میں ہوئی ذرا سی حرکت پر بھی وہ لوگ نظر رکھے ہوئے

تھے۔ گھڑ سواروں کا گزرنا عام بات تھی اگر حویلی سے پتے کے ہلنے کی بھی آواز آتی تو مسئلہ بن سکتا تھا۔

"نہیں سر! حویلی کی طرف سے بالکل خاموشی ہے۔ زمیندار صاحب کافی پریشان ہیں پچھلے کچھ دنوں سے۔ ان کا ماننا ہے کہ اگلی ڈکیتی انہی کی حویلی میں کی جائے گی، لیکن ابھی تک ایسی کوئی خبر نہیں آئی۔ اس طرف سے بالکل معاملہ پرسکون ہے۔"

"تو بس پھر پرسکون ہو جاؤ عابد! کوئی مسئلے والی بات ہی نہیں ہے!" ریان پرسکون ہو کر بولا۔ "ہر فون کال پر دھیان رکھنا، ہر اشارے پر نظر رکھنا۔ حویلی کی طرف سے اگر کسی نے سرخ بتی جلائی تو سمجھ جانا کہ خطرے کی علامت ہے۔ باقی کسی طرح کی کوئی پریشانی نہیں ہے، میں نے اس حویلی میں اتنے سارے لوگ تعینات کروائے ہیں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، سردار آسانی سے یہ ڈکیتی نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس نے کرنے کی کوشش کی تو بہت بری موت مرے گا!"

وہ پر سکون ہو کر فون بند کر تا گاڑی کی سپیڈ بڑھا چکا تھا، جبکہ رباب نے اس کی ساری باتیں سنی تھیں لیکن خاموش رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ابھی بھی وہی بے تاثر خاموشی تھی۔

oooooo

"ویسے رباب، میں کیا سوچ رہا تھا؟"

ریان نے فون بند کرنے کے بعد ایک دفعہ پھر سے رباب کی طرف متوجہ ہو کر بات شروع کی۔ "زیادہ لمبی چوڑی رسموں میں نہیں، سادگی سے رخصتی کرتے ہیں، اور ولیمہ میں بڑے پیمانے پر کر والوں گا۔ تمہارے گھر والوں کو بھی کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ میں تمہاری خواہش کا احترام نہیں کروں گا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ مہندی، مایوں یا اس طرح کی باقی رسمیں کی جائیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے، لیکن میرے خیال میں فی الحال تمہارے والد کے حالات ٹھیک نہیں ہیں تو انہیں کسی امتحان میں نہیں ڈالنا چاہیے۔"

ٹھیک ہے، جیسے ہی آپ کی مرضی۔ "رباب نے بات ہی ختم کر دی۔ اس کے "دل میں خواہشیں ہی ختم ہو گئی تھیں تو کیا فرق پڑتا تھا کہ کوئی رسم ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ سب کچھ عام حالات میں ہوتا تو یقیناً وہ ہر چیز پر بہت شور مچاتی، کسی چیز کی پرواہ نہ کرتی۔

تم ایسا کرنا کہ کل صبح تیار رہنا، میں تمہارے والد سے بات کر لوں گا۔ ہم "دونوں شاپنگ پر جائیں گے، بلکہ ایسا کروں گا کہ تمہیں گھر چھوڑ جاؤں گا۔ تم بیلا کے ساتھ شاپنگ پر چلی جانا، تمہیں رخصتی کے لیے جو ڈریس پسند آئے "لے لینا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا شادی کا جوڑا میری طرف سے ہو۔

" اس کی آواز میں اب نرمی تھی۔

میں اسی ہفتے رخصتی چاہتا ہوں۔ اب شاید تمہارے بغیر میں رہ نہ پاؤں۔ میرا کمرہ دیکھا ہے تم نے؟ کتنا خالی ہے! میں اس گھر کو، اس کمرے کو تمہارے وجود سے بھرنا چاہتا ہوں!" اب کی دفعہ اس کے لہجے میں ہلکی شرارت نمایاں تھی۔

اس نے ایک پل ریان کے چہرے کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں آج پہلی دفعہ اسے جذبات کے دیے جلتے محسوس ہوئے، وہ فوراً نگاہیں چرا گئی۔

"ٹھیک ہے، جیسے ہی آپ کی مرضی۔" اس نے پھر وہی بے تاثر جواب دیا تو ریان بدمزہ ہوا تھا۔

"تم گھر آجاؤ گی نا تو میری ساری ٹینشن بھی دور ہو جائیں گی! تمہیں پتہ ہے امی کے ساتھ سارا دن کوئی بھی نہیں ہوتا، مجھے ان کی طرف سے فکر لگی رہتی ہے۔ اب پڑوس والی عورتوں پر بندہ کتنا ہی اعتبار کرے نا! مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں اپنی امی کو کھو نہ دوں۔" وہ گاڑی گاؤں کی حدود میں داخل کرتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ رباب کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی تھی۔

"آہا! تو اب مجھے سمجھ میں آئی اتنی جلدی رخصتی کی وجہ! میں بھی کہوں آپ کا دل اچانک سے اتنا اچھا کیسے ہو گیا کہ آپ میری رخصتی کروا رہے ہیں؟ تو یہ ہے وجہ! آپ اپنی معذور ماں کی خدمتیں کروانا چاہتے ہیں مجھ سے! آپ کی بہن تو ڈاکٹر ہے، وہ آپ کی ماں کا خیال رکھ نہیں سکتی، تو ایسے میں آپ کو بیوی

کے روپ میں ایک ملازمہ چاہیے جو ہر وقت آپ کی ماں کے پاس رہے! تو سیدھے سیدھے کہہ دیتے ناریان صاحب! اتنے ڈرامے کرنے کی کیا ضرورت تھی!"

اس کی آواز میں غصہ اور طنز تھا۔ "ادھر میرے والدین آپ کے احسانوں تلے دبے جارہے ہیں اور یہاں آپ مجھے ایسی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں! جیسے میں ہی آج تک آپ کو غلط سمجھتی آئی ہوں"

رباب! یہ تم کیا کہہ رہی ہو! ایسا ہرگز نہیں ہے، نہ ہی میری سوچ ایسی ہے!" میں بس ایک عام سی بات کر رہا ہوں کہ تمہارے ہونے سے میرے لیے آسانی ہوگی! میرا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جو تم سوچ رہی ہو! میں تمہیں نوکرانی بنا کر نہیں بلکہ اپنی بیوی بنا کرلے کر جارہا ہوں!" ریان نے گاڑی باہر روکتے ہوئے خود کو سخت الفاظ بولنے سے روکا تھا۔

جبکہ رباب تلخی سے ہنسی۔ "بس ریان اکرم صاحب بس! مزید ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے! آپ کیا ہیں، کیا نہیں، بہت اچھے طریقے سے سمجھ گئی

ہوں۔ بس آپ کی ان کرم نوازیوں کا مطلب نہیں سمجھ پا رہی تھی لیکن وہ بھی آپ نے سمجھا دیا! میں اپنی اوقات بہت اچھے طریقے سے جانتی ہوں، فکر نہ کریں آپ! آپ بھی کیا یاد کریں گے، آپ کو کبھی ایک نوکرانی کی کمی محسوس نہیں ہو گی! یہ میرا وعدہ ہے آپ سے!"

وہ کہتے ہوئے گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی تھی، جبکہ ریان نے غصے سے گاڑی کے سٹیئرنگ پر اپنا ہاتھ مارا تھا۔ وہ اس کی چھوٹی سی بات کا کتنا غلط مطلب نکال چکی تھی۔

ooooooo

سردار نے پے در پے وار کرتے ہوئے تمام پولیس اہلکاروں کو بھی خاموشی سے ڈھیر کر دیا تھا۔ اس کے سامنے کوئی بھی ٹک نہیں پا رہا تھا۔ حویلی کے چوکیداروں اور باڈی گارڈز کا بھی اس نے بری طرح سے مقابلہ کیا اور سب کو زیر کر لیا۔ اب اس کا وہاں سے نکلنے کا ارادہ تھا، وہ حویلی کے اس دروازے سے باہر نکل ہی رہا تھا جہاں اس کا وفادار گھوڑا، شیر دل، اس کا انتظار کر رہا تھا۔

لیکن جیسے ہی وہ باغ کی طرف نکلا، جہاں خوبصورت اور نایاب پھول لگے ہوئے تھے، اس کی نظر ایک خاص پھول پر پڑی۔ اس نے زندگی میں اس طرح کا دلکش پھول پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اس کے مخملی پنکھڑیاں اور انوکھی رنگت اسے مسحور کر رہی تھی۔ اس کے دل میں اچانک ایک خواہش جاگی کہ وہ یہ پھول توڑ کر اپنی نیند کے ساتھی، اپنے سجن سائیں کو تحفے میں دے۔ ویسے بھی وہ آج کی ڈکیتی کی وجہ سے کافی پریشان تھی اور اسے یقین تھا کہ یہ خوبصورت تحفہ اس کی پریشانی کم کرنے میں مددگار ثابت ہو گا۔

سردار بآسانی وہاں سے نکل سکتا تھا، لیکن اس پھول کی دلکش خواہش اسے باغ کی طرف کھینچ لے گئی۔ وہ احتیاط سے آگے بڑھا اور اس نایاب پھول کو توڑ لیا۔ پھر وہ خاموشی سے شیر دل پر سوار ہوا، اس بات سے بے خبر کہ اتنی سی دیر اس کے لیے کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

ابھی وہ حویلی کی حدود سے نکلا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے رائفل سے گولی چلائی۔ ایک تیز درد اس کے کندھے میں محسوس ہوا، گولی اس کے کندھے کو چیر کر نکل گئی تھی۔ سردار نے ایک کراہ بھری اور اپنا ہاتھ زخمی جگہ پر رکھا، اس کی انگلیوں کے درمیان سے گرم خون رسنے لگا۔

ooooooo

اس کی آنکھ اچانک ایک ہولناک جھٹکے سے کھلی تھی۔ خوف کی ایک سرد لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی تھی۔ خواب میں اس نے سردار کو لہولہان دیکھا تھا، اور اب اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ خواب محض ایک سراب نہیں، بلکہ ایک خوفناک حقیقت کا پیش خیمہ تھا۔

اس کا پورا جسم لرز رہا تھا، دل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ اسے اپنے کانوں میں گونجتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کانپتے ہوئے بستر سے اٹھی اور تیزی سے پتھر کے اس بھاری دروازے کی طرف بڑھی۔ اسے بس کسی طرح یہاں سے نکلنا تھا، اس انجانے خوف سے، اس اندیشے سے فرار حاصل کرنا تھا۔

لیکن جیسے ہی اس نے بھاری دروازے کو باہر کی طرف دھکیلا، وہ کسی مضبوط شانے سے ٹکرائی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا توازن کھو کر زمین پر گرتی، کسی نے اسے فولادی گرفت میں تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ دعام نے ہچکچاتے ہوئے اوپر دیکھا، سامنے سردار اپنے پورے قد کاٹھ کے ساتھ کھڑا تھا،

اس کی آنکھوں میں ایک تھکی ہوئی مگر نرم مسکان پھیلی ہوئی تھی۔ دعام نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اگلے ہی لمحے، دعام اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس کی سسکیاں رات کی خاموشی میں ڈوب کر کمرے میں گونج رہی تھیں۔ سارے خدشے، سارا خوف آنسوؤں کی صورت بہہ نکلا تھا۔

سردار، جو خود ابھی ابھی ایک خطرناک معرکہ سے لوٹا تھا، دعام کو یوں پریشان دیکھ کر فوراً پگھل گیا۔ اس نے اسے مزید مضبوطی سے اپنے ساتھ بھینچ لیا، جیسے اسے دنیا کے ہر غم سے بچا لینا چاہتا ہو۔

میرا سوہنا مکھڑا! میرا سجن سائیں! کیا ہو گیا ہے؟ اس طرح سے کیوں رو رہی ہو؟ ہوا کیا ہے تمہیں؟" اس نے پریشانی سے پوچھا، اس کی آواز میں گہری

تشویش تھی۔ وہ پیار سے دعام کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا، اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں نے خواب میں دیکھا! بہت برا خواب دیکھا میں نے!" دعام نے روتے ہوئے اسے بتایا، اس کی آواز حلق میں اٹک رہی تھی۔ اور اسی لمحے اس کی نظر سردار کے ہاتھ میں پکڑے اس بڑے سے، غیر معمولی پھول پر پڑی۔ وہ نہیں سمجھ پائی کہ یہ کس چیز کا پھول تھا، لیکن سردار کے چہرے پر ایک نرم مسکان پھیل گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

"تمہارے لیے تحفہ لایا ہوں!" سردار نے اسے پیار سے کہا، اس کی آواز میں ہلکی سی کمزوری محسوس کی جاسکتی تھی۔ جیسے ہی وہ اس خوبصورت پھول کو دعام کے حوالے کر کے اسے مزید اپنے قریب کرنے لگا، دعام کو سردار کے وجود میں ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہوا۔ اس کے جسم کا توازن بگڑتا ہوا محسوس ہوا۔ دعام نے پریشان ہو کر سردار کے چہرے کی طرف دیکھا، اور پھر اس کی نگاہیں اس کی قمیض کے پیچھے کی جانب گئیں۔ وہاں سیاہ قمیض پر خون کا ایک

گہرا دھبہ پھیلتا جا رہا تھا، اور خون کی ایک پتلی لکیر اس کے جسم سے بہتی ہوئی زمین پر پھیل رہی تھی۔ اس منظر نے دعام کو ہلا کر رکھ دیا۔

"ڈا۔۔ڈاکو۔۔جی۔۔۔۔" وہ اگلے ہی لمحے ایک تیز چیخ کے ساتھ اسے پکارنے لگی۔، اس کی آواز خوف اور صدمے سے ملی ہوئی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کر پاتی، سردار کا جسم ڈگمگایا۔ وہ زمین پر گرنے لگا تھا۔ دعام نے فوراً اپنے نحیف ہاتھوں سے اسے سہارا دیا، اس کی پوری طاقت سردار کے گرتے ہوئے جسم کو تھامنے میں لگ گئی۔

"بالا بھیا! جمرو بھیا" اس نے اپنی پوری قوت سے بالا اور جمرو کو آواز دی، اس کی آواز رات کی خاموشی کو چیرتی ہوئی نکلی۔ سردار کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور اس کی آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہو رہی تھیں۔ دعام کے ہاتھ شدت سے کانپنے لگے تھے، اور وہ بے بسی سے سردار کو گرنے سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک ہی دعا تھی، کہ سردار کو کچھ نہ ہو۔

○○○○○○○○○

دعام کا ننھا سا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ سردار کا سر اس کی گود میں تھا اور اس کا بے جان چہرہ دیکھ کر دعام کی رُوح کانپ رہی تھی۔

خون کا ایک بڑا دھبہ اس کی قمیض پر پھیل چکا تھا اور زمین پر بھی اس کے گرنے کی جگہ خون کی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔

"ڈاکو جی! آپ کو کچھ نہیں ہو گا! نہیں ہو گا!" وہ بار بار اسے پکار رہی تھی، اس کے گالوں پر ہاتھ پھیر رہی تھی، جیسے اس کی آواز سے ہی سردار کی روح واپس آجائے گی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔ یہ خوفناک منظر اس کے معصوم ذہن پر گہرے نقش چھوڑ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے، کس کو بلائے۔ اس نے سردار کا ہاتھ پکڑا جو آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔

اسی اثنا میں، جمرو لنگڑاتا ہوا بڑی مشکل سے اوپر آیا۔ اس کے پیچھے میرو بھی ہانپتا ہوا آ پہنچا۔

جیسے ہی ان کی نظر سردار پر پڑی، دونوں کے چہرے فق ہو گئے۔

سردار!"جمرو کا حلق خشک ہو گیا، اس کی آواز بمشکل نکلی۔"

اسے کیا ہوا؟"میرو نے دعام کی گود میں پڑے سردار کو دیکھا اور فوری طور پر"
صورتحال کی نزاکت کو بھانپ لیا۔

اسے ابھی ہسپتال لے کر جانے کی ضرورت ہے!"جمرو نے اپنی ٹانگ کے درد"
کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہا۔

میں بھی ساتھ چلوں گا!"تم سب کو خبردار کرو میں اسے لے کر آتا ہوں،"

دعام سردار کو اپنی گود سے ہٹانے پر تیار نہیں تھی۔اس کی گرفت اس کے سر پر مضبوط تھی۔"نہیں!میں نہیں چھوڑوں گی انہیں!انہیں کچھ نہیں ہو گا!"مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر چلیں۔

" دعام!میری بہن!سنبھالو خود کو!"میرو نے دعام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔"

ایسے وقت میں ہمت سے کام لینا ہو گا! جلدی کرو جمرو! ہم اسے ہسپتال لے کر جاتے ہیں! اور بالا کو خبر دار کرو تم اسے اکیلے نہیں لے کر جا پاؤ گے میں ساتھ لے کر چلتا دعام تم نیچے چل کر سب کو بتاؤ سردار کے بارے میں، پالا کے حکم کا انتظار کرو کیونکہ سردار کے بعد بالا ہی سردار ہے

جمرو نے سردار کو اٹھانے کی کوشش کی، لیکن اس کے اپنے زخموں کی وجہ سے وہ پوری قوت نہیں لگا پا رہا تھا۔

دعام نے بے بسی سے سردار کے چہرے کو ایک آخری بار دیکھا اور پھر خود کو سنبھالتے ہوئے راستہ دیا۔ دونوں نے مل کر سردار کو اٹھایا۔ وہ کسی طرح اسے کمرے سے باہر نکال کر نیچے تک لے گئے۔

○○○○○○○○

بالا، قیمتی رقم سے بھرے تھیلوں کے ساتھ، تیز رفتاری سے ہسپتال کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے گھوڑے کی ٹاپیں رات کی خاموشی میں ایک مستقل ردھم پیدا کر رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر ایک عزم تھا کہ جلد از جلد یہ رقم ہسپتال

پہنچا کر بچیوں کے آپریشن کو یقینی بنایا جائے۔ سردار نے اسے یہی کام سونپا تھا، اور بالا پوری تندہی سے اسے نبھانے میں مصروف تھا۔ وہ شہر کی روشنیاں قریب آتے دیکھ رہا تھا اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ہسپتال کی عمارت اس کی نظروں میں واضح ہوتی جا رہی تھی۔

وہ لوگ ابھی تک ہسپتال نہیں پہنچ پائے تھے، کہ اچانک بالا کا فون بجا۔

اسکرین پر "جمرو" کا نام چمک رہا تھا۔ بالا نے تیزی سے فون اٹھایا، اس کے دل میں ایک غیر معمولی سی دھک دھک شروع ہو چکی تھی۔

"ہاں جمرو! کیا خبر ہے؟"

دوسری طرف سے جمرو کی آواز آئی، جو پریشانی، خوف اور غصے سے ملی جلی تھی۔ اس کی آواز میں ہانپنے کی کیفیت نمایاں تھی۔

!بالا! تم لوگ کہاں ہو؟ سردار کو گولی لگی ہے! وہ زخمی ہو گیا ہے"

بالا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت فون پر مزید سخت ہو گئی۔

کیا؟ سردار کو گولی لگی ہے؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" اس کی آواز میں صدمہ "اور بے یقینی تھی۔ وہ اپنے کانوں پر یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ سردار اتنا لاپرواہ کیسے ہو سکتا تھا، سردار پر حملہ کرنا اسان نہ تھا یقینا یہ سردار کی لاپرواہی تھی۔

ہاں! یہی سچ ہے! وہ بہت زخمی ہے! میں انتظام کر رہا ہوں، اسے ہسپتال لے "کر جانے کا تم لوگ وہیں سے واپس آجاؤ جہاں سے تم نے شہر کا راستہ لیا تھا! میں وہیں پر ملوں گا! جلدی کرو! ایک ایک لمحہ قیمتی ہے!" جمرو نے کہا اور فون کاٹ دیا۔ اس کی آواز میں ایسی شدت تھی کہ بالا مزید سوال نہ کر سکا۔

بالا نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا، ان کے چہروں پر بھی سوالیہ نشان تھے۔ سردار کو گولی لگ گئی ہے!" بالا نے بمشکل کہا۔ اس کی آواز میں درد صاف "محسوس ہو رہا تھا۔

ہمیں واپس جانا ہو گا!" ساتھیوں نے بغیر کسی سوال کے سر ہلایا۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے حالات میں سردار کی حفاظت اور اس کی جان بچانا سب سے اہم تھا۔ بالا نے گھوڑے کی لگام کھینچی اور اسے تیزی سے موڑ دیا۔ گھوڑا اب واپس اسی

راستے پر دوڑنے لگا تھا جہاں سے وہ آئے تھے۔ ان کے ساتھ موجود رقم اب بھی ان کے پاس تھی، لیکن اب ان کے دل میں رقم کی نہیں، بلکہ سردار کی زندگی کی فکر تھی۔ ہسپتال پہنچنے کی امید اب ایک خوفناک حقیقت میں بدل چکی تھی، اور ان کا سفر اب ایک بے یقینی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان کے ذہن میں صرف سردار کا زخمی چہرہ گھوم رہا تھا۔

ooooooo

دعام بری طرح رو رہی تھی۔ اس کی سسکیاں گاڑی کے اندر گونج رہی تھیں۔ سردار کا بے ہوش جسم گاڑی کی پچھلی سیٹ پر تھا، اور دعام اس کا سر اپنی گود میں رکھے بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ سردار کے زخم پر تھے، وہ خون کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی، لیکن خون تیزی سے رس رہا تھا اور اس کی ہتھیلیاں سرخ ہو چکی تھیں۔ اس کی قمیض بھی خون میں تربتر ہو گئی تھی، مگر اسے ذرا بھی احساس نہ تھا۔ اس کے دل میں ایک ہی دھڑکن تھی، ایک ہی پکار تھی کہ سردار کو کچھ نہ ہو۔

گاڑی تیزی سے شہر کے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ میرو ڈرائیونگ سیٹ پر تھا، اس کے چہرے پر خوف اور عجلت صاف نظر آ رہی تھی۔ اس نے گاڑی کی رفتار اور تیز کر دی، ہر گزرتا لمحہ انہیں صدیوں کا لگ رہا تھا۔ اسی دوران، راستے میں بالا اور اس کے ساتھی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ وہ بھی تیزی سے اپنی سواریوں پر چلے آ رہے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے سردار کی حالت دیکھی، ان کے چہروں پر بھی پریشانی اور غم کے گہرے سائے چھا گئے۔

گاڑی روکتے ہوئے بالا ڈرائیونگ سیٹ پر سوار ہوا تھا جبکہ میرو نے اس کے گھوڑے کو سنبھالا تھا۔

گھبراؤ مت دعام، ہم ابھی ہسپتال پہنچ جائیں گے وہ گاڑی فل سپیڈ میں آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

دعام نے ایک بار پھر سردار کا بے جان چہرہ دیکھا اور اس کے آنسو دوبارہ بہنے لگے۔ وہ سردار کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہی، اس کا کانپتا ہاتھ زخم پر دباؤ ڈالنے کی

کوشش کر رہا تھا۔ سب کے چہروں پر ایک ہی بے چینی تھی، ایک ہی خوف تھا ۔ سردار کی زندگی۔ اور بس

○○○○○○○○

گاڑی ایک جھٹکے سے شہر کے سب سے بڑے ہسپتال کے ایمرجنسی گیٹ پر رکی۔ بالا نے بریک لگاتے ہی انجن بند کر دیا اور دروازہ کھول کر باہر کودا۔ اس کے ساتھی بھی گھوڑوں پر سے اتر کر تیزی سے گاڑی کی طرف لپکے۔ دعام سردار کا سر اپنی گود میں لیے بیٹھی تھی، اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور چہرہ آنسوؤں سے تر۔

ڈاکٹر! جلدی کرو!" بالا نے ایمرجنسی میں داخل ہوتے ہی چلا کر کہا۔ اس کی " آواز میں گرج تھی۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی تھے، ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی جو کسی بھی عام آدمی کو خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ سارے کے سارے اپنے مخصوص ڈاکوؤں والے لباس میں ملبوس

تھے، جس سے ان کی شناخت چھپی ہوئی تھی۔ مگر پہچان نہیں وہ دور سے ہی پہچانے جا رہے تھے تو وہ کوئی عام لوگ نہیں بلکہ ڈاکو ہیں۔

ایمرجنسی میں موجود ڈاکٹرز اور نرسیں اس اچانک وحشت سے ہکا بکا رہ گئیں۔ انہوں نے آج تک ایسے مریض اور ایسے 'اٹینڈنٹس' نہیں دیکھے تھے۔ ایک سیکنڈ کے لیے تو سب پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟ جلدی کرو! موت چاہیے یا زندگی؟" بالا مزید زور سے دھاڑا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔

"ہاتھ چلاؤ! ورنہ آج اس ہسپتال کا ہر کونہ قبرستان بن جائے گا!"

اس کی دھمکی میں اتنی شدت تھی کہ ڈاکٹروں اور نرسوں کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ کوئی عام لوگ نہیں، اور ان سے کسی بھی طرح کی بحث یا لیت و لعل کا مطلب اپنی جان گنوانا ہے۔ کوئی ڈاکٹر یہ کہنے کی ہمت نہ کر سکا کہ یہ پولیس کیس ہے یا کوئی اور قانونی تقاضا۔ ان کی آنکھوں میں خوف نمایاں تھا۔

میر و اور ایک ساتھی نے سردار کو گاڑی سے نکالا۔ دعام ابھی بھی اس کا سر سہارے ہوئے تھی اور سردار کا خون اس کے ہاتھوں سے بہہ رہا تھا۔ بالا نے آگے بڑھ کر سردار کے کندھے کو دیکھا اور اس کے چہرے پر پریشانی کے ساتھ ایک اور عزم کا اظہار ہوا۔

اسے فوراً آپریٹنگ تھیٹر لے کر جاؤ! فوراً!" بالا نے ایک سینئر ڈاکٹر کو بازو سے" پکڑا اور اسے سردار کی طرف گھسیٹا۔

ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو تمہاری لاش کے ٹکڑے اس ہسپتال کے ہر کونے" "!میں بکھر جائیں گے

ڈاکٹروں کی ٹیم نے تیزی سے سردار کو اسٹریچر پر ڈالا۔ نرسیں خوفزدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں، لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کوئی اعتراض کرے۔ ڈاکوؤں کا رعب اس قدر غالب تھا کہ ہسپتال کا سارا عملہ ان کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ وہ سردار کو تیزی سے آپریٹنگ تھیٹر کی طرف لے کر بھاگے۔ دعام سردار کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی، اس کی آنکھوں سے آنسو

رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ بالا اور اس کے ساتھی ایمرجنسی کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، ان کی نظریں ہر آنے جانے والے پر تھیں۔ ہسپتال میں مکمل دہشت چھا چکی تھی۔

○○○○○○○○

"سردار نے بے احتیاطی کی ہے! ورنہ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا! ایسا کیسے ممکن ہے کہ سردار پر کوئی گولی چلا دے؟ میں اس آدمی کو نہیں چھوڑوں گا! چوہدری میرے ہاتھوں مرے گا، اور بہت بری موت مرے گا!"

بالا غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ اس کا بس ایک ہی مدعا تھا کہ سردار نے ہی لاپرواہی کی ہے، ورنہ سردار کو زیر کرنے والا اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس کی ہر بات میں سردار کی بے پناہ طاقت اور اپنی بے بسی پر غصہ جھلک رہا تھا۔ بالا کے الفاظ سنتی ہوئی، روتی ہوئی دعا م نے ایک نظر اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں بے پناہ دکھ بھرا تھا۔

دعام کو اچانک وہ پھول یاد آیا جو سردار نے آتے ہی اسے دیا تھا۔ اپنے درد کی پرواہ کیے بغیر وہ اسے پھول دے رہا تھا—وہ کتنا انوکھا، کتنا الگ لمحہ تھا۔ کہیں سردار کی بے احتیاطی اور لاپرواہی کی وجہ وہی پھول تو نہیں تھا؟ ورنہ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ سردار کی کسی حرکت سے اسے چوٹ لگے۔ یہ سوچ اس کے ذہن میں بجلی کی طرح کوندی۔

وہ ابھی یہ سب سوچ ہی رہی تھی جب دور سے اذانوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ دعام کے دل کو ایک سکون سا ملا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی بات سننے والا، اس کی دعائیں قبول کرنے والا اور کوئی نہیں ہے سوائے اس پاک ذات کے۔ وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے رب سے سردار کی زندگی کی بھیک مانگنے چلی۔ اس کی نظر میں اب صرف اللہ کی ذات تھی، جو اس مشکل وقت میں ان کی مدد کر سکتی تھی۔

ooooooo

چوہدری کی حویلی میں اس وقت کہرام مچا ہوا تھا۔ چوہدری خود ایک کونے میں ڈھیر ہو چکا تھا، اس کا بھاری بھرکم جسم کسی بے جان لاش کی طرح پڑا تھا۔ وہ بار بار اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتا، اور کراہتا ہوا کہتا، "ہائے! میں تو لٹ گیا! اجڑ گیا! میرا سب کچھ چلا گیا!" اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے، اس کے چہرے پر دولت چھن جانے کا شدید دکھ تھا۔

کم از کم پچاس لاکھ سے زیادہ کی رقم تھی!" وہ زمین پر مکہ مارتے ہوئے چیخا، " اس کی آواز میں ایک حسرت اور بے بسی تھی۔ "اور زیورات! اوئے ہوئے! میری تجوری میں دس کلو سے زیادہ سونا تھا! سب لے گئے! ڈاکو نہیں، ڈکیتی نہیں، یہ تو قتل ہے میرا!" اس کے الفاظ میں صرف چھینی ہوئی دولت کا ماتم تھا۔

انسپیکٹر ریان اکرم خاموشی سے پورے گھر کی تلاشی لے رہا تھا، اس کی نظریں ہر چیز کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر فکرمندی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات تھے۔ اتنا بڑا مال اور اتنی چابکدستی سے چوری ہو گیا، اور انہیں کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی! یہ ڈاکو کتنے ہوشیار اور کس قدر منظم تھے،

اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ ریان کے ماتھے پر غصے کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔ اسے یہ بات کھائے جا رہی تھی کہ اس کی سخت ترین نگرانی کے باوجود ڈاکو اپنے مقصد میں کامیاب کیسے ہو گئے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کوئی عام ڈاکو نہیں، بلکہ سردار ہی تھا جس نے یہ واردات کی تھی۔ اس کے لیے یہ معاملہ اب صرف ایک بڑی ڈکیتی کا نہیں، بلکہ اپنی قابلیت اور پولیس کی ساکھ کا بھی تھا۔ اس کی عزت داؤ پر لگ چکی تھی۔

چوہدری، جو ابھی تک زمین پر پڑا تھا، اچانک سر اٹھا کر ریان کی طرف گھسیٹا۔ اس کی آواز میں گریہ کے ساتھ ایک عجیب سی سختی تھی۔ "انسپیکٹر صاحب! مجھے میرے سارے پیسے واپس چاہیے! میں تمہیں ایک ایک پائی کا حساب دوں گا، تم اس ڈاکو کو پکڑو! تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ تمہاری ناک کے نیچے اتنی بڑی ڈکیتی ہو گئی! میرے پیسے مجھے واپس لا کر دو، ورنہ میں اوپر تک شکایت کروں گا! یہ تم لوگوں کی ناکامی ہے!" وہ پولیس اہلکاروں پر زور ڈال رہا تھا، اس کی ہر بات

میں اپنی دولت واپس حاصل کرنے کا جنون تھا۔ ریان نے اسے غصے سے دیکھا، اس مکار شخص کی بے شرمی اسے مزید ناگوار گزری۔

"خیر! چھوڑا تو میں نے اسے بھی نہیں ہے!" چوہدری نے پھولے ہوئے سانسوں کے ساتھ کہا، اس کی آواز میں انتقام کی دھمک تھی۔

"وہ جو آخر میں جا رہا تھا، اس نے پہلے میرے باغ کی طرف قدم بڑھائے اور پھر خاموشی سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکل رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے گولی ماری! گولی اس کے کندھے پر لگی تھی، یہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ وہ گھوڑے پر سے گرنے لگا تھا! لیکن اس کے گھوڑے نے گرنے نہ دیا۔ میں نے دوبارہ گولی

چلانے کی کوشش کی، لیکن وہ گھوڑا اس کو لے کر بھاگ گیا ورنہ میرے ہاتھوں مر چکا ہوتا! نہ جانے کون تھا جسے گولی لگی، لیکن ایک کو تو میں نے مارا تھا"

چوہدری مزید تفصیلات بتانے لگا تو ریان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کے ذہن میں ایک دم کئی سوالات ابھرے۔

"آخر میں کون جا سکتا تھا؟" ریان نے سوچا۔ اگر ڈاکوؤں میں سے کوئی آخر میں نکل رہا تھا، تو وہ تو پھر کوئی بڑا ڈاکو ہی ہو گا! کیونکہ وہ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے اور نہ ہی وہ اپنے سے نیچے درجے والے ڈاکوں پر کبھی زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔

مطلب سردار یا پھر بالا؟" اس نے اپنے ذہن میں قیاس آرائی کی، "یقیناً ان دونوں میں سے کسی ایک کو گولی لگی تھی۔"

ریان کے دماغ میں ایک بڑے منصوبے نے جنم لینا شروع کیا۔ اگر گولی سردار کو لگی ہوئی تھی، تو وہ یہاں پر ایک بہت بڑا کھیل کھیل سکتا تھا، جو اس کے لیے

کافی فائدہ مند ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اسے پتہ لگانا تھا کہ گولی کسے لگی ہے۔ یہ معلومات اس کے اگلے قدم کے لیے بہت ضروری تھی۔

وہ تیزی سے حویلی سے باہر نکلا اور عابد کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ "چلو! ہر ہسپتال میں جاؤ اور پتہ کرو کہ گولی کسے لگی ہے! ڈاکوؤں کے قبیلے میں گولی کسے لگی ہے، یہ بات تم مجھے اگلے دو گھنٹے کے اندر بتاؤ! نکلو یہاں سے!" ریان نے عابد کو فوراً وہاں سے روانہ کیا اور خود واپس حویلی کے اندر آ گیا۔ اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ اپنے دماغ میں ایک ایسے بڑے پلان کو ترتیب دے رہا تھا جو اس کے لیے اور اس کے مشن کے لیے کافی فائدہ مند ثابت ہو سکتا تھا۔

ooooooo

دعا م جائے نماز پر بیٹھی تھی، اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں جیسے ابھی ابھی سمندر بہا کر آئی ہو۔

نماز ادا کرنے کے بعد بھی اس کا دل رب کے حضور جھکا ہوا تھا، اس کی ہر سانس میں ایک ہی التجا تھی۔ اس نے ناتواں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا،

ہونٹ بے آواز دعا میں مصروف تھے مگر اس کے دل کی ہر دھڑکن 'یا اللہ، یا اللہ' پکار رہی تھی۔ آنسو اس کے رخساروں پر ندی کی طرح بہہ رہے تھے، جو جائے نماز کے مخملی کپڑے میں جذب ہو رہے تھے۔

ہسپتال کے آپریشن تھیٹر کا وہ بے رحم دروازہ اس کے سامنے تھا، اور وہ جانتی تھی کہ اندر اس کے سردار کی زندگی اور موت کے درمیان ایک خوفناک جنگ جاری ہے۔

اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے اپنے معصوم دل کی فریاد رب کے حضور پیش کی۔

اے میرے اللہ! اے میرے پالنہار! تو ہی ہے جو سب کچھ سنتا ہے اور سب" پر قادر ہے!" اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی، بمشکل ہی سنائی دیتی۔

میرے ڈاکو جی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے! آپ انہیں ٹھیک کر دیں! آپ ہی نے تو انہیں میرے لیے بھیجا ہے نا! آپ نے ہی تو میرا نصیب ان کے ساتھ جوڑا ہے۔ میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" اس نے اپنے ہاتھوں کو مزید مضبوطی سے بھینچا، جیسے اللہ سے اپنی بات منوا کر رہے ہو۔

"مجھے نہیں معلوم! آپ کو انہیں ٹھیک کرنا ہو گا! مجھے میرے ڈاکو جی واپس چاہیے! میں ان کے بغیر کیسے رہوں گی؟ اس دنیا میں میرا ان کے سوا کوئی نہیں ہے!" دعام نے زور دیا، اس کی معصومیت میں ایک ضدی عزم جھلک رہا تھا۔

"اے میرے مولا! آپ تو جانتے ہیں، میں کتنی اکیلی ہوں! میں ایسے نہیں مانوں گی۔ انہیں کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کو تو پتہ ہے نا میں کیسی لڑکی ہوں! مجھے ڈر لگتا ہے! ان کے بغیر میں بہت اکیلی ہو جاؤں گی، میرا کوئی سہارا نہیں رہے گا!" اس کے معصوم اور ضد بھرے الفاظ، آنسوؤں میں ڈوب کر نکل رہے تھے۔

آپ کو کرنا ہو گا! مجھے نہیں پتا! میرے ڈاکو جی کو ٹھیک کر دیں! پلیز! جلدی سے ٹھیک کر دیں! تا کہ وہ پھر سے میرے ساتھ شرارتیں کریں، مجھے تنگ کریں۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گے نا، اللہ میاں! آپ میری سنیں گے نا؟ آپ میرا ساتھ نہیں چھوڑیں گے نا؟" وہ بے قراری سے روتی رہی، اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا دوست، اس کا رب، اس کی پکار ضرور سنے گا۔

○○○○○

ہاں، کیا خبر ہے؟" ریان نے فون کان سے لگائے حویلی کے برآمدے میں" ٹہلتے ہوئے پوچھا۔ اس کی نظریں تاریک آسمان پر جمی تھیں، جہاں ستارے مدھم دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی آواز میں ایک بے چینی تھی، مگر وہ اسے چھپانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

دوسری طرف سے عابد کی آواز آئی، جو ہسپتال سے تفصیلات بتا رہا تھا، اس کی آواز میں بھی حیرت صاف جھلک رہی تھی۔

سر! آپ کا شک بالکل درست نکلا ہے! بالکل سردار کو ہی گولی لگی ہے۔ اس" وقت وہ یہاں بڑے ہسپتال کے اندر ہے۔" عابد نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

میرے خیال میں قبیلے کے تقریباً کافی سارے مرد حضرات یہاں موجود ہیں،" قبیلے میں اس وقت کوئی براڈا کو نہیں ہے۔ یہاں سردار کا آپریشن چل رہا ہے، "گولی لگی ہوئی ہے، لیکن میں زیادہ معلومات نہیں لے سکا۔

عابد نے مزید بتایا،

یہاں پر اس وقت تقریباً 10-15 ڈاکو موجود ہیں، صرف ایک ہی عورت ہے" "شاید سردار کی بیوی، باقی سب مرد حضرات ہی یہیں پر موجود ہیں۔

لیکن سر، ان کے پاس خطرناک اسلحہ ہے! اگر ہم نے کچھ بھی حرکت کی تو" ممکن ہے کہ وہ ہسپتال میں ہنگامہ کر دیں اور پھر یہاں ہسپتال کو نقصان پہنچ جائے! آپ بتائیں ہمیں آگے کیا کرنا چاہیے؟" عابد فون کان سے لگائے ریان کو خبردار کر رہا تھا، اس کی آواز میں فکرمندی نمایاں تھی۔

ریان نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی۔ اس کے چہرے پر ایک چالاک مسکان پھیل گئی، جیسے اسے اپنے ہاتھ ایک بڑا موقع لگ گیا ہو۔

پوری نفری تیار کرو، اور قبیلے پر حملہ کرو!" اس نے کم آواز میں کہا، لیکن اس" کی آواز میں ایک عجیب سا سکون اور ٹھہراؤ تھا، جیسے وہ کوئی بہت بڑا پلان کیے بیٹھا ہو۔

سردار کی غیر موجودگی میں قبیلے پر اتنا بڑا حملہ کرنا ہے کہ پورا قبیلہ لرز" اٹھے!" اس کے لہجے میں ایک سرد اور پختہ ارادہ تھا، اب اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں قبیلے کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا ایک بڑا منصوبہ ترتیب پا رہا تھا۔

سر! قبیلے پر حملہ تو خطرناک ثابت ہو سکتا ہے!" عابد کی آواز میں گہری تشویش" تھی، وہ ریان کو مزید سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ "آپ جانتے ہیں نا! اس دن صرف آپ قبیلے میں داخل ہوئے تھے تو اس نے آپ کا کیا حال کیا تھا! اگر "ہمارا پلان کامیاب نہ ہو سکا تو؟

عابد کا ادھا ادھورا جملہ سن کر ریان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اس کی آنکھوں میں ایک سرد چمک آئی۔

یہ وہی دن تھا جب سردار نے اسے ذلیل کیا تھا، اس کی یونیفارم اتاری تھی اور اسے بھیک مانگنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ دن ریان آج تک نہیں بھول سکا تھا۔ عابد کا اسے اس کا ماضی یاد کروانا ریان کو سخت ناگوار گزرا۔

جتنا کہا ہے اتنا کرو! میرے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے! وہاں" تباہی مچادو! ایسی تباہی جو قبیلے کا نقشہ بدل دے!" ریان غصے سے دھاڑا۔ اس کی آواز میں ایک عجیب سا سکون تھا، ایک ایسی ٹھنڈک جو کسی بڑے طوفان سے پہلے آتی ہے۔ وہ سردار پر وہی وقت لانا چاہتا تھا جو کبھی اس نے ریان پر لایا تھا۔ یہ موقع اس کے لیے ذاتی انتقام کا ایک بہترین موقع تھا۔

○○○○○○○○

رات کی تاریکی میں، پولیس کی ایک پوری نفری، بغیر کسی پیشگی اطلاع کے، قبیلے کے اس واحد سمجھے جانے والے راستے سے اندر گھس گئی جسے وہ مرکزی داخلی

راستہ سمجھتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھری رائفلیں اور بندوقیں تھیں، جن سے اندھادھند گولیاں چلائی جارہی تھیں۔ گولیوں کی چمک سے رات کا سناٹا بار بار چیخ اٹھتا۔

میدان میں تباہی کا ایک ہولناک منظر تھا۔ کچے دیواریں گولیاں لگنے سے ریزہ ریزہ ہورہی تھیں، ہر چیز دھڑام سے گر رہی تھیں، اور آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ ہر چیز لمحوں میں راکھ کا ڈھیر بنتے جارہے تھے۔ چاروں طرف دھول اور دھوئیں کے کالے بادل چھا گئے تھے، جس سے سانس لینا بھی مشکل ہورہا تھا۔ پولیس اہلکاروں کو خبر نہ تھی کہ قبیلے میں داخل ہونے کے اور بھی راستے ہیں اور نہ ہی انہیں یہ معلوم تھا کہ قبیلے کے لوگ پہاڑوں میں یا دیگر پوشیدہ مقامات پر بھی بسیرا رکھتے ہیں۔ ان کے حساب سے بس یہی ایک راستہ قبیلے کے اندر جاتا ہے جس سے وہ داخل ہوئے تھے۔ اسی لیے ان کی ساری توجہ اسی ایک راستے اور سامنے نظر آنے والی بستی پر مرکوز تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ پورے میدان کا نقشہ بدل چکے تھے۔ ہر طرف ملبہ، ٹوٹے ہوئے برتن، بکھرا ہوا سامان اور جلے ہوئے لکڑی کے ٹکڑے پھیلے ہوئے تھے۔ ایک وقت کا پرسکون میدان اب ایک جنگ زدہ علاقے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ گولیوں کی آوازیں، آگ کے شعلوں کی لپک اور دھوئیں کی بدبو نے فضا کو بھیانک بنا دیا تھا۔ قبیلے میں اس وقت ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی، جیسے ان لوگوں کو یقین ہو کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ یہ خاموشی تباہی کے شور سے بھی زیادہ خوفناک تھی۔

oooooooo

"تم سب لوگ ٹھیک ہو؟ کسی طرح کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟"

بالا فون کان سے لگائے ہسپتال سے باہر نکلا تھا۔ اسے ابھی ابھی خبر ملی تھی کہ پولیس والوں نے قبیلے پر حملہ کیا ہے۔

شکر ہے کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا، لیکن میدان میں کافی تباہی مچائی گئی تھی۔ ابھی سردار کو گولی لگے کتنا وقت ہی ہوا تھا کہ قبیلے پر حملہ ہو گیا۔

یہ سب کچھ پولیس نے کیا ہے! پولیس نے راتوں رات حملہ کیا ہے اور یقیناً وہ" جانتے ہیں کہ سردار یہاں موجود نہیں ہے، ورنہ سردار کی موجودگی میں وہ اس طرح کی غلطی کرنے کی ہمت کبھی نہ کرتے۔" قبیلے میں موجود ڈاکو اسے خبر دار کر رہا تھا۔

بالا پریشان تھا، اس کی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے۔ اس کی پریشانی صرف اس کی نہیں تھی، یہ سب قبیلے والوں کی پریشانی تھی۔ لیکن اس طرح سے حملہ کرنے کے پیچھے کیا مقصد ہے، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے واپس اندر آگیا تھا،، وہاں موجود تقریباً سب لوگ ہی بالا کی پریشانی بھانپ گئے تھے اپنے اپنے فون پر انے والی خبروں پر سب لوگ ہی بالا کی طرح خاموش تھے۔

میں اور دعام یہیں ٹھہر رہے ہیں!" بالا نے میرو اور باقی سب کو حکم دیتے" ہوئے کہا۔

لیکن بالا..."میرو نے کچھ کہنا چاہا۔"

میں نے کہا یہاں سے جاؤ! یہاں کوئی نظر نہیں آنا چاہیے سوائے دعام کے!"""

بالا نے غصے سے اسے ٹوکا۔ اس کی آواز میں سردار جیسی سختی تھی۔

لیکن بالا ہم لوگ نہیں جانا چاہتے سردار کی جان خطرے میں ہے اور۔۔۔۔

چپ کرو میرو اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو میرے ساتھ بحث نہیں بھولو مت کہ سردار کے بعد اس قبیلے کا سردار میں ہوں اور میرا حکم بجالانا تم سب کا فرض ہے! وہ حکم دے رہا تھا جس پر سب لوگ ہی سر جھکا گئے تھے جب کہ انہیں اپنے ساتھ باہر انے کا اشارہ کر چکا تھا

کل کا سورج طلوع ہونے سے پہلے قبیلے کا نقشہ ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا پہلے تھا!"

اس نے حکم دیا تھا، اور سب لوگ ماننے پر مجبور ہو گئے تھے۔ جبکہ دعام کو اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا گیا تھا، وہ ابھی بھی اپنی دعاؤں میں مصروف تھی۔

اللہ خیر کرے سردار ٹھیک ہو جائے گا لیکن اس طرح کی کوئی بھی چیز سردار کی پریشانی کی وجہ نہیں بنی چاہیے ہم ان پولیس والوں کو ان کے مقصد میں

کامیاب نہیں ہونے دیں گے نکلو یہاں سے۔۔۔" کوئی نہیں جانے کا اشارہ کرتا خود واپس دعام کے پاس آگیا تھا

○○○○○○○

رات کا گہرا پردہ ہسپتال کے کوریڈور پر ابھی بھی تنا ہوا تھا، جہاں ہر سانس ایک امید کی متلاشی تھی۔

دعام جائے نماز پر بیٹھی تھی، اس کی سوجی ہوئی آنکھیں اور بھیگا چہرہ اس کی گزشتہ گھنٹوں کی بے چینی کا گواہ تھا۔

اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس کی دعائیں سنی گئی ہیں۔ بالا راہداری میں پتھر کا بت بنے کھڑا تھا، ہر گزرتا لمحہ روح پر بھاری تھا۔ اچانک، آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر کاشف، جو ایک تجربہ کار سرجن تھا، باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر تھکن کے باوجود ایک گہرا اطمینان تھا۔

بالا کی سانسیں تھم سی گئیں۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے ڈاکٹر کی طرف لپکا،

ڈاکٹر صاحب! سردار؟ کیسا ہے میرا سردار؟" بالا کی آواز میں بے پناہ بے تابی" تھی، ہر لفظ میں سچائی کی تڑپ۔

ڈاکٹر کاشف نے اپنے ماسک کو نیچے کرتے ہوئے ایک گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں نرمی تھی۔

اللہ کا شکر ہے، بالا صاحب! آپریشن کامیاب رہا ہے۔ گولی نکال دی گئی ہے۔"
"آپ کا سردار اب خطرے سے باہر ہے۔

دعا م اپنی نماز مکمل کرتے ہوئے پوری طرح سے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی ڈاکٹر کے الفاظ سے تو اس کا سارا وجود کانپ اٹھا۔ وہ جائے نماز سے فوراً اٹھی اور لڑکھڑاتی ہوئی ڈاکٹر کی طرف بڑھی۔

سچ کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب؟۔"

ڈاکو جی ٹھیک ہیً؟ واقعی ٹھیک ہیں وہ؟"اس کی آنکھوں کے سامنے سے اب تک وہ خون سے لپٹا ہوا منظر نہ ہٹا تھا جب سردار بے بس اس کی باہوں میں آ گرا تھا۔

اس کی آواز ہچکیوں میں گم ہونے لگی، آنسوؤں نے پھر آنکھوں کا راستہ لیا مگر اس بار ان میں خوشی کی جھلک تھی۔

ڈاکٹر کاشف نے نرمی سے دعام کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

ہاں بیٹی، بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ کی دعاؤں کا اثر ہے، وہ اب سلامت ہیں۔ کچھ " ہی گھنٹوں میں ہوش میں آ جائیں گے، تب تک انہیں مکمل آرام کی ضرورت "ہے۔

دعام کے چہرے پر ایک بڑی سی مسکان پھیل گئی، اس کے آنسو اب بے اختیار خوشی کے سمندر کی صورت بہہ نکلے۔

اسے اللہ کا شکر ادا کرنا تھا ڈاکٹر کے جاتے ہی وہ دوبارہ سے جانماز پر آگئی تھی۔ وہ سجدے میں گرتی اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگی، اس کے ہونٹوں سے مسلسل شکرانے کے الفاظ سرگوشیوں میں ادا ہو رہے تھے۔

"!شکر ہے میرے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے میرے مالک! تو نے میری سن لی"

بالا نے بھی اطمینان کا گہرا سانس لیا، اس کے چہرے پر راحت کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے بند کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون تھا۔

الحمدللہ! سردار ٹھیک ہے!" بالا نے دبی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی" تھی،

وہ موبائل فون لیے باہر نکلا تھا اسے قبیلے والے والوں کو سردار کی خیریت کی اطلاع دینی تھی یہ بے حد ضروری تھا وہ لوگ اس کی فکر میں یہاں سے جانے کو تیار نہ تھے۔ اسے یقین تھا کہ وہ لوگ ابھی تھک کر اس کے فون کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

OOOOOOO

جمرو سردار ٹھیک ہے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپریشن کامیاب ہو چکا ہے سردار کو کچھ گھنٹوں میں ہوش آجائے گا وہ فون کان سے لگائے ہوئے بول رہا تھا جبکہ دوسری طرف سے اس نے کچھ پریشانی محسوس کی تھی۔

اللہ پاک کا شکر ہے بالا سردار کا خیال رکھو اور یہاں پر بہت مسئلہ ہو گیا ہے ۔جمرو جہاں سردار کی خیریت سن کر خوش تھا وہی اپنی پریشانی میں گرا ہوا تھا۔

مسئلہ کیسا مسئلہ ہے جمرو بولو، کیا ہوا؟" اس کی آواز میں ابھی بھی اطمینان کی ہلکی سی جھلک تھی۔

دوسری طرف سے جمرو کی ہانپتی ہوئی آواز آئی، جو خوف اور پریشانی سے کانپ رہا تھا۔

"بالا! بہت بُرا ہوا ہے! پولیس نے جو حملہ کیا تھارات کو! اس سے کافی زیادہ تباہی مچی ہے... ہمارے جانور زخمی ہوئے ہیں! ایک گھوڑا تو بہت ہی بری طرح زخمی ہوا ہے، وہ... وہ شاید بچے گا نہیں!"

بالا کے چہرے کا رنگ لمحے بھر میں فق پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں سے ساری خوشی غائب ہو گئی اور اس کی جگہ گہری پریشانی اور غصے نے لے لی۔ اس کی مٹھی فون پر اتنی سخت ہو گئی کہ اس کی نسیں تن گئیں۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ کون سا گھوڑا؟ کس کا گھورا تھا وہ اور باقی سارے گھوڑے بھی دیکھو کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا۔ پورا قبیلہ چیک کرو۔ عورتیں اور بچے سارے محفوظ ہیں نا۔

"نہیں بالا، الحمدللہ انسانوں کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ وہ صرف نیچے میدان میں ہی تباہی پھیلاتے رہے، انہیں باقی راستوں کا علم نہیں تھا۔" جمرو کی آواز میں ابھی بھی خوف تھا۔ "لیکن... لیکن بہت نقصان ہوا ہے! نیچے مردانے سارے

ٹوٹ گئے ہیں، سامان بکھر گیا ہے، اور ہمارے جانور... وہ بہت زخمی ہیں! ایک گھوڑا تو زمین پر پڑا تڑپ رہا ہے، شاید آخری سانسیں لے رہا ہے!"

بالا نے ایک نظر دعام کی طرف دیکھا، وہ اب تک جائے نماز پر بیٹھی تھی۔

اس کی آنکھوں میں غصے اور بے بسی کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کے سینے میں آگ جل اٹھی ہو۔

"یہ سب... یہ سب اس ریان اکرم کی بزدلی ہے! اس نے سردار کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھایا ہے! ورنہ اس کی کیا مجال تھی کہ وہ ہمارے قبیلے میں قدم بھی رکھتا!" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا،

ہر لفظ انتقام کی آگ میں لپٹا ہوا تھا۔ یہ صرف گھوڑے کا زخم نہیں، یہ ان کی غیرت پر حملہ تھا۔ اسے یہ بھی محسوس ہوا کہ یہ صرف آغاز ہے، اور مزید بھی نقصان ہوا ہو گا۔

میں آرہاہوں! تم لوگ بس صبر کرو! کوئی بھی غیر ضروری حرکت نہ کرنا!"

میں ابھی پہنچتا ہوں!" بالا نے فون کاٹا، اس کا ہاتھ ابھی بھی کانپ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں قبیلے کی تباہ شدہ حالت اور زخمی گھوڑے کا منظر گھوم رہا تھا۔

سردار کی صحت کی خوشی لمحوں میں کافور ہو چکی تھی، اور اس کی جگہ بے پناہ غم اور غصے نے لے لی تھی۔ اسے شدید بے بسی محسوس ہو رہی تھی کہ اس وقت وہ سردار کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

○○○○○○

بالا گہری سانس لیتے ہوئے دعام کی طرف آیا، جو ابھی بھی خوشی کے آنسوؤں میں ڈوبی سردار کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ بالا کا چہرہ اب پھر سے سخت تھا،

جس پر فکر اور غصے کے ملے جلے تاثرات تھے وہ دعام سے سب کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

دعام، مجھے بہت ضروری کام کے سلسلے میں ابھی قبیلے جانا ہو گا۔" بالا نے نرمی سے کہا، لیکن اس کے لہجے میں عجلت صاف نمایاں تھی۔ "تو تمہیں تھوڑی دیر کے لیے یہاں سردار کے ساتھ اکیلے رہنا پڑے گا۔ میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا جلدی واپس آ جاؤں گا تمہیں اکیلے یہاں ہسپتال میں رہنا ہو گا۔

دعام نے بے فکری سے سر اٹھایا، اس کے چہرے پر اطمینان کی ایک مسکان تھی۔ اسے تو بس سردار کے ٹھیک ہونے کی خبر سے غرض تھی۔ "ہاں ہاں، ٹھیک ہے بالا بھیا! آپ بالکل فکر نہ کریں، میں ڈاکو جی کے پاس رہوں گی! میں ان کا پورا خیال رکھوں گی۔"

اس نے ایک لمحہ سوچا، پھر اس کے چہرے پر ایک معصوم سی مسکان آ گئی۔ اس نے اپنے ڈوپٹے کی طرف دیکھا جو سردار کے خون سے جگہ جگہ سرخ ہو چکا تھا۔ وہ پانچ چھ دفعہ اسے دھونے کی کوشش کر چکی تھی لیکن وہ خون صاف ہی نہیں ہوتا تھا۔ بار بار نرس سے دوپٹہ مانگتے ہوئے بھی اسی شرمندگی سی ہوتی

تھی۔ میں اس کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی اب وہ اپنی چادر لے گئی تھی اس سے ۔جس کی وجہ سے اسے جائے نماز سے اٹھنا پڑا تھا

تمہیں یہاں اکیلے ڈر تو نہیں لگے گا ناوہ پریشانی سے پوچھنے لگا۔

اکیلے کہاں ہوں میں میرے ڈاکو جی میرے پاس تو ہیں آپ آرام سے جائیے اور بے فکر ہو کر واپس آیئے آپ واپسی پر نا، میرے لیے کوئی مناسب لباس اور ایک نیا دوپٹہ لے آیئے گا۔ کل رات سے مجھے نماز پڑھنے کے لیے نرس سے دوپٹہ لینا پڑا تھا۔ اور وہ نرس نائٹ ڈیوٹی پر تھی اسی چادر کے ساتھ سفر کرتی ہے اب وہ لے کر جاچکی ہے تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

میرے یہ والے کپڑے تو میں نے بڑی مشکل سے صاف کر لیے تھے، لیکن یہ دوپٹہ، یہ تو میرے ڈاکو جی کے خون سے ایسا رنگا ہے کہ اب صاف ہی نہیں ہو رہا!" وہ معصومیت سے بولی، جب کہ اپنے ڈاکو جی کا خون سوچ کر اس کی انکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھی۔

بالا نے نرمی سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا، لیکن اس کے دل میں چھپی پریشانی برقرار تھی۔ اس نے دعام کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

"ٹھیک ہے دعام! تم فکر نہ کرو، میں تمہارے لیے سب کچھ لے آؤں گا۔ بس سردار کا خیال رکھنا۔" بالا اسے کچھ ضروری ہدایات دیتا قبیلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ دعام ہسپتال کی راہداری میں اکیلی رہ گئی، اس کے دل میں اب صرف سردار کے جلد ہوش میں آنے کی معصوم خواہش تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ قبیلے پر کیا آفت آچکی ہے۔ ڈاکٹر نے اسے اکیلے دیکھ کر اسے سردار کے پاس اندر بیٹھنے کی اجازت دے دی تو وہ خاموشی سے اٹھ کر اندر آ گئی تھی

○○○○○○○

کچھ دیر بعد، ہسپتال کے کمرے میں روشنی پھیلنے لگی۔ سردار نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ اس کی پلکیں بہت بھاری تھیں، اور اسے اپنے جسم میں ایک عجیب سی کمزوری محسوس ہو رہی تھی، جیسے صدیوں سے سو رہا ہو۔ اس کی نظریں ادھر ادھر گھومیں اور پھر سیدھی دعام پر جا ٹھہریں، جو اس کے ہاتھ کو

تھامے بستر کے قریب بیٹھی تھی۔اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے، لیکن دعام کو دیکھتے ہی ایک انتہائی کمزور مگر سچی مسکان اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

ڈاکو جی!" دعام کے منہ سے نکلا، اس کی آواز میں راحت، خوشی اور بے پناہ" محبت چھلک رہی تھی۔وہ فوراً آگے بڑھی اور احتیاط سے اس کے سینے سے لگ کر رو پڑی۔اس کے آنسو سر دار کی قمیض کو گیلا کر رہے تھے،

اسے ایک سائیڈ کروٹ کے بل لٹایا گیا تھا۔جبکہ پیچھے سہارے سے اس کی کروٹ کو سیدھا رکھا گیا تھا۔

اسے دعام کو اپنے ساتھ لگایا وہ مسلسل انسو بہا رہی تھی لیکن یہ آنسو غم کے نہیں، بلکہ خوشی اور شکر کے تھے۔

آپ ٹھیک ہیں نا ڈاکو جی؟ مجھے لگا تھا... مجھے لگا تھا آپ... آپ مجھے چھوڑ دیں" گے! میں تو مر ہی جاتی آپ کے بغیر!" اس کی آواز لرز رہی تھی، ہچکیاں اس کے الفاظ کو کاٹ رہی تھیں۔

سردار نے اپنا کمزور ہاتھ اٹھا کر دعام کے گالوں پر پیار سے پھیرا۔ اس کی آواز بمشکل نکل رہی تھی، مگر لہجے میں گہری محبت تھی۔

ش۔۔۔ش۔۔۔ میری سجن سائیں...! میں بالکل ٹھیک ہوں! دیکھو، تمہارا" ڈاکو۔۔۔جی بالکل۔۔۔ تمہارے سامنے ہے۔ میں تمہیں۔۔۔ چھوڑ کر کہیں نہیں۔۔۔ جاؤں گا۔

یہ ڈاکو تم سے۔۔۔۔ دور رہ ہی۔۔۔ نہیں سکتا۔" نا اس دنیا میں نہ اس دنیا میں

اس نے دعام کو اپنے کمزور بازوؤں میں ہلکا سا بھینچا۔

تمہاری دعاؤں نے مجھے بچا لیا، میری جان۔ تم تو میری روح ہو! میرا سوہنا" مکھڑا!" اس کے الفاظ میں سچائی تھی، وہ جانتا تھا کہ دعام کی دعائیں ہی اسے موت کے منہ سے نکال لائی ہیں۔

دعام نے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں محبت سے چمک رہی تھیں۔ اس نے سردار کے زخمی کندھے کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر بوسہ دیا۔ سردار اس کی بے اختیار حرکت پر حیران ہوا تھا تو کل ہلکا سا مسکرا دیا۔

آپ کو کچھ نہیں ہو گا! میں آپ کو کچھ ہونے ہی نہیں دوں گی۔ آپ میرے" ہیں، بس میرے!" اس کے ہونٹ سردار کے گالوں پر، پھر پیشانی پر اور پھر کمزور لبوں پر بار بار جا ٹھہرے، وہ مسلسل پیار کر رہی تھی جیسے اس کا سارا خوف آج انہی بوسوں میں بہا دینا چاہتی ہو۔ اس کے وجود سے پھوٹنے والی محبت نے کمرے کو بھر دیا۔

وہ اس کی حرکتوں پر حیران ہو رہا تھا وہ اتنی بے باک ہر گز نہ تھی۔ لیکن آج کو اس کے بے حد قریب تھی بے حد قریب وہ اسے اپنے سینے میں چھپائے خود سے بے حد قریب کر گیا تھا

○○○○○○

قبیلے کا منظر بالا کی توقعات سے کہیں زیادہ دلخراش اور کرب ناک تھا۔ صبح کی روشنی پھیل چکی تھی، مگر جو منظر سامنے تھا وہ رات کے اندھیرے سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔

پولیس والوں نے واقعی ایک رات میں سب کچھ بدل دیا تھا۔ کچی دیواریں ٹوٹ پھوٹ کر ملبے کا ڈھیر بن چکی تھیں، استبل جل کر راکھ ہو چکا تھا، اس سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا جو فضا کو سیاہ کر رہا تھا۔ قبیلے کا خاص سامان، جو ان کی زندگی بھر کی جمع پونجی تھا، بکھرا پڑا تھا، جلا ہوا تھا، اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔

سب سے زیادہ افسوسناک منظر زخمی جانوروں کا تھا۔ بھیڑ بکریاں، اور دیگر مویشی گولیوں سے زخمی پڑے تھے، جن میں سے کچھ کی تو جان نکل چکی تھی۔ شہباز، سردار کا پسندیدہ اور سب سے خوبصورت گھوڑا، بری طرح سے زخمی ہو کر زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ وہ لوگ اس کا علاج کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں تکلیف صاف نظر آ رہی تھی اور وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

"یہ... یہ کیا کر دیا ہے ان ظالموں نے؟!" بالا نے چیخ کر کہا، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جو گالوں پر بہہ نکلے۔ اس کا دل غصے سے پھٹ رہا تھا۔

وہ اس کے بابا کا گھوڑا تھا بوڑھا ہو چکا تھا لیکن اس سے محبت ختم نہیں ہوتی تھی۔

اس ریان اکرم کو تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا! اس کی نسلیں کاٹ دوں گا!"

سردار کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھایا ہے اس بزدل نے!" اس کے پیچھے کھڑے قبیلے کے دوسرے مرد بھی غصے اور بے بسی کی تصویر بنے ہوئے تھے، ان کی آنکھوں میں بھی خون اترا ہوا تھا۔

میرو نے زخمی گھوڑے کی طرف دیکھا، جو تکلیف سے کراہ رہا تھا۔

بالا بھیا! یہ... یہ بہت بڑا نقصان ہے! ہمارا قبیلہ... ہمارے جانور... یہ کیسے "

ٹھیک ہو گا؟" میرو کا پورا دھیان شہباز کی طرف تھا جب کہ اپنے باپ کے اس گھوڑے کی ایسی حالت دیکھتے ہوئے بالا نے اپنی مٹھیوں کو اس قدر بھینچا کہ اس کی پوریں سفید پڑ گئیں۔ وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک شدید بے بسی تھی۔

فی الحال کچھ نہیں کر سکتے! ہمیں صبر کرنا ہو گا! میرے سردار کی حالت ایسی "

نہیں کہ ہم کوئی بڑی حرکت کریں۔"

اس کی آواز میں تکلیف اور بے بسی صاف چھلک رہی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ سردار کے بغیر وہ کتنا بے بس تھا۔ اس کی طاقت کی بنیاد سردار تھا۔

اور یہ بات حقیقت تھی وہ سردار کے حکم کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے ۔اور بالا جذبات میں آکر کسی طرح کی کوئی بے وقوفی نہیں کرنا چاہتا تھا

سنو! ابھی سارے نقصان کا تخمینہ لگاؤ! اور یہ سارا ملبہ فوراً ہٹاؤ! کوئی جلی ہوئی" چیز باقی نہیں رہنی چاہیے۔ کل کا سورج طلوع ہونے سے پہلے قبیلے کا نقشہ ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا پہلے تھا! کوئی ایک بھی چیز بدلی ہوئی نظر نہیں آنی چاہیے! سمجھے سب؟" بالا نے گرج کر حکم دیا،

سردار اس وقت ہسپتال میں ہے ڈاکٹر نے امید دلوائی ہے کہ اسے ہوش آجائے گا ہو سکتا ہے اسے اب تک ہوش آگیا ہو لیکن ہم نے اس بات کا دھیان رکھنا ہے کہ جب تک سردار پوری طرح صحت یاب نہ ہو جائے ہمیں اسے کسی بات پر غصہ نہیں آنے دینا ورنہ اس کا غصہ کتنا خطرناک ہے ہم لوگ جانتے ہیں۔

اس کی آواز میں وہ سختی تھی جو اس کی اندرونی بے بسی کو چھپا رہی تھی۔ سب لوگ سر جھکا کر کام پر لگ گئے، انہیں معلوم تھا کہ سردار کی غیر موجودگی میں بالا کا حکم ہی ان کے لیے سب کچھ تھا۔ ان کے ہاتھوں میں غم، آنکھوں میں انتقام اور دلوں میں سردار کے لیے وفاداری تھی۔

ooooooo

سردار کے ہوش میں آنے کے بعد، ہسپتال کا کمرہ دعام کی موجودگی سے مہک رہا تھا۔ وہ سردار کے بستر کے قریب بیٹھی، اس کی آنکھیں محبت اور تشکر سے چمک رہی تھیں۔

وہ ابھی تک اس کے ساتھ لیٹی اس کے ساتھ لگی تھی۔

سردار نے اپنا کمزور ہاتھ اٹھا کر دعام کے گال کو چھوا، اس کی آنکھوں میں ابھی بھی وہ بے باکی تھی جو اس کی پہچان تھی۔

آپ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے ڈاکو جی! کبھی نہیں! مجھے آپ کے بغیر" سانس بھی نہیں آتی!" دعام نے کہا، اس کے ہونٹوں نے ایک بار پھر سردار کے کمزور ہونٹوں کو چھوا۔ وہ اس کے گالوں پر، پھر پیشانی پر اور اس کی بند آنکھوں پر بار بار بوسے دے رہی تھی،

جیسے اسے یقین دلانا چاہتی ہو کہ اب وہ ہمیشہ اس کے پاس ہے۔ اس کے لمس میں، محبت اور ایک جنونی ملکیت تھی۔ وہ ہرگز نہیں جانتا تھا کہ اس کی سردارنی اس سے اتنی محبت کرتی ہے۔

سردار کے چہرے پر ایک شرارتی مسکان پھیل گئی۔ اس نے دعام کا ہاتھ تھاما اور اپنے ہونٹوں کے قریب لایا۔

میری سجن سائیں... تم تو مجھے اب بیمار بھی نہیں رہنے دو گی۔ مجھے لگ رہا ہے" تمہارے یہ بوسے ہی میری دوا ہیں۔" اس کی آواز سرگوشی جیسی تھی، جس میں بے باکی اور چاہت کا نشہ تھا۔ تم تو مجھے نشئی بنا ڈالو گی۔ وہ دعام کے لاڈ دیکھ

کر اپنی تکلیف بھولتا جا رہا تھا۔ اس کے جسم کی کمزوری بھی اس کے جذبوں کو روک نہیں پا رہی تھی۔

اس نے نرمی سے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ کے ایک گہرا لمس چھوڑا تھا

دعا مزرا سا شرمائی پھر جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

نہیں ڈاکو جی! میں آپ کو نشئی نہیں بناؤں گی بلکہ میں آپ سے یہ سارے" گندے کام چھڑواؤں گی۔

اب آپ یہ سب کچھ نہیں کریں گے! آج کے بعد نہ آپ ایسا کام کریں گے اور نہ ہی آپ کی جان کو کوئی خطرہ ہو گا۔" اس کے لہجے میں معصومانہ ضد تھی۔

مجھے نہیں چاہیے ایسے پیسے جو آپ کی جان لے لیں! آپ کو پتا ہے میں نے اللہ" "سے کتنی دعائیں کی ہیں۔ مجھے لگا تھا میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر۔

سردار نے دعام کی یہ معصوم، ضد بھری اور محبت سے بھری باتیں سنیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجب سی چمک آئی، وہ دعام کی ان باتوں پر زور سے مسکرا دیا،

اس کی ہنسی میں شرارت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ دعام ڈر گئی ہے۔ اور کتنی معصومیت سے یہ سب کہہ رہی تھی۔ وہ اس کی محبت اور فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔

ہائے میری سجن سائیں کتنی ضدی ہو گئی ہے ڈر گیا میرا کاکا۔۔" اور نرمی سے اس کے لبوں کو چومتے ہوئے بولا۔

اس کے رومینٹک موڈ کو آن ہوتے دیکھ کر دعام کی آنکھوں میں شرارت آئی۔

اچھا، میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں! آپ بس یہیں آرام کریں! اب آپ کو کچھ" نہیں ہو گا۔" دعام نے کہا اور سردار کے قریب سے اٹھی۔ اس نے سردار کے ماتھے پر ایک آخری بوسہ دیا، وہ کتنی دیر آنکھیں بند کیے اس کے لبوں کو اپنے

ماتھے پر محسوس کرتا مسکراتا رہا وہ آہستگی سے باہر نکل گئی، اب اسے باہر ہی کسی کو ڈھونڈنا بھی تھا اسے نماز ادا کرنے کے لیے اسے اپنا دوپٹہ دے سکے۔

ooooooooo

جیسے ہی دعا م کمرے سے باہر نکلی، ہسپتال کے کوریڈور میں چھپا بیٹھا ریان اکرم بجلی کی سی تیزی سے سردار کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ، زہریلی مسکان۔ وہ بستر پر لیٹے، بے بس سردار کے قریب آیا اور اس کی حالت کا جائزہ لینے لگا۔

سردار نے حیرت سے اسے یہاں دیکھا تھا اسے دیکھتے ہی اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"ارے ارے! سردار! تمہیں تو گولی لگ گئی! زندہ بچ گئے ہو، یہ جان کر تو مجھے بڑی خوشی ہوئی!" ریان کے لہجے میں طنز اور زہر گھلا ہوا تھا۔ اس کی آواز میں وہ سرد مہری تھی جو سن کر دل دہل جائے۔

سردار نے آنکھیں غصے سے بند کی پھر کھول کر اسے دیکھا۔ اس کی نظریں ریان پر جم گئیں، آنکھوں میں سرد مہری اور غصہ بھرا تھا۔ وہ کچھ بولا نہیں، بس گھورتا رہا، اس کی خاموشی میں ایک طوفان چھپا تھا۔

خیر! تم تو زندہ بچ گئے! لیکن تمہارا قبیلہ! وہ تو تباہ ہو گیا کل رات! تمہاری غیر" موجودگی میں میں نے تمہارے قبیلے کا کیا حال کیا ہے، تمہیں اندازہ بھی نہیں ہو گا!" ریان کے الفاظ میں انتقام کی آگ تھی، وہ سردار کو دیکھ کر اپنی بزدلی کا قصہ سنانے آیا تھا،

یہ وہی وقت تھا جو وہ سردار پر لانا چاہتا تھا جب سردار نے اسے ذلیل کیا تھا۔

پورے میدان میں تباہی مچ چکی ہے، سارے گھر ملبے کا ڈھیر بن گئے ہیں،" تمہارے جانور زخمی ہوئے ہیں! اب اگر تم نہیں ہو گے تو تمہارے قبیلے کا کیا ہو گا؟ کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا! تم نہیں ہو تو ان کا کیا حال کروں گا، سوچ بھی "! نہیں سکتے تم! ان سب کو مار دوں گا! ان کی نسلیں ختم کر دوں گا

ریان کے چہرے پر ایک کریہہ مسکان تھی، وہ سردار کی بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اسے سردار کی آنکھوں میں غصے کے باوجود موجود بے بسی کو دیکھ کر سکون مل رہا تھا۔

تمہارے لوگوں نے تو تمہیں خبر دار بھی نہیں کیا ہو گا خیر کوئی بات نہیں میں ہوں نا میں بتانے کے لیے آ گیا یہاں تک اب میں چلتا ہوں بہت دیر ہو گئی ہے مجھے جانا چاہیے تم آرام کرو جتنے تو تم یہاں آرام کرو گے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اتنے دن میں تمہارے قبیلے کی تباہی مچاؤں گا، وہ اسے دیکھ لیتے ہوئے خاموشی سے باہر نکلا تھا جب کہ سردار تب تک اسے گھورتا رہا جب تک وہ غائب نہ ہو گیا۔

OOOOOOOO

سردار کی آنکھوں میں غصے کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اس کی مٹھی بستر پر رکھی ہوئی، سختی سے بھینچ گئی۔ اس کے ناخن ہتھیلیوں میں گڑ گئے تھے، مگر اسے درد کا احساس تک نہ تھا۔ ریان اکرم کے وہاں رہتے ہوئے وہ ایک لفظ بھی

نہیں بولا، بس اپنی وحشی آنکھوں سے اسے گھورتا رہا۔ اس کی نگاہوں میں ایک ایسا طوفان تھا جو ابھی پھٹنے کے لیے بے تاب تھا۔ اکرم کی ہر دھمکی، اس کا ہر طنز سردار کے دل پر زخم کر رہا تھا۔ اس کی ہمت، اس کی بزدلی قابل دید تھی!

"اکرم! تم نے مجھے قبیلے سے دور کیا اور میری غیر موجودگی میں میرے قبیلے پر حملہ کیا؟" سردار نے اپنے اندر ہی اندر گرجتے ہوئے سوچا، اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"ابھی تو سردار صرف ایک گولی کھا کر لیٹا تھا اور وہ اسے طعنے مارنے آگیا تھا، اپنی بزدلی کا قصہ سنانے آگیا تھا۔"

"اگر سردار کو کچھ ہو گیا تو وہ کیا کرے گا؟" یہ سوال ریان کے جاتے ہی سردار کے ذہن میں گونجنے لگا۔ اسے اپنی بے بسی پر غصہ آرہا تھا۔ وہ لیٹا ہوا تھا اور اپنے قبیلے پر حملے کی خبر سن کر بے بس محسوس کر رہا تھا۔ یہ سوچ کہ اس کے

اپنے لوگ مصیبت میں ہیں اور وہ کچھ نہیں کر سکتا، اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔

اس ریان اکرم کو تو میں ایسی موت دوں گا کہ وہ اپنی سات نسلوں تک یاد" رکھے گا۔"اس کی آنکھوں میں انتقام کی ایک نئی چمک ابھری جو اس کے چہرے پر خوفناک لگ رہی تھی۔ اسے اب مزید ہوش میں آنا تھا، اور ریان کو اس کی اوقات دکھانی تھی۔ اس کی بے بسی اب ایک نئے، خوفناک عزم میں بدل رہی تھی۔

ooooooo

ریان سردار کے کمرے سے نکلا اور تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھا۔ وہ اس وقت فاتحانہ موڈ میں تھا، لیکن اسی لمحے ایمرجنسی گیٹ کے پاس اس کی ٹکر دعام سے ہوئی۔ دعام نماز پڑھنے کے بعد اب ہسپتال سے باہر کی طرف جا رہی تھی۔ تاکہ ریسپشن پر اس نرس کو اس کا دوپٹہ واپس کر سکے۔

ریان اسے دیکھ کر ٹھٹکا، اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکان پھیل گئی۔

اسے دیکھتے ہی دعام حیران ہوئی وہ یہاں کیا کر رہا تھا اس کی پہلی سوچ یہی تھی۔

ہیلو سالی صاحبہ کیسی ہو تم تمہارا شوہر کیسا ہے "فی الحال تو صرف اسے گولی لگی ہے۔" ریان نے دعام کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے کہا، اس کی نظریں دعام کی سوجی ہوئی آنکھوں پر تھیں۔ اس کے لہجے میں زہر گھلا ہوا تھا۔

دعام! میں تمہارا برا نہیں چاہتا۔ سردار جو کام کرتا ہے اس میں جان گنوانا ایک" "عام سی بات ہے۔

وہ دعام کے قریب آیا، اس کی آواز میں سرد مہری تھی۔

کبھی کوشش کرنا یہ جاننے کی کہ ڈکیتی کرتے ہوئے قبیلے کے کتنے سردار مارے جا چکے ہیں یا قبیلے میں کتنے ڈاکو موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ تمہارے سردار کی قسمت اچھی تھی کہ اس کی زندگی تھی، اس لیے بچ گیا۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر دفعہ وہ بچ جائے! یہ نہیں کہ یہ ایک ڈکیتی خطرناک تھی، اس کی ساری "!ڈکیتیاں ہی جان لیوا ہوتی ہیں

ریان جان چکا تھا کہ وہ ان سب چیزوں کے بعد بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئی ہے اسی لیے ریان نے اسے مزید خوفزدہ کرنے کی کوشش کی، اس کے الفاظ تیر کی طرح دعام کے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔

تم اس انسان کے دم پر اچھل رہی ہو، اس کے نام پر جی رہی ہو! اگر یہی نہ رہا" تو تمہارا کیا ہو گا؟ سوچو تو صحیح! تم اکیلی رہ جاؤ گی، بالکل اکیلی! اس دنیا میں تمہارا "! کوئی نہیں بچے گا! تم بے سہارا ہو جاؤ گی

ریان نے دعام کے کندھے پر ہلکا سا ہاتھ رکھا۔ "روک لو اسے ابھی وقت ہے! یہ نہ ہو کہ کچھ بھی نہ بچے! اور پھر تمہارے پاس جینے کے لیے کچھ نہ ہو!" ریان نے طنزیہ مسکان کے ساتھ کہا اور اسے وہیں حیران و پریشان چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ دعام کا دل خوف سے لرز رہا تھا، اسے ریان کے الفاظ ایک کڑوی حقیقت لگ رہے تھے۔

ooooooo

ریان کے جانے کے بعد دعام وہیں ساکت کھڑی رہ گئی، اس کا وجود کانپ رہا تھا۔ ریان کے الفاظ اس کے ذہن میں گونج رہے تھے، جیسے کسی نے اس کے کان میں سیسہ پگھلا دیا ہو۔

جان لیوا کام.... اکیلی رہ جاؤ گی... "اس کے دماغ میں بس یہی جملے گھوم رہے" تھے۔ اسے اکرم کی باتیں ٹھیک لگ رہی تھیں۔ سردار کی حالت، اس کے جسم پر لگے زخم، اس کی خون آلود قمیض... یہ سب اس کی آنکھوں کے سامنے تھا، اور وہ دوبارہ اسے اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، مگر اب ان آنسوؤں میں صرف دکھ نہیں، بلکہ ایک پختہ عزم بھی تھا۔ اس نے خود سے وعدہ کیا۔

میں یہ جان لیوا کام اب کبھی ڈاکو جی کو نہیں کرنے دوں گی! چاہے کچھ بھی ہو" جائے!" دعام کا معصوم چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو اس کے مضبوط ارادے کا پتہ دے رہی تھی۔ یہ اس کا حتمی فیصلہ تھا۔ وہ اپنے ڈاکو جی کو کسی بھی قیمت پر محفوظ دیکھنا چاہتی تھی۔ چاہے

اس کے لیے اسے اس کے خلاف ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ اسے اب سردار کو روکنا ہوگا، یہ اس کی جان بچانے کے لیے ضروری تھا، چاہے اس کے لیے اسے سردار سے لڑنا ہی کیوں نہ پڑے۔

اس نے ایک لمبی سانس لی اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے واپس سردار کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کے قدموں میں اب ایک نیا حوصلہ تھا۔

ooooooo

ہسپتال کی لمبی راہداری میں، بالا کے قدم بے چینی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اس کے دل میں ایک ہی نام تھا، ایک ہی پکار تھی۔

'سردار...!'

قبیلے کی بگڑتی حالت کو کسی حد تک سنبھالنے کے بعد وہ بھاگا چلا آیا تھا، مگر جب تک سردار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لے، اسے چھو نہ لے، روح کو قرار نہیں آسکتا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا جس میں دعام کے کپڑے اور وہ کھانا تھا جو سردار کو پسند آتا۔ اس کی نظریں بے چینی سے ڈاکٹر کاشف کو تلاش کر رہی تھیں، اور پھر اس کی نگاہیں آپریشن تھیٹر کے دروازے سے باہر نکلتے ڈاکٹر پر جم گئیں۔

ڈاکٹر کاشف کے چہرے پر تھکن کے باوجود ایک اطمینان تھا، جو بالا کے مرجھائے دل میں امید کی کرن جگا گیا۔

ڈاکٹر صاحب! سردار کیسا ہے؟" بالا کے ہونٹوں سے الفاظ نہیں، التجا کے سوا" کچھ نہیں نکل رہا تھا۔ اس کی آواز میں بے چینی تھی

ڈاکٹر کاشف نے اپنے ماسک کو نیچے کرتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔

بالا صاحب، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، سردار کو ہوش آ چکا ہے۔ اس کی حالت " اب بہت بہتر ہے، خطرے سے باہر ہے۔ آپ نے بالکل صحیح وقت پر اسے یہاں پہنچایا۔" ڈاکٹر کے الفاظ بالا کے کانوں میں شہد گھول رہے تھے۔

بالا کے پورے وجود پر ایک ٹھنڈک سی چھا گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔ "کیا... کیا میں اندر جا سکتا ہوں؟ میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں، بس ایک نظر! اب جب تک میں اسے دیکھوں گا نہیں مجھے سکون نہیں آئے گا۔ اس نے ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہاں، مگر چند احتیاطی تدابیر کے ساتھ۔ انہیں مکمل خاموشی اور آرام کی" ضرورت ہے۔ ان کی مسز یہاں باہر اکیلی تھی تو ہم نے انہیں اندر بھیج دیا لیکن آپ زیادہ دیر بات چیت سے گریز کریں۔ "ڈاکٹر نے جواب دیا۔

جی ڈاکٹر میں پوری احتیاط کروں آپ کا بہت شکریہ،

بالا نے دل ہی دل میں دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا، ایک ایسی دعا اس کے ہونٹوں سے نکلی جو اس نے زندگی میں شاید ہی کبھی اتنی شدت سے مانگی ہو۔ وہ تھیلا تھامے، سردار کے کمرے کی طرف بڑھا، سردار کا ٹھیک ہونا اس کے لیے سکون تھا۔

oooooooo

کمرے کے اندر، مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دعام سردار کے بستر کے قریب بیٹھی، اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں آہستہ آہستہ پھیر رہی تھی۔ سردار کی آنکھیں بند تھیں،

مگر وہ جاگ رہا تھا، دعام کی انگلیوں کے ہر لمس کو اپنے سکون کی گہرائیوں میں محسوس کر رہا تھا۔

یہ لمس اسے ایک ایسا سکون دے رہا تھا جو اس نے شاید برسوں سے محسوس نہیں کیا تھا۔ صبح کے تقریباً تین بجے کے آس پاس اسے ہوش آیا تھا، اور تب سے دعام ایک ہی بات پر بضد تھی۔

لیکن وہ چاہ کر بھی اس سے باتیں نہیں کر پا رہا تھا کیونکہ وہ بس ایک ہی بات کرتے رہی تھی کہ یہ سارے کام چھوڑ دے اب میں آپ کو یہ کام نہیں کرنے دوں گی اور اس بات کو وہ سوائے اگنور کرنے کے اور کچھ نہیں کر پا رہا تھ تھا لیکن اپنے سجن سائیں کو اگنور کرنا بھی تو آسان نہیں تھا

آپ کو اب یہ سب کچھ چھوڑ دینا چاہیے، بس اب اور نہیں! میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی، ڈاکو جی" وہ ہر تھوڑی دیر کے بعد بس یہی ایک جملہ دہرا رہی تھی، سردار نے اس کی معصوم ضد سنی تھی، اور بس اس کا نرم ہاتھ اپنے سر کے بالوں میں رکھ کر چپ چاپ لیٹا رہا۔

دعام نے سردار کی خاموشی کو اس کی نیند سمجھا، اور چپکے سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ مگر اس کی شرارتیں کم نہیں ہو رہی تھیں۔ کبھی وہ اپنی انگلی پیار سے اس کی بند آنکھوں پر پھیرتی، اور کبھی اس کے ہونٹوں پر، جیسے ان بے باک ہونٹوں کی خاموشی توڑنا چاہتی ہو۔ سردار کے لبوں ہر اس کی ان اداؤں پر ایک مدھم، چھپی ہوئی مسکراہٹ آجاتی، ایک ایسی مسکراہٹ جو اس کے اندر کی خوشی کو ظاہر کرتی تھی۔

وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے لیٹا رہتا، دعام کی قربت، اس کی معصومیت اور اس کی محبت کو اپنے رگ وپے میں محسوس کرتا دل سے دعا کر رہا تھا کہ کاش یہ لمحہ کبھی ختم نہ ہو۔

oooooooo

بالا دروازہ کھول کر نہایت آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ دعام سردار کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی ہے اور سردار آنکھیں بند کیے لیٹا ہے۔

شاید وہ گہری نیند سو رہا تھا وہ ابھی بستر کے قریب پہنچا ہی تھا کہ سردار کی آنکھیں یکایک کھل گئیں، اور اس کی نظریں سیدھی بالا کے چہرے پر جم گئیں۔

ان آنکھوں میں ابھی بھی غصے کی چمک موجود تھی۔

بالا رقم ہسپتال پہنچا دی تھی؟" سردار نے فوراً سوال کیا۔ اس کی آواز میں" تیزی تھی، گویا وہ بستر پر پڑا ابھی اپنے فرائض سے غافل نہیں تھا۔

بالا کو تو کل سے ہوش ہی نہیں تھا کہ اس نے رقم ہسپتال پہنچانی تھی حالانکہ کل سردار نے اپنی جان پر کھیل کر انہیں ہسپتال کے لیے بھیجا تھا لیکن سردار کو گولی لگنے کا سن کر وہ لوگ ادھے راستے سے ہی لوٹ آئے تھے۔

سنائی نہیں دیا تمہیں میں نے پوچھا رقم ہسپتال پہنچادی تھی یا نہیں اب کی دفعہ وہ غصے سے بولا

دعام، جواب تک سردار کی خاموشی پر پریشان تھی، حیران رہ گئی۔

اف اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے! اس نے گھور کر سردار کو دیکھا تھا وہ کب سے اس" سے بات کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ سو رہا تھا۔

اسے سردار کے اس رویے پر جھنجھلاہٹ محسوس ہوئی۔ وہ سردار سے بات کرنا چاہتی تھی، اور یہ یہاں بالا کے آتے ہی ایسے جاگ اٹھا جیسے ابھی تک سویا ہی نا ہو۔ مطلب وہ صرف ڈرامے کر رہا تھا ایسے جھوٹ موٹ کا سویا ہوا بن رہا تھا، تو منہ بنا کر اسے گھورنے لگی تھی جبکہ سردار کا سارا دھیان بالا کی طرف تھا۔

بالا نے نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

نہیں... سردار، نہیں کر پایا۔ میں... میں وہاں پہنچ گیا تھا، مگر... راستے میں" کچھ تمہیں گولی لگنے کی خبر آ گئی تھی۔ آج ان شاء اللہ ہو جائے گی، کر دوں گا "رقم میں آج ہی ان کے حوالے، وعدہ ہے میرا۔

سردار کا چہرہ غصے سے تمتما گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک سرد چمک ابھری۔

کیوں نہیں کر پائے؟" اس نے دھاڑتے ہوئے کہا، "ایسی کون سی قیامت آ" گئی تھی کہ تم سے ایک چھوٹا سا کام بھی نہیں ہوا؟ تمہیں کیا لگتا ہے میں یہاں بستر پر پڑا رہوں گا اور تم اپنے فرائض سے غافل رہو گے؟ یہ چھوٹا سا کام تھا، جسے تم لوگ نہ کر سکے۔ تم جانتے ہو اس رقم کی کتنی اہمیت ہے؟

کتنی جانیں اس سے جڑی ہیں؟" اس کی آواز میں درد کے باوجود ایسی گرج تھی کہ کمرے کی فضا تھرا اٹھی، دعام بھی ایک پل کے لیے لرز گئی۔

سردار، ہو جائے گا، تم فکر مت کرو۔" بالا نے اس کے قریب آنے کی"

کوشش کی، اس کے چہرے پر التجا اور یقین دہانی تھی۔

"بس تھوڑا سا وقت اور چاہیے۔"

بالا! مجھے اپنی شکل مت دکھانا جب تک میرا کام نہ ہو جائے۔ دفع ہو جاؤ یہاں"

سے!" سردار نے بے رحمی سے کہا۔

اس کی آنکھوں میں غضب کی آگ بھڑک رہی تھی۔ بالا بھی ٹھٹھک گیا۔

اس نے دعام کے لیے لایا ہوا کھانے کا ڈبہ اور کپڑوں والا تھیلا بستر کے قریب

میز پر رکھا،

دعام اس میں تمہارے اور سردار کے لیے کھانا ہے اور تمہارے لیے لباس ہے

،تم بدل لینا اور تمہاری چادر بھی اسی میں ہے میں چلتا ہوں

وہ ایک حسرت بھری نظر سردار پر ڈالے خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔

اسے اپنی ناکامی کا شدید احساس ہو رہا تھا۔

بالا کے جانے کے بعد دعام نے سردار کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر دکھ اور ندامت کے ملے جلے تاثرات تھے۔

اف اللہ! ڈاجو جی! یہ آپ نے کیا کیا؟ ایسی کون سی قیامت آگئی تھی کہ آپ" نے بالا بھیا کو اس طرح سے ڈانٹنا شروع کر دیا؟"

اس کی آواز میں بھائی کے لیے پیار اور سردار سے ناراضگی تھی۔

آپ کو پتہ ہے وہ آپ کے لیے کتنے فکر مند تھے؟ میں نے اپنی آنکھوں سے " دیکھا، کل رات چھپ چھپ کر رو رہے تھے! وہ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر کتنے پریشان تھے! وہ آپ سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں سچی والا" دعام کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی، یہ بالا کے لیے اس کی بے پناہ محبت کا اظہار تھا۔

وہ بے شک اس کا سگا بھائی نہیں تھا لیکن اگر اس کا کوئی سگا بھائی ہوتا تو بالا اس سے بھی بڑھ کر ہوتا۔

آپ کو انہیں اس طرح سے نہیں ڈانٹنا چاہیے تھا کم سے کم ان سے مل تو لیتے، ان سے دو پیار کے بول تو بولتے !" وہ غصے سے اسے بھاشن دینے لگی تھی

سردار نے ایک کمزور نظر اس پر ڈالی، اس کے چہرے پر تھکن کے باوجود ایک سختی تھی۔ اس نے دعام کا نرم ہاتھ تھاما اور واپس اپنے بالوں میں رکھ لیا۔

میرا کام زیادہ ضروری تھا سجن سائیں، اس لیے اسے بھیجا ہے۔" اس کے لہجے میں کوئی لچک نہیں تھی۔

تم کیا فضول چیزوں میں لگ گئی ہو؟ مجھے ابھی نیند آرہی تھی۔"

نہیں مجھے آپ سے باتیں کرنی ہیں اٹھیں آپ نہیں آپ اور نہیں سوسکتے وہ ناراضگی سے بولی۔

"تو اچھی باتیں نہیں کر رہی ہو اور یہ بورنگ باتیں بعد میں کر لینا۔

دعام نے سردار کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی،

میں اچھی باتیں کروں گی" مجھے بہت ساری باتیں کرنی ہیں آپ سے۔" اس نے سردار کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے لاڈ سے کہا،

میرے مطلب کی اچھی بات ہے وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے شرارت سے بولا تو دعام نے نفی میں سر ہلایا تھا، وہ اس کی بات کا مطلب فوراً سمجھ گئی تھی

نہیں آپ کے مطلب والی نہیں دوسری والی" بہت ساری باتیں جو میرے دل میں ہیں، جو مجھے بے چین کیے ہوئے ہیں۔ میں آپ سے ہر بات کہنا چاہتی "ہوں، آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے کیا سوچا ہے آپ کے لیے۔

سردار نے گہری سانس لی۔ اس نے دعام کے ہاتھ کو اپنے سر پر مزید مضبوطی سے تھاما، اس کے ہونٹوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ ابھری۔

میرا سجن سائیں، مجھ پر غنودگی طاری ہے۔ پتہ نہیں کون سے انجیکشن لگائے ہیں ان لوگوں نے مجھے۔ میرا دماغ سن ہے، مجھے تمہاری کوئی بات سمجھ ہی نہیں آرہی۔" وہ ایک شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بہانہ بنا رہا تھا۔

پھر تم ناراض ہو جاؤ گی اگر میں تمہاری باتوں کا ٹھیک سے جواب نہ دے پایا"

"تو۔ اور میری اتنی پیاری سجنی کا ناراض ہونا مجھے منظور نہیں۔

دعام نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ بہانہ ہے، مگر اس کی آنکھوں میں ایک معصوم سی چمک تھی، ایک گہری محبت۔ اس نے آہستگی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانی جاری رکھیں، جیسے اس کے بہانے پر یقین کر لیا ہو۔ اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

oooooooo

آج ڈاکٹر بیلا کے کیریئر کا ایک انتہائی اہم دن تھا۔ وہ شہر کے سب سے بڑے اور جدید ہسپتال میں اپنے سینیئر ڈاکٹر کو اسسٹ کرنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔

اس کا دل جوش اور گھبراہٹ کے ملے جلے احساسات سے دھڑک رہا تھا۔

میں یہ کر سکتی ہوں! میں نے اس دن کے لیے برسوں محنت کی ہے!" بیلا نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ صرف ایک آپریشن نہیں، یہ میری پہچان ہے، میرے خوابوں کی تکمیل ہے۔"

ہسپتال کا ماحول معمول سے زیادہ چست اور پر عزم تھا۔ آج یہاں ایک بہت بڑا آپریشن ہونے والا تھا جس کے لیے دنیا بھر سے مشہور سرجن بیرون ملک سے خاص طور پر مدعو کیے گئے تھے۔ یہ ایک لائیو کلاس تھی، جسے ملک بھر کے میڈیکل کالجز میں براہ راست دکھایا جانا تھا، میڈیکل کی دنیا کا ایک عظیم لمحہ۔ کراچی کے 30 بڑے ہسپتالوں کے درمیان ہونے والے مقابلے "ڈاکٹر آف دی منتھ" جیتنے کے بعد کوئی سے چار خوش قسمت ڈاکٹرز کو اس امریکن سرجن کو اسسٹ کرنے کا موقع مل رہا تھا، اور بیلا بھی انہی منتخب ڈاکٹرز میں سے ایک تھی جو آج اس سرجری کا حصہ بننے والی تھی۔

بیلا کے چہرے پر ایک خاص چمک تھی، اس کی آنکھوں میں مستقبل کے روشن خواب رقص کر رہے تھے۔ اس کے ہاتھ ہلکے سے کانپ رہے تھے، مگر اس

کے ارادے چٹان کی طرح مضبوط تھے۔ وہ آج اپنا بہترین دینے کے لیے پر عزم تھی۔

اس آپریشن کے بعد ان کا ایک بہت بڑا ٹیسٹ ہونا تھا اور اگر وہ اس ٹیسٹ میں پاس ہو جاتی انہیں باقی کی ہوم جاب کرنے کا موقع اسی ہسپتال میں مل جاتا اور اس ہسپتال میں ہر طرح کے فیسلٹیز موجود تھی یہاں سے اگر وہ سیکھ کر نکلتے تو انہیں کسی میدان میں شکست نہیں ہو سکتی تھی۔

００００００００

ہسپتال کے ایڈ منسٹریشن بلاک میں، بالا نے اپنے چمڑے کے تھیلے سے قیمتی رقم کے بنڈل نکال کر سامنے میز پر رکھ دیے۔ کرنسی نوٹوں کی گڈیاں میز پر بکھر گئیں۔ بالا کا چہرہ سنجیدگی اور مقصدیت کی گواہی دے رہا تھا۔

یہ لیجیے، پورے 70 لاکھ ہیں، فی الحال اس رقم سے کام شروع کیجیے۔" بالا نے ہسپتال کے نمائندوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں کوئی لچک نہیں تھی۔

باقی بچیوں کا علاج آج سے ہی شروع کیجیے، ایک بھی لمحہ ضائع نہیں ہونا"

چاہیے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔

فکر نہ کریں، دو تین دن میں آپ لوگوں کو باقی رقم بھی مل جائے گی، اور"

"اگلے مہینے کی رقم اگلے مہینے دیکھی جائے گی۔

ہسپتال کے نمائندوں نے رقم وصول کی، ان کے چہروں پر اطمینان اور شکر

گزاری کے گہرے تاثرات نمایاں تھے۔

ایک نمائندے نے رقم کو گننا شروع کیا، جبکہ دوسرے نے تشویش بھری

آواز میں کہا۔

ٹھیک ہے، ہم آج سے ہی علاج شروع کر دیں گے۔ یہ بہت بڑی مدد ہے بالا"

صاحب۔" اس نے سر اٹھا کر بالا کی طرف دیکھا۔

آپ ہمارا ایک پیغام اپنے سردار تک پہنچا دیجیے گا کہ اس دفعہ زیادہ بچیاں"

ہیں، 34 بچیاں ہیں جو لوکیمیا کی مریض ہیں۔ ان سب کی حالت بہت نازک

"ہے، پہلے سے زیادہ۔

آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ علاج شروع کیجیے، ہم پیسوں کا"

انتظام کر دیں گے۔" بالا نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا، اس کی آنکھوں میں

ایک عزم تھا۔

ہم کسی کو مرنے نہیں دیں گے۔" وہ کہتے ہوئے تیزی سے وہاں سے نکل رہا"

تھا جب اچانک دروازے سے اندر داخل ہوتی ڈاکٹر بیلا سے اس کی ٹکر ہوئی۔

ایک لمحے کو دونوں ٹھٹھکے، ان کی آنکھیں ایک دوسرے سے ملیں۔ بالا نے

ایک لمحے کے لیے اس پر ایک مسکراتی نگاہ ڈالی، ایک ایسی مسکراہٹ جو اس

کے نقاب کے پیچھے چھپی تھی، اور بغیر کسی توقف کے ہسپتال سے باہر نکل گیا۔

بیلا کے دل میں ایک عجیب سی تجسس کی لہر دوڑ گئی۔

جب کہ وہ سامنے موجود نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر حیران بھی تھی۔

بیلا کی آنکھوں میں حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات تھے جب اس نے ڈاکٹر طلعت سے پوچھا، اس کی آواز میں ابھی تک بے یقینی تھی۔ "ڈاکٹر طلعت، یہ... یہ آدمی یہاں کیا کر رہا تھا؟ یہ تو... یہ تو ڈاکو ہے میرے بھائی آج کل ان ڈاکوؤں کے ہی پیچھے لگے ہوئے ہیں یہ بہت خطرناک لوگ ہیں یہ یہاں ہسپتال میں کیا کر رہے ہیں، آپ کو فوراً پولیس کو انفارم کرنا چاہیے گاؤں کے ہسپتال میں تو ان لوگوں نے کہرمچار کھا ہے لیکن آپ لوگ تو ان کے خلاف ایکشن لے سکتے ہیں نا، یہ ہسپتال اتنا بڑا ہے اتنی پاور میں ہے آپ لوگ ان کے خلاف رپورٹ کی یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔

ڈاکٹر طلعت نے بیلا کے الجھے چہرے کو دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔

ریلیکس ہو جایئے ڈاکٹر بیلا، وہ لوگ ہوں گے خطرناک لیکن ہمارے لیے کسی مسیحا سے کم نہیں ہیں۔ ڈکیت تو صرف پیشہ ہے ڈاکٹر بیلا، ایک ایسا پیشہ جو انہوں نے اپنایا ہے۔ مگر وہ نیک انسان ہیں۔ ان کی روح پاکیزہ ہے۔" ان کی آواز میں ایک خاص احترام تھا۔

آپ آج صبح مجھ سے پوچھ رہی تھیں نا کہ اس ہسپتال میں لوکیمیا کے ان "

سینکڑوں مریضوں کا علاج کیسے ہوتا ہے؟ اس کے لیے تو کروڑوں لگتے ہیں جو

ہمارے پاس کبھی پورے نہیں ہوتے؟" انہوں نے بیلا کی آنکھوں میں گہرائی

سے دیکھتے ہوئے کہا، اس کی حیرت زدہ آنکھوں میں سچائی کی کرن بکھیرتے

ہوئے۔

وہ کروڑوں دینے والے یہی ڈاکو ہیں۔ "ہر مہینے جو 20 سے زیادہ بچیوں کا مفت "

علاج کیا جاتا ہے وہ انہی ڈاکٹروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ورنہ آپ جانتی ہیں کہ

اس بیماری کا علاج بڑے بڑے امیر لوگ بھی نہیں کروا سکتے لیکن یہاں غریب

بچوں کا علاج ہوتا ہے صرف اور صرف ان لوگوں کی وجہ سے، ڈاکٹر اسے

دیکھتے ہوئے بتا رہے تھے

جبکہ بیلا کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

کیا؟ یہ... یہ کیسے ممکن ہے؟" اس کے لبوں سے بمشکل نکلا، وہ اپنی سماعت پر "

یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

آپ مذاق کر رہے ہیں، سر! یہ ڈاکو بہت خطرناک لوگ ہیں، جس گاؤں میں "
میرے بھائی کا ٹرانسفر ہوا ہے وہاں کی حالت بگاڑ رکھی ہے ان لوگوں نے.. اور
" آپ یہ اتنا نیک کام؟

جی ہاں، یہی سچ ہے۔ سندھ کا ڈاکو سردار دلدار یلغار، جسے لوگ ڈاکو کہتے ہیں، "
جو بدنام ہے، مگر اسے ہم اصلی ہیرو کہتے ہیں، اپنی ساری دولت اور رقم ان
معصوم بچیوں کی زندگی پر لگا دیتا ہے۔ اس کا ہر ڈاکا کسی نہ کسی معصوم جان کو نئی
"زندگی دیتا ہے۔

ڈاکٹر طلعت نے مزید تفصیل سے بتایا۔

اور یہ جو ابھی گیا، یہ اس کا سب سے قریبی، سب سے وفادار ساتھی بالا "
ہے۔ "ڈاکٹر طلعت نے بیلا کی آنکھوں میں دیکھا۔

خیر ان ساری باتوں کو چھوڑیئے آپ اپنے آپریشن کی تیاری کیجئے سب کچھ بہت
اچھے سے ہونا چاہیے مجھے یقین ہے یہ کمپیٹیشن آپ ہی جیتیں گی پھر آپ اسی
ہسپتال میں کام کریں گی، یہ جاننا آپ کے لیے ضروری تھا۔ ہسپتال میں تقریباً

سب لوگ ہی یہ جانتے ہیں، ہر ڈاکٹر، ہر نرس، ہر ملازم، مگر یہ ایک راز ہے جو کبھی باہر نہیں نکلا، کبھی پولیس تک نہیں پہنچا۔ یہ ایک خاموش معاہدہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں آپ بھی کسی کو نہیں بتائیں گی، یہ ان معصوم جانوں کا راز ہے، ان کی زندگی کا راز ہے۔"

بیلا کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر حیرت کے گہرے سائے چھا گئے۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"نہیں سر! کبھی نہیں! میں کسی کو نہیں بتاؤں گی، یہ میرا وعدہ ہے! مجھے یہ جان کر... مجھے یقین نہیں آ رہا! ڈاکو... اور اتنا بڑا کام!" وہ اپنے ہی الفاظ پر حیران تھی، اس کی آنکھوں میں ایک نئی چمک تھی۔

باقی آپ فکر نہ کریں اگر اللہ نہ کرے میں اپنے اپریشن میں کامیاب نہ بھی ہو پائی تو بھی آپ کا یہ راز کبھی نہیں کھلے گا میں اس ہسپتال سے جا کر بھی کبھی نہیں بتاؤں گی کہ یہاں ڈاکو ایسا کوئی نیک کام کرتے ہیں۔

کیونکہ یہ ان کی نیکی ہے اور میں بھی نہیں چاہوں گی کہ اس طرح ان لوگوں کو ایکسپوز کر کے ان غریب بچوں کی زندگی داؤ پر لگے جو ان کی وجہ سے بچتی ہے وہ انہیں دیکھتے ہوئے کہتی کمرے سے نکل گئی تھی جبکہ ڈاکٹر طلعت نے سکون کا سانس لیا

○○○○○○○○

سردار کے کمرے میں، دعام کی نظریں مسلسل اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، اس کی آنکھوں میں ایک گہرا پیار اور ایک پختہ ارادہ جھلک رہا تھا۔

وہ سردار کا چہرہ دیکھ رہی تھی جواب پر سکون تھا، مگر وہ جانتی تھی کہ یہ صرف نیند کا بہانہ ہے۔

اس نے کچھ دیر انتظار کیا، اور پھر ایک گہری سانس لی۔ آخر کار، سردار کے بس سے مزید آنکھیں بند کرنا ممکن نہ ہوا۔

تو اس نے اپنی خوبصورت، گہری آنکھیں کھول دیں اور دعام کو دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ ابھری، ایک ایسی مسکراہٹ جس میں پیار اور شرارت دونوں شامل تھے۔

ڈاکو جی! اب آپ کی نیند پوری ہو گئی نا؟" دعام نے ہنس کر کہا، اس کی آواز" میں ایک ایسا نشہ تھا جو سردار کے دل میں اتر گیا۔

میں کب سے انتظار کر رہی ہوں کہ آپ کی آنکھیں کھلیں اور میں آپ سے " وہ پوچھوں جو میرے دل میں ہے۔ اب بتائیں، کیا سوچا آپ نے؟ کیا آپ نے "میری بات پر غور کیا؟

ارے میری سوہنی سجنی! میں سوچ تھوڑی رہا تھا، میں تو سو رہا تھا نا۔" سردار" نے اس کا نرم ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے نرمی سے کہا، اس کی آواز میں ابھی بھی غنودگی کا ہلکا سا اثر تھا۔

اب جاگ گیا ہوں، اب سوچوں گا۔"

نہیں! آپ جھوٹ بولتے ہیں!" دعام نے فوراً کہا، اس کے لہجے میں ایک "
معصومانہ سختی اور پختہ ارادہ تھا۔

مجھے پتہ ہے آپ نے کچھ نہیں سوچنا اسی لیے میں نے سوچ لیا ہے! میرا فیصلہ
اٹل ہے۔" اس نے سردار کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما، اس کی آنکھوں میں آنسو
تیرنے لگے۔

اب آپ کوئی گندا کام نہیں کریں گے! کوئی بھی ایسا کام جس میں آپ کی جان "
کو خطرہ ہو، آپ کی جان چلی گئی تو! توبہ توبہ اللہ جی سوری، میں ایسی بات بھی
نہیں کروں گی۔ مجھے یہ سب منظور نہیں۔ میں آپ کو ہر قیمت پر محفوظ دیکھنا
چاہتی ہوں۔ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی، ڈاکو جی" اس کی آواز میں ایک ایسی
شدت تھی جو سردار کے دل میں اتر گئی۔ "ورنہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں
گی! اتنی ناراض کہ پھر کبھی نہیں مانوں گی، چاہے کچھ بھی ہو جائے! آپ کو
"!میری قسم۔۔۔۔۔

ہشششش۔۔۔ قسمیں نہیں دیتے میر اسوہنا مکھڑا، وہ ضدی لہجے میں بولی، جب وہ بول پڑا۔

اچھا نہیں دیتی تو آپ نہیں کریں گے نا

اس کا نازک ساوجود، پوری دنیا کے سامنے کھڑا، سردار کے لیے اپنا فیصلہ سنا رہا تھا، ایک ایسا فیصلہ جو اس کی محبت سے بھرا تھا۔

سردار اس کی اس معصومانہ ضد اور بے پناہ محبت پر مسکرا رہا تھا، اس کی آنکھوں میں محبت کے بادل چھا رہے تھے۔ وہ دعا م کی باتوں میں چھپی گہرائی کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ اس کی بات کا جواب دینے ہی والا تھا جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

oooooooo

بالا دروازہ کھول کر اندر آیا، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی تسکین نمایاں تھی کہ کام ہو گیا تھا۔

اس نے سردار کو جاگا ہوا اور دعام کے ساتھ دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔

کرا دیا تمہارا کام، سردار۔ پوری رقم ہسپتال پہنچا دی ہے، بچیوں کا علاج شروع" ہو گیا ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔

اب ناراض مت ہونا، تمہارا بالا تمہارے حکم کی تکمیل کر آیا ہے۔" وہ سردار" کے قریب آکر بیٹھتے ہوئے بولا، اس کی آواز میں وفاداری اور فخر تھا۔ سردار ہلکا سا مسکرایا، مگر اس کی آنکھوں میں ایک گہری سوچ اور سوال تھا۔

قبیلے میں سب کیسا ہے بالا؟ سب خیریت ہے نا؟ مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو" رہا ہے۔" سردار نے پہلا سوال ہی کیا، اس کی آواز میں ایک گہری تشویش تھی، جیسے اسے کسی خطرے کا احساس ہو۔ یہ سوال بالا کے لیے غیر متوقع تھا، اس کی ہکلاتے ہوئے آواز سے اس کی گھبراہٹ صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

قبیلے میں... ہاں قبیلے میں سب... سب کچھ ٹھیک ہے، سردار۔" بالا نے" نظریں چرائیں، اس کی آواز میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی، وہ سردار سے کچھ چھپا رہا تھا۔ جس پر سردار نے اسے گھورا تھا

تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سب ویسا ہی ہے جیسا تم چھوڑ کر آئے "
"تھے۔

!!تم۔۔۔ک ءوں۔۔پوچھ رہے ہو ویسے۔۔۔۔

کیونکہ مجھے لگتا ہے مجھے پوچھنا چاہیے، سب ٹھیک ہے نا قبیلے میں؟" سردار نے "
پھر سے سوال دہرایا، اس کی آنکھیں بالا کے چہرے پر جمی تھیں، جیسے اس کی جھوٹی تسلی کو توڑنا چاہتا ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک سرد چمک ابھری تھی جو بالا کے دل میں خوف پیدا کر رہی تھی، سردار کی نظروں سے کچھ چھپانا ناممکن تھا۔

ہاں سردار، سب ٹھیک ہے۔ تم بے فکر رہو۔" بالا نے اصرار کیا۔ وہ سردار کو "
اس حالت میں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی آواز کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی۔

"تم بس ٹھیک ہو کے آجاؤ، سب کچھ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

پکی بات ہے؟ تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟ مجھے محسوس ہو رہا ہے بالا، تم کچھ " کہنا چاہتے ہو۔" سردار کی آواز میں ایک سردی مہری سی تھی، جیسے وہ جانتا ہو کہ کوئی بات چھپائی جا رہی ہے، اور وہ اسے مزید دباؤ میں لانا چاہتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایسی گہرائی تھی جو بالا کی روح تک اتر رہی تھی۔

سردار، تم ٹھیک ہو جاؤ نا، قبیلے میں واپس آؤ پھر بات کریں گے۔" بالا نے فوراً" موضوع بدلا، جیسے کسی گہرے زخم کو چھپانا چاہتا ہو۔ اس نے اپنی آواز کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی۔" ہسپتال میں 20 کے بجائے اس مہینے 34 بچیاں داخل کی گئی ہیں کیونکہ ان سب کی حالت بہت زیادہ خراب تھی۔ ڈاکٹرز پریشان تھے، مگر میں نے انہیں بول دیا ہے کہ انہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہم ہینڈل کر لیں گے۔ پیسوں کی کوئی کمی نہیں آئے گی۔" بالا اچانک بات بدل گیا۔

ہاں... ہم کر لیں گے۔" سردار نے اس کے الفاظ دہرائے تھے، مگر اس کی" آنکھوں میں فکر کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ بالا کچھ چھپا رہا ہے، اور یہ بات

اسے اندر ہی اندر کچو کے لگا رہی تھی، اس کے دل میں بے چینی بڑھا رہی تھی۔

ریان اکرم اسے جو کچھ بتا کر گیا تھا اسے اس پر یقین نہیں تھا لیکن بالا کی گھبراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ جو کچھ بتا کر دیا ہے وہی سچ تھا۔

بالا کے یہاں آکر بیٹھتے ہی دعام اپنے لیے لائے ہوئے کپڑے چینج کرنے جا چکی تھی۔ سردار کے ذہن میں قبیلے اور وہاں کی صورتحال کے بارے میں سوالات گونج رہے تھے، جن کا جواب اسے جلد از جلد چاہیے تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کچھ ایسا ہوا ہے جو بالا بتانا نہیں چاہتا، اور یہ بات اس کے دل پر ایک بوجھ بن رہی تھی۔

٥٥٥٥٥٥٥٥٥

لگتا ہے، آج کی رات گاؤں میں نیند کسی کو نہیں آئے گی!" تایا ابا کی گونج دار ہنسی پورے گھر میں پھیل گئی۔

ان کی آواز میں ایک ایسا جوش تھا جو چھپائے نہیں چھپتا تھا۔ گھر میں ریان اکرم اور رباب کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔

اور کیوں آئے گی بھلا، رباب کی ابا؟" تائی امی نے ہنستے ہوئے کہا، ان کے ہاتھوں میں رباب کا بے تحاشہ خوبصورت جوڑا تھا جسے وہ پیار سے چھو رہی تھیں۔

ہمارے گھر کی بیٹی کی رخصتی ہے کل۔ ایک نئی زندگی کی شروعات ہو رہی ہے۔ ایسی خوشی بھلا کیسے سونے دے گی کسی کو؟" تایا ابا نے مسکراتے ہوئے کہا تو تائی امی بھی مسکرا دی تھی،

تائی امی کبھی اپنی بیٹی کی رخصتی پر خوش ہوتی تھیں تو کبھی اداس۔

ہاں جی خوشی تو ہے ہی، اب ایک بیٹی کا بوجھ سر سے اترے تو دوسروں کا بھی" سوچیں گے۔ رباب کی فکر سے آزاد ہوئے تو اپنی بیٹیوں کی فکر کریں گے نا اب۔ اللہ کا شکر ہے جوڑی بن گئی بچی کی۔" چاچی نے فوراً بات پکڑی، ان کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، جیسے کسی بوجھ کے اترنے پر سکون محسوس کر رہی ہوں۔

بالکل صحیح کہہ رہی ہو، بیگم۔ اب میرا سر بھی ہلکا ہو گیا ہے یہ سب دیکھ کر۔"

ریان اکرم جیسا اچھا لڑکا، اوپر سے وردی والا روعب ہے بچے کا اب اسے اور کیا

چاہیے بھلا؟" چچا نے سر ہلایا، ان کی آنکھوں میں واضح اطمینان تھا۔ وہ اپنی

بیٹیوں کے بارے میں سوچنے کی آزادی محسوس کر رہے تھے۔

جبکہ قریبی محلے کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، مہندی مایوں تو نہیں کی گئی تھی

بلکہ رات کو صرف ڈولکی رکھی گئی تھی تاکہ گاؤں والوں کو بتایا جاسکے کہ گھر

میں شادی ہے

بہت اچھا جوڑا ہے،!" ایک پڑوسن نے جوڑا دیکھتے ہوئے کہا۔"

رباب تو ماشاء اللہ، اس میں چاند کا ٹکڑا لگے گی۔" دوسری عورت نے بھی"

تعریف کی تھی۔ گاؤں کے اس چھوٹے سے گھر میں خوشیوں کا ماحول تھا، اور

کہنے کو سب کچھ سادگی سے ہو رہا تھا لیکن پھر بھی گاؤں والوں کو مدعو کیا گیا تھا،

اور سبھی رشتہ دار بھی موجود تھے۔ جب صفا رباب کو لے کر باہر آگئی

تائی امی نے جوڑا رباب کی طرف بڑھایا۔

دیکھ رباب، کتنا پیارا جوڑا ہے تیرا۔ کل اسے پہن کر تیری نئی زندگی کا آغاز"

ہونا ہے۔

توخوش تو ہے نا میری بچی، یہ تیری زندگی کا سب سے بڑا دن ہے۔"رباب ایک

کونے میں سر جھکائے بیٹھی تھی، بالکل خاموش، ساکت۔ اس نے نظر اٹھا کر

بھی نہ دیکھا، اس کی خاموشی کمرے کے شور میں بھی ایک گہرے سناٹے کا

احساس دلا رہی تھی۔ باقی سب لوگ تقریباً خوش تھے۔

جی میں خوش ہوں بہت خوش ہوں مجھے میرا من پسند دلہا مل رہا ہے جسے میں

نے چاہا وہ میرے نصیب میں لکھ دیا گیا۔ بھلا میں خوش کیوں نہیں ہوں

گی۔۔۔!! میری محبت کو قبولیت کا شرف بخشا گیا ہے میں بہت خوش ہوں اس

نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی تھی جبکہ اس کی بات سنتی اس کی ماں اس کا

چہرہ چومتے ہوئے اس کے قریب سے اٹھ گئی تھیں۔

جبکہ سمیرا، جواب تک ایک طرف بیٹھی یہ سب سن رہی تھی، اس کا دل کٹ

رہا تھا۔

صرف تین چار مہینے پہلے کی تو بات ہے۔ رباب کتنی جیتی جاگتی ہنستی کھیلتی لڑکی" تھی۔ کیا بن گئی ہے یہ؟ اب اس کے چہرے پر کوئی خوشی کیوں نہیں ہے؟ یہ سب کیوں نہیں دیکھ رہے؟" وہ رباب کے چہرے پر پڑی ویرانی کو صاف دیکھ سکتی تھی۔

اسے بہت عجیب سا احساس ہو رہا تھا رباب خوش نہیں تھی بالکل خوش نہیں تھی۔

کہنے کو سمیرا کے ساتھ اس کی کبھی نہیں بنی تھی، لیکن اس کی یہ حالت دیکھ کر اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

بھائی صاحب اب سمیرہ کے بھی ہاتھ پیلے کر دی جی یہ، یہ اور میرے خیال میں ایک جتنی ہی ہے نا۔

ایک پڑوسن نے سمیرا کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا،

بس بہن جی اب اسی کے بارے میں سوچیں گے پہلے رباب ہماری ذمہ داری ہے اس سے اللہ پاک نے بے فکر کیا ہے اب ان شاءاللہ سمیرہ کا ہی سوچیں گے

چاچی فورا بولی تھیں

سمیرا اپنی طرف ان سب کا دھیان دیکھ کر انکنفرٹیبل ہو گئی تھی۔اس نے بمشکل اپنے لبوں پر ایک نقلی مسکراہٹ لائی۔

میں اپ لوگوں کے لیے مونگ پھلی اور جلیبی لے کر آتی ہوں وہ فورا ہی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ جبکہ پیچھے پھر سے تھال پر ڈولکی بجاتے ہوئے گانا گانا شروع کر دیا گیا تھا

oooooooo

"ارے کیا کر رہی ہو بلی یار !میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا، چھوڑو نا یہاں اندر عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں!

ریان اکرم نے زبردستی خود کو چھڑوانے کی کوشش کی، مگر بیلا اسے گھسیٹ " کر کمرے میں لا رہی تھی۔ جہاں عورتیں ڈھولکی رکھے بیٹھی تھیں۔

بیلا کو جب سے پتہ چلا تھا کہ وہ لوگ ڈھولکی کر رہے ہیں، تب سے اس نے بھی ڈھولکی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ریان نے بڑی مشکل سے اپنے کام سے ایک ہفتے کی چھٹی لی تھی۔ آج صبح سے ہی وہ گھر پر تھا، اور وہ جتنی سادگی سے سب کچھ چاہتا تھا، اتنے سادگی سے کچھ بھی ہو نہیں رہا تھا۔ بیلا کچھ بھی سادگی سے ہونے ہی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے ابھی سے ہی گھر کی لائٹنگ شروع کروادی تھی، اور پھر ڈھولکی بھی رکھوا کر اسے زبردستی اپنے ساتھ لے آئی تھی۔

ڈھول پیٹتے پیٹتے وہ اسے خوب تنگ کر رہی تھی، اس کے چہرے پر شرارت رقص کر رہی تھی، جب کہ وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس بیٹھنے پر مجبور تھا۔ اس کے دماغ میں تو اب صرف رباب کا ہی خیال تھا۔

وہ رباب کی اس دن والی بات سے کافی خفا ہوا تھا، مگر رباب اسے لے کر وہ بہت بد ظن تھی۔ وہ سمجھتا تھا، اسے یقین تھا کہ وہ اپنی محبت سے اس کا دل جیت لے گا۔

اسے احساس تھا کہ اس نے اس کے ساتھ جو بھی کیا ہے بہت غلط کیا ہے، اور اسے یقین تھا کہ وہ سب کچھ ٹھیک کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

یہ اتنا مشکل تو نہیں ہے۔ اگر وہ اس کے دل میں اپنے لیے محبت پیدا کر سکتا تھا، تو پھر اس کی غلط فہمیاں دور کرنا کہاں اس لیے مشکل تھا؟" اس کے ذہن میں سوالات کا ایک طوفان برپا تھا، مگر اس کے لبوں پر خاموش مسکراہٹ تھی، ایک ایسا یقین جو اسے ہر مشکل کا سامنا کرنے کی طاقت دے رہا تھا۔

oooooooo

مجھے قبیلے میں واپس جانا ہے بالا! میں یہاں نہیں رہ سکتا!" سردار نے اچانک ہی" کہہ دیا، جیسے ہی بالا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کی آواز میں ایک ایسی بے چینی تھی جو بستر پر بھی اسے قرار نہیں لینے دے رہی تھی۔

دعام جو نماز پڑھ رہی تھی، اس کے کان بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ جلدی سے دعا کے لیے اٹھیں ہاتھ چہرے پر پھیرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہیں نہیں جائیں گے آپ! یہ ہسپتال میرے رہیں گے! یہاں اتنا اچھا علاج ہو رہا ہے! وہاں آپ کو آپ کے اندر کا کیڑا اسکون سے بیٹھنے نہیں دے گا!"

دعام اس کے پاس آتے ہوئے اس کے چہرے پر نرمی سے پھونک مارتی غصے سے بولی، اس کی آواز میں ایک ایسی سختی تھی جو سردار کو روکنے پر بضد تھی۔

جبکہ اس کے معصومانہ سے غصے پر وہ مسکرا دیا تھا

"سجن سائیں، سمجھنے کی کوشش کرو! میں یہاں اس بدبودار جگہ پر نہیں رہ سکتا! میرا دماغ خراب ہو رہا ہے، مسلسل میرے سر میں درد ہے!" سردار نے اپنے سر کو پکڑ کر کراہتے ہوئے کہا، اس کی آنکھوں میں ایک شدید بے زاری تھی۔

"ہائے اللہ! آپ کے سر میں درد ہے؟ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" دعام فوراً اس کے قریب آئی، اس کے چہرے پر فکر نمایاں تھی۔

میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں، آپ کو کوئی تکلیف ہو تو مجھے بتایا کریں نا میں کیوں

ہوں یہاں پر وہ اس کا سر دباتے ہوئے بے چینی سے بولی تھی۔

میں ابھی بات کرتی ہوں ڈاکٹر سے، وہ آپ کو اچھی والی دوائی دے گا!" جس "

سے آپ کا سر کا درد فورا چلا جائے گا

مجھے دوائی نہیں، سکون چاہیے سجن سائیں! سمجھنے کی کوشش کرو! اس ہسپتال "

"! میں میرا دم گھٹ گیا ہے

میں کبھی اس طرح کی جگہ پر نہیں رکا ہوں اور نہ ہی ایسی جگہ میری پہچان ہے

میں نہیں رہ سکتا ایسے بند کمروں میں بستر پر پڑے۔ سردار نے بے بسی سے کہا،

اس کی نظریں دعام پر جمی تھیں، جیسے وہ اس سے کوئی حل چاہتا ہو۔

سردار، تمہیں فی الحال اپنا علاج پوری طرح سے کروانا چاہیے!" بالا نے "

مداخلت کی، اس کی آواز میں سنجیدگی تھی۔

اتنی جلدی تم نہیں جاسکتے گھر واپس۔ ڈاکٹر نے کہا ہے تمہیں کم سے کم پندرہ" دن تک ریسٹ کرنا ہو گا۔" بالا اسے سمجھانے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سردار کو قبیلے کی اصل حالت نہیں بتا سکتا تھا۔ قبیلے کی حالت سدھارنے میں وقت لگنا تھا اور وہاں کا منظر سردار کے لیے مزید تکلیف دہ ہو سکتا تھا۔

اللہ پاک کا کرم ہوا تھا کہ شہباز (سردار کے چچا کا سب سے پسندیدہ گھوڑا، اور ان کی آخری نشانی) زندہ بچ گیا تھا، اس کی کمر کے قریب سے گولیاں نکال لی گئی تھیں، لیکن پھر بھی اس کی حالت ایسی نہ تھی کہ سردار اسے دیکھتا اور مزید پریشان ہوتا۔

اس کے علاوہ بھی بہت سارے معصوم جانوروں پر فائرنگ ہوئی تھی، کچھ جانوروں کو تو انہوں نے راتوں رات ذبح کر دیا تھا تاکہ وہ حلال ہو جائیں، لیکن کچھ جانور بالا کے پہنچنے سے پہلے ہی موت کے منہ میں جا چکے تھے۔

کہنے کو یہ نقصان زیادہ بڑا نہیں تھا، مگر جانوروں کے ساتھ سردار کا سلوک الگ ہی تھا، وہ جانوروں کو بے حد پسند کرتا تھا۔ یہ سب بتانا اس وقت ناممکن تھا۔

میں کچھ نہیں جانتا بالا!" میں نے کہہ دیا تو بس کہہ دیا کہ مجھے یہاں نہیں رہنا تو" مطلب صاف ہے کہ مجھے یہاں نہیں رہنا۔

سردار کی آواز میں ایک ایسی سختی تھی کہ بالا مزید کچھ نہ بول سکا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ تھا۔ اور بالا اس کے غصے کے آگے بے بس تھا۔

مجھے واپس گھر جانا ہے! جا کر میرے ڈسچارج کی بات کرو، بنا میرے ساتھ" کوئی بھی بحث کیے!" وہ بالا کو گھور کر بولا تو بالا کو نہ چاہتے ہوئے بھی باہر کی طرف قدم اٹھانے پڑے۔ اس کے دل میں بے بسی تھی، مگر سردار کے حکم کو ٹالنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔

جبکہ دعام وہیں اس کے پاس کھڑی اس کا سر دبانے لگی تھی یہ بات سوچ کر ہی اسے برا لگ رہا تھا کہ اس کا سر درد کر رہا ہے اور اس نے اسے بتایا بھی نہیں۔

oooooooo

ڈاکٹر صاحب، سردار کو ڈسچارج کرنا ہے۔" بالا نے ڈاکٹر کاشف کو دیکھتے ہی" کہا، اس کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔ وہ سردار کے کمرے سے نکل کر فوراً ڈاکٹر کی تلاش میں نکل پڑا تھا۔

نہیں بالا صاحب، ابھی فی الحال ڈسچارج ممکن نہیں ہے۔" ڈاکٹر کاشف نے" سختی سے جواب دیا، ان کے چہرے پر تشویش تھی۔

ان کی حالت ابھی ایسی نہیں ہے کہ انہیں گھر بھیجا جائے۔ انہیں کم سے کم" "پندرہ دن کی مکمل نگرانی اور آرام کی ضرورت ہے۔

میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے ڈاکٹر!" بالا نے بے بسی سے کہا، اس کی" نظروں میں ایک التجا تھی۔

سردار نہیں مان رہا ہے۔ وہ کسی صورت یہاں رکنے کو تیار نہیں ہے۔ اور ہم" سردار کے حکم کے خلاف نہیں جا سکتے۔" بالا کی آواز میں گہری تشویش تھی۔

ڈاکٹر کاشف نے گہری سانس لی، ان کے چہرے پر حیرانی اور پھر مجبوری کے تاثرات آئے۔

تو پھر اس کا ڈسچارج ممکن کر دیں، ڈاکٹر صاحب۔" بالا نے اصرار کیا۔ اس کی" آنکھوں میں ایک ایسی بے بسی تھی جو کسی کو بھی اس کے فیصلے پر مجبور کر سکتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سردار کو روکنا ناممکن ہے۔

چلیں ٹھیک ہے اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو میں ان کا ڈسچارج کر دیتا ہوں لیکن آپ کو ان کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہو گا اور کوشش کیجئے گا کہ وہ کوئی بھی ایسا سختی والا کام نہ کریں کیونکہ ان کا بازو ابھی پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہے۔

ابھی کچھ بھی ہو سکتا ہے ان کے کندھے کے بالکل پیچھے کی طرف گولی لگی ہے یہ جگہ ہڈی بے حد ضروری ہوتی ہے یہ اگر کمزور پڑ گئی تو زندگی بھر کے لیے مسئلہ بن جائے گا۔

کوشش کیجئے گا کہ پوری کمر کو ٹیک کی صورت میں رکھ کر وہ نہ لیٹیں اور نہ ہی اس مسل پر کسی طرح کا بوجھ ڈالیں باقی میں آپ پر یقین کرتے ہوئے اپنے پیشنٹ کو ڈسچارج کر رہا ہوں۔

آپ کسی طرح کی بے احتیاطی نہیں کریں گے ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جس پر بالا نے صرف ہاں میں سر ہلا یا۔

oooooooo

آپ نا بہت ضدی ہو گئے ہیں ڈاکو جی، بہت زیادہ ضد کرنے لگے ہیں! یہ کیا" بات ہوئی، ایسا تو نہیں کرنا چاہیے نا آپ کو! وہ۔لوگ آپ کی بھلائی چاہتے ہیں ،یہ ڈاکٹر کوئی دشمن نہیں ہیں آپ کے۔

یہاں ہسپتال میں علاج اچھے سے ہوتا ہے، قبیلے نیں کتنی مشکل ہو گی اگر رات میں درد شروع ہو گیا تو!" دعام نے شکوہ کناں لہجے میں کہا،اس کے چہرے پر ناراضگی تھی۔

بالا تھوڑی دیر پہلے ہی سردار کا ڈسچارج کلیر کروا کر گیا تھا، اور ایک ضروری کام نپٹانے نکل چکا تھا۔

اسے دس کلو سونا بیچنا تھا آج، جس کی اچھی خاصی رقم مل رہی تھی، اور وہ یہ رقم ہسپتال میں دینے جانے والا تھا۔ اس کا کام کافی لمبا تھا اور اس کی واپسی کافی دیر سے ہونی تھی۔ جب کہ دعا م کمرے میں سردار کا سامان پیک کر رہی تھی۔

اچھا منہ تو نا بناو سجن سائیں، ادھر آو میرے پاس، اس کی ناراضگی دیکھ کر سردار کا۔ موڈ بدل رہا تھا، وہ اسے چھونے کو بے قرار ہو رہا تھا۔

میں ضدی لوگوں کے پاس نہیں آتی، وہ منہ بنا کر بولی۔

ضدی۔۔۔۔!!"میں ضدی ہوں یا تم ضدی ہو؟ اپنی ہر بات منوا لیتی ہو!"

سردار نے اس کے قریب سے اس کا رومال اٹھا کر پیار سے اس کے رخسار پر مارتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

کیا کر رہے ہیں؟ درد ہو گا! خون نکلے گا!" دعام پریشانی سے بولی، جب اس" کے بازو پکڑ کر سردار نے ایک جھٹکے سے اسے اپنے قریب کھینچا، اور وہ سنبھل نہ پائی، سیدھی اس پر آگری۔

کچھ ہوش ہیں آپ کو اگر آپ کو درد ہوا نا تو میں نے لحاظ نہیں کرنا آپ کا، دعام بولتی ہی رہ گئی،

جب سردار نے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر اس کے لبوں کو لاک کر دیا۔ اس کے انداز میں ایسی شدت تھی جیسے وہ برسوں کی پیاس بجھا رہا ہو۔

اس کے ہونٹ بے تیزی سے دعام کے ہونٹوں پر حرکت کر رہے تھے، وہ اسے سانس تک لینے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔

ایک عجیب بے قراری تھی جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ اس کی سانسوں کو چراتے ہوئے اسے خود میں قید کرتا جا رہا تھا،

جب کہ کافی دیر بعد اس کی سانسوں کو آزاد کرنے پر دعام تھک کر اس کے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔

"یہ جو بے وجہ حکم چلاتی ہو مجھ پر؟ اس کی سزا ہے! پورے ڈکیت قبیلے کے سردار کو آگے لگا رکھا ہے تم نے، شرم نہیں آتی تمہیں معصوم سے شوہر کو تنگ کرتے ہوئے؟" سردار نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس کا چہرہ اپنے سامنے کر لیا۔ اس کا رومینٹک موڈ اب تک آف نہیں ہوا تھا، تب ہی تو وہ اپنی مونچھیں اس کے گالوں پر رگڑ رہا تھا۔

"درد ہوگا آپ کو!" دعام اس کے سینے میں چھپی چھپی بولی، وہ کسی طریقے سے اپنا چہرہ اس کی گرم سانسوں سے چھپانا چاہتی تھی کیونکہ وہ اپنی گرم سانسوں سے اس کے گالوں کو سلگا رہا تھا۔

"جب تم پاس ہوتی ہو تب کوئی درد نہیں ہوتا! صرف راحت ہوتی ہے، سکون ہوتا ہے جو صرف تمہارے ہونے سے میسر ہوتا ہے! تمہارے بنا زندگی کچھ بھی نہیں!" وہ پھر سے اس کے لبوں کا نشانہ بناتا ایک دفعہ پھر سے اس کی

سانسوں کو اپنی سانسوں میں قید کیے چرانے لگا تھا، جب کہ وہ اس کی شدتوں کے سامنے ہارنے لگی تھی۔ وہ پوری طرح سے اس کے ہونٹوں میں گم سا ہو گیا تھا جب انہیں ہلکی سی دستک کی اواز سنائی دی

کھٹ کھٹ!"ڈاکٹر نے آہستگی سے دروازے پر دستک دی۔ سردار اچھا خاصا" بدمزہ ہوا تھا، اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کو گھورنا شروع کر دیا۔ جو مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا

oooooooo

ڈاکٹر اندر آیا اور سردار کو ضروری ہدایات دینے لگا۔ سردار بے اختیار سے انداز میں ڈاکٹر کی باتیں سنتا رہا، اس کا چڑچڑا پن اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ اس کا اکتاہٹ بھرا انداز اتنا عجیب و غریب تھا کہ دعام کو ہنسی آ رہی تھی، مگر وہ بمشکل خود کو روکے ہوئے تھی۔

آخر کار، ڈاکٹر نے انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ ڈاکٹر صاحب بھی ضروری کاروائیاں کرنے لگے تھے۔ بالا یہاں نہیں تھا،

اسی لیے دعا مہی ان کے ہر سوال کا جواب دے رہی تھی، اور انہیں یقین دلا رہی تھی کہ وہ سردار کا بہت خیال رکھے گی۔

○○○○○○○○○

یہ ڈاکٹر بیلا کہاں ہوتی ہے؟ اس دن یہاں پر تھی نا، کچھ کر رہی تھی؟" بالا" ریسپشن پر کھڑے ہو کر پوچھنے لگا تھا۔ اتنے بڑے ہسپتال میں ڈاکٹر بیلا کا ہونا اس کے لیے کافی حیران کن تھا، لیکن اس نے اسے اس دن دیکھا تھا، سو پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

ڈاکٹر بیلا جونیر ڈاکٹر ہیں۔ اس دن وہ اپنے سپیشل ٹیسٹ کے لیے یہاں آئی " تھی۔ اگر وہ ٹیسٹ کلیئر کر گئی تو یقیناً وہ اسی ہسپتال میں آگے فیوچر میں اپنی ہوم جاب کمپلیٹ کریں گی۔" ریسپشنسٹ فوراً بولنے لگی تھی، وہ بنا کوئی سوال کیے سیدھی معلومات دے رہی تھی۔ بالا جانتا تھا کہ ایسا صرف اس کے

ڈاکو ہونے کی وجہ سے ہو رہا تھا، ورنہ کسی بھی ڈاکٹر کی انفارمیشن اس طرح سے دینا ان کے رولز کے خلاف تھا۔

باقی اس ہسپتال کا تقریبا سارا ہی سٹاف جانتا تھا کہ یہ ڈاکو کس طرح ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں اسی لیے ان کے لہجے میں ہمیشہ ہی ان کے لیے ڈر خوف کے بجائے عزت اور احترام ہوتا تھا، اس کی پوری بات سننے کے بعد بالا نے صرف کندھے اچکائے تھے اور آگے چل دیا۔ مزید کوئی بھی سوال کیے بغیر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

کل اسے قبیلے سے خبر ملی تھی کہ ریان اکرم کی شادی ہو رہی ہے، گاؤں کے گھر میں کافی رونق لگی ہوئی ہے۔ ریان اکرم کی خوشی کی کوئی بھی خبر سن کر اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کی خوشیوں کو تباہ و برباد کر دے، لیکن فی الحال وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

فی الحال تو وہ یہی سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ جب وہ سردار کو واپس قبیلے میں لے کر جائے گا تب کیا ہو گا؟ اسی لیے وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے شام کے وقت

ہسپتال سے لے کر نکلے تاکہ قبیلے میں پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے۔ ایک دفعہ وہ سر دار کو اس کے کمرے میں پہنچا دے گا، اور اس کے بعد وہ دعام کو سمجھا دے گا کہ سر دار کو کمرے سے نہیں نکلنے دینا۔ وہ کچھ ہی دنوں میں قبیلے کی حالت درست کر سکتا تھا، لیکن سر دار کے وہاں ہوتے ہوئے ایسا ممکن نہیں تھا۔ کہیں سر دار غصے میں آ کر کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے، اور اگر اس نے کوئی غلط قدم اٹھا لیا تو وہ پہلے ہی زخمی تھا۔ بالا سر دار پر کسی طرح کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

oooooooo

سر دار کو قبیلے میں واپس رات کے اندھیرے میں لایا گیا تھا تاکہ اسے کچھ بھی پتہ نہ چل سکے۔

سب لوگوں نے ہی اس کے واپس آنے پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا تھا آخر وہ ان کا سر دار تھا، ان لوگوں کا مسیحہ ان لوگوں کا سر دار۔

لیکن اس نے کسی طرح کی فائرنگ یا جشن منانے سے منع کر دیا تھا جب کہ اسے نیچے میدان میں بٹھانے کے بجائے وہ لوگ سیدھا اوپر لے جانے پر بضد تھے،

کیونکہ ان لوگوں کے مطابق سر دار کو آرام کی ضرورت تھی، اور ان میں سے کوئی بھی اسے نہیں بتانا چاہتا تھا کہ آخر اس کی غیر موجودگی میں قبیلے میں کیا کیا ہوا ہے۔

ریان اکرم کا وہ کیا حال کرے گا یہ تو آنے والا وقت بتانے والا تھا لیکن فی الحال ان کے سر دار کو مکمل طور پر آرام کی ضرورت تھی وہ اسے کسی طرح کی کوئی ٹینشن نہیں دینا چاہتے تھے

سر دار خود اتنے لمبے سفر کے بعد اپنے آپ کو تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا، اس لیے خاموشی سے بالا کے سہارے اپنے کمرے کی طرف آگیا۔ دعام بھی اچھی خاصی تھکی ہوئی تھی، سر دار جانتا تھا وہ اتنے دن سے سکون کی نیند نہیں لے سکی تھی۔ سکون کی نیند کیا وہ تو نیند ہی نہیں لے سکی تھی۔

اور سناؤ، گاؤں میں کیا چل رہا ہے؟" سردار نے بالا کے سہارے اندر اپنے روم میں بڑی مشکل سے آتے ہوئے پوچھا۔

جمرو بھی لڑکھڑاتے ہوئے کافی مشکل سے چلتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہی آیا۔

ریان اکرم کی شادی ہے کل، کل تک رباب کی رخصتی ہو گی شاید، معلوم" نہیں، لیکن کافی دھوم دھام ہے گاؤں میں۔" جمرو نے تفصیل سے بتایا۔ بے شک وہ یہاں بستر پر پڑا تھا لیکن اسے گاؤں کی پوری خبر تھی۔ سردار نے ایک نظر جمرو کو دیکھا پھر ہاں میں سر ہلا گیا۔ دعام نے کسی طرح کا کوئی رد عمل نہیں دیا، جیسے اس کے گھر والوں کے بارے میں نہیں بلکہ کسی اور کے بارے میں بات کی جا رہی ہو۔

oooooooo

دعام سچ میں بہت زیادہ تھک چکی تھی۔ سردار ابھی تک جاگ رہا تھا جب کہ وہ عشاء کی نماز ادا کر کے گہری نیند سو گئی۔

بالا اور جمرو کافی دیر اس کے پاس بیٹھے اس سے باتیں کرتے رہے تھے اسے آگے پیچھے کی خبریں سناتے تین چار دنوں میں کیا ہوا وہ اسے سب کچھ بتا رہے تھے۔

لیکن قبیلے پر حملہ ہوا اس بات کی بھنک تک وہ اسے نہیں لگنے دے رہے ہیں تھے یہ سمجھے بغیر کہ وہ سب کچھ پہلے سے ہی جانتا ہے بلکہ گنہگار خود اپنا گناہ قبول کر کے گیا ہے۔

پھر وہ اس کو آرام کرنے کا کہتے خود بھی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو وہ خاموشی سے چھت کو گھورنے لگا تھا اور اب اس کا دھیان دعام کی طرف تھا وہ نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس کا حسین چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا اور بس اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ وہ نرمی سے اس کے گالوں پر اپنے لب رکھتا، اس کے ساتھ ہلکی پھلکی شرارتیں کر رہا تھا جبکہ وہ جاگنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ اسی لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے کے نیچے رکھتے ہوئے پھر سے سو گئی۔

وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا، پھر آہستہ سے اس کے قریب سے اٹھنے لگا تو دعام نے مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

واش روم جا رہا ہوں یار۔" وہ نرمی سے مسکرا کر بولا۔ اس کے پیار سے چہرے" پر ہاتھ پھیرنے پر دعام دوبارہ سے آنکھیں بند کر کے پر سکون نیند دوبارہ سو گئی۔

oooooooo

آہستہ سے پتھر ہٹاتے ہوئے سردار نے اپنی غار کا دروازہ کھولا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک عزم تھا، حالانکہ پیٹھ میں کافی شدید قسم کی تکلیف تھی، مگر اس تکلیف کا وہ کیا کرتا جو اس کی جان میں بس گئی تھی۔ ریان اکرم اس کے سامنے بیٹھ کر دھڑلے سے خود اپنا جرم قبول کر کے گیا تھا۔

بالا یقیناً اسے اس تکلیف سے بچانا چاہتا تھا، اسی لیے اس نے اتنی بڑی بات کی اسے بھنک تک نہ لگنے دی تھی۔ اس نے مکمل کوشش کی تھی کہ سردار کو پتہ نہ چلے کہ قبیلے میں کیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا یہ قبیلہ صرف سردار کا گھر

نہیں بلکہ اس کی دنیا ہے جو اس نے بسائی ہے۔ اور اگر اس کی دنیا میں کوئی آکر تباہی مچا جائے گا تو سردار اس کا کیا حال کرے گا، یہ تو خود سردار بھی نہیں جانتا تھا۔

بنا آواز پیدا کیے دروازہ بند کرتے ہوئے وہ نیچے کی طرف آیا۔ میدان بالکل خاموش تھا، ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دور آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ اس چمکتے چاند کی روشنی میں اس نے قبیلے کی ہر چیز پر نگاہ ڈال لی تھی۔ کیا نقصان ہوا تھا، کون سی چیز اپنی جگہ پر نہیں تھی، ہر چیز وہ لمحوں میں سمجھ گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ استبل کی طرف بڑھ گیا۔

○○○○○○○○○

اس نے استبل پر پوری طرح سے نظریں گھمائیں، اور پھر اس کی آنکھوں میں ایسی وحشت اتری تھی کہ وہ ایک لمحہ بھی مزید وہاں نہ رک سکا۔

صرف ایک ہی نظر میں وہ سمجھ گیا تھا کہ قبیلے میں کتنا نقصان ہوا ہے جانور کتنے غائب تھے کتنے زخمی تھے وہ سب کچھ جان چکا تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی ایک ایک چیز

کی خبر رکھتا تھا ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا کہ اس کے قبیلے سے کچھ غائب ہو جاتا اور اسے پتہ نہ چلتا۔

یہ وہ نقصان تھا جو اس کی روح کو چیر کر رکھ گیا تھا۔ اس نے خاموشی سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں کو زور سے میچا تھا

آجا شیر دل!" سردار نے شیر دل کو باہر آنے کا اشارہ کیا، اس کی آواز میں" ایک بے قراری تھی۔ شیر دل خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلتا قبیلے سے باہر نکل آیا۔

شیر دل پر سوار ہوتے ہوئے سردار نے ایک الگ سفر شروع کیا تھا، ایک ایسا سفر جس میں اس کا ساتھی صرف اور صرف شیر دل تھا۔

○○○○○○○○

رات کی سیاہی پولیس اسٹیشن کے گرد گہری تھی۔ باہر ہلکی پھلکی سی گہما گہمی تھی؛ چند پولیس اہلکار گشت میں مصروف تھے، کچھ سست روی سے اپنی وردیوں

کے بٹن درست کرتے ہوئے یا چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے آپس میں محوِ گفتگو تھے۔ اچانک، ہوا میں ایک ایسی ٹھنڈک اتری جیسے کوئی طوفان اپنے ساتھ ویرانی کا پیغام لایا ہو۔ دور سے گھوڑے کے قدموں کی دھیمی، باوقار چاپ سنائی دی جو دھیرے دھیرے قریب آتی جا رہی تھی۔

پولیس اسٹیشن کے سامنے، سردار نے شیر دل کی باگیں کھینچیں۔ گھوڑا آہستگی سے رکا، اور سردار ایک یلغار کی طرح اس کی پیٹھ سے اترا۔ اس کی آمد ایسی خاموش تھی کہ اہلکاروں کو اپنی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا۔

رات کی گہری چادر میں لپٹا اس کا وجود صرف ایک سایہ تھا، مگر اس کی آنکھوں میں وحشت کی ایسی آگ بھڑک رہی تھی جو رات کے اندھیرے کو بھی چیرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

وہ سامنے پولیس اسٹیشن کی عمارت کو گھور رہا تھا، اس کی نگاہیں کسی شکاری کی طرح اپنے شکار پر جمی تھیں۔

اس کے دائیں ہاتھ میں رائفل کی لکڑی کی گرفت پر اس کی انگلیوں کی گرفت اتنی سخت تھی کہ نسیں ابھر آئی تھیں۔ ماتھے پر غصے کی گہری لکیریں نمودار تھیں جو اس کے اندر ابلتے لاوے کی چغلی کھا رہی تھیں۔

اس نے رائفل کو مضبوطی سے اپنے کندھے سے اٹھایا، اور اس کا رخ سیدھا سامنے کی طرف کیا۔ وہ ایک لمحہ کے لیے ٹھہرا، پھر بجلی کی سی تیزی سے رائفل سے گولیاں نکلنے لگیں۔

دھڑ! دھڑ! دھڑ! دھڑ!" کی گونج نے رات کا سناٹا چیر دیا، اور ہر طرف افرا" تفری مچ گئی۔ اہلکار بوکھلا کر ادھر ادھر بھاگنے لگے، کچھ نے اپنی پوزیشن سنبھالنے کی کوشش کی، مگر سردار کی وحشت کا خوف ان پر سوار ہو چکا تھا۔

پولیس تیزی سے باہر نکلتے ہوئے فائرنگ کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

جیسے ہی کوئی اہلکار اپنی بندوق اٹھاتا، یا اس کی طرف نشانہ باندھنے کی کوشش کرتا، سردار کی رائفل سے نکلنے والی گولی بجلی کی سی تیزی سے اس کے ہاتھ میں

موجود پستول یا رائفل پر لگتی، اور وہ ہتھیار ایک دھماکے کے ساتھ دور جا گرتا۔ ہر طرف گرتے ہتھیاروں کی آوازیں گونج رہی تھیں؛ کڑکڑاہٹ، ٹوٹ پھوٹ، اور اس کے ساتھ اہلکاروں کی دہشت زدہ چیخیں۔ کسی کے بھی ہاتھ میں پستول یا بندوق نہیں رہ پا رہی تھی۔ سردار کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ ان ہتھیاروں کی روح چھین رہا ہو۔ اس کی گردن کی رگیں تن چکی تھیں، اور اس کے ماتھے پر غصے کی لکیریں مزید گہری ہو گئی تھیں۔ وہ ایک بے رحم، خونخوار شکاری کی طرح کھڑا تھا، اور اس کے سامنے کھڑے ہر اہلکار کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ خوف سے ان کی سانسیں حلق میں اٹکی ہوئی تھیں۔

ہر طرف تباہی مچانے اور اہلکاروں کو نہتا کرنے کے بعد، سردار نے اپنی رائفل کو آہستگی سے نیچے کیا، اور اس کی بھاری آواز رات کے سناٹے میں گونج اٹھی۔ اس کا لہجہ ٹھنڈا تھا، مگر اس میں چھپی گرج پورے ماحول کو تھرا رہی تھی۔ اس نے وہاں موجود سب سے سینئر نظر آنے والے اہلکار کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر موت کا خوف رقص کر رہا تھا۔

کیا ہوا بس گولیوں کی تھرتھراہٹ سے ڈر گئے تم لوگ، تم وردی والے تو سچ میں بہت بزدل نکلے "میرا ایک پیغام اپنے انسپیکٹر ریان اکرم کو دے دینا!" سردار کی آواز ایسی تھی کہ ہر لفظ میں آگ بھری ہو۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سرد، سفاک مسکراہٹ پھیلی۔

اسے کہنا کہ 'سردار واپس آگیا ہے!' میرے قبیلے میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی" میری آنکھوں نے جو دیکھا ہے، اسے بھولنے والا سردار نہیں ہوں۔" اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

اگر اسے یہ لگتا ہے کہ میرے قبیلے میں تباہی مچا کر وہ اپنی خوشیوں کا آشیاں" بسائے گا، تو ایسا سردار دلدار یلغار نہیں ہونے دے گا!" اس کے الفاظ شعلوں کی طرح نکل رہے تھے۔

اس کو بول دو اپنی ہر خوشی پر ماتم کرنے کے لیے تیار رہے!" سردار نے اپنا" ہاتھ سینے پر رکھا، اس کی انگلیاں قمیض کے اوپر سے دل کی دھڑکن محسوس کر رہی تھیں۔

یہ سردار دلدار یلغار کا وعدہ ہے کہ اب اسے کوئی خوشی نصیب نہیں ہو گی!" اس کے لیے صرف غم اور پچھتاوا باقی رہے گا!" اس کی آواز میں ایسا عزم تھا جو چٹانوں کو ہلا دے، ایسا غصہ جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دے۔ اس کی آنکھوں کی وحشت نے سب کو ساکت کر دیا تھا۔ وہاں موجود ہر شخص جان چکا تھا کہ اب ایک نئے، خوفناک طوفان کا آغاز ہو چکا ہے، اور اس بار یہ طوفان صرف ریان اکرم کے لیے تھا۔

oooooooo

رات کا ایک بج چکا تھا اور محفل اب تک ختم نہ ہوئی تھی۔ بیلا نے محلے کی انٹیوں کو اب تک بٹھایا ہوا تھا اور خوب گانے چل رہے تھے۔

ماحول میں شور اور خوشی بھری تھی۔ اچانک ہی ریان اکرم کا فون بجنے لگا، اس کی بجتی رنگ ٹون شور میں بھی نمایاں تھی۔

عابد کا فون تھا، ریان نے فوراً ہی فون اٹھا لیا۔

"سر! یہاں بہت برا حال ہے! پولیس اسٹیشن پر حملہ کیا گیا ہے! گاڑیاں تباہ کر دی گئی ہیں! دروازے، کھڑکیاں، ہر چیز ٹوٹ چکی ہے! اندر تباہی مچ چکی ہے! پورے کا پورا تھانہ اپنی اصلیت کھو چکا ہے!" عابد کی آواز میں گھبراہٹ اور خوف نمایاں تھا۔

ریان کا دماغ سن ہو گیا۔

"کیا بول رہے ہو؟ دماغ ٹھکانے پر ہے تمہارا؟ کیسے ہوا یہ سب کچھ؟ کوئی حملہ ہوا ہے؟ کوئی دھماکہ ہوا ہے کیا وہاں؟ تم سب لوگ ٹھیک ہو؟" ریان پریشانی سے پوچھنے لگا تھا، اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"سر! نہ دھماکہ ہوا ہے اور نہ ہی حملہ ہوا ہے!" عابد کے لہجے میں سنسناہٹ تھی۔

"سردار دلدار یہاں آیا تھا! اس نے کہا ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی جھلک ہے اس تباہی کی جو ہم نے اس کے قبیلے میں مچائی ہے! اور آپ کے لیے پیغام دیا ہے کہ وہ آ چکا ہے واپس! وہ آپ کو کوئی خوشی دیکھنے نہیں دے گا!"

ریان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

کیا! یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ دماغ ٹھکانے پر ہے تمہارا؟ وہ کیسے آسکتا ہے؟" وہ تو ہسپتال میں ہے! اب اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہے، اتنی جلدی اس کو ڈسچارج کیسے مل گیا؟" ریان کی آواز اونچی ہو گئی تھی، اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

سر! یہ سب کچھ تو میں نہیں جانتا! بس یہ پتہ ہے کہ وہ سردار دلدار ہی تھا! اس" کی آنکھوں میں اتنا غصہ، اتنی وحشت تھی کہ حد نہیں!" عابد کی آواز میں لرزش تھی، وہ بمشکل بول پا رہا تھا۔

چہرے پر نقاب تھا لیکن اس کی آنکھیں... اللہ!" عابد گھبرا کر بات ادھوری" چھوڑ گیا۔ سردار کی آنکھوں کی وحشت تو خود ریان کے لیے بھی ناقابل برداشت تھی؛ وہ دن بھلا نہیں تھا جب تھانے میں سردار نے اسے بے لباس کر دیا تھا، اس کی ہتک کی تھی۔

ریان نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"تم سب لوگ ٹھیک ہو ؟ کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا ؟"

جی سر! ہم سب لوگ ٹھیک ہیں! کوئی جانی نقصان نہیں ہوا لیکن مالی نقصان "

" کافی زیادہ ہوا ہے!" عابد نے جلدی سے جواب دیا۔

تقریباً اس کی فائرنگ سے چار سے زائد گاڑیاں تباہ ہو چکی ہیں! تھانے کی حالت

"! بھی کافی زیادہ خراب ہے! ہمیں اوپر جواب دینا پڑے گا

ریان کا غصہ اب آسمان کو چھو رہا تھا۔

تم لوگ کیا سوئے پڑے تھے ؟ جوابی کاروائی کیوں نہیں کی تم لوگوں نے ؟""

اس کی آواز میں تیکھا پن تھا۔

سر! وہ اتنا چالاک آدمی ہے! وہ جوابی کارروائی کرنے ہی نہیں دے رہا تھا! ہم "

چاہنے کے باوجود کچھ نہیں کر سکے! وہ اتنی تیز نگاہ رکھتا ہے کہ حد نہیں!" عابد کی

آواز میں بے بسی تھی۔

ریان نے مایوسی سے سر جھٹکا۔

اچھا! اچھا! بس ٹھیک ہے! شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے تمہارے لیے!" ایک پولیس والے ہو کر ایک ڈاکو کی تعریف کر رہے ہو؟" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"!میں کل صبح چکر لگاتا ہوں"

لیکن سر! کل تو آپ کی شادی ہے!" عابد نے یاد دلایا۔"

ہاں! دیکھا جائے گا! میں کل آتا ہوں پولیس اسٹیشن! تم لوگ پولیس اسٹیشن" کی حالت بہتر کرو!" وہ پریشانی سے فون بند کر چکا تھا جبکہ سردار کی واپسی نے اسے بھی پریشان کر دیا تھا۔ اس کی خوشیاں خطرے میں تھیں، اور یہ بات اسے بے چین کر رہی تھی۔

○○○○○○○○○

اس کے بازو میں شدید تکلیف ہو رہی تھی، کندھے کے پیچھے سے پھر سے خون رسنے لگا تھا۔ وہ جس خاموشی سے قبیلے سے نکلا تھا، اسی خاموشی سے واپس آ گیا

تھا۔ یہ تو جنگ کی شروعات تھی، ابھی اس نے بہت کچھ کرنا تھا۔ قبیلے میں واپس آتے ہوئے اس نے شیر دل کو واپس استبل جانے کا اشارہ کیا، جو جس طرح خاموشی سے گیا تھا بالکل اسی طرح خاموشی سے واپس استبل کی طرف لوٹ گیا۔ جبکہ وہ اوپر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ اسے بے تحاشہ تکلیف ہو رہی تھی، ہر قدم پر درد کا ایک تیکھا وار اس کے اندر محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے اپنے بازو کو ہلکی سی حرکت دینے کی کوشش کی تو یہ اسے کافی مشکل لگا۔ اتنی بھاری بندوق کے ساتھ ان لوگوں پر حملہ کرتے ہوئے، ان لوگوں کے تھانے کے چیتھڑے اڑاتے ہوئے، اس نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا تھا، لیکن اب وہ شدید تکلیف میں تھا۔ واپس آتے ہوئے اس نے اپنی چادر اتار کر ایک طرف رکھی جبکہ پھر قمیض اتارتے ہوئے اس نے پیچھے اپنے زخم کو دیکھا، جہاں ہلکا ہلکا خون رس رہا تھا۔ اس نے زیادہ پرواہ نہ کرتے ہوئے بیڈ پر دعام کے قریب اپنی جگہ بنائی جو گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اس کی موجودگی میں اپنے تمام دکھوں کو بھلا دے۔

فائرنگ کرتے ہوئے اس نے خاص خیال رکھا تھا کہ کسی طرح کا جانی نقصان نہ ہو، لیکن اس نے جان بوجھ کر ان کا مالی نقصان کیا تھا تاکہ وہ انہیں بتا سکے کہ وہ کتنے بزدل ہیں اور اتنی بزدلی میں وہ کس سے پنگا لے رہے ہیں۔ اس کے ذہن میں ان اہلکاروں کے خوفزدہ چہرے گھوم رہے تھے جن کے ہاتھ سے اس نے حملے کیے تھے۔

اس نے اپنے درد کی شدت کم کرنے کے لیے گہری سانس لیتے ہوئے دعام کو آہستہ سے اپنے قریب کرتے ہوئے اپنے سینے میں چھپایا، جیسے وہ اس کے ہر درد کو کم کر دے گی۔

دعام نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا، لیکن اگلے ہی لمحے وہ اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے آہستہ سے انہیں چوم کر اسے اپنے ساتھ لگاتا اس کی گردن پر جھک گیا تھا۔ جس انداز میں وہ اس کی گردن کو چوم رہا تھا، دعام نے آہستہ سے اس کے گرد اپنی بانہوں کا حصار بنایا جبکہ وہ اس کی شہ رگ کو سہلاتے ہوئے اپنے لب وہاں رکھتا اپنی آنکھیں موند گیا تھا۔ اس لمحے، درد،

غصہ اور انتقام کی آگ سب اس کی ذات میں سمٹ کر صرف دعام کی قربت میں سکون تلاش کر رہے تھے۔

ooooooooo

"ڈاکو جی! اُٹھیں میرے اوپر سے! آپ میرے اوپر سو رہے ہیں!" دعام اسے جگانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی جبکہ وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اس نے دعام پر اچھا خاصا وزن ڈال رکھا تھا جبکہ وہ اس کے نیچے پوری طرح سے دبی ہوئی تھی، آواز بھی مشکل سے نکل رہی تھی۔

"ڈاکو جی! اُٹھ جائیں میرے اوپر سے! آپ کو اللہ کا واسطہ ہے! کیوں میری جان لینا چاہتے ہیں؟ میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا؟ میں آپ سے اتنا پیار کرتی ہوں، آپ کا اتنا خیال رکھتی ہوں، آپ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کرتے ہیں؟" وہ نیچے سے دہائیاں دے رہی تھی جبکہ سردار اس کی باتیں سنتا، مسکراتے ہوئے اسے مزید اپنی گرفت میں قید کرنے لگا تو اب کی دفعہ دعام کو لگا تھا جیسے وہ جاگ رہا ہے اور جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا ہے۔

ڈاکو جی! میں بول رہی ہوں! اگر تو آپ جاگ رہے ہوئے اور جان بوجھ کر" آپ نے مجھے اپنے نیچے دفن کر کے تنگ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے نا، تو میں بول رہی ہوں، میں بخشوں گی نہیں آپ کو! آپ تو زیادہ ہی بگڑتے جا رہے ہیں!" وہ اس کے بازو پر چٹکی کاٹتے ہوئے بولی، تو وہ سچ میں بلبلا کر اٹھا تھا، جب کہ اس طرح سے اٹھنے پر اس کے کندھے سے شدید قسم کی تکلیف کی لہر اٹھی۔

اوہ! سوری سوری ڈاکو جی!" دعام فوراً گھبرا گئی۔"

میں بھول گئی تھی! ائم ریلی سوری! میں آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی! نہ" جانے کیسے ہو گیا! آپ کو درد ہو رہا ہو گا نا؟ ہائے اللہ! آپ کو تو بہت زیادہ درد ہو رہا ہے!" وہ اس کا زخم دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہنے لگی۔

جبکہ وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اچانک اس کا چہرہ تھامے اگلے ہی لمحے اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لے گیا۔ انداز میں وہی شدت تھی، وہی دیوانگی تھی۔ وہ اپنے لبوں کو بے لگام اس کے چہرے پر چھوڑ تا بے تابیوں کی الگ ہی

داستان لکھنے لگا تھا جبکہ دعام اس کی باہوں میں قید ہوتی خود کو اس سے چھڑانے لگی تھی۔

اوہو! ڈاکو جی! چھوڑیں نا مجھے! یہاں آپ کو اتنا زیادہ تکلیف ہو رہی ہے اور "
" آپ ہیں کہ۔۔۔

میں ہوں کہ۔۔۔" وہ اس کی بات پکڑ کر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "

! صبح صبح ہی گندی حرکتیں شروع کر دیتے ہیں! آرام سے بیٹھیں "

میں بالا بھیا کو بلا کر لاتی ہوں! وہ آپ کے زخم پر پٹی باندھ دیں گے!" وہ تیزی سے اس کے قریب سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تھی جبکہ وہ، جو اسے پکڑ لینا چاہتا تھا، بری طرح سے ناکام ہوتا اسے دروازے سے باہر نکلنے تک گھورتا رہا۔ جب کہ وہ کھکھلاتے ہوئے نیچے کی طرف چلی گئی تھی۔

oooooooo

تھوڑی دیر میں دعام بالا کے ساتھ آئی تھی جبکہ بالا آتے ہی سردار کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ کی پھرتی سے زخم صاف ہوا اور پھٹی ہوئی پٹی اتار دی گئی۔ سردار کے چہرے پر تکلیف کے ہلکے سے تاثرات ابھرے، مگر اس نے انہیں دبا دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں بالا اس کی پٹی کر چکا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا، زیادہ حرکت مت کرنا! تم نے کوئی بھاری کام کیا ہے کیا؟ یہ زخم اس طرح خراب کیوں ہوا ہے؟" بالا نے پٹی کرتے ہی پریشانی سے پوچھا، اس کی نظریں سردار کے چہرے پر جمی تھیں۔

"بھاری کام؟ کس طرح کا بھاری کام بالا بھیا؟ میں نے تو انہیں بستر سے نہیں اٹھنے دیا! بھاری کام کیسے کر رہے ہیں یہ؟" دعام اسے دیکھتے ہوئے حیرت سے بولی، تو سردار نے ہلکے سے کندھے اچکائے تھے، جیسے اس کا کوئی قصور نہ ہو۔

"ویری گڈ بہنا! اب آگے بھی یہی کرنا ہے تم نے! سردار کو ہلنے بھی مت دینا بستر سے! یہ جتنا آرام کرے گا اتنا جلدی ریکور ہو گا!" بالا نے سردار کو دیکھتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں سنجیدگی تھی۔

"!کم سے کم ایک ہفتے تک تو بستر سے اس کا اٹھنا ممنوع ہے"

دعام نے فوراً کسی فرمانبردار بچے کی طرح ہاں میں گردن ہلائی تھی، یہ جانے بغیر کہ وہ اس فرمانبردار بچے کو رات کو دھوکا دے کر گیا بھی ہے اور واپس آیا بھی ہے، اور اس بچے کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔

میں تم لوگوں کے لیے ناشتہ بھجواتا ہوں! باقی تمہیں پتہ ہے نا تم نے کیا کرنا ہے؟" بالا نے دعام کو دیکھتے ہوئے کہا تو دعام نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا، اس کی گردن آج کچھ زیادہ ہی اوپر نیچے ہو رہی تھی۔

بالا نے اسے بتایا تھا کہ سردار کو نیچے قبیلے میں نہیں آنے دینا، کسی بھی حال میں نہیں آنے دینا کیونکہ قبیلے میں کوئی سازش کی گئی ہے جس کی خبر وہ سردار کو نہیں لگنے دینا چاہتا۔ شاید پوری بات تو اس نے اسے نہیں بتائی تھی لیکن ہلکا پھلکا بتا دیا تھا کہ قبیلے میں کچھ غیر ضروری کام ہوئے ہیں جس میں وہ فی الحال سردار کو شامل نہیں کرنا چاہتا کیونکہ سردار شامل ہو گیا تو وہ اپنا خیال نہیں رکھے گا۔

اور دعام کو تو صرف اور صرف سردار کی ہی پرواہ تھی، اس لیے وہ پوری طرح

اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ بالا کے نیچے جاتے ہی وہ اس کے پاس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

○○○○○○○○

صبح صبح ہی ریان تھانے پہنچا تھا۔ تھانے کی حالت واقعی ناقابلِ بیان تھی؛ ہر طرف تباہی کا منظر تھا۔ وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا، سردار کل ہسپتال سے ڈسچارج ہوا تھا اور ڈاکٹرز کے مطابق اس کی حالت ایسی تھی ہی نہیں کہ اسے ڈسچارج کیا جا سکے، یعنی کہ وہ پوری طرح سے ٹھیک نہیں تھا۔ اس حالت میں وہ یہاں تھانے آ کر یہ حالت کر گیا تھا تھانے کی۔ یہ بات اس کے ذہن میں بار بار گونج رہی تھی۔

اس نے سامنے کھڑے اہلکاروں کو دیکھا اور اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

گورنمنٹ کی گاڑیوں کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا! کس بنا پر گولیاں چلیں" اور ہم نے سیلف ڈیفنس میں کیا کیا، ایک ایک چیز کی خبر دینی پڑے گی!" اس کی آواز میں پریشانی نمایاں تھی۔

جتنا نقصان ہوا ہے اس کا بھی حساب پورا کرنا پڑے گا! لکھو درخواست اس" سے پہلے کہ تنخواہوں سے پیسے کٹ جائیں!" وہ پریشانی سے کہنے لگا تھا، جتنا نقصان سردار کر کے گیا تھا یقیناً ان کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن چکا تھا۔

جبکہ ریان ابھی تک اپنی حیرانگی چھپا نہیں پا رہا تھا۔ آج اس کی شادی تھی، وہ زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتا تھا، لیکن تھانے کی حالت نے اسے بری طرح پریشان کر دیا تھا۔ اس کی خوشیوں پر سردار کا حملہ ایک تلخ حقیقت بن کر سامنے آ چکا تھا۔

میں آج واپس نہیں آسکوں گا! ان شاءاللہ کل چکر لگاؤں گا! تب تک یہ سارا" کچھ ٹھیک کر لینا تم لوگ!" وہ تھانے کو پوری طرح سے چیک کرتے ہوئے، گہری سانس لیتا باہر نکل گیا۔ اس کے قدم جلدی میں تھے، مگر اس کے ذہن میں سردار کی دھمکیاں گونج رہی تھیں، جو اس کی خوشیوں پر ماتم کرنے کا وعدہ کر گیا تھا۔

وہ ابھی تھانے سے باہر نکلا ہی تھا کہ اسے ڈی ایس پی کی کال آ گئی۔

وہ صبح سے شام تک سردار کے ساتھ ایسے چپکی رہی تھی جیسے آج دور نا ہونے کا پلان ہو۔

جب اس دل کرتا وہ زبردستی اسے تنگ کرنا شروع کردیتی۔

کوا اُڑا!" دعام نے ہاتھ اچھالا،"

چڑیا اُڑی!" وہ پھر بولی۔"

سردار نے اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

وہ اس کے ساتھ لیٹی زبردستی کا کھیل کھیل رہی تھی جبکہ وہ اپنی انگلی اس کی انگلی کے میں دبا کر شرارت سے اس کی انگلی کو پکڑ لیتا جس پر وہ منہ بنا کر پھر سے اسے کھیل کے رول بتاتی

ڈاکو اُڑا!" دعام نے ہنستے ہوئے کہا، تو سردار نے فوراً ہنستے ہوئے اپنے ہاتھ اونچا" کرکے نیچے گرادیے۔

ہاہاہاہار گئے ڈاکو جی ! آپ تو اُڑتے ہی نہیں !" دعام نے منہ بنایا، اس کی "
آنکھوں میں شوخی رقص کر رہی تھی۔

کس نے کہا میں نہیں اٹھتا " ابھی میں اُڑ کر دکھاؤں ؟ تمھیں لے کر آسمان میں ! پھر کہو گی، ڈاکو جی نیچے اتار دیں !" سردار نے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا۔ دعام شرما کر اپنا آپ چھڑانے لگی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

چھوڑیں نا ڈاکو جی ! یہ سب کیا کر رہے ہیں ؟" کھیلتے ہیں نا وہ اس کے رومینٹک " موڈ کو بھانپ کر فوراً بھاگنے کے لیے پر تولنے لگتی تھی، لیکن وہ بھی سردار تھا، آج تو اس نے اسے بالکل نہیں بخشا تھا۔ وہ ہر تھوڑی دیر کے بعد کبھی اس کی سانسیں چراتا، کبھی اس کی گردن کو اپنے لبوں سے بھگو کر سرخ کر دیتا۔ کبھی وہ اس کی باہوں میں پوری طرح سے بے بس ہو جاتی تو کبھی اپنی شرارتوں سے اسے بے بس کر دیتی تھی۔

ہاں تو چلو نا کھیلتے ہیں، وہ اس کی مزاحمت کو نظر انداز کرتا اسے مزید اپنے قریب کھینچتے ہوئے اپنے بے لگام لبوں کو اس کی گردن پر بکھیرنے لگا تھا وہ سارا دن ایک لمحے کے لیے بھی اس سے دور نہ ہوئی تھی، اس کی موجودگی سردار کے زخموں پر مرہم کا کام کر رہی تھی۔

جب کہ وہ بھی دعام کے ساتھ ایک بھرپور، ہنستا کھیلتا دن گزارتا بہت خوش تھا۔ اس کا درد، تھکاوٹ، اور انتقام کی آگ کچھ دیر کے لیے جیسے تھم سی گئی تھی۔

سردار! خیریت؟" دن میں کئی بار بالا اور جمروہر تھوڑی دیر کے بعد اس کی" صحت پوچھنے کے لیے کمرے میں آ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر فکر صاف دکھائی دیتی تھی، اور وہ بار بار سردار کی طرف دیکھتے، جیسے کوئی بات چھپا رہے ہوں۔

خیریت ہی ہے بالا!" سردار نے انہیں دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا، اس" کی نظریں دعام پر تھیں جو اس کی پٹی کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"تم لوگ اپنے کام پر دھیان دو۔"

ہاں سردار! نیچے کام چل رہا ہے، ہم سب سنبھال رہے ہیں۔" جمرو نے فوراً کہا، اس کے لہجے میں جلدی تھی۔ سردار نے سر ہلایا۔

وہ جانتا تھا کہ نیچے قبیلے کی حالت بہتر کرنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے، ہر چیز کی مرمت، ہر بکھرے سامان کو سمیٹا جا رہا تھا۔ اس نے قبیلے کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا کیونکہ وہ سوال جواب پر یقین نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ بدلے پر یقین رکھتا تھا، اور ابھی تک اس کا بدلہ پورا نہیں ہوا تھا۔ بالا اور جمرو کے جانے کے بعد، اس کی آنکھوں میں پھر سے وہی آگ بھڑک اٹھی۔

ریان اکرم!" اس کے اندر ایک گہری گرج اٹھی۔ "تم نے سوچا تھا، میرے" گھر میں گھس کر، میرے لوگوں کو نقصان پہنچا کر، میرے جانوروں کو لہولہان کر کے، تم اپنی خوشیوں کا آشیاں بسا لو گے؟" اس کے ماتھے پر گہری لکیریں نمودار ہو گئیں، اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔

تم نے میرے قبیلے کو تباہ کیا، میری پہچان پر حملہ کیا! اب تمھیں بھی کوئی" خوشی نصیب نہیں ہو گی! ہر خوشی پر ماتم کرو گے! تمہاری ہر سانس، تمہاری ہر رات میں تمہیں میری تباہی یاد آئے گی! تمھارے لیے کوئی سکون نہیں بچے گا اس دنیا میں!" اس کے لبوں پر ایک سفاک، سرد مسکراہٹ پھیل گئی۔

ریان اکرم کی اکڑ کو مٹی میں ملا کر ہی اسے سکون ملنا تھا!" اس کے اندر کی "
وحشت جاگ اٹھی تھی۔

اگر وہ اس کے گھر میں گھس کر اتنی تباہی مچا سکتا تھا، تو پھر وہ کیوں اس کی خوشیوں کا خیال کرتا؟ اب صرف انتقام کی آگ ہی جلے گی، جب تک تمھاری ہر خوشی خاک نہ ہو جائے!" اس نے بے یقینی سے دعام کو دیکھا جو اس کے قریب بیٹھی انجان نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی، اس کا وجود گرمی سے تپ رہا تھا، اور سردار کا دل چاہا کہ وہ سب کچھ اسی لمحے ختم کر دے۔

oooooooo

رات کا وقت تھا، تقریباً نو ساڑھے نو بج رہے تھے۔ بالا ابھی کچھ دیر پہلے ہی سردار کے ساتھ کھانا کھا کر نیچے گیا تھا، اسے یقین تھا کہ اب تک وہ اپنے کمرے میں جا چکا ہو گا۔ یقیناً اگر سردار نیچے نہ ہوتا تو قبیلے کے لوگ باہر میدان میں کم ہی بیٹھا کرتے تھے۔ خاص کر بڑے بزرگ تو اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے تھے، اور جوان ڈاکو بھی اپنے اپنے کمروں میں گھس جاتے تھے۔

دعا م عشاء کی نماز ادا کر کے تھوڑی دیر پہلے ہی اس کے ساتھ آ کر لیٹی تھی۔

اس کا نرم وجود سردار کے پہلو میں سکون سے پڑا تھا۔

سردار اس کی گہری نیند میں جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد کبھی اس کے گالوں کو چومتا، کبھی اس کی گردن پر اپنی داڑھی چبھوتا، اسے صرف یہ یقین کرنا تھا کہ وہ گہری نیند میں اتر چکی ہے۔ اس کی سانسیں ہموار ہو چکی تھیں، اور اس کے چہرے پر سکون نمایاں تھا۔

اور جب اسے یقین آگیا کہ وہ گہری نیند میں اتر چکی ہے، وہ کل کی طرح آج بھی خاموشی سے غار سے باہر نکلا۔ شیر دل کو لیا اور ایک دفعہ پھر سے قبیلے سے نکل گیا تھا۔ اس کے قدموں میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی، اس کا عزم پختہ تھا۔

○○○○○○○○

بارات میں زیادہ لمبی چوڑی رسمیں نہیں تھیں کیونکہ ریان کافی دیر سے آیا تھا۔ تھانے سے واپس آتے ہوئے اسے ایک ضروری میٹنگ کے لیے ڈی ایس پی صاحب نے بلا لیا تھا۔

اپنی شادی کے دن وہ ہرگز نہیں جاتا لیکن ڈی ایس پی سر کافی زیادہ غصے میں تھے، آخر حملہ ہوا تھا اور وہ حملے کا جواب دے بھی نہیں پائے تھے۔ اسے ہر چیز کا حساب دینا تھا وہاں سے تقریباً ساڑھے پانچ بجے کے آس پاس فارغ ہو کر وہ گھر پہنچا تو بیلا پہلے ہی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

زیادہ لمبی بارات نہیں تھی، پندرہ سے سولہ لوگ ہی شامل تھے، وہ بھی گلی محلے کے۔ لیکن اتنی دیر سے بارات نکلی تھی تب ہی گاؤں پہنچتے پہنچتے بھی ساڑھے

سات، آٹھ بج چکے تھے اور واپس آتے ہی یہاں رسموں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ تو شکر ہے اس نے معاملہ پہلے ہی حل کر لیا تھا، ان لوگوں کو اپنی طرف سے مطمئن کر کے کہ وہ اپنی ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کر کے آئے گا۔ شادی میں بھی اسے چھٹیاں نہیں دی گئی تھیں اور پھر وہ سرکاری ملازم تھا، اس کی نوکری پر کوئی سوال نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بارات کا خوب اچھے سے ویلکم ہوا تھا، چھوٹی موٹی ہزاروں رسمیں کی گئیں اور پھر آخر رخصتی کا وقت آ گیا تھا۔

بیلا نے خوب مستیاں اور شرارتیں کی تھیں اور اب وہ آہستہ سے دلہن کو تھامے ہوئے باہر آ رہی تھی، گھر کے آنگن میں ہلکی پھلکی لائیٹنگ کی گئی تھی، جس کی روشنی میں دلہن کا جوڑا چمک رہا تھا۔

جب اچانک، دور سے ایک گھڑ سوار ان کی طرف برق رفتاری سے آتا ہوا فائرنگ کرنے لگا۔ فائرنگ اتنی خطرناک تھی کہ ریان اکرم نے سب لوگوں کو فوراً زمین پر بیٹھنے کا حکم دے دیا تھا۔ گلی محلے کے جتنے بھی لوگ تھے، سب

لوگ بوکھلا کر ادھر ادھر دوڑنے لگے تھے، ان کی چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔

جبکہ گھڑ سوار نے کسی کا لحاظ نہ کرتے ہوئے دھڑا دھڑ گولیاں چلائیں، اس کی آنکھوں میں وحشت رقص کر رہی تھی۔

گھر میں لگی ہلکی پھلکی لائٹنگ گولیوں کے ساتھ ہی تباہ و برباد ہو گئی تھی، اور سامنے موجود بھاری سی دیوار ایک دھماکے کے ساتھ گر کر ٹوٹ گئی تھی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ صحن میں موجود درخت بھی گولیوں کی بوچھاڑ سے ٹوٹ چکا تھا۔ سردار نے کسی کا لحاظ نہ کیا تھا، گولیاں اتنی تیزی سے چلاتے ہوئے وہ ایک کے بعد دوسرے میگزین سے اپنی بندوق ری لوڈ کرتے ہوئے فائرنگ کرتا چلا گیا۔ وہاں تقریباً کوئی 60 سے 70 لوگ موجود تھے جو اس وقت وحشت کا شکار تھے، ہر چہرہ خوف اور دہشت سے زرد پڑ چکا تھا۔

کیا ہوا ریان اکرم ؟" گھڑ سوار کی گرجدار آواز گونجی، جس میں سردار دلدار " کی وحشت صاف دکھائی دے رہی تھی۔ "مجھے دیکھ کر چونک گئے کیا؟" اس

کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھری۔ "کیا لگا تھا، زندہ واپس نہیں لوٹوں گا جو تم میرے قبیلے میں گھس کر، میرے ہی گھر میں تباہی مچا گئے؟ یہ تو کچھ بھی نہیں! جنگ تو ابھی شروع ہوئی ہے! تمہاری ہر خوشی پر موت کا سناٹا نہ بچھا دیا تو میرا نام بھی سردار دلدار نہیں!" اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

اگر تمہاری ہر گھٹیا چال کو ناکام نہ کر دیا تو مجھے سردار دلدار یلغار کا خون نہ" کہنا!" اس کے لہجے میں ایسی شدت تھی جو روح تک کانپ اٹھتی۔ "یہ جنگ تم نے چھیڑی ہے لیکن اس کا اختتام میں کروں گا! لیکن ابھی نہیں کیونکہ ابھی تو یہ شروعات ہے! ابھی بہت کچھ ہو گا اور میرا وعدہ ہے تم سے، جب تک تمہیں خون کے آنسو نہ رلا دوں تب تک چین سے نہیں بیٹھوں گا!" وہ ایک چلتے ہوئے طوفان کی مانند تھا، جس نے ریان کی خوشیوں کے آشیاں کو پل بھر میں خاک میں ملا دیا تھا۔

وہ بارات کو یوں ہی خوف وہراساں چھوڑتے ہوئے شیر دل کی لگام کستا جس طرح سے آیا تھا اسی طرح خاص تباہی مچاتا، دھول اڑاتا، واپس چلا گیا جبکہ ریان

اکرم صرف اسے جاتے ہوئے دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا تھا۔ اس کے چہرے پر بے بسی اور صدمے کے گہرے تاثرات تھے۔

○○○○○○○○

شادی کی رونقیں اور گہما گہمی پل بھر میں خوفناک سناٹے میں بدل گئی تھی۔

فائرنگ کا شور تھم چکا تھا، سردار جا چکا تھا،

مگر اس کی چھوڑی ہوئی دہشت ابھی بھی ہر آنکھ میں قید تھی۔ صحن میں بکھرے شیشے کے ٹکڑے، اکھڑی ہوئی دیوار کا ملبہ، اور ٹوٹا ہوا درخت اس تباہی کی داستان سنا رہے تھے۔

جو لوگ کچھ لمحے پہلے ہنسی خوشی شادیانے بجا رہے تھے، وہ اب دہشت زدہ حالت میں زمین پر دبکے ہوئے تھے۔

کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں ہو رہا تھا، سب کی آنکھوں میں وحشت تھی اور دل خوف سے دھڑک رہے تھے۔

بیلا، جو رباب کا ہاتھ تھامے اسے گاڑی میں بٹھانے لگی تھی، اب اس کو مضبوطی سے اپنے سینے سے لگائے زمین پر بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف کے سائے تھے، مگر اس کی آنکھوں میں اپنے بھائی کی دلہن کے لیے بے پناہ تشویش تھی۔

دلہن کا سرخ جوڑا مٹی سے اٹا تھا، اس کے خوابوں کے رنگ پھیکے پڑ چکے تھے۔ اس کی آنکھوں میں وحشت کے ساتھ ساتھ ٹوٹے ہوئے ارمانوں کی نمی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

ریان اکرم، جو کچھ لمحے پہلے اپنے سر کو فخر سے اونچا کیے کھڑا تھا، اب اس کے کاندھے جھک چکے تھے۔ وہ دلہن کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کا دل شرمندگی اور غصے سے بھرا تھا۔

یہ اس کی شادی تھی، اس کی خوشیوں کا دن تھا، جسے سردار نے پل بھر میں ماتم میں بدل دیا تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ سردار ایسا کچھ کرے گا اور

اس کی شادی کے دن اس قدر تباہی مچائے گا۔ وہ بے بسی سے بیلا کو دلہن کے ساتھ دیکھ رہا تھا، اس کی زبان جیسے گنگ ہو چکی تھی۔

لمحے گزرتے جا رہے تھے، مگر کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ ماحول میں صرف گولیوں کی بو اور مٹی کی سوندھی بو باقی رہ گئی تھی۔ بالآخر، ریان نے خود کو سنبھالا۔ اس کے چہرے پر غصے کی لکیریں گہری ہو چکی تھیں۔

اٹھیں سب!" اس کی آواز لرزش زدہ تھی، مگر اس میں حکم کی سختی تھی۔"

اٹھیً! وہ دہشت ناک ڈاکو جا چکا ہے یہاں سے آپ لوگ ریلیکس ہو جایئے"

اب سب کچھ ٹھیک ہے

لوگ ہچکچاتے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھنے لگے۔ ان کی نظریں اب بھی دروازے کی طرف تھیں، جہاں سے سردار آیا تھا۔ کوئی بھی یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ یہ سب حقیقت میں ہوا ہے۔

بیلا نے رباب کو سہارا دیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ دلہن کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس کے خواب، اس کے ارمان، اس کا نیا سفر، سب کچھ اس ایک حملے کی نظر ہو چکا تھا۔ اس کے لیے رخصتی کا یہ منظر کسی بھیانک خواب سے کم نہیں تھا۔ جو ڈھول باجے اور ہنسی گیتوں سے سجی ہوئی رخصتی تھی، وہ اب گولیوں کے شور اور خوف کے سائے تلے ہو رہی تھی۔

ریان نے آگے بڑھ کر اپنی دلہن کا ہاتھ تھاما۔ اس کا ہاتھ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

چلو!" اس نے ہلکی آواز میں کہا،"

گاؤں کے بزرگوں نے بھی سر جھکا کر رخصتی کا اشارہ کیا۔ مجبوری تھی، حالات ایسے تھے کہ اب رسمیں مکمل کرنا ہی واحد چارہ تھا۔ نہ کوئی خوشی تھی، نہ کوئی جوش۔ خاموشی سے، ڈرے سہمے قدموں کے ساتھ، دلہن کو گاڑی میں بٹھایا گیا، اور بارات، جو کچھ دیر پہلے ہنسی خوشی نکلی تھی، اب ایک ماتم زدہ جلوس کی طرح آگے بڑھ رہی تھی۔ ہر چہرہ بجھا ہوا تھا، ہر دل میں خوف کی پرچھائیاں تھیں۔ ریان اپنی دلہن کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا، مگر اس کی نظریں سیدھی

سردار کے گزرے ہوئے راستے پر جمی تھیں، جہاں دھول ابھی تک ہوا میں معلق تھی، جیسے سردار کا خوف ابھی بھی وہاں موجود ہو۔

○○○○○○○

رات کی سیاہی میں سردار جب واپس اپنے غار کے دروازے پر پہنچا، تو ایک لمحے کو ٹھہرا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی ریان کی تباہ شدہ خوشیوں کا عکس تھا۔ آہستگی سے اس نے دروازے کو چھوا اور جیسے ہی اسے کھولنے کا ارادہ کیا، اندر سے ایک ہلکی سی آہٹ سنائی دی، اور اس سے پہلے کہ وہ اندر قدم رکھ پاتا، دعام کی آواز گونجی۔

آپ کہاں جا رہے ہیں؟" اس کی آنکھ کھل چکی تھی، اور اس کا لہجہ نیند سے" بوجھل مگر سوالیہ تھا۔

"!آپ کو بتایا تھا نا، آپ کہیں نہیں جا سکتے"

وہ بستر سے اٹھ کر غصے سے اسے گھورتے ہوئے اس کے قریب آئی، اس کی آنکھوں میں گہری تشویش تھی۔

آپ بستر سے کیوں اٹھے ؟" اور یہ چادر کیوں پہنی آپ نے اتاریں اسے فوراً، " کیا سوچا تھا بیوی بی سو رہی ہے تو چوری سے نکل جاتا ہوں میری پکی پکی نظر ہے آپ پر، ڈاکو جی۔

فورا سے اتاریں یہ چادر خبر دار جو باہر قدم رکھے جوتے اتاریں کس خوشی میں جوتے پہنے ہیں آپ نے۔ کیا لگا تھا آپ کو آپ یوں خاموشی سے نکل جائیں گے اور مجھے پتہ بھی نہیں چلے گا

اوہ! میں پکڑا گیا!" سردار نے گردن جھکا کر اس کے کان کے قریب سرگوشی " کی۔

بس ہوا کھانے جا رہا تھا!" سردار کے ہونٹوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس آیا اور اسے کمر سے تھام کر اپنے قریب کر لیا۔ اس کے بازو میں تکلیف ابھی بھی تھی، مگر اس لمحے وہ درد بھول چکا تھا۔

کوئی ہوا نہیں کھائیں گے آپ!" دعام نے غصے سے کہا، اور اسے زبردستی" بٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔

یہاں آرام سے بیٹھیں!" لیکن سردار بیٹھا کم اور اس پر چڑا زیادہ۔ وہ اس پر" جھکتا ہوا آیا، اس کا انداز ایسا تھا کہ دعام جیسے ہی بستر پر بیٹھی، سردار اس پر جھک گیا، اس کا سارا وزن اس پر منتقل ہو گیا، اس کے ہونٹ اس کی گردن کے قریب محسوس ہوئے۔ جہاں دعام نیند سے بے حال ہو رہی تھی، وہیں سردار کا رومینٹک موڈ آن ہو چکا تھا، اور وہ اپنی دعام کو پھر سے اپنی باہوں میں سمو چکا تھا۔

"اف ڈاکو جی کیا ہو گیا ہے آپ کو، آپ جانتے ہیں کتنا تکلیف دہ ہے وہ زخم؟

کون ساز خم؟ سجن سائیں" سردار کی آواز میٹھی ہو چکی تھی، اور اس کے لب" دعام کی گردن پر دھیرے سے اترے۔ اس کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

جب تم میرے ساتھ ہو، تو ہر درد بھاگ جاتا ہے۔" وہ اسے مزید اپنے قریب" کھینچتا گیا، اس کی قربت میں ہر چیز بھول آیا تھا۔ اس نے دعام کو اپنی باہوں میں قید کرلیا، اس کی نظریں دعام کے چہرے پر تھیں۔

اس کی شدتیں، اس کی دیوانگی، اس کی بے باکیاں عروج پر تھیں۔

وہ اسے بستر پر دھکیل کر اس پر جھکتا چلا گیا، اس کی آنکھوں میں صرف دعام کا عکس تھا۔ دعام کی آنکھیں نیند سے بوجھل تھیں مگر سردار کی موجودگی نے ان میں شرم وحیا بھر دی تھی۔ سردار نے اس کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے آہستگی سے چوما، پھر بے باکی سے چومنے لگا۔ دعام اس کی باہوں میں بری طرح سے بے بس ہو رہی تھی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود کو اس میں چھپا لے،

سردار نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا، اور اس کی آنکھوں میں گہرائی سے دیکھتے ہوئے سرائیکی میں سرگوشی کی۔

توں میری روح دا چین ایں، دل دا قرار وی،"

"تیڈے باجھوں زندگی لگدی، ویران وی۔

مطلب۔۔۔۔!!اس کے ہونٹ دعام کی گردن سے پھسل رہے تھے جب اس نے اچانک پوچھا۔

مطلب کہ تم بہت ظالم بیوی ہو، مجھے ہوا کھانے نہیں جانے دیتی وہ کہتے ہوئے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا، پھر شدت سے بھرپور انداز میں اس کے لبوں کو چومتے ہوئے اس کی گردن کی طرف جھک گیا۔

ہاں میں بہت ظالم ہوں اور آپ بہت مظلوم ہیں دنیا کی ساری مظلومیت آ کر آپ پر ختم ہوتی ہے یہاں آپ کو گولی لگی ہے تب بھی آپ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آ رہے۔۔۔" وہ اس کے اتنے خوبصورت شعر کا یہ مطلب جان کر

اچھی خاصی مایوس ہوئی تھی وہ تو سمجھ رہی تھی کہ جس رومینٹک انداز میں اس نے بولا ہے اس کی تعریف کی ہے لیکن وہ تو اس کی برائیاں کر رہا تھا۔ وہ بھی سرائیکی میں شعر بول کر،

خیر اب میں بحث نہیں کرنا چاہتا تم نے خود اپنی زبان سے قبول کر لیا کہ تم ظالم ہو اور میں مظلوم بس یہ بات یہیں پر ختم ہوتی ہے، وہ کہتے ہوئے اب کی دفعہ اپنی بے باکیاں بڑھانے لگا تو دعام مزید کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی تھی۔، اور وہ سردار کی باہوں میں مکمل طور پر سمٹ گئی۔ اس کی شدتیں اس کی دیوانگی، اس کی بے باکیاں عروج پر تھیں۔ دعام اس کی باہوں میں بے بس تھی، خود کو اس کے حوالے کر چکی تھی۔ وہ اسے اپنی باہوں میں مضبوطی سے تھامے ہوئے مدہوش ہونے لگا تھا، جیسے اس کی دنیا صرف اسی ایک لمحے میں سمٹ گئی ہو۔

ooooooo

رات ہوتے ہی رباب اپنے سسرال پہنچ گئی تھی۔ ریان کی امی بہت زیادہ خوش تھی، اپنے بیٹے کی ایک نئی زندگی کے آغاز کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہیل چیئر پر ہی وہ باہر صحن میں بیٹھی بارات کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ سفر نہیں کر سکتی تھی اور پھر بارات کے ساتھ ماں کا جانا ان کے خاندان کا رواج بھی نہیں تھا۔ بیٹے کی شادی تھی، گھر میں بہت کچھ سنبھالنا تھا، مہمان تھے، ہر چیز پر نظر رکھنی تھیں، اس لیے وہ گھر پر ہی رکی تھیں۔ حالانکہ وہ کچھ کرنے کے قابل تو نہیں تھیں لیکن پھر بھی انہوں نے کافی ساری ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی تھیں۔

یہاں کا ماحول کافی خوشگوار اور جشن کا سماں پیش کر رہا تھا، مہمانوں کی چہل پہل اور ہنسی گونج رہی تھی۔

لیکن بارات کی واپسی کا ماحول خوشگوار نہیں تھا، بلکہ خوف سے سب کی جان جا رہی تھی۔ وہ جو پندرہ سولہ لوگ بارات کے ساتھ گئے تھے، ڈر کے مارے جیسے مرنے والے ہو رہے تھے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور قدم

لڑکھڑا رہے تھے۔ جیسے ہی بارات گھر کے اندر داخل ہوئی، ہنگامہ مچ گیا تھا۔ کوئی کسی کے ساتھ لگ کر کانپ رہا تھا تو کوئی کسی کے ساتھ لگ کر رو رہا تھا، ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔

گھر میں موجود سب سمجھ گئے تھے کہ کسی ڈاکو کا آکر حملہ آور ہونے کا مطلب یہی تھا کہ اس کا شکار صرف پولیس والا ہے، کیونکہ ڈاکوؤں کی دشمنی صرف پولیس والوں سے ہی ہوتی ہے۔ تو یقیناً ڈاکو نے جو بھی کیا تھا وہ ریان کے لیے ہی کیا تھا، اس کے علاوہ کسی اور کو نقصان پہنچانے کا کوئی مقصد نہیں تھا۔

رباب کو فوراً اندر لایا گیا۔ بیلا بھاگ کر اس کے لیے پانی لے کر آئی، اس کا چہرہ بھی خوف سے زرد پڑ چکا تھا۔

مہمان زیادہ دیر نہیں رکے تھے، یہ غیر متوقع صورتحال سب کے لیے صدمے کا باعث تھی۔ رباب کے ساتھ صرف صفا آئی ہوئی تھی، جس کی اپنی حالت بھی بہت خراب تھی۔ کافی دیر باتیں کرنے کے بعد اسی موضوع کو گھسیٹنے کے بعد اخر کار آس پاس کے مہمان جا چکے تھے، کچھ رشتے دار بڑے کمرے میں

رک گئے تھے جب کہ صفا کے لیے بیلا نے خود ہی سارا انتظام کر کے رکھا ہوا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہر لمحہ موجود تھی، اسے تسلی دے رہی تھی۔

ڈر تو بیلا بھی بہت گئی تھی اس طرح اچانک آ کر ایک آدمی کا فائرنگ کرنا اس کو بھی خوفزدہ کر گیا تھا اور وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ یہ آدمی وہی تھا جو ہسپتال میں ڈاکو بالا کے ساتھ آتا تھا۔

کتنے بے حس لوگ تھے وہ جو کسی کی خوشیوں بھرا دن ایک لمحے میں برباد کر گئے تھے اسے ڈاکوؤں سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی

رباب کو بیلا نے خود ریان کے کمرے میں بٹھایا تھا۔ رباب بھی کافی زیادہ خوفزدہ تھی، جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بعد یہ خوف ایک نارمل سی بات تھی۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی اس فائرنگ کا منظر تھا۔ اس کے دل میں مسلسل ایک ہی دعا تھی کہ ریان محفوظ رہے۔

کیوں کہ جس طرح سردار دھمکی دے کر گیا تھا کہ وہ آگے بھی ریان پر حملہ کر سکتا ہے اسے یقین تھا کہ وہ صرف دھمکی نہیں تھی ریان نے ایسا کچھ تو غلط کیا

ہی تھا، جس کا رد عمل اتنا سخت تھا۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب اچانک

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا

○○○○○○○○

اس کے دل میں کوئی ارمان نہیں تھا، سارے جذبات تو بہت پہلے ہی مر چکے

تھے۔ رباب خاموشی سے دلہن بنے اس کے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

بیڈ کافی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا، ہر طرف پھولوں کی پتیاں بکھری تھیں، بلکہ

پورے کمرے کو ہی بہت خوبصورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا، مگر ان پھولوں کی

خوشبو اور رنگ رباب کے اندر کی ویرانی کو چھپا نہ سکے تھے۔

ریان دروازہ بند کرتے ہوئے اندر آیا اور آہستگی سے اس کے پاس آ کر بیٹھا۔

اس نے رباب کے چہرے پر خوف کے سائے دیکھے، اور ایک گہری سانس لی۔

رباب، "اس کا انداز نرم اور دھیما تھا۔"

میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس ساری صورتحال میں تم کافی خوفزدہ ہو گئی ہو۔ اس"
کی آواز میں ہمدردی تھی۔

تمھیں آرام کی ضرورت ہے، سفر بھی کافی لمبا کیا ہے تم چینج کر لو اور آرام کر"
"لو۔

ریان نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور رباب کا ہاتھ تھاما۔ اس نے ایک بے حد خوبصورت سی انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنائی اور پھر اس کا ہاتھ چوما۔ رباب کا دل بے حس ہو چکا تھا، وہ کوئی رد عمل نہ دے سکی۔ ہاں لیکن اس کے لبوں کی لمس نے دل میں ہلچل ضرور مچائی تھی۔

مجھے ایک ضروری کام کے سلسلے میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جانا پڑے گا۔"""
ریان نے کہا، اس کی نظریں رباب کے چہرے پر تھیں۔

واپس آکر تم سے تفصیلی ملاقات کروں گا۔ تب تک تم ہر طرح کی الٹی"
سیدھی سوچ اپنے ذہن سے نکال کر تھوڑی دیر آرام کر لو میری جان، کیونکہ

ہو سکتا ہے میرے واپس آنے کے بعد تمہیں آرام کرنے کا وقت نہ ملے۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی شوخی تھی

اس نے لمحہ بھر کو رباب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں رکھا، جیسے اسے تسلی دے رہا ہو۔

میں جانتا ہوں میں غلط تھا" لیکن اب آنے والی زندگی میں، میں تمہیں کوئی" تکلیف نہیں دوں گا، میں تمہیں خوش رکھنے کی پوری کوشش کروں گا اور میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی اپنے ذہن سے ساری پرانی سوچ نکال کر ایک نئی زندگی کی شروعات کروگی، رباب۔" اس کے لہجے میں ایک نئی امید تھی۔ اس نے رباب کے ہاتھ پر ہلکا سا دباؤ ڈالا، پھر آہستگی سے اسے چھوڑ دیا۔

رباب نے خاموشی سے سر ہلایا، جیسے اس کے الفاظ کو قبول کر لیا ہو، مگر اس کی آنکھوں میں کوئی چمک نہیں تھی۔ ریان نے ایک آخری نظر اس پر ڈالی، پھر اٹھا، اپنے کپڑے چینج کیے اور خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔ کمرے کی خوبصورتی اور اس کے اندر کی خاموشی میں ایک عجیب سا تضاد تھا۔

00000000

ریان غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس کا غصہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اس کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن ایک بری یاد بن کر رہ گیا تھا۔

وہ یہ دن کبھی یاد نہیں رکھنا چاہے گا یہ وہ جانتا تھا، گاڑی سے اترتے ہی وہ سیدھا گاؤں میں تھانے کی طرف بڑھا۔ پہلے اس کے تھانے کی حالت بدلی گئی، پھر اس کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن، اس کی شادی کا دن، برباد کیا گیا۔ اس دفعہ سردار نے اس پر ذاتی حملہ کیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوا تو صرف کچھ آفیسر موجود تھے، جو اسے اس کی شادی والے دن یہاں دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔

وہ اپنے آفس میں آتا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

اس کے پیچھے ہی عابد بھی اس کے افس میں داخل ہوتا اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا تھا اس وقت ریان کا یہاں آنا کافی حیران کن تھا۔

برباد کر دیا عابد اس نے برباد کر دیا میری شادی کا دن بھر بات کر دیا اس نے ۔۔۔۔۔" وہ غصے سے چیخا تھا۔ جب کہ عابد اس کی پوری بات سمجھ گیا تھا۔

سر! سردار نے صرف بدلہ لیا ہے۔ ہم نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے قبیلے پر حملہ کیا۔ اسے بتانے کے لیے کہ پولیس کتنی پاور میں ہے، بدلے میں اس نے آکر ہماری موجودگی میں تھانے پر حملہ کیا، وہاں تباہی مچائی اور پھر آپ کی موجودگی میں آپ کی شادی میں جاکر تباہی مچاکر ثابت کر دیا کہ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ نہ اسے آپ کا ڈر ہے اور نہ ہی پولیس کا۔"

ریان کے ماتھے پر نسیں ابھر آئی تھیں۔

بہت ہو گیا! اب یہ سب کچھ برداشت سے باہر ہے!" اس نے غصے سے کہا، " اس کی آواز گرج رہی تھی۔

میں اس کو بہت ایزی لے رہا تھا، لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ یہ آدمی میری" زندگی کے سب سے خوبصورت دن کو اس قدر بھیانک بنا دے گا!" میں اسے نہیں چھوڑوں گا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اسے جان سے مار ڈالا

اس کی آنکھوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ "بہت غلط کیا ہے سردار نے، بہت غلط! اور اس کا خمیازہ اس کو بھگتنا پڑے گا!" اس نے اپنے ہاتھ میں موجود فائل کو بری طرح سے مروڑ دیا، جیسے اس کے ہاتھ میں سردار کی گردن ہو۔ "اب تمہیں پتہ چلے گا کہ ریان اکرم کس بلا کا نام ہے! اب اس کیس کو میں اپنے طریقے سے ہینڈل کروں گا! تب تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا! جب تک تمہیں پھانسی کے پھندے تک نہ پہنچا دوں۔ وہ ایک لمبا سانس لیتا، اپنی دھڑکنوں کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر اس کے اندر کی آگ اسے مزید بے چین کر رہی تھی۔

oooooooooo

صبح جب دعام کی آنکھ کھلی تو وہ سردار کی باہوں میں پوری طرح قید تھی۔ رات بھر کی قربت نے انہیں ایک دوسرے میں قید کر دیا تھا۔ آہستگی سے وہ اس کے قریب سے اٹھنے لگی تو اسے اپنے ہاتھ پر کچھ گیلا پن محسوس ہوا۔ اس نے فوراً اپنا ہاتھ دیکھا جو خون سے لت پت تھا، ڈاکو جی۔۔۔۔" بے ساختہ ایک چیخ

اس کے حلق سے بلند ہوئی۔ جس سے سردار کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ نیند سے بوجھل نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا سجن سائیں! تم اس طرح چیخی کیوں؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگا، مگر جیسے ہی اس کی نظر اس کے ہاتھ پر لگے خون پر پڑی، وہ ذرا سا اٹھتے ہوئے سیدھا ہوا۔ بیڈ پر بھی کافی سارا خون جمع ہو چکا تھا جو اس کے کندھے کے پیچھے سے بہہ رہا تھا۔

رات کی اس کی شدتوں کے سامنے پٹی کھل چکی تھی، یقیناً تبھی خون اتنا زیادہ بہہ رہا تھا۔ اسے پیچھے درد بھی محسوس ہو رہا تھا۔

"ڈاکو جی! آپ کا بہت زیادہ خون بہہ رہا ہے!" دعام کی آواز بھرا گئی، اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا لیکن آپ نے میری ایک نہیں سنی! اب دیکھ لیا نا اپنی بے احتیاطی کا انجام! یا اللہ! کتنا زیادہ خون بہہ رہا ہے!" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بری طرح سے رونے لگی تھی، اس کے دل میں شدید خوف تھا۔

اس کے اس طرح سے رونے پر سردار نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے اسے کھینچ کر اپنے قریب کیا، مضبوطی سے اپنی باہوں میں بھر لیا۔

چپ! ایک دم چپ! خبردار جو ایک آنسو بھی بہایا! مرا نہیں ہوں میں! زندہ ہوں! کچھ نہیں ہوا ہے مجھے۔"

اس کی آواز میں کچھ سختی تھی مگر چھپا ہوا پیار اور دلاسہ بھی۔

"کوئی قیامت نہیں آگئی ہے! اب لگ گئی ہے گولی تو اس طرح کے چھوٹے موٹے زخم تو ہوتے رہیں گے! اتنی سی بات پر بیٹھ کر رونا دھونا مت شروع کر دیا کرو تم!" وہ ذرا سختی سے بولا، مگر اس کے آنسو نرمی سے صاف کرنے لگا تھا۔

اس کا ہاتھ دعام کے چہرے پر محبت سے پھرا۔

دعام سسکتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھے تھی۔

یہ چھوٹی موٹی چوٹ ہے آپ کے لیے؟ کتنا زیادہ خون بہہ رہا ہے! دیکھا ہے آپ نے؟ سارا بستر خون سے لہولہان ہو گیا ہے! اتنا زیادہ خون بہہ رہا ہے، آپ

کو ذرا احساس نہیں ہے اپنا؟ کس مٹی کے بنے ہیں آپ؟ آپ کو درد نہیں ہوتا کیا؟" وہ پریشانی سے کہتی، اس کے قریب سے اٹھنے لگی۔

"!میں بالا بھیا کو بلا کر لاتی ہوں"

جس طرح وہ بری طرح رو رہی تھی، سردار نے اسے روکا نہیں تھا جانے سے۔ وہ جانتا تھا کہ اسے اس وقت بالا کی ضرورت ہے۔ اس کا خون کافی زیادہ بہہ چکا تھا جس کا علاج صرف بالا نہیں کرنا تھا

oooooooo

دعام کے ساتھ ہی بالا تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں وہ سردار کی طرف متوجہ ہوا تھا وہیں دعام واش روم میں گھس گئی تھی۔

بالا کی نظر سردار کے کندھے سے رسنے والے خون پر پڑی تو اس کا ماتھا ٹھنکا گیا۔ وہ بے چینی سے سردار کے قریب آیا، اس کے چہرے پر پریشانی صاف عیاں تھی۔

ایسی کون سی کبڈی کھیل رہے تھے جو اتنا زیادہ خون ضائع ہو گیا تمہارا؟" بالا" کی آواز میں غصہ اور جھنجھلاہٹ تھی۔

تمہارا دماغ کام کرتا ہے یا نہیں؟ یہ کیا کیا ہے تم نے سردار؟ کچھ دن کے لیے اپنے جذبات پر کنٹرول کرو! میں نے تمہیں اس کمرے میں اس لیے نہیں چھوڑا کہ تم خود کو زخمی کر لو!" وہ سردار کی حالت دیکھ کر خود ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ سب کس وجہ سے ہوا ہے۔ اس کی پٹی کس طرح سے کھلی تھی۔ جس پر سردار نے اسے سختی سے گھورا۔

زیادہ بکو مت!" سردار نے ٹھنڈے اور سخت لہجے میں کہا، اس کی آنکھوں" میں غصہ تھا۔" جس کام کے لیے تمہیں بلایا ہے وہ کرو! اور میرے پرسنل معاملات میں انٹرفیئر کرنے کی ضرورت نہیں! تمہیں صرف پٹی باندھنے کے لیے یہاں بلایا ہے!" وہ سختی سے بولا تو بالا نفی میں سر ہلا کر رہ گیا، اس کے ہونٹوں پر دبی ہنسی تھی۔

دعام واش روم میں تھی۔ اسے بالا سے شرم آرہی تھی۔ وہ نہ جانے اسے بلا کر کیسے لائی تھی۔ یقیناً بالا بھی سمجھ ہی چکا تھا کہ سردار کے یہ زخم اس حد تک کیسے پہنچے تھے اب اتنا بچہ تو وہ بھی نہ تھا کہ اپنے دوست کی حرکتوں سے واقف نہ ہوتا۔ اسی لیے جب سے بالا کمرے میں آیا تھا، دعام خود کو واش روم میں بند کیے ہوئے تھی۔ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس کے سامنے جانے کا۔ ہاں لیکن باہر سے ہلکی ہلکی آوازیں آرہی تھیں۔ بالا اسے ڈانٹ رہا تھا جبکہ بالا سے ڈانٹ کھانے کے بعد اب وہ بالا پر غصہ کرنے لگا تھا۔

پوری بات تو سمجھ نہیں آرہی تھی، مگر لہجے سے سمجھ آرہا تھا کہ دونوں کے بیچ چھوٹے موٹے جھگڑے چل رہے ہیں۔

چل! ہاں! اب ہو گیا! نکل یہاں سے تو، تو سر پر ہی سوار ہو گیا ہے!" بالا پٹی باندھ کر اسے مزید ٹائٹ کرنے لگا تو سردار نے غصے سے اپنا بازو پیچھے کر لیا تھا۔ شکل گم کر یہاں سے! تیری وجہ سے میری بیوی اندر چھپ کر بیٹھی ہے!" وہ اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے خود واش روم کے دروازے پر نگاہ جمائے تھا۔

سردار اپنی صحت کا تھوڑا خیال رکھو! یہ ٹھیک نہیں ہے!" بالا نے پھر سے اسے "
نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

تمہیں گولی لگی ہے! اگر کچھ دن کے لیے اپنے جذبات کنٹرول میں رکھ لو گے "
"تو۔۔۔

دفع ہو جا یہاں سے!" سردار کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔"

اور شام تک اپنی شکل مت دکھانا مجھے! آیا بڑا بھاشن دینے والا! ایک دفعہ نکاح
"!کرلے پھر تجھے پتہ چلے گا کہ بیوی کے بغیر رہنا کتنا مشکل ہے

اچھا! اگر ایسی بات ہے تو کروادے نکاح!" بالا آنکھ دبا کر شرارت سے بولا تو"
سردار نے جوتا اٹھانے کے لیے ہاتھ نیچے کی طرف لے جانا چاہا تھا۔ اس سے
پہلے کہ اس کا جوتا اس کے ہاتھ لگتا، بالا ہنستے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

○○○○○○○○○○

"سردار اور دعام کے درمیان ایک نیا" جنگ

بالا کے جاتے ہی سردار نے واش روم کے دروازے پر دستک دی۔ "باہر آجاؤ میرا سوہنا مکھڑا! تمہارا بھیا جا چکا ہے!" اس نے اونچی آواز میں کہا، اس کے لہجے میں شرارت تھی۔

دعام نے گہرا سانس لیتے ہوئے دروازہ کھولا۔ اس کے چہرے پر ابھی بھی فکرمندی تھی۔

شکر ہے وہ چلے گئے۔ انہوں نے ایسی ویسی کوئی بات تو نہیں کی نا؟" وہ پریشان تھی۔

سردار نے اگلے ہی لمحے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی، مگر دعام کی پریشانی اپنی جگہ تھی۔

وہ بیچارہ کیا کہہ سکتا تھا میری جان۔" سردار نے اس کے بالوں میں انگلیاں " پھیرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

خیر اسے چھوڑو، تم مجھ پر دھیان دو۔" وہ اس کی گردن پر لب رکھنے ہی لگا تھا" کہ دعام نے سختی سے اپنے ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیے، اسے روکتے ہوئے۔

خبر دار! دور رہیں مجھ سے! خبر دار آپ میرے قریب آئے!" دعام نے غصے" سے کہا، اس کی آنکھوں میں سختی تھی۔

جب تک آپ کا یہ زخم پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہو جاتا تب تک میری" "!طرف سے کروٹ لے کر سوئیں گے آپ

اچھا!" سردار نے ایک لمبا 'اچھا' کرتے ہوئے اسے گھورنا شروع کر دیا۔ اس" کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ شرارت بھی تھی۔ جبکہ دعام فاصلہ بناتی الماری کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

جی ہاں! آپ دور رہیں گے مجھ سے! نہ تو میری طرف دیکھیں گے، نہ مجھے" چھوئیں گے اور نہ ہی میرے قریب آنے کی کوشش کریں گے! جب تک آپ کا یہ زخم پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہو جاتا میں آپ کو کسی طرح کی بے احتیاطی نہیں کرنے دوں گی!" دعام کی آواز میں حتمیت تھی۔ "کل رات بھی

کوئی دورہ پڑ گیا تھا آپ کو! آپ کو پتہ ہے جب آپ کے جذبات آؤٹ آف کنٹرول ہوتے ہیں تب آپ کو کچھ بھی یاد نہیں رہتا! لیکن میں نے سوچ لیا ہے کہ اب میں خود ہی آپ کو خود سے دور رکھوں گی! خبردار جو میری طرف ہاتھ بھی بڑھایا!"

سردار اسے گھورے جا رہا تھا، اس کا دل چاہا کہ اس کی ٹر ٹر چلتی زبان کو اپنے لبوں سے بند کر دے۔ جبکہ دعام بولتے ہوئے کپڑے لیے واش روم میں گھستی، دروازہ اس کے منہ پر بند کر گئی تھی۔ سردار نے ایک نظر گھور کر دروازے کو دیکھا، اور پھر ایک طویل آہ بھری۔ آج سے اس کی زندگی میں ایک اور جنگ کا آغاز ہو چکا تھا، اور یہ جنگ دعام کے ساتھ تھی، جہاں وہ دعام کی دعام کی تو نہیں سننے والا تھا۔

ooooooo

سردار، واش روم کے بند دروازے کو گھورتا رہا۔ ایک لمبی، سانس اس کے سینے سے نکلی۔ قبیلے کے ڈاکوؤں کا سردار، پولیس کے لیے ڈر و خوف کا نشان، ریان

اکرم کے لیے قیامت برپا کرنے والا شخص، اس وقت اپنی ہی بیوی کے سامنے بے بس تھا۔

خبر دار جو میرے قریب آئے... میری طرف سے کروٹ لے کر سوئیں گے " آپ!" دعام کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے، اور اس کے ہونٹوں پر ایک خشک، معنی خیز ہنسی پھیل گئی۔

وہ اپنی ہی بے بسی پر ہنس رہا تھا۔ باہر کی جنگوں سے زیادہ مشکل تو یہ گھریلو محاذ ہوتا ہے۔ وہ مسکرا کر بڑبڑایا،

وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے میں ادھر ادھر چہل قدمی کرنے لگا، ایک بار دروازے کی طرف دیکھتا تو دوسری بار اپنے زخم زدہ کندھے کو سہلاتا۔ "یہ مجھے !خود سے دور رکھے گی؟" مجھے سردار دلدار یلغار کو، حلوہ ہے کیا۔۔۔

واہ ڈاکو سردار ایک پدی سی لڑکی نے تجھے آگے لگایا ہوا ہے اس نے زیرِ لب بڑبڑایا، اور پھر زور سے ہنس پڑا۔

اب یہ پدی سی لڑکی کو جان بھی تو میں نے خود بنایا ہے مجھے خود سے دور رکھے گی۔ "ممکن ہی نہیں!" اس کے زخم سے ہلکا ہلکا خون رس رہا تھا، مگر دعام کے غصے کے سامنے اسے یہ درد بھی بے معنی لگ رہا تھا۔

وہ اسے جانتا تھا۔ وہ اسے خود سے دور نہیں رکھ سکتی، ہاں، شاید تھوڑی دیر کے لیے وہ ناراض ہو، مگر زیادہ دیر نہیں۔

سردار نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ واش روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس جنگ کا آغاز ہو چکا تھا، اور اسے معلوم تھا کہ اس جنگ میں وہی جیتے گا، چاہے اس کے لیے اسے کتنی ہی شرارتیں کرنی پڑیں۔

اور پھر اپنی سجن سائیں کے ساتھ شرارتوں کا بھی اپنا ہی مزا تھا۔

oooooooooo

کچھ دیر بعد، دعام واش روم سے باہر آئی۔ اس نے ایک سادہ سی قمیض شلوار پہن رکھی تھی۔ اس کی نظر سردار پر پڑی تو اس نے ایک بار پھر اسے سختی سے گھورا،

جیسے اسے خبردار کر رہی ہو۔ سردار نے معصومیت سے نظریں چرا لیں، انداز ایسا تھا کہ جیسے ساری دنیا کی معصومیت اسی پر ختم ہو رہی ہو مگر اس کے اندر شرارت کی چمک تھی۔

دعام نے بستر پر بکھرے خون کو دیکھا اور اس کا دل پھر بھر آیا، مگر اس بار اس نے خود کو رونے سے روکا۔

دعام نے ایک نظر سردار پر ڈالی جو اپنی ہی دھن میں مگن تھا، اور پھر بیڈ پر پھیلے خون کی طرف دیکھا۔ وہ خاموشی سے بستر صاف کرنے لگی، خون آلود چادر

ہٹائی اور دوسری صاف چادر بچھانے لگی۔ اس کے چہرے پر تھکن اور پریشانی صاف دکھائی دے رہی تھی، مگر وہ کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔ سردار یہ سب دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے پر دبی ہوئی مسکراہٹ تھی۔

سجن سائیں نکما اے، اساں پیار کریسوں تاں کی کریسوں؟"

بے رخیاں وی کریسی، اساں اعتبار کریسوں تاں کی کریسوں؟

اچانک سردار نے سرائیکی میں گنگنانا شروع کر دیا۔ اس کے لہجے میں شرارت اور پیار دونوں تھے۔

سمجھ نہیں آیا!" وہ غصے سے گھور کر بولی، اسے شعر کی زبان تو سمجھ نہیں آئی" تھی مگر اس کے لہجے میں چھپی شرارت ضرور بھانپ لی تھی۔

کہہ رہا ہوں میرا سجن سائیں نکما ہے!" سردار اپنے شاہی انداز میں صوفے پر" پھیل کر بیٹھتے ہوئے بولا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

دعا م نے تیزی سے بستر صاف کیا اور اس کی طرف مڑ کر کھڑی ہو گئی۔

میں بھی آپ کا شعر بول رہی ہوں! ساتھ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ میرے "
دلدار سائیں بھی نکمے ہیں! اسے شعر نہیں آتا تھا، اسی لیے بدلہ لینے کے لیے
اسی کے شعر کو کاپی پیسٹ کر رہی تھی!" اور ساتھ ہی ساتھ اسے گھورے جا
رہی تھی، اس کے الفاظ میں شکایت اور لاڈ کا ملا جلا تاثر تھا۔

میں نہیں مانتا اس طرح کا کاپی پیسٹ شعر!" سردار آنکھ دباتے ہوئے دلکشی "
سے مسکرایا۔

"!اگر میری تعریف کرنی ہے تو اپنے لفظوں میں کرو"

اچھا جی! تو یہ بات ہے، کیوں نہیں ڈاکو جی!" دعام تکیہ ایک طرف رکھتے "
ہوئے سردار کے بالکل سامنے صوفے پر آکر بیٹھی۔

وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ دعام نے ایک گہری سانس لی، اور
اپنی تعریفوں کی پوٹری کھولنے لگی۔

"آپ ایک نمبر کے نکمے ہیں!" اس نے آغاز ہی ایسے انداز سے کیا کہ سردار حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ میری کوئی بات نہیں مانتے! اپنی من مانیاں کرتے ہیں! جب دل کرتا ہے، آپ کارومینٹک موڈ آن ہو جاتا ہے۔" اس نے سردار کے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

"اب اپنی حالت دیکھیں! ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں آپ کی! کندھا پھٹا ہوا ہے! لیکن مجال ہے جو عقل ہو! عقل تو آپ کی گھٹنوں میں ہے! دماغ میں سوائے رومینس کے کچھ بھی نہیں بھرا ہوا!"

دعام نے ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے وقفہ لیا، سردار کے ہونٹوں پر دبی مسکراہٹ تھی۔

اسے لگا تھا کہ وہ سچ میں اس کی تعریف کرے گی، مگر دعام کے تیور کچھ اور ہی تھے۔

کل رات کا دیکھ لیں!" دعام نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔"

میں نے کہا تھا آرام کریں، لیکن نہیں پتہ نہیں کس مستی میں تھے آپ کہ"

!سارا بستر لہولہان کر دیا

میرا تو دل ہی بند ہو رہا تھا آپ کا خون دیکھ کر!" اس کی آنکھوں میں دوبارہ نمی

سی آگئی تھی، مگر اس نے اسے جھٹک دیا۔

آپ کو اپنی کوئی پرواہ نہیں! بس من مانی کرتے ہیں!" اسی لیے اتنا غصہ آتا"

" ہے مجھے آپ پر۔ اس نے ہاتھ نچا نچا کر سردار کو گھورا۔

!اور پھر صبح اٹھے تو الٹا میرے اوپر ہی

جیسے کوئی ہاتھی چڑھ گیا ہو! مجھے اٹھنے تک نہیں دے رہے تھے! آپ کو اپنی

حالت کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا؟ درد ہوتا ہے آپ کو؟ یا آپ کو رب نے کسی

"پتھر سے بنا کر بھیج دیا ہے؟

سر دار سنتا رہا، اور اس کے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ اب ایک قہقہے میں بدل چکی تھی۔ دعام کی اس انوکھی "تعریف" نے اس کا دل خوش کر دیا تھا۔

ارے کیا ہوا؟ آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟" دعام نے اسے ٹوکا، اس کے " چہرے پر بناوٹی خفگی تھی۔ "آپ کو تعریف سننی ہے نا؟ تو ٹھیک سے سنیے! ابھی "! شروع ہوا ہے! یہ تو صرف ٹریلر تھا، فلم تو ابھی باقی ہے

بس بس اتنی بہت ہے، سردار نے ہاتھ بڑھا کر دعام کا ہاتھ تھام لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا، اس کی ہنسی ابھی رکی نہیں تھی۔ وہ دعام کے اس معصومانہ غصے پر دل وجان سے فدا ہو رہا تھا۔

ارے نہیں نہیں!" دعام نے فوراً اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے روکا اور اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔ اس کی آنکھوں میں دوبارہ سختی لوٹ آئی تھی۔

میں نے آپ کو منع کیا ہے! آپ میرے پاس بھی نہیں آئیں گے! ہاتھ کیوں " پکڑا ہے آپ نے؟ ہاتھ چھوڑیں میر اور نہ میں نے لحاظ نہیں کرنا بہت بگڑتے جا رہے ہیں آپ، سردار ہوں گے قبیلے کے لیے میں نے سیدھا کر دینا ہے آپ کو،

وہ فل ایٹیٹیوڈ میں اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی تھی، لیکن کوشش ناکام ہو گئی !"اس نے غصے سے اپنا ہاتھ جھٹکا، مگر سردار نے اس کی کلائی مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔

دعام نے ہار مان کر کھڑے ہوتے ہوئے دوسرا ہاتھ اپنے کمر پر رکھا اور اسے گھورتے ہوئے بولی۔ "ایک بات کان کھول کر سن لیجئے! دس فٹ کے فاصلے پر بات کریں گے آپ مجھ سے!" یہ مت سوچیے گا کہ ہاتھ پکڑ کر اپنی طاقت دکھائیں گے تو میں ہار جاؤں گی۔

ہاتھ چھوڑیں میرا، اب کہ وہ سیدھی ہوتی بے حد آرام سے بولی تھی بلکہ بولی کیا تھی وہ تو حکم دے رہی تھی سردار اس کے انداز پر ہاتھ چھوڑنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکا تھا۔

جب کہ دعام کا انداز تو ایسا تھا جیسے وہ کوئی ٹیچر ہے اور اس کے سامنے ایک چھوٹا سا بچہ ہے جس پر وہ اپنا حکم چلا رہی ہے۔

اور اگر وہ اس کی بات نہیں مانے گا تو اس کے ہاتھوں پٹ جائے گا۔

چلیں اب اٹھیں وہاں بستر پر جائیں، آپ کو بغیر سہارے کے اس طرح سے بیٹھنے سے منع کیا ہوا ہے ڈاکٹر نے۔۔۔" اس کے شرافت سے مان جانے میں پر وہ نرمی سے بولی۔

جبکہ سردار معصوم سی شکل بنا کر اٹھتے ہوئے بالکل کسی چھوٹے بچے کی طرح اس کی بات مان کر بیڈ پر جانے لگا تو دعام کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

اب اتنے بھی ڈرامے نہ کریں اچھے سے جانتی ہوں میں کتنے معصوم ہیں آپ، وہ اپنی ہنسی روک کر بولی تو سردار نے پلٹ کر اسے گھورا تھا۔

کس مٹی کی بنی ہو تم سجن سائیں تمہاری بات نہ مانوں تو بھی غصہ کرتی ہو تمہاری بات مانوں تو بھی غصہ کرتی ہو کہاں جائے یہ معصوم سردار۔۔۔۔" اس نے دہائی دی تو اب کی دفعہ دعام کی ہنسی کھکھلاہٹ میں بدل گئی۔

اللہ جی کتنے ڈرامے باز ہیں آپ ڈاکو جی۔۔۔" قبیلے میں کوئی آپ کو اس طرح دیکھ لے نا تو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ کرے وہ کھکھلاتے ہوئے بولی تھی۔

سردار ہلکا سا مسکرا دیا تھا یہ انداز ہی شرارتیں یہ مستیاں یہ مذاق تو صرف اور صرف اس کے لیے تھا کسی اور کے لیے تھوڑی تھا جو کسی کو دکھاتا، وہ کچھ کہنے لگا تھا جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

دعام دروازے کے قریب آتے ہوئے جمرو کو باہر کھڑے دیکھنے لگی اب وہ کافی بہتر تھا آہستہ آہستہ اس نے سیدھا چلنا بھی شروع کر دیا تھا۔

oooooooo

اندر آجا جمرو!" سردار نے آواز لگائی، اس کی نظریں ابھی بھی دعام پر تھیں" جمرو اندر آیا۔ تو اس کے چہرے پر معمول سے ہٹ کر ہلکی سی پریشانی تھی۔

کیا حال ہے سردار! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" جمرو نے سردار کی طرف" دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں بہتر ہوں، جمرو۔" سردار نے جواب دیا، اس کی نظریں جمرو کے چہرے" پر تھیں۔ وہ جمرو کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا

ہے، کیونکہ جمرو اس کا مخبر تھا، وہ قبیلے میں ہر خبر رکھتا تھا، اور اس حالت میں رہتے ہوئے بھی اسے ہر خبر کا علم ہوتا تھا۔

اب کیسی طبیعت ہے درد میں کچھ بہتری ہوئی وہ اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں اب درد بھی کم ہے اور کچھ دنوں میں میں تمہارے ساتھ واپس کام پر چلنے لگوں گا جمرو اب بہت بہتر محسوس کر رہا تھا، اب اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات نہ تھے۔

جبکہ اس کی کام والی بات پر دعام نے ایک نظر گھوڑا تھا جس پر وہ شرارت سے مسکرا دیا۔ اور پھر نظریں جمرو پر ڈالی اس کے چہرے پر کچھ پریشانی تھی۔

تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ دے۔" سردار نے اسے حوصلہ دیا۔"

دعام، جو اپنے کمرے کی صفائی کرنے میں مصروف تھی، جمرو کو پریشان دیکھ کر فوراً ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

جمرو بھیا! آپ کوئی ایسی بات کرنا چاہتے ہو جو مجھے نہیں بتا سکتے ؟ تو میں نیچے "
قبیلے میں چلی جاتی ہوں۔ اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

جمرو!" سردار نے دعام کو ایک نظر دیکھا اور پھر جمرو کی طرف مڑا۔ "

تو اس کے سامنے کوئی بھی بات کر سکتا ہے، وہ کوئی غیر نہیں ہے! سردار کا لہجہ "
ذرا سخت تھا جیسے بتانے کی کوشش کی گئی ہو کہ اس کے لیے وہ لڑکی کتنی خاص
ہے۔

جمرو نے سردار کی بات سنی اور پھر ایک گہری سانس لی۔

سردار! بات کچھ یہ ہے کہ کل رات رباب کی رخصتی تھی..."اس نے "
ہچکچاتے ہوئے بات شروع کی، مگر اس کے چہرے پر اب تشویش زیادہ گہری
" ہو چکی تھی۔

وہاں پر کسی نے حملہ کر دیا۔ ان لوگوں کے مطابق ڈاکو نے حملہ کیا ہے۔ پورے
گاؤں میں یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ حملہ ڈاکوؤں نے کیا ہے حالانکہ ہم میں سے

کسی نے بھی حملہ نہیں کیا! ہم پر جھوٹا الزام لگایا جارہا ہے!" جمرو نے اپنی بات ختم کی اور سردار کے چہرے پر ابھرتے تاثرات کو دیکھنے لگا۔

سردار! بات یہاں پر ختم نہیں ہو رہی،" جمرو نے مزید بتایا۔ "

بلکہ کہتے ہیں کہ اس رات سے ایک رات پہلے پولیس اسٹیشن پر حملہ ہوا ہے۔" ان کے مطابق وہ بھی ڈاکوؤں نے کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ حملہ تم نے کیا ہے!" جمرو کے لہجے میں غصہ اور حیرت تھی۔

شاید وہ جانتے نہیں کہ تمہیں گولی لگی ہے! تم اس وقت قبیلے سے نکلنے کے" قابل ہی کہاں ہو کہ تم یہ سب کچھ کرو گے! وہ تم پر جھوٹے الزام لگا رہے ہیں اور اس بات پر میرا خون کھول رہا ہے!"۔

یہ لوگ! جھوٹے الزام لگا رہے ہیں ڈاکو جی پہ؟ ڈاکو جی تو پرسوں سے قبیلے سے" نکلے ہی نہیں ہیں! یہ کیا بات ہو گئی؟ ڈاکو جی نے کچھ نہیں کیا تو وہ انہیں زبردستی کیوں پھنسا رہے ہیں؟" دعام جو یہ سب سن رہی تھی، پریشانی سے بولی اس کا چہرہ فکر مندی سے بگڑ رہا تھا۔

سردار نے پرسکون انداز میں دعام کی طرف دیکھا، پھر جمرو کی طرف مڑا۔

پولیس ایسا ہی کرتی ہے سجن سائیں! جب انہیں کوئی اور ثبوت نہیں ملتا تو"

الزام ہم لوگوں پر ہی آتا ہے۔ خیر! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ

"لوگ حل کرلیں گے یہ مسئلہ۔

وہ بے فکر انداز میں لیٹنے لگا تو جمرو نے فوراً اٹھ کر اس کے پیچھے تکیہ لگایا تھا تاکہ

اسے آرام ملے۔

ہاں سردار! تمہیں پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں،"جمرو نے اسے ریلیکس"

کرتے ہوئے کہا۔

ہم خود حل کرلیں گے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر پولیس والوں نے کسی طرح

"!کی کوئی کاروائی کی تو ہم خود دیکھ لیں گے

نہیں! کاروائی تو نہیں کریں گے، اتنی ہمت نہیں ہے ان لوگوں میں!" سردار"

کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

"بس دفع کرو بس کرو اب! کل کو اگر ریان اکرم کو کسی نے گاؤں کے چوراہے پر لٹکا دیا تو اس کا الزام بھی مجھ پر ہی آجائے گا!"

اس کی بات پر جمرو ہلکا سا مسکرایا۔

"تم جاؤ، آرام کرو! مجھے بھی آرام کرنا ہے!" سردار اسے بھیجتے ہوئے بولا تو اس کی آرام کی خاطر وہ فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرو تمہاری پسند کا کھانا بنا رہا ہے۔" جمرو نے جاتے جاتے بتایا۔

"سب لوگ بہت پریشان ہیں تمہاری یہ حالت دیکھ کر۔ سب اوپر آنا چاہتے تھے لیکن بالا نے منع کر دیا کہ کوئی بھی تمہیں پریشان نہ کرے۔

لیکن میں بالا کی نہیں سنتا، اسی لیے اس سے چھپ کر اوپر آگیا!" جمرو مسکراتے ہوئے اسے اپنے آنے کا راز بتانے لگا تو سردار بھی ہلکا سا مسکرا دیا۔

"آپ کو کسی کی سننے کی ضرورت نہیں ہے جمرو بھیا!" دعام نے مسکرا کر بولی۔

جب بھی آپ کا دل کرے آپ اوپر آجایئے گا!" وہ جانتی تھی کہ جمرو اور بالا" دونوں ہی سردار سے بے تحاشہ محبت کرتے ہیں۔

محبت تو میرو بھی بہت کرتا تھا، لیکن وہ کھل کر کبھی اظہار نہیں کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ ہچکچا کر پیچھے ہٹ جایا کرتا تھا۔ لیکن سردار خود اسے بہت اہمیت دیتا تھا۔ میروان کے بڑے بڑے منصوبوں میں نہیں جاتا تھا بلکہ اسے تو شاید صرف قبیلے میں رکھا ہی کھانا بنانے کے لیے گیا تھا۔ اور اب بھی یقیناً اس نے کچھ بہت اچھا بنایا تھا، جس کے بارے میں جمرو بتا کر گیا تھا۔

oooooooo

صبح کے وقت، اذانوں سے کچھ دیر پہلے، ریان اکرم واپس اپنے گھر میں داخل ہوا۔ امی سو رہی تھیں جبکہ بیلا کو وہ رات کو بتا کر آیا تھا کہ وہ ایک گھنٹے میں واپس آجائے گا اور اسے آرام کرنا چاہیے۔

بیلا بھی سارے دن کی تھکی ہوئی تھی، شاید اسی لیے وہ گہری نیند سو چکی تھی۔ لیکن وہ رات کو واپس نہیں آسکا۔

ریان خاموشی سے صبح کے وقت واپس آتے ہوئے اپنے کمرے میں آیا تو ایک انوکھا احساس اس پر چھا گیا۔

رباب اس کے بیڈ پر تھی۔ صبح سویرے ایک دوسرے وجود کی موجودگی نے اس کے اندر نرم و گرم جذبات جگا دیے تھے۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کمرے میں اس کے علاوہ کوئی اور وجود بھی آ کر رہے گا۔

وہ ایک نظر بیڈ پر لیٹی رباب کو دیکھتا آہستہ سے اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے، وہ اس کے پاس آیا اور قریب بیٹھ کر اپنے ہاتھ اس کے دونوں اطراف میں رکھ کر اس پر جھکا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ وقت کو یہیں تھام لے۔ رباب کے بال بکھرے ہوئے تھے،

کچھ لٹیں اس کے چہرے پر پڑی تھیں اور وہ میرون کلر کے سادہ سے کاٹن کے سوٹ میں گہری نیند میں تھی۔ ریان کا دل محبت اور پچھتاوے کے ملے جلے احساسات سے بھر گیا۔

ریان کتنی ہی دیر رباب کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ وہ بہت خوبصورت تھی، لیکن یہ حقیقت تھی کہ وہ اس کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر ہرگز اس کی طرف نہیں بڑھا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔ اس نے صرف اور صرف اپنے مقصد کے لیے اس کی طرف قدم بڑھائے تھے، لیکن اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ یہ لڑکی اچانک اسے اتنی اچھی لگنے لگے گی۔

وہ جو کچھ اس کے ساتھ کر چکا تھا، اسے لے کر وہ بہت زیادہ پریشان تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ آہستہ آہستہ رباب کے دل سے وہ ساری باتیں نکال کر اس کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کرے گا۔ اب رباب اس کے پاس آگئی تھی، تو وہ اپنے اور اس کے رشتے کو مزید خراب نہیں ہونے دے سکتا تھا۔

اس نے ولیمہ کینسل کرنے کے بارے میں سوچا۔ جس طرح سردار نے پہلے اس کے تھانے پر حملہ کیا اور پھر اس کی شادی والے دن کو برباد کیا تھا، ریان کو

یقین تھا کہ اب اس کا اگلا ٹارگٹ اس کا ولیمہ ہو گا۔ اور وہ اس طرح کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

پہلے ہی شادی پر گئے اس کے ساتھ گئے لوگ کافی زیادہ گھبرا گئے تھے اور وہاں پر خوف وہراس پھیل گیا تھا۔ ایک پولیس والے کی شادی میں اس طرح کے حالات یقیناً اس کی وردی پر داغ لگا سکتے تھے، اس لیے اس نے احتیاط سے کام لینا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر رباب کو دیکھتا رہا، پھر آہستہ سے جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھے اور اس کے قریب سے اٹھ گیا۔

ooooooo

دعام صوفے پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر ابھی بھی فکرمندی کے آثار نمایاں تھے۔ بستر پر لیٹا سردار اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ اگنور کر رہی تھی۔

دور رہ کے سجنوں، اساں کیوں جیویں؟"

"تیڈے باجھوں ہر پل، دل کیوں پیوے؟

سردار نے سرائیکی شعر گنگنایا، اس کی آواز میں شوخی تھی۔

دعام نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بیزاری سے چینل بدلنے لگی۔

بہت ہی فضول شعر تھا! بالکل پسند نہیں آیا مجھے۔" اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

اچھا! ادھر پاس آؤ نا! تمہیں ایک اچھا والا شعر بول کر دکھاتا ہوں!" سردار" اسے دیکھتے ہوئے بولا، اس کے لہجے میٹھی سی شرارت تھی۔

جس پر دعام نے آنکھیں گھمائیں

آپ کو میری بات سمجھ میں نہیں آئی؟ دس فٹ دور رہنے کے لیے کہا ہے"

"میں نے! تو مطلب صاف ہے کہ آپ میرے آس پاس نہیں آسکتے۔

ارے اچھا والا شعر تو سن لو نا۔۔" وہ۔ اس کی۔ بات کاٹتے ہوئے بولا

پہلے پوری طرح سے ٹھیک ہو جائیں، پھر سنوں گی آپ کی ساری شاعریاں!"""

دعام نے زور دے کر کہا۔

تم سے دور رہ کر کیسے ٹھیک رہوں گا میں؟" سردار نے آہستگی سے اپنے بیڈ"

سے اٹھنا شروع کیا۔ اس کے چہرے پر بے چینی تھی۔

وہیں پر بیٹھ جائیں ڈاکو جی!" دعام نے فوراً کہا، اس کی آواز میں دھمکی تھی۔"

"!میں کہہ رہی ہوں ورنہ اچھا نہیں ہو گا"

ارے! ایسی کی تیسی تمہارے 'اچھے' کی!" سردار نے تیزی سے کہا اور بجلی کی"

سی تیزی سے اس کے پاس آگیا۔ اگلے ہی لمحے وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر

بیٹھا اور اس کی گود میں اپنا سر رکھ کر صوفے پر لیٹ گیا۔

آپ میری کوئی بات نہیں مانتے نا!" دعام غصہ ہونے لگی تھی، اس کا بس نہیں"

چل رہا تھا کہ وہ اسے اٹھا کر بستر پر پھینک دے۔

نہیں مانتا میں تمہاری کوئی بھی بات! میں بہت برا شوہر ہوں!" سردار نے اس کی گود میں سر رکھتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو زبردستی اپنے بالوں میں رکھ دیا، جیسے اسے اپنا سر سہلانے کو کہہ رہا ہو۔

"میں ناراض ہو جاؤں گی!" دعام اب منہ بنا کر بولی تھی۔ وہ کتنی شرافت سے اس کی ساری باتیں مان رہا تھا اور اب کیسے بگڑے بچے کی طرح بگڑ گیا تھا۔

"میں منا لوں گا!" سردار نے آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا، اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ تھی جس کا مطلب صاف تھا کہ وہ دور تو نہیں رہنے والا۔

دعام سردار کی گرفت میں خود کو بے بس پا رہی تھی۔ اس کی باتیں اور اس کی آنکھوں میں چھپی شدت نے اسے واقعی لاجواب کر دیا تھا۔ سردار کی ملکیت اس کے ہر لفظ اور ہر ادا سے عیاں تھی۔ دعام نے مشکل سے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا اور فوراً ٹی وی کی طرف رخ موڑ لیا،

ٹی وی پر ایک ایکشن فلم چل رہی تھی، جس میں ہیرو اپنی ہیروئن کو بچانے کے لیے خطرناک اسٹنٹ کر رہا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی ساری باتیں بھی مان رہا تھا۔ دعام نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،

دیکھا! اصل ہیرو اسے کہتے ہیں! اپنی ہیروئن کے لیے کیا کیا نہیں کرتا! کتنا" طاقتور ہے! کتنا دلیر! اتنا پیارا ہے اسے کہتے ہیں ہیرو! وہ اپنی ہیروین کی ساری باتیں بھی مانتا ہے۔" وہ سردار کو چڑانے کے انداز میں بولی اور جان بوجھ کر ہیرو کی تعریف کرنے لگی۔

سردار کی مسکراہٹ ایک دم غائب ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں وہی پرانی، شدید چمک لوٹ آئی تھی۔ اس نے دعام کے کندھے سے اسے اپنی طرف موڑا۔

یہ سب کیا بکواس ہے؟" اس کی آواز میں غصے کی گہرائی تھی۔ "

"تمہاری نظریں کسی اور پر کیوں ہیں؟ ایسا بھی کیا ہے اس میں"

اس نے دعام کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا، اس کی آنکھیں دعام کی آنکھوں میں گڑی ہوئی تھیں۔ "میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی اور کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں، سجن سائیں! تمہاری آنکھیں صرف مجھے دیکھ سکتی ہیں، تمہاری زبان صرف میری تعریف کر سکتی ہے! وہ اسکرین پر موجود کوئی عام آدمی ہے، میں تمہارا سردار ہوں!" تم اس کا مقابلہ مجھ سے نہیں کر سکتی،

اس نے دعام کو اپنے مزید قریب کیا، اس کے چہرے پر ایک ملکیت بھری شدت تھی۔

تم میری ہو! تم پر صرف میرا حق ہے! کسی اور کی تعریف کرنا تو دور کی بات،" تم کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتیں! سمجھی؟" اس کی آواز دھیمی تھی مگر اس میں دھمکی اور حکم دونوں واضح تھے۔

دعام کی آنکھیں بڑی ہو گئیں، وہ سردار کی اتنی شدت دیکھ کر ساکت رہ گئی۔

یہ سردار کی محبت کا کون سا روپ تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر سردار کے گال پر رکھا، اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔

"!ڈاکو جی! یہ تو صرف ایک فلم ہے! میں۔۔۔ میں تو بس مذاق کر رہی تھی

سردار نے اس کے ہاتھ کو اپنے گال پر محسوس کیا، اس کے چہرے کے سخت تاثرات کچھ نرم پڑے۔

مذاق؟" اس نے گہری آواز میں کہا۔"

سجن سائیں اس معاملے میں کوئی مذاق نہیں۔ تمہاری ہر بات، ہر ادا صرف" میرے لیے ہونی چاہیے۔" وہ لمحہ بھر کو رکا، اس کی آنکھوں میں چاہت کے ساتھ ساتھ وہی ملکیتی جذبہ بھی تھا۔

تم نے کبھی مجھے یہ نہیں بتایا کہ میں کیسا ہوں؟ میں کیسا دکھتا ہوں؟ اور آج تم" اس فضول سے ہیرو کو کہہ رہی ہو؟" اس کے لہجے میں ایک چھوٹی سی شکایت بھی تھی۔

دعام نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، اس کی آنکھوں میں اس کے لیے ایک گہرا سمندر تھا۔" آپ۔۔۔ آپ سب سے اچھے ہیں، ڈاکو جی۔" اس نے دھیرے سے کہا، اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

" سچی آپ جیسا نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

سردار کے ہونٹوں پر اطمینان کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے دعام کا ہاتھ چوما اور اسے مزید اپنے قریب کر لیا۔

تو پھر اس کی تعریف کیوں کر رہی تھی، وہ اب بھی ناراض ناراض لگ رہا تھا۔

آپ کو چھیڑنے کے لیے، وہ نرمی سے اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

ایک دم فضول اور بیکار ہیرو ہے ایکٹنگ بھی نہیں آتی اسے زہر لگتا ہے مجھے۔ وہ اپنے دل کی بھراس نکالنے لگا۔

ہاں بالکل انتہائی برا ہے شکل بھی اچھی نہیں ہے اس کی میرے لیے تو بھائیوں جیسا ہے، اب کی بار کو شرارت سے بولی تو سردار ہلکا سا مسکرا دیا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں کوئی چمک نہیں تھی۔

جبکہ دعام کی آنکھوں میں بس ایک گہری حیرت اور ہلکا سا خوف تھا۔ وہ جان چکی تھی کہ یہ شخص اسے کسی اور کی طرف دیکھنے یا سوچنے کی بھی اجازت نہیں دے گا، چاہے وہ صرف ایک فلم کا کردار ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے سر جھکا کر سردار کے سر سے ٹیک لگا لی، خاموشی اس کے رضامند ہونے کا اشارہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ سردار کی یہ ملکیت محبت کی انتہا ہے، اور اس سے فرار ممکن نہیں تھا۔ اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ سردار کے بازو پر رکھا۔

سردار نے دعام کو مضبوطی سے اپنے قریب کر رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید جذباتی کیفیت تھی۔

میں برداشت نہیں کروں گا دعام، کبھی برداشت نہیں کروں گا!" اس کی "
آواز میں گہرائی اور ملکیت تھی۔ جب کہ دعام حیرت سے پھر سے اس کا چہرہ
دیکھنے لگی۔

میرے بس میں نہیں ہے، میں کسی اور کا ذکر بھی تمہاری زبان سے نہیں سن "
سکتا۔ تم میری محبت کو کوئی بھی نام دو، لیکن اس معاملے میں میں بہت تنگ نظر
"ہوں۔

اس نے دعام کا ہاتھ اپنے دل پر رکھا۔

مجھے بہت برا لگا، بہت برا! میرا دل تڑپ اٹھا ہے

دیکھو دیکھو کیسے دھڑک رہا ہے میرا دل!" اس کی آنکھوں میں ایک شدید درد
تھا۔ وہ اگلے ہی لمحے اٹھ کر بیٹھتا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کر چکا تھا۔

"!خبردار جو تم نے اس کی طرف دیکھا

دعام نے اپنے سردار کی آنکھوں میں اتنی گہری ملکیت دیکھی تو اس کا دل بے چین سا ہو گیا۔

ڈاکو جی۔۔۔ نہیں دیکھ رہی میں کچھ بھی!" وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی، اس کا دل سچ میں بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

آپ کو دیکھ رہی ہوں! آپ ہی ہیں میرے ہیرو!" میں کسی اور کو کیسے دیکھ" سکتی ہوں۔

برا لگا ہے مجھے۔" اس نے پھر سے بتایا، اس کی آواز میں ابھی بھی دکھ تھا۔"

اچھا بابا نہیں دیکھ رہی نا میں!" دعام نے معصومیت سے کہتے ہوئے اپنا آپ" اس کے سینے کے ساتھ لپٹا لیا۔ سردار نے بھی اسے اپنے بے حد قریب کر لیا، جیسے اسے خود میں سمو لینا چاہتا ہو۔ اس لمحے انہیں کسی دنیا کی پرواہ نہیں تھی۔

○○○○○○○○

رات آدھی گزر چکی تھی۔ غار کے اندر گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ دعام، سردار کے پہلو میں گہری نیند سو رہی تھی، اس کا چہرہ پر سکون تھا اور ہاتھ سردار کے بازو پر رکھا تھا۔ سردار کی آنکھیں کھلی تھیں، اس کے ذہن میں آج دن بھر کے واقعات گھوم رہے تھے۔

جمرو کا خبر نامہ، اس کی اپنی چوٹ، اور دعام کی معصوم دھمکیاں اور لاڈ۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ آئی، مگر پھر اس کی جگہ ایک سختی نے لے لی تھی اس کی آنکھوں میں چٹانوں سی سختی آ گئی تھی۔

اس نے آہستگی سے دعام کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹایا اور اتنی نرمی سے بستر سے اٹھا کہ دعام کو ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ اس کی ہر حرکت میں احتیاط تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر دعام کو اس کی روانگی کا علم ہو گیا تو وہ اسے ہرگز جانے نہیں دے گی۔

اور اس کے حکم چلاتے انداز پر تو وہ خود کو بے بس محسوس کرتا تھا اس کا دل چاہتا تھا کہ اس کے حکم پر اپنے سینے سے دل نکال کر اس کے قدموں میں رکھ دے۔

اس کے قدم دبے دبے تھے، جیسے ہوا میں چل رہا ہو۔ اس نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور خاموشی سے غار کے دروازے کی طرف بڑھا۔ ایک آخری نظر اس نے بستر پر سوتی ہوئی دعا م پر ڈالی، اس کے چہرے پر ایک اداس سی مسکراہٹ تھی۔

اپنے سوہنے مکھارے کو دھوکہ دے کر جانا اسے اچھا نہیں لگتا تھا لیکن اس انسپیکٹر کو اس کی اوقات یاد دلانی بے حد ضروری تھی جو اپنی اوقات سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔

دروازہ کھولتے ہوئے کوئی آواز نہیں ہوئی، اور پھر سردار رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ اس کا اگلا نشانہ کیا تھا، یہ صرف وہی جانتا تھا۔

ooooooo

انسپیکٹر ریان اکرم آج کل ہر روز ہی واپس گھر جاتا تھا۔ کیونکہ اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی ایسے میں شادی کو لے کر اس کی بہت ساری ذمہ داریاں تھی۔

اب اپنی ذمہ داریاں کتنی نبھا رہا تھا یہ تو سردار نہیں جانتا تھا ہاں لیکن اسے اتنا یقین تھا کہ آج بھی وہ ڈیوٹی سے واپس شہر ضرور جائے گا

آج اس کا ولیمہ تھا جو اس نے سردار کے ڈر سے کینسل کر دیا تھا۔ اس بات نے سردار کو اندر تک سکون دیا تھا۔

یہی ڈر تو وہ چاہتا تھا ان پولیس والوں کے دل میں، وہ ریان اکرم کو کسی طرح کی خوشی منانے نہیں دینا چاہتا تھا،

اور کیوں منانے دیتا؟ اس نے بھی تو اس کی خوشیوں کا آشیانہ جلایا تھا، اس کا گھر برباد کیا تھا۔ اتنی آسانی سے وہ اسے معاف کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

وہ اس کی خوشیوں کا دشمن نہیں تھا ہر گز نہیں تھا لیکن اس نے اپنی کالی نظر سردار کی خوشیوں پر رکھی تھی تو وہ اسے کیسے معاف کر دیتا،

آدھی رات کے وقت، سردار گاؤں اور شہر کے بیچ سے نکلنے والے راستے پر اس کا انتظار کرنے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ریان ضرور آئے گا، کیونکہ یہ ریان کا

روز کا معمول تھا۔ سر دار ایک اندھیرے کونے میں چھپا، اپنے شکار کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقام کی چمک تھی اور دل میں ریان کے لیے نفرت بھری ہوئی تھی۔

ooooooo

ریان اکرم روز روز کے حساب کتاب سے اب تنگ آنے لگا تھا۔ اس سر دار کے حملے سے اس کی زندگی حرام ہو چکی تھی۔ سر دار کے حملے سے پہلے تھانے میں ہوئے حملے کی وجہ سے اسے بہت کچھ جھیلنا پڑ رہا تھا۔

اب تو اوپر سے دھمکیاں آ رہی تھیں کہ اگر ایک ہفتے میں اس نقصان کے بارے میں مکمل معلومات نہ دی گئیں تو ان کی تنخواہوں سے پیسے کاٹ لیے جائیں گے۔

ایک تو چھوٹے گاؤں میں ڈیوٹی لگنے سے اس طرح کے بڑے نقصانات انہیں بہت زیادہ ہوتے تھے، سرکار کی چھوٹی چھوٹی چیز کا حساب دینا پڑتا تھا اور اس وقت بھی ایک بہت بڑی میٹنگ ہوئی تھی اور انہیں خبر دار کر دیا گیا تھا کہ اگر

وہ ڈاکوؤں کے اصل مقصد تک نہ پہنچے کہ آخر کیوں ان لوگوں نے پولیس اسٹیشن پر حملہ کیا ہے تو انہیں بہت کچھ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

اسی لیے وہ چھوٹے گاؤں میں نوکری کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

اس وقت بھی وہ کافی زیادہ پریشان اپنے گھر کے لیے شہر نکلا تھا۔ آج تو سارا دن وہ گھر نہیں جا سکا تھا۔

صبح بس ہلکی سی امی کے ساتھ بحث ہو گئی تھی کہ ولیمہ کیوں کینسل کر رہا ہے، جس پر اس نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی بڑے پیمانے پر ولیمہ کروائے گا۔ فی الحال اس کے اوپر انسپیکٹر اور ڈی ایس پی صاحب کا دماغ گھوما ہوا تھا، وہ اسے ہرگز چھوڑنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ اپنی ماں کو تو وہ کوئی بھی بہانہ دے کر سمجھا سکتا تھا لیکن ان افسران کو وہ کیسے سمجھاتا جو اس کی جان کو آئے ہوئے تھے۔

ریان کی گاڑی تیز رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی، اسے جلد از جلد یہ سفر ختم کرنا تھا۔ سردار کی طرف سے تیسرے حملے کے لیے وہ پوری طرح تیار تھا،

اسے یقین تھا کہ سردار اب کچھ نہ کچھ اور سوچے ہوئے تھا۔ اتنی آسانی سے تو وہ اسے معاف کرنے والا نہیں تھا۔

جبکہ یہ جان کر کہ سردار کے جانوروں کا نقصان ہوا ہے، اسے بہت افسوس ہوا تھا۔ اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ وہاں قبیلے کی کون سی جگہ جانور موجود ہوں گے یا اندھا دھند فائرنگ سے قبیلے کے جانوروں کا نقصان ہو گا۔

اگر اسے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کو منع کرتا کہ اس طرف فائرنگ نہیں کرنی

اگر کوئی آدمی مارا جاتا یا سردار کے لوگوں میں کوئی زخمی ہو جاتا تو اسے ہرگز کوئی افسوس نہیں ہوتا، کیونکہ وہ لوگ ڈاکو تھے، انسانیت کے قاتل تھے۔

لیکن وہ معصوم جانیں جو اس کے ہاتھوں شہید ہوئی تھیں، اسے ان کا افسوس تھا۔ اس کے آرڈر پر اس کی پولیس نفری نے جو کیا تھا، وہ اس کا حساب دہ تھا، وہ جانتا تھا کہ دنیا کی عدالت میں نہ سہی لیکن خدا کی عدالت میں اسے اس چیز کا حساب دینا ہو گا اور وہ اس چیز کے لیے بہت شرمندہ بھی تھا۔

آج نماز میں بھی اس نے اللہ سے معافی مانگی تھی جو اس نے اس کی معصوم مخلوق کو نقصان پہنچایا تھا۔

اور وہ جانتا تھا کہ سردار اب بھی خاموش نہیں بیٹھے گا۔ وہ تیسرا حملہ ضرور کرے گا۔ پہلے اس کے تھانے پر حملہ، پھر اس کی شادی کو بربادی میں بدلنا، اور اب وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ سردار خاموش نہیں بیٹھے گا۔

OOOOOO

ریان کی گاڑی شہر کی طرف جانے والے شہری راستے پر تیزی سے دوڑ رہی تھی، اس کا ذہن آنے والے خطرے سے پوری طرح آگاہ تھا۔ اچانک، سڑک کے بیچوں بیچ سے فائرنگ شروع ہو گئی! ریان نے برق رفتاری سے گاڑی کو ایک طرف موڑا، فائرنگ کی آوازیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔

ایک گولی اس کی گاڑی کے ٹائر پر لگی، جس سے گاڑی بے قابو ہو کر ایک جھٹکے سے رک گئی۔ ریان کو گولی نہیں لگی تھی لیکن گاڑی کو خاصا نقصان پہنچا تھا۔

وہ فوراً گاڑی کے پیچھے چھپ گیا، ہاتھ میں بندوق مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔ اسی لمحے، سردار ایک نقاب پوش کے روپ میں اس کے سامنے آیا، اس کی آنکھوں میں ایک سفاک چمک تھی۔

کیا ہوا؟ ڈر گئے؟" سردار کی گرج دار آواز رات کے سناٹے میں گونجی۔ وہ" اپنی بندوق کا رخ ریان کی طرف کیے ہوئے تھا جو گاڑی کے پیچھے دبکا ہوا تھا۔

تم تو بڑے ڈرپوک نکلے! میں تو تمہیں بڑا بہادر سمجھتا تھا وردی والے! لیکن تم" بھی صرف وردی کا روپ جماتے ہو! جب جان پر بنی تو مرنے والے ہو گئے!" سردار کے لفظوں نے ریان کو غصہ دلا دیا تھا۔

ریان غصے سے دانت پیستے ہوئے گاڑی کے پیچھے سے نکلا، اس کے ہاتھ میں موجود بندوق سردار پر حملے کے لیے اٹھی۔

لیکن سردار کی ایک گولی نے اسے دور جا گرایا، بندوق اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ ریان نے اپنے بازو پر ہاتھ رکھا، جہاں سے خون رسنے لگا تھا۔

سر دار فاتحانہ انداز میں اس کے قریب آیا۔

یہ ہے تمہاری اوقات، وردی والے!" اس نے ریان کے چہرے پر پہلا" زوردار مکا رسید کیا، ریان کا سر ایک جھٹکے سے ایک طرف ہوا اور ہونٹ سے خون رسنے لگا۔

سر دار نے اسے کالر سے پکڑا اور دوسرا مکا اس کے پیٹ پر مارا۔ ریان کی سانس اکھڑنے لگی۔ "سر دار سے پنگا لے کر تم نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے!"

اس نے ریان کو اٹھایا، اس کا زخمی جسم لڑکھڑا رہا تھا، اور اسے گھسیٹتا ہوا گاؤں کے چوراہے کی طرف لے چلا گیا، چوراہے پر پہنچ کر اس نے ریان کو ایک موٹی رسی کے ساتھ الٹا لٹکا دیا۔ ریان کا سر نیچے کی طرف تھا خون اس کے ماتھے پر جمع ہونے لگا تھا۔

وہ بری طرح سے تڑپنے لگا تھا حالانکہ سردار نے اسے زیادہ مارا تھا اور نہ ہی اسے زیادہ نقصان پہنچایا تھا لیکن اس کا دماغ ضرور گھوم گیا تھا اس کے جاندار مکوں سے۔

میرے ہی قبیلے پر حملہ کر کے تم مجھے ہی آ کر اپنی بزدلی کے داستان سناؤ گے اور تمہیں کیا لگا کہ سردار تمہیں معاف کر دے گا۔

نہیں سردار تمہیں ایسی جگہ مارے گا جہاں پانی بھی نہیں ملے گا۔میں دعا کرتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی یہاں آجائے تمہیں کھولنے کے لیے،

کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس چوراہے کے کتے بہت خطرناک ہیں گوشت کے ساتھ ہڈیاں بھی چبا جاتے ہیں، میں تمہاری ایسی موت نہیں چاہتا وردی والے اور ویسے بھی اگر تم مر گئے تو مجھے اس لڑائی میں مزہ نہیں آئے گا، پہلی دفعہ تو کسی وردی والے سے ٹکر لے کر مزہ آرہا ہے۔

"پلیز اتنی جلدی مرنا مت۔۔۔۔

سردار نے ایک گہری سانس لی اور اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں شدید انتقام تھا۔

کیونکہ یہ تو بس آغاز ہے! اب تمہیں پتہ چلے گا کہ سردار سے دشمنی کا کیا انجام ہوتا ہے! تمہاری وردی، تمہاری عزت، سب خاک میں ملا دوں گا! تم نے میری خوشیاں چھینی تھیں، میں تمہاری زندگی جہنم بنا دوں گا! یاد رکھنا، یہ تم پر سردار کا تیسرا وار ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے!" اس کی آواز اس رات کے سناٹے میں گونج رہی تھی، ہر لفظ ریان کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا۔

اب چوتھے وار کے لیے میں تمہاری طرف سے انتظار کروں گا وہ کیا ہے نا میں ہر کسی کی بزدلی کا جواب تین دفعہ محبت سے دیتا ہوں۔ میرا تیسرا محبت بھرا جواب قبول کرو۔ اب سردار کے اگلی جوابی کاروائی تمہاری ہمت پر انحصار ہے، میں منتظر رہوں گا وہ آہستہ سے اس کا گال تھپتھپا اس کی رسی کو زور سے کھینچتے ہوئے اسے تھوڑا اونچائی پر باندھتا واپس جانے کے لیے مڑنے لگا تھا۔

لیکن وہ جیسے ہی واپسی کے لیے مڑنے لگا شیر دل کے ساتھ ٹیک لگائے بالا کو

دیکھ کر اس نے اپنے ہونٹوں کو اووو کی شکل دی تھی۔

مر گئے۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑایا

○○○○○○○○

ابھی اس کے آخری الفاظ کی گونج فضا میں سردار باقی تھی۔ سردار جیسے ہی پلٹا،

اس نے دیکھا کہ بالا، پرسکون انداز میں اس کی طرف آرہا ہے، اس کی نظریں

سیدھی سردار پر تھیں۔

مر گئے، سردار کے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا۔

سردار کو قبیلے سے نکلتے اس نے دیکھ لیا تھا اور وہ جاننا چاہتا تھا کہ سردار کیا کرنے

جارہا ہے۔ اسی لیے وہ اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

بالا سردار کے قریب پہنچا اور بغیر کسی سوال کے، سیدھا اسے ننگے ہاتھ پکڑ لیا۔

اس کے چہرے پر کوئی حیرت نہیں تھی، بس ایک گہرا اطمینان تھا۔ وہ جانتا تھا

کہ سردار نے کیا کارروائی کی ہے، اور اسے یہ بھی سمجھ آگئی تھی کہ پولیس اسٹیشن اور ریان کی شادی پر حملوں کی خبریں جھوٹی نہیں بلکہ سچی تھیں۔ بالا، سردار کا بچپن کا دوست تھا اور اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔ اس کے لیے یہ کوئی بھی انوکھی یا الگ چیز نہیں تھی۔

"تو یہ کر رہا تھا تو؟" بالا نے سردار کو دیکھتے ہوئے کہا، اس کے لہجے میں نہ کوئی سوال تھا اور نہ کوئی حیرت، بس ایک دوستانہ سرزنش تھی۔

"اکیلا ہی سارا کھیل کھیل رہا تھا؟ مجھے بھی شامل کرلیتا میں تیری پریشانی میں آدھا ہو رہا تھا وہ اسے گھور کر بولا۔

"کون سا کھیل؟" سردار نے فوراً معصومیت سے سوال کیا، جیسے اسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ وہ اپنا کندھا سہلاتا، بالا کی طرف ڈرامائی انداز میں دیکھنے لگا۔

"میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟ مجھے تو اپنے کندھے میں بہت درد ہو رہا ہے۔ میں یہاں کیسے آیا؟ بالا! تو مجھے یہاں لے کر آیا کیا؟"

بالا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی اداکاری کو سراہا

ہاں ہاں بالکل تو یہاں کیسے آیا تجھے تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔" یاد نہیں رہا ہو گا نا کہ تو یہاں کیسے آیا؟ کسی نے قبیلے سے تجھے اغوا کیا، پھر اٹھا کر یہاں لے کر آیا اور پھر بیچارے ریان اکرم کو یہاں الٹا لٹکا دیا! میں بھی کہوں ہوں، ہم ڈاکو تو کچھ کر نہیں رہے تو ہم پر الزام کیوں آ رہا ہے؟ یقیناً ہمارے خلاف سازش ہو رہی ہے سردار! وہ اسے دیکھتے ہوئے ایسے انداز میں بولا کہ سردار نے فورا معصومیت سے ہاں میں سر ہلایا تھا جیسے یہی سچ ہو جو وہ بتا رہا ہے۔

کوئی ہمارے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ مجھے تو لگ رہا ہے کوئی جن بھوت ہے جو تجھے اٹھا کر کبھی تھانے پہنچا دیتا ہے جہاں پر تو تھانے کی تباہی نکال دیتا ہے۔ پھر تجھے ریان اکرم کی شادی پر پہنچا دیتا ہے جہاں تو شادی کو بربادی میں بدل دیتا ہے اور پھر اب دیکھو، جن تجھے یہاں لے کر آ گیا، اور تجھے خود خبر ہی نہیں ہو رہی!" وہ حیرانگی سے سردار کو دیکھتے ہوئے بولا تو سردار ایسے ہاں میں سر ہلا

رہا تھا جیسے سچ مچ میں یہی سب کچھ ہو رہا ہو، اور اسے ان سب چیزوں کا معلوم ہی نہیں ہے۔

بیٹا تو چل میرے ساتھ! میں پہلے تیرے جن بھوت نکلواتا ہوں، بالا نے اپنے" چہرے پر سنجیدگی لاتے ہوئے کہا۔

میں تجھے بتاتا ہوں کہ تیرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، تفصیل سے بتاتا ہوں!" اس نے سردار کی گردن میں ہاتھ ڈالا، اب کی دفعہ اس کی درد کی پرواہ کیے بغیر اسے بڑے وحشیانہ انداز میں گھسیٹا۔ وہ خود بھی وہاں سے نکلنے کا سوچ رہا تھا اور سردار کو اپنے ساتھ لے کر جانے لگا۔

جبکہ سردار اسے بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس معاملے میں بالکل بے قصور ہے لیکن بالا اس کی ہر بات پر صرف ہاں میں سر ہلا رہا تھا جیسے اس کی ہر بات کو سچ ہی مان رہا ہو، لیکن وہ جانتا تھا قبیلے میں چل کر وہ ہر بات کا حساب لے گا

OOOOOO

کیا مطلب! تجھے سب کچھ پہلے سے ہی پتا تھا؟ وہ ریان اکرم خود ہسپتال میں آ کر تجھے بتا کر گیا تھا؟" بالا کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ میدان میں چارپائی بچھائے وہ سردار کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا جب کہ سردار نے اسے پورا سچ بتا دیا تھا۔

کہ کس طرح ریان اکرم اس کے ہسپتال آیا اور اسے بتایا کہ اس نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے، جس کے بعد سردار کافی زیادہ غصے میں تھا۔

"سردار! میں نے تجھے یہ سب کچھ اس لیے نہیں بتایا تھا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہیں تو غصے میں کوئی ایسا ویسا قدم نہ اٹھا دے اور ویسے بھی تیری حالت ٹھیک نہیں تھی، میں نہیں چاہتا تھا کہ تو غصے میں آ کر کچھ بھی ایسا ویسا کر دے جس سے تیری طبیعت اور زیادہ خراب ہو جائے۔ ہمیں تیری پرواہ تھی، ورنہ اکرم پر غصہ تو ہمیں بھی بہت آ رہا تھا!" بالا جانتا تھا کہ سردار یقیناً اس بات پر اس سے ناراض ہو گا، اسی لیے اپنی صفائی دینے لگا۔

"میں سمجھ گیا ہوں بالا، تجھے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔" سردار نے اس کی بات کاٹی، اس کے چہرے پر کوئی ناراضگی نہیں تھی۔ "تو بتا، شہباز کیسا

ہے اور کب تک ٹھیک ہو کر واپس آئے گا؟" وہ اپنے چچا کے گھوڑے کے بارے میں پوچھنے لگا جو ان کے حملے میں زخمی ہوا تھا۔

ابھی علاج ہو رہا ہے، اللہ جانے کب تک ٹھیک ہو گا،" بالا نے افسردگی سے بتایا۔

کافی سارے جانوروں کو تو ذبح کرنا پڑ گیا تھا۔" بہت سارے جانور مارے گئے" وہ پریشانی سے بتانے لگا تو سردار کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

شہباز کی خبر لیتے رہنا، وہ میرے لیے بہت خاص ہے۔" وہ اسے کہتے ہوئے" اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندھ دی اب تیز ہونے لگی تھی اب وہ یہاں نیچے مزید بیٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا اسے کمرے میں جانا تھا، ڈر تھا کہ کہیں دعا م نہ جاگ جائے۔ اگر وہ جاگ گئی تو اسے اس کے بھی ہزار طرح کے سوالوں کے جواب دینے پڑیں گے، اور اس وقت وہ کسی نئی بحث کے موڈ میں نہیں تھا۔

○○○○○○○○

سردار بے حد ہوشیاری سے کمرے کے اندر داخل ہو رہا تھا۔ آہستگی سے اس نے پتھر ہٹا کر بٹن پریس کرتے ہوئے پتھر کو بند کرنا ہی چاہا تھا جب سامنے ہی وہ دونوں ہاتھ کمر پر باندھے کھڑی اسے اسے گھورتی ہوئی، نظر آئی خوابیدہ آنکھوں میں نیند لیے وہ پوری طرح سے اسے اپنی آنکھوں سے ہی قتل کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

وہ... میں... میرا سوہنا مکھڑا..." سردار ہکلانے لگا۔"

ارے! تم تو جاگ رہی ہو؟" اسے کوئی بہانہ نہیں سوجھ رہا تھا جب کہ وہ اسے" گھورے جا رہی تھی۔

جی ہاں! میں جاگ رہی ہوں! اور اب سے نہیں جاگ رہی، تقریباً ایک گھنٹے" سے جاگ رہی ہوں!" دعام غصے سے اس کے پاس آئی اور اسے گریبان سے پکڑ چکی تھی۔

کہاں گئے تھے آپ؟ میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ آپ بستر سے اٹھ کر باہر" نہیں جاسکتے! تو پھر کس کی اجازت سے باہر نکلے تھے؟" سردار تو اس کی ہمت پر حیران رہ گیا تھا۔ آج تک اس کے گریبان پکڑنے کی ہمت کسی نے نہیں کی تھی۔

آپ کو میری بات سمجھ میں نہیں آتی؟ ایک ہی بات کتنی دفعہ سمجھاؤں میں" آپ کو؟" دعام کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

آپ کو گولی لگی ہے! بستر سے اٹھنے تک کی کنڈیشن نہیں ہے اور آپ باہر لوفر" "گردیاں کر کے آئے ہیں؟

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سردار کو یہیں سے پکڑ کر بستر پر پٹک ڈالے۔

کس کی اجازت سے گئے تھے؟ میں پوچھتی ہوں کس کی اجازت سے باہر گئے" تھے؟ اور کہاں گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ اور مجھے بتائے بغیر، مجھ سے چھپ "کر کیوں گئے تھے؟

"میرا سوہنا مکھڑا، میرا سجن سائیں،" سردار نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی

"میں اندر اچھا محسوس نہیں کر رہا تھا۔ مجھے گھٹن ہو رہی تھی اسی لیے ٹھنڈی ہوا لینے باہر گیا تھا۔ قسم لے لو، میں قبیلے سے باہر نہیں نکلا!" سردار ابھی اور بھی بہت کچھ بول ہی رہا تھا جب پیچھے سے بالا بھی اندر داخل ہوا۔

"سردارنی خدا کے لیے! سردار کو معاف کر دو!" اسے مت مارو۔ یہ معصوم ہے بخش تو اسے بالا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"سردار کو میں باہر لے کر گیا تھا۔ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا یہاں اندر، اسی لیے میں نے سوچا میں اسے باہر تھوڑی دیر گھما کر لے کر آتا ہوں، تھوڑی چہل قدمی کروا کر لاتا ہوں۔ پلیز! تم غصہ مت کرو! بخش دو اس معصوم کو! اس کا کوئی قصور نہیں ہے!" بالا سر جھکائے کھڑا تھا، اس کے انداز پر دعا م اچانک ہی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اف بالا بھیا! آپ تو ایسے کر رہے ہیں جیسے میں انہیں کھا جاؤں گی!" وہ اپنا ہاتھ سردار کے گریبان سے ہٹاتے ہوئے کھکھلانے لگی تھی۔ اس کی کھکھلاہٹ پر سردار ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھنے لگا، جب کہ بالا کو بھی سکون ملا تھا۔

زیادہ دانت مت نکالیں آپ" بالا بھیا گواہی دے رہے ہیں اسی لیے بخش رہی ہوں" دعام نے بالا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اس کے لہجے میں لاڈ تھا۔ "ورنہ میرا بالکل موڈ نہیں تھا معاف کرنے کا۔" پھر وہ سردار کی طرف مڑی، اس کا ہاتھ بڑے حق سے تھامتے ہوئے اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ آپ کو اب تو گھٹن نہیں ہو رہی نا؟" اس کی فکرمندی پر سردار مسکراتے ہوئے صرف ہاں میں سر ہلا گیا۔

دیکھ سردار! میں نے بچا لیا تجھے، اب شکریہ ادا صبح کر لینا۔" بالا نے کہا۔"

تیرا موبائل وہاں نیچے رہ گیا تھا، دینے کے لیے آیا تھا۔" وہ موبائل وہیں بیڈ پر پھینکتے ہوئے پیچھے پلٹ گیا تھا۔ وہ دروازے سے ہی دیکھ چکا تھا کہ معاملہ کافی سنگین ہے، اسی لیے اس نے اپنے دوست کو بچانے کی خاطر اچانک بیچ میں انٹری دی تھی، ورنہ وہ ان کے کمرے میں بنا اجازت کے نہیں آتا تھا۔

ooooooo

بالا کے جاتے ہی سردار کو یقین تھا کہ دعام پر سکون ہو چکی ہے۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر، دعام کے گرد اپنا حصار بنایا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے اچانک رومینٹک موڈ آن ہونے پر دعام بری طرح سے ہڑبڑا گئی۔

او ہیلو! ڈاکو جی! میرے ساتھ زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے!" دعام" نے فوراً کہا، اس کے لہجے میں ابھی بھی غصہ کا شائبہ تھا۔

وہ تو بالا بھیا نے آکر بچا لیا آپ کو، ورنہ آج میں نے بخشنا نہیں تھا آپ کو! دور" رہیں! دس فٹ کی دوری پر رہنا ہے آپ نے مجھ سے! چلیں، لیٹ جائیں بیڈ پر! "! ابھی کے ابھی سو رہے ہیں آپ

وہ اسے زبردستی لٹاتے ہوئے بول رہی تھی، جب کہ سردار بے بس سی آنکھوں میں شرارت لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک دبی ہوئی مسکراہٹ تھی۔

ایسے مت دیکھیں مجھے! ورنہ میں دس فٹ کو بیس فٹ تک منتقل کر دوں گی!""" دعام اسے گھور کر بولی تو سردار فوراً لیٹ گیا تھا۔ دعام نے اس پر کمبل برابر کیا اور ایک اطمینان بھری نظر سردار پر ڈالی جو اب واقعی پر سکون لگ رہا تھا۔

مجھے سردی لگ رہی ہے!" سردار بیڈ پر لیٹتے ہوئے خود پر کمبل ڈال کر بولا تو" دعام نے حیرت سے اسے دیکھا۔

کیوں؟ سردی کیوں لگ رہی ہے آپ کو؟" دعام پریشانی سے پوچھنے لگی تھی۔"

باہر بارش ہو رہی تھی، اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بارش میں بھیگ کر نہ آیا ہو۔

پتا نہیں، مجھے بہت زیادہ سردی لگ رہی ہے۔ تم پاس آؤ نا ذرا میرے۔" وہ بیڈ" پر لیٹتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا تو دعام نے اسے گھورا۔

"اچھاجی !میرے پاس آنے سے ختم ہو جائے گی آپ کی سردی ؟"

تمہارے پاس آنے سے سردی ختم ہو جائے گی وہ فورا بولا

"میں اے سی آف کر دیتی ہوں۔"

ارے نہیں !میں نہیں چاہتامیری وجہ سے تم گرمی میں رہو، سردی تو صرف "

"مجھے لگ رہی ہے نا۔

نہیں، آپ فکر نہ کریں۔مجھے اے سی کے بغیر ہر گز گرمی نہیں لگے گی،مجھے "

بچپن سے عادت نہیں ہے اے سی میں رہنے کی۔تو میرے لیے یہ ہر گز کوئی

بڑامسئلہ نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔" دعام کسی بھی طریقے سے اسے

آگے نہیں نکلنے دے رہی تھی۔

یار تم دماغ کازیادہ استعمال نہ کیا کرو، اب کی دفعہ سردار نے ہاتھ بڑھا کر اس کا

بازو تھامااور اگلے ہی لمحے ایک جھٹکے سے اسے اپنی باہوں میں کھینچ لیا۔

تمہیں بے شک اے سی اف ہونے سے کوئی مسئلہ نہ ہو "لیکن مجھے تو ہے نا!"

سردار نے اسے پوری طرح اپنی باہوں میں قید کرتے ہوئے کہا۔ "وہ نہ مجھ

سے بغیر اے سی کے سویا جاتا ہے اور نہ ہی سردی میں۔ بس اسی کا حل ہے

میرے پاس، میری بیوی! تم سے لپٹ کر سو جاؤں گا تو بالکل بھی سردی نہیں

"لگے گی۔

سردار بیڈ پر لیٹتے ہوئے خود پر کمبل ڈال کر بولا،

مجھے بہت سردی لگ رہی ہے! اس وقت بالکل بحث مت کرو مجھ سے۔ دعام"

نے حیرت سے اسے دیکھا۔

آپ میری کوئی بات نہیں مانتے وہ ناراضگی سے کہنے لگی

کل سے پکا وعدہ! پورے دس فٹ دور رہوں گا،" سردار نے اسے مزید اپنے"

قریب کرتے ہوئے کہا،

لیکن آج بہت سردی لگ رہی ہے مجھے، دیکھو میرا ہاتھ بھی کانپ رہا ہے۔" وہ اپنے کانپتے ہاتھ کو اس کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ دعام اسے گھور رہی تھی کیونکہ وہ بہت اچھا ایکٹر تھا۔

پھر وہ اس کے گرد حصار بناتے ہوئے اس کو پوری طرح سے سونے کی ایکٹنگ بھی کرنے لگا، انداز ایسا تھا کہ سچ مچ میں کوئی اسے تھوڑی دیر کے بعد سویا ہوا ہی محسوس ہونے لگا۔

دعام کتنی ہی دیر اسے گھورتی رہی، پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز سن کر تو گویا اس پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ وہ سچ مچ میں سو گیا تھا! یقین آنے پر وہ بھی اس کے ساتھ لیٹتے ہوئے اس کے سینے پر اپنا سر رکھ گئی، جس پر وہ اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔ دعام نے گھور کر سردار کے چہرے کو دیکھا جہاں پر وہ سویا ہوا ہی لگ رہا تھا، لیکن اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ خاموشی سے اس کے گرد اپنا حصار بناتی وہ بھی سونے کے لیے آنکھیں بند کر گئی۔

ریان اکرم بڑی مشکل سے خود کو وہاں سے چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بارش تیز ہو چکی تھی اور اذانیں شروع ہونے میں بس تھوڑا سا وقت باقی تھا۔

اگر کوئی اسے اس طرح کی حالت میں چوراہے پر لٹکا دیکھ لیتا تو پولیس والوں کا ڈر خوف ہر طرح سے ختم ہو جاتا۔

وہ اپنی وردی کو اس حد تک بے بس نہیں ہونے دے سکتا تھا۔

وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح سے خود کو چھڑا لے۔

اسے اچانک یاد آیا کہ اس کی پینٹ کی جیب میں ایک چھوٹا سا کیچین ہے جس پر ایک بلیڈ نما کوئی چیز لگی ہوئی ہے۔

یہ اس کی آخری امید تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے، لٹکے ہوئے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف کیا تھا، اس کے کندھے اور بازو درد سے پھٹ رہے تھے، لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔ اس کی انگلیاں کیچین تک پہنچیں،

اور پھر اس نے پوری قوت سے اس بلیڈ نما چیز کو رسی پر رگڑنا شروع کیا۔ ایک، دو، تین بار... رسی سخت تھی، مگر اس کا عزم اس سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔

ہر رگڑ کے ساتھ رسی کے ریشے ٹوٹ رہے تھے، اور آخر کار، ایک آخری زوردار جھٹکے کے ساتھ رسی کٹ گئی!

ریان دھڑام سے زمین پر گرا، اس کا جسم درد سے کراہ اٹھا، مگر اس کے چہرے پر آزادی کی ایک جھلک تھی۔ وہ فوراً اٹھا، اپنے جسم سے مٹی جھاڑی اور لنگڑاتا ہوا اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ اسے جلد از جلد یہاں سے نکلنا تھا، اس سے پہلے کہ کوئی اسے دیکھ لے۔

ریان اکرم کی حالت بہت خراب تھی۔ اس سے چلا تک نہیں جا رہا تھا۔ اس نے گاڑی کے پاس آتے ہوئے گاڑی کو سٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن سردار کی گولیوں لگنے کی وجہ سے گاڑی کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔

وہ چاہنے کے باوجود بھی گاڑی سٹارٹ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو گاڑی کو وہیں چھوڑتے ہوئے اس نے آگے کی طرف قدم بڑھانا شروع کیے۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے ایک بائیک سوار نظر آیا۔ بائیک سوار نے پولیس کی وردی میں ریان کو دیکھا تو تیزی سے اس کے پاس بائیک روک دی۔

"جناب! خیریت تو ہے نا؟" وہ آدمی یقیناً صرف اور صرف اس کی وردی دیکھ کر ہی رکا تھا۔

"ہاں، وہ ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" ریان نے درد سے کراہتے ہوئے کہا۔

"یار تم مجھے شہر تک ڈراپ کر سکتے ہو؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ آدمی نے فوراً ہی اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ریان اس کی موٹر سائیکل پر بڑی مشکل سے سوار ہوا اور کافی مشکل سے گھر پہنچا۔۔

ooooooo

صبح اس کی آنکھ کھلی تو ہر روز کی طرح وہ پوری طرح سے اس پر سوار تھا۔

اذانوں کی آوازیں آرہی تھیں اور اس آدمی کو خود سے ہٹانا ایک بہت ہی بڑا محاذ تھا۔

وہ جانتی تھی وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کرتا ہے۔

اب تو پکا دس فٹ کو بیس فٹ پر منتقل کروں گی، تب ہی یہ ڈاکو جی سیٹ ہوں" گے۔" دعام نے اس کے کان کے بے حد قریب سرگوشی کی۔ تاکہ وہ سن سکے

اب مجھے انہیں اپنا دوسرا روپ دکھانا ہوگا۔" وہ سرگوشی میں بولی تو اس کے" انداز پر سردار ہلکا سا مسکرایا، پھر دونوں آنکھیں کھولتے ہوئے ایسے اسے دیکھنے لگا جیسے ابھی ابھی نیند سے جاگا ہو۔

میرا سوہنا مکھڑا! تم میرے نیچے کیا کر رہی ہو؟" سردار نے اس کے بالوں میں" انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

سمجھ گیا! تم جان بوجھ کر میرے پاس آئی ہو نا؟ تم بھی مجھ سے دور نہیں رہ" "سکتی۔" میرا معصوم سا سجن سائیں

وہ محبت سے کہتے ہوئے اچانک اس کے لبوں کو پوری شدت سے چومتے ہوئے پیچھے ہٹا، اور اچھا خاصا فاصلہ بنا گیا۔

سجن سائیں! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میرے اتنے پاس مت رہو۔ میں" بے قابو ہو جاتا ہوں" پھر ادھر ادھر سے خون نکلنے لگتا ہے تو تم مجھے ڈانٹنا شروع کر دیتی ہو، حالانکہ قصور تمہارا اپنا ہی ہے، خود ہی میری جان نہیں چھوڑتی۔" اس نے تکیے کو خود میں بھینچتے ہوئے اچھا خاصا فاصلہ بنالیا۔

اب یہاں کیا کر رہی ہو جاو" چلو جاؤ! جا کر نماز پڑھو! اللہ سے میری صحت یابی کی دعائیں مانگو! ہر وقت میری باہوں میں نہ پڑی رہا کرو! وہ ایسے بول رہا تھا جیسے سچ مچ میں دعام ہی اس کی باہوں میں آنے کے لیے بے قرار ہو

دعام اسے بس گھورتی رہ گئی تھی۔ ایسا ڈرامے باز شخص اس نے زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کی شیکایتیں تو وہ اب صرف اللہ سے ہی کر سکتی تھی

oooooooo

دعام وضو بنا کر آئی تو سردار بستر پر ہی کروٹیں بدل رہا تھا، سونے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن نیند نہیں آرہی تھی۔ دعام نے جانماز بچھاتے ہوئے اس

پر کھڑی ہو کر نماز ادا کرنی شروع کی۔ جبکہ وہ مسلسل اس کے واپس آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دعام کو باہوں میں لیے بغیر نیند نہیں آتی تھی۔

نماز سے فارغ ہوتی، سلام پھیرتے ہوئے دعام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے سے پہلے ایک نظر پلٹ کر پھر سے سردار کو دیکھا۔ وہ اب بھی بیڈ پر فضول میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ دعام نے اپنی دعاؤں کی آواز ذرا اونچی رکھی۔

یا اللہ! میرے شوہر عقل سے پیدل ہو گئے ہیں، پلیز انہیں تھوڑی سی عقل" سے نواز! یا اللہ! ان کا بالکل دماغ کام ہی نہیں کرتا۔ کیسا انسان آپ نے میرے پلے باندھ دیا ہے! عجیب طرح کی الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہیں، میری کوئی بات نہیں مانتے۔ یا اللہ! ان کو اچھا کر دو، ان کو اتنا اچھا کر دو، اتنا اچھا کر دو کہ وہ میری ہر بات مانیں!" وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اونچی اونچی آواز میں بول رہی تھی۔

جبکہ سردار جو نیند لانے کی کوشش میں کبھی ادھر تو کبھی ادھر کروٹ بدل رہا تھا، ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ پھر سے اللہ کے سامنے شکایت نامہ کھول کر بیٹھ گئی تھی!

یا اللہ پاک! تھوڑی سی عقل میری بیوی کو بھی دے دیں! آپ کو تو پتا ہے میں" اس قدر تکلیف میں ہوں، گولی لگی ہوئی ہے مجھے! ایسے میں بیوی کو میرے پاس رہنا چاہیے، یہ 'دس فٹ والی دوری' والا کونسیپٹ بیچ میں لے آئی ہے!" وہ بالکل اسی کے انداز میں اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تو دعام نے گھور کر اسے دیکھا۔

مجھے ڈسٹرب نہ کریں! میں اپنے اللہ سے مخاطب ہوں!" وہ سختی سے بولی۔"

تو سجن سائیں! میں نے کون سا تمہیں مخاطب کر لیا؟" میں بھی اللہ سے ہی" مخاطب ہوں! اب اگر تم میری شکایتیں اوپر کرو گی تو میرا سننے والا بھی تو وہی ہے نا؟ میں بھی تو اپنے دل کی باتیں اسی سے کروں گا!"

اپنے دل کی باتیں اپنے دل میں کریں! سمجھے آپ؟ وہ دل کے اندر سے بھی "
سن لیتا ہے!" دعام گھور کر غصے سے بولی۔

تو کیا یہ اصول تم پر لاگو نہیں ہوتا؟ تمہارے دل کے اندر کی باتیں بھی وہ اندر "
سے ہی سن سکتا ہے؟ تم کیوں اتنی اونچی آواز میں لاؤڈ سپیکر لگا کر بول رہی
ہو؟" سردار نے اس کی دلیل کو ہی اس پر الٹا دیا۔

تاکہ آپ سن سکیں اور آپ کو تھوڑی عقل آ جائے!" دعام نے فوراً اصل "
وجہ بتا دی تھی کہ وہ اونچی آواز میں دعائیں کیوں مانگ رہی تھی۔

جب وہ یہاں آئی تھی تب تو اس کی آواز ہی نہیں نکلتی تھی اور اب جب لڑنے
پر آتی تھی تب آگے پیچھے دیکھتی ہی نہیں تھی۔

میرا اپنا طریقہ ہے دعائیں مانگنے کا! میں ایسے ہی دعائیں مانگوں گا! میرا اللہ، "
میری مرضی! میں اونچی آواز میں مانگوں یا دل میں مانگوں!" سردار نے بھی
ہتھیار نہیں ڈالے۔

"!مجھے بھی اللہ سے شکایتیں کرنی ہیں تمہاری! تم بالکل اچھی بیوی نہیں ہو"

وہ اسے گھورتے ہوئے واپس بیڈ پر لیٹ گیا جبکہ دعام منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے اب منہ کے ڈیزائن بنا بنا کر اللہ سے شکایت کر رہی تھی لیکن اسے آواز نہیں آرہی تھی۔ مطلب وہ دل میں دعا مانگ رہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا جیسے اب شکایتیں الگ ہی لیول کی کی جا رہی تھی کیونکہ اب تو اس کا پورا کا پورا ہی انداز بدل گیا تھا۔

○○○○○○

دعام اللہ سے بہت ساری باتیں کہہ کر آرام سکون سے واپس بیڈ پر آئی تو سردار گہری نیند میں ہونے کا بہانہ کر رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی دعام نے نفی میں سر ہلایا جیسے اس کی بہانے بازیوں کو پہلے ہی بہت اچھے طریقے سے سمجھتی ہو۔ پھر اس سے ذرا فاصلہ بناتے ہوئے بیڈ پر لیٹی، خود پر کمبل ڈالنے ہی لگی تھی جب اچانک اپنی کمر پر سردار کے ہاتھ

محسوس کیے۔ اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر اسے گھورتی، وہ اسے کھینچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے اپنے ساتھ لگا چکا تھا۔

"بہت سردی لگ رہی ہے، بہت، بہت زیادہ سردی ہو گئی ہے۔ موسم بدل رہا ہے سجن سائیں، تمہیں بھی ایسا محسوس ہو رہا ہے؟" سردار اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے بولا تو دعام نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی تھی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر زیادہ فری ہوتا، اس نے اپنی مسکراہٹ کو بڑی مشکل سے قابو کیا تھا۔

"چپ کر کے سو جائیں، مجھے نیند آ رہی ہے! جولائی کے مہینے میں صرف آپ جیسے انوکھے انسان کو ہی سردی لگتی ہے اور کسی کو نہیں لگتی اور نہ ہی کوئی موسم بدل رہا ہے وہ سختی سے بولی، جب کہ سردار ایک دفعہ سر اٹھا کر اسے دیکھ لیتا، اب دوسرا ہاتھ کی انگلی اپنے لبوں پر رکھتے ہوئے پھر سے منہ اس کی گردن پر رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ جبکہ دعام ہلکا سا مسکراتی اس کے ساتھ اپنے بازوؤں کو لپیٹ گئی تھی۔

تین چار مہینے پہلے تک وہ اس کے سائے سے بھی خوف کھاتی تھی۔ اب اس شخص کی عادت ہوتی جارہی تھی۔ وہ اسے اتنا اچھا لگنے لگے گا، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ آج اس کی زندگی میں سوائے اس شخص کے اور کچھ بھی نہیں تھا اور نہ ہی اسے کچھ چاہیے تھا۔ اللہ نے بے شک اسے بہترین سے نوازا تھا جس کے لیے وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی۔

اس کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتی وہ بھی اور اس کے سینے میں خود کو چھپانے لگی تو سردار نے بھی اسے خود کے قریب کرتے ہوئے اپنے سینے میں چھپالیا تھا۔ یہ ان کا اپنا ٹھکانہ تھا، جہاں دنیا سے دور، ایک پرسکون پناہ گاہ تھی۔ جہاں وہ اپنے سردار کی پناہوں میں تھی، اور دنیا کی کوئی طاقت اسے یہاں سے نکال نہیں سکتی تھی۔

oooooooo

ریان اکرم کے گھر پہنچتے ہی ہنگامہ ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی ماں کی تو حالت خراب ہونے لگی، انہیں بس یہ پتہ تھا کہ ان کا بیٹا تکلیف میں ہے۔ رباب بھی صبح صبح

ہی شور سے جاگ گئی تھی۔ باہر آکر دیکھا تو ریان بہت بری حالت میں تھا۔ اس کی گردن، بازو اور کمر پر بہت زیادہ چوٹیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ شرٹ اتارے ہوئے تھا جبکہ بیلا اس کے زخم صاف کر رہی تھی۔

کچھ بتا بھی تو سہی، یہ کیا ہوا ہے ؟" امی بے قراری سے اس سے پوچھنے لگیں، " ویل چیئر کو وہ بے چینی سے کبھی ادھر دھکیلتی تو کبھی ادھر۔

امی! کچھ بھی نہیں ہوا، آپ فضول میں پریشان ہو رہی ہیں زیادہ چوٹ نہیں " لگی ہے مجھے ریان نے جواب دیا۔ وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن پھر بھی ان کے چہرے سے اندازہ لگا چکا تھا کہ ان کی حالت کیا ہے۔

وہ آتے ہوئے اچانک کچھ لوگوں نے حملہ کر دیا۔ اب پولیس میں ہوں، حملے " تو ہوتے ہی رہیں گے نا؟ آپ فکر نہ کریں۔ اللہ پاک کا بڑا کرم ہے، میں بالکل ٹھیک ہوں، صحیح سلامت ہوں، زندہ بچ گیا ہوں۔ آپ ذرا ذرا سی باتوں پر "پریشان نہ ہو جایا کریں۔

اس نے امی کو کہتے ہوئے پاس کھڑی رباب کو اشارہ کیا تھا کہ وہ امی کو سنبھال لے۔اس وقت امی کی جو حالت تھی ان کا بی پی ہائی ہو سکتا ہے۔رباب نے فوراً ہی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے انہیں حوصلہ دیا۔

امی !وہ ٹھیک ہیں، گھر آ گئے ہیں، اللہ پاک کا کرم ہے،"رباب نے امی کو" سمجھانے کی کوشش کی۔

اتنے زخم آئے ہیں اسے امی اصل وجہ پریشانی کی بتانے لگی تھیں۔ماں تھیں اپنے بیٹے کو تکلیف میں کیسے دیکھ سکتی تھیں،ماں کا درد تو صرف ماں ہی سمجھ سکتی ہے۔

امی بیلا ان کے زخم صاف کر رہی ہے نا۔ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے، آپ" پلیز پریشان مت ہو آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔خدانخواستہ کچھ برا ہونے سے پہلے وہ گھر آ گئے ہیں۔"وہ میز پر پڑے جگ سے پانی کا گلاس بھرتے ہوئے انہیں زبردستی پانی پلانے لگی۔

اللہ! میرے بچے کی خوشیوں کو نظر لگ گئی ہے!" امی تسبیح پڑھتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اس پر کچھ پھونک رہی تھیں، ان کی آواز میں درد تھا۔

کوئی چاہتا ہی نہیں کہ میرا بچہ خوش رہے۔ ابھی شادی کو دو دن نہیں ہوئے" اور مصیبتیں ٹوٹ پڑ رہی ہیں! اللہ اللہ! نظر کھا گئی میرے بچے کو!" وہ مسلسل بربڑا رہی تھی۔

جبکہ بیلا اس کے زخم دیکھتی پریشان ہو رہی تھی۔ زخم کافی گہرے تھے لیکن امی کے سامنے وہ کہہ نہیں سکتی تھی کہ اسے ہسپتال چلنے کی ضرورت ہے۔

میں آج ہی صدقہ نکالتی ہوں اس کا۔" امی نے کہا۔ تو اب کی دفعہ ریان مسکرا دیا تھا

کمر میں درد ہے اس کے، کیوں ایسے بٹھایا ہوا ہے؟ رباب! بیلا! سہارا دو اسے" اندر بستر پر لٹاؤ۔" امی کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ خود اسے اٹھا کر اندر بستر پر چھوڑ آئیں۔

امی! ٹھیک ہوں میں، آپ پریشان مت ہوں۔ میں اندر جا رہا ہوں، بس یہ "

"بیلا پٹی کر لے۔

بلی یار جلدی کر، اس نے پاس بیٹھی بیلا سے کہا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اس سے

بالکل بھی بیٹھا نہیں جا رہا تھا، نہ جانے موٹر سائیکل پر کس طرح وہ سوار ہو کر

یہاں تک آیا تھا۔

○○○○○○

پٹی باندھنے کے بعد بیلا اسے سہارا دیتی کمرے میں لے کر آئی تھی جبکہ رباب

نے بھی اسے سہارا دینے کی پوری کوشش کی تھی۔ ریان کا جسم لہولہان ہو رہا

تھا، کافی زیادہ زخم آئے ہوئے تھے اسے۔ بیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ اس کے پیچھے

تکیہ رکھنے لگی۔

زخم کافی گہرے ہیں آپ کے، امی کے سامنے تو میں نے کچھ نہیں کہا لیکن "

آپ کو خود اب احتیاط کرنی ہو گی۔ کافی گہرے زخم آئے ہیں آپ کو۔" بیلا نے

فکر مندی سے کہا۔

ہسپتال چلنے کی ضرورت تو تھی لیکن میں نے پوری طرح سے آپ کو ٹریٹمنٹ "
دے دی ہے تو اب پریشان ہونے کی ضرورت تو نہیں ہے، لیکن پھر بھی احتیاط
لازم ہے۔ "زیادہ دابنگ بن کر اچھلنے کی ضرورت نہیں ہے زخم کھل سکتے ہیں۔

اس کے لہجے میں فکر تھی، لیکن ساتھ ہی وہ اسے ڈانٹ بھی رہی تھی۔

اور زیادہ ہیرو بن کر آج ہی واپس نوکری پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ""
انسان ہیں آپ کوئی کپڑا نہیں جس کے ٹانکے اکھڑ گئے تو تکلیف نہیں ہو گی
۔رباب اندازہ لگا سکتی تھی کہ ان دونوں بھائی بہن میں کافی محبت ہے۔

بھابھی! تم ان کا خیال رکھو، میں ایسا کرتی ہوں کہ ناشتہ بناتی ہوں تم دونوں "
کے لیے۔" بیلا رباب کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

تم انہیں بستر سے ہلنے مت دینا بس۔" باقی آ کر میں سنبھال لوں گی "

بیلا! تم تو ابھی امی کو کہہ رہی تھی کہ تمہیں ہسپتال جانا ہے، تم کیسے ناشتہ بناؤ "
گی؟" رباب اسے دیکھتے ہوئے فکر مندی سے بولی۔

میں بناتی ہوں۔ تم اپنی جانے کی تیاری مکمل کر لو تب تک۔" اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ اپنے کام پر جانے سے پہلے اس کے لیے ناشتہ بنائیں۔

اوہو! پیاری بھابھی! ناشتہ بنانے میں کون سا کوئی سائنس لگتی ہے!" بائیں ہاتھ کا کھیل ہے میرے "اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ دو دن کی دلہن کو امی کچن میں گھسنے دیں گی؟ نا بابا نا! امی بڑی خطرناک ہیں اس معاملے میں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے سمجھاتے ہوئے بولی۔

ویسے بھی صرف ناشتہ ہی تو بنانا ہے، باقی سارا کام تو رضیہ آنٹی ہی آ کر کریں گی۔" رضیہ ان کے گھر کی ملازمہ تھی جو بظاہر تو صرف امی کا خیال رکھنے کے لیے آتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ گھر میں چھوٹے موٹے کام بھی کر دیتی تھی۔ لیکن شادی کے دنوں میں اس نے کافی سارے کام کروائے تھے جس پر ریان نے اسے خاص الگ رقم دی تھی۔ اور اسے اگلے دو مہینوں کے لیے نوکری پر رکھ بھی لیا تھا، ان کا گھر زیادہ بڑا نہیں تھا چھوٹے موٹے کام ہی ہوتے تھے روز

مرا کے لیکن بیلا کے لیے اگلے دنوں میں مشکل ہونے والی تھی کیونکہ اس کے ٹیسٹ چل رہے تھے۔

تم بس میرے بھائی کا خیال رکھو، اور ایک اور بات! یہ آپ جناب والی ہڈی" نہیں ہیں اگر زیادہ اکڑ دکھائیں نا تو لگانا کان کے نیچے! بالکل لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے!" بیلا جاتے جاتے اسے مفت مشورے سے نوازنے لگی تو ریان نے ایک نظر اپنی بہن کو دیکھا تھا، پھر رباب جو اس کی اس بات پر حیران ہوئی تھی، پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نے جگہ بنائی۔

اومانو بلی! میری معصوم سی بیوی کو اپنی طرح چالاک بنانے کی ضرورت نہیں" ہے! یہ معصوم ہی ٹھیک ہے" جاؤ جا کر اپنا کام کرو!" وہ اسے جاتے دیکھ کر چھیڑنے لگا۔

خبر دار جو مجھے مانو بلی کہا!" بیلا نے ایک انگلی اٹھا کر اسے دھمکی دی۔"

اور دوسری بات آپ ہوتے کون ہیں میرے اور میرے بھابھی کے بیچ آنے والے یہ میری بھابھی ہے، میں اسے چالاک بناؤں یا کچھ بھی بناؤں، آپ کچھ

بھی پوچھنے والے کوئی نہیں ہوتے! یہ میرا اور میری بھابھی کا معاملہ ہے۔ اب نظر رکھنا میں آتی ہوں!" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی جب کہ رباب اس کے جانے پر ہلکا سا مسکرائی تھی۔

○○○○○○○○

یار! سننے میں آیا ہے کل رات ریان اکرم پر بہت ہی برا حملہ ہوا ہے!" جمرو" نے قبیلے میں داخل ہوتے ہی خبر نامہ شروع کر دیا تھا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ اس کی گاڑی پر رات کو گولیاں" چلائی گئی ہیں وہ بھی گاؤں سے شہر جاتے ہوئے راستے میں اور پھر اسے کافی زخمی کیا گیا ہے، اس کی گاڑی کی حالت بڑی خراب تھی۔

صبح کے وقت کوئی گاؤں والا شخص اسے اس کے گھر پہنچا کر آیا ہے، ابھی بھی بڑی بری حالت میں اپنے گھر پر ہے، آج ڈیوٹی پر بھی نہیں ہے وہ!" میں تو گاڑی کی بھی حالت دیکھ کر آرہا ہوں بڑی بری حالت میں ہے گاڑی ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی نے جان لیوا حملہ کیا تھا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

آج سردار نیچے ہی آیا ہوا تھا، چارپائی بچھائے اس پر بیٹھا وہ جمرو کی باتیں سن رہا تھا۔ ایک نظر بالا نے سردار کو دیکھا اور پھر جمرو کو، جو دوبارہ سے اپنی خبریں بکھیرنے میں لگ گیا تھا۔

گاؤں میں کیا ہوتا تھا کیا نہیں، اسے ہر بات کی خبر ہوتی تھی۔ ہمیشہ کی طرح گاؤں میں چلنے والی کوئی بھی چیز کی خبر پہلے اسے لگتی تھی اور باقیوں کو بعد میں۔

مجھے تو لگتا ہے اب اس بات کا بھی وہ بل ہم پر ہی پھاڑیں گے، کہہ دیں گے کہ " "!ڈاکو نے ہی کچھ کیا ہے اور ہمیں تو خبر بھی نہیں

مجھے لگتا ہے پولیس والوں کا کوئی بڑا دشمن نکل آیا ہے، اور پولیس والے ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ ان کے ساتھ کچھ بھی برا ہو رہا ہے تو وہ ہم کر رہے ہیں جمرو وہیں زمین پر، سردار کے قدموں کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کی ٹانگ دبانے لگا تھا۔

چھوڑو، جمرو ان فضول باتوں کو ہمارا ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں۔" سردار" نے بے پرواہی سے کہا۔

ریان کیسا ہے یہ بتاؤ؟زندہ بچ گیا حملے سے یا کہیں مر مرا گیا ہے؟"اتنا" خطرناک حملہ ہوا تھا تو مر جانا چاہیے تھا اس کو۔لگتا ہے حملے والے نے جان سے مارنے کے لیے حملہ کیا ہی نہیں تھا وہ انجان بنتے ہوئے بولا تو بالا ہلکا سا مسکرایا تھا۔

ارے!ہاں سردار تم ٹھیک کہہ رہے ہو مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے بس" ڈرانے کے لیے ہم نے ہو رہے ہیں ان پر،وہ زندہ ہے سردار!اپنے گھر پر پڑا ہے،سننے میں تو آیا ہے کہ حالت کافی خراب ہے۔"جمرو نے تفصیل سے بتایا تھا۔اسی وقت بالا اس کے پاس آکر بیٹھا۔

عیادت کے لیے چلیں؟"بالا دانت نکالتے ہوئے بولا۔تو سردار نے اسے" گھورا تھا

میرا ہونے والا سالہ ہے،خیر خیریت پوچھ آتے ہیں!کل کو میری بالی آکر مجھ" سے شکایت کرے گی کہ اس کا بھائی مر رہا تھا میں نے خیر خیریت بھی دریافت

نہ کی عیادت کرنے کے لیے بھی نا آسکا کیسا ہونے والا بہنوئی ہوں میں اس کے انداز میں شرارت چھپی تھی۔

بہنوئی۔۔۔۔۔" سردار نے طنزیہ نظر سے بالا کو دیکھا۔

اس کی بہن تو ہسپتال میں ہو گی، اب بھائی کی شادی کی خوشیوں میں چھٹیاں تو" کر ہی چکی ہے، تو ہسپتال میں جا کر اس کے بھائی کی عیادت کر کے آجا! اور یہ "روز روز ڈرامے ختم کر! اب کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔

ہاں تو سردار! ساری معلومات تم تک پہنچ چکی ہے۔ اب کرو کوئی فیصلہ، تم ہی" میرے بڑے ہو، میری زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق تمہیں ہے۔ میں تو بس سر جھکا لوں گا تمہارے فیصلے پر۔" بالا شرارتی انداز میں بولا تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

○○○○○○

وہ سارے لوگ باہر قبیلے میں ہنسی مذاق کر رہے تھے جب دعا م انہیں اونچی پہاڑی سے اترتی نظر آئی۔ آج اس نے میرون کلر کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔

کھلے کھلے پونچوں والی شلوار تھی جبکہ قمیض کی لینتھ تھوڑی چھوٹی تھی، لیکن اس کے اوپر چادر کافی لمبی تھی۔

جب بالا صبح اسے لینے کمرے میں آیا تھا تب اس نے یہی لباس نکال کر رکھا تھا پہننے کے لیے۔ اور اس لباس میں وہ بے تحاشہ خوبصورت لگ رہی تھی۔

دوپٹے کو اس نے اندر کی طرف پھیلا کر سر پر رکھا تھا جبکہ خود پر اس نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ وہ اس طرح خود کو چھپا کر آتی تو سردار کے سیدھے دل میں اترتی تھی۔ اس کی یہ سادگی اور پردہ، سردار کو کسی بھی جدید لباس سے زیادہ بھاتا تھا۔ اس کا یہ لباس اس کے سر کو فخر سے بلند کر دیتا تھا۔

وہ خود کو چھپا کر سمیٹ کر رکھنے والی لڑکی تھی، کمرے میں وہ اس کے سامنے سوٹ کے ساتھ کا دوپٹہ لے کر رکھتی تھی، اور اب تو وہ اس کے ساتھ اتنی کنفرٹیبل ہو چکی تھی کہ دوپٹہ اتار کر بھی اس کے پاس بیٹھ جاتی۔

وہ اپنے اور سردار کے رشتے کو مکمل سمجھنے والی لڑکی تھی۔ وہ نادان ضرور تھی لیکن بے وقوف ہرگز نہیں تھی وہ جانتی تھی اس کے ہر روپ پر سردار کا حق ہے۔ اور وہ اسے اس کے حق سے کبھی محروم نہیں کرتی تھی۔

○○○○○○○○

"میرو بھیا، آئیں ذرا میری مدد کریں، آج کھانا میں بناؤں گی۔"

وہ نیچے آتے ہوئے سردار کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے، سیدھا میرو سے مخاطب ہوئی تھی۔ جب کہ میرو حیرت سے سردار کو دیکھنے لگا تھا وہ اسے سختی سے منع کر چکا تھا کہ دعام کو کچن میں قدم نہیں رکھنے دے۔

میرا سوہنا مکھڑا! گرمی بہت ہے، کام کیسے کرو گی؟ تمہیں کچن میں جانے کی"
"!ضرورت نہیں۔ بس بتادو تمہیں کیا چاہیے، میرو بنا دے گا

وہ اچانک اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے

بولا۔

اچھا؟ گرمی بہت ہے؟ لیکن صبح تو کسی کو بہت سردی لگ رہی تھی... بلکہ کل"
"!رات بھی کسی کو بہت زیادہ سردی لگ رہی تھی

وہ آہستہ آواز میں آنکھیں گھماتے ہوئے بولی تو سردار نے شرمندہ ہو کر سر

کھجایا۔

کمرے میں سردی تھی نا! نیچے سردی نہیں ہے، یہاں بہت گرمی ہے۔ اور"

خبردار، جو تم نے کچن میں قدم رکھا! وہ آنکھیں دکھاتا رعب جمانے کی کوشش

کر رہا تھا جب کہ سامنے والی اس کے رعب میں آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی

تھی وہ الٹا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گئی۔

میں نہ صرف کچن میں قدم رکھوں گی بلکہ کھانا بھی خود بناؤں گی۔ اگر ہمت"

ہے تو روک کر دکھا دیں!" وہ اکڑ کر بولی۔

سجن سائیں ضد نہیں کرتے۔" وہ نرمی سے بولا"

نہیں کرتے ہوں گے آپ کے قبیلے کے لوگ، لیکن میں کرتی ہوں... اور"

کروں گی! کیا کر لیں گے آپ؟

ضد ہی نہیں، وہ سب کچھ کروں گی جو میرا دل چاہے گا۔ اور آپ مجھے روک

نہیں سکتے۔

میں خود آپ کا خیال رکھوں گی۔ آپ کے لیے خود کھانا بناؤں گی،

آپ کے کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے... سب کا خیال میں رکھوں گی۔

"!میرو آپ کی بیوی تھوڑی ہے جو وہ آپ کے کام کرتا ہے

میں آپ کی بیوی ہوں۔ یہ میرا حق ہے۔"

آپ کبھی میرے لیے تحفے لاتے ہیں، کبھی مجھے گھمانے لے جاتے ہیں۔ یہ سب

"کیوں کرتے ہیں آپ؟

"کیونکہ وہ میرا فرض اور تمہارا حق ہے، لیکن۔۔۔"

جی! بالکل ایسا ہی ہے! اسی لیے میں اب سے آپ کا خیال میں رکھوں گی۔"

کیونکہ وہ میرا فرض اور آپ کا حق ہے۔

اور اب مجھ سے بحث مت کیا کریں۔ آپ مجھ سے بہت فری ہوتے جا رہے

ہیں۔

یہاں آرام سے بیٹھیں۔ میں آپ کے لیے کچھ مزیدار سا کھانے کو لے کر آتی

"ہوں۔

وہ نرمی سے اس کے گال کھینچتی ہوئی اس کے قریب سے اٹھ گئی۔

سردار... وہ سچ میں رسوئی میں جا رہی ہے؟"

وہ کھانا بنائے گی؟ تم جانتے ہو وہاں کتنی گرمی ہے! وہ تمہاری بھی نہیں سنتی کیا؟

بالا، سردار کے قریب آکر بولا۔

تمہاری بھی نہیں سنتی" والی بات پر سردار نے بمشکل اپنی ہنسی روکی، کیونکہ وہ" جانتا تھا... وہ واقعی کسی کی نہیں سنتی۔

ہاں، وہ سردارنی ہے اور وہ سردار کی بھی نہیں سنتی بالا، جمرو نے اونچی آواز" میں کہا اور پھر ان کے قریب آگیا

ویسے سردار میں نے ایک بات سوچی ہے" جس کی سب سُنیں، اُسے سردار کہتے ہیں...

"!اور جو سردار کی نہ سُنے، اُسے سردارنی کہتے

جمرو قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ تو سردار نے مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا،

اور سردار کو یوں مسکراتا دیکھ کر، پورے قبیلے میں قہقہوں کی گونج تھی

○○○○○○○

میں مدد کر دیتی ہوں،" ریان بستر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا جب رباب"

تیزی سے واش روم سے نکلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اسے سہارا دینے لگی۔

اس کی آنکھوں میں فکر مندی تھی، جیسے وہ ریان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ

رہی ہو۔" کہاں جانا ہے آپ نے؟" اس نے نرمی سے پوچھا، اس کا پورا وجود

ریان کو سہارا دینے پر مرکوز تھا۔

اس کے یوں قریب آکر پوچھنے پر ریان کے لبوں پر ایک ہلکی سی، شرارتی

مسکراہٹ ابھری۔

واش روم تک جانا ہے،" ریان نے دھیمی آواز میں کہا،"

لیکن یقین کرو یہ میرے لیے اتنا بھی مشکل نہیں ہے کہ تمہیں زحمت دوں۔"

میں چلا جاؤں گا۔" اس کی آواز میں ہلکی سی تھکن تھی، مگر نظروں میں ایک

شرارتی سی چمک تھی۔

زحمت والی کیا بات ہے؟ آپ میرے شوہر ہیں، میرا فرض بنتا ہے۔ رباب" نے فوراً اس کی بات کاٹ دی،

آیئے میں آپ کی مدد کرتی ہوں،" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ وہ ذرا بھی ہچکچائی نہیں، بلکہ زبردستی اس کا بازو اپنے کندھے پر رکھتے ہوئے، اس کی پیٹھ پر ہاتھ لے جاتی اسے سہارا دے رہی تھی۔

اس کی مضبوط گرفت اور پر عزم لہجہ ریان کو مزید کچھ کہنے کا موقع نہ دے سکا۔

وہ آہستہ سے اٹھتے ہوئے، رباب کے مضبوط سہارے کے ساتھ قدم اٹھاتا واش روم تک آیا۔ اس کے ہر قدم پر رباب کی توجہ اس پر مرکوز تھی، جیسے وہ اس کا ہر بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا لینا چاہتی ہو۔

دروازے تک پہنچ کر رباب نے اسے چھوڑ دیا، "آگے آپ خود چلے جائیں۔" اس کی سانسیں قدرے تیز ہو چکی تھیں، لیکن چہرے پر اطمینان تھا۔

کیوں؟ اب یہاں تک آگئی ہو تو آگے تک بھی چھوڑ دو۔بیوی کیا صرف یہاں تک کا فرض نبھائے گی؟" ریان نے شرارت سے کہا، اس کی آنکھوں میں چمک مزید گہری ہو چکی تھی۔ رباب نے حیرانی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔اس کی نظروں میں اب کسی طرح کی تکلیف کا کوئی اثر نہیں تھا، ہاں لیکن وہ ہلکی سی مسکراہٹ ضرور تھی جس میں چھپی شرارت کو وہ بھانپ گئی تھی۔

اس کے دل میں ایک عجیب سی گدگدی ہوئی، یہ شخص اتنا ڈرامے باز ہو سکتا ہے! اس نے سوچا نہیں تھا۔

میں نے یہاں تک چھوڑ دیا، اب آگے خود چلے جائیں۔" رباب نے پزل ہو کر سختی سے کہا،

نہیں، اب یہاں تک چھوڑا ہے تو آگے تک چھوڑ کر آؤ،" وہ مزید شرارتی ہوتا اس کے کندھے پر اپنا وزن ڈالنے لگا جبکہ اس دفعہ وزن ڈالنے پر وہ اچھی خاصی لڑکھڑا گئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں حیرت اور ہلکی سی غصے کی لہر تھی۔ وہ تو تب سے یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ سچ مچ اس کے سہارے چل کر یہاں تک آیا ہے لیکن اب اسے لگ رہا تھا کہ اس نے اپنا ایک فیصد بھی وزن اس پر نہیں ڈالا تھا۔

اس کی ساری ہمدردی ایک جھٹکے میں غائب ہو گئی۔

آپ پلیز خود چلے جائیں، میں برداشت نہیں کر سکتی۔ بہت بھاری ہیں آپ!"""

وہ پریشانی سے کہنے لگی تھی، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی بات پر ریان کا قہقہہ کمرے کی دیواروں سے گونجتے ہوئے بڑے کمرے تک بھی گیا تھا۔

امی جو ہاتھ میں تسبیح لیے ملازمہ کو ہدایت دے رہی تھیں، بے ساختہ اپنے بیٹے کے اس طرح ہنسنے پر مسکرائیں، ان کے چہرے پر ممتا کی نرمی تھی۔

اب آپ اس طرح سے ہنس کیوں رہے ہیں؟ میں آپ کی مدد کرنا چاہتی ہوں لیکن۔۔۔ "رباب نے ناراضگی سے کہا، اسے ریان کا یوں مذاق اڑانا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

لیکن میں بہت زیادہ بھاری ہوں جس کی وجہ سے تم میری مدد نہیں کر پا رہی، "

ہے نا بیوی؟" وہ اب بھی ہنس رہا تھا، اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی

تھی۔ رباب کو اس کا یوں ہنسنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ تو اس کی مدد کر رہی تھی

اور الٹا وہ کیسے اس کا مذاق اڑا رہا تھا؟" ہٹیں! میں نے مدد کر دی ہے آپ کی،

آپ قابل ہی نہیں ہیں کہ آپ کی مدد کی جائے، ہٹیں!" وہ اس کا بازو اپنی

گردن سے نکالنے کی کوشش کر رہی تھی، اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ نمایاں

تھی۔

جبکہ ریان اس کی ہلکی سی مزاحمت دیکھتا اچانک اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے اس

کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کر گیا تھا۔

ایک لمحے کو جیسے کمرے میں وقت تھم سا گیا تھا۔

اس کی اس اچانک حرکت پر جہاں رباب کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہی

تھی، وہیں ریان تو جیسے مدہوش ہو گیا تھا۔

وہ اس کے لبوں کو بے حد نرمی سے چوم رہا تھا، جیسے اس کے علاوہ اسے اور کوئی کام ہی نہ ہو، اور آہستہ آہستہ اس کی گرفت بڑھتی جا رہی تھی۔ رباب کو لگا جیسے وہ اپنے پیروں پر کھڑی نہیں رہ پائے گی، اس کا توازن ڈگمگا رہا تھا۔

اوپر سے ریان نے بھی اس پر اچھا خاصا وزن ڈالتے اسے اپنے قریب کر رکھا تھا۔ اس لمحے رباب کو لگا کہ وہ ایک ایسے سمندر میں ڈوب رہی ہے جس کی گہرائی کا اسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

اس کی بے تابیاں بڑھتی جا رہی تھیں، وہ پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ جب ریان نے دوسرا بازو بھی اس کی کمر میں ڈالتے اسے مزید اپنے قریب کیا، لبوں کو چھوڑتے ہوئے وہ اس کی گردن کو بے قراری سے چومنا شروع کر چکا تھا۔ اس کے لبوں کا لمس اس کی گردن پر بکھرتا ہلکی سی چبھن پیدا کر رہا تھا جو شاید اس کی گھنی مونچھوں کی وجہ سے تھا۔

رباب کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ وہ آہستہ سے اس سے الگ ہوتا شرارتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں فتح کا نشہ تھا۔

ارے ارے بیگم! آپ تو ابھی سے کانپنے لگیں۔ یہ تو صرف ایک چھوٹا سا" ٹریلر ہے میری محبت کا۔ ابھی تو آپ نے پوری فلم دیکھنی ہے، اور میری اس محبت کو جھیلنا بھی ہے۔ آپ تو ابھی سے گھبرا گئیں۔ میدان چھوڑنے والی لگتی تو نہیں تھیں آپ،" وہ اس کے کانپتے ہوئے وجود کو آہستہ سے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا،

تو وہ ذرا سا لڑکھڑا کر دیوار کا سہارا لیتے پیچھے ہو گئی تھی۔

اس کی نگاہیں اپنے آپ جھک گئی تھیں، شرم و حیا سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ یہ لمحہ اس کی زندگی کا ایک نیا باب کھول رہا تھا، ایک ایسا باب جس کی شدت کا اسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

ریان ایک نرم گرم نگاہ اس پر ڈالتا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ واش روم میں بند ہو گیا۔ رباب کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

جیسے سینے کی دیواریں توڑ کر باہر آجائے گا۔ اسے اس شخص سے گھبراہٹ ہو رہی تھی،

یہ سچ مچ ایک بہت ہی خطرناک انسان تھا، ایک ایسا خطرہ جو اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ باہر آتا یا پھر مزید اسے اپنی بے شرمی کا کوئی اور نظارہ پیش کرتا، وہ تیزی سے اپنا لباس درست کرتی، دوپٹہ سر پر جماتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھی۔ اس شخص کی موجودگی میں اس کمرے میں رہنا بھی خاصا خطرناک تھا، جیسے ہر لمحہ کوئی نیا طوفان آنے والا ہو۔

ooooooo

وہ جلدی جلدی کھانا بنا رہی تھی۔ کچن میں گرمی اپنے عروج پر تھی اور بڑی سی چادر کو خود پر اوڑھے ہوئے وہ پوری طرح سے پسینے میں شرابور ہو رہی تھی۔

اندر داخل ہوتے سردار نے میرو کو باہر جانے کا اشارہ کیا تھا جو اس کے قریب اسے تیز تیز پنکھا کر رہا تھا۔

میرو نے فوراً ہی پنکھا ایک طرف رکھتے ہوئے سر جھکا کر باہر کا رخ کیا۔

سردار اس کے قریب آتے ہوئے اس کے اوپر سے چادر ہٹا کر ایک طرف پھینک گیا، اس کی نظریں صرف دعام پر تھیں۔ یقیناً اب یہاں کچن میں کوئی بھی نہیں آنے والا تھا۔

جبکہ وہ تیز تیز تڑکا بھوننے میں مصروف تھی۔ اس نے آہستہ سے وہ گتے نما پنکھا اٹھا کر اس سے پنکھا کرنا شروع کیا تو وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

اس کی مسکراہٹ میں دنیا جہان کی معصومیت اور شکر گزاری تھی، وہ بے ساختہ ہی اس کے گال پر جھکتے ہوئے انہیں چوم گیا تو دعام نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

اس کی آنکھوں میں حیرت اور ہلکی سی جھنجھلاہٹ تھی۔

کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟ سکون نہیں ہے آپ کو؟ کام کر رہی ہوں نا" میں،" اس کو بے باک ہوتے دیکھ کر وہ پریشانی سے بولی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید اپنا آپ دکھاتے ہوئے رومینٹک ہوتا، بہتر تھا کہ وہ ابھی سے ہی اس کی لگام کھینچ ڈالے، ورنہ یہ شخص تو کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔

لیکن وہ کہاں جانتی تھی کہ اس کا یہ گھورنا، بات بات پر ڈرانا سردار سائیں کو مزید بے خود کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ابھی بھی جس انداز میں وہ اسے گھور رہی تھی، سردار کا دل سینے میں اچھل کود کرنے میں مصروف تھا، جیسے کوئی بے قابو گھوڑا ہو۔

وہ دوسرے گال پر جھکتے ہوئے اب کی دفعہ اسے بھی شدت سے چوم گیا تو دعام کے گھورنے میں اب اضافہ ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی چمک تھی۔

ڈاکو جی! نکلیں ادھر سے باہر! میں کہتی ہوں جائیں یہاں سے۔ میں نے آپ" کے ساتھ ایک لمحہ بھی اس کچن میں نہیں رہنا۔ پتہ نہیں آپ کے اندر کا یہ رومانی کیڑا کب وفات پائے؟ جان کو آیا ہوا ہے میرے!" وہ اسے دھکا دیتے ہوئے پیچھے کر رہی تھی، اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

سجن سائیں! یہ رومانی کیڑا تو بڑھاپے میں بھی تمہاری جان نہیں چھوڑے گا،" تم فکر مت کرو۔ جب ہمارے بچے ہو جائیں گے نا تب بھی تمہارا سردار سائیں اتنا ہی رومینٹک ہو گا، بلکہ میں نے تو سنا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان جراثیم میں اضافہ ہوتا ہے۔

میں تو آنے والے 80 سال تک ایسا ہی رہوں گا بلکہ اس سے بھی زیادہ رومینٹک ہو جاؤں گا۔ بس تم اپنے اندر بھی ایک عدد ایسا ہی رومینٹک کیڑا پیدا کر لو تاکہ میں بھی کہہ سکوں کہ میری بیوی تھوڑی رومینٹک ہے،" وہ اب کی دفعہ نشانہ اس کے لبوں کو بنا رہا تھا، اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

ہٹ جائیں ڈاکو جی! آپ بہت بے شرم ہوتے جارہے ہیں۔مجھے غصہ نہ" چڑھائیں ورنہ اچھا نہیں ہو گا آپ کے لیے۔" دعام نے اسے خبر دار کیا۔

اچھا تو کیا کرو گی تم اگر میں تمہیں غصہ چڑھاؤں گا تو کیا کر لو گی؟ یار، بدلے لیا" کرو تم مجھ سے۔ میں تمہارے لبوں کو یوں چوموں تو تم بدلے میں یوں ہی میرے لبوں کو چوم کر انتقام لیا کرو،" وہ اچانک اس کے چہرے کو تھامتے ہوئے اس کے لبوں کو پوری شدت سے چوم گیا تھا۔

جبکہ وہ اس کی حرکت پر حیران ہوتی اسے دیکھنے لگی تھی، اس سے شرمایا تک نہیں جارہا تھا۔ اس کی سانسیں رک سی گئی تھیں۔

میں تمہارے گالوں کو یوں چوموں تو تم بدلے میں اسی انداز میں میرے" گالوں کو کاٹ کھایا کرو،" وہ اس کے گال پر اپنی داڑھی رگڑتے ہوئے ہلکے سے دانتوں سے اس کے پھولے پھولے رخسار کو دبا گیا۔ جس پر وہ اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی، ایک ہاتھ میں چمچہ تھا تو دوسرے ہاتھ میں کپڑا تھام رکھا تھا جس سے وہ گرم کڑاہی ہلا رہی تھی۔

جبکہ یہ آدمی اب ضرورت سے زیادہ ہی فری ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی ہمت بڑھتی جا رہی تھی۔

ڈاکو جی......!" دعام نے بمشکل کہا، اس کی آواز میں بے بسی تھی۔"

میرا اڈکیٹ سجن!" اس سے پہلے کہ وہ کچھ بول پاتی وہ پھر سے اس کے لبوں پر" جھکتے ہوئے اس کے لبوں کو قابو کر چکا تھا اور اب اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا، اس نے گرم گرم چمچہ اس کے ہاتھ پر رکھا تھا، بالکل ہلکا سا ٹچ کرتے ہوئے کہ وہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے گا، لیکن وہ اسٹیل کے بنے ہوئے انسان پر گرم چمچے نے بھی کوئی اثر نہیں دکھایا تھا۔

اس نے اپنا پیر سردار کے پیر پر مارتے ہوئے اپنے ہونٹوں کی آزادی کی چھوٹی سی کوشش کی تھی لیکن اس کے پیر بھی جیسے پتھر کے بنے ہوئے تھے، کوئی اثر نہ ہوا، ہاں لیکن لبوں کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔

وہ اسے بخشنے کو تیار ہی نہیں تھا، مسلسل اس کی سانسیں چراتے ہوئے وہ بے قابو ہوتا جارہا تھا۔ دعام کو لگا جیسے وہ اس کی روح کو اپنے اندر سمیٹ لے گا۔

جب باہر سے بالا اونچی آواز میں اعلان کرتے ہوئے آیا، "میں اندر آرہا ہوں سردار! میں اندر آرہا ہوں سردار! میں اندر آرہا ہوں!" اس کا یہ اعلانیہ انداز نہ صرف سردار کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر گیا تھا بلکہ دعام نے بھی فوراً خود پر بڑی چادر اوڑھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شکر گزاری تھی۔ جس انداز میں وہ اسے گھور رہی تھی، سردار نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی حالانکہ اپنی طلب پوری کرنے کے بعد وہ کافی پر سکون نظر آرہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ یہاں کچن میں آیا ہی اسی مقصد کے لیے ہو۔

وہ گہری سانس لے کر دروازے کی طرف متوجہ ہوئے۔

ooooooo

"کیا ہے؟ کیوں آئے ہو؟" وہ جو اعلان کرتے ہوئے اب اندر گھسا پیچھے کی طرف قدم اٹھا رہا تھا، اس طرف پیٹھ کیے اس کے قدم آہستہ آہستہ ان کی طرف آرہے تھے جب سردار نے غصے سے پوچھا تھا۔

"سردار! وہ میں یہ بتانے کے لیے آیا تھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے حکیم صاحب کا فون آیا تھا۔ شہباز کی جان بچانے میں وہ لوگ کامیاب ہو گئے ہیں۔ اب وہ کافی بہتر حالت میں ہے اور ایک ہفتے میں ہم اسے واپس قبیلے لا سکتے ہیں،" وہ بہت خوشی سے بتا رہا تھا، اس کی آواز میں جوش تھا۔ جبکہ یہ بات تو اس کے لیے بھی کافی خوشی کی تھی۔

"یا مالک تیرا شکر ہے!" وہ بے ساختہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تو دعام نے حیرت سے اسے دیکھا۔

شہباز؟ وہ کس کے بارے میں بات کر رہے تھے؟ وہ نہیں جانتی تھی، لیکن جو بھی تھا وہ یقیناً اس کے ڈاکو جی کے لیے بہت خاص تھا۔

ڈاکو جی! شہباز کون ہے؟ آپ نے مجھ سے تو نہیں ملوایا اسے،" وہ اسے دیکھتے" ہوئے سوال کرنے لگی، اس کی آواز میں تجسس تھا۔

سجن سائیں! وہ میرے چچا کا گھوڑا ہے۔ اب آئے گا نا تو تمہیں اس سے ملواؤں" گا۔ ہم اس کی سواری نہیں کرتے اب، بوڑھا ہو چکا ہے نا۔ لیکن اسے گولی لگی تھی، حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ اللہ پاک کا بڑا کرم ہے کہ وہ اب ٹھیک ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بتانے لگا، اس کی آواز میں اپنے گھوڑے کے لیے محبت تھی۔

ماشاءاللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ جانوروں کے بھی صدقے دیا کریں" آپ۔ جانوروں پر بھی مصیبتیں ٹوٹتی ہیں۔ اللہ خیر کرے، میں ضرور ملوں گی،" وہ ساتھ ساتھ اپنی ہانڈی ہلاتے ہوئے اس سے باتوں میں مصروف تھی۔

تھوڑی دیر پہلے والی وہ اس کی گستاخیاں بھول چکی تھی۔ ہاں، لیکن ایک گھوڑے کو گولی لگی تھی یہ بات اس کے لیے خوفناک تھی۔ یہ کیسے دشمن تھے جو بے

زبان جانوروں پر بھی حملہ کر دیتے تھے؟ وہ کیسے یقین کرتی کہ وہ لوگ انسانوں کے لیے خطرناک نہیں تھے؟

اور جس کا درشک دید حملہ سردار پر ہوا تھا وہ بھی ناقابل فراموش تھا۔ اس کے دل میں ایک نیا مقصد پیدا ہوا۔

اس نے فیصلہ کر لیا تھا اب چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو، چاہے وہ کبھی بھی اپنے ڈاکو جی کو غلط کام نہیں کرنے دے گی۔ وہ انہیں سمجھائے گی کہ یہ غلط کام کتنا خطرناک اور کتنا جان لیوا ہے۔

اسے یقین تھا وہ اس کی بات کو ضرور سمجھے گا، کیونکہ اس کی محبت میں اتنی طاقت تھی کہ وہ سردار کو بدل سکے۔

اچھا سردار! میں صرف یہ بتانے کے لیے نہیں آیا تھا کہ شہباز ٹھیک ہے، بلکہ " میں تمہیں یہ بتانے کے لیے آیا تھا کہ میں اپنے سالے کی عیادت کے لیے جا رہا ہوں اس کی بہن کے پاس۔ میری واپسی ذرا دیر سے ہو گی،" وہ دانت دکھاتا ہلکا سا سر کو کھجاتے ہوئے بولا تھا۔

جبکہ دعام بھی اس کی تیاری دیکھ کر پہلے حیران تو ہوئی تھی پھر سوچا کہ جمعہ ہے، ہو سکتا ہے اس لیے اس نے نہا دھو کر نئے کپڑے پہنے ہوں۔

لیکن اب اسے سمجھ میں آیا تھا کہ یہ تیاری جمعہ کے لیے نہیں کی گئی تھی۔ وہ جب بھی شہر جاتا تھا کافی تیار ہو کر جاتا تھا حالانکہ یہ تیز پرفیوم لگانا، کپڑوں پر ہلکی سی شکن نہ آنے دینا بالا کی سخت طبیعت کے لیے نہیں تھا۔ اس کے مقابلے میں سردار کافی صاف ستھرا انسان تھا جبکہ بالا کی تو داڑھی بھی اکثر بھری ہوئی ہوتی تھی۔

لیکن یہ بات تو پکی تھی کہ جب بھی وہ اس لڑکی سے ملنے جاتا تھا اس کی دھاک ہی نرالی ہوتی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک خاص چمک ہوتی تھی۔

ہاں ٹھیک ہے جاؤ تم، لیکن کوشش کرنا کہ واپسی جلدی ہو جائے کیونکہ آج" دعوت ہماری بیگم صاحبہ بنا رہی ہیں، کتنی خوشبو دار کڑاہی ہے۔ یہ نہ ہو کہ تمہارے واپس آنے تک کچھ بچے ہی نہیں،" وہ اس کا دھیان کڑاہی میں پکتے

گوشت کی طرف دلانے لگا جو واقعی لذت کا الگ ہی نظارہ پیش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھوک اور شرارت دونوں تھیں۔

بالا بھیا! آپ پریشان مت ہوں۔ میں آپ کا حصہ الگ کر کے رکھ دوں گی،"" دعام نے اسے اپنی طرف سے بے فکر کیا تو اس نے سردار کو دیکھ کر ہلکے سے دانت دکھائے تھے اور پھر ان دونوں کو خدا حافظ کرتا کچن سے نکل گیا۔

ooooooo

بالا کے جاتے ہی سردار نے ایک دفعہ پھر سے اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بنایا تو اب کی دفعہ وہ چھری اٹھا کر اس کی طرف کر چکی تھی۔

پیچھے ہٹیں! عجیب انسان ہیں۔ الفی کی طرح چپک گئے ہیں میرے ساتھ۔" اترنے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔ اب اگر آپ نے مجھے ہاتھ بھی لگایا نا تو میں نے اس چھری سے آپ کے دو پیس کر دینے ہیں،" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تو سردار نے ناراضگی سے اسے دیکھا تھا۔

اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو مایوسی آئی، مگر پھر شرارت لوٹ آئی۔

"کیا مسئلہ ہے سجن سائیں؟ میں تو تمہاری مدد کرنے آیا تھا۔ سیدھی طریقے سے کہو نا میری مدد نہیں چاہیے۔ ایک تو سب قبیلے والوں کو ادھر سے بھگایا تاکہ میں آکر اپنی بیوی کی مدد کر سکوں اور اوپر سے تم..." اس نے مصنوعی رنجیدگی سے کہا۔

"آپ میری مدد کر رہے ہیں؟" وہ حیرت سے چیخ اٹھی تھی، اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"میں کوشش کر رہا تھا مگر تم اتنی حسین لگ رہی تھی کہ تمہاری مدد کرنے کے بجائے میرا تم سے پیار کرنے کا دل کرنے لگا تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" وہ ضرورت سے زیادہ معصوم بن رہا تھا، اس کی آواز میں ایک میٹھی سی شکایت تھی۔

"نکلیں ادھر سے ابھی کے ابھی کچن سے باہر نکلیں۔ اب اگر آپ ایک سیکنڈ بھی مزید یہاں کچن میں رہے نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ نکلیں ادھر

سے !" وہ اس کے کندھے پر ہلکا سا دھکا دیتے ہوئے اسے چھری دکھا کر کچن کے دروازے سے دھکے مار کر باہر کر چکی تھی، اس کی آواز میں سختی تھی مگر چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

جبکہ قبیلے کے سارے لوگوں نے جب اچانک ہی سردار کو دھکے کھاتے کچن سے نکلتے دیکھا تو پہلے تو حیران ہوئے پھر کندھے اچکا گئے جیسے اب ان کے لیے بھی یہ کوئی نارمل سی بات ہو۔

اور نارمل سی ہی تو بات تھی! یہ تو حقیقت تھی کہ اس سردار کو صرف سردارنی ہی کنٹرول کر سکتی تھی۔ وہ کسی اور کے قابو میں آنا ہی نہیں چاہتا تھا، اسے صرف وہ کنٹرول کر سکتی تھی جس سے وہ کنٹرول ہونا چاہتا تھا۔ اس کی دنیا اب صرف دعام کے گرد گھومتی تھی۔

تم لوگوں کی بیویاں بھی کیا تم لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرتی ہیں؟" وہ جو سب دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے، انہیں دیکھتے ہوئے وہیں چارپائی پر لیٹ کر بولا تو

سب اپنے اپنے دکھڑے سنانے لگے تھے جبکہ جمرو تو خوب مزے لیتے ہوئے تیز تیز اس کے ٹانگیں دبا رہا تھا۔

○○○○○○○

"ارے رباب میری بچی! آ جا دیکھ کتنا پیارا موسم ہے۔ یہاں آ کر بیٹھ میرے پاس، "امی باہر صحن میں بیٹھی ہوئی تھیں، ملازمہ وہیں باہر کپڑے دھو رہی تھی۔ صحن میں ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور پرندوں کی چہچہاہٹ ماحول کو خوشگوار بنا رہی تھی۔

رباب ان کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی، اس کے چہرے پر بھی سکون تھا۔

"ریان کی طبیعت اب پہلے سے کافی بہتر ہے ماشاءاللہ۔ آج تو کافی خوش لگ رہا ہے۔ اللہ پاک میرے بچے کو نظر بد سے بچائے، ہمیشہ ہنستا کھیلتا رہے میرا بچہ۔" امی کی آواز میں ممتا کی شیرینی گھلی ہوئی تھی۔

جانتی ہے، ہمیشہ کہتا تھا پہلے بہن کی شادی کروں گا پھر خود شادی کروں گا، "

لیکن بیلا پر بھی ڈاکٹر بننے کا ایسا بھوت سوار ہوا کہ حد نہیں۔ اسے شادی نہ کرنی

پڑے اسی لیے دن رات ایک کر کے اس نے اپنی ڈاکٹری کی پڑھائی مکمل کی

اور اب تو ماشاء اللہ اتنی قابل ڈاکٹر بن گئی ہے۔

بس اس کی یہ ہوم جاب مکمل ہو تو اس کی شادی کے بارے میں بھی سوچیں

گے۔ بلکہ میں کیا سوچوں گی؟ اب تو جو سوچنا ہے تم نے ہی سوچنا ہے۔ یہ پورا

گھر تمہارے حوالے، میرا بیٹا تمہارے حوالے، ہر چیز تم نے دیکھنی ہے۔ میں تو

اب ذمہ داریوں سے آزاد ہوں،

اللہ خیر کرے اب تو زندگی ختم ہو جائے تو بھی کوئی پریشانی نہیں۔" امی نے

ایک گہرا سانس لیا، ان کی آنکھوں میں محبت اور اطمینان تھا۔

امی! کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ اللہ نہ کرے آپ کو کچھ ہو۔ اللہ آپ کا"

سایہ ہم تینوں پر سلامت رکھے۔ کسی کے آجانے سے کسی کی کمی پوری نہیں

ہوتی۔

ہر انسان کی اپنی جگہ ہوتی ہے اور آپ تو ماں ہیں، ماں کی کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک آپ کو ہماری بھی زندگی لگادے،" وہ نرمی سے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی، اس کی آواز میں خلوص اور اپنائیت تھی۔ انہوں نے مسکرا کر اس کا ماتھا چوما، ان کی آنکھوں میں رباب کے لیے بے پناہ پیار تھا۔ جبکہ ریان بھی آہستہ آہستہ چلتا باہر آگیا تھا، اس کے چہرے پر بھی ایک نئی تازگی تھی۔

"ارے ارے یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟ مجھے یہ نظارہ بالکل بھی پسند نہیں۔ ارے تھوڑا تو ساس بہو والا ڈرامہ کریئیٹ کریں۔ تین دن سے گھر پر پڑا بور ہو رہا ہوں۔ تھوڑی لڑائی جھگڑا، تھوڑی تانہ زنی کریں۔ مجھے بالکل مزہ نہیں آرہا۔ امی یار! آپ کو بھولا کر دی ہے، آپ نے تو بیٹی ہی بنالی ہے۔" ریان نے مصنوعی شکایت کے انداز میں کہا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"چپ کر بدتمیز! وہ میری بہو ہی ہے، بیٹی نہیں،" امی نے پیار بھری ڈانٹ سے کہا تو رباب نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا جیسے ان کی بات کو سمجھ نہ سکی ہو۔

اس کا کیا مطلب تھا کہ وہ اسے اپنی بیٹی نہیں مانتی تھی؟ وہ اسے اپنی بہو ہی سمجھتی تھی؟ رباب کے دل میں ایک لمحے کو عجیب سی کیفیت ہوئی، لیکن پھر امی کی اگلی بات نے اس کے دل کو چھو لیا۔

رباب میری بہو ہے۔ میری بیٹی نہیں، پتا نہیں ہر کوئی بہو کے نام پر منہ کیوں" بناتا ہے؟ بہو کوئی بری نہیں ہوتی۔ مجھے سمجھ نہیں آتا لوگوں نے ساس بہو کے رشتے کو ولن کیوں بنا کر رکھا ہوا ہے؟ میں نہیں لائی بیٹی، میں بہو لے کر آئی ہوں اور مجھے اس کی ساس بننا ہے، ماں نہیں بننا۔ اتنا خوبصورت تعلق ہے، ایک عورت اپنا بیٹا ایک دوسری عورت کو دیتی ہے۔ ایک عورت اپنی ساری ذمہ داریاں ایک دوسری عورت کو دیتی ہے۔ اتنے خوبصورت تعلق کو دنیا والوں نے اتنے برے طریقے سے پیش کر رکھا ہے جیسے خدانخواستہ یہ کوئی برا رشتہ ہو۔ میں نہیں جانتی، میری ایک ہی بیٹی ہے اور دوسری بہو ہے میری، اور میری بہو دنیا کی سب سے اچھی بہو ہے مجھے نہیں بنانا اپنی بہو کو اپنی بیٹی۔ میں بہو کو بہو بناؤں گی اور اس کی ساس بنوں گی۔ اور میں پوری کوشش کروں گی کہ

میں ایک اچھی ساس بنوں،" وہ نرمی سے رباب کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تو ان کی بات کی گہرائی کا مطلب سمجھ کر وہ مسکرا دی۔ امی کے الفاظ نے رباب کے دل میں ایک نئی روشنی بھر دی تھی، بے شک یہ رشتہ محبت اور احترام پر مبنی تھا۔

"مطلب کہ مجھے اس گھر میں کوئی انٹرٹینمنٹ نہیں ملنے والا۔ خالہ! ایک کپ چائے بنا دیجیے، اور کسی طریقے سے زبان کا ذائقہ نہیں بدل سکتا تو چائے کے ذائقے سے کام چلا لوں گا،" اب کی دفعہ ریان نے کام کرتی ماسی سے کہا تھا، اس کی آواز میں ہلکی سی مایوسی تھی۔

"وہ کام کر رہی ہیں، میں بنا دیتی ہوں چائے،" رباب فوراً بولی تو امی نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"تو کہیں نہیں جائے گی۔ تو اس گھر کی بہو ہے۔ ابھی تجھے اس گھر میں آئے چار دن نہیں ہوئے۔ جسے چائے کی بہت طلب ہو رہی ہے وہ جا کر خود بنا لے اور

ہمارے لیے بھی بنا کر لے آئے،" امی نے کہا تو رباب نے بے ساختہ ریان کی طرف دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

بیٹا بیمار ہے آپ کا امی، جگہ جگہ سے کٹا پھٹا ہے۔ کچن میں جا کر کام کرتا اچھا" لگے گا؟" اس نے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا جنہوں نے اسے نظر انداز کیا تھا جیسے اسے سنا ہی نہ ہو۔ جبکہ وہ کافی دیر انہیں اور رباب کو گھورتا رہا۔ پھر آخر کار تھک ہار کر اٹھ کر کچن کی طرف چلا گیا تھا اور تقریباً پانچ منٹ کے بعد ہی چار کپ چائے حاضر تھی۔ اس کی چائے بنانے کی مہارت نے رباب کو حیران کر دیا۔

خالہ! آیئے پہلے چائے پی لیجیے پھر بعد میں کام کرتے رہیے گا،" اس نے کام" کرتی ماسی سے کہا جو خود بھی مسکراتے ہوئے ان کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی تھی۔

اس نے نوٹ کیا تھا ریان کی شخصیت گھر میں بالکل مختلف تھی۔ وہ ایک بہت الگ انسان تھا۔ باہر وہ ایک سخت گیر پولیس والا تھا جو اپنے فرض کو بہت اچھے طریقے سے نبھاتا تھا، ہر چیز کو بہت اچھے طریقے سے ہینڈل کرتا تھا، لیکن گھر

میں اپنی ماں اور بہن کے سامنے اس کا ایک الگ ہی روپ تھا۔ وہ ایک بہت اچھا بھائی تھا جو اپنی بہن کی بہت زیادہ پرواہ کرتا تھا، ان کی ہر خواہش کا خیال رکھتا تھا۔

اور وہ ایک بہت اچھا بیٹا بھی تھا، اس کی آنکھوں میں اپنی ماں کے لیے بے تحاشہ فکر مندی اور احترام تھا۔ وہ صرف ایک اچھا آفیسر ہی نہیں بلکہ ایک اچھا بیٹا اور بھائی بھی۔ وہ شوہر کیسا تھا؟ فی الحال وہ نہیں جانتی تھی، ہاں لیکن اندر کمرے میں کی گئی اس کی حرکت یاد کرتے ہوئے توراب کے چہرے پر پھر سے لالی بکھرنے لگی تھی۔ وہ اسے دیکھ نہیں پارہی تھی، شرم وحیا سے اس کے گال لال ہورہے تھے۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی کشمکش تھی، یہ شخص اس کے لیے ایک گہرا راز بنتا جارہا تھا۔

جبکہ چائے اس نے بہت اچھی بنائی تھی۔

امی بتارہی تھیں کہ وہ بہت اچھا کھانا بھی بنالیتا ہے۔

کسی دن اس کے ہاتھ کا کھانا بھی کھلائیں گی اسے،" جس پر وہ صرف منہ بناتا" آنکھیں گھماتا رہا۔ امی کا تو موڈ آج اس کے سارے ہی راز فاش کر دینے کا تھا، اور ریان کو اس سے کوئی اعتراض بھی نہ تھا۔

ooooooo

ہم نے تقریباً کوئی پونے دو کروڑ کی رقم جمع کروائی تھی لیکن ڈاکٹر کے مطابق" ہمیں پونے تین کروڑ کی ضرورت ہے۔" جمرو نے اپنے ہاتھ میں پکڑے کاغذات کو دیکھتے ہوئے مایوسی سے کہا۔ اس کی پیشانی پر گہری لکیریں تھیں اور آواز میں پریشانی نمایاں تھی۔

یعنی اب بھی ہمارے پاس تقریباً 93 لاکھ روپے کی کمی ہے جو ہمیں ہسپتال میں" جمع کروانا ہے۔ ویسے تو بچیوں کا علاج شروع ہو چکا ہے لیکن پھر بھی ہسپتال میں "رقم جلد سے جلد جمع کروانی ہو گی۔

وہ سردار کے سامنے بیٹھا اسے تفصیلات بتا رہا تھا جبکہ سردار خاموشی سے بیٹھا اس کی بات سن رہا تھا، اس کی آنکھوں میں گہری سوچ اور فکر کے بادل چھائے ہوئے تھے۔

یہ باتیں سردار کے لیے کافی زیادہ پریشان کن تھیں کیونکہ اسے گولی لگی ہوئی تھی اور اس کا زخم ابھی تازہ تھا۔ ایسے میں فوراً اس کے لیے کسی بڑی ڈکیتی پر نکلنا ممکن نہیں تھا اور کوئی خاص بڑی ڈکیتی بھی ان کی نظر میں نہیں تھی جس سے اتنی بڑی رقم مل سکے۔ سردار نے ایک لمبی سانس لی، اس کے ذہن میں نئے منصوبے بن رہے تھے مگر جسمانی حالت اسے اجازت نہیں دے رہی تھی۔

"تو آگے پیچھے سے کہیں دیکھنا تھا نا، کوئی نہ کوئی سیٹھ تو ہاتھ لگ ہی جائے گا۔"

سیٹھ تو ایک بہت بڑا ہے سردار، "جمرو نے ہچکچاتے ہوئے کہا، اس کی آواز" میں تذبذب تھا۔ "لیکن وہ اس ٹائپ کا نہیں ہے جس ٹائپ کے بندوں کو ہم

پھڑ کاتے ہیں۔ میر امطلب ہے، اچھاخاصا بندہ ہے، پیسہ جیسے بھی کماتا ہے لیکن "نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔

سر دار نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا، اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو سختی آئی

۔"اس کو چھوڑو کسی اور کو دیکھو۔ کوئی نہ کوئی ایسا مل ہی جائے گا جو ہمارے کام کا ہو۔ باقی تم نے پوری فہرست تیار کی تھی نا، اس کا کیا بنا؟" اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی بے چینی تھی جو اس کے اندرونی کرب کو ظاہر کر رہی تھی۔

وہ تو تیار ہے سر دار، لیکن وہ اگلے مہینے کے لیے ہے۔ اس مہینے ہمیں کوئی اور" جگاڑ ہی کرنا ہو گا۔" جمرو کی آواز میں بے چارگی نمایاں تھی۔ "ڈاکٹروں نے بھی ہمارے سر پر مصیبت ڈالنی تھی۔ اگر زیادہ بچیوں کو لے ہی آئے تھے علاج کے لیے تو خود اپنی جیب سے خرچ کرتے نا؟ اب ہم اتنے سارے پیسے کدھر سے کر کے دیں؟ ہمارا تو پہلے ہی ٹارگٹ پورا نہیں ہوا، " جمرو پریشان تھا

جبکہ سردار کو اس کی بات پر غصہ آگیا تھا، اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ابھر آئے۔

دماغ خراب ہے تمہارا جمرو؟" سردار نے دبی ہوئی آواز میں کہا، اس کی" آنکھوں میں غصے کی چمک تھی

۔" یہ ہمارا فرض ہے، کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں ہم کسی ڈاکٹر پر! اور ہم پر کسی نے کوئی مصیبت نہیں ڈالی۔ ہمیں اتنی طاقت خدا نے دی ہے کہ ہم ان غریب، بے سہارا بچیوں کا علاج کروا سکیں۔" اس نے اپنی بات پر زور دیا، اس کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

اور تم کیوں اتنا منہ بنا رہے ہو؟ کون سا میں تمہیں وہاں ڈکیتی کے لیے لے کر" جاتا ہوں جو تمہیں اتنی تکلیف ہو رہی ہے؟" سردار کی آواز میں طنز تھا۔،

سردار! مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جب میں تمہیں اور بالا کو زخمی دیکھتا ہوں تب" ہوتی ہے تکلیف مجھے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ڈکیتیاں کرنے نہیں جاتا اور نہ ہی میں نے آج تک کسی طرح کا خطرہ خود پر لیا ہے، لیکن یہ بھی

حقیقت ہے کہ تمہیں اور بالا کو تکلیف میں دیکھ کر میں بھی سکون میں نہیں رہتا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں سچی پریشانی اور وفاداری تھی۔

وہ ان کی زیادہ تر ڈکیتیوں میں ان کے ساتھ جاتا تھا لیکن سردار نے آج تک کبھی اس پر کسی طرح کا خطرہ نہیں آنے دیا تھا وہ ہمیشہ اسے باہر ہی رکنے کے لیے کہتا تھا

ہمارا کام 20 بچیوں کا علاج کروانا ہے، اب اگر وہ زیادہ بچیاں لے کر آئے ہیں" تو قصور ان کا ہے، ہمارا نہیں۔" جمرو نے اپنی بات پر اصرار کیا، اس کا چہرہ بضد تھا۔

یہ کسی کا قصور نہیں، یہ میری ذمہ داری ہے!" سردار نے میز پر ہاتھ مارا۔ اس" کی آواز میں گرج تھی، جیسے آسمان سے بجلی کڑکی ہو۔" اور یہ ذمہ داری میرے اللہ نے مجھ پر ڈالی ہے جسے میں ہر طریقے سے نبھاؤں گا اور بے شک جس نے مجھے اس کام کے قابل بنایا ہے وہ میرے لیے آسانیاں بھی پیدا کرے

گا۔" اس کی آنکھوں میں ایک ایسا عزم تھا جو پہاڑوں کو بھی ہلا سکتا تھا، ایک ایسا ایمان جو اسے کبھی ہارنے نہیں دیتا تھا۔

ان بچیوں کی جان بچانا بے حد ضروری ہے اور ہمیں یہ رقم اگلے تین دنوں تک وہاں پہنچانی ہو گی۔ اگر کوئی بڑی ڈکیتی ہاتھ نہیں آ رہی تو چھوٹی موٹی ڈکیتیوں میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی حل نکالنا ہے ہمیں اس چیز کا۔ باقی آج کے بعد میں تمہیں فضول بولتے ہوئے نہ دیکھوں۔ زبان زیادہ چلنے لگی ہے تمہاری، لگام دو اسے۔ چلو باہر، تمہاری بہن کھانا لگا چکی ہو گی۔ اب منہ بنا کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے،" اسے موڈ آف کرتے دیکھ کر سردار نے اس کے کندھے کو پکڑ کر زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹا تو وہ خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔ سردار جانتا تھا کہ جمرو کی پریشانی بے جا نہیں تھی، مگر اس کا فرض اسے کسی بھی قیمت پر پیچھے ہٹنے نہیں دے سکتا تھا۔

سردار جانتا تھا جمرو دل کا برا ہے اور نہ ہی زبان کا کڑوا ہے، بس اس پر ہوئے حملے کی وجہ سے پریشان ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اس کی پریشانی سردار

کو اس کے فرض سے روک نہیں سکتی تھی۔ یہ کام اس نے تقریباً آٹھ سال پہلے شروع کیا تھا جب اسے سرداری ملی تھی۔ تب ہی اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس کام سے جتنی بھی رقم کمائے گا وہ ساری کی ساری ان لوگوں پر لگائے گا جو اس کے مستحق ہیں۔ اس کا یہ عزم لوہے کی طرح پختہ تھا۔

وہ ہر چیز پر نظر رکھتا تھا، زکوٰۃ کا پیسہ کون سے ملک سے کس کے پاس آتا تھا، کون سا بڑا سرکاری افسر اپنے ووٹس کے لیے رقم کہاں بھجواتا تھا، ہر چیز کی اسے خبر ہوتی تھی اور یہ لوگ جو زکوٰۃ کو بھی بھیک کی صورت لوگوں کو دیتے تھے وہ ان تک ان کا حق پہنچاتا تھا۔

یہ لوگ جو غریبوں، مسکینوں، یتیموں کے پیسے پر راج کرتے تھے وہ ان سے وہ رقم چھین کر ان لوگوں تک پہنچاتا تھا جن کے لیے وہ رقم بنائی گئی تھی، کن کے لیے وہ بھیجی گئی تھی۔ وہ کسی کی دولت پر کسی طاقتور کو راج نہیں کرنے دیتا تھا، یہ اس کی زندگی کا اصول تھا۔ اس کے لیے یہ صرف ڈکیتی نہیں تھی، یہ ایک جنگ تھی، حق کی جنگ۔

اور جہاں تک ان بچیوں کا سوال تھا تو وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا، ان معصوم بچیوں میں اسے اپنی گڑیا نظر آتی تھی، وہ گڑیا جس سے وہ بے تحاشہ محبت کرتا تھا، وہ بھی تو اسی طرح کسی جان لیوا بیماری میں اپنی جان گوا بیٹھی تھی۔ وہ کسی اور کی بچی کو، بہن کو اس طرح مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے اپنی بہن کو اپنی آنکھوں کے سامنے بے بسی سے آخری سانسیں لیتے دیکھا تھا اور اس دن اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ کسی اور کو اس بیماری سے مرنے نہیں دے گا۔ اس کے دل میں یہ زخم ہمیشہ تازہ رہتا تھا، اور یہی اسے آگے بڑھنے کی ہمت دیتا تھا۔

اور جتنا ہو سکے وہ اپنے اس وعدے کا پاس رکھے ہوئے تھا لیکن اب آنے والے وقت میں یہ وعدہ نبھانا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ مگر سردار نے عزم کر رکھا تھا کہ وہ ہار نہیں مانے گا، چاہے اسے کتنی بھی مشکلات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

ooooooo

کھانا بہت ہی آرام دہ ماحول میں کھایا جا رہا تھا۔ دعام نے سچ میں بہت ہی زبردست قسم کا کھانا بنایا تھا اور اس نے کھانا بنایا بھی بہت سارا تھا۔

کچن سے اس کی محنت کی خوشبو پورے قبیلے میں پھیل گئی تھی۔ کہنے کو تو وہ صرف سردار کا کھانا بنانے کے لیے کچن میں گئی تھی لیکن پھر اس نے سب کے لیے اپنی مرضی کا کھانا بنایا تھا جیسا اسے بنانا آتا تھا، اور اس کے ہاتھوں میں تو جیسے جادو تھا۔ یہاں تو ہر کوئی بس انگلیاں ہی چاٹتا رہ گیا تھا،

ہر کسی کے لبوں سے اس کے لیے تعریف ہی نکل رہی تھی۔ وہ خوش ہوتی سب کی باتیں سن رہی تھی، اس کے چہرے پر ایک معصوم سی چمک تھی۔

مگر سردار کو یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکا سا غصہ اور بے چینی نمایاں تھی۔ اس کے چہرے پر رنگ بدل رہے تھے، جیسے کوئی طوفان اندر ہی اندر پنپ رہا ہو۔

سر دارنی! اگر ایسا ہی کھانا تم ہمیں کھلاتی رہیں تو زندگی میں اور کچھ ہو نہ ہو، "ذائقہ ضرور ہو جائے گا، "ایک بزرگ ڈاکو بولے تھے، ان کی آواز میں سچی تعریف اور خوشی تھی۔

ہاں سر دارنی! اگر ایسا ہی مزیدار کھانا ہمیں ملتا رہا تو ہمیں تو زندگی کا کوئی غم ہی" نہیں، "اب دوسرا ڈاکو بھی اس کی تعریف کرنے لگا تھا، اس کے چہرے پر بھی خوشی اور اطمینان تھا۔

ماشاءاللہ سر دارنی! آپ کے تو ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے، "ایک اور ڈاکو بولا" تھا، اس کی آواز میں حیرت تھی۔ جبکہ وہ ان سب کی تعریفیں وصول کرتی مسکرا رہی تھی، اس کا دل خوشی سے جھوم رہا تھا۔ اسے اپنی محنت کی داد مل رہی تھی۔

سر دارنی! ایسا کھانا پھر سے کب ملے گا؟" ایک اور ڈاکو نے سوال کیا تھا، اس" کی آواز میں اشتیاق تھا۔

قیامت کے اگلے دن ملے گا تاکہ جو زندہ ہیں ان کی بھی خواہش ادھوری نہ رہ جائے اور جو مر گئے ہیں وہ بھی میری بیوی کے ہاتھ کا ذائقہ چکھ لیں!" سردار غصے سے بولا، اس کی آواز میں ایک ایسی سختی تھی جو ہر سو سناٹا پھیلا گئی۔

دستر خوان پر خاموشی چھا گئی تھی، سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، سردار کے غصے کو بھانپتے ہوئے۔

اگر کھانا کھانا ہے تو سکون سے بیٹھ کر کھانا کھاؤ نا! میری بیوی کی تعریفیں کیوں" کر رہے ہو تم لوگ؟" اپنی بیویوں کی کبھی تعریف کی ہے،؟ سردار کی آواز میں گرج تھی۔

خبردار جو تم آج کے بعد کچن میں گئی، یہاں کھانا بنانے کے لیے خاص آدمی" رکھے گئے ہیں۔ تمہیں کچن میں جا کر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں! اگر بہت شوق ہے کام کاج کرنے کا تو صرف میرے لیے کرو! آج کے بعد تمہارے ہاتھ کا ذائقہ کسی اور نے چکھا تو تمہارے ہاتھ ہی کاٹ ڈالوں گا۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے بنا ہاتھ والی بیوی کے، لیکن تمہارے ہاتھ کا کھانا کوئی اور کھائے یہ چیز مجھے

پسند نہیں!" وہ کھانا پیچھے دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں شدید غصہ تھا۔ اس کے غصے کی وجہ سمجھے بغیر دعام اسے اوپر کی طرف جاتے دیکھتی رہ گئی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا، جیسے کسی نے اس پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہو۔

○○○○○○

" ایک تو زبانیں بہت چلتی ہیں نا ان لوگوں کی۔ جب تم لوگوں کو پتہ ہے کہ سردار کو پسند نہیں ہے کہ سردارنی کی کوئی تعریف کرے یا پھر اس کے بارے میں بات بھی کرے تو کیوں اس کی تعریف کیے جا رہے ہیں؟" جمرو غصے سے بولا تو دعام نے پریشانی سے جمرو کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

" وہ سردار کی بیوی ہے، سردار کی غیرت ہے۔ اس کا ذکر بھی تم لوگوں کے منہ سے نہیں نکلنا چاہیے اور تم اس کے کھانے کی تعریف کر رہے ہو؟" جمرو نے غصے سے کہا۔

اور سردارنِی! تمہیں بھی کچھ زیادہ ہی شوق ہے خدمت کرنے کا تو ساری" خدمتیں اپنے شوہر کی کرو کیونکہ وہ تمہیں خدمت خلق بھی نہیں کرنے دے گا۔"

سردار کو جو چیز پسند نہیں ہے وہ نہ کیا کرو پھر سردار کو غصہ آجاتا ہے۔ ابھی آ" گیا ہے نا غصہ سردار کو۔ کھانا بھی نہیں کھایا اس نے،" جمرو نے غصے سے ان سب کو ڈانٹا تھا جبکہ دعام حیرت سے جمرو کو سن رہی تھی۔ اسے ہرگز نہیں لگا تھا کہ وہ اتنی سی بات پر برا منا جائے گا۔ اس کے لیے یہ ایک نئی بات تھی،

اس کے اتنی دیر کچن میں رہنے پر وہ کوئی پانچ چھ دفعہ کچن کے چکر لگا چکا تھا کہ اسے اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے کھانا بنانے میں حالانکہ وہ صرف اس کے لیے کھانا بنا رہی ہے یا پھر اپنے دونوں بھائیوں کے لیے جس پر اس نے اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ سب کے لیے کھانا بنا رہی ہے۔

اور یہ اس کی غلطی تھی، اسے اپنے شوہر سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہیے تھا۔ اس طرح سب کے لیے دسترخوان لگاتے ہوئے اس نے جب یہ کہا کہ اس نے

سب کے لیے کھانا اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تو جہاں سب لوگ خوش ہو گئے تھے وہیں سردار نے اسے کافی غصے سے دیکھا تھا جیسے اسے یہ بات پسند نہ آئی ہو۔ لیکن پھر جب سب نے کھانا کھاتے ہوئے اس کی تعریف شروع کر دی تو جہاں وہ خوش ہو رہی تھی وہیں سردار کے چہرے پر رنگ بدل رہا تھا، مطلب اسے پسند نہیں تھا کہ اس کی بیوی کے ہاتھ کا کھانا بھی کوئی اور مرد کھائے۔ اس کی غیرت جاگ اٹھی تھی۔ اسے یہ سخت ناگوار گزرا تھا۔

بالا اور جمرو کی بات الگ تھی، وہ دونوں اس کے بھائی تھے بلکہ بھائیوں سے بڑھ کر تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ پورے قبیلے کے لیے ہی کھانا بنانے میں لگ جائے۔ اس نے سردار کے غصے کی گہرائی کو محسوس کیا اور اس کی ملکیت کے احساس کو سمجھا۔

وہ خاموشی سے دستر خوان سے اٹھ رہی تھی، اس کا دل بوجھل تھا۔

○○○○○○

وہ کچن کی طرف آئی تھی، اس نے اپنے سردار کو کھانا تو کھلانا تھانا۔ بے شک اس نے اس سے ناراض کر دیا تھا لیکن اپنے شوہر کا مسئلہ بھی اسے سمجھ میں آگیا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیوی کے ہاتھ کا ذائقہ کوئی اور چکھے تو مطلب صاف تھا کہ اسے اس کے جذبات کا احترام کرنا تھا۔

مرد چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر بہت زیادہ ری ایکٹ کر جاتا ہے، ایسے میں عورت کو چاہیے کہ وہ اس کی فیلنگز کو سمجھنے کی کوشش کریں نہ کہ اس بات کو انا کا مسئلہ بنا کر اس کو غصہ دلائے۔

اور یہ دعام کا اصول تھا کہ وہ اپنے شوہر کو سمجھنے کی کوشش کرے گی نہ کہ اس کے لیے کسی طرح کا امتحان پیدا کرے گی۔

اس کے لیے سردار کی خوشی سب سے اہم تھی، اور اس کی محبت میں وہ ہر قربانی دینے کو تیار تھی۔

بالا پر سکون سا ہسپتال کی راہداری میں داخل ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کا عزم اور خود اعتمادی تھی۔ وہ آج پرانے والے ہسپتال میں آیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بیلا یہیں پر اسے ملے گی۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی، جیسے وہ کسی اہم مشن پر ہو۔ ریسپشن پر آتے ہوئے اس نے ہلکا سا آگے کی طرف جھانکتے ریسپشنسٹ سے پوچھا،

کہ ڈاکٹر بیلا کدھر ہے؟" جس پر اس نے بتایا کہ وہ اپریشن تھیٹر میں ہے۔"

اوہ تو ڈاکٹر بیلا کا ٹیسٹ چل رہا ہے؟ کوئی بات نہیں میں انتظار کر لیتا ہوں۔" کہاں انتظار کروں میں؟" وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے واپس سے ریسپشنسٹ سے مخاطب ہوا جس نے اسے ایک خالی کمرے کی طرف جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔۔

جبکہ وہ خاموشی سے اس طرف قدم بڑھاتا وہیں کمرے میں داخل ہوا تھا جہاں اکثر ہسپتال کے انٹرنز آکر بیٹھا کرتے تھے،

○○○○○○

کمرہ خالی تھا اور وہاں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ انڈیکس پر بیٹھتے ہوئے سائیڈ پہ پڑے ہوئے موبائل فون اور کتابیں وغیرہ دیکھنے لگا جس میں چھوٹی سی ڈائری بھی موجود تھی۔

اس نے ڈائری کھولی تو بڑی خوبصورتی سے بیلا کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ موبائل فون، بیگ اور باقی ساری چیزیں بھی بیلا کی ہی ہیں۔ اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ آئی، یہ اس کے لیے ایک چھوٹا سا ایڈونچر تھا۔

ارے واہ!" اس نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے بیلا کے فون کو اوپن کرنا چاہا تھا" لیکن پاسورڈ لگے ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ لیکن بالا کے لیے کون سا کوئی چیز مشکل تھی؟ ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرنے کی تو اسے عادت تھی۔ اس نے دو تین کوڈ ملائے تھے اور پھر ایک سکریٹ کوڈنگ کے سہارے وہ اس کا فون اوپن کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے بیلا کے نمبر سے اپنے فون پر

کال کی تھی جس سے بیلا کا نمبر اس کے موبائل پر آچکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

اس نے بڑے حق سے بیلا کے فون میں اپنا نمبر محفوظ کیا تھا اور اپنے فون پر 'بالا کی بالی' لکھ دیا۔ اور پھر واٹس ایپ چیٹ اوپن کرتے ہوئے اس نے بیلا کی حسین سی تصویریں اپنے موبائل میں سینڈ کر لی تھیں۔ آخر وہ اس کی ہونے والی بیوی تھی، اس کی تصویریں تو اس کے پاس ہونی چاہیے تھیں نا؟ اس نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ سوچا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اوپر والی سب سے پہلی چیٹ کو ڈیلیٹ کر دیا تاکہ بیلا یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے زیادہ اوور ری ایکٹ نہ کرے۔ اس نے ایک لمبا سانس لیا، اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

اب وہ اس کمرے میں بیٹھا اس کا انتظار کرنے لگا تھا لیکن انتظار طویل ہی ہوتا جا رہا تھا۔ وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔

اس نے باہر ریسپشن پر آکر پوچھا تو اس نے بتایا تھا کہ کیس کافی سیریس ہے، آدمی کافی خطرناک کنڈیشن میں ہے جس کی وجہ سے اپریشن میں دیر لگ رہی ہے۔ یہ سنتے ہوئے وہ واپس اندر بیٹھ گیا تھا لیکن اس کا انتظار بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ڈاکٹر بیلا فارغ ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اسے یہاں بیٹھے دو گھنٹے ہو چکے تھے اور سردار نے کہا تھا کہ اسے جلدی واپس آنا ہے۔ اس کے ذہن میں سردار کی بات گونج رہی تھی۔

لگتا ہے بالا کی بالی سے آج ملاقات ممکن نہیں،" وہ سردار کا میسج اپنے فون پر" دیکھتے ہوئے بولا جہاں سردار اسے آج رات کی پلاننگ کے بارے میں بتا رہا تھا کہ وہ آج سے ہی واپس ڈکیتی شروع کر رہے ہیں، انہیں جلد سے جلد ایک بڑی رقم اکٹھی کرنی تھی ان بچیوں کے علاج کے لیے جس کے لیے ٹائم بہت کم تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک نیا عزم تھا۔

اور معلومات کے مطابق کوئی بڑی ڈکیتی انہیں نہیں مل رہی تھی جس کی وجہ سے انہیں چھوٹی چھوٹی ڈکیتیوں کی فہرست جاری کرنی پڑ رہی تھی۔ آج کل

لوگ زیادہ تر اپنی رقم بینکس میں رکھوا رہے تھے، گھروں پر بڑی رقم کا ملنا ممکن نہیں تھا ایسے میں تین چار کلو کے حساب سے بھی زیورات زیادہ سے زیادہ 20 25 لاکھ کے آس پاس ہی بکتے تھے اور پھر چوری کے مال کو تو لوگ ویسے بھی آدھی داموں میں خرید رہے تھے۔

ان کے پاس صرف تین دن تھے اور ان تین دنوں میں انہوں نے ایک بڑی رقم حاصل کر لی تھی۔ اور اسے گہرا اندھیرا ہونے سے پہلے قبیلے میں پہنچنا تھا۔
وہ اٹھ کر باہر نکلا تو ریسپشن پر وہ ہی لڑکی موجود تھی۔

پتہ کرو ذرا اس اپریشن میں کتنا وقت لگے گا؟" اس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا، " اس کی آواز میں ایک دبدبہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں چمکتی بندوق نے اس لڑکی کو کوئی بہانہ بنانے نہیں دیا تھا، وہ فوراً ہاں میں سر ہلا کر افس میں داخل ہوئی جہاں سے معلومات لے کر وہ تقریباً پانچ منٹ میں ہی واپس آگئی۔ اس کے چہرے پر خوف نمایاں تھا، جیسے وہ ابھی کسی بھی لمحے غائب ہو جائے گی۔

جی وہ لوگ کہہ رہے ہیں ایک ڈیڑھ گھنٹہ مزید لگ سکتا ہے، آدمی کی جان" جانے کا خطرہ ہے،" وہ گھبراتے ہوئے اسے دیکھ کر بولی، اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

یار معصوم سی بالی ہے میری، اسے عجیب چکروں میں ڈالا ہوا ہے۔ بیچاری اندر" ہی اندر کتنی ٹینشن میں ہو گی۔ خیر اسے بتا دینا کہ اس کا بالا آیا تھا۔ اس کے بھائی کی عیادت کرنے کے لیے اور کہنا کہ میرے سالے کا خیال رکھیں، سننے میں آیا ہے کہ کافی گہری چوٹیں لگی ہیں اسے" بالا کی آواز میں نرمی تھی مگر آنکھوں میں وہی دہشت، ایک عجیب سا امتزاج۔

اور ہاں، میری بالی کو یہ بھی کہہ دینا کہ اس کا بالا کہہ رہا تھا کہ اپنے بھائی کو" سمجھائے کہ اوقات سے بڑے پنگے نہ لے ورنہ آنے والا وقت اس کے لیے مشکل پیدا کر سکتا ہے۔ خیر میں چلتا ہوں، تم بھی کام کر رہی ہو گی لگی رہو اپنے کاموں میں،" وہ یوں ہی نگاہیں اس پر گاڑے ہوئے بول رہا تھا جبکہ وہ صرف اس کی آنکھیں ہی دیکھ پا رہی تھی لیکن ان آنکھوں میں بھی ایسی دہشت تھی

جو اسے خوف میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ اس نے صرف خاموشی سے سر ہلایا تھا جیسے اس کے علاوہ یہاں کسی کام کے لیے بیٹھی ہی نہ ہو۔

جبکہ بالا مزید وہاں نہیں رکا تھا، اسے جلد سے جلد واپس قبیلے میں پہنچنا تھا تاکہ سردار کے ساتھ مل کر اگلے منصوبے پر کام کر سکے۔ اس کے قدموں میں تیزی تھی، ایک نیا مشن اس کا انتظار کر رہا تھا۔

ooooooo

یہ ڈاکو روز روز یہاں کیوں آتا ہے؟ آخر چکر کیا ہے؟" ہسپتال کے سینئر ڈاکٹر ناصر افس سے نکلتے ہوئے ریسپشنسٹ کے پاس آئے، ان کے چہرے پر پریشانی اور غصہ تھا۔

یہ لوگ ہماری جان کیوں نہیں چھوڑ رہے؟ اب تو ڈاکوؤں والا کوئی معاملہ بھی" نہیں ہے ہسپتال میں۔" وہ سیدھا اسی سے معلومات لینے لگے کہ آخر ڈاکوؤں کا یہاں بھلا کیا کام ہے اب جو وہ ہر دوسرے تیسرے دن یہاں آتا ہے۔ ان کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

سر! یہ کوئی افیئر وغیرہ چل رہا ہے ڈاکٹر بیلا کا اس کے ساتھ یا ہو سکتا ہے ڈاکٹر" بیلا شاید اس کی منگیتر ہوں۔ سننے میں تو یہی آیا ہے کہ یہ آدمی ان کا ہونے والا شوہر ہے۔ ابھی بھی وہ کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹر بیلا کے بھائی کا کوئی ایکسیڈنٹ وغیرہ ہوا ہے اور وہ اوقات سے بڑے پنگے نہ لے اس طرح کا کوئی پیغام دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا اپنے سالے کی عیادت کے لیے آیا تھا ڈاکٹر بیلا کے پاس۔ مجھے تو کوئی افیئر وغیرہ ہی لگ رہا ہے ویسے تو ڈاکٹر بیلا کافی سیدھی سادی لڑکی ہے لیکن اندر سے بڑی گنی ہے، چکر بھی چلایا تو ایسے ڈاکوؤں کے ساتھ!" ریسپشن پر کھڑی لڑکی نے اپنی معلومات کو تبصرہ ایک ساتھ پیش کیا،

جبکہ ڈاکٹر بھی اس کی بات کو کافی غور سے سن رہے تھے، ان کی پیشانی پر بل پڑ رہے تھے اور آنکھوں میں تشویش تھی۔

یہ معاملہ تو کافی خراب ہوتا جا رہا ہے۔ اس طرح کے ڈکیٹ اگر ہسپتال میں" آنے لگے تو ہسپتال کی ریپوٹیشن بہت برے طریقے سے خراب ہو گی۔ ڈاکٹر بیلا کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے بوائے فرینڈ کو یہاں نہ بلایا کریں۔

ان کی وجہ سے ہسپتال کا ماحول بری طرح سے خراب ہو رہا ہے،" ڈاکٹر پریشانی سے بولے تو ریسپشنسٹ نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی خوف اور تائید تھی۔

ماحول بھی خراب ہو رہا ہے اور خوف بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیسے یہ آدمی اسلحہ " لے کر کھلے عام گھومتا ہے جیسے ابھی کھڑے کھڑے قتل کر دے گا اور میں نے تو سنا ہے کہ یہ آدمی لحاظ بھی نہیں کرتے، منٹوں میں لاشیں گراتے ہیں۔ ایسے لوگ ہسپتال میں نہ ہی آئیں تو بہتر ہے، یہاں پر تو ڈاکٹروں کی جان خطرے میں رہتی ہے، پیشنٹس کا کوئی کیا ہی علاج کرے؟" ریسپشنسٹ بھی بھری پڑی تھی، فوراً کہنے لگی، اس کی آواز میں خوف اور غصہ تھا۔

ہاں مجھے لگتا ہے کہ ہمیں ڈاکٹر بیلا سے اس بارے میں بات کرنی چاہیے۔ یہ " بہت ہی غلط طریقہ ہے۔ بہتر ہو گا کہ وہ اپنے اس طرح کے افیئرز کو خود تک محدود رکھیں، ہسپتال کے دائرے سے باہر۔" ڈاکٹر نے فیصلہ کن انداز میں کہا، اس کی آواز میں سختی تھی۔

جب ڈاکٹر بیلا اپریشن سے فارغ ہو کر باہر آئیں تو انہیں میرے افس میں "
بھیجیے گا،" وہ کہتے ہوئے افس کی طرف چلے گئے جبکہ ریسپشنسٹ نے صرف
خاموشی سے سر ہلایا تھا اور پھر پیپر پر کچھ لکھنے میں مصروف ہو گئی۔

ooooooo

دعام کھانا لے کر اندر کمرے میں داخل ہوئی تو سردار آرام سے بستر پر لیٹا ہوا
چھت کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سختی تھی جیسے وہ اب بھی غصے میں
تھا۔ کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی جو سردار کے موڈ کی
عکاسی کر رہی تھی،

ڈاکو جی! کھانا چھوڑ کر کیوں آگئے ہیں آپ؟ میں آپ کے لیے کھانا لائی ہوں، "
اٹھ کر بیٹھیں،" وہ اس کے پاس آتے ہوئے کہنے لگی، اس کی آواز میں نرمی اور
فکر مندی تھی۔ وہ نوالہ بنایا اور سردار کے قریب لے گئی۔

مجھے بھوک نہیں لگی، تم کھالو، " سردار اسے دیکھے بغیر بولا تھا، اس کی آواز " میں ایک دبی ہوئی ناراضگی تھی۔ اس کا چہرہ چھت کی طرف تھا، جیسے وہ دعام کو دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

دعام نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی، اس نے نوالہ بنایا اور سردار کے لبوں کے قریب لے گئی، جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ اس کی آنکھوں میں محبت اور اصرار تھا۔

تم نے سنا نہیں میرا سوہنا مکھڑا؟" سردار نے اب بھی نرمی سے کہا، اس کے " لیے اس کے لہجے میں کبھی غصہ آتا ہی نہیں تھا،

میں نے کیا کہا، مجھے نہیں کھانا۔" اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی ناراضگی " تھی۔

اگر آپ نے نہیں کھانا تو پھر میں نے بھی نہیں کھانا،" وہ ناراضگی سے بولی " تھی، اس کی آواز میں ایک معصوم سی ضد تھی۔

تم نے کیوں نہیں کھانا؟ کھالو کھانا۔ اتنے پیار سے بنایا ہے تم نے، اتنی محنت کی ہے، سارا دن گرمی میں جلتی رہی ہو۔ کھانا تو کھانا چاہیے تمہیں،" اس کے لہجے میں اب بھی نرمی تھی لیکن کہیں نہ کہیں ناراضگی بھی شامل تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی محنت ضائع جائے۔

میں نے آپ کے لیے بنایا تھا، اگر آپ نہیں کھائیں گے تو مجھے بھی نہیں" کھانا۔ سارا دن گرمی میں میں آپ کے لیے جلتی رہی ہوں، آپ کے لیے بنایا تھا میں نے کھانا،" دعام نے اپنی بات پر زور دیا، اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے کو تھے۔

یہی تو مسئلہ ہے! میرے لیے نہیں بنایا تھا! اگر صرف میرے لیے بنایا ہوتا تو" میں ضرور کھاتا،" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا، لہجہ اب بھی نرم تھا لیکن ناراضگی واضح تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کا غصہ تھا، ایک ایسا غصہ جو اس کی ملکیت کے احساس سے پیدا ہوا تھا۔

آپ کو اچھا نہیں لگا میرا کسی اور کے لیے کھانا بنانا؟ مجھے لگا میں آپ کے لیے بنا رہی ہوں تو سب کے لیے بنا دیتی ہوں، اس میں کوئی برائی تو نہیں ہے نا؟"

دعام نے حیرانی سے پوچھا، اسے سردار کے رد عمل کی شدت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

اس کا دل الجھن کا شکار تھا۔

برائی نہیں ہے؟ کیوں برائی نہیں ہے سجن سائیں؟ میری بیوی کسی غیر مرد" کے لیے کھانا بنائے تو اس میں کون سی اچھائی ہے؟ ان کے پاس ان کی اپنی بیویاں ہیں یہاں جو ان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہتی ہیں۔" سردار کی آواز میں غصہ بڑھتا جا رہا تھا، اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ابھر آئے۔

تم کیوں بناؤ گی ان کے لیے کھانا؟ تم میری بیوی ہو! تمہاری توجہ کا حقدار" صرف میں ہوں۔ تم نے سب کے لیے کھانا بنایا، مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا کہ میری بیوی سارا دن گرمی میں خود کو جلاتی رہی ہے، وہ بھی ان غیر مردوں کے لیے! وہ ہوتے کون ہیں تمہارے کھانے کی تعریف کرنے والے؟ ان کی

ہمت کیسے ہوئی تمہارے لیے تعریفی الفاظ استعمال کرنے کی؟ میرا خون کھول رہا تھا جب وہ تمہاری تعریف کر رہے تھے! کیوں کوئی غیر مرد میری بیوی کی تعریف کرے؟ کیوں کوئی غیر مرد میری بیوی کے ہاتھ کا کھانا کھائے؟"

سردار کی آواز میں ایک گرج تھی، اس کی آنکھوں میں غصے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کا چہرہ غصے سے لال ہو چکا تھا۔

یقین کرو سجن سائیں! اگر اس میں غلطی تمہاری نہ ہوتی تو پورے قبیلے کو آگ" لگا چکا ہوتا میں!" اب کی دفعہ وہ غصے سے بولا تھا، اس کے لہجے میں غصہ جھلک رہا تھا لیکن وہ غصہ بھی بہت احتیاط سے کر رہا تھا جیسے وہ اس کے ذرا سے چیخنے پر ٹوٹ جائے گی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے بسی تھی، یہ غصہ بھی محبت سے لبریز تھا۔

ایم سوری،" وہ فوراً اپنے کان پکڑتے ہوئے معصومیت سے بولی تو سردار مزید" کچھ بھی نہیں کہہ سکا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کو غصہ تھا، مگر دعام کی معصومیت نے اسے پگھلا دیا۔ اس کا دل نرم پڑ گیا۔

معاف کر دیجیے نا، میں آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گی۔ میری غلطی ہے، مجھے" نہیں بنانا چاہیے تھا کسی اور کے لیے کھانا۔ میں وعدہ کرتی ہوں میں آئندہ کبھی بھی کسی کے لیے کھانا نہیں بناؤں گی، صرف آپ کے لیے بناؤں گی،" وہ کھانا ایک طرف رکھتی فوراً اس سے ایسے لپٹ گئی تھی جیسے اسے مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دینا چاہتی ہو۔ وہ کیوں اتنا بے بس تھا اس کے معاملے میں؟ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ اسے خود میں بھیجتے ہوئے وہ سچ مچ میں اپنی ناراضگی بھول ہی تو گیا تھا۔ دعام کی قربت میں اسے لگا جیسے دنیا کا ہر غم دور ہو گیا ہو اور صرف سکون باقی رہ گیا ہو۔

ooooooo

جی سر، کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" بیلا آپریشن کے بعد سیدھی اپنے سینیئر" کے بلانے پر ان کے کیبن میں آئی تھی، اس کے چہرے پر تھکن اور فکرمندی نمایاں تھی۔

ڈاکٹر ناصر اپنے کام میں مصروف تھے، اسے دیکھتے ہی ہاں میں سر ہلاتے اسے اندر بلا چکے تھے۔ وہ اندر داخل ہوتے ہی ان کے اشارے پر کرسی پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

جبکہ ناصر صاحب اپنا کام نمٹا رہے تھے۔ بیلا نے تھوڑی دیر ان کا انتظار کیا تھا، اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ اپنا کام ختم کرتے ہوئے وہ فائل بند کر کے اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئے تھے، ان کی نظروں میں ایک خاص قسم کی سنجیدگی تھی۔

"ڈاکٹر بیلا، آپ ایک بہت ہی قابل اور ذہین ڈاکٹر ہیں۔ آپ جیسے ڈاکٹر کا یہاں ہونا یقیناً ہمارے لیے بہت ہی اعزاز کی بات ہے۔

آپ بہت لائق ہیں، ہر چیز کو بہت اچھے طریقے سے ہینڈل کرتی ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ اس ہسپتال سے نکل کر بڑے ہسپتال میں جا کر ہمارا نام روشن کریں گی،

ڈاکٹر ناصر نے ایک لمبا سانس لیا، ان کے لہجے میں تعریف تھی مگر اس کے ساتھ ہی ایک بھاری پن بھی۔

لیکن کچھ دنوں سے آپ کی ایک شکایت نوٹ کرنے میں آئی ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگے جیسے بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ کی تلاش میں ہوں۔

بیلا نے پہلے حیرت سے انہیں دیکھا تھا پھر پریشانی سے ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھنے لگی۔ یقیناً وہ کوئی بہت سیریس بات کرنے والے تھے ورنہ وہ اس طرح کی تمہید نہیں باندھتے تھے۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

جی سر، کہیں آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کس طرح کی شکایت ملی ہے " آپ کو میری؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی تھی، اس کی آواز میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔

ڈاکٹر بیلا، بات کچھ یہ ہے کہ آپ جانتی ہیں کہ ہمارے ہسپتال کا ماحول آج کل کافی خراب چل رہا ہے۔ آئے دن ڈاکوؤں کا یہاں آنا، زور زبردستی علاج کروانا، اس طرح کے معاملات اکثر سامنے آتے رہتے ہیں۔

یہ ہسپتال ڈاکوؤں کے قبیلے کے بے حد قریب ہے اسی لیے اگر وہاں پر کوئی اونچ نیچ ہوتی ہے تو ان لوگوں کا یہاں آنا ایک عام سی بات ہے،" ڈاکٹر ناصر نے اپنی بات جاری رکھی، ان کی آواز میں تشویش تھی۔

لیکن پچھلے کچھ دنوں سے میں نوٹ کر رہا ہوں کہ یہاں ایک ڈاکو بنا کسی وجہ کے آرہا ہے اور مسئلے والی بات یہ ہے کہ وہ سوائے آپ کے اور کسی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھتا۔ اس کا مقصد صرف آپ سے ملنا، آپ سے بات کرنا ہوتا ہے۔ آج بھی وہ تقریباً تین گھنٹے تک آپ کا انتظار کرتا رہا۔" ڈاکٹر ناصر نے "مزید کہا،

وہ جس طرح حق جتاتے انداز سے آتا ہے، آپ کے متعلق سوال کرتا ہے، آپ کے متعلق انفارمیشن لیتا ہے، یہ ساری باتیں ہمیں مناسب نہیں لگتیں۔

اور پھر جو اس کا حق جتاتا انداز ہے، وہ یقیناً یک طرفہ تو نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں آپ میری بات کو سمجھ رہی ہیں ڈاکٹر بیلا۔ یہ ہسپتال ہے، کوئی 'لوورز پوائنٹ' نہیں!" اب کی دفعہ انہوں نے آواز اونچی کی تو بیلا کی جیسے سر پر جا لگی تھی، اس کا چہرہ فق ہو گیا۔

ڈاکٹر بیلا، یہاں کے کچھ اصول ہیں، کچھ قاعدے ہیں جن پر ہر کسی کو چلنا پڑتا ہے۔ آپ بھی ماشاءاللہ ایک پڑھی لکھی ڈاکٹر ہیں، ہر چیز کو سمجھتی ہیں، جانتی ہیں۔ یہ ہسپتال ایسی چیزوں کی وجہ سے مشہور ہو اچھا نہیں لگتا۔ یہ ڈاکو لوگ پولیس والوں کے ساتھ بھڑ لگائے ہوئے ہیں۔ خبروں میں بھی ان کی خبریں چلتی ہیں۔

اگر کل کو اس طرح کی خبر نکلے کہ ڈکیت قبیلے کے کسی ڈاکو کا افیئر یہاں کے ہسپتال کے کسی ڈاکٹر سے چل رہا ہے تو ہمارے ہسپتال کی کتنی بدنامی ہو گی؟ آپ سمجھ سکتی ہیں۔" ڈاکٹر ناصر نے اپنی بات میں مزید زور دیا۔

پلیز آپ یہ ساری باتیں انہیں مت بتائیے گا، میں صرف آپ سے ایک بات" کر رہا ہوں۔ آپ بالکل میرے لیے میری چھوٹی بہنوں جیسی ہیں۔ میرا مقصد ہر گز غلط نہیں ہے، ہمیں بھی اپنی جان بے حد عزیز ہے اور اس طرح کے ڈاکو بات بات پر قتل کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔

مجھے خود یہ بات کرتے ہوئے عجیب لگ رہا ہے لیکن آپ بھی تو سمجھیں کہ یہ ہسپتال ہے، اگر آپ ان سے باہر ملاقات کریں تو زیادہ بہتر رہے گا، یہاں ہسپتال کے اندر اس طرح کی ملاقاتوں کا سلسلہ ہمارے لیے بدنامی کا سبب بن سکتا ہے۔" وہ بولے جا رہے تھے جبکہ بیلا حیرانگی سے انہیں سن رہی تھی، اس کے کانوں میں جیسے سیسہ پگھل رہا ہو۔ کتنی آسانی سے وہ اس کے کردار کو اچھال چکے تھے اور وہ صرف انہیں سن رہی تھی۔ اس کے اندر ایک طوفان اٹھ رہا تھا، مگر وہ بے بس تھی۔

سر، ایسا کچھ نہیں ہے،" وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکی۔ اس کے الفاظ" گلے میں اٹک گئے تھے۔

وہ انہیں کیا بتاتی کہ وہ تو خود نفرت کرتی تھی اس آدمی سے؟ اس کا اپنے آس پاس ہونا اسے خود برا لگتا تھا لیکن بات اس کے کردار پر آئے گی یہ تو اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پانی آنے لگا تھا، گلے میں جیسے کوئی گولا سا آنسوؤں کا پھنس گیا تھا، وہ کچھ کہہ ہی نہیں پا رہی تھی، الفاظ جیسے اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اس کی دنیا ایک لمحے میں الٹ گئی تھی۔

ڈاکٹر بیلا، مجھے جو کہنا تھا وہ میں نے کہہ دیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ" میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گی۔ آپ بہت اچھی ڈاکٹر ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس طرح کے تعلقات ہمارے ہسپتال میں نہیں چل سکتے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ نے میری بات کا برا نہیں مانا ہو گا، اب آپ جا سکتی ہیں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے جبکہ بیلا خاموشی سے اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے باہر نکل آئی تھی لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے جسم میں جان ختم ہو گئی ہو۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کا نام ایک ڈاکو کے نام کے ساتھ جوڑا جائے گا، اسے خود سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اس کی عزت پر یہ کیسا داغ لگ گیا تھا؟

○○○○○○○

زخم اب کافی بہتر ہے پہلے سے بلکہ ٹھیک ہے۔" بالا نے سردار کے زخم کو بغور" دیکھتے ہوئے کہا، اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

تقریباً مزید یہ کچھ دنوں میں ایک دم ٹھیک ہو جائے گا تو تمہیں بالکل پریشان" ہونے کی ضرورت نہیں ہے دعام۔" بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

وہ بھی ان کے پاس ہی بیٹھی دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر تشویش تھی۔

زخم اب پہلے سے کافی بہتر تھا لیکن اتنا بھی بہتر نہیں تھا جتنا بالا کہہ رہا تھا۔ دعام کی نظریں بار بار زخم پر جا رہی تھیں۔

سردار! آج تو تم باہر گھومنے بھی چل سکتے ہو۔" بالا نے اچانک کہا، اس کی" آواز میں ایک خاص قسم کی چمک تھی۔

اس دن کہہ رہے تھے نا تم کہ شیر دل کو گھمانے لے کر جانا ہے، بے چارہ قبیلے" میں رہتے رہتے وہ بھی بور ہو گیا ہے۔ میرے خیال میں آج رات کی سواری پر نکلتے ہیں!" دعام نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ کل تک تو بالا اسے کمرے سے نکلنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا اور آج کہہ رہا تھا کہ چلتے ہیں؟ اس کے ذہن میں سوالات اٹھنے لگے۔

ہاں بالکل میں بھی جانا چاہتا ہوں،" سردار پرسکون انداز میں بولا، اس کی" آنکھوں میں ایک چمک تھی۔

شیر دل کو سچ میں باہر نکالنے کی ضرورت ہے، تمہیں تو پتہ ہے میرا گھوڑا ذرا" موڈی طبیعت کا ہے۔ آج کل کافی چڑچڑا ہوتا جا رہا ہے اسے باہر نکالنے کی ضرورت ہے۔" سردار بھی بالا کے انداز میں بولا جبکہ جمرو سمجھ گیا تھا کہ یہ

بہانہ صرف اور صرف دعام کی نظروں سے اوجھل ہونے کے لیے ہے کیونکہ وہ سردار کو کہیں بھی جانے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

اسی لیے وہ گھوڑے کا بہانہ بنا کر یہاں سے نکلنے کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ آج رات تو ہر حال میں ڈکیتی کرنی تھی تبھی تو اور رقم پوری کر کے ہسپتال پہنچانی تھی اور دعام ان سب معاملات کو لے کر کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی تھی۔ اس کی فکرمندی سردار کے لیے ایک رکاوٹ بن رہی تھی۔

ارے یہ کیا بات ہوئی؟" دعام فوراً بولی، اس کی آواز میں پریشانی تھی۔"

ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، یہ کہیں نہیں جائیں گے۔ ابھی تو ان کے زخم" ہرے ہیں، کبھی بھی خون نکل سکتا ہے اور پھر گھڑ سواری تو بہت خطرناک ہو سکتی ہے بالا بھیا۔ مجھے نہیں لگتا کہ انہیں جانا چاہیے۔ اور جہاں تک شیر دل کو باہر گھمانے کی بات ہے تو وہ تو آپ بھی گھما سکتے ہیں، شیر دل کے ساتھ تو آپ کی بھی بہت اچھی دوستی ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھی تو بالا نے نفی میں گردن ہلائی۔

"ارے نہیں ناپیاری بہنا! ایسا ممکن نہیں ہے وہ شیر دل جو ہے نا وہ اپنی سواری کسی اور کو نہیں کرنے دیتا سردار کے علاوہ۔ اسے خود پر کسی کا سوار ہونا پسند نہیں ہے یا پھر تمہارے علاوہ کہہ سکتے ہیں اس کو پسند نہیں ہے کہ کوئی اس پر سوار ہو۔ وہ صرف سردار کا گھوڑا ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے سمجھانے لگا جب کہ اس کی بات کم سے کم دعام کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ راضی ہی نہیں تھی کہ وہ قبیلے سے باہر نکلے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ قبیلے کے باہر کتنا خطرہ ہے وہ ہرگز اسے کہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے دل میں خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

"اچھا اگر ایسی بات ہے تو ڈاکو جی کل صبح اسے لے جائیں گے۔ ویسے بھی اتنے دن سے نہیں گیا تو کچھ نہیں ہوا، ایک رات اور بھی کچھ نہیں ہو گا۔ صبح چلے جائیں گے،" دعام نے اپنی بات پر زور دیا۔

"اور ویسے بھی اب تو اتنی زیادہ بارش ہو رہی ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں بھی جانے کی۔" وہ انکار کر رہی تھی جبکہ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس

طرح سے اسے مطمئن کریں، وہ اسے کچھ بتانا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن اس کا جانا بھی ضروری تھا۔ سردار اور بالا ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، ان کے چہروں پر الجھن تھی۔

"وہ آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا ہے، ہمارے کنٹرول سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔ کل رات تو اس نے بالا پر حملہ کر دیا تھا۔" سردار نے ایک نیا بہانہ گھڑا، اس کی آواز میں مصنوعی پریشانی تھی۔

"یہ جانور الگ نسل کا ہے دعام بہنا، تم نہیں سمجھ رہی ہو۔ ایسے جانوروں کو باہر نکالنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ ایک ڈیڑھ ہفتے سے بندھا ہوا ہے وہ، جب کوئی پاس جاتا ہے تو مارنے پر آجاتا ہے۔

بالا اس سے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اور اگر اس نے بے قابو ہوتے ہوئے ڈاکو جی پر حملہ کر دیا تو؟ نہیں نہیں، کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے،" دعام اس بہانے کو بھی ماننے کو تیار نہ تھی، اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔

وہ مجھ پر حملہ نہیں کرتا کیونکہ وہ میرا بچہ ہے، وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے اور میرے علاوہ کسی کی بات کو نہیں سمجھتا سجن سائیں، سمجھنے کی کوشش کرو، میں اپنے جانوروں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔" سردار نے نرمی سے کہا، اس کی آواز میں ایک عجیب سی التجا تھی۔

"وہ میرا وفادار ساتھی ہے، بچپن سے میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہوں گا کہ وہ میری وجہ سے تکلیف میں رہے اور اب جب میں ٹھیک ہوں تو کیوں نہ میں اس کے لیے بہتری کروں؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا تو دعام جیسے ہارنے لگی تھی۔ اب اس بات کا وہ کیا جواب دیتی؟ اگر سچ میں اس کا شیر دل تکلیف میں تھا تو اس کا جانا بنتا تھا اور وہ خود ہی تو کہہ رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے تو پھر وہ کتنا ہی اسے روکتی؟ اس کے دل میں ایک کشمکش تھی۔

"ٹھیک ہے، جائیے لیکن آپ کو جلدی واپس آنا ہو گا۔ آدھے گھنٹے میں واپس آ جائیے گا، پاس پاس سے گھما کر ہی، زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی اتنی زیادہ بارش ہو رہی ہے۔ زیادہ دور جانا ٹھیک بھی نہیں ہے،" وہ

اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے ہاں میں سر ہلایا تھا، اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ کسی طرح تو وہ پگھل گئی تھی ورنہ سچ مچ میں دعام کو کسی چیز کے لیے منانا ایک بے حد مشکل کام تھا، وہ بھی تب جب اس نے نہ ماننے کی ٹھان رکھی ہو۔

چلو سردار! ہر چیز تیار ہے، "جمرو اس کا اجازت نامہ ملتے ہی بولا تو دعام نے "حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

کیا تیار ہے؟" اس نے جمرو کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔"

تو وہ... وہ میں گھڑسواری کی بات کر رہا ہوں دعام، گھڑسواری تیار ہے، جلدی" چلو ورنہ گھوڑا قابو میں نہیں آئے گا، "جمرو کہتے ہوئے تیزی سے باہر نکلا تو سردار بھی بستر سے اٹھتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ دعام کا دروازہ جاتے جاتے وہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

ooooooo

"سردار! یہ چھوٹی سی ڈکیتی ہے اور اتنی خطرناک ہے؟ ہم پولیس والے کے گھر میں جا رہے ہیں،" ایک ڈاکو اس کے پیچھے آتے ہوئے کہنے لگا تھا، اس کی آواز میں خوف اور تذبذب تھا۔ بارش کی وجہ سے سڑکیں گیلی تھیں اور اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔

"ہاں ہم پولیس والے کے گھر جا رہے ہیں، رشوت سے کافی سارا پیسہ اکٹھا کر رکھا ہے اس نے، ہمارے کام آئے گا،" سردار نے اسے دیکھتے ہوئے اطمینان سے بولا، اس کی آنکھوں میں کوئی خوف نہیں تھا۔ اس کے لیے یہ صرف ایک اور مشن تھا۔

"ہمارے یا تمہارے؟ میرا مطلب ہے اگر تم سارا ہی پیسہ علاج کے لیے دینے والے ہو تو ہمارے ہاتھ کیا ہی آئے گا نا؟" ڈاکو نے مزید سوال کیا، اس کی آواز میں لالچ نمایاں تھا۔

"زیاد! اگر تمہیں مسئلہ ہے تو یہیں سے پلٹ جاؤ۔ میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ رقم بچیوں کے علاج کے

لیے جائے گی، اگر تمھیں اپنا منافع چاہیے تو تم اگلی ڈکیتی میں ہمارے ساتھ آ جانا،" سردار نے اسے دیکھتے ہوئے بولا جبکہ زیاد نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر ہاں میں سر ہلاتا وہیں سے پلٹ گیا تھا مطلب صاف تھا کہ اسے اپنے فائدے سے مطلب تھا اگر اسے کوئی فائدہ نہیں تھا تو وہ اتنی بڑا خطرہ خود پر مول لینے کو تیار نہیں تھا۔

"اگر کسی اور کو اعتراض ہے اس بات پر کہ اس ڈکیتی میں انہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا تو وہ یہیں سے پلٹ کر جاسکتے ہیں۔ کسی کو ضرورت نہیں ہے میرے نام پر اپنی جان کی بازی لگانے کی۔ ہم ایک پولیس والے کے گھر میں ڈکیتی کرنے جارہے ہیں، رقم زیادہ سے زیادہ بھی ملی تو 50 لاکھ سے کم ہی ہو گی۔" سردار کی آواز رات کے سناٹے میں گونجی، اس کی آنکھوں میں ایک فیصلہ کن چمک تھی۔

"یہ ساری کی ساری رقم ان بچیوں کے علاج کے لیے جائے گی، کسی کو ایک پھوٹی کوڑی نہیں ملے گی! اگر یہاں تم لوگ اپنے منافع کے لیے آئے ہو تو یاد

رکھنا تم میں سے کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا اس لیے بہتر یہی ہے کہ یہیں سے پلٹ جاؤ، "اس نے اعلانیہ کہا تھا، اس کی آواز میں ایک سرد مہری تھی۔

سردار! میں واپس جانا چاہتا ہوں اگر کچھ حاصل ہی نہیں تو میں اپنی زندگی داؤ" پر نہیں لگاؤں گا، "پیچھے سے ایک ڈاکو بولا تھا جبکہ اس کے ساتھ ایک اور ڈاکو بھی واپس جانے کو تیار تھا، ان کے چہروں پر خوف تھا۔ سردار نے خاموشی سے انہیں واپس جانے کا اشارہ کر دیا تھا، اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

اگر کسی اور کو جانا ہے تو جا سکتا ہے، مجھے کسی کا احسان نہیں چاہیے اس کام" میں، "اس نے ایک دفعہ پھر سے اونچی آواز میں اعلان کیا تھا، اس کی آواز میں ایک خاص قسم کا عزم تھا۔ وہ سب لوگ گھوڑوں پر سوار تھے، بارش کی بوندیں ان کے چہروں پر پڑ رہی تھیں۔

نہیں سردار! ہم تمہارے ساتھ ہیں، تم اس نیک کام میں جتنے آگے بڑھو گے" ہمیں اپنے ساتھ پاؤ گے، "ایک بزرگ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تھا جب اور

تھی کافی سارے لوگ اس کے پیچھے ہی آنے کو تیار تھے، ان کی آنکھوں میں وفاداری تھی۔

اس بات پر اسے کوئی اعتراض نہیں تھا، وہ جانتا تھا یہاں پر جتنے بھی ڈکیت تھے سب اپنے فائدے کے لیے ہی آئے ہوئے تھے اور اس میں کچھ غلط نہیں تھا، ہر انسان اپنے لیے جیتا تھا۔ اگر کوئی اپنی زندگی کسی غریب مسکین کے لیے خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا تو یہ اس کی زندگی کا بہترین فیصلہ تھا، ہر انسان کو اپنی زندگی جینے کا پورا حق تھا اور ہر انسان کو اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا پورا حق تھا، وہ کسی کو زبردستی اپنے ساتھ لے کر نہیں جاتا تھا۔

وہ سب لوگ بیوی بچوں والے تھے، وہ حق رکھتے تھے یہیں سے پلٹ کر جانے کا۔ لیکن ان لوگوں نے پلٹ کر جانے کی بجائے سردار کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا اسی لیے سردار بھی آگے کی طرف بڑھ گیا تھا، اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

oooooo

دعام کافی زیادہ پریشان تھی، اسے سکون نہیں مل رہا تھا اور سکون ملتا بھی کیسے؟ سردار کو گئے آدھے گھنٹے کے بجائے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا، بارش ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تیز ہوتی جا رہی تھی، بادل گرج رہے تھے بجلی چمک رہی تھی۔ نیچے قبیلے میں بالکل خاموشی اور اندھیرا تھا، دور دور سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ایک دفعہ دروازے پہ جانے کی ہمت کی تھی اس نے پھر دوسری دفعہ وہ رات کے اس گہرے اندھیرے میں دروازے تک جانے کی بھی ہمت نہیں کر پائی۔ اس بند کمرے میں اسے ڈر نہیں لگتا تھا، یہ کمرہ اس کی محفوظ پناہ گاہ تھی، لیکن وہ اپنے ڈاکو جی کے لیے پریشان تھی کیونکہ وہ زخمی تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ کسی بھی طرح کی تکلیف میں رہے۔

اس وقت بھی وہ خاموشی سے کمرے میں چہل قدمی کرتے ہوئے اس کا انتظار کر رہی تھی، اس کے دل میں ہزاروں وسوسے تھے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو جائے نماز بچھا کر بیٹھ گئی، اس کے لیے یہ واحد راستہ تھا سکون پانے کا۔

ہر طرح کی سوچ سے نکلنے کے لیے اس کے پاس ایک بہترین راستہ تھا اپنے اللہ سے بہت ساری باتیں کرنے کا، اس کے سامنے اپنا دل کھول دینے کا۔

عشاء کی نماز تو وہ کافی دیر پہلے ہی پڑھ چکی تھی، اس وقت صرف اور صرف نوافل ادا کر رہی تھی۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ذہن میں سردار ہی سوار تھا، وہ اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی، اسی کی پریشانی اسے کھائی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"اللہ پاک! مجھے ہمت دیجیے میں اپنے ڈاکو جی کو یہ بات سمجھا پاؤں کہ وہ جو کام کر رہے ہیں وہ غلط ہے اور میں انہیں اس کام سے دور رکھنے میں کامیاب ہو پاؤں۔ یا اللہ! یہ غلط کام ہے اور میں اپنے شوہر کو کسی غلط کام کی طرف جاتے نہیں دیکھ سکتی کہ اس کام میں ان کی جان کو خطرہ ہے۔" اس کی آواز میں ایک سچی تڑپ تھی۔

اللہ پاک! مجھے ہمت دے میں انہیں قائل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں" جانتی ہوں وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، وہ میری بات مانیں گے اور ضرور مانیں گے۔" اس نے اپنے ہاتھوں کو مزید مضبوطی سے تھام لیا۔

لیکن مجھے کمزور مت پڑنے دیجیے گا! میں کسی بھی طرح انہیں منا کر رہوں" گی، میں انہیں اس غلط کام سے دور کر کے رہوں گی،" وہ پر عزم تھی، اس کی آنکھوں میں ایک نئی چمک تھی۔ لیکن اندر ہی اندر اسے یہ ڈر کھائے جا رہا تھا کہ سردار اب تک گھر واپس کیوں نہیں آیا تھا؟ کہیں وہ کسی ڈکیتی کے لیے تو نہیں نکلا ہوا تھا؟ یہ وہ سوال تھا جو اسے سکون نہیں لینے دے رہا تھا، اس کا دل بے چینی سے دھڑک رہا تھا۔

ooooooo

وہ لوگ خاموشی سے گھر میں داخل ہوئے تھے، ان لوگوں کا مقصد کسی طرح کا شور شرابہ کرنا نہیں تھا۔ باہر تو پولیس والے موجود تھے جن کو باہر ہی بے ہوش کر کے وہ سکون سے اندر داخل ہو گئے تھے، کسی کو بھی کسی طرح کا

نقصان پہنچائے بغیر ان کا یہاں سے نکلنے کا ارادہ تھا، وہ یہاں کسی طرح کا کوئی ڈرامہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ بالا اندر آیا تھا جبکہ بالا کے ساتھ ایک اور خطرناک ڈاکو بھی ان کے ساتھ ہی تھا، ان سب کے چہروں پر ایک عجیب سی خاموشی تھی۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے ان کی نظر سیدھی الماری پر تھی جب بالا نے آگے بڑھتے ہوئے اپنے رومال پر ایک دوائی چھلکی اور پھر وہاں سوئے ہوئے آدمی کے چہرے پر رومال پھینک دیا، انداز ایسا تھا جیسے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ہو، مگر اس کا اثر مہلک تھا۔

جبکہ وہ آدمی تھوڑی ہی دیر میں نیند سے گہری بے ہوشی میں چلا گیا تھا جبکہ ساتھ لیٹی عورت کے ساتھ بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا، ان کے چہروں پر سکون تھا۔ بیچ میں ایک بچہ بھی تھا جو کافی کیوٹ تھا، معصومیت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

وردی والے کا بچہ پیارا ہے،" اس نے تقریباً سات آٹھ سالہ بچے کی طرف" دیکھتے ہوئے سردار کو بتایا تھا جو الماری کھولتے ہوئے اس میں سے زیورات اور

رقم نکالنے لگا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔ یہ پولیس والا کافی رشوت خور تھا اور کافی بڑی رقم جمع کر چکا تھا، اس کا زیادہ تر پیسہ بینک میں ہی تھا اور یہ پیسہ جو اس وقت اس کے گھر پر موجود تھا وہ کسی بڑے ادارے کی طرف سے غریبوں میں تقسیم کر دینے کے لیے بھیجا گیا تھا، مگر اس نے اپنی تجوری بھرنے کے لیے رکھ لیا تھا۔ جبکہ زیورات میں کافی کچھ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا، ان کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ اب یہ زیور حق حلال کا تھا یا پھر رشوت خوری کا وہ نہیں جانتے تھے حالانکہ اتنا پتہ تھا کہ یہ کسی معصوم کی جان بچانے کے لیے کام آئے گا اسی لیے اسے تھیلے میں ڈالتے ہوئے انہوں نے اپنا تھیلا بھرا تھا، ان کے دل میں ایک اطمینان تھا۔ یہ پولیس والا کافی امیر تھا، یہ بات وہ پہلے ہی سمجھ گئے تھے، اتنے اس طرح کی چوری یا ڈکیتی سے اسے کوئی خاص بڑا نقصان نہیں ہونے والا تھا۔

وہ لوگ خاموشی سے اپنا کام کرتے ہوئے جانے ہی لگے تھے جب سینٹر میں موجود وہ بچہ آنکھیں ملتے ہوئے انہیں دیکھنے لگا، اس کی آنکھوں میں نیند اور حیرت تھی۔

اوکاکے! اگر اپنی جان بچانی ہے تو دوبارہ سے لیٹ جاورنہ۔۔۔"تیسرے" ڈاکو نے پستول اس پر تانتے ہوئے اسے ڈرانا چاہا تو سردار نے اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ سے پستول چھین لی تھی، اس کی آنکھوں میں غصہ تھا۔ وہ ایک چھوٹے سی بچے کو ہراساں نہیں کر سکتا تھا، اس کے لیے یہ ناقابل قبول تھا۔

بیٹا سو جاؤ، ہم سب لوگ پولیس چور کھیل رہے ہیں۔ آپ جب بڑے ہو جاؤ" گے تب آپ کے ساتھ بھی کھیلیں گے۔ پاپا کی طرح پولیس میں آؤ گے نا تو ہم تمہارے ساتھ بھی کھیلیں گے،" سردار نے نرمی سے اس کے گال کھینچتے ہوئے اسے سمجھایا تھا، اس کی آواز میں شفقت تھی۔

نہیں، مجھے پولیس پاپا نہیں بننا، چور انکل بننا ہے۔ انکل میرا بیگ بھی لے جاؤ" نا، ممی مجھے صبح سکول بھیجے گی! آئی پرومس میں کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ آپ

لوگ یہاں آئے تھے،" وہ گردن کی نس کو دو انگلیوں میں پکڑتے ہوئے وعدہ کر رہا تھا، اس کی آنکھوں میں معصومیت اور ضد تھی۔ سردار نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سوچنے والے انداز میں اس سے اس کے بیگ کا پتہ پوچھا تھا جس پر اس نے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ سردار نے بالا کو بیگ اٹھانے کے لیے کہا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ لوگ وہاں سے رفو چکر ہو چکے تھے، جیسے ہوا میں غائب ہو گئے ہوں۔

اب اس بچے کے باپ کے پاس اتنا پیسہ تو تھا ہی کہ وہ اپنے بچے کو نیا بیگ اور کتابیں خرید کر دے سکے۔ سردار کے چہرے پر ایک اطمینان کی مسکراہٹ تھی۔

ooooooo

ارے سردار! ہمیں تو لگا تھا چھوٹی موٹی رقم ہاتھ آئے گی لیکن سچ میں 50 لاکھ " سے اوپر کی رقم ہے اور زیورات بھی تقریباً 1510 لاکھ میں تو جائیں گے،" بالا اس کے ساتھ ہی گھوڑے پر سوار تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا جبکہ باقی ڈاکو پیچھے

آرہے تھے، اس کے چہرے پر خوشی اور حیرت تھی۔ سردار کو کچھ حد تک سکون ہوا تھا، اس کا دل مطمئن تھا۔

"ہمیں مزید کام صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے یہ رقم ہسپتال پہنچ جانی چاہیے۔ کرنا ہوگا کل رات کے لیے۔ ابھی سے ہی معلومات اکٹھی کرنا شروع کردو جمرو، کل اگر اس سے بہتر کام ہوگیا تو ہمیں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی پھر ہم اگلے مہینے کی فہرست پر غور کریں گے،" اس کے کندھے سے ہلکا ہلکا خون بہہ رہا تھا، تکلیف پھر سے ابھرنا شروع ہوگئی تھی لیکن سکون کہاں تھا ۔۔۔۔؟؟ ابھی تو وہ کچھ حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو پائے تھے۔

"ٹھیک ہے سردار! میں آج ہی معلومات لیتا ہوں، کل صبح تک تمہیں خبر کر دوں گا،" جمرو نے جواب دیا، اس کی آواز میں بھی ایک نیا جوش تھا۔ وہ لوگ سکون سے قبیلے میں داخل ہو چکے تھے، بارش اب تھم چکی تھی۔

سردار کو یقین تھا کہ اب تک دعام سو چکی ہو گی اور اگر وہ نہیں سوئی ہوئی تو بھی وہ کہہ سکتا تھا کہ شیر دل بے لگام ہو کر اندھیرے میں کہیں غائب ہو گیا تھا،

اسے ڈھونڈنے میں خاصا وقت لگ گیا کیونکہ ان کی واپسی تقریباً تین چار گھنٹوں کے بعد ہو رہی تھی، اور اگر دعام جاگ رہی ہوئی تو اس کے لیے یہ بات مسئلہ بن سکتی تھی۔ اس کے ذہن میں دعام کا فکر مند چہرہ گھوم رہا تھا۔

لیکن دعام کو منانا کون سا مشکل کام تھا؟ سوچ کر وہ شیر دل کی لگام بالا کے حوالے کرتا اوپر کی طرف چل پڑا تھا۔ کچھ حد تک تو مسئلہ حل ہو چکا تھا لیکن پھر بھی بچوں کے علاج کے لیے وہ کسی طرح کی کمی نہیں چاہتا تھا، پیسے زیادہ ہو جائیں یہ الگ بات تھی لیکن پیسوں میں وہ کسی طرح کی کمی نہیں ہونے دے سکتا تھا کیونکہ یہ کسی کی زندگی کا سوال تھا اور اس نے کسی کی زندگی بچانے کی قسم کھا رکھی تھی، اور اپنی قسم وہ کسی بھی قیمت پر نہیں توڑ سکتا تھا۔

ooooooo

کیا ہوا بیلا؟ تم اتنی خاموش کیوں ہو؟ خیریت تو ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" رباب نے تشویش سے پوچھا۔

شام کو جب بیلا گھر آئی تو روز کے برعکس آج وہ چہک نہیں رہی تھی، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

اس کی یہ خاموشی سب ہی نوٹ کر چکے تھے کہ کچھ نہ کچھ ہوا ہے۔

"ارے نہیں بھابھی، کچھ نہیں،" بیلا نے ایک لمبی سانس لی، اس کی آواز میں تھکن تھی۔

"آج کا دن بہت تھکا دینے والا تھا اور پھر آج ہم جس کا علاج کر رہے تھے وہ آدمی بچ نہیں سکا۔ بہت افسوس ہوا مجھے۔" وہ بالا والی پریشانی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے دوسری پریشانی بتانے لگی جبکہ کسی کی موت کا سن کر رباب کو بھی افسوس ہوا تھا۔

"اللہ پاک اس کی مغفرت کرے، اس کی زندگی اتنی ہی تھی۔" رباب نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔

تم نے اپنا فرض اچھے سے نبھایا ہے، اب اگر اللہ نے ہی اس کے نصیب میں مزید سانسیں نہیں لکھی تھیں تو وہ کیسے بچ پاتا؟ تم پریشان مت ہو، کھانا کھاؤ آرام سے۔ تمہارے پریشان ہونے سے اب کچھ نہیں ہو گا۔" رباب نے نرمی سے سمجھایا تھا, جبکہ وہ ہلکے سے مسکراتے ہوئے کھانا شروع کر چکی تھی، مگر اس کے ذہن میں ایک طوفان برپا تھا۔

بالا کی وجہ سے اس کی ہسپتال میں بہت بدنامی ہو رہی تھی، اسے خود ہی اس مسئلے کا کوئی حل نکالنا تھا، اس معاملے میں وہ اپنے بھائی کو نہیں گھسیٹ سکتی تھی۔ ممکن تھا کہ وہ ڈاکوؤں سے پنگا لے، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے اس کا بھائی کسی مصیبت میں پڑے۔ وہ ڈاکو بہت خطرناک تھے، ان کے لیے قتل و غارت بھی عام سی بات تھی۔

وہ جانتی تھی اس کا بھائی پولیس میں ہے، وہ اس طرح کے معاملات کو بہت اچھے طریقے سے ہینڈل کر سکتا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی وجہ سے اپنے بھائی کو کسی مصیبت میں نہیں ڈال سکتی تھی، وہ بھی تب جب وہ پہلے ہی ان لوگوں سے

دشمنی مول چکا تھا۔ اس وقت اس کا بھائی جس جگہ نوکری کر رہا تھا وہاں سوائے ڈکیتوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے اس کے بھائی کی زندگی میں مزید کوئی مسئلہ بنے۔ وہ لوگ پہلے ہی اس کے دشمن تھے، بالا سے تو وہ خود بات کرنے والی تھی۔

بس بہت سمجھالیا تھا نرمی سے، "اب اسے خود اپنے لیے سٹینڈ لینا تھا۔" وہ کوئی دبو سی لڑکی نہ تھی جو اس کے ڈر سے دب جاتی۔ وہ اپنے حق میں آواز اٹھانا بہت اچھے طریقے سے جانتی تھی اور بالا سے ڈر کر وہ خاموش ہونے والی ہرگز نہیں تھی۔ اس کے پورے کیریئر کا سوال تھا، اس کے کردار پر داغ لگ گیا تھا، غصے سے اس وقت اس کی کیا حالت ہو رہی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بالا کے لیے بے تحاشہ غصہ تھا۔

بالا نامی اس آدمی سے تو وہ جان چھڑانے کا پکا ارادہ کر چکی تھی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اس بالا نامی آدمی کو اپنے اعصابوں پر سوار نہیں ہونے دینے والی تھی۔

سردار کمرے میں داخل ہوا تو وہ بستر پر پریشان سی بیٹھی تھی، اس کی آنکھوں میں بے چینی نمایاں تھی۔ اسے دیکھتے ہی فوراً اٹھ کر اس کے پاس آگئی تھی۔ اس کے چہرے پر فکر مندی تھی۔

"کہاں گئے تھے آپ؟ میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی! اتنا وقت لگتا ہے شیر دل کو گھمانے میں؟ آپ تو صرف قبیلے سے باہر تک گئے تھے نا تو اتنی زیادہ دیر کیسے لگ گئی آپ کو؟" اس کے آتے ہی وہ فوراً اس سے سوال جواب کرنے لگی تھی، اس کی آواز میں شکایت تھی۔ جبکہ سردار جو بہانہ پہلے ہی تیار کیے بیٹھا تھا، اسے آہستہ سے تھام کر بستر پر بٹھاتا اس کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا، اس کے چہرے پر ایک مصنوعی معصومیت تھی۔

"سجن سائیں، میری بات تو سنو، "یار" وہ شیر دل بے لگام ہو گیا تھا۔ میں اسے سنبھال ہی نہیں پا رہا تھا، بڑی مشکل سے اسے ڈھونڈا ہے، نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔" اس نے اپنے لہجے میں سچی پریشانی کا رنگ بھرنے کی کوشش کی۔

اور تمہیں تو پتہ ہے میرا کندھا زخمی ہے ایسے میں اس کو ڈھونڈنا میرے لیے" بہت مشکل ہو گیا۔ وہ تو شکر ہے کہ بالا میرے ساتھ تھا ورنہ نہ جانے کیسے میں اس کو ڈھونڈ کر لاتا،" وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہہ رہا تھا جبکہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جیسے اس کے جھوٹ کو پکڑ لینا چاہتی ہو۔ اس کے بہانے پر جس طرح اس نے نفی میں سر ہلایا تھا، سردار کو لگا کہ اس کو باتوں میں پھنسانا آسان نہیں ہو گا۔

جھوٹ بول رہے ہیں آپ! سب جھوٹ ہے! آپ نہیں گئے تھے اسے کہیں" لے کر گھمانے کے لیے۔ آپ کہیں اور گئے ہوئے تھے!" وہ اچانک سے بولی تو سردار نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

اب اس بات کا وہ کیا ہی جواب دے سکتا تھا؟

ارے سجن سائیں، میں کہاں جاؤں گا؟ تمہیں بتا کر تو گیا تھا کہ میں شیر دل کو" گھمانے لے کر جا رہا ہوں، وہیں گیا تھا۔ ایک تو شیر دل بھی نا بہت بگڑتا جا رہا

ہے، ہاتھ ہی نہیں آرہا تھا۔ اوپر سے کندھے کے زخم کی وجہ سے میں اسے کنٹرول بھی نہیں کرپارہا تھا۔" سردار نے ایک اور کوشش کی۔

"اتنی مشکل سے اسے ڈھونڈ کر واپس لایا ہوں کہ حد نہیں اور تم بھی مجھ ہی پر غصہ کررہی ہو،" اسے دیکھتے ہوئے بولا جبکہ دعام بس اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی جیسے اس کے اندر تک جھانکنے کا ارادہ رکھتی ہو۔ اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اسے قائل کرنے میں کامیاب نہیں ہو پایا اسی لیے مزید دلائل دینے لگا تھا جب اچانک ہی دعام نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے سر پر رکھ دیا،

انداز ایسا تھا جیسے وہ اس کا کوئی بہانہ سننا ہی نہیں چاہتی۔ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا وہ خود بھی حیران ہوا تھا، دعام کیا کرنے والی تھی اس کے لیے سمجھنا مشکل نہیں تھا۔

"آپ کہاں گئے تھے ڈاکو جی؟" وہ اس کے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھے سوال کرنے لگی جبکہ سردار نے اسے حیرانی سے اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک

عجیب سی کیفیت تھی۔ اس لمحے اسے لگا جیسے دعام اس کے دل کی گہرائیوں تک دیکھ رہی ہے۔

ooooooo

بیلا گہری نیند سو رہی تھی جب اس کے تکیے کے نیچے پڑا فون وائبریٹ ہوا۔ اس کا بالکل آنکھیں کھولنے کا دل نہیں کر رہا تھا، اتنی مشکل سے تو نیند آئی تھی کہ فون دوبارہ سے تنگ کرنے لگا لیکن پھر سوچا کہ ہو سکتا ہے ہسپتال سے کسی طرح کا نوٹیفکیشن ہی نہ آیا ہو۔

اسی لیے اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولتے فون کو چیک کیا تھا جب اچانک ہی سامنے نمبر کے ساتھ نام جگمگایا

بالی کا بالا۔" اس نے حیرانی سے نمبر کو چیک کیا تھا، اس نام سے تو کوئی نمبر اس" کے فون میں سیو نہیں تھا۔ وہ سچ مچ میں پریشان ہو کر دیکھنے لگی تھی کہ آخر یہ نمبر کس کا ہے؟ دماغ میں ایک لمحے کے لیے اس ڈاکو کا سایہ سا لہرایا تھا،

توکیا اس کا نمبر اس کے پاس آگیا تھا؟ لیکن اس کے فون میں یہ نام کیسے سیو ہوا تھا؟ اس نے تو اپنا پاسورڈ کبھی کسی کو بھی نہیں بتایا تھا!

بے شک اس کے موبائل کا پاسورڈ مشکل نہیں تھا لیکن پھر بھی کوئی بھی آسانی سے اس کے فون کا پاسورڈ اوپن نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح کوئی انجان نمبر اس کے موبائل میں سیو کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ سچ مچ میں پریشان ہو گئی تھی، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ کال اٹینڈ کر کے دیکھ لے کہ آخر فون پر کون ہے حالانکہ اس کی سٹرانگ فیلنگ کہہ رہی تھی کہ یہ وہی ڈاکو بالا ہی ہو گا۔

اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آرہے تھے، فون اٹھانے کا دل نہیں کر رہا تھا لیکن وہ یہ بھی جاننا چاہتی تھی کہ آخر اس کے فون میں یہ نمبر سیو کیسے ہوا تھا؟ یہ ایک معمہ تھا جو اسے بے چین کر رہا تھا۔

کال بجتے بجتے بند ہو گئی تو اس نے موبائل ایک دفعہ پھر سے تکیے کے نیچے رکھا تھا جب تھوڑی دیر کے بعد فون پھر سے وائبریٹ ہونے لگا۔ اس نے پھر سے موبائل نکال کر دیکھا تو وہی نمبر جگمگا رہا تھا۔

"بلی! میں نے تجھے کتنی دفعہ سمجھایا ہے، اندھیرے میں بیٹھ کر فون نہ استعمال کیا کر بیٹا، نظر خراب ہوتی ہے،" ساتھ والے بیڈ سے امی نے نرم مگر سمجھانے والے انداز میں کہا تھا۔

"جی جی امی، میں استعمال نہیں کر رہی، وہ نوٹیفکیشن آئی تھی چیک کر رہی ہے جی کہ کہیں ہسپتال سے نہ ہو،" وہ فوراً فون رکھتے ہوئے بولی تھی اور پھر سونے کی کوشش کرنے لگی لیکن ذہن پر یہ آدمی اب اثر انداز ہونے لگا تھا، اس کی نیند اڑ چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سے موبائل وائبریٹ ہونے لگا تو فون بند کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ رہا تھا۔

اگر وہ چاہتی تو اس کا نمبر بلاک بھی کر سکتی تھی لیکن نہیں، اتنی جلدی نہیں۔

اسے پہلے جاننا تھا کہ اس کے فون میں اس آدمی کا نمبر کیسے آیا تھا اور وہ بھی اس نام سے سیو کیسے ہوا تھا؟ یہ سوال اسے سونے نہیں دے رہا تھا۔

○○○○○○○

"بتایئے کہاں تھے آپ؟" دعام نے اس کے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھے ہوئے سوال کیا، اس کی آواز میں ایک عجیب سی سختی تھی۔

"میں یقین سے کہہ سکتی ہوں آپ صرف شیر دل کو باہر گھمانے کے لیے لے کر نہیں گئے تھے، آپ کہیں اور گئے تھے! بتایئے مجھے کہاں تھے آپ؟ اگر آپ نے جھوٹ بولا یا یہ میری جھوٹی قسم کھائی تو ابھی کے ابھی مجھے موت ".

"کوئی فضول بکواس مت کرنا ورنہ اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا تمھیں!" سردار نے غصے سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتا پہلی دفعہ اس پر چلایا تھا، اس کی آنکھوں میں غصے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ جس انداز میں وہ بولا تھا، دعام کو

مزید کچھ کہنے یا سننے کی ضرورت نہ پڑی تھی، اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے کبھی سردار کو اس قدر غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

مطلب آپ کہیں پر ڈکیتی کرنے گئے تھے؟ ہے نا؟" دعام نے اس کے انداز سے ڈرے بغیر غصے سے بولی تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "آپ کہاں گئے تھے، ڈاکو جی؟ آپ کہیں پر چوری کرنے گئے تھے نا؟ مجھ سے جھوٹ بول کر گئے تھے نا آپ؟" اس کی آواز میں دکھ اور غصہ دونوں تھے۔

سجن سائیں! میرا دماغ خراب مت کرو، بہت رات ہو چکی ہے، تم بھی سو جاؤ" اور مجھے بھی سونے دو،" سردار نے اپنے لہجے کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔ اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ وہ بات کو اتنا بڑھا دے گی، ذرا سی بات پر وہ قسم کھانے پر تو آئی ہی تھی لیکن ساتھ میں اس نے جو فضول بات کی تھی وہ برداشت کرنا سردار دلدار کے بس کی بات نہیں تھی، وہ محبت کرتا تھا اس سے، اس سے بچھڑنے کا سوچتے ہوئے اس کی روح کانپ اٹھتی تھی۔

"مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے، کہاں گئے تھے آپ؟ اور کچھ نہیں سننا مجھے،" اس کے نظریں چرا کر اٹھنے پر وہ اس کے پیچھے آرکی تھی، اس کی آواز میں اصرار تھا۔

"اور مجھے کچھ نہیں بتانا تمہیں! ہر بات کا حساب نہیں دے سکتا میں تمہیں، سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے،" اس نے اپنے لہجے کو کنٹرول کرتے ہوئے ہلکا سے اس کے چہرے کو تھپتھپایا تھا، اس کی آنکھوں میں تھکن تھی۔

"مطلب کہ آپ مجھے میرے سوال کا جواب نہیں دیں گے؟ آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ یہاں سے جھوٹا بہانہ کر کے آپ کسی کے گھر میں چوری کرنے گئے تھے؟ کسی کو لوٹنے کے لیے گئے تھے؟" دعا م نے اپنی بات پر زور دیا۔

"ہاں! گیا تھا میں ڈکیتی کرنے، گیا تھا ڈکیتی کر کے آیا ہوں۔ وہ میرا کام ہے، میں کروں گا تمہارے منع کرنے سے یا کسی کے بھی منع کرنے سے میں اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا۔" سردار کی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا، اس نے سچ بول دیا۔

یہی میری زندگی ہے، یہی میرا اصل ہے، اسی کے ساتھ تم نے مجھے قبول کیا" ہے اور اسی کے ساتھ تم نے آنے والی ساری زندگی مجھے قبول کرنا ہے۔ اب بے وجہ بات کو مت بڑھاؤ، رات بہت ہو چکی ہے، تم بھی سو جاؤ،" وہ مزید جھوٹ بولے بغیر بولا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے بسی تھی۔

ڈاکو جی......!" دعام نے بمشکل کہا۔"

سجن سائیں! چپ! اب ایک اور لفظ نہیں! ہم اس معاملے میں نہ آج بحث" کریں گے نہ آنے والے وقت میں کبھی۔ میں اس معاملے کو کبھی بھی بڑھانا نہیں چاہوں گا،" سردار نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

سو جاؤ، مجھے بھی نیند آرہی ہے،" وہ کہتے ہوئے اپنی چادر ایک طرف پھینکتا آ" کر بستر پر لیٹ گیا تھا جبکہ وہ کتنی ہی دیر یوں ہی کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی، اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ جاگ رہا ہے لیکن اس طرف کروٹ بدل کر شاید وہ اس کے سوالوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

یاشاید وہ سچ میں اس بارے میں کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن دعا م اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے شوہر کو اس دلدل میں دھنستے نہیں دیکھ سکتی تھی جہاں سوائے خطرے کے اور کچھ بھی نہیں تھا، وہ نہیں دے سکتی تھی اس کام میں اس کا ساتھ جس میں اس کی جان جا سکتی تھی۔

ooooooo

بالا رات ہر دیر کے بعد بیلا کے نمبر پر فون کرتا رہا تھا، اس کی امید ہر کال کے ساتھ بڑھتی اور ٹوٹتی تھی۔ لیکن اس کی کوشش بار بار ناکام ہی ہوتی رہی، دوسری طرف سے بیلا نے فون ہی نہیں اٹھایا تھا۔ پہلے تو اسے بڑا غصہ آیا تھا، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، پھر یہ سوچ کر اس نے اسے معاف کر دیا کہ ہو سکتا ہے وہ سو گئی ہو، موبائل اس کے قریب نہ ہو۔ اسے خود ہی بہانوں سے اپنے دل کو بہلا لیا تھا، ہاں لیکن اس کا فون نہ اٹھانا اسے اچھا بھی نہیں لگا تھا۔

کم سے کم فون تو اپنے پاس رکھ سکتی تھی، اس کو پتہ ہونا چاہیے تھا کہ میں نے" اسے فون کرنا ہے، اب بالاڈا کو اس کے نخرے اٹھائے گا؟" وہ خود سے بڑبڑایا۔

کنٹرول بالاڈا کو، کنٹرول۔ ہوسکتا ہے بے چاری کے موبائل کی چارجنگ ختم" ہو گئی ہو، چارجنگ لگا کر سو گئی ہو گی، ایسے بھی ڈاکٹر ہے، اچھی بچی ہے، وقت پر سو جاتی ہے،" اس نے جیسے خود کو دلاسہ دیا تھا جبکہ ایک اور کوشش کرنے کے بعد بھی جب دوسری طرف سے اسے کوئی رسپانس نہ ملا تو آخر کار اس نے اپنے واٹس ایپ کی چیٹس کھولی تھیں جہاں سب سے اوپر اسی کا نمبر تھا۔ اس نے سب سے پہلے اس چیٹ کو کھولتے ہوئے وہاں موجود ساری تصویریوں کو غور سے دیکھا،

پھر موبائل میں ایک سیکرٹ فولڈر بنا کر اس کی ساری تصویروں کو اس فولڈر میں سیو کیا اور پھر ایک ایک کر کے اس کی ہر تصویر کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

ساری ہی تصویریں بے حد خوبصورت تھیں لیکن ساری تصویریں بہت سادگی سے بنائی گئی تھیں، زیادہ تر تصویروں میں اس نے لیب کوٹ پہن رکھا تھا، بلکہ تقریباً ساری ہی تصویروں میں اس نے لیب کوٹ پہن رکھا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے ساری تصویریں اس نے ہسپتال میں ہی بنائی ہوں۔

اس کے موبائل میں اور بھی کافی ساری تصویریں تھیں جس میں وہ سٹاف والوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہوئے یا سیلفی وغیرہ لیتے ہوئے موجود تھی لیکن کسی اور کی تصویریں اپنے فون میں رکھنا اسے اچھا نہیں لگا تھا، وہ صرف اس کی تصویریں اپنے فون میں رکھنا چاہتا تھا جسے وہ اپنی زندگی میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے بیلا ہی سب کچھ تھی۔

بالی ڈارلنگ! میرے خیال میں تمہیں اس سفید رنگ کے علاوہ کسی اور رنگ" میں بھی ہونا چاہیے تھا لیکن کوئی بات نہیں، میں اس میں ہی خوش ہوں۔ صبر شکر کرنے والا بندہ ہوں جو ہاتھ آجائے اسی پر شکر کرلیتا ہوں،" وہ اس کی

ساری تصویروں کو ایک ایک کر کے دیکھتے ہوئے کافی مصروف سے لہجے میں بولا تھا، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

یار کچھ بھی کہو، میری اور اس کی جوڑی کمال کی ہے،"اس نے خود ہی کمنٹ" پاس کیا تھا جبکہ نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی خوشی تھی۔

یا اللہ! یہ کن کاموں میں لگ گیا ہوں میں اب اور کوئی راستہ نہیں ہے مجھے خود" ہی اپنے لیے کچھ سوچنا ہو گا۔" بالا نے ایک لمبی سانس لی۔ "سردار تو اس کے مکمل ڈاکٹر بننے سے پہلے کچھ بھی کرنے کو راضی نہیں ہے لیکن میں اپنا کیا "کروں؟ میرا تو دل میرے قابو میں ہی نہیں ہے۔

اللہ جی! میرے معصوم جذباتوں کو منزل تک پہنچا دیجیے۔ مجھے ایک جائز تعلق" میں باندھ دیجیے تاکہ اور کچھ نہیں تو کم سے کم اس کی تصویروں کو تو حق سے دیکھ سکوں، ایسا لگ رہا ہے جیسے چوری چوری اس کی تصویریں دیکھ کر گناہ کر رہا ہوں۔" اس کی آواز میں ایک سچی تڑپ تھی۔

اللہ جی! اس کی تصویریں دیکھتے ہوئے سکون نہیں ہے، میرے لیے بہتری کر" دیجیے،" وہ اپنا موبائل فون ایک طرف رکھتے ہوئے اپنا دھیان بیلا سے ہٹاتے ہوئے اللہ کی طرف لگانے لگا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اس کی دعائیں تو وہی قبول کرے گا، اس کے نصیب میں اگر یہ لڑکی ہوئی تو وہی دے گا۔

ooooooo

رباب کافی دیر سے کمرے میں آئی تب بھی ریان جاگ رہا تھا۔ آج کل وہ کمرے میں تب آتی تھی جب تک ریان سو چکا ہوتا۔ اسے بہت عجیب لگتا تھا اس کے بستر پر آکر لیٹتے ہوئے اسی لیے وہ اس کے جاگتے ہوئے کبھی نہیں آتی تھی اور صبح بھی اس کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اس کے اٹھنے سے پہلے جاگ جائے۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی جھجک تھی۔

"بیوی! شادی تم مجھ سے کر کے یہاں آئی ہو یا میری ماں بہن سے شادی کر رکھی ہے تم نے جو مجھے اپنی شکل نہیں دکھاتی اور سارا دن انہی کے ساتھ چپکی

رہتی ہو؟"ریان بستر پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر کچھ کر رہا تھا، اسے دیکھتے ہوئے بولا، اس کی آواز میں ہلکی سی شکایت اور شرارت تھی۔

یہ ساس اور نند زیادہ اچھی نہیں ہوتیں ان کے ساتھ اتنی بھی بنا کر نہیں" رکھنی چاہیے، "اس نے بھڑکانے کی کوشش کی تو وہ ہلکا سا مسکرائی تھی

الحمدللہ میری نند اور ساس دونوں بہت اچھی ہیں آپ ابھی تک سوئے نہیں؟" رباب نے پریشانی سے پوچھا تھا، اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ بیلا ابھی کتنی ہی دیر اس سے باتیں کرتی رہی، اب تو امی نے خود کہا تھا،

بیٹا جاؤ کمرے میں بہت رات ہو گئی ہے تمہیں اب سو جانا چاہیے، "تب جا کر وہ کمرے میں آئی تھی لیکن ریان کو جاگتے دیکھ کر وہ مزید پریشان ہو گئی، اس کی ساری منصوبہ بندی ناکام ہو گئی تھی۔

کیوں؟ تم چاہتی تھی کہ میں سو جاؤں تمہارے آنے سے پہلے روز کی طرح؟""" ریان جیسے پہلے ہی اس کے دیر سے آنے کی وجہ جانتا تھا، اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی مسکراہٹ تھی۔

"نہیں نہیں! میں ایسا کیوں چاہوں گی؟ آپ اپنا کام کریں،" وہ کہتے ہوئے الماری سے اپنا آرام دہ سوٹ نکالنے لگی تھی، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"کام تو میرا ہو گیا کب کا، اب تو میں بیوی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جلدی چینج کر کے آو باتیں کریں گے،" وہ تکیہ برابر کرتے ہوئے کہنے لگا،

"باتیں....!!" رباب نے حیرانی سے اس کے الفاظ دہرائے تھے، اس کی آواز میں ایک عجیب سا سوال تھا۔

"ڈارلنگ! اس وقت میں اور کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوں تو باتیں ہی کریں گے، کیوں کیا تم مجھ سے باتیں نہیں کرنا چاہتی....!" اس کا انداز کافی بے باک تھا جبکہ "اور کچھ" کا مطلب وہ بہت اچھے سے سمجھ گئی تھی، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"نہیں وہ اصل میں بہت رات ہو گئی ہے، آپ کو سو جانا چاہیے، آپ نے میڈیسن لے رکھی ہیں،" وہ پریشانی سے کہنے لگی تھی، اس کی آواز میں ہچکچاہٹ تھی۔

کیوں؟ سو جانا چاہے اور میری میڈیسن میں نیند کی گولی تو ہر گز نہیں ہے جس" کو کھا کر سونا لازم ہو تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، جاؤ چینج کر کے آؤ میرے پاس۔ بیلا سے زیادہ اچھی باتیں آتی ہیں مجھے، اگر تم دو تین گھنٹے اس پر ویسٹ کر سکتی ہو تو ایک گھنٹہ تو تم مجھ سے بھی باتیں کر سکتی ہو،" ریان نے ہلکی سی شکایت کی۔

جلدی آؤ، میں ویٹ کر رہا ہوں، یہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ جو" اس کی بات سن کر اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی تھی، اب کی بار پریشانی سے واش روم میں جانے لگی۔ جبکہ ریان سچ مچ میں اس کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا، اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

ooooooo

بیوی! میں صرف باتیں ہی کرنے والا ہوں تو اب اس ڈر سے اندر رکنے کی" ضرورت نہیں ہے کہ میں نے تمہیں باہر بلایا ہے،" وہ تقریباً دس منٹ تک اس

کا انتظار کرتا رہا تھا، پھر جیسے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اونچی آواز میں بولا، اندر رباب کپڑے چینج کرنے کے بعد اب خاموشی سے انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ اس کے چہرے پر شرم و حیا کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔

یہاں آؤ، باتیں کرتے ہیں،" ریان نے اسے اپنے ساتھ بستر پر آنے کا اشارہ" کرتے ہوئے بولا تو اس نے آہستہ آہستہ قدم بستر کی طرف بڑھائے تھے۔

وہ آہستہ سے آ کر بستر پر بیٹھنے لگی تھی جب ریان نے اس کا بازو پکڑ کر نرمی سے اسے اپنے قریب کھینچ لیا۔ اس کے دل کی دھڑکن بے قابو ہو گئی۔

لیٹ کر بھی باتیں کر سکتے ہیں، ضروری نہیں ہے کہ تم بستر کے کنارے اٹک" کر ہی مجھ سے باتیں کرو لیکن مجھے کیوں لگ رہا ہے تمہارا موڈ نہیں ہے باتیں کرنے کا؟ زیادہ نیند آ رہی ہے کیا؟" وہ نرمی سے اس کے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے سوال کرتا اس کی گردن سے دوپٹہ نکال چکا تھا، رباب کو بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا، اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ اسے اس انسان کی قربت بری لگ رہی تھی، وہ محبت کرتی تھی اس سے، وہ اس کا محرم ہو کر اس کے اتنے قریب تھا، اسے برا تو ہر گز نہیں لگ سکتا تھا، ہاں لیکن ایک فطرتی شرم وحیا بیچ میں آ رہی تھی، جو اسے بے چین کر رہی تھی۔

اچھا یار ٹھیک ہے، اتنا بھی نروس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، سو جاؤ، میں تو" بس ایسے ہی مذاق کر رہا تھا،" وہ ہاتھ پیچھے کی طرف لے کر جاتا لائٹ آف کر چکا تھا جبکہ اسے اپنے قریب کر کے اس نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا تھا۔

رباب نے اندازہ لگایا تھا وہ کافی بے باک ہے، ہاں لیکن اس کے علاوہ اس نے اور کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ رباب کی سانسیں تیز ہو رہی تھی لیکن تھوڑی دیر میں ریان کی بھاری ہوتی سانسوں نے اسے ریلیکس کر دیا تھا، اسے لگا جیسے وہ ایک محفوظ پناہ گاہ میں ہے۔

ooooooo

صبح سردار کی آنکھ کھلی تو دعام آئینے کے سامنے کھڑی تھی، اس کے چہرے پر کسی طرح کی کوئی شوخی نہیں تھی جیسے ہر روز ہوتی تھی۔ آج صرف خاموشی ہی تھی، ایک گہرا سناٹا۔ وہ بستر سے اٹھتے ہوئے اس کے پاس آیا، اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بناتے ہوئے اس کی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گیا تھا۔ اس کی سانسیں دعام کی گردن پر پڑ رہی تھیں۔ جبکہ اس کی اس حرکت پر دوسری طرف سے دعام نے کسی طرح کا کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا، وہ بت بنی کھڑی تھی۔

"ناراض ہو سجن سائیں؟" سردار نرمی سے اس کے گالوں پر اپنی داڑھی رگڑتے ہوئے سوال کرنے لگا، اس کی آواز میں پیار تھا۔ لیکن اب کی دفعہ بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے آئینے میں دعام کا چہرہ دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی اداسی تھی۔

اوئے ہوئے! میرا سوہنا مکھڑا تو بہت زیادہ ناراض لگ رہا ہے۔ اب تو منانا" پڑے گا، اچھا بتاؤ کیسے مناؤں تمہیں..... "نرمی سے اسے اپنی طرف کرتے ہوئے سوال کرنے لگا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

میں نے تمہیں ڈانٹا تھا نا، تم بھی بدلے میں مجھے ڈانٹ لو بلکہ مار لو لیکن یوں" ناراض مت رہو۔ تم اس طرح چپ چاپ بالکل اچھی نہیں لگتی۔" سردار نے التجا کی۔

میرا معصوم سائیں "کچھ تو بولو،" وہ اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ دوسری طرف سے دعام کی خاموشی اب اسے پریشان بھی کر رہی تھی، وہ کچھ بول کیوں نہیں رہی تھی؟

دعام۔۔۔!! وہ پریشان ہو گیا تھا۔

کچھ نہیں کہنا چاہتی میں آپ سے، اور تب تک تو بالکل بھی کچھ نہیں کہنا چاہتی" جب تک آپ یہ غلط کام چھوڑ نہیں دیتے۔" دعام نے غصے سے کہا، اس کی آواز

میں سختی تھی۔ وہ غصے سے اپنا آپ اس سے چھڑانے لگی تھی جبکہ اسے اب تک اسی ضد پر اڑے دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا تھا، اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی۔

"غلط کام؟ کون سا غلط کام سجن سائیں؟ میں کوئی غلط کام نہیں کرتا، میں ایک اچھا کام کرتا ہوں اور یہ بات میرا دل جانتا ہے کہ میں جو کام کرتا ہوں وہ غلط نہیں ہے،" سردار نے اپنی بات پر زور دیا۔

باقی تم بھی سمجھ جاؤ گی لیکن تھوڑا وقت لگے گا۔ خیر میں نے تمہیں رات کو بھی کہا تھا میں اس موضوع پر کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا اور اب بھی کہتا ہوں اس چیز سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے، بہتر ہے کہ تم بھی ان سب چیزوں میں مت پڑو،

"میں فریش ہو کر آتا ہوں تب تک تم اپنی تیاری مکمل کر لو، ناشتہ نیچے چل کر کریں گے،" وہ نرمی سے اس کے لبوں پر ہلکا سا بوسہ دیتا واش روم میں چلا گیا تھا جبکہ دعام نے بھی ہمت نہ ہارنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اب چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے وہ اسے اس غلط کام سے روک کر رہے گی۔

دعام بہت پریشان تھی، اس کے چہرے پر ایک گہری اداسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ کسی سے بھی کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔ نیچے آنے کے بعد بھی اس نے نہ تو بالا سے کوئی ہائے ہیلو کی اور نہ ہی جمرو سے، وہ خاموشی سے سردار کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی تھی۔

میرو نے ناشتہ لگایا تو وہ چاروں ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگے تھے، مگر جمرو اور بالا دونوں ہی آج اس کی خاموشی کو محسوس کر رہے تھے، ان کی نظریں بار بار دعام پر اٹھ رہی تھیں۔

اور ان دونوں کو ہی اس کی خاموشی کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، نہ جانے کیا بات تھی آج کہ وہ بالکل خاموش تھی، جیسے اس کے اندر کا شور اسے باہر آنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔

لگتا ہے آج بہنا نے چپ کا روزہ رکھا ہے جمرو نے شرارت سے کہا تو بھی وہ کچھ نہ بولی

"کیا ہوا دعام؟ تم کچھ کھا کیوں نہیں رہی؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" بالا نے بالآخر پوچھ ہی لیا تھا، اس کی آواز میں فکرمندی تھی۔ وہ کب سے بس سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو گھورنے میں مصروف تھی، جیسے کھانے کی طرف اس کا دھیان ہی نہ ہو۔

"سجن سائیں، ناشتہ کرلو،" سردار نے بے حد محبت سے اس سے کہا تھا، اس کی آواز میں نرمی اور التجا تھی۔ جبکہ اس نے اب بھی کسی طرح کا کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا، اس کا چہرہ اب بھی جھکا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے آج ہماری بہنا کا موڈ کیوں اتنا آف ہے؟" جمرو کو بھی اب معاملہ کچھ سنگین لگنے لگا تھا، اس نے بھی پریشانی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں جمرو بھیا، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میرا ابھی کچھ بھی کھانے کا دل نہیں کر رہا، میں بعد میں ناشتہ کرلوں گی،" اس نے ان دونوں کو پوری طرح سے اپنی طرف متوجہ پا کر کہا تھا، اس کی آواز میں ہلکی سی تھکن تھی۔

جبکہ بالا نے حیرت سے سردار کی طرف دیکھا، آج دعام جس طرح خاموش اور اداس لگ رہی تھی، یقیناً کوئی بڑی بات تھی۔

تمہاری ناراضگی، غصہ مجھ سے ہے نا؟" سجن "

سردار نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔"تو مجھ پر نکال لو، کیوں بیکار میں کھانے سے دشمنی کر رہی ہو؟ رزق کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہیے۔ناشتہ کرو،"اس نے نرمی سے سمجھایا تھا، اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔

میری کسی کے ساتھ کوئی ناراضگی نہیں ہے ڈاکو جی اور نہ ہی مجھے کسی سے " ناراض ہونا ہے۔" دعام نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی ضد تھی۔

ذرا سی بات ہے جو آپ میری مان نہیں سکتے تو پھر یہ جھوٹی فکر بھی مت " جتائیے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے تلخ لہجے میں بولی، اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی چوٹ تھی۔اور پھر اس کے قریب سے اٹھ کر ایک سائیڈ پر پتھروں کے راستے کی طرف چلی گئی، اس کے قدموں میں بے چینی تھی۔تواب کی دفعہ

جمرو اور بالا حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے تھے، ان کی آنکھوں میں سوال تھا۔ اب تو کوئی شک رہ ہی نہیں گیا تھا کہ معاملہ کافی سنگین تھا، اور اس کی جڑ سردار ہی تھا۔

سردار! سب کچھ ٹھیک ہے نا؟" بالا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو سردار نے" ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر نفی میں سر ہلا گیا۔

ہاں بالا، سب کچھ ٹھیک ہے۔ بس تمہاری بہن کا دماغ خراب ہو گیا ہے، ایک" ہی بات کی رٹ لگائے بیٹھی ہے کہ میں ڈکیتی چھوڑ دوں۔ کل رات میں ڈکیتی پر گیا تھا، یہ بات اسے پتہ تھی، بس اتنی سی بات پر اس نے اپنا موڈ تو خراب کر رکھا ہے، ساتھ ہی ساتھ کھانا بھی نہیں کھا رہی۔ عجیب ضد ہے اس کی حالانکہ میں اسے سمجھا بھی چکا ہوں کہ یہ کام چھوڑ نہیں سکتا۔" سردار نے ایک لمبی سانس لی، اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

خیر، تم چھوڑو ان سب باتوں کو، ناشتہ کرو۔ اسے میں خود سمجھا لوں گا،" وہ" کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے بسی تھی۔

اب دعام بہت زیادہ ری ایکٹ کر رہی تھی ایک چھوٹی سی بات پر۔ ہاں، اس کے لیے تو یہ چھوٹی سی ہی بات تھی، ایک معمول کا حصہ۔ فضول میں وہ بات کا بتنگڑ بنا رہی تھی، حالانکہ یہ اس کے لیے کوئی نیا یا انوکھا کام نہیں تھا، وہ ہمیشہ سے یہی کرتا آیا تھا۔

لیکن اب اس کے لیے دعام کو سمجھانا بہت مشکل ہو گیا تھا، اس کی ضد سردار کے لیے ایک نیا امتحان بن چکی تھی۔

ooooooo

اب یہاں آ کر کیوں بیٹھ گئی ہو سجن سائیں؟" سردار دعام کے پاس پتھر پر آ کر بیٹھا تھا۔ اس کی آواز میں نرمی تھی۔

اپنی ناراضگی، غصہ مجھ پر نکال لو، کیوں بیکار میں کھانا پینا چھوڑ کر اپنی طبیعت " خراب کر رہی ہو؟ کیوں ٹینشن لے رہی ہو؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ جبکہ وہ خاموشی سے ایک چھوٹے سے پتھر پر بیٹھی نیچے وادی کی طرف دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں ایک گہرا دکھ تھا۔

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی،" وہ ناراضگی سے بولی، اس کی آواز میں" سرد مہری تھی۔

لیکن مجھے تو کرنی ہیں نا تم سے بہت ساری باتیں سجن سائیں،" سردار نے اس" کا ہاتھ تھاما۔ "میں یہ کام ہمیشہ سے کرتا آیا ہوں، یقین کرو مجھے کبھی کچھ نہیں ہوا۔ یہ گولی میرے نصیب کی تھی اور اگر میں یہ کام نہ بھی کرتا ہوتا تو بھی مجھے یہ گولی لگ ہی جانی تھی۔ تم بیکار میں اتنی چھوٹی سی بات کو لے کر اتنا زیادہ پریشان ہو رہی ہو، یقین مانو یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ سردار ایسی چٹان ہے کہ یہ گولیاں خود ہی اس چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو جائیں گی، اس چٹان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تم فضول میں ٹینشن لے رہی ہو، یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی،" وہ نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے اسے اپنے قریب کر گیا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

آپ اپنی کسی بھی دلیل سے اس غلط کام کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے ڈاکو جی،"""

دعام نے سر اٹھا کر اسے دیکھا،

یہ حقیقت ہے، آپ مانیں یا نہ مانیں، آپ ایک غلط راستے پر چل رہے ہیں"
جس کی کوئی منزل نہیں ہے۔ اللہ کو بھی یہ کام سخت ناپسند ہے، آپ کو یہ سب
"کچھ چھوڑ دینا چاہیے۔ یقین مانیں اس چیز میں کسی کی بھلائی نہیں ہے۔

خدا کے لیے یہ غلط کام چھوڑ کر ان راستوں سے لوٹ آئیں جہاں کوئی منزل"
نہیں ہے،" وہ اب بھی اسے سمجھانے والے انداز میں بول رہی تھی، اس کی
آواز میں ایک سچی تڑپ تھی۔ جبکہ سردار اس کی باتیں سنتا نرمی سے اس کے
ماتھے پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا گیا تھا، اس کی آنکھوں میں
گہرا پیار تھا۔

سجن سائیں، اس وقت میری کوئی دلیل، میری کوئی بات تم پر اثر انداز نہیں"
ہو گی کیونکہ تم نے اپنے دماغ میں خود سے ایک نقشہ کھینچ لیا ہے اس چیز کے
خلاف۔ تو تمہیں ان سب چیزوں کو سمجھنے میں تھوڑا وقت لگے گا لیکن میں یقین

سے کہہ سکتا ہوں کہ تم سمجھ جاؤ گی کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔" سردار نے اسے اپنے بازوؤں میں بھینچا۔

چلو آؤ اب کچھ کھالو، مجھے بھی بہت بھوک لگی ہوئی ہے،" وہ اسے زبردستی" اپنے ساتھ اٹھانے لگا تھا جبکہ دعام کا بالکل کوئی ارادہ نہیں تھا اس کے ساتھ آنے کا۔ وہ ہر قیمت پر اسے اپنی بات منوانا چاہتی تھی لیکن سردار اس موضوع پر بات کرنے کو ہی تیار نہ تھا، وہ اس چیز کو ایسے نظر انداز کر رہا تھا جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو لیکن وہ نظر انداز نہیں کر سکتی تھی اسے کسی بھی طرح اس معاملے کو کہیں نہ کہیں پہنچانا تھا۔ وہ ہرگز سردار کو یہ غلط کام نہیں کرنے دے سکتی تھی، اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ سردار اس کام کے لیے کیا دلائل دیتا ہے لیکن یہ غلط تھا اور وہ جانتی تھی کہ یہ غلط اور انتہائی خطرناک ہے۔ اگر سردار پہلے یہ کام کرتا تھا تو بھی تب وہ اس کی زندگی میں نہیں تھی۔

وہ اپنی مرضی کا مالک تھا لیکن اب نہیں، اب اس کے ساتھ دعام کی زندگی جڑی تھی، وہ اور وہ سردار کو اپنی اور اس کی زندگی برباد کرنے نہیں دے سکتی

تھی، اسے سردار کو راہ راست پر لانا تھا کسی بھی حال میں، لیکن جس طرح سردار ان سب چیزوں کو نظر انداز کر رہا تھا، اسے اپنا یہ مقصد ابھی سے ہی ناکام ہوتا نظر آ رہا تھا، اس کے دل میں ایک خوف بیٹھتا جا رہا تھا۔

ooooooo

سر! آپ نے اتنی بڑی رقم اپنے گھر میں کیوں رکھی ہوئی تھی؟ مطلب 10 " لاکھ سے زائد رقم آپ کے گھر پر کیوں تھی؟ آپ تو اپنا سارا پیسہ وغیرہ بینک میں رکھتے ہیں نا؟" اکرم آج چار دن کے بعد ڈیوٹی پر آیا تھا، اس کے چہرے پر تھکن اور حیرت تھی۔ وہ بھی یہ سن کر کہ اس کے سینیئر پاشا کے گھر میں چوری ہو چکی ہے جس میں تقریباً پانچ سے سات لاکھ کا زیور اور 10 لاکھ سے زائد کی رقم چوری ہو گئی تھی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے بیٹے کا بیگ تک وہ لوگ لے گئے تھے، شاید وہ سارا سامان ان کے بیٹے کے بیگ میں ڈال کر گئے تھے۔

انہوں نے یہاں چوری کے بارے میں بتاتے ہوئے بہت کم رقم بتائی تھی کیونکہ اگر زیادہ رقم بتاتے تو اس کا حساب دینا پڑتا اور ان کے پاس غریب، بے

آسرا، بے سہارا لوگوں کے پیسوں کا کوئی حساب نہیں تھا، جو انہوں نے رشوت کے ذریعے جمع کیے تھے۔ اسی لیے جھوٹ بولا کہ گھر میں ہوئی چوری تقریباً 20 لاکھ کے آس پاس کی ہے۔ حالانکہ کل رات ان کے گھر سے 70 سے 80 لاکھ کا سامان چوری ہوا تھا جس میں تقریباً 25 سے 30 لاکھ کا زیور اور 50 لاکھ سے زائد نقد رقم تھی۔

"ارے وہ دراصل مجھے کچھ ضرورت تھی اسی لیے میں نے بینک سے وہ رقم نکلوائی تھی،" پاشا چور لہجے میں کہنے لگے، ان کی آنکھوں میں گھبراہٹ تھی۔

اب وہ اسے یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ وہ غریبوں کی امانت تھی جو انہیں دینے کے بجائے وہ اپنی تجوری بھرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

"وہ تو ٹھیک ہے سر لیکن پھر بھی اتنی بڑی رقم آپ کے گھر سے چوری کیسے ہو گئی؟ گارڈز کہاں تھے؟ اور آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ چوری ڈکیتوں نے ہی کی ہے؟" اکرم نے اپنے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

کیوں کہ ہمارے سننے میں تو آیا ہے کہ وہ بڑے ہاتھ مارتے ہیں، چھوٹی موٹی" چوریوں سے انہیں کیا فائدہ؟ اور پھر ایک پولیس والے کے گھر آکر اتنی معمولی سی ڈکیتی کرنا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ پولیس کے گھر چوری ان کے لیے کتنی خطرناک ہو سکتی ہے، وہ لوگ اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتے اور پھر ڈاکو ہمیشہ بڑے ہاتھ مارتے تھے اور زیادہ تر بڑے بڑے سیٹھوں کے گھر میں ہی ان کی ڈکیتیاں ہوتی تھیں۔" اکرم یقین سے کہہ رہا تھا، اس کی آواز میں دلیل تھی۔

یہ سب کچھ تو میں نہیں جانتا انسپکٹر اکرم،" پاشا نے ہاتھ اٹھا دیے۔"

مجھے بس یہ پتہ ہے کہ میرے گھر میں کل رات چوری ہوئی ہے، ان لوگوں" نے مجھے بے ہوش کر دیا تھا، میری وائف بھی بے ہوش تھی، میرا بیٹا سارا دن گھر میں تنہا گھومتا رہا۔ وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ ان لوگوں نے میرے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔" ان کی آواز میں خوف اور بے بسی تھی۔

میرا ایک ہی اکلوتا بچہ ہے، اگر اسے کچھ ہو جاتا تو..." پاشا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "میرے گھر میں اتنی سیکیور سیکیورٹی ہونے کے باوجود اس طرح کی ڈکیتی ہو گئی، مجھے میری رقم واپس چاہیے کسی بھی قیمت پر۔ وہ میری اپنی نہیں بلکہ کسی ضرورت مند کی رقم تھی جو میں اس کے حوالے کرنے والا تھا،" اب کی دفعہ سینیئر انسپیکٹر نے پریشانی سے ایک چور نگاہ اکرم پر ڈالی تھی، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے چینی تھی۔

"سر! ہم صرف کوشش ہی کر سکتے ہیں۔ ڈکیت قبیلے کی طرف جانا تو ہمارے لیے بے حد مشکل ہے، یہ آپ بھی جانتے ہیں۔ جب تک کوئی ثبوت نہ ہو ہم ان کی طرف قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔" اکرم نے حقیقت بیان کی۔

"وہ تو صاف الفاظ میں ہمیں کہہ چکے ہیں کہ ثبوت لاؤ اور گرفتار کر لو، اب ثبوت ہمارے پاس ہوتے ہی نہیں ہیں اسی لیے تو ہم اتنے بے بس ہیں۔ خیر، فکر نہ کریں میں تفتیش کرتا ہوں اس کیس کی، اگر کچھ ہاتھ لگے تو آپ کو ضرور بتاؤں گا۔" اکرم نے اسے تسلی دی۔

اور مجھے نہیں لگتا کہ ڈکیت قبیلے والے اس طرح کی چھوٹی موٹی ڈکیتی کریں گے۔ ان کا ٹارگٹ ہمیشہ بڑا ہوتا ہے، اتنی چھوٹی سی ڈکیتی کرنے کے لیے اگر وہ نکلیں گے بھی تو کم سے کم ان کا ٹارگٹ کسی پولیس والے کا گھر ہرگز نہیں ہو گا۔" انسپیکٹر اکرم یقین سے کہہ رہا تھا جبکہ پاشا چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکتے تھے کہ یہ کوئی چھوٹی موٹی چوری نہیں ہے، یہ ایک بہت بڑی ڈکیتی تھی جو ان کے اپنے ہی کالے دھن کو لے کر گئی تھی۔

ooooooo

آج رات ساڑھے 10 بجے ہم لوگ قبیلے سے نکلیں گے، ہمارا ٹارگٹ تقریباً 30 سے 40 لاکھ کی رقم مزید اکٹھی کرنا ہے۔" بالا سامنے ایک نقشہ کھولے ہوئے تھا جس میں اس پاس کے تقریباً 27 گاؤں لگتے تھے، اس کی انگلی نقشے پر پھر رہی تھی۔ اس وقت وہ تقریباً سارے ہی بڑے بڑے لوگوں کو ٹارگٹ میں رکھے ہوئے تھے۔

زیادہ تر لوگ اگلے مہینے کی فہرست میں شامل تھے یعنی کہ انہیں آج آخری ڈکیتی کرنی تھی جو کم سے کم 40 لاکھ تک کی ہونا بہت ضروری تھی۔ سردار نے ایک جگہ ٹک لگائی تھی، اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

میں نے سنا ہے کہ یہ غیر قانونی اسلحہ بیچتا ہے، اس کے پاس بہت زیادہ رقم" ہے،" سردار نے کہا۔

لیکن اپنا سارا کالا پیسہ وہ گھر پر ہر گز نہیں رکھتا۔" بالا نے کہا"

پیسہ نہیں رکھتا لیکن زیورات تو رکھتا ہو گا نا؟" جمرو نے سوال کیا۔"

میں نے سنا ہے اس آدمی کی عورت آج کل اپنے زیورات کی کافی نمائش کرتی" ہے، جہاں جاتی ہے مہنگے زیورات پہن کر جاتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو گھر میں بے شک ہمیں زیادہ رقم نہ ملے لیکن اتنا زیور مل جائے گا کہ ہم اپنی رقم مکمل کر سکیں۔"

سردار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا جس پر بالا نے نفی میں سر ہلایا، اس کے چہرے پر تشویش تھی۔

"نہیں سردار! آج کل یہ زیور خریدنے والوں کی گردن بڑی اکڑی ہوئی ہے، کہتے ہیں چوری کا مال ہے، آدھے میں خریدیں یا آدھے سے بھی کم یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔ ابھی یہ جو پچھلی ڈکیتی ہم نے کی تھی اس کا زیور میں نے بڑی مشکل سے آدھی رقم پر نکالا تھا۔"

"پہلے ان کا حساب کرنا ہوگا اب ایسے ٹکے کے لوگوں کے بھی نخرے اٹھانے پڑ رہے ہیں،" بالا نے ایک اور مسئلہ اس کے سامنے رکھ دیا تھا، اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"زیور بیچنے میں خود جاؤں گا،" سردار نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"یہیں پر حملہ ہوگا،" وہ اس جگہ پر دائرہ لگاتے ہوئے فیصلہ سنا چکا تھا، اس کی آواز میں ایک ایسا دبدبہ تھا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا۔

جبکہ وہ لوگ پہلے ہی اس کے اشارے کے منتظر تھے، انہوں نے وہی کرنا تھا جو سردار کہتا تھا۔ سردار کی مرضی کے خلاف کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ بالا رات کی ڈکیتی کی پلاننگ مکمل کر رہا تھا، اس کے چہرے پر عزم تھا۔ وہ ایک مکمل پلان کے ساتھ یہ قدم اٹھانے والے تھے، کل رات کی پلاننگ زیادہ لمبی نہیں تھی لیکن پھر بھی بالا کے پلان کی بدولت ان کے لیے کافی آسانی رہی تھی۔

اور آج کا پلان بھی تقریباً تیار ہو چکا تھا، ساری چیزوں کو ترتیب دیتے ہوئے وہ پرسکون ہو کر باہر نکلے تھے۔

○○○○○○○

وہ صبح بڑی مشکل سے دعام کو ناشتہ کروانے میں کامیاب ہوا تھا، وہ دو تین نوالے لے کر ہی چھوڑ چکی تھی اور اب بھی میر وجب اس کے کمرے میں کھانا لے کر گیا تو اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے دن میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا اب شام کے چھ بج رہے تھے۔ اس کی ضد سردار کے لیے ایک نیا امتحان بن چکی تھی۔

اب یہ لڑکی اسے بہت تنگ کر رہی تھی، اس نے سچ مچ میں ذرا سی بات کو ضرورت سے زیادہ سر پر سوار کر لیا تھا اور یہ اس کے لیے صحیح بالکل بھی نہیں تھا، بے شک وہ اس معاملے کو جتنا ہو سکے اتنا اگنور کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور بالکل نارمل ری ایکٹ کر رہا تھا لیکن اندر ہی اندر اسے دعام کی ضد پریشان بھی کر رہی تھی۔

وہ ان لوگوں کو ان سب کے کام پر لگاتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا، اس کے چہرے پر پریشانی تھی۔ وہ دعام کو کیسے سمجھائے گا یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا، لیکن وہ اسے اس کے حال پر بھی ہرگز نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ یہ لڑکی اس کی کل کائنات تھی۔

ooooooo

سجن سائیں! کہاں ہو تم یار؟ میرا سوہنا مکھڑا میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈ کر آیا" ہوں،" سردار کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس سے کہنے لگا تھا جو خاموشی سے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ اس کے پاس آتے ہوئے اس کا ہاتھ اس کی گود سے ہٹاتا اس کے قریب لیٹتے ہوئے اس کی گود میں اپنا سر رکھ گیا تھا،

اب تک ناراض ہو مجھ سے؟" سردار اسے چہرہ پھیرتے دیکھ کر نرمی سے اسے " منانے والے انداز میں کہتا اس کے دونوں ہاتھوں کو چوم گیا تھا، اس کی آواز میں التجا تھی۔

میں ناراض نہیں ہوں آپ سے ڈاکو جی، بس آپ سے ایک چھوٹی سی بات " کہہ رہی ہوں جو آپ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔" دعام نے دھیمی آواز میں کہا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے بسی تھی۔

پھر وہی فضول باتیں سجن سائیں؟" سردار نے ایک لمبی سانس لی۔"

چھوڑ دو اپنی فضول ضد، ایک ہی بات کے پیچھے لگ گئی ہو۔ اب ہم اس بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے، میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، آخری دفعہ کہہ رہا ہوں اور یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے تم نے اپنی؟ اٹھو، تیار ہو جاؤ، ہم دونوں ندی پر چلتے ہیں۔ بلکہ کھانا بھی وہیں پر کھائیں گے۔ میں ایسا کرتا ہوں میرو کو کہتا

ہوں کہ وہیں پر کھانا لگا دے،" وہ اس کی گود سے اٹھتے ہوئے الماری کے پاس آجاتا وہاں سے اپنی مرضی کا ڈریس نکالنے لگا تھا، اس کے چہرے پر ایک فیصلہ کن انداز تھا۔

میں کہیں نہیں جانا چاہتی،" دعام نے انکار کرنا چاہا تھا، اس کی آواز میں ضد" تھی۔

لیکن میں تو لے کر جاؤں گا اپنے معصوم سے سائیں کو،" سردار نے مسکراتے" ہوئے کہا۔

سب سمجھ میں آرہا ہے مجھے، اتنے دن سے تم ندی پر نہیں گئی نا اسی لیے" تمہارے دماغ کو قبیلے کی گرم ہوائیں لگ گئیں، آؤ میں تمہیں ندی کی ٹھنڈی ہوا لگوا کر لاتا ہوں تا کہ تمہارا دماغ تھوڑا ٹھنڈا ہو۔" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

چلو چلو اٹھو، زیادہ ٹائم نہیں ہے یار، جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جاؤ،" وہ اسے" زبردستی اٹھاتے ہوئے اس کی چادر خود ہی اتار چکا تھا جبکہ اس سے پہلے کہ وہ

مزید کوئی گستاخی کرتا وہ اس کے ہاتھ سے کپڑے لے چکی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

تم نے دن میں کھانا کیوں نہیں کھایا سجن سائیں؟ ناراضگی مجھ سے ہے ہی نا تو مجھ پر نکالو غصہ۔ جتنا ناراض ہونا ہے مجھ سے ہو، کتنا غصہ کرنا ہے مجھ پر کرو۔ کھانے سے کوئی دشمنی نہیں ہے تمہاری۔ آج کے بعد میں تمہیں اس طرح بھوکا رہنے نہ دیکھوں۔ آج معاف کر رہا ہوں، آئندہ نہیں کروں گا۔" سردار کی آواز میں ایک خاص قسم کی سختی اور پیار تھا۔

چلو یار، یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟ جلدی سے چینج کرو۔ میں میرو کو کہتا ہوں کہ وہیں ندی پر ایک خوبصورت سے ڈنر کا انتظام کر دے۔ میری سجن سائیں ناراض ہے، مجھے منانا ہے اسے۔" اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

لیکن زیادہ دیر وہاں نہیں رکیں گے، پہلے بتا رہا ہوں، رات کو 10 بجے کے آس پاس مجھے پھر سے ڈکیتی پر جانا ہے،" وہ باہر نکلتے ہوئے بولا تو دعام جو واش

روم کی طرف قدم بڑھا رہی تھی اچانک رک گئی تھی، اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

کیا مطلب؟ آپ پھر سے یہی سب کچھ کرنے جا رہے ہیں؟" وہ بے یقینی کی" کیفیت میں تھی، اس کی آواز میں دکھ اور حیرت تھی۔ وہ اسے سمجھا کر تھک چکی تھی لیکن اس انسان پر کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا، وہ اپنی مرضی کر رہا تھا، جیسے اس کی باتوں کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔

ہاں، فرق بس اتنا تھا کہ پہلے وہ چھپ کر رہا تھا اور اب جب وہ پوری طرح سے سچ اس کے سامنے آچکا تھا تو وہ کھل کر اس کے سامنے کر رہا تھا۔ اس کے لیے یہ ایک نیا امتحان تھا۔

یہی میرا کام ہے سجن سائیں اور یہی میں نے کرنا ہے قیامت تک۔ تم سے کچھ" چھپا ہوا نہیں تھا، نہ پہلے نہ اب چھپا ہوا ہے۔ صرف ایک چھوٹے سے حملے کو دل پر لے کر بیٹھ گئی ہو تم۔ مجھے ڈکیتیاں کرتے 15 سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔" سردار کی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔

میرے ابا بھی ڈکیت تھے۔ جب دنیا والوں نے ہمیں ہمارا حق نہیں دیا تھا تب ہم نے اپنا حق چھیننا شروع کر دیا تھا اور اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔ ہم اس دنیا سے وہ لیتے ہیں جو ہمارا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ مانگنے سے کچھ نہیں ملتا یہاں، اپنی چیز چھیننی پڑتی ہے۔"

"یقین مانو آج تک مجھے کچھ نہیں ہوا نہ تو مجھ پر کوئی گولی چلی اور نہ ہی کبھی میرے جسم پر کوئی زخم آیا۔ بس ایک چھوٹا سا غفلت کا لمحہ تھا، سوچا تمہارے لیے وہ خوبصورت پھول لے چلتا ہوں، میری سجن سائیں خوش ہو جائے گی لیکن میں کہاں جانتا تھا کہ وہ لمحے کی تاخیر میرے لیے اتنی بڑی مصیبت کھڑی کر دے گی اگر پتہ ہوتا تو...." سردار اس کے پاس آتا اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا، نگاہیں پیچھے میز کی طرف گئی تھی جہاں پانی کے خوبصورت شیشے کے گلدان میں وہ پھول پوری طرح سے کھلا ہوا تھا، عجیب پھول تھا اتنے دن گزر جانے کے باوجود بھی وہ ذرا سا بھی نا مرجھایا تھا۔

اگر آپ کو پتہ ہوتا تو یقیناً آپ پھول نہیں توڑتے،" دعام نے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ ابھری تھی۔

اگر مجھے پتہ ہوتا کہ یہ پھول توڑنے میں وقت لگ جانا ہے تو میں اپنے سجن " سائیں کے لیے یہ پھول پہلے توڑ لیتا، اپنا کام بعد میں کر لیتا۔ خیر چھوڑو جو ہوا سو ہوا، وہ ایک برا دن تھا اور کچھ بھی نہیں۔" سردار نے اس کا ہاتھ تھاما۔ "جاؤ اپنی تیاری مکمل کرو، میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات بہت خوبصورت ہو اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ میرے جانے سے پہلے تم گہری نیند سو جاؤ ورنہ میرے پیچھے پریشان ہوتی رہو گی۔ یقین مانو اب اس دنیا کی کسی گولی میں اتنی ہمت نہیں "کہ وہ سردار دلدار کا سینہ چیر سکے۔

سردار دلدار جب اپنے کام پر نکلتا ہے تو اپنی آنکھیں اور کان سمیت اپنا دماغ " بھی کھلا رکھتا ہے، جو غلطی میں نے پہلے کی وہ کبھی دوبارہ نہیں کروں گا۔ بالا بالکل ٹھیک کہتا ہے وہ میری بے احتیاطی تھی لیکن آئندہ میں ایسی بے احتیاطی ہرگز نہیں کروں گا۔ آئندہ اپنے سجن سائیں کے لیے پھول میں خرید کر لایا

کروں گا، چوری کر کے نہیں،" وہ نرمی سے آنکھ دبا تا جھک کر اس کے لبوں کو چوم گیا تھا جبکہ دعام ایک لمحے کے لیے کانپ گئی تھی۔

اس پھول کی وجہ سے اسے گولی لگی تھی، وہ پھول اس کے لیے اتنا خاص تھا کہ اس نے بس کسی بھی طرح اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی جان پر کھیل دیا تھا، اس کی محبت کی شدت دعام کو حیران کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے واش روم میں جاتی چینج کرنے لگی تھی۔

اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے، اس کے لیے یہ سب کچھ دن بدن مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ سردار کے سچائی سامنے آنے کے بعد جیسے وہ ہر طرح کی پریشانی سے بے فکر ہو گیا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے اب اسے کوئی پریشانی ہے ہی نہیں، وہ بالکل ریلیکس تھا۔

○○○○○○○

سردار نہیں چاہتا تھا کہ دعام کو یہ سب کچھ پتہ چلے اور اب اگر اسے پتہ چل گیا تھا تو اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا، اب وہ کھل کر اپنا کام کر رہا تھا۔

وہ دعام کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا، اسے تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا، وہ ہر وقت اسے خوش رکھنا چاہتا تھا۔ اور اس کے لیے اس نے کوشش کی تھی کہ وہ اپنا کام اس سے دور رکھے لیکن وہ خود ہی ہر چیز میں گھس رہی تھی تو وہ اسے منع بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

اور وہ یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ دعام اسے ان ساری چیزوں سے نکالنا چاہتی ہے لیکن دعام کو یہ سمجھنے کی ضرورت تھی کہ سردار آج سے نہیں بلکہ کئی سالوں سے ان سب چیزوں میں پوری طرح سے دھنسا ہوا ہے، اب اس کا نکلنا مشکل نہیں، ناممکن تھا۔

اب صرف یہ نام اس کی پہچان نہیں تھا بلکہ اس چیز کے ساتھ کئی سارے لوگوں کی امید جڑی تھی، کئی سارے لوگوں کا یقین جڑا تھا۔ وہ کسی کا یقین توڑ نہیں سکتا تھا، وہ کتنے بے سہارا لوگوں کا سہارا تھا، کئی سارے لوگوں کی امید تھا، وہ صرف اس لیے ان غریب بے سہارا لوگوں کی امید نہیں توڑ سکتا تھا کہ اس کی بیوی کو یہ کام پسند نہیں ہے یا اس کی بیوی اس چیز سے خوفزدہ ہے۔

وہ جب سے سردار بنا تھا وہ اپنی ذمہ داریوں کو بہت اچھے طریقے سے نبھا رہا تھا۔ اور صرف دعام کے ڈر کی وجہ سے وہ ان سب چیزوں سے کنارہ کشی نہیں کر سکتا تھا جو اس کی پہچان تھا۔ وہ ہرگز کسی بھی حالت میں ان سب چیزوں سے الگ ہونے کا نہیں سوچ سکتا تھا بے شک اس کے لیے اسے دعام کی ناراضگی ہی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے، لیکن یہ ایک حقیقت تھی سردار دلدار یلغار کی پہچان ایک ڈاکو کی حیثیت سے تھی اور اس نے اپنی یہی پہچان برقرار رکھنی تھی۔

ooooooo

دعام واش روم سے باہر آئی تو اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ سردار کی باتوں نے اس کے اندر ایک کشمکش پیدا کر دی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے ندی پر لے جا کر منانے کی کوشش کرے گا،

مگر اس کے اندر کی ضد اسے پگھلنے نہیں دے رہی تھی۔ اس نے ایک سادہ سا لباس پہنا اور بستر پر آ کر بیٹھ گئی، اس کی نظریں دروازے پر جمی تھیں، جیسے وہ سردار کے آنے کا انتظار کر رہی ہو۔

چند ہی لمحوں میں سردار کمرے میں داخل ہوا، اس کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ تھی، جیسے وہ دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہو۔ اس نے دعام کی طرف دیکھا،

سجن سائیں، تیار ہو گئیں؟" اس نے نرمی سے کہا، "

چلو، بالا اور میرو نے سارا انتظام کر دیا ہو گا۔" سردار نے اس کے قریب آتے" اس کا ہاتھ تھاما اور اسے بستر سے اٹھا لیا۔ دعام نے کوئی مزاحمت نہیں کی، اس کے قدم خود بخود سردار کے ساتھ چلنے لگے۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی کشش تھی جو اسے سردار کی طرف کھینچ رہی تھی۔

ooooooo

وہ دونوں قبیلے کے خاص خفیہ راستے سے باہر ندی کے کنارے پہنچے تو دعام کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ماحول کسی خواب سے کم نہ تھا۔ چاندنی رات میں ندی کا پانی چاندی کی طرح چمک رہا تھا،

اس کی لہروں کی سرسراہٹ کانوں میں ایک دھیمی موسیقی گھول رہی تھی۔ ٹھنڈی، مہکتی ہوائیں جسم کو چھو کر گزر رہی تھیں، جیسے کسی نے ہوا میں خوشبو بکھیر دی ہو۔ ندی کے کنارے ایک خوبصورت سی ڈیٹ کا انتظام کیا گیا تھا، جہاں دونوں طرف نرم گدے بچھے تھے ایک چھوٹی سی میز پر شمعیں جل رہی تھیں، جن کی دھیمی روشنی ماحول کو مزید خواب ناک بنا رہی تھی۔ ارد گرد جنگلی پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی، اور دور سے جنگل کی خاموشی میں ہوا کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ سب کچھ اتنا دلکش تھا کہ دعام ایک لمحے کو اپنی ناراضگی بھول گئی۔ اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی حیرت اور سکون نمایاں ہوا۔

کیسا لگا سجن سائیں؟" سردار نے اس کا ہاتھ تھام کر ٹیبل کی طرف اشارہ کیا،"

"میں نے کہا تھا نا، تمہارا دماغ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

دعام نے سردار کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سب اسے منانے کے لیے کیا گیا ہے، اور وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے آ کر گدوں پر بیٹھ گئی، سردار بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا، اس کی نظریں صرف دعام پر مرکوز تھیں۔

اب بھی ناراض ہو؟" سردار نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے نرمی" سے پوچھا،

تمہاری یہ خاموشی مجھے اندر سے کھا رہی ہے سجن سائیں۔ تمہاری یہ ناراضگی" میرے دل کو چیر رہی ہے۔" اس نے دعام کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے چھوا، اس کی آنکھوں میں ہلکا سا درد اور دعام کے لیے بے تحاشا پیار تھا، ایک ایسا پیار جو جنون کی حدوں کو چھو رہا تھا۔

دعام نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی،

آپ کو میری ناراضگی کی پرواہ ہوتی تو آپ وہ کام نہ کرتے جو آپ کو پتہ ہے" مجھے پسند نہیں۔ مجھے نہیں پسند الگ بات ہے ہمارے اللہ کو وہ کام پسند ہے ڈاکو جی۔ اس کی آواز میں ایک دبی ہوئی چوٹ تھی، مگر اس میں سردار کی محبت کا اثر بھی محسوس ہو رہا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے کہ مجھے تمہاری پرواہ نہیں؟" سردار نے اس کا ہاتھ مزید" مضبوطی سے تھام لیا، اس کی آنکھوں میں جنون سا تھا۔ جیسے اس کے اندر کا شیر جاگ اٹھا ہو۔

تم میری سانس ہو دعام! تم میری زندگی ہو۔ تمہاری ایک آہ پر میرا دل پھٹ" جاتا ہے، اور تم کہتی ہو مجھے تمہاری پرواہ نہیں؟" اس نے دعام کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا، اس کی آنکھوں میں گہرائی سے دیکھا، اس کی نظروں میں ایک ایسی شدت تھی جو دعام کو اندر تک محسوس ہو رہی تھی۔

میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں، کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں۔ تم" "میری محبت کی انتہا ہو۔

اس نے دعام کے ماتھے پر اپنے لب رکھے، پھر اس کی آنکھوں کو نرمی سے چوما، اور پھر اس کے گالوں کو اپنی سانسوں کی حدت سے چھوا۔ "تمہاری ناراضگی مجھے اندر سے کھا رہی ہے۔ تم میری دنیا ہو دعام، اور تمہارے بغیر میری دنیا ویران ہے۔" اس کی آواز میں ایک ایسی شدت تھی جو دعام کو اندر تک لرزا گئی، جیسے اس کے وجود کا ہر ذرہ سردار کی محبت میں پگھل رہا ہو۔

پھر آپ میری بات مانتے کیوں نہیں؟" وہ معصومیت سے بولی۔

"یہ کام خطرناک ہے ڈاکو جی، آپ کی جان کو خطرہ ہے۔"

خطرہ؟" سردار نے ایک قہقہہ لگایا، مگر اس قہقہے میں بھی ایک جنونی کیفیت" تھی، جو اس کے بے خوف ہونے کا ثبوت تھی۔

تمہیں کیا لگتا ہے کہ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں؟ میری جان تو تم میں بستی" ہے میرا سوہنا مکھڑا! اگر تمہیں کچھ ہو جائے تو میری جان کا کیا فائدہ؟ اور جب تک تم میرے ساتھ ہو، مجھے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ تم میری طاقت ہو، میری ڈھال ہو۔" اس نے دعام کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا، اس کی گرفت اتنی

مضبوط تھی جیسے وہ اسے اپنے اندر سمو لینا چاہتا ہو، اس کے وجود کو اپنے وجود کا حصہ بنا لینا چاہتا ہو۔

"میں تمہیں کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا، اور میں تمہیں کبھی خود سے دور نہیں کر سکتا۔" اس نے دعام کی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا، اس کی سانسیں دعام کی جلد پر محسوس ہو رہی تھیں، ایک ایسی گرمی جو دعام کے اندر تک اتر رہی تھی۔

"تم میری ملکیت ہو دعام، میری روح، میرا سب کچھ۔ میں تمہیں کسی کے ساتھ بانٹ نہیں سکتا، نہ تمہاری خوشی، نہ تمہارا غم، اور نہ ہی تمہاری فکر۔" اس کی آواز میں ایک ایسی جنونی ملکیت تھی جو دعام کو حیران کر گئی، اسے لگا جیسے وہ سردار کے وجود میں گم ہو رہی ہو۔

"تمہاری ایک مسکراہٹ کے لیے میں یہ دنیا الٹ سکتا ہوں، تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو بھی مجھے برداشت نہیں۔" اس نے دعام کے بالوں کو سہلایا، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی دیوانگی تھی جو دعام نے پہلے کبھی نہیں دیکھی

تھی۔"تم میرا جنونی عشق ہو دعام، میرا عشق، میرا جنون۔"اس کی ہر بات میں ایک ایسا سحر تھا جو دعام کو اپنے حصار میں لے رہا تھا۔

دعام نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔اس کی ہر بات میں ایک ایسی سچائی تھی جو دعام کو پگھلنے پر مجبور کر رہی تھی۔اس کے لیے سردار کی محبت کا یہ جنونی اظہار ایک نئی دنیا تھی، ایک ایسی دنیا جہاں صرف سردار اور اس کی محبت تھی۔وہ جانتی تھی کہ وہ اسے اپنے کام سے نہیں روک پائے گی، مگر اس کی محبت کی شدت اسے ہر چیز بھلا رہی تھی۔

میں آپ سے ناراض نہیں رہ سکتی،" دعام نے دھیمی آواز میں کہا، اس کے " لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، جو اس کی شکست کا اعلان تھی۔

آپ کی یہ دیوانگی مجھے ہارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"ڈاکو جی لیکن یہ "

"کام۔۔۔۔۔

سر دار کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی، اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ اس نے دعام کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے لبوں پر جھک گیا، وہ بے تاب سا اپنا لمس اس کے نازک لبوں پر بکھیرنے لگا،

وہ اسے مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا اس لیکن سے آگے وہ اسے جانے ہی نہیں دے رہا تھا۔

اسکے لمس میں جنون سمٹ آیا تھا۔ دعام نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اسے لگا جیسے وہ اس لمس میں تحلیل ہو رہی ہے، اس کا وجود سر دار کے وجود میں ضم ہو رہا ہے۔ اس لمحے اسے لگا کہ اس کے لیے سر دار کی محبت ہی سب کچھ ہے، وہ اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے، کسی بھی حد تک جا سکتا ہے، اور اس کی محبت میں دنیا کی ساری شدت موجود ہے۔ اس لڑکی کے لیے وہ واقعی دیوانہ تھا۔

ooooooo

سر دار نے دعام کے لبوں کو چھوڑا تو اس کی سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔

دعام کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں،

سردار نے اس کا ہاتھ تھاما، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی گہری چمک تھی جو دعام کو اپنے سحر میں کھینچ رہی تھی۔

چلو سجن سائیں، "سردار کی بے تاب آواز گونجی تھی۔"

کہاں۔۔۔!اس نے حیرت سے پوچھا

ستاروں کے شہر میں، ابھی رات جوان ہے اور ہماری کہانی کا ایک نیا باب کھلنا ہے۔" وہ دعام کو اپنے ساتھ لے کر ندی کے کنارے ایک چھپے ہوئے راستے کی طرف بڑھا۔ دعام نے کوئی مزاحمت نہیں کی، اس کے قدم خود بخود سردار کے ساتھ چلنے لگے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ شخص اسے کہاں لے جا رہا ہے،

چند قدم چلنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ندی کے کنارے ایک چھوٹا سا خیمہ (کیمپ) لگا ہوا تھا۔ خیمے کے اندر دھیمی روشنی پھیل رہی تھی، شاید کسی لالٹین کی وجہ سے۔ اندر نرم گدے بچھے تھے اور ماحول میں پھولوں کی ہلکی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ ندی کی لہروں کی سرسراہٹ اور رات کے پرسکون

سناٹے نے اس لمحے کو مزید پر اسرار اور دلکش بنا دیا تھا۔ سردار نے دعام کا ہاتھ
تھامے اسے خیمے کے اندر لے گیا۔

کیسا لگا سجن سائیں؟" سردار نے اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے سرگوشی کی،
اس کی نظریں دعام کی آنکھوں میں گڑھی تھیں۔

"یہاں صرف تم ہو اور میں، اور ہماری محبت۔"

دعام کی سانسیں تیز ہو گئیں، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے سردار کی
آنکھوں میں دیکھا، جہاں وہی شدت تھی جو اسے اپنے حصار میں لے رہی
تھی۔ سردار نے اسے اپنے بازوؤں میں لیا اور نرمی سے گدوں پر بٹھایا۔ وہ خود
بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا، اس کی نظریں دعام کے چہرے پر جمی تھیں۔

تمہاری یہ خاموشی مجھے بے چین کر رہی ہے میرا خاموش سائیں" سردار نے"
اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں ایک نشہ سا تھا۔

کیاتم نہیں جانتی کہ میری ہر سانس تمہارے نام سے جڑی ہے؟میری ہر" دھڑکن تمہارے لیے ہے۔"اس نے دعام کے گالوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا، اس کے انگوٹھے اس کے نرم لبوں پر آہستہ سے پھیرے۔

دعام نے بمشکل اپنے لب کھولے،

آپ کی یہ جنونی باتیں... مجھے ڈرا رہی ہیں ڈاکو جی۔"اس کی آواز کانپ رہی" تھی۔

ڈر؟" سردار کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔"یہ ڈر نہیں ہے میری جان،" یہ میری محبت کی آگ ہے جو تمہیں اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔یہ میرا جنون ہے جو تمہیں مجھ میں سمولینا چاہتا ہے۔"اس نے دعام کے چہرے کو اپنے قریب کیا، اس کی سانسیں دعام کے لبوں سے ٹکرا رہی تھیں۔"میں تمہاری ہر چیز پر حق رکھتا ہوں دعام۔تمہاری مسکراہٹ پر، تمہاری خاموشی پر، تمہاری ہر "سانس پر۔

اس نے دعام کی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا، اس کی گرم سانسیں دعام کی جلد پر محسوس ہو رہی تھیں۔ دعام کے جسم میں ایک سنسناہٹ دوڑ گئی۔ سردار کے لب آہستہ آہستہ اس کی گردن پر حرکت کرنے لگے، اس کی انگلیوں نے دعام کے بالوں میں اپنا راستہ بنایا۔

تمہیں نہیں معلوم میرا میٹھا سائیں، تم نے مجھے کتنا بے تاب کر رکھا ہے۔""

" سردار کی آواز بھاری ہو چکی تھی۔

تمہاری قربت کے لیے میرا دل تڑپ رہا ہے۔ میں تمہیں اپنی روح میں اتار لینا چاہتا ہوں۔" اس نے دعام کی قمیض کے بٹن کھولنا شروع کیے، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی پیاس تھی جو صرف دعام ہی سمجھ سکتی تھی۔

دعام نے ایک لمحے کو مزاحمت کی، مگر اس کا جسم خود ہی سردار کی قربت میں پگھل رہا تھا۔ اس کے اندر کی خواہش بھی شدت اختیار کر چکی تھی۔ سردار نے اس کے لبوں پر جھکا، ایک ایسا شدید لمس جو پچھلے تمام لمس سے زیادہ گہرا اور جنونی تھا۔ اس بوسے میں سردار کی ساری بے تابی، ساری شدت، اور ساری

دیوانگی سمٹ آئی تھی۔ دعام نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اس کا وجود سردار کے ہاتھوں میں بے جان ہو رہا تھا۔

سردار نے دعام کو نرمی سے گدوں پر لٹایا، اس کی آنکھیں دعام کے چہرے پر جمی تھیں۔

تمہاری ناراضگی نہیں سہ سکتا میں سحبس سائیں، مجھ سے ناراض نہ ہوا کرو" تم میری ہو، صرف میری۔" اس نے سرگوشی کی، اس کی آواز میں ایک ایسا ملکیتی احساس تھا جو دعام کو اندر تک محسوس ہوا۔ اس کے لب دعام کے چہرے سے ہوتے ہوئے اس کی گردن اور پھر اس کے سینے کی طرف بڑھنے لگے۔ دعام کا جسم سردار کے لمس سے کانپ رہا تھا، اس کی سانسیں بے قابو ہو چکی تھیں۔

تمہیں آج میری ہر شدت محسوس کرنی ہو گی دعام،" سردار کی آواز میں" ایک گہرا نشہ تھا۔

آج تمہیں میری محبت کے ہر رنگ میں رنگنا ہو گا۔" اس کے ہاتھ دعام کے" لباس پر حرکت کرنے لگے، ہر لمس میں ایک ایسی پیاس تھی جو برسوں کی پیاس

تھی۔ دعام نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اس کا وجود سردار کے حوالے ہو چکا تھا۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور ندی کے کنارے یہ کیمپ ان کی جنونی محبت کا گواہ بن رہا تھا۔

ooooooo

ریان کا آج گاؤں میں رکنے کا بالکل ارادہ نہیں تھا۔ حالانکہ اس کا معمول تھا کہ وہ کئی کئی دن گاؤں میں گزارتا، مگر اپنے کمرے میں موجود ایک نئے وجود کو دیکھ کر وہ اب چاہنے کے باوجود بھی گاؤں میں نہیں رک پا رہا تھا۔

رباب کی موجودگی نے اسے بے چین کر دیا تھا، اس کی ہر سانس میں ایک عجیب سی کشش محسوس ہو رہی تھی جو اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک ہی خواہش تھی، جلد از جلد رباب کے قریب ہونا۔

وہ گھر آیا تو بیلا صحن میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ پھیل گئی۔

ارے واہ! آپ! آج کیسے یہاں ؟" بیلا نے کتاب بند کرتے ہوئے شرارت" سے پوچھا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

پہلے تو آپ ایک ایک ہفتے تک گھر میں نظر نہیں آتے تھے، اب آپ روز روز" یہاں پر کیا کرتے ہیں؟" اس کی شرارتی سی ہنسی پورے صحن میں گونج اٹھی۔

یہ میرا ہی گھر ہے محترما اور میں جب چاہوں یہاں آ سکتا ہوں، ریان نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، اس کی نظریں بیلا سے ہوتی ہوئی رباب کی طرف گئیں جو پاس ہی کھڑی پانی کا گلاس بھر رہی تھی۔

اور ویسے بھی میں "تمہارے لیے نہیں آتا، اپنی ماں اور بیوی کے لیے آتا ہوں۔" اس کی آواز میں ایک خاص قسم کا دبدبہ تھا۔

بیلا نے اپنی آنکھیں سکوڑی، اس کی شرارت مزید بڑھ گئی۔

اچھا جی! آپ کی والدہ صاحبہ تو پہلے بھی یہاں پر تھیں، پہلے تو نہیں آتے تھے" آپ؟" بیلا اب بھی شرارت سے بھرپور جواب دے گی، اس کی آواز میں طنز اور چھیڑ چھاڑ تھی۔

بیلا کا یہ سوال سن کر رباب کا تو کھڑے کھڑے پسینہ چھوٹنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا اگلاس کانپنے لگا۔ ریان کی بے باک نظریں اسے پوری طرح سے گھیر چکی تھیں، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی شدت تھی جو رباب کو اندر تک پسل کر رہی تھی۔

اس نے آگے بڑھتے ہوئے اس کے ہاتھ سے گلاس تھام کر اپنے لبوں سے لگا ریان کی نظریں اس کے چہرے پر، پھر اس کی گردن پر، اور پھر اس کے لباس پر ٹھہریں، ہر نظر میں ایک ایسی بے باکی تھی جو رباب کو بے چین کر رہی تھی۔ رباب کو لگا جیسے وہ اس کی نظروں کی حدت سے پگھل جائے گی۔

اس کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی تھی کہ اسے لگا جیسے وہ سینے سے باہر نکل آئے گی۔ ریان کی یہ بے باکی اور اس کی نظروں کی شدت نے رباب کو مکمل طور پر بے بس کر دیا تھا۔

امی دیکھیں آپ کی لاڈلی میرے آنے جانے کا حساب کر رہی ہے یہ نہیں کہ بھائی کو کھانے پینے کا کچھ پوچھ نہیں لے وہ مسلسل اسے خود پر نگاہ جمائے دیکھ رہا تھا۔ جبکہ خود اس کی نگاہیں بار بار رباب کی طرف بٹک رہی تھی اس کی شرارتی نگاہوں پر اس نے فوراہی اندر کی طرف قدم بڑھاتے امی کو اس کی شکایت کی تھی جبکہ وہ کھل کھلاتے ہوئے اس کے پیچھے یہی تھی۔ یقیناً اب اندر ان دونوں بھائی بہن میں جنگ ہونے والی تھی رباب بھی مسکراتے ہوئے ان کے پیچھے ہی اندر ائی تھی

ooooooo

سردار کے موبائل پر بالا کا میسج آیا، جس کی ہلکی سی وائبریشن نے رات کی خاموشی کو توڑا۔ اس وقت سردار دعام کے قریب لیٹا تھا، اس کی سانسوں کی

گرمی دعام کے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔ دعام اس کی شدتوں سے تھک ہار کر گہری نیند سو چکی تھی، اس کے چہرے پر ایک معصوم سا سکون تھا۔ میسج پڑھتے ہی سردار سمجھ گیا کہ ڈکیتی پر نکلنے کا وقت ہو چکا ہے۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو بے چینی ابھری،

اس نے آہستہ سے بالا کو میسج کا جواب دیا، اس کی انگلیاں احتیاط سے کی پیڈ پر حرکت کر رہی تھیں تاکہ دعام کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ پھر اس نے ایک گہرا سانس لیا،

انہوں نے پہلے ارادہ 10 ساڑھے 10 بجے کے اس پاس قبیلے سے نکلنے کا کیا تھا لیکن اب وہ رات کے دو بجے قبیلے سے نکلنے والے تھے۔

اس کی نظریں دعام کے معصوم چہرے پر جم گئیں۔ وہ اس کے ڈر کو بہت اچھے طریقے سے سمجھ رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ دعام اس کے کام سے کتنی خوفزدہ ہے، مگر وہ مجبور تھا۔ وہ کسی کے کہنے پر اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ اس کے

دل میں ایک عجیب سی کشمکش تھی، ایک طرف دعام کی محبت اور دوسری طرف اس کا فرض۔

سردار نے نہایت احتیاط سے دعام کو اپنی باہوں میں اٹھایا۔ دعام نیند میں ہی سردار کے سینے سے لگ گئی، اس کی سانسیں سردار کی دھڑکنوں میں گھل گئیں۔ سردار نے دعام کو اپنی باہوں میں لیے، خفیہ راستے سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ پہاڑوں سے نکلتے ہوئے اس کی آنکھیں مسلسل دعام کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، جو چاندنی کی ہلکی روشنی میں مزید حسین لگ رہا تھا۔ یہ معصومیت، یہ بے فکری اس کے لیے اس کی کل کائنات تھی، اس کی ہر جنگ کا مقصد۔ وہ اسے کسی بھی قیمت پر محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دعام کو احتیاط سے بستر پر لٹایا، جیسے کوئی قیمتی شے رکھ رہا ہو۔ اس کے چہرے پر بکھرے بالوں کو نرمی سے ہٹایا اور ایک لمحے کو اس کے چہرے کو تکتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں محبت، دیوانگی اور ایک گہرا جنون تھا۔ وہ دعام کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا، کسی بھی حد تک جا سکتا تھا،

تھوڑی ہی دیر میں وہ ہمیشہ کی طرح ڈکیتی کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ مگر جانے سے پہلے اس نے ایک بار پھر دعام کی طرف دیکھا۔ دعام گہری نیند میں تھی، اس کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ سردار نے جھک کر دعام کا ماتھا شدت سے چوما، ایک ایسا بوسہ جو اس کی تمام محبت، حفاظت اور بے بسی کا اظہار تھا۔

میرے سجن سائیں، "اس نے سرگوشی کی، "میں مجبور ہوں، اس بات کے" علاوہ تمہاری ہر بات مانوں گا وعدہ ہے میرا "اس نے ایک گہرا سانس لیا اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا،

○○○○○○○

رات گہری ہو چکی تھی جب سردار اور اس کے ڈاکوؤں کا گروہ اپنے نئے ہدف کی طرف بڑھا۔ یہ ایک بڑا، عالیشان گھر تھا جو گاوں کے خاص علاقے میں واقع تھا۔ سردار کو معلوم تھا کہ اس گھر کا مالک غیر قانونی اسلحے کا کاروبار کرتا ہے اور اپنا زیادہ تر کالا دھن بینکوں میں رکھتا ہے، مگر اس کی بیوی زیورات کی بے حد

شوقین تھی اور ان کی نمائش کرتی پھرتی تھی۔ یہی ان کا آج کا نشانہ تھا۔ اندھیرا گہرا تھا اور بارش کے بعد کی ٹھنڈی ہوا ماحول کو مزید پراسرار بنا رہی تھی۔

وہ لوگ خاموشی سے گھر کے قریب پہنچے۔ بالا نے اشارہ کیا اور سب نے اپنے گھوڑے ایک محفوظ مقام پر باندھ دیے۔ ان کے قدموں میں کوئی آواز نہیں تھی، جیسے سائے ہوں جو رات کی تاریکی میں گھل مل گئے ہوں۔ گھر کے باہر موجود گارڈز کو مہارت سے بے ہوش کیا گیا، کسی کو نقصان پہنچائے بغیر۔ سردار کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی، یہ صرف ڈکیتی نہیں تھی، یہ اس کے لیے ایک مقصد تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی ان کی نظریں گھر کی قیمتی اشیاء پر پڑیں، مگر ان کا ہدف واضح تھا۔ وہ سیدھے مرکزی خواب گاہ کی طرف بڑھے۔ وہاں موجود مالکن گہری نیند سو رہی تھی، اس کے چہرے پر سونے کے زیورات کی چمک نمایاں تھی۔ بالا نے اپنے رومال پر ہلکی سی دوائی چھڑکی اور نرمی سے اس کے چہرے پر

رکھ دیا، چند ہی لمحوں میں وہ مزید گہری نیند میں چلی گئی۔ سردار نے الماری اور تجوری کو کھولنا شروع کیا، اس کی نظریں زیورات پر تھیں۔

اور پھر ان کے ہاتھ ایک ایسی دولت لگی جس کی انہوں نے توقع نہیں کی تھی۔ تجوری زیورات سے بھری ہوئی تھی، سونے کے ہار، چمکدار ہیرے کے سیٹ، قیمتی پتھروں سے جڑے کڑے اور انگوٹھیاں۔ یہ صرف زیور نہیں تھے، یہ ان بچیوں کی زندگی کی امید تھے جن کا علاج ہونا تھا۔ سردار نے ایک نظر ان زیورات پر ڈالی، اس کے چہرے پر ایک اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ یہ وہ رقم تھی جو غریبوں کے حق کی تھی، جو ان سوداگروں نے اپنے پاس روک رکھی تھی۔

سردار! یہ تو ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے!" بالا نے سرگوشی کی، اس کی آواز" میں حیرت اور خوشی تھی۔ "اس مہینے کی ساری ٹینشن ختم ہو گئی!"

سردار نے ایک گہرا سانس لیا، اس کے دل کو سکون محسوس ہوا۔

یہ ان کا حق تھا جو ہم نے واپس لیا ہے،" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ تھیلے زیورات سے بھرتے جا رہے تھے، ہر چمکتا نگینہ اسے اپنی بہن کے آخری لمحوں کی یاد دلا رہا تھا۔

واپسی پر وہ لوگ کافی خوش تھے، ان کے ہاتھ کافی سارا مال لگ چکا تھا۔ اندھیری رات میں ان کے گھوڑے تیزی سے قبیلے کی طرف دوڑ رہے تھے، اور ان کے دلوں میں ایک عجیب سا اطمینان تھا۔ اس مہینے کی ساری ٹینشن ختم ہو چکی تھی کیونکہ بچیوں کے لیے ایک بڑی رقم مل گئی تھی۔ اب کوئی بچہ اس بیماری سے نہیں مرے گا جس بیماری سے اس کی بہن مری تھی۔

سردار کی آنکھوں کے سامنے اس کی بہن کا معصوم چہرہ گھوم گیا۔ وہ آج بھی اس دن کو نہیں بھولتا تھا جب اس نے ایسے امیر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے تھے، ان سے بھیک مانگی تھی کہ اس کی بہن کی زندگی بچا لی جائے۔ وہ آٹھ نو سال کی بچی اس بیماری سے تڑپ تڑپ کر مر گئی تھی، لیکن ان سوداگروں نے ان پر ترس نہیں کھایا تھا، ان کی آنکھوں میں کوئی ہمدردی نہیں تھی۔

یہ لوگ جو خود کو غریبوں کا مسیحا کہلواتے تھے، کسی نے اس کی بہن کی مدد نہ کی تھی حالانکہ وہ سارا پیسہ زکوٰۃ کا تھا، یعنی کہ یتیموں اور غریبوں کی امانت تھا۔

لیکن اس وقت کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا، انہیں ان کے حق کی رقم نہ دی گئی تھی، ان سے ان کا حق چھینا گیا تھا۔ اسی لیے اب وہ اپنا حق ایسے لوگوں سے چھین کر ان کے حقداروں کو دے رہا تھا، اس کے لیے یہ صرف ڈکیتی نہیں تھی، یہ انصاف تھا۔ اس کے دل میں ایک گہرا سکون تھا، جیسے اس نے اپنی بہن سے کیا وعدہ پورا کر لیا ہو۔

ooooooo

سردار کمرے میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون اور خوشی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک تھی، جیسے اس نے دنیا فتح کر لی ہو۔ اس نے دعام کو دیکھا جو اب تک گہری نیند میں تھی، اس کے چہرے پر معصومیت اور بے فکری نمایاں تھی۔ سردار کے قدم خود بخود بستر کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ آہستہ سے بستر پر آیا اور دعام کے پاس لیٹتے ہوئے اسے

اپنے سینے سے لگا گیا۔ آج وہ بہت خوش تھا، اس کے دل پر سے ایک بھاری بوجھ اتر چکا تھا۔

اسے ان آٹھ سالوں میں پہلی ڈکیتی اتنی مشکل لگی تھی، اس لیے نہیں کیونکہ وہ زخمی تھا، بلکہ اس لیے کہ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ ڈکیتی کرنے میں کامیاب نہ ہو پایا تو ان معصوم بچیوں کی جان چلی جائے گی جو اس کی امید پر بیٹھی تھیں، اس کے دل میں ان کے لیے ایک گہرا درد تھا۔ وہ ہر قیمت پر ان کی زندگی بچانا چاہتا تھا۔

کل یہ ساری رقم ہسپتال پہنچ جائے گی اور پھر ان بچیوں کی جان بچ جائے گی،" یہ سوچ ہی اس کے لیے سکون تھی۔۔

۔یہ اس کے لیے بہت خوشی کی بات تھی، ایک ایسی خوشی جو اس نے عرصے سے محسوس نہیں کی تھی۔ اس نے دعا م کو اپنے قریب کرتے ہوئے اس کے ماتھے کو پوری شدت سے چوم لیا،

اس کا محبت بھرا لمس اس کی شکر گزاری اور اطمینان کا اظہار تھا۔ دعام نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں نیند اور حیرت کا ملاپ تھا۔

ڈاکو جی، آپ کہیں مت جایئے گا میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی" وہ" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی، اس کی آواز میں ایک معصوم سی ضد تھی جس پر اس کی نیند غالب آ رہی تھی۔

سردار نرمی سے مسکرایا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی

اف! سردار تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا سجن سائیں،" وہ اس کے لبوں پر" جھکتے ہوئے پوری شدت سے اس کے لبوں کو چومنے لگا۔ اس بوسے میں سردار کی ساری خوشی، ساری راحت اور ساری محبت سمٹ آئی تھی۔ دعام کو وہ اپنی نیند کا دشمن لگا تو اگلے ہی لمحے وہ اپنے ہونٹ اس کی قید سے آزاد کرتے ہوئے اس کے سینے میں خود کو چھپا گئی تھی، اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو رہا تھا۔ جبکہ جس انداز میں اس نے اپنے آپ کو اس کے سینے میں چھپایا تھا، اس پر سردار کا

قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا۔ اور پھر پوری شدت سے اسے خود میں قید کرتے ہوئے وہ لائٹ آف کر گیا تھا، رات کی تاریکی میں ان کی قربت مزید گہری ہو گئی۔

○○○○○○○

تم نے مجھ سے پوچھا نہیں کہ میری طبیعت کیسی ہے؟ وہ کمرے میں داخل ہوئی توریان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

پوچھنے کی ضرورت نہیں، آپ امی کو بتا رہے تھے نا کہ اب آپ پہلے سے کافی بہتر ہیں۔

وہ میری امی ہیں رباب! آف کورس میں ان سے یہی کہوں گا کہ میں بہتر ہوں۔ انہیں تو نہیں بتا سکتا نا کہ مجھے کہاں کہاں تکلیف ہے ورنہ وہ پریشان ہو جاتی ہیں۔ وہ سیریس انداز میں بولا تو رباب کو سچ مچ لگا کہ اسے پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ کیسا ہے۔

وہ اسے اتنی لاپرواہ نہیں رہ۔ سکتی تھی وہ۔ اس کا۔ شوہر تھا۔ بے شک وہ اس کے ساتھ جو کچھ کر چکا تھا وہ بھلایا نہیں جا سکتا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد اس نے اس انسان میں پوری طرح ایک الگ انسان پایا تھا۔

کل رات امی نے اس سے پوچھا تھا کہ اس کی طبیعت کیسی ہے، کہیں درد تو نہیں ہو رہا؟ تو اس نے بڑی نرمی سے مسکرا کر کہا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے اور اسے کہیں پر بھی درد نہیں ہو رہا۔

جس پر وہ بھی بالکل بے فکر ہو گئی تھی کہ وہ بالکل ٹھیک ہو چکا ہے، اور پھر وہ دوبارہ سے اپنی جاب بھی جوائن کر چکا تھا لیکن اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اپنی ماں کو مطمئن کرنے کے لیے وہ یہی کہہ سکتا تھا۔ اسے بہت شرمندگی ہوئی تھی۔ وہ شوہر ہونے کے ناطے کیا پوچھتی اس نے تو انسانیت کے ناطے ہی اس سے طبیعت نہ پوچھی تھی۔

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، میری غلطی ہے میں نے آپ سے نہیں پوچھا کہ" اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ یہ واقعی میری لاپرواہی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

اب کیسا لگ رہا ہے آپ کو؟ کہیں درد وغیرہ ہے تو بتائیں؟" وہ پریشان سی اندر آگئی تھی جبکہ ریان کے لبوں پر ایک شرارتی سی مسکراہٹ تھی۔

اب کیا فائدہ پوچھنے کا؟" اس نے کہا۔ "ویسے حد نہیں ہوگئی، بیوی کو شوہر کی" خیریت پوچھنی ہے، یہ بات بھی تمہیں شوہر بیچارہ ہی بتائے۔" وہ مزید اسے شرمندہ کرنے لگا۔

نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے، وہ دراصل میں غلط فہمی کا شکار ہوگئی تھی۔ آئی" "ایم سوری، مجھے آپ سے پوچھنا چاہیے تھا۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے اب بار بار سوری بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ طبیعت" ٹھیک نہیں ہے میری، کافی درد ہے مجھے پیچھے کندھے میں اور ٹانگ میں بھی درد

ہے۔ مجھ سے چلا نہیں جا رہا۔ واش روم تک نہیں جا پا رہا ہوں میں۔" وہ شرارتی انداز میں بولا تھا لیکن چہرے پر سنجیدگی سجا کر۔

"آپ کو واش روم جانا ہے؟" وہ نرمی سے اس کے قریب آتے ہوئے پوچھنے لگی تو وہ اگلے ہی لمحے تھوڑا سا سیدھا ہوا تھا جیسے اس کے پاس آنے پر اس کے سہارے اٹھے گا۔ رباب تھوڑا سمجھ کر آگے بڑھی جب کہ اس کے قریب جھکتے ہوئے وہ اس کے بازو کو اپنے کندھے پر رکھنے ہی لگی تھی کہ اچانک اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنے اوپر کھینچتے ہوئے اس کے ساتھ ہی بیڈ پر گر گیا تھا۔

"ریان! آپ!" وہ پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں جانِ من! آپ کا شوہر، آپ کا ریان جس سے آپ دور بھاگتی ہیں لیکن میں آپ کو خود سے دور بھاگنے نہیں دوں گا۔ وہ کیا ہے نا کہ جتنا ہم دونوں ایک دوسرے کے پاس رہیں گے اتنا ایک دوسرے کو سمجھیں گے۔ لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ مجھے سمجھنا ہی نہیں چاہتیں۔ اب ایسے تو نہیں چلے گا نا۔ اب گہری رشتہ داری بنائی ہے آپ سے تو اس رشتہ داری کو کسی طرف تو لے کر جانا

ہی ہے۔" وہ اس کے چہرے کو تھامتے ہوئے اسے اپنے قریب سے اٹھنے نہیں دے رہا تھا جبکہ وہ بوکھلاہٹ میں سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی کہ کیا کرے۔

جب اچانک ہی ریان نے اس کے بالوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس کے لبوں پر اپنے لبوں کی قید جمائی تھی۔ انداز شدت سے بھرپور تھا۔ وہ دیوانہ وار اس کے لبوں پر حرکت دے رہا تھا جب رباب کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔

اس کا لمس اسے بری طرح سے بے قرار کرنے کو تھا۔ جب وہ ایک جھٹکے میں اسے بیڈ پر گرا کر خود اس کے اوپر آیا تھا۔ اور ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں کو پوری طرح سے اپنے لبوں کی قید میں لے گیا۔ عجیب سی دیوانگی چھائی تھی اس پر، وہ اس کے لبوں کو چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

ریان بیٹا! میں کیا کہہ رہی ہوں؟" ابھی وہ پوری طرح سے اس کے نشیلے لبوں" میں کھویا ہوا تھا جب اچانک ہی کمرے کے کھلے دروازے سے شرمیلا خالہ اندر داخل ہوئیں جن کا نام تو شرمیلا تھا لیکن شرم جیسے جذبے سے وہ بہت دور تھیں۔

ہائے اللہ معاف کرنا میرے بچہ! مجھے پتہ ہی نہیں تھا میرا ابھی دماغ خراب ہے" نئے شادی شدہ جوڑے کے کمرے میں اس طرح سے گھس آئی۔ میں جاتی ہوں۔" وہ فوراً پلٹ کر کمرے سے نکل گئی تھیں جبکہ ریان اور رباب دونوں ہی اپنی جگہ شرمندہ سے ہو گئے تھے۔ رباب تو تیزی سے اس کے قریب سے اٹھتی باہر نکل گئی تھی جبکہ ریان بھی اٹھ کر باہر ہی آ گیا تھا۔

○○○○○○○

شرمیلا خالہ آپ تو اس وقت تک گھر چلی جاتی ہیں۔ اب تک یہاں کیا کر رہی ہیں؟ شرمیلا خالہ جو توبہ توبہ کرتے دروازہ کھول رہی تھیں، بیلا انہیں دیکھتے ہی پریشان ہو گئی۔

اور جس طرح وہ توبہ توبہ کر رہی تھی بیلا بھی پریشان ہو گئی تھی کہ خدانخواستہ کچھ غلط نہ ہو گیا ہو۔

کیا بات ہے خالا آپ اس طرح توبہ توبہ کیوں کر رہی ہیں سب کچھ ٹھیک تو ہے نا، وہ پریشانی سے ان سے پوچھنے لگی تھی جو لبوں پر اپنا دوپٹہ رکھے بس توبہ توبہ کرنے میں مصروف تھیں۔

ہائے میری بچی! کیا بتاؤں تجھے، میں تو بس روٹیاں پکا رہی تھی۔ سوچا کہ سب کو" بلا لیتی ہوں پھر ریان سے تھوڑے پیسوں کی ضرورت تھی۔ وہی لینے گئی تھی۔ اللہ! میری گنہگار آنکھوں نے کیا دیکھ لیا! ایک تو مجھے ہر وقت کھلبلی لگی رہتی ہے۔ اب تو کنواری لڑکی! تجھے کیا بتاؤں میں۔ • تو کہاں سمجھے گی میری باتوں کو، تو بچی ہے، ہائے اللہ میری توبہ توبہ میں ائندہ اس طرح ریان کے کمرے میں کبھی نہیں جاؤں گی، وہ پریشانی سے بول رہی تھی جبکہ بیلا کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی ان کی اچھی خاصی بات کو سمجھ گئی تھی۔

ہوا کیا ہے خالہ؟ کچھ بتائیں گی آپ مجھے؟ آپ اس طرح توبہ توبہ کیوں کر" رہی ہیں؟" ایسا بھی کیا دیکھ لیا ہے آپ نے بھائی کے کمرے میں جو اس طرح بول رہی ہیں وہ اپنے بیگ سے پیسے نکالتے ہوئے انہیں پکڑانے لگی تھی۔

ارے! میں بنا اجازت کے ریان کے کمرے میں چلی گئی۔ اب نیا شادی شدہ" جوڑا ہے، ہائے اللہ میں تجھے بھی کیا بتا رہی ہوں، تجھے کہاں سمجھ ان سب باتوں کی۔" وہ اسے بتاتے بتاتے شرمندہ ہوئیں تو بیلا کی ہنسی نکل گئی تھی۔

اب اسے ان کی پوری بات سمجھ میں اگئی تھی۔

جی جی خالہ! مجھے مت بتائیں، مجھے کہاں سمجھ! میں تو کل کی بچی ہوں۔ آپ" جایئے کافی دیر ہو گئی!" وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔ وہ ان کی توبہ توبہ سے کافی انٹرٹین ہو چکی تھیں۔

ہاں میری بچی! دیر تو بہت ہو گئی ہے میں بھی چلتی ہوں۔ تو ایسا کرنا ریان کو بتا" دینا کہ میں تم سے پیسے لے گئی ہوں۔ میری تنخواہ سے کاٹ لے گا وہ کہتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئی تھیں جبکہ بیلا ہنستے ہوئے دروازہ بند کرتی اندر داخل ہو گئی تھی۔

جہاں رباب کچن سے باہر میز پر سب کے لیے کھانا لگا رہی تھی وہیں ریان اندر کمرے میں اپنی ماں کے پاس تھا۔

آگئی تم بیلا تم جلدی سے فریش ہو کر آجاؤ تب تک میں کھانا لگا دیتی ہوں، سب کچھ بنا کر کوئی شرمیلہ خالہ گئی ہے میں بس لگا رہی تھی۔ اسے یوں کام کرتے دیکھ جس انداز سے اس نے اسے گھورا تھا رباب نے اپنی صفائی دی تھی جس پر وہ ہلکا سا مسکرائی، جب کہ خود وہ اندر کی طرف چلی گئی جہاں بھائی اور امی آپس میں بات کر رہے تھے۔

ooooooo

امی! یہ شرمیلا خالہ کو کہیں کہ نام کی طرح تھوڑی سی شرم بھی کر لیا کریں" اس طرح میرے کمرے میں آگئی!" وہ چڑ کر بتانے لگا تھا جبکہ امی بھی ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر ہنس رہی تھیں۔

امی! ہنسنا بند کریں اور آئندہ یہ شرمیلا خالہ کو کہیے گا کہ میرے کمرے میں تو" نہ ہی آئیں۔ اور ویسے بھی یہ پانچ بجے چلی جاتی ہیں تو اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں؟" وہ خاصا شرمندہ لگ رہا تھا جبکہ رباب تو اندر کمرے کی طرف آئی ہی نہیں تھی۔

ارے میرے بچے! اسے پیسوں کی ضرورت تھی، کہہ رہی تھی کہ تم سے" مانگے گی۔ اور بیلا دو چار دنوں سے شام کو لیٹ گھر آ رہی ہے نا تو روٹی بھی بنا کر جاتی ہے۔ حالانکہ رباب نے کتنی دفعہ اس سے کہا کہ وہ کر لیا کرے گی لیکن کہتی ہے کہ جب تک رباب کے ہاتھوں کی مہندی نہیں اترتی تب تک وہ اسے کوئی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دے گی۔

بس اسی لیے دیر تک یہاں ٹھہرتی ہے۔ خیر میں آئندہ سمجھا دوں گی، تم پریشان مت ہو۔" وہ بول ہی رہی تھی جب ریان نے کھانا لگنے کا بتا دیا۔

نہیں ہوں میں پریشان۔ خدانخواستہ کسی باہر والی عورت کے ساتھ نہیں پکڑا" گیا میں، میری اپنی حق حلال کی بیوی میرے ساتھ تھی۔ چلیں کھانا لگ گیا ہے آپ کو باہر لے کر چلتا ہوں۔" وہ ڈھیٹائی سے کہتے ہوئے انہیں ویل چیئر پر بٹھانے لگا تو بیلا نے اپنی کھکھلاہٹ کنٹرول کی تھی وہیں رباب کا چہرہ تو شرم سے سرخ ہو گیا تھا۔

○○○○○○

صبح اس کی آنکھ کھلی تو سردار اس کے ساتھ پر سکون سو رہا تھا۔ وہ نہ جانے اسے کمرے میں کب لے کر آیا تھا۔ ہاں لیکن اسے یہ سوچ کر سکون تھا کہ وہ جہاں جانے والا تھا وہاں نہیں گیا تھا۔ وہ اسے روک نہیں سکتی تھی اور نہ ہی اسے روکنا آسان تھا، لیکن اگر وہ نہیں گیا تھا تو اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ آہستگی سے اس کے قریب سے اٹھنے لگی تھی جب وہ اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بناتا اسے اپنے قریب کر گیا تھا۔

چھوڑیں ناڈاکو جی، نماز ادا کرنی ہے۔" وہ پیار سے اس سے کہنے لگی تھی جب وہ پوری طرح سے اسے خود میں قید کیے ہوئے تھا۔

میر ا یار سجن! ابھی بہت وقت ہے نماز میں۔ تم اتنی دیر پہلے ہی اٹھ کر وضو کر لیتی ہو اور پھر انتظار کرنے لگتی ہو کہ کب اذان ہو گی۔ اس لیے اب جب اذان ہو گی میں تمہیں تب ہی اپنے قریب سے اٹھنے دوں گا۔ تب تک یہیں رکو میرے پاس، مجھے اپنی خوشبو کو محسوس کرنے دو۔" وہ دیوانگی سے اس کی گردن پر اپنے لبوں کو حرکت دیتے ہوئے بولا تھا۔

جبکہ وہ اس کی بدلتی ہوئی نیت دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ اس کے لبوں کی بے تاب حرکتیں اسے پریشان بھی کر رہی تھیں، اس کا حصار تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا تھا۔

"ڈاکو جی، یہاں آپ کے پاس لیٹنے سے بہتر ہے کہ میں فریش ہو کر اذانوں کا انتظار کر لوں۔" اپنی گردن پر اسے پوری طرح سے جھکے پا کر وہ اب اس کے لمس پر بہکنے لگی تھی۔

"مجھے یقین ہے تم مجھے ناراض کر کے نہیں جا سکتیں۔ اور ویسے بھی شوہر ناراض ہو تو نمازیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔" وہ اس کے گالوں پر اپنی داڑھی رگڑتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھ سے کہاں ناراض ہیں؟ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس پر آپ مجھ سے ناراض ہوں۔" وہ پورے یقین سے بولی تھی۔

"کیوں نہیں کیا؟ اتنا ستاتی ہو مجھے۔ صبح صبح میرے قریب سے اٹھ کر بھاگ جاتی ہو۔ اور پھر بات بات پر روٹھ کر مجھے ستاتی ہو۔ معصوم معصوم شکلیں بنا کر

میرے دل کے تار ہلاتی ہو اور پھر جب میں اپنے آپے سے باہر ہوتا ہوں تو تم مجھے چھوڑ کر بھاگ جاتی ہو۔ کیا یہ سب کچھ کافی نہیں ہے؟"

"ہاں تو کیا ان باتوں پر آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے؟ آپ کو نخرے دکھانا تو میرا حق ہے۔ یہ حق تو میں آپ سے ہمیشہ لوں گی۔ اب پیچھے ہٹیں، آپ کی داڑھی چبھ رہی ہے مجھے۔" وہ اس کے ہونٹوں پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"چبھ رہی ہے تو برداشت کرو، شکایت نہیں۔" سکون سے کہتے سردار نے اس کے نازک گال پر سختی سے داڑھی رگڑ دی۔

"اف! کتنے ظالم ہیں آپ! میرا سارا گال سرخ کر دیا آپ نے۔" وہ نرمی سے اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"ہاں بہت ظالم ہوں میں۔ دل تو کر رہا ہے کھا جاؤں تمہارے اس گال کو، نہ بچے گال اور نہ ہی مجھے بہکنا پڑے۔ تمہارے گال بہت ستاتے ہیں مجھے!"

اللہ اللہ! آپ میرے گال کھا جائیں گے؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی" جیسے وہ سچ مچ میں اس کے گال کھانے لگا ہو۔

دل تو کرتا ہے میں تمہیں ہی کھا جاؤں، تم صرف گال کھانے کی بات کرتی" ہو۔" وہ ضرورت سے زیادہ شدت پسند ہوتا جا رہا تھا جبکہ باتوں کے ساتھ ساتھ اس کے گالوں پر اس کا تشدد بھی بڑھتا جا رہا تھا۔

جب دور سے کہیں اذانوں کی آواز آئی تو دعام کو جیسے سکون ملا تھا۔

یا اللہ تیرا شکر ہے، تو نے مجھے اس خونخوار آدم خور شوہر سے بچا لیا ورنہ تو یہ سچ" مچ میں مجھے کھا ہی جاتے۔" وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا بازو اپنے اوپر سے ہٹانے میں اب کی دفعہ کامیاب ہوئی تھی یا اس نے خود ہی اٹھا لیا تھا کہنا بہتر رہے گا، لیکن جس انداز سے دعام نے دعا مانگی تھی سردار کا بے باک قہقہہ کمرے کی در و دیوار سے گونج اٹھا تھا۔

جبکہ وہ اس کے قریب سے اٹھتی واش روم میں بند ہو گئی تھی۔ سردار اچھے سے جانتا تھا اب وہ دوبارہ اس کے ہاتھ نہیں لگے گی اسی لیے وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔

ooooooo

یار سردار! تیری بھابھی بالکل اچھی نہیں ہے۔" وہ اس کے پاس چارپائی پر آ" کر بیٹھتے ہوئے منہ بنا کر بولا تو سردار نے ایک نظر سے اسے دیکھا تھا جبکہ جمرو کے ہاتھ جوش سے اس کی ٹانگیں دبا رہے تھے۔

کیوں جی! اب کیا کر دیا میری بھابھی نے جو وہ بالکل بھی اچھی نہیں رہی؟"" سردار کہنے لگا تھا۔

یار! میرا فون نہیں اٹھاتی وہ۔ ساری رات فون کرتا ہوں لیکن مجال ہے جو میرا" فون اٹھالے۔" وہ اچھا خاصا ناراض لگ رہا تھا۔

اووہ یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہو سکتا ہے تمہارا نمبر اس کے پاس نہ ہو۔" یا تم اپنا نمبر بھی اسے دے کر آئے تھے۔ خیر ہو سکتا ہے اس نے تمہارا نمبر سیو نہ کیا ہو۔" سردار نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا جیسے یہ کوئی بہت ہی نارمل سی بات ہو جس پر پریشان ہونے والا کوئی سلسلہ ہی نہیں تھا۔

اس کے فون میں اپنا نمبر خود اپنے ہاتھوں سے سیو کر کے آیا ہوا ہوں۔ وہ بھی" اپنے نام کے ساتھ۔ وہ فون نہیں اٹھا رہی یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسے میں فون کر رہا ہوں۔" اب کی دفعہ بالا نے جیسے غصے کی اصل وجہ بتائی تھی جس پر سردار نے ہاں میں سر ہلایا۔

اوہ تو معاملہ یہاں تک جا چکا ہے؟ یہ تو بڑے مسئلے والی بات ہے۔" سردار نے" اب کی دفعہ ذرا پریشانی کا مظاہرہ کیا تو وہ معصومیت سے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا جیسے اب وہ اس پر ترس کھا کر اس کا نکاح ہی کر دے گا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تم سے بات نہیں کرنا چاہتی، تمہیں منہ نہیں لگانا" چاہتی، تو اب تم اسے تنگ مت کرو۔" نیچے بیٹھے جمرو نے جواب دیا تو سردار

نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر بالا کو جو اسے ایسے گھور رہا تھا جیسے ابھی کے ابھی اس کا قتل کر دے گا۔

تو آرام سے بیٹھ کر ٹانگیں دبا سردار کی، جس کام کے لیے تجھے رکھا ہوا ہے۔" بیچ میں ٹانگ نہ اڑایا کر اپنی۔" وہ غصے سے اسے گھور کر بولا۔

سردار! مجھے نہیں پتہ، میرا نکاح کرواؤ! اب معاملہ حد سے آگے نکلتا جا رہا ہے" یہ لڑکی تو ضرورت سے زیادہ ہی سر چڑھتی جا رہی ہے۔ کوئی حل نکالو "ورنہ۔۔۔۔

ورنہ؟" سردار نے اس کی خاموش دھمکی پر اسے دیکھا تھا۔"

ورنہ کیا کر سکتا ہوں میں معصوم؟ انتظار کروں گا تم جیسے ظالم شخص کا دل" پگھلنے تک۔ مجھے تو لگتا ہے مجھے میری پسند کی بیوی بڑھاپے میں نصیب ہو گی، تو جوانی ساڑا رہا ہے میری۔ میں بول رہا ہوں، بالکل اچھا نہیں کر رہا تو میرے ساتھ یہ ظلم ہے۔ سردار! خود تو شادی کر کے بیٹھ گیا ہے اور میرے بارے میں "کچھ سوچ ہی نہیں رہا تو۔

بس بس بس بس میرے کاکے! کیوں رو رہا ہے؟ سوچتا ہوں تیرے بارے"

میں کچھ۔ ایسے نہیں روتے میرا بچہ، کرواؤں گا تیری شادی۔" وہ نرمی سے

اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا جبکہ اس کے انداز پر اس نے مزید

معصومیت دکھاتے ہوئے اس کے کندھے میں گھسنے کی کوشش کی تھی۔

کندھا زخمی ہے میرا!" اس نے یاد دلایا۔"

دعام کے پاس ہوتا ہے تب یہ بات یاد نہیں رہتی کہ کندھا زخمی ہے تیرا! اب"

زیادہ نخرے مت کر۔" وہ مزید اس کے سینے میں گھستے ہوئے بولا تو سردار نفی

میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

○○○○○○

ماشاءاللہ! یہاں تو بڑا پیار جتایا جا رہا ہے۔" دعام نیچے آتے ہوئے ان دونوں کو"

دیکھنے لگی تھی جبکہ دعام کا اچھا موڈ دیکھ کر بالا اور جمرو دونوں سیدھے ہوئے

تھے۔

منا رہا ہوں اسے کہ میری شادی کروا دے۔ تم بھی تھوڑی مدد کر دو۔ کیسی" بہن پلس بھابھی ہو تم؟ تمہیں کیا دیورانی پلس بھابھی نہیں چاہیے؟ لیکن میری "شادی کرواؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔

وہ اب کھلے عام دھمکیوں پر آ گیا تو دعا م نے حیرانگی سے اپنی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھا تھا۔

ڈاکو جی! یہاں تو معاملہ کچھ زیادہ ہی سیریس لگ رہا ہے۔ لگتا ہے اب رشتہ" لے کر جانا پڑے گا۔" بالا کے اٹھنے پر وہ سردار کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی جبکہ بالا وہی نیچے بیٹھتے ہوئے ایسے سر ہلانے لگا جیسے اس سے ضروری اور کوئی بات ہی نہ ہو۔

ہاں خدا کے لیے سوچ لو، اب تو سوچ لو۔ اس سے پہلے کہ وہ کمینہ دو نمبر" پولیس والا میری والی کو کسی کے حوالے کر دے۔ مجھے تو اسی کا ہی ڈر لگا رہتا "ہے، پولیس والوں پر تو ہم ویسے بھی یقین نہیں کرتے نا۔

کون سا دو نمبر پولیس والا بالا بھیا؟" وہ اس کی بات پر کنفیوز ہوتے ہوئے

پوچھنے لگی۔

"ریان اکرم! اور کون؟ اس کی بہن سے دل لگایا ہے اس پاگل آدمی نے۔"

جمرو نے پھر سے بیچ میں ٹانگ اڑائی تھی۔

"اللہ اللہ! آپ کو اور کوئی نہیں ملا پوری دنیا میں بالا بھیا! اس لڑکی میں ایسا کیا

ہے جو آپ اتنے پاگل ہو رہے ہیں اس کے پیچھے؟ اور ایک منٹ، ایک منٹ!

یہ وہی لڑکی ہے جس کی کہانیاں آپ مجھے اتنے دنوں سے سنا رہے ہیں؟ یا اللہ!

آپ اس کی بات کر رہے ہیں؟ وہ جو ڈاکٹر ہے، وہ ریان اکرم کی بہن ہے؟" وہ

پریشانی سے پوچھنے لگی تھی۔

"ہاں بالکل بہنا! وہ ریان اکرم کی بہن ہے اور یہ آدمی اس کے پیچھے پاگل ہو چکا

ہے اور کہتا ہے کہ رشتہ لے کر جاؤ۔ اب ریان اس کا رشتہ ہمیں تھوڑی نا دے

گا!" اب کی دفعہ نیچے بیٹھے جمرو نے ذرا اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا تو اس نے

رکھ کر اپنی ٹانگ سے اسے کک ماری تھی۔

منحوس ادمی جب بھی بولنا منحوس ہی بولنا" وہ کون ہوتا ہے رشتہ نہ دینے

والا؟ بیلا میری ہے اور میری ہی رہے گی۔ اگر سیدھے طریقے سے نہیں مانے گا

"تو بھگا کر لے آؤں گا۔

اچھا تو وہ بھاگ کر آجائے گی آپ کے ساتھ؟" دعام نے اچانک سوال کیا تھا"

جس پر جمروا سے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو اب دو جواب۔

بھاگ کر نہیں آئی تو اٹھا کر لے آؤں گا۔ تمہیں بھی تو اٹھا کر لائے تھے۔" وہ"

کندھے اچکا کر بولا جب کہ اس کی بات پر جہاں سردار کا قہقہہ گونجا تھا وہیں

دعام نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھتے اس کے قہقہے کو بند کیا تھا۔

زیادہ ہاہاہا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ارے میں تو ایڈجسٹ ہو گئی نا یہاں۔"

وہ پڑھی لکھی شہر کی اتنی بڑی ڈاکٹر یہاں پر کیسے ایڈجسٹ ہو گی؟ ہم ایسا نہیں

سوچ سکتے۔ اور پھر میرے معاملات الگ تھے، اس بیلا کی تو خاندان برادری

ہے۔ اس طرح سے ہم کسی لڑکی کو اٹھا کر تو نہیں لا سکتے نا، عزت سے رشتہ مانگنا

"ہو گا۔ تب ہی معاملات آگے بڑھیں گے۔

"ہاں بالکل! ہم جائیں گے اور ان کو بولیں گے بھائی ہم تمہاری بہن کا رشتہ مانگنے آئے ہیں، وہ آگے سے رشتہ دینے کے بجائے ہتھکڑی پہنائے گا اسے اور اندر کر دے گا۔"

"سوہنا سجن! یہ اتنا بھی آسان نہیں ہے کہ ہم مانگیں گے اور وہ رشتہ دے دے گا۔ ان معاملات کو اور طریقوں سے ہی حل کرنا ہو گا، یہ آسانی سے حل ہونے والے معاملات نہیں ہیں۔ کوئی بیچ کا راستہ ہی نکالنا پڑے گا۔" سردار نے اب کی دفعہ نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے سمجھایا تھا۔

"اور یہ بیچ کا راستہ یقیناً اس کو اٹھا کر لانا ہو گا؟ دعام نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا
پھر خود ہی نفی میں سر ہلانے لگی

"نہیں ایسا بالکل نہیں ہو گا۔ ہم عزت سے رشتہ لے کر جائیں گے اور عزت سے اسے بیاہ کر لائیں گے۔"

"ہاں بالکل! دعام بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم! ہمارا ابالا تو منسٹر لگا ہوا ہے نا کہ ہم رشتہ مانگیں گے اور وہ فوراً ہی رشتہ دے دے گا! ڈاکو ہے بالا ڈاکو! ریان اکرم اپنی

بہن کا رشتہ کسی ڈاکو کو تھوڑی دے گا؟" جمرو نے پھر سے بیچ میں ٹانگ اڑائی تھی جب کہ اس کا بولنا ہی بالا کو زہر لگ رہا تھا کیونکہ وہ کوئی بھی اچھی بات نہیں کر رہا تھا۔

ہاں تو چھوڑ دیں گے نا بالا بھیا سارے غلط کام! اب سے بالا بھیا کوئی ڈکیتی نہیں" کریں گے ٹھیک ہے؟ بالا بھیا! آپ کوئی ایسا کام ہی نہیں کریں گے جس سے اس رشتے سے انکار ہو۔ محبت کی ہے آپ نے، اب اپنی محبت کی خاطر کیا یہ "گندا کام چھوڑ نہیں سکتے؟

وہ اچانک سے بولی تو جہاں بالا اور جمرو اسے دیکھ کر رہ گئے تھے وہیں سردار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اللہ! میں کیوں چھوڑوں گا اپنا کام کسی کے لیے؟ یہ میرا کام ہے دعام اور میں" اپنا کام مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ اور ویسے بھی وہ جانتی ہے کہ میں کیا ہوں۔ اس سے کچھ چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ محبت اپنی جگہ لیکن اپنی محبت کی خاطر

میں اپنے فرض سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔" وہ اچانک بولا تو دعام نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"لوگوں کو لوٹنا، ان کے کاروبار کو تباہ کرنا، ان کے پیسوں کو چوری کرنا یہ کوئی فرض ہے آپ کا؟ آپ کسی غلط کام کو اس طرح سے کیسے بیان کر سکتے ہیں جیسے کہ وہ صحیح ہے؟" اس نے گھور کر بالا کو دیکھا تھا۔

"ہم کوئی غلط کام نہیں کرتے دعام! ہم یہ چوریاں تو اچھے کاموں کے لیے کرتے ہیں۔ اب یہ جو ہم نے کل رات چوری کی ہے یہ سارے پیسے بھی بالا ابھی ہسپتال میں دے کر آئے گا۔ وہاں غریب بچیوں کا علاج ہو رہا ہے، ہمیں علاج کے لیے بہت ساری رقم کی ضرورت تھی اب جا کر کہیں پیسے پورے ہوئے ہیں۔" جمرو نے نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے سمجھایا تھا۔

جبکہ وہ حیرانگی سے سردار کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اسے تو لگا تھا کہ کل رات سردار کہیں نہیں گیا ہے اس نے کوئی ڈکیتی، کوئی چوری نہیں کی ہے لیکن کل رات وہ نکل گیا تھا اور پھر واپس آ گیا تھا یعنی کہ کل رات وہ اس سے بے خبری

رہی تھی، اور اس نے اپنا کام بھی کر دیا تھا۔ اسے افسوس ہوا، وہ تو یہ سوچ کر خوش تھی کہ اس کے کہنے پر شاید وہ رک گیا ہے، اس نے خود کو بدلنے کا فیصلہ کیا ہے لیکن ایسا تو نہیں تھا۔ وہ تو بالا اور جمرو کو بھی سمجھانا چاہتی تھی کہ چوری اور ڈکیتی کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ لیکن اب اسے اور بھی برا لگ رہا تھا وہ کسی کو سمجھانے میں کیا کامیاب ہوتی، وہ تو سردار کو ہی کچھ سمجھا نہیں پا رہی تھی۔ وہ سردار کو ہی اس غلط کام سے نہیں روک پا رہی تھی۔

آج یہ ساری رقم میں ہسپتال میں دینے کے لیے جا رہا ہوں۔ کافی ساری رقم" اکٹھی کی ہے ہم نے۔ ہم کوئی غلط کام نہیں کرتے بلکہ ہم جتنے بھی پیسے ان ڈکیتوں سے کماتے ہیں وہ اچھے کاموں میں ہی لگاتے ہیں۔ ہم نے تو آج تک اس ڈکیتی کے پیسوں کا نوالہ بھی نہیں کھایا۔ ہمارا اللہ جانتا ہے کہ ان غلط کاموں کے پیسوں کا ایک ذرا بھی ہمارے حلق سے نہیں اترا، ہم نے کبھی حرام نہیں کھایا دعام۔" بالا اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ وہ انہیں سن کہاں رہی تھی، وہ تو افسوس کر رہی تھی۔ اپنی ناکامی پر۔ اسے نہیں جاننا تھا کہ وہ ڈکیتی کے

پیسوں سے کیا کرتے ہیں کیا نہیں۔ اسے بس یہ پتہ تھا کہ وہ غلط کام کرتے ہیں اور غلط کام کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔

ooooooo

"ڈاکو جی، وہ میں سوچ رہی تھی کہ بالا بھیا ہسپتال جا رہے ہیں، اس سے بہتر ہے کہ آپ ہسپتال جائیں۔ آپ کو اپنا چیک اپ کروانا تھا نا؟ کل رات کو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کو اپنا چیک اپ کروانا ہے تو آپ کو جانا چاہیے نا ہسپتال؟" وہ کمرے میں آیا تو اچانک ہی اسے یاد آ گیا تھا کہ اسے ہسپتال جانا ہے۔

پر یہ بات بھی اس نے صرف کل رات کو دعام کو خوش کرنے کے لیے کی تھی، ورنہ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا ہسپتال کے چکر کاٹنے کا۔

"ہاں، میں بعد میں ہو کر آ جاؤں گا، اتنا ضروری نہیں ہے۔ اب تو ٹھیک ہوں میں اور میرے خیال میں مجھے نا ابھی دو تین دن تک انتظار کرنا چاہیے۔" اس نے نظر انداز کرتے ہوئے کہا تھا۔

کل صبح بالا جب اس کی پٹی کر رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے لگ رہا ہے زخم ٹھیک نہیں ہوا ابھی تک کیونکہ ابھی بھی اس سے خون نکلتا ہے۔ اب وہ دعام کے سامنے بالا کو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مسلسل حرکت کی وجہ سے خون بہنا ایک عام سی بات ہے، ہاں لیکن اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس سے ہو کر آ جائے گا تو پھر مسئلہ نہیں ہو گا اور اس وقت دعام وہی بات کر رہی تھی۔

میرے خیال میں آپ کو خود ہسپتال جانا چاہیے، بالا بھیا کے ساتھ چلے جائیں، "اپنا چیک اپ کروا کے آ جائیں۔" وہ ہمیشہ کی طرح ایک ہی نقطے کے پیچھے لگ گئی تھی۔

ارے یار! ایک تو تم بھی نا سجن سائیں! ایسا کرو، تم چینج کر کے آ جاؤ، میں اور "تم چلتے ہیں، اسی بہانے گھوم پھر کر آ جائیں گے۔ اور پھر تم بھی بے فکر ہو جاؤ گی کہ میں ٹھیک ہوں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو دعام کو اس کا آئیڈیا اچھا لگا تھا، اسی لیے فوراً اٹھ کر تیار ہونے چلی گئی تھی۔

جبکہ وہ بالا کو فون کر کے یہ کہنے لگا تھا کہ وہ نکلنے کی تیاری نہ کریں کیونکہ وہ دعام کو لے کر جا رہا ہے۔

ooooooo

"ہم گاڑی میں جائیں گے؟ مجھے لگا تھا کہ شاید ہم شیر دل کی سواری کریں گے۔" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس سے کہنے لگی۔

"نہیں، شیر دل کو سڑکیں نہیں پسند، اسے کچے راستوں پر سفر کرنا پسند ہے اور پھر کیا تم شیر دل پر میری باہوں میں چلنے کو تیار ہو جاتی؟" وہ اس کے شرم وحیا کے سارے رنگوں سے واقف تھا۔

"نہیں، آپ دوسرے گھوڑے پر آتے ہیں نا؟" وہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"میں کیوں دوسرے گھوڑے پر آتا ڈارلنگ؟ میں تو اسی گھوڑے پر آتا ہوں جو کہ میرا ہے۔ تمہیں نہیں پتا اگر شیر دل کو پتا چل جائے میں نے کسی اور گھوڑے کی سواری کی ہے تو دس دس دن تک ناراض رہتا ہے، مانتا ہی نہیں ہے،

بڑا اجل ککرا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے شیر دل کے بارے میں بتانے لگا تھا

تھا۔

"اف! یہ شیر دل کیا چیز ہے، ابھی تک تو مجھے یہی سمجھ میں نہیں آتا۔" وہ

مسکراتے ہوئے بولی تھی، جب کہ ابھی وہ نکلے ہی تھے کہ بالا کی کال آنے لگی۔

"راستہ خطرناک ہے، اپنا خیال رکھنا۔ اگر کچھ بھی الٹا سیدھا ہو تو مجھے فوراً میسج کر

دینا، میں آجاؤں گا۔ تم زخمی ہو، میں نہیں چاہتا تھا کہ تم جاؤ لیکن پھر بھی اگر تم

چلے ہی گئے ہو تو اپنا خیال رکھنا۔" بالا نے اسے فون پر تاکید کی تھی۔

"اوکے اماں حضور! اور کوئی نصیحت کرنی ہے تو وہ بھی کر دیں؟" وہ فون کان

سے لگائے بولا تو دعام کھکھلا کر ہنسی تھی۔

"نہیں میرے بچے، فی الحال اتنا ہی۔ باقی اگر مجھے کہنا ہوا تو میں دوبارہ فون کر

لوں گا۔" وہ فون رکھتے ہوئے بولا تھا، جب کہ سردار نفی میں سر ہلاتا گاڑی کی

سپیڈ تیز کر گیا۔

کیا چیز ہے، ہر وقت میری ماں بنا رہتا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا، جب کہ دعام بھی اس کی باتوں پر مسکراتے ہوئے سامنے روڈ کی طرف دیکھنے لگی۔

○○○○○○○○

"کیا مطلب تم لوگ کچھ بھی انفارمیشن نہیں نکال سکے؟ ایک ذرا سی بھی نہیں؟ آئے دن چوریاں ہو رہی ہیں، کل رات بھی چوری ہوئی ہے اور یہ ڈکیتی بھی کوئی عام ڈکیتی نہیں تھی، اچھی خاصی بڑی ڈکیتی تھی۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ تم لوگوں کو کچھ پتا ہی نہیں چلا؟" وہ سینیئر آفیسر ریان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، جبکہ ریان اس کا رونا دھونا سن کر اکتا چکا تھا۔

"سر! ہم کیا کر سکتے ہیں؟ آپ یہ بتائیں نا! آپ صرف دو ڈکیتیوں کی بات کر رہے ہیں، پچھلے تین سال سے ہزاروں کے حساب سے ڈکیتیاں ہیں، ہمیں آج تک کوئی ثبوت نہیں ملا۔ اگر ڈاکو کے خلاف ہمارے پاس ثبوت ہوتا تو ہم کیا یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے؟

اب تک انہیں گرفتار نہ کر چکے ہوتے؟ یہ اتنی صفائی سے ہاتھ صاف کرتے ہیں کہ کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوتی کہ یہ کام کس نے کیا ہے۔ جب معاملات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں تب لوگ بولتے ہیں کہ یہ ڈاکوؤں کا کام ہے،

تب ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہوتا اور وہ ڈاکو کہتے ہیں کہ ثبوت لے کر آؤ اور ہمیں گرفتار کر کے لے جاؤ۔ اب ہم ثبوت کہاں سے لے کر آئیں کہ جب موقع ہوتا ہے تب ہمیں ثبوت دیے نہیں جاتے۔"

ابھی یہ پچھلے سال کا کیس ہی دیکھ لیجیے، یہ میپ پر دیکھیں یہ وہ گھر ہے جس" میں چوری ہوئی تھی، اس گھر کی عورت تین مہینے کے بعد بولی تھی کہ ڈاکوؤں کے ڈر سے گھبرا کر وہ اس وقت گواہی نہیں دے پائی۔

تین مہینے کے بعد گواہی دے رہی تھی ہم جانتے تھے اب گواہی کا کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن پھر بھی اس کے کہنے پر ہم ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے گئے تو ڈاکو نے آگے سے ثبوت مانگے کہ اس وقت کیا پولیس مری پڑی تھی؟ اور پھر بڑی صفائی سے ان ثبوتوں کو جھوٹا قرار دے کر وہ بری الذمہ ہو گئے تھے۔

کوئی ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکا، یہ پورے اگلے پچھلے جتنے بھی علاقے ہیں، سارے ڈرتے ہیں ان لوگوں سے۔ کسی میں اتنی ہمت ہی نہیں ہے کہ ڈاکوؤں کے خلاف وہ آواز اٹھائیں۔

آواز اٹھانا تو دور کی بات، ڈاکوؤں کے بارے میں ذکر تک نہیں کرتے ہیں یہ لوگ اس ڈر سے کہ کہیں ڈاکوؤں کا اگلا ٹارگٹ وہی لوگ نہ بن جائیں۔

اب آپ ہی بتائیں ہمارے پاس ہے ہی کیا جو ہم ان کے خلاف کوئی ایکشن لے سکیں؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا، جب کہ سینیئر انسپکٹر سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا کتنا نقصان ہو چکا ہے اور اتنا بڑا نقصان اس سے جھیلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

تب ہی عابد جوش و خروش سے اندر داخل ہوا تھا۔

○○○○○○○

"السلام علیکم جناب! میں نے آپ کے مسز اور بچے سے معلومات لینے کی کوشش کی ہے۔ آپ کی مسز تو کچھ بھی نہیں جانتیں، انہوں نے کہا ہے کہ وہ رات کو سو رہی تھیں اور انہیں خبر نہیں ہوئی کسی بھی چیز کی، صبح اٹھیں تو پتا چلا کہ گھر میں ڈکیتی ہو چکی ہے لیکن آپ کا بچہ۔۔۔۔۔"

وہ کچھ کہتے کہتے چپ ہو گیا تھا، جبکہ سینیئر انسپکٹر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"میرا بچہ صرف آٹھ سال کا ہے، اسے کچھ بھی نہیں پتا ان سب چیزوں کے بارے میں۔ وہ بھی یقیناً اس رات سو رہا ہو گا، یہ تو خدا کا کرم ہوا ہے کہ ان ڈاکوؤں نے میرے بچے کو کوئی ایسی چیز نہیں سونگھا دی! ارے مجھے اٹھارہ گھنٹے کے بعد ہوش آیا ہے، میری بیوی کو بیس گھنٹے کے بعد ہوش آیا ہے، اللہ نہ کرے اگر وہ میرے بچے کے ساتھ کچھ ایسا ویسا کر دیتے تو!"

نہیں سر! آپ کے بچے کے ساتھ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے لیکن آپ" کے بچے کے کہنے پر ضرور کچھ کیا ہے۔" اب کی دفعہ عابد کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ ریان بھی حیران رہ گیا۔

جب اس رات آپ کے گھر پر چوری ہو رہی تھی تب آپ کا بچہ جاگ گیا تھا۔" آپ کے بچے نے ان لوگوں سے کہا کہ میرا بستہ بھی لے جاؤ، مجھے اماں سکول بھیجتی ہے۔ جس پر ڈاکو آپ کے بچے کا بستہ بھی لے گئے تھے۔ اور یہ بات مجھے ابھی آپ کے بیٹے نے بتائی ہے،

بڑی مشکل سے نکلوائی ہے یہ بات۔ آپ کے بچے کا بستہ یوں ہی چوری نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کے بچے کے کہنے پر ہوا تھا۔" عابد اسے حیرانگی سے بتا رہا تھا، جبکہ ریان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری تھی۔

میں نے آپ کے بچے سے مزید معلومات لی تو بتانے لگا کہ ان میں سے تین" لوگ اندر آئے تھے کمرے میں جن میں سے ایک کے چہرے پر نقاب نہیں تھا باقی دونوں کے چہروں پر نقاب تھے۔ اور وہ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اگر وہ بے

نقاب آدمی اس کے سامنے آیا تو وہ اسے پہچان بھی لے گا۔" عابد نے تفصیل بتائی، جب کہ ریان تو حیران رہ گیا۔

چہرے پر نقاب لگا کر تو یہی ڈکیت چوریاں کرتے ہیں۔" وہ کچھ حیرانگی سے بولا تو عابد اور سینیئر انسپکٹر کا سارا دھیان اس کی طرف گیا تھا۔

مجھے یقین ہے چوری انہی لوگوں نے کی ہے اور صرف میرے گھر کی چوری "نہیں بلکہ وہ دوسری چوری بھی انہی لوگوں نے کی ہے۔

میں اپنے بچے سے پوچھتا ہوں، ہو سکتا ہے سکیچ بنوانے میں کامیاب ہو جائے۔" وہ پریشانی سے بولے تھے۔

سر! ایک آٹھ سال کا بچہ کیا سکیچ بنوا کر دے گا آپ کو اور پھر اتنے چھوٹے بچے کی تو گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔" ریان نے جیسے اسے ایک اور نقطہ تھما دیا تھا۔

ہاں، یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو، بے شک اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی لیکن "
ہم تو سرے تک پہنچ جائیں گے نا، ہمیں تو جواب مل جائے گا، کوئی نہ کوئی
سراغ ہاتھ لگ جائے گا۔ "

سینیئر انسپکٹر نے زندگی میں پہلی دفعہ اس کیس پر اتنا زیادہ دھیان دیا تھا، ورنہ اس سے پہلے تو وہ نظر انداز ہی کرتا آیا تھا یہ کہہ کر کہ اپنے مال کی خود حفاظت کریں، اس طرح سامنے رکھتے ہی کیوں ہیں کہ ڈاکو آ کر لے جائیں۔

یہاں تک کہ وہ تو یہ بھی کہتا تھا کہ ان کی عورتوں کو بھی سکون نہیں ہے خود پہلے نمائش کر کے آتی ہیں اور پھر جب چوری ہو جاتا ہے تو رونا دھونا کرتی ہیں اس نے کبھی ان سب چیزوں کو یا اس طرح کے کیسز کو سیریس لیا ہی نہیں تھا بلکہ چوری ڈکیتی والے کیسز پر تو وہ بالکل بھی ہاتھ نہیں رکھتا تھا لیکن اب اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔

اس کی جان جا رہی تھی نہ جانے کتنی بڑی رقم تھی کہ وہ اتنا زیادہ پریشان تھا دس سے بیس لاکھ کی رقم اتنی بھی بری نا تھی۔ کہ ایک سینیئر انسپیکٹر اس کے لیے

پوری پولیس نفری کو اپنے آگے لگائے بیٹھا تھا۔ بلکہ ایک دو انتہائی ضروری کیسز نظر انداز ہو رہے تھے۔

اس نے کبھی پرواہ نہ کی تھی اس طرح ہاں کی چیزوں کی اور اب جب اپنا مال چوری ہوا تھا تب اس کی حالت خراب ہو رہی تھی، وہ کسی بھی طرح مجرموں تک پہنچنا چاہتا تھا، کسی بھی طرح بس یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کے گھر میں چوری کرنے والے لوگ کون تھے اور اس کے لیے وہ اپنے آٹھ سال کے بچے کو ٹارچر کرنے کو بھی تیار تھا۔

ریان تو کافی حیران تھا اس کے ری ایکشن پر۔

ٹھیک ہے سر! آپ اپنے بیٹے سے پوچھیں اگر اسے کچھ یاد آتا ہے یا وہ کوئی" ہماری مدد کر سکتا ہے تو ہم کچھ حد تک تو کسی نتیجے پر پہنچ ہی جائیں گے۔

باقی ان شاء اللہ کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آئے گا، جہاں اتنا کچھ پتا چل چکا ہے وہاں کچھ نہ کچھ اور بھی پتا چل جائے گا۔" وہ دروازے سے باہر نکل رہے تھے، جبکہ ریان نے سکون کا سانس لیتے ہوئے عابد کو دیکھا تھا۔

"جناب ایک بات تو بتائیں، آپ کو کیا لگتا ہے کہ اگر ان کے گھر میں صرف دس بیس لاکھ کی چوری ہوئی ہو تو کیا یہ اتنے زیادہ پریشان ہو سکتے ہیں؟ میرا مطلب ہے، یہ آدمی جتنی رشوت لیتا ہے اس کے لیے دس بیس لاکھ تو کچھ بھی نہیں ہے، مجھے تو لگتا ہے کہ کوئی بڑا مال چوری ہوا ہے اس کا تب ہی یہ اتنا ایکٹو ہوا ہے ورنہ آج تک تو اس کو یاد بھی نہیں تھا کہ اس کے جسم پر پولیس کی یونیفارم ہے۔" عابد نے حیرانگی سے ایک اور چیز پر اسے غور کرنے کو مجبور کیا تھا، جس پر ریان نے حامی میں سر ہلایا۔

"ہاں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو عابد، مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ یہ بات صرف دس یا بیس لاکھ کی ہرگز نہیں ہے۔ یہاں معاملہ بڑا ہے بلکہ بہت بڑا ہے۔ مجھے بھی شک ہے کہ چوری دس بیس لاکھ کی نہیں ہوئی۔"

"سر! میری معلومات ہے کہ تقریباً دس دن پہلے ایک بڑے این.جی.او کی طرف سے ان کو ایک بہت بڑی رقم بھیجی گئی تھی، تقریباً پچاس سے ساٹھ لاکھ روپے

کی اماؤنٹ تھی جو انہوں نے غریب، بے سہارا، یتیم بچوں کے حوالے کرنی تھی۔ یہیں تھانے میں ایک آدمی دے کر گیا تھا اور پھر وہ رقم اٹھا کر اپنے گھر چلے گئے تھے۔ بعد میں کچھ دنوں میں فون آیا کہ وہ رقم ضرورت مندوں تک پہنچا دی گئی ہے تو انہوں نے کہہ دیا تھا کہ پہنچا دی ہے۔ حالانکہ ان کے ایسے کسی کام کی کوئی خبر باہر نہیں آئی بلکہ سننے میں آیا تھا کہ یہ کہیں کوٹھے پر جا کر پیسے اڑاتے رہے ہیں۔ مجھے تو شک ہے کہ یہ جو پیسہ تھا ان کے گھر پر ہی موجود تھا اور ان کے گھر سے وہ مال بھی چوری ہو گیا ہے ان کے اپنے مال کے ساتھ۔ تب ہی ان کی یہ حالت ہو رہی ہے۔" عابد نے ساری تفصیل اسے بتائی تھی جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے۔ وہ رقم انہوں نے سچ مچ میں ان لوگوں تک پہنچا دی ہو جن کے لیے بھیجی گئی ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے وہ رقم نہ دی ہو۔ ہم اس معاملے میں کسی پر شک نہیں کر سکتے۔ باقی ہمارا کام چوروں کو ڈھونڈنا ہے تو وہ ہم ڈھونڈنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

باقی کوشش کرنا کہ اس بچے کو زیادہ ٹارچر نہ کیا جائے اگر اسے کچھ یاد نہیں ہے تو بار بار پوچھیں نہ یا پھر بار بار اس حوالے سے سوال کر کے اسے تنگ کرنا قانوناً جرم ہے۔ بچے کو کسی بھی طریقے سے ہراساں نہ کیا جائے۔ ویسے بھی آٹھ سال کے بچے کی نہ تو گواہی کوئی اہمیت رکھتی ہے اور نہ ہی ایسے معاملات میں باتیں، اور پھر ممکن ہے کہ بچہ خود سے ہی کوئی کہانی بنا رہا ہو۔ اس عمر کے بچوں کے ذہن بہت ایکٹو ہوتے ہیں۔"

"جی سر! آپ درست فرما رہے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں میں ابھی سے ہی خیال رکھتا ہوں کہ وہ بچے کو کسی طریقے سے ٹارچر نہ کریں اور باقی کی بھی معلومات بھی لیتا ہوں میں آگے پیچھے سے پتا تو چلیں کہ وہ پیسہ سر نے کسی بھی غریب مسکین کو دیا ہے یا نہیں، پھر ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ چوری چھوٹی تھی یا بڑی۔" وہ اسے سلیوٹ کرتے ہوئے وہاں سے نکلا تھا جبکہ عابد کے جانے کے بعد وہ خود گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

یہ معاملہ تو سچ میں کافی سنگین لگ رہا تھا۔

"بہت بری حالت ہے آپ کے زخم کی، بلکہ بری حالت کیا ہے، یہاں پر تو سارا زخم ہی خراب ہوا پڑا ہے۔ آپ کو درد نہیں ہوتا یا پھر درد کا احساس نہیں ہوتا؟ اتنے بری حالت میں ہیں آپ اور آپ کو پتا تک نہیں؟" ڈاکٹر اس کا زخم صاف کرتے ہوئے دوبارہ پٹی کر رہا تھا، جب کہ وہ خاموشی سے بیٹھا اسے سن رہا تھا۔

دعام کی تو حالت خراب ہو رہی تھی۔

"ڈاکٹر! یہ ٹھیک تو ہو جائیں گے نا؟ یہ زخم کب تک ٹھیک ہو گا؟ آپ مجھے بتایئے کون سی دوائی لگانی ہے؟ میں خود ٹائم پر لگایا کروں گی۔"

بس رونے کی کمی رہ گئی تھی ورنہ دعام کے لہجے میں اور کوئی کمی نہیں تھی۔

سردار اس کا ہاتھ تھام کر اسے سمجھا رہا تھا کہ اسے درد نہیں ہے۔

جب کہ خود ڈاکٹر کے آگے کرسی پر بنا قمیض کے بیٹھا ہوا تھا اور ڈاکٹر اس کے ہم پر بس پریشان ہو رہا تھا۔

آپ چپ کریں! ڈاکٹر کو زیادہ پتا ہے، وہ بہتر جانتے ہیں۔ ڈاکٹر مجھے بتائیے میں" ان کا کیسے خیال رکھوں؟" وہ اسے چپ کرواتے ہوئے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوئی تھی، جبکہ اس کے انداز پر ڈاکٹر حیران ہوا تھا۔

یہ وہی ہسپتال تھا جہاں وہ رقم پہنچاتے تھے اور سب لوگ ہی جانتے تھے وہ کوئی عام انسان نہیں ہے، لیکن یہ چھوٹی سی لڑکی جس طرح اسے اشاروں پر نچا رہی تھی، وہ بات حیران کن تھی۔

آپ کو ان کا خیال رکھنا ہے، بہت زیادہ خیال رکھنا ہے بی بی۔ انہیں کسی بھی" طرح کا مشکل کام نہ کرنے دیں، کوئی بھاری چیز نہ اٹھانے دیں۔ یہ جو کندھے کی یہ جگہ ہے نا، اگر یہ ڈیمج ہو جائے تو یہاں سے لے کر یہاں تک کا حصہ ڈیمج ہو سکتا ہے۔" وہ کندھے سے اوپر سے لے کر کمر تک کا ایریا اسے دکھا رہا تھا جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کی جا رہی ہو کہ گولی کتنی خطرناک جگہ پر لگی ہے۔

یہ اتنا خطرناک ہے کہ آگے جا کر انہیں چلنے پھرنے میں مسئلہ ہو سکتا ہے،" اٹھنے بیٹھنے میں مسئلہ ہو سکتا ہے۔ انہیں بستر کے ایک طرف کروٹ لے کر

سلائیں، سیدھے سونے سے بھی ان کا زخم خراب ہو سکتا ہے۔ ابھی ان کا زخم بہت بری حالت میں ہے، کبھی بھی خون نکل سکتا ہے، مطلب کہ ان کا زخم ابھی پوری طرح سے کچا ہے۔ صرف گولی نکال دینے سے علاج نہیں ہو جاتا۔ سر دار صاحب، آپ کو اپنا خیال بھی رکھنا ہو گا، آپ صرف اپنے نہیں ہیں، ان یتیم، بے سہارا بچیوں کے بھی ہیں جن کی زندگی آپ کے اس کام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔"

"بچیوں کا علاج شروع ہو چکا ہے اور ان میں سے ایک بچی آپ سے ملاقات بھی کرنا چاہتی ہے، تقریباً نو سال کی ہے لیکن بہت شرارتی ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو اسے آپ سے ملنے کے لیے بھیج دوں؟ دراصل جب سے اسے پتا چلا ہے نا کہ اس کے مسیحا آپ ہیں، وہ مسلسل ایک ہی بات کہتی ہے کہ اسے آپ سے ملنا ہے، جب بھی آپ آئیں تب اسے خبر کر دی جائے۔ آپ جب آج یہاں آئے تو اسے فوراً ہی بتا دیا گیا تھا، تب سے ہی وہ بچی آپ سے ملنے کے

لیے بے تاب ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس بچی سے مل سکتے ہیں۔" ڈاکٹر اسے

دیکھتے ہوئے بول رہا تھا، جب کہ دعام حیرانگی سے اسے سن رہی تھی۔

ہاں ضرور، میں اس بچی سے ضرور ملوں گا، آپ مجھے ملوا دیجیے۔" وہ مسکرا کر"

بولا تھا، جبکہ ڈاکٹر ہاں میں سر ہلاتا باہر نکل گیا۔

ooooooo

وہ اپنی قمیض پہنتے ہوئے کرسی سے اٹھ کر بستر پر آ کر لیٹا تھا۔ کیونکہ دعام اسے

بیٹھنے ہی نہیں دے رہی تھی

تقریباً دس منٹ کے بعد ایک چھوٹی سی لڑکی ہاتھ میں بہت سارے چھوٹے

چھوٹے پھول تھام کر اندر آ گئی تھی۔ بچی تھی تو نو سال کی پر وہ بہت چھوٹی لگتی

تھی شاید بیماری کی وجہ سے۔

آپ سردار ہیں؟" وہ اس کے سامنے کھڑی ہوتی سوال کرنے لگی تو سردار"

نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

آپ ہماری جان بچا رہے ہیں، ہمیں اس بیماری سے چھٹکارا دلوا رہے ہیں، اسی لیے میں آپ کے لیے یہ فلاورز لے کر آئی ہوں۔ میں نے اپنے پاپا کو بولا تھا کہ وہ مجھے کوئی گفٹ لا کر دے تاکہ میں آپ کو تھینک یو بول سکوں تو پاپا نے بولا کہ جو گفٹ آپ ہمیں دے رہے ہیں اس سے بڑا اور کوئی گفٹ نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے پاپا نے مجھے کچھ بھی لا کر نہیں دیا تب میں آپ کے لیے یہ فلاورز لے کر آئی ہوں، کسی کو بتانا میں نے ہسپتال سے توڑے ہیں۔" وہ پھول اس کے حوالے کرتے ہوئے اس کے پاس آتی اس کے گال چوم چکی تھی، جبکہ سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"آپ بہت ہینڈسم ہیں۔ جب میں بڑی ہو جاؤں گی تب میں آپ سے شادی کر لوں گی۔" وہ مزے سے اس کا دوسرا گال بھی چوم گئی تو جہاں سردار مسکرادیا تھا وہیں دعام اسے گھورتے ہوئے آہستہ سے اسے اٹھا کر واپس زمین پر رکھ چکی تھی۔

ان کی شادی ہو چکی ہے میرے ساتھ، یہ میرے ہسبینڈ ہیں، جتنے بھی ہینڈ سم "
ہیں یہ صرف میرے ہیں۔" وہ اسے دیکھ کر بولی تو بچی نے منہ بنالیا تھا۔

یہ آپ کی وائف ہیں؟" اس نے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا تو سردار نے فوراً"
ہاں میں سر ہلایا تھا۔

یہ تو بالکل بھی پیاری نہیں ہے! میں کتنی پیاری ہوں! دیکھیں میرے پاس"
ڈمپل بھی ہیں۔" اس نے اپنے گال پر پڑنے والے چھوٹے سے ڈمپل کی
نمائش بھی کر دی تھی جس پر سردار مسکرا دیا تھا، جبکہ دعام منہ بنا کر رہ گئی۔

نہیں چاہیے ہمیں تمہارے ڈمپل، لڑکی! میرے شوہر پر لائن مارنے کی"
"ضرورت نہیں ہے۔ بچی ہو اس لیے لحاظ کر رہی ہوں ورنہ۔۔۔

ورنہ ورنہ کیا کرتی تم؟" وہ کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اچانک سے سوال کرنے"
لگی، اس کے لڑاکا انداز میں دعام تو خوفزدہ ہی ہو گئی تھی۔

ورنہ بالکل اچھا نہیں ہو گا۔ تم بالکل بھی کیوٹ بچی نہیں ہو، مجھے تو لگا تھا تم "
"ایک اچھی بچی ہو گی۔

او پلیز! مجھے تم سے اچھے ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے، اپنا سرٹیفکیٹ اپنے "
پاس رکھو۔ اگر مجھے اپنا کچھ دینا ہے تو اپنا ہینڈسم سا ہسبینڈ دے دو۔" وہ واپس
سے سردار کے پاس آتی ہوئی اس کے دونوں گال کھینچنے لگی تھی۔

جب دعام نے ایک دفعہ پھر سے اسے بازوؤں سے اٹھا کر نیچے رکھا اور سردار کا
پردہ جو اس کے گردن کے نیچے تھا اٹھا کر اس کی آنکھوں کے نیچے رکھ گئی۔

میرے شوہر پر گندی نظر مت ڈالنا ورنہ بالکل اچھا نہیں ہو گا، میں اس "
"معاملے میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں۔

تم کسی معاملے میں اچھی نہیں ہو، آئی ڈونٹ لائک یو۔ اگر تم مجھے پسند بھی "
ہوتی تو بھی تم میرے کرش کی بیوی ہو، اسی لیے آئی ڈونٹ لائٹ یو۔" وہ
معصومیت سے منہ بنا کر ایسی باتیں کر رہی تھی جو دعام کو بالکل بھی معصوم

نہیں لگ رہی تھی، ڈاکٹر ٹھیک کہہ رہا تھا وہ بچی ضرورت سے زیادہ ہی شیطان تھی۔

دعام تو سر سے لے کر پیر تک سلگ چکی تھی۔ اتنی بیماری کے باوجود بھی اس بچی کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی اور وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی، جبکہ اسے منہ کے ڈیزائن بناتے دیکھ وہ اسے اگنور کرتی واپس سردار کی طرف متوجہ ہوئی۔

باقی مائی ڈیئر کرش! تھینک یو سوچ ہمیں ایک نئی زندگی دینے کے لیے۔ سب" کہتے تھے کہ میں مر جاؤں گی۔ کیونکہ میرا علاج بہت مہنگا ہے اور اتنے پیسے نہیں ہیں میرے بابا کے پاس کہ وہ میرا علاج کروا سکیں لیکن تم میرا علاج کروا رہے ہو۔ بلکہ میرے ساتھ اور بھی کئی لوگوں کا، تم بہت اچھے ہو، تمہارے پاس بہت سارے پیسے ہیں اور تم اپنے ان پیسوں کو ہم پر خرچ کر رہے ہو۔ اللہ تمہیں اور پیسے دے گا۔ اور جتنے بھی لوگ اس دنیا میں بیمار ہیں تم ان سب کی مدد کرنا۔ میری دعا ہے کہ تمہارے پاس اتنے سارے پیسے ہوں، اتنے سارے

پیسے ہوں کہ کوئی بھی مجھ جیسی لڑکی اس بیماری سے نہ مرے۔ ان شاءاللہ اللہ تمہیں بہت سارے پیسے دے گا۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولے جارہی تھی، جبکہ دعام حیرت سے اسے سن رہی تھی۔ اب اسے سردار کی بات سمجھ میں آرہی تھی۔ کہ اس کا یہ غلط کام کس طرح سے ہی ہے۔

لیکن جاتے جاتے اس نے پھر سے دعام کو جلانے والی حرکت بھرپور زور وشور سے کی تھی۔ وہ واپس سے سردار کے بیڈ کے قریب آتی ہوئی اس کے چہرے سے نقاب ہٹا کر پھر سے اس کے دونوں گالوں پر ایک کے بجائے دو دو دفعہ پیار کر کے گئی تھی۔

"مجھ سے بچ کر رہنا، میں بڑی ہو جاؤں گی نا پھر میں تمہیں ایک بڑے سے ڈبے میں پیک کر کے سمندر کے بیچ پھینک آؤں گی اور پھر سردار سے شادی کروں گی۔"

وہ جانتے بوجھتے ایک دفعہ پھر سے اسے آگ لگانے لگی تو دعام کو تو بس رونا ہی آ گیا تھا۔

"گڑیا، مجھے بھی اسی ڈبے میں پیک کر کے پھینک دینا کیونکہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میرا مطلب ہے کہ مجھے ایک بیماری ہے، میری سانسوں کی ڈور اس کی سانسوں کے ڈور کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ یہ جہاں جائے گی مجھے اس کے ساتھ جانا ہو گا ورنہ میری سانس رک سکتی ہے۔" وہ پریشانی سے بولا تو اب کی دفعہ وہ بچی حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا آپ بھی بیمار ہیں؟ آپ کی بیماری تو بہت خطرناک لگ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس چڑیل کا آپ کے ساتھ ہونا بے حد ضروری ہے۔" وہ دعام کو دیکھتے ہوئے بولی تو جہاں اس کے چڑیل کہنے پر وہ منہ بنا کر رہ گئی تھی وہیں سردار کی بات نے اسے اندر سے خوش بھی کر دیا تھا۔

"ہاں نا، اس کے بغیر تو سانس ہی نہیں آئے گی، میں تو مر جاؤں گا۔"

اللہ نہ کرے آپ کو کچھ بھی ہو، اگر ایسی بات ہے تو میں بڑی ہو کر اس کو بھی" ساتھ رکھ لوں گی، اس کو مارنے کا ارادہ کینسل۔"وہ کافی سوچ بچار کے بعد بولی تھی جس پر دعام نے جہاں منہ بنایا وہیں سردار نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

جب کہ تھوڑی ہی دیر میں نرس آتے ہوئے اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

ооооооо

تو ٹھیک ہے نا سردار، طبیعت تو ٹھیک ہے تیری؟ڈاکٹر نے کیا کہا؟ یہ اس کی کوئی سترہ یا اٹھارہواں کال تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی جہاں دعام کھلکھلا کر ہنسی تھی، وہیں وہ آنکھیں گھما کر رہ گیا تھا۔

بالا یار، مسئلہ کیا ہے تیرے ساتھ؟ کیوں سکون نہیں ہے تجھے؟ نہ تو وہاں قبیلے" میں سکون سے رہنے دے رہا ہے نہ یہاں ہسپتال میں۔

اب بیوی کے ساتھ کہیں اور جانے کا سوچ رہا ہوں تو وہاں پر بھی تو انگلیاں کر رہا ہے۔

کیوں سکون نہیں ہے میرے بھائی، میری جان؟ تو میرا جگر ہے، میرا دوست ہے۔ اماں مت بن میری!" وہ غصے سے بولا تھا۔ کیونکہ اب وہ سچ مچ میں تنگ آ گیا تھا، جبکہ دعام کو اس کی حالت دیکھ کر بہت زیادہ مزہ آ رہا تھا۔

سردار یار، ایک تو میں تیری پرواہ کر رہا ہوں اوپر سے تو نخرے کر رہا ہے۔" مجھے تیری پرواہ ہے میرے دوست! اگر میں تیرا خیال نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟" بالا تو اچھا خاصا برا منا گیا تھا۔

پتہ ہے کیا کر؟ میں تجھے لوکیشن سینڈ کرتا ہوں۔ ایک مولوی پکڑ کر لا اور نکاح" پڑھا لے مجھ سے۔ ارے کھوتے! اتنی پرواہ میری بیوی میری نہیں کر رہی ہے جتنی تجھے ہو رہی ہے۔ سکون سے بیٹھ جا وہیں پر، ورنہ آ کر ایک بھی ہڈی سلامت نہیں چھوڑوں گا! اب مجھے تیرا فون نہیں آنا چاہیے!" وہ فون بند کرتے ہوئے بولا تو بالا اچھا خاصا برا منا گیا تھا۔

ooooooo

حد ہوتی ہے کسی چیز کی۔ ایک تو پرواہ کرو اوپر سے نخرے بھی جھیلو!" وہ" موبائل ایک طرف پھینکتے ہوئے جمرو کو دیکھ کر بولا تھا۔

اس کی پرواہ کرنے کے لیے اس کی بیوی ہے، تو مت کر اس کی پرواہ۔ تو اس" کی پرواہ کر، مطلب اڈاکٹر کی۔ آج فون کر، ہو سکتا ہے کال لگ جائے۔" جمرو نے اس کا دھیان کہیں اور لگانے کی کوشش کی تو اس کو جمرو کا آئیڈیا پسند آیا تھا۔

کیا ائیڈیا دیا ہے میرے بھائی، وہ بیتابی سے اس کے پاس آتا اس کی پیشانی چوم گیا تھا جبکہ جمرو اپنے ماتھے کو ایسے مسل رہا تھا جیسے خدانخواستہ بالا نے کوئی گناہ کر دیا ہو اور پھر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

کیونکہ شاید دوسری طرف سے فون لگ گیا تھا۔

ooooooo

"ہیلو! ہاں، کیوں فون کر رہے ہیں آپ مجھے ؟ کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ ؟ کیوں سکون نہیں ہے آپ کی جان کو ؟" آج اس کی پہلی ہی کال پر اس نے فون اٹھالیا تھا، جبکہ دوسری طرف سے یہ سمجھ کر کہ وہ اسے پہچانتی ہے اور اس کے نمبر سے بھی واقف ہے، پھر بھی اسے بلاک نہیں کیا، بالا کو خوشی ہوئی تھی۔

"میرا مسئلہ تم ہو۔ دل، جگر، گردے سب تم پر فدا ہو چکے ہیں۔ بس بارات لے کر آنے کی بیتابی ہے۔ کوئی راستہ دکھا دو میں بارات لے کر آجاؤں۔"

"میرے بھائی کے پولیس اسٹیشن کا ایڈریس ہو گا نا؟ وہیں لے جاؤ بارات۔ اچھے سے تمہارے سسرال والے تمہارا سواگت کریں گے۔" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

"ہاں، وہاں کا ایڈریس تو ہے میرے پاس۔ بارات لے کر بھی میں پہنچ جاؤں گا لیکن اگر مجھے میری دلہن نہیں ملی تو پھر میرے سالے کا میں کیا حال کروں گا، اس کی گارنٹی میں نہیں دیتا۔ پہلے ہی اس کے زخموں پر مرہم لگا رہی ہو، یہ نہ ہو کہ اب کی دفعہ والے زخم اس کے ماموں بننے تک ختم نہ بھریں۔ میں تمہیں

کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا تمہارے بھائی کی طرف سے۔" وہ بھی اسی کے لہجے میں جواب دے رہا تھا جبکہ بیلا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے فون سے نکال کر کسی دوسرے پلینٹ میں پھینک آئے۔

کیا مسئلہ ہے آخر؟ کیوں میری جان کو آئے ہوئے ہیں آپ؟ کیا بگاڑا ہے میں" نے آپ کا؟ کیوں زندگی حرام کر رکھی ہے؟ یہاں ہسپتال میں بھی مجھے پریشان کر وا رہے ہو اور پھر فون پر بھی مجھے تنگ کر رہے ہو! آپ کو پتہ بھی ہے یہاں ہسپتال والے مجھے کس طرح کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں؟ ان سب کو لگتا ہے کہ میرا آپ کے ساتھ افیئر چل رہا ہے۔

میرا کردار مشکوک کر رہے ہیں یہ لوگ صرف آپ کی وجہ سے۔ میرے موبائل کو آپ میری مرضی کے بغیر استعمال کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ یہاں میرے آپریشن کے درمیان بیٹھ کر میرا انتظار کر رہے ہیں۔ آئے دن جب آپ کا دل چاہتا ہے آپ ہسپتال تشریف لے آتے ہیں جیسے سچ مچ میں یہ آپ کا سسرال ہی ہو۔

آپ کے لیے یہ ساری چیزیں بہت عام ہوں گی جن سے یقیناً آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہو گا لیکن یہاں میری بدنامی ہو رہی ہے۔ میرے کردار پر سوال اٹھائے جا رہے ہیں، مجھے غلط قسم کی لڑکی سمجھا جا رہا ہے۔ بڑے ہسپتال میں آپ کی ڈاکٹر سے تعریف سن کر مجھے یہی لگا تھا کہ آپ ایک اچھے انسان ہیں اور ایک نیک کام کرتے ہیں لیکن میری زندگی میں آپ کسی ولن سے کم ثابت نہیں ہو رہے۔

مجھے سمجھ نہیں آتا میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا؟ اگر آپ کی دشمنی میرے بھائی کے ساتھ ہے تو وہ دشمنی وہیں پر جا کر نکالیں، میری زندگی کیوں آپ تباہ کر رہے ہیں؟" اب کی دفعہ وہ غصے میں بولنے پر آئی تو پھر بولتی ہی چلی گئی تھی بنا کسی کا لحاظ کیے۔

کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، چاہتا ہوں میں تمہیں، شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے۔ یقین کرو میرا مقصد ہرگز وہ نہیں تھا جو ہسپتال کے وہ لوگ سمجھے ہیں۔ میں تو بس تمہارا پتہ کرنے آتا تھا، تم سے بات کرنے آتا تھا۔ اور میں کوئی

مذاق نہیں کر رہا، میں تمہیں لے کر بہت سیریس ہوں۔ بیلا، سچ مچ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں جلد ہی رشتہ لے کر آنا چاہتا ہوں۔ مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ ہسپتال میں ان سب باتوں کا کوئی اور مطلب نکل آئے گا۔" وہ ایک ہی سانس میں بولتا چلا گیا تھا جبکہ اس کی بات پر تو بیلا بھی حیران رہ گئی تھی۔ اس کے انداز سے یہی لگتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ فلرٹ کرتا ہے یا صرف وقت گزاری لیکن وہ تو شادی کا ذکر کر رہا تھا، بیلا کا تو دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔ اب کیا وہ اتنی گئی گزری تھی کہ ایک ڈاکو کے ساتھ شادی کرے گی؟

"آپ کا دماغ ٹھکانے پر ہے یا نہیں؟ آپ کی ہمت کیسے ہوئی میرے لیے اس طرح کی بات بھی کرنے کی؟ آپ کو کیا لگتا ہے آپ جیسا انسان میری پسند ہو سکتا ہے؟ میں ایک ڈاکٹر ہوں اور آپ ایک ڈاکو۔ کبھی چور اور ڈاکٹر کی جوڑی بنی ہے؟

نہیں بنی تو اب بن جائے گی وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تو بیلا کا غصے سے برا حال ہونے لگا تھا۔

شٹ اپ، تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ ہماری شادی ہو سکتی ہے؟ کم سے کم دل تو اوقات دیکھ کر لگاتے۔" وہ بولی نہیں تھی بلکہ چیخی تھی۔

نہیں، تم کو کیا لگا تھا، چار لفظ انگلش کے بول کر مجھے امپریس کر لو گے؟ بیلا" اکرم نام ہے میرا۔ تم جیسے ہزار آئے اور ہزار گئے۔ بالا صاحب، آج تک بیلا اکرم نے کسی کو منہ نہیں لگایا۔ میری زندگی میں جو آئے گا نا، وہ میرے جیسا ہو گا، تمہارے جیسا نہیں۔ اس لیے آج کے بعد یہ بات بھی سوچ سمجھ کر کہنا۔ مجھے لگا تھا یہ معاملہ میں خود حل کر لوں گی لیکن اب مجھے ایسا نہیں لگتا۔ لگتا ہے یہ بات مجھے میرے بھائی تک لے کر جانی ہی پڑے گی، وہی تمہیں تمہاری بہتر اوقات بتائیں گے۔" وہ غصے سے کہتی فون بند کر چکی تھی جب وہ بس سنتا رہا تھا۔ جمرو جو باہر دروازے پر بیٹھا ہوا تھا تاکہ وہ آرام سے بیلا سے بات کر سکے، اس کے مسلسل چپ رہنے کی وجہ سے اب اٹھ کر اندر آ گیا تھا۔

○○○○○○○

کیا ہوا؟ کیا کہا بھابھی نے؟ تو اتنا پریشان کیوں ہے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگا تو بالا نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پر ہونٹوں کو مسکراہٹ کی شکل میں ڈھال لیا۔

نکاح سے پہلے زبان کاٹنی پڑے گی اس کی،۔ بہت ترٹر کر رہی تھی۔ زیادہ" باتیں تو مجھے سمجھ نہیں آئیں لیکن مجھے میری اوقات بتا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی میں ڈاکٹر ہوں اور تم ڈاکو۔

یار جمرو، یہ ڈاکٹر اور ڈاکو میں کیا فرق ہوتا ہے؟" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے باہر میدان کی طرف آنے لگا تھا۔

میں نے تو نرسری میں پڑھا تھا: 'ڈ، سے ڈاکو، ڈ، سے ڈاکٹر۔' اگر سبق پڑھانے" والوں نے ان کو الگ نہیں کیا تو پھر بھلا کیا فرق ہو سکتا ہے دونوں میں؟" جمرو نے ایک لاجک دیا تھا جبکہ بالا نے ہاں میں سر ہلایا جیسے اس کے لاجک کو بہت اچھے طریقے سے سمجھ گیا ہو۔

کیا بات ہے جمرو یار! تو تو بہت ہوشیار ہے، میں تو تجھے ایسے ہی پاگل سمجھتا تھا۔" آج پتہ چلا تیرا دماغ کتنا زیادہ کام کرتا ہے۔ چل اسی بات پر دو کپ چائے کے بنا کر لا، ایک اپنے لیے ایک میرے لیے۔ تب تک میں سردار سے فون پر بات کر لوں۔ پوچھ لوں اس سے ٹھیک تو ہے نا۔" وہ آنکھ دبا کر شرارت سے بولا تو جمرو نفی میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

بالا یار! تو تو سچ مچ میں اس کی اماں ہی بن گیا ہے۔ تھوڑی دیر سکون سے دعام" کے ساتھ رہنے دینا اس کو۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا جس پر بالا نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اماں کہتا ہے مجھے! بچہ ہے میرا! ایک ماں کا فرض ہوتا ہے وہ اپنے بیٹے کی خیر" خیریت پوچھے۔ اب اگر اس کی بیوی آگئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ماں کا حق ختم ہو گیا ہے۔ میں تو بار بار فون کروں گا۔ آخر میرا بچہ ہے، مجھے فکر ہے اس کی۔" وہ کہتے ہوئے فون لے کر واپس ایک سائیڈ پر چلا گیا تھا جبکہ جمرو نفی میں سر ہلاتا کچن کی طرف گیا تھا۔

ڈاکو جی، ان بچیوں کو کیا بیماری ہے اور ان کے علاج کے لیے کتنا پیسہ " چاہیے ؟"ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی جب کہ بارش کی وجہ سے کچا راستہ اپنانے کے بجائے اس نے مین سڑک پر گاڑی ڈال دی تھی۔ ویسے اس کا قبیلے میں جانے کا راستہ کچی سڑک تھی اور وہ راستہ بہت چھوٹا تھا اور یہ سڑک والا راستہ بے تحاشہ لمبا۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ وہی راستہ ہی اپناتے تھے۔ لیکن بارش کی وجہ سے وہ راستہ کافی بری حالت میں آجاتا تھا اور بارش کی وجہ سے یہ لمبا راستہ بھی کافی بری حالت میں ہوتا تھا لیکن یہ ایک پکی روڈ تھی اس لیے اس نے ادھر سے جانا مناسب سمجھا۔

جب اچانک ہی دعام نے سوال کر لیا۔

میر اسوہنا مکھڑا "اس بیماری میں بہت پیسہ لگتا ہے۔ لیکن یہ غریب لوگ اپنا علاج نہیں کروا سکتے۔ آج کل یہ بیماری چھ سے لے کر پندرہ سال کی بچیوں میں بہت زیادہ کامن ہو رہی ہے۔ بلکہ آج کل نہیں، بہت عرصے سے۔ اس میں

جسم سے سارا خون ختم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے جسم کا اندرونی نظام کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کے لیے بہت سارا پیسہ درکار ہوتا ہے۔ اس بیماری میں جسم کی بہت ساری چیزیں کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ انہیں واپس ایک نئے انداز میں کام کروایا جاتا ہے۔ اس کے ایک ٹیسٹ میں تقریباً لاکھوں کا خرچہ ہو جاتا ہے۔

اب تم ہی بتاؤ ایک دیہاڑی دار مزدور اتنی بڑی بیماری کا علاج کیسے کروائے؟ کوئی عام انسان اس بیماری کا علاج نہیں کروا سکتا۔ تبھی ایسے لوگوں کے لیے ہمیں بنایا گیا ہے تاکہ ہم ان لوگوں کی مدد کر سکیں۔ تم نے اس بچی کو عام حالت میں دیکھا ہے، کبھی اس کی بیماری کی حالت میں اسے دیکھنا۔ تب تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ لوگ کتنی تکلیف میں ہوتے ہیں۔ ایک عام انسان اس تکلیف کو سوچ تک نہیں سکتا جتنی یہ بچیاں وہ تکلیف سہتی ہیں۔ ہر مہینے پاکستان میں اس طرح کے تیس سے چالیس کیسز نکلتے ہیں۔ لیکن اس بیماری کا علاج صرف اس ہسپتال میں ہے اسی لیے وہ سارے کیسز یہیں پر آتے ہیں۔ اور اس ہسپتال کی

انتظامیہ ہمیں اس چیز کے بارے میں بتاتی ہے جس کے بعد ہم پیسوں کا انتظام کرنا شروع کرتے ہیں۔

اس چیز کا علاج عام لوگ نہیں کر سکتے، ان لوگوں کو یہاں سے دوسرے ملک میں شفٹ کیا جاتا ہے جہاں پر ان کے آپریشنز وغیرہ ہوتے ہیں۔ میں نے یہ ذمہ داری لی ہے سجن سائیں اور میں اپنی ذمہ داری کو بہت اچھے طریقے سے نبھا رہا ہوں۔

یقین کرو میں یہ کام کسی غلط مقصد کے لیے نہیں کرتا، ان سب چیزوں میں میرا ایک خاص مقصد چھپا ہوا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جس پر دعا نے ہاں میں سر ہلایا۔

"کسی کی جان کو بچانے کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈال دینا، یہ کہاں کا انصاف ہے ڈاکو جی؟ میں مانتی ہوں آپ جو کام کرتے ہیں وہ اچھے کے لیے کرتے ہیں لیکن یہ کام خطرناک ہے اور اس میں آپ کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

آپ کی جان جاسکتی ہے، کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ سب کچھ آپ کے لیے کس طرح نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے؟ پہلے یہ سب چیزیں آپ کے لیے بہت عام ہوتی ہوں گی لیکن اب آپ کو یہ چیز سمجھنی ہو گی کہ آپ کے ساتھ صرف آپ کی زندگی نہیں جڑی ہے بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ جڑی ہوئی ہوں۔

میں خود غرض نہیں ہوں لیکن پھر بھی اگر بات آپ پر آئے گی تو میں یہی کہوں گی کہ مجھے سب سے پہلے اپنا شوہر چاہیے صحیح سلامت۔ باقی مجھے کسی سے کوئی مطلب نہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ ان بچیوں کی بیماری کا سن کر مجھے افسوس نہیں ہوا یا میرے دل میں ان کی زندگی اور بیماری کے لیے ہمدردی نہیں ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ مجھے پوری دنیا میں یا آپ میں سے کسی ایک کو چننا پڑے تو میں آپ کو چنوں گی، دنیا کو نہیں۔

آپ بے شک اچھا کام کر رہے ہیں، بے شک نیک کام کر رہے ہیں لیکن آپ کا راستہ غلط ہے۔ اس دنیا میں کم لوگ تو نہیں ہوں گے جو اس طرح ان لوگوں کی

مدد کرتے ہوں گے۔ میں جانتی ہوں پاکستان میں ہزاروں کے حساب سے ادارے ہیں جو عام غریب لوگوں کی مدد کے لیے ہمیشہ آگے آتے ہیں۔

کیا ہم ان کے تھرو ان بچیوں کی مدد نہیں کر سکتے؟ ضروری ہے کہ آپ اپنی جان کو ہتھیلی پر لے کر ہی گھومیں؟ ڈاکو جی مجھے احساس ہے کہ آپ صحیح کر رہے ہیں لیکن اگر اس صحیح میں آپ کے ساتھ کچھ غلط ہو جائے تو میں کیسے برداشت کروں گی؟"

تو تم کیا چاہتی ہو میں اپنے فرض سے پیچھے ہٹ جاؤں؟" گاڑی آہستہ آہستہ روڈ پر چل رہی تھی، وہ اس کی ساری باتوں کو سمجھنا چاہتا تھا لیکن وہ اس کی ایک بات کو سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ دعام اس معاملے میں خود غرض ہو کر سوچے گی یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ آج اسے اپنے ساتھ ہسپتال لے کر آنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ اسے بتا سکے کہ وہ غلط کام ضرور کرتا ہے لیکن کسی غلط مقصد کے لیے نہیں۔ لیکن دعام کی سوچ الگ تھی، بہت الگ تھی۔ وہ پہلے اپنے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اگر اس طرح کے ادارے آگے آتے یا پھر اس طرح کے لوگوں کے پیسے" حرام راستوں پر نہ جارہے ہوتے تو یقین مانو میں سب سے پہلے انہی لوگوں سے رابطہ کرتا۔ پاکستان میں ہر سال لاکھوں کے حساب سے ڈونیشن کی جاتی ہے، کروڑوں کے حساب سے یتیموں اور غریبوں پر پیسہ لٹایا جاتا ہے لیکن وہ پیسہ غریبوں اور یتیموں تک پہنچتا ہے یا نہیں یہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ جو بڑے بڑے این جی اوز ہیں جہاں پر غریب لوگوں کی مدد کی جاتی ہے،

لیکن یہ بات بھی اگنور نہیں کی جاسکتی کہ ہمارا سارا سسٹم ہی کرپٹ ہے۔

یقین جانو تم اگر انہیں اپنی جیب سے سو روپے کا نوٹ نکال کر دوگی تو یہ صرف ایک روپیہ ان غریبوں پر خرچ کریں گے باقی پیسے یہ اپنی جیب میں ڈالیں گے اور ان غریبوں پر خرچ ہوا وہ ایک روپیہ نیوز چینل پر ہیڈ لائنز کے طور پر چلایا جائے گا، بے شک وہ پیسہ ان کے لیے کسی طرح مددگار ثابت نہ ہو لیکن جگہ جگہ ان کے انٹرویوز لیے جائیں گے، انہیں دنیا کے سامنے ذلیل اور رسوا کیا جائے گا۔

اس بات کو میں بھی مانتا ہوں کہ ہمارے ملک میں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جو دل سے ان لوگوں پر خرچ کرتے ہیں لیکن وہ کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ ان کی دی ہوئی رقم حقدار تک پہنچی بھی ہے یا نہیں۔ یہاں ہر ادارے پر دس طرح کے افسران ہیں۔

پہلے رقم ایک آدمی تک جائے گی تو وہ آدھی کر کے دوسرے تک پہنچائے گا،

دوسرا آدھی کر کے تیسرے تک پہنچائے گا،

تیسرا آدھی کر کے چوتھے تک پہنچائے گا جب تک وہ رقم حقدار تک پہنچے گی تب تک یا تو حقدار مر چکا ہو گا اور اگر زندہ ہوا تو وہ رقم اس کے کسی کام کی نہیں ہو گی۔"

وہ اسے حقیقت کا آئینہ دکھانے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی، سمجھ رہی تھی یا نہیں وہ نہیں جانتا تھا لیکن وہ نہیں سمجھنا چاہتی تھی اتنا وہ اندازہ لگا چکا تھا۔

سجن سائیں، مجھے خوشی ہو گی اگر تم اس معاملے میں میری طاقت بن جاؤ گی"

تو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، مجھے کچھ نہیں ہو گا، کوئی گولی مجھے چھو کر نہیں گزرے گی۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ مجھے موت آئے گی تو تمہاری جدائی سے آئے گی، کسی کی گولی سے نہیں۔

کیا تم مجھ سے وعدہ نہیں کر سکتی کہ تم میرے ہر قدم پر میرا ساتھ نبھاؤ گی؟" وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے بولا۔ تو اس نے ایک نظر اسے دیکھا تھا، وہ جانتا تھا وہ ڈر رہی ہے، گھبرا رہی ہے، اس کے پاس کوئی نہیں ہے سوائے اس کے۔ لیکن ان کا بھی تو کوئی نہیں تھا جن کا وہ سہارا بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے، میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آپ کا ساتھ نبھاؤں گی لیکن " آپ کو مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا کہ اب کوئی گولی آپ کو چھو کر نہیں گزرے گی۔ اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے اب کبھی آپ پر اس طرح کا کوئی بھی حملہ ہوا تو آپ اسی دن یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے۔

اگر اب آپ کے جسم پر کوئی بھی زخم آیا تو میں آپ کو یہ کام نہیں کرنے دوں گی۔" وہ جیسے ہار مانتے ہوئے بولی تو سردار نرمی سے مسکراتا گاڑی ایک طرف روکتے ہوئے اسے تھام کر اپنے سینے سے لگا گیا تھا۔

میرا معصوم سائیں سچ میں بہت معصوم ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اب" تمہارے سردار کو کوئی گولی چھو کر نہیں گزرے گی، کوئی زخم نہیں ہو گا۔ جیسا تمہارا اڈا کو جائے گا ویسا ہی لوٹ کر آئے گا۔

اب میں پہلے سے زیادہ اپنا خیال رکھوں گا کیونکہ میرا بھولا سائیں میرا منتظر ہو گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں میں خود کو کچھ نہیں ہونے دوں گا تمہاری خاطر۔" وہ اس کے ماتھے کو شدت سے چومتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا گیا تھا جب بارش کی شدت اور تیز ہو گئی۔

ooooooo

یہ بارش کیا آج رکنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی؟" وہ گاڑی کے شیشے چڑھاتے" ہوئے سوال کرنے لگا تو دعام نے کندھے اچکائے تھے۔

رات کے سات بج رہے ہیں لیکن ایسی اندھیری چھا چکی تھی جیسے رات بارہ"

بجے سے ٹائم اوپر جا چکا ہو۔

مجھے نہیں لگتا کہ آج اس بارش کے رکنے کے چانسز ہیں۔" وہ باہر دیکھتے ہوئے بولی تھی جبکہ سردار کو بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا اور اتنی تیز بارش میں گاڑی چلانا بھی کافی مشکل لگ رہا تھا اس لیے گاڑی ایک طرف روکتے ہوئے وہ وہیں پر رک کر بارش ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

بارش تو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی، ڈاکو جی!" دعام نے کھڑکی سے باہر دیکھتے" ہوئے کہا۔ سڑک پر پانی جمع ہو چکا تھا اور تیز بوندیں مسلسل شیشوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

کوئی بات نہیں ہمیں کیا جلدی ہے، سجن سائیں؟ یہ بھی تو قدرت کا حسین" منظر ہے۔ دیکھو تو، ہر بوند کیسے رقص کر رہی ہے؟" سردار نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

دعام نے ایک گہری سانس لی۔ بارش کی مٹیالی خوشبو گاڑی میں بھر گئی تھی۔

اچانک، اس نے دروازے کا لاک کھول دیا۔

کیا کر رہی ہو؟"میرا سوہنا مکھڑا، سردار نے حیرت سے پوچھا۔"

میرا دل کر رہا ہے اس بارش میں بھیگنے کو، ڈاکو جی۔ آپ چلیں گے میرے" ساتھ؟"اس کی آنکھوں میں ایک معصوم سی فرمائش تھی۔ اور اس کی کوئی خواہش پوری نہ کرے ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا۔

اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔"تم کہو اور میں نہ چلوں؟ چلو سجن سائیں! اس خوبصورت سی بارش کو تمہاری موجودگی میں مزید خوبصورت بنا "دیتے ہیں۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر گئے۔ تیز بارش نے فوراً انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

دعام نے اپنے بازو پھیلائے اور آسمان کی طرف منہ کر کے بارش کی بوندوں کو اپنے چہرے پر محسوس کیا۔ اس کی ہنسی بارش کے شور میں گھل مل گئی۔

کتنا اچھا لگ رہا ہے، ڈاکو جی! آپ کبھی نہائے ہیں اس طرح بارش میں؟" وہ چہکی۔

سردار اسے دیکھتا رہا۔ اس کے بھیگے بال اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی خوشی تھی جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا آیا۔

نہیں، جان بوجھ کر تو کبھی نہیں نہایا لیکن کبھی کبھی اتفاق سے اگر بھیگ جاؤں" تو کبھی برا نہیں منایا۔" وہ مسکرا کر اسے اپنی باہوں میں لیتے اسے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔ بارش کی پرواہ کیے بغیر، اس نے اسے اپنی باہوں میں گھمایا۔ دعا کی ہنسی اور تیز ہو گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے، جیسے اس وقت دنیا میں صرف وہی دو ہوں۔

میں کبھی بھی نہیں نہائی۔ جب بھی بارش ہوتی تھی اتنے سارے کام نکل" آتے تھے، وہ چاروں ایک دوسرے کے ساتھ خوب ساری مستیاں مذاق کرتی تھیں۔ انہیں کبھی میری کمی محسوس ہی نہیں ہوتی تھی یا شاید وہ مجھے نوٹ ہی

نہیں کرتی تھیں کہ میرا بھی دل کرتا ہے بارش میں بھیگنے کا۔" وہ ایک دفعہ پھر سے اپنی محرومیاں بتانے لگی تو سردار نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے تھے۔

تمہارا جو دل چاہے تم وہ کرو سجن سائیں، دنیا کی کوئی طاقت تمہیں کسی چیز کے" لیے منع نہیں کر سکتی۔ تم آزاد ہو، تمہیں کوئی کسی کام کے لیے نہیں روکے گا۔ تم سردار کی جان ہو۔ میری سانس ہو، میری زندگی ہو، میرا سب کچھ ہو۔" اور اس کے چہرے کو تھامتے ہوئے اس کے چہرے کے ہر نقش پر باری باری اپنے لب رکھنے لگا۔

بارش کی ہر بوند ان کے جسموں سے ٹکرا کر ایک سنسنی پیدا کر رہی تھی۔

سردار نے دعام کا ہاتھ پکڑا اور اسے سڑک کے کنارے لے آیا جہاں پانی کی ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس بھیگی سڑک پر چلنے لگے۔ جبکہ وہ اپنے سر سے کپڑا کھول چکا تھا۔ اس کا چہرا اس کے سامنے آچکا تھا جب کہ بال پوری طرح سے بھیگ گئے تھے

ڈاکو جی، آپ کے بال کتنے پیارے ہیں۔ آج تو آپ بالکل کسی فلمی ہیرو جیسے "

لگ رہے ہیں۔" دعام نے شرارت سے کہا۔

سردار نے اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں محبت جھلک رہی تھی۔

وہ اس ہیرو کی طرح جو اس دن تم ٹی وی میں دیکھ رہی تھی؟" وہ گھور کر بولا تو "

دعام کھکھلا کر ہنستی نفی میں سر ہلا گئی۔

جل ککڑ ہی بنے رہیے گا۔ میں نے آپ کی تعریف کی، اب آپ کو میری "

تعریف کرنی چاہیے تھی۔" وہ جیسے اسے اصول بتا رہی تھی جس پر سردار نے

ہلکا سا سر ہلایا۔

اور تم، میری جان، کسی پری سے کم نہیں لگ رہی ہو۔ یہ بارش تو تمہارے "

"حسن کو اور بھی نکھار رہی ہے۔

لیکن مجھے وہ ہیرو پسند نہیں ہے جس کے جیسا میں لگ رہا ہوں سردار منہ بنا کر

بولا تھا وہ کھل کھلا کر ہنسی تھی۔

نہیں آپ اس ہیرو جیسے نہیں لگ رہے آپ میرے ہیرو جیسے لگ رہے ہیں، وہ اس کے قمیض کے بٹن کو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچنے لگی تو سردار جیسے دھاگے سے لپٹ کر اس کے قریب آ گیا تھا

سردار نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔ بارش کی بوندیں ان کے چہروں پر گر رہی تھیں، ان کے درمیان سانسوں کی گرمی محسوس ہو رہی تھی۔

ویسے اپنی تعریف میں نے زبردستی لی ہے۔" وہ کھکھلا کر ہنسی تو سردار بھی" اس کی کھکھلاہٹ کا خوب ساتھ دیتا اس کے گالوں پر اپنی داڑھی رگڑ رہا تھا۔

قبیلے میں چلو اپنے کمرے میں کھل کر تمہاری تعریف کروں گا، تمہیں زبردستی تعریف کروانے کی ضرورت نہیں پڑے گی میری سانس سانس تمہارے گن گائے گی۔

سردار نے دھیرے دھیرے اس کے قریب آتے اس کے بھیگے ہوئے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے۔ یہ بوسہ بارش کی طرح ہی بے ساختہ اور پرجوش تھا۔ ان

کے جسم ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور بارش کا شور ان کے دھڑکتے دلوں کی آواز میں ڈوب گیا۔

کچھ دیر بعد، جب بارش کی شدت کچھ کم ہوئی، تو وہ دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ان کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے، لیکن ان کے دل محبت اور خوشی سے لبریز تھے۔ دعام نے اپنا سر سردار کے کندھے پر رکھا اور وہ خاموشی سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ بارش اب بھی جاری تھی، لیکن اب اس کی آواز میں ایک سکون تھا، جیسے وہ بھی ان کی محبت کی گواہ ہو۔

○○○○○○

بارش کی شدت میں کچھ کمی آچکی تھی، لیکن بوندیں اب بھی مسلسل گر رہی تھیں۔ سردار کی جیپ اب کچے، پتھریلے راستوں پر ہچکولے کھا رہی تھی، جو بارش کی وجہ سے مزید پھسلن زدہ ہو گئے تھے۔

دعام سردار کے پہلو میں بیٹھی، بھیگی ہوئی کھڑکی سے باہر دھندلے مناظر دیکھ رہی تھی۔ گاؤں کی طرف کا راستہ ہمیشہ سے دشوار گزار تھا، لیکن آج بارش نے اسے ایک نئی سطح پر پہنچا دیا تھا۔

ڈاکو جی، یہ راستہ تو اور بھی خطرناک ہو گیا ہے بارش میں،" دعام نے قدرے" پریشانی سے کہا۔

سردار نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ پر گرفت مضبوط کی اور دوسرے ہاتھ سے دعام کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔

فکر نہ کرو میری سجن سائیں، میں ہوں نا۔ یہ راستے میرے لیے نئے نہیں" "ہیں۔

ابھی اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک دائیں جانب سے ایک تیز روشنی ان کی طرف بڑھی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے، ایک گولی جیپ کے پچھلے شیشے سے ٹکرائی اور اسے چکنا چور کر گئی۔

"نیچے جھکو، دعا!" سردار نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے دعام کو اپنی طرف کھینچا اور اسے سیٹ کے نیچے دھکیل دیا۔ اسی لمحے بائیں جانب سے بھی ایک گاڑی نمودار ہوئی اور اس پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔

"یہ۔۔ی۔۔کون۔۔لوگ۔۔ہیں، ڈاکو جی؟" دعام کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی۔

"پتا نہیں، لیکن یہ پولیس والے نہیں لگتے۔ یہ کوئی اور ڈاکوؤں کا گروہ ہے،" سردار نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اس نے جیپ کی رفتار بڑھا دی، اور گاڑی پتھریلے راستوں پر پھسلتی ہوئی آگے بڑھی۔ پہاڑی علاقہ تھا، ایک طرف گہری کھائی اور دوسری طرف اونچے پتھروں کی دیواریں۔ بارش کی وجہ سے پتھروں پر پھسلن بڑھ گئی تھی اور ٹائر بار بار پھسل رہے تھے۔

سامنے سے ایک اور گاڑی نمودار ہوئی، جس میں سے کچھ مسلح افراد ان کی طرف گولیاں برسا رہے تھے۔ سردار نے تیزی سے سٹیرنگ گھمایا اور جیپ کو

ایک تنگ موڑ پر لے گیا، جہاں سے گولیاں چلانے والوں کو نشانہ بنانا مشکل تھا۔

ڈاکو جی، دھیان سے!" دعام نے چلاتے ہوئے کہا جب جیپ ایک بڑے پتھر" سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

سردار نے ایک ہاتھ سے جیپ کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی بندوق نکالی۔ اندھیرا اور بارش ہونے کے باوجود اس کا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے بغیر دیکھے ایک گولی چلائی، اور سامنے والی گاڑی کا ایک ٹائر پھٹ گیا۔ گاڑی لڑکھڑائی اور کھائی کی طرف جانے لگی۔

دعام کو کچھ نہیں ہونا چاہیے،" سردار بڑابڑیا اس کی ساری توجہ دعام پر تھی، اسے کسی بھی صورت میں محفوظ رکھنا تھا۔

پیچھے سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ڈاکوؤں کا ایک گروہ گھوڑوں پر سوار ان کا پیچھا کر رہا تھا۔

ان کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں اور وہ مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔ گولیاں جیپ کے ارد گرد سے گزر رہی تھیں، کچھ جیپ کی باڈی پر لگ رہی تھیں اور دھات کی تیز آواز پیدا کر رہی تھیں۔

دعام، بالکل نیچے رہو! سر مت اٹھانا!" سردار نے اسے مزید نیچے دھکیلتے" ہوئے کہا۔ اس نے جیپ کو ایک اور تنگ موڑ پر موڑا، جہاں راستہ کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔ جیپ پھسلتی ہوئی آگے بڑھی، لیکن سردار نے اسے گرنے سے بچا لیا۔

اس نے ایک اور گولی چلائی، اس بار گھوڑے پر سوار ایک ڈاکو نشانہ بنا اور وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ اس کے ساتھیوں نے غصے میں آکر فائرنگ تیز کر دی۔

یہ لوگ ہمیں۔۔۔ زندہ نہیں۔۔۔ چھوڑیں گے، ڈاکوم۔۔جی!" دعام نے" خوفزدہ ہو کر کہا۔

میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، سجن سائیں۔ جب تک سردار زندہ ہے، "
تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا، " سردار جیسے جنونی ہو رہا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو صرف اپنی محبت کو بچانے کے لیے ہوتی ہے۔

ایک گولی جیپ کے دروازے سے ٹکرائی اور اس کا ایک حصہ اندر کی طرف دھنس گیا۔ سردار نے تیزی سے دعام کو اپنی طرف کھینچا اور اسے اپنے جسم سے ڈھانپ لیا۔

تم ٹھیک ہو؟ کہیں لگی تو نہیں؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔"

"میں۔۔۔ ٹھیک۔۔ ہوں، ڈاکو جی۔ آپ۔۔ اپنا۔۔ خیال رکھیں۔"

سردار نے دوبارہ بندوق اٹھائی اور پیچھے سے آنے والی گاڑی پر فائر کیا۔ اس کا نشانہ اتنا پکا تھا کہ اس نے ڈرائیور کو نشانہ بنایا۔ گاڑی بے قابو ہو کر سڑک سے نیچے اترتی ایک درخت سے جا ٹکرائی۔

لیکن یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ مزید گھوڑے اور گاڑیاں ان کا پیچھا کر رہی تھیں۔ پہاڑی راستہ مزید تنگ ہوتا جا رہا تھا اور بارش کی وجہ سے پھسلن بڑھتی جا رہی تھی۔ سردار نے جیپ کو ایک پتھریلے راستے پر چڑھایا، جہاں سے گزرنا تقریباً ناممکن تھا۔ جیپ لڑکھڑائی، ایک لمحے کے لیے لگا کہ وہ کھائی میں گر جائے گی، لیکن سردار نے پوری مہارت سے اسے سنبھال لیا۔

اوپر سے پتھر گرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ڈاکوؤں نے اوپر سے بھی ان پر حملہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ سردار نے تیزی سے جیپ کو ایک غار نما جگہ کی طرف موڑا، جو انہیں عارضی پناہ دے سکتی تھی۔ جیسے ہی وہ غار کے اندر داخل ہوئے، گولیاں ان کے پیچھے سے گزر گئیں۔

ooooooo

جیپ غار کے اندر رکی۔ سردار نے جلدی سے دعام کو اپنی باہوں میں لیا اور اسے مزید اندر کی طرف لے گیا۔ بارش کی بوندیں اب بھی غار کے دہانے پر گر رہی تھیں، لیکن اندر وہ قدرے محفوظ تھے۔

ہم محفوظ ہیں، ڈاکو جی؟" دعام نے سردار کے سینے سے لگ کر پوچھا۔"

ابھی نہیں، لیکن ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔" سردار نے اپنی بندوق دوبارہ" لوڈ کی اور غار کے دہانے کی طرف دیکھا۔ باہر بارش اور اندھیرے میں ڈاکوؤں کی شکلیں دھندلی نظر آ رہی تھیں۔ ان کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، وہ انہیں تلاش کر رہے تھے۔

سردار نے ایک گہری سانس لی۔ اس کی ساری توجہ دعام پر تھی، اسے کسی بھی قیمت پر بچانا تھا۔ وہ گاڑی کو فل سپیڈ میں آگے بڑھا رہا تھا جب اچانک ایک بار پھر سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی! پہلی گولی جیپ کے پچھلے شیشے سے ٹکرائی اور اسے چکنا چور کر دیا۔ دوسری گولی سامنے والے شیشے پر لگی، جس سے اس میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا۔

نیچے جھکو، دعام!" سردار نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے دعام کو اپنی" طرف کھینچا اور اسے ایک باف پھر سے سیٹ کے نیچے دھکیل دیا۔ اسی لمحے بائیں جانب سے بھی ایک گاڑی نمودار ہوئی اور اس پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع

ہو گئی۔ گولیاں جیپ کے انجن پر لگنے لگیں، ایک زوردار آواز کے ساتھ دھواں اٹھا اور جیپ ہچکولے کھا کر رک گئی۔ انجن نے آخری ہچکی لی اور ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

جیپ۔۔ کیوں۔۔۔ رک گئی، ڈاکو جی!" دعام کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی۔

شٹ!" سردار نے دانت پیستے ہوئے کہا۔"

سامنے سے آنے والی گاڑی سے مزید مسلح افراد اترے اور ان کی طرف بڑھنے لگے۔ پیچھے سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آنے لگیں، ڈاکوؤں کا ایک گروہ گھوڑوں پر سوار ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ گولیاں اب بھی جیپ پر برس رہی تھیں، دھات سے ٹکرانے کی تیز آوازیں خوفناک ماحول کو مزید پرتشدد بنا رہی تھیں۔

دعام! چلو جلدی کرو! میرے ساتھ آؤ!" سردار نے تیزی سے گاڑی کا دروازہ" کھولا اور دعام کو کھینچ کر باہر نکالا۔ بارش کی ٹھنڈی بوندیں ان کے چہروں پر

پڑیں، لیکن اس وقت انہیں صرف جان بچانے کی فکر تھی۔ سردار نے دعام کا ہاتھ پکڑا اور اسے تیزی سے سڑک کے کنارے ایک بڑے، ڈھلوان پتھر کی طرف لے گیا۔

یہاں چھپی رہو، جان سائیں! سر بالکل مت اٹھانا۔ میں انہیں دیکھتا ہوں۔"""

اس نے دعام کو پتھر کے پیچھے دھکیلا، اس کی آنکھوں میں بے پناہ محبت تھی۔ وہ اسے اس مصیبت سے نکالنا چاہتا تھا اور بس، اس کے لیے یہ دعام سے زیادہ اہم اور کچھ بھی نہیں تھا

سردار نے اپنی بندوق نکالی، میگزین پھر سے لوڈ کی، گولیوں کی ٹھنڈی دھات اس کی ہتھیلی میں محسوس ہوئی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے دعام کی طرف دیکھا، پھر تیزی سے پتھر کی اوٹ سے باہر نکلا، بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں، لیکن اس کی نظریں سیدھی اندھیرے میں چھپے دشمنوں پر تھیں۔

○○○○○○

"کون ہو تم لوگ؟" سردار کی گرج دار آواز بارش کے شور میں گونجی۔

جواب میں گولیوں کی ایک اور بوچھاڑ ہوئی، لیکن سردار بجلی کی تیزی سے ایک اور بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے اندھیرے میں ہی نشانہ باندھا اور فائر کیا۔ ایک چیخ بلند ہوئی اور سامنے سے ایک شخص لڑکھڑا کر گر گیا۔ سردار تیزی سے اس کی طرف بڑھا، اس کا بازو پکڑا اور اس کے ہاتھ سے بندوق چھین لی۔

"بتاؤ، کون ہو تم لوگ؟ کس کے کہنے پر آئے ہو؟" سردار نے اس کی گردن پر بندوق رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم... ہم..." وہ شخص درد سے کراہ رہا تھا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ بتا پاتا، ایک اور گولی اندھیرے سے آئی اور سیدھی اس کے سر میں پیوست ہو گئی۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

○○○○○○○

مسلسل وادی میں گولیوں کی آواز گونجنے کی وجہ سے دعا م بہت زیادہ ڈر رہی تھی۔ ہر گولی کی آواز اس کے دل میں دھنس رہی تھی۔ جب اچانک اسے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی، اور پھر ایک گولی کی آواز۔ اندھیرے میں، تیز بارش میں اس طرح کی چیخ سن کر وہ بری طرح گھبرا گئی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک ہی خیال آیا کہ اس کے ڈاکو جی کو کچھ ہو گیا ہے!"خوف کے مارے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ وہیں پتھر کے پیچھے بے ہوش ہو کر گر گئی۔

ooooooo

سر دار نے غصے سے دانت پیستے۔ یہ لوگ اپنے ساتھی کو بھی نہیں چھوڑ رہے تھے تا کہ راز فاش نہ ہو۔ اس نے دوبارہ فائرنگ شروع کر دی۔ اس کا نشانہ اتنا پکا تھا کہ اندھیرے میں بھی ہر گولی اپنے ہدف کو لگ رہی تھی۔

ایک ایک کر کے ڈاکو گرنے لگے۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ سر دار سے جیتنا ممکن نہیں۔ ان کے باقی ساتھیوں میں خوف پھیل گیا۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ سردار انہیں پہچان لے یا انہیں زندہ پکڑ کر ان سے معلومات حاصل کرے۔

بھاگو!"ڈاکو وحشی ہو گیا ہے، یہ کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ایک آواز" سنائی دی اور باقی ڈاکو تیزی سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

سردار نے اطمینان کا سانس لیا۔ خطرہ ٹل چکا تھا۔ اس نے جلدی سے اپنی بندوق زمین پر رکھی اور دعام کی طرف بھاگا۔

oooooooo

دعام! میری جان! تم ٹھیک ہو؟" وہ پتھر کے پیچھے پہنچا اور اسے بے ہوش دیکھ" کر اس کا دل سینے میں دھک سے رہ گیا۔ "سجن سائیں! آنکھیں کھولو! تمہیں کیا "ہوا ہے؟

وہ پریشانی سے اس کا جسم ٹٹولنے لگا تھا کہیں کوئی گولی یا کوئی زہریلا اثر، لیکن ایسا کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا

اس نے دعام کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا، بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر گر رہی تھیں، لیکن سردار کو صرف دعام کی بے ہوشی نظر آ رہی تھی۔

اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور سانسیں مدھم تھیں۔ اسے لگا جیسے اس کی اپنی سانسیں بھی رک گئی ہیں۔ یہ منظر اس کے لیے ہر خطرے سے زیادہ خطرناک تھا۔ اس کے لیے دعام ہی سب کچھ تھی۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو سردار دوسری سانس نہیں لے پاتا۔ اس کا دیوانہ پن، اس کی محبت، اس کی ساری دنیا دعام میں سمائی ہوئی تھی۔

میری سجن سائیں! آنکھیں کھولو! تمہیں کچھ نہیں ہوا، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس نے اسے ہلایا، اس کے گالوں پر تھپتھپایا، لیکن دعام بے حس و حرکت تھی۔ سردار نے اسے اپنی باہوں میں اٹھایا۔ اس کا جسم بارش میں بھیگ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا، لیکن سردار کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔ اس نے

دعام کو مضبوطی سے اپنے سینے سے لگایا اور تیزی سے قبیلے کی طرف چل پڑا۔ بارش اب بھی ہلکی ہلکی جاری تھی، اور سردار کی آنکھوں میں آنسو بارش کے پانی میں گھل مل گئے تھے۔ وہ اسے ہر حال میں بچا لے گا، چاہے اس کے لیے اسے اپنی جان بھی دینی پڑے۔

○○○○○○○

بارش اب بھی ہلکی ہلکی جاری تھی جب سردار، دعام کو اپنی باہوں میں اٹھائے، قبیلے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

اس کا دل بے چینی سے دھڑک رہا تھا، ہر قدم پر اسے دعام کی بے ہوشی اور اس کے ٹھنڈے جسم کا احساس ہو رہا تھا۔ قبیلے کے داخلی راستے پر بالا اور جمرو بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے،.

ان کے چہروں پر پریشانی صاف عیاں تھی۔ جیسے ہی انہوں نے سردار کو دعام کو اٹھائے دیکھا، وہ دونوں تیزی سے اس کی طرف لپکے۔

سردار! کیا ہوا؟ دعام کو کیا ہوا؟" بالا کی آواز میں خوف تھا۔"

حملہ ہوا ہے،" سردار نے ہانپتے ہوئے جواب دیا، اس کی نظریں دعام کے "

" چہرے پر جمی تھیں۔

یہ پولیس والے نہیں تھے۔ کوئی ہے جو ہماری طرح ہی کسی گروہ کا مالک ہے، شاید ہم سے زیادہ اپنی دہشت پھیلانا چاہتا ہے، اسی لیے مجھ پر حملہ کیا ہے۔ ان کا مقصد مجھے جان سے مارنا تھا اور کچھ بھی نہیں۔" وہ دعام کو لے کر اوپر کی طرف اپنے کمرے کی جانب بڑھتا جا رہا تھا، بالا اور جمرو اس کے پیچھے تھے۔

اس طرح کا کوئی گروہ ہے؟ ہم نے تو سنا تک نہیں،" جمرو نے پریشانی سے "

سردار کو بتایا۔

سنا نہیں لیکن اس طرح کا گروہ ہے، اور ان لوگوں کا مقصد مجھے مارنا ہے۔" شاید وہ اپنی دہشت پھیلانا چاہتے ہیں۔" سردار نے جمرو کی طرف مڑ کر دیکھا۔

"!کسی ڈاکٹر کو لے کر آؤ! دعام کو ہوش نہیں آ رہا"

جمرو فوراً وہیں سے پلٹ گیا، جیسے اسے کوئی بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ بالا نے سردار کے کمرے کا دروازہ کھولا اور تیزی سے دعام کے لیے تکیہ رکھا۔ سردار نے دعام کو احتیاط سے بستر پر لٹایا، اس کا چہرہ اب بھی زرد تھا اور وہ خوف سے اب بھی کانپ رہی تھی۔ اس کا پورا جسم بخار کی شدت سے کپکپا رہا تھا،

اور اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہو رہی تھی۔ سردار نے بے قراری سے اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا،

اس کے لبوں پر دعام کا نام تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی اپنی جان نکل رہی ہو۔

○○○○○○○

جمرو نا جانے کہاں سے ڈاکٹر کو پکڑ کر لایا تھا، لیکن تقریباً بیس منٹ کے بعد ہی اس کے ساتھ ایک بڑی عمر کی ڈاکٹر موجود تھی، جو فوراً ہی اس کا چیک اپ کرنے لگی۔

آپ یہاں سے باہر چلے جائیں، مجھے ان کا ٹھیک سے چیک اپ کرنے" دیجیے۔"ڈاکٹر نے ان لوگوں سے کہا، جبکہ سردار تو جانے کو تیار نہیں تھا، لیکن بالا اسے زبردستی اپنے ساتھ باہر لے گیا۔ڈاکٹر تھوڑی دیر اندر اسے چیک کرتی رہی۔

پھر باہر آکر بتانے لگی، اس کے چہرے پر ایک سنجیدہ مسکراہٹ تھی۔

وہ بہت زیادہ ڈر گئی ہیں، بہت زیادہ گھبرا گئی ہیں اور ایسی حالت میں ان کا ڈرنا" گھبرانا ٹھیک نہیں ہے۔بچے کی صحت پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔
پریگنینسی کے شروع کے دنوں میں آپ کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ جتنا ہو سکے انہیں ڈر سے دور رکھیں اور خدا کے لیے انہیں نہ تو ٹینشن دیں اور نہ ہی ڈرائیں۔

ان کی حالت دیکھیں، وہ نیند میں بھی کانپ رہی ہیں۔ میں جانتی ہوں آپ لوگ ڈکیت ہیں، لیکن پھر بھی، آپ باپ بننے والے ہیں، آپ کو ان کا خیال رکھنا ہوگا، بلکہ زیادہ خیال رکھنا ہوگا۔

کسی بھی طرح کی سختی ان کے اور ان کے بچے کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ

"ثابت ہو سکتی ہے۔

" ڈاکٹر کی آواز میں نرمی اور تاکید دونوں تھیں۔

ان کے کھانے پینے اور ڈائٹ کا خاص خیال رکھیں اور ان کا پر اپر چیک اپ

"کروائیں۔

ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے بولے جا رہی تھیں، جبکہ سر دار بے یقینی سے سن رہا

تھا۔ وہ باپ بننے والا تھا! اس بات کی تو اسے خبر تک نہیں تھی،

اور وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ دعام بھی اس بارے میں ہر گز کچھ بھی نہیں

جانتی تھی، ورنہ وہ اسے کوئی نہ کوئی اشارہ تو ضرور دیتی۔

اس کے دل میں ایک عجیب سی لہر دوڑ گئی، خوف اور پریشانی کی جگہ ایک دم

سے ناقابلِ یقین خوشی اور محبت نے لے لی۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی،

!یہ کیسا معجزہ تھا

ابھی شروع کے دنوں کی پریگنینسی ہے یہ، اسی لیے احتیاط زیادہ سے زیادہ" کیجیے۔ کسی طرح کی بے احتیاطی آپ کا بڑا نقصان کر سکتی ہے۔ یہ دوائیاں اور چیک اپ میں نے لکھ کر دیا ہے، آپ بالکل بھی دیر مت کیجیے گا، کل ہی ان کا چیک اپ کروایئے گا۔ "ڈاکٹر اسے ایک پرچی دیتے ہوئے بولی جو اس نے فوراً تھام لی تھی۔

جبکہ بالا اور جمرو کی تو مسکان ہی نہیں چھپ رہی تھی۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کا سردار باپ بننے والا ہے،

ان کے قبیلے میں بچہ آنے والا ہے، وہ بھی سردار کا بچہ !نہ تو ان لوگوں نے ایسا سوچا تھا اور نہ ہی ان کی سوچ ابھی تک اس طرف گئی تھی، تب ہی تو یہ بات انہیں بہت زیادہ خوشی دے رہی تھی، یہ ان کے لیے کسی سرپرائز سے کم نہیں تھا! جمرو تو ڈاکٹر کو پوری عزت کے ساتھ واپس چھوڑ کر آیا تھا۔ سردار کی آنکھوں میں ایک نئی چمک تھی، اس کے دل میں دعا م اور اپنے آنے والے

بچے کے لیے بے پناہ محبت اور حفاظت کا جذبہ جاگ اٹھا تھا۔ اب اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف ان دونوں کی حفاظت تھا۔

ooooooo

دعام کی آنکھیں کھلیں تو ہر طرف گولیاں چلنے کی آوازیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اس نے خوفزدہ ہو کر اپنے ہاتھ میں دیکھا، اسے لگا جیسے اس کے ہاتھ خون سے لت پت ہیں اور سردار کو گولی لگی ہے۔

وہ ڈر کر اٹھ بیٹھی، اس کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا اور سانسیں بے ترتیب تھیں۔ اس کی نظریں دیوانہ وار سردار کو تلاش کر رہی تھیں۔

سجن سائیں! میری جان! تم ٹھیک تو ہو؟ تمہیں کچھ ہوا تو نہیں؟" سردار اس کے قریب ہی بیٹھا تھا، اس نے فوراً دعام کو پریشان دیکھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

دعام نے اسے اپنے سامنے بیٹھا دیکھا تو ایک لمحے کے لیے اس کی سانسیں تھم گئیں۔ وہ اگلے ہی لمحے اس کے سینے سے لگ کر بری طرح سے رونے لگی،

اس کے آنسو سردار کے کپڑوں پر گر رہے تھے۔اس کا جسم اب بھی خوف سے کانپ رہا تھا۔

دعام کے بیگے وہ ڈاکٹر کے آنے سے پہلے ہی بدل چکا تھا۔

لیکن پھر بھی وہ ٹھنڈ اور خوف سے کانپ رہی تھی

سردار نے اسے اپنے قریب کیا،اس کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرا۔

میں ٹھیک ہوں میری جان، مجھے کچھ نہیں ہوا۔دیکھو تمہارے سامنے ہوں، تم بھی بالکل ٹھیک ہو۔ہمارا بچہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔"اس نے دعام کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے اس کے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

بچے والی بات سن کر دعام حیران رہ گئی۔اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ پریگننٹ ہے۔اس نے حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا اور سردار کو دیکھا،اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

سردار مسکراتے ہوئے اسے اپنی باہوں میں بھر لیا۔

ہاں میری جان، یہ سچ ہے۔ تم ماں بننے والی ہو اور میں بابا۔ ہمارا بچہ اس دنیا" میں آنے والا ہے۔ ہم بہت جلد ایک پیارے سے بچے کے والدین بن جائیں گے۔" سردار کی آواز میں بے پناہ محبت اور خوشی تھی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جو ڈاکٹر تمہیں چیک کرنے ائی تھی نا وہ بتا رہی تھی کہ اب ہمیں بہت زیادہ احتیاط کرنی ہو کہ مجھے تمہارا بہت زیادہ خیال رکھنا ہو گا اور کل ہم دوبارہ سے ڈاکٹر کے پاس جائیں گے بلکہ ہم ڈاکٹر کو یہاں بلالیں گے جو تمہارا پروپر جگہ کرے گی۔

تمہیں پروپر ریسٹ کی ضرورت ہے ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ اور دوائیاں لکھ کر دی ہیں جو ہم کل سے شروع کر دیں گے۔

میں تمہارا بہت خیال رکھوں گا، تمہیں کچھ نہیں ہو گا اور دیکھو مجھے بھی کچھ نہیں ہوا۔ میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ وہ صرف ایک ناکام حملہ تھا اور کچھ بھی نہیں۔"

کل تک ساری معلومات مل جائے گی۔ وہ لوگ کہاں سے ائے تھے اور ہم پر حملہ کیوں کر رہے ہیں۔ فکر مت کرو ایسا دوبارہ نہیں ہو گا۔ وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا، اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

لیکن حملے کو یاد کرتے ہوئے دعا م ایک بار پھر پریشان ہو گئی۔ اس کی نظریں سردار کے چہرے پر جم گئیں۔

لیکن ڈاکو جی، آپ تو کہہ رہے تھے کہ آپ کی اس طرح کسی سے کوئی دشمنی" نہیں ہے، کہ کوئی آپ کو جان سے مارنے کی کوشش کرے تو وہ لوگ کون تھے اور وہ ہمیں مارنا کیوں چاہتے ہیں؟" اس کی آواز میں اب بھی خوف کی جھلک تھی۔

بزدل تھے وہ لوگ اور بزدلانہ ہی حملہ کیا تھا ان لوگوں نے۔ تم فکر مت کرو، " میں بالکل ٹھیک ہوں اور تم بھی بالکل ٹھیک ہو۔" سردار اسے دیکھتے ہوئے سمجھا رہا تھا، اس کے چہرے پر نرمی تھی۔

لیکن دعام نفی میں سر ہلاتی عجیب سے انداز میں اسے جھانکنے لگی، کبھی اس کے گربان کو، کبھی اس کے کندھے کو۔ وہ عجیب سے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی زخم تلاش کر رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی خوف اور تشویش تھی۔

میں نے کہانا، میں بالکل ٹھیک ہوں سجن سائیں، مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ""

سردار نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

وہ صرف بزدل لوگ تھے اور انہوں نے بزدلوں کی طرح ہی حملہ کیا ہے، " لیکن ہمیں کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ باقی تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کل صبح ہونے سے پہلے ہی ہم ان کے بارے میں پتا لگوالیں گے۔ "اس کی آواز میں پختگی تھی۔

دعام نے اس کی بات سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

اسی لیے میں آپ کو منع کرتی ہوں یہ کام کرنے سے! اسی لیے میں آپ کو " کہتی ہوں کہ یہ کام غلط ہے۔ آپ نے مجھ سے گاڑی میں وعدہ کیا تھا کہ اب

آپ کو اگر اس کام کی وجہ سے کوئی بھی نقصان پہنچا تو آپ یہ کام چھوڑ دیں گے۔

چھوڑ دیجیے ڈاکو جی، چھوڑ دیجیے اس کام میں کچھ بھی نہیں رکھا ہوا۔ ہم نہیں کر سکتے کسی کی مدد، ہماری اپنی بھی ایک زندگی ہے، ہماری بھی دنیا ہے۔ اگر انسان کی اپنی جان چلی جائے تو وہ کسی دوسرے کی کیا مدد کرے گا؟" اس کی آواز میں التجا تھی۔

اس نے سردار کے سینے پر سر رکھ دیا، اس کا جسم اب بھی لرز رہا تھا۔

یہ لوگ آپ کو جان سے مارنے کے لیے آئے تھے! اگر آپ کے پاس پستول" نہ ہوتی یا ہمارے پاس گاڑی نہ ہوتی تو یقین کریں ہم لوگ مر چکے ہوتے!"

دعام کی آواز میں خوف اور غصہ دونوں تھے۔ وہ اچانک سر اٹھا کر سردار کو دیکھنے لگی، اس کی آنکھوں میں اپنی اور اپنے آنے والے بچے کی زندگی کی فکر صاف جھلک رہی تھی۔

چھوڑ دیجیے یہ سب کچھ، وہ لوگ آپ کو جان سے مارنے کی کوشش کر رہے تھے آپ کی بیوی بچہ سب ختم ہو جائے گا

"کچھ نہیں ہو گا ہمیں، کچھ بھی نہیں اور آج بھی کچھ نہیں ہوا۔ دیکھو، کوئی ایک زخم بھی نہیں آیا، کوئی گولی نہیں لگی تمہارے شوہر کو۔ بالکل ٹھیک ہوں میں اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کام میں مجھ پر کوئی گولی چلی یا پھر میں زخمی ہوا تو میں یہ کام چھوڑوں گا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں، کچھ بھی نہیں ہوا مجھے، تو یعنی کہ میں اپنے وعدے کو پورا کر رہا ہوں۔" سردار اسے اپنے قریب کرتے ہوئے، اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"مطلب کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ کام چھوڑنے کے لیے میں آپ کے زخموں کا انتظار کروں؟" دعا م چلائی تھی، اس کی آواز میں تکلیف اور غصہ دونوں تھے۔

"ہاں، میں یہی چاہتا ہوں کہ مجھ سے یہ کام چھڑوانے کے لیے تم میرے جسم پر بننے والے کسی زخم کا انتظار کرو۔ کیوں کہ جب تک یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ

کام میرے لیے خطرناک ہے، تب تک میں یہ کام نہیں چھوڑ سکتا۔" سردار کی آواز میں ایک عجیب سی ضد تھی۔

باقی اب بحث مت کرو، میں بہت خوش ہوں اور مجھے میری خوشی کو پوری طرح سے جینے دو۔" وہ اسے تھام کر واپس اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولا۔ وہ اس کا درد سمجھ رہا تھا، اس کے ڈر کو محسوس کر رہا تھا، لیکن اس کے ڈر کی وجہ سے وہ ایسا ویسا کچھ نہیں کرنے والا تھا جو اس کے اصولوں کے خلاف ہو۔

وہ جانتا تھا وہ جذباتی ہو رہی ہے لیکن اس کی جذباتی کیفیت کو وہ خود پر حاوی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی نظروں میں ایک پختہ عزم تھا، جو دعام کی التجا کے باوجود ڈگمگا نہیں رہا تھا۔

ooooooo

پورے قبیلے میں خوشی کی لہر دوڑ چکی تھی۔ سب کو پتہ چل چکا تھا کہ سردار باپ بننے والا ہے۔

ہر کوئی خوشیاں منا رہا تھا۔ یہ ان کے لیے کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی یہ ان کے سردار کی نسل کی خوشی تھی. شاید اگلی نسل کے سردار کی خوشی،

ہر کوئی خوش تھا جبکہ دعام کو تو خبر ہی نہیں تھی، کہ نیچے قبیلے میں کیا ہو رہا ہے اسے آرام کی ٹیبلٹ دے کر وہ اس سے سلا کر نیچے گیا تھا۔

اس کی تو آنکھ ہی کافی دیر سے کھلی تھی۔ وہ جاگی تو کافی دیر تک چھت کو ہی گھورتی رہی کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کل رات کا دھندلا سا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے تھا زیادہ تر کہیں ذہن کے پردوں میں چھپ گیا تھا۔

وہ نیچے آئی تو سب کو ایک ساتھ بیٹھے دیکھا۔ سب ہنسی مذاق میں مصروف تھے، یہاں تک کہ مٹھائی کا سلسلہ بھی چل رہا تھا۔ اس کے آتے ہی بالا بھاگ کر اس کے لیے کرسی لے کر آیا تھا اور اس پر آرام دہ گدا بچھایا تھا۔

آؤ دعام، بیٹھو، آرام سے بیٹھو۔ اب سے تم یہاں نیچے صرف ارام کرنے کے " لیے آو گہ خبردار جو کسی کام کو ہاتھ لگایا تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں

ہے، تم آرام کرو۔ تمہیں جو بھی چاہیے ہمیں بتاؤ ہم تمہیں لا کر دیں گے بلکہ تمہیں بستر سے اٹھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

تم یہاں پر بھی مت بیٹھو تم اوپر جاؤ وہیں پر بیٹھو یہاں تو اتنی زیادہ گرمی ہے تمہارا یہاں نیچے بیٹھنا ٹھیک نہیں ڈاکٹر تھوڑی ہی دیر میں آئے گی، وہ تمہارا مکمل چیک اپ کرے گی۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے بتا رہا تھا۔

جبکہ بالا کی ایکسائٹمنٹ پر اسے شرم وحیا نے آگھیرا تھا۔ اس سے تو نظریں ہی اٹھائی نہیں جا رہی تھیں جب پر سخت پتھر کے پیچھے سے سردار نکلتا ہوا اس کے سامنے آتا، اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

اسے سامنے سے اتے دیکھ کر اسے جیسے سکون ملا تھا جیسے وہ ہر کسی کے سوالوں سے بچ گئی تھی۔

○○○○○○○○○

وہ اس کے قریب آکر رکتا، اسے اپنی آغوش میں لے چکا تھا جبکہ اس نے شرم سے نظریں جھکا لی تو سردار نے اس کو مزید اپنے قریب کیا تھا۔

وہ سب لوگ باری باری انہیں مبارکباد دے رہے تھے جسے سردار کھل کر وصول کر رہا تھا۔ وہ تو بہت زیادہ خوش نظر آرہا تھا جبکہ خوش تو دعام بھی بہت تھی۔ آخر خوش کیوں نہ ہوتی، اولاد کا سکھ ملنا کوئی عام سی بات تو نہیں تھی۔

سردار، جشن ہونا چاہیے، بہت بڑا جشن ہونا چاہیے۔ آخر تم باپ بننے والے" ہو، اللہ پاک تمہارے گھر میں رونقیں لگا رہا ہے۔ ہمیں تو بہت بڑا جشن منانا ہے اس بات پر۔" ایک ڈاکو نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ہاں بالکل، اب تو ہمارے پاس جشن منانے کی وجہ بھی ہے۔ بہت بڑا جشن" کریں، دوسرا اڈا کو بھی جوش سے بولا تھا جبکہ جمرو بھی کافی پرجوش ہو گیا تھا جس پر سردار ہلکا سا مسکرا دیا۔

جو دل کرتا ہے وہ کرو۔ بس سردارنی کا خیال رکھنا کہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے ورنہ..." اس نے آگے کچھ نہیں کہا تھا ہاں لیکن وہ اس کے 'ورنہ' سے بہت کچھ سمجھ گئے تھے۔

ہاں ہاں سردار تو فکر مت کر۔ ہم سردارنی کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں" ہونے دیں گے۔ یہ جشن قبیلے سے باہر ہی ہوگا اگر کوئی فائرنگ وغیرہ کی بھی تو وہ قبیلے سے باہر کریں گے۔ قبیلے کے اندر تو بس میلہ لگے گا۔" بالا نے فورا اسے بے فکر کیا تھا۔

میلہ ؟ ہاں، یہ بہت اچھی بات ہے۔ میری سجن سائیں بھی میلہ انجوائے کر" لے گی۔ تم نے اکثر گاؤں کے میلے دیکھے ہوں گے۔ لیکن ہمارے قبیلے میں بھی میلے لگتے ہیں اور بہت کمال کے لگتے ہیں۔ دل خوش ہو جائے گا سجن سائیں!" وہ اسے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے کرسی پر بٹھاتا، خود بالا کو اس کے قریب ہی چارپائی لانے کا اشارہ کر چکا تھا جس پر بالا فوراً ہی چارپائی اس کے قریب بچھانے لگا تھا۔

وہ سب لوگ بہت خوش تھے، آج تو سردار کی خوشی کی کوئی انتہا ہی نہیں تھی۔ اس کے چہرے پر باپ بننے کا جوش نمایاں تھا۔ اس کے چہرے سے ہی وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس چیز نے اسے کتنی خوشی دی ہے جبکہ اسے کوئی زخم نہیں تھا، کچھ بھی نہیں تھا۔ مطلب صاف تھا کہ کل اسے سچ میں کوئی چوٹ نہیں لگی تھی۔

اور ایسا تھا تو اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی لیکن وہ سردار کو روکے گی کیسے یہ بات وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی وہ ہر ممکن کوشش سے اسے منا چکی تھی لیکن وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

وہ جتنا اسے اس کام سے دور کرنا چاہتے تھے وہ اتنا ہی ان سارے کاموں میں دستہ جا رہا تھا شاید اسے اس کام سے منع کرنا اس کے بس کی بات ہی نہیں تھی اور پھر وہ کوئی غلط کام نہیں کر رہا تھا لیکن ڈر اس بات کا تھا کہ کہیں اس صحیح کام میں اس کے ساتھ کچھ غلط نہ ہو جائے

○○○○○○

صبح شرمیلہ خالہ واپس آئیں تو دروازہ ریان نے ہی کھولا تھا۔ اسے دیکھتے ہی شرمیلہ خالہ نے شرما کر چہرہ دوپٹے میں چھپالیا تھا جبکہ ریان کو بھی کل والا واقعہ یاد آگیا تھا جس پر وہ کچھ شرمندہ ہو گیا۔

لیکن انہیں شرماتے دیکھ کر تو وہ اچھا خاصا اجز آگیا تھا اب یہ کیا نیا ڈرامہ لگا لیا تھا۔۔۔!!

خالہ، بعد میں شرما لیجئے گا پہلے اندر آجایئے۔ بڑی مہربانی ہو گی آپ کی۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے دروازے سے اندر کر کے دروازہ بند کر چکا تھا جبکہ خود وہ اپنی یونیفارم پہن چکا تھا، مطلب صاف تھا کہ وہ جانے کی تیاریوں میں تھا۔

ریان بیٹا، اب طبیعت کیسی ہے تمہاری؟ لگتا ہے رباب تمہارا بہت خیال رکھتی" ہے۔ کچھ ہی دنوں میں کتنے کھل گئے ہو!" وہ اندر آتے ہوئے مزاحیہ انداز میں بولی تو ریان نے انہیں دیکھ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

جی خالہ، بس آپ نے کل دیکھ ہی لیا تھا نا کہ وہ کس طرح میرا خیال رکھتی ہے" تو بس ایسے ہی سلسلہ چل رہا ہے۔ الحمدللہ بہت خوش ہوں۔ وہ تو خیر میری "شکل سے ہی آپ کو پتہ چل جاتا ہو گا نا۔

اس دفعہ وہ بھی ذرا بے شرمی سے بولا تو خالہ جو اسے چھیڑنے کا ارادہ رکھتی تھیں بس دانت دکھا کر اندر چلی گئیں جبکہ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہی آیا تھا۔

ارے خالہ کیا ہوا؟ آپ اس طرح بھاگ کیوں رہی ہیں؟ آیئے نا میں آپ کو" ٹھیک سے بتاتا ہوں اپنی طبیعت کے بارے میں۔ اب اتنا کھل گیا ہوں تو کھلنے کی وجہ بھی تو آپ کو پتہ ہونی چاہیے نا! میری ماں بہن کو اتنا کھلا ہوا نہیں لگ رہا میں جتنا آپ کو لگ رہا ہوں، تو آیئے آپ کو وجہ بھی بتاتا ہوں۔

اور پھر آپ کو کچھ زیادہ ہی دلچسپی ہے وجہ جاننے کی۔ ویسے تو ایک وجہ آپ نے کل بھی دیکھی تھی، باقی بھی اگر آپ چاہیں تو وجہ جان سکتی ہیں۔ کمرے کا "دروازہ اب سے میں کھلا ہی رکھوں گا۔

وہ انہیں کچن میں چھپتے دیکھ کر کہنے لگا تھا جبکہ بیلا اپنی کھلکھلاہٹ کو روکتی رباب کو کوئی مار گئی تھی جو شرم سے سرخ ہو رہی تھی۔ امی سو رہی تھیں،

مطلب صاف تھا کہ ریان کو کھل کر موقع مل گیا تھا شرمیلہ خالہ کو شرم دلانے کا۔

"اللہ اللہ، کیسا بے شرم انسان ہے! میں تو بس ایسے ہی تنگ کر رہی تھی یہ تو پیچھے ہی لگ گیا ہے میرے۔ لگتا ہے اب پوری فلم دکھا کر سکون سے بیٹھے گا یہ لڑکا۔" شرمیلہ خالہ اندر داخل ہوتے ہی جلدی سے سنک میں پڑے برتن دھونے لگی تھیں جبکہ بیلا ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی تھی۔

وہیں رباب کو اپنا وہاں پر کھڑے رہنا بھی مشکل لگنے لگا تھا، دل تو چاہ رہا تھا کہ وہاں سے بھاگ نکلے۔

"جانے سے پہلے ایک کپ اور چائے کا پیوں گا میں۔" وہ کچن میں ہلکی سی دستک دیتے ہوئے بولا تو خالہ جو تیز تیز برتن دھو رہی تھیں اچھل کر رہ گئیں۔

جبکہ رباب جلدی جلدی چائے بنانے کے لیے پتیلی رکھنے ہی لگی تھی کہ بیلا نے اسے ایک سائیڈ پہ کر دیا۔

رک جاؤ پیاری بھابھی، ساری زندگی تم نے ہی کرنا ہے، تھوڑا صبر سے کام لو، " مجھے فی الحال کرنے دو۔ " وہ پیار سے بولی تھی۔

ساری زندگی میں نے ہی کرنا ہے تو ایک چائے بنانے سے کیا ہو جائے گا؟ جاؤ" تم اپنی جانے کی تیاری کرو، تمہارے بھائی تیار ہو چکے ہیں۔ " وہ زبردستی سے باہر بھیجنے لگی تو اب کی بیلا کندھے اچکا گئی تھی۔ وہ اسے شہزادی کی طرح رکھنا چاہتی تھی لیکن رباب کا موڈ ہی نہیں تھا شادی کے شروع کے دنوں کی بادشاہت انجوائے کرنے کا۔ تو اب وہ کتنا ہی اسے روک پاتی ہے

ooooooo

جی یہ بالکل ٹھیک ہیں۔ بچہ بھی ہیلدی ہے۔ باقی میں نے سارے چیک اپ کر " لیے ہیں۔ رپورٹس کل تک آجائیں گی تو آپ کو سب کچھ پتہ چل جائے گا بس

جو ڈاکٹر نے کل آپ کو ڈائٹ وغیرہ لکھ کر دی ہے وہ آج سے ہی آپ انہیں شروع کروادیں۔" ڈاکٹر پورا چیک اپ کرنے کے بعد اسے بتا رہی تھی۔

ٹھیک ہے ڈاکٹر، میں آج سے ہی اس کی میڈیسن شروع کروا دیتا ہوں۔ باقی" رپورٹس لینے کے لیے میں بھیج دوں گا کسی کو اور آپ کو بھی بار بار شاید تکلیف دینی پڑے گی۔" وہ ڈاکٹر کی فیس ادا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جی اب جب بھی بلائیں گے میں آجاؤں گی۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ باقی ان کی" ڈائٹ کا خاص خیال رکھیے گا، پریگننسی کے سٹارٹ میں بالکل کوئی گرم چیز ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔۔

جو آپ نے انہیں نہیں دینی۔ باقی آپ نے کہا ہے کہ آپ مزید چیک آپ کے لیے ایک ڈیڑھ ہفتے کے بعد ائیں گے تو وہ بھی مسئلہ نہیں ہے آپ جب چاہیں مجھے انفارم کر دیجیے گا میں سارا انتظام کروادوں گی۔ بس ان کا بہت سارا خیال رکھیں اور صرف انہوں نے آپ کا خیال نہیں رکھنا، آپ نے خود بھی اپنی کیئر کرنی ہے۔ ایک ماں سے بہتر اپنی اولاد کا خیال اور کوئی نہیں رکھ سکتا۔

معاف کیجئے گا لیکن مجھے آپ شکل سے ہی کافی لاپرواہ سی لگ رہی ہیں۔" وہ اچانک بولی تو دعام منہ بنا کر رہ گئی تھی۔ وہ ایسے کیسے کہہ سکتی تھی کہ وہ لاپرواہ ہے اس نے سردار کو گھور کر دیکھا تھا، یہ کیسی ڈاکٹر لے کر ایا تھا وہ جو اس کے سامنے کھڑی ہو کر اس کی بیوی کو لاپرواہ کہہ رہی تھی

نہیں ڈاکٹر، ایسی بات نہیں ہے۔ وہ بالکل بھی لاپرواہ نہیں ہے۔ ہمارے بچے" کے معاملے میں تو بالکل بھی نہیں۔ وہ اپنے بچے کو لے کر بہت زیادہ کیئرنگ ہے۔ ہاں، یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کافی زیادہ شرارتی ہے لیکن لاپرواہ، میری دعام میں لاپروائی نام کی بھی چیز نہیں ہے۔" وہ اسے خوش کرنے کے ہاتھ سے بڑھا چڑھا کر بولا تھا بس اس کے لبوں پر مسکراہٹ آجائے، اسے اور کچھ نہیں چاہیے تھا جبکہ اس کی بات پر دعام نے ذرا گردن ٹیڑھی کی تھی۔

میں نے کہا نا سردار صاحب، یہ شکل سے ہی لاپرواہ لگ رہی ہیں تو آپ کو کچھ " کہنے کی یا صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ڈاکٹرز پیشنٹ کے انداز سے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ وہ کس طرح کی طبیعت کا مالک ہے۔ پہلا بچہ ہے، احتیاط زیادہ

کرنی ہو گی، مستیاں ذرا چھوڑنی ہوں گی۔" وہ ابھی اسے دیکھتے ہوئے ہدایات دے رہی تھی جبکہ وہ اسے گھورے جا رہی تھی۔

میں بالکل بھی لاپرواہ نہیں ہوں۔ میں اپنے بچے کا بہت خیال رکھوں گی۔" وہ" ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے بولی تھی جس پر ڈاکٹر نے ہلکا سا ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اس کی گال کو کھینچا تھا۔

میں امید کرتی ہوں کہ تم اپنی بات پر عمل کرو گی۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا" ...کہ شکل سے ہی"

ہاں ہاں، میں شکل سے ہی بہت زیادہ لاپرواہ لگتی ہوں، آپ بتا چکی ہیں، بار بار" بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کا تو موڈ ہی آف ہو گیا تھا۔

لیکن غصہ وہ ڈاکٹر پر نہیں بلکہ ڈاکٹر کے جانے کے بعد اپنے شوہر پر نکالنے والی تھی کہ جب ڈاکٹر اس کی بے عزتی کر رہی تھی تب وہ خاموش کھڑا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو کچھ کہا کیوں نہیں؟ اس نے ہی ڈاکٹر کو بتایا کیوں نہیں کہ وہ بالکل بھی لاپرواہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک بہت ہی اچھی اور سمجھدار لڑکی ہے۔ مستیاں مذاق

اپنی جگہ لیکن کوئی بھی آکر اس کی بے عزتی کر جائے گا تو کیا اس کا شوہر بس کھڑا ہو کر سنتا رہے گا؟

ڈاکٹر مزید ہدایات دیتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی جبکہ وہ منہ بناتے ہوئے ڈاکٹر کی نقل اتارتی بیڈ کے کونے سے ٹیک لگا گئی تھی، غصہ تو بہت آرہا تھا لیکن نکالتی کس پر؟ سردار تو باہر چلا گیا تھا۔

○○○○○○

پتہ نہیں عابد کو میرے بیٹے اذان نے کیا بتایا تھا۔ مجھے تو وہ ایسا کچھ بھی نہیں بتا" رہا بلکہ کہہ رہا ہے کہ وہ تو کسی ڈاکو کو جانتا ہی نہیں اور نہ ہی اس کو کسی رات کے بارے میں کچھ پتہ ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم عابد انکل کو بتا رہے تھے کہ تم نے خود اپنا بستہ چوری کروایا ہے جس پر وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔

کہتا ہے بستے میں اس کے فیورٹ کلر بھی تھے اور اس کے بعد وہ ایسا رونا شروع ہوا کہ حد ہی ہو گئی۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے اس نے عابد کو من گھڑت کہانی بنا کر سنا دی تھی۔

اسے تو کسی چیز کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔" سینئر آفیسر اس کے سامنے بیٹھا بول رہا تھا جبکہ ریان نے کندھے اچکا دیے تھے جیسے پہلے ہی جانتا ہو کہ کیا ہونے والا ہے۔

جی سر، میں نے آپ کو بتایا تھا نا اس عمر کے بچے خود ہی کہانیاں بناتے رہتے" ہیں۔ چلیں چھوڑیں ان باتوں کو، مجھے خود ہی خبر ملی ہے کہ کل رات ڈاکوؤں کی آپس میں کوئی لڑائی ہوئی ہے جس کی وجہ سے کافی فائرنگ ہوئی ہے۔ قبیلے کے پچھلی طرف ایک گاڑی بھی ملی ہے جس کی حالت کافی خراب تھی۔

جبکہ ایک گاڑی کھائی کے نیچے کی طرف سے ملی ہے، دو انتہائی زخمی لوگ ملے ہیں، لگ تو ڈاکو ہی رہے ہیں۔ لیکن ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا کیونکہ نہ تو انہیں ہوش آیا ہے اور نہ ہی وہ بالکل محفوظ ہیں۔ اگر ان کو ہوش آتا ہے تو ہم کوئی نہ کوئی معلومات لینے میں کامیاب ہو جائیں گے، پھر آپ کو انشاء اللہ اس بارے میں تفصیل سے بتاؤں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بتانے لگا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں انسپیکٹر اکرم، میں اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ کچھ ڈاکو تمہارے ہاتھ لگے ہیں؟ کون ہیں وہ لوگ اور کون سے علاقے کے ڈاکو ہیں؟ آپس میں ڈاکوؤں کے گروہ کا جھگڑا کیوں ہوا؟ کوئی خاص بڑی وجہ تھی یا پھر کوئی الگ الگ دو گروہ ہیں؟"

"سر، میں نے بتایا نا، فی الحال کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ دو آدمی پکڑے گئے ہیں کافی زیادہ زخمی حالت میں ہیں۔ بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اگر بچ بھی گئے تو میرا نہیں خیال کہ جلدی ہوش میں آئیں گے اور نہ ہی جلدی کچھ بتا پائیں گے۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ الگ گروہ کے لوگ تھے یا ایک ہی گروہ کے سارے لوگ ہیں۔ ہاں لیکن ان میں سے ایک سردار کی گاڑی لگ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے حملہ سردار کی ہی گاڑی پر کیا گیا ہو لیکن نہ تو نمبر پلیٹ ہے اور نہ ہی مزید گاڑی کی کوئی معلومات نکلی ہے کہ ہم اس سلسلے میں ڈاکووں پر انگلی اٹھا سکیں۔ یہ تو ہمارا اپنا ہی اندازہ ہے کہ وہ گاڑیاں ڈاکوؤں کی ہیں اور پھر وہاں پر بندوقوں کا ضائع شدہ بارود بھی بہت ملا ہے۔ باقی مزید معلومات ہم لے رہے

ہیں اگر کچھ پتہ چلتا ہے تو ہم آپ کو ضرور بتائیں گے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ صرف کھانا کھانے کے لیے ہی پولیس اسٹیشن آیا تھا، ابھی اسے بہت سارا کام تھا جبکہ آفیسر صرف ہاں میں سر ہلاتا اسے جانے کی اجازت دے چکا تھا۔

زندگی میں کبھی اس نے ان کیسز کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا تھا نہ ہی کبھی ان میں دلچسپی دکھائی تھی لیکن اپنے گھر ہوئی چوری کی وجہ سے وہ مجبور ہو گیا تھا ان چیزوں میں دلچسپی لینے پر ورنہ اس سے پہلے تو اس نے پولیس کی نوکری سے جڑا کوئی بھی کام اپنے ہاتھوں سے نہیں کیا تھا اور نہ ہی اسے کبھی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ اسے اس کی تنخواہ مل جاتی تھی، اتنا ہی کافی تھا۔ باقی جگاڑ وہ رشوت سے کر لیتا تھا۔

٨٠٠٠٠٠

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی وہ منہ بسورے بیٹھی تھی۔ اس کے اس طرح معصوم سے انداز پر وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔ دروازہ بند

کرتے ہوئے بیڈ کی طرف قدم بڑھانے لگا تو اس نے پاس پڑا تکیہ کھینچ کر اسے دے مارا تھا۔

اوئے ہوئے! میرا بھولا سائیں اتنا غصہ! اتنا غصہ بچے کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔" وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس کے پاس آرہا تھا جب اس نے دوسرا تکیہ بھی اٹھا کر اسے دے مارا تھا جسے پھرتی سے کیچ کرتے ہوئے وہ پیچھے پھینکتا اس کی طرف مزید قدم بڑھانے لگا۔

وہیں دور رک جایئے سردار ڈاکو جی! خبردار جو میرے پاس آئے۔ جب وہ" ڈاکٹر میری بے عزتی کر رہی تھی تب آپ اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور اب آگئے ہیں پیار جتانے کے لیے؟ کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے آپ کے پیار کی، دور رہیں مجھ سے۔ کیسے وہ کہہ رہی تھی کہ میں شکل سے ہی لاپرواہ لگتی ہوں اور آپ اس کی بات پر مسکرا رہے تھے، ہنس کر مجھے دیکھ رہے تھے یعنی کہ اس کی بات کی تائید کر رہے تھے کہ میں ویسی ہی ہوں جیسے وہ بتا رہی ہے۔

کب لاپرواﺉی کی میں نے؟ بتائیں ذرا مجھے کب لاپرواﺉی دکھائی ہے میں نے اس معاملے میں؟ بلکہ اس معاملے میں کیا کسی بھی معاملے میں میں لاپرواہ نہیں ہوں۔

میں آپ کا اتنا خیال رکھتی ہوں، آپ کی خدمت کرتی ہوں، آپ کے حقوق پورے کرتی ہوں، کبھی آپ کو ناراض کر کے نہیں سوئی اور وہ مجھے لاپرواہ کہہ کر چلی گئی اور آپ ہنس رہے تھے۔"

وہ پاس آیا تو اگلے ہی لمحے اس کی قمیض کو پکڑ کر اسے اپنے قریب کھینچ چکی تھی جبکہ وہ اس کے اتنے قریب آگیا تھا کہ اس کی گردن پر اپنے ہونٹ کو ہلکا سا حرکت دیتا وہ اس کے گالوں کو باری باری چوم گیا تھا۔

جبکہ اس کی بے باکیوں پر وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی اسے تھوڑا سا خود سے دور کرنے لگی تھی جس پر سردار نے منہ بنایا۔

"آپ کو نظر نہیں آرہا میں آپ سے ناراض ہوں اور آپ میری ناراضگی کو اہمیت دینے کی بجائے اپنے مطلب پر اتر آئے ہیں؟" وہ اس کے لبوں پر ہاتھ

رکھ کر اسے خود سے دور کر رہی تھی جبکہ سردار اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے اپنے لبوں سے لگاتا شدت سے چومتے ہوئے اس کے پاس آتا، اس کی گود میں سر رکھ گیا تھا۔

سجن سائیں، وہ تمہاری بے عزتی نہیں کر رہی تھی۔ وہ بس تمہیں بتا رہی تھی" کہ تم بہت شرارتی لگتی ہو اور اسے یقین ہے کہ تم اپنا خیال نہیں رکھو گی اور "...بس اسی لیے

اسی لیے وہ میری بے عزتی کر رہی تھی اور آپ اس کا ساتھ دے رہے" تھے؟" وہ منہ بنا کر بولی تو سردار نے نرمی سے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔

میری مجال جو میں اس کا ساتھ دوں! ایسے ہی کہہ رہی تھی کہ تم لاپرواہ ہو۔ تم" کہاں لاپرواہ ہو؟ ایک ماں کبھی لاپرواہ ہو سکتی ہے کیا؟ ماں تو بہت پیاری ہوتی ہے، وہ اپنے بچے سے بہت زیادہ پیار کرتی ہے۔ سب سے زیادہ پرواہ ہی ماں کو ہوتی ہے۔ مجھے خود پتہ ہے کہ تم اپنا بہت خیال رکھو گی، تم ہمارے بچے پر کسی

طرح کی کوئی پرابلم نہیں آنے دو گی۔ تم جان سے بڑھ کر اس سے پیار کرو گی، اس کی حفاظت کرو گی، کیونکہ تم جانتی ہو کہ یہاں میں کچھ نہیں کر سکتا سوائے تمہیں ٹوکنے کے، تمہیں الٹی سیدھی حرکتیں کرنے سے روکنے کے یا تمہارے کھانے پینے کا دھیان رکھنے کے علاوہ میرے بس میں اور کچھ نہیں ہے۔ سب "کچھ تم نے ہی کرنا ہے۔

ہاں تو سب کچھ میں نے ہی تو کرنا ہے، ہر چیز میری ہی ذمہ داری ہے۔ اب" آپ تھوڑی نہ کچھ کر سکتے ہیں، وہ تو میرے اندر ہے نا۔ اور پھر بھی وہ ڈاکٹر مجھے لاپرواہ کہہ رہی تھی۔" وہ منہ بناتے ہوئے کہنے لگی جب کہ سردار اس کا چہرہ دیکھتا دوبارہ سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا تھا۔

ہاں وہ ڈاکٹر ہی بے وقوف ہے، جانتی ہی نہیں کہ میری سجن سائیں کتنی زیادہ" اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتی ہے۔ اب جب اگلی دفعہ آئے گی نا، خود ہی سمجھ جائے گی جب تم اپنا بہت سارا خیال رکھو گی اور بے بی کا بہت سارا خیال رکھو گی،

کوئی لاپرواہی نہیں کرو گی، خود ہی عقل ٹھکانے آجائے گی اس کی۔" وہ نرمی سے اس کا چہرہ تھامتے ہوئے بولا تو اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں تو عقل تو میں اس کی ٹھکانے لگاؤں گی۔ ابھی جلدی جلدی مت بلائیے گا اسے، مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگی وہ۔" وہ اب بھی کافی خراب موڈ میں تھی جب سردار نے آہستہ سے اس کی گردن پر اپنے لب رکھتے ہوئے وہاں پر اپنے لبوں کو حرکت دی تھی۔

"مونچھیں چبھتی ہیں آپ کی!" وہ منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔

"ارے نہیں چبھتی، کہاں چبھتی ہیں؟" وہ ہلکا سا ماتھے پر شکن ڈالتے ہوئے اب کی دفعہ اس کے لبوں کو چوم گیا تھا۔

"چبھتی ہیں نا!" وہ منہ بنا کر بولی۔

"ہاں تو ذرا سا پیار کرتا ہوں تو چبھیں گی نا، زیادہ پیار کروں گا تو نہیں چبھیں گی۔ دیکھو!" وہ کہتے ہوئے اچانک اس کے لبوں پر جھکتا اس کے لبوں کو پوری شدت

سے اپنی قید میں لے چکا تھا، اب انداز ایسا تھا کہ اگر وہ اس کو چیخیں بھی تو وہ بتانے کے قابل نہ رہی تھی۔

دعام کا دل سینے میں اٹک گیا تھا جبکہ وہ پرواہ کیے بغیر دیوانگی سے اس کی سانسوں کو چرانے لگا تھا۔ انداز شدت اپنائے ہوئے تھا جبکہ اس کی حرکت بڑھتی جا رہی تھی۔

اس کے دوپٹے کو آہستہ سے گردن سے اتارتے ہوئے وہ دور پھینکتا اسے بیڈ پر لٹا چکا تھا جبکہ خود اس پر سایہ فگن ہوتا اس کے لبوں کو آزاد کرتے ہوئے اس کی گردن پر دیوانگی سے اپنی دیوانگی کی مہر ثبت کرنے لگا تھا۔ اس کے بھیگے لبوں کا لمس اس کی گردن کو بھگونے لگا تھا جیسے کوئی پھول اس کی گردن پر کھل رہے تھے۔ اس کے بوسوں کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ اگر وہ گننے کی کوشش کرتی تو اس کے بوسوں کی تعداد گننا آسان نہیں تھا۔ اپنے کندھے سے شرٹ سرکتی ہوئے محسوس کرتی وہ اس کے سینے میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی جبکہ جس شدت سے دعام نے اس کی قمیض تھام رکھی تھی اس کی قمیض کے اگلے بٹن

اس کی سخت گرفت میں کھل گئے تھے جس پر سردار کا بے باک ہاتھ اس کی کمر پر گرفت سخت کر رہا تھا وہ اس کے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی جب کہ سردار کو بے باک ہونے کی ایک اور بڑی وجہ بھی خود ہی دے بیٹھی تھی۔

"سب لوگ نیچے ہمارے بچے کا جشن منانے کی تیاریاں کر رہے ہیں لیکن میں تو جشن اپنی سجن سائیں کے ساتھ مناؤں گا نا، جس نے مجھے اتنا خوبصورت تحفہ دیا ہے۔ اسی لیے ان سب کو جشن منانے کی اجازت دے کر میں یہاں اپنا جشن منانے آگیا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کے چہرے پر جھکتا، باری باری اس کے چہرے کے سارے نقوش کو چومنے لگا تھا اور ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں پر اپنے انگوٹھے کو حرکت دیتے ہوئے اس کے لبوں کو قید کر چکا تھا، اس کے نرم و ملائم روئی جیسے نازک لب اس کے سخت لبوں میں قید ہو چکے تھے اور ایک دفعہ پھر سے اس کے اوپر دیوانگی چھاتی چلی جا رہی تھی۔ وہ جیسے سچ مچ میں اپنی خوشی منا رہا تھا جب کہ خود کو اس کی پناہوں سے آزاد

کرنے کی ہر کوشش میں ناکام ہوتے ہوئے وہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کر گئی تھی۔

اور سردار نے اس کی پیش قدمی پر اس کے نازک سے وجود کو پوری طرح سے خود میں چھپاتے ہوئے اس کی گردن میں اپنا منہ چھپا کر لائٹ آف کر دی تھی۔اندھیرا زیادہ نہیں تھا ہاں لیکن اس کی پناہوں میں چھپنے کے لیے اتنا اندھیرا کافی تھا۔اس کمرے کی دیوار گواہ تھی کہ سردار نے اس کمرے میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کو اپنی سجن سائیں کے ساتھ منایا تھا۔
خوشیوں نے ان کے در پر دستک دے دی تھی لیکن آنے والا وقت بھی اتنی ہی خوشیاں لے کر آئے گا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔رات کے اندھیرے میں چھپا وہ کل کا سورج ان کے لیے کیا لانے والا تھا یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

○○○○○○

میرا سجن سائیں،اور کتنی دیر ٹی وی دیکھنا ہے،سو جاؤ نا!اتنا وقت ہو گیا ہے،"
تمہیں نیند کیوں نہیں آرہی؟"رات کا ایک بج رہا تھا جبکہ وہ ٹی وی آن کیے

بیٹھی ہوئی تھی۔ آج تک وہ اتنے نہیں دیر تک کبھی نہیں جاگی تھی، اور وہ بیڈ پر بھی نہیں تھی بلکہ صوفے پر کمبل میں لیٹی ہو پوری طرح سے ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی۔

اب نہیں آرہی نیند تو نہیں آرہی نا۔ میں نہیں سو سکتی، سارا دن سو سو کر " گزارا ہے میں نے، میں نہیں سو رہی۔ " آپ کو نیند آرہی ہے، تو آپ سو جائیں آرام سے میں بہت مصروف ہوں میں یہ پوری ڈاکومنٹری دیکھ کر ہی سوؤں گی۔ وہ ٹانگوں پر کمبل ڈالتے ہوئے سامنے نیشنل جیوگرافک چینل کو دیکھ رہی تھی جس میں کسی عورت کی ڈاکومنٹری دکھائی جارہی تھی جس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی سکول جاتی تھی، دوسری نہیں جاتی تھی۔ سردار کو تو بالکل بھی دلچسپ نہیں لگ رہا تھا وہ افریقی جنگلوں والا منظر لیکن دعام پوری طرح اس میں مگن تھی۔

مجھے تمہارے بغیر نیند نہیں آئے گی پلیز آجاؤنا بیڈ پر، اس نے بڑے پیار سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی یہاں تک کہ اسے یہ بھی بتانا چاہا تھا کہ اسے اس کے بنا نیند نہیں آتی،

اوہو ڈاکو جی، آپ کو میرے بنا نیند نہیں آتی تو پھر اپ انتظار کریں کیونکہ جب تک یہ ختم نہیں ہو جاتا تب تک میں نے دیکھنا ہے۔

سجن سائیں، کیوں یہ فضول چیزیں دیکھ رہی ہو؟ ہمارا بے بی بھی بور ہو گیا ہو گا" یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے۔" وہ پھر سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس کے پاس آچکا تھا۔

ہشش چپ کریں ڈاکو جی! ایسے نہیں بولتے۔ ہمارا بے بی یہ سب دیکھے گا تو" اس کو معلومات ملے گی۔ دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے اس کو پتہ چلے گا۔

یہ سب کچھ تو اس کی مما کو بھی پتہ نہیں تھا، دیکھیں تو ذرا دنیا میں اس طرح سے بھی لوگ رہتے ہیں۔ اب دیکھیں نا ان لوگوں کے کتنے برے حالات ہیں، بیچارے کتنی مشکل زندگی گزارتے ہیں۔" اب وہ عورت صبح سے کھانے کا

انتظار کر رہی ہے نہ جانے کب اس کا شوہر آئے گا اور اسے کچھ کھانے کے لیے دے گا کتنے برے حالات ہیں ان کے۔ وہ افسوس بھی کر رہی تھی جب کہ دیکھ بھی رہی تھی۔

یا اللہ! یہ کیا کر رہے ہیں؟" اس دفعہ وہ پھر سے ٹی وی کی طرف متوجہ ہوئی" جب وہ ایک پتھر کے آگے چھ افراد ناچنے لگے تھے۔

وہ پتھر ان کا خدا ہے اور وہ اس کی پوجا کر رہے ہیں۔" سردار نے نفی میں سر" ہلاتے ہوئے وہیں زمین پر ہی اس کے ساتھ تکیہ رکھا تھا جبکہ اپنا سر اس کے پیٹ کے قریب رکھتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ فضول شو دیکھنے لگا تھا۔

ڈاکو جی، یہ پتھر کی پوجا کرتے ہیں؟ یہ پتھر کیا دے سکتا ہے؟" وہ سینٹر میں" رکھے ہوئے پتھر کو دیکھ رہی تھی جس کے آگے پیچھے راکھ کی لہر لگائی گئی تھی۔ وہ اپنے لیے بنائے کھانے کو اس پتھر پر پھینک رہے تھے۔

ڈاکو جی، آپ تو کہہ رہے تھے کہ ان کو کچھ کھانے کو نہیں ملتا تو یہ اپنا کھانا پتھر" پر کیوں پھینک رہے ہیں؟" وہ حیرت سے سردار کو دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگی جبکہ وہ حیران کن انداز میں کبھی اسے تو کبھی ٹی وی کو دیکھ رہا تھا۔

ان کا بھگوان پہلے کھاتا ہے پھر وہ کھاتے ہیں۔ پہلے وہ لوگ چڑھاوا کرتے" ہیں۔" سردار نے بتائے ہوئے انداز میں اسے بتایا تھا۔

یہ کون سا طریقہ ہے چڑھاوا کرنے کا؟ پہلے خود تو کھائیں! خود اپنے کھانے کے" لیے کچھ ہے نہیں اور پتھر کو کھلا رہے ہیں۔" وہ تو برا ہی منا گئی تھی، ایک تو پوری ڈاکو منٹری دیکھ دیکھ کر وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ان کو کھانا کب ملے گا اور اب کھانا ملا تھا تو وہ بھی بھگوان کے نام پر اس پتھر کے حوالے کر رہے تھے اور اب وہاں سے پتھر سے وہ اتار کر کھانا کھا رہے تھے۔

"یہ کون سے لوگ تھے؟ کس چیز کو فالو کرتے تھے؟"

چھی، یہ کتنے گندے ہیں" ڈاکو جی، یہ پتھر سے کھانا مل کر کھا رہے ہیں۔

ہاں یہی ان کے کھانے کا طریقہ ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ان کا خدا اس طرح سے انہیں اپنے ہاتھوں سے کھلاتا ہے۔

، استغفر اللہ اللہ کا بڑا کرم ہے جس نے ہمیں یہ دین دیا۔ یہ لوگ کتنے جاہل ہیں ، اتنی محنت سے وہ آدمی کما کر لایا ہے اور پھر جو ملا ہے وہ بھی یوں پتھر پر مل کر کھا رہا ہے، استغفر اللہ شکر ہے کہ ہم ان چیزوں سے دور ہیں۔

وہ بار بار استغفر اللہ کا ورد کر رہی تھی جب کہ سردار اب ہلکا سا مسکرایا تھا۔

میری جان اب اگر تمہارا دل بھر گیا ہو تو بند کر دو ٹی وی، سچ میں بہت نیند آرہی ہے وہ اسے دیکھتا التجاہی انداز میں بولا تھا۔

اوہو ڈاکو جی، پوری دیکھ کے سوئیں گے اب اتنا سب کچھ دیکھ لیا ہے تو اور بھی دیکھ لیتے ہیں۔

اچھا یہ بتائیں، انہوں نے اپنی گردن پر وہ لوہے کا کیا باندھ رکھا ہے؟" اس کی توجہ ان کے دین مذہب سے ہٹ کر اب ان کی جیولری پر چلی گئی تھی، لمبی لمبی

گردن میں موٹے موٹے کڑے یا کوئی چیز ڈالی گئی تھی جس سے گردن لمبی اور انتہائی پتلی لگ رہی تھی۔ عورتوں کے سروں پر بال نہیں تھے۔ یہاں تک کہ لباس بھی انتہائی نامناسب تھا۔

"یہ فیشن ہے میری جان! جس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے وہ عورت سب سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔" وہ اچانک بولا تو اب کی دفعہ تو دعام کا منہ ہی کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں، میں سچ کہہ رہا ہوں، بالکل ایسا ہی ہے۔"

وہ لوگ ہر سال ایک کڑے کی تعداد بڑھا دیتے ہیں تاکہ ان کی گردن اور لمبی ہو جائے، یہ کافی تکلیف دہ عمل ہے لیکن عورتوں کے لیے ان کی خوبصورتی سے زیادہ اہم اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔

استغفر اللہ استغفر اللہ! میں نہیں دیکھ رہی یہ سب کچھ۔" وہ فوراً سے ٹی وی بند کر گئی تھی، وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اس خوبصورتی کے لیے وہ کتنی زیادہ

تکلیف جھیل رہی تھی۔ کم سے کم اس عورت نے اپنے گلے میں دس سے زیادہ موٹے موٹے کڑے ڈال رکھے تھے۔

جبکہ اب کی دفعہ اس کے انداز پر سردار قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

ارے ارے میرا بھولا سائیں کیا ہوا؟ دیکھو نا ابھی تو تمہاری ڈاکو منٹری ختم" "نہیں ہوئی، اپنا شوق پوری طرح سے پورا کرو۔

نہیں، پورا کرنا! میرا دل خراب ہو گیا ہے، عجیب طرح کے لوگ ہیں یہ۔" پتھروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور فیشن کے نام پر خود کو اذیت دیتے ہیں۔ میرا بچہ ایسی گندی چیزیں نہیں سیکھے گا۔" وہ اٹھ کر بیڈ کی طرف آتے ہوئے بولی تو سردار بھی اس کا کمبل اٹھا کر واپس بیڈ پر آ گیا تھا۔ شکر تھا کہ اس کا ڈاکو منٹری کا بھوت تو اترا تھا۔

وہ اس کے لیٹنے پر اس کے اوپر کمبل ڈالتے ہوئے خود بھی اس کے ساتھ ہی لیٹ کر لائٹ آف کرنے لگا تھا۔

آپ کی ڈکیتی کا ٹائم ختم ہو گیا ہے نا؟" وہ اچانک کچھ سوچ کر بولی تو سردار مسکرا دیا تھا، یہ تو وہ بہت اچھے طریقے سے جانتا تھا کہ اسے ڈکیتی سے روکنے کے لیے ہی وہ اب تک جاگ رہی تھی۔ ورنہ دو تین دفعہ وہ اس کو نیند میں جاتے ہوئے نوٹ کر چکا تھا۔

ہاں، میری ڈکیتی کا ٹائم ختم ہو گیا، اب میں کہیں نہیں جا رہا۔" وہ نرمی سے اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے اس پر کمبل برابر کرتا، اس کے ساتھ ہی لیٹتے ہوئے اس کے گرد اپنا حصار بنا گیا تھا۔

شکر ہے۔ اب ایسے روکا کروں گی میں آپ کو۔ جب تک آپ کی ٹائمنگ ختم نہیں ہوتی تب تک میں سویا ہی نہیں کروں گی۔ پھر دیکھتی ہوں کیسے جاتے ہیں آپ مجھے چھوڑ کر۔" وہ اپنی ہی پلاننگ بنا رہی تھی جبکہ وہ مسکراتے ہوئے اسے مزید اپنے قریب کرتا آنکھیں بند کر گیا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی کوششیں کرتی تھی لیکن اب سردار ان سب چیزوں میں بہت آگے نکل چکا تھا، اس کا واپس

جانا ممکن نہیں تھا، خواہ وہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لے۔ اب حقیقت ہی یہی تھی کہ اس نے اسے ان سب چیزوں کے ساتھ ہی قبول کرنا تھا۔

ooooooo

دو بڑی ڈکیتیاں نظر میں ہیں، ایک سے تو اچھا خاصا فائدہ ہو گا، گاؤں میں ایک" بڑے سیٹھ کی اکلوتی بیٹی کی شادی ہے..."پورا گاؤں ہی اس شادی میں جانے والا ہے یہ بھی جو ہماری نظر میں ہے، وہ دعام کو ٹھنڈی ہوا لگوانے کے لیے ندی پر آیا تو بالا اور جمرو بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی آ گئے تھے۔ وہ اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھا جب بالا نے اسے آ کر معلومات دی تھی۔

شادی ہے؟ کس کی شادی ہے ڈاکو جی؟"وہ اس کی آخری بات سن چکی تھی" تبھی ایکسائٹڈ ہو کر پوچھنے لگی۔

یقیناً اسے ان کی پوری بات سمجھ نہیں آئی تھی۔ لیکن جتنی سمجھ آئی تھی اسے لے کر وہ بہت ایکسائٹڈ ہو گئی تھی۔

کسی کی شادی نہیں ہے سجن سائیں، گاؤں میں کسی کی شادی ہے، وہ بتا رہا ہے۔" وہ نرمی سے بولا تھا۔

"اب دعام کافی بہتر ہے۔ کل اسے ہسپتال لے کر جاؤں گا اس کا پورا چیک اپ کروانے کے لیے۔ باقی ان لوگوں کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟" وہ بالا کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دعام سے تھوڑا فاصلے پر ہو گیا تھا، وہ اس کے سامنے کوئی خطرناک بات بھی نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے وہ گھبرا ئے یا ڈرے یا پھر اس کے بچے پر برا اثر پڑے۔

"سردار، پتہ تو چلا ہے لیکن یقین کرنا تھوڑا مشکل ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ راگا ڈاکو جیل سے آزاد ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی اس کے بارے میں کوئی پوری معلومات نہیں ہے، بس ایک خبر ملی تھی جو میں تمہیں بتانے کے لیے آ گیا ہوں۔"

"اوہ، تو یہ سب کچھ راگا ڈاکو ہی کر رہا ہے؟ جتنی معلومات ملی ہے اتنی ہی کافی ہے۔ اتنا جان لیوا حملہ مجھ پر اور کوئی نہیں کر سکتا۔" وہ ہلکا سا مسکرا کر بولا تھا۔

یہ تو صرف باتوں ہی باتوں میں بات نکلی ہے، ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ پہلے" ٹھیک سے انفارمیشن لوں گا پھر آکر تمہیں بتاؤں گا۔ ہو سکتا ہے راگاڈاکو ابھی جیل میں ہی ہو کیونکہ اس کے سارے گناہ اس پر ثابت ہو گئے تھے، وہ جیل سے آزاد نہیں ہو سکتا، اسے عمر قید ہوئی تھی، اس نے مرنا بھی جیل میں ہی تھا تو وہ باہر کیسے آسکتا ہے؟" بالا کے پاس ایک بہت بڑی وجہ تھی شک نہ کرنے کی جبکہ سردار نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر ہاں میں سر ہلایا۔

کسی اور میں اتنی ہمت نہیں ہے بالا، یہ کام راگاڈاکو کا ہی ہے۔ اور کوئی مجھے" مارنے کے لیے اس حد تک نہیں جا سکتا۔ اسے میرا قبیلہ چاہیے، میری سرداری چاہیے، وہ واپس اپنی کرسی چھیننا چاہتا ہے۔ لیکن ہمیں اسے سمجھانا ہو گا کہ اب سرداری کی کرسی کو بھی سردار دلدار یلغار کی عادت ہو چکی ہے، اب کوئی اور ڈاکو اس کرسی کو قبول نہیں ہے۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو بالا بھی مسکرایا تھا۔

بالکل، ہمیں تو ہماراڈاکو ہی چاہیے اس کرسی پر اور کوئی ڈاکو کبھی آ ہی نہیں "

" سکتا۔

کیوں نہیں آسکتا؟ میرے بعد میرا بالا یہاں کی حکومت سنبھالے گا۔ "وہ"

اس کے کندھے پر ہلکا سا زور دیتے ہوئے بولا تو بالا نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

تمہارے بعد نہیں سردار، تمہارے ساتھ! کیونکہ اگر تم نہیں تو بالا بھی "

نہیں۔ اگر بالا ہے تو سردار سے ہے، اگر سردار نہیں تو بالا کو بھی کچھ نہیں

چاہیے، مجھے سرداری پسند ہے لیکن تمہارے ہوتے ہوئے۔ تمہارے بغیر بالا کو

اپنا آپ بھی پسند نہیں۔ اسی لیے آج کے بعد یہ فضول بات مت کرنا۔ تم ہو

اور تم ہی رہو گے، تمہارے بعد بھی تم ہی رہو گے۔ ہاں لیکن قبیلے والوں پر

رعب جمانا پسند ہے مجھے۔ "بالا شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو وہ اس کے

گرد اپنا حصار بناتا اسے اپنے سینے سے لگا گیا تھا، وہ جانتا تھا بالا اسے بے تحاشہ

چاہتا ہے۔

اور بالا پر اس کا یقین بھی تھا، وہ اور کسی پر اتنا یقین نہیں کر سکتا تھا جتنا یقین وہ بالا پر کرتا تھا۔ جس کے ساتھ اس کا بچپن گزرا تھا، اس کی ہر سانس کا گواہ تھا اس کا بالا، اس کے ہر دکھ کا گواہ تھا اس کا بالا۔ ان دونوں میں دوستی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے جو بھی دکھ سہے تھے ایک ساتھ سہے تھے، جو بھی تکلیفیں سہی تھیں ایک ساتھ سہی تھیں۔ اگر وہ دونوں ایک دوسرے کی خوشیوں کے ساتھی تھے تو وہ ایک دوسرے کے دکھ کے بھی ساتھی تھے۔

دور کھڑے دعام اور جمرو انہیں دیکھ کر مسکرا رہے تھے حالانکہ اس پیار کی وجہ بھی جاننا چاہتے تھے جس پر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے قدم آہستگی کی طرف بڑھاتے ہوئے ان کے پاس آگئے تھے۔

جمرو بھیا، میں بول رہی ہوں یہ دونوں چوری چوری کسی شادی پر جانے کا ارادہ" رکھتے ہیں اور ہمیں اپنے ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتے۔" وہ جمرو کو دیکھتے ہوئے بولی

"ارے سجن سائیں، ہم کسی شادی پر نہیں جارہے ہیں بس وہ بالا باتیں کرتا تھا، بچپن یاد کر رہا تھا۔" وہ مسکرا کر اسے سمجھانے لگا جس پر دعام نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"جمرو بھیا، یہ ہمیں بہلا رہے ہیں۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا، یہ کسی شادی پر جانے کی بات کر رہے تھے۔" وہ پھر سے بولی تھی۔

"ارے، شادی پر جانے کی نہیں، بالا کی شادی کروانے کی بات کر رہے ہیں۔ میں کہہ رہا تھا کہ میری شادی کروا دو لیکن تمہارے شوہر کو مجھ پر ترس نہیں آتا۔ ساری زندگی کنوارا مارے گا مجھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں میری جوانی کنوارے ہی کٹ جائے گی اس آدمی کے ساتھ بیٹھے بیٹھے۔"

بالا نے پھر سے اپنا رونا دھونا شروع کر دیا تھا جس پر دعام اور جمرو ایک دوسرے کو دیکھتے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے وہاں سے نکل چکے تھے، ان کے پاس اتنا ٹائم نہیں تھا کہ وہ بالا کی دہائیاں سنتے۔

یہ دیکھا، دیکھا اپنی بیوی کو؟ کوئی بندہ میری شادی میں انٹرسٹ نہیں دکھا رہا، "کسی بندے کو دلچسپی نہیں ہے مجھے دولہا بنے دیکھنے میں۔ ارے تمہیں پتہ بھی ہے کتنی رسمیں ہوتی ہیں بہنوں کی پیسے لوٹنے والی؟ ارے میں دونوں ہاتھوں سے لٹاؤں گا تم پر، مجھے دولہا بنا دو۔" وہ اس کے پیچھے جاتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ سردار مسکراتے ہوئے ندی کی طرف مڑا، اپنی جیب سے کچھ نکالتے ہوئے ندی میں پھینکنے لگا تھا۔

وہ تھوڑی دیر میں ندی میں کچھ پھینکتا تو پانی پر ایک ہلکا سا دائرہ بنتا تھا اور پھر اچانک ہی وہاں مچلتی مچھلیاں اس چیز کو حاصل کر کے واپس پانی کے اندر چلی جاتی تھیں۔ وہ وہیں بیٹھا مسکراتے ہوئے ان سب کو دیکھنے لگا تھا۔

ooooooo

دلدار میرا بچہ، یہ تو کیا کرتا رہتا ہے؟ اپنے حصے کا کھانا تو ان مچھلیوں کو ڈال "دیتا ہے! میرے بچے اللہ پاک نے ان کو ان کے حصے کا رزق دے دیا ہے، یہ

تیرے حصے کا رزق ہے۔" زائرہ اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے اسے سمجھانے لگی تھی۔

اماں، مجھے اچھا لگتا ہے۔ دیکھو اب میں یہ روٹی کا ٹکڑا ڈالوں گا تو کیسے مچھلیاں مچل مچل کر اس روٹی کے ٹکڑے کو حاصل کریں گی۔ دیکھیے میں دکھاتا ہوں آپ کو۔" وہ روٹی کا ٹکڑا توڑتے ہوئے پانی میں پھینکتے ہوئے بولا تو زائرہ مسکرا رہی تھی۔

میرا سوہنا شہزادہ، میرا سوہنا بچہ، اگر یہ کھانا تو ان مچھلیوں کو کھلا دے گا تو خود کیا کھائے گا؟" وہ اس کا چہرہ تھامتے ہوئے پوچھنے لگی۔

وہ بھوکی ہیں تب ہی تو کھانے کے لیے تڑپ رہی ہیں نا!" وہ اسے دیکھتے معصومیت سے بولا۔ دس سال کا معصوم سا لڈرار اپنا ایک معصوم سا دل رکھتا تھا جس میں وہ ہر کسی کو سب کچھ دینا چاہتا تھا۔

"ابھی تو بتایا، اللہ نے ان کے حصے کا رزق ان کو دے دیا ہو گا۔"

نہیں امی، مجھے نہیں لگتا۔ مجھے لگتا ہے کہ اللہ نے ان کے حصے کا رزق یہاں " میرے حصے میں ڈال دیا ہے تبھی تو میری بھوک ختم ہو گئی پھر بھی اتنا زیادہ کھانا بچ گیا، تب ہی تو میں دینے کے لیے آیا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ امانت ہو جو مجھے یہاں ان کو دینی ہو اور میں خود کھا جاؤں پھر تو اللہ ناراض ہو جائے گا نا مجھ سے۔ اور آپ ہی تو کہتی ہیں کہ کسی کا حق نہیں مارنا چاہیے۔ دیکھو کیسے وہ مچھلیاں تڑپ تڑپ کر آ رہی ہیں اوپر! انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ تبھی تو وہ کھا رہی ہیں، شکر ہے میں ان کے حصے کا کھانا نہیں کھا گیا۔" وہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بناتا واپس پانی میں ڈالنے لگا تو زائرہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

○○○○○○

منظر وہی تھا، وہ اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا، آج بھی وہی کام کر رہا تھا جو برسوں سے کرتا آیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا اس کی ماں آج بھی اس کے پاس بیٹھی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

جب اچانک ہی اسے اپنے کندھے پر ہاتھ محسوس ہوا، اس نے فوراًپلٹ کر دیکھا تو دعام دونوں ہاتھ کمر پر باندھے اسے گھور کر دیکھ رہی تھی_۔

پلاننگ بنا رہے ہیں نا یہاں بیٹھ کر کہ خود شادی پر جائیں گے تو دعام کو کیسے " یہاں چھوڑ کر جائیں؟ میں پہلے بتا رہی ہوں آپ شادی پر جائیں گے تو میں بھی ساتھ چلوں گی،

میں نے کتنے عرصے سے کسی کی شادی نہیں دیکھی۔" وہ اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی جب کہ بات اب بھی وہی تھی، اس نے خود سنا تھا بالا کے منہ سے کہ کہیں گاؤں میں شادی ہے اور پھر شادی کی بات ہو رہی تھی تو یوں ہی تو نہیں ہو رہی تھی نا۔ ضرور وہ کسی شادی پر جا رہا تھا۔

جبکہ دعام کی نظر اس خوبصورت نیلے جوڑے پر تھی جو سردار نے اس کے لیے لا کر الماری میں رکھا ہوا تھا لیکن اسے سمجھ ہی نہیں آتا تھا کہ وہ جوڑا پہن کر کہاں جائے کیونکہ وہ اتنا ہیوی اور خوبصورت جوڑا تھا کہ جب تک کوئی بڑا فنکشن نہ ہو تب تک وہ اسے پہن نہیں سکتی تھی۔

اور اب اسے یقین تھا کہ وہ کہیں نہ کہیں شادی پر جانے والا ہے، اس کا بھی ارادہ اس کے ساتھ جانے کا تھا۔

سجن سائیں، کہیں کوئی شادی نہیں ہے۔ بالا صرف سر سری انداز میں بتا رہا تھا" کہ گاؤں میں کسی کی شادی ہو رہی ہے۔ رات کو فائرنگ کی آواز آ رہی تھی نا، اسی لیے میں نے پوچھا کہ کہاں سے آواز آئی تو اس نے بتایا تھا۔" اب کی دفعہ سردار نے نرمی سے سمجھایا تو وہ منہ بنا گئی تھی۔

کیا مطلب کہیں شادی نہیں ہے؟ یعنی نیلا جوڑا پہننا پھر سے کینسل! پتہ نہیں" کب ہوگی کسی کی شادی؟ بالا بھیا کی شادی پر پہنوں گی، کرواؤ بالا بھیا کی شادی۔ کنوارے رہ رہ کر دماغ سٹک گیا ہے ان کا۔ انہی کی شادی کرواؤ تاکہ مجھے کوئی فائدہ ہو۔" وہ اب جیسے فیصلے پر پہنچ گئی تھی لیکن اس کا حکم ملتے ہی سردار نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سر کو خم دیا تھا۔

جی میرا سجن سائیں، میں جلدی ہی کوئی انتظام کرتا ہوں۔" وہ نرمی سے اس" کے ماتھے کو چومتے ہوئے دوبارہ پانی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، اس کے ہاتھ میں

موجود ساری مچھلیوں کی خوراک ختم ہوتی جا رہی تھی جب دعام نے شاپر سے تھوڑی سی خوراک نکال کر خود پانی میں پھینکی تھی اور پھر جیسے ہی خوراک حاصل کرنے کے لیے مچھلیاں اوپر آئیں تھیں وہ چہک اٹھی تھی۔

ڈاکو جی، اور نہیں ہے؟" وہ شاپر خالی دیکھتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔"

نہیں، بس ختم ہو گیا۔" وہ شاپر ایک طرف پھینک چکا تھا جبکہ وہ منہ بناتی اس" کے کندھے پر سر رکھ گئی تھی۔

اچھا، کل لے کر آیئے گا، میں ڈالوں گی۔" وہ بولی تو سردار اس کے کندھے پر" ہاتھ رکھتا اسے اپنے مزید قریب کر کے بیٹھ گیا۔

جبکہ وہ دونوں کتنی ہی دیر یوں ہی بیٹھے اس ندی کو دیکھتے رہے۔

○○○○○○○

سب کچھ تیار ہے سردار، آج کی ڈکیتی بہت اچھی ہونے والی ہے۔" وہ نیچے آیا" تھا، بالا ہر چیز تیار کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ کل کی طرح آج بھی دعام نے ایڑی چوٹی

کا زور لگا یا تھا جاگنے کے لیے لیکن وہ کتنا ہی جاگ پاتی، آخر نیند نے اسے ہرا ہی دیا تھا۔ جیسے ہی وہ نیند میں اتری تھی سردار نے اس کے اوپر کمبل برابر کرتے ہوئے خاموشی سے باہر کی راہ لی تھی۔

ایک دفعہ وہ گہری نیند میں اتر جائے تو اس کا جلدی جاگنا ممکن نہیں تھا۔

چلو، اگر سب کچھ تیار کر لیا ہے تو دیر نہیں کرتے۔ آج ہی سارا کام نمٹا کر واپس آنا ہے۔" وہ شیر دل پر سوار ہوتے ہوئے بولا تھا جب کہ وہ لوگ جیسے ہی قبیلے سے نکلے تھے پہاڑ پر حرکت ہوئی تھی۔

ooooooo

پہاڑ پر موجود ایک آدمی بھاگتے ہوئے پیچھے کی طرف آیا تھا۔ وہ کافی تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ دوڑتے دوڑتے وہ اپنے گھوڑے تک پہنچا اور پھر گھوڑے پر سوار ہوتا وہ گھوڑے کی لگام کھینچتا مخالف سمت کی طرف آیا تھا۔

گھنے پتھریلے پہاڑوں میں ایک بڑی سی غار میں چھپے ڈاکو کافی خستہ حال میں تھے۔

"سردار، ڈاکو دلدار ڈکیتی کے لیے نکل چکا ہے۔" وہ ہانپتے ہوئے آکر اسے بتانے لگا۔

"چلو، اگر بھتیجا نکل چکا ہے تو تاؤ کیسے پیچھے رہے۔" وہ فوراً ہی باہر نکلتے، اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہونے لگے تھے۔

"سردار، میں بھی آجاؤں؟" فیصل اس کے پیچھے آتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دلدار کے اعتبار کے نہیں ہو، تو میرے اعتبار کے بھی نہیں ہو۔ جب تک تم مجھے وجہ نہیں بتاتے کہ دلدار تمہاری جان کا دشمن کیوں بنا تھا تب تک تم میرے ساتھ کہیں نہیں آسکتے۔" وہ اس کے سینے پر ٹانگ مارتے ہوئے آگے بڑھ چکا تھا جبکہ فیصل خاموشی سے واپس غار میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔

کیونکہ وہ راگاڈاکو کو یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ سردار کو دھوکہ دیتے ہوئے پکڑا گیا تھا پھر اس نے جمرو کو گولی ماری تھی۔ اگر آج بھی وہ سردار کے ہاتھ لگ جاتا تو جس طرح اس نے اس کے باقی دو دوستوں کے ہاتھ پیر کٹوا کر انہیں وہیں قبیلے میں بے یارو مددگار چھوڑ دیا تھا، اس کی بھی وہی حالت کر دیتا۔ وہ تو شکر منا رہا تھا کہ وہ قبیلے سے بھاگ گیا تھا لیکن اگر وہ یہ بات راگاڈاکو کو بتا دیتا تو راگاڈاکو ایک لمحہ لگاتا اسے گولی مارنے میں کیونکہ غداروں کے ساتھ سردار ایسا ہی سلوک کرتے تھے۔

oooooo

ان کا کام زیادہ لمبا نہیں تھا، آرام سے وہ اپنا کام ختم کر کے اب واپس قبیلے کی طرف آرہے تھے جب انہیں دور سے فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ گھوڑوں کو لگام لگاتے ہوئے انہوں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تھا۔

میں نے تمہیں بتایا تھانا سردار، گاؤں میں بہت بڑی شادی ہے۔ وہیں پر" میرے خیال سے یہ فائرنگ وغیرہ ہو رہی ہے۔" بالا نے ایک نظر پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

نہیں بالا، کچھ گڑبڑ لگ رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے گاؤں میں کچھ انہونی ہوئی ہے۔"

ارے سردار، کچھ نہیں ہوا، وہ بڑی حویلی ہے نا، وہاں بہت بڑی شادی ہے،" میں تو کہتا ہوں گاؤں کی سب سے بڑی شادی ہو رہی ہے وہاں پر۔ بہت زیادہ فائرنگ بھی ہوئی ہے، بہت بڑے پیمانے پر۔ سیٹھ اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی کر رہا ہے۔ بڑا نیک انسان ہے، غریبوں کی کافی مدد کرتا ہے۔ اس کی اکلوتی بیٹی ہی بیٹی ہے، بیٹا تو فوج میں شہید ہو گیا تھا نا۔" وہ اسے کچھ یاد کرواتے ہوئے بولا تو سردار نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

اللہ پاک سیٹھ کی بیٹی کے نصیب اچھے کرے لیکن یہ اندھا دھند فائرنگ سمجھ " نہیں آرہی۔ چلو چل کر دیکھتے ہیں۔" اس نے اپنے پیچھے سے بڑا سا تھیلا اتار کر جمرو کی طرف پھینکا تھا۔

تم سب اس قبیلے میں جاؤ گے ہم تھوڑی دیر میں آتے ہیں۔" وہ اپنے گھوڑے " کا رخ بدلتا واپس گاؤں کی طرف جانے لگا تو بالا بھی خاموشی سے اس کے پیچھے ہی اپنے گھوڑے کو لگاتا گاؤں کی طرف جانے لگا۔ کچھ تو عجیب تھا اور یہ حقیقت تھی جب سردار کو کچھ عجیب محسوس ہوتا تھا تب کچھ نہ کچھ عجیب ہوتا ہی تھا۔ اب اس طرح کی اندھا دھند فائرنگ انہیں شادی کا حصہ لگ رہی تھی لیکن سردار کا کہنا تھا کہ بیچ میں کچھ اور ہی کھچڑی پک رہی ہے، اسی لیے وہ اس کے حکم پر اس کے ساتھ ہی واپس گاؤں کی طرف چل دیا تھا۔

OOOOOOOO

ان کی سوچ کے عین مطابق گاؤں میں کچھ گڑبڑ تھی۔ وہ جیسے ہی اس علاقے میں داخل ہوئے جہاں شادی کی چہل پہل ہونی چاہیے تھی، وہ سمجھ گئے تھے کہ یہاں کچھ عجیب یا غلط ہوا ہے۔

وہ دونوں وہیں بے حس و حرکت رک گئے تھے۔ ان کے گھوڑے بنا آواز پیدا کیے انہیں سامنے کا منظر دکھا رہے تھے جہاں صحن میں کچھ لاشوں پر سفید رنگ کا کپڑا ڈالا گیا تھا۔ پولیس بھی وہاں موجود تھی، یہاں تک کہ ریان اکرم بھی وہیں پر ہی تھا، معاملہ کافی گڑبڑ لگ رہا تھا، سردار نے ایک نظر بالا کو دیکھا۔

سردار، مجھے ماحول ٹھیک نہیں لگ رہا، میرے خیال میں ہمیں یہاں نہیں رکنا" چاہیے۔ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔" بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو، ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔ لیکن پتہ تو کرو کہ یہاں" کیا ہوا ہے؟ کوئی خاندانی جھگڑا ہوا ہے یا پھر کوئی اور ہی مسئلہ ہے؟" سردار نے

کہتے ہوئے وہیں سے گھوڑا دوسری طرف پھیر گیا تھا جبکہ بالا بھی اس کے پیچھے ہی آیا۔

ہاں، میں کرتا ہوں اپنے مخبر کو فون، پتہ تو چلے کہ یہاں کیا ہوا ہے۔ لیکن فی" الحال یہاں پولیس ہے، ہمارا اس طرف جانا ٹھیک نہیں۔ ہمیں یہیں سے لوٹ کر چلنا چاہیے۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تو سردار نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا جبکہ وہ دونوں ہی واپسی کی راہ لے چکے تھے۔

اتنا تو وہ دونوں ہی سمجھ چکے تھے کہ گاؤں میں کچھ نہ کچھ تو بڑا دھماکہ ہوا ہے۔ اتنی زوردار فائرنگ کی آواز انہیں قبیلے تک سنائی دی تھی، مطلب صاف تھا کہ یہ معاملہ کوئی چھوٹا موٹا نہیں ہے اور پھر تین چار لاشیں بھی تھیں۔

وہ خود ہی دیکھ چکے تھے، یقیناً قتل وغارت کا معاملہ تھا لیکن یہاں پر تو شادی ہونے والی تھی اور جس سیٹھ کی بیٹی کی شادی تھی وہ بہت زیادہ غریبوں کی مدد کرتا تھا، عام عوام کے لیے وہ مسیحا سے کم نہیں تھا۔

لوگوں کی بہت مدد کرتا تھا، بہت اچھا انسان تھا، نہ جانے اسے کس نے مار" دیا۔" وہ واپس قبیلے کی طرف جا رہے تھے جب بالا نے پریشانی سے کہا۔

اچھے لوگ جلدی مر جاتے ہیں بالا۔ اچھے لوگوں کو کوئی جینے نہیں دیتا، ایسے" لوگوں کے دشمن بھی بہت ہوتے ہیں۔" اسے بھی افسوس ہو رہا تھا ایک اچھے انسان کے دنیا سے چلے جانے کا، جبکہ وہ تیزی سے واپس قبیلے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

میں جس شادی کے بارے میں دن میں بات کر رہا تھا، یہ وہیں شادی تھی،" ابھی ہم جہاں ڈکیتی کے لیے گئے تھے اس گھر کے سارے لوگ بھی اسی شادی پر ہی آئے ہوئے تھے۔" قبیلے میں داخل ہوتے ہی بالا نے اسے ایک اور بات بتائی تھی جس پر وہ خاموشی سے سر ہلاتے ہوئے قبیلے میں اپنے گھوڑے کو روکتے ہوئے گھوڑے سے اترا تھا۔ جبکہ گھوڑے کی لگام بالا کے حوالے کرتے ہوئے وہ اوپر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا، ڈر تھا کہ کہیں دعا م جاگ نہ گئی ہو۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو دعام گہری نیند سو رہی تھی جسے دیکھتے ہی وہ پر سکون ہو گیا۔ وہ اسی لیے جلدی جلدی واپس آنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ جاگ نہ جائے۔ ویسے تو وہ جانتی تھی کہ وہ لازمی جائے گا، ڈکیتی وغیرہ چھوڑنا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس پر بہت ساری ذمہ داریاں تھیں اور وہ چاہتی تھی کہ وہ اس کام سے پوری طرح سے کنارہ کشی اختیار کر لے لیکن وہ اس کا دل بھی نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کو اداس کرے یا پھر وہ اس کی اداسی کی وجہ بنے۔ تب ہی وہ اس کے سونے کے بعد نکلتا تھا۔

تاکہ اسے پتہ ہی نہ چلے کہ وہ ہو کر آ گیا ہے۔ پرسوں رات بھی اسے سکون ملا تھا، آرام سے وہ اپنا کام کر کے آ گیا تھا اور آج رات بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

حالانکہ آج رات بھی اس نے کافی دیر تک جاگنے کی کوشش کی تھی کہ کسی بھی طریقے سے اسے روک لے۔

جس پر سر دار نے اسے کہا تھا کہ وہ کہیں جانے والا ہی نہیں ہے آج اور اس بات پر یقین کر کے وہ سو گئی تھی اور اس وقت بھی وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

وہ اس کے ساتھ لیٹتے ہوئے اس کے گرد اپنی باہوں کا مضبوط حصار بناتا اس کی گردن پر اپنے لب رکھ گیا تھا۔ اس کی مونچھوں کی چبھن پر اس نے ہلکا سا کروٹ لے کر اپنا چہرہ اس کی گردن میں چھپایا تو وہ اس کے گرد اپنا حصار تنگ کرتا ہوا مزید اسے اپنے قریب کر گیا تھا۔ اس سنڈے وہ اسے ہر حال میں ہسپتال لے کر جانے والا تھا، اس کا ایک پراپر چیک اپ ہونا بے حد ضروری تھا۔ ڈاکٹر نے جو ٹیسٹ لکھ کر دیے تھے وہ سارے ٹیسٹ بھی اس کے لازمی کروانے تھے۔ وہ اپنے بچے پر کسی طرح کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

لیکن دعام اس واقعے سے بہت زیادہ ڈر گئی تھی وہ ہسپتال جانے کا نام ہی نہیں دے رہی تھی۔ وہ تین دن سے مسلسل سے منانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مسلسل ناکامیاب ہو رہا تھا وہ اپنے ذہن سے اس واقعے کو نکالنے میں کامیاب

نہیں ہو سکی تھی اسی لیے اب اس نے اسے سنڈے چلنے کے لیے منایا اور اخر کار وہ مان گئی تھی۔

دعام سچ مچ میں اس کی خوشیوں کی وجہ بن کر آئی تھی، بلکہ وجہ بھی نہیں، وہ اس کی خوشیاں بن کر آئی تھی۔ وہ اپنی ذات سے اسے بہت بڑی خوشی دینے والی تھی۔

ویسے تو دعام خود ہی اس کے لیے کسی تحفے سے کم نہیں تھی لیکن اللہ نے اس کے ذریعے اسے اولاد کے تحفے سے نواز دیا تھا اور بھلا اسے کیا چاہیے تھا؟ وہ بہت خوش تھا، بے حد خوش۔ ایسا لگتا تھا اسے غم کہیں بہت پیچھے چھوٹ گئے ہیں، صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں جسے وہ سمیٹ لینا چاہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسے سمیٹ چکا تھا اپنی باہوں میں، اسے پوری طرح سے قید کرتے ہوئے وہ اس کو اپنے سینے میں چھپا چکا تھا۔ جہاں اس کے دل میں اپنی دعام کے لیے بے تحاشہ محبت تھی، دیوانگی تھی، ایک جنون تھا جو دعام کو اس سے الگ نہیں ہونے دیتا تھا

بہت بہت مبارک ہو ڈاکٹر بیلا، آخر آپ نے انٹرنشپ حاصل کر ہی لی! مجھے آپ سے پوری امید تھی۔ آپ کے ہسپتال میں آپ اور سٹی ہاسپٹل میں ڈاکٹر رضوان کا، مجھے آپ دونوں کو دیکھتے ہی یقین ہو گیا تھا کہ آپ لوگ اس ہسپتال کے لیے بنے ہوئے ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے آپ کو اس ہسپتال میں دیکھ کر۔

سینئر ڈاکٹر رضا الحق اس کے سامنے کھڑے تھے۔ دو دن پہلے فائنلی ان کے " ٹیسٹ کا رزلٹ آ گیا تھا۔ تقریباً چھتیس سے زیادہ ڈاکٹرز کے بیچ کا مقابلہ تھا جن میں سے صرف تین ڈاکٹر ہی اس پوزیشن کو جیت پائے تھے۔ کراچی کے بڑے ہسپتال میں انٹرنشپ کرنا ان سب کا خواب تھا کیونکہ یہاں کے ڈاکٹرز نہ صرف بہت زیادہ قابلیت رکھتے تھے بلکہ یہاں پر بہت بڑے بڑے سرجنز بھی باہر کے ملکوں سے بلائے جاتے تھے جن کے ساتھ رہتے ہوئے انہیں بہت کچھ

سیکھنے کا موقع مل سکتا تھا اور بیلا نے یہ سکالرشپ حاصل کرنے کے لیے جان لگا دی تھی تب ہی تو آج وہ اس وقت اتنے بڑے ہسپتال میں کھڑی تھی۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ اپنے اُس ہسپتال میں بہت انکمفرٹیبل فیل کر رہی تھی۔ ڈاکٹر ناصر نے یقیناً وہ ساری باتیں کسی نہ کسی جونیئر کے سامنے کی تھیں تب ہی تو یہ بات پھیل گئی تھی کہ ڈاکٹر بیلا کا کسی ڈاکو کے ساتھ افیئر چل رہا ہے۔ ہسپتال میں وہ جہاں بھی ہوتی یہی سارے ذکر کرنے لگتے یہاں تک کہ اس کے ساتھی ڈاکٹرز کونے میں کھڑے ہو کر اس کی ذات پر گفتگو کرتے تھے۔ وہ بہت انکمفرٹیبل ہو رہی تھی اس ماحول میں، وہ جلد سے جلد وہاں سے نکلنا چاہتی تھی اور اس کی محنت رنگ لے آئی تھی۔ آج اس کا یہاں پہلا دن تھا اور پہلا ہی دن اس کے لیے بہت ہی زیادہ تعریفیں لیے ہوئے آیا تھا۔ اس کے کام کی نہ صرف بہت زیادہ تعریف کی جا رہی تھی بلکہ وہ لوگ اسے مسلسل کسی نہ کسی کام میں الجھائے ہوئے تھے۔ یہاں پر پیشنٹس بھی زیادہ تھے اور ڈاکٹر کا عملہ

بھی بہت بڑا تھا۔ ہر کسی سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ بیلا جانتی تھی کہ یہاں سے نکل کر وہ ایک بہت کامیاب ڈاکٹر بنے گی۔

اور اس وقت بھی وہ پوری طرح سے اپنی جان لگا رہی تھی۔ اس وقت وہ چلڈرن وارڈ میں تھی جہاں پر بہت سارے بچوں کے بیچ میں خود بھی بچی بنی ہوئی تھی۔ جب اچانک ہی دو ڈاکٹر تیزی سے چلڈرن وارڈ سے باہر بھاگتے ہوئے سامنے والے پرائیویٹ روم کی طرف گئے تھے، وہ بھی ان کی افراتفری دیکھتے ہوئے تیزی سے ان کے پیچھے لپکی۔

○○○○○○

ہاتھ رکھو اسے، اسے پیچھے کرو، انجیکشن لگاؤ تم،

ڈاکٹر بیلا آگے آئیں ان کی ٹانگیں پکڑیے۔" ڈاکٹر واجد اسے اپنے پیچھے آتے دیکھ کر چلاتے ہوئے بولے تو وہ تیزی سے آگے آتی اس کی ٹانگیں پکڑنے لگی تھی۔ وہ تقریباً کوئی بیس سے بائیس سال کی لڑکی تھی جو دوبارہ سے خودکشی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے پانچ چھ دن پہلے یہاں لایا گیا تھا کیونکہ اس

کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی اور وہ لڑکی خودکشی کر کے مر جانا چاہتی تھی۔ وہ اپنے گھر کی چھت سے کود کر مرنے کی کوشش کر چکی تھی جبکہ اس کے والدین کو اس کی شادی والے دن گولی مار کر قتل کر دیا گیا تھا،

یہ لڑکی بھی گزشتہ تین دن سے یہاں ہسپتال میں تھی اور انتہائی بری حالت میں تھی۔ وہ جب بھی ہوش میں آتی تھی خود کو ختم کرنے کی کوشش میں لگ جاتی۔ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی اور سننے میں آیا تھا کہ اس کے ساتھ یہ ظلم اس کے شوہر کے سامنے کیا گیا تھا۔

پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے اس کے نکاح کو جب اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے ساتھ زیادتی کرنے کے بعد اس کے شوہر کا قتل کر دیا گیا۔

صرف شوہر کا ہی نہیں، اس کے والدین کے ساتھ اس کے ساس اور سسر کو بھی جان سے مار ڈالا گیا تھا۔ اس لڑکی کو نہ جانے کیسے گاؤں کے لوگ ہسپتال لے کر پہنچے تھے اور اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ وہ جینا ہی نہیں چاہتی تھی۔

اس کی بے ہوشی میں ہی اس کے شوہر، والدین اور ساس سسر کی تدفین کی گئی تھی۔ اس لڑکی کی زندگی بھی کیا زندگی تھی! بیلا کو اس پر بہت ترس آ رہا تھا۔

معصوم سی لڑکی کی کیا حالت ہو گئی تھی! کون تھے نہ جانے وہ ظالم لوگ جنہوں نے اس معصوم کی زندگی پر ترس تک نہ کھایا تھا؟ آج کے زمانے میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں؟ بیلا کو یقین نہیں آیا تھا۔

وہاں موجود سارے ہی ڈاکٹر اس معصوم پر ترس کھا رہے تھے ترس کھانے کے علاوہ وہ لوگ کر ہی کیا سکتے تھے؟ وہ لڑکی نہ تو جینا چاہتی تھی اور نہ ہی وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔ اس کی حالت انتہائی خراب تھی، ایسا لگتا تھا جیسے وہ یوں ہی مر جائے گی۔

ooooooo

مجھے نہیں جانا کہیں بھی؟ ہم کہیں نہیں جائیں گے۔ نہ آپ بھی نہیں جائیں گے "اور میں بھی کہیں نہیں جاؤں گی۔ ہم یہیں قبیلے میں ٹھیک ہیں۔

آج سنڈے تھا وہ صبح اٹھتے ہی اسے بتا رہا تھا کہ ان دونوں کو ہسپتال جانا ہے جب دعام نے فوراً انکار کر دیا۔ اس واقعے کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا لیکن دعام وہ واقعہ بھولی نہیں تھی۔ اس رات جو کچھ ہوا تھا وہ سچ میں گھبراہٹ میں مبتلا کر دینے والا تھا لیکن پھر بھی اسے ہسپتال تو چلنا تھا، اپنا چیک اپ کروانا تھا، ٹریٹمنٹ کروانا تھا، ڈاکٹر نے جو ٹیسٹ لکھ کر دیے تھے وہ سارے ٹیسٹ کروانے تھے۔ وہ ان چیزوں میں بے احتیاطی نہیں کر سکتا تھا۔ دو تین دفعہ ڈاکٹر ہو کر گئی تھی لیکن پھر بھی یہی کہا تھا کہ کچھ ٹیسٹ ہسپتال میں ہی ہونے ہیں۔ اور اگر وہ ٹیسٹ ضروری نہ ہوتے تو یقیناً ڈاکٹر بار بار نہیں کہتی لیکن یہ بات اب اسے دعام کو سمجھانی تھی۔

میرا سوہنا مکھڑا اتم نے سنڈے کا کہا تھا اور اج سنڈے آ چکا ہے

سجن سائیں، اس رات جو کچھ بھی ہوا ضروری نہیں کہ وہ دوبارہ ہو۔ اور ویسے " بھی آج ہمارے ساتھ اور بھی کچھ لوگ جائیں گے۔ میرا مطلب ہے قبیلے کے لوگ بھی مجھے تنہا کہیں نہیں بھیجنا چاہتے تو وہ گارڈ کے طور پر میرے ساتھ ہی آ

رہے ہیں، بالا اور جمرو بھی ساتھ ہیں اور پھر تمہیں ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آج تک سردار دلدار کے دشمنوں نے کبھی سامنے سے وار نہیں کیا، جب بھی وار کیا ہے پیٹھ پیچھے ہی کیا ہے اور منہ کی کھائی ہے۔ اگر اس رات تم میرے ساتھ نہ ہوتی تو یقین مانو میں ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنے والا تھا۔ وہ سب لوگ زندہ بچ گئے ہیں صرف اور صرف تمہاری جان کے صدقے۔ مجھے صرف اور صرف تمہیں حفاظت سے واپس لانا بے حد ضروری تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں ہی پہاڑوں کے چیل کوؤں کو کھلاتا۔ اور یقین کرو اب وہ دوبارہ حملہ کر کے خود اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔ بالکل بے فکر ہو کر میرے ساتھ چلو اور میرے ہوتے ہوئے تو تمہیں ویسے بھی کسی چیز سے ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ سردار اپنی جان پر کھیل سکتا ہے لیکن اپنی جان کو کچھ نہیں ہونے دے سکتا۔" وہ نرمی سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامے بولا تو دعام نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر خاموشی سے ہاں

میں سر ہلا گئی تھی، ہاں وہ دنیا کے کسی انسان پر یقین نہیں کر سکتی تھی سوائے اس کے جو اس کا محافظ تھا، اس کا اپنا تھا۔ وہ جانتی تھی اس کے ہوتے ہوئے دعام کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اسے نقصان پہنچانا تو پھر بہت دور کی بات تھی جب تک اس کے سر پر سردار تھا اسے کسی چیز کا کوئی ڈر نہیں تھا۔

ooooooooo

بیلا سارا کام ختم کرنے کے بعد اب سکون سے لنچ کرنے جا رہی تھی جب سامنے سے آتا آدمی اتنے زور سے اسے ٹکرایا تھا کہ بیلا کو اپنا سر جھنجھناتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے بے ساختہ ہی سامنے کھڑے آدمی کا بازو پکڑ لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی وہ آدمی بھی اسے سہارا دینے کے لیے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال چکا تھا لیکن انداز کا بیلا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس آدمی نے جان بوجھ کر اسے اس طرح سے تھاما ہے۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بھی کہہ پاتی اس کی سیاہ آنکھوں میں نگاہیں جاتے ہی لمحات جیسے رک سے گئے تھے۔ وہ ایک سیکنڈ میں اسے پہچان چکی تھی۔

تم، تم میرا پیچھا کرتے کرتے یہاں تک آ گئے ؟" وہ غصے سے اسے گھور کر کہتی ایک دھکا دے کر اسے پیچھے کرتے ہوئے خود اس سے فاصلے پر جا کھڑی ہوئی تھی۔

میں پیچھا کرتے کرتے یہاں تک آیا ہوں یا تم میرا پیچھا کرتے کرتے یہاں" تک آ گئی ہو؟ یعنی تمہیں پتہ چل گیا کہ میں دوسرے ہسپتال میں کم ہی آتا ہوں اسی لیے تم نے اپنی شفٹنگ اس ہسپتال میں کر لی جہاں میرا ہر دوسرے دن آنا جانا ہوتا ہے؟

اتنی بھی کیا بے قراری! میں تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مجھے جلدی تم سے شادی کرنی ہے تو دیکھو شادی سے پہلے مجھے اس طرح سے ملنا جلنا ٹھیک نہیں لگتا۔ پہلے ہی اپنے ہسپتال میں تم نے اپنا جھنڈا لگا دیا ہے کہ ڈاکو کے ساتھ تمہارا چکر چل رہا ہے،

اب یہاں بھی یہی سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو میں دھوم دھام سے بارات لے کر آؤں گا، عزت سے اپناؤں گا تمہیں، تمہیں ہر گز اس

طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میری جان۔ بیلا صرف اور صرف بالا کی ہے اور مرتے دم تک بالا کی ہی رہے گی، میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔ میرا کبھی کوئی افیئر نہیں رہا، میں پوری طرح سے تمہارا ہوں۔" وہ اسے پوری طرح سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے مزے سے بولا تو بیلا سلگ اٹھی تھی۔ ایک تو اس کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا اسے یہاں دیکھ کر اور اوپر سے اس کی بے فضول قسم کی باتوں نے تو اس کا سر گھوما کر رکھ دیا تھا۔

اوہیلو! زمین پہ آ جاؤ۔ میرے اتنے برے دن نہیں آئے کہ میں تمہارے" ساتھ شادی کے بارے میں سوچوں بھی۔ اور تمہارا دماغ تو میرے بھیا ٹھکانے "...لگائیں گے اب اگر تم نے مجھے تنگ کیا نا تو تم میرے بھیا

کیا کرے گا تمہارا بھیا؟ بلکہ کیا کر لیا ہے اب تک تمہارے بھیا نے؟ بیچارے" کو الٹا لٹکا دیا تھا گاؤں کے چوراہے پر تب کچھ نہیں کر سکا تو آگے کیا کر سکے گا بیچارہ؟ تین سال سے وہ اسے تھانے میں پڑا ہے، ہمارے خلاف تو ایک ثبوت لینے کے لیے اس میں تو کامیاب ہو نہیں سکا اور کیا اکھاڑ لے گا تمہارا بھیا؟ اگر

تمہارے بھیا کا ڈر ہوتا تو اس وقت تمہارے سامنے نہ کھڑا ہوتا۔ اسی لیے بھیا بھیا کرنا چھوڑ کر سیاں سیاں کرنا شروع کر دو جان من کیونکہ سیاں سیاں ہی کام آئے گا زندگی بھر کے لیے۔ اور یہاں ہسپتال میں یقیناً کام کرنے آئی ہو گی تو مجھے تاڑنا بند کر و اور اپنے کام پر فوکس کرو۔ مجھے اپنے قبیلے کے لیے ایک بہت قابل ڈاکٹر چاہیے، بالکل بھی لاپرواہ ڈاکٹر نہیں۔ چلو، جاؤ، شاباش اپنا کام کرو، کسی طرح کی کمی نہیں رہنی چاہیے کام میں۔" وہ اس کا گال سہلاتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا جیسے یہاں آیا ہی صرف اسے ہدایت دینے کے لیے تھا جبکہ وہ تو حیران رہ گئی تھی وہ اس کا پیچھا چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ مطلب وہ یہاں اس ہسپتال میں بھی روز آتا تھا اور وہ جانتی تھی کہ اس ہسپتال میں اس کی ریپوٹیشن بھی بہت ہی اچھی بنی ہوئی ہے نہ کہ دوسرے ہسپتالوں کی طرح۔ وہ وہاں ایک عام ڈاکو ہے بلکہ یہاں کے لیے وہ کسی مسیحا سے کم نہیں تھا۔

○○○○○○○○

اس کے سارے چیک اپ کر دیے گئے تھے، یہ بات تو وہ پہلے ہی جان چکی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے باقی ڈاکٹر نے بھی اس بات کو کنفرم کر دیا تھا۔ ساری رپورٹس بھی فوراً ہی انہیں ریسیو ہو چکی تھیں جبکہ اپنے بچے کی خوشی میں وہ دونوں ہی بہت زیادہ خوش تھے۔ انہیں ہر طرح سے اطمینان دلایا گیا تھا کہ ان کا بچہ بالکل ٹھیک ہے، صحت مند ہے اور آنے والے وقت میں اگر دعا م اپنا بہت سارا خیال رکھے تو وہ ایک ہیلدی بچے کو پیدا کر سکتی ہے۔

ڈاکٹر، میرا بیٹا ہو گا یا بیٹی؟"ڈاکٹر اس کا پورا چیک اپ کرنے کے بعد اسے باہر" لا رہی تھی جب اس نے اچانک سوال کیا تو ڈاکٹر مسکرا دی۔

ابھی اس کے لیے آپ کو تھوڑا سا وقت لگے گا، اتنا جلدی آپ کو اس سوال کا" جواب نہیں مل سکتا۔ ابھی آپ کو دو سے تین مہینے تک کا انتظار کرنا ہو گا لیکن اگر آپ چاہتی ہیں کہ یہ بات ایک راز ہی رہے تو آپ کو نو مہینے کا انتظار کرنا ہو گا۔ اور یقین جانیں، یہاں زیادہ تر لوگ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے پتہ لگا لیتے ہیں کہ وہ بیٹے کے والدین بننے والے ہیں یا بیٹی کے لیکن اصل خوشی میں نے

انہی کے چہرے پر دیکھی ہے جو یہ خوشی اسی وقت پاتے ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے،

اس وقت ان کی خوشی کی الگ ہی انتہا ہوتی ہے، ان کے چہرے کی مسکراہٹ بہت اصلی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اگر آپ میری مانیں تو آپ اپنا چیک اپ مت کروایئے گا۔ اگر آپ سچی خوشی محسوس کرنا چاہتے ہیں تو نو مہینے کے بعد اپنے بچے کو اپنے ہاتھ میں لے کر مسرور ہویئے گا۔" ڈاکٹر اسے باہر لاتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ ڈاکٹر کی باتیں اسے بہت اچھی لگ رہی تھیں، ٹھیک ہی تو کہتی تھی۔ اصل خوشی تو تب ملتی تھی جب وہ تحفہ اچانک ان کی زندگی میں آئے، وہ بیٹی ہو یا بیٹا، کیا فرق پڑتا تھا؟ وہ ان کی اولاد تھی، ان کے لیے خاص تھی۔

"ہاں ڈاکٹر، آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں بھی تب ہی جانوں گی جب وہ دنیا میں آجائے گا، نہ پہلے نہ بعد میں۔" وہ مسکرا کر بولی، ڈاکٹر نے نرمی سے اس کے گال تھپتھپائے تھے۔

بہت اچھی بچی ہو تم، بس اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔ شکل سے کافی شرارتی سی لگتی ہو تم۔" ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے بولی تو دعام نے ایک نظر اسے گھورا تھا کہ یہ بھی اسے لاپرواہ تو نہیں کہنے والی تھی اسی ڈاکٹر کی طرح جو گھر پر آکر اسے چیک کر رہی تھی۔

میں لاپرواہ نہیں ہوں، میں بہت اچھی مما بنوں گی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو کرسی پہ بیٹھے سردار نے ذرا سا پہلو بدلا تھا۔

یقیناً میرا بچہ تم بہت اچھی ماما بنو گی، تم ہرگز لاپرواہ نہیں ہو، بس تھوڑی سی شرارتی ہو۔ کیوں سردار بیٹے، ٹھیک کہہ رہی ہوں میں؟" وہ فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی تو سردار نے کندھے اچکائے تھے، اس کے چہرے پر پوری طرح سے پردہ تھا یعنی کہ وہ یہاں کے سارے لوگوں کو اپنا چہرہ نہیں دکھاتا تھا۔ ہاں لیکن دعام اتنا جان چکی تھی کہ یہاں کے زیادہ تر لوگ اسے بہت اچھے طریقے سے جانتے تھے۔

"بہت شکریہ ڈاکٹر، ہم ان شاء اللہ پھر سے آئیں گے کچھ دنوں میں اس کا چیک اپ کروانے کے لیے۔فی الحال ہم نکلتے ہیں۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تو ڈاکٹر خود اسے باہر تک چھوڑنے کے لیے آئی تھی۔

ооооооо

"ارے بھیا، آپ یہاں؟" ریان کو ہسپتال میں دیکھ کر بیلا ایکسائٹڈ ہو کر اس کے پاس آئی تھی، اسے ہرگز نہیں لگا تھا کہ ریان یہاں آتا جاتا ہو گا۔اور نہ ہی پچھلے چار دنوں میں اس نے اسے یہاں دیکھا تھا۔"ہاں، بیلا، تمہارے یہاں ہسپتال میں ایک لڑکی داخل ہے نہ، فرح نام کی، بس اسی کے بارے میں جاننے آیا ہوں، اب کیسی حالت ہے اس کی۔" وہ اندر آتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا تو فرح کے نام پر بیلا اداس ہی ہو گئی تھی۔

"بہت بری حالت ہے بھائی، نہ پوچھیں۔وہ خود کو ختم کر لینا چاہتی ہے۔اس کے اندر جینے کی ایک ذرا سی خواہش بھی نہیں ہے۔ایسی در ندگی سے لوٹا گیا ہے

اسے کہ وہ مر جانا چاہتی ہے۔ یقین کریں اس کی حالت دیکھ کر رونا آتا ہے۔" وہ جذباتی ہونے لگی توریان نے اسے تھام کر اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"یہ زندگی کا حصہ ہے بیلا، ہمیں ان سب چیزوں میں اپنے جذبات کو بہت پیچھے رکھنا پڑتا ہے۔ میں جانتا ہوں اس لڑکی کی حالت بہت خراب ہے، اس لڑکی کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے، اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا پورا خاندان مٹا دیا گیا۔ مجھے نہیں لگا تھا یہ ڈاکو اتنے گر جائیں گے چوری کر کے بھاگ جاتے، لیکن نہیں

پہلے ہی وہ سارے زیورات کے علاوہ پوری بارات لوٹ چکے تھے، لے کر بھاگ جاتے ان لوگوں کو مارنے کی کیا ضرورت تھی؟ ایک معصوم لڑکی کی عزت کے ساتھ کھیل کر انہیں کیا مل گیا؟

اللہ ایسے لوگوں کو ان کے انجام تک پہنچائے، یہ لوگ اس دنیا میں جینے کے قابل نہیں ہیں۔ میں ڈکیت قبیلے کے ڈاکوؤں کو اتنا غلط ہر گز نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ وہ صرف ڈکیتیاں کرتے ہیں لیکن وہ اتنا گر سکتے ہیں، یہ کبھی

میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا۔مجھے کبھی نہیں لگا تھا کہ ڈاکو دلدار کے قبیلے کے لوگ ایسے ہو جائیں گے، قتل وغارت ان کے لیے عام بات تھی لیکن زنا، زیادتی، یہ کوئی عام بات نہیں ہے۔اب تک یقین نہیں آ رہا کہ ڈکیت قبیلے کے لوگوں نے ایک معصوم لڑکی کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے اس کے پورے خاندان کا قتل کیا اور پھر پوری بارات کو لوٹ کر چلے گئے۔"

وہ پریشانی سے اسے بتا رہا تھا جبکہ بیلا اس کی ایک ایک بات سنتی حیران ہو رہی تھی۔

"آج صبح ہسپتال میں ایک بہت بڑی رقم جمع کروائی گئی تھی ڈکیتوں کی طرف سے جو ان غریب بچوں کے علاج کے لیے تھی تو کیا وہ رقم اس طرح سے حاصل کی گئی تھی؟" اسے یقین نہیں آیا تھا یہ لوگ اتنے گھٹیا اور اتنے گرے ہوئے ہیں کہ کسی کی بہن بیٹی کی عزت برباد کر کے وہ کسی دوسرے کی بہن بیٹی کی زندگی بچانے جا رہے تھے۔اور ایسے تباہی مچانے والے لوگ خود کو مسیحا کہتے تھے۔اس ہسپتال میں ان کی کتنی عزت تھی! اس نے کئی دفعہ بڑے بڑے

سینیئرز کے منہ سے ڈاکوؤں کے لیے تعریف سنی تھی۔ سننے میں تو اسے اچھا لگا تھا کہ وہ لوگ غلط کام کرتے ہیں لیکن غلط کام کے لیے نہیں بلکہ اچھے کاموں کے لیے لیکن اب اسے جان کر افسوس ہو رہا تھا کہ وہ غلط کام کرتے ہیں صرف اپنے غلط کاموں کو چھپانے کے لیے۔ اسے ایک لمحے کے لیے نفرت محسوس ہونے لگی تھی ان سب لوگوں سے، خاص کر اس آدمی سے جو تھوڑی دیر پہلے اس کی آنکھوں کے سامنے تھا باقی تو کوئی اسے یاد ہی نہیں تھا۔ اس نے اپنے بے حد قریب بالا کو دیکھا تھا اور یہ سب کچھ جان کر اسے بالا سے انتہائی نفرت محسوس ہو رہی تھی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے سامنے ہو اور وہ لمحے میں اسے شوٹ کر کے ختم کر دے۔

○○○○○○○○

ماشاءاللہ! آپ کو ہوش میں دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔ کیسی طبیعت ہے آپ" کی؟ کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟" بیلا ریان کے ساتھ ہی کمرے کے اندر

داخل ہوتے ہوئے سامنے موجود اس لڑکی کو دیکھنے لگی تھی جس نے انہیں دیکھتے ہی نگاہیں پھیر لی تھیں۔

کیسی ہو گی وہ لڑکی جس کے سامنے اس کے ماں باپ کو قتل کر دیا جائے، جس" کے شوہر کو اس کے سامنے موت کی نیند سلا دیا جائے؟

جس کے وہ رشتے جو ابھی ٹھیک سے سمجھ میں بھی نہ آئے تھے، اس کے سامنے ختم ہو گئے؟ ایک عورت کے پاس کیا ہوتا ہے سوائے اس کی عزت کے؟ اگر اس کی عزت ہی لٹ جائے تو وہ کیسی ہو گی؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے عجیب سے انداز میں بولی تو بیلا اپنے ہی سوال پر تھوڑی شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

گھبراؤ مت میری بہن! ان شاء اللہ تمہیں انصاف ملے گا۔ تمہارے ساتھ جو" ہوا ہے وہ سچ میں ظلم کی انتہا تھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ اس انتہا تک جا سکتے ہیں، اتنا گر سکتے ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ ان سب چیزوں کے بارے میں سردار کو پتہ ہو گا کیونکہ سردار دلدار اس طرح کا نا انصاف انسان ہرگز نہیں ہے۔ میں خود نہیں جانتا تمہارے ساتھ ظلم کی یہ انتہا ہوئی تو ہوئی

کیسے؟میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ سردار دلدار ان سب چیزوں سے بے

خبر ہے!"

اس کا دل اس بات کو ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ سردار دلدار کے ہوتے ہوئے

اس طرح کا کچھ ہو سکتا ہے،اس کے قبیلے کے لوگ ایسا قدم اٹھا سکتے ہیں۔

لیکن اس لڑکی کی حالت بھی تو اس کے سامنے ہی تھی جو نفرت سے اسے دیکھ

رہی تھی۔

"میری حالت دیکھو انسپیکٹر!اس آدمی نے مجھے نوچا ہے،وہ ان کا سردار ہی تھا

جو مجھے برباد کر کے چلا گیا!کیا تمہیں نظر نہیں آرہا میرا لٹا ہوا وجود؟

کیا تمہیں نظر نہیں آرہا میری بے آبرو لاش؟میرے ساتھ جو بھی ہوا ہے،ان

کے سردار نے کیا ہے،ان کا ڈاکو سردار میرا گنہگار ہے۔

اس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے،میرے شوہر کا قتل کیا ہے،میرے ماں

باپ کا،میرے ساس سسر کو میری آنکھوں کے سامنے مار ڈالا۔وہ انسان

نہیں، حیوان ہے، حیوان! اور تم میرے سامنے اس کی وکالت کرنے آئے ہو!" وہ غصے سے چلا اٹھی تھی جب کہ سردار ڈاکو کا نام سن کر ریان خود حیران رہ گیا تھا۔

یقین کرنا مشکل تھا لیکن لڑکی کی حالت بھی تو اس کے سامنے تھی، وہ کیا کہتا اس سے کہ وہ اس سے زیادہ ایک ڈاکو پر یقین کر رہا ہے۔

مجھے معاف کرنا بہن، شاید میں ہی غلط تھا۔" وہ سر جھکا گیا تھا جبکہ بیلا نے اپنے" بھائی کی شرمندگی دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

آپ کے ساتھ انصاف ہو گا ان شاء اللہ۔ اللہ آپ کے مجرموں کو عبرتناک" موت دے گا۔ جو سلوک آپ کے ساتھ ہوا ہے، اس کا ہرجانہ وہ لوگ بھریں گے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میرا بھائی آپ کو انصاف دلائے گا۔" وہ آہستہ سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تو وہ لڑکی اچانک سے سسکتے ہوئے اس کے ساتھ لگ گئی تھی اور پھر خود ہارتے ہوئے پھوٹ پھوٹ رونے

لگی۔ریان سے زیادہ دیر وہاں نہ رکا گیاتو اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے نکلتا باہر آگیا

تھا۔

○○○○○○○

"سردار، وہ سینیئر ڈاکٹرز تم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں بچیوں کے

حوالے سے۔ذرا ایک منٹ اندر کمرے میں آؤ تم۔"سب ڈاکٹرز ادھر ہی ہیں،

بالا اس کے پاس آتے ہوئے کہنے لگا تھا جبکہ وہ جو دعام کو لے کر باہر کی طرف

نکل رہا تھا، ہاں میں سر ہلا گیا۔

"سجن سائیں، تم یہیں بیٹھو، یہاں سے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔میں

بس تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔ڈاکٹر کی بات سن کر کہ وہ کیا کہہ رہے

ہیں، ہو سکتا ہے بچیوں کے بارے میں کوئی ضروری بات کرنی ہو۔"وہ نرمی

سے اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگا تھا جس پر دعام نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں ہاں ڈاکو جی ضرور آپ جائیں، میں یہیں پر بیٹھتی ہوں، آپ تب تک ہو کر

آجائیں گے۔جمرو بھیا یہیں میرے ساتھ ہیں۔"وہ وہیں ڈیسک پر بیٹھتے ہوئے

بولی تو سردار جمرو کو ہدایت دیتا ڈاکٹر کے بلانے پر وہاں اندر چلا گیا تھا جہاں سارے ڈاکٹرز بیٹھے کوئی میٹنگ کر رہے تھے۔ یقیناً ان بچوں کے حوالے سے کوئی بہت ہی اہم بات کرنی تھی۔ بالا بھی اس کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔

○○○○○○

تم پانی پیو گی دعام؟" جمرو اس کے قریب جھک کر پوچھنے لگا تو اس نے فوراً ہاں" میں سر ہلایا تھا۔

ہاں جمرو بھیا، مجھے بہت پیاس لگی ہوئی ہے، میں بس ڈاکو جی کو بھی کہنے ہی والی" تھی۔ مجھے تو وہاں اندر بیٹھے بیٹھے ہی پیاس لگنے لگی تھی لیکن یہاں پانی کہاں ہو گا؟" وہ گردن آگے پیچھے گھماتی سامنے تھوڑے فاصلے پر لگے کولر کو دیکھ چکی تھی۔

ارے! وہاں ہے پانی، میں لے کر آتا ہوں، تم یہیں بیٹھو، بس ابھی آیا۔" وہ" کہتے ہوئے پانی کے کولر کی طرف بڑھ گیا تھا جبکہ دعام کا سارا دھیان اسی طرف

ہی تھا۔ وہ وہیں پر رک کر پانی بھرنے لگا تو اس نے بے ساختہ نگاہ سامنے کمرے سے نکلتے وردی والے پر ڈالی تھی اور پھر اگلے ہی لمحے اسے پہچان گئی تھی۔

لیکن اس کا ارادہ ہر گز اس سے مخاطب ہونے کا نہیں تھا اسی لیے فوراً اٹھتے ہوئے اس طرف جانے لگی جس طرف جمرو گیا ہوا تھا لیکن وہ بھی اسے دیکھتا تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگا۔

○○○○○○

بھاگ کیوں رہی ہو دعام؟ ایک منٹ رکو تو سہی، کم سے کم مجھے خود سے بات " کرنے کا موقع تو دو۔ فکر مت کرو، تمہارے شوہر کے خلاف تمہیں بھڑکانے والا نہیں ہوں اور نہ ہی تمہارے شوہر کے خلاف کوئی بات کروں گا۔ میں کون ہوتا ہوں اس کے بارے میں بات کرنے والا اور کون سا تم مجھ پر یقین کرتی ہو؟ لیکن آج یہاں ایک ایسا انسان بھی ہے جس پر شاید تم یقین کرو گی۔" وہ اچانک کہتے ہوئے زبردستی اس کا ہاتھ تھامتا اسے اندر کمرے کی طرف گھسیٹنے لگا تھا جبکہ دعام تو حیران رہ گئی تھی اس کی جرات پر۔

چھوڑیں مجھے! آپ کی ہمت کیسے ہوئی میرا ہاتھ پکڑنے کی؟ جمرو بھیا!" اس" نے اونچی آواز میں کہتے ہوئے جمرو کو آواز دی تھی جو کہ پانی کا گلاس وہیں پھینکتا تیزی سے اس طرف آیا تھا لیکن ریان نے پرواہ کیے بغیر اسے یوں ہی گھسیٹتے سامنے اسی کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے جس سے وہ ابھی نکلا تھا۔

○○○○○○

میری ہمت کو تم بعد میں دیکھ لینا، پہلے اپنے شوہر کی ہمت کو تو داد دو۔ دیکھو" کس طرح برباد کیا ہے اس نے ایک معصوم لڑکی کو۔" اور اسے اندر کی طرف کھینچتے ہوئے سامنے کی طرف دھکیل چکا تھا جہاں وہ لڑکی بری طرح سے روتے ہوئے ریان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

یہ لو، بہن، یہ ہے تمہارے مجرم کی بیوی، تمہارے ڈاکو سردار کی بیوی ہے یہ" جس نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے، جس نے تمہارے سہاگ کو مٹایا ہے، جس نے تمہیں یوں بے یارو مددگار چھوڑا ہے۔ اس کی بیوی ہے یہ لڑکی جو اپنے شوہر پر بہت یقین کرتی ہے،

اسے لگتا ہے کہ اس کا شوہر اس دنیا کا سب سے نیک انسان ہے جو کوئی غلط کام نہیں کرتا۔ یہ ہے تمہاری مجرم!" ریان نے شاید اپنا غصہ کسی اور ہی طریقے سے نکالنے کا فیصلہ کیا تھا جبکہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی لڑکی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جب کہ اس کی حالت دیکھتے ہوئے دعام کے ہاتھ سے فائل چھوٹ کر زمین پر گرتے ہوئے اگلے ہی لمحے بکھر گئی تھی جبکہ اپنے پاؤں کے قریب گرے پیپر پر بیلا پریگننسی پیپرز دیکھ چکی تھی۔

"اللہ تمہیں برباد کرے! اللہ تمہیں غرق کرے! تمہارے شوہر نے مجھے برباد کیا، اللہ اسے غرق کرے! اس نے میری عزت لوٹی، مجھے بے آبرو کیا، اللہ اس کی بیٹی کو وہ دن دکھائے! جس طرح اس نے میرا خاندان، میری نسل، سب کچھ مٹا دیا، اس کا خاندان تباہ ہو جائے، اس کی نسل پیدا ہونے سے پہلے مر جائے۔ جس طرح آج میں لٹ کر، بے آبرو ہو کر در در بھٹک رہی ہوں، اللہ تمہاری بیٹی کو وہ دن دکھائے۔" وہ دعام کو دیکھتے ہی اونچی اونچی آواز میں بددعائیں دینے لگی تھی کیونکہ دعام کا تو دماغ گھوم کر رہ گیا تھا، یہ سب کیا ہو رہا

تھا وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ سامنے بیڈ پر موجود لڑکی اپنی عزت گنوا چکی تھی، وہ سمجھ چکی تھی لیکن وہ اس سب میں اسے کیوں گھسیٹ رہی تھی؟ اس کی ہونے والی اولاد کو کیوں بد دعائیں دے رہی تھی؟ اس کے شوہر کی موت کی دعائیں کیوں مانگ رہی تھی؟

"تمہارے شوہر نے میری زندگی برباد کی! ارے، ابھی سہاگن بنے مجھے چند لمحے نہیں ہوئے تھے کہ اس نے مجھے بیوہ کر دیا۔ تم بھی سکون کا سانس نہیں لو گی، تم بھی وہ دن دیکھو گی، اللہ تمہارے سہاگ کو بھی تمہارے سر سے اٹھائے گا پھر تمہیں پتہ چلے گا ایک لڑکی کا دکھ۔ میری آنکھوں کے سامنے اس نے میرے ماں باپ کو مار ڈالا، اللہ تمہیں وہ دن دکھائے گا، تمہاری اولاد کو وہ دن دکھائے گا، سکون کا سانس نہیں لو گی تم!" فرح بولے جا رہی تھی جبکہ بولتے ہوئے اس کی زبان ساتھ چھوڑ گئی اس کی سانس رک رہی تھی

"چپ کرو! خدا کے لیے چپ کرو! کیا بول رہی ہو تم؟ کیا دماغ خراب ہے؟ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا؟" دعا م کانوں پہ ہاتھ رکھتی چیخ اٹھی تھی، اس لڑکی کی

دردناک آہیں اسے چیخنے چلانے پر مجبور کر گئی تھیں، اسے خوف آرہا تھا اس کی بد دعاؤں سے۔

کیوں چپ کروں میں؟ کیوں چپ کروں؟ کیا تمہارے شوہر کو ترس آیا تھا" مجھ پر؟ میرے باپ پر؟ میرے شوہر پر؟ میرے خاندان پر؟ سب کو برباد کیا اس نے! اس نے میرے ہی آنگن کے بیچ و بیچ مجھے ننگا کیا۔ اگر میں نے اپنی زندگی اپنی آنکھوں سے برباد ہوتے دیکھی ہے تو سکون تمہیں بھی نہیں آئے گا۔ مرے گی تمہاری اولاد بھی! تمہاری بیٹی پر یہی دن آئے گا! لٹے گی تمہاری بیٹی بھی۔

اپنی سانسوں کے لیے تڑپو گی تم!" وہ کہتے ہوئے اونچی اونچی سانسیں لینے لگی تھی، اس کی سانس اتنی زیادہ پھول چکی تھی کہ وہ بات تک نہیں کر پا رہی تھی لیکن ٹوٹتی ہوئی سانسوں کے بیچ بھی وہ دلدار کو بددعائیں دے رہی تھی۔ وہ سردار کے لیے انتہائی حقارت آمیز الفاظ استعمال کر رہی تھی، اس کی ہر سانس میں سردار کے لیے بے تحاشہ نفرت تھی۔

جبکہ اس کی بد دعاؤں سے دعام کا پورا وجود کانپنے لگا تھا۔ جمرو جو اس کے پاس پہنچتے ہوئے اسے باہر لانے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے اچانک گرتے وجود کو سنبھال نہ سکا۔ وہ اگلے ہی لمحے زمین بوس ہوئی تھی۔

ooooooo

"سردار! سردار! دعام بے ہوش ہو گئی ہے!" جمرو تیزی سے بھاگتے ہوئے باہر آتا وہاں اس کمرے کا دروازہ بجانے لگا تھا جہاں اندر میٹنگ ہو رہی تھی۔

سردار اگلے لمحے بجلی کی تیزی سے باہر نکلا تھا جب کہ پورا ہسپتال کا عملہ ہی اس کی بیوی کا علاج کرنے کو تیار تھا۔

ریان اکرم کو کمرے میں دیکھ کر اس نے کسی طرح کا ردعمل نہیں دیا تھا جبکہ بیلا اب اس مریض کو دیکھ رہی تھی جو خود بھی بے ہوش ہو چکی تھی۔

"ان کا نروس بریک ڈاؤن ہو چکا ہے، ان کی جان جا سکتی ہے!" بیلا نے چلاتے ہوئے وہاں موجود ڈاکٹر کو بتانا چاہا تھا لیکن ان سب کا ہی دھیان دعام کی طرف چلا گیا تھا، ان سب کے لیے شاید دعام زیادہ ضروری تھی جبکہ بیلا ان کی غیر

ذمہ داری کو نظر انداز کرتے ہوئے تیزی سے اس لڑکی کا علاج کرنے لگی تھی۔

دعام کو وہاں سے بھیجتے ہوئے سارے ڈاکٹر اب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔اس کی حالت دعام سے کہیں زیادہ خراب تھی۔

آپ باہر چلے جائیں۔"ڈاکٹر نے اکرم سے کہا تھا جو ہاں میں سر ہلاتا وہیں سے " باہر نکل گیا تھا۔ دعام کا بے ہوش ہونا اسے پریشان کر گیا تھا۔اسے دعام کو اس طرح کھینچ کر اندر نہیں لانا چاہیے تھا شاید وہ یہاں اپنے بچے کی خوشخبری لینے آئی تھی کیونکہ پیپر پر موجود دعام کا نام وہ بھی پڑھ چکا تھا۔

وہ فائل اب اسی کے پاس تھی جو دعام کے ہاتھ سے گری تھی۔وہ اس کی پریگننسی رپورٹ کو چیک کر چکا تھا لیکن یہ بھی بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی کہ سردار کسی کی بیٹی کو برباد کر کے خود باپ بننے جا رہا تھا۔

وہ اب تک یقین نہیں کر پایا تھا لیکن وہ لڑکی جھوٹ تو نہیں بول سکتی تھی اور اس وقت اس کی حالت موت سے بدتر تھی۔وہ موت کے اتنے قریب تھی کہ

حد نہیں۔ کیا مرتا ہوا انسان اس طرح کا جھوٹ بول سکتا تھا؟ ہر گز نہیں! اس کے ساتھ ہوا ظلم یقیناً سر دار نے ہی کیا تھا۔ شاید ان لوگوں کے سامنے وہ جو بنا ہوا تھا وہ غلط تھا، جھوٹ تھا۔ اصل میں سر دار ایسا ہی تھا جیسے سارے سر دار ہوتے ہیں، اس میں اور کسی عام ڈکیت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ غلط سمجھ رہا تھا، وہ آج تک سر دار کو حق پر سمجھتا رہا تھا، وردی میں ہونے کے باوجود بھی وہ اس کی دلیری کی داد دیتا تھا، اس کے انصاف پسند انداز کا وہ فین تھا لیکن اس کی اس شخصیت کے پیچھے اتنا گھٹیا روپ چھپا ہے یہ وہ نہیں جانتا تھا۔ اسے اس لڑکی سے تو ہمدردی تھی ہی لیکن اسے دعام سے بھی ہمدردی ہو رہی تھی کہ وہ اس شخص کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ اس شخص کو باپ بننے کا حق نہ تھا جو دوسروں کی بیٹیاں برباد کر رہا تھا۔ اس لڑکی کی زندگی کیا تھی؟ وہ بہت اچھے طریقے سے سمجھ رہا تھا، تباہ کر دیا گیا تھا اس لڑکی کو اور تباہ کرنے والا اور کوئی نہیں بلکہ ڈکیت قبیلے کا سر دار تھا۔

○○○○○○○

دعام کی حالت بہت خراب تھی، ڈاکٹر مسلسل اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کی پریگننسی بالکل سٹارٹ پر تھی، وہ اسے کسی طرح کی کوئی سخت دوائی نہیں دے سکتے تھے جس کی وجہ سے ان کی پریشانی بڑھ رہی تھی جبکہ باہر سردار کی حالت خراب ہو رہی تھی، وہ ایک لمحے کو اسے اکیلے چھوڑنے کو تیار نہ تھا،

جبکہ سننے میں آیا تھا کہ دوسری طرف موجود وہ لڑکی دم توڑ چکی تھی، اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اور دماغ کی نس پھٹ چکی تھی۔

وہ لڑکی کون تھی، اس کا کیا مسئلہ تھا، سردار بالکل کچھ بھی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اسے کوئی ہوش تھا۔ ہاں لیکن اس کی موت پر اس نے بس ایک نظر اس دروازے کو دیکھا تھا جس میں سے اس کی لاش کو نکالا جا رہا تھا۔

ooooooo

بیلا بچے، کیا ہو گیا ہے، اس طرح سے مت رو۔ میں جانتا ہوں یہ چیز سچ میں "
بہت تکلیف دہ تھی لیکن شاید اس لڑکی کے نصیب میں اتنی ہی زندگی لکھی

تھی۔"ریان اس کے ساتھ باہر آتے ہوئے کہنے لگا تھا جب کہ بیلا جذباتی نہیں تھی اور نہ ہی وہ اس طرح کے کیسز کو زیادہ سر پر لیتی تھی، ہاں لیکن اس لڑکی کا اس طرح روتے تڑپتے اپنے ہاتھوں میں دم نکلتے دیکھ وہ جذباتی ہو گئی تھی۔ وہ اس کے لیے انصاف چاہتی تھی، اس کے ساتھ ظلم کی انتہا کی گئی تھی۔

"بھائی، اس کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے، بہت غلط! آپ پولیس والے ہیں، تو ایسے لوگوں کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیتے ہیں آپ؟ اس کے ساتھ ظلم کی انتہا ہوئی، اس کے ساتھ زیادتی کی گئی، اس کے سامنے اس کا خاندان مٹا دیا گیا، آپ لوگ کیوں نہیں کوئی ایکشن لے رہے ہیں؟" وہ اچانک ہی اس کی طرف مڑی تھی جبکہ دھیان سے سردار پر گیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں اپنی بیوی اور بچے کی پرواہ تھی۔ وہ ریان کو وہیں پر چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتی اس تک آتے ہوئے اس کے سامنے آچکی تھی۔

ooooooo

خود غرض انسان! تمہیں پتہ ہے آج وہ لڑکی تمہاری وجہ سے مر گئی؟ اس کی" وہ حالت تمہاری وجہ سے تھی! تمہیں شرم نہیں آئی ایک معصوم کے ساتھ ظلم کی انتہا کر دی تم نے؟ اس پر درندگی اتار کر اب یہاں اپنی بیوی اور بچے کے لیے رو رہے ہو؟ ارے، شرم سے ڈوب مرنا چاہیے تمہیں! مجھے سمجھ میں نہیں آتا تمہارے جیسے لوگوں کو اللہ زندگی کیوں دیتا ہے؟ تم لوگوں کا مر جانا ہی بہتر ہے! تمہارے جیسے انسان صرف معاشرے کو گندا کرتے ہیں اور کچھ نہیں!" وہ چیختے ہوئے سردار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہی تھی۔

لڑکی زبان سنبھال کر بات کرو!" جمرو آگے آتے ہوئے اس کے پاس آنے لگا" تھا جب سردار نے ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اسے پیچھے کیا۔

تمہاری بہت عزت کرتے ہیں ہم ڈاکٹر بیلا اکرم! اسی لیے بہتر ہو گا کہ ہمارے" معاملات میں مداخلت مت کرو ورنہ لحاظ نہیں کریں گے ہم۔" اس نے "ہم" لفظ پر زیادہ زور دیا تھا جس کی وجہ بہت واضح تھی، وہ صرف اپنے بارے میں نہیں بلکہ اپنے ساتھ کھڑے بالا کے بارے میں بھی بات کر رہا تھا۔

سردار، تم چھوڑو اسے، میں دیکھ لوں گا۔ڈاکٹر بیلا، مہربانی کریں، اس وقت "
ہمیں آپ کی نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہے۔" بالا غصے سے غرایا تھا۔

جب ڈاکٹر کمرے سے باہر نکلا۔

شکر اللہ پاک کا، ان کی حالت میں تھوڑی بہتری آئی ہے سردار جی لیکن پھر "
بھی ان کے ذہن پر بہت برا اثر پڑا ہے۔ بلکہ بہت برا، ان کا پورا دماغی نظام ہل
گیا ہے۔ یقین کریں اگر وہ بے ہوش نہ ہوتی تو نروس بریک ڈاؤن ہونے کے
چانسز تھے۔ ان کے بے ہوش ہوتے ہی ان کا دماغ کام کرنا چھوڑ چکا تھا ورنہ
یقین مانیں، ان کی موت دروازے پر کھڑی تھی جس طرح اس دوسری لڑکی
"کی موت ہوئی ہے۔

بکواس بند کرو! اب اگر تم نے اس لفظ کو دوبارہ استعمال کیا تو میں یہیں کھڑے "
کھڑے اس لفظ کا مطلب تمہیں سمجھا دوں گا۔" وہ غصے سے غرایا تو ڈاکٹر کو
جیسے اپنی بات کی سنگینی کا احساس ہوا تھا جبکہ ڈاکٹر بیلا اس کے انداز پر طنزیہ
مسکرائی تھی۔

ہاں ڈاکٹر اکبر، آپ موت کا نام مت لیجیے اس وحشی کے سامنے کیونکہ موت" کا مزہ یہ لوگوں کو چکھاتا ہے خود کبھی نہیں چکھتا۔ اگر خود چکھا ہوتا تو اس طرح سینہ تان کر نہیں کھڑا ہوتا، اتنا کچھ کر کے بھی اس کی آنکھوں میں ذرا شرم نہیں ہے۔" بیلا پھر سے اسی انداز میں بولی تو سردار نے غصے سے اسے گھورا تھا لیکن اس کی وحشی آنکھیں بھی بیلا کو ڈرانے میں کامیاب نہ ہو سکی تھیں۔

کیا ہوا؟ وحشی کو وحشی کہا تو وحشی تڑپ اٹھا؟ یا وحشی کی وحشت جاگ اٹھی؟" تم جانتے ہو وہ لڑکی جو اس کمرے میں تھی موت کے گھاٹ اتر چکی ہے، مر چکی ہے، وہ دنیا سے دور چلی گئی ہے لیکن جاتے جاتے اپنا درد، اپنی تکلیف تمہاری بیوی کے سامنے بیان کر کے گئی ہے۔ یقیناً تمہاری بیوی وہی تکلیف سہہ رہی ہے جو اس لڑکی نے سہی ہے، ہو سکتا ہے تمہاری بیوی مر..." وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ سردار کا ہاتھ اچانک اس کی گردن پر پوری شدت سے دب گیا۔ جہاں بیلا کی چیخ بلند ہوئی تھی وہیں ریان نے غصے سے اس کو دھکا مارنے کی کوشش کی

تھی لیکن سر دار کا ہاتھ ڈھیلا نہ پڑا۔ بیلا کی آنکھیں باہر کو ابل پڑی تھیں جبکہ بالا کی سانس جیسے سینے میں اٹک گئی تھی۔

کچھ نہیں ہو گا میری دعام کو! کچھ بھی نہیں! میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے حصے کی موت بھی ڈاکو سر دار دلدار یلغار کو آئے گی۔" وہ شدت سے اس کے گلے کو دباتا ایک جھٹکے میں اسے پیچھے پھینک چکا تھا۔

تمہیں زندہ چھوڑ رہا ہوں اپنے بالا کے صدقے، ورنہ تمہارے زہر آلود الفاظ کی سزا صرف موت ہے۔" وہ ایک نظر بالا کو دیکھتے ہوئے تیزی سے کمرے کی طرف قدم بڑھا گیا تھا جبکہ بالا بھی غصے سے اسے دیکھتا سر دار کے پیچھے ہی اندر گیا تھا لیکن ریان نے بیلا کو تھامتے ہوئے اپنے ساتھ لگایا تھا جو بری طرح سے کھانس رہی تھی، اگر ایک سیکنڈ بھی وہ اس کی گردن کو یوں ہی پکڑے لگتا تو یقیناً وہ مر چکی ہوتی۔ اسے اپنی گردن پر بے تحاشہ تکلیف اور جلن محسوس ہو رہی تھی جس انداز میں اس نے اس کے گلے کو دبایا تھا، اس کو سانس لینے میں بھی دشواری ہو رہی تھی۔

"سجن سائیں! آنکھیں کھولو!" وہ اس کے پاس آتا اسے نرمی سے جگانے کی کوشش کرنے لگا تھا جبکہ وہ آنکھیں نہیں کھول رہی تھی۔ اس نے دو تین دفعہ اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا، اس کے چہرے کو تھاما لیکن وہ اب بھی بے ہوش تھی۔

"انہیں سکون کا انجیکشن لگایا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ نیند میں ہیں۔ وہ بہتر ہیں بلکہ ٹھیک ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو انہیں گھر لے کر جا سکتے ہیں۔ ورنہ اگر چاہیں تو شام تک انہیں یہیں ہسپتال میں ہی رکھیں۔" ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا، وہ ہرگز دعام کو یہاں رکھنے کو تیار نہ تھا۔ ڈاکٹر بیلا کی موجودگی میں تو ہرگز نہیں۔ ڈاکٹر بیلا اسے کبھی جذباتی یا اس طرح بددماغ قسم کی ڈاکٹر محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسے کافی پروفیشنل سمجھتا تھا لیکن شاید کسی دوسرے مریض کی موت نے اس کے سر پر اثر کیا تھا۔

دعام کے بے ہوش ہونے پر ریان اکرم کو وہاں دیکھ کر اسے کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا تھا لیکن فی الحال وہ کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتا تھا اس وقت اس کے دماغ پر صرف اس کی بیوی سوار تھی۔ اسے بس یہ پتہ تھا کہ وہ بیمار ہے، اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے اور یہ سب کچھ اس کے لیے اور اس کے بچے کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

نہیں، بالکل بھی نہیں! وہ یہاں ہسپتال میں نہیں رہے گی۔ میں اسے ابھی" لے کر جا رہا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے دعام کے پاس آتا اسے نرمی سے اپنی باہوں میں اٹھانے لگا تھا جبکہ ڈاکٹر نے بنا کچھ کہے وہیں سے پیچھے ہٹتے ہوئے سردار کو اس کا کام کرنے دیا تھا۔

جبکہ بالا بھی خاموشی سے اس کے پیچھے آیا تھا، وہ خود بھی بیلا کا یہ روپ سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ لڑکی اس طرح بات کیوں کر رہی تھی؟

آخر کیا ہوا تھا؟ تھوڑی دیر پہلے تو اس کے دماغ کی حالت بالکل ٹھیک لگ رہی تھی۔ ایک مریض کے مر جانے کا بھلا سردار سے کیا تعلق تھا؟ سردار سے اس

طرح سے بات کرنا اور پھر اس نے دعام کے لیے کس طرح کے الفاظ استعمال کیے تھے؟ بالا کو بھی اس کی باتوں پر غصہ آ گیا تھا، وہ لڑکی ایسا کچھ کہے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آج وہ زندہ بچ گئی تھی لیکن اگر اس نے دوبارہ سے سردار کے سامنے ایسی بات کی تو وہ بھی اسے نہیں بچا پائے گا اتنا وہ جانتا تھا۔ اور یہ بھی حقیقت تھی کہ اگر وہ لڑکی اس کی محبت نہ ہوتی تو دعام کی خاطر شاید وہ بھی کچھ ایسا ہی کر گزرتا جو سردار نے کیا تھا۔

ooooooo

دعام کو وہ لوگ واپس قبیلے میں لے آئے تھے، وہ ابھی تک جاگی نہیں تھی۔ دوائیوں کے زیر اثر نیند میں تھی۔

ہاں، لیکن اس وقت وہ سب لوگ ہی بہت زیادہ پریشان ہو گئے تھے جبکہ وہ جمرو کے پاس نیچے جا رہا تھا۔

کیونکہ جب یہ سب کچھ ہوا تب جمرو وہیں پر تھا۔ اس کو جمرو پر بھی بہت غصہ آ رہا تھا، اسے دعام کو اس طرح اکیلے چھوڑا ہی کیوں تھا؟

کیسے وہ ریان اکرم کے ساتھ اس کمرے میں گئی، اور ان لوگوں نے اس سے "کیا کہا؟ وہاں اندر اس کا کیا کام تھا بھلا؟

اس وقت اس کا سارا دھیان صرف اور صرف دعام پر تھا، وہ اس کے علاوہ کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

بیلا کی باتوں نے جہاں ہسپتال میں اس کا دماغ خراب کیا تھا وہیں اکرم پر بھی اسے بہت زیادہ غصہ آرہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ان سب چیزوں کے پیچھے کہیں نہ کہیں ہاتھ ریان اکرم کا ہی ہے لیکن وہ کچھ سمجھ نہیں پارہا تھا۔ وہ لڑکی کون تھی جو اس کمرے میں مر گئی تھی۔

اور اس لڑکی سے بھلا دعام کا کیا تعلق تھا جو دعام اس کمرے میں گئی تھی؟ وہ کچھ سمجھ نہیں پارہا تھا، سوال تو بہت سارے تھے ذہن میں لیکن فی الحال دعام کی حالت سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں تھا۔

باقی اسے جمرو سے ملنا تھا ہسپتال میں جب بیلا اسے باتیں سنا رہی تھی تب وہ آگے آیا تھا لیکن اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اس نے اسے پیچھے ہٹا دیا تھا کیوں

کہ وہ ہرگز اس لڑکی کی عزت میں کسی طرح کی کمی برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ اس کی ہونے والی بھابھی تھی اس کے لیے قابل احترام تھی۔

لیکن اس کے باوجود بھی اسے جمرو پر بہت غصہ تھا اور وہ جمرو کو آسانی سے بخشنے والا نہیں تھا۔

وہ اس کے سرہانے بیٹھا آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

وہ بار بار بے تابی سے اس کا ماتھا چوم رہا تھا، اس کے لب بار بار اس کے چہرے پر اپنی گرم سانسیں چھوڑ رہے تھے۔

اس کے دل میں عجیب سی بے قراری تھی۔ دعا م کو یوں اچانک کچھ ہونا اسے بری طرح سے بے قرار کر گیا تھا۔ اس لڑکی کے بغیر اس کی سانسیں رک جاتی تھیں۔

ابھی تو وہ جانتا تک نہیں تھا کہ آخر ہوا کیا ہے، اس کی برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا یہ سب کچھ۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دعام پر کمبل برابر کرتا، کمرے کی لائٹ آف کرتے ہوئے باہر نکل آیا تھا۔ اس کا ارادہ نیچے قبیلے میں جمرو سے بات کرنے کا تھا۔

اس سے بھی حساب کتاب لینے تھے، آخر کیسے دعام وہاں اکیلے تھی اور جمرو کہاں چلا گیا تھا کہ وہ اکرم اس کے پاس آتے ہوئے اسے اس کمرے میں لے گیا اور اس کمرے میں کیا ہوا تھا؟

یہ بھی تو صرف جمرو ہی بتا سکتا تھا۔ جمرو لاپرواہ ہرگز نہیں تھا یہ تو وہ جانتا تھا، وہ اپنی ذمہ داریاں پورا کرنے والا انسان تھا لیکن اس وقت تو اسے بس یہ پتہ تھا کہ اس کی لاپرواہی کی وجہ سے دعام اس حالت میں آگئی ہے۔

ہسپتال میں تو سردار کا سارا دھیان دعام پر تھا، وہیں وہ ایک کونے میں بیٹھا تھا، شاید جانتا تھا کہ سردار اس سے حساب کتاب کرے گا اور پھر اس کا برا حال ہو گا۔

○○○○○○○

وہ نیچے آیا تو جمرو پریشان سا بالا کے قریب بیٹھا تھا۔ اسے آتے دیکھ کر فوراً ہی اٹھ کر وہاں سے بھاگنے لگا تو بالا نے اسے پکڑ لیا تھا۔

"بالا مجھے جانے دو، سردار مجھے جان سے مار ڈالے گا، میں یہاں نہیں رکوں گا۔" وہ بالا کے پیچھے چھپتے ہوئے بولا تھا جب کہ سردار تیزی سے اس کے پاس آتا اسے ایک بازو سے جھٹکے میں پکڑ کر اپنے سامنے کر چکا تھا۔

"تمہیں میں نے دعام کے ساتھ کیوں چھوڑا تھا کہ تم اسے اکیلے چھوڑ کر اپنی آوارہ گردیوں پر نکل جاؤ؟" وہ غصے سے دھاڑا تو سارے ہی ڈاکو اس کے آگے پیچھے جمع ہونے لگے تھے۔

"سردار، میرا یقین کرو، میں دعام کے لیے پانی لینے کے لیے گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے پانی پینا ہے۔ میں اس کے لیے پانی لینے کے لیے گیا تھا لیکن جب میں پانی لے کر واپس آنے لگا تو وہ اکرم اسے زبردستی بازو سے پکڑ کر اس کمرے میں لے کر جا رہا تھا۔

میں تیزی سے بھاگتے ہوئے اس کے پاس گیا لیکن وہ اسے اس کمرے میں لے کر جاتا عجیب طرح کی باتیں کرنے لگا تھا۔

وہاں بستر پر جو لڑکی پڑی تھی وہ کافی بری حالت میں تھی۔ تو دعام کا پتہ چلتے ہی کہ وہ تمہاری بیوی ہے، وہ دعام کو عجیب سے بد دعائیں دینے لگی، اس نے بہت غلط باتیں کی تھیں۔

اس لڑکی کی اپنی بھی حالت بہت زیادہ خراب تھی۔ لگ رہا تھا جیسے اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ مجھے اس کی زیادہ باتیں سمجھ میں نہیں آئیں کیونکہ وہ بری طرح سے رو رہی تھی لیکن دعام نے یقیناً اس کی ساری باتیں سمجھیں اور تب ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

میں دعام کو وہاں سے نکالنا چاہتا تھا لیکن وہ ریان اکرم میرے راستے میں آ گیا تھا۔ مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے، دعام کو بے ہوش دیکھ کر میں فوراً تمہیں بتانے کے لیے وہاں چلا گیا۔"

اس کے بعد کیا ہوا میں نہیں جانتا۔ جہاں تک مجھے اس لڑکی کی باتیں سمجھ میں "

آئی تھیں، وہ لڑکی تم پر زیادتی کا الزام لگا رہی تھی کہ تم نے اس کے ساتھ

زیادتی کی ہے اور اس کے خاندان کو مار ڈالا ہے۔ "وہ کہتے کہتے نظریں جھکا گیا

تھا جب کہ سردار اس کی باتیں سن کر خود پریشان ہو گیا تھا

یہ کون سا واقعہ تھا، انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

بالا کے دماغ میں جیسے کوئی دھماکہ سا ہوا تھا۔

سردار، مجھے لگ رہا ہے کہ یہ اسی رات کا واقعہ ہے جب ہم ڈکیتی کے لیے نکلے "

ہوئے تھے۔ سب لوگ وہاں شادی پر گئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہاں کچھ

لوگوں نے اس سیٹھ کو مار ڈالا، اس کی بیٹی مار ڈالی، یہاں تک کہ دلہے اور اس

کے ماں باپ کو بھی مار ڈالا تھا صرف دلہن بچی تھی جو کہ ہسپتال میں داخل

تھی۔

سننے میں تو آیا تھا کہ دلہن کے ساتھ زیادتی وغیرہ بھی کی گئی تھی۔ "وہ اسے

دیکھتے ہوئے بتانے لگا تھا جب کہ سردار کو خود بخود ہی سب کچھ یاد آنے لگا تھا،

یہ یقیناً اسی شادی کا ذکر ہو رہا تھا جہاں وہ گئے تھے یہ جاننے کے لیے کہ وہاں کیا ہوا ہے لیکن وہاں پولیس کو دیکھ کر وہ لوگ لوٹ آئے تھے۔

"سردار، مجھے لگ رہا ہے یہ سارا معاملہ اسی واقعے کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ وہ لڑکی بھی مر گئی ہے ورنہ اسی سے تھوڑی بہت معلومات لے لیتے۔" بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا، اس پر سردار خود بھی کچھ حد تک الجھ گیا تھا۔

"جو بھی ہے، یہ ساری باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی، فی الحال میں اوپر جا رہا ہوں، دعام اکیلی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ جاگ جائے۔ اگر وہاں اتنا کچھ ہوا ہے تو یقیناً اس کی حالت ٹھیک نہیں ہو گی، مجھے اسے اکیلے نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

وہ ان لوگوں کو کہتے ہوئے واپس اوپر کی طرف جانے لگا تھا جب بالا نے صرف ہاں میں سر ہلاتے ہوئے وہاں سے کچھ لوگوں کو گاؤں کی طرف بھیجا تھا۔

کیونکہ وہ مزید اس معاملے کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا تھا جبکہ جمرو بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی چلا گیا تھا، اسے بھی پتہ کرنا تھا کہ آخر یہ سارا معاملہ کیا تھا۔

لیکن اس چیز کا الزام سردار یا پھر ڈکیت قبیلے پر کیوں آ رہا تھا؟ کیا ان کے پیچھے کسی ڈاکو کا ہاتھ تھا؟ اس کے گاؤں میں کوئی اور ڈاکو ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا، دور دراز کے جتنے بھی ڈاکو تھے وہ سارے ہی سردار کو ہی سردار مانتے تھے، ایسے میں سردار کے ساتھ بغاوت کرنے کی ہمت تو کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

تو پھر آخر یہ قدم کس نے اٹھایا تھا؟ آخر کس نے سردار کے ساتھ بغاوت کرنے کی کوشش کی تھی؟ یہ معاملات اب رکنے والے نہیں تھے۔ بالا کا شک پھر سے راگا ڈاکو کی طرف جا رہا تھا۔

کل اس نے پھر سے راگا ڈاکو کی معلومات نکالی تھی جس میں سے انہیں پتہ چلا تھا کہ راگا ڈاکو تقریباً سترہ دن پہلے جیل توڑ کر بھاگ چکا ہے۔ اور بھاگ کر اس نے واپس یہیں پر آنا تھا کیونکہ اس کا ٹھکانہ یہی تھا،

اس کا اور کہیں جانے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا تھا اور سردار کے قبیلے میں اس کی کوئی اوقات نہیں تھی۔ اس کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا۔

ڈکیت قبیلے کا سردار پھر سے بننا جو سردار کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں تھا۔ کہیں اسی لیے تو وہ دوبارہ سے سازش نہیں کر رہا تھا سردار کے خلاف؟

اگر ایسا کچھ تھا تو راگاڈا کو اپنی موت کے منہ میں ہاتھ ڈال رہا تھا کیونکہ اب سردار پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔

○○○○○○○

بیلا! ہوا کیا ہے میری بچی؟ تم اتنی زیادہ پریشان کیوں ہو؟" وہ جب سے گھر" آئی تھی بہت پریشان تھی، اس کی گردن پر انگلیوں کے نشان امی دیکھ چکی تھیں

اسی لیے تو ان کی پریشانی مزید بڑھ گئی تھیں۔

کچھ نہیں ہوا امی، بس طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اسی لیے بھائی جب ہسپتال" آئے تو ان کے ساتھ گھر آگئی۔ اور یہ ایک پاگل پیشنٹ تھی، جب ہم علاج کر

رہے ہوتے ہیں نا جب ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، بس یہی سمجھ لیجیے۔ ایک بد تمیز انسان نے یہ حال کر دیا ہے میرا لیکن میں ٹھیک ہوں۔

بلکہ مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ لڑکی مر گئی امی، وہ بہت اچھی تھی، بہت معصوم سی تھی، اس کے ساتھ بہت غلط ہوا۔ پتہ نہیں ہمارے معاشرے میں درندے اس طرح سے دندنا کب بند کریں گے؟" وہ بہت پریشان تھی جبکہ رباب بھی اس کے پاس باہر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ ریان اسے باہر سے ہی چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔ دو دن سے وہ گھر میں ہی آ رہا تھا، نہ جانے کہاں مصروف تھا۔ لیکن بیلا بھی پچھلے کچھ دنوں سے بہت زیادہ مصروف ہو گئی تھی، بلکہ یہ جب سے اس کی دوسرے ہسپتال میں شفٹنگ ہوئی تھی، وہ تب سے ہی بہت مصروف ہو گئی تھی۔ ایک تو یہ ہسپتال تھوڑا فاصلے پر تھا اور یہاں پر اس کے ڈیوٹی آورز بھی زیادہ تھے جس کی وجہ سے امی تو اسے بہت کوستی تھی کیونکہ وہ اپنے کھانے پینے کا بالکل خیال نہیں رکھتی تھی، ایسے میں کام کا اتنا بوجھ اس کو مزید پریشان کر دیتا تھا۔

توامی کی پریشانی اپنی جگہ بجا تھی۔ ایک تو ان کا بیٹا جو کسی کیس میں گھستا تو پھر ایسا گھستا تھا کہ اسے گھر بار کا ہوش ہی نہیں رہتا تھا اور ایک ان کی بیٹی جس کے سر پر ایک بہت بڑی ڈاکٹر بننے کا جنون ایسا سوار تھا۔

کہ اس کے آگے اسے کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ انہیں تو رباب کی فکر کھائے جا رہی تھی، ابھی اس کی شادی ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے جب کہ ریان کی طرف سے انہیں مسلسل مایوسی ہو رہی تھی، وہ تو چاہتی تھی کہ وہ رباب کو کہیں گھومنے پھرنے لے کر جائے لیکن وہ تو ان کاموں کو چھوڑ ہی نہیں رہا تھا۔ اتنا ہی نہیں، الٹا اس کا اپنا ایکسیڈنٹ ہوا تو اس کی وجہ سے مشکل سے دو دن گھر پر ٹکا تھا۔

رباب انہیں بہت عزیز تھی لیکن جس طرح سارا دن وہ ان کے قریب بیٹھی رہتی تھی انہیں بہت شرمندگی سی محسوس ہوتی تھی۔

وہ نہ تو شادی کے بعد گھر گئی تھی اور نہ ہی اس نے گھر جانے کا ذکر کیا تھا جیسے ان سب کی پریشانیوں کو سمجھتی ہو۔ لیکن وہ تو دیکھ سکتی تھیں، بے شک وہ کچھ

کہتی نہیں تھی لیکن ریان کی اس کی طرف سے بہت ساری ذمہ داریاں نکلتی تھیں جو ریان پورا نہیں کر رہا تھا۔

انہوں نے سوچ لیا تھا آج وہ ریان سے کھل کر بات کریں گے۔ ان کی ایک طرف انہیں بیلا کی فکر کھائے جا رہی تھی تو دوسری طرف اب رباب بھی ان کی پریشانیوں میں شامل ہو چکی تھی، رباب کے یہاں آنے سے جتنی خوش تھی اتنی اب اس سے شرمندہ سی ہو گئی تھی۔ اتنی پیاری بچی ایسا تو ڈیزرو نہ کرتی تھی کہ اس کا شوہر اسے آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھے۔ وہ تو شروع سے ہی اس کی نوکری کے خلاف تھی لیکن اس کے جنون کے آگے خاموش ہو گئی تھیں۔

لیکن اب ریان نے ان سب چیزوں کو بہت بڑھا کر لیا تھا یہاں تک کہ اپنی پرسنل لائف تک کو اگنور کر دیا تھا اور یہ بات وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اب یہ صرف ریان کی زندگی نہیں تھی اس کے ساتھ ایک اور زندگی بھی جڑی ہوئی تھی اور اس معصوم کا قصور بس اتنا تھا کہ وہ ریان کے بیٹے سے محبت کرتی تھی۔

وہ ہوش میں آئی تو سردار اس کے پاس ہی تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ تیزی سے سیدھی ہونے لگی تھی جب سردار نے آہستہ سے اسے تھام کر اپنے سینے میں بھینچ لیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ لگتے ہی بری طرح سسکنے لگی تھی۔

ڈاکو جی! ڈاکو جی! وہ لڑکی... "وہ بات نہیں کر پا رہی تھی جب کہ وہ نرمی سے" اس کے چہرے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے اس کا چہرہ اپنے قریب کرتا اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھ گیا تھا۔

سب بکواس ہے، سب جھوٹ ہے۔ اس لڑکی کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں" ہے اور اگر اس لڑکی کی باتوں میں حقیقت ہے بھی تو یہ سازش ہے جو تمہارے ڈاکو جی کے خلاف رچی گئی ہے۔

لیکن تم فکر مت کرو تمہارا ڈاکو جی ہر سازش کا بھرپور جواب دے گا۔ اس لڑکی نے جو بھی کہا جو بھی سہا، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ جھوٹ ہے، یقیناً وہ سچ ہو گا۔

کیونکہ اپنی ذات پر کوئی لڑکی اتنی بڑی بات نہیں کر سکتی اور پھر موت نے اسے گلے لگا لیا ہے۔

ہاں، یہ بات میرے لیے بھی بہت تکلیف دہ اور ناقابل یقین ہے لیکن اس لڑکی کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا، وہ لڑکی موقع پر مر گئی تھی۔

اس کے ساتھ کیا ہوا میں نہیں جانتا لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہر چیز کلیئر کروں گا۔"

"کیا؟ کیا وہ لڑکی مر گئی؟ نہیں ڈاکو جی، وہ مر نہیں سکتی! اس نے مجھے بد دعائیں دی ہیں ڈاکو جی! اس نے ہماری اولاد کو بد دعائیں دی ہیں! وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے وہ ہماری بیٹی کے ساتھ ہو گا وہ سب کچھ وہ ہماری بیٹی، ڈاکو جی ہماری اولاد کے آگے آئے گا وہ وہ مجھے بد دعائیں دے رہی تھی، آپ کو بد دعائیں دے رہی تھی! اسے اپنی بد دعائیں واپس لینی ہوں گی! وہ اس طرح سے نہیں مر سکتی نا، وہ نہیں مر سکتی!" وہ بری طرح سے سسکنے لگی تھی

جب کہ سردار نے اسے تھام کر اپنے قریب کر لیا تھا، اس کی کنڈیشن وہ سمجھ سکتا تھا۔

"سجن سائیں، وہ لڑکی مر چکی ہے، اس کی اتنی ہی سانسیں لکھی تھیں، وہ اپنے حصے کی سانسیں لے چکی ہے، اس کی موت یوں ہی لکھی تھی۔ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، میں ہر چیز ثابت کروں گا تمہارے سامنے۔ اس لڑکی کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ مجھے نہیں پتہ ہم پر الزام کیوں لگایا جا رہا ہے یا بات ہم پر کیوں آ رہی ہے لیکن جو کچھ بھی ہوا..."

"وہ لڑکی رو رہی تھی، تڑپ رہی تھی، کہہ رہی تھی کہ قبیلے کے سردار نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے، اس کی عزت لوٹی، ڈاکو جی وہ کہہ رہی تھی کہ ہماری بیٹی پر وہ دن آئے گا، ہماری بیٹی کو لوٹا جائے گا، آپ سمجھ رہے ہیں اس بات کو؟ وہ ہماری اولاد کو بد دعائیں دے رہی تھی! وہ مرتے مرتے ہمیں بد دعائیں دے کر گئی ہے ڈاکو جی! آپ نے کچھ نہیں کیا میں جانتی ہوں، میرے ڈاکو جی کچھ غلط نہیں کر سکتے لیکن اس کی بد دعائیں، اس کی بد دعائیں میرے کانوں میں گونج

رہی ہیں ڈاکو جی! میرے کانوں میں اس کی آواز آ رہی ہے، وہ بددعائیں دے رہی ہے، آپ کو مرنے کی بددعائیں دے رہی ہے، میری بیٹی کے لٹنے کی بددعائیں دے رہی ہے، مجھے برباد ہونے کی بددعائیں دے رہی ہے ڈاکو جی!"

وہ بری طرح سے تڑپتے ہوئے اسے بتا رہی تھی جبکہ سردار اس کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ بہت زیادہ ٹینشن لے رہی تھی جبکہ ڈاکٹر نے اسی ٹینشن لینے سے منع کیا تھا۔

اس کنڈیشن میں اس کا ٹینشن لینا اس کے اور اس کے بچے کے لیے بہت زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ ابھی اس کی پریگننسی بالکل سٹارٹ میں تھی، اس ٹائم کسی بھی طرح کی ٹینشن بھی اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی اسی لیے وہ دعام کو ہر طرح کی پریشانی سے دور رکھنا چاہتا تھا لیکن اب شاید ایسا ممکن نہیں تھا۔

"سجن سائیں میری بات سنو، دیکھو، فی الحال تمہیں آرام کی ضرورت ہے، ان ساری باتوں کو اپنے دماغ سے نکال دو..."

"نکال دوں؟ کیسے نکال دوں ڈاکو جی؟ آپ کو سمجھ نہیں آ رہا، وہ بد دعائیں دے رہی تھی آپ کو۔ اس کام کی وجہ سے وہ ہماری ہونے والی اولاد کو بد دعائیں دے رہی تھی، مجھے بد دعائیں دے رہی تھی، آپ کو بد دعائیں دے رہی تھی! آخر کس نے کیا اس کے ساتھ ایسا؟ مرتا ہوا انسان جھوٹ تو نہیں بول سکتا! اس کا خاندان تباہ ہوا، اس کا شوہر مر گیا، اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا وہ ہنستا کھیلتا گھر تباہ ہو گیا، اس کی عزت لوٹی گئی! آخر یہ سب کچھ کس نے کیا؟ جواب دیجیے مجھے، کس نے کیا؟ میں جانتی ہوں آپ ایسا نہیں کر سکتے لیکن کسی نے تو کیا ہو گا نا؟"

"میری بات سنو، میں نے کچھ نہیں کیا ہے،" وہ اس کے انداز پر پریشان ہو گیا تھا، وہ اس معاملے میں اس پر شک نہیں کر سکتی، وہ کسی کی عزت برباد نہیں کر سکتا تھا۔

"تو پھر کس نے کیا ہے؟ جواب دیجیے مجھے، جواب دیجیے! قسم کھائیے آپ اس دن یہاں سے کہیں نہیں گئے تھے! قسم کھائیے آپ میری! اپنی ہونے والی

اولاد کی قسم کھائیے آپ اس رات کہیں نہیں گئے تھے!" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار چاہنے کے باوجود قسم نہیں کھا سکا تھا، وہ اپنی اولاد اور اپنی دعام پر کیسے جھوٹی قسم لیتا؟ وہ گیا تھا اس رات۔

میں گیا تھا سجن سائیں، بے شک میں گیا تھا لیکن میں وہاں نہیں گیا تھا جہاں یہ" "واقعہ پیش آیا ہے۔

تو اس کا مطلب ہے آپ کے لوگ گئے تھے؟" وہ اچانک اسے دیکھتے ہوئے" بولی تو سردار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

میرے قبیلے میں ایسا بے غیرت کوئی نہیں ہے جو کسی کی عزت لوٹنے کے لیے" جائے گا اور ویسے بھی یہاں کے لوگ وہاں ڈکیتی کرتے ہیں جہاں سردار کا حکم "ہوتا ہے اور میں کسی شادی والے گھر میں ڈکیتی نہیں کرنے گیا تھا۔

لیکن آپ اس دن کسی کی شادی کا ذکر کر رہے تھے وہاں ندی کے قریب،" آپ کہہ رہے تھے نا کسی کی شادی کی بات کر رہے تھے آپ بالا بھیا کے ساتھ؟" وہ اچانک سے بولی تو سردار پریشان ہو گیا تھا، وہ اسے کیسے بتاتا کہ

جہاں وہ ڈکیتی پر جانے والے تھے وہاں کے لوگ اس رات اسی شادی میں مہمان کے طور پر جانے والے تھے جس کی وجہ سے ان کی ڈکیتی آسان ہو گئی تھی لیکن وہ دعام کو یہ ساری باتیں کیسے سمجھاتا جو ہر چیز میں کوئی نہ کوئی بات نکال رہی تھی؟ یہ ساری چیزیں اس کے لیے بہت زیادہ پریشان کن ثابت ہونے والی تھیں۔

دیکھو سجن سائیں، میری بات سنو، ان سب باتوں کو فی الحال اپنے دماغ سے" نکال دو، ان سب باتوں کا کوئی مقصد نہیں ہے، تم صرف اور صرف اپنی طبیعت خراب کر رہی ہو اور کچھ بھی نہیں، میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے، تم یہیں بیٹھو، میں تمہارے لیے کچھ کھانے کے لیے منگواتا ہوں، تم نے صبح سے ٹھیک سے ناشتہ بھی نہیں کیا۔"وہ پیار سے اس کا ماتھا چومتا اس کے قریب سے اٹھتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جبکہ دعام کے ذہن پر اب تک وہ لڑکی چھائی ہوئی تھی، اس کی باتیں وہ اپنے دماغ سے نکال نہیں پا رہی تھی۔ اسے اپنے شوہر پر پورا بھروسہ تھا، وہ جانتی تھی وہ

یہ غلط کام نہیں کر سکتا، وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ اس کا شوہر ایسا انسان نہیں ہے کہ وہ کسی معصوم لڑکی کی عزت تباہ کر کے اس کی زندگی خراب کر دے۔

لیکن کسی نے تو کیا تھا یہ سب کچھ، کوئی تو گنہگار تھا اس لڑکی کا اور ممکن تھا کہ سردار کے اس کام کی وجہ سے ہی یہ سب کچھ ہوا ہو۔ ہو سکتا تھا قبیلے کے اندر ہی کوئی ایسا انسان موجود ہو جس نے یہ سب کچھ کیا ہو۔ وہ بری طرح سے سوچوں میں غرق تھی جب بیڈ پر پڑا سردار کا فون اس کے سامنے روشن ہونے لگا۔ اس نے فوراً فون اٹھایا تھا جہاں پر سامنے انسپیکٹر اکرم کا نام لکھا جگمگا رہا تھا۔

○○○○○○

"پتہ لگاؤ یہ سب کچھ کس نے کیا ہے! کون ہے اس لڑکی کا گناہ گار جس نے میری بیوی کو اس حالت میں پہنچا دیا ہے! میں برداشت نہیں کر سکتا بالا! میں برداشت نہیں کر سکتا اپنی بیوی کی آنکھوں میں اس کا تکلیف! میں برداشت نہیں کر سکتا! میری سجن سائیں رو رہی ہے ایک لڑکی کی بد دعاؤں سے ڈر کر رو

رہی ہے وہ ان بددعاؤں کو خود پر لے چکی ہے، اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے بالا! اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے! میں برداشت نہیں کر پاؤں گا اگر اسے کچھ ہوا تو! میں سب کچھ ختم کر دوں گا۔" وہ نیچے آتے ہوئے عجیب سے انداز میں بول رہا تھا، وہ کافی زیادہ پریشان تھا اور اس کی پریشانی بالا سمجھ سکتا تھا۔

میں نے پتہ کروایا ہے سردار، ہمارے قبیلے کے قریب سے ہی کل رات کچھ " گھوڑے ہمارے جانے کے بعد گزرے ہیں۔ ہمارے جانے کے بعد یہاں قبیلے میں زیادہ لوگ تو نہیں ہی تھے اور نہ ہی ایسے لوگ تھے جو تم سے بغاوت کر سکیں۔ ہو سکتا ہے پچھلے پہاڑوں میں موجود غاروں سے کوئی نکلا ہو اور ان پہاڑوں کے راز تو صرف ایک ہی انسان جانتا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بالا کو مزید کچھ بولنے کی ضرورت نہ پڑی تھی۔

راگاڈا کو!" سردار نے کہتے ہوئے اسے دیکھا تو اس نے صرف ہاں میں سر ہلایا" تھا۔

مجھے یقین ہے اسی نے کیا ہے، مطلب وہ میرے کام میں دخل اندازی کر رہا ہے، مجھے دنیا کے سامنے اس طرح پیش کر رہا ہے، میرے نام کا غلط استعمال کر رہا ہے۔" وہ جیسے اس کے ذہن تک پہنچ چکا تھا، وہ سمجھ گیا تھا کہ راگاڈا کو اسے کس طرح سے ہرانے کی کوشش کر رہا ہے۔

سردار، اس کا مقصد صرف اور صرف تمہاری کرسی حاصل کرنا ہے اور کچھ " نہیں۔ وہ دوبارہ سے ڈکیت قبیلے پر راج کرنا چاہتا ہے، وہ اپنی جہالت کو پھر سے پورے قبیلے میں پھیلانا چاہتا ہے، اس گاؤں کے ہر گھر کو خوف میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے کسی کی بہن بیٹی کی عزت کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اس کے لیے اس کی ہوس سب سے زیادہ اہم ہے،

اس کے لیے کسی بے بس کی تکلیف، کسی غریب کا دکھ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اسے صرف اور صرف اپنی عیاشی سے مطلب ہے۔ اس کے لیے صرف اس کی ذات اہمیت رکھتی ہے، جیل توڑ کر بھاگا ہے وہ تقریباً کچھ دن پہلے، میں نے

اس کے بارے میں ساری انفارمیشن لی ہے لیکن وہ اس وقت کہاں ہے یہ جاننا آسان نہیں۔"

"پتہ لگاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ سب کے سب دفع ہو جاؤ یہاں سے، جب تک راگا ڈاکو کے بارے میں پتہ نہ چل جائے تب تک قبیلے میں قدم مت رکھنا۔" اس نے وہاں موجود سارے ڈاکوؤں سے چلاتے ہوئے کہا تھا، اس کے ذہن پر اس وقت دعام کی حالت سوار تھی۔ وہ جس طرح اس لڑکی کی بددعاؤں سے ڈری ہوئی تھی اسے ڈر تھا کہ وہ اپنا کوئی نقصان نہ کر بیٹھے۔

جبکہ اس کے حکم پر اس کے سارے ڈاکو فوراً ہی اپنے اپنے گھوڑے لے کر قبیلے سے نکل چکے تھے۔ جب کہ سردار نے اپنی جیب سے موبائل ٹٹولتے ہوئے جمرو کو کال کرنا چاہی تھی جو گاؤں کی طرف گیا ہوا تھا لیکن اسے احساس ہوا کہ فون شاید وہ اوپر وہیں اپنے بیڈ پر رکھا آیا ہے۔

"میرو! دعام کے لیے کھانا لگاؤ میں اوپر جاؤں گا۔" اس نے میرو سے کہا تھا جو فوراً ہی اس کے حکم کو بجالانے لگا۔

وہ واپس کمرے میں آیا تو دعام فون کان سے لگائے اس کے فون پر شاید کسی کی کال سن رہی تھی۔

اس کے آتے ہی اس نے فون اپنے کان سے الگ کر کے پیچھے ہٹا دیا تھا جب کہ وہ اس کے پاس آتا، اس کے ہاتھ سے فون لیتا ریان اکرم کی کال دیکھ چکا تھا۔

ریان اکرم کا نمبر ایک عرصے سے اس کے موبائل میں سیو تھا، اسے کبھی کال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی لیکن اس نے دیکھا تھا دعام کے ساتھ اس کی کال تقریباً پچھلے سات منٹ سے چل رہی تھی۔

اس نے فون بند کرتے ہوئے بیڈ پر پھینکا۔

کیا کہہ رہا تھا وہ آدمی؟" اس نے دعام سے سوال کیا جو بالکل خاموش تھی۔"

وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ہر بات ماننے کو تیار ہیں لیکن اس بات کو نہیں مان سکتے" کہ آپ نے کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی کی ہے۔"وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے کچھ سمجھنے والے انداز میں ہاں میں سر ہلایا تھا۔

تو پھر...؟"وہ سینے پہ ہاتھ باندھے اس کا چہرہ دیکھنے لگا تھا۔وہ کچھ الجھی ہوئی" لگ رہی تھی،وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔

ڈاکو جی،وہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں یقین ہے کہ آپ نے اس طرح کا کوئی غلط" کام نہیں کیا لیکن گاؤں کے کچھ لوگ آپ کے خلاف گواہی دینے کو تیار ہو گئے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ وہ اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں اور اس بات پر آپ کے خلاف ثبوت نکلتا ہے۔"وہ اسے دیکھتے ہوئے کچھ الجھی الجھی سی بولی تھی۔

اچھا،مطلب کہ گاؤں کے لوگوں نے مجھے اس لڑکی کے ساتھ زیادتی کرتے" دیکھا ہے اور وہ اس بات کی گواہی دیں گے؟"اس نے دعام کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"نہیں ڈاکو جی، انہوں نے سردار کو دیکھا ہے، مطلب صاف ہے کہ ان لوگوں نے اصل مجرم کو دیکھا ہے، آپ تو اپنے چہرے پر کپڑا باندھ کر رکھتے ہیں نا تو یقیناً کسی نے بھی آپ کو نہیں دیکھا ہو گا، آپ کا چہرہ کوئی نہیں پہچانتا لیکن اس مجرم کا چہرہ لوگ پہچانتے ہیں۔

جب آپ سامنے آئیں گے ان لوگوں کے تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ وہ آپ نہیں بلکہ کوئی اور تھا کیونکہ ان لوگوں نے اس آدمی کا چہرہ دیکھا ہے۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہوتی ہوئی اسے سمجھانے لگی تھی جیسے وہ ان سب چیزوں کو خود بہت بہتر طریقے سے سمجھ چکی ہو۔

"مجھے لگتا ہے میں سب کو بہتر طریقے سے حل کر سکتا ہوں، ہمیں اس پولیس والے سے مدد لینے کی ضرورت نہیں۔" وہ اسے آہستہ سے تھام کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا تھا جیسے اسے اس ٹینشن سے نکالنا چاہتا ہو۔

"ڈاکو جی، وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں، وہ کہتے ہیں وہ ہر بات پر یقین کر لیں گے لیکن اس بات پر نہیں کہ آپ نے کسی لڑکی کے ساتھ ایسا

سلوک کیا ہے کیونکہ آپ ان لوگوں کو سزا دیتے ہیں، آپ ایسے لوگوں کو اپنے انجام تک پہنچاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں وہ ہماری مدد کریں گے اور اگر اس معاملے میں وہ ہماری مدد کر رہے ہیں تو..."

"مجھے اس کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، مجھے میں نے نہیں مانگی اس سے مدد، کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، مجھے کسی کو ثابت نہیں کرنا کہ میں نے کچھ کیا ہے یا نہیں کیا۔ تمہیں مجھ پر یقین ہے بس اس سے بڑھ کر مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ باقی اس لڑکی کے مجرموں کو ان کے انجام تک میں پہنچادوں گا۔ اس لڑکی کے حوالے سے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسے انصاف نہیں ملے گا، اسے انصاف میں دلاؤں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے سمجھا رہا تھا جب کہ وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"لوگ آپ کو غلط سمجھ رہے ہیں، لوگ آپ پر الزام لگا رہے ہیں، پولیس والے بھی آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں، وہ آپ کو غلط سمجھتے ہیں۔ ریان اکرم آپ سے ملنا چاہتا ہے، وہ بس اس واقعے کو ڈسکس کرنا چاہتا ہے۔ وہ ان لوگوں سے

آپ کو ملوانا چاہتا ہے جن لوگوں نے سردار کو اس لڑکی کے ساتھ زیادتی کرتے اور لوگوں کو قتل کرتے دیکھا تھا۔ اگر وہ لوگ آپ کو دیکھ لیں گے تو یقیناً ان کی غلط فہمی دور ہو جائے گی اسی لیے میں نے انہیں کہا ہے کہ وہ یہاں آ جائیں قبیلے میں اور یہیں پر آکر آپ سے مل لیں۔"

"تم نے اس شخص کو یہاں قبیلے میں بلایا ہے سجن سائیں؟" وہ حیرانگی سے دیکھنے لگا تھا، یقیناً وہ اس سے اس طرح کی بے وقوفی کی امید نہیں رکھتا تھا، وہ پولیس والا تھا، وہ اعتبار کے لائق نہیں تھا۔

"ہاں، میں چاہتی ہوں کہ آپ پر لگا یہ الزام ختم ہو جائے، میں برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی آپ کے کردار پر اس طرح کا سوال اٹھائے۔"

"سجن سائیں، مجھ پر کوئی الزام نہیں لگائے، میں اس قصے کو خود اپنے ہاتھوں سے ختم کر دوں گا۔ تمہیں ایک دفعہ مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا، وہ وردی والے اعتبار کے لائق نہیں ہیں، تم نہیں جانتے ان وردی والوں نے اس سے پہلے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔"

میں جانتی ہوں، سب جانتی ہوں، میں نے کہہ دیا ہے ریان اکرم کو کہ اگر"
میرا شوہر مجرم ہے اور وہ لوگ میرے شوہر کو مجرم کے طور پر قبول کرتے ہیں
تو آپ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیں گے، آپ کسی سے نہیں
ڈرتے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ سردار نے حیرت سے اسے
دیکھا تھا، وہ اس پر یقین کر رہی تھی لیکن وہ اسے کیسے سمجھاتا کہ پولیس والے
یقین کے قابل نہیں تھے،

وہ لمحے میں ان لوگوں کو سردار کے خلاف کھڑا کر سکتا تھا۔ اور پھر کیا ہوتا؟ ان
چشم دید گواہوں پر یقین کر کے اگر دعام اس کا بھروسہ نہ کرتی تو اس کی تو دنیا
لٹ جاتی، وہ کیسے سمجھاتا اس معصوم لڑکی کو کہ دنیا اتنی سیدھی نہیں تھی جتنا وہ
سمجھتی تھی۔

○○○○○○○○

ریان اکرم بہت زیادہ پریشان تھا، رات بھی اس کی بے چینی میں گزری تھی۔
دعام کو کل ہسپتال سے وہ لوگ واپس قبیلے میں لے گئے تھے لیکن ریان اکرم کو

سکون نہیں آیا تھا۔ مسلسل دماغ پر ایک ہی سوچ سوار تھی کہ اگر اس کی وجہ سے دعام اور اس کے بچے کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔؟ وہ بنا کچھ جانے، بنا کچھ سمجھے، ایسا احمقانہ کام کر گیا تھا۔

وہ اچھا خاصا شعور رکھنے والا انسان تھا، اسے یوں دعام کو کمرے میں لے کر نہیں جانا چاہیے تھا۔

جس طرح اس لڑکی کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی اور وہ لڑکی جس طرح اسے بددعائیں دے رہی تھی، وہ سب کچھ دعام کے لیے یقیناً بہت زیادہ سٹریس فل تھا۔

وہ پریگننٹ تھی اس کے لیے یہ سب کچھ بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اسی لیے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کی بے ہوشی میں وہ اس کا کوئی بہت بڑا نقصان کر سکتا تھا، اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے غلط کیا تھا۔

وہ پوری طرح سے اس کیس میں لگا ہوا تھا، انہیں کچھ چشم دید گواہوں کا پتہ چلا تھا، وہاں پر کچھ لوگ تھے جو بارات میں شامل تھے اور انہوں نے سردار کو وہ گھٹیا حرکت کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

ان میں سے کچھ لوگوں کا دعویٰ تھا کہ وہ سردار کا چہرہ بھی پہچانتے ہیں۔

وہ خود کو ڈکیت قبیلے کا سردار کہہ رہا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ وہ ڈاکو سردار دلدار یلغار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ایسا تھا ہی نہیں، وہ لوگوں کو انصاف دلانے والا انسان تھا، وہ بھلا خود ایسی حرکت کیسے کر سکتا تھا؟

نہ جانے کیوں وہ اس معاملے میں اس ڈاکو پر یقین کر رہا تھا۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے سردار کو فون کیا تھا۔

اس کے پیچھے کی وجہ بس اتنی سی ہی تھی کہ وہ بتانا چاہتا تھا کہ سردار کے خلاف کچھ لوگ اٹھے ہیں۔

جو کہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سردار ہی اس لڑکی کا ریپسٹ اور اس کے پورے خاندان کا قاتل ہے اور اگر یہ بات ثابت ہوگئی تو اس کا پھانسی کے پھندے پر چڑھنا ممکن ہے۔ لیکن ریان کو یقین تھا کہ سردار نے یہ کام نہیں کیا۔ اسی لیے وہ بات کو بڑھانے سے پہلے ان لوگوں کے ساتھ سردار کی ایک ملاقات کروانا چاہتا تھا۔

ریان خود اس کے چہرے سے واقف نہیں تھا اور نہ ہی وہ کبھی کھل کر اس کے سامنے آیا تھا، صرف اس کی آنکھیں ہی دیکھی تھیں اس نے اور اس کی آنکھوں میں اتنی وحشت تھی کہ ریان کبھی کبھار اس سے خوفزدہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کے چہرے کا روپ، اس کی چال اسے اس قدر گھٹیا حرکت نہیں کرنے دے سکتی تھی۔ سردار قاتل ہو سکتا تھا، ڈاکو ہو سکتا تھا لیکن کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتا تھا، یہ اس کا یقین کہتا تھا اسی لیے اس نے جب سردار کو فون کیا تو آگے سے فون دعام نے اٹھایا تھا۔

اس نے دعام سے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کی تھی، بس اتنا ہی کہا تھا کہ وہ اپنی صبح والی حرکت پر شرمندہ ہے۔ اور ساتھ میں اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ سردار کے خلاف کچھ لوگ ہیں جو اس کو دیکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں جس پر دعام نے یقین سے کہہ دیا کہ اس کا سردار ایسا نہیں کر سکتا اور اس بات پر اس نے بس اتنا ہی کہا تھا کہ وہ ان لوگوں سے سردار کو ملوانا چاہتا ہے، اگر وہ چشم دید گواہ بس اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ان لوگوں کا قاتل اور اس لڑکی کا ریپسٹ یہ والا آدمی نہیں تھا تو سردار اس الزام سے بری ہو جائے گا اور وہ اصل مجرم کی طرف غور کریں گے جس پر دعام نے بڑے دعوے سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے گواہوں کو لے کر قبیلے میں آ جائے۔

اور اس نے فوراً ہی قبیلے میں جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے سردار کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں تھی نہ ہی وہ سردار کو پسند کرتا تھا بس اس کا دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی کر سکتا ہے۔

اس نے سردار کے بارے میں بہت قصے سن رکھے ہیں، کئی دفعہ یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ زیادتی کرنے والے کو وہ بہت بھیانک موت دیتا ہے۔

تو پھر بھلا وہ خود ایسی حرکت کیسے کر سکتا تھا؟ اور یہ بھی حقیقت تھی کہ آج تک اس کے خلاف جو بھی کیس اٹھے تھے وہ تقریباً مجرموں کے ہی تھے، اس نے جو بھی قتل کیے تھے وہ سب لوگ کوئی عام لوگ نہیں تھے، کوئی قاتل تھا تو کوئی ریپسٹ تھا۔ تاریخ گواہ تھی کہ سردار نے آج تک کسی بھی بے قصور کو نہیں مارا تھا تو پھر بھلا سردار ان لوگوں کا قتل کیسے کر سکتا تھا جو خود لوگوں کے لیے سہارا تھے۔

یہ اس کا یقین تھا جس پر وہ قائم تھا،

○○○○○○○

ریان نے فون اٹھاتے ہوئے ان لوگوں کو فون کیا تھا اور ان سے بس اتنا ہی کہا تھا کہ آج رات آٹھ بجے وہ قبیلے کی طرف جائیں گے، وہ ڈیوٹی آورز ختم ہونے کے بعد وہاں جانا چاہتا تھا ورنہ اس کا قبیلے کی طرف جانا اس کے لیے کوئی بڑا

مسئلہ پیدا کر سکتا تھا جب کہ دروازے پر کھڑے ایک کانسٹیبل نے اس کی بات سنی تھی۔ اور پھر خاموشی سے وہ وہاں سے نکلتے ہوئے اس کے سینیئر انسپیکٹر کامران کے آفس میں آگیا تھا، انسپیکٹر کامران ایک کرپٹ آفیسر تھا۔

اور اسے صرف اور صرف اپنے آپ سے مطلب تھا لیکن ڈاکو سردار کو پکڑ کر حکومت کی طرف سے ملنے والا پچاس لاکھ اور پروموشن اسے بھی بہت زیادہ عزیز تھا۔

ooooooo

اس کے فون پر ہر تھوڑی دیر کے بعد کسی کی کال آرہی تھی، وہ نہیں جانتا تھا کہ کون ہے جو اسے مسلسل فون کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

لیکن اس وقت اس کا دماغ بہت گھما ہوا تھا، وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دعام کو بڑی مشکل سے کھانا کھلایا تھا۔ ریان اکرم اب تک اپنے گواہوں کو لے کر نہیں آیا تھا جبکہ وہ چاہتا بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں آئے لیکن جو بھی تھا دعام نے اسے بھلا لیا تھا تو اس معاملے کو تو اس نے حل کرنا ہی تھا۔

سجن سائیں، تم بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہو، سو جاؤ، تمہارا اس طرح سے ٹینشن" لینا تمہارے لیے اور ہمارے بچے کے لیے بالکل ٹھیک نہیں ہے۔" وہ اس پر کمبل ڈالتے ہوئے اسے کہنے لگا تھا۔

ریان اکرم آئے گا نا؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی جب کہ وہ نرمی سے اس" کے ماتھے پر لب رکھ گیا تھا۔

میرا سوہنا مکھڑا، وہ آئے گا تو میں اسے دیکھ لوں گا، تمہیں پریشان ہونے کی" "بالکل بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ڈاکو جی، میں چاہتی ہوں کہ جب وہ آئے میں آپ کے ساتھ ہوں، میں آپ" کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار مسکرا دیا تھا۔ اس کی بیوی کا اس کے کردار پر یقین کرنا اس کے لیے کتنا خاص تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اور پھر اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا تھا جب کہ اسے پھر سے اپنا فون بجتا ہوا محسوس ہوا، اس نے موبائل نکال کر پھر سے اسے انجان نمبر کو دیکھا تھا پھر فون ایک طرف رکھنے لگا کہ بالا کا فون آنے لگا۔

○○○○○○

"ہاں بالا، بولو، آگیا وہ...؟" اس نے فون اٹینڈ کرتے ہی پوچھا تھا۔

"ہاں، ریان اکرم قبیلے کے اندر آرہا ہے، اس کے ساتھ کوئی پولیس والا نہیں ہے، جمروا سے چیک کر چکا ہے، اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے جبکہ اس کے ساتھ گاؤں کے دو لوگ ہیں۔" بالا نے اسے مکمل انفارمیشن دی تھی۔

"ٹھیک ہے، میں نیچے آرہا ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے کہنے لگا تو دعام بھی اس کے ساتھ اٹھنے لگی تھی۔

"تمہیں یہیں کمرے میں رکنا چاہیے سجن سائیں، نیچے جانا تمہارے لیے ٹھیک نہیں۔" چاہے کچھ بھی ہو جائے نیچے مت آنا کمرے سے باہر مت نکلنا۔ وہ پیار سے سمجھانے لگا۔

"نہیں، میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔"

نیچے خطرہ ہے۔" وہ اسے سمجھانے لگا جبکہ وہ الجھ گئی تھی،"

خطرہ کیسے ہو سکتا تھا؟ ریان تو اکیلا آیا تھا۔

"یہ وردی والے اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ تمہیں میری قسم، تم یہیں رکو گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے تم کمرے سے باہر نہیں نکلو گی میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اگر ان لوگوں نے کہا کہ اس لڑکی کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے انہوں نے مجھے دیکھا ہے یا اس لڑکی کے گھر والوں کا قاتل میں ہوں تو ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا خود کو قانون کے حوالے کرنے میں، تمہارے سر کی قسم کھاتا ہوں۔" اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"خطرہ کیسا ہے ڈاکو جی؟ مجھے آپ کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی، مجھے اپنے ساتھ نیچے لے کر چلیں۔" اس کی باتوں سے وہ ڈرنے لگی تھی۔

"ان وردی والوں سے ہمیشہ سے خطرہ ہے سجن سائیں، یہ وردی والے ہمارے نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی ہمارے ہو سکتے ہیں، یہ دھوکے باز ہیں، ہر قدم پر دھوکہ دیتے ہیں۔ تمہیں اسے یہاں نہیں بلانا چاہیے تھا۔ یاد رکھ لینا، میں خود پہ آئی ہر مصیبت کو ہنس کر جھیل لوں گا لیکن اگر بات میرے قبیلے پر آئی،

میرے گھر پر آئی تو میں معاف نہیں کروں گا، تمہیں بھی نہیں کروں گا۔ اگر مجھے اپنے قبیلے کی طرف سے ایک ذرہ سا نقصان بھی اٹھانا پڑا تو یاد رکھنا سزا کے حقدار تم بھی کہلاؤ گی۔" وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے شدت سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولا تھا۔

جب کہ وہ اس کی کوئی بھی بات سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

اللہ نہ کرے قبیلے کو کچھ بھی ہو، آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی تھی جب کہ وہ بنا کچھ بولے اپنے موبائل پر آتی کال کو نظر انداز کرتا باہر نکل گیا تھا، وہ خاموشی سے وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

○○○○○○○○

سردار نیچے آیا تو اکرم وہیں پر کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ وہ خاموشی سے اسے چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود بھی بیٹھنے لگا تھا جب کہ اس کا فون پھر سے بجنے لگا، آج اس کے فون نے اسے اچھا خاصا تنگ کر رکھا تھا۔

سردار، میں جانتا ہوں کہ تم لاکھ گناہگار سہی لیکن کسی لڑکی کے ساتھ اتنا غلط" نہیں کر سکتے۔ یہ دو لوگ ہیں جو اس دن موقع واردات پر موجود تھے اور یہ دونوں گواہی دینا چاہتے تھے۔ تمہیں اپنے چہرے سے پردہ ہٹانا ہو گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار نے اگلے ہی لمحے اپنے چہرے سے پردہ ہٹانا چاہا تھا۔

یہ وہ آدمی نہیں ہے، وہ تو سردار تھا، ڈاکو تھا، وہ تو اچھا خاصا موٹا آدمی تھا اور" بوڑھا تھا، یہ تو جوان ہے۔ وہ تو کافی بھیانک دکھتا تھا، وہ ایسا بالکل بھی نہیں تھا، وہ بہت بے ڈھنگا سا تھا، بڑے لمبے لمبے بال تھے، داڑھی تھی۔ ہاتھوں میں بہت ساری انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں اس نے، گلے میں کوئی رسی سی لٹکا کر رکھی ہوئی تھی،" وہ آدمی اسے دیکھتے ہی کہنے لگا تھا جب کہ سردار نے ابھی تک اپنا پردہ بھی نہیں کھولا تھا۔

میرے خیال میں تمہیں تمہارا جواب مل چکا ہے ریان اکرم، تمہیں یہاں سے" چلے جانا چاہیے کیونکہ میں اس وقت تمہاری بالکل شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

میں سمجھ سکتا ہوں میرا یہاں آنا تمہیں بہت زیادہ غصہ چڑھا گیا ہے لیکن پھر "
بھی میں بس اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ یہاں جو بھی ہوا ہے وہ بہت ہی غلط ہوا ہے، اس لڑکی کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے، اس کے خاندان کو نیست و نابود کر دیا گیا، ارے نام تو بہت دور کی بات، سایہ تک نہیں ہے ان لوگوں کا۔ سب کچھ ختم ہو چکا ہے، ان کی حویلی ویران پڑی ہے، اس حویلی میں آخری دفعہ اس معصوم کی چیخیں گونجی تھیں۔

میں اس ڈاکو تک جانا چاہتا ہوں، مجھے اس آدمی کی معلومات چاہیے، ایسا کون کر سکتا ہے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا جب فون ایک دفعہ پھر سے بجنے لگا، اسنے غصے سے اپنے فون کو دیکھا تھا۔

اور اب کی دفعہ اس نے فون اٹھا بھی لیا تھا، فون پر کون تھا وہ نہیں جانتا تھا لیکن دوسری طرف سے اسے جانی پہچانی آواز سنائی دی تھی۔ اور اس آواز کے ساتھ ہی اسے قبیلے کے ارد گرد عجیب سی حرکت بھی سنائی دینے لگی۔

OOOOOO

سردار، میں شیر ازی بات کر رہا ہوں، وہی شیر ازی جو قبیلے میں جاسوس بن کر " آیا تھا، مجھے انسپیکٹر ریان اکرم نے بھیجا تھا۔ آپ کے قبیلے میں آپ نے میری جان بخش دی تھی میری ماں کی خاطر، میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے یاد رکھے ہوئے ہوں گے۔ قبیلے پر حملہ ہونے والا ہے، کوئی ہے جو قبیلے کو تباہ کرنے والا ہے، آپ کے خلاف سازش کی گئی ہے۔ پولیس آپ کے ساتھ کھیل کھیل رہی ہے، ان کا مقصد صرف آپ تک پہنچنا ہے۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب اچانک سے ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی تھی۔

پہلی گولیاں وہاں موجود ان چشم دید گواہوں کو ماری گئی تھیں جو سردار کی بے گناہی کا ثبوت تھے۔ جب کہ ہر طرف سے چلنے والی گولیوں نے ڈاکوؤں کو الرٹ کر دیا تھا، ہر طرف فائرنگ کی آواز گونجی تھی۔ جبکہ ڈاکو بھی الرٹ ہوتے ہوئے اپنی اپنی بندوقیں اٹھائے سردار کے آگے پیچھے اکٹھے ہو گئے تھے۔ سردار کی نگاہیں آگے پیچھے ہر پہاڑ کی طرف جا رہی تھیں جہاں سے

وردیوں میں سب لوگ ان پر حملہ کر رہے تھے۔ اس نے غصے سے ریان کی طرف دیکھا تھا، وہ اعتبار کے لائق نہیں تھا، اس نے دھوکا دیا تھا۔

"سردار، میں نے کچھ نہیں کیا، میں نے تو انہیں بتایا تک نہیں تھا کہ میں یہاں آ رہا ہوں۔" سردار نے جیسے ہی بندوق اس کی طرف تانی تھی وہ اپنی صفائی دینے لگا، اس کے لیے بھی یہ سب کچھ بہت اچانک اور ناقابل یقین تھا۔

"تم وردی والے ہمیشہ سے جھوٹ بولتے آئے ہو، ہمیشہ سے دھوکا دیتے کر آئے ہو۔ تم لوگوں نے پھر سے ہمیں دھوکا دیا، وہ معصوم ہے، تم پر یقین کر بیٹھی لیکن میں یقین نہیں کروں گا۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب دعا م اسے پہاڑی سے تیزی سے نیچے اترتی نظر آئی، وہ اگلے ہی لمحے ریان کو دھکا دیتا اس کی طرف بھاگا تھا۔

اس نے ابھی دو تین قدم ہی اٹھائے تھے جب پولیس کی گولیاں اس کے کندھے اور سینے کو چیرتی چلی گئی تھیں۔

○○○○○○

وہ پریشانی سے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سردار نے اسے باہر آنے سے منع کیا تھا، اسے لگتا تھا کہ باہر خطرہ ہے حالانکہ باہر کوئی خطرہ نہیں تھا یا خطرہ ہو سکتا تھا، ریان یہاں اکیلے آ رہا تھا وہ بھی عام لوگوں کے ساتھ تو پھر بھلا کس طرح کا خطرہ ہو سکتا تھا اور ریان اس طرح دھوکے سے ان لوگوں پر حملہ نہیں کر سکتا تھا لیکن پھر بھی سردار نے اسے باہر آنے سے منع کیا تھا اسی لیے وہ خاموشی سے اندر بیٹھے یہی ساری چیزیں سوچ رہی تھی جب اچانک ہی باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ فائرنگ کی آواز اسے بالکل قریب سنائی دیتی تو کبھی بہت دور۔ اس نے جلدی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے باہر دیکھا تھا۔ نیچے خوفناک ماحول تھا، ہر کوئی سردار کے آگے پیچھے اکٹھا ہوا تیزی سے فائرنگ کر رہا تھا جبکہ سردار ان کے بیچ بنا کسی ہتھیار کے کھڑا تھا۔ سردار کو اس طرح سے دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھی، اسے لگا کہ اس لڑکی کی بددعائیں اسے لگنے والی ہیں۔

وہ اپنے شوہر کو موت کے بیچ کھڑا بالکل تنہا دیکھ رہی تھی۔ اس سے ایک منٹ وہاں نہ رکا گیا وہ تیزی سے کمرے سے نکلتے ہوئے نیچے کی طرف آنے لگی تھی جبکہ جس طرح فائرنگ ہو رہی تھی سردار اپنی جگہ رک نہ سکا تھا۔

اس نے تیزی سے قدم اوپر کی طرف بڑھائے تھے، ڈر تھا کہیں دعام کو کوئی گولی نہ لگ جائے، کہیں وہ اپنا آپ تباہ نہ کر دے، کہیں وہ اور آنے والا بچہ اور اپنی زندگی پر کوئی مصیبت نہ لے آئے۔ وہ نہیں برداشت کر سکتا تھا، ہاں وہ اس لڑکی پر کوئی مصیبت برداشت نہیں کر سکتا تھا، اس کی ذرا سی تکلیف اس کو تڑپا کر رکھ دیتی تھی۔ تیزی سے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تھا، وہ حفاظتی دائرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ نے اسے چیر کر رکھ دیا تھا۔ وہ سارے ڈاکو اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش میں تھے لیکن ایسا نہیں ہو سکا تھا، اسے گولیاں لگ چکی تھیں۔

جب کہ بالا تیر کی تیزی سے اس کے پاس پہنچا تھا، اس پر آنے والے ہر وار کو خود لینے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ باقی سارے ڈاکو بھی اس کے ارد گرد آ چکے تھے۔

بالا! آج سے۔۔۔پندرہ سال۔۔۔۔پہلے جو کچھ۔۔ہوا تھا۔۔۔۔۔وہ" دوبار۔۔۔ہ نہیں ہونا چاہیے!۔۔۔اگر اس قبیلے کو ایک ذرہ سا بھی نقصان۔۔۔ پہنچا تو میں۔۔۔۔تجھے کبھی معاف نہیں۔۔۔۔کروں گا!" وہ اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے اب بھی قدم آگے کی طرف اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے پیروں میں جیسے جان ختم ہو گئی تھی۔اس نے دعام کو دیکھا تھا جو بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں بند ہوئی تھیں، وہیں پہاڑی پر بیٹھتے اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی جبکہ سردار سے بھی مزید اپنی آنکھیں کھولے رکھنا مشکل ہو گیا تھا، تکلیف نے جیسے اسے اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، وہ مزید نہ تو قدم اٹھا سکا تھا اور نہ ہی سانس لے سکا تھا۔

○○○○○○

سردار کو کافی زیادہ گولیاں لگی تھیں لیکن ان لوگوں نے جم کر مقابلہ کیا تھا، انہوں نے بھی فائرنگ شروع کردی تھی۔

سردار کو گرتے دیکھ کر وہ سمجھ چکے تھے کہ اسے گولی لگ چکی ہے جب کہ بالا یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ صرف ایک گولی نہیں لگی بلکہ معاملہ زیادہ خراب ہے۔

بھون کر رکھ دو سالوں کو، کوئی ایک بھی زندہ بچ کر نہ جانے پائے!" وہ چیخا تھا" جب کہ سردار کے آگے آتے ہوئے اس نے سردار کے وجود کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا تھا۔

قبیلے پر ذرہ برابر نقصان نہیں ہونا چاہیے، یاد رکھنا یہ سردار کا گھر ہے، اس کی" دنیا ہے!" وہ چیختے ہوئے کہتا اندر کی جانب بھاگا تھا، اسے سردار کی جان بچانی تھی، اس کے لیے اس وقت سردار سے زیادہ اہم اور کچھ بھی نہیں تھا جبکہ جمرو تیزی سے اوپر کی طرف بھاگا تھا جہاں دعام گری تھی۔ اسے پرواہ نہ تھی کہ گولیاں اسے لگتی ہیں۔ یا اس کا وجود چیرتی ہیں

اس وقت اسے صرف سردار کے بچے اور اس کی بیوی کی پرواہ تھی۔ وہ دعام کے پاس آتے ہوئے اس کے چہرے کو آہستہ سے تھپتھپانے لگا، پھر اگلے ہی لمحے اسے اٹھا کر محفوظ جگہ لے جانے لگا تھا لیکن دعام ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔

ooooooo

یہ جنگ تقریباً تین سے چار گھنٹے تک چلتی رہی تھی۔ ان لوگوں نے کوئی لحاظ نہیں رکھا تھا کہ انہیں گولیاں کہاں لگتی ہیں یا وہ جان سے جاتے ہیں، انہیں فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ ان لوگوں نے بھی ڈاکوؤں پر جو حملہ کیا تھا وہ جان لیوا ہی تھا۔

ان کے چار آدمی اپنی جان گنوا چکے تھے، حالات بہت بگڑتے جا رہے تھے لیکن ان کے مقابلہ کرنے کی وجہ سے ان لوگوں نے انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

کافی سارے لوگ وہاں سے بھاگ نکلے تھے جب کہ ریان اکرم کہاں گیا تھا ان میں سے کسی کو بھی سمجھ نہیں آیا تھا۔ ان کا ارادہ نہیں تھا اسے اس طرح سے جانے دینے کا لیکن پھر بھی وہ غائب ہو چکا تھا۔ چشم دید گواہوں کی لاشیں انہوں نے ڈاکوؤں سے کہہ کر گاؤں میں بھجوادی تھیں، اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ لوگ اس طرح بے قصور مارے جائیں گے کوئی نہیں جانتا تھا، وہ تو حق سچ کا ساتھ دینے والے تھے بیچارے۔

لیکن ریان اکرم کی خود غرضی کی وجہ سے وہ بھی موت کے گھاٹ اتر چکے تھے اور انہیں مارنے والے اور کوئی نہیں بلکہ ان کی اپنی ہی پولیس نفری تھی۔ وہ لوگ پولیس کی ہی گولیوں سے مارے گئے جب کہ اپنے قبیلے کا بھی نقصان ہوا تھا، یہاں چار ڈاکو موت کو گلے لگا چکے تھے صرف سردار کی جان بچانے کے لیے، ان کا احسان وہ زندگی بھر نہیں بھول سکتے تھے جب کہ تقریباً گیارہ سے بارہ ڈاکو بہت ہی بری حالت میں زخمی تھے جن کا علاج شروع کر دیا گیا تھا۔

○○○○○○○○

دعام کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو اپنے کمرے میں اپنے بستر پر پایا تھا۔

اس کے پیٹ میں شدید قسم کا درد اٹھا رہا تھا جو اس کی برداشت سے باہر تھا، لیکن ہر درد پر حاوی تھا سردار کا لہولہان وجود، اس کی آنکھوں کے سامنے سردار کا لہولہان وجود گھوم گیا، وہ اگلے ہی لمحے ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی جب پاس کھڑی دو نرسز نے اسے تھاما جبکہ سامنے اس کے ایک ڈاکٹر بھی تھی۔

"اب وہیں بیٹھے رہیے، اٹھیے نہیں۔" وہ جو تیزی سے اٹھ کر باہر جانے کا ارادہ رکھتی تھی، ان لوگ کر اچانک پکڑنے پر وہ پریشانی سے اپنا آپ چھڑانے لگی۔

"چھوڑو مجھے، مجھے میرے ڈاکو جی کے پاس جانا ہے، انہیں گولی لگی ہے، ان کا خون بہہ رہا تھا۔" وہ بری طرح سے تڑپتی ہوئی اپنا آپ ان سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

"ان کا علاج چل رہا ہے، ان کی گولیاں نکالی جا رہی ہیں، نیچے ڈاکٹر آئے ہوئے ہیں۔ آپ سنبھالیں اپنے آپ کو۔ آپ پہلے ہی اپنا بچہ کھو چکی ہیں، پلیز اپنی حالت پر فوکس کریں۔ آپ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہیں۔" ڈاکٹر نے اسے

زبردستی پکڑا تھا جبکہ ڈاکٹر کی بات سنتے اس نے بے اختیار اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا تھا۔

آپ پریگننٹ نہیں ہیں۔"ڈاکٹر نے نرمی سے اسے سمجھایا تھا جب کہ وہ اپنے" منہ پر ہاتھ رکھے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنے لگی تھی۔

"ابھی سردار کی حالت بہت خراب ہے۔"

مجھے ملنا ہے ان سے، مجھے ان کے پاس جانا ہے۔"وہ بے قراری سے اٹھ" کھڑی ہوئی تھی۔

آپ یہیں پر رکیں، آپ نہیں جا سکتیں، سردار بالا کا حکم ہے کہ آپ کو" کمرے سے نہ نکلنے دیا جائے اور ویسے بھی سردار دلدار کا فی الحال آپریشن چل "رہا ہے، علاج ہو رہا ہے، وہاں آپ کو نہیں جانے دیا جائے گا۔

نہیں، میں نہیں رک سکتی، مجھے میرے ڈاکو جی کے پاس جانا ہے، آپ کو سمجھ" نہیں آرہا ان کو گولی لگی ہے، وہ میری آنکھوں کے سامنے خون سے لت پت

ہیں، مجھے ان کے پاس جانا ہے، مجھے انہیں دیکھنا ہے۔" وہ بے قراری سے تڑپنے لگی تھی جب کہ ڈاکٹر نے ایک نرس کو دیکھتے ہوئے اشارہ کیا تھا، اس کی حالت بگڑ رہی تھی۔

جب کہ ڈاکٹر نے آگے بڑھتے ہوئے نرمی سے اس کے بازو میں انجیکشن لگا دیا تھا، اس نے ایک نظر نرس کو دیکھا جبکہ اگلے ہی لمحے وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی تھی۔

ooooooo

اس وقت قبیلے سے نکلنا ان کے لیے خطرے سے خالی نہیں تھا اسی لیے بالا نے قبیلے سے کسی کو بھی کہیں بھی جانے سے منع کر دیا تھا۔ ہاں لیکن آس پاس کے جتنے بھی ہسپتال تھے وہاں سے ڈاکٹروں کو زبردستی یہاں لے آئے تھے جو ان کا علاج کر رہے تھے۔

اور جو موت کو گلے لگا چکے تھے خاموشی سے ان کا جنازہ پڑھا کر انہیں سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔ ان کی قربانیاں وہ ہرگز ضائع نہیں جانے دینے والے تھے

لیکن فی الحال وہ کوئی سوچنے سمجھنے کی کنڈیشن میں نہیں تھے۔ کہہ رہے تھے کہ سردار کی گولیاں نکال دی گئی ہیں، آنے والے 48 گھنٹے اس کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہونے والے ہیں۔

جب کہ دعام اپنا بچہ کھو چکی ہے یہ بات ان کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی۔ لیکن یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی تھی کہ یہ سب کچھ دعام کی اپنی ہی غلطی کی وجہ سے ہوا تھا، اس نے دو نرسز اور ایک ڈاکٹر کو اوپر دعام کے پاس چھوڑا ہوا تھا۔

وہ ہرگز اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے، آخر وہ سردارنی تھی، سردار کی امانت تھی، اس کا خیال رکھنا ان کا فرض تھا۔

اسی لیے وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اس کا خیال رکھنے کا لیکن اب وہ بہت زیادہ ضد کر رہی تھی۔

جب ڈاکٹر نے اسے بے ہوشی کا انجیکشن لگا دیا تھا کیونکہ اس کے لیے سکون بے حد ضروری تھا جس طرح وہ ٹینشن لے رہی تھی اس کی طبیعت زیادہ خراب ہو سکتی تھی۔

○○○○○○

"سات گولیاں لگی ہیں سردار کو، کوئی حالت نہیں ہے، ہم نے گولیاں تو نکال لی ہیں لیکن پھر بھی خطرہ ابھی تک ٹلا نہیں ہے۔"

"سردار کی حالت بہت زیادہ خراب ہے، جان کو بہت زیادہ خطرہ ہے، کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے، ہمیں ہسپتال چلنا چاہیے۔"

بزرگ ڈاکو بالا سے کہنے لگا تھا جب کہ بالا اسے ہسپتال لے جانے کو تیار نہیں تھا، اگر پولیس والے قبیلے میں آ کر حملہ کر سکتے تھے تو حملہ ہسپتال میں بھی ہو سکتا تھا۔

نہیں، میں سردار کو کہیں پر لے کر نہیں جاؤں گا، سردار یہیں رہے گا اور" آپ سب لوگ اس کا علاج کریں گے۔ اور جن ڈاکٹروں کو پکڑ کر لائے ہو وہ کیا کر رہے ہیں ان کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کرو انہیں یہیں پر سردار کا علاج ہو گا پہلے بھی تو علاج یہیں پر ہوتا تھا نا۔ اگر یہ ڈاکٹر کم ہیں تو جاؤ اور پھر شہر جو جو ڈاکٹر سمجھ میں آتا ہے اٹھا کر لے آؤ قبیلے میں، اگر سردار کا علاج نہیں کرے گا "تو گولی مار دو۔

بالا ضرورت سے زیادہ ہی جذباتی ہو رہا تھا، اسے بس یہ پتہ تھا کہ سردار کی جان خطرے میں ہے اور بس۔ تقریباً چھتیس گھنٹے گزر چکے تھے، سردار کو گولیاں لگے، حالت بہت خراب تھی۔

ان لوگوں نے پولیس والوں کو ٹکنے نہیں دیا تھا، وہ نہیں جانتے تھے کہ کتنوں کو گولیاں لگی ہیں اور کتنے بھاگ نکلے ہیں لیکن انہوں نے لحاظ نہیں رکھا تھا، اپنے سردار پر ہوئے حملے کا انتقام انہوں نے بہت زور و شور سے لیا تھا لیکن قبیلے پر کسی طرح کا نقصان منڈلانے نہ دیا۔

سردار کے لیے یہ قبیلہ، قبیلہ نہیں اس کا گھر تھا جس کا نقصان وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

ویسے بھی وہ بہت بڑا نقصان اٹھا چکے تھے، سردار کا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا، دعام کے بے ہوش ہونے پر وہ ڈاکٹر کو لے کر آئے تھے جس نے بتا دیا تھا کہ اب وہ پریگننٹ نہیں ہے،
یہ پریگنسی کے بالکل شروعات ہی دن تھے مسلسل ٹینشن لینے کی وجہ سے وہ اپنا جا کیری نہیں کر سکی۔

سردار کے بچے کی خوشی ان کے لیے وقتی ثابت ہوئی تھی، وہ تو ٹھیک سے جشن بھی نہ منا سکے تھے کہ یہ خبر ان سے روٹھ گئی تھی۔

دعام کو باہر نہیں آنا چاہیے تھا، جو بھی تھا دعام کو یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا"""
جبکہ یہ جان کر کہ ریان اکرم کو قبیلے میں دعام نے بلایا تھا اس کا ویسے بھی غصے سے برا حال تھا۔ اس کا دل نہیں کرتا تھا دعام سے بات کرنے کا، وہ اس کا چہرہ

تک نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ سردار جس کنڈیشن میں تھا اس کے پیچھے کی وجہ سردار کی اپنی ہی دل کی دھڑکن تھی۔

ooooooo

"بالا۔۔ سردار، وہ سردارنی باہر آئی ہوئی ہے، وہ کہتی ہے اسے سردار سے ملنا ہے۔" بزرگ ڈاکو ابھی مزید تفصیلات جاننا چاہتا تھا جب ایک ڈاکو نے آکر اسے بتایا تھا۔

"نہیں مل سکتی وہ سردار سے، اسے کہو کہ اوپر واپس چلی جائے، فی الحال سردار اس کنڈیشن میں نہیں ہے کہ اسے کسی بھی طرح کی پریشانی سے گزارا جائے۔ فی الحال اسے ہوش نہیں آیا اس کے پاس جانا مناسب نہیں۔" وہ اونچی آواز میں بولا تھا جبکہ اس کے لہجے میں بیگانگی وہ بھی محسوس کر چکی تھی۔

"بالا بھیا، آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے، آپ مجھے میرے شوہر سے ملنے سے روک نہیں سکتے، مجھے ملنا ہے ان سے، انہیں دیکھنا ہے، آپ کو سمجھ نہیں آ

رہا!" وہ تیزی سے اندر داخل ہونے لگی تھی جو بالا نے باہر کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر وہیں سے قدم باہر کی طرف بڑھائے تھے۔

○○○○○○

میں آپ کو کہہ چکا ہوں سردارنی، آپ سردار سے نہیں مل سکتیں۔ جو کچھ ہو" چکا ہے اس کے بعد آپ سردار کے آس پاس بھی نہیں آئیں گی۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے آپ اوپر کمرے میں جا کر آرام کیجیے اور بس اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں۔" وہ اسے میدان کے بیچ میں لے آیا تھا۔

جبکہ وہ کمرہ جو اس نے کبھی بھی کھلا نہیں دیکھا تھا، اس کمرے میں سردار تھا وہ جان چکی تھی۔

آپ لوگوں کو انہیں ہسپتال لے کر جانا چاہیے، آپ یہاں پر اس طرح ان کو" چیر پھاڑ نہیں سکتے۔ آپ کیوں نہیں سمجھنے کی کوشش کر رہے، انہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

اس کو کس چیز کی ضرورت ہے کس چیز کی نہیں اس کا فیصلہ میں کروں گا"

کیونکہ اس کے یہاں نہ ہونے کے بعد یہاں کا سردار میں ہوں اور اس قبیلے کا ہر

فیصلہ لینے کا پورا حق رکھتا ہوں۔

باقی آپ کے لیے فیصلہ کرنے کا حق میں خود کو نہیں دیتا اس لیے بہتر ہو گا کہ

آپ خاموشی سے اوپر چلی جائیں، جب تک سردار ہوش میں نہیں آجاتا تب

تک آپ کو کمرے سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے، یقین مانیں اس وقت کوئی

"آپ کو نہیں دیکھنا چاہتا، اس قبیلے کی بربادی کی اصل وجہ آپ ہی ہیں۔

ایک وردی والے پر یقین کر کے آپ اسے یہاں بلانے چلی تھیں یہ جانتے"

ہوئے بھی کہ وہ وردی والے کسی کے نہیں ہیں، اپنے ساتھ پوری نفری لے کر

"آیا تھا، وہ خاموش حملہ ہوا ہے ہم پر۔

آپ کو اندازہ ہے سردار کے علاوہ کتنے ڈاکوؤں کو گولیاں لگی ہیں؟ کون مرا"

ہے کون زندہ ہے کچھ جاننے کی کوشش کی ہے آپ نے؟ چار جنازے نکلے اس

"قبیلے سے۔ آپ کی ایک چھوٹی سی نادانی کی وجہ سے۔

"اوپر جا کر قبیلے کے ان خاموش گھروں میں جا کر دیکھ لیجیے کہ کتنے ڈاکو زخمی پڑے ہیں۔ آپ کی اس چھوٹی سی نادانی کی وجہ سے ایک دفعہ پھر سے یہ قبیلہ برباد ہوتے ہوتے رہ گیا ہے۔"

"جانتی ہیں سردار نے بے ہوش ہونے سے پہلے مجھے کیا کہا؟ 'قبیلے کو کچھ نہیں ہونا چاہیے، یہ قبیلہ اس کا گھر ہے، اس کی دنیا ہے۔' آپ اس کی دنیا مٹانے چلی تھیں سردارنی صاحبہ۔"

"اس وقت قبیلے کا کوئی ڈاکو آپ سے بات کرنا تو دور کی بات آپ کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا، کوئی آپ کی آواز سننے کا بھی روادار نہیں ہے لیکن آپ کا فیصلہ سردار خود اٹھ کر کرے گا اسی لیے ہم خاموش ہیں۔"

"آپ نے بہت نقصان کیا ہے ہمارا، سردار کا بہت نقصان، آپ نے اس قبیلے سے سردار کی نسل چھینی ہے۔ حالانکہ آپ کو کمرے سے باہر آنے سے منع کیا گیا تھا لیکن آپ نے کسی کی نہیں سنی، ہمیشہ اپنی من مانی کرتی ہیں نا؟ دیکھ لیجیے

... اپنی من مانی کا انجام، بچہ تو کھویا ہی ہے آپ نے، ممکن ہے کہ سردار بھی ..."

خدا کے لیے ایسا مت بولیں، مجھے دوسری سانس نہیں آئے گی، میں مر جاؤں گی اگر میرے ڈاکو جی کو کچھ ہوا تو!"

کاش یہی سوچ آپ کی تب ہوتی جب آپ نے اکرم کو اس قبیلے میں بلایا تھا، کاش یہی آپ تب سوچ لیتی تو حالات اتنے خراب نہ ہوتے۔ اور اب حالات جتنے بھی خراب ہو چکے ہیں سردار کے جاگنے سے پہلے تک ٹھیک نہیں ہو سکتے اسی لیے بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلی جائیں۔"

ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ بدتمیزی کر کے سردار کی ناراضگی نہیں مول لینا چاہتا، بہتر ہو گا کہ آپ بھی ہمارے لیے کسی پریشانی کی وجہ نہ بنیں۔ آپ سردار کے لیے عزیز ہیں، ہم بھی آپ کی حرمت میں کسی طرح کی کمی نہیں لانا چاہتے۔" اس کا لہجہ پوری طرح سے بیگانگی لیے ہوئے تھا، ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ اس کا وہی بھائی ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا۔

وہ خاموشی سے ایک نظر جمرو کو دیکھنے لگی تھی جس کے بازو کو گولی چھو کر گزری تھی، اس کے بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

اسے ہرگز پتہ نہیں تھا کہ کچھ ایسا ہو جائے گا، سب کچھ کتنے اچھے سے ہو رہا تھا، ریان نے کہا تھا کہ وہ چشم دید گواہوں کو سردار سے ملوانا چاہتا ہے لیکن وہ کہاں جانتی تھی کہ اتنا بڑا دھوکا دے جائے گا۔ ریان اکرم فون پر تو اس کا ہمدرد لگ رہا تھا لیکن وہ کہاں جانتی تھی کہ وہ اتنا چالاک نکلے گا۔

ooooooo

اس نے رو رو کر اپنی حالت بگاڑ لی تھی، کوئی اسے سردار سے نہیں ملنے دے رہا تھا، وہ صبح سے نیچے ہی تھی، بار بار سردار کے کمرے میں جانے کی کوشش کر رہی تھی، اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس کے پیٹ میں شدید تکلیف اٹھ رہی تھی دو نرسز اس کے پاس تھیں، دو تین دفعہ وہ زبردستی اسے اوپر لے جا چکی تھیں لیکن وہ واپس نیچے آجاتی تھی، اسے سردار سے ملنا تھا، اسے بس ایک نظر دیکھنا تھا لیکن کوئی اسے دیکھنے ہی نہیں دے رہا تھا، کوئی اسے سردار سے،

ملنے نہیں دے رہا تھا، کوئی اسے اس کمرے کی طرف بھی نہیں جانے دے رہا تھا۔

وہ کمرے میں آکر بری طرح سے رونے لگی تھی، اس کی ایک غلطی اتنا سب کچھ خراب کر دے گی وہ ہرگز نہیں جانتی تھی۔ وہ کہاں جانتی تھی کہ ایسا کچھ ہو جائے گا، وہ تو بس سردار کے اوپر سے وہ الزام ہٹانا چاہتی تھی لیکن اسے کہاں پتہ تھا کہ ریان اسے دھوکا دے گا۔

ریان تو اس کا ہمدرد بنا ہوا تھا، اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ریان سچا ہے، وہ اس پر یقین کرتا ہے، وہ اس بات کو مانتا ہے کہ دلدار کبھی کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتا لیکن وہ دھوکے باز نکلا تھا، اس نے دھوکا دیا تھا۔

لفظوں کا دھوکا کبھی بھلایا نہیں جا سکتا، اس کا کوئی مداوا نہیں ہوتا اور اس ریان نے انہیں یہی دھوکا دیا تھا، وہ اس کی زبان پر یقین کر کے اسے یہاں بلا چکی تھی۔

وہ بہت پچھتا رہی تھی، اسے کوئی سردار سے ملنے نہیں دے رہا تھا، بہت کوشش کے باوجود بھی وہ سردار سے ملاقات نہیں کر پا رہی تھی۔ یہ ڈاکٹر اور نرس زا اسے نیچے نہیں جانے دے رہے تھے جب کہ ان سے لڑ جھگڑ کر اگر وہ نیچے چلی بھی جاتی تو اسے کوئی سردار سے نہیں ملنے دیتا تھا۔

○○○○○○

سردارنی کا کھانا آ گیا ہے!" باہر ایک ڈاکو نے آواز لگائی تو نرس فوراً اٹھ کر" دروازے پر آئی تھی۔

مجھے کچھ نہیں کھانا، مجھے اپنے ڈاکو جی کے پاس جانا ہے، مجھے ان سے ملنا ہے" انہیں دیکھنا ہے۔" وہ ایک دفعہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئی تھی جب کہ نرس نے کھانا لا کر ڈاکٹر کے حوالے کیا تھا جبکہ ڈاکٹر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کے پاس آتے کھانا اس کے سامنے بیڈ پر رکھ چکی تھی۔

دیکھیں میری بات سنیں، فی الحال اتنا ہی پتہ چلا ہے کہ گولیاں نکال دی گئی" ہیں لیکن خطرہ ٹلا نہیں ہے۔ اگر ان کا ویسے بھی آپریشن ہوتا تو ان کو کوئی بھی

آپ سے ملنے نہیں دیتا اور یہاں کوئی عام لوگ علاج نہیں کر رہے ہیں، پروفیشنل ڈاکٹر ہی ہیں وہ لوگ اور وہ پوری کوشش کر رہے ہیں کہ سردار بچ جائے۔ آپ صرف ضد کر رہی ہیں جو آپ کے لیے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

جب انہیں ہوش آجائے گا تب آپ ان سے مل لیجیے گا لیکن جس طرح آپ" کر رہی ہیں آپ ان لوگوں کے لیے مسائل بڑھا رہے ہیں، آپ نے کل سے پانی تک نہیں پیا ہے۔"

ڈاکٹر اسے زبردستی سمجھانے لگی تھی جب کہ وہ کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہیں تھی، وہ انہیں کیسے بتاتی کہ وہ اپنے پل پل موت کے قریب جاتے شوہر سے مل نہیں پا رہی تھی، اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی، یہی قبیلے کے لوگ جو اس کے سامنے آنکھ نہیں اٹھاتے تھے آج صاف الفاظ میں اسے سردار سے ملنے سے منع کر رہے تھے، سردار کے پاس جانے سے منع کر رہے تھے۔

وہ جانتی تھی اس کا قصور بہت بڑا تھا، اس نے پورے قبیلے کو مصیبت میں ڈال دیا تھا لیکن پھر بھی وہ اسے سردار سے دور رکھنے کا تو کوئی حق نہیں رکھتے تھے۔

ڈاکٹر زبردستی اسے کھانا کھلا رہی تھی جب کہ وہ بار بار اس کا ہاتھ پیچھے کرتی بری طرح رونے لگی تھی جبکہ دوسری نرس بھی اسے پیار سے سمجھانے لگی، یقیناً ان لوگوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ اس پر بالکل بھی کوئی سختی نہ کی جائے ورنہ ان لوگوں کو خود یہاں اٹھا کر لایا گیا تھا بندوق کی نوک پر، کسی کے اس طرح کے نخرے اٹھانے کو ہرگز نہیں آئے تھے۔ لیکن اس وقت وہ دعام سے زیادہ بے بس لگ رہے تھے۔

ڈاکو بالا کا حکم ہے اگر یہ نرسیں اور ڈاکٹر سردارنی کو کھانا کھلانے میں کامیاب" نہیں ہوتی تو ان کو گولی ماردی جائے۔" باہر سے آواز آئی تو وہ تینوں کانپ کر سامنے موجود دعام کو دیکھنے لگیں جو خود حیران رہ گئی تھی بالا کے اس طرح کے حکم پر۔

بالا کو ہوا کیا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی، بالا کی باتیں، اس کا انداز ہر چیز بدل چکا تھا، وہ سچ مچ میں یہاں کا سردار بن گیا تھا اور کوئی عام سردار نہیں، وہ بہت خطرناک قسم کا سردار تھا جو کسی کو گولی مارنے کا ذکر کرتے ہوئے ذرا نہیں ڈرتا تھا۔

اس کے لیے کسی کی جان لینا مشکل نہیں تھا، اب تو ایک نرس باقاعدہ رونے لگی تھی، کل سے یہاں وہ جس حالت میں تھیں اس کا رونا ہی بنتا تھا۔ بات بات پر ان کے سروں پر بندوق تان لی جاتی تھی، ایسا لگتا تھا جیسے ابھی گولی مار کر ختم کر دیا جائے گا۔ وہ ڈاکو سردار نہیں تھا جو کسی کی جان کی پرواہ کرتا یا ہاں سردار بالا تھا اور حقیقت یہ تھی کہ بالا کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ بالا کے لیے صرف اس کا حکم معنی رکھتا تھا اور جو اس کے حکم کو پورا نہیں کرتا تھا اسے مارنے میں یقیناً اس نے لمحہ نہیں لگانا تھا۔

دعام نے خاموشی سے ٹرے اپنے قریب سرکالی تھی اور چھوٹے چھوٹے لقمے زہر مار کرنے لگی، وہ اپنی وجہ سے کسی کو مرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

خطرہ ٹل چکا ہے لیکن اب تک ہوش نہیں آیا اور مجھے لگتا ہے کہ جلدی ہوش" نہیں آئے گا۔ آئی ایم سوری لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ آپ کے پیشنٹ کوما میں جا چکے ہیں۔"

ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو بالا نے غصے سے اسے دیکھا تھا، یہ صبح کے ساڑھے پانچ بجے کا وقت تھا، تیسرا دن شروع ہو چکا تھا، سردار کو ہوش نہیں آیا تھا لیکن اب اس کی جان خطرے سے باہر تھی۔

کوما میں جا چکا ہے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا کوئی حل تو ہو گا نا؟ سردار کو ہوش" کب آئے گا؟" بالا نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

دیکھیں، کوما میں گئے پیشنٹ کو کبھی بھی ہوش آ سکتا ہے۔ ان کے ریکور" ہونے کے چانسز ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ایک ڈیڑھ ہفتے میں ہوش میں آ جائیں، مہینہ بھی لگ سکتا ہے لیکن یہ زیادہ لمبے عرصے کا پیریڈ نہیں لگ سکتا کیونکہ ان کا دل بہت اچھے سے رسپانس کر رہا ہے، ان کی ہارٹ بیٹ بہت تیز ہے۔"

ہوش میں کب آئے گا وہ؟" بالا اس کی بات کاٹتے ہوئے غصے سے بولا۔ "

دیکھیں میں نے کہانا، آپ کے غصہ ہونے سے ہوش میں نہیں آئیں گے وہ، "

وقت لگے گا، ہر چیز میں وقت لگتا ہے، ان کے ریکور ہونے میں بھی وقت لگے

"گا۔

ٹھیک ہے، جب تک اسے ہوش نہیں آتا تو یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا اور نہ "

ہی تیری ٹیم کہیں جائے گی قبیلے میں۔ تم لوگوں کی اچھی مہمان نوازی ہو گی۔

ہر وقت سردار کے سر پر سوار ہو۔ "بالا نے حکم سنایا تو وہ پریشان ہو گیا تھا۔

جناب وہ کوما میں جا چکے ہیں، کوما میں انسان کو ہوش میں آتے دس سال بھی "

لگ سکتے ہیں۔ "وہ پریشانی سے بولا تھا۔

تو یہ تم لوگوں کا مسئلہ ہے، اسے جلدی ہوش میں لاؤ اور جلدی واپس اپنے "

اپنے ٹھکانے پہنچ جاؤ۔ اگر اپنی زندگی پیاری ہے اپنی آزادی پیاری ہے تو سردار

کو ہوش آجانا چاہیے۔ تم لوگوں نے جو مشینیں کہیں ساری میں نے لا کر دی، تم

لوگوں نے جو جو چیز ڈیمانڈ کی ہے میں نے راتوں رات پورا کیا ہے، اب ہر وہ چیز

جو تمہاری ضرورت تھی تم تک پہنچ چکی ہے تو میرے پیشنٹ کو ہوش آنا چاہیے،

"وہ بالکل صحیح سلامت میرے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔

وہ کسی کی سننے کو تیار نہیں تھا، وہ صرف اپنی کر رہا تھا، اسے کسی ڈاکٹر کی ڈاکٹری نہیں سنی تھی اسی لیے اسے کوئی مطلب نہیں تھا، اسے صرف اور صرف سردار سے مطلب تھا، اسے سردار بلکل ٹھیک چاہیے تھا۔

جبکہ ڈاکٹر اس کی بات سے بہت پریشان تھا، وہ اسے کچھ سمجھا نہیں پا رہا تھا لیکن اب سردار کا علاج ان کے بس سے باہر ہو چکا تھا۔ ہاں اس کمرے میں ہر طرح کی مشینری راتوں رات پوری کی گئی تھی، ہر وہ چیز جو ایک پیشنٹ کی ضرورت ہو سکتی ہے انہیں یہاں مہیا کی گئی تھی لیکن وہ کسی کی جان تو نہیں دے سکتے تھے نا، یہ ان کے بس سے باہر تھا، وہ جتنا کر سکتے تھے کر چکے تھے لیکن یہ بات بالا تھا، اور بالا ص

ڈاکو کو کوئی نہیں سمجھا سکتا تھا جو صبح سے غصے میں نہ جانے کتنی فائرنگ کر چکا تھا۔

دعا م ساری رات نہیں سوئی تھی، اسے نیند آتی ہی کہاں تھی؟ اس کا شوہر نیچے زندگی موت سے لڑ رہا تھا اور اسے اس کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ ہرگز نہیں جانتی تھی کہ سردار کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ یہاں ایسا سلوک کیا جائے گا، وہ شخص جو اسے اپنی بہن کہتا تھا اس کے ساتھ اتنا ظلم کر رہا تھا، اسے اس کے شوہر کو دیکھنے تک نہیں دے رہا تھا۔

اس نے پچھلے چار دن سے سردار کو نہیں دیکھا تھا، بس اتنا پتہ چل چکا تھا کہ سردار کا آپریشن ہو چکا ہے، وہ اب خطرے سے باہر ہے۔ اب تو وہ اس سے مل سکتی تھی نا لیکن باہر آئے ڈاکٹر نے کل رات کو ہی اسے بتا دیا تھا کہ وہ نیچے نہیں آ سکتی، اسے وہیں اوپر رہنا ہے جب تک سردار کو ہوش نہیں آ جاتا، اسے نیچے نہیں لایا جائے گا۔

وہ اپنا بچہ کھو چکی تھی، یہ تکلیف وہ سہ نہیں پا رہی تھی جبکہ شوہر کی دوری نے اسے مرجھا کر رکھ دیا تھا۔ اسے زبردستی کھانا کھلایا جا رہا تھا، زبردستی اس کا

خیال رکھا جا رہا تھا، اسے نہیں چاہیے تھی کسی کی مدد، اسے نہیں چاہیے تھی کسی کی ہمدردی، اسے بس اس کا سردار چاہیے تھا لیکن وہ لوگ تو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔

ان میں سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ اس کی کیا حالت ہے، بس اسے سردار کے بارے میں خبر کر دی جاتی تھی، یہی بہت بڑی بات تھی۔

اذانوں کے ساتھ ہی اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے نیچے جانے کا فیصلہ کیا تھا جب ساتھ زمین پر بستر بچھا کر لیٹی نرس اٹھ کر بیٹھ گئی تھی، وہ اس پر ایسے نظر رکھتی تھی جیسے وہ کوئی چور ڈاکو ہو۔

خدا کے لیے اس کمرے سے باہر مت نکلیے گا، ہمیں ہماری جان بہت پیاری" ہے، ہم آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں، ہماری زندگی کو مشکل میں مت "ڈالیں۔ ہم تین دن سے یہاں قید ہیں۔

آپ کو اپنی جان پیاری نہیں ہے نا سہی لیکن میں اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی "
ہوں، ان کا اکلوتا سہارا ہوں، مجھے کسی مصیبت میں مت ڈالیں۔" وہ ہاتھ
جوڑتے ہوئے بولی تو دعام واپس بیٹھ گئی تھی۔

جب کہ صوفے پر لیٹی ڈاکٹر خاموشی سے انہیں دیکھتی آنکھیں بند کر گئی تھی۔

ooooooo

انسپیکٹر اکرم! ہمیں آپ پر فخر ہے۔ جس قدر بہادری سے آپ نے ان "
ڈاکوؤں کے قبیلے میں انٹری مار کر یہ خفیہ مشن سٹارٹ کیا، وہ قابل تعریف تھا۔
کہیں سارے ڈاکو مار گرائے ہیں ہم نے اور کہیں سارے زخمی ہیں۔ سب سے
خاص بات یہ کہ ان کا سردار اس مقابلے میں غائب ہے۔

یقیناً وہ اگر مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر وہ پھیلائیں گے نہیں کیونکہ وہ جانتے
ہیں اس خبر سے آس پاس کے گاؤں میں ان کا ڈر کم ہو جائے گا اور اگر زندہ بھی
ہے تو اس حالت میں نہیں ہے کہ زندہ بچ سکے۔

ہمیں بہت فخر ہے آپ پر، آپ نے فائنلی اس قبیلے میں انٹر کر ہی لیا۔ جس طرح وہ دھوکے سے چشم دید گواہوں کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اور وہاں انہیں قتل کر دیا، ایسے میں آپ کی پلاننگ قابل تعریف تھی۔ وہ چشم دید گواہ تو اس دنیا میں نہیں رہے لیکن جس طرح بہادری سے آپ نے وہاں رہ کر ان کا مقابلہ کیا وہ قابل تعریف تھا۔ آپ کی یہ پلاننگ بھی قابل تعریف تھی، ایسے ڈاکو اسی طرح ہاتھ آسکتے تھے۔" سامنے کھڑا ڈی ایس پی کب سے اس کی تعریفیں کیے جا رہا تھا جب کہ وہ خاموشی سے بیٹھا اسے سن رہا تھا۔

پچھلے ہفتے اس مقابلے میں اسے بھی دو گولیاں چھو کر گزری تھیں، ایک کندھے کے قریب اور ایک بازو کے کنارے زخم چھوڑ گئی تھی۔ اس نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے وہاں سے نکلنا بہتر سمجھا تھا۔

لیکن آج جب وہ واپس ڈیوٹی جوائن کرنے لگا تو یہ بات اس کے لیے کسی جھٹکے سے کم ثابت نہ ہوئی تھی کہ ان ساری چیزوں کو اس کی پلاننگ قرار دے دیا گیا تھا حالانکہ یہ اس کی پلاننگ نہیں تھی۔ وہ تو سردار کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتا

تھا۔ وہ تو سب کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ ڈاکو دلدار لاکھ گنہگار سہی لیکن وہ ایک زنانی، ایک ریپسٹ ہرگز نہیں ہے۔

وہ کسی کی عزت برباد نہیں کر سکتا لیکن یہاں تو سب کچھ الٹا ہی ہو گیا تھا۔ ان پولیس والوں نے بہت برے طریقے سے حملہ کیا تھا قبیلے میں، بہت نقصان ہوا تھا اور وہ سچ میں نہیں جانتا تھا کہ سردار کہاں غائب ہے۔

وہ لوگ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے اگر تو سردار کی موت ہو چکی ہوتی تو وہ لوگ یہ بات قبیلے سے باہر نہیں نکلنے دیتے کیونکہ اس سے آس پاس کے گاؤں میں ان کا ڈر ختم ہو سکتا تھا۔ اور پھر اگر وہ زندہ تھا بھی تو جس طرح اسے گولیاں لگی تھیں، اس کے زندہ بچنے کے چانسز نہیں تھے۔ جبکہ دعام کی کیا حالت تھی، وہ نہیں جانتا تھا۔ اسے تو خود چار دن کے بعد ڈسچارج کیا تھا۔

علاج کے بعد جب ہوش آیا تھا تب اس نے اپنی ماں، بہن اور بیوی کو اپنے آگے پیچھے روتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ انہیں سنبھالنے میں لگ گیا تھا لیکن دماغ پر سردار بری طرح سے حاوی تھا۔ اسی لیے اس نے آج ہی واپس نوکری

جوائن کرلی تھی لیکن یہاں آتے ہی جس طرح اس کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے، وہ خود حیران رہ گیا تھا۔ اس کے خلاف بھی سازشیں جاری تھیں، ان سب چیزوں میں اسے گھسیٹا جا رہا تھا جب کہ وہ جانتا بھی نہیں تھا اس بارے میں کچھ بھی۔

وہ ان کے سامنے اس بات سے انکاری ہو سکتا تھا کہ اس نے یہ سب کچھ نہیں کیا اور نہ ہی وہ ہاں کر سکتا تھا کیوں کہ اس سب میں وہ بالکل بھی انجان تھا۔

ہاں لیکن اس کے قبیلے جانے کی وجہ سے اس کے پیچھے ایک بہت بڑی گیم کھیلی گئی تھی اور یہ گیم کس نے کھیلی تھی وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

ہاں لیکن فی الحال وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ سردار کیسا ہے، زندہ بھی ہے یا ختم ہو چکا ہے؟ قبیلے کی طرف سے اس قدر خاموشی کسی بڑی آفت کا پتہ دے رہی تھی۔

ooooooo

"دیکھیں سر، ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اگر وہ ہوش میں نہیں آرہے تو اس میں ہمارا بھلا کیا قصور ہے؟" یہ چوتھا آٹھوں تھا جب ڈاکٹر اپنی بھرپور کوشش کے بعد جیسے ہار مانتے ہوئے کہنے لگے تھے۔

"تو ہم نے کب کہا کہ تم لوگوں کا کوئی قصور ہے؟ کوئی قصور نہیں ہے تم لوگوں کا، تم لوگ بہت اچھے سے اپنا کام کر رہے ہو۔ ایسے ہی کرو، اب اس کو جان کا خطرہ تو نہیں ہے نا؟" بالا انہیں دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا، آج بھی اس نے ان لوگوں کے لیے اسپیشل کھانا بنوایا تھا۔

"جی سر! بہت شکریہ، آپ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن یہ بھی تو سمجھیے نا کہ ہمیں یہاں سے جانا ہے۔ ہر وقت بندوق سر پر ہوتی ہے، خوف آتا ہے ہمیں اس ماحول سے۔"

"ہمیں ہسپتال جانا ہے، ہمارا کام ہے ہسپتال میں، ہزار پیشنٹس ہوتے ہیں جن کا ہم علاج کرتے ہیں۔ ہماری جاب کا سوال ہے،" وہ تقریباً کوئی 11 ڈاکٹر تھے جو پچھلے ایک ہفتے سے یہیں پر تھے۔

تو میں نے تم لوگوں کو کہا تو صحیح کہ تم لوگوں کی تنخواہ یہاں سے مل جائے گی" بلکہ جتنی تنخواہ تم لوگوں کو اس ہسپتال سے ملتی ہے اس سے تین گنا میں دوں گا "تو پھر کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کو یہاں پر؟

اچھا کھانا مل رہا ہے، رہنے کے لیے اچھی جگہ مل گئی ہے، فلی فرنشڈ روم کے" ساتھ ایئر کنڈیشنڈ ماحول مل رہا ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ تم لوگوں کو کسی بھی ایسی چیز کی ضرورت ہے جو اس ہسپتال میں یہاں سے زیادہ مہیا کی جاتی ہے۔ اگر تم لوگوں کے پرائیویسی کی بات کی جائے تو وہ بھی تم لوگوں کو الگ سے مہیا ہے، "پھر کس چیز کی کمی ہے تمہیں یہاں پر جو تم یہاں سے واپس جانا چاہتے ہو؟

تم لوگوں کے بارے میں مکمل انفارمیشن لی ہے ہم نے، تم سب لوگ یہاں" کے رہنے والے نہیں ہو یعنی کہ اپنی اپنی فیملی سے ملنے کے لیے تم دو تین مہینوں کے بعد ہی جاتے ہو تو پھر ایسی کون سی پرابلم ہو رہی ہے تم لوگوں کو یہاں رہتے ہوئے؟ بتایا تو صحیح، جیسے ہی سردار کو ہوش آجائے گا اور سردارنی "بالکل ٹھیک ہو جائے گی تو تم لوگ یہاں سے جا سکتے ہو۔

پھر کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کو یہاں پر رہتے ہوئے؟ کون سی ایسی چیز ہے جو" تمہیں یہاں پر ٹکنے نہیں دے رہی؟" اب کے بالا کو غصہ آنے لگا تھا، وہ چارپائی صحن میں بچھائے وہیں بیٹھا ہوا تھا جب کہ وہ 11 کے 11 ڈاکٹر اس کے پاس کھڑے اسے سمجھا رہے تھے کہ انہیں واپس جانا ہے۔

سر! ہم آپ کی بات کو بہت اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں، بے شک آپ نے" یہاں پر ہمیں ہر طرح کی سہولت مہیا کی ہے، ہمیں ایسی کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے جو وہاں اور ہمیں یہاں پر نہ ملے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں خوف "میں رہتے ہیں۔ بات بات پر ہمیں جان جانے کا ڈر رہتا ہے۔

آپ کی سردارنی کھانا نہیں کھائے گی تو ہمیں گولی مار دی جائے گی، آپ کی" سردارنی اپنا خیال نہیں رکھے گی تو ہمیں گولی مار دی جائے گی، آپ کی سردارنی اگر ضد کرے گی تو ہمیں گولی مار دی جائے گی۔ آپ ہی بتائیے ہمارا کیا قصور ہے؟ اگر اس قبیلے کی سردارنی نارمل نہیں ہو پا رہی تو وہ بس ایک ہی ضد کر رہی ہے کہ اسے نیچے اپنے شوہر کے پاس جانا ہے اور اس سے اس کے شوہر کے

پاس آپ جانے نہیں دے رہے تو آپ ہی بتائیے ہم اس کو کس طرح سے کنٹرول کریں؟"

ڈاکٹر ہمت کرتے ہوئے بولی تھی، میل ڈاکٹر تو اوپر نہیں جاتے تھے اور نہ ہی اسے کسی میل ڈاکٹر سے علاج کروایا گیا تھا لیکن فیمیل ڈاکٹر تو ہر وقت اس کے پاس ہی رہتی تھی، بلکہ پاس کیا رہتی تھی، ان لوگوں کو تو اجازت بھی نہ تھی شام چار بجے تک اس کے کمرے سے نکلنے کی اور رات کے لیے اس نے الگ سے دو نرس رکھی ہوئی تھی جو اس کے کمرے میں سوتی تھی۔ شروع میں تو ڈاکٹر بھی اس کے کمرے میں ہی سوتی رہی تھی پھر ان کے ڈیوٹی ٹائمنگز ایسے چینج کر دیے گئے تھے جیسے وہ سچ مچ میں کسی ہسپتال میں ہی رہتے ہوں۔

دیکھو ڈاکٹر! میں تمہاری بات کو سمجھ رہا ہوں، جان کا ڈر تو سب کو ہونا چاہیے، " میں سمجھ سکتا ہوں تمہیں بھی جان جانے کا ڈر ہے لیکن بات پھر بھی وہی ہے نا کہ تمہیں یہاں پر سردارنی کا خیال رکھنے کے لیے لایا گیا ہے۔ اس کی ہر ضرورت کو سمجھنا تمہارا کام ہے۔ اگر وہ پریشان ہوتی ہے، ٹینشن لیتی ہے جس

سے اس کی طبیعت خراب ہوتی ہے تو وہ بھی تمہاری ہی ذمہ داری ہے کہ اسے کس طرح سے ٹینشن سے نکالنا ہے یا اسے کس طرح سے پر سکون کرنا ہے۔

"جب تک وہ نارمل نہیں ہو جاتی تب تک تم یہاں سے جا نہیں سکتے۔

اور بار بار یہاں شکایتیں لے کر آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اب بہتر یہی" رہے گا کہ تم جس کام کے لیے یہاں لائی گئی ہو وہ کرو کیونکہ اگر سردارنی کو کسی بھی طرح کا کوئی نقصان پہنچا یا پھر اس کی طبیعت خراب ہوئی تو پھر میں حساب "کتاب پر اتر آؤں گا اور میرا حساب کتاب بالکل بھی اچھا نہیں ہے۔

یہ نہ ہو کہ یہاں سے جانے کی حسرت تمہیں یہاں سے چار کندھوں پر لے" "جانے پر مجبور کر دے۔

اور تمہاری یہ نرس کل سردارنی سے اونچی آواز میں بات کر رہی تھی، ایک" بات کان کھول کر سن لو، اس قبیلے کا سردار بھی اس کی سردارنی سے اونچی آواز میں بات نہیں کرتا اس لیے بہتر ہو گا کہ اپنی اس نرس کی زبان پر ابھی سے کنٹرول کرو ورنہ کاٹنے میں وقت نہیں لگے گا، یہ نہ ہو کہ زندگی بھر کے لیے

بولنے سے محروم ہو جائے۔ تمہیں یہاں رہنے کی پوری قیمت ادا کی جائے گی اور سب سے بڑھ کر یہاں رکھنے کی سب سے بڑی قیمت ہو گی تمہاری زندگی، "تمہاری سانسیں، یہی سمجھو کہ فی الحال تم نے اپنی سانسیں گروی رکھی ہیں۔ جب تک سردارنی ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک کے لیے اور یاد رکھنا فی الحال" سردار بالا ڈاکو ہے جو ایک غلطی معاف کر دیتا ہے، اگر یہاں کا سردار اس وقت دلدار ہوتا تو وہ سمجھانے کے لیے وقت ضائع نہیں کرتا۔ اب تم جا سکتے ہو یہاں سے، یہاں بار بار آنے سے بہتر ہے کہ اپنے اپنے پیشنٹس کو دیکھو، ان کا خیال رکھو کیونکہ تمہارے یہاں سے جانے کی قیمت ان دونوں کی صحت یابی ہے۔" وہ کہتے ہوئے چارپائی سے اٹھتا سردار کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا جبکہ وہ سب مجبوراً پھر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف جانے لگے۔

ooooooo

سردار ٹھیک تھا لیکن کوما میں تھا۔ اب اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن پھر بھی اسے ہوش نہیں آرہا تھا۔ کب تک ہوش آنا تھا ڈاکٹرز کو کچھ بھی پتہ نہیں

تھا۔ یہاں تک کہ بالا نے زبردستی ڈاکٹروں کو یہاں پر قید کر رکھا تھا کہ جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتا اس کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں تھا انہیں یہاں سے جانے دینے کا۔ سردار کو کبھی بھی ڈاکٹر کی ضرورت پیش آسکتی تھی ایسے میں ان ڈاکٹرز کو واپس وہ تب تک نہیں جانے دینا چاہتا تھا جب تک اسے ہوش نہ آ جائے۔

اس کی حالت کبھی بھی خراب ہو سکتی تھی، ابھی تک تو اس کے زخم نہیں بھرے تھے۔ وہ کسی طرح کا رسک لینا نہیں چاہتا تھا اسی لیے 24 گھنٹے ان ڈاکٹرز کو اپنے سر پر سوار کر رکھا تھا۔

اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ کوئی بھی ڈاکٹر تب تک یہاں سے نہیں جا سکتا جب تک سردار بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتا۔

حالانکہ دعا م پر بھی پابندیاں لگی ہوئی تھیں، وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ اگر نکلتی بھی تھی تو ابھی وہ نیچے میدان کی طرف نہیں آسکتی تھی۔ ایسا بالا کا حکم تھا۔

وہ خود کو بالا کے حکم کی پابند ہر گز نہیں سمجھتی تھی لیکن کل جب وہ نیچے گئی تو بالا نے اچھا خاصا غصہ کر دیا تھا اس پر۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ آج سردار جس بھی حالت میں ہے اس کے پیچھے کی وجہ صرف اور صرف وہی ہے۔ نہ وہ ضد کرتی نہ اس پولیس والے کو یہاں آنے کا موقع ملتا اور نہ ہی اتنا سب کچھ ہوتا۔ آج اگر اس کی جان خطرے میں ہے تو اس کے پیچھے کی وجہ وہی ہے۔ اس نے محبت کا امتحان لیا ہے، اگر وہ اس کی ہر ضد پوری کرتا ہے، اس کی ہر بات مانتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی جان کو ہی خطرے میں ڈال دیا جائے۔

اور یہاں بات صرف سردار کی نہیں تھی، جو اس کی مسکراہٹ پر جان دینے کو تیار تھا، یہاں بات ان باقی ڈاکوؤں کی تھی جو اب اپنی جان گنوا چکے تھے۔

اس نے کوئی لحاظ نہیں رکھا تھا اس لیے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ یہاں مرنے والے جتنے بھی ڈاکو ہیں ان کے پیچھے کی وجہ دعا م کی بے جا ضد ہے۔۔

یہاں تک کہ جب وہ نیچے گئی تھی وہاں بہت سارے ڈاکو تھے اور سب کے سامنے اس نے کہا تھا کہ جب تک سردار کو ہوش نہیں آجاتا تب تک وہ ان کے لیے احترام کے قابل ہے کہ وہ سردار کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی کے ساتھ کسی طرح کی بدتمیزی نہیں کرنا چاہتے لیکن یہ بات بھی کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے کہ آج اگر ان کا قبیلہ ان کے سردار سے محروم ہوا ہے تو وجہ وہی ہے۔

جس کی سزا یہ ہے کہ اسے سردار سے نہیں ملنے دیا جائے گا تب تک جب تک سردار خود اسے نہ بلالائے۔ مطلب صاف تھا کہ جب تک اسے ہوش نہیں آتا تب تک وہ سردار سے نہیں مل سکتی۔ ان کی طرف سے فی الحال کے لیے یہی سزا تھی باقی سزا سردار نے دینی تھی اور سردار نے کیا سزا دینی تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔

○○○○○○

وہ سوئی نہیں تھی جب کہ اس کے ساتھ موجود دونوں نرسیں گہری نیند سوچکی تھیں۔ایک سامنے صوفے پر سوئی ہوئی تھی جبکہ دوسری اس کے پاس زمین پر سوئی ہوئی تھی۔

انہیں رات کو جاگنے کے لیے ہی رکھا جاتا تھا کیونکہ دن میں سونے کے لیے انہیں الگ کمرے دیے گئے تھے لیکن پھر بھی بنا کوئی بات کیے، بنا کوئی کام کیے وہ کتنی ہی دیر جاگ سکتی تھی؟اس وقت صبح کے تقریباً پونے تین بج گئے تھے اور کمرے میں بالکل خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔نیم بلب کی روشنی میں اس نے بنا آواز پیدا کرتے ہوئے آہستہ سے اٹھنا چاہا تھا جب نیچے قالین پر موجود لڑکی نے ہلکی سی حرکت دی، اس نے فوراً واپس لیٹتے ہوئے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ لڑکی دوبارہ سے سوچکی ہے، اس نے پھر سے دبے پاؤں اٹھنے کی کوشش کی تھی اور اب کی دفعہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہوگئی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھنے لگی تھی، جوتے اس نے آہستہ سے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھے تھے۔ اب اس کے پیٹ کا درد تقریباً ختم ہو چکا تھا لیکن پھر بھی کبھی بہت زیادہ ٹھیسیں اٹھتی تھیں۔ یقین نہیں آتا تھا کہ اس نے اپنا بچہ اتنا جلدی کھو دیا تھا۔

ان کا بچہ لڑ نہیں سکا تھا وقت اور حالات سے، سردار نے شاید اسی لیے اسے باہر آنے سے منع کر دیا تھا، شاید وہ پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ باہر کا ماحول کیسا ہو گا، یقیناً وہ پولیس والوں پر اعتبار نہیں کرتا تھا اور اب اعتبار نہ کرنے کی وجہ اسے بہت اچھے طریقے سے سمجھ آگئی تھی۔ وہ آہستہ سے باہر قدم رکھتے ہوئے دروازے کو بند کرنے لگی تھی، گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے نیچے کی طرف دیکھا جہاں ہر طرف اندھیرا تھا۔

اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگی تھی، اسے اپنے ڈاکو جی کے پاس جانا تھا۔

○○○○○○○

وہ بنا آواز پیدا کیے آہستہ آہستہ نیچے آئی تھی۔ اس نے پوری کوشش کی تھی کہ اس کے پیروں کی ذرا سی بھی آواز پیدا نہ ہو۔ اب اسے یہاں ڈر نہیں لگتا تھا، شاید وہ یہاں رہنے کی عادی ہو چکی تھی۔

اسی لیے ڈر کہیں بہت پیچھے چھوٹ گیا تھا۔ اس نے جیسے ہی میدان میں قدم رکھا، اس نے ہر طرف دیکھا تھا جب اسے کچن سے ہلکی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک نظر کچن کی طرف جھانکا تھا جہاں میرو شاید صبح صبح سب کے لیے ناشتہ بنانے میں مصروف ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے سردار والے کمرے کی طرف بھاگی تھی، اسے اندازہ تھا کہ اگر میرو اسے یہاں دیکھ لیتا تو یقیناً آگے نہیں جانے دیتا۔

اس کا انداز، اس کا لہجہ بھی اس کے ساتھ بہت بدلا ہوا تھا بلکہ وہ سارے ہی بدل چکے تھے، بات صاف تھی کہ اگر سردار تھا تو وہ ان کے لیے اہم تھی، اگر سردار نہیں تھا تو وہ ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

فی الحال وہ اسے عزت دے رہے تھے، اسے سردارنی کہہ رہے تھے جس کے پیچھے کی وجہ یہی تھی کہ وہ اب تک سردار کے نکاح میں تھی ورنہ اس کی ایک نادانی کی وجہ سے جس طرح ان کا قبیلہ تباہ ہوا تھا وہ ہرگز اس سے یہاں رکھنا نہیں چاہتے تھے۔

وہ تیزی سے سامنے والے اس کمرے کی طرف آئی تھی جہاں اتنے دنوں سے سردار کا علاج کیا جا رہا تھا۔

اندر کی طرف کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے لکڑی کے اس بڑے سے دروازے کو اندر سے بند کیا تھا جبکہ دھیان اب سامنے موجود بیڈ کی طرف گیا تھا جہاں مشینوں میں جکڑا ہوا سردار زندگی سے بہت دور تھا۔

○○○○○○○

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے پاس آئی تھی۔ وہ پورے آٹھ دنوں کے بعد اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ پوری طرح سے زخموں سے چور تھا۔ پورے بدن پر

پٹیاں بندھی ہوئی تھیں، اسے سات گولیاں لگی تھیں جبکہ چھو کر گزرنے والی گولیوں کا کوئی حساب ہی نہیں تھا۔ جگہ جگہ زخم تھے۔

یہ کمرہ کسی بھی ہسپتال کے بڑے کمرے سے زیادہ محفوظ تھا۔ یہاں ہر طرح کی مشینری موجود تھی، ہر طرح کا حفاظتی اقدامات کیے گئے تھے، کسی طرح کی کمی نہیں تھی۔ وہ اسے دیکھ کر ہی سمجھ چکی تھی کہ یہاں سردار کا بہترین علاج ہو رہا ہے۔

ڈاکو جی،" وہ اس کے قریب آتے ہوئے آہستہ سے اسے پکار گئی تھی جبکہ " سامنے موجود جسم پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے ایک انگلی اس کی آنکھوں کے اوپر پھیری تھی لیکن اس کی آنکھ میں کسی طرح کی جنبش پیدا نہ ہوئی۔ اس نے جھکتے ہوئے اپنے لب سردار کے گال پر رکھے تھے اور نرمی سے اس کے گال کو چومتے ہوئے پیچھے ہٹی تو اس کی آنکھ سے گرتا آنسو اس کے گال کو بھگو گیا تھا لیکن وہ خاموشی سے یوں ہی لیٹا رہا تھا جیسے دنیا اور زندگی سے

بہت دور چلا گیا ہو۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ جیسے ٹوٹ سی گئی تھی، وہیں رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

آج اس کا ڈاکو اس کنڈیشن میں اسی کی وجہ سے تھا۔ وہ کیوں نہیں سمجھتی تھی ان کے اصولوں کو؟ کیوں نہیں سمجھتی تھی کہ وہ عام انسان نہیں ہیں، ان کی دنیا الگ ہے، ان کی زندگی الگ ہے۔ انہیں ہر چیز کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ یہاں اس قبیلے میں پولیس والوں کا آنا منع تھا۔ ان میں اتنی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ چھپ کر حملہ کریں لیکن جب انہیں موقع ملا وہ پیچھے بھی نہیں ہٹے تھے۔

ان لوگوں نے ان چشم دید گواہوں کو بھی مار ڈالا تھا جس کا الزام ڈکیٹ قبیلے پر ہی آیا تھا کہ ان کے خلاف ثبوت مل جانے کی وجہ سے ان لوگوں کا قتل کر دیا گیا اور ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا گیا کہ پولیس کی نفری جو قبیلے میں گئی تھی اس کی پیچھے کی بھی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ چشم دید گواہوں کو زبردستی اپنے ساتھ لے کر گئے تھے

اپنے کیے گئے گناہ کو چھپانے کے لیے حالانکہ حقیقت کچھ اور تھی۔

ڈاکو جی! پلیز ٹھیک ہو جائیے، میں آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ میں" جانتی ہوں سارا قصور میرا ہے، جو آپ کے ساتھ جو بھی ہوا ہے وہ سب میں نے کیا ہے لیکن یقین کریں میرے نیت غلط نہیں تھی۔

میں تو بس یہ چاہتی تھی کہ آپ پر سے یہ الزام ہٹ جائے لیکن میں کہاں جانتی تھی کہ اتنا برا ہو جائے گا؟ میں نے تو سب کچھ کھو دیا، آپ کا پیار، آپ کا بچہ، "ہاں ڈاکو جی! ہمارا بچہ نہیں رہا، سب کچھ ختم ہو گیا،

ڈاکو جی! سب ختم ہو گیا۔ پلیز آپ واپس آجائیے یہاں پر، بہت برا سلوک کیا" جارہا ہے میرے ساتھ۔ بالا بھیا مجھے ڈانٹتے ہیں، کوئی مجھ سے اچھے سے بات "نہیں کرتا۔

سب کہتے ہیں کہ آپ واپس آجائیں گے تو مجھے یہاں سے بھیج دیا جائے گا۔ وہ" مجھ جیسی لڑکی کو اپنے سردار کی زندگی میں ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ میں آپ کے قابل ہی نہیں ہوں۔" جمرو بھیا کہتے ہیں کہ سردار ہر معاملے میں ٹھیک ہے لیکن محبت کے معاملے میں ٹھیک نہیں ہے، وہ بدقسمت ہے محبت

کے معاملے میں کیونکہ اسے محبت کے بدلے محبت نہیں دھوکہ ملا ہے۔ڈاکو جی! میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا، آپ جانتے ہیں نا؟ میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔"

"میں کیسے کسی کو دھوکہ دے سکتی ہوں؟ میں تو آپ پر لگا یہ جھوٹا الزام اتارنا چاہتی تھی، ڈاکو جی! پلیز ٹھیک ہو جائیے، سب برے ہو گئے ہیں، کوئی اچھا نہیں ہے، کوئی اچھے سے بات نہیں کرتا مجھ سے،" وہ اس کے ہاتھ پہ سر رکھے بری طرح سے روتے ہوئے ان سب کی شکایتیں کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی اگر سردار اس وقت ہوش میں ہوتا تو اس کے آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھتا، ان سب سے اس کے آنسو کا حساب مانگتا، ایک ایک کو پوچھتا کہ اس کی دعا م کیوں اداس ہے۔

لیکن وہ نہیں تھا۔ تبھی تو یہ سب لوگ اپنی من مانی پر اتر آئے تھے، کوئی نہیں تھا جو اسے سمجھتا، اس سے اس کا حال پوچھتا۔ اگر سردار نہیں تھا تو کوئی نہیں تھا

اس کا۔ وہ اس کے ہاتھ پر سر رکھے روئے جا رہی تھی جب دور سے کہیں اذان کی آواز آنا شروع ہوئی۔

اذانوں کی آواز سنتے وہ فوراً ہی اٹھ گئی تھی۔ اسے یہاں نہیں رکنا تھا۔ اسے جانا تھا۔ اگر بالا کو پتہ چل جاتا کہ وہ آدھی رات کو اس سے ملنے یہاں آئی ہے تو یقیناً وہ اسے رات کو کمرے میں ہی بند کر دیتا۔ وہ ہرگز اسے نہیں پتہ چلنے دینا چاہتی تھی اسی لیے آہستہ سے اس کے قریب سے اٹھی تھی اور پھر نرمی سے اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر اپنے لب رکھتی شدت سے اس کے ہونٹوں کو چوم گئی تھی۔ اگر وہ ہوش میں ہوتا تو یقیناً اس لمحے کو زندگی کے ایک نئے سرے سے جیتا۔

لیکن وہ نہیں تھا، وہ ہوش و حواس کی دنیا سے بہت دور تھا تبھی تو اس کے اس قدر محبت بھرے لمس کو بھی محسوس نہیں کر سکا تھا۔

ڈاکو جی! میں کل آؤں گی آپ سے ملنے کے لیے، میرا انتظار کیجئے گا۔" وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتی خاموشی سے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اوپر کی طرف جانے بھاگی تھی۔

ooooooo

اس نے نہ تو پلٹ کر دیکھا تھا اور نہ ہی اپنے پیروں کی آواز نکلنے دی تھی۔ وہ جلدی سے اپنے کمرے میں آتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

اور پھر تیزی سے بیڈ کے پاس آئی تھی، وہ دونوں ہی گہری نیند سو رہی تھیں لیکن اس کی آواز سے زمین پر پڑی وہ لڑکی جاگ گئی۔

کہاں جا رہی ہیں آپ؟ آپ کو منع کیا گیا ہے اب اس کمرے سے باہر نہیں" نکل سکتی،" وہ نیند کی کیفیت میں بولی تو دعا م نے گہرا سانس لیا تھا۔

میں جا نہیں رہی تھی، آرہی تھی۔ واش روم گئی تھی،" اس نے کہتے ہوئے" خود پر کمبل ڈالا اور پھر بیڈ پر لیٹ گئی تھی جبکہ نرس نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر ہاں میں سر ہلاتی دوبارہ سے لیٹ گئی تھی۔

دعا م ان لوگوں سے بالکل بات نہیں کرتی تھی بلکہ بات کرنا تو دور کی بات تھی، وہ ان کی طرف دیکھتی تک نہیں تھی شاید یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ بھی ایک حد میں ہی رہتی تھی۔

حالانکہ وہ دونوں نرسیں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتی رہتی تھیں، یقیناً اس کے خلاف ہی بولتی ہوں گی اب۔ ہو بھی کیوں نہ، ان کو زندگی کے لالے پڑے ہوئے تھے تو اس کی تعریف تو وہ کرنے سے رہی تھیں۔ ہاں لیکن اسے دیکھ کر ان کی سرگوشیاں عروج پر ہوتی تھیں جنھوں نے وہ اگنور کر دیتی تھی۔

اس نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو نرمی سے اپنی انگلیوں سے چھوا تھا۔

اسے اپنے ہونٹوں پر اب تک سردار کی گھنی مونچھوں کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔

کاش، کاش وہ اس کے پاس ہوتا، کاش وہ اسے بتا پاتی کہ وہ اس سے کتنی محبت

کرتی ہے۔ کیسے اسے اس سے دور کر دیا گیا تھا؟ اگر وہ ہوش وحواس میں ہوتا تو یقیناً ان سب لوگوں کو ان کے برے ترین انجام تک پہنچاتا لیکن وہ ہوش میں ہی تو نہیں تھا۔

وہ ہوش وحواس کی دنیا سے بہت دور تھا۔ آج تو وہ خود اپنی آنکھوں سے اس کی حالت دیکھ کر آئی تھی اور جب سے اس نے اس کی حالت دیکھی تھی تب سے کمبل میں چہرہ چھپائے روئے جا رہی تھی۔ وہ کس قدر زخمی تھا، یہ یاد کرتے ہوئے اسے اپنے پورے جسم میں تکلیف اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی ذرا سی نادانی کی وجہ سے وہ زندگی اور موت کے بیچ جھول رہا تھا، اور وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی سوائے رونے کے۔

OOOOOOO

وہ کافی دیر سے انتظار کر رہی تھی ان کے سونے کا۔ ان نرسوں کے سونے کے بعد وہ آرام سے نیچے چلی جاتی تھی۔

پھر وہ ایک گھنٹے تک وہاں نیچے سر دار کے ساتھ رہے یا دو گھنٹے تک، کوئی نہیں ہوتا تھا پوچھنے والا۔

اسے بالا پر بڑا غصہ آ رہا تھا کہ اگر اس کے ڈاکو جی ٹھیک نہیں تھے تو بالا کا فرض بنتا تھا کہ وہ رات کو بھی ان کے ساتھ ہی رکے،

وہ کیسے اسے اکیلے چھوڑ سکتا تھا؟ بالکل بھی ذمہ داری کا احساس نہیں تھا اسے۔

سارے کہتے ہیں سارا قصور میرا ہے اور خود کا پتہ بھی نہیں ہے۔ اس وقت" ڈاکو جی کو ضرورت ہے ان سب کی، وہ کیسے اپنی ذمہ داری کو بھول کر ایسا کر سکتے ہیں؟

ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ ہر وقت ڈاکو جی کے پاس رہیں لیکن نہیں، بس مجھ پر پابندیاں لگانی ہیں۔ ایک دفعہ ڈاکو جی جاگ جائے پھر ان سب کی شامت لے کر آؤں گی، پھر بتاؤں گی انہیں کہ میں کیا ہوں، آئے بڑے مجھے میرے ڈاکو جی سے دور کرنے والے۔"

ایک دفعہ ڈاکو جی جاگ جائیں نا، سب کے بارے میں بتاؤں گی، ایک ایک کی "شکایتیں لگاؤں گی۔ پھر پتہ چلے گا سب کی شامت آئے گی۔

میں سفارش بھی نہیں کروں گی کسی کی، وہ آج اپنے سرخ رنگ کی ڈریس پہن کر باہر نکلی تو نرس نے ایک نظر اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

عجیب لڑکی تھی یہ، رات کو تیار ہو کر سوتی تھی۔ یہ لڑکی ان لوگوں کی سمجھ سے بالکل ہی باہر تھی، ایک تو وہ ان سے بات نہیں کرتی تھی اور نہ ہی ان کی کسی بات کا جواب دیتی تھی حالانکہ روز رات کو فل تیار ہو کر سوتی تھی۔ کبھی اچھا خاصا بھاری لباس پہن کر لبوں پر لپسٹک لگاتی تھی تو کبھی کاجل لگا کر سو جاتی تھی۔

ان دونوں نرسوں کو اب اس کے ذہنی توازن پر اثر ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

یہاں تک کہ آج تو اس نے بالا ڈاکو کو بھی بتا دیا تھا کہ اس لڑکی کی ذہنی کنڈیشن اسے ٹھیک نہیں لگ رہی ہے،

لگتا ہے اپنے ڈاکو کے پیار میں وہ پاگل ہو گئی ہے، عجیب پاگلوں جیسی حرکتیں کرتی ہے۔ جس پر بالانھ ان دونوں نرسوں کو ڈانٹ دیا تھا،

بہتر ہو گا کہ وہ اپنے کام سے مطلب رکھے۔" وہ جیسے ہی خوش رہتی ہے اسے رہنے دیا جائے بس اس کا خیال رکھا جائے کہ اس کی طبیعت خراب نہ ہو اور نہ ہی وہ زیادہ ٹینشن لے۔" انہیں تو اب یہ دوسرا ڈاکو، وہ بالا بھی کچھ کھسکا ہوا ہی لگ رہا تھا۔ عجیب ضد باندھ کے رکھی تھی اس آدمی نے ان لوگوں کے ساتھ، نہ تو انہیں سکون کا سانس لینے دیتا تھا اور نہ ہی انہیں یہاں سے جانے دیتا تھا۔ وہ تو یہاں آ کر پچھتا رہے تھے، کاش وہ لوگ اس رات نائٹ ڈیوٹی پر نہ ہوتے تو یقیناً اس وقت اس سے بہتر جگہ پر ہوتے، بے شک یہاں انہیں کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن موت کا خطرہ تو ہر وقت سر پر منڈلا رہا تھا اور یہ خطرہ ہر سہولت پر بھاری تھا۔

○○○○○○○

ان کے سوتے ہی وہ آہستہ سے بیڈ سے اٹھی تھی۔ اب تو پانچواں دن تھا، وہ آرام سے اٹھ کر ان کے قریب سے گزر جاتی تھی اور ان لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی تھی۔

وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے روز کی طرح اپنے جوتے ہاتھوں میں اٹھاتی باہر نکل گئی تھی۔ آج اس نے دلدار کی فیورٹ ڈریس پہنی تھی۔ وہ کتنی منتیں کرتا تھا اسے اس ڈریس میں دیکھنے کے لیے، کہتا تھا کہ اس ڈریس میں وہ چاند لگتی ہے اور اس نے کبھی چاند کو غور سے بھی نہیں دیکھا کیونکہ اس کا چاند تو وہ تھی۔

اس کی باتیں یاد کرتے ہوئے مسکراتی تیزی سے نیچے آتے ہوئے اس نے ہر طرف دیکھا تھا۔

میدان بالکل خاموش تھا، ہر طرف خاموشی دیکھتے ہوئے اگلے ہی پل وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے اس کمرے کی طرف بھاگی ہوئی تھی اور فوراً سے اس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دروازہ بند کر دیا تھا۔

ooooooo

اللہ اللہ! پتہ ہے کتنی مشکل سے آئی ہوں۔ وہ چڑیل تو بس جاگنے ہی والی تھی، "میں تو ڈر گئی تھی کہ کہیں وہ جاگ نہ جائے۔" وہ کرسی کا سہارا لیتے ہوئے اس کے بیڈ پر چوکڑی لگا کر بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھام گئی تھی۔

سوتے رہیے یوں ہی، مجھے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں کتنی پیاری لگ" رہی ہوں۔ میں نے ریڈ ڈریس پہنی ہے آپ کی سب سے فیورٹ والی۔

"آنکھیں تو نہیں کھولیں گے آپ؟ لیجیے چیک کر کے دیکھیے، وہی ہے۔

ڈاکو جی! میں کیا سوچ رہی تھی، آپ نا میرے ساتھ اوپر والے کمرے میں" چلیں۔ میں خود آپ کا خیال رکھوں گی، یہاں بالا بھائی آپ کا بالکل خیال نہیں رکھ رہے، روز رات کو آپ کو یہاں اس کمرے میں چھوڑ دیتے ہیں۔" وہ سیدھی ہو کر اس کے پاس لیٹتے ہوئے آہستہ سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔ اس کی باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں جب کہ وہ بالکل

خاموش تھا۔ زخم آہستہ آہستہ بھر رہے تھے لیکن وہ ہوش و حواس کی دنیا سے بہت دور تھا۔

لیکن اس کے باوجود بھی ڈاکٹرز کو سزا ملی ہوئی تھی، شاید انہیں سزا ان کی ڈگری کی ہی ملی تھی جو انہوں نے غلطی سے لے لی تھی۔ کیونکہ ڈگری لینے سے پہلے وہ ہرگز نہیں جانتے تھے کہ انہیں سردار کا علاج کرنے کے لیے یہاں پر قید کر دیا جائے گا۔ اور اس وقت وہ سچ میں یہ ڈگری لینے پر پچھتا ہی رہے تھے جب کہ سردار کی اس بیوی نے ان فیمیل ڈاکٹر اور نرسوں کو پریشان کر رکھا تھا۔

آپ کو پتہ ہے؟ وہ نرس مجھے عجیب طریقے سے دیکھ رہی تھی، مجھے پکا یقین" ہے نظر لگانی ہو گی مجھے، آج میں نے کاجل بھی لگایا ہے، لپسٹک بھی لگائی "ہے۔

ادھر دیکھیں تو سہی نا،" وہ آہستہ سے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے اس" کی بند آنکھوں پر باری باری لب رکھ گئی تھی۔

نہیں دیکھیں گے نا مجھے؟ بالکل نہیں دیکھیں گے، نخرے دکھائیں گے؟ بدلہ" لے رہے ہیں نا آپ مجھ سے کہ میں آپ کو نخرے دکھاتی ہوں تو آپ کیسے پیچھے رہیں؟ ڈاکو جی میں ناراض ہو جاؤں گی اور آپ جانتے ہیں میری ناراضگی بہت سخت ہے۔"

اٹھ جایئے نا، آپ کو اس طرح سے سونے کی اجازت کس نے دی؟ آپ تو" میرے سونے کے بعد بھی نہیں سوتے تھے تو پھر اب میرے جاگتے ہوئے آپ کیسے سو رہے ہیں؟ اٹھ جایئے نا۔"

پلیز اٹھ جائیں، آپ کو اس طرح سے سوتے دیکھ کر مجھے بالکل اچھا نہیں لگ" رہا۔ پلیز اٹھ جائیں نا، آپ کو میری قسم ہے، میں سب کچھ کھو چکی ہوں، ڈاکو جی! ہمارا بچہ۔ میں آپ کی امانت کا خیال نہیں رکھ سکی، میں بالکل بھی اچھی ماں نہیں تھی۔ میں نے آپ کی امانت کو کھو دیا، میں نے سب کچھ کھو دیا، ڈاکو جی! میں آپ کو نہیں کھو سکتی، میرے پاس کوئی نہیں ہے، کوئی بھی نہیں ہے، آپ

جانتے ہیں نا؟ سوائے آپ کے میرا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے تو پھر کیوں "نہیں آنکھیں کھول رہے؟ کیوں نہیں واپس آرہے ہیں میرے پاس؟

کیا اب میری باتیں آپ کو سنائی نہیں دے رہی؟ کیا میری آہٹ آپ" محسوس نہیں کر پا رہے؟" وہ اس کی گردن میں چہرہ چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اور پھر وہ کتنی ہی دیر روتی رہی لیکن اس انسان پر بالکل کوئی اثر نہ ہوا تھا جیسے وہ پتھر کا ہو چکا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر یوں ہی اس کے سینے سے لگی اپنے دل کا درد کم کرتی رہی تھی، پھر سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں کو صاف کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اسے پسند نہیں تھے لیکن وہ روز اس کے پاس بیٹھ کر کتنے گھنٹوں تک آنسو بہاتی تھی۔

اللہ! آپ کے نیلز کتنے بڑے ہو رہے ہیں؟ کسی کو احساس ہی نہیں ہے آپ" "کا۔ میں آپ کے نیلز کاٹ دیتی ہوں۔

بڑے بڑے بنے رہتے ہیں، 'سردار ہمارا دوست ہے'، 'سردار ہمارا یار ہے'، 'ہم اس کے حکم کے غلام ہیں' اور آپ کا کوئی خیال ہی نہیں رکھتا۔ مجھے بھی نہیں رکھنے دیتے، مجھے تو آپ سے ملنے ہی نہیں دیتے۔ میں تو چوری چوری آتی ہوں آپ سے ملنے کے لیے۔" وہ کمرے میں ہر طرف نیل کٹر ڈھونڈ رہی تھی۔

ڈاکو جی! مجھے لگتا ہے یہاں پر نیل کٹر نہیں ہے۔ میں صبح لے کر آؤں گی آپ" کے لیے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ سے اس کے پاس بیٹھتی اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے چکی تھی۔ وہ اپنی ذات سے ذرا لاپرواہی برداشت نہیں کرتا تھا۔

اب اسے اس حالت میں دیکھ کر اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا، وہ اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی، وہ اس کا خیال رکھ سکتی تھی لیکن ڈاکو بالا تو اسے اس کے آس پاس بھی نہیں بھٹکنے دیتا تھا۔ خیال رکھنا تو بہت دور کی بات۔

وہ اس کے پاس بیٹھی یوں ہی چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی رہی تھی، کبھی وہ اس کے بالوں کو چھیڑتی، کبھی اس کی آنکھوں کی پلکوں پر اپنی انگلی پھیرتی، نہیں تو اس کی داڑھی کے ساتھ چھیڑ خانی کرتی رہتی، کبھی اس کے مونچھوں کے بالوں کو تاؤ دیتی۔

اس کے پاس کرنے کے لیے بہت ساری باتیں تھیں، وہ اس کے ساتھ تقریباً دو تین گھنٹے تو آرام سے گزارتی تھی اور ان دو تین گھنٹوں میں اس کی بولتی بند نہیں ہوتی تھی۔ کبھی وہ ہنستی، کبھی کھیلتی، کبھی رونے لگتی، کبھی سب کی شکایتیں کرنے لگتی، وہ مسلسل بولتی رہتی تھی۔ کبھی اس کے ایک سائیڈ آتی، کبھی دوسری، کبھی اس کے بیڈ پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتی، کبھی اس کے ساتھ لیٹ جاتی۔

کبھی کبھی تو اس کے جذبات کو جگانے کے لیے چھوٹی موٹی شرارتیں بھی کرتی تھی لیکن وہ پوری طرح سے ہر چیز سے بیگانہ تھا جیسے اسے دنیا جہان کا ہوش ہی

نہیں تھا۔ دور کہیں سے اذانوں کی آواز آئی تو اسے اٹھنا پڑا تھا۔ اس کے جانے کا وقت ہو چکا تھا۔

"اچھا میں چلتی ہوں ورنہ وہ ہٹلر آجائے گا اور پھر میری چوری پکڑی گئی نا تو پھر وہ رات کو بھی کوئی سیکیورٹی گارڈ رکھ لے گا میرے کمرے میں۔ مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے بالا بھیا، جب آپ ہوش میں آؤ گے نا سب سے پہلے ان کو چھینٹ لگانا۔" وہ نرمی سے اس کے گالوں کو چومتے ہوئے اس کے لبوں پر آئی تھی اور پھر پوری شدت سے اس کے لبوں کو چومتے ہوئے پیچھے ہٹی۔

"کل آؤں گی ملنے کے لیے اور ہاں کل نا میں بلو کلر کی وہ ساڑھی پہنوں گی جو آپ نے مجھے دلائی تھی۔ یاد ہے آپ کو؟"

"نہیں یاد ہو گی، کوئی بات نہیں جب کل مجھے دیکھیں گے نا وہ ساڑی میں پھر جب ہوش اڑیں گے تب سب کچھ یاد آجائے گا۔ جا رہی ہوں میں، اپنا خیال رکھیے گا، کل ملتی ہوں۔" وہ کہہ کر پلٹی ہی تھی جب اسے اپنے دوپٹے پر ہلکی سی گرفت محسوس ہوئی۔

اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں پلٹ کر دیکھا تو اس کا دوپٹہ اس کے بیڈ کے لوہے کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

اف ڈاکو جی! آپ کی شرارتیں ختم نہیں ہوتیں؟ سکون نہیں ہے نا آپ کو؟" اگر ہاتھ سے نہیں روک پا رہے تو بیڈ کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے؟ چھوڑیں مجھے، جانا ہے مجھے۔ آپ کے دوست صاحب آ گئے نا تو میری ساری پلاننگ پر پانی پھر جائے گا۔ پھر یہ شکل دیکھنے کو نہیں ملے گی۔ چلیں جاتی ہوں میں، خدا حافظ۔" وہ جاتے جاتے ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں کو چومتے تیزی سے باہر بھاگ گئی تھی۔

ooooooo

امی! آپ ناراض کس بات پر ہیں؟ یہ بھی تو بتائیے نا۔" وہ جب سے گھر آیا تھا، امی اس سے خفا خفا سی تھی اور ان کی ناراضگی کی وجہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"ناراض نہیں ہوں تم سے، بس تمہاری اس نوکری سے اکتا گئی ہوں۔ یا تو چھوڑ دو اسے یا پھر اس نوکری کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر تم ذمہ داریاں نہیں نبھا سکتے نا تو تمہیں اس طرح کے کسی کام کو کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دیکھو ریان! تمہاری ایک زندگی ہے، خود کو پوری طرح سے اپنے کام میں مت جھونکو۔ اب تمہارے ساتھ بھی کسی کا نام جڑا ہے، کسی کی زندگی جڑی ہے۔ وہ لڑکی 22 دن سے اس گھر میں ہے، تمہیں ایک دفعہ خیال نہ آیا کہ اور کچھ نہ سہی اسے اس کے میکے ہی لے جاؤ؟ اگر وہ تمہاری پریشانیاں سمجھتی ہے، تم سے شکایت نہیں کرتی تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ تم اس کی ذمہ داریوں سے منہ پھیر لو۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں تم ایک سپاہی ہو، تمہاری بہت ساری ذمہ داریاں ہیں ملک کو لے کر لیکن تمہاری کچھ ذمہ داریاں اس لڑکی کے ساتھ بھی جڑی ہوئی ہیں۔ اگر تم نے اس شادی کو صحیح طریقے سے نبھانا نہیں تھا تو پھر تمہیں شادی کرنے کی ضرورت کیا تھی؟"

امی جیسے پھٹ پڑی تھی۔ وہ کئی دنوں سے اس سے یہ ساری باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن معاملات بگڑتے ہی جارہے تھے۔ پہلے شادی اس طرح کے ماحول میں ہوئی تھی کہ وہ کچھ کہنے کے قابل ہی نہ رہی تھی اور بعد میں ریان نے جس طرح کام کو سیریس لے لیا تھا، وہ خود پریشان ہوگئی تھی۔ ایک ایکسیڈنٹ پھر دوسرا ایکسیڈنٹ اور اب وہ گولیاں کھائے بیٹھا تھا لیکن پھر بھی اس کو اپنے کام پر جانا تھا۔ اس کی کوئی زندگی ہی نہیں تھی۔ وہ تو پریشان ہوگئی تھی اس کی روٹین سے۔ اگر یہی سب کچھ چلتا رہا تو رباب کے ساتھ سخت ناانصافی تھی۔

اس بچی کا کیا قصور تھا؟ صرف اتنا ہی کہ وہ اس گھر میں اپنے شوہر کی ہر طرح کی پریشانی کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی لیکن ریان بھی تو سمجھے۔ وہ کوئی چھوٹا بچہ تو نہیں تھا، کہ سمجھ نہیں سکتا تھا رباب کی کنڈیشن۔ وہ کچھ کہتی نہیں تھی، اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ اپنی ذمہ داریوں سے نظر چرا لی جائیں۔

امی! میں آپ کی بات کو سمجھتا ہوں اور یقین کریں مجھے اب اپنی ذمہ داری کا" بہت اچھے سے احساس ہے لیکن مجھے فی الحال کے لیے اس کیس کو سمجھنے کی

اجازت دے دیجیے۔ میں لے کر جاؤں گا رباب کو کہیں گھمانے کے لیے، لے کر جاؤں گا اسے گاؤں بھی لے کر جاؤں گا، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو میں کل ہی اسے اپنے ساتھ لے جاوں گا اور شام کو واپس لے آؤں گا۔ لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں گھر پر بیٹھ جاؤں تو ایسا ممکن نہیں ہے۔ فی الحال "میری بہت ساری ذمہ داریاں ہیں جنہیں نبھانا ہے۔

میں خوش قسمت ہوں اس معاملے میں کہ مجھے ایک سمجھنے والی بیوی ملی ہے " لیکن آپ ٹھیک کہتی ہیں، میری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں جن سے میں نگاہیں چرا رہا ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اب آپ کو مایوس نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنی ذمہ داری سے منہ پھیروں گا، بس فی الحال مجھے چھٹیاں کرنے کے لیے نہ کہیں۔ فی الحال مجھے بہت کچھ سمجھنا ہے، بہت کچھ دیکھنا ہے۔ میں اس وقت اگر اپنے کام سے نظریں چرا لوں گا تو پھر شاید میری اس وردی کو پہننے کا کوئی مقصد ہی نہیں رہے گا۔" وہ ان کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے آہستہ آہستہ ان کے گھٹنے دبا رہا تھا، ارادہ انہیں منانے کا تھا۔

"میں کچھ بھی نہیں جانتی، کچھ بھی نہیں ریان۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ تم کل ہی رباب کو گاؤں لے کر جاؤ گے، اس کا بھی تو دل کرتا ہو گا اپنے میکے جانے کا، اپنے گھر والوں سے ملنے کا۔ نہ تو ان لوگوں نے کوئی رابطہ کیا ہے اور نہ ہی تم اسے لے کر گئے ہو۔ 23,22 دن ہو گئے ہیں اسے اس گھر میں رہتے ہوئے لیکن مجال ہے جو تمہیں خود سے ہی خیال آگیا ہو کہ اس کا بھی کہیں جانے کا دل کرتا ہو گا۔"

"اور اس وقت بھی تم بالکل ٹھیک لگ رہے ہو۔ اگر تمہیں اپنی نوکری کرتے ہوئے یاد نہیں رہتا کہ تم زخمی ہو تو بیوی کے فرائض نبھاتے ہوئے بھی یاد نہیں رہنا چاہیے۔ جاؤ اسے ابھی اپنے ساتھ کہیں باہر لے کر جاؤ، اسے گھما کر لاؤ۔ جب سے آئی ہے اس گھر میں بند ہو کر رہ گئی ہے، اس کو کہیں باہر لے کر جاؤ، ایک دن بھی وہ گھر سے باہر نہیں نکلی۔"

اس بچی کا بھی دل کرتا ہو گا اس چار دیواری سے باہر نکلنے کا، شادی کے بعد" ایسی زندگی تو نہ سوچی ہو گی اس نے۔"امی نے اسے مزید ڈانٹا تو وہ فوراً ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔

امی ٹھیک ہی تو کہتی تھیں، وہ بہت دنوں سے صرف اور صرف اپنی ذمہ داریوں سے نگاہیں چرا رہا تھا۔ رباب اور اس کا تعلق اب تک اتنا مضبوط نہیں ہوا تھا کہ وہ اسے اپنی اس پر بٹھائے رکھے، نہ تو وہ اسے گھر لے کر گیا تھا نہ ہی اسے اپنے ساتھ کہیں باہر لے کر گیا تھا۔ یہاں تک کہ ہنی مون پر سوات جانے کا ارادہ بھی وہ اپنے کام کی وجہ سے کینسل کر چکا تھا لیکن مجال تھی جو رباب لبوں پر کوئی بھی شکوہ یا شکایت لائی ہو، وہ بالکل خاموش تھی۔ وہ تو پہلے ہی جانتا تھا کہ شادی کے پیچ ہوئے معاملات کی وجہ سے وہ پہلے ہی اس سے بد ظن ہے۔

اور اس نے بھی بہت غلط کیا تھا، اس کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے بجائے وہ اسے نارمل دیکھ کر اپنی ذمہ داریوں میں مگن ہو گیا تھا۔ فی الحال اس نے ہنی

مون پر جانے کا ارادہ اس لیے کینسل کر دیا تھا کیوں کہ وہ اپنے کام میں چھٹی نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے نہ تو رباب کو سمجھنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی رباب اس کی طرف کوئی جھکاؤ دکھا رہی تھی۔ ایسے تو زندگی نہیں چل سکتی تھی۔ اس نے رباب کے ساتھ پوری زندگی گزارنی تھی، اس نے بہت سوچ سمجھ کر اسے اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔ وہ اتنی آسانی سے سب کچھ وقت اور حالات کے ہاتھوں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس کی اپنی بھی کچھ ذمہ داریاں تھیں جو اس نے نبھانی تھیں۔ وہ آہستہ سے ان کے قریب سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا جب کہ امی نے بھی سکون کی گہری سانس لی تھی۔

وہ سوچ چکی تھی اب وہ ریان کو اپنے طریقے سے ہینڈل کریں گی، بہت ہو چکی تھی اس کی منمانیاں، وہ ضرورت سے زیادہ ہی بگڑتا جا رہا تھا۔ اس کے دماغ پر صرف کام، کام اور کام ہی سوار ہو گیا تھا لیکن انہوں نے بھی سوچ لیا تھا کہ اب

وہ اسے ٹھیک سے سیٹ کریں گی، اب وہ اسے اس کی ذمہ داریوں سے بھاگنے نہیں دیں گی چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے۔

ooooooo

رباب تیار ہو جاؤ کہیں باہر چلتے ہیں۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس" سے کہنے لگا تھا جو ابھی بھی بھاری لباس اتار کر ایک نارمل سا سوٹ پہنتی سونے کی تیاری کرنے لگی تھی۔

باہر کہاں جانا ہے؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی کہ جب سے اس کی شادی ہوئی" تھی وہ اسے کہیں باہر لے کر نہیں گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے دوستوں نے جو دعوتیں وغیرہ کی تھیں وہ بھی اس نے یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا تھا کہ فی الحال وہ کسی طرح کی دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہتا تو پھر اب وہ اسے کہاں لے کر جا رہا تھا۔

یار میرا کہیں باہر گھومنے کا دل کر رہا ہے، تم کیا اکتاتی نہیں ہو سارا دن اس" "کمرے میں رہ کر؟ چلو کہیں باہر گھوم کر آتے ہیں۔

ابھی تو کافی دیر ہو گئی ہے، میرے خیال میں سونا چاہیے آپ کو بھی، آرام کی" ضرورت ہے، پورا دن آپ کام کرتے ہیں اور پھر اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہیں، میرے خیال میں آپ کو بھی آرام کرنا چاہیے، یہ کوئی صحیح وقت نہیں ہے باہر جانے کا۔" وہ اس کا احساس کرتے ہوئے کہنے لگی تھی، اسے گولیاں چھو کر گزری ہوئی تھی جس کی تکلیف تو اسے بے تحاشا تھی، بے شک وہ ظاہر نہ کرے۔

میرا اس وقت اگر آرام کرنے کا موڈ ہوتا ڈارلنگ تو میں تمہیں کیوں کہتا باہر" چلنے کے لیے؟ افکورس میرا موڈ کہیں باہر چل کر گھومنے پھرنے کا ہے تبھی تو "تمہیں کہہ رہا ہوں، ساتھ چلو۔

چلو، جلدی کرو، ٹائم نہیں ہے۔" وہ اسے مزید بہانہ بنانے کا موقع دیے بغیر" بولا تو رباب نے ہاں میں سر ہلاتے الماری کی طرف قدم بڑھائے تھے۔

تم تھکتی نہیں ہو سارا دن یہ دس دس کلو کے لباس پہن کر؟ میری امی تھوڑی" اولڈ فیشن ہیں، گھر میں ہزار طرح کی عورتیں آتی ہیں نئی نویلی بہو کو دیکھنے کے

لیے اسی لیے تمہیں یہ لباس اور یہ زیور پہننے کے لیے کہتی ہیں۔ میری جان آدھی رات کو میں تمہیں کہیں باہر لے جاتے ہوئے ہرگز انکمفرٹیبل لباس پہننے کے لیے نہیں کہوں گا، تم ریلیکس ہو جاؤ، جو پہنا ہے وہی صحیح ہے۔

وہ اس کی پریشانی سمجھتے ہوئے بولا تو رباب نے صرف ہاں میں سر ہلاتے ہوئے چادر نکالی تھی، پھر سمپل سے جوتے پیروں میں ڈالتے اس کے پیچھے آنے لگی۔

بیلا کو بھی ساتھ لے کر چلتے ہیں نا؟ اچھا نہیں لگتا اس طرح رات کو باہر جانا۔"" اور کمرے سے باہر نکلتے بڑے کمرے کی طرف جانے لگی تھی جب اس نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

میری جان! بیلا کل نائٹ ڈیوٹی پہ تھی، پھر سارا دن بھی وہ کام کرتی رہی ہے، " تھک چکی ہے وہ ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جائے گی اور امی گھر پر اکیلی ہیں۔ یقین کرو یہ ڈیٹ صرف ہم دونوں کی ہے اور ہم دونوں کافی اچھے سے انجوائے کریں گے۔ میری ماں اور بہن ہرگز ہمیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیں گی۔"وہ نرمی سے بولا تو وہ خاموشی سے اس کے پیچھے آنے لگی لیکن جاتے جاتے بھی امی

کو خدا حافظ کہنا اور ان کو یہ بتانا کہ میں ریان کے ساتھ کہیں باہر جا رہی ہوں نہیں بھولی تھی جبکہ اس کے چہرے کی خوشی دیکھ کر امی نے مسکراتے ہوئے اسے دعائیں دی تھیں۔

ooooooo

شکر ہے اللہ پاک کا، شادی کے اتنے دنوں کے بعد میری بھابی کے چہرے پر" ذراسی مسکراہٹ تو کھلی۔" بیلا جو ابھی نہا کر فریش ہوئی تھی، امی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی تو وہ بھی مسکرادی تھی۔

ہاں شکر ہے اللہ پاک کا، اس لڑکے کو تھوڑی عقل تو آئی۔ جب سے بیچاری" "اس گھر میں آئی ہے، گھر کی ہی ہو کر رہ گئی ہے۔

اتنی پیاری بچی ہے، اپنے دل کی ہر بات دل میں ہی دبا لیتی ہے، لیکن اب اور" نہیں، میں خود ریان کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلاؤں گی۔ اب ذرا سی غیر ذمہ داری دکھائی میری بہو کے معاملے میں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" امی نے سختی سے کہا تو بیلا کھل کھلا کر ہنسی تھی۔

اللہ آپ جیسی ساس سب کو دے، امی! آپ اس ورلڈ کی بیسٹ ساس ہیں۔"

اس دنیا کی ہر لڑکی کو آپ جیسی ساس چاہیے۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولی تو امی

نے مصنوعی کالر جھاڑے تھے جبکہ بیلا کھل کھلا کر ہنسی تھی۔

ooooooo

"" کہاں گئی تھی آپ؟ میں تین دفعہ آپ کو دروازے تک دیکھ کر آئی ہوں۔

وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئی، نرس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اسے یوں دیکھ

کر ایک لمحے کے لیے تو اس کے ہوش ہی اڑ گئے تھے، وہ جاگ چکی تھی، یہ

سوچ کر ہی اس کی سانسیں تیز ہونے لگی تھیں۔

" میں، میں کہیں نہیں گئی تھی، بس یہیں پہ تھی۔" وہ کہہ کر آگے بیڈ پر بیٹھتے

ہوئے اپنا دوپٹہ اتار کر لیٹنے لگی تھی، ارادہ اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے

سونے کا تھا۔

" اچھے سے جانتی ہوں میں کہاں تھی آپ، میں نے آپ کو نیچے ڈاکو سردار کے

کمرے سے نکلتے دیکھا ہے۔ آپ کو ان کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے، آپ

کو یہ بات سمجھ نہیں آتی؟ کیوں تھی آپ ان کے کمرے میں؟ وہاں نیچے کس کی اجازت سے گئی تھی آپ؟ اگر یہاں پر ڈاکو بالا کو پتہ چل گیا کہ آپ وہاں گئی تھی تو آپ سے پہلے ہمیں گولی مار دی جائے گی، کیوں آپ ہماری زندگی کی دشمن بنی ہوئی ہیں؟"

وہ غصے سے بول رہی تھی۔

"میں کسی کی زندگی کی دشمن نہیں بنی اور وہ میرا شوہر ہے، میں اس کے پاس جاؤں گی، دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس کے پاس جانے سے روک نہیں سکتی۔ اور دوسری بات اگر تمہیں اتنا ہی مسئلہ ہے تو دفع ہو جاؤ یہاں سے، میں نے تمہیں یہاں رکنے کے لیے نہیں کہا ہے۔ اگر اپنی جان اتنی پیاری ہے تو جا کر نیچے ڈاکو بالا کو بولو جو اس وقت قبیلے کا سردار ہے، مجھے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ غصے سے کہتی کمبل خود پر ڈال چکی تھی۔ وہ اسے تو بہت کچھ بول گئی تھی لیکن جانتی نہیں تھی صبح انجام کیا ہو گا؟ اگر اس نے صبح بالا کو بتا دیا کہ وہ سردار سے

ملنے جاتی ہے تو وہ اس کا ملنا بند کر دے گا، وہ اسے اس کمرے میں قید کر دے گا، یہ سوچتے ہوئے بھی اس کی جان جا رہی تھی۔

"آپ ان سوالوں کا جواب کل صبح بالاڈا کو کے سامنے دیجیے گا کیونکہ اب آپ ہماری سوچ اور سمجھ سے بہت دور جا چکی ہیں۔ بہتر ہو گا کہ اپنے ہر عمل کا جواب آپ انہیں ہی دیجیے۔" وہ کہتے ہوئے لیٹ گئی تھی جب کہ اس کی دھمکی نے سچ مچ میں دعام کے ہوش اڑا دیے تھے۔

○○○○○○○○○

"ارے یار، کچھ تو بتاؤ نہ۔ کچھ تو پسند ہو گا تمہیں؟ آئس کریم، گول گپے... یہ سب چیزیں تو لڑکیوں کی جان ہوتی ہیں اور تمہیں کوئی چیز پسند ہی نہیں ہے؟ کیا پسند ہے تمہیں؟ بتاؤ تو صحیح، اس طرح سے تو کام نہیں چلے گا۔"

"رباب یار، تم تو میرے لیے بہت مشکل ٹاسک بنتی جا رہی ہو۔ اتنے دن گزرنے کے بعد بھی مجھے اپنی بیوی کی پسند یا ناپسند کا علم نہیں ہے۔"

میری کوئی خاص پسند نہیں ہے ریان، اور ویسے بھی میں ڈنر کر چکی ہوں۔ ڈنر"
کے بعد میں کچھ بھی کھاتی پیتی نہیں ہوں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہی
تھی، جبکہ اس کے انداز میں اب بھی ریان کو ناراضگی محسوس ہو رہی تھی۔

تم اب بھی ناراض ہو مجھ سے ؟ رباب، جو کچھ ہو چکا ہے وہ بدل نہیں سکتا،"
لیکن یقین کرو اس رشتے کو میں نے پورے دل سے جوڑا ہے۔ اس رشتے کو
جوڑنے کے پیچھے صرف ایک وجہ ہے اور وہ وجہ محبت ہے، جو نکاح کے بعد مجھے
تم سے ہوئی ہے۔ ہاں یہ حقیقت ہے میں تم سے کبھی چھپاؤں گا نہیں، کہ تم
سے نکاح میں نے اس وقت صرف اپنے ایک مقصد کے لیے کیا تھا۔ میں جانتا
ہوں یہ بات تمہیں تکلیف دے گی لیکن میں اس بات سے منہ نہیں پھیر سکتا۔
اس وقت میرے سر پر جنون سوار ہو چکا تھا۔ مجھے کسی بھی طرح سردار کو
"گرفتار کرنا تھا

میں جب سے اس گاؤں میں آیا ہوں، میری زندگی کا ایک ہی مقصد بن گیا"
"ہے، ڈکیت قبیلے کو ان کے انجام تک پہنچانا۔

تین سال سے مسلسل ناکامی کے بعد میرے اندر یہ جنون سر اٹھانے لگا تھا کہ " کسی بھی طریقے سے ڈاکو سردار کو گرفتار کر کے اسے جیل کی چار دیواریوں کے پیچھے بھیجنا ہے۔

مجھے سب کچھ چاہیے تھا اس مقصد میں، اپنی وردی پر ستارے بھی اور انعام کی وہ پچاس لاکھ کی رقم بھی۔ اپنے کیریئر کے اتنے سالوں میں میں نے آج تک رشوت نہیں لی اور میں رشوت سے سچ میں کوسوں دور ہوں۔

مجھے اس لفظ سے بھی نفرت ہے۔ میں نے ہمیشہ اپنا کام بہت ایمانداری سے کیا ہے، لیکن انعام کی خواہش رکھنا غلط نہیں ہوتا۔ یہ حق ہے وردی والوں کا اور اسی حق کو حاصل کرنے کے لیے میں نے جان توڑ کوشش کی ہے۔ پچھلے تین سالوں سے میں نے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جب ڈاکو سردار پکڑا جا سکتا تھا لیکن میں ہمیشہ ناکام رہا اور یہ ناکامی آہستہ آہستہ میرا جنون بنتی چلی گئی۔ "

میں اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا، کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔ مجھے کسی بھی" طرح بس سردار کو پکڑنا تھا اور اس کے قبیلے کو ختم کرنا تھا۔ یہی میری زندگی کا مقصد تھا اور اس مقصد میں میں نے تمہیں بھی استعمال کر لیا جب مجھے پتہ چلا کہ ڈاکو سردار تمہاری بہن میں دلچسپی رکھتا ہے۔ مجھے لگا جیسے قسمت نے خود ہی میرے راستے کھول دیے ہیں۔ جب میں پہلی دفعہ تمہارے گھر آیا تو تمہاری دلچسپی میں خود میں محسوس کر چکا تھا۔ جس طرح تم مجھے دیکھ رہی تھی، جس طرح تم میری وردی میں دلچسپی دکھا رہی تھی۔

وہ سب کچھ مجھ سے چھپا ہوا ہرگز نہیں تھا۔ تمہاری نظروں کے حصار میں خود کو محسوس کرتے ہوئے مجھے لگا جیسے مجھے موقع مل گیا ہے۔ اس طرح قبیلے میں جانا ہم وردی والوں کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ قبیلے کی طرف قدم بڑھاتے ہی ہم پر گولیاں چلنے لگتی ہیں۔

ڈاکوؤں نے کئی سال پہلے ہی اعلان کر رکھا ہے کہ اگر قبیلے کی طرف کوئی بھی وردی والا نظر آیا تو اس کی لاش جائے گی۔ ایسے میں تمہاری صورت مجھے موقع

مل رہا تھا کہ میں کسی بھی طرح اپنے مقصد تک پہنچ جاؤں۔ جب سردار نے تمہاری بہن کو اغوا کر کے اس سے نکاح کیا تو مجھے لگا کہ میں اپنے مقصد میں ناکامیاب ہو گیا ہوں، لیکن اس دن بھی میں نے تمہاری نگاہیں خود پر محسوس کی تھیں۔ تمہاری نگاہوں کا مقصد میں سچ میں نہیں سمجھ سکا تھا،

لیکن مجھے لگا کہ شاید تمہاری وجہ سے میرا یہ راستہ آسان ہو سکتا ہے اور میرا یہ مقصد مجھے حاصل ہو سکتا ہے۔ بس اسی لیے میں نے تمہاری طرف جھکاؤ دکھایا لیکن مجھے ہرگز نہیں معلوم تھا کہ تم مجھ سے محبت کر بیٹھو گی یا پھر میں تمہارے معصوم جذبات کا قاتل بن جاؤں گا۔ لیکن یقین کرو، تمہیں شادی کے خواب دکھاتے ہوئے مجھے خود بھی بہت برا لگ رہا تھا۔

میری اپنی بھی بہن ہے، میں کسی کی بہن بیٹی کے ساتھ اس طرح کا سلوک کر کے یقیناً کبھی سکون میں نہیں رہتا۔ اسی لیے میں نے سوچ لیا تھا کہ میرا یہ مقصد کامیاب ہو یا نہ ہو، لیکن تم سے کیا ہوا نکاح میں ضرور نبھاؤں گا۔

لیکن اس وقت میں بہت زیادہ ڈسٹرب تھا، مسلسل ناکامی کی وجہ سے میں اس وقت کسی بھی چیز کو قبول نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن تمہاری حالت نے مجھے پگھلا دیا۔"

یقین کرو، یہ جان کر کہ تم میری وجہ سے اتنی زیادہ ذہنی پریشانی سے گزر رہی ہو، مجھے بہت برا لگا تھا اور پھر میں نے تمہاری رخصتی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں جانتا ہوں اس چیز میں بھی میں نے تھوڑی سی خود غرضی دکھائی ہے، لیکن جب سے میں نے نکاح کی اہمیت کو سمجھا ہے، میں نے تمہیں ان ساری چیزوں سے بہت دور کر دیا تھا۔

اس رخصتی کے پیچھے کی وجہ صرف اور صرف میری محبت ہے۔ تم مانو یا نہ مانو لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور بے تحاشہ کرتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ اپنی آنے والی زندگی کو بہت خوبصورت بنانا چاہتا ہوں۔ میں بار بار صفائیاں نہیں دوں گا۔ جو سچ ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اب تم مجھ

پر یقین کرتی ہو یا نہیں یہ تم فیصلہ کرو گی۔ ویسے میرے خیال میں تمہیں گول

"گپے ٹرائی کرنے چاہیے، میں نے سنا ہے لڑکیاں اس کی دیوانی ہیں۔

میں لے کر آتا ہوں۔" وہ گاڑی ایک طرف روکتے ہوئے اپنی بات ختم کر چکا

تھا اور موضوع بھی بدل چکا تھا، جبکہ رباب جو کب سے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں

پر نگاہیں جمائے بیٹھی تھی، اس کے بات بدلنے پر ایک نظر اسے دیکھنے لگی جبکہ

وہ گاڑی سے نکل گیا تھا۔

○○○○○○○○

مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے،" وہ سونے کے لیے زمین پر لیٹ چکی تھی"

جب وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

اپنے چہرے سے پردہ ہٹاتے ہوئے نرس نے ایک نظر دعا م کی طرف دیکھا تھا،

پھر سوالیہ انداز میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"دیکھیں، میں فی الحال آپ کو کوئی بڑی آفر نہیں دے سکتی لیکن یہ بات چھپانے کے لیے میں آپ کو کچھ نہ کچھ دے سکتی ہوں۔

جیسے کہ یہ کنگن۔ یہ بہت اچھے ہیں۔ اگر آپ انہیں بیچیں گی تو اچھی خاصی رقم مل جائے گی۔ آپ یہاں پہ تو پیسوں کے لیے ہی رہ رہی ہیں نا؟ اگر آپ کو چاہیے تو آپ یہ لے سکتی ہیں۔ کرنا کچھ نہیں ہے، بس آپ نے صبح بالا بھیا کو نہیں بتانا کہ میں کہیں باہر گئی تھی۔"

وہ کافی دیر خود کو کمبل میں چھپائے سوچتی رہی تھی کہ وہ اس مسئلے کا کیا حل نکالے۔ وہ سردار سے دور نہیں ہونا چاہتی تھی اور اگر بالا کو پتہ چل جاتا کہ وہ آدھی رات کو سردار سے ملنے جاتی ہے تو وہ ہرگز اسے وہاں نہ رہنے دیتا۔ اسی لیے اس نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس نرس کو لالچ دے گی۔

"دیکھیں، یہ میرے شوہر نے مجھے تحفے میں دیے تھے۔ یہ بہت مہنگے ہیں، آپ کے تو بہت کام آسکتے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اگر آپ انہیں بیچیں تو آپ کو بہت اچھی رقم مل جائے گی۔"

وہ کنگن اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی جو نرس نے کافی سوچتے سمجھتے ہوئے

آہستہ سے تھام لیے تھے۔

وہ اچھے خاصے بھاری کنگن تھے اور خالص سونے کے لگ رہے تھے۔ یقیناً وہ

کنگن بہت مہنگے تھے اور اس کے لیے کافی زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتے تھے۔

جس انداز میں اس نے کنگن تھامے تھے، دعام کو یقین آچکا تھا کہ وہ اس کو لالچ

دینے میں کامیاب ہو چکی ہے۔

یہ کنگن آج سے آپ کے ہیں۔ پلیز اب بالا بھیا کو مت بتائیے گا کہ میں نیچے "

اپنے ڈاکو جی کے کمرے میں جاتی ہوں۔ مجھے ان کی ضرورت ہے، وہ میرے

شوہر ہیں، مجھے ان کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ دن میں تو سارے ڈاکو ان کے پاس

رہتے ہیں، رات میں کوئی بھی نہیں ہوتا تو مجھے ان کے پاس ہونا ہوتا ہے۔

یہ میرے لیے بہت ضروری ہے۔ جب ڈاکو جی کو ہوش آئے گا نا، تب میں

آپ کو بہت سارے پیسے دوں گی لیکن فی الحال میرے پاس یہی ہے جو میں

آپ کو دے سکتی ہوں۔ پلیز اب کسی کو مت بتائیے گا، میں آپ کے سامنے

ہاتھ جوڑتی ہوں۔" وہ بے حد کم آواز میں بول رہی تھی تاکہ کمرے میں موجود دوسری نرس تک اس کی آواز نہ جائے۔

جبکہ نرس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ خاموشی سے اٹھ کر کنگن بیگ میں ڈالتے ہوئے واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئی تھی۔ اس کی یہ خاموشی جہاں دعام کو ڈرا رہی تھی، وہیں اس کے کنگن لے لینا اس بات کی گواہی تھی کہ وہ اس کی لالچ میں پوری طرح سے آچکی ہے اور اب وہ یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائے گی کہ وہ رات کو روز سردار سے ملنے کے لیے جاتی ہے۔

اب آپ سو جائیں، آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔" وہ واپس آکر اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے اس سے کہنے لگی تو دعام نے صرف ہاں میں سر ہلاتے ہوئے وہیں بیڈ پر لیٹتے خود پر کمبل ڈالا تھا۔

اس وقت اسے بہت ڈر بھی لگ رہا تھا۔ یہ لڑکی اعتبار کے قابل بھی نہیں تھی لیکن اس نے کنگن لے بھی لیے تھے تو اس کا تو یہی مطلب ہوا تھا کہ وہ اس کی

بات کو چھپانے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اس کا کچھ بھی نہ بولنا اسے پریشان بھی کر رہا تھا۔

○○○○○○○○

وہ رات کافی دیر سے واپس آئے تھے۔ اس نے گول گپے کھائے تھے جو اسے کافی پسند آئے تھے لیکن اس کے سامنے گول گپے کھاتے ہوئے وہ کافی ہچکچا رہی تھی۔

اس نے دو تین دفعہ ریان کو آفر بھی کیے تھے لیکن اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ اسے کھٹی چیزیں پسند نہیں ہیں جس پر رباب مزید کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ واپسی پر بھی وہ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ہوئے آیا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا وہ اس کی باتوں کو مان بھی رہی ہے یا نہیں، اس کی باتوں پر یقین بھی کر رہی ہے یا نہیں لیکن وہ مسلسل بول رہا تھا جیسے اس کا مقصد صرف اور صرف اسے اپنی باتوں پر یقین دلانا ہی ہو۔

وہ کافی دیر سے واپس آئے تھے۔ وقت 12 بجے سے کافی اوپر جا چکا تھا۔ آہستہ سے دروازہ کھولتے ہوئے وہ اسے لے کر اندر داخل ہوا تو گھر میں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف صحن کے باہر کی طرف ایک لائٹ آن تھی۔

مطلب کہ بیلا اور امی دونوں ہی سو چکی تھیں۔ وہ پرسکون ہوتا اندر داخل ہوا، جالی کا دروازہ بند کرتا اسے کمرے میں بھیج کر خود ایک نظر اپنی ماں بہن کو دیکھنے کے لیے آیا تھا۔

انہیں پرسکون دیکھتے ہوئے اس نے گہرا سانس لیا تھا اور پھر خاموشی سے واپس اپنے کمرے کی طرف آ گیا تھا جہاں رباب بیڈ پر تکیہ سیدھا کرتے ہوئے اس پر لیٹنے لگی تھی۔

جبکہ وہ دروازہ بند کرتے ہوئے بیڈ کی طرف آتا، اپنے جوتے ایک طرف اتار کر بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔

○○○○○○○

بیڈ پر لیٹتے ہوئے اس نے ایک نظر رباب کی طرف دیکھا تھا جو دوسری طرف منہ پھیرے شاید سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ آہستہ سے اس کے قریب ہوتے ہوئے اس کی دوسری طرف اپنا ہاتھ رکھ گیا۔ خود کو اس کے حصار میں محسوس کرتے ہوئے رباب نے اسے اپنے بے حد قریب محسوس کیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بھی سمجھ پاتی، وہ اس کے بالوں کی چوٹی کو پیچھے کرتے ہوئے اس کی گردن پر اپنے لب رکھنے لگا تھا۔

اس کے لب آہستہ آہستہ اس کی گردن پر حرکت کر رہے تھے جبکہ رباب کے تو ہوش اڑے تھے، اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ وہ کچھ ایسا کرنے والا ہے۔ اس کی دھڑکنیں بے تحاشہ تیز ہونے لگی تھیں۔ وہ بری طرح سے گھبرا گئی تھی۔ وہ ہرگز ایسی امید نہیں رکھتی تھی کہ وہ یوں اس کے پاس آ جائے گا،

بلکہ پاس بھی نہیں وہ تو بے حد پاس آ گیا تھا۔ اس کی گرم سانسیں کبھی اپنی گردن پر تو کبھی اسے اپنے گالوں پر محسوس ہو رہی تھیں۔

جب وہ آہستہ سے اسے کندھے سے اپنی طرف پھیرتا، اس کا رخ اپنی طرف کر چکا تھا۔ اندھیرے میں وہ اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی لیکن اتنا جانتی تھی کہ وہ اس کے بے حد قریب ہے۔ اس کی گرم سانسیں اسے اپنے چہرے پر پڑتی محسوس ہو رہی تھیں جبکہ آہستہ آہستہ اس کے لبوں کا لمس اپنے چہرے پر محسوس کرتی وہ لرزنے لگی تھی۔

"میں تم سے بہت زیادہ وعدے نہیں کروں گا کیونکہ میں ایک بہت عام اور پریکٹیکل سا انسان ہوں۔ میں جانتا ہوں میں کوئی سپر مین نہیں ہوں جو تمہاری ہر خواہش کو تمہارے لبوں سے نکلنے سے پہلے تمہارے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا۔ میں عام سا انسان ہوں۔ میرے پاس بہت زیادہ دولت نہیں ہے۔ ہاں لیکن میں تم سے اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔ تم نے مجھ سے محبت کی ہے، میں اس محبت کو نبھاؤں گا۔ میں تمہاری اس محبت کو غلط ثابت نہیں ہونے دوں گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں رباب، میں تمہارے اس فیصلے کو کبھی غلط نہیں ہونے دوں گا جو تم

نے اپنی فیملی کے خلاف جا کر کیا ہے۔ محبت ایک بہت خوبصورت جذبہ ہے لیکن افسوس میں اس خوبصورت جذبے کو ٹھیک سے سمجھ نہ سکا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوگا، میں کوشش کروں گا کہ تمہیں زندگی میں کبھی کوئی تکلیف نہ "دوں۔

لیکن پھر بھی اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو نظر انداز کر دینا۔ تھوڑا سا غصے کا" تیز ہوں، بے وجہ غصہ آجاتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم میرے "بے فضول کے نخرے اٹھاؤ گی۔

جہاں میں تمہیں غلط لگوں، وہاں کہہ دینا۔ جہاں تمہیں لگے کہ تمہارے " ساتھ ناانصافی ہوئی ہے، وہاں کھل کر آواز اٹھانا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے لیے ایک اچھا شوہر ثابت ہوں گا اور تم میرے لیے بہترین بیوی ہو۔ تمہیں ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، میں جانتا ہوں تم ہو۔ مجھے اپنی زندگی میں کوئی بہت زیادہ ایجوکیٹڈ یا پھر بہت زیادہ بولڈ لڑکی نہیں چاہیے تھی، مجھے بس ایسی لڑکی چاہیے تھی جو غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہتی ہو۔ مجھے غلط

مشورہ نہ دے اور تم ویسی ہی ہو۔ یہ میرا ماننا ہے۔ باقی میں کیسا ہوں، یہ تم صبح بتا دینا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ صبح تک تمہاری سوچ بدل جائے گی۔" وہ نرمی سے کہتے ہوئے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ گیا تھا۔

اس کے لبوں پر اپنے لبوں کو حرکت دیتے ہوئے وہ اس کے لبوں کی نرمی چرا رہا تھا۔ رباب کی گہری سانسیں اس کی سانسوں میں گھلتی جا رہی تھیں۔ اس کے لبوں کو آزاد کرتے ہوئے وہ اس کے چہرے کے ہر نقوش کو چومتا اس کی ٹھوڑی تک آیا تھا۔ اس کی ٹھوڑی کی نرمی کو اپنے لبوں سے محسوس کرتا وہ اس کی شہ رگ کو چومتے ہوئے آہستہ سے اس کے کندھے سے شرٹ سرکا گیا۔ اس کی یہ حرکت رباب کو شرم سے دوچار کر گئی تھی اور اس کے سینے میں سر چھپانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ تم زندگی کا یہ سفر میرے ساتھ اپنے دل کی تمام تر "

رضامندی سے شروع کرو، لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم دل سے رضامند

ہو۔ باقی میں تم سے وعدہ کرتا ہوں ہمارا کل بہت خوبصورت ہو گا اور سب سے

خاص بات، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اپنے کاموں کی وجہ سے کبھی

تمہیں نظرانداز نہیں کروں گا۔ اب سے میں ایک بیٹے اور ایک بھائی ہونے

کے ساتھ ساتھ ایک شوہر ہونے کا حق پورے حق سے ادا کروں گا۔" وہ اپنی

شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے اس کے قریب سے ذرا سا اٹھ کر شرٹ کو ایک

طرف پھینکتا دوبارہ سے اس کے قریب آ گیا تھا۔

اندھیرے میں وہ اس کی دوری کو محسوس تو کر سکی تھی لیکن دیکھ نہ سکی تھی

لیکن اس کی گرم سانسوں کا لمس ایک دفعہ پھر سے خود پر بکھرتے محسوس کر

کے وہ خاموشی سے خود کو اس کے حوالے کر گئی تھی۔

تمہاری اس قدر خاموشی کا میں کیا مطلب نکالوں؟ کہتے ہیں کہ جو بیویاں ایسے "

معاملات میں خاموش رہتی ہیں وہ باقی معاملات میں شوہروں کو کچھ بولنے نہیں

دیتیں۔" وہ شرارت سے اس کے کان کے لو کو چومتے ہوئے بولا تھا جبکہ رباب کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہ آیا تو وہ ایک جھٹکے میں اسے خود کے قریب کرتا اسے پوری طرح سے اپنی پناہوں میں قید کر گیا تھا جبکہ وہ خاموشی سے خود کو اس کے حوالے کرتی اس کے سینے میں چھپ گئی تھی۔

ooooooo

دعام بالکل بے فکر تھی۔ اسے یقین تھا کہ نرس کسی کو کچھ نہیں بتائے گی لیکن پھر بھی وہ زیادہ یقین کے قابل نہیں تھی۔ اس نے صبح ناشتہ بھی پر سکون ہو کر ہی کیا تھا جبکہ اس کی نظر مسلسل اسی نرس پر ہی تھی۔

اسے اندر سے ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن پھر بھی بظاہر اس کے سامنے وہ خود کو نارمل ہی ظاہر کر رہی تھی۔

نرس کافی دیر اس کے کمرے میں ہی رہی پھر آرام کرنے کا کہتے ہوئے وہ چلی گئی تھی۔ لیکن جاتے جاتے بھی دعام نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کا راز راز ہی رکھے جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

جبکہ وہ بیگ جس میں کل رات اس نے اس کے کنگن ڈالا تھا، وہ بیگ کو اپنے ساتھ ہی لے کر چلی گئی تھی۔

"یا اللہ یہ نرس کچھ گڑبڑ نہ کر دے۔ کہیں وہ بالا بھیا کو بتا نہ دے کہ میں ڈاکو جی سے ملنے جاتی ہوں۔ اگر بتا دیا تو میرا ڈاکو جی سے ملنا بند ہو جائے گا۔

میں کیا کروں، مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" وہ اٹھ کر تیز تیز کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔

اسے ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن کہیں کہیں اسے یہ بھی لگ رہا تھا کہ وہ اس کے کنگن سے امپریس ہو چکی ہے، وہ اس کا راز راز ہی رکھے گی لیکن پھر وہ اس پر یقین بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ کمرے میں اب اضطراب سے ٹہلتی، کبھی بیڈ پر آکر بیٹھتی، کبھی پھر سے چلنے لگتی۔ وہ ہرگز ہرگز اپنے ڈاکو جی سے ملنے کی آخری امید کھو نہیں سکتی تھی۔

"یا اللہ پلیز میری مدد کریں، کچھ گڑبڑ نہ ہو، سب کچھ اچھے سے ہو، کچھ بھی برا نہ ہو۔" وہ دعا مانگتی اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتی واپس بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ پریشانی

اب تک سر پر سوار تھی، وہ چاہنے کے باوجود بھی خود کو ریلیکس نہیں کر پا رہی تھی۔

○○○○○○○

جی، آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ اس وقت تو آپ کو آرام کرنے کے لیے جانا" ہوتا ہے نا۔ جایئے، آپ آرام کیجیے اور کل رات کو آپ سردارنی سے لڑ رہی تھیں۔

مجھے خبر ملی ہے کہ آپ سردارنی پر چلا رہی تھی۔ میں وجہ جان سکتا ہوں؟" وہ نرس باہر قبیلے کی طرف آتے ہوئے سیدھی اس کی چارپائی کے پاس آئی تو بالا اسے گھورتے ہوئے سوال جواب کرنے لگا تھا۔

جب کہ جس انداز میں اس نے پوچھا تھا کہ وہ دعام پر کیوں چلا رہی تھی، صاف لگ رہا تھا کہ یہ بات اسے پسند نہیں آئی تھی۔

جی دراصل کل رات کو کچھ..." کہنے ہی لگی تھی کہ بالا نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروایا تھا

سُنیے محترمہ، میں پہلے بھی آپ سے ایک بات کہہ چکا ہوں، اب بھی کہتا ہوں" کہ اس قبیلے کا سردار بھی اپنی سردارنی سے اونچی آواز میں بات نہیں کرتا تو بہتر ہو گا کہ آپ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ یہاں سے جانے سے پہلے آپ اپنی زبان کے جوہر دکھانا بھول جائیں۔ سردارنی کے ساتھ آواز کم رکھیں اور بدتمیزی یا بے ادبی ہم برداشت نہیں کریں گے۔ وہ سردارنی "ہے، مالکن ہے اس قبیلے کی۔

اس قبیلے کے سردار کے دل کی دھڑکن ہے۔ اگر اس کو ذرا سی بھی تکلیف" ہوئی تو سردار تو جب جاگے گا تب جاگے گا، لیکن اس کا بھائی بھی آپ کو اپنے قدموں پر یہاں سے جانے نہیں دے گا۔" وہ صاف الفاظ میں دھمکی دے رہا تھا جبکہ نرس کے ہاتھ میں موجود کنگن اس نے فوراً آگے کیا تو بالا کچھ کہتے کہتے چپ ہو گیا تھا۔

"یہ... یہ کل رات کو سردارنی نے مجھے دیا ہے... وہ راز چھپانے کے لیے جو ہر رات وہ آپ لوگوں سے چھپاتی ہیں۔"

وہ کانپتے ہوئے بولی تھی جب کہ بالا نے اگلے ہی لمحے کنگن اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا کیونکہ وہ کنگن سردار کی ماں کا تھا۔

"یہ تو تائی امی کا کنگن ہے، تمہارے پاس کیسے آیا؟" وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولا تھا۔

"میں اس کنگن کا ڈیزائن اور وزن دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ یہ کوئی معمولی کنگن نہیں ہے لیکن کل رات سردارنی نے مجھے زبردستی یہ دیا ہے تاکہ میں کسی کو یہ بات نہ بتاؤں کہ سردارنی ہر رات آدھی رات کو کمرے سے نکل کر نیچے سردار ڈاکو کے کمرے میں آتی ہے۔"

"اور اتنا ہی نہیں، وہ گھنٹوں یہاں نیچے بیٹھی رہتی ہے بلکہ بیٹھی کیا رہتی ہے، وہ تو ساری رات یہیں نیچے گزارتی ہے۔ پہلے تو سمجھ نہیں آتا تھا کہ سردارنی پر کون سی چیز اثر کر رہی ہے، سر سے پیر تک سجتی سنورتی ہے۔

اور پھر رات ہوتے ہی کمرے سے نکل کر نیچے والے کمرے میں آجاتی ہے اور صبح اذانوں سے پہلے واپس اپنے کمرے میں آجاتی ہے۔ میں نوٹ کر رہی تھی کافی دنوں سے لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ لیکن کل رات تو میں نے سردارنی کو رنگے ہاتھوں یہ کام کرتے ہوئے پکڑا ہے۔

اور یہ بات میں آپ کو نہ بتاؤں اسی لیے سردارنی نے مجھے لالچ میں یہ کنگن دیا" تھا کہ میں یہ کنگن اپنے پاس رکھ لوں اور اس کے بدلے میں اس کا راز آپ سے چھپا کر رکھوں۔ لیکن میں یہاں آپ کو یہ کنگن واپس کرنے کے لیے آئی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ یہ کوئی معمولی کنگن نہیں ہے اور میں خود پر چوری یا اور کسی طرح کا الزام نہیں لگوانا چاہتی۔ آپ پہلے ہی ہمیں بہت زیادہ پیسے دے رہے ہو، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس لیے آپ کے ساتھ غداری کر کے میں اپنی موت اپنے ہاتھوں سے نہیں کمانا چاہتی تھی تب ہی میں نیچے آپ کے پاس آئی ہوں۔" نرس ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی تھی جبکہ بالا اپنے ہاتھ میں موجود کنگن کو اپنی جیب میں ڈالتا ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔

"سردار... مجھے سمجھ نہیں آتا سردارنی ایسا کیوں کرتی ہے۔ مطلب ہر روز اس طرح سج دھج کر کیا تک بنتی ہے سردارنی کی اس طرح کی نازیبا حرکت..."

"چپ! خبردار ایک لفظ مت نکالنا اپنے منہ سے اس کے خلاف۔ کون سی نازیبا حرکت کی ہے اس نے؟ اپنے شوہر سے ملنے جاتی ہے کسی غیر سے نہیں۔ وہ سج دھج کر جائے یا پھر سیدھی سادی حالت میں، یہ اس کی مرضی ہے۔ کسی غیر سے ملاقاتیں نہیں کرتی ہے، اس کمرے میں اس کا شوہر ہے، اور مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے وہ رات کو کمرے میں آتی ہے اسی لیے میں اس کمرے میں نہیں رہتا۔"

"بلکہ میں نے ہی اسے موقع دیا ہے سردار کے پاس رکنے کا... اسی لیے بہتر ہو گا کہ اپنی زبان سے کوئی بھی الٹا سیدھا لفظ مت نکالنا۔ یہ بات تم نے آکر مجھے بتائی ہے، یہ تم اسے نہیں بتاؤ گی۔ جیسا چل رہا ہے ویسا چلنے دو۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو نرس حیران رہ گئی تھی۔

لیکن سر دار صاحب، اگر ایسا ہے تو پھر آپ ان پر ظلم کیوں کر رہے ہیں؟"

میرا مطلب ہے اگر آپ کو ان کے شوہر سے ان کے ملنے پر کوئی اعتراض نہیں

"...ہے تو پھر آپ یوں

کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کے لیے کچھ مشکل ہو۔ اسے احساس ہو کہ اس

نے غلطی کی ہے۔ اگر سب کچھ ویسا ہی رہے گا تو اسے کبھی اس بات کا احساس

"نہیں ہو گا کہ اس نے قبیلے کے ساتھ غلط کیا ہے۔

میں اسے احساس دلانا چاہتا ہوں کہ اس نے قبیلے کے ساتھ غلط کیا ہے لیکن"

اس کو کچھ احساس دلانے کی وجہ سے میں سردار سے اس کی سانسیں نہیں چھین

سکتا۔ میں جانتا ہوں وہ کوما میں رہتے ہوئے بھی دعام کو پکارتا ہے۔ دعام کے

بغیر اسے دوسری سانس نہ آئے۔ اتنے دن اس سے دور رہنے پر تو وہ مر چکا

ہوتا۔ میں اپنے دوست کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے نہیں دیکھ

"سکتا، اسی لیے خود دعام کو اس کے پاس رہنے کا موقع دیا ہے۔

اور اب جیسا چل رہا ہے ویسا ہی چلنا چاہیے۔ دعام نے تمہیں یہ راز چھپانے کے لیے یہ کنگن دیا ہے، یہ کنگن تو میں تمہیں نہیں دے سکتا ہاں لیکن اس کنگن کی رقم تمہیں ضرور ادا کروں گا، تاکہ تم دعام کا راز راز ہی رکھو۔"

باقی سردار کے تحفوں کا حساب وہ جب ہوش میں آئے گا خود ہی لے لے گا۔" وہ کہتے ہوئے سردار کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا جبکہ نرس کو نہ تو یہ آدمی سمجھ میں آرہا تھا اور نہ ہی اوپر والی وہ لڑکی۔

○○○○○○○○○○○

قبیلے میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مطلب صاف تھا کہ نرس نے نیچے جا کر کچھ بھی نہیں بتایا تھا اور اس کے سکون کے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔

اسے لگ رہا تھا کہ نرس اسے دھوکا دے جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ اتنی بھی بُری نہیں تھی۔ پتا نہیں کیوں، آج کل دعام ہر کسی پر شک کرنے لگی تھی اور یہ اس کے لیے ہر گز صحیح نہیں تھا۔ یہاں بھی اعتبار کے قابل لوگ موجود

تھے اور یہ سوچ کر اسے سکون بھی ملا تھا۔ اور کچھ نہ سہی، وہ اپنے ڈاکو جی سے مل سکتی تھی۔

اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اپنے ڈاکو جی کے پاس رہے گی۔ ورنہ وہ کل تک سچ میں بہت زیادہ ڈر گئی تھی۔

خیر، نرس ابھی تک کمرے میں واپس نہیں آئی تھی۔ وہ صبح سے گئی ہوئی تھی۔ وہ دوپہر میں آرام کرتی تھی، حالانکہ رات کو بھی اس کے کرنے کے لیے اس کمرے میں کچھ نہیں تھا۔

لیکن اس پر نظر اس نے اچھی رکھی تھی۔ اتنے دنوں کے بعد آخر وہ پکڑی ہی گئی تھی جبکہ اسے پہلے بھی شک تھا کہ اس نرس کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے۔ اسے یہی لگ رہا تھا کہ وہ جانتی ہے کہ وہ روز رات کو نیچے جاتی ہے۔

خیر، اب اسے پریشانی نہیں کرنی تھی۔ اس کی ٹینشن دور ہو چکی تھی۔

مزید تھوڑی دیر میں اس نرس کی ڈیوٹی شروع ہو جانی تھی اور وہ اس کمرے میں آجانی تھی۔ جبکہ ڈاکٹر صبح سے اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے نہ تو اسے بلایا تھا نہ ہی اس سے بات کی تھی جبکہ اس کی ہر خیریت پوچھنے کے بعد وہ وہیں صوفے پر اپنی جگہ بناتے ہوئے اپنے موبائل میں مشغول ہو گئی تھی۔

oooooooo

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو رباب اس کی باہوں میں گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ اسے اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھا۔ اسے یوں اپنے سینے سے لگے دیکھ کر ریان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی تھی۔

اس کے ماتھے کو ہونٹوں سے چھوتے ہوئے وہ اٹھ کر بیٹھا تھا جب رباب کی بھی آنکھ کھل گئی۔ وہ اس کی شرٹ میں ملبوس بہت حسین لگ رہی تھی، یا اس حسین صبح نے اسے مزید خوبصورت بنا دیا تھا۔

وہ میں ..." ریان گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جب کچھ کنفیوز ہوتے ہوئے اس نے الجھ کر کچھ کہنا چاہا جبکہ اس کی شرم وحیا محسوس کرتے ہوئے ریان نے مزید اسے اپنی آنکھوں سے پزل کر دیا تھا۔

ہاں جان! بولو، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟" وہ ذرا سا مسکرا کر اپنا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھتا اپنا چہرہ اس کے قریب کر گیا تھا جبکہ اس کی یہ حرکتیں رباب کی جان نکال رہی تھیں۔ کل رات کی شدتوں سے اس نے کم اس کی جان نکالی تھی، کیا وہ اسے مزید یوں تنگ کرنے لگا تھا؟

جی کچھ نہیں،" وہ لرزتے لہجے میں بولی تھی۔"

صبح ہو گئی ہے، اچھا خاصا وقت ہو گیا ہے۔ امی انتظار کر رہی ہوں گی، بیلا تو" شاید ہسپتال بھی چلی گئی ہو گی،" وہ جلدی سے بستر سے اٹھنے کو پر تولنے لگی تھی جب ریان نے آہستہ سے اس کا بازو پکڑ کر اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچ لیا۔

بیلا چلی گئی ہو گی، امی جاگ گئی ہوں گی، شرمیلا خالہ بھی آچکی ہوں گی، اس" وقت وہ اپنا کام کر رہی ہوں گی اور یقین کرو اگر باہر کسی نے بھی تمہیں مس کیا

ہوتا تو دروازے پر ہلکی پھلکی دستک صبح سے ضرور ہوئی ہوتی لیکن کوئی دستک نہیں ہوئی۔"

"اس لیے ریلیکس ہو کر تم میرے ساتھ اس زندگی کی پہلی حسین صبح کی شروعات کر سکتی ہو۔ ویسے میں ذرا شرمیلا سا بندہ ہوں۔ وہ تو تم نے اندازہ لگا ہی لیا ہو گا کل رات کو، لیکن میں کوشش کروں گا کہ تمہارے معاملے میں میں تمہیں ہرگز ان - رومینٹک نہ محسوس ہوں۔ کل رات اگر میں تمہیں زیادہ رومینٹک نہیں لگا تو اس کے لیے میں تم سے معذرت کرتا ہوں۔ یقین کرو، آنے والے وقت میں میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔"

وہ آہستہ سے اس کی شرٹ کا اوپری بٹن ٹھیک کرتے ہوئے بولا تو رباب کی سانسیں اس کے سینے میں ہی اٹکنے لگی تھیں۔ ابھی تک وہ اپنے رومینس کو کسی کیٹیگری میں نہیں ڈال رہا تھا جبکہ کل رات وہ اس کی جان ہلکان کر چکا تھا۔

اگر رباب خود کو زبردستی اس کی باہوں سے آزاد کروانے میں کامیاب نہ ہوتی تو یقیناً فی الحال اس کا رومینٹک موڈ آف کرنے کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں تھا۔

اور ابھی تک وہ اپنے اس رومینس کو کسی کھاتے میں لا ہی نہیں رہا تھا، اس کے مطابق یہ رومینس کم تھا۔

"کیا ہوا؟ لگتا ہے میں تمہاری امیدوں پر پورا نہیں اترا۔ تم فکر مت کرو جو کمی کل رات چھوٹ گئی وہ میں ابھی صبح پوری کر دیتا ہوں،" اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے اپنے ساتھ لگاتا اس کی گردن پر اچانک ہی جھک گیا تھا جبکہ اس کی گہری سانسوں کی ٹھنڈک اپنی گردن پر محسوس کر کے رباب تو باقاعدہ کانپنے لگی تھی۔ یہ انسان اس کی سوچ سے زیادہ پہنچا ہوا تھا۔ وہ تو اسے اچھا خاصا ڈیسنٹ اور سیریس انسان سمجھتی تھی۔

لیکن رومینس کے معاملے میں شاید کوئی بھی ڈیسنٹ اور سیریس نہیں ہوتا اور یہی بات اس وقت ریان اکرم نے بھی اس پر ثابت کر دی تھی۔ وہ جو اس کی شدتوں سے بچنے کے لیے جلد سے جلد یہاں سے نکلنا چاہتی تھی، ایک دفعہ پھر سے بری طرح اس کی پناہوں میں پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی جبکہ سانسوں کی قید

محسوس کر کے وہ پوری طرح سے بے بس ہو چکی تھی۔ لیکن ریان اکرم کی نہ رکنے والی جسارتوں کا سلسلہ ایک دفعہ پھر سے شروع ہو گیا تھا۔

○○○○○○○○

"آ گئی آپ؟ میں کب سے آپ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی! سب کچھ ٹھیک ہے نا؟ آپ نیچے صبح بالا بھیا کے پاس کیوں گئی تھی؟" وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی، دعام کے سوالوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا جبکہ وہ بنا کوئی جواب دیے نفی میں سر ہلاتی وہیں بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"آپ پریشان مت ہوں۔ میں بس یوں ہی گئی تھی۔ مجھے اپنے گھر پر فون کرنا تھا۔ میں نے کسی کو نہیں بتایا کہ آپ نیچے اپنے شوہر سے ملنے کے لیے رات کو جاتی ہیں۔ میری طرف سے آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو بالکل بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے بولی تھی جب کہ دعام نے گہرا سکون کا سانس لیا تھا۔

ارے نہیں نہیں! مجھے آپ پر بے اعتباری نہیں ہے۔ مجھے آپ پر پورا یقین "
ہے کہ آپ کسی کو نہیں بتائیں گی۔ اور ویسے بھی تو میں نے آپ کو یہ راز رکھنے
کے لیے ایک تحفہ بھی دیا ہے، "اس نے "لالچ یا منہ بند کرنے کے لیے کنگن
دیا ہے "یوں نہیں کہا تھا۔ کیا پتا وہ کون سی بات کا بُرا مان جاتی اور پھر بالا بھیا کو
نیچے جا کر بتا دیتی! اس کا تو سارا پلان برباد ہو جاتا۔ کہ وہ اپنے ڈاکو جی سے نہیں
مل پاتی۔

اور اس کے ڈاکو جی اس کا انتظار ہی کرتے رہتے اور آج تو وہ وعدہ کر کے آئی
تھی کہ وہ ساڑھی پہن کر جائے گی۔

جی جی، بہت شکریہ۔ میں نے کسی کو نہیں بتایا اور نہ ہی میں کسی کو بتاؤں گی۔ "
آپ میری طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں۔ آپ آج بھی جائیں گی ملنے کے
لیے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو اس نے بس ہاں میں سر ہلایا تھا۔

جی جی، ضرور جائیے گا۔ میری طرف سے بالکل بے فکر رہیں۔ میں نے آج "
آپ کے بالا ڈاکو کو بھی بول دیا ہے کہ میں آپ کا خیال رکھنے کے لیے رات کو

اکیلی ہی ٹھیک ہوں۔ ویسے بھی دوسری نرس آکر سوتی ہیں۔ تو بالا ڈاکو کہہ "رہے تھے کہ دوسری نرس کی ڈیوٹی شاید وہ فجر کے بعد رکھ دیں گے۔

تاکہ تینوں میں سے کسی کو بھی کوئی پرابلم نہ ہو،" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی" تو اس نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔ اب اسے سکون ہو گیا تھا۔ ایک نرس جو اس کے بارے میں جانتی تھی وہ اکیلی رات کو یہاں رکنے والی تھی تو مطلب صاف تھا کہ اس کے لیے راستہ اور بھی آسان ہو جانا تھا۔ یہ والی نرس تو اور بھی اچھی نکلی تھی۔

وہ خواہ مخواہ ہی اس پر شک کر رہی تھی۔ وہ تو الٹا اس کی اور بھی زیادہ مدد کر رہی تھی، بلکہ مدد کر چکی تھی۔

وہ دوسری نرس جس سے اسے خوف آتا تھا، وہ اسے راستے سے ہٹا چکی تھی اور اس کے لیے بس اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اپنے ڈاکو جی سے جب چاہے ملنے جا سکتی ہے۔

آپ بہت اچھی ہیں۔ یقین کریں مجھے صبح سے ڈر لگ رہا تھا۔ مجھے لگا آپ بالا "
بھیا کو بتا دیں گی تو میرا سارا کام خراب ہو جائے گا، لیکن آپ بہت اچھی ہیں۔
آپ نے میرے لیے اتنا کیا، اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔ میں پوری کوشش
کروں گی کہ آپ کو مجھ سے مایوسی نہ ہو۔ میرے ڈاکوا ایک دفعہ ٹھیک ہو جائیں
"تو میں آپ کو اور بھی بڑا انعام دلواؤں گی۔

بلکہ آپ کو جو بھی چاہیے ہوا، آپ کھل کر مانگ لیجیے گا ان سے۔ آپ کی ہر "
خواہش پوری کریں گے،" وہ جوش سے بول رہی تھی جبکہ نرس نے صرف ہاں
میں سر ہلا دیا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور وہ کر ہی کیا سکتی تھی؟ اس کی شکایت کا
تو کوئی فائدہ ہوا نہیں تھا۔ اس نے تو بالا کے ساتھ وفاداری نبھانے کے لیے کہہ
دیا تھا جا کر کہ دعام آدھی رات کو اپنے شوہر سے ملنے جاتی ہے لیکن وہاں تو الٹا
بالا نے اسے ہی ڈرا کر بھگا دیا تھا۔ یہ لوگ سچ مچ میں اس کی سمجھ سے پرے
تھے۔

تو بہتر تھا کہ جس طرح سب کچھ چل رہا تھا، اسی طرح چلنے دیا جاتا۔

رباب، ایک کپ چائے بنا دو، "وہ صبح سے گھر پر ہی تھا جبکہ امی اس کی" سرگرمیاں دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہی تھیں۔ ایک تو اچانک ہی صبح اس نے کہہ دیا کہ وہ کہیں نہیں جائے گا اور صبح سے ہی وہ رباب کو تنگ کر رہا تھا۔ کبھی اس سے ایک شرٹ استری کرواتا، پھر اسے چھوڑ کر دوسری شرٹ استری کرواتا۔ بار بار اسے کبھی چائے، کبھی پانی، اس کے کام ہی ختم نہیں ہو رہے تھے۔ خود تو آرام سے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ رباب کو اس نے تگنی کا ناچ نچار کھا تھا۔ اور اوپر سے رباب کبھی شرماتی کبھی مسکراتی اس کے کمرے میں جاتی اور کبھی بھاگتے ہوئے اس کے کمرے سے نکلتی تھی۔ امی اپنے کمرے کی کھڑکی سے یہ سارے تماشے دیکھ رہی تھیں۔

کبھی رباب اس سے چھپ کر کچن میں گھستی تو کبھی ان کے پاس آکر بیٹھ جاتی۔ وہ اس کے سارے کام سمجھ رہی تھی۔

آج وہ اسے اپنے ساتھ گاؤں لے کر جانے والا تھا تاکہ وہ اپنے ماں باپ سے مل سکے، لیکن صبح ایک تو وہ 10 بجے کے بعد کمرے سے نکلے تھے اور کمرے سے نکلتے ہی اس نے کہہ دیا تھا کہ آج وہ خود بھی چھٹی پر ہے، نہ وہ خود جائے گا اور نہ ہی رباب کو کہیں جانے دے گا۔ اب امی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اس بات پر اسے ڈانٹیں یا پھر خوش ہوں کیونکہ دونوں حالتوں میں وہ تھا تو رباب کے ساتھ ہی نا؟ اسے خوش رکھ رہا تھا، اس سے باتیں کر رہا تھا، بلکہ اسے تنگ کر رہا تھا۔ اب وہ چوتھی دفعہ اسے چائے بنانے کا آرڈر دے چکا تھا جبکہ امی نفی میں سر ہلاتی آنکھیں موند کر تھوڑی دیر سونے کی کوشش کرنے لگی تھیں۔

کیونکہ تھوڑی دیر پہلے جب انہوں نے اسے رباب کو نہ تنگ کرنے کے لیے کہا تھا تو آگے سے اس نے دو گھنٹے ان کے پاس بیٹھ کر ان کا خوب سر کھپایا تھا۔ بڑی مشکل سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر امی نے اسے واپس کمرے میں بھیجا تھا اور کمرے میں جاتے ہی اس کی پھر سے رباب کے ساتھ شرارتیں شروع ہو گئی تھیں۔ وہ نفی میں سر ہلاتی مسکراتی ہوئی اپنے بستر پر لیٹ گئی تھی۔

اب رباب جانے اور اس کا شوہر جانے، "انھوں نے اچھی ساس ہونے کا" فرض نبھا دیا تھا اور اس سے زیادہ وہ اپنی بہو کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

oooooooo

سردار، یار ہاتھ کھول نا! تیرے ناخن بہت بڑے ہوئے ہیں، میں نے کاٹنے" ہیں،" وہ نرمی سے اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اس کی داڑھی ٹھیک کرنے کے بعد اب اس کے بال بنا کر اب اس کے ناخنوں کی طرف آیا تھا۔

لیکن جیسے ہی وہ اس کے ناخن کاٹنے والا تھا، اس کے ہاتھ سخت ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر نے کہا تھا یہ نارمل سی بات ہے کہ وہ اپنے آس پاس ہوتی ایکٹیوٹیز محسوس کرتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے اس نے اپنا ہاتھ سخت کر لیا تھا، یا شاید کسی تکلیف کو محسوس کر کے۔

لیکن بالا نے بہت نرمی سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا تھا لیکن سردار نے اپنا ہاتھ نہ کھولا۔

یار، سُن تو سہی، ہاتھ کھولنا۔ ناخن خود کو ہی لگیں گے۔ اور تجھے یہ چیز سخت" ناپسند ہے، تجھے تو بڑے ناخن بالکل اچھے نہیں لگتے نا؟ چلو، مجھے کاٹنے دو آرام سے۔ میں بالکل درد نہیں ہونے دوں گا،" وہ بے حد نرمی سے بول رہا تھا جیسے وہ اس کی ہر بات کو سمجھ رہا ہو، ہر بات کو محسوس کر رہا ہو۔ اور پھر ڈاکٹر نے بھی تو یہی کہا تھا کہ وہ اپنے آس پاس ہوتی ہر چیز کو محسوس کر تا ہے۔ فی الحال وہ کسی طرح کی ایکٹیوٹی نہیں کر سکتا، اس کا جسم اس کا ساتھ نہیں دے رہا، لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ وہ اپنے آس پاس ہوتی چیزوں کو محسوس نہیں کر پا رہا۔

تبھی تو وہ اس سے اس طرح سے بات کر رہا تھا۔ ورنہ کچھ دن پہلے تک تو وہ بہت مایوس ہو گیا تھا۔ ڈاکٹرز کی طرف سے اسے کوئی معقول جواب نہیں مل رہا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت مایوس رہنے لگا تھا لیکن اب جب ڈاکٹر نے کہا تھا وہ اسے سن سکتا ہے، اسے محسوس کر سکتا ہے تو وہ اب کھل کر اس سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اس کی زیادہ تر باتوں میں دعا م کی بے حساب شکایتیں تھیں۔

اور نہ جانے کیوں، بالا کو لگ رہا تھا کہ وہ اس کی شکایتوں کو محسوس کر رہا ہے، اور اپنی بیگم کی شکایتیں سن کر وہ زیادہ اچھا محسوس نہیں کرتا تھا۔

لیکن وہ اچھا محسوس کرے یا برا، بالا اتنا تو جانتا تھا کہ اس کے ہوش میں آنے کے بعد وہ دعام کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اسی لیے تو اب اس کے دل میں جو بھی تھا وہ سب کچھ بول رہا تھا۔ بعد میں بے شک وہ اس کی ہڈیاں توڑتا، لیکن اس وقت بالا حق پر تھا۔ اور وہ اپنا دل ہلکا اسی کے سامنے کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنے ناخن کٹوانے میں مستیاں کر رہا تھا۔

بالا نے دو تین دفعہ اس کا ہاتھ کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا ہاتھ اچھا خاصا سخت تھا۔ وہ اس کا ہاتھ کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کے ناخن کاٹنے لگتا تو ہاتھ دوبارہ سے بند ہو جاتا۔ ایک دو دفعہ دل چاہا تھا کہ وہ باہر سے کسی کو بلا لے، لیکن بالا اتنا بھی بے بس نہیں تھا کہ اپنے یار کے لیے اسے کسی اور کی مدد کی ضرورت پڑے۔

ٹھیک ہے، سمجھ گیا۔ کٹوالینا اسی سے، وہ تو تیرے لیے سب کچھ ہے نا اور میں"
کچھ نہیں ہوں! بہت پیار کرتا ہے تو اس سے، اسی کی وجہ سے آج اس حالت
"میں ہے! اب جتنے مرضی نخرے کر، سچ چھپے گا نہیں۔

مجھے تو اتنا غصہ آتا ہے نا اس پر،" وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا جب سردار کے ہاتھ کی سختی سے مٹھی بند ہوئی، اس کی نیلی رگیں باہر آنے لگی تھیں۔ بالا کو لگا کہ اب بھی وہ اس کے چہرے کا نقشہ بگاڑ دے گا، اسی لیے اس کا ہاتھ ایک طرف کرتے ہوئے اس نے نیل کٹر کو سائیڈ پہ کر دیا تھا اور خود خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔'

میں کو ماں میں بھی اس کے نانے دادے یاد کروا سکتا تھا،' اتنا بالا بہت اچھے سے سمجھتا تھا۔

oooooooo

ایک چائے کا کپ بناتے ہوئے اتنی دیر لگتی ہے، بیگم؟ اس طرح سے اگر"
سست روی سے کام کرنا ہے تو بتا دو، تم سے کام کروانے کے بجائے تمہارے

ساتھ رومانس کرنا زیادہ بہتر رہے گا،" وہ کچن میں داخل ہوتا اچانک ہی اسے اپنی باہوں میں بھرتے ہوئے اس کی گردن میں منہ دے چکا تھا جبکہ اس کے ہونٹوں کا بہکتا ہوا لمس اپنی گردن پر محسوس کر کے رباب کی تو سانسیں سینے میں ہی اٹکنے لگی تھیں۔ وہ اس سے جان ہی نہیں چھڑا پا رہی تھی۔ عجیب آدمی تھا وہ، اس کی جان کو آیا ہوا تھا اور وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔ خود کو اس کی قید سے آزاد کروانے میں وہ بری طرح سے ناکام ہو چکی تھی جبکہ وہ ہر تھوڑی دیر میں اسے قید کرتے ہوئے رومینٹک ہونے کی کوشش کر رہا تھا اور اب تک یہ صرف کوشش ہی تھی کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ وہ ٹھیک سے رومینٹک ہو نہیں پا رہا اس کے ساتھ۔

اور اتنا ہی نہیں، وہ اس بات کا افسوس بھی کر رہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کی نظر میں ایک رومانٹک ہسبینڈ ثابت نہیں ہو پا رہا جبکہ رباب اسے سمجھا نہیں پا رہی تھی کہ اسے ایسا رومینٹک ہسبینڈ نہیں چاہیے تھا۔

اسے تو سیدھا سادہ انسان چاہیے تھا اور اس نے تو اپنی طرف سے سیدھا سادہ انسان ہی پسند کیا تھا جو تھوڑا روڈ تھا، تھوڑا کھڑوس تھا لیکن تھوڑے تھوڑے کے ساتھ وہ اتنا رومینٹک تھا اور اپنے رومانس کو وہ رومانس کہتا ہی نہیں تھا۔ اس انسان نے اس کی جان مشکل میں ڈالی ہوئی تھی۔

اس کے ہونٹوں کا لمس اپنی گردن پر بکھرتے محسوس کر کے وہ بری طرح سے اس کی پناہوں میں پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی۔ وہ تو اسے چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

پلیز چھوڑ دیں! آپ کیا کر رہے ہیں؟ امی دیکھ لیں گی! وہ کیا سوچ رہی ہوں گی؟ آپ کب سے میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں، کبھی مجھے کمرے میں بلا لیتے ہیں، اب کیوں مجھے مشکل میں ڈال رہے ہیں؟ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں نا!"
وہ اب کی دفعہ بری طرح سے تنگ آتے ہوئے کہنے لگی تھی۔

کیا سمجھنے کی کوشش کروں، رباب، میری جان؟ تم اس طرح کیوں رونے جیسی شکل بنائے ہوئے ہو؟ یار، میں پہلے ہی خود کو ایک رومینٹک ہسبینڈ نہ

ثابت کر پانے کی وجہ سے پریشان ہوں اور تم ایسے رونے والی شکل بنا کر مجھے مزید پریشان کر رہی ہو۔ میری جان، میں تمہیں بہت پیار کروں گا۔ میں خود کو ایک رومینٹک ہسبینڈ ثابت کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ میں جانتا ہوں پولیس والوں کا نا پروفیشن ہی ایسا ہوتا ہے، شکل ہی کھڑوس بن جاتی ہے لیکن "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں بالکل مایوس نہیں کروں گا۔

میں مایوس نہیں ہوں، ریان! اللہ کی قسم لے لیں، میں مایوس نہیں ہوں۔"

آپ بہت رومینٹک ہیں، بلکہ بہت بہت سے بھی زیادہ رومینٹک ہیں۔ پلیز میری جان بخش دیجیے۔ میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں، معاف کر لیجیے مجھے! میری زندگی میں ایسا کوئی لمحہ نہیں آیا تھا جب میں نے ایسی کوئی امید کی ہو کہ آپ ایک رومینٹک شوہر ہوں گے۔

لیکن کل رات سے لے کر اب تک میری ساری غلط فہمیاں دور ہو گئیں! میں آپ کو جو بھی سمجھتی تھی، لیکن ایسا ہرگز نہیں سمجھتی تھی! پلیز مجھے بخش دیجیے،" وہ اس کے سامنے سچ مچ میں ہاتھ جوڑ گئی تھی بلکہ جس انداز میں اس

نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کی منتیں کی تھیں، ریان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی جسے بڑی صفائی سے چھپاتے ہوئے وہ شکل پر مایوسی لے آیا تھا۔

"دیکھا! دیکھا میں نے کہا تھا نا! تم مجھے کھڑوس سمجھتی تھی۔ تم مجھے ایک ان-رومینٹک، زندگی اور زندگی کے رنگوں سے مایوس انسان سمجھتی تھی اور میں ویسا ہی ہو گیا! میں نے خود کو ثابت کر دیا کہ میں ویسا ہی ہوں جیسا تم مجھے سمجھتی تھی۔ بلکہ اس سے بھی گیا گزرا! بنانے والے اتنا سب کچھ ایڈ کر دیا تھا مجھے بنانے میں تو تھوڑا بہت محبت کو ظاہر والی خوبی بھی ایڈ کر دیتا، کم سے کم میری بیوی تو مجھ سے خوش رہتی!"

"میں خوش ہوں! قسم سے انسپکٹر صاحب! میں خوش ہوں! میں بہت خوش ہوں آپ سے! خدا کے لیے مجھے بخش دیجیے!" وہ ایک دفعہ پھر سے اس کی بات کاٹ گئی تھی۔

جان چھڑانے کے لیے کہہ رہی ہو نا؟" وہ ایک دفعہ پھر سے مایوسی سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ رباب سر پکڑ کر رہ گئی تھی۔

کہاں اس آدمی کے ساتھ پھنس گئی تھی وہ، وہ تو اس کی جان کو آیا ہوا تھا۔

نہیں جان چھڑا رہی میں آپ سے، ریان! لیکن اگر اب آپ جان چھوڑ دیں تو" احسان ہو گا آپ کا،" وہ پہلے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس کی مایوسی دور کرنے لگی تھی لیکن جس انداز میں وہ مسکرایا تھا، وہ فوراً ہی اپنی بات بدل گئی تھی۔ "ہاں، وہ سچ میں جان ہی چھڑا رہی تھی۔ اب تو اس کی جان چھوڑ دے تو ہی بھلا تھا اس "کا۔

اچھی بیوی نہیں ہو تم! میں تمہیں کیا سمجھتا تھا اور تم کیا نکلی! دل توڑ دیا نا تم نے" میرا؟ معصوم سا دل توڑ دیا! آج تک کبھی کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور تم نے میرے معصوم سے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے! اب تم کہو گی نا تب بھی تمہارے پاس نہیں آؤں گا! میری طرف سے ناراضگی کی "!شروعات! چلو خدا حافظ

وہ اچانک ہی منہ بنا کر کہتا کچن سے نکل گیا تھا جبکہ اس کے پیچھے جانے کی بجائے رباب نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے چہرے پر پھیرے تھے۔

اب تو وہ مر بھی جائے تو بھی اس آدمی کے پیچھے نہیں جائے گی۔ پہلے ہی اس جن سے بڑی مشکل سے جان چھوٹی تھی، اگر وہ پھر سے حاضر ہو گیا تو وہ اپنی جان کیسے بچائے گی؟ اسے اپنا آپ بہت پیارا تھا۔

○○○○○○○○

دعام آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔ اس نے سچ مچ میں ہی آج نیلے رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی جبکہ نرس حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ لڑکی اس کی سمجھ سے پرے تھی۔ کون سا اس کا شوہر اٹھ کر اسے دیکھتا تھا کہ وہ اتنی سج کر جاتی تھی۔

اور آج تو وہ ضرورت سے زیادہ ہی خوش تھی کیونکہ وہ ٹائم سے پہلے جانے والی تھی۔ اسے اس کے سونے کا انتظار ہر گز نہیں کرنا تھا، وہ اس کے جاگتے ہوئے

بھی جاسکتی تھی کیونکہ اب تو وہ اس لڑکی کی دوست بن گئی تھی اور نرس نے پوری طرح سے اس کا ساتھ دینے کا پکا ارادہ بھی کر لیا تھا۔

اب نرس اس کا ساتھ کیوں دے رہی تھی، نہ تو اس نے جاننے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی اسے جاننے میں دلچسپی تھی۔ وہ بس کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے شوہر سے ملنے جاسکتی ہے اور اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اسے کچھ نہیں جاننا تھا، کچھ نہیں سمجھنا تھا۔ اسے بس جانا تھا۔ وہ تیاری مکمل کر چکی تھی، رات کا ایک بج رہا تھا۔

"میں جا رہی ہوں، آپ یہیں کمرے میں رہیے گا،" وہ اپنی تیاری مکمل کرتے ہوئے باہر جانے لگی تو اس نے پلٹ کر ایک نظر نرس کو دیکھا تھا جو خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

"میں جاؤں نا؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے اچانک پوچھنے لگی تو نرس نے ہاں میں سر ہلا یا تھا۔

جبکہ وہ اس کی طرف سے مزید کسی بھی طرح کا اپروول لیے بغیر باہر نکل گئی تھی۔ نرس نے گہرا سانس لیا تھا اور آرام سے اپنی جگہ پر لیٹ گئی تھی۔ اسے کب آنا تھا کب نہیں، اسے پرواہ نہیں تھی۔ اگر پابندی لگانے والے کو پرواہ نہیں تھی تو وہ کیا کر سکتی تھی؟ وہ تو شکایت لگا کر بھی خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔

oooooooo

دعام تیزی سے اندر داخل ہوئی تو سامنے سردار آج کافی بہتر حالت میں تھا۔ اس کی داڑھی بھی بنائی گئی تھی، بال بھی ٹھیک سے کاٹے گئے تھے۔ وہ اس کے پاس آتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھنے لگی، پھر نرمی سے جھک کر اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے چھوتے ہوئے اس کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ پھیر گئی۔

بہت پیارے لگ رہے ہیں بالکل ہی، ہیرو جیسے! میرے ہیرو جیسے!" وہ اس کے گالوں کو چومتے ہوئے بولی تھی۔

جبکہ دوسری طرف سے کسی طرح کاری ایکشن نہیں آیا تھا لیکن چہرے پر کسی طرح کی سختی نہیں تھی۔ وہ سختی جو سارا دن اس کے چہرے پر ہوتی تھی، اس وقت کہیں غائب ہو جاتی تھی۔

کس کو ہوش آگیا آپ کی داڑھی اور بال بنانے ہیں؟ خیر، چلو، ہوش تو آگیا نا!" ناخن بھی کاٹے ہیں کسی نے یا صرف آدھا ادھورا کام کیا ہے؟" وہ اس کے ہاتھوں کو کھولتے ہوئے بولی تھی جو ناخن اب بھی بڑے ہوئے تھے۔ اس نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا تھا۔

ڈاکو جی! میری ایک بات نا یاد رکھ لیں، جب آپ ٹھیک ہوں گے نا تب ان" سب کو نوکریوں سے نکال دیجیے گا۔ ایک نمبر کے نکمے ہیں یہاں سب کے سب!" وہ نرمی سے اس کے ہاتھ کو اپنی گود میں رکھتے ہوئے اپنے آنچل میں چھپایا ہوا نیل کٹر نکال کر اس کے ناخن کاٹنے لگی تھی۔

اس وقت اس کے ہاتھ میں کسی طرح کی کوئی سختی نہیں تھی۔

وہ سختی جو بالا کی موجودگی میں اس کے ہاتھ اور چہرے پر تھی، وہ اب ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہی تھی۔ وہ اس کے سارے ناخنوں کو کاٹتے ہوئے اس کے ناخن تراشنے لگی تھی۔

دیکھیں! میں نے کتنے اچھے سے آپ کے ناخن تراشے ہیں نا؟ ناخن بعد میں" دیکھیے گا، پہلے مجھے دیکھیے۔ میں کتنی پیاری لگ رہی ہوں! آپ کی فیورٹ ساڑھی پہنی ہے۔ ویسے، آپ نے کہا تھا جس دن میں یہ ساڑھی پہنوں گی، اس دن آپ کے جذبات سنبھلیں گے نہیں۔ تو بتائیں، آپ کے جذبات جاگے یا "نہیں؟

اگر نہیں بھی جاگے تو میں ہوں ناجگانے کے لیے، میرے پیارے ڈاکو جی!"""

وہ اس کے اوپر لیٹتے ہوئے اس کی گردن کو نرمی سے اپنے ہونٹوں سے چھوتے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام گئی تھی۔ روز کی طرح آج بھی اس کی انگلیاں اس کے چہرے کے نقوش کو چھو رہی تھیں۔

اس کی باتوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ ہزاروں باتوں کے بیچ اسے کوئی بات دکھ بھری لگتی تو اس کے چہرے کو دیکھنے لگتی، پھر مسکرا کر اگلی بات شروع کر دیتی۔ یہ اس کا روز کا معمول بن گیا تھا۔

آج سارا دن جو جو ہوا وہ سارا کچھ اسے بتا رہی تھی۔ کبھی شکایتیں لگا رہی تھی تو کبھی نرس کی تعریف کر رہی تھی۔ اچانک ہی وہ نرس اسے بہت اچھی لگنے لگی تھی جو اسے اس کے ڈاکو جی کے پاس پہنچانے کا ذریعہ بن رہی تھی۔

تو پھر اس کی تعریفیں تو بنتی تھیں اور وہ یہاں پر سفارش بھی کر رہی تھی کہ جب وہ واپس ہوش و حواس کی دنیا میں آئے گا تب اس نرس کو ضرور کوئی نہ کوئی بڑا گفٹ دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے یہ بھی بتا چکی تھی کہ اس کا دیا ہوا گفٹ وہ اس نرس کے حوالے کر چکی ہے اور یہ بات اس کے چہرے اور ہاتھوں کی سختی کو واپس بڑھا چکی تھی۔

○○○○○○○○

اچانک ہی ہسپتال میں 13 بچیوں کے آنے کی خبر ملی تو ڈاکٹر بیلا سیدھی چلڈرن وارڈ میں آئی تھی۔ یہاں آکر اسے پتہ چلا کہ وہ ساری بیمار ہیں۔

وہ سب اسپائنل مسکولر ایٹروفی کی مریضائیں تھیں۔ وہ ان ساری بچیوں کو دیکھتے ہوئے پریشان ہو رہی تھی.

جبکہ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ان کا علاج جلد از جلد ضروری ہے اور ان کے علاج میں بہت سارا پیسہ خرچ ہونا ہے جو کم از کم ان کے والدین تو نہیں دے سکتے۔ ان میں کچھ بچیوں کی حالت انتہائی خراب تھی، کچھ بچیاں وینٹیلیٹر پر تھیں جبکہ ایک بچی تو صرف چھ ماہ کی تھی۔

سر! یہ کس طرح کی بیماری ہے اور اس کا علاج کس طرح سے ہوتا ہے؟" وہ" پریشانی سے پوچھنے لگی تھی۔

اسپائنل مسکولر ایٹروفی، یہ بہت خطرناک بیماری ہے، ڈاکٹر بیلا، اور اس کا علاج" عام انسان نہیں کروا سکتا۔ اس کے علاج کے لیے ایک خاص قسم کا انجیکشن "منگوایا جاتا ہے اور اس انجیکشن کی قیمت بہت زیادہ ہے۔

یہ بیماری پاکستان میں بری طرح سے پھیلتی جا رہی ہے۔سچ کہوں تو یہ بیماری"

پہلے بھی بہت زیادہ تھی لیکن تب اس کا علاج نہیں تھا تو لوگ ناامید ہو کر اس

بیماری سے لڑتے لڑتے ہی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ لیکن اب جب اس

بیماری کا علاج ممکن ہو چکا ہے تب لوگوں نے اس بیماری سے لڑنا شروع کر دیا

ہے۔ لیکن اس وقت اس بیماری کا علاج صرف زولجینزما (Zolgensma)

نام کا ایک انجیکشن ہے جو ہم دوسرے ملک سے درآمد (import) کرواتے

ہیں۔

اور اس انجیکشن کی قیمت ہی سمجھ لیں لوگوں کی ان بیمار بچیوں کی زندگی ہے۔

میرا مطلب ہے اس انجیکشن کو منگوانے کے لیے ہمیں بہت سارے پیسے

درکار ہوتے ہیں اور وہ سارے پیسے ہمیں ڈاکیت قبیلے کے ڈاکو فراہم کرتے

ہیں،" ڈاکٹر تفصیل سے بتاتے ہوئے آخر میں اچانک ہی ڈاکیت قبیلے کا نام لے

گیا تھا جس پر بیلا کا موڈ آف ہونے لگا۔

"اوہ، اچھا! تو یہ ڈاکیت قبیلے کے لوگ اس بیماری کے علاج کے لیے پیسے فراہم کرتے ہیں! خیر، کیا فائدہ ایسے نیک کام کا اگر وہ ایک نیک کام کے ساتھ ہزاروں برے کام کرتے ہیں؟ ابھی زیادہ دن تو نہیں ہوئے اس پچھلے واقعے کو۔ یہ لوگ کتنے غلط ہیں اور آپ لوگ کس طرح ان کی چیزوں کو صحیح قرار دیتے ہیں؟ مجھے آپ لوگوں پر بھی غصہ آتا ہے۔ آپ کسی غلط انسان کو صرف اس لیے صحیح نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ ایک اچھا کام کرتا ہے، جبکہ ایک اچھے کاموں کے ساتھ وہ ہزار طرح کے برے کام بھی کرتے ہیں۔"

"وہ ڈاکو سردار، اس نے زیادتی کی تھی اس لڑکی کے ساتھ، اس کی عزت لوٹی تھی، اس نے موت کے منہ میں پہنچا دیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے سارے گھر والوں کو بھی مار ڈالا۔ یہ چیز بھلائی نہیں جا سکتی،" بیلا کو پھر پرانے دکھ یاد آ گئے تھے۔

"ڈاکٹر بیلا! جب تک کسی بات کا ثبوت نہ مل جائے تب تک اس پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ میں نہیں مان سکتا کہ ڈاکیت قبیلے کے لوگ اتنے بُرے ہیں کیونکہ

میں نے اب تک جتنی دفعہ بھی ڈاکیت قبیلے کے لوگوں سے ملاقات کی ہے،

مجھے وہ عام لوگوں سے بہت الگ اور بہت اچھے محسوس ہوئے ہیں۔ ان کے دل

میں غریبوں کے لیے سچے جذبات ہیں۔ وہ ان بچیوں کے علاج کے لیے دن

رات کام کرتے ہیں۔ وہ دن رات اپنی زندگی کو جوکھم میں ڈال کر ان بچیوں کی

زندگی کی حفاظت کرتے ہیں، ان کی سانسوں کی ڈوری کو ٹوٹنے نہیں دیتے۔

یقین کر سکتی ہیں آپ کہ اس ہسپتال میں پچھلے آٹھ سال سے اس بیماری کے

"علاج کے لیے یہاں کے ڈاکٹر دن رات ایک کر رہے ہیں۔

اور پچھلے آٹھ سال سے اس بیماری سے اس ہسپتال میں ایک بھی بچی کی موت"

نہیں ہوئی صرف اور صرف ڈاکیت قبیلے والوں کی وجہ سے، کہ انہوں نے

"وقت پر پیسے فراہم کرتے ہوئے اس انجیکشن کا انتظام کیا ہے۔

اس قبیلے کے لوگ جیسے بھی ہیں، جو بھی کام کرتے ہیں، لیکن وہ ان بچیوں کی"

زندگی بچاتے ہیں۔ آج یہ بچیاں زندہ ہیں، زندگی کی طرف واپس جارہی ہیں تو

صرف اور صرف ڈاکیت قبیلے کے سردار ڈاکو دلدار کی وجہ سے۔ میرے سننے

میں آیا تھا کہ اس کی بہن کو یہی بیماری تھی لیکن وہ اپنی بہن کو اس بیماری سے بچا نہیں سکا تھا اور اس کی بہن نے موت کو گلے لگانے سے پہلے اپنے بھائی سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اس بیماری سے کسی معصوم کو مرنے نہیں دے گا۔اور وہ وعدہ آج بھی نبھا رہا ہے، وہ اس بیماری سے لڑتا ہے۔ جتنی لڑائی یہ بچیاں کرتی ہیں اس سے کہیں زیادہ ڈاکیت قبیلے کے ڈاکو لڑتے ہیں اس بیماری سے۔شاید آپ کسی غلط فہمی کا شکار ہوئی ہیں یا شاید آدھی ادھوری معلومات لی ہے آپ نے لیکن میں آپ کو بس اتنا ہی کہوں گا کہ یہ لوگ غلط نہیں ہیں اور دوسری بات، جب تک آپ کے پاس پوری طرح سے ثبوت نہ ہو اور آپ پر یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ قصور کس کا ہے تب تک کسی پر الزام مت لگایا کیجیے۔"

میں یہ نہیں کہتا کہ ڈاکیت قبیلے کے لوگ جو کرتے ہیں صحیح کرتے ہیں یا چوری اچھا کام ہے۔ہاں، لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ مجھے وہ لوگ غلط نہیں لگتے۔ آپ اپنی سوچ رکھتی ہیں، سمجھدار ہیں، پڑھی لکھی ہیں لیکن آپ سے بھی اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ کسی پر بھی الزام لگانے سے پہلے اس انسان کو پوری طرح سے سمجھ

لیجیے۔ ہو سکتا ہے جیسا دکھتا ہو ویسا سچ نہ ہو، "وہ اسے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ چکے تھے جبکہ بیلا نے سر جھٹکا تھا۔ وہ ایک مرتی ہوئی لڑکی کو غلط کہہ رہے تھے صرف اس لیے کیونکہ ڈاکیت قبیلے کے لوگ ہزار برے کاموں کے ساتھ ایک نیک کام کرتے تھے۔

oooooooooo

وہ صبح سویرے سردار کے پاس آیا تو اس کے ہاتھوں کے ناخن بہت اچھے سے تراشے گئے تھے۔ وہ نفی میں سر ہلاتا اس کا چہرہ دھونے لگا تھا۔

"بگڑی ہوئی ہے تمہاری بیوی، "وہ رومال سے اس کے ہونٹ اور گال صاف کرتے ہوئے بولا جہاں پر لپسٹک کے نشان تھے پھر اس کی گردن پر بھی نشان محسوس ہوئے تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

"ضرورت سے زیادہ بگڑی ہوئی ہے! نظر نہیں آتی اسے تمہاری حالت؟ اس طرح پاس آکر ثابت کیا کرنا چاہتی ہے؟ اس لڑکی کو تم سے دور کرنا پڑے گا،

سردار،" وہ ابھی بولا رہا تھا جب سردار کے ماتھے پر لکیریں واضح ہوئیں تو اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے وہ اس کے آگے پیچھے کی ساری جگہ صاف کرنے لگا تھا۔

اسے گندگی سے نفرت تھی اور بالا ان ساری باتوں کا بہت خیال رکھتا تھا۔

ہسپتال سے فون آیا تھا، پیسوں کی ضرورت ہے۔ تیرہ بچیاں ہیں اسی بیماری" میں زندگی اور موت سے لڑتی ہوئی۔ اپنے مسیحا کا انتظار کرتے ہوئے۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا میں کیا کروں؟ اتنے دنوں سے کسی طرح کی ڈکیتی کا خیال "تک دماغ میں نہیں آیا۔

لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ کوئی نہ کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ تمہیں کیا لگتا ہے،" کیا کرنا چاہیے؟ میں تو فوراً ہی کسی بڑی ڈکیتی میں ہاتھ ڈالنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ کچھ معلومات نکالی تھیں وہاں سے اور کچھ پچھلے مہینے کی نکالی ہوئی ہیں۔ سوچ رہا ہوں کچھ اور چیزیں بیچ میں شامل کر کے دیر کیے بغیر ہی کام شروع کر دوں۔ تو کیا کہتا ہے؟" وہ مصروف سے انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا جبکہ دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

ہاں ہاں، پتا ہے مجھے، تیرے بغیر سب کچھ سنبھالنا ہو گا اور یہ میرے لیے "بہت مشکل ہے لیکن کرنا تو ہے ہی نا مجھے۔

میں نے تو تقریباً سب کچھ تیار کر لیا ہے لیکن تیرے بغیر جانا مجھے بہت عجیب" لگ رہا ہے۔ پتا نہیں میں سب کچھ سنبھال بھی پاؤں گا یا نہیں؟ فی الحال یہاں پر جانے کا ارادہ ہے، دیکھتا ہوں کہ یہ سارے ڈاکو میری بات مانتے بھی ہیں یا نہیں،" خیر چل کر پوچھتا ہوں، وہ تفصیل بتاتے ہوئے اس کے قریب سے اٹھ گیا تھا۔

اس کے دماغ میں بہت کچھ چل رہا تھا۔ سردار کے بغیر اسے سچ میں بہت کچھ کرنا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ ہسپتال سے اس طرح کا کوئی پیغام آجائے گا۔ 13 بچیاں زندگی اور موت سے لڑتی ہوئیں اور ایک بچی تو صرف چھ ماہ کی تھی۔ یعنی کہ ان کا علاج جلد سے جلد کرنا تھا ورنہ ان کے لیے زیادہ مسئلہ بن سکتا تھا اسی لیے وہ بنار کے فوراً کسی ڈکیتی پر نکلنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

oooooooo

یہ تو اچھی خاصی لمبی فہرست ہے، کیا ہم اس مہینے ہر جگہ پر ڈکیتی کریں گے؟"""
ایک ڈاکو نے اس کی فہرست دیکھتے ہوئے سوال کیا جس پر بالا نے صرف نفی میں سر ہلایا۔

نہیں! میں نے اس فہرست میں کچھ جگہوں پر ٹک کی ہوئی ہے، جہاں جہاں" ٹک ہے وہیں پر ڈکیتی کرنی ہے۔ فی الحال سردار ٹھیک نہیں ہے، جب تک سردار ٹھیک نہیں ہو جاتا ہم کوئی بڑا پنگا نہیں لیں گے۔ اس مہینے بڑی ڈکیتیوں میں صرف یہ ایک بڑی ڈکیتی ہے جو ہمارے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے اور بس! تم لوگ اپنی تیاری کرو، ہم نے آج رات سے ہی کام شروع کرنا "ہے،

وہ کہتے ہوئے واپس سے فہرست بند کر گیا تھا جبکہ وہ سب لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

بالا، مجھے لگتا ہے کہ ہمیں سردار کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرنا چاہیے اس کے " بعد ہی کسی ڈکیتی پر نکلنا چاہیے۔ یہ تو کافی خطرناک کام لگ رہا ہے اور تمہارے پاس کوئی پلان بھی نہیں ہے۔

میرا مطلب ہے جس طرح سردار ہر چیز کو سنبھالتا تھا اس طرح تمہارے لیے سنبھالنا تھوڑا مشکل ہو جائے گا،" ان میں سے ایک ڈاکو نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

اگر بالا سردار کے لیے کچھ مشکل ہوتا تو سردار اپنے بعد اس کو نہ بناتا۔ " سردار! اگر تم لوگوں کو یقین نہیں ہے تو مت چلو ہمارے ساتھ ڈکیتی پر۔ تم لوگ سردار کے ٹھیک ہونے کا انتظار کر لو۔ ہم کسی کو زبردستی تو اپنے ساتھ لے کر نہیں جا رہے،" جمرو کو غصہ آ گیا تھا۔ وہ بالا پر شک کیسے کر سکتے تھے؟

حالانکہ پچھلے ایک سال سے ہونے والی ساری ڈکیتیوں میں ماسٹر پلان بالا ہی تھا لیکن بالا پر شاید یقین کرنا ان کے لیے فی الحال مشکل تھا۔

ارے! میں تو ایک عام سی بات کر رہا ہوں، جمرو! تم برا کیوں منا رہے ہو؟ میں" تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ سردار کے بغیر مجھے جانا ٹھیک نہیں لگ رہا، میرے لیے کسی اور پر اعتبار کرنا ذرا مشکل ہے۔ میرے پیچھے میرا خاندان ہے، بچے ہیں، "میں کسی اناڑی کے پلان کا حصہ نہیں رہ سکتا۔

مجھے سردار کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرنا ہے،" وہ جیسے اپنا فیصلہ سنا رہا تھا جس" پر جمرو کو غصہ آیا جبکہ بالا کندھے اچکا چکا تھا جیسے اسے ان سب چیزوں سے کوئی مسئلہ نہ ہو۔

ٹھیک ہے! توسیف مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر تمہیں لگتا ہے کہ سردار کے" ٹھیک ہونے کا انتظار کرنا چاہیے تو تم کرو، اور یہ جو لوگ میرے ساتھ آنا چاہتے ہیں وہ آج رات ساڑھے 11 بجے کی تیاری کر لیں۔ باقی جو لوگ نہیں آنا چاہتے ان کی مرضی ہے۔ نہ تو سردار نے کبھی تم لوگوں کے ساتھ زبردستی کی ہے اور "نہ ہی میں کبھی کروں گا۔

"لیکن ایک بات تم لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ سردار کی زندگی کے کچھ اصول تھے، وہی اصول سردار کے ٹھیک ہونے تک بالا کی زندگی پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ کسی خوش فہمی میں مت رہنا۔"

"باقی ہو سکتا ہے میں سردار کی طرح ہر چیز کو سنبھال نہ سکوں لیکن مت بھولو کہ قبیلے سے نکالنے کا حق میں رکھتا ہوں۔ اگر کسی نے بھی میرے حکم کے برعکس اپنی منمانی کرنی چاہی یا پھر مجھے اطلاع کیے بغیر کوئی بھی ایسا کام کیا جو قبیلے کے اصولوں کے خلاف ہے تو اپنا بوریا بستر پہلے بند کر کے جانا۔"

"آگے سردار یہاں پر نہیں ہے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کو تم لوگوں کی مرضی کرنے دوں گا،" وہ کہتے ہوئے وہیں سے پلٹ گیا تھا جبکہ ایک دوسرے کو دیکھتے ڈاکو تاسف سے سر ہلا گئے تھے۔

OOOOOOOO

اس کے ڈرامے دیکھیں تم لوگ! جب سے سردار کو گولیاں کیا لگی ہیں یہ تو سر پر چڑھتا جا رہا ہے۔ خود کو قبیلے کا مالک سمجھ لیا ہے اس نے۔ اب ہم اس کی مرضی سے چلیں گے؟" وہ۔ سب ڈاکو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

جبکہ جمرو بھی وہیں ان کے پاس ہی، ان کی باتیں سن رہا تھا۔ کتنے دوغلے تھے یہ لوگ! تھوڑی دیر پہلے بالا کے سامنے کہہ رہے تھے کہ وہ ہر قدم پر اس کے ساتھ ہیں اور اس کے جاتے ہی ایک دوسرے میں اس کی برائیاں کرنے لگے تھے۔ خاص کر تین چار ڈاکو تو کچھ زیادہ ہی فضول باتیں کر رہے تھے۔

"ہاں نا! یہ بالا اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ اس کی اوقات کیا ہے؟ اب کیا ہم اس کے حکم پر چلیں گے؟ اتنے برے دن آ گئے ہیں ہمارے؟ مجھے تو بڑا غصہ آ رہا ہے اس پر۔ میں تو اس کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گا۔ جب تک سردار خود ٹھیک ہو کر واپس نہیں آ جاتا، میں ڈکیتیاں چھوڑ رہا ہوں۔ ویسے بھی سردار نے پچھلی ڈکیتی پر مجھے بڑی رقم دی تھی، میں گزارا کر لوں گا،" ایک نے فیصلہ کیا تھا جبکہ باقیوں کا فیصلہ بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ کچھ لوگ تھے جو کہہ رہے تھے

کہ بالا سردار کے حکم کے بعد ہی سردار بنا ہے یعنی کہ سردار کے بعد قبیلے کا دیکھ بھال کرنے والا وہی ہے۔ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے کیونکہ یہ سردار کا حکم تھا۔

جبکہ کچھ لوگ اس بات سے پوری طرح سے غیر اتفاق دکھا رہے تھے، لیکن بالا کو کسی چیز کی پرواہ نہ تھی، وہ کل رات جمرو کو بتا چکا تھا کہ زیادہ تر لوگ اس کے حق میں نہیں ہیں لیکن وہ وہی کرے گا جو سردار یہاں کرتا، اور پھر آج رات وہ دیکھ ہی سکتا تھا کہ کون کون اس کے ساتھ ہے اور کون کون اس کے خلاف۔

ہاں! لیکن جمرو کو یہاں بیٹھنا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا اسی لیے ان کے قریب سے اٹھتا ہوا چلا گیا تھا۔ وہ اپنے دوست کے بارے میں برا نہیں سن سکتا تھا۔

oooooooo

ہاں! ڈاکیت قبیلے سے کوئی خبر ملی ہے تم لوگوں کو؟" وہ جیسے ہی پولیس سٹیشن" میں داخل ہوا، اس نے سب سے پہلے عابد سے یہی سوال پوچھا تھا۔

سر! زیادہ کچھ بھی پتہ نہیں چلا لیکن ایک خبر ملی ہے کہ سردار ڈاکو زندہ ہے" لیکن اس وقت منظر سے غائب ہے، کب تک غائب رہے گا کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ قبیلے میں ڈکیتی کے کچھ پروگرام بن رہے ہیں لیکن سننے میں یہ بھی آیا ہے کہ ان سب چیزوں کو اب سے ڈاکو بالا ہینڈل کر رہا ہے یعنی کہ سردار پوری طرح سے منظر عام سے غائب ہے۔"

غائب ہے یا کچھ انہونی ہوئی ہے؟" ریان نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تو عابد" نے کندھے اچکائے تھے۔

اسے بہت ساری گولیاں لگی تھیں، بہت ساری گولیاں۔ مجھے یقین ہے وہ" نہیں رہا ہوگا۔" اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا جبکہ عابد کو اس کا افسوس سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

اس مہینے کی 28 تاریخ اس کی زندگی کی بہت بڑی تاریخ ثابت ہونے والی تھی کیوں کہ اس نے قبیلے میں بہادری سے گھس کر پر اپر پلاننگ کے ساتھ حملہ کرنے پر انعام سے نوازا جانے والا تھا لیکن وہ تو اس بارے میں کوئی بات ہی

نہیں کر رہا تھا۔ بات تو دور، وہ ذکر تک نہیں سنتا تھا اس چیز کا جیسے یہ کوئی گناہ ہو اور وہ اس گناہ کا حصہ نہیں رہنا چاہتا ہو۔

"سر! ہو سکتا ہے سردار ڈاکو مر ہی گیا ہو۔ آپ نے خود اسے گولیاں لگتے دیکھا تھا۔ خیر، یہ ساری باتیں اہمیت نہیں رکھتی۔ فی الحال اہمیت رکھتی ہے آپ کی پروموشن۔ میں نے تو سنا ہے کہ آپ کی پوسٹ بدلنے والی ہے۔ آج صبح میں نے ڈی ایس پی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ کا پروموشن ہو جائے۔ میں تو اس بات کو سن کر بہت خوش ہو گیا ہوں۔ تب سے ہی آپ کے آنے کا انتظار کر رہا تھا کہ آپ کو یہ خوشخبری سناؤں گا۔ آپ کو تو پتا ہے کہ جب ڈی ایس پی اور ان کے اہلکار آپس میں اس طرح کی بات کرتے ہیں تو کہیں نہ کہیں سے ان کو خبر لگی ہوئی ہوتی ہے۔" وہ کچھ ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا جب کہ ارادہ صرف اور صرف ریان کے چہرے پر خوشی ڈھونڈنے کا تھا جو اسے نہیں مل رہی تھی۔

نہیں، عابد! مجھے اس طرح کی کوئی پروموشن نہیں چاہیے اور نہ ہی میں اس" طرح کے کسی انعام کا حقدار ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے، مجھے لگ رہا ہے کہ یہ "سب کچھ ویسا نہیں ہے جیسا تم لوگ سوچ رہے ہو۔

اگر ڈی ایس پی یا باقی لوگ اس طرح کا کچھ سوچ رہے ہیں تو مجھے خود ہی انہیں" "منع کر دینا چاہیے۔

اس انعام پر میرا کوئی حق نہیں ہے، اس انعام کو میں کبھی بھی نہیں لوں گا اور" اگر اس چیز پر میری وردی پر ایک ستارہ مزید لگتا ہے تو مجھے وہ ستارہ نہیں چاہیے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے اٹھ کر ڈی ایس پی کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا جبکہ عابد کو تو اس کے دماغ کی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔ عجیب پاگل آدمی تھا! اتنا بڑا انعام مل رہا تھا، پروموشن مل رہی تھی اور وہ کہتا تھا کہ وہ حقدار نہیں ہے۔

○○○○○○○○

بالا تھوڑی ہی دیر میں ڈکیتی پر جانے والا تھا۔اس کے ساتھ اور وقت گزار کر وہ کمرے سے باہر نکلتا یقیناً ڈکیتی کے لیے نکلنے والا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ واپس آکر غصے سے اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

وہ لوگ کہتے ہیں انہیں مجھ پر یقین نہیں ہے۔ صرف دو یا چار ڈاکو ہیں جو" میرے ساتھ چلنے کو تیار ہیں اور وہ بھی بزرگ ہیں جن کی اپنی ہڈیوں میں بھی جان کم ہے۔

صرف وہی کہتے ہیں کہ مجھ پر اعتبار کرتے ہیں۔ باقی جوانوں میں سے کوئی بھی آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہے۔ کچھ تو زخمی ہیں لیکن کچھ لوگوں نے صاف انکار کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ ڈکیتی پر تب ہی جائیں گے جب تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔" وہ سخت مایوس تھا۔

میں دو تین لوگوں کے ساتھ اتنی بڑی ڈکیتی نہیں کر سکتا، سردار۔ ان بچیوں" کی زندگی کا سوال ہے۔

لیکن ان لوگوں کو اس چیز کی پرواہ ہی نہیں ہے! وہ ڈکیتی اپنی ذات کے لیے کرتے ہیں، کسی کی زندگی بچانے کے لیے نہیں۔ اب مجھے سمجھ نہیں آرہا میں کیا کروں؟" وہ سر پکڑ کر اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

مجھے یہاں نہیں بیٹھنا چاہیے، میں وقت برباد نہیں کر سکتا۔ کچھ نہ کچھ حل تو" نکالنا ہی ہوگا نا؟ تو واپس آجا سردار، تیرے بغیر یہ قبیلہ نہیں چل سکتا،" وہ ابھی اس کے پاس بیٹھا بول ہی رہا تھا جب آہستہ سے دروازہ کھول کر کوئی چوروں کی طرح اندر گھسا۔

○○○○○○○○

اسے اندازہ تھا وہ روز اسی وقت یہاں آتی ہے لیکن آج وہ گیا نہیں تھا۔ اور اس بات کی خبر یقیناً دعام کو نہیں تھی۔ دعام نے دروازہ بند کرتے ہوئے پلٹ کر سامنے سردار کی طرف دیکھنا چاہا تھا جب پاس پڑے سٹول پر اسے بیٹھے دیکھ اس کے ماتھے پر پسینہ آگیا۔

بالا بھیا! آپ یہاں؟" وہ ہکلا کر رہ گئی تھی۔ ارادہ فوراً یہاں سے نکلنے کا تھا۔ "

ہاں، وہ میں بہت پریشان تھا، بہت مسئلے میں تھا۔ مجھے ایک ڈکیتی پر جانا ہے۔" ایسے میں سردار کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور کسی پر اعتبار بھی نہیں کر سکتا۔ تو کیا تم تھوڑی دیر یہاں رہ سکتی ہو؟ میرا مطلب ہے زیادہ دیر نہیں، صرف تھوڑی دیر۔ تم سردار کے قریب سے ہل نہیں سکتی، میں ایک گھنٹے میں واپس آ جاؤں گا۔" نہ جانے کیوں اس کے چہرے کی مایوسی دیکھ کر بالا کا دل پگھل گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ یوں ہی واپس چلی جائے۔ یقیناً اتنی ساری تیاری وہ اسی کے لیے کر کے آئی تھی۔

"ہاں! میں بیٹھ جاؤں گی! میں تو بس ایسے ہی ٹھنڈی ہوا لینے آئی تھی تو یہ کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر اس طرف آ گئی ورنہ میں یہاں نہیں آتی، آپ نے منع کیا ہوا ہے نا؟" وہ جلدی سے بھاگ کر سردار کے پاس آتے ہوئے سردار کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ گئی تھی۔ اس کی سخت تنی ہوئی نیلی رگ آہستہ آہستہ نرم ہونے لگی تھی۔ اس کی سجن سائیں اس کے قریب تھی اور یہ بات وہ محسوس کرتا تھا۔

بالا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری تھی، اس لڑکی کا اس کے قریب ہونا کتنا ضروری تھا، وہ اندازہ لگا چکا تھا۔

"اس کا خیال رکھنا، دعام! اسے اکیلے مت چھوڑنا، اسے تمہاری ضرورت ہے،" وہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جبکہ اسے تو یقین ہی نہیں آیا تھا کہ وہ خود اسے چھوڑ کر گیا ہے اس کے پاس۔ اس کے چہرے پر ایک بری سی مسکراہٹ تھی جبکہ اس کے کمرے سے نکلتے ہی وہ سردار کے ساتھ لپٹ گئی تھی۔

○○○○○○○○

بالا خاموشی سے واپس باہر آگیا تھا۔ اسے نکلنا تھا، ہر حال میں نکلنا تھا۔ اس نے کمرے کی طرف آتے ہوئے جمرو کو اٹھنے کے لیے کہا تھا، وہ جمرو کو اپنے ساتھ لے کر جانے والا تھا جبکہ انہیں اٹھتے دیکھ کر میرو بھی فوراً اس کے ساتھ ہی اٹھا تھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا، سردار! سردار کی غیر موجودگی میں تم ہی میرے سردار ہو اور میں تم پر یقین کرتا ہوں،" اس کے اس طرح سے کہنے پر

بالا نے ہلکا سا اس کا کندھا دبایا تھا۔ ان لوگوں کا یقین اس کے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا۔

جمرو، ایک دفعہ پوچھ کر آؤ سب سے کون کون چلنا چاہتا ہے؟ جس کو چلنا ہے" اس کو کہہ دو قبیلے سے باہر نکل آئے،"جمرو اس کے حکم پر فوراً باہر نکلا تھا جبکہ وہ اپنا گھوڑا لے کر قبیلے سے باہر کی طرف نکلنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں زیادہ تو نہیں لیکن چار سے پانچ ڈاکو جوائن کر چکے تھے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ زیادہ لوگوں کے اعتبار کے قابل نہیں ہے اور جتنے لوگ اس پر اعتبار کر رہے تھے، وہ انہی کے ساتھ اپنا قافلہ آگے بڑھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

oooooooo

وہ اپنے ٹارگٹ سے بھی بہت دور تھے جب انہیں عجیب سا ہنگامہ محسوس ہوا۔ اس نے پیچھے جمرو کو دیکھا تھا جو خود بھی حیرت سے سامنے موجود اس عجیب سی آفس نما جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ آج ان کا ٹارگٹ یہی آفس تھا جہاں پر لوگوں کی زکوٰۃ وغیرہ جمع کی جاتی تھی۔

کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے، سردار! تم یہیں رکو میں پتہ کر کے آتا ہوں، "جمرو" گھوڑے سے اترتے ہوئے ہمیشہ کی طرح ہوشیاری سے آگے بڑھا تھا جبکہ وہ لوگ اپنے گھوڑوں کے ساتھ پیچھے کی طرف ہی چھپ گئے تھے۔ جب تقریباً پندرہ منٹ میں جمرو کی واپسی ہوئی تھی۔

سردار! ہمارے آنے سے پہلے ہی یہاں ڈکیتی ہو چکی ہے اور ڈکیتی نہیں ہوئی" بلکہ دو قتل بھی ہوئے ہیں۔ بہت بُری حالت ہے۔ جن لوگوں نے ڈکیتی کی ہے وہ بھی ہماری طرح ہی آئے تھے، چہرہ چھپائے ہوئے گھوڑوں پر، سوائے کالے لباس کے علاوہ ان لوگوں نے کوئی لباس نہیں پہن رکھا تھا۔ جبکہ وہاں موجود کا ایک آدمی گواہی دے رہا تھا کہ ڈاکیت قبیلے کے ڈاکوؤں نے وہاں پر ڈکیتی کی ہے۔"

کیا مطلب ہے اس بکواس کا؟ ہم تو ابھی آئے ہیں، ہم سے پہلے کیسے ڈکیتی ہو" گئی؟" بالا تو اچھا خاصا پریشان ہو گیا تھا۔ ایسا کیسے ممکن تھا؟ ان لوگوں نے تو

ابھی کوئی ڈکیتی کی ہی نہیں تھی تو پھر ان پر الزام کیسے لگ رہا تھا؟ یہ پہلا الزام تو نہیں تھا لیکن پھر بھی بالا کے لیے یہ ساری صورت حال بہت پریشان کن تھی۔

"پتہ نہیں سردار! لیکن سب کچھ تمہارے سامنے ہی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ ہمارے آنے سے پہلے ہی کوئی ہمارے پلان کے بارے میں جان گیا تھا۔"

ایک بزرگ ڈاکو نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ وہ حیران تو تھا ہی لیکن وہ اپنے قبیلے کے ڈاکو پر شک نہیں کر سکتا تھا۔ کیا کسی نے اپنے ہی قبیلے سے ان کے ساتھ غداری کی تھی؟ لیکن اس طرح کی بڑی ڈکیتی میں کوئی اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتا تھا اور ان کے قبیلے سے تو کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔ کوئی ڈکیتی پر گیا ہی نہیں تھا۔ آتے ہوئے وہ سارے گھوڑوں کو دیکھ کر آیا تھا اور سارے کے سارے گھوڑے وہاں موجود تھے یعنی کہ سب لوگ قبیلے میں موجود تھے تو پھر آخر یہ ڈکیتی کس نے کی تھی اور الزام ان پر کیسے آ گیا تھا؟

○○○○○○○○

اتنی بڑی ناکامی کے بعد واپس آتے ہوئے بالا خود بھی عجیب طرح کی کیفیت کا شکار تھا۔ اسے سچ میں نہیں لگا تھا کہ ناکامی اس طرح اس کے راستے میں آئے گی۔ وہ تو پوری پلاننگ کے ساتھ گیا تھا لیکن خالی ہاتھ آیا تھا۔

وہ پہلی دفعہ سردار کے بغیر ڈکیتی پر گیا تھا اور پہلی ہی دفعہ ناکام ہو کر لوٹا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسے خیال آیا تھا کہ اسے یوں ہی کمرے میں نہیں جانا چاہیے۔ اندر دعام تھی۔ اس کا یوں جانا مناسب نہیں تھا اس نے دروازہ باہر سے بجایا تو تقریباً کچھ ہی سیکنڈ میں دروازہ کھل گیا تھا۔

" آپ آگئے بالا بھیا۔۔۔

ہاں تم جاؤ اپنے کمرے میں آرام کرو، دعام۔ مجھے سردار کے پاس رکنا ہے،"" وہ کچھ پریشان سا اسے دیکھتے ہوئے بولا تو دعام نے ایک نظر پیچھے پلٹ کر دیکھا، اور پھر خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھی۔

وہ اسے خود اس کے پاس رہنے کی اجازت دے گیا تھا، یہی اس کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ اس نے بنا کسی اعتراض کے فوراً ہی اوپر کی راہ لی تھی جبکہ بالا خاموشی سے اندر داخل ہو گیا تھا۔

oooooooo

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے، سردار؟ کیسے ہو سکتا ہے؟ جہاں ہم چوری کرنے والے تھے، جو ہمارا ہدف تھا، وہاں کوئی اور ڈاکو کیسے جا سکتے ہیں؟ اور پھر ہمارے علاقے میں ہمارے ہوتے ہوئے کسی اور قبیلے کے ڈاکو ڈکیتی نہیں کر سکتے۔

اور اوپر سے وہاں پر لوگ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ڈاکیت قبیلے کی طرف سے چوری کی گئی ہے۔"

"ہمیں بے فضول میں ان سب چیزوں میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ ہم نے کچھ کیا بھی نہیں، پہلے بھی ہم پر الزام لگا دیا گیا تھا حویلی میں ہوئے قتل اور اس زیادتی کا اور اب بھی اس حملے میں دو لوگ مارے گئے ہیں، دو لوگوں کا قتل کیا گیا ہے اور دونوں ہی بیچارے بے قصور تھے۔"

اور ان لوگوں کا دعوی ہے کہ یہ ڈکیتی ہم نے کی ہے، ہم ان سب چیزوں میں "
شامل ہیں۔ سر دار، مجھے سمجھ نہیں آرہا ہمارے خلاف کون سازش کر رہا ہے
لیکن یہ سازش ہمیں بھاری پڑ رہی ہے۔ ہم کس طرح کے لوگ ہیں، پورا گاؤں
جانتا ہے۔ ایسے میں مجھے لگ رہا ہے ہمیں سب کے سامنے کچھ اور بنا کر پیش کیا
" جارہا ہے۔

یہ دوسرا حملہ تھا ہم پر، ہماری ذات پر، ہمارے کرداروں پر۔ ہم نے آج تک "
کسی بے قصور کو نہیں مارا لیکن اس ڈکیتی میں دو بے قصور مارے گئے ہیں۔ بیچارہ
ایک 17 سال کا تھا اور ایک 23 سال کا، گھر میں ہوتی ڈکیتی کو روکنے کے لیے
" تھوڑی بہت مزاحمت کر رہے تھے جب ان ڈاکوؤں نے ان کا قتل کر دیا۔

کچھ سمجھ نہیں آرہا، سردار، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" وہ بے حد پریشانی سے اس "
کے پاس بیٹھا اسے سب کچھ بتا رہا تھا۔ وہ اپنا مسئلہ اور کسی سے شیئر نہیں کر سکتا
تھا۔ نہ تو ڈاکیت قبیلے کے ڈاکوؤں کو یہ بتا سکتا تھا کہ ان سب چیزوں کی وجہ سے

پریشان ہے، یا کسی طرح کی ٹینشن لے رہا ہے، ورنہ وہ سارے خوفزدہ ہو جاتے کہ سردار کے بعد وہ قبیلے کی پریشانیوں کو سنبھال نہیں پا رہا۔

اور نہ ہی اس کے بس میں کچھ تھا جو وہ اپنے بل بوتے پر کچھ کرتا۔ وہ سردار کے علاوہ اپنا مسئلہ کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا سر دکھنے لگا تھا۔ پہلے ہی قدم پر اتنی بڑی ناکامی نے اسے بری طرح سے پریشان کر دیا تھا اور کچھ حد تک نا امید بھی۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ سردار کے بغیر نہ تو وہ سرداری کر سکتا ہے اور نہ ہی اس قبیلے کی بھاگ دوڑ کو سنبھال سکتا ہے۔

oooooooo

سردار کو منظر سے غائب ہوئے بمشکل دس دن ہوئے ہیں اور یہاں دیکھیے " ڈاکیت قبیلے کے ڈاکوؤں نے کیا کیا ہے۔ آج تک سردار دلدار کے ہاتھوں مارے گئے لوگوں میں صرف گناہ گار شامل تھے، اب اس کی قتل کی فہرست میں بے گناہ بھی شامل ہو رہے ہیں۔ دیکھیے، سر، ایک 17 سال کا لڑکا، ایک 23 سال کا لڑکا، گھر میں ہوتی ڈکیتی کو روکنے کے لیے ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کر

رہے تھے جب ڈاکو نے ان کا قتل کر دیا۔" وہ دو فائلیں اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا جبکہ ریان بری طرح سے الجھا ہوا تھا۔

یہ بات تو سارا پولیس اسٹیشن جانتا تھا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھوں آج تک کوئی بے گناہ نہیں مارا گیا لیکن اب دو قتل ان کے سامنے آ چکے تھے اور سارا اشارہ بھی ڈاکیت قبیلے کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت وہ ڈاکیت قبیلے پر حملہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہاں کے لوگ اس وقت وحشی ہوئے پھرتے تھے۔ اگر یہ لوگ چہرہ پھیر کر بھی کھڑے ہو جاتے تو دوسری طرف سے گولیوں کی بارش ہونی تھی۔

ایسے میں اس طرح کی قتل و غارت نے انہیں بری طرح سے پریشان کر دیا تھا۔ ریان تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ سردار کے منظر سے غائب ہونے کے بعد اس طرح کا کچھ بھی ہو گا۔

یہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔ تو کیا ڈاکیت قبیلے کے ڈاکو باغی ہو چکے تھے؟"

"کیا وہ اپنی من مانی پر اتر آئے تھے؟

آدھی رات کو ہوئے حملے میں نہ صرف لوگ مارے گئے تھے بلکہ ڈکیتی بھی بہت بڑی کی گئی تھی۔ ان لوگوں کو پرواہ ہی نہیں تھی کہ ان کے آگے کون آتا ہے، کون مارا جاتا ہے، انہیں بس ایک ہی چیز کی پرواہ تھی کہ انہیں ڈکیتی کرنی ہے اور وہ ڈکیتی کر کے جا چکے تھے۔ رقم بھی کافی بڑی غائب کی تھی ان لوگوں نے۔

"ڈکیتی تک بات ٹھیک تھی، عابد۔ اگر قتل کا سلسلہ شروع ہو گیا تو ہمارے لیے مسئلہ بن جائے گا۔ اگر ڈاکیت قبیلے کے ڈاکو سچ میں باغی ہو گئے ہیں تو نہ تو ہم ان کے خلاف ثبوت ڈھونڈ پائیں گے اور نہ ہی ان پر کسی طرح کا حملہ کر پائیں گے۔ اگر تو وہ کوئی انتقامی کارروائی کر رہے ہیں کہ ڈاکو سردار کی جان کو مشکل میں ڈالا گیا ہے تو بھی وہ قتل کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ ہمیں کوئی نہ کوئی ایکشن لینا ہو گا۔" ریان پریشانی سے فائل کھولتے پوری طرح سے اس میں الجھا ہوا تھا۔

"پانی سر کے اوپر سے جا رہا تھا۔ سردار منظر سے غائب تھا، وہ زندہ تھا یا مر چکا تھا کوئی نہیں جانتا تھا اور ایسے میں ڈاکیت قبیلے کا باغی ہو کر ڈکیتیاں کرنا اور پھر

لوگوں کا قتل عام کرنا یہ ایک پریشان کن مسئلہ تھا جو ان کے لیے سنبھالنا آسان نہیں ہو نا تھا۔ "ڈاکیت قبیلے کے راستے میں بھی اس وقت بم لگا دیے گئے تھے۔ پولیس والوں نے دو دن پہلے اس طرف کا راستہ لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ راستہ انتہائی خطرناک ثابت ہوا تھا کیونکہ اچانک بم پھٹنے کی وجہ سے ایک سپاہی بری طرح سے زخمی ہوا تھا۔

وہ لوگ اس طرف جانے کے بارے میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے اس وقت قبیلہ پوری طرح سے باغی تھا، پولیس کو اپنے آس پاس تو کیا دور دراز تک بھی برداشت نہیں کر رہا تھا۔

اور ایسے میں ڈاکیت قبیلے کی طرف سے اس طرح کی کارروائی ان کی وردی پر سوال اٹھا سکتی تھی۔

○○○○○○○○

وہ اپنی اگلی پلاننگ کر چکا تھا۔ آج رات کو وہ کسی طرح کی غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ ان بچیوں کے علاج کے لیے جلد از جلد پیسوں کی ضرورت تھی اور آج وہ کسی بھی قیمت پر اپنی ڈکیتی میں کسی طرح کی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

اسی لیے اس نے اپنے ساتھ زیادہ لوگوں کو شامل بھی نہیں کیا تھا بلکہ اس نے کسی کو بتایا بھی نہیں تھا کہ وہ ڈکیتی کہاں کرنے والا ہے۔

بس رات کا اندھیرا شروع ہوتے ہی اس نے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آج اس کا کام کل سے زیادہ خطرناک تھا۔

کل وہ موقع پر پہنچنے سے پہلے ہی ناکام ہو کر لوٹے تھے لیکن آج بالا کا واپس آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ آج اس نے ہر چیز کی تیاری کر رکھی تھی اور اس نے صرف اعتبار کے لوگوں کو ہی اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔

اور رات کا اندھیرا ہوتے ہی وہ لوگ نکل گئے تھے۔

oooooooo

راگا سردار! بالا ڈاکو ڈکیتی کے لیے نکل چکا ہے اور وہ جہاں جا رہا ہے وہاں کی" لوکیشن میں نے آپ کو بھیج دی ہے۔

"اس سے پہلے آپ وہاں پہنچ جائیے اور جو آپ نے سوچا ہے وہ کر لیجیے،

راگا ڈاکو فون کان سے لگائے دوسری طرف موجود آدمی کی آواز سن رہا تھا۔

بہت اچھے، انور! تم میرے اعتبار کے قابل ہوتے جا رہے ہو۔ جب میں" ڈاکیت قبیلے کا سردار بن جاؤں گا، تمہیں میرے قبیلے میں خاص اہمیت حاصل ہو گی۔

"ڈاکو سردار کی طرح تمہیں ناکام اور بے کار نہیں سمجھا جائے گا۔

اسی طرح معلومات دیتے رہو۔ تمہارے لیے ایک بہت فائدے مند ڈیل" ہے۔" وہ فون بند کرتے ہوئے پر سکون ہوا تھا۔

جبکہ اس نے اپنے پاس کھڑے شیدے کو دیکھا تھا۔

راگا سردار! کیا سچ میں انور اتنی اہمیت کا حامل ہو گا؟ میرا مطلب ہے وہ آپ کو" اتنی ساری معلومات دیتا ہے، قبیلے میں ہونے والی ایک ایک حرکت کی خبر آپ تک پہنچا دیتا ہے، تو کیا آپ سچ میں اسے آنے والے وقت میں اپنے خاص "آدمیوں میں شامل کریں گے؟

اس کے اشارے پر شیدے کے ساتھ کچھ اور ڈاکو ڈکیتی کے لیے نکل پڑے تھے۔ ان کا ارادہ بالا سے پہلے اس جگہ پہنچ کر ڈکیتی کرنے کا تھا۔

ہاہاہا! شیدے، تو تو بچہ ہے! تجھے کیا لگتا ہے اگر یہ انور سردار جیسے آدمی کا نہ ہو" "!سکا تو کبھی میرا ہو گا؟ نہیں

سردار کو گولی مارنے کے بعد دوسری گولی اس انور کو لگے گی جس نے اپنے" سردار کے ساتھ غداری کی ہے۔ بیچارہ کہتا ہے کہ سردار ڈکیتی میں بنی رقم ان کے حوالے نہیں کرتا، بلکہ ساری رقم بیمار بچیوں کے علاج پر لگا دیتا ہے۔ اور ان لوگوں کو صرف چیلر ہاتھ میں آتا ہے۔ شاید یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ راگا

ڈاکو تو وہ رقم بھی نہیں دیتا جو وعدہ کرتا ہے،" وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تو شیدے نے بھی اس کے قہقہہ میں خوب ساتھ دیا تھا۔

کیونکہ ان میں سے ناسب رقم صرف اسی کو ہی مل رہی تھی، باقی تو راگا ڈاکو کسی کا نہیں تھا، اپنا بھی نہیں۔

راگا سردار! کل تو دو لوگوں کا جانی نقصان ہو گیا تھا۔ آج کوشش کریں کہ کسی" کا جانی نقصان نہ ہو کیونکہ ڈاکیت قبیلے والے لوگ کسی کو جان سے نہیں مارتے،" وہ اس کے ساتھ آتے ہوئے کہہ رہا تھا جس پر راگا ڈاکو کا بے ڈھنگا قہقہہ ایک دفعہ پھر سے لگا تھا۔

ڈاکیت قبیلے کے لوگ کیا کرتے ہیں کیا نہیں یہ تمہارا کام نہیں ہے، شیدے!" اور ویسے بھی ہم جو بھی کر رہے ہیں، اس کا الزام سیدھا ڈاکیت قبیلے والوں پر آ رہا ہے یعنی کہ ہمیں کوئی نقصان نہیں ہے کسی بھی چیز سے، الٹا ہمیں فائدہ ہو رہا "ہے۔ ہم چاہے کچھ بھی کریں ہمیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

"اور پھر جب تک سردار کے ہوش میں آنے کے امکان بنتے ہیں تب تک میں ڈاکیت قبیلے کو اتنا بدنام کر دوں گا کہ لوگ ان پر اعتبار نہیں کر سکیں گے۔ ان کے سردار نے جتنے بھی لوگوں کی مدد کی ہے، وہی اس کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔ کوئی ایک بھی انسان ایسا نہیں ہو گا جو سردار کے ساتھ کھڑا ہو گا۔ پورے قبیلے کو بدنام کرنا ہے سردار کے جاگنے سے پہلے۔ اس کے قبیلے کا نام اتنا خراب کرنا ہے کہ سردار کو وہ نام دوبارہ بناتے 10 سال لگ جائیں۔"

"آٹھ سال اس نے اس علاقے کے لوگوں سے راگا ڈاکو کے نام کا ڈر ختم کیا ہے، میں کچھ ہی دنوں میں ان علاقے کے لوگوں کے دلوں سے سردار دلدار کی محبت ختم کر دوں گا۔"

"سردار کے نام کے ساتھ کی وحشت لوگوں کو اس سے نفرت کرنے پر مجبور کر دے گی۔ وہ لوگ جو اس کے خلاف گواہی نہیں دیتے، وہ سب لوگ اٹھ کر چیخ چیخ کر اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

ویسے، سننے میں آیا ہے کہ گاؤں میں ایک بُوڑھی عورت اپنی پوتی کے ساتھ

"رہتی ہے۔اس کی پوتی کو اٹھا کر لے آؤ آج رات کے لیے۔

اس عورت کی زبان سردار دلدار کو دعائیں دیتے نہیں تھکتی، اب اسی عورت"

"کی زبان سردار دلدار کو اٹھتے بیٹھتے بددعائیں دے گی۔

وہ گہری پلاننگ کے ساتھ بولتا گاؤں کی حدود میں داخل ہو چکا تھا جہاں آج وہ

لوگ ڈکیتی کرنے والے تھے، وہ بھی بالا ڈاکو سے پہلے۔

بالا ڈاکو! تم مجھ سے ڈکیتی سیکھ کر میرے راستے میں میرے مقابلے میں آ گئے"

اور تمہیں لگا کہ راگا ڈاکو تمہیں آنے دے گا؟ میرے ہی سکھائے کھیلوں پر

عمل کر کے تم لوگ میرے ہی ساتھ کھیلنے چلے ہو؟ شاید تم لوگ بھول چکے ہو

"کہ راگا ڈاکو کے سامنے تم لوگ بچے ہو۔

اور بچے کبھی باپ کا مقابلہ نہیں کرتے۔اب تم لوگوں کو احساس ہو گا کہ راگا"

ڈاکو کے ساتھ غداری کر کے تم لوگوں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی

تھی۔ تم دونوں سردار اور بالا میرے غلام تھے، راگاڈاکو کے غلام! تم لوگوں نے غلامی چھوڑ کر بادشاہت چن لی۔"

"اور تم لوگوں کو لگا کہ راگاڈاکو تمہیں بادشاہت کرنے دے گا؟"

"ڈاکیت قبیلے کا بادشاہ صرف راگاڈاکو ہے، یہ بات اب تم لوگوں کو سمجھ میں آئے گی اور وہ دن دور نہیں جب ایک دفعہ پھر سے تم لوگوں کو راگاڈاکو کے ڈر سے رات کو نیند آنا بند ہو جائے گی،" وہ علاقے میں داخل ہوتے ہوئے اپنی گہری سوچوں میں غرق تھا جبکہ گھوڑے تیزی سے منظر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ ان کے لیے ایک سوچی سمجھی سازش تھی جبکہ بالا کے لیے ان بچیوں کی زندگی کی ایک چھوٹی سی امید تھی۔

○○○○○○○○

دعام کو جیسے ہی پتہ چلا تھا کہ بالا قبیلے میں نہیں ہے تو وہ فوراً نیچے آگئی تھی۔ لیکن وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی، سردار کے ساتھ کھڑے انور کو دیکھ کر

پریشان ہوئی تھی۔ وہ اس سے زیادہ بات نہیں کرتی تھی نہ ہی اس نے دعام کو مخاطب کیا تھا۔

یہاں تک کہ وہ اس کے نام سے بھی واقف نہیں تھی۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ انتہائی بدتمیزی سے بولا تھا۔"

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں اور یہ کیا اٹھار کھا ہے آپ نے؟" دعام نے اس" کے ہاتھ میں موجود کوئی فائل دیکھی تھی، اسے لگا شاید وہ سردار کی ہے۔

میں جو بھی کروں، لڑکی! تم یہاں سے نکلو۔ تمہیں یہاں آنے کا کوئی حق نہیں" ہے۔ ڈاکوبالا نے تمہیں یہاں نہ آنے کی تاکید کی ہوئی ہے۔ تم جانتی ہو آج "سردار اس حالت میں صرف اور صرف تمہاری وجہ سے ہے۔

آج وہ زندگی اور موت کے بیچ لڑ رہا ہے صرف اور صرف تمہاری وجہ سے۔" تمہیں اس کے آس پاس آنے سے منع کیا ہے لیکن پھر بھی بے شرموں کی طرح جب دل کرتا ہے منہ اٹھا کر آ جاتی ہو۔ وہ تو سردار کو ہوش آئے تمہیں

طلاق دے کر یہاں سے فارغ کرے گا۔ پھر تمہیں پتہ چلے گا ڈاکیت قبیلے کے لوگ تمہارے حق میں کیسے ثابت ہوں گے۔ تم اب تک سردار کے نکاح میں ہو اسی وجہ سے ڈاکیت قبیلے کے لوگ کچھ کہہ نہیں رہے ہیں اور اگر یہ سب کچھ تم نے سردار کے نکاح میں آنے سے پہلے کیا ہوتا تو اب تک ڈاکیت قبیلے کے لوگ تمہیں موت کا مزہ چکھا چکے ہوتے۔"

اب دفع ہو جاؤ یہاں سے، خبردار جو سردار کے آس پاس بھی بھٹکی۔ آج ڈاکو بالا مجھے یہاں سردار کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر گیا ہے، اور میں کسی طرح کا لحاظ نہیں رکھوں گا،" وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب اچانک پیچھے سے مشینیں بولنے لگی تھیں۔

"یہ کیا ہو گیا؟" وہ پریشانی سے پلٹ کر مشینوں کو دیکھنے لگا تھا جو بہت زیادہ آواز کرنے لگی تھیں۔ اسے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اچانک سے ہوا کیا ہے؟ مشینیں اس قدر کیوں آواز کر رہی تھیں؟

میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں،" دعام گھبراہٹ سے فوراً باہر کی طرف بھاگی تھی" جبکہ گھبرا تو وہ بھی گیا تھا کیونکہ ڈاکو بالا نے اسے ہرگز یہاں نہیں چھوڑا تھا اور ممکن تھا کہ اسی کے کوئی ہاتھ لگنے کی وجہ سے کچھ گڑبڑ ہو گئی ہو۔ وہ فوراً سے پہلے یہاں سے نکلنا چاہتا تھا اس سے پہلے کہ وہ کسی بڑی مصیبت میں پھنس جائے۔

اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود فائل پر ڈالی تھی۔ اسے یہ فائل کسی طرح کے کام کی نہ لگی تھی۔ پتہ نہیں ڈاکو راگا اس سے یہ فائل چوری کرنے کے لیے کیوں کہہ رہا تھا۔

خیر جو بھی تھا وہ اس فائل کے چکر میں اپنی جان نہیں گنوانا چاہتا تھا اس لیے تیزی سے وہاں سے نکل گیا تھا۔

دعام کی تو آج کل کسی بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اگر وہ بتا بھی دیتی کہ وہ یہاں اس کمرے میں تھا تو کچھ نہیں ہونا تھا۔ لیکن اگر ڈاکیت قبیلے کے باقی لوگوں نے اسے یہاں دیکھ لیا تو اس کے لیے مسئلہ بن سکتا تھا اور فی الحال وہ

اپنے لیے کوئی مسئلہ بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ڈاکو راگا کی نظروں میں آنا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اگر سردار کو ایک دفعہ گولی لگ سکتی ہے، وہ موت کے اتنے قریب جا سکتا ہے تو دوسری دفعہ بھی اس کے لیے یہ ممکن تھا۔ بے شک سردار نے ہمیشہ انہیں خاص اہمیت دی تھی قبیلے میں لیکن اس اہمیت کا کیا! کروڑوں کا پیسہ تو وہ بچیوں پر لٹا دیتا تھا۔

اسے اہمیت نہیں پیسہ چاہیے تھا جو سردار دلدار کے قبیلے سے ملنا ممکن نہیں تھا۔

oooooooo

پتہ نہیں سب ڈاکو کہاں گئے تھے، اسے بڑی مشکل سے ایک بزرگ ڈاکو ملے تھے جنہیں یہ بتاتے ہی کہ سردار کی طبیعت خراب ہے، فوراً اٹھ کر کمرے کی طرف بھاگے تھے۔ اس نے زیادہ کچھ نہیں بتایا تھا بس یہی بتایا تھا کہ مشینیں عجیب طرح کی آوازیں کر رہی ہیں اور یہ سنتے ہی وہ بھاگتے ہوئے آئے تھے جب کہ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے شور مچاتے ہوئے ڈاکٹروں کو بھی بلا لیا تھا۔ ڈاکٹر بھی تیزی سے الرٹ ہوتے اندر داخل ہوئے تھے۔

انہیں کوئی بات بے تحاشہ بری لگی ہے جس کی وجہ سے ان کی سانسیں تیز ہو گئی ہیں۔"

شاید وہ کسی بات کو لے کر غصہ ہوئے ہیں۔ میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا کہ " اب وہ ہر چیز کو محسوس کر سکتے ہیں، اپنے آگے پیچھے ہوتی ہر سرگرمی کو وہ سمجھتے ہیں۔ ان کے سامنے ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی ہے آپ لوگوں نے۔ جس طرح انہوں نے مٹھیاں بھینچ رکھی ہیں، چہرے پر تناؤ صاف نظر آرہا ہے مطلب یہی ہے کہ کسی چیز نے انہیں بے تحاشہ غصہ چڑھا ہے۔ ان کے ماتھے سے پسینہ بہہ رہا ہے یہاں تک کہ ان کا جسم غصے کی شدت سے ٹھنڈا پڑ رہا ہے۔ آپ نے ان کے سامنے کوئی ایسی بات کی ہے جو ان کے لیے بہت زیادہ ناقابل برداشت ہے؟ میری بات سنیں، میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں اب بھی کہہ رہا ہوں، انہیں ٹینشن اور پریشانی سے دور رکھیے۔ انہیں ایک نارمل ماحول دینے کی کوشش کیجیے۔ آپ نے یقیناً ان کے سامنے کوئی ایسی بات

کی ہے جس کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہو گئی ہے،"ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

میں نے تو ابھی کوئی بات ہی نہیں کہی تھی۔ میں اندر آئی تو یہاں پر وہ بھیا" "کھڑے تھے۔

وہ کچھ کہہ رہے تھے کہ اچانک سے مشینوں سے آواز آنا شروع ہو گئی۔ میں تو" فوراً بھاگ کر باہر آئی تھی تا کہ کسی کو بتا سکوں،" دعا م اپنی صفائی پیش کرنے لگی تھی جبکہ ڈاکٹر اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ پھر ایک گہرا سانس لیتے ہوئے اسے دیکھا۔

بہتر ہے آپ لوگ ان کے پاس رہیے۔ انہیں اکیلا مت چھوڑیے۔ ہو سکتا" ہے یہ تنہائی کا شکار ہو کر اس طرح کا ردِ عمل دے چکے ہوں۔ ویسے کوما کے مریضوں میں یہ بات بہت نارمل ہے۔ میرے خیال میں ہو سکتا ہے کہ خود کو "اس کمرے میں تنہا محسوس کر کے انہیں غصہ آ گیا ہو۔

آپ ان کے پاس ہی رکیں،"ڈاکٹر تفصیل سے بتاتے ہوئے کمرے سے باہر" نکل گیا تھا جبکہ اس کے ساتھ آئے ڈاکو بھی باہر ہی چلے گئے۔ دعام نے ایک لمحے دروازے کی طرف دیکھا پھر خاموشی سے اس کے قریب آکر بیٹھتے اس کا ہاتھ تھام چکی تھی۔

○○○○○○○○

ان بھیانے میرے بارے میں غلط بات کی، اس بات پہ آپ کو غصہ آیانا،ڈاکو" جی؟ میں سمجھ سکتی ہوں لیکن آپ بھی تو سمجھیں نا! وہ لوگ آپ سے پیار کرتے ہیں۔ آپ اتنی بری حالت میں ہیں اور یہ بات سچ ہے کہ کہیں نہ کہیں آپ کی "اس حالت کے پیچھے کی ذمہ دار میں ہی ہوں۔

میں بے وقوف ہوں، پاگل ہوں۔ آپ کی بات ماننے کی بجائے اپنی من مانی" کرتی رہتی ہوں۔ آپ میری ہر بات مانتے ہیں، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے نا کہ میں اس طرح کی حرکتیں کروں؟ میں نے بہت غلط کیا، ڈاکو جی، بہت زیادہ غلط کیا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے اپنی ساری غلطیوں کا احساس ہے

لیکن اب میں کچھ نہیں کر سکتی، میرے بس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ٹھیک ہو جائیں۔"

"آپ نے دیکھا ناوہ بھیا مجھ سے کیسے بات کر رہے تھے؟ سب لوگ مجھ سے ایسے بات کرتے ہیں۔ بالا بھیا نے بھی کل صرف آپ کے سامنے ہی اچھے سے بات کی تھی ورنہ وہ بھی ہر وقت غصہ ہوتے رہتے ہیں مجھ پر۔ جمرو بھیا تو مجھ سے بات ہی نہیں کرتے۔ آپ تھے تو سب میرے تھے، آپ نہیں ہیں تو میرا کوئی بھی نہیں ہے، ڈاکو جی! صرف آپ ہی میرے ہیں۔"

"آپ واپس آجائیں۔ آپ کی سجن سائیں اکیلی ہو گئی ہے۔ کوئی نہیں ہے میرا درد سمجھنے والا۔ آپ واپس آجائیں، میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔ اگر اب بھی آپ ٹھیک نہ ہوئے نا تو مجھے کچھ ہو جائے گا۔"

"مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو رہا، ڈاکو جی، بالکل بھی برداشت نہیں ہو رہا،" وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر آنسو بہانے لگی تھی۔

اور پھر کتنی ہی دیر یہ سلسلہ چلتا ہی رہا تھا۔ نہ تو اس کے آنسو رکے تھے اور نہ ہی اس نے اس کے سینے سے سر اٹھایا تھا۔

جبکہ دوسری طرف سردار نہ جانے ضبط کی کون سی انتہا پر تھا کہ اس کا چہرہ شدت سے سرخ ہو چکا تھا۔

00000000

سردار! نکلو یہاں سے۔ ہمارے آنے سے پہلے یہاں ڈکیتی ہو چکی ہے، "جمرو" ان کے آگے آگے آیا تھا وہ کوئی دس منٹ کے فاصلے پر تھے۔ جب جمرو انہیں واپس آتے ہوئے نظر آیا۔

کیا؟ ایسا کیسے ممکن ہے؟ ایسا ہو کیسے سکتا ہے؟ آج کی ڈکیتی کے بارے میں تو" ہم نے کسی کو بتایا بھی نہیں تھا تو ایسا کیسے ممکن ہے؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگا تھا، اب اسے اپنے ساتھ آئے ڈاکوؤں پر شک ہو رہا تھا۔

ایسا کیسے ممکن تھا کہ جہاں پر وہ ڈکیتی کرنے والے تھے وہاں ان سے پہلے ہی کوئی اپنا کام کر چکا تھا؟

سردار! میں کچھ نہیں جانتا بس اتنا پتا ہے کہ ہمیں جلد از جلد محفوظ جگہ پر پہنچنا ہو گا۔ پولیس پوری طرح سے الرٹ ہے۔ ہمارے لیے یہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے"،

وہ کہتے ہوئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا جب بالا کا فون بجنے لگا تھا۔ اس نے اپنے موبائل پر جگمگاتے ڈاکٹر طلحہ کا نمبر دیکھا تھا۔

oooooooo

السلام علیکم، ڈاکٹر جی! کہیے؟" وہ گھوڑے کو ایک طرف روکتے ہوئے بات کرنے لگا تھا۔

وعلیکم السلام! جی سردار صاحب، پیسوں کا کچھ انتظام ہوا؟ وہ چھ ماہ کی جو بچی ہے اس کا علاج جلد از جلد کرنا ہے اور ہمیں انجیکشن کے لیے پیسوں کی

ضرورت ہے۔ اگر ممکن ہو سکے تو تھوڑا جلدی کیجیے، ہمارے لیے مسئلہ بن رہا ہے، بچی کی جان کو بہت زیادہ خطرہ ہے۔"

"جی جی، ہم کوشش کر رہے ہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں آپ کو ایک دو دن تک پیسے بھجوا دوں،" وہ پریشانی سے بولا تھا۔

"ایک دو دن کا ٹائم نہیں ہے۔ بچی کا علاج زیادہ ضروری ہے۔ فی الحال ایک بچی کے لیے کر دیجیے یہ جو آپ کے لیے ممکن ہو سکے، باقی کچھ حد تک ہم بھی کوشش کرتے ہیں کہ ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے سردار اس وقت ایسی حالت میں نہیں ہیں لیکن ہماری مجبوری ہے جس کی وجہ سے ہم بار بار آپ کو تنگ کر رہے ہیں، جس کے لیے ہم بہت زیادہ معذرت خواہ ہیں۔"

"نہیں، آپ کو ایسا سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سردار ہو یا نہ ہو، سردار کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے ہم سب حاضر ہیں۔ آپ فکر نہ کریں، میں جلد از جلد رقم کا انتظام کرتا ہوں،" وہ پریشانی سے فون رکھ کر اپنے قریب کھڑے جمرو کو دیکھنے لگا۔

کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، بالا؟ کدھر سے اتنی بڑی رقم جمع کر کے دو گے؟"""

وہ پریشانی سے پوچھنے لگا۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا نا! یہ سلسلہ رکنا نہیں چاہیے۔ اس چیز کا کوئی نہ کوئی حل نکالنا پڑے گا۔ اماں کا زیور پڑا ہے میرے پاس، سوچ رہا ہوں اسی کو بیچ دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ فی الحال میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا، بالا؟ زیور آج کل کوڑیوں کے دام بک رہا ہے اور وہ تمہاری اماں کی آخری امانت ہے!"

"امانتیں رکھنے کا کیا فائدہ اگر وہ کسی کی زندگی بچانے کے کام نہ آ سکیں؟ اس وقت اس بچی کی زندگی بچانا زیادہ لازمی ہے،" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا جب کہ ایک اور ناکامی نے انہیں سچ میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ وہ خود کو اس وقت بہت زیادہ تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سب کچھ ٹھیک ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہو۔ اس نے زندگی میں اس سے پہلے خود کو کبھی اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔

یہ حقیقت تھی کہ سردار کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں تھا۔

○○○○○○○○

میں نے تمہیں کہا تھا سردار کی رپورٹ چوری کر کے لاؤ، تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی؟" وہ غصے سے فون پر دھاڑا تھا۔

سردار! وہ فائل کسی کام کی نہیں تھی۔ میں نے اس فائل کو پوری طرح سے جانچا ہے، اس میں صرف سردار کی بیماری کے بارے میں لکھا ہے اور کچھ بھی نہیں لکھا، " انور نے جواب دیا۔

بکواس بند کرو! تمہیں جو میں نے کہا ہے وہ کرو۔ مجھے وہ فائل چاہیے۔ جاؤ اور لے کر آؤ۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ سردار کی بیماری کی حد کیا ہے؟ کب تک بیمار رہے گا وہ اور وہ کس حد تک ٹھیک ہو چکا ہے؟"

"ٹھیک ہے، جناب! آپ فکر نہ کریں، میں آج ہی وہ فائل لے آؤں گا،" وہ فون پر مصروف تھا جب اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو میرو تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو، انور؟ سردار بلا رہا ہے، کھانا کھا لو آکر،" میرو نے اس کی گھبراہٹ کا نوٹس لیے بغیر کہا تھا یا پھر وہ اس کی گھبراہٹ نوٹ کر چکا تھا لیکن اسے بتانا نہیں چاہتا تھا۔

"میرے سامنے بالا کو سردار مت کہا کرو۔ وہ اس قبیلے کا سردار نہیں ہے۔ سردار دلدار ہی ہے اور وہی رہے گا۔ اگر تم لوگ بالا کو سردار ماننے لگے ہو تو اس کی حکومت کو خود تک رکھو، مجھ پر تھوپنے کی ضرورت نہیں ہے اور ابھی میرا کوئی موڈ نہیں ہے کھانا کھانے کا، جب دل کرے گا تب کھا لوں گا،" وہ غصے سے بولا۔

یہاں دل نہیں چلتا، انور۔ سردار کا کہنا ہے کہ وقت پر کھانا کھاؤ۔ سردار جب" تک ٹھیک نہیں ہو جاتا کوئی اس کے اصول توڑ نہیں سکتا۔ اگر تم نے کھانا نہیں "کھانا تو جاؤ اپنے حصے کا کھانا لے کر اپنے کمرے میں رکھ دو۔

اور سردار نے یہ بھی کہا تھا کہ اپنے حصے کا راشن لے کر اوپر پہاڑ پر پہنچا دو،" "تمہارے گھر والوں کو ضرورت ہو گی۔

میرے گھر والوں کو کس چیز کی ضرورت ہے، کس چیز کی نہیں اس کا فیصلہ" میں کرلوں گا، میرو، اور سردار کو کہو کہ مجھ پر زیادہ سرداری چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سردار کا بہت خاص انسان تھا اور سردار نے مجھے کبھی بھی راشن لینے پر روک ٹوک نہیں لگائی،" انور نے کہا۔

وہ روک ٹوک نہیں لگا رہا ہے، انور۔ صرف یہ کہہ رہا ہے کہ اپنے حصے کی" چیزیں اٹھا کر اپنی جگہ محفوظ کر لو، بعد میں اگر تمہارے حصے کی چیزیں کسی اور نے لے لیں تو بھی سب سے زیادہ شور تم ہی مچاتے ہو اور پھر اس پورے مہینے

تم نے کوئی کام بھی نہیں کیا جس کی بنا پر..." میرو ابھی بات پوری کر ہی رہا تھا کہ انور نے اسے غصے سے کاٹ دیا۔

اوہو! تو اب تم مجھے طعنے مارو گے کہ میں نے کوئی کام نہیں کیا؟" وہ غصے سے " بولا جبکہ میرو بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ آج کل انور کا دماغ ضرورت سے زیادہ ہی کام کر رہا تھا، وہ ہر چیز کو اپنے انداز میں لے رہا تھا۔

میں کچھ نہیں کہہ رہا تمہیں، انور۔ بس یہ کہہ رہا ہوں کہ سارے ڈاکو اپنی اپنی " ضرورت کا سامان لے کر جا چکے ہیں۔ تمہاری ضرورت کا سامان چار دن سے وہاں رسوئی میں پڑا ہے۔ چار پانچ دن سے تم اوپر پہاڑ پر بھی نہیں گئے، اوپر تمہارا خاندان، تمہارا بچہ کیسا ہے تمہیں احساس بھی ہے اس بات کا؟ 24 گھنٹے تو موبائل فون میں الجھے رہتے ہو، کوئی کام بھی نہیں کر رہے یہاں تک کہ سردار کے ساتھ ڈکیتی پر بھی نہیں جا رہے ہو، آخر تمہارا دھیان ہے کہاں؟" میرو کا انداز دوستانہ تھا لیکن جھنجھلایا ہوا۔

اب میں تمہیں حساب کتاب دوں گا؟ دو ٹکے کے ملازم کو جسے اس قبیلے میں" صرف کھانا بنانے کے لیے رکھا گیا ہے؟ اپنی اوقات میں رہو، میرو! جتنی اوقات ہے اتنے ہی پر پھیلاؤ ورنہ یہ نہ ہو سردار کے اٹھنے سے پہلے تم دنیا سے اٹھ جاؤ،" وہ غصے سے کہتا وہاں سے واک آؤٹ کر چکا تھا جبکہ میرو نفی میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔ جب سے سردار پر حملہ ہوا تھا، یہ سارے ہی ڈاکو اسے بہت کم تر سمجھنے لگے تھے، بات بات پر وہ اسے ذلیل کرنے لگتے۔

ہاں یہ بات حقیقت تھی کہ وہ یہاں ڈکیتیاں نہیں کرتا تھا اور نہ ہی اسے کبھی کسی ڈکیتی پر لے کر جایا گیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی سردار کے ہونے سے اس کی بہت اہمیت تھی۔ کل وہ جان بوجھ کر بالا کے ساتھ ڈکیتی پر گیا تھا تاکہ وہ انہیں بتا سکے کہ وہ یہاں مفت کی روٹیاں نہیں توڑتا لیکن پھر بھی سردار کی ناکامی نے جہاں سارے ڈاکوؤں کو آپس میں چھل مکوئیاں کرنے پر مجبور کیا تھا وہیں ہی میرو کا بھی مذاق ہی اڑایا جا رہا تھا۔

oooooooo

تم نے مجھے بلایا، بالا؟" انور میرو کے بلانے پر تو نہیں آیا تھا لیکن جمرو کے "

بلانے پر آ گیا تھا۔

"کل تمہیں سردار کے کمرے میں کس نے حفاظت کے لیے چھوڑا تھا؟"

کیا میں نے تمہیں جانے سے پہلے کہا تھا کہ تم سردار کے ساتھ رکو یا پھر اس کی "

حفاظت کرو؟" بالا نے اچانک سوال کیا تو وہ گھبرا گیا تھا۔

نہیں، تم نے نہیں کہا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں میرا دل گھبرا رہا تھا۔ مجھے لگا مجھے "

وہاں اندر سردار کے کمرے میں ہی رہنا چاہیے، اسی لیے چلا گیا تھا جب

"سردارنی وہاں آ گئی۔

تم نے سردارنی سے کیا کہا؟" وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا اس سے سوال کرنے لگا تھا۔ "

"... کچھ نہیں"

چٹاخ..." وہ ابھی کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ بالا نے پوری شدت سے اپنا ہاتھ اٹھاتے

ہوئے اس کے منہ پر دے مارا تھا۔ اس کی یہ حرکت جہاں سارے ڈاکوؤں کو

بکھلانے پر مجبور کر گئی تھی وہیں وہ بھی غصے سے بھرتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔

کچھ نہیں کہا؟ تو سردار کی طبیعت اتنی خراب کیسے ہوئی؟ کچھ تو بکواس کی ہی "ہو گی تم نے جو سردار کو اتنا غصہ آیا۔

سردارنی کے بارے میں بکواس کرو گے تم اور تمہیں لگتا ہے کہ بالا چپ بیٹھا" رہے گا؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی سردارنی کے لیے ایک بھی غلط لفظ استعمال کرنے کی؟" وہ غصے سے اس کا گریبان پکڑتا اسے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔

جب انور نے اپنے ہاتھ کا مکا بناتے ہوئے اس کی طرف لانے کی کوشش کی۔

کوشش بھی مت کرنا، انور! اگر تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو دوسری سانس نہیں" لے پاؤ گے۔ ہاتھ ڈھیلا چھوڑو!" اس نے اس کے مکے کو بالکل بھی اہمیت نہ دیتے ہوئے غصے سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تو وہ سچ میں خوفزدہ ہوتا اپنے ہاتھ کی مٹھی کھول گیا تھا جب بالا نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے ہوئے ایک زوردار مُکا اس کے منہ پر دے مارا تھا۔

"آج کے بعد سردارنی کے سامنے آواز اٹھانے کی ہمت مت کرنا، انور! فی الحال صرف منہ کا نقشہ بگڑا ہے، اگلی دفعہ زبان کاٹ دوں گا، لحاظ نہیں کروں گا میں تمہارا!"

"اس کے سامنے اگر میں اس کی سردارنی کے خلاف ایک لفظ بول دوں تو غصے سے مٹھیاں بھینچ لیتا ہے وہ، ماتھے پر سلوٹیں آجاتی ہیں، چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو جاتا ہے، بدن سرد پڑنے لگتا ہے اور تم کہتے ہو کہ تم نے کچھ نہیں کہا؟"

"اس کی حالت اتنی خراب صرف اور صرف تمہاری وجہ سے ہوئی ہے۔ آج کے بعد سردار کے کمرے کی طرف نظر بھی مت آنا ورنہ یہاں کمی نہیں ہے ایسے ڈاکوؤں کی جو اپنے ہاتھ پیر کٹوا کر صرف اور صرف ایک کمرے کے اندر قید ہیں،" اس کا اشارہ بہت واضح تھا جبکہ سارے ڈاکوؤں کو دیکھتا اپنی قمیض جھاڑتے ہوئے وہاں سے چلا گیا تھا۔

میرو! سردار کے کمرے میں رہو، جب تک میں واپس نہیں آجاتا اس کمرے" سے باہر مت نکلنا۔ سردارنی آئے گی تو تم دروازے پر رک جانا۔ لیکن اس کمرے کے آس پاس بھی اگر کوئی ڈاکو بھٹکا تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں، "وہ اپنی ریوالور اس کی طرف پھینکتے ہوئے بولا تھا جو میرو نے اگلے ہی لمحے اچک لی تھی۔

تم فکر مت کرو، بالا! بے شک میں نے کبھی بندوق نہیں چلائی لیکن اگر سردار" کے کمرے کے آس پاس کوئی نظر آیا تو اس ریوالور کے اندر جتنا بھی لوہا ہے سارا سامنے والے کے سینے میں ٹھونس دوں گا، "وہ یقین دلاتے ہوئے بولا تھا جبکہ وہ جمرو کو اشارہ کر کے وہاں سے نکل چکا تھا۔

oooooooo

کیا مطلب، بھیا! میں کچھ سمجھی نہیں، آپ ڈاکیت قبیلے پر حملہ نہیں کر سکتے،" آپ کی پوری پولیس نفری ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی صرف اس لیے کیونکہ

ڈاکیت قبیلے کے اندر وہ لوگ محفوظ ہیں ؟یعنی کہ اگر وہ باہر نکلیں تو بہت کچھ ہو

"سکتا ہے ؟

تو آپ کوئی پلاننگ کریں اور ان لوگوں کو باہر بلا لیجیے۔ آپ وہاں نہیں جاسکتے "

"لیکن اگر وہ باہر آتے ہیں تو آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں نا؟

بیلا نائٹ ڈیوٹی پر جانے والی تھی لیکن ڈیوٹی پر جانے سے پہلے وہ ریان کے پاس آئی تھی جو بس ابھی واپس آیا تھا۔ اس کا ارادہ ریان کے ساتھ ہی ہسپتال جانے کا تھا۔

جب ریان فون پر کسی سے ڈاکیت قبیلے کے بارے میں بات کر رہا تھا، اس کی ٹیلیفونک گفتگو ختم ہوئی تو وہ خود اس کے سامنے بیٹھی یہی موضوع چھیڑ چکی تھی۔

نہیں، بیلا بچے! یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے۔ ہم کیسے ان ڈاکوؤں کو باہر "

بلائیں؟ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ ڈاکو سردار زندہ بھی ہے

"یا مر چکا ہے؟

اور پھر اس وقت اس قبیلے کا سردار بالا ہے، اگر بالا ہمارے ہاتھ لگ جائے تو" ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اس وقت وہ لوگ وحشی ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی من مانیوں پر اتر آئے ہیں، قتل و غارت عام کر دیا ہے ان لوگوں نے۔ جب سے سردار پر حملہ ہوا ہے، اس کے بعد تقریباً نو لوگ مارے جا چکے ہیں، وہ بھی ڈکیتیوں کے درمیان۔ ہر روز رات کو ڈکیتیاں ہو رہی ہیں اور کیسے کہاں ہو رہی "ہیں، کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔

اور افسوس کی بات یہ ہے کہ نو کے نو لوگ اس وقت جو قتل ہوئے ہیں بے" گناہ تھے، کسی طرح کے جرم میں ملوث نہیں تھے۔ بیچارے بے موت مارے گئے ہیں،" ریان سچ میں بہت پریشان تھا۔

جبکہ بالا اب قبیلے کا سردار تھا یہ جان کر بیلا کو تھوڑی حیرانگی ہوئی تھی۔ وہ اتنے دنوں سے نہ تو اسے دیکھنے آیا تھا نہ اس سے ملنے آیا تھا نہ اس نے اسے فون کیا تھا۔ مطلب صاف تھا، وہ اپنی ڈکیتی سرگرمیوں میں مصروف ہو چکا تھا تبھی اس کی جان چھوٹی ہوئی تھی۔

اور ویسے بھی اس دن کے بعد تو وہ اسے نظر ہی نہیں آیا تھا جس دن اس کے سر دار نے اسے مارنے کی کوشش کی تھی۔ خیر، جو بھی تھا وہ ان سب چکروں میں نہیں پڑنا چاہتی تھی، یہ معاملات کافی پریشان کن تھے۔ لیکن فی الحال اسے جانا تھا، ہاں، لیکن اگر وہ اپنے بھائی کی کوئی مدد کر پاتی تو ضرور کرتی۔ اس کے بھائی کی زندگی کا مقصد اب سر دار بالا کو گرفتار کرنا تھا اور قبیلے میں جا کر اسے گرفتار کرنا ممکن نہیں تھا یعنی کہ اس کے بھائی کو کوئی پیچ کی راہ نکالنی تھی۔

پولیس کے داؤ پیچ کو وہ نہیں سمجھتی تھی، ہاں لیکن یہ جان کر کہ ان لوگوں کے ہاتھوں نو بے قصور، بے گناہ لوگ مارے گئے ہیں، اسے افسوس ہو رہا تھا۔ ان لوگوں کے اندر انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اسی لیے اسے بالا سے نفرت کرنے کی ایک اور وجہ مل گئی تھی۔

oooooooo

ٹھیک سے دام لگاؤ، سیٹھ! بالکل اصلی زیور ہے اور وہ بھی تقریباً کوئی 30 سے 40 سال پرانا ہے۔ اچھا خاصا بھاری مال ہے، کم سے کم ڈیڑھ دو کروڑ تو بنتا ہے،" بالا نے کہا۔

"ہاں، بنتا تو ہے لیکن ہے تو چوری کا مال نا؟ چوری کے مال کی اتنی قیمت نہیں ہوتی، بالا ڈاکو۔ اگر بیچنا ہے تو بتاؤ، زیادہ سے زیادہ 70 لاکھ،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ بالا صرف اسے گھورے جا رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا منہ توڑ دے، وہ اس کی ماں کے زیور کی اتنی کم قیمت لگا رہا تھا۔

"دیکھو، بالا ڈاکو، تم یہ بھی کہہ رہے ہو کہ یہ زیور تم نے ایک ڈیڑھ مہینے میں واپس لینا ہے مطلب تم گروی رکھ رہے ہو، اس زیور کو بیچ نہیں رہے۔

"تو ایسے میں تم ہی بتاؤ نا، یہ میرے لیے کسی کام کا نہیں ہو گا، میں اسے آگے بیچ نہیں پاؤں گا تو پھر قیمت میں اپنی مرضی سے ہی دوں گا نا؟

"یہ میری ماں کا زیور ہے، سیٹھ، اور وہ بھی خاندانی زیور، میرے باپ دادا کے زمانے کا زیور ہے یہ۔ میں اسے بیچنا ہرگز نہیں چاہتا لیکن اس وقت میں مجبور

ہوں اور میری مجبوری 70 لاکھ سے ختم ہونے والی نہیں ہے، مجھے زیادہ رقم چاہیے، بچیوں کا علاج بے حد ضروری ہے۔"

"دیکھو، بالا! میرا کوئی تعلق نہیں ہے تمہاری بچیوں کے ساتھ، میرا اپنا دھندا مشکل میں ہے، یہ سب کچھ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ بتاؤ، 70 لاکھ دے دوں کیا؟"

"اس وعدے کے ساتھ کہ تم یہ زیور آگے نہیں بیچو گے،" وہ بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔ سیٹھ نے آنکھیں گھمائیں۔

"ٹھیک ہے یار، نہیں دیتا میں آگے، دوں 70 لاکھ،" وہ احسان کرتے ہوئے بولا تو بالا نے بڑی مشکل سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

○○○○○○○○○○○

"یہ تو کافی بڑی رقم ہے، بالا صاحب! بہت شکریہ لیکن پھر بھی ہمیں مزید پیسوں کی ضرورت ہوگی،" ڈاکٹر طلحہ نے کہا۔

جی، آپ فکر نہ کریں، ڈاکٹر! میں پوری کوشش کروں گا کہ میں باقی کی رقم کا" انتظام بھی جلد از جلد کروں۔ فی الحال تو میرے پاس یہی ہے جو کہ میں لے کر آیا ہوں، باقی ان شاءاللہ میں چار پانچ دنوں میں کر کے آپ کو دے دوں گا۔

"آپ بچیوں کا علاج تو شروع کریں، خاص کر اس چھوٹی بچی کا جو چھ ماہ کی ہے۔

جی جی، بچیوں کا علاج آج سے ہی شروع ہو جائے گا، خاص کر اس بچی کا خاص" دھیان رکھا جائے گا۔ آپ اگر چاہیں تو بچیوں کو دیکھ سکتے ہیں،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

اسے کچھ حد تک سکون بھی ملا تھا۔ وہ سردار کے بعد اس ذمہ داری کو کچھ حد تک نبھانے میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن وہ زیور اس کی ماں کا تھا، اس کے باپ دادا کے حق حلال کی کمائی تھا۔ وہ زیور کو یوں ہی نہیں دے سکتا تھا۔ اس کا باپ بھی ڈاکو تھا، دن رات ڈکیتیاں کرتا تھا لیکن اس نے کبھی اس کی ماں کے زیور کو بیچا نہیں تھا اور وہ زندگی کے پہلے امتحان میں ہی اپنے ماں کے زیور کو بیچ آیا تھا۔

لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ زیور اس کے کسی کام کا نہیں تھا، اگر وہ کسی کی جان نہیں بچا سکتا تھا تو کسی کے گلے کا ہار بنا کر وہ کیا ہی کرتا۔ ہاں، اس کی خواہش تھی کہ یہ سارا زیور وہ بیلا کو پہنائے گا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ بیلا کے گلے میں وہ اس قدر نہ حسین لگتا جتنی حسین وہ کسی کی جان بچا کر لگتا۔

اور اگر وہ یہ رقم جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ زیور چھڑوا بھی تو سکتا تھا کیونکہ اس نے زیور کو گروی رکھا تھا، بیچا نہیں تھا۔

○○○○○○○○

بیلا اپنا کام ختم کر کے باہر نکلی تو سامنے ہی اپنے چہرے کو پردے سے ڈھکے بالا نکلتا نظر آیا تھا۔ وہ اسے کافی دنوں کے بعد نظر آیا تھا، تقریباً دو ہفتوں کے بعد وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی گردن میں شدید قسم کا درد محسوس ہوا تھا۔ سردار کی وہ گرفت اسے اب بھی اپنی گردن پر ہی محسوس ہو رہی تھی۔

اسے اس طرح سامنے دیکھ کر بالا نے اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو وہ اگلے ہی لمحے سامنے والے کمرے میں گھس گئی تھی۔ انداز اسے نظر انداز کرنے والا تھا۔

دفع کرو، ہم نے نہیں بلانا تھا اسے؟ بھاڑ میں جائے ہماری طرف سے، نخرے" دیکھے ہیں اس کے؟" پیچھے سے جمرو غصے سے بولا۔

حسینوں پہ نخرے جچتے ہیں، جمرو! اب حسن اتنا ہے تو تھوڑی نزاکت تو ہو گی نا؟" تو چل، ملاقات کر کے آتا ہوں تیری بھابھی سے،" وہ اسے باہر جانے کا کہتا شرارت سے بولا تھا جبکہ جمرو اسے گھور کر رہ گیا تھا۔ یہ کبھی سیدھا نہیں ہو سکتا تھا۔

○○○○○○○○

تمہیں سچ میں لگتا ہے تم مجھ سے چھپ سکتی ہو؟" وہ اندر داخل ہوتے ہوئے" اپنے چہرے سے کپڑا نکالتا اسے کہنے لگا تھا جبکہ وہ جو سامنے دراز سے اپنی کوئی چیز نکال رہی تھی، حیرت سے اسے پیچھے آتے دیکھ کر پریشان ہوئی۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ یہ لاکر روم ہے، آپ یہاں اس طرح سے نہیں آ" سکتے۔ جائیے یہاں سے، میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور بہتر ہو گا کہ میرا پیچھا کرنا بند کر دیجیے،" وہ غصے سے کہتی دوبارہ مڑ گئی تھی جبکہ وہ اس کے پاس آتا بے حد قریب آ چکا تھا۔

تعلق تو ہے میرا، بہت گہرا تعلق ہے تم سے۔ تمہیں پتہ ہے میرے قبیلے میں" 11 ڈاکٹر ہیں۔ لیکن، میں سوچ رہا ہوں ان 11 کو لے جانے سے بہتر تھا کہ میں تمہیں وہاں لے جاتا، کم سے کم میرا ابھی کچھ فائدہ ہو جاتا۔ اچھا خاصا نقصان کروا رہا ہوں۔ کسی کام کے ڈاکٹر نہیں ہیں، کوئی کام ٹھیک سے نہیں کر رہے اور نخرے، اف توبہ! تمہیں پتہ ہے، نخرے صرف میں اس کے اٹھاتا ہوں جو انسان مجھے پسند ہوتا ہے۔ مطلب تمہارے نخرے اٹھا سکتا ہوں میں اگر تم ڈاکٹر ہونے کے ناطے تھوڑے بہت دکھانا چاہو تو۔ کیا خیال ہے؟ چلو گی قبیلے میں؟ ویسے بھی وہ قبیلہ تمہارے رحم و کرم پر ہے، مستقبل میں۔ میں نے

تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آنے والے وقت میں تم اس قبیلے کی واحد ڈاکٹر ہو،" وہ کافیق دلکشی سے مسکراتے ہوئے بول رہا تھا۔

میرا نہ آپ سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی آپ کے قبیلے سے۔ اور پلیز میرے" ساتھ نہ تو کھڑے رہنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بات کرنے کی۔ پچھلے ہسپتال کی طرح یہاں پر کسی طرح کی کوئی بدنامی برداشت نہیں کر سکتی،" بیلا نے غصے سے کہا۔

میں علاج کروانے آیا ہوں،" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا، جیسے اس کی" باتیں سننے میں زیادہ دلچسپی نہ رکھتا ہو۔

آپ کو کہیں کوئی چوٹ نہیں لگی ہے تو علاج کیا اپنے دماغ کا کرانا ہے؟ اگر" کروانا ہے تو پاگل خانے جایئے، یہاں پر نہ تو پاگلوں کا علاج ہوتا ہے اور نہ ہی میں پاگلوں کی ڈاکٹر ہوں،" وہ غصے سے کہتی پلٹنے ہی لگی تھی جب اچانک ہی اس کے پیچھے سے کانچ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ وہ فوراً پلٹی۔

چوٹ کا کہہ رہی تھی تم؟لو، چوٹ لگ گئی! ہائے، بڑا درد ہو رہا ہے، کتنا زیادہ" خون بہہ رہا ہے،" وہ اپنا ہاتھ سامنے کرتا ٹپ ٹپ بہتے خون کو دکھا رہا تھا جبکہ بیلا اسے گھور کر رہ گئی تھی۔ پھر آنکھیں گھماتے ہوئے سامنے والے روم سے فرسٹ ایڈ باکس نکالنے جانے لگی۔

oooooooo

یہ لیں، پین کلر کھالیں،" وہ پانی کا گلاس اسے پکڑاتے ہوئے کہہ رہی تھی" جبکہ ہاتھ پر وہ پٹی باندھ چکی تھی۔ پین کلر والی بات پر بالا نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

یہ تو کوئی کیپسول ہے، میں نے آج تک اس سے پہلے اس طرح کا پین کلر" نہیں دیکھا،" اس نے حیرانگی سے بیلا کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا جس پر بیلا نے اسے گھورا جبکہ اس کے گھورنے پر وہ فوراً پانی کا گلاس پکڑتا کیپسول اپنے منہ میں لے گیا تھا۔ حالانکہ اسے اپنے ہاتھ پر زیادہ درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

اب تھوڑی دیر یہیں پر رہیں، اس پین کلر سے تھوڑے چکر آئیں گے۔پانی کا" گلاس پورا ختم کریں۔یہ میں نے آپ کو اس لیے دیا ہے تاکہ آپ اس زخم کو لے کر روز منہ اٹھا کر یہاں نہ آئیں،" وہ کہتے ہوئے باہر نکل گئی تھی جبکہ بالا نے کندھے اچکاتے ہوئے گلاس ختم کر کے اٹھنے کی کوشش کی تھی جب اگلے ہی لمحے اس کا دماغ پوری طرح سے چکرایا۔

وہ واپس زمین پر بیٹھا تھا جبکہ دروازے کے قریب کھڑی بیلا اسے لڑکھڑاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ایک گہرے سکون کا سانس لیتے ہوئے اس نے ریان کے نمبر پر کال کی تھی۔

ooooooo

بھیا! آپ نے کہا تھا کہ ڈاکیت قبیلے کے ڈاکو اپنے قبیلے سے باہر نہیں نکلیں" گے تو آپ کچھ نہیں کر سکیں گے، آپ صرف ان لوگوں کو قبیلے کی حدود سے باہر ہی گرفتار کر سکتے ہیں تبھی ان پر کارروائی کر سکتے ہیں۔

ڈاکو بالا یہاں آیا تھا، میں نے اسے بے ہوشی کا کیپسول کھلا کر نیم بے ہوش کر

دیا ہے۔ اب جلدی سے یہاں آجائیں۔"

اس نے بڑی ہوشیاری سے ریان کو فون کیا تھا جبکہ ریان تو خود حیران رہ گیا تھا

اس کی بات سن کر۔

جب کہ اس کی پوری بات کا مطلب سمجھ کر وہ تیزی سے ہسپتال کے لیے نکلا تھا

کیوں کہ وہ بالا ڈاکو کو کسی اور کی نظر میں نہیں لانا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد کسی ڈاکو

کو نقصان پہنچانا ہرگز نہیں تھا۔

وہ صرف جاننا چاہتا تھا کہ آخر ڈاکیت قبیلے کا نام لے کر کون ان کے خلاف

سازشیں کر رہا ہے لیکن بیلا ہمیشہ کی طرح کچھ نہ کچھ الٹا سیدھا کر چکی تھی۔ اس

نے احتیاطاً بیلا کو کہہ دیا تھا کہ یہ بات وہ کسی کو پتہ نہ چلنے دے۔

○○○○○○○○

بیلا واپس کمرے میں داخل ہوئی تو بالا اب تک بیٹھا ہوا تھا، اس کا دماغ بری طرح سے گھوم رہا تھا یعنی کہ بے ہوشی کی گولی نے زیادہ اثر نہیں دکھایا تھا۔

درد میں تھوڑا آرام ملا؟ ایک اور پین کلر دے دوں؟" وہ کچھ گھبراتے ہوئے" اندر داخل ہوئی تو بالا نے سرخ نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں وہ اس کے پاس آئی۔

جب وہ اٹھ کر کھڑا ہوا اور پھر اچانک وہ پورے وجود سمیت زمین ہر گرا تھا۔ بیلا گھبرا کر پیچھے ہٹی

ooooooo

اس نے مجھے پورے قبیلے کے سامنے اتنا بدنام کیا، تھپڑ مارا مجھے میرے منہ پر۔" وہ بالا اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ وہ بھی تو آپ کا غلام تھا، آپ کے حکم پر چلنے والا، آپ کے اشاروں پر ناچنے والا۔ مجھے ایسے تھپڑ کیسے مار سکتا ہے وہ بھی صرف سردار کے کمرے میں جانے کی وجہ سے، اس کی بیوی کو کچھ سنانے کی

وجہ سے ؟" انور ایک طرف سر دار دلدار سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا تو دوسری طرف اس کی بیوی کا ذکر کر رہا تھا جسے سننے میں سامنے والے کو دلچسپی نہیں تھی، ہاں لیکن ایک بات میں دلچسپی اچانک ہی پیدا ہو گئی تھی۔

کون سی بیوی کی بات کر رہے ہو تم؟ یہ سر دار شادی کر چکا ہے؟ کسی لڑکی کا" عاشق ہوا پڑا ہے؟ اس رات بھی اس کے ساتھ کوئی لڑکی تھی جب ہم نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اس لڑکی کو بچانے کے لیے ہی پاگل ہوا کبھی ادھر تو کبھی ادھر جا رہا تھا۔

لیکن وہ لڑکی اس کی بیوی ہے اس بات کا اندازہ نہیں تھا مجھے۔ یہ سب کچھ کب ہوا؟ تفصیل سے بتاؤ، " راگاڈا کو اسے دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگا۔

ارے سر دار! وہ عاشق تھا اس لڑکی کا، بڑا پرانا یارانہ تھا۔ دو تین سال پہلے بس" میں دیکھا تھا اس نے اسے، دیکھتے ہی عاشق ہو گیا اور پھر اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس لڑکی کی شادی تو اس کے چچے تائے پتہ نہیں کہاں کروانا

چاہتے تھے لیکن سردار نے بھی ہار نہیں مانی اور اس لڑکی کو دلہن بنا کر قبیلے میں

لے آیا۔"

"وہ ایسا عاشق ہے اس لڑکی کا کہ حد نہیں۔ پورا قبیلہ آگے لگا کر رکھتی ہے وہ

لڑکی، کوئی بھی ڈاکو اس کے سامنے آواز اٹھانا تو دور کی بات، آنکھ تک نہیں اٹھا

سکتا۔"

"اگر کوئی دیکھ لے تو سردار آنکھیں نوچنے پر آجاتا ہے۔ اتنی محبت ہے اسے

اس لڑکی سے کہ اس کے لیے اپنی جان بھی گنوا دے اور بالا اور اس کا دوسرا

آدمی جمرو بھی اس لڑکی کے ساتھ بہت زیادہ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ ان دونوں کو اپنا

بھائی کہتی ہے اور یہ جو ملازم ہے میرو اسے بھی وہ اپنا بھائی کہتی تھی،" انور نے

کہا۔

"آج بالا صبح ہسپتال گیا تھا بچیوں کے علاج کے لیے پیسے دینے کے لیے۔ نہ

جانے وہ پیسے کہاں سے لے کر آیا تھا کیونکہ جہاں جہاں ڈکیتی ہونے والی تھی

وہاں تو آپ نے پہلے ہی ڈکیتی کر کے اس کے ارادوں پر پانی ڈال دیا تھا۔ پتہ

نہیں پھر وہ پیسے کہاں سے لے کر آیا؟ ابھی گیا ہوا ہے ہسپتال رقم جمع کروانے کے لیے، نہ جانے واپسی کب تک ہو گی۔"

"چھوڑو مجھے اس کی واپسی سے مطلب نہیں۔ مجھے اس لڑکی کے بارے میں بتاؤ، کیا یہ لڑکی بہت خوبصورت ہے؟" وہ اس کی باتیں نظر انداز کرتے ہوئے سوال کرنے لگا۔

"کبھی نظر اٹھا کر دیکھا ہی نہیں۔ اگر دیکھا بھی ہے تو عزت سے ہی دیکھا ہے ورنہ کسی اور نظر سے دیکھتا تو سردار آنکھیں نکال لیتا۔ ابھی خوبصورت ہے یا نہیں میں نہیں کہہ سکتا لیکن سردار کے لیے وہ دنیا کی واحد عورت ہے جس کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"سردار کی عزت، اس کی غیرت، سب کچھ ہے وہ لڑکی،" وہ تفصیل سے اسے بتا رہا تھا جبکہ راگا اس کی ساری باتوں کو سن کر صرف ہاں میں سر ہلا گیا جیسے کہ کسی گہری سوچ میں ہو۔

"بالا ڈاکو کی واپسی کب تک ہوتی ہے شہر سے؟" اس نے سوال کیا۔

دو گھنٹے کا جانے کا سفر ہے اور دو گھنٹے کا آنے کا لیکن آپ کیوں پوچھ رہے" ہیں؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگا۔

کیونکہ میرا ارادہ سردار کی بیوی سے ملنے کا ہے،" وہ اٹھ کر کھڑے ہوتے" ہوئے بولا جب کہ وہ پریشانی سے اس کے ساتھ ہی اٹھا تھا۔

"... سردار! میرا نام"

کہیں نہیں آئے گا تیرا نام، بے فکر رہ۔ چل یہاں سے، سردار کی بیوی کو" دیکھتے ہیں، میں بھی تو دیکھوں کون سی حسینہ ہے جس کے پیچھے سردار پاگل ہے،" وہ خباثت سے ہنستے ہوئے اٹھا تھا جبکہ انور خاموشی سے اس کے پیچھے آ گیا تھا۔

○○○○○○○○○○

ریان ہسپتال پہنچا تو بالا سیچ میں وہاں بے ہوش پڑا تھا۔ دنیا جہان سے بے ہوش وہ فرش پر الٹا لیٹا ہوا تھا۔

بھیا، یہ دیکھیں!" وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا اس نے جوش سے اسے بتایا تھا کہ "

اس نے کارنامہ سر انجام دے دیا ہے جب کہ خوفزدہ تو وہ خود بھی ہو گئی تھی بالا

کی سرخ آنکھیں دیکھ کر لیکن وہ جب زمین پر گرا تو اسے سکون مل گیا تھا کہ

اس کے انجیکشن نے اثر دکھا دیا ہے۔

بیلا! یہ تو کمال ہو گیا۔ یہ تو سچ مچ میں بے ہوش ہے۔ تم نے کیسے کیا یہ سب "

کچھ؟" وہ اس کے پاس آتے ہوئے اس کی نبض چیک کرنے لگا تھا۔

پین کلر کے بہانے میں نے بولا کہ وہ پین کلر ہے، اس سے درد میں آرام ملے "

گا۔ اس نے کھا لیا میرے کہنے پر اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ اب بتائیے کیا کرنا

ہے؟ اسے کہیں باہر لے کر جانا ہے؟ آپ اپنی گاڑی لے کر آئے ہیں نا ساتھ

"میں؟ کہاں لے کر جائیں گے؟ پولیس اسٹیشن؟

بیلا اس کے ساتھ کھڑی سوال جواب کر رہی تھی جب اس نے نفی میں سر

ہلایا۔

نہیں نہیں بیلا، پولیس اسٹیشن لے کر نہیں جانا۔ میں اسے کہیں اور لے کر"
جاؤں گا۔ ہاں، گاڑی تو لے کر آیا ہوں لیکن باہر جمرو ہے، اس کا کچھ کرنا پڑے
گا۔" وہ اندر آتے ہوئے جمرو کو وہاں ایک سائیڈ پر کھڑے دیکھ چکا تھا۔

آپ فکر نہ کریں، میں کسی بہانے سے اسے اندر بلاتی ہوں، کوئی پیپر وغیرہ"
چیک کروانے کے لیے۔ آپ تب تک اسے یہاں سے نکال کر لے جائیے گا،"
اس نے آسان سا مشورہ دیا تھا جس پر وہ اپنی بہن کے دماغ کی تعریف کیے بغیر
نہیں رہ سکا تھا۔

واہ بیلا! تمہیں تو پولیس والا ہونا چاہیے تھا، ڈاکٹری میں بیکار سر کھپایا تم نے۔"
خیر، نکلو تم جلدی سے جمرو کو کسی طرف لگاؤ تب تک میں اسے یہاں سے نکالتا
ہوں۔ ان ڈاکٹروں کی نظر سے بھی بچا کر نکالنا پڑے گا کیوں کہ یہاں کے
"ڈاکٹر ڈاکوؤں کو کچھ زیادہ ہی مانتے ہیں۔

جی بھیا، یہ تو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ لیکن اب تو میں نے ڈاکٹری کی"
ڈگری لے لی ہے تو ڈاکٹری ہی کرنی ہے ساری زندگی۔ میں جاتی ہوں، آپ

سنبھال لیجیے گا،" وہ کہتے ہوئے باہر چلی گئی تھی جب کہ ریان نے ایک نظر بالا کی طرف دیکھا تھا۔

اور پھر اسے احتیاط سے اٹھاتے ہوئے وہاں سے نکلنے کی تیاری کرنے لگا۔

ڈاکیت قبیلے کی طرف جانا ممکن ہی نہیں تھا اس کے لیے تو ہرگز نہیں۔ وہ لوگ اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے لیکن ڈاکیت قبیلے کے باہر تو وہ اپنا کام کر ہی سکتا تھا۔ بالا جیسا ہوشیار آدمی اس کی بہن کی باتوں میں کیسے آیا تھا وہ ہرگز نہیں جانتا تھا، ہاں لیکن بیلا نے اس کے کام میں کافی زیادہ آسانی پیدا کر دی تھی۔

○○○○○○○○

ایکسکیوز می مسٹر جمرو! یہ فائل آپ نے پرنٹ کروانی ہے۔ اور جلدی کروانی ہے، اندر میٹنگ چل رہی ہے،" بیلا اسے ایک فائل پکڑاتے ہوئے کہنے لگی جسے دیکھ کر جمرو حیران ہوا تھا۔ وہ اس کی شکل سے ہی اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ پڑھا لکھا تو بالکل بھی نہیں ہے۔

میں نے تو کبھی بھی یہ کام نہیں کروایا، مجھے نہیں آتا یہ پرنٹ وغیرہ کروانا،"" وہ پریشانی سے کہنے لگا تھا۔

دیکھیں، مسٹر جمرو، ٹائم نہیں ہے بالکل بھی اور پرنٹ کروانے میں ہرگز کوئی" راکٹ سائنس نہیں لگتی ہے۔ صرف آپ نے پرنٹر آفس میں جانا ہے اور "وہاں ان کو بولنا ہے کہ اس فائل کا پرنٹ نکال کر دیں۔ جلدی کریں۔

وہاں ہسپتال کے بائیں طرف آپ کو پرنٹر روم مل جائے گا۔ وہاں پر نمائندہ" بیٹھا ہو گا، آپ نے صرف اس سے کام کروانا ہے اور پلیز جلدی کیجیے گا، 10 منٹ کے اندر یہ فائل اندر بالاڈا کو واپس چاہیے،" وہ کہہ کر واپس ہسپتال کے اندر چلی گئی تھی جبکہ جمرو بھی اس کی جلد بازی دیکھتے ہوئے تیزی سے پرنٹر روم کی طرف چلا گیا تھا۔

○○○○○○○○

جمرو جیسے ہی اس طرف بڑھا تھا، بیلا نے تیزی سے اندر کھڑے ریان کو اشارہ کیا تھا جس نے بالا کو بڑی مشکل سے اپنے کندھے پر اٹھا رکھا تھا۔

وہ اچھا خاصا بھاری آدمی تھا، اسے اٹھا کر نکلنا انتہائی مشکل کام تھا جبکہ اس کے اوپر بیلا نے کالے رنگ کا بڑا سا پردہ ڈال دیا تھا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے کہ وہ کون ہے۔

یہ تو شکر تھا کہ اس وقت کوئی بھی باہر موجود نہیں تھا، صرف ریسپشن پر ایک لڑکی تھی جسے اس نے جھوٹ بول کر اندر بھیج دیا تھا کہ ڈاکٹر اسے بلا رہا ہے۔ وہ خاموشی سے ہسپتال سے نکلتا اپنی گاڑی کی طرف آیا تھا اور فل اسپیڈ میں گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی یہاں ضائع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ موقع اسے دوبارہ نہیں ملنا تھا

ریان کی گاڑی جیسے ہی اس کی نظروں سے اوجھل ہوئی تھی، اس نے گہرا سکون کا سانس لیتے ہوئے اندر کی طرف قدم بڑھانا چاہے جب جمرو بھاگتے ہوئے آیا تھا۔

ڈاکٹر! ڈاکٹر! یہ فائل پرنٹ ہو گئی ہے، آپ دے دیجیے اندر، "وہ فائل اس" کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا جو کہ صرف ایک فضول سی فائل تھی جس کا

تعلق کسی بھی طرح کی چیز سے نہیں تھا۔ اس نے فائل پکڑتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

شکریہ۔۔"میٹنگ بھی ختم ہو چکی ہے، آپ کے وہ جو ساتھ آئے تھے، ڈاکو سردار صاحب وہ باہر نکل گئے ہیں،" اس نے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود اندر کی طرف قدم بڑھا دیے تھے جبکہ جمرو وہاں میں سر ہلاتا باہر چلا گیا تھا۔

یہاں کوئی میٹنگ ہونے والی تھی وہ ہرگز نہیں جانتا تھا لیکن ڈاکٹر چھوٹی چھوٹی باتوں پر کبھی سردار کو تو کبھی بالا کو میٹنگ روم میں بلا لیتے تھے، یہ کامن سی بات تھی اسی لیے جمرو کو کوئی شک بھی نہیں ہوا تھا لیکن باہر آکر وہ ہر طرف بالا کو ڈھونڈنے لگا تھا لیکن بالا کہیں نہیں تھا۔ صرف ان کی گاڑی کھڑی تھی۔

اس نے اپنی جیب سے فون نکالتے ہوئے بالا کے نمبر پر کال کرنا شروع کی تھی۔

oooooooo

وہ گاڑی فل اسپیڈ میں چلا رہا تھا، اس کا ہر گز کوئی ارادہ نہیں تھا یہاں لمحہ بھر بھی رکنے کا۔

جب، چانک ہی بالا کا موبائل فون بجنے لگا۔ اس نے پچھلی سیٹ پر لیٹے بالا کو دیکھا تھا جو ہوش و حواس سے بیگانہ تھا۔ نہ جانے بیلا نے اسے کون سی گولی کھلائی تھی جس کا اثر اتنا سخت تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بالا کی جیب سے فون نکال کر جمرو کا نمبر جگمگاتے دیکھا تھا۔

پھر ایک گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے فون بند ہونے کا انتظار کیا۔ جیسے ہی کال بند ہوئی، اس کا ارادہ اس کا فون بند کرنے کا تھا لیکن سامنے اسکرین پر بیلا کی تصویر جگمگا رہی تھی۔

بیلا کی تصویر اس نے اپنے موبائل کی اسکرین سیور پر کیوں لگائی تھی؟ وہ سمجھ نہیں سکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے شک ہوا کہیں یہ فون بیلا کا ہی تو نہیں لیکن نہیں۔ یہ بیلا کا فون نہیں تھا۔

یہ اسی ڈاکو کا فون تھا لیکن اسکرین پر اس کی بہن کی تصویر کیا کر رہی تھی؟ وہ بری طرح سے الجھا تھا۔

پھر اپنی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے اس نے فون ہی بند کر دیا تھا اور گاڑی ایک دفعہ پھر سے فل اسپیڈ پر چلاتے ہوئے وہ آگے بڑھنے لگا۔ اس کے دماغ میں بہت کچھ چل رہا تھا۔

اس نے صرف سردار کے بارے میں نہیں پوچھنا تھا، اس نے ان قتلوں کا بھی حساب لینا تھا جو اتنے دنوں میں ہو چکے تھے۔ نو لوگ بے موت مارے جا چکے تھے۔ کیوں مارا گیا تھا انہیں؟ کس بنا پر مارا گیا تھا؟ آخر بالا ڈاکو جب سے قبیلے کا سردار بنا تھا، قتل و غارت عام کیوں ہو گئی تھی؟ اس طرح عام لوگوں کے گھروں میں چوریاں کیوں ہو رہی تھیں؟ وہ تو ہمیشہ حق و سچ کے لیے اٹھتے تھے تو اب ان کے محاذ کیوں بدل گئے تھے؟

اسے ہر سوال کا جواب چاہیے تھا اور اس کے ہر سوال کا جواب بالا نے دینا تھا۔ وہ بالا کو آسانی سے تو اپنے ہاتھوں سے نکلنے دینے والا نہیں تھا۔ ایک جگہ گاڑی

روکتے ہوئے اس نے بالا کے کپڑوں سے سارے ہتھیار نکالے تھے کیونکہ وہ جانتا تھا بالا خالی ہاتھ تو ہرگز نہیں ہوگا پھر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگاتے ہوئے اسے پیچھے ڈالا تھا۔ اس نے بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔ یہ آدمی کتنا پھرتیلا تھا وہ بہت اچھے طریقے سے سمجھتا تھا۔ وہ اسے خود پر وار کرنے کا ایک بھی موقع نہیں دے سکتا تھا۔

○○○○○○○○

سب لوگ اپنے اپنے معمول کے کاموں میں لگے ہوئے تھے ویسے تو رات ہو چکی تھی، اندھیرا پھیل رہا تھا۔ رات کا کھانا کھا کر سب لوگ ابھی اٹھ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف جا رہے تھے۔

جب راگا ڈاکو وہاں اندر داخل ہوا جسے دیکھتے ہی کچھ کے چہروں پر پسینہ آنے لگا تو کوئی خوف سے کانپنے لگا۔ ڈاکو جیل سے چھوٹ چکا ہے یہ تو سب کو ہی اندازہ تھا لیکن وہ یہاں آئے گا یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا۔

سب لوگ ہی اس سے خوفزدہ ہو گئے تھے جب کہ وہ چارپائی ایک جھٹکے سے زمین پر بچھاتا اس پر بے ڈھنگے سے انداز میں لیٹ گیا تھا۔

قبیلے والو! تم لوگوں کا سردار کہاں ہے؟ زندہ ہے یا مر گیا؟" وہ عجیب سے " انداز میں ہنسا تھا۔

تم یہاں کیوں آئے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے،" ایک بزرگ ڈاکو غصے سے اس " کی طرف بڑھتے ہوئے بولے تھے۔

جب اس نے سرخ آنکھیں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ عجیب سی حالت تھی اس کی، اس نے اپنے جسم پر تیل لگایا ہوا تھا، اس کا چہرہ تیل کی وجہ سے چمک رہا تھا، کپڑے میلے کچیلے تھے۔

جوتوں کے پچھلے سٹریپ پیروں کے نیچے پھنسائے ہوئے تھے جبکہ کندھے پر ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا جس سے ہر تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے چہرے سے پسینہ صاف کرتا تھا۔

تیل اور پسینہ مکس ہو کر عجیب سی بدبو پیدا کرتے تھے۔ اس کے لمبے لمبے بال پیچھے کی طرف الجھے ہوئے تھے، ایسا لگتا تھا جیسے صرف بال بڑھائے گئے ہیں انہیں سنبھالا نہیں گیا۔ ہاتھوں پر موٹے موٹے لوہے کے کڑے پہن رکھے تھے اس نے۔

یہاں تک کہ پیروں میں بھی موٹے موٹے لوہے کے کڑے تھے جو شاید اس کی طاقت کو ظاہر کرنے کے لیے تھا۔

راگا ڈاکو! چلے جاؤ یہاں سے، اس قبیلے میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے،" ایک " اور بزرگ ڈاکو بولے تھے۔

یہ قبیلہ میرا ہی تھا صدام اور یہ قبیلہ میرا ہی رہے گا۔ اس قبیلے میں میری جگہ " " کیوں کر نہیں؟ اس قبیلے کو میں نے بنایا ہے۔

اس قبیلے کو تم نے نہیں سردار دلاور یلغار نے بنایا ہے اور دلاور یلغار کے بیٹے " نے! تم نے اس قبیلے کو برباد کیا تھا، تباہ کیا تھا۔ تم 30 سال پہلے بھی ایک ناکام

ڈاکو تھے، تم آج بھی ایک ناکام ڈاکو ہو۔ تم تب بھی صرف ظلم کرنا جانتے تھے، "تم آج بھی صرف ظلم کرنا جانتے ہو۔

تم اپنے منہ کی کھا کر بھی سکون سے نہیں بیٹھے۔ 30 سال پہلے تمہیں تمہاری" اوقات دلاور یلغار نے یاد کروائی تھی اور آٹھ سال پہلے تمہیں تمہاری اوقات دلدار یلغار نے بتائی تھی،" وہ غصے سے بول رہے تھے جب اگلے ہی لمحے وہ غصے سے اٹھتا ان کے سینے کے بیچو بیچ گولیاں چلا گیا تھا۔ قبیلے میں اچانک دہشت کا سماں ہوا تھا جب گولیوں کی آواز سن کر دعام اپنے کمرے سے فوراً باہر نکلی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی راگا ڈاکو کے لوگوں نے قبیلے پر حملہ کر دیا۔

oooooo

حملہ کافی شدید تھا۔ وہ لوگ دھڑ ادھڑ گولیاں چلانے لگے تھے جبکہ قبیلے کے لوگ جو بے فکر ہو کر اپنی آزادی سے قبیلے میں گھوم پھر رہے تھے، اچانک بکھلا گئے تھے۔

کچھ لوگوں کے پاس ہتھیار تھے، کچھ کے پاس ہتھیار نہیں تھے، جن کی وجہ سے وہ جلد ہی ان لوگوں کے ظلم کا شکار ہونے لگے لیکن پھر بھی وہ لوگ لڑنے کی کوشش کر رہے تھے جب راگاڈا کو اپنے ڈاکوؤں کو کام پر لگا کر سیدھا اگلے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

لیکن میرو نے دروازے کو زور سے بند کر رکھا تھا۔ وہ کبھی بھی اسے سردار کے پاس نہیں جانے دے سکتا تھا۔

سامنے سے ہٹ جا بچے ورنہ اگلی گولی تیرے سینے کے بیچو بیچ لگے گی،" وہ اسے " دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ میرو آگے بڑھتے ہوئے اس کے سینے پر دھکا مارتا اسے پیچھے گرا گیا تھا۔

سردار کی حفاظت کرنا میرا کام ہے اور میں اس کی حفاظت میں کسی طرح کی" کوئی کمی نہیں آنے دوں گا۔

میں تم سے نہیں ڈرتا، راگا ڈاکو،" وہ اسے پیچھے ہٹانے لگا تھا جب اچانک اس نے بنا سوچے سمجھے اس پر گولی چلائی تھی۔ گولی تو میرو نے بھی چلانے کی کوشش کی تھی لیکن راگا ڈاکو اس کے آگے سچ میں استاد ثابت ہوا تھا۔

جہاں میرو کی چیخ بلند ہوئی تھی وہیں اوپر والی پہاڑی سے اسے ایک خوبصورت دوشیزہ بھاگ کر نیچے آتی نظر آئی تھی۔

○○○○○○○○○

"پیچھے ہٹ جاؤ، خبر دار جو میرے ڈاکو جی کی طرف ایک قدم بھی بڑھایا، میں تمہاری جان نکال دوں گی،" وہ راگا ڈاکو کے سخت وجود کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتے ہوئے دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی جبکہ راگا ڈاکو تو بس اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک آئی تھی۔

دعام! پیچھے ہٹ جاؤ، میرے ہوتے ہوئے سردار کو کچھ نہیں ہو گا، جب تک "میں زندہ ہوں سردار پر آنچ بھی نہیں آئے گی،

میر واس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا جبکہ میر و کو سامنے دیکھ کر راگا ڈاکو کو غصہ آ گیا۔ وہ تو اس حسین دوشیزہ کو دیکھ رہا تھا جس کے پیچھے اس قبیلے کا سردار بھی پاگل تھا اور وہ اسے اسے دیکھنے نہیں دے رہا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے بندوق کی نوک کو اس کے سر پر دے مارا تھا۔

میر و کو گولی چلانا بھی نہیں آتی تھی اور یہی شاید اس کی کمزوری تھی کہ کوشش کے باوجود بھی وہ اس پر گولی چلانے میں دوسری دفعہ کامیاب نہیں ہو پایا تھا۔ ایک بار کے لیے بندوق کا گھوڑا چڑھا ہوا تھا جس کی وجہ سے گولی چلانے میں مشکل پیش نہ آئی لیکن دوسری دفعہ وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔

ooooooo

مست حسینہ! میں بھی کہوں سردار اتنا پاگل کیوں ہے؟ تیرے لیے؟ تو سردار" کی بیوی ہے یعنی کہ سردار کی عزت اور تو میری رکھیل بنے گی؟" وہ سردار جو خود کو اس قبیلے کا سردار کہتا ہے، آج بستر پر بے ہوش پڑا ہے، مر رہا ہے اور میں آج اس کی اس بے ہوشی کا کھل کر فائدہ اٹھاؤں گا۔ کل رات بالا ڈاکو کے آ

جانے کی وجہ سے میں اس عورت کی لڑکی اٹھا نہیں پایا تھا لیکن اس کی سزا تجھے ملے گی۔"

"سردار نے جو آٹھ سال پہلے میرے ساتھ کیا، اس کا انتقام تو میں نے سردار سے لینا ہی ہے اور انتقام بھریوں ہی تو نہیں لیے جاتے، اصل انتقام تو عورتوں سے لینے میں مزہ آتا ہے،" وہ ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچنے لگا تھا کہ اچانک ہی وہ دروازہ کھول گئی تھی۔

دھکا لگنے کی وجہ سے وہ دروازے کے اندر گرتے ہوئے زمین پر خود کو پیچھے کی طرف دھکیلنے لگی تھی جب وہ اس کے پاس آتا اس کے گلے سے دوپٹہ نکالنے لگا تھا۔ دعام نے پوری شدت سے اپنے دوپٹے کو پکڑ لیا تھا لیکن وہ آدمی آنکھوں میں ہوس لیے اسے بری طرح سے لوٹنے کو تیار کھڑا تھا۔ وہ مچلنے لگی تھی جب کہ وہ اس پر سایہ فگن ہونے لگا۔

"ڈاکو جی... ڈاکو جی... کتے، کمینے، بے غیرت انسان! چھوڑ دو مجھے ورنہ میرے ڈاکو جی تمہارا خون پی جائیں گے۔" وہ غصے سے اسے خود سے دور دھکیلتے ہوئے

اپنے جوتے اتار کر اسے مار چکی تھی لیکن اس حالت میں اس پر تو عجیب سا جنون سوار تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کی طرف دھکیلتے اس پر سایہ فگن ہونے لگا تھا جب میرو نے پیچھے سے چاقو اسے مارنے کی کوشش کی۔

لیکن ابھی چاقو اس کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ وہ میرو کو ایک جھٹکے سے دھکا دیتا، وہ چاقو اس کی گردن کے قریب گھوپ کر اسے ایک ہی دھکے میں دور گرا چکا تھا۔ وہ اچھا خاصا باڈی بلڈر انسان تھا، کسی عام انسان کے ہاتھ میں بے بس ہونے والا ہرگز نہیں تھا۔ وہ پھر سے دعام کی طرف بڑھنے لگا تو دعام نے خود کو چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی لیکن اس وحشی سے اپنا آپ چھڑانا اسے ناممکن لگنے لگا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کچھ کر بیٹھے، خود کو ختم کر دے لیکن اس شخص کے سامنے بے بس نہ ہو لیکن شاید ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ اسے نوچنے کو تیار تھا،

اسے ایک جھٹکے سے زمین پر گراتے ہوئے وہ اب کی دفعہ اس پر جھکتا اسے چیخنے پر مجبور کر گیا تھا جبکہ اس کی دلخراش چیخیں پورے قبیلے میں گونج رہی تھیں۔ باہر قبیلے کی تباہی مچانے کے لیے راگا ڈاکو کے لوگ ہی کافی تھے۔ وہ اچھی خاصی بری ٹیم بنا چکا تھا۔

اتنے سے دنوں میں اس نے اچھے خاصے لوگ اکٹھے کر لیے تھے جو کسی بھی چیز کو تباہ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

باہر قبیلہ تباہ ہو رہا تھا اور اندر سردار کی عزت۔ اس کی دلخراش چیخیں پورے قبیلے میں گونج رہی تھیں۔ وہ چیخ چیخ کر اپنے ڈاکو جی کو پکار رہی تھی۔ پھر اس نے بالا کو پکارنا شروع کیا، پھر جمرو کو۔ کوئی نہیں آیا تھا اس کی مدد کے لیے۔

oooooooo

ڈاکو جی! خدا کے لیے اٹھ جائیں، ڈاکو جی! بچا لیں اپنی دعام کو۔ آپ کی دعام" مر رہی ہے، ڈاکو جی، دیکھیں! ایک دفعہ تو دیکھیں، آپ کی دعام مر جائے گی۔" وہ اونچی اونچی آواز میں روتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔

نہیں جاگے گا تیرا ڈاکو کیونکہ تیرا ڈاکو آج بے موت مرے گا۔ بڑا غرور تھا" اسے اپنی عزت پر، اپنی غیرت پر۔ اس کی ماں کو خرید کر لایا تھا میں یہاں پر اس قبیلے میں۔ اسے میں نے خرید اتھا، میں اسے یہاں لے کر آیا تھا لیکن اس کے باپ نے اسے حاصل کر لیا اور میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا۔

میری آنکھوں کے سامنے اس دن دلاور نے اس لڑکی کو اپنی عزت، اپنی غیرت قرار دے کر اس سے نکاح کر لیا اور میں، میں کچھ نہیں کر سکا سوائے اس کی مار کھانے کے اور آج مجھے موقع مل گیا ہے بدلہ لینے کا اور میں بدلہ "ضرور لوں گا۔

جو کچھ اس نے میرے ساتھ کیا، آج وہ میں تیرے ساتھ کروں گا۔ آج" سکون ملے گا مجھے تجھے لوٹ کر، تجھے برباد کر کے۔ یہی سمجھ لے کہ اس کی ماں کا انتقام میں تجھ سے لے رہا ہوں۔ جب تجھے لٹی پٹی حالت میں دیکھے گا تب اسے پتہ چلے گا کہ راگا ڈاکو کے ساتھ دشمنی نسلوں تک بھگتنی پڑتی ہے،" وہ غصے سے کہتا اس کی گردن میں اپنے دانت گاڑنے لگا تھا جب اچانک ہی کسی کا زوردار پیر

اس کے منہ پر لگا اور اگلے ہی لمحے اس کا چہرہ زمین پر پچھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ پاتا، اس کے منہ پر وہی پیر شدت سے اس کا چہرہ زمین میں دبا گیا تھا۔

راگاڈا کو نے آنکھیں کھول کر اوپر کی طرف دیکھنا چاہا تھا۔ اس کے منہ پر موجود پیر پوری شدت سے اسے زمین میں گاڑے ہوئے تھا۔ فرش پھٹ چکا تھا جب کہ اس کا سر زمین کے اندر جاتا جا رہا تھا۔ خون سے فرش بھرنے لگا تھا۔ اس کا سر زمین پر لگنے کی وجہ سے بری طرح سے پھٹا تھا اور اب جس طرح اس کے سر کو دبایا جا رہا تھا، اس کے پیر اوپر کی طرف اٹھتے ہوئے وہ بلبلانے لگا تھا جب کہ اس کے منہ پر رکھا ہوا پیر پوری طرح سے کانپ رہا تھا، شاید غصے کی شدت سے۔ اس نے بڑی مشکل سے ایک آنکھ گھما کر اپنے اوپر موجود اس آدمی کو دیکھنا چاہا تھا۔

دلدار... "اس کے لبوں نے بے آواز حرکت کی تھی۔"

○○○○○○○○

راگاڈاکو نے آنکھیں کھول کر اوپر کی طرف دیکھنا چاہا تھا۔ اس کے منہ پر موجود پیر پوری شدت سے اسے زمین میں گاڑے ہوئے تھا۔ فرش پھٹ چکا تھا جبکہ اس کا سر زمین کے اندر دھنستا جا رہا تھا۔ خون سے فرش بھرنے لگا تھا۔ اس کا سر زمین پر لگنے کی وجہ سے بری طرح سے پھٹا تھا اور اب جس طرح اس کے سر کو دبایا جا رہا تھا، اس کے پیر اوپر کی طرف اٹھتے ہوئے وہ بلبلا رہا تھا جبکہ اس کے منہ پر رکھا ہوا پیر غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے ایک آنکھ گھما کر اپنے اوپر موجود اس آدمی کو دیکھنا چاہا تھا۔

دلدار...!" اس کے لبوں نے بے آواز حرکت کی تھی۔ وہ جیسے ہی سمجھا کہ" اس کے سامنے کون کھڑا ہے، اس کی روح تک کانپ گئی۔

راگا...! تو نے صرف میری دعام کو ہاتھ نہیں لگایا... تو نے میرے قبیلے کو ہاتھ لگایا ہے..

سردار نے آہستہ سے اپنا پیر اس کے چہرے سے ہٹایا اور اس کے کان کے قریب جھکتے ہوئے ایک زہریلی سرگوشی کی۔ اس کی آواز میں گرج نہیں تھی، بلکہ ایک ٹھنڈا، قاتلانہ سکون تھا۔

"اس قبیلے کی ایک ایک اینٹ میرے باپ اور میرے خون سے بنی ہے.... تجھے کس نے اجازت دی تھی، اور تو اس قبیلے پر حکومت کرنے آیا ہے چل تیری یہ غلطی معافی کے قابل ہے کیونکہ خواب دیکھنے کا حق ہر انسان کو حاصل ہے لیکن تو نے.. میری دعام کو چھونے کی...؟" سردار کا لہجہ بدلنے لگا تھا۔ الفاظ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں جنون کی آگ بھڑک رہی تھی۔

راگا نے درد سے تڑپ کر کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے گلے سے صرف گھٹی ہوئی آواز نکل رہی تھی۔ سردار کا ہاتھ بجلی کی تیزی سے جھکا اور اس نے راگا کا وہ بازو پکڑ لیا جس سے اس نے دعام کا دوپٹہ چھونے کی جسارت کی تھی۔

سردار کا چہرہ بے تاثر تھا، مگر اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے ایک جھٹکے میں اسی کی کمر سے خنجر نکال چکا تھا۔

یہ ہاتھ... تیرا یہ ہاتھ، ناپاک ہاتھ راگا...! یہ میری دعام کی عزت کو چھونے"
کی کوشش کر رہا تھا... اس کا ایک ایک بال... ایک سانس سانس... صرف
"!... میری ملکیت ہے... وہ بیوی ہے میری... اسے کوئی چھو نہیں سکتا

سردار نے جنونی انداز میں راگا کے بازو کو اپنی گرفت میں لیا اور خنجر سے اس کی
کلائی پر وار کیا۔

راگا گھبرا گیا تھا اسے اچانک سے ہوش میں اتے دیکھ کر لیکن پھر اچانک ہی اسے
یاد آیا کہ وہ راگا ڈاکو ہے کوئی معمولی انسان نہیں اور راگا ایک طاقتور ڈاکو تھا۔

وہ درد کی شدت سے دہاڑا اور پوری قوت سے سردار پر حملہ کر دیا۔ اس نے اپنا
بازو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے سردار کو دھکا دیا۔ سردار کا جسم ابھی
کمزوری کی حالت میں تھا، وہ اس دھکے سے لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگا، اس کے
ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے مگر اس کی آنکھوں کی آگ ذرا بھی
مدھم نہ ہوئی۔

وہ راگا کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش میں ہے بے شک سردار اس کا شاگرد تھا آج جو بھی سردار کرتا تھا وہ راگا کا ہی سکھایا ہوا تھا لیکن اس کی انکھوں سے اسے خوف سا محسوس ہوا تھا اٹھ سال پہلے بھی اس کی انکھوں میں یہی جنون تھا

میں تجھے جانے نہیں دوں گا راگا...!" سردار نے غصے سے گرج کر کہا اور اس" پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ اس نے راگا کی گردن دبوچتے اسے دیوار سے جا لگایا۔ راگا بھی اس کا مقابلہ کرنے لگا۔ اس نے سردار کے بازو پر دانت گاڑے اور سردار کو اپنے جسم سے ہٹانے کے لیے بھرپور کوشش کی۔ سردار کو اس کا حملہ محسوس ہوا، تو اس کا غصہ مزید بڑھ گیا۔ وہ اپنے خنجر سے راگا کے بازو پر حملہ کر دیا جبکہ راگا اس سے مقابلہ کرتے ہوئے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

سردار نے راگا کی گردن چھوڑ کر وحشیانہ انداز میں اس کے بازو کی طرف جھکا۔ اس نے راگا کا وہ بازو اپنی فولادی گرفت میں لیا جس سے اس نے دعام کو چھونے کی جسارت کی تھی۔

یہ ہاتھ... یہ ہاتھ میری دعام کی حرمت کے قریب آیا تھا...!" سردار کی آنکھوں میں جنون کی آگ بھڑک رہی تھی اور اس کے چہرے پر ایک بھیانک مسکراہٹ آچکی تھی۔ اس نے پورے بدن کی قوت لگا کر راگا کے بازو کو اس کی جڑ سے ایک ہی جھٹکے میں مروڑنا شروع کر دیا۔

ہڈیوں کے ٹوٹنے اور پٹھوں کے الگ ہونے کی ایک انتہائی ہولناک اور دلخراش آواز پورے کمرے میں گونجی۔ راگا کے گلے سے ایک ایسی چیخ نکلی جو کسی انسان کے نہیں، بلکہ کسی ذبح ہوتے ہوئے جانور کی لگ رہی تھی۔ درد کی شدت نے اسے بے حال کر دیا تھا۔

سردار کے ہاتھ میں اب راگا کا بازو تھا، جس کا گوشت پھٹ چکا تھا اور ہڈیاں چیخ چکی تھیں۔ وہ بے جان ہو کر سردار کی گرفت میں جھول رہا تھا۔ راگا درد اور صدمے سے زمین پر گر چکا تھا، اس کا باقی جسم شدید جھٹکے میں مبتلا تھا اور وہ اپنے بے جان بازو کو دیکھ کر صرف دہاڑ رہا تھا۔ سردار کے چہرے پر ایک عجیب

ساسکون تھا۔ یہ وہ سکون تھا جو ایک جنونی کو اپنے جنون کی تسکین پر ملتا ہے۔

اس نے وہ بازو بے رحمی سے زمین پر پھینک دیا۔

"یہ میری سجن سائیں کی ملکیت کی پہلی نشانی ہے... راگا! میری سجن سائیں کی حرمت کے قریب آنے کی یہ قیمت ہے!" سردار نے پاگلوں کی طرح گرج کر کہا۔

جب اچانک باہر گولیوں کی آوازیں مزید تیز ہو گئیں اور قبیلے والوں کی چیخوں کا شور بھی قریب ہوتا چلا گیا۔ باہر راگا کے ڈاکو قبیلے پر بھاری پڑ رہے تھے۔

سردار کا دھیان باہر کی طرف گیا تو وہ درد سے کہراتے ہوئے زمین سے اٹھا تھا، باہر اچھا خاصا ہنگامہ مچا ہوا تھا جو سردار کی توجہ اپنی طرف مرکوز کر گیا تھا اس افراتفری میں راگا نے سردار کو ایک زوردار ٹھوکر ماری، جس سے وہ لڑکھڑا گیا۔ راگا اس لمحے کا فائدہ اٹھا کر دروازے کی طرف بھاگا۔

سردار نے زمین پر گرتے گرتے خود کو سنبھالا اور اس کے پیچھے لپکا۔

راگا... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا...!" اس کی آواز میں ایسی گرج تھی" کہ پوری وادی گونج اٹھی۔

سردار اس کا پیچھا کر رہا تھا، اس کا جسم جواب دے رہا تھا، اس کا ہر قدم لڑکھڑا رہا تھا مگر اس کے دل کا جنون اسے بھاگنے پر مجبور کر رہا تھا۔

راگا بھی زخمی تھا، اس کے بازو سے خون بہہ رہا تھا، لیکن موت کا خوف اسے دوڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔ باہر نکلتے ہی راگا نے اپنے ڈاکوؤں سے پناہ لی۔ جو سردار کا غصہ دیکھ چکے تھے اور جانتے نہیں تھے کہ سردار ہوش میں آچکا ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان سب پر بھاری پڑے گا۔ وہ سب اسے باہر اتے دیکھ گھبرا گئے تھے

بھاگو... بھاگو یہاں سے...!" راگا نے درد سے چلاتے ہوئے کہا۔"

سردار ان کے پیچھے گرجتا ہوا بھاگا۔ اس کے ماتھے سے پسینہ اور منہ سے خون نکل رہا تھا مگر وہ رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ راگا کے ڈاکو گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ نکلے اور سردار بے بسی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کا

جسم اب مزید ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر وہیں گر پڑا، اس کی نظریں اس سمت تھیں جہاں راگا فرار ہوا تھا۔

اس کی آنکھوں میں نفرت اور انتقام کی آگ موجود تھی جو بتا رہی تھی کہ یہ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ پھر اس کی نظر دعام پر پڑی جو خوفزدہ اور بے ہوش زمین پر پڑی تھی۔ سردار نے اپنی ساری توانائی جمع کرتے ہوئے اس کی طرف دوڑ لگائی اور اسے اپنے بازوؤں میں بھر کر سینے سے لگا لیا۔ اس کا جنون اور غصہ صرف ایک لمحے کے لیے ختم ہوا تھا، اور اب وہ صرف اسے اپنی سجن سائیں کی فکر تھی

ooooooo

ڈاکٹر نے جلدی جلدی دعام کا معائنہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے بے ہوش ہونے کی وجہ یقیناً ذہنی دباؤ اور خوف تھا۔

لیکن سردار کو اس وقت صرف اور صرف دعام کا پرواہ تھی، وہ جیسے پاگل ہونے کو تھا۔ اس کی دعام بے ہوش تھی اور وہ اسے ہوش میں آتے ہوئے دیکھنا چاہتا

تھا۔ وہ ڈاکٹروں سے اسے دو تین دفعہ پوری طرح سے چیک کروا چکا تھا کہ اسے کہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی، لیکن ڈاکٹروں کو یقین تھا کہ اسے کوئی چوٹ نہیں لگی۔

"جناب! ہم چیک کر چکے ہیں۔ انہیں کسی طرح کی کوئی چوٹ نہیں لگی ہے، بس وہ شدید ٹینشن کی وجہ سے بے ہوش ہو چکی ہیں۔ تھوڑی دیر میں ہوش آجائے گا، فکر نہ کریں۔" سردار کی بے چینی دیکھتے ہوئے وہ اسے سمجھانے لگی تھی۔ لیکن سردار کی ایک گھوری ہی کافی ثابت ہوئی تھی، ان لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے۔

"میری بیوی کی طبیعت اتنی زیادہ خراب ہے اور تم سب کہہ رہے ہو کہ میں پریشان نہ ہوں؟ اسے ہوش کیوں نہیں آرہا؟ تم لوگ کیا خاک ڈاکٹر ہو جو ایک مریض کو ہوش میں نہیں لا سکتے؟" غصے سے کہتے ہوئے اس نے سائیڈ پر پڑا پانی کا گلاس اٹھایا اور اس سے پانی اپنے ہاتھ کی ہتھیلی میں لے کر دعام کے چہرے پر ہلکے سے چھینٹے مارے۔

پہلی دفعہ کوئی حرکت نہ ہونے پر، اس نے دوسری دفعہ یہی کیا۔ اس پر دعا م کے چہرے میں ہلکی سی حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ جب کہ بڑی مشکل سے آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے خود پر جھکے سردار کو دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے پوری آنکھیں حیرت سے کھولتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹنے کو بے تاب ہو گئی۔

سردار نے اسے اٹھنے میں مدد دیتے ہوئے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ جبکہ وہ سردار کے ساتھ لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ سردار خاموشی سے آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔ ان سب کے لیے سردار کا ایک اشارہ ہی کافی ثابت ہوا تھا کہ وہ اس کمرے سے نکل جائیں۔ سب لوگ لمحے میں وہاں سے جا چکے تھے لیکن ایک سوچ کے ساتھ کہ بالا کہاں تھا؟

اب تک بالا واپس کیوں نہیں آیا تھا؟ اتنا سب کچھ ہو چکا تھا قبیلے میں۔ قبیلہ برباد ہونے کے قریب تھا۔ اگر آج سردار نہ جاگتا تو یہ لوگ قبیلے کو برباد کر دیتے، کوئی زندہ نہ بچتا۔ سارے ڈاکٹر تک چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کی موت

کب آئے گی۔ اور ایسے میں قبیلے کا محافظ ہی غائب تھا۔ کہاں گیا تھا وہ؟ شہر سے واپس گاؤں آنے میں اتنا زیادہ وقت تو ہرگز نہیں لگتا تھا۔ آخر بالا غائب کہاں تھا اور بالا کے ساتھ اس کا خاص آدمی جمرو بھی غائب تھا۔

فی الحال سب کی سوچ بالا میں ہی اٹکی ہوئی تھی۔ سب کا ایک ہی سوال تھا کہ آخر بالا کہاں چلا گیا تھا؟ رات کے دو بج رہے تھے اور بالا کی اب تک کہیں کوئی خبر نہ تھی۔ بالا اتنا غیر ذمہ دار تو نہیں ہو سکتا تھا کہ قبیلے کو بنا سہارے چھوڑ کر چلا جائے۔ اور پھر آج رات تو وہ لوگ بڑی ڈکیتی کرنے والے تھے، سردار کے اشارے پر وہ سب لوگ باہر نکل آئے تھے۔

اس وقت سردار کو اکیلے چھوڑ دینا ہی ان کے حق میں بہتر تھا۔ اور جس طرح اس نے دعام کو اپنے ساتھ لگا کر رکھا تھا، اس کا مطلب صاف تھا کہ اسے دعام سے کوئی گلہ، کوئی شکوہ نہیں تھا۔ تو پھر وہ کیا کہہ سکتے تھے؟ یہاں سردار کا حکم چلتا تھا۔ ہر چیز اس کے حکم کی پابند تھی، تو ایسے میں وہ دعام کو کچھ بھی کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے تھے۔ اسی لیے ان لوگوں نے کمرہ خالی کر دیا تھا۔

ڈاکو جی، آپ ٹھیک ہو گئے ؟ آپ کو ہوش آ گیا؟ مجھے یقین نہیں آ رہا، میں نے بہت انتظار کیا ہے آپ کا، بہت، بہت زیادہ تنہا تھی میں بہت تڑپی آپ کے لیے۔" وہ اس کے سینے سے لگی بری طرح سے رو رہی تھی، جبکہ سردار خاموشی سے اس کے بال سہلا رہا تھا۔ اسے اپنے ساتھ لگائے، وہ اسے نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ وہ بری طرح سسک رہی تھی۔

وہ پتہ نہیں کیا کیا بولے جا رہی تھی، جبکہ سردار بالکل خاموش تھا۔ اسے مسلسل خاموش پا کر اس نے اس کی طرف دیکھا۔

آپ کچھ بول کیوں نہیں رہے ؟ اس طرح سے چپ کیوں ہیں ؟ جانتے ہیں،" سب نے مجھے کتنا تنگ کیا؟ سب نے مجھے باتیں سنائیں، سب نے مجھ پر غصہ کیا، مجھے ڈانٹتے تھے سارے لوگ۔ بالا بھیا بھی ڈانٹتے تھے، جمرو بھائی بات نہیں کرتے تھے۔ میں بلاتی تھی وہ آتے نہیں تھے۔ جب آپ تھے تو سب میرے تھے، آپ نہیں تھے تو کوئی میرا نہیں تھا۔"

وہ اس کے سینے سے لگی پھر سے رونے لگی تھی۔ سردار نے ایک دفعہ پھر سے اسے اپنی باہوں میں بھر لیا تھا۔ بالا اور جمرو کا ذکر سن کر اس کا غصہ بڑھ گیا تھا۔

سب کا حساب ہو گا دعام، سب کا حساب ہو گا۔ ایک ایک بات کا حساب دیں گے، ایک ایک سانس کا حساب دیں گے، ایک ایک لفظ کا حساب دیں گے۔ میری سجن سائیں کو ستایا ان لوگوں نے سب کا حساب ہو گا۔

اور حساب تم بھی دو گی۔ اگر تم جان گئی تھی کہ نیچے قبیلے میں حملہ ہوا ہے، تو تم وہاں کیوں آئی تھی؟ کس کی اجازت سے آئی تھی؟ کیا نہیں جانتی تھی کہ تم سردار کی امانت ہو؟

تم پر آنچ بھی آتی تو سردار دنیا ہلا کر رکھ دیتا۔ تم نے خود کو ان لوگوں کے سامنے بے پردہ کیوں کیا؟ فی الحال تو وہ آدمی بھاگ گیا لیکن اسے میں پکڑ کر لاؤں گا۔ اسے موت اس قبیلے میں ہی آئے گی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہارا حساب نہیں ہو گا، تم نے میری امانت میں خیانت کی ہے، تمہارا حساب بھی ہو گا۔ بتاؤ، کس کی اجازت سے نیچے گئی تھی تم؟" وہ آہستہ سے اس

کے بالوں میں انگلیاں ڈالتے ہوئے ایک جھٹکے سے اسے تھوڑا پیچھے کر گیا۔

دعام کو تکلیف نہیں ہوئی تھی، ہاں لیکن اس کا سر اب اس کے سینے پر نہیں تھا بلکہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں غصہ تھا، اپنی دعام کے لیے۔ ہاں وہ اس سے غصہ تھا۔

"قبیلے پر حملہ ہوا تھا، مجھے لگا کہیں کوئی گولی آپ کو نہ لگ جائے۔ مجھے ہوش نہیں رہا کہ مجھے نیچے نہیں جانا چاہیے۔ مجھے بس یہ پتہ تھا کہ وہ لوگ آپ کو بھی مار سکتے ہیں۔ آپ دنیا جہان سے بے خبر تھے، مجھے ڈر تھا کہ کہیں کوئی گولی آپ کو نقصان نہ پہنچا دے۔" وہ بری طرح سے گھبراتے ہوئے بولی۔ اسے سچ میں آج اپنے ڈاکو جی سے ڈر لگ رہا تھا۔ سردار کے ہاتھ کی گرفت اس کی کمر پر تیز ہو گئی تھی۔

یہ وجہ اتنی بڑی نہیں کہ تم میری عزت کو داؤ پر لگا دیتی۔ ظالم سائیں، کوئی میرا دشمن نہیں تم میری دشمن بن گئی تھی اس لمحے، مجھے موت بھی آجاتی تو بھی تمہیں کوئی حق نہیں تھا اس طرح خود کو دنیا کے سامنے بے مول کرنے کا۔ لیکن تم سے حساب کتاب میں بعد میں پورا کروں گا۔ پہلے میں بالا سے حساب لوں گا۔ اس کی سرداری میں قبیلے پر حملہ کیسے ہوا؟ ہر بات کا جواب دینا ہو گا اسے۔ تم سے میں حساب لوں گا، سود سمیت لوں گا، لیکن فی الحال بالا کا حساب ہو گا۔" وہ اسے خود سے پیچھے ہٹاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ دعام خاموشی سے اس کے پیچھے چلتی دروازے تک آئی تھی لیکن کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اب اسے سچ میں کمرے سے باہر نکلنے سے ڈر لگ رہا تھا۔ پہلے ہی سردار حساب کتاب پر اتر آیا تھا، اگر اب وہ کمرے سے نکل جاتی تو بات مزید بڑھ جانی تھی۔

ooooooooo

سردار، بالا کا فون نہیں لگ رہا، ہم ہر کوشش کر چکے ہیں، لیکن بالا نہ جانے کہاں غائب ہے۔ وہ شہر گیا تھا رقم جمع کروانے کے لیے، اپنی ماں کا سارا زیور اٹھا کر لے کر گیا تھا کیونکہ بچیوں کے علاج کے لیے پیسے اکٹھے کرنے میں ہم کامیاب نہیں ہو پائے تھے،

لیکن وہ واپس نہیں آیا۔ وہ جمرو کو بھی اپنے ساتھ لے کر گیا تھا، لیکن ان دونوں کی ہی واپسی نہ ہوئی۔ انہیں شام پانچ بجے تک واپس قبیلے میں آ جانا تھا۔ آج ہم ایک بہت بڑی ڈکیتی پر نکلنے والے تھے، لیکن اس میں بھی ہم کامیاب نہ ہو سکے۔" میرو اس کے پاس کھڑا اسے تفصیل سے بتا رہا تھا میرو کا علاج ہو چکا تھا اور اس کی پٹی باندھ دی گئی تھی لیکن وہ آرام کرنے کے بجائے باہر آ گیا تھا۔

جمرو کو فون کرو۔" سردار نے حکم دیا تو وہ اگلے ہی لمحے جمرو کو فون کرنے لگے تھے۔ دو تین دفعہ جمرو کو فون کیا گیا تھا لیکن کچھ ٹائم تو اس نے فون ہی نہیں اٹھایا اور پھر یہی کہا کہ وہ راستے میں ہے۔

شاید وہ اپنی طرف سے بالا کو ڈھونڈنے کی کوشش میں تھا جس میں اب وہ ناکام ہو گیا تھا۔ تب ہی اس نے اب کی بار دوسری طرف سے فون اٹھا کر فوراً بتا دیا تھا کہ بالا کہیں نہیں مل رہا، نہ ہی اس کا فون نمبر لگ رہا ہے۔ "بالا کہیں غائب ہو چکا ہے" اور اس بات پر اس نے فوراً سردار کو خبردار کیا تھا۔

"سردار بالا غائب ہو گیا ہے، بالا کہیں نہیں مل رہا۔" فون پر جمرو تھا۔ اس نے فون اس کی طرف بڑھایا تو اس نے فوراً ہی فون تھام لیا تھا۔

"تم قبیلے میں واپس آجاؤ۔" فون پر اس کی آواز گونجی تھی، جبکہ دوسری طرف سے جمرو یقین نہیں کر پایا تھا کہ یہ آواز سردار کی ہی تھی۔ اور اب اس کی کیفیت ایسی تھی کہ وہ خوف اور یقین کے عالم میں تھا۔

"میں آرہا ہوں سردار، میں آرہا ہوں۔" وہ بری طرح سے لڑکھڑاتی آواز کے ساتھ بولا جبکہ سردار نے فون بند کر دیا تھا۔

○○○○○○○○○

بالا کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک خاموش کمرے میں پایا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا یہ عمارت ابھی بنائی جا رہی ہے۔

یہاں تعمیری کام چل رہا تھا، جبکہ اسے ایک کرسی پر باندھ کر بٹھایا گیا تھا۔ ایسا کون کر سکتا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ دماغ پر زور ڈالنے پر اسے یاد آیا تھا کہ وہ ہسپتال میں تھا اور ڈاکٹر بیلا نے اسے کوئی کیپسول دیا تھا۔ اس نے آج تک پین کلر میں کسی کیپسول کا استعمال نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس نے اس طرح کا کچھ کر رکھا تھا۔

لیکن بیلا اسے اپنے ہاتھوں سے دے رہی تھی، تو وہ انکار نہیں کر سکا تھا۔ اسے بس اتنا ہی یاد تھا کہ بیلا واپس کمرے میں آتے ہوئے اس سے دوبارہ کسی پین کلر کی بات کر رہی تھی جب وہ اچانک ہی زمین کی طرف جھکنے لگا۔ اس کے بعد اب اسے ہوش آیا تو وہ یہاں اس کمرے میں تھا۔

کیا یہ کوئی سازش تھی جو اس کے خلاف کی گئی تھی؟ کیا وہ کسی سازش کا شکار ہوا تھا؟ اور کیا بیلا اس سازش کا حصہ تھی؟ اس کے دل میں ہزاروں سوال چل

رہے تھے، لیکن وہ ایک بھی بات سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ ہسپتال میں سے کوئی اسے اس طرح اغوا تو نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی میں اتنی ہمت تھی کہ ڈاکو پر ہاتھ ڈالتا تو پھر آخر کون ہو سکتا تھا جو خود اپنی موت کو پکارے؟

اس نے اپنے ہتھیاروں کی جگہ کو ہلکا محسوس کیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے سارے ہتھیار اس کے کپڑوں سے نکال لیے گئے ہیں۔ اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے سر لگایا تھا اور پھر اوپر چھت کی طرف دیکھتا ہوا گہرے سانس لیتا خود کو اس کرسی سے چھڑوانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کرسی پر بندھی رسی کافی موٹی تھی۔ یعنی کہ جو بھی تھا، اسے اس بات کا اندازہ تھا کہ بالا کے لیے یہ رسیاں کسی طرح کی کوئی زنجیر نہیں ہیں، وہ انہیں توڑ سکتا تھا۔ اسی لیے اس طرح کی رسی کا استعمال کیا گیا تھا جو آسانی سے نہ ٹوٹے۔

جس آدمی نے اسے اغوا کیا تھا، وہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار تھا اور اس طرح کی ہوشیاری کی امید وہ صرف انسپیکٹر ریان سے کر سکتا تھا۔ لیکن انسپیکٹر ریان اسے کیوں گرفتار کرے گا؟ یہ سوچ اس کے دماغ میں آئی تھی۔ اور اگر وہ

اسے گرفتار کرے گا بھی تو وہ اسے یہاں کیوں رکھے گا؟ وہ اسے اپنے ساتھ جیل میں لے کر جائے گا اور پھر باقی کارروائی ہو گی، لیکن یہاں تو کچھ الٹا ہی ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کے خلاف کوئی گہری سازش کی گئی ہے۔

○○○○○○○○○

جمرو بھاگتا ہوا قبیلے میں پہنچا تھا اور سردار کو ٹھیک ٹھاک اپنے سامنے کھڑا دیکھتے ہی اس سے لپٹ گیا تھا اور پھر اس کے ساتھ لپٹا وہ بری طرح رونے لگا تھا۔ سردار شاید اس کے جذبات کو بہت بہتر طریقے سے سمجھتا تھا، اسی لیے اسے اپنے ساتھ لگائے کتنی ہی دیر یہ سمجھاتا رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے۔

سردار، تم نہیں تھے تو بہت کچھ خراب ہو گیا، بہت کچھ خراب ہو گیا ہے۔" وہ بری طرح روتے ہوئے اسے بتا رہا تھا کہ اس کے بعد کیا کیا ہوا ہے لیکن سردار اس وقت یہ جاننا چاہتا تھا کہ بالا کہاں ہے۔

جمرو، مجھے بتاؤ بالا کہاں ہے؟ کب سے غائب ہے بالا؟ کیا ہوا تھا وہاں؟" وہ اسے نرمی سے ہینڈل کرنے لگا تھا جبکہ وہ ہاں میں سر ہلاتا اسے سب کچھ بتانے

لگا تھا کہ کس طرح ہسپتال میں وہ ڈاکٹر بیلا سے ہائے ہیلو کرنے کے لیے کمرے میں گیا تھا لیکن واپس آیا ہی نہیں۔

جمرو کی باتیں سن کر اسے عجیب لگ رہا تھا کیونکہ بالا اتنے کچے اعصاب کا ہر گز نہیں تھا کہ یوں کوئی چیز اس پر اثر کرتی اور وہ یوں غائب ہو جاتا یا پھر یوں کسی کی باتوں میں آ جاتا۔ ڈاکٹر بیلا کا باہر آنا اور جمرو کو کام کے لیے کہنا، یہ ساری باتیں بہت ساری چیزوں کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

ریان اکرم کی بہن، ریان اکرم جیسی ہی محسوس ہو رہی ہے۔ مجھے شاید نہیں، یقیناً یہاں کوئی نہ کوئی سازش کی گئی ہے۔ ریان اکرم، تمہیں دوسروں کی بہن بیٹی کی عزت کا بہت خیال ہے۔ دیکھتے ہیں تمہیں اپنی عزت کتنی پیاری ہے۔" عزت سے لے آؤ ریان کی بہن کو۔ "یاد رکھنا قبیلے کی ہونے والی بھابھی ہے۔ اس کے احترام میں کوئی کمی برداشت نہیں کروں گا، یاد رکھنا۔ بالا کی امانت ہے۔" اس نے سامنے کھڑے ڈاکوؤں سے کہا تھا جو فوراً ہی اس کے حکم پر عمل کرنے کے لیے نکلے تھے۔

سردار، تمہیں لگتا ہے اس لڑکی کو یہاں لانے کا کوئی فائدہ ہوگا؟ کیونکہ اگر تو" اس لڑکی نے کوئی سازش کی ہوئی، تو ڈاکو بالا تو اسے منہ بھی نہیں لگائے گا۔"

جمرو نے سوال کیا۔

قبیلے کا ایک اصول ہے جمرو، جس سے دل لگاؤ اس کے ساتھ ساری زندگی" نبھاؤ۔ اور بالا ڈاکو نے دل لگایا ہے اس لڑکی کے ساتھ، اب نبھانا پڑے گا۔"

پر سکون انداز میں کہتا وہ اوپر پہاڑ کی طرف دیکھنے لگا تھا، جہاں دعام اپنے کمرے کے باہر کھڑی نیچے کی طرف جھانک رہی تھی۔ وہ جانتا تھا اب دعام اس کے حکم کے بغیر نیچے آنے کی غلطی کبھی نہیں کرے گی۔ بلکہ اس سوچ کے ساتھ کہ اس کا ڈاکو اس سے ناراض ہے وہ سانسیں بھی گن گن کر لے رہی ہو گی

○○○○○○○○○

پہاڑوں کے بیچ ایک غار کی تاریکی میں راگا درد سے تڑپ رہا تھا۔ اس کا ایک بازو لٹک رہا تھا، بے جان اور ٹوٹا ہوا۔ اس کے منہ سے صرف عجیب و غریب آوازیں نکل رہی تھیں۔

وہ چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا، اس کا ہر لفظ درد اور غصے سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی آواز میں ایسی شدت تھی کہ غار کی دیواریں تک کانپ رہی تھیں۔

باہر اس کے ڈاکو خاموشی سے کھڑے اپنے سردار کی چیخیں سن رہے تھے، خوفزدہ اور بے بس۔ وہ اندر جانے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے۔

میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا سردار دلدار! تم نے میرے بازو کو توڑا ہے، لیکن " میں تمہاری ایک ایک ہڈی توڑ کر رکھ دوں گا!" راگا کی آواز غار کی گہرائیوں سے گونج رہی تھی۔

اس کی وجہ سے، اس لڑکی کی وجہ سے! کیا ہے اس میں؟ کیا ہے اس لڑکی میں " جو تم نے میرے بازو کو چیر دیا؟ تم اس کی خاطر مجھے اپنے سگے تایا کو مار رہے تھے ؟ میں تمہیں بتاؤں گا، سردار! میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا، اور اس لڑکی

کو... اس لڑکی کو میں اپنے بستر کی رکھیل بناؤں گا! اسے تمہاری آنکھوں کے سامنے میں تمہاری عزت پامال کروں گا!"

درد کی شدت سے اس کی آواز پھر ٹوٹ گئی، پھر وہ درد سے ہنسنے لگا۔ یہ ہنسی نہیں تھی، یہ انتقام کا ایک وحشیانہ وعدہ تھا۔

"میں تمہاری جان نکال دوں گا! تمہیں میں دنیا سے ختم کر دوں گا! ڈکیت قبیلے کو تمہارے سامنے میں جلا کر راکھ کر دوں گا! تم نے مجھے اپاہج کیا ہے، میں تمہیں بتاؤں گا کہ راگاڈاکو کا بازو توڑنے کی کیا قیمت ہے!"

میں تمہیں بتاؤں گا مجھے تکلیف پہنچانے کا کیا انجام ہو گا

اس کا پورا جسم پسینے میں ڈوبا ہوا تھا، لیکن اس کی آنکھوں کی آگ سردار کے لیے نفرت سے بھری ہوئی تھی۔ وہ دیواروں کو گھورتے ہوئے سردار کو مخاطب کر رہا تھا، جیسے وہ اس کے سامنے ہی کھڑا ہو۔ اس کی ہر چیخ انتقام کی ایک نئی قسم تھی۔

ڈاکٹر بیلا کہاں ہے ہسپتال میں داخل ہوتے ہی گرجدار آواز میں پوچھا گیا ریسیپشن پر لڑکی کھری لڑکی نے اپریشن تھیٹر کی طرف اشارہ کیا تھا جبکہ وہ رکے نہیں تھے تیزی سے اس طرف چلے گئے تھے

آپریشن تھیٹر کا دروازہ زور سے کھلا اور دو مسلح ڈاکو اندر گھس آئے۔ ان کے چہروں پر نقاب تھا جب کی آنکھوں میں کوئی خوف نہیں تھا، صرف ایک ہی حکم کی پابندی کا جذبہ تھا۔ آپریشن کر رہی ڈاکٹر کو اسسٹ کر رہی ڈاکٹر بیلا نے انہیں دیکھا اور حیرت سے ان کے چہرے کو تکنے لگی۔

ڈاکٹر بیلا، آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔ سر دار نے آپ کو بلایا ہے۔" ان میں سے ایک نے سخت لہجے میں کہا۔

کیا مطلب ہے؟ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں چلوں؟ میں ابھی ایک "مریض کا آپریشن کر رہی ہوں۔

”بیلا نے پریشانی سے جواب دیا،

ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ہمارے ایک ڈاکو سردار بالا غائب ہیں اور ہمیں”

آپ پر شک ہے۔“ دوسرے ڈاکو نے اس کے جواب کو نظر انداز کرتے

ہوئے کہا۔

یہاں پر ہمارے مریض ہیں، آپ لوگ یوں آپریشن تھیٹر میں نہیں آ”

سکتے۔“ دوسرے ڈاکٹروں نے انہیں روکنے کی کوشش کی، لیکن وہ آگے بڑھتے

رہے۔

ہم صرف سردار کے حکم پر چلتے ہیں اور کسی کا حکم نہیں مانتے۔“ ایک ڈاکو نے”

اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

آپ سردار کے حکم کے خلاف جانے کی طاقت نہیں رکھتیں۔“ آپ کو ابھی”

اور اسی وقت ہمارے ساتھ چلنا ہو گا

میں آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔“ بیلا کا چہرہ اب سفید پڑ چکا تھا۔”

آپ کو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔" ڈاکو نے بیلا کے قریب آتے ہوئے کہا،"

ائی ایم ریلی سوری سر میری وجہ سے اپریشن میں ڈسٹربنس پیدا ہورہی ہیں اپ لوگ پلیز کنٹینیو کریں اس نے اپنے پیچھے کھڑے ڈاکٹرز سے کہا تھا۔

میں آپ لوگوں کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی اور آپ کے ہر سوال کا جواب میرا بھائی دے گا

میں اپنے بھائی کو فون کرنا چاہتی ہوں۔" بیلا نے خوفزدہ ہوکر کہتے جلدی سے" اپنا فون ڈھونڈتے باہر کی طرف قدم اٹھائے تھے جبکہ وہ بھی اس کے پیچھے ہی آئے تھے، کیونکہ یہاں اندر اپریشن چل رہا تھا اور مریض کو جانی خطرہ تھا

فون اب آپ قبیلے میں کیجیے گا۔" وہ جیسے ہی لاکر روم میں داخل ہوتے ہوئے" اپنے فون تک رسائی حاصل کر پائی تھی ڈاکو نے اس کے ہاتھ سے فون چھین لیا۔

مجھے نہیں جانا۔" بیلا نے پھر احتجاج کیا۔"

ہمیں آپ کو عزت سے لانے کے لیے کہا گیا ہے، ہمیں مجبور نہ کریں کہ ہم" آپ کو ہاتھ لگائیں۔ آپ ہمارے لیے انتہائی احترام کے قابل ہیں۔" ایک ڈاکو نے کہا۔

ہمیں شک ہے کہ آپ کی سازش میں ڈاکو بالا غائب ہے، اور آپ کو ہر حال" "میں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔

ڈاکوؤں کے اس رویے نے بیلا کو ڈرا دیا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو فون کرنے کی کوشش کرنی تھی لیکن وہ فون چھین چکے تھے۔

مجھے کہیں نہیں جانا۔" اس نے دوبارہ کہا تھا وہ کیوں ان کی بات مانتی اس طرح سے اور اسے اپنے ساتھ ڈکیت قبیلے کیسے لے کر جا سکتے تھے وہ اسے دن دہاڑے اغوا کرنے کے بات کر رہے تھے۔

اسے نے تھوڑا بہت احتجاج کرنے کی کوشش کی تو اب ایک ڈاکو نے بندوق اس کے سر پر رکھ دی، اور وہ ڈر گئی۔

اس کے بھائی نے کہا تھا وہ لوگ سچ میں اتنے خطرناک ہیں کہ کسی کو بھی لمحے میں جان سے مار سکتے ہیں۔

دیکھیں آپ ہمیں اب مجبور کر رہی ہیں کہ ہم آپ کو زبردستی یہاں سے لے کر جائیں ہمیں آپ کو عزت سے لانے کے لیے کہا گیا تھا لیکن معاف کیجئے گا آپ عزت کے قابل نہیں ہیں ایک ڈاکو نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک لمحے کے لیے بے بس سی ہو گئی تھی وہ نہیں جانا چاہتی تھی لیکن شاید ابھی سے جانا تھا

○○○○○○○○

ریاں پر سکون سا اے سی روم میں بیٹھا ہوا سامنے ٹی وی کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے سی سی ٹی وی کیمرہ لگایا ہوا تھا، اس کی نظر مسلسل بالا پر تھی۔ بالا کو ہوش آیا تھا لیکن وہ دوبارہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

شاید اس کیپسول کی وجہ سے جو بیلا نے اسے دے رکھا تھا۔ وہ کافی زیادہ اثر انداز تھا، اس کی وجہ سے وہ اب تک ہوش و حواس سے بیگانہ تھا۔ شاید وہ بہت

زیادہ پاورفل تھا۔ بیلا نے بتایا تھا کہ یہ والا کیپسول کسی بڑے اپریشن کے درمیان پیشنٹ کو دیا جاتا ہے تاکہ اپریشن کے درمیان انہیں ہوش نہ آئے یہ زیادہ تر ایسے پیشنٹس کے لیے ہوتا ہے جو انجیکشن کو پریفر نہیں کرتے،

اس کی وجہ سے بالا نہ تو اب تک پوری طرح سے ہوش میں آیا تھا اور نہ ہی یقیناً کچھ سمجھ پایا تھا۔ وہ مسلسل اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

بالا کو ہوش آئے تو اس کا ارادہ اس کے پاس جانے کا تھا۔ وہ اس وقت سکون سے بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ نہ کچھ تو قبیلے کی معلومات اسے بالا سے مل ہی سکتی تھیں۔ ریاں اکرم اس وقت وہاں کا انچارج تھا، یعنی کہ ہر چیز اس کے کنٹرول میں تھی۔ اس نے اپنی پولیس فورس میں کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی تھی کہ اس کے پاس کوئی ڈاکو موجود تھا، پہلے بھی اس نے کچھ نہیں کیا تھا اور اس پر اتنا برا الزام لگ گیا تھا کہ ڈکیت قبیلے کے خلاف سازش اس نے کی ہے، اسی لیے اب اس نے یہ بات باہر ہی نہیں نکلنے دی تھی کہ وہ ڈاکو بالا کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے یا اس کو اس نے چھپا کر رکھا ہوا ہے

تو اس کے لیے ہر گز کوئی مسئلہ نہیں تھا اگر بالا یہاں تھا تو یقیناً قبیلے میں کچھ بھی غلط نہیں ہونے والا تھا۔ یعنی کہ نہ تو کسی کے مرنے کے امکانات تھے اور نہ ہی کسی طرح کی ڈکیتی ہونے کے۔

تو لوگ جو بے قصور مارے گئے تھے وہ سردار کی قیادت کے بعد مارے گئے تھے، یعنی کہ بالا نے قیادت سنبھالتے ہی بغاوت کی راہ لی تھی۔ اور اگر بالا اس طرح کا سردار تھا تو وہ ایک اچھا سردار ہر گز ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

اسے سردار کے بارے میں بھی جاننا تھا کہ آخر سردار کہاں ہے، کیسا ہے، زندہ بھی ہے یا مر چکا ہے؟ اسے ساری معلومات نکالنی تھی اور یہ ساری معلومات اسے صرف اور صرف بالا کے ہوش میں آنے کے بعد ہی مل سکتی تھیں۔ اسی لیے وہ بالا کے مکمل ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

لیکن بیلا کے دیے ہوئے کیپسول کی وجہ سے اسے مکمل ہوش آ ہی نہیں رہا تھا ویسے تو اس نے احتیاطی تدابیر ساری کر رکھی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ کسی طرح کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا

بالا نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی اس کا سر بہت زیادہ بھاری ہو رہا تھا۔ بہت کوشش کے باوجود بھی وہ آنکھیں کھول نہیں پا رہا تھا۔ اگر اب تک وہ کچھ سمجھا تھا تو صرف اتنا کہ بیلا نے اسے دھوکہ دیا تھا۔ اسے جو میڈیسن دی گئی تھی وہ کوئی پین کلر نہیں بلکہ بے ہوشی کی تھی، جس کے بعد اسے یہاں لایا گیا تھا۔ یقیناً یہ سب کچھ اس کے بھائی کا کیا کرایا تھا، یعنی کہ دونوں بہن بھائیوں نے مل کر اسے پاگل بنانے کی کوشش کی تھی اور وہ محبت کے مارے پاگل بن چکا تھا۔ اسے افسوس ہوا تھا بیلا کی حرکت پر۔

وہ جانتا تھا بیلا اکرم کی بہن ہے، وہ اس سے زیادہ اچھے کی امید نہیں کر سکتا تھا، لیکن وہ اس کے ساتھ اتنا برا کر سکتی تھی، اسے یہ بھی ہرگز نہیں لگا تھا۔ بیلا نے جو کچھ کیا تھا اس کی سزا تو اسے ملنی ہی تھی لیکن فی الحال وہ پوری طرح سے ہوش میں آنا چاہ رہا تھا۔

اگر اس پر ٹھنڈا پانی پھینکا جائے تو شاید ممکن تھا کہ وہ ہوش میں آجائے، لیکن فی الحال وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ اسے آنکھیں کھولنا ممکن نہیں ہو پا رہا تھا، جبکہ دماغ میں قبیلہ گھوم رہا تھا۔

اگر قبیلے میں کچھ غلط ہو گیا تو؟ اگر سردار پر کسی طرح کا حملہ ہو گیا تو؟ راگا ڈا کو کس طرح کا انسان تھا، وہ بہت اچھے طریقے سے سمجھتا تھا۔ وہ انسان کہلانے کے قابل ہی نہیں تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں وہ قبیلے پر کسی طرح کا حملہ نہ کر دے، کیونکہ اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ اس کا مقصد صرف اور صرف قبیلے پر واپس حکومت کرنا ہے۔

راگا کے پلان کے مطابق وہ صرف اتنا ہی سمجھ سکا تھا کہ راگا انہیں بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا مقصد سردار کے نام کو برباد کرنا تھا۔ سردار نے پچھلے آٹھ سالوں میں جس طرح اس علاقے میں اپنا دبدبہ، اپنا رعب اور غریب لوگوں کے دل میں محبت پیدا کی تھی، وہ اسے ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ ان

کے قبیلے کو واپس اسی جہالت میں لے کر جانا چاہتا تھا جس جہالت میں وہ آٹھ سال پہلے تھا۔ وہ ان کے قبیلے کو آٹھ سال پہلے والا قبیلہ بنا دینا چاہتا تھا۔

جس کا حاکم راگا تھا اور سب کچھ اس کے اختیار میں تھا۔ وہ سب بھی راگا کے غلام تھے۔ اس کے کہنے پر سانس لیتے تھے، اس کے کہنے پر چلتے تھے۔ لیکن پھر سردار نے بغاوت کی تھی۔ جس طرح تیس سال پہلے راگا سے قیادت چھین کر سردار کے بابا نے سرداری سنبھالی تھی، بالکل اسی طرح آٹھ سال پہلے بھی راگا کے ساتھ وہی ہوا تھا۔ اور اتنا ہی نہیں ان لوگوں نے راگا کو جیل پہنچا دیا تھا۔

اس کے سارے جرم اس پر ثابت کر کے اسے گناہگار ثابت کر دیا تھا اور پھر پولیس کے حوالے بھی کیا تھا اسے عمر قید ہوئی تھی، یعنی کہ اسے موت بھی جیل کے اندر ہی آنی تھی لیکن وہ جیل سے بھاگ نکلا تھا۔ اسے جیل سے نکلے ہوئے ایک مہینے سے زیادہ کا وقت گزر چکا تھا اس نے ساری معلومات نکال لی تھیں، لیکن دکھ صرف اس بات کا تھا کہ وہ آدمی اپنے مقصد کے لیے عام لوگوں کی جان لے رہا تھا جو بے قصور تھے اور سردار کو یہ بات گوارا نہ تھی۔

اور جب تک سردار ہوش میں نہیں آتا تھا، ہر چیز اس نے ہینڈل کرنی تھی، ہر چیز کو اس نے سنبھالنا تھا اور وہ کسی طرح کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اس نے اپنے سر کو اوپر کی طرف اٹھاتے ہوئے سر کو جھٹکا دیا تھا تا کہ کچھ تو سمجھ میں آئے، وہ اپنے ہوش و حواس میں واپس آئے۔ لیکن ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ اسے اپنے سر میں شدید قسم کا درد محسوس ہوا تھا، اس نے سر لکڑی کی کرسی کے ساتھ لگا لیا تھا۔

"ڈاکٹر بیلا اکرم، یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔ اس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی اور اس کی سزا میں تمہیں ضرور دوں گا، تمہاری یہ غلطی معاف نہیں کی جائے گی۔"

oooooooooo

"سردار، یہ لو، تم نے جس کو بلایا تھا، اسے ہم لے کر آ گئے ہیں اور یہ تمہاری دوائیاں جو ڈاکٹر نے لانے کے لیے بولی تھیں کہ تم استعمال کرو گے۔"

وہ ڈاکو جو بیلا کو لینے گیا تھا واپس آتے ہوئے ایک دوائیوں والا بیگ سردار کی طرف بڑھانے لگا، جس میں کافی ساری میڈیسنز تھیں۔ وہ جانے سے پہلے ڈاکٹر سے لکھوا کر لے کر گیا تھا کہ سردار کو کوما سے واپس ہوش میں آنے کے بعد کیا استعمال کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔

سردار نے میڈیسن پکڑ کر پیچھے کھڑے جمرو کی طرف پھینکی تھی۔

”جاؤ، یہ اُسے دے کر آؤ۔“ اس نے بس اتنا کہا اور پیچھے کھڑی ڈاکٹر بیلا کی طرف دیکھا جو کچھ حد تک سہمی ہوئی قبیلے کو دیکھ رہی تھی۔

وہ یہاں پہلی دفعہ آئی تھی۔ اور جس حیرت سے وہ قبیلے کو دیکھ رہی تھی، سردار نے اسے وقت دے دیا تھا، قبیلے کو سمجھنے اور جاننے کا۔ آخر یہیں پر اس نے زندگی گزارنی تھی تو بہتر تھا کہ وہ ہر چیز کو بہت غور سے دیکھ لیتی۔

”سردار، یہ کس کو دے کر آنا ہے؟“ جمرو پریشان سا میڈیسن دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تو سردار نے اسے گھور کر دیکھا۔

جیسے اس نے کوئی انوکھی بات کہہ دی ہو۔ ”میں یہاں پر اپنا خیال رکھنے کے لیے کس کو لے کر آیا ہوا ہوں؟ یہاں کس کا فرض ہے جو میرے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، ہر چیز کا حساب رکھنے کا حق رکھتی ہے؟“ اس کے اس سوال پر جمرو کا دھیان سیدھا اوپر دعام کی طرف گیا، جو اب بھی باہر کھڑی ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش میں تھی۔ کہ نیچے کیا ہو رہا ہے

دعام کا؟ تم کہہ رہے ہو کہ یہ دوائیاں میں دعام کے حوالے کر کے آؤں؟““

جمرو جیسے بات سمجھ کر پوچھنے لگا۔

کوما میں تھا یا تم تھے جو کوما سے واپس آنے کے بعد یادداشت بھول گئے ہو؟““

اب کی دفعہ سردار کا لہجہ سخت اور غصے والا تھا۔

سوری سردار، میں دے کر آتا ہوں، بس دو منٹ۔“ وہ کہتے ہوئے فوراً اوپر ” کی طرف بھاگ گیا، جبکہ سردار اب پیچھے کھڑی بیلا کی طرف متوجہ ہو گیا جو کب سے ہر طرف نظریں گھمائے جا رہی تھی۔

oooooooo

اسے بالا کے اوپر والے کمرے میں لے کر جاؤ اور اس کا خاص خیال رکھو۔ ”

کسی طرح کی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ جب تک بالا واپس نہیں آجاتا، تب تک

اسے پوری عزت دو۔ بالا کے آنے کے بعد فیصلہ ہو گا کہ اس کا کیا کرنا ہے۔“

سردار نے بیلا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

خود تو اس سے بات کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، ابھی تک وہ ہسپتال والا واقعہ

بھولا نہیں تھا جس میں اس نے اس کی سجن سائیں کے بارے میں بہت غلط بات

کی تھی۔

اسی لیے اس نے نہ تو اسے مخاطب کیا تھا اور نہ ہی نظر بھر کر اسے دیکھا تھا۔

آیئے، اب ہمارے ساتھ آیئے، آپ کو اوپر والے کمرے میں پہنچا دیتے”

ہیں۔“میر واسے دیکھتے ہوئے بولا۔

میں ڈاکو بالا کے کمرے میں کیوں جاؤں؟ میرا اس سے کیا تعلق ہے؟ مجھے ”

اوپر کہیں نہیں جانا، مجھے یہاں سے جانا ہے! آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟

صاف صاف بتائیں!" وہ غصے سے بولی تھی۔ اتنے سارے ڈاکو دیکھ کر اسے خوف تو محسوس ہو رہا تھا لیکن اس کا یہاں مزید رکنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

اپنے بھائی کے ساتھ مل کر جو بالا کے خلاف سازش کی ہے نا، تمہیں اسی کا پردہ فاش کرنے کے لیے یہاں پر لے کر آئے ہیں۔ ہم تمہارے بھائی کو فون کر رہے ہیں، وہ شرافت سے ہمارے ڈاکو کو ہمارے حوالے کرے گا اور تمہیں یہاں سے لے کر جائے گا۔ ہسپتال کے سی سی ٹی وی کیمرے سے ہر چیز صاف ہو چکی ہے۔

اس ہسپتال کی ڈاکٹر ضرور تم ہو، لیکن وہاں حکومت ہماری چلتی ہے۔ اسی لیے نہ کوئی بحث کرنا اور نہ ہی آواز تیز کرنا۔ یہاں کے پہاڑوں میں بھی سردار دلدار کی آواز گونجتی ہے۔ یہاں کے پہاڑوں کو بھی کسی دوسرے کی اونچی آواز سننے کی عادت نہیں ہے۔ لے کر جاؤ اسے یہاں سے۔" سردار نے سختی سے کہا تو میرو نے اب اس کو ساتھ چلنے کے لیے کہتے ہوئے اس کے ماتھے پر بندوق رکھ دی تھی۔

کوئی اور طریقہ نہیں تھا، وہ اسے چھونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ بالا کی امانت تھی۔ ان سب کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، کوئی بھی اسے نظر اٹھا کر نہیں دیکھ رہا تھا، جبکہ وہ بے بس تھی اسی لیے خاموشی سے میرو کے پیچھے چلتے ہوئے اوپر کی طرف جانے لگی جہاں پر ڈاکو بالا کا اوپر کمرہ تھا۔ نیچے والے کمرے میں، جہاں وہ سب کے ساتھ رہتا تھا، اسے وہاں ہرگز نہیں چھوڑا جا رہا تھا کیونکہ وہ وہاں کے لیے نہیں تھی بلکہ وہ بالا کی امانت تھی،

یعنی کہ اس کا گھر اوپر پہاڑوں میں ہی بننا تھا جہاں باقی ڈاکوؤں کا تھا۔ سب ہی جانتے تھے کہ وہ کمرہ جہاں بالا نیچے رہتا ہے وہ اس کا عارضی ٹھکانہ ہے، جب اس کی بیوی آ جائے گی تب وہ بھی اوپر پہاڑوں میں ہی جا کر رہے گا جہاں سردار رہتا ہے۔

ooooooo

ریان اکرم کے موبائل فون پر اچانک رنگ ہوئی تھی، جبکہ وہ ہوش میں آتے بالا کو دیکھ رہا تھا جو اپنے سر کو بری طرح سے جھٹکے دے رہا تھا۔ یقیناً وہ ہوش

میں آنے کی کوشش میں تھا لیکن بھاری ہوتے، چکراتے سر کے ساتھ وہ اپنی صورتحال کو قابو نہیں کر پارہا تھا۔ جبکہ اسکرین پر چمکتے سردار کے نمبر کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ کانپ سا گیا تھا۔

سردار تو غائب تھا، منظر سے دور تھا یا شاید مر چکا تھا، تو وہ اسے فون کیسے کر رہا تھا؟ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر فون اٹھالیا۔

ہیلو، السلام علیکم، کون بات کر رہا ہے؟" اس نے خود کو پر سکون کرتے ہوئے" سلام پیش کیا۔

وعلیکم السلام، سردار دلدار یلغار_، بات کر رہا ہوں۔" آواز گونجی۔ جبکہ" کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہ رہا تھا۔

انسپکٹر، کیسے ہو تم؟ امید کرتا ہوں ٹھیک ہو گے۔ ویسے تمہارے پاس وقت" بہت ہو گا نا؟ ویسے بھی کرتے کیا ہو تم؟ غیرت نام کی کوئی چیز تو تمہارے اندر ہے نہیں، بہن کے بل بوتے پر اچھل رہے ہو اور کچھ نہیں۔

مجھے ہرانے کے لیے تو اپنی بہن کا استعمال شروع کر دیا تم نے؟ ویسے اتنے بے غیرت لگتے تو نہیں تھے۔ خیر، میں مزید بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ تمہاری بہن اس وقت میرے پاس ہے، قبیلے میں، اور وہ یہاں کیوں ہے، اس کی وجہ تم بہت اچھے طریقے سے جانتے ہو۔ اپنی بہن کے ساتھ مل کر تم نے بالا کے خلاف سازش کی، اب دیکھو نا، جو گھٹیا حرکت تم نے کی ہے، اس کی تھوڑی سی سزا تو بنتی ہی تھی۔

تمہاری بہن اس وقت میرے پاس ہے۔ ہاں وہی بہن جس کے آنچل میں بندھ کر تم نے یہ بے غیرتوں والی حرکت کی ہے۔

ویسے پولیس والے کمینے ہوتے ہیں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ تم بھی ایسے ہی ہو۔ مطلب، بہن کا استعمال کیا تم نے ایک ڈاکو کو پکڑنے کے لیے؟

شرم نہیں آئی؟ بلکہ شرم سے ڈوب کر مرنے کا دل نہیں کیا تمہارا؟ غیرت کہاں مر گئی تمہاری کہ تم نے اپنی بہن کو ان سب چیزوں میں شامل کر لیا۔

خیر، اب تم نے اپنی بہن کا استعمال کیا ہے تو ہم نے سوچا کہ کیوں نہ تھوڑا سا ہم بھی تمہاری بہن کا استعمال کر لیں۔ اپنی بہن کی جان اگر پیاری ہے تو ذرا بالا کو لے کر آ جاؤ۔

سودا کرنا ہے تمہارے ساتھ، ایک ہاتھ سے اپنی بہن کا ہاتھ تھام کر اسے لے جاؤ اور دوسرے ہاتھ سے بالا کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھما جاؤ۔ ویسے سردار دلدار کبھی کسی چیز میں عورت کا استعمال نہیں کرتا لیکن میں نے سوچا اگر تمہارے جیسے بھائی کی غیرت مر گئی ہے تو تھوڑا سا استعمال کر ہی لیتے ہیں۔ ذرا جلدی کرنا، وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔

بالکل بے فکر رہو، تمہاری بہن کی عزت میری عزت ہے۔ سردار دلدار کبھی کسی کی عزت پر غلط نظر نہیں ڈالتا اور کسی کی عزت پر غلط نظر ڈالنے والے کی آنکھیں نوچ لیتا ہے۔ بس جان کی دھمکی دے رہا ہوں کہ کہیں میرے ہاتھوں مر نہ جائے تمہاری بہن، کیونکہ میرے کاغذوں میں بہت گنہگار ہوتی جا رہی ہے یہ لڑکی۔ خیر، جلدی کرو، ملتے ہیں قبیلے میں۔" وہ کہہ کر فون بند کر چکا تھا۔

جبکہ دوسری طرف ریان اکرم کے تو ہوش ہی اڑ گئے تھے۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ڈاکو سردار صرف منظر سے غائب ہے، دنیا سے غائب ہرگز نہیں ہوا ہے۔

وہ تو اس وہم میں بیٹھا تھا کہ سردار کے ساتھ کچھ برا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ منظر سے غائب ہے۔ لیکن یہاں تو سب کچھ الٹا ہی ہو گیا تھا۔

وہ اب تک اپنے کانوں پر یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ یہ ساری باتیں دلدار کی طرف سے ہی اس کے کانوں میں پڑی تھیں۔

اب کیا کرنا تھا وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا، جبکہ بیلا کی پریشانی نے اسے فوراً ہی اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بیلا پر کسی طرح کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

بیلا نے ہسپتال میں نہ جانے کیسے بالا کو بے ہوش کیا تھا، اس لیے اس نے اسی طرح کا کوئی سوال نہیں کیا تھا، کیونکہ وہاں پر ڈاکوؤں کا آنا جانا بہت عام سی بات تھی۔

ہر دوسرے تیسرے دن وہاں پر ڈاکو آتے جاتے تھے اور اس ہسپتال کے لوگ ڈاکوؤں کو کافی زیادہ اہمیت بھی دیتے تھے۔ بے شک وجہ تو وہ نہیں جانتا تھا لیکن رپورٹس میں یہ بات اکثر اس کے کانوں تک پہنچتی تھی کہ اس ہسپتال کے لوگ ڈاکوؤں کو بہت زیادہ مانتے تھے۔

اس لیے اس کے لیے یہ بات ہر گز پریشان کن نہیں تھی کہ ڈاکو بالا وہاں گیا ہے اور بیلا نے اسے کوئی پین کلر دے کر بے ہوش کر دیا۔ یقیناً اسے کوئی چوٹ لگی ہو گی۔ لیکن اسے یہ سب کچھ بیلا کے ذریعے نہیں کروانا چاہیے تھا۔ یقیناً بات اگر بیلا پر آ گئی تو وہ بری طرح سے ان سب چیزوں کا شکار ہو سکتی تھی۔ اسے اپنی بہن کا کوئی رسک نہیں لینا تھا۔

OOOOOOO

جمرو صرف باہر سے سردار کی دوائیاں پکڑ کر گیا تھا اور کہا تھا کہ یہ ساری میڈیسن اسے وقت پر دینی ہیں، اس کا بہت سارا خیال رکھنا ہے۔ دعا نے جمرو کو کوئی اہمیت نہ دی تھی، صرف اس سے دوائیاں چھین کر اندر لے گئی تھی۔

جمرو کے ساتھ اس کی بے رخی برقرار تھی۔ کمرے میں آتے ہی اس نے المارى سے سردار کا سب سے پسندیدہ سوٹ نکالا تھا اور پھر اسے پہن کر اپنی تیاری کرنے لگی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا وہ اپنے ڈاکو جی کو زیادہ دیر خود سے ناراض نہیں رہنے دے گی۔ وہ کیسے بھی اسے منا لے گی اور وہ جانتی تھی وہ اس سے ناراض تھا، بہت ناراض تھا۔ نہ جانے وہ کون سے حساب کتاب کرنے والا تھا،

لیکن فی الحال خوشی کی بات یہ تھی کہ وہ ہوش میں آچکا تھا، اس کے سامنے تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے بول رہا تھا، باتیں کر رہا تھا، غصہ کر رہا تھا۔ ابھی تک مسکرایا تو نہیں تھا، خیر، لیکن وہ ٹھیک تھا اور اسے ٹھیک دیکھ کر وہ پرسکون ہو گئی تھی۔

وہ خود کو مکمل اس کی پسند میں ڈھال رہی تھی۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اس نے اپنے لبوں کو سرخ لپ اسٹک سے سجایا تھا، آنکھوں میں گہرا کاجل ڈالا

تھا تا کہ سردار آتے ہی اس کے اس مدہوش کن سراپے میں کھو جائے اور وہ اپنی ناراضگی بھول جائے،

حساب کتاب والی بات بھول جائے۔ نہ جانے کون سے حساب کتاب لینے ہیں، لیکن وہ سردار کو خود سے مزید ناراض نہیں رہنے دے سکتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ کیسے بھی کر کے اسے منا لے گی

اور وہ اسے منانے کے لیے اس وقت کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔ اس کا یوں روٹھے رہنا اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے اپنی تیاری مکمل کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے دروازے پہ جاتے ہوئے نیچے کی طرف جھانکا تو اسے سردار اوپر کی طرف آتا نظر آیا تھا۔

وہ بھاگ کر واپس اندر آتی آئینے کے سامنے رک کر اپنی تیاری کو آخری ٹچ دینے لگی تھی۔ جس طرح وہ سج دھج کر کھڑی تھی، اسے یقین تھا سردار زیادہ دیر خود کو اس سے بچا نہیں پائے گا۔ بیڈ پر آ کر بیٹھتے ہوئے وہ سردار کا انتظار

کرنے لگی تھی۔ اس کی نگاہیں دروازے کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں جب اسے سردار کے قدم نظر آئے، اس کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔

○○○○○○○○○○

سردار کمرے میں داخل ہوا تو پہلی نظر آئینے کے سامنے کھڑی دعام پر پڑی۔ جو سرخ رنگ میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے اسے سر سے پیر تک پورے حقِ استحقاق سے دیکھا۔

پھر وہ خاموشی سے اس کی طرف بڑھتا ہوا بیڈ کے دوسری جانب آیا، جہاں وہ آئینے کے سامنے کھڑی اس کے قدموں کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں شرم سے جھک گئی تھیں جبکہ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

وہ جانتی تھی کہ آخر اس کا ڈاکو جی پگھل گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اس خوبصورت لباس میں دیکھ کر وہ ویسے بھی خود پر قابو نہیں پائے گا۔

ہاں، وہ نہیں رہ سکتا تھا اس کے بغیر۔ خود پر قابو کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔

وہ جانتی تھی کہ وہ اپنے ڈاکو جی کو منانے میں کامیاب ہو جائے گی۔

وہ اسے منانے کے بعد خوب نخرے دکھانے والی تھی، لیکن پہلے وہ پوری طرح سے مان بھی تو جائے۔ نہ جانے وہ کون سے حساب کتاب کی بات کر رہا تھا۔

وہ اسے حساب کتاب تک آنے کا موقع ہی نہیں دینے والی تھی۔ وہ پہلے ہی اسے منا لینا چاہتی تھی اور وہ اسے منانے کے لیے اس وقت پورے ہتھیاروں کے ساتھ لیس تھی۔

اف، اپنے سردار کو اپنے قابو میں کرنے کے لیے بس اس کی آنکھوں کا کاجل" "ہی کافی تھا اور وہ تو سرخ لپ اسٹک سے ہونٹ بھی رنگے بیٹھی تھی۔

اس نے اپنے بے حد قریب اسے کھڑے دیکھا اور پھر اس کے کسی طرح کے ردِ عمل کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن کافی دیر تک خود پر اس کی نگاہوں کا حصار محسوس کر کے بھی اس کی طرف سے کسی طرح کا ردِ عمل نہ پا کر اس نے نرمی

سے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، جبکہ وہ بنا کوئی بھی ردِ عمل دیے بس اسے دیکھے جا رہا تھا۔

اس کے یوں دیکھنے پر دعام کو ڈر لگا کیونکہ نہ تو وہ مسکرا رہا تھا اور نہ ہی اس کی آنکھوں میں کوئی پیار محبت تھا۔

"یہ سب کچھ کیا ہے؟" یقیناً اس کا اشارہ اس کے لباس کی طرف تھا۔

"آپ کی پسند کا لباس ہے، آپ کا پسندیدہ رنگ ہے۔ آپ کو منانے کے لیے..."

"کوشش بیکار ہے۔ اس طرح سے نہیں ماننے والا میں۔ ان طریقوں سے منانے کے بارے میں سوچنا بھی مت کیونکہ ان طریقوں سے صرف سردار خوش ہوتا ہے، مانتا نہیں ہے۔ سردار کو منانا بڑا مشکل ہے اور اس بات کا اندازہ تمہیں ہو جائے گا،

لیکن حساب کتاب کے بعد۔ کپڑے نکالو میرے کوئی ڈھنگ کے۔" وہ غصے سے کہتے ہوئے واش روم میں بند ہو گیا تھا، جبکہ دعام اسے چاہ کر بھی نہیں کہہ پائی تھی کہ اس طرح زخموں سے چور نہا نہیں سکتا۔

○○○○○○

تقریباً دس منٹ کے بعد وہ شاور لے کر باہر نکلا تو دعام اس کے کپڑے تیار کر چکی تھی۔ وہ جلدی سے اپنے کپڑے بیڈ سے اٹھاتے ہوئے پہننے لگا تھا جبکہ دعام حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے اتنے خوبصورت لباس میں دیکھ کر بھی وہ بالکل بھی اسے اہمیت نہیں دے رہا تھا، جیسے وہ بالکل بھی اچھی نہ لگ رہی ہو۔

لیکن وہ تو اس رنگ میں اسے دیکھ کر پاگل ہو جاتا تھا۔ وہ حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ قمیض کے بٹن بند کرتے ہوئے اس نے اپنی چادر اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالی اور پھر واپسی کے لیے باہر قدم اٹھانے ہی لگا تھا کہ اچانک ہی اس

کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے قریب کھینچ لیا۔

اور پھر جس انداز میں وہ اس کے لبوں پر جھکا تھا، دعام کو لگا جیسے اس کی سانسیں سینے میں ہی اٹک جائیں گی۔ وہ پوری شدت سے اس کے لبوں کی ساری نرمی چراتے ہوئے کتنی ہی دیر اس کے لبوں کو قید کیے کھڑا رہا۔

اس کی سانسوں کی مہک خود میں اتارتے ہوئے وہ ایک لمحے کو بھی اسے آزاد چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کی دھڑکنوں میں اشتعال برپا کرتے ہوئے، اس کی کمر کو سختی سے جکڑے، اس کے لبوں پر لمحہ بہ لمحہ تشدد ڈھا رہا تھا۔

خود کی ساری بے قراری اس کے لبوں پر اتار رہا تھا۔

کافی دیر خود کو سیر اب کرنے کے بعد وہ اس کے لبوں کو آزاد کرتا پیچھے ہٹا تو اس کے لب حد درجہ سرخ ہو چکے تھے، جن کی سرخی دیکھتے ہوئے وہ ہلکا سا مسکرایا اور پھر پوری شدت سے اس کے لبوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے اس کی لپ اسٹک کو اپنے انگوٹھے سے صاف کیا جو تھوڑی بہت پھیل چکی تھی۔

ہونٹ صاف کرو میرے۔" وہ جو اپنی سانسیں تیز ہونے پر بری طرح سے گھبراتے ہوئے اس کی چادر تھامے کھڑی تھی، اس کے حکم پر حیرت سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ اس کے لبوں پر لپ اسٹک کا ہلکا سا نشان تھا۔

"ایسے دیکھ کیا رہی ہو مجھے؟ ہونٹ صاف کرو میرے! تمہاری وجہ سے ویسے بھی بہت شرمندگی اٹھانی پڑی ہے پچھلے دنوں۔ یہ کون سی حرکتیں کر رہی تھی تم؟ اگر بہت پیار آ بھی رہا تھا مجھ پر تو پیار کر کے ہونٹ صاف کر کے بھی تو جا سکتی تھی۔

کبھی گردن پر نشان چھوڑ رہی تھی، کبھی لبوں پر نشان چھوڑ رہی تھی۔ اتنی بے خبر تھی تم؟ جانتی نہیں تھی تمہارے یہ کرتوت صبح اٹھ کر بالا دیکھے گا؟ اس کی تو خیر میں ٹھیک سے خدمت کروں گا جو خدمت اس نے میری کی ہے۔ سب کا بدلہ چکاؤں گا لیکن پہلے تم حساب دو گی جو حرکتیں تم نے کی ہیں، ان سب کا حساب دینا ہو گا تمہیں! اب منہ کیا دیکھ رہی ہو، صاف کرو میرے ہونٹ۔" وہ

غصے سے بولا تو دعام نے اگلے ہی لمحے کانپتے ہاتھ سے اپنا دوپٹہ اس کے لبوں پر پھیرا۔

"ٹھیک سے صاف کرو۔ ذرا سا بھی نشان باقی رہا تو تمہارے لیے یہاں رہنا اور بھی مشکل ہو جائے گا۔" وہ سختی سے بولا تو اس نے ذرا سختی سے اس کے لبوں کو اپنے دوپٹے کے کنارے سے رگڑا۔

"باقی حساب واپس آ کر کرتا ہوں۔" وہ جاتے جاتے ایک دفعہ پھر سے اس کے ہونٹوں کو پوری شدت سے چومتے ہوئے باہر نکلا تھا جبکہ اس کے حصار سے آزادی پاتے ہی وہ گہری سانس لیتی وہیں بیڈ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ اس کا یہ انداز تو سچ میں ہی اسے پریشان کر گیا تھا۔ اگر وہ اس طرح حساب لینے والا تھا تو پھر اس کا زندہ بچنا ممکن نہیں تھا۔

○○○○○○○○○

وہ کمرے میں داخل ہوا تو پہلے اس بات کا یقین کیا تھا کہ بالا پوری طرح سے بے ہوش ہے۔ پھر اس کے قریب آتے ہوئے اس نے پوری طرح سے اسے جانچا

تھا۔ وہ ہوش و حواس کی دنیا سے بہت دور تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ اتنی آسانی سے اس کیپسول کا اثر ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا بیلا نے اسے بتایا تھا کہ اگر اس کیپسول کا اثر ختم کرنا ہے تو کسی طرح کا جھٹکا دینا بے حد ضروری ہے،

یعنی کہ اس پر اگر ٹھنڈا پانی پھینکا جائے یا پھر کوئی جھٹکا وغیرہ دیا جائے تو ہی وہ آسانی سے ہوش میں آسکتا ہے۔

سو اسے زیادہ مسئلہ نہیں تھا، وہ بالا کے ہاتھ کھولتے ہوئے اسے بڑی مشکل سے سہارا دے کر باہر لانے کی کوشش کرنے لگا۔ جب اچانک بالا کا ہاتھ اس کے گریبان پر آیا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ اس کے گلے کو دبا گیا۔ ریان کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کا اندازہ تھا بظاہر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھا، لیکن اس کے ہاتھ کی گرفت لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ بالا اپنے آس پاس خطرہ محسوس کر رہا ہے لیکن فی الحال وہ پوری طرح ہوش میں نہیں ہے۔ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے گاڑی کے قریب لاتا بڑی مشکل سے گاڑی میں پھینکنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ اس کی گردن پر اچھا خاصا

نشان چھوڑ گیا تھا۔ وہ رسک نہیں لے سکتا تھا، اس نے فوراً ہی اس کے ہاتھ کو ہتھکڑی لگا دی تھی۔

جو بھی تھا، اسے اپنی جان بہت پیاری تھی اور اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ بالا کے ہاتھ کافی بھاری تھے۔ ویسے اسے یہاں لانے کا کوئی فائدہ تو نہیں ہوا تھا سوائے اس کے کہ اسے پتہ چل گیا تھا کہ سردار بالکل ٹھیک ہے اور ہو سکتا تھا کہ بالا کو سامنے سردار بنا کر رکھنے کے پیچھے بھی کوئی بڑی وجہ ہی ہو، ہو سکتا ہے یہ سردار کی کوئی منصوبہ بندی ہو یا کچھ اور، خیر یہ سب کچھ تو اب وقت ہی بتانے والا تھا لیکن فی الحال یہی بہت بڑی بات تھی کہ اسے یہ پتہ چل گیا تھا کہ سردار بالکل ٹھیک ہے۔ وہاں جا کر وہ سردار کو یہ بتا سکتا تھا کہ اس دن جو کچھ بھی ہوا وہ اس کی منصوبہ بندی نہیں تھی۔

ویسے وہ کسی بھی ڈاکو کا جواب دہ تو نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ سردار کو بتانا چاہتا تھا کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ اسے ہرگز کوئی دھوکہ نہیں دینے والا

تھا اور نہ ہی اس کا مقصد اسے نقصان پہنچانا تھا۔ وہ صرف اور صرف جاننا چاہتا تھا کہ کیا سردار کسی کے ساتھ زیادتی کر سکتا ہے؟

کیا وہ کسی بے قصور کی جان لے سکتا ہے؟ لیکن وہاں پر الٹا ہی ہو گیا تھا۔ اچانک پولیس والوں نے حملہ کیا تھا اور وہ اب تک پولیس والوں کے اس حملے کے پیچھے کی اصل وجہ جان نہیں پایا تھا۔ جبکہ دوسری طرف وہ ان سب چیزوں میں بیلا کو لے کر بھی پچھتا رہا تھا۔ بالا کو ہرگز اس ڈاکوؤں کی نظر میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ وہ بہت بڑی غلطی کر چکا تھا۔

گاڑی کو فل اسپیڈ میں آگے لے جاتے ہوئے اس کی نظر سامنے پڑے بالا کے فون پر گئی جو بند تھا۔

اس کے ذہن میں اچانک ہی بیلا کی تصویر پھر سے آگئی تھی جو بالا کے موبائل کی اسکرین پر لگی ہوئی تھی۔ ایسا کیوں تھا؟ وہ اس وقت سمجھ نہیں پایا تھا لیکن اب اس کے دماغ پر یہ چیز بہت زیادہ برے طریقے سے اثر انداز ہوئی تھی۔

اس کی بہن کی تصویر آخر ڈاکو بالا کے فون میں کیا کر رہی تھی؟ اور پھر پین کلر کھلانے میں کامیاب صرف بیلا ہی کیوں ہوئی تھی؟ وہ ڈاکو اتنے نا سمجھ تو ہر گز نہیں تھے کہ کسی کے بھی کہنے سے کوئی بھی پین کلر کھا لیتے ہوں گے۔ ہاں، اتنی سمجھ تو وہ رکھتے ہی تھے کہ کس طرح کی دوائی ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے اور پھر پین کلر میں تو زیادہ تر غنودگی ہوتی تھی۔

یعنی کہ بالا کسی نہ کسی حد تک یہ سمجھتا تھا کہ اسے دی جانے والی دوائی کوئی معمولی نہیں ہے۔ اور پھر معمولی ہے تو بھی غنودگی والی ہے تو اس نے کھائی کیوں؟ اور کیا وہ کسی پین کلر یا بے ہوشی کی گولی کی پہچان نہیں رکھتا تھا کہ بیلا اسے دھوکہ دے کر اسے کچھ اور کھلا دے اور اسے پتہ بھی نہ چلیں؟ وہ گہری سوچ میں تھا اور اس کی سوچیں کہیں حد تک اس کی بہن اور بالا کے ارد گرد گھوم رہی تھیں۔ کہیں بالا کی گندی نظر اس کی بہن پر تو نہیں تھی؟

بیلا جس ہسپتال میں پہلے کام کرتی تھی وہاں بھی کسی ڈاکو کا بہت زیادہ آنا جانا تھا جس کے بارے میں اس نے بتایا بھی تھا۔ جب ریان نے کہا کہ وہ خود اس ڈاکو

کے بارے میں پتہ کرے گا تو بیلا نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ اب تو اس کا ہسپتال ہی بدلنے والا ہے اور وہ کسی طرح کے اسکینڈل میں نہیں پڑنا چاہتی بلکہ خاموشی سے اس ہسپتال سے رخصت ہو جانا چاہتی ہے تو ریان نے بھی اس معاملے کو یہیں ختم کر دیا تھا۔ لیکن بیچ میں کچھ تو ایسا تھا جو اس سے چھپا ہوا رہا تھا۔

OOOOOOOOOO

سردار باہر آ کر واپس چارپائی پر بیٹھا تو سب اس کے دائیں بائیں ہو گئے تھے۔ فی الحال وہ سب کو ہی نظر انداز کر رہا تھا، کسی کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہا تھا۔

حتیٰ کہ جمرو جو بار بار اس کے پیروں کو ہاتھ لگاتے پیروں کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا، وہ پیروں سے ہی اسے پیچھے ہٹا دیتا جیسے اس سے سخت خفا ہو۔

جمرو، اب اگر تیرا ہاتھ میرے پیر پہ آ کر لگا نا تو تیرا ہاتھ دھر سے الگ کر دوں گا۔ اور یقین کر، تیرا درد را گاڈا کو سے بھی زیادہ ہو گا۔ کسی نرمی کی امید مت

رکھنا مجھ سے۔" وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ جمرو اس کے پیروں کے قریب بیٹھ تو گیا تھا لیکن اس کے پیروں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

تم ناراض ہو ہم سے سردار؟" ایک بزرگ ڈاکو نے سوال کیا تھا۔"

فی الحال میں کسی کے منہ نہیں لگنا چاہتا اور بہتر ہو گا کہ کوئی میرے منہ نہ" لگے۔ اس وقت جتنا ہو سکے مجھ سے دور رہو، تم لوگوں کے لیے یہی بہتر رہے گا۔ ابھی تک کیوں نہیں آیا وہ پولیس والا؟ راستے میں کہیں مر مرا تو نہیں گیا؟ پتہ کرو اس کے بارے میں۔" اس نے میرو کو اشارہ کیا جس نے فوراً سر ہلاتے ہوئے اپنا موبائل نکالا تھا۔

سب لوگ نوٹ کر رہے تھے وہ آج جمرو سے زیادہ میرو کو اہمیت دے رہا تھا اور اپنے چھوٹے چھوٹے کام جو وہ جمرو سے کروایا کرتا تھا، آج میرو سے کروا رہا تھا۔

حالانکہ میرو کا ہاتھ بندھا ہوا تھا، چاقو اس کے بازو پر لگا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے چھوٹے چھوٹے سارے کام میرو سے ہی کروا رہا تھا جس کی وجہ سے جمرو کچھ حد تک جلن میں بھی مبتلا ہو گیا تھا۔

میں ابھی پتہ کرواتا ہوں سردار۔" وہ کہتے ہوئے باہر جانے لگا جب جمرو اٹھ کر کھڑا ہو گیا،

"تو یہیں رک، میں پتہ کر کے آتا ہوں۔ اس قبیلے کا خبری میں ہوں، تو نہیں!"

وہ غصے سے کہتا باہر بھاگا تھا جبکہ میرو کندھے اچکا کر رہ گیا۔

○○○○○○○○○○

وہ خاموشی سے اس کمرے میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔ باہر سے یہ قبیلہ جتنا پہاڑی لگتا تھا، اندر تو الگ ہی ماحول بنا ہوا تھا۔ کمرے میں اے سی چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ بجلی کا سارا انتظام تھا۔

وہ اس کمرے کو کمرہ نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ یہ پہاڑی کے بیچ میں تراشی گئی ایک غار تھی۔

جس کے فرش پر خوبصورتی سے قالین بچھا ہوا تھا۔ اندر بیڈ لگا تھا، ایک طرف صوفہ تھا، ٹی وی، واش روم، ہر چیز کا اندر باقاعدگی سے خیال رکھا گیا تھا۔

ہر وہ چیز جو کسی بھی انسان کی ضرورت ہو سکتی ہے، اس وقت یہاں پر موجود تھی۔ بیلا حیران رہ گئی تھی ان سب چیزوں کو دیکھ کر۔ وہ ہرگز نہیں جانتی تھی کہ یہ قبیلے کے لوگ اس طرح یہاں زندگی گزارتے ہیں۔ ان لوگوں کی زندگی کسی بھی امیر کبیر انسان سے زیادہ آسائشوں سے بھری ہوئی تھی۔

وہ جو دنیا کے سامنے صرف ڈاکو تھے، اصل میں شاہی زندگی گزارتے تھے۔ وہ تو یہ سب کچھ دیکھ کر صرف حیران ہو رہی تھی۔ پہاڑوں کے بیچ اس طرح کا گھر اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ کمرے کو باہر سے بند کیا گیا تھا یا نہیں، وہ نہیں جانتی تھی لیکن اس بڑے سے پتھر کو ہٹا کر اندر کیسے داخل ہوئی تھی وہ خود بھی نہیں جانتی تھی، بس اسے یہ پتہ تھا کہ میرو نے آس پاس سے کوئی بٹن دبایا تھا اور پھر اسے اندر جانے کے لیے کہا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر داخل ہو گئی تھی جبکہ میرو باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا، دروازہ اس سے کھلا نہیں اور پھر وہ حیرت سے یہ سارے مناظر دیکھنے لگی تھی۔

اس کے لیے یہ چیزیں بہت الگ تھیں، اس نے زندگی میں سوچا بھی نہیں تھا کہ اسے یہ سب کچھ دیکھنے کو ملے گا۔ وہ ان سب چیزوں کو دیکھ کر جتنا حیران ہوتی وہ کم تھا۔ لیکن آج کیا ہونے والا تھا، وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی۔ اس کے بھائی کو یہاں بلایا گیا تھا، کہیں وہ لوگ اس کے بھائی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچائیں گے؟

اور وہ آدمی بالا کیا ان لوگوں کے ہاتھ لگ جائے گا؟ کیا اس کے بھائی نے اس کا کچھ بگاڑا نہیں ہو گا؟ کہیں اس کے بھائی نے اس کے ساتھ کچھ غلط نہ کر دیا ہو؟

اسے یقین تھا کہ اب تک تو یقیناً بالا کو ہوش بھی نہیں آیا ہو گا کیونکہ جو کیپسول اس نے اسے دیا تھا وہ ہرگز آسانی سے اس کے دماغ کا اثر ختم نہیں ہونے دے سکتا تھا۔ لیکن اب یہاں آکر اسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ وہ آدمی سردار دلدار اسے پہلے ہی ڈر میں مبتلا کر گیا تھا۔

اسے اپنے سامنے دیکھ کر اسے اپنی گردن میں شدید تکلیف محسوس ہوئی تھی، وہ ہسپتال والا دن وہ اب تک نہ بھولی تھی۔

جبکہ آج تو اس نے اس کے ایک ساتھی کو نقصان پہنچایا تھا، نہ جانے وہ آدمی ان کے ساتھ کیا کرنے والا تھا۔

یا اللہ، میرے بھائی کی حفاظت فرما۔" وہ آسمان کی طرف دیکھتی اپنے بھائی کی حفاظت کے لیے دعا مانگنے لگی تھی۔ اس وقت اس کے ذہن پر سردار کا ڈر بری طرح سے حاوی تھا۔

○○○○○○○○○○

اس نے گاڑی سیدھی لا کر قبیلے کے اندر ہی روکی تھی۔ سردار اپنی چارپائی پر سکون سے بیٹھا ہوا تھا جبکہ کچھ ڈاکو آگے بڑھتے ہوئے گاڑی سے نہ صرف بالا کو نکال چکے تھے بلکہ اسے سہارا بھی دے چکے تھے۔

جبکہ اس کی کلائیوں پر ہتھکڑی دیکھ کر وہ اس کے پاس آتے اسے بری طرح سے کھنگال کر ہتھکری کی چابی نکال کر بالا کے ہاتھ کھول چکے تھے۔

وہ پوری طرح سے بے ہوش لگ رہا تھا لیکن اس کے باوجود بھی کچھ حد تک وہ اپنے قدموں پر چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یعنی کہ وہ صرف عصبی طور پر بے ہوش تھا، جسمانی طور پر نہیں۔

ریان اکرم تیزی سے چلتے ہوئے سیدھا سردار کی طرف آیا تھا جو کافی غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے سامنے آرکا، جبکہ وہ اسے نظرانداز کرتا پوری طرح بالا کی طرف متوجہ تھا۔

جسے بڑی مشکل سے سہارا دے کر وہ لوگ اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے۔

"میری بہن کہاں ہے؟" وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا جب سردار نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروایا اور پھر اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے بالا کی طرف قدم بڑھاتا اس کے سامنے آرکا۔

بالا کے کندھے جھکے ہوئے تھے، جبکہ آنکھیں بند تھیں، گردن ایک طرف لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے بالا کے چہرے کو تھام کر ہلکا سا جھٹکا دیا تو اس نے کسی طرح کا

کوئی ردِ عمل نہیں دیا تھا۔ جبکہ اس کے پیر پیچھے کی طرف مڑے ہوئے تھے۔ دو لوگوں نے بڑی مشکل سے اسے تھام کر رکھا تھا جبکہ اس کی ٹانگیں نیچے کی طرف گھسیٹی ہوئی آ رہی تھیں۔ اس نے دوسری دفعہ اس کے چہرے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر ہلکا سا جھٹکا دیا تو اب بھی اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔

میری بہن کہاں ہے، سردار؟ پہلے مجھے میرے سوال کا جواب دو۔" پیچھے سے ریان نے غصے سے کہا تھا جس پر اس نے صرف ریان کو غصے سے گھورا اور پھر اپنی ایک انگلی سے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے انگلی کو اپنے لبوں پر رکھا۔ اور ایک دفعہ پھر سے پلٹ کر وہ بالا کی طرف متوجہ ہوا۔

سیدھا کھڑا کرو اسے۔" اس نے دونوں ڈاکوؤں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جس نے " بالا کو سیدھا کھڑا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن دوائی کا اثر ضرورت سے زیادہ ہی ہو رہا تھا۔ انہوں نے آہستہ سے اسے اپنے برابر پیچھے کی طرف کھڑا کیا،

تو سردار نے اس کے چہرے کو ہلکا سا ہلایا جس پر کسی طرح کا کوئی اثر نہ ہوا تو اب کی دفعہ اس نے پوری شدت سے گھما کر ایک ہاتھ اس کے منہ پر دے مارا۔

اس کا تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ بالا کیا سنبھلتا، جو دو ڈاکو اسے پکڑ کر کھڑے تھے وہ بھی سنبھل نہیں پائے تھے۔ بالا بری طرح ان کے ہاتھوں سے چھوٹا زمین پر جا گرا تھا۔ جھٹکا کافی زوردار ثابت ہوا تھا۔

وہ زمین پر پڑی مٹی کے دھول اڑنے پر بری طرح سے کھانسا تھا، جبکہ آنکھیں پوری طرح سے کھل چکی تھیں۔ وہ دونوں آنکھیں کھولے اپنے چہرے کے بے حد قریب قدموں کو دیکھ رہا تھا جن جوتوں کو پہچاننا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔ اس نے پورا چہرہ گھما کر اوپر کی طرف دیکھا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے بنا کسی کے سہارے سے اٹھ کر کھڑا ہوتا اس کے سینے سے چپک گیا تھا۔

سردار... سردار...“ وہ بڑی مشکل سے کچھ بولنے کے قابل ہو رہا تھا۔ دماغ” جیسے کام ہی نہیں کر رہا تھا اور جتنا کام کر رہا تھا اس میں اسے بس اتنا ہی سمجھ میں

آیا تھا کہ اس کا یار اس کے سامنے بالکل سلامت کھڑا ہے۔ وہ اس کے سینے سے چپکا ہوا تھا جب سردار نے غصے سے دھکا دیتے خود سے الگ کیا تو وہ اس کے ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا، جیسے کوئی چھوٹا بچہ غلطی کر کے اپنی ماں کے ٹانگوں سے لپٹ جاتا ہے۔

انسپیکٹر صاحب کو اندر کمرے میں لے جاؤ۔ پہلے حساب بے باک ہوں گے، " پھر انہیں ان کے مطلب کی چیز ملے گی اور ہمیں ہمارے مطلب کی۔" وہ بالا کو گریبان سے پکڑتے ہوئے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے قبیلے کی پچھلی سائیڈ پر لے گیا تھا جبکہ ان کے پیچھے کوئی نہیں گیا تھا۔ کیونکہ سب ہی جانتے تھے جب بالا اور سردار ایک ساتھ ہوتے ہیں انہیں کسی تیسرے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

OOOOOOOOOO

مار ڈالے گا کیا جان سے؟" وہ پوری طرح سے ہوش میں آنے کی کوشش میں " تھا جب سردار نے اچانک ہی اس کا سر پکڑ کر پانی کے بیچ میں ڈال دیا۔

ٹھنڈے پانی کا ٹیوب ویل ہر وقت ہی پانی سے بھرا رہتا تھا اور اس کے بیچ میں بار بار سر دینے کی وجہ سے بالا پوری طرح ہوش میں تو آ گیا تھا لیکن پھر بھی سردار کو لگ رہا تھا کہ ابھی تک اس کے ہوش میں آنے میں کچھ کمی باقی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ اس کا سر بار بار ٹھنڈے پانی کے بیچ رکھ رہا تھا۔

”آ گیا ہے ہوش اب، سانس رک جائے گی؟“ جیسے ہی سانس بند ہونے لگتی، وہ اسے پیچھے کھینچ لیتا جبکہ بالا اب دہائیاں دے رہا تھا کہ کسی طریقے سے اس جلاد کے ہاتھوں سے بچ جائے ورنہ آج اس کا بچنا ممکن نہیں تھا۔

اس کے غصے کا سب سے پہلا شکار بالا ہی بنا تھا اور شاید بالا کو ہی بننا تھا، اسی لیے تو وہ اس کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اب کی دفعہ جب پانچویں دفعہ اس نے اسے پانی کے ٹیوب ویل میں پھینکا، بالا نے ہاتھ جوڑ لیے تھے۔

”پہلے تو بتا یہ کیا تماشہ ہے؟ اتنا کیسے بے ہوش ہو گیا تو کہ تجھے قبیلے کا ہوش بھی نہیں رہا؟ ایسا کیا ہے اس لڑکی میں جس کے پیچھے تو اتنا مر رہا تھا کہ تجھے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ پورا قبیلہ تیرے آسرے سہارے پر لگا ہوا ہے؟ اگر میں آجو د کو

جگانے میں کامیاب نہ ہو پاتا تو وہ راگانہ صرف مجھے برباد کر دیتا، میری عزت لوٹ لیتا، پورا قبیلہ تباہ کر دیتا! تو میری عزت کا محافظ تھا، کمینے، تو اس قبیلے کا محافظ تھا! کیسے تو نے ہر چیز کو صرف ایک لڑکی کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا؟" وہ غصے سے اس کے منہ پر تھپڑ مارتا پاگلوں کی طرح اسے پیٹنے لگا تھا جبکہ بالا شرمندہ ہو گیا تھا۔ یہ سچ تھا، سب کچھ اس کے آسرے سہارے تھا۔ اگر سردار کو کچھ بھی ہوتا تو ہر چیز کا نگران وہ تھا۔ اس قبیلے کا محافظ وہ تھا۔ وہ کیسے ایک لڑکی کی بات مان کر ہر چیز کو خطرے میں ڈال گیا تھا؟ وہ کیسے ہر چیز کو صرف ایک لڑکی کے لیے پیچھے چھوڑ گیا تھا؟ وہ خود بھی اپنی حرکت پر بہت شرمندہ تھا۔

"... سردار، وہ"

"چپ! ایک دم چپ! خبردار جو اس منہ سے کوئی بھی بات نکالی، جان نکال دوں گا تیری۔" وہ غصے سے اسے پیچھے دھکا دیتا ایک دفعہ پھر سے پانی میں پھینک چکا تھا۔

تیری غلطیاں معافی کے لائق نہیں ہیں بالا، لیکن پہلے اس پولیس والے کا حساب بے باک کرنا ہے۔ اس لڑکی کا بھائی یہیں پر ہے۔ بلا مولوی کو، ابھی نکاح ہو گا تیرا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بالا حیران رہ گیا تھا۔

"نکاح نہیں سردار، مجھے اس لڑکی سے شادی نہیں کرنی۔ بلکہ اب بالا اس کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھے گا۔ اس لڑکی کی خاطر میں نے اپنے قبیلے کو اتنے بڑے نقصان میں ڈال دیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ لڑکی میرے لیے ٹھیک نہیں ہے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ لڑکی ریان اکرم کی بہن ہے، میں نے اس پر یقین کر لیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جو دوائی وہ مجھے کھلا رہی ہے وہ ہرگز پین کلر نہیں ہے، میں نے پھر بھی اسے کھا لیا۔ وہ لڑکی صرف مجھے گمراہ کرنے کے لیے میری زندگی میں آئی ہے۔ میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا، میں اسے بھول جاؤں گا۔ اس لڑکی کی وجہ سے میں بہت غلط راستے کی طرف چلا گیا تھا لیکن اب نہیں۔ میں نے بہت غلط کیا ہے، اپنی ہر غلطی کی سزا بھگتوں گا میں۔"

تیری غلطی کی سزا اس لڑکی کے ساتھ تیرا نکاح ہے اور اب تو مزید ایک لفظ نہیں بولے گا۔ دس منٹ کا وقت ہے تیرے پاس، مولوی لے کر آ۔" وہ کہتے ہوئے قبیلے کی طرف چلا گیا جب کہ بالا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

ooooooo

وہ لوگ اسے کافی جارحانہ طریقے سے کمرے میں لائے تھے۔ کمرے میں لاتے ہی اسے ایک کرسی سے زبردستی باندھ دیا گیا۔ وہ مسلسل ایک ہی بات کہہ رہا تھا جس پر کوئی کان دھرنے کو تیار نہیں تھا۔

دیکھو، تم لوگوں نے میرے ساتھ جو بھی کرنا ہے بے شک کر لو، لیکن ایک" دفعہ مجھے بتا دو کہ میری بہن کہاں ہے؟ وہ ٹھیک ہے؟ اسے یہاں سے گھر بھیج دو، میں یہیں رہوں گا جب تک تم لوگ مجھے آزاد نہیں کرتے۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو، میری بہن ان سارے معاملوں میں بالکل بے قصور ہے۔ اسے یہاں سے جانے دو۔" وہ کافی سختی سے بول رہا تھا، جبکہ جمرو اور میرو تو

بالکل اس کی بات پر کان نہیں دھر رہے تھے۔ باقی لوگ اپنا کام کر کے کمرے سے باہر جا چکے تھے۔

تیرے ساتھ کیا کرنا ہے، کیا نہیں، اس کا فیصلہ سردار کرے گا۔ لیکن اس" وقت سردار کا موڈ نہیں ہے تیرے منہ لگنے کا۔ وہ اس وقت بالا کے ساتھ ہے اور دعا کر کہ بالا کے جسم پر اسے کسی طرح کا کوئی زخم یا چوٹ نظر نہ آ جائے، "!ورنہ تیرا کیا ہو گا یہ تو بس خدا ہی جانتا ہے

جمروا سے پیچھے کی طرف دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر نکلنے لگا تھا، جب کہ ریان چلا رہا تھا، چیخ رہا تھا، بس ایک ہی بات بار بار کہہ رہا تھا کہ اس کی بہن کو گھر جانے دیا جائے۔

وہ یہاں آ چکا ہے ان کے کہنے پر اور وہ ان کی مرضی کے خلاف کہیں نہیں جائے گا۔ لیکن وہ لوگ اس کی کسی بات کو کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہے تھے۔

وہ لوگ کمرے سے باہر جا چکے تھے، جبکہ ریان پوری طرح بے بس ہو گیا تھا۔

تقریباً کوئی دس منٹ کے بعد سردار کمرے میں داخل ہوا تو ریان نے اسے دیکھا۔

سردار! شکر ہے تم آ گئے، مجھے تم سے بات کرنی تھی۔ دیکھو، تم کسی غلط فہمی کا" شکار ہو۔ آج سے نہیں، بلکہ اس دن سے۔

میں نہیں جانتا اس دن کیا ہوا، تمہیں بہت گولیاں لگی تھیں۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔

تم بہت بری حالت میں تھے، میں نہیں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ وہ دن تمہارے لیے کتنا تکلیف دہ تھا۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ سب کچھ میں نے نہیں کیا تھا۔

میرا یقین مانو، میرا اس سب میں کوئی قصور نہیں تھا۔ میں سچ میں صرف تم سے یہ جاننے کے لیے آیا تھا کہ تم پر اتنا برا الزام کیوں لگایا جا رہا ہے،

لیکن مجھے ہر گز اندازہ نہیں تھا کہ اس طرح کا کوئی کام کیا جائے گا یا پھر اس طرح سے قبیلے پر حملہ کر دیا جائے گا۔ مجھے ہر گز اس چیز کے بارے میں نہیں پتہ تھا۔ میں جانتا ہوں تم اس دن سے غلط فہمی کا شکار ہو اور یقیناً تم نے اپنے دل میں میرے لیے بہت زیادہ بدگمانی پال رکھی ہو گی، لیکن میرے خیال میں تمہیں مجھے ایک موقع دینا چاہیے صفائی پیش کرنے کا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ وہ خاموش اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے انسپیکٹر؟ تم تو رونے دھونے لگ گئے! تم تو بڑی اکڑ دکھاتے تھے 'یہ کر دوں گا، وہ کر دوں گا'۔ لو، تمہارے سامنے کھڑا ہوں، کر لو جو کرنا ہے! اور اس دن کے بارے میں تو بات ہی نہ کرو دو نمبر افسر! تم پر یقین کر کے میں نے غلطی نہیں کی بلکہ میری سجن سائیں نے غلطی کی ہے۔"

"وہ معصوم ہے، اس طرح کی چھوٹی موٹی غلطیاں کر دیتی ہے، ایسی باتوں کو میں سر پر سوار نہیں کرتا۔ ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔"

اور کیا کہا تم نے کہ میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوں؟ میری اس غلط فہمی کی وجہ "
سے 28 تاریخ کو میرے خیال میں گولڈ میڈل ملنے والا ہے تمہیں، پرموشن
ملنے والی ہے۔ اس چھوٹی سی غلط فہمی سے تو اچھا خاصا فائدہ ہو گیا تمہارا، نہیں؟"
وہ تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو ریان سر جھکا گیا تھا۔

اسے اندازہ نہیں تھا وہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی نظر میں رکھے ہوئے ہو
گا۔ اسے نہیں لگا تھا کہ اسے اس طرح کی کوئی خبر ہو گی کہ اس کی وجہ سے اس
کا پرموشن ہونے والا ہے۔

میں اس طرح کا کوئی پروموشن نہیں لینے والا سر دار، یقین کرو میرا اس چیز "
سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میں اس چیز کو لے کر اپنا کوئی فائدہ کرواؤں
گا۔ میں جانتا ہوں میں تمہارے اعتبار کے قابل نہیں ہوں، لیکن بس اتنا کہوں
گا کہ وہ سب کچھ میں نے نہیں کیا اور نہ ہی مجھے اس چیز کے بارے میں کچھ بھی
علم تھا۔ اب تمہاری مرضی تم یقین کرو یا نہ کرو۔" وہ جیسے ہار کر اپنی طرف سے

آخری صفائی دے گیا تھا اس پر سردار نے صرف کندھے اچکائے تھے۔ یقین تو اس نے ویسے بھی اس پر نہیں کرنا تھا۔

خیر، میں تمہارے ساتھ یہاں ٹائم پاس کرنے نہیں آیا۔ تمہاری بہن کا نکاح" ہے تھوڑی دیر میں میرے بھائی بالا کے ساتھ۔ یہاں زیادہ اچھلنے کودنے کی ضرورت نہیں ہے اس نے جیسے ہی بیلا کا نام لیا تھا، وہ عجیب سے انداز میں ہڑبڑایا تھا جس پر اگلے ہی لمحے اس کے کندھے پر اپنا پیر رکھ کر اسے پر سکون کر گیا۔

ایسا ممکن نہیں ہے سردار! ایسا ہرگز نہیں ہوگا! میری بہن کسی ڈاکو کے نکاح" میں کبھی نہیں آئے گی اور نہ ہی میں ایسا ہونے دوں گا۔" وہ اچھی خاصی مزاحمت کر رہا تھا جبکہ سردار نے نفی میں سر ہلایا۔

میرے خیال میں اس بارے میں تمہاری بہن سے ہی پوچھ لینا چاہیے، کیا خیال" ہے؟ جمرو! لے کر آؤ ذرا اس کی بہن کو۔ دیکھتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا کہتی ہے؛ ایک ڈاکو سے شادی کرے گی یا پھر اپنے بھائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے

مرتے دیکھے گی؟فیصلہ اسی پر چھوڑتے ہیں۔" وہ سکون سے کہتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا، جب کہ ریان بری طرح سے مزاحمت کرتے ہوئے خود کو رسیوں سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ooooooo

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا تو اس نے فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ کب سے اس کمرے میں کبھی ٹہلتی، کبھی بیٹھتی، اب تو وہ بری طرح سے عاجز آ چکی تھی۔ یہاں تک کہ ادھر آتے ہوئے اس کا فون تک ان لوگوں نے چھین لیا تھا۔ یہاں پر وہ کسی سے رابطہ بھی نہیں کر سکتی تھی اور یہاں بیٹھے بیٹھے وہ بری طرح سے اکتا چکی تھی۔ دروازے پر جمرو کو کھڑے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔

"سن لو لڑکی! تمہارا بھائی نیچے آیا ہوا ہے اور سردار نے تمہیں نیچے لانے کے لیے کہا ہے۔ چلو جلدی سے نیچے چلو، سردار کا بلاوا ہے۔" وہ کہتے ہوئے وہیں

سے پلٹ گیا تو ایک لمحے کی بھی دیر نہ کرتے ہوئے بیلا تیزی سے اس کے پیچھے آئی تھی۔

نہ جانے ان لوگوں کے دماغ میں کیا چل رہا تھا، نہ جانے یہ لوگ کیا کرنے والے تھے، لیکن اس وقت اسے اپنے بھائی کے پاس جانا تھا۔ نہ جانے ان لوگوں نے اس کے بھائی کا کیا حال کیا ہو گا، کہیں ان لوگوں نے اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا ہو۔ اسے ڈر لگ رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی یہ لوگ انسانیت کے نام پر دھبہ ہیں،

یہ کسی کو بھی جان سے مارنے میں لمحہ نہیں لگائیں گے اور یہی سوچ تو اسے ڈرا رہی تھی کہ کہیں اس کے بھائی کو یہ لوگ کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔

وہ تیزی سے اس کے ساتھ ساتھ آ رہی تھی لیکن اس پہاڑ سے اترنا اس کے لیے آسان نہیں تھا۔ ہائی ہیل سینڈل میں وہ نیچے اترتی خود کو ایک نئے امتحان میں ڈالے ہوئے تھی، لیکن پھر بھی وہ رک نہیں رہی تھی۔ تیزی سے نیچے آتے ہوئے اس نے تقریباً جمرو کے قدموں کا مقابلہ کیا تھا۔ جس طرف جمرو جا

رہا تھا، وہ اسی طرف آتی اس کمرے میں گھس گئی تھی جہاں جمرو گیا تھا۔ سامنے دو کرسیاں لگی ہوئی تھیں، ایک کرسی پر شانِ بے نیازی سے سردار بیٹھا تھا جبکہ سامنے والی کرسی پر اس کے بھائی کو رسیوں سے باندھا ہوا تھا۔

اس کے بھائی کے جسم پر کوئی نشان نہیں تھا، نہ ہی کوئی زخم تھا۔ یقیناً ان لوگوں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا، لیکن وہ بندھا ہوا تھا اور کافی بے بس کیفیت میں تھا۔ اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر وہ پریشانی سے اس کی طرف بڑھنے لگی، جب اچانک ہی جمرو نے پستول نکالتے ہوئے اس کی طرف کر دی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے قدم وہیں روک گئی۔

oooooooooo

تم لوگ میری بہن کے سامنے اس طرح کی کوئی بات نہیں کرو گے۔ میری" بات کان کھول کر سنو سردار! میں زبردستی اپنی بہن کی زندگی کا کوئی فیصلہ نہیں ہونے دوں گا۔ خبردار جو تم لوگوں نے اسے کسی بھی طرح کی فضول بات کی۔

میں تم لوگوں کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں، تم لوگ جیسا کہو گے میں ویسا کروں گا۔ یہاں تک کہ میں تمہارے اوپر سے سارے کیسز بھی ہٹا دوں گا،

میں تمہیں ہر طرح سے فری کر دوں گا۔ میری بہن کو یہاں سے جانے دو، اس کی زندگی برباد مت کرو۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا جبکہ سردار نے ایک نظر اسے دیکھا، انداز ایسا تھا جیسے وہ اسے متاثر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا ہو۔

تمہیں لگتا ہے مجھے تمہارا ڈر ہے یا تمہارے اکٹھے کیے دو چار ثبوت میرا کچھ " اکھاڑ سکتے ہیں؟ کیا تمہیں یہ لگتا ہے کہ تمہاری طرف سے مجھ پر لگائے گئے کیسز کی میری نظر میں کوئی اہمیت ہے؟ کمال ہے دو نمبری انسپکٹر! اتنے بچے نہیں ہو تم اور میں تمہاری بہن کے ساتھ کسی طرح کی کوئی زبردستی نہیں کر رہا۔

میں اس سے سوال کروں گا یہ جواب دے گی، وہ بھی تمہارے سامنے۔ دیکھ لینا، نہ کوئی فالتو سوال ہو گا، نہ ہی کوئی فالتو بات ہو گی۔ کیا خیال ہے پیاری ڈاکٹر صاحبہ...!" اس نے پیچھے کی طرف کھڑی بیلا کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو خود بھی

ان کی باتوں سے تھوڑی حیران ہوئی تھی۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ یہ آدمی اس سے کیا کروانا چاہ رہا ہے اور کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

کیا مطلب ہے آپ کی بات کا؟" اس نے پریشانی سے پوچھا تھا۔جب سردار" کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا، اور اپنی جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے اس کا گھوڑا چڑھایا اور اگلے ہی لمحے ریان کے سر پر رکھ گیا۔وہ چیخ کر اس کے قریب ہونے لگی لیکن جمرو کی بندوق اس کے سر پر تھی جس کی وجہ سے اسے اپنے قدم روکنے پڑے۔

بہت آسان سا مطلب ہے میری بات کا۔تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے،" اتنی عقل تو رکھتی ہی ہونا؟میں تم سے ایک سوال کروں گا۔اگر اس کا جواب 'نہ' ہوا تو تمہارے بھائی کی کھوپڑی پھٹے گی اور اگر اس کا جواب 'ہاں' ہوا تو اسے زندہ چھوڑ دوں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بیلا نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر فوراً ہاں میں سر ہلایا۔

میرا جواب ہاں ہے!" وہ فوراً بولی تو سردار مسکرا دیا۔ جبکہ ریان کی ہڑبڑاہٹ "اب بھی کم نہ ہوئی تھی۔

نہیں سردار! تم ایسا نہیں کرسکتے! میں اپنی بہن کی زندگی کا فیصلہ اس طرح سے نہیں ہونے دوں گا۔ تم جیسے چور، ڈکیت، ڈاکو، قاتل میری بہن کی زندگی میں داخل نہیں ہوسکتے۔ میں یہ شادی نہیں ہونے دوں گا۔ خبردار جو تم نے میری بہن کے ساتھ کسی بھی طرح کی کوئی زور زبردستی کی۔" وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا جبکہ بیلا جیسے اب اس کی بات کو سمجھی تھی۔

دیکھو لڑکی! تمہارا نکاح ہو رہا ہے اگلے دس منٹ میں بالا کے ساتھ، ڈاکو بالا!" اسے تو تم جانتی ہی ہو گی، وہی جسے بے ہوش کیا تھا پھر تم نے۔ بڑا نقصان کروایا ہے تم نے ہمارا، اس کا بدلہ تو تمہیں چکانا ہو گا۔ اسی لیے بیچ کا راستہ نکالا ہے۔

بدلہ بھی چک جائے گا اور پھر بالا کو تھوڑا بہت فائدہ بھی ہو جائے گا۔ ویسے بالا کو بھی فائدہ چاہیے نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اب اسے تم میں دلچسپی نہیں رہی۔

لیکن ہم ڈاکو لوگ ہیں، ایک ہی دفعہ محبت کے چکر میں پڑتے ہیں اور بالا پڑ چکا

ہے ہمارا ایک اصول ہے، جس سے محبت کرو اسی سے محبت نبھاؤ۔ تو اس اصول پر چلتے ہوئے ہم آگے بھی وہی کریں گے جو آج تک کرتے آئے ہیں۔

تو اپنے آپ کو تیار کر لو، تھوڑی دیر میں تمہارا نکاح ہونے والا ہے۔ اگر تم نے انکار کیا تو تمہارے بھائی کا فضول دماغ جو ضرورت سے زیادہ چل رہا ہے یہیں پر ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا۔ میں اس آدمی کی کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ امید کرتا ہوں کہ تم تھوڑا دماغ کا استعمال کرو گی اور اب اپنے بھائی کو سمجھاؤ گی کہ تمہارا نکاح ہونا کتنا ضروری ہے۔ میں جانتا ہوں تم ذہنی طور پر اس چیز کے لیے تیار نہیں ہو گی، فکر مت کرو۔ بالا کے نکاح میں آنے کے بعد تمہارا مینٹل لیول اپنے آپ مضبوط ہو جائے گا۔ خود کو تیار کر لو ہر طرح کی صورتحال کے لیے اور ہاں، خود کو نکاح کے لیے بھی تیار کر لو، پورے دل سے اپنے آپ کو راضی کر لو، کیونکہ اس سے زیادہ خوبصورت تعلق اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔

بالا ایک اچھا انسان ہے، تم سے محبت کرتا ہے، تمہیں خوش رکھے گا۔ تھوڑا ناراض ہے تم سے لیکن آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور پھر میں

ہوں نا، تم پر کسی طرح کی کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ یہی سمجھ لینا کہ ریان کی بجائے اس قبیلے میں تمہیں بھائی کی صورت میں میں ملوں گا۔

ہاں، لیکن اس کے لیے تمہیں بھی ایک اچھی بھابھی بننا ہو گا۔ خیر، اپنے بھائی کو سمجھاؤ، اس کی زندگی پیاری ہے تو تمہیں، یقیناً؟ اور اگر پیاری نہیں ہے تو اس کی لاش لے جانا، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ بیلا تیزی سے ریان کے پاس آئی تھی جو مزاحمت کر رہا تھا۔

اس نے اس کی رسی کھولنے کی کوشش کی لیکن شاید ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ نہ جانے اس کی رسی کس طریقے سے بندھی تھی کہ وہ کوشش کے باوجود بھی کھول نہیں پا رہی تھی جبکہ ریان کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

تم انکار کرو گی بیلا! تم انکار کرو گی! خبردار جو اس نکاح کے لیے راضی ہوئی۔" میں ہرگز یہ سب کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنی وجہ سے اپنی بہن کی زندگی خراب نہیں ہونے دوں گا۔" وہ بری طرح سے اپنے آپ کو چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب باہر سے اچانک فائرنگ کی آواز آنے لگی، بہت تیز

فائرنگ تھی۔ وہ پریشان ہوتی، گھبرا کر اس کے بازو سے چپک گئی تھی۔ یہاں کیا ہو رہا تھا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ یہ لوگ سچ میں بہت زیادہ خطرناک تھے۔

اپنے بھائی کی جان پر وہ کوئی بھی رسک نہیں لے سکتی تھی، جب کہ وہ اسکا نکاح کرنے کو راضی نہیں تھا۔ وہ بس کسی بھی طریقے سے اس سے انکار کروانا چاہتا تھا اور وہ مسلسل یہی سب کہہ رہا تھا کہ وہ انکار کر دے، لیکن اتنا تو وہ جان ہی چکی تھی کہ اس کے انکار کی سزا اس کے بھائی کی زندگی کے طور پر دینی ہو گی۔ اور پھر کون تھا اس کا اور اس کی ماں کا، اس کی بھابھی کا؟ وہ واحد سہارا تھا۔ وہ کیسے اپنی زندگی کی خاطر اپنے بھائی کو مرنے دے سکتی تھی؟

وہ نہیں کر سکتی تھی ایسا۔ وہ اپنے بھائی کی زندگی پر کوئی رسک نہیں لے سکتی تھی چاہے اس کے لیے اسے ساری زندگی ایک انچاہے انسان کا ساتھ ہی کیوں نہ قبول کرنا پڑے۔

○○○○○○○○○

وہ کمرے میں داخل ہوا تو دعام اب بھی اسی حالت میں تھی جس حالت میں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

اس نے ایک نظر اسے دیکھا پھر الماری کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے ایک نیلے رنگ کی فراک نکال کر اس کی طرف اچھال دی۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ، بالا کا نکاح ہے پانچ منٹ میں۔"

وہ کہتے ہوئے واش روم میں گھس گیا جبکہ وہ تو حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ کتنی دیر کچھ بول ہی نہ پائی،

بالا بھیا کا نکاح یوں اچانک کیسے؟ ایسے کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ پریشانی سے جو سمجھ میں آیا، تیز تیز کرنے لگی تھی۔

کپڑے بدلتے ہوئے اس نے جلدی جلدی اپنے بال ٹھیک کیے تھے۔ بالوں کو پیچھے باندھتے ہوئے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا، جبکہ اتنے میں سردار بھی باہر نکل آیا تھا۔

ہاں، بس اتنی تیاری کافی ہے۔ چلو!" وہ اس سے پہلے کہ واش روم میں جا کر شاید منہ دھونے کا ارادہ رکھتی تھی کہ اچانک ہی سردار نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

اس کی جلد بازی پر حیران سی دعام اسے دیکھنے لگی تھی جبکہ اسے کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے نیچے لے جانے لگا۔

جبکہ وہ بھی جلدی سے اپنی چادر کھینچ کر خود پر اوڑھتی اس کے ساتھ جانے لگی تھی۔ اتنا جلد بازی میں نکاح ہو رہا تھا، یہ سب کچھ کیا تھا؟ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

جتنا سمجھ میں آ رہا تھا اس میں بس ایک بات تھی کہ سردار چاہتا تھا کہ وہ ہر طرح کی رسم میں اس کے ساتھ ہو اور وہ تو ساتھ ہی تھی۔ سردار جہاں لے کر جائے، وہ خوشی خوشی اس کے ساتھ جانے کو تیار تھی۔ بس وہ راضی ہو جائے جس کے امکان دور دور تک۔ نظر نہیں آ رہے تھے۔

OOOOOO

مولوی صاحب آکر بیٹھے ہوئے تھے جبکہ وہ آرام سے ان کے پاس کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نکاح نامے پر نام وغیرہ لکھوائے گئے تھے۔ مولوی صاحب نے ایک نظر بالا کی طرف دیکھا جو نکاح میں بالکل بھی دلچسپی نہیں لے رہا تھا، جبکہ دوسری طرف اس نے سردار کو دیکھا تھا۔ جو اس نکاح سے کافی خوش لگ رہا تھا۔ جبکہ دعا م تو خاموشی سے چارپائی پر التی پالتی مارے بیٹھی اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے تھی، جیسے سردار کے اگلے قدم کا انتظار کر رہی ہو۔

"سردار! ایک دفعہ میری بات سن لے، ہو سکتا ہے کہ معاملہ یہیں پر ختم ہو جائے۔ دیکھ، نکاح والے چکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتا تو بیکار میں مجھے..."

"میرے سامنے زیادہ شوخیاں مارنے کی ضرورت نہیں ہے بالا! جو کہا ہے وہ کر اور زیادہ میرے سامنے نخرے کرنگ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میرا حکم ہے جو تجھے ماننا ہے۔ آرام سے بیٹھ جا! مجھے زبردستی بٹھانا بھی آتا ہے۔ لڑکیوں کے

ساتھ تو زبردستی ہوتی ہی ہے شادیوں میں، یہ پہلی شادی ہو گی جہاں پر لڑکے کے ساتھ زبردستی کی جائے گی۔

اب اگر تیرے منہ سے انکار نکلا تو چمڑی ادھیڑ دوں گا تیری۔" وہ غصے سے اس کا بازو پکڑ کر اسے زبردستی اپنے پاس بٹھا چکا تھا جبکہ دعام نے ایسے میں ناک "چڑھائی تھی جیسے کہہ رہی ہو "اب مزا آیا؟

ڈاکو جی" یہ مجھے ڈانٹتے بھی تھے۔ آپ کو پتا ہے آپ کے پاس بھی نہیں جانے دیتے تھے۔ کوئی مجھ سے پیار سے بات نہیں کرتا، ہر کوئی مجھے ڈانٹتا رہتا تھا یا گھورتا تھا۔" وہ سردار کے کان کی بے حد قریب سرگوشی میں بڑی معصومیت سے کہتی اس کے کندھے پر سر رکھ گئی تو اس نے ایک نظر گھور کر بالا کو دیکھا تھا۔ جس پر وہ خواہ مخواہ ہی نظریں چراتا سر جھکا گیا۔

ooooooo

بھائی! آپ پلیز میری بات کو سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ ضروری" ہے۔ میں اس آدمی سے نکاح نہیں کرنا چاہتی، یہ سچ ہے، میں ساری زندگی اس

انسان سے صرف نفرت ہی کر سکتی ہوں، محبت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن اگر مجھے آپ کی زندگی بچانے کے لیے اس طرح کا کوئی قدم اٹھانا پڑتا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور میں یہ نکاح کروں گی۔" وہ اپنے بھائی کو سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھی جب کہ وہ مسلسل انکار کر رہا تھا جبی جمرو کمرے میں داخل ہوا۔

چلو، مولوی صاحب بلا رہے ہیں۔ جلدی سے باہر چلو، تم یہ دوپٹہ لے لو" ، سردار نے بھیجا ہے، نکاح کے درمیان پہننا ہے تم نے۔" وہ دوپٹہ وہیں سامنے رکھتے ہوئے ریان کو کھولنے لگا تھا۔

زیادہ اچھل کود کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سردار نے کہا ہے کہ ذرا سی" حرکت پر گولی سر کے بیچ و بیچ چلائی جائے، تو یاد رکھنا اپنی موت کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔" جمرو اتنا تو سمجھ ہی چکا تھا کہ وہ ریان کو اکیلے کنٹرول نہیں کر سکے گا اسی لیے اس نے اس کے پیچھے سے ہاتھ کھولنے کے بجائے صرف اور صرف

اسے کرسی سے کھولا تھا اور بازو سے پکڑتے ہوئے باہر لے گیا۔ بیلا نے ایک نظر انہیں باہر نکلتے دیکھا تھا پھر دوپٹے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ دوپٹہ کھول کر اس نے خود پر ڈال لیا تھا۔

زندگی میں کبھی وہ خود کو اس حد تک بے بس محسوس کرے گی، یہ اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔ لیکن شاید یہ اس کی زندگی کا ایک امتحان تھا جس میں اس نے اپنے بھائی کی زندگی کو چنا تھا۔ دوپٹے کو اوڑھتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو اس نکاح کے لیے راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔

جو بھی تھا وہ نکاح جیسے بندھن میں بنا دل کی رضامندی کے شامل نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اپنے خدا کے سب سے پسندیدہ کام کو ہرگز اس طرح سے سرانجام نہیں دے سکتی تھی۔ جو بھی تھا اسے اس نکاح کو دل سے قبول کرنا تھا۔

○○○○○○○○

اسے لا کر مولوی صاحب کے سامنے بٹھایا گیا جبکہ بیچ میں دونوں کے پھولوں کی چادر اڑا دی گئی تھی۔ جمرو تو بہت خوش لگ رہا تھا جبکہ میرو بھی بہت ہی زیادہ

خوش تھا۔ ریان بالکل خاموش تھا لیکن اس کی خاموشی کی اہمیت نہیں تھی۔ یہاں پر اگر کسی کی اہمیت تھی تو وہ صرف اور صرف سردار کی خود کی، جو اس وقت ہر معاملے کو خود ہی سنبھالے ہوئے تھا۔

وہ مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھا انہیں پوری کاروائی بتا رہا تھا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود ہی بالا کا نکاح پڑھا دے۔ تھوڑی دیر میں نکاح شروع ہوا بالکل سادگی سے۔

مولوی صاحب نے کاروائی شروع کرتے ہوئے پہلے دلہن سے اس کی رضامندی جاننی چاہی، جس نے ایک نظر اپنے بھائی کی طرف دیکھا جس کے سر پر بندوق تانی گئی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنے دل کے تمام تر جذبات اس شخص کے نام لکھ دیے تھے جس سے شاید وہ نفرت کرتی تھی لیکن نصیب اسے اسی کے ساتھ جوڑ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے نکاح نامے پر دستخط کر چکی تھی جبکہ بالا کی طرف سے بھی کسی طرح کی کوئی گرم جوشی نہیں دکھائی گئی تھی۔

اس نے بھی جلدی سے قلم پکڑا اور پیپر پر دستخط کرتے ہوئے نکاح کو قبول کر لیا تھا۔ سردار جتنے دھوم دھام سے اس نکاح کو چاہتا تھا یہ اتنی ہی سادگی سے ہوا تھا لیکن کچھ معاملات سادگی سے ہی انجام پاتے ہیں اور یہ معاملہ اسی طرح سے حل ہونا تھا۔

نکاح کے بعد سب لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے تھے جب کہ سردار نے ریان کے ہاتھ کھولنے کا حکم دیا تو بیلا اٹھ کر اس کے سینے سے لگ گئی تھی۔

ریان اس وقت اپنے آپ کو بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہا تھا جبکہ بالا مزید ایک سیکنڈ بھی وہاں نہ رکتے ہوئے وہاں سے نکل چکا تھا۔ جبکہ دعام کو اندازہ تو پہلے ہی تھا کہ یہ نکاح زور زبردستی میں کیا جا رہا ہے، لیکن اب اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔

اسے بیلا کے لیے برا بھی لگ رہا تھا جو بہت بری طرح سے رو رہی تھی۔

لیکن وہ بھی تو یہاں آ کر ایڈ جسٹ ہو گئی تھی تو یقیناً اس نے بھی ہو ہی جانا تھا اور بالا تو اتنا اچھا انسان تھا، کوئی اس سے کتنا ہی ناراض رہ سکتا تھا؟ وہ جانتی تھی بالا اس لڑکی سے بہت محبت کرتا ہے اور یقیناً اس لڑکی کو بھی بالا سے محبت ہو ہی جانی تھی۔ رشتے بننے میں تھوڑا وقت تو لگ رہی جاتا ہے

oooooooooo

چلو دو نمبر انسپیکٹر، ہو گیا تمہاری بہن کا نکاح۔ اب تم یہاں سے جا سکتے ہو۔"" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو ریان نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

میں اپنی بہن کے بنا یہاں سے نہیں جاؤں گا سردار، میں اپنی بہن کو ساتھ لے" کر جاؤں گا۔" وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

نہیں، ایسا نہیں ہو گا ریان۔ اب وہ لڑکی ہمارے قبیلے کی امانت ہے، بالا کی" امانت ہے۔ نکاح میں ہے اس کے، وہ یہاں سے کہیں نہیں جا سکتی۔ اگر جائے گی تو بالا کی مرضی کے ساتھ۔" سردار نے پرسکون انداز میں کہا تھا۔

میں کسی کی امانت نہیں ہوں اور نہ ہی میں کسی کی منکوحہ ہوں۔ تم لوگوں نے زبردستی یہ سب کچھ کروایا ہے، جسے میں نہیں مانتی۔ مجھے میرے گھر جانا ہے ابھی اور اسی وقت! تم لوگ جو چاہتے تھے وہ ہو تو گیا، اب کیا ساری زندگی مجھے اپنے پاس باندھ کر رکھو گے؟ نہیں رہنا مجھے یہاں۔ رشتے اس طرح سے نہیں بنتے جس طرح سے تم لوگ بناتے ہو۔" وہ غصے سے دہاڑی تھی۔

"آواز کنٹرول میں رکھو لڑکی! ان پہاڑوں کو عادت نہیں ہے میرے علاوہ کسی اور کی آواز سننے کی۔ بہتر ہو گا کہ تم بھی اپنی آواز یہاں کی عورتوں کی طرح کنٹرول میں رکھو۔ باقی تم ایک مسلمان عورت ہو، تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ نکاح کے بعد تمہارے کیا فرائض ہیں اور تمہیں اپنی زندگی کس طرح سے گزارنی ہے۔ اب یہی تمہارا گھر ہے اور اس قبیلے میں ہی تم نے زندگی گزارنی ہے۔ کمرہ تمہارا تم پہلے سے جان چکی ہو، وہی تمہارا ٹھکانہ ہے اور وہیں تمہیں جانا ہے۔ اپنے بھائی کو الوداع کہو اور شرافت سے اس کمرے میں چلی

جاؤ۔ بالا کو نارمل کرنا میرا کام ہے۔" وہ پر سکون انداز میں بول رہا تھا۔ ہر چیز اپنی مرضی سے کروا کر وہ کافی پر سکون تھا۔

مجھے کہیں نہیں جانا نہ ہی مجھے آپ کے اس گنوار ڈاکو کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ نفرت ہے مجھے آپ سے، آپ کے اس قبیلے سے۔ میں کبھی زندگی میں یہاں نہیں رہوں گی۔" وہ اب کھل کر نفرت کا اظہار کرنے لگی تھی جب اچانک ہی نظر سامنے سے غصے سے آتے بالا پر پڑی۔ نہ جانے اسے اتنے غصے میں دیکھ کر وہ گھبرا کیوں گئی تھی۔

حالانکہ وہ اس سے ڈرتی نہیں تھی، بلکہ یہی تو وہ انسان تھا جس سے وہ نہیں ڈرتی تھی۔ ورنہ ڈاکو وِ کا ڈر کہیں نہ کہیں اس کے دل میں موجود تھا لیکن پھر بھی اسے کبھی اس انسان سے ڈر محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن آج اسے ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پاس آیا اور ایک جھٹکے میں اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

جبکہ اس کی یہ حرکت اتنی بے ساختہ تھی کہ بیلا کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

○○○○○○○○

اے لڑکی چلا کیوں رہی ہے! ایک دفعہ بات سمجھ میں نہیں آتی؟ یہاں سردار" کے علاوہ اور کوئی اتنی اونچی آواز میں بات نہیں کر سکتا! اور تمہیں کیا لگتا ہے مرا جا رہا ہوں میں تمہارے لیے؟ تم نہیں ملو گی تو مر جاؤں گا؟ ارے! تم جیسی عورت پر بالا تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔ تم سے نکاح کیا ہے صرف اور صرف !سردار کے کہنے پر، اگر وہ حکم نہ دیتا تو ساری زندگی منہ نہ لگاتا تمہیں

تمہیں کیا لگتا ہے میں مر رہا تھا تمہارے لیے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ تم جیسی عورت سے میں کوئی تعلق رکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

تمہیں اپنے نکاح میں لینے کی وجہ بھی صرف اور صرف سردار کا حکم ہے جو میں ٹال نہیں سکتا۔ ورنہ کیا ہے تم میں کیا دنیا کی سب سے خوبصورت عورت ہو یا پھر دنیا میں بس تم ہی بچی ہو میرے لیے جو تم سے نکاح کے لیے مر رہا تھا میں؟

ہاں، تھی مجھے تم سے محبت! اچھی لگتی تھی تم مجھے۔ تمہیں دیکھتے ہی محسوس ہوا کہ بہت خاص ہو تم میرے لیے لیکن آہستہ آہستہ سمجھ میں آیا کہ خاص لوگ تم جیسے نہیں ہوتے۔

تم تو ایک بہت عام سی لڑکی ہو جس کے لیے سازشیں کرنا ایک معمولی بات ہے۔ خاص لڑکیاں تو دعام جیسی ہوتی ہیں جو ہر چیز کو سمجھتی ہیں،

ہر چیز کے ساتھ ایڈجسٹ کرلیتی ہیں۔ خاص لڑکیاں رباب جیسی ہوتی ہیں جو دل کی دنیا تباہ ہونے کے بعد بھی تمہارے بھائی جیسے انسان کو قبول کرلیتی ہیں۔

اپنی زندگی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ خاص لڑکیاں تم جیسی نہیں ہوتیں جو غلط کو غلط کہنے سے ڈرتی ہیں لیکن صحیح کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہیں۔

نہیں ہو تم خاص! تم ایک عام سی لڑکی ہو اور تم اتنی عام ہو کہ چاہنے کے باوجود بھی تم کبھی خاص نہیں بن سکتی۔ ارے تم کیا مجھے اپنا شوہر نہیں مانو گی؟ میں تمہیں اپنی بیوی نہیں مانتا، بلکہ بیوی تو کیا میں تمہیں کچھ بھی نہیں مانتا!

کچھ بھی نہیں! جاؤ، دفع ہو جاؤ یہاں سے! تم کیا اس قبیلے میں نہیں رہنا چاہو گی؟ تم اس قبیلے میں رہنے کے قابل ہی نہیں ہو۔ اور اب اس معاملے میں سردار کچھ نہیں کہے گا کیونکہ سردار آج تک کسی جوڑے کے بیچ میں نہیں بولا اور بدقسمتی سے تم میری جوڑی دار ہو۔

ایک وقت تھا جب تم سے نکاح کے لیے تڑپ رہا تھا لیکن آج تم سے جان چھڑانے کے لیے تڑپ رہا ہوں لیکن یقین کرو جب تک سردار کی اجازت نہیں ہو گی، تمہارے نام سے اپنا نام الگ کروں گا بھی نہیں۔

جاؤ، دفع ہو جاؤ یہاں سے! تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں اس قبیلے میں رکھا جائے۔" وہ غصے سے اسے پیچھے کی طرف دھکیلتا ریان پر پھینک چکا تھا جب کہ مزید ایک لمحہ بھی وہاں رکے بغیر وہ تیزی سے جدھر سے آیا تھا ادھر ہی چلا گیا۔

○○○○○○○○

بالا کے غصے سے چلے جانے کے بعد سر دار نے کچھ نہیں کہا تھا۔ ہاں لیکن اس نے بیلا کو ایک نظر دیکھا تھا جو خود بھی سکتے کی کیفیت میں وہاں کھڑی تھی۔ اس کے بعد بیلا بھی کچھ بھی نہیں بولی تھی بس روتہ رہی تھی۔

جبکہ سر دار اپنی داڑھی کو ہلکا سا مسلتا اسے دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"لے جاؤ اپنی بہن کو۔ میرا بالا وحشی ہو گیا ہے۔ یہ نہ ہو کہ تمہاری بہن کو جان سے مار ڈالے۔ وہ کبھی غصہ نہیں کرتا اور اگر کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے غصے کو کنٹرول کرنا بڑا مشکل ہے۔ لے جاؤ اپنی بہن کو، جب بالا کا غصہ کنٹرول ہو گا تب رخصتی کے لیے آجائیں گے۔"

سر دار ان کو اشارہ کرتے ہوئے خود اس پہار کی طرف قدم بڑھانے لگا تھا جس طرف بالا گیا تھا۔ اس کا ارادہ یقیناً اسے کنٹرول کرنے کا تھا۔ جس طرح بیلا بات کر رہی تھی ممکن تھا کہ بالا اس کے ساتھ ابھی اسی وقت اپنا ہر تعلق ختم کر لیتا اور ایسا ممکن بھی تھا اگر وہاں سر دار نہ ہوتا۔ وہ سر دار کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنے والا تھا اس بات کا اندازہ سر دار کو پہلے سے ہی تھا۔

ہاں لیکن جس طرح وہ غصے میں تھا اسے لگا تھا کہ ابھی بنایا ہوا رشتہ ابھی یہیں ختم ہو جائے گا اور وہ ایسا کچھ نہیں چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بالا اپنی پہلی ہی محبت سے محروم رہ جائے۔

یہ جو پہلی نظر کی محبت ہوتی ہے، یہ کتنی انمول ہوتی ہے، سردار سے بہتر کون جانتا تھا۔ اسی لیے اس کا ارادہ بالا کو سمجھانے کا تھا کیونکہ جو بھی تھا، وہ لڑکی اب اس کے نکاح میں تھی۔ جیسی بھی تھی، بالا کی پسند تھی اور اسی کے ساتھ بالا نے ساری زندگی گزارنی تھی۔

اب اس کے لیے بالا راضی ہو یا نہ ہو، وہ بالا کی پہلی محبت سے اسے ہرگز محروم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اس وقت بالا کچھ سمجھنے والی حالت میں تھا نہیں، لیکن اسے سمجھنے والی حالت میں لانا سردار کا کام تھا جو سردار بہت اچھے سے کرنا جانتا تھا۔

اسی لیے فی الحال وہ اس کے پاس جا رہا تھا۔ ویسے تو اس نے ریان کو کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی بہن کو لے کر چلا جائے اور بہتر تھا کہ وہ بیلا کو اس وقت لے ہی جائے کیونکہ اس کا بہنوئی اس وقت بالکل بھی اچھے موڈ میں نہیں تھا۔

وہ پہاڑ پر پہنچا تو بالا قمیص اتارے کلہاڑی اٹھائے تیز تیز لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔

"اچھی بات ہے، جلدی کاٹو۔ ویسے بھی غصے میں زیادہ صاف اور اچھا کام ہوتا ہے۔" وہ وہیں پر ایک لکڑی کے بڑے سے ڈنڈے پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا جب کہ بالا اس کی بات کا کوئی بھی جواب دیے بغیر اپنے کام میں مگن رہا۔

"اچھی خاصی بیوی مل گئی تھی لیکن تجھے نخرے دکھانا ضروری تھا؟ جو لڑکی تجھے چاہیے تھی وہی تیرے نام کر دی لیکن نہیں، اب تو وہ بھی ہاتھ نہیں آنی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو ایک لمحے کے لیے بالا کے ہاتھ رکے تھے۔

"مجھے وہ چاہیے بھی نہیں، بلکہ وہ کیا، مجھے کوئی بھی نہیں چاہیے۔ اس لڑکی سے نفرت ہے مجھے۔ خبر دار جو اس کا نام آج کے بعد میرے نام کے ساتھ لیا! اسے اپنے نام سے بٹھانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے میرا، یاد رکھنا۔ تیرے کہنے پر نکاح

کیا ہے اور بس! میری زندگی میں اس لڑکی کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور نہ ہی کبھی ہو گی۔ مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ میرے یہاں نہ ہونے کی وجہ سے قبیلے میں کیا کیا ہوا ہے۔ راگا نے یہاں حملہ کیا تھا یعنی کہ سارا قبیلہ تباہ ہونے والا تھا صرف اور صرف اس لڑکی کی وجہ سے! وہ غلطی سے برا کر سکتی ہے لیکن اتنا برا کرے گی، یہ تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

سردار، مجھے لگا شاید اپنی مستی میں کچھ کر رہی ہو گی، میں اتنا پاگل ہو گیا اس کے پیار میں کہ ایک لمحے کے لیے یہ بھی بھول گیا کہ وہ کیسے انسان کی بہن ہے۔ اس کے کہنے پر میں نے وہ گولی کھالی، مجھے لگا تھا شاید کوئی شرارت کی ہے اس نے میرے ساتھ لیکن وہ شرارت میرے لیے ساری زندگی کی سزا بن سکتی تھی، میرا قبیلہ تباہ ہو سکتا تھا، میں تباہ ہو سکتا تھا۔ کیا منہ دکھاتا میں اپنے باپ کو قیامت کے دن کہ اس کا بیٹا چار دن تک قبیلے کی سرداری نہیں سنبھال سکا؟ نفرت محسوس ہو رہی ہے مجھے اس لڑکی سے نہیں اپنے آپ سے جو ایک لڑکی کی خاطر اپنے فرض بھول گیا، اپنا کام بھول گیا۔ مجھے اس لڑکی کی شکل بھی

دوبارہ کبھی نہیں دیکھنی۔ نفرت ہے مجھے اس سے، اور خبر دار جو تو نے آج کے بعد میرے سامنے اس کا نام بھی لیا! نہیں رکھنا مجھے اس سے کوئی بھی تعلق۔"

وہ غصے سے کہتا پھر سے لکڑیاں چیرنے لگا تھا جبکہ سردار بس اسے دیکھتا رہا۔ اس کا غصہ وہ سمجھ رہا تھا۔ اس وقت وہ جس طرح کی ذہنی حالت میں تھا اسے چھیڑنا بیوقوفی تھی اور وہ ایسی کوئی بیوقوفی نہیں کرنے والا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی نئی زندگی شروع ہونے سے پہلے ہی کسی بدگمانی کا شکار ہو جائے۔

اسے بالا کو سمجھانا تھا لیکن صحیح وقت پر سمجھانا تھا۔ اس وقت وہ اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کرتا تو بالا مزید باتوں کا غلط مطلب نکالتا اور وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ بالا مزید ان سب چیزوں کے بارے میں سوچے، وہ پہلے ہی بہت پریشان تھا قبیلے پر ہونے والے حملے کی وجہ سے۔

عیادت کے لیے جانا ہے؟ چلے گا میرے ساتھ؟" وہ اپنے کام میں مگن تھا " جب اچانک اس نے سوال پوچھا۔ اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔ کوئی بیمار ہے کیا؟" اس کے ہاتھ رک گئے تھے۔"

"تایا بیمار ہے میرا۔ مرتے مرتے بچا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ ایک بازو الگ کر دیا کسی ظالم نے۔ میرے خیال میں خیریت دریافت کرنے چلنا چاہیے۔" وہ دلکشی سے مسکرایا تو اب کی دفعہ بالا بھی مسکرا دیا تھا۔

"ہاں، ٹھیک کہتا ہے، عیادت کرنے چلتے ہیں۔ تاؤ کا گہرا تعلق ہے۔ میں تیاری کرتا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے کلہاڑی وہیں پر پھینکتا قبیلے کی طرف چلا گیا تھا۔

oooooooo

دعام خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ان سب چیزوں کے معاملے میں وہ کچھ نہیں بولی تھی جیسے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ سردار اٹھ کر قبیلے کے پچھلے کی طرف چلا گیا تو اس کا ارادہ بھی اوپر کمرے میں ہی جانے کا تھا۔

لیکن بیلا بہت بری طرح سے رو رہی تھی اپنے بھائی کے سینے سے لگ کر۔ اسے برا لگ رہا تھا اس کے لیے۔ شاید اس کے لیے یہ سب کچھ قبول کرنا آسان نہیں تھا،

لیکن بالا کیوں اتنا زیادہ پریشان تھا؟ آخر کیا ہوا تھا؟ وہ تو بیلا کو پسند کرتا تھا، اس سے شادی کرنا چاہتا تھا تو پھر ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ بیلا کی شکل تک دیکھنے کو راضی نہیں تھا۔

کچھ تو ایسا ہوا تھا جو اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اور پھر اسے کسی نے کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔ بالا یہاں سے کہاں گیا تھا اور یہ سارا معاملہ کس طرح سے ہوا تھا،

وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ اگر کچھ پتہ تھا تو صرف اتنا کہ دونوں کا نکاح ہوا تھا۔ یہاں پہلے بھی کوئی ہنگامہ ہوا تھا، اسے اندازہ تو تھا لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

بیلا! تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر چلی جاؤ۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نہیں جانتی کہ یہاں کس طرح کے معاملات ہوئے ہیں لیکن میرے خیال میں تمہارا یہاں رکنا فی الحال ٹھیک نہیں ہے۔

آپ اسے لے جائیے۔ باقی ان شاء اللہ ہم بالا بھیا کو سمجھائیں گے۔ رشتہ بنا ہے تو اس طرح سے رشتہ خراب نہیں کرنا چاہیے۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ

میری بات کو سمجھیں گے۔ باقی معاملات کس طرح سے حل ہونے ہیں، میں نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ بالا بھیا اسے بہت چاہتے ہیں۔

وہ محبت کرتے ہیں اس سے، انہوں نے خود مجھے بتایا تھا۔ اس سے ملنے کے لیے وہ کتنے بے تاب رہتے تھے۔ میں ان سب باتوں کی گواہ ہوں لیکن یہاں کچھ ہوا ہے، یہ میں نہیں جانتی۔ ہاں، لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ کبھی کبھی انسان غلط نہیں ہوتا، وقت غلط ہوتا ہے اور وقت بہت کچھ غلط کر بھی دیتا ہے۔

آپ بیلا کو اپنے ساتھ لے جایئے گا، ان شاء اللہ آنے والا وقت اچھا ہو گا۔"

اسے بیلا کا اس طرح سے رونا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا، ہاں لیکن وہ اس سارے معاملے میں کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ ریان کچھ نہیں بولا تھا، صرف بیلا کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لے گیا۔

جبکہ اس نے ایک نظر میرو اور جمرو کی طرف دیکھا تھا۔ جمرو سے تو خیر وہ بات نہیں کرتی تھی لیکن میرو خود ہی آگے ہو گیا تھا۔

میرے نزدیک یہ دونوں بہن بھائی اس طرح معصوم بن رہے ہیں جیسے ظلم" ان کے ساتھ ہوا ہے۔ تمہیں پتہ ہے، اس ڈاکٹر نے بالا کو پتہ نہیں کون سی بے ہوش کرنے والی دوا دی تھی جس کی وجہ سے اتنا سب کچھ ہوا؟ ورنہ بالا تو ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ہی واپس آنے والا تھا ہسپتال میں رقم ادا کرنے کے بعد۔ وہاں بالا بے ہوش ہو گیا اور یہ لوگ اسے اغوا کروا کر لے گئے۔ اگر سردار کو ہوش نہیں آتا تو نہ جانے کیا ہو جاتا! تم نہیں جانتی راگا ڈاکو کوئی عام ڈاکو نہیں ہے، اپنے زمانے کا سب سے بدمعاش اور جانا مانا ڈاکو ہے۔ بلکہ بالا اور سردار دونوں ہی اس کے آگے کام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چوری، ڈکیتی ہر چیز بالا اور ڈاکو سردار کو اسی نے سکھائی تھی۔ اتنا ہی نہیں، یہ سالوں کی دشمنیاں ہیں بلکہ سالوں کی نہیں، صدیوں کی دشمنیاں کہنی چاہیے۔ یہ راگا ڈاکو کوئی اور نہیں بلکہ سردار کا سگا تایا ہے۔ اسی نے سردار کے والدین کا قتل کروایا ہے اور بھی بہت کچھ ایسا ہے جو ہم بھی نہیں جانتے۔ وہ آدمی یہاں اس قبیلے کو تباہ کر کے یہاں کا سردار بننا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد صرف اور صرف سردار کو مٹانا ہے، اس کی

حکومت ختم کرنا ہے۔ ذرا سوچو، اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو؟ صرف اور صرف اس لڑکی کی وجہ سے ہم پر اتنی بڑی مصیبت ٹوٹی ہے۔ شاید اسی وجہ سے اب وہ لڑکی بالا کو پسند بھی نہیں ہے ورنہ بالا اس لڑکی سے کتنی محبت کرتا تھا، اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اس لڑکی نے کتنا غلط کیا۔" میرو تو غصے سے بول رہا تھا جب کہ اس کی باتیں سنتے ہوئے وہ حیران ہو رہی تھی۔

کیا وہ لڑکی جانتی تھی کہ بالا بھیا کو بے ہوش کرنے سے قبیلے میں اتنی بڑی" مصیبت آسکتی ہے؟" وہ اچانک بولی تو میرو نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جبکہ جمرو بھی حیرانگی سے ہی اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ کہاں جانتی ہو گی؟ وہ تو کبھی یہاں آئی ہی نہیں۔ وہ تو ہم سب کو بھی ٹھیک" سے نہیں جانتی ہو گی، شاید نام بھی نہ سنا ہو گا اس نے۔" جواب جمرو نے دیا تھا۔

اچھا! تو ایسی بات ہے تو پھر اس سارے معاملے کا قصوروار آپ اسے کیوں" ٹھہرا رہے ہو؟ وہ تو کچھ بھی نہیں جانتی تھی اس بارے میں۔ اس نے یقیناً

صرف اور صرف اپنے بھائی کی مدد کرنے کے لیے ہی یہ قدم اٹھایا تھا اور کچھ ہو نا ہو، اس سب کی وجہ سے ہمیں ایک فائدہ ہوا ہے کہ ڈاکو جی کو ہوش آ گیا۔ اگر قبیلے پر یہ مصیبت نہ ٹوٹتی تو شاید ڈاکو جی کو ہوش نہ آتا۔ ضروری نہیں کہ ہر چیز میں ہم بری چیزیں ہی تلاش کریں۔ کچھ چیزوں میں اچھائی چھپی ہوتی ہے۔ یہ تو نہیں کہتی کہ جو کچھ ہوا وہ اچھا ہوا لیکن ان ساری بری چیزوں میں ایک چیز اچھی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈاکو جی کو ہوش آ گیا، وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے۔ ورنہ نہ جانے یہ نیندیں اور کتنی لمبی ہو سکتی تھیں۔ بالا بھیا اس وقت پریشان ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس لڑکی سے محبت نہیں کرتے یا ان کی محبت ختم ہو گئی ہے۔ یقیناً بالا بھیا ان سب چیزوں میں خود کو قصوروار سمجھ رہے ہوں گے لیکن ہمیں انہیں سمجھانا ہو گا کہ ضروری نہیں کہ سب کچھ برے کے لیے ہی ہو۔ کچھ چیزوں میں اللہ کی رضا چھپی ہوتی ہے۔ ہر کام میں اس کی مصلحت ہوتی ہے۔" وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی تھی جب میرو کا دھیان اوپر کی طرف گیا تھا جہاں پہاڑی پر اسے سردار جاتا نظر آیا۔

تم یہاں کھڑی ہو، سر دار اوپر کمرے میں جا رہا ہے۔" میرو نے اچانک اس کا دھیان اوپر کی طرف دلایا تھا جبکہ سر دار کو اوپر جاتے دیکھ وہ فوراً ہی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

ooooooo

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو سر دار اپنی اجرک ڈھونڈ رہا تھا جبکہ اس نے جوتے بھی بدل لیے تھے۔ اس نے حیرانگی سے دیکھا شاید وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ دعام اس کے پیچھے آتے ہوئے اچانک اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بنا کر اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ گئی تھی۔

زیادہ چپکا چپکی کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے ساتھ۔ دور ہٹو۔" اس نے اسے ہٹایا نہیں تھا، ہاں لیکن اس سے کہا ضرور تھا اور اس کے کہنے کو بالکل بھی وہ کوئی اہمیت دیے بغیر اپنے لب اس کی پیٹھ پر رکھ گئی تھی۔

یہ کیا چھچھوری حرکتیں شروع کی ہوئی ہیں دعام؟ پیچھے ہٹو!" وہ سختی سے بولا تھا لیکن ابھی تک اپنے سینے پر دھرے اس کے ہاتھوں کو چھوا نہیں تھا۔ بلکہ

ایسے انداز میں اپنی اجرک ٹھیک کر رہا تھا جیسے اس سے ضروری اور کوئی کام بھی نہ ہو یا پھر اسے اپنے سینے پر یا اپنی پیٹھ پر کچھ محسوس نہ ہو رہا ہو۔

دعام کیا ہوتا ہے؟' سجن سائیں' کہیں نا، آپ کے منہ سے میرا نام بالکل اچھا" نہیں لگتا ڈاکو جی۔

دغاباز سائیں' نہ کہوں'

دھوکے باز سجن، فریبی سائیں' کیسا رہے گا..." وہ اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے' پلٹ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

دغاباز نہیں ہوں، نہ ہی میں نے دھوکہ دیا ہے اور نہ ہی میں فریبی ہوں۔" غلطیاں انسان سے ہوتی ہیں اور بڑے ظرف والوں کو غلطیاں معاف کر دینی چاہیے۔" وہ نظر جھکائے شرمندگی سے بولی تو سردار تمسخرانہ انداز سے ہنسا تھا۔

تمہیں کس نے کہہ دیا کہ میں بڑے ظرف والا ہوں؟ میں غلطیاں معاف
نہیں کرتا، غلطیوں کی سزا دیتا ہوں اور تمہیں بھی سزا ہی دوں گا لیکن واپس
آنے کے بعد۔ ذرا ضروری کام پر جا رہا ہوں، واپس آنے میں وقت لگے گا۔
انتظار کرنا میرا، خبر دار جو میرے آنے سے پہلے سوئی! آج میری واپسی پر
گزشتہ راتوں کا حساب دو گی تم، جب میرے کمرے میں مجھ سے چھپ چھپ
کر ملنے آتی تھی۔ اپنی ساری حرکتوں کا حساب دینے کے لیے تیار ہو جاؤ جو
حرکتیں تم نے میرے سوتے میں کی ہیں، وہی آج جاگتے ہوئے بھی کرو گی۔
مجھے تو اچھی خاصی شرمیلی بیوی لگتی تھی تم لیکن بڑی ہی بے شرم ثابت ہو گئی
ہو۔ میں وہ ساری بے شرمیاں اپنے پورے ہوش و حواس میں دیکھنا چاہتا
ہوں۔" وہ نرمی سے اس کے ہونٹوں پر اپنے لب رکھتا ایک گہرا جان لیوا بوسہ
لیتا کمرے سے نکل گیا تھا جب کہ دعا م اس کے پیچھے تک آئی تھی اسے روکنے
کے لیے لیکن اس کی بات کو کوئی بھی اہمیت دیے بغیر وہ تیزی سے پہاڑ سے اتر
گیا تھا۔

جانے سے پہلے بتا کر تو جاتے کہ کہاں جا رہے ہیں، کتنی دیر میں واپس آئیں گے؟ یا اللہ! کہ ہوش میں آکر ضرورت سے زیادہ ہی نخرے دکھانے لگے؟ اٹھا لوں گی نخرے، کچھ دن تک ان کے نخرے اٹھاؤں گی تب تو یہ ساری زندگی میرے نخرے اٹھائیں گے۔ بس اللہ جی یہ حساب کتاب والی باتیں ان کے دماغ سے نکال دینا۔ تھوڑی سی یادداشت بھلا دیں ان کی۔ زیادہ نہیں بس تھوڑی سی، بس وہ یہ بھول جائیں کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں، بس اتنا سا۔ اب اتنا سا تو آپ کر ہی سکتے ہیں نا میرے لیے؟" وہ آسمان کی طرف دیکھتی بڑی معصومیت سے بول رہی تھی جب کہ ذہن میں ایک دفعہ پھر سے سردار کا حساب کتاب گھومنے لگا تھا۔

○○○○○○○○

پہاڑی کی غار سے رونے چلانے کی آوازیں بہت تیز تیز آ رہی تھیں۔ دونوں گھوڑے وہاں باہر دروازے پر رکے تو سردار نے ایک نظر بالا کو دیکھا تھا جس نے اپنے چہرے پر دنیا جہاں کا دکھ سجایا تھا۔

تایا کی حالت تو بہت خراب لگ رہی ہے سردار، لگتا ہے کسی ظالم نے بہت ہی زیادہ ظلم کر دیا ہے۔ چلو چل کر عیادت کرتے ہیں۔" وہ گھوڑے سے اترتے ہوئے اندر داخل ہوا تو سردار بھی اسی کی طرح چہرے پر دکھ سجائے اندر آیا۔

سامنے ہی کافی سارے چہرے نظر آئے تھے، زیادہ تر چہرے اس کے غداروں کے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی اس کے لبوں پر پرسکون مسکراہٹ بکھری تھی جیسے انہیں دیکھ کر سچ مچ میں اچھا لگا ہو۔ "ہم انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گئے بالا اور یہ سب کچھ یہاں ہیں، میرے تایا کی خدمت کر رہے ہیں۔ بہت اچھی بات ہے۔ خیر ان سے بعد میں ملاقات کریں گے، پہلے ذرا تایا سے مل لیں۔ میرے تایا کہاں ہیں؟" اس نے سامنے کھڑے ایک آدمی سے پوچھا تھا جو تقریباً تین چار سال پہلے اسی کے لیے کام کرتا تھا لیکن کسی غلطی کی وجہ سے سردار نے اسے قبیلے سے باہر کر دیا تھا۔

اس وقت وہاں موجود سارے ہی لوگ انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ کچھ لوگ تو چھپ گئے تھے جبکہ کچھ لوگ جو سامنے تھے، اپنی موت کا انتظار کر

رہے تھے لیکن سردار کا اتنا نارمل رویہ دیکھتے ہوئے انہوں نے غار کے اندر جانے کی طرف اشارہ کیا تھا جہاں سے ابھی بھی رونے اور چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

سردار! مجھے لگتا ہے تایا بہت تکلیف میں ہیں۔" بالا پریشانی سے آگے بڑھا تو" سردار بھی اس کے پیچھے ہی آیا تھا۔

تم! تم یہاں!" وہ غصے سے انہیں دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھتا اپنے" دوسرے ہاتھ میں بندوق اٹھا چکا تھا جبکہ سردار آگے بڑھتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ گیا۔

یا اللہ! تایا یہ کیا حالت ہے آپ کی؟ مجھ سے تو آپ کی تکلیف دیکھی نہیں جا" رہی۔ یہاں بیٹھے کس نے یہ سلوک کیا آپ کے ساتھ؟" وہ اسے زبردستی پتھر پر بٹھاتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ آنکھوں میں تکلیف تھی جیسے سچ مچ میں اس کے درد پر تڑپ اٹھا ہو۔

ڈرامے بند کرو یلغار! تم مجھے نہیں جانتے جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کا"

"... انتقام

کیا کہا؟ میں نہیں جانتا؟ ہاں واقعی میں نہیں جانتا۔ میں جس ڈاکو راگا کو جانتا تھا" اس کے تو دونوں بازو تھے، تمہارا تو ایک ہی ہے منا، یہ بھی کچھ لٹکا ہوا الگ رہا ہے۔ کس نے تمہاری یہ حالت بنائی؟ لگتا ہے ایک ہی رات میں بھول گئے ہو، لیکن میں نہیں بھولا اور ہاں، سردار بھولتا نہیں ہے، یہ بھی یاد رکھنا۔ تمہیں یہ بتانے آیا ہوں، مبارک ہو! جیل سے آزاد ہوئے ہو لیکن سردار کی نظروں سے نہیں۔ جیل میں تم محفوظ تھے تاو، لیکن اب سردار کی نظر ہر وقت تم پر رہے گی۔ تم پر خطرہ ٹلا نہیں ہے بلکہ ابھی شروع ہوا ہے۔" اس نے بالا کو اشارہ کیا تھا جو فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہاں اس غار کی تلاشی لیتے ہوئے اچانک ہی ایک بھرا سا کپڑا کھینچ کر باہر نکال چکا تھا جو کوئی تھیلا محسوس ہو رہا تھا۔

یہ یہ میری لوٹی ہوئی رقم ہے! خبردار جو تم نے ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہونے ہی لگا تھا جب سردار نے اچانک ہی اپنا پیر اس کے سینے پر مارتے ہوئے اسے واپس بٹھا دیا۔

"چوری، ڈکیتی تم ہی سے سیکھی ہے تاو! تم نے اور کچھ سکھایا ہو یا نہ ہو، دوسروں کا مال لوٹنا ضرور سکھایا ہے اور قسم سے سب سے زیادہ مزا تو اس مال کو لوٹنے میں آرہا ہے۔ ہماری پلاننگ پر تم نے پانی پھیرنے کے بارے میں سوچا تھا تاو اور تمہاری پر ہم نے پھیر دیا۔ آئندہ دھیان رکھنا، جہاں میری نظر ہو اس طرف نظر اٹھانے کی ہمت مت کرنا۔ ورنہ سردار دلدار نام تو یاد ہی رہے گا نا؟" نرمی سے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر جڑا اور بالا کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس غار سے نکل گیا تھا جب کہ پیچھے سے ایک دفعہ پھر سے راگا کے چیخنے چلانے کی آواز آنا شروع ہو چکی تھی۔

○○○○○○○○

بے غیرت آدمی، پورے ساڑھے تین کروڑ کا مال ہڑپ کر بیٹھا ہوا تھا، اس "
کی تو میں ہڈیاں توڑوں گا!"

میں یہاں پلاننگ کر کر کے مر گیا اور میرے ہر پلان پر یہ انور کا بچہ پانی "
پھیرتا رہا۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ انور اتنا کمینہ نکل سکتا ہے۔ ویسے یہ
انور ہے کہاں؟ نظر نہیں آیا۔" وہ رات کے ڈھائی بجے قبیلے کے پیچھے کی طرف
بیٹھا نوٹوں کی گڈیاں گن رہا تھا جب کہ جمرو اور میرو بھی اسی کام پر لگے ہوئے
تھے۔ سردار چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ جب اچانک ہی اس نے سوال کیا۔

اوپر والے کمرے میں آرام کر رہا ہے۔" سردار نے سکون سے بتایا۔ "

آرام کر رہا ہے وہ بے غیرت انسان؟ اس کی تو میں جان نکال دوں گا، اس کی "
وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اب تک یقین نہیں آ رہا کہ وہ راگا کا مخبر تھا۔" وہ
غصے سے سردار کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

آرام کر رہا ہے کا مطلب ہے کہ اوپر کمرے میں اپنے پاؤں کٹوا کر بیٹھا ہوا "
ہے۔ سردار نے اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ کر اسے اس کے کمرے تک محدود

کر دیا ہے اور تم نہ اب بیچ میں مت بولنا۔ کب سے بول بول کر میری گنتی خراب کر رہے ہو۔ "جمرو اسے گھور کر بولا تھا۔ کب سے وہ نوٹ گنتا اور بالا بیچ میں کچھ نہ کچھ بول کر اس کی گنتی خراب کر دیتا تھا۔

زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جتنا کام بولا ہے اتنا کر! کوئی بیچ" میں بولے تو کیا تجھے موت آجائے گی؟ تیری گنتی نہیں رکنی چاہیے۔ "پیچھے سے سردار نے اسے کوئی چھٹی یا ساتویں دفعہ تھپڑ لگایا تھا جس پر وہ گردن مسلتا دوبارہ سے گننے میں مصروف ہو گیا تھا۔

سردار، صرف مجھے ہی مارے جا رہے ہو کب سے؟ یہ لوگ بھی تو الٹی سیدھی" باتیں کر رہے ہیں، سکون سے مجھے میرا کام نہیں کرنے دے رہے۔ "اس نے شکایتی انداز میں کہا تو سردار نے ایک اور تھپڑ اس کی گردن پر دے مارا تھا۔

تو مجھے بتائے گا مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں، ہاں؟ "وہ ایک دفعہ اس سے" پوچھتا ذرا سا چارپائی پر سیدھا ہوتا ایک اور تھپڑ اس کے کان کے پیچھے بجا تھا۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد پٹاخے نما آواز پر جہاں بالا اور میرو پوری لگن سے اپنا کام

کرنے لگتے، وہیں اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش میں وہ سردار کی گھوریوں سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

سردار، میری گردن سرخ ہو گئی پیچھے سے۔" وہ معصومیت سے بس رو دینے کو تھا۔

ہائے میرا کاکا! گردن سرخ ہو گئی میرے بچے کی؟ ادھر آ کر میری ٹانگیں دبا، "تھوڑی دیر بعد گننا نوٹ۔" وہ اسے لاڈ سے پچکارتے ہوئے بولا تو جمرو فوراً اپنا کام چھوڑ کر تیزی سے اس کی ٹانگوں کے قریب زمین پر بیٹھتا تیز تیز اس کی ٹانگیں دبانے لگا تھا۔

"سردار، وہ میں کیا کہہ رہا تھا؟"

منہ بند کر کے اپنا کام کر جمرو! اگر تیری آواز میرے کان میں پہنچی نا تو پہلے "گردن سرخ ہوئی ہے اب شکل ہو گی۔ اس وقت تم دونوں زہر لگ رہے ہو مجھے۔ پتہ نہیں کیا سوچ کر میں نے تم لوگوں کو زندہ رکھا ہوا ہے۔" اس کا اشارہ

بالا اور جمرو کی طرف ہی تھا اور وہ دونوں یہ بات بہت اچھے طریقے سے جانتے تھے۔

لیکن سردار، ہم نے کیا کیا ہے؟ کس بات کا الزام لگ رہا ہے ہم معصوموں" پر؟" بالا نے مزید معصوم شکل بنا کر خود کو معصوم کہنے کی جسارت کی تھی۔

ہاں، اتنے ہی معصوم ہو نا تم لوگ! تم لوگوں کو تو پتہ ہی نہیں ہے تم لوگوں" نے کیا کیا ہے۔ تم لوگوں نے دعام کو تکلیف پہنچائی ہے، دعام نے اتنی شکایتیں لگائی ہیں نہ کہ تم لوگوں کا ایک سال تک تو صرف مار کھانے میں گزر جائے گا۔" پاس بیٹھا میروا نہیں تفصیل بتانے لگا تھا جبکہ ان دونوں نے سردار کی طرف دیکھا تھا۔

سردار، میں صرف اس کی صحت کے خیال سے کر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے بولا تھا کہ" اس نے ابھی ابھی اپنا بچہ کھویا ہے، اسے ٹینشن پریشانی سے دور رکھنا ہے۔ اگر وہ تیرے پاس رہتی تو سارا دن روتی رہتی۔ میں بس یہ چاہتا تھا کہ جب تک تو

پوری طرح سے ٹھیک نہ ہو جائے یا پھر ڈاکٹر کی طرف سے تسلی نہ ہو جائے تب تک میں اسے تجھ سے دور رکھوں۔" بالا کا انداز صفائی دینے والا تھا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس سے دور رہ کر میں اور بیمار ہو جاؤں گا؟" بالا مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن سردار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پر سکون انداز میں بولا تو بالا سر جھکا گیا تھا۔ اب وہ کیا کہتا، یہ بات تو وہ خود بھی جانتا تھا کہ وہ لڑکی سردار کے لیے کتنی خاص ہے۔

سردار، میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ میں تو بات ہی نہیں کرتا تھا اس" سے۔ بس مجھے اتنا پتہ تھا کہ قبیلے پر ہونے والا حملہ اس کی وجہ سے ہوا ہے، اسی لیے میں تو بس اس سے دور رہتا تھا۔ نہ اسے کچھ اچھا کہتا تھا اور نہ ہی کچھ برا کہتا تھا۔ تو پھر مجھے سزا کیوں مل رہی ہے؟" جمرو نے دہائی دی۔ جب اچانک ہی سردار نے اپنی ٹانگ اس کے سینے پر ماری تھی۔

کیونکہ بے غیرت! تم میرے بعد اس کے محافظ ہو۔ وہ تم لوگوں کو 'بھیا بھیا'" کہتے نہیں تھکتی اور تم لوگ اس کی حفاظت کرنے کے بجائے اسے اتنے بڑے "قبیلے میں تنہا چھوڑ رہے تھے؟

تنہا نہیں چھوڑا میں نے! اس کے لیے تین عورتوں کا انتظام کر وار کھا تھا جو" صرف اس کی خدمت نہیں کر رہی تھیں بلکہ ڈاکٹر اور نرسیں تھیں پیشے سے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے اسے اکیلا نہیں چھوڑا کہ کہیں وہ سوچ کر اپنی طبیعت خراب نہ کر لے۔ سردار، کچھ بھی کہو لیکن میں نے اس کا خیال بہت رکھا ہے۔" بالا نے اب بھی صفائی ہی دی تھی۔

خیال رکھنے کے لیے عورتیں رکھی ہیں؟ مشکل وقت میں اپنے خیال رکھتے ہیں" اور تم لوگ مشکل وقت میں اس کے اپنے بننے کے بجائے پرائے بن گئے۔ تم لوگوں کا تعلق صرف میرے ساتھ ہے تو آج سے تم لوگوں نے تعلق صرف میرے ساتھ ہی رکھنا ہے۔

خبر دار جو اس سے بات بھی کی! خبر دار جو اس کی طرف دیکھا بھی! آج سے تم لوگوں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ میری بیوی ہے، اس کا تعلق صرف میرے ساتھ ہے اور اس کا تعلق صرف میرے ساتھ ہی رہے گا۔

اگر سردار کے بغیر تم لوگ اس کے بھائی نہیں، تو پھر سردار کے ہوتے ہوئے بھی تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولا تو وہ دونوں ہی سر جھکا گئے تھے

بالا کا ارادہ اسے تکلیف دینے کا نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے دعام کو ذرا سا بھی نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ضد پر اتر آئے گی اور پھر اس کی ضد پوری کرنا بالا کے لیے بہت مشکل تھا۔

وہ اسے سردار کے پاس نہیں چھوڑ سکتا تھا، اب تک سردار نے اپنے بچے کا ذکر تک نہیں کیا تھا جیسے وہ بات ہی نہ کرنا چاہتا ہو اس بارے میں۔ یہاں تک کہ دو تین بزرگ ڈاکو اس سے افسوس کرنے کے لیے بھی آئے تھے لیکن سردار نے بات کو ہی نظر انداز کر دیا تھا جیسے یہ ذکر بھی اسے تکلیف دیتا ہو اور اسے یقین

تھا اس نے اس بات کا ذکر دعام کے سامنے بھی نہیں کیا تھا۔ آخر یہ تکلیف، یہ درد ان دونوں کا تھا۔

"سارے نوٹوں کی گنتی کر کے سارا مال اندر لے جانا، میں جا رہا ہوں اوپر کمرے میں۔ اچھا خاصا تھکا دیا ہے تم لوگوں نے مجھے نیند بھی نہیں لی۔" وہ اچانک ہی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا تو ان تینوں نے اسے گھورا تھا۔

"سردار، اتنے دنوں سے جھک نہیں مار رہے تھے تم؟ سو ہی رہے تھے اور کتنی نیندیں لینی ہیں؟ بس بہت ہو گیا، اب ایک مہینہ سونے کی ضرورت نہیں ہے۔" جمرو اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ویسے تو رات کے تقریباً ڈھائی بج رہے تھے لیکن وہ تینوں اس کے ساتھ جاگے ہوئے تھے جیسے اسے نہ سونے دینے کی قسم کھا رکھی ہو۔

"تم لوگ ہو گے ویلے نکمے، میں بیوی والا ہوں۔ اگر میں نہیں بھی سوؤں گا تو کم سے کم تم لوگوں کے ساتھ اپنا وقت برباد نہیں کروں گا۔ چلو، اپنا کام ختم کر کے جانا۔ خبردار جو کسی نے کام کو بیچ میں چھوڑا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا جبکہ بالا

نے اسے جاتے ہوئے دیکھ تھوڑی مایوسی کا اظہار کیا تو سردار کے لبوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ بکھری تھی۔

"زیادہ منہ نہ بنو شادی شدہ کنوارے! تیرے لیے بیوی کا انتظام کیا تھا، اگر تھوڑی اکڑ دکھاتا تو آج وہ تیرے پاس ہوتی۔"

"شکر ہے اللہ کا ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے مجھے، بیوی کے سامنے اکڑ بھی دکھاؤ تو ایسے انداز میں کہ وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے۔ خیر، گڈ نائٹ۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ وہ تینوں اب لڑتے جھگڑتے پھر سے نوٹوں کی گڈیاں گننے میں مصروف ہو چکے تھے۔

oooooooooo

وہ تقریباً تین چار گھنٹوں تک اس کا انتظار کرتی رہی تھی پر وہ نہ جانے کہاں گیا تھا جو اب تک لوٹ کر نہ آیا تھا۔ اس نے دو تین دفعہ تو نیچے جا کر بھی دیکھا تھا کہ وہ آیا ہے یا نہیں لیکن وہ نہیں آیا تھا۔

پھر آخری دفعہ جب وہ نیچے کی طرف ہمت ہار کر جھانکنے لگی تو اس نے وہاں باہر شیر دل کو ٹہلتے دیکھا تھا۔

شیر دل آ چکا تھا تو مطلب صاف تھا کہ سردار بھی واپس قبیلے میں آ چکا تھا یعنی کہ وہ کچھ دیر میں روم میں آتا ہو گا۔ یہ سوچ کر وہ کمرے میں اس کا انتظار کرنے لگی لیکن انتظار، انتظار ہی رہ گیا۔ دو گھنٹے گزر گئے اور سردار کی واپسی کے کوئی امکانات نہ تھے۔ نیند سے اس کی بری حالت ہونے لگی تھی، جب گھڑی کے ہندسے نے ایک بجایا تب اس کی ہمت جواب دے گئی تھی

اب اس سے زیادہ وہ اس کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اب بے شک وہ آ کر اسے سزا ہی کیوں نہ دے لیکن اس کی آنکھیں جواب دے چکی تھیں اس کا انتظار کرتے کرتے اسی لیے اس نے سونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ نیند میں کب اتری تھی اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا، ہاں لیکن ایک پر سکون نیند اسے ضرور آئی تھی۔ اس کا ڈاکو جی ٹھیک ہو گیا تھا، اس سے بڑھ کر تو جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔

وہ کل بھی ساری رات نہیں سوئی تھی۔ کل بھی عجیب سا ہنگامہ مچا رہا تھا یہاں۔ سردار صرف صبح کے وقت کمرے میں آیا تھا یا کل دوپہر کے وقت۔ اس کے بعد اس کے کمرے میں کوئی واپسی نہیں ہوئی تھی۔ نہ جانے قبیلے کے کون کون سے کام تھے جو ادھورے پڑے ہوئے تھے اور وہ سارے کاموں کو ایک دو دنوں میں ہی ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ خیر جو بھی تھا، اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

کہ وہ اب ٹھیک ہے اور اس کا ٹھیک ہو جانا ہی اس کے لیے سب کچھ تھا۔ تبھی تو وہ اتنی پرسکون ہو چکی تھی کہ اب نیند بھی اس کے اعصابوں پر سوار ہونے لگی تھی۔ تھک ہار کر وہ سونے کے لیے لیٹی تھی اور پھر جلدی ہی نیند میں اتر بھی گئی تھی۔

oooooooo

سردار کمرے میں داخل ہوا تو اس کی پہلی نظر بیڈ پر دنیا جہاں سے انجان اپنی ہی نیندوں کے جہان میں گم دعام پر پڑی۔ دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے

قدم بیڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے دیکھا تھا جب اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکان آئی تھی۔

کتنے سکون سے سو رہی تھی وہ اور کتنی پیاری لگ رہی تھی وہ یوں سوتے ہوئے۔ وہ بے ساختہ ہی نگاہیں اس پر جما گیا تھا۔ اس کے قریب آتے ہوئے وہ مسلسل اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ کتنا سکون تھا اس کی نیندوں میں! وہ جانتا تھا، پچھلے 28 دن وہ ایک بھی دن سکون سے نہیں رہی ہو گی۔ ہاں، 28 دن سے وہ دنیا جہاں سے بے خبر تھا۔

کیا کیا نہ ہوا تھا ان 28 دنوں میں؟ وہ ہر چیز سے واقف تھا، اور جس چیز سے واقف نہیں تھا اس کے بارے میں بھی وہ سب کچھ جان چکا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کی معصوم سی بیوی نے بہت ساری تکلیفیں سہی ہیں ان 28 دنوں میں۔ اس نے لوگوں کے سوال برداشت کیے ہیں، اپنا بچہ کھویا ہے، اپنے شوہر کو پل پل موت کے قریب جاتے دیکھا ہے۔

وہ بے سکون تھی اتنے سارے دنوں میں، وہ بہت اچھے طریقے سے سمجھتا تھا۔ یقیناً اتنے دنوں میں وہ ایک لمحہ بھی سکون سے نہ رہی ہو گی۔ وہ کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کمرے میں کچھ تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا

.

جیسے قالین پر کسی کی موجودگی کا احساس ہو جبکہ صوفے پر بھی ترتیب تھوڑی خراب ہوئی تھی۔ شاید جن لوگوں کا ذکر بالا کر رہا تھا اس کا خیال رکھنے کے لیے رکھی گئی ان نرس اور ڈاکٹر کا۔ وہ رات کو اسی کے کمرے میں رہتی تھیں، یہ بات اسے اچھی نہیں لگی تھی لیکن فی الحال وہ اس بات کو زیادہ اہمیت دیے بغیر دعام کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ اس کا سکون سردار کو بھی سکون دے گیا تھا۔ لیکن اسے سکون میں دیکھتے ہوئے وہ کیسے رہتا؟ اسے اپنا بھی تو سکون چاہیے تھا اور صرف اسے دیکھنے سے تو سکون ملنا نہیں تھا اسے، 28 دن سے وہ اس سے دور تھا۔ اور اگر وہ اس کے قریب بھی تھی، بہت قریب بھی تھی تو بھی وہ اس کے قریب نہیں جا سکا تھا، نا۔

اس وقت اسے اپنی بیوی کی ضرورت تھی اور پھر کچھ حساب کتاب بھی تو کرنے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر اس کے چہرے کو دیکھتا، آہستہ سے مسکراتا، کرسی چھوڑ کر اپنی چادر ایک جھٹکے میں کھینچ کر پیچھے پھینکتا اپنے پیروں سے جوتوں کو آزاد کر چکا تھا۔

تو بیگم، اب حساب کتاب کا وقت آگیا ہے۔" وہ ایک جھٹکے میں اس کے بازو کو" پکڑ کر اسے اپنے قریب کھینچتے ہوئے بولا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کے سینے سے لگی تھی جبکہ نیند تو ایک لمحے میں ہی بھاگ گئی تھی۔ وہ نیند میں ڈوبی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو اس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔

ڈاکو جی۔۔۔" اس نے بے حد معصومیت سے پکارا تھا۔"

کیا ڈاکو جی؟ کیا کہا تھا میں نے تم سے؟ سونا مت میرے آنے سے پہلے! تو کیسے" سو گئی تم؟ میری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی تمہیں یا پھر میری بات سمجھ میں آنا بند ہو گئی ہے؟" وہ غصے سے دیکھتے ہوئے بولا تو اس کے غصے پر وہ پریشان ہو گئی تھی۔

نیند بہت دور بھاگ چکی تھی اب تو بس وہی ذہن پر سوار تھا۔

سوئی تو نہیں تھی میں۔۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے پھر سے اپنی معصومیت" بھری آواز میں بولی تو سردار کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں۔

اچھا تو تم سوئی نہیں تھی بلکہ یہاں آنکھیں بند کر کے میرا انتظار کر رہی تھی؟" خراٹے لیتے ہوئے؟" اس نے پھر سے سختی سے سوال کیا تھا۔

ایویں! میں خراٹے نہیں لیتی، آپ لیتے ہیں۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی جیسے اس" کی شان میں گستاخی کر دی گئی ہو، وہ کہاں خراٹے لیتی تھی؟

ہاں، مجھ پر تم نے پی ایچ ڈی کر کے رکھی ہوئی ہے۔ میری ساری نیندوں کا" حساب ہوتا ہے نا تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ میں خراٹے لیتا ہوں! کون سا کبھی جاگی ہو میرے سونے کے بعد؟" وہ اسے گھورتے ہوئے بولا تو اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔

آپ سوئے ہی رہتے تھے، میں ہی تو جاگ رہی تھی اتنے دنوں سے۔ آپ" کے پاس آپ کو دیکھتی تھی۔ اتنی منتیں کرتی تھی کہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھیں لیکن آپ مجال ہے جو میری کوئی بات مانتے ہوں۔

بس، ایک بار آپ اپنے حساب کتاب پورے کریں، پھر میں اپنے حساب کتاب پر آؤں گی۔۔" وہ منہ بنا کر سے وارن کر رہی تھی کہ اس کے حساب کتاب پورے ہونے کے بعد بھی بہت کچھ باقی ہے۔ مطلب صاف تھا کہ اپنی ناراضگی ختم کرنے کے بعد سردار نے اسے بھی منانا تھا۔

زیادہ نخرے دکھانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔ فضول باتوں میں بھی مت" لگاؤ مجھے۔ جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ میرے آنے سے پہلے مت سونا تو کیوں "سو گئی تم؟

اس کا ہاتھ اس کی کمر پر آہستہ آہستہ سختی اختیار کرتا جا رہا تھا جبکہ اس کے ہاتھوں کی گرفت میں تیزی محسوس کرتی وہ اس کے مزید قریب ہوتی اس کے

سینے میں چھپنے لگی تھی جب سردار نے اچانک ہی اسے خود سے دور کرتے ہوئے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔

"پہلے میرے سوال کا جواب دو، جب میں نے سونے سے منع کیا تھا تو پھر سوئی کیوں تم؟ میری بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے تمہاری نظر میں؟" وہ گھورتے ہوئے اس کے سراپا کو اپنی نگاہوں میں لے گیا تھا اس کے لب اسے شرارت پر اکسا رہے تھے بلکہ اکسا کیا رہے تھے، اکسا چکے تھے۔ وہ خود بھی اس سے دور نہیں رہ پا رہا تھا۔ اس سے دور رہنا اس کے بس میں پہلے بھی کہاں تھا۔

ڈاکو جی۔۔۔"" آپ کے بال بڑے ہو رہے ہیں" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پھر اچانک سے بات بدلنے لگی تو سردار نے ہلکی سی آنکھیں بند کرتے ہوئے اس کے لمس کو محسوس کیا تھا۔ پھر ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اچانک اس کے لبوں پر جھکتے اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی سخت قید میں لے گیا۔

اس کا انداز جارحانہ تھا جبکہ وہ قطرہ قطرہ اس کے لبوں سے سانسیں چرا رہا تھا۔ دعام کو ایک لمحے کے لیے اس کی شدت سے خوف سا محسوس ہوا پھر اگلے ہی لمحے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے وہ اس کے گرد اپنی باہوں کا گھیرا مضبوط کر گئی تھی۔

تم جانتی ہو میرے سوالوں کو نظر انداز کر کے تم اپنے لیے مشکل پیدا کر رہی" ہو۔ خیر تم اپنے لیے کچھ بھی کر لو، میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ اگر تم نے خود کے لیے مشکل پیدا کر ہی لی ہے تو ایسے ہی سہی ہے۔" وہ اس کے لبوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں پر جھکا تھا۔ انداز اب بھی جارحانہ تھا، وہ اس کی سانسوں میں اپنی سانسیں انڈیلتا اس کے لبوں کے لمس سے سیر اب ہو رہا تھا جب کہ اس کی کمر میں بھی اس کی گرفت تیز ہوتی جا رہی تھی۔

سر دار نے اس کا سر تکیے پر رکھتے ہوئے اپنی قمیض کے بٹن کھولے تو دعام کو کمرے کی روشنی تیز محسوس ہوئی تھی جب اس نے ہاتھ بڑھا کر اچانک کمرے کی لائٹ آف کر دی۔

حساب کتاب کرنے کا موڈ نہیں ہے اس وقت، کچھ اور کرنے کا موڈ ہے۔"
حساب یہیں سے کل صبح شروع کریں گے،

اوکے ؟" وہ ایک دفعہ پھر سے اس کے گرد اپنی باہوں کا مضبوط حصار بناتے ہوئے اب اس کے لبوں کو نرمی سے چومتا اس کی گردن پر جھک گیا تھا۔

اس کے جارحانہ لبوں کا لمس اس کی گردن پر بکھرنے لگا تھا، انداز میں وہی بے قراری وہی بے چینی تھی۔ اس کے لب اس کی گردن پر بے ترتیب حرکت کر رہے تھے۔

جب کہ اس کی بڑھتی ہوئی قربت پر دعام کو اپنے سینے کی دھڑکنیں تیز ہوتی محسوس ہو گئیں۔ وہ کافی شدت پسند ہو رہا تھا، اس کے نازک سراپا کو اپنے شکنجے میں قید کر چکا تھا۔ دعام کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اس کی

رفتہ رفتہ بڑھتی ہوئی قربت محسوس کر کے جب کہ کمرے میں ان دونوں کی خاموشی رقص کرنے لگی تھی۔

محبت کے اس حسین ملن پر پہاڑوں کے بیچ سے گزرتی ہوائیں بھی جیسے ملن کے گیت گا رہی تھیں۔ اسے اپنی باہوں میں قید کیے سردار جیسے دنیا جہان بھلا چکا تھا۔ آج وہ اس کی باتیں نہیں، اس کی دھڑکنیں سننا چاہتا تھا۔

○○○○○○○○

صبح اس کی آنکھ کھلی تو وہ پوری طرح سے سردار کے باہوں میں قید تھی جبکہ سردار اسے کسی تکیے کی طرح دبوچے اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر سردار کا چہرہ دیکھنا چاہا تو ایک شرم سی آگئی تھی جبکہ اس کے سینے سے لگے وہ اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھے ہوئے تھی۔

اس کے سینے پر نیلے اور کالے نشان تھے۔ یقیناً گولیاں یہیں پر لگی تھیں۔ زخم اب بھی موجود تھے لیکن اب کافی مندمل ہو چکے تھے۔ مسلسل بیڈ ریسٹ اور کوما میں ہونے کی وجہ سے اس کی پٹیاں کافی دن پہلے ہی کھل چکی تھیں جس کی

وجہ سے اب زخم کافی بہتر حالت میں تھے لیکن پھر بھی وہاں پر نیل کے نشان بنے ہوئے تھے۔ وہ کافی تکلیف میں رہا تھا۔ دعام نے ایک نظر اس کے زخموں کو دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ اپنے لبوں کو اس کے زخموں پر رکھتے ہوئے جیسے مرہم لگا گئی تھی۔ اس کی حرکت محسوس کر کے سردار نے اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار اور مضبوط کیا اور پھر اسے جکڑ کر اپنے سینے میں چھپا لیا۔

ڈاکو جی، آپ کو درد ہو رہا ہو گا نا؟" وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستہ " سے سوال کرنے لگی جب سردار نے نرمی سے آنکھیں کھول کر اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے اچانک وہ اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اب انداز میں جارحانہ پن نہیں تھا بلکہ بہت میٹھا سا احساس تھا،

وہ بے حد نرمی سے اپنے لبوں کو اس کے لبوں پر حرکت دیتے ہوئے ان کی نرمی کو محسوس کر رہا تھا اور پھر کتنی ہی دیر اس کا یہی انداز جاری رہا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اس کے لبوں کو چومتے ہوئے نہ جانے کتنے بوسے اس کے لبوں پر دے چکا

تھا۔ اس کے لمس کی تعداد گننا آسان نہیں تھا۔ وہ جیسے برسوں کا پیاسا تھا اور بس اس کے لب ہی اس کی تشنگی کو مٹا سکتے تھے۔

"ڈاکو جی۔۔۔ بھوک لگی ہے!" وہ مزید گستاخیوں پر اتر آیا تھا اس کی جسارتیں رکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں جب اس نے رکی سانسوں کے ساتھ بڑی مشکل سے کہا تھا۔

سردار نے آنکھیں کھول کر اس کے چہرے کو دیکھا، انداز گھورنے والا تھا لیکن جس معصومیت سے وہ مسکرا رہی تھی پھر وہ کتنی ہی دیر گھور سکتا تھا؟ ایک جھٹکے میں اسے پیچھے کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھی تیزی سے اس کے ساتھ ہی اٹھی تھی۔

"کمرے سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر میں آکر میرو کھانا دے جائے گا۔" وہ الماری سے اپنے کپڑے نکالتے ہوئے بولا تو اسے لگا جیسے وہ اس سے ناراض ہو گیا ہے۔ وہ تیزی سے اٹھتے ہوئے اس کے پاس آتی اس کے گرد اپنا حصار بناتے ہوئے اپنا سر اس کی پیٹھ پر رکھ چکی تھی۔

اب کیا مسئلہ ہے تمہارا؟ بھوک کا انتظام ہو جائے گا دس منٹ میں۔" اور اس کے بازو اپنے ہاتھوں سے کھولتے ہوئے ایک سوٹ نکال چکا تھا جبکہ اس کی ناراضگی کو وہ سمجھی نہیں تھی۔

میرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا پھر سے منہ بن گیا ہے۔ آپ اتنے ناراض کیوں" ہیں مجھ سے ؟ رات کو تو مان گئے تھے، اب کیا ہو گیا؟" وہ سچ مچ میں پریشان ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے تک تو بالکل ٹھیک تھا، اب کیا ہو گیا تھا اسے ؟

رات اس کے سونے کے بعد بھی وہ اس کے لبوں کا لمس اپنے نازک سراپے پر محسوس کرتی رہی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ جاگتا رہا ہے اور شاید وہ جاگتا ہی رہتا تھا اسے یوں ہی اپنے باہوں میں بھر کر۔ اسے عادت تھی ساری رات اس سے پیار کرنے کی۔ لیکن وہ ناراض نہیں تھا اس سے اتنا تو وہ جانتی تھی، تو اب کیا ہوا تھا؟

میں تم سے راضی کب ہوا تھا جو دوبارہ ناراض ہوں گا؟" وہ کپڑے نکالتے" ہوئے پلٹ کر اس سے سوال کرنے لگا تو دعام کو جواب سمجھ نہ آیا تھا۔

آپ راضی ہو گئے تھے، تب ہی تو آپ میرے اتنے پاس تھے، مجھے پیار کر "

"رہے تھے۔

تم میری بیوی ہو، تم سے پیار کرنا فرض ہے مجھ پر پر میں تم سے راضی ہوں، "

یہ خیال کیوں آیا تمہیں؟ کیا کیا ہے تم نے مجھے منانے کے لیے؟" سردار اسے

دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگا تو وہ حیران سی ہو گئی تھی۔

آپ راضی تو تھے رات کو؟" وہ معصومیت سے انگلیاں جھٹکتے ہوئے بولی۔ "

راضی نہیں تھا، اچھے موڈ میں تھا۔ باقی راضی ہو کر میں ایسا نہیں ہوتا اور یوں "

میرے سامنے شکلیں بنانے سے بہتر ہے کہ سوچو کہ مجھے راضی کرنے کے لیے

کیا کیا ہے تم نے؟! ہٹو سامنے سے، وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سارے قبیلے میں تباہی مچی ہو گی، ہر چیز کو سیٹ کرنا ہو گا۔

دن میں قبیلے کا سارا انظام تہس نہس ہو گیا ہے۔ چلو، ایک بات تو مجھے پتہ 28

چل گئی کہ یہ قبیلہ میرے بنا نہیں چل سکتا۔" وہ کہتے ہوئے واش روم میں گھس

گیا تھا۔ پیچھے دعام اپنا سامنہ لے کر رہ گئی تھی۔ بلکہ اپنا سامنہ لے کر کہاں رہ گئی تھی؟ وہ تو روتی شکل بنائے کھڑی تھی جس کو بالکل بھی اہمیت نہ دی گئی تھی۔

oooooooooo

صبح بیلا کی آنکھ کھلی تو اسے شدید بخار تھا۔ امی پریشانی سے اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

"امی، میرا اہسپتال جانا بہت ضروری ہے۔ پلیز، سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرا کام ہے وہاں، مجھے اپنے پیشنٹس چیک کرنے ہیں، میں اس طرح بنا انفارم کیے چھٹی نہیں کر سکتی۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھی۔ پچھلے دن ہوئے تماشے کے بارے میں وہ انہیں کچھ بھی نہیں بتانا چاہتی تھی۔ ایک تو وہ بہت پریشان ہو جاتیں، پھر اس کے نکاح کا سن کر نہ جانے ان کے دماغ میں کیا کیا آتا۔ وہ انہیں کسی طرح کی ٹینشن نہیں دینا چاہتی تھی۔

"امی کو کچھ نہیں سمجھنا بیلا، اپنی حالت دیکھو، تمہیں تیز بخار ہے۔ ڈاکٹر تب دوسروں کا علاج کرے گا جب ڈاکٹر خود ٹھیک ہو گا۔ تم اتنی زیادہ بیمار ہو، وہاں

جا کر کیسے سب کچھ ہینڈل کرو گی؟ اور ایک چھٹی کرنے سے کیا ہو جائے گا؟ تمہاری جگہ تمہارا کام کوئی اور ڈاکٹر دیکھ لے گا۔" رباب بھی اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"نہیں رباب بھابھی، سمجھنے کی کوشش کرو اور جو میرا کام ہے، وہ میرا ہے جو میری ذمہ داری ہے وہ کوئی اور نہیں نبھائے گا۔ مجھے اپنی چیزیں خود ہینڈل کرنی پڑتی ہیں اور پھر بنا بتائے تو اور بھی زیادہ مسئلہ ہو جاتا ہے۔ اگر میں انہیں کل رات کو ہی فون کر کے بتا دیتی کہ میری طبیعت ناساز ہے یا میں نہیں آنے والی تو بات کچھ اور تھی۔ لیکن اب یوں اچانک بنا بتائے میں چھٹی نہیں کر سکتی۔" وہ انہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ کل ہسپتال میں اچھا خاصا تماشا ہوا تھا، اسے جاننا تھا کہ اس تماشے کے بعد کیا ہوا ہے ہسپتال میں۔ جس طرح کل وہ لوگ اسے لے کر گئے تھے، یقیناً ہر کسی کی نظر میں یہ بات ہو گی۔ اور یقیناً یہ بڑا مسئلہ بھی ہو گا۔ اسے ہر چیز کو کنٹرول کرنا تھا، سب کچھ اپنے مطابق کرنا تھا۔ اس کا جانا بے حد ضروری تھا۔

کل واپسی پر ریان نے اس سے بس اتنا ہی کہا تھا کہ وہ اس ڈاکو بالا کے ساتھ اس کی زندگی برباد نہیں ہونے دے گا۔ وہ ہر چیز کو سنبھال لے گا، جلد سے جلد وہ طلاق کروادے گا اور اسے اپنے بھائی پر یقین تھا۔ فی الحال یہ معاملہ جس طرح اس کا بھائی چاہتا تھا، وہ اس طرح سے ہینڈل کر رہا تھا۔ اس نے گھر میں یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائی تھی اور نہ ہی وہ کسی کو پریشان کرنا چاہتی تھی۔ اگر اس کے بھائی نے کہہ دیا تھا کہ وہ ہر چیز کو اپنے مطابق حل کر لے گا تو اس کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا گھر میں کسی کو بھی پریشان کرنے کا۔ ہاں لیکن وہ اپنا ذہنی سکون کھو چکی تھی۔ اسے ایک لمحے کا سکون نہیں تھا۔

دماغ پر وہ آدمی بری طرح سے سوار تھا۔ نکاح کو قبول کرتے ہوئے اس نے جس طرح اپنے آپ کو اس آدمی کے نام لکھا تھا وہ مجبوری کی انتہا صرف وہی سمجھ سکتی تھی۔ اس کے بھائی نے تو کہہ دیا تھا کہ طلاق ہو جائے گی لیکن طلاق لفظ کا مطلب وہ اچھے طریقے سے سمجھتی تھی اور یہ بھی حقیقت تھی کہ جب بھی یہ لفظ آتا تھا، وہ کانپ اٹھتی تھی۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی شادی یوں کسی کے ساتھ ہو گی اور پھر معاملہ یوں طلاق تک جا پہنچے گا۔ ہاں، اس کے ساتھ نباہ کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس معاملے کا حل صرف اور صرف طلاق ہی تھی۔ اور اسے نہ چاہتے ہوئے بھی طلاق جیسا ناپاک لفظ اپنی زندگی میں استعمال کرنا پڑ رہا تھا۔ امی اور رباب نے اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اسے ہسپتال جانا تھا اور ہر قیمت پر جانا تھا۔ وہ اس معاملے کو اس طرح نہیں لے سکتی تھی۔ نہ جانے کتنی انگلیاں اس پر اٹھ رہی تھیں۔ اس نے ہر چیز کو سنبھالنا تھا، ہر چیز کو سمجھنا تھا۔ اب تو شاید زندگی یوں ہی کٹنی تھی لیکن اس دعا کے ساتھ کہ آئندہ وہ شخص کبھی اس کے سامنے نہ آئے۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر تیار ہونے لگی تھی، جسم میں عجیب طرح کی تھکاوٹ تھی لیکن اس وقت اس کے دماغ میں صرف اور صرف ہسپتال جانے کا جنون سوار تھا۔

تیار ہونے کے بعد وہ جب نکلنے لگی تو امی تو اسے روکنے کے لیے ویل چیئر گھسیٹتی اس کے دروازے تک آ رہی تھی لیکن وہ نہیں رکی۔ ریان تو صبح صبح ہی کہیں

چلا گیا تھا ورنہ امی کے مطابق وہ اسے روکنے میں کامیاب ہو جاتا۔ امی نے تھک ہار کر بس فی امان اللہ کہہ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا جبکہ رباب خاموشی سے ان کی ویل چیئر گھسیٹ کر واپس لے گئی تھی۔

ooooooooo

سر، طلاق کے کاغذات؟ میں کچھ سمجھا نہیں، آپ کس کی طلاق کے کاغذات" تیار کروانا چاہتے ہیں اور ڈاکوؤں کے ٹائم ٹیبل کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟" اس کا کانسٹیبل پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ تھا جب کہ اس نے آتے ہی اسے طلاق کے کاغذات تیار کروانے کا حکم دیا تھا۔

جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو اور فضول کی معلومات نہیں مانگ رہا، بس یہ جاننا" ہے کہ ڈاکو بالا کب اپنے قبیلے سے باہر نکلتا ہے، کہاں جاتا ہے؟ اس کے آنے جانے کی ٹائمنگ، ہر چیز۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تو اس نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

مطلب کہ قبیلے کا سردار؟ کیونکہ سردار کے مرنے کے بعد اب قبیلے کا سردار" ڈاکو بالا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ڈاکو بالا اس وقت بہت چوکنا ہے اور اپنی حفاظت کرے گا۔ ہم اسے اٹھوا نہیں سکتے، یقیناً آپ کا ارادہ اسے گرفتار کرنے کا ہو گا۔ لیکن اس وقت وہ بہت چوکنا ہے، فی الحال ہم ان کے خلاف کسی بھی طرح کی سازش کریں گے تو خود پھنس جائیں گے۔" کانسٹیبل اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا جب کہ اس نے گھور کر کانسٹیبل کو دیکھا تھا۔

میری بات سنو! تم، سردار دلدار مرا نہیں ہے، وہ زندہ ہے، قبیلے میں ہے اور" ہو سکتا ہے جلدی منظر عام پر آ جائے۔ دوسری بات، بالا وہاں کا سردار نہیں ہے۔ وہ اب بھی سردار کا رائٹ ہینڈ ہے اور بس۔ مجھے اس رائٹ ہینڈ کی انفارمیشن چاہیے۔ سردار کیا کرتا ہے؟ کیوں کرتا ہے؟ یا پھر اس کا اگلا حملہ یا اگلی ڈکیتی کیا ہو گی؟ ان سب چیزوں سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ میں تمہیں صرف اور صرف معلومات نکالنے کے لیے کہہ رہا ہوں اور تم نے بس مجھے معلومات ہی نکال کر دینی ہیں۔ نہ تو میں نے تم سے کوئی مشورہ مانگا ہے اور نہ ہی

تم میرے سامنے کوئی فضول بات کرو گے۔ آئی میری بات سمجھ میں ؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا تو کانسٹیبل نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

جی سر، مجھے آپ کی بات سمجھ میں آگئی ہے لیکن اب یہ بتایئے کہ کل کیا کرنا ہے ؟" وہ بات ختم کرتے ہوئے موڈ چینج کرنے لگا تو اب کی دفعہ ریان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

کیوں ؟ کل کیا ہے ؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگا تو کانسٹیبل کو اب مزید حیرت ہوئی تھی۔

سر، کل سرمنی ہے۔ آپ کو اس میں انوائٹ کیا گیا ہے۔ آپ نے جو اتنی کامیابی سے اپنے پلان پر کام کیا ہے، اس کے حوالے سے آپ کو انعام سے نوازا جائے گا۔ آپ کی پرموشن ہو گی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کی وردی پر سٹار بھی بڑھ جائے گا۔ پھر تو سر آپ ہمیں پارٹی دیں گے۔" وہ آدمی اچانک سے بولا تو ریان نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

نہ تو مجھے کوئی پروموشن چاہیے اور نہ ہی مجھے کسی انعام کی طلب ہے اور یہ بات میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اب بھی کہہ رہا ہوں۔ سردار زندہ ہے تو مجھے کس بات کی پروموشن دی جا رہی ہے؟ میں نے کوئی پلاننگ نہیں کی تھی، وہ سر ایک غلط فہمی ہے اور کسی غلط فہمی پر ملا ہوا انعام مجھے نہیں چاہیے، آئی میری بات سمجھ میں؟ باقی اس غلط فہمی کے پیچھے چھپی ہوئی سازش کو میں بہت اچھے طریقے سے سمجھتا ہوں۔ بہتر ہو گا کہ یہ انعام بھی اس سازش کار کو دیا جائے۔ "میرے نام پر بل پھاڑنا بند کرو تم لوگ۔

وہ غصے سے ٹیبل سے اٹھتے ہوئے سامنے کھڑے سینیئر انسپیکٹر کو بھی دیکھ چکا تھا جو خباثت سے مسکراتے ہوئے اس کی بات سن کر ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔

ریان اتنا تو سمجھ ہی چکا تھا کہ اس کے تھانے میں ہی کوئی ہے جو اس کے خلاف سازش کر رہا ہے جو سازش کرتے کرتے غلطی سے اس کے لیے انعام کا ایک بڑا دروازہ کھول چکا ہے۔ بلکہ صرف انعام کا ہی نہیں، پرموشن کا بھی۔ اگر ریان کی یہ پروموشن ہو جاتی تو یقیناً وہ اور انسپیکٹر ایک ہی رتبے پر جاتے۔ اسے لگا تھا

کہ جب سردار اور قبیلے والوں کو پتہ چلے گا کہ وہ انہیں دھوکہ دے رہا ہے تو یقیناً وہ لوگ اسے گولی مار کے ختم کر دیں گے، پولیس سٹیشن میں موجود واحد رشوت نہ لینے والا انسپیکٹر یہیں پر تمام ہو جائے گا اور ان معاملات باہر نہیں آئیں گے لیکن وہاں الٹا ہی ہو گیا تھا۔ لیکن جس طرح انسپیکٹر ریان اکرم اس معاملے سے آنکھیں چرا رہا تھا اسے یہ سب کچھ دیکھ کر بہت مزہ آ رہا تھا، یقیناً وہ ڈاکوؤں کی نظر میں برا نہیں بننا چاہتا تھا لیکن اب بہت برا بن چکا تھا۔ اور اس بات کی سب انسپیکٹر کو بہت خوشی تھی۔

ooooooo

اتنے دنوں سے اس نے ٹھیک سے کھانا کھایا ہی نہیں تھا۔ آج جب میر و اسے صبح ناشتہ دے کر گیا تو اس نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا تھا۔ پتہ نہیں نیچے سردار نے کچھ کھایا تھا یا نہیں لیکن اس نے سکون سے ناشتہ کھایا، آخر اس جن کو جھیلنا بھی تو تھا۔ اسی لیے اس نے خوب سارا کھانا کھانا تھا۔ کھانا کھا کر وہ اٹھ

کر اچھے سے تیار ہوئی، اس کا موڈ ندی پر جانے کا تھا بلکہ ندی پر جانے کا نہیں، سردار کو بھی اپنے ساتھ لے کر جانے کا تھا۔

وہ کافی دیر اس کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی لیکن وہ تو ناراض تھا۔ کوئی بات نہیں، وہ منالے گی، تھوڑی بہت ضد تو چلی جاتی ہے ناراضگی میں بھی اور ویسے بھی اگر وہ اپنے مطلب کے لیے راضی ہو سکتا ہے تو پھر اس کے لیے کیوں نہیں؟ راضی تو اسے ہونا ہو گا۔

چلو، اگر وہ راضی نہیں، تھوڑی دیر کے لیے راضی ہو ہی جائے گا رات کو بھی" تو ہوا تھا نا، تھوڑی دیر کے لیے راضی اس کے لیے بھی ہو جائے گا۔" اس نے اچھے سے تیار ہوتے ہوئے اپنے لمبے بالوں کو پیچھے کھلا چھوڑا تھا پھر دوپٹے کو ٹھیک سے سر پر سیٹ کر کے اس نے چادر کو اوڑھ لیا تھا۔ ویسے بھی ندی پر جا کر وہ چادر اتار ہی دیتی تھی۔ اپنی تیاری مکمل کرتے ہوئے اس نے نازک سے پیروں میں نازک سی چپلیں پہنی تھیں اور پھر نیچے کی طرف آنے لگی لیکن دور سے کسی کے رونے چلانے کی آواز سنائی دی تو اس نے اپنے قدم روک لیے

تھے۔ نیچے کوئی سردار کی دہشت کا شکار ہو رہا تھا۔ سردار کے ہاتھ میں چابک تھا جسے وہ مسلسل زمین پر پڑے آدمی پر برسا رہا تھا۔ وہ آدمی کون تھا اور اسے اتنی مار کیوں پڑ رہی تھی؟ وہ ہر گز نہیں جانتی تھی۔ وہ آدمی قبیلے کا نہیں لگ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا کہیں باہر سے آیا ہے۔ وہ کافی نیچے آچکی تھی لیکن سردار کا غصہ دیکھ کر اس نے اپنے پیروں کو بلی کی چال سے واپس اوپر کی طرف موڑ لیا تھا اور پھر بھاگ کر واپس کمرے میں جا کر بند ہو گئی تھی۔

○○○○○○○○

یا اللہ، ڈاکو جی کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ اتنے زیادہ غصے میں کیوں تھے؟ پتہ نہیں" کس نے ان کو غصہ دلایا؟ غصہ دلایا تو دلایا، یہ آدمی کون تھا جسے وہ اس طرح سے مار رہے تھے؟ قبیلے کا تو نہیں لگتا۔ ہائے! ایک اور بیچارہ ڈاکو جی کے ظلم کا شکار ہو رہا ہے لیکن ضرور اس نے ہی کچھ نہ کچھ ایسا کیا ہو گا، ایسی حرکتیں ہی بندہ کیوں کرے جس کے بعد میں مار کھانی پڑے۔ اللہ جی، اگر وہ اچھا انسان ہے اور اس سے چھوٹی موٹی غلطی ہو گئی ہے تو پلیز ڈاکو جی کے دل میں اس کے

لیے رحم ڈال دیں لیکن اگر وہ برا انسان ہے اور اس نے کوئی بڑی غلطی کی ہے تو پھر تو اس کو پٹائی لگنی چاہیے۔ ہائے، لیکن وہ کتنا چلا رہا تھا، اسے کتنا درد ہو رہا تھا۔ ڈاکو جی کتنے ظالم ہو گئے ہیں، مجھے بھی ڈانٹتے رہتے ہیں ہر بات پر، باقیوں کو بھی مارتے ہیں۔ پتہ نہیں ڈاکو جی کو کیا ہو گیا ہے؟ اللہ جی، پلیز ڈاکو جی کو ٹھیک کر دیں نا۔" وہ وہیں بیڈ پر لیٹتے ہوئے سردار کے بارے میں سوچ رہی تھی، ذہن پر بہت کچھ چل رہا تھا اس وقت جبکہ مایوسی اور اداسی اس بات کی تھی کہ وہ ندی پر نہیں جا پا رہی تھی۔

ابھی وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب اسے باہر۔ کسی کے ہونے کا احساس ہوا۔ اس نے فوراً اٹھ کر دیکھا تو میرو ایک طرف کھڑا تھا۔ جمرو اور بالا اب نہیں آتے تھے اسے کھانا دینے کے لیے۔ اور وہ بھی ان سے ناراض تھی، بات تو کرنے والی ہرگز نہیں تھی لیکن شاید وہ بھی اس سے ناراض ہی تھے۔ جو کچھ ہوا تھا اسی کی وجہ سے ہوا تھا تو شاید وہ لوگ اب تک اپنی ناراضگی برقرار رکھے

ہوئے ہوں گے۔ اس نے اٹھ کر دروازے پر آتے ہوئے میرو سے کھانا لیا تھا۔

ooooooo

کھانا کھالو سردار نیسر دار نے بھیجا ہے۔ باقی وہ نیچے سردار کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے ندی پر جانا ہے تو میرے ساتھ چل سکتی ہو۔ میں وہیں کھڑا رہوں گا، جب تمہارا دل کرے گا تب تم واپس آ جانا۔" میر و اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

نہیں میرو بھیا، میں اگر ندی پہ جاؤں گی تو بالا بھیا یا جمرو بھیا کے ساتھ جاؤں گی اور کسی کے ساتھ نہیں، ایسا نہیں ہے کہ مجھے آپ پر کسی طرح کا بے اعتباری ہے لیکن مجھے ان کے ساتھ مزہ آتا ہے۔ وہ میرے بھائی ہیں نا، مجھے اور کسی کے ساتھ جانا اچھا نہیں لگتا۔ میں ان سے ناراض ہوں، وہ مجھے منانے کے لیے آئیں گے تو میں انہی کے ساتھ جاؤں گی، فی الحال مجھے نہیں جانا۔" وہ کھانا لے کر بولی تھی جب میرو نے پیچھے کی طرف پلٹ کر دیکھا، انداز کچھ عجیب سا تھا، اسے لگا شاید وہاں کوئی اور بھی کھڑا ہے۔ اس نے فوراً باہر نکل کر

ایک طرف کھڑے بالا اور جمرو کو دیکھا تھا، جو اسے دیکھ کر نرمی سے مسکرا رہے تھے اس نے انہیں دیکھا پھر منہ بناتے ہوئے اندر چلی گئی۔

"کیا ہے؟ سن تو لیا کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ جائے گی، پھر کیا یہاں شکلیں دیکھ رہا ہے؟ چل دفع ہو جا، سردار کا چمچہ۔" جمرو نے غصے سے میرو کو گھور کر کہا تھا۔ آج کل تو اسے ویسے بھی میرو بالکل اچھا نہیں لگتا تھا اور اوپر سے سردار اسے اہمیت دیتا تھا تو اور بھی زہر لگتا تھا اور اب جس طرح وہ کہہ رہا تھا کہ وہ سردار کے لیے قابلِ اعتبار ہو گیا ہے، ان دونوں کو ہی آگ لگ گئی تھی جس پر ان دونوں نے کہا تھا، "چل، اگر تو اتنا ہی اعتبار کے قابل ہے تو اوپر چل جا کر دعام کو بول کے وہ تیرے ساتھ ندی پر چلے۔" دیکھنا کیسے انکار سے منہ پر مارے گی۔ اور بالکل ایسا ہی ہوا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کا مان نہیں توڑا تھا۔ اور وہ دونوں یہاں اس کے پیچھے پیچھے صرف اور صرف اسے منانے کے لیے ہی آئے تھے جو بھی ہوا تھا۔ اس میں دعام کو شامل کر کے ان لوگوں نے اسے بہت تکلیف دی تھی اور یقیناً دعام ان سے ناراض تھی۔ ان کا ارادہ اسے منانے

کا تھا لیکن لگ رہا تھا کہ اسے منانا آسان نہیں۔ لیکن وہ بھائی تھے، وہ اپنی بہن کو منا سکتے تھے۔ کیسے بھی کر کے وہ اسے نار نہیں رہنے دے سکتے تھے۔ اور اب انہوں نے اسے منانا تھا، کسی بھی حال میں سب کچھ ٹھیک کرنا تھا۔

ooooooo

"آپ لوگ یہاں میرے کمرے میں کیوں آئے ہیں؟ نکل جائیں یہاں سے، کوئی تعلق نہیں ہے آپ کا میرے ساتھ۔" وہ اس طرح بولی تھی جیسے ان کا اس کمرے میں آنے کا حق ہی نہ ہو۔ "چلیں، نکلیں اس کمرے سے، آرام سے کھانا بھی نہیں کھانے دیتے یہ لوگ مجھے۔" وہ بیڈ پر کھانا رکھتے ہوئے غصے میں کھانا کھاتے ہوئے ان سے بولی تھی جب وہ دونوں ہی اس کے لیفٹ رائٹ بیٹھے اس نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا تھا۔

"کم کھانا موٹی، ورنہ نقصان تمہارا ہو گا۔" وہ اپنی جیب سے کچھ نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

موٹی ہوگی وہ بیلا ڈاکٹر۔ خبر دار جو مجھے موٹا کہا! اور یہ مصالحہ نکال کر میرے "

سامنے کیا رکھ رہے ہیں؟ میں جانتی ہوں، کیریوں کا موسم جا چکا ہے اور اب

آپ مجھے کیریاں لا کر نہیں دے سکتے تو خبر دار جو میرے سامنے یہ چاٹ

مصالحے لا کر رکھا۔" وہ مصالحہ اٹھا کر اس کی گود میں پٹک چکی تھی، وہ کیا؟ اس

کا دل ساڑنے آئے تھے کہ کیریوں کا موسم ختم ہو چکا تھا اور وہ اسے مصالحہ دکھا

رہے تھے۔ اب صرف مصالحوں پر تو وہ ماننے سے رہی تھی۔ یہ تو اس کے

زخموں پر مصالحہ چھڑکنے والی بات ہو گئی تھی۔

کس نے کہا بہنا کہ موسم ختم ہو گیا؟ تمہارے بھائی چاہیں تو بے موسم بھی آم "

لا سکتے ہیں۔" جمرو نے اپنی جیب سے تازے تازے موٹے موٹے کچے آم

نکالے تو وہ حیرت سے دیکھنے لگی تھی آخر اس موسم میں وہ یہ کیریاں کدھر سے

لے کر آئے تھے۔

پھر مانتی ہو نا اپنے بھائی کو؟" اس سے پہلے کہ جمرو اسے کیریاں دیتا، بالا چھین "

کر اس کے سامنے اپنی مٹھیاں اس انداز میں کھولنے لگا جیسے اسے سرپرائز پیش

کیا ہو۔ جمرو نے اسے گھورا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح اس کے گھورنے کی پرواہ کم سے کم بالا نے نہیں کی تھی۔ اس نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا پھر دونوں ہاتھوں میں بالکل اسی کے انداز سے کیریاں لے کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے اس پر اپنا دوپٹہ ڈال لیا تھا۔

ویسے تو میں آپ لوگوں سے بہت ناراض ہوں اور میں بالکل بھی بات نہیں" کرنے والی لیکن پھر بھی آپ لوگوں نے کیریاں لا کر دے دی ہیں تو میں تھوڑی تھوڑی راضی ہو گئی ہوں۔" وہ دانت دکھاتے ہوئے بولی تو ان دونوں نے سکون کی سانس لی تھی۔ جب اچانک ہی کمرے میں کوئی تیسرا داخل ہوا، ان دونوں نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا تو جیسے دونوں کی سانسیں سینے میں ہی اٹکی تھیں۔

ooooooo

سردار کو دیکھتے ہی وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے جب کہ دعام نے دونوں کی کیریاں پیچھے کی طرف چھپالی تھیں تاکہ سردار کی نگاہوں سے انہیں بچا سکے۔

"تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے تم لوگوں کو منع کیا تھا نا کہ تم لوگ میری بیوی کے آس پاس بھی نظر نہیں آؤ گے؟ کوئی تعلق نہیں ہے تم لوگوں کا میری بیوی کے ساتھ، تم لوگوں کا تعلق میرے ساتھ ہے۔ تم لوگ میرے آدمی ہو، تمہارے ساتھ جو بھی رشتہ ہے وہ میرا ہے، میری بیوی کا تم لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو پھر تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو؟" اس کا انداز کافی سخت تھا جب کہ اس کی بات نہ تو دعام کو پسند آئی تھی نہ ہی بالا اور جمرو کو۔

"سردار، غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے، ہم سے بھی غلطی ہوگئی۔ ہم دعام کو منانے کے لیے آئے تھے۔" بالا نے قدرے سکون سے جواب دیا تھا جس پر سردار طنزیہ طور پر ہنسا۔

ہاں سردار، ہم سے غلطی ہو گئی۔ ہاں، ہمیں تمہارے کوما میں جانے کے بعد" دعام کے ساتھ برا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس بات کو ہم بھی سمجھتے ہیں، ہم نے غلط کیا ہے تب ہی تو اپنی غلطی کی معافی مانگنے کے لیے آئے ہیں اور ہم نے اسے منا بھی لیا ہے۔" جمرو نے بھی اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا جب کہ اس کے ہنسنے کا انداز اب بھی ویسا ہی تھا جیسے وہ ان دونوں کی بات کا مذاق اڑا رہا ہو۔

اچھا تو تم لوگ میری بیوی کو منانے کے لیے آئے ہو؟ کس حق سے آئے ہو؟" تم لوگوں کا تو رشتہ میرے ساتھ ہے نا؟ میرے مرنے کے بعد تم لوگ اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے تھے، بلکہ تم لوگ کیا، یہ پورا قبیلہ اگر دعام کے ساتھ کوئی نرمی یا کوئی محبت دکھا رہا ہے تو میرے لیے دکھا رہا ہے۔ تو پھر تم لوگ اس کے ساتھ رشتہ کیوں بنا رہے ہو؟ کون سی بہن، کون سے بھائی؟ اگر میرے مرنے کے بعد تم لوگوں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو میرے جیتے ہوئے بھی تم لوگوں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ یہ جو جھوٹے تعلق تم نے صرف وقت گزارنے کے لیے بنائے ہیں، نہ تو مجھے

چاہیے اور نہ ہی میری بیوی کو۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ یہ دکھاوا کرنا بند کرو۔ تم لوگ میرے ساتھ تو مخلص ہو سکتے ہو لیکن میری بیوی کے ساتھ نہیں۔ میری غلطی ہے جو تم لوگوں کو اپنا سمجھ کر اپنی بیوی کے آس پاس بھٹکنے دیا لیکن اب میں ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے، آج کے بعد میری بیوی کے پاس بھی نظر مت آنا۔"

سردار نے چٹکی بجا کر ان لوگوں کو باہر کا راستہ دکھایا تھا۔

جب کہ بالا اور جمرو تو نہیں، ہاں لیکن دعا م اس کے انداز پر حیران ضرور ہوئی تھی۔ اس نے تو بس ایسے ہی شکایتی انداز میں شکایت لگا دی تھی کہ بالا اور جمرو نے اس پر سختی کی لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ وہ ان دونوں سے ہر تعلق توڑ رہی ہے۔ وہ تو صرف ان سے ناراض تھی لیکن سردار اس ناراضگی کو بہت زیادہ سیریس لے چکا تھا بلکہ سیریس بھی کیا لے چکا تھا، وہ تو ہر تعلق ختم کر رہا تھا۔

"ڈاکو جی، پلیز آپ میرے بھائیوں کے ساتھ اس طرح سے بات نہیں کر سکتے۔ آپ ہوں یا نہ ہوں، ان لوگوں کے ساتھ میرا رشتہ ہے، یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ اس طرح سے نہیں کہہ سکتے۔" وہ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے غصہ آرہا تھا سردار پر۔

"سجن سائیں، اگر یہ تمہارے بھائی ہوتے تو میری غیر موجودگی میں بھی یہ تمہارے بھائی رہتے۔" اس نے نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"یہ میرے بھائی ہیں، آپ ہوں یا نہ ہوں، یہ میرے بھائی ہیں اور آپ کوئی حق نہیں رکھتے میرے بھائیوں سے اس طرح سے بات کرنے کا۔ یہ آپ کے قبیلے کے لوگ ہوں گے، مانتی ہوں کہ آپ ان لوگوں کو جیسے چاہیں ویسے ٹریٹ کر سکتے ہیں لیکن میرے حوالے سے ان کے ساتھ میرا بہت معتبر رشتہ ہے اور آپ کو میں ہرگز حق نہیں دوں گی اس رشتے کو ختم کرنے کا۔ یہ میرا رشتہ ہے، اسے بنانے والی میں ہوں تو ختم کرنے کا حق بھی صرف مجھے ہے۔

آپ میرے شوہر ہوں گے، میری زندگی کی ہر سانس آپ کے نام ہو گی لیکن میرے بھائیوں کے حوالے سے میں اس طرح کی کوئی بات برداشت نہیں کروں گی۔

میں جارہی ہوں ندی پر اپنے بھائیوں کے ساتھ۔ آپ کو اگر میرے بھائیوں سے زیادہ مسئلہ ہے تو کام کے ٹائم پہ اپنے مسئلے نکال لیجیے گا۔ دیکھیں، میرے حوالے سے آپ انہیں کچھ بھی کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے اور رشتے اس طرح سے ختم نہیں ہوتے جس طرح سے آپ ختم کرتے ہیں۔ اچھا، بڑا وقت سب پر آتا ہے۔ ہمیں وقت کے لحاظ سے ہر چیز کو سمجھنا چاہیے نہ کہ رشتے ختم کر کے آگے بڑھنا چاہیے۔" وہ غصے سے پیر پٹختی کمرے سے نکل گئی تو بالکل اسی کے انداز میں بالا اور جمرو بھی پیر پٹختے اس کے پیچھے نکلے تھے۔

جبکہ سردار ہلکا سا مسکراتے ہوئے سکون سے وہیں بیڈ پر لیٹ گیا تھا جیسے اس کا مقصد پورا ہو گیا ہو۔

○○○○○○○○

او" میڈم نخرے والی"، اب کیوں نخرے دکھا رہی ہو؟ کم سے کم ہمارے ساتھ بات تو کرو۔" وہ جہاں جا کر اس کے پاس بیٹھتے، وہ اپنی جگہ چھوڑ کے تھوڑی آگے ہو کر اپنی کیریاں کھانے لگتی جیسے وہ دونوں اس سے کیریاں چھین لیں گے۔ انداز اب بھی ناراضگی والا تھا جبکہ ان دونوں کو اس کی ناراضگی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ ان کی خاطر اپنے شوہر سے لڑ کر آ گئی تھی اور اب انہیں نخرے دکھا رہی تھی۔ وہ تو پریشان سے ہو گئے تھے اس کے اس انداز پر۔

کیا مسئلہ ہے آپ لوگوں کے ساتھ؟ مجھے آپ لوگوں سے بات نہیں کرنی، " آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہیں؟ کیا لگتا ہے آپ کو؟ صرف کیریاں دے کر منا لیں گے مجھے اس طرح اور میں مان جاؤں گی؟ جھلے قسم کے لوگ ہیں! صرف ان سے نہیں ماننے والی میں۔ اور ویسے میں نے اندازہ لگایا ہے، میرے ڈاکو جی ٹھیک ہیں، ڈاکو جی کے بغیر تو آپ لوگوں کے نخرے آسمانوں پر تھے اور اب جب ڈاکو جی ٹھیک ہو کر واپس آ گئے ہیں تب آپ آ گئے مجھے منانے کے لیے۔ اور میں کتنی بے وقوف ہوں کہ آپ لوگوں کی خاطر

ان سے لڑ پڑی جو اصل میں میرے ہمدرد ہیں، میرے اپنے ہیں۔ آپ لوگوں نے کیسے نگاہیں پھیر لی تھیں جب وہ نہیں تھے میرے پاس۔ صرف کیریاں دے کر مجھے منانے کے لیے آ گئے وہ بھی صرف دو اور آپ لوگوں کو کیا لگتا ہے، میں مان جاؤں گی؟ صرف کیریوں سے!" وہ مزید اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے آگے ہوئی تو ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ مطلب اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ صرف کیریوں سے نہیں مانے گی، مطلب کچھ اور بھی دینا پڑے گا۔ لیکن اس کی باتیں کافی تکلیف دہ تھیں۔ ہاں، یہ سچ ہی تو تھا، ان دونوں نے ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا جب سردار ان کے بیچ نہیں رہا تھا تو کیسے وہ دونوں ہی نگاہیں پھیر گئے تھے۔

اچھا، بتاؤ کس طرح سے مانو گی تم؟ جیسا کہو گی ہم وہ کریں گے۔" بالا نے اپنی شرمندگی کم کرتے ہوئے اصل مدعے پر آنا چاہا تھا۔

ہاں ہاں، بالکل بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟ تم جو چاہو گی وہی ہو گا۔ اب ہم تمہارے" ساتھ کبھی ناانصافی نہیں کریں گے، ہم سے غلطی ہو گئی ہے پیاری بہنا، معاف

کر دو ہمیں۔" جمرو تو باقاعدہ ہاتھ باندھ کر معافی مانگنے لگا جب کہ وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکرائی تھی۔ آنکھوں میں شرارت تھی لیکن اس شرارت میں بھی اپنے بھائیوں کے لیے بے تحاشہ محبت تھی۔ اور وہ ان دونوں کو خوب ستا کر ان کی محبت کا امتحان لینے والی تھی۔ آسانی سے تو معاف اس نے بھی نہیں کرنا تھا ان لوگوں کو۔ وہ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی جب قبیلے کی دوسری سائیڈ سے ایک سایہ نمودار ہوا۔ سردار کو اس طرف آتے دیکھ کر وہ دونوں الرٹ ہوئے تھے جبکہ وہ بھی اپنی ناراضگی چھوڑتی۔ اچانک ہی جمرو کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگا اٹھی تھی۔ انداز دکھاوے والا تھا، مطلب صاف تھا کہ وہ اپنی اور اپنے بھائیوں کے بیچ کی کوئی باتیں کسی تیسرے کے کانوں تک نہیں جانے دینا چاہتی تھی جبکہ اس کے انداز پر وہ بھی مسکرا کر اس سے باتیں کرنے لگے۔ کتنی معصوم تھی ان کی بہن جو اپنے اور اپنے بھائیوں کے معاملات خود تک رکھنا چاہتی تھی، اپنے شوہر کو بھی بیچ میں شامل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"تم لوگوں کو یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ آدھے گھنٹے میں ہسپتال کے لیے نکل رہے ہیں اور وہ زیور واپس لانے کے لیے اس سیٹھ کے پاس بھی جانا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بالا نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

"رہنے دو سردار، وہ زیور میرے کسی کام کا نہیں ہے اور اگر وہ کسی نے لے بھی لیا تو دفع کرو، میری ماں کے کسی کام کا نہیں ہے وہ زیور اور نہ ہی اب مجھے چاہیے۔ جو چیز چلی گئی وہ چلی گئی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا، انداز سمجھانے والا تھا۔

"میں نے تم سے نہیں پوچھا کہ تمہیں کیا چاہیے اور کیا نہیں۔ وہ میری چاچی کا زیور تھا اور میں وہ زیور واپس لے کر آؤں گا۔ تمہارے لیے نہ سہی لیکن وہ زیور چاچی کے لیے خاص تھا۔ وہ بچپن میں کہا کرتی تھی کہ جب بالا بڑا ہوگا وہ اس کی شادی کروا کر یہ سارا زیور اس کی بیوی کو دیں گی۔ یعنی کہ اس زیور پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے، تمہیں وہ زیور بیچنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ وہ سارا زیور بیلا

کا ہے اور اسی کو ملے گا۔ جو چیز جس کی ہے اسی کے پاس جائے گی۔ تمہارے لیے میں ویسے بھی کچھ نہیں کر رہا، تمہیں اپنی ماں کی چیزوں کی کتنی قدر ہے، وہ میں اندازہ لگا چکا ہوں۔" وہ ذرا سختی سے بولا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے، میرے لیے وہ خاص تھا، بہت خاص تھا، میری ماں کی چیز تھی وہ میرے لیے غیر اہم کیسے ہو سکتی ہے؟ لیکن جسے دینے کی بات تم کر رہے ہو وہ کبھی میری ماں کی چیزوں کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کی قدر کرے گی۔" اس دفعہ وہ سختی سے بولا تھا، اس کے لہجے میں عجیب سی بدگمانی تھی۔

"بہت بری بات ہے بالا، تم اسے کیسے اس غلطی کی سزا دے رہے ہو جس سے وہ پوری طرح سے انجان ہے؟ وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی ان سب چیزوں کے بارے میں اور نہ ہی وہ اپنے بھائی کے چال باز دماغ سے واقفیت رکھتی ہے۔ تم اس سے محبت کرتے ہو اور محبت اس طرح سے ختم نہیں ہوتی جس طرح تم ختم کرنا چاہتے ہو اور جہاں تک بات ہے بیلا کی اس غلطی کی تو بیلا کی غلطی اگر

اتنی بڑی ہوتی کہ اسے سزا دی جاتی تو میں کبھی تمہارے ساتھ اس کا نکاح نہیں کرتا۔ اس سے غلطی ہوئی ہے لیکن وہ غلطی انجانے میں ہوئی ہے اس بات کو تمہیں بھی قبول کرنا ہو گا۔ چلو میرے ساتھ، وہ سارا زیور سیٹھ سے واپس لینا ہے۔ تم خوش قسمت ہو، تمہارے پاس تمہاری ماں کی اتنی ساری چیزیں تھیں۔ میرے پاس تو سوائے اس پازیب کے اور کچھ بھی نہیں تھا جو میں نے اپنی سجن سائیں کو پہنائی تھی۔ "اس کا اشارہ دعام کے پیروں کی طرف تھا جس میں وہ پائل آج بھی موجود تھی۔

اور کتنے نخرے دکھائیں گے؟ بالا بھیا، جائیں نا جا کر لے کر آئیں وہ زیور جو" آپ نے کسی کو دے دیا ہے۔ اپنی ماں کی چیزیں بھلا کوئی دیتا ہے کسی کو؟ اور ڈاکو جی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، وہ آپ کی ماں کی چیزیں تھیں تو اب اس پر آپ کی بیوی کا حق ہے اور کسی کا نہیں۔ آپ کا بھی نہیں۔ جایئے وہ ساری چیزیں واپس لے کر آیئے۔ " دعام بھی اسے دیکھتے ہوئے بولی تو اس نے صرف گردن ہاں میں ہلائی تھی۔

کیا بولا؟ ڈھائی کروڑ؟ دماغ کر رہا ہے تیرا؟ یہ سارا زیور میں گروی رکھ کر گیا" تھا، بیچا نہیں تھا۔ "سیٹھ۔۔۔! بالا خود ہی اندر آیا تھا اپنا زیور واپس بازیاب کروانے کے لیے لیکن یہاں آکر دیکھا تو سیٹھ کا تو انداز ہی بدل چکا تھا۔

" یہ دکان ہے بالا ڈاکو، یہاں پر چیزیں بکنے کے لیے آتی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے بیچا تھا یا گروی رکھا تھا لیکن میں نے تو تمہیں رقم دی تھی نا اور جس چیز کی میں رقم ادا کر چکا ہوں وہ چیز اب میری ہے۔ اسی لیے اب یہ زیور تمہیں ڈھائی کروڑ میں ہی واپس ملے گا، 75 سے 80 لاکھ روپے میں نہیں۔" آدمی کا انداز پوری طرح سے بدلا ہوا تھا۔ یہ سن کر بالا نے فوراً ہی بندوق نکالتے ہوئے اس کے سر پر رکھی تھی۔

" بالا ڈاکو یہ انداز چھوڑ دو، ہمیں ڈاکوؤں کے ساتھ پنگے لیتے بھی سالوں گزر چکے ہیں۔ خود کو ڈاکو سردار دلدار سمجھنا بند کرو، اس کے غائب ہونے کے بعد تم اس قبیلے کے سردار بن گئے ہو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر چیز تمہارے

کنٹرول میں آچکی ہے۔ میں نہیں ڈرتا تم سے، بے شک گولی مار دو لیکن وہ زیور تو اب میں ڈھائی کروڑ میں ہی واپس بیچوں گا۔" وہ آدمی خباثت سے ہنستے ہوئے بولا تھا، اسے یقیناً ڈاکوؤں کا ڈر نہیں تھا کیونکہ اس کے پاس دن میں ہزاروں ڈاکو آتے تھے۔ بلکہ ڈاکوؤں کا کاروبار ہی اسی کی وجہ سے چلتا تھا کیونکہ ڈاکوؤں کی چوری کی ہوئی ساری چیزیں وہی تو خریدتا تھا۔ اب اس سے بہتر ڈیلر ان کے پاس موجود ہی نہیں تھا جس سے وہ اپنا فائدہ کروا سکتے ہیں اسی لیے پورے علاقے کے ڈاکو یہیں آتے تھے اور اپنے چوری کا مال اسی کو بیچتے تھے۔

ڈھائی کروڑ دو اور اپنا زیور لے جاؤ۔ میں بحث کرنا نہیں چاہتا اور بہتر ہو گا کہ "تم بھی میرے ساتھ کسی طرح کی کوئی بحث مت کرو۔" وہ آدمی کسی طرح سے ہاتھ آنے کو تیار نہیں تھا، سر پر بندوق تھی جبکہ وہ اب بھی بے تاثر کھڑا تھا۔

بھاڑ میں جاؤ تم، نہیں چاہیے مجھے وہ زیور۔" وہ غصے سے کہتا کمرے سے نکلتے" ہوئے باہر کی طرف گیا تھا جبکہ سردار اور جمرو جو بڑے سے درخت کے نیچے

کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے، اسے خالی ہاتھ آتے دیکھ کر کافی کچھ سمجھ گئے۔

"بے غیرت کتا کہتا ہے کہ اب وہ زیور ڈھائی کروڑ میں واپس دوں گا۔ اس رقم کے بدلے وہ کچھ بھی دینے کو تیار نہیں ہے۔" وہ رقم سردار کے حوالے کرتے ہوئے بولا تھا جو سردار نے راکا ڈاکو سے چرائی تھی۔

"کیوں نہیں دے گا؟ کیا کہتا ہے؟" سردار نے سنجیدگی سے سوال کیا تو اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ "کمینہ کہتا ہے کہ میں نے کم رقم ادا کی تھی اور اب وہ اس کا مال ہے، وہ جیسے لاکھوں میں بیچے، کروڑوں میں۔ وہ اس کی چیز ہے اور وہ یہ رقم واپس لے کر میرا گروی سامان مجھے واپس کرنے کو تیار نہیں ہے۔ میں نے ڈرایا بھی ہے لیکن ڈرتا نہیں ہے، کہتا ہے کہ جو کرنا ہے کر لو لیکن اس طرح سے زیور واپس نہیں ملے گا" بالا اچھا خاصا مایوس ہوا تھا۔ جب کہ سردار اسے دیکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلا کر اندر کی طرف قدم بڑھا گیا تھا۔

چل، سامنے پٹڑی سے چائے پیتے ہیں۔" بالا اس کے پیچھے جانے لگا تھا جب جمرو نے اچانک اسے سامنے والے چھوٹے سے ڈھابے کی طرف متوجہ کیا۔

آجا، وہ لے آئے گا تیرا سامان۔" جمرو نے اس کے گرد اپنا بازو حائل کرتے ہوئے قدم دکان کی طرف بڑھا دیے تھے جب کہ وہ بھی خاموشی سے چائے پینے کے لیے چلا گیا تھا۔ اب سردار اندر گیا تھا تو زیور تو باہر آ ہی جانا تھا، اسے زیور کی کوئی پریشانی نہیں رہی تھی۔ ہاں، لیکن سیٹھ کی زبان سے مکرنے پر اسے افسوس ضرور ہوا تھا۔ وہ سالوں سے اس کے لیے کام کرتے آئے، وہ ان کے ساتھ ایسا تو نہیں کر سکتا تھا اور پھر یہ زیور کوئی معمولی زیور نہیں، اس کی ماں کا زیور تھا۔ سردار کے پاس اپنی ماں کی صرف پائل تھی جسے وہ سنبھال کر سینے سے لگا کے رکھتا تھا اور اس کی ماں کا کروڑوں کا زیور اس طرح سے ہاتھ سے نکل رہا تھا۔ لیکن سردار گیا تھا تو اب اسے کوئی پریشانی نہیں رہی تھی، اب یہ معاملہ سردار کے ہاتھ چلا گیا تھا۔

○○○○○○○○

سردار اندر داخل ہوا تو باہر موجود کچھ لوگوں نے اسے پہچانا نہیں تھا کیونکہ ہمیشہ کی طرح وہ نقاب میں تھا۔ وہ سیدھا کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہو گیا تھا جہاں بیٹھا سیٹھ اسے دیکھتے ہی پہچان چکا تھا جب کہ سردار اپنا نقاب کھولے بغیر ہی کرسی گھسیٹ کر سامنے بیٹھتا اپنا پیر ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔

"سردار۔۔۔ سردار۔۔۔" سیٹھ ہاتھ باندھتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا، اس کے منہ سے مسلسل اس کے نام کا ورد جاری تھا۔

"سردار، تم۔۔۔ تم۔۔۔ تم زندہ ہو؟" وہ بے یقینی کے عالم میں تھا جب کہ سردار نے اسے دیکھتے ہوئے انگلی کے اشارے سے اسے واپس بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا لیکن وہ تو جیسے شاک کی کیفیت میں تھا۔

"آگے پیچھے کے علاقے کے ڈاکوؤں نے کہا تھا کہ تم مر چکے ہو اور اب تمہارے قبیلے کا سردار بالا ڈاکو ہے۔ لیکن تم تو زندہ ہو؟" وہ مسلسل کانپتے ہوئے بول رہا تھا۔

ہاں، میں مر چکا ہوں۔ یہی سوچ کر تم میں اتنی ہمت آگئی کہ تم میرے علاقے کے ڈاکو کے ساتھ بد تمیزی کرو؟ ان کے ساتھ غلط ڈیل کرو؟ یہاں تک کہ اپنی زبان سے مکر جاؤ؟ میں نے تمہاری ہر غلطی معاف کی سیٹھ، یہ سوچ کر کہ تم ایک اچھے انسان ہو، ہمیشہ ہمارے کام آئے ہو لیکن تم تو اس طرح دھوکہ دینے پر آگئے؟ کیوں کیا تم نے؟ ایک اچھا خاصا رشتہ تھا ہمارا، ہم تمہارے لیے کام کرتے تھے، تم ہمارے لیے کام کرتے تھے۔ اتنی ہمت کہاں سے آگئی تم میں کہ تم سردار دلدار کے لوگوں کے ساتھ دھوکے بازی کرو؟ میری موت کا یقین ہو گیا تھا یا ڈر ختم ہو گیا تھا؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا جبکہ وہ آدمی اب بھی بری طرح سے کانپ رہا تھا۔

سردار، سردار، معاف کر دو مجھے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی، آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ خدا کے لیے معاف کر دو، میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھے سچ میں لگا تھا کہ تم مر گئے ہو اور پھر آگے پیچھے کے ڈاکوؤں نے بھی مجھے یہی بتایا کہ تم مر گئے ہو۔ یہاں تک کہ کچھ ڈکیت تو تمہارے قبیلے پر حملہ کر کے وہاں کا

سر دار بننے کے خواہشمند تھے؟" وہ بری طرح سے کانپتے ہوئے ٹیبل سے گھوم کر اس کے پاس آتے ہوئے اس کے پیر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"چاچی کا زیور دو۔" وہ اس سے اپنے قریب سے دھکیلتے ہوئے اصل مدعے کی طرف آیا تو وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوتا سامنے الماری سے الگ الگ تھیلیاں نکالنے لگا تھا جبکہ ایک تھیلی نکالتے ہوئے اس نے تیزی سے لا کر اس کے سامنے رکھی تھی۔

"جَدوں ساہ نہ ہووے تے قدتوں وڈے پنگے نئیں لَیے جاندے۔" (جب ہمت نہ ہو تب قد سے بڑے پنگے نہیں لیے جاتے۔) وہ ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے اپنے پاس موجود تھیلی سامنے ٹیبل پر پھینک گیا تھا۔

"تم نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا ہے سر دار، اسی لیے یہ رقم تمہیں دے رہا ہوں جو تم نے میرے آدمی بالا کو دی تھی اس زیور کے عوض، ورنہ جو دھوکہ تم نے ہمیں دیا ہے اس کے بعد تم کسی بھی طرح کی کوئی رقم کے حقدار نہیں۔ لیکن تمہاری طرح میں یا میرے قبیلے کے لوگ دھوکے باز نہیں ہیں۔ آج کے بعد

ہم اپنا سیٹھ کوئی اور ڈھونڈ لیں گے۔ تم سے ہمارا ہر تعلق ختم، نہ آج سے تم ہمارے کچھ لگتے ہو اور نہ ہی ہم کبھی تمہارے پاس آئیں گے۔" وہ اٹھنے لگا تو سیٹھ تیزی سے اس کے پیروں میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

"نہیں سردار، نہیں، مجھ سے غلطی ہو گئی، معاف کر دو مجھے۔ تم ہی تو سب سے زیادہ کارروائی کرتے ہو، تم تو سب سے زیادہ چیزیں لا کر مجھے دیتے ہو، تمہاری وجہ سے ہی تو میرا دھندا چل رہا ہے سردار، مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دو۔ آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا، یہ میری پہلی اور آخری غلطی تھی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں دوبارہ کبھی اس طرح کی غداری کے بارے میں سوچوں گا بھی نہیں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو سردار، تمہاری وجہ سے ہی تو میں اس کاروبار میں ترقی کر رہا ہوں، تمہاری وجہ سے میرے پاس سب سے زیادہ چوریاں ہوتی ہیں، آگے پیچھے کے سرداروں کی باتوں میں تو میں اس لیے لگ گیا تھا کیونکہ مجھے لگا تھا کہ تم اب اس دنیا میں نہیں رہے۔"

میں اس دنیا میں نہیں رہا تو تم نے میرے لوگوں کے ساتھ غداری شروع کر" دی؟ تم کاروبار کے قابل نہیں ہو سیٹھ اور تم جیسے لوگوں کے ساتھ میں کاروبار کرنا پسند نہیں کرتا۔" جھٹکے سے اسے پیچھے کرتے ہوئے خود اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

○○○○○○○○

وہ باہر آیا تو صرف گھوڑے ہی کھڑے تھے، وہ دونوں ہی کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ پھر اس نے ایک دفعہ نظر گھمائی اور پھر تھیلے کو اپنے پیچھے کرتے ہوئے سامنے پٹڑی پر ان دونوں کو بیٹھے دیکھا تھا۔ جو دونوں شیشے کے گلاس میں بیٹھے آرام سے چائے پی رہے تھے۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ ان کی طرف آ گیا تھا۔

میں کیا تم لوگوں کا ملازم ہوں جو تم لوگوں کا کام کروں گا اور تم لوگ یہاں" بیٹھ کر آرام سے عیاشیاں کرو گے؟" وہ سامنے کھڑے چائے بنانے والے آدمی

کو چائے بنانے کا اشارہ کرتا خود بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ اپنے پاس موجود تھیلا اس نے بالا کی گود میں پھینکا۔

"کیا بڑبڑا رہا تھا سیٹھ؟ عقل ٹھکانے آ گئی ہو گی نا؟ کیسے ہمارے ساتھ دھوکے بازی کر رہا تھا۔ لگتا ہے اوقات بھول گیا اپنی۔" جمرو اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"کچھ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں، جب انہیں پتہ چلتا ہے کہ اب سامنے والے کے بس میں کچھ نہیں ہے، وہ اپنی اوقات دکھانے پر آ ہی جاتے ہیں۔ خیر یہ میرا سوال نہیں تھا، تم لوگ کس کی اجازت سے یہاں بیٹھے چائے پی رہے ہو؟ یہ میرا سوال تھا۔" وہ چائے کا گلاس تھامتے ہوئے پھر سے سوال کرنے لگا۔

"تم اندر چلے گئے تھے تو ہم نے باہر کچھ تو کرنا ہی تھا نا؟ اب اس سیٹھ کی دہائیاں سن کر ہم کیا ہی حاصل کر لیتے؟ اچھا ہی ہوا نا کہ تم اس کو پیٹ پٹا کر آ گئے اور ہم نے چائے پی لی۔ گھوڑے بھی پانی پی چکے ہیں اور زیور بھی واپس آ گیا۔" بالا نے زیور اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا، ہاں، انداز میں محبت صاف جھلک رہی

تھی۔ اڈزیور اس کے لیے وہ خاص تھا تب ہی تو اس نے سنبھال کر رکھا تھا اور سردار یہ بات بہت اچھے طریقے سے جانتا تھا تبھی تو وہ لے کر آیا تھا واپس۔

"چلو، جلدی ختم کرو چائے پر، ہسپتال جانا ہے، باقی کی رقم ہسپتال میں جمع کروانی ہے اور چھ ماہ کی بچی سے ملنا ہے۔ اور ہو سکتا ہے ہلکی پھلکی ملاقات بھابھی سے بھی ہو جائے؟" وہ ہلکی سی آنکھ دبا کر بالا کو بولا تھا جس نے کسی طرح کا کوئی رسپانس نہ دیا، ہاں لیکن اس کے انداز پر جمرو نے پورا سر آگے کی طرف گرا کر بالا کی طرف دیکھا تھا لیکن اب کی دفعہ بھی بالا نے کسی طرح کا کوئی ردعمل نہیں دیا۔ مطلب صاف تھا کہ دل کی دنیا اب بھی خاموش تھی، چھیڑ چھاڑ سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

"جمرو، اب تیری باری ہے، تیری شادی کرنی ہے ہم نے۔ ایک تو اس کا بھلا کیا، اس کی شادی کروائی، اوپر سے اس کے مزاج ہی نہیں ملتے۔" سردار اٹھتے ہوئے بولا تو بالا اپنا نقاب واپس پہنتے ہوئے جمرو کو دیکھنے لگا جو لمحے میں سرخ

ٹماٹر بن گیا تھا اور اس کے چہرے کی سرخی دیکھ کر اب کی دفعہ بالا کا لگنے والا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

"ارے! اس چوزے کو انڈے سے باہر تو آنے دے۔ 18 سال سے کم عمر بچوں کی شادی کروا کر کیوں جیل میں جانا چاہتا ہے؟" وہ جمرو کے گال کھینچتے ہوئے بولا۔

"ارے سردار، میں 21 سال کا ہو گیا ہوں۔" وہ اچانک اس سے بولا تھا کہیں اس کی شادی کینسل نہ ہو جائے۔ لیکن اس کے انداز پر وہ دونوں اب کی دفعہ اپنا قہقہہ روک نہیں پا رہے تھے یعنی کہ اسے بھی شادی کی جلدی تھی۔

"نہیں نہیں، شادی ایسے نہیں ہوتی جمرو، شادی کے بعد سر پر ذمہ داریاں آ جاتی ہیں، بیوی کا خرچہ کدھر سے اٹھائے گا؟ تجھے تو سردار اپنا خرچہ نہیں دیتا۔"

"ہاں اور تیرا تو کمرہ بھی نہیں ہے اوپر ابھی۔" بالا اسے چھیڑ رہا تھا جب سردار نے بھی بیچ میں ٹانگ اڑا کر اسے بتایا تھا کہ اس کا تو اوپر کمرہ بھی نہیں ہے۔

کوئی بات نہیں، میں اپنی والی کو نیچے رکھ لوں گا۔" وہ گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے" کہنے لگا۔

اب پاگل ہے کیا؟ بے غیرت آدمی، تو اپنی بیوی کو مردوں کے ساتھ رکھے گا" نیچے؟" بالا نے اس کی عقل پر ماتم کیا تھا۔

ارے نہیں نہیں، مردوں کے ساتھ کیوں رکھوں گا؟ وہ میری بیوی ہوگی،" میری غیرت ہوگی۔ میں اس کو اوپر دعام کے ساتھ سلاؤں گا۔" اس نے فوراً اپنا فیصلہ بدلا تو جہاں سردار نے اسے گھورا تھا وہیں بالا کا ہنسنا بڑا بے ساختہ تھا۔

اور میں کہاں سوؤں گا نیچے تیرے ساتھ، ہیں؟ کوئی بات نہیں، بیٹا تیرا کام" میں سیٹ کروادوں گا۔ ویسے بھی بالا کو شادی میں دلچسپی نہیں ہے، اس کی والی کی رخصتی کرنے کے بجائے تیری والی لے آتے ہیں بالا کے کمرے میں۔"

سردار نے بیچ کی راہ نکالی تو بالا نے اپنی جگہ سے پہلو بدلا تھا۔

میرے کمرے میں سوائے میری بیوی کے اور کوئی نہیں رہ سکتا، ٹھیک ہے نا؟" خبردار جو اس پر نظر رکھی۔ اگر اتنا شوق ہے اپنے سڑیل بیٹے کی شادی کروانے

کا تو پہلے اس کا کمرہ بنواؤ۔ اور ویسے بھی ابھی شادی کے لائق ہی کدھر ہے۔ میری شادی کرواتے کرواتے 26 سال لگا دیے، اس کے بھی ابھی 5 سال پڑے ہیں۔ پہلے اس چوزے کو انڈے سے باہر نکلنے دو۔" بالا گھوڑے کی لگا میں کھینچتے ہوئے گھوڑے کو ہلکا سا آگے لے کر گیا تو سردار بے ساختہ قہقہہ لگا اٹھا تھا۔ مطلب صاف تھا کہ شادی کے بعد دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں لیکن شکل پر 12 بجا کر رکھنا تھا۔

○○○○○○○○

وہ صبح صبح ہی ہسپتال پہنچ گئی تھی۔ ہلکے پھلکے کام نمٹاتے ہوئے اس نے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کی تو کسی نے بھی اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا بلکہ ہر طرف خاموشی ہی چھائی ہوئی تھی۔ نہ تو اس حوالے سے کسی نے اس سے کوئی سوال کیا تھا اور نہ ہی اس نے کسی کی نظروں میں کچھ ایسا دیکھا تھا جو اسے کنفیوز کرتا۔ آتے ہی ڈاکٹر نے اسے اس کے کام پر لگا دیا تھا جبکہ آج کا دن کافی مصروف ثابت ہو رہا تھا۔ بخار کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہو رہی تھی ایسے میں وہ ہر

چیز کو نظر انداز کر کے صرف اور صرف اپنے کام کی طرف فوکس کیے ہوئے تھی۔

تقریباً تین گھنٹے ڈیوٹی دینے کے بعد اب وہ سکون سے تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے سٹاف روم کی طرف جا رہی تھی جب اسے سامنے سے کچھ نقاب پوش ادھر آتے نظر آئے۔ باقیوں کو تو نہیں، ہاں لیکن ایک سائیڈ پر چلتے ہوئے آدمی کو وہ بہت اچھے طریقے سے پہچان گئی تھی۔ آگے پیچھے کوئی راستہ نہیں تھا اور وہ اس سے ڈر کر اگر یوں پیچھے مڑ جاتی تو یقیناً وہ اسے کمزور سمجھتا اور وہ ہرگز کوئی کمزور نہیں تھی۔ اسی لیے اس نے پیچھے کی طرف جانے کے بجائے سیدھے جانے کا فیصلہ کیا تھا تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے وہ بالاکی بجائے جمروکی سائیڈ پر آئی تھی تاکہ وہ یہاں سے گزر جائے۔ راہداری اچھی خاصی بڑی تھی لیکن پھر بھی قسمت نے اسے بری طرح سے دھوکہ دیا تھا۔ وہ جیسے ہی ان تینوں کے قریب پہنچی، نہ جانے کس کے گرائے ہوئے پانی پر اس کا پیر پھسلا تھا۔ اس سے

پہلے کہ وہ گرتی، دو مضبوط ہاتھوں نے اسے کمر سے جکڑ کر اپنے سینے سے لگالیا تھا۔

○○○○○○○○

اس نے دور سے ہی بیلا کو اس طرف آتے دیکھ لیا تھا۔ پہلے انہیں دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکی تھی پھر اگلے ہی لمحے خود میں خود اعتمادی پیدا کرتے ہوئے وہ تیزی سے آگے بڑھتی ان کے قریب سے گزرنے لگی تھی۔ اسی وقت اچانک ہی اس کا پیر زمین پر پھسلا تھا، اس سے پہلے کہ وہ گرتی، وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آگے بڑھتے ہوئے اسے تھام گیا تھا۔ اس کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں تھا اس کے منہ لگنے کا اور نہ ہی وہ اس سے کوئی بات کرنے والا تھا لیکن اسے گرتے دیکھ کر وہ اپنے آپ کو اس کی طرف بڑھنے سے روک نہیں پایا تھا۔

جبکہ خود کو گرتے دیکھ کر وہ اس کے دونوں بازوؤں کو کندھے سے مضبوطی سے تھامتے ہوئے اپنی مٹھی میں جکڑ چکی تھی۔ آنکھیں بند تھیں جب کہ اس کا سارا وزن بالا کے کندھوں پر تھا۔ خود کو کسی کے مضبوط بازوؤں کی قید میں پا کر

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولتے ہوئے خود پر جھکے آدمی کو دیکھا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے اس سے دور ہونے کی کوشش کی، انداز ایسا تھا جیسے کوئی اچھوت ٹکرا گیا ہو لیکن بالا کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس حقارت سے اسے چھوڑنے کا۔ وہ جتنا اس سے دور ہو رہی تھی، بالا کے مضبوط ہاتھ اس کی کمر پر اتنے ہی سخت ہو رہے تھے۔ نہ جانے کیسے اس کی کمر پر ہاتھ رکھے رکھے ہی وہ محسوس کر چکا تھا کہ اس کا بدن غیر معمولی طور پر تپ رہا تھا۔ اس نے اگلے ہی لمحے اپنا ہاتھ اس کی کمر سے ہٹاتے ہوئے اس کے ماتھے پر رکھا تھا، پورے حق اور استحقاق کے ساتھ۔

تمہیں بخار ہے اور اس بخار میں تم یہاں ہسپتال میں کیا کر رہی ہو؟" اس کے" لہجے میں فکر مندی صاف جھلک رہی تھی۔ جب کہ سردار نے جمرو کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔ جمرو فوراً ہی اس کے پیچھے بھاگا تھا جبکہ وہ دونوں اب راہداری میں بالکل تنہا تھے۔

میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے چھوڑیں اور آپ مجھ سے کوئی بھی سوال کرنے کا" کوئی حق نہیں رکھتے۔ میرا آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میں فیوچر میں آپ کے ساتھ کوئی تعلق رکھوں گی۔ چھوڑیں مجھے۔" اس نے دوسرا ہاتھ کمر سے ہٹاتے ہوئے اس کے ہاتھ کو اپنے چہرے سے دور کیا تھا لیکن اس کا جھٹکنا تو بالا کو آگ لگا گیا تھا۔ وہ اگلے ہی لمحے اس کی کمر میں اپنا بازو مضبوط کرتا اسے اپنے ساتھ لگا کر کھڑا تھا۔

یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے منکوحہ صاحبہ، میں نے پوچھا ہے تمہیں" بخار ہے تو تم یہاں ہسپتال میں کیا کر رہی ہو؟ کیا یہ ہسپتال کے لوگ اتنے ڈھیٹ ہیں کہ ایک بیمار ڈاکٹر کو ایک چھٹی نہیں دے سکتے یا پھر تمہیں خود ہی خدمت کرنے کا شوق ہے؟ ایک بات کان کھول کر سن لو، تمہاری لاپروائیوں سے سخت چڑھ ہے مجھے، میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا کہ میری بیوی کو کوئی تکلیف ہو۔ اور کیا کہا تم نے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے تم پر؟ تو محترمہ، نکاح میں ہو تم میرے، حق تو اب اتنے نکل آئے ہیں کہ حق ساری زندگی جتایا

جائے گا۔ اور یہ امید تو تم چھوڑ ہی دو کہ میں تمہیں کبھی چھوڑوں گا۔ پہلے کوئی تعلق نہیں تھا تو تمہارے اتنے قریب تھا، اب تو شوہر ہونے کے عہدے پر فائز ہوں، اب تو تم سے دور رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو غلطیاں تم نے کی ہیں اس کی سزا میں میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں بلکہ ساری زندگی اپنے ساتھ رکھوں گا۔ تمہیں یہ رشتہ سمجھنے کے لیے وقت دیا ہے اسی لیے تمہیں تمہارے بھائی کے ساتھ واپس یہاں بھیج دیا، تمہیں تمہاری منمانیاں کرنے کے لیے ہرگز نہیں بھیجا ہے۔ میں بہت جلد تمہاری رخصتی کرواؤں گا، کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ آزاد ہو جاؤ گی۔ اور ابھی اسی وقت تم اس ڈیوٹی سے آف ہو رہی ہو۔ کیونکہ میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا کہ میری بیوی بخار میں تپتے ہوئے اپنی ڈیوٹی سر انجام دے اسی لیے تمہاری چھٹی کا وقت شروع ہو چکا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے کھینچ کر سامنے والے کمرے میں لے گیا تھا۔ اسے اندر آتے دیکھ کر سامنے موجود ڈاکٹر فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

○○○○○○○○

"سر، سب کچھ ٹھیک تو ہے؟ ڈاکٹر بیلا آپ ٹھیک ہیں؟" ڈاکٹر بیلا کو سامنے کرسی پر بٹھاتے ہوئے بالا نے سامنے موجود ڈاکٹر کو دیکھا تھا جو پریشانی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے اس ہسپتال میں؟" وہ کرسی کھینچ کر بیلا کے ساتھ بیٹھتے ہوئے سوال کرنے لگا تھا جبکہ سامنے موجود ڈاکٹر بھی اپنی جگہ پر بیٹھتا اپنی بات شروع کرنے لگا۔

"کچھ نہیں ہوا سر، یقین کریں ہم نے صبح سے ڈاکٹر بیلا کے ساتھ آپ کے نکاح کا ذکر بھی نہیں کیا۔ ہم نے یہ بات باہر بھی نہیں نکالی، کسی کو کچھ بھی پتہ نہیں ہے کہ آپ کے لوگ کل ڈاکٹر بیلا کو اپنے ساتھ قبیلے میں لے کر گئے تھے اور وہاں ان کا نکاح ہوا ہے۔ ہم نے تو صبح سے اس بات کا ذکر تک نہیں کیا، صرف سٹاف کے لوگوں کو یہ بات پتہ ہے، باہر کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا گیا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں، یہ بات باہر نہیں نکلے گی جب تک آپ نہیں چاہیں گے۔ یہاں ہسپتال میں کسی بھی ڈاکٹر نے ڈاکٹر بیلا کے سامنے بھی اس چیز کا ذکر نہیں کیا

ہے۔" وہ ڈاکٹر اپنی ہی دھن میں بولے جا رہا تھا جبکہ بیلا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا مطلب تھا اس کی بات کا؟ کیا ہسپتال میں ہر کوئی اس کے نکاح کے بارے میں جانتا تھا اور وہ یہ سوچ کر یہ بات خاموشی سے ہضم کر رہی تھی کہ نکاح کے بارے میں کوئی کچھ بھی نہیں جانتا؟ یہ بات اتنے سارے لوگوں میں پھیل چکی ہے؟ اب اسے سمجھ میں آ رہا تھا کہ کسی نے بھی اس متعلق کوئی سوال کیوں نہیں کیا تھا، نہ ہی اس کے سامنے کچھ ذکر ہوا تھا۔ اس ہسپتال میں ڈاکٹرز سے زیادہ ان ڈاکوؤں کی چلتی تھی تو یقیناً ان لوگوں نے منع کیا ہو گا۔

اگر ایسی بات ہے تو میری منکوحہ کی طبیعت خراب کیوں ہے اسے اتنا تیز بخار ہے اور وہ یہاں ڈیوٹی کر رہی ہے؟ کیوں؟ کس وجہ سے؟ کیا اس ہسپتال میں ڈاکٹروں کی کمی ہو گئی ہے؟" اس نے غصے سے سامنے موجود ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔

کیا ڈاکٹر بیلا، آپ کی طبیعت خراب ہے تو آپ کو چھٹی کر لینی چاہیے تھی،" آپ یہاں ہسپتال میں آئیں ہی کیوں؟ بس ایک کال کر کے ہمیں بتا دیتی، آپ

کی جگہ کسی اور ڈاکٹر کو ڈیوٹی پہ لگا دیا جاتا۔ خیر آپ ابھی گھر چلی جائیں، آپ آرام کریں، آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ فکر نہ کریں، آپ کے نکاح کی بات باہر نہیں آئے گی اور نہ ہی اس ہسپتال سے یہ بات باہر جائے گی۔ آپ بالکل بے فکر ہو کر اپنی جاب کچھ دنوں کے بعد جوائن کر سکتی ہیں۔" ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ وہ حیرت سے صرف اسے سن رہی تھی۔ دوسرے ہسپتال میں صرف اس کی بدنامی ہوئی تھی کہ اس کا کسی ڈاکو کے ساتھ چکر چل رہا ہے اور ان لوگوں نے کس طرح سے اس بات پر ایکشن لیا تھا اور یہاں نکاح ہو گیا تھا اور یہ لوگ اتنے زیادہ نارمل تھے؟ وہ حیران نہیں تھی بلکہ اپنی قسمت پر اسے رونا آ رہا تھا۔

"بس کر دو تم لوگ، اتنے ہمدرد ہو، احساس ہو گیا ہے مجھے جب کل سردار نے تم لوگوں کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ ڈاکٹر بیلا کی کچھ دن کی چھٹیاں منظور کر دو تو تم لوگوں نے ایسا کیا کیوں نہیں؟ اور جہاں تک بات ہے یہ بات باہر نہ نکلنے کی تو وہ سب کچھ ہم دیکھ لیں گے۔ ڈاکٹر بیلا یہاں ایک ڈاکٹر ہے اور اسے ڈاکٹر کی

طرح ہی یہاں ٹریٹ کرنا ہے تم لوگوں نے۔ باقی ابھی اس کو چیک کرو اور اس کے لیے کوئی دوائی وغیرہ لکھ کر دو جس سے ابھی اس کی طبیعت کچھ ٹھیک ہو، کتنا تیز بخار ہے اسے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ ڈاکٹر فوراً ہی اٹھ کر اس کے پاس آتے ہوئے بیلا کے ماتھے پر ہاتھ رکھنے ہی لگا تھا کہ اچانک ہی بالا نے غصے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری منکوحہ کو چھونے کی؟" وہ غصے سے اپنی آنکھیں" اس کی آنکھوں میں ڈالے سوال کرنے لگا، انداز ایسا وحشت ناک تھا کہ ڈاکٹر لرز کر رہ گیا جبکہ لرز تو بیلا بھی گئی تھی۔

سر اگر میں چھوؤں گا نہیں تو مجھے پتہ کیسے چلے گا کہ بخار کس طرح کا ہے؟ سر" مجھے چیک تو کرنا ہو گا نا۔" وہ پریشانی سے کہنے لگا تھا جب کہ اتنے سینیئر ڈاکٹر کو اس طرح سے کانپتے دیکھ کر بیلا بھی حیران رہ گئی تھی۔

تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں کہ اسے بخار ہے؟ اگر میں کہہ رہا ہوں اس کی" طبیعت خراب ہے تو خراب ہے۔ دوائی لکھ کر دو اور خبردار جو آئندہ اسے

چھونے کی کوشش کی۔ اگر اس کے آس پاس بھی کوئی آدمی بھٹکا نا تو اس ہسپتال کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ اور تم بھی کان کھول کر سن لو، تمہارے فون میں جتنے بھی میل ڈاکٹر کے نمبر وغیرہ سیو ہیں نا سب کے سب کو بلاک کرو۔ جس نے بات کرنی ہے ہسپتال کے دائرے میں رہ کر کرے، میں برداشت نہیں کروں گا ٹیلی فون کی گفتگو کو۔ اگر سلسلہ کام تک ہے تو کام تک رکھو، فون تک بات نہیں آنی چاہیے اور دوسری بات آج کے بعد نائٹ ڈیوٹی نہیں کرو گی تم۔" اس نے اسے حکم دیتے ہوئے سامنے موجود سینیئر ڈاکٹر کی طرف دیکھا جس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا۔

یس یس سر، ڈونٹ وری ہم ڈاکٹر بیلا کو نائٹ ڈیوٹیز نہیں دیں گے۔ آج کے بعد ڈاکٹر بیلا کی ساری ڈیوٹیز دن میں ہی ہوں گی لیکن فی الحال ڈاکٹر بیلا کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ جنرل روم میں چلیں، میں کسی فیمیل ڈاکٹر کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں آپ کے چیک اپ کے لیے۔" ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ غصے سے اپنی جگہ سے اٹھی ہی تھی کہ اس کا دماغ بری طرح سے چکرایا، اس

سے پہلے کہ وہ گرتی کسی نے ایک دفعہ پھر سے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"ریلیکس، میں ساتھ ہوں تمہارے۔ اگر طبیعت اتنی زیادہ خراب تھی تو آنے کی ضرورت کیا تھی؟ کیا اس ہسپتال میں صرف ایک تم ہی ڈاکٹر ہو کہ تمہارے نہ آنے سے یہاں کے پیشنٹ کا علاج نہ ہو پاتا؟" وہ اسے کمر سے مضبوطی سے تھامے باہر لے کر جا رہا تھا جبکہ بیلا اپنے چکراتے سر کی وجہ سے نہ تو اس کا ہاتھ اپنی کمر سے نکال پا رہی تھی اور نہ ہی اس شخص کے ساتھ کو اپنے ساتھ قبول کر پا رہی تھی۔

○○○○○○○○

"یہ بالا کتنا میسنا ہے نا؟ ہمارے سامنے کیسے نخرے دکھا رہا تھا کہ اسے ڈاکٹر بیلا کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اس کے آس پاس بھی نہیں بھٹکے گا، شادی نہیں کرنا چاہتا وغیرہ وغیرہ اور اب دیکھو کیسے اس کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ کتنا چالاک ہے، ہمارے سامنے اس کے نخرے ختم نہیں ہو رہے تھے اور وہاں کیسے ڈاکٹر بیلا

کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ ڈرامے باز کہیں کا۔۔۔!" وہ میٹنگ روم میں ڈاکٹر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا جو میٹنگ کے بعد اب بچیوں کے ساتھ اس کی ملاقات کروانے کا انتظام کر رہا تھا جب کہ جمرو کمرے میں آتے ہوئے اس سے باتیں کرنے لگا۔ سردار نے اسے منع کیا تھا کہ وہ بالا اور بیلا کی سائیڈ پہ نہ جائے بلکہ یہیں رک کر اس کا انتظار کرے۔ اب جب میٹنگ ختم ہو گئی تھی وہ اندر آیا تھا اور اس نے آ کر بتایا تھا کہ بالا اس وقت جنرل روم میں ڈاکٹر بیلا کے ساتھ اس کا چیک اپ کروا رہا ہے کیونکہ اس کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب ہے۔ اس پر سردار ہلکا سا مسکرا دیا تھا جبکہ جمرو تو اچھا خاصا بدمزہ ہوا تھا۔ وہ تو ڈاکٹر بیلا کے خلاف کافی ساری باتیں کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن سردار نے اسے روک دیا۔

وہ اس کی منکوحہ ہے، ہونے والی بیوی ہے، کتنا ہی ناراض رہے گا اس سے؟" آخر اس کے ساتھ نکاح کا تعلق ہے، وہ اس سے نہ تو دور رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ اجنبیت برت سکتا ہے۔ نکاح دنیا کا سب سے خاص تعلق ہے اور اس خاص تعلق میں وہ بندھ چکا ہے۔ اب وہ چاہے یا نہ چاہے، اس کے دل میں

بیلا کے لیے جذبات ہیں جن سے وہ مکر نہیں سکتا۔ بیلا اب اس کی ذمہ داری ہے جو اسے نبھانی ہو گی۔ وہ اس کا واحد محرم تعلق ہے جسے وہ ہر گز نظر انداز نہیں کر سکتا اور جہاں تک بات ہے اس کے میسنا اور چالاک ہونے کی تو میرے پیارے سے بھائی وہ ہمیشہ سے بہت ہی چالاک ہے۔ ہمارے سامنے صرف اوپر اوپر سے ڈراما کرتا ہے، اندر دل کی دنیا میں لڈو پھوٹ رہے ہیں۔ اپنے من پسند لڑکی کو اپنے نکاح میں لے کر جو خوشی ملتی ہے نا، وہ خوشی اس دنیا کی سب سے خوبصورت خوشی ہے۔ تو تھوڑا بڑا ہو جا پھر تجھے بھی اسی خوشی سے متعارف کرواؤں گا۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تو جمرو پھر سے شرما گیا تھا۔ اس کا یہ شرمایا ہوا انداز سردار کو اسے اور چھیڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔

جب ڈاکٹر ان چھوٹی چھوٹی بچیوں کو لے آیا تھا، اسے ہسپتال میں آ کر یہ بات بھی پتہ چلی تھی کہ یہ ڈاکٹر اسے اب تک مردہ سمجھ کر ہر طرح کی امید کھو چکے تھے۔ خیر جو بھی تھا وہ زندہ تھا اور ان بچیوں کے لیے تو شاید اس نے اپنے مرنے کے بعد بھی کوئی نہ کوئی انتظام کر کے ہی جانا تھا۔ وہ ان بچوں سے ملتے

ہوئے کافی خوش ہو رہا تھا جبکہ جمرو بھی آج پہلی دفعہ ایسے بچوں سے مل رہا تھا جن کا علاج سردار کرواتا تھا۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ سردار ایک بہت ہی نیک کام کر رہا تھا۔ وہ ساری بچیاں کافی پیاری تھی جب کہ وہ چھ مہینے کی بچی تو سردار کو اتنی پیاری لگی تھی کہ اس نے اسے تھام کر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ اور پھر کتنی ہی دیر اس معصوم سی بچی کے ساتھ کھیلتا رہا، جمرو بھی انہی ساری چکروں میں مصروف رہا تھا کیونکہ جب تک بیلا بالا اپنے کام سے فارغ نہیں ہو جاتا تب تک وہ لوگ ہسپتال سے جا نہیں سکتے تھے تو یہ اچھا موقع تھا ان چھوٹے بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کا۔

○○○○○○○○

"ڈاکٹر بیلا، آپ نے ٹینشن لی ہے اس کی وجہ سے آپ کی طبیعت اتنی زیادہ خراب ہوئی ہے۔ ایسی بھی کون سی پریشانی تھی آپ کی جس کی وجہ سے آپ اتنی سٹریس ہو گئیں۔ آپ کے بخار کی وجہ آپ کا مسلسل ٹینشن لینا ہے اور اس سے آپ کو مائیگرین بھی ہو سکتا ہے، آپ کون سی سوچوں میں گم ہو گئی ہیں، اپنا

خیال رکھیں۔" وہ ڈاکٹر اسے چیک کرتے ہوئے اب ڈرپ لگا رہی تھی جبکہ وہ نفی ہی کرتی رہ گئی لیکن یہاں بالا کی چلنی تھی، وہاں ڈاکٹر بیلا کی نہیں چل سکتی تھی اسی لیے وہ خاموشی سے ڈرپ لگوانے لگی تھی۔

"نہیں ڈاکٹر سمیہ، میں ٹھیک ہوں، بس تھوڑی سی طبیعت خراب ہے لیکن شکر ہے اللہ کا اب میں بہت بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے نہیں لگتا کہ مجھے کسی طرح کے علاج کی ضرورت ہے، میں آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ اپنے ہاتھ پر لگی ڈرپ کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں ڈاکٹر بیلا؟ آپ خود ایک ڈاکٹر ہو کر اس طرح کی باتیں کریں گی تو ہم باقی پیشنٹس کو کیسے سمجھائیں گے کہ علاج کتنا ضروری ہے؟"

"ہاں ڈاکٹر، سمجھائیں اس سے کہ صرف ڈاکٹری کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، اپنا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ خیر اس کو کچھ دن کی چھٹیاں ریکمنڈ کریں، یہ گھر پر بیٹھ کر آرام کرے اس کے بعد واپس ڈیوٹی جوائن کرے۔" کون تھا وہ ڈاکٹر منظور؟" جا کر اس کو بولیے کہ ڈاکو بالا کہہ رہا ہے کہ ڈاکٹر بیلا کی چھٹیاں منظور

کرے وہ۔" وہ اچانک ہی فیصلہ کرتے ہوئے بولا تو سامنے موجود ڈاکٹر نے بیلا کی بات کو پوری طرح سے نظر انداز کرتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا اور فوراً ہی وہاں سے نکل گئی تھی جیسے اس کے حکم کا ہی انتظار کر رہی ہو جبکہ ڈاکٹر بیلا مسلسل اسے منع کر رہی تھی کہ اسے چھٹیوں کی ضرورت نہیں ہے، وہ آرام نہیں کرنا چاہتی بلکہ وہ اپنا کام کرنا چاہتی ہے لیکن یہاں تو اس کی کسی بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔

کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟ نہیں کرنا مجھے آرام، آپ تو میری جان کو آ گئے" ہیں۔ مجھے اپنی ڈیوٹی کرنی ہے، میرے پیشنٹس ہیں یہاں، آپ کیوں تماشا لگا رہے ہیں؟" وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگی تھی جبکہ ہاتھ پر ڈرپ لگنے کی وجہ سے وہ اب بیڈ سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔

میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری بیوی بیمار ہے اور تھوڑی عقل سے پیدل بھی۔" تمہیں ڈاکٹر کس نے بنا دیا؟ کیونکہ تمہاری عقل دیکھ کر مجھے نہیں لگتا کہ تم ڈاکٹر بننے کے قابل تھی۔ خیر، اگر اب بن ہی گئی ہو تو تھوڑی سی عقلمندی کا ثبوت

دو۔ طبیعت خراب ہے تمہاری اور میں کوئی تماشا نہیں لگا رہا بس تھوڑا سا حق جتا رہا ہوں، اب حق تو تم نے خود ہی کل نکاح نامے پر سائن کر کے مجھے دیا ہے تو میرا نہیں خیال کہ تمہیں اس طرح سے اوورری ایکٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ طبیعت خراب ہے تمہاری، جب تک پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک یہاں ہسپتال میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا خیال رکھو، اپنے لیے نہیں، میرے لیے۔ جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس سب کا حساب دینا ہے تم نے۔ اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ اتنی آسانی سے ہر چیز چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاؤں گا تو ایسا نہیں ہو گا۔ ڈاکو بالا نام ہے میرا، اپنی چیزوں کی حفاظت کرنا بہت اچھے طریقے سے جانتا ہوں۔ اور اب تم میری ملکیت میں شامل ہو چکی ہو، مطلب کہ تمہیں بھی اب حفاظت کی ضرورت ہے اور تمہارے حق میں بہتر یہی رہے گا وہ کرو جو میں کہتا ہوں۔ آرام کرو، ساری زندگی ڈاکٹری کرنی ہے تم نے اسی لیے خود کو الجھاؤ مت اور نہ ہی مجھے الجھاؤ۔" وہ کہتے ہوئے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتا اچانک ہی جھک کر اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ گیا

تھا۔ انداز اتنا اچانک تھا کہ بیلا کتنی ہی دیر کچھ سمجھ ہی نہیں پائی تھی لیکن اس کے اس طرح قریب آنے پر اس کی سانسیں ضرور تھم گئی تھیں۔ اپنے ماتھے پر اس کا لمس محسوس کر کے بیلا جی جان سے کانپی تھی، اسے ہرگز امید نہ تھی کہ وہ اس طرح کی کوئی حرکت کرے گا۔

نکاح مبارک ہو، کل تمہیں نکاح کی مبارکباد نہیں دے پایا تھا، غصے میں تھا نا۔" اس وقت دماغ خراب تھا میرا لیکن اللہ نے اتنا خوبصورت تعلق دیا ہے تو اس تعلق کو خوبصورتی سے ہی شروع کرنا چاہیے۔ تمہاری ہر غلطی معاف کر دوں گا میں، کیونکہ جو بھی ہے تم اصل بات سے انجان تھی اسی لیے تم اتنی قصوروار نہیں ہو کہ تمہیں زیادہ تنگ کیا جائے۔ اور پھر میرا دل بہت بڑا ہے، میرے دل نے تمہیں معاف کیا، تم بھی اپنے آپ کو نارمل کرو اور اس رشتے کو قبول کرو کیونکہ شادی تو تمہاری میرے ساتھ ہی ہونی تھی آج نہیں تو کل سہی۔ اسی لیے جو رشتہ بن چکا ہے اس کو نبھانے کی کوشش کرو، خود کو مینٹلی طور پر اس چیز کے لیے تیار کرو۔ کیونکہ ابھی تو شروعات ہیں، آنے والا وقت ہو سکتا ہے

ہم دونوں کے لیے بہت ساری خوشیاں لے کر آئے۔ خیر، میں چلتا ہوں، وہ لوگ کب سے میرا انتظار کر رہے ہیں اب تمہارے چکر میں ان لوگوں کو انتظار نہیں کروا سکتا۔ خدا حافظ۔" وہ کہتے ہوئے جنزل روم سے نکل گیا تھا جبکہ بیلا تو جیسے کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی تھی۔

○○○○○○○○

ہاں جی جناب، کیسی رہی ملاقات؟" وہ دونوں ہسپتال سے باہر نکلے تو بالا ان کا" انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی اس نے فون کیا تھا کہ اگر میٹنگ ختم ہو چکی ہے تو باہر آ جاؤ اور وہ فوراً ہی باہر آ گئے تھے۔

بری ملاقات تھی یار، بیوی بیمار ہے میری تم لوگوں نے بتایا نہیں۔ ابھی علاج" کروا کر آ رہا ہوں اس کا، اف اب تو ذمہ داری آ گئی ہے، خیال رکھنا پڑے گا۔ معصوم سی بیوی ہے میری، بیچاری کو بوتل لگ رہی ہیں۔" وہ بڑے دکھ سے بولا تو سردار جہاں مسکرایا تھا وہیں جمرو تو حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

اوئے، تو تو ناراض تھا اس سے، بیوی بیوی کیا کر رہا ہے؟ کون سی ذمہ داری؟"

بھائی زبردستی نکاح ہوا تھا کل تیرا، یاد نہیں رہا؟ اتنی ہمدردی بیوی کے ساتھ؟

کل تک تو اس بیوی کو دوسری نظر دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے تم۔" وہ گھوڑے

پر بیٹھتے ہوئے حیرت کا اظہار کرنے لگا تو بالا نے اس سے زیادہ حیرت کا اظہار کیا

تھا۔

وہ بیوی ہے میری جمرو، اب میرا دل چاہے یا نہ چاہے، نکاح زور زبردستی ہو یا"

مرضی کے ساتھ لیکن نکاح تو ہوا ہے نا؟ ذمہ داری تو نبھانی پڑے گی اور پھر یہ

معاملہ ذرا محبت اور دل کا ہے تو تھوڑا غصہ ہم سائیڈ پر رکھ سکتے ہیں۔ اور ویسے

بھی غصے میں میں کل تھا، آج نہیں ہوں۔ آج تو بیوی کی شکل دیکھتے ہی میرا سارا

غصہ اتر گیا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو جہاں سردار کا قہقہہ بلند ہوا تھا وہیں

جمرو نے اس کے منہ پر لعنت پھینکی تھی۔

لکھ لعنت ہے تیری محبت پر، کل تک اس کی شکل نہیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے تو"

دل ہی دل میں اسے طعنے اور بددعائیں دینے کے پلان بھی بنا لیے تھے اور یہاں

تو... مت بھول اس لڑکی کی وجہ سے کیا کیا نہیں ہوا؟ اس کی وجہ سے پورا قبیلہ تباہ ہونے والا تھا، اس کی وجہ سے تو بے ہوش ہوا تھا، اس کی وجہ سے تو اس "ریحان اکرم کے ہاتھ چڑھ گیا تھا، اس کی وجہ سے۔۔۔

اس کی وجہ سے میرے دل کی دنیا آباد ہوئی ہے، اس کی وجہ سے محبت کا" مطلب سمجھ میں آیا ہے، اس کی وجہ سے آج نکاح شدہ ہوا ہوں میں۔ اسے محبت کہتے ہیں جمرو، تو نہیں سمجھے گا۔" وہ آنکھ دبا کر اس کی بات کاٹ گیا تو سردار نے ان دونوں کے دیکھنے پر صرف کندھے اچکائے تھے جیسے خود بھی محبت کے ذائقے سے اچھی طرح سے واقف ہو۔

تم دونوں نکمے ہو، بالکل نکمے ہو۔ وہاں وہ سردارنی اتنا کچھ خراب کر کے معصوم" بن جاتی ہے اور یہاں یہ ڈاکٹرانی اتنا کچھ غلط کر کے بیمار ہو کر ڈاکو کو پیچھے لگا لیتی ہے۔ مردوں کے غلام ہو تم لوگ، میں پہلے بتا رہا ہوں ایسا شوہر نہیں بننا مجھے، میں تو بیوی کو کنٹرول میں رکھوں گا۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب ان دونوں کا بے ساختہ بلند قہقہہ اس کو خاموش کروا گیا تھا۔

بیوی کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے پہلے تیرے پاس بیوی ہونی چاہیے جو تجھے" اگلے پانچ سال تک نہیں ملنے والی اور پانچ سال کے بعد جب تجھے بیوی ملے گی نا تو بیٹا تیری سوچ بدل چکی ہو گی۔ اللہ پاک نے دنیا کا سارا حسن اور سکون عورت کی ذات میں رکھا ہے۔ اور یہ بات تجھے تب سمجھ میں آئے گی جب تو ایک آدھ بیوی والا ہو جائے گا۔" سردار نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرا دیے تھے۔ سردار خوش تھا کہ بالا کی عقل میں اس کی بات سما گئی تھی جبکہ اسے ہسپتال ساتھ لانے کا مقصد بھی پورا ہو گیا تھا۔ حالانکہ اس نے کل ہی یہاں ہسپتال میں فون کر کے نکاح کے بارے میں بھی بتا دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ ڈاکٹر بیلا کو ذہنی سکون کے لیے کچھ دن کی چھٹیاں فراہم کر دی جائیں لیکن شاید ڈاکٹر بیلا تک یہ بات پہنچی ہی نہیں تھی تبھی وہ صبح صبح واپس ہسپتال پہنچ آئی تھی اور جب وہ صبح قبیلے سے نکلا تھا تب بھی ڈاکٹر نے اسے بتا دیا تھا کہ اس وقت ڈاکٹر بیلا ہسپتال میں موجود ہے تب ہی تو وہ بالا کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا ورنہ اس کا ارادہ اس کی

ماں کا زیور اسے واپس دلوا کر اسے واپس قبیلے بھیجنے کا تھا۔ کیونکہ پیچھے قبیلے میں کوئی نہیں تھا۔ لیکن پھر یہ بات بھی اس سے بے فکر کرنے کے لیے کافی تھی کہ جب سے یہ بات باہر نکلی تھی کہ سردار زندہ ہے، اس کے قبیلے کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

ooooooooooo

وہ کمرے میں داخل ہوا تو دعام بالکل سامنے آئینے کے پاس کھڑی خود کو سنوار رہی تھی۔ ایک نظر اسے سر سے پیر تک دیکھتا وہ اپنی چادر اٹھا کر وہیں صوفے پر پھینکتے ہوئے بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگا تھا، لیکن نگاہیں مسلسل اسی پر جمی ہوئی تھیں جو اس کے کمرے میں آنے کا نوٹس لیے بغیر اپنے ہی کاموں میں مصروف تھی۔ اس کی مصروفیات میں زیادہ تر خود کو سنوارنا یا ہلکی ہلکی آواز میں گنگنانا شامل تھا۔ وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

لڑکی، تمہیں عقل نہیں ہے؟ تمہارا شوہر باہر سے واپس آیا ہے، اسے کچھ پانی" یا چائے کا پوچھ لو، خود کو سنوارنے میں لگی ہو؟ نہ تو تمہارے بال بار بار پیچھے

جھٹکنے سے مزید لمبے ہو جائیں گے اور نہ ہی لبوں پر بار بار سرخ رنگ رنگنے سے وہ مزید سرخ ہوں گے۔" اب کی دفعہ وہ جل کر بولا تھا۔ اپنے آپ کو نظر انداز کرنا اسے بالکل پسند نہ آیا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ ناراض وہ ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ اسے منائے نہ کہ خود نخرے دکھائے۔

میرے شوہر مجھ سے ناراض ہیں، مجھ سے بات نہیں کر رہے، مجھے منہ نہیں لگا" رہے، انہیں صرف رات کو مجھ پر پیار آتا ہے، باقی وہ اپنی ناراضگی دکھا رہے ہیں اور مجھے انہیں منانا نہیں آتا۔ اسی لیے بہتر ہے کہ میں جو کام کر رہی ہوں وہی کرتی رہوں۔" وہ اندازِ بے نیازی سے کہتی پھر سے اپنے بال جھٹکنے لگی تھی جیسے سچ میں بار بار جھٹکنے سے وہ لمبے ہی ہو جائیں گے۔ لیکن اس کا یہ انداز تو سردار کو آگ لگانے کے لیے کافی تھا۔ مطلب وہ سچ مچ میں اسے نظر انداز کر رہی تھی۔

غدار سائیں، اگر شوہر ناراض ہو تو اسے منایا جاتا ہے نہ کہ اس طرح سے بے فکر ہو کر بیٹھا جاتا ہے۔ ناراض ہوں میں، مجھے منانے کے بجائے یہ فضول کی حرکتیں کر رہی ہو تم؟" اب کی دفعہ وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہی آ گیا تھا۔

فضول کی کون سی حرکتیں کر رہی ہوں؟ میں تو تیار ہو رہی ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی جیسے اس کی بات اسے پسند نہ آئی ہو۔

آدھی رات کو کیوں تیار ہو رہی ہو تم؟ اس وقت کہاں جانے کا ارادہ ہے؟" وہ سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے سر سے پیر تک اس کی تیاری دیکھنے لگا تھا۔ اور سچ میں اس کی تیاری کمال کی تھی۔ آج کل وہ ایسے انداز میں تیار ہو کر اس کے سامنے جلوے بکھیرتی تھی کہ سردار اپنے دل کو تھام نہیں پاتا تھا۔ جب سے وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا تھا تو اس کی حسن سے نظریں چرا نہیں پا رہا تھا۔ ایک تو وہ پہلے ہی ہر حال میں دل میں اترتی تھی اور اب یہ ادائیں دکھا کر وہ شاید اسے پاگل بنانے کا ارادہ رکھتی تھی۔

کہیں نہیں جارہی میں اور ضروری تھوڑی ہے کہ کہیں جانے کے لیے ہی اتنی" تیاری کی جائے۔ میرا دل کر رہا ہے تیار ہونے کا اسی لیے میں تیار ہو رہی ہوں۔ اور آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں ؟" وہ اچانک اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی تو سردار نے صرف گردن ہلائی تھی جیسے راز کی بات جاننا ضروری ہو۔ "میرے ڈاکو جی ہیں نا، وہ چوری چوری مجھے دیکھتے ہیں جب میں تیار ہو کر اتنی خوبصورت لگتی ہوں۔" وہ اچانک سے آنکھیں جھپکاتے ہوئے بولی تو سردار جو پورے غور سے اسے سن رہا تھا، اپنی چوری پکڑے جانے پر پیچھے ہٹتے ہوئے کمرے کی چیزوں پر نظریں گھمانے لگا تھا۔

ایسی خوش فہمیاں کیوں پل رہی ہو تم ؟ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہارے شوہر" کو تمہیں چوری چوری دیکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، وہ جب چاہے پورے حق سے دیکھ سکتا ہے۔" وہ اچانک ہی حق جتانے پر آگیا تو دعام ہلکی سی مسکرا کر ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔ "اوہو، آپ نہیں سمجھتے نا۔ چوری چوری دیکھتے ہیں

کیونکہ وہ ناراض ہیں مجھ سے لیکن صرف اوپر اوپر سے۔ اندر سے وہ مجھ سے ناراض ہو ہی نہیں سکتے۔"

اس کا یقین بہت پختہ تھا۔ سردار نے نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھا تھا جیسے اس کی بات سے بالکل بھی اتفاق نہ کرتا ہو۔ "کیوں ناراض نہیں ہو سکتا تمہارا ڈاکو جی تم سے؟ تم جب دل چاہے الٹی سیدھی حرکتیں کرو اور وہ ناراض بھی نہ ہو تم سے؟ وہ تم سے ناراض ہے اور سخت ناراض ہے۔ ابھی تو حساب کتاب ہونے ہیں۔ ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ یہ ناراضگی آسانی سے ختم نہیں ہونے والی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا جیسے اسے معاملے کی سنگینی کا احساس دلا رہا تھا۔

ارے جائیں، ناراضگی ختم نہیں ہونے والی؟ میں اپنے شوہر کو منانا بہت اچھے" طریقے سے جانتی ہوں۔ اور میرے ڈاکو جی مجھ سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتے۔ اب بھی دیکھیں، میں اتنی خوبصورت لگ رہی ہوں تیار ہو کر، اب وہاں بیٹھے بیٹھے میرے ڈاکو جی کو میں پوری طرح سے نظر نہیں آ رہی تھی تو وہ یہاں تک آ گئے نا مجھے دیکھنے کے لیے؟ اب بہانہ بے شک باتوں میں کوئی بھی

لگالو لیکن اصل وجہ تو صرف مجھے دیکھنا ہی ہے۔ میرے ڈاکو جی مجھے بہت قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں۔" وہ کھم اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے پورے یقین سے بولی تواب کی دفعہ سردار کا دل نہ چاہا تھا ایک دفعہ بھی انکار کرنے کا بلکہ دل تو چاہا تھا کہ اس سے اپنی باہوں میں جکڑ کر اپنے دل کا اظہار کر دے اور بتا دے اسے کہ اس سے ناراض رہنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن نہیں، وہ اتنی آسانی سے ماننے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اس کے یقین کا وہ کیا کرتا؟ وہ اپنی سجن سائیں کا یقین کیسے ٹوٹنے دے سکتا تھا؟ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا۔

تم فضول باتیں بہت کرتی ہو جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا غدار سجن۔" وہ کہتے ہوئے اچانک اس کا چہرہ تھام کر اس کے لبوں پر جھک گیا تھا جبکہ دعام اس کی پناہوں میں بری طرح سے مچلی تھی۔

ڈاکو جی، میں غدار سجن نہیں ہوں، میں آپ کی سجن سائیں ہوں۔ آپ کو" جب سے ہوش آیا ہے آپ نے ایک دفعہ بھی مجھ سے اس طرح سے نہیں پکارا

جس طرح سے پہلے پکارتے تھے۔" اس کی گردن میں اپنے بازو ڈالتے ہوئے وہ شکایتی انداز میں بولی۔

بے وفاؤں سے یوں ہی بات کی جاتی ہے۔ غداروں کو محبت بھرے ناموں" سے پکارا نہیں جاتا۔" وہ کہتے ہوئے دوبارہ اس کے لبوں پر جھکتے اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیتے ہوئے اس کی سانسوں کو اپنی سانسوں میں منتقل کرنے لگا تھا۔ انداز میں بے باکی تھی جبکہ اس کی گرفت اس کی کمر پر بھی سخت ہو رہی تھی۔

کیا بے وفائی کی ہے میں نے آپ کے ساتھ؟" لبوں کے آزاد ہوتے ہی وہ اس" کی آنکھوں میں جھانکتی شرم و حیا کو پرے دھکیلتے ہوئے غصے سے سوال کرنے لگی تھی۔ وہ کوئی بے وفا تھوڑی تھی کہ اتنا بڑا اخطاب خود کے لیے برداشت کر لیتی۔

بے وفا ہی تو ہو تم، جب میں ہوش و حواس کی دنیا سے بیگانہ تھا تب اس طرح" حسن لے کر اس کمرے میں آجاتی تھی، ان دیواروں کو دکھانے کے لیے؟ ان

دیواروں سے بھی جلن ہوتی ہے مجھے۔" اس کی کمر میں اپنا ہاتھ اور بھی سختی سے ڈالتے ہوئے وہ اسے اپنے ساتھ لگا گیا تھا۔

"میں تو صرف آپ کے لیے آتی تھی، دیواروں کے لیے نہیں۔" اس کی بات یقیناً اسے بری لگی تھی تبھی تو اسے ٹوک گئی، سردار نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

"میں ہوش میں نہیں تھا، میں نے تمہارا کوئی روپ نہیں دیکھا، کسی روپ کو آنکھوں میں نہیں بسایا۔ غدار سجن، اپنے حسن کو اس کمرے کی چار دیواریوں میں بکھیرتی رہی۔ میں نے تو تمہیں ٹھیک سے محسوس تک نہیں کیا، وہ میرے لیے کیسے ہو سکتا ہے جسے میں محسوس نہ کر سکوں، جسے میں چھو نہ سکوں؟" وہ اس کے لبوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے ہلکے ہلکے انہیں چھو رہا تھا جیسے اس کی نرمی کو محسوس کرتے ہوئے اپنی تشنگی کو مٹانا چاہتا ہو لیکن شاید یہ تشنگی کبھی مٹ نہیں سکتی تھی۔ وہ اب اپنے ہاتھ کا انگوٹھا اس کے لبوں پر پھیرتے ہوئے

پورے حق سے اس کے لبوں کی نرمی کو اپنی انگلیوں کے پوروں پر محسوس کر رہا تھا۔

"تو اب تو میں آپ کی ہوں نا، آپ کے پاس ہوں۔ جیسے چاہیں مجھے محسوس کریں، جیسے چاہیں مجھے پیار کریں، لیکن ایک شرط ہے۔" وہ نرمی سے اس کے چہرے پر اپنے ہاتھوں کا حصار بناتے ہوئے بولی تو اس کی شرط والی بات پر سردار نے اسے گھورا تھا۔

"میں تم سے ناراض ہوں، تم مجھے شرط کیسے دے سکتی ہو؟" وہ اسے سختی سے گھورنے لگا تھا، یقیناً شرط والی بات اسے پسند نہیں آئی تھی۔

"ناراضگی اپنی جگہ، شرط اپنی جگہ۔ میں نے یہ تھوڑی بولا کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں، میں تو صرف بات کر رہی ہوں آپ سے۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی جبکہ جس انداز میں اس نے اس کی گردن سے اپنی باہیں نکالی تھیں سردار کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا تبھی تو اس کی باہوں کو دوبارہ سے اپنی گردن پر رکھتے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے دوبارہ اپنے قریب کھینچ گیا تھا۔

شرط کوئی فضول ہوئی تو میں نہیں مانوں گا۔" اس کی گردن پر جھک کر اپنے" لب رکھتے ہوئے وہ بولا تو دعا م ہلکا سا مسکرائی تھی۔

آسان سی ہے ڈاکو جی، بس اپنی سجن سائیں کو دیکھ کر پیار سے پکاریں جیسے پہلے " پکارتے تھے۔ مجھے بتائیں میں کیسی لگ رہی ہوں، میری بہت ساری تعریف کریں جیسے پہلے کہتے تھے 'سجن سائیں، دلدار سائیں، میرا سوہنا مکھڑا'..." وہ اسے وہ سارے لفظ ہی یاد کروا رہی تھی جو وہ اس کی محبت میں استعمال کرتا تھا۔ لیکن جب سے وہ ہوش میں آیا تھا وہ ان لفظوں کا استعمال بھول گیا تھا۔ اب تو جب بھی وہ کہتا تھا 'غدار سجن' یا پھر 'بے وفا سائیں' کہتا تھا اور یہ لفظ اسے بالکل پسند نہیں تھے۔ وہ تو اس کے منہ سے میٹھے محبت بھرے نام سننے کی عادی تھی۔ حالات یہ تھے کہ ان لفظوں کو پکارتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں محبت صاف جھلکتی تھی لیکن 'بے وفا' اور 'غدار' کا مطلب اسے بہت اچھے سے پتہ تھا۔ ہاں اگر بات صرف اس کے لہجے کی کی جاتی تو ان لفظوں سے ٹپکتی محبت بھی بے تحاشا خاص تھی لیکن بات صرف لہجے کی نہیں تھی، بات ان لفظوں کی

تھی جس میں وہ خود کو سر سے پیر تک اس کا سمجھتی تھی، خود کو اس کی محبت میں لپٹے ہوئے محسوس کرتی تھی۔

یہ ممکن نہیں، میں ناراض ہوں تم سے اور جب تک تم مجھے راضی نہیں کر لیتی" تب تک تو میرا نہیں خیال کہ اس طرح کے الفاظ میرے لبوں سے نکلیں "گے۔

سوچ لیجیے،" وہ اپنا ہاتھ نرمی سے اس کی گردن سے نیچے سرکانے لگی، مطلب" صاف تھا کہ وہ اس سے دور جانے لگی تھی۔

سوچ لیا! میرا غدار سجن، جب تک تم مجھے منانے میں کامیاب نہیں ہو جاتی،" میں خود تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔" وہ ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کرتے ہوئے ہٹا تو دعا نے بھی بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

تمہارے پاس آنے کی لاکھ خواہش سہی، تمہیں چھونے کی، تمہیں محسوس" کرنے کی دیوانگی حد سے سوار سہی لیکن اگر تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم میرے قریب تب آؤ جب لہجے میں بھی وہی دیوانگی محسوس کرو جو پہلے محسوس کرتی

تھی تو اس کے لیے تمہیں مجھے منانا ہو گا۔ میں اس طرح سے تمہیں معاف ہر گز نہیں کروں گا۔" وہ حوصلہ بڑھاتے ہوئے بولا تھا جبکہ دعام اب بھی بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

"منہ دھو کر سو جاؤ، اگر تمہارے قریب آنے کی خواہش رات میں کسی لمحے جاگی تو یقین کرو تمہاری اجازت کا انتظار ہر گز نہیں کروں گا۔ لیکن فی الحال جا رہا ہوں نیچے، چائے کی طلب ہو رہی ہے، بالا کو جگانا پڑے گا۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ دعام پیر پٹخاتی وہیں بیڈ پر ناراض انداز میں بیٹھ گئی تھی۔

○○○○○○○○○○

ریان کافی دیر سے رات کو گھر آیا تو بیلا کو باہر ہی گھومتے پایا تھا۔ ایسا لگا جیسے وہ اس کے انتظار میں تھی۔

"بیلا بچے، تم یہاں باہر کیا کر رہی ہو؟ ابھی تک سوئی کیوں نہیں؟" وہ اس کے پاس آتے ہوئے سوال کرنے لگا تھا۔

بھائی وہ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی ہسپتال کے حوالے سے۔ ویسے" تو ابھی تک رباب بھابھی بھی جاگ رہی ہیں اور امی بھی جاگ رہی ہیں لیکن وہ اندر باتیں کررہے ہیں۔ میں اب نائٹ ڈیوٹی کے لیے ضروری کال کا کہہ کر باہر آگئی۔ میں کب سے آپ کے آنے کا انتظار کررہی تھی، مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی تھی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی توریان نے صرف ہاں میں سرہلایا تھا۔ اس کے چہرے کی پریشانی بتارہی تھی کہ بات سچ میں پریشان کر دینے والی ہی ہے۔

ہاں بولو، کیا کہنا چاہتی ہو تم اور اتنی زیادہ پریشان کیوں ہو؟ سب کچھ ٹھیک تو" ہے نا؟" اس نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

کچھ ٹھیک نہیں ہے بھائی، سب کچھ بہت خراب ہو گیا ہے۔ ہسپتال میں آج" بالاڈاکو اور اس کے ساتھی آئے تھے اور وہاں پر اس نے پورے ہسپتال کو یہ بات بتارکھی ہے کہ اس نے مجھ سے نکاح کرلیا ہے۔ ہسپتال کے لوگوں نے مجھ پر تو یہ بات ظاہر نہیں کی لیکن جب وہ آیا تو اسے زیادہ ہی اہمیت دی جارہی

تھی۔ ہمیشہ کی طرح میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ وہ لوگ ہسپتال میں کچھ ڈونیشن وغیرہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے آدھے سے زیادہ ہسپتال ان کی مرضی کے مطابق چلتا ہے۔ ہسپتال میں تقریباً سب لوگوں کو ہی پتہ چل چکا ہے میرے نکاح کے بارے میں اور اس سنڈے سارے کولیگز میرے، میری برتھ ڈے پر گھر آنے والے ہیں اگر کسی نے امی کو بتا دیا نکاح کے بارے میں تو بہت پرابلم ہو جائے گی۔" وہ پریشانی سے بتانے لگی تھی۔ اس سنڈے اس کی سالگرہ آ رہی تھی جس پر وہ تقریباً ایک ڈیڑھ ہفتہ پہلے ہی اپنے سارے کولیگز کو اپنے گھر پر انوائٹ کر چکی تھی۔ تب نکاح والا معاملہ نہیں تھا اور نہ ہی اسے کوئی پریشانی تھی لیکن اب اس کے لیے یہ بات پریشانی والی ہو چکی تھی۔ وہ سب کو ایک ایک کر کے منع نہیں کر سکتی تھی کہ یہ بات اس کی ماں کو نہیں بتانی اور پھر نہ ہی یہ معاملہ چھپنے والا تھا۔

دیکھو بیلا، فی الحال ہمیں یہ بات چھپانی ہو گی، میں نہیں چاہتا امی تک یہ معاملہ" پہنچے۔ دیکھو، سمجھنے کی کوشش کرو، امی ہرگز نہیں چاہیں گی کہ یہ رشتہ ٹوٹے

بلکہ کوئی بھی نہیں چاہے گا کہ کسی کی بہن بیٹی کو طلاق ہو لیکن یہ معاملہ کتنا خطرناک ہے میں بہت اچھے طریقے سے سمجھتا ہوں۔ میں تمہاری پرابلم بھی سمجھ رہا ہوں لیکن شاید امی اس معاملے کو نہیں سمجھیں گی، وہ ہر چیز کو اپنے انداز میں لیں گی۔ وہ اس دنیا کو اپنے جیسا سمجھتی ہیں لیکن ہمیں ان سے یہ سب کچھ چھپانا ہو گا۔ وہ ایک ایسی عورت ہیں جو ہر حال میں نباہ کرنا جانتی ہیں اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ تمہیں بھی یہی مشورہ دیں گی کہ تم بھی اس رشتے کے ساتھ نباہ کرنے کی کوشش کرو جو کہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لیے اس کا حل یہی ہے کہ کسی طریقے سے پارٹی کینسل کر دو اور اگر پارٹی کینسل نہیں کر سکتی تو پھر ہمیں ان لوگوں کو روکنا ہو گا کہ یہ معاملہ باہر نہ آئے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب پیچھے سے کسی کو محسوس کرتے ہوئے اسے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں رباب کب سے کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ان دونوں کو آپس میں الجھے دیکھ کر وہیں رک گئی تھی حالانکہ اس کا ارادہ

باہر آکر دیکھنے کا تھا کہ ریان ابھی تک گھر واپس آیا ہے یا نہیں۔ وہ باہر نکلتے ہوئے ان کے پاس آئی اور یقیناً وہ ان کی آخری باتیں سن چکی تھی۔

ooooooooo

"کس کا نکاح ہوا ہے ریان اور یہ کیا معاملات چل رہے ہیں آپ لوگوں میں؟ کون سی بات امی سے چھپانی ہے؟ کس کو نباہ کرنا پڑے گا؟ آپ بیلا سے اس طرح سے بات کیوں کر رہے ہیں؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی تھی اور پریشان تو ریان بھی تھا کیونکہ یہ معاملہ اب چھپنے والا نہیں تھا۔

"رباب بھابھی، پلیز یہ بات ہم تینوں کے بیچ میں رہنی چاہیے۔ امی تک نہیں جانی چاہیے۔ پرسوں مجھے اغوا کر لیا گیا تھا، ڈاکوؤں کے قبیلے میں موجود بالا نے زبردستی مجھ سے نکاح کر لیا ہے۔ مجھے لگ رہا تھا یہ معاملہ وہیں پر ختم ہو جائے گا، زیادہ نہیں بڑھے گا لیکن ہسپتال میں یہ بات پوری طرح سے پھیل چکی ہے۔ مجھے نہیں لگا تھا کہ بالا اس رشتے کو لے کر سیریس ہے اور نہ ہی مجھے یہ لگا تھا کہ وہ اس رشتے کو رکھنا چاہے گا لیکن آج وہ ہسپتال آکر مجھے دھمکا رہا تھا کہ وہ نہ تو

مجھے طلاق دے گا اور نہ ہی کبھی میں اس بارے میں کچھ سوچ سکتی ہوں کہ اس سے آزادی حاصل کر لوں گی۔ بلکہ یہاں معاملات اور بھی زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔" وہ جو بات پوری طرح سے ریان کو بھی نہیں بتا پائی تھی، رباب کے سامنے آنے پر اسے بتانے لگی تھی کہ کس طرح آج دوپہر میں ہسپتال آکر بالا نے اسے ٹارچر کیا تھا یہاں تک کہ زبردستی اس کا علاج تک کروایا تھا۔ یہ ساری باتیں ریان کا جہاں خون کھولا رہی تھیں وہیں رباب بھی حیران سی اسے سن رہی تھی، یہ معاملہ سچ میں ہی بہت مشکل ہونے والا تھا۔

بیلا پلیز ریلیکس ہو جاؤ، میں یہ بات کسی کو نہیں بتاؤں گی لیکن پھر بھی یہ " معاملہ چھپنے والا ہرگز نہیں ہے، یہ بات خود بخود باہر نکل آئے گی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے سمجھانے لگی تھی۔

ہاں تم ٹھیک کہتی ہو رباب، یہ بات خود بخود باہر نکل آئے گی لیکن جب تک " یہ بات خود باہر نہیں نکلتی ہمیں اسے چھپا کر رکھنا ہو گا۔ نکاح کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے لیکن پھر بھی ہمیں اس معاملے کو خود تک رکھ کر ہینڈل کرنا ہو

گا۔ یہ بات امی تک نہیں جانی چاہیے۔ باقی بیلا، تم اپنی دوستوں کو گھر آنے سے روکو، اگر گھر آنے سے روکنا ممکن نہیں ہے تو پھر انہیں کسی طرح سے اس معاملے پر خاموش کروادو، فی الحال ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بیلا نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتی تھی؟ یہاں اس کا بھائی مجبور تھا وہیں وہ بھی مجبوری کی انتہا پر تھی۔ اس کے لیے بھی یہ معاملات بہت مشکل ہوتے جارہے تھے، یہ بالا نامی ڈاکو سچ میں اس کے لیے عذاب ہی بن کر نازل ہوا تھا۔ خود کو پرسکون کرتے ہوئے وہ اس کے ساتھ اندر کی طرف قدم بڑھانے لگی جب اس کے فون پر کال آنے لگی تھی۔ سامنے سکرین پر لکھا 'بالا' دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔ اپنے فون کو پاور آف کرتے ہوئے وہیں باہر چارپائی پر پھینک کر اندر کمرے میں چلی گئی تھی، اس وقت اس کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

oooooooo

سر دار کے سمجھانے کا بالا نے بہت اچھا اثر لیا تھا۔ سر دار نے جس انداز میں اسے بتایا تھا کہ وہ بیلا کو زبر دستی ان معاملوں میں گھسیٹ کر اسے قصوروار ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے، تو اس نے اس بات کو بہت اچھے سے سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ شاید وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا، بیلا کہاں جانتی تھی اس کے بھائی کے ساتھ کیا ہوا تھا اور وہ کہاں واقف تھی اس بات سے کہ اس کے قبیلے میں نہ ہونے کی وجہ سے کس کا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے؟ وہ تو بس وہ کر رہی تھی جو اس کا بھائی اسے کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ بے فضول میں ہر معاملے میں بیلا کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتا تھا اور اس بات کو سمجھنے کے بعد اس نے اپنے نکاح پر بھی خاص غور کیا تھا۔ وہ بیلا سے محبت کرتا تھا اور اس کی محبت ایک دم بے مول نہ تھی جو ایسے معاملات پر ختم ہو جاتی۔ اس نے خود کو یہ بات سمجھائی تھی کہ بیلا اس معاملے میں بالکل بے قصور ہے اور اسے اس بات کی سزا نہیں دینی چاہیے۔ لیکن جس طرح اچانک نکاح ہوا تھا، بیلا کے لیے نکاح کو قبول کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ ورنہ سر دار تو کہہ رہا تھا کہ نکاح ہو گیا ہے، تم بیلا کو یہاں قبیلے

میں رخصت کر کے لے آؤ لیکن وہ اس کے ساتھ کوئی زور زبردستی نہیں کرنا چاہتا تھا اور یہ بات اس نے سردار کو بھی بتا دی تھی۔ اس نے سردار کو بس اتنا ہی کہا تھا کہ وہ بیلا کو اس رشتے کو سمجھنے کے لیے وقت دینا چاہتا ہے۔

جس پہ سردار نے کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ اب وہ مسلسل اسے فون کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن دوسری طرف سے رشتے کو سمجھنے والی بات کو نظر انداز کر کے اسے مسلسل نظر انداز کر رہی تھی خیر، وہ اس کی کسی بات کو کیا نظر انداز کرتی؟ وہ تو سرے سے اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہی تھی اور بیلا کی یہ حرکت اس کے دل پر وار کر رہی تھی۔ لیکن اسے بالکل غصہ نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ جو بھی تھا، بیلا حق پر تھی لیکن اس وقت فون کرنے کا مقصد صرف اور صرف اس کی طبیعت کے بارے میں جاننا تھا۔ دوپہر میں اسے کافی تیز بخار تھا اور یہ بھی حقیقت تھی کہ اس کی تکلیف پر وہ تڑپ اٹھا تھا۔ نہ جانے کیوں، اس لڑکی کا دکھ اس سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔ یہی کہتا تھا سردار، نکاح کا رشتہ جڑتے ہی دل تڑپ اٹھتا ہے۔ اور اس وقت بھی وہ صرف یہی جاننا چاہتا تھا

کہ اس کی طبیعت کیسی ہے لیکن اس کی طرف سے مسلسل نظر انداز کیے جانے پر وہ اپنا آپا کھو رہا تھا۔ دل تو کر رہا تھا ابھی اس کے گھر پہنچ جائے اور شاید وہ پہنچ بھی جاتا لیکن دروازے پر ہلکی سی دستک پر اس نے سر اٹھا کر باہر سردار کو دیکھا تھا۔ وہ آدھی رات کو یہاں کیا کر رہا تھا؟ سوچ کر وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے باہر نکلنے لگا، ایک نظر اس نے جمرو اور میرو کی طرف دیکھا تھا جو گہری نیند میں مدہوش تھے۔

○○○○○○○○

اوئے رات کے الو، یہاں باہر کیا گھوم رہا ہے تو؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" وہ باہر آتے ہوئے اس سے سوال کرنے لگا تو سردار نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہاں، طبیعت ٹھیک ہے میری، بس چائے پینے کا دل کر رہا تھا تیرے ہاتھ کی" اسی لیے نیچے آیا ہوں۔" وہ اسے اپنے ساتھ باورچی خانے میں آنے کا اشارہ

کرتے ہوئے بولا تو بالا اس کے پیچھے پیچھے ہی آیا تھا۔ ہاں، لیکن چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"تو جب سر رانی کے ساتھ ہوتا ہے نا تو تیرا دل میرے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے کے لیے مچلتا ہے اور نہ ہی تو میرا تھوبڑا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ سچ سچ بتا کیا چل رہا ہے، سب کچھ ٹھیک ہے؟" وہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے چائے کے برتن رکھنے لگا تو سردار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ناراض ہوں میں۔" وہ ایک طرف سے چائے پتی کے ڈبے سے چمچ بھر کر چائے میں ڈالتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ بالا کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

"میں بھی کہوں بیوی کے ہوتے ہوئے تیرا یہ شکل دیکھنے کا دل کیوں کر رہا ہے۔" وہ اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو سردار ہلکا سا ہنسا تھا جبکہ وہ چائے کے برتن کی طرف دھیان دیتے ہوئے چائے کا ایک کپ اسے پکڑاتے ہوئے باہر آ گیا تھا۔ یقیناً اس کا ارادہ دو تین گھنٹے تو اس کے ساتھ

گزارنے کا تھا، آسانی سے وہ تو کمرے میں جانے والا نہیں تھا اور نہ ہی اس نے بالا کو جانے دینا تھا۔

"ویسے ابھی شوہر کے رتبے پر فائز ہوئے مجھے کچھ گھنٹے ہی ہوئے ہیں لیکن تیرا دکھ مجھے ابھی سے سمجھ میں آنے لگا ہے۔بیوی ناراض ہو تب بھی منانا پڑتا ہے اور خود اگر بیوی سے ناراض ہوں تو تب بھی منانا پڑتا ہے۔بڑے مسئلے ہیں یار، شوہر ہونا آسان نہیں۔"وہ چائے کا کپ اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے بولا تو سردار کی ہنسی نکل گئی تھی۔

"کیا بات ہے! کچھ گھنٹوں کے دلہے نے بڑی معلومات اکٹھی کر لی ہے شادی شدہ لوگوں پر۔"سردار نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا تو بالا نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا جیسے سچ میں ہی بہت ساری معلومات اکٹھی کر کے بیٹھا ہو۔ہاں، لیکن سردار اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ یہ چند گھنٹوں کا دلہا اس وقت اپنی چند گھنٹوں کی منکوحہ سے کافی پریشان ہے۔

○○○○○○○○

امی کو میڈیسن دینے کے بعد وہ کمرے میں آیا تو کافی پریشان تھا۔ رباب نے اس کی پریشانی کو نوٹ کیا تھا۔ "آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں،" وہ اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولی تو ریحان نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

پریشانی تو ہے نا رباب، یہ کوئی چھوٹا سا مسئلہ نہیں ہے۔ اتنا کچھ ہو گیا میری" آنکھوں کے سامنے اور میں اپنی بہن کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ تم میری بے بسی کی انتہا نہیں سمجھ سکتی۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا اس وقت میں کیسا محسوس کر رہا تھا۔ رباب میری آنکھوں کے سامنے میری بہن کا نکاح پڑھوا دیا گیا اور میں کچھ نہیں کر سکا، کچھ بھی نہیں۔ وہ لوگ میری بہن کو زبردستی ایک رشتے میں باندھ رہے تھے اور میں بے بس دیکھتا رہ گیا تھا۔ میری بہن مجبور تھی صرف اور صرف اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو رباب پریشان ہو گئی تھی۔ وہ تو اس معاملے کو جانتی تک نہیں تھی، ایسا کچھ ہوا ہے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ ہاں لیکن اس معاملے نے اسے سچ

میں حیران کر دیا تھا۔ اسے نہیں لگا تھا کہ پولیس والے کبھی اس حد تک بے بس ہو سکتے ہیں۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں؟ تم جانتی ہو، میں اس کیس پر تقریباً تین چار سال سے کام کر رہا ہوں اور آج تک میں سردار کا کچھ بھی بگاڑ نہیں پایا۔ کل تک میرے پاس ایک ہی خواہش تھی کہ کسی بھی طرح سردار کو جیل کی چار دیواریوں کے پیچھے پہنچا دینا ہے، اسے اس کے کیے کی سزا دینا ہے لیکن جب میں نے سردار کو سمجھنے کی کوشش کی تو بہت سارے راز مجھ پر کھلے۔ مجھے پتہ چلا کہ سردار اصل میں ویسا ہے ہی نہیں جیسا اسے بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جیسی یہ حکومت اسے بنا کر پیش کرتی ہے۔ در حقیقت وہ ڈاکو اتنے برے ہیں ہی نہیں، ڈکیت قبیلے کے ڈاکو اپنے سینوں میں ایسے فولادی دل رکھتے ہیں جو صرف اور صرف ان لوگوں کے لیے دھڑکتے ہیں جن کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے۔ پہلے تو کبھی میں نے ان ڈکیتوں کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، میں قانون کی نگاہ سے انہیں دیکھتا رہا۔ لیکن پھر کچھ انفارمیشن نے مجھے مجبور کیا ان کے

بارے میں معلومات اکٹھی کرنے کے لیے۔ میں نے گاؤں میں الگ الگ گھروں میں جاکر ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے پتہ چلا کہ ڈکیت قبیلے کے لوگ اصل میں مجرم نہیں بلکہ محافظ ہیں، وہ مسیحا ہیں گاؤں والوں کے لیے، ڈاکو سردار دلدار سے لوگ نفرت نہیں کرتے بلکہ دل سے اس کی عزت کرتے ہیں۔ صرف وہ لوگ جن کے کاروبار یا پھر کالے دھندے ان لوگوں کی وجہ سے برباد ہوئے، صرف وہی لوگ سردار سے نفرت کرتے ہیں ورنہ ڈکیت قبیلے سے نفرت کرنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ میں نے ان کے بارے میں سمجھنا شروع کیا، انہیں جاننا شروع کیا تو مجھے پتہ چلا کہ ہمارے سامنے جو ڈکیت قبیلے کو بنا کر پیش کیا گیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ لیکن پھر وہ فراوالا واقعہ پیش آگیا، میں اس کی تحقیقات کرنا چاہتا تھا لیکن سردار کے خلاف کچھ لوگوں نے گواہی دے دی۔ میں اسی کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنا چاہتا تھا کہ قبیلے پر اتنا بڑا حملہ ہو گیا وہ بھی میری وجہ سے۔ معاملات تو اس دن سے ہی خراب ہوئے ہیں ورنہ میں سردار کو اعتماد میں لے سکتا تھا۔ اور شاید اسی دن

کا انتقام لینے کے لیے ان لوگوں نے میری بہن کو ان سب چیزوں میں شامل کر لیا ہے۔ اور میری بہن کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا، اگر انہوں نے مجھ سے انتقام لینا تھا تو انہیں مجھ سے بات کرنی چاہیے، میں بالا کو نقصان نہیں پہنچانے والا تھا، اگر میرا ارادہ اسے نقصان پہنچانے کا ہوتا تو میں اسے پولیس اسٹیشن لے کر جاتا نہ کہ اس طرح اسے سب سے چھپا کر اپنے پاس رکھتا۔ لیکن سردار نے میری بات پر یقین نہیں کیا اور جس انداز میں اس بالا ڈاکو نے میری بہن کو اپنے نکاح میں لیا ہے میں سچ میں ان لوگوں سے خوف زدہ ہو گیا ہوں رباب، وہ لوگ سچ میں میرے لیے ایک امتحان بن چکے ہیں، شاید دوسروں کے لیے وہ بہت اچھے لوگ ہوں گے لیکن میری زندگی میں وہ سچ میں صرف ولن کا کردار ادا کر رہے ہیں اور میں چاہنے کے باوجود بھی ان لوگوں کے خلاف کچھ نہیں کر پا رہا۔"

وہ پریشانی سے اپنی ہر بات اس کے سامنے کھولتا جا رہا تھا جب کہ رباب صرف اسے سن رہی تھی۔ "ریان اگر وہ لوگ برے نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے نا کہ آپ

کسی غلط فہمی کا شکار ہوں؟ میرا مطلب ہے اگر وہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتے تو پھر ہماری بیلا کے ساتھ وہ غلط کیوں کریں گے؟ اتنا تو وہ بھی جانتے ہیں کہ کسی کے کیے کی سزا کسی دوسرے کو نہیں دینی چاہیے۔" "کیا مطلب؟ کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" وہ یقیناً اس کی بات کا مطلب سمجھ نہیں سکا تھا۔

"پتہ نہیں آپ کو میری یہ بات کیسی لگے گی ریان لیکن نکاح کا بندھن یوں ہی تو نہیں نا باندھا جاتا، اس ڈاکو بالا نے بیلا سے نکاح کیا ہے تو پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رہی ہو گی۔ اور آپ کے مطابق ڈاکو سردار ایک انصاف پسند انسان ہے تو پھر وہ بیلا کے ساتھ ایسے کر سکتا ہے؟ مجھے نہیں لگتا کہ وہ اپنے مقاصد کے لیے کسی کی عورت کا استعمال کرے گا۔ مجھے نہیں لگتا کہ ڈاکو سردار اپنا کوئی مطلب پورا کرنے کے لیے ہماری بیلا کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ "ڈاکو لاکھ برے سہی لیکن کسی بے قصور کے ساتھ اتنا برا نہیں کر سکتے۔

"تم ٹھیک کہتی ہو رباب لیکن پھر بھی نکاح کوئی معمولی چیز نہیں ہے، ان لوگوں نے میری بہن کے ساتھ نکاح پڑھایا ہے اس کو بالا کا۔ میں نے ڈاکو بالا کے

موبائل میں بیلا کی تصویر دیکھی۔اس کی سکرین پر بیلا کی تصویر کیا کر رہی تھی، یہ دیکھ کر میں خود بھی بری طرح سے الجھ گیا تھاہاں لیکن۔۔۔""ہو سکتا ہے ڈاکو بالا ہماری بیلا سے محبت کرتا ہو،"رباب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے حیرانگی سے دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا،اور اگر ایسا کچھ ہے بھی تو میں اس چیز کے لیے کبھی" راضی نہیں ہو سکتا۔میری بہن ایک ڈاکو کے ساتھ ساری زندگی نہیں بندھ سکتی، کبھی نہیں بندھ سکتی،اور پھر یہاں معاملہ میری بہن کی مرضی کا بھی ہے اور میری بہن کی اس نکاح میں کوئی مرضی شامل نہیں تھی۔تمہاری بات پر اگر غور کروں تو مان بھی لوں گا کہ شاید بالا،بیلا کے لیے کوئی جذبات رکھتا تھا لیکن پھر بھی وہ نکاح کے لیے راضی نہیں تھا اور نہ ہی میری بہن اس نکاح کے لیے راضی تھی۔اس طرح کی زبردستی کے رشتے کبھی نہیں چل سکتے اور پھر ان دونوں کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہے،کہاں میری بہن ایک قابل ڈاکٹر اور کہاں وہ ایک ڈاکو،ایک چور،میں ایک ایسے شخص کے ساتھ اپنی بہن کی زندگی برباد

ہر گز نہیں ہونے دے سکتا اور اس معاملے کا حل صرف طلاق ہی ہے،" ریان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو رباب نے بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے بیڈ پر اپنی جگہ بنائی تھی۔

"آپ اپنی بہن کی زندگی کا بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں ریان، میں ہر گز آپ کو اس ڈاکو بالا کے بارے میں سوچنے کے لیے نہیں کہوں گی کیونکہ میں بھی آپ کی اس بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ ہماری بیلا کی زندگی میں کوئی شہزادہ آنا چاہیے نہ کہ کوئی چور، اچکا، لیکن پھر بھی کوئی بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے ایک دفعہ سوچ لیجیے گا کہ یہ آپ کی بہن کی ساری زندگی کا سوال ہے۔"

"نہیں رباب مجھے نہیں لگتا کہ مجھے اس معاملے میں کچھ بھی سوچنا چاہیے۔ خیر، تم آرام کرو کافی دیر ہو چکی ہے، سو جاؤ، مجھے تھوڑا سا کام ہے میں اپنا کام ختم کر کے سوؤں گا۔" وہ نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا ہلکے سے لبوں کو اس کے ماتھے پر رکھ گیا تھا جب کہ رباب صرف ہلکے سے مسکرا کر آنکھیں موند گئی۔ پچھلے کچھ دنوں سے وہ پوری طرح سے اس کی محبت کے رنگوں میں

رنگی ہوئی تھی، اپنی پچھلی زندگی کو بھلا کر ریان کے سارے پچھلے رویوں کو نظر انداز کر کے وہ اپنی ایک نئی زندگی کی شروعات کر رہی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ ایک اچھی زندگی کی شروعات کر چکی تھی۔

○○○○○○○○○○

بیلا نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سونے کی کوشش کی تو اپنے ماتھے پر ایک دفعہ پھر سے اسے بالا کا لمس محسوس ہوا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ رات کے تقریباً دو بج رہے تھے اور وہ مسلسل اسی کو سوچ رہی تھی۔ وہ اپنی سوچوں کو چاہنے کے باوجود روکنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ شخص پوری طرح اس کے ذہن پر سوار تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے اپنا فون بند کر رکھا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی تو اس کا فون وہی برآمدے میں چارپائی پر پڑا تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے اپنا فون آن کرتے ہوئے فون پر میسجز چیک کرنا چاہے تو اسے صرف اور صرف بالا کی ہی بہت ساری کالز نظر آئی تھیں۔ وہ اسے بار بار فون کیوں کر رہا

تھا؟ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا تھا جب کہ اس کے واٹس ایپ پر بھی اس کے کافی سارے میسجز آئے ہوئے تھے۔ اس کا دل چاہا وہ نظر انداز کر دے لیکن آخر کتنی ہی دیر نظر انداز کر پاتی؟ نہ چاہنے کے باوجود بھی اس کا پورا دھیان اس کے میسجز کی طرف ہو گیا تھا۔ اس نے واٹس ایپ پر کلک کرتے ہوئے اس کے میسجز کو کھولا تھا۔

واٹس ایپ پر اس کے تقریباً آٹھ وائس نوٹ آئے ہوئے تھے جبکہ کالز کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے وائس نوٹ پلے کیا تھا۔

"طبیعت کیسی ہے تمہاری؟ فون کیوں نہیں اٹھا رہی ہو؟ سو رہی ہو کیا؟ اگر جاگ رہی ہو تو میرا فون اٹھاؤ، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔ فون اٹھاؤ بیلا ورنہ میں تمہارے گھر آ جاؤں گا۔ فون اٹھا لو یار، کیوں تڑپا رہی ہو؟ یقین کرو صرف تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں، صرف یقین کرنا چاہتا ہوں کہ تم ٹھیک ہو۔" اس کے مسلسل وائس میسجز پر اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ اس نے اپنے موبائل کی آواز بے حد کم کرتے ہوئے فون کو اپنے کان کے قریب کرتے اس

کے وائس سنے تھے۔اس کا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا، عجیب سا شور وہ جیسے خود میں محسوس کر رہی تھی۔اگر یہ میسجز اس کی ماں سن لیتی تو؟ اگر اس کا بھائی سن لیتا تو؟ اس سے آگے وہ سوچ تک نہ سکی تھی اس کے ہاتھ خواہ مخواہ ہی کانپنے لگے تھے، اس نے جلدی سے فون اپنے کان سے الگ کرتے ہوئے دوبارہ سے بند کرتے ہوئے وہیں چارپائی پر رکھ دیا تھا اور خود واپس اندر آکر اپنے بیڈ پر لیٹتے ہوئے چادر کو سر تک تان چکی تھی جیسے ایسا کرنے سے اس کے دماغ سے بالا کی سوچ نکل جائے گی۔ لیکن اب تو بالا اس کے ذہن پر نہیں بلکہ اس کی زندگی پر بھی سوار ہو چکا تھا، اب تو اس کا اس کی زندگی اور ذہن سے نکلنا آسان ہی نہیں تھا۔ لیکن وہ اسے نہیں سوچنا چاہتی تھی، وہ اس کی سوچوں سے آزادی حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن نہ تو اس کا دل اسے اس سوچ سے دور جانے دے رہا تھا اور نہ ہی دماغ۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس کا بخار بھی کافی بڑھ گیا تھا اور صبح تک اس کی طبیعت بھی کافی زیادہ خراب تھی۔

oooooooo

وہ واپس کمرے میں آیا تو دعام گہری سو چکی تھی۔ دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے ایک نظر بیڈ پر سوئی ہوئی دعام کو دیکھا، وہ ناراض تھا اس سے اور وہ اسے منانے کے بارے میں سوچنے کے بجائے گہری نیند میں سو چکی تھی۔ اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا، اس کا پر سکون سویا ہوا وجود اسے بالکل سکون نہیں پہنچا رہا تھا۔ تب ہی تو شیشے کے قریب آتے ہوئے اس نے سامنے سجی اس کی چیزیں دیکھی تھیں۔ وہ چیزیں جو وہ کبھی استعمال ہی نہیں کرتی تھی لیکن ایک عورت کی ضرورت سمجھ کر وہ شادی سے پہلے اس کے لیے لے کر آیا تھا۔ آج کل یہ ساری چیزیں ضرورت سے زیادہ ہی استعمال میں تھیں۔ اس کی معصوم سی بیوی کو میک اپ کرنا آتا ہی نہیں تھا اور نہ ہی وہ زیادہ سجتی سنورتی تھی لیکن اب اچانک ہی اسے شوق چڑھ گیا تھا۔ سجن سائیں زیادہ نہیں لیکن ہلکی پھلکی تیاری میں بھی وہ غضب ڈھانے لگتی تھی۔ جب وہ چاہتا تھا کہ وہ ان سب چیزوں کا استعمال کرے تب وہ ان ساری چیزوں کو نظر انداز کرتی تھی اور اب جب اس کا دل اس کے کنٹرول میں نہیں رہتا تھا، وہ اسے نظر انداز

کرنا چاہتا تھا تب اس نے سجنا سنورنا شروع کر دیا تھا اور اس وقت بھی گہری نیند میں سوتے ہوئے وہ اپنے خوبصورت ہونٹوں کو سرخ رنگ سے سجائے ہوئے تھی، وہ کیسے نہ بے خود ہوتا؟

اس کی معصوم بیوی اب زیادہ معصوم نہیں رہی تھی بلکہ کافی چالاک ہو چکی تھی۔ وہ کہتا تھا وہ حساب کتاب کرے گا لیکن وہ چاہنے کے باوجود بھی حساب نہیں کر پا رہا تھا ہاں وہ اس لڑکی کو تکلیف نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے اس کا بہت بڑا نقصان کیا تھا، اس کی پہلی اولاد دنیا میں آنے سے پہلے اس سے بچھڑ گئی تھی۔ وہ اس دکھ کو اب تک ہضم نہیں کر پایا تھا لیکن اس نے اس کے باوجود بھی دعام کے سامنے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا کیونکہ وہ صرف دعام کی خوشی چاہتا تھا۔ وہ اسے تکلیف نہیں دے سکتا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں اداسی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اس کے سامنے اس کا ذکر تک نہیں چھیڑا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا یہ نہ تو اس کے بس کی بات تھی اور نہ ہی سردار کے بس کی بات تھی۔ شاید وہ اولاد ان کے نصیب کی ہی نہیں تھی اور وہ جانتا تھا جس اللہ

نے اسے ایک دفعہ باپ بننے کی خوشی دی تھی وہ اسے صاحب اولاد ضرور کرے گا اسی لیے یہ اللہ کے معاملات اس نے اللہ پر ہی چھوڑ دیے تھے۔

اور وہ دعا م سے اس وجہ سے ہر گز ناراض نہیں تھا بلکہ اس کی ناراضگی کی وجہ کچھ اور تھی۔ وہ بس اسے سمجھانا چاہتا تھا کہ خود کو مصیبتوں میں نہ ڈالے لیکن اب جس طرح اس نے اس کے دل کی دنیا ہلانا شروع کی تھی اس طرح سجن سائیں خود کو بہت بڑی مصیبت میں ڈال رہی تھی۔ اور اس مصیبت کا نام سردار دلدار یلغار تھا۔ وہ پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے آہستہ سے بیڈ پر آیا تھا۔ وہ گہری نیند میں اتری ہوئی تھی، یقیناً وہ اس کی موجودگی کو بھی محسوس نہیں کر پائی تھی۔ سردار آہستہ سے اس کے تکیے کے دونوں طرف اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے اچانک اس کے چہرے پر جھک کر اس کے چہرے کے تمام نازک نقوش کو اپنے لبوں کی حدت سے مہکانے لگا تھا۔ اس کا انداز نرمی لیے ہوئے تھا، وہ بے حد محبت سے اس کے ایک ایک نقش کو چوم رہا تھا، اس کے ماتھے پر اپنے لبوں کی مہر سجا کر وہ اس کی آنکھوں پر ہلکے سے اپنے لبوں کا

لمس بکھیر تا اس کے رخسار پر جھکنے لگا تھا۔ اپنی ناک کی نوک کو اس کے رخسار پر ہلکے سے رگڑتے ہوئے اس کی چھوٹی سی ناک پر اپنے لبوں کو ہلکا سا ٹچ کرتا اب اس کے لبوں پر آیا تھا۔ اس کی گرم سانسیں اپنے لبوں پر محسوس کرتے ہوئے اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھر ا رہا تھا جب کہ اس کے لبوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے اس نے بے حد نرمی اور محبت سے اس کے لبوں کا بوسہ لیا تھا۔

اس کے چہرے کے تمام تر نقوش کو چومتے ہوئے اب کے اس نے اس کے چہرے پر گہری نگاہ ڈالی تھی۔ اس کی نرم و ملائم محبت پر اس نے کسی طرح کا کوئی اثر نہ لیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سارے گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی ہو۔ سردار نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا، اس کا بالکل بھی ری ایکشن نہ دینا سردار کی شان میں گستاخی کر گیا تھا۔ وہ کتنی محبت سے اسے چھو رہا تھا اور وہ دنیا جہان سے بیگانہ پڑی تھی۔ اور اسے لگ رہا تھا کہ سردار اسے اس طرح دنیا جہاں سے بیگانہ ہونے دے گا؟ اس کا شوہر اس سے ناراض تھا اور وہ اسے منانے کے بجائے یوں گہری نیند سو رہی تھی۔ سردار کیسے برداشت کرتا؟ وہ

اچانک ہی اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے اس کی سانسوں کو بڑے بے باک انداز میں چرانے لگا، انداز میں اچانک ہی شدت آگئی تھی، وہ جو نرمی سے اس کے چہرے پر اپنے لبوں کی میٹھی میٹھی گستاخیاں کر رہا تھا، اچانک ہی پوری شدت سے اس کے لبوں پر جھکتا ہے اس کی سانسیں چرا گیا۔

اور وہ جو گہری نیند میں اس کے لبوں کا ہلکا ہلکا لمس اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی، اچانک ہی نیند کو پیچھے چھوڑ کر اپنی سانسوں کی رہائی کے لیے مزاحمت کرنے لگی لیکن وہ سردار ہی کیا جو اسے آسانی سے چھوڑ دے۔ "کیا مسئلہ ہے؟ کیوں تنگ کر رہی ہو؟ ایک تو ایک نمبر کی نکمی بیوی ہو تم اور اوپر سے اپنے روٹھے ہوئے شوہر کی پرواہ نہیں ہے تمہیں؟ سچ میں میری سجن سائیں نہیں ہو تم، ایک نمبر کی بے وفا ہو۔ اور تمہارے جیسی بے وفا سائیں کو محبت بالکل بھی نہیں کرنی چاہیے، سزا کی حقدار ہو تم۔" وہ کہتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کی سانسوں کو اپنے قبضے میں لے چکا تھا، انداز میں وہی شدت تھی جبکہ دعا عام اس کی شدتوں کا تاب نہ لاتے ہوئے اپنے سانسوں کو بڑی مشکل سے اس سے

آزاد کرواتے ہوئے اس کے سینے میں چھپنے لگی۔ لیکن سردار نے اسے چھپنے نہیں دیا تھا، وہ اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنساتے ہوئے اس کا چہرہ تکیے پر رکھتا ایک دفعہ پھر سے اس کی سانسوں کو اپنی سانسوں میں قید کرنے لگا تھا۔ وہ بری طرح سے اس کی باہوں میں مچلنے لگی تھی جبکہ سردار اس کی ساری مزاحمتوں کو اپنی باہوں میں قید کرتا اس پر سایہ فگن ہوتے ہوئے اس کی دھڑکنوں میں اپنا نام پر دھڑکتے محسوس کرنے لگا۔

○○○○○○○

سردار کچھ کھالو، تم نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔ کب تک اس کمرے میں " خود کو بند رکھو گے ؟ ڈاکٹر تمہارا دوبارہ چیک اپ کرنا چاہتا ہے، تمہیں ایک دفعہ ہسپتال چلنا چاہیے۔ تمہارے بازو کی حالت بہت خراب ہے۔" اس کا خاص آدمی رشید اس کے پاس آیا تھا۔

کیا کہتا ہے ڈاکٹر ؟ میرا ہاتھ کبھی لگے گا یا میں ساری زندگی معذور ہی رہوں " گا؟" اس نے اچانک سے سوال کیا تو رشید نے سر جھکا لیا تھا۔

معاف کرنا سردار، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اب یہ ہاتھ دوبارہ نہیں لگ سکتا۔ جس" طرح اس کی تمہارے جسم سے علیحدگی ہوئی ہے، اس ہاتھ کے واپس لگنے کے کوئی چانسز نہیں ہیں، اب تم ساری زندگی یوں ہی رہو گے۔ "رشید نے جان بوجھ کر 'معذور' لفظ استعمال نہیں کیا تھا کیونکہ اس لفظ کا استعمال کر کے اس کا ایک اور آدمی اپنا سر پھڑوا چکا تھا۔

اس کا مطلب ہے سردار نے مجھے معذور کر دیا؟ میں ساری زندگی ایک ہی بازو" کے سہارے جیوں گا؟ نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، میں معذور نہیں ہو سکتا۔ میں نے اس سردار کو اپنے پیروں پر جھکانا ہے، اس کی اس خوبصورت بیوی کو اپنی رکھیل بنانا ہے۔ میں سردار کو اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا، نہیں بالکل نہیں، میں اسے برباد کر دوں گا، اس کے قبیلے پر میرا قبضہ ہو گا۔ "ڈکیت قبیلے کا اصل سردار صرف اور صرف راکا ڈاکو ہے اور کوئی نہیں۔

وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا جبکہ رشید صرف اسے سن رہا تھا۔ اس کی تکلیف کو وہ سمجھ سکتا تھا لیکن اس کے پاس الفاظ نہیں تھے اسے تسلی دینے کے لیے کیونکہ

جس طرح وہ قبیلے سے برباد ہو کر لوٹا تھا اور پھر جس طرح وہ واپس یہاں آ کر ڈاکوؤں کو لوٹ کر چلا گیا تھا، مطلب صاف تھا کہ وہ نہ تو اسے ڈرنے والا ہے اور نہ ہی اس کے سامنے جھکنے والا ہے۔ وہ آٹھ سال پہلے والا ایک عام سردار دلدار نہیں ہے جو کہ ایک بڑے ڈاکو سے ڈر کر بیٹھ جائے گا۔ آٹھ سال پہلے ہی اس نے دکھا دیا تھا کہ اس کی نسوں میں ڈاکو دلاور کا خون بہتا ہے۔ اس کے انداز سے تورا کا ڈاکو بچپن سے ہی سمجھ چکا تھا کہ وہ کون سی نسل سے تعلق رکھتا ہے لیکن آج وہ پچھتا رہا تھا کہ جب اس کے باپ کو قتل کیا تھا تب کاش اسے بھی ساتھ ہی قتل کر دیا ہوتا تو آج اسے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ اپنے ہی ہاتھ سے بنایا، سنوارا، نکھارا گیا ڈاکو اسی کے گلے تک آ پہنچا تھا۔

اور وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ ایک ہاتھ سے معذور بھی ہو گیا تھا اور یہ بات اس کے لیے اور بھی زیادہ تکلیف دہ تھی کہ وہ ایک عورت کی وجہ سے اپنا ایک ہاتھ کھو چکا تھا۔ پہلے سردار دلاور کی عورت کی وجہ سے اس نے اپنی سرداری کھوئی تھی اور آج اس کے بیٹے سردار دلدار کی عورت کی وجہ سے

وہ معذور ہو گیا تھا۔ اور یہ ہار اس سے برداشت نہیں ہو پا رہی تھی۔ "سردار معلومات لایا ہوں۔" وہ اپنے ایک بازو کو اپنے سامنے رکھے بس دیکھے جا رہا تھا جب اچانک ہی اندر داخل ہوتے اس کے آدمی منور نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

سردار کی طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہے، بعد میں آنا۔" رشید نے اسے" دیکھتے ہوئے کہا تو منور نے سردار کی طرف دیکھا تھا جس نے اسے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی بات مکمل کرنے کا حکم دیا۔

راکاڈا کو، میں تھوڑی سی معلومات لے کر آیا ہوں سردار کی بیوی کے بارے" میں۔ سننے میں آیا ہے کہ اس کا تعلق اسی خاندان سے ہے جس سے زائرہ بیگم کا تعلق تھا۔ میرا مطلب ہے، میرے سننے میں آیا ہے کہ یہ لڑکی اسی حوالدار کی بیٹی ہے جو قبیلے میں خبریں دیا کرتا تھا۔ جس پر تم نے غداری کا الزام لگوایا تھا۔" وہ ایسے جیسے کوئی بہت بڑی خبر دے رہا تھا جب کہ راکاڈا کو اپنی جگہ سے

اٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اچانک ہی عجیب بے ڈھنگے انداز میں قہقہہ لگا کر ہنسا تھا جیسے کوئی بہت بڑا خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہو۔

اچھا تو یہ لڑکی اس حوالدار کی بیٹی ہے، یعنی کہ ان لوگوں سے دلدار یلغار کا" تعلق اب تک ختم نہیں ہوا۔ کیا بات ہے، ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی رشتے نبھا رہا ہے سردار! اچھی بات ہے دلدار، اگر تم رشتے نبھا رہے ہو تو میں بھی رشتے نبھاؤں گا، آخر تمہارا سگا تایا جو ہوں۔" وہ ایک دفعہ پھر سے بے ڈھنگا قہقہہ لگاتے ہوئے بولا جب اس کو اپنے بازو میں شدید تکلیف محسوس ہوئی تھی، اس کا قہقہہ اچانک تکلیف دہ چیخ میں بدل گیا تھا جب کہ تکلیف بڑھنے پر وہ بری طرح سے بلکنے لگا تھا، زمین پر بیٹھتے ہوئے وہ چیخنے لگا، چلانے لگا، اس کے درد کی یقیناً کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ یہ شاید وقتی خوشی میں وہ اپنی زندگی بھر کی تکلیف بھول گیا تھا لیکن تکلیف بھلائی تو جا سکتی ہے لیکن نظر انداز نہیں کی جا سکتی اور اس بات کا احساس اس وقت راکاڈا کو بہت شدت سے ہو گیا تھا۔

ooooooooo

دعام کی آنکھ کھلی تو سردار کے باہوں میں بری طرح سے قید تھی۔ کل رات اس نے اس پر بہت ستم ڈھائے تھے بلکہ ساری رات نہ تو وہ خود سویا تھا اور نہ ہی اسے سونے دیا تھا۔ فجر کے بعد وہ بڑی منتیں کر کے کچھ دیر کی نیند لینے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اور اب آنکھیں کھولنے پر اس نے سردار کو اپنے بے حد قریب پایا تھا۔ اس وقت سوتے ہوئے وہ بے حد معصوم لگ رہا تھا لیکن وہ بالکل معصوم نہیں تھا اور اس بات کا ثبوت اس کی گردن پر موجود سرخ نشان تھا جہاں پر اسے ہلکی سی جلن محسوس ہو رہی تھی۔ "آپ بہت برے ہیں ڈاکو جی،" اور اس کے گال کو ہلکا سا کھینچتے ہوئے اس کی بند آنکھوں کے پلکوں پر ہلکی سی اپنی انگلی پھیرنے لگی تھی۔

"میں جانتا ہوں میں بہت برا ہوں اور اگر تم نہیں چاہتی کہ میں تمہیں مزید برا ہونے کا ثبوت دوں تو فوراً سے بستر سے اٹھ کر کہیں غائب ہو جاؤ کیونکہ میری نیت خراب ہو رہی ہے۔" آنکھوں پر اس کا لمس محسوس کرتے ہوئے تھوڑی

سی آنکھیں کھول کر اسے دھمکاتے ہوئے بولا تو دعام پوری آنکھیں کھول کر پہلے تو حیرت سے دیکھنے لگی پھر اچانک ہی فل سپیڈ سے بیڈ سے اٹھ کر واش روم کی طرف بھاگ گئی تھی۔ سردار نے اس کی سپیڈ دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ تکیے کو اپنی باہوں میں دبوچ کر

دوبارہ سے گہری نیند میں جانے کی کوشش کی۔

ooooooooooooo

تمہیں یقین ہے کہ سردار تم سے ناراض ہے؟ میرا مطلب ہے، اسے دیکھ کر" لگتا تو نہیں کہ وہ تم سے ناراض ہے۔" جمرو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ وہ جمرو کو اپنا مسئلہ بتا رہی تھی، اس کا مسئلہ کافی سنگین تھا اور جمرو اس کے سنگین ترین مسئلے کو سیریس بھی لے رہا تھا۔

ارے ناراض ہیں تو بتا رہی ہوں۔ اور لگنا ضروری نہیں ہوتا، آپ کیا چاہتے" ہیں کہ میرا شوہر مجھ سے ناراض ہو اور وہ سب کو بتائے کہ وہ ناراض ہے؟ اف کورس وہ صرف مجھ سے ناراض ہیں تو انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ وہ مجھ سے

ناراض ہیں اور اب میں اسے منا نہیں پا رہی، میری مدد کریں، میرے شوہر کو منانے کے لیے کوئی اچھا سا آئیڈیا دیں۔" "آئیڈیا تو نہیں دے سکتا لیکن کہیں سے کیریاں لا کر دے دوں گا۔" جمرو نے کافی دیر سوچنے کے بعد کہا تو اس نے گھور کر جمرو کو دیکھا تھا۔" جمرو بھیا حد نہیں ہو گئی؟ وہ سردار دلدار یلغار ہیں۔ دعام نہیں ہیں جو کیریوں سے پٹ جائیں گے،" وہ اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے بولی۔ تو جمرو نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

اوہ میری پیاری بہنا یہ تو تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، وہ سردار ہے اور تمہارے" کہنے پر تو ہرگز نہیں پگھلنے والا، ہمیں کچھ اور ہی سوچنا ہو گا۔ کچھ ایسا جس سے اس کی ناراضگی بھی دور ہو جائے اور اور یہ معاملہ بھی پوری طرح سے حل ہو جائے۔" وہ گہری سوچ میں بولا تھا جب کہ دعام اپنے ہاتھ میں موجود مچھلیوں کا کھانا ہر تھوڑی دیر میں پانی میں پھینک رہی تھی۔" کیا کچھ ہے جو وہ کھانے میں پسند کرتے ہیں؟ میں ان کی پسند کا کھانا بناتی ہوں،" وہ کافی دیر سوچنے کے بعد بولی تو جمرو نے اسے گھورا تھا جیسے اس نے کوئی غلط بات کہہ دی ہو۔" تم تو میری

باجی کھانا نہ ہی بناؤ، یاد نہیں ہے سردار پچھلی دفعہ تمہارے کھانا بنانے پر کتنا غصہ ہوا تھا؟ کھانا کینسل،" وہ اس کے آئیڈیا کو بالکل بھی اہمیت نہ دیتے ہوئے بولا تو دعام نے پھر سے منہ بنالیا تھا۔ "کیا ہے جمرو بھیا، نہ تو میری کسی بات کو مان رہے ہیں نہ ہی اپنی طرف سے کوئی آئیڈیا دے رہے ہیں، اس طرح سے تو "ہم صرف سوچتے ہی رہ جائیں گے، اس مسئلے کا کوئی حل نہیں نکلے گا۔

تو میری پیاری بہنا ہم کوئی حل نکالیں گے نا، تم پریشان مت ہو۔ میں کچھ " سوچتا ہوں۔ بالا کو بلایا ہے وہ بھی آکر کوئی نہ کوئی آئیڈیا تو دے گا ہی نا،" وہ اسے امید دلواتے ہوئے بولا جب کہ جمرو کے اتنے سارے آئیڈیاز پر جس طرح وہ ناامید ہوئی تھی اس بالا سے بھی ایسی ہی امید تھی۔ اسے نہیں لگتا تھا کہ بالا بھی اسے کوئی اچھا آئیڈیا دے پائے گا، آخر شوہر تو اس کا ناراض تھا نا اور اسے منانے کا کام اس نے کرنا تھا لیکن وہ کیا کرے اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا، سردار کس طرح سے خوش ہوتا، کس طرح معاملہ حل ہوتا، وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پارہی تھی۔ جب اسے دور سے بالا آتا نظر آیا تھا حالانکہ ساتھ اسے امید

بھی آتی نظر آرہی تھی لیکن جمرو نے اس کی امیدوں کا جنازہ نکال دیا تھا جس کی وجہ سے اب وہ بالا سے بھی کسی طرح کی اچھی امید نہیں کر پارہی تھی جبکہ وہ آتے ہوئے ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

oooooooo

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی، لیکن باہر سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن کر تایا ابا کانپ سے گئے تھے۔ جب سے رباب کی شادی ہوئی تھی اس کی کوئی خبر نہیں تھی، دو تین دفعہ انہوں نے ریحان اکرم کو فون کیا تھا اور ریحان نے یہی کہا تھا کہ وہ آج کل میں چکر لگائے گا۔ امی کو تو رباب کی بڑی فکر تھی لیکن ریحان نے ان سے کافی اچھے سے بات کی تھی۔ پھر شام میں گھر جا کر بھی اس نے رباب کے ساتھ ان کی بات کروادی تھی تب سے گھر میں ایک سکون سا ہو گیا تھا۔ ویسے تو رباب کی شادی والے دن بہت ہنگامہ ہوا تھا لیکن اس کے بعد ایک سکون سا چھا گیا تھا۔ ولیمے کے لیے کوئی اہتمام نہیں کیا گیا تھا، ریحان نے کہا تھا کہ وہ اپنی مصروفیات ختم کرنے کے بعد جلد ہی ولیمہ کرے گا۔ لیکن

اس کی مصروفیات ہی ختم نہیں ہوئیں، پھر بھی رسم پوری کرتے ہوئے اس نے وہیں پر کچھ غریب لوگوں کو اپنی طرف سے بہت اچھا کھانا کھلا دیا تھا تاکہ یہ رسم ادھوری نہ رہ جائے۔

لیکن تب سے لے کر اب تک ان لوگوں کو بالکل بھی ڈاکوؤں کا خیال نہیں آیا تھا۔ سننے میں آیا تھا کہ سردار کا قتل ہو گیا ہے، پولیس والوں نے اسے جان سے مار ڈالا ہے لیکن یہ خبر بھی صرف ہوا ہی کی طرح لگتی تھی، نہ جانے کیوں انہیں لگا تھا کہ یہ جھوٹ ہی ہو گا، حقیقت نہیں ہو سکتی۔ بعد میں سننے میں آیا تھا کہ سردار دلدار کی کرسی کسی اور ڈاکو نے سنبھال لی ہے لیکن نہ تو ان میں اتنی ہمت تھی کہ وہ وہاں جا کر اس بارے میں کچھ پتہ کرتے اور نہ ہی وہ ڈاکوؤں کے منہ لگنا چاہتے تھے، بہتر تھا کہ وہ ان لوگوں سے جتنا ہو سکے اتنے فاصلے پر رہیں۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ ان کی بیٹی اپنے گھر میں سکون سے رہ رہی ہے۔ آج کل سمیرا کے رشتے کے لیے بھی لوگ آ رہے ہیں۔ کہنے کو تو رشتہ

سمیرا کی پسند سے ہی آیا تھا۔ وہ جہاں پڑھنے کے لیے جاتی تھی وہیں راستے میں ایک لڑکا تھا جس کے ساتھ کافی عرصے سے اس کی بات چیت تھی۔

تایا ابا نے ہلکا پھلکا اعتراض کیا تھا کہ اس طرح من مرضی سے وہ کیسے ان چکروں میں پڑ سکتے ہیں لیکن پھر سمیرا کی زبان بھی کافی تیز تھی، کہہ دیا کہ اگر رباب اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے تو پھر اس کی من مرضی کی شادی کیوں نہیں ہو سکتی اور پھر چچا بھی اس معاملے میں اپنی بیٹی کا ہی ساتھ دے رہے تھے اس لیے تایا ابا خاموش ہو گئے تھے لیکن اتنے دنوں کے بعد گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز نے انہیں خوف زدہ کر دیا تھا۔ آج کافی عرصے کے بعد ان کے دروازے پر اس قدر زوردار دستک ہوئی تھی اور سچ تھا کہ اس دستک نے انہیں خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ جلدی سے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے اٹھ کر دروازہ کھولنے لگے تھے، انہیں اندر سے ہی یہ احساس ہو چکا تھا کہ باہر کوئی ڈاکو وغیرہ ہی ہیں ورنہ گھوڑوں پر ان کے علاوہ اور کوئی نہیں آتا جاتا تھا۔ ہاں لیکن دروازہ کھولتے ہوئے ان کے ہاتھ بری طرح سے کانپ رہے تھے، انہیں سچ میں ڈر

لگ رہا تھا کہ کہیں کوئی بری خبر ہی نہ ہو۔ وہ کہاں جانتے تھے کہ سامنے بری خبر ہی نہیں ایک برا انسان بھی تھا۔

oooooooo

"اوہ بالا بھیا شکر ہے آپ آ گئے، میں تو کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ یہاں بیٹھیں اور مجھے نا کسی اچھے سے مشورے سے نوازیں، کوئی ایسا آئیڈیا دیں جس سے آپ کے سردار اور میرے ڈاکو جی مان جائیں۔ وہ مجھ سے ناراض ہیں، بہت زیادہ ناراض ہیں اور مان نہیں رہے، میں ہر ممکن کوشش کر چکی ہوں انہیں منانے کی لیکن ان کی ناراضگی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے آدھی سچی آدھی جھوٹی کہانی سنانے لگی تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ اس نے ابھی تک اسے منایا نہیں تھا لیکن ہلکی پھلکی کوشش تو کی تھی نا، تیار ہو کر اس کا دل لبھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ساری کوششیں اسے ناکام ہوتی نظر آ رہی تھیں کیونکہ سردار نے اس کی کوششوں کو کسی خاطر میں نہیں لایا تھا۔

ارے واہ میری پیاری بہن اپنے شوہر کو منانے کی کوشش کرنی چاہتی ہے،" کرنی بھی چاہیے لیکن لیکن فی الحال میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ سردار کے ٹھیک ہونے کی خوشی میں قبیلے میں جشن کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ چھوٹا سا میلہ لگے گا، دعوت ہو گی، کچھ ہلّہ گلّہ ہو گا، ناچ گانا ہو گا تو اپنی تیاری کر لو۔ سردار نے کہا ہے وقت برباد مت کرنا، وہ زیادہ کچھ نہیں چاہتا لیکن قبیلے والوں کے بار بار کہنے کی وجہ سے وہ بھی مجبور ہو گیا ہے۔ اور ہاں ایک بات اور بھی کان کھول کر سن لو، قبیلے میں شیلا آئے گی،" وہ اچانک مگر ذرا شرارت سے بولا تو دعام کے دونوں کان کھڑے ہو گئے تھے جہاں جمرو نے شیلا کے نام پر ہلکا سا شرما کر سر جھکایا تھا وہی دعام کی تو آنکھیں پھیل گئی تھی۔ "کون ہے یہ شیلا اور یہ شیلا کے نام پر آپ اس طرح سے ہنس کیوں رہے ہیں اور جمرو بھیا آپ شرما کیوں رہے ہیں؟ کون ہے یہ شیلا آخر، مجھے بھی تو بتائیں؟" وہ پریشانی سے اسے پوچھنے لگی تھی جب کہ وہ دونوں ہی کبھی سر جھکاتے تو کبھی بے فضول بالوں کو کھجلانے

لگتے، کبھی گردن رگڑنے لگتے، کبھی آگے پیچھے دیکھنے لگتے جیسے اس کے سوال کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی جارہی ہو۔

"بالا بھیا میں پوچھتی ہوں کون ہے یہ شیلا، بتا دیجیے ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

ارے کوئی نہیں ہے شیلا، وہ نا بس ایک لڑکی ہے۔ تم سمجھ لو، ایویں ڈانسر ہے، " آتی ہے ناچ گانا کرتی ہے تھوڑا بہت پیسے کمانے کے لیے اور باقی پہلے پہل ہمارے یہاں پہ ایک ڈاکو ہوا کرتا تھا، اس کی منکوحہ بھی تھی لیکن پھر وہ ڈاکو پولیس کے نشانے پر چڑھ گیا اور پھر اس کے غلط کام بھی سردار کے سامنے آ گئے تو سردار نے اسے گولی مروا ڈالی تھی، وہ مر چکا ہے لیکن اس کی شیلا اب بھی " یہاں آتی جاتی رہتی ہے۔ یہاں کے ڈاکو اس کو کافی پسند کرتے ہیں۔

باقی ڈاکوؤں سے میرا کوئی لینا دینا نہیں، میرے ڈاکو جی کے بارے میں بتائیے " کیا وہ بھی اس کو پسند کرتے ہیں؟ اللہ، ایسی گندی لڑکیوں کا ڈانس دیکھ سکتے ہیں وہ؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگی تھی، یہ بات تو اسے بالکل بھی اچھی نہیں لگی تھی۔ "ارے تمہارا ڈاکو جی سوائے تمہارے اور کسی کو نہیں دیکھتا، ہاں شیلا پیچھے

تو بہت لگی رہتی ہے اس کے کہ کسی طریقے سے سردار اس کے ہاتھ چڑھ جائے "لیکن۔۔۔

لیکن کیا؟ پوری بات بتائیے،" اس کے چپ ہونے پر وہ اسے گھورتے ہوئے" بولی تو بالا ہلکا سا مسکرایا تھا۔ "لیکن یہ کہ تمہارا اڈا کو صرف تمہارا ہے، وہ اس طرح کسی کو نہیں دیکھتا، وہ صرف تم سے پیار کرتا ہے۔ آج تک کوئی عورت اسے اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائی، تم پہلی اور آخری لڑکی ہو جس کے لیے سردار پاگل ہے، دیوانہ ہے۔ میری پیاری بہن وہ صرف ایک ناچنے والی لڑکی ہے اور اس کو سردار یہاں آنے بھی نہیں دیتا تھا اور نہ ہی سردار کو پسند ہے اس کا یہاں آنا لیکن کبھی کبھی ڈاکوؤں کی منتوں پر سردار اسے بلا لیتا ہے، باقی ہلکا ہاتھ ہی رکھا گیا ہے اس پر، زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تو بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ بس کبھی کبھی یہ لوگ ناچ گانا کرنے کے لیے اسے بلا لیتے ہیں، اس کا بھی کام ہو جاتا ہے کیونکہ ایک ڈاکو کی محبوبہ ہونے کی وجہ سے اب

وہ بھی بھوکی ہی مرتی ہے، جگہ جگہ دھکے کھاتی ہے، ایسے میں کبھی کبھی یہاں آ جاتی ہے تھوڑا بہت پیسہ کمانے کے لیے۔" بالا نے اب کی تفصیل بتائی تھی۔

"توبہ توبہ استغفر اللہ، ناچ گانا کر کے وہ پیسہ کماتی ہے، اس سے بہتر ہے کہ کسی غریب سے شادی کر لے، کم سے کم عزت کی روٹی تو کھائے گی نا۔"

"میری پیاری بہنا جس کو گناہ میں لذت آنے لگے وہ عزت کی چادر نہیں تھامتے۔ شیلا کو بھی اس کام میں لذت محسوس ہوتی ہے، اس کے لیے بدن دکھانا ناچ گانا کرنا، یہی اس کی پہچان ہے، وہ کبھی ان سب چیزوں سے آگے نکلنا ہی نہیں چاہتی۔ اور اگر وہ خود ان چیزوں سے باہر نکلنے کی خواہش مند نہیں ہے تو تم ہی بتاؤ نا کوئی اسے کس طرح سے نکالے؟ ورنہ یہاں کے دوڈا کو اس سے شادی کا پیغام بھجوا چکے ہیں لیکن کسی کی عزت بن کر اس کو رہنا ہی نہیں ہے، اس کی خواہش یہی ہے کہ مرد اس کو دیکھتے رہیں اور اس کے بدن کی تعریف کرتے رہیں۔"" استغفر اللہ، پھر تو پوری جہنمی ہے وہ،" وہ بولی تو بالا نے ہلکا سا مسکرا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

میری پیاری بہنا، ہم اس بات سے باخبر نہیں ہیں کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی، ہم کسی کو جنتی یا جہنمی کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ آج کل تم نے دیکھا ہو گا ہر انسان دوسرے کو خود سے کمتر سمجھتا ہے۔ یہاں زمین پر بیٹھا وہ آسمان والے کے فیصلے سنا رہا ہوتا ہے کہ 'یہ تو پردہ نہیں کرتی، یہ جہنم میں جائے گی'، 'اس کی تو بخشش نہیں ہو گی'، 'وہ گناہ کرتا ہے، وہ جہنم میں جائے گا، اس کی بخشش نہیں ہو گی'، حالانکہ یہ تو غیب کا علم ہے، سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا کہ کس کی بخشش ہو گی اور کون جہنم میں جائے گا۔ یہ فیصلے اس ذات نے کرنے ہیں، نہ جانے یہ لوگ زمینی خدا بن کر ثواب اور گناہ کے فیصلے کیوں سنانے لگتے ہیں۔ تمہیں پتہ ہے اس دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کی زندگی کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔ یہاں ہر انسان چاہتا ہے کہ میں ثواب اور گناہ کا فیصلہ کروں، میں اس کو بتاؤں کہ وہ کتنا گنہگار ہے اور کتنا نیک، حالانکہ یہ غیب کا علم سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ زمین پر بیٹھ کر جہنمی اور جنتی کا فیصلہ کرنے والے یہ لوگ خود اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے۔ یہ بس فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ یہ

جنت میں جائے گا اور یہ جہنم میں۔ خیر تم اپنی تیاری کر لینا۔ ویسے بھی تمہاری تیاری زیادہ ضروری ہے، آخر شیلا کو بھی تو پتہ چلے کہ سردار دلدار کی بیوی کیسی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ جب اسے پتہ چلا تھا کہ سردار نے نکاح کر لیا ہے، بڑا روئی تڑپی تھی، خیال رکھنا یہ چالاک لڑکی ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو دعام نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔ "ارے آپ فکر نہ کریں میں آنکھیں کان ہر چیز کھول کر رکھوں گی۔ میرے ڈاکو جی کے اس پاس بھی بھٹکی تو میں چوٹی سے پکڑ کر پورا قبیلہ گھماؤں گی اس کو۔"

لیکن اس بیچاری کے تو بال کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔" دعام کے خطرناک ارادے دیکھ کر جمرو اچانک سے بولا تو اس نے گھور کر جمرو کو دیکھا تھا۔ "اللہ اللہ وہ بیچاری کب سے ہو گئی اور تو اپنا فیڈر ختم کرنے کے بجائے یہاں کیا کر رہا ہے؟ چل جا اپنے کمرے میں جا کر اپنا دودھ پی کے آ، بچہ بگڑ رہا ہے۔" دعام بالا نے اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے کہا تو دعام کی ہنسی نکل گئی تھی، وہیں جمرو تو منہ بنا کر رہ گیا تھا۔

تایا ابا نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی ایک بازو کے بغیر وہ چہرے کو اچھا خاصا سنوارے کھڑا تھا۔ تایا ابا کانپ کر پیچھے ہٹے تھے جب کہ ان کے ڈر پر وہ آگے بڑھتے ہوئے دروازہ پوری طرح سے کھولتا اندر داخل ہو گیا تھا۔ "کیسے ہو سوداگر؟ کیا حال ہے؟ سوچا کہ کیوں نہ اتنے عرصے کے بعد آج تم سے ملاقات کرلی جائے، بہین تو بڑی خوبصورت تھی تمہاری۔ سننے میں آیا ہے کہ بیٹیاں بھی بڑی پیاری ہیں؟ خرید و فروخت کا دھندہ آج بھی کرتے ہو؟ اگر بہن جیسی کوئی بیٹی ہے تو لا دو یار خرید لیں گے اسے بھی، ویسے سردار دلدار کو کتنے میں بیچی ہے اپنی بیٹی؟ بھتیجی کی قیمت کم ہو گی، بیٹی کو تو تو نے اچھے خاصے میں بیچا ہو گا اس پولیس والے کو۔ اور بھی بیٹیاں ہیں پیش کر ذرا، گاہک ہی سمجھ لیں مجھے۔ فکر مت کر، بہت مال ہے میرے پاس، تیری سوچ سے زیادہ دے کر جاؤں گا۔ لیکن تیری بیٹی بھی اس قابل ہونی چاہیے کہ اسے کچھ دیا جاسکے، دل لبھانے والی چاہیے،" وہ خباثت سے ہنستے ہوئے بولا۔

منہ بند کر لے راکا ڈاکو، میری بیٹیاں کوئی مال نہیں ہے جسے میں تیرے آگے بیچوں گا۔" وہ غصے سے چلایا تھا، شاید بھول چکا تھا کہ جس کو وہ پہلے اس کے ہاتھوں بیچ چکا تھا وہ بھی کوئی مال نہیں بلکہ ایک جیتا جاگتا انسان تھی۔ "اچھا تو وہ مال تھی جسے تو نے پہلے بیچا تھا؟ کتنے پیسوں میں بیچا تھا تو نے کچھ یاد ہے؟ پورے سات لاکھ 60 ہزار میں، نقد رقم دی تھی تجھے، یاد ہے یا بھول گیا؟ اپنی پیدا کی ہوئی بیٹیاں مال نہیں ہیں تو وہ کیا تھی جو تیرے ساتھ پیدا ہوئی تھی؟ چھوٹی بہن تھی نا تیری، بچپن گزارا تھا اس نے تیرے ساتھ، وہ مال تھی کیا؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا، انداز ایسا تھا جس نے سامنے موجود آدمی کو سر سے پیر تک سلگا دیا تھا۔

تایا ابا نہ تو اسے کچھ کہنے کے قابل تھا اور نہ ہی اس کے منہ پر تھپڑ مار کر اسے یہ بتانے کی جرات کر سکتے تھے کہ وہ آج ایک غیرت مند انسان ہے۔ کیونکہ راکا ڈاکو اور کوئی نہیں بلکہ اس کا ماضی کا کالا سچ تھا جسے وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا۔

راکاڈا کو خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ، اس بات کے بارے میں میں نے کسی کو نہیں بتایا، تم اس طرح میرے گھر میں آ کر پرانے مردے کیوں کھول رہے ہو؟ اس چیز کے بارے میں صرف اور صرف میرے بھائی کو پتہ ہے اور کسی کو بھی کچھ پتہ نہیں ہے۔ خدا کے لیے اگر میری بیٹیوں کو پتہ چل گیا تو میں ان کے سامنے سر کیسے اٹھاؤں گا؟ یہ کام مت کرو، مجھے ذلیل مت کرو، اس گاؤں محلے میں میری عزت ہے۔ میں اس وقت لالچ میں آ گیا تھا، میں نے غلطی کر دی تھی لیکن خدا کے لیے اس طرح سے اونچی آواز میں یہ راز کھول کر میرا ماضی سامنے مت لے کر آؤ، میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔" پتہ نہیں راکاڈا کو اور کیا کیا کہنے والا تھا جو اچانک ہی تایا ابا اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر منت کرنے لگے۔ جبکہ ان کے منت سماجت والے انداز پر راکاڈا کو قہقہہ لگا کر ہنسا تھا، وہ انہیں اسی طرح بے بس کر دینا چاہتا تھا۔ اس طرح ہاتھ جوڑے کھڑا یہ شخص اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"ارے ارے کیوں نہیں دین محمد کیوں نہیں؟ تم تو سوداگر ہو، سودے کرتے ہو اپنی بہن بیٹیوں کے تو پھر تم نے یہ بات اپنی بیٹیوں کو کیوں نہیں بتائی، انہیں بھی بتا دینا تھا کہ جس دن کوئی اچھی رقم ملی انہیں بھی کسی نہ کسی کے حوالے کر دو گے جس طرح تم نے اپنی معصوم سی بہن کو میرے حوالے کیا تھا۔ کتنی چاہت تھی مجھے اس کی، کتنی آرزو تھی، اسے لے کر گیا تھا اپنے ساتھ اپنی راتیں رنگین کرنے کے لیے لیکن وہ دلدار نے میری آنکھوں کے سامنے سے میری ساری خوشیاں چھین لیں، اس لڑکی کا محافظ بن گیا۔ میں کوشش کے باوجود کچھ نہیں کر سکا، میری ہزاروں کوششیں ناکام ہو گئیں۔ بار بار ایسی منحوست لے کر آئی تھی وہ لڑکی کہ اس کے بعد ہر چیز برباد ہو گئی، تباہ ہو گئی، میں کچھ نہیں کر سکا، سرداری چھن گئی میرے ہاتھوں، جو لوگ میرے آگے جھکتے تھے میرے سامنے سر اٹھانے لگے، ایسی منحوس عورت دی تھی تو نے مجھے کہ اس کی وجہ سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا مجھے،" وہ مایوسی سے بول رہا تھا جب کہ تایا ابا کی حالت خراب ہو رہی تھی۔

انہیں ڈر لگ رہا تھا کہ یہ نہ ہو کہ کوئی سن لے۔ راکا ڈاکو کی یہ باتیں وہ کتنی اونچی آواز میں بات کر رہا تھا، کہیں یہ بات کوئی سن لیتا تو کیا عزت رہ جاتی ان کے گھر والوں کے سامنے ان کی جن کے سامنے وہ مولوی بن کر گھومتے تھے، حاجی بن کر گھومتے تھے۔ یہ تھی اس دنیا کی حقیقت کہ انسان جو دکھاتا تھا وہ حقیقت نہیں ہوتا تھا، اس محلے کے ہر انسان کی نگاہوں میں وہ اپنے لیے عزت دیکھتے تھے، سب لوگ انہیں حاجی صاحب کہہ کر پکارتے تھے، ان کی عزت کرتے تھے۔ اگر کسی کو کانوں کان خبر ہو جاتی کہ ان کی بہن گھر سے بھاگی نہیں تھی بلکہ خود انہوں نے ایک ڈاکو کے ہاتھوں اس کی خوبصورتی کا سودا کر دیا تھا تو سب کچھ برباد ہو جاتا، تباہ ہو جاتا اور وہ اس تباہی کو شاید اس عمر میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اب انہیں ڈر لگ رہا تھا، خوف آ رہا تھا کہ کہیں کسی کو پتہ نہ چل جائے، کہیں کوئی راکا کی باتیں نہ سن لے۔

"ارے ارے ارے سوداگر تو پریشان ہو گیا لگتا ہے۔ صرف بہن ہی خوبصورت تھی تمہاری، بیٹیاں اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں کسی کے سامنے

پیش کیا جاسکے؟ خیر سردار کی بیوی تو بڑی خوبصورت ہے، دیکھی ہے میں نے۔" وہ اپنے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے درد سے آنکھیں موند کر بولا، آنکھوں میں نفرت صاف چھلک رہی تھی۔ وہ نفرت سردار کے لیے بھی تھی اور سردار کی بیوی کے لیے بھی۔ اور سامنے کھڑے اس آدمی کے لیے بھی۔ "راکا ڈاکو خدا کے لیے میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، یہاں سے چلے جاؤ، میری مشکلات میں اضافہ مت کرو، میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے منت کر رہا تھا جب کہ وہ اسے دیکھتے ہوئے ہنس رہا تھا جیسے اس کی بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔ "اچھا اچھا بس کرو، میں تو تمہاری بیٹیاں دیکھنے آیا تھا لیکن تم دکھانا ہی نہیں چاہتے تو میں کیا کر سکتا ہوں، خیر تمہیں ایک بات بتانی تھی کہ تمہاری وہ بھتیجی پسند آگئی ہے مجھے، آج نہیں تو کل وہ میرے بستر پر ہوگی۔ کیونکہ وہ سردار دلدار کچھ دنوں کا مہمان ہے اس دنیا میں، بہت جلد اسے موت کے گھاٹ اتار کر اس کی بیوی کو اپنی رکھیل بناؤں گا میں، جو مقصد میں تیری بہن کے ساتھ پورا نہیں کر سکا وہ تیری بھتیجی

کے ساتھ ضرور پورا کروں گا۔" وہ اب بھی اسی انداز میں بول رہا تھا، اس کا ایک بازو دھڑ سے الگ ہو چکا تھا لیکن مجال تھی جو اس سے کوئی عقل آئی ہو، اس وقت بھی اس کے ذہن میں صرف اور صرف سردار کو ہرانے کا جنون سوار تھا۔ وہ اب تک اپنی ہار قبول نہیں کر پایا تھا، وہ اب تک یہ بات قبول نہیں کر پایا تھا کہ وہ انسان جسے چلنا اس نے سکھایا تھا وہ اسے مار سکتا ہے۔ غصے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ دروازے سے باہر نکلا ہی تھا کہ تایا ابا نے بھاگتے ہوئے دروازے کو بند کیا تھا۔ خوف ان کے پورے جسم میں سرایت کر چکا تھا، ڈر سے اس وقت ان کی جان جا رہی تھی۔ لیکن پھر بھی ماضی میں کیے گئے گناہوں کے سامنے آنے کا خوف انہیں اندر سے جھنجھوڑ رہا تھا۔

oooooooooo

دعام نے ہلکی پھلکی سی تیاری کی تھی۔ اس کے ذہن پر تو شیلا گھوم رہی تھی، آخر کون تھی یہ شیلا؟ اسے اتنا تجسس ہو گیا تھا اس لڑکی کو دیکھنے کا کہ حد نہیں۔ اس وقت بھی وہ نیچے جانے کی جلدی میں اپنی ہلکی پھلکی تیاری کرتے ہوئے نیچے

آ گئی تھی اور سچ میں آج نیچے میلے کا ہی سماں تھا۔ ہر طرف جھولے لگے ہوئے تھے، ڈھول بج رہے تھے، ہر کوئی خوش تھا، الگ الگ پکوانوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ وہ تو نیچے کا ماحول دیکھ کر ہی حیران رہ گئی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے اس بھیڑ میں سے مہرو کو تلاش کیا تھا۔ "مہرو مہرو، میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی، کہاں ہے سب لوگ؟ بالا بھیا، جمرو بھیا اور ڈاکو جی کہاں ہیں میرے؟" اس نے ہر طرف نظر گھمائی تھی، کہیں اس سے وہ شیلا کی جوانی لشکارے مارتی نظر آ جائے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ "تمہارے ڈاکو جی قبیلے کے پچھلی طرف ہیں، یہاں شور شرابہ بہت تھا نا، وہیں پیچھے چلی جاؤ۔" "ہاں میں چلی جاتی ہوں۔ ویسے وہ کہاں ہیں شیلا جوانی، میرا مطلب ہے وہ شیلا شیلا کدھر ہے جس کے لیے اتنا سب کچھ ہو رہا ہے؟" "ارے بہنا تم بھی حد کرتی ہو، یہ سب کچھ شیلا کے لیے نہیں ہو رہا، سردار کے ٹھیک ہونے کی خوشی میں ہو رہا ہے اور شیلا اس کمرے میں ہے، اپنی تیاری کر رہی ہے۔ لگے رہنے دو اسے، تم پیچھے چلی جاؤ، بڑا ہی گندا ماحول ہے یہاں کا،" اس نے سامنے سے گزرتی ایک

لڑکی کو دیکھا تھا جس کا لباس انتہائی تنگ تھا۔ مہرو کے سامنے اس لڑکی کی طرف نگاہیں اٹھاتے ہوئے وہ اچھی خاصی شرمندہ ہو گئی تھی۔ ایک بات تو صاف اسے سمجھ میں آ گئی تھی کہ یہ لڑکی یہاں کی نہیں تھی۔ کہیں شیلا کی جوانی کے ساتھ نہ آئی ہو، وہ توبہ توبہ کرتی قبیلے کے پچھلی طرف جانے لگی تھی۔ اب تو یہاں ایک سیکنڈ بھی رکا نہیں جا رہا تھا، آخر کس طرح کا ناچ گانا ہونے والا تھا یہاں پر، وہ بہت اچھے سے سمجھ گئی تھی۔ "توبہ توبہ استغفراللہ، استغفراللہ،" وہ قبیلے کے پچھلی طرف آ گئی جہاں وہ خاموشی سے کھڑے اپنے ڈاکو جی کو دیکھنے لگی تھی جو نیچے پہاڑی سے نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔ اس کے پاس آتے ہوئے اس کے گرد اپنا حصار بنا کر اس کی پیٹھ پر اپنا سر رکھ چکی تھی۔ "ڈاکو جی آپ مت جائیے گا وہاں، بہت گندی عورتیں آئی ہوئی ہیں۔ توبہ توبہ، وہاں کیسی بے ڈھنگے آدھے ننگے لباس میں گھوم رہی ہیں، ان کی شرم و حیا مر گئی ہے کیا؟" وہ تبصرہ کرتے ہوئے بولی تھی جبکہ سردار اس کی بات سنتے ہوئے اس کے بازوؤں کو اپنے دل کے مقام پر رکھتا اپنے ہاتھوں میں قید کر چکا تھا۔ "تم

قدرت کے سب سے حسین نظارے کو گندا کہہ رہی ہو،" وہ شرارت سے بولا، تو دعام کی بس چیخنے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔

○○○○○○○

کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا؟" وہ فوراً اس کا بازو گھماتے ہوئے اسے " اپنی طرف کر رہی تھی جبکہ جس تیزی سے اس نے اسے دھکا دے کر اپنی سائیڈ کیا تھا اس کی ہمت پر تو سردار بھی حیران ہوا تھا اور پھر تیزی سے اپنی ہنسی چھپا گیا۔ "کیا مطلب ہے کا کیا مطلب ہے؟ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں میں، دنیا کی ساری خوبصورتی تو عورت کے حسن میں ہے اور پھر تم پتہ نہیں کون سی باتوں میں لگ گئی ہو۔ مہمان آ گئے قبیلے میں،" وہ اس کی بات کو اہمیت نہ دیتے ہوئے بولا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ اس کی بات کو نظر انداز کر رہا ہے۔ "کون سے مہمانوں کی بات کر رہے ہیں آپ؟ قبیلے کے لوگوں کی بات کر رہے ہیں تو قبیلے کے سارے لوگ موجود ہیں۔ عورتیں وغیرہ نہیں ہیں لیکن مردوں کی تعداد کافی زیادہ ہے، لگتا ہے آج سب لوگ اپنے حجروں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے، ویسے بھی آج عورتوں کا نیچے کوئی کام نہیں ہے، تمہیں بھی خواہ مخواہ ہی بلا لیا۔ ایسا کرو تم بھی کمرے میں جا کر آرام کرو، میں ذرا مہمانوں کو دیکھ کر آتا ہوں،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کی بات سن کر وہ حیران ہوئی تھی۔ "مہمان؟ کون سے مہمان؟ کہیں آپ ان لڑکیوں کی بات تو نہیں کر رہے جو آدھی ننگی ہو کر یہاں آئی ہیں؟ اوہ، تو اب سمجھ میں آیا مجھے عورتوں کا کیوں نیچے کوئی کام نہیں ہے تاکہ یہ سارے ڈاکو لوگ ان عورتوں سے اپنی آنکھیں سیک سکیں۔ اللہ اللہ شرم کریں ڈاکو جی، وہ نامحرم عورتیں آپ کو دیکھنے کے قابل لگتی ہیں؟ توبہ توبہ استغفر اللہ! آپ نے ان کے کپڑے نہیں دیکھے؟ یہاں تک پیٹ ننگا ہو رہا تھا، توبہ توبہ استغفر اللہ! خود کی نمائش کر رہی تھیں۔ آپ تو ادھر دیکھیے گا بھی مت، اف اتنی گندگی دیکھ کر آئی ہوں میں باہر، میری تو آنکھوں کو اب تک یقین نہیں آ رہا کہ قبیلے میں اس طرح کے نظارے بھی کبھی دیکھنے کو ملیں گے، خبردار جو آپ اس طرف گئے بھی، ورنہ میں آپ سے پکی پکی خفا ہو جاؤں گی، آپ سے کبھی بھی نہیں بولوں گی۔" وہ

بڑی معصومیت سے اسے دھمکیاں دے رہی تھی جب کہ سردار نے اس کی بات پوری طرح سے سنی تھی پھر ہاں میں سر ہلایا۔

تم کیا مجھ سے ناراض ہو گی، ناراض تو میں ہوں تم سے اور بہت زیادہ ناراض ہوں۔ اور پھر تمہاری بات کیوں مانوں؟ میں تو جاؤں گا وہاں پہ، میرے لیے اتنی شاندار محفل کا انتظام کیا گیا ہے، یہ جشن میرے لیے رکھا گیا ہے۔ اگر میں نہیں جاؤں گا تو پھر اس جشن کا کیا فائدہ؟ اور جہاں تک بات ہے ان عورتوں کی تو وہ قبیلے کی مہمان ہیں، تم اس طرح سے ان کے بارے میں بات نہیں کر سکتی، انہیں آج کی محفل کے لیے اسپیشل بلایا گیا ہے، آج کی محفل کی اصل رونق تو وہ مہمان ہیں۔ میرا تو یہاں بہت سارا کام ہے، میرے لیے ساری چیزوں کا انتظام کیا گیا ہے، میں تو یہیں رہوں گا۔ ہاں لیکن تمہارا یہاں کوئی کام نہیں ہے، جہاں قبیلے کی ساری عورتیں اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھی ہوئی ہیں تم بھی چلو کمرے میں، کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں نیچے آنے کی، یہ محفل تو صبح تک چلتی رہے گی۔ آج رات قبیلے میں خوب جشن ہو گا۔ ہو سکتا ہے

میں اوپر کمرے میں بھی نہ آسکوں، اس لیے تمہیں میرا انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آرام سے سو جاؤ۔ میری رات تو آج اس محفل میں ہی گزرے گی،" وہ اسے دیکھتے ہوئے جیسے مزید جلانے لگا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ یقین نہیں کر پائی تھی۔ "توبہ! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ڈاکو جی، آپ کا دماغ ٹھکانے پر ہے؟ آپ ان نامحرم عورتوں کو دیکھنے کی بات کر رہے ہیں؟ آپ کو پتہ ہے کتنا بڑا گناہ ہے یہ اور وہ عورتیں کیسی بے شرمی سے گھوم رہی ہیں یہاں وہاں؟ خبردار جو آپ اس طرف بھٹکے، ارے ان کی کالی نظریں کھا جائیں گی آپ کو، آپ مت جایئے گا، یہ عورتیں مرد کو بگاڑنے کی سب سے بڑی وجہ ہیں، میں ہرگز آپ کو ایسی گندگی میں نہیں گھسنے دوں گی، آپ چلیں میرے ساتھ اوپر کمرے میں، میں تو آپ کو چھپا کر رکھوں گی ایسی عورتوں سے۔" وہ تو اچھی خاصی سیریس ہو گئی تھی اس معاملے میں جب کہ سردار اس کا یہ روپ دیکھ کر کبھی حیران ہو رہا تھا تو کبھی اس کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

ارے ارے یہ کیا بول رہی ہو تم؟ کیوں چھپا کر رکھو گی مجھے اور میں کمرے میں کیوں چلوں؟ یہ سب کچھ میرے لیے ہے لڑکی اور میں ہرگز اوپر کمرے میں نہیں جانے والا، آج کی رات تو عید کا جشن ہے۔ کوئی پاگل ہی ہو گا جو یہ سب کچھ چھوڑ کر کمرے میں بند ہو گا، میں تو آج کی رات خوب مزے سے یہاں گزاروں گا۔ ہاں لیکن تمہارا یہاں کوئی کام نہیں ہے، تم چلی جاؤ یہاں سے، جا کر آرام سے بیٹھ جاؤ کمرے میں اور جب تک یہ محفل ختم نہ ہو جائے تب تک تم وہیں کمرے میں رہنا،" وہ مزے سے بولا تھا جب کہ دعا کا تو منہ ہی کھل گیا تھا۔ "میں کمرے میں رہوں؟ میں کیوں کمرے میں رہوں؟ آپ چلیں میرے ساتھ کمرے میں، میں نہیں جانے دے رہی آپ کو کہیں پر بھی، آپ یہاں ان محفلوں میں ان گندی عورتوں کو دیکھیں گے؟ استغفر اللہ! توبہ توبہ! میں اپنے شوہر کو بگڑنے نہیں دوں گی۔" "میں پہلے سے ہی بگڑا ہوا ہوں اور میں ایسی گندی عورتوں کو بچپن سے دیکھ رہا ہوں، مجھے تو یہی عورتیں اچھی لگتی ہیں۔ میرا دماغ خراب ہے جو میں اتنی حسین محفل چھوڑ کر اوپر کمرے میں

بیٹھوں گا؟" وہ جتنا چڑ رہی تھی وہ اسے اتنا ہی چڑا رہا تھا جبکہ دعا م نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ "میں اوپر کمرے میں بیٹھوں اور آپ یہاں نظارے کریں گے؟ نہیں جاؤں گی میں کہیں بھی، یہیں پر بیٹھوں گی، جہاں آپ بیٹھیں گے بالکل وہیں پر بیٹھوں گی، ایک انچ بھی نہیں ہلوں گی۔ دیکھتی ہوں مجھے کون ہلاتا ہے، آپ کو وہاں ننگی عورتوں کا ناچ دیکھنا ہے نا، تو میں بھی دیکھوں گی، میں بھی دیکھ لوں گی کہ آپ کیسے دیکھتے ہیں، چلیں میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔" وہ جس انداز میں آگے بڑھا تھا دعا م تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے آئی تھی جب کہ اسے تنگ کرنے میں اسے بہت مزہ آرہا تھا۔

اب یہ کیا ضد ہے؟ دماغ کام کر رہا ہے تمہارا؟ تم عورتوں کا ناچ دیکھ کر کیا کرو گی؟ یہ کام صرف مردوں کے لیے ہوتے ہیں، تمہارے لیے نہیں ہے یہ محفل، تم آرام سے جاؤ اپنے کمرے میں کھاؤ پیو، آرام کرو، تمہیں ان سب چکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ محفل تو ساری رات چلے گی۔ ہاں آج تو سچ میں عید کا دن ہو گا بلکہ عید کی رات ہو گی۔" وہ مزید اسے چھیڑتے

ہوئے آگے بڑھ رہا تھا، اسے اب اسے تنگ کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔ "ہاں تو آپ اکیلے عید کیوں منائیں؟ میں بھی آپ کے ساتھ عید مناؤں گی۔ اپنے شوہر کو ان پر کٹی کبوتریوں کے ساتھ چھوڑ کر میں آرام کروں گی؟ آپ کو لگتا ہے میں اتنی غیر ذمہ دار بیوی ہوں؟ میں نظر رکھوں گی آپ پر، دیکھتی ہوں کیسے آپ ان عورتوں کو دیکھتے ہیں، آپ کی آنکھیں نہ پھوڑ دی تو کہہ دینا سردار کی بیوی نہیں،" وہ غصے سے کہتی اس سے آگے تیزی سے بڑھی تھی جب کہ اس کی دھمکی پر اب کی دفعہ سردار سچ مچ میں حیران ہوا تھا۔ "واہ! مطلب چیونٹیوں کو بھی پر لگ گئے،" وہ کندھے اچکاتے ہوئے اس کے پیچھے آیا تھا۔ آج وہ اسے تنگ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا تھا۔ آج ہی تو مزہ آ رہا تھا اسے تنگ کرنے میں، اب وہ ٹھیک سے اگلے پچھلے حساب پورے کرنے والا تھا۔ دعام کی جیلسی دیکھ کر اسے بہت خوشی ہو رہی تھی، اس کی بیوی کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ آج تو سچ مچ میں دعام کے اس ری ایکشن نے اسے خوش کر دیا تھا، وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے قبیلے کی طرف بڑھ رہا تھا جبکہ دعام

کی نگاہیں ہر طرف گھوم رہی تھی بلکہ گھوم کیا رہی تھی وہ تو ہر طرف دیکھ رہی تھی کہ آخر وہ پر کٹی کبوتریاں ہیں کہاں؟ خیر سردار کو اس کا دیا ہوا یہ نام بھی بہت پسند آیا تھا۔ لیکن اپنی بیوی کے چہرے کی یہ سرخ رنگت اسے مزہ دے گئی تھی۔ سچ میں ہی اس کے لیے عید تھی، آخر وہ پہلی دفعہ اپنی بیوی کو اس قدر کسی چیز سے جلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

○○○○○○○○

بیلا کب سے فون بج رہا ہے، اٹھا لینا، کیوں نہیں اٹھا رہی؟" امی نے آج اسے " زبردستی گھر پر رکھا تھا۔ کل اتوار کا دن تھا یعنی کہ اس کی سالگرہ کا دن اور امی کا ارادہ اس کی سالگرہ منانے کا تھا کیونکہ ان کے حساب سے کیا پتہ اگلے سال ان کی بیٹی ان کے پاس ہو گی یا اپنے سسرال میں۔ ہر ماں کی طرح وہ بھی اپنی بیٹی کی جلد سے جلد شادی کرنا چاہتی تھی، اسی لیے ہمیشہ کی طرح وہ اس کی سالگرہ بھی کر رہی تھی، ریان کو اپنی سالگرہ منانے کا شوق نہیں تھا لیکن بیلا تو ہر سال اپنی سہیلیاں بلاتی تھی، کیک کاٹتی تھی، اسے یہ سب کچھ کرنا بہت پسند تھا جبکہ

اس کا بھائی بھی اس کی چھوٹی سی خواہش کی خوب قدر کرتا تھا۔ لیکن اس دفعہ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ اس نے اپنی سالگرہ منانے سے منع کر دیا تھا جس پر وہ اپنے دوستوں کو بھی فون کر کے منع کر رہی تھی کہ اس دفعہ کوئی پارٹی نہیں ہو گی لیکن امی نے اسے روک دیا۔ پچھلے دو دن سے اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی پھر بھی وہ چھٹی کرنے کو تیار نہیں تھی، نہ جانے ہسپتال میں کون کون سے کام تھے لیکن آج صبح امی نے اسے زبردستی روک لیا تھا کہ وہ کسی بھی قیمت پر اسے ہسپتال نہیں جانے دیں گی، پہلے اس کی طبیعت ٹھیک ہو اس کے بعد ہی وہ اسے کہیں جانے کی اجازت دے سکتی تھیں۔ اور پھر کل صبح اس کی سالگرہ تھی اور وہ اس کی سالگرہ کو خوب اچھے سے منانا چاہتی تھیں، یہاں تک کہ انہوں نے سالگرہ کے ہلکے پھلکے انتظام کے لیے ڈنر کی تیاریاں ابھی سے ہی شروع کر دی تھیں۔

اور پھر وہ پچھلے ہفتے تک خود ہی کہہ رہی تھی کہ اس دفعہ وہ اپنے ہسپتال میں موجود کولیگز کو بلائے گی جو اس کے ساتھ اچھی فرینڈشپ کر چکے ہیں لیکن اب

وہ خود ہی انکار کر رہی تھی کہ امی نے منع کر دیا۔ اور اب اس کا کب سے فون بج رہا تھا جسے وہ مسلسل نظر انداز کر رہی تھی۔ "ارے امی کوئی رانگ نمبر ہے مسلسل تنگ کیے جا رہا ہے،" اس نے انہیں دیکھتے ہوئے ٹالنا چاہا تھا۔ وہ فون بند نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ہسپتال میں اس کے کچھ پیشنٹس کافی سیریس حالت میں تھے جن کی طرف سے کوئی بھی خبر مل سکتی تھی اور وہ ہرگز ایک غیر ذمہ دار ڈاکٹر نہیں تھی جبکہ اسے ڈاکو بالا کا بھی فون آرہا تھا، اس نے دو تین نمبر بلاک کیے تھے لیکن اب بھی انجان نمبروں سے کالیں آرہی تھیں، اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کون سا نمبر بلاک کرنا ہے اور کون سا نمبر اس کے لیے ضروری ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے کب سے ایک انجان نمبر سے آنے والی کال کو وہ نظر انداز کر رہی تھی۔ اسے شک تھا کہ وہ فون بالا کا ہو گا جبکہ اسے یہ بھی پریشانی تھی کہ کہیں فون اس کے ہسپتال سے نہ ہو۔

لادے مجھے میں بات کرتی ہوں کہ آخر کون ہے جو کب سے تنگ کیے جا رہا ہے،" امی نے فون کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس نے فوراً انکار کر

دیا تھا۔ "ارے نہیں نہیں امی، ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگتے، دفعہ کرو، میں نہیں اٹھاؤں گی کال تو خود ہی کرنا بند کر دے گا، ایسے کوئی عورت یا کوئی لڑکی بولے گی تو اور زیادہ تنگ کرتے ہیں یہ لوگ،" وہ کہہ کر فون ہاتھ میں چھپاتی تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔ وہ بہت پریشان تھی ایک تو وہ امی کو منع نہیں کر پائی تھی پارٹی کرنے سے اور دوسری طرف بالا بھی اسے فون کر کر کے تنگ کر رہا تھا، اس کی آواز سنتے ہی وہ فون فوراً بند کر دیتی تھی۔ اچھی خاصی پریشانی ہو رہی تھی، اب اسے جان چھڑانے کے لیے یہی آئیڈیا بیسٹ تھا کہ وہ ایک دفعہ اس سے بات کر لے، ہو سکتا تھا کہ اس کے بعد وہ اس کی جان چھوڑ دے لیکن امید کم ہی تھی، اس سے بات کرنے کے بعد کہیں وہ اسے دوبارہ نہ تنگ کرنے لگے، یہ آدمی اس کی جان کو آ گیا تھا۔ جبکہ ریان نے اسے کہا تھا کہ نکاح والی بات امی تک نہیں پہنچنی چاہیے، یہ تو اس کے لیے اور بھی بہت مشکل ہو جانا تھا۔ "یا اللہ پلیز میری مدد کریں، کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا،" وہ پریشانی سے باہر آ کر بیٹھتی، اپنی پریشانیوں میں گم تھی، اب اسے سچ مچ میں

ٹینشن ہونے لگی تھی کہ معاملات تو مزید بگڑتے جا رہے تھے۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے اب بس رونے کی پلاننگ کر رہی تھی جو اچانک اس کا فون پھر سے بجا، انجان نمبر پر اس نے آنکھیں گھمائی تھیں لیکن اب وہ اس کال کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

oooooooo

"""یہ بھی نمبر بلاک کر دینا تھا، اٹھانے کا احسان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دوسری طرف سے جلی ہوئی آواز نے بیلا کو مزید غصہ دلا دیا تھا۔ "تو کیوں آئے ہوئے ہیں آپ میری جان کو؟ جان چھوڑ دیں میری، کیا بگاڑا ہے میں نے آپ کا؟ زندگی برباد کر دی ہے آپ نے، کیوں مجھے سکون سے نہیں جینے دے رہے ہیں؟ میرے ساتھ کیا دشمنی ہے؟" وہ غصے سے بولی تھی، بس نہیں چل رہا تھا کہ اس آدمی کا سر پھاڑ ڈالے۔ "تمہارے ساتھ اب زندگی بھر کی دشمنی نہیں ہے، دشمنِ جان ہو میری، جان کا عذاب ہو اور اس عذاب کو ساری زندگی کے لیے اپنے گلے میں ڈال کر پر سکون ہوں۔ میں طبیعت کا پوچھنا چاہتا تھا،

اب کیسی طبیعت ہے؟ اگر ایک دفعہ فون کر کے اپنی تندرستی کی خبر دے دو تو یقین کرو مجھے اتنا کھجل خوار ہوتے ہوئے قبیلے کے ہر آدمی کا فون نہ مانگنا پڑے۔""تو مجھ پر احسان نہ کریں آپ، نہ پوچھیں میری حالت، ٹھیک ہوں میں آپ کے پوچھے بغیر بھی اور اگر بیمار بھی ہوں تو آپ کی وجہ سے ہوں، آج میں اتنی مصیبت میں آپ کی وجہ سے ہی پھنسی ہوں، زندگی عذاب کر دی ہے آپ نے میری، سکون کا سانس نہیں لینے دے رہے ہیں، نہ جانے کیوں میرے سر پر مسلط ہو گئے ہیں، نہیں مانتی میں آپ کے ساتھ جڑے کسی تعلق کو، بہت جلد ختم کروں گی میں یہ سب کچھ،" وہ غصے سے بولی نہیں دھاڑی تھی جبکہ دوسری طرف سے بالا نے اس کے چیخنے پر ذرا سا فون پیچھے کیا تھا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے واپس اپنے کان سے لگایا۔

لڑکی کان کھول کر میری بات سنو، دل کی ڈاکٹر ہو کانوں کی ڈاکٹر نہیں ہو،" جس طرح سے چیخ رہی ہو میرے کان خراب ہو جائیں گے اور تم سے علاج بھی نہیں ہو پائے گا۔ اسی لیے وہی چیز بگاڑو جس کا علاج تم کر سکو۔ خیر، جس کا

علاج تم کر سکتی ہو وہ تو تم نے پہلے ہی بگاڑ دیا ہے، اب تو یہ دل تمہارے آسرے پر ہی ہے لیکن تمہاری حرکتوں سے مجھے لگ رہا ہے کہ تم ایک اچھی ڈاکٹر نہیں ہو، کیا میں دل کے معاملے میں تم پر یقین کر سکتا ہوں؟" وہ شوخ ہوا تھا۔

"آپ ایک دفعہ یقین تو کریں پھر دیکھیے گا آپ کے دل پر کس طرح چھریاں چلاؤں گی،" وہ جل کر بولی تھی۔ "ہاں بس ایسے ہی امید کر سکتا ہوں میں تم سے، خیر طبیعت کیسی ہے اب؟" وہ مزید اسے تنگ نہ کرتے ہوئے آسان سا سوال کرنے لگا تھا لیکن اس آسان سے سوال کا آسان سا جواب وہ کیوں دیتی۔

"چلو بیٹا تمہارا برتھ ڈے کیک لینے چلتے ہیں بالکل تمہاری پسند کے مطابق،" وہ ابھی نہ جانے کیا کہنے والا تھا جب اسے اچانک آواز سنائی دی تھی، وہ آواز ریان کی تھی جب کہ ریان کو اپنے قریب دیکھ کر بیلا بھی حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

بھائی میرا بالکل دل نہیں کر رہا کہیں جانے کا، برتھ ڈے کل ہے تو آپ کیک بھی کل ہی لے آئیے گا،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی جب کہ فون اس نے

فوراً کان سے اتار دیا تھا تا کہ ریان کو پتہ نہ چلے کہ فون پر بالا ہے، وہ اپنے بھائی کو مزید ان ٹینشنوں میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی لیکن یہ الگ بات تھی کہ یہ مسئلہ اب اس کی زندگی بھر کا مسئلہ بن گیا تھا۔ "ارے کیوں میڈم؟ 12 بجے کیک کٹ کر کے برتھ ڈے کی رسم نہیں پوری کرنی؟ تمہارا کیک تو پورے 12 بجے ہی کٹے گا نا؟ چلو چلتے ہیں تمہاری پسند کا کیک لے کر آئیں گے،" وہ پیار سے بولا تھا، انداز میں ہلکی سی شرارت تھی جیسے وہ خود بھی اسے ہر طرح کی ٹینشن سے دور کرنا چاہتا ہو۔ "بھائی مجھے بالکل اچھا محسوس نہیں ہو رہا تھکاوٹ ہو رہی ہے، آپ ایسا کریں رباب بھابی کو ساتھ لے جائیں۔" اس نے خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا تو ریان نے ایک نظر اسے دیکھا، اس کے چہرے سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے، اس نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اندر کی طرف قدم بڑھا دیے تھے یعنی وہ رباب کو ساتھ لے جانے کو تیار ہو گیا تھا جبکہ گہری سانس لیتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود چلتی ہوئی کال کو دیکھا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے کال کاٹ دی تھی۔

وہ فون کان سے لگائے اس کی اور اس کے بھائی کی گفتگو سن رہا تھا، اسے لگا تھا شاید وہ اسے اپنی طبیعت کا جواب دے گی لیکن وہ اپنے بھائی سے باتوں میں مصروف ہو گئی لیکن یہاں اسے ایک اور بات پتہ چلی تھی کہ اس کی بیوی کی سالگرہ تھی وہ بھی آج رات 12 بجے شروع ہونے والی تھی اور وہ جانتا بھی نہیں ہے۔ "کم سے کم مجھے بتانا تو تھا کہ تمہاری برتھ ڈے ہے، آخر شوہر ہونے کے ناطے میرا بھی کچھ فرض بنتا ہے۔ لگتا ہے برتھ ڈے پر ملاقات کرنی ہو گی اور سالگرہ پر تو تحفے بھی دیے جاتے ہیں، یعنی کہ مجھے اپنی منکوحہ کو کوئی اچھا سا تحفہ بھی دینا ہو گا۔ بالکل، نکاح کے بعد اس کی پہلی سالگرہ ہے، تحفے پر تو حق بنتا ہے اس کا۔ سردار سے مشورہ لیتا ہوں،" وہ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے قبیلے کی طرف آ گیا تھا جہاں پر آج کافی رونق لگی ہوئی تھی، پھر نہ جانے سردار کہاں تھا، اسے تو ویسے بھی اس طرح کی چہل پہل بالکل بھی پسند نہیں تھی، وہ ایسے

ماحول سے دور ہی رہنا پسند کرتا تھا، یقیناً کہیں نہ کہیں چھپ کر بیٹھا ہو گا اس شیلا سے، جو اس سے چپکنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

○○○○○○○○

"ڈاکو جی میں بول رہی ہوں، سیدھے اوپر چلیں، آگے پیچھے کہیں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، ہر طرف گندگی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک دو لڑکیاں ہوتی تو میں خود ہی بالوں سے پکڑ کر باہر کر دیتی لیکن یہاں تو بہت ساری لڑکیاں ہیں۔ میں کہتی ہوں سیدھے اوپر چلیں، کوئی ضرورت نہیں ہے ان کو دیکھنے کی،" وہ اس کے بازو کے ساتھ چپکے ہوئے اسے تقریباً کھینچ رہی تھی جبکہ وہ ہر طرف نگاہیں دوڑا رہا تھا تاکہ دعام کو تنگ کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ایسی نظر آ جائے لیکن وہ شیلا سے دور ہی رہنا چاہتا تھا کیونکہ شیلا کچھ زیادہ ہی اس کے ساتھ چپکتی تھی، اسے شیلا بالکل پسند نہیں تھی اور وہ اس سے دور ہی رہنا پسند کرتا تھا لیکن قبیلے میں جتنے بھی ڈاکو تھے ان سب کو ہی شیلا ہی پسند تھی اور ان لوگوں نے اس کی اتنی ساری منتیں بھی شیلا کے لیے ہی کی تھی۔ ویسے تو اپنے قبیلے کے

لوگوں کو اس طرح کی لت سے دور ہی رکھنا چاہتا تھا لیکن کچھ عملوں میں وہ بھی بے بس تھا، اس کا ارادہ کسی بھی لڑکی کو ڈھونڈ کر اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دعام کو جیلس کرنے کا تھا جب اچانک ہی اس کے دوسرے بازو پر کسی نے ہاتھ رکھا، اس نے پلٹ کر دیکھا ہی تھا کہ گہرے سرخ رنگ میں لہنگا چولی پہنے خود کو ہر طرح سے نمایاں کرتی وہ شیلا ہی تھی۔

○○○○○○○○

"اف! سردار سائیں کب سے ڈھونڈ رہی ہوں آپ کو، آپ نظر ہی نہیں آ رہے تھے، آپ کے دیدار کی خاطر پورے قبیلے کا چکر کاٹا ہے شیلا نے،" وہ اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی جبکہ اس کے بازو کے ساتھ کھڑی دعام کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ یہیں کھڑی کھڑی بے ہوش ہو جائے۔ "او ہیلو، ہاتھ ہٹاؤ، خبر دار جو میرے ڈاکو جی کو ہاتھ لگایا، ہاتھ جڑ سے اکھاڑ دوں گی،" وہ اس کا ہاتھ اچانک ہی اس کے سینے سے ہٹاتی پوری طاقت سے پھینک چکی تھی۔ شکر ہے وہ کوئی بے جان چیز نہیں تھی ورنہ اب تک زمین پر ہوتی جبکہ جس

انداز میں وہ سردار کے آگے آکر کھڑی ہوتی اسے شیلا کی گندی نظروں سے بچارہی تھی اس کے چہرے پر اپنے آپ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "اے لڑکی تم کون ہو، اور یہ میرے ڈاکو جی کیا ہوتا ہے؟ سردار سب کا ہے، پورے قبیلے کا اور ہمارا بھی۔" وہ ایک ادا سے کہتی ہلکی سی آنکھ دبا گئی تو سردار نے اس کی طرف دیکھنے کی بجائے دعام کی طرف دیکھا تھا جیسے اس کی طرف سے کسی ری ایکشن کا منتظر ہو۔ "او شیلا، یہ کہیں اور جا کر نین مٹکے کرو، خبردار جو میرے شوہر کو آنکھ ماری، میں آنکھیں نوچ لوں گی تمہاری اور میرے ڈاکو جی کسی کے نہیں ہیں، کسی کے بھی نہیں، نہ قبیلے کے، نہ کہ قبیلے سے باہر والوں کے اور تمہارے تو بالکل بھی نہیں، صرف میرے ہیں سر سے پیر تک، صرف اور صرف میرے، اگر تم نے ان کی طرف دیکھا نہ تو میں نے تمہاری جان نکال دینی ہے،" وہ غصے سے پاگل ہوتی ہے اسے پکڑ کر اچھے فاصلے پر کر چکی تھی جبکہ جس انداز میں وہ اس کے آگے آکر رکتی اسے اپنے نازک سے وجود کے پیچھے چھپانے کی کوشش کر رہی تھی، سردار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے ہی خود

میں چھپا لے۔ "بیوی؟ تم سردار کی بیوی ہو؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔ "ہاں میں بیوی ہوں ان کی، حق حلال کی بیوی اور انہیں دیکھنے کا حق صرف مجھے ہے اور یہ صرف اور صرف میرے ہیں، دفع ہو جاؤ یہاں سے اگر ان کے پاس بھی آئی نا تو میں نے لحاظ نہیں کرنا میں منہ توڑ دوں گی تمہارا، اور آپ یہاں کھڑے کیا ہیں؟ چلیں یہاں سے، خبردار جو اس طرح کی لڑکیوں کو دیکھا بھی،" وہ دوبارہ سے سردار کا ہاتھ تھامتی اسے گھسیٹنے لگی تھی جس سے وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو ہی جائے گی۔ سردار نے اپنے جسم کو ہلکا سا ڈھیلا چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ اسے کھینچنے میں کامیاب رہے۔ آج تو اسے اپنی بیوی کی ہر ادا ہی اچھی لگ رہی تھی۔

oooooooo

ارے دعام تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ تمہیں نیچے آنے کے لیے کس نے کہا؟ تم" جاؤ اوپر کمرے میں، تمہارا یہاں کوئی کام نہیں ہے،" وہ اسے لیے تیزی سے اوپر جا رہی تھی جب اچانک ہی وہاں جمرو بر آمد ہوا۔ "کیا کہا میں یہاں کیا کر

رہی ہوں؟ میں اپنے شوہر کو ایسی گندی عورتوں کی نظروں سے بچا رہی ہوں اور آپ نے کیا کہا میرا یہاں کوئی کام نہیں؟ میرا یہاں کوئی کام نہیں ہے؟ آپ کے جیسے بچوں کا یہاں کوئی کام نہیں، چل کر اپنا فیڈر پیجیے۔ اچھے بچے گندی چیزیں نہیں دیکھ سکتے،" وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولی تھی جب سے سردار نے اسے زبردستی دودھ پلانا شروع کیا تھا سب نے ہی فیڈر کہہ کر اسے چڑھانا سٹارٹ کر دیا تھا۔ اور آج تو دعام نے بھی دودھ کے گلاس کو فیڈر بول کر اس کی بے عزتی کر ڈالی تھی۔ "میں بچہ نہیں ہوں، بڑا ہوں اور تم سردار کو لے کر کہاں جا رہی ہو؟ ابھی رقص شروع ہو جائے گا اور یہ دعوت سردار کے لیے ہے، سردار یہاں سے نہیں جا سکتا، سردار کے لیے تو کرسی بھی تیار ہے، تم اوپر جاؤ،" وہ نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا جب کہ سردار صرف ان دونوں کے بیچ میں کھڑا کبھی ایک کو تو کبھی دوسرے کو سن رہا تھا۔ "اچھا جی تو محفل شروع ہونے والی ہے، رقص شروع ہونے والا ہے، میں بھی تو دیکھوں یہاں کون سا رقص ہوتا ہے، کہیں نہیں جاؤں گی میں، یہیں رہوں گی بلکہ

آپ لوگ جو اس محفل کے مزے لوٹنے والے ہیں نا، میں بھی برابر لوں گی، دیکھتی ہوں کہ آج یہاں ہوتا کیا ہے،" وہ اچانک ہی فیصلہ کرتے ہوئے بولی تو سردار کو اب معاملہ تھوڑا بگڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ "نہیں تم اوپر چلو بلکہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی آتا ہوں۔ کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں اس ماحول میں رہنے کی،" وہ نرمی سے بولا تھا جیسے خود بھی اس معاملے کو ختم کرنا چاہتا ہو۔

"کیوں ایسا بھی کیا ہونے والا ہے یہاں جو آپ نہیں چاہتے کہ میں دیکھوں؟ اب تو میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی،" وہ اچانک ہی فیصلہ کرتے ہوئے بولی تو سردار نے ایک نظر جمرو کی طرف دیکھا تھا پھر سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے دعام کو سٹیج پر چڑھنے سے روکنے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا دعام اس ماحول میں سوائے استغفر اللہ کے اور کچھ نہیں کرنے والی اور وہ اسے اس قبیلے کا یہ ماحول ہرگز نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

○○○○○○○

سردار، یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟اس کو بھیجو یہاں سے۔ آج کی رات یہاں"

"بھلا اس کا کیا کام ہے؟

بالا اوپر اسٹیج پر آتے ہوئے وہاں بیٹھی دعام کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

اسے ہرگز امید نہ تھی کہ دعام آج رات یہاں پر ملے گی۔ یہاں تو قبیلے کی کوئی عورت نہیں تھی جبکہ اس کی بات سن کر جہاں سردار ہلکا سا مسکرایا تھا وہیں دعام کو تو آگ لگ گئی تھی۔"اس کو بھیجو یہاں سے؟ وہ اس کی نقل کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلوں گی۔ سب پتہ ہے مجھے کون سے چکروں میں لگے ہوئے ہیں آپ! میں یہاں سے چلی جاؤں تاکہ آپ یہاں پر شیلا کی جوانی دیکھ سکیں؟ شیلا کی جوانی تو میں دکھاؤں گی آپ لوگوں کو آج۔

استغفر اللہ استغفر اللہ، حالات نظر آرہے ہیں مجھے اس قبیلے کے، یہ قبیلہ بگڑتا جارہاہے۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی بلکہ میں تو دیکھوں گی کہ آپ "لوگ یہاں پر کیا دیکھنے والے ہیں۔

کرسی ٹھیک کریں میری،" اس نے جمرو کو کرسی لے جاتے ہوئے دیکھ کر غصے "
سے کہا تھا، جمرو نے فوراً کرسی واپس رکھ دی تھی۔ آج تو سردارنی سچ مچ میں
سردار والے موڈ میں آچکی تھی، نہ جانے آج یہاں کیا ہونے والا تھا، وہ کرسی
کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے غصے سے ہر طرف نگاہیں گھما رہی تھی۔

دعام، میرے خیال میں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، تمہیں کمرے میں "
جانا چاہیے۔ ویسے بھی یہاں نیچے بیٹھ کر کیا کرو گی؟ آج تو اچھی خاصی ٹھنڈ ہے
یہاں،" بالا نے پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ تو یہاں پر سردار سے
مشورہ لینے آیا تھا کہ وہ بیلا کی سالگرہ کے لیے کیا تحفہ لے کر جائے اور وہ اسے
ملنے کے لیے کب جائے، رات کو 12 بجے یا صبح؟ کیونکہ اس کے نکاح کے بعد
اس کی بیوی کی پہلی سالگرہ تھی جو وہ بہت اچھے سے منانا چاہتا تھا،
جس کی وجہ سے سردار کی اجازت درکار تھی لیکن یہاں تو سردار خود ہی کسی
مصیبت میں پھنسا ہوا نظر آ رہا تھا۔

سردی ہو یا گرمی، میں یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلنے والی، یہیں رہوں گی!" بلائیں اپنی شیلا اور اس کے ساتھ کی ساری لڑکیوں کو، میں دیکھتی ہوں یہاں پر کون سا تماشا ہونے والا ہے، آپ کے کون سے جذبات ٹھنڈے ہوں گے؟ یہاں ہر چیز آج میں خود چیک کروں گی،" وہ کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے بولی تھی جب کہ اس کے خطرناک ارادوں سے جمرو اور بالا دونوں ہی تھوڑے خوفزدہ ہو گئے تھے۔

"ارے دعام بیٹی، تم یہاں کیا کر رہی ہو بچہ؟ اوپر جاؤ کمرے میں آرام کرو، آج تو قبیلے میں تمہارا کوئی کام نہیں؟" ایک بزرگ ڈاکو نے اسے اسٹیج پر بیٹھے دیکھ کر کہا تھا۔

آج وہ سردار کی کرسی پر خود بیٹھی تھی جبکہ سردار اس کے قریب کھڑا تھا۔

"اچھا چاچا جی، آپ بھی آ گئے سمجھانے کے لیے؟ حالانکہ خود آپ بھی یہیں پر موجود ہیں؟ کیا بات ہے، مطلب آج اس قبیلے میں ضرور کچھ بڑا ہونے والا ہے؟ میں تو کہیں نہیں جاؤں گی۔ میرے ڈاکو جی کھڑے کھڑے تھک گئے

ہیں، ان کے لیے کرسی لا کر دیجیے،" اس نے ایک نظر سردار کو دیکھا تھا جو ہر طرف نگاہیں گھما رہا تھا۔

اسے تو اپنی بیوی کا یہ روپ بہت پسند آ رہا تھا، باقیوں کی ہوا ٹائٹ ہو رہی تھی لیکن وہ یہ سب کچھ دیکھ کر بہت مزے میں تھا۔ جبکہ کافی دیر سے کھڑے ہونے کی وجہ سے سچ مچ میں اب وہ تھکنے لگا تھا۔

جب جمرو بھاگ کر اس کے لیے دعام کے حکم پر کرسی لاتا اس کے ساتھ ہی رکھ چکا تھا۔

ویسے تو تمہارا آج یہاں کوئی کام نہیں ہے لیکن پھر بھی تم رکنا چاہتی ہو تو میں " کیا ہی کر سکتا ہوں؟ رک جاؤ، دیکھ لو یہاں کیا ہونے والا ہے،" وہ مزے سے بولا تو سارے ڈاکوؤں کے جہاں منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے وہیں دعام نے گردن ٹیڑھی کر کے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

○○○○○○○○

"سر دار مجھے ناذرا شہر جانا ہے،" بالا اس کے پاس جھکتے ہوئے بولا تو سر دار نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"یار، رات کو پورے 12 بجے میری منکوحہ کی سالگرہ شروع ہو جائے گی اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی منکوحہ کی سالگرہ کو بہت اچھے طریقے سے مناؤں اور ایسا تبھی ممکن ہے جب میں شہر جاؤں۔

اگر ابھی نکلوں گا تو 12 بجے تک پہنچ پاؤں گا نا؟ پھر اس کے لیے تحفہ لینے میں بھی کچھ وقت ضائع ہو جائے گا تو میں سوچ رہا تھا کہ تم یہاں محفل انجوائے کر رہے ہو، میں ہو کر آجاتا ہوں،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"واہ بیٹا! خود شیلا کی جوانی کو یہاں بلا کر کھسک رہا ہے یہاں سے؟ تو جانتا ہے یہ سارا ناچ گانا دیکھ کر دعام کس طرح سے ری ایکٹ کرے گی؟ پھر بھی تو مجھے اس شیرنی کی کچھار میں اکیلا چھوڑ کر جا رہا ہے؟" سر دار نے ذرا غصہ دکھایا تھا جس پر بالا کندھے اچکا گیا تھا۔ "اس شیرنی کو نیچے لے کر آیا ہی کیوں؟ اب اس شیرنی کو خود ہی یہاں چلتی پھرتی بلبلاں دیکھ رہی ہیں، اس میں میرا کیا قصور

ہے؟ اب کچھ نہیں ہو سکتا، اگر تو دعام سے بچنا چاہتا ہے تو آجا، ہم ساتھ چلتے ہیں، اس سے جان بچانے کا بس یہی ایک راستہ ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے جیسے مخلصانہ مشورہ دے رہا تھا لیکن سردار کو اس کا مشورہ پسند نہیں آیا تھا۔ وہ تو اپنی بیوی کا یہ دہشت بھرا روپ دیکھ کر بہت خوش تھا، وہ تو کہیں نہیں جانے والا تھا بلکہ وہ تو مزید اسے چھیڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ "میں کہیں نہیں جارہا، تو جا اپنی بیوی کی سالگرہ منا کر آ، میری طرف سے بھی مبارکباد دے دینا سالگرہ کی۔ میں اپنی بیوی کے ساتھ بہت پرسکون ہوں، میں اس شیرنی کی کچھار میں اکیلا رہنے کو بالکل تیار ہوں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے انگوٹھا دکھاتا اسے جانے کی اجازت دے گیا۔ جب کہ بالا کندھے اچکا کر فوراً ہی وہاں سے نکل گیا تھا جیسے صرف اسی کی اجازت کا منتظر ہو۔

بالا بھیا کہاں گئے؟" وہ کب سے انہیں ایک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں" کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی لیکن شور کی وجہ سے سن نہیں پا رہی تھی۔

تبھی اس کے جاتے ہی وہ اس سے سوال کرنے لگی۔

تمہارا بالا بھیا ایک بہت اچھا انسان ہے، حرام کو چھوڑ کر حلال کو منہ لگانے جا" رہا ہے، میرا مطلب ہے وہ بیلا سے ملنے گیا ہے، اس کی سالگرہ ہے آج۔" اس نے پر سکون انداز میں بتایا تھا جس پر دعام کو پہلے تو حیرت ہوئی تھی پھر وہ یہ سوچ کر خوش ہوگئی تھی کہ بالا اور بیلا میں سب کچھ ٹھیک ہو رہا تھا۔

ان کے بیچ کی غلط فہمیوں کی دیوار گر رہی تھی اور اس سے اچھا بھلا اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کو قبول کرلیں۔ بالا کی طرف سے یہ نارمل رویہ دیکھ کر اسے خوشی ہو رہی تھی۔ لیکن یہ خوشی وہ زیادہ دیر تک سیلیبریٹ نہیں کرپائی تھی کیوں کہ اب محفل کا اچھے سے آغاز ہو گیا تھا۔

○○○○○○○○

اچانک ہر طرف اندھیرا ہو گیا، اندھیرا ہوتے ہی شور بھی خاموش ہو گیا تھا تو وہ ہر طرف نگاہیں گھما رہی تھی۔

اسے تو اس اندھیرے کا مطلب بالکل سمجھ نہیں آیا تھا۔ ہاں لیکن اچانک سامنے سے ایک سبز رنگ کی بتی روشن ہوئی تھی اور پھر دوسری طرف سے

سرخ رنگ کی، پیچھے سے نیلے رنگ کے، اچانک ہی میدان میں روشنیاں سی بکھرنے لگی تھیں۔

جب اسے ان سب کے بیچ میں ایک لڑکی کھڑی نظر آئی، اس نے ذرا غور کیا تو یہ وہی لڑکی تھی جو تھوڑی دیر پہلے اپنے آپ کو شیلا کہہ کر اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ غصے سے سردار کو گھورنے لگ گئی۔

سردار تو اس کی گھوریوں کی پرواہ کیے بغیر سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

سردار سائیں، آج آپ کی وجہ سے ہم یہاں آئے ہیں، یہ محفل آپ کے نام کی ہے، آپ کو اللہ نے نئ زندگی دی ہے جس کی وجہ سے ہمیں بھی موقع ملا ہے یہاں آکر جلوے بکھیرنے کا۔ آپ کو نئ زندگی بہت بہت مبارک ہو، اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا بستا رکھے اور آپ یوں ہی قبیلے والوں کے ساتھ ساتھ ہم غریبوں کی مجبوریاں بھی سمجھتے رہیں

آپ بہت اچھے ہیں ہمارے لیے، ہماری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں، ہاں لیکن آپ کی شادی نے بڑا دکھ دیا ہے ہمیں، یوں اچانک شادی کرلی اور کسی کو

کانوں کان خبر بھی نہیں ہونے دی۔ خیر کوئی بات نہیں، ہم بھی امید لگائے بیٹھے تھے آپ سے لیکن آپ نے تو ہماری ساری امیدیں ہی توڑ دیں۔ لیکن ہم آپ کی امیدیں نہیں توڑیں گے جس کام کے لیے آپ نے ہمیں یہاں بلایا ہے

۔

وہ کام آج پورے دل سے ہو گا،" وہ لڑکی ہاتھ میں مائک پکڑے نہ جانے کیا کیا بول رہی تھی جبکہ دعام تو سردار کو گھورے جا رہی تھی، جیسے یہ سب کچھ وہ لڑکی نہ بول رہی ہو پاس بیٹھا سردار بول رہا ہو۔ سردار نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور پھر اپنے پاس خود کو گھورتی سردارنی کو، لیکن اگلے ہی لمحے تالیوں کی گونج نے ماحول بدل ڈالا تھا۔ جب کہ وہ اسے کیا گھورتی، اس کا دھیان تو سامنے شور کی طرف چلا گیا تھا جہاں وہ لڑکی اچانک ہی اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی کمر کو ہلکا سا جھٹکا دے گئی تھی اور اس کے جھٹکے کے ساتھ ہی ہر طرف سے سیٹیاں اور تالیاں گونجنے لگی تھیں۔

○○○○○○○○

پل پل نہ مانے مرا ٹنکو جیا،"

عشق کا منتر کیسے رے پیا،

پل پل نہ مانے مرا ٹنکو جیا،

"عشق کا منتر کیسے رے پیا

سامنے کھڑی لڑکی نے اچانک ہی اپنی لچکاتی کمر کو ہلایا تھا جس کے ساتھ ہی پیچھے دو چار اور لڑکیاں بھی ناچنے لگی تھیں۔وہ حیرت سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی جب بھیڑ سے ایک ڈاکو نکل کر اس کے پاس آتے ہوئے عجیب لفنگانہ انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ گیا تھا۔

سر پہ مستی چڑھی،

میں دیوانہ ہو گیا،

جوانی کا مہنگا

خزانہ ہو گیا،

کالی آنکھوں سے

"کتنا ہنگامہ ہو گیا

پل پل نہ مانے مرا اٹنکو جیا،"

عشق کا منتر کیسے رے پیا،

پل پل نہ مانے مرا اٹنکو جیا،

"عشق کا منتر کیسے رے پیا

سامنے عجیب بے ہودہ قسم کا ناچ گانا شروع ہو چکا تھا، سردار نے ہلکا سا ہاتھ اپنی کرسی کی سائیڈ پہ رکھتے ہوئے اپنے چہرے کو ہاتھ پر جمایا تھا،

انداز ایسا تھا جیسے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر نظارے کو ٹھیک سے دیکھا جا رہا ہو۔ دعا م تو اسے دیکھ کر پوری طرح سے بے یقینی کی کیفیت میں تھی، یہ کس طرح کا ماحول تھا یہاں؟ وہ تو کچھ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔ جب سامنے سے لڑکی خود کو چھڑاتے ہوئے لچکاتی کمر مٹکاتی اس طرف آرہی تھی اور پھر اچانک

ہی وہ سردار کے سامنے آچکی اور پھر اس کی کرسی کی طرف آتے اس پر جھکی تھی۔

ٹنکو ہمارا سلیما کا دیوانہ،"

زور زور سے گائے گانا،

"زور زور سے گائے گانا

ٹنکو ہمارا سلیما کا دیوانہ،"

زور زور سے گائے گانا،

"زور زور سے گائے گانا

اس کی اس حرکت نے سردار کو بھی اچھا خاصا شرمندہ کر دیا تھا، وہ جو دور سے یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ یہ ناچ گانا کافی زیادہ انجوائے کر رہا ہے، اس کے پاس آنے پر پوری طرح کرسی کے ساتھ چپکتے ہوئے چہرہ پھیر گیا تھا۔

وہ جانتا تھا شیلا کے ساتھ ساتھ باقی کی ساری لڑکیاں بھی اس کی توجہ چاہتی تھیں اور اس کی ذرا سی توجہ ان لوگوں کو اچھی خاصی شہ دے سکتی تھی اور وہ ایسی عورتوں کو اپنے آس پاس بھی نہیں بھٹکنے دیتا تھا۔

ایسے فلم جیسی باتیں نہ کر،"

"پنجہ ہیروئن دھڑکا دے جیا

وہ جو پوری طرح سے سردار کے سامنے ہوتے اسے اپنے حسن کے جلوے دکھانے لگی تھی جب جمرو کے اچانک ہی اسے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے خود اس کے ساتھ ناچنا شروع کر دیا تھا۔ جمرو کے انداز پر جہاں اس کا منہ کھلا تھا وہیں سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا جمرو پوری طرح سے اس کے نقش و قدم پر چل رہا تھا۔ اس وقت اگر وہ کسی عورت کے پاس جا رہا تھا یا اس کے ساتھ ناچ گانا کر رہا تھا تو اس کی وجہ صرف اور صرف اس عورت کو سردار سے دور رکھنا تھی۔

جو بن پر ڈالا ہے تالا پیا،"

عشق دا منجن گسے ہے جیا،

ٹنکو ہمارا اسلیما کا دیوانہ،

زور زور سے گائے گانا،

"زور زور سے گائے گانا

وہ لڑکی اب پوری طرح سے جمرو کی طرف متوجہ ہو چکی تھی کیونکہ وہ بھی جانتے تھے کہ جمرو سردار کا منظور نظر ہے اور سردار کے قبیلے میں بھی اس کی کافی زیادہ اہمیت ہے۔ تو سردار کو خوش کرنے کے لیے سردار کے خاص لوگوں کو اہمیت دینا بھی ان عورتوں کے لیے عام بات تھی۔ لیکن جس انداز میں وہ ناچ رہی تھی دعام کے ہوش اڑنے لگے تھے،

اس نے ہمت سے یہ سب کچھ دیکھا تھا لیکن اب اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ ساتھ بیٹھے سردار کی آنکھوں پہ رکھا تو سردار کے لبوں پر

گہری مسکراہٹ پھیلی تھی۔ "خبردار ڈاکو جی، آپ کو میری قسم ہے، آپ اس طرف نہیں دیکھیں گے، بہت ہی بے شرم اور گندی عورتیں ہیں یہ، نکالیں انہیں یہاں سے، خبردار جو آپ نے ان کی طرف دیکھا، میں سچ کہہ رہی ہوں، اگر آپ نے ان کی طرف ذرا بھی دیکھنے کی کوشش کی ناتو..."

"ارے سائیڈ پہ رکھو اپنی قسمیں وسمیں، ہاتھ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے میری آنکھوں پہ، ایسے نظارے روز روز دیکھنے کو نہیں ملتے، آج تو سچ میں مزہ آ گیا، کیا ڈانس کی ہے، کیا ڈھمکے لگائے ہیں لڑکیوں نے، میں آج سے پہلے انہیں زیادہ غور نہیں کرتا تھا لیکن آج تو سچ مچ میں مزہ آ گیا یار! بیوی کے ساتھ بیٹھے دیکھنے میں تو اور بھی زیادہ مزہ آتا ہے،" اس کے ہاتھ رکھنے کی وجہ سے وہ اور زیادہ دلچسپی دکھانے لگا تھا حالانکہ اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی سامنے والی عورتوں میں، اس کی ساری دلچسپی تو اپنی بیوی کے چہرے کے ایکسپریشن پر تھی جو ہر لمحے کے ساتھ بدل رہے تھے۔

توبہ توبہ استغفر اللہ! کیوں بیٹھے بیٹھے جہنمی ہو رہے ہیں آپ؟ کوئی ضرورت نہیں ہے اس طرف دیکھنے کی، اتنی خوبصورت بیوی بیٹھی ہوئی ہے، مجھے دیکھیں نا آپ، کیوں ان بے شرموں کو دیکھ کر جہنمی ہو رہے ہیں؟ میں آپ کی محرم ہوں، آپ صرف مجھے دیکھنے کا حق رکھتے ہیں، "

وہ زبردستی اس کا چہرہ اپنی طرف پھیرتے ہوئے بولی تھی، اتنے ہائی میوزک میں بات کرنا بھی بڑا مشکل کام تھا لیکن وہ پوری طرح اپنے شوہر کی توجہ اپنی طرف چاہتی تھی۔

" ارے چھوڑو بیوی کو، بیوی ایسے نظارے تھوڑی دکھائے گی؟ اس طرح کے ڈانس تو صرف ایسی عورتیں دکھا سکتی ہیں اور پھر میری بیوی کو تو شرمانے سے ہی فرصت نہیں ہے، یہی دیکھ کر خوش ہو جاؤں گا میں، " وہ اسے مزید تنگ کرنے لگا تھا۔

جبکہ دعام کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ یہاں بم بلاسٹ کر کے ہر چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دے۔ وہ کبھی سردار کے چہرے پر اپنا دوپٹہ ڈال

رہی تھی کبھی اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر رکھ دیتی، وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی یہ بے ہودہ نظارہ اس کی آنکھوں سے دور کرنے کی لیکن ایسا ہو ہی نہیں رہا تھا، سردار کبھی اس کا دوپٹہ پیچھے کر دیتا کبھی اس کا ہاتھ پیچھے ہٹا دیتا، وہ تو پوری طرح سے مگن تھا ان نامحرم دوشیزاؤں کو دیکھنے میں، دعام کی تو ہمت جواب دینے لگی تھی، نہ وہ اپنے شوہر کو کنٹرول کر پا رہی تھی اور نہ ہی وہ ان دھڑکتی پھڑکتی لڑکیوں کو جو پتا نہیں یہاں کیا کرنے آئی تھی۔

ان کے تو ناچ گانے ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے لیکن دعام کے سینے میں دل اچھلنے لگا تھا، اس کی ہمت جواب دے رہی تھی، وہ یہاں مزید نہیں بیٹھ سکتی تھی لیکن ایسی عورتوں کے بیچ اپنے شوہر کو بھی چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی، کہیں اس کے معصوم شوہر کو ہتھیا نہ لیں، نہیں نہیں، وہ اپنے شوہر پر بالکل رسک نہیں لے سکتی تھی۔ ایسی عورتوں کے بیچ تو اسے اپنا شوہر ہی معصوم لگ رہا تھا۔

ایسی عورتیں تو کسی کو بھی ورغلانے کی ہمت رکھتی تھی جس طرح وہ اپنے بدن کی نمائش کر کے ناچ رہی تھی، یقیناً یہ ان کا کام تھا جس میں وہ پوری طرح سے

ایکسپرٹ تھیں۔ توبہ توبہ استغفر اللہ، استغفر اللہ کرنے کے بعد وہ اپنے شوہر کی طرف متوجہ تھی جسے وہ کسی بھی حالت میں یہاں سے لے کر جانا چاہتی تھی، اس کو یہاں کسی قیمت پر چھوڑنے کا رسک وہ نہیں لے سکتی تھی۔

ڈاکو جی میرے ساتھ کمرے میں چلیں آپ، آپ یہاں مت رکیں، آپ بگڑ" جائیں گے بلکہ آپ بگڑ رہے ہیں، اٹھیں،" وہ اچانک اٹھ کر کھڑی ہوتی اس کا بازو تھام کر اسے زبردستی کھینچنے لگی تھی،

نہیں میں نہیں جارہا، بیوی میں تم سے ناراض ہوں، مجھ پر حکم چلانا بند کرو،" میں یہیں رکوں گا، ایسے نظارے مجھے روز نہیں دیکھنے کو ملیں گے،" وہ اپنا ہاتھ چھڑوانے لگا لیکن دعام نے اس کا ہاتھ چھوڑا نہیں تھا۔

ارے میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت نظارے دکھاؤں گی آپ کو، آپ" "میرے ساتھ چلیں، ایسی نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے گناہ ملتا ہے۔

میری محرم عورت مجھے یہ سب کچھ نہیں دکھاتی،" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے" بولا تھا۔" ارے میں دکھاؤں گی، سب کچھ دکھاؤں گی، پلیز یہاں سے چلیں

خدا کے لیے یہاں سے چلیں ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا، میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں، اب جو کہیں گے میں آپ کے لیے کروں گی لیکن یہاں سے چلیں، میں آپ کو منالوں گی، آپ کی ساری ناراضگیاں دور کر دوں گی لیکن اب یہاں سے چلیں، میں آپ کو یہاں ایک سیکنڈ بھی نہیں بیٹھنے دوں گی، میں آپ کو ایسی عورتوں کو دیکھنے بھی نہیں دوں گی، چلیں میرے ساتھ،" وہ زبردستی اس کا بازو تھامے اسے گھسیٹ رہی تھی جبکہ اس کے چہرے کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر وہ بے بس ہو گیا تھا۔ وہ اس ساری چیزوں کو ضرورت سے زیادہ ہی سیریس لے چکی تھی۔

اپنے وعدے سے مکرنے کے بارے میں سوچنا بھی مت ورنہ اچھا نہیں ہو گا" لڑکی، میں بالکل لحاظ نہیں کروں گا، یہاں بیٹھے بیٹھے تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ سارے نظارے تم مجھے کمرے میں دکھاؤ گی،" وہ اٹھ کر کھڑا ہوتے ہوئے بولا، دعام نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا جبکہ وہ جیسے ہی اسٹیج سے اترا اس نے اپنا ہاتھ اونچا کر کے اس کی آنکھوں پر رکھ لیا تھا تاکہ وہ ان عورتوں کو

دیکھے بھی نہیں جبکہ شیلا جو خود کو مٹکاتے ہوئے اس کے قریب آگئی تھی، اس کو ہلکے سے کچھ بربراکر پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ تیزی سے سردار کو ایسے وہاں سے نکال کر لے جارہی تھی جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ لے کر جارہا ہو۔

ooooooo

"ارے یہ کیا؟ وہ لڑکی سردار جی کو کہاں لے کر چلی گئی؟ ہم تو یہاں ان کے لیے آئے تھے،" ناچ گانا اپنے عروج پر تھا جب شیلا نے ایک ڈاکو سے پوچھا تھا۔

سردار کو پہلے بھی تم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی شیلا اور ویسے بھی وہ اپنی بیوی سے بہت پیار کرتا ہے، صرف اسے تنگ کرنے کے لیے یہاں بیٹھا ہوا تھا ورنہ تمہیں تو پتا ہے وہ اس طرح کی محفلوں کا حصہ نہیں بنتا۔

تم بھی ناچ گانا کرو اور بس جاؤ یہاں سے، سردار نے رات دیر تک یہاں رکنے سے منع کر رکھا ہے۔" ڈاکو اس کے کان میں اونچی آواز میں بولا تھا کیونکہ میوزک بہت زیادہ تیز چل رہا تھا جبکہ شیلا سردار کے جانے پر تھوڑی مایوس

ہوئی تھی۔ وہ پہلے بھی یہاں نہیں بیٹھتا تھا بلکہ جب بھی اس طرح کی کوئی محفل سجتی تھی سردار دور دور ہی رہتا تھا، آج پہلی دفعہ ایسا ہو رہا تھا کہ سردار ان کے بیچ میں بیٹھا ہوا تھا لیکن وہ لڑکی اسے لے کر چلی گئی تھی۔

خیر اب وہ کیا ہی کر سکتی تھی؟ اپنا کام ختم کر کے ان لوگوں کو یہاں سے جلدی نکلنا تھا۔ ویسے تو یہ قبیلہ پوری طرح سے محفوظ تھا، پولیس وغیرہ کا کوئی خوف نہیں تھا لیکن پھر بھی سردار باہر کی آئی لڑکیوں کو زیادہ دیر تک یہاں رکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

اسی لیے وہ جلدی جلدی اپنا ناچ گانا کر کے وہاں سے نکلنے کے بارے میں ہی سوچ رہے تھے۔ سردار جا چکا تھا مطلب کہ محفل جلدی ہی ختم ہو جانی تھی تو یہ اچھا موقع تھا جتنے ہو سکے اتنے پیسے لوٹنے کا۔ ایسے موقع کم ہی آتے تھے جب انہیں خوب سارے پیسے کمانے کا موقع مل جاتا تھا، اس وقت بھی جس طرح وہ ناچ گانا چل رہی تھی، سارے ہی ڈاکو اپنی جیب سے کچھ نہ کچھ لٹا رہے تھے تو ایسے موقع سے ہاتھ دھونے سے بہتر تھا کہ وہ جتنا ہو سکے اس موقع کا

فائدہ اٹھا سکے اسی لیے شیلا نے بھی سردار کو نظر انداز کرتے ہوئے وہی باقی ساری لڑکیوں کے ساتھ ہی اپنی جگہ بنائی تھی۔

○○○○○○○○

وہ کافی دیر سے شہر پہنچا تھا اور شہر پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ اس نے بیلا کے لیے ایک خوبصورت سا کیک اور خوبصورت سے پھولوں کا بکے لیا تھا۔

اسے کیا پسند تھا اسے اندازہ نہیں تھا ہاں لیکن اپنی طرف سے وہ ایک چھوٹی سی کوشش کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا اتنی جلدی وہ اس رشتے کو قبول نہیں کر سکتی اور نہ ہی وہ اتنی جلدی اس کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کر سکتی ہے۔

یہ سب کچھ آہستہ آہستہ ہی ہونا تھا لیکن اس سب سے پہلے اس لڑکی کو اپنی محبت کا یقین دلانا تھا، اسے بتانا تھا کہ اس سے شادی کی وجہ ہرگز کوئی بدلہ وغیرہ نہیں ہے، وہ تو محبت کرتا تھا اس سے اور اس کی محبت ہی اسے یہاں تک کھینچ لائی تھی۔

ہر چیز کو ٹھیک سے چیک کرتے ہوئے وہ بیلا کے گھر کے دروازے کے باہر آ رکا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر تو وہ ہر گز نہیں جا سکتا تھا اور اسے بیلا سے ملاقات کرنی تھی اور ہر قیمت پر کرنی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے کمرے میں وہ اکیلی نہیں ہوتی بلکہ اس کی ماں بھی اس کے ساتھ ہوتی ہے یعنی کہ اس کے لیے یہ چیز مشکل ہونے والی تھی۔

لیکن چھوٹی موٹی مشکلات کو وہ خود ہی ہینڈل کر سکتا تھا۔ اس نے دروازے پر ہلکا سا ہاتھ رکھتے ہوئے لاک کو چیک کیا تھا،

کیا دن آ گئے تھے اب اسے ایک پولیس والے کے گھر میں چوروں کی طرح گھسنا پڑ رہا تھا۔ لیکن بالا اپنی بالی کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈرائیو نکالی تھی جس کی مدد سے وہ لاک کھولنے لگا، اس کے ہاتھ میں موجود بکے اسے تنگ کرنے لگا تو اس نے اسے زمین پر رکھا تھا، اس کے ساتھ ہی اس نے کیک کو بھی وہی پھولوں کے اوپر رکھا جبکہ اپنی جیب میں

ہار ڈالتے ہوئے اس نے اپنی ماں کے کنگن بھی چیک کیے تھے جو آج وہ اسے تحفے میں دینے کے لیے لے کر آیا تھا۔

آہستہ سے دروازہ کھولتے ہوئے وہ گھر کے اندر داخل ہوا جہاں پوری طرح سے خاموشی تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے ہر کوئی سو چکا ہو، آہستہ آہستہ اندر آتے ہوئے اس نے بالکل اسی انداز میں برآمدے کے جالے کا لاک بھی کھولا تھا جس طرح وہ باہر سے مین گیٹ کھول کر آیا تھا لیکن اندر داخل ہوتے ہی اسے سمجھ آ گیا تھا کہ کچن میں رباب اور ریان ہیں، وہ آہستہ سے بیلا کے کمرے کے دروازے کے قریب آتے ہوئے وہی موجود سٹور روم کی طرف قدم بڑھا گیا تھا۔

کمرے میں اندھیرا تھا یعنی کہ بیلا اور اس کی ماں سو چکی تھی اور اس کا بھائی اپنی بہن کو چھوٹی سی سرپرائز پارٹی دینے کی تیاری کر رہا تھا۔ خیر اچھا تھا پہلے وہ اپنی فیملی کے ساتھ خوب انجوائے کر لے پھر وہ اسے وش کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

oooooooooo

وہ سیدھا سٹور روم میں آکر وہاں رکھی چارپائی پر لیٹ گیا تھا جیسے وہ اس کا اپنا ہی گھر ہو۔ اس کے پاس موجود بکے کافی آواز کر رہا تھا جو اس نے چارپائی کے نیچے رکھ دیا تھا۔ یہ بکے اسے پکڑا سکتا تھا۔ ٹائم دیکھنے لگا، 12 بج کر ایک منٹ ہو گیا تھا۔ لگتا ہے ایک منٹ سے اس کا بھائی اور اس کی بیوی رومانس کر رہے تھے۔

"پولیس والے! میری بیوی کا برتھ ڈے ہے، سیلیبریٹ کرنے کے بجائے تو مزے کر رہا ہے۔ تیری ایسی کی تیسی۔" وہ چارپائی سے اٹھتے ہوئے باہر نکلنے لگا تھا جب اچانک ہی وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے، وہ واپس پیچھے ہو گیا۔

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، ہیپی برتھ ڈے ٹو یو،" ریان اس کے بیڈ کے پاس آتے ہوئے نرمی سے اسے جگانے لگا تھا جبکہ بالکل ساتھ اس کی ماں گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ خود دروازے سے جھانکتے ہوئے یہی سوچ رہا تھا، "شاید انہیں بھی جگایا جائے گا؟" کمرے میں اندھیرا تھا، بس ہلکی سی لائٹ جلی ہوئی تھی شاید وہ اپنی ماں کی نیند کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے تھے۔

ارے بھائی، میرا برتھ ڈے اسٹارٹ ہو گیا ہے، میں تو ابھی سوئی تھی۔" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہنے لگی تھی، شاید اس کی نیند تھوڑی دیر کے لیے ہی لگی تھی جبکہ ریان مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر لب رکھ کر اسے سالگرہ کی مبارکباد دینے لگا تھا، جبکہ رباب بھی اس سے گلے ملی تھی۔

امی کو جگائیں؟" اس نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے پوچھا تو ان دونوں نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

ارے نہیں! امی کو نہیں جگاتے، وہ صبح وش کر لیں گی۔" ریان بولا تھا۔"

ہاں بھابھی، امی کی رات کو ایک دفعہ نیند کھل جائے تو پھر ان کی آنکھ نہیں" لگتی، میڈیسن کا اثر ہوتا ہے نا؟ آپ انہیں سونے دیجیے، ویسے بھی سونے سے پہلے مجھے سالگرہ کی وش کر چکی ہیں اب صبح کر لیں گی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی رباب نے صرف ہاں میں سر ہلاتے اس کا دھیان کیک کی طرف دلایا تھا۔

چلو ٹھیک ہے جیسا تم چاہو، اب جلدی سے کیک کاٹو، کتنا مزے کا کیک ہے،" جلدی جلدی کاٹو۔" وہ ایکسائٹمنٹ میں دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے بولی تو بیلا نے بھی جلدی سے چھری اٹھائی تھی۔

ارے، میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ گاؤنا میر ابرتھ ڈے سونگ۔" وہ ان دونوں" کو خاموش دیکھ کر بولی تو ریان نے ہلکی سی تالیاں بجادی تھیں جبکہ رباب ہلکی ہلکی آواز میں گنگنانے لگی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ لوگ کیک کاٹ چکے تھے، ریان نے اس کے سر پہ ٹوپی پہنائی تھی جس پر اس نے منہ بنایا جب کہ اب وہ اندھیرے میں ہی اس کے ساتھ سیلفیاں لینے میں مصروف ہو چکے تھے۔ جبکہ بالا اب ان لوگوں کے سیلیبریشن ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے یہاں کھڑے کھڑے یہ بات پتہ چلی تھی کہ وہ لوگ اپنی ماں کو نہیں جگا رہے۔ یعنی کہ جگانا تو بیلا نے بھی نہیں تھا۔ اور نہ جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ یہ بات اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گی۔ وہ باہر سے کمرہ بند ہونے کی آواز سن کر اندر آ گیا تھا۔ تقریباً 15 سے 20 منٹ تک ان لوگوں کا سیلیبریشن چلتا رہا تھا اس

دوران وہ اندر بیٹھا رہا تھا، جس کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی تھی کہ یہاں کوئی اور بھی بیٹھا ہے اس کا برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کے لیے۔

oooooooo

وہ اسے گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لائی تھی جیسے وہ اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہی نہ ہو حالانکہ سردار خود خاموشی سے اس کے ساتھ اوپر آرہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازے کو ایسے بند کیا جیسے خدانخواستہ شیلا کی جوانی نچاتے نچاتے ان کے پیچھے ہی آرہی ہو۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سردار کو کہیں پر چھپا دے۔

وہ اب نہیں آنے والی ہمارے پیچھے اور نہ ہی وہ اس طرح سے کسی کے پیچھے " آتی ہے بلکہ لوگ اس کے پیچھے جاتے ہیں لیکن میں تمہاری وجہ سے نہیں جا پایا۔ خیر تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، جلدی کرو اپنے وعدے پورے کرو، میں بھی دیکھتا ہوں کیا تیر مارتی ہو تم۔ دکھاؤ مجھے نظارے جو میں وہاں نہیں دیکھ

پایا۔" وہ وہیں آکر اپنی چادر اتار کر ایک طرف گراتا صوفے پر پھیل کر بیٹھ گیا تھا جبکہ دعام گہری سانس لیتی اب اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"اللہ اللہ ڈاکو جی! یہ کس طرح کی لڑکی ہے؟" وہ گہری سانس لیتی بیڈ پر بیٹھنے لگی تھی جب کہ سردار کو اس کا اس طرح سے بیٹھنا پسند نہیں آیا تھا اور جس انداز میں وہ گھور رہا تھا، یقیناً دعام بھی سمجھ چکی تھی۔

"ارے، سانس تو لینے دیں مجھے، کیا یوں ہی کھڑے ہو کر دھمکیاں لگانے لگے ہیں آپ میرے آگے؟ کرتی ہوں کچھ آپ کے لیے، شکر کریں ان سے بچا کر لائی ہوں آپ کو، نظروں ہی نظروں میں عزت لوٹنے والی لڑکیاں، ان لڑکیوں کی نظریں بھی گندی اور اوپر سے ان کے لباس، لباس تھے ہی کہاں؟ بہت ہی گندے لوگ ہوتے ہیں یہ، خبردار جو ان کی طرف دیکھا! ابھی میں کروں گی نا آپ کے لیے کچھ بھی جو آپ کہیں گے بس تھوڑا سا صبر کر لیں، سوچنے دیں مجھے کچھ۔" وہ بیڈ پر بیٹھے ہوئے اسے صبر رکھنے کے لیے کہہ رہی تھی جبکہ وہ ہاں میں سر ہلاتا سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے اپنی ایک ٹانگ دوسری

ٹانگ کے اوپر رکھ کے اس انتظار کرنے لگی کہ وہ کیا ہی کر کے دکھا دے گی اسے۔

ہاں ہاں بالکل، تم آرام سکون سے سانس لے کر پھر شروع کرو، میں ویٹ کر لوں گا تھوڑا بہت تو کر ہی لوں گا، میں دیکھتا ہوں کیا کرتی ہو تم میرے لیے۔"

وہ پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ تھا جبکہ اس نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا لیکن اب سوچوں میں بھی اس کی ہی سوچیں سوار تھیں، وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کی بیوی کر کیا دے گی آج، آج کیا ہی کر کے دکھا دے گی وہ اس کو؟ وہ سچ مچ میں گہری سوچ میں تھا جب کہ سردار اسے سر سے پیر تک دیکھتا اس کی طرف سے کسی نہ کسی قدم کے انتظار میں تھا لیکن وہ کبھی اپنے پیر ہلاتی تو کبھی پورے بازوؤں پر زور ڈالتے ہوئے آگے پیچھے ہوتی پورے کمرے پر نگاہیں گھما رہی تھی لیکن اس کی لمبی لمبی سوچیں بہانوں کی طرف جا رہی تھیں، کچھ کرنے کی طرف ہرگز نہیں۔

ابھی تک تم نے سوچا نہیں کہ تم نے کیا کرنا ہے؟" اس نے پوچھا۔"

ارے سوچنے دیں آرام سے مجھے، کیا مسئلہ ہے آپ کو؟ آرام سے بیٹھے ہیں نا" یہاں پر، کچھ نہ کچھ تو کر ہی لوں گی آج میں۔" وہ پریشانی سے بولی تھی، اسے یقین تھا وہ جان نہیں چھوڑنے والا لیکن جو وہ سوچ رہا تھا وہ کرنے کے بارے میں تو دعام سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ جب کہ سامنے بیٹھا شخص اب ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کے اسے سوچتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

سوچنے میں ٹائم ویسٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم نے مجھے بالکل ویسے " ہی شیلا کے جوانی والے دھمکے لگا کر دکھانے ہیں جیسے وہ نیچے شیلا لگا رہی تھی، بالکل اسی کے انداز میں جیسے وہ میرے پاس آ رہی تھی، دور جا رہی تھی، اور "...وہ

توبہ توبہ استغفر اللہ! سب سمجھ رہی ہوں میں، ایک ایک بات الگ کر کے " بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ نیچے کیا کیا نظارے کر کے آئے ہیں آپ، شرم تو آنے ہی رہی ہے بیوی کے سامنے غیر عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے۔ اور "اوپر سے اپنی فرمائشیں دیکھیں۔

اچھا مطلب ساری ہمت جواب دے گئی؟ مجھے پہلے ہی تم سے یہی امید تھی،"
اچھا بھلا میں نیچے انجوائے کر رہا تھا یہاں لے کر آ گئی، جا رہا ہوں میں واپس۔"
وہ اٹھنے لگا تو دعام نے فوراً ہی بیڈ سے اٹھتے اس کے پاس آتے اسے دھکا دے کر واپس بٹھایا تھا۔

"ارے رے میرے ڈاکو سائیں، میرے دلدار، اپ تو ناراض ہو گئے، میں تو مذاق کر رہی ہوں، میں کروں گی نا، کچھ نہ کچھ کر کے ہی دکھاؤں گی، آپ فکر نہ کریں، آپ کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اس کے پاس ہی جڑ کر بیٹھ گئی تھی، اس کی قمیض کے بٹنوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے وہ اسے روکنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی جب کہ وہ بھکنے کے بجائے اس کے انداز دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا، آج سچ مچ میں اونٹ پہاڑ کے نیچے آ گیا تھا۔ وہ آسانی سے تو اسے معاف کرنے والا نہیں تھا، آج سچ مچ میں اسے دعام کی حالت مزہ دے گئی تھی۔

○○○○○○○○○

بالا تقریباً 20 منٹ تک ان لوگوں کے انتظار میں بیٹھا رہا تھا اور اب اسے کہیں جا کر سکون ملا تھا کیونکہ وہ لوگ اٹھ کر باہر جا چکے تھے۔ اسے باہر سے کمرہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو اس نے آہستہ سے جھانک کر دیکھا تھا۔ بیلا اپنے فون پر آنے والے میسجز کو چیک کر رہی تھی، یقیناً بہت سارے لوگوں نے اسے 12 بجے وش کیا ہو گا۔ اور سارے میسجز چیک کرنے کے بعد اس نے اٹھ کر کیک کو فریج میں رکھا تھا اور پھر خود آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ وہ کافی خوش لگ رہی تھی اور اس کی خوشی میں وہ اپنی خوشی ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ فون ایک طرف رکھتے ہوئے وہ آنکھیں بند کر کے دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی تھی جب کہ وہ آہستہ سے واپس پلٹ کر اپنی چیزیں اٹھانے لگا لیکن چیزیں اٹھانے سے پہلے اس نے پھولوں کے بکے سے ریپر اتارا تھا جو اتنی زیادہ آواز کر رہا تھا جبکہ کیک بھی ڈبے سے نکالتے ہوئے باہر لے آیا تھا۔ کمرے میں نیم روشنی تھی جبکہ وہ آنکھیں بند کیے شاید نیند میں اتر رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے ٹیبل پر کیک رکھا تھا اور پھر اس کے چہرے کی طرف جھکتے ہوئے پھولوں کے بکے کو اس

کے قریب کیا۔ اپنے آس پاس خوشبو محسوس کر کے بیلا نے فوراً اپنی آنکھیں کھولیں اور خود پر جھکے بالا کو دیکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ چیختی، وہ فوراً ہی اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

چپ! بالکل شور مت مچانا۔ تمہاری امی کی نیند ڈسٹرب ہو جائے گی اور پھر" تمہارا بھائی بیچارہ یہاں آ جائے گا، نخرے دکھائے گا، فضول گوئی کرے گا، میرے ہاتھ سے مار کھائے گا، زخمی ہو جائے گا، میں اپنے سالے کو مارنا نہیں چاہتا تو میرے خیال میں ہمیں آرام سکون سے بات کرنی چاہیے۔ میں صرف تمہیں تمہاری سالگرہ وش کرنے آیا ہوں اور یہ تحفہ دینے کے لیے آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ نکاح کے بعد یہ پہلی سالگرہ تم میرے ساتھ سیلیبریٹ کرو جس طرح تم نے اپنے بھائی اور بھابھی کے ساتھ کی۔ ویسے تو ان لوگوں نے میرے 20 منٹ برباد کیے ہیں لیکن کوئی بات نہیں، میں انہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ کیا یاد کرے گا تمہارا بھائی بھی کیسے سخی جیجا سے پالا پڑا ہے! خیر اس کو فی الحال بیچ سے نکال دیتے ہیں، ویسے بھی مجھے کسی تیسرے کے بارے میں

بات کرنا پسند نہیں رہے۔ہاں تو کہاں تھے ؟تمہاری سالگرہ پر تمہاری سالگرہ کا یہ دن اپنے طریقے سے اسپیشل بناؤں گا کیونکہ یہ سالگرہ اسپیشل ہے اور اس کے اسپیشل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نکاح کے بعد آنے والی پہلی سالگرہ ہے۔ تو سب سے پہلے تم کیک کاٹو گی،ان خوبصورت سی خوشبو سے بسے پھولوں کو محسوس کرو گی اور پھر میں تمہیں گفٹ دوں گا۔اس کے بعد تم مجھے ریٹرن گفٹ دینا چاہو تو مجھے اعتراض نہیں۔کیا خیال ہے ؟شروع کر دیں یا پھر ابھی تم یقین کرنا چاہتی ہو کہ یہ ہینڈ سم ساڈاکو تمہارے پاس ہے ؟ویسے تمہیں اس بات کا بھی یقین کرنا چاہیے کہ یہ ہینڈ سم ساڈاکو صرف تمہارا ہے،ویسے خود کو خوش قسمت تو سمجھتی ہی ہو گی،مجھ جیسے ڈاکو کو پاکر تو کوئی بھی لڑکی اپنی قسمت پر رشک کرے گی۔اتنا چاہنے والا شوہر جو خود کو سب سے چھپا کر رکھتا ہے کس کو نہیں چاہیے ہو گا کیا...؟"

بیلا حیرت سے سن رہی تھی جبکہ اسے یہ بات ابھی ابھی ہی پتہ چلی تھی کہ یہ ڈاکو اپنی ذات سے کافی زیادہ محبت کرتا ہے۔

اب ہاتھ ہٹا رہا ہوں، زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ نقصان" تمہارا ہی ہو گا۔"وہ نرمی سے اس کے لبوں سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ ہی اسے وارن بھی کر گیا تھا جبکہ وہ حیران پریشان اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے تیر کی تیزی سے اٹھی تھی۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا؟ آدھی رات کو" میرے کمرے میں اس طرح سے... اگر امی...؟"وہ انتہائی کم آواز میں بات کر رہی تھی تاکہ اس کی ماں کو بھنک بھی نہ پڑے جبکہ وہ ایک نظر اس کی ماں کو دیکھتا جس نے دوسری طرف کروٹ پھیر رکھی تھی لیکن گہری سانسیں بتا رہی تھی کہ وہ گہری نیند میں ہیں۔

مجھے لگ رہا ہے تمہاری امی یوں ہی نہیں سو رہی ہیں۔ کیا کوئی اس طرح کی" میڈیسن استعمال کرتی ہیں وہ؟ خیر جو بھی ہے، میں صرف تمہارا برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے آیا ہوں اور سیلیبریشن کے بعد میں چلا جاؤں گا۔نہ میں تمہارے ساتھ کوئی فالتو بات کرنے آیا ہوں اور نہ ہی اپنا وقت برباد کرنے کے

لیے اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی وہی کرو گی جو میں چاہتا ہوں اگر تم یہ نہیں چاہتی کہ تمہاری امی جاگ کر تمہیں اس طرح میرے ساتھ دیکھ لیں اور میرے خیال میں ان کو تو ابھی ہمارے نکاح کے بارے میں بھی پتہ نہیں ہے۔ یہ بیچاری تو یہ بھی نہیں جانتی کہ تم میری بیوی ہو اور میں ان کا داماد، خیر مجھے لگتا ہے تمہاری امی ایک بہت ہی پیاری خاتون ہیں اور میں انہیں بہت زیادہ پسند آؤں گا، کیا خیال ہے؟ انہیں جگا کر بتایا جائے کہ ان کا ایک ہینڈسم سا داماد راجہ بھی ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے اس انداز میں بولا تھا کہ بیلا تو سچ مچ میں کانپ کر رہ گئی اگر یہ آدمی سچ مچ میں اس کی ماں کو بتا دیتا کہ وہ کون ہے تو اس کے لیے تو بہت بڑا مسئلہ بن سکتا تھا اور وہ اپنے لیے کسی طرح کا کوئی مسئلہ بنانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"دیکھیں میری بات سنیں، آپ اس وقت یہاں سے جائیں، میرے لیے کوئی مصیبت مت کھڑی کریں، میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" وہ ایک نظر دروازے سے باہر کی طرف دیکھنے لگی تھی اسے ڈر تھا کہیں اس کا بھائی نہ آ

جائے، نہ جانے کیوں لیکن وہ اپنے بھائی کے آنے سے بھی خوفزدہ ہو رہی تھی جیسے اس نے خود ہی بالا کو یہاں بلا رکھا ہو، نہ جانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا جب کہ بالا اس کی فضول گوئی سے عاجز آ چکا تھا۔

یار، تم میرا دماغ کیوں خراب کر رہی ہو؟ میں کہہ تو رہا ہوں کہ میں یہاں سے" چلا جاؤں گا، صرف تمہارے ساتھ تمہارا برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کے لیے آیا ہوں۔ کیک کاٹ دو، یہ پھول گفٹ کے طور پر قبول کرو اور یہ میری امی کی طرف سے تحفہ میرا مطلب ہے میری امی اب اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن یہ سارا زیورا انہوں نے اپنی بہو کے لیے رکھا تھا یعنی کہ تمہارے لیے اور بھی بہت کچھ ہے لیکن فی الحال میں صرف یہی دینے کے لیے آیا ہوں۔ باقی سب کچھ لینے کے لیے تمہیں قبیلے میں آنا ہو گا۔ اور قبیلے میں آنے کے لیے تمہاری رخصتی ہونا بہت ضروری ہے اور آف کورس رخصتی تب تک نہیں ہو گی جب تک تم مینٹلی ہر چیز کے لیے راضی نہیں ہو جاتی اور میں صرف اور صرف تمہاری طرف سے رضامندی کا ہی انتظار کر رہا ہوں ورنہ وہ جو پہلے دن میرا

دماغ خراب تھا اب ٹھکانے پر آچکا ہے، اب اتنی خوبصورت بیوی اللہ پاک نے دے دی ہے اور اوپر سے وہ جس سے محبت کرتا ہوں تو ایسی نعمت کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے، تو میں تو اللہ کی رضا میں راضی ہوں، تم بھی راضی ہو جاؤ اور جلدی سے رخصتی کرتے ہیں پھر تمہارے لیے میرے پاس بہت کچھ ہے، میری امی نے بہت کچھ رکھا ہوا ہے اپنا، تمہیں پتہ ہے تمہارے وجہ سے مجھے بیویوں والے چونچلے بھی نہیں پالنے پڑیں گے کہ آج یہ لا کر دو کل وہ لا کر دو، میری امی بہت کچھ چھوڑ گئی ہوئی ہیں تمہارے لیے۔" وہ نہ جانے اسے لالچ دے رہا تھا یا کیا لیکن وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ قبیلے میں اس کے لیے بہت کچھ ہے۔

دیکھیں مجھے کچھ نہیں چاہیے خدا کے لیے آپ وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ وہ" تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس آتا ہے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے قریب کھینچ چکا تھا۔

بک بک بہت بری عادت ہے تمہاری بھی اپنے بھائی کی طرح بک بک کرنے"
کی لیکن ایک میری بھی عادت ہے، مجھے بیوی کی زبان کو لگام لگانا بہت اچھے
طریقے سے آتا ہے۔" وہ کہتے ہوئے اچانک ہی اس کے چہرے پر جھکا تھا اور
پھر جس انداز میں اس نے لگام لگائی تھی وہ سچ میں ہی اس کی سوچ سے زیادہ
خطرناک ثابت ہوا تھا۔

○○○○○○○○

کافی دیر سوچ بچار کے بعد آخر وہ ہمت کرتے ہوئے اس کے قریب سے اٹھنے
لگی تھی جبکہ سردار صرف اسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی حرکتوں کو نوٹ کر رہا
ہو، جیسے جاننا چاہتا ہو" آخر وہ کس حد تک جائے گی؟" آخر وہ کیا کرے گی؟
لیکن وہ تو کچھ کرنے کے بجائے سیدھی الماری کے پاس آئی تھی پھر اچانک مڑ
کر اسے دیکھنے لگی۔

نیچے جانے کی ضرورت نہیں ہے، میں بس دو منٹ میں واپس آ رہی ہوں، پھر"
دیکھیے گا آپ کی بیوی کا کمال، کیا چیز ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی، سردار

نے حیرت سے اسے دیکھا تھا ہاں لیکن صرف ہاں میں سر ہلایا تھا، نہ جانے اس کی بیوی کیا کرنے والی تھی لیکن جس طرح وہ کچھ الماری سے نکال کر لے کر گئی تھی وہ سچ مچ میں اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھا۔ جبکہ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا، نہ جانے اس لڑکی کے دماغ میں کیا چل رہا تھا لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی کارنامہ سرانجام دینے والی ہے، وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا تھا، باہر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، وہ خود اس ماحول سے بہت اکتایا ہوا تھا لیکن اس کی بیوی کیا کرنے والی تھی یہ سوچ اسے پریشان کر رہی تھی اور وہ اندر سے کافی ایکسائٹڈ بھی ہو رہا تھا۔

"بیوی اندر کہیں کوئی اور پلاننگ ہی تو نہیں کر رہی؟ باہر آجاؤ، مجھے ویسے بھی تم سے زیادہ امید نہیں ہے۔" تقریباً 15 منٹ گزرنے کے بعد اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟ آرام سے باہر بیٹھ جائیں، خبردار جو کہیں باہر نکلے، یہیں پر کمرے میں رہیں، آرہی ہوں میں، ان دوشیزاؤں سے زیادہ اچھی

طرح آپ کو انٹرٹین کر سکتی ہوں۔" وہ غصے سے کہتے ہوئے سامنے آئینے میں خود کو دیکھنے لگی تھی۔

سرخ رنگ کی ساڑی میں وہ سچ میں آئینے پر تو غضب ڈھا رہی تھی لیکن یہ بجلیاں اس نے باہر اپنے سردار کے دل پر گرانی تھیں۔ بڑی ہمت مار کر اس دن رات کو نیلی ساڑی پہن کر وہ اس کے کمرے میں چلی گئی تھی تب پتا تھا وہ کچھ نہیں کرے گا کیونکہ وہ تو کوما میں تھا، صرف اس کے جذبات کو ہوا دے رہی تھی تاکہ وہ کسی طریقے سے اٹھ جائے۔ لیکن اس دن تو وہ نہیں اٹھا تھا پر آج اس نے خود اپنے لیے مصیبت بلا لی تھی۔ وہ آئینے میں اپنا حسین روپ دیکھ رہی تھی، سرخ رنگ کی ساڑی میں اس کا نازک سراپا بالکل ہی الگ روپ دکھا رہا تھا۔ "اف یا اللہ، یہ پلو تو ٹک ہی نہیں رہا اس ساڑی کا۔ بلاؤز تو دوسرے والی ساڑی سے بھی چھوٹا ہے، کیا کروں؟ کیا کروں کہ بچی؟ شوہر ہے میرا۔ وہ نیچے شیلا کی جوانی کیسے ادا سے پیٹ دکھا رہی تھی، یہاں تک کہ پیچھے کمر پر تو کپڑا ہی نہیں تھا، گلا بھی اتنا کھلا تھا، اس کو تو ذرا شرم نہیں آئی غیر مردوں کے بیچ میں

دھمکے لگاتے ہوئے، تجھے اپنے شوہر کے سامنے جاتے ہوئے شرم آرہی ہے؟ ڈوب کر مرجا۔" اس نے شیشے میں خود کو دیکھتے ہوئے خود کو ہی لعنت بھیج کر اپنی تیاری مکمل کی تھی۔ بالوں کو پیچھے کھلا چھوڑ کر ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹایا تو اسے اپنے گلے کا ڈیزائن کافی کھلا لگا تھا، اس نے فوراً بالوں کو واپس آگے کیا تھا۔

"استغفر اللہ یہ تو ضرورت سے زیادہ ہی بڑا گلا ہے، کیا کروں؟ کرنا کیا ہے؟ کون سا انہوں نے مجھے پہلے نہیں دیکھا؟ کوئی بات نہیں، دعام، اپنے شوہر کے اوپر سے ایسے بلاؤں کا سایہ ختم کرنے کے لیے تھوڑی بہت بے شرمی دکھانی پڑے گی۔ اور یہ بے شرمی نہیں، شوہر کی خدمت ہے اور تیرا شوہر تو ویسے بھی تجھ سے ناراض ہے۔" اس نے گہری سانس لی تھی۔ اب بس باہر جا کر سردار کے فون سے گانا ڈھونڈ کر لگانا تھا اس کے بعد ہی تو وہ اس شیلا کی جوانی سے بہتر کچھ کر کر دکھانے والی تھی۔ "ایسے جلوے دکھاؤں گی ڈاکو جی آپ کو کہ آپ شیلا کی جوانی بھول جائیں گے۔" اس نے آئینے میں خود پر ایک بھرپور نظر ڈالتے ہوئے خود میں ہمت پیدا کی تھی۔

وہ اچانک اس کے چہرے پر جھکتا اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی گرفت میں لے گیا تھا۔ اس کی گرفت انتہائی سخت تھی جبکہ جس انداز میں وہ اس کے لبوں پر جھکا اس کی سانسیں کھینچ رہا تھا وہ بیلا کو ڈرانے کے لیے کافی تھا۔ "ڈاکٹر صاحبہ! تمہاری سائنس کہتی ہے کہ کس کرنے کے بڑے فائدے ہیں؟ اس وقت میرا موڈ نہیں ہے فائدے بتانے کا، ہاں لیکن اس خوبصورت سے احساس کو محسوس کر کے مجھے اچھا لگا ہے۔ ویسے تمہاری طرف سے ریٹرن گفٹ پسند آیا مجھے۔" وہ کہتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا جبکہ جس انداز میں اس نے اس کی کمر کو سختی سے تھام رکھا تھا، بیلا سے ہلا تک نہیں جا رہا تھا اور اس کے لبوں پر تشدد کرتے ہوئے وہ اس کی سانسیں چھین رہا تھا۔ وہ کافی دیر اس کے لبوں سے سیراب ہونے کے بعد اپنے لبوں کو اس کے لبوں سے ہٹاتا اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھنے لگا تھا۔ وہ اب بھی بری طرح سے کانپ رہی تھی لیکن نہ چیخ رہی تھی اور نہ ہی چلا رہی تھی۔ بالا کو اس معصوم پر ترس آیا تھا،

کہاں پھنس گئی تھی بیچاری؟ ایک تو بالا جیسے انسان نصیب میں لکھ دیا گیا تھا اور اوپر سے اس بالا نامی بلا کہ جذبات کنٹرول نہیں ہوتے تھے، وہ نفی میں سر ہلاتا صرف اس پر ترس ہی کھا سکتا تھا۔

چلو، میرے خیال میں اب وقت برباد نہیں کرنا چاہیے، جلدی سے کیک کاٹو، " مجھے کھلاؤ اور تمھاری برتھ ڈے سیلیبریشن کے بعد میں پھر یہاں تمہیں نظر نہیں آؤں گا، بھاگ جاؤں گا یہاں سے، آئی پرومس۔ دیکھو میں وعدے کبھی کبھی کرتا ہوں لیکن اپنے وعدے پورے کرتا ہوں، اگر تم نہیں چاہتی کہ یہاں پر مزید کوئی سین کرئیٹ ہو یا پھر میں اپنی ساسوماں کو جگانے کا سبب بنوں..." وہ کہتے ہوئے جلدی سے کیک کو سامنے ٹیبل پر رکھتا ہے اس کے ہاتھ میں وہی چھری پکڑا چکا تھا جو شاید تھوڑی دیر پہلے استعمال ہو چکی تھی۔ شاید اس نے ٹیبل سے یہ چھری ہٹائی نہیں تھی۔ بیلا کا دل تو چاہا کہ یہ چھری اسی کے دل کے آر پار کر کے اس کا قصہ ہی تمام کر دے لیکن اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی۔ اس کے پیچھے آتے ہوئے وہ زبردستی اس کا ہاتھ تھامے

کیک کاٹنے لگا تھا جبکہ مرتی کیا نہ کرتی وہ کیک کاٹ کر زبردستی اس کے منہ میں ٹھونسنے والے انداز میں اسے کھلا دیا۔ اب اسے کمرے سے باہر جانے کا اشارہ کر رہی تھی۔

ظالم بے مروت لڑکی! میں بھی تو تمہیں کیک کھلانا چاہتا ہوں۔" وہ کہنے ہی لگا" تھا جب اس نے دوسری دفعہ باہر جانے کا اشارہ کیا۔

بہت ہی بری لڑکی ہو تم، قسم لے لو، بالکل اچھی بیوی نہیں ثابت ہونے " والی۔" وہ اپنی جیب سے کنگن نکالتا زبردستی اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس کے ہاتھ میں گھسانے لگا تھا۔ اسے ہلکی سی تکلیف ہوئی تھی لیکن اپنی چیخ کا گلا گھونٹتے ہوئے اس نے اسے اس کا کام کرنے دیا تھا جبکہ وہ بنا کچھ کہے تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ وہ سائے کی مانند آیا تھا اور سب کچھ طوفان کی طرح ہلا کر چلا گیا۔ جبکہ بیلا اپنے ہاتھ سے زبردستی کنگن اتارنے کی کوشش کرنے لگی تھی لیکن یہ کنگن تھے یا نہ جانے کیا جو اترنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

ooooooooo

وہ تیزی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا جب دروازہ کھلا۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا تھا جب کہ وہ اسے دیکھے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتی باہر آتے ہوئے ٹیبل سے اس کا فون اٹھا چکی تھی۔ سردار نے حیرت سے اس کی حرکت دیکھی تھی جبکہ اس کے بدن پر سرخ ساڑی نے سچ مچ میں آنکھوں میں خمار لانے کا کام سرانجام دیا تھا۔ وہ اس سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا جب اس کے موبائل پر اچانک سے میوزک کا شور اٹھا۔

"... آؤ حضور تم کو"

"... ستاروں میں لے چلوں"

"... دل جھوم جائے ایسے"

"... نظاروں میں لے چلوں"

او حضور تم کو ستاروں میں لے چلوں،

دل جھوم جائے ایسی بہاروں میں لے چلوں،

وہ موبائل فون وہیں ٹیبل پر رکھتے ہوئے پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی جبکہ سردار تو پہلے حیران ہوا تھا پھر اپنی ہنسی دباتے ہوئے اسے دیکھنے لگا جو آہستہ سے اپنے ہاتھوں کو ہلکا ہلکا موو کرتے ہوئے اس کی طرف چلتی آ رہی تھی۔ انداز شیلا سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن کہاں وہ شیلا اور کہاں اس کی بیوی! فرق تو تھا، بہت فرق تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اس پروفیشنل ڈانسر شیلا سے کہیں زیادہ اسے اپنی یہ بے وقوف بیوی پسند تھی جو اس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھی صرف اس لیے تاکہ وہ شیلا کو نہ دیکھے۔ خیر شیلا کو دیکھنا تو اسے بھی پسند نہیں تھا بلکہ اسے تو دنیا کی کوئی بھی اور عورت اس قدر اچھی لگتی ہی نہیں تھی کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا۔ اس کا سارا فوکس اپنی بیوی پر ہی تھا۔ جو آہستہ سے اس کے قریب آتے ہوئے اس کے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے خود پر جھکانے لگی تھی، وہ سچ مچ میں پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتا اس کے لبوں کو قید کرنے ہی لگا تھا کہ وہ ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ کر تھوڑے فاصلے پر ہو گئی۔

لکھ دو کتاب دل پہ کوئی ایسی داستان،

جس کی مثال دے نہ سکے ساتوں آسمان،

لکھ دو کتاب دل پہ کوئی ایسی داستان،

جس کی مثال دے نہ سکے ساتوں آسمان،

وہ بہت تیزی سے اس کے پیچھے آیا تھا جبکہ وہ آہستہ آہستہ چلتی بیڈ پر آتے ہوئے ایک ہی جھٹکے میں بیڈ پر لیٹی تھی جبکہ وہ خمار آلود نگاہوں سے اسے دیکھتا اس کے قریب ہوا، جیسے ہی اس پر جھکنے ہی لگا تھا کہ وہ اگلے ہی لمحے بیڈ سے اٹھتے اس سے فاصلہ بنا گئی۔اب کی دفعہ اس کی یہ حرکت سردار کو اچھی نہ لگی تھی۔یہ سب کچھ وہ اسے اپنے قریب لانے کے لیے کر رہی تھی تو وہ اس کے قریب آرہا تھا تو پھر وہ اس طرح دور کیوں جا رہی تھی؟

باہوں میں باہیں ڈالے نظاروں میں لے چلوں،

دل جھوم جائے ایسی بہاروں میں لے چلوں،

آؤ حضور تم کو ستاروں میں لے چلوں،

دل جھوم جائے ایسی بہاروں میں لے چلوں،

آؤ حضور آؤ ...

اشارے سے اسے اپنے پاس بلاتے اسے سچ مچ میں بے قرار کر گئی تھی وہ فاصلہ طے کرتا اس کے پاس آنے لگا تھا جب وہ پھر سے دور جانے لگی تھی۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنے قریب کھینچ چکا تھا لیکن وہ اس کی پناہوں میں گھوم کر اس کے لبوں کو اپنے لبوں سے دور کر گئی تھی جبکہ دلدار کے لب اب اس کی گردن پر بے باکی سے گستاخیاں کرنے لگے تھے۔

ہمراز ہم خیال تو ہو ہم نظر بنو،

طے ہو گا زندگی کا سفر ہم سفر بنو،

ہمراز ہم خیال تو ہو ہم نظر بنو،

طے ہو گا زندگی کا سفر ہم سفر بنو،

اس کے ہونٹوں کا لمس اپنی گردن پر محسوس کرتے ہوئے اسے مزید ادائیں دکھاتی فاصلے پر ہونے لگی تواب کی دفعہ سردار نے اسے تھام کر دیوار کے ساتھ لگایا تھا۔ ادائیں چاہیے تھیں اتنی بھی نہیں تھیں کہ وہ یوں اسے تڑپانا شروع کر دے۔ لیکن شاید وہ بھی اگلے پچھلے سارے بدلے لینے کا ارادہ رکھتی تھی کے ہاتھ ہی نہیں آرہی تھی۔ وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنا ہاتھ بے باکی سے اس کی گردن کے پاس لے کر جا رہا تھا جب اگلے ہی لمحے وہ نیچے کو جھکتی پھر سے فاصلہ بنا گئی تھی، سردار نے غصے سے ہلکا سا مکا دیوار پر مارا تھا۔

چاہت کے اجلے اجلے نظاروں میں لے چلوں،

دل جھوم جائے ایسی بہاروں میں لے چلوں،

آؤ حضور تم کو ستاروں میں لے چلوں،

دل جھوم جائے ایسی بہاروں میں لے چلوں،

وہ پھر سے انگلی کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلاتی اب کی دفعہ سچ مچ میں اس کے لیے امتحان کھڑا کر چکی تھی کیونکہ اب سردار اس کے قریب آتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے بیڈ پر ڈالتا اس پر سایہ فگن ہوتے ہوئے اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لے چکا تھا۔ گانا ختم ہوتے ہی کمرے میں خاموشی چھا چکی تھی جبکہ سردار کی گہری سانسوں کے علاوہ کمرے میں اور کوئی آواز نہیں تھی۔ دوسری طرف دعام کو تو شاید وہ سانس لینے کا بھی موقع نہیں دینا چاہتا تھا، ایک جھٹکے سے ساڑی کا پلو کھینچ کر الگ کرتے ہوئے وہ وہاں اپنے لبوں کی مہر لگانے لگا تھا۔ اس کی بے تابیاں عروج پر تھیں جب دعام بھی اس کی بے باکیاں سہتی اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بنا گئی تھی۔

دیکھا، میں اس شیلا کی جوانی سے کتنی بہتر ہوں؟" اس کے کان میں سرگوشی" نما آواز میں بولی تھی جب کہ دلدار نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

تمہارا ان عورتوں کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہے، خود کو ان کے ساتھ" جوڑنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا، مجھے امید

نہیں تھی کہ تم سچ مچ میں اس طرح تڑپانے پر ہی اتر آؤ گی۔ خیر منانے کا یہ طریقہ قیامت ڈھا کر رکھ دینے والا ہے۔ آئندہ میں اس طریقے سے نہیں مانوں گا۔" وہ کہتے ہوئے پھر سے اس کے لبوں پر جھکا۔

جب کہ دعام کو تو الٹا ہی سنائی دے رہا تھا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ اس طریقے سے اسے منانا آسان ہے۔ تھوڑی شرم تو اسے آئی تھی لیکن کوئی بات نہیں، وہ اس کا شوہر تھا، اس کے سامنے کیا شرمانا؟ سوچ کر وہ آئندہ بھی اسے اسی طرح سے منانے کا ارادہ رکھتی تھی ہاں لیکن اب اسے اپنی جان ہلکان ہوتی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ سردار کے جذبات اب سچ مچ میں قابو سے باہر تھے، اس کی بے تابیاں اپنی گردن پر محسوس کرتی وہ اس سے کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ ذرا صلہ بناتا وہ اس کے لبوں پر جھک گیا تھا اور اب کی دفعہ وہ جس شدت سے اس کی سانسوں کو قید کر رہا تھا دعام کو ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔

بیلا کو ساری رات نیند نہیں آئی تھی، دماغ پر ایک ہی سوچ سوار تھی کہ وہ شخص اس کے گھر تک آنے لگا تھا۔ جس طرح کل رات وہ اس پر حاوی ہوا تھا اب

تک دھڑکنوں میں اشتعال برپا ہو رہا تھا۔ وہ مسلسل اسی کو سوچ رہی تھی، وہ چاہنے کے باوجود بھی اس شخص کو اپنے دماغ سے نکال نہیں پا رہی تھی۔ صبح سے ہی دعوت کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں، آج اس کے کچھ کولیگز یہاں پارٹی پر آنے والے تھے۔ ویسے پارٹی تو کوئی بہت بڑی نہیں تھی بس اس نے اپنے برتھ ڈے کے لیے کچھ لوگوں کو بلوایا تھا لیکن وہیں موجود اپنی ایک دوست سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس کی ماں اس کے نکاح کے بارے میں نہیں جانتی تو یہ بات اس کے گھر میں آکر نہ بولی جائے اور نہ ہی کوئی ذکر کیا جائے۔ ویسے تو رابعہ ہر چیز کو اچھے سے ہینڈل کر لیتی تھی لیکن پھر بھی اسے ڈر لگ رہا تھا وہ اپنی ماں کی صحت پر کسی طرح کا کوئی رسک نہیں لے سکتی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ انہیں ٹینشن سے دور رکھا جائے۔ وہ اپنی ماں کے لیے ٹینشن کی وجہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ کچن میں ٹیبل پر بیٹھی سبزیاں کاٹ رہی تھی جو جنگلی پلاؤ کے لیے بہت ضروری تھیں جب رباب کچن میں داخل ہوئی۔

یار! آئی ایم ریلی سوری، میں بالکل بھی اچھی بھابھی نہیں، دیکھو تمہارے" برتھ ڈے پر تم سے کام کروا رہی ہوں لیکن یقین کرو میری کٹنگ سپیڈ بہت سلو ہے ورنہ یہ کام میں کر لیتی، یقین کرو میں تو اپنی سالگرہ پر کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتی اور تمہیں تاج پہنا کر ہم کام کروا رہے ہیں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی، بیلا کے سر پر صبح صبح ہی ریان نے اٹھ کر ایک خوبصورت سا تاج پہنایا تھا۔ بس ان دونوں بھائی بہن کا سالگرہ سیلیبریٹ کرنے کا الگ ہی انداز تھا۔ جس کے بعد کافی دیر تک تو بیلا نے بھی خوب پرنسس والے نخرے دکھائے تھے لیکن جہاں شرمیلہ خالہ گھر کے کام نمٹانے میں مصروف ہوئیں وہیں رباب بھی کھانا بنانے کی تیاریوں میں لگ گئی تھی جبکہ امی بھی بیٹھے بیٹھے جتنا ہو سکے اس کی مدد کر رہی تھی لیکن اس کی انتہائی سست سپیڈ دیکھ کر بیلا نے خود ہی کٹنگ کا کام سنبھال لیا تھا۔

ارے کوئی بات نہیں بھابھی جان فکر مت کرو تم مجھ پر بالکل بھی ظلم نہیں کر" رہی ہو۔ تمہاری کٹنگ سپیڈ کا مجھے اندازہ ہے بلکہ سوری تو مجھے بولنا چاہیے ابھی

تمہارا ہنی مون بھی نہیں ہوا اور تمہیں اتنا سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے میری وجہ سے۔" وہ پریشانی سے بولی۔

ہنی مون کی تو تم رہنے ہی دو، تمہارے بھائی صاحب کے پاس اتنا وقت ہی" نہیں ہے کہ وہ مجھے یہاں سے باہر ایک گول گپے کی ریڑھی تک لے کر چلے جائیں، ہنی مون کی تو مجھے امید ہی نہیں ہے۔" وہ دل مسوس کر بولی تو کیچن کے اندر قدم رکھتے ریان نے اس کی بات تو سن لی تھی۔

ہیلو! کل رات گول گپے کھلا کر لایا ہوں تمہیں،" ریان نے پیچھے سے اچانک" سے کہا تو وہ اچھل پڑی تھی۔

ہاں بس ایک پلیٹ گول گپے کھلا دیا اب اسی کو بیٹھ کر گنتے رہیں، ہنی مون کی" بات ہو رہی ہے یہاں۔" وہ اسے دیکھ کر بولی تھی جبکہ بیلا اپنی ٹوکری اٹھا کر کچن سے نکل گئی تھی، نہ جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ یہاں جنگ ہونے والی ہے اور وہ اس جنگ کا نظارہ ہرگز نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ہاں لیکن اپنی بھابھی کو اس طرح کھلتے ملتے دیکھ کر اسے خوشی ہو رہی تھی۔

تو تمہیں ہنی مون پر چلنا ہے؟" وہ تیز تیز سنک میں برتن دھو رہی تھی جب" اسے پیچھے سے سرگوشی نما آواز سنائی دی تو اس نے پلٹ کر ریان کو دیکھا تھا جو آنکھوں میں شرارت لیے اس سے سوال کر رہا تھا۔

نہیں... شادی تو میں نے ساری زندگی ایک ہینڈسم سے پولیس والے سے" "لڑنے کے لیے کی ہے نا۔

ہینڈسم پولیس والا؟ کون ہینڈسم پولیس والا؟ مجھے تو کوئی ہینڈسم پولیس والا نظر" نہیں آ رہا۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اچانک آگے پیچھے گردن ہلانے لگا تھا جیسے سچ میں وہ اس کے لیے نہیں کسی اور کے لیے بات کر رہی ہو جبکہ رباب نے اسی کے انداز میں آنکھیں گھمائی تھیں۔

اوسوری سوری، منہ سے نکل گیا، کہاں کا ہینڈسم؟ کون سا ہینڈسم؟ کہاں کا" ہینڈسم؟ ایک تو میری زبان بھی نا کبھی بھی کہیں بھی پھسل جاتی ہے، شکر ہے آپ نے درستگی کر دی۔ اب میں اپنی زبان پر کنٹرول کروں گی اور جی ہاں، میرا ہنی مون پر جانے کا ارادہ ہے، بے شک دو دن کے لیے لے کر جائیں لیکن

مجھے کہیں نہ کہیں گھومنے جانا ہے۔ اس سمیرا کی شادی ہونے والی ہے اور اس سمیرا کو میں نے دکھانا ہے کہ میرا شوہر مجھے کہاں کہاں سے گھما کر لایا ہے۔

"آپ تو بس میرا دماغ ہی گھمائے جا رہے ہیں۔

"یار رباب، کام ہی اتنا ہے کہ..."

ہاں جی، ساری دنیا کے کام صرف آپ کو ہی ہیں؟ پورے پولیس اسٹیشن میں" صرف ایک آپ ہی پولیس والے رہ گئے ہیں جن کے کاندھوں پر پورے پولیس اسٹیشن کی ذمہ داری ہے؟ باقی سارے تو تالیاں بجانے کی تنخواہ لیتے ہیں؟ میری بات کان کھول کر سن لیں، مجھے کہیں گھمانے لے کر چلیں نہیں تو میں اپنے میکے چلی جاؤں گی۔" وہ منہ بنا کر بولی تو اب کی دفعہ ریان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" اس کا لڑاکا انداز اسے پسند نہیں آیا تھا، ہاں" لیکن اسے مزہ آ رہا تھا۔ یا شاید اسے اس کا لڑاکا انداز پسند آیا تھا یا اسے اس کی بات پسند نہیں آئی تھی؟

جی جناب، میں دھمکی دے رہی ہوں اور اسے آپ دھمکی ہی سمجھیں، اگر" آپ مجھے ہنی مون پر لے کر نہیں جا رہے تو میں چلی جاؤں گی دو تین ہفتوں کے لیے اپنے گھر، ویسے بھی جب سے شادی ہوئی ہے آپ کے اس بزی سکیجول کی وجہ سے میں ایک دن بھی گھر نہیں جا پائی ہوں، اپنے ماں باپ کو دیکھا ہی نہیں، ڈیڑھ مہینے سے اوپر ہو گیا ہے ہماری شادی کو، آپ کی تو مصروفیات ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہیں، اگر یہی سب کچھ چلتا رہا تو میری طرف سے تو جواب ہے۔ میں نے شادی اس لیے نہیں کی کہ رات کو دو پل اپنے شوہر کی شکل دیکھوں، شوہر سارا دن کہاں ہوتا ہے، کیا کرتا ہے مجھے کوئی خبر تک نہیں ہوتی، کبھی کہیں کوئی چوٹ لگ جائے تو یہ شکل گھر میں نظر آتی ہے۔ میں نے کیا دیواروں سے باتیں کرنے کے لیے شادی کی ہے؟" وہ تو اچھی خاصی برہم ہو گئی تھی جبکہ ریان سر سے پیر تک اس کا بدلتا ہوا روپ دیکھتا ہلکا سا مسکرایا تھا۔

اس کا مطلب ہے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا ہنی مون کے لیے ورنہ بیوی ناراض ہو جائے تو مسئلہ بن جاتا ہے نا؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو رباب نے پورے جوش سے ہاں میں سر ہلایا تھا جیسے اسے بتانا چاہتی ہو کہ یہ چھوٹا سا مسئلہ نہیں ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے، کرتا ہوں تمہارے اس مسئلے کا کوئی حل، بس دو تین دن صبر کر لو پھر کوئی جگاڑ کرتا ہوں" وہ نرمی سے اس کے گال کھینچتا آہستہ سے اس کے رخسار پر جھکا تھا۔ جبکہ جس شدت سے اس نے اس کے رخسار پر اپنے لب رکھے تھے، اسی تیزی سے شرمیلہ خالہ کچن کے اندر داخل ہوئی تھیں۔

شرمیلہ خالہ کی اچانک انٹری نے جہاں ان دونوں کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا، وہیں شرمیلہ خالہ ہر دفعہ کی طرح "توبہ توبہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ" کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں جبکہ وہ بھی تیزی سے ان کے پیچھے ہی نکلا تھا۔

"ہاں اب تم کہہ دینا کہ اس میں بھی میرا ہی قصور ہے، ارے تم لوگوں کے کمرے میں بنا اجازت کے نہیں آ سکتی کچن میں تو میں کبھی بھی آ جا سکتی ہوں نا؟

توبہ توبہ استغفر اللہ۔" وہ کہتی ہوئی تیزی سے کچن سے کیا نکلتی بر آمدے سے ہی نکل گئی تھیں جبکہ ریان باہر جانے کے بجائے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ رباب نے اب اسے اپنی شکل نہیں دکھانی تھی بلکہ کسی کو بھی اپنی شکل نہیں دکھانی تھی۔

"یہ شرمیلہ کیوں شور مچا رہی ہے باہر؟ خیریت تو ہے نا؟ اب کیا دیکھ لیا اس نے؟" امی اندر کمرے میں بیٹھی چاول صاف کر رہی تھیں جب بیلا اندر داخل ہوئی۔ ان کے سوال پر پہلے تو وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی پھر ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"بس چھوڑیں امی، کبھی کبھی شرمیلہ خالہ بھول جاتی ہیں کہ اس گھر میں ایک شادی شدہ کپل رہتا ہے جس کی پرائیویسی کو انہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ وہ دونوں کچن میں تھے تو میں نے سوچا میں باہر صحن میں بیٹھ کر یہ سبزیاں کاٹ لیتی ہوں لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ میری پرائیویسی دینے کے بعد کوئی اور ان کی پرائیویسی کو ڈسٹرب کر دے گا، بس شرمیلہ خالہ ہمیشہ کی طرح منہ اٹھا کر اندر گھس گئی اور پھر توبہ توبہ استغفر اللہ، بے شک دیکھا کچھ نہ ہو لیکن اگر وہ ایک

دوسرے کے ساتھ بھی کھڑے ہوں گے ناتو شرمیلہ خالہ کو توبہ توبہ کرنے کی عادت ہوگئی، خیر اچھا ہی ہے اس عمر میں توبہ توبہ ہی کرنی چاہیے۔" وہ مزے سے بولی تھی جب کہ امی نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے واپس سے چاولوں کی طرف متوجہ ہوئی تھیں کہ نگاہ اس کے بازو پر پڑی۔

یہ ہاتھ میں تیرے کنگن کدھر سے آئے؟" ان کی نظر بہت تیز تھی، وہ" اچانک ہی اس کا بازو تھام چکی تھی جبکہ بیلا حیرت سے انہیں دیکھنے لگی تھی۔ صبح واش روم میں اس نے ایک گھنٹہ لگا کر اس کنگن کو اتارنے کی کوشش کی تھی لیکن نہ جانے یہ کنگن کون سی مٹی کا بنا تھا کہ اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ ہر شیمپو، ہر چیز استعمال کر کے اس نے چیک کیا تھا لیکن یہ کنگن اس کے بازو سے نہ نکلا، تھک ہار کر اسے صبح سے لمبے سلیوز والی شرٹ پہن لی تھی تاکہ اس کے کنگن پر کسی کی نظر نہ پڑے لیکن پھر بھی امی کی نظر اس پر پڑ گئی تھی۔

ارے امی یہ، یہ میری دوست نے مجھے گفٹ دیا تھا، وہ گئی تھی ناگھومنے کے" لیے سوات ناران تو وہاں سے میرے لیے لے کر آئی تھی۔ سوچا آج پہن لیتی

ہوں، سالگرہ کا دن ہے تو اس کا گفٹ بھی استعمال ہو جائے گا۔" وہ بہانے بازی کرنے لگی تھی جبکہ امی تو حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھیں جیسے جانچنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

بیلا یہ تو سونے کا لگتا ہے، تو نے اپنے دوست سے اتنا مہنگا تحفہ کیوں لیا؟" وہ غصے سے پوچھنے لگی تھیں، ان کی ایک عادت تھی اگر وہ کسی کو مہنگا تحفہ دے نہیں سکتی تھیں تو کسی سے لینے کے حق میں بھی نہیں تھیں اور وہ اپنی اولاد کو بھی یہی سبق سکھاتی تھیں۔

ارے امی! مہنگا کہاں ہے؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ کوئی ہزار بارہ سو کا ہی ہو گا، " زیادہ مہنگا نہیں ہو گا اور میں نے بدلے میں اس کو ایک خوبصورت سی قمیص گفٹ میں دی تھی، فکر نہ کریں اور آپ ضرورت سے زیادہ ہی پریشان ہو رہی ہیں، آج کل نا ایسے سونے کا پانی چڑھا ہوا ہوتا ہے چیزوں پر ضروری نہیں کہ وہ سونے کی چیز ہو" وہ پریشانی سے کہنے لگی تھی، سچ تو یہ تھا کہ وہ اچھا خاصا گھبرا گئی تھی۔

نہیں بیلا، مجھے تو یہ سونے کا ہی لگتا ہے، تمہیں اس طرح کا تحفہ لینا ہی نہیں چاہیے تھا۔ مجھے تو صاف لگ رہا ہے یہ سونے کا ہے اور اچھا خاصا بھاری اور پرانا زیور لگتا ہے۔" امی تو اس کی بات ماننے کو تیار ہی نہیں تھی جبکہ ریان کو بلانے والی بات پر تو بیلا کا رنگ ہی فق ہو گیا تھا۔

ارے نہیں نہیں امی، کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ میرے دوست نے مجھے گفٹ دیا ہے، وہ بھی اتنی امیر نہیں ہے کہ مجھے کوئی سونے کی چیز گفٹ میں دے گی، بس اس نے اپنے لیے بھی بالکل ایسا ہی لیا تھا تو میرے لیے بھی لے کر آ گئی تھی۔ یقین مانیں یہ ہرگز سونے کا نہیں ہے۔" وہ پریشانی سے کہنے لگی تھی جب ریان کمرے میں داخل ہو گیا شاید وہ بھی امی کی پکار سن چکا تھا ویسے بھی اس کا کمرہ کون سا دوسری دنیا میں تھا کہ وہ ان کی تیز آواز نہ سن پاتا۔

کیا ہو گیا امی؟ آپ اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ کون سے تحفے کی بات ہو رہی تھی؟" وہ بیلا کے قریب آ کر رکتے ہوئے ان کے ہاتھ سے بیلا کا ہاتھ چھڑا کر اپنے ہاتھ میں تھام چکا تھا جب کہ اس کے ہاتھ پر ہلکا سا زخم بھی اس نے

محسوس کیا تھا شاید چوڑیاں اتارنے یا پہننے میں ہو گیا ہو گا لیکن نظر اس کی بھی اس کنگن پر ہی تھی۔

"او بھائی، یہ میری سہیلی نے مجھے تحفے میں دیا ہے، اپنے لیے بھی بالکل ویسا ہی لے کر آئی تھی، میرے لیے بھی لے کر آگئی، امی کہہ رہی ہیں کہ یہ مہنگا ہے یا سونے کا ہے حالانکہ میں بھی اس کو اس کے برابر کا گفٹ دے چکی ہوں، عام سی چیز ہے، آج کل تو آپ کو پتہ ہے نا کیسے ہر نقلی چیز کو اصلی دکھایا جاتا ہے، بالکل ویسا ہی ہے، عام سی چیز ہے، امی اس کو سیریس لے رہی ہیں۔" وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا چکی تھی تاکہ ریان زیادہ دیر یا زیادہ غور سے اس کے کنگن کو نہ دیکھ سکے، حالانکہ اندازہ تو اسے بھی ہو چکا تھا کہ بالا اس کے لیے مصیبت کھڑی کر چکا ہے۔

"اوہو امی، آج کل مارکیٹ میں عجیب عجیب طرح کی چیزیں آتی ہیں، ٹھیک ہی کہہ رہی ہے یہ، نقلی چیزیں بھی بالکل اصلی جیسی دکھتی ہیں۔ اتنی پریشانی والی بات نہیں ہے، آپ خوامخواہ ہی پریشان ہو رہی ہیں۔ آپ بس جلدی سے تیار

کریں کھانے پکانے کی، مجھے تو ابھی سے ہی بھوک لگنے لگی ہے۔" وہ ان کا دھیان ہٹاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تو بیلا بھی تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی تاکہ امی کوئی اور سوال نہ کر سکے۔ ہاں لیکن اس نے ایک اور کوشش کی تھی کنگن اتارنے کی بلکہ پوری جان لگا دی تھی لیکن نہ جانے بالا نے یہ کنگن اسے کس طرح سے پہنایا تھا؟

صبح اس کی آنکھ کھلی تو سردار اس کے بالکل ساتھ ہی سو رہا تھا اس کا چہرہ انتہائی پر سکون تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اس کے چہرے کو دیکھتی رہی تھی، کل رات اس نے کافی ظلم کیا تھا اس پر یہاں تک کہ فجر تک اسے نہیں چھوڑا تھا۔ فجر میں بھی بڑی مشکل سے وہ اس سے جان چھڑا کر اٹھی تھی لیکن جب تک وہ نماز ادا کر کے واپس آتی تب تک وہ گہری نیند سو چکا تھا اور اس کا گہری نیند سو جانا ہی اس کے لیے سکون تھا۔ کل رات اس نے جو حرکت کی تھی اسے سوچ سوچ کے اسے ہنسی بھی آ رہی تھی اور خود پر حیرانگی بھی ہو رہی تھی لیکن یہ بھی حقیقت

تھی کہ وہ اس شخص سے بے پناہ محبت کرتی تھی اور وہ اس کی توجہ کہیں بھی بھٹکنے نہیں دے سکتی تھی۔ اور رات کو یہ بھی اندازہ لگا چکی تھی کہ نیچے جانے کی ضد اور شیلا کو دیکھنے کی دلچسپی جھوٹ تھی کیونکہ بعد میں سردار خود ہی سرگوشیوں میں اسے بتا رہا تھا کہ دنیا کی کوئی عورت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جس طرح کل رات سرگوشیوں میں وہ اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا، اسے بتا رہا تھا کہ وہ کتنی خاص ہے وہ خود ہی اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس کا شوہر پوری طرح سے اس کے حسن کا قیدی ہے وہ کہیں اور بھٹک کر جا ہی نہیں سکتا۔

مرد چاہے کتنا ہی طاقتور ہو کتنا ہی خوبصورت ہو اگر اس میں وفا نہ ہو تو اس کی ساری خوبیاں بیکار ہوتی ہیں لیکن دعام کے نصیب میں ایک ایسا مرد لکھا تھا جو بہت ساری خوبیوں کے ساتھ ایک وفادار انسان تھا جو اپنی تمام تر محبت اپنی تمام تر توجہ صرف ایک عورت کے لیے مرکوز رکھتا تھا جو اس کی نگاہ میں تھی اسے دنیا کی کسی عورت سے کوئی مطلب نہ تھا اسے مطلب تھا تو صرف اس سے، صرف اپنی دعام سے۔ اس کی پچھلی زندگی میں کیا ہوا تھا کیا نہیں وہ نہیں جانتی

تھی ہاں لیکن اب کچھ سوال تھے جو اسے تنگ کرنے لگے تھے۔ وہ جانتی تھی اس کے ڈاکو جی نے کوئی آسان زندگی نہیں گزاری، وہ ایک مشکل وقت گزار کر یہاں تک آیا ہے اور اس کی ماضی کی تلخیاں آج بھی اس کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ آخر اس کے ماضی میں کیا ہوا ہے، آخر کس چیز نے اسے اس طرح کا بنا دیا ہے اور اس کے ماضی کو کریدنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ اس سے کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی، اسی لیے اس نے سوچا تھا کہ وہ اس کے بارے میں سب کچھ جانیں گی، اس کی زندگی میں کیا کیا ہوا ہر چیز جاننے کا اسے حق تھا لیکن وہ اس سے کچھ بھی پوچھنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی اس نے سوچا تھا وہ سب کچھ بالا سے پوچھے گی، بالا اسے سچ بتائے گا کیونکہ بالا اس کے بچپن کا ساتھی تھا۔ بالا وہ واحد انسان تھا جو اس پر ہوئے ہر ستم کا گواہ تھا یا یوں کہنا ٹھیک رہے گا کہ اس نے بھی برابر اس کی اذیت جھیلی تھی۔ وہ اس کی زندگی کے ہر پہلو کو سمجھنا چاہتی تھی، ہر پہلو کو جاننا چاہتی تھی وہ اس کی ہر تکلیف ہر خوشی سے واقف ہونا چاہتی تھی کیونکہ اب یہ شخص صرف اس کا

شوہر نہیں رہا تھا، اس کی محبت بن چکا تھا، اس کے لیے سب کچھ بن چکا تھا، اب تو دل کی دھڑکنیں بھی اسی کے نام سے چلتی تھیں تو پھر وہ کیوں نہ جانتی اس کے بارے میں سب کچھ۔ ہاں وہ اس کے ماضی میں جھانکنا چاہتی تھی، وہ جاننا چاہتی تھی کہ آخر ایک معصوم انسان کس طرح تلخیوں کے سفر پر نکلا تھا، کس طرح اذیتوں کے راستے پر آیا تھا، اسے سب کچھ جاننا تھا۔

ooooooo

گھر پر ایک اچھا سا ماحول بنا ہوا تھا۔ کافی سارے لوگ آئے ہوئے تھے اس کے ہسپتال سے، سب اس کے لیے گفٹ لے کر آئے تھے۔ لیکن اچھی بات یہ تھی کہ کسی نے بھی اس کے نکاح کا ذکر نہیں کیا تھا۔ یقیناً رابعہ نے سب کچھ بہت اچھے سے سنبھال لیا تھا۔ ان سب کو بتا دیا تھا کہ اس کی امی کے سامنے اس چیز کا ذکر نہیں کرنا ہے۔ وہ سب کے ساتھ پر سکون بیٹھی گپے مار رہی تھی جب کھانے کا دور چلا۔

رابعہ بیٹا، تم نے جو تحفہ میری بیٹی کو دیا ہے وہ کہاں سے لیا ہے میرے بچے؟"""

امی نے اچانک سے سوال کیا تو اس نے حیرت سے امی کو دیکھا تھا، پھر رابعہ نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر سامنے بیٹھی اس کی والدہ کو۔

آنٹی میں نے کون سا تحفہ دیا؟"اس نے حیرت سے پہلے اس کی ماں کو دیکھا تھا" پھر اسے، جب اس نے اپنا بازو سامنے کر دیا، وہ کنگن اتارنے میں اب تک کامیاب نہیں ہو پائی تھی۔ہاں لیکن جلد کافی حد تک چھل چکی تھی، سرخ بھی ہو چکی تھی اور زخم سا بننے لگا تھا۔

رابعہ، جب تم ناراں گئی تھی تب تم یہ گفٹ لے کر آئی تھی نا میرے لیے؟تو" بس میں نے امی کو دکھایا تو امی کہہ رہی ہیں کہ یہ بہت زیادہ ایکسپنسیو ہے اور مجھے تم سے یہ گفٹ نہیں لینا چاہیے تھا۔"وہ اسے باتوں میں لگانے کی کوشش کرنے لگی جبکہ رابعہ کو کچھ سمجھ نہ آیا پھر کافی دیر کے بعد اس نے ہلکا سا سر کھجایا تھا۔

"یہ... یہ گفٹ... ہاں یہ... یہ میں لے کر آئی تھی نا وہ ناران سے تمہارے لیے، مجھے یاد آیا۔ وہ یہ والا گفٹ نہیں آنٹی، زیادہ مہنگا نہیں ہے۔ بس مجھے بہت زیادہ پسند آ گیا تھا تو میں اپنی سسٹر کے لیے بھی لے کر آئی تھی اور اس کے لیے بھی، یہ بھی میری بہن جیسی ہی ہے نا؟" رابعہ نے خود کو بڑی مشکل سے کمپوز کیا تھا جب کہ اس کی آنکھوں کے اشارے سمجھنا بھی رابعہ کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

"واؤ یہ تو بہت خوبصورت ہے رابعہ، تم ہمارے لیے ایسا لے کر کیوں نہیں آئیں؟" سامنے بیٹھی نتاشا نے کہا تو اس نے گھور کر نتاشا کو دیکھا تھا۔

"وہ دراصل یہ والا گفٹ میں نے بیلا کے لیے پسند کیا تھا نا، اسی لیے اسے لا کر دیا۔ یہ ایسی اینٹیک چیزیں پسند کرتی ہے نا جو تھوڑی پرانے زمانے کی لگتی ہوں، تھوڑا ابھاری پن آتا ہو، اسی لیے میں نے یہ تحفہ لیا تھا اس کے لیے، اگر تم مجھے بتا دیتی کہ تمہیں اس طرح کی چیزیں پسند ہیں تو میں بھی تمہارے لیے بھی کچھ

ایسا ہی لے کر آتی۔" اس نے نتاشا کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو کچھ حد تک ناراض لگ رہی تھی جو بھی تھا بیلا سے کہیں زیادہ دوستی اس کے ساتھ تھی۔

اچھا اب تمہیں مجھے بتانا پڑے گا کہ مجھے کیا پسند ہے اور کیا نہیں؟ بیلا کی پسند کا" تو تم نے بڑے اچھے سے خیال رکھا ہے۔" اس کے لہجے میں طنز شامل تھا جبکہ نتاشا اب اس کے ہاتھ میں موجود کنگن کو غور سے دیکھ رہی تھی جو کہیں سے بھی کوئی معمولی کنگن نہیں لگ رہا تھا۔" اس کی سہیلی نے بیلا کو اتنا مہنگا تحفہ کیوں دیا تھا؟" وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی جبکہ رابعہ خود پر یہ الزام لے کر پچھتا رہی تھی کہ نہ جانے اب نتاشا اس کا کیا حال کرنے والی تھی۔ بیلا کو تو وہ سمجھا سکتی تھی لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ بیلا نے اسے جھوٹ بولنے پر مجبور کیوں کیا تھا۔" کس نے دیا تھا اسے یہ؟" تو جس کے بارے میں وہ اپنے گھر پر نہیں بتانا چاہتی تھی؟ یہ سوال اس کے دماغ میں آیا تھا پھر اچانک ہی خیال اس ڈاکو کی طرف چلا گیا تھا جس نے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن وہ نکاح والی بات باہر نہیں لانا چاہتی تھی اور یہ بات کل رات ہی اس نے منتیں کر کے فون

پر اسے سمجھائی تھی جس کے بعد اس نے صبح ہاسپٹل آتے ہی سارے کولیگز کو بتایا تھا کہ بیلا کے گھر میں یہ بات نہیں پتہ چلنی چاہیے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔ یہ اس کے بھائی اور بھابھی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ اور اس کی امی اس وقت اسی طرح کا کوئی جھٹکا برداشت کرنے کی کنڈیشن میں نہیں ہیں جس پر سارے ہی ڈاکٹرز نے پوری طرح سے کوآپریٹ کرنے کی حامی بھر لی تھی لیکن یہاں آکر اسے کوئی اور امتحان دینا پڑے گا یہ تو اسے ابھی ہی پتہ چلا تھا۔

○○○○○○○○

"بالا بھیا! مجھے آپ سے بہت سارے سوال کرنے ہیں اور مجھے سارے سوالوں کے بالکل ٹھیک ٹھیک جواب چاہییں" وہ نیچے آتے ہوئے اسے دیکھ کر بولی تو اس نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر ہلکا سا مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دیا۔

"یعنی کہ میرا پیپر ہونے والا ہے اور اگر میں ایک بھی سوال کا غلط جواب دوں گا تو میرے نمبر کٹ جائیں گے ؟" وہ وہیں پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولا تو دعا اس کے بالکل سامنے والے پتھر پر بیٹھتی ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔

پھر تو بے فکر ہو جاؤ، میں نے آج تک اپنے نمبر کٹوانے والا کوئی جواب دیا ہی" نہیں ہے۔بتایا تھا نا تمہیں، بورڈ میں پوزیشن حاصل کی تھی میں نے، وہ بھی دن رات محنت کر کے تمہارے ڈاکو جی سے زیادہ نمبر تھے میرے۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا تو دعا م ہلکا سا مسکرائی تھی۔

ٹھیک ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ میں آپ سے جو بھی سوال کروں گی آپ" مجھے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دیں گے، نہ کچھ چھپائیں گے اور نہ ہی کوئی بہانے بازیاں کریں گے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے اب ذرا سیریس انداز میں بولی تو اس کے انداز پر بالا تھوڑا حیران ہوا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی ایسا سوال کرنا چاہتی ہے جس کا جواب بالا کے لیے مشکل ہونے والا ہے۔

مجھے اپنے ڈاکو جی کے بارے میں سب کچھ جاننا ہے، ان کی زندگی میں کیا ہوا،" ان کی زندگی کیسی تھی، کون کون تھا ان کی زندگی میں، ان کے والدین کیسے تھے، ان کی بہن کیسی تھی، ان کے رشتے ان سے کیسے دور ہوئے، مجھے سب

کچھ جاننا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو بالا نے گہری نظر سے دیکھا تھا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو، میں تمہارے سارے سوالوں کا بالکل ٹھیک جواب دوں گا۔ تمہارے ہر سوال کا بالکل ٹھیک جواب دوں گا، پورے پورے نمبر حاصل کروں گا۔" وہ ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

○○○○○○○○

پارٹی بہت اچھے سے ہو گئی تھی۔ وہ سب لوگ ڈنر کر کے ہی گئے تھے۔ جبکہ بیلا سب کو دروازے تک چھوڑتے ہوئے واپس آنے لگی تو ریان کو سامنے کھڑے دیکھا تھا۔ وہ زیادہ ان کی محفل میں نہیں بیٹھا تھا اور نہ ہی وہ زیادہ اس کے دوستوں کے پاس آتا جاتا تھا۔ وہ اپنی پارٹی انجوائے کر رہی تھی جبکہ رباب بھی کافی خوش تھی۔ لیکن یقیناً ان کے بیچ ہوتی گفتگو کی آواز ریان کے کمرے میں جا رہی تھی۔ آج خاص اس کے لیے اس نے چھٹی کی تھی۔ بلکہ اوپر چھٹی بھی نہیں کی تھی، بس تھوڑی دیر کے لیے گیا تھا اور پھر واپس آ گیا تھا۔ اور صبح سے

ہی وہ اسے خوب تنگ کر رہا تھا لیکن اب جس انداز میں وہ اس کے سامنے کھڑا تھا بیلا کو کچھ پریشانی محسوس ہوئی۔

آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں بھائی؟ جلدی سے اندر چلیے نا، آپ نے کچھ نہیں" کھایا، آیئے ڈنر کر لیجیے۔ میں نے تو خوب کھانا کھا لیا ہے، اب تو کچھ بھی کھانے کی گنجائش نہیں، آپ ڈنر کر لیجیے پھر میں آپ کو مزیدار سی چائے بنا کر پلاتی ہوں۔ میرا برتھ ڈے بہت اچھا گزرا، تھینک یو میرا برتھ ڈے اتنا اسپیشل بنانے کے لیے۔" اس نے آہستہ سے اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بنائے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے تھے۔

میں چاہتا ہوں میری بہن ہمیشہ خوش رہے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ" میری وجہ سے کہیں نہ کہیں تمہاری خوشیوں کو نظر لگ گئی ہے لیکن اس مسئلے کا حل میں نکال لوں گا۔ پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کنگن تمہیں کہیں اس ڈاکو بالا نے تو نہیں دیا؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگا تھا جس پر اس نے حیرانگی سے اپنے بھائی کو دیکھا، اسے کیسے اندازہ ہوا تھا وہ نہیں جانتی تھی ہاں لیکن وہ اس سے

جھوٹ نہیں بول سکتی تھی، اس نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا، اس کے علاوہ وہ کر ہی کیا سکتی تھی؟

"اسی نے دیا ہے، کل رات وہ یہاں آیا تھا ہمارے گھر میں، اس نے زبردستی مجھے یہ کنگن پہنایا اور میں صبح سے اسے اتارنے کی ہر ممکن کوشش کر چکی ہوں لیکن یہ میرے ہاتھ سے نکل ہی نہیں رہا۔ میری جان کا عذاب بنتا جا رہا ہے۔ میں اس کا فون نہیں اٹھاتی ہوں تو ہسپتال آ جاتا ہے، اگر ہسپتال سے جان چھڑا کر گھر پر بیٹھتی ہوں تو گھر آ جاتا ہے۔ میری زندگی کو عذاب کر دیا ہے اس نے، بھائی کچھ کریں میری جان چھڑوائیں اس سے۔ پہلے وہ نکاح کے لیے راضی نہیں تھا تو مجھے لگا کہ میرے لیے اتنا بڑا مسئلہ نہیں بنے گا لیکن اب ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مجھے اپنی زندگی عذاب محسوس ہو رہی ہے، وہ شخص میری جان کو آ گیا ہے۔ کل رات وہ مجھے اپنی ماں کا یہ کنگن پہنا کر گیا ہے جسے میں اتارنے کی ہر ممکن کوشش کر چکی ہوں لیکن میرے ہاتھ سے نکل ہی نہیں رہا۔" وہ

ایک دفعہ پھر سے اپنے زخمی ہاتھ کو دکھانے لگی توریان نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

ریلیکس ہو جاؤ بیلا پلیز، پینک مت ہو، میں کچھ کرتا ہوں۔ بات کرتا ہوں اس" سے، میرے خیال میں یہ معاملہ غصے سے حل نہیں ہو سکتا، مجھے اس سے نرمی سے بات کرنی ہو گی، اسے سمجھانا ہو گا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے آسان نہیں ہے، امید تو نہیں ہے کہ وہ میری بات کو سمجھے لیکن ایک کوشش کرنے میں "کوئی حرج نہیں ہے، میں سردار سے بات کروں گا۔

بھائی مجھے لگتا ہے آپ کو رباب آپی سے بات کرنی چاہیے، وہ دعام سے بات" کریں گی۔ آپ نے ہی تو کہا تھا سردار اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے تو ہو سکتا ہے سردار، دعام کی بات کو سمجھ جائے اور پھر سردار کی بات تو بالا بھی مان جائے گا نا۔ میرا نہیں خیال کہ ہمیں اس معاملے کو کسی اور طرف لے کر جانا چاہیے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی توریان نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا، وہ ٹھیک کہہ رہی تھی جس طرح وہ معاملے کو غصے سے حل کرنے کا سوچ رہے

تھے اس طرح یہ معاملہ حل نہیں ہونا تھا۔ آرام سکون سے بیٹھ کر ہی اس مسئلے کا کوئی حل نکلنا تھا۔

○○○○○○○○

ماضی

"پکڑو ٹھیک سے اس پستول کو، ایسے نیچے کی طرف رکھ اور یہ ایسے دبائے گا نا تو زور سے 'ٹھا' کی آواز آئے گی۔"

11 سالہ بالا اس کے پاس کھڑا تھا جبکہ 12 سالہ دلدار ہر ممکن کوشش سے ٹریگر کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس میں شاید اتنی جان ہی نہیں تھی کہ وہ اس کو دبانے میں کامیاب ہو پاتا۔

"ایک نمبر کا نکما ہے تو، لا دے مجھے میں کوشش کرتا ہوں۔" وہ اس کے ہاتھ سے پستول چھینتے ہوئے اس کا رخ زمین کی طرف کرتا زور لگا رہا تھا لیکن اس

معاملے میں وہ بھی نکما ہی ثابت ہوا تھا جب اچانک ہی پردہ ہٹا کر سردار دلاور اندر داخل ہوا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟" سخت اور کرخت آواز میں سوال کیا گیا تو وہ دونوں کانپ اٹھے تھے۔

"بابا وہ..."

"کیا یہ؟ میری پستول تم لوگ چرا کر لے کر آئے ہو یہاں؟" وہ غصے سے دہاڑا۔ جب کہ بالا جو پستول پیچھے چھپانے کی کوشش کر رہا تھا فوراً ہی اس کے ہاتھ سے پستول چھوٹ کر زمین پر گری تھی۔ جب اچانک ہی یوسف نے آگے بڑھتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ بالا کے منہ پر لگا چکا تھا۔

"ابا..." وہ چیخ کر زمین پر گرا تھا جب کہ اپنے دوست کی حالت پر پریشان ہوتا دلدار بھی پیچھے ہٹتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"سردار، تمہاری پستول یہ رہی، ان دونوں نے ہی چوری کی تھی اور ان دونوں کو سزا ہوگی۔" یوسف نے دونوں کو خونخوار نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ہاں سزا تو ہوگی انہیں کیونکہ انہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ ان کی دنیا پستول بندوقوں اور ڈکیتی سے دور ہے۔" سردار غصے سے بولا تو دلدار نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر اٹھ کر کھڑا ہوتا اس کے سامنے آگیا۔

"کیوں بابا کیوں؟ ہماری زندگی الگ کیوں ہے؟ آپ ڈاکو ہیں، ڈکیت ہیں تو ہم آپ کی اولاد ہیں۔ ہم ویسے کیوں نہیں جیسے آپ ہیں؟ کیوں ہمیں کتابیں پکڑائی جارہی ہیں؟ کیوں یہ قلم ہمارے ہاتھ میں تھمائے جارہے ہیں؟ آپ نے دیکھا اس قبیلے میں کوئی اور آپ کی یا یوسف چچا کی طرح اپنے بچوں کو تعلیم دلوا رہا ہے؟ ہمارے سر پر پڑھائیاں ڈال کر آپ لوگ ہمیں ہمارے اصل سے کیسے دور کرسکتے ہیں؟ آپ ڈکیت ہیں تو آپ کی اولاد بھی ڈکیت..."

"چٹاخ..." وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب اچانک سردار کا ہاتھ اٹھتا اس کے رخسار پر جا لگا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین پر گرتا سردار نے اسے قابو کرتے ہوئے

اگلے ہی لمحے گھسیٹ کر باہر قبیلے کی طرف قدم بڑھائے تھے جبکہ پیچھے یوسف اپنے بیٹے بالا کو بھی گھسیٹ کر لا رہا تھا۔

سردار سائیں یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" زائرہ تیزی سے آگے ہوئی تھی، اپنے" معصوم بچے کو اس طرح سے گھسیٹتے باہر لانے پر وہ تڑپ کر اسے اپنے حصار میں لے چکی تھی جب کہ پیچھے سے بالا کو بھی اس نے پکڑ کر اپنے قریب کھینچ لیا تھا کیونکہ صدف یہاں باہر نہیں تھی یقیناً اپنے بیٹے کی حالت پر وہ بھی تڑپ اٹھتی۔

اتنی سی عمر میں ڈکیتیاں شروع کر دی ہیں تمہاری اولاد نے، کیا کہا تھا تم نے" اسے پڑھانا چاہتی ہو، بڑا افسر بنانا چاہتی ہو، تم چاہتی ہو کہ تمہارا بیٹا ڈکیتیاں نہ کرے بلکہ فوج میں جائے تو تم دیکھ لو اپنے بیٹے کی حالت، ابھی سے ڈکیتیاں کرنا شروع کر دیا ہے، میرے کمرے سے میری پستول اٹھا کر اس خیمے میں لے کر گیا تھا اور دونوں اسے چلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کیا کہہ رہی تھی تم بیگم؟ مر جاؤں گی لیکن اپنے بچے کو چوری ڈکیتی سے دور کرو گی؟ تو کیوں نہیں

کر رہی دور؟ تم تو اپنے بچے کو پڑھانا چاہتی تھی نا؟ کیا پڑھا رہی ہو تم؟ جواب دو مجھے۔" وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو زائرہ نے سر جھکا کر اپنی اولاد کو دیکھا تھا۔

تمہارا بیٹا زبان دراز ہو گیا ہے، کہتا ہے کہ اگر اس کا باپ ڈکیت ہے تو وہ ڈکیت کیوں نہیں، وہ اپنا مقابلہ اس قبیلے کے باقی لوگوں کے بچوں سے کرتا ہے۔ یہ لوگ جو ہیں اپنی اولاد کو وہی بنانا چاہتے ہیں،" اس نے قبیلے میں موجود کئی لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جن میں سے کچھ لوگ سینہ تانے کھڑے تھے تو کچھ لوگوں کی نگاہیں اس بات پر جھک رہی تھی کہ ان کی اولاد بھی اندھیرے میں نکل رہی تھی۔

تو یہ قصور آپ کا ہے سردار، اس قبیلے کے سردار آپ ہیں، ان بچوں کے ہاتھوں میں کتابیں پکڑانے کے بجائے کیوں بندوقیں پکڑائی جا رہی ہیں؟ اس کی جوابدہ میں نہیں آپ ہیں۔ میرا بچہ جو دیکھ رہا ہے وہ کر رہا ہے، بالا اور دلدار جو دیکھ رہے ہیں اس طرف جا رہے ہیں، اگر میں انہیں روکنے کی کوشش کرتی

بھی ہوں تو جب تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب ان کے سامنے سے یہ چیزیں ہٹاؤں گی نہیں۔ یہ بچے، بچوں کے بیچ میں رہ کر بگڑ رہے ہیں تو یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ کے قبیلے کے بچے کیوں اندھیرے میں جا رہے ہیں، مجھ پر سوال اٹھانے سے پہلے خود پر سوال اٹھایئے۔" وہ دلدار اور بالا دونوں کے چہروں پر تھپڑوں کے نشان دیکھ چکی تھی، یقیناً مار کھا کر ہی آئے تھے دونوں صاحبزادے، اس نے دونوں کو سختی سے گھورتے ہوئے اپنے ساتھ لگایا تھا اور پھر قدم بڑھاتے ہوئے اپنے خیمے کی طرف چلی گئی۔

جب کہ پیچھے سے آنے والی آواز نے اس کے قدم روک دیے تھے۔

میں ڈاکو سردار دلاور یلغار، آج سے حکم دیتا ہوں کہ اس قبیلے میں کسی بچے کے" ہاتھ میں کوئی بندوق نہیں ہونی چاہیے۔ اس قبیلے میں جتنے بھی بچے 18 سال سے کم ہیں، سب پڑھائی کریں گے، اگر پڑھائی نہیں کرتے تو بھی ان کے ہاتھوں میں مجھے کوئی اسلحہ کوئی بارود نظر نہیں آنا چاہیے۔ اگر مجھے کسی بچے کے ہاتھ میں اس طرح کی کوئی نقصان دہ چیز نظر آئی تو اس کے والدین کے ہاتھ

کٹوا دوں گا۔ اگر اپنے بچوں کو سیدھے راستے پر نہیں لگا سکتے تو کل سے بھیجو انہیں زائرہ کے پاس وہ پڑھائے گی سب کو، قبیلے کا کوئی بچہ ان پڑھ نہیں ہونا چاہیے۔"

لیکن سردار..." ایک آدمی نے کچھ کہنا چاہا تھا جب سردار نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کر دیا۔

" یہ سردار کا حکم ہے اگر کسی نے میرے حکم پر اعتراض اٹھایا تو وہ اس قبیلے سے جا سکتا ہے۔" سردار حکم سنا تا وہاں سے نکلا تھا جب کہ زائرہ نے مسکرا کر دلدار اور بالا کو دیکھا تھا جو دونوں ہی منہ سجائے کھڑے تھے۔

○○○○○○○○

حال

" سر کل آپ کیوں نہیں آئے؟ سینیئر آفیسر ز نے آپ کو کہا تھا کہ کل کی سرمنی میں آپ نے ضرور آنا ہے۔ وہاں آپ کا نام لیا گیا، آپ وہاں نہیں تھے،

آپ کی جگہ آپ کا میڈل اور پرموشن نوٹس طارق صاحب لے کر آئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی یونیفارم کے لیے بہت خوبصورت ستارہ بھی بھیجا گیا ہے۔" اس نے ایک ویلوٹ کی ڈبی اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی جس پر ریان نے صرف آنکھیں گھمائی تھیں۔

"اٹھاؤ یہ سب کچھ یہاں سے اور یہ پرموشن لیٹر بھی ہٹاؤ، کس کی اجازت سے لے کر آئے ہو تم یہ سب کچھ یہاں پر؟ کیا میں نے کہا کہ مجھے یہ سب کچھ چاہیے؟" وہ غصے سے ستارہ اٹھا کر ایک طرف پھینکتا میڈل اور پرموشن بھی اپنے ٹیبل سے نیچے کر چکا تھا جبکہ اس کی اس جسارت پر سینیئر آفس سے نکلتا انسپیکٹر طارق بھی حیران رہ گیا تھا۔

"انسپیکٹر اکرم، یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تم اس نعمت کی بے حرمتی کر رہے ہو، دماغ ٹھکانے پر ہے تمہارا؟ یہ کوئی معمولی ستارہ نہیں تمہاری وردی پر لگنے والا ستارہ ہے، تمہیں ایک نئی پوزیشن پر لے کر جانے والا ہے اور یہ میڈل تمہاری

بہادری کا انعام ہے اور جس پر موشن لیٹر کو اٹھا کر نیچے پھینک دیا ہے اس میں 50 لاکھ کا چیک ہے جو تمہاری زندگی بدل سکتا ہے۔" وہ غصے سے دہاڑا تھا۔

کیا میں نے کسی کو کہا کہ میری زندگی بدلی جائے؟ کیا میں نے کسی کو کہا کہ مجھے" یہ پروموشن لیٹر دیا جائے یا پھر میں نے کسی سے یہ ستارہ مانگا ہے؟ مجھے میری یونیفارم پر کوئی ستارہ نہیں چاہیے تب تک نہیں جب تک میں خود اپنی محنت سے نہ کماؤں اور یہ میڈل اس کو پہنائیں جس نے یہ کام کیا ہے، یہ میری چیز نہیں ہے۔ اور پلیز جب میں نے کہہ دیا تھا کہ مجھے اس طرح کی کسی سرمنی میں شامل نہیں ہونا تو آپ بار بار کل مجھے کال کیوں کرتے رہے؟ جب میں نے کہہ دیا کہ میرا اس چیز سے کوئی تعلق نہیں ہے، میں اس پوسٹ کو ڈیزرو ہی نہیں کرتا تو آپ لوگ مجھے کیوں فورس کر رہے ہیں؟ اس دن اس قبیلے میں جو کچھ بھی ہوا تھا وہ کسی پولیس فورس کی ہمت کی وجہ سے نہیں ہوا تھا بلکہ ایک سازش کے تحت ہوا تھا جس کا ابھی تک مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ سازش کس نے کی ہے، ہاں لیکن یہ ایک انتہائی گھٹیا حرکت تھی کیونکہ میں وہاں کارروائی کے لیے نہیں

بلکہ معلومات کے لیے گیا تھا، میں نے کوئی پلاننگ نہیں کی، میں نے کسی کو اپنے ساتھ شامل نہیں کیا تھا، پولیس فورس وہاں کیسے آئی میں نہیں جانتا، مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ وہاں پر دو بے گناہ مارے گئے جو صرف اور صرف حق سچ کی گواہی دے رہے ہیں میرا افسوس ختم نہیں ہوتا سر اور جب تک میں ان لوگوں کو انصاف نہ دوں تب تک نہ مجھے یہ پرموشن چاہیے اور نہ ہی میڈل ستارے۔" وہ غصے سے بپھرتے ہوئے ہر چیز کو وہیں چھوڑتا پولیس اسٹیشن سے باہر نکل گیا تھا، یقیناً اسے اپنا دماغ پرسکون کرنا تھا۔ہاں لیکن انسپیکٹر طارق کو بہت غصہ آیا تھا اس کی بدتمیزی پر، لیکن کہیں نہ کہیں وہ خوش بھی ہو گیا تھا کیونکہ اگر وہ اس پرموشن سے انکار کر رہا تھا تو مطلب یہی تھا کہ وہ اب بھی اس کا جونیئر آفیسر تھا نہ کہ اس کے برابر کا رتبہ رکھنے والا، اور یہ بھی حقیقت تھی کہ اس انسان کی اکڑ اسے زہر لگتی تھی، اسے جھکانے میں اسے مزہ آتا تھا اور جب تک وہ اس سے نیچے کی پوسٹ پر تھا تب تک وہ اسے دبا کر ہی رکھنے والا تھا۔

○○○○○○○○○

دعام واپس کمرے میں داخل ہوئی تو سردار ابھی تک بیڈ پر ہی لیٹا ہوا تھا ہاں لیکن اب وہ جاگ رہا تھا، اور فریش بھی ہو چکا تھا۔ وہ ہلکی سی مسکرا کر اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے وہی بیڈ پر بیٹھ کر اس سے کچھ کہنا چاہ رہی تھی جب وہ اسے اپنے قریب کرتے ہوئے اس کی گود میں اپنا سر رکھ گیا۔

یہ صبح صبح کہاں چلی گئی تھی ؟کب سے تمہارا واپس روم میں آنے کا انتظار کر" رہا ہوں، ناشتہ کیا تم نے ؟"اس کے ہاتھوں کو اپنے بالوں میں رکھتے ہوئے وہ نرمی سے پوچھنے لگا تو دعام نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہاں، میں نے بالا بھیا کے ساتھ ناشتہ کیا ہے، انہی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی" "باتیں کر رہی تھی آپ کے بارے میں۔

میرے بارے میں ؟میرے بارے میں کیا بات کر رہی تھی ؟میرے بارے" میں جو بات کرنی ہے مجھ سے کرو نا، بالا سے کیا کرنی تھی باتیں... ؟میرے بارے میں جو بھی جاننا ہے مجھ سے جان سکتی ہو، میں سب کچھ بتاؤں گا۔" وہ

اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو کھول کر اس کی لکیروں پر اپنی انگلی پھیرتے ہوئے کافی مصروف لگ رہا تھا۔

میں ان سے آپ کے بچپن کے بارے میں پوچھ رہی تھی، آپ کے بابا کافی" سخت طبیعت کے تھے، تھوڑا سا بتایا انہوں نے پھر کوئی مہمان آگیا ان سے ملنے "کے لیے گئے تو میں اوپر آگئی۔

کیا؟ اس نے کیا بتایا میرے بابا سخت طبیعت کے تھے؟" وہ اچانک اٹھ کر بیٹھتے" ہوئے بولا، اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی جیسے اسے بالا کی بات غلط لگی ہو لیکن کچھ حد تک اس بات میں صداقت ہو۔ اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا جبکہ جس طرح ایکسائٹڈ ہو کر وہ اٹھ کر بیٹھا تھا دعام بھی ایکسائٹڈ ہو گئی تھی۔

ارے بکواس کرتا ہے، میرے بابا بہت اچھے تھے، بہت پیارے تھے، مجھ" "سے بہت پیار کرتے تھے، بہت بہت بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔

○○○○○○○○

ماضی

دلدار... میرا کاکا سائیں، اچھا کھانا تو کھا لے" وہ پیار سے اس کے بالوں کو" چومتے ہوئے اسے منا رہا تھا جب کہ وہ بستر میں گھسا اپنے باپ کی کسی بات کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ اس کے گال پر اب تک تھپڑ کا نشان تھا۔

کوئی کاکا واکا نہیں ہوں میں، جب تھپڑ مار رہے تھے تب نہیں یاد آیا اپنا کاکا؟" اب آ گئے ہیں جھوٹا موٹا لاڈ کرنے کے لیے۔ چلے جائیں یہاں سے، مجھے اپنی پڑھائی کرنی ہے، بہت سارا سبق دیا ہے اس عورت نے مجھے۔" وہ غصے سے بولا تو زائرہ جو اس کی پلیٹ لیے سر پر کھڑی تھی، گھور کر دلاور کو دیکھنے لگی تھی جو ہلکا سا مسکرا دیا۔

ارے ارے کون سی عورت کے بارے میں بات کر رہے ہو؟" وہ جس انداز" میں بولا تھا سردار کو شک ہوا کہ وہ کسی اور کے ہی بارے میں بات کر رہا ہے، اپنی ماں کے بارے میں نہیں۔

وہی عورت جیسے آپ اپنی بیوی کہتے ہیں اتنا ڈانٹا مجھے، کان بھی مروڑا میرا۔" "وہ سیدھا ہوتے ہوئے بتانے ہی لگا تھا جب اپنے سر پر کھڑی اپنی ماں کو دیکھتا میسنی سی شکل بنا گیا۔

میں تمہاری بھلائی چاہتی ہوں میرے بچے، میں کوئی دشمن تھوڑی ہوں" تمہاری؟ میں نے تمہیں ڈانٹا تھا کہ باقی سارے قبیلے کے بچے بھی اچھے سے پڑھائی کریں، جب انہیں یہ لگے گا نا کہ میں اپنے بچے کو اس طرح سے ڈانٹتی ہوں تو وہ سب لوگ بھی پڑھائی پر توجہ دیں گے اور میری بات کو ذرا سنجیدگی سے لیں گے۔" وہ پیار سے اس کے پاس بیٹھتی اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولی تھی۔

ہاں مطلب دوسروں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لیے اپنے بچے کو دھو" ڈالو، قسم سے بابا میں اتنے اچھے سے پڑھائی کر رہا تھا۔ بلکہ میں آپ کو کیوں بتا رہا ہوں؟ آپ نے تو مجھے تھپڑ مارا تھا۔" وہ غصے سے بستر سے اٹھنے لگا یعنی وہ دونوں سے ہی ناراض تھا۔

بابا، بھیا ناراض ہے تو اس کے حصے کی کھیر میں کھالوں؟" اسے ناراضگی سے باہر نکلتے دیکھ کر اشم فوراً بولی تھی جب کہ اس سے پہلے کہ وہ دونوں ہی اسے اجازت دیتے، وہ اندر داخل ہوتا اپنی ماں کے ہاتھ سے کھیر کا کٹورا لے کر باہر نکلا تھا۔

میں مر جاؤں لیکن اپنی کھیر پر گندی نظر رکھنے والی بطخ، تجھے ذرا بھی نہیں دوں گا۔" وہ کہتے ہوئے باہر نکلا تھا جب کہ وہ اگلے ہی لمحے اس کے پیچھے دوڑ گئی تھی۔ جبکہ زائرہ اور سردار ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیے تھے۔

oooooo

وہ نوٹ کر رہی تھی کہ اپنے ماں باپ کا ذکر کرتے ہوئے وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ دونوں ندی پر بیٹھے تھے جبکہ سردار اسے اپنے بچپن کے قصے سنا رہا تھا۔ اس کے لبوں پر مسلسل ایک مسکراہٹ تھی، اپنے ماں باپ کو یاد کرتے ہوئے اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ سامنے ہاتھ میں پکڑے

پیکٹ سے مچھلیوں کو خوراک ڈالتے ہوئے وہ اسے یہ بھی بتا رہا تھا کہ وہ بچپن سے یہ کام کرتا آیا ہے۔

"میرے بابا کو بہت پسند تھا جب میں ان مچھلیوں کو کچھ کھانے کو دیتا تھا۔ میں اپنا سارا کھانا بچا کر لاتا تھا کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ اللہ نے ان لوگوں کا کھانا میرے کھانے میں ڈال دیا ہے اسی لیے میرے پاس زیادہ خوراک آجاتی ہے، پھر مجھے دیکھتے ہوئے اشم بھی یہی کام کرنے لگی۔ اسے بھی اچھا لگتا تھا وہ اپنے ننھے ہاتھوں سے ان مچھلیوں کی بھوک مٹاتی تھی۔"

"مطلب یہ ندی ہمیشہ سے یہاں ایسے ہی ہے؟" وہ اس کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے بولی تو سردار نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں یہ ندی ہمیشہ سے ایسے ہی ہے اور اس ندی کے ساتھ جڑی ہوئی یادیں بھی ایسی ہی ہیں اور یہیں پر ہم بھی اپنی بہت ساری یادیں بنائیں گے، ہمارے بچے بھی یہیں آیا کریں گے۔ جس طرح میں اور میری بہن سارا دن یہاں

وقت گزارتے تھے بالکل اسی طرح ہمارے بچے بھی گزارا کریں گے۔" وہ نرمی سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولا تو دعام کی مسکراہٹ ماند سی پڑ گئی تھی۔

کیا ہوا، یہ چہرہ مرجھا کیوں گیا؟" وہ اسے اچانک پریشان دیکھتے ہوئے پریشان" ہو گیا تھا جبکہ دعام کی آنکھوں میں نمی اسے مزید الجھن میں مبتلا کر گئی تھی۔

اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا، وہ تو اتنی پیاری باتیں کر رہے تھے پھر اس کی آنکھوں کی نمی...؟

ڈاکو جی! میں بہت بری ماں ہوں، میں ایک نہ تو اچھی بیوی بن سکی اور نہ ہی" ایک اچھی ماں، میں ایک عورت بھی نہیں بن سکی، میں اپنے بچے کی حفاظت نہیں کر سکی، میں آپ کی امانت کی حفاظت نہیں کر سکی، آپ کے بچے کو اس دنیا میں نہیں لا سکی۔ مجھے تو پتہ بھی نہیں تھا کس طرح سے کچھ ہو جائے گا، کاش میں اس دن کمرے میں ہی رہتی، کمرے سے باہر نہ نکلتی تو وہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ ساری غلطی میری ہی ہے، وہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔ آج ہم

اب تک بے اولاد ہیں تو صرف اور صرف میری اس غلطی کی وجہ سے ورنہ اب تک تو ہم اپنے بچے کا انتظار کر رہے ہوتے۔"

وہ اس کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے رو دی تھی، آخر آج وہ بات باہر آ ہی گئی تھی جو سردار نہیں لانا چاہتا تھا، وہ اس ٹاپک کو نہیں چھیڑنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا یہ ٹاپک اس کی تکلیف کی وجہ بنے گا۔

"سجن سائیں! اس طرف دیکھو، دیکھو میری طرف، کیا تمہیں میری آنکھوں میں کوئی گلا نظر آتا ہے؟ کیا میں نے تم سے کوئی شکوہ کیا؟ کیا میں نے تم سے یہ کہا کہ تمہارا کوئی قصور ہے؟ وہ اللہ کی امانت تھی، اللہ نے لے لی۔ ہاں میں جانتا ہوں کچھ غلطیاں ہماری بھی ہیں لیکن ابھی اگر اللہ نے ہی ہمارے مقدر میں صاحبِ اولاد ہونا نہیں لکھا تو پھر اس کی مرضی کے بنا بھلا کچھ کیسے ہو سکتا ہے؟ بے شک ہر چیز میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے۔ اگر وہ ہماری اولاد اس دنیا میں آ بھی جاتی اور پھر کسی وجہ سے چھن جاتی تو سوچو اس تکلیف کا کوئی ازالہ نہ ہوتا، ابھی ہم صبر کر لیں گے، آنے والی اولاد کا انتظار کر لیں گے، اللہ کی طرف سے

پھر سے رحمت کے منتظر ہو جائیں گے لیکن اگر وہ اولاد ہمارے پاس آ جاتی،

ہمیں اس کی عادت ہو جاتی، ہم اسے دیکھ لیتے تو یقین کرو صبر کرنا مشکل ہو

جاتا۔ اس لیے جو بھی ہوا بھول جاؤ، آگے بڑھو۔ اس طرح کے معاملوں میں

ہمارا کوئی زور نہیں ہے، جو ہوا سو ہوا، خیر میں تمہیں اپنے بابا کے بارے میں بتا

رہا تھا۔ اف تمہیں معلوم ہے اشم پڑھائی میں کتنی کمزور تھی، ویسے تو میں بھی

کوئی بہت لائق فائق بچہ نہیں تھا لیکن اشم کا تو الگ ہی لیول تھا۔ اتنی نالائق تھی

کہ سب لوگ اسے باری باری پڑھاتے تھے لیکن مجال تھی کہ کوئی بھی لفظ اس

کے دماغ میں جا پاتا۔ امی تو کہا کرتی تھی کہ اس کو سبق گھول کر پینا پڑے گا تب

ہی اسے کچھ یاد ہو گا ورنہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کچھ کر لے۔" وہ ایک دفعہ پھر

سے ماضی کی خوبصورتی میں کھونے لگا تو دعام بھی اس کے چہرے کو دیکھنے لگی

تھی جہاں ایک گہرا سکون تھا۔

○○○○○○○○○○

ماضی

ٹھیک سے پڑھو، تمہارے نخرے دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں، ایک لفظ ٹھیک سے یاد نہیں کرتی ہو تم، ادھر دیکھو تمہارا بھائی کیسے محنت کر رہا ہے، ذرا سا غور نہیں کرتی ہو تم پڑھائی پر، ابھی تک قاعدے پر ہو تم، دلدار تمہارے جتنا تھا تب تیسرے سپارے پر پہنچ گیا تھا۔"

زائرہ اشم کو اپنے ساتھ بٹھائے پڑھا رہی تھی جب کہ وہ پڑھائی پر کم باقی چیزوں پر زیادہ غور کرتی تھی۔ اس کا دھیان ہی نہیں جاتا تھا پڑھائی کی طرف حالانکہ سردار کی لاڈلی ہونے کی وجہ سے اس پر غصہ ذرا کم کیا جاتا تھا، وہ تو پورے قبیلے کی ہی جان تھی۔ ہر کوئی اس سے بہت محبت سے پیش آتا تھا کیونکہ سب کو پتہ تھا کہ سردار کی اس میں جان بسی ہے۔ اور اس کے معاملے میں سردار کبھی کبھار زائرہ پر بھی غصہ کر جاتا تھا اسی لیے وہ اسے بالکل بھی نہیں ڈانٹتی تھی لیکن کبھی کبھی پڑھائی کے دوران وہ سختی کر جاتی تھی۔ جس طرح ابھی وہ اس پر سختی کر رہی تھی اور وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی تھی۔

نخرے مت کرو، سیدھی طرح سے پڑھائی کرو، پڑھائی کے معاملے میں میں" نے تمہارے بھائی کو نہیں چھوڑا تو تمہیں کیوں چھوڑوں گی؟ اپنی پڑھائی پر دھیان دو۔ آج تمہارے بھائی کا رزلٹ آنے والا ہے، نہ جانے اس کا رزلٹ کیا بنے گا پھر آگے میٹرک میں تو اور بھی زیادہ مسائل پیدا ہو جائیں گے۔" وہ کافی پریشان بھی تھی، وہ چاہتی تھی اس کے بچے پڑھیں لکھیں لیکن قبیلے میں پڑھائی کروانے کے بعد پرائیویٹ پیپر دلوانا اپنے آپ میں ہی ایک مشکل کام تھا جبکہ وہ چاہتی تھی کہ قبیلے کے سارے بچے ہی پڑھ لکھ کر کچھ نہ کچھ بن جائیں، ڈکیتی کی طرف نہ جائیں جو ان کے بڑے بزرگوں نے مجبوری کی خاطر کام شروع کیا، وہ ان کا پیشہ نہ بن جائے، ان کا خاندان نہ بن جائے۔

وہ اپنی ساری پڑھائی کو انہی بچوں پر لگا رہی تھی، دن رات ان بچوں پر محنت کر رہی تھی، صرف اپنے بچوں پر نہیں بلکہ قبیلے کے سارے بچوں کو وہ یہیں بٹھا کر پڑھاتی تھی اور پھر ان کے پرائیویٹ پیپر بھی دلواتی تھی تاکہ ان کا کچھ نہ کچھ بن جائے۔ کہنے کو اس قبیلے میں آئے ہوئے تیرہ برس گزر چکے تھے، تیرہ برس

پہلے اس کے اپنے ہی سگے بھائی نے اسے اس کے جیٹھ کے ہاتھوں بیچ دیا تھا۔ وہ دن بھولنے والا نہیں تھا۔ وہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی، بھائیوں کی جان تھی، سارے ہی بھائی اس سے بے تحاشا محبت کرتے تھے۔ ان بھائی بہنوں میں بہت محبت تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ حالات نے انہیں بہت برے حالات میں پہنچا دیا تھا اور پھر جب یہ بات کھل کر سامنے آئی تھی کہ ان کے دونوں بڑے بھائی در حقیقت اس کے سگے بھائی نہیں بلکہ اس کے ابا کی پہلی شادی میں سے دو اولادیں ہیں، سب کچھ بدلنے لگا تھا۔ بلکہ اس کے دونوں بھائی ہی بدلنے لگے تھے، اس کا اپنا سگا بھائی تعلیم کے لیے بڑے شہر جا چکا تھا، وہ وہیں پڑھائی لکھائی کر رہا تھا جب اچانک ایک دن ابا کا انتقال ہو گیا، ابا کے انتقال کے بعد دونوں بھائیوں نے اسے بوجھ ہی سمجھا تھا۔ اس کے بھائیوں نے تو ایسے نظریں بدلیں تھیں کہ وہ خود ہی حیران رہ گئی تھی، وہ اسے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے تھے۔ ماں تو سالوں پہلے ہی ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

ایف اے کے بعد اس کا آگے پڑھنے کا ارادہ تھا لیکن اس کے دونوں بھائیوں نے اسے گھر کی حدود تک قید کر لیا تھا۔ رضوان خود بھی آکر پریشان ہو جاتا کہ آخر دونوں بڑے بھائی اس کی بہن کے ساتھ کر کیا رہے تھے لیکن وہ بھی ان دونوں سے چھوٹا تھا، ان کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا تھا اور پھر اچانک ہی ایک دن وہ پانی بھرنے گئی تو وہاں پر ایک ڈکیت کی نظر اس پر پڑ گئی۔ راغیل عرف راگا علاقے کا جانا مانا ڈکیت تھا جس کی کارروائیوں کی کوئی انتہا نہ تھی، آئے دن وہ کچھ نہ کچھ ایسا کرتا رہتا جس کی وجہ سے گاؤں میں اس کا ڈر بنا رہے۔ ڈکیتوں کا قبیلہ پورا ہی ان کے گاؤں کے لیے وحشت کی نشانی تھا اور راگا ڈاکو وہاں کا سردار۔ اسے کنوئیں پر پانی بھرتے دیکھ کر وہ اس پر ایسا عاشق ہوا تھا کہ سیدھا اس کے گھر پر آ پہنچا۔ اس کے دونوں بھائی آج کل بے روزگار تھے ایسے میں راگا ڈاکو نے جس طرح آکر ان کے سامنے نوٹ اور زیورات پھینکے تھے، وہ حیران رہ گیا تھا۔ اس نے ان ساری چیزوں میں اپنے چھوٹے بھائی کو

بھی شامل نہ کیا تھا، اسی دن جب راگاڈاکو اس کے سامنے پیسوں کا انبار لے کر آیا اسی دن اس نے بنا سوچے سمجھے اپنی سوتیلی بہن کو ان کے حوالے کر دیا تھا۔

زائرہ صرف 16 سال کی تھی، ایسے میں راگاڈاکو نے جس طرح اسے خرید کر اپنی منظور نظر بنانے کا فیصلہ کیا تھا وہ اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں برباد ہو کر وہ ایک قبیلے میں آ پہنچی تھی جبکہ اس کے بڑے بھائی نے بعد میں یہ کہہ کر بات دبا دی تھی کہ اس نے اپنی بہن کا نکاح پڑھوا دیا ہے۔ رضوان تو چار سال تک اسے ہر طرف تلاش کرتا رہا تھا کہ آخر اس کی بہن غائب کہاں ہوئی جب کہ دوسرے بھائی کو تو پیسہ مل گیا تھا، اسے اور کیا چاہیے تھا؟ اتنی بڑی رقم اس کے ہاتھ آ گئی تھی، وہ زمانہ ہی ایسا تھا جہاں ایک سو روپے کے نوٹ کی اہمیت خون سے زیادہ تھی۔ تو راگاڈاکو تو ان پر چھ لاکھ 75 ہزار کی رقم ڈال کر گیا تھا، ان لوگوں نے واپس جاننے کی کوشش نہ کی کہ ان کی بہن کس حال میں ہے یا پھر کس طرح جی رہی ہے۔ ہاں لیکن رضوان اپنے بھائیوں پر اس معاملے میں یقین نہ کر پایا تھا، حوالدار کی یونیفارم ہاتھ لگتے ہی

اس نے اپنے پاور کا استعمال کیا تھا جس میں وہ بس یہی جان پایا تھا کہ اس کی بہن ڈکیت قبیلے کے ڈاکو سردار دلاور کی بیوی ہے۔ حالانکہ معلومات کے مطابق اس کے بھائیوں نے تو یہ بتایا تھا کہ وہ راگا کے ساتھ نکاح کر کے یہاں سے بھیجی گئی ہے تو پھر وہ کسی اور کے نکاح میں کیسے آئی؟ یہ سوال اسے اتنا تنگ کرنے لگا تھا کہ وہ اپنی یونیفارم کی پرواہ کیے بغیر اپنی بہن سے ملنے چلا گیا جس نے تڑپ تڑپ کر اپنے پر بیتی ہر داستان اسے سنائی تھی۔ وہ بغاوت کرنا چاہتا تھا، اپنی بہن کو ان سب چیزوں سے نکالنا چاہتا تھا لیکن اب شاید زائرہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

وہ دلدار سے محبت کرتی تھی اور اسی کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی تھی، اس کے ساتھ ایک پرسکون زندگی گزار رہی تھی جس میں اس کا ایک تین سال کا بیٹا بھی تھا۔ ڈکیت کی بیوی ضرور تھی لیکن اس کے باوجود وہ ایک عزت دار زندگی گزار رہی تھی، ڈکیت قبیلے کے لوگ اسے سردارنی کہہ کر پکارتے تھے۔

اور حوالدار رضوان یہ بات سمجھ چکا تھا کہ بے شک وہ اپنی بہن کو اس قبیلے سے نکال لے تب بھی اس سے ایک عزت بھری زندگی نہیں دے سکتا لیکن وہاں

وہ ایک عزت بھری پر سکون زندگی گزار رہی ہے جس میں وہ بہت خوش ہے یہی وجہ تھی کہ رضوان نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور اب 13 سال گزر جانے کے بعد بھی وہ اسی قبیلے کی سردارنی تھی یعنی کہ اس قبیلے کے سردار دلاور کی بیوی تھی۔ بلکہ نہ صرف بیوی تھی بلکہ وہ اس قبیلے کے ہر بچے کی استانی تھی، ہر بچہ اس کے پاس پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ کتنے ہی مردوں اور عورتوں نے تو قبیلے میں اسی سے قرآن پاک پڑھا تھا، ہر طرح کی تعلیم لی تھی اس سے۔ اور اس سے جتنا ہو سکا اس نے ان لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہاں وہ انہیں ڈکیتی سے روک نہیں پائی تھی، انہیں ایک آسان زندگی کی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہو پائی تھی کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ اس دنیا میں درس ہر کوئی دیتا ہے لیکن پیٹ پالنے کے لیے روٹی کوئی نہیں۔ اور ان لوگوں کو روٹی چاہیے تھی یہاں محنت کش کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے سب کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ ہاں اس نے ان سب کو بتایا تھا کہ وہ غلط کام کرتے ہیں جس کا حساب ہو گا لیکن بے شک حساب کرنے والا اور انصاف کرنے والا بے نیاز تھا۔

سر دار دلاور نے آج تک کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کی تھی، وہ وہاں چوری کر تا تھا، جہاں اس چیز کی ضرورت ہوتی تھی اس نے آج تک کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کی تھی اور نہ ہی کبھی کسی کا حق مارا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اس کام میں آج تک کامیاب تھا۔

○○○○○○○○

"حد ہے، یار ایک تو یہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے سر دار مجھے بھیج دیتا ہے، نہیں ہو گئی اب لوگوں کو ڈرانے کے لیے مجھے بھیج دیا ہے۔" وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہے تھے جب کہ قبیلے سے نکلتے ہی راستے میں انہیں ریان کی گاڑی کھڑی نظر آئی تھی۔

"منحوس مر گئے، یہ تمہارا سالا راستے میں کیا کر رہا ہے؟ ایک دم کالی بلی ہے کہیں کا، اب کچھ نہ کچھ برا ہو گا۔" جمرو نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ ارادہ تو گھوڑے کی لگامیں کھینچ کر وہیں سے پلٹ جانے کا تھا لیکن بالا پلٹ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔

چل کوئی بات نہیں، آجا، اس کی نحوست چیک کر لیتے ہیں، پتہ تو چلے کمینہ کہنا کیا چاہتا ہے، ویسے بھی اس سے اور بھی حساب نکلتے ہیں۔" وہ گھوڑے سے اترتے ہوئے گھوڑے کی لگام جمرو کو تھماتا آگے بڑھا تھا جب کہ ریان بھی سیدھا ہوتے ہوئے اس کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ وہ تھوڑے فاصلے پر تھا جب کہ بالا نے ہر طرف نگاہیں دوڑائی تھی، یقیناً وہ چیک کر رہا تھا کہ وہ کسی طرح کی دو نمبری تو نہیں کر رہا۔ سننے میں تو یہ بھی آیا تھا کہ کل بہت بڑی سر منی میں اسے میڈل، پرموشن کے ساتھ ساتھ یونیفارم پر ستارہ بھی لگا دیا گیا تھا۔ اور ان سب کے پیچھے کی اصل وجہ ان کے قبیلے پر حملہ ہی تھا، اس کی قابلیت کو کافی زیادہ سراہا گیا تھا حالانکہ اس کی قابلیت ان کی نظر میں صرف ایک دھوکہ تھی جس کی سزا وہ اسے بہت جلد بہت سخت دینے والے تھے۔

"بالا، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے اسی لیے میں تمہارے راستے میں اس طرح سے آیا ہوں ورنہ یقین جانو نہ تو میں، تمہارے منہ لگنے کا خواہش مند ہوں اور نہ ہی تمہاری شکل دیکھنے کا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ بالا نے

ایک دفعہ پھر سے نظریں ہر طرف گھمائی تھیں۔ ہر پہاڑ کی چوٹی سے لے کر اس نے کنارے تک چیک کیا تھا۔ دور دور تک کوئی پولیس والا نظر نہیں آرہا تھا۔

"کوئی بھی نہیں ہے بالا یہاں پر سوائے میرے اور میں یہاں صرف اور صرف تم سے بات کرنے آیا ہوں، بات بیلا کے ریلیٹڈ ہے اسی لیے میں اکیلے آیا ہوں اور اس معاملے میں ویسے بھی کسی کو شامل نہیں کرنے والا۔" شامل تو میں نے پچھلی دفعہ بھی کسی کو نہیں کیا تھا، وہ محض ایک غلط فہمی ہے جو جڑ پکڑ چکی ہے۔ ہاں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم ایک دفعہ میری بات کو سن لو..."

○○○○○○○○○

"ڈاکو جی! ڈاکو جی! پلیز بتایئے نا مجھے کہ آپ کے آٹھویں کے رزلٹ میں آپ پاس ہوئے تھے یا فیل؟ مطلب آپ بالکل بھی اچھے سٹوڈنٹ نہیں تھے نا؟ آٹھویں میں کتنے نمبر آئے تھے؟" وہ اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آتی ہوئی اس کا بازو پکڑ کر اسے زبردستی بیڈ پر بٹھا چکی تھی جبکہ جس انداز میں وہ اس کے

پاس بیٹھی تھی سر دار کی دنیا تو بدلنے لگی تھی۔ وہ اسے اپنے ماضی کے بارے میں کیا بتاتا، وہ تو اس کی دلکشی میں کھونے لگا تھا۔ اس نے جس انداز میں اسے اپنی طرف کھینچا تھا وہ بے ساختہ ہی اس کی گردن پر اپنے لب رکھتا اپنے لبوں کو حرکت دینے لگا، آنکھوں میں خمار چھایا تھا جبکہ اس کا رومانٹک موڈ آن ہو چکا تھا۔

ڈاکو جی! کون سے کاموں میں لگ گئے ہیں آپ؟ پہلے مجھے بتایئے نا کہ آپ" کے آٹھویں کے رزلٹ میں کتنے نمبر تھے؟ آپ کیسے پاس ہوئے تھے؟ بالا بھیا تو اتنے لائق تھے، ان کے تو آپ سے بھی زیادہ نمبر آئے ہوں گے نا؟" اپنی گردن پر اس کا بھیگتا ہوا لمس محسوس کر کے وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی اس کا دھیان ہٹانے کی لیکن مجال تھا جو سر دار کا دھیان رومانس سے ذرا برابر بھی ہٹ پاتا، وہ پوری طرح سے اس کی گردن پر جھکے اپنے لبوں کی بے باکیاں وہاں پر نچھاور کرنے لگا تھا۔

جائیں، ہٹیں، میں نہیں بات کرنی ہے آپ سے۔ میں یہاں آپ سے اتنی" ضروری باتیں پوچھ رہی ہوں اور آپ کی الٹی سیدھی حرکتیں ہی ختم نہیں ہو رہی، بے شرم کہیں کے۔" وہ خود کو اس سے آزاد کرواتے ہوئے ناراضگی سے بولی تھی جب کہ سردار نے اس کی ناراضگی پر ذرا منہ بنایا اور پھر اگلے ہی لمحے اسے کھینچ کر اپنی باہوں میں بھرتا اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔ وہ جو یہ سوچ رہی تھی کہ اس کی ناراضگی کی فکر کر کے وہ اسے اپنی ماضی کے بارے میں بتانے لگے گا ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ اس کا رومانٹک موڈ آن تھا اور اس موڈ کے درمیان شاید وہ کسی کو بھی بیچ میں نہیں لانا چاہتا تھا۔

دو گھنٹے چاہیے مجھے تم سے بہت سارا پیار کرنے کے لیے، اس کے بعد بتاؤں" گا۔" وہ اس کے چہرے پر جا بجا اپنی سانسوں کا لمس بکھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

دو گھنٹے؟ ایک سیکنڈ نہیں ملے گا، بالکل نہیں ملے گا، پلیز نا... اچھا پہلے بتائیں" پھر میں آپ کو دو گھنٹے دوں گی۔" اس کے گھورنے پر اس نے ذرا سی شرافت دکھائی تھی۔

تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری طرف سے اجازت کا منتظر ہوں؟ اس وقت" میرے سارے جذبات جگا کر تم جس طرح مجھے باتوں میں پھسلا رہی ہو، تم مجھے اپنا دشمن بنا رہی ہو سجن سائیں۔" وہ اس کی گردن پر نرمی سے اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا تو اسے اپنی گردن سے لے کر ریڑھ کی ہڈی تک جھنجھناہٹ سی محسوس ہوئی تھی۔

ڈاکو جی... "اس نے بڑے پیار سے اس کی گردن میں باہیں ڈالی تھیں، ارادہ" اسے منانے کا تھا، وہ پوری طرح سے اس کی زندگی کے بارے میں جاننا چاہتی تھی جبکہ اس کا موڈ کچھ اور ہی تھا۔

ڈاکو قربان اپنے بھولے سجن پر..." وہ اس سے پہلے کہ کچھ کہتا بھی، اگلے ہی" لمحے وہ اس کی طرف سے ہاں سمجھتے ہوئے اس کے لبوں پر جھک کر اس کی سانسوں کو قید کر چکا تھا۔ وہ اس کی باہوں میں پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی لیکن مجال تھی جو وہ اسے چھوڑنے کو تیار ہو، اس کی دھڑکنوں میں اشتعال برپا کرتے وہ پوری طرح سے اس پر سایہ فگن ہوتا اپنا سارا وزن اس پر ڈال گیا تھا جبکہ وہ

نہیں نہیں کرتی رہ گئی، کسی طریقے سے اسے روکنے کی کوشش میں بے حال ہوتی اس کی پناہوں میں بری طرح سے مچلی تھی لیکن سردار نے نہ تو اسے چھوڑا تھا اور نہ ہی اس کا ایسے چھوڑنے کا ارادہ تھا۔ کل رات کے بعد اس کی طلب پوری ہونے کے بجائے بڑھنے لگی تھی، اس کے لبوں کی تشنگی میں اضافہ ہوا تھا اور یہ تشنگی تو اس کے لبوں کا جام پینے سے ہی پوری ہونی تھی۔ تب ہی تو وہ پوری طرح سے اس کے لبوں پر جھکا اس کی سانسوں کو قید کر رہا تھا، اس کے لبوں پر اپنے لبوں کی حرکت دیتے ہوئے وہ اس کی سانسوں کو چرا رہا تھا۔

آپ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں ڈاکو جی..." وہ اس کی سانسیں آزاد کرتا ہوا اس" کی گردن پر جھکتا، اس کی شرٹ کو کندھے سے نیچے کرتے ہوئے وہاں اپنے لبوں کی مہر لگا رہا تھا جب اس نے ناک سکیڑ کر کہا جس پر وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس کی بات کو قبول کرتا ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا اور اب وہ اسے ٹھیک سے بتا رہا تھا کہ وہ سچ میں بالکل اچھا نہیں ہے۔ جبکہ وہ اس کی باہوں میں ہارتی خود کو اس کے حوالے کر گئی تھی۔ ہاں اس کے علاوہ اور

کر ہی کیا سکتی تھی، اس شخص کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات ہو رہی تھی اور پھر اس بار شخص کی بات نہ مان کر وہ ہر گز اسے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی، ویسے بھی بڑی مشکل سے منایا تھا اپنے ڈاکو جی کو۔ اور پھر بات نہ ماننے والا بھی خیال نہ جانے کیسے ذہن میں آیا تھا، وہ خود ہی خود پر ہنسی تھی، اس معاملے میں وہ اس کی سنتا ہی کہاں تھا، اس کا ڈاکو جی جو اسے ہر وقت سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا، وہ محبت کے معاملے میں انتہائی شدت پسند تھا۔ اس وقت بھی وہ اس کی کسی بات کو کوئی بھی اہمیت دیئے بغیر اسے پوری طرح سے اپنی پناہوں میں قید کر کے کمرے کی لائٹ آف کر گیا تھا۔ شام کے چار بجے بھی کمرے میں اچھا خاصا اندھیرا ہو گیا تھا۔ جبکہ اس اندھیرے میں وہ سوائے اپنے ڈاکو جی کی محبت بھری سرگوشیوں کے اور کچھ نہیں سن پا رہی تھی۔

○○○○○○○○○○

ماضی

قبیلے میں آج بہت بڑی دعوت کا سامان تھا جس جس خیمے میں جو جو بنا تھا سب لوگ باہر دستر خوان پر لے کر آئے تھے۔ کوئی مذاق تھوڑی تھا، آٹھویں کلاس کا رزلٹ نکلا تھا اور یہاں کا ہیرو آج بالا تھا کیونکہ اس نے بورڈ میں پوزیشن حاصل کر لی تھی، پاس تو دلدار بھی بہت اچھے نمبروں سے ہو گیا تھا لیکن بالا نے تو پوزیشن حاصل کی تھی اس لیے اس کی اہمیت زیادہ تھی جبکہ دلدار بھی اس کے لیے ملنے والے سارے تحفوں میں سے اپنے تحفے الگ کر رہا تھا۔ کیوں کہ ان دونوں کو ایک بات ہمیشہ سکھائی گئی تھی کہ ان دونوں کی چیزوں میں کوئی فرق نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے کپڑے بھی پہن لیتے تھے۔ بچپن سے ساتھ ہی ایسا تھا کہ ان لوگوں نے کبھی ایک دوسرے میں فرق کیا ہی نہیں تھا یہاں تک کہ اشم کو بھی اجازت نہ تھی صرف دلدار کو اپنا بھائی کہنے کی، وہ بالا کو بھی اپنا بھائی کہتی تھی۔ اور بالا کے ساتھ بھی اس کی فرمائشیں ایسی ہی جاری رہتی تھیں جیسے دلدار کے ساتھ،

ویسے تو دلدار اور بالا دونوں سے ہی وہ بہت زیادہ لڑتی تھی ہاں لیکن مطلب کے وقت وہ اپنی ٹیم بھی بنا لیتی تھی۔

صدف اور یوسف کی اور کوئی اولاد نہ تھی، ایک بالا ہی ان کے جینے مرنے کا سہارا تھا۔ جو ان کے لیے بے حد خاص تھا۔ کہنے کو اپنی شرارتوں کی وجہ سے وہ یوسف کے ہاتھوں پٹتا بھی بہت تھا لیکن پڑھائی میں اس کا دماغ ضرورت سے زیادہ ہی چلتا تھا اس دفعہ بھی اس نے اپنے دماغ کا ہی استعمال کیا تھا اور سننے میں یہ بھی آیا تھا کہ پیپروں کے دوران اسے دلدار کو خوب نقل بھی کروائی ہے۔ خیر یہ ان کا اپنا مسئلہ تھا، فی الحال اتنا ہی کافی تھا کہ وہ لوگ پاس ہو چکے تھے۔ اور آگے بالا کا ارادہ سائنس میں تعلیم حاصل کرنے کا تھا جو ان کے لیے ایک امتحان بن گیا تھا۔ ابھی وہ سب لوگ بیٹھے دعوت اڑا رہے تھے جب سردار کے کان میں آ کر اس کے خاص آدمی نے کہا۔

سردار، باہر راگاڈا کو آیا ہے۔" یہ الفاظ سنتے ہی، دلاور کا ہاتھ فوراً اپنی بندوق پر" آرکا تھا۔ آج سے 13 سال پہلے اسے اس قبیلے سے دھکے مار کر نکالا گیا تھا۔ وہ

دن بھولا نہیں جا سکتا تھا جس دن 13 سال پہلے راگا ڈاکو کو سردار کی کرسی سے ہٹا کر اسے اس قبیلے کا سردار بنایا گیا تھا۔ راگا ڈاکو اور کوئی نہیں بلکہ اس کا سگا بڑا بھائی تھا۔ جس کا سایہ بھی وہ اپنے بیوی بچوں اور قبیلے پر نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔

○○○○○○○○

"کیوں آئے ہو یہاں؟" وہ خیمے سے باہر آیا تھا۔ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس ناپاک شخص کے قدم بھی اپنے قبیلے میں پڑنے دینے کا۔ جب کہ راگا اسے دیکھتے ہی اس کی طرف آتا اچانک اس کے پیروں میں بیٹھ گیا تھا۔

"دلاور مجھے معاف کر دو، خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، میں تمہارے پیر پکڑتا ہوں، مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ دلاور، مجھے قبیلے میں واپس لے لو۔ میں تم لوگوں کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں۔ یہ قبیلہ ہی میری پہچان ہے، اس

قبیلے سے دور رہ کر میری کوئی پہچان نہیں ہے، میری کوئی اوقات نہیں ہے، "میں کہاں جاؤں؟

لوگوں میں میرا ڈر ختم ہوگیا ہے، میرے خوف سے کانپنے والے مجھ پر" بندوقیں تانے کھڑے ہیں۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، مجھے خود سے دور مت کرو، مجھے اس قبیلے سے دور مت کرو۔ میری ساری دہشت، وحشت اور زور اسی قبیلے پر چلتا تھا۔ اس قبیلے کے علاوہ میری کوئی پہچان نہیں ہے، کچھ نہیں ہے میرے پاس سوائے اس قبیلے کے۔ اگر تم لوگ بھی مجھ سے منہ پھیر لوگے تو میں کیسے جیوں گا؟ خدا کے لیے مجھے واپس اپنے قبیلے میں لے لو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اب کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، میں کسی کو کوئی چوٹ نہیں پہنچاؤں گا۔ میں جانتا ہوں، میں جانتا ہوں میں زمینی خدا بن گیا تھا، میں ان لوگوں پر حکومت کرنے لگا تھا، ان لوگوں کو اپنے زیرِ خرید غلام سمجھنے لگا تھا۔ میں ان لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح سمجھتا تھا، میں ان لوگوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتا تھا۔ بلکہ میں نے تو کبھی ان لوگوں کو

انسان سمجھا ہی نہیں۔ میں قصوروار ہوں، میں نے جو بھی کیا غلط کیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس قبیلے کے بعد میری کوئی پہچان نہیں ہے۔ جیل سے چھوٹ کر میں پچھلے چار سال سے جگہ جگہ دھکے کھا رہا ہوں، جگہ جگہ بھاگ رہا ہوں، کبھی پولیس سے بچ کر کبھی ڈاکوؤں سے بچ کر۔ میرے دشمنوں کی کمی نہیں ہے دلاور، خدا کے لیے، خدا کے لیے مجھے واپس اس قبیلے میں رکھ لو۔ میری کوئی پہچان نہیں ہے، میں برباد ہو رہا ہوں، میں تمہارے پیر پکڑتا ہوں، تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں..." وہ اس کے پیروں میں بیٹھا بول رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں دلاور کو اس پر ترس نہیں آ رہا تھا۔

جھوٹے ہو تم، جھوٹ بولتے ہو۔ تمہاری حقیقت یہ ہے کہ تم کبھی نہیں" سدھر سکتے۔ تم آج بھی وہی ہو جو سالوں پہلے تھے۔ میں تم پر اعتبار نہیں کر سکتا، تم بھروسے کے لائق نہیں ہو رہا گا۔ بلکہ تم کسی بھی چیز کے قابل نہیں ہو۔ تم ہی بتاؤ ایک ایسا شخص جو اپنے ہی بھائی کو جان سے مارنے کی کوشش کرے، وہ اعتبار کے لائق کیسے ہو سکتا ہے اور پھر تم میرے اعتبار کے لائق اس لیے

نہیں ہو کیونکہ تم میرے باپ کے قاتل ہو، بلکہ میرے لیے ہی نہیں تم اپنے باپ کے بھی قاتل ہو، کیا تم اعتبار کے لائق ہو؟ تم نے اپنے رشتے ختم کر دیے، تم نے اپنے سگے بھائی کو مارنے کی کوشش کی۔ کیسے بھروسہ کروں میں تم پر؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ وہ مسلسل اس کے پیروں میں پڑا بس کسی بھی طرح سے اس سے معافی مانگ لینا چاہتا تھا۔

ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو، تم ٹھیک کہتے ہو دلاور، میں اعتبار کے قابل نہیں" ہوں۔ مت کرو مجھ پر اعتبار، مجھے دنیا کی ٹھوکروں میں چھوڑ دو، آج نہیں تو کل وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ میں نے جو کیا بہت غلط کیا، ہاں میں تھوڑا بہک گیا "... تھا، وہ لڑکی زائرہ اتنی خوبصورت تھی

زبان سنبھال کر! تم میری بیوی کے بارے میں بات کر رہے ہو؟" وہ دہاڑا" تھا۔

معاف کر دو دلاور، معاف کر دو۔ میں اسے خرید کر لایا تھا اپنی خاطر لیکن میں" نہیں جانتا تھا کہ معاملات اس طرح کے ہو جائیں گے، میں معافی مانگتا ہوں تم

سے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد میری نظر جب بھی زائرہ پر اٹھے گی، احترام سے اٹھے گی۔" وہ پھر سے ہاتھ جوڑ گیا تھا جب کہ دلاور صرف اسے دیکھ رہا تھا۔

میں کئی دنوں سے بھوکا ہوں دلاور، میں نے کتنے دنوں سے کچھ نہیں کھایا۔""

وہ غصے سے قدم واپس قبیلے کی طرف بڑھانے لگا تو اس سے دردناک آواز سنائی دی تھی۔ اس کے قدم رک گئے، اس نے مڑ کر دیکھا۔

یوسف، اسے کھانا کھلا دو اور پھر قبیلے سے باہر تک چھوڑ آنا۔" وہ کہتے ہوئے" آگے بڑھ گیا تھا۔

آ جاؤ را گا ڈاکو، یہاں تمہیں اور کچھ ملے یا نہ ملے ہاں لیکن کھانا ضرور ملے گا۔" ہم اپنے قبیلے کے در پر آنے والے کسی سوالی کو بھوکا نہیں بھیجتے۔"یوسف نے کہتے ہوئے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تو وہ بے بسی سے قدم اٹھاتا خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا تھا۔ ہاں اس کے علاوہ وہ اور کر ہی کیا سکتا تھا، اب چکنی چپڑی باتوں میں اسے پھنسانے میں وہ بری طرح سے ناکام رہا تھا۔ آج سے

13 سال پہلے اسے دھکے مار کر اسے نہ صرف اس قبیلے سے نکلوایا تھا بلکہ اسے پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔ اتنے سال جیل میں رہنے کے بعد وہ بھاگ نکلا تھا لیکن نہ تو اس کی نیت میں کوئی ردوبدل ہوا تھا اور نہ ہی وہ بدلا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا جیسے آج سے 13 سال پہلے تھا لیکن وہ اپنے اصل روپ میں اس قبیلے میں آیا ہی نہیں تھا۔ وہ ایک نیا روپ دھار کر آیا تھا، وہ بہروپیہ بن کر آیا تھا۔ جو آنے والے وقت میں ان کے قبیلے کو کسی اژدھے کی طرح نگلنے والا تھا۔

ooooooo

ٹھیک سے کھانا کھاؤ ورنہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔" وہ جلدی جلدی کھانا کھا رہی تھی تا کہ جان سکے کہ راگاڈا کو اس کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتا ہے اور وہ جب قبیلے میں آیا تھا تب سردار دلاور نے کس طرح سے اسے قبیلے سے باہر کیا تھا۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی چکی تھی کہ وہ انسان ہرگز اس نرمی یا محبت کے قابل نہیں تھا، اس نے رشتے نبھائے ہی نہیں تھے، وہ صرف نفرت کے قابل تھا۔ وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی، وہ انسان شاید کبھی بھی ایک اچھا انسان نہیں

بن سکتا تھا لیکن وہ کبھی اس قبیلے کا سردار بھی رہا تھا، یہ بات تو اسے یہیں پر پتہ چل رہی تھی۔

کھا تو رہی ہوں، ابھی مجھے بھوک نہیں لگی تو میں کیا کروں؟ آپ ناز بردستی" ٹھونسنا ہی شروع کر دیتے ہیں۔ آپ مجھے بتایئے نا، آپ کے پاس آپ کی امی کی اور ابو کی کوئی تصویر ہے؟ میرے پاس تو میرے ماما بابا کی بہت ساری تصویریں تھیں لیکن گھر میں کسی دن اگر میں گھر جاؤں گی نا تو ان کی ساری تصویریں لے آؤں گی۔ ویسے آپ کو پتہ ہے میں اپنی ساری تصویریں ایک بکسے میں بند رکھتی ہوں۔ وہ بکسا صرف میرا ہوا کرتا تھا کمرے میں، اس میں میں نے اپنی ساری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس میں بہت کچھ ہے میرے بچپن کا۔ کسی دن اگر میں گئی نا تو سب کچھ لے آؤں گی۔ وہ سب کچھ میرا ہے، اس پہ صرف میرا حق ہے۔ اللہ نہ کرے کسی نے میرا بکسہ اٹھا کر پھینک نہ دیا ہو، میری بابا امی کی یادیں ہیں، میرے بچپن کی تصویریں..." وہ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی جبکہ اس کی آخری بات سردار کو بھی پریشان کر گئی تھی۔ ان لوگوں کا کیا

بھروسہ تھا جنہوں نے رشتوں کو خود سے دور کر دیا تھا، ان کے لیے تصویریں پھینکنا یا یادیں جلانا کون سی بری بات تھی۔

تم فکر مت کرو سجن سائیں، میں تمہاری ساری تصویریں اور وہ یادیں لے کر آؤں گا۔ اگر ان لوگوں نے تمہارے بکسے کو کسی بھی طرح کا کوئی نقصان پہنچایا ہوا تو فکر مت کرو انہیں اس کا انجام ملے گا۔ جب تک وہ تصویریں میرے حوالے نہیں کرتے بکسے کا تو میں بھی انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ ان لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تمہارے کسی چیز کو نقصان کریں، وہ گھر صرف ان کا نہیں ہے تمہارے بابا کا بھی ہے۔ اور میں ہر گز تمہاری کوئی بھی چیز نقصان نہیں ہونے دوں گا، تمہارے بچپن کی کوئی یاد میں کسی کے ہاتھ میں چلنے نہیں دوں گا۔ اب کھانا کھاؤ، اگر تمہیں جاننا ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا ورنہ میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتا رہا۔ تمہیں ٹھیک سے اپنا خیال رکھنا ہو گا۔" وہ نوالہ بناتے ہوئے اس کے منہ میں ڈالنے لگا تو جھٹ سے دعا نے منہ کھول لیا تھا۔

اسے کیسے بھی اس کے بارے میں سب کچھ جاننا تھا اور وہ جان چکی تھی کہ سب

کچھ جاننے کے لیے اسے سردار کی ساری باتیں ماننی ہوں گی اور وہ اس کی ساری باتیں ماننے کو تیار تھی۔

ooooooo

"میں کوئی لمبی چوڑی بحث نہیں سننا چاہتا انسپیکٹر، جو کہنا ہے صاف صاف کہو، بتاؤ کہ کیا کہنے آئے ہو تم میری بیوی بیلا کے بارے میں، جو بات کرنی ہے صاف کرو۔ ویسے میں اپنی بیوی کا نام بھی کسی کے منہ سے سننا پسند نہیں کرتا لیکن تم اس کے بھائی ہو اسی لیے تمہیں اجازت ہے کچھ بھی کہنے کی، کہو جو کہنا ہے، وقت نہیں ہے میرے پاس، ضروری کام کے لیے نکل رہا تھا۔" وہ اس کے پاس ہی گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا جب کہ ریحان نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم نے میری بہن سے نکاح کس نیت سے کیا ہے اور نہ ہی میں جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے نہیں سننی تمہاری طرف سے اپنی بہن کے حوالے سے کوئی بھی بات، مجھے بس یہ کہنا ہے کہ میں مانتا ہوں کہ تم اس معاملے میں

کہیں نہ کہیں میری غلطی سمجھتے ہو اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ غلطی میری ہے تو تم اس کی سزا مجھے دو، میری بہن کو نہیں۔ میری بہن کو اس سارے معاملے سے باہر نکالو بالا ڈاکو۔ میں سردار سے ملنا چاہتا تھا لیکن قبیلے میں آنا میرا ممکن نہیں ہے۔ سردار میرا فون نہیں اٹھا رہا، مسلسل میری کالز کو نظر انداز کر رہا ہے لیکن اس وقت میں اس حوالے سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ مجھے بس یہ پتہ ہے کہ میں اس معاملے سے اپنی بہن کی آزادی چاہتا ہوں، اس سارے قصے میں میری بہن کا کوئی قصور نہیں نکلتا، وہ بالکل بے گناہ ہے، نادان ہے۔ وہ کچھ جانتی تک نہیں ہے اس معاملے کے بارے میں۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم میری بہن کو طلاق..."

"یہ لفظ بھی سوچ سمجھ کر استعمال کرنا انسپیکٹر، یہ نہ ہو کہ اس لفظ کے ساتھ ساتھ تمہاری زبان مزید کچھ کہنے کے قابل نہ رہے۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا، بالا دہاڑا تھا۔

بالا، پلیز میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو، میری بہن کا کوئی قصور نہیں ہے، "
تم ان سب چیزوں میں میری بہن کو شامل کیوں کر رہے ہو؟ وہ بے قصور ہے۔
میں مانتا ہوں اس سے غلطی ہوئی ہے لیکن اس نے یہ غلطی میرے کہنے پر کی
تھی۔ سب کچھ میں نے کیا ہے، تمہیں جو بھی سزا دینی ہے مجھے دو، بے شک تم
مجھے گولی مار ڈالو لیکن میری بہن کو اس قصے سے باہر نکالو۔ تمہیں اسے طلاق
دینی ہو گی، میں اپنی بہن کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق برداشت نہیں کر پا رہا۔ میں
تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، میں اس معاملے کو سکون سے حل کرنا چاہتا
ہوں اور..."

رونا بند کرو انسپیکٹر۔ تم اس معاملے کو سکون سے حل کرنا چاہو یا دہشت سے، "
مجھے فرق نہیں پڑتا۔ وہ لڑکی میری بیوی ہے، میری منکوحہ ہے۔ آنے والی
زندگی اس کے ساتھ گزرنی ہے میری، میں اس معاملے میں اس کو نہیں
گھسیٹ رہا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم اپنی اور میری لڑائی میں اسے باہر کر
دو۔ وہ میری منکوحہ ہے اور تا قیامت میں میرے ساتھ رہے گی، ہاں لیکن اس

معاملے سے میں اسے نکالنے کو تیار ہوں۔ رشتہ ختم کرنے کے لیے تو اب مجھے دنیا کی کوئی طاقت مجبور نہیں کر سکتی۔ ہاں لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ مردوں کی لڑائی میں صرف مردوں کو شامل کرو، عورتوں کو بیچ سے نکال دو۔"
وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ ریان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اسے سمجھائے۔

"دیکھو بالا، میں..."

"تم دیکھو انسپیکٹر ریان، کان کھول کر سنو اور اس بات کو سمجھو بھی۔ میں تمہاری بہن کا شوہر ہوں۔ میں نے اس سے نکاح کیا ہے، اسے کسی بھی معاملے سے ہٹا کر۔ نہ تو میں نے اس کی غلطیوں کی وجہ سے اس سے نکاح کیا ہے اور نہ ہی تم سے بدلہ لینے کے لیے کیونکہ تم میری زندگی میں کبھی بھی اتنے اہم نہیں تھے کہ تم سے بدلہ لینے کے لیے قبیلے کا کوئی بھی ڈاکو اس طرح کا قدم اٹھائے اور نہ ہی ہمارے قبیلے میں اس طرح کے قدم اٹھائے جاتے ہیں۔ ہمارے قبیلے میں محبت کی جاتی ہے اور جس سے محبت کی جائے اس سے تعلق بنایا جاتا ہے۔

میں نے تمہاری بہن سے محبت کی ہے اور اس سے تعلق بنایا ہے، وہ میرے نکاح میں ہے اور اب تا قیامت وہ میرے نکاح میں رہے گی۔ تم یہ کوششیں چھوڑ کر اپنی دشمنی نبھانے کی طرف آ جاؤ۔ اپنی وردی پر نیا ستارہ مبارک ہو لیکن ستارے کے ساتھ ساتھ تمہیں یہ نیا رشتہ بھی مبارک ہو۔ یقین کرو ایک جیجا ہونے کے ناطے تم جب بھی پکارو گے، میں تمہاری مدد کے لیے ضرور آؤں گا۔ اب رشتہ بنایا ہے تو نبھاؤں گا ہی نا، فکر مت کرو، تمہیں میری طرف سے کبھی مایوسی نہیں ہو گی۔ میں تمہارے لیے اتنا کر سکتا ہوں کہ جاؤ تمہاری بہن کی خاطر تم سے دشمنی چھوڑ دیتا ہوں۔ تم قبیلے کی طرف دوبارہ رخ مت کرنا، تمہیں کبھی کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ اب اپنی منکوحہ کے سر صدقے میں تمہاری جان تو بخش ہی دوں گا۔ اس کے علاوہ مجھ سے کسی طرح کی امید مت رکھنا۔ بہت خاص ہے وہ لڑکی میرے لیے اور آنے والی زندگی میں بھی رہے گی، اس سے تعلق میرا دل نے بنایا ہے کسی مجبوری نے نہیں اور جس سے دل کا تعلق بن جائے اس سے تعلق توڑتے نہیں ہیں۔ جاؤ، آج سے تم میری دشمنی

سے آزاد ہو، اس سے زیادہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" وہ کہتے ہوئے وہیں سے پلٹ گیا تھا جب کہ ریان بس اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہا تھا۔یعنی کہ اب اسے سردار سے ہی بات کرنی تھی۔

ooooooo

"ڈاکو جی! بتائیں نا اب آپ بے ایمانی کر رہے ہیں۔" وہ اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی جب کہ وہ کام کا بہانہ کر کے اب کمرے سے باہر نکلا، بے وجہ ہی پورے قبیلے میں گھوم رہا تھا۔اسے اپنے پیچھے دوڑانے میں بھی اس کا اپنا ہی مزہ آ رہا تھا جبکہ وہ اس کی قمیض پکڑ کر اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

"ارے یار، کام تو ختم کرنے دو پھر بتاتا ہوں نا تمہیں سب کچھ، یہ ساری چیزیں آرام سکون سے بیٹھ کر کی جاتی ہیں، اس طرح ہر چلتے پھرتے تھوڑی نہ تمہیں بتاپاؤں گا کہ کیا کیا ہوا تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے آ رہا تھا جب کہ دعا سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر یہاں پر وہ کون سے کام کر رہا تھا۔

کوئی کام نہیں کر رہے ہیں آپ، بس ایسے ہی گھومی گھومی کر رہے ہیں۔ چلیں" نا روم میں چلتے ہیں وہاں پر آپ مجھے سب کچھ بتائیں۔" وہ اس سے تقریباً لپٹتے ہوئے کہہ رہی تھی جب بالا سامنے سے آتے نظر آیا۔

یہ کیا کر رہے ہو سر دار؟ سر دارنی کب سے کہہ رہی ہے کہ کمرے میں چلو تو" کیوں نہیں جا رہے ہو کمرے میں، یوں سر عام، میرا مطلب ہے اور بھی تو ڈاکو دیکھیں گے نا اس طرح تو اچھا نہیں لگتا، تھوڑا غیر مناسب سا ہے۔" بالا سر کو کھجاتے ہوئے بولا تو جہاں اپنی حرکت پر دعام شرمندہ ہوئی تھی وہیں سر دار نے اسے سختی سے گھورا تھا۔

میں صرف انہیں اپنے ساتھ باتیں کرنے کے لیے اوپر کمرے میں لے کر جانا" چاہتی ہوں بالا بھیا۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی تھی جب کہ اس کی معصومیت پر جہاں بالا اپنا قہقہہ کنٹرول نہیں کر پایا تھا وہیں سر دار نے غصے سے اپنا ہاتھ سر پر مارا تھا۔ اس کی بیوی اتنی بے وقوف کیوں تھی؟ شاید کوئی یہ بات کبھی بھی سمجھ نہیں سکتا تھا۔

انہیں کیا ہو گیا، یہ اس طرح ہنس کیوں رہے ہیں؟" بالا جس تیزی سے وہاں سے نکلا تھا وہ حیرانگی سے بالا کی پیٹھ کو دیکھ رہی تھی وہ سچ مچ میں اپنی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکی تھی جبکہ سردار صرف اس کا ہاتھ پکڑ تا ہے اسے تیزی سے کمرے میں لے جانے لگا تھا۔ ایسی خطرناک چیز کو کمرے سے باہر رکھنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا، اس کی بیوی دن بدن بے شرم ہوتی جا رہی تھی اور اس سب سے پریشانی والی بات یہ تھی کہ وہ اپنی ہی باتوں کا مطلب نہیں سمجھ پاتی تھی۔ اب بالا نے بعد میں کس طرح اس کا ریکارڈ لگانا تھا یہ تو صرف وہی جانتا تھا۔ اسی لیے فی الحال وہ صرف اور صرف اسے لے کر اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

ooooooooooo

ارے یار، بتا رہا ہوں صبر کرو، تم تو مارنے پر آ گئی ہو۔" وہ جو اس کے بازو سے لپٹی ابھی سے چٹیاں کاٹنا شروع کر چکی تھی، سردار تنگ آ کر اسے کمرے میں

لاتے ہوئے کمرے کا دروازہ بند کرتا ہے اسے بیڈ پر بٹھا چکا تھا جبکہ وہ فوراً اٹھتی، اکڑتی اس کی طرف دیکھنے لگی۔

ہاں تو کہاں تھے ہم؟" وہ اس کے پاس آکر بیٹھنے لگا تھا جب کہ وہ اگلے ہی لمحے اپنا دوپٹہ اتار کر ایک طرف کرتی اپنے بال کھولنے لگی تھی۔ وہ تو شاید اپنے بالوں میں برش کرنے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن اس کی کھلی زلفیں دیکھ کر سردار کی نیت خراب ہونے لگی تھی۔ جب کہ وہ پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ اس سے جاننا چاہتی تھی کہ اب وہ آگے کیا بتانا چاہتا ہے لیکن وہ تو بس اس کی کھلی زلفوں کا اسیر ہو گیا تھا۔ وہ جس طرح اپنے بالوں میں انگلیاں چلاتی اپنے بالوں کو سیدھے کرنے لگی تھی بالکل اسی انداز میں سردار نے بھی آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلانا شروع کی تھیں۔

خبردار جو آپ کی نیت بدلی۔ جلدی سے مجھے بتائیں کہ پھر کیا ہوا تھا، کیا راگا" ڈاکو کو آپ لوگ واپس قبیلے میں لے آئے تھے؟ کیا سچ مچ میں اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا؟ کیا سچ مچ میں اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے

تھے لوگ؟ کیا آپ لوگوں نے ان پر اعتبار کر لیا تھا؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی جب کہ وہ تو صرف اس کے ہلتے ہوئے ہونٹ دیکھ رہا تھا۔

تمہیں نہیں لگتا تم نے میرے بچپن کو ضرورت سے زیادہ اپنے سر پر سوار کر" "لیا ہے؟ ہمیں کسی اور بارے میں بھی بات کرنی چاہیے۔

ڈاکو جی! آپ کو نہیں لگتا کہ اب آپ یہ جو کام پکڑ رہے ہیں بالکل غلط ہے؟" میں صبح سے آپ کے پیچھے پڑی ہوں، آپ نے مجھے کچھ بھی ٹھیک سے نہیں بتایا، بس اوپر اوپر سے بتا رہے ہیں۔ ٹھیک سے بتائیں نا پھر کیا ہوا تھا، مجھے سب کچھ جاننا ہے، آپ مجھے کچھ بھی بتانے میں بالکل بھی دلچسپی نہیں دکھا رہے ہے، اگر یہی سب کچھ چلتا رہا تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔" وہ بولی تھی جس پر سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

میرا بھولا سجن دھمکیاں بہت دیتا ہے۔" وہ نرمی سے اس کے گالوں پر اپنے "
لب رکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کی نیت بدلتی دیکھ کر اسے غصہ آنے لگا تھا، وہ
کیسے اس سے باتوں میں پھسلا لیتا تھا۔

میں بالکل آپ کی باتوں میں نہیں آنے والی، اب آپ مجھے سب کچھ بتائیں "
گے اور وہ بھی مجھ سے پورے دو فٹ دور بیٹھ کر۔" وہ اس کو دھکا دیتے ہوئے
خود ہی فاصلہ بنا گئی تھی کیونکہ جانتی تھی اس بلڈوزر کو ہٹانا اس کے لیے ممکن
نہیں ہے۔

تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے بولنے سے میں دو فٹ دور ہو جاؤں گا؟" وہ اسے "
دیکھتے ہوئے ذرا سختی سے بولا جس کو اس نے ہرایا تھا۔

میں نے کہا یہاں میرے پاس آؤ ورنہ اگر میں تمہارے پاس آیا تو پچھتاؤ گی۔" "
وہ سختی سے بولا تو وہ منہ بنا کر وہیں پر خود کو گھسیٹتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔

میں نے نہیں بولنا اپ سے..." اور اس کی گردن پر جھکنے لگا جب وہ چہرہ پھیر "
گئی۔

مجھے تمہاری باتیں سننی بھی نہیں ہیں، اس وقت تمہاری بک بک سننے کا موڈ" نہیں ہے۔" وہ کہتے ہوئے اس کی گردن پر اپنے لب رکھ چکا تھا۔

ڈاکو جی! پلیز بتائیں نا..." وہ نرمی سے اس کی گردن پر اپنی نازک انگلیوں کا" لمس بکھیرتے ہوئے بہت پیار سے بولی تھی جب کہ اس کی گردن کو چومتا وہ اپنی آنکھوں میں اترتے خمار کو اس کی آنکھوں میں گاڑتے ہلکا سا مسکرایا تھا اور پھر بے حد نرمی سے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے بیڈ پر پھینکتا اس پر سایہ فگن ہوا۔

ہر چیز کو جاننے اور سمجھنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔اب اتنی پرانی باتیں" مجھے ساری ٹھیک سے یاد تھوڑی ناہیں، مجھے تھوڑی سی انرجی چاہیے سب کچھ یاد کرنے کے لیے۔مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے پھر کیا ہوا تھا، کل تک یاد کر کے بتا دوں گا۔" وہ اس کی شرٹ پر اپنے ہاتھوں کی بے باکیاں بکھیرتے ہوئے اپنے اصل مقصد کی طرف آرہا تھا جبکہ اس کے لبوں پر انگوٹھا پھیرنے پر دعام نے

صرف سختی سے اسے گھورا تھا جبکہ اس کے گھورنے پر وہ مزید بے باکی دکھاتے اس کے چہرے پر بوسوں کی لاتعداد مہریں لگانے لگا۔

پھر کل صبح آپ مجھے سب کچھ بتائیں گے؟" وہ جیسے شرط رکھ رہی تھی، جانتی" تھی اس کی پناہوں سے نکلنا آسان نہیں تھا اسی لیے اب اس کے سامنے شرط رکھنے لگی تھی۔

سب کچھ کیسے بتاؤں گا میرا سوہنا مکھڑا؟ اتنا کچھ بتانا ہے، وقت تو لگے گا نا اور" پھر وہ سب کچھ یاد کرنے کے لیے مجھے اپنی یاداشت بھی واپس لانی ہوگی اور تمہیں پتہ ہے یہ یاداشت واپس لانے کے لیے نا پرسکون دماغ کا ہونا بہت ضروری ہے اور پرسکون دماغ کے لیے سکون ہونا بہت ضروری ہے اور میرا سکون تم ہو اسی لیے تم زیادہ سے زیادہ میرے پاس رہو تاکہ میرا سکون میرے پاس رہے اور مجھے سب کچھ جلدی جلدی یاد آئے اور میں تمہیں سب کچھ جلدی جلدی بتادوں۔" وہ فلسفہ بگھارتے ہوئے اسے اپنا ہی لاجک دکھا رہا تھا جبکہ وہ کنفیوز سی اس کی باتیں سنتے ہوئے اس کی بڑھتی ہوئی جسارتوں پر

پریشان ہو رہی تھی۔ آج کل وہ اس سے لمحہ بھر بھی دوری بنانے میں کامیاب نہیں ہو پاتی تھی، وہ پوری طرح سے اسے اپنی پناہوں میں قید کر لیتا تھا جیسے کہ اب، وہ جتنا اس سے باتوں میں لگانے کی کوشش کرتی تھی وہ اتنا ہی اس پر اپنی شدتوں کی برسات کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ پوری طرح سے اسے اپنی پناہوں میں قید کیے پتہ نہیں دنیا جہان کی کون کون سی باتیں بتا رہا تھا جب کہ وہ جو جاننا چاہتی تھی اس موضوع پر ہی نہیں آ رہا تھا کیونکہ اس کے مطابق اس کی یادداشت میں پرانی باتیں محفوظ نہیں تھیں اور پرانی باتیں یاد کرنے کے لیے اسے وقت اور سکون درکار تھا۔ اور وقت اس کے پاس بہت تھا لیکن اس کا سکون دعا تھی اور یہ سکون اس وقت بری طرح اس کی باہوں میں پھڑپھڑا رہا تھا۔

○○○○○○○

وہ نرمی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا پھر آہستہ سے اسے اپنی باہوں سے آزاد کرتے ہوئے اس کے قریب سے اٹھا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ وہ خاموشی

سے کمرے سے نکل گیا لیکن جانے سے پہلے نہ تو اس نے آواز پیدا کی تھی اور نہ ہی کمرے کی لائٹ آن کی تھی۔ وہ اسے پر سکون ماحول میں چھوڑ تا نیچے آتے ہوئے اصطبل سے شیر دل کو اپنے ساتھ لیے نہ جانے کہاں نکل گیا تھا۔ اکثر خاموش راتوں میں وہ لمبے سفر پر نکلتا تھا آج تو وہ ایک خاص مقصد کے لیے نکلا تھا۔ گاؤں کی حدود میں داخل ہوتے ہی اس کا گھوڑا دعام کے گھر کے باہر رکا۔

○○○○○○○

آدھی رات کو دروازے پہ ہوتی دستک نے تایا ابو کو پریشان کیا تھا۔ وہ اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے باہر کی طرف آئے تو انہیں گیٹ کے باہر ہلکی سی روشنی محسوس ہوئی تھی جب کہ چچا بھی کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔ رات کے ڈھائی بج رہے تھے، اس وقت بھلا کون آسکتا تھا؟ وہ پریشانی سے آگے بڑھتے ہوئے دروازہ کھولنے لگے لیکن دروازہ کھولتے ہی اپنے سامنے کھڑے سردار دلاور کو دیکھ کر تایا ابا کی تو جیسے سانسیں ہی رک گئی تھیں۔ وہ بے یقینی سے سامنے کھڑے اس آدمی کو دیکھ رہے تھے جو پر سکون انداز میں اندر داخل

ہوتا اندر سے دروازہ بند کر چکا تھا جیسے باہر والوں کو اندر کی کوئی خبر نہ دینا چاہتا ہو جبکہ تایا ابا کا تو دل بھی بھر بھرانے لگا تھا سینے میں جب کہ چچا جس طرح خاموش قدموں سے باہر آئے تھے اسی طرح خاموش قدموں سے اندر چلے گئے تھے۔ اگر صبح تک ان کے بھائی کا قتل بھی ہو گیا تو وہ صبح اٹھ کر دفنا دیں گے لیکن کمرے سے باہر نکلنے کی غلطی وہ سردار دلاور کے ہوتے ہوئے نہیں کرنے والے تھے۔

oooooooooo

تایا ابا سامنے کھڑے بری طرح سے کانپ رہے تھے جبکہ وہ اندر داخل ہوتا دیوار کے ساتھ کھڑی چارپائی کو ایک جھٹکے میں کھینچ کر سیدھا کرتے ہوئے اس پر بیٹھ گیا تھا۔

ارے تاؤ، تم کانپ کیوں رہے ہو اس طرح سے ؟ آرام سے بیٹھ جاؤ، بات کرتے ہیں۔ میں کوئی تمہیں نقصان پہنچانے تھوڑی آیا ہوں جو تم اس طرح میرے سامنے کھڑے کانپ رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ، ہم آرام سکون سے

بات کریں گے، مجھے کچھ چیزیں چاہیے، وہ لے کر میں چلا جاؤں گا اور اسے دیکھتے ہوئے بولا تو تایا اس کے سامنے ہی ہاتھ جوڑتا کانپتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

میں بھلا تمہیں کیا دے سکتا ہوں سردار بیٹا؟" وہ پریشانی سے کانپتے ہوئے" بولا تھا، لب پھڑ پھڑا رہے تھے جب کہ جس طرح وہ زمین پر بیٹھا تھا اسے نہ تو اس پر ترس آیا تھا اور نہ ہی اسے کوئی ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔ یہ شخص جو اس کے سامنے کھڑا تھا اس شخص نے اس کی ماں کو چھوٹی سی عمر میں ایک ڈاکو کے حوالے کر دیا تھا صرف کچھ روپوں کے بدلے۔ وہ ترس تو نہیں کھا سکتا تھا اس پر، ایک آنکھ بھی نہیں۔ اپنی زندگی سنوارنے کے لیے اس نے اپنی بہن کو ایک ڈاکو کے حوالے کر دیا، وہ بھی ایک ایسا ڈاکو جس کی عیاشیوں کے قصے مشہور تھے، گاؤں کی بیٹیوں کو اٹھا کر وہ اپنی درندگی کا نشانہ بناتا تھا۔ اس آدمی کے حوالے انہوں نے اپنی 16 سالہ بہن کر دی تھی۔ ہاں، وہ اس آدمی پہ ترس نہیں کھا سکتا تھا۔ بے شک وہ سوتیلے بھائی تھے لیکن باپ کے بعد ان لوگوں کو

اس کی حفاظت کرنی تھی نہ کہ اسے کسی درندے کے حوالے کرنا تھا۔ آج اس آدمی کو اپنے سامنے بے بسی سے روتے تڑپتے پا کر نہ جانے کیوں اس کے دل میں کمینی سی خوشی ہو رہی تھی، شاید اس کی ماں بھی ڈری ہو گی، وہ بھی روئی ہو گی اس شخص کے سامنے کہ اسے اس طرح کسی درندے کے حوالے نہ کیا جائے۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا، نفرت کی ایک لہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ ابھی کے ابھی اس کے سر کے بیچ و بیچ گولی مار کر اسے ختم کر دے۔

مجھے میری بیوی کی کچھ چیزیں چاہیئیں، یہاں اس گھر میں اس کا کوئی صندوق" ہے۔ اس صندوق میں اس کی کچھ ضروری چیزیں، وہ چیزیں مجھے چاہیئیں، میری بیوی کی امانت ہے میں لینے آیا ہوں۔" وہ اسے دیکھ کر بولا تو تایا ابا نے کانپتے ہوئے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا اور فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھے تھے، کمرے کی طرف بھاگے تھے۔ یہ یقیناً ان کے گھر کا سٹور روم تھا۔ اس نے اس کی سپیڈ دیکھی تھی اور پھر خاموشی سے چارپائی پر لیٹ گیا۔ تقریباً دو منٹ کے اندر ہی

اندر سے کھٹ پٹ کی آوازوں کے ساتھ وہ باہر نکلا تھا اور اس کے سامنے لاکر ایک چھوٹا سا صندوق رکھ دیا۔ جو زیادہ چھوٹا نہ تھا تو بہت زیادہ بڑا بھی نہ تھا، یقیناً اس میں دعام کی وہ ساری چیزیں تھیں۔ اس نے زمین پر صندوق کو دیکھا اور پھر سیدھا ہو کر اسے کھولنا چاہا تھا۔

اس کی چابی دعام کے پاس ہوتی تھی، وہ کہاں رکھتی تھی مجھے نہیں پتہ، کباڑ ہی" ہے اس میں اس کے ماں باپ کی کچھ تصویریں ہیں اور کوئی چھوٹی موٹی چیزیں اور بس۔ پر یہی صندوق ہے، چابی اس نے کہاں رکھی ہے مجھے نہیں پتا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔ اسے چابی کی کیا ضرورت تھی؟ وہ ڈاکو تھا۔ ایسے چھوٹے موٹے تالے کھولنا اس کے لیے کون سی کوئی بڑی بات تھی۔

ضرورت نہیں مجھے تاؤ۔" وہ کہتے ہوئے اچانک اٹھا تو تایا دس قدم پیچھے ہٹا" تھا۔

"ارے تاؤ، ایسے کانپ کیوں رہے ہیں؟ اسی بے بس عورت کا بیٹا ہوں جسے چھوٹی سی عمر میں تم نے ایک درندے کے حوالے کر دیا تھا۔ ویسے ایک بات تو بتاؤ، کیا سوچ کر تم نے میری ماں کو راگا ڈاکو کے حوالے کیا تھا؟ یہ سوچ کر کہ میری ماں برباد ہو جائے گی، تباہ ہو جائے گی لیکن دیکھو نا یہاں تو الٹا ہی ہو گیا۔ جانتے ہو کیا؟ اگر اس دنیا میں تم جیسے حیوان موجود ہیں تو اس دنیا میں اللہ نے میرے باپ جیسے انسان بھی بنا کر بھیجے ہیں۔ جس دولت کے لیے تم نے اپنی معصوم بہن کو ایک ڈاکو کے حوالے کر دیا، اسی بہن کو بچانے کے لیے میرا باپ جس نے راگا ڈاکو کے سامنے آنکھ نہیں اٹھائی تھی، اس کی جان لینے پر آ گیا۔ خیر، یہ باتیں میں تم سے کیوں کہہ رہا ہوں؟ یہ باتیں تو اس بھائی کو بتانی چاہیے جس کی غیرت زندہ ہو لیکن تم تو اپنی غیرت کو سالوں پہلے ہی دفنا چکے ہو۔ سننے میں آیا ہے کہ راگا ڈاکو ملاقات کرنے آیا تھا تم سے، ہو گئی ملاقات؟ کون سی بیٹی کی ڈیل کی ہے؟"

تمہاری ایک بیٹی تو انسپیکٹر کی بیوی ہے، دوسری بیٹی کا سودا تو نہیں کر دیا اس "کے ساتھ ؟ ویسے زائرہ تمہاری سوتیلی بہن تھی، بیٹی تو تمہاری سگی ہے۔ اس پر ترس کھالو، راگا آج بھی ویسا ہی ہے درندہ صفت، مر جائے گی تمہاری بیٹی اگر اس کے ہاتھ لگ گئی تو۔" وہ ایک طنزیہ نگاہ اس پر ڈالتا زمین سے بکسہ اٹھاتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جب کہ زمین پر بیٹھا تایا ایک لفظ نہیں بول سکا تھا۔ ہاں، اس میں ہمت ہی نہیں تھی ایک لفظ بھی بولنے کی، کیوں کہ سردار جو بھی بول کر گیا تھا وہ حقیقت تھی۔ حقیقت کا آئینہ تھا۔ وہ وہیں زمین پر بیٹھا ہوا تھا جب اسے اپنے پیچھے سے ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے اس کا بھائی کھڑا تھا۔ جب کہ وہ شرمندگی سے سر جھکا گیا تھا۔

"بھائی صاحب، یہ سب کچھ کیا ہے ؟ آپ نے تو کہا تھا کہ آپ نے زائرہ کا نکاح کسی ڈاکو سے کروا کر اسے یہاں سے بھیجا ہے اور وہ رقم نکاح کی ہے۔ آپ نے زائرہ کو بیچ دیا تھا، وہ بھی بنا نکاح کے ؟ آپ نے اسے ڈاکو کے حوالے کر دیا

تھا؟" وہ بے یقینی سے سوال کر رہا تھا جب کہ تایا سر جھکائے خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔

ooooooo

وہ واپس قبیلے میں داخل ہوتا آہستہ سے شیر دل سے اترا تھا جب کہ بکسہ کھول کر اس نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ چھوٹا سا ہی بکسہ تھا لیکن وہ جانتا تھا اس میں دعام کے بچپن کی ہزاروں یادیں تھیں۔ وہ کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ اس کی آنے والی سالگرہ پر وہ کیا تحفہ دے گا لیکن اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ دعام کو کسی چیز کی چاہ نہیں تھی۔ وہ اس کے لیے زیورات کا ڈھیر لگا سکتا تھا، ہر چیز خرید کر اسے دے سکتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کی دعام کے لیے دنیاوی چیزیں کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی، اس کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی تھی وہی چیز وہ لے کر آیا تھا۔ اس صندوق میں اس کی بچپن کی یادیں تھیں اور یہی تحفہ وہ اسے سالگرہ پر دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ خاموشی سے اس نے صندوق کو اٹھائے اوپر کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ کل جس انداز میں وہ اسے بتا رہی تھی کہ اس صندوق میں

کیا کیا ہے، وہ اس کے انداز سے ہی پتہ کر چکا تھا کہ یہ بکسہ اس کے لیے کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کی باتوں میں ڈر بھی تھا کہ کہیں اس صندوق کو نقصان نہ پہنچا دیا گیا ہو، کہیں اسے پھینک نہ دیا گیا ہو اور یہ بھی حقیقت تھی کہ اگر اس کے تایا نے اس صندوق کے ساتھ کچھ بھی غلط کیا ہوتا تو شاید وہ کچھ بھی کر بیٹھتا، اسے واپس حاصل کرنے کے لیے شاید وہ ان لوگوں کی جان لے لیتا لیکن وہ دعام سے اس کا یہ خزانہ کبھی چھیننے نہ دیتا۔ اندر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے بیڈ پر گہری نیند سوئی دعام کو دیکھا تھا پھر آہستہ سے اپنی الماری کے اوپر بنی تھوڑی سی جگہ پر اس بکسے کو کسی بھی طرح سے چھپانے لگا، یہ تحفہ تو اب اس کی سالگرہ والے دن ہی اسے ملنا تھا۔

○○○○○○○○○

"بہت شکریہ یوسف، بہت بہت شکریہ، تمہیں پتہ ہے میں تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ تم نے مجھے کھانا دیا۔ ورنہ شاید میں بھوکا ہی مر جاتا۔" وہ تیز تیز کھانا کھا رہا تھا جبکہ یوسف حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ 13 سال پہلے تک یہ

آدمی ان پر حکومت کرتا تھا۔ حکومت کیا کرتا تھا بلکہ سانس تک لینے کی اجازت چھین لیتا تھا اور کیسے بے بسی کی حالت میں وہ اس وقت ان کے سامنے تھا۔ وہ اسے قبیلے کے اندر لے کر نہیں گیا تھا بلکہ اس کے لیے کھانا قبیلے کے باہر لایا تھا۔ کیونکہ سردار کو یہ بات بالکل بھی پسند نہیں تھی کہ یہ آدمی ان کے قبیلے کے اندر قدم بھی رکھے۔ 13 سال پہلے تک اس آدمی کی حکومت تھی۔ یہاں کا پتا بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہلتا تھا اور آج یہ آدمی اتنی بری حالت میں تھا۔

"جیل سے کیسے چھوٹے تم؟ میرا مطلب ہے تمہیں تو لمبی سزا ہوئی تھی نا تو باہر کیسے آئے؟ کہیں بھاگ کر تو نہیں آئے؟" یوسف نے اچانک سوال کیا تو اس نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"وہاں سے بہت سارے لوگ بھاگ رہے تھے، مجھے موقع ملا تو میں نے بھی باہر کی دنیا میں قدم رکھنے کا فیصلہ کر لیا لیکن یہاں آکر سارے ہی لوگ میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں، وہ سب لوگ جو کبھی میری سامنے آواز تک

نہیں اٹھا سکتے تھے، نظر تک نہیں اٹھا سکتے تھے، آج وہ لوگ میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ ان سے اپنی زندگی بچانے کے لیے ہر طرف بھاگ رہا ہوں، نہ جانے کیا ہو گا، ہر طرف میرے دشمن پھیلے ہوئے ہیں، مجھے لگتا ہے میری موت قریب ہے۔ موت سے پہلے اپنے بھائی اور بھابھی کے ساتھ کی بد سلوکی کی معافی مانگنا چاہتا ہوں لیکن شاید وہ لوگ میری شکل بھی نہیں دیکھیں گے۔ یہ سچ ہے کہ زائرہ کو میں خرید کر لایا تھا لیکن اب وہ میرے بھائی کی بیوی ہے، میرے بھائی کے بچوں کی ماں ہے۔ وہ میرے لیے قابل احترام ہے، اب میں اس کے بارے میں ایسا نہیں سوچتا، میں جانتا ہوں میری سوچ الگ تھی، میں نے کبھی کسی عورت کو عزت دینے کے بارے میں نہیں سوچا لیکن اب میری سوچ بدل چکی ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ یوسف صرف اسے سن رہا تھا جب اچانک ہی دروازہ کھول کر بالا اور دلدار اندر داخل ہو گئے تھے۔

قبیلے کے باہر کے حصے میں بنا یہ چھوٹا سا کمرہ کسی زمانے میں یہاں قبیلے کے غداروں کو سزا دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا لیکن اب وہ بالا اور دلدار کا کمرہ تھا جہاں وہ اکثر کھیلنے کے لیے آتے تھے اور اس وقت بھی یقیناً وہ کھیلنے کے لیے ہی آئے تھے جہاں زمین پر بیٹھے ایک آدمی کو کھانا کھاتے دیکھا۔ یوسف بھی وہیں پر موجود تھا جب کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

ooooooo

چاچو، یہ آدمی کون ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے؟ اگر اسے کھانا کھلانا ہے تو قبیلے" کے اندر لے جاؤ نا۔ یہاں قبیلے کے باہر اس طرح سے بیٹھ کر اسے کھانا کیوں دے رہے ہو؟" وہ پریشانی سے کہنے لگا تھا، اس قبیلے کے باہر کوئی فقیر بھی آتا تو اسے احترام سے کھانا دیا جاتا تھا اور یہاں وہ مٹی میں بے ترتیب سا بیٹھا کھانا کھا رہا تھا، یقیناً دلدار کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔

ہاں بابا، اسے ہم زمین پر بٹھا کر کھانا کیوں دے رہے ہو؟ اسے قبیلے کے اندر" لے جاؤ نا اور ویسے بھی یہ ہماری کھیلنے کی جگہ ہے، آپ نے یہ کمرہ کیوں کھولا؟

آپ کو پتہ نہیں ہے وہ صفیان ہماری چیزیں چوری کر کے لے جاتا ہے۔" بالا کو تو اپنی چیزوں کی فکر لگ گئی تھی کیونکہ قبیلے میں ہی ایک لڑکا تھا جس کا نام صفیان تھا، اکثر ان کی چیزیں بنا اجازت کے ہی لے جاتا تھا اور اس کمرے میں جو چار پانچ چیزوں کا انبار تھا وہ انہی دونوں کی چیزوں کا تھا، کچھ کھیلنے کی چیزیں تھیں تو کچھ کھانے پینے کی۔ وہ اپنے کھیل میں ہر چیز کی حفاظت کمرے میں کیا کرتے تھے۔

سوالی ہے بیٹا، کھانا کھانے آیا ہے، کھانا کھا کر چلا جائے گا۔ سردار نے اندر" لانے سے منع کیا ہے، قبیلے میں عورتیں ہیں اور یہ باہر کا آدمی ہے اسی لیے اسے یہاں بٹھا کر کھانا کھلا رہا ہوں۔ خیر، ابھی چلا جائے گا تو تم لوگ کھیلنے کے لیے آ جانا۔" یوسف اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ وہ باہر جانے سے پہلے وہاں سے اپنی چیزیں نکالنے لگے تھے، یقیناً وہ اپنے کھیل کا سامان ہی نکال رہے تھے، ایک گیند نکالتے ہوئے بالا نے بیٹ ڈھونڈی تھی۔

"جب کہ وہ آدمی مسلسل دلدار کو دیکھ رہا تھا۔"

تم دلدار ہو، دلدار؟ میرے بچے، تم دلاور کے بیٹے ہو؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے اچانک اس کا بازو تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ چکا تھا جبکہ دلدار خود بھی کچھ کنفیوز سا ہو گیا تھا کیونکہ وہ اس آدمی کو بالکل بھی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اس نے آج تک اس آدمی کو دیکھا تھا اور اتفاق کی بات تو یہ تھی کہ اس نے کبھی ذکر بھی نہیں سنا تھا اس طرح کے کسی انسان کا۔

یہ دلاور کا بیٹا ہے نا؟ یہ دلدار ہے، میرا بھتیجہ، دلدار، میں تمہارا تایا ہوں، تمہارا سگا تایا۔ تم نے مجھے نہیں پہچانا ہو گا، خیر میری پہچان اتنی اچھی ہے بھی نہیں کہ تم مجھے جانو۔ کاش میں تم لوگوں کے ساتھ تم لوگوں کا بچپن گزار پاتا۔" وہ اس کا چہرہ چومتے ہوئے بولا تھا جب کہ دلدار کو اس کے اس طرح سے پاس آنا بالکل بھی پسند نہیں آ رہا تھا۔

بچے کو چھوڑ دو راگا، خبردار جو تم نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا۔" سردار آنکھیں نوچ لے گا تمہاری اور کوئی بھائی نہیں ہو تم سردار کے اور نہ ہی دلدار تمہارا بھتیجا ہے۔ خبردار جو تم نے اس کے ساتھ تعلق بنانے کی کوشش

کی۔" وہ ایک جھٹکے سے اس کی گود سے دلدار کو نکالتے ہوئے باہر کر چکا تھا جب کہ دلدار دروازے پر کھڑا حیرت سے اس آدمی کو دیکھ رہا تھا، اس کا کوئی تایا بھی تھا یہ بات تو اسے آج پتہ چلی تھی۔

یہاں سے باہر جاؤ دلدار بالا، نکلو یہاں سے۔"یوسف غصے سے ان دونوں کو" دیکھتے ہوئے بولا تو اس کے ڈر سے وہ دونوں ہی باہر نکل گئے تھے۔ہاں لیکن جہاں دلدار تھوڑا کنفیوز تھا وہیں بالا نے اپنے باپ کی مار سے بچنے کے لیے اس کو کھینچ کر اسے کمرے سے باہر نکال دیا تھا۔

تم نے کھانا کھا لیا ہے، اب جاؤ یہاں سے، آئندہ کبھی اس قبیلے کی طرف رخ" مت کرنا۔ تم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ہم کوئی تعلق رکھنا چاہتے "ہیں۔ بہتر ہو گا کہ جتنا ہو سکے اس قبیلے سے دور رہو۔

یوسف، میری مدد کرو، وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے، وہ لوگ میری جان کے" دشمن بنے ہوئے ہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔" وہ اس کے سامنے اچانک ہاتھ جوڑنے لگا تھا۔

ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے، تم جیو مرو، ہم تمہارے جیسے انسان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے، اس قبیلے میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے، تم جیسے سازشی انسان کو ہم سے دور ہی رہنا چاہیے،" یہ وہ نفرت سے بولا تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو یوسف، مجھے تم لوگوں سے دور رہنا چاہیے، میں تم لوگوں سے دور رہوں گا لیکن مجھے اسی کمرے میں اس قبیلے میں جگہ دے دو ورنہ وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، میں کبھی قبیلے کے اندر نہیں آؤں گا، میں یہاں باہر ہی رہوں گا۔ خدا کے لیے مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دو ورنہ میں مر جاؤں گا، وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے کیونکہ وہ لوگ میری جان کے دشمن ہیں۔" وہ اچانک کہتا ہے اس کے پیروں پر جھک گیا تھا۔

"پیچھے ہٹ جاؤ، تم یہاں نہیں رہ سکتے، تمہیں یہاں سے جانا ہوگا۔"

"کیسے جاؤں میں یوسف، کیسے جاؤں؟ میں مر جاؤں گا اگر ان لوگوں کے ہاتھوں نہیں مرا تو بھوک سے مر جاؤں گا۔ مہربانی کرو مجھ پر یوسف، مہربانی

کرو۔" وہ اس کے پیروں سے لپٹا دھاڑیں مار کر رونے لگا تھا، موت کے خوف سے جیسے اس کی جان نکل رہی تھی، وہ بری طرح سے کانپ رہا تھا جبکہ یوسف کو کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن تمہیں صبر کرنا ہو گا، میں سردار کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا، میں پہلے اس سے اجازت لوں گا اگر وہ مانا تو ٹھیک ہے تم یہاں قبیلے سے باہر رہ سکتے ہو لیکن اگر وہ نہیں مانا تو تمہیں یہاں سے جانا ہو گا۔ میں تمہاری خاطر صرف ایک کوشش کر سکتا ہوں اور کچھ بھی نہیں۔" وہ نہ جانے کیسے اس پر ترس کھا گیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے یوسف، خدا کے لیے میرے لیے بات کرو، سردار سے میرے لیے بات کرو، میں مرنا نہیں چاہتا۔" وہ دوبارہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگا تھا۔ جبکہ یوسف مجبور ہو چکا تھا۔ شرط یہی تھی کہ وہ ہرگز اس شخص کے لیے سردار سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اگر اس کی وجہ سے کسی کی جان بچ سکتی

تھی تو وہ ایک کوشش کر سکتا تھا اور یہ صرف ایک کوشش تھی اور کچھ بھی نہیں ورنہ اس شخص سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔

ooooooo

ارے ارے، رک کیوں گئے، بتائیں نا پھر کیا ہوا تھا؟" وہ بیڈ پر لیٹی اسے سن" رہی تھی جبکہ سردار اسے آہستہ آہستہ باتیں بتا رہا تھا جب اچانک ہی وہ رک گیا۔

بور ہو رہا ہوں میں، گلا سوکھ گیا ہے میرا بولتے بولتے۔" وہ اچانک منہ بنا کر" بولا تھا جب کہ دعام نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ ایک تو یہ آدمی ضرورت سے زیادہ ہی نخرے کرتا تھا۔

اچھا، آپ کا گلا سوکھ گیا ہے، میں ابھی آپ کے لیے پانی لے کر آتی ہوں۔""" وہ کہتے ہوئے جلدی سے بیڈ سے اٹھتی سائیڈ پر پڑا پانی اٹھانے لگی تھی جب اچانک ہی سردار نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

میں نے کہاں بولا، مجھے پیاس لگی ہے..." وہ اسے گھورتے ہوئے بولا تو وہ کچھ کنفیوز ہوئی تھی۔

آپ نے تو کہا کہ آپ کا گلا سوکھ رہا ہے، اس لیے میں پانی دے رہی ہوں، " بولتے بولتے تھک گئے ہیں آپ تو پیاس لگی ہو گی نا؟" وہ پریشانی سے بولی تھی، عجیب آدمی تھا۔ خود ہی تو کہہ رہا تھا کہ اس کا گلا سوکھ رہا ہے تو وہ اور کیا ہی دے سکتی تھی اس کے گلے سوکھنے پر اسے۔

میں نے کہا میرا گلا سوکھ رہا ہے تو میں یہ نہیں کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے یا مجھے " "پانی پینا ہے۔

تو پھر کیا پینا ہے آپ کو؟" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی، کبھی کبھی وہ اسے " حد درجہ تپا دیتا تھا جس طرح اس وقت وہ اسے تپا رہا تھا۔

یہ پینا ہے۔" وہ نرمی سے اس کے لبوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے دلکشی سے بولا " تھا جس پر دعام نے اسے گھورا تھا۔

دور ہٹیں، دور ہٹیں، آپ اتنے پاس کیوں آئے ہیں میرے ؟ میں نے کیا کہا" تھا؟ آپ میرے پاس نہیں آئیں گے، دور بیٹھ کر مجھے سب کچھ بتائیں گے۔" وہ اچانک ہی فاصلہ بناتی بیڈ کے ایک کونے پر آ گئی تھی جبکہ سردار جو دوسرے کونے پر لیٹا ہوا تھا، ہلکا سا مسکرایا تھا۔ خیر، یہ ڈیلنگ تو کل رات ہوئی تھی کہ اگر رات کو وہ اس کے قریب آئے گا تو صبح وہ اس کے آس پاس بھٹکے گا بھی نہیں اور اسے اپنے ماضی کے بارے میں سب کچھ بتائے گا، اسی لیے اس وقت وہ شریف بچہ بنے اسے سب کچھ بتا رہا تھا لیکن اب اس کی نیت پھر سے خراب ہونے لگی تھی۔

اب کیا میں تمہیں دن رات اپنے بچپن کی کہانیاں سناتا رہوں گا؟ میرا دل" نہیں کر رہا، ہر کام کا کچھ معاوضہ ہوتا ہے، مجھے کچھ ملتا تو ہے نہیں، الٹا اپنے سارے کام چھوڑ کر تم سے باتوں میں لگا رہوں ؟" وہ اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہوتا باہر جانے کا پلان بنانے لگا تھا جب دعام نے بھاگ کر اس کا بازو تھاما۔

"ارے ارے ڈاکو جی! آپ تو ناراض ہی ہو گئے۔ میں کہہ رہی تھی ایک ہی جگہ بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں تو اتنے دور دور ہو کر کیوں باتیں کر رہے ہیں؟ ہم پاس ہو کر بھی باتیں کر سکتے ہیں نا؟ یہاں بیٹھیں میں یہاں آپ کے پاس آپ کے ساتھ جڑ کر بیٹھتی ہوں۔" وہ اسے زبردستی بیڈ پر بٹھاتی خود ہی اس کے ساتھ تقریباً لپٹی ہوئی تھی۔ ہاں، وہ اس کا ماضی جاننے کے لیے ہر وہ حرکت کر سکتی تھی جو اسے پسند آئے۔

"اور میرے گلے کا کیا جو سوکھ رہا ہے؟" وہ اچانک اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا تو دعام نے ایک دفعہ آنکھیں گھمائی تھیں۔

"دبا دوں؟" اس نے غصے سے دونوں ہاتھوں کو اس کے گلے پر رکھا تو سردار نے بڑے دلبرانہ انداز میں ہاں میں سر ہلایا تھا۔ جب اس نے اچانک ہی جھکتے ہوئے اس کے گردن کی ابھری ہوئی ہڈی پر اپنے لب رکھے تھے۔

"اب نہیں سوکھے گا آپ کا گلا۔" اور اس کی گردن کو نرمی سے اپنے لبوں سے چھوتے ہوئے اس انداز میں بولی تھی کہ پہلے تو سردار اس کی حرکت پر شاکڈ رہ

گیا پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے قریب کرتا اس کے ساتھ ہی بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔

"میرے بابا کو کبھی ناجائز بات پر غصہ نہیں آتا تھا، راگا ڈاکو کا قبیلے میں آنا ان کے غصے کی وجہ تھی۔"

"جب کہ یوسف چچا دل کے بہت اچھے تھے، وہ لوگوں پر جلدی بھروسہ کر لیتے تھے، جلدی ترس کھا جاتے تھے۔" وہ ایک دفعہ پھر سے ماضی کو اسی کڑی سے جوڑ چکا تھا۔

ooooooo

"نہیں بی بی جی، یہ تو آسانی سے کٹے گا نہیں۔ یہ تو اصلی سونا ہے وہ بھی پرانے زمانے کا۔ آپ کسی طرح سے اسے نکالنے کی کوشش کریں، آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو الگ بات ہے، آسانی سے یہ کڑا کٹ نہیں سکتا۔" سامنے بیٹھا سنار اسے بتا رہا تھا جب کہ وہ حیرت سے اسے سن رہی تھی۔ آج ہی وہ رابعہ کے ساتھ ہسپتال سے سیدھی یہاں آئی تھی تاکہ اس کنگن کا کچھ کر سکے لیکن وہ

اس کام میں بالکل ناکام ہو رہی تھی۔ سامنے والے آدمی کو وہ اپنے ہاتھ کو ہاتھ لگانے کی اجازت تو نہیں دے سکتی تھی اور پھر اس کے ہاتھ پر اچھا خاصا زخم ہو گیا تھا اس کو نکالنے کی کوشش میں۔ لیکن یہ کڑا تھا بالکل اس آدمی کی طرح ڈھیٹ جو اس کے ہاتھ سے نکلنے کا نام نہیں لے رہا تھا، اب تو اسے غصہ آنے لگا تھا، آخر وہ اس کڑے کا کرے تو کیا کرے۔

دیکھیں بھائی صاحب کوئی حل نکالیں، مجھے یہ ہر قیمت پر اپنے ہاتھ سے نکالنا" ہے، اگر میرا ہاتھ ٹوٹتا ہے تو بے شک ہاتھ توڑ دو لیکن اس کو نکال دو پیچ سے۔" وہ غصے سے بولی تھی جب کہ وہ دل میں جیسے اس کے اس کڑے کی نفرت کی شدت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے پھر ہم اسے کاٹنے کی کوشش کر لیتے ہیں لیکن پھر آپ کو تھوڑا بہت" کو آپریٹ کرنا ہو گا۔ میرا لڑکا آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر اس آلے پر رکھے گا، اوزار سے ہم کاٹنے کی کوشش کریں گے لیکن آپ نہ تو اپنا ہاتھ ملنے دیں گی اور نہ ہی کوئی غلطی کریں گی ورنہ آپ کا ہاتھ دھڑ سے الگ بھی ہو سکتا ہے۔" اس

نے سامنے والی مشین دکھائی تھی، یقیناً یہ لوگ اسی سے ہی کام کرتے تھے جب کہ تھوڑی گھبراہٹ تو بیلا کو ہوئی تھی۔

"انکل اور کوئی طریقہ نہیں ہے؟ آپ کسی اور طریقے سے چھری سے یا کسی اور چیز سے کاٹ دیں نا؟ اس مشین کے اندر اس کا ہاتھ آ گیا تو؟" رابعہ پریشانی سے بولی تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا انکل، آپ کاٹ دیجیے، مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ میں کوئی غلطی نہیں کروں گی۔" وہ اٹھ کر اس جگہ پہ آتی اپنا ہاتھ اس مشین کے نیچے رکھنے لگی تھی۔

"اصل خالص سونا نہ تو ٹوٹتا ہے نہ کٹتا ہے، یہ سونا صرف اور صرف پگھلتا ہے لیکن آپ اپنے ہاتھ سے اسے اتارنا چاہتی ہیں تو ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے۔ جتنی آپ نے اس ہاتھ کی حالت بگاڑ دی ہے یہ سوجن کی وجہ سے نہیں نکل رہا۔ ورنہ اب تک تو اس کا کوئی نہ کوئی حل نکل آتا لیکن کوئی بات نہیں، ہم پھر بھی احتیاط سے اسے کاٹنے کی کوشش کریں گے، آپ اپنا

ہاتھ یہاں رکھیں۔" اس آدمی نے اسے جگہ بتائی تھی جبکہ دوسرے آدمی نے آگے بڑھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ بیلا کو غصہ تو بہت آیا تھا لیکن یہ اس کی مجبوری تھی۔ آج تک اس نے کبھی کسی مرد کو اتنی چھوٹ نہ دی تھی کہ وہ اس طرح آکر اس کا ہاتھ تھامتا لیکن اس بالا نامی آدمی کی وجہ سے وہ اس انتہا پر بھی آگئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے خود کو اس اذیت سے بچانا چاہا تھا جب کہ مشین کی آواز کے ساتھ ہی اس سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے اس آدمی کا ہاتھ نکل چکا تھا، اس نے فوراً آنکھیں کھول کر سامنے کا منظر دیکھا تھا۔

ooooooooo

اس نے ایک زوردار مکہ سامنے کھڑے آدمی کے منہ پر مارا تھا اور مکہ اتنا زوردار تھا کہ وہ آدمی دور جا گرا تھا۔ لیکن بالا کا ارادہ اسے چھوڑنے کا نہیں تھا، وہ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے پھر سے اس کی گردن دبوچ چکا تھا۔ "تمہاری ہمت

کیسے ہوئی میری منکوحہ کے ہاتھ کو چھونے کی؟" وہ غصے سے اس کی گردن دبوچتے سوال کر رہا تھا جب کہ بیلا اسے اچانک یہاں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

تو، تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس کا ہاتھ تھامنے کی؟ اس کا ہاتھ پکڑا اس ہاتھ سے" تم نے؟" وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبوچتے ہوئے بولا جبکہ وہ لڑکا مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا، جب بیلا نے آگے بڑھتے ہوئے اسے ایک زوردار دھکا دیا تھا جس سے بالا کا نقاب کھلتے کھلتے رہ گیا۔ "آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ مار ڈالیں گے کیا اسے؟ چھوڑیں اسے!" وہ غصے سے اس لڑکے کو اس کے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کروانے لگی تھی جو کہ ناممکن محسوس کرتے ہوئے اس نے اس سے چلا کر کہا تھا۔

دماغ میرا نہیں، تمہارا خراب ہو گیا ہے! تمہاری ہمت کیسے ہوئی کسی اور کے" ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کی؟ ایک غیر مرد نے تمہیں چھوا تو چھوا کیسے؟" وہ اس آدمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے اسے ایک جھٹکے میں پکڑ کر اپنے قریب کرتا ہے،

اس کا چہرہ دبوچ چکا تھا۔ جو سوال وہ سامنے کھڑے آدمی سے کر رہا تھا، وہی سوال وہ اس سے کر رہا تھا۔

"مے۔۔۔میں۔۔۔"

چُپ بیلا! خاموش! خبر دار جو اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نکالا۔ میری امانت" میں خیانت کر رہی تھی تم یہاں؟ اور کچھ نہیں، اگر میں یہاں نہیں آتا تو وہ مرد تمہارے بازو کو چھوتا، تمہارے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامتا اور پھر اس کے بعد میں تمہارا کیا حال کرتا یہ سوچ کر تمہاری روح کانپ جاتی۔ غلط کر رہا ہوں میں، بہت غلط کر رہا ہوں تمہیں وقت نہیں دینا چاہیے تھا۔ تم صرف اور صرف میرا وقت برباد کر رہی ہو۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تمہیں یہ رشتہ سمجھنے کا موقع دیا جائے۔ اب اس رشتے کو تم تب ہی سمجھو گی جب تم میری پناہوں میں آؤ گی۔ میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں، اپنی ماں کو بتا دو ہمارے رشتے کے بارے میں، ایک ہفتے کے بعد میں تمہیں لینے آؤں گا، تمہاری رخصتی ہو گی۔ اس پیر تک خود کو تیار کر لو، اب یہ رشتہ مزید لٹکے گا نہیں۔ میں تمہیں یوں

بازاروں میں اپنی عزت اچھالنے نہیں دوں گا۔ میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں، اپنی ماں کو ذہنی طور پر تیار کر لو کہ تم میری بیوی ہو۔ ایک ہفتے کے بعد تمہاری رخصتی ہے، میں تمہیں ہمیشہ کے لیے یہاں سے لے کر جا رہا ہوں۔"

وہ جیسے اپنا فیصلہ سنا رہا تھا جبکہ بیلا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر صرف اس کی آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں، باقی چہرہ اس نے نقاب سے ڈھک رکھا تھا۔

اور اب اس وقت میں تمہیں گھر چھوڑنے جا رہا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اس کا" ہاتھ تھامتا اچانک ہی اسے باہر کی طرف کھینچ کر لے گیا تھا جبکہ بیلا کچھ نہیں کہہ پائی تھی۔ رابعہ خاموشی سے اس کے پیچھے نکلی تھی۔ وہ خود بھی ساری سچویشن کو سمجھ نہیں پا رہی تھی، ہاں لیکن اتنا سمجھ میں آگیا تھا کہ ڈاکو بالا اس وقت بہت غصے میں ہے اور وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور پھر ان لوگوں کے بارے میں تو اس نے سن رکھا تھا کہ یہ لمحے میں آدمی کو جان سے مار ڈالتے ہیں۔ اسے اپنی جان بہت پیاری تھی اسی لیے وہ اس معاملے میں بالکل بھی کچھ نہیں بول رہی تھی۔

نہ جانے یہ آدمی کیا کرنے والا تھا اس کی دوست کے ساتھ۔ وہ پریشانی سے باہر تک آئی تھی لیکن تب تک وہ اسے زبردستی گاڑی میں بٹھاتا گاڑی لے کر جا چکا تھا۔

○○○○○○○○

میں پورا قبیلہ چیک کر کے آئی ہوں نہ تو بالا بھیا کہیں پر ہے اور نہ ہی جمرو بھیا، "نہ جانے یہ لوگ کہاں گئے ہیں۔" وہ ہر طرف سے گھوم کر واپس اس قبیلے کے میدان میں آ گئی تھی جہاں سردار بیٹھا اپنے کام نمٹا رہا تھا۔

ہم نے ایک ضروری کام کے سلسلے میں انہیں شہر بھیجا ہے۔ تم کیوں ڈھونڈ" رہی ہو ان لوگوں کو؟" وہ اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے سوال کرنے لگا۔

مجھے ان سے آپ کے بارے میں جاننا ہے نا؟ بالا بھیا تو آپ کے بارے میں " سب کچھ جانتے ہیں۔" میں ان سے پوچھنا چاہتی ہوں، آپ تو قسطوں میں بتاتے ہیں، کم سے کم ان سے کچھ تو معلومات ملے گی نا؟ آپ تو کچھ بتاتے ہی نہیں ہیں، کل رات بھی آپ کا تھوڑا موڈ خراب ہو گیا تھا، اب بھی کچھ پوچھوں

گی تو اپنے مطلب پر اتر آئیں گے۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔ وہ جتنا اس کے ماضی کے بارے میں جاننے میں دلچسپی رکھتی تھی، سردار اتنا ہی اسے ستا رہا تھا۔

"تمہیں ٹھیک سے پوچھنا ہی نہیں آتا ورنہ میں تمہیں سب کچھ بتاتا، یہاں بیٹھو، بتاتا ہوں تمہیں۔" وہ اپنا جو کام نمٹا رہا تھا ایک طرف کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھا گیا۔ جب کہ اسے اچانک سیریس دیکھ کر وہ فوراً اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ آخر اسے بھی تو سب کچھ جاننا تھا۔ بالا اور جمرو نہ جانے کہاں گئے تھے اور ان کی واپسی کب تک ہو گی، تب تک وہ سردار سے بہت کچھ جان سکتی۔

○○○○○○○○

ماضی

یوسف کچھ الجھا الجھا سا تھا۔ اسے سردار سے بات کرنی تھی لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ یہ بات کس طرح سے کرے۔ شام کے وقت سردار پہاڑی کے اوپر بالکل تنہا بیٹھا ہوا تھا جب یوسف اس کے پاس آگیا۔ "آؤ یوسف،

کہاں تھے تم ابھی تک ؟ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا تھا، میں نے تمہیں کچھ رقم دی تھی، وہ تم نے سنبھال کر رکھی ہے نا؟ اس رقم کو استعمال کرنے کا وقت آگیا ہے۔" وہ پیچھے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ وہ اس کے پاس ہی پتھر پر آکر بیٹھتا صرف ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔

کیا بات ہے ؟ کچھ الجھے الجھے سے لگ رہے ہو، طبیعت ٹھیک ہے نا تمہاری ؟" کوئی بات ہے جو مجھے بتانا چاہتے ہو؟" اسے خاموش دیکھ کر سردار نے پوچھا تھا۔

دیکھو سردار، دراصل راگا ڈاکو کے بارے میں، میں جانتا ہوں تم اس کے " بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی اس کے بارے میں کچھ سننا چاہتے ہو لیکن اگر بات ضروری نہ ہوتی تو یقین جانو میں ہرگز تمہیں سننے کے لیے نہ کہتا، وہ میں نے تھوڑی معلومات لی ہے تو مجھے پتہ چلا ہے کہ اس کے پیچھے کچھ لوگ لگے ہوئے ہیں جو اسے جان سے مار دینا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں تم غصہ کرو گے لیکن ایک دفعہ میری بات کو سمجھ تو لو، میں نے خود معلومات لی ہے وہ کوئی جھوٹ نہیں بول رہا، یہ حقیقت ہے اور تمہیں تو پتہ ہی ہے کہ راگا

نے اتنے لوگوں کے ساتھ برا کر رکھا ہے کہ اب ہر کوئی ہی اس کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے، ایسے میں یہ جانتے ہوئے کہ کوئی اسے مار ڈالے گا ہم اسے اس طرح بے سہارا تو نہیں چھوڑ سکتے، جو بھی ہے وہ تمہارا بھائی ہے اور اب بدل چکا ہے۔ ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں تمہاری اس بات کو کہ تم اس کے بدلنے والی بات پر یقین نہیں کر سکتے لیکن میں کر سکتا ہوں، میں نے اس کو بہت بدلے ہوئے دیکھا ہے۔ مجھے یہ یقین ہے وہ اپنے پچھلے کیے گئے غلطیوں پر بہت زیادہ پشیمان ہے اور اس کا پچھتاوا اسے جینے نہیں دے رہا، ہاں وہ اور کچھ نہیں مانگ رہا، چاہتا ہے کہ وہ قبیلے کے باہر جو اکیلا کمرہ ہے جہاں بالا اور دلدار کھیلتے ہیں اسے وہ کمرہ دے دیا جائے وہ کبھی قبیلے کے اندر نہیں آئے گا۔ کسی کی بہن بیٹی پر بری نظر نہیں رکھے گا، میں جانتا ہوں وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے لیکن ایک دفعہ اعتبار کر لیتے ہیں۔ وہ مر جائے گا، ویسے بھی وہ بھوکا مر رہا ہے، اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے، حالت بے حد زخمی ہے۔ نہ جانے کتنے لوگوں سے بھاگ کر یہاں تک پہنچا ہے۔ دیکھو دلاور، بات یہ ہے کہ اگر کسی کو

بدلنے کے لیے ایک موقع چاہیے تو اسے وہ موقع ملنا چاہیے، ہم صرف اس لیے اس سے یہ موقع نہیں چھین سکتے کہ ہم اس پر اعتبار نہیں کرتے۔ اگر کل کو وہ مر گیا اور ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکے تو کتنے پچھتائیں گے کہ وہ صحیح راہ پر چل کر بھی بے موت مارا گیا۔ دیکھو سردار، میں جانتا ہوں تم اعتبار نہیں کر سکتے لیکن میرے کہنے پر بس ایک دفعہ اعتبار کر لو۔ ہم اسے قبیلے کے اندر نہیں آنے دیں گے، اسے قبیلے کے باہر ہی رکھیں گے، وہیں رہ کر وہ اپنی حفاظت خود کرے گا، میں تمہیں اس کا ذمہ لینے کے لیے ہرگز نہیں کہوں گا لیکن اسے ایک موقع دے دو، میرے کہنے پر خدا کے لیے اسے ایک موقع دے دو۔ اس کا ہم سے ہمارے قبیلے سے کوئی تعلق نہیں ہو گا، وہ وہیں باہر رہے گا لیکن اسے اس طرح سے مرنے کے لیے مت چھوڑو۔" وہ یقیناً اس پر ترس کھا رہا تھا جب کہ سردار خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ تمہارا دل کسی دن تمہیں بہت بڑے پچھتاوے پر مجبور کرے گا، جس" طرح ہر کسی پر ترس کھا کر اعتبار کر لیتے ہو نا اس طرح، پچھتاوے دور نہیں ہیں

تم سے۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہ شخص اعتبار کے لائق ہے تو ٹھیک ہے، بھروسہ کرلو اس پر لیکن میں بھروسہ نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں اس شخص کو یہاں پر رکھنے کی، صرف اس لیے کیونکہ تم میرے سب سے قابل اعتبار انسان ہو۔ باقی اگر میں اپنی بات کروں تو مجھے اس شخص پر یقین نہیں ہے، نہ آج ہے نہ آنے والے کل میں کبھی ہو گا، مجھے لگ رہا ہے تم غلطی کر رہے ہو۔ یاد رکھنا اس غلطی سے جتنا بھی نقصان ہوا اس کی ذمہ دار تم ہو گے۔"

وہ اپنی بات کہتے ہوئے اچانک ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر قبیلے کی طرف چلا گیا تھا جبکہ یوسف خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا، پھر گہری سانس لے کر اٹھ گیا تھا۔ اسے راگا کو بتانا تھا کہ اسے قبیلے میں رہنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اور وہ جانتا تھا کہ جس طرح سردار نے کہا ہے کہ اس شخص کی ذمہ داری اس پر ہو گی، یہ امتحان سے کم نہیں ہو گا۔

oooooooo

کیا تم سچ کہہ رہے ہو، مجھے یقین نہیں آرہا یوسف؟ تم نے میرے لیے سردار "
سے بغاوت کی، میرے لیے تم نے اتنا بڑا اقدم اٹھایا؟ میں تمہارا شکر گزار ہوں،
میں تمہارا احسان مند ہوں، میں کبھی زندگی میں تمہارا یہ احسان اتار نہیں پاؤں
گا۔ اگر زندگی میں کچھ کرنے کا موقع ملا تو تمہارا یہ احسان ضرور اتاروں گا۔ میں
تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، تم نے آج جو میرے لیے کیا وہ شاید کوئی کبھی
کسی کے لیے نہیں کرے گا۔ میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں، میں نے جو
تمہارے ساتھ کیا اس کے باوجود بھی تم نے نرمی دکھائی، میرے لیے اتنا بڑا
قدم اٹھایا، سردار سے میرے لیے بات کی، اس کے خلاف گئے، یہ بہت مہربانی
ہے تمہاری۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتا دوبارہ اس کے قدموں میں بیٹھ گیا
تھا جبکہ یوسف کو اس کی یہ حرکت پسند نہیں آرہی تھی۔ وہ اللہ کا معمولی سا بندہ
تھا، وہ کسی اور بندے کو اپنے سامنے جھکانا پسند نہیں کرتا تھا اسی لیے وہ پیچھے
ہٹ گیا۔

میں نے تمہاری مدد تمہارے لیے ہرگز نہیں کی ہے راگا، میں نے تمہاری مدد "
اس اوپر والے کے لیے کی ہے۔ میں اس کی مخلوق کو ہرگز کوئی نقصان نہیں
پہنچانا چاہتا اپنی وجہ سے، میں نے تمہاری مدد صرف اس لیے کی ہے تاکہ میرا
اللہ مجھ سے راضی رہے۔ باقی میں نہیں جانتا کہ تم کتنے سچے ہو یا تم کتنے اعتبار
کے قابل ہو، بس اتنا یاد رکھنا کہ میں نے تم پر اعتبار نہیں کیا، میں نے بس وہ کیا
ہے جو میرے دل نے مجھ سے کہا۔ میں نہیں جانتا مجھے ایسا کرنا بھی چاہیے تھا یا
نہیں لیکن یاد رکھنا تم اعتبار کے قابل نہیں ہو، میرے لیے بالکل بھی نہیں اور
دوسری بات، میں سردار کے خلاف نہیں گیا اور نہ ہی کبھی سردار کے خلاف جا
سکتا ہوں۔ سردار میرے لیے میرا بھائی ہے، بے شک خون کا تعلق اس کا
تمہارے ساتھ ہوگا لیکن دل کا رشتہ اس کا میرے ساتھ جڑا ہے، مجھے اس کے
سامنے شرمندہ مت کرنا۔ تم قبیلے کے اندر نہیں آسکتے، تم بیمار ہو۔ جب تک تم
بیمار ہو تم یہاں رہ سکتے ہو اور بس، ٹھیک ہوتے ہی تم یہاں سے چلے جاؤ گے،
چند دن کے لیے تمہیں کھانا قبیلے کی طرف سے مل جائے گا، باقی حکیم صاحب

کو بلایا ہے، وہ تمہارے زخموں کو دیکھ لیں گے۔ تم قبیلے میں مہمان ہو اور میں امید کرتا ہوں کہ جب تم مکمل صحت یاب ہو جاؤ گے یہاں سے چلے جاؤ گے۔ ایک بات یاد رکھنا، اس قبیلے میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے، باقی اگر ان دنوں میں تم پر کوئی بھی حملہ ہوا تو اس کا جواب دہ میں رہوں گا، میں دیکھتا ہوں تمہارا کون سا دشمن تمہیں نقصان پہنچانے آتا ہے۔ میں نے تمہیں اپنا مہمان قرار دیا ہے اور جب تک تم میرے مہمان ہو تمہیں ہوا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔" وہ اپنی بات مکمل کر کے کمرے سے نکل گیا تھا جب کہ راگاڈا کو نے ایک گہرا سانس لیا۔ پھر ایک شاطرانہ سی مسکراہٹ کے ساتھ دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"پیارے یوسف! تم کل بھی بے وقوف تھے تم آج بھی بے وقوف ہو، کتنی آسانی سے میں نے تمہیں اپنی باتوں میں لگا لیا اور تمہیں لگتا ہے کہ تم نے مجھ پر ترس کھایا؟ بیچارہ! ابھی تو میں صرف قبیلے کی حدود میں آیا ہوں، بہت جلد میں اس قبیلے میں گھس کر دوبارہ سے اس قبیلے کا سردار بن جاؤں گا اور تم لوگ

کچھ نہیں کر پاؤ گے سوائے مجھے دھمکیاں دینے کے۔ میں راگا ہوں یوسف خان اور راگا کبھی کسی سے نہیں ڈرتا، مجھے کسی کا ڈر نہیں کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہ تو اس قبیلے میں واپس آنے کی ایک چھوٹی سی کوشش ہے جو یقیناً کامیاب ہو گی۔ بہت جلد تم لوگوں کو تم لوگوں کے انجام تک پہنچاؤں گا، اس قبیلے سے تو کیا، زندگی سے دور کر دوں گا تم لوگوں کو اور وہ لڑکی جس کے لیے تمہارے سردار نے مجھے اس قبیلے سے باہر کیا، اسے میں اپنی رکھیل بناؤں گا، ہاں، سردار کی بیوی میری رکھیل بنے گی۔ وہ تمہاری نہیں میری عورت ہے، اسے میں خرید کر لایا تھا، اتنی بڑی رقم دی تھی اس کے بھائی کو، یوں ہی نہیں ملی تھی مجھے کہ اسے تم نے اپنے نکاح میں لے لیا، اتنی آسانی سے میں اس لڑکی کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ وہ میری ہے اور قیامت تک میری ہی رہے گی، اسے صرف اور صرف راگا ڈاکو کے بستر پر رہنے کی اجازت ہے اور کہیں نہیں۔ اس قبیلے میں میں اسے تمہارے بچے پیدا کرنے کے لیے اور اس قبیلے کے بچوں کو پالنے کے لیے نہیں لایا تھا، وہ میری رکھیل بنے گی، صرف اور

صرف راگا کی رکھیل۔ میں تجھ پر زندگی تنگ کردوں گا، جو کچھ تیری وجہ سے مجھ سے چھینا گیا ہے وہ سب کچھ میں دوبارہ حاصل کروں گا، میں تیرے شوہر کا قتل کر کے اس کی جگہ پہ حکومت کروں گا۔ یہ میری سلطنت ہے اور یہ ہمیشہ میری ہی رہے گی، بہت جلد تمہیں یہاں سے نکال باہر کروں گا بلکہ میں تمہیں اس دنیا سے ہی نکال باہر کروں گا۔ بہت جلد تم پر بہت برا وقت آنے والا ہے سردار دلاور کیونکہ یہاں کا سردار میں ہوں اور ہمیشہ میں ہی رہوں گا۔" وہ پرسکون انداز میں دروازے کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ جب نظر سامنے پڑے کھانے پر گئی، اس نے پلیٹ کھینچ کر اپنے قریب کی تھی۔ اور پھر سکون سے کھانا کھانا شروع کر دیا تھا۔ جبکہ اپنے دماغ میں وہ ایک پلان ترتیب دے رہا تھا کہ آنے والے وقت میں وہ کیا کرنے والا ہے، وہ اس قبیلے کو ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا تھا۔

oooooooo

بالا اسے زبردستی اس کے گھر تک لایا تھا جب کہ گاڑی سے نکلتے ہوئے وہ گاڑی کا دوسرا دروازہ کھولتا اسے باہر نکال چکا تھا۔ نہ جانے آج اس کا موڈ کیسے بن گیا تھا گاڑی میں آنے کا، ویسے شہر میں وہ ہمیشہ گھوڑے پر آنا پسند کرتا تھا کیونکہ وہ جلدی پہنچ سکتا تھا لیکن آج اس کا اچانک ہی موڈ بنا تھا کہ وہ گاڑی میں جائے گا۔ اس کا بازو پکڑ کر اسے گاڑی سے نکالتے ہوئے وہ گھسیٹتے ہوئے گھر کے دروازے پر لے کر آ گیا تھا۔

جاؤ اپنے گھر میں اور خبردار، آج کے بعد تم مجھے گھر سے ہسپتال اور ہسپتال" سے گھر کے بیچ میں کہیں اور نظر آئی۔ آج جو غلطی تم نے کی ہے وہ معافی کے قابل نہیں ہے، اس کا حساب میں رخصتی کے بعد کروں گا، ہاں لیکن فی الحال تم اپنی تیاری مکمل کرو، اپنی ماں کو بتا دو نکاح کے بارے میں، میں اس معاملے میں مزید کسی طرح کی دیر نہیں ہونے دوں گا۔ اپنے بھائی کے بھی کانوں سے یہ بات نکال دینا کہ میں تمہیں طلاق کسی قیمت پر نہیں دوں گا، اسی لیے بہتر ہو گا کہ وہ بار بار میرے راستے میں آنا بند کرے ورنہ یہ نہ ہو کہ اس دفعہ غصے میں وہ

اپنا کوئی نقصان کروا بیٹھے۔ میں اپنے سالے کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، میں ہر گز نہیں چاہتا کہ میں تمہارے دکھ کی وجہ بنوں لیکن اس طرح کی حرکتیں کر کے تم میری غیرت کو للکار رہی ہو اور یہ بات تمہارے لیے بالکل بھی ٹھیک نہیں رہے گی، ایک دفعہ اور اگر تم نے میری غیرت پر سوال اٹھایا تو سب سے پہلے تمہارا قتل کروں گا، اس بندوق کی ساری گولیاں تمہارے اندر اتار دوں گا آج کے بعد اگر کسی غیر مرد کے ہاتھ میں مجھے تمہارا ہاتھ نظر آیا۔ دل تو چاہ رہا ہے کہ اس وقت بھی تمہارا ہاتھ کاٹ دوں، لیکن تمہاری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر رہا ہوں، بہتر ہو گا کہ آج کے بعد دوبارہ تم اس طرح کی حرکت کرنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچو۔ اپنی ماں کو بتا دو نکاح کے بارے میں کیونکہ اب میں کسی طرح کی دیر نہیں کروں گا، ایک ہفتے کے بعد میں تمہیں یہاں سے لینے کے لیے آؤں گا، تمہاری رخصتی ہو گی اور ہر قیمت پر ہو گی۔"

وہ اس سے کھلے عام دھمکی دے رہا تھا جبکہ بیلا کچھ نہیں کہہ پائی تھی، ایک تو اسے اس انسان سے خوف محسوس ہو رہا تھا، دوسرا وہ نہ جانے کیوں شرمندہ ہو رہی تھی۔ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ اسے خود بھی پسند نہیں تھا لیکن وہ یوں اچانک سے کہیں سے آجائے گا اور اس چیز کا اس طرح کا کوئی مطلب نکالے گا، یہ تو اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔ وہ کیا سوچ رہا ہو گا اس کے بارے میں کہ وہ کسی بھی غیر مرد کو اپنا ہاتھ دے دیتی تھی۔ وہ نہ جانے کیوں اس ڈاکو کے سامنے اپنی صفائی دینا چاہتی تھی، اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ ایسی نہیں ہے جیسا وہ سوچ رہا ہے۔ زندگی میں پہلی دفعہ کسی نے اس طرح اس کا ہاتھ تھاما تھا اور وہ خود بھی بہت انکمفرٹیبل تھی۔ ہاں لیکن وہ اسے نہیں بتا پائی تھی، وہ اس کی جوابدہ نہیں تھی اور نہ ہی وہ اسے اپنی کوئی صفائی دینا چاہتی تھی، اس کے ہاتھ میں کنگن اب بھی موجود تھا۔ اس کی ہر کوشش ناکام ہوئی تھی جبکہ بالا اسے دروازے پر چھوڑ کر جا چکا تھا۔

وہ خاموشی سے گھر کے اندر داخل ہوگئی تھی۔ اس پر بہت ساری سوچیں سوار تھیں۔ جس طرح بالا اسے دھمکی دے کر گیا تھا، یقیناً اس نے وہی کرنا تھا لیکن وہ اپنی ماں کو یہ سب کچھ کیسے بتاتی؟ پریشانی سے اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے ایک نظر شرمیلا خالہ کو دیکھا تھا جو کچن میں کوئی کام کر رہی تھیں۔ رباب بھی ان کے ساتھ ہی تھی جبکہ امی اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔ وہاں وہ اسی طرح سے اپنے کمرے میں داخل ہوتی اپنے بیڈ پر آ بیٹھی تھی۔ یہ سب کچھ اس کے لیے بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا، اور وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

oooooooo

"کیا مطلب رخصتی اتنی جلدی؟ پہلے تو ہی تو کہہ رہا تھا کہ تو فی الحال رخصتی کے لیے تیار نہیں ہے، تو بیلا کو ٹائم دینا چاہتا ہے اس رشتے کو سمجھنے کا، اب تو اچانک رخصتی کی بات کر رہا ہے؟" رات کا کھانا لگ چکا تھا جب کہ آج دعام بھی ان کے ساتھ ہی نیچے کھانا کھا رہی تھی جب بالا نے اچانک کہہ دیا کہ وہ بیلا کی

رخصتی کرنا چاہتا ہے وہ بھی ایک ہفتے کے اندر اندر۔ جہاں سردار یہ بات سن کر حیران ہوا تھا وہیں دعام بھی اسے دیکھنے لگی تھی۔ سردار کی حیرت کی وجہ یہ تھی کہ بالاخود ہی رخصتی کے لیے راضی نہیں تھا ورنہ شاید وہ اس دن اسے قبیلے سے جانے ہی نہیں دیتا، لیکن اب اچانک وہ خود ہی رخصتی کے لیے تیار ہو گیا تھا اور وہ کافی غصے میں بھی لگ رہا تھا، نہ جانے کیا بات تھی جس نے اسے چڑھا دیا تھا۔ کہیں وہ لڑکی پھر سے اس کے لیے کوئی امتحان نہ بن گئی ہو۔

"ہاں میں نے ہی انکار کیا تھا لیکن اب میں ہی اقرار کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں اپنی امانت کا خیال خود رکھنا چاہیے، کسی دوسرے کے سر پر نہیں ڈالنا چاہیے۔ اب بیلا میری بیوی ہے، میری منکوحہ ہے، اس کا خیال رکھنا، اس کی ذمہ داری اٹھانا میرا کام ہے، اس کے بھائی کا نہیں اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ اب مجھے رخصتی لینی ہے وہ بھی ایک ہفتے کے اندر ہی۔ میں اس معاملے کو لٹکانا نہیں چاہتا۔ مجھے پہلے ہی رخصتی لے لینی چاہیے تھی، بیکار میں ان ساری باتوں کو اتنا لمبا کھینچ دیا۔"

ہاں وہ سب کچھ تو ٹھیک ہے لیکن بیلا سے پہلے بات کرنی پڑے گی، اس سے "پوچھنا پڑے گا اور پھر اس کا بھائی بھی تو بیچ میں ہے نا، اس انسپیکٹر پولیس والے کا بھی تو کچھ کرنا ہے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بالا نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

بیلا کو میں بتا چکا ہوں بس وہ اپنی ماں کو بتا دے، اس کے بعد فوراً ہی رخصتی کر "لیں گے۔ اس کی ماں کو ہمارے نکاح کے بارے میں نہیں پتہ، باقی سب لوگ جانتے ہیں، اس کی ماں بیمار رہتی ہے فی الحال وہ اسے کچھ نہیں بتا پائی لیکن میں اسے کلیئر کر چکا ہوں کہ وہ اپنی ماں کو یہ بات بتا دے تا کہ رخصتی ہو سکے۔ میں اب مزید انتظار نہیں کر سکتا۔" وہ جیسے بات ہی ختم کر رہا تھا جبکہ یہ جان کر کے بیلا کی ماں ان کی نکاح کے بارے میں نہیں جانتی، سردار کو تھوڑا عجیب لگا تھا۔ اتنی بڑی بات بھلا وہ انسپیکٹر اپنی ماں سے کیسے چھپا سکتا تھا؟

چلو ٹھیک ہے اگر تم نے بات کر لی ہے تو پھر مزید بحث کرنے کی ضرورت ہی "نہیں۔ رخصتی کی تیاریاں کرتے ہیں، قبیلے کو سجا دو، ڈاکو بالا کی شادی ہے۔" وہ اس کے کندھے کو ہلکا سا تھپتھپاتے ہوئے بولا تو بالا جہاں ہلکا سا مسکرایا تھا وہیں

دعام بھی کافی پرجوش لگ رہی تھی جبکہ تھوڑی ہی دیر میں قبیلے میں جشن کا شور مچ چکا تھا کہ ڈاکو بالا کی شادی ہے۔

○○○○○○○

"وہ قبیلے کے دوسری طرف آیا تو ٹھیک ہے، ہوا کیا ہے تجھے؟ کچھ بتا تو سہی۔" ہوا تھا جب سردار بھی اس کے پیچھے ہی آ گیا۔ وہ شام سے ہی بہت زیادہ پریشان لگ رہا تھا اور شادی کا فیصلہ اس نے یوں ہی بیٹھے بٹھائے نہیں کیا تھا۔ اتنا تو وہ سمجھ چکا تھا، بالا نے جس طرح کہا تھا کہ وہ رخصتی کرے گا، اسے کوئی اعتراض نہیں تھا، وہ بالا کی ہر بات ماننے کو تیار تھا لیکن بالا کی پریشانی کی وجہ جاننا بھی اس کے لیے بے حد ضروری تھا۔

"کچھ نہیں ہوا، دماغ خراب کر رکھا ہے اس لڑکی نے۔ تجھے پتا ہے اس نے کیا کیا؟ میں نے اسے اپنی امی کا زیور دیا، میری امی کا سب سے پسندیدہ کنگن جو وہ اپنے ہاتھ سے اتارتی نہیں تھی۔ میں سب سے پہلے اسے تحفے میں دے کر آیا کہ میری امی کی کوئی نشانی اس کے ہاتھ پر موجود ہو گی۔ میں نے اس کو تھوڑا

تنگ کروایا تھا تاکہ اس کے ہاتھ پر اس طرح سے فٹ ہو کہ نکلے نہ، اس کنگن کو کٹوانے چلی گئی تھی وہ۔ میری امی کے زیور کو برباد کرنے جارہی تھی وہ لڑکی اور پھر وہاں ایک غیر آدمی نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ سردار، تو سمجھ رہا ہے؟ میری منکوحہ کا ہاتھ کسی آدمی نے تھام رکھا تھا، شکر ہے وہ بچہ تھا ورنہ میں اس بچے کی ہڈی کے ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ ساری زندگی ایک ہاتھ کے سہارے رہتی تو پتہ چلتا اسے بالا کی محبت کا۔ دماغ خراب کر رکھا ہے اس لڑکی نے میرا۔ یا تو یہ میرے ہاتھوں مر جائے گی یا یہ لڑکی مجھے پاگل کر دے گی۔ میں یہاں ہر چیز بھلا کر اس کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کرنا چاہتا ہوں اور یہاں اس لڑکی نے میرا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ بس، بہت دے دی میں نے آزادی، اب تو اسے یہیں آنا ہو گا، اپنی ساری ڈاکٹریاں یہیں کرے گی اسی قبیلے میں، ساری عمر میری آنکھوں کے سامنے رہے گی اور وہ اس کا بھائی ملا تھا مجھے، طلاق کروانا چاہتا ہے میری اس کے ساتھ اور تجھ سے ملاقات کا بھی خواہش مند ہے۔ اس سے ذرا ملاقات کر کے دوکان کے نیچے بجا دینا میری

طرف سے، بے غیرت بھائی اپنی بہن کی طلاق چاہتا ہے۔ اس کی میں گوٹھی مروڑوں گا، لیکن اس سے پہلے اس کی بہن کو ٹھیک کروں گا، تیر کی طرح سیدھا نہ کر دیا تو بالا نام نہیں میر اوہ کافی زیادہ غصے میں تھا جب کہ سردار صرف اسے سن رہا تھا۔

میں اس کے بھائی کو تو دیکھ لوں گا لیکن تو کیا صرف اس لیے رخصتی کرنا چاہتا" ہے کیونکہ تو غصے میں ہے اور تو یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ بیلا نے تیری مرضی کے خلاف کوئی کام کیا ہے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بالکل سنجیدہ انداز میں بولا تو بالا نے عجیب سے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

تجھے کیا لگتا ہے میں ایسا ہوں کہ اسے اپنے غصے کی آگ میں جلانے کے لیے" رخصتی کروں گا؟ محبت کرتا ہوں میں اس سے، حفاظت کرنا چاہتا ہوں، اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ نہیں منظور میری عورت پر کسی غیر مرد کی نظر بھی پڑے۔ میں اس پر دنیا تنگ نہیں کرنا چاہتا بلکہ اسے بتانا چاہتا ہوں کہ وہ میری دنیا ہے۔ اسے بہت خوش رکھوں گا سردار، بہت بہت زیادہ خوش،

وہ اپنی قسمت پر رشک کرے گی۔ اس کا وہ بھائی پاگل ہے، سمجھتا ہی نہیں ہے میرے جذبات کو لیکن اس کے بھائی سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ شادی کے بعد دیکھی جائے گی سالے کا کیا کرنا ہے، فی الحال تو اپنی بیوی چاہیے مجھے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار نرمی سے مسکرایا تھا جبکہ اس کے مسکرانے پر بالا نے سامنے سے آتی دعام کی طرف اشارہ کیا تھا جو خود بھی پوری طرح اسی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

oooooooo

"اپ یہاں ہیں اور میں ہر جگہ آپ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئی۔ آپ کی دوائیوں کا وقت ہو گیا اور آپ یہاں ہر طرف گھوم رہے ہیں۔ چلیں روم میں چل کر پہلے آپ اپنی دوائیاں لیں۔ پھر ہم نے بہت ساری باتیں بھی تو کرنی ہیں نا؟" وہ اس کا دھیان دوبارہ سے اس کے ماضی کی طرف دلا رہی تھی۔ مطلب صاف تھا کہ آج بھی وہ اسے جلدی نہیں سونے دینے والی جب کہ سردار نے

باتوں والی بات پر اپنے ساتھ کھڑے بالا کو دیکھا تھا جو عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"ہم باتیں ہی کرتے ہیں، بھائی تو زیادہ دانت نہ نکال۔" وہ اس کے کندھے پر ہلکا سا مکہ مارتا اسے دھکا دے چکا تھا جبکہ اس کے دھکا دینے پر وہ ہاتھ ہلاتا وہاں سے نکل گیا۔ "یہ بالا بھیا اس طرح سر کھجا کھجا کر مسکرا کیوں رہے تھے؟ دولہا بننے والے ہیں، اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ وہ اس طرح کی حرکتیں کریں گے؟"

"بس، دولہا بنے کا جوش چڑھ گیا ہے اس کو۔ خیر، کمرے میں چلیں، طبیعت خراب لگ رہی ہے، دوائیاں کھلا دو مجھے، نیند آرہی ہے۔" وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے اندر گیا تھا، دعام نے اسے گھورا تھا۔ "ارے یار، منہ مت بناؤ، چلو آؤ بتاتا ہوں تمہیں، میری امی نا بڑی ظالم ٹیچر تھیں۔" وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ "انہیں بڑا غصہ آتا تھا جب میں پڑھائی نہیں کرتا تھا۔ یہ بالا تو اتنا ہوشیار تھا نا، ایک دفعہ سبق پڑھتا

تھا اس کو سب کچھ یاد ہو جاتا تھا اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ میں کدھر پھنس گیا۔" وہ اسے بتا رہا تھا جب کہ دعام پر جوش ہو کر اسے سن رہی تھی۔

ہائے اللہ! مطلب آپ نالائق تھے بچپن میں اور بالا بھیا ہوشیار؟" وہ آنکھیں پھیلائے اس سے پوچھنے لگی تو اس نے کندھے اچکائے تھے۔ اب وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا کہ پڑھائی میں وہ زیادہ اچھا نہیں تھا اور بالا اس کے مقابلے میں بہت ہی کمال کا انسان تھا۔

بالا میری مدد کر دیتا تھا میں پھر بھی پاس ہو جاتا تھا، وہ انکھ دبا کر بولا تھا، اب کی" دفعہ دعام کھکھلائی تھی۔" مطلب آپ نقل باز تھے؟ چلیں کسی چیز میں تو میں نے آپ کو ہرایا، میں بہت لائق بچی تھی۔" اس نے مزے سے بتایا تھا جب کہ وہ متاثر ہو کر اس کے ساتھ اوپر جا رہا تھا۔ جب سردار نے اسے ایک دفعہ پھر سے اپنے بچپن کی یادوں میں الجھا دیا۔

oooooooo

ماضی

کوئی حال ہے تم لوگوں کا؟ کسی ایک نے بھی سبق یاد نہیں کیا ہوا۔" وہ کتاب" بند کرتے ہوئے غصے سے انہیں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

یہ کیا بات ہوئی؟ ٹیسٹ آپ نے مجھ سے سنا ہی نہیں۔ مجھے سب کچھ آتا" ہے۔" بالا منہ بنا کر بولا تھا۔

ہاں میرے بچے تجھے سب کچھ آتا ہے لیکن صرف تجھے تو پیپر نہیں دینے نا،" سب نے دینے ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک نالائق ہے یہاں۔ اب ان سب کو میں سزا دیا کروں گی بلکہ میں چھٹی ہی نہیں دیا کروں گی۔" زہرہ کافی غصے میں تھی جبکہ بالا کے علاوہ باقی ساری کلاس نے سبق نہ یاد کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔ کہنے کو وہ تقریباً 11 لڑکے نویں جماعت میں جا چکے تھے لیکن مجال تھی جو کسی نے بھی پڑھائی میں دلچسپی دکھائی ہو۔

کہاں بھاگ رہے ہو تم سب لوگ؟ کہیں نہیں جاؤ گے، آج میں تم لوگوں کو" چھٹی ہی نہیں دوں گی۔" وقت پورا ہوا ہی تھا کہ وہ سب اٹھ کر بھاگنے لگے، جب زہرہ نے غصے سے کہا، وہ سب ہی واپس بیٹھ گئے تھے۔ چہرے پر اداسیاں

تھیں جب کہ اس کا اپنا بیٹا بھی بڑی معصوم سی شکل نکالے بیٹھا ہوا تھا لیکن زہرہ کو اس پر بھی ترس نہیں آنا تھا۔

"آج جب تک تم لوگ مجھے اس چیپٹر کا ٹیسٹ نہیں دیتے میں تم لوگوں کو چھٹی نہیں دوں گی۔" وہ فیصلہ کرتے ہوئے بولی تھی۔

""یہ کیسے تیار ہو گا؟ ہم سے نہیں ہو گا یہ والا چیپٹر، ہم اینڈ پر پڑھیں گے۔" ایک ہوشیار سے لڑکے نے بہانہ بنایا تھا۔

"یہ تھیوریز کا چیپٹر ہے، اگر یہ والا تم لوگ اینڈ پر پڑھو گے تو اینڈ پر جو مشکلات آنے والی ہیں وہ کب کرو گے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ یہ والا چیپٹر تم لوگوں کو ابھی کرنا ہو گا۔ اور اگر تم لوگوں کو اتنے دنوں سے یہ سب کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا تو پھر تم لوگ اتنے ڈرامے کیوں کر رہے تھے کہ ہمیں آگیا ہے، ہمیں آگیا ہے؟" وہ کیمسٹری کی کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے بولی تھی۔ نویں کلاس میں کچھ اور بچے بھی تھے جو سائنس سے بہت دور تھے جب کہ سائنس والوں کی تو زندگی حرام ہو گئی تھی اور اوپر سے بالا نے زبردستی دلاور سے بھی سائنس

رکھوائی تھی۔ وہ پڑھائی میں بہت اچھا نہیں تھا اور نہ ہی اسے بہت اچھا بننا تھا۔ وہ نارمل سی پڑھائی کر کے اپنے ماں باپ کو خوش کر سکتا تھا لیکن نہیں، اس بالا کی ایسی تیسی جو خود تو پھنستا ہی تھا ساتھ میں اسے بھی پھنسا دیتا تھا۔

مس جی، آج ہمیں چھٹی دے دیجیے نا، ہم کل سے اس پر پھر سے محنت کریں گے۔" ایک دوسرے لڑکے نے یقین دہانی کروانے کی کوشش کی تھی جبکہ زہرہ نے اچانک نظر گھما کر قبیلے کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ نہ جانے اسے کیوں اسے بار بار محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی اس طرف ہے جو اسے دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

بالا بیٹا، جاؤ ذرا دیکھو دروازے کی طرف، کوئی شاید اس طرف ہے۔" اس نے بالا سے کہا تھا جب کہ بالا فوراً ہی اٹھ کر قبیلے کے دروازے کی طرف گیا تھا۔

وہاں تو کوئی نہیں ہے، میں دیکھ کر آ گیا ہوں۔ وہ بابا نے ایک آدمی رکھا ہوا ہے نا، وہی باہر گھوم رہا ہے، بیچارہ زخمی ہے، سوالی ہے اسے یہاں پناہ دی گئی

ہے۔" وہ واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھتے ہوئے اسے تفصیل بتا گیا تھا جبکہ وہ ہاں میں سر ہلاتی ان سب کی شکلیں پھر سے دیکھنے لگی تھی جہاں پر مایوسی تھی۔ وہ ان لوگوں پر ہرگز ترس نہیں کھانا چاہتی تھی اسی لیے سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

صحیح، صرف دلدار کو چھٹی دے دو، میرا وعدہ ہے کل یہ یاد کر کے آئے گا۔""

بالا اس کے پاس واپس بیٹھتے ہوئے بولا تو زہرہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

اوئے، میری گارنٹی نہ لے، مجھ سے نہیں یاد ہوتا۔" وہ اس کے کان میں بولا" تو بالا نے اسے کہنی ماری تھی۔

چپ کر کے بیٹھ جا یہاں، میں تیرے لیے اتنی کوشش کر رہا ہوں اور تو کہتا"
"ہے نہیں ہوتا؟ کل ہو گا تجھ سے، میں تجھے زبردستی یاد کرواؤں گا۔

ٹھیک ہے، میں تم لوگوں کو کل تک کا وقت دیتی ہوں۔ کل سب کو آنا"
چاہیے۔ بالا، صرف دلدار کی مدد نہیں کرنی ہے، باقی سب کی بھی کرنی ہے، یہ سب بھی تمہارے دوست ہیں۔" اسے پیار سے بالا کو سمجھانا چاہا تھا جس نے فوراً سر جھٹک دیا۔

بالا کا کوئی دوست نہیں ہے، صرف دلدار ہے بالا کا دوست۔ بالا ہر کسی کو یار" نہیں بناتا۔ میں اپنے دوست کی گارنٹی دیتا ہوں، اس کو کل تک یاد ہو جائے گا باقی آپ جانو آپ کے شاگرد جانے، میں نے کسی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔" وہ فوراً اٹھ گیا تھا جب کہ اس کی بات پر دلاور خوش ہو گیا تھا۔

امی، اس کو ہر کسی کا دوست نہ بنایا کرو، یہ صرف میرا دوست ہے، بالا صرف" میرا یار ہے اور کسی کا نہیں۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوتے ہوئے بولا تو زہرہ نے نفی میں سر ہلایا تھا جیسے اسے سب کا دوست کہہ کر اسی نے غلطی کر دی ہو۔ جبکہ ایک دفعہ پھر سے خود پر پڑتی عجیب سی نظروں سے پریشان ہوتی اس نے دوبارہ دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

ٹھیک ہے جاؤ، اب تم سب کی چھٹی ہو گئی ہے، صبح یاد کر کے آنا ورنہ سخت سزا" دوں گی بلکہ چھٹی ہی نہیں دوں گی۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہوتی قبیلے کے دروازے کی طرف جانے لگی تھی جبکہ باقی سب بھی اٹھ کر اپنے اپنے بستے اٹھانے لگے۔

○○○○○○○○○

زہرہ کبھی بھی اس طرح سے باہر نہیں آتی تھی، وہ قبیلے کے مردوں کے سامنے بھی زیادہ نہیں آتی تھی، وہ پردے کا خاص خیال رکھتی تھی لیکن ان چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھانے کے لیے اس نے کبھی پردہ نہیں کیا تھا اور یہ بچے شروع سے ہی اس کے لیے اس کے اپنے دلاور جیسے تھے۔ وہ خود ہی انہیں پڑھاتی آئی تھی، یہ کہنا کہ وہ انہیں پال رہی تھی تو غلط نہیں تھا۔ دروازے تک آتے ہوئے اس نے باہر کی طرف جھانکنے کی کوشش کی تو ایک لمحے کے لیے اس کے پیروں سے زمین نکل گئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے تیرہ سال پہلے والا وہ منظر آگیا تھا۔

اس کے باپ کو مرے ابھی پندرہ دن نہیں ہوئے تھے جب اس کے ظالم بھائی نے اس کا سودا کر دیا۔ وہ بھی کسی عام انسان کے ساتھ نہیں، ایک جانے مانے ڈاکو کے ساتھ جو صرف اور صرف اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے اسے لے کر جا رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی، تڑپ رہی تھی، اپنے بھائی سے اپنے نہ کردہ گناہ کی معافی مانگ رہی تھی جس کی وجہ سے اس کا بھائی اس طرح اس سے جان چھڑا

رہا تھا۔ ہاں، اس نے کہا تھا وہ ساری زندگی اپنے بھائی کی غلامی کر لے گی لیکن اس پر یہ ظلم نہ کیا جائے۔ وہ فقط 16 سال کی تھی جب اس کے سوتیلے بھائی نے اسے ایک بے رحم ڈاکو کے حوالے کر دیا۔ وہ کیسے اسے گھسیٹ کر اس قبیلے میں لے کر آیا تھا۔ وہ 20 سالہ نوجوان جو کبھی اپنے بھائی کے سامنے آنکھ تک نہیں اٹھاتا تھا، اس دن اس کے لیے لڑ مرنے کو تیار ہو گیا تھا۔ وہ جو اسے پورے قبیلے کے مردوں کے سامنے نوچ کر اسے اسی قبیلے کے مردوں کے حوالے کرنے والا تھا، ان سب کے خلاف آواز اٹھائی تھی دلاور نے صرف اور صرف اس کی خاطر، اس کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ جب اسے بیچ قبیلے میں لے کر آتا اس کے کپڑے پھاڑنے لگا تو دلاور نے ایک لوہے کا راڈ اٹھایا اور اس کے سر پر مار دیا تھا اور پھر جس انداز میں وہ دہاڑا تھا وہ خود حیران رہ گئی تھی۔ اس ہزار جاہلوں کے بیچ میں ایک غیرت مند بھی موجود تھا۔

وہ حیرانگی سے اسے دیکھتی رہی تھی جو اس کے لیے لڑ رہا تھا، مر رہا تھا، اپنے بھائی کو جان سے مارنے پر آ گیا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ یہ انسان کبھی آواز نہیں

اٹھاتا، اپنے بھائی کے سامنے آنکھ تک نہیں اٹھاتا لیکن اس دن اس نے اپنے بھائی کو جان سے مارنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اسے اتنا مارا تھا، اتنا مارا تھا کہ اس کی سانسیں ختم ہونے پر آ گئی تھیں اور پھر اس نے کتنے مان سے کہہ دیا تھا کہ زہرہ کسی کی رکھیل نہیں بنے گی بلکہ وہ ملکہ بنے گی اس قبیلے کی، ملکہ کیونکہ وہ وہاں کے نئے سردار کی بیوی بنے گی۔ وہ کہاں جانتی تھی کہ اس طرح بک کر آئی ایک لڑکی اسی غیرت مند کی عزت بن جائے گی۔ ہاں، وہ دن وہ کبھی نہیں بھلا سکتی تھی جب سردار دلاور نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ اور بے حد عزت سے اس سے سوال کیا تھا کہ کیا وہ اس کی ملکہ بنے گی؟ کیا وہ اس سے شادی کرے گی؟ وہ کیوں انکار کرتی؟ وہ جو اپنے بھائیوں کی ٹھکرائی ہوئی تھی، وہ کیسے انکار کرتی؟ اس نے بنا سوچے سمجھے ہاں میں سر ہلایا تھا اور اسی دن دلاور نے اس سے نکاح کروا لیا تھا۔

وہ دن تھا اور آج کا دن تھا، ایک جاہل حیوان کی قید سے نکل کر وہ لوگ آزاد ہو گئے تھے، وہ انسان بن گئے تھے۔ جس طرح زہرہ نے انہیں گناہوں سے دور

کرتے ہوئے صحیح راہ دکھائی تھی، وہ شاید کوئی اور نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے صحیح معنوں میں وہاں کی سردارنی ہونے کا حق نبھایا تھا۔ ہر کسی کو سہی راہ دکھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ سب سے پیار سے بات کرتی تھی، ہر کوئی اس کی عزت کرتا تھا۔ یہاں موجود ہر کوئی اسے سردارنی کہہ کر پکارتا تھا جب کہ یہ بچے اپنی مرضی کے مالک تھے۔ کوئی اسے سردارنی تو کوئی مس جی کہتا تھا۔ کچھ بچے تو مذاق میں ماسٹرانی بھی کہتے تھے۔ جب کہ وہ خوش ہوتی تھی ان کے نئے نئے لقب پر۔ یہاں کی سردارنی بنتے ہوئے وہ اپنی پرانی زندگی بھلا بیٹھی تھی، حالانکہ شادی کے پانچ سال بعد اس کا اپنا سگا بھائی آیا تھا۔ اس سے ملنے کے لیے جس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا اسے یہ بتانے کے لیے کہ وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کا قبیلہ گنہگار ہے۔ وہ کبھی گناہوں کو چھوڑ نہیں سکتے، ان کی روزی روٹی چوری، ڈکیتی ہے۔ انہیں چھوڑ کر بہتر ہے کہ وہ اپنے گھر واپس چلے۔ لیکن اب وہ اپنے بھائی کو کیا سمجھاتی کہ اس کا گھر اس کا سب کچھ، اس کی دنیا اب یہی قبیلہ تھا۔ جسے وہ نہ تو چھوڑ سکتی تھی اور نہ ہی وہ اپنے شوہر اور بچے سے دور رہ سکتی

تھی۔ لیکن اس کا بھائی دور ہو گیا تھا اس سے کیونکہ وہ قانون کا محافظ تھا۔ وہ صرف اس لیے اس قبیلے کے لوگوں کو ٹھیک نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ اس کی بہن یہاں تھی۔ جو غلط تھا اسے وہ غلط کہتا تھا۔ وہ آئے دن سردار کی راہ میں آ کر اسے تنگ کرنے لگا تھا، وہ اس کے کام میں دخل اندازی کرنے لگا تھا اور یہ چیز اسے منظور نہ تھی۔ وہ صرف اور صرف اپنی بہن کے سامنے ان لوگوں کو غلط ثابت کرنا چاہتا تھا۔ سردار اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ وہ اس کی جان سے پیاری بیوی کا سگا بھائی تھا اسی لیے سردار نے خاموشی سے اس کا تبادلہ شہر میں کروا دیا تھا۔ اب وہ چاہنے کے باوجود بھی یہاں نہیں آ سکتا تھا۔ حالانکہ وہ اس کی ساری خبر رکھتا تھا اور خود سردار بھی اس سے گھر آ کر اس کے بھائی کی ساری باتیں بتاتا تھا۔ یہاں تک کہ کئی دفعہ تو زہرہ نے اس کے لیے تحفے بھی بھیجے تھے اور کئی دفعہ اس کی طرف سے بھی تحفے ملے تھے۔ ہاں لیکن ملاقات ہوئے سالوں گزر چکے تھے۔

اور سالوں گزر چکے تھے اس شخص کو یہاں سے گئے ہوئے لیکن آج وہ شخص پھر سے اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ شخص یہاں قبیلے میں کیا کر رہا تھا؟ وہ حیوان واپس اس قبیلے میں آ چکا تھا اور اسے خبر تک نہیں ہوئی تھی۔ اس نے اس کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، وہ انسان نہیں حیوان تھا اور یہ ساری باتیں جانتے ہوئے بھی اسے واپس اس قبیلے میں لایا گیا تھا۔ کیوں؟ کس کی اجازت سے؟ کیا سردار کو اس کے بارے میں پتہ تھا؟ وہ پریشانی سے اپنے خیمے کی طرف جانے لگی، اسے سردار کے واپس آنے کا شدت سے انتظار تھا۔

○○○○○○○○

سردار، سردار وہ پولیس والا آیا ہے، قبیلے کے باہر کی طرف کھڑا ہے، اس کا" کیا کرنا ہے؟" جمرو بھاگتے ہوئے اس کے پاس آتے ہوئے اسے بتانے لگا تھا۔ پولیس والے کا مطلب وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ یقیناً ریان آیا ہو گا لیکن وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ اس کا بھلا یہاں کیا کام تھا؟ اس نے سوچتے ہوئے قبیلے کے داخلی ایریا کی طرف دیکھا تھا۔

یہ دو نمبر پولیس والا یہاں کیا کر رہا ہے؟" وہ ذرا سا مسکراتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑتا اس طرف چلا گیا تھا۔ بالا اسے کل رات ہی بتا چکا تھا کہ دو نمبر پولیس والا یہاں قبیلے میں آج کل آنے والا ہے اپنی بہن کے سلسلے میں بات کرنے کے لیے۔ تو اس سے کرنا بس یہ ہے کہ اس کے کان کے نیچے دو تھپڑ لگا کے اسے بتانا ہے کہ تھوڑی غیرت کر جا بھائی اپنی بہن کی طلاق کی بات مت کر۔ خیر یہ کام اسے بالا نے دیا تھا اور شاید وہ یہ کر سکتا تھا۔ وہ اس کے پاس آتے ہوئے رکا تو اس کے چہرے کی سنجیدگی دیکھ کر بنا کچھ بولے اس کی بات کا انتظار کرنے لگا۔

میں یہاں کوئی بحث کرنے یا پھر اپنے کسی ذاتی کام کے لیے نہیں آیا ہوں،" "مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔

جلدی بولو، زیادہ وقت نہیں ہے۔ وہ کیا ہے کہ قبیلے میں شادی کی تیاریاں چل" رہی ہیں۔ ڈاکو بالا کی شادی کی تیاریاں آج سے شروع ہوں گی۔ بالا، جا کچھ لے کر آ، بیٹھائیں انسپکٹر صاحب کو، اپنے بالا کے سالے صاحب ہیں ان کی عزت

کرنی ہے۔" وہ اسے چارپائی لانے کو کہہ دیتا واپس اس کی طرف متوجہ ہوا تو جمرو بھاگ کر اس کے لیے چارپائی بچھانے لگا تھا۔

ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے، سردار میری بات کو سمجھنے کی کوشش" "کرو۔

کیا بات کو سمجھنا ہے انسپکٹر؟ کسی لمبے چوڑے چکر میں پڑنے کی ضرورت" نہیں، ہمیں جہیز نہیں چاہیے۔ ہم ویسے بھی اس جہیز جیسی لعنت پر لعنت ہی بھیجتے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر اپنی بہن کی شادی کی تیاریاں کرو، دو جوڑوں میں رخصت کر دو، یہاں بہت کچھ ہے اس کے لیے۔ ویسے بارات کے لیے جمعہ کا دن مقرر کیا ہے ہم نے، ٹھیک ہے نا؟ تب تک قبیلے میں تیاریاں بھی ہو جائیں گی اور پھر شادی ہے تو جشن بھی تو کرنا پڑے گا؟ ویسے تمہاری طرف سے تیاریاں کیسی ہیں؟ دیکھو یار ہمارے سب سے لاڈلے ڈاکو کی شادی ہے، ہم اس شادی میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں چاہتے، نہ تمہاری طرف سے ہماری طرف سے تو خیر کوئی ہو گی ہی نہیں۔ لیکن تم اپنا پولیس والے والا دماغ زیادہ استعمال

مت کرنا، تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ دو جوڑوں میں اپنی بہن کو ہمارے بھائی کے ساتھ رخصت کر دو۔ نہ بات کو بڑھائیں گے نہ کھینچیں گے۔ عزت سے بارات لے کر آئیں گے، عزت سے دلہن کو رخصت کر دینا، یہی تمہارے حق میں بہتر رہے گا ورنہ اپنے سسر سے پوچھنا کہ اس کی بھتیجی کی بارات کیسی تھی، ویسے بارات تو تمہاری بھی میں نے یادگار بنادی تھی۔ چلو کوئی بات نہیں تمہیں کچھ تو یاد رکھنے کا موقع ملا ورنہ جس طرح کی شادی تم کر رہے تھے ایسی شادی تو ہم اپنے دشمنوں کی بھی نہ ہونے دیں۔ خیر تم بھی تو دشمن ہی تھے؟ زیادہ نہیں بول رہا میں، ڈاکٹر نے زیادہ بولنے سے منع کر رکھا ہے۔ تمہاری بہن بھی تو ڈاکٹر ہے، فِکر مت کرو، اس کی ڈگری ضائع نہیں ہونے دیں گے، اس قبیلے میں کمی نہیں ہے مریضوں کی، دن رات یہاں علاج کرتی رہے گی، اپنے خواب پورے کرے گی۔ ہم یہاں اسے کسی طرح کی کمی نہیں ہونے دیں گے۔ تمہاری بہن کی زندگی آسان ہو گی، خوبصورت ہو گی، محبتوں سے بھرپور ہو گی، اسے اس قبیلے میں عزت ملے گی، رتبہ ملے گا، مقام ملے گا۔ ہم سب کے لیے وہ احترام

کے قابل ہو گی، اس قبیلے کے ایک ایک مرد کی نظر اس کے سامنے جھکی ہوئی ہو گی، اس بات کی گارنٹی میں دیتا ہوں۔ اس بڑے شہر میں وہ اتنی عزت سے نہیں رہی ہو گی جتنی عزت سے اسے یہاں اس قبیلے میں رکھا جائے گا۔ میرے خیال میں اتنی گارنٹی کافی ہے، اب تمہیں جانا چاہیے، آخر تمہاری بہن کی شادی ہے، تیاریاں تو تم نے بھی کرنی ہیں۔" وہ اسے بالکل بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا جبکہ ریان کبھی اسے حیرت سے سنتا، کبھی اس کی بات کاٹنے کی کوشش کرتا لیکن سامنے والا شاید نہیں، یقیناً اس کے سامنے سوا شیر تھا، جو اس سے کسی بھی طرح کی نفی کرنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔

"!سردار میری بات سنو۔۔۔"

فی الحال تم میری بات سنو دو نمبری پولیس والے، میں کسی طرح کی کوئی اکھاڑ" پچھاڑ نہیں چاہتا۔ ہم سادگی سے بارات لے کر آئیں گے اور بس، نہ تو اب اس چیز پر بحث ہو گی اور نہ ہی میں تمہاری کوئی بات سننا چاہتا ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری بہن عزت سے رخصت ہو تو بہتر یہی ہے کہ اسے عزت سے

رخصت کر دو۔ باقی شادی کا لہنگا کل بالا اس کے ساتھ جا کر لے آئے گا۔ اسے کہہ دینا کہ اپنی پسند کی جو چیز چاہیے وہ لے سکتی ہے، اور تمہیں اس کے اوپر ایک پیسہ بھی لگانے کی ضرورت نہیں، اب وہ بالا کی ذمہ داری ہے۔"

"یار کیا کر رہے ہو تم لوگ؟ صبح سے تم لوگوں کو کہا ہوا ہے کہ قبیلے میں جشن کا انتظام کرو، ڈاکو بالا کی شادی ہے، تم سب لوگ بیکار بیٹھے ہوئے ہو، حد نہیں ہو گئی؟ لگتا ہے یہاں بھی سب کچھ مجھے ہی کرنا ہو گا۔ خیر انسپیکٹر، تم جاؤ اپنے بہن کی شادی کی تیاریاں کرو، مجھے اپنے بھائی کی شادی کی تیاریاں کرنی ہیں۔" وہ اچانک ہی اس کے سامنے سے اٹھ گیا تھا جب کہ ریان جو اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، اس کے اٹھ کر جانے پر اسے روک نہیں پایا تھا۔

"سنا نہیں سردار نے کیا کہا؟ اپنے گھر جاؤ اور شادی کی تیاریاں کرو، اب تو سیدھی بارات ہی آئے گی۔" جمرو بھی کہتے ہوئے وہیں سے پلٹ گیا تھا جب کہ سردار اچانک ہی مصروف ہو گیا تھا۔ سارے ڈاکوؤں کو بلاتے ہوئے وہ قبیلے کو

دلہن کی طرح سجانے کا حکم دے چکا تھا جب کہ ریان حیران پریشان اسے دیکھتا

نہ چاہتے ہوئے بھی واپسی کے لیے قدم اٹھا چکا تھا۔

○○○○○○○○

یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے یہاں؟ بالا اپنا کام نمٹا کر واپس قبیلے میں آیا تو قبیلے کی چکاچوند روشنی نے اسے حیران کر دیا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹی سے لے کر زمین تک خوبصورت لائٹنگ کی گئی تھی جبکہ لائٹنگ اتنی گھنی تھی کہ قبیلے کے ہر کونے میں رنگ برنگی لائٹیں جل رہی تھیں۔ اچھی خاصی روشنی ہو گئی تھی۔

"یہ سب کچھ تمہاری شادی کی خوشی میں کیا جا رہا ہے۔ سردار کا حکم ہے کہ قبیلے کا ایک ایک کونا سجا دو۔ ابھی تو ہم لوگ سجاوٹ کر رہے ہیں، ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ تو صرف لائٹنگ ہوئی ہے۔ بہت کچھ باقی ہے۔ قبیلے کا ایک ایک ذرہ روشن ہونا چاہیے کیونکہ قبیلے کے لاڈلے ڈاکو کی شادی ہے۔" جمرو اس کے پاس آتا اس کے گال کھینچتے ہوئے بولا تو وہ نفی میں سر ہلاتا آگے پیچھے دیکھنے لگا تھا۔ اتنی ساری تیاریاں اس کی شادی کی خوشی میں کی جا رہی تھیں، یہ بات

حیران کن تھی۔ حالانکہ سردار کی شادی کے لیے بھی اتنی تیاریاں نہیں کی گئی تھیں۔ ارے اس کی تو شادی ہی کچھ الگ کنڈیشنز میں ہوئی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ اسے حیران ضرور کر گیا تھا، آخر یہاں چل کیا رہا تھا؟

قبیلہ تو اچھا خاصا روشن ہو گیا تھا۔

"سردار کہاں ہے؟"

اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا ہو گا۔" وہ وہی چارپائی بچھانے لگا تو جمرو نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

سردار ندی کی طرف ہے۔ ندی کی طرف بھی لائٹنگ ہو رہی ہے۔ دعا نے کہا ہے کہ وہ اس کی سب سے پسندیدہ جگہ ہے تو اس کو بھی خوب سجایا جائے۔ تو بس پھر سردار اپنی سردارنی کا حکم مان رہا ہے۔ وہاں پر بھی خوب تیاریاں چل رہی ہیں۔ میں بھی بس یہ لائٹنگ کر کے ادھر ہی جاؤں گا۔" وہ اپنے ہاتھ میں موجود لڑیوں کو ترتیب دیتے ہوئے بولا تھا جبکہ بالاچ چارپائی وہاں سیدھی کرتا پیچھے کی طرف چلا گیا تھا۔

ارے رکو، میں بھی آتا ہوں۔" اسے جاتے دیکھ جمرو نے بھی فوراً لڑیاں وہیں پھینکتے اس کے پیچھے قدم بڑھائے تھے۔ قبیلہ اتنا خوبصورت اور اتنا روشن لگ رہا تھا کہ حد نہیں۔ صاف لگ رہا تھا کہ قبیلے میں خوشیوں کا سماں ہے۔ ہر طرف رونقیں ہی رونقیں لگی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ قبیلے کا ہر انسان کوئی نہ کوئی کام کر رہا تھا۔

اور اتنی تیاریوں کے بیچ بالا پریشان تھا۔ اسے تو شرم آرہی تھی کہ یہ سب کچھ اس کے نام پر ہو رہا تھا۔

اب شادی تو ہر کسی کی ہوتی ہے لیکن شادی پر اتنی دھوم دھام تو پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی شادی میں اتنا سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ نکاح تو پہلے ہی ہو چکی تھی، صرف رخصتی ہونی ہے۔ یعنی اس رخصتی کے لیے اتنا سب کچھ؟ یہ سب کچھ تو بہت زیادہ تھا، بالا کے حساب سے۔

○○○○○○○○

قبیلے سے واپس آنے کے بعد سے ریان کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ وہ ڈکیت قبیلے کے ڈاکوؤں کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتا تھا، یہ اس کے لیے مشکل نہیں بلکہ ایک ناممکن ٹاسک تھا۔

جبکہ اپنی بہن کو کسی ڈاکو کے حوالے کرنا، یہ سوچ ہی ریان کو پاگل کر رہی تھی۔ وہ کیسے اپنی معصوم سی بہن کو ایک ڈاکو کے حوالے کر سکتا تھا اور پھر ڈاکو بھی وہ جو بات بات پر قتل کرنے پر اتر آتا تھا۔

سردار کس طرح کا انسان تھا وہ کچھ حد تک جانتا تھا اس کو لیکن بالا کس طرح کا انسان تھا وہ نہیں جانتا تھا۔

بالا کے بارے میں اس نے زیادہ کچھ نہیں سن رکھا تھا لیکن جتنی معلومات اس کے پاس موجود تھی اس کے مطابق بالا بھی ایک انتہائی خطرناک ڈاکو تھا اور نہ جانے کتنے لوگوں کو قتل کر چکا تھا۔ وہ کیسے اپنی بہن کو ایک قاتل کے حوالے کر سکتا تھا؟

یہ آدمی سچ میں اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا اور وہ اس مصیبت سے کسی بھی طرح سے نکل نہیں پا رہا تھا۔

"اپ یہاں بیٹھے ہیں۔ میں پورے گھر میں آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ لیجیے، چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔" رباب باہر آئی تو اس نے ریان کو سامنے رکھی کرسی پر بیٹھے دیکھا تھا۔ وہ بالکل تنہا خاموشی سے نہ جانے کون سی سوچوں میں گم وہاں بیٹھا ہوا تھا۔

"ہاں، میں بس اندر جا رہا تھا۔" وہ کپ ہاتھ میں تھامتے ہوئے اٹھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟ آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔ کیا کام کو لے کر کوئی پریشانی ہے یا پھر کوئی اور بات ہے؟" رباب اس کے چہرے سے اندازہ لگا چکی تھی کہ آج وہ روز کی بہ نسبت ایکٹو نہیں ہے۔

"میں پریشان ہوں رباب، بہت پریشان ہوں۔ خیر، تمہیں اپنی پریشانی کی وجہ بتاؤں تو کیسے بتاؤں؟ بیلا کا معاملہ بگڑتا جا رہا ہے اور میں اس میں کچھ بھی نہیں کر پا رہا۔" وہ پریشانی سے بولا تھا جبکہ رباب بھی پریشان ہو گئی تھی۔

"ریان، میں سوچ رہی تھی کہ کیوں نہ میں ایک دفعہ قبیلے میں جا کر دعام سے بات کروں؟ دعام کا شوہر اس سے بہت محبت کرتا ہے اور پھر اس کا شوہر تو وہاں کا سردار ہے نا تو یقیناً وہ اپنے آگے کام کرنے والے سب لوگوں کو سمجھا سکتا ہے، انہیں منع کر سکتا ہے۔"

"دعام بہت معصوم ہے، وہ میری بات کو سمجھے گی۔ میں اسے بتاؤں گی کہ وہاں کے لوگ ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں تو یقین جانیں وہ ہمارے مسئلے کو سمجھے گی اور وہ اپنے شوہر کو روک لے گی تو ہمارا مسئلہ خود بخود ہی حل ہو جائے گا۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی جب ریان نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں رباب، یہ معاملہ اتنا چھوٹا نہیں ہے جو اس طرح سے حل ہو سکے۔ یہ اپنے آپ میں ایک بڑی مصیبت ہے اور میں تمہیں کسی طرح کی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ جب کہ میں خود جانتا ہوں کہ یہ معاملہ میں نہیں حل کر سکتا تو ایسے معاملے میں تمہیں گھسیٹ کر میں تمہیں کسی اور مسئلے میں کیوں ڈالوں؟

پہلے ہی یہ سارے معاملے میں میں تمہیں اور تمہاری فیملی کو ڈال کر بہت بڑی غلطی کر چکا ہوں۔ میں مزید کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتا۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو رباب خاموش ہو گئی تھی۔ اسے اپنی پچھلی غلطیوں کا احساس تھا اور وہ کئی دفعہ معافی بھی مانگ چکا تھا۔ یقیناً وہ رباب کو اب ان سب چیزوں میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ شامل ہونا چاہتی تھی۔ وہ اپنے شوہر کو اس طرح کی مصیبت میں پھنستے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے، اگر آپ نہیں چاہتے کہ میں ان سب چیزوں میں پڑوں تو نہیں کروں گی لیکن کم سے کم مجھے گھر تو لے کر چلیں نا؟ دو تین دن تک گھر پر رہوں گی میں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو ریان نے دو تین دن پر اسے آنکھیں دکھائیں تھیں۔

"جی ہاں، دو تین دن تک میں گھر پر ہی رہوں گی اور کوئی مجھے منع نہیں کر سکتا۔ میرا حق نہیں چھین سکتے آپ۔ ویسے بھی ہنیمون کا تو لالچ دیا ہوا ہے آپ نے۔" وہ منہ بناتی اندر چلی گئی تو ریان بھی ہلکا سا مسکراتا اس کے پیچھے ہی آیا

تھا۔اس نے چھٹیوں کی درخواست دی تھی جو قدرتی طور پر منظور ہی نہیں ہوئی تو اب وہ کیا ہی کر سکتا تھا اور شاید اسی کا بدلہ لینے کے لیے اب وہ میکے کی پلاننگ کر رہی تھی۔

پر اس نے کون سا اس کی کسی پلاننگ کو کامیاب ہونے دینا تھا۔

ooooooo

ڈاکو جی، آپ تو بڑے نالائق تھے اپنے سکول کے زمانے میں۔ مطلب آپ" سے سبق بھی یاد نہیں ہوتا تھا۔ وہ بھی بالا بھیا آپ کو کرواتے تھے پھر کیا ہوا؟ اگلے دن ٹیسٹ ہوا تھا، آپ بچ گئے تھے نامار سے؟ یا پھوپھو نے سچ مچ میں آپ کی چھٹی بند کر دی تھی؟" وہ اس کے ساتھ لڑیاں لگوا رہی تھی جبکہ ساتھ ساتھ سوال بھی کرتی جا رہی تھی۔ قبیلے سے یہاں تک بجلی کا انتظام کیا گیا تھا تاکہ ندی پر بھی لائٹنگ کی جا سکے۔ یہاں تک کہ ولیمہ بھی یہیں پر کرنے کا پلان بن چکا تھا۔

"سجن سائیں، تمہیں میرا ماضی جاننے سے زیادہ انٹرسٹ اس بات میں ہے کہ میں لائق تھا یا نالائق؟ خیر میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں، میں بالکل بھی لائق اسٹوڈنٹ نہیں تھا۔ اور چھٹی مجھے مل گئی تھی کیونکہ بالا نے نقل کروادی تھی۔" وہ آنکھ دبا کر بولا تو دعام نے اسے صرف گھورا تھا۔

"وہاں... مطلب اس زمانے میں بھی آپ ایک نمبر کے بے ایمان تھے۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تو سردار جہاں مسکرایا تھا وہیں بالا اور جمرو کو آتے دیکھا۔

"بالا بھیا دیکھیں، میں نے کتنی اچھی لائٹنگ لگائی ہے؟ ادھر میں نے لگائی ہے اور ادھر ڈاکو جی نے لگائی ہے۔ ان کی بالکل پیاری نہیں ہے، آپ میری والی دیکھیں۔" وہ اس کے پاس آتے ہوئے زبردستی اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی والی لائٹنگ دکھا رہی تھی۔ حالانکہ لگائی وہ بھی سردار نے ہی تھی لیکن اس کے نام پر لگائی تھی تو وہ اس کی تھی۔

مجھے تو دونوں سائیڈ کی سیم سیم ہی لگ رہی ہے۔" وہ پریشانی سے بولا تھا، سمجھ نہیں آرہا تھا دونوں میں سے کون سی سائیڈ کی تعریف کرنی ہے۔

" ارے جھوٹے کہیں کے! سیم سیم کدھر لگ رہی ہیں؟ ادھر دیکھیں میں نے کتنی کلرفل لگائی ہے اور ادھر دیکھیں انہوں نے تو پاکستان کا جھنڈا بنایا ہے، "صرف سبز اور سفید لائٹنگ کی ہے۔

میری والی زیادہ پیاری ہے۔" وہ منہ بنا کر خود ہی اپنے آپ کو سرٹیفکیٹ" دینے لگی تو بالا نے کندھے اچکا کر ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔

" ہاں ہاں بہنا، پیاری بہنا۔ تمہاری ڈیفرنٹ ہے، یونیک ہے اور سب سے خاص بات یہ ہے کہ تم نے اس پر اپنا دماغ لگایا ہے۔ تو جس کام میں دماغ لگتا ہے وہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ اور یہ کیا پاکستان کا جھنڈا بنا دیا، او بھائی، شادی ہے میری! کوئی پاکستان نہیں بنا رہے ہم۔" اس نے دعام کو زیادہ خوش کرنے کے لیے سردار کو بیچ میں گھسیٹا تھا۔

"ارے ارے بالا بھیا، اتنی بھی بری نہیں ہے۔ آپ تو میرے شوہر کے پیچھے ہی لگ گئے ہیں۔ ایک تو وہ صبح سے اتنی محنت کر رہے ہیں اور اوپر سے آپ انہیں باتیں سنا رہے ہیں۔" دعام کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ جب کہ اس کو اپنے لیے لڑتے دیکھ کر سردار نے ہلکی سی آنکھ دبائی تھی جس پر وہ فوراً شرمندہ ہو کر چہرہ پھیر گئی تھی۔ یہ آدمی کبھی بھی کہیں بھی شروع ہو جاتا تھا۔

"خیر، یہ سب کچھ بہت اچھا ہے لیکن اتنا کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ رخصتی ہی تو کرنی ہے بھائی! دو جوڑوں میں بھی رخصتی ہو سکتی ہے۔ ہم نے اتنا سب کچھ نہیں کرنا تھا۔ بس ولیمہ ہی تو کروانا تھا، رخصتی کے لیے اتنی ساری تیاریاں کیوں کرنی ہیں؟ مجھے تو یہ سب کچھ ویسٹ آف ٹائم لگ رہا ہے بلکہ مجھے تو یہ پیسے کی بھی بربادی لگ رہی ہے۔"

بالا نے اب کی دفعہ وہ بات کہی تھی جو یہاں کرنے کے لیے آیا تھا لیکن جس انداز میں سردار نے اسے گھورا تھا، وہ ہمہم کر کے رہ گیا۔

تم سے کسی نے پوچھا ہے کہ کیا کرنے کی ضرورت ہے اور کیا کرنے کی ضرورت نہیں؟ ہمارا وقت ہے، ہم برباد کریں یا رکھیں۔ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ اور پیسہ بھی میں اپنا لگا رہا ہوں، تمہارے حصے کا ایک روپیہ نہیں لگایا جو تمہیں اتنی کھجلی ہو رہی ہے۔ اور یہ میرے قبیلے کے سب سے لاڈلے ڈاکو کی شادی ہے۔ اس شادی میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ جیسا میں چاہتا ہوں، سب کچھ ویسا ہی ہو گا۔ ساری رسمیں ہوں گی بلکہ رسموں کے ساتھ ساتھ تو ہم نے انجوائے بھی کرنا ہے، جشن منانا ہے۔ بالکل کسی شاہی شادی کی طرح شادی کرنی ہے جو سالوں تک سب کو یاد رہے۔"

"لیکن سردار، پہلے تو ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔ پہلے بھی یہاں نکاح ہوتے تھے، رخصتیاں ہوتی تھیں۔ معمولی سا ولیمہ کروا کر بات ختم کر دیتے تھے لیکن اتنا سب کچھ پہلے کبھی بھی نہیں ہوا تو اب کیوں ہو رہا ہے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

کیونکہ اس سے پہلے ڈاکو بالا کی شادی نہیں آئی تھی اور ڈاکو بالا کی شادی اس" قبیلے کی سب سے خاص شادی ہو گی۔ یہ تو میں نے تمہیں بچپن میں ہی کہہ دیا تھا تو پھر اتنے نخرے کیوں کر رہے ہو؟ جاؤ تم اپنی شادی کی تیاریاں کرو۔ اچھے سے دولہے بنو، کسی طرح کی کمی نہیں رہنی چاہیے۔ دلہن تمہاری ڈاکٹر ہے، یہ نہ ہو کہ تمہاری طرف سے کم ایکسائٹمنٹ دیکھ کر وہ انکار کر دے۔ ویسے انکار تو وہ کرے گی، اس کا بھائی آیا تھا صبح سویرے یہاں پر۔" وہ اچانک سے بولا تو بالا پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"کیوں؟ وہ یہاں کیوں آیا تھا؟ تم سے ملنے کے لیے؟ کیا کہا تم نے اس سے؟" کہنا کیا تھا؟ بس کہہ دیا کہ اپنی بہن کی تیاریاں اچھے سے کرے۔ جہیز وغیرہ" ہمیں نہیں چاہیے، ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ صرف لڑکی چاہیے، اگر وہ سکون سے رخصتی کرے گا تو ہماری طرف سے بھی سکون ہو گا لیکن اگر وہ اپنی طرف سے کسی طرح کی کوئی چال بازی یا ڈرامے بازی کرتا ہے تو پھر

ہمیں بھی کوئی سخت ایکشن لینا ہو گا۔" "زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں
ہے، میرا معاملہ ہے میں حل کرلوں گا۔ تم فی الحال اپنی تیاری کرو۔"

"سجن سائیں، چلو اب باقی کی لڑیاں یہاں پتھروں پر لگائیں ہمارے پتھر بھی
اتنے خاموش کیوں رہیں؟ یہ بھی شادی پر جگمگائیں گے۔" وہ اسے نظر انداز
کرتے ہوئے دعام کی طرف متوجہ ہوا جو فوراً ہی اس کے حکم پر کام کرنے لگی
تھی جبکہ بالا کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا پھر خاموشی سے وہاں سے نکل گیا تھا۔

oooooooo

"بیٹا، آپ نے تو اپنی چھٹیوں کی درخواست دے رکھی تھی نا جو منظور ہونے
والی تھی؟ کہاں پہنچی آپ کی درخواست؟ ابھی تک منظور نہیں ہوئی؟ آپ کا
اپنا ہی دل نہیں کرتا چھٹیاں لینے کا۔ بیچاری بچی ڈیڑھ پونے دو مہینے سے یہاں
کھجل ہو رہی ہے لیکن مجال ہے جو اس کے شوہر کو توفیق ہوئی ہو کہ اسے اس
کے گھر تک لے جائے۔"

ارے میں تو اس بچی کی شکر گزار ہوں جو اب تک خاموشی سے سب کچھ سہہ رہی ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتی تو دو لفظ لعنت بھیج کر چھوڑ دیتی تم کو لیکن پھر بھی یہ لڑکی تمہارے ساتھ ہے۔ تھوڑی سی شرم کر لو اسی بات پر۔ تھوڑی سی غیرت کھا لو۔" وہ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ امی شروع ہو گئی خیر وہ تو آج کل شروع ہی رہتی تھیں۔ کتنے دنوں سے وہ صبح اٹھتے بیٹھتے اس کی بے عزتی کر رہی تھی اور وجہ تھی رباب جو ابھی تک اپنے گھر پر نہیں جا سکی تھی۔ یہاں تک کہ ولیمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ ولیمے کے نام پر اس نے بس رسم پوری کرنے کے لیے کچھ غریب بچوں کو کھانا کھلا دیا تھا۔ یہ کہہ کر کہ وہ فی الحال صرف رسم نبھا رہا ہے، باقی آگے ولیمہ بہت بڑے پیمانے پر کروائے گا لیکن اسے چھٹی ہی نہیں مل رہی تھی کچھ بھی کروانے کے لیے۔

دن پر دن گزرتے جا رہے تھے، شادی کو بھی اچھا خاصا وقت ہو چکا تھا لیکن اب تک اسے توفیق نہ ہوئی تھی کہ یہ رباب کو گھر ہی لے کر جا سکے۔

بس بس امی، اب میں بالکل بھی گڑبڑ نہیں کروں گا۔ کل ہی لے کر جا رہا ہوں آپ کی بہو کو۔ کل صبح یہ میرے ساتھ جائے گی، شام کو یہ میرے ساتھ آئے گی۔ اب پلیز معاف کر دیجیے اپنے معصوم بیٹے کو۔ ویسے بھی بڑی مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہوں میں۔" وہ ان کی گود میں سر رکھتے ہوئے بولا تو اس کی مصیبتوں کا سن کر امی پریشان ہو گئی تھیں۔

"اللہ پاک میرے بچے کی ہر مصیبت دور کرے، اسے ہر پریشانی سے نجات دے۔ اللہ پاک سب خیر کرے گا بیٹا۔ پریشان مت ہو۔" اس کی پریشانی کا سوچتے ہوئے وہ اپنا غصہ دبا گئی تھیں جبکہ ریان بس مسکرا دیا تھا۔ خیر کوئی نہیں، کیا ہی بتا سکتا تھا کہ اس کی پریشانی کی وجہ تو اس کی اپنی ہی بہن تھی جس کو وہ کسی ڈاکو کے حوالے کرنے کو تیار نہیں تھا لیکن نہ جانے کیا ہونا تھا۔ آنے والا وقت کیا کھیل کھیلنے والا تھا وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنی بہن کو کسی طرح کی مصیبت میں ڈالنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے اس معاملے سے نکالنا چاہتا تھا۔

لیکن ان ڈاکوؤں نے اسے ہی اس معاملے میں بری طرح سے الجھا دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس معاملے میں پولیس کو شامل کرے لیکن اب معاملات اتنے خراب ہوتے جا رہے ہیں کہ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی ان سب چیزوں میں پولیس کو گھسیٹنا پڑ رہا تھا۔ جو بھی تھا وہ اپنی بہن کے معاملے میں کسی طرح کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ آخر اس کی بہن کی ساری زندگی کا سوال تھا جو وہ ایک ڈاکو کے ساتھ برباد نہیں کروا سکتا تھا۔

امی اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں جبکہ وہ نگاہیں سامنے بیلا پر ہی جمائے ہوئے تھا جو چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں بھی ایک ہی جگہ جمی ہوئی تھیں۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ معاملہ کتنا زیادہ خراب ہے اور ان کے لیے کتنا زیادہ خراب ہو سکتا ہے۔

فلحال تو وہ صرف اور صرف بالا کی کالوں کو نظر انداز کر رہی تھی اور کچھ وہ کر ہی نہیں سکتی تھی۔ جس معاملے میں اس کا وردی والا بھائی بے بس ہو گیا تھا،

اس معاملے کو وہ کس طرح سے ہینڈل کرتی اور پھر بالا کا غصہ یاد کرتے ہوئے تو اس کی جان جا رہی تھی۔ اس کے ذہن پر اب تک بالا کا وہی روپ حاوی تھا۔

یہ شخص اس کے لیے بہت بڑا امتحان بننے والا تھا۔

○○○○○○○

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے موبائل نکالتے ہی بیلا کا نمبر ملانا شروع کر دیا تھا۔ اس سے پہلے اس کے جتنے بھی نمبر تھے بیلا بلاک کر چکی تھی لیکن اس دفعہ اس نے جو نمبر نکلوایا تھا اسے بلاک نہیں کیا جا سکتا تھا بنا کسی وجہ کے۔ اس طرح کا نمبر صرف بڑے بڑے آفیسر ہی استعمال کر سکتے تھے۔ اس نے دو تین دفعہ بیلا کے نمبر پر کال کی لیکن یہ جان کر کہ فون پر بالا فون کر رہا ہے، اس نے فون اٹھایا ہی نہیں تھا۔

ویسے تو اسے پرسوں کا ہی بہت غصہ تھا جب بیلا نے اس کے ماں کے کنگن کو توڑوانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر بیلا کی کنڈیشن کو سمجھتے ہوئے اس نے اس بات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

اور اپنے مسئلے کا حل یہی نکالا تھا کہ وہ اب رخصتی لے رہا تھا لیکن بیلا اور اس کے بھائی کی طرف سے مسلسل انکار کہیں سردار کو غصہ نہ دلا دے۔ وہ جانتا تھا اگر سردار کو ایک دفعہ غصہ آگیا تو وہ اپنے کہے سے پیچھے نہیں ہٹے گا اور وہ سردار کو کسی طرح کا غصہ دلانا نہیں چاہتا تھا، بیلا کے معاملے میں تو بالکل بھی نہیں۔

وہ کافی دیر بیلا کو فون کرتا رہا لیکن اس کی طرف سے کوئی رسپانس نہ ملنے پر وہ ہار گیا تھا۔

OOOOOO

رباب ؟ اتنا سب کچھ کیوں پیک کر رہی ہو ؟ میں نے تمہیں بولا تھا نا رات کو ہی کہ صبح صبح میرے ساتھ جاؤ گی اور شام کو واپس آجاؤ گی تو پھر اتنا کچھ پیک

کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگا تھا جو اپنے کچھ جوڑے ڈال رہی تھی بیگ میں۔

"میں اتنے مہینوں کے بعد جا رہی ہوں، کم سے کم دو چار دن تو رکوں گی نا اور یہ سارے تو میں نے گفٹ لیے ہیں سب کے لیے، وہ لے کر جا رہی ہوں۔ اپنے تو صرف دو تین جوڑے ہی ہیں۔"

"لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ تم وہاں رکو گی نہیں۔ رباب، پلیز سمجھنے کی کوشش کرو یار۔ میں کیسے رہوں گا تمہارے بغیر؟ میں گھر آتا ہوں تو مجھے ایک بیوی کی ضرورت ہوتی ہے جو میری ساری ٹینشن دور کر دیتی ہے اور اگر میری بیوی میکے جا کر بیٹھ جائے گی تو میرا تو گزارا ناممکن ہو جائے گا نا۔" وہ پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اسے ذرا سا اپنے قریب کر چکا تھا۔

"میں سب کچھ سمجھتی ہوں لیکن آپ بھی تو سمجھیں نا! اتنے دنوں کے بعد جا رہی ہوں، دو تین دن تو رکوں گی نا اور پھر کتنے دن ہو گئے میں نے اپنے ماں باپ کو دیکھا ہی نہیں ہے؟ پلیز ناریان، مجھے کچھ دن وہاں رکنے دینا۔" وہ پیار

سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو اپنے کندھے سے ہٹاتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔ ریان نے اپنے آپ کو پوری طرح بے بس محسوس کیا تھا۔

"تمہیں یہ کس نے کہا کہ اس طرح کی کیوٹ کیوٹ حرکتیں کرنے سے شوہر مان جاتا ہے؟" وہ اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے سوال کرنے لگا تو رباب مسکرائی تھی۔

"ایسے کسی نے بتایا تو نہیں لیکن اپنے شوہر کو اتنا تو جان ہی چکی ہوں میں کہ یہ پتہ چل جائے کہ اسے کس طرح سے منانا ہے۔ خیر، میں اپنا سامان پیک کر چکی ہوں، چلیں اب چلتے ہیں۔ بلکہ دو منٹ رکیں، میں شرمیلہ خالہ کو ایک دفعہ پھر سے بتاتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے باہر نکل گئی تھی جبکہ وہ نفی میں سر ہلا گیا تھا۔ جب سے وہ یہاں آئی تھی، ہر چیز کو اپنے مطابق کرنے لگی تھی۔ امی نے اسے منع نہیں کیا تھا کیونکہ وہ چاہتی تھیں کہ رباب ہر چیز کو اپنے مطابق حل کرے اور سمجھے اور پھر ایک پورے گھر کی ذمہ داری جب اس پر آئی تھی تو وہ

خود ہی ہر چیز کو ہینڈل کرنے لگی تھی۔ اب اگر ذرا سا کام اس کی مرضی یا سوچ کے بغیر ہو جاتا تو پھر وہ اسے دوبارہ سے ٹھیک کرنے میں لگ جاتی۔

اسی لیے وہ شرمیلہ خالہ کو سب کچھ اپنے مطابق بتانے والی تھی کہ جب وہ واپس آئے تو سب کچھ ویسا ہی ہو جیسا وہ چھوڑ کر جا رہی ہے۔

oooooooo

رباب صبح سے ہی یہاں آئی ہوئی تھی اور شام کو اسے جانا تھا۔ صبح ریان خود ہی اسے چھوڑ کر گیا تھا اور کہہ کر گیا تھا کہ شام کو وہ اسے لینے آئے گا لیکن یہاں آنے کے پیچھے اس کا کوئی اور ہی مقصد تھا۔ اس کا ارادہ قبیلے میں جا کر دعام سے ملنے کا تھا، اس سے بات کرنے کا تھا کہ کس طرح سے قبیلے کا ایک آدمی اس کی نند کی زندگی خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسے یقین تھا کہ دعام اس کی بات کو ضرور سمجھے گی۔

اور ممکن تھا کہ وہ اپنے شوہر کو بھی اس معاملے میں سمجھانے کی کوشش کرے کہ اگر ایسا ہو جاتا تو بیلا کی زندگی آسان ہو جاتی اور وہ کسی بھی طریقے سے بیلا کو اس مصیبت سے نکالنا چاہتی تھی۔ اسی لیے دوپہر کے دو بجے ہی وہ اٹھ گئی تھی۔

کیا مطلب جانا ہے؟ ابھی تو تیرا شوہر نہیں آیا! تو تو اس کے ساتھ جانے والی" تھی نا؟ اس طرح سے تھوڑی نہ بھیجیں گے تجھے؟" وہ امی کو بڑی مشکل سے سمجھا کر آئی تھی کہ اسے ابھی ہی نکلنا ہو گا لیکن باہر آتے ہی بابا اس کے راستے میں آ گئے تھے۔

جی بابا، ان کو فون کیا ہے، وہ گاؤں کے چوراہے پر کھڑے انتظار کر رہے" ہیں۔ انہیں کسی ضروری کام کے لیے نکلنا ہے اس لیے میں جا رہی ہوں ورنہ آپ کو پتہ ہے اس طرح سے تو میں کبھی گھر سے نہیں نکلتی۔ جانا بہت ضروری ہے۔ خیر میں واپس آؤں گی ان شاء اللہ کچھ دنوں میں۔ وہ انتظار کر رہے ہیں، زیادہ دیر نہیں رک سکتی۔" وہ کہتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ بابا تو پریشان ہو گئے تھے۔ ان کا ارادہ اسے خود ہی گاؤں کے چوراہے پر چھوڑ کر

آنے کا تھا لیکن طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے وہ جا نہیں پائے تھے۔ہاں لیکن اسے پیچھے سے آواز دے کر اتنا ضرور کہہ دیا تھا کہ وہ انہیں فون کر کے اپنی خیریت بتا دے جس پر رباب نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

رکشے کی مدد سے اس سڑک کے اوپر آ تو گئی تھی لیکن اب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے کہاں جانا ہے۔یہیں پر ریان نے اسے اتارا تھا لیکن وہاں سے آگے اسے اکیلے ہی جانا تھا۔اتنا وہ جانتی تھی لیکن اسے وہ راستہ ہی نہیں مل رہا تھا۔ کافی دیر سوچنے کے بعد وہ ایک راستے کی طرف چل نکلی تھی۔شاید نہیں، یقیناً وہ قبیلے کا ہی راستہ تھا کیونکہ اس نے سامنے سے کچھ گھڑ سواروں کو اس طرف آتے دیکھا تھا۔یقیناً وہ قبیلے کے ڈاکو ہی تھے۔

کہاں جا رہی ہے یوں جانِ من اکیلے؟" وہ ان لوگوں سے آگے کا راستہ پوچھنے" کا ارادہ رکھتی تھی لیکن ان کی نظروں میں خباثت دیکھ کر پریشان ہو گئی جبکہ وہ گھوڑے سے کودتے ہوئے اس کے سامنے آتے اس کا راستہ روک چکے تھے۔

مجھے ڈکیت قبیلے کی طرف جانا ہے۔ سردار دلدار سے ملنا ہے۔" وہ پریشانی سے انہیں دیکھتے ہوئے بولی تھی، سردار کا نام لینے کی وجہ یہی تھی کہ یقیناً اس پر غلط نظر نہ رکھیں لیکن سردار کا نام سنتے ہی وہ لوگ قہقہے لگا کر ہنسے تھے۔

"اچھا تو سردار کے پاس جانا ہے؟ کیوں، کیا لٹ گیا، کیا چھن گیا؟ ہمیں بتا جانِ من، ہم تجھے زیادہ اچھے سے تیری چیز واپس کر دیں گے۔" وہ ایک جھٹکے میں اس کا بازو کھینچتا ہوا ایسے انداز میں بولا تھا کہ رباب چیخ اٹھی تھی۔

"چھوڑو مجھے! میں کہتی ہوں چھوڑو مجھے ذلیل انسان!" وہ جس طرح رباب کو چھونے لگا تھا اور وہ اب سمجھ چکی تھی کہ ان لوگوں کی نیت کیا ہے، جبکہ اس طرح یہاں آنے پر اب وہ پچھتا بھی رہی تھی۔

ooooooo

ان لوگوں کی غلیظ نیت کو سمجھ کر رباب نے اپنے بچاؤ میں چیخنا چاہا تو ایک ڈاکو نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

اس کے ہاتھ میں پکڑا بیگ اور کچھ ضروری سامان نیچے گر گئے وہ خوف سے لرزنے لگی۔ اپنے اس طرح یہاں آنے پر پچھتا رہی تھی۔

ڈاکوؤں کی آنکھوں میں بھوک، لالچ اور خباثت صاف نظر آ رہی تھی۔ ان میں سے ایک، جو بظاہر ان کا سرغنہ لگ رہا تھا، آگے بڑھا اور اس کے بازو کو سختی سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔

شہر کی نازک لڑکی لگتی ہے، خود ہی چل کر آئی ہے ہماری بھوک مٹانے۔" وہ" غرایا، اس کا چہرہ غلاظت وغصے سے بگڑا ہوا تھا۔

چھوڑ دو مجھے ورنہ تم لوگوں کے ساتھ اچھا نہیں ہو گا میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں۔ یہاں کے سب انسپیکٹر کی بیوی ہوں۔ رباب نے ان لوگوں کو ریان کا حوالہ دینا چاہا تھا یہ سوچ کر کہ ایک وردی والا اس کا شوہر ہے وہ لوگ اس کے راستے سے ہٹ جائیں گے لیکن یہ سن کر تو وہ اور بھی زیادہ زور سے ہنسنے لگے۔

اچھا تو تو سب انسپیکٹر کی بیوی ہے چلو آج ایک انسپیکٹر کی بیوی کو چکھیں گے تو مزہ آجائے گا تیرا شوہر تو ہمارے تلوے چاٹنے والوں میں سے ہی ایک ہو گا نا وہ پھر سے بے ڈھنگا قہقہ لگا تا اسے اپنے قریب کھینچنے لگا

رباب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں اس نے کہانیوں میں سن رکھا تھا۔

لگتا ہے ڈاکو راگا کے آدمیوں کی اوقات صرف لڑکیوں کو ڈرانے کی رہ گئی" ہے۔" خیر کتوں کا کام تو راستے میں آ کر بھونکنا ہی ہوتا ہے نا

اچانک ایک گرج دار آواز ہوا میں گونجی۔ وہ سب ڈاکو چونک کر پیچھے مڑے۔ گھوڑوں پر سوار دو ہیولے سے ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ان کے چال ڈھال سے وہ سب لوگ سمجھ چکے تھے کہ وہ کوئی اور نہیں، سردار دلدار اور بالا تھے، جن کی آنکھوں میں غصے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی ایک لمحے کے لیے ان سب نے ایک دوسرے کو دیکھا دل میں خوف اور آنکھوں میں موت کے سائے لہرانے لگے، اسے دیکھتے ہیں ان لوگوں کا

ارادہ وہاں سے بھاگ نکلنے کا تھا کیونکہ سردار کا غصہ آسمان پر تھا، وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور ان ڈاکوؤں کی طرف بڑھا۔

تم لوگ بھول گئے ہو کہ یہاں ڈاکو راگا کا نہیں، سردار دلدار کا راج چلتا ہے؟"

اس نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

وہ ڈاکو اسے پہچان تو پہلے ہی چکے تھے لیکن اس کی آواز سن کر ان کی ہمت جواب دے گئی، لیکن موت کے ڈر نے انہیں ایک آخری کوشش پر مجبور کیا۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی چکے تھے کہ وہ جو کام کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں یقیناڈاکو سردار نے انہیں زندہ نہیں چھوڑنا تھا اس لیے بہتر تھا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے کوئی قدم اٹھاتے۔

ان میں سے ایک چاقو نکال کر سردار پر جھپٹا، لیکن سردار نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے ہاتھ سے چاقو چھین لیا اور ایک ہی وار میں اسے بے بس کر دیا۔

اسی لمحے بالا بھی اپنے گھوڑے سے اترا اور دوسرے ڈاکوؤں پر ٹوٹ پڑا۔ یہ لڑائی نہیں تھی، یہ ڈاکوؤں کا کچومر نکالا جا رہا تھا۔ وہ نہ صرف سردار کے غصے کا

نشانہ بن رہے تھے بلکہ بالا کو بھی آج لمبے عرصے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ بالا نے ایک ڈاکو کو اٹھا کر دوسرے پر دے مارا، جیسے وہ مٹی کے کھلونے ہوں۔

میرے قبیلے کے علاقے میں، میری بیوی کی بھابھی پر بری نظر؟" بالا نے" غرایا۔

تم لوگوں کو پتہ نہیں تم نے کس پر ہاتھ ڈالا ہے۔" اس نے ایک ڈاکو کو گردن" سے پکڑا اور اسے زمین پر پٹخ دیا۔

ڈاکوؤں کو ان دونوں کی طاقت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے اپنی جان بچانے میں ہی عافیت جانی اور زخمی حالت میں وہاں سے بھاگنے لگے۔ سردار اور بالا نے انہیں دوبارہ اٹھنے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ جب وہ آخری ڈاکو کی طرف مڑے تو وہ خوف کے مارے زمین پر گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا۔

راگا سے کہنا، یہ صرف ایک سبق ہے، اگلی بار تمہاری نظر کسی لڑکی پر پڑی تو" اس کا وجود ختم کر دوں گا۔" سردار نے اسے خبردار کیا۔

اسے نظر انداز کرتے ہوئے اب وہ دونوں رباب کی طرف مڑے جو ابھی تک دہشت زدہ کھڑی تھی۔

سردار اور بالا دونوں سیدھے رباب کے پاس آکر رکے۔ رباب کے چہرے پر خوف اور آنکھوں میں آنسو تھے لیکن وہ خاموشی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

رباب بی بی، تم یہاں اس وقت کیا کر رہی ہو؟" سردار نے پوچھا۔ اس کی آواز" میں سختی نہیں تھی، بلکہ پریشانی تھی۔

میں آپ کے قبیلے کی طرف جا رہی تھی تاکہ دعام سے مل سکوں۔" رباب" نے لڑکھڑاتی آواز میں بتایا۔

تم میری بیوی سے ملنے جا رہی تھی، کیوں وجہ جان سکتا ہوں میں؟" سردار" کے لہجے میں حیرانگی تھی یقیناوہ رباب کہ یہاں آنے کا مطلب سمجھ نہیں پایا تھا

مجھے ڈاکو بالا کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی... اس کے لہجے میں صاف "
لڑکھڑاہٹ تھی

کیا بات کرنی ہے تمہیں بالا کے بارے میں اس نے ایک نظر بالا کو دیکھتے ہوئے پھر سے سوال کیا۔ پتہ نہیں سردار کو کیوں وہم ہو رہا تھا کہ شاید وہ بالا کو جانتی نہیں ہے یا پھر بالا کو یہاں پہچان نہیں پائی۔

"میں دعام کو بتانا چاہتی تھی کہ ڈاکو بالا میری نند کی زندگی خراب کر رہے ہیں۔

رباب نے یہ کہا تو سردار اور بالا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ سردار کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ آ گئی، جبکہ بالا آگے بڑھا۔ وہ اتنی بڑی بات ہے یقینا بالا کے منہ پر نہیں کہہ سکتی تھی شاید نہیں یقیناوہ بالا کو پہچان نہیں پائی تھی۔

بی بی، ایک بات ہمیشہ یاد رکھو، "جب بھی گھر سے باہر نکلو، اور خاص کر ایسے " خطرناک علاقے کی طرف، تو ساتھ میں کسی مرد کا ہونا بہت ضروری ہے۔" آئندہ اس طرح کی بے احتیاطی مت کرنا

وہ ایک لمحے کے لیے رکا، پھر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

اور جہاں تک تمہاری نند کی زندگی برباد کرنے کی بات ہے تو اس کی زندگی" برباد نہیں ہو رہی بلکہ اباد ہو رہی ہے کیونکہ ہم اسے عزت سے یہاں لا رہے ہیں۔ ہم اسے اس قبیلے کی رانی بنا رہے ہیں۔

جہاں تک عورت کی عزت کی بات ہے، تو یہ صرف تمہارے شہر میں ہی نہیں، بلکہ ہمارے جنگلوں میں بھی ہوتی ہے۔ ہم ڈاکو ہو سکتے ہیں، لیکن ہم اپنے وقار کو نہیں بھولے۔ ہمارے لیے عورت کی عزت، اپنے سر کے تاج کی طرح ہے۔" جو شخص عورت کو اپنے برابر نہیں سمجھتا، وہ نہ ڈاکو ہے نہ ہی انسان۔ وہ "صرف ایک مردہ شخص ہے۔

اور یہاں اس قبیلے میں کوئی مردہ نہیں ہے یہاں عورتوں کی عزت کی جاتی ہے میں نہیں جانتا تم زندگی خراب ہونا کسے کہتی ہو لیکن ہمارے لیے ایک عورت کا ایک مرد کی عزت بن جانا آباد ہونے کا دوسرا نام ہے۔

میں نہیں جانتا ایک عام مرد عورت کو اپنے نکاح میں لے کر کیا سمجھتا ہے لیکن میں بیلا کو اپنے نکاح میں لے کر اسے اپنی عزت سمجھتا ہوں یعنی کہ میری زندگی بھر کی کمائی۔

میں اسے اپنی غیرت کہتا ہوں، میں محبت کرتا ہوں اس سے اس کے ساتھ جڑا میرا تعلق کسی بدلے کی یا پھر بے بنیاد لڑائی کی وجہ نہیں ہے اس سے نکاح کی وجہ میری محبت ہے جو مجھے اس کی طرف راغب کر گئی اور دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے چھین نہیں سکتی تم دعام سے کیا بات کرو گی جا کر کہ میں تمہاری نند کو طلاق دے دوں تو تمہیں کیا لگتا ہے میں دعام کی بات سن لوں گا بلکہ تمہیں کیا لگتا ہے کہ دعام تمہاری بات سن لے گی۔

نہیں رباب بی بی بہت غلط سوچ لے کر آئی ہو تم یہاں پر میری بہن تمہارے منہ پر تھپڑ مار کر تمہیں وہاں سے رخصت کرے گی کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ قبیلے کی عورت قبیلے میں رہ کر برباد نہیں ہوتی بلکہ وہاں اسے رانیوں کی طرح رکھا جاتا ہے۔ تم کیا ہو تمہاری سوچ کیا ہے میرے لیے اہمیت نہیں رکھتی دعام

سے ملاقات کرنا چاہتی ہو تو چلو ضرور کرو ہم تمہیں منع نہیں کریں گے، تم بہن ہو اس کی تمہارا حق بنتا ہے۔ لیکن جو سوچ لے کر تم وہاں جا رہی ہو وہ تمہاری کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ چلو ہم قبیلے میں ہی جا رہے ہیں وہ کہتے ہوئے آگے کی طرف قدم بڑھانے لگا تو رباب کے قدم وہیں رک گئے تھے جب کہ وہ تھوڑا سا آگے بڑھے تو سردار نے رک کر اسے پلٹ کر دیکھا۔

اجاؤ سالی صاحبہ اندھیرا ہونے سے پہلے تمہیں تمہارے گھر تک عزت سے پہنچا دیں گے جب تک ہمارے ساتھ ہو تم ہماری ذمہ داری ہو سردار نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے خاموشی سے سر ہلاتے اپنا بیگ اور سامان زمین سے اٹھایا تھا

○○○○○○○○

دعام رباب سے مل کر بہت خوش ہوئی تھی۔ اس نے پرانی کوئی بات نہیں کی تھی بلکہ اسے ہاتھ پکڑ کر ہر طرف لے کر جا رہی تھی۔ رباب نے قبیلے میں آکر

بس اتنا ہی کہا تھا کہ اس کا دعام سے ملنے کا بہت دل کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

جبکہ دعام کو اتنا خوش دیکھ کر وہ حیران ہی رہ گئی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے ہر طرف لے کر جا رہی تھی، لائٹنگ دکھا رہی تھی، قبیلے میں ہونے والی شادی کی تیاریاں دکھا رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اسے بالا کی ایکسائٹمنٹ بتا رہی تھی۔ وہ اسے بتا رہی تھی کہ کس طرح بالا چوری چوری سب سے چھپ کر بیلا سے ملنے ہسپتال جاتا تھا، بلکہ اس کے لیے کبھی اپنے ہاتھ کاٹتا تھا، کبھی کیا کرتا تھا، صرف اور صرف اسے دیکھنے کے لیے۔

یہ ساری باتیں سن کر رباب حیران ہی تو ہو رہی تھی کہ ایک ڈاکو کو ایک معمولی سی لڑکی سے محبت کیسے ہو گئی تھی؟ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ سردار کو بھی تو دعام سے محبت ہو گئی تھی، تو پھر بالا کو بیلا سے کیوں نہیں ہو سکتی؟

جبکہ بالا سے مل کر وہ حیران تھی۔ اسے یاد آیا تھا کہ ایک دفعہ نقاب پوش ان کے گھر آیا تھا جب دعام کی شادی کا سلسلہ چل رہا تھا۔ یہ وہی لڑکا تھا۔ تب تو

اس نے اسے دیکھا نہیں تھا لیکن آج وہ بنا نقاب کے اس کے سامنے تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا اور بیلا کے ساتھ بے شک بہت ہی خوبصورت لگنے والا تھا۔

وہ اسے کہیں سے بھی ایسا انسان نہ لگا جو بدلہ لینے کے لیے بیلا کی زندگی خراب کر رہا ہو یا کسی بدلے کی ہوس میں آ کر بیلا سے شادی کر رہا ہو۔ وہ اسے ایک بہت ہی اچھا انسان لگا تھا اور جس طرح دعام بتا رہی تھی کہ وہ کس طرح کا انسان ہے، وہ حیران ہی رہ گئی تھی۔ اگر بالا ویسا ہی تھا جیسے دعام بتا رہی تھی، تو پھر وہ اتنا اچھا تو تھا ہی کہ اس کی نند کے ساتھ ایک مضبوط تعلق جوڑ سکے۔

لیکن پھر بھی یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ایک ڈاکو تھا، ایک گناہگار تھا، اور بیلا کی زندگی ایک گناہگار کے ساتھ کیسی ہو سکتی تھی؟ وہ بھی تب جب اس کا بھائی قانون کا محافظ تھا۔

وہ یہاں بہت کچھ کرنے آئی تھی۔ اس کا ارادہ دعام سے بات کرنے کا تھا، اسے بتانے کا تھا کہ کس طرح ڈاکو بالا اس کی نند کی زندگی خراب کر رہا ہے۔ لیکن وہ

اسے کچھ بھی نہیں کہہ سکی تھی۔ وہ اسے کچھ بھی نہیں بتا پائی تھی۔ اگر وہ کہتی بھی تو کیا کہتی، کہیں نہ کہیں معاملہ ان لوگوں نے حل کر رکھا تھا۔

بلکہ یہاں تو یہ لوگ اپنی طرف سے پوری تیاری کر چکے تھے شادی کی۔

جبکہ اسے تو یہ بھی بات آج ہی پتہ چل رہی تھی کہ وہ لوگ جلد سے جلد رخصتی چاہتے ہیں اور ریان نے اسے یہ بات بتائی ہی نہیں تھی۔ وہ پریشان تھی لیکن ایک امید سی جاگ گئی تھی کہ بالا ایک اچھا انسان تھا۔ جو بھی تھا، جیسا بھی تھا، بے شک ڈاکو تھا، گناہگار تھا، لیکن وہ بیلا کے حق میں برا نہیں ہو گا، اتنا وہ جانتی تھی۔ وہ عورتوں کی عزت کرنے والا انسان تھا۔

اسے بظاہر بالا میں کوئی کمی نظر نہیں آئی تھی۔ وہ خاموشی سے واپسی کا سفر طے کرنے کے لیے اٹھی تو بالا خود ہی اٹھا تھا اسے چھوڑنے کے لیے۔

آپ جائیں گے مجھے چھوڑنے کے لیے؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی تو بالا نے "ہاں میں سر ہلایا تھا۔

میں ہی جاؤں گا آپ کو چھوڑنے کے لیے، کیوں کہ میرا ارادہ اپنی دلہن کا دیدار کرنے کا ہے۔، تو میرے خیال میں آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھا تو رباب نے خاموشی سے اس کے پیچھے قدم بڑھائے تھے۔

جبکہ دعام اسے چھوڑنے کے لیے دروازے تک آئی تھی۔ رباب کتنی دیر اس سے اپنے ساتھ لگائے کھڑی رہی اور پھر جاتے ہوئے اس سے اپنی پچھلی کی گئی غلطیوں کی معافی مانگنے لگی۔

"ارے باجی، میں نے آپ سے کوئی شکایت کی؟ نہیں نا! مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا وہ تو میرے ساتھ ہونا ہی تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ بچے اپنے بڑوں سے سیکھتے ہیں۔ اگر آپ کے والدین کا ہی رویہ میرے ساتھ ٹھیک نہیں تھا، تو میں بھلا کیسے امید کر سکتی تھی کہ باقی لوگوں کا رویہ میرے ساتھ ٹھیک ہو گا۔"

آپ جانتی ہیں، اس قبیلے میں سب لوگ مجھے اتنی محبت کیوں دیتے ہیں؟" کیونکہ میں اپنے شوہر کی لاڈلی ہوں۔ اگر سردار دلدار مجھے اہمیت نہ دیتے تو یقین کریں اس قبیلے میں میری کوئی ویلیو نہ ہوتی۔

ایک عورت کی عزت اس کا شوہر بناتا ہے اور میں آپ کو پورا یقین دلاتی ہوں کہ اس قبیلے میں ڈاکٹر بیلا کی عزت بہت انمول ہو گی، کیوں کہ ہمارے یہاں ڈاکو بالا سردار کے بعد اس قبیلے کی ذمہ داری سنبھالنے والے انسان ہیں یعنی کہ سب کچھ انہی کے انڈر رہے۔ قبیلے میں ہر کوئی ان سے بہت محبت کرتا ہے اور فکر نہ کریں۔ بیلا کو بھی یہاں بہت محبت ملے گی۔

میں بھی اس کا بہت خیال رکھوں گی۔ وہ یہاں بہت خوش رہے گی۔ اب آپ بس ہماری بہو ہمارے حوالے کر دیجیے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تو جس انداز میں اس نے 'بہو' کہا تھا، بالا کا قہقہہ تو چھوٹا ہی تھا، سردار بھی اپنی ہنسی روک نہیں پایا تھا۔

جبکہ ان لوگوں کو اس طرح سے ہنستے دیکھ کر رباب کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔

آنے والے وقت میں پتہ نہیں کیا ہونے والا تھا لیکن اگر یہ فیصلہ کرنے کا حق وہ رکھتی کہ بیلا کی شادی کس کے ساتھ ہونی ہے تو یقیناً وہ اس کی شادی ڈاکو بالا کے ساتھ ہی کرواتی۔ کیونکہ ایسی محبت کرنے والے روز روز نہیں ملتے

○○○○○○○

وہ اسے لے کر گھر آیا تو رباب خاموشی سے اندر کی طرف جانے لگی، جبکہ وہ باہر ہی کھڑا اس کو اندر تک جاتے دیکھ رہا تھا۔

اس نے سچ میں ہی اسے اپنی ذمہ داری بنا لیا تھا۔" رباب نے دروازے سے" نکلتے ہی اسے خدا حافظ کہا۔

دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے پلٹ کر دیکھا، وہ ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔

وہ جلدی سے اندر کی طرف جانے لگی تھی جب اسے گھر میں ایک عجیب سی خاموشی محسوس ہوئی۔ اتنی خاموشی کیوں تھی؟ شرمیلا خالہ کہاں تھی؟ بیلا کی

تو نائٹ ڈیوٹی تھی، وہ جانتی تھی لیکن ریان بھی اب تک واپس نہیں آیا تھا۔

لیکن جب تک وہ لوگ واپس نہ آجائیں تب تک شرمیلا خالہ تو نہیں جاتی تھی۔

وہ تیزی سے اپنا بیگ وہیں پر رکھ کر اندر کی طرف بھاگی تھی۔ جب اسے امی چارپائی سے نیچے کی طرف لٹکی ہوئی نظر آئیں۔ وہ بے ساختہ چیختے ہوئے تیزی سے ان کی طرف بڑھتے ہوئے انہیں سیدھا کرنے لگی تھی جبکہ ان کا چہرہ انتہائی درد سے نیلا پڑا ہوا تھا۔ رباب کے ہاتھ پیر پھول چکے تھے، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اس کا پورا بدن تیزی سے کانپنے لگا تھا۔ اس طرح کی صورتحال کو تو شاید اس نے زندگی میں کبھی سنبھالا نہیں تھا۔ وہ پریشانی سے امی کو سیدھا کرتی تیزی سے باہر کی طرف بھاگی تھی۔ پتا نہیں بالا جاچکا ہوگا یا یہیں پر ہوگا۔

وہ اس ساری صورتحال سے خوفزدہ ہوتے ہوئے اور کسی کو بھی یاد نہیں کر پائی تھی۔ تیزی سے باہر آتے ہوئے اس نے بالا کو گاڑی ریورس کرتے دیکھا تھا۔

”بالا!... بالا!... امی!“ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ پائی تھی جبکہ اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے وہ گاڑی کو ویسے ہی چھوڑتا تیزی سے گاڑی سے نکلتا اندر کی طرف بھاگا تھا۔

”پتا نہیں امی کو کیا ہو گیا ہے، وہ بے ہوش ہیں۔ ان کا پورا جسم نیلا پڑا ہوا ہے۔ اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے کچھ غلط ہو گیا ہو۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، پتا نہیں شرمیلا خالہ کہاں ہیں، وہ تو کبھی بھی اس طرح سے نہیں جاتیں۔“ وہ اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے آکر اسے بتا رہی تھی جبکہ بستر پر بے جان پڑی عورت کو دیکھ کر بالا تیزی سے ان کی طرف بڑھتا انہیں دیکھنے لگا تھا۔

”بھابھی، انہیں فوراً ہسپتال لے کر جانے کی ضرورت ہے۔ آپ پلیز پریشان مت ہوں۔ میرے ساتھ آئیں!“ وہ تیزی سے انہیں اٹھاتا باہر کی طرف بھاگا تھا۔ ان کا جسم پوری طرح سے بے جان تھا، شاید نہیں، یقیناً وہ ہوش و حواس کی دنیا سے بیگانہ ہو چکی تھیں۔ رباب کو اس وقت کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ بس تیزی سے جیسا بالا کہہ رہا تھا ویسا کر رہی تھی۔

بیلا کا ہسپتال یہاں سے بہت دور تھا اسی لیے وہ انہیں اتنے دور تک لے جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا، اسی لیے اس نے انہیں قریب کے ایک چھوٹے ہسپتال میں پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

ooooooo

ڈاکٹر مریض کی حالت دیکھتے ہی تیزی سے الرٹ ہو گئے تھے۔

ان کا شوگر بی پی شوٹ کر چکا ہے۔ آپ پریشان مت ہوں، ہم علاج کرتے ”ہیں۔“ ڈاکٹر نے ان کی پریشانی دیکھتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی جبکہ ڈاکٹر اپنا کام کرنے لگا تو رباب نے کانپتے ہاتھوں سے ریان کا نمبر ملایا تھا۔

ریان... ریان... امی...“ وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی جبکہ دوسری طرف ریان اس ”کی بات سن کر تھوڑا پریشان ہوا تھا۔

رباب! کیا ہوا ہے؟ تم ٹھیک ہو؟ کس کی بات کر رہی ہو، تمہاری امی کو کچھ ہوا ہے کیا؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگا تھا، وہ اپنے میکے گئی تھی تو یقیناً وہ اپنی ماں کے بارے میں ہی بات کر رہی ہو گی۔

نہیں ریان، میری امی کو کچھ نہیں ہوا۔ آپ کی امی یہاں ہسپتال میں ہیں، پلیز آپ جلدی سے یہاں آجائیے، پلیز جلدی کیجیے، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ پریشانی سے کہہ رہی تھی جب کہ رباب کو کانپتی حالت میں پا کر بالا نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے فون تھام لیا تھا۔ وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ جس طرح اس وقت وہ ڈری ہوئی تھی، یقیناً وہ ریان کو اپنی صورتحال نہیں بتا سکتی تھی۔

ہیلو، ڈاکو بالا بول رہا ہوں۔ جلدی سے ہسپتال آؤ۔ میں تمہیں لوکیشن بھیج رہا ہوں۔ تمہاری امی کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے، بی پی بھی ہائی ہے اور شوگر بھی شوٹ کر چکا ہے۔"

اتنا کہتے ہوئے اسنے فون بند کیا تھا جبکہ اگلے ہی لمحے وہ اسے لوکیشن بھیجنے لگا تھا۔ دوسری طرف ریان کی حالت خراب ہو گئی، اتنا وہ اندازہ لگا چکا تھا لیکن اس وقت جو اسے ٹھیک لگا وہ اس نے کر دیا تھا۔

اس نے بیلا کا بھی نمبر ملانے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ کی طرح بیلا نے اس کی کال کو نظر انداز ہی کیا تھا جس پر زیادہ اثر نہ لیتے ہوئے وہ ڈاکٹر کے ساتھ لگ گیا تھا۔ کیونکہ اکیلی رباب اس کنڈیشن کو ہینڈل نہیں کر سکتی تھی جب تک ریان یہاں نہیں تھا، یقیناً یہ عورت اس کی ذمہ داری تھی۔

ooooooo

ریان لوکیشن ملتے ہی تقریباً ایک گھنٹے کے اندر اندر ہی گاؤں سے شہر پہنچ گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ رباب واپس شہر کیسے گئی تھی کیونکہ اس کے مطابق تو وہ اسے گاؤں چھوڑ کر گیا تھا اور وہ اپنے آپ تو واپس جا نہیں سکتی تھی۔ لیکن اس وقت اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ ان سب چیزوں کو سوچ پاتا۔ اس وقت اس کے دماغ پر اس کی ماں سوار تھی۔ اس نے شرمیلا

خالہ کو فون کرنے کی کوشش کی تو اسے پتہ چلا کہ ان کے داماد کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ فوراً ہی ان کے گھر سے نکلی ہیں۔

اس نے شرمیلا خالہ کو کچھ نہیں بتایا تھا، وہ انہیں پریشان نہیں کر سکتا تھا۔ وہ پہلے ہی اپنی بیٹی کی وجہ سے پریشان تھیں۔

ان کی بس ایک ہی بیٹی تھی جو شادی کے بعد اپنی زندگی میں خوش تھی۔ ایسے میں ان کے داماد کا ایکسیڈنٹ ہونا یقیناً ان کے لیے بڑی پریشانی تھی۔ اسی لیے انہیں مزید پریشان کرنے کے بجائے وہ خود ہی اپنے معاملات حل کرنے نکل پڑا تھا۔

اس کی ماں کی طبیعت خراب کیسے ہوئی تھی؟ یقیناً ڈاکو بالا ان کے گھر گیا تھا اور وہاں کہیں اس نے نکاح کے بارے میں تو نہیں بتا دیا؟ ہاں، یقیناً اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسا ہی ہوا ہو گا۔

وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ ڈاکو بالا کی وجہ سے ہی اس کی ماں زندگی اور موت سے لڑ رہی تھی۔ وہ غصے سے اپنی گاڑی کی رفتار مزید بڑھا رہا تھا، جتنا جلدی ہو سکے ہسپتال پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ooooooo

وہ ان کی لوکیشن پر پہنچا تو بالا اسے وہیں باہر کھڑا نظر آ گیا تھا۔ وہ غصے سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اسے گریبان سے گھسیٹتا اگلے ہی لمحے ایک زوردار مکا اس کے منہ پر مار چکا تھا۔ بالا پوری طرح سے بے نقاب ہو گیا تھا۔

"تم گھٹیا انسان! تم نے کیا کیا ہے؟ تم جانتے بھی ہو۔۔۔؟ تم نے میری ماں کو نکاح کے بارے میں بتا دیا؟ میں نے تمہیں کہا بھی تھا وہ بیمار ہے، وہ کوئی صدمہ نہیں برداشت کر سکتی۔ تمہیں سمجھ میں نہیں آئی تھی میری بات؟ اگر میری ماں کو کچھ ہوا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بس بالا بہت برداشت کر لیا میں نے تمہیں، تم ایک گھٹیا ترین انسان ہو۔ تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا رشتوں سے، شاید تمہارے اپنے پاس رشتے نہیں ہیں اس لیے تم چاہتے ہو کہ دنیا کا ہر

شخص ماں کے رشتے سے محروم ہو جائے۔ تم گھٹیا انسان! تم نے میری ماں کو مارنے کی کوشش کی ہے، اگر میری ماں کو کچھ بھی ہوا تو اس کا حساب تو تمہیں دینا ہو گا، یاد رکھنا میں تمہاری جان نکال دوں گا۔"

وہ غصے سے پاگل ہوتا اسے گریبان سے پکڑتے جھنجھوڑے جارہا تھا جب اگلے ہی لمحے بالا نے غصے سے اس کے گریبان کو پکڑ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا تھا۔ اس نے اسے مارا نہیں تھا کیونکہ شاید وہ اس کی حالت کو سمجھ رہا تھا۔

"چپ! ایک دم چپ!... دماغ کام کر رہا ہے تمہارا یا پھر پاگل ہو گئے ہو؟ تمہاری ماں وہاں بے حد بری حالت میں پڑی ہوئی تھی، صرف اس کی مدد کرنے کے لیے گیا تھا میں تمہارے گھر میں۔"

"ہاں میرے پاس ماں نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسروں کی مائیں مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اور اگر تمہارے پاس ماں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کسی بن ماں والے کے لیے کچھ بھی کہو گے۔ اگر تم

خوش قسمت ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسروں کو اس کمی کا احساس دلاؤ گے۔"

"مر رہی تھی تمہاری ماں، بچانے گیا تھا۔ ابھی تک میں نے اسے کچھ بتایا نہیں ہے کیونکہ یہ کام تم نے کرنا ہے۔

اپنے جذبات اور ہاتھ قابو میں رکھو انسپیکٹر۔ کیونکہ میں اگر اپنی پر آیا نا تو نہ تو تمہارے ہاتھ بچیں گے اور نہ ہی زہر اگلنے کے لیے زبان اس وقت تمہاری ماں کو تمہاری ضرورت ہے، بہتر ہو گا کہ اس کا خیال رکھو۔ باقی مجھ سے تو تمہارا زندگی بھر کا تعلق بن گیا ہے، لڑتے رہنا۔"

وہ اسے پیچھے ہٹاتا سامنے سے آتے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ جبکہ ریان اس کی پوری بات سن کر تھوڑا نرم ہو گیا تھا۔ اس کی ماں کو جو بھی ہوا تھا، اس کی وجہ سے نہیں ہوا تھا۔ اس کی ماں اب تو کچھ نہیں جانتی تھیں، وہ گہرا سانس لیتا ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا تھا

میں گھر پہنچی تو امی کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی، وہ بستر پر بے حال پڑی ہوئی تھیں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کروں، تب ہی ڈاکو بالا آ گئے، انہوں نے فوراً امی کو ہسپتال پہنچایا۔ اگر یہ نہیں ہوتے تو نہ جانے کیا ہوتا، مجھے تو کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔"

میں بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی ریان۔" رباب پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ ریان بھی خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔ اپنی ماں کی اتنی بری حالت دیکھ کر ہاتھ پیر تو اس کے بھی پھول گئے تھے، لیکن اس وقت وہ کچھ بھی کہنے یا سننے کی حالت میں نہیں تھا، اسی لیے خاموشی سے وہاں بیٹھا رہا، جبکہ اسے اس طرح سے بیٹھے دیکھ کر بالا خود ہی سب کچھ سنبھالنے لگا تھا۔

oooooooo

ریان کے بتانے پر بیلا فوراً اس ہسپتال پہنچی تھی جہاں اس وقت اس کی ماں ایڈمٹ تھیں۔ وہ کافی زیادہ پریشان تھی جبکہ بالا کو وہاں دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی اپنے بھائی کے پاس آئی تھی جو خاموشی سے ایک طرف ہو

کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ معاملہ کوئی عام نہیں، جبکہ رباب بیلا کو ساری صورتحال سمجھانے لگی تھی۔

ریان یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اچانک اس کی ماں کو ہوا کیا تھا جبکہ بیلا ایک ڈاکٹر تھی، وہ سمجھ سکتی تھی کہ ایک مریض کی طبیعت کبھی بھی خراب ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے کسی بڑی وجہ کا ہونا ضروری نہیں۔

یہ ایک نارمل سی بات تھی، اگر ان کی طبیعت اتنی زیادہ خراب ہوئی تھی تو ضروری نہیں کہ اس کے پیچھے کوئی بڑی وجہ ہو۔ وہ تھوڑی دیر ان کے پاس رکی تھی، پھر وہ ڈاکٹر کے پاس جا چکی تھی۔

○○○○○○○

ڈاکٹر بیلا، آپ خود ایک ڈاکٹر ہیں، آپ ایسی غیر ذمہ داری کیسے دکھا سکتی ہیں؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کی ماں ایک مریض ہیں، آپ انہیں اس طرح اکیلے گھر میں کیسے چھوڑ سکتی ہیں؟"

ان کی اتنی زیادہ طبیعت خراب ہو گئی اور آپ لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلا۔"

ڈاکٹر اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یقیناً وہ اسے اس کی غیر ذمہ داری کا احساس دلا رہا تھا لیکن وہ اسے کیسے بتاتی کہ وہ غیر ذمہ دار نہیں ہے۔

"ڈاکٹر، ہم سے غلطی ہوئی ہے، اٹس آمسٹیک آئندہ کبھی ایسا نہیں ہو گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میں امید کرتا ہوں کہ ایسا دوبارہ نہیں ہو گا۔ آج بھی یقین کریں، اگر وہ آدمی وقت پر انہیں نہ لاتا تو ان کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہو سکتا تھا۔ آپ کے بھائی تو بہت دیر سے پہنچے ہیں۔ اگر انہیں وقت پر ہسپتال نہ پہنچایا جاتا تو ان کی جان بچانا مشکل ہو سکتا تھا۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس بات کو سمجھیں گی اور آئندہ آپ اس طرح کی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کریں گی۔

آپ کو چاہیے کہ آپ کم سے کم ان کے لیے ایک فل ٹائم ملازمہ کا انتظام کروائیں اگر آپ بزی ہوتی ہیں تو۔ ان کے لیے اکیلے رہنا بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔

ذرا سی ٹینشن ان کی جان پر بنا سکتی ہے۔ آپ کو اس انسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے وقت پر انہیں ہسپتال پہنچایا ہے۔ بہت سمجھدار انسان ہیں وہ، انہوں نے ہمارے ساتھ کافی کوآپریٹ کیا ہے۔ ورنہ ان کے ساتھ جو لڑکی تھی وہ تو کافی زیادہ ڈری ہوئی تھی۔

خیر، آپ ان کا خیال رکھیں، ہم انہیں ڈسچارج کر دیں گے لیکن بالکل بھی کسی طرح کی بے احتیاطی مت کیجیے گا۔" وہ پیپر پر کچھ لکھتے ہوئے اسے بتا رہا تھا جبکہ بیلا اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکلنے لگی تھی جب اچانک سامنے سے آتا آدمی اس سے ٹکرایا تھا۔

○○○○○○○○

وہ خود تیزی سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہی تھی جب اچانک ہی بالا سے ٹکرائی۔ بالا نے اگلے ہی لمحے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے گرنے سے بچایا تھا۔

"دھیان سے چلو لڑکی، دھیان کہاں رہتا ہے تمہارا؟ جاؤ تمہاری امی کو ہوش آ گیا ہے، میں ڈسچارج پیپرز بنوا لیتا ہوں۔" اسے چھوڑتے ہوئے بتانے لگا تھا جبکہ بیلا نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر غصے سے چہرہ پھیرتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

"عجیب ہے ڈاکٹر بیلا! میں انہیں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کہہ رہا تھا اور یہ کس طرح بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں سے گئی ہیں؟ مجھے لگا نہیں تھا کہ اس طرح کی بدتمیز انسان ہوں گے۔" ڈاکٹر جو کرسی پر بیٹھا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا، بیلا کے نکلتے ہی اس سے کہنے لگا۔

”ہاں جی ڈاکٹر، میری ہونے والی مسز کا دماغ تھوڑا سا سَرکا ہوا ہے۔ خیر، آپ ڈسچارج پیپر تیار کروائیں۔“ وہ کچھ پیپرز اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا تھا، یقیناً وہ ساری کاروائی کر چکا تھا۔

”اچھا تو یہ آپ کی ہونے والی مسز ہیں؟“ ڈاکٹر نے دلچسپی سے پوچھا تو اس نے صرف کندھے اچکائے تھے۔

”ابھی وقت ہے دوست، اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو۔“ وہ پیپرز سائن کرتے ہوئے بولا تو بالا بے ساختہ قہقہہ لگا گیا تھا۔

”نہیں دوست، اب ایسا ممکن نہیں ہے۔ دل ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اب جو بھی ہے، جیسی بھی ہے، یہی ہے۔ اسی کے ساتھ گزارا کرنا ہے۔“ وہ اس کے سامنے سے پیپر اٹھاتے ہوئے بولا۔

جبکہ ڈاکٹر نے صرف افسوس سے سر ہلایا تھا۔

OOOOOOOO

"کہاں ہے تو؟ تجھے میں نے صرف اسے چھوڑنے کے لیے بھیجا تھا، غائب ہونے کے لیے کس نے کہا تھا؟ آج یہاں تیری ٹانگ کھینچائی ہے، تجھے یہاں ہونا چاہیے تھا۔" سردار غصے سے فون کان سے لگائے بول رہا تھا جبکہ "ٹانگ کھینچائی" جیسی رسم کا نام سن کر بالا حیران رہ گیا تھا۔

"کیا ٹانگ کھینچائی؟ یہ کون سی نئی رسم نکالی ہے تو نے؟ بے غیرت انسان، ایسی کوئی رسم نہیں ہوتی شادی پر۔"

"نہیں ہوتی ہوگی لیکن تیری شادی پر ہوگی کیونکہ تیری شادی میں کروا رہا ہوں اور تیری شادی میرے مطابق ہوگی تو یہ رسم میں نے خود رکھوائی ہے، سپیشل تیرے لیے۔ فکر مت کر، تیری شادی کی ہر رسم کو سپیشل بناؤں گا۔ یہ کیا ڈھولکی کرنی، یہ سارا سسٹم پرانا ہو چکا ہے۔ تیری شادی پر ساری رسمیں نئی ایجاد ہوں گی جیسے ڈھولکی کی جگہ ہم ٹانگ کھینچائی کر رہے ہیں۔ لیکن تو ہی یہاں سے غائب ہے۔ کدھر ہے؟ اور کب تک آئے گا؟"

یار وہ بیلا کی امی کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی، انہیں ہسپتال لے کر آیا ہوا ہوں۔ اب وہ ڈسچارج ہو جائیں تو میں واپسی کے لیے نکلتا ہوں۔" اب کی دفعہ اس نے سنجیدہ انداز میں بتایا تو سردار بھی پریشان ہو گیا تھا۔

طبیعت خراب ہو گئی؟ کیوں؟ کہیں تو نے انہیں شادی کے بارے میں تو نہیں بتا دیا؟ بالا، میں نے تجھے کہا بھی تھا کہ یہ ساری باتیں وہ خود بہن بھائی انہیں بتائیں گے۔"

میں نے کچھ نہیں بتایا سردار۔ وہ جب میں اور رباب گھر پہنچے تو ان کی طبیعت بگڑی ہوئی تھی۔ میں فوراً ہی انہیں لے کر ہسپتال آ گیا تھا۔ پھر اس انسپیکٹر کو بھی فون کر کے بتا دیا۔ اب کافی بہتر ہیں وہ، ڈاکٹر کہہ رہا ہے تھوڑی دیر میں ڈسچارج بھی کر دیں گے، میں بھی نکل رہا ہوں مزید 10، 15 منٹ میں۔" وہ اسے تفصیل بتانے لگا۔

چل ٹھیک ہے، تو آجا، میں انتظار کر رہا ہوں۔" وہ فون رکھنے لگا تھا جب کہ اپنا"
فون جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے یہ فائل ریان کے حوالے کرنے کے بعد
یہاں سے نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ooooooo

ارے بچوں، کیوں اتنے پریشان ہو رہے ہو؟ میں ٹھیک ہوں۔ پتا نہیں کیسے "
اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ میں تو شرمیلا کی پریشانی کا سوچ رہی تھی، وہ بتا
رہی تھی کہ اس کے داماد کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ بازو ٹوٹ گیا ہے
بیچارے کا۔ اللہ کتنے برے دن آ گئے ہیں، اٹھتے بیٹھتے ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں۔
میں تو اسی کو ہی سوچ رہی تھی، نہ جانے کیسے طبیعت خراب ہو گئی۔ میں تو سوچ
رہی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں ریان آتا ہو گا، اسی کا انتظار کر رہی تھی، نہ جانے
کب طبیعت خراب ہوئی اور تم لوگوں نے رباب کو واپس بلا لیا۔

ارے بچی پہلی بار تو گئی تھی اپنے میکے میں اور تم لوگ اسے بھی پریشان کر کے
واپس لے آئے ہو۔ حد نہیں کر دی تم لوگوں نے، کم سے کم اسے تو کچھ دن

سکون سے اپنے گھر رہنے دیتے۔" وہ رباب کو پریشان دیکھتے ہوئے کہنے لگیں جبکہ ریان اور بیلا دونوں ہی ان کے پاس کچھ مایوس سے بیٹھے ہوئے تھے۔

"نہیں امی، مجھے کسی نے آنے کے لیے نہیں کہا تھا، میں خود ہی آگئی تھی۔ میرا اپنا بھی دل نہیں لگ رہا تھا گھر میں، اور اچھا ہی ہوا نا کہ میں آگئی، جانے ریان نے کب تک آنا تھا گھر واپس؟ میں تو اتنی زیادہ ڈر گئی تھی اگر بالا بھائی نہ ہوتے تو نہ جانے میں نے کس طرح سے یہ سب کچھ ہینڈل کرنا تھا۔ مجھ سے تو کچھ ہو ہی نہیں پا رہا تھا۔" وہ پریشانی سے انہیں بتانے لگی تھی جبکہ بالا کا نام سن کر وہ حیران ہوئی تھی۔ آج سے پہلے کبھی اس طرح کا ذکر ان کے سامنے نہیں کیا گیا تھا۔

"بالا؟ کون بالا؟ بچے کیا مجھے ہسپتال پہنچانے میں کسی نے تمہاری مدد کی ہے؟" اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"مدد ہی نہیں کی امی، وہی تو آپ کو یہاں ہسپتال لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے ہی سب کچھ ہینڈل کیا، ڈاکٹر سے بات کی، جب تک ریان نہ آجاتے ہر چیز کو

سنبھالا، بلکہ ریان کے آنے کے بعد بھی سب کچھ انہوں نے ہی ہینڈل کیا ہے۔ آج وہ جس طرح ہماری مدد کر رہے تھے کوئی اور ہوتا تو یقیناً نہ کرتا۔" وہ سچ میں بالا کی شکر گزار لگ رہی تھی جبکہ شکر گزار تو ریان بھی تھا اس کا۔

ماشاء اللہ کتنا اچھا بچہ ہے! بنا کسی مطلب کے ہماری مدد کی، یہیں پر ہے یا چلا" گیا؟ اگر ہے تو بلاؤ اسے، میں بھی اس کا شکریہ ادا کر لیتی ہوں۔" وہ ابھی بول ہی رہی تھی جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

ریان یہ ڈسچارج پیپرز ہیں، تم لوگ انہیں گھر لے کر جا سکتے ہو۔ میں بھی نکلتا" ہوں قبیلے کے لیے کافی لیٹ ہو رہا ہے مجھے۔" وہ دروازے سے ہی کہہ کر وہیں سے پلٹنے لگا تھا۔

رکو بیٹا، اندر آؤ، تم باہر سے ہی جا رہے ہو؟ ایک دفعہ مجھ سے مل تو لو، میں" تمہارا شکریہ ادا تو کر سکوں، تم نے آخر میری جان بچائی ہے میں تمہیں اور کچھ تو نہیں دے سکتی لیکن میرے پاس دعاؤں کا خزانہ ہے۔" وہ اسے دروازے پر کھڑے دیکھ کر بولیں تو بالا ہلکا سا مسکراتے ہوئے اندر آ گیا تھا۔

ماؤں سے دعاؤں کے علاوہ اور کچھ چاہیے بھی نہیں ہوتا ماں جی۔ آپ ٹھیک ہیں، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ آپ کو شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں، میں نکلتا ہوں، سفر دور کا ہے۔" وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہوتا ان کے پاس آیا تھا۔

جب کہ اپنے سامنے اس خوبصورت سے نوجوان کو کھڑا دیکھ امی نے اسے ڈھیر ساری دعائیں دی تھیں۔

"تم بہت اچھے ہو بیٹا، آج کے زمانے میں کوئی کسی کے لیے کیا ہی کر سکتا ہے۔ اللہ پاک تمہیں اس نیکی کا اجر ضرور دے گا۔ کبھی آنا ہمارے گھر۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھی جبکہ ریان اور بیلا دونوں ہی اپنی جگہ چور سے ہو رہے تھے۔ وہ دونوں ہی نہیں چاہتے تھے کہ امی کے ساتھ بالا بات بھی کرے لیکن یہاں تو امی اسے گھر پر بھی انوائٹ کر رہی تھی۔ جبکہ بیلا کو تو یہ ڈر کھائے جا رہا تھا کہیں وہ انہیں نکاح کے بارے میں نہ بتا دے۔

"ابھی آپ مجھے گھر انوائٹ کر رہی ہیں، یہ نہ ہو کہ میرے بارے میں جان کر آپ مجھے بد دعائیں دینے پر آجائیں۔" وہ اچانک مسکراتے ہوئے بولا تو بیلا کی تو سانسیں ہی اٹکنے لگی تھی۔

"میں اپنے مسیحا کو بد دعائیں کیوں دوں گی؟" وہ مسکرا کر بولی تو بالا بھی مسکرا دیا تھا۔

"میں ڈکیت ہوں۔" وہ اچانک بولا تو امی کے مسکراتے لب ایک لمحے کے لیے سکڑے تھے۔ اس کے برعکس بالا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"اب یقیناً آپ مجھے بد دعائیں ہی دیں گی۔"

"نہیں بالکل نہیں، میں تو دیکھ رہی ہوں ڈکیت اتنے خوبصورت ہوتے ہیں؟ کیا تم مذاق کر رہے ہو؟ ایک پولیس والے کے سامنے کھڑے ہو کر یہ بات کچھ جچتی نہیں۔" ان کی مسکراہٹ پھر لوٹ آئی تھی۔

بیٹا نکما ہے آپ کا، ثبوت ڈھونڈ نہیں پا رہا ہمارے خلاف۔" اب کی دفعہ وہ جیسے ریان کے مزے لے کر بولا تھا۔

"لیکن یہ تو 24 گھنٹے کام کرتا ہے۔ ہر وقت مصروف رہتا ہے، کہتا ہے میں کام کرتا ہوں، چھٹی بھی نہیں ملتی اسے۔ اگر یہ تم جیسے خوبصورت ڈکیتوں کو نہیں پکڑتا تو کرتا کیا ہے؟... تمہیں پتا ہے، اپنے کام کے چکر میں یہ اب تک ہنی مون پر نہیں گیا، ولیمہ تک نہیں ہوا اس کا کیونکہ اس کے جو بڑے آفیسر ہیں اسے چھٹی دینے کو راضی نہیں۔ اگر وہ تم لوگوں کو پکڑتے نہیں ہیں تو کرتے کیا ہیں اس کے ساتھ اسے وہاں رکھ کر؟..." امی حیرت سے پوچھنے لگی تھی جبکہ اب بالا کو ہنسی بھی آ رہی تھی اور اس دو نمبر انسپیکٹر پر ترس بھی۔ اس بیچارے کی تو اپنی ماں اس کے خلاف تھی اور وہ اس کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

نہیں، وہ دشمنی کے قابل تو نہیں تھا، معصوم بیچارہ اپنی ہی زندگی میں الجھا ہوا تھا۔

پتا نہیں کیا کرتا ہے۔ خیر، مجھے نکلنا ہے، بہت وقت ہو گیا ہے۔ ملنے آؤں گا آپ سے، کافی دلچسپ ہیں آپ۔" وہ اٹھتے ہوئے ان کے ہاتھوں کو چوم گیا تھا۔

جب کہ وہ مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی اسے جانے کی اجازت دے گئی۔ اس کے اٹھتے ہی ریان بھی اس کے پیچھے ہی کمرے سے نکل گیا۔

oooooooo

وہ مجھے بات کرنی ہے تم سے۔" وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے بولا تو بالانے اسے دیکھا تھا، ہاں لیکن اپنے قدم روکے نہیں تھے۔ ریان اس کے ساتھ ہی چلتا باہر آیا۔

شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمہارے علاوہ کسی اور کی ماں ہوتی تو میں انہیں بھی بچانے کی کوشش ضرور کرتا، اس لیے نہیں کیونکہ وہ تمہاری ماں تھی بلکہ اس لیے کیونکہ وہ ماں تھی اور ماں ہر کسی کے پاس نہیں

ہوتی۔ یقین کرو، جس نے اپنی ماں کو کھویا ہے وہ کسی اور کی ماں کو اس کے بچوں سے دور جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

میں نے بہت سالوں پہلے اپنی ماں کو کھو دیا تھا۔ آج تک اس کی آغوش ڈھونڈ تا ہوں، خوش قسمت ہو تم کہ تمہارے پاس ہے۔ خیال رکھو ان کا، انہیں اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔ میں نکلتا ہوں۔

قبیلے میں میری شادی کے فنکشن شروع ہو چکا ہے۔ امید کرتا ہوں تمہاری طرف سے بھی کچھ الٹا سیدھا نہیں ہو گا۔ اپنی امی کو بتا دو بیلا کے نکاح کے بارے میں ورنہ مشکل تمہارے لیے ہی ہو گی۔

میں ہرگز نہیں چاہتا کہ میں ان کی پریشانی کی وجہ بنوں۔ وہ کافی اچھی خاتون ہیں، میرے لیے بالکل میری ماں جیسی ہیں۔ میں انہیں اپنی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتا، امید کرتا ہوں تم میری بات کو سمجھو گے۔" وہ اس کا کندھا تھپتھپاتا وہاں سے نکل چکا تھا۔

جب کہ ریان ان کے ڈسچارج پیپر لیے واپس اندر آ گیا تھا۔

اندر تین چار ڈاکو بری طرح سے رو رہے تھے، تڑپ رہے تھے، جبکہ ڈاکو راگا انہیں نظر انداز کیے قبیلے میں روشنی کو دیکھ رہا تھا۔ آج ڈاکو بالا اور سردار نے اس کے آدمیوں کو مارا تھا۔ لیکن اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

سردار کا قبیلہ ان کی جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ سب لوگ اسی علاقے کے ایک پہاڑ پر چھپے ہوئے تھے۔ ایسے میں قبیلہ نظر آنا ان کے لیے مشکل نہیں تھا لیکن اس کی روشنیاں دیکھ کر وہ حیران تھے کہ قبیلہ اتنا کیسے چمک رہا تھا؟ اتنا کیسے جگمگا رہا تھا؟ آخر وہاں ہو کیا رہا تھا؟

”رشیدے! کیا چل رہا ہے اس قبیلے میں؟ اتنی خوشیوں کا ماحول کیوں ہے؟ تو نے مجھے خبر نہیں کی کہ قبیلے میں کوئی جشن ہو رہا ہے۔“ وہ پہاڑ کے اوپر سے سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

”ارے ہاں سردار! وہ ڈاکو بالا کی شادی ہو رہی ہے۔، اسی کی تیاریاں ہیں، اسی کی چہل پہل ہے۔ سردار کا حکم ہے کہ قبیلے کے سب سے لاڈلے ڈاکو کی شادی

ہے تو شادی ایسی ہونی چاہیے جو سالوں تک لوگوں کو یاد رہے۔ بس اسی لیے یہ سب کچھ تیاری کی جا رہی ہے۔" رشیدے نے اس کے پیچھے آتے ہوئے اسے سب کچھ بتایا تھا۔

"کیا مطلب؟ شادی ہو رہی ہے؟ کس کے ساتھ شادی کر رہا ہے؟ وہ اسے کس نے لڑکی دے دی؟" وہ وہیں بیٹھتے ہوئے لبوں میں سگریٹ دبا چکا تھا جب رشیدے نے آگے بڑھتے ہوئے اس کا سگریٹ جلایا تھا کیونکہ دوسرا ہاتھ تو اس کا کسی کام کا تھا نہیں، بلکہ تھا ہی نہیں۔

"سننے میں آیا ہے کہ شہر کی لڑکی ہے، ڈاکٹر ہے اور پولیس والے کی بہن بھی ہے۔" رشیدے نے مزید معلومات دی تو اب کی تو راگا ڈاکو نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب؟ وردی والوں سے زخم کھا کر یہ وردی والوں کی بیٹیوں سے شادی کر رہے ہیں؟ وجہ کیا ہے؟" وہ حیران ہوا تھا۔

ارے سردار! میں نے تو سنا کہ کوئی بدلے ودلے کا چکر ہے۔ انسپیکٹر ریان "
اکرم کے ساتھ دشمنی نکال رہے ہیں یہ لوگ، ریان اکرم کی وجہ سے ہی تو یہ
سب کچھ ہوا تھا۔ سردار اور قبیلے پر حملہ کروایا تھا اس نے، اسی کے بدلے کے
"چکر میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

لیکن یہ رونقیں بدلے والی تو نہیں لگ رہی۔" اس نے سامنے کی طرف دیکھا"
تھا۔

ہاں سردار، یہ بات تو ماننے والی ہے کہ یہ رونقیں بدلے والی نہیں لگ رہی "
لیکن تم ہی سوچو نا کہ اگر کوئی پولیس والے کی بہن سے شادی کرے گا تو کیوں
"کرے گا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

وجہ ہی تو کوئی اور لگ رہی ہے رشید۔ پتا کر کے چکر کیا ہے؟ سردار اتنا خوش "
ہے تو میرا ابھی تو فرض بنتا ہے کہ میں اپنے بھتیجے کی خوشیوں میں شامل ہوں۔
میرا ابھی فرض بنتا ہے کہ میں اس کی خوشیوں کو چار چاند لگا دوں۔ معلومات
نکال اس پولیس والے کی بھی اور اس معاملے کی بھی جانچ کر۔" وہ سگریٹ کا

گہرا کش لیتے ہوئے بولا، نگاہیں اب بھی قبیلے کی طرف ہی جمی ہوئی تھی۔ شاید نہیں، یقیناً یہ خوشیاں وہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

○○○○○○○○

قبیلہ ہر طرف سے جگمگا رہا تھا جب کہ وہ سارے لوگ قبیلے میں ہی چارپائیاں بچھائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر طرف سے شور شرابہ ہو رہا تھا۔ کچھ عورتیں بیٹھ کر ڈھولکی رکھ کے ڈھول بجا رہی تھی، دعام بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھی انجوائے کر رہی تھی۔ اسے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ قبیلے کی شادیاں اتنے مزے کی ہوتی ہیں۔ اسے بہت مزہ آ رہا تھا۔ یہاں کوئی ڈھولکی نہیں ہو رہی تھی بلکہ دولہے کی ٹانگ کھینچائی کی کوئی رسم ادا ہو رہی تھی۔

یار سردار، بالکل مزہ نہیں آ رہا، دولہا یہاں ہے نہیں، ٹانگ کھینچائی کس کی کریں؟" جمرو کافی مایوس تھا۔

راستے میں ہے آ رہا ہو گا، تم لوگ اپنی محفل سجاؤ۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا" جب دور سے اس کی گاڑی کی آواز سنائی دی یعنی وہ آ چکا تھا۔ اچانک ہی سارے

ڈاکو اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ڈھول بجنے لگے تھے، اچانک ہی اچھا خاصا شور مچا تھا۔ دعام تو پریشان ہی ہو گئی تھی جبکہ کچھ لوگ تو وہاں ناچنے گانے لگے تھے۔

دعام تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتی سردار کے پاس آگئی تھی۔ اس کا بازو پکڑ کر وہ ہر چیز کو دیکھتی کافی انجوائے کر رہی تھی، ہاں لیکن ان لوگوں کے بیچ کھڑے ہو کر اسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔

بالا بھیا کی شادی تو بہت مزے کی ہونے والی ہے۔" وہ خوشی سے چہکتے ہوئے" بولی۔

ہاں وہ تو ہونے والی ہے لیکن تم اس طرح میرے قریب ہو کر میری" دھڑکنیں بڑھا رہی ہو۔ نیت خراب ہو رہی ہے۔ اب اگر میں نے یہاں کچھ ایسا ویسا کر دیا تو تم شاید شادی پر آنے کے لیے بھی تیار نہ ہو۔ اسی لیے بہتر ہے کہ اپنا سر میرے بازو پر سے ہٹا لو ورنہ پھر مجھ سے کنٹرول نہیں ہو گا۔" وہ اس کے کان میں شرارت سے بولا تھا۔

اف، آپ بہت برے ہیں۔ میں نہیں بولتی آپ سے۔ میں جا رہی ہوں بھیا کے پاس۔" وہ تیزی سے اٹھتی ان عورتوں کے ساتھ باہر چلی گئی تھی جبکہ وہ آدمی سارے ناچتے گاتے بالا کو اپنے گھیرے میں لے چکے تھے۔

ارے یار، دوسرے پلینٹ سے نہیں آیا ہوں میں، یہیں سے گیا تھا۔" وہ اچھا خاصا تھکا ہوا تھا، ایسے میں ان لوگوں کا ڈھول ڈھما کہ اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن ان لوگوں نے اس کی سنی ہی کہاں تھی؟ وہ تو اپنی ہی مستاں کر رہے تھے، زبردستی اسے بھی اپنے ساتھ نچا رہے تھے۔

کہنے کو رات کے ڈھائی بج رہے تھے لیکن یہاں کا ماحول ہی الگ تھا۔ ہر وقت دہشت وحشت لٹاتا یہ ماحول آج خوشیاں اور روشنیاں بکھیرے ہوئے تھا۔ ہر کوئی خوش تھا اور اپنی خوشی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہا تھا۔

ooooooo

سردار، میں نے کچھ معلومات نکالی ہے جس سے پتہ چلا ہے کہ یہ شادی زبردستی ہو رہی ہے اور مزے کی بات بتاؤں تمہیں؟ آج بالاڈا کو ہسپتال میں

رہا ہے کیونکہ اس کی ہونے والی بیوی کی ماں ہسپتال میں تھی اور وہی اسے ہسپتال لے کر گیا ہے۔ بیمار عورت ہے، کوئی صدمہ برداشت نہیں کر سکتی۔ حالات بڑے خراب جا رہے ہیں انسپیکٹر کے، انسپیکٹر نے پرموشن لینے سے انکار کر دیا قبیلے پر حملہ ہونے کی وجہ سے اسے پرموشن دیا گیا تھا۔ 50 لاکھ کی رقم دے رہے تھے لیکن پولیس والے نے ٹانگ مار کر یہ کہہ دیا کہ اس نے کچھ "کیا ہی نہیں تو وہ انعام کیوں لے؟

اور شادی بھی زبردستی ہی ہو رہی ہے، کوئی من مرضی نہیں ہے۔ لڑکی ڈاکٹر" ہے، تم ہی بتاؤ ایک ڈاکٹر کیوں ڈاکو سے شادی کرے گی؟" رشید اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ اس کی باتیں سنتے راگا ڈاکو کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آئی تھی۔

زبردستی شادی ہو رہی ہے؟ پھر زبردستی کی شادی تو نہیں ہونی چاہیے نا، یہ تو" بڑا غلط ہو رہا ہے اس لڑکی کے ساتھ اور راگا ڈاکو کبھی کسی کے ساتھ غلط ہوتے دیکھ نہیں سکتا۔ لگاؤ ذرا شگون کا سامان، ہم خود چلتے ہیں بالا کے سسرال میں۔"

وہ اچانک اٹھتے ہوئے بولا تو رشیدے نے حیرت سے اسے دیکھا تھا لیکن اس کی عجیب وغریب مسکراہٹ کے آگے کچھ بولنے کے بجائے فوراً اس کا حکم بجا لانے لگا۔

○○○○○○○○

صبح کے تقریباً سات بجے تھے، ریان نے اپنی جاب کے لیے نکلنا تھا۔ جبکہ امی فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اب تسبیح کر رہی تھی۔ رباب اور بیلا آج مل کر ناشتہ بنا رہی تھی کیونکہ شرمیلا خالہ نہیں آئی تھیں۔ شکر تھا کہ ریان نے اس سے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا کہ وہ شہر کیسے آئی ہے، وہ رات کو بھی امی کے ہی کمرے میں سوئے تھے۔ کل رات سے انہیں صرف امی کی ہی پرواہ تھی۔ اور صبح اٹھتے ہی وہ اپنے اپنے کاموں پر لگ گئے تھے۔

جب دروازے پر دستک ہوئی، اپنے بوٹ کے تسمے باندھتے ہوئے ریان نے باہر کی طرف دیکھا تھا۔ اس کا ارادہ ناشتہ کر کے فوراً ہی نکلنے کا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ اپنے معاملے میں اب اپنی پولیس فورس کو شامل کر لے گا۔ یہ

چھوٹا سا معاملہ نہیں تھا اور اپنی طرف سے اسے حل کرنا بھی اس کے لیے مشکل ہوتا جارہا تھا، اسی لیے اس نے بیچ کا راستہ نکالا تھا۔

اور اسے یقین تھا قانون اس معاملے میں اس کا ساتھ ضرور دے گا۔

وہ دروازے کی طرف آتے ہوئے دروازہ کھولنے لگا جب اچانک ہی کچھ آدمی اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے اندر بڑے بڑے تھال لانے لگے تھے۔ وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا جب ایک آدمی اپنے کندھوں پر چادر ڈالے اندر داخل ہوا۔

السلام علیکم انسپیکٹر صاحب! کیسے ہیں آپ؟ سنا ہے ہمارے ساتھ آپ کی" رشتے داری جڑ رہی ہے تو سوچا شگون کا سامان آپ کو دے آئیں۔ میرا مطلب ہے، میں سردار دلدار کا تایا ہوں، بالا کا بھی تایا ہی سمجھو مجھے۔ اپنی طرف سے شگون دینے آیا ہوں اب وردی والوں کی یاری ڈاکوؤں سے ہو رہی ہے تو بنا کر تو رکھنی ہوگی نا۔

ویسے ایسی بھی کون سی مجبوری تھی تمہاری، انسپیکٹر ہو تم، اپنی پھولوں جیسی بہن کو ایک ڈاکو کے حوالے کر رہے ہو؟ خیر، ماتا جی سے ملاقات کرتا ہوں،

وہی جواب دیں گی میرے سوال کا۔" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھا تو ریان نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ رکا نہیں تھا۔ تیزی سے سامنے والے کمرے میں داخل ہوتا وہ سامنے بیٹھی حیران و پریشان عورت کو سلام کرنے لگا جو یقیناً اس طرح اس کے آنے پر حیران ہو رہی تھی۔ سامنے بہت سارے تھال تھے، کچھ میں موسموں کے حساب سے پھل تھے اور کچھ میں مٹھائی، یہاں تک کہ کپڑے اور زیورات بھی تھے۔ وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی کہ آخر ان سب چیزوں کا کیا مطلب تھا۔

ارے بہن جی! پریشان مت ہویے، یہ سب کچھ میں اپنی طرف سے تحفے میں" لے کر آیا ہوں۔ اب ہمارے قبیلے کا ڈاکو آپ کے گھر کا جمائی بن رہا ہے تو ہم نے سوچا کہ تھوڑے تحفے ہم بھی دے آتے ہیں۔ ساتھ میں اپنی بہو کا دیدار بھی کر کے آجائیں۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ نگاہیں دروازے سے اندر داخل ہوتی بیلا کی طرف اٹھی تھیں۔ جو حیرت سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔

ارے دیکھیے، ہماری بہو آگئی! سہی کہہ رہے ہیں نا؟ یہی ہے نا ہماری بہو؟" وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا اپنے ایک واحد ہاتھ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا جبکہ اس کا انداز اتنا غلیظ تھا کہ بیلا نے اگلے ہی لمحے جھٹکے سے اس کا بازو پیچھے ہٹایا تھا۔ جبکہ نگاہیں اس کی اپنی ماں پر گئی تھی جو حیرت سے اس ساری صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

○○○○○○○○

اٹھو یہاں سے، دفع ہو جاؤ۔ خبر دار جو کوئی بھی بکواس کی تم لوگوں نے۔" ریان غصے سے آگے بڑھتے ہوئے اس آدمی سے بولا تھا۔

ارے ارے لڑکے، یہ کس طریقے سے بات کر رہے ہو؟ تمہاری بہن کا" ہونے والا سسرال ہیں ہم لوگ۔ ہمارے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہو تم؟ "تمہیں تو ہمارے پیر دھو دھو کر پینے چاہیے۔

ویسے کیا کمی ہے تمہاری بہن میں کہ اس طرح تم نے ایک ڈاکو کے ساتھ اسے" باندھ دیا۔ ویسے مرضی کا سودا لگتا نہیں ہے یہ۔ کہیں اس نے زبردستی تو نہیں

کی؟ بالا ذرا من موجی قسم کا ہے، اپنی مرضی کرتا ہے۔ پسند آگئی ہو گی تمہاری بہن اسے۔"

اور اب اگر پسند آگئی ہے تو پھر تو یہ لڑکی اسی کی ہوئی نا۔ سنا ہے نکاح وغیرہ بھی ہو چکا ہے تو اب کیوں اتنے نخرے دکھا رہے ہیں؟ اب تو لڑکی ہماری ہی ہے، جب چاہے ہم لے جائیں۔" وہ غلیظ انداز میں بول رہا تھا جبکہ امی صرف اسے سن رہی تھیں۔

میں نے کہا دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ نہ تو میری بہن آج اس قبیلے میں رخصت ہو گی اور نہ ہی آنے والے کل میں۔ کہہ دینا اپنے بالا ڈاکو کو، اسے تو میں بہت جلد جیل کی چار دیواری کے پیچھے پھینکوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ تم سب بھی ہو گے۔" وہ غصے سے راگا کا گریبان پکڑتا اسے پیچھے کی طرف دھکیلتا کمرے سے باہر کر چکا تھا۔

اس کی اس حرکت پر اگلے پچھلے جتنے بھی ڈاکو تھے سارے الرٹ ہوئے تھے لیکن راگا ڈاکو نے اپنا اکلوتا ہاتھ اٹھا کر ان سب کو خاموش کر دیا تھا۔

ارے ارے کچھ مت کہنا، بچہ غصے میں ہے۔ لگتا ہے بالا نے ٹھیک سے" خدمت کر رکھی ہے ان کی۔ کوئی بات نہیں، ان سے تو میرا بھتیجا نمٹ لے گا۔ ہمارا کام تھا شگون دینا، ہم شگون دے کر جا رہے ہیں۔" وہ خباثت سے بولا تھا جب بیلا نے تیزی سے اس کے لائے ہوئے تھال اٹھا کر بڑے گیٹ سے باہر پھینک دیے تھے۔

دفع ہو جاؤ تم بھی اور تمہارا یہ شگون بھی۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔" وہ اسے" باہر کا راستہ دکھاتے ہوئے بولی تھی۔

جس طریقے سے اس نے اسے ہاتھ لگایا تھا وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ کس طرح کا انسان ہے اور اگر تایا ہی اس طرح کا تھا تو قبیلے کے باقی لوگ کیسے ہوں گے، سمجھنا اس کے لیے مشکل تو نہیں تھا۔

اتنی توہین، اتنی بے عزتی کے بعد بھی راگاڈاکو کے ماتھے پر کوئی بل نہیں آیا تھا بلکہ وہ سکون سے ہاں میں سر ہلاتا باہر کی طرف نکلا تھا جیسے انہیں غصہ ہی دلانا اس کا مقصد ہو۔

"امی آپ ایک دفعہ میری بات تو سن لیں۔" وہ لوگ جا چکے تھے جب کہ امی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھیں، جب وہ ان کے پاس آکر بیٹھا۔

ان کا اس طرح سے خاموش ہو جانا اسے بہت عجیب لگ رہا تھا۔ امی کی طبیعت بھی کچھ ایسی ہی تھی، ڈر تھا کہ کہیں یہ ساری باتیں ان کی طبیعت پر برا اثر نہ ڈال دیں۔

"امی میں آپ کو سب کچھ سمجھاتا ہوں۔ حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔" وہ ان کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہنے لگا۔

"حالات اتنے برے تھے کہ تم نے میری بیٹی کا نکاح کسی ڈاکو سے کر دیا اور تم اب یہاں بیٹھے مجھے صفائیاں دے رہے ہو؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

لہجے میں بے یقینی تھی، یقیناً وہ اپنے بیٹے سے اس طرح کی امید تو نہیں رکھتی تھیں۔

"امی، بھائی کا کوئی قصور نہیں ہے، آپ ایک دفعہ ہماری بات کو سمجھنے کی کوشش تو کریں۔ یہ سب کچھ ہماری مرضی سے نہیں ہوا۔"

"آپ کو کیا لگتا ہے بھائی مجھے کسی ڈاکو کے حوالے کر دیں گے یا میں کسی ڈاکو کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش کروں گی؟"

"امی، اس دن جو کچھ بھی ہوا وہ ہمارے لیے بھی ناقابل برداشت تھا لیکن اگر میں نکاح کے لیے راضی نہیں ہوتی تو وہ لوگ بھائی کو جان سے مار ڈالتے۔"

"وہ بہت برے لوگ ہیں، ان کے لیے کسی کی جان لینا معمولی سی بات ہے۔ عام انسان ان کے لیے کیڑے مکوڑے ہیں، کسی کی جان لینے میں وہ لمحہ بھی نہیں لگاتے۔ ان کے سینوں میں دل نہیں ہے، انسان کے روپ میں حیوان ہیں یہ لوگ۔"

بیلا ان کے پیروں کے قریب بیٹھی انہیں سب کچھ بتا رہی تھی جب کہ وہ حیرت سے اسے سن رہی تھیں۔

"کون ہے وہ لڑکا، اور بات نکاح تک کیسے گئی؟ دیکھو بیلا اگر اس نے غلط راستہ اپنانے کے بجائے نکاح کیا ہے تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی تو وجہ ہو گی نا۔" امی کسی اور سِنس میں سوچنے لگی تھیں اور ریان کو اسی بات کا ڈر تھا۔

"امی وہ اچھا انسان نہیں ہے، وہ ایک ڈاکو ہے، ایک لٹیرا ہے۔ ہمارے لیے یہی بات اہمیت رکھتی ہے۔ اور کوئی بات ہمارے لیے اہم نہیں ہے۔"

"میں بیلا کی طلاق کروانا چاہتا ہوں۔ اس انسان کے ساتھ میری بہن کا کوئی فیوچر نہیں ہے۔"

"لیکن وہ ہے کون، ریان؟" وہ پریشانی سے بولی تھیں جب رباب نے آگے بڑھتے ہوئے ان کے قریب ہی جگہ بنائی۔

"امی، وہ جو لڑکا کل آپ کو ہسپتال لے کر گیا تھا نا، پھر ہسپتال میں ریان کے آنے تک اس نے ہر چیز کو ہینڈل کیا تھا، وہی ہے وہ لڑکا جس کے ساتھ بیلا کا نکاح ہوا ہے۔"

رباب نے اچانک ہی بتا دیا تھا جب کہ ریان نے اسے گھورا تھا جیسے یہ بات انہیں نہیں بتانی تھی۔

"امی وہ صرف دکھتا اچھا ہے، وہ ایک ڈکیت ہے۔ دنیا کے سامنے عام انسان بن کر گھومتا ہے لیکن اس کی حقیقت بہت ہی ڈراونی ہے۔"

"میں جانتا ہوں، کل وہ لڑکا آپ کو کافی زیادہ پسند آیا ہو گا، دیکھنے میں بات کرنے میں یہ سارے لوگ ایسے ہی ہیں لیکن ان کی حقیقت ایسی ہے جو قبول نہیں کی جا سکتی۔"

"آپ جو سوچ رہی ہیں ویسا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ انسان میری بہن کا فیوچر ہے۔" وہ ان کی سوچوں کو وہیں روک دینا چاہتا تھا جبکہ امی بالکل خاموش تھیں۔

OOOOOOOO

"گڈ مارننگ میری جان، اس قبیلے کا سردار اس دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی کو اس صبح کی خوبصورتی کی نوید سناتا ہے۔"

وہ اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے بولا تو دعام نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا تھا جو پوری طرح سے اس پر جھکا ہوا اس کے نرم و ملائم گالوں کو اپنے لبوں سے چھو رہا تھا۔

"گڈ مارننگ ڈاکو جی لیکن بقول آپ کے اس دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی اس وقت آپ سے بہت کچھ جاننا چاہتی ہے۔" وہ اس کی گردن میں بازو ڈالتے ہوئے بالکل اسی کے انداز میں بولی تھی تو سردار نے اگلے ہی لمحے چہرہ جھکاتے اس کے چہرے کے تمام تر نقوش کو اپنے لبوں سے محسوس کرنے لگا۔

"اف، ڈاکو جی رومانس نہیں کرنا، آپ نے کہا تھا رات کو میں جلدی سو جاؤں گی تو صبح اٹھتے ہی آپ مجھے پھر سے بتائیں گے کہ پھر کیا ہوا تھا۔" وہ پیار سے اس کے چہرے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تو سردار نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

پہلے میں تم سے بہت سارا پیار کروں گا، اس کے بعد ناشتہ کرنا ہے، اس کے"
"بعد تھوڑا سا کام کرنا ہے، اس کے بعد بتاؤں گا۔

چلو چلو اب نا ہمیں وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کیا ہے کہ بالا کی شادی کی" تیاریاں شروع ہیں نا تو کام بہت زیادہ بڑھ گیا ہے تو ایسے میں انرجی ڈاؤن ہو رہی ہے تو مجھے بہت ساری انرجی چاہیے جو مجھے صرف اور صرف میری پیاری سی سجن سائیں سے ہی مل سکتی ہے۔" وہ اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے نرمی سے اس کے لبوں کی نرمی کو محسوس کرتا اس کی سانسیں روکنے لگا تھا۔

نہیں ڈاکو جی، یہ تو آپ بے ایمانی کر رہے ہیں میرے ساتھ۔ آپ نے مجھے کہا" تھا کہ اگر میں جلدی سو جاوں گی تو صبح اٹھتے ہی آپ مجھے بتائیں گے۔ اب آپ یوں بہانے بازی کر رہے ہیں۔ جائے میں نہیں بولتی آپ سے۔" وہ ناراضگی دکھانے لگ گئی جبکہ سردار نے اسے خود سے دور نہیں ہونے دیا۔

اس لیے چہرہ دوسری طرف پھیر گئی تو وہ اس کی گردن پر جھکتا اب وہاں اپنے لبوں کی شدت دکھانے لگا تھا۔

اف، بہت تنگ کرنے لگی ہو سجن سائیں۔ کہاتو صحیح، بتادوں گا تمہیں سب" کچھ۔ اب اتنے سالوں کی داستان ہے، لمحے میں تھوڑی نہ ختم ہو جائے گی۔ پھر تمہیں جاننا بھی سب کچھ ہے تو تھوڑا سا تو انتظار کرنا پڑے گا اور ویسے بھی انتظار کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور میٹھا پھل حاصل کرنے کے لیے تھوڑا وقت درکار ہوتا ہے۔" وہ نرمی سے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتا اب اس کے لبوں کو قید کر چکا تھا۔

پلیز بتائیں نا، ورنہ میں روٹھ جاؤں گی۔ "لب آزاد ہوتے ہی وہ ایک دفعہ پھر" سے اپنی ضد پر اتر آئی تھی اور اس کی یہی ادائیں تو سردار کو گھائل کرتی تھیں۔ اس نے گھورا تھا جس کا دعام نے کوئی اثر نہیں لیا۔ وہ جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کرتی تھی جس سے سردار اس کے سامنے بے بس ہو جائے اور اس کی اداؤں کے سامنے وہ ہو جاتا تھا۔ جس طرح وہ اپنی نرم و نازک انگلیوں کا لمس اس کی گردن پر بکھیر رہی تھی اس کی آنکھوں میں اترتا خمار اسے بری طرح پاگل کر رہا تھا۔

وہ آہستہ سے جھکتا ہوا اپنی گردن پر جہاں اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کر رہا تھا بالکل اسی جگہ اسے چوما، اگلے ہی لمحے سردار سیدھا ہوا تھا اور پھر ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے اوپر کر لیا۔

تم بہت چالاک ہوتی جارہی ہو سجن سائیں۔ تمہاری اتنی چالاکیاں مجھ سے " ہضم نہیں ہو رہی۔ اگر یہی سب کچھ چلتا رہا تو بہت جلد میں پوری طرح پاگل ہو جاؤں گا اور مجھے پاگل کرنے کا الزام تم پر آئے گا، یاد رکھنا۔" اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار مضبوط کرتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی ماضی کی ان بھیانک یادوں کی طرف خود کو دھکیلنے کی کوشش کرنے لگا تھا جہاں سے وہ بہت مشکل سے نکلا تھا۔ اسے رات کو نیند نہیں آتی تھی، بہت کم ایسا ہوتا تھا جب وہ پرسکون ہو کر سویا ہو بلکہ سچ تو یہ تھا کہ اس بھیانک رات کے بعد وہ ایک دن بھی پرسکون ہو کر سویا ہی نہیں تھا۔ اس کی پرسکون نیندیں تو اس دن سے شروع ہوئی تھیں جب سے دعا م اس کی زندگی میں آئی تھی۔

لیکن اب اس کی ضد کے سامنے وہ ہارنے لگا تھا۔ اسے سب کچھ جاننا تھا اور وہ سب یاد کرتے ہوئے وہ تکلیف سے گزرتا تھا۔

وہ اسے اپنی اچھی یادوں کے بارے میں بتارہا تھا لیکن وہ جانتا تھا وہ اس کے دردناک ماضی کے بارے میں بھی جاننا چاہتی ہے۔ وہ جاننا چاہتی ہے کہ اس کی زندگی میں کیا کیا ہوا تھا، آخر اس نے کون کون سی اذیت سہی تھی۔

وہ اسے سب کچھ بتا سکتا تھا لیکن وہ معصوم سے دل والی لڑکی نہ جانے کس طرح اس تکلیف کو سہے گی جو اس نے سہی تھی۔

آج تک وہ بھیانک ماضی اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا تھا۔ وہ اب بھی آنکھیں بند کرتا تھا تو اسے وہ معصوم چہرے یاد آتے تھے جنہیں برباد کیا گیا تھا۔ وہ دعام کا ماتھا چومتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اپنے دردناک ماضی میں جھانکنے لگا۔

○○○○○○○○

ماضی

"دلاور، آپ کو پتہ ہے راگا یہاں اس قبیلے میں ہے؟ میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں بچوں کو پڑھا رہی تھی، مجھے محسوس ہوا کہ کوئی مجھے مسلسل دیکھ رہا ہے۔

میں نہ چاہتے ہوئے بھی دروازے کی طرف متوجہ ہو گئی لیکن آپ کو پتہ ہے میں نے وہاں کسے دیکھا؟ میں نے راگا ڈاکو کو دیکھا۔ میں سچ کہہ رہی ہوں دلاور وہی تھا۔" وہ پریشانی سے کمرے میں داخل ہوتے دلاور کو دیکھ کر بولی تھی

جو ابھی اپنا کوئی ضروری کام نمٹا کر آیا تھا۔ اس نے ایک نظر زائرہ کے چہرے کو دیکھا تھا جہاں پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔

وہ سمجھ سکتا تھا زائرہ کی پریشانی کی وجہ۔ اس شخص نے زائرہ کی زندگی برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، یقیناً وہ اس سے خوفزدہ ہو رہی تھی۔

لیکن اس نے اپنی بیوی کو بتانا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی طاقت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس نے زائرہ کے کندھوں پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنے قریب کیا، اور اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا تھا جبکہ زائرہ بری طرح سے خوفزدہ لگ رہی تھی اور وہ شخص سچ میں اتنا خطرناک تو تھا ہی کہ اس سے ڈرا جائے۔

پریشان مت ہو میری جان، تمہیں بالکل بھی پریشان ہونے کی ضرورت" نہیں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی چیز سے نہیں ڈرنا۔ وہ مہمان ہے، چلا جائے گا۔ زخمی ہے، اس کی حالت بہت خراب ہے، اسے مدد کی ضرورت ہے۔ لوگ اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں، پولیس سے بھاگ کر وہ یہاں انہی قبائلی علاقوں میں چھپا ہوا تھا لیکن اس کے جانی دشمن اور وہ لوگ جن کے ساتھ اس نے ظلم کیے ہیں وہ بدلہ لینے اس کے پیچھے لگ چکے ہیں لیکن وہ بدل "چکا ہے۔ ایسا یوسف کا کہنا ہے۔

میں مانتا ہوں یہ شخص کسی بھی طرح سے اعتبار کے قابل نہیں ہے لیکن "
یوسف تو اعتبار کے قابل ہے نا؟ میں نے یوسف پر اعتبار کیا ہے۔ یوسف کا کہنا
ہے کہ وہ اسے مہمان کے طور پر یہاں رکھے گا جب وہ زخمی نہیں رہے گا یا اس
کو جان کا خطرہ نہیں رہے گا تب وہ اسے یہاں سے بھیج دے گا اسی لیے میں نے
"کوئی اعتراض نہیں کیا۔

تم فکر مت کرو، وہ قبیلے سے باہر ہی رہے گا۔ اس کے ناپاک وجود کو میں قبیلے "
کے اندر نہیں آنے دوں گا۔ تمہیں ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔
میرے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ہو گا بس ہم نے اسے کچھ دن تک اس قبیلے میں
رکھنا ہے پھر وہ چلا جائے گا یہاں سے۔" وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا جبکہ زائرہ
اس کے سمجھانے کے باوجود بھی بری طرح سے خوفزدہ تھی۔ نہ جانے کیوں وہ
اس چیز پر یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ راگا ڈاکو کبھی بدل سکتا ہے۔

oooooooo

"ارے سردار میرے بچے، میرے گولو، میرا پیارا بچہ کدھر کھیل رہا ہے؟ کبھی تو اپنے تایا کے پاس آیا کرو میری جان، میں تمہارا سگا تایا ہوں۔ خون کا رشتہ ہے ہم دونوں کا۔ تم تو ہر طرف کھیلتے کودتے رہتے ہو، کبھی تو اس کمرے میں آیا کرو" وہ یوسف تو بتا رہا تھا کہ یہ کمرہ تمہارا ہے اور تمہیں اس کمرے میں نہیں آتے۔ یہ تو غلط بات ہے، کم سے کم اپنے تایا سے سلام دعا تو کیا کرو نا۔"

وہ اپنے ہی کھیلوں میں مگن تھا جب اچانک ہی راگاڈا کو وہاں آ گیا۔

"آپ میرے تایا ہیں، یہ بات تو آپ نے اس دن بھی بولی تھی لیکن یوسف چاچو نے کہا کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور بہتر ہو گا کہ میں آپ سے دور ہی رہوں، آپ اچھے انسان نہیں ہیں اور ویسے بھی برے انسانوں سے ہم بات نہیں کرتے۔

پیچھے ہٹیں ہم کھیل رہے ہیں۔" وہ کنچے سامنے کی طرف پھینکتے ہوئے پھر سے اپنے کھیل میں مصروف ہونے لگا تھا جبکہ بالا کو بھی وہ بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

جھوٹ بولتا ہے یوسف۔ میں تمہارا سگا تایا ہوں۔ یقین نہ آئے تو جا کر اپنے باپ سے پوچھ لو۔ خون کا رشتہ ہے۔ تمہیں پتہ ہے تایا کیا ہوتا ہے؟ ایک ہی باپ کی دو اولادیں یعنی کہ دو سگے بھائی۔ میں اور تمہارا باپ دلاور دونوں سگے بھائی ہیں۔ یہ جو قبیلہ تم دیکھ رہے ہو نا یہ کسی زمانے میں میرا ہوتا تھا۔ یہاں کا سردار میں تھا لیکن میں نے یہ قبیلہ تمہارے باپ کو دے دیا کیونکہ وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو جہاں جھوٹ والی بات پر بالا کو آگ لگ گئی تھی کیونکہ وہ اس کے باپ کو جھوٹا کہہ رہا تھا، وہیں یہ قبیلہ اس کا تھا اور اس نے دلدار کے باپ کو دیا تھا، یہ سن کر تو دلدار بری طرح کنفیوز ہوا تھا۔ یہ قبیلہ تو اس کے باپ کا ہی تھا، جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا تب سے تو اس قبیلے کا سردار اس کا باپ ہی تھا تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ قبیلہ کسی اور کا ہو؟

"کیا مطلب، یہ قبیلہ آپ کا تھا تو آپ نے بابا کو کیوں دے دیا؟" وہ الجھتے ہوئے سوال کرنے لگا جبکہ اس کا یہ سوال اسے اچھا لگا تھا۔

کیونکہ اسے حکومت بہت پسند تھی، میں نے اسے اپنی حکومت دے دی،وہ" کیاہے ناکہ مجھے اپنے بھائی سے اور بھائی کے بچوں سے بہت محبت ہے۔میں بس چاہتاہوں کہ وہ خوش رہے اسی لیے میں نے اپنی ہر چیز اس کے حوالے کر دی "...یہاں تک کہ تمہاری ماں

خیر چھوڑوان سب باتوں کو،ان کا کوئی مطلب نہیں ہے۔تم مجھ سے ملنے آیا" کرو،میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔"وہ اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے نرمی سے بولا تو سردار ہلکا سا مسکرادیا تھا۔اب اس کے علاوہ وہ اور کر ہی کیا سکتا تھا جب کہ اس کا سارادھیان کنچوں کے کھیل پر تھاجو کہ بالا سارے کنچے جیتتا جا رہا تھا۔

ٹھیک ہے،میں آپ سے ملنے آؤں گا لیکن ابھی میں کھیل رہاہوں۔"وہ اپنے" کھیل کی طرف متوجہ ہو گیا تو راگاڈا کو خاموشی سے وہاں سے پلٹ گیا تھا۔

○○○○○○○

وہ انہیں پڑھانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن پوری طرح سے دماغ راگاڈا کو میں الجھا ہوا تھا۔ اسے دلاور نے کہا تھا کہ وہ پریشان نہ ہو، ٹینشن نہ لے لیکن راگاڈا کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کے بعد ایسا ممکن نہیں تھا کہ وہ اس کے بارے میں نہ سوچے۔ وہ مسلسل اسی کی سوچیں پالے ہوئے تھیں جب اس کا دھیان دروازے کی طرف گیا جہاں پوری وردی میں ایک آدمی کھڑا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر دیکھتی رہی پہلے تو اسے یقین ہی نہیں آیا تھا پھر اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی دروازے کی طرف بھاگی تھی جہاں وردی میں ایک آدمی تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی ایک عورت ایک چھوٹی سی بچی کو اٹھائے کھڑی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے رضوان کے سینے سے لگی جس نے اگلے ہی لمحے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا تھا۔

جبکہ اپنی ماں کو تیزی سے کسی انجان آدمی کی طرف بڑھتے دیکھ کر دلدار بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے آیا تھا جبکہ وہاں اس کی ماں اس آدمی کے سینے

سے لگی بری طرح سسک کر رو رہی تھی جب کہ اسے روتے دیکھ کر اس بچی نے بھی رونا شروع کر دیا تھا جو کوئی تین ساڑھے تین سال کی تو رہی ہو گی۔

"بھائی مجھے یقین نہیں آ رہا آپ مجھ سے ملنے آئے ہیں۔" وہ اس کے سینے سے لگی بری طرح سے رو رہی تھی جب کہ رضوان کی بھی آنکھیں نم تھیں۔

"آنا تو تھا ہی نا تم سے ملنے کے لیے زائرہ۔ تمہارے بھائی دن رات تمہارے بارے میں بات کرتے رہتے ہیں، ان کی صبح تمہارے نام سے ہوتی ہے اور شام تک تمہارا ہی ذکر کرتے رہتے ہیں۔"

"ہم نے تمہیں دیکھا نہیں ہے لیکن تمہارے نام سے اچھی طرح سے واقف ہیں۔" اس کے ساتھ کھڑی لڑکی نے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو زائرہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسے نہیں پہچانتی تھی، نہ جانے وہ لڑکی کون تھی اور یہ بچی کون تھی۔ وہ تو خود اپنے بھائی سے پانچ سال کے بعد مل رہی تھی، جب سے اس کا ٹرانسفر ہوا تھا اس نے اپنے بھائی کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔

"فون کے ذریعے کم ہی بات ہوتی تھی اور خط بھی ملتے کتنا وقت لگ جاتا تھا۔"

بھائی یہ کون؟" وہ پریشانی سے اپنے بھائی کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی تھی جب کہ رضوان ہلکا سا مسکرایا۔

تمہاری بھابھی ہے اور یہ تمہاری بھتیجی ہے، دعام۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا" توزائرہ کے چہرے پر رونق سی آگئی تھی، وہ ان دونوں سے ملنے لگی جب کہ دلدار اس کے پاس ہی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ دلدار ہے نا، کتنا بڑا ہو گیا میرا بچہ۔" رضوان نے آگے بڑھتے ہوئے اپنے" بازو پھیلائے تھے تو وہ فوراً ہی اس کے سینے سے لگ گیا تھا۔

اگر وہ اس کی ماں کے لیے اتنا عزیز تھا کہ اس کی ماں اس کے سینے سے لگ کر رو رہی تھی تو پھر سوچنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، وہ انسان بہت خاص تھا ان کی زندگی میں۔ اگر وہ اس سے ملا بھی تھا تو اسے یاد نہیں تھا لیکن آج اس سے مل کر اچھا لگ رہا تھا۔ قد میں صرف تھوڑا سا چھوٹا رہ گیا تھا وہ رضوان سے، ورنہ رضوان کے کندھے سے کندھا ملا کر ملتا۔

ماشاء اللہ میرا بھانجا تو جوان ہو گیا ہے۔ بس قد میں تھوڑا مار کھا رہا ہے ماموں"
سے۔" رضوان اسے دیکھتے ہوئے اس کا کندھا تھپتھپانے لگا۔

ارے نہیں نہیں، بابا کہتے ہیں میرا قد بڑا ہو جائے گا ابھی تو میں چھوٹا ہوں"
نا۔" وہ فوراً سے بولا تو رضوان کھل کر ہنسا تھا۔

ہاں ہاں میرے بچے، ابھی تو تم چھوٹے ہو اور بہت پیارے ہو۔ اور میں تمہارا"
ماموں ہوں، جانتے ہو نا مجھے؟" وہ گال کھینچتے ہوئے بولا تو دلدار نے فوراً نفی
میں سر ہلایا تھا۔

آپ اتنے عرصے سے آئے ہی نہیں تو کیسے جانوں۔ آپ اپنی شکل دکھاتے"
رہا کریں تاکہ اسے بھی کیسے پتہ چلے کہ صرف چچے، تائے نہیں ہیں، اس کے
ماموں بھی ہیں۔" وہ دعام کو اپنے سینے سے لگائے پیار کر رہی تھی جب کہ
دلدار کو بھی وہ چھوٹی سی بچی بہت اٹریکٹ کر رہی تھی۔

نہیں، میں نہیں مانتا اس بات کو کہ اگر شکل نہ دکھائی جائے تو پہچان نہیں ہوتی۔ پوچھو میری دعام سے وہ تمہیں جانتی ہے یا نہیں۔ دیکھنا کیسے تمہیں تمہارا ہی تعارف کروا دے گی۔" رضوان نے دعام کی طرف اشارہ کیا تھا۔

دعام بیٹا یہ کون ہے، بتاؤ ذرا اسے۔" رضوان پوری طرح سے اپنی بیٹی کی طرف متوجہ تھا جس نے کسی طوطے کی طرح اپنے منہ سے "پھوپھو" نکالا تھا۔

پھوپھو، صدقے اپنی شہزادی کے، دعام اپنی پھوپھو کو جانتی ہے۔" وہ اسے ایک دفعہ پھر سے اپنے سینے سے لگاتے پیار کرنے لگی تھی۔ کتنا سکون دے گیا تھا یہ لفظ پھوپوا سے۔ وہ کتنی ہی دیر اسے چومتی رہی تھی جب کہ دلدار بھی کبھی اس کا ہاتھ پکڑ لیتا کبھی اس کا پیر پکڑ لیتا اور کبھی اس کے گال پکڑ کر کھینچنے لگتا، اس کے لمبے لمبے بال بھی اسے بہت اٹریکٹ کر رہے تھے۔

جبکہ وہ اچھی خاصی تنگ آ کر اس کے ہاتھوں پر اپنے ننھے ننھے مکے برسا رہی تھی جس کا وہ کوئی اثر نہیں لے رہا تھا۔

جب اچانک ہی گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دی، قبیلے میں اچانک ہی ڈاکو داخل ہوئے تھے۔ رضوان نے ایک نظر گھوڑے پر نقاب پوش کو دیکھا تھا پھر اگلے ہی لمحے وہ اپنی دعام کو زائرہ کے ہاتھوں سے لینے لگا۔

میں چلتا ہوں بہن، صرف تم سے ملنے آیا تھا، تم سے ملاقات کرنی تھی۔ بہت" خوشی ہوئی تمہیں اتنے سالوں کے بعد دیکھ کر۔ پھر سے آؤں گا، ملاقات کروں گا اپنی بہن سے بلکہ اب اس علاقے میں ٹرانسفر ہو گیا ہے میرا۔ تم سے ملاقات ہوتی رہے گی۔" وہ نرمی سے اس کا ماتھا چومتا بھی نہ دلاور کو مخاطب کیے وہاں سے نکل گیا تھا جب کہ دلاور کی زیرک نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

○○○○○○○

ہائے اللہ، میں آئی تھی قبیلے میں؟ میں، ڈاکو جی، آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ میں" اس قبیلے میں پہلے سے آچکی ہوں لیکن مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں۔ میں بچپن میں بہت کیوٹ تھی نا؟ میں نے کون سا کلر کے کپڑے پہنے تھے جب میں یہاں

آئی تھی اور آپ کے ہاتھوں کو سکون نہیں تھا، کیوں گد گدایا تھا میرے پیروں کو؟" وہ اس کے ہاتھ پر ہلکی سی چماٹ لگاتے ہوئے بولی تھی۔

تم نے سفید رنگ کی فراک پہنی ہوئی تھی، تم بہت کیوٹ تھی سجن سائیں۔" اور میرے ہاتھوں کو سچ میں سکون نہیں تھا، تمہارے پیر اتنے پیارے پیارے تھے، چھوٹے چھوٹے تھے۔"

اور میں بھی بہت پیاری تھی نا؟" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھنے لگی تو" سردار نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہائے اللہ، مجھے تو پتہ ہی نہیں ہے ہم پہلے بھی ملے ہوئے ہیں۔ میں دوبارہ بھی" آئی تھی؟ بس ایک ہی دفعہ؟ آپ نے بچپن میں کتنی دفعہ مجھے دیکھا تھا۔"

آپ کو اپنے بچپن میں، میں کیسی لگتی تھی؟" وہ کچھ زیادہ ہی ایکسائیٹڈ ہو گئی" تھی۔

تم بچپن میں بھی بہت خوبصورت تھی، بہت پیاری تھی، بہت معصوم تھی۔"

تمہیں پتہ ہے تمہیں دیکھتے ہی میرا دل کس انداز میں دھڑکا تھا؟" وہ اچانک ہی اٹھ کر بیٹھتا ہوا اسے بھی ایک جھٹکے سے اپنے برابر کرتا اس کے گرد اپنی بازوؤں کا حصار بناتے ہوئے اپنے قریب کر گیا تھا۔

یا اللہ نہ کریں ڈاکو جی، میں چھوٹی سی تھی تب بھی آپ کی نظر مجھ پر اتنی" خراب تھی۔ شرم نہیں آتی آپ کو معصوم سی بچی کو ایسی ویسی نگاہوں سے "دیکھتے ہوئے؟

وہ منہ بنا کر بولی تو سردار نے خفگی سے اسے گھورا تھا۔

ایسی ویسی نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا میں نے تمہیں اور اس وقت تو میں اپنی" فیلنگز کو سمجھتا بھی نہیں تھا۔ میں بھی تمہاری طرح چھوٹا سا، کیوٹ سا، معصوم سا بچہ ہی تھا۔ بس تمہیں دیکھتے ہی نا میرا دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔ بالا سے "...پوچھنا، اسے بتایا تھا میں نے کہ میرا دل

"اللہ اللہ، آپ نے بالا بھیا کو بھی بتادیا تھا؟" وہ منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تو سردار نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

"سجن سائیں، تم میرا وقت برباد کر رہی ہو، اب ماضی بعد میں آئے گا پہلے سردار کا رومانس آئے گا۔ میرے معصوم جذبات اس وقت میرے کنٹرول میں نہیں ہیں۔" وہ جان بوجھ کر اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے بولا تو دعام نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ غلطی ہو گئی تھی اس سے بچپن کے بارے میں سن کر ایکسائٹمنٹ میں وہ اسے فلو فلو میں روک چکی تھی۔

"نہیں نہیں ڈاکو جی، پلیز بتائیں نا کیا ہوا تھا؟" وہ ابھی بول ہی رہی تھی جب اچانک ہی سردار نے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کر لیا تھا، مطلب صاف تھا کہ وہ اس کی فضول بک بک نہیں سننا چاہتا جبکہ دعام اس کی باہوں میں پھڑ پھڑا کر رہ گئی تھی۔

ooooooo

"کیا تم کل قبیلے کی طرف گئے تھے؟ میرا مطلب ہے، میرے سننے میں آیا ہے کہ تمہیں تمہاری فیملی کے ساتھ قبیلے کی طرف جاتے دیکھا گیا ہے۔

"تم جانتے ہو وہ لوگ کتنے خطرناک ہیں؟

"پہلے بھی تمہارا ٹرانسفر یہاں سے انہی کی وجہ سے ہوا تھا نا؟ جگہ جگہ ٹرانسفر ہونے کی وجہ سے اب تک تمہارا پروموشن نہیں ہو سکا۔ میری بات مانو رضوان، اس طرح کی غلطیاں مت کرنا۔ خاص کر ڈاکوؤں سے تو کوئی پنگا مت ہی لو۔ ان کے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں ملتا اور افسر بھی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔"

"اب مجھے ہی دیکھ لو، تین چار سال سے ہوں یہاں پر، بالکل خاموشی سے کام کر رہا ہوں۔ کسی کے ساتھ کوئی پنگے بازی نہیں، چھوٹا موٹا کوئی کیس سامنے آتا ہے تو حل کر دیتا ہوں۔ بڑے بڑے افسر بھی مجھے یہاں سے ہلا نہیں سکتے۔"

"بلکہ میں نے تو یاریاں دوستیاں بھی رکھی ہوئی ہیں اوپر نیچے والوں سے تاکہ مصیبت کے وقت کام آئیں۔ کوئی چھوٹی موٹی ضرورت ہو تو نکل جاتا ہوں

یہاں سے آگے بازار کی طرف، تھوڑا بہت وردی کا روپ جمایا، اپنا کام کر لیا۔ تمہیں بھی کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بڑے صاحب نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے آنے والے چھ مہینوں میں مجھے کوئی چھوٹا موٹا عہدہ بھی دے دیں۔ ذرا سوچ اگر میں حوالدار سے آگے بڑھ گیا تو میرے لیے کتنا فائدہ ہو گا؟

تو بھی میری طرح ہی کام کر، اب کوئی ضرورت نہیں ہے زیادہ ایمانداری کا چولا پہننے کی۔ سمجھ رہا ہے نا میری بات کو؟" حوالدار کامران اسے سمجھا رہا تھا جبکہ رضوان نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ بحث کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔

حالانکہ یہ الگ بات تھی کہ کرنا اس نے اپنا کام ہی تھا، وہ بھی پوری ایمانداری کے ساتھ۔

○○○○○○○○

سنو زائرہ، رضوان کو سمجھاؤ کہ وہ اس طرف نہ آیا کرے۔ مسئلہ اس کے لیے" بنے گا۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر تمہارا بھائی تم سے ملاقات کرنے کے لیے یہاں قبیلے میں آتا ہے تو لیکن بعد میں سوال اس کی وردی پر آجائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس کی وردی پر کوئی بھی بات آئے۔

وہ ایک ایماندار اور بااصول آدمی ہے، پوری ایمانداری سے اپنا کام کرتا ہے اور "اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

لیکن یہ اس کے لیے آنے والے وقت میں مسئلہ بنا سکتا ہے۔ "زائرہ دلدار" اور اشم کو کھانا پروس رہی تھی جب دلاور نے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

کیا مطلب بابا، آپ کیا چاہتے ہیں ماموں یہاں نہ آئیں؟ اتنے پیارے تو ہیں" ماموں اور دعام، تو اور بھی زیادہ پیاری ہے۔" وہ ابھی چارپائی پر آکر بیٹھا ہی تھا کہ اشم لپک کر اس کی گود میں آکر بیٹھ گئی تھی۔

بابا، ماموں یہاں آئے تھے میں سو رہی تھی، میں نہیں ملی ماموں سے۔ مجھے "

ماموں سے ملنا ہے!" وہ اس کے گالوں پر پیار کرتے ہوئے اپنا فرمائشی پروگرام جاری کرچکی تھی جبکہ وہ اپنی بات مکمل کرنے کے بعد اب پوری طرح سے اشم کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

جس کا مطلب یہی تھا کہ اس کا مقصد صرف اور صرف زائرہ تک اپنی بات پہنچانا تھا، اب زائرہ اپنے بھائی کو کس طرح سے منع کرتی ہے یہ اس کا کام تھا اور اگر دیکھا جائے تو دلاور کی بات غلط نہیں تھی۔ جبکہ اب وہ دلدار کی باتوں کا۔ جواب دے رہی تھی۔

oooooooo

میں نے سنا ہے قبیلے کی عورتیں بڑی خوبصورت ہیں، کیا تو جانتا ہے قبیلے کی "

عورتوں کے بارے میں کچھ کامران؟" تھانے میں کوئی کام تو ہوتا نہیں تھا، سارا دن وہ لوگ بیٹھ کر اپنی ہی گپیں ہانکتے رہتے تھے۔

اس وقت بھی جب بڑا افسر تھانے سے نکلا تھا ایک چھوٹے درجے کے افسر صابر نے بڑے صاحب کی کرسی سنبھالی تھی جبکہ کامران نے بھاگ کر آتے ہوئے اس کے پیر دبانا شروع کر دیے تھے۔ اس کا ایک پیر میز کے اوپر کامران کی گرفت میں تھا جبکہ دوسرا اس نے میز کے سرے پر رکھا ہوا تھا۔

کرسی پیچھے کی طرف کیے وہ عجیب بے ڈھنگے انداز میں کامران سے سوال جواب کر رہا تھا۔

ارے نہیں جناب، میں کہاں جانتا ہوں؟ میں تو کبھی گیا ہی نہیں اس طرف۔"

"یہ اپنا رضوان اسی طرف سے گزرا ہے کل، ہو سکتا ہے اس نے دیکھی ہوں۔

وہ اچانک بولا تو رضوان نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بالکل خاموش کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس طرح کی محفلوں میں شامل ہونا وہ اپنی توہین سمجھتا تھا۔

ہاں تو کانسٹیبل رضوان، تو بتا قبیلے کی عورتوں پر نظر پڑی ہے؟ پتہ لگا یہ قبیلے" کے ڈاکو کب نکلتے ہیں قبیلے سے؟ ان کی واپسی کب ہوتی ہے اور اس دوران قبیلے "میں کون کون رہتا ہے؟

ان کی عورتوں کو دیکھنا ہے میں نے، بڑے صاحب بات کر رہے تھے کہ جلد" ہی قبیلے کے خلاف کوئی بڑی سازش تیار کریں گے، بہت بڑا حملہ ہو گا۔ ارے، مال غنیمت میں کچھ ہاتھ بھی تو آئے نا۔" وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تو کامران نے کھل کر اس کے ساتھ قہقہہ لگایا تھا جبکہ سازش والی بات پر رضوان تھوڑا پریشان ہوا تھا۔

نہیں صاحب جی، مجھے نہیں پتہ اور نہ ہی میں اس طرح کی باتوں پر زیادہ" دھیان دیتا ہوں۔ میرا گزر ہوا تھا وہاں سے، باقی مجھے نہیں معلوم وہ کہاں "ہوتے ہیں یا کب آنا جانا ہے۔

اچھا چل چھوڑ، اب تو پتہ چل ہی جائے گا۔ بڑے صاحب کی بڑی گندی نظر" ہے قبیلے والوں پر۔ بڑا مزا آنے والا ہے، سردار کی عورت تو میری ہو گی۔ سننے "میں آیا ہے کہ اس کے پیچھے سردار اپنے بھائی سے بغاوت کر گیا تھا۔

وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب رضوان غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

صاحب جی، آپ کسی کی ماں بہن کے بارے میں ایسی بات تو نہیں کر سکتے۔" آپ قانون کے محافظ ہیں، آپ پر ایسے الفاظ جچتے نہیں ہیں۔" رضوان نے اپنے لہجے کو کنٹرول میں رکھا تھا، وہ جذبات میں بہہ کر کوئی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ وردی اسے جذباتی ہونا نہیں سکھاتی تھی۔

ہماری ماں بہن تو نہیں ہے نا اور ویسے بھی اس طرح کی عورتیں بعد میں انہی" "سارے کاموں کے لیے رکھی جاتی ہیں۔

اور تو میرے الفاظ نہ دیکھ، تو وہ کر جو تجھ سے کرنے کے لیے کہا ہے۔ بڑے" صاحب کی پلاننگ بڑے دور تک کی ہے۔ نظر رکھو ان لوگوں پر، کب اٹھنا

بیٹھنا ہے، کہاں جاتے ہیں، کہاں سے آتے ہیں۔ قبیلے کے ایک ایک لمحے کی رپورٹنگ چاہیے ہمیں۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ جہاں رضوان نے خاموشی سے سر جھکایا تھا وہیں کامران مزید جوش سے ہاں میں سر ہلا گیا۔

○○○○○○○○

"آپ کو کھیلنا نہیں آتا، میرے کنچے واپس کریں۔ یہ اس طرح سے نہیں کھیلا جاتا۔" وہ دونوں باہر کھیل رہے تھے جب راگا زبردستی آ کر ان کے ساتھ کھیلنے لگا۔ بالا کو تو وہ بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا پھر دوسرا وہ کھیل بھی ان کے مطابق نہیں کھیل رہا تھا۔

"ارے بیٹا میں کوشش تو کر رہا ہوں نا، دیکھنا ایسے ہی آ جائے گا مجھے کھیلنا۔ اب دیکھنا میں کیسے اس کو مار کر اسے تمہارے لیے جیتتا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے زبردستی کھیلنے لگا اور پھر اب کی دفعہ اس کا نشانہ بھی بالکل ٹھیک جگہ پر جا لگا تھا۔

بالا نے آنکھیں گھمائی تھی جبکہ دلدار تو خوشی کے مارے اس سے لپٹ گیا تھا۔

"ارے واہ، آپ نے تو کر دکھایا، آپ کر سکتے ہیں یہ۔ بہت اچھا اب اس والے کو مارو۔" وہ خوشی سے اکیلا ٹارگٹ اسے بتانے لگا تھا جب دور سے ایک موٹر سائیکل کی آواز سنائی دی۔

موٹر سائیکل کی آواز کا دور سے پتہ چل رہا تھا کہ سرکاری موٹر سائیکل ہے اور موٹر سائیکل دیکھتے ہی دلدار اگلے ہی لمحے اسے چھوڑتا اس کی طرف بھاگا تھا جبکہ رضوان اپنی موٹر سائیکل ایک طرف لگاتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا گیا تھا۔

"السلام علیکم ماموں، کیسے ہیں آپ؟ دعام کیسی ہے؟ اس کو بھی ساتھ لے کر آئے ہیں آپ؟" وہ ہر طرف دعام کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"وعلیکم السلام میرے بچے، میں بھی ٹھیک ہوں۔ نہیں، دعام کو ساتھ لے کر نہیں آیا، فی الحال میں آیا ہوں، تمہاری ماں سے ملنے تمہارے بابا سے ضروری

کام تھا۔ چلو مجھے اپنی ماں کے پاس لے چلو۔" وہ پیار سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

بالا بھی وہیں آ گیا تھا۔ جبکہ راگا اچانک سے نہ جانے کہاں جا چھپا تھا، شکر تھا کہ اس سے جان چھوٹی تھی۔ ان کا۔ دھیان رضوان کی طرف چلا گیا تھا۔ ایک طرف سے دلدار اور دوسری طرف سے بالا زبردستی اسے تھامتے قبیلے کے اندر لے جانے لگے جبکہ وہ ہنستے ہوئے ان کے ساتھ آ رہا تھا۔

ooooooo

پولیس والا دلدار کا ماموں کیسے ہو گیا؟ وہ اس کو ماموں کہہ رہا تھا۔ زائرہ کا کوئی" بھائی پولیس میں بھی ہے، یہ بات تو مجھے پہلے کبھی پتہ ہی نہیں چلی۔ یہ کیا کھیل چل رہا ہے؟ کیا بات ہے، دلاور؟ گناہ تو کرتا ہے لیکن گناہ کے ساتھ ساتھ قانون کو بھی اپنے ساتھ لگا کر رکھا ہے؟ کیا بات ہے، دلدار میرے چھوٹے "بھائی، تو تو مجھ سے بھی چالاک نکلا۔ ماننا پڑے گا دماغ کو۔

لیکن ایک پولیس والے کی اور ایک ڈاکو کی دوستی اچھی نہیں لگتی، اور اس طرح کی یاری دوستی بھلی بھی نہیں جارہی۔ اس دوستی کا انجام تو میں کروں گا اور ایسا کروں گا جو قیامت تک تم لوگ یادرکھو گے۔ اب تو پلان بنانے میں بھی مزہ آئے گا۔"

وہ ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپا ہوا رضوان کے قبیلے سے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ قبیلے کے اندر وہ جا نہیں سکتا تھا اور کسی پولیس والے کی نظر میں وہ ابھی آنا نہیں چاہتا تھا، فی الحال اس پر بہت سارے الزامات لگے ہوئے تھے۔ اور وہ کسی بھی طرح سے خود کو کسی مصیبت میں نہیں پھنسا سکتا تھا۔ اسے یہاں پناہ ملی ہوئی تھی، فی الحال اس کے لیے یہی بہت بڑی نعمت تھی جسے وہ ٹھکرا نہیں سکتا تھا۔

○○○○○○○

زائرہ کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اس کا بھائی دوسری دفعہ اس سے ملنے کے لیے آگیا تھا۔ اسے اپنے خیمے میں بٹھائے وہ اس سے باتیں کر رہی تھی جبکہ اشم اس کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"ماموں، آپ کو پتہ ہے میں نے صبح دعا مانگی تھی کہ آپ آجاؤ اور میں آپ سے مل لوں گی اور دیکھو آپ آگئے۔ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اللہ جی مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں، دلدار سے بھی زیادہ۔" وہ اس کی گود میں بیٹھی اسے اپنی دعاؤں کی اہمیت بتا رہی تھی جب زائرہ نے اسے ٹوک دیا۔

"اشم، کتنی دفعہ کہا ہے 'بھیا' بولا کرو۔ بڑے چھوٹے کا کوئی لحاظ ہی نہیں ہے۔ ہر وقت اسے مارتی رہتی ہے لیکن پھر رات کو سونا بھی اسی کے ساتھ ہی ہے۔

"اور پھر ایسی ایسی جھوٹی کہانیاں بنا کر باپ کو شکایتیں کرتی ہے کہ آپ یقین نہ کریں کہ اتنی سی پدی لڑکی ایسی کہانیاں بنا سکتی ہے اور پھر ان کے بابا کو تو ضرورت ہی نہیں ہے کسی طرح کی تفتیش کی۔ بس جو اشم نے کہہ دیا وہی صحیح ہے، میرے دلدار کی تو شامت آئی رہتی ہے۔"

وہ رضوان کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ رضوان اس شرارتی سی بچی کی حرکتوں پر مسکرائے جارہا تھا۔ جس طرح وہ اسے باتوں میں لگا رہی تھی وہ سمجھ رہا تھا کہ زائرہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔

"ارے، مجھے تو بہت معصوم سی لگ رہی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ اس نے کبھی کوئی جھوٹ بولا ہی نہیں۔ خیر، میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا تھا، کیا میری ملاقات دلاور سے ہو سکتی ہے؟" وہ اچانک ہی اصل مقصد کی طرف آگیا تو زائرہ نے پریشانی سے اسے دیکھا تھا۔

"خیریت تو ہے نا؟ کیوں ملاقات کرنی ہے؟ سب ٹھیک ہے؟" وہ سچ میں پریشان ہو گئی تھی۔

"ہاں ہاں سب ٹھیک ہے، تم خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہی ہو۔ بس ایک ضروری بات کرنی تھی، کوئی مسئلے یا پریشانی والی بات نہیں ہے۔" وہ اسے ریلیکس کرنے لگا کیونکہ جس طرح وہ پریشان ہو رہی تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مسئلہ بنے۔

وہ قبیلے کے پچھلی طرف گئے ہیں۔ میں انہیں بلا کر لاتی ہوں، آپ یہیں" بیٹھیں، اشم آپ کے ساتھ ہے۔" وہ کہتے ہوئے فوراً ہی اٹھ گئی تھی جب بالا اور دلدار تیزی سے کمرے کے اندر داخل ہوئے۔

ماموں، ہم آپ کے لیے مچھلی لے کر آئے ہیں۔ صدف چاچی نے بنائی ہے،" بہت اچھی بناتی ہے چاچی۔" وہ اس کے سامنے چھوٹی سی میز رکھتا اس پلیٹ رکھنے لگا تھا جبکہ رضوان فوراً انکار کرنے لگا۔ وہ کسی طرح کا گوشت نہیں کھاتا تھا۔

ارے بچوں، ماموں نہیں کھاتے کسی بھی طرح کا گوشت انہیں پسند نہیں" ہے۔ یہ وہ نہیں کھائیں گے۔ تم لوگ ماموں کے پاس بیٹھو میں تب تک تمہارے بابا کو بلا کر لاتی ہوں۔" وہ ان دونوں کو سمجھا کر باہر نکل گئی تھی۔

یہ کیا بات ہوئی؟ آپ گوشت نہیں کھاتے؟ آپ کو کھانا ہو گا۔ ہم اتنی محنت" "سے آپ کے لیے لے کر آئے ہیں، کھانا ہو گا، کھانا ہو گا بس کھانا ہو گا۔

وہ ضد پر اتر آیا تھا جب کہ رضوان نہ نہ کرتا رہ گیا۔ جب بالا نے اچانک ہی اس کے دونوں بازو پکڑ لیے۔ بالا اچھی خاصی جان والا بچہ تھا۔ بے شک وہ رضوان جیسے بھرپور مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن پھر بھی جس محبت اور خلوص سے وہ اسے کھلا رہے تھے وہ کتنی ہی دیر انکار کر پاتا؟ یہی وجہ تھی کہ وہ زبردستی منہ کھولنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

اب ماموں جب بھی آیا کریں گے ہم آپ کو ایسے ہی کھلایا کریں گے بلکہ اگلی بار سے ہم آپ کو باندھ کر کھلایا کریں گے کیوں اشی؟" وہ مچھلی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اپنی بہن کے منہ میں ڈالتے ہوئے بولا تھا جس نے پورے جوش سے ہاں میں سر ہلایا۔

اف! آئندہ میں آؤں گا ہی نہیں، تم لوگ بہت ظالم ہو۔" وہ بھرپور" مزاحمت کرتے ہوئے بولا تھا جب کمرے میں دلاور داخل ہوا۔

بابا، ہم ماموں کو زبردستی مچھلی کھلا رہے ہیں۔" اسے اندر آتے دیکھ دلدار نے" فوراً اپنا کارنامہ اسے سنایا تھا۔

ہاں ہاں تم لوگ کامیاب ہو گئے۔ اب تم لوگ باہر جاؤ، مجھے تم لوگوں کے بابا" سے ضروری بات کرنی ہے۔" دلاور جو خاموشی سے سامنے والی چارپائی پر آ کر بیٹھ گیا تھا، اسے دیکھتے ہوئے اس نے ان تینوں بچوں کے علاوہ زائرہ سے بھی کہا تھا جب کہ رضوان کی دلاور سے ملاقات کا سن کر یوسف میں یہیں آ گیا تھا۔

کیا مطلب بھیا، میں بھی جاؤں باہر؟" زائرہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔"

ہاں تم بھی جاؤ۔ مجھے تمہارے شوہر سے کچھ پرسنل بات کرنی ہے۔ تمہیں" بتانے والی نہیں ہے۔" وہ جیسے مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا اسے اس کمرے سے باہر بھیجنے کے لیے جبکہ وہ خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتے کمرے سے نکل گئی تھی۔

○○○○○○○○

بولو کیا بات کرنا چاہتے ہو تم؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ سب ٹھیک ہے نا؟ کوئی" پریشانی ہے کیا تمہیں؟" وہ لوگ جیسے ہی کمرے سے باہر نکلے تھے، دلاور پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

پریشانی والی بات ہے تبھی تو یہاں تمہارے پاس آیا ہوں، ورنہ تمہیں پتہ ہے " کہ میں یہاں کبھی نہیں آتا۔" رضوان نے گہرا سانس لیتے ہوئے بات شروع کی تھی۔

پولیس اسٹیشن میں ایک کیس آیا ہے، ایک 12 سالہ بچی کا زبردستی نکاح کیا جا" رہا ہے۔ کچھ جاگیر دار ہیں، بچی کو دیکھ کر اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ اب جاگیر دار ہیں تو ظاہر سی بات ہے وہ اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کر سکتے کہ "ان کی بدنامی ہو، اسی لیے بچی کی فیملی پر نکاح کا زور ڈالا جا رہا ہے۔

اب 12 سالہ بچی کو 40 سالہ آدمی کو دینے کے بارے میں تو نہیں سوچ سکتا" اسی لیے وہ لوگ قانون کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں لیکن پولیس پوری طرح سے "خاموش ہے۔ اس کے علاوہ ایک کیس اور بھی ہے۔

ایک عورت ہے، اپنے شوہر کے ساتھ اپنے گھر میں رہتی تھی لیکن کچھ عرصہ " پہلے اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو اکیلی عورت دیکھ کر کچھ لوگ اس کے گھر اور زمین کے پیچھے لگ گئے۔ لوگ طاقتور ہیں تو پولیس نے ہاتھ پیچھے ہٹا دیے۔

میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طریقے سے ان لوگوں کے لیے قانون کی طرف سے سہارا بن سکوں لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ پولیس کسی بھی طرح سے ان لوگوں کے لیے کچھ نہیں کر رہی۔ اگر پولیس کچھ کرنے کی کوشش بھی کرلے تو یہ لوگ فوراً سے پہلے آفیسر کا منہ پیسوں سے بھر دیتے ہیں۔"

"یہاں اگر پچھلے 10 سال کی بات کی جائے تو ہزار کیسز میں سے صرف دو یا تین کیسز ہی حل ہوئے ہیں، وہ بھی ان لوگوں کے جو کہیں نہ کہیں اہمیت رکھتے تھے یا جن کی جیب میں پیسہ تھا۔ عام عوام کے لیے یہ قانون کچھ نہیں کر رہا۔ میں کانسٹیبل ہوں، کچھ نہیں کر سکتا اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔" وہ فائل اس کے حوالے کرتے ہوئے بولا جو یوسف نے اگلے ہی لمحے تھام لی تھی۔

"تم فکر مت کرو، کل شام ہونے سے پہلے ان دونوں کیسز کو ہم حل کر دیں گے۔ اور اگر تمہارے تھانے میں اس طرح کی اور فائلیں ہیں تو وہ بھی دے

جاؤ تمہیں کسی طرح کی مایوسی نہیں ہو گی۔" دلاور ہلکا سا مسکرا کر بولا تو رضوان بھی مسکرایا تھا۔

" اب حملہ سننے میں آیا ہے کہ تمہارے اس قبیلے پر کوئی حملہ ہونے والا ہے۔ کس طرح کا ہے میں نہیں جانتا لیکن انسپیکٹر صابر اور کانسٹیبل کامران کافی غلیظ باتیں کر رہے تھے۔ سننے میں آیا ہے کہ کوئی بڑی پلاننگ چل رہی ہے۔"

ہمارے خلاف...؟" یوسف نے جیسے تصدیق کی تھی۔"

" تمہارے خلاف بھی اور اس قبیلے کے خلاف بھی جبکہ ان کی غلیظ ترین زبانیں تمہاری عورتوں کی عزت کو لفظوں میں تول رہی تھیں۔ باقی آگے تم بہتر جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

" خیر، اور ایسے بہت سارے کیسز ہیں جن کے لیے قانون کچھ نہیں کر پا رہا لیکن میں تم لوگوں سے اچھی امید رکھتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں بھی اٹھ گئے۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟اس جاگیر دار کی موت ہو گئی جناب۔ کل رات ڈاکوؤں نے اس جاگیر دار کو ہی مار ڈالا جو اس بچی سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔" رضوان جیسے ہی اندر داخل ہوا اس کے کانوں میں کامران کی آواز سنائی دی تھی۔

"کیا مطلب جاگیر دار ہی مر گیا اور ہمارے پیسے کا کیا ہو گا؟ ارے کم سے کم پیسہ تو دے کر مرتا۔" انسپیکٹر صابر نے سر ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔

"سر، وہ باتیں تو بعد میں ہوں گی، آپ کو یاد ہے پچھلے ہفتے جو عورت یہاں آئی تھی روتے ہوئے جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کے گھر اور زمینوں پر قبضہ کر رہے تھے گروہ کے لوگ؟ کل رات سے وہ گروہ بھی غائب ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ وہ بھی ڈاکوؤں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔" کامران نے اسے ایک اور بری خبر سنائی تھی جبکہ رضوان اپنی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے سلیوٹ کرتا اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا تھا۔

ان دونوں کے چہرے کی یہ پریشانی دیکھ کر اسے سکون مل رہا تھا۔ کیسے دوسروں کا حق کھا کر یہ لوگ خود کو قانون کا محافظ کہتے تھے، وہ ان پر دل ہی دل میں لعنت بھیجتا انہیں سننے لگا۔

ارے یعنی کہ یہ پیسہ بھی ہاتھ سے گیا۔ یار یہ لوگ تو بڑے تیز ہیں، ڈائریکٹ" بڑے بڑے ہاتھ مارے ہیں۔ جاگیر دار کو مار ڈالا، کتنا پیسہ تھا اس کے پاس۔ اب تو ہمارے ہاتھ کچھ بھی نہیں لگنے والا اور وہ گروہ غائب ہو گیا، پتہ کرو۔ ضروری "نہیں کہ یہ بھی کام ڈاکوؤں کا ہی ہو۔

ہو سکتا ہے وہ گروہ یہیں کہیں ہو۔ اس گروہ سے اچھا خاصا پیسہ مل سکتا ہے" اس عورت کے نام کا۔

دیکھو، بہت بڑی رقم ہاتھ سے نکل جائے گی۔ فکر مت کر، 50، 60 ہزار میں تجھے بھی دے دوں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ جہاں رضوان نے نفی میں سر ہلایا تھا وہیں کامران کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

جناب، میں پتہ کرتا ہوں لیکن آپ اپنے وعدے سے مکر یئے گا مت، میں" پتہ کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ گروہ غائب نہ ہوا ہو بلکہ ہمیں ہی کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو۔" کامران کہتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جبکہ رضوان بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکلنے لگا۔

جب اچانک ہی ڈی ایس پی صاحب وہاں داخل ہوئے، وہ تیزی سے انہیں سلیوٹ کرتا واپس اپنی جگہ بیٹھ گیا تھا جب کہ ڈی ایس پی سیدھا صابر کے سر پر سوار ہوا۔

کیا کر رہے ہو تم انسپکٹر صابر؟ میں نے تو ہے قبیلے کی خبر لینے کے لیے کہا" "تھا۔

ارے جناب، میں نے اپنے بندے لگائے ہوئے ہیں، ڈاکو کب آتے ہیں کب" جاتے ہیں، ہر چیز کی خبر رکھنی ہے۔ یوں ہی بیٹھے بٹھائے حملہ نہیں کر سکتے۔ اور پھر آپ تو جانتے ہیں نا کہ قبیلے پر نظر رکھنا آسان نہیں ہے، پولیس والے کو تو وہ لوگ برداشت ہی نہیں کرتے آس پاس، اور سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ

سارے علاقے پر ان کا قبضہ ہے، وہ زمین جہاں وہ قبیلہ ہے، سردار دلاور کی ہے۔ وہ بھی پشتینی زمین ہے، ہم کسی طرح کا قبضہ بھی وہاں نہیں کر سکتے۔

ایسے میں اگر اس علاقے کے اس پاس بھی کوئی پولیس والا نظر آجائے تو وہ قتل "کرنے میں وقت نہیں لگاتے۔ آپ ہی بتائیں ایسے میں کیا کیا جائے؟

ایسے میں ایک ہی کام کیا جا سکتا ہے کہ قبیلے کے ہی کسی انسان کو اپنے اعتماد میں" لو۔ اور کچھ نہیں ہو سکتا، قبیلے کے اندر ہی موجود کوئی انسان ہماری مدد کر سکتا ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا تھا جبکہ صابر نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔ اتنا تو رضوان بھی جانتا ہی تھا کہ صابر کو اس کیس میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہوتا جس میں اسے کوئی پیسہ نہ مل رہا ہو۔

سر جی، آپ فکری نہ کریں میں آج سے ہی سارا انتظام کرواتا ہوں، میں اس" "قبیلے کے کسی بھی انسان کو اعتماد میں لینے کی کوشش کرتا ہوں۔

وہ اسے یقین دلاتے ہوئے بولا تھا جبکہ ڈی ایس پی اپنے دفتر کی طرف چلا گیا۔

اور تو بیٹھا کیا ہے ؟ جا، سامنے والے کھوکھے سے سگریٹ کی ڈبی پکڑ کے لا۔"

ایک تو ویسے ہی کہیں سے پیسہ نہیں آ رہا اوپر سے یہ صاحب دماغ کھپائی کرنے آ جاتا ہے، اب قبیلے پر حملہ کر کے ہمیں کیا فائدہ ہو گا؟

حد کرتا ہے پاگل آدمی۔" وہ رضوان کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ رضوان ہاں میں سر ہلاتا تیزی سے باہر کی طرف نکلا تھا۔ یہ بڑے افسر ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرتے ہی رہتے تھے لیکن چھوٹے حوالداروں نے کبھی بھی ادھر کی بات ادھر نہیں کی تھی کیونکہ اس طرح سے یہ لوگ انہی کے خلاف ہو جاتے تھے اور پھر وہ کسی بھی بڑے افسر کی نظر میں آ کر اپنا کام خراب نہیں کر سکتا تھا۔

ooooooo

وہ جلدی سے کھوکھے پر آیا تھا۔ کھوکھے والے لڑکے کو سگریٹ کی ڈبی دینے کا کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے سکہ نکالتے سامنے والے ٹیلی فون میں ڈالا تھا۔ نمبر تو اس نے کل ہی لے لیا تھا۔

ہاں دلاور، کام ہو گیا، دونوں کیسز حل ہو گئے ہیں۔ بہت شکریہ، تم نے میری بہت مدد کی ہے۔ یہاں اور بھی بہت سارے ایسے کیسز ہیں جہاں پر مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہو گی۔ میرے پاس کوئی قانون کی بڑی پوسٹ نہیں ہے جس میں میں ان لوگوں کی مدد کر سکوں لیکن تمہاری مدد کے ساتھ میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ اس کام سے اور کچھ ہونا ہو، وردی پہننے کا غرور تو ہو گا۔"

"باقی میرے سننے میں آیا ہے کہ انسپیکٹر صابر اور ڈی ایس پی دونوں مل کر پلاننگ کر رہے ہیں کہ تمہارے ہی قبیلے کا کوئی انسان ہو گا جسے اعتماد میں لے کر وہ تمہارے قبیلے کی خبریں لیں گے۔ ان لوگوں کا ارادہ تمہارے قبیلے پر تب حملہ کرنے کا ہے جب تم قبیلے میں موجود نہ ہو۔"

وہ ایک ہی سانس میں بولے جا رہا تھا، آواز بے حد کم رکھی ہوئی تھی تا کہ کھوکھے والا لڑکا اس کی بات سن نہ سکے جو اسے سگریٹ کی ڈبی پکڑا کر اپنے کاموں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

بے فکر رہو، تم نے خبر دار کر دیا اتنا ہی کافی ہے اور میرے قبیلے میں کوئی بھی"
"ایسا نہیں ہے جو مجھے اس طرح سے دھوکا دے جائے۔

فکر مت کرو، میں اس مسئلے کا حل نکال لوں گا۔ باقی تمہاری طرف سے اگلے"
مسئلے کا انتظار رہے گا مجھے۔ جتنی بھی فائلیں تم نے قانون کے اس ڈبے نما
پولیس اسٹیشن میں چھپا کر رکھی ہوئی ہیں،

ہاں میں لے آوں گا، وہ ساری فائلیں شاید تمہارے جیسے کسی انصاف پسند کے
انتظار میں ہیں۔" وہ فون رکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ دلاور ہلکا سا مسکراتا اسے خدا
حافظ کر گیا۔

ooooooo

کامران یہ تم کیسی عجیب طرح کی لت میں لگ گئے ہو میرے بھائی؟ شراب"
پینے والا کبھی کامیاب نہیں ہوتا، ارے یہ کام تو ہمارے اسلام میں بھی حرام
"ہے۔ کب سمجھو گے ان باتوں کو؟

میرے بھائی، تم ہر وہ غلط کام کر رہے ہو جس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے "

" سختی سے منع کر رکھا ہے لیکن تم میری بات سنتے ہی نہیں۔

یہاں جو پیسہ تم رشوت سے کماتے ہو وہ تم جوئے میں اڑا دیتے ہو، اس سے "

" بھی تمہارا دل نہیں بھرتا تو تم شراب پیتے ہو۔

میرے بھائی، کیوں لگے ہو ان حرام کاموں میں؟ کچھ نہیں رکھا ان میں۔ "

اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، اپنے اصل کی طرف لوٹ آؤ۔" وہ دونوں شام کو گھر کی طرف جا رہے تھے جب کامران نے اچانک سے کہا کہ اسے خفیہ اڈے پر جانا ہے جو ڈکیت قبیلے کے پیچھے کی طرف بڑی پہاڑی میں بنایا گیا تھا۔

کہنے کو اس اڈے کے بارے میں بہت سارے پولیس والے بہت اچھے طریقے سے جانتے تھے لیکن پولیس والوں کا منہ ان لوگوں نے رشوت سے بند کر رکھا تھا اور اس اڈے میں آنے جانے کی لت کامران کو بھی لگی ہوئی تھی۔

ارے یار، جہاں میں ہزاروں برے کام کرتا ہوں وہاں ایک اور سہی، اور "

ویسے بھی جو میں باقی کام کرتا ہوں نا ان سے زیادہ برا نہیں ہے شراب پینا یا جوا

کھیلنا اور جوا تو میں کبھی کبھی کھیلتا ہوں، بس ایک دو دفعہ ہی کھیلا ہے۔ میں تو بس وہاں ناچ گانا دیکھنے جاتا ہوں۔

اتنی حسین طوائفیں وہاں ناچ رہی ہوتی ہیں اور پھر ایک آدھ شراب کا گلاس پی "لینے سے کیا ہو جاتا ہے؟

میں اتنی زیادہ بھی نہیں پیتا کہ لت لگ جائے، تم پریشان مت ہو۔" کامران" نے ہمیشہ کی طرح اپنا دفاع کیا تھا۔

ٹھیک ہے بھائی، تمہاری مرضی، جو تم چاہو وہ کرو۔ میرا کام تھا تمہیں غلط اور" "صحیح کی پہچان کروانا، اب اگر تم ہی دلچسپی نہیں رکھتے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟

مجھے یہاں سے راستہ بدلنا ہے، تم چلے جاؤ جہاں تمہاری منزل ہے۔" وہ ڈکیت" قبیلے سے تھوڑے فاصلے پر ہی اپنی موٹر سائیکل روک گیا تھا۔

شکریہ میرے دوست، بس یہاں سے میں چلا جاؤں گا۔ ویسے میں کیا سوچ رہا" "تھا، تم بھی چلو نا؟

استغفر اللہ! بہت شکریہ، میں ان حرام کاموں سے دور ہی بہتر ہوں۔ تم ہی" جاؤ۔" وہ کہتے ہوئے موٹر سائیکل اسٹارٹ کر گیا جو بڑی مشکل سے اسٹارٹ ہوئی تھی لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ کامران کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا جبکہ کامران اپنا راستہ بدلتا دوسری طرف جانے لگا تھا جب اسے عجیب سا وہم ہوا۔

اسے ایسا لگا کہ اس سے تھوڑے فاصلے پر آگے کی طرف راگا ڈاکو اپنا چہرہ چھپائے جا رہا ہے۔

راگا ڈاکو ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی جیل سے فرار ہوا تھا۔

اور جب سے وہ جیل سے فرار ہوا تھا، ان لوگوں کی وردیوں پر کافی سوال اٹھائے گئے تھے۔

لیکن راگا ڈاکو اسے اس طرح کہیں نظر آجائے گا یہ تو اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلنے لگا تھا جب سامنے سے کچھ بڑے ڈاکو آتے نظر آئے۔ راگا ڈاکو اپنا آپ چھپاتا تیزی سے چھپا تھا جبکہ وہ بڑے ڈاکو

ایسے چھوٹے موٹے کانسٹیبل سے گھبرا کر پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔ کامران نے خاموشی سے ان کا راستہ چھوڑ دیا تھا جبکہ اس نے قدم تیزی سے واپس اڈے کی طرف بڑھانا شروع کر دیے۔ راگاڈا کو کہاں گیا تھا کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اس کی حالت کافی ناساز لگ رہی تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے کہیں سے بری طرح سے مار پیٹ کا شکار ہوا ہے۔ خیر، جو بھی تھا، اس وقت وہ ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ اس وقت اس کے دماغ پر نشہ چڑھا ہوا تھا۔

وہ اس وقت سوائے حرام کام کے اور کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا اسی لیے وہ سیدھا اڈے میں ہی آ گیا۔

oooooooo

کامران اڈے میں پہنچا ہی تھا کہ وہاں کی روشنیوں میں گم ہونے لگا۔ ابھی اس نے شراب کے دو گلاس ہی چڑھائے تھے کہ سامنے ناچتی لڑکی کے ساتھ اسے راگاڈا کو ناچتا نظر آیا۔ وہ حیران رہ گیا تھا۔ اس کا شک صحیح تھا، وہ راگاڈا کو ہی تھا اور اس وقت وہ پوری طرح نشے میں دُت تھا۔

اس کا ارادہ فی الحال اس کو پکڑنے کا یا پھر اس کا پیچھا کرنے کا نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں اسے لگا کہ آج یہ آدمی اسے فائدہ دے سکتا ہے۔

پولیس والے آج کل قبیلے پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن قبیلے پر حملہ کرنے کے لیے ان کے پاس قبیلے کے بارے میں خاص معلومات ہونا بے حد ضروری تھی جو کہ ان کے پاس نہیں تھی۔

وہ تب حملہ کرنا چاہتے تھے جب اندر مرد حضرات نہ ہوں، یعنی کہ ان کا ٹارگٹ بچے اور عورتیں تھیں تا کہ وہ ان ڈاکوؤں کو اپنے قابو میں کر سکیں، ایسے میں قبیلے کی معلومات لینا ان کے بس سے باہر تھا کیونکہ ڈکیت قبیلے کے اس پاس بھی کسی پولیس والے کو برداشت نہیں کیا جا رہا تھا۔ ایسے میں انہیں کسی مددگار کی ضرورت تھی۔

اسے امید تو نہیں تھی کہ راگا ڈاکو کا تعلق اب ڈکیت قبیلے سے ہو گا کیونکہ اس وقت وہاں کا سردار ایک بہت ہی الگ قسم کا انسان تھا، غریبوں کی مدد کرنے

والا، امیروں کو لوٹنے والا۔ وہ شخص راگاڈاکو سے ذرہ برابر میل نہیں کھاتا تھا لیکن پھر بھی یہ حقیقت تھی کہ وہ دونوں سگے بھائی تھے۔

تو ممکن تھا کہ راگاڈاکو اسی قبیلے میں رہتا ہو۔ وہ مزید شراب پینے کا ارادہ ترک کرتا راگاڈاکو کے شغل کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ کیونکہ اس کے بعد اس نے اپنی اگلی چال چلنی تھی۔

○○○○○○○○

کامران اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا جبکہ وہ نشے میں لڑکھڑاتا ہوا ڈکیت قبیلے کی طرف ہی جا رہا تھا۔ کامران حیران تھا کہ آخر ڈکیت قبیلے والوں نے اسے واپس کیسے لے لیا تھا کیونکہ 13 سال پہلے انہی لوگوں نے اسے دھکے مار کر بے حد بری حالت میں پولیس سٹیشن کے دروازے تک چھوڑا تھا اور پھر سردار دلاور کے الفاظ بھی تو یہی تھے کہ اس آدمی کو جیل سے باہر مت آنے دینا ورنہ وہ اس کا قتل کر دے گا تو پھر بھلا ایسا کیسے ممکن تھا کہ وہ ڈکیت قبیلے کے اندر ہی رہ رہا تھا؟ وہ حیران تھا۔ 13 سال پہلے وہ تو نہیں تھا اس تھانے میں لیکن قصے

کہانیاں اس نے بہت سن رکھی تھیں اور پھر اس طرح کی کہانیاں سننے کا اس نے ایسا شوق بھی پال رکھا تھا کہ ہر کوئی اسے باتوں میں لگا ہی رکھتا تھا خاص کر جس نے اس سے کام نکلوانا ہو۔

وہ حیران پریشان سا، اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا، حیرانگی تھی جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی جب کہ راگاڈا کو نشے میں پوری طرح لڑکھڑاتے ہوئے سامنے ڈکیت قبیلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ وہیں پیچھے رک گیا تھا، اگر کسی کو کانوں کان خبر ہو جاتی کہ ایک پولیس والا ڈکیت قبیلے کی حدود سے آگے آیا ہے فوراً اس کا قتل کر دیا جاتا اسی لیے وہ حدود سے باہر ہی اس پر نظر رکھے ہوئے تھا جب وہ قبیلے کے قریب آتا ایک کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

قبیلے میں باہر کی طرف یہ ایک واحد کمرہ ہی نظر آتا تھا یا پھر پہاڑ سے قبیلے کی طرف جھانکا جائے تو یہ کمرہ صاف نظر آتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ کمرہ مسافروں کے لیے بنایا گیا ہے کیونکہ اس کمرے میں ڈکیت قبیلے کے لوگ نہیں رہتے تھے، وہ تو قبیلے کے اندر رہتے تھے۔ اس نے پوری طرح سے اس بات کی یقین

دہانی کی تھی کہ وہ قبیلے کے اندر نہیں گیا بلکہ باہر اس کمرے میں رکا ہے۔ پھر تیزی سے وہیں سے پلٹ گیا، اس نے یہ بات انسپکٹر صابر تک پہنچانی تھی کیونکہ انسپکٹر صابر اسے اپنے چھوٹے بڑے کاموں میں ساتھ رکھتا تھا۔

جس کا اسے بھی کافی فائدہ ہوتا تھا، وہ اسے فائدہ دیتا تھا تو ایسے میں وہ انسپکٹر صابر کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا اور آج کل تو انسپکٹر صابر اپنی پرموشن کی طرف لگا ہوا تھا۔ اگر اس کا پروموشن ہو جاتا تو اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کامران کا بھی پروموشن کروائے گا اسی لیے آج کل کامران اپنی تنخواہ بڑھانے کی ہر ممکن کوشش میں لگا ہوا تھا۔

اور اگر ایک دفعہ وہ انسپکٹر لگ جاتا تو صرف تنخواہ نہیں، اوقات بھی بڑھ جانی تھی جو لوگ اسے بالکل اہمیت نہیں دیتے تھے ان کے سامنے بھی وہ سر اٹھا کر چلنے والا تھا۔

○○○○○○○○

سر سر، پلیز دروازہ کھولیں، میں کامران ہوں۔" وہ زور زور سے دروازہ بجا رہا تھا جبکہ انسپیکٹر صابر ڈھیلے ڈھالے پاجامے اور بنیان پہنے دروازہ کھولتا حیرت سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نیند صاف نظر آ رہی تھی، وہ کچی نیند سے اٹھ کر آیا تھا اور ویسے بھی رات کے پونے تین بج رہے تھے، اس وقت اس کا یوں اس کے گھر آنا اس کے لیے بھی کافی پریشان کن تھا۔

کامران، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ کوئی وقت ہے کسی کے گھر آنے کا اور تم" نے شراب پی رکھی ہے۔ تم نشہ کر کے میرے گھر کیوں آئے ہو؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگا تھا، اسے اس پر غصہ بھی آ رہا تھا جس نے آدھی رات کو آ کر اس کی نیند خراب کر دی تھی۔

اور پھر اس کی حالت دیکھ کر وہ حیران بھی تھا، اس طرح کی حرکت اس نے پہلے کبھی بھی نہیں کی تھی۔

ارے صاحب جی، مجھے بات ہی ایسی پتہ چلی ہے کہ میں خود پر قابو ہی نہیں" رکھ سکا، میں تیزی سے آپ کے پاس آیا ہوں آپ کو یہ بات بتانے کے لیے۔

راگاڈاکو جو پچھلے دو تین مہینے پہلے جیل سے بھاگا ہے، وہ ڈکیت قبیلے میں رہتا ہے، میرا مطلب ہے ڈکیت قبیلے میں نہیں رہتا، ڈکیت قبیلے کے باہر جو مسافروں کا ٹھکانا ہے وہ آج کل وہاں رہ رہا ہے۔ آج جب میں اڈے پر گیا تو وہاں وہ بھی تھا، میں نے اس کا پیچھا کیا اور وہ ڈکیت قبیلے کی طرف گیا لیکن اندر جانے کے بجائے وہ باہر والے ٹھکانے میں رک گیا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ ڈکیت قبیلے والوں نے اسے دربدر کر رکھا ہے لیکن اپنی جان بچانے کے لیے اور اپنے دشمنوں سے چھپ کر شاید وہ وہاں پر رہ رہا ہے۔" وہ اسے پوری معلومات دے رہا تھا۔

تو یہ بات تم صبح مجھے آکر تھانے میں بھی تو بتا سکتے تھے؟ اس وقت تم نشے میں" ہو، نہ جانے کسے دیکھا ہو گا تم نے اور اس کو راگاڈاکو کا نام دے دیا۔ اور راگاڈاکو ہماری کیا مدد کر سکتا ہے جو تم مجھے آکر بتا رہے ہو؟ وہ ایک بھاگا ہوا قیدی ہے، تمہیں اسے گرفتار کرنا چاہیے تھا۔" سامنے انسپیکٹر صابر اب تک نیند میں تھا تبھی اس کی بات کی گہرائی کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہا تھا۔

بہت مدد کر سکتا ہے جناب، بہت مدد کر سکتا ہے۔ وہ آپ کی یونیفارم پر" ستارے سجانے میں مدد کر سکتا ہے، آپ کا پرموشن کروانے میں مدد کر سکتا ہے۔ اگر ہم اس سے مدد مانگیں تو میرا مطلب ہے جو پلان ڈی ایس پی صاحب بنا رہے ہیں اگر ہم اس میں راگاڈا کو شامل کر لیں تو آپ سوچیں کیا نہیں ہو سکتا؟ مجھے تو لگ رہا ہے کہ راگاڈا کو در بدر کر دیا گیا ہے۔ آج کل وہ ڈکیت قبیلے کے باہر بنے کمرے میں رہ رہا ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کے دشمنوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ ایسے میں پولیس بھی اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اگر ہم اسے تھوڑا سا اپنے مطلب کے لیے استعمال کریں تو ہمیں بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ انسپکٹر صابر بھی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

ہاں، بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اگر وہ ہماری مدد کرے تو ہمیں اور کیا" چاہیے؟ اس وقت تو ہمیں ویسے بھی ڈکیت قبیلے سے معلومات حاصل کرنی ہے کہ ہم کب ان پر حملہ کر سکتے ہیں لیکن وہ ہماری مدد کیوں کرے گا؟ میرا

مطلب ہے، وہ جیل سے بھاگا ہوا ہے، ایک قیدی ہے اور ہم پولیس والے، وہ بھلا اس معاملے میں ہمارا ساتھ کیوں دے گا؟" انسپیکٹر گہری سوچ کے زیرِ اثر بولا، تو کامران مسکرا دیا تھا۔

"مدد کرے گا، ضرور کرے گا جناب۔ اب جب ہم اسے یہ کہیں گے کہ آزادی اس کی منتظر ہے اگر قبیلہ ہمارے ہاتھ لگ گیا اور ہم نے اپنا مقصد پورا کر لیا تو راگاڈاکو ایک دفعہ پھر سے اس قبیلے کا سردار بن سکتا ہے اور بعد میں ہم اس کو پولیس سپورٹ کا بھی لالچ دیں گے تو وہ خود ہی ہماری مدد کرے گا۔ اس وقت قانون کا سب سے بڑا دشمن سردار دلاور ہے، اگر وہ ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہم ہر چیز کو اپنے طریقے سے ہینڈل کر سکتے ہیں اور پھر راگاڈاکو کا کیا کرنا ہے یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔" وہ آنکھ دبا کر خباثت سے مسکرایا تو انسپیکٹر صابر بھی قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"واہ کامران، واہ! تم تو بہت ہی شاطر دماغ رکھتے ہو۔ میں تو تمہیں بے وقوف سمجھ رہا تھا لیکن اب مجھے اندازہ ہوا ہے کہ تمہارا دماغ ان معاملوں میں بہت کام

کرتا ہے اور اگر تمہارا دماغ اسی طرح سے آگے بھی کام کرتا رہا تو فائدہ تو ہم

"دونوں کو بہت ہو گا۔

بس اب تم نے جو سوچا ہے اسی پلان پر کام کرو اور بالکل بھی وقت برباد کرنے "

کی ضرورت نہیں ہے۔ راگاڈاکو سے کسی طرح سے رابطہ کرو، ہم کل سے ہی

اس مشن پر کام شروع کر دیں گے۔ ایک دفعہ ڈکیت قبیلہ ہمارے ہاتھ لگ

"جائے پھر راگاڈاکو کو بھی چوراہے پر کھڑا کر کے گولیاں ماریں گے۔

ڈاکوؤں کا نام ونشان اس علاقے سے ختم کر دیں گے۔ بس ایک دفعہ ہمارا پلان"

کامیاب ہو جائے اس کے بعد تو سارے علاقے پر اپنی حکومت ہو گی، پیسہ ہی

"پیسہ ہو گا اور وردی پر بھی ستارے جگمگائیں گے۔

یہ لوگ جو اپنے مسئلے مسائل لے کر ڈاکوؤں کے پاس جاتے ہیں وہ ہمارے "

پاس آئیں گے اور پھر جتنے مسئلے ہوں گے اتنا پیسہ۔" وہ اپنی گردن کو مسلتے

ہوئے سنہری خواب دیکھ رہا تھا جبکہ کامران نے بھی اس کے قہقہہ میں خوب

ساتھ دیا تھا۔

دن چڑھے ساڑھے 12 بجے کے قریب راگا اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے باہر قبیلے کی طرف جھانکنے لگا تھا۔نہ جانے سارے مرد حضرات صبح صبح کہاں گئے تھے ، اس وقت وہاں پر کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ہاں، لیکن وہاں صدف تھی، یوسف کی بیگم وہاں بڑے سے تندور میں تیز تیز لکڑیاں نکالنے میں مصروف تھی۔

وہ بھی اچھی خاصی حسین تھی اس میں کوئی شک نہیں تھا۔جب راگا یہاں کا سردار تھا یوسف کی شادی کو بس کچھ ہی ماہ ہوئے تھے تب صدف باہر نہیں نکلتی تھی، خود کو پردے میں قید رکھتی تھی لیکن اب قبیلے کا ماحول اتنا پرسکون تھا کہ یہاں کی عورتیں مل جل کر رہتی تھیں۔وہ سامنے صدف کو دیکھنے میں مصروف تھا، اس کی آنکھوں سے ہوس ٹپک رہی تھی جب تھوڑی ہی دیر میں اپنی جگہ کسی اور کو بلاتی خود اندر کی طرف چلی گئی تھی۔

راگا باہر سے قبیلے کی طرف جھانک رہا تھا جب زائرہ اس کی جگہ روٹیاں لگانے میں مصروف ہو گئی۔

زائرہ کو دیکھتے ہی اس کی ہوس میں اضافہ ہوا تھا۔ اس لڑکی کی وجہ سے آج وہ اتنی بری حالت میں تھا، اسی کی وجہ سے آج وہ قبیلے کا سردار نہیں تھا، قبیلے سے دربدر تھا، اسی کی وجہ سے وہ جیل گیا تھا، وہاں 13 سال تک قید برداشت کی تھی۔ اس لڑکی کی وجہ سے اس نے کیا نہیں سہا تھا؟

اور آج وہ کتنے سکون سے اس کے بھائی کی دلہن بن کر آزاد زندگی گزار رہی ہے۔ اپنے سینے کو عجیب طرح سے مسلتے ہوئے وہ آہستہ سے قبیلے کے اندر قدم رکھتا اس کے پیچھے آر کا تھا۔

اپنے پیچھے عجیب سی پسینے کی بدبو محسوس کرتی زائرہ نے پلٹ کر دیکھا ہی تھا جب اچانک ہی راگا ڈاکو نے دوپٹہ اس کے سینے سے کھینچ کر تندور کی آگ میں ڈال دیا تھا۔ اس کی یہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ زائرہ نے اگلے ہی لمحے اپنا ہاتھ

پیچھے کی طرف لے جاتے ہوئے تندور سے تھوڑی دیر پہلے نکالی جلتی ہوئی لکڑی کو ایک کونے سے اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارا تھا۔

راگاڈاکو نے اس سے ایسی کوئی امید نہیں کی ہوگی لیکن جتنی شدت سے اس نے یہ حرکت کی تھی، راگاڈاکو پیچھے کو گرتا زمین پر بیٹھا اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھے تڑپنے لگا۔

اچانک شور مچنے کی وجہ سے صدف تیزی سے باہر نکلی تھی جب کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کے ساتھ ہی قبیلے کے بہت سارے ڈاکو اندر داخل ہوئے۔ اس نے ایک نظر تندور میں جلتے اپنے دوپٹے کو دیکھا اور پھر تیزی سے اپنے خیمے کی طرف چلی گئی تھی۔

زمین پر پڑا راگاڈاکو بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک معصوم سی لڑکی جو 13 سال پہلے اس کی نظروں سے کانپ اٹھتی تھی آج اس کے ساتھ ایسی کوئی حرکت کر دے گی۔ صدف نے تھوڑی دیر پہلے ہی

تندور کی آگ تیار ہونے کے بعد روٹیاں لگانے کے لیے تندور سے جلتی ہوئی لکڑیاں نکال کر باہر رکھی تھیں۔

اور اس وقت وہ اندر سے پانی بھرنے گئی تھی تاکہ باہر موجود لکڑیوں کی آگ بجھا سکے لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ لکڑیاں کسی کا چہرہ بھسم کر دیں گی۔

ooooooo

باہر اچانک ہی شور اٹھا تھا۔ سردار دلاور غصے سے پاگل ہوتا راگا کو بری طرح سے پیٹنے لگا تھا۔ وہ جس طرح زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا، اس کی بیوی کے سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ اس نے یقیناً ایسی کوئی حرکت کی ہے جس کی وجہ سے زائرہ کو غصہ آیا ہے ورنہ زائرہ کا یہ انداز اس نے صرف تب ہی دیکھا تھا جب قبیلے پر کوئی انتہائی خطرناک مصیبت آئی تھی۔

پچھلے 13 سال میں اس نے اس قبیلے کی سرداری کو اتنی ہمت دی تھی کہ وہ خود اپنے حق کے لیے لڑ سکے اور وہ غلط نہیں لڑتی تھی، وہ جانتا تھا اگر راگاڈا کو پر حملہ ہوا ہے تو ضرور اس نے کچھ کیا ہو گا اور وہ اس کے منہ سے کہلوانا چاہتا تھا کہ اس نے کیا کیا ہے اس کی بیوی کے ساتھ۔

سردار، سردار میں نے کچھ نہیں کیا، مجھے معاف کر دو سردار۔ میں نے کچھ نہیں کیا، زائرہ کے دوپٹے میں آگ لگ گئی تھی۔ میں قبیلے کے باہر سے گزر رہا تھا جب میں نے دیکھا کہ اس کو آگ لگ گئی ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا، اس سے پہلے کہ تمہاری بیوی جل کر مر جاتی میں اس کے پاس آتے ہوئے اس کا دوپٹہ اتار کر دور پھینکنے لگا تھا لیکن اس نے غصے میں میرے منہ پر جلتا ہوا لکڑی کا ٹکڑا اچھینک کر میرا منہ جلا دیا سردار۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے، خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ میں تو اس کی جان بچانے کے لیے گیا تھا لیکن زائرہ نے غلط سمجھ لیا۔" وہ تڑپتے ہوئے اپنی بے گناہی ثابت کر رہا تھا۔ یوں لیٹے لیٹے ہی اس نے کہانی گھڑ لی تھی۔

مجھے معاف کر دو، مجھے چھوڑ دو، میرا کوئی قصور نہیں ہے۔" وہ بری طرح سے تڑپتے ہوئے کہہ رہا تھا جب کہ سردار بری طرح اسے مار رہا تھا جب یوسف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

رک جاؤ سردار، مجھے لگ رہا ہے وہ ٹھیک کہہ رہا ہے، سردار دیکھو تو سہی" بھابھی کا دوپٹہ تندور میں پڑا ہے۔" یوسف نے اس کا دھیان اس کے دوپٹے کی طرف دلایا تھا جبکہ وہ غصے سے ایک نظر راگا کو دیکھتا اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا، اسے کسی پر یقین نہیں تھا سوائے اپنی بیوی کے۔

جب کہ یوسف نے زمین پر بے حال پڑے راگا کو دیکھا تھا جو اپنا چہرہ جھلسنے پر بری طرح تڑپ رہا تھا۔

○○○○○○○

وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ غصے سے دائیں بائیں ہو رہی تھی اور اسے اتنا غصہ دیکھ کر دلدار نے گہری سانس بھری تھی۔

اشم اندر کمرے میں چارپائی پر بیٹھی اپنی گڑیا کے ساتھ کھیل رہی تھی، ساتھ ہی ساتھ اسے دلدار کے واپس آنے کا انتظار تھا۔ جو کسی میلے میں قبیلے کے لڑکوں کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ صبح تک تو اس کا بھی ارادہ تھا اس کے ساتھ جانے کا لیکن پھر اس کی اماں نے کہا تھا کہ وہاں پر "بڑے دانتوں والا بابا پکڑ کر لے جاتا ہے پیارے پیارے بچوں کو۔" بس اس نے فوراً اپنا ارادہ بدل لیا تھا۔ وہ اتنی پیاری تھی، اس کے بابا کہتے تھے، وہ ہرگز نہیں جاسکتی تھی میلے میں اگر اسے بڑے دانتوں والا بابا پکڑ کر لے جاتا تو پھر وہ اپنے ماں باپ کے پاس کیسے رہتی؟ اسی لیے وہ اس وقت اپنی چارپائی پر بیٹھی اپنی گڑیا کے ساتھ کھیلتے ہوئے اپنے کھلونے کا انتظار کر رہی تھی جب کمرے میں باپ کو داخل ہوتے دیکھ کر وہ چہک کر اس کے پاس آئی۔

میری پیاری گڑیا، یہ آپ کی امی اتنی غصے میں کیوں ہیں؟" اس نے اشم کے " گال چومتے ہوئے پوچھا تو اشم نے حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔ اپنی گڑیا کے ساتھ کھیلتے ہوئے اسے تو احساس تک نہ ہوا تھا کہ اس کی ماں غصے میں ہے۔ باہر

سے شور شرابے کی بھی آواز آ رہی تھی لیکن اسے پرواہ نہیں تھی، شاید وہ پرواہ کرنے والی عمر ہی نہیں تھی۔

امی، آپ اتنے غصے میں کیوں ہو؟ کہیں دلدار کو وہ بڑے دانتوں والا بابا تو" نہیں پکڑ کر لے گیا؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی تھی، بھائی کی فکر کم تھی اپنے کھلونوں کی زیادہ تھی، جو دلدار نے لانے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ تو اس کے انداز سے صاف جھلک رہا تھا۔

نہیں بیٹا، میں غصے میں نہیں ہوں۔" وہ کہتے ہوئے تھوڑی دیر پہلے دھوئے" ہوئے کپڑوں کو تہہ لگانے لگی تھی۔

جبکہ دلاور اشم کو واپس اس کی چارپائی پر بٹھاتا اس کے کھلونے اس کی گود میں رکھتے ہوئے اسے اس کے کھیل میں مصروف کرنے لگا تھا۔

ہاتھ ڈالا ہے اس نے مجھ پر، میں پاگل نہیں ہوں دلاور۔ اس نے میرا دوپٹہ " کھینچا، میرا غصے سے دماغ گھوم گیا تھا اس وقت۔ مجھے جو ٹھیک لگا میں نے وہی کیا۔ مجھے نہیں پتہ باہر کیا تماشا چل رہا ہے لیکن وہ آدمی جھوٹ بول رہا ہے، اس

کی آواز یہاں اندر تک آ رہی ہے۔ وہ مجھے غلط کہہ رہا ہے۔ میں ایک عورت ہوں، خود پر اٹھتی ہر نظر کو پہچانتی ہوں، ہر صحیح غلط کا فرق جانتی ہوں۔ اس نے مجھ پر ہاتھ ڈالا تھا، شکر منائیں کہ میں نے اس کی جان نہیں نکالی، صرف "اس کی غلیظ آنکھوں کو پڑیں کیا تھا۔

وہ غصے سے بولنا شروع کر چکی تھی جبکہ دلاور نے صرف اسے دیکھا تھا۔

معذرت بھابھی لیکن آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ بس آپ کے دوپٹے کو" آگ لگی دیکھ کر قبیلے کے اندر آیا تھا، ورنہ وہ کبھی قبیلے کے اندر نہیں آتا۔ ہم سب نے اپنے دماغ میں اس شخص کا ایک ایسا خاکہ بنالیا ہے کہ ہم اس کے بارے میں کچھ صحیح سوچ ہی نہیں سکتے۔ میری بات کا یقین کریں، اتنی بری "حالت میں وہ آدمی جھوٹ تھوڑی نہ بولے گا؟ اس کا سارا چہرہ جھلس گیا ہے۔

اس کی حالت نہیں دیکھی آپ نے؟ سارا چہرہ جل گیا ہے، ایسی حالت میں" بھی وہ مسلسل ایک ہی بات کہہ رہا ہے کہ آپ کے دوپٹے کو آگ لگ گئی تھی اور پھر آپ کا دوپٹہ وہاں تندور میں بری طرح جل گیا ہے۔ یقیناً اس کی نیت

غلط نہیں تھی، وہ قبیلے کے اندر آ ہی نہیں سکتا، ہم ویسے بھی اسے اس قبیلے سے باہر کرنے والے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ہمیں اس کے ساتھ کوئی ہمدردی ہے بس میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کو غلط فہمی کا شکار ہوئی ہے۔" یوسف دروازے پر کھڑا اس سے بول رہا تھا۔

یوسف بھائی، میں نہیں جانتی اس شخص نے آپ سے کیا کہا ہے اور کیا نہیں" لیکن اس کے جھوٹے آنسوؤں پر آپ یقین کر سکتے ہیں، میں نہیں۔ اس کی نیت 13 سال پہلے بھی مجھے سمجھ میں آ رہی تھی اور آج بھی سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس نے مجھے ڈرانے کی کوشش کی، مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن "کامیابی حاصل کرنے سے پہلے منہ کی کھا کر بیٹھ گیا۔

آپ کیا سوچتے ہیں کیا نہیں آپ کی مرضی لیکن مجھے جو لگا میں نے بتا دیا اور" اگر آج کے بعد وہ شخص دوبارہ میرے اس پاس آیا تو میں اسے قتل کرنے میں " بھی وقت نہیں لگاؤں گی، یہ بات یاد رکھیں۔

وہ اپنی بات مکمل کر کے چہرہ پھیر کر بیٹھ گئی تھی جبکہ یوسف خاموشی سے ایک نظر سردار کو دیکھتا باہر نکل گیا۔

oooooooo

ہاں، کوئی معلومات لی ہے تم نے یا صبح سے یہاں فضول بیٹھے ہوئے ہو؟"""

کامران اپنے چھوٹے چھوٹے کام نپٹا رہا تھا جبکہ رضوان بھی اس کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا۔

سننے میں آیا تھا کہ چیکنگ کے لیے بڑے افسر اس تھانے میں آنے والے ہیں، تو اس کی وجہ سے کچھ صفائیاں وغیرہ بھی ہو رہی تھیں جب انسپیکٹر صابر اندر داخل ہوتے ہوئے کامران کو اشارے سے پوچھنے لگا۔

رضوان بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ اسے ان کی بات تو سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن کچھ ایسا تھا جو شاید صرف وہی دونوں جانتے تھے۔

نہیں سر جی، آج تو صبح سے یہیں تھانے میں ہی چھوٹے چھوٹے کام نپٹا رہا ہوں۔ وہ ڈی ایس پی صاحب نے بتایا ہے کہ بڑے افسر آنے والے ہیں، تھانہ چیک کریں گے۔ بس اسی لیے صبح سے ہی صفائیوں میں لگا ہوا ہوں، کوئی کام نہیں کر سکا۔ ارادا تو میرا تھا آج جا کر اس سے ملنے کا لیکن فی الحال ملاقات ممکن نہیں ہو سکی۔ شام کو جاؤں گا بلکہ ایسا کروں گا کہ رات کو اڈے پر جاؤں گا تو شاید وہ وہاں آیا ہوا ہو۔

"ایسا لگتا ہے جیسے پکا اڈے کا مسافر ہے، آتا جاتا رہتا ہے۔

وہیں پر ملاقات کر لوں گا آپ فکر نہ کریں۔ اگر ممکن ہو تو آپ بھی میرے" ساتھ چلیں، اگر آپ خود بات کریں گے تو ہم اس کو اعتماد میں لینے میں جلدی کامیاب ہو سکیں گے۔" کامران بے حد کم آواز میں بول رہا تھا جیسے اپنی بات کسی اور تک نہ پہنچانی ہو۔ جبکہ میز صاف کرتے رضوان کا پورا دھیان ان کی باتوں کی طرف تھا لیکن وہ دکھا نہیں رہا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی کھچڑی پک رہی تھی ان دونوں کے بیچ جو وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتے تھے۔ شاید وہ کوئی پلاننگ کر رہے تھے، کچھ تو ایسا تھا جو ان لوگوں نے سوچ رکھا تھا لیکن کیا، یہ سمجھ پانا ذرا مشکل ہو رہا تھا۔ رضوان سارا دھیان ان کی طرف لگائے ہوئے تھا لیکن پھر بھی وہ ان کی بات کو سمجھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ اسے بس اتنا ہی سمجھ میں آیا تھا کہ کامران اڈے پر جاتا ہے جہاں وہ شراب پیتا ہے اور جوا کھیلتا ہے لیکن وہاں پر وہ انسپیکٹر صابر کو کیوں بلا رہا تھا، کس سے ملاقات کی بات کر رہے تھے؟ آج کل تو ان کا مقصد بس ایک ہی تھا کہ کسی طریقے سے قبیلے سے معلومات حاصل کر لی جائیں۔ قبیلے کا کوئی بھی آدمی ان کی باتوں میں نہیں آ رہا تھا۔

انہوں نے دو تین ڈاکوؤں کو پکڑ کر انہیں اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی بھی انسان ایسا نہیں تھا جو سردار کے ساتھ غداری کرنے کے بارے میں سوچ سکے۔ ایسے میں ان لوگوں نے اپنی پلاننگ بدلی تھی لیکن کیا کیا تھا وہ

سمجھ پانا تھوڑا مشکل ہو رہا تھا لیکن اتنا ضرور سمجھ میں آیا تھا کہ کچھ نہ کچھ تو کر رہے تھے وہ لوگ۔

○○○○○○○

"ہمارے قبیلے میں تو کوئی بھی نہیں جاتا اس اڈے کی طرف۔ وہ بے حیائی کا ٹھکانہ ہے، گمراہی کا راستہ ہے۔ اس طرف کوئی نہیں جاتا، وہ لوگ وہاں پر نشہ کرتے ہیں، جوا کھیلتے ہیں، یہاں تک کہ عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات بھی رکھتے ہیں۔

قبیلے میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے جس کی اس طرح کی حرکات ہوں۔ اگر اس طرح کی گمراہی کے راستے میں کسی کو جاتا دیکھ بھی لوں تو میں فوراً ہی اس کا نکاح پڑھوا دیتا ہوں۔" سردار ایک پتھر پر اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جب کہ رضوان نے اپنی طرف سے اسے پوری معلومات دی تھی۔ وہ لوگ کچھ تو پلاننگ کر رہے تھے جو رضوان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

یہ سب کچھ تو میں نہیں جانتا دلاور لیکن مجھے جتنی ان کی بات سمجھ میں آئی ہے" وہ قبیلے کے ہی کسی آدمی کی بات کر رہے تھے کہ وہ اڈے پر جاتا ہے اور وہاں پر عورتوں کے ساتھ اس کے تعلقات بھی ہیں، وہ جوا بھی کھیلتا ہے اور شراب بھی پیتا ہے۔ یہاں تک کہ پچھلی رات جب وہ لوگ اس سے ملے تھے یا شاید دور سے دیکھا تھا تب بھی وہ نشے کی حالت میں تھا۔"

لیکن وہ لوگ بات اس طرح سے کر رہے تھے کہ سمجھ ہی نہیں آیا کہ بات" کس کے بارے میں ہو رہی ہے۔ ان لوگوں نے نام ہی نہیں لیا، اگر وہ نام لے لیتے تو یقیناً ہمارے لیے نشاندہی آسان ہو جاتی۔ یہ فائل میں لے کر آیا ہوں، اس چیز کے بارے میں مجھے کچھ اور انفارمیشن ملی تو میں تمہیں فوراً ہی انفارم کر دوں گا۔ باقی اس فائل میں تین کیسز ہیں جس میں ایک چھوٹے بچے کی ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا گیا ہے جبکہ ایک لڑکی کے ساتھ زیادتی کر کے گنہگار شہر کی طرف بھاگ گئے، ایک اور کیس بھی ہے، دو بھائیوں کا آپس میں زمینی جھگڑا چل رہا ہے۔ زیادہ تر کیسز جائیداد کے ہی ہوتے ہیں لیکن بعد میں وہ خون

خرابے پر اتر آتے ہیں۔ میرے مطابق تو یہ کیسز بھی تم ہی حل کرو۔ یہ وہ کیسز ہیں کہ ان لوگوں نے کوشش بہت کی ہے اپنی اپنی طرف سے لیکن پولیس والوں نے ان سے رقم ہی اتنی زیادہ مانگ لی ہیں کہ وہ دوبارہ پولیس اسٹیشن کا رخ بھی نہیں کر سکے۔"

وہ اسی تفصیل بتاتے ہوئے فائل اس کے حوالے کر رہا تھا جو دلاور نے فوراً تھام لی تھی۔

"بالکل بے فکر ہو جاؤ، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں حل کر لوں گا یہ کیس، جیسے ہزاروں کیسز حل ہو جائیں گے۔ تم بس کوشش کرو کہ جتنا ہو سکے اتنا ان بند فائلوں سے معلومات نکال کر میرے حوالے کرو اور بالکل بے فکر ہو جاؤ۔" وہ اسے یقین دلوا رہا تھا۔

"میں بے فکر ہوں دلاور۔ جب سے تمہارا ساتھ ملا ہے میں بے فکر ہو گیا ہوں۔ میں ایسے ہی کسی پولیس والے کا ساتھ چاہتا تھا، میں چاہتا تھا کہ کوئی انصاف پسند انسان میرا ان معاملوں میں ساتھ دے اور ہم ان لوگوں کو انصاف دلائیں

جنہیں سچ میں انصاف کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو پولیس کی طرف ایک اعتماد سے دیکھتے تھے کہ یہاں ان کو انصاف ملے گا اب وہی لوگ ہمیں نفرت سے "دیکھتے ہیں۔

تم نہیں جانتے ان لوگوں کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ کر مجھے کتنی" شرمندگی ہوتی ہے، اس یونیفارم پر شرمندگی ہوتی ہے کہ اسے پہننے کے لیے میں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ تم جانتے ہو میرا آج تک پروموشن کیوں نہیں ہوا؟ "کیونکہ میں نے ان لوگوں کا ساتھ نہیں دیا۔

یہ انسپیکٹر صابر اور میں دونوں ایک ساتھ اس تھانے میں آئے تھے، ہماری" ساتھ ڈیوٹی لگی تھی۔ آج صابر سب انسپیکٹر ہے اور میں وہیں کا وہی ہوں کیونکہ صابر کی طرح نہ تو میں نے رشوت لی اور نہ ہی غلط راستہ اپنایا، میں نے "ہمیشہ انصاف کو سب سے اوپر رکھا۔

شاید یہی وجہ ہے کہ میں نے کامیابی نہیں دیکھی لیکن مجھے وہ کامیابی نہیں" چاہیے۔ میرے لیے کامیابی یہ ہوگی کہ اس یونیفارم کی وجہ سے میں کسی کی مدد کر سکوں۔"

تمہاری سوچ بہت اچھی ہے رضوان۔ میری بھی یہی کوشش ہے کہ جہاں" ظلم ہو رہا ہے اس ظلم کے خلاف ہم آواز اٹھائیں۔ ہم ان لوگوں کو انصاف دلائیں جو دن رات خود پر ہوتے ستم کو سہتے ہیں اور کچھ کر نہیں پاتے۔ خیر، ان سب چیزوں کو چھوڑو، اشی کی سالگرہ ہے کل، تم نے آنا ہے اور دعا اور بھابھی کو بھی ساتھ لے کر آنا، قبیلے میں چھوٹا سا جشن رکھا ہے۔"

میری بچی خوش ہو جائے گی۔" وہ مسکرا کر بولا تو رضوان نے اس کے لب و" لہجے میں اپنی بچی کے لیے خاص محبت محسوس کی تھی۔ وہ اپنے دونوں ہی بچوں کو بے تحاشہ چاہتا تھا لیکن اشم کے ساتھ اس کا لگاؤ الگ ہی تھا۔ وہ ہر وقت اسے اپنی گود میں اٹھائے رکھتا تھا، اگر وہ قبیلے سے باہر ہوتا تو اس کے لیے ضرور کچھ

نہ کچھ لے کر جاتا اور اگر قبیلے میں ہوتا تو اسے کندھے پر اٹھائے سارا دن گھماتا رہتا تھا۔

اور ان کا یہ لاڈ پیار دیکھ کر قبیلے کے لوگ یقین ہی نہیں کر پاتے تھے کہ اس قبیلے کا سب سے بے رحم سردار اپنی بیٹی کے لیے ایک الگ ہی دنیا بسائے ہوئے تھا۔ وہ اپنی بیٹی سے اتنی محبت کرتا تھا کہ اس کے لبوں سے کوئی خواہش ادا ہونے سے پہلے پوری کر دیتا تھا۔

اور وہ اس کی یہ چھٹی سالگرہ بھی بہت ہی زیادہ اسپیشل کر رہا تھا۔ قبیلے میں ابھی سے ہی جشن کا انتظام ہونا شروع ہو چکا تھا اور رضوان نے آنے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔

oooooooo

وہ دونوں یہاں پر موجود تھے لیکن راگاڈا کو یہاں نہیں آیا تھا۔ وہ دونوں ہی اچھے خاصے مایوس ہو گئے، یہاں تک کہ انسپیکٹر صابر کو تو غصہ ہی آ گیا تھا کہ ایسی جگہ پر آنے کے باوجود بھی اسے کچھ نہیں ملا تھا۔

جناب میں سچ کہہ رہا ہوں، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ راگاڈاکو ہی تھا لیکن نہ "
" جانے راگا کہاں غائب ہوا ہے۔

وہ یہیں پر تھا میں نے خود دیکھا تھا۔ ایسا کرتے ہیں ان لوگوں سے معلومات "
لیتے ہیں، پوچھ لیتے ہیں کہ وہ راگاڈاکو تھا بھی یا نہیں۔ تب آپ کو مجھ پر یقین آ
جائے گا۔ " اسے خود کو گھورتے پا کر کامران اچھا خاصا بوکھلا گیا تھا۔ وہ ہر گز خود
کو جھوٹا ثابت نہیں ہونے دے سکتا تھا۔ اس نے انسپیکٹر سے بہت کچھ
فرمائشیں کر ڈالی تھیں جو صرف کام پورا ہونے کی صورت میں ہی پوری ہونی
تھیں۔ ایسے میں راگاڈاکو کا یہاں نہ آنا بھی اچھی خاصی مصیبت پیدا کر رہا تھا۔

رکو، کیا یہاں راگاڈاکو آتا جاتا ہے ؟ کیا کچھ دن پہلے یہاں راگاڈاکو آیا تھا، اس "
عورت کے ساتھ ناچ رہا تھا؟ " اس نے اچانک ہی ایک آدمی کو پکڑ کر انسپیکٹر
صابر کے سامنے کیا تھا۔

ہاں، وہ یہاں آتا جاتا ہے لیکن آج نہیں آیا، بیمار ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ "
" سردار دلاور کی عورت نے اس کا منہ جلا دیا ہے۔

لیکن تم تو ڈکیت قبیلے میں آتے جاتے نہیں ہو تو یہ بات تمہیں کیسے پتہ ؟""" انسپیکٹر صابر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ ایک عام سا آدمی ڈکیت قبیلے کے اندر کی خبر رکھتا تھا اور وہ پولیس والے ہو کر صرف معلومات اکٹھی کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

ارے صاحب، ہم یہ اڈے چلاتے ہیں، چھوٹی موٹی خبریں رکھتے ہی ہیں نا" ہم..." اس نے عجیب سے انداز میں بولا تو انسپیکٹر صابر نے اگلے ہی لمحے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

ارے ارے انسپیکٹر صاحب، وہ دراصل ہمارے یہاں کی ایک لڑکی کا نکاح" ہوا ہے قبیلے کے ایک ڈاکو کے ساتھ، تقریباً چار پانچ سال پہلے۔ اس کی بہن " یہاں ناچتی گاتی ہے۔

دونوں بہنیں آپس میں ملتی جلتی رہتی ہیں تو خبر مل جاتی ہے ورنہ ایسی ویسی" کوئی بات نہیں۔" وہ فوراً ہی سیدھا ہوتا اسے اصل بات بتانے پر آ گیا تھا کیونکہ جس طرح پولیس اسے دیکھ رہی تھی ممکن تھا کہ اسے ہی اندر کر دیا جاتا اور وہ

اس طرح کا کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا اسی لیے اس نے سچائی بیان کر دی تھی۔

باقی یہ معلومات ان کے لیے کسی طرح کی فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتی تھیں، وہ اپنی چیزوں میں کسی عورت کو شامل نہیں کر سکتے تھے بلکہ وہ کسی عورت پر اعتبار نہیں کر سکتے تھے، اور ویسے بھی وہ لڑکی اپنی بہن کو چھوٹی موٹی باتیں بتاتی بھی تھی تو بھی وہ ہر گز ان کی مدد تو نہیں کرے گی۔ اس لیے بہتر تھا کہ وہ اپنے پلان کو اپنے مطابق ہی چلائیں۔

ooooooo

سالگرہ بہت بہت مبارک ہو میری پیاری سی اشو، آج کتنی بڑی ہو گئی ہے، چھ " سال کی ہو گئی ہے۔ بیگم، یہ بہت جلدی بہت بڑی نہیں ہوتی جا رہی؟ دلدار تو کیسے آہستہ آہستہ بڑا ہو رہا تھا، اب دیکھو یہ کل پیدا ہوئی آج چھ سال کی ہو گئی؟" وہ صبح اٹھتے ہی اشم کو جگا چکا تھا بلکہ صرف جگا ہی نہیں چکا تھا، اسے کب سے شرارتیں کرتے ہوئے اپنے ساتھ مستیوں میں بھی لگا رہا تھا۔ صبح اٹھتے ہی

وہ رونا دھونا مچا دیتی تھی، ایسے میں صرف دلاور ہی تھا جو اسے کنٹرول کر سکتا تھا جبکہ دلدار تو اب تک گہری نیند سو رہا تھا۔

"بیٹیاں جلدی بڑی ہو جاتی ہیں، کل کو اس کے ہاتھ پیلے کرنے کے دن بھی آ جائیں گے، آپ اسے بچی ہی سمجھیں گے۔ خیر آپ کو اپنی بیٹی کا چھٹا سال مبارک ہو، میری پیاری بچی آ جاؤ میں تمہیں تیار کرتی ہوں، تھوڑی ہی دیر میں سب لوگ آ جائیں گے پھر خوب جشن ہو گا۔"

"چھوٹا سا میلہ لگے گا میری بیٹی کی خوشی میں۔" وہ اس کے گال چومتے ہوئے بولے تھے جبکہ میلے کی بات سن کر وہ دونوں آنکھیں پھیلا گئی۔

"میلا ہو گا تو بڑے دانتوں والا وہ بابا بھی آئے گا؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی تھی۔

"ہاں، بڑے دانتوں والا بابا آئے گا اور تمہیں پکڑ کر بورے میں ڈال کر لے جائے گا پھر میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بچہ رہ جاؤں گا۔ پھر اگلے مہینے میری

سالگرہ ہو گی۔" دلدار مزے سے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا جس پر وہ منہ بنا گئی۔

"بابا، ہم نہیں میلے جائیں گے، وہ بڑے دانتوں والا بابا آ جائے گا۔" وہ فوراً ہی دلاور کے سینے میں چھپتے ہوئے کہنے لگی۔

"اوہو، ایسے کیسے آ جائے گا؟ میں اس کو آنے ہی نہیں دوں گا۔ ہم قبیلے کا دروازہ زور سے بند کر دیں گے، کوئی میری بچی کو کچھ نہیں کہہ پائے گا۔ میری اشو تو شہزادی ہے، کوئی ہاتھ تو لگائے میری بچی کو میں اس کے ہاتھ نہ کاٹ دوں تو۔" وہ نرمی سے اس کے چہرے کو چومتے ہوئے بولا جب کہ دلدار اپنا سر زائرہ کی گود میں رکھ چکا تھا۔

"ہم بھیا کو بڑے دانتوں والے بابا کے بورے میں بند کر دیں گے،" وہ اچانک سے بولی تو دلدار نے اسے گھورا تھا۔

"کیوں بھائی میرے ساتھ تمہاری کیا دشمنی ہے؟ خود کے لیے یہ دروازہ بند کر دو گی اور مجھے سیدھا بورے میں ڈال دو گی؟"

ہاں، ڈال دوں گی کیونکہ تم مجھے ڈراتے ہو۔" وہ منہ بسور کر بولی۔"

ہاں تو میری بچی، تم مت کرونا، جس کے بابا اپنی شہزادی کے ساتھ ہوں، وہ" شہزادی کسی سے نہیں ڈرتی۔" وہ نرمی سے اس کی گال چومتے ہوئے بولا تو اشم چہک اٹھی تھی۔

سچی بابا، یعنی کہ وہ بڑے دانتوں والا بابا مجھے کچھ نہیں کہہ سکتا؟" وہ اچانک ہی" اپنے مطلب کے سوال پر آئی تو دلاور نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہاں میری جان، جب تک تمہارے بابا تمہارے ساتھ ہیں، اس دنیا کا کوئی بھی" انسان تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تمہارے بابا کے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔" وہ اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولے تو اب کی دفعہ دلدار نے کوئی لقمہ دیے بغیر اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کیونکہ اسے اپنی ماں کی گود میں سکون مل رہا تھا۔

○○○○○○○○○

بہت بڑا جشن ہوا تھا۔ رضوان، دعا اور شاہدہ کو لے کر آیا ہوا تھا۔ ماحول کافی اچھا تھا، ہر چیز کو بہت اچھے طریقے سے سنبھالا گیا تھا۔ خوب ہلا گلا ہو رہا تھا۔

جبکہ اس ہلے گلے میں دعا بھی بہت خوش تھی جس کو سردار نے اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا جبکہ اشو اس کا ہاتھ پکڑے پورے میلے میں چہک رہی تھی۔

جب اچانک ہی رضوان کا دھیان دروازے کے باہر موجود کمرے میں گیا جہاں دروازہ کھولے ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ بری طرح سے جھلسا ہوا تھا۔ وہ کوشش کر رہا تھا اسے پہچاننے کی لیکن اسے پہچاننے میں وہ کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس شخص کو اس نے کہیں دیکھا ہے لیکن وہ کون تھا وہ اسے پہچان نہیں پایا تھا۔

کیا ہوا بھائی؟ آپ یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟ آیئے نا، کھانے کا وقت ہو" گیا۔" زائرہ نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کا دھیان باہر کی طرف دیکھ کر وہ بھی ادھر دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

زائرہ، اس کمرے میں کوئی رہتا ہے کیا؟ مجھے پہلے بھی کچھ عجیب سا محسوس ہوا" تھا لیکن آج بھی لگ رہا ہے کہ وہاں کوئی آدمی ہے جس کا چہرہ اور کچھ حد تک "بکھرا ہوا ہے۔

راگا ڈاکو کا نام سنا ہے آپ نے؟" وہ اچانک سے پوچھنے لگی تو رضوان نے ایک" نظر اپنی بہن کا چہرہ دیکھا تھا پھر ہاں میں سر ہلایا۔

یہاں وہی شخص رہتا ہے اور اس کے چہرے پر جو نقش و نگار ہوئے ہیں وہ" آپ کی بہن کا کارنامہ سمجھ لیں۔ جی یہ وہ تو کہتا ہے کہ میرا دوپٹہ جل رہا تھا، میرے قریب آکر اس نے میرا دوپٹہ کھینچ کر اتارا تو میں نے اس کے منہ پر جلتی ہوئی مشعل دے ماری تب سے ہی اس کی حالت ایسی ہے۔ میں نہیں جانتی وہ سچ بول رہا تھا یا جھوٹ لیکن اس نے مجھ پر ہاتھ ڈالا تھا، اس کو سزا ملنی تو بنتی "تھی۔

خیر، آپ چلیں، کھانا کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ وہ آدمی قبیلے سے باہر ہی رہتا" ہے، ہم اسے قبیلے کے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس کی طبیعت کچھ

بہتر ہو جائے تو اسے یہاں سے باہر کر دیا جائے گا۔ ویسے سنا ہے میں نے کہ یہ جیل توڑ کر بھاگا ہوا ہے، آپ لوگ اسے ڈھونڈ نہیں رہے کیا؟"

وہ اسے اپنے خیمے کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں بہنا اور کافی عرصے سے ڈھونڈ رہے ہیں، پولیس پوری طرح اس کی تلاش میں ہے لیکن یہ کہیں بھی ہمارے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہاں اس قبیلے میں چھپا ہوا ہو گا۔ تم نے اس کے ساتھ جو کیا بالکل ٹھیک کیا، ایسا انسان ایسی ہی سزا کا حقدار ہے اور تمہیں اگر لگ رہا ہے کہ اس کی نیت تم پر غلط تھی تو میں مان ہی نہیں سکتا کہ تم غلط ہو سکتی ہو۔"

"یہ کی نا میرے بھائی والی بات۔ آؤ، میں اپنے ہاتھوں سے آپ کو کھانا کھلاتی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے بٹھاتے ہوئے بولی تھی جب بالا اور دلدار تیزی سے اس کے پاس آتے اس کے دائیں بائیں بیٹھتے ہوئے اسے اپنے قابو میں لینے لگے تھے۔ وہ یقیناً اسے پھر سے زبردستی مچھلی کھلانے کے بارے میں

سوچ رہے تھے کہ وہ فوراً نفی کرنے لگا جبکہ زائرہ نے بھی نہ روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ دونوں سچ میں اپنی مرضی کے مالک تھے اور اس وقت بھی وہ پوری طرح سے اپنی مرضی ہی کر رہے تھے، وہ جتنا گوشت اور ایسی چیزوں سے چڑتا تھا وہ دونوں اتنا ہی زبردستی اسے کھلاتے تھے۔

اور یہ اس کی محبت ہی تھی کہ ان دونوں کا دل رکھنے کے لیے وہ کھا بھی لیتا تھا۔

○○○○○○○○

حال،

ہاں، میں سالگرہ پر آئی تھی وہاں پر بھی میں بہت پیاری لگ رہی تھی ناڈاکو" جی؟ سچ سچ بتایئے، مجھے، آپ کو تبھی مجھ سے پیار ہو گیا تھا نا؟" وہ اس کے ساتھ لیٹے اس سے باتیں کر رہی تھی جب کہ سردار جو پوری طرح سے اپنے ماضی میں کھویا ہوا تھا، اس کے مخاطب کرنے پر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

تم مجھے بچپن سے ہی بہت زیادہ پیاری تھی سجن سائیں، تمہیں دیکھتے ہی میرا" دل بے قرار ہو جاتا تھا۔ تمہارے ننھے ننھے قدم جب سے میری زندگی میں پڑے تھے نا، میرے دل میں تمہارے لیے ایک الگ ہی جہان آباد ہو گیا تھا۔" وہ نرمی سے بولا تو دعام کے چہرے پر شرم وحیا کے کتنے ہی رنگ اتر آئے تھے۔

پھر تو آپ بھی مجھے بہت اچھے لگتے ہوں گے نا بچپن میں ؟" وہ اچانک اس کے" سینے پر اپنا سر رکھتے ہوئے سوال کرنے لگی۔

اچھا کیا لگنا تمہیں تو میں یاد بھی نہیں تھا جانتی ہو۔ جب میں نے تمہیں اس" بس میں دیکھا تھا نا، میں تب ہی تمہیں پہچان گیا تھا۔" وہ اچانک سے بولا تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

تمہاری شکل تمہاری امی سے بہت ملتی تھی اور پھر جس سے محبت کی جائے" "اسے پہچاننا مشکل تھوڑی ہوتا ہے ؟

وہ نرمی سے اس کے لبوں کو چومتے ہوئے بولا تو وہ مزید شرماتے ہوئے اس کے سینے میں چھپنا چاہتی تھی جب سردار نے ایک جھٹکے سے اسے بیڈ پر گراتے اس پر سایہ فگن ہوتے ہوئے اسے پوری طرح سے اپنی پناہ میں قید کیا تھا۔

ڈاکو جی، خبردار جو آپ نے اپنا رومینٹک موڈ جگایا۔ ابھی آپ مجھے بتا رہے" تھے کہ سالگرہ کے بعد کیا ہوا، جلدی سے بتانا پھر سے شروع کریں پھر آپ کو ہزاروں کام یاد آجائیں گے اور میرا کام بیچ میں رہ جائے گا نا۔" وہ اس کا رومینٹک موڈ آن ہوتے دیکھ کر بولی تھی جبکہ سردار اچانک اس کی گردن پر جھکتے ہوئے اسے چومنے لگا تھا۔

انرجی ڈاؤن ہو چکی ہے سجن سائیں، اب مشکل ہے تمہیں مزید کچھ بھی بتا" پانا۔ اس وقت تمہارے دلدار سائیں کو فل پاور کی ضرورت ہے، جب تک میں اپنی انرجی واپس نہ حاصل کر لوں تب تک میں مزید ایک لفظ بھی نہیں بتا پاؤں "گا۔

وہ اس کی گردن سے سر نکالتے ہوئے اسے پوری بات بتاتا دوبارہ اس کے لبوں پر جھکتا اس کی سانسوں کو قید کرنے لگا تھا۔ دعام ہر ممکن کوشش کر رہی تھی مزاحمت کرنے کی۔ اس کا ارادہ ہرگز اس کی باتوں میں آنے کا نہیں تھا، وہ ہرگز خود کو اس کے حوالے کرنے کو تیار نہیں تھی۔ اتنی مشکل سے تو تیار ہوا تھا وہ اسے بتانے کے لیے لیکن پھر اس کا رومینٹک موڈ آن ہو چکا تھا۔ لیکن اس دفعہ تو دعام نے بھی سوچ لیا تھا چاہے کچھ بھی ہو جائے، وہ آسانی سے اس کے ہاتھ نہیں آئے گی۔

ڈاکو جی میں بول رہی ہوں، میری بات مان لیجیے ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ آپ" مجھے غصہ دلا رہے ہیں۔" وہ اچانک سے منہ بسور کر بولی تو سردار نے اس کی گردن سے سر نکال کر اسے دیکھا تھا۔ پھر اچانک قہقہہ لگا کر ہنسا، اس کا قہقہہ کمرے کی درودیوار میں گونجتا اسے مزید غصہ دلا گیا تھا جبکہ اس کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر وہ اچانک اس کے چہرے پر جھکتا ہے اسے بے تابی سے چومنے لگا تھا۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنے لبوں سے بھگوتے ہوئے وہ

اسے بے حال کر رہا تھا، وہ جتنا اس سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اتنا ہی اسے خود کے قریب کرتا خود کے ساتھ لپٹا رہا تھا۔

"بدلہ لو گی؟ اب بتاؤ کیسے اپنا غصہ نکالو گی؟ دلا دیا تمہیں غصہ، اب بتاؤ کیا کرو گی تم؟ مجھ سے جو میں نے کیا وہ کر کر دکھاؤ گی؟ دکھا دو تو مان جاؤں گا تمہارے غصے کو۔" وہ مزید اسے اپنے قریب کرتا ہے اس کے لبوں کو پوری شدت سے قید کرتے ہوئے اس کی سانسیں روک گیا تھا۔

اسے سچ مچ میں اس کے غصے کی انتہا دیکھنا چاہتا تھا یا اس کے غصے کی آڑ میں اپنے مطلب پورے کر رہا تھا لیکن دعا م اس کی باہوں میں پھڑ پھڑا کر رہ گئی تھی، وہ اس سے جتنا بچنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اتنا ہی اسے بے حال کر رہا تھا۔ اس کے لبوں کا لمس اسے پاگل کر دینے کو تھا۔

"جایئے ڈاکو جی، میں نے بولتی آپ سے، آپ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں، میری کوئی بات نہیں مانتے اپنی ساری منوا لیتے ہیں۔" وہ اب کے سچ مچ میں ناراض

ہوتی دکھائی دینے لگی تو سردار اس کا چہرہ دیکھ کر نرمی سے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام چکا تھا۔

"میں تمہاری ساری باتیں مانتا ہوں اور بچپن میں بھی تم اپنی ساری باتیں مجھ سے منوا لیتی تھی۔ تمہیں پتہ ہے تم مجھ سے کتنی دفعہ ملی تھی؟" وہ جیسے واپس اس کے مطلب پر آیا تو وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتی اس کی گردن میں باہیں ڈال چکی تھی جبکہ سردار نے اس کی باہوں کے گھیرے کو دیکھتے ہوئے دوبارہ اس کا چہرہ دیکھنے لگا جب دعا م اس کے انداز کو سمجھ کر ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔

"دیکھیں، میں آپ کی ہوں، میں آپ کی ساری باتیں مانتی ہوں، آپ تو بس تھوڑی تھوڑی مانتے ہیں۔" وہ جس انداز میں اسے دیکھ رہا تھا وہ بس بس اسے یہی کہہ سکتی تھی کہ وہ اچھی بیوی ہے لیکن سردار تو بس اسے نظروں سے شرمندہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اور اگر یہیں سے میں اپنی بات بدل کر تمہیں مزید اپنے ماضی کے بارے میں "
"کچھ بھی نہ بتاتے ہوئے بات رات یا کل صبح تک منتقل کر دوں تو؟

آپ ایسا نہیں کریں گے، میں جانتی ہوں آپ بہت اچھے ہیں۔" اس کا موڈ"
بدلتے دیکھ وہ فوراً بولی تھی۔

تمہاری غلط فہمی ہے، میں بالکل اچھا نہیں ہوں بلکہ بہت برا ہوں، جتنا برا تم"
سمجھتی ہو اتنا ہی برا۔" وہ کہتے ہوئے اچانک اس کے دونوں بازوؤں کو تھامتا تکیے
پر رکھتے ہوئے اس کے چہرے پر جھک گیا تھا جبکہ دعا اس کی باہوں میں بری
طرح سے قید ہوئی تھی لیکن افسوس اب وہ سوائے پھڑ پھڑانے کے اور کچھ
نہیں کر سکتی تھی۔

○○○○○○

"کیا مطلب ہے تمہارا انسپیکٹر اکرم؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

ایک پولیس والے کی بہن کے ساتھ کسی ڈاکو نے زبردستی نکاح کر لیا، وہ بھی" کسی عام پولیس والے کے نہیں بلکہ سب انسپکٹر ریان اکرم! یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے، یہ تو پورے پولیس فورس کے منہ پر تماچہ ہے۔

ریان اکرم، آخر ایسا ہو کیسے سکتا ہے؟ تم نے یہ بات ہمیں کیوں نہیں بتائی؟ اتنا سب کچھ ہو گیا، تم کس چیز کا انتظار کر رہے تھے؟ اگر یہ واقعہ تقریباً 11 دن پرانا ہے تو اب تک یہ بات ہمیں کیوں نہیں بتائی گئی؟" وہ حیرت سے سامنے بیٹھے انسپکٹر اکرم کو دیکھ رہا تھا۔

سر، مجھے لگ رہا تھا کہ میں یہ معاملہ اپنے طریقے سے حل کر سکتا ہوں لیکن یہ" سب کچھ میرے بس سے باہر ہے۔ یہ لوگ مجھے میری بہن کے نام پر اس "طرح سے بلیک میل کریں گے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

میں تمہاری بے بسی کو سمجھ سکتا ہوں اکرم لیکن پھر بھی یہ کوئی چھوٹی سی بات" نہیں ہے۔ تمہیں پہلے ہی ہمیں اس بارے میں انفارم کرنا چاہیے تھا۔ یہ نکاح ہوا کیسے؟ مطلب کون سے بیس پر تمہاری بہن کو ان لوگوں نے کیسے دیکھا کہ

میرا مطلب ہے وہ جانتے کیسے ہیں اسے ؟ نکاح کوئی معمولی سی بات تو نہیں

ہے۔" انسپکٹر کامران اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

جی سر، آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں۔ نکاح کوئی معمولی بات نہیں ہے۔"

میری بہن ایک ہسپتال میں ڈاکٹر ہے۔ یہ بالا نامی ڈاکو وہیں اسے تنگ کر رہا تھا،

کہیں دفعہ اس کے راستے میں بھی آنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن میری بہن

"نے ہر دفعہ اسے نظر انداز کیا۔

میں ان ڈاکوؤں کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہوں اس بات کا ذکر میں نے اپنی"

بہن کے سامنے کیا تو اس نے مجھے اس ڈاکو بالا کے بارے میں بتایا تھا اور پھر میں

ہرگز نہیں جانتا تھا کہ میری بہن اس معاملے میں میری مدد کرنے کی کوشش

"کرے گی۔ کچھ دن کے بعد ہی اس کے ہسپتال میں بالا نامی ڈاکو آیا تھا۔

اور وہاں وہ پھر سے میری بہن کو تنگ کرنے لگا۔ میری بہن نے اسے بے"

ہوش کرنے کی گولی دی تھی تا کہ وہ بے ہوش ہو جائے اور میری بہن نے مجھے

اس بارے میں انفارم کیا۔ جب تک میں وہاں پہنچا تب تک وہ بے ہوش ہو چکا

تھا۔ میرا ارادہ اسے گرفتار کر کے پولیس اسٹیشن میں لانے کا تھا لیکن جیسے ہی

"میں اسے لے کر ہسپتال سے نکلا، ان لوگوں نے میری بہن کو اغوا کر لیا۔

اور پھر یہ سب کچھ ہو گیا۔ وہاں قبیلے میں ان لوگوں نے میرے سر پر بندوق "

تان کر میری بہن کو نکاح کے لیے فورس کیا۔ "اس نے کچھ سچ اور کچھ جھوٹ

کے ساتھ کہانی بنا کر پیش کر دی تھی۔ اب وہ پوری طرح سے انہیں حقیقت

نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ اکیلے ہی بالا کے خلاف ثبوت ڈھونڈنے نکل پڑا یا شاید وہ

انہیں یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کا ارادہ بالا کو نقصان پہنچانے کا یا قبیلے کے خلاف

کوئی سازش کرنے کا نہیں تھا بلکہ وہ صرف اور صرف سردار کے بارے میں

معلومات لینا چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔

لیکن اس طرح کی باتیں اس کی وردی پر سوال اٹھا سکتی تھیں اسی لیے اس نے

اتنا ہی بتایا تھا جتنا بتانا ضروری تھا جب کہ کامران حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر اس ڈاکو نے تمہاری بہن کے ساتھ نکاح کر لیا۔ خیر یہ معاملہ تو کافی پیچیدہ "

لگتا ہے اور اسے حل کرنا بھی کافی مشکل رہے گا ہمارے لیے لیکن تم ہمارے

قانون کے سب سے وفادار اور بہترین آفیسر ہو، تمہاری مدد تو کرنی پڑے گی۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے ڈاکو بالا نے تمہاری بہن سے نکاح کس لیے کیا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ بدلے کے لیے نکاح کرتا تو رخصت بھی تو کرتا نا؟ وہ اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہ جانے دیتا بلکہ اسے زبردستی قبیلے کے اندر ہی رکھتا۔"

"سر، میں ان پیار محبت والی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ اگر وہ میری بہن سے محبت کرتا تو عزت سے میرے گھر رشتہ لے کر آتا نہ کہ اس طرح کا گھٹیا کام کرتا۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کر سکتا اکرم کیونکہ ایک ڈاکو ایک پولیس والے کے گھر تو رشتہ لے کر آئے گا نہیں اور اگر وہ تمہاری بہن سے محبت کرتا ہے تو یقین جانو یہ بات ہمارے لیے کافی فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔" انسپیکٹر کامران اچانک سے بولا تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ اس کی بات کی گہرائی کا مطلب وہ بہت اچھے سے سمجھ گیا تھا۔

بہت معذرت سر لیکن اس معاملے میں میں اپنی بہن کو نہیں لانا چاہتا بلکہ میں "اس معاملے سے اپنی بہن کو نکالنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی بہن کو مزید کسی طرح کی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتا، میں اس معاملے سے اپنی بہن کو دور کر دینا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو نکال کر اگر ہم اس مسئلے کا حل نکال سکیں تو بہتر رہے گا اور میں سب سے پہلے بالا سے اپنی بہن کی طلاق چاہتا ہوں۔"

وہ جیسے اصل مدے پر آیا تھا جبکہ کامران کو اس کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔

"دیکھو انسپیکٹر اکرم، اگر اس معاملے میں تمہاری بہن ہماری مدد کر سکتی ہے تو ذرا سوچو ہماری پولیس فورس کا کتنا فائدہ ہو جائے گا اور ویسے بھی ہر دفعہ جذباتی ہو کر نہیں سوچا جاتا، اگر تو یہ محبت کا معاملہ ہے تو سمجھ لو پورا قبیلہ ہمارے ہاتھ لگ جائے گا۔" اس نے ریان کو دیکھتے ہوئے کہا جب کہ ریان نے نرمی سے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

سر، آپ جلد سے جلد میری مدد کریں اور اس معاملے کو ختم کریں۔ میری" بہن ان سب چیزوں میں شامل نہیں ہو گی۔ "وہ جیسے اپنا فیصلہ سنا رہا تھا جبکہ انسپیکٹر کامران اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

ٹھیک ہے ریان، بالکل جیسے تمہاری مرضی، میں تو بس ایسے ہی ایک بات کر" "رہا تھا۔ جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا۔

وہ فوراً اپنی بات بدل گیا تھا۔ سامنے بیٹھا انسپیکٹر ضرور پوسٹ میں اس سے کم تھا لیکن یہ بات بھی بھولنے والی نہیں تھی کہ وہ اس کی پوسٹ پر ٹھوکر مار چکا تھا اور جب چاہے وہ اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ سکتا تھا ایسے میں اس سے پنگا لینے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اسی لیے خاموشی سے اس کی بات مان لی تھی۔

○○○○○○○

ارے یار یہ سارے ڈرامے کیوں کر رہے ہو؟ اس کی ضرورت ہی نہیں ہے،" مجھے نہیں کرنا یہ سب کچھ۔ "اسے زبردستی ان سب نے ایک لکڑی کے تختے پر بٹھا دیا تھا اور اب وہ اس پر ہلدی ملنے لگے تھے۔ وہ حیرت سے پہلے انہیں دیکھتا

رہا بلکہ جھیلتا رہا لیکن اب اس کی بس ہو چکی تھی۔ یہ سارے تو مل جل کر اس کا بیڑا غرق کر رہے تھے جبکہ دعا م بھی ان سب چیزوں میں شامل ہوتی اپنے دونوں ہاتھوں پر خوب ساری ہلدی لگا کر اس کے چہرے پر مل رہی تھی۔

"چپ چپ بالا بھیا، جب ہلدی لگاتے ہیں نا چہرے پر تب باتیں نہیں کرتے، چھائیاں پڑ جاتی ہیں، چہرے پر لکیریں آ جائیں گی۔ ابھی سے بڑھے ہو جائیں گے۔ اتنا پیارا ہے میرا بھائی، اللہ پاک نظر بد سے بچائے اور یہ جو ہلدی ہے نا اس سے چہرے پر رونق آتی ہے۔ دولہا بننے سے پہلے اگر دولہے کو اس سے نہلایا جائے نا تو دولہا بن کر بہت پیارا لگتا ہے اور ویسے بھی آپ تو ہفتے میں بس ایک ہی دفعہ نہاتے تھے جب بیلا سے ملنے جاتے تھے۔"

"آپ کو بہت ضرورت ہے اس طرح کے ٹریٹمنٹ کی۔ یہاں تو کوئی لڑکوں کا بیوٹی پارلر ہی نہیں ہے لیکن آپ یہی سمجھ لیجیے کہ میں ہی آپ کا بیوٹی پارلر ہوں۔ آپ کو شادی سے پہلے ایسا چمکا دوں گی نا کہ بیلا پھسل جائے گی آپ پر۔"

وہ اس کے منہ پر خوب ہلدی ملتے ہوئے ساتھ ساتھ اپنی کمنٹری بھی کر رہی

تھی جب کہ اس کی باتیں سنتے میر و اور جمر و بھی اس کے دونوں بازو کو پکڑ ہلدی رگڑنے میں مصروف ہو گئے تھے جیسے وہ آج ہی اسے چمکا دینا چاہتے ہوں۔

ارے یار، نہیں پھسلتی تو نہ پھسلے مجھ پر۔ میں جیسا ہوں ویسا ہی ٹھیک ہوں۔" مت بناؤ مجھے یہ انگریزی دولہا، نہیں بننا۔ جیسا ہوں ویسا ہی قبول کرے مجھے۔" وہ خود کو چھڑانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا جبکہ ہٹے کٹے ڈاکو نے جس طرح اسے قابو کر رکھا تھا وہ چاہنے کے باوجود بھی خود کو چھڑانے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔

ارے، اس دولہے کی تو" ایک تو ہم اتنی خدمتیں کر رہے ہیں اوپر سے اب" بے کار میں ناک اونچی کیے بیٹھے ہیں۔ سیدھا کریں اپنا منہ، اگر دولہا بن کر روپ لانا چاہتے ہیں تو ورنہ میری ساری محنت بے کار ہو جائے گی۔" وہ اسے ڈانٹ کر بولی تھی جبکہ بالا کا کوئی ارادہ نہ تھا ان کے اس ڈرامے میں ان کا ساتھ دینے کا لیکن جیسے ہی اس کی نظر سامنے پڑی وہ ایک دم سیدھا ہو گیا تھا کیونکہ سامنے سردار کے ہاتھ میں چمڑے کا پٹا تھا۔

سردار اگر کسی کو سزا دیتا تو اکثر اسی سے پیٹتا تھا۔ وہ دولہا بننے سے پہلے پٹنا نہیں چاہتا تھا اسی لیے فوراً ہی اپنی شکل درست کرتا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اپنا بدن بھی بالکل ڈھیلا ڈھالا چھوڑ دیا تھا تاکہ اس کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے وہ اسی طرح سے ہوتا رہے۔ اب بھلا دولہا بننے سے پہلے وہ اپنی درگت نہیں بنوانا چاہتا تھا جبکہ دعام نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے سردار کی طرف دیکھا تھا پھر کھکھلا کر ہنستے ہوئے دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"یہ ہوئی نا اچھے بچوں والی بات۔ ایسے ہی اگر شروع میں ہی ہماری بات مان جائیں تو ہمیں کم سے کم اس طرح کے کسی مجسمے کا انتظام نہ کرنا پڑے۔" اس نے باقاعدہ سردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے مجسمہ کہا تھا۔

جس پر سب لوگ قہقہہ لگا کر ہنسے تھے جب کہ سردار نفی میں سر ہلاتا وہیں چارپائی پر آرام سے بیٹھ گیا تھا اور وہ جانتا تھا جب تک وہ یہاں بیٹھا رہے گا بالا سکون سے ان لوگوں کے ہاتھوں اپنی درگت بنواتا رہے گا۔

"انسپیکٹر ریان، میری پلاننگ یہ ہے کہ ہم نہ چاہتے ہوئے بھی اس مشن میں آپ کی بہن کو شامل کریں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ یہ سب کچھ نہیں چاہتے لیکن ہماری بھی کچھ مجبوریاں ہیں۔"

"ہم قبیلے کے اندر جا کر ان ڈاکوؤں کو اریسٹ ہر گز نہیں کر سکتے لیکن قبیلے کے باہر آپ کے گھر میں تو ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں نا؟ کیا ہو اگر وہ لوگ بارات لے کر آجائیں اور ہم بارات کے نام پر ان کے پورے قبیلے کو اریسٹ کر لیں؟"

اس کے سامنے ایک بہت ہی قابل سینئیر آفیسر بیٹھا ہوا تھا جو پچھلے کئی سالوں سے اس کیس پر کام کر کے اب شہر منتقل ہو چکا تھا۔

اس طرح کا کوئی کیس گاؤں میں ہوا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ کیس ایک پولیس والے کے لیے مسئلہ بن چکا ہے، بہت سارے آفیسرز نے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا ایسے میں انسپیکٹر جہانگیر بھی یہیں آچکے تھے۔ ان کا ارادہ بھی اس کیس میں ریان کی مدد کرنا اور ڈاکوؤں کو ان کے انجام تک پہنچانا تھا۔

لیکن سر میں اپنی بہن کو ان سب چیزوں میں شامل نہیں کرنا چاہتا، میں آپ"
کو کیسے سمجھاؤں؟ میں نہیں چاہتا کہ میری بہن ان سب چیزوں کا حصہ بنے۔
میری بہن بہت معصوم ہے، اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ لوگ پہلے ہی اسے
ٹارگٹ بنا رہے ہیں، آپ لوگ بھی یہ چاہتے ہیں کہ میں ان سب چیزوں میں
"اپنی بہن کو شامل کر لوں تو ایسا نہیں ہو سکتا۔

وہ فوراً انکار کرنے لگا تھا۔ وہ انسپکٹر جہانگیر جیسے قابل آفیسر سے اس طرح کی
پلاننگ کی امید نہیں کرتا تھا۔

میری بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے انسپکٹر ریان۔ یہ قصہ صرف آپ کی"
بہن کا نہیں ہے، یہ معاملہ پوری پولیس فورس کا ہے۔ آپ جانتے ہیں ہم کتنے
سالوں سے شرمندہ ہو رہے ہیں؟ آج تک ہم نے جتنے بھی ڈاکوؤں کو قید کیا یا تو
ہمیں انہیں چھوڑنا پڑا یا ان کی زبان کھولنے کے لیے ہم نے ہر حربہ آزمایا جس
میں ہم کامیاب نہیں ہو سکے۔ ان ڈاکوؤں نے زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں
شکست دی ہے، ہم ہر ممکن کوشش کر کے بھی ان کا کچھ بھی بگاڑنے میں

کامیاب نہیں ہو سکے۔ آج بھی وہ لوگ ہم سے آگے ہیں بلکہ بہت آگے ہیں، "ہم بھی ان کے مقابلے پر نہیں اتر سکے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے۔

کہ ان ڈاکوؤں نے کبھی بھی ہمیں اپنے اس پاس بھٹکنے کی اجازت ہی نہیں" دی۔ وہ ہر معاملے میں ہم سے آگے تھے لیکن اس ایک معاملے میں اگر آپ "کی طرف سے رضامندی مل جائے تو ہم ایک بہت بڑا کیس حل کر سکتے ہیں۔

میں جانتا ہوں اپنی بہن کے معاملے میں آپ کسی پر اعتماد نہیں کر سکتے لیکن" میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کی بہن کو ہر طرح کا تحفظ دیا جائے گا، اسے کوئی خطرہ نہیں ہو گا اور یہ میرا وعدہ ہے آپ سے کہ آپ کی بہن کو کوئی بھی "لے جا نہیں پائے گا۔

آپ ایک دفعہ مجھ پر اعتبار تو کیجیے۔ ان کی بارات آ رہی ہے، آنے دیجیے۔ وہ" "لوگ جو چاہتے ہیں وہ کیجیے۔ ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیجیے۔

یقین کیجیے انسپکٹر ریان، یہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ وہ بارات لے کر" آئیں گے ضرور لیکن جا نہیں پائیں گے۔ اس دفعہ ہم ایسا کھیل کھیلیں گے کہ

ڈاکو ہم سے جیتنے میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ اس دفعہ ہمارا ٹارگٹ کوئی عام ڈاکو نہیں بلکہ سید ھاسید ھا سردار دلدار اور اس کا دایاں ہاتھ بالا اور یوسف ہو گا۔"

وہ اسے اپنا اعتماد دلانے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ ریان گہری سوچ میں تھا۔ ان کی بات ماننے کا دل نہیں کر رہا تھا، جبکہ ان کی بات مانے بغیر وہ اپنا کام کرنے میں کامیاب بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کافی دیر سوچنے کے بعد آخر کار ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔

جب کہ سامنے بیٹھے آفیسر نے اسے یقین دلاتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اپنی باتیں دہرانا شروع کر دی تھیں۔

ooooooo

"کیا مطلب ہے تمہاری اس فضول بات کا؟ دماغ خراب ہو گیا ہے؟ اپنی بہن کو ڈاکوؤں کے حوالے کرنے کی بات کر رہے ہو؟" امی تو غصے سے پاگل ہونے کو تھیں۔ یہ ریان کیا کہہ رہا تھا؟ کل تک جن کا نام تک نہیں سننا چاہتا تھا، آج ان

کے ساتھ اپنی بہن کو رخصت کرنے کی بات کر رہا تھا۔امی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کے سامنے بیٹھا ان کا بیٹا ایسی بات کر سکتا ہے۔

امی، شاید ہم ہی غلط فہمی کا شکار تھے۔ وہ لوگ اتنے بھی برے نہیں ہیں۔ میں" ملا ہوں بالا سے، بالا میں مجھے کوئی برائی نہیں نظر آئی اور آپ کو پتہ ہے اس نے کوئی غلط کام نہیں کیا بس سردار کا ساتھ دیتا ہے کیونکہ وہ بچپن سے اس کے ساتھ ہے اور آگے مجھے یقین ہے کہ میری بہن اس کے لیے ایک سچی رہنما ثابت ہو گی۔ ہو سکتا ہے اللہ پاک نے میری بہن کو ایک غلط بھٹکے ہوئے انسان کو صحیح راستے پر لانے کے لیے چنا ہو۔ امی، مجھے لگتا ہے کہ ہمیں بالا کو ایک موقع دینا چاہیے۔ آپ ملی ہیں اس سے؟ آپ ہی تو کہہ رہی تھیں کہ آپ کو اس میں کوئی برائی نظر نہیں آئی تو آپ ہی بتائیے نا کہ اگر آپ کو اس میں کوئی برائی نظر نہیں آئی تو پھر وہ برا کیسے ہو سکتا ہے؟ شاید آپ ٹھیک ہی کہہ رہی تھیں، ہمیں کسی انسان کو اس کے کاموں سے جج نہیں کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے

اس کی پرسنلٹی الگ ہو اور پھر بیلا ایک پڑھی لکھی لڑکی ہے، وہ اسے صحیح راستے پر لا سکتی ہے، اس بھٹکے ہوئے انسان کے لیے ایک اچھی رہبر ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔ اگر آپ راضی نہیں ہوتیں تو میں فورس بھی نہیں کروں گا بلکہ میں ان سے وقت مانگوں گا تاکہ ہم اس رشتے کو بہتر بنا سکیں، دیکھیں امی، میں نہیں چاہتا کہ میری بہن کے ماتھے پر طلاق کا داغ سجے۔"

وہ گھر آتے ہی امی کے کمرے میں آیا تھا جب اس نے بالا کے ساتھ بیلا کو رخصت کرنے کی بات کی تو امی پریشان ہو گئی تھیں۔ بے شک بالا انہیں برا نہیں لگا تھا لیکن پھر بھی ایک ڈاکو کی حقیقت جانتے ہوئے وہ اپنی بیٹی کو اس کے حوالے کرنے کا بھی نہیں سوچ سکتی تھیں۔ وہ بھی تب جب وہ ایک انتہائی غلیظ انسان کو اپنے گھر پر برداشت کر چکی تھیں۔

جو ایک بازو نہ ہوتے ہوئے بھی ایسے غلاظت بھرے الفاظ بولتے ہوئے غلاظت بھری حرکتیں کر رہا تھا۔ اس انسان کے ساتھ وہ کسی طرح کا کوئی تعلق

رکھنا ہی نہیں چاہتی تھی لیکن کوئی بھی ماں اپنی بیٹی کی طلاق بھی نہیں سوچ سکتی، لیکن ایک ڈاکو کے ساتھ اسے بیاہنا یہ بھی تو نا ممکن تھا۔

"میں ایک ملاقات میں فیصلہ نہیں کر سکتی کہ وہ کیسا ہے اور کیسا نہیں۔ مجھے اس سے ملنا ہے، اسے بلاؤ یہاں پر۔ میں اس سے ملاقات کرنے کے بعد ہی تمہیں بتا پاؤں گی کہ میں اس کے بارے میں کیا سوچتی ہوں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تھیں جب کہ اس نے صرف ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔ یہ اس کے لیے مشکل نہیں تھا، وہ بالا کو یہاں بلا سکتا تھا۔

وہ بیلا کو اعتماد میں لے سکتا تھا لیکن امی کو اپنے پلان کے بارے میں کچھ بھی بتانا اس کے لیے ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ امی کو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اپنے ایک مقصد کے لیے اپنی بہن کو ان سب چیزوں میں شامل کر رہا ہے یا پھر اس کی پولیس فورس اس معاملے میں بیلا کا ساتھ چاہتی ہے۔

اگر وہ اس طرح کی کوئی بھی بات امی کے سامنے کرتا تو امی اس معاملے میں کبھی بھی اس کا ساتھ نہیں دیتیں۔ جو بھی تھا وہ اپنی بیٹی کو کسی طرح کی مصیبت میں پھنسانے کے حق میں ہر گز نہیں تھیں۔

لیکن اس نے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس مسئلے کا بس یہی حل تھا کہ ڈاکوؤں کو قابو کیا جائے ورنہ ان لوگوں نے اسی طرح سے انہیں بے بس کرنا تھا اور وہ بالا اور سردار کے سامنے بے بس نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے ایک آخری امید کے ساتھ قبیلے میں قدم رکھا تھا کہ سردار اس کا ساتھ دے گا، وہ کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں ہونے دے گا لیکن اس کی بہن کے ساتھ ناانصافی ہو رہی تھی جو اس کی برداشت سے باہر تھا۔

oooooooo

ریان آپ نے سچ مچ میں یہ فیصلہ کر لیا ہے؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔ کیا آپ سچ" میں بیلا کی شادی اس ڈاکو کے ساتھ کر دیں گے؟ اور کیا بیلا اس چیز کے لیے کبھی راضی ہو گی؟ میرا مطلب ہے آپ کو نہیں لگتا کہ آپ کو اس طرح کا کوئی

بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ایک دفعہ اپنی بہن سے پوچھنا چاہیے؟" وہ چائے کا کپ لے کر اس کے پاس آئی تھی۔ بیلا نائٹ ڈیوٹی پر تھی، آج اس نے ہسپتال میں ہی رہنا تھا جبکہ چائے کا کپ تھامتے ہوئے وہ اس کا ہاتھ تھامتا اسے اپنے پاس بٹھا گیا تھا۔

"نہیں رباب ایسا نہیں ہے۔ میں اپنی بہن کی زندگی کا کوئی بھی فیصلہ اس کی مرضی کے خلاف نہیں کروں گا اور یہ جو فیصلہ ہوا ہے وہ بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا، کوئی شادی نہیں ہو رہی اور نہ ہی میں اپنی بہن کو اس طرح کے ڈاکوؤں کے قبیلے کے حوالے کروں گا۔ میں بہت سوچ سمجھ کر اپنا اگلا قدم اٹھاوں گا۔ میرا مطلب ہے کہ میں نے ان سب چیزوں میں پولیس کو شامل کر دیا ہے اور ہماری پلاننگ کے تحت یہی ہے کہ ہم ڈاکوؤں کو گمراہ کریں گے، انہیں کہیں گے کہ ہم شادی کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔"

وہ ہمارے اعتماد میں آجائیں گے اور پھر وہی کریں گے جو ہم ان سے کروانا" چاہتے ہیں۔ ہم یہ شادی بالکل کسی نارمل سی شادی کی طرح کریں گے جہاں چھوٹی بڑی رسمیں ہوں گی۔ قبیلے کی طرف سے جب بارات یہاں آئے گی تو یقیناً سارے بڑے بڑے ڈاکو بارات میں شامل ہوں گے۔ ایسے میں قبیلے سے باہر ہم ان کو اپنے قابو میں کرسکتے ہیں، ان پر حملہ کر کے انہیں اریسٹ کرسکتے ہیں۔ قبیلہ ان کا ہے، وہ اپنے قبیلے کے ایک ایک کونے، ایک ایک راستے سے "واقف ہیں۔

اس قبیلے میں جاکر ہم کبھی انہیں گرفتار نہیں کرسکتے اور نہ ہی اس قبیلے کے" اندر ہم ان کا کچھ بھی بگاڑ سکتے ہیں۔ لیکن قبیلے کے باہر ان کا وجود عام لوگوں کی طرح ہے۔ وہ اس دنیا کے شہنشاہ نہیں ہیں، قبیلے کے باہر کی بھاگ دوڑ پولیس والوں کے ہاتھ میں ہے اور پولیس والے اس چیز کو اپنے مطابق ہی ہینڈل کر رہے ہیں۔ قبیلے کے باہر ان لوگوں کی کوئی اوقات ہی نہیں ہے، ہم انہیں

آسانی سے گرفتار کر سکتے ہیں اور جب ہر بڑا ڈاکو ہمارے ہاتھ لگ جائے گا تب اس کے خلاف کون سا کیس لگانا ہے یہ ہماری مرضی ہو گی۔"

"لیکن یہ بہت خطرناک ہے ریان، آپ کو نہیں لگتا کہ آپ بہت غلط کر رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے وہ ڈاکو برے نہیں ہیں۔

"انہوں نے امی کی مدد کی ہے، ان کی جان بچانے کے لیے اگر ہم ان کے ساتھ کچھ..."

"میری بات سنو رباب، ہم صرف ایک ایکٹ پر ان کو جج نہیں کر سکتے۔ وہ اچھے ہیں یا برے اس کا فیصلہ ان کے کام کرتے ہیں اور ان کی اچھائی یا برائی کا اندازہ یہیں سے لگا لو کہ وہ قتل و غارت کرتے ہیں، اس سے زیادہ برا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ قاتل ہیں، مجرم اور ایسے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں کسی کام نہیں آتیں۔"

"پولیس سٹیشن میں ان کے گناہوں سے فائلیں بھری پڑی ہیں اور وہی ان کی حقیقت ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی۔ اس لیے میں تمہیں بس اتنا ہی کہوں گا کہ

امی کی طرح دل سے نہیں بلکہ دماغ سے سوچنا شروع کر دو۔" وہ کہتے ہوئے چائے کا کپ اپنے لبوں سے لگا گیا تھا جبکہ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ دماغ میں بہت کچھ چل رہا تھا لیکن اسے ڈر بھی لگ رہا تھا کہ کہیں ان سب کے چکر میں ریان بیلا کا کوئی بڑا نقصان نہ کر دے۔

○○○○○○○○

کیا ہوا کس کا فون تھا؟" وہ لوگ رسم ختم کر کے آرام سے بیٹھے تھے، تھوڑی" دیر پہلے ہی بالا نہا کر نکلا تھا جب اس کا فون بج گیا۔ اس نے اپنے موبائل پر ریان اکرم کی کال آتی دیکھی تھی، اسے حیرانی ہوئی تھی لیکن تھوڑا الگ ہو کر اس نے کال اٹینڈ کی تھی جہاں پر ریان نے یہ کہا تھا کہ اس کی امی اس سے ملنا چاہتی ہیں اسی لیے کل انسانوں کی طرح آ کر وہ ان سے ملے۔

اسنے یہ نہیں بتایا تھا کہ امی اس سے کیوں ملنا چاہتی ہیں جبکہ بالا کو یہی لگا تھا کہ شاید وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیں گی لیکن آگے سے ریان نے اسے جب یہ بتایا

کہ وہ بیلا اور اس کے نکاح کے بارے میں جان چکی ہیں تو اسے حیرت ہوئی تھی۔ تو آخر کار پولیس والے نے ہمت ہار کر اپنی ماں کو سب کچھ بتا ہی دیا تھا۔

چلو، ایک بہت اچھی بات تھی، آج نہیں تو کل تو حقیقت سامنے آنی تھی۔ "وہ کال ختم کر کے واپس آیا تو سردار وہیں اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا جب وہ اسے تفصیل سے سب کچھ بتانے لگا۔ سردار کو بھی یہ جان کر خوشی ہو رہی تھی کہ آخر ریان کی امی سب کچھ جانتی تھیں اور وہ عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے ملاقات کرنا چاہتی تھیں۔

یہ بہت اچھی بات ہے، تم کل ہی ان سے ملنے کے لیے چلے جاؤ اور انسانوں کی" طرح جانا اور بے حد احترام سے ان سے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگنا۔ نکاح ہو چکا "ہے، تم نے بس یہی کہنا ہے کہ ہمیں رخصتی کی جلدی ہے۔

وہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا تو فوراً دعام بھی اٹھ گئی تھی۔ اس کا ارادہ کمرے میں چل کر آرام کرنے کا تھا۔

جبکہ دعام بھی اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

"آج بہت کام کیا نا ہم نے، مجھے صبح شاپنگ پر لے کر چلیں گے آپ، پہلے بتا رہی ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اوپر کی طرف چل رہی تھی۔ اب اس کے لیے ان پتھروں بھرے راستوں پر چلنا مشکل نہیں رہا تھا۔

"تمہیں شاپنگ پر لے جاؤں گا تو مجھے کیا فائدہ ہو گا؟" اس کی گردن میں بازو ڈالتے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے اس نے آگے قدم بڑھائے تھے۔

"بڑے لالچی انسان ہیں، کوئی فائدہ نہیں ہو گا آپ کو۔ آپ مجھے شاپنگ پر لے کر جائیں گے کیونکہ میرے بھائی کی شادی ہے اور مجھے شاپنگ کروانا آپ کا فرض ہے۔"

"آئے بڑے فائدہ کرنے والے ہو۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"ارے یار، کر دوں گا اپنا فرض پورا۔ تم بھی ذرا کمرے میں چل کر اپنے فرض نبھاؤ۔ خیر کہاں تھے ہم، اور آج کیا کیا کام کیا تم نے؟" وہ اسے باتوں میں لگانے لگا تھا۔

کام کو چھوڑیں، کہاں تھے آپ؟ اس بات پر فوکس کرتے ہیں؟ آپ نے کل "اشم کی سالگرہ تک بتایا تھا۔"

میں اس کی نہیں کام کی بات کر رہا ہوں۔" وہ آہستہ سے انگوٹھا اس کے لبوں پر پھیرتے ہوئے بولا تھا۔

"لیکن میں آپ کے ماضی کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔"

کیا کہا تم نے؟ تھک گئی؟ اوہو، سجن سائیں میں تمہیں اپنی باہوں میں اٹھا کر" لے چلتا ہوں۔" وہ اچانک ہی اپنی بات بدلتا اسے اپنی باہوں میں اٹھانے لگا تھا۔

نہیں نہیں، آپ مجھے کمرے میں چل کر اپنے بچپن کی باتیں بتائیں گے۔" وہ" فوراً ہی اس کی باہوں میں مزاحمت کرنے لگی تھی جسے سردار کوئی بھی اہمیت دیے بغیر اسے کمرے میں لے کر جا رہا تھا۔ اس کی ساری باتوں کو وہ اپنے انداز میں لے رہا تھا، اس کی ہر بات کو اہمیت دے رہا تھا سوائے اس کے بچپن کے قصوں کے۔

°°°°°°°°

ماضی

دن تیزی سے گزر رہے تھے جب کہ وہ لوگ مسلسل اس اڈے کے چکر لگا رہے تھے لیکن وہ اپنے مشن کا آغاز تک نہیں کر پا رہے تھے۔

کامران، مجھے نہیں لگتا کہ ہمیں ایک ڈاکو کی امید میں اس طرح سے بیٹھنا" "چاہیے۔ ہمیں کسی اور کو ڈھونڈنا چاہیے جو اس معاملے میں ہماری مدد کر سکے۔

مجھے تو یہ سب کچھ بالکل بے فضول اور وقت کا ضیاع لگ رہا ہے، تم خود ہی" دیکھو۔ وہ آدمی ہمارے ہاتھ آنا تو دور کی بات، ہمیں اپنی شکل تک نہیں دکھا رہا۔ ہم کیسے اس تک پہنچیں گے؟ ڈکیت قبیلے کی طرف ہم قدم تک نہیں اٹھا "سکتے۔

ہمیں کچھ اور سوچنا چاہیے۔ اس انسان کو چھوڑو، ہمیں کسی اور کو دیکھنا چاہیے " "جو اس معاملے میں سچ مچ میں ہماری مدد کر سکے۔

سر، میرے حساب سے تو مدد صرف ہماری راگاڈاکو ہی کر سکتا ہے۔ باقی ایک" دفعہ ہمیں اس تک پہنچنے تو دیجیے، ان شاء اللہ اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔"

مجھے تو کوئی حل نظر نہیں آرہا کامران، مجھے لگ رہا ہے کہ ہم صرف وقت" برباد کر رہے ہیں۔"

ٹھیک ہے سر، اگر ایسی بات ہے تو میں آج آپ سے آخری موقع مانگتا ہوں۔" آج ہم آخری دفعہ اس اڈے پر چلیں گے، اگر آج ممکن ہو سکا ہمارا راگاڈاکو سے ملنا تو ٹھیک ہے ورنہ میں آپ کو بالکل بھی نہیں کہوں گا کہ آپ میرے ساتھ راگاڈاکو سے ملنے کے لیے چلیں۔"

پھر ہم اس مسئلے کا کوئی اور حل نکالیں گے، ہم کسی اور طریقے سے سردار اور" اس کے قبیلے پر اٹیک کریں گے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ صابر نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

○○○○○○○○○

وہ لوگ آج آخری بار اڈے پر آئے تھے کیونکہ انسپیکٹر صابر مزید ان سب چکروں میں پڑنے میں بالکل بھی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

وہ بری طرح سے تھک چکا تھا راگاڈا کو کا پتا کرتے کرتے۔ اب بس مسئلے کا حل چاہیے تھا۔ وہ دونوں اڈے میں تین گھنٹے سے بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے لیکن روز کی طرح آج بھی انہیں پوری طرح سے ناامیدی ہی تھی لیکن اچانک ہی جیسے امید کی ایک روشنی نظر آئی تھی، وہ راگاڈا کو ہی تھا جو جھلسے ہوئے چہرے کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔

اس کی اتنی خطرناک حالت کس نے کی تھی وہ لوگ سمجھ نہیں پائے تھے لیکن وہ کافی بری کنڈیشن میں لگ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اڈے میں ناچتی ہوئی لڑکیاں تو آج اسے بالکل بھی اہمیت نہیں دے رہی تھیں اور نہ ہی اسے منہ لگا رہی تھیں۔

کامران نے صابر کو اشارے سے بتایا تھا جب کہ وہ اسے اس کا کام کرنے کی اجازت دیتے خود ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ ان لوگوں کا ارادہ اس طرح

سے اسے گھیرنے کا تھا کہ اسے بالکل بھی شک نہ ہو۔ کافی دیر تک شراب پینے کے بعد اس نے اور عورتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آج اس کی شکل دیکھ کر عورتیں اس سے دور ہی رہ رہی تھیں کیونکہ جلنے کی وجہ سے اس کے منہ کا زاوی کافی حد تک بگڑ چکا تھا

کہنے کو 20 دن گزر چکے تھے لیکن پھر بھی اس کا چہرہ اب تک پوری طرح نارمل حالت میں نہیں آیا تھا، چہرے پر جگہ جگہ چھالے بن گئے تھے، وہ کافی بھیانک دکھنے لگا تھا۔

ایسے میں وہ حسینائیں اسے دیکھتے ہی اپنا رخ بدل لیتی تھیں۔ خوب ساری شراب پینے کے بعد وہ وہاں سے جانے کے لیے اٹھا تو کامران اور صابر اس کے پیچھے ہی اٹھے تھے۔

ooooooo

وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ قبیلے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ چلتے چلتے اسے ایک دو دفعہ اپنے پیچھے شک ہوا تو اس نے پلٹ کر دیکھا تھا لیکن اسے کوئی نظر نہ آیا تو کندھے اچکا کر دوبارہ سے اپنے سفر کی طرف گامزن ہو گیا۔

لیکن ابھی وہ تھوڑا ہی آگے گیا تھا کہ اسے قدم آگے نہ اٹھانے دیے۔ اس نے پھر سے پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا تو اب کی دفعہ اندھیرے میں ہلکا سا کسی کا سایہ محسوس ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھنے کے بجائے واپس پیچھے کی طرف قدم اٹھاتا آہستہ آہستہ پلٹ کر آنے لگا تھا۔ شراب کے نشے میں آنکھیں پوری طرح سے کھل نہیں رہی تھیں لیکن اسے یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی اس کا پیچھا ضرور کر رہا ہے۔

کون ہے؟ یہاں چھپ کر کیوں بیٹھے ہو؟ سامنے آؤ۔ کیا راگا ڈاکو کا سامنا" کرنے کی ہمت نہیں ہے کیا؟" وہ غصے سے پھنکار رہا تھا جب اگلے ہی لمحے صابر نکلتے ہوئے اس کے سامنے آیا۔ پولیس کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ بھاگنے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے اچانک ہی کسی نے اس کے سر پر زور سے ڈنڈا مارا تھا۔ وہ اگلے ہی

لمحے ہوش وحواس کھوتا بے ہوش ہو چکا تھا جب کہ صابر نے ایک نظر کامران کو دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اس کا نیم بے ہوش وجود اٹھا کر وہاں سے گھسیٹتے ہوئے خاموشی سے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

انہیں امید تو نہ تھی کہ راگا ڈاکو اس طرح ان کے ہاتھ لگ جائے گا لیکن وہ ان کے نہ صرف ہاتھ لگ چکا تھا بلکہ اگر وہ اس کام کے لیے راضی ہو جاتا تو وہ ان کے لیے بہت زیادہ فائدہ مند بھی ثابت ہو سکتا تھا اور ان لوگوں کا ارادہ اس سے پوری طرح سے فائدہ اٹھانے کا تھا۔ اس دفعہ وہ بالکل بھی کوئی غلطی کرنے والے نہیں تھے۔ آج وہ راگا ڈاکو کو اپنے ہاتھ سے نکلنے کی اجازت تو وہ ہرگز نہیں دینے والے تھے سردار کو پکڑنے کے لیے راگا ڈاکو کے خوابوں کی منظر تعمیر کرنی تھی۔

تبھی وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتے تھے۔

○○○○○○○

حال

بالا صبح صبح ہی تیار ہو کر قبیلے سے نکل گیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے گھر میں کون کون ہو گا لیکن اس کا مقصد صرف اور صرف بیلا کی امی سے ملاقات کرنے کا تھا۔

وہ اسے ہسپتال میں بہت ہی اچھی خاتون لگی تھیں، ان سے باتیں کر کے کافی مزہ بھی آیا تھا، وہ اتنا تو جانتا تھا کہ وہ ایک اچھی خاتون ہیں اور یقیناً وہ اس کے دلی جذبات کو سمجھنے کی کوشش بھی کریں گیں۔ اس کا ارادہ بہت صاف اور واضح تھا۔ وہ انہیں اپنے اندر کی ساری فیلنگز بتا دینا چاہتا تھا۔

اتنا تو وہ بھی سمجھتا تھا، ایک ماں کے لیے اس سے بڑی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ ان کا ہونے والا داماد ان کی بیٹی سے محبت کرتا ہے کیونکہ محبت سے بڑا اور کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اگر وہ ان کی بیٹی سے محبت کرتا تھا تو پھر اس کی عزت رکھنا اس کی اولیں ترجیح تھی۔ وہ ان سے کچھ بھی چھپانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اس نے بہت صاف اور کلیئر بات کرنی تھی ان سے۔

وہ اتنا جلدی نکلنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن دعام صبح سویرے ہی اس کے سر پر سوار تھی۔ اس کی آنکھ کھلی تو وہ پہلی دفعہ اسے اس کمرے میں دیکھ کر حیران ہو گیا تھا جو اپنے ہاتھ میں استری شدہ سفید رنگ کا کرتا شلوار لٹکائے ہوئے تھی جب کہ دوسرے ہاتھ میں اس کے لیے ایک ڈیسنٹ سے بوٹ تھے۔

وہ تو حیران ہی رہ گیا تھا، اسے لگا تھا کہ دعام اسے دولہا بنا کر بھیجنا چاہتی ہے۔

جبکہ اسے زبردستی جگانے کے بعد اس نے وہ کپڑے پہننے کا آرڈر جاری کیا تھا، پھر اس کے باہر آنے پر اسے وہی جوتے پہننے کے لیے کہا تھا جو وہ اس کے لیے لے کر آئی تھی۔ وہ اس کی ہر بات مان رہا تھا جب کہ اس کے بال تو اس نے خود بنائے تھے۔

اور پھر یہ آرڈر بھی جاری کر دیا تھا کہ خبردار جو ان آنٹی کے سامنے چہرے پر نقاب کر کے بیٹھے رہے۔ یہ چہرہ انہیں دکھانا ہے تا کہ انہیں پتہ چلے کہ ان کا ہونے والا داماد کتنا پیارا دکھتا ہے۔

خیر دعام کی باتوں پر وہ صرف ہنستا رہا تھا وہ تو اسے بہن کی نظر سے دیکھتی تھی اور بہن کی نظر میں تو بھائی بہت پیارے ہوتے ہیں۔ اب وہ انہیں کیسا لگنے والا تھا یہ تو وہی بتا سکتی تھیں۔ ہاں لیکن اس کی حرکتوں پر مسکرا کر وہ قبیلے سے نکلتا سیدھا شہر کی طرف آیا تھا۔ پہلے اس کا ارادہ ساتھیوں کے ساتھ آنے کا تھا لیکن سردار نے صاف انکار کر دیا تھا۔

اس کا کہنا تھا کہ یہ جنگ اس نے اکیلے لڑنی ہے اور وہ اکیلے ہی جائے گا۔ اسے کسی طرح کے باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ہے اس گھر سے تعلق صرف اس کا ہے اس لیے بہتر ہو گا کہ وہ وہاں اکیلا ہی جائے۔ باقی سب لوگ اس کی بارات پر ساتھ آنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

سو وہ اکیلا ہی یہاں آ گیا تھا، حالانکہ پہلی دفعہ بیلا کی امی سے ملتے ہوئے اسے عجیب نہیں لگا تھا لیکن اس دفعہ لگ رہا تھا۔

○○○○○○○○○

"یہ کیا ریان؟ تم ڈیوٹی پر جا رہے ہو؟ بیلا بھی دوپہر 12 بجے کے بعد واپس آئے گی اور تم بھی اس طرح سے جا رہے ہو۔ آج تو وہ لڑکا آئے گا نا ملنے کے لیے، تمہیں میرے پاس یہیں پر گھر پر رکنا چاہیے۔" امی اسے دیکھتے ہوئے بولی تھیں جو فل یونیفارم میں اپنے پولیس اسٹیشن جانے کے لیے بالکل تیار تھا۔

"نہیں امی، آج صرف آپ ہی اس سے ملیں گی اور بہتر ہو گا کہ آپ اس سے ملاقات کر کے ساری باتیں کلیئر کر لیں۔ اور جہاں تک میری پسند ہے تو میں تو اس چیز کو قبول کرنے کو تیار ہوں کہ میں اپنی بہن کی طلاق نہیں کروانا چاہتا باقی آپ بہتر جانتی ہیں کہ آپ نے اس سے کون سے سوال کرنے ہیں اور کس طرح سے یہ سب کچھ ہینڈل کرنا ہے۔ رباب فی الحال آپ کے پاس ہی ہے، تھوڑی ہی دیر میں بیلا بھی آپ لوگوں کو جوائن کر لے گی۔ مجھے نکلنا ہے، باقی اس کے کھانے پینے کا سارا سامان میں رات کو ہی لے آیا تھا۔"

"رباب اس کے لیے لنچ کا انتظام کر رہی ہے۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ امی نے کچھ بھی بولے بنا اس کے لیے بس دعا خیر کی تھی۔ جب کہ رباب

اسے چھوڑنے کے لیے دروازے تک آئی تھی۔ اس نے بالا کے آنے کا انتظار نہیں کیا تھا، نہ جانے اس نے آگے کون سا قدم اٹھانا تھا جبکہ رباب یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ اگر بالا کے یہاں ہوتے ہوئے بیلا گھر واپس آ گئی تو وہ اسے کس طرح سے سب کچھ بتائے گی۔

لیکن جاتے جاتے ریان اسے بے فکر کر گیا تھا یہ کہہ کر کہ وہ بیلا کو ساری سچویشن سمجھا چکا ہے اور وہ اس کے اس مقصد میں اس کا پوری طرح سے ساتھ دے گی۔ رباب کو یہ بات ٹھیک نہیں لگ رہی تھی، وہ ڈاکو کوئی عام ڈاکو نہ تھے جو ان لوگوں کے ہاتھوں بے وقوف بن جاتے۔

لیکن یہ بات وہ اسے سمجھانے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا، نہ جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ کوئی بڑا طوفان ان کا منتظر ہے۔

جس طرح یہ سب کچھ ہو رہا تھا ممکن تھا کہ یہ سب کچھ آنے والے وقت میں ان کے لیے خطرہ بن جائے لیکن وہ کسی کو بھی سمجھا نہیں پا رہی تھی۔ اس نے ریان کو رات کو ہلکا پھلکا اس بارے میں بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن

ریان تو ہر طرح کی پلاننگ کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس معاملے میں وہی کر رہا تھا جو اس کے سینیئرز چاہتے تھے جب کہ رباب کو یہ اس کی بے وقوفی لگ رہی تھی۔

○○○○○○○○

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رباب نے دروازہ کھولا تو وہ سامنے ہی سفید رنگ کے سوٹ میں کافی جاذب نظر لگ رہا تھا، آنکھوں پر کالا چشمہ تھا جو دروازہ کھولنے سے کچھ سیکنڈ پہلے ہی اس نے اتار لیا تھا۔

السلام علیکم۔" اس نے رباب کو دیکھتے ہوئے کہا جس نے فوراً سلام کا جواب" دیتے ہوئے اس کے لیے دروازہ کھول دیا تھا جب کہ وہ خاموشی سے اندر داخل ہوتے ہوئے رباب سے کسی بھی طرح کا سوال کیے بغیر ہی سیدھا کمرے کی طرف آ گیا تھا۔

اسے حیرانی ہوئی تھی کہ وہ کیسے جانتا ہے کہ امی کا کمرہ کس طرف ہے لیکن پھر خیال آیا کہ اس دن وہ اسے اسی کمرے میں لے کر آئی تھی۔

اور اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہوئی تھی جب کہ اس نے انتہائی ادب سے سامنے بیٹھی عورت کو سلام کرتے ہوئے ان کے سامنے آکر اپنا سر جھکایا تھا۔

یہ لڑکا انہیں پہلے ہی نظر میں پسند آیا تھا۔ اس کے ساتھ پہلی ہی ملاقات ان کی بہت خوشگوار تھی لیکن انہیں ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ دوسری ملاقات میں وہ ان کی بیٹی کا شوہر بن کر ان سے ملے گا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے ہاتھ اٹھا کر اس کے سر پر پھیرا تھا۔

اس دن اس کے ڈاکو ہونے کے بارے میں سن کر انہیں اتنی حیرت نہیں ہوئی تھی جتنی زیادہ حیرت انہیں یہ سوچ کر ہو رہی تھی کہ وہ ان کی بیٹی کا شوہر تھا۔

السلام علیکم، کیسی ہیں آپ؟ اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟ دوبارہ ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں؟ ارے، کیا ضرورت ہے دوبارہ ڈاکٹر کے پاس جانے کی؟ آپ کی تو اپنی بیٹی ماشاء اللہ سے ڈاکٹر ہے، اس نے ٹھیک سے آپ کا چیک اپ کیا ہو گا نا؟ ویسے میرے خیال میں آپ کو ہائی بی پی اور شوگر ہے، آپ کو احتیاط کرنی چاہیے۔ اس دن شاید آپ نے کچھ ایسا سنا یا دیکھا تھا جس کی وجہ سے آپ نے

ٹینشن لی تبھی آپ کی طبیعت اتنی زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ ویسے آپ کو گھر پر اکیلے بالکل بھی نہیں رہنا چاہیے، خاص کر جو انسان بیمار ہو اسے تو بالکل بھی اکیلے نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

وہ ان کے پاس وہیں چارپائی پر ان کے پیروں کی طرف بیٹھ گیا تھا جبکہ انہوں نے اشارے سے سامنے صوفے کی طرف بیٹھنے کے لیے کہا تھا لیکن وہ ان کے پاس ہی بیٹھا تھا اور اب جس طرح دوستانہ انداز میں وہ ان سے باتیں کرنے لگا تھا وہ انہیں برا تو ہر گز نہیں لگ رہا تھا۔

میں جانتا ہوں آپ مجھ سے بیلا کے حوالے سے سوال کرنا چاہتی ہیں، کریں" ضرور کریں۔ میں ہر طرح کے سوال کا جواب دینے کے لیے بالکل تیار ہوں۔ میں نہیں جانتا ریان نے آپ کو میرے بارے میں کیا بتایا ہے یا بیلا میرے بارے میں کیا سوچتی ہے لیکن میں اپنی طرف سے آپ سے بہت ساری باتیں کہنا چاہتا ہوں بلکہ آپ سے کچھ وعدے بھی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ان کی دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تھا۔

جب آپ اپنی بیٹی کسی انجان کے حوالے کرتے ہیں تو یہ لمحہ بہت زیادہ تکلیف" دہ ہوتا ہے۔ آپ لوگ اپنی بیٹی کے نصیبوں سے ڈرتے ہیں کیونکہ ہم نہیں "جانتے کہ آنے والی زندگی ان کی کیسی ہوگی۔

میں آپ سے کوئی بڑے بڑے وعدے نہیں کروں گا کہ میں آپ کی بیٹی کو" خوش رکھوں گا یا دنیا لا کر اس کے قدموں میں رکھ دوں گا۔ نہیں، میں اس "طرح کی کوئی بات آپ سے نہیں کروں گا۔

میں ایک ڈکیت ہوں، چوری ڈاکا کرنا ہی میرا کام ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے" کہ آج تک اس چوری یا ڈاکے کا حرام کا پیسہ میں نے گلے سے نہیں اتارا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے والدین نے بچپن سے ہی ہمیں حلال اور حرام کی پہچان بتائی ہے۔ میرے والد صاحب بھی ڈکیت تھے، میں جانتا ہوں حیرانگی ہو رہی ہوگی آپ کو یہ سن کر۔" وہ ہلکا سا مسکرا کر ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

آپ یقیناً سوچ رہی ہوں گی کہ جس کا باپ ہی ڈکیت ہے وہ بھلا حرام یا حلال" کی پہچان کہاں رکھتا ہوگا لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہم جس قبیلے میں رہتے ہیں وہاں

پیچھے کی طرف ہم لوگوں نے اپنی زمینوں پر کھیتی باڑی کر رکھی ہے۔ ہم وہاں بڑے پیمانے پر فصلیں اگاتے ہیں جو ہمارے حق حلال کی کمائی کی ہوتی ہیں۔"

"اور ہم وہی کھاتے ہیں جو ہماری اس کمائی سے حاصل ہوتا ہے۔ ہم نے اپنی ڈکیتی سے ایک نوالہ بھی اپنے بھوکے پیٹ کو بھرنے کے لیے نہیں لیا ہے۔ یہ آپ کی مرضی ہے، آپ میری بات پر یقین کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کیونکہ میرے لیے یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ میں آپ کو اس بات کا یقین دلاؤں کہ میں آپ کی بیٹی کو حلال کھلاؤں گا حرام نہیں۔"

وہ انہیں دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ وہ حیران تو تھیں ہی اسے سن کر، لیکن نہ جانے کیوں ان کا دل کر رہا تھا اس کی ہر بات پر یقین کرنے کا۔ اس کے لہجے میں سچائی تھی۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر تم لوگ یہ چوریاں ڈکیتیاں کرتے کیوں ہو؟ اگر تم لوگوں کی حق حلال کی کمائی اتنی ہے کہ تم اس سے اپنا پیٹ بھر سکو، اپنی

ضروریات زندگی پوری کر سکو تو پھر یہ ڈکیتی کرنے کا کیا مقصد ہے ؟ کیا اپنے باپ دادا کی لکیر کاٹ رہے ہو تم لوگ کہ جو ہمارے والدین نے کیا وہی ہم کریں گے ؟" امی کے لہجے میں ہلکا سا غصہ تھا جبکہ ان کا غصہ سمجھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"ہماری چوری ڈکیتی کی ہزار وجوہات ہیں لیکن فی الحال وجہ پاکستان میں بڑھتی ہوئی غربت ہے اور اس سے بھی زیادہ وجہ غریب کا مزید غریب ہونا ہے۔ آپ اپنے ملک کے حالات دیکھ رہے ہیں۔"

"یہاں کروڑوں کے حساب سے لوگ ہیں جو بھوکے مر رہے ہیں۔ ہم سب کو کھانا نہیں کھلا سکتے اور نہ ہی کسی کو حق دلوا سکتے ہیں لیکن ہم اپنی طرف سے ایک چھوٹی سی کوشش کرتے ہیں کہ جن کے لیے ہمارے بس میں ہے ہم ان کے لیے کچھ کریں۔"

"ہم غریب بچوں کا علاج کرواتے ہیں، جو لوگ خود کچھ کر نہیں سکتے ان کے لیے ہم ایک آس کا دیا جلاتے ہیں، ایک امید بندھتے ہیں کہ کوئی ان کے ساتھ ہے۔"

"وہ بوڑھی عورتیں یا مرد جن کی کوئی اولاد نہیں یا جن کے بچے انہیں بے آسرا، بے سہارا چھوڑ گئے ہم ان کا سہارا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حق حلال کی کمائی سے یہ ممکن نہیں ہے لیکن جن لوگوں کا حق لوٹ کر انہیں بے موت مارا جارہا ہے ہم انہیں ان کا حق دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں میری باتوں پر آپ یقین نہیں کر پا رہی ہوں گی لیکن یہ ہی حقیقت ہے۔ خیر، میں یہاں اپنی صفائیاں دینے یا اپنے کام کی تفصیلات بتانے آپ کو نہیں آیا تھا۔ میں آپ کو بس یہ بتانے کے لیے آیا تھا کہ بیلا سے نکاح کی وجہ میری محبت ہے۔"

"میں نے بیلا کو پہلی دفعہ ہسپتال میں دیکھا تھا، اسے دیکھتے ہی میرے دل میں عجیب طرح کے جذبات پیدا ہوئے۔ میں کوئی ان پڑھ گنوار ہرگز نہیں ہوں،

اگر آپ چاہیں تو تقریباً ساڑھے تین چار سال پہلے کا رزلٹ نکال کر آپ دیکھ سکتی ہیں، میں نے بورڈ میں پوزیشن لی ہوئی ہے۔" اب کی دفعہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں چمکی تھیں جبکہ اس کی آنکھوں کی معصومیت دیکھ کر نہ جانے کیوں امی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی تھی۔

آپ کی بیٹی کے لیول کا پڑھا ہوں، پی ایچ ڈی کر رکھی ہے میں نے۔ ہاں چلیں" چھوڑیں، آپ کی بیٹی زیادہ قابل سہی، لوگوں کو چیرنا پھاڑنا میرا کام ہے لیکن یہ پٹیاں وٹیاں مجھ سے نہیں ہوتی تو یہ والی فیلڈ میں، میں آپ کی بیٹی کو خود سے آگے مانتا ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں ہلکی سی شرارت تھی۔

جب میں نے اسے پہلی دفعہ دیکھا تھا نا تبھی مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ پھر" محبت بھی ایسی ہوئی کہ سوچ لیا کہ شادی کروں گا تو اسی لڑکی کے ساتھ کروں "گا۔ ویسے کافی بدتمیز ہے آپ کی بیٹی، بہت زیادہ نخرے کرتی ہے۔

باقی اگر زبردستی نکاح کرنے کی بات کروں تو آپ ہی بتایئے اگر میں زبردستی" نہیں کرتا تو کیا وہ آسانی سے مجھ سے شادی کے لیے راضی ہوتی؟ نہیں نا، کبھی

نہیں۔ جانتا ہوں وہ کبھی مجھ سے شادی نہیں کرتی تو آپ ہی بتائیے میں اور کیا کر سکتا تھا؟

ویسے وہ کسی کتاب میں لکھا ہے نا محبت اور جنگ میں سب جائز ہے، جنگ تو مجھے آپ کی بیٹی سے ساری زندگی لڑنی ہے لیکن اس سے پہلے محبت کی ہے تو محبت ہی نبھاؤں گا نا اور پھر میں نے اس فارمولے کے تحت وہی کیا جو میرے دل "نے کہا۔

اور اب میں وہ کروں گی جو میرا دل چاہے گا۔" وہ اچانک اس کی بات کاٹتے" ہوئے بولیں تو بالا نے ایک نظر انہیں دیکھا تھا پھر نگاہیں جھکا گیا۔

آپ کی مرضی ہے، جو آپ کا دل چاہے وہ کریں ہاں لیکن آپ کو گارنٹی دے" سکتا ہوں کہ جتنی محبت میں بیلا سے کرتا ہوں اس دنیا میں اور کوئی نہیں کر سکتا، جتنا میں چاہتا ہوں اسے کوئی نہیں چاہ سکتا۔ اس دنیا میں ایسا کوئی انسان ہی نہیں ہے جو بیلا کو مجھ جیسی محبت دے۔ میں اس کے لیے دنیا اس کے قدموں "میں نہیں رکھ سکتا ہاں لیکن ساری دنیا سے لڑ سکتا ہوں۔

میں اس کے لیے آسمان سے چاند ستارے توڑ کر نہیں لا سکتا ہاں لیکن" "خوشیوں سے اس کا دامن بھر سکتا ہوں۔

مجھے بیلا سے محبت ہے، اور میری محبت مجھے سب سے پہلے اس کی عزت کرنا" سکھاتی ہے۔ اگر آپ اس شادی کے لیے راضی نہیں ہیں تو میں کوئی زبردستی نہیں کروں گا ہاں لیکن میں اسے کبھی چھوڑوں گا بھی نہیں کیونکہ محبتوں کو "چھوڑ دینا ہمارے قبیلے کا رواج نہیں ہے۔

مجھے بیلا چاہیے ہر قیمت پر چاہیے لیکن بیلا کے ساتھ ساتھ مجھے آپ کی طرف" سے تھوڑا سا ممتا کا سایہ چاہیے۔ آپ کا وہ بیٹا ہے نا اسے بڑا غرور ہے کہ اس کے "پاس ماں ہے۔

مجھے یہ غرور چاہیے،" وہ ان کی گود میں سر رکھتے ہوئے بولا تو پہلے تو وہ حیران" ہوئی تھیں پھر اس کا یہ معصوم سا انداز انہیں اچھا بھی لگ رہا تھا جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"لگتا ہے بیلا آگئی،" کچن سے نکلتی رباب نے بس اتنا ہی کہہ کر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے تھے جب کہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ کب سے ان کی نگاہیں خود پر محسوس کر رہا تھا لیکن اس کا سارا دھیان دروازے کی طرف تھا۔

○○○○○○○

"لگتا ہے سردارنی کا کھانا ہضم نہیں نمبو پانی بنا دوں؟" سردار اپنے دو تین کام نپٹا کر واپس آیا تو جمرو کو ایک پتھر پر حیرت سے بیٹھے دیکھا تھا۔ اس نے جمرو کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو دعا م اسے تیز تیز قبیلے میں گھومتی نظر آ رہی تھی وہ حیران ہوتا جمرو کے کندھے پر ہاتھ رکھنے لگا تھا جب جمرو نے عجیب و غریب بات کی تھی۔ اس نے گھور کا جمرو کو دیکھا۔

"دیکھو نا، کیسے چلے جا رہی ہے، چلے جا رہی ہے۔ اسے دیکھ کر مجھے میرے پیروں میں درد محسوس ہونے لگا ہے۔ یہ تو تھک ہی نہیں رہی۔" جمرو کافی زیادہ پریشان تھا جبکہ اس کے اس طرح تیز گھومنے پر پریشان تو سردار بھی ہو گیا

تھا۔ جمرو کو اس کے حال پر چھوڑتے ہوئے وہ اس کے پاس آتا جاتا اس کا بازو تھام کر اسے روک گیا۔

"کہیں پر واکنگ کمپیٹیشن ہو رہا ہے جس کی پریکٹس کر رہی ہو؟ تم کیا کب سے چلے جا رہی ہو، چلے جا رہی ہو، تم تھک جاؤ گی اس طرح سجن سائیں۔ آرام سے بیٹھو، کیا ہوا ہے؟ بتاؤ مجھے۔" وہ اسے وہیں چارپائی پر بٹھاتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

"نہیں کوئی کمپیٹیشن نہیں ہو رہا۔ میں نا، ویٹ کر رہی ہوں بالا بھیا کے واپس آنے کا۔ پتہ نہیں وہاں کیا ہو گا؟ آنٹی نے کیا بولا ہو گا؟ کہیں وہ آنٹی کھروس ٹائپ ہوئی تو انہیں تو بالا بھیا پسند ہی نہیں آئیں گے۔"

"اور اگر انہیں بالا بھیا پسند نہیں آئے تو پھر شادی نہیں ہو گی نا؟ ساری کی ساری تیاری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ مجھے بہت ٹینشن ہو رہی ہے ڈاکو جی۔" وہ پریشانی سے اپنا مسئلہ اسے بتانے لگی تو سردار نے سر پکڑ لیا تھا۔

اس سے کسی عقلمندی کی امید تو وہ ویسے بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن اس طرح کی بے وقوفی کی امید بھی وہ نہیں رکھتا تھا۔

"ریلیکس ہو جاؤ یار، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ تھوڑی دیر میں وہ واپس آ جائے گا اور وہاں کچھ نہیں ہو گا۔ وہ ان سے بات کرے گا، انہیں بتائے گا کہ وہ بیلا سے محبت کرتا ہے اور کوئی بھی والدین اپنی بیٹی کی طلاق تھوڑی نہ سوچیں گے اور پھر ریان کی طرف سے تو یہی پتہ چلا ہے کہ وہ لوگ شادی کی تیاریاں کر رہے ہیں تو ظاہری سی بات ہے کچھ حد تک تو اس کی والدہ راضی ہی ہوں گی نا؟ تم بے کار میں اتنی ٹینشن لے رہی ہو۔"

"نہیں ڈاکو جی، صرف میں ٹینشن نہیں لے رہی، صبح بالا بھیا بھی کافی زیادہ پریشان لگ رہے تھے۔"

"کچھ بھی نہیں ہوتا، چلو آؤ باہر کی طرف چلتے ہیں۔ قبیلے کا چکر لگا کے آتے ہیں میدان میں ابھی ناچ گانا شروع ہو گا شادی کے دنوں میں ایسے ہی رونقیں لگے گی۔ وہ اچانک ہی موڈ بدلتے ہوئے بولا۔

تو وہ فوراً اس کے ساتھ اٹھ گئی تھی کیونکہ اس وقت اس کا دماغ بالا سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔ اچھا ہی تھا کہ وہ اس کے ساتھ کہیں چلی جاتی، تھوڑی دیر ریلیکس ہو جاتی اور پھر اسے منا بھی تو سکتی تھی نا؟ وہ جتنا اس کے ساتھ وقت گزارے گا، اتنا ہی اپنے بچپن کے بارے میں اسے بتائے گا۔

تھوڑا سا نخرہ کرتا تھا، لیکن وہ اسے سب کچھ بتا بھی تو رہا تھا؟ ابھی تک تو اسے سردار کی زندگی بہت اچھی لگ رہی تھی، وہ اپنے بچپن کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہا تھا۔

لیکن آگے کیا کیا ہو گا یہ تو صرف سردار ہی جانتا تھا۔

○○○○○

السلام علیکم۔" بیلا نے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی اسے دیکھ لیا تھا لیکن" چہرے پر کسی بھی طرح کا غصہ رکھے بغیر اس نے بڑی نرمی سے سلام پیش کیا۔ جس کا جواب امی کے ساتھ ساتھ بالا نے بھی بڑی خوش دلی سے دیا تھا۔

وعلیکم السلام، آؤ میری بچی ہم تمہارے ہی آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔" امی اسے دیکھتے ہوئے بولیں جب کہ وہ نرمی سے ہاں میں سر ہلاتی اپنا بیگ اور سامان سامنے میز پر رکھنے لگی تھی۔

امی میں فریش ہو کر آتی ہوں، مجھے بہت بھوک لگی ہے، ناشتہ بھی نہیں کیا" میں نے۔ آپ تب تک مہمان کو کمپنی دیں۔" وہ ہرگز یہاں نہیں بیٹھنا چاہتی تھی اسی لیے فوراً ہی بہانہ کر کے وہاں سے نکل گئی تھی جبکہ بالا اس کے اتنے نرم لہجے پر حیران ہو رہا تھا۔ وہ کہاں اس سے اتنی نرمی سے بات کرتی تھی، ہر وقت تو اس نے مرچیاں چبائی ہوتی تھیں لیکن آج اس کی نگاہوں میں نہ کوئی نفرت محسوس ہوئی نہ ہی کوئی غصہ۔ آج یہ لڑکی اتنی شانت کیسے تھی؟

وہ حیران ضرور ہو رہا تھا جبکہ بیلا کمرے سے نکلتی باہر آئی تو رباب بھی تیزی سے اس کے پیچھے آئی تھی۔

تم یہاں ہاتھ منہ دھو، کھانا لگنے لگا ہے۔ بیلا کو بھی بھوک لگی ہے، مل کر کھانا کھاتے ہیں، تمہارے لیے رباب نے اسپیشل انتظامات کیے ہیں، آخر ہمارے گھر

کا داماد پہلی دفعہ ہمارے گھر آیا ہے۔" امی اسے دیکھتے ہوئے بولیں تو اب کی دفعہ بالا نے گہری نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھا تھا جہاں پر بے تحاشا نرمی کے ساتھ ساتھ مسکراہٹ بھی تھی، ان کی اس قدر خوبصورت مسکراہٹ پر وہ مسکرا دیا تھا۔ اب تک یقین نہیں آیا تھا کہ وہ لوگ سچ میں اسے قبول کر چکے تھے۔

پتا نہیں وہ لوگ اسے قسمت کا سمجھ کر قبول کر رہے تھے یا پھر اس کی محبت نظر آگئی تھی، ہاں لیکن وہ لوگ کافی اچھے سے پیش آ رہے تھے۔ ان کے کہنے کے مطابق وہ اٹھ کر کمرے کے اندر ہی بنے واش روم میں چلا گیا تھا۔

ooooooo

"نہیں بھابھی آپ فکر نہ کریں، بھیا مجھے سب کچھ بتا چکے ہیں۔ وہ رات کو مجھے فون کال پر بھی اپنی ساری پلاننگ کے بارے میں بتا چکے تھے۔

اور اس کے بعد آج صبح اپنے کام پر جانے سے پہلے وہ آئے تھے ہسپتال مجھ سے ملنے کے لیے، وہاں انہوں نے مجھے مکمل بات سمجھائی ہے کہ وہ لوگ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

جس طرح کی پلاننگ ہے، مجھے تو لگتا ہے کہ بھائی کی یہ پلاننگ کامیاب ہو "جائے گی اور یہ ڈاکو پکڑے جائیں گے ان شاءاللہ۔ اب یہ ڈاکو اپنے انجام تک پہنچیں گے اور جہاں تک میری بات ہے تو میں تو بہت خوش ہوں یہ سوچ کر کہ میری وجہ سے ایسے لوگ پولیس کی چار دیواریوں کے پیچھے ہوں گے۔

آپ نہیں جانتیں یہ لوگ کتنے خطرناک ہیں، اللہ پاک جلد ہی انہیں ان کے انجام تک پہنچائے گا۔"

بیلا ہاتھ منہ دھوتے ہوئے اس سے باتیں کر رہی تھی جبکہ رباب اسے یہی سب بتانے آئی تھی کہ وہ بالا کے سامنے کسی طرح کا کوئی تماشہ نہ کرے،

یہ سارا اس کے بھائی کا پلان ہے۔ ویسے تو رباب کو یہ سب کچھ کرتے اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ جہاں اس کے شوہر اور کسی باہر والے کا

مقابلہ ہو گا وہاں وہ اپنے شوہر کا ہی ساتھ دے گی، بے شک اس کا شوہر صحیح ہو یا غلط اور جہاں تک بات صحیح اور غلط کی تھی تو یہ حقیقت تھی کہ یہ ڈاکو ہی اس معاملے میں غلط نکلتے تھے اور پولیس والے صحیح۔

ریان اکرم کوئی کرپٹ افسر تو ہر گز نہیں تھا جو اپنی جیبیں بھرنے کے لیے اس طرح کا کوئی کام کرتا تو یقیناً اس معاملے میں ساری غلطی ان ڈاکوؤں کی ہی تھی جو غلط کام کرتے تھے۔ صرف ان کے اچھے اخلاق یا اچھے بول چال کے ساتھ وہ انہیں صحیح تو قرار نہیں دے سکتی تھی، وہ ڈاکو تھے اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی، یہیں پر وہ غلط ثابت ہو جاتے تھے۔

"وہ سب کچھ تو ٹھیک ہے بیلا لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے، یہ کافی خطرناک ہو گا اور پھر یہ لوگ تو سیدھے شادی والے دن پر جا رہے ہیں اگر تو وہ لوگ پہلے کی پلاننگ کر لیتے، مہندی یا کسی اور رسم پر تو مجھے اتنی پریشانی نہیں ہوتی لیکن شادی والے دن۔۔۔"

اوہو میری معصوم بھابھی، میں تمہیں سمجھاتی ہوں، شادی والے دن کی"
پلاننگ اس لیے کی گئی ہے تاکہ اس دن یہ سارے ڈاکو بارات لے کر یہاں آئیں۔ قبیلے کے اندر وہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے ان کا قبیلہ ان کا اپنا علاقہ ہے، وہاں پر ہر چیز ان کے کنٹرول میں ہے لیکن قبیلے کے باہر ان ڈاکوؤں کی کوئی اوقات نہیں ہے، یہ سب لوگ پکڑے جائیں گے اور اگر ان کا سب سے بڑا آدمی یعنی کہ سردار دلدار پکڑا گیا تو پھر سمجھ لیجیے کہ یہ قبیلہ بے جان ہو جائے "گا۔

اور ان لوگوں کا مقصد ہی سیدھا سردار دلدار کو ٹارگٹ کرنا ہے۔ وہ قبیلے کے "
اندر جا کر کچھ نہیں کر سکتے لیکن قبیلے کے باہر وہ بڑی پلاننگ کر رہے ہیں، میں تو "کافی ایکسائٹڈ بھی ہوں۔ چلیے آیئے چل کر کھانا کھاتے ہیں

اور ڈاکو بالا کی خوش فہمیوں کی دیوار کو اور بلند کرتے ہیں۔ اس دفعہ بھائی کا"
پلان یقیناً کامیاب ہو گا اور اس کے بعد دیکھنا یہاں کیا کیا ہو گا، مجھے تو اس دن کا شدت سے انتظار ہے جس دن ڈاکو بالا کے ہاتھ میں ہتھکڑی ہو گی اور وہ جیل کی

چار دیواریوں کے پیچھے ہو گا۔" وہ ہاتھ دھو کر اٹھتے ہوئے اندر کی طرف قدم بڑھا چکی تھی جبکہ رباب خاموشی سے اس کے پیچھے آنے لگی تھی۔

ooooooo

یہ قیمہ کھاؤ، رباب بہت اچھا قیمہ بناتی ہے۔" امی خود اس کی پلیٹ میں کھانا" ڈالتے ہوئے بولیں تھی جب کہ وہ صرف ہاں میں سر ہلاتا کھانے لگا تھا۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی ایک پولیس والے کے گھر میں وہ اس طرح کی کوئی شاہی دعوت کھائے گا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اسے یہاں آکر مزہ آ رہا تھا، اگر یہاں پر وہ خود ہوتا تو شاید اور بھی زیادہ مزہ آتا۔

لیکن یقیناً وہ اسے کسی طرح کی خوشی نہیں دینا چاہتا تھا اسی لیے تو یہاں سے چلا گیا تھا۔ خیر جو بھی تھا وہ امی سے مل کر بہت خوش ہوا تھا۔ وہ ایک اچھی خاتون تھیں، ایک سمجھنے والی خاتون تھیں۔ اسے یہ سوچ کر خوشی ہو رہی تھی کہ وہ اس کی محبت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں یا شاید سمجھ چکی تھیں۔ ان کی باتوں سے، ان کے انداز سے یہی لگ رہا تھا کہ وہ اس کی باتوں پر یقین کر چکی

ہیں اور اگر یقین نہیں بھی کیا تھا تو اسے اتنا پتا تھا کہ وہ اسے جھوٹا یا پھر غلط نہیں سمجھ رہی تھیں۔

"یہ کباب لو، بیلا کے پسندیدہ ہیں۔ بیلا تو دیوانی ہے کباب کی، اسے جتنے کباب مل جائیں آرام سے بیٹھ کر کھالیتی ہے اور ایک اور تمہیں بات بتاؤں اگر گھر میں کسی دن کباب بنے ہوں تو یہ روٹی نہیں کھائے گی۔"

"اور یہ بات میں تمہیں اس لیے بتا رہی ہوں تاکہ شادی کے بعد تم میری بیٹی کی پسند کا خیال رکھو۔" وہ جوان کی باتوں کو پورے غور سے سن رہا تھا، ان کی بات پر مسکرادیا۔

جبکہ بیلا جو پوری طرح سے اپنے کھانے کی طرف متوجہ تھی، امی کو اس طرح اس کی پسند ناپسند کے بارے میں اسے بتانے پر حیرت سے انہیں دیکھنے لگی، اسے اپنی ماں سے ایسی امید ہرگز نہیں تھی۔

"نہیں، اتنے بھی زیادہ پسند نہیں ہیں امی اور ویسے بھی اب میری پسند بدل رہی ہے۔ مجھے پچھلے دنوں اسٹڈیز میں پتا چلا ہے کہ صرف کباب نہیں کھانے

چاہیے، یہ صحت کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ سو میں چھوڑنے کے بارے میں ہی سوچ رہی ہوں، آپ میری وجہ سے انہیں کسی مصیبت میں نہ ڈالیں۔"

وہ عجیب سے انداز میں بولی تھی جب کے بالا حیران ہوا تھا، وہ اس کے متعلق ایسے بات کر رہی تھی۔

جیسے وہ شادی کے بعد اسے اس کے میکے لے کر آیا ہو، بیلا کا اتنا بدلاؤ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ کیا وہ بھی اس شادی کو قبول کر چکی تھی؟ ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟

بیلا کی امی کا اس کی محبت کو سمجھنا ایک اچھا سگنل تھا لیکن بیلا جس طرح اس کے سامنے کبھی پانی کبھی روٹی اور کبھی سویٹ رکھ رہی تھی وہ اس کے لیے حیران کن تھا، وہ زیادہ بول نہیں رہی تھی لیکن پھر بھی اس کا انداز سب کچھ جتاتا ہوا تھا۔

اچھا تو اب تمہیں سمجھ میں آ گیا کہ یہ نقصان دہ ہوتا ہے اور میں جو اتنے" سالوں سے سر پیٹ رہی ہوں اس کا کیا؟" امی اسے گھور کر بولیں تو وہ کھل کھلا کر ہنسی تھی۔

اچھا بابا مان لی نا آپ کی بات، اب چھوڑیں جو بھی چیز لوں گی روٹی کے ساتھ" "لوں گی۔

آپ مجھے چھوڑیں آپ اپنے داماد کی فکر کریں۔ یہ بریانی کی ڈش مجھے پاس" کریں۔" وہ خود ہی اٹھ کر بریانی لے کر اس کی پلیٹ میں نکالنے لگی تھی جبکہ وہ حیران ہو رہا تھا۔ کچھ تو گڑبڑ تھی، یہ سب کچھ اتنا سیدھا نہیں تھا جتنا دکھایا جا رہا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رباب کے ہاتھ میں ذائقہ اور جادو ہے لیکن بریانی" بیلا بھی بہت اچھی بناتی ہے۔" وہ اپنی سوچوں میں مصروف بیلا کو دیکھ رہا تھا جب اسے پھر سے امی کی آواز سنائی دی۔

فکر نہ کریں میں شادی کے بعد کھلاؤں گی نا ان کو۔ مجھے سب کچھ بنانا آتا ہے۔" ویسے آپ کو کیا پسند ہے کھانے میں؟" وہ اس کی پلیٹ میں سلاد ڈالتے ہوئے بولی

تو بالا سے اب مزید کچھ نہ کھایا گیا تھا۔ پہلے اسے صرف شک تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے لیکن اب اسے یقین ہو رہا تھا کہ کچھ نہیں بہت کچھ گڑبڑ ہے۔ کوئی تو کھچڑی پک رہی ہے۔

مجھے وہ سب کچھ پسند ہے جو تم بناؤ گی اور مجھے کھلاؤ گی۔ خیر کافی دیر ہو چکی ہے، " مجھے نکلنا ہے۔"" وہ کیا ہے نا کہ قبیلے میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں تو ایسے میں مجھے وہاں بٹھا کر پتہ نہیں کون کون سی طرح طرح کی رسمیں کی جاتی ہیں۔ ہم کل مایوں کریں گے، پرسوں مہندی اور اس سے اگلے دن ہم بارات لے کر آجائیں گے اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو۔" وہ ایک نظر بیلا کو دیکھتا اب ان کی طرف متوجہ ہوا جو اس کی بات سن کر مسکرا دی تھیں۔

بیٹا اتنی جلدی ؟ ہمیں تھوڑا وقت چاہیے تیاری کرنے کے لیے۔ میرا مطلب "
ہے میں تو نہیں جانتی تھی نا ان سب چیزوں کے بارے میں تو میں سوچ رہی
تھی کہ تھوڑا وقت ہم صبر کر لیتے ہیں کوئی ہفتہ 10 دن کا وقت ہونا چاہیے نا،
" آخر ہم نے بیٹی دینی ہے۔

ارے نہیں نہیں امی، کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ ؟ بھائی نے کہا تو ہے کہ "
سب کچھ ہو جائے گا اور پھر مجھے بھی نہیں لگتا کہ نکاح والی بات زیادہ دن تک
" چھپانی چاہیے۔

امی پتہ نہیں کیا کیا کہنے والی تھی جب اچانک بیلا بول پڑی، اب کی دفعہ بالا کے
چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

بیلا بیٹا تم چپ کرو، ایسے معاملوں میں لڑکی نہیں بولتی۔ " انہوں نے ذرا سختی "
سے کہا تھا۔ شادی کے معاملے میں وہ اتنی بے وقوف تو نہیں ہو سکتی تھی۔

ارے نہیں امی، میں تو بس بھائی کی بات دہرا رہی ہوں، بھائی سے پوچھ تو لیجیے "
نا ایک دفعہ، ہو سکتا ہے ان کا ارادہ کچھ اور ہو اور ویسے بھی انہوں نے خود مجھ

سے یہ بات کہی تھی تبھی تو میں کہہ رہی ہوں باقی ان کا نمبر تو ہے نا بھائی کے پاس، بھائی آپ کو رات کو کال کر کے بتا دیں گے۔"

وہ کچھ زیادہ ہی ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی شادی کے نام پر حالانکہ بالا کو بہت اچھے طریقے سے سمجھ میں آرہا تھا کہ یہ ایکسائیٹمنٹ شادی کی نہیں بلکہ کسی اور چیز کی ہے۔ہاں لیکن اس کی بات پر مسکرا کر اس نے سر ہلا دیا تھا یعنی کہ وہ اس کی اور اس کے بھائی کی ہر طرح کی پلاننگ کو فیس کرنے کے لیے پوری طرح سے تیار تھے۔

ooooooo

ماضی

"مجھے چھوڑ دو، ہائے مجھے چھوڑ دو، میں نے کچھ نہیں کیا، خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔" وہ کرسی پر بندھا ہوا بری طرح سے رو رہا تھا، تڑپ رہا تھا جب کہ وہ دونوں اپنے کان بند کیے آرام سے بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔

بچوں کی طرح رونا بند کرو راگا ڈاکو، یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ تم نے بہت کچھ کیا"

"ہے،

تو تمہیں چھوڑا تو بالکل بھی نہیں جاسکتا کیونکہ تم پولیس کی حراست سے "

بھاگے ہوئے ایک ڈاکو ہو، آج نہیں تو کل تو پولیس نے تمہیں پکڑ ہی لینا تھا تو

اس طرح یہ ناٹک بند کرو اور ہوش میں آ جاؤ، ہم جانتے ہیں کہ اس وقت تک

تمہارا شراب کا نشہ بھی اتر چکا ہے اس لیے بہتر ہو گا کہ سیدھے ہو کر ہماری

بات سنو ورنہ تمہارا نقصان ہی ہو گا کیونکہ ہم تو یہاں تمہارے بہت زیادہ

فائدے کی بات کرنے والے ہیں۔" وہ جو اپنے ہی ڈرامے بازیوں میں لگا ہوا

تھا، ان کی بات سن کر حیران ہوتا نارمل حالت میں بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں

کو پیچھے کی طرف ہتھکڑی سے کرسی کے اندر باندھا گیا تھا تاکہ کسی بھی طرح

سے وہ چھوٹ نہ جائے جب کہ اسے کندھوں پر درد بھی ہو رہا تھا۔

لیکن ان لوگوں کی بات سن کر حیران ہو تا وہ اب ان کے چہرے دیکھ رہا تھا جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اسے اصل مقصد کی طرف لانے میں لگ گئے تھے۔

مجھے پتہ تھا فائدے کی بات سنتے ہی تمہارا سارا نشہ بھی اڑ جائے گا اور رونا دھونا" بھی بند ہو جائے گا۔" صابر نے ہنستے ہوئے کہا تھا جب کہ وہ کھسیانی انداز میں ذرا سا سر جھٹک کر پھر سے ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ہم تمہارے فائدے کی ہی بات کریں گے فکر مت کرو، ذرا سوچو اگر "
تمہارے اوپر سے ہر طرح کا کیس ختم ہو جائے، پولیس جو جگہ جگہ تمہیں ڈھونڈ رہی ہے تمہاری تلاش اچانک ختم کر دے اور صرف اتنا ہی نہیں اور بھی بہت سارے فائدے کی بات کرتے ہیں، جتنے لوگ تمہاری جان کے دشمن بن رہے ہیں ان لوگوں کو ہم گرفتار کر لیں، ان پر جھوٹے کیس لگا کر انہیں اندر کر دیں، وہ لوگ کبھی بھی تمہاری جان کو نقصان پہنچانے کے بارے میں نہ سوچ

سکیں۔ چلو اس سے بھی زیادہ فائدے کی بات کرتے ہیں۔" وہ جو حیرت سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا، آخری بات پر ذرا حیران ہوتا پورا کا پورا کان لگا گیا تھا۔

"فرض کرو کہ کچھ ایسا ہو جائے کہ تم ڈکیت قبیلے کے سردار بن جاؤ، ایک دفعہ پھر سے بادشاہی تمہارے ہاتھ آ جائے، ایک دفعہ پھر سے تم اس جگہ حکومت کرنے لگو جو تمہاری تھی۔" اب کی دفعہ انسپیکٹر صابر کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی جبکہ راگا ڈاکو تو آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی بات کا مطلب سمجھا ہی نہ ہو اور اگر سمجھا بھی ہو تو یقین نہ کر پایا ہو۔

"ہاں بالکل ٹھیک سنا تم نے، یہی کہا ہے میں نے کہ اگر تم دوبارہ سے ڈکیت قبیلے کے سردار بن جاؤ تو۔۔۔"

"تم لوگ مجھ سے کروانا کیا چاہتے ہو؟ اس کی طرف آؤ، ڈکیت قبیلے کا سردار تو میں تب تک نہیں بن سکتا جب تک دلاور زندہ ہے، اسی لیے مجھے یہ جھوٹی امید لگانا بند کرو۔ تم لوگ چاہتے کیا ہو؟ کیا کروانا ہے تم لوگوں نے مجھ سے؟ تمہاری شکلیں دیکھ کر لگ رہا ہے کہ تم لوگ مجھ سے کوئی بڑا فائدہ لینا چاہتے ہو،

کچھ ایسا ہے جو تم لوگوں کو آسانی سے نہیں مل رہا اسی لیے تم مجھ سے ہر طرح کا کیس ختم کرنے کی بات کر رہے ہو، میں بھلا تم لوگوں کو کیا دے سکتا ہوں؟

"ایک خطرناک ترین ڈاکو جس کے تم لوگ دشمن ہو،

جس کی بھلائی کے بارے میں تم لوگ سوچ نہیں سکتے جس پر تم لوگوں کو اتنا" بڑا انعام ملنے والا ہے اسے چھوڑنے کی بات کرتے ہوئے تمہاری جان جانی چاہیے اور یہاں پر تم پلاننگ کر رہے ہو۔ اتنا تو سمجھ میں آ رہا ہے مجھے کہ تم لوگ جو بھی پلان کر رہے ہو اس میں فائدہ تم لوگوں کا ہے میرا نہیں تو سیدھا سیدھا بتاؤ کہ کیوں مجھے یہاں لے کر آئے ہو اور مجھ سے تم لوگوں کو کیا حاصل ہو گا؟" وہ جیسے اصل مدعے کی طرف آ گیا تھا۔

ڈیل دونوں ہاتھوں سے ہوتی ہے راگا ڈاکو اور یقین جانو کہ ہم بھی دونوں" طرف سے ہاتھ ملانا چاہتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تمہارا فائدہ کروائیں گے تو ہمارا ابھی تو فائدہ ہو گا، ہم قبیلے پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، قبیلے کی ساری عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں، ہم جانتے ہیں قبیلے کے مرد وحشی ہیں وہ بنا

سوچے سمجھے گولیاں چلائیں گے، ہمارا نقصان ہو گا۔ ہم جانی نقصان نہیں چاہتے بلکہ اس پلاننگ کے ساتھ ہم ڈکیت قبیلے کے سارے ڈاکوؤں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد ان لوگوں کو ان کے انجام تک پہنچانا ہے۔ تمہارے ہوتے ہوئے ہمیں نقصان نہیں ہو رہا تھا لیکن جب سے سردار دلا وہاں کا سردار بنا ہے، ہمیں نقصان ہو رہا ہے۔ اس انسان نے ہماری وردیوں پر سوالیہ نشان چھوڑ دیا ہے، اس کی وجہ سے ہمیں باتیں سننی پڑتی ہیں، اسی لیے ہم نے سوچا ہے کہ ہم اس معاملے میں تم سے مدد لیں گے اور ہمیں یقین ہے کہ تم ہماری مدد ضرور کرو گے کیونکہ اگر تم ہماری مدد کرو گے تو ہم تمہاری مدد کریں گے کہ جو تم سے چھینا گیا ہے تمہیں واپس مل جائے گا۔"

"وہ سب کچھ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے کرنا کیا ہے؟" "ایک بات یاد رکھو جس آدمی کی بات تم لوگ کر رہے ہو وہ چیل سے زیادہ تیز نگاہ رکھتا ہے اور چیتے سے زیادہ تیز رفتار، تم لوگوں کی پلاننگ ہی تم لوگوں کی موت کی وجہ بن سکتی

ہے۔" راگاڈاکو نے صاف اور واضح الفاظ میں انہیں دلاور کے غصے کی انتہا سمجھائی تھی۔

ہم ہر چیز سوچ اور سمجھ کر کر رہے ہیں، تم بتاؤ تمہیں اپنی سرداری واپس" چاہیے یا نہیں؟ کیا تم ایک آزاد زندگی گزارنا چاہتے ہو یا نہیں، اس علاقے کے "رگ رگ میں ایک دفعہ پھر سے اگر تمہارا ڈر پیدا ہو جائے تو۔۔۔

مجھے منظور ہے، جو تم لوگ کہو گے میں کرنے کو تیار ہوں۔" وہ جیسے بات ہی ختم کر گیا تھا جب کہ صابر اور کامران ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے تھے، بڑی آسانی سے انہوں نے اس آدمی کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسا لیا تھا۔

ooooooo

حال

وہ واپس قبیلے میں داخل ہوا تو قبیلے میں اچھا خاصا شور شرابا تھا۔ ڈھول بج رہے تھے جبکہ وہ سب لوگ پھر سے محفل جمائے بیٹھے ہوئے تھے۔

بلکہ آج تو خاص قسم کا ناچ گانا بھی ہو رہا تھا، وہیں دعام بہت زیادہ ان سب چیزوں کو انجوائے کر رہی تھی، سردار بھی وہیں بیٹھا پوری طرح سے دعام کے چہرے کی طرف متوجہ تھا۔

اس کے چہرے کی مسکراہٹ تو ویسے بھی اس کی جان لیتی تھی، اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے وہ بالا کی طرف متوجہ ہوا جو سیدھا آ کر اس کے پاس بیٹھا تھا۔

کچھ مزا نہیں آرہا، ہلکی پھلکی سی فائرنگ کریں کیا؟" وہ ہلکا سا سردار کے کان" کے قریب جھکتے ہوئے بولا تو سردار کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی مطلب صاف تھا کہ اس کی امی شادی کے لیے مان چکی تھیں۔

سب کچھ ٹھیک رہا؟ کیا کہا انہوں نے تم سے؟ کس طرح کے سوال کیے اور" شادی کے بارے میں ان لوگوں نے کیا کہا؟ کیا ارادہ ہے؟ کب تک رخصتی کریں گے اور کوئی مسئلہ تو نہیں بنایا؟" سردار نے سیریس ہو کر اس سے سوال جواب شروع کر دیے۔

رخصتی تب کریں گے جب ہم چاہیں گے، انہوں نے کوئی ایسا ویسا سوال نہیں"

"کیا، بہت اچھے سے ملی ہیں مجھ سے، مجھے تو بڑی پیاری خاتون لگی لیکن۔۔۔

وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تو سردار نے اسے گھورا تھا جب کہ وہ ہلکا سا مسکرا

دیا۔

کچھ گڑبڑ ہے میرے بھائی، کچھ گڑبڑ ہے، کوئی تو کھچڑی پک رہی ہے دونوں"

بہن بھائیوں میں، کچھ ایسا ہے جو ہم سے چھپا ہوا ہے یا ہم سے چھپانے کی

کوشش کی جا رہی ہے، بیلا کا انداز آج ویسا نہیں تھا جیسا ہونا چاہیے۔ میرا

مطلب ہے زبردستی نکاح اس کے بعد زبردستی رخصتی، اتنا سب کچھ ہونے کے

بعد بیلا اتنی زیادہ نارمل تھی۔ یہاں تک کہ اپنی ہی شادی کے بارے میں کھل

"کر بات کر رہی تھی، رخصتی بھی جلدی چاہتی ہے وہ۔

ہاں تو اس کے پیچھے وجہ یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ وہ تمہاری محبت کو سمجھ رہی"

ہو؟ تم غلط مطلب کیوں نکال رہے ہو، ہو سکتا ہے اس نے اس رشتے کے

بارے میں سوچا ہو اور اسے تم اپنے لیے پسند آ گئے ہو؟" سردار نے اسے کچھ اور سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن بالا نے نفی میں سر ہلایا۔

وہی تو، پسندیدگی مجھے اس کی نگاہوں میں کہیں نظر نہیں آئی ہاں لیکن اس کی" "باتوں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ کچھ تو ہے جو وہ لوگ کرنے والے ہیں۔

یہ سب کچھ اتنا سیدھا نہیں ہے جتنا لگتا ہے۔ بیلا کی امی سیدھی سادی خاتون" ہیں، مجھے کافی پسند آئیں لیکن بیلا سیدھی سادی نہیں ہے، کوئی کھچڑی پک رہی ہے۔ میں نے کہہ دیا کہ کل مایوں، پرسوں مہندی اور اس سے اگلے دن رخصتی کریں گے۔ کہہ رہے ہیں کہ سوچ کر جواب دیں گے، دیکھتا ہوں کب تک فون آتا ہے جب کہ بیلا کو اس چیز پر کوئی اعتراض نہیں ہے وہ تو فوراً رخصتی کا بول "رہی تھی۔

دلہن کا شادی کے لیے راضی ہونا سمجھ میں آتا ہے لیکن اتنا زیادہ راضی ہونا سمجھ میں نہیں آ رہا اتنی زیادہ ایکسائٹمنٹ تو مجھے شادی کی نہیں ہے جتنی اسے ہو رہی ہے خیر میں ڈانس کرنے جا رہا ہوں میری منکوحہ شادی کے لیے تیار ہو گئی ہے

میرے لیے تو خوشی کی بات ہے وہ اٹھتے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ ہی اٹھ گیا تھا جو اسے زبردستی بیچ میں لاتے ڈانس کروا رہے تھے۔

کل تک تو نہیں لیکن اب بالا بھی شادی کو لے کر کچھ حد تک انٹرٹین ہونے لگا تھا۔ ان سب کے بیچ میں وہ بھی انہی کے انداز میں ہاتھ بلند کرتا خود کو ہلکا ہلکا موو کر رہا تھا جیسے اب اس شادی میں اسے مزا آنے لگا ہو۔

جبکہ سردار گہری سوچ میں پڑ گیا تھا، وہ اس شادی میں کسی طرح کی کوئی گڑبڑ نہیں چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس معاملے میں ریان کسی طرح کی کوئی چال بازی کرے لیکن ریان اپنی اوقات دکھا رہا تھا، وہ بے ایمانی کر رہا تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھا جب زبردستی دعام اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے گھسیٹ کر بالا، جمرو اور میرو کے بیچ لے آئی تھی۔

"میری شادی ہے کمینے، دوست ذرا ناچ کے دکھا، کوئی مذاق تھوڑی ہے، تیرا بھائی دولہا بن رہا ہے۔" بالا بھی زبردستی اسے کھینچتے ہوئے بولا تھا۔

کھوتے انسان مجھے پریشانی ہو رہی ہے اور تجھے ناچ گانے کی پڑی ہے، اگر"

"ریان نے سچ مچ میں کوئی گڑبڑ کر ڈالی تو۔۔۔

اس کی اتنی اوقات نہیں ہے کہ وہ کچھ گڑبڑ کر سکے لیکن پھر بھی اگر اس نے"

کوئی گڑبڑ کر ہی ڈالی تو بھی بارات یہاں سے جائے گی اور واپس بھی ضرور آئے

گی۔ اب وہی ہو گا جو ہم چاہیں گے، میری دلہن راضی ہے، مجھے اور کسی کے ہاں

کی ضرورت نہیں ہے، اب تو دلہن خود بھی انکار کرے تو بھی بارات نہ تو رکے

گی اور نہ ہی ان لوگوں کی کوئی بھی چال کامیاب ہو گی، اسی لیے تو بے فکر ہو جا،

مجھے اپنے یار سردار دلدار یلغار پر پورا یقین ہے، وہ سب کچھ سنبھال لے گا۔"

وہ سرگوشی نما آواز میں بولا تو سردار قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

ہاں بھائی تو بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے، میں تو تیرے یار سردار کو بھول ہی گیا تھا،"

اس کے ہوتے ہوئے تو کوئی ٹینشن ہے ہی نہیں۔ بارات جائے گی اور دھوم

"دھام سے ائے گی۔

اگر ان لوگوں نے کوئی چالبازی کی تو ہم بھی تھوڑا بہت دماغ کا استعمال کر لیں گے۔" وہ آنکھ دبا کر اپنی جیب سے پستول نکالتے ہوئے آسمان کی طرف کرتا ایک جھٹکے میں دعام کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا چکا تھا جبکہ اگلے ہی لمحے فائرنگ کے ساتھ دعام نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

اور اس کی فائرنگ کے ساتھ ہی سب لوگوں کی فائرنگ شروع ہو گئی تھی، دعام اس کے سینے سے لگی بری طرح کانپ رہی تھی لیکن آسمان پر روشن ہوتے ستارے دیکھ کر وہ ہر تھوڑی دیر میں اس کے سینے سے سر نکال کر اوپر دیکھ رہی تھی۔

سازشیں رچی جارہی تھیں، پر اپر پلاننگ کی جارہی تھی لیکن اب کس کی پلاننگ کامیاب ہونی تھی یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔

○○○○○

رات تقریباً سوا گیارہ بجے کا وقت تھا۔ ابھی تک محفل جمی ہوئی تھی، ہر طرف شور شرابا تھا، جب سردار کے نمبر پر کال آئی تھی۔ اس نے موبائل فون پر چمکتا ہوا انسپیکٹر ریان اکرم کا نام دیکھا تھا۔

السلام علیکم، کیسے ہو دو نمبر پولیس والے؟ شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچی؟" میں سوچ رہا تھا کہ ساری رسمیں ایک ساتھ ہی کرتے ہیں۔ نکاح تو ہو چکا ہے تو لمبے چکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بہت زیادہ رسمیں نہیں کریں گے لیکن جو نارمل شادی کی چار پانچ رسمیں ہوتی ہیں، انہیں ہم کریں گے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہمارے قبیلے کی سب سے "بہترین شادی ہو۔

اب اپنی بہن کے حوالے سے کچھ نہ کچھ خواب تو تم نے بھی سجائے ہوں گے" تو کیا ارادہ ہے تمہارا؟ ویسے ہم تمہاری والدہ کی طرف سے جواب کے منتظر ہیں۔ کیا فیصلہ کیا ہے انہوں نے شادی کے بارے میں؟

بتادو ہمیں تاکہ ہم ان کی مرضی کے مطابق یہ سارے فنکشن ارینج کرلیں۔

ویسے ہمارے یہاں تو چھوٹی موٹی رسمیں اور ہلا گلا شروع ہو چکا ہے۔" سردار

نے فون کان سے لگاتے ہی اسے بتادیا تھا کہ وہ اس کا کسی بھی طرح کا کوئی بہانہ

سننے کے لیے ہرگز راضی نہیں ہے۔

وعلیکم السلام ہاں دلدار، میں بھی اسی سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ "

جیسے تم لوگ مناسب سمجھو ویسا ہی کرنا ہے۔ میں بھی زیادہ رسمیں نہیں چاہتا

"لیکن بہن کا معاملہ ہے تو جو چھوٹی موٹی رسمیں ہوتی ہیں وہ تو ہم کریں گے ہی۔

بالاخود ہی بتا کر گیا تھا کہ کل مایوں کی رسم کرنی ہے، اس کے بعد مہندی کی "

اور اس کے بعد رخصتی کی۔ تو ہم بھی اسی حساب سے سب کچھ کرنا چاہتے

"ہیں۔

باقی جہاں تک رسمیں ایک ساتھ کرنے کی بات کر رہے ہو تم تو مجھے یہ "

مناسب نہیں لگتا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ رسمیں الگ الگ ہی ہوں۔ رخصتی

"کے بعد ہی وہ دونوں ساتھ رہیں۔

وہ پُرسکون انداز میں بول رہا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ ان کے حکم کا غلام ہو اور وہی کر رہا ہو جو کہ وہ چاہتے ہیں۔

جبکہ اس کی اتنی فرمانبرداری پر دلدار تھوڑا سا حیران بھی ہوا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے، جب تم نے ہماری اتنی ساری باتیں مان لی ہیں تو اگر رسمیں ایک ساتھ نہیں بھی ہوں گی تو بھی کوئی بات نہیں۔ تم لوگ اپنی تیاری کرو، کل پھر ہم مایوں کر لیں گے اور باقی جس طرح رسم آئے گی ویسے ہی ہوتا رہے گا، ہم جمعہ کے دن بارات لے کر آجائیں گے۔" وہ پُرسکون انداز میں بولا۔

جب کہ سردار مزید لمبی بات کرنے کے بجائے اسے الوداع کہہ کر فون بند کر کے دوبارہ سے قبیلے والوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو پوری طرح سے بالا کی شادی انجوائے کر رہے تھے۔

ooooooo

بالا بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا، کچھ تو کھچڑی پک رہی تھی۔ کچھ تو یہ لوگ کر رہے تھے۔ ان کے انداز ویسے نہیں تھے جیسے ہونے چاہیے تھے۔

ریان اکرم کا اس قدر نارمل ہونا اور پھر یوں اچانک شادی کے لیے مان جانا بات کو کوئی اور رنگ دے رہا تھا۔

ریان سے بات کر کے وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں تھا جتنا بنا کر پیش کیا جا رہا تھا۔ وہ پُر سکون ہو کر واپس ان سب میں آ کر بیٹھتا انہیں ان کی مستیاں کرنے دے رہا تھا۔

دعام بھی کافی زیادہ انجوائے کر رہی تھی۔

یہ مایوں کی رسم میں کیا ہوتا ہے اور تم کیا کرنے والی ہو سجن سائیں؟ کل ہو گی" تمہاری یہ رسم اس کے بعد اگلے دن مہندی، ویسے یہ مہندی کی رسم تو لڑکیوں کی ہوتی ہے نا، ہم کیا کریں گے اس رسم میں؟

اس سے اگلے دن رخصتی ہو گی اور اس سے اگلے دن ہم ولیمہ کروا دیں گے، کیا خیال ہے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جس پر دعا مکمل ایکسائٹڈ ہو گئی۔

"ارے مایوں میں نا ہلدی اُبٹن لگاتے ہیں، جلیبیاں ہوتی ہیں، پکوڑے ہوتے ہیں، مٹھائیاں ہوتی ہیں اور دولہے کو شادی سے پہلے تھوڑا نکھارا جاتا ہے، دعائے خیر ہوتی ہے، بس یہی سب کچھ اور مہندی لڑکوں کی بھی ہوتی ہے، صرف لڑکیوں کی نہیں ہوتی جناب اور میرے ہوتے ہوئے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے، میں ہر چیز کر لوں گی۔" وہ مزے سے بولی تھی۔

"اچھا مطلب جو یہ تم لوگ پرسوں کر رہے تھے وہ کل صبح دوبارہ کرنا ہے؟"" ہلدی اُبٹن والی بات پر اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ جو رسم پہلے ہی ہو چکی تھی وہی وہ دوبارہ کرنے والے تھے۔

"اوہو ڈاکو جی، وہ تو بس ایک فیس پیک سمجھ لیجیے جو میں نے دولہا بننے سے پہلے اپنے بھائی کو لگوایا تھا لیکن کل کی رسم جو ہو گی نا اس میں اور بھی بہت ساری

چیزیں ہوں گی۔ سب سے پہلے تو اس میں آئے ہوئے مہمانوں کو کچھ اچھا سا
"کھلایا پلایا جاتا ہے۔

دعائے خیر کی جاتی ہے تاکہ شادی اچھے سے ہو جائے۔ صدقہ دیا جاتا ہے"
تاکہ ہر طرح کی مصیبت ٹل جائے۔" وہ اسے تفصیل سے بتا رہی تھی جبکہ
سردار یہ سوچ رہا تھا کہ یہ رسم واقعی بہت ضروری تھی کیونکہ اتنا تو وہ سمجھ ہی
چکا تھا کہ ریان اکرم کوئی ایسا سیدھا سادہ آدمی نہیں ہے، وہ جلیبی کی طرح ٹیڑھا
ہے اور اس معاملے میں کوئی اس پر کسی بھی طرح اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔

ریان اکرم ایک شاطر پولیس والا تھا، اس میں کوئی شک نہیں تھا، وہ اپنی
قابلیت سے بہت کچھ حاصل کر سکتا تھا لیکن افسوس کہ ان کے سامنے اس کا
شاطر دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

لیکن سردار کو لگ رہا تھا کہ یہ ریان اکرم اس پر اکیلے حملہ نہیں کرنے والا، جتنا
وہ پُرسکون تھا اور جس طرح وہ اپنی ہی بہن کی شادی کروانے پر آ گیا تھا،
مطلب صاف تھا کہ اس کے پیچھے بہت بڑے ہاتھ تھے جن پر اعتبار کر کے وہ

غلطی کر رہا تھا اور یہ تو اسے آنے والے وقت میں پتا چلا تھا کہ سردار کے ساتھ پنگا لینا تو بہت دور کی بات ہے، پنگا لینے کی بات سوچنا بھی خطرناک ہے۔

ooooooo

ماشاءاللہ ماشاءاللہ باجی، یہ تو کمال ہو گیا آپ لوگوں نے تو مجھے کانوں کان خبر" نہیں ہونے دی کہ آپ لوگ بیلا کی شادی کر رہے ہیں۔ اتنی جلدی یوں اچانک شادی؟ میں تو حیران رہ گئی۔ آج جیسے ہی میں نے گھر کا دروازہ کھولا تو محلے کے بچے نے آکر مجھے بتایا کہ محلے میں شادی ہے، مجھے تو پہلے سمجھ ہی نہیں آیا کہ شادی کس کی ہے لیکن جب اس نے یہ بتایا کہ ہماری بیلا کی شادی ہے، "میں تو دروازوں کو تالے لگائے بغیر ہی یہاں آگئی۔

کون ہے لڑکا؟ کہاں کا ہے؟ وہ بھی کوئی ڈاکٹر ہے کیا؟ بیلا کی طرح۔"شرمیلا" خالہ ان کے پاس بیٹھ کر ہی ان سے سوال جواب کرنے لگی تھی جبکہ امی نرمی سے ان کے سارے سوالوں کے جواب دے رہی تھیں۔

ہاں شرمیلا، میں تمہیں فون کرنے ہی والی تھی، مجھے لگا کہ تم اب تک اپنی بیٹی "
کے سسرال میں ہی ہو گی تب ہی تمہیں تنگ نہیں کیا۔ اب سناؤ تمہارا داماد کیسا
"ہے؟

ٹھیک ہے، ماشاءاللہ بہتر ہے، ٹانگ ٹوٹی ہے، لگنے میں وقت تو لگ ہی جائے "
گا۔ اللہ پاک اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آپ بس بتائیں کہ شادی اتنی
جلدی کیوں کر رہے ہیں؟" وہ دوبارہ انہیں اسی موضوع پر لے آئی تھی۔

بس وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، اسی لیے ہم فوراً شادی کر "
"رہے ہیں، ماشاءاللہ سے نکاح ہو چکا ہے۔

آج دوپہر میں محلے کے لوگوں کو بلا کر چھوٹا سا مایوں کا فنکشن کریں گے، کل "
مہندی ہو گی،" وہ تفصیل سے انہیں بتانے لگی تھی۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ، اچھی بات ہے باجی، بیٹی جب بھی اپنے گھر کی ہو "
"جائے۔۔۔ لڑکا ڈاکٹر ہو گا ہماری بیلا کی طرح؟

نہیں، ڈاکٹر تو نہیں ہے لیکن ماشاء اللہ اچھا خاصا پڑھا لکھا ہے۔ خیر تم یہاں باتوں میں مت لگ جاؤ، جاؤ جا کر دیکھو، رباب تیاری کر رہی ہے مایوں کی، محلے کی کئی لڑکیاں بھی آئی ہوئی ہیں مدد کے لیے تم بھی لگ جاؤ کام پر۔" وہ جیسے معاملہ ختم کرنا چاہتی تھی، صبح سے کئی لوگ ان کے پاس آ چکے تھے، جب انہوں نے محلے میں یہ خبر کی تھی کہ آج شام کو وہ بیلا کی مایوں کی رسم کر رہے ہیں، صبح سے کئی لوگ آ چکے تھے ان سے طرح طرح کے سوال کرنے کے لیے لیکن وہ سب کو مناسب جواب دے رہی تھی، وہ کسی طرح کا کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی تھی اسی لیے کوشش یہی تھی کہ سب کچھ خیر خیریت سے ہو جائے۔

وہ اللہ کی رضا میں خوش رہنے والی عورت تھی اور وہ بیٹی کے معاملے میں بھی ہر چیز کو اللہ کے سپرد کر چکی تھی۔ بے شک ان کی بیٹی کی زندگی کا جو بھی فیصلہ ہوا تھا وہ بہتر ہی تھا، ہر کام میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ یہ جان کر وہ

اس رشتے میں بھی اللہ کی طرف سے رضامندی سمجھ کر پوری طرح سے شامل ہو رہی تھی۔

ooooooo

ماضی

"تمہارا مہمان کب تک یہاں رہنے کا ارادہ رکھتا ہے؟ یوسف اسے کب بھیج رہے ہو یہاں سے؟ تمہیں نہیں لگتا کہ بچے بھی پریشانی کا سامنا کر رہے ہیں، بچے دھوپ میں نہ کھیلیں اسی لیے وہ کمرہ کھول کر دیا تھا لیکن بچے پھر بھی دھوپ میں ہی کھیل رہے ہیں۔"

"صرف اور صرف تمہارے اس مہمان کی وجہ سے۔ تم جانتے بھی ہو کہ بالا کو سخت دھوپ میں گرمی دانے ہو جاتے ہیں لیکن تمہیں تو بس مہمان کی فکر کھائے جا رہی ہے۔"

یوسف اس کے پاس آکر بیٹھا تو اس نے اس کا دھیان باہر کی طرف کھیلتے بالا اور دلدار کی طرف لگایا تھا۔

ہاں، میں آج بات کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اس سے۔ کافی دن ہو گئے ہیں، " "میرا خود بھی آمنا سامنا نہیں ہوا، نہ جانے کہاں ہوتا ہے۔

سچ کہوں تو پرسوں تو مجھے لگا تھا کہ کہیں چلا گیا ہے لیکن میں نے شوکت سے " پوچھا تو اس نے کہا کہ رات کو واپس آجاتا ہے۔ خیر میں آج بات کرتا ہوں اس سے کہ کب وہ جانے کی تیاری کر رہا ہے؟ اب مہمان ہے تو کیا سر پر بٹھالیں؟ میرے خیال میں اتنے دن تک ہی مہمان نوازی کی جا سکتی تھی۔" یوسف بھی جیسے اب یہ معاملہ ختم کرنا چاہا تھا۔ اب تو راگاڈا کو بالکل ٹھیک لگ رہا تھا، اسے کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں تھی، چلتے پھرتے بھی آسانی تھی اور شاید اب جو لوگ اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے وہ بھی اس کا پیچھا چھوڑ کر اپنی زندگیوں میں آگے بڑھ چکے تھے لیکن راگاڈا کو تو یہیں کا یہیں ہو کر رہ گیا تھا۔

ہاں، بات کرو اس سے اور جتنی جلدی ہو سکے اسے یہاں سے دفع کرو، اس" کی وجہ سے بچوں کو پریشانی ہو رہی ہے۔

کل بھی سردار کہہ رہا تھا کہ اس کا کمرہ مہمان کو دے دیا ہے جس کی وجہ سے وہ "لوگ کھل کر بات نہیں کر سکتے۔

ہاں میں بات کرتا ہوں آج ہی اس سے اور تم بچوں کو اتنی اہمیت کیوں دے" رہے ہو؟ بچوں کی بھلا کون سی ایسی باتیں ہیں جو چھپ کر یا کھل کر کریں گے؟ ان کے نخرے بڑھ رہے ہیں۔" یوسف نے کہا تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

وہ بچے نہیں رہے، بڑے ہو رہے ہیں، جوانی کی دہلیز پر پہلا قدم پڑ رہا ہے ان" "کا یوسف، یہ وقت ہم نے بھی گزارا ہے اور ایک ساتھ گزارا ہے۔

میں تم سے اور تم مجھ سے ہر بات کرتے تھے اور یوں ہی چھپ کر ہی کرتے" تھے تاکہ ہم اپنی بات کسی دوسرے تیسرے کے کان تک نہ پہنچنے دیں۔ لگتا "ہے اپنا وقت تمہیں یاد نہیں رہا۔

سردار مسکرا کر بولا تو یوسف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یاد ہے بابا، سب کچھ یاد ہے، کرتا ہوں بات راگا ڈاکو سے، اسے قبیلے سے باہر" نکالنے کا انتظام کرتا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جبکہ سردار بھی رات کی ڈکیتی کی تیاری کرنے لگا تھا، آج رات وہ ایک بہت بڑی ڈکیتی کرنے والے تھے۔

ооооооо

کہاں ہوتے ہو تم آج کل راگا؟ میں دو تین دنوں سے تم سے بات کرنے کے" "لیے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں لیکن تم تو مل ہی نہیں رہے ہو۔

لگتا ہے اپنی کوئی مصروفیات ڈھونڈ لی ہیں تم نے۔ خیر سردار کا حکم ہے کہ تم" اب قبیلہ چھوڑ کر چلے جاؤ۔

میرا مطلب ہے ہم تمہاری اتنی ہی مہمان نوازی کر سکتے تھے جتنی کہ کر چکے ہیں۔ اب تمہیں بھی یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ مہمان اتنے دن بھی بیٹھا اچھا

نہیں لگتا اور اب تمہارے زخم بھی بھر چکے ہیں، میرا نہیں خیال کہ تم پولیس والوں کی نظر میں ہو اور جو لوگ تمہاری جان کے دشمن بنے ہوئے تھے وہ بھی خاموش ہیں تو اب تمہیں اپنا کوئی ٹھکانہ ڈھونڈ لینا چاہیے۔ تمہاری وجہ سے ہمارے بچے بھی مشکل کا سامنا کر رہے ہیں۔ سردار کو ہرگز پسند نہیں ہے کہ بچوں پر بات آئے اور تم تو جانتے ہو کہ یہ کمرہ جو ہم نے تمہیں دیا ہوا ہے یہ سردار اور بالا کا تھا، بالا زیادہ دیر تک دھوپ میں نہیں چل سکتا، اس کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔"

"اسی لیے سردار نے انہیں یہ کمرہ دے رکھا تھا، لیکن اب جب سے تم یہاں آئے ہو یہ کمرہ تمہارے پاس ہے تو بچوں کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہاں تک کہ دوسرے بچے بچوں کے کھلونے بھی توڑ دیتے ہیں، قبیلے میں بچوں کے بیچ چھوٹے موٹے مقابلے بھی چلتے رہتے ہیں، ایسے میں ہم نے اپنے بچوں کو ذرا الگ ماحول دینے کی کوشش کی تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم میری بات کو سمجھو گے اور جتنی جلدی ہو سکے اپنا بوریا بستر پیک کر کے یہاں سے نکلو

گے۔" یوسف نے بنا لگی لپٹی رکھے اس سے کہا تھا، بچوں کا تو جیسے کوئی بہانہ ہی تھا اسے یہاں سے نکالنے کے لیے۔

یوسف یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟ میں کہاں جاؤں؟ ابھی تو میرا کوئی ٹھکانہ " ہی نہیں ہے اور سچ کہوں تو مجھے تو اپنی طبیعت بھی ٹھیک محسوس نہیں ہو رہی ہے۔ مجھے ابھی کچھ دن کے لیے مزید یہاں رہنے کی ضرورت ہے، میرے دشمن ختم نہیں ہوئے ہیں،

وہ لوگ آج بھی میری تاک میں ہیں اور یقین جانو جیسے ہی انہیں پتا چلا کہ میں یہاں قبیلے میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہوں، وہ مجھے قبیلے سے باہر نکلنے ہی نہیں دیں گے بلکہ فوراً سے پہلے وہ لوگ میرا قتل کر دیں گے اور پولیس بھی میرے پیچھے "لگی ہوئی ہے۔

کچھ دن پہلے میرا ارادہ تھا یہاں سے جانے کا لیکن اچانک ہی پولیس وہاں آگئی، " انہوں نے مجھ پر فائرنگ بھی کی، وہ تو شکر ہے کہ میں بچ گیا لیکن سر پر چوٹ

بھی لگی ہے،" وہ فوراً اپنا سر کھول کر اسے دکھانے لگا تھا جہاں پر زخم تو سچ میں ہی تھا کیونکہ کامران نے بہت زور سے اس کے سر پر ڈنڈا مارا تھا۔

تم اندازہ نہیں لگا سکتے میں وہاں سے کس طرح سے بچ کر نکلا ہوں لیکن میں" جانتا ہوں کہ میں تم لوگوں پر بھی بوجھ بن رہا ہوں، مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں زیادہ وقت تک یہاں نہیں رہوں گا بلکہ جلد سے جلد ہی یہاں سے نکل جاؤں گا، مجھے تھوڑا سا وقت دے دو۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا تو یوسف نے آنکھیں گھماتے ہوئے باہر کی طرف قدم اٹھا دیے تھے۔

جب کہ راگا ڈاکو گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سب سے پہلے تو اس یوسف کو ٹھکانے لگائے جو اسے اسی کے قبیلے سے باہر نکال رہا تھا۔ خیر زیادہ دن کا انتظار نہیں تھا، بس کچھ دنوں میں ہی پولیس والوں نے یہاں پر حملہ کر دینا تھا۔

وہ ان لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کا وقت تک پولیس والوں کو بتا چکا تھا۔ وہ کب ڈکیتی پر جاتے تھے، کون کون سے دنوں میں ان کا کیا کیا کام ہوتا تھا، قبیلے سے باہر وہ کتنی دیر تک رہتے تھے اور سب سے خاص بات کہ قبیلے کے سارے مرد حضرات کب قبیلے سے باہر نکلتے تھے، ہر چیز کی خبر وہ پولیس تک پہنچا چکا تھا۔

وہ اس معاملے میں پوری طرح پولیس والوں کا ساتھ دے رہا تھا جس کی وجہ صرف اور صرف سردار کی کرسی تھی اور اب تو پولیس والوں نے جلد ہی اس قبیلے پر بہت بڑا حملہ کرنا تھا اور پھر یہ سب کچھ دوبارہ سے اس کا ہو گا، ایک دفعہ وہ دوبارہ اس قبیلے کا سردار بن جائے تو ہر چیز اس کے کنٹرول میں آ جانی تھی۔

اگر پولیس والوں نے یوسف کے لیے کوئی بڑا قدم نہ اٹھایا تو وہ خود ہی اسے قبیلے کے بیچ و بیچ گولیاں مار کر قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو اس کے سامنے سردار کا روعب جماتا تھا۔

اس نے غصے سے باہر کی طرف نگاہیں ڈالیں تو سامنے دلدار اور بالا کھیلتے ہوئے نظر آئے تھے۔ وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھتا باہر کی طرف آیا تھا۔ آج کل

وہ دلدار کے ساتھ وقت گزارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اتنی محبت سے اسے پیش آتا تھا کہ دلدار خود بخود اس کی طرف متوجہ ہو جاتا یہاں تک کہ آج کل تو وہ بالا کے ساتھ بھی نرمی دکھا رہا تھا اور بالا بھی اس کے ساتھ اچھے سے پیش آ رہا تھا جو اس کے لیے اس کے آنے والے کل کو تیار کر رہا تھا۔

ooooooo

حال

یہ والا جوڑا لو، کتنا خوبصورت ہے، تم پر بہت پیارا لگے گا۔" وہ ریڈ کلر کی ایک" خوبصورت سی فراک اسے دکھاتے ہوئے بولا تھا جو مکمل اور خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ الگ ہی ڈیزائن سے بنی ہوئی تھی۔

ڈاکو جی، یہ والی نہیں لے سکتی نا، یہ تو دلہن کا رنگ ہے۔ میں پرپل کلر لوں" گی۔ آپ کو پتا ہے شادی کے دن نا دلہن کو سرخ جوڑا پہننا چاہیے۔ شادی کے دن اس رنگ پر صرف دلہن کا حق ہوتا ہے۔ نہ جانے کتنی لڑکیاں اس رنگ کے کپڑے پہن کر دلہن کے حسن کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہیں، مجھے تو

بالکل بھی اچھا نہیں لگتا، میں تو کوئی اور ہی رنگ پہنوں گی۔" وہ اپنی مرضی سے سوٹ سلیکٹ کرنے لگی تھی۔

ہاں، ٹھیک ہے تم یہ والا مت پہننا مگر لے لو، یہ خوبصورت ہے، تم پر پیارا لگے گا۔" وہ اس جوڑے کو اٹھا کر اس کے سامان کے ساتھ رکھ چکا تھا جبکہ وہ ایک نظر اسے دیکھتی نفی میں سر ہلاتی آگے بڑھ چکی تھی، اسے جامنی رنگ کا سوٹ ڈھونڈنا تھا۔

کیونکہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شادی والے دن پرپل کلر ہی پہنے گی۔

اوہو ڈاکو جی، آپ میرے پیچھے پیچھے کیوں آرہے ہیں؟ جا کر جامنی رنگ کا سوٹ ڈھونڈیں نا، آپ تو بالکل میری مدد نہیں کر رہے، میں کیوں لے کر آئی ہوں آپ کو اپنے ساتھ؟" وہ اسے گھور کر بولی تو سردار نے آگے پیچھے ہر طرف نظریں گھمانا شروع کر دیا تھا۔ اسے زندگی کا سب سے مشکل کام تو شاپنگ کرنا لگ رہا تھا،

حالانکہ شادی سے پہلے وہ دعام کے لیے ہزاروں ڈریسز اور ہزاروں چیزیں لے کر آیا تھا۔ سب کچھ اپنی مرضی کے مطابق تب اسے اس کی مرضی کا علم نہیں تھا لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ ہر چیز بہت سوچ سمجھ کر ہی لیتی تھی۔

اگر سردار کے بس میں ہوتا تو وہ ہر چیز اٹھا کر رکھ دیتا اس کے لیے اور پھر وہ اپنی پسند کا کچھ بھی پہنتی رہتی لیکن یہاں تو الٹا ہی ہو رہا تھا۔

میرا سوہنا مکھڑا، مجھے نہیں مل رہا کچھ بھی اور نہ ہی مجھے لیڈیز شاپنگ کی سمجھ" میں آتی ہے۔" وہ پریشانی سے بولا تھا۔

کیا سمجھ میں نہیں آتا؟ پہلے بھی تو آپ نے میرے لیے اتنی اچھی اچھی" شاپنگ کی تھی نا، آپ نے صرف ایک ڈریس ہی تو ڈھونڈنا ہے وہ بھی جامنی کلر کا، جایئے اور ڈھونڈیں۔" وہ اسے حکم دیتے خود ہر طرف نظر گھمانے لگی تھی جب سامنے کی طرف سردار کی نظر پڑی اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے دعام کے کندھے کو ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اس طرف متوجہ کیا تھا۔

وہ، مل گیا تمہارا جامنی کلر۔" وہ سامنے شیشے کی طرف لگی چھوٹی سی نائٹی کو دیکھ " کر بولا تو دعام کا چہرہ لمحے میں سرخ انار ہوا تھا جب کہ اس نے حیرت سے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

استغفر اللہ، ایسی چیزوں پر آپ کی نظر اتنی جلدی جاتی ہے؟ یہ پہنوں گی میں " شادی والے دن؟" وہ غصے سے بولی تھی۔

تمہیں لگتا ہے میں تمہیں شادی کے دن یہ پہننے دوں گا؟ یہ تو تم آج رات کو " پہن سکتی ہو کمرے میں، کل بھی پہن سکتی ہو، ویسے بھی شادی تو تین چار دنوں کے بعد ہے نا، ہمیں پہلے کیا پہننا ہے یہ سوچنا چاہیے۔ ویسے کیا خیال ہے؟ جو " جامنی والا بھی اچھا ہے، اس کے پیچھے جو گلابی والا ہے۔۔۔

یہاں پر کوئی دوائیوں کی دکان ہے جہاں سے میں کوئی شرم کی گولی خرید کر " آپ کو کھلا سکوں؟ ڈاکو جی، شرم تو جیسے آپ قبیلے میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہو " سکتا ہے اس گولی سے تھوڑا افاقہ ہو جائے۔

میں تمہارا فائدہ سوچ رہا ہوں لڑکی اور اوپر سے تم مجھے ہی باتیں سنا رہی ہو۔" ویسے اچھی لگے گی یہ تم پر، میں لے کر آتا ہوں۔" وہ اچانک سے کہہ کر قدم بڑھانے لگا تو اس نے اچانک اس کے بازو تھام لیے تھے۔

چہرہ تو اس کا ڈھکا ہوا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت صاف جھلک رہی تھی۔

ایک بات تو آج مجھے اچھے سے سمجھ میں آگئی ہے کہ زندگی میں دوبارہ کبھی" آپ کو شاپنگ پر لے کر نہیں آؤں گی۔ چلیں یہاں سے، گندی گندی چیزیں دیکھنے کا شوق رہتا ہے۔ مجال ہے جو کبھی میری مدد بھی کر دیا کریں؟" وہ غصے سے اس کا بازو گھسیٹتے ہوئے اسے لیڈیز سیکشن کی طرف لے جانے لگی تھی ورنہ اسے اپنے شوہر کا بھروسہ نہیں تھا، کہیں سچ مچ میں ہی اس کے لیے وہ بے ہودہ سی نائٹیز اٹھا کر نہ لے آئے۔

ooooooo

بیلا ہلکی پھلکی شاپنگ کر کے آئی تھی، اس نے زیادہ کچھ بھی ہیوی نہیں لیا تھا۔

ہاں لیکن کل مہندی کی رسم ادا ہونے سے پہلے بالا آنے والا تھا اسے شادی کا جوڑا لے دینے کے لیے جس کے لیے وہ بالکل بھی انٹرسٹڈ نہیں تھی۔

لیکن پھر بھی اس نے وہ سب کچھ کرنا تھا جو اس کا بھائی چاہتا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس دفعہ یہ ڈاکو ان کے انجام تک پہنچ جائیں۔ آج رات وہ جو ڈریس پہننے والی تھی وہ تھوڑی دیر پہلے ہی پسند کر کے لائی تھی اور پھر آتے ہی اس نے اپنی تیاری شروع کر دی تھی۔

اس کا مہندی کا جوڑا بھی آ چکا تھا۔ خیر اسے یہ سب کچھ فضول خرچی لگ رہا تھا کیونکہ شادی تو ہونی نہیں تھی، فضول میں اس کے بھائی کا اتنا پیسہ ضائع ہو رہا تھا۔

وہ جلدی سے اپنے کپڑے چینج کرتے ہوئے شیشے کے سامنے آ کر رکی ہی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا، اسکرین پر بالا کا نمبر جگمگاتے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی تھی۔

السلام علیکم۔" فون کان سے لگاتے ہوئے وہ جلدی جلدی اپنے ایئر نگز پہن رہی تھی، میک اپ وغیرہ اس نے نہیں کرنا تھا بس ہلکی سی لبوں پر لپ اسٹک لگانی تھی۔ وہ اتنی ہی تیاری کرتی تھی باقی تو ویسے بھی ہلدی اُبٹن کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہی ہونے والی تھی۔

وعلیکم السلام، کیا ہو رہا ہے؟ مجھے امید نہیں تھی تم میرا یہ نمبر اَن بلاک کر دو گی۔"

مجھے بھی امید نہیں تھی کہ آپ مجھے اس نمبر سے فون کریں گے۔ خیر، میں نے آپ کے سارے ہی نمبر اَن بلاک کر دیے تھے، جب زندگی آپ کے ساتھ گزارنی ہے تو نمبر سے کیا ہی فرق پڑتا ہے نا۔ خیر میں تو اپنی تیاری کر رہی ہوں۔ آج رسم ہے نا، آپ کی بھی رسم ہو گی۔"

ہاں، ادھر بھی کافی کچھ ہو رہا ہے اور تمہیں دیکھنے کا دل بھی کر رہا ہے، کاش یہ ساری رسمیں ایک ساتھ ہوتیں، نکاح تو ویسے بھی ہو چکا ہے تو بے کار میں

تمہارے بھائی نے بول دیا کہ ساری رسمیں الگ الگ ہوں گی ورنہ ساتھ بیٹھے اچھے لگتے ہیں ہم۔"

"نہیں نہیں، الگ الگ ٹھیک ہے، ویسے بھی تو پرسوں رخصتی ہو جائے گی، پھر تو ساری زندگی ساتھ ہی رہنا ہے نا۔" وہ اچانک سے بولی تو بالا کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"ہاں بالکل، ساری زندگی ساتھ ہی رہنا ہے جاناں لیکن تمہاری نیت میں کھوٹ ہے۔"

"کیا۔۔۔کیا۔۔۔کیا مطلب ہے آپ کی بات کا؟" اس کے عجیب و غریب انداز پر اس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی تھی، کہیں وہ ان کی پلاننگ کو سمجھ تو نہیں چکے تھے؟

"ارے کوئی مطلب نہیں ہے میرا، بس یہی کہہ رہا ہوں کہ تمہیں دیکھ کر میری نیت خراب ہو جاتی ہے۔ شکر ہے کہ اب اپنے بے لگام جذبات کو روکنا نہیں پڑے گا، میں بے تابی سے اس دن کا انتظار کروں گا جب میں اپنے تمام تر

جذبات تمہارے نام کروں گا، تمہیں اپنی باہوں میں بھر کر تمہیں اپنی محبت کا یقین دلاؤں گا، تمہارے روم روم پر اپنے لبوں کی مہر لگاؤں گا۔ تم جانتی ہو بیلا، تمہیں دیکھتے ہی مجھے تم سے محبت ہو گئی تھی اور مجھے میری محبت یوں ملے گی میں نے کبھی سوچا نہیں تھا لیکن مجھے محبت پر یقین تو اسی دن آگیا تھا جس دن "سردار کا نکاح دعام سے ہوا تھا۔

جسے شدت سے مانگا جائے اللہ اسے آپ کے نام کر ہی دیتا ہے۔ بس چند دن" کی دوری اور پھر تم ہمیشہ کے لیے میری باہوں میں آجاؤ گی۔ تم جانتی ہو یہ بات "سوچ کر جیسے میری روح میں سکون اترتا ہے۔

وہ اپنے دل کی باتیں اس سے کہہ رہا تھا جب کہ بیلا کے تو ہاتھوں کی ہتھیلیاں ہی بھیگنے لگی تھیں۔

بیلا، تم بس ایک دفعہ میرے پاس آجاؤ، میں تمہیں ساری زندگی کے لیے" اپنے سینے میں قید کر لوں گا۔" وہ پتہ نہیں کیا کیا بولنے والا تھا جب اچانک ہی بیلا نے فون کان سے الگ کرتے ہوئے کال کاٹ دی تھی۔ اپنے دل کی تیز ہوتی

دھڑکنوں پر وہ پریشان ہو گئی تھی، اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی تھی لیکن نہ جانے کیوں اب اسے آئینے میں دیکھنے پر خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں وہ خود کو دوبارہ شیشے میں دیکھ نہیں سکی تھی۔

ooooooo

ماضی

قبیلے پر آج رات کو ہی بہت بڑا حملہ ہونے والا تھا۔ اس نے ساری معلومات ان لوگوں کو دے دی تھیں۔ ڈاکوؤں کے آنے جانے کی ٹائمنگ کے ساتھ ہر چیز وہ ان لوگوں کو دے چکا تھا۔ اس وقت قبیلے میں تقریباً کوئی 50 سے 55 مرد حضرات ایسے تھے جو ڈکیتیوں میں شامل ہوتے تھے۔ ان کی بیویاں، بچے، بہنیں اور مائیں سب اس قبیلے میں ہی رہتی تھیں۔

سردار دلاور نے ان بے سہاروں کو اپنے قبیلے میں جگہ دی تھی، وہ ان کا سہارا بنا تھا۔ وہ سب لوگ ہی حالات سے تنگ آکر پیشہ ور مجرم بن چکے تھے۔ انہیں

جرم کی دنیا سے نکالنے کے لیے دلاور نے ان کے لیے اپنے قبیلے میں جگہ رکھی تھی۔ یہاں پر بھی وہ بے شک کوئی اچھا کام نہیں کر رہے تھے لیکن یہاں پر وہ اتنا برا ابھی نہیں کر رہے تھے کہ اپنے بیوی بچوں کے سامنے شرمندہ ہوتے۔

سردار دلاور کا بس ایک ہی اصول تھا: کبھی کسی غریب کو نہیں لوٹنا، کبھی کسی مسکین یا بے سہارا کے ساتھ ظلم نہیں کرنا اور اس کے قبیلے کے لوگ اسی اصول پر چلتے تھے۔ آج تک یہاں پر کسی کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا گیا تھا۔

بے شک وہ سب لوگ مجرم تھے، خطرناک مجرم تھے لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ یہ مجرم کسی بے آسرا یا بے سہارا پر ظلم کر کے نہیں بنے تھے بلکہ وقت اور حالات نے انہیں مجرم بنایا تھا۔ اور اب وہ اپنے ہی وقت اور حالات کا مقابلہ کرتے تھے۔

جب کہ راگا ڈاکو الگ تھا، بہت الگ تھا۔ اسے حکومت کرنا پسند تھا، اس کے لیے امیر غریب کا فرق اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اسے بس پیسہ چاہیے تھا، دولت چاہیے تھی اور اپنی ہوس مٹانے کے لیے عورت چاہیے تھی جس کے لیے وہ

کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔ اسے صرف اپنی ذات سے محبت تھی۔ اور اس وقت بھی وہ اپنی ذات سے ہی محبت نبھار ہا تھا، قبیلے میں بہت بڑے پیمانے پر حملہ کروا کر وہ ایک دفعہ پھر سے اس قبیلے پر حکومت جمانا چاہتا تھا۔ یہاں کی عورتوں کو اپنے مطابق چلانا چاہتا تھا، یہاں کے بچوں کو اپنی مرضی سے اپنے حکم سے چلتے پھرتے دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اسے پورا یقین تھا کہ اس کی حکومت کا دور شروع ہونے والا تھا۔

○○○○○○○○

آپ جا رہے ہیں؟" وہ اپنی تیاری مکمل کر چکا تھا جب زائرہ کی آنکھ اچانک ہی" کھل گئی۔

تھوڑے فاصلے پر بیٹھا دلدار پڑھائی کر رہا تھا۔ کل صبح اس کا پیپر تھا جس کی اس نے خوب ساری تیاری کرنی تھی اور اسے یقین تھا کہ اس وقت تک بالا بھی پڑھائی ہی کر رہا ہو گا۔ ان دونوں کا ایک ساتھ پڑھائی کرنے کا ارادہ تھا لیکن ان کا کمرہ اب تک اس مہمان نے قبضے میں لیا ہوا تھا۔ دلدار نے کچھ دن پہلے پوچھا

بھی تھا اپنے باپ سے کہ کیارا گا نامی وہ آدمی جو ان کے قبیلے کا مہمان ہے وہ اس کا بھائی ہے؟ جس پر دلاور نے اس سے کچھ چھپایا نہیں تھا بس کہہ دیا تھا کہ بد قسمتی سے وہ انسان اس کا بھائی ہے لیکن بہتر ہے کہ وہ اس سے دور ہی رہے۔ اور اتنے دنوں سے وہ اس سے دور ہی تھا۔ اب تو پیپر شروع ہو گئے تھے تو وہ اپنی تیاریوں میں مگن تھے۔ اگلے مہینے ان کے سالانہ امتحانات ہونے والے تھے، اس سے پہلے زائرہ نے ان کے پیپر شروع کروا دیے تھے۔

جس میں وہ سب محنت کر رہے تھے جبکہ اشم کا کام تو صرف کھانا پینا اور کھیل کود کے بعد سونا ہی تھا۔ تھوڑی بہت پڑھائی کر دیتی تھی وہ اپنی ماں کی ذات پر احسان کر کے، کیونکہ اسے پڑھائی کی ضرورت ہی نہیں تھی، وہ اس سے پہلی جماعت کے پیپر لینے والی تھی اور اشم کی ذہانت ایسی تھی کہ اس نے اپنی ساری کتابیں زبانی یاد کر رکھی تھیں۔ وہ خود بھی حیران ہوتی تھی کہ اشم اتنی لائق تھی کہ اسے اپنی ساری کتابیں زبانی رٹ چکی تھی۔ اب بار بار انہی کتابوں کو

پڑھا کر لکھوا کر زائرہ نے بھی کیا کرنا تھا۔ اسی لیے روز اس سے تھوڑا بہت کام کروالیتی تھی ورنہ اب اسے اگلی کلاس کا سبق یاد کروانے کا وقت آچکا تھا۔

دلاور کب سے انتظار کر رہا تھا کہ اشم کب گہری نیند میں اترے اور کب وہ اسے اپنے سینے سے اتار کر بستر پر لٹائے۔ ابھی وہ گہری نیند میں اتری ہی تھی کہ وہ نرمی سے اسے اپنے سینے سے اتار کر بستر پر لٹاتا خود اپنی جگہ سے اٹھ کر تیاری کرنے لگا تھا۔ آج انہیں ایک بڑی ڈکیتی پر جانا تھا۔ جب زائرہ کی بھی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ایک نظر دلدار کو دیکھا تھا اور پھر دلاور کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ہاں، جا رہا ہوں، تم اپنا خیال رکھنا۔ دلدار پڑھائی کر رہا ہے، اسے دودھ گرم" "کر کے دو۔ میں تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے میں واپس آجاؤں گا۔

وہ باہر نکلتے ہوئے بولنے لگا تھا جب زائرہ کو عجیب سی گھبراہٹ ہونے لگی۔

آج مت جائیں، میرا دل گھبرا رہا ہے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔" وہ اسے" دیکھتے ہوئے بولی، تو دلاور ہلکا سا مسکرا دیا تھا۔

ارے، کیوں عجیب سا محسوس ہو رہا ہے؟ میں جلدی آ جاؤں گا، فکر مت کرو، "بس ایک ڈیڑھ گھنٹہ ہی لگے گا۔ تم بھی آرام کرو اور بچوں کا خیال رکھو۔" وہ ایک نظر اسے دیکھتا باہر کی طرف قدم بڑھا چکا تھا جبکہ زائرہ چاہنے کے باوجود بھی اسے روک نہیں پائی تھی۔ اپنی چارپائی پر اداسی سے بیٹھے ہوئے اس نے ایک نظر دلدار کو دیکھا تھا جو پوری طرح اپنی پڑھائی میں مصروف تھا۔ اپنے عجیب و غریب خیالات سے تنگ آتے ہوئے وہ اٹھ کر اس کے لیے دودھ گرم کرنے لگی تھی۔

○○○○○○○○

حال

ہلدی کی رسم بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی، قبیلے میں بالا کی خوب دُرگت بنائی جا رہی تھی۔ بالا یہاں بیٹھا خاموشی سے ان لوگوں کو برداشت کر رہا تھا کیونکہ اس کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے جلد سے جلد یہ 'کیچر نما' ہلدی خود پر سے اتارنی تھی، اسی لیے وہ کب سے ان کی منتیں کر رہا تھا کہ یہ

لوگ اسے یہاں سے جانے دیں لیکن مجال تھی جو وہ لوگ اس کی سن رہے ہوں۔ آج کی رسم میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ باری باری سب لوگ آ کر رسمیں کر رہے تھے۔

او پاجی، کدی ہس بھی لیا کرو۔" جمرو اس کے منہ پر خوب ساری ہلدی ملتے" ہوئے بولا تو اس نے گھور کر جمرو کو دیکھا تھا جیسے اسے سالم ہی نگل جائے گا۔

ارے پاجی کی ابھی تو شکل رونے والی بنی ہے، وہ ہنسیں گے کیسے؟" میرو بالکل" جمرو کی طرح اس کے منہ پر خوب ساری ہلدی ملتے ہوئے بولا تو اس نے نگاہوں کا زاویہ جمرو سے میرو کی طرف کر لیا تھا۔

لیکن وہ بالکل بھی نہیں ڈر رہے تھے کیونکہ اس کے بالکل سامنے کرسی لگا کر سردار بیٹھا ہوا تھا جس کے سامنے نہ تو اس قبیلے میں آج تک کسی کی چلی تھی اور نہ ہی کسی کی چلنی تھی۔ یہ بات الگ تھی کہ اس کی بیوی پر کوئی بھی اصول لاگو نہیں ہوتا تھا۔

میں کب تک نہا سکتا ہوں؟" اس نے سامنے بیٹھے سردار کو دیکھتے ہوئے پوچھا" تھا۔

ارے ابھی کہاں تم نہا سکتے ہو، ابھی تو رسم شروع ہوئی ہے۔" ایک بڑی" عورت اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

ابھی کہاں شروع ہوئی ہے؟ تقریباً تین گھنٹے سے یہاں بیٹھا میں اپنی کمر توڑ رہا" ہوں اور آپ لوگ کہہ رہے ہو کہ ابھی شروع ہوئی ہے۔ یہ رسم ختم کب ہو گی؟ پرسوں تو یہ سب کچھ جلدی ختم ہو گیا تھا۔" وہ کافی پریشان لگ رہا تھا۔ اسے جب کہا گیا کہ پرسوں کی طرح آج بھی اس کی ہلدی کی جائے گی تو وہ کافی نارمل رِی ایکٹ کر رہا تھا کہ چلو کوئی بات نہیں، پرسوں بھی تو جھیلا تھا آج بھی جھیل لوں گا لیکن آج تو یہ جھیلنے والا پیریڈ کوئی زیادہ ہی لمبا ہو گیا تھا۔

یہ رسم ہے، بالا بیٹا اور رسمیں ایسے ہی کی جاتی ہیں، رسمیں جلدی ختم نہیں" ہوتیں۔ ہو سکتا ہے آج کی رات بھی لگ جائے۔" عورتوں نے کھری کھری بات بولی تھی۔ جبکہ ان کی بات سن کر تو مانو بالا کے ہوش ہی اڑ گئے، کیا مطلب

تھااس کی بات کا کہ وہ اسے ساری رات یہاں بٹھا کر رکھیں گے؟ نہیں، اتنا بھی برداشت نہیں کر سکتا تھاوہ۔

"دیکھو، میرے ساتھ ظلم مت کرو، سمجھنے کی کوشش کرو، کل میں نے اپنی بیوی کے ساتھ اس کا لہنگا لینے بھی جانا ہے، اگر میں ساری رات یہاں بیٹھا رہوں گا تو سوؤں گا کب اور اگر میں سویا نہیں تو اپنی بیوی کو تازہ دم نہیں دیکھوں گا۔ اب اگر وہ میرے ساتھ ایک ٹھیک ٹھاک ڈیٹ بھی نہ مار سکے تو کیا فائدہ ہے؟" وہ پریشانی سے ان لوگوں کو اپنا مسئلہ بتانے لگا تھا اور مسئلہ سچ میں کافی سنگین تھا۔

"دیکھ بھائی، ہم تیرا مسئلہ سمجھتے ہیں لیکن تو بھی تو ہمارا مسئلہ سمجھ۔ اب اگر تو دولہا ہے تو ہم لوگ دولہے کے گھر والے ہیں اور دولہے کی رسمیں تو ہوتی ہی ہیں۔ اب یہ سب کچھ ہمارا فرض ہے، اگر ہم نہیں نبھائیں گے تو کل کو لوگ باتیں کریں گے۔"

تیرا کیا ہے، تو نے تو ساری زندگی گزارنی ہے بیلا کے ساتھ، اگر ایک دن تو اس کے ساتھ ڈیٹ پر نارمل بھی رہا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن اگر تو رسمیں ٹھیک نہ کر کے شادی کو خراب کرے گا تو ساری زندگی پر برا اثر پڑے گا۔ ہم بھی بہت مجبور ہیں اس معاملے میں، تیری کوئی مدد نہیں ہو سکتی۔ آج تو رات تیری بیٹھے ہوئے ہی گزرے گی۔" سردار ویسے ہی ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بولا تو بالا کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ سچ مچ میں یہاں پتھر پر ہی سر مار رہا ہے کیونکہ یہ لوگ تو اس کی کوئی بھی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھے۔ مجبور ہو کر وہ دوبارہ سے ان لوگوں کے بیچ بیٹھ گیا تھا اور وہ کر بھی کیا سکتا تھا؟ ایک دفعہ پھر سے ساری عورتیں آ کر باری باری اس کے منہ پر وہی ہلدی ملنے لگی تھی جب کہ وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ پچھلی دفعہ تو کم ہلدی تھی جو بالوں سے نکلتے نکلتے چار پانچ دن لگ گئے تھے، اب تو یہ لوگ اسے پورا کا پورا ہلدی سے نہلا چکے تھے تو نہ جانے اس کی کیا حالت ہو گی۔

○○○○○○○○

محلے کی ساری عورتیں باری باری آکر اسے ہلدی اُبٹن لگا رہی تھیں۔ وہ خاموشی سے ان کے بیچ بیٹھی ہوئی تھی، پیلے رنگ کے سادہ سے سوٹ میں اسے گلابی رنگ کی پھولوں کی جیولری پہنائی گئی تھی۔ وہ کبھی بھی اس طرح سے تیار نہیں ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ اس سادہ سی تیاری میں بھی وہ بے تحاشا حسین لگ رہی تھی۔

جو بھی اسے دیکھتا "ماشاءاللہ" کہے بغیر نہیں رہ پا رہا تھا اور پھر سب کی ایک ہی بات تھی کہ دولہا اس سے بہت محبت کرتا ہے تب ہی تو اتنا نکھار آ رہا ہے اس کے چہرے پر۔ جبکہ بیلا کے دماغ میں تو اور ہی باتیں چل رہی تھیں، وہ مسلسل یہی سوچ رہی تھی کہ آنے والے دنوں میں کیا ہونے والا ہے؟ سب سے پہلے تو اس کے سر سے ہمیشہ کے لیے یہ شوہر کی تلوار ہٹنے والی تھی جس کے لیے وہ بہت زیادہ خوش تھی۔

دوسرا اس کی وجہ سے خطرناک ترین قبیلے یعنی کہ ڈاکو قبیلے کے خطرناک ترین ڈاکو پکڑے جانے والے تھے۔ وہ اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کر چکی تھی کہ وہ

ایک اچھا کام کر رہی ہے، بے شک کسی کا دل ٹوٹے گا لیکن ایسے خطرناک ڈاکو کا دل ٹوٹنا کسی کے گھر برباد ہونے سے کہیں درجہ بہتر تھا۔

نہ جانے کتنوں کا قتل کر چکا تھا وہ خطرناک ڈاکو۔ نہ جانے کتنے لوگوں کی جان لے چکا تھا۔ وہ ان کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتی تھی لیکن اتنا تو اس نے جگہ جگہ سے سنا ہوا تھا کہ یہ لوگ قاتل ہیں، قتل بھی ایسے کرتے ہیں جیسے یہ ان کا روزمرہ کا کام ہو اور یہ ان کا روزمرہ کا ہی تو کام تھا۔ وہ پر سکون بیٹھی تھی جب امی اس کے پاس بیٹھیں، اس نے امی کو دیکھا تو ان کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔ اپنی ماں کو اس طرح جذباتی ہوتے دیکھ کر بیلا پریشان ہو گئی تھی۔

امی کیا ہوا؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟ میں کوئی آج ہی تو نہیں جا رہی۔" وہ" پریشانی سے اپنی ماں کا ہاتھ تھام چکی تھی۔

ہاں میری جان، تم آج نہیں جا رہی لیکن یہ سوچ کر کہ تم میرے پاس اب" صرف چند دنوں کی مہمان ہو، بس دل بھر آیا ہے۔ پھر یہ سوچ کر خود کو پر سکون کرتی ہوں کہ بیٹی تو ہوتی ہی پرائی ہے، آج نہیں تو کل اسے اپنا گھر

بسانے جانا پڑتا ہے، رباب بھی تو آئی ہے اپنا گھر بسانے کے لیے۔ یہ ایک رسم ہے جو سب کو نبھانی پڑتی ہے۔"

"امی پلیز آپ اس طرح سے مت روئیں ورنہ میں بھی رونے لگ جاؤں گی۔""

وہ ان کے ساتھ لگتے ہوئے بولی تو امی نرمی سے مسکراتی اس کا چہرہ چوم چکی تھی۔

اپنی ماں کو اس طرح دکھی دیکھ کر برا تو لگ رہا تھا لیکن وہ چاہ کر بھی اپنی ماں کو بتا نہیں سکتی تھی کہ یہ سب کچھ کیا چل رہا ہے۔ وہ تو یہ گھر چھوڑنے والی ہی نہیں تھی، وہ تو کبھی بھی ان ڈاکوؤں کے بیچ میں نہیں جانے والی تھی لیکن یہ راز کی باتیں تھیں جو امی کو نہیں بتانی تھیں اور نہ ہی وہ لوگ بتانے والے تھے۔

بیلا کو یقین تھا کہ اس کے بھائی کا یہ پلان کامیاب ہو گا، وہ جانتی تھی وہ بالا جیسے خطرناک ڈاکو کی بیوی بن کر اس کے قبیلے میں نہیں جائے گی، اس معاملے میں وہ بالکل بے فکر تھی۔ اسے قانون پر پورا یقین تھا لیکن اپنی ماں کو دھوکہ دیتے ہوئے بھی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اس کی ماں سہی لیکن وہ چاہنے کے

باوجود بھی انہیں کچھ بھی بتا نہیں سکتی تھی۔ اس نے ایک نظر رباب کو ڈھونڈا تھا جو اپنی فیملی کے ساتھ نظر آئی تھی۔ اس کی فیملی کو بھی آج رسموں میں شامل کیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو اب تک بتایا نہیں گیا تھا کہ بیلا کی شادی کس کے ساتھ ہو رہی ہے، ہاں لیکن وہ سب لوگ رسم میں شامل ہونے کے لیے وقت پر پہنچ چکے تھے۔

اس کے اشارے پر رباب فوراً ہی آگے بڑھتی امی کو سہارا دے کر اسٹیج سے اتارنے لگی تھی۔ بہر حال اسٹیج تو کوئی خاص بنائی ہی نہیں گئی تھی، بس ہلکی پھلکی سی تیاری تھی۔ رباب بھی بے تحاشا خوبصورت لگ رہی تھی، اس نے پیلے رنگ کا ہی لباس پہن رکھا تھا، بس فرق یہ تھا کہ دوپٹہ اس کا ہلکے گلابی رنگ کا تھا۔ اس کی ماں تو اسے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، جس طرح اس نے اپنی زندگی میں آگے بڑھتے ہوئے ریان کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کی تھی۔ وہ اس کے لیے بہت خوش تھیں، بلکہ دن رات اس کے لیے دعائیں مانگتی تھیں۔ ان کی بیٹی کی زندگی سنبھل چکی تھی، ریان کی آنکھوں میں وہ اپنے بیٹے

کے لیے بے تحاشا محبت دیکھ چکی تھیں اور ایک ماں کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے ہو سکتا ہے؟ وہ تو دن رات رباب کی خوشیوں کی دعائیں مانگتی تھیں۔

○○○○○○○○

بس کر دو اب کیا بچے کی جان لو گے؟ رات کے تین بج رہے ہیں۔" سردار" اب کی دفعہ اٹھتے ہوئے بولا تو بالا نے معصوم نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اب سردار کو اس پر رحم آ ہی گیا تھا۔

نہیں نہیں، ابھی ہم اور مستی کریں گے اور ویسے بھی ابھی تک تو آپ نے" ہلدی نہیں لگائی۔" دعام جو بالا کو اٹھتے دیکھ کر فوراً اس کا بازو پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھا چکی تھی، سردار کو بھی بیچ میں گھسیٹ لائی۔

ہاں ہاں سردار، بس تو ہی رہ گیا ہے، تو بھی لگا لے، تو بھی کسر پوری کر دے،" پھر میں آرام سے جاؤں گا نہانے کے لیے۔ دیکھ، میں تیرے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔" وہ اس کے سامنے سچ مچ میں ہاتھ جوڑ گیا تو سردار ہلکا سا مسکرا کر اپنی دو انگلیوں پر تھوڑی سی ہلدی لگاتا اس کے پہلے

سے لدے ہوئے چہرے پر ذرا سی ہلدی ملنے لگا تھا کہ اس کے چہرے سے مزید ہلدی اس کے ہاتھ میں لگ گئی تھی۔

میں نے تمہیں لگائی تھی، الٹا تمہاری وجہ سے میرا ہاتھ خراب ہو گیا۔" وہ اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ اچانک ہی دعام کے چہرے پر مل چکا تھا جس پر دعام کا منہ کھل گیا۔

دعام جو اتنا خوبصورت میک اپ کر کے بیٹھی ہوئی تھی سردار کی اس حرکت پر حیران رہ گئی۔

ڈاکو جی، آپ کتنے برے ہیں! آپ نے میرا میک اپ خراب کر دیا۔ آپ کی تو" ایسی کی تیسی۔" وہ اگلے ہی لمحے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو بری طرح ہلدی سے رنگتی اچانک اس کے چہرے پر مل گئی تھی جہاں سردار شاک رہ گیا تھا وہیں قبیلے والوں کا تو ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔

اب لگانا دولہے کا بھائی۔" بالا نے قہقہہ لگایا تھا۔"

کمینے، میں تجھے بچا رہا ہوں اور تو میری حالت کے مزے لے رہا ہے؟ تو اس قابل ہی نہیں ہے کہ تجھے یہاں سے اٹھایا جائے۔" وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو نیچے رکھے پیالے سے بھرتا ایک ہاتھ اس کے منہ پر جب کہ دوسرا ہاتھ دعام کے منہ پر لگا چکا تھا، دعام کا جو پہلے تھوڑا سا میک اپ خراب ہوا تھا اب تو وہ پوری ہلدی سے نہا چکی تھی۔

"ڈاکو جی، ابھی میں نے تصویریں بھی نہیں بنائی تھیں۔ آپ اب بچ کر دکھائیں مجھ سے۔" وہ چڑ کر کہتی اس کا بازو پکڑ کر اس کا سر ہلدی والے برتن میں گھسانے کی کوشش کر رہی تھی، جب وہ خود اس میں کامیاب نہیں ہو سکی تو بالا بھی اس کا ساتھ دیتے ہوئے پوری کی پورا باول اٹھا کر اس پر اُنڈیل چکا تھا۔

"تیری تو ایسی کی تیسی بے غیرت انسان، آج تو بچ کے دکھا مجھ سے۔" وہ بالا کے پیچھے بھاگنے لگا تھا جبکہ بالا اپنی شامت آتے دیکھ کہیں پناہ تلاش کرنے لگا۔

"ارے میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے سوچا کہ میں دولہا بن کر اتنا اچھا لگوں گا تو کہیں تیری رونق میرے حسن سے کم نہ پڑ جائے، اسی لیے تجھے بھی ہلدی لگا کر

تیرے چہرے پر نکھار لانے کی کوشش کی ہے۔" وہ آگے آگے بھاگتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ سردار پیچھے پیچھے آتا اسے پکڑنے کی کوشش میں اس کی طبیعت صاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، جب کہ دعام کو اپنی شامت بھی آتی نظر آ رہی تھی اسی لیے وہ فوراً ہی سردار کی مدد کو آگے آئی اور بالا کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگی اور اس کی اس کوشش میں جمرو اور میرو بھی اس کا ساتھ دینے لگے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں رات کے تین بجے قبیلے میں ایک دفعہ پھر سے شور شروع ہو چکا تھا۔

جب کہ وہ سب لوگ بالا کو پکڑ کر سچ مچ میں اس کا سر ہلدی والے باؤل میں دیتے ہوئے اسے پھر سے نہلانے لگے تھے، ویسے تو اس کے جسم پر ایسی کوئی جگہ بچی نہیں تھی جہاں پر ہلدی اُبٹن نہ لگا ہو لیکن اب اسے شاید دولہا بننے کی سزا ابھی دی جا رہی تھی، کم سے کم بالا کو تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا۔ جبکہ ان کی جنگ میں میرو اور جمرو بھی پوری طرح سے ہلدی میں نہا چکے تھے بلکہ وہ پانچوں کے پانچوں اس وقت ہلدی کی دکان محسوس ہو رہے تھے۔

ارے ٹھیک سے مَل ناکمینے، ساری ہلدی نکالنی ہے، تم لوگوں کی وجہ سے آج" میں اس حالت میں ہوں۔"وہ جھرنے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا جبکہ جمر و اور میر و اسے رگڑ رہے تھے کیونکہ ہلدی نہ تو اس کے بالوں سے نکل رہی تھی اور نہ ہی داڑھی سے، اس کا پورا جسم ہی چپ چپاہٹ سے بھر چکا تھا۔ اس کی تو حالت خراب ہو رہی تھی، اس وقت بھی وہ جھرنے کے نیچے بیٹھا مسلسل اپنے آپ کو صاف کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا جس میں میر و اور جمر و بھی اس کا خوب ساتھ دے رہے تھے، ان کی یہ محفل فجر تک جاری رہی تھی۔

اور اب تقریباً آدھے گھنٹے سے وہ لوگ نہانے میں مصروف تھے لیکن ہلدی تھی جو نکلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اس سب کے چکر میں دعام کی تو فجر کی نماز بھی قضا ہو چکی تھی۔

ارے یار، کر تو رہے ہیں، اب یہ ہلدی نہیں نکل رہی تو کیا کریں؟ اتنے لمبے" لمبے بال رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟"وہ اس کے بالوں کو خوب رگڑتے ہوئے

بولا تھا جب کہ میرو بھی اس کی داڑھی سے ہلدی نکالنے کی کوشش میں تھا۔ یہ تو سچ مچ میں اچھا خاصا مسئلہ بن چکا تھا ان کے لیے، وہ اپنے بالوں اور داڑھی کو رو رہا تھا، نہ جانے ندی پر سردار کا کیا حال ہو رہا ہو گا۔

oooooooo

یہاں پر بھی ہے، یہاں بالوں میں بھی۔" وہ تھوڑا تھوڑا پانی لے کر اس کا چہرہ" صاف کر رہی تھی، باقی تو خود کو اس نے تقریباً کوئی آدھا گھنٹہ پانی میں رہ کر صاف کیا جبکہ دعام تو اس کے ندی پر آنے کے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئی تھی۔ اس نے بھی اپنا جسم صاف کر لیا تھا، اس وقت وہ سادہ سے گلابی رنگ کے جوڑے میں تھی لیکن اس کے بالوں میں کہیں نہ کہیں ہلدی اب بھی موجود تھی۔ سچ یہی تھا کہ بالوں سے ہلدی کو نکالنا آسان کام نہیں تھا۔

اور اب وہ یہاں بیٹھ کر اس کا چہرہ صاف کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ نہ جانے ان لوگوں نے ہلدی میں کیا ملایا تھا کہ وہ اس کی داڑھی سے نکل ہی نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے نازک ہاتھوں سے اس کی داڑھی صاف کرنے کی کوشش کر

رہی تھی جب کہ وہ نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے بس اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا اس کے بالوں سے چھوٹے چھوٹے ہلدی کے ذروں کو نکالنے لگا تھا۔

"ارے میری نکل جائے گی، میں شام سے پہلے دو تین دفعہ شیمپو کر لوں گی اور پھر میرے پاس ٹوٹکا بھی ہے۔ آپ کی داڑھی سے نکالنا مشکل ہے۔" وہ اسے پوری طرح خود میں مگن دیکھ کر بولی تھی۔

"نہیں سجن سائیں، تم میری مدد کر رہی ہو، مجھے تمہاری مدد کرنی چاہیے ہے کہ نہیں؟" وہ نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے اچانک ہی اس کے گال پر اپنے لب رکھ گیا تو دعام نے اسے گھورا تھا۔

تمہارے گال پر ہلدی لگی تھی۔" وہ نرمی سے اس کے لبوں پر اپنا انگوٹھا" پھیرتے ہوئے شرارت سے بولا۔

تو یہ کون سا طریقہ ہے ہلدی نکالنے کا؟" وہ منہ بنا کر بولی۔"

یہ میرا طریقہ ہے۔ میرے پاس بھی ٹوٹکا ہے ہلدی نکالنے کا۔" اب کی دفعہ" وہ اس کے لبوں کو چوم کر بولا تو اس کی گھورنے میں اضافہ ہوا تھا۔

"اب آپ کہیں گے کہ میرے ہونٹوں پر بھی ہلدی لگی ہوئی تھی۔"

کیا تمہارے ہونٹوں پر ہلدی لگی ہوئی ہے؟ مجھے تو نظر نہیں آئی، میرا تو بس" رومینٹک موڈ آن ہو رہا تھا، اسی لیے تمہارے لبوں کی نرمی کو محسوس کیا، میں نے تو دیکھا ہی نہیں کہ یہاں ہلدی لگی ہے، رکو میں اتارتا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اب کی دفعہ پھر سے اس کے لبوں پر جھکتا اب کی دفعہ شدت سے انہیں چومنے لگا تھا۔

ارے ابھی صاف نہیں ہوئی۔۔۔" وہ جو اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے اسے خود" سے دور ہٹانے کی کوشش میں تھی، دوبارہ وہ اسے اپنے قریب کرتا پھر سے اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے قید کر گیا۔

ارے چھوڑیں مجھے، ڈاکو جی میں یہاں آپ کی مدد کرنے آئی تھی، آپ تو فل" بے شرمی پر اتر آئے ہیں، آپ کی مدد کرنی ہی نہیں چاہیے۔" وہ اس سے اپنا

آپ چھڑانے کی کوشش میں اٹھ کر وہاں سے بھاگنے کا ارادہ رکھتی تھی جب کہ وہ اسے دوبارہ سے اپنے پاس بٹھاتا اس کی پشت کو اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔

یہاں پہ ہلدی لگی ہوئی ہے، تم نے ٹھیک سے اتاری نہیں۔" وہ اس کی گردن" پر پیچھے سے جھکتے ہوئے اس کی گردن کو اپنے لبوں سے مہکانے لگا۔

"ڈاکو جی آپ۔۔۔"

یہاں سے بھی صاف نہیں ہوا۔" وہ اچانک ہی اس کی فراک کی ڈوری کھولتے" ہوئے اب کی دفعہ اس کی کمر پر اپنے لبوں کا لمس بکھیرنے لگا تو دعام کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں گونجتی محسوس ہونے لگی تھی۔

ڈاکو جی، ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں کوئی بھی آسکتا ہے۔" اس کے بہکے" بہکے انداز پر وہ پریشانی سے کہنے لگی تھی، روشنی پھیلنے لگی تھی بلکہ سورج کی پہلی کرنوں نے پہاڑ پر اپنی روشنی بکھیر بھی دی تھی۔

ہاں، یہاں کوئی بھی آسکتا ہے، میرے خیال میں ہمیں اپنے کمرے میں چل "

"کر یہ ہلدی والا پروسیس مکمل کرنا چاہیے۔

آؤ، ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، میرے خیال میں ہم دونوں کو ایک "

دوسرے کی شدید مدد کی ضرورت ہے۔" وہ اچانک اسے اپنی باہوں میں

بھرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تو دعام کو اس کی نیت کا خوب اندازہ ہو گیا تھا۔

ڈاکو جی، آج مہندی ہے، بہت ساری تیاریاں کرنی ہیں۔" وہ پریشانی سے بولی "

تھی، اس کی آنکھوں میں اترتا خمار بہت کچھ بیان کر رہا تھا۔

میں زیادہ وقت نہیں لگاؤں گا، تمہاری مدد کرنے میں، وعدہ کرتا ہوں۔ بس "

تم بھی اچھے سے میری مدد کرنا۔" وہ ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں کو اپنے

لبوں میں قید کرتا خفیہ راستے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تھا جبکہ

مسلسل اس کی سانسوں کا پہرہ اپنی سانسوں پر محسوس کرتی وہ پوری طرح اس

کے سینے میں چھپ سی گئی تھی۔

ooooooooo

ماضی

دلاور جب سے گیا تھا، زائرہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار تھی۔ دلدار بیٹھا اپنی پڑھائی میں مصروف تھا جبکہ وہ واپس چارپائی پر آکر مسلسل دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

پھر اچانک ہی اٹھ کر باہر نکلنے لگی۔

امی، اب کہاں جا رہی ہیں؟" دلدار نے اسے باہر نکلتے دیکھ کر سوال کیا۔"

نہیں کہیں بیٹا، میں تمہارے بابا کو دیکھنے جا رہی ہوں، تم دھیان رکھنا اشم" کہیں جاگ نہ جائے۔" وہ کہہ کر باہر کی طرف نکلنے لگی تھی۔

جب کہ وہ ایک نظر اسے دیکھتا ہاں میں سر ہلاتا دوبارہ اپنی کتاب میں سر دے چکا تھا۔

وہ باہر آکر دروازے تک آئی تھی لیکن قبیلے کا راستہ بالکل سنسان پڑا ہوا تھا۔ اس طرف کوئی بھی نہیں تھا۔ دور دور تک کسی کے آنے جانے کے امکان نہیں تھے۔ وہ ابھی تک خوف میں مبتلا تھی۔

نہ جانے آج وہ کیوں اتنی ڈری ہوئی تھی، کیوں ایک عجیب سی گھبراہٹ اسے گھیرے ہوئے تھی۔ باہر آکر اس کی نگاہیں بے ساختہ ہی راگا کے کمرے کی طرف گئی تھیں جہاں وہ دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ اس کا انداز کافی پُراسرار تھا۔ وہ اندھیرے میں کھڑی تھی، شاید اسی وجہ سے وہ اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

لیکن وہ بار بار باہر نکلتا، آگے تک جاتا اور پھر واپس آکر کمرے میں بیٹھ جاتا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کا منتظر ہے۔ شاید وہ بھی اس کی طرح ہی قبیلے کے مردوں کے واپس آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ خاموشی سے الٹے قدم لوٹ کر اپنے خیمے کی طرف آگئی تھی۔

دلدار اب بھی بیٹھا پڑھائی کر رہا تھا۔ کہنے کو اس کا بچہ ابھی بہت چھوٹا تھا لیکن اس کے ہوتے ہوئے وہ ایک تحفظ محسوس کرتی تھی۔

آج اتنے سال گزر جانے کے بعد وہ بھی کوئی کمزور نہیں رہی تھی۔ وہ ایک بہت مضبوط سردارنی تھی۔ اس قبیلے کی بھاگ دوڑ اس نے سنبھال رکھی تھی۔ ہر چیز وہ دیکھتی تھی۔ عورتوں کے مسائل جو وہ خود سردار تک نہیں پہنچا سکتی تھیں، ان کی ذمہ داری اس نے لے رکھی تھی۔ اسے کسی کا ڈر نہیں رہا تھا، ہاں لیکن پھر بھی اپنے جوان بیٹے کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ ایک فخر محسوس کرتی تھی۔ اسے دیکھتے ہی دلاور کا گمان ہوتا تھا۔

شکل وصورت کے ساتھ عقل اور ذہانت میں بھی اپنے باپ جیسا ہی تھا۔

کیا ہوا امی؟ لگتا ہے بابا اب تک نہیں آئے، آپ سو جائیے۔ فجر میں آنکھ دیر" سے کھلے گی۔ میں ابھی جاگ رہا ہوں۔" وہ اسے دیکھ کر بولا تھا۔

میری آنکھ نہیں لگ رہی ہے دلدار۔ پتہ نہیں کیوں عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے، ایسا لگ رہا ہے جیسے کچھ برا ہونے والا ہے۔" وہ اپنا ڈر زیادہ دیر تک خود تک نہیں رکھ پائی تھی۔

کیا برا ہوگا امی؟ آپ کو بس پریشان ہونے کے لیے وجہ چاہیے ہوتی ہے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آتا اچانک اس کی گود میں اپنا سر رکھ گیا۔

اس کا بیٹا جانتا تھا کہ اس کی ماں کو کیسے پرسکون کرنا ہے۔ اس کے یہاں آکر اس کی گود میں لیٹنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ اس کی گھبراہٹ کو دور کر سکے۔ اس کی پریشانی کو ختم کر سکے۔ جبکہ وہ اپنے بیٹے کے معصوم انداز پر مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ کر اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی تھی۔ جب کہ سردار اسے چھوٹی چھوٹی باتیں بتانے لگا، وہ بھی اس کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئی تھی، یہ جانے بغیر کہ آنے والا وقت ایک بڑا طوفان لے کر آنے والا تھا جو شاید ان کی زندگیوں کا رخ ہی پلٹ دینے والا تھا، یا شاید زندگی ہی۔

راگا بار بار قبیلے کی حدود سے دور تک جا کر پولیس والوں کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ انہیں خبر دے چکا تھا کہ اس وقت قبیلے میں صرف چند ایک مرد ہی ہیں اور وہ بھی جو زیادہ ہمت نہیں رکھتے۔ کچھ انتہائی بُوڑھے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو چھوٹی موٹی وارداتوں میں زخمی ہو چکے ہیں یا پولیس والوں کے ہاتھ لگ کر تھوڑی بہت مار کھا چکے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو اب ہاتھ پیر تڑوا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

ایسے لوگ جو ڈکیتیوں میں چھوٹے موٹے زخم کھا لیتے تھے، انہیں اگلی ڈکیتیوں میں شامل نہیں کیا جاتا تھا تاکہ انہیں مزید تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ وہ اکثر قبیلے کے اندر ہی رہتے تھے تاکہ قبیلے کی حفاظت کر سکیں لیکن جو لوگ اپنی ہی حفاظت نہیں کر پاتے تھے، وہ لوگ کیا کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ قبیلہ اس وقت بالکل بے آسرا، بے سہارا تھا۔ ایسے میں یہ وقت بالکل بہترین تھا پولیس والوں کا حملہ کرنے کا۔ لیکن ابھی تک کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ نہ جانے یہ لوگ کہاں رہ

گئے تھے۔ راگاڈاکو تو پوری طرح سے تیاری کیے بیٹھا تھا ایک دفعہ پھر سے اس قبیلے کا راجا بننے کے لیے لیکن اس کی کوشش ایسی لگ رہی تھی جیسے اس کا یہ پلان آج کامیاب نہیں ہو پائے گا۔

وہ مسلسل انتظار میں تھا۔ کبھی وہ قبیلے کی حدود سے نکل کر دور تک دیکھتا، کبھی وہیں سے لوٹ آتا۔ اسے ڈر لگ رہا تھا کہ اگر پولیس والوں کی سازش کی کانوں کان بھی خبر ہو گئی تو سردار اسے نہیں چھوڑے گا بلکہ اسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دے گا۔ وہ اس کی حالت بگاڑ دے گا اگر اس کو کانوں کان خبر ہو گئی کہ راگاڈاکو پولیس والوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا، اپنی جان جانے کا بھی خوف تھا۔ لیکن دوسری طرف اس نے سردار کے خلاف اتنی بڑی سازش بھی کر لی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اب وہ کیا کرے۔ اگر وہ پکڑا جاتا تو نہ تو اسے سلطنت ملتی اور نہ ہی آزادی۔

اسے موت اپنے سر پر منڈلاتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کہنے کو اس پلاننگ کے بارے میں اور کوئی نہیں جانتا تھا لیکن ہر وقت یہ ڈر سر پر سوار تھا کہ کہیں اس

کی پلاننگ کی خبر سر دار کو نہ لگ جائے ورنہ وہ اس کی کیا حالت کرے گا، سوچ کر ہی اس کی روح کانپ گئی تھی۔

وہ پریشانی سے اپنی سوچوں میں مصروف تھا جب اسے اچانک ہی دور سے کچھ لوگ آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ دور سے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ پولیس والے ہیں جو خاموشی سے قبیلے پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہیں۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں داخل ہوتا دروازہ اندر سے بند کر چکا تھا۔ اب پولیس جانے اور اس کا کام۔ وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

○○○○○○○○

"سر، ہماری پلاننگ کامیاب تو ہو گی نا؟ میرا مطلب ہے کہ آپ نے پولیس فورس کو ان سب چیزوں میں شامل کیوں نہیں کیا؟ اگر ہمارے پاس نفری ہوتی تو ہم زیادہ بہتر طریقے سے قبیلے پر حملہ کر سکتے تھے۔" کامران اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی پولیس اہلکاروں کی یونیفارم میں موجود خطرناک ترین غنڈے تھے۔

شامل تو ہے پولیس۔ ہم لوگ تو کر رہے ہیں نا یہ آپریشن، اب اور کس کو" شامل کرنا تھا۔" وہ اس کے ساتھ قبیلے کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

سر، بڑے بڑے افسران کو اگر ہم پہلے اعتماد میں لے لیتے تو بہت بہتر تھا۔ یہ" لوگ تو قاتل ہیں، غنڈے ہیں، یہاں تک کہ ریپسٹ ہیں۔ ہمارے لیے مسئلہ "بن سکتا ہے۔

مسئلہ ان کے ہوتے ہوئے نہیں، ان کے نہ ہوتے ہوئے بنتا۔ پولیس نفری کو" شامل کرتے تو پوری پولیس فورس اس قبیلے پر حملہ کر کے واہ واہیاں لوٹتی۔ ہم سے بڑے افسر کو اس سے بڑی کرسی مل جاتی اور ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ تم نہیں جانتے اس آپریشن میں ہمیں کتنا فائدہ ہو گا۔ اگر ہم اس چیز میں کامیاب ہو گئے تو کامیابی صرف ہمارے ہاتھ آئے گی اور کسی افسر کے ہاتھ نہیں۔ تم نہیں جانتے یہاں اپنے سے نیچے والوں کو ہمیشہ دبا کر رکھا جاتا ہے۔ ہم یہ آپریشن کریں گے، ہم اس میں کامیابی حاصل کریں گے تو انعام کی رقم بھی ہمیں ملے گی اور پروموشن بھی ہمیں ہی ملے گا۔ کامیابی ہمارے ہاتھ آئے گی

لیکن اگر ہم خود سے بڑے افسران کو اس مشن میں شامل کریں گے تو ساری واہ واہی بھی وہ لوٹ لیں گے، پروموشن بھی انہیں ملے گا اور انعام کی رقم بھی وہی لے لیں گے۔" صابر اسے تفصیل سے بتا رہا تھا جبکہ کامران کو اپنا آپ پہلی دفعہ اس کے سامنے بے وقوف محسوس ہوا۔

جی سر، آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ نے بہت اچھا کیا جو اس سب" میں کسی اور کو شامل نہیں کیا۔ یہ آپریشن ہمارا ہے اور اس پر صرف اور صرف ہم کام کریں گے اور اس سے حاصل ہونے والی کامیابی بھی صرف ہماری ہو "گی۔

چلیے آگے بڑھتے ہیں اور تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں اس قبیلے کو۔ سب" سے پہلے یہاں پر موجود جھونپڑی اور خیموں کو آگ لگانی ہے تاکہ یہ لوگ "یہاں سے بھاگ نہ سکیں۔

وہ جیسے ہر چیز کی تیاری کیے بیٹھے تھے جبکہ صابر نے ہاں میں سر ہلاتے سامنے موجود آدمیوں کو اشارہ کیا تھا جو اگلے ہی لمحے آگ جلانے میں مصروف ہو چکے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں پورا قبیلہ آگ کی لپیٹ میں آنے لگا تھا۔

٥٥٥٥٥٥٥٥

رضوان کو کافی دنوں سے شک تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ کچھ تو کر رہا تھا انسپیکٹر صابر اور کانسٹیبل کامران لیکن کیا، یہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ دو تین دفعہ لوگوں کو آدھی ادھوری بات کرتے ہوئے سن چکا تھا۔ وہ لوگ قبیلے پر حملہ کرنے والے تھے اور اس چیز میں کوئی بھی بڑا افسر شامل نہیں تھا۔

اس نے یہ بات سردار کے کانوں تک پہنچا دی تھی لیکن اس نے بس یہ کہا تھا کہ اگر کوئی بڑا افسر اس مشن میں شامل نہیں ہے تو یہ چھوٹا سا انسپیکٹر اس کا کچھ نہیں اکھاڑ سکتا اور نہ ہی بنا کسی اجازت کے ان کے سینئر ان پر حملہ کرنے دیں گے کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ دلاور کے خلاف کوئی ثبوت قانون کی کسی فائل میں موجود نہیں تھا۔

دلاور کی یہ بات سن کر رضوان بھی پر سکون ہو گیا تھا۔ اس کے سارے کیسز حل ہو رہے تھے۔ اس نے پولیس اسٹیشن سے تقریباً پچھلے چار مہینوں میں 128 سے زائد فائلیں چرا کر ان ڈاکوؤں کے حوالے کی تھیں اور یہ سارے کیسز حل بھی ہوئے تھے۔ دلاور ہر چیز کو بہت سیریس لے رہا تھا۔ اس نے ہر وہ کام کیا تھا جو رضوان چاہتا تھا۔

جب کہ دو تین کیسز میں تو اس نے کانسٹیبل رضوان کا نام بھی مینشن کر دیا تھا کہ وہ کیس اس کی طرف سے حل ہوا ہے اور حکومت کی طرف سے رضوان کو کل ایک لیٹر بھی ریسیو ہوا تھا جس میں اس کی پروموشن کے امکانات بھی صاف نظر آ رہے تھے۔

یہ سب دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا اور آج شام کو ہی وہ دلاور سے مل کر بھی آیا تھا۔ اسے یہ بات اچھی نہیں لگی تھی کہ جو کام وہ نہیں کر رہا وہ اس کا کریڈٹ بھی نہیں لینا چاہتا تھا۔ لیکن دلاور نے کہا تھا کہ وہ اچھا کام کر رہا ہے۔

وہ ان لوگوں کو انصاف دلانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اگر وہ یہ ساری فائلیں چوری کر کے ان تک نہ پہنچائے تو شاید وہ ان لوگوں کے لیے کچھ بھی نہ کر پائیں۔ اور یہ بات حقیقت تھی کہ رضوان بہت مشکل سے پولیس اسٹیشن سے وہ ساری فائلیں غائب کر کے ان لوگوں تک پہنچاتا تھا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ پولیس اسٹیشن میں وہ فائلیں اتنا بیکار کباڑ پڑا ہوا تھا کہ اگر کچھ غائب ہو بھی جاتا تو کسی طرح کا سوال نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ جو چیز غائب ہو گئی اس پر کام نہیں کرنا پڑے گا، یہ سوچ کر کیس بند کر دیا جاتا تھا۔ لیکن رضوان ایسے کیسز بند نہیں ہونے دے رہا تھا اور یہی اس کی قابلیت تھی۔

لیکن آج شام سے وہ کافی پریشان تھا کیوں کہ آج رات کو کچھ ہونے والا تھا۔

وہ بھی قبیلے پر۔ شام کو دلاور سے مل کر اس نے اسے بتایا بھی تھا لیکن وہ بالکل بے فکر تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اس کی یہ بے فکری ہی رضوان کی پریشانی کی بڑی وجہ بن گئی تھی۔

oooooooo

حال

"اٹھ جائیں نا بالا بھیا، آپ نے جانا ہے آج بیلا کو شادی کا ڈریس دلانے کے لیے۔ پھر واپس آئیں گے تو ہم مہندی بھی کریں گے آپ کی۔ آپ کی وجہ سے میں اب تک نہیں سوئی اور آپ گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں۔ اٹھیں، ساڑھے دس بج رہے ہیں۔" وہ زبردستی اسے جگانے کی کوشش کر رہی تھی جب کہ اس کی ساری کوششیں ناکام ہو رہی تھیں۔ بالا جاگنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"یا اللہ، یہ ایسے نہیں جاگیں گے۔" وہ پریشانی سے کہتی کمرے سے باہر نکل آئی تھی جہاں پر سردار بھی ساری رات نہ سونے کی وجہ سے کافی سست لگ رہا تھا لیکن اس کے باوجود بھی قبیلے میں بھرپور تیاری جاری تھی۔ ابھی سے ہی پکوان بننا شروع ہو چکے تھے، آج رات مہندی کی رسم ہونی تھی۔

"نہیں جاگ رہے بالا بھیا۔ میں جگا جگا کے تھک گئی ہوں، ہر ممکن کوشش کر ڈالی لیکن ان کی آنکھ ہی نہیں کھل رہی۔" وہ پریشانی سے اس کے سامنے آ کر رکتے ہوئے کہنے لگی تو اس کے معصوم سے شکوے پر سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

صبح اسے ندی سے لانے کے بعد سردار نے اس پر خوب ساری محبتیں نچھاور کی تھیں۔اس کے بعد وہ دونوں سوئے نہیں تھے۔

بڑی مشکل سے اس کی منتیں کر کر کے اس کی باہوں سے رہائی حاصل کر کے وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی نیچے آئی تو سردار اس کے پیچھے ہی آگیا تھا کیونکہ اب سونے کا وقت سچ میں نہیں تھا۔کام بہت زیادہ تھا اور وہ یہی چاہتا تھا کہ بالا کی شادی بہت اچھے سے ہو جائے۔

بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ سب کچھ دعام کی مرضی کے مطابق ہو جائے جیسا وہ چاہتی ہے،سب کچھ ویسا ہی ہو۔کیوں کہ شادی کی ساری ذمہ داری دعام کے کندھوں پر تھی اور وہ جیسا چاہ رہی تھی سب کچھ ویسا ہی ہو رہا تھا۔

بس دولہا ہاتھ نہیں آرہا تھا کیونکہ دلہے نے سوائے سردار کے اور کسی کے ہاتھ نہیں آنا تھا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے وہاں باہر موجود پانی سے بھری ہوئی بالٹی بھی اٹھا کر لے گیا تھا اور تقریباً ایک

منٹ کے اندر ہی بالا کی زوردار چیخ سنائی دی تھی اور پھر وہ اسے بالوں سے پکڑ کر باہر نکالتا ہوا نظر آیا۔

یار، تم لوگ ظلم کی انتہا کر رہے ہو۔ میں ساری رات ہی نہیں سویا۔" وہ قبیلے میں زمین پر پڑا پریشانی سے بولا تھا جبکہ اس کے کپڑے پوری طرح سے بھیگے ہوئے تھے۔

نہیں سویا تو ہم کیا کریں؟ ایک تو تیری شادی کروا رہے ہیں، اوپر سے تیرے" نخرے ختم نہیں ہو رہے۔ میری بیوی کو کیوں تنگ کر رہا ہے؟ اٹھ جا کر اپنی تیاری کر، اپنی بیوی کو شاپنگ پر لے کر جا۔ دولہا ہو گا تو قبیلے کا، میرے سامنے جو ہے وہی بن کر رہ تو تیرے لیے بہتر ہو گا۔ چل اب ڈرامے مت کر۔" وہ ایک زوردار ٹانگ اس کی کمر پر مارتے ہوئے واپس اپنی چارپائی پر آ کر لیٹ گیا تھا جب کہ بالا اٹھ کر اپنی کمر سہلاتا منہ ہی منہ میں اسے گالیاں بکتے ہوئے تیار ہونے چلا گیا تھا۔

جبکہ دعام اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے اسے اس کے کپڑے دے رہی تھی۔

اس کا ارادہ آج بھی اسے اچھے سے تیار کر کے بھیجنے کا تھا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ اس کے سسرالیوں پر اس کا برا اثر پڑے۔ اس کا بس چلتا تو وہ اپنے بھائی کو شہزادہ بنا کر بھیجتی۔

oooooooo

رباب نے بیلا کو کافی دیر سے جگایا تھا۔ کیوں کہ ایک تو رات کو رسم کافی دیر تک چلی تھی۔ محلے کی کافی ساری عورتوں نے باری باری آ کر رسم کی تھی، اس کے بعد بھی اچھی خاصی رونق لگی رہی تھی۔

وہ رات کو کافی دیر سے سوئی تھی اس لیے اس نے اسے صبح صبح نہیں جگایا تھا۔ اس کی مدد کے لیے محلے کی بہت ساری عورتیں آ گئی تھیں۔

اسے یاد تھا، گاؤں میں تو اس نے کبھی بھی آگے پیچھے کے گھروں میں بنا کر ہی نہیں رکھی تھی۔ وہ تو بس ایک درزن کے گھر پر جاتی تھی، وہ بھی صرف لڑنے کے لیے یا اپنے کپڑوں میں نقص نکالنے کے لیے۔ اس کی ماں نے کبھی اسے

سکھایا ہی نہیں تھا کہ آس پاس کے لوگوں کے ساتھ کس طرح سے تعلق بنا کر رکھا جاتا ہے۔ بہت کم عورتیں ان کے گھر میں آتی جاتی تھیں۔

اور اگر کوئی آتا بھی تھا تو وہ زیادہ دھیان نہیں دیتی تھی۔ اسے پسند ہی نہیں تھا کسی میں گھلنا ملنا۔ لیکن یہاں آ کر اس نے بہت الگ ماحول پایا تھا۔ اسے اچھا لگ رہا تھا جس طرح سب اس کی مددگار بن گئی تھیں۔

سب کچھ اپنے آپ ہی ہو رہا تھا۔ اسے کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑ رہی تھی۔ وہ بس محلے کی لڑکیوں کو بتا دیتی کہ کیا کرنا ہے، وہ سب کچھ خود ہی ہو جاتا۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کتنا ضروری ہے۔ ان کے ساتھ تعلق بنا کر رکھنا کتنا لازم ہے۔ یہ لوگ سچ میں ضرورت کے وقت اپنے بن جاتے ہیں۔

اپنے ساتھ کام کرتی لڑکیوں کو تھوڑا بہت کام بتا کر وہ اندر داخل ہوتے ہوئے بیلا کو جگا چکی تھی جو اٹھ کر فریش ہونے لگی کیونکہ اسے تھوڑی دیر پہلے ہی میسج آیا تھا بالا کا کہ وہ آ رہا ہے اسے اپنے ساتھ شاپنگ پر لے جانے کے لیے۔

وہ کل سے ہی عجیب طرح کے گلٹ میں مبتلا تھی۔ جب سے بالا نے اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا، وہ عجیب طرح کا محسوس کرنے لگی تھی۔ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا وہ نہیں جانتی تھی لیکن اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

اس کے دل میں بالا کے لیے کچھ بھی نہیں تھا اور شاید نہ ہی کبھی کچھ ہو سکتا تھا۔ وہ شخص اس کی محبت نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاں لیکن اس کی باتوں سے محسوس ہوتی محبت اسے گلٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

بیلا، اپنے کپڑے لے کر میرے کمرے میں چلی جاؤ۔ وہیں پر اپنی تیاری کر لو۔ بالا اور بھائی کچھ دیر میں آتے ہوں گے۔"" یہاں اس کمرے میں مہمانوں کا بار بار آنا جانا ہے۔" رباب اسے دروازے سے کہہ کر ہی پلٹ گئی تھی۔

جب کہ وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنی تیاری کرنے لگی تھی۔ کل ریان نے اس کے بالا کے ساتھ اکیلے جانے پر تھوڑا اعتراض اٹھایا تھا۔ اسے پسند نہیں تھا کہ بیلا اس کے ساتھ جائے۔ لیکن بیلا نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ کسی بھی طرح ان ڈاکوؤں کو خود پر شک کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس کی بات ریان کو سمجھ

آئی تھی لیکن پھر بھی وہ پریشان تھا۔ اس نے ریان کو ہر طریقے سے پر سکون کیا تھا۔

اس نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ کسی بھی سچویشن سے نہیں گھبرا رہی لیکن پھر بھی ریان گھبرا رہا تھا شاید وہ جانتا تھا کہ وہ ڈاکو کس حد تک خطرناک ہے۔

○○○○○○○○

بیلا ناشتہ کر کے فارغ ہوئی ہی تھی کہ باہر سے بالا کے آنے کی خبر مل گئی تھی۔ وہ ماں سے اجازت لے کر گھر سے نکل گئی تھی جبکہ بالا گاڑی کے باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنی مہنگی برانڈ ڈنیو گاڑی وہ کہاں سے لایا تھا؟ یقیناً یہ چوری یا ڈکیتی کا ہی حصہ ہو گا۔

السلام وعلیکم۔" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی تو بالا دلکشی سے مسکرایا تھا۔"

"وعلیکم السلام۔ لگتا ہے رات کو تمہاری بھی بری حالت کی گئی ہے، ویسے کل رات تو میری خوب درگت بنائی گئی ہے۔ یہ رسم اتنی ضروری تھی کیا؟ ابھی تک ہلدی میرے بالوں سے نہیں نکلی۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"یہ ساری رسمیں ہیں اور رسمیں تو کرنی پڑتی ہیں۔" اسے سمجھ نہ آیا تھا وہ کیا جواب دے اس لیے سرسری سے انداز میں بولی۔

"اچھا مطلب تم بھی ساری رات نہیں سوئی؟ میری تو حالت خراب ہو رہی تھی۔ صبح اٹھا تک نہیں جا رہا تھا۔ وہ تو سردار نے زبردستی جگایا تو آنا پڑا۔" وہ پرسکون انداز میں گاڑی مین روڈ پر ڈال چکا تھا۔

جب کہ اس کے جواب میں وہ کیا ہی کہتی، اسی لیے خاموش ہی رہی تھی۔

"کل میرا فون کیوں کاٹا تھا تم نے؟ میں بات کر رہا تھا، تم نے فون کاٹ دیا۔ یہ کوئی طریقہ ہے۔ آج معاف کر رہا ہوں، آئندہ نہیں مجھے یہ چیز ہرگز پسند نہیں ہے کہ میری بیوی میری فون کال کو نظر انداز کرے۔ میں تمہیں اپنے دل کے خیالات بتا رہا تھا، اپنے جذبات بیان کر رہا تھا، تم نے فون ہی بند کر دیا۔"

آج کے بعد ایسا مت کرنا، معصوم سا دل ہے میرا، ٹوٹ جاتا ہے۔ خیر آج کے بعد تم کر بھی نہیں پاؤ گی کیوں کہ ہم دونوں میں تو صرف اس رات کا فاصلہ ہے، پھر کل تو تم میرے پاس ہو گی ہمیشہ کے لیے۔ کیوں، ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں؟" وہ نرمی سے اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا تو بیلا کو ایک دفعہ پھر سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

روزہ رکھا ہے چپ رہنے کا؟ یا پھر شادی سے پہلے تمہارے ہاں نہ بولنے کی" کوئی رسم ہے؟" وہ اسے کافی دیر چپ دیکھ کر بولا تھا۔

نہیں ایسا تو کچھ نہیں ہے، کہاں سے لیں گے لہنگا؟" بیلا نوٹ کر چکی تھی کہ وہ" اس کی ساری چھوٹی بڑی باتیں نوٹ کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جو کب سے انگلیاں چٹخا رہی تھی، بالا نے ہاتھ پکڑ کر اس کے دونوں ہاتھ بھی الگ کر دیے۔

"جہاں سے تم کہو گی وہیں سے لے دوں گا لیکن پسند میری ہو گی۔"

تو پھر مجھے کیوں اپنے ساتھ لائے ہیں؟ اگر آپ نے اپنی پسند کا ہی لینا تھا تو اپنی" پسند کا ہی لے آتے۔ مجھے تو غالباً اس لیے یہاں پر بھیجا گیا ہے کیونکہ میں اپنی

پسند کا لہنگا پسند کر سکوں۔" وہ حیران ہوئی تھی اس کی بات پر۔ اگر اس کی پسند کی چیز لینی تھی تو پھر اس کے ساتھ لے جانے کا کیا مقصد تھا۔

لیڈیز شاپنگ کا کوئی خاص ایکسپیرینس نہیں ہے اور تمہیں تو میں اس لیے" ساتھ لے کر آیا ہوں تاکہ تمہارا دیدار کر سکوں۔ شادی سے پہلے ملاقات تو کرنے نہیں دے رہے تھے یہ لوگ، اسی لیے سوچا کہ کسی نہ کسی بہانے سے چھوٹی موٹی ملاقات کر لیتا ہوں۔ ویسے بھی میرا بہت دل کر رہا تھا تمہیں دیکھنے کا، تم سے ملنے کا۔ اور پھر رات کو تم نے میرا فون کاٹ دیا، اس وجہ سے میں تم "سے غصہ بھی تھا اور حساب بھی لینا تھا۔

وہ اچانک سے بولا تو بیلا کو پھر سے گھبراہٹ ہونے لگی۔

ابھی تو وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے معاف کر دیا اب وہ پھر اسی بات کا ذکر چھیڑ چکا تھا

وہ کمرے میں کوئی آ گیا تھا۔" وہ کافی دیر سوچنے کے بعد آخر ایک بہانہ بنانے" میں کامیاب ہوئی۔

ہاں مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا کہ ضرور کمرے میں کوئی آ گیا ہو گا ورنہ تم"

"کیوں میری کال کاٹتی۔

ویسے کیا سوچا تم نے ہمارے رشتے کے بارے میں؟" وہ اس کے بہانے کو"

قبول کرنے کے بعد اب پھر سے سوال جواب کرنے لگا تھا۔

کیا مطلب؟ کس بارے میں سوچنا ہے؟ آپ کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں مجھ"

سے؟" وہ جو سیریس انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا، بیلا سچ میں نروس ہونے لگی

تھی۔

ارے یار، سیدھا سادا سوال پوچھ رہا ہوں۔ فیوچر کے بارے میں کیا سوچ رہی"

ہو؟ میرا مطلب ہے بظاہر تو تم اس رشتے کے لیے راضی لگ رہی ہو لیکن میں

جانتا ہوں کہ شاید یہ اتنا آسان نہیں ہو گا تمہارے لیے بھی آخر تمہارے

"ساتھ زور زبردستی ہوئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ تم اس رشتے کے لیے تیار نہیں تھی لیکن میں اپنے دل کے"

"ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔

میرے خیال میں اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے، جب نکاح ہو چکا" ہے تو پھر باقی کوئی بات معنی نہیں رکھتی۔" وہ اس کی بات کاٹ گئی تھی۔ جب کہ وہ اس کی بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔

مطلب کہ تم دل سے اس رشتے کے لیے تیار ہو؟" بالا کی آنکھوں میں جیسے" چمک سی اتری تھی۔ وہ گاڑی ایک طرف روک گیا تھا۔

ہاں بالا، میں نے بہت سوچا، اور پھر میں نے یہی سمجھا کہ ہر کام میں کہیں نہ" کہیں اللہ کی رضامندی شامل ہوتی ہے اور پھر نکاح تو اس کا سب سے پسندیدہ کام ہے۔ تو یقیناً اس میں کہیں نہ کہیں میرے اللہ کیطرف سے بہتری ہو گی اسی" لیے میں اس رشتے کو دل سے قبول کر رہی ہوں۔

وہ اسے یقین دلانے کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تو بے ساختہ ہی بالا اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچتا اگلے ہی لمحے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔ انداز انتہائی شدت سے بھرپور تھا۔

اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی گرفت میں لیے اس کی سانسیں روک چکا تھا۔

وہ اس کے سانسوں پر پہرہ جمائے لمحہ بہ لمحہ اپنی شدید گرفت میں اس کی سانسیں کھینچ رہا تھا جبکہ اپنی تیز ہوتی دھڑکنوں پر قابو نہ پاتے ہوئے وہ اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن نہ جانے اسے کیا ہوا تھا کہ وہ اس کے احتجاج کو کوئی اہمیت دیے بغیر اپنی طلب پوری کر رہا تھا۔

ایک تشنگی تھی جو مٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔اس کی سانسوں پر پہرہ جمائے وہ اسے دوسری سانس لینے کا موقع ہی نہیں دینا چاہتا تھا۔اس کی رضامندی نے جیسے اسے اندر تک پرسکون کر دیا تھا۔نکاح میں ہوئی زبردستی کا سوچ کر بالا کو سکون نہیں تھا۔جس سے وہ محبت کرتا تھا، اسے ایک زبردستی کے رشتے کو گھسیٹنے اسے کبھی منظور نہیں تھا۔

لیکن بیلا کا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اظہار کرنا جیسے اسے دوسری دنیا میں پہنچا گیا تھا۔وہ پاگلوں کی طرح اس کے لبوں کو چومتا اس کی سانسیں قید کر گیا تھا جب کہ بیلا کو لگا کہ اب اگر وہ نہیں رکا تو اس کا دم نکل جائے گا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ بے قراری سے اس کے لبوں سے لپٹا اس کی سانسیں چُرا رہا تھا۔ اس کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا اس کے لبوں کو آزاد کرنے کا۔ یہ میٹھا لمس شاید وہ ہر وقت محسوس کرنا چاہتا تھا۔ اس کی دیوانگی عروج پر تھی۔

وہ اپنے لبوں کو اس کے لبوں پر حرکت دیتا جیسے ہر طرح کی سوچ کو اپنے دماغ سے نکال چکا تھا۔ شاید وہ اس وقت یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ بیچ سڑک پر گاڑی روکے ہوئے ہیں۔

اس وقت اگر اسے کچھ یاد تھا تو صرف اتنا کہ اس کی محبت اس کے بے حد قریب تھی اور وہ اس کی سانسوں میں اپنی سانسیں گھولے خود کو پوری طرح سے اس میں مگن کیے ہوئے تھا۔ بیلا کے لیے جیسے یہ زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا تھا۔ وہ بس کیسے بھی اپنی سانسیں اس بے رحم انسان سے چھڑوالینا چاہتی تھی لیکن وہ تو جیسے ہی اس کی سانسوں کا دشمن بن گیا تھا۔ بیلا کو لگا شاید وہ اس سے بدلہ لے رہا ہے۔

بیلا کو اپنے سانسیں اٹکتی محسوس ہوئیں تو اس نے بڑی مشکل سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے خود سے دور کرتے گہری سانس لی۔

بالا کو بھی جیسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے اپنی گردن میں موجود کپڑا ٹھیک کرتا پوری طرح سے پیچھے ہو گیا تھا۔ شاید اسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ جذبات میں کچھ زیادہ ہی بہہ گیا ہے۔

تھوڑا بے لگام ہو گیا تھا۔ ان ایکسپیرینسڈ بندہ ہوں، مجھے یہ سب کچھ کرنا آتا" نہیں ہے لیکن جذبات تو خیر بڑے بڑے تیس مار خان کو گھٹنوں پہ لا دیتے ہیں، "میری کیا اوقات ہے۔ خیر، ہمیں وقت برباد نہیں کرنا چاہیے، چلتے ہیں۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" وہ کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔ اس کے " چہرے پر نہ تو اپنی حرکت سے کوئی شرمندگی تھی اور نہ ہی اس نے اپنی اس حرکت پر اسے سوری کہا تھا بلکہ وہ تو کافی خوش نظر آ رہا تھا۔ جبکہ بیلا کی سانسیں اب تک نارمل نا ہوئی تھی۔

وہ اسے ایک مال میں لے کر آیا تھا جہاں پر وہ خود ہی اس کے لیے لہنگا پسند کرنے لگا۔ اس نے خود اپنی مرضی اور پسند کے مطابق اس کے لیے سرخ رنگ کا خوبصورت سا لہنگا لیا تھا اور پھر وہ اس لہنگے پر رکا نہیں تھا بلکہ اس نے اپنی مرضی سے اس کے لیے کافی ساری اور بھی شاپنگ کی تھی۔

بیلا تو اس کی طرف سے ایک ہی بے باک حرکت پر جیسے پوری طرح خاموش ہو گئی تھی۔ وہ پورے راستے میں نہ تو اس سے کچھ بولی تھی اور نہ ہی اس کی طرف دوبارا نگاہیں اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کی خاموشی پر بالا نے بھی کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔

بلکہ ساری شاپنگ کے بعد اب وہ اسے گھر چھوڑنے جا رہا تھا۔ صبح سے شام ہونے کو آئی تھی اور اگر سردار فون پر اسے بار بار یہ یاد نہ دلاتا کہ مہندی کی رسم آج ہی ہونی ہے تو یقیناً وہ اتنی جلدی یہ شاپنگ کا پیریڈ ختم بھی نہیں کرنے والا تھا۔

یہاں تک کہ دوپہر کا کھانا تک اس نے زبردستی اسے ایک ہوٹل سے کھلایا تھا۔ اس کی بے باک باتیں، نگاہیں اور حرکتوں نے بیلا کو بری طرح سے بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ کافی بے لگام قسم کا انسان تھا اور اس بات کا ثبوت اس کی نگاہیں تھیں جس سے بیلا سارا دن چھپنے کی کوشش میں لگی رہی۔

○○○○○○○○

بالا بھیانہ جانے کب تک آئیں گے تب تک میں نے سوچا ہم اپنی تیاری کر لیتے" ہیں۔" وہ اسے اشارہ کر کے خود اوپر کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ سردار اس کے پیچھے آیا تو وہ اس کے کپڑے تیار کر کے بیڈ پر رکھ چکی تھی۔ اس کے اندر آتے ہی وہ اسے دیکھ کر ایکسائٹڈ ہو کر بولی۔ شادی کو لے کر وہ ضرورت سے زیادہ ہی ایکسائٹڈ تھی۔

ایک تو تم سوچتی بہت زیادہ ہو لیکن اگر تم نے سوچنا ہی ہے تو اپنے شوہر کے" "بارے میں سوچو۔ کیا بالا کے بارے میں سوچ سوچ کر خود کو ہلکان کر رہی ہو؟

اس کے لیے سوچنے کو اس کی بیوی آ رہی ہے تم مجھ پر فوکس کیا کرو وہ اس کے قریب آتا اس کے چہرے کو تھام چکا تھا۔

"آپ کے بارے میں سوچ کرنا، صبح سے پچھتا رہی ہوں کیونکہ آپ کی وجہ سے نہ تو میں کل ساری رات سوئی ہوں اور نہ ہی صبح، اس لیے بہتر ہو گا کہ آپ مجھے مزید اپنے بارے میں بالکل بھی سوچنے پر مجبور نہ کریں بلکہ اپنی تیاری کر لیں۔

تھوڑی دیر میں ہم رسم شروع کر دیں گے۔ بالا بھیا تو نہ جانے کب تک آئیں گے لیکن میں نہیں چاہتی کہ رسموں میں کوئی بھی گڑبڑی ہو۔ اسی لیے جلدی سے تیار ہوں آپ۔" وہ اسے زبردستی آج سفید رنگ کے کپڑے دے چکی تھی جس پر سردار منہ بنا گیا تھا۔

"میرے گلاب سائیں، میں یہ رنگ نہیں پہنتا۔ تم جانتی ہو نا مجھے یہ رنگ پسند نہیں ہے۔ مجھے جو پسند ہے مجھے وہی دے دو۔" وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے قریب کھینچتے ہوئے بولا۔

میرے پیارے سے ڈاکو سائیں، ہر وقت کالا کپڑا نہیں پہنا جاتا۔ مہندی کے "
لیے میں نے آپ کے لیے خود اپنی پسند سے کپڑے بنوائے ہیں اور آپ یہی
"پہنیں گے، خبردار جو آپ نے انکار کیا ورنہ میں بولوں گی نہیں آپ سے۔

ہائے میرا سوہنا مکھڑا روٹھتا بہت ہے۔" وہ نرمی سے اس کے گالوں کو چومتے "
ہوئے اس کی بات بھی مان گیا تھا جبکہ اس کی انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنسی
تھی۔ جب سردار نے اس کی نازک کمر کو کھینچ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

میں کیا سوچ رہا تھا کہ جب تک بالا نہیں آجاتا تب تک ہم اپنی تیاری کے "
ساتھ ساتھ تھوڑا سا پیار بھی کر لیتے ہیں۔" وہ اس کے لبوں پر آہستہ سے اپنی
مونچھیں رگڑتے ہوئے بولا تو دعام نے اسے گھورا تھا۔ جبکہ اس کے گھورنے پر
جس انداز میں وہ اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر اسے خود سے لگا گیا تھا، دعام نے اس
کی نیت سمجھ کر بجلی کی تیزی سے اس کی باہوں سے نکلنے کی کوشش کی تھی۔

نہیں ڈاکو جی، میں بول رہی ہوں آپ کو، خبردار جو آپ نے اپنی نیت "
بگاڑی۔"" بہت بگڑتے جا رہے ہیں آپ میں بتا رہی ہوں، خبردار۔" وہ ابھی

بہت کچھ کہنا چاہتی تھی جب وہ اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے اس کے لبوں کو قید کرتا اپنی شدتوں کے رنگ اس کے نازک لبوں پر بکھیرنے لگا تھا۔

دعام اس کی پناہوں میں پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی۔ جب کہ اپنی قمیض کی ڈوریاں کھلتی محسوس کر کے ایک سنسناہٹ سی خود میں سرایت کرتی محسوس کرتی وہ اس کے سینے میں چھپ گئی تھی۔ اپنی کامیابی پر زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے سردار اسے اپنی پناہوں میں قید کرتا خود کے ساتھ اسے بھی بیڈ پر گرا گیا تھا۔ اب سردار تھا اور اس کی کبھی نہ ختم ہونے والی بے قراری جو دعام کو ہوش و حواس سے بیگانہ کرنے کے لیے کافی تھی۔

وہ چاہنے کے باوجود بھی اسے روک نہیں پائی تھی، وہ جانتی تھی اب وہی ہو گا جو سردار چاہے گا۔ اسی لیے وہ خاموشی سے اس کی پناہوں میں آگئی تھی۔

oooooooo

ماضی

قبیلے میں ہر طرف آگ پھیل چکی تھی۔ سب کچھ آگ کی لپیٹ میں آ رہا تھا۔ ہر طرف روشنی ہو گئی تھی۔ دھوئیں اٹھنے لگے تھے۔ قبیلے کا نقشہ تھوڑی ہی دیر میں بدلنے لگا تھا۔ آہستہ آہستہ چیخوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ پورے قبیلے میں گہما گہمی ہو گئی تھی اور اس کا تباہی کا قبیلہ چھوڑ کر جانے والوں کو پتہ بھی نہ تھا کہ اس قبیلے میں اس طرح کی کوئی آفت آنے والی ہے۔

وہ انجان اپنا فرض نبھا رہے تھے، یہ جانے بغیر کہ ان کی واپسی پر شاید یہاں سوائے راکھ کے ڈھیر کے اور کچھ نہ ہو گا۔

قبیلے میں ہر طرف آگ پھیلنے لگی تھی۔ ان لوگوں نے پوری ہوشیاری سے کام کیا تھا۔ بنا کسی بھی طرح کا شور مچائے انہوں نے پہلے چھوٹے خیموں پر حملہ کیا تھا۔ ان کا پہلا ٹارگٹ پہاڑ سے دوسری طرف موجود چھوٹے چھوٹے خیمے تھے۔ ان لوگوں کا ارادہ خاموشی سے اپنا کام کرنے کا تھا لیکن یہ کام خاموشی سے ہو نہیں سکتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں قبیلے میں شور اٹھنے لگا تھا۔ ہر طرف سے بچوں کے رونے اور عورتوں کے چیخنے کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ بیچ بیچ

میں مردوں کی آوازیں آنا بھی شروع ہو چکی تھیں لیکن قبیلے میں گشت کرتی پولیس کو دیکھ کر وہ سب لوگ سہمنے لگے تھے۔ سب کو پتہ چل چکا تھا کہ یہ حملہ پولیس کی طرف سے ہوا ہے یعنی کہ ان کا قبیلہ اب محفوظ نہیں تھا۔ پولیس ان کے قبیلے کے اندر آکر نہ صرف ان پر حملہ کر چکی تھی بلکہ انہیں نقصان بھی پہنچا رہی تھی۔ کچھ خیموں میں اندر کی طرف آگ لگنے لگی تو لوگ باہر کی طرف بھاگنے لگے تھے لیکن پولیس اہلکار انہیں باہر بھاگنے نہیں دے رہے تھے بلکہ جو بھی باہر نکلتا ان پر سائلنسر لگی گولی چل جاتی۔

سائلنسر لگے ہونے کی وجہ سے آواز باہر تک نہیں جا رہی تھی لیکن چیخوں اور پکاروں کی آواز پورے قبیلے میں گونجنے لگی تھی۔ ہر طرف شور مچنے لگا تھا۔ بھاگ دوڑ شروع ہو چکی تھی جبکہ ان سب کے بیچ میں وہ غنڈے نما پولیس والے اپنی گندی نیتوں کو عملی جامہ پہنانے لگے تھے۔

قبیلے میں موجود عورتیں اور بچیاں دیکھ کر ان کی نیتیں خراب ہونے لگی تھیں۔ یہاں پر تقریباً 70 سے زیادہ پولیس یونیفارم میں غنڈے موجود تھے، جن کی نیت اس قبیلے کی ہر عورت پر خراب ہو چکی تھی۔

○○○○○○○○

وہ بہت بڑے مشن پر گئے تھے۔ پچھلے دو ماہ سے وہ یہ کام کرنا چاہتے تھے۔ یہ تقریباً کوئی 80 من سے زیادہ اسلحہ تھا جو ان لوگوں نے ایک بڑے مقصد کے لیے آگے پہنچانا تھا۔ اتنے بڑے پیمانے پر اسلحہ بھیجنا ان کے لیے کافی مشکل ثابت ہو رہا تھا لیکن یہ کام وہ چوری سے کر رہے تھے اسی لیے اس کام میں چالاکی بے حد ضروری تھی۔ یہ سارا اسلحہ انہوں نے اپنی پاک فوج کو بھیجا تھا۔ پچھلے تین سالوں میں وہ تقریباً یہاں سے جتنے بھی بڑے بڑے اسلحہ فروش تھے، ان کو ایکسپوز کر رہے تھے اور آج آخر وہ اپنا ایک اور فرض نبھانے میں کامیاب ہوئے اور اب واپس اپنے قبیلے کی طرف جانے لگے۔

یہ مشن کافی سالوں سے چل رہا تھا۔ اس علاقے میں جتنا بھی غیر قانونی طریقے سے اسلحہ باہر ملک سے منگوایا جاتا تھا اور اس ملک سے باہر دوسرے ملکوں میں بھیجا جاتا تھا، وہ سارا ہی سردار کی نظر میں تھا۔

وہ اتنا بڑا غیر قانونی کام اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں ہونے دے سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ جب سے اس نے سردار کی کرسی سنبھالی تھی، اس نے یہ کام نہیں ہونے دیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ آرمی بھی اس چیز میں ان کا خوب ساتھ دیتی تھی۔ بڑے بڑے لوگ جانتے تھے کہ اس قبیلے کے ڈاکو پورے ایمانداری اور سچائی سے اپنا فرض نبھا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے سپاہی بھی ان کے ساتھ اس کام میں ان کی مدد کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جب ان پر بڑے کیسز چلتے تھے، انہیں ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جاتا تھا۔

فوج کی طرف سے انہیں بس ایک ہی وارننگ دی گئی تھی کہ وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کر سکتے جو عام عوام اور لوگوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔ جب کہ

سردار کا کہنا تھا کہ وہ کبھی کسی کے ساتھ غلط نہیں کرتا۔ وہ جو بھی کرتا ہے، صحیح کرتا ہے اور اس کے پاس اس کے صحیح ہونے کا ثبوت موجود ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سپاہی اور سیکرٹ ایجنٹس ان کے خلاف کسی طرح کا ایکشن نہیں لیتے تھے ہاں لیکن پولیس کی نظر ہمیشہ ان پر رہتی تھی۔

یہ الگ بات تھی کہ پولیس کا منہ بند کرنا ان کے لیے مشکل نہیں تھا اور پھر پولیس کا سامنا وہ خود کر سکتے تھے۔ پولیس کا مقابلہ کرنا ان کے لیے مشکل کبھی بھی نہیں رہا تھا۔

ان کے لیے فخر کی بات یہ تھی کہ ان کی چھوٹی چھوٹی کوششیں ان کے ملک کی فلاح کے لیے کام آرہی تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی ان سب چیزوں کے بارے میں بتاتا رہتا تھا کہ کل کو وہ بھی اسی طرح سے اپنے فرائض سرانجام دے۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا بھی اس کی طرح ڈاکو بنے،

ہاں لیکن وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا بھی اپنے فرائض کو سمجھے اور اپنے ملک کے لیے اپنی جان تک دینے کے لیے تیار رہے۔

دلدار اس کی گود میں سو رہا تھا جبکہ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی عجیب طرح کی اٹھتی بدبو کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں کھول چکی تھی۔ نہ جانے یہ بدبو کدھر سے آ رہی تھی لیکن قبیلے کے باہر سے عجیب سی روشنی محسوس ہوئی تھی۔ قبیلے کے باہر اتنی روشنی کیوں تھی؟ وہ سوچ کر پریشان ہو گئی تھی۔ اتنی رات گئے قبیلے میں اس طرح سے روشنی تو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے باہر کی طرف جھانکنا چاہا تو اسے لگا جیسے آسمان زمین اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم سا گیا تھا۔

اس کے آگے ہر تھوڑے فاصلے پر آگ جل رہی تھی۔ وہ تیزی سے خیمے سے نکلتے ہوئے باہر موجود اہلکاروں کو دیکھنے لگی تھی۔ پولیس بہت بڑے پیمانے میں قبیلے پر موجود یہاں کی جھونپڑیوں کو آگ کی لپیٹ میں ڈال رہی تھی۔ وہ پریشان ہوتی آگے بڑھی ہی تھی جب اسے ایک خیمہ سے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی۔

وہ تیزی سے اس خیمے کی طرف بڑھی ہی تھی جب اچانک اسے دوسرے خیمے سے بھی چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی اور ایک لڑکی بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلتی پہاڑوں کی طرف جانے لگی تھی۔ اس کے پیچھے ہی ایک پولیس والا بھاگ رہا تھا۔ اسے اپنے سینے کی دھک دھک اپنے کانوں میں سنائی دینے لگی تھی۔ ہر طرف سے چیخ وپکار کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ زائرہ سمجھ چکی تھی کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی۔

لیکن وہ کوشش بھی نہ کرے ایسا تو ممکن نہیں تھا۔ اس نے آگ سے لپٹی جھونپڑی سے ایک لکڑی نکال لی تھی اور پھر تیزی سے اپنے قدم اس آدمی کے پیچھے بڑھانے لگی جو اس لڑکی کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ لیکن آگے بڑھتے ہوئے اسے احساس ہو چکا تھا کہ اس وقت اس کی سوچ سے زیادہ پولیس اہلکار اس قبیلے میں موجود تھے۔ لیکن کیسے؟ سردار کے قبیلے میں کوئی کیسے آسکتا تھا؟ ایسا کیسے ممکن تھا کہ اس طرح کوئی سردار دلاور یلغار کے قبیلے پر حملہ کر دے؟

oooooooo

قبیلے کی حدود میں پہنچتے ہی انہیں دور سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ روشنیاں ان کے قبیلے سے ہی اٹھ رہی ہیں۔ پہاڑوں کے بیچ سے دھواں نکلتا نظر آ رہا تھا۔ اتنا تیز دھواں وہ بھی ان کے قبیلے کے علاقے سے، ایسا کیسے ممکن تھا۔

سردار نے پریشانی سے یوسف کی طرف دیکھا تھا جو خود بھی آنکھیں کھولے حیرت سے قبیلے کی طرف دیکھ رہا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے انہوں نے سوچے سمجھے بغیر اپنے گھوڑوں کی رفتار بڑھا دی تھی۔ کسی انہونی کے احساس نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کچھ ہونے والا تھا، بے حد برا ہونے والا تھا۔ ایسا لگا جیسے سب کچھ برباد ہو رہا ہے۔ ان کے گھوڑے فل رفتار کے ساتھ آگے کی طرف بھاگ نکلے تھے۔

ان کے گھوڑے پوری رفتار سے آگے بڑھ رہے تھے جب اچانک ہی سامنے سے گولیاں چلنے لگیں۔ کچھ گولیاں پہاڑ کے اوپر سے برس رہی تھیں تو کچھ ان کے سامنے قبیلے سے۔ لیکن انہوں نے اپنے گھوڑے کی رفتار روکی نہیں تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اتنا تو وہ لوگ سمجھ ہی چکے تھے کہ ان کے

قبیلے پر کوئی بہت بڑا حادثہ پیش آچکا ہے۔ ان کے بیوی بچے وہاں اس قبیلے میں تھے، وہ رک نہیں سکتے تھے۔ کس میں اتنی ہمت آگئی تھی کہ ان لوگوں کی غیر موجودگی میں ان کے قبیلے پر اتنا بڑا حملہ کر دیا گیا تھا؟ کس نے اپنی موت کو آواز دی تھی؟ سردار دلاور اپنی بندوق نکالتے ہوئے سامنے موجود اہلکاروں پر دھڑا دھڑ گولیاں برسانے لگا تھا۔

اس وقت اسے اگر کچھ سمجھ میں آیا تھا تو صرف اتنا کہ اس کے قبیلے میں آگ لگائی گئی تھی اور یہ آگ لگانے والے کوئی اور نہیں بلکہ وردی والے تھے۔

غصے سے وہ پاگل ہونے کو تھا۔ سامنے آتے ہر شخص کو وہ اپنی گولی کا نشانہ بناتا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس وقت اسے کوئی ہوش نہیں تھا سوائے اس کے کہ اس کے قبیلے کو تباہ کیا جا رہا تھا۔ اس کے قبیلے کو بربادی کی طرف دھکیلا جا رہا تھا اور ایسا کوئی نہیں کر سکتا تھا سوائے راگا ڈاکو کے۔

آج کی ڈکیتی پر جانے سے پہلے ہی ان کو خبر مل چکی تھی کہ راگا ڈاکو کی ملاقات پولیس والوں سے ہوتی ہے۔

اور وہ پولیس والوں سے کیوں ملتا ہے، اتنا تو وہ اندازہ لگا ہی چکے تھے۔ وہ ہرگز اپنے قبیلے پر کسی طرح کا کوئی رسک نہیں لے سکتے تھے۔ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے، آگے آتے ہر انسان کی جان لیتے ہوئے سردار نے ایک دفعہ بھی نہیں سوچا تھا۔ جب اس کے بازو پر گولی لگی تھی، جہاں گالی نے اس کے بازو کو چیر کر رکھ دیا تھا وہیں پیچھے یوسف بھی گھوڑے سے گرا تھا۔ اسے گولی کہاں لگی تھی وہ نہیں جانتا تھا لیکن ایک لمحے کے لیے اس نے گھوڑے کو لگام دیتے ہوئے گھوڑے کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن یوسف نے اسے اشارے سے آگے بڑھنے کے لیے کہا تو اگلے ہی لمحے وہ گھوڑے کی رسی کھینچتے ہوئے قبیلے کی حدود پار کرنے لگا تھا۔

○○○○○○○○

حال

ریان دائیں سے بائیں ہو رہا تھا۔ مسلسل چکر کاٹ کر اب اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ بالانہ جانے اس کی بہن کو لے کر کہاں گیا تھا اور اب تک

وہ لوگ واپس کیوں نہیں آئے تھے۔ وہ مسلسل اسی سوچ میں کبھی دروازے تک جاتا تو کبھی پلٹ کر اندر آکر شور مچانے لگتا۔

کیا ہو گیا ہے ریان؟ وہ اپنے شوہر کے ساتھ گئی ہے کسی غیر کے ساتھ تھوڑی" گئی ہے جو تم اتنا پریشان ہو رہے ہو۔ آجائے گی واپس، تم جاؤ اپنی تیاری کرو تمہاری بہن کی مہندی ہے۔" امی نے اسے مسلسل سب پر غصہ کرتے دیکھ کر سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ امی کو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا اس لیے خاموشی سے اپنے کمرے میں آگیا تھا جبکہ اس کی پریشانی کو سمجھتے ہوئے رباب اس کے پیچھے کمرے میں آئی تھی تاکہ اسے تھوڑا ریلیکس کر سکے۔

کیونکہ اس وقت جس طرح وہ پریشان ہو رہا تھا، ممکن تھا کہ وہ بیلا کو ڈھونڈنے نکل پڑتا۔

ریلیکس ہو جائیں آپ ریان۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ بیلا تھوڑی ہی دیر میں آ" جائے گی واپس۔ آپ پریشان مت ہوں۔ میری ابھی بات ہوئی ہے اس سے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ وہ لوگ واپسی کے لیے نکل چکے ہیں۔ بالا نے شاپنگ

میں دیر لگا دی ہے۔ آپ فکر نہ کریں، وہ لوگ آ رہے ہیں۔ میری بات ہوئی ہے۔" وہ کمرے میں آتے ہوئے اسے سمجھانے لگی تھی۔

اگر تمہاری بات ہوئی ہے تو وہ میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہی؟ کم سے کم مجھے بتا تو سکتی ہے کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ اس آدمی کے ساتھ مجھے اپنی بہن کو بھیجنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ غصے سے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں بھینچتا وہیں بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن وہ پر سکون ہو کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا اس وقت غصے سے اس کی بری حالت ہو رہی تھی۔ ایک تو وہ ان سب چیزوں میں بیلا کو شامل نہیں کرنا چاہتا تھا اور دوسرا اسے بالا پر بھروسہ بھی نہیں تھا۔

بے شک وہ اس کا محرم تھا لیکن وہ اپنی بہن کو اس طرح کسی کے بھروسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ واپس اٹھتا وہ مسلسل کمرے میں ٹہل رہا تھا، اس سے ایک جگہ بیٹھا ہی نہیں جا رہا تھا جبکہ رباب اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ باہر بہت سارے مہمان آ چکے تھے، وہ مہمانوں کے سامنے کسی طرح کا کوئی بھی تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی۔

"ریان، آپ کا ہی تو پلان ہے نا؟ تو پھر آپ کو تھوڑا سا صبر سے کام تو لینا ہو گا نا۔ جس طرح آپ ری ایکٹ کر رہے ہیں، مجھے لگتا ہے ہم وقت سے پہلے ہی ان لوگوں کی شک کی نظر میں آجائیں گے۔ وہ لوگ بہت ہوشیار ہیں، آپ کو اس طرح ری ایکٹ نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ بار بار بیلا کو فون کر رہے ہیں، اگر وہ فون نہیں اٹھا رہیں تو آپ فون نہ کریں۔ ہو سکتا ہے بالا کو شک ہو گیا ہو۔" وہ پریشانی سے سمجھانے لگی تھی۔

"میرا فون اٹھا کر مجھے بتا تو سکتی ہے نا کم سے کم؟ وہ میرا فون کیوں نہیں اٹینڈ کر رہی؟"

اس نے ایک دفعہ پھر سے اسے کال کرنے کی کوشش کی تو اب کی دفعہ رباب نے فون ہی لے لیا تھا۔

"میری بات ہو چکی ہے، وہ کہہ رہی ہیں مزید 20 منٹ میں وہ گھر واپس آجائے گی۔ آپ بیکار میں پریشان ہو رہے ہیں۔" رباب نے اسے سمجھانے کی آخری

کوشش کی تھی۔ باہر اتنے سارے لوگ تھے اور جس طرح وہ غصہ ہو رہا تھا، وہ سب کی نظروں میں آ رہا تھا۔

اگر یہاں پر کسی کو پتہ چل جاتا کہ بیلا کی شادی صرف ایک دکھاوا ہے، ایک ڈراما ہے تو ان کے لیے کتنا مسئلہ بن سکتا تھا۔ اگر یہاں سے یہ بات نکل کر باہر جاتی تو ان کے لیے کتنا بڑا مسئلہ بن سکتا تھا۔

وہ اسے یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ ریان کے دل میں تو ڈکیت قبیلے والوں کا ڈر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی بہن پر کسی طرح کی مصیبت نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔ ان سب چیزوں میں اس نے بیلا کو شامل تو کر لیا تھا لیکن اب وہ پچھتا رہا تھا۔

○○○○○○○○

وہ لینے تو صرف اس کا لہنگا گیا تھا لیکن اسے بہت ساری شاپنگ کروا کے گھر چھوڑ کر واپس گیا تھا۔ بیلا تو اس کے ساتھ جا کر پچھتائی تھی۔ ابھی تک اسے اپنے ہونٹوں پر اس کے ہونٹوں کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ یہ آدمی ضرورت

سے زیادہ ہی پاگل تھا اور بیلا کو یقین تھا کہ یقیناً آگے جا کر وہ اسے اور بھی پاگل کر دینے والا تھا۔

اتنی دیر لگا دی تم نے آنے میں؟" دروازہ کھولتے ہی ریان نے ذرا سختی سے کہا" تھا۔ وہ اسے کال کر کر کے تھک چکا تھا لیکن بالا کی موجودگی میں وہ کال اٹینڈ نہیں کر سکی تھی۔

ہاں، دیر ہو گئی آنے میں، وہ بالا زبردستی مجھے اپنے ساتھ لنچ پر لے گیا تھا۔ اس" کے بعد پھر ہم شاپنگ پر گئے ہیں، وہاں ایک ڈریس لینے گئے تھے، بالا کا دماغ "خراب ہو گیا اور وہ پتا نہیں کیا کیا خریدنے لگ گیا۔

اس کی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی۔ پارلر والی آ گئی کیا؟" وہ اپنے ہاتھ میں موجود" سارے شاپنگ بیگ وہیں چارپائی پر رکھنے لگی تھی۔

ارے بیلا، بالا ور بیٹے کو اندر کیوں نہیں بلایا بیٹا؟ اسے باہر سے ہی کیوں بھیج" دیا؟" شرمیلہ خالہ اسے ریان کے ساتھ سرگوشیاں کرتے دیکھ کر بولیں۔

جی خالہ، بہت جلدی میں تھے، ان کی بھی رسم ہے نا وہاں پر بھی آج مہندی" ہو رہی ہے، اس وجہ سے وہ چلے گئے۔ میں نے تو کہا انہیں کافی دفعہ اندر آنے کے لیے لیکن انہوں نے کہا کہ ان کے گھر میں بھی مہندی کی رسم ادا ہونی ہے اسی لیے وہ زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے تو پھر میں نے انہیں مزید رکنے کے لیے نہیں کہا۔ ویسے مجھے بھی آنے میں کافی دیر ہو گئی۔" وہ ریان کو اپنی طرف سے مطمئن کرتے ہوئے شرمیلہ خالہ سے بالکل نارمل سے انداز میں بولی تو انہوں نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہاں ہاں بیٹا، وہ پالر والی تو کب کی آئی ہوئی ہے۔ تم جاؤ اندر ہی بیٹھی ہے۔""

""تم اپنی تیاری کرو، شام ہو رہی ہے ابھی، لوگ آنا شروع ہو جائیں گے۔

شرمیلہ خالہ جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے بولیں۔ آج تو وہ صبح سے ہی کسی نہ کسی کام پہ لگی ہوئی تھیں جبکہ بیلا ایک نظر ان کو دیکھتی کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

جب ریان بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا۔

بھائی، ہم کوئی غلطی نہیں کریں گے اس دفعہ۔ ہم ان لوگوں کو ان کے انجام" تک پہنچا کر رہیں گے، ان شاء اللہ ہم اپنے اس مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ ہم کچھ غلط نہیں کر رہے بلکہ ہم صحیح کا ساتھ دے کر غلط کو اس کے انجام "تک پہنچا رہے ہیں، ان شاء اللہ اس کام میں اللہ بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔

آپ دیکھیے گا، سب کچھ بہت اچھے سے ہو جائے گا۔ مجھے پورا یقین ہے، آپ" بالکل ریلیکس رہیں۔" وہ اسے پر سکون کرتے ہوئے کمرے میں بند ہو گئی تھی جبکہ اندر آتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کا دھیان بالا کی طرف چلا گیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں ایک دفعہ پھر سے بالا کا اظہار محبت گھومنے لگا تھا جسے نظر انداز کرتے ہوئے اس نے گہری سانس لی اور پھر اپنا دھیان اپنے مقصد کی طرف لگا لیا۔

oooooooo

بالا کو واپس آتے ہوئے رات ہو گئی تھی لیکن قبیلے میں تو جیسے صبح اب شروع ہوئی تھی۔ ہر طرف شور مچا ہوا تھا۔ عورتیں، بچیاں، مرد حضرات ہر طرف

اسے گھومتے نظر آرہے تھے۔ وہ ان سب کو دیکھتے ہوئے سردار کو تلاش کرنے لگا جو تقریباً تین گھنٹے سے مسلسل اسے کال کر رہا تھا۔

اور وہ مسلسل بس یہی کہہ رہا تھا کہ وہ راستے میں ہے اور آرہا ہے لیکن سردار کا غصہ تو ساتویں آسمان پر تھا۔ یہاں اس کی مہندی کی رسم ہو رہی تھی اور وہاں وہ غائب تھا۔ اب وہ اسے کیا بتاتا کہ وہ بیلا کے ساتھ ایک پرسکون دن گزار کر اتنا خوش تھا کہ اسی خوشگوار احساس میں رہنا چاہتا تھا لیکن اسے واپس تو آنا ہی تھا۔

قبیلے میں واپس آتے ہی وہ تیزی سے سردار کی تلاش میں نگاہیں گھمانے لگا تھا جو تھوڑی ہی دور اس سے کوئی کام کرتا ہوا نظر آیا۔

شکر ہے تمہاری واپسی ہو گئی۔ مجھے تو لگ رہا تھا کہ شادی کے بعد واپس آؤ" گے۔ چلو آؤ رسم ادا ہونی ہے۔ تمہاری وجہ سے میری بیوی صبح سے پریشان "ہے۔

ایک دفعہ تمہاری شادی ہو جائے پھر تمہاری سیٹنگ کرتا ہوں میں۔ بہت " بگڑتے جا رہے ہو تم۔ " سردار اسے سناتے ہوئے واپس اسے قبیلے کے بیچ میں لا

رہا تھا جبکہ دعام بھی اسے دیکھ کر آگئی تھی۔ جمر و اور میر و تو کب سے اس کے انتظار میں تھے بلکہ اس کے انتظار میں تو پورا قبیلہ ہی تھا کیونکہ سب نے ہی رسم کرنی تھی جبکہ رسم کا نام سنتے ہی بالا کی حالت خراب ہونے لگی تھی۔ وہ تو بھول ہی گیا تھا کہ آج ایک اور رسم تھی۔

لیکن یہ سچ تھا کہ کل کی رسم کے بعد وہ مزید کسی طرح کی رسم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اب تک ہلدی اس کے سر میں تھی جو نکلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ سردار کے ساتھ ساتھ آ رہا تھا۔

"میں نے آپ کے کپڑے ان کے کمرے میں رکھ دیے ہیں آپ جلدی سے جایئے، تیار ہو کے آیئے پھر ہم نے رسم کرنی ہے۔" دعام اسے دیکھتے ہی بولی تھی جبکہ بالا جو رسم کی تفصیلات جاننے میں کافی دلچسپی رکھتا تھا، سردار اس کو وقت دیے بغیر ہی کمرے میں لے جانے لگا تھا۔

ooooooo

کمرے میں آتے ہی سردار نے اسے چینج کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ "مرتا کیا نہ کرتا" وہ شاور لے کر کپڑے چینج کرتا باہر آیا تو سردار اب تک اس کے انتظار میں تھا۔

چل چل، جلدی کر اب زیادہ سجنے سنورنے کا وقت نہیں ہے۔ ویسے بھی آج تو دولہا نہیں بن رہا، صرف مہندی کی رسم کرنی ہے۔" وہ جو آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال بنانے کے لیے ابھی کنگھے کی طرف ہاتھ لے کر جا ہی رہا تھا، سردار نے اسے کالر سے پکڑ کر باہر گھسیٹتا پھر اسے قبیلے کے بیچوں بیچ لاتا وہاں موجود سٹیج پر بٹھا چکا تھا۔

وہ سارے کام ایسے کر رہا تھا جیسے یہ سارے کام کرنے کے لیے وقت ہی نہیں ہے بلکہ یہ ساری رسمیں جلد بازی میں ہو رہی ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ وہ جلد بازی میں اس لیے کر رہا تھا تاکہ دعا مخوش رہے۔ کیونکہ صبح سے جب بالا قبیلے سے نکلا تھا تب سے لے کر شام تک وہ کوئی ہزار دفعہ اس سے پوچھ چکی تھی کہ "بالا کب واپس آئے گا اور ہم رسم کب کریں گے،

ان کی وجہ سے ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔" وہ کبھی منہ بناتی ادھر آکر پوچھتی کبھی منہ بناتی ادھر آکر پوچھتی، وہ تو اپنی بیوی کے سوالوں سے تنگ آگیا تھا۔

شاید یہی وجہ تھی کہ وہ بالا کو بھی اسی چیز کی سزا دے رہا تھا۔

ارے یار آج پھر وہی سب کچھ ہو گا کیا؟ دیکھو یہ ساری رسمیں، شسمیں... " مطلب کل ہلدی لگائی تھی آج تم لوگ یہ مہندی کا کٹورا لے کر آ گئے ہو۔ اسے بھی کیا میرے سر پر لگاؤ گے؟ یقین کرو ابھی تک میرے بالوں سے ہلدی نہیں اتری ہے۔" وہ پریشان ہو کر کہنے لگا تھا۔ اسے تو آج بھی اپنی شام ڈوبتی محسوس ہو رہی تھی۔ ایک تو یہ رات اس کے لیے گزارنا ساہان روح ہو گیا تھا کیونکہ کل اس کی بیلا اس کے پاس آنے والی تھی اور اوپر سے یہ لوگ اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے۔ آج تو سچ مچ اسے ڈر لگ رہا تھا۔ اس کی نیند اب تک پوری نہ ہوئی تھی اور یہ سب لوگ پھر سے اس کی جان کے دشمن بن گئے تھے۔

سب سے پہلے دعا م نے رسم کی تھی۔ وہ آہستہ سے اس کے ہاتھ میں ایک پتہ رکھتی وہاں پر مہندی لگانے لگی۔ یہ عجیب وغریب رسم کم سے کم بالا کو سمجھ نہیں آئی تھی۔ اگر پتے پر ہی مہندی لگانی تھی تو اس کو ہاتھ میں رکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ وہیں ٹیبل پر رکھ کر سب مہندی لگا کر چلے جاتے۔ بلکہ یہاں پر تو اسے اپنا بھی کوئی کام نظر نہیں آرہا تھا۔ جب اس نے تیل کے کٹورے سے ذرا سا تیل لے کر اس کے سر کے بالوں میں لگایا تھا.

تو وہ اس پر راضی ہو گیا تھا۔ شکر تھا یہ رسم اتنی مشکل نہیں تھی۔ کم سے کم بالا کو تو یہ مشکل نہیں لگی تھی۔ جبکہ اب ایک کے بعد ایک آکر رسم کرنے لگا، وہ بھی پر سکون ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ یہ رسم زیادہ لمبی نہیں تھی، سب باری باری پتے پر مہندی لگاتے اور پھر ذرا سا انگلی کو تیل میں ڈبو کر اس کے سر پر لگا دیتے۔ اس کا سر کافی چکنا ہو رہا تھا لیکن کم سے کم وہ ہلدی والے سے بہتر تھا۔

بالوں سے تیل تو نکل ہی جانا تھا، اس کے لیے یہ کوئی پریشانی والی بات نہیں تھی۔

سب کے رسمیں کرتے ہوئے سردار بھی اس کے پاس ہی آکر بیٹھ گیا۔ وہ بالکل تیار تھا کہ شاید اب سردار بھی رسم کرے گا جب اس نے مہندی کی طرف ہاتھ لے جاتے ہوئے جمرو اور میرو کی انگلیاں دیکھی تھیں جو آگے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے مہندی لگانے کے فیصلے پر غور کیا تھا۔

نہیں، وہ اپنے ہاتھ سرخ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ "بالا اس کے انداز سے ہی سمجھ چکا تھا۔ جب اس نے تیل والے کٹورے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے اندر انگلی لگانے کے بجائے پورا کا پورا اسے اٹھا کر بالا کے سر پر انڈیل دیا۔

کھوتے یہ کیا کیا تو نے؟" بالا اگلے ہی لمحے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔"

ہاں تو اور کیا کرتا؟ اگر انگلی ڈبوتا تو انگلی گندی ہو جاتی اور اگر یہ مہندی لگانے والی رسم کرتا تو انگلی سرخ ہو جاتی۔ اب تیری شادی کے چکر میں میں اپنے ہاتھ "پیر کیوں رنگوں۔

تیری تیل مہندی ہو رہی ہے تو تجھی پر تیل لگانا ہے۔ میں تو سوچ رہا ہوں یہ "مہندی کا کٹورا بھی اٹھا کر تجھ پر الٹا دیتا ہوں۔

وہ مہندی کا کٹورا اٹھانے لگا تھا جب دعام نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ارے نہیں نہیں ڈاکو جی پلیز یہ مت کرنا۔ ویسے بھی آپ نے ان پر تیل الٹا دیا ہے۔ یہ نہ ہو کہ کل ہمارا دولہا کالا لگے۔ اوپر سے آپ مہندی ڈال کر انہیں سرخ کر دو گے۔ تو پتا نہیں کل دولہے کی جگہ یہ کیا لگیں گے۔" "میں اپنے بھائی کی شادی کی لک خراب نہیں ہونے دوں گی۔" وہ احتجاج کرنے پر آ گئی تو سردار نے جیسے اس کی بات کی گہرائی کو سمجھا تھا۔

"میری سجن سائیں کہہ رہی ہے اس لیے چھوڑ رہا ہوں ورنہ یہ شادی کی رسم تیرے لیے یادگار بناتا۔" سردار ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے بخش گیا تو بالا نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

ooooooo

ڈاکو جی "آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ اٹھیں، چلیں ہم ڈانس کرتے ہیں۔" وہ بالا کے ساتھ بیٹھا باتوں میں مصروف تھا جب اچانک ہی وہ اس کا بازو پکڑ کر اسے

کھینچنے لگی۔ سردار نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے اٹھ کر اسے اپنی باہوں میں بھرتے ہوئے ان کے ساتھ بیچ میدان میں آ گیا تھا۔

بہت زوردار قسم کا میوزک چل رہا تھا۔ سب لوگ اپنے ناچ گانے میں مصروف تھے جبکہ اس کی نگاہیں تو مسلسل اپنی دعام پر جمی تھی جو وہاں چھوٹی چھوٹی بچیوں کے ساتھ مل کر لڈی ڈال رہی تھی۔

اور اب وہ اسے بھی بیچ میں گھسیٹ لائی تھی تاکہ وہ اس کے ساتھ بھی ڈانس کرے۔ اور سردار تو آج اسے خوش دیکھ کر اتنا خوش تھا کہ وہ ہرگز اس کی مسکراہٹ کو ماند نہیں پڑنے دے سکتا تھا۔

آج تو وہ جو کہہ رہی تھی سردار کر رہا تھا۔ اس کی ہنسی، یہ مسکراتی شام اس کے لیے بے حد خاص تھی۔

نجانے ریان کیا کرنے والا تھا؟ یہ سب کچھ اتنا آسان تو نہیں تھا جتنا لگ رہا تھا۔ کچھ نہ کچھ تو گڑبڑ تھی، وہ انسپیکٹر کوئی نہ کوئی پلاننگ تو کر رہا تھا۔

لیکن اس وقت سردار ان سب چیزوں کے بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ اپنے بالا کی شادی میں کسی طرح کی کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دے گا۔ وہ ہر چیز کے لیے مینٹلی تیار تھا۔

بس اس کی یہ سوچ تھی کہ ان سب چیزوں میں کچھ ایسا نہ ہو جو بالا کو ہرٹ کرے، جو بالا کی تکلیف کی وجہ بنے۔ وہ اپنے بھائی کو کسی طرح کا دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بالا کی زندگی میں سب کچھ اچھے سے ہو جائے، جس لڑکی سے وہ محبت کرتا ہے وہ اسے مل جائے بالکل اسی طرح جس طرح اس نے اپنی محبت کو پالیا تھا۔ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے وہ اسے اپنے بالکل پاس کیے ہوئے تھا جب کہ اتنے شور میں وہ بار بار اس کے کان کے قریب آکر کوئی سرگوشی کرتی۔

وہ اتنی مگن تھی ان سب چیزوں میں کہ کسی بھی چیز کا ہوش ہی نہیں تھا جبکہ سردار تو صرف اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ، اس کی کھکھلاہٹ، یہی سب کچھ تو سردار کی زندگی تھی۔ وہ بے ساختہ جھکتے ہوئے اس کے لبوں پر

اپنے لب رکھ گیا تو اتنے سارے لوگوں کے بیچ میں موجود اس کی حرکت پر وہ بوکھلا کر رہ گئی تھی لیکن یہ اتفاق تھا یا کچھ اور کہ کسی کا بھی دھیان ان کی طرف نہیں تھا، ہر کوئی اپنی ہی مستی میں لگا ہوا تھا۔

"ڈاکو جی اپنے جذبات پر کنٹرول کریں ورنہ۔۔۔۔۔"

ورنہ مجھے ورنہ کی دھمکی، سجن سائیں؟ تمہارا ورنہ بھی پچھتائے گا تمہاری طرح۔" وہ اسے مزید اپنی باہوں میں کستے ہوئے بولا۔

پلیز کوئی دیکھ لے گا۔" وہ پریشانی سے بولی جب کہ اس کی معصومیت پر وہ مسکرا کر رہ گیا۔

یہاں لوگ شادی انجوائے کرنے کے لیے آئے ہیں تمہیں دیکھنے کے لیے" "نہیں۔ تمہیں تو صرف میں دیکھوں گا۔ میرا سونا مکھڑا۔۔۔

وہ اچانک جھکتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں کو چوم گیا۔ جبکہ وہ تو" اس کی حرکتوں پر بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

ڈاکو جی باز آجائیں آپ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔" وہ رہ رہ کر واپس اپنی" معصوم دھمکی پر آگئی تھی، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

میرا معصوم سجن ناراض بہت ہوتا ہے۔ نہیں کرتا کچھ بھی لیکن ایک شرط" ہے۔" وہ اس کے حسین روپ کو اپنی نگاہوں میں بسائے بولا۔

منظور ہیں آپ کی ساری شرطیں، بس ابھی کے لیے باز آجائیں آپ۔" اس کا" ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتے ہوئے وہ جیسے تنگ آکر بولی

جب اچانک ہی وہ اس کے چہرے پر جھکتا، اس کے گالوں پر سختی سے اپنی داڑھی رگڑ کر پیچھے ہٹا۔

آگیا باز، تمہارا ڈاکو سائیں لیکن کمرے میں تمہاری ایک نہیں چلے گی یاد رکھنا۔" "وہاں صرف میری مرضی چلے گی۔

ہاں، ویسے تو میری مرضی چلتی ہے نا وہاں پر۔" وہ منہ بنا کر بولی تو سردار کا قہقہ" ایک دفعہ پھر سے گونج اٹھا۔

تمہاری ہی تو چلتی ہے سجن سائیں، مجھے معصوم کی چلنے کہاں دیتی ہو تم، بہت" ظالم بیوی ہو تم۔" وہ ضرورت سے زیادہ ہی معصوم بن رہا تھا۔

اچھا جی، سونے آپ نہیں دیتے مجھے اور ظالم میں ہوں؟ ڈاکو جی آپ جیسے" شوہر کا بھی نا قیامت کے دن الگ سے حساب ہو گا، یاد رکھیے گا معصوم بیویوں کو "ستانے والوں سے بھی اللہ حساب لے گا۔

وہ میرا اور اللہ کا معاملہ ہے میں دیکھ لوں گا، تم اپنے معاملوں پر غور کرو۔" وعدے سے مکرنے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں ورنہ تم مجھے جانتی ہو میں بالکل بھی اچھا نہیں ہوں بقول تمہارے، یہ نہ ہو کہ میں برا بن کر دکھا دوں۔"

وہ نرمی سے اس کے چہرے پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا تو وہ اگلے ہی لمحے اس کی انگلیاں ہٹا کر بچوں کے ساتھ مصروف ہو گئی تھی، جبکہ اس کا دھیان بالا کی طرف چلا گیا۔

ooooooo

بیلا سٹیج پر بیٹھی ہوئی تھی جبکہ اس کے سامنے ہی کچھ عورتیں اونچی اونچی آواز میں گانا گا رہی تھیں۔ باری باری آکر اس کے ہاتھوں پر مہندی لگائی جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے بیٹھی سب کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی شادی کی رسمیں ادا ہو رہی تھیں اور کتنی عجیب بات تھی کہ یہ سب کچھ صرف ڈرامہ تھا، صرف دکھاوا تھا۔ حقیقت سے دور دور تک ان سب چیزوں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہ سب کچھ صرف اور صرف ان ڈاکوؤں کو دکھانے کے لیے کیا جا رہا تھا، اصل میں ان سب چیزوں کی کوئی حقیقت تھی ہی نہیں۔ وہ خاموشی سے بیٹھی ہر چیز کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی شادی ایسی ہو گی یہ تو اس نے کبھی نہیں سوچا تھا لیکن نہ جانے کیوں بالا کا لمس وہ بھلا نہیں پا رہی تھی۔ اس کی باتیں مسلسل اس کے دماغ پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔

بالا کی وہ باتیں وہ بھلا نہیں پا رہی تھی، مسلسل اس کے ذہن پر بالا کا ہی خیال تھا۔ اس کا لمس اسے ابھی تک اپنے لبوں پر محسوس ہو رہا تھا۔ وہ شخص اس پر

اس طرح سوار ہو گا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ چاہ کر بھی بالا کو نظر انداز نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ پوری طرح اس کے ذہن پر سوار ہو چکا تھا۔

اور اسے یاد نہیں کرنا چاہتی تھی نہ ہی اس کے بارے میں سوچنا چاہتی تھی لیکن آج کا سارا دن تقریباً اس کے ساتھ گزار کر وہ اپنے آپ کو مجرم محسوس کرنے لگی تھی۔

یہ میں کیا سوچ رہی ہوں، دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔ میں ایسا سوچ بھی کیسے " سکتی ہوں؟ وہ شخص میرے آئیڈیل پر کبھی پورا نہیں اترتا۔ کہاں وہ ایک ڈاکو، ایک چور، ایک قاتل؟ میرا اس کے ساتھ کوئی فیوچر نہیں ہے۔ میں ایسے "انسان کے ساتھ اپنی زندگی برباد نہیں کر سکتی۔

جانے اس کے دماغ میں کیا سوچ آئی تھی جسے اس نے فوراً جھٹلایا تھا۔ سب لوگ سامنے رسمیں کر رہے تھے جب کہ وہ خاموشی سے صرف اور صرف بالا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

وہ کتنی آسانی سے اسے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی تھی جبکہ وہ بے وقوف بن گیا تھا، یہ سوچ کر اسے عجیب بھی لگ رہا تھا۔

اس کے بارے میں سوچنا تک نہیں چاہتی تھی لیکن اس وقت اس کے ذہن پر اور کوئی سوچ بھی نہیں تھی۔

ریان اور رباب رسم کرنے کے لیے آ کر اس کے ساتھ بیٹھے تو ریان نے نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"میں جانتا ہوں بیلا، تمہیں بہت کچھ برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ اپنے بھائی کے لیے تمہیں بہت کچھ سہنا پڑ رہا ہے۔ اس سارے ڈرامے کا حصہ بننا پڑ رہا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ میں تمہیں ان سب چیزوں میں لا کر بہت پچھتا رہا ہوں۔ میں اپنی بہن کو ان سب چیزوں میں کبھی بھی نہیں لانا چاہتا تھا لیکن تم اپنے بھائی کی مجبوری کو سمجھو۔ ان لوگوں کو ان کے انجام تک پہنچانا بے حد ضروری ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"

تم فکر مت کرو، جب وہ کل بارات لے کر آئیں گے تو واپس سلامت اپنے" پیروں پر جا نہیں پائیں گے۔ میرا وعدہ ہے تم سے، میں ان لوگوں کو اتنے بھیانک انجام تک پہنچاؤں گا کہ اپنے پیدا ہونے پر افسوس کریں گے۔" وہ نرمی سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے بول رہا تھا۔

مجھے آپ پر پورا یقین ہے بھائی، میں جانتی ہوں جیسا ہم نے سوچا ہے سب کچھ" ویسا ہی ہو گا۔" وہ پر سکون سی بولی توریان نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

تم گھبرانا مت، کل جب بارات یہاں آئے گی، ہم ہر طرف سے ان پر حملہ" کر دیں گے، کل پولیس کی نفری پوری طرح یہاں موجود ہو گی، ہم کسی طرح "کی کوئی غلطی نہیں کریں گے، سب کچھ ہمارے مطابق ہو گا۔

ہر چیز کو ہم اپنے مطابق حل کر رہے ہیں تمہیں بالکل بھی پریشان ہونے کی" ضرورت نہیں ہے، تمہارا بھائی تم پر آنچ کو نہیں آنے دے گا۔ میں ہر چیز کو

ہینڈل کرلوں گا۔ اللہ کرے گا جس طرح ہم نے پلاننگ کی ہے سب کچھ ویسا

"ہی ہو گا۔ ہم اپنی طرف سے کوئی غلطی نہیں کریں گے۔

وہ بے حد کم آواز میں بول رہا تھا جبکہ امی سامنے ہی لگائی ہوئی کرسیوں پر بیٹھی

مسکراتے ہوئے سب سے مبارکباد وصول کرتے انہیں دیکھتے ہوئے مسکرا رہی

تھیں۔

بھائی ہم امی کو کیسے ہینڈل کریں گے؟" اسے اپنی ماں کی سوچ پریشان کرنے"

لگی تھی، وہ بالا کو کافی زیادہ پسند کرتی تھیں۔

وہ سمجھ جائیں گی تم پریشان مت ہو۔ جب ہم انہیں بالا کا اصل چہرہ دکھا رہے"

ہوں گے تو میرا انہیں خیال کہ وہ بالا سے زیادہ ہمدردی جتائیں گی۔ وہ انسان نہ تو

کسی کی محبت کے لائق ہے اور نہ ہی بھروسے کے۔ ہم امی کو سمجھانے میں

کامیاب ہو جائیں گے تم فکر مت کرو۔ کل جیسے ہی بالا ہمارے ہاتھ لگے گا،

سب سے پہلے میں طلاق کے پیپرز پر سائن کرواؤں گا اس بالا سے اور تمہیں

اس مصیبت سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا دلاؤں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو نہ جانے کیوں طلاق کے ذکر پر اس کے چہرے کے سارے رنگ اڑ گئے تھے۔

ہاں، طلاق، یہ لفظ کسی کے بھی جسم سے خون نچوڑنے کے لیے کافی تھا لیکن شاید اس کے لیے یہ ضروری تھا۔

وہ گہرا سانس لیتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی طرف متوجہ ہوئی جہاں بالا کا پہنایا گیا کنگن اب بھی موجود تھا۔ اب اس نے اسے اتارنے کی کوشش چھوڑ دی تھی۔ کیونکہ یہ زنجیر شاید آسانی سے اس کے ہاتھ سے کبھی نہیں نکلنی تھی۔ لیکن اس نے فیصلہ کر لیا تھا یہ کنگن اور اس کنگن کے ساتھ جڑا رشتہ ختم کر کے وہ یہ کنگن بالا کے منہ پر دے مارے گی۔

ooooooo

کل صبح بارات جانی تھی اس لیے اسے جلدی کمرے میں بھیج دیا گیا تھا۔ وہ تو شکر منا رہا تھا کہ آج کی رسم جلدی ختم ہو گئی تھی لیکن پھر بھی اندر آتے آتے دو بج چکے تھے۔ وہ فریش ہو کر واپس اپنے کمرے میں آیا تو جمرو گہری نیند سو چکا تھا۔

خیر اس کمرے میں بھی اس کی یہ آخری رات تھی۔ کل سے تو اس نے اپنے کمرے میں اوپر رہنا تھا۔ خیر، اتنے سالوں کے بعد اس کمرے کو بھی بالا کی موجودگی نصیب ہونے والی تھی۔

وہ اپنے بستر پر آکر بیٹھتے ہوئے اپنا موبائل آن کرتا بیلا کا نمبر ملانے لگا تھا۔ نہ جانے وہ جاگ رہی ہو گی یا سو چکی ہو گی بس وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ آج مہندی میں وہ کیسی لگ رہی ہو گی؟ یہ سوچ اسے باہر بیٹھے بیٹھے بے قرار کر رہی تھی۔

ooooooo

بیلا ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ آج رسم ختم کرنے میں اچھا خاصا وقت لگ گیا تھا۔ محلے کے کافی سارے لوگ موجود تھے جس کی وجہ سے رسم ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی بیڈ پر آکر بیٹھی ہی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے بالا کے نمبر سے آتی کال کو دیکھا تھا پھر نہ اٹینڈ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے موبائل واپس رکھ دیا لیکن آخر کب تک، فون مسلسل بجنے لگا تو وہ اسے مجبور ہو کر فون اٹھانا پڑا تھا۔

سو رہی تھی کیا؟" اس نے فون کان سے لگایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے بالا" کی بے قرار سی آواز سنائی دی۔

"نہیں، باہر تھی۔ ابھی رسم ختم ہوئی ہے تو اندر آئی ہوں۔"

اوہ اچھا، مطلب ادھر بھی اچھی خاصی لمبی رسم ہوئی ہے۔ ایک تو یہ رسمیں" بھی ناجان کو آگئی ہیں لیکن یہ بھی زندگی میں ایک نہ ایک دفعہ تو کرنا ہی تھانا۔ خیر، کیسی رہی تمہاری رسم؟" وہ جیسے بات سے بات نکال رہا تھا، بیلا نے گہرا سانس لیا۔

جی ٹھیک تھی، بس ہو گئی۔ اب کافی نیند آرہی ہے، کافی تھکاوٹ ہو رہی ہے۔" میرے خیال میں آپ کو بھی سو جانا چاہیے، مجھے بھی چینج کرنا ہے۔" وہ جلدی جلدی جان چھڑانا چاہتی تھی۔

کیا مطلب تم نے ابھی تک چینج نہیں کیا؟" وہ کہتے ہوئے اچانک ہی اسے" ویڈیو کال کرنے لگا تو بیلا کو ناچاہتے ہوئے بھی کال اٹھانی پڑ گئی تھی جب کہ وہ

اپنا حسین روپ لیے اس کے سامنے آئی تو بالا کو اپنی دھڑکنیں تھمتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

○○○○○○○

سردار جلدی سے کمرے میں آیا تاکہ دعام کے پاس جاسکے اور اسے اپنی بے قراریوں کی کہانیاں سنا سکے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ جلدی کپڑے بدل لے، کیونکہ آج اس نے گلابی رنگ کی خوبصورت فراک پہن رکھی تھی جس میں وہ بے تحاشہ حسین لگ رہی تھی۔

وہ اس کے حسن کو نکھارنا اور جی بھر کر تعریف کرنے کے بعد اس میں کھو جانا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ جلدی سو نہ جائے یا پھر اپنا خوبصورت سا نکھار پانی کی نظر نہ کر دے۔ وہ جلدی جلدی کمرے میں آیا اور دعام کو اپنے بڑے سے دوپٹے کے ساتھ الجھتے ہوئے پایا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اس کے قریب آنے لگا۔

شکر ہے آپ آ گئے، میں تو بہت تھک گئی ہوں۔ آپ بھی جلدی سے کپڑے" بدل لیجیے، آپ بھی کافی زیادہ تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔ کتنا کام کرنا پڑا آج اور کل تو اس سے بھی زیادہ کام ہو گا کیونکہ کل تو اصل شادی والا دن ہے۔" وہ یہ کہتے ہوئے کپڑے نکالنے ہی لگی تھی جب سردار نے اس کا بازو تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ اس کے کھینچنے والے انداز سے ہی سمجھ گئی تھی کہ اس کی نیت کیا ہے۔ بلکہ وہ اس کی آنکھوں میں اترتے خمار سے بہت کچھ سمجھنے لگی تھی۔ اسی لیے تو وہ اس کے جذبات مزید بھڑکنے سے پہلے کپڑے بدلنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

لیکن سردار کے ارادے کچھ اور ہی تھے۔

اتنی جلدی کپڑے کیوں بدلنا ہے؟ ابھی تو میں نے تمہاری تعریف بھی نہیں" کی۔ پہلے اپنے اس قدر حسین روپ کی تعریف تو وصول کر لو سجن سائیں،" اس نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کہا۔

ڈاکو جی، مجھے لگتا ہے ہمیں سو جانا چاہیے، صبح جلدی جاگنا ہے۔" وہ جس انداز سے اسے دیکھ رہا تھا، وہ سوائے اا کو سمجھانے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

ہم جلدی سو جائیں گے، میرا بھولا سائیں،" وہ اس کے لبوں کو چومتے ہوئے" پیچھے ہٹا۔

آپ ایسے ہی کہتے ہیں، بعد میں میری نہیں سنتے۔" وہ منہ پھُلا کر بولی تو سردار" مسکرایا۔

مہندی کی تیز خوشبو ابھی بھی دعام کے بالوں اور اس کی گلابی فراک سے آرہی تھی، جو سردار کے حواس پر چھا چکی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ دعام کی کمر پر رکھ کر اسے اپنے پاس کھینچ لیا۔

دعام کے جسم میں ایک سنسناہٹ دوڑ رہی تھی۔ سردار نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور اپنے ہونٹوں کو اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ اس کی جسارتیں بھرنے لگی تھی اس نے دھیرے دھیرے اپنے ہونٹوں کو دعام کی آنکھوں، پھر اس کی ناک اور آخر میں اس کے ہونٹوں تک لایا۔ اس نے اس

کے ہونٹوں کو چوما، تو تشنگی میں اضافہ ہونے لگا۔ جیسے وہ اس لمحے کو ہمیشہ کے لیے قید کرلینا چاہتا ہو۔ جب سردار نے اس کے لبوں کو چھوڑا تو دونوں کے سانس تیز ہو چکے تھے۔

سردار نے دعام کے کندھوں کو پکڑ کر اسے اپنے قریب کیا اور اس کے نازک سراپے کو چھونے لگا۔ اس کا لمس دعام کے جسم میں کانپاپی سی طاری کر رہا تھا۔ یہ لمس بے قابو، بے چین اور بے حد پیار سے بھرا ہوا تھا۔ سردار نے اس کے گالوں پر پیار کیا، پھر اس کی گردن کو اپنے ہونٹوں سے بھگویا، اس کے وجود کے ہر حصے کو اپنے لمس سے آشنا کرتا وہ اس میں کھونے لگا۔۔ موم بتیوں کی مدھم روشنی میں ان کا کمرہ ایک الگ ہی دنیا لگ رہا تھا۔ اس نے اسے نرمی سے بستر پر لٹایا اور اس کے قریب ہو گیا۔ دعام نے اپنے ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیے۔ ان لمحات میں کوئی لفظ نہیں تھا، صرف ان کی بے پناہ محبت، لمس کی زبان اور دل کی دھڑکنوں کی آوازیں تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے وجود میں اس طرح گم ہو گئے جیسے دو روحیں ایک ہو گئی ہوں۔

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو کافی پُر شوق نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ بیلا کو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھیگتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھیں۔ وہ جس انداز میں اسے دیکھ رہا تھا اسے عجیب سا ڈر لگنے لگا تھا، اس کا دل خوف سے کانپنے لگا تھا۔

ہاں، یہ شخص اسے اپنی آنکھوں سے ڈرا ہی تو رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی جب کہ وہ نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے ہوئے تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس نے ویڈیو کال کی کیوں ہے۔

او اللہ! مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا میرا چاند اتنا خوبصورت لگ رہا ہو گا۔ مہندی" پر یہ رونقیں ہیں تو شادی پر تو تم قیامت بن کر آؤ گی اور اگر تم قیامت بن کے آ "گئیں تو میں تو گیا پھر کام سے۔ میرا کیا ہو گا بیلا؟

تمہارے حسن سے ڈر لگنے لگا ہے مجھے، ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی کام کا نہیں" "رہوں گا۔ سردار روز طعنے مارے گا تمہارے نام کے۔

وہ نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے اسے اپنے دل کے جذبات بیان کر رہا تھا جبکہ بیلا خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔ اب وہ اس کی اس طرح کی بے باک باتوں کا کیا ہی جواب دے سکتی تھی۔

"آپ نے ویڈیو کال کیوں کی ہے؟ ابھی امی کمرے میں آجائیں گی، گھر میں کچھ مہمان بھی موجود ہیں۔"

"دیکھیں، میرے پاس کوئی الگ روم نہیں ہے۔ میرے لیے یہ سب کچھ کافی مشکل ہو رہا ہے۔" وہ کافی دیر اس کی نگاہوں سے کنفیوز ہونے کے بعد اب اسے سمجھانے والے انداز میں بولی کیوں کہ وہ کب سے نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے ہوئے تھا نہ تو ٹھیک سے کوئی بات کر رہا تھا اور نہ ہی اپنی نظریں ہٹا رہا تھا۔

"تو میں کوئی ایسی ویسی بات تھوڑی کر رہا ہوں جو تمہیں کسی پرابلم میں ڈالے یا شرمندہ کرے۔ خیر، میں بات ہی کہاں کر رہا ہوں؟ میں تو صرف تمہیں دیکھ

رہا ہوں۔ چلو، تمہیں اس پر بھی پرابلم ہے تو اس کا بھی کل تک حل نکل آئے گا جب تم میرے پاس آؤ گی۔"

کل جب تم یہاں میرے پاس میری باہوں میں ہو گی تو صرف دیکھنے پر تو نہیں ڈٹ جاؤں گا۔ میرا مطلب ہے اور بھی بہت کچھ ہونا ہے۔ خیر، تم ڈاکٹر ہو، تمہیں سب کچھ ہی پتا ہو گا" اب کی دفعہ اس کے لہجے کی شوخی مزید رنگ دکھانے لگی تو بیلا نے جلدی سے بہانہ بنانا چاہا تھا۔

میرے خیال میں امی اندر کمرے میں آ رہی ہیں۔" وہ کہتے ہوئے فوراً فون بند کر گئی تھی جب کہ بالا اچھا خاصا بد مزہ ہوا تھا۔ وہ تو اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے کی سرخی جو اس کے دل کی دھڑکنیں ہلا رہی تھیں، انہیں دیکھتے ہوئے وہ اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وہ فون بند کر کے اس کے جذبات کا گلا گھونٹ گئی تھی۔

فون بند کر دیا؟ یہ کیا بات ہوئی؟ ایسے کیسے فون بند کر سکتی ہے؟ ابھی تو میں" نے اپنے دل کے جذبات بیان ہی نہیں کیے تھے۔ ارے جذبات کیا، ہم نے تو

ابھی تک ایسی ویسی بات بھی نہیں کی تھی۔ فون ہی بند کر دیا۔ اس لڑکی کو بالکل

"میرے جذبات کی قدر نہیں ہے۔ اگر یہی سب کچھ چلتا رہا تو۔۔۔۔۔

بس بس، بالا، زمین پہ آ جا۔ یہی سب کچھ چلتا رہا تو بھی تیری حالت ایسی ہی ہو"

گی۔ خدا کے لیے خود بھی سو جا اور مجھے بھی سونے دے۔ اگر اپنی بیوی کو کوسنا

ہے تو کمرے کے باہر جا کر کوس۔" جمرو نے تکیہ اٹھا کر اس کے منہ پر مارتے

ہوئے اچانک اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

جبکہ بالا جو جذبات میں نہ جانے کیا کیا بولنے والا تھا، اچانک اپنے منہ کو بریک لگا

گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ جمرو جاگ رہا ہو گا۔ خیر وہ جاگ نہیں رہا تھا،

یقیناً اس کے اونچا بولنے کی وجہ سے ہی اس کی نیند خراب ہوئی تھی۔ خیر، وہ

اپنی بیوی کو باہر جا کر کوس سکتا تھا، یہ بات تو ٹھیک تھی اور وہ سچ مچ میں اٹھ کر

باہر نکل گیا تھا تاکہ ٹھیک سے اپنی بیوی کو کوس سکے۔

کیونکہ اپنی بیوی کا اس قدر حسین روپ دیکھنے کے بعد تو وہ اس کی آنکھوں کے

سامنے سے ہٹنے والی نہیں تھی اور نہ ہی اسے سکون سے نیند آنے والی تھی۔ اور

اب جب تک اس کو نیند نہ آجائے تب تک وہ کمرے میں واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ نہ جانے کل کیا ہونا تھا لیکن آج کی رات اس کے لیے بہت بھاری ثابت ہو رہی تھی۔

○○○○○○○○

"اٹھ جائیں ڈاکو جی بہت کچھ کرنا ہے۔ بارات لے کر جانی ہے۔ آپ تو ایسے گھوڑے بیچ کر سوئے پڑے ہیں جیسے کبھی جاگیں گے ہی نہیں۔ اب اگر آپ نہیں اٹھے تو میں قسم کھا کے کہتی ہوں میں نے آپ کے منہ پر پانی پھینک کر آپ کو جگانا ہے۔" وہ تیسری دفعہ اس کا کندھا ہلا کر گئی تھی لیکن مجال تھی جو سردار جاگنے کی طرف آتا ہو۔ تین چار دن کی۔۔۔

"اٹھ گیا میرا معصوم مکھڑا، اٹھ گیا۔ بتاؤ کیا پہننا ہے آج مجھے؟ کیا تیاری کی ہے تم نے میرے لیے؟" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ایک بھرپور انگڑائی لیتا اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ پرپل کلر کی لانگ میکسی میں آج اس کا حسن نکھر کر سامنے آیا تھا۔

وہ جو پوری طرح سے نیند سے بیدار ہونے کی کوشش میں تھا، اس کا حسین روپ دیکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ وہ اس کے ہوش ایک لمحے میں ٹھکانے لگا چکی تھی خود کو اس قدر حسین روپ میں اس کے سامنے پیش کر کے۔

"ہائے ہائے!" وہ دل پہ ہاتھ رکھتا آہ بھر گیا تھا جبکہ اس کے انداز پر وہ کھکھلا کر ہنسی تھی۔

"ہاں ہاں، مجھے پتا ہے میں بہت ہی زیادہ پیاری لگ رہی ہوں۔ میں نے اپنی تیاری بہت زیادہ پیاری کی ہے لیکن خبردار جو آپ نے مجھ پر گندی نظر رکھی۔ آپ ابھی اٹھ رہے ہیں، تیار ہو رہے ہیں اور میں جا رہی ہوں نیچے بالا بھیا کو تیار کرنے کے لیے۔ اللہ، کتنی رسمیں کرنی ہیں میں نے، اٹھ جائیں اب اور خبردار جو مجھے ایسی ویسی نگاہوں سے دیکھا۔" وہ جو آنکھوں میں خمار لیے اسے سر سے پیر تک دیکھ رہا تھا، اس کی نیت سمجھ کر وہ فوراً بولی جس پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

کیا بات ہے سجن سائیں، تم تو میری ایسی ویسی، ویسی، ایسی ہر طرح کی نظریں" سمجھنے لگی ہو؟ کہیں پیار تو نہیں ہو گیا مجھ سے؟" وہ ایک جھٹکے میں بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس کے پاس آتا اسے شیشے کے ساتھ لگا چکا تھا جبکہ وہ شیشے کے ساتھ چپکی بڑی معصوم نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جب وہ دونوں ہاتھ شیشے کی طرف رکھتے ہوئے اس کے چہرے کی طرف جھکا۔

میں نے ابھی ابھی میک اپ کیا ہے ڈاکو جی، میں بول رہی ہوں اگر میرا میک" اپ تھوڑا سا بھی خراب ہوا نا تو میں بولوں گی نہیں۔" وہ اس کی نیت سمجھ کر فوراً دھمکیوں پر اتر آئی تھی کیونکہ وہ اپنی معصومانہ دھمکیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس انسان کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات ہی نہیں تھی جبکہ اس کی معصوم سی دھمکیاں سنتے ہوئے وہ اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ گیا تھا۔

کچھ نہیں کر رہا یار، کچھ بھی نہیں کر رہا، بس ان ہونٹوں کی نرمی کو بس تھوڑا سا" محسوس کروں گا۔ زیادہ نہیں، بالکل تھوڑا سا۔ دیکھو نا، میرا دل کتنی تیز تیز

دھڑک رہا ہے۔ اس دل کو سکون چاہیے اور تمہیں پتا ہے نا کہ اس دل کو سکون کیسے ملتا ہے؟ تمہارے ان خوبصورت لبوں کو چھو کر۔" وہ اس کا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھتے ہوئے اپنے دل کی دھڑکنوں کو الگ انداز میں اسے سنا رہا تھا۔

میک اپ خراب ہو جائے گا نا میرا۔" وہ جیسے اس کے دل کی دھک دھک سن" کر تھوڑی نرم پڑی تھی، اس کے معصومانہ سے لہجے پر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

اور اگر میں نہ خراب ہونے دوں تو؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے" اس کے چہرے کو تھوڑی سے پکڑ کر تھوڑا اونچا کر گیا تھا۔

ہو جائے گا، مجھے پتا ہے۔ ہو جاتا ہے نا، میں نے اتنی محنت کی ہے۔ میں نہیں" چاہتی میرا میک اپ خراب ہو۔" اس کے لہجے میں مزید معصومیت اتر رہی تھی۔

ایک موقع تو دو میرا سوہنا مکھڑا، اگر ذرا سا بھی تمہارا میک اپ خراب ہوا نا تو" تم ناراض ہو جانا۔" وہ اس کی دھمکی اسے ہی یاد دلا رہا تھا۔

جبکہ وہ خاموشی سے اس کی اگلی حرکت کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی اجازت دینے کا انداز بڑا الگ تھا۔ وہ نرمی سے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔

اور پھر بے حد نرمی سے اس کے لبوں کی دلکشی چرانے لگا۔ اس کا انداز انتہائی نرم تھا، خاص خیال رکھا جا رہا تھا کہ اس کا میک اپ بالکل بھی خراب نہ ہو۔ وہ اپنی سجن سائیں کو کسی مصیبت میں تھوڑی ڈال سکتا تھا۔ وہ تو بس اس کے پیار بھرے لمس کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی سجن سائیں کے لیے مشکل نہیں بننا چاہتا تھا۔ بس اس وقت وہ اپنے دل کی چھوٹی سی خواہش کے ہاتھوں مجبور تھا ورنہ شاید وہ کبھی بھی اس کی مرضی کے خلاف ایسا نہ کرتا لیکن یہ تو اس کے دل کے جذبات تھے جس پر کنٹرول ہی نہیں تھا اور نہ ہی کبھی رہا تھا۔ اس کے سامنے اس کا محبوب سائیں ہو اور وہ اس سے دور ہو جائے، ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا۔

اور جو ممکن ہی نہیں تھا، اس کی امید بھی نہیں تھی۔ دعام کو تبھی تو وہ بنا کسی بھی طرح کی حرکت کیے خاموشی سے خود کو اس کے حوالے کیے ہوئے تھی۔ جب

وہ اپنی پیاس بجھاتے ہوئے نرمی سے اس کے گالوں کو چومتا اس سے پیچھے ہٹا تھا۔

"اب آپ جلدی سے تیار ہو جائیں، اچھے سے تیار ہونا۔ آج بالا بھیا کی بارات جائے گی، ہم سب کچھ بہت اچھے سے کریں گے۔"

وہ اپنے دھڑکتے دل کی دھڑکنوں کو قابو کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو اپنے چہرے سے ہٹاتے ہوئے بولی تو وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتا اپنے لبوں سے لگا گیا تھا جس انداز میں وہ اس کی خواہشوں کا احترام کرتی تھی۔

اسے محبت نہ ہو تو اور کیا ہو؟ وہ اس کا دیوانہ ہو چکا تھا بلکہ دیوانہ بھی ایک چھوٹا سا لفظ تھا اس کے جذبات کے آگے، وہ تو پاگل تھا اس کے لیے، اس کی محبت میں، اس کے عشق میں وہ دنیا بھلانے کو تیار تھا۔

وہ اس سے دور ہٹتے ہوئے فوراً ہی اسے اس کے کپڑے دینے لگی تھی جب کہ وہ فریش ہونے کے لیے چلا گیا تھا۔ تقریباً 10 منٹ کے بعد وہ شاور لے کر آیا تو وہ اس کے کپڑے تیار کیے بیٹھی ہوئی تھی جبکہ اب اس کے جوتے بھی اپنی پسند

سے نکال رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ سے کپڑے لیتے ہوئے پہننے لگا تھا جب وہ اس کے جوتے اس کے پاس رکھتے ہوئے خود ہی برش لے کر اس کے بالوں میں چلانے لگی تھی۔ انداز بے حد محبت بھرا تھا جب کہ سردار اسے دیکھتا ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"سجن سائیں، تم تو میری نیت خراب کر رہی ہو۔ یہ مت سوچنا کہ تھوڑا سا پیار کر کے تمہارے ڈاکو جی کا دل بھر گیا ہے۔ اس طرح کی حرکتیں کر کے تم خود میری نیت خراب کرنے کی وجہ بن رہی ہو۔ پھر بعد میں مت کہنا کہ ڈاکو جی آپ اچھے نہیں ہیں۔"

وہ اسے دیکھ کر بولا تو اس کی بات کا مطلب سمجھ کر وہ فوراً برش کو وہیں پر پھینک کر نیچے بھاگنے کے لیے دروازے کی طرف نکل گئی تھی جبکہ سردار کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

oooooooo

سب کچھ تیار ہے نا؟ کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے، میری بہن کی ساری زندگی کا" سوال ہے۔ اگر تم لوگوں سے کچھ نہیں ہو رہا تو ابھی کلیئر کر دو، یہ نہ ہو کہ وہ لوگ بارات لے کر آجائیں اور تب تم لوگوں کو کچھ سمجھ ہی نہ آئے۔ "وہ سارے لوگوں کو یہاں اکٹھا کیے ہوئے تھا۔ یہ صبح کے تقریباً نو بجے کا وقت تھا جب وہ گھر کے باہر سول یونیفارم میں اپنے سارے افسروں کو دیکھ رہا تھا جو پوری طرح سے تیار تھے۔

پلیز سر، ہم سب لوگ تیار ہیں۔ جس طرح کامران سر نے کہا ہے، سب کچھ " بالکل ویسا ہی ہو گا جس طرح انہوں نے سمجھایا ہے۔ ہم ہر چیز کو اپنے مائنڈ میں رکھے ہوئے ہیں۔ پورا پلان تیار ہے، جیسے ہی وہ ڈاکو انٹر کریں گے دروازے بند کر دیں گے۔ ان کے پاس کوئی اسلحہ ہوا تو ہم چھین لیں گے اور فوراً ہی انہیں "گرفتار کر لیں گے۔

آپ کو کسی طرح کی پریشانی لینے کی ضرورت نہیں ہے، بس وہ لوگ ایک " دفعہ آپ کے گھر کے اندر انٹر کریں پھر آپ سمجھ لیجیے سب کچھ ہمارے ہاتھ

میں ہے۔" سامنے کھڑا ایک افسر اسے یقین دلا رہا تھا جبکہ وہ خاموشی سے ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔

ٹھیک ہے، میں اندر جا رہا ہوں، تم لوگ بھی تھوڑی دیر میں مہمانوں کے " روپ میں اندر آ جانا۔ یہاں موجود کسی بھی انسان کو کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے، یہ سب کو یہی لگنا چاہیے کہ تم لوگ عام مہمان ہو یا میرے ساتھ کام کرنے والے عام لوگ ہو جو شادی پر شرکت کر رہے ہو۔ باقی نہ تو تم لوگوں کی کوئی وردی کسی کو نظر آنی چاہیے اور نہ ہی تمہاری طرف سے کسی طرح کی غلطی ہو۔" اس نے ایک دفعہ پھر سے اپنی ٹیم کو خبر دار کیا تھا جبکہ وہ سب صرف ہاں میں سر ہلا کر اسے اندر بھیج چکے تھے۔ اب وہ سارے باری باری اندر کی طرف جانے والے تھے تا کہ سب کچھ ان کے پلان کے بالکل مطابق ہو۔

○○○○○○○○

دیکھ رہے ہو سردار وہ سامنے کی رونقیں؟ تم تو ایسے خاموش ہوئے بیٹھے ہو " جیسے تم نے کچھ کرنا ہی نہیں ہے۔ سردار، وہ لوگ ہمارے دشمن ہیں، ہمیں ان

کے خلاف کچھ تو کرنا چاہیے۔ تمہاری خاموشی مجھے سمجھ میں نہیں آ رہی۔ آج بالا ڈاکو کی بارات جانی ہے اور تم اس طرح سے خاموش ہو جیسے تمہارا ان "لوگوں سے کوئی لینا دینا ہی نہیں۔

رشید اس کے پاس آیا جو سامنے پہاڑ کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں کی رونقیں ان کے سامنے تھیں۔ کل رات بھی یہ پہاڑ جگمگا تا رہا تھا بلکہ وہ پہاڑ تو کئی راتوں سے جگمگا رہا تھا۔ ان کا پورا قبیلہ چمک رہا تھا۔ الگ ہی رونق تھی اور رونق بھی ایسی تھی جو آنکھوں کو خیرہ کر دے۔

جبکہ اسے اپنے سردار کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس کا سردار اتنا خاموش کیوں تھا؟ ایسا کیا تھا جو سردار کو کچھ کرنے نہیں دے رہا تھا؟ سردار کی یہ خاموشی کم سے کم اس کی سمجھ میں تو نہیں آ رہی تھی۔ جتنا وہ خاموش تھا، مطلب صاف تھا کہ کچھ نہ کچھ تو ہونے والا تھا۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے کچھ نہ کچھ ہونے کا ہی انتظار کر رہا تھا لیکن سردار تو ایسے خاموش ہوا تھا جیسے ان لوگوں سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔

"رشیدے، رشیدے، رشیدے! ایسے جلد باز نہیں ہوتے۔ کچھ فیصلے آرام سکون سے کیے جاتے ہیں، کچھ کام سکون سے ہوں تب ہی اچھے لگتے ہیں۔ اب ہم کسی کی خوشیاں تھوڑی نہ خراب کریں گے؟" راگاڈاکو اچانک سے بولا تو وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"کیا مطلب سردار؟ تمہاری بات مجھے سمجھ میں نہیں آرہی، آخر کہنا کیا چاہتے ہو تم؟ وہ لوگ تو ہمارے دشمن ہیں نا، تو پھر دشمن کی خوشیوں کا خیال کیوں کرنا؟"

"لگتا ہے تم اپنے اصول بھول گئے ہو۔ دشمن ہوتا ہے راگاڈاکو اور ان دشمنوں کی وجہ سے آج تم ایک ہاتھ سے معذور ہو، کھل کر سانس نہیں لے سکتے، کھل کر اس قبیلے سے نکل نہیں سکتے، اپنی پہچان چھپا کر بیٹھے ہوئے ہو اس پہاڑی میں۔ مت بھولو کہ تمہاری زندگی کا مقصد اس قبیلے پر پھر سے حکومت کرنا ہے، دوبارہ وہاں راج کرنا ہے۔ پہلے اس کے باپ نے تمہیں اس قبیلے سے ہٹایا، پھر اس کے بیٹے نے تمہیں اس قبیلے سے ہٹا دیا۔"

آخر کب تک راگاڈاکو؟ کب تک؟ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کب تک خاموش" بیٹھے رہو گے تم؟ آخر کب کرو گے کچھ؟ وہ لوگ خوشیاں منا رہے ہیں اور "ہم۔۔۔۔۔

ہاہاہاہا، بس رشیدے، بس، ایسے پریشان نہیں ہوتے۔ وہ لوگ خوشیاں منا" رہے ہیں اور ہم ان کی خوشیوں کو ماتم بنانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ فکر مت کر۔ فی الحال وہ خوشیاں منائیں گے لیکن یہ شام ڈھلنے سے پہلے، اندھیرا ہونے سے پہلے راگاڈاکو ان کی خوشیوں کو آگ لگائے گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو رشید حیران رہ گیا تھا۔ آخر راگاڈاکو کرنے کیا والا تھا؟ وہ اس طرح سے خاموش تھا تو مطلب صاف تھا کہ وہ کچھ نہ کچھ تو سوچے ہوئے ہے۔ وہ آرام سے بیٹھنے والا انسان نہیں تھا۔ وہ اپنے دشمنوں کی خوشیوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا تو پھر ایسا کیسے ممکن تھا کہ قبیلے میں اس کی آنکھوں کے سامنے خوشیاں منائی جا رہی تھیں؟

مطلب کہ تم کچھ نہ کچھ سوچ بیٹھے ہو؟" رشید اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ" ایک دفعہ پھر سے بے ڈھنگا قہقہہ لگا تا اسے بھی ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔

○○○○○○○○

بہن کی شادی ہے اور ان لوگوں کو اب بھی آوارہ گردی سے فرصت نہیں" ہے۔" امی ویل چیئر گھسیٹتے پورے گھر میں اسے ڈھونڈ رہی تھیں جب وہ دروازے سے اندر داخل ہوتا نظر آیا۔

ریلیکس امی، کیوں آپ اپنا بی پی ہائی کر رہی ہیں؟ ریان یہیں پر ہیں۔" رباب" نے جواب دیا تھا۔

جی امی میں یہیں پر ہوں۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ میں یہاں باہر ہی کچھ چیکنگ" کر رہا تھا۔ ہر چیز پرفیکٹ ہونی چاہیے نا۔ آپ چل کر آرام کیجیے پھر سارا دن آپ کو کمر سیدھا کرنے کا وقت نہیں ملے گا۔" وہ ان کے پاس آتے ہوئے ان کی ویل چیئر کھینچتا اندر کی طرف لے گیا تھا جہاں خاموشی سے بیلا بیٹھی ہوئی تھی۔

میری بچی آج رخصت ہو رہی ہے۔ نہ جانے اس کی آنے والی زندگی کیسی ہو گی۔ اللہ میری بچی کو دنیا جہاں کی خوشی دے۔" امی اسے اپنے پاس بلاتے ہوئے بولیں تو وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھتی ان کے پاس آتی ان کی گود میں اپنا سر رکھ گئی تھی۔ اسے عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی۔ بالا کی جذبات اس کی آنکھوں کے سامنے تھے جبکہ ساری پلاننگ بھی تو اس کے سامنے ہی ہوئی تھی۔ وہ خوفزدہ ہو رہی تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا نہ جانے کیا ہونا تھا۔ اس کی آنے والی زندگی کیسی ہونے والی تھی؟ وہ نہیں جانتی تھی۔ کل رات جس طرح بالا اس سے اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا اس کے بعد سے ہی ایک عجیب سی بے چینی اس کے سر پر سوار ہو چکی تھی۔

وہ عجیب طرح کی بے چینی کی گرفت میں تھی، اپنی ماں کو وہ کچھ بتا نہیں سکتی تھی جبکہ بھائی سے بھی وہ اس طرح کے جذبات شیئر نہیں کر سکتی تھی۔ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی لیکن کچھ تو گڑبڑ ہو رہی تھی، کچھ تو ایسا ہو رہا تھا جو اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ آج بالا پکڑا جائے گا، وہ پولیس کی چار

دیواریوں کے پیچھے ہو گا، اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا لیکن اس بات پر وہ خوش نہیں ہو پا رہی تھی۔

"امی پلیز آپ رونے دھونے مت لگ جائیے گا۔ بیوٹیشن ناشتہ کر چکی ہے، اب وہ اسے تیار کرے گی۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنے جذبات سنبھال کے رکھیں، یہ سارے آنسو آپ رخصتی کے وقت بہائیے گا۔" امی کو آنکھیں پونچھتے دیکھ کر وہ محبت سے انہیں سمجھانے لگا تھا۔

وہ چاہ کر بھی بالکل پر سکون نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ لوگ کوئی عام ڈاکو نہ تھے جن کے خلاف کوئی پلاننگ کی جاتی اور وہ فوراً کامیاب بھی ہو جاتی۔ کچھ تو ایسا تھا جو اسے نہ تو ٹھیک سے خوش ہونے دے رہا تھا اور نہ ہی وہ سکون میں تھی۔ وہ خاموشی سے اپنی ماں کی گود میں لیٹی آنے والے وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ کل تک اسے کوئی ڈر نہیں تھا لیکن آج ایک عجیب سا ڈر اس کو پریشان کیے ہوئے تھا۔ نہ جانے کیوں لگ رہا تھا کہ یہ دن اس کی زندگی کا سب سے سیاہ ترین دن ثابت ہونے والا ہے۔

وہ کسی سے نہ ڈرنے والی، کسی سے نہ گھبرانے والی آج پہلی دفعہ ڈر رہی تھی اور یہ ڈر کیوں تھا؟ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی، ہاں لیکن یہ ڈر اسے سکون نہیں لینے دے رہا تھا۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب پارلر والی نے اسے ریان کے کمرے میں آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر ریان کے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ رباب بھی اپنا کام ختم کرنے لگی تھی کیونکہ اسے بھی تیار ہونا تھا۔

oooooooo

بارات نکلنے میں ابھی تھوڑا سا وقت باقی تھا جبکہ اس کی پیاری سی بہن اس سے خوب سارے پیسے لوٹ رہی تھی۔ کبھی ایک رسم نکال رہی تھی کبھی دوسری رسم نکال رہی تھی جبکہ وہ تو اس کی رسموں کو بہت انجوائے کر رہا تھا بلکہ وہ کہاں انجوائے کر رہا تھا؟ یہ سب کچھ انجوائے تو صرف سردار کر رہا تھا۔ اسے اپنی بیوی کا ہنستا مسکراتا چہرہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ جس طرح ہر تھوڑی دیر میں وہ کوئی نہ کوئی رسم نکال کر بالا سے پیسے مانگ رہی ہے اور بالا منہ بنا کر کبھی

سردار کو تو کبھی باقیوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہاں بیٹھے بیٹھے وہ تقریباً 50،60 ہزار کا مقروض ہو چکا تھا۔

اس کی ہر رسم کے بعد اسے کسی نہ کسی کی طرف دیکھنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اگر اسے پہلے پتہ ہوتا کہ ان رسموں میں اسے پیسے وغیرہ بھی دینے پڑیں گے تو اپنی بہن کے لیے کوئی نہ کوئی پیسوں کا انتظام کر لیتا لیکن یہاں تو الٹا ہی ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنی ساری رسمیں ہوں گی اور اس کی جیب اتنی زیادہ خالی ہو گی۔ تب ہی تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں بچا تھا، جو کچھ تھا وہ دے چکا تھا اور اب جو جو رسم وہ نکال رہی تھی اس کے لیے کہیں نہ کہیں سے ادھار پکڑ کر اسے رقم دے رہا تھا بلکہ دو دفعہ تو رسموں میں اس نے دعام سے ہی پیسے مانگ کر واپس اسی کو دے دیے تھے ادھار کی صورت میں۔

چلیں بالا بھیا اب یہ جو مٹکی ہے نا اس میں پانی ہے۔ اس میں جو پانی ہے آپ" اسی کے ساتھ نہائیں گے۔ مطلب اتنے تھوڑے سے پانی سے نہیں نہائیں گے،

آپ پیچ میں اور پانی ڈال کر نہا لینا لیکن یہ جو پانی ہے نا یہ میں آپ کو دوں گی اور یہ پانی بہت مہنگا ہے، تقریباً 50 ہزار کا۔"

"اتنا مہنگا پانی؟ میں نے نہیں نہانا اس پانی سے، ہماری ندی میں بہت پانی آتا ہے، میں وہیں ڈبکی لگا کے آتا ہوں۔" وہ اٹھنے لگا تھا۔

"ارے آپ ایسے نہیں اٹھ سکتے، آپ اور کسی پانی سے نہا بھی نہیں سکتے، آپ کو اسی پانی سے نہانا ہو گا جو آپ کی بہن یعنی کہ میں، یعنی دعام دلدار یلغار آپ کو دے گی۔ ایسے ویسے معمولی پانی سے نہیں نہایا جاتا، اس مہنگے پانی سے نہا کر دولہا بننا ہے۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی تھی جب کہ اس کی بات سن کر پہلے تو وہ تھوڑا سا الجھا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر سردار کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے، میں ہی دیتی ہوں 50 ہزار۔ اب یہاں بیٹھے بیٹھے ایک لاکھ 40 ہزار روپے کا قرضہ آچکا ہے آپ کے سر پر۔" وہ اپنے پیسوں سے پیسے نکال کر

اسے واپس کرتے ہوئے بولی تو وہ نفی میں سر ہلاتا ایک ہاتھ سے لیتا دوسرے ہاتھ سے پیسے اسے واپس کر گیا تھا۔

جبکہ وہ خوشی خوشی پانی لے کر چل پڑی تھی۔

چلیں اب جلدی سے تیاری کریں اور ہاں، اپنی جیبیں بھر لیں۔ وہاں رباب" آپی ہیں اور وہ بھی آپ کو بہت لوٹنے والی ہیں رسموں کے دوران۔ بہن تو پھر تھوڑا بہت ترس کھا لیتی ہے، سالیاں نہیں کھاتیں۔ تو کسی طرح کی خوش فہمی کا شکار مت رہیے گا۔" وہ اس سے خبردار کرتے ہوئے وہاں سے چل پڑی تھی

جبکہ بالا کنفیوز اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا اس کے لائے ہوئے مہنگے ترین پانی کو دیکھ رہا تھا جو تقریباً مشکل سے ایک یا دو گلاس تھا۔

oooooooo

آخر کار بارات نکل چکی تھی اور بارات کے نکلتے ہی دلدار نے ریان کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ قبیلے سے نکل چکے ہیں۔

یہ ضروری تو نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ اس شک میں مبتلا تھا کہ ریان کچھ تو ایسا کرنے والا ہے جو شاید آج کے دن کو خراب کر سکتا تھا۔

دلدار نہیں چاہتا تھا کہ کچھ بھی گڑبڑ ہو۔ وہ اپنے دوست کی شادی کو ایک بہترین شادی بنانا چاہتا تھا لیکن انسپکٹر ریان اکرم ہرگز اعتبار کے قابل نہیں تھا۔

قبیلے سے نکلتے ہوئے بھی خوب دھوم مچی تھی۔ ہر طرف فائرنگ کی گئی تھی جبکہ اس سب کے دوران وہ دعام کو اپنے قریب رکھے ہوئے تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دعام کو ذرا سا بھی ڈر لگے، ویسے بھی وہ بندوقوں اور گولیوں کی آواز سے بہت زیادہ ڈر جاتی تھی۔ لیکن آج وہ ڈر نہیں رہی تھی، ایک تو اس نے سردار کا ہاتھ بہت مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور دوسری بالا کی شادی کی وجہ سے وہ بہت زیادہ خوش تھی۔

شاید یہی وجہ تھی کہ وہ ہرگز اپنے ڈر کو خود پر حاوی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

جس کی وجہ سے سردار بھی بالکل پر سکون ہو کر اسے اپنے ساتھ لگائے بالا کی بارات لے کر نکلا تھا۔ جس میں قبیلے کے سارے مرد حضرات شامل تھے۔ قبیلے میں صرف کچھ لوگوں کو ہی چھوڑا گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس وقت قبیلے میں عورتیں اور بچے بھی بارات لے کر جا رہے ہیں۔ کوئی بھی ایسا انسان نہیں تھا جو اس وقت بالا کی بارات پر نہ جانا چاہتا ہو۔ ہاں، کچھ غدار تھے جو اپنے اپنے گھروں میں بند تھے کیونکہ سردار نے ان کی حالت ایسی کر رکھی تھی کہ نہ تو وہ چل سکتے تھے اور نہ ہی کہیں جانے کے قابل تھے۔

لیکن اس کے باوجود بھی سردار نے نہ تو انہیں قبیلے سے نکالا تھا اور نہ ہی ان کے گھر والوں کا خرچہ بند کیا تھا کیونکہ غداری ان لوگوں نے کی تھی، قبیلے والوں نے نہیں۔ اور پھر سردار نے ان سب کی ذمہ داری اٹھا رکھی تھی، بے شک وہ لوگ اس کے ساتھ غداری ہی کیوں نہ کر رہے ہوں لیکن وہ انہیں چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

کیونکہ یہ اس کے قانون میں کہیں نہیں لکھا تھا کہ جرم کرنے والے کی سزا مجرم کے گھر والوں کو دی جائے۔

اور پھر سردار نے ان لوگوں کے خاندانوں کے سامنے انہیں بہت بہادر بنا کر پیش کیا تھا، اس نے انہیں یہ بات کبھی بھی نہیں بتائی تھی کہ ان لوگوں نے سردار کے ساتھ غداری کی ہے یا قبیلے کے قانون کو توڑا ہے کیونکہ وہ کبھی بھی کسی بچے کے سامنے اس کے باپ کو ولن بنا کر نہیں پیش کر سکتا تھا، یہ اس کے اصولوں کے خلاف تھا۔ قبیلے سے بارات نکل چکی تھی۔ آنے والا دن کیسا ثابت ہونے والا تھا وہ نہیں جانتا تھا لیکن وہ ہر طرح کی سچویشن کا مقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھا۔

oooooooo

سردار، سردار! بارات نکل چکی ہے قبیلے سے، سب لوگ قبیلے سے نکلے ہیں۔"
اس وقت قبیلے میں کوئی نہیں ہے سوائے ایک دو معذور لوگوں کے، پورا قبیلہ
"خالی پڑا ہے۔ اب کیا کرنا ہے؟ بتاؤ۔

رشید بھاگتا ہوا آیا تھا اسے معلومات دینے کے لیے۔ جس کام کے لیے اس نے رشیدے کو رکھا ہوا تھا وہ کام وہ بہت اچھے سے کرتا تھا۔ دن رات اس کی نگاہیں قبیلے پر ہی جمی رہتی تھیں اور اس وقت بھی قبیلے میں ہونے والی ہر چھوٹی سے چھوٹی حرکت کی وہ اسے معلومات دے رہا تھا۔

"بہت اچھے۔ یعنی کہ بارات نکل چکی ہے۔ اب ہمیں بھی نکلنا چاہیے۔ بہت کام ہے۔" وہ رشیدے کو دیکھتے ہوئے بولا تو رشید کچھ الجھا تھا جیسے اس کی بات اسے سمجھ نہ آئی ہو۔

"کیا مطلب سردار؟ ہم کہاں جائیں گے؟ ہم کہیں جانے والے ہیں؟ یہ بات تو تم نے پہلے بتائی ہی نہیں۔" وہ کچھ پریشان سا اسے دیکھتے ہوئے بولا تو راگا ڈاکو ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"بتاؤں گا، سب کچھ بتاؤں گا۔ یہی سمجھ کہ دشمن کو کرارا جواب دینے کے لیے جارہے ہیں۔ جا جا کر میرے لوگوں کو لے آ۔ ڈاکو بالا کی شادی ہے اور شادی میں تایا نہ ہو یہ تو بڑی غلط بات ہے نا۔"

کیا ہے نا، میرے بھتیجے کا کوئی بڑا نہیں ہے۔ کوئی تو بزرگ ساتھ ہونا ضروری ہے نا اور پھر تایا ہونے کے ناطے میرا فرض بنتا ہے کہ میں ان لوگوں کا اس کنڈیشن میں ساتھ دوں۔" وہ پر سکون انداز میں کہتا پہاڑ سے نیچے اترنے لگا تھا جبکہ رشید بھی الجھتا ہوا اس کے پیچھے ہی آنے لگا۔

oooooooo

وہ لوگ قبیلے سے نکل چکے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے ہی سردار نے ریان کو فون کر کے بتا دیا تھا جب کہ ریان نے ایک دفعہ پھر سے اپنی ساری نفری کو ایک جگہ اکٹھا کر کے انہیں بریفنگ دینا سٹارٹ کر دی تھی۔ وہ آج کوئی غلطی نہیں ہونے دے سکتا تھا کیونکہ اس کی بہن کی زندگی کا سوال تھا۔ اندر بیوٹیشن اس کی بہن کو تیار کر رہی تھی، گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا جبکہ ریان اپنے مقصد کو اپنے ذہن میں رکھ کر آنے والے ہر قدم کے لیے تیار تھا۔

اس کی ساری پولیس فورس یہاں موجود تھی۔ آج یہاں ضرورت سے زیادہ ہی لوگ تھے کیونکہ زیادہ تر ان میں پولیس والے شامل تھے۔ آج کا یہ آپریشن

ان کا سب سے بڑا مشن ثابت ہونے والا تھا جس میں وہ ڈاکو قبیلے کے سالہا سال سے ڈاکوؤں کو ایک ساتھ گرفتار کرنے والے تھے۔ گرفتاری کے بعد اس کا پہلا مقصد اپنی بہن کی طلاق کروانا تھا۔

جس کے لیے وہ پوری طرح سے تیار تھا۔ وہ بیلا کو ہر طرف سے بے فکر کر چکا تھا۔ وہ اپنی بہن کو کسی طرح کی مصیبت میں پھنسنے نہیں دینے والا تھا بلکہ وہ تو اسے اس کمرے سے باہر بھی نہیں آنے دینے والا تھا۔

"بالا! تم نے میری بہن سے نکاح تو کر لیا دھوکے سے لیکن تم میری بہن کی صورت بھی نہیں دیکھ پاؤ گے کبھی۔ میں تمہیں اپنی بہن سے اتنا دور کر دوں گا کہ کبھی زندگی میں اس تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔ تمہاری وجہ سے میری بہن کی زندگی برباد نہیں ہو گی۔ میری بہن کبھی تمہاری غلام نہیں بنے گی بلکہ تم رہو گے قانون کی چار دیواریوں کے پیچھے اور میری بہن آزادی سے اپنی زندگی گزارے گی۔"

بہت پر سکون انداز میں دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا، اس کے ذہن میں پورا پلان تیار تھا۔ آج جو کچھ وہ کرنے والا تھا وہ مشکل تو تھا لیکن اسے یقین تھا کہ اس کا یہ مشن کامیاب ہو گا۔

ہاں، اس کی ماں تھوڑی ہرٹ ہوں گی لیکن وہ اپنی ماں کو سمجھا سکتا تھا۔ جس طرح اس نے سوچا تھا سب کچھ بالکل ویسا ہی ہوا تھا۔ یہ ڈاکو اس طرح سے ہاتھ نہیں آنے تھے، کوئی نہ کوئی بڑا پلان کرنا بے حد ضروری تھا اور شادی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ جس طرح انہوں نے ہر چیز کو ہینڈل کیا تھا۔

وہ سچ مچ میں اپنے سینیئر کی پلاننگ پر حیران ہوا تھا۔ ہاں، شاید وہ یہ سب کچھ کبھی بھی نہ سوچ پاتا کیونکہ وہ اپنی بہن کو کسی مصیبت میں لانے کا نہیں سوچ سکتا تھا لیکن اگر اس کی بہن کی وجہ سے وہ سارے مجرم جیل کی چار دیواریوں کے پیچھے جا سکتے تھے تو اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

اور اگر بیلا اس بات کو سمجھ گئی تھی تو پھر اسے بھی کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

○○○○○○○○○

بارات کا ویلکم بہت اچھے سے کرنا ہے لڑکیوں! کسی طرح کی کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔ رباب میری بچی ساری رسمیں کرنا، ان لوگوں کو کچھ بھی برا نہیں لگنا چاہیے، آخر ہماری بیٹی کا سسرال ہے۔" امی اس وقت بھی ویل چیئر گھسیٹتی پورے گھر میں گھوم رہی تھیں۔

ہزاروں ہدایات، ہزاروں مشورے وہ انہیں دے رہی تھیں۔ دل میں بے چینی بھی تھی، آخر بیٹی کی شادی ہو رہی تھی لیکن چہرے پر خوشی بھی تھی کہ بیٹی اپنے گھر کی ہو رہی تھی۔

ریان نے انہیں تھوڑی دیر پہلے ہی بتایا تھا کہ وہ لوگ بارات لے کر نکل چکے ہیں۔

اور تب سے ہی امی دائیں بائیں ہو رہی تھیں۔ شرمیلہ خالہ کی تو آج جان عذاب ہو رہی تھی، ذرا سا کہیں گند نظر آجاتا تو وہ شروع ہو جاتیں۔ شاید وہ اپنا دل بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ اندر سے ہو کر آئی تھیں

جہاں بیوٹیشن اب تک ان کی بیٹی کو تیار کر رہی تھی۔ ان کا دل بھر سا آیا تھا، اپنی بیٹی کے سامنے آنسو بہانے کی بجائے وہ کمرے سے نکل آئی تھیں۔

اس وقت یقیناً وہ خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس وقت ان کا ارادہ اپنی بیٹی کی شادی پر آنسو بہانے کا ہرگز نہیں تھا بلکہ وہ اپنی بیٹی کی شادی کو بہت اچھے طریقے سے کرنا چاہتی تھیں۔ تب ہی تو وہ ہر طرف گھوم رہی تھیں، آنے والے مہمانوں کو دروازے تک جاجا کر ویلکم کر رہی تھیں۔ کبھی رباب تو کبھی شرمیلہ خالہ ان کی ویل چیئر کو گھسیٹ کر اندر کی طرف لاتیں ہر مہمان کے پاس جاجا کر وہ پوچھ رہی تھیں کہ انہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے، پانی چاہیے یا کولڈ ڈرنک چاہیے۔

ان کے حساب سے تو ان کا بیٹا بالکل نکما تھا جو شادی کے کاموں پر دھیان دینے کے بجائے آگے پیچھے کی فضول چیزوں پر دھیان دے رہا تھا اسی لیے سب کچھ انہیں ہی کرنا پڑ رہا تھا۔

ریان پہلے تو انہیں روکتا رہا تھا پھر ان کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ بیٹی کو رخصت کرنے کی وجہ سے ان کا دل بھر رہا ہے تب ہی اس نے انہیں ان کی مرضی کے مطابق چھوڑ دیا تھا۔

اس معاملے میں ماؤں کا دل بہت نازک ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ روئیں یا پھر تنہا ہو کر کہیں بیٹھ کر پریشان ہوں۔ تب ہی اس نے اب شرمیلہ خالہ اور رباب کو بھی منع کر دیا تھا۔ رباب تو ان کی ہر بات پر جی جی کر رہی تھی۔ جب کہ چلتے پھرتے رباب نے تھوڑی دیر پہلے آئے اپنے والدین کو بھی بتا دیا تھا کہ بارات بالا ڈاکو کی آنے والی ہے اور یہ بات سن کر تو ان کو جیسے چپ ہی لگ گئی تھی۔ تب سے ہی وہ خاموش تھے اور رباب پورے گھر میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھی۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا لیکن وہ یہ شادی بالکل اسی طرح سے اٹینڈ کر رہی تھی جس طرح ایک بھابھی ہونے کے ناطے ایک نند کی شادی اٹینڈ کی جاتی ہے۔

oooooooo

ماشاء اللہ، ماشاء اللہ ! آپ کتنی حسین لگ رہی ہیں۔ ویسے اس میں تو کوئی شک "
نہیں کہ آپ سادگی میں بھی بہت پیاری تھیں لیکن دلہن کا تو بہت روپ آیا
ہے آپ پر۔ لگتا ہے دولہا بھائی آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ "بیوٹیشن جو
اسے تیار کر رہی تھی ساتھ ساتھ اس سے باتوں میں بھی لگی ہوئی تھی جب کہ
وہ خاموشی سے نظریں جھکائے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

جبکہ خود اپنی نگاہیں بھی شیشے پر جمائے ہوئے تھی۔ بیلا سچ میں آج بے تحاشا
حسین لگ رہی تھی۔

وہ خود بھی حیران ہو رہی تھی۔ آج تک اس نے کبھی بھی خود کو اس طرح سجایا
یا سنوارا نہیں تھا۔ اس کے ذہن پر تو ہمیشہ سے میڈیکل کی پڑھائی ہی اثر کرتی
رہی تھی۔ اس نے اپنی پڑھائی سے نکل کر کبھی کچھ سوچنے کی کوشش ہی نہیں
کی تھی۔ اس کا ذہن پوری طرح سے اس کی پڑھائی کی طرف ہی متوجہ رہتا تھا،
اس کا دل ہی نہیں کرتا تھا اور کچھ بھی کرنے کا۔

فیشن کی دنیا سے وہ بہت دور تھی۔ اس نے ہمیشہ اپنی کتابوں میں سر دے کر رکھنا تھا۔ آج اس نے خود کو آئینے کے سامنے دیکھا تو ایک لمحے کے لیے وہ اپنے آپ کو پہچان ہی نہیں پائی تھی۔ وہ کل رات بھی بہت پیاری لگ رہی تھی لیکن آج تو جیسے بیوٹیشن نے اس کے سارے نقش بدل دیے تھے۔ وہ حیران ہو رہی تھی۔

لگتا ہے آپ کے شوہر آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ "بیوٹیشن آخری ٹچ" دیتے ہوئے بولی تو وہ اس کی بات سن کر ذرا سا حیران ہوئی تھی۔

یہ آپ کا کمال ہے، آپ نے اتنے اچھے سے مجھے تیار کیا ہے۔ "وہ نہ جانے" کیوں شوہر کی محبت والی بات پر ذرا سی پریشان ہوئی تھی۔

جی بالکل، میری محنت تو ہے ہی لیکن یہ شوہر کی محبت بھی تو ہوتی ہے نا۔ کہتے" ہیں جس لڑکی کا شوہر اس سے بہت محبت کرتا ہے اسے بہت روپ آتا ہے، "بالکل آپ کی طرح۔ ماشاء اللہ، آپ کا حسن اس بات کا گواہ ہے۔

یقیناً آپ کی لو میرج ہو گی۔" وہ اس کا دوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے بولی تواب کی" دفعہ بیلا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

اس کے پاس کوئی جواب تھا ہی نہیں، یا شاید وہ کوئی جواب دینا ہی نہیں چاہتی تھی۔ آج جب بارات کی انٹری ہو گی اور پھر پولیس والے ان سب کو گرفتار کریں گے تو سب کو جواب خود بخود ہی مل جائے گا۔ اس نے جیسے اپنی سوچوں کو اسی جگہ پر روک دیا تھا۔

OOOOOOOO

بارات ان کے گھر کے باہر پہنچ چکی تھی۔ ہر طرف گلی میں پٹاخوں کی آواز آ رہی تھی۔ ان لوگوں کا ویلکم خاصا گرینڈ کیا جا رہا تھا۔ دعام تو بہت خوش تھی جبکہ قبیلے سے آنے والی بارات بھی کوئی چھوٹی سی نہیں تھی۔ سارے کے سارے ڈاکو یہاں موجود تھے جبکہ سب کی موجودگی یہاں دیکھ کر ریان کو اندر ہی اندر سکون ملا تھا۔ سارے ڈاکو آج ہی پکڑے جانے والے تھے۔ جیسے ہی

ان سب کی انٹری گھر کے اندر ہونی تھی، گھر کے دروازے بند ہو جانے تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ سارے ڈاکو پکڑے جانے والے تھے۔

وہ پرسکون سا دروازے تک آتا ان سب کو ویلکم کرنے لگا تھا۔ ریان خود بھی ہلکا پھلکا سا تیار تھا۔ ان سب کے گلے ملتے ہوئے وہ بارات کو ویلکم کر رہا تھا، انداز خاصا پرجوش تھا جیسے وہ یہ شادی اپنی خوشی سے کروا رہا ہو۔ بالا نے اس کے انداز پر ایک نظر سردار کو دیکھا تھا جس نے کندھے اچکائے اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ گھر کے اندر داخل ہونے لگے تو سالی کی نَقدُ بندی والی رسم شروع ہو گئی تھی۔ یہ شاید رباب کی ایجاد کردہ کوئی رسم تھی، جس طرح قبیلے میں دعام نے اتنی ساری رسمیں ایجاد کر رکھی تھیں تو دو چار تو رباب نے کر ہی رکھی ہوں گی۔ اسے اندازہ تھا لیکن اچھی بات یہ تھی کہ یہاں آتے ہوئے دعام اسے کافی کچھ سمجھا چکی تھی۔

رباب کے آگے آ جانے کی وجہ سے ریان پیچھے ہٹتے ہوئے وہاں موجود پولیس والوں کے ساتھ آئیز کانٹیکٹ کرنے لگا تھا۔ ہر چیز تیار تھی، ہر طرف سے اسے

بے فکر کیا جا رہا تھا، یعنی کہ اگلے 20 منٹ میں یہاں موجود سارے کے سارے ڈاکو جیل کے پیچھے جانے والے تھے۔ وہ گہرا سانس لیتا ہاں میں سر ہلاتے ہوئے رباب کی طرف سے ہونے والی رسموں کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا تھا جب کہ امی بھی بہت خوش تھیں۔

○○○○○○○○○○

سردار ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے یہاں شادی پر بھلا ہمارا کیا" کام ہے؟ اگر تو یہاں پر بالا ڈاکو کی شادی ہونے والی ہے تو میرا نہیں خیال کہ ہمیں یہاں آنا چاہیے تھا۔" رشید اس کے پیچھے تھا جب کہ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ تھے

راگا ڈاکو ضرورت سے زیادہ چالاک تھا یا کچھ اور تھا لیکن رشیدے کو آج تک راگا ڈاکو کی کسی پلان کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس کے دماغ میں کیا چلتا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔

بہت کچھ کرنے والے ہیں ہم یہاں پر، بہت کچھ۔ بتایا تھا نا تمہیں کہ شادی پہ کوئی بزرگ نہیں آیا قبیلے کی طرف سے۔ تو میں اس شادی میں شریک ہونے کے لیے آیا ہوں، آخر میں ان لوگوں کا تایا ہوں۔ میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس کی شادی میں شرکت کر کے ان لوگوں کو احساس دلاؤں کہ ان لوگوں کے "بڑے بھی ہیں۔

وہ پر سکون انداز میں کہتا، گاڑی سے اترا تھا جبکہ رشید گاڑی ایک طرف لگاتے ہوئے اس کے پیچھے ہی گاڑی سے نکلا۔ اس نے اپنے پیچھے موجود 4 ڈاکوؤں کو اشارہ کیا تھا۔

وہ سب کچھ تو ٹھیک ہے سردار لیکن ہم ان کے گھر کے پچھلی طرف کیا کر" رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے اگر ہم نے چلنا ہی ہے تو پھر بارات میں شامل ہوتے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ گھر کے اندر جاتے ہیں، ہم یہاں پر کیوں رکے ہوئے ہیں؟" رشید اب بھی بری طرح سے الجھا ہوا تھا جبکہ نفی میں سر ہلاتے

ہوئے آنکھیں گھماتا گھر کے پیچھے کی طرف کو دیکھ رہا تھا پھر دیوار کے پاس جاتے ہوئے اس نے آہستہ سے دیوار پر ہاتھ رکھتے اس کی لمبائی چیک کی تھی۔

پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے پیچھے مڑ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا تھا جو خود بھی شاید اس کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔

یہ شادی یادگار ثابت ہو گی، بالا ڈاکو کے لیے تو بہت ہی یادگار، کیوں کہ وہ "بارات تو لے کر آیا ہے لیکن دلہن لے کر نہیں جا پائے گا۔"

وہ پر سکون انداز میں کہتا اپنے پیچھے موجود ڈاکوؤں کو اپنے حکم جاری کرنے لگا تھا جو خود بھی اس کا پلان سن کر پہلے تو حیران ہوئے تھے پھر اس کی بے ڈھنگی ہنسی کے ساتھ اپنے قہقہے بلند کرتے ہوئے اس کے حکم کی پیروی کرنے لگے۔

○○○○○○○○○○○

بیلا کمرے میں بالکل تنہا بیٹھی ہوئی تھی، باہر خوب ڈھول دھماکوں کی آوازیں آ رہی تھیں، بارات اندر انٹری کر چکی تھی۔ پتہ نہیں اب کیا ہونے والا تھا۔

سرخ رنگ کے بھاری لباس میں وہ اس وقت آسمان سے اتری کوئی حور ہی لگ رہی تھی۔ اس کی ساری ساتھی ڈاکٹرز یہاں آئی ہوئی تھیں، تھوڑی دیر پہلے تک تو وہ اس کے ساتھ اندر ہی بیٹھی تھیں لیکن اب بارات دیکھنے باہر جا چکی تھیں جبکہ بیلا کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کمرے میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

وہ بالکل خاموشی سے کمرے کے چاروں طرف گھوم رہی تھی۔ اس کا بھاری لہنگا اٹھا کر چلنا اس کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا لیکن بے چینی اس حد تک سوار تھی کہ سکون سے بیٹھنا بھی محال ہو گیا تھا۔ اس کے دل میں نہ جانے کیا تھا، وہ خود بھی اپنے دل کی کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہی تھی لیکن وہ خوش نہیں تھی۔ ان سب چیزوں سے وہ جانتی تھی سب کچھ اس کے بھائی کے پلان کے مطابق ہو گا تو پھر تو اسے خوش ہونا چاہیے تھا۔

جیسا وہ چاہتی تھی سب کچھ ویسا ہی ہو رہا تھا تو یہ تو خوشی کی بات تھی، وہ خوش کیوں نہیں ہو پا رہی تھی؟ اس کی ساری خوشی، سارے سکون کو جیسے کسی کی نظر لگ گئی تھی۔

اس کا دل بہت تیز رفتار میں دھڑک رہا تھا، ایسا کیوں تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی لیکن اپنی بے چینی کو وہ بالکل بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ تھک ہار کر اس نے بیٹھنے کی کوشش کی جب دھیان باہر کی طرف چلا گیا تھا جہاں رباب بالا سے لڑنے میں مصروف تھی۔ ان کا گھر اتنا بڑا تو ہرگز نہ تھا کہ آواز یہاں تک نہ آتی اور پھر رباب جو بھی بات کرتی تھی محلے کی ساری لڑکیاں دولہے سے لڑنے لگ جاتیں۔

باہر رباب بالا کی خوب درگت بنا رہی تھی جبکہ وہاں اندر وہ خاموشی سے بیٹھی آنے والے لمحات کا انتظار کر رہی تھی یا شاید آنے والے لمحات سے خوفزدہ ہو رہی تھی۔

ooooooooooo

دروازے پر خوب ساری رسمیں کی جا رہی تھیں جیسا کہ دعام پہلے ہی بتا چکی تھی کہ یہاں پر کس طرح کی رسمیں ہونے والی ہیں۔

بالا پہلے ہی خود کو تیار کیے ہوئے تھا۔ رباب نے بالکل دعام کے مطابق یہ ساری رسمیں بتائی تھیں جو سارے راستے وہ اسے بتاتے ہوئے آئی تھی کہ وہاں پر کیا کیا ہو گا اور اب بالکل ویسا ہی ہو رہا تھا۔ رباب پتا نہیں کون سی دھن میں تھی لیکن امی کی موجودگی میں وہ ساری رسمیں کر رہی تھی جیسے جیسے یہ ساری رسمیں کی جاتی ہیں بالکل ویسے ہی۔

وہ خوب اچھے سے ایک بھابھی ہونے کا فرض ادا کر رہی تھی۔ ریان نے اسے کہا تھا کہ ان لوگوں کو مصروف رکھنا ہے۔ وہ لوگ خاموشی سے اپنا کام کریں گے اور رباب جتنا ہو سکے انہیں مصروف رکھ رہی تھی۔ یہاں خوب ساری رسمیں کی جا رہی تھیں لیکن بالا تو جیسے ہر چیز کے لیے تیار ہو کر آیا تھا۔

رباب کے ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے اسے خوب تنگ کر رہا تھا، جب کہ بالا کے ساتھ ساتھ قبیلے کے باقی لوگ بھی خوب مستیاں کر رہے تھے۔ ایسا لگ ہی

نہیں رہا تھا کہ یہ کسی ڈاکو کی شادی ہے جبکہ رباب کے والدین بالا ڈاکو کی بارات دیکھ کر خود بھی حیران رہ گئے تھے۔ایسی بھی کون سی مصیبت آگئی تھی کہ ان کا داماد اپنی بہن کی شادی ایک ڈاکو کے ساتھ کر رہا تھا؟ ایسا بھی کیا ہو گیا تھا کہ ان کے ہائی فائی پولیس والے داماد نے اپنی بہن کی شادی ایک ڈاکو سے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اور پھر جس طرح یہ شادی ہو رہی تھی یہ بات بھی تو کافی حیران کن تھی۔اتنے دھوم دھام سے،اتنی ساری رسموں کے ساتھ شادی ہو رہی تھی تو مطلب صاف تھا کہ یہ شادی پوری طرح سے دونوں طرف کی رضامندی کے ساتھ ہو رہی تھی لیکن یہ جانتے ہوئے بھی کہ بالا ایک خطرناک ڈاکو ہے ریان ایک پولیس والا ہو کر اپنی بہن کو ان کے حوالے کیوں کر رہا تھا؟ یہ بات ان سب لوگوں کو پریشان کر گئی تھی۔

چچا جان تو تایا ابو کو دیکھ کے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کر رہے ہیں جبکہ چاچی کی نگاہیں تو دعام پر تھیں جو شادی میں اتنا زیادہ چہک رہی تھی،یہاں تک

کہ وہ تو دولہے کی ٹیم میں تھی اس لیے رباب کے ساتھ بھی اس کی خوب نوک جھوک چل رہی تھی۔

اور پھر تقریباً بہت ساری رسموں کے بعد رباب نے انہیں گھر کے اندر انٹری دینے کی اجازت دے ہی ڈالی تھی جس پر شکر ادا کرتے ہوئے بالا سب سے آگے بڑھا تھا کیونکہ اس کی بے چین نگاہیں تو اپنی دلہن کی تلاش میں اٹھ رہی تھیں۔

وہ اسے دیکھنے کے لیے اتنا بے قرار تھا کہ کل ساری رات وہ سو ہی نہیں سکا تھا۔ جب سے اس نے اسے دلہن کے حسین روپ میں دیکھا تھا تب سے ہی اس کی بے قراریاں عروج پر تھی۔ فی الحال تو اس نے صرف اس کا مہندی سے سجا روپ دیکھا تھا۔ آج تو وہ مکمل اس کے رنگ میں رنگنے والی تھی۔ اس کی بے قراری میں کوئی شک نہیں تھا لیکن یہ حسین رنگ اسے بری طرح سے بہکا گئے تھے اور وہ آج بہک جانا چاہتا تھا۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اسے اپنی باہوں میں بھرنے کے لیے وہ کس قدر بے تاب ہے۔

اس کی دھڑکن دھڑکن آج بیلا کے نام کو گنگنا رہی تھی، بیلا کے لیے بے قرار تھی۔ اور آج رات کو وہ اپنی دھڑکن دھڑکن اپنی بیلا کو سنانے والا تھا۔

ooooooooooo

وہ لوگ آگے بڑھ رہے تھے جب اچانک ہی سردار کے بالکل قریب کمر پر بندوق کا ہلکا سا لمس محسوس ہوا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹے قد کا آدمی کھڑا ہوا تھا۔ وہ اسے جانتا تھا شاید، ہاں اسے کہیں دیکھا تھا، یونیفارم میں۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی تو یہ تھا ریان اکرم کا پلان، اس نے سوچا پھر ہلکا سا نفی میں سر ہلاتے ہوئے سامنے ریان اکرم کی طرف دیکھنے لگا۔

ریان بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ اپنے پلان کے پوری طرح سے کامیاب ہونے کا امیدوار ہو۔ سردار کی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک تھی۔

اس نے کسی طرح کی کوئی حرکت نہیں کی تھی لیکن پھر بھی اچانک ہی ہر طرف گولیاں چلنے لگیں اور گولیاں چلتے ہی ہر طرف شور مچ گیا، اس طرح سے پینک کیوں پھیل گیا تھا وہ سمجھ ہی نہیں سکا تھا کیونکہ اس نے تو سب پولیس والوں کو کہا ہوا تھا کہ مہمانوں کے بیچ ہرگز کوئی گولی نہیں چلانی جبکہ ان ڈاکوؤں کو بھی وہ دیکھ چکے تھے۔ وہ لوگ بھی اپنی ساری بندوقیں اور پستول وغیرہ گاڑیوں میں چھوڑ کر آئے تھے۔

کیونکہ ریان نے خود آگے جا کر کہا تھا کہ مہمانوں کے سامنے کسی طرح کی کوئی فائرنگ وغیرہ نہیں ہوگی۔ اس نے پورا یقین دلایا تھا کہ وہ لوگ گھر کے اندر کسی بھی طرح کا کوئی اسلحہ لے کر نہیں آئیں گے۔ اس نے حیرانگی سے ایک نظر سردار کی طرف دیکھا تھا جو خود بھی گولیاں چلنے کی آواز پر کچھ حیران سا لگ رہا تھا۔

○○○○○○○○○○

اچانک چلنے والی گولیوں نے ہر طرف افراتفری مچادی تھی۔ ان لوگوں نے سارے دروازے بند کیے تھے تاکہ وہ سارے ڈاکوؤں کو گھیر کر گرفتار کر سکیں لیکن انہیں ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ ڈاکو اس طرح کی کوئی حرکت کریں گے۔ اگر ان کے پاس کسی طرح کا کوئی اسلحہ نہیں تھا تو پھر ان لوگوں نے یہ کام کیسے کیا تھا؟

ان لوگوں کا مین ٹارگٹ ہی سردار دلدار تھا اسی لیے ساری بندوقیں اسی پر تانی گئی تھیں لیکن ابھی تک ان لوگوں نے کوئی گولی نہیں چلائی تھی جو کہ سارے کے سارے ڈکیت بھی یہاں پر ہی موجود تھے، ایک ہی دائرے میں تھے۔ تو پھر اچانک سے فائرنگ کہاں سے ہوئی تھی؟

اچانک افراتفری مچنے کی وجہ سے سب لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ کچھ لوگوں نے دروازہ کھول کر باہر کی طرف بھاگتے ہوئے اپنی جان بچائی تھی تو کچھ لوگ وہیں پر آگے پیچھے چھپنے لگے تھے جبکہ ریان حیران و پریشان تھا، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر اچانک یہ سب کچھ ہوا کیا ہے۔ سردار اور قبیلے کے

سارے ڈاکو ایک دائرے میں کھڑے تھے جہاں پر پولیس نے ہر طرف سے انہیں گھیر رکھا تھا۔ سردار ایک بھرپور انگڑائی لیتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ساتھ کھڑے ڈاکو کو اشارہ کرنے لگا جس نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے فوراً وہاں پر ہی کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب رکھی تھی۔

بیٹھو سجن سائیں، تھک جاؤ گی میرا حسین مکھڑا۔" وہ پیار سے دعام کے چہرے" پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے کرسی پر بٹھا گیا تھا جب کہ اچانک ہونے والی افراتفری پر وہ بھی پریشانی سے ہر چیز کو دیکھ رہی تھی۔ فی الحال تک تو وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پائی تھی جبکہ وہاں موجود سارے کے سارے پولیس والے حیران تھے۔

انسپکٹر ریان اکرم! ہم یہاں سے کہیں نہیں بھاگنے والے۔ وہ کیا ہے نا کہ ہم" ڈکیت ہیں، بھگوڑے نہیں۔ تمہاری پلاننگ پہلے سے جانتے ہیں اور یہ گولیاں ہم نے نہیں چلوائیں تو کسی خوش فہمی کا شکار مت رہنا۔ ہم یہیں پر بیٹھے ہیں،

کوئی یہاں سے بھاگے گا اور نہ ہی کوئی یہاں سے قدم اٹھائے گا۔ بہتر ہو گا کہ تم جا کر دیکھ لو کہ یہ گولیاں آخر چلی کہاں ہیں۔

یہ نہ ہو کہ تم یہاں کھڑے ہماری راکھی کرتے رہ جاؤ اور وہاں کوئی تمہارا بڑا نقصان کر دے۔" وہ پر سکون سا سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کا لہجہ ہی ایسا تھا کہ وہ اس پر یقین کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے پیچھے کی طرف کھڑے دو تین افسروں کو باہر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

جو فوراً ہی اس کے حکم پر ہاں میں سر ہلاتے پیچھے کی طرف نکل گئے تھے۔

یقیناً اگر یہ گولیاں ان ڈاکوؤں نے نہیں چلائی تھیں تو کوئی نہ کوئی مسئلہ تو بنا ہی تھا کیونکہ اتنا تو وہ لوگ سمجھ چکے تھے کہ گولیاں انہی کے گھر پر چلائی گئی ہیں۔

○○○○○○○○

تقریباً چار پولیس افسر گھر کے چاروں طرف گھوم رہے تھے، آخر جاننا تھا کہ گولیاں کہاں چلی ہیں۔ خیر یہ سمجھ تو نہ آیا تھا کہ گولیاں کیوں چلائی گئی ہیں، ہاں

لیکن گھر کے پیچھے سائیڈ پر انہیں کچھ شیل کیس ملے تھے جو گرم تھے، مطلب گولیاں ادھر ہی چلی تھیں اور بس تھوڑی دیر پہلے ہی چلی تھیں۔ وہاں پر بلٹ کی سمیل بھی پھیلی ہوئی تھی۔

لیکن یہاں پر گولیاں کیوں چلائی گئی تھیں؟ گولیاں چلانی ہوتیں تو گھر کے اندر چلائی جاتیں، شادی کے فنکشن میں۔ یہاں پیچھے کی طرف گولیاں چلانے کا کوئی انہیں مطلب سمجھ نہیں آیا تھا، ہاں لیکن وہ شیل کیسز لے کر واپس گھر کے اندر کی طرف آ گئے تھے۔

سر! ہر طرف پر سکون ماحول ہے ہاں لیکن آپ کے گھر کے پیچھے کی طرف جو" "دیوار ہے وہاں بالکل ساتھ ہی یہ کچھ بلٹس شیل کیس ملے ہیں۔

اور یہ بہت گرم ہیں، یعنی کہ فائرنگ ابھی ہی ہوئی ہے۔ گھر کے پیچھے کی" طرف بلٹ سمیل بھی پھیلی ہوئی ہے لیکن ہم دیکھ کر آئے ہیں، گھر کے پیچھے "کی طرف علاقہ بالکل خالی ہے۔

یقیناً اس طرف کسی کا آنا جانا نہیں ہے، سامنے میدان کی طرف ہم نے دیکھا" ہے کوئی کیمرہ وغیرہ لگا ہو لیکن میدان بالکل سنسان پڑا ہے۔" ایک کانسٹیبل اسے تفصیل سے بتا رہا تھا۔

جبکہ اس کے ہاتھ سے وہ شیل کیس لے کر دیکھنے لگا۔ یہ کیسے ممکن تھا؟ اگر سارے ڈکیت یہاں پر تھے، ساری پولیس نفری یہاں پر تھی تو پھر بھلا گولیاں کون چلا سکتا تھا؟

وہ شیل کیس کو اپنے ہاتھ میں لیے معائنہ کر رہا تھا جب سردار نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا تھا۔ ریان نے ایک نظر اسے دیکھا پھر وہ شل کیس اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا جیسے وہ ابھی حل نکال کر دے گا۔ سردار نے اس شیل کیس کو ہر طرف سے جانچا تھا۔

راگا ڈاکو آیا تھا۔ یہ بلٹ خول اس کے لوگ بنواتے ہیں۔ راگا ڈاکو کو بڑا شوق" ہے اپنا نام بنانے کا، اپنی دہشت پھیلانے کا۔" وہ شیل کیس واپس اس کی طرف اچھالتے ہوئے پر سکون انداز میں بولا تھا۔

"راگاڈاکو؟ کون تمہارا تایا؟ وہ یہاں آیا ہے؟"

میرا اس کے ساتھ خون کا تعلق ہے میں اس کا خون بہانا چاہتا ہوں اور وہ میرا، "مجھے تو یہ تمہارا مہمان لگتا ہے۔" وہ اب بھی پر سکون تھا۔

بکواس بند کرو! وہ یہاں آیا تھا، نکاح کے بعد یقیناً تم نے ہی اسے بھیجا تھا۔ اس" نے میری ماں بہن کے ساتھ اتنی بدتمیزی کی اور تمہارا اصل چہرہ بھی دکھایا تھا۔ اس نے ہی آکر میری ماں کو بالا اور میری بہن کے نکاح کے بارے میں بتایا تھا۔" اب کی دفعہ ریان کو غصہ آنے لگا تھا جب کہ پولیس نفری کو اشارے کرتے ہوئے وہ انہیں ہتھکڑی لگانے کا بھی حکم پاس کر چکا تھا۔

ارے ارے ارے انسپکٹر دو نمبر! آرام سے کیا ہو گیا ہے؟ کیوں شریف" لوگوں کے پیچھے لگ گئے ہو؟ ہم نے ایسا بھی کیا کیا کہ تم ہمیں ہتھکڑی لگا رہے ہو؟ اب کیا گھر میں بارات لے کر آنے پر تم لوگ ہمیں پکڑ کر پولیس اسٹیشن میں بند کر دو گے؟ او کے! یار اتنے برے دن آگئے ہیں تم پولیس والوں کے کہ اگر مجرم نہیں مل رہے تو ہم شریفوں کو جیل میں ڈال رہے ہو؟" وہ جو سردار

کی طرف ہتھکڑی لیے بڑھ رہا تھا بالا اچانک اس کے سامنے آتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"بکواس بند کرو! تم لوگ کیا ہو یہ تم لوگ بھی بہت اچھے طریقے سے جانتے ہو۔ ڈکیت بالا! اور تمہیں کیا لگا میں تمہارے ساتھ اپنی بہن کی شادی کروں گا؟ تمہارا تو میں وہ حال کروں گا جو تم مرتے دم تک یاد رکھو گے۔

"اتنا تو تم بھی سمجھ چکے ہو کہ یہاں پر ہرگز کوئی شادی نہیں ہو رہی، تم سب کو یہاں پر بلا کر یہ ٹریپ کرنے کا ایک طریقہ تھا۔ میرے دن اتنے بھی برے نہیں آئے کہ میں اپنی بہن کو تم جیسے ڈکیتوں کے حوالے کروں گا۔

"خیر اب بھی اگر تم لوگ نہیں سمجھے تو میں تم لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ تم لوگوں کے ساتھ شادی کا ڈرامہ کیا گیا ہے۔ نہ تو میں اپنی بہن کی شادی تمہارے ساتھ کرواؤں گا اور نہ ہی میں اپنی بہن کو تم لوگوں کے ساتھ کبھی رخصت کروں گا۔ تم لوگوں کو یہاں بلایا ہی اس لیے گیا ہے تا کہ تم لوگوں کو تم لوگوں

کی اوقات یاد دلائی جا سکے اور تمہیں جیل کی چار دیواریوں کے پیچھے پھینکا جا سکے۔"

"مبارک ہو تم لوگوں کو، تم لوگوں کے انجام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ ڈکیت قبیلے کے سارے ڈاکو ایک ہی جگہ اکٹھے ہو کر خود اپنا کام خراب کر چکے ہیں۔ تم سب کو اب زندگی بھر کی قید مبارک ہو۔ آسانی سے باہر نکلنے نہیں دوں گا میں تم لوگوں کو۔ یو آر انڈر اریسٹ ڈاکو سردار دلدار۔" وہ اچانک ہی آگے بڑھتے ہوئے اسے اریسٹ کرنے لگا تو سردار نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔

"لیکن کس جرم میں؟ ہم نے کیا کیا ہے؟ کیوں گرفتار کر رہے ہو ہمیں؟ ہم تمہارے گھر بارات لے کر آئے ہیں، تمہاری بہن کے ساتھ نکاح ہوا ہے میرا لیکن تم تو نہ جانے کون سے جرم کی سزا دینے پر آ گئے ہو؟ بھائی! تم بھی ہمارے نکاح میں گواہ تھے، خیریت تو ہے نا؟ دماغ ٹھکانے پر ہے تمہارا؟ اور یہ تم کیا بار بار ڈاکو، ڈکیت، یہ الفاظ کیوں استعمال کر رہے ہو ہمارے لیے؟ ہم بہت شریف لوگ ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں، حق حلال کی کماتے ہیں۔"

"ہم سب کی شکلیں دیکھ کر کیا تمہیں لگتا ہے کہ ہم کوئی ڈاکو یا ڈکیت ہیں؟"

اس طرح اپنے گھر پر بلا کر کیا ذلیل کرنا چاہتے ہو ہمیں یا تمہارے پورے"
ڈیپارٹمنٹ کی طرح تم بھی وردی پہن کر عقل سے پیدل ہو گئے ہو، یہ ڈکیتوں
کے حوالے اپنی گھر کی لڑکی کر دو گے؟ کہاں سے ڈکیت لگ رہے ہیں ہم
تمہیں؟" بالا نے اب کی دفعہ جو انداز اپنایا تھا وہ اسے حیران کرنے کے لیے
کافی تھا۔

ہو گیا تم لوگوں کا ڈرامہ؟ تم لوگوں نے کیا کیا ہے یہ تم لوگ بھی بہت اچھے"
طریقے سے جانتے ہو۔ اب جب جیل جانے کی باری آئی تو معصوم بننے لگے؟"
جو کب سے خاموش کھڑا تھا انسپکٹر کامران بولا تو سردار کے لبوں کی مسکراہٹ
بڑی گہری تھی۔

ہم معصوم نہیں بن رہے، ہم ہیں ہی معصوم انسپکٹر صاحب! اگر آپ کو لگتا"
ہے کہ ہم گنہگار ہیں، ڈکیت ہیں یا پتا نہیں کیا کیا ہیں تو ثبوت پیش کیجیے تبھی ہم
آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اس طرح سے تو کوئی ہمیں جیل میں بند کر نہیں

سکتا، ہم تو شرافت سے بارات لے کر آئے تھے۔" بالا بھی کرسی کھینچ کر آرام سے لیٹنے والے انداز میں بیٹھ گیا تھا جبکہ ان کا اتنا ریلیکس انداز تو وہاں موجود سارے پولیس والوں کو پریشان کر رہا تھا۔ اتنی بھاری نفری انہیں پکڑنے میں کامیاب ہو چکی تھی، وہ سارے کے سارے ڈکیت یہاں موجود تھے اور اب وہ اپنے ہی کام سے مکر رہے تھے جیسے ان لوگوں نے کچھ کیا ہی نہ ہو جو بھی کیا ہو ان لوگوں نے کیا ہو۔

تم لوگوں کے خلاف ثبوتوں سے پورا تھانہ بھرا ہوا ہے۔" اب کی دفعہ" کامران دہاڑ کر سامنے آیا تو سردار نے ہاں میں سر ہلایا تھا جیسے اس کی بات سن کر حیران ہوا ہو۔

کیا سچ میں؟ ہمیں تو پتا ہی نہیں ہے۔ کہاں ہے تھانہ؟ بتاؤ ہمیں، ہم بھی اپنے" "خلاف ثبوت دیکھنا چاہتے ہیں۔

لیکن وہاں جا کر نہیں۔ ثبوتوں کو یہاں آنا ہو گا۔ ہم کوئی مجرم تھوڑی ہیں جو" ہمیں جیل میں لے کر جایا جائے گا۔ جب تک ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں

ہمیں کوئی یہاں سے ہلا کر دکھائے۔" وہ پر سکون انداز میں ان لوگوں کا سکون تباہ کر گیا تھا۔

"ایسے کیسے نہیں جاؤ گے تم؟ لے کر تو ہم تمہیں جائیں گے۔" کامران غصے سے آگے بڑھا تھا جب اچانک ہی ریان نے ہاتھ آگے رکھ دیا۔

"ریڈ سر! ہم لے کر جائیں گے۔ یہاں پر کسی طرح کا کوئی تماشا نہیں ہو گا۔ ویسے بھی کافی تماشا لگ چکا ہے یہاں پر۔" اس نے ایک نظر مڑ کر بر آمدے میں کھڑی اپنی ماں کو دیکھا تھا۔

"تم لوگوں کو ثبوت چاہیے تو ثبوت تو ہمارے پاس ہیں ہی۔ ہمارے تھانے میں فائلیں بڑی پڑی ہیں تمہارے کارناموں سے، منگوا لیتے ہیں۔ دیکھ لو۔" ریان نے جیسے مسئلہ ہی حل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں ہاں بالکل، کیوں نہیں؟ منگوا لو اور دیکھ لو۔ رباب! میری بیوی کو پانی پلا دیجیے، وہ جیسے ریان کو اگنور کرتے ہوئے دعام کی طرف متوجہ ہوا تو جو

خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اس کے دوپٹے کو اس کے سر پر ٹھیک کرتا رباب سے بولا تھا جو بالکل خاموشی سے پانی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اور پھر ایک گلاس بھر کر لاتے ہوئے اس کے حوالے کر گئی۔ آخر یہاں ہو کیا رہا تھا؟ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ جب کہ فائرنگ کے بعد اب یہاں بہت کم لوگ تھے جو کہ مہمان تھے ورنہ زیادہ تر لوگ تو بھاگ چکے تھے۔ وہاں سے کچھ لوگوں کو قصہ سمجھ میں آیا تھا، کچھ لوگ اب بھی ہر چیز سے انجان تھے۔

اور کچھ لوگوں کو بس یہی سمجھ میں آیا تھا کہ وہ لوگ کوئی معمولی لوگ نہیں بلکہ ڈکیت تھے۔ لیکن یہ معاملہ کافی گمبھیر تھا۔ ریان نے کسی کو فون کرتے ہوئے تھانے میں موجود سارے جرموں کے فائلز نکال کر یہاں لانے کا حکم جاری کر دیا تھا۔

وہ ان لوگوں کو کسی بھی طرح یہاں سے جانے نہیں دے سکتا تھا اور نہ ہی وہ اس کے ہاتھ سے نکل سکتے تھے۔ ان کے کارناموں سے سچ مچ میں تھانے میں

کتنے ہی فائلز بڑی پڑی تھیں، ان کے پاس بہت ثبوت تھے ان کے خلاف، بس ان لوگوں کی گرفتاری کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔

oooooooo

"سر! میں نے پورا کا پورا تھان نہ الٹ پلٹ کر دیا، ہیڈ کوارٹر۔ قبیلے کے خلاف موجود کوئی فائل نہیں مل رہی۔ آپ نے ساری فائلیں الگ کر کے رکھوائی تھیں لیکن اب کچھ بھی نہیں مل رہا۔ یہاں تک کہ ایک دو فائل غائب نہیں ہوئی ہیں بلکہ پچھلے 40 سال سے اس تھانے میں جتنی بھی فائلیں ان ڈکیتوں کے خلاف تھیں سب کی سب غائب ہو چکی ہیں۔"

اپنے موبائل پر آنے والی کال اٹینڈ کرتے ہوئے ریان نے دوسری طرف موجود آدمی کی بات سنی تھی۔ یہ بات اسے جھٹکا دینے کے لیے کافی ثابت ہوئی تھی، ایسا کیسے ممکن تھا؟ ایسے نہیں ہو سکتا تھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟ وہاں سے فائل غائب نہیں ہو سکتی، لا کر میں چیک کرو! میں نے خود ساری فائل، سارے ثبوت اکٹھے کر کے رکھے تھے، ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ غائب ہو جائیں۔"

"کان کھول کر سن لو! مجھے وہ ساری فائلز چاہیے، یہاں میں نے ان سارے ڈکیتوں کو گرفتار کر رکھا ہے یہاں پر میں نے انہیں روک کے رکھا ہے یہ یہاں سے باہر نہیں جا سکتے، یہاں سے یہ سیدھے جیل کی چار دیواریوں کے پیچھے جائیں گے، میری بات سمجھ میں آ رہی ہے تمہیں؟" وہ ہلکی آواز میں بولتا اینڈ پر غرایا تو اس کے انداز پر سردار کے لبوں پر ایک دفعہ پھر سے پر معنی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"سردار چاچو! یہاں پہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم تو بالا چاچو کی شادی پر آئے تھے نا؟"" ایک چھوٹی سی بچی اس کے پاس آتے ہوئے سوال کرنے لگی تھی۔

"ہاں بیٹا! ہم تو یہاں بالا چاچو کی شادی کرنے کے لیے ہی آئے تھے لیکن یہ پولیس والے بہت ہی کمینے ہوتے ہیں، بتایا تھا نا میں نے تمہیں کہ یہ کس طرح

سے معصوم لوگوں کو پھنسا دیتے ہیں، اب دیکھو نا ہم سب لوگوں پر جھوٹے الزام لگا رہے ہیں یہ لوگ۔" سردار اس سے دیکھتے ہوئے اس کی معصومیت کے مطابق سمجھانے لگا تو ریان تیزی سے آگے بڑھتا اسے گریبان سے پکڑ کر اپنے قریب کر چکا تھا۔ اس کے انداز پر سردار کے لبوں کی مسکراہٹ جدا نہ ہوئی تھی بلکہ وہ مسکراتے لبوں سے اسے مزید چڑھا رہا تھا۔

"وہ ساری فائلز تو تم نے غائب کی ہیں نا؟ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے رائٹ؟ میں تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا ڈاکو سردار! تم ڈکیت ہو، ڈاکو ہو، چور ہو، قاتل ہو۔"

"کئی معصوم زندگیاں تباہ کی ہیں تم نے، میں تمہیں آسانی سے یہاں سے نکلنے نہیں دوں گا!" وہ غصے سے بری طرح سے بھرا ہوا تھا جبکہ سردار سکون سے اس کے بازو اپنی گردن سے جھٹکتا ذرا پیچھے ہٹا تھا۔

"ہاتھ سنبھال کے انسپکٹر! تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، تم ہم پر کس طرح الزام لگا سکتے ہو؟ ہم یہاں صرف اور صرف بارات لے کر آئے تھے

اپنی دلہن لے جانے کے لیے اور بہتر ہو گا کہ تم اب یہ ڈرامے کر کے ہمیں بے وقوف بنانے کے بجائے وہ کرو جس کام کے لیے تم نے ہمیں یہاں بلایا ہے ورنہ ویسے بھی نکاح ہو چکا ہے، ہم جب چاہیں لڑکی کو لے کر جا سکتے ہیں بہتر ہو "گا کہ تم عزت سے رخصت کر دو ورنہ۔۔۔۔۔۔

ورنہ؟ ورنہ کیا؟ ایک پولیس والے کے گھر پر کھڑے ہو کر تم ایک پولیس" والے کو دھمکی دے رہے ہو؟" اب کی دفعہ وہ ہتھے سے اکھڑا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ اب سردار کی طرف قدم بڑھاتا جمرو تیزی سے آگے آتا اسے دھکا دے کر پیچھے کر چکا تھا۔

انسپکٹر! ہاتھ چلانے کی ضرورت نہیں ہے، منہ سے بات کرو ورنہ ہمارا ورنہ" بھی بہت خطرناک ہے۔ اور ویسے بھی ہم شریف لوگ ہیں، کچھ غلط کام تو کیا نہیں ہے ہم نے اگر کیا ہے تو ثبوت لا کر دکھاؤ اور اگر ثبوت نہیں دے سکتے تو "اپنی بہن کو رخصت کرو۔

عزت سے بارات لے کر آئے ہیں، عزت سے دلہن کو لے کر جائیں گے اگر" کسی میں ہے ہمت تو روک کے دکھا دے۔" جمرو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولا تو ریان ایک دفعہ پھر سے اپنے موبائل فون پر مصروف ہو چکا تھا۔

اس نے انہیں ثبوت دینا تھا یہ بات سچ تھی کہ بغیر ثبوت کے نہ تو وہ یہاں سے ملنے والے تھے اور نہ ہی ریان کچھ کر سکتا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کھیل اتنی بری طرح کیسے الٹ گیا تھا؟ وہ غصے سے اپنے بال نوچتا پتا نہیں کون سے احساس کے تحت اندر کمرے کی طرف بڑھا تھا،

اس کا ارادہ بیلا سے بات کر کے اس سے کمرے سے باہر نہ آنے کے لیے کہنا تھا، چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اپنی بہن کو کسی طرح کی مصیبت میں نہیں پھنسنے دینے والا تھا، اس نے فیصلہ کر لیا تھا وہ اپنی بہن کو ان کے سامنے بھی نہیں آنے دے گا لیکن یہ کیا، اس نے غصے سے دروازہ کھولا تو سامنے کمرہ بالکل خالی اور ویران پڑا تھا۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتا امی کے کمرے کی طرف آیا تھا لیکن یہ کمرہ بھی خالی تھا جس نے اٹیچ سٹور روم میں بھی داخل ہوتے ہوئے بیلا کو تلاش کیا تھا اس کی آواز میں بے چینی سی بھری تھی اس نے دو تین دفعہ بیلا کو آواز بھی دی پھر وہاں سے نکلتے ہوئے وہ کچن کی طرف، کمرے میں، ملا کہیں پر بھی نہیں تھی۔اب اس نے پریشانی سے ذرا اونچی آواز میں بیلا کو پکارا تو بالا جو دعام کے ساتھ رکھی کرسی پر پرسکون انداز میں بیٹھا سرگوشیوں میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا حیرانگی سے اندر کی طرف دیکھنے لگا۔

○○○○○○○○

امی! بیلا کہاں ہے؟" کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے اپنی ماں سے پوچھنا چاہا تھا" جو اس کے سوال پر حیران ہوئی تھیں۔

کیا مطلب ہے بیلا کہاں ہے؟ وہیں اندر ہے تمہارے کمرے میں، تھوڑی دیر "پہلے ہی توپار لروالی اسے تیار کر کے فارغ ہوئی ہے۔

امی کے لہجے میں دبا دبا غصہ تھا، یقیناً انہیں ریان کی یہ پلاننگ پسند نہیں آئی تھی۔

امی نہیں ہے بیلا وہاں اندر، وہاں اندر کوئی بھی نہیں ہے۔ میں پورا گھر دیکھ چکا ہوں، بیلا کہیں نہیں ہے۔" وہ انہیں بتاتا اونچی آواز میں بیلا کو پکارنے لگا تھا جبکہ اس کی پکار پر بالا بھی اپنی جگہ سیدھا ہوا تھا۔

ڈرامے بند کرو انسپکٹر! کیا لگتا ہے تمہیں کہ تم ہمیں بے وقوف بنا سکتے ہو؟ ہم" سے اپنی بہن کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟ تو کان کھول کر سن لو وہ لڑکی بالا کے نکاح میں ہے اور بالا اسے کہیں پہ بھی لے کر جا سکتا ہے۔" وہ غصے سے اسے گھور کر بولا تھا۔

سردار! تمہیں سچ میں لگتا ہے میں اپنی بہن کے حوالے سے اس طرح کا کوئی" تماشا کروں گا؟" وہ وہیں برآمدے کے اندر کھڑے بولا تو سردار نے دو تین قدم آگے بڑھاتے ہوئے پورے گھر کی طرف نظر دوڑائی تھی۔ وہ یہاں کھڑا کب سے یہی سوچ رہا تھا کہ آخر راگاڈا کو یہاں کیوں آیا تھا؟ لیکن اب شاید

اسے سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس نے اپنی نشانی یہاں اسی لیے چھوڑی تھی تا کہ سردار کو پتا چل سکے کہ اس کی موجودگی اس شادی میں رہی ہے۔

تیزی سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہاں موجود تینوں کمروں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ وہ پہلے بڑے کمرے کی طرف آتا دروازے سے ہر طرف جھانک کر اب دوسرے کمرے کی طرف آیا تھا جو یقیناً ریان کا کمرہ تھا۔ ریان کے کمرے کی سامنے والی کھڑکی ٹوٹی ہوئی تھی، مطلب صاف تھا کہ کوئی پلاننگ کی گئی تھی۔

انسپکٹر! تمہیں وردی کس نے پہنائی ہے؟ آنکھیں اور کان کھلے رکھو! تمہاری" "بہن شاید بھاگ گئی ہے یا پھر۔۔۔۔۔

نہیں، ایسا ممکن نہیں ہے، میری بہن کو اپنے بھائی پر پورا یقین ہے، وہ جانتی" ہے اس کا بھائی اس کے ساتھ کبھی کچھ غلط نہیں ہونے دے گا، بھاگنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ضرور تم لوگوں نے ہی کچھ کیا ہو گا، بتاؤ کہاں ہے میری بہن؟" وہ غصے سے سردار سے استفسار کرنے لگا تو سردار نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

ہمیں غیبی علم نہیں آتا۔ اگر ہم وہاں باہر تمہارے سامنے کھڑے تھے تو ہم "
"نے تمہاری بہن کو تو ہر گز غائب نہیں کیا ہو گا نا۔

اور اگر تمہاری بہن گھر سے نہیں بھاگی تو یقیناً کوئی نہ کوئی اسے یہاں سے لے "
کر گیا ہے اور جس طرح یہ کھڑکی ٹوٹی ہوئی ہے لیکن یہیں سے تمہاری بہن کو
نکالا گیا ہو گا کیونکہ وہاں تمہاری کھڑکی کے شیشے پر کچھ سرخ کپڑے نما کوئی چیز
"ہے شاید بیلا کا دوپٹہ ہو گا، کہیں اسے کوئی اٹھا کر تو نہیں لے کے گیا؟

وہ کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے لہنگے کے دوپٹے کو اپنے ہاتھ میں لے
چکا تھا جس کا چھوٹا سا ٹکڑا اہی موجود تھا۔

کون کر سکتا ہے ایسی حرکت؟ میری بہن خود اپنی مرضی سے تو نکل نہیں سکتی "
"تو یقیناً یہ سب کچھ کسی نے۔۔۔۔۔

راگاڈاکو! یہ سب کچھ راگاڈاکو نے کیا ہے۔ اب سمجھ میں آیا کہ اس نے یہاں "
"فائرنگ کر کے اپنا نشان کیوں چھوڑا؟

یہ اسی کی حرکت ہے، اس کے علاوہ یہ کوئی نہیں کر سکتا۔" وہ جیسے ہر مسئلے کا" حل اسے دے رہا تھا۔

لیکن وہ ایسا کیوں کرے گا؟ وہ تو تمہارا آدمی ہے نا؟ تمہارا اتا یا ہے، تمہارے" ساتھ اس کا خون کا تعلق ہے تو وہ بھلا بیلا کی بیوی کو شادی کے دن اس کے گھر "سے کیوں اٹھوائے گا؟

ریان جیسے پاگل ہونے کو تھا جب کہ بالا بھی اندر داخل ہوتے ہوئے ان کے پاس آگیا تھا۔

وہ تو ہم وہاں جائیں گے تو پتا چلے گا نا۔ میرے خیال میں ہمیں جلد سے جلد اس" "تک پہنچنا چاہیے۔

اب کی دفعہ سردار ریان کی پریشانی کو سمجھتے ہوئے نرمی سے بولا تھا کیونکہ یہ اس کی بہن کا معاملہ تھا وہ ہرگز اسے پریشان نہیں کر سکتا تھا۔

بکواس بند کرو! مجھے تم لوگوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، یہ سب کچھ میں خود ہینڈل کر لوں گا۔ تم لوگ بس انتظار کرو کہ کب تم لوگوں کے سیاہ دن شروع ہوتے ہیں۔ تم لوگوں کے خلاف سارے ثبوت ہیں میرے پاس جو میں تم لوگوں کے سامنے پیش کر کے تم لوگوں کو جیل کی چار دیواریوں کے پیچھے کروں گا۔ یہ مت سوچنا کہ اس وقت خود کو مظلوم ثابت کر کے تم لوگوں نے مجھ سے اپنا پیچھا چھڑا لیا ہے۔ قیامت تک نہیں چھوڑوں گا میں تم لوگوں کو۔"

وہ غصے سے دہاڑ رہا تھا۔

جو دل میں آئے وہ کر و انسپکٹر۔ چلو سردار! ہم بھی دیکھتے ہیں کہ یہ کیا کرتا ہے۔ تمہیں لگتا ہے نا کہ تم اپنی اس تھرڈ کلاس پولیس نفری کے ساتھ اپنی بہن کو آزاد کر والو گے یا پھر راگا ڈاکو سے اس کو چھڑ والو گے تو چھڑ وا کر دکھاؤ۔ بلکہ میں خود یعنی کہ تمہاری بہن کا شوہر اس معاملے میں کسی بھی طرح کی انوولومنٹ دکھانے سے انکار کرتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری یہ پولیس کس حد تک تمہارا ساتھ دے گی، باقی یہاں سے ہم نہیں جا سکتے، اس کا فیصلہ تم

نہیں تمہارے ثبوت کریں گے۔ جاؤ کیا یاد کرو گے کہ میرے سالے ہونے کے ناطے میں تمہیں پوری چھٹی دیتا ہوں کہ میرے خلاف ثبوت لے کر قبیلے میں آجانا، ہم سب ڈاکو خود اپنے آپ کو تمہارے حوالے کریں گے لیکن ثبوت لانا پہلی شرط ہے۔"

"اگر تم ثبوت لانے میں کامیاب نہیں ہو پائے تو اپنی یہ شکل دکھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اور کیا کہا تم نے کہ تمہیں نہ تو ہماری مدد چاہیے اور نہ ہی تم اپنے بہن کی رخصتی کرو گے؟ تو جاؤ تمہیں اجازت دیتا ہوں جو چاہتے ہو کرلو، اگر ہمت ہے تو اپنی بہن کو راگا ڈاکو سے چھڑوا بھی لینا۔"

"کیونکہ تمہاری طرف سے اس دھوکے کے بعد اب تمہاری بہن ساری زندگی تمہارے گھر پر تو بیٹھ سکتی ہے لیکن اس کی رخصتی بالا ڈاکو سے زندگی بھر نہیں ہونے دے گا۔ نہ تو خود تمہاری بہن کو اپناؤں گا نہ کسی اور کو اپنانے دوں گا۔ اگر اسے راگا ڈاکو کی گرفت سے زندہ چھڑوانے میں کامیاب بھی ہو گئے نا تو بھی

ساری زندگی اس کو گھر پر ہی بٹھا کر رکھنا کیوں کہ تم اور تمہاری بہن کسی طرح کا

"رشتہ بنانے کے قابل ہی نہیں ہے۔

وہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا جب کہ سردار ایک نظر اسے دیکھتا اس

کے پیچھے ہی نکلا تھا۔ وہ باہر آتے ہوئے دعام کا ہاتھ آہستہ سے تھامتا اسے لیے

باہر نکلنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ سارے ڈاکو ہی وہ جگہ چھوڑ چکے تھے جب کہ کوئی

ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ تو انہیں روک پائے تھے اور نہ ہی وہ راگا ڈاکو

کے بارے میں کچھ بھی جانتے تھے۔

میری بہن کو وہ آدمی اٹھا کر لے گیا ہے، آپ لوگ پلیز میری مدد کریں، "

میری بہن کی زندگی کا سوال ہے اس کی عزت خطرے میں ہے۔ "وہ کمرے

سے باہر نکلتے ہوئے کامران سے بولا تھا۔

اور یہاں جو یہ ڈاکو ہماری عزت لوٹ کر گئے ہیں اس کا کیا؟ اتنی بڑی نفری "

ہونے کے باوجود ہم لوگ ان لوگوں کو پکڑ نہیں پائے۔ جا کر تھانے میں ثبوت

ڈھونڈو ان کے خلاف تا کہ ہم لوگ انہیں اریسٹ کر سکیں تمہاری بہن کا

معاملہ بعد میں دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر کامران غصے سے دہاڑا تھا۔

بعد میں دیکھا جائے گا؟ کیا مطلب ہے سر؟ میری بہن کی عزت خطرے میں "

ہے اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ کوئی اجنبی ساڈاکو اسے اٹھا کر لے گیا ہے

"اور آپ لوگوں کو ان لوگوں کی پڑی ہے۔

ہاں! ہمیں ان لوگوں کی پڑی ہے کیونکہ انعام اور پرموشن ان لوگوں کی "

گرفتاری سے ملنا ہے، راگا ڈاکو کی گرفتاری سے نہیں۔ اور ویسے بھی یہ اتنا بڑا

کیس ہے اگر اس میں تمہاری بہن کو کوئی ہو بھی گیا تو بڑی بات نہیں ہے لیکن

اگر یہاں پر اس مقام پر آکر ہم ان ڈاکوؤں کو اس طرح آزاد چھوڑ دیتے ہیں تو

"ساری زندگی اپنے منہ پر تھوک کروانے کے لیے تیار رہنا۔

انسپکٹر کامران غصے سے بول رہا تھا۔ جب کہ غصے سے دماغ توریان کا بھی گھوم

رہا تھا۔ اس کی بہن کی زندگی خطرے میں تھی، عزت خطرے میں تھی، وہ اس

بات کو کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہے تھے جیسے وہ کوئی معمولی انسان ہو جس کا ان سب چیزوں میں ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے۔

یہاں تک کہ ان کے لیے جو راگا ڈاکو کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا انہیں صرف اور صرف ڈاکو سردار کی پرواہ تھی جس کے خلاف کوئی ثبوت ہی نہیں تھا۔ مطلب صاف تھا کہ اس کی نفری اس معاملے میں اس کا کوئی ساتھ نہیں دینے والی، یعنی اسے اپنی بہن کے لیے اکیلے لڑنا ہو گا لیکن کیسے ؟ وہ تو جانتا تک نہیں تھا کہ راگا ڈاکو کون ہے اور کہاں ہے، اور بنا پولیس کی مدد کے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ooooooooo

گھر سنسان پڑا ہوا تھا جبکہ وہ چپ چاپ باہر رکھی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹینٹ سروس والے آکر اپنا سامان اٹھا رہے تھے وہ بالکل خاموش تھا۔ اسے اپنی نفری سے ایسی امید نہ تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ لوگ اس کا ساتھ دیں گے، وہ ان لوگوں کی مدد کی خاطر اپنی بہن کی زندگی داؤ پر لگا چکا تھا۔

ریان نے زندگی میں پہلی دفعہ اپنے کسی کیس میں اپنے گھر والوں کو شامل کیا تھا، اپنی بہن کی زندگی، اس کی عزت داؤ پر لگائی تھی۔ یہ سوچ کر کہ وہ اپنے قانون کا حق ادا کر رہا ہے لیکن جس طرح بیچ میدان میں ان لوگوں نے اسے تنہا چھوڑا تھا وہ سچ میں اسے ہلا کر رکھ گیا تھا۔

اسے شرم آرہی تھی، وہ ایک ایسی فورس کا حصہ تھا جن کے لیے اپنے مطلب کے علاوہ کچھ بھی عزیز نہیں تھا۔ وہ لوگ سردار دلدار کے خلاف ثبوت ڈھونڈنے کے لیے نکل چکے تھے، کسی کو اس کی بہن کی پرواہ نہ تھی۔ اس کی بہن کو گھر کے اندر سے غنڈے اٹھا کر لے گئے تھے اور وہ کچھ نہیں کر پایا تھا۔ اتنی ساری پولیس فورس کے بیچ اس کی بہن کہیں غائب ہو گئی تھی اور وہ کچھ نہیں کر پایا تھا۔ یہ بات بھی اسے دلدار نے بتائی تھی کہ یہ کام راگاڈا کو کا ہے ورنہ شاید اسے تو کبھی پتہ ہی نہیں چلتا کہ آخر اس کی بہن غائب کہاں ہوئی ہے۔

کرلی اپنی من مانی؟ جو تم چاہتے تھے ہو گیا نا؟ اب سکون میں ہو تم؟ اپنی" یونیفارم سے وفاداری نبھانے کے لیے اپنی ہی بہن کی زندگی داؤ پر لگادی؟ اس کا پاکیزہ رشتہ، اس کا نکاح داؤ پر لگا دیا تم نے؟ ان لوگوں کو پکڑنے کی خاطر یہ تک نہ سوچا کہ تمہاری بہن کی زندگی برباد ہو جائے گی؟ ریان اکرم! میری بیٹی کہاں ہے؟ کہاں ہے میری معصوم بچی؟ کون ہیں وہ لوگ جو اسے اٹھا کر لے گئے؟ تمہاری پولیس فورس جس کے لیے تم دن رات ایک کرتے تھے، کیوں تمہارے کام نہیں آئی؟ کیوں ان لوگوں نے تم سے منہ پھیر لیا؟ جواب دو "ریان اکرم! میری بیٹی کہاں ہے اور کب تک گھر واپس آئے گی؟

آئے گی بھی یا نہیں؟ جواب دو! میں تم سے جواب مانگتی ہوں ریان اکرم! اس" فورس کے لیے تم نے اپنی عزت داؤ پر لگادی، بتاؤ کیا کیا ہے ان لوگوں نے تمہارے لیے؟ آج جب تمہیں ان کی مدد کی ضرورت تھی وہ چہرہ پھیر کر چلے گئے کیونکہ ان کے لیے ان کی یونیفارم پر ستارے اہمیت رکھتے ہیں، ان کے لیے ان کی پروموشن اہمیت رکھتی ہے، انعامی رقم اہمیت رکھتی ہے۔ تمہاری بہن یا

تمہاری عزت ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے ریان اکرم! لیکن میرے لیے میری بیٹی میرا سب کچھ ہے، مجھے میری بیٹی واپس چاہیے۔ آج میری بیٹی کی "شادی تھی،

جو صرف اور صرف تمہاری خود غرضی کی وجہ سے نہیں ہو سکی۔ میری بات" کان کھول کر سن لو ریان! اگر میری بیٹی پر آنچ بھی آئی تو تم میرا مرا ہوا منہ "دیکھو گے۔

امی! خدا کے لیے ایسا نہ کہیں، میں ٹوٹ جاؤں گا، میں تو ٹوٹ چکا ہوں امی۔" میں کچھ نہیں جانتا راگا ڈاکو کون ہے، کہاں سے آیا ہے، اس کا تعلق کہاں سے ہے، یہاں تک کہ وہ اس وقت کہاں ہے میں نہیں جانتا۔ میں نے اسے صرف ایک دفعہ دیکھا ہے وہ بھی اپنے ہی گھر پر۔ اگر یہ پولیس فورس میری مدد نہیں کر سکتی تو میں کچھ نہیں کر پاؤں گا اور اس معاملے میں پولیس نے ہاتھ اٹھا لیے "ہیں۔

تو جا کر بالا سے مدد لو! جاؤ اور بالا کو کہو کہ اپنی عزت کی حفاظت کرے۔ بیلا "

اس کے نکاح میں ہے، اس کی بیوی ہے، وہ محافظ ہے اس کا۔ اگر تم نہیں تو وہ

"ہے اس کا نگہبان۔ جا کر کہو اس سے کہ ہماری بیٹی کو باعزت واپس لائے۔

بلکہ چھوڑو! تم کس منہ سے کہو گے اسے کچھ بھی؟ تم تو اسے دھوکہ دے رہے "

تھے، اس کے ساتھ فراڈ کر رہے تھے۔ ارے اپنی ہی بہن کو داؤ پر لگا کر تم ان

ڈاکوؤں کو پکڑنے جا رہے تھے؟ کیوں؟ کس کی خاطر؟ چند روپیوں کی خاطر یا

میڈل کی خاطر یا اپنی یونیفارم پر ستارے بڑھانے کی خاطر؟ یا تمہیں بھی

پروموشن کا لالچ تھا؟ جواب دو مجھے! کیوں کیا تم نے یہ سب کچھ ریان؟ اپنی ہی

بہن کی زندگی خراب کر دی تم نے؟ بتاؤ اگر تمہاری بہن عزت سے گھر واپس آ

"بھی گئی تو کون کرے گا اس کے ساتھ شادی؟

ریان اکرم! حقیقت پسند بنو، تم اپنی بہن کی شادی ایک ڈاکو سے نہیں کرنا "

چاہتے تو بتاؤ ایک ایسی لڑکی جس کو شادی والے دن، کئی لوگوں کے بیچ سے ڈاکو

اٹھا کر لے گئے، اس لڑکی کو کون عزت سے اپنائے گا؟ تم اسے بالا کے حوالے

نہیں کر سکتے تھے کیونکہ تمہیں اپنی بہن کے قابل نہیں لگتا بالا، تمہیں ایک عزت دار آدمی سے اپنی بہن کی شادی کرنی تھی تو بتاؤ کہاں ہیں وہ عزت دار لوگ جو تمہاری بہن کا ہاتھ تھامیں گے؟ بتاؤ کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤ گے اپنی بہن کے قابل؟ جاؤ ڈھونڈ کر لاؤ کوئی ایسا انسان جو میری بیٹی کو باعزت گھر واپس لا سکے؟"

امی بے حد غصے سے بول رہی تھیں جب کہ وہ خاموشی سے سر جھکائے شرمندگی سے کچھ بول ہی نہیں پا رہا تھا۔

"امی! میں اسے لے کر آؤں گا اپنی بہن کو، فکر نہ کریں۔ میں اس کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لیے مجھے کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے لیکن میں اپنی بہن کو واپس لے کر آؤں گا۔"

"قبیلے والوں کے علاوہ اس معاملے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتا تو میں انہی سے مدد مانگوں گا۔ آپ فکر نہ کریں آپ کی بیٹی صحیح سلامت عزت سے واپس آئے گی۔ میں اسے لے کر آؤں گا، اس کے لیے مجھے ڈکیت قبیلے والوں کے

پاؤں ہی کیوں نہ پڑنے پڑے لیکن میں آپ کی بیٹی کو واپس لے کر آؤں گا۔"

وہ انہیں یقین دلاتے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا تھا جبکہ امی صرف اور صرف اس کے لیے دعائیں ہی کر سکتی تھیں۔

oooooooo

انسپکٹر کامران پاگلوں کی طرح تھانے میں داخل ہوتے ہوئے سردار کے خلاف ثبوت تلاش کرنے لگا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ سردار کے خلاف اسے کوئی ثبوت ہی نہیں مل رہا تھا؟ اس نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی، پورا تھانہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا لیکن یہاں پر کوئی بھی فائل موجود ہی نہیں تھی۔ وہ پاگل ہو رہا تھا غصے سے۔ ایسا ہو کیسے سکتا تھا؟ آج سے تقریباً 18-19 سال پہلے بھی وہ کسی بھی طرح سے ڈاکو دلدار کو پکڑنا چاہتا تھا۔

کسی بھی طرح سے وہ اپنا پروموشن کروانا چاہتا تھا، انسپکٹر کی اس کرسی پر بیٹھنے کے لیے اس نے اور کسی کو نہیں بلکہ سردار کے باپ کو ہی مارا تھا۔ کسی زمانے میں انسپکٹر صابر اور حولدار کامران ان ڈکیتوں کا سب سے بڑا دشمن ہوتا تھا

جن کے ساتھ مل کر اس نے قبیلے پر حملہ کر کے قبیلے کو تباہ و برباد کیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہوا تھا، اس سازش میں صرف انسپکٹر صابر اور حولدار کامران شامل تھے۔ لیکن اس وقت راگا ڈاکو نے ان کی مدد کی تھی اور آج راگا ڈاکو ہی سارا کام تباہ کر گیا تھا۔ وہ خاموشی سے انسپکٹر ریان کی بہن کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس کی ساری پلاننگ پر پانی پھر چکا تھا۔ نہ انسپکٹر ریان کی بہن ابھی ان کے پاس تھی اور نہ ہی سردار کے خلاف یا ڈکیت قبیلے کے کسی بھی ڈاکو کے خلاف ان کے پاس کوئی ثبوت تھا۔

اسے سب سے زیادہ غصہ ریان پر آ رہا تھا جو اس ساری سچویشن میں اس کی مدد کرنے کے بجائے اپنی بہن کے لیے سوچ رہا تھا۔ ایک معمولی سی لڑکی ہی تو تھی، اگر اتنے بڑے مشن میں اس کی بہن کی قربانی چلی بھی جاتی تو بھی اس کا ڈبل پروموشن ہو سکتا تھا۔ کتنا فائدہ ہو سکتا تھا اسے لیکن نہیں، انسپکٹر ریان نے پہلے تو اپنی بہن پر رسک لینے کا فیصلہ کر لیا تھا اب جیسے وہ پاگل ہی ہو گیا تھا، اپنی بہن کے علاوہ اسے کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔ اسے تو پروموشن بھی نہیں چاہیے

تھی لیکن انسپکٹر کامران کو پروموشن چاہیے تھی، اسی پروموشن کے لیے تو اس نے 19 سال پہلے بھی ڈکیت قبیلے کے خلاف اتنا بڑا ایکشن لے لیا تھا کہ بنا کسی بھی نفری کے ان پر حملہ کر کے پورا قبیلہ تباہ کر دیا تھا۔ اب تو وہ ہر حد پار کرنے کو تیار تھا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اب دوسروں کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کے بعد اپنا نام لگا کر پروموشن حاصل کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے ریان اکرم کو اپنی باتوں میں بہلا پھسلا کر اپنا کام نکلوانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بے وقوف اب اپنی بہن کے پیچھے لگ گیا تھا۔

اور وہ یہاں پاگلوں کی طرح سردار کے خلاف ثبوت تلاش کر رہا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ کوئی ایک بھی ثبوت اگر نکل آیا پھر ڈکیت قبیلے کے سارے ڈاکو سرنڈر کر دیں گے لیکن یہاں تو کوئی ایک ثبوت بھی نہیں مل رہا تھا۔ آخر یہ ساری فائلز غائب کہاں ہوئی تھیں؟

oooooooo

کون ہو تم لوگ؟ مجھے یہاں لے کر کیوں آئے ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟" چھوڑو مجھے! میں کہتی ہوں مجھے یہاں سے باہر نکال لو!" وہ ایک عجیب غار سی جگہ تھی جہاں آگے بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ وہ چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی، ان کی منتیں کر رہی تھی کہ اسے یہاں سے باہر نکالا جائے لیکن کوئی نہیں تھا جو اس کی پکار سنتا۔ پتھر پر ہاتھ مار مار کر وہ تھک چکی تھی۔ اس کا دوپٹہ کافی زیادہ پھٹ چکا تھا۔ اس کا حسین دلہن روپ بری طرح سے بگڑا ہوا تھا۔ اسے بس اتنا ہی یاد تھا کہ کمرے میں کوئی داخل ہوا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے کسی نے اس کے چہرے پر رومال رکھا تھا، اس کے بعد کیا ہوا وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ وہ بے چین تھی۔ بالا کو دھوکہ دیتے ہوئے اس کا دماغ پوری طرح سے کام کرنا چھوڑ چکا تھا۔ اس کے ذہن پر صرف اور صرف بالا سوار تھا، وہ اس کی باتیں، اس کی محبت یاد کرتے ہوئے اس کے علاوہ اور کچھ سوچ ہی نہیں پا رہی تھی جب اچانک ہی کھڑکی سے کچھ لوگ اس کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ وہ لوگ کون تھے وہ نہیں جانتی تھی، ان لوگوں نے چہرے پر پردہ باندھ رکھا تھا، شاید وہ ڈکیت تھے۔

اس کے بعد انہوں نے اس کے چہرے پر رومال رکھا تھا اور تب سے وہ بے ہوش تھی۔ اب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک بند گفا نما جگہ میں پایا تھا جہاں پر صرف اور صرف ایک پیلے رنگ کا بلب لگا ہوا تھا۔ یہ جگہ بالکل خالی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پتھروں کے بیچ میں ہے، کوئی راستہ نہیں، کوئی روشنی نہیں۔ اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ یہ قبیلے والی جگہ تو نہیں لگ رہی تھی۔

ایسا لگ تو نہیں رہا تھا کہ بالا اسے یہاں لایا ہے تو پھر وہ یہاں کیسے آئی تھی؟ وہ لوگ کون تھے؟ وہ بری طرح الجھن کا شکار ہوتی ایک دفعہ پھر سے چیخنے چلانے لگی تھی لیکن کوئی نہیں تھا جو اس کی چیخ و پکار سن کر جواب دے۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ دیواریں بہری ہیں اور یہ پہاڑ بالکل خاموش، وہ چلا چلا کر تھک ہار کر بیٹھ گئی تھی۔

○○○○○○○○

سردار! یہ تم نے کیا کیا ہے؟ تم دلہن کو یہاں اٹھا کر کیوں لائے ہو؟ بھلا اس" سے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ مجھے تو سمجھ میں نہیں آ رہا آخر تمہارے دماغ میں چل کیا رہا ہے؟ یہاں پر دلہن کو لانے کا کیا فائدہ ہے؟"

تم جانتے ہو اگر قبیلے کے ڈاکوؤں کو پتا چل گیا کہ تم نے یہ حرکت کی ہے تو وہ" ویسے بھی تمہاری جان کے دشمن ہیں، تم کسی بڑی مصیبت میں مت پھنس جانا۔" رشید اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ وہ پہاڑ کے کونے پر خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں اندر تو اسے صرف اور صرف غار میں بیلا کی چیخ و پکار سنائی دے رہی تھی جس سے تنگ آ کر وہ غار سے نکل کر یہاں آ کر بیٹھ گیا تھا۔

کون بتائے گا ان لوگوں کو رشیدے؟ کون بتائے گا؟ کوئی بھی نہیں۔ اسے" کانوں کان خبر نہیں ہو گی کہ اس کی منکوحہ میرے پاس ہے۔" وہ پر سکون انداز میں بولا۔

ہمیں کسی نے وہاں نہیں دیکھا۔ وہ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر انسپکٹر کی" بہن کہاں غائب ہوئی؟ بالا کو خوش نہیں رہنے دوں گا میں۔ ایک ڈیڑھ ہفتے کے

بعد بھیج دوں گا اسے واپس اس کے بھائی کے پاس۔ یہ سوچ کر کہ بالا کی منکوحہ ایک ہفتے تک راگا ڈاکو کی قید میں رہی ہے، بالا ہرگز اس سے شادی نہیں کرے گا۔ اس کی محبت کی دنیا برباد ہو جائے گی۔"

"یہ جو جشن منا رہا ہے ناوہ؟ یہ جشن یہیں ادھورا رہ جائے گا۔ یا ایک اور کام کروں، اس کی لاش بھیجوں اس کے پاس؟ بالا بڑی محبت کرتا ہے اس لڑکی سے، اگر یہ لڑکی مر گئی تو سردار کا دایاں بازو ٹوٹ جائے گا جس طرح اس نے میرا بازو توڑ دیا ہے۔" وہ اپنے ایک بازو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا جہاں کی جگہ بالکل خالی تھی۔

"ہاں میں جانتا ہوں بہت فرق ہو گا اس کے اور میرے بازو میں لیکن بالا کی تکلیف سردار سے دیکھی نہیں جائے گی۔ بہت محبت کرتا ہے وہ بالا سے، اپنے دوست کے ساتھ تڑپے گا۔"

اس کے دکھ میں روئے گا اور سردار راگاڈاکو کو سکون ملے گا۔ اسی طرح ایک دن بالا مر بھی جائے گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو رشید کندھے اچکا کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

"سردار! کیا ہم اب قبیلے کے ان ڈاکوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟ جو ان کی عورتوں کا استعمال کر رہے ہیں میرا مطلب ہے اگر پکڑے گئے تو۔۔۔۔۔

"تم جانتے ہو تمہاری بندوق سے نکلی ہر گولی کے خول کے اوپر ایک کوڈ لکھا ہوتا ہے۔" رشید نے جیسے اسے کچھ یاد کروایا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے سردار دلدار جس کی بھابھی گھر سے غائب ہوئی ہے اور ڈاکو بالا جس کی منکوحہ غائب ہوئی ہے وہ وہاں کھڑے ہو کر ایک گولی کا کوڈ دیکھنے میں وقت برباد کرے گا؟ بے فکر رہو، اس کا شک ہم پر ہرگز نہیں جانے والا۔" وہ بے فکر انداز میں بولا تھا جب انہیں دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ یہ گھوڑے تو ڈکیت قبیلے کے لگ رہے تھے لیکن وہ یہاں اس طرف کیوں آ رہے تھے؟

راگاڈاکو کا دل زور سے کانپا تھا۔ اس کے مطابق سردار ہر گز نہیں جانتا تھا کہ راگا ڈاکو کا ٹھکانہ یہاں ہے۔ اسے پورا یقین تھا کسی زمانے میں یہاں پر جوئے کا اڈہ ہوا کرتا تھا۔

لیکن جب سے سردار نے حکومت سنبھالی تھی اس نے اس جگہ کو مکمل طور پر بند کر دیا تھا۔ یہاں کسی بھی ڈکیت کا آنا جانا نہیں تھا بلکہ آٹھ سال سے یہ جگہ بالکل بند تھی۔ راگاڈاکو نے واپس آکر تقریباً آٹھ سال کے بعد اس جگہ کو آباد کیا تھا جہاں پر اس کے کچھ ساتھی بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے لیکن قبیلے کے کسی بھی ڈکیت کا اس طرف کوئی آنا جانا نہیں تھا وہ بہت اچھے طریقے سے جانتا تھا تو یہ لوگ یہاں کیوں آرہے ہیں؟

سردار! بھاگ نکلتے ہیں یہاں سے، اس سے پہلے کہ وہ ڈاکو ہمارے پاس آ" جائیں ہمیں یہاں سے بھاگ نکلنا چاہیے ورنہ وہ لوگ ہمیں جان سے مار ڈالیں گے۔"رشید کا خوف سے اٹھ کر کانپتے ہوئے بولا تھا جب کہ راگاڈاکو نے غصے سے اس کی طرف دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

ہم کوئی بھگوڑے تھوڑی ہیں جو بھاگ جائیں گے رشید ے۔اس کی عزت اس" وقت ہمارے پاس ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ وہ اپنی عزت پر کسی طرح کا کوئی رسک لے گا؟ بے فکر ہو جاؤ، جب تک بالا ڈاکو کی دکھتی رگ ہمارے ہاتھ میں ہے تب تک وہ ہمارا کچھ نہیں

بگاڑ سکتا۔"وہ

پر سکون انداز میں بولا تو رشید نے ایک نظر سے دیکھا تھا۔ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ بالا ڈاکو کی عزت ان کے پاس تھی تو وہ بھلا ان کے خلاف کیا ہی کر سکتا تھا؟ راگا ڈاکو کچی گولیاں ہرگز نہیں کھیلتا تھا اتنا تو وہ بہت اچھے طریقے سے جانتا تھا تب ہی تو وہ ڈاکو سردار کے سامنے اسے اہمیت دے رہا تھا۔ وہ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ ڈر جیسے ختم ہو چکا تھا۔ کیا بگاڑ سکتے تھے ڈکیت قبیلے کے وہ لوگ، ان کی عزت ہی جب ان کے پاس تھی۔

ooooooooo

سردار اور بالا پہلے قبیلے میں گئے تھے وہاں پر دعام اور قبیلے کے سارے لوگوں کو محفوظ چھوڑ کر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوئے وہ قبیلے کے دوسری طرف پہاڑوں کی طرف نکل کر آئے تھے۔

اور کہاں جا رہے تھے انہوں نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا۔جمرو تو ساتھ آنا چاہتا تھا لیکن وہ جمرو کو ساتھ بھی لے کر نہیں آئے تھے۔

آؤ آؤ سردار! کیسے ہو تم؟ آج تایا کی یاد کیسے آگئی؟ تم تو میری شکل پر تھوکنا" بھی پسند نہ کرو۔"راگاڈا کو اس سے دیکھتے ہوئے بولا جب کہ وہ اس کے بالکل سامنے ہی پتھر پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

ہاں! بالکل ٹھیک کہا تم نے، تمہارے جیسے آدمی پر تھوکنا بھی میں اپنی توہین" سمجھتا ہوں لیکن کیا ہے نا کہ میرے دوست بالا کی امانت کو تم یہاں لے آئے "ہو وہ بھی بنا ہم سے پوچھے۔

"یہ تو غلط بات ہے نا، بس اسی لیے تم سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔"

کیا؟ کس کی بات کر رہے ہیں ہو تم ؟ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، ہمارے "
پاس تو تمہاری کوئی امانت نہیں ہے۔" رشید فوراً بولا تو سردار نے ایک نظر اسے
دیکھا تھا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

راگا ڈاکو! بحث نہیں، بکواس نہیں، فکر مت کرو ہم اسے لینے کے لیے نہیں "
آئے۔ بس تمہیں یہ بتانے آئے ہیں کہ اس کا خیال رکھنا، اس پر آنچ بھی نہیں
آنی چاہیے۔ اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف ہوئی تو تم کل کا سورج نہیں دیکھ پاؤ
"گے۔

وہ کیا ہے نا وہ امانت ہونے کے ساتھ ساتھ بالا کی عزت بھی ہے اور اگر بالا کی "
عزت پر ذرا سا بھی حرف آیا تو تمہیں دوسری سانس نہیں لینے دیں گے، اتنا تو
تم جانتے ہی ہو نا؟ تو بالکل بھی اس کے ساتھ کچھ غلط نہیں ہونا چاہیے، کوئی
ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں، ہم جانتے ہیں وہ تمہارے پاس ہے، تم ہی اسے
وہاں سے اغوا کر کے یہاں لے کر آئے ہو، وہ بھی ہمارے ناک کے نیچے سے۔
ویسے تمہیں لگتا ہے کہ تم میری ناک کے نیچے سے کچھ کر سکتے ہو اور مجھے پتا

نہیں چلے گا؟" سردار ٹانگ پہ ٹانگ رکھے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو راگا کچھ پل ہل نہیں پایا

نہیں راگا ڈاکو! بے وقوف صرف تم ہو یہاں اور کوئی نہیں۔ مجھے پہلے ہی پتا تھا" کہ وہ پولیس والا کچھ نہ کچھ گڑبڑ کرنے والا ہے۔ آسانی سے وہ اپنی بہن کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔ شک تو کئی دنوں سے ہی تھا اسی لیے ہم نے "اس پر نظر رکھنا شروع کر دی۔

اور پھر دیکھو اس نے ہمارے ساتھ کھیل کھیلنے کی کوشش کی، پوری پولیس" "نفری کو بلوا کر وہ ہمیں ہی پکڑنے کی کوشش میں تھا۔

اب ہم یوں ٹکے ٹکے کے پولیس والوں کے ہاتھوں پکڑے جائیں تو ڈاکو تو نہ" ہوئے نا اسی لیے بس تمہیں تمہارا ٹیلنٹ دکھانے کا ایک چھوٹا سا موقع دے دیا۔ تمہیں لگتا ہے کہ سردار دلدار کی ناک کے نیچے سے تم اس کی بھابھی کو اٹھا کر لے جاؤ گے اور اسے پتا نہیں چلے گا؟ نا راگا ڈاکو! نہ، ویسے تو میں نے اس پولیس والے کو بھی بتا دیا ہے کہ تم ہی ہو جو اس کی بہن کو یہاں اٹھا کر لائے ہو

لیکن بیچارہ وہ کچھ کر نہیں پائے گا کیونکہ وہ تو تمہارے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ لیکن میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔

"اسی لیے یاد رکھنا کہ اگر سردار دلدار یا بالا کی عزت میں ایک رتی برابر کمی آئی یا تم نے اس کی خدمت میں ذرا سی بھی کمی دکھائی تو دوسرے بازو سمیت دونوں ٹانگوں سے بھی محروم کر کے سڑک پر بٹھا کر بھیک منگواؤں گا تم سے اور تم جانتے ہو میں ایسا کر سکتا ہوں؟" وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا نرمی سے اس کا کندھا تھپتھپاتا بالا کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر چکا تھا جو ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہی اس کے ساتھ نکل گیا۔

"سردار! سردار! ان لوگوں کو تو سب کچھ پتہ ہے۔" رشید اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہنے لگا اس کی آنکھوں میں خوف صاف جھلک رہا تھا۔ وہ جانتا تھا سردار کی یہ دھمکی صرف دھمکی نہیں ہے۔ جب کہ راگا صرف اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

جا کر کھانا دو اس لڑکی کو اور اس کے رہنے کا انتظام کرو۔ کسی بھی ڈکیت کی "

نظر اس پر نہیں پڑنی چاہیے، اس لڑکی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے، اس لڑکی کا خاص

"خیال رکھو، وہ جو کہتی ہے وہ کرو۔

وہ کانپتے لہجے میں بولا تو رشید اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ خوف سے

کانپ رہا تھا۔ مطلب صاف تھا کہ وہ سردار دلدار کی دھمکی میں آچکا ہے اور

اگر وہ دھمکی میں آگیا تھا تو رشید تو صرف اس کا غلام تھا جو اس کے کہنے پر اٹھتا

بیٹھتا تھا۔

اور اتنا تو رشید بھی جانتا ہی تھا کہ بے شک وہ سردار سے دشمنی پالے، بے شک

وہ اسے مارنے کے خواب دیکھے لیکن وہ سردار دلدار سے آگے نہیں بڑھ سکتا

تھا اسے ہمیشہ اس سے پیچھے ہی رہنا تھا۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پہاڑ کے

اندر کی طرف جانے لگا تھا۔

oooooooo

تمہیں لگتا ہے کہ بیلا یہاں ٹھیک رہے گی؟ میرے خیال میں ہمیں بیلا کو" یہاں سے لے چلنا چاہیے ایسی جگہ پر رہے گی وہ تو مسئلہ ہو جائے گا نا۔" وہ گھوڑے پر سوار اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

جب تک اس پولیس والے کی عقل ٹھکانے نہیں آ جاتی تب تک بیلا یہیں پر" رہے تو بہتر ہے۔ فکر مت کرو، بیلا یہاں بالکل محفوظ ہے۔ راگاڈا کو اس وقت پنگا لینے کی کنڈیشن میں نہیں ہے۔" سردار نے اسے بے فکر کرتے ہوئے کہا تھا وہ جانتا تھا بالا کو بیلا کی پرواہ ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے سردار! لیکن میرے خیال میں بیلا کو اپنے ساتھ قبیلے میں رکھنا" چاہیے، ہم نے صرف اس پولیس والے کو احساس دلانا ہے کہ وہ ہمیشہ غلط راستہ "اپناتا ہے اس کے لیے ضروری تو نہیں کہ ہم بیلا کو دشمنوں کے بیچ چھوڑ دیں۔

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بول رہا تھا، بے شک وہ وہاں ریان کے سامنے کہہ آیا تھا کہ اسے بیلا کی پرواہ نہیں اور نہ ہی اسے بیلا کا ساتھ چاہیے لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس وقت اس کی سانس سانس بیلا کے لیے بے چین تھی۔

وہ ہر گز اپنی محبت کو ان دشمنوں کے بیچ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

نہیں بالا! ہم بیلا کو اپنے ساتھ قبیلے میں لے کر نہیں جائیں گے۔ اس طرح وہ" پولیس والا سمجھے گا کہ ہم خود ہی بیلا کو اغوا کر کے اس کے سامنے بے گناہ بننے "کی کوشش کر رہے ہیں۔

جبکہ ایسا نہیں ہے، اس پولیس والے کو احساس ہونا چاہیے کہ جس وردی کا" غرور ہے اسے اور جس وردی پر یقین کرتا ہے وہ وردی کبھی اس کے کام نہیں آئے گی۔ اس وردی نے بڑے بڑے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے آج تک، یہ پولیس والے کسی کے نہیں ہوئے تو اس کے بھی نہیں ہو سکتے۔ ریان دل کا برا نہیں ہے بس اس وردی نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے اور اس کا دماغ ٹھکانے لگانے کے لیے یہ چیز بہت ضروری ہے کہ اسے احساس ہو کہ وہ کتنا غلط "ہے۔

"اور اس کی بہن کو بھی احساس ہونا چاہیے کہ اس نے کتنا غلط کیا ہے۔"

اور بہتر ہو گا کہ تو اپنے دل کو کنٹرول میں رکھ، اگر یہ زیادہ اچھل کود کرنے لگا" "تو اس سینے سے نکال کر انہی پہاڑوں میں پھینک دوں گا۔

جس لڑکی کے لیے مر رہا ہے وہ تجھے منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتی۔" اب کی" دفعہ وہ سختی سے احساس دلانے لگا کہ بیلا اسے کچھ زیادہ ہی انڈر اسٹیمیٹ کر رہی تھی۔

لیکن اس آدمی پر تو کوئی اثر ہی نہیں ہونا تھا، وہ تو محبت میں اندھا تھا۔ محبت میں اندھا تو سردار بھی ہوا تھا لیکن بالا کی محبت پر اسے بڑا غصہ آتا تھا۔

اسے اعتراض نہیں تھا بے شک وہ محبوب کے قدموں میں بیٹھ جائے لیکن محبوب اس قابل بھی تو ہو۔ اس کا تو محبوب ہی چھتر کھانے کے لائق تھا۔

ooooooo

وہ دروازہ کھٹکھٹا کھٹکھٹا کر تھک چکی تھی۔ اس کے ہاتھ بھی درد کرنے لگے تھے۔ ایک جگہ آ کر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے دیا تھا۔

اسے یقین تھا کہ بالا ہر گز اسے یہاں اٹھا کر نہیں لایا، اس کی تو بارات آئی ہوئی تھی، وہ باہر تھا اور ان سب چیزوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

مطلب صاف تھا کہ اسے یہاں لانے والا کوئی اور تھا۔

کون ہو سکتا تھا اس کا دشمن؟ اس کی تو کسی کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی تو کیا اس کے بھائی کے ساتھ دشمنی نبھانے کے لیے کوئی اس کو یہاں لایا تھا؟ وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی۔ اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا،

جبکہ یہاں اس خاموش گفا میں اسے خوف بھی محسوس ہو رہا تھا۔ وہ کہاں پھنس گئی تھی؟ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ زندگی میں اس نے کبھی خود کو اتنا کمزور محسوس نہیں کیا تھا جتنا وہ آج کر رہی تھی۔

نہ جانے وہاں شادی پر کیا ہو رہا ہو گا، اس کے بھائی کا مقصد پورا بھی ہوا ہو گا یا نہیں، وہ سارے ڈکیت پکڑے گئے ہوں گے یا نہیں؟

اس کے بھائی کو پتہ بھی چلا ہو گا اس کے بارے میں یا نہیں؟ دماغ میں کئی سوال گردش کر رہے تھے لیکن جواب نہیں تھا کوئی بھی۔

بس اس کمرے میں ایک خاموش سی روشنی تھی اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، ایسا لگتا تھا جیسے یہ سب کچھ برسوں سے ویران پڑا ہے۔ یہاں زمین کے علاوہ بیٹھنے کے لیے اور کوئی جگہ تک نہیں تھی۔

اور یہاں زمین پر بیٹھے بیٹھے بھی وہ تھک چکی تھی، لیکن اسے دور دور تک کسی کے یہاں آنے کے امکانات نظر نہیں آرہے تھے۔

oooooooo

کھانا منگوالیا ہے سردار! چلو دے کر آتے ہیں اس بی بی کو۔ ہم اسے یہاں اٹھا" کر لائے تھے اپنے فائدے کے لیے لیکن یہ بی بی تو ہمارا ہی فائدہ اٹھائے گی۔

سردار! تمہارا پلان تو بری طرح سے فیل ہو گیا۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ اب ہم ڈکیت قبیلے کے سارے ڈاکوؤں کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں گے لیکن سردار دلدار نے تو تمہارا ہی کھیل تم پر ہی الٹا دیا۔ اب ہم ان کی غلامی کریں

گے، اغوا ہوئی لڑکی کی خدمتیں کریں گے۔ لو آ گیا شاہی کھانا اس لڑکی کے لیے۔" وہ کھانے کا بڑا سا ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا تھا۔ اسے تو بڑا غصہ آ رہا تھا وہ تو کیا کیا سوچ ہوئے تھا، اسے تو لگ رہا تھا کہ اب ڈکیت قبیلے کے سارے لوگ ان کی غلامی کریں گے لیکن یہاں پر سب کچھ الٹا انہی پر آ گیا تھا۔ خود ڈاکو را گا بھی پریشانی سے سر پکڑے بیٹھا تھا۔ اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ کچھ ہی دیر میں پتا لگا لیں گے کہ بالا کی منکوحہ ان کے پاس ہے۔ وہ تو بہت کچھ سوچ ہوئے تھے ان کی ساری کی ساری سوچیں دھری کی دھری رہ گئی تھیں۔ بالا ڈاکو بھی اس وقت سوائے ڈاکو سردار کی بات ماننے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا وہ خاموشی سے کھانے کی بڑی سی ٹرے اٹھا کر اس بند گفا کی طرف جانے لگا تھا جہاں پر ان لوگوں نے بیلا کو قید کر رکھا تھا۔

کہاں وہ بڑے بڑے خواب دیکھ رہے تھے کہاں یہ لڑکی انہی کے گلے پڑ گئی تھی۔ بے شک سردار دلدار نے سب کچھ اس سے سیکھا تھا لیکن وہ بہت پیچھے

رہ گیا تھا۔ جیل میں آٹھ سال گزار کر راگا ڈاکو عقل کے معاملے میں سردار دلدار سے بہت پیچھے چھوٹ چکا تھا اور اس بات کا احساس اسے آج ہوا تھا۔

○○○○○○○○

آہستہ سے سامنے سے پتھر ہٹا تو ایک دروازہ سا کھلا تھا۔ بیلا جو دلہن کے سرخ لباس میں آرام سے زمین پر بیٹھی اپنا سر گھٹنوں میں دیے ہوئے تھی اچانک سر اٹھا کر اس طرف دیکھنے لگی جہاں سے ایک آدمی ایک بازو میں بڑا سا ٹرے اٹھائے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کا ایک ہی بازو تھا وہ اسے دیکھتے ہی سمجھ چکی تھی کہ یہ وہی گھٹیا انسان ہے جو اس کے گھر پر آیا تھا۔ اس نے عجیب انداز میں اسے چھوا تھا، بیلا اس کی حرکت کو بھولی نہ تھی۔ یہ انسان یہاں پر تھا تو یقیناً اسے اغوا کرنے والا یہی تھا لیکن یہ تو بالا کا تایا تھا، ان کے قبیلے کا پرانا سردار تھا۔ راگا ڈاکو کے بارے میں وہ زیادہ تو کچھ نہیں جانتی تھی بس اتنا جانتی تھی جتنا اس نے خود آکر ان کے گھر پر بتایا تھا جیسے کہ یہ ان کا تایا ہے اور آج تک بالا نے جو بھی سیکھا ہے اسی سے سیکھا ہے۔ وہ پریشانی سے سامنے کھڑے اس آدمی کو

دیکھنے لگی جو چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے اس کے سامنے بڑا ساٹرے رکھ چکا تھا۔وہ عجیب طرح کی کیفیت کا شکار تھی۔اسے ڈر تو ہرگز نہیں لگ رہا تھا اس آدمی سے ہاں لیکن غصہ آرہا تھا، اتنا غصہ کہ دل کررہا تھا یہ ٹرے اٹھا کر اسی کے منہ پر دے مارے۔

بیٹی! یہ کھانا کھالو، اپنا بہت سارا خیال رکھنا، کسی طرح کی پریشانی کرنے کی" ضرورت نہیں ہے۔ہم پوری کوشش کریں گے کہ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔تمہارا بھائی جلد ہی تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔ارے ہمیں تو پولیس والوں سے تھوڑا سا مسئلہ تھا اسی لیے تمہیں یہاں اٹھا کر لے آئے لیکن ہم "تھوڑی نہ جانتے تھے کہ بالا تم سے اتنی محبت کرتا ہے۔

مجھے تو لگ رہا تھا کہ اس نے کسی بدلے ودلے کے چکر میں تم سے نکاح کیا ہے" پولیس والوں کے ساتھ وہ اپنی دشمنی نبھا رہا ہے لیکن مجھے تھوڑی اندازہ تھا کہ وہ سچ میں تم سے اتنی محبت کرتا ہے؟ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو قبیلے کے ڈاکو ہمیں جان سے مار ڈالیں گے۔وہ تو ویسے بھی ہماری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں

بیٹی۔ آرام سے بیٹھ کر یہاں کھانا کھالو، ہم تمہارے کمرے کا انتظام کر دیتے ہیں، ہم پوری کوشش کریں گے کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہو باقی تم بھی کچھ وقت تک ہمارے ساتھ تعاون کرنے کی کوشش کرنا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ اس کا بدلا ہوا انداز بیلا کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔ یہ انسان ایسا تو ہرگز نہیں تھا جس طرح وہ خود کو پیش کر رہا تھا۔

فکر مت کرو بیٹا! سب کچھ ٹھیک ہو گا، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم" تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کے لیے نہیں لے کر آئے۔ تم بالا کی محبت ہو، وہ تم سے اتنا پیار کرتا ہے ہمارے لیے تم بہت اہم ہو۔ ہم تمہیں کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، بس تم ہمارے ساتھ تھوڑا تعاون کرو اور کچھ نہیں۔ ہم نے جو کیا وہ پولیس والوں کے خلاف کیا، ہمیں تھوڑی پتہ تھا اس طرح سے کچھ ہو جائے گا؟ تم اپنا خیال رکھنا اور کھانا کھالینا۔ میں تمہارے رہنے کا انتظام کرتا ہوں۔" وہ اس سے کہتے ہوئے اس کے سامنے سے اٹھتا باہر نکل گیا تھا جبکہ بیلا حیران و پریشان اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے بھوک تو لگی ہوئی تھی

صبح سے اس نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا لیکن یہ آدمی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

جب پہلی دفعہ یہ آدمی اس سے ملا تھا تب وہ کچھ اور بن کر ملا تھا، اب کچھ اور بن کر مل رہا تھا۔ ایک بات تو کلیئر تھی کہ اس کے بہت سارے روپ تھے اور یہ آدمی بہت شاطر تھا۔

لیکن یہ بات بھی کلیئر تھی کہ وہ ڈکیت قبیلے کے ڈاکوؤں سے کافی زیادہ خوفزدہ تھا۔

لیکن اس وقت بیلا اپنے دماغ کو ریلیکس کرنا چاہتی تھی، وہ ان سب چیزوں کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ اس آدمی کی باتوں سے اسے تو یہی اندازہ ہوا تھا کہ وہ یہاں محفوظ ہے لیکن پھر بھی یہاں کے لوگ اعتبار کے لائق ہرگز نہیں تھے۔ کھانے کی ٹرے سامنے کرتے ہوئے اس نے کھانا کھانا شروع کیا تھا۔

نہ جانے کیوں لیکن یہ سوچ کر کہ یہاں پر موجود لوگ جو اس کو اغوا کر کے یہاں لائے ہیں وہ خود ہی اس قدر خوف زدہ ہیں کہ اس کی خدمتیں کرنے پر آ گئے تھے۔ اسے اچھا لگ رہا تھا۔ اگر اغوا کرنے والوں کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کیوں گھبراتی یا پھر وہ کیوں کسی طرح کی ٹینشن لیتی؟ خود کو ریلیکس کرتے ہوئے اس نے کھانا کھانا شروع کر دیا تھا لیکن وہ اتنی بھی ریلیکس نہیں ہو سکتی تھی۔ جو بھی تھا یہ لوگ بہت عجیب تھے اور اسے بہت ہی عجیب طرح کی جگہ پر رکھا گیا تھا۔

اور وہ یہاں مزید نہیں رہنا چاہتی تھی بس یہی دعا مانگتے ہوئے کہ کوئی نہ کوئی اسے یہاں سے نکال کر لے جائے وہ خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ہاں لیکن وہ پر سکون نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے دل کو کچھ نہ کچھ دلاسہ ہو چکا تھا کہ اسے یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

○○○○○○○○○○

سردار اور بالا نہ جانے کہاں گئے تھے، قبیلے میں اس وقت ہر کوئی موجود تھا سوائے ان دونوں کے۔ جمرو تو پریشانی سے قبیلے کے میدان میں ہی گھوم رہا تھا جبکہ دعام کو وہ اوپر کمرے میں چھوڑ کر گیا تھا، وہ تب سے نیچے نہیں آئی تھی۔ جمرو بھی بار بار آکر اس سے پوچھ رہا تھا کہ ان لوگوں کی کوئی خبر ملی یا نہیں لیکن نہ جانے وہ لوگ کہاں گئے تھے۔ انہیں یہاں چھوڑ کر وہ ایسے غائب ہوئے تھے کہ ان کی کوئی خبر ہی نہیں ملی تھی۔ دو تین دفعہ تو وہ فون بھی کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن آج ان کا فون بھی نہیں لگ رہا تھا۔ اب تو انہیں پریشانی ہونے لگی تھی کہ کہیں وہ راگا ڈاکو کی درگت بنانے تو نہیں چلے گئے۔ جو بھی تھا بے شک بالا بالکل بھی اس چیز کو اہمیت نہ دے لیکن یہ حقیقت اگنور نہیں کی جا سکتی تھی کہ بیلا اس وقت اس کے نکاح میں تھی۔ وہ اس کی عزت تھی، وہ اس طرح اسے ایسے خطرناک ڈاکوؤں کے بیچ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

وہ اپنی ہی پریشانی میں لگا ہوا تھا جب اسے قبیلے کے اندر کی طرف کوئی آتا نظر آیا۔ اس نے تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے داخلی راہداری عبور کی تو اسے

سامنے ہی ریان کھڑا نظر آیا۔ ریان یہاں کیا کر رہا تھا؟ اسے تو اس وقت اپنی بہن کی تلاش میں ہونا چاہیے تھا۔ اس کا یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟ کہیں اسے کوئی ثبوت تو نہیں مل گیا تھا۔

کیونکہ وہ قبیلے میں تو اسی وجہ سے آنے والا تھا نا کہ سردار نے کہا تھا کہ اگر اسے کوئی بھی ثبوت مل جاتا ہے تو وہ بے شک قبیلے میں آکر اسے گرفتار کر کے لے جائے، تو کہیں وہ کوئی ثبوت ہی تو نہیں ڈھونڈ لایا تھا؟ وہ پریشانی سے آگے بڑھتے ہوئے اس کے راستے میں آ گیا تھا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو تم؟ کوئی ثبوت لے کر آئے ہو کیا ہمارے خلاف؟ اگر ہاں تو تم قبیلے کے اندر آسکتے ہو ورنہ تم جیسے انسان کی کوئی جگہ نہیں ہے یہاں پر۔" وہ اسے راستے میں ہی روک گیا تھا جبکہ ریان نے ایک نظر اس چھوٹے سے لڑکے کو دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا

کہ یہ انسان کم سے کم سردار کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔

مجھے سردار سے ملنا ہے، مجھے اس سے کام ہے، بالا اور سردار سے میری" ملاقات کروادو۔ میں اپنی بہن کے سلسلے میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، میرے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اس کے خلاف کوئی ثبوت ڈھونڈا ہے، فی الحال میں اپنی بہن کی عزت اور زندگی کی حفاظت چاہتا ہوں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو جمرو نے ذراشک کی نظر سے اسے دیکھا تھا۔

انسپکٹر! تم اتنے سیدھے نہیں ہو جتنا سیدھا بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ تمہیں" لگتا ہے تمہارے ان ڈراموں کی کوئی اہمیت ہے؟ میرے خیال میں تمہیں یہ ڈرامے کہیں اور جا کر کرنے چاہیے، یہاں آنے کی اصل وجہ بتاؤ۔" جمرو ہرگز اس کی باتوں میں آنے والا نہیں تھا۔

مجھے اپنی بہن کے شوہر سے بات کرنی ہے۔ کیا تم میری اس سے ملاقات کروا" سکتے ہو جمرو؟ اس کے علاوہ میں فی الحال اور کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، اس وقت میں جس طرح کی سچویشن سے گزر رہا ہوں، بالا اور سردار کے علاوہ میری کوئی

مدد نہیں کر سکتا۔" وہ جیسے ہار مان کر یہاں آیا تھا، اس کے انداز پر جمرو ہلکا سا مسکرایا۔

"کیوں انسپکٹر صاحب! وردی والوں نے مدد کرنے سے انکار کر دیا؟ ویسے بھی وردی والے کسی کے نہیں ہوتے سوائے پیسے کے۔ لیکن افسوس کہ یہاں پر بھی آنے کا تمہیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ بالا اور سردار کہیں گئے ہوئے ہیں، ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔"

"اگر چاہو تو انتظار کر سکتے ہو، اگر چاہو تو واپس جا کر خود اپنی بہن کے لیے کوئی اور راستہ ڈھونڈ سکتے ہو۔" جمرو بے فکر انداز میں کہتے ہوئے پلٹنے لگا تو ریان واپس جانے کے بجائے اس کے ساتھ ہی قبیلے کے اندر کی طرف آنے لگا تھا۔ اس نے ایک نظر پلٹ کر اسے دیکھا پھر کندھے اچکاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

اس نے قبیلے کے بیچ میں ہی رکھی چارپائی سیدھی کرتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا جبکہ خود وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا لیکن اس وقت ریان کو کسی کی پرواہ نہیں تھی سوائے اپنی بہن کے۔ ہاں یہاں بھی وہ اپنے مطلب کے لیے

ہی آیا تھا کیونکہ اتنا وہ سمجھ چکا تھا کہ اس معاملے میں سوائے بالا اور سردار کے اس کی اور کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

ooooooo

وہ دونوں پر سکون سے قبیلے میں داخل ہوئے تھے۔ چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔ سردار نے گھوڑے سے اترتے ہوئے شیر دل کی رسی اسے ہی تھمائی تھی تاکہ وہ اسے استبل لے جائے۔ لیکن قبیلے کے بیچوں بیچ چارپائی پر ریان اکرم کو بیٹھے دیکھ کر اس نے بالا کو ہلکا سا اشارہ دیا تھا جس پر وہ مسکرا کر ہاں میں سر ہلاتا اسے نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

بالا کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن بالا نے اسے بالکل بھی کوئی اہمیت نہ دی تھی ہاں لیکن سردار اس کے پاس آکر ضرور رک گیا۔

ارے! پریشان لگ رہے ہو انسپکٹر، کیا ہوا؟ تمہاری پولیس فورس نے تمہارا" ساتھ دینے سے انکار کر دیا؟ کیا کہا ان لوگوں نے کہ تمہاری بہن کی جان سے

کہیں زیادہ یہ مقصد اہمیت رکھتا ہے؟ ان لوگوں کو کیا چاہیے؟ پروموشن، انعام کی رقم، وردی پر ستارے اور بڑا نام۔۔۔۔۔"

"ہے نا؟ صحیح کہہ رہا ہوں نا میں؟ پھر ایسا تو ہوتا ہی ہے اس طرح کے کاموں میں۔ پہلے ہی بتایا تھا تمہیں لیکن تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی نا۔ یقیناً یہاں پر آنے کی وجہ تمہاری بہن ہی ہو گی۔"

"کیونکہ ثبوت ڈھونڈنے کی اوقات نہیں ہے تمہاری اور حقیقت تو یہ ہے کہ اوقات تمہاری تمہاری بہن کی جان بچانے کی بھی نہیں ہے لیکن تمہاری ناک بہت اونچی ہے نا۔"

"خیر! اب کیا سوچا ہے تم نے کیا کرنا ہے؟ اب تمہاری بہن کی عزت اور جان کو خطرہ ہے، بہتر ہو گا کہ یہاں وقت برباد کرنے کے بجائے تم اپنی بہن کو ڈھونڈو۔۔۔۔۔"

"مجھے تمہاری مدد چاہیے سردار!" وہ نہ جانے کیا کیا کہنے والا تھا جب وہ اس کی بات کاٹ گیا۔ اس کے انداز پر سردار نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

کیا؟ کیا تمہیں میری مدد چاہیے؟ ایک ڈاکو کی، ایک ڈکیت کی، ایک ڈاکو، ایک "گنہگار قاتل، لوگوں کو برباد کرنے والا، بھلا تم لوگوں کی کیا مدد کر سکتا ہے؟ کہاں تم وردی والے کہاں میں ایک چور ڈاکو؟ نہیں نہیں میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے چارپائی پر بیٹھ گیا تھا جبکہ ریان سر جھکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں سردار کو اس پر ترس آ گیا تھا حالانکہ وہ ترس کھانے کے قابل ہرگز نہیں تھا۔

اچھا! بتاؤ کس طرح کی مدد چاہیے تمہیں؟ اور فرض کرو کہ میں تمہاری مدد کر "بھی دیتا ہوں تو مجھے کیا فائدہ ہو گا؟ میرا مطلب ہے تمہاری مدد کرنے سے مجھے بھی تو کچھ حاصل ہونا چاہیے نا؟ بقول تمہارے ایک مطلبی اور خود غرض انسان ہوں میں اپنے فائدے کے علاوہ کچھ نہیں سوچتا تو ظاہر سی بات ہے مجھے "میرے فائدے کے مطابق کچھ تو تمہیں دینا ہو گا؟

تم جانتے ہو میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا سردار لیکن یہ حقیقت ہے کہ "میری پولیس فورس نے میری کوئی مدد نہیں کی، ان سب کو صرف اور صرف

اپنے کام سے مطلب ہے، انہیں انعامی رقم چاہیے، پروموشن چاہیے، بڑا نام چاہیے۔ میری بہن کی زندگی اور عزت ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ ان لوگوں کی نظر میں ایسے مشنز میں اس طرح کی چھوٹی موٹی قربانیاں جائز ہیں لیکن میں اپنی بہن کو کسی مشن کا حصہ بنا کر اسے قربان نہیں کرنا چاہتا، مجھے میری بہن صحیح سلامت اپنے سامنے چاہیے۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی ان سب چیزوں میں اپنی بہن کو شامل کر کے۔"

"میں اپنی ماں سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ ان کی بیٹی کو کچھ نہیں ہو گا، میں اسے صحیح سلامت اپنی ماں کے سامنے لے کر جانا چاہتا ہوں اور یہ تب تک ممکن نہیں ہے جب تک تم میرا ساتھ نہ دو۔ مجھے تمہاری مدد چاہیے سردار، میں جانتا ہوں اس معاملے میں سوائے تمہارے اور کوئی بھی میری مدد نہیں کر سکتا، اگر تم نے بھی انکار کر دیا تو شاید ایک پولیس والا نہیں ایک بھائی، ایک بیٹا ہار جائے گا۔"

"سردار! تم جانتے ہو میں اتنے عرصے سے تمہارے سامنے ہار رہا تھا۔ اور مجھے کبھی بھی اس بات کا کوئی دکھ نہیں ہوا، میں نے ہر دفعہ ایک دفعہ پھر سے کوشش کی، ایک نیا عزم کے ساتھ، کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں ناکام ہو گیا ہوں تو دوبارہ کبھی کوشش نہیں کروں گا لیکن اس دفعہ اگر میں ناکام ہو گیا تو شاید میں دوبارہ کبھی اٹھ کر کھڑا نہیں ہو سکوں گا، میں اپنی ماں کی آنکھوں میں کبھی آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکوں گا، شاید کبھی سر اٹھا کر چل نہیں سکوں گا۔ میں جانتا ہوں میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے مجھے تم لوگوں کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے تھا، میں ان لوگوں کی باتوں میں آ گیا تھا یہ سوچ کر کہ بالا نے صرف اور صرف میری بہن سے بدلہ لینے کے لیے شادی کی ہے۔"

"میں اس کی محبت کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا، سمجھنا نہیں چاہتا تھا مجھے بس کسی بھی طرح سے تم لوگوں کو جیل کی چار دیواریوں کے پیچھے لے کر جانا تھا اور یہی میری زندگی کا مقصد بن گیا تھا۔"

تم جانتے ہو میں نے اٹھتے بیٹھتے صرف اور صرف تمہارے بارے میں سوچا"
ہے، ہاں یہ حقیقت ہے مجھے صرف اور صرف تمہیں پکڑنے کا جنون تھا اور یہ
جنون اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ میں تمہارے علاوہ کوئی سوچنا ہی نہیں چاہتا
" تھا۔

لیکن آج مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں نے غلط کیا ہے، میں نہ تو بالا کی محبت کو"
سمجھ پایا اور نہ ہی اپنے لوگوں کے مطلب کو۔ اگر وہ اتنی بڑی مصیبت میں میرا
ساتھ نہیں دے سکتے تو ایسے لوگوں سے امید لگانا بیکار ہے۔ ان لوگوں کی منتیں
" کرنے کی بجائے میں یہاں تمہارے پاس آیا ہوں۔

میری مدد کرو سردار! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں اپنی بہن کو ان"
" پولیس والوں کے آسرے پر نہیں چھوڑ سکتا۔

میں نہیں جانتا وہ آدمی کتنا خطرناک ہے اور نہ ہی فی الحال میں کچھ بھی اور جاننا"
چاہتا ہوں۔ مجھے صرف اور صرف اپنی بہن کی زندگی عزیز ہے، اس کی عزت
" عزیز ہے۔

میری مدد کرو، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، ایک بھائی کو رسوا ہونے "

سے بچالو۔" وہ سچ مچ میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا تھا۔ اس وقت وہ اسے

سوائے ایک بے بس بیٹے اور ایک بے بس بھائی کے اور کچھ نہ لگا تھا۔

یہاں سے سیدھے آگے چلے جاؤ، استبل میں بالا بیٹھا ہے۔ جاؤ اور اس کو کہو "

کہ اپنی منکوحہ کو عزت سے لے کر آئے اور تم اسے عزت سے رخصت کرو

"گے۔

وہ میری بات مانے گا؟" سردار کی بات پر وہ حیران ہوتے ہوئے پوچھنے لگا تو "

سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

کیوں نہیں مانے گا وہ تمہاری بات؟ وہ اس کی بیوی ہے، اس کا فرض بنتا ہے کہ "

"وہ اپنی بیوی کو ہر طرح کی مصیبت سے نکال کر لائے۔

اور ویسے بھی تم کیوں اتنا رونا دھونا کر رہے ہو؟ جس کا فرض ہے اسے جا کر "

بولو نا۔ تم ایک پولیس والے ہو، ایک ایماندار پولیس والے جو رشوت نہیں

لیتا، جو غلط چیزوں کے خلاف آواز اٹھاتا ہے، جس نے آج تک کوئی غلط کام

نہیں کیا، اپنے آٹھ سال کے کریئر میں تم نے آج تک خود کو ٹکے ٹکے کے لوگوں کے سامنے ذلیل نہیں ہونے دیا اور آج ایک ڈاکو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو؟ کم آن انسپکٹر! بے شک تمہاری اوقات میرے سامنے دو ٹکے کی ہے لیکن پھر بھی مجھے ترس آرہا ہے تم پر۔ سوٹ نہیں کر رہے تم پر یہ ڈرامے، " جاؤ جا کر بالا کو بولو کہ اپنی منکوحہ کو لے کر آئے۔

اور ہاں یہ آنکھیں اٹھا کر بات کرنا اس سے، بہنوں والا سر جھکائے ہاتھ جوڑے اچھے نہیں لگتے۔" وہ اسے جانے کا اشارہ کرتا خود اپنی جگہ سے اٹھتا اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تھا جبکہ ریان ایک نظر اسے دیکھتا اس کے اشارے کے مطابق ہی استبل کی طرف جانے لگا۔

ooooooo

بادشاہ! گھوڑا ہے، گھوڑا بن کے رہ، انسانوں کی طرح اکڑ دکھانے کی ضرورت" نہیں ہے۔ دیکھ تیرے مقابلے میں شیر دل کتنا صاف ستھرا بچہ ہے، پتا نہیں تو

کس پر چلا گیا ہے۔ اب یہ مت کہنا کہ تو مجھ پر گیا ہے پیچھلے ایک ہفتے سے جس طرح مجھے ابٹن لگایا گیا ہے میں بالکل بھی گندا نہیں رہا۔"

وہ اپنے گھوڑے پر پانی کی برسات کرتے ہوئے اسے رگڑے جارہا تھا جب ریان چلتے ہوئے اس کے پاس آرکا۔ اس کی موجودگی کو محسوس کر کے بھی بالا نے اسے کوئی اہمیت دیے بغیر اپنے کام پر فوکس کیا۔ تو ریان نے ہلکا سا گلا کھنکارا تھا۔

"انسپکٹر! یہاں پر گلا صاف کرنے سے بہتر ہے کہ جا کر اپنی بہن کو ڈھونڈو۔ اس وقت تمہاری بہن کو تمہاری ضرورت ہے۔"

وہ ایک نظر اسے دیکھتا دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"میرے خیال میں میری بہن کو مجھ سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے بالا۔ میں تو نہ راگا ڈاکو سے واقف ہوں اور نہ ہی اس کی پاور سے، ادھر جانتا بھی نہیں ہوں کہ وہ کہاں ہے۔ اور کہاں نہیں لیکن تم جانتے ہو۔"

"بلکہ مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی تم یہاں اپنے گھوڑوں کو دھونے میں مصروف ہو۔"

"لگتا ہے اپنی عزت پیاری نہیں ہے تمہیں؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بالکل اسی انداز میں بولا تھا جس طرح سردار چاہتا تھا لیکن اس کی اکڑ پر بالا کے ہاتھ رکے تھے، شاید وہ اس سے اس طرح کی بات کی امید نہیں رکھتا تھا۔

"میری عزت؟ یا تمہاری عزت؟" اب کے وہ اپنا کام چھوڑتا اس کے سامنے آتے ہوئے بولا۔

"آف کورس! تمہاری عزت بالا! تمہاری دلہن کو کوئی ڈاکو اٹھا کر لے گیا اور تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ ہاں ٹھیک ہے میرا پلان تھا سب کچھ، میں تم لوگوں کو پکڑنے کے لیے سب کچھ کر رہا تھا لیکن تم بھی تو سب کچھ جانتے تھے نا؟ تم سے کچھ چھپا ہوا تو نہیں تھا پھر بھی آئے تھے نا بارات لے کر کیونکہ تمہیں میری بہن چاہیے تھی، تمہیں میری بہن سے محبت تھی، مر رہے تھے میری بہن کے لیے اب جب اسے تمہاری ضرورت ہے تب تم یہاں فضول کاموں

میں لگے ہو؟ تم جانتے ہو میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا، پوری طرح سے بے بس ہوں۔ میری پولیس فورس میرا ساتھ نبھانے سے صاف انکار کر چکی ہے، خود میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہوں۔ اس وقت میری بہن کہاں ہے؟ "کس حال میں ہے؟ ان لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا ہو گا؟

یہ سوچ کر میری جان جا رہی ہے تو تم تو شوہر ہو اس کے، تمہاری عزت ہے" وہ، تھوڑی بہت آگ تو تمہیں بھی لگ رہی ہو گی؟ غیرت تو تمہاری بھی جاگ "رہی ہو گی؟

میں جھوٹ نہیں بولوں گا کہ بیلا میرے پلان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی" تھی، بلکہ وہ سب جانتی تھی، میری مدد بھی کر رہی تھی۔ لیکن وہ خوش نہیں ہے بالا، میں نے اسے دیکھا ہے تمہیں دھوکہ دیتے ہوئے وہ خود بھی کسی گلٹ میں مبتلا تھی۔ میں لمبی چوڑی بات نہیں کرنا چاہتا، ہاں لیکن اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میری بہن معصوم ہے اس نے صرف میرا ساتھ دینے کی کوشش کی ہے، ہو

سکے تو اسے معاف کر دینا اور ویسے بھی شادی کے بعد یہ چھوٹی موٹی باتیں تو تم لوگوں کے بیچ کوئی اہمیت نہیں رکھیں گی نا؟"

اور پھر جہاں محبت ہو وہاں اس طرح کی غلطیاں نظر انداز کی جاتی ہیں۔" اب کی دفعہ وہ بولا تو بالا کی حیرت میں اضافہ ہوا تھا۔

صاف صاف بات کرو! کہنا کیا چاہتے ہو تم؟" وہ اب کے تنگ آ گیا۔"

صاف صاف بات یہ ہے کہ میں اپنی بہن کو رخصت کر رہا ہوں۔ تم جانو اور وہ" راگا ڈاکو جانے، اپنی عزت کی حفاظت تم نے کس طرح سے کرنی ہے یہ تم جانتے ہو۔ کل تک آ جائے گی میری بہن واپس، وہ کیا ہے کہ امی کو دعوت کی تیاری کرنی ہو گی۔"

اور تم ایسا کرنا کہ شام کو فون کر کے مجھے بتا دینا، ملتا ہوں پھر میں تم سے۔" وہ" کہتے ہوئے اگلے ہی لمحے وہاں سے نکلنے لگا تھا جبکہ بالا حیرانگی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے یا سمجھنے میں یا یہ انسپکٹر سچ میں دماغ سے پیدل ہو چکا ہے۔

بی بی! آپ کے رہنے کا انتظام ہو گیا ہے، آیئے آپ کو آپ کے کمرے میں " لے چلتے ہیں۔ ہم نے آپ کے رہنے کا اچھا انتظام کیا ہے۔" ایک آدمی اس گفا کے دروازے کے باہر کھڑا اس سے بول رہا تھا جبکہ وہ کھانا کھانے کے بعد اب خاموشی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ بھاری بھر کم لہنگے نے اسے اچھا خاصا تھکا دیا تھا جبکہ اس آدمی کے کہنے پر وہ خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتی اس کے پیچھے آنے لگی تھی۔

سنو! تم سب لوگ کیا بالا ڈاکو کے آدمی ہو؟ کیا وہ مجھے یہاں لے کر آیا ہے؟ یہ " آدمی جو پہلے یہاں آیا تھا جس کا بازو نہیں ہے، وہ بالا ڈاکو کا تایا ہے نا؟" وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے اس سے سوال کر رہی تھی۔

ارے نہیں نہیں بی بی جی! ہم ڈکیت قبیلے والوں کے آدمی نہیں ہیں، ہم تو راگا " "ڈاکو کے آدمی ہیں اور راگا ڈاکو بالا کا تایا نہیں دشمن ہے۔

اور ہم تمہیں بھی یہاں پر اسی دشمنی کی وجہ سے لے کر آئے تھے لیکن وہ" سردار اور بالا ڈاکو ہے نا، انہوں نے ایسا کھیل کھیلا ہے کہ راگا ڈاکو بے بس ہو گیا ہے۔ کیا کیا سوچا تھا ہم نے اور کیا ہو گیا۔ بڑا چالاک نکلا،"

سردار، ورنہ تو پھنس ہی جانا تھا اس نے ہمارے جال میں، مگر کبھی نہ کبھی تو" ہاتھ آئے گا ہی۔ کبھی نہ کبھی تو وہ دن آئے گا جب ہم جیت ہی جائیں گے ڈاکو سردار سے۔۔۔۔"

کیا مطلب؟ تم اور وہ لوگ ایک نہیں ہیں؟ میرا مطلب ہے تم لوگ بھی تو" چور ڈاکو ہو اور وہ لوگ بھی تو، تم لوگوں میں اور ان میں فرق کیا ہے؟" وہ اس کی بات کو سمجھ نہیں پا رہی تھی ہاں لیکن اس کی عجیب و غریب باتیں سننے میں اسے دلچسپی بھی نہیں تھی، اسی لیے جس چیز میں دلچسپی تھی وہی سوال کرنے لگی۔ اس آدمی نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔

صاف لگ رہا تھا کہ وہ اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا لیکن اس کے ساتھ ذرا سی بد تمیزی یا پھر ایسی کوئی بھی بات کرنا جو اسے بری لگ جائے، ان

کے لیے مسئلہ پیدا کر سکتی تھی۔ اگر ان کا سردار ہی اس واقعے سے اتنا زیادہ خوفزدہ تھا تو وہ بھی ہرگز ایسا کچھ نہیں کر سکتے تھے جس سے وہ کسی مصیبت میں پڑیں۔

"ارے نہیں بی بی! ہم اور وہ ایک نہیں ہیں۔ ہم راگا ڈاکو کے آدمی ہیں اور راگا ڈاکو اپنے لیے جیتا ہے دوسروں کے لیے نہیں۔ اور وہ ڈکیت قبیلے کے ڈاکو، ڈاکو سردار دلدار اور اس کا دایاں ہاتھ ڈاکو بالا، وہ اپنے لیے نہیں جیتے وہ لوگوں کے لیے جیتے ہیں۔"

"ان کی زندگی کٹ گئی یہ ڈکیتیاں کرتے ہوئے، آج تک اپنے لیے کچھ بنا نہیں پائے وہ لوگ، بیوقوف! کروڑوں کا مال لوٹتے ہیں لیکن آج تک اپنے پاس ایک پیسہ نہیں رکھ پائے۔ وہ پہلے میں ان کے ساتھ ہوا کرتا تھا، ان کے ساتھ مل کر ڈکیتیاں کرتا تھا۔ ہم راتوں رات کروڑوں روپے اڑا لے جاتے تھے لیکن صبح اٹھتے ہی ہمیں یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ کروڑوں کی رقم تو کسی ہسپتال میں عطیہ کر دی گئی ہے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو وہ رقم غریبوں میں بانٹ دی جاتی تھی۔ وہ سردار

عقل سے پیدل آدمی پچھلے آٹھ سال سے ڈکیت دنیا پر حکومت کر رہا ہے لیکن آج تک اپنے لیے ان پیسوں سے ایک وقت کا کھانا خرید کر نہیں کھایا اس "نے۔

اب تم بتاؤ وہ اور ہم ایک جیسے کیسے ہوئے؟ اپنی دن رات کی محنت کو وہ لوگوں" کے علاج میں لگا دیتا ہے۔ اور وہ اس کا دایاں ہاتھ بالا ڈا کو بھی اب یہی کام "کرنے لگا ہے۔

عجیب پاگل لوگ ہیں، بھوکے مر جائیں گے لیکن ڈکیتی کا ایک پیسہ اپنی ذات" پر نہیں لگائیں گے۔ تھک ہار کر چھوڑا ہے ان لوگوں کو۔ اپنی جان پر کھیل کر اتنی خونخوار ڈکیتیاں کرتے تھے۔ اور اتنی بڑی رقم میں سے تھوڑے سے پیسے ملتے تھے۔ اب چھوٹی موٹی ڈکیتیاں کرتے ہیں کم سے کم ہاتھ میں کچھ آتا تو ہے نا، ورنہ سردار کے تو اصول ختم نہیں ہوتے تھے کسی غریب کو نہیں لوٹنا، کسی کے ساتھ غلط نہیں کرنا، یہ نہیں کرنا، وہ نہیں کرنا۔" تنگ آ گئے تھے اس کی

پابندیوں سے۔ وہ آگے آگے چلتے اپنی ہی دھن میں بولے جارہا تھا جبکہ بیلا بس سنے جارہی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اس آدمی کو ان سب باتوں کا کیا جواب دے۔

اس آدمی کی نظر میں ڈکیت قبیلے کے ڈاکو بیوقوف تھے، پاگل تھے جو اپنی ذات کے لیے جینے کے بجائے اپنی زندگی کو انسانیت کی خدمت میں لگارہے تھے۔

جبکہ بیلا کی نظر اور سوچ شاید اس آدمی کی باتوں سے بدل رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلتے ہوئے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

جبکہ وہ اسے لے کر ایک اور کمرے نما جگہ پہ آیا تھا جہاں کا ماحول کافی بہتر تھا۔

"یہ ہمارے سردار کا کمرہ ہے، جب تک تم یہاں سے چلی نہیں جاتی تب تک تم اسی کمرے میں رہو گی۔ فکر مت کرو دروازہ اندر سے بند کرلو، اس طرف کوئی نہیں آئے گا، تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔" وہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا جب کہ بیلا نے فوراً ہی دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا۔ جو بھی تھا وہ ان لوگوں کو

یقین نہیں کر سکتی تھی ہاں لیکن اس آدمی کی باتوں پر یقین کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

اور نہ چاہتے ہوئے بھی بالا کے بارے میں سوچنے لگی تھی، اس کی ساری سوچیں بالا کی طرف جا رہی تھیں۔

○○○○○○○○○○

سر دار کمرے میں داخل ہوا تو دعام دائیں بائیں گھوم رہی تھی، وہ کافی پریشان لگ رہی تھی۔ اسے آتے دیکھ کر وہ فورا اس کی طرف بڑھی۔

ڈاکو جی! آپ کہاں چلے گئے تھے؟ میں کب سے آپ کے آنے کا انتظار کر "رہی تھی۔

یہ پولیس والا کتنا بے ایمان ہے، اس نے ہمارے ساتھ بے ایمانی کی نا؟ بالا بھیا" کی شادی نہیں ہوئی، اب کیا ہو گا ڈاکو جی؟ سب کچھ بیکار ہو گیا وہ لوگ ہمارے ساتھ بے ایمانی کر گئے، کتنا برا انسان ہے وہ پولیس والا؟ کس طرح اپنے مقصد

کے لیے اس نے اپنی بہن کا استعمال کیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا، کوئی بھائی ایسا بھی کر سکتا ہے؟ اتنے اچھے سے ہو رہا تھا سب کچھ، سب لوگ کتنے خوش تھے، ہم ہی نہیں ان کی فیملی بھی کتنی زیادہ خوش تھی شادی کو لے کر۔ اتنے سارے لوگوں کو بلا کر اتنا بڑا دکھاوا، اتنا بڑا اڈراما؟ یہ تو بہت بڑا دھوکا ہے ہمارے ساتھ ڈاکو جی۔"

"کوئی ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اس آدمی کو اپنی ماں بہن کا خیال بھی نہیں آیا؟ اور بیلا کہاں گئی؟ کیا بیلا کو سچ میں کوئی اٹھا کر لے گیا یا یہ لوگ صرف ہم سے بیلا کو چھپانے کے لیے ڈراما کر رہے تھے؟"

"کیا بیلا جانتی ہے یہ سب کچھ؟ کیا بیلا بھی اپنے بھائی کے ساتھ ملی ہوئی ہے...؟" وہ اس کے پاس آتے ہوئے مسلسل سوال جواب کرنے لگی تھی جب کہ وہ اسے ریلیکس کرتے ہوئے وہیں بیڈ پر بٹھا گیا تھا۔

"آرام سے! سکون سے میری بات سنو، کچھ نہیں ہوا ہے سب ٹھیک ہے۔ اس پولیس والے سے غلطی ہوئی ہے یہ بات ماننے والی ہے، باقی پریشانی والی کوئی

بات نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم اداس مت ہو۔ وہ پولیس والا یہاں آیا ہوا ہے، بالا سے ملنے کے لیے۔" وہ اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے آہستہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے سمجھانے لگا تھا۔

یقیناً وہ ان سب چیزوں کے لیے بہت زیادہ پریشان تھی، سردار اسے کسی طرح کی کوئی ٹینشن نہیں دے رہا تھا۔

"یہاں آیا ہوا ہے؟ یہاں کیوں آیا ہے وہ آدمی؟ آپ نے پولیس والے کو قبیلے میں گھسنے کیوں دیا؟ آپ کو یاد نہیں اس کی وجہ سے پہلے قبیلے میں کتنا کچھ غلط ہو چکا ہے؟ وہ آدمی بالکل اعتبار کے لائق نہیں ہے، قبیلے سے باہر کریں اسے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے سر ہلایا تھا۔

"مجھے سب یاد ہے دعام، ایک ایک بات یاد ہے۔ تم پریشان مت ہو، اس دفعہ وہ کوئی بے ایمانی کرنے یا پھر ہمارے ساتھ کوئی ڈبل گیم کرنے ہرگز نہیں آیا۔ اس وقت وہ خود مصیبت میں ہے، اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ بیلا کی جان خطرے میں ہے اس وقت، ہمارے علاوہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

ویسے تو ہم نے اس ساری سچویشن کو کنٹرول کر لیا ہوا ہے لیکن پھر بھی اگر وہ" "بالا سے امید رکھے تو بہت بہتر رہے گا کیونکہ وہ لڑکی بالا کی منکوحہ ہے۔

تم پریشان مت ہو، یہ سارا معاملہ ہم ہینڈل کر لیں گے۔ ویسے بہت" خوبصورت لگ رہی ہو، میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں اور پھر اس پولیس والے کی ڈبل گیم کی وجہ سے میں دیکھ بھی نہیں پایا اپنے سونے مکھڑے کا یہ سوہنا روپ۔" وہ اس کا معصوم سا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرے اس کے اس حسین روپ کو دیکھنے لگا تھا۔

پرپل رنگ کے خوبصورت فراک میں آج وہ سچ میں بے تحاشہ حسین لگ رہی تھی۔

کس نے کہا کہ آپ نے مجھے نہیں دیکھا ڈاکو جی؟ آپ کی صبح سے نظریں مجھ" پر ہی جمی ہوئی ہیں، آپ کو بار بار خود کو دیکھتے بھی دیکھ چکی ہوں اور محسوس بھی کر چکی ہوں کہ آپ کی نگاہوں کا زاویہ چہرے سے ہٹ نہیں رہا میرے۔" وہ فوراً ہی منہ بنا کر بولی تھی۔

اچھا! تو مطلب میری نظروں کا تعاقب محسوس کر رہی ہو تم؟" وہ نرمی سے" اس کا سکاف کھولتے ہوئے اس سے سوال کرنے لگا تو اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔

جی ہاں، آپ کی نظروں کے سارے اشارے محسوس بھی ہوتے ہیں اور سمجھ" بھی آتے ہیں مجھے۔" وہ فوراً بولی تو آب کی دفعہ سردار کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

یہی تو چاہتا ہوں میں کہ میرا سوہنا مکھڑا میرے سارے اشارے سمجھ" جائے۔" وہ کہتے ہوئے اچانک ہی اس کے چہرے کو تھامتا اپنے لبوں کو اس کے چہرے پر بے لگام چھوڑنے لگا تو دعا نے گھبرا کر اس کے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا۔

اس کی نظروں کی بے تابیاں تو وہ کب سے محسوس کر رہی تھی۔ اب اس کے لبوں کی بے تابیاں بھی محسوس کرنے لگی، وہ بے قراری سے اپنے ہونٹوں کو اس کے چہرے پر حرکت دینے لگا تھا، اس کے چہرے کا ہر نقش اس کے لبوں کے لمس سے مہکنے لگا۔

ڈاکو جی۔۔۔۔۔۔" اس نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے تھے۔"

ہش۔۔۔اس وقت میں تمہارے لبوں کی نہیں تمہارے دل کی باتیں سننا" چاہتا ہوں۔ تمہاری ہر دھڑکن کی آواز سننا چاہتا ہوں، مجھے اپنی دھڑکنوں کی داستان سناؤ، اپنی سانسوں کی سرگم سناؤ جس میں بہک کر تمہارا ڈاکو پاگل ہو جائے۔" وہ کہتے ہوئے اس کے لبوں پر اپنے لبوں کی مہر لگاتا اپنی قمیض کے اگلے بٹن کھول چکا تھا۔

جب کہ اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیے وہ اس کی سانسیں روکنے لگا تھا، اس کی سانسوں پر حاوی ہوتے ہوئے وہ اسے بیڈ پر لٹاتا پوری طرح اس پر سایہ فگن ہوا تھا۔

اس کی بے قراریوں میں اضافہ ہونے لگا تو دعا م کو اپنی گردن سے اپنا دوپٹہ کھسکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

جب کہ اس کی گستاخیاں بڑھنے لگی تھی، وہ بے تابی سے اسے چومنے لگا تھا، آہستہ آہستہ اس کی جسارتوں میں اضافہ ہونے لگا تو وہ خود کو اس کے حوالے کرنے لگی تھی جب دروازے کے باہر ہلکی سی دستک سنائی دی۔

ڈاکو جی !ڈاکو جی ! دروازے پہ کوئی ہے۔" وہ جو پوری طرح سے اس کی خوشبو" میں مہکا اس کی گردن کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا اس کے کندھے ہلانے پر زیادہ اثر نہ لیتے ہوئے اس کے گردن کو بے تابی سے چومنے لگا تھا جب دعام نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

اوہو !ڈاکو جی دروازے پہ کوئی ہے، آپ میری بات تو سنیں دیکھیں تو سہی" کوئی ہے، کسی نے باہر سے آپ کو پکارا ہے۔ میرے خیال میں بالا بھیا ہیں باہر۔" وہ اس کے کندھے کو زور سے ہلاتے ہوئے بولی تھی۔ عجیب آدمی تھا ہوش میں آنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

دعام کو تو ایسا لگتا تھا جیسے جب وہ اس کے پاس آتا ہے اس کے سننے کی حس جواب دے چکی ہوتی ہے تبھی تو وہ سنتا ہی نہیں تھا۔ اس وقت بھی بالا نے کوئی

تیسری دفعہ اسے آواز دی تھی، اور وہ سننے میں انٹرسٹڈ ہی نہیں تھا۔ اب کہیں بالا دروازہ کھلا دیکھ کر اندر ہی نہ آجائے بار بار پکار پر جواب نہ دینے پر اس ڈر سے اس نے اس کے کندھے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا جس پر اس نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟" وہ جو پوری طرح سے اس میں کھویا ہوا تھا اب" کی دفعہ ڈسٹربنس پر ناراضگی دکھانے لگا۔

مسئلہ مجھے نہیں ہے، مسئلہ باہر کھڑے آدمی کو ہے جو کب سے آپ کو" آوازیں دے رہا ہے، تھوڑا سا تو ہوش کریں ڈاکو جی! بالا بھیا بیچارے کتنے پریشان ہیں، ان کی شادی ہوتی ہوتی رہ گئی، وہ جس لڑکی سے محبت کرتے ہیں اس لڑکی نے دھوکہ دے دیا، ہر کسی نے ان کے ساتھ فراڈ کیا ہے اور آپ کیسے دوست ہیں جو یہاں اپنی زندگی انجوائے کر رہے ہیں، آپ کو اپنے دوست کا بالکل احساس نہیں ہے؟ بالا بھیا دروازے پہ کھڑے آپ کو آوازیں دے رہے ہیں۔" اب کی اس نے کافی غصے سے اسے پوری بات سمجھائی تھی۔

یہ بالا ابھی تک گیا کیوں نہیں؟ اس آدمی کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟خود اپنی زندگی سیٹ نہیں ہو رہی، میری سیٹ ہوئی زندگی برباد کر رہا ہے۔"وہ غصے سے اٹھتے ہوئے اپنی قمیض کے بٹن بند کرنے کی زحمت کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

جبکہ دعا م نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنی حالت درست کرتی اپنا دوپٹہ ڈھونڈنے لگی تھی جو نہ جانے سردار کی بے باکیوں میں کس طرف ہو گیا تھا۔

دوپٹہ ملتے ہی وہ فورا اٹھ کر واش روم میں بند ہونے لگی تھی، اس کا ارادہ سردار کے واپس آنے سے پہلے چینج کرنے کا تھا کیونکہ جس طرح وہ آج بہکی بہکی حرکتیں کر رہا تھا۔ وہ یقینا اسے بخشنے والا نہیں تھا، اس کے آنے سے پہلے ہی وہ یہ بھاری بھر کم لباس اتار دینا چاہتی تھی۔

ooooooo

کیا مسئلہ ہے تیرے ساتھ؟ کیا موت آئی ہوئی ہے؟ سالہ ملا نہیں تجھے تیرا، وہ" تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا، اسے بھیج دیا تھا تیرے پاس۔ جا! جا کر اس کی مدد

کر، میرے پیچھے کیوں لگا ہوا ہے؟ سکون کے دو پل گزارنا چاہتا ہوں اپنی بیوی کے ساتھ تو گزارنے دینا مجھے۔" وہ باہر نکلتے ہی چڑ کر بولا تھا۔ صبح سے دعام کا حسین روپ اسے پاگل کر رہا تھا اب کہیں جا کر وہ ہاتھ آئی تھی تو بالا نے اسے آ کر چھیڑنا شروع کر دیا تھا۔ اسے تو لگ رہا تھا کہ اب تک بالا نکل بھی چکا ہو گا بیلا کے لیے۔

لیکن وہ تو ابھی تک یہیں پر تھا۔

وہی تو سردار! مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا اس پولیس والے کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا کوئی اور گیم کھیل رہا ہے؟ اصل چل کیا رہا ہے اس کے دماغ میں؟ تجھے پتا ہے وہ مجھے کیا کہہ رہا تھا؟ کہتا ہے کہ اس نے اپنی بہن کی رخصتی کر دی میرے ساتھ، اب میں جانوں اور وہ راگاڈا کو جانے، میں اپنی بیوی کو اس سے کس طرح سے لے کر آتا ہوں یہ میرا کام ہے، اس کا کوئی لینا دینا ہی نہیں۔ الٹا پوچھ رہا تھا کہ دعوت کب کرے گا وہ میری اور اپنی بہن کی۔ اس کا دماغ ہل گیا ہے، مجھے تو یہ بندہ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا۔" وہ پریشانی سے اسے بتانے لگا تھا۔

کیوں؟اس نے کیا تجھ سے ریاضی میں بات کی ہے جو تجھے سمجھ نہیں آرہی؟" سیدھی سی بات کی ہے اس نے کہ اس نے اپنی بہن کی رخصتی کردی اب تو جانے تیری بیوی جانے اور راگاڈاکو جانے۔ تو اس لڑکی کا شوہر ہے، اس کی ساری ذمہ داری اب تجھ پر ہے، اس کی عزت کی حفاظت کرنا تیرا کام ہے اس کے بھائی کا نہیں۔ اتنی سی بات تجھے سمجھ میں نہیں آرہی؟ جا دفع ہو جا، جا کر اپنی بیوی کو لے کر آ، اور جب تو اس کو لے کر آئے گا تب دعوت کی ڈسکشن خود آپس میں کرلینا۔ میرا کیوں وقت برباد کر رہا ہے؟" اسے گھورتے ہوئے بولا تھا جب کہ بالا اب بھی کچھ پریشان سا تھا۔

اب کیا مسئلہ ہے تیرے ساتھ؟ تیرا سالہ اچھا خاصا مان چکا ہے، وہ تیری بیوی" کو تیرے ساتھ رخصت کرچکا ہے اب ساری ذمہ داری تیری ہے بس اتنا ہی کہا ہے اس پولیس والے نے، اس میں نہ سمجھنے والا کچھ بھی نہیں ہے بالا۔ اب جا راگاڈاکو کے پاس اور اپنی بیوی کو باحفاظت قبیلے میں لے کر آجا، بس اتنا

ہی۔"اس کے چہرے کے ایکسپریشن دیکھتے ہوئے اب کی دفعہ سردار نے نرمی سے اسے پوری بات سمجھائی تھی جب اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں نہیں جارہا، اس طرح تو بھی میرے ساتھ چل، مجھے اس پولیس والے پر ایک رتی برابر یقین نہیں ہے۔ تجھے نہیں پتہ وہ پاگل ہو رہا ہے، عجیب بھکی بھکی باتیں کر رہا ہے، ایسی باتیں جن کا کوئی سر پیر ہی نہیں ہے۔"

"دماغ خراب ہے تیرا؟ تجھے لگتا ہے میں اس وقت اپنی بیوی کو چھوڑ کر تیرے ساتھ آؤں گا؟" وہ اسے گھور کر بولا تھا۔

"ہاں تو آنا تو تجھے پڑے گا ہی اور تیری بیوی تیرے پاس ہی ہے کہیں نہیں جا رہی۔ فی الحال میری بیوی کا میرے پاس آنا ضروری ہے اس لیے بکواس نہیں کرنی اور سیدھی طرح یہ اپنی قمیض کے بٹن بند کر اور چل میرے ساتھ۔ اب جب تک مجھے میری بیوی نہیں مل جاتی میں سکون سے تجھے تیری بیوی کے ساتھ نہیں رہنے دوں گا۔" وہ اسے گریبان سے پکڑتے ہوئے اگلے ہی لمحے اپنے ساتھ گھسیٹنے لگا تھا۔

ارے کمینے! بغیرت آدمی! جوتے تو پہننے دے، پاگل ہو گیا ہے کیا؟ دماغ خراب ہو گیا ہے؟" سردار مسلسل بول رہا تھا جبکہ اس کی کسی بھی بات کو اہمیت نہ دیتے ہوئے وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹتا نیچے آگیا تھا۔

جمرو! جوتے نکال کر دے اسے۔ میں شیر دل اور بادشاہ کو لے کر آتا ہوں۔" اور تو اپنی قمیض کے بٹن بند کر۔" وہ غصے سے اسے کہتا خود استبل کی طرف چلا گیا تھا جبکہ جمرو وہاں کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا بھاگ کر اس کے لیے جوتے لے کر آیا تھا۔

سردار! یہ تمہارے ساتھ سوتیلوں جیسا سلوک کیوں کر رہا ہے؟ تم نے کیا" بگاڑا ہے اس کا؟ اور وہ پولیس والا کیوں آیا تھا یہاں پر؟" وہ اس کے پاس رکتا سوال کرنے لگا۔

وہ پولیس والا اپنے سر سے مصیبت اتار کر ہمارے گلے میں ڈالنے کے لیے آیا" تھا۔ اور یہ میرے ساتھ سلوک اس لیے کر رہا ہے کیونکہ اب اس کی سگی اس قبیلے میں آنے والی ہے، اب ہماری کوئی اہمیت نہیں۔ میرے بھائی! اب بس اتنا

یاد رکھ کہ تیرا ابا لاشادی شدہ ہو چکا ہے، اس پولیس والے نے اپنی بہن رخصت کر کے ہمیشہ کے لیے ہمارے سر پر ڈال دی ہے۔ یہ تو ابھی سے رنگ بدلنے لگا ہے، ذرا سوچ آنے والے کل میں کیا ہو گا؟"

وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو جمرو بھی اسی کے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

کیا ہو گا؟ وہی جو تمہارے وقت پر ہوا تھا سردار! تم بھی تو بدل گئے تھے نا بیوی" لا کر، وہ بھی بدل جائے گا۔ بیوی بڑے بڑوں کو بدل دیتی ہے، تم لوگ کیا چیز ہو؟ خیر میں بھی ساتھ آ رہا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے استبل کی طرف چلا گیا تھا جبکہ سردار وہیں کھڑے جوتے پہنتے ہوئے اپنی قمیض کے بٹن بند کرنے لگا۔

ویسے اب اسے ریان سے بری امید تو نہیں تھی لیکن اتنی اچھی امید بھی نہیں تھی، لگتا ہے انسپکٹر کا دماغ ٹھکانے پر آ گیا۔

اپنی کمر رگڑتے ہوئے قبیلے سے باہر کی طرف قدم اٹھانے لگا تھا جب ایک نظر اوپر کی طرف دیکھا، جہاں دعام کب سے اسے اشارے کر رہی ہے۔

اس نے دور سے اسے فلائنگ کس کی تھی جس پر وہ کسی بھی طرح کاری ایکشن دیے بغیر پیچھے کی طرف ہو گئی تھی جب کہ سردار نے بھی اپنے پیچھے کھڑے جمرو کو محسوس کر لیا تھا۔

قبیلے میں جشن کی تیاری کرو، قبیلے کی بہو آرہی ہے۔" وہ کہتے ہوئے باہر کی" طرف نکلا تھا جب تھوڑے دور پہنچتے ہی اسے پیچھے سے اپنا گھوڑا آتا نظر آیا۔

○○○○○○○○

سردار! سردار! وہ ڈاکو سردار اور ڈاکو بالا آئے ہیں۔ ساتھ میں ان کا خطبری" جمرو بھی ہے۔ گھوڑے ابھی پہاڑی کے پیچھے سے آرہے ہیں، مجھے لگ رہا ہے وہ ادھر ہی آرہے ہیں۔" رشید تیزی سے اس کے پاس آتا اسے خبر دینے لگا تھا جب کہ وہ جو رات کے اندھیرے میں ایک پتھر کے ساتھ لگا لیٹا ہوا تھا تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ آج وہ اپنے کمرے میں نہیں گیا تھا کیونکہ اس کے شاہی کمرے میں آج ڈاکٹر بیلا آرام کر رہی تھی۔

سردار نے کہا تھا کہ اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے تو سردار سے پنگا لینے کی کنڈیشن میں تو راگاڈا کو ہرگز نہیں تھا۔

اسی لیے وہ جتنا ہو سکے بیلا سے دور تھا۔ بیلا کو ڈرا دھمکا کر رکھنے کا ارادہ تھا لیکن تب جب سردار اس بارے میں نہ جانتا ہو کہ بیلا اس کے پاس ہے۔ اگر سردار کو ہر چیز کی خبر تھی تو پھر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ راگاڈا کو سردار کی امانت کے طرف آنکھ بھی اٹھا کر دیکھ لے۔ وہ اپنی پلاننگ پر پچھتا رہا تھا لیکن آدھی رات کو سردار کا یہاں آنا اسے خوف میں مبتلا کر گیا تھا۔ وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اپنے پہاڑی علاقے میں داخل ہوتے تین گھوڑوں کو دیکھنے لگا تھا۔

○○○○○○○

وہ اپنے گھوڑوں پر سوار پہاڑی علاقے میں داخل ہوئے تو پہلے سے ہی وہاں کے ڈاکو ان کے منتظر تھے۔ سردار ہلکا سا مسکرا کر اپنے گھوڑے کے لگاموں کو کھینچتے ہوئے نیچے اترا تو سب سے پہلے وہاں راگاڈا کو ہی باہر نکلا تھا۔

لو بھائی! ہماری امانت لاؤ، ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے تم جیسے گھٹیا انسان کے پاس" رات کو اپنی امانت رکھنے کا۔" وہ گھوڑے سے اترتے ہوئے اسے دیکھ کر بولا تھا جب کہ راگا اسے دیکھتے ہوئے اپنے پاس کھڑے رشید کو اشارہ کرنے لگا۔

ہم نے اسے کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اسے اچھے سے اچھا کھانا دیا ہے اور اسے بہت اچھے کمرے میں رکھ رہے ہیں، اسے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے یقین دلانے والے انداز میں بولا تو سردار اسے اگنور کرتے ہوئے رشید کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا جب کہ بالا تو گھوڑے سے بھی نہیں اترا تھا۔

تم اسے کوئی نقصان پہنچا بھی نہیں سکتے تھے اور اسے اچھے سے اچھی چیز فراہم" کرنا تمہاری ذمہ داری تھی کیونکہ وہ ہماری امانت تمہارے پاس تھی۔ ویسے بھی کل اس کا ولیمہ ہے تو آج کی رات اس کا اس کے شوہر کے پاس ہونا چاہیے نہ کہ تمہارے اس گندے سے علاقے میں اسی لیے ہم اسے لینے کے لیے آ گئے۔

"اب جلدی کرو، وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔ تمہارے لوگ کافی ڈھیلے ہیں،

ہر کام میں اتنی سستی دکھاتے ہیں؟ کیسے برداشت کر لیتے ہو تم راگا ڈاکو؟ میں" تو کبھی بھی برداشت نہ کروں۔ خیر تم بھی تو ڈھیلے ہو گئے ہو نا ایک ہاتھ کے ساتھ۔ ویسے تمہاری سمجھ نہیں آتی، پنگے بھی خود لیتے ہو پھر کانپنا بھی شروع کر دیتے ہو، بندہ ایسا کام ہی نہ کرے جس کے بعد یہ حالت ہو؟" وہ ایک نظر اس کے وجود کو دیکھتے ہوئے بولا شاید راگا خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ اس کے ڈر سے اس وقت اتنا پریشان ہے کہ اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا ہے۔

ہاں، شاید وہ اسے کبھی بھی نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس سے ڈرتا ہے۔ لیکن یہ" بھی حقیقت تھی کہ اسے بتانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی حالت ہر چیز بیان کرتی ہے۔ وہ آدمی جس نے اسے سردار بنایا تھا، جس نے اسے ڈکیتی "کی گناس سکھائی تھی،

آج وہ اسی سے کانپتا تھا، اسی سے ڈرتا تھا۔ کل تک اس کی آواز اٹھانے پر وہ" اس کے منہ پر تھپڑ مار کر اس کا چہرہ سجا دیتا تھا، آج وہی آدمی اسے اپنی نظروں "سے ڈرا دیتا تھا۔

اس بات کا اظہار را گا ڈاکو شاید کبھی زندگی میں نہ کرے لیکن حقیقت بدل نہیں سکتی تھی کہ یہ آدمی اسے لرزنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

اور دوسری حقیقت یہ تھی کہ اسے اس قدر خوف میں مبتلا دیکھ کر سردار کو مزا آتا تھا۔

oooooooo

دروازے پر کب سے ہوتی دستک سے پریشان ہو کر آخر بیلا نے اٹھ کر دروازہ کھولا تھا، جب سامنے اسے را گا ڈاکو کا سب سے خاص آدمی رشید کھڑا دیکھا۔

یہ اتنی رات کو یہاں کیا کر رہا تھا؟ وہ کچھ الجھتے ہوئے پریشانی سے اسے دیکھنے لگی۔ یہ سارے ہی لوگ خطرناک تھے اور ہاں یہ حقیقت تھی کہ اسے سب سے ہی ڈر لگ رہا تھا، جان کا ڈر نہیں تھا۔ وہ تو ایک نہ ایک دن جانی ہی تھی، لیکن یہاں ان خطرناک ڈاکوؤں کے بیچ اس کی عزت کو بھی خطرہ تھا۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے سخت الفاظ میں پوچھا تھا۔ اس طرح کے لوگوں کو وہ کسی طرح کی نرمی دکھا نہیں سکتی تھی۔

"وہ جی، آپ کو لینے کے لیے ڈکیت قبیلے کے لوگ آئے ہیں۔ ڈاکو سردار اور اس کے ساتھ اس کا دایاں ہاتھ ڈاکو بالا آیا ہے۔ وہ آپ کو باہر بلا رہے ہیں، آپ جلدی سے آجائیں۔" یہ اس نے اسے دیکھتے ہوئے بتایا تھا، جب کہ ایک لمحے کے لیے تو بیلا بے یقین سی ہوئی تھی، پھر جلدی سے ہاں میں سر ہلا گئی۔

"ہاں ٹھیک ہے، تم چلو، میں آتی ہوں۔" اسے کہتے ہوئے جلدی سے پیچھے مڑ کر اپنی سینڈل اٹھائے تھے۔ یہاں پر انہیں پہننے کے لیے وہ وقت برباد ہرگز نہیں کرنے والی تھی۔ پھر سائیڈ پر پڑی تھوڑی دیر پہلے اپنی اتری ہوئی جیولری اٹھانے لگی۔ بے شک جیولری بہت زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے بھائی کی حق حلال کی کمائی تھی جو وہ ہرگز یہاں ان ڈکیٹوں کے حوالے کر کے نہیں جا سکتی تھی۔

وہ آدمی گیا نہیں تھا بلکہ وہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا جب کہ وہ اسے اگنور کرتے ہوئے اپنی ساری چیزیں اٹھاتی دروازے سے باہر نکلی تو وہ اس کے آگے آگے چلنے لگا۔

oooooooooo

"میں نے تمہاری امانت کا بہت خیال رکھا ہے، اسے آنچ بھی نہیں آنے دی۔ اسے یہاں لے کر آتے ہی میں نے اسے شاہی کمرہ دیا ہے۔ اس کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا لیکن تمہاری خاطر میں نے تمہاری بیوی کو اس کمرے میں ٹھہرایا ہے تاکہ وہ ٹھیک سے یہاں رہ سکے، اسے یہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔" راگا ڈاکو اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ اس پر ظاہر تو نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ ان سے خوفزدہ ہے لیکن اس کے ہر انداز سے وہ جان چکے تھے کہ اس وقت اس کی حالت خراب ہو رہی ہے۔

"بہت اچھا کیا تم نے راگا ڈاکو، بہت اچھا کیا۔ یہ تمہاری ہی جان کے لیے ضروری تھا۔ اگر تم اس کا خیال نہ رکھتے یا اس پر گندی نظر رکھتے یا پھر اسے کوئی

بھی نقصان پہنچاتے تو تمہارا آج اس زمین پر آخری دن ہوتا، اس وقت تم زمین سے دو فٹ نیچے ہوتے۔" بالا پر سکون انداز میں بولا تو جہاں راگا پریشان ہوا تھا وہیں ہی سردار کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی جب وہ دور سے آتی نظر آئی۔

تم نے بالا کی امانت کا خیال رکھا اس لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔ فی الحال " کے لیے ہم تمہیں کچھ بھی نہیں کہہ رہے تھے لیکن آئندہ کی کوئی گارنٹی نہیں ہے تو اپنا خیال رکھنا۔" سردار کہتے ہوئے اٹھ کر جمرو کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے اپنے گھوڑوں کی طرف چلا گیا تھا جبکہ بالا نے بیلا کے قریب آنے کا انتظار کیا تھا۔ جو بنا اس وقت جوتوں کے اس طرف آرہی تھی۔ بالا نے ایک ہی نظر میں اسے سر سے پیر تک دیکھ لیا تھا۔

○○○○○○○○

یہ جوتے پہننے کے لیے ہوتے ہیں، غالباً۔" وہ اسے دیکھ کر بولا تھا جو خاموشی " سے اس کے قریب آرکی تھی۔

جی، ہائے ہیلز ہیں، ان پہاڑوں میں اس طرح کے سینڈلز پہن کر چل سکتی" ہوں کیا؟" اس کے عجیب و غریب ری ایکشن پر بیلا پریشانی سے بولی تھی۔ اسے نہیں لگا تھا کہ وہ اس طرح کی کوئی بات کرے گا۔

اچھا! تو یہ اونچے اونچے ایڑیوں والے سینڈل پہن کر تم ان پہاڑوں پر نہیں" چل سکتی! تو بی بی یہ والے سینڈل تم نے شادی کے دن کے لیے مقرر کیوں کیے تھے؟ اوہاں! میں تو بھول ہی گیا تھا! تمہیں تو لگا ہو گا کہ تم کبھی ان پہاڑوں میں آؤ گی ہی نہیں بلکہ پہلے ہی تم پلان بنا کر ہمیں بے وقوف بنا کر ہمیں پولیس کے حوالے کر دو گی اور ہم جو تمہاری بارات لے کر گئے ہیں وہ تو کبھی ہو گا ہی نہیں، ہے نا! لیکن یہاں الٹا ہو گیا، افسوس، انتہائی افسوس! تمہارا پلان کامیاب نہیں ہو پایا۔ اب تو جو ہونا تھا سو ہو گیا۔" وہ اپنے پیروں سے جوتے نکالتے ہوئے اس کے سامنے کرنے لگا تھا جب کہ بیلا کو اس طرح کی کوئی امید نہیں تھی اس لیے حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔

میری شکل اتنی پیاری نہیں ہے کہ تم اس طرح بنا آنکھیں جھپکائے مجھے "دیکھتی رہو اور ویسے بھی تمہیں تو یہ شکل پسند بھی نہیں ہے تو بہتر ہو گا یہ جوتے پہنو اور چلو،" اور اس کے ہاتھ سے زیورات لیتے ہوئے اپنی جیب میں ڈال چکا تھا جب کہ اس کے دوسرے ہاتھ سے اس کے سینڈلز بھی پکڑ گیا تھا۔ بیلا نے ایک نظر اپنے پیچھے کھڑے ڈاکوؤں کو دیکھا تھا جو خاموشی سے ان کے جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے فوراً ہی آگے بڑھتے ہوئے بالا کے اتارے ہوئے جوتوں میں اپنے نازک پیر اڑسائے تھے، جوتے کافی بڑے تھے لیکن گزارا ہو ہی سکتا تھا۔ لیکن بیلا کی نظر بالا کے پاؤں کی طرف تھی جو بالکل خالی تھے۔ اس نے آہستہ سے بیلا کا ہاتھ تھاما تھا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

اب تمہیں یقیناً گھوڑے پر بیٹھنا نہیں آتا ہو گا۔" وہ طنز کر رہا تھا یا پھر عام سی "بات کر رہا تھا، بیلا کو سمجھ نہ آیا، ہاں لیکن اسے غصہ ضرور آیا تھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے غصے کا اظہار کر پاتی بالا ایک جھٹکے میں اسے کمر سے پکڑ کر اٹھا کر اس انداز میں گھوڑے پر بٹھا گیا تھا کہ بیلا بے ساختہ چیخ پڑی۔

چیخو مت! یہاں کے پہاڑوں میں آوازیں گونجتی ہیں۔ ان پہاڑوں کو عادت "نہیں ہے لڑکیوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سننے کی اور پھر میں نے تمہارے ساتھ ایسا کچھ کیا نہیں ہے جس پر تم چیخو،" وہ ایک جھٹکے میں خود بھی گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے اسے تھام چکا تھا جب کہ جس انداز میں اس نے اسے تھاما تھا بیلا گھبرا کر رہ گئی تھی، ہاں اسے ڈر لگ رہا تھا۔

کیا مسئلہ ہے؟ اچھل کود بند کرو، آرام سے بیٹھو! میرا بادشاہ (گھوڑے کا نام) "اریٹیٹ ہو رہا ہے تمہاری حرکتوں سے۔ میرے گھوڑے کو اس طرح کی اچھل کود کی عادت نہیں ہے۔ بہتر ہو گا کہ انسانوں کی طرح بیٹھو۔ بندروں کی طرح اچھلنا بند کرو،" وہ سختی سے اسے کمر سے تھام کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ایک جھٹکے میں ہی بادشاہ کی رسی کھینچ چکا تھا جب کہ سردار اور جمرو اس طرف سے نکل چکے تھے انہیں خبر تک نہ ہوئی تھی ان کے گھوڑے بہت آگے بڑھ چکے تھے۔

لیکن جیسے ہی بالا کے گھوڑے نے حرکت کی تھی، بیلا کی جان جیسے پھر سے لبوں میں اٹک چکی تھی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں اس پر سفر نہیں کر سکتی، پلیز روکیں اسے! میں چل کر ادھر تک چلی جاؤں گی، مجھے اس پر نہیں بیٹھنا،" وہ اونچی اونچی آواز میں بولنے لگی تھی جب کہ اس کی کسی بھی بات کو اہمیت دیے بغیر ہی وہ اپنے گھوڑے کی رفتار تیز کرتے ہوئے اسے ان پہاڑوں میں دوڑا گیا تھا۔

بیلا کی چیخ وپکار کو وہ کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ اس کا گھوڑا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ جب کہ کافی دیر چیخنے چلانے کے بعد بھی جب اسے پتہ چلا کہ بالا پر اس کی کسی چیز کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو اس نے چیخنا چھوڑ کر آنکھیں بند کر لی تھی اور اس کی آنکھیں اتنی شدت سے بند تھی جیسے اب کبھی زندگی میں کھلیں گی نہیں۔ بالا نے ایک جھٹکے میں اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔ اور رخ بدلتے ہی وہ چیختے ہوئے اس کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔ بالا نے اس دوران نہ تو اپنے گھوڑے کی رفتار کم کی تھی اور نہ ہی گھوڑے کو رکنے کا موقع دیا تھا۔ ہاں لیکن

اس کی پناہوں میں چھپ کر وہ بالا کے لبوں پر مسکراہٹ ضرور بکھیر گئی تھی۔

جب کہ اس کی اس حرکت پر اس کا گھوڑا تو نہ سہی لیکن دل بے قابو ضرور ہوا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کی رفتار تیز کرتے ہوئے اسے ان پہاڑوں کے اونچے نیچے راستوں پر دوڑانے لگا تھا۔ لیکن اب بیلا کو پرواہ نہ تھی کیونکہ اسے چھپنے کے لیے ایک مضبوط پناہ گاہ مل چکی تھی۔

○○○○○○○○

اوئے ہوئے! یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ قبیلے میں تو یہاں بڑا جشن چل رہا ہے۔" سردار دور سے ہی قبیلے کی رونقیں دیکھ کر جمرو سے بولا تھا جہاں قبیلے کے باہر دروازے پر ہی کافی سارے لوگ کھڑے تھے۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے سمجھ ہی نہیں آیا تھا کہ یہاں ہوا کیا ہے۔

ارے سردار! یہ سب کچھ نہیں، دلہن کے ویلکم کے لیے ہو رہا ہے۔ ہم جاتے ہوئے دعام کو بتا کر گئے تھے نا کہ ہم نئی دلہن کو لینے جا رہے ہیں تو میرے خیال میں اس کے استقبال کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ شادی اتنے دھوم دھام سے کی

ہے تو تیاریاں بھی تو دھوم دھام سے ہوں گی نا استقبال کی۔ ویسے بھی دلہن پہلی دفعہ یہاں آرہی ہے تو یہ سب کچھ تو بنتا ہے۔" جمرو نے جیسے بات کی جڑ پکڑ لی تھی جس پر سردار صرف ہاں میں سر ہلاتا ایک لمحے میں پیچھے کی طرف دیکھنے لگا۔ دور دور تک بالا اور اس کی بالی کے کوئی امکانات نظر نہیں آرہے تھے۔

سردار! یہ بالا کا بچہ سوتیلا ہو گیا ہے، میں بتارہا ہوں تمہیں! اس نے جان بوجھ" کر لمبا راستہ لیا ہے۔ تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنی بالی کے ساتھ وقت گزار سکے۔ میں یقین سے کہہ رہا ہوں۔" جمرو نے اسے پیچھے کی طرف رکتے دیکھ کر کہا تھا۔

وہ سب کچھ تو ٹھیک ہے جمرو، لیکن وہ یہاں قبیلے میں آکر اپنے ہی کمرے میں" جانے والا تھا، وہ جتنا مرضی وقت گزار سکتا تھا۔ بیچارے کو مشکل راستہ اپنانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ والا لمبا راستہ تو اونچے نیچے پہاڑوں کے بیچ میں آتا ہے، لگتا ہے لڑکی کو پہلے ہی سفر میں مار ڈالے گا۔ خیر چلو، آجاؤ، ہم بھی ان کے استقبال کی تیاریاں کرتے ہیں آخر قبیلے کی بہو پہلی دفعہ آرہی ہے۔" وہ آگے کی

طرف بڑھنے لگا تو جمرو بھی خاموشی سے اس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے آنے لگا تھا۔

ان کے آتے ہی ڈھول وغیرہ بجنے لگے تو سردار نے ہاتھ اٹھا کر انہیں چپ کروایا تھا۔

ابھی تک صرف میں ہی آیا ہوں، تم لوگوں کا دلہا نہیں آیا۔ وہ پیچھے رہ گیا" ہے، کچھ کام تھا اس کو۔ وہ دلہن لے کر آتا ہو گا۔ تم لوگ اپنی تیاری مکمل کر کے رکھنا۔" وہ گھوڑے سے اترتے ہوئے گھوڑے کی رسی جمرو کو تھما گیا تھا جب کہ خود آ کر وہ دعام کے پاس رک گیا جو اس کی بات سن کر منہ بنا گئی تھی۔ پھولوں کی بڑی سی تھال تیار کی تھی، وہ یقیناً بالا اور بیلا کے ویلکم کی مکمل تیاری کیے ہوئے تھے اور اب جس طرح وہ منہ بسور رہی تھی مطلب صاف تھا کہ بالا کا دیر سے آنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

○○○○○○○○

"یہ لوگ کب تک آئیں گے ڈاکو جی؟ یہ کیوں نہیں آرہے؟ اتنا زیادہ وقت کیوں لگ رہا ہے ان کو ڈاکو جی؟ وہ لوگ آ بھی رہے ہیں یا نہیں؟ آپ بتائیں تو سہی کب تک ان کا آنا ہو گا۔" وہ اس سے سوال جواب کرنے لگی تھی جو کب سے کھڑا اس کے پھولوں کی تھالی سے پھول اٹھا کر اس پر پھینک رہا تھا۔

"مجھے لگ رہا ہے یہ لوگ نہیں آنے والے۔ چلو آؤ، ہم روم میں چل کر آرام کرتے ہیں۔ کتنی دیر ان لوگوں کا انتظار کرتے رہیں گے؟ اب کیا اتنے برے دن آ گئے ہیں ڈاکو سردار کے کہ وہ ڈاکو بالا کے انتظار میں اپنی نیند برباد کرے گا؟ ہم کوئی نوکر نہیں لگے ان کے۔ جب آنا ہوا آ جائیں گے۔ چلو ہم بھی کمرے میں چلتے ہیں۔" وہ اچانک اس کا بازو تھامتے ہوئے بولا تھا۔

"ارے ارے! ایسے کیسے چلتے ہیں؟ ہم ان کا انتظار کریں گے، اس طرح سے تھوڑی نہ چلے جائیں گے! آپ بھی نا حد کرتے ہیں ڈاکو جی! وہ دولہا دلہن ہیں، دولہا دلہن وی آئی پی ہوتے ہیں، ان کا انتظار کیا جاتا ہے اور ویسے بھی ہو سکتا ہے انہیں کوئی کام آ گیا ہو۔"

کام ؟کس طرح کا کام آئے گا ان پہاڑوں میں ؟ کہیں ویسا والا کوئی کام تو نہیں" آگیا جو ہمیں پہلی شیر دل کی سواری کرتے ہوئے آگیا تھا؟ وہ یاد ہے نا تمہیں وہ "کام جو ہم نے اس غار میں۔۔۔۔

استغفر اللہ !ڈاکو جی !شرم کریں !کوئی شرم لحاظ نہیں سیکھی ہے آپ نے !" ساری شرم بیچ کھائی ہے کیا؟ کون سی بات کہاں کرنی ہے آپ کو تو اتنا بھی پتا نہیں ہے !اگر کوئی سن لے تو کیا سوچے ہمارے بارے میں۔۔۔۔" وہ اس کے سینے پر اپنی کہنی مارتے ہوئے اسے خاموش کر گئی تھی۔

کیا سوچے گا؟ کیا مطلب ہے ؟یہی سوچے گا کہ ایک شوہر اپنی بیوی سے محبت" سے بات کر رہا ہے، اسے کوئی پرانا یادگار لمحہ یاد کروا رہا ہے۔اب وہ اندر کی باتیں تھوڑی نہ جانتا ہے اور ویسے بھی پہاڑوں میں اور کوئی کام نہیں ہو سکتا آدھی رات کو۔یقین جانو اس دولہا اور دلہن نے ان پہاڑوں کو نہیں کھودنا، کچھ اور ہی کر رہے ہوں گے اور میرے خیال میں ہمیں بھی روم میں چل کر کچھ اور

کرنا چاہیے، بیکار میں ان کے انتظار میں بیٹھ کر صرف وقت برباد کر رہے ہیں۔

"مجھے لگتا نہیں ہے ان لوگوں نے آنا ہے۔

"شرم کریں، چاہے تھوڑی سی شرم کر جائیں! آپ آ رہے ہوں گے وہ لوگ! حد ہوتی ہے کسی چیز کی! ہر وقت اپنے مطلب کی باتیں کرنی ہوتی ہیں آپ نے۔"

"اگر میرے مطلب تم سمجھتی تو کیا ہی بات تھی سجن سائیں! اس وقت جس طرح تم قیامت بنی میرے دل پر بجلیاں گرا رہی ہو، یقین کرو دل تو میرا چاہ رہا ہے کہ تمہیں یہیں سے اٹھا کر کمرے میں لے جاؤں لیکن پھر تم نے منہ بنا کر بیٹھ جانا ہے اور تمہاری ناراضگی بھی تو برداشت نہیں ہوتی۔ ہو گا کوئی مجھ جیسا مظلوم سردار اس دنیا میں۔" وہ بیچارگی سے بولا تو دعام نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر نفی میں سر ہلا گئی۔ اچانک ہی سامنے کی طرف متوجہ ہوتی کافی ایکسائٹڈ ہو گئی تھی۔

ڈاکو جی! وہ لوگ آ گئے! وہ لوگ آ گئے! جلدی آئیں! یہ پھول نا آپ نے دولہا دلہن پر پھینکنے ہیں!" وہ جلدی سے اس کے ہاتھوں کو پھولوں سے بھرتے ہوئے کہنے لگی تھی۔

مجھ سے نہیں ہوتے یہ سارے کام، تم ہی کرو۔" وہ پھول واپس تھالی میں رکھتے ہوئے کہنے لگا تو دعام نے اسے گھور کر دیکھا تھا جبکہ اس کے گھورنے پر وہ نفی میں سر ہلاتا پھولوں کو اٹھا کر واپس اپنی ہتھیلیوں میں رکھنے لگا۔

ڈاکو جی! کتنا ڈرتے ہیں آپ مجھ سے!" وہ اچانک ہی کھکھلاتے ہوئے بولی جس کی کھکھلاہٹ پر وہ کھل کر مسکراتا اگلے ہی لمحے اس کے لبوں پر جھک کر اس کی مسکراہٹ چرا گیا تھا۔

بہت ڈرا کر رکھتی ہو تم، اچھا جی! بہت ظالم بیوی ہو لیکن پھر بھی بہت پیاری ہو۔ ارے اب بت کیا بن گئی ہو! چلو چلو، دولہا دلہن آ گئے، دلہن کو قبیلے میں ویلکم کرنا ہے۔" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا جب کہ دعام کا دھیان ہرگز

نہیں گیا تھا لیکن کسی نے بھی سردار کو یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھا نہیں تھا۔
ایسی چیل کی نظر تھی اس کی ہر طرف نگاہ رکھتا تھا۔

دعام نفی میں سر ہلاتے اس کے پیچھے آتے ہوئے قبیلے کے اندر داخل ہوتے بالا اور بیلا پر پھولوں کی برسات کرنے لگی تھی۔ ہر طرف سے پھول برسنے لگے تھے جب کہ وہ قبیلے کے بیچ و بیچ اپنا گھوڑا روکے تھا، ایک جھٹکے سے اسے زمین پر اتار کر خود بھی نیچے اترا تھا۔ ہر طرف سے ہوتی برسات پر بیلا حیرانگی سے یہ سارے منظر دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے زمین پر پھولوں کی چادر بچھا دی گئی ہو۔

وہ حیران پریشان سی ہر چیز کو دیکھ رہی تھی جب کہ قبیلے کی ساری عورتیں مسکرا مسکرا کر اس سے مل رہی تھی۔ جب دعام نے آگے ہوتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

قبیلے میں خوش آمدید بیلا! میں امید کرتی ہوں کہ تمہاری آنے والی زندگی" بہت خوبصورت ہو گی۔ میں تمہاری جیٹھانی ہوں، فکر مت کرو، میں تمہارا بہت

خیال رکھوں گی۔ ہم نے تو بہت ساری رسمیں کرنی تھیں لیکن اس وقت تم کافی تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔ میرے خیال میں تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ آؤ چلو، میں تمہیں تمہارے روم میں چھوڑ کر آتی ہوں۔ تم وہاں آرام کر لینا۔" وہ پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اس کا ارادہ تو بیلا کے ساتھ بہت ساری رسمیں کرنے کا تھا، اسے خوب سارا تنگ کرنے کا تھا یہاں تک کہ اس کا ارادہ بالا سے خوب سارے پیسے لینے کا بھی تھا لیکن بیلا کی حالت دیکھ کر وہ کچھ نہیں کر پائی تھی۔ وہ کہیں سے بھی دلہن کی طرح تیار نہیں تھی۔ اس کا چہرہ صاف ستھرا دھلا ہوا تھا جب کہ کوئی جیولری نہیں پہنی ہوئی تھی۔ بال پورے بکھرے ہوئے تھے جبکہ دوپٹا پھٹا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے جوتے بھی بالا کے ہاتھوں میں تھے۔ خود اس نے لہنگے کے نیچے بالا کے جوتے پہنے ہوئے تھے جو کچھ حد تک ہی نظر آ رہے تھے۔ اس کی حالت ایسی تھی ہی نہیں کہ وہ اس کے ساتھ کسی طرح کی کوئی رسم کر پاتی تو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ باقی کی رسمیں ولیمے کے ساتھ کرے گی۔ اسی لیے فی

الحال وہ اسے کمرے میں لے کر جانا چاہتی تھی جہاں وہ آرام کر سکے، پر سکون ہو سکے۔ وہ کافی ڈری ہوئی، گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی، وہ اسے مزید پریشان نہیں کر سکتی تھی جب کہ سردار کو بھی اس کا یہ فیصلہ پسند آیا تھا۔

oooooooo

"یہ تمہارا کمرہ ہے بیلا، تمہیں آج سے اسی کمرے میں رہنا ہے، میرا مطلب ہے کہ تم پہلے بھی اس کمرے میں آئی ہو، شاید تمہیں اسی کمرے میں رکھا گیا تھا جب نکاح ہوا تھا۔ یہ بالا بھیا کا کمرہ ہے لیکن بالا بھیا یہاں نہیں رہتے تھے کیوں کہ یہ کمرہ انہیں تب ملنا تھا جب تم یہاں آجاتی، میرا مطلب ہے بالا بھیا کی بیوی یہاں آجاتی۔ سو تم آگئی ہو تو اب سے یہ کمرہ تمہارا اور بالا بھیا کا ہے۔" وہ اسے کمرے کے اندر لاتے ہوئے وہیں بیڈ پر بٹھا چکی تھی جبکہ اس کمرے میں آکر جیسے اسے سکون سا ملا تھا۔ ہاں یہ سچ تھا کہ وہ بالا کے بارے میں کچھ نہیں سوچتی تھی اور نہ ہی شاید وہ اتنی جلدی بالا کے ساتھ ایڈجسٹ ہو سکتی تھی لیکن یہ والا کمرہ اس کمرے سے کہیں زیادہ پر سکون تھا جس کمرے میں وہ پہلے تھی، بے

شک وہاں پہ ہر طرح کی آسائش موجود تھی لیکن وہ وہاں بہت ڈری ہوئی تھی، بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ ڈر تھا کہ کہیں کوئی وہاں نہ آجائے اور یہاں اس کمرے میں اگر کوئی آیا بھی تو وہ اس کا محرم ہو گا، یہ سوچ اسے سکون دے رہی تھی۔

پیچھلے کئی گھنٹوں سے اس کی سوچ بس یہی تھی کہ اس کی زندگی میں محرم رشتوں کی کمی ہے۔ اس کے بھائی کے بعد بالا ہی وہ واحد شخص ہے جس کے ساتھ اس کا مضبوط تعلق ہے۔ بے شک اس نے نکاح کے بعد اپنے اور بالا کے رشتے کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا لیکن یہ تھوڑا سا وقت اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا تھا۔ راگا کے آدمی رشید نے جس انداز میں بتایا تھا کہ بالا ڈکیتی کیوں کرتا ہے، یا پھر ڈکیتی کا پیسہ کہاں جاتا ہے، اسے نہ چاہتے ہوئے بھی بالا کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر گیا تھا۔ وہ الگ انسان تھا، بہت الگ تھا۔ اس کی زندگی کا ایک مقصد تھا، وہ دنیا والوں کی نظر میں بے شک ایک نیگیٹو کریکٹر تھا لیکن کچھ لوگوں کے لیے وہ ایک امید تھا، ایک آس تھا۔ اس نے

کبھی کسی اچھے انسان کے ساتھ برا نہیں کیا تھا، یہ جان کر اسے خوشی ہوئی تھی۔ پہلے بھی وہ اس کی اچھی چیزوں کا اندازہ لگا چکی تھی، اس کی کہی باتوں نے اسے ایمپریس کیا تھا لیکن وہ ساری چیزیں اسے بالا کے بارے میں کچھ اچھا سوچنے پر مجبور نہیں کر پائی تھیں۔ ہاں لیکن کل رشید کی باتوں نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے دشمن اس کے بارے میں ایسی باتیں کرتے تھے تو پھر وہ غلط کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ ایک اچھا انسان تھا، اگر وہ کچھ غلط کرتا بھی تھا تو نیک نیتی سے کرتا تھا، کسی غلط مقصد کے لیے نہیں۔ اور یہی ساری باتیں اسے نہ چاہتے ہوئے بھی بالا کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔

دعام نے اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے اس کے پیچھے تکیہ رکھا تھا۔

میں تمہیں اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑے دیتی ہوں جو تم فی الحال کے لیے" پہن لو۔ ان کپڑوں میں تم سو تو نہیں سکتی۔ تم رکو، میں پانچ منٹ میں واپس آتی ہوں،" اور اسے کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل لی تھی جب کہ بیلا خاموشی سے تکیے پر سر رکھ گئی تھی۔ اسے اس کمرے میں آ کر سکون ملا تھا۔

"ارے ارے! کہاں بھاگ رہے ہو بہن؟ تمہاری سپیڈ دیکھ کر لگ رہا ہے کہ تم جلد ہی اولمپکس میں حصہ لینے والی ہو۔" وہ سپیڈ سے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی جب بالا نے راستے میں ہی اسے آلیا۔ وہ بڑی مشکل سے سردار اور جمرو سے جان چھڑا کر اوپر اپنے کمرے کی طرف آیا تھا ورنہ وہ لوگ تو اسے آنے ہی نہیں دے رہے تھے۔

"ہاں، وہ میں، وہ بیلا کے لیے کپڑے لینے جا رہی ہوں، اس کا لہنگا کافی ہیوی ہے نا تو وہ پہن کر سو تو نہیں سکتی اسی لیے میں نے سوچا کہ میں اس کے لیے کوئی آرام دہ کپڑے لے آتی ہوں۔ میرے پاس کچھ نئے کپڑے ہیں۔" وہ کہتے ہوئے دوبارہ جانے لگی تو بالا نے اسے تھام لیا تھا۔

"تم بالکل ریلیکس ہو جاؤ، جا کر اپنے کمرے میں آرام کرو۔ اندر کپڑے ہیں، بیلا پہن لے گی۔ فکر مت کرو، میں اس کے لیے کچھ ضرورت کا سامان لے کر آیا تھا، اندر کمرے میں موجود ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

تم بھی کافی تھک چکی ہو، جاؤ جا کر آرام کرو۔" وہ پیار سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولا تو اس نے عجیب سے انداز میں اسے دیکھا تھا پھر شرارتی سی مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتی وہ اسے بھی مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

اوئے ہوئے! کیا بات ہے! مطلب کہ آپ نے اپنی بیوی کے لیے پہلے سے ہی" شاپنگ کر کے رکھی ہوئی تھی! گڈ گڈ، ویری گڈ! جایئے جایئے، آپ بھی آرام کیجیے۔ نیگ کے پیسے میں کل صبح لوں گی آپ سے، فی الحال نا مجھے بہت زور سے نیند آئی ہوئی ہے۔ لیکن خبردار جو آپ نے میرے نیگ کے پیسوں میں ڈنڈی ماری! میں اپنے حق پر بالکل کسی کو ڈاکہ نہیں ڈالنے دوں گی اور بیلا کے لیے گفٹ لیا ہے نا آپ نے؟ اسے تحفہ دینا ہے منہ دکھائی کا۔ ویسے تو اس نے منہ دھو لیا ہے لیکن پھر بھی کچھ رسمیں ہوتی ہیں جو نبھانی پڑیں گی۔ بس اب جایئے، میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے، اس سے پہلے کہ ڈاکو جی کمرے میں آ جائیں، مجھے سونا ہے۔" وہ کہتے ہوئے فوراً ہی وہاں سے بھاگ نکلی تھی جب کہ

اس کی حرکتیں دیکھ کر بالا مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا گیا۔

○○○○○○○○

اس نے جیسے ہی کمرے کے اندر قدم رکھا وہ ایک جھٹکے میں سیدھی ہوگئی تھی۔ ابھی دعام کو گئے بس کچھ لمحے ہی ہوئے تھے لیکن پیچھے اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ اب اپنے سامنے بالا کو کھڑے دیکھ کر وہ تیزی سے سیدھی ہوتے ہوئے بیٹھی تھی۔

آپ! وہ مجھے لگا دعام ہے۔" وہ پریشانی سے اٹھنے لگی تھی۔"

نہیں، وہ نہیں ہے، تمہارا شوہر ہے، وہی شوہر جس کے خلاف تم پلاننگ کر" رہی تھی، جس میں تم کامیاب نہیں ہو سکی۔ خیر، اٹھو یہاں سے اور الماری سے اپنے کپڑے نکالو اور اپنی حالت درست کر لو۔ کوئی ضرورت نہیں ہے اتنا تھکنے کی۔ یہ جوڑا میں نے بہت محبت سے لیا تھا تمہارے لیے یہ سوچ کر کہ اپنی محبت

کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کرنی ہے لیکن اب تمہیں اس حلیے میں "دیکھ کر مجھے بالکل کوئی خوشی نہیں ہو رہی۔

ویسے، اپنی طرف سے تمہارے بھائی نے تمہارے دکھ سکھ پورے کر دیے۔" تو مزید کچھ بھی ڈرامہ یا پلاننگ کرنے کے بارے میں مت سوچنا۔ فکر مت کرو، میری طرف سے بالکل بے فکر رہو، تمہیں پانے کی خواہش یا تمہیں چھونے کی تمنا ساری دم توڑ چکی ہے۔ سچ کہوں! میں جانتا تھا تمہارا بھائی ایک نمبر کا کمینہ ہے، ایک نمبر کا بے غیرت انسان ہے لیکن وہ اتنا بے غیرت ہو گا کہ اپنے مقصد کے لیے اپنی ہی بہن کا استعمال کرے گا، یہ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور مجھے اس سے بھی کہیں زیادہ دکھ اس بات کا ہوا ہے کہ تم نے ہر الٹے سیدھے کام میں تو اپنے بھائی کا ساتھ دیا ہی ہے لیکن میرا دل توڑنے میں بھی تم سب سے آگے رہی ہو۔ اب تک یقین نہیں آرہا کہ اتنے معصوم چہرے "کے پیچھے اتنا چالاک دماغ ہو گا۔

کپڑے چینج کرو اور سو جاؤ، کیوں کہ میں نہیں جانتا کہ اس رشتے کو نبھانے" کے لیے تمہیں کتنا وقت درکار ہے لیکن تمہارے اس دھوکے کو ہضم کرنے کے لیے مجھے تھوڑا وقت چاہیے۔" وہ اپنی بات مکمل کرتا اس کے بستر کے قریب آتے ہوئے اپنے جوتے پہنتا واپس باہر نکل گیا تھا جب کہ بیلا ایک لفظ بھی نہیں بول پائی تھی۔

○○○○○○○○○

ماضی

آگ کی اونچی اونچی لپٹوں نے پورے قبیلے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ قبیلہ ہر طرف سے آگ میں جل رہا تھا۔ ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں آرہی تھیں۔

ڈاکو دلاور کبھی ایک خیمے میں جاتا کبھی دوسرے میں۔ اس کا ارادہ یہاں کے لوگوں کی جان بچانے کا تھا لیکن زیادہ تر خیمے خالی تھے۔ یقیناً سب لوگ اپنی جان بچانے کے لیے وہاں سے نکل کر بھاگ گئے ہوں گے۔

اور جس طرح پولیس نفری یہاں پر گھوم پھر رہی تھی مطلب صاف تھا کہ وہ لوگ پولیس کے ڈر سے بھی یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔ وہ تیزی سے اپنے خیمے کی طرف آیا تھا۔ جہاں زمین پر بیٹھے اشم کو اپنی گود میں لیے دلدار کو دیکھا۔

دلدار! دلدار! میرا بچہ، تم ٹھیک ہو نا؟ اشم ٹھیک ہے؟ امی کدھر ہے؟" وہ" ان کے پاس آتے ہوئے سوال کرنے لگا جبکہ وہ دونوں ہی اٹھ کر تیزی سے اس کے سینے سے لگے تھے۔

پتہ نہیں بابا، امی باہر کی۔۔۔ طرف کہیں نکل گئی۔۔ ہیں۔ پتہ نہیں۔۔۔" اچانک سے۔۔۔۔ ہر طرف آگ کیسے جلنے لگی؟ گولیوں۔۔ کی آوازیں آرہی ہیں۔ یہ کیا ہو رہا۔۔۔ ہے بابا؟ سب کچھ۔۔۔ ٹھیک تو ہے نا؟" وہ بری طرح گھبراتے ہوئے پوچھنے لگا تھا جبکہ وہ اس کا ماتھا چومتا سوائے نفی میں سر ہلانے کے اور کچھ نہیں کر پایا۔

میں تمہاری امی کو ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔ قبیلے میں پولیس والوں نے حملہ کر دیا"

ہے۔ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ہر چیز آگ کی لپیٹ میں آچکی ہے۔ مجھے نہیں

پتا کون کون زندہ ہے اور کون کون... میں پتہ کر کے آتا ہوں۔ تمہاری امی

ٹھیک ہو گی۔ تم اشم کا خیال رکھنا۔ دلدار میری بات کان کھول کر سن لو، چاہے

"کچھ بھی ہو جائے اپنی بہن کو کچھ مت ہونے دینا۔

یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ اگر میں واپس نہ آسکا تو تم اسے باپ بن کر پالنا۔"

چاہے کچھ بھی ہو جائے میری بیٹی کو کبھی خود سے دور مت کرنا۔ میری بات سنو

دلدار، یہ قبیلہ ہمارا ہے۔ یہ جگہ ہماری ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے باپ کا ہے۔

یہ قبیلہ میں نے پالا ہے۔ میں نے اس پورے قبیلے کو گود لیا ہے۔ یہاں موجود

"ہر انسان میرا بچہ ہے، میرا اپنا ہے۔

ان کے ساتھ میرا خون کا تعلق نہیں تو کیا ہوا، میرا ان کے ساتھ تعلق ہے اور"

وہ تعلق انسانیت کا ہے جسے میں مرتے دم تک نہیں توڑ سکتا۔ اگر میں لوٹ کر

نہ آیا تو میری ہی جگہ اس قبیلے کو تم سنبھالو گے۔ یہاں کے لوگوں کو کبھی نا امید مت کرنا۔ اس قبیلے کے باہر بھی ایک دنیا بستی ہے۔"

"وعدہ کرو مجھ سے کہ اگر میں لوٹ کر نہ آیا تو میری ساری ذمہ داریاں تم نبھاؤ گے۔ جو جو تمہارا باپ کرتا تھا وہ تم کرو گے۔ یہ وعدہ کرو مجھ سے کہ جب جب تمہاری آنکھ کسی مسکین کی طرف اٹھے گی تو تم اپنے منہ میں جاتا نوالہ اس کے حوالے کرو گے۔

وعدہ کرو مجھ سے کہ تم اپنی پہنچ میں آئے کسی انسان کو بھوکا نہیں سونے دو گے۔ وعدہ کرو مجھ سے کہ میری طرح اس قبیلے کی حفاظت کرو گے"

وہ اس کے ماتھے کو چومتا اسے اپنے سینے سے لگاتا اس سے وعدے مانگ رہا تھا جب کہ دلدار نہ سمجھ ہونے کے باوجود بھی اتنا سمجھ گیا تھا کہ ان پر ٹوٹنے والی قیامت کوئی معمولی قیامت نہیں ہے۔

یہ ان کی دنیا کو الٹ پلٹ کر رکھ دینے والی ایک رات ہے جو کل صبح ہوتے ہی ایک بھیانک روپ اختیار کر جائے گی۔ سردار نے اپنا ہاتھ اپنے باپ کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

میں لوٹ کر آنے کی کوشش کروں گا اشم۔ اگر نہیں آسکا تو تمہارا بھائی تمہارا" باپ ہے۔" وہ اس کے ماتھے کو شدت سے چومتا اسے اپنے ساتھ لگاتا انہیں اللہ کے حوالے کرتا خود خیمے سے باہر نکل گیا تھا

ooooooo

اس کے نکلتے ہی بالا تیزی سے اندر داخل ہوا جسے وہ تھام کر اپنے قریب کر چکا تھا۔

تایا! امی... ! کوٹھڑی گر گئی! امی مر گئی! میری امی مر گئی تایا!" وہ اس کے " ساتھ لگتا چیخ اٹھا تھا جبکہ اس کا جلا ہوا بازو دیکھ کر وہ صرف 'یا اللہ رحم' کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔

بالا میری بات سن۔" وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کچھ کہنے لگا" تو بالا پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ یوسف کا اب تک اس کے پاس نہ پہنچنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے یا پھر موت کے قریب ہے۔

یہی سمجھنا کہ تیرا باپ اور تایا حق کی راہ میں اپنی جان دینے نکل پڑے ہیں۔" اور وہ تب تک واپس نہیں آئیں گے جب تک اپنے لیے حق کو تلاش نہ کر سکیں۔ ہو سکتا ہے اس راستے سے واپسی ممکن نہ ہو۔ یوسف نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے۔ ہمیشہ میرا دایاں بازو بن کر میرے ساتھ رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا بالا بھی میرے دلدار کا ساتھ دے گا۔ تو اس کا بازو بن کر اس کے ساتھ "رہے گا۔

یاد رکھنا، دلاور اور یوسف کی دوستی کی مثالیں یہ علاقہ دیتا ہے۔ بالا اور دلدار" کی دوستی کی مثالیں یہ پوری وادی دیں گی، یہ پہاڑیاں دیں گی، یہ قبیلہ دے گا۔" وہ اس کا چہرہ تھامتے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا جبکہ بالا صرف ہاں میں سر

ہلانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکا تھا۔ جبکہ اسے اندر کی طرف دھکیلتے ہوئے اس نے دلدار کو ایک اور اشارہ کیا تھا جس پر اس نے صرف ہاں میں سر ہلاتے بالا کو اپنے دوسرے بازو کی گرفت میں لے لیا تھا۔

اس کے دل کے اندر جیسے چیخ سی اٹھی تھی۔ ایک عجیب سی تکلیف تھی جو ختم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ اپنے بچوں کو آخری دفعہ دیکھ رہا ہے، شاید اس کے بعد وہ اپنے بچوں کا چہرہ دوسری بار نہیں دیکھ پائے گا لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں ایک صحیح انسان کے ہاتھ سونپ کر جا رہا ہے جو اسے کبھی مایوس نہیں کرے گا۔

ooooooooo

حال

اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ بالا اچانک سے گیا کہاں ہے۔ ہاں لیکن بالا کے یوں چلے جانے پر وہ حیران ضرور ہوئی تھی۔ وہ اس سے ناراض تھا، غصہ تھا، وہ سب

سمجھتی تھی لیکن وہ آج کی رات یوں اسے چھوڑ کر چلا جائے گا، اسے ایسا ہر گز نہیں لگا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ اسے اس کمرے میں ڈر لگ رہا تھا لیکن اس کا یوں چلے جانا اسے عجیب بھی لگ رہا تھا۔ اسے اچھا لگ رہا تھا یا بُرا، وہ نہیں جانتی تھی ہاں لیکن اس کا یوں چلے جانا اس کے لیے کافی حیران کن تھا۔

وہ اس وقت آدھی رات کو گیا کہاں تھا؟ قبیلے میں ہی ہو گا کہیں، لیکن وہ تو اس قبیلے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی اور ویسے بھی وہ اس کے پیچھے کیوں جاتی؟ وہ بیڈ پر بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی۔

میں اس کے بارے میں سوچ ہی کیوں رہی ہوں؟ میری طرف سے بھاڑ میں "جائے۔ مجھے کیا پڑی ہے اس کی؟ اپنی مرضی سے گیا ہے اپنی مرضی سے واپس آجائے گا۔ اور ویسے بھی کوئی لو میرج تو ہے نہیں کہ میں اس کے بارے میں "اتنا سوچوں گی۔

یہی کہیں ہو گا، ابھی واپس آتا ہو گا، اس سے پہلے کہ وہ واپس آجائے میں خود اپنے سونے کی تیاری کر لیتی ہوں، کہیں اس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ اس کے چلے جانے کا سوگ بنا رہی ہوں۔ وہ غصے سے دروازے کی طرف دیکھتی جو دروازہ کم ایک عجیب سا پتھر تھا لیکن پھر بھی اس کمرے میں ہر چیز موجود ہونے کی وجہ سے نہ تو اسے ڈر لگ رہا تھا اور نہ ہی اسے یہ کمرہ عجیب محسوس ہوا تھا۔

الماری کے قریب آتے ہوئے اس نے الماری میں سے اپنے لیے آرام دہ سوٹ نکالا تھا۔

بیلا نے حیرت سے پہلے اس ڈریس کو دیکھا تھا۔ سادہ سا ڈریس رات میں پہننے کے لیے بہت اچھا تھا لیکن اس کا سائز اتنا پرفیکٹ کیسے تھا؟ ایسا لگ تو نہیں رہا تھا کہ وہ سیلا سلایا لیا گیا ہے بلکہ لگ رہا تھا کہ اس کی سپیشل ڈیزائننگ کروائی گئی ہے۔

کہیں مجھ سے پہلے اس کی کوئی اور بیوی تو نہیں تھی؟ اور اس بیوی کا سائز بھی بالکل میرے جیسا ہی تھا؟" وہ حیران ہوتی اپنے سامنے ہاتھ میں پکڑے اس پرپل ڈریس کو دیکھ رہی تھی جسے دیکھتے ہوئے اسے غصہ بھی آ رہا تھا۔

"ڈاکو بالا، سن لے ایک بات تو کان کھول کر، تمہارے کمرے کی یہ در و دیوار! اگر تو مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں کوئی اور بالی ہوئی اور اس کے ہوتے ہوئے تم نے مجھ سے زبردستی شادی کر کے یہ سارا ڈرامہ کیا تو پھر تو میں تمہارا وہ حال کروں گی جو ساری زندگی یاد رکھو گے۔ یہ جو اپنے بالوں کو گردن جھٹک جھٹک کر پیچھے کی طرف گراتے ہو نا، اس گردن کو ہی مروڑ نہ دیا تو میرا نام بھی ڈاکٹر بیلا اکرم نہیں۔"

وہ غصے سے ڈریس اٹھاتے ہوئے ہر طرف سے چیک کرنے لگی تھی کہ کہیں وہ استعمال شدہ تو نہیں؟ پھر پوری الماری کھولتے ہوئے اس میں موجود ہر چیز دیکھنے لگی۔ کچھ چیزیں تو انتہائی پرسنل ہونے کی وجہ سے وہ اچھی خاصی شرمندہ ہو گئی تھی لیکن ان سب کو چیک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ استعمال شدہ نہ ہوں

یا اس بالا کی زندگی میں اس سے پہلے کوئی اور موجود نہ ہو۔ اپنے ہر طرح کے شک کو دور کر کے وہ واش روم میں بند ہو گئی تھی۔

" منہ بند کر بیلا کی بچی! اتنا شاندار کمرہ ہے تو واش روم بھی تو شاندار ہو گا۔ یہ گواروں کی طرح ری ایکٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ " اس نے واش روم کے اندر داخل ہوتے اپنے اچانک آنے والے ایکسپریشن پر منہ کھولتے ہوئے سامنے شیشے کی طرف دیکھا تھا پھر خود کو کوستے ہوئے چینج کرنے لگی۔

" یہ بالا کا بچہ اتنا ایٹیٹیوڈ کس بات کا دکھا رہا ہے؟ " اپنا لباس چینج کرتے ہوئے وہ منہ ہاتھ دھو کر فارغ ہوتی ایک دفعہ پھر سے آئینے کے سامنے آتی سوال کرنے لگی۔

" دکھاتا ہے تو دکھاتا رہے، میری طرف سے بھاڑ میں جائے، مجھے کیا لینا دینا، میری جوتی کو بھی پرواہ نہیں اس کے ایٹیٹیوڈ کی۔ ویسے بھی خود ہی تو مر رہا تھا مجھ سے شادی کرنے کے لیے۔ اب اس کے لیے اپنے آپ کو ہرگز چینج نہیں کرنے والی۔ پیشے سے ڈاکو اور نخرے دیکھو چیئر مین والے! روٹھتا ہے تو روٹھتا

رہے، میری بلا سے مجھے کیا لینا دینا!" وہ واپس کمرے میں آتی ہوئی بیڈ پر لیٹتی مسلسل بربرا رہی تھی، اسے کوئی لینا دینا نہیں تھا بالا سے لیکن وہ مسلسل اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی، اسی کے بارے میں بات کر رہی تھی، یہ الگ بات تھی۔

○○○○○○○○

"ارے ارے سردار، وہاں کیا دیکھ رہے ہو؟ اپنی ناکامی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو؟ ہاں، ہاں ضرور دیکھو! وہ دیکھو کیسا جگمگا رہا ہے وہ قبیلہ! ڈاکو بالا کی شادی کا جشن منا رہا ہے قبیلہ اور تم یہاں اپنی ہار کا سوگ مناؤ! تمہاری ناک کے نیچے سے نکال کے لے گئے وہ اس لڑکی کو اور تم کچھ بھی نہیں کر پائے سردار! بس نام کے سردار ہو تم! میں نے تو بہت سنا تھا تمہارے بارے میں، راگا ڈاکو یہ، راگا ڈاکو وہ لیکن راگا ڈاکو تو بزدل نکلا۔"

"کچھ نہیں کر پائے تم، کچھ بھی نہیں! ایک ہاتھ کٹوا کر بیٹھے ہو، دوسرا ہاتھ کٹوانے کا ڈر تھا کہ اس کے سامنے آواز نہ نکلی تمہاری؟ ارے تم تو کہہ رہے

تھے کہ وہ کسی زمانے میں تمہارا غلام ہوتا تھا، کہاں گئی اس کی غلامی؟ اسے دیکھ کر تو لگ رہا تھا کہ وہ ہمیشہ سے بادشاہ ہے اور تم اس کے وزیر ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب اس کے وزیر کے عہدے سے برخاست ہو کر تم صرف اور صرف ایک غلام بن کے رہ گئے ہو، ایک ڈر کی زندہ تصویر۔ وہ بات کرتا ہے تو کانپنے لگتے ہو تم! اتنا ڈر راگاڈا کو! اتنا ڈر اپنے ہی غلام کا؟

کہ اس کے سامنے تمہارے منہ سے آواز تک نہ نکلی؟ میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھ رہا تھا راگاڈا کو، میں تو تمہیں کچھ اور ہی سمجھ رہا تھا لیکن افسوس تم تو کچھ بھی نہ نکلے، کچھ بھی نہیں!" رشید اس کے پیچھے آتا غصے سے بول رہا تھا۔ اسے اب تک یہ یقین نہیں آیا تھا کہ اتنی محنت سے نکالی ہوئی لڑکی کو راگاڈا کو نے اتنی آسانی سے سردار کے ساتھ بھیج دیا تھا اور صرف بھیجا ہی نہیں تھا بلکہ اسے عزت احترام سے یہاں رکھا بھی تھا۔ جس طرح سردار بات کر رہا تھا اور راگاڈا کو خوف سے کانپ رہا تھا، وہ اس کی نظروں سے چھپا نہیں رہا تھا۔ بے شک اس نے چھپانے کی بہت کوشش کی تھی لیکن رشیدہ بھی ایک خطرناک

ڈاکو تھا۔ اس کے لیے ان سب چیزوں کا ڈر کوئی معنی نہیں رکھتا تھا لیکن آج راگا ڈاکو، اس کا استاد، اس کا باس، اس کا سردار جس طرح کانپ رہا تھا، وہ سمجھ چکا تھا کہ ڈکیت قبیلے کے لوگوں کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس وقت بھی وہ خاموشی سے جگمگاتے قبیلے کو دیکھ رہا تھا اور یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ صرف دیکھ سکتا تھا ورنہ کر تو وہ کچھ نہیں پایا تھا۔

پہلے وہ لوگ اس لڑکی کو اغوا کر کے یہاں لے کر آئے اور پھر سردار آگیا۔

اس لڑکی کو اپنے ہی دشمنوں کے سامنے محفوظ کرنے کے لیے انہی کے چھوڑ کر وہ اس لڑکی کو وی آئی پی پروٹوکول دے رہے تھے۔

اور پھر رات اندھیرا ہوتے ہی وہ لوگ اسے لے کر چلے بھی گئے اور راگا ڈاکو کچھ نہیں کر پایا جو اتنی بڑی پلاننگ کیے ہوئے تھا۔ بالا کی عزت کو دو کوڑی کا کرنے کا ارادہ رکھنے والا راگا ڈاکو اس وقت بے بسی کی تصویر تھا۔ وہ صرف رشید کی باتیں سن رہا تھا جبکہ رشید اپنا غصہ نکال کر وہاں سے جانے لگا تھا کیونکہ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی باتوں کا یہاں کوئی اثر نہیں ہونے والا۔

اس نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد بھی اس کی نگاہیں سامنے قبیلے کی طرف ہی مرکوز تھیں۔ وہ اتنا بے بس ہو گیا تھا اپنے ہی آدمی کے سامنے، اس آدمی کے سامنے جسے گولی چلانا اس نے سکھایا تھا، جسے چوری کرنا اس نے سکھایا تھا۔ اس سے کانپ رہا تھا وہ، اس سے ڈر رہا تھا۔ اور اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کی موت اتنی آسان تھی سردار کے سامنے تو وہ اسے مار کیوں نہیں رہا تھا؟ سردار ہر دفعہ اسے زندہ چھوڑ کر کیوں چلا جاتا تھا؟ کیا وجہ تھی جو اسے روکے ہوئے تھی؟

○○○○○○○○

بالا کی شادی کیا ہوئی تھی کہ جمرو کو بھی شادی کا شوق چڑ گیا تھا جمرو کے تو نخرے ختم نہیں ہو نے تھے لیکن سردار کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس کے ساتھ اپنا وقت برباد کرنے کا اسی لیے تھوڑی دیر اس کے ساتھ گزار کر وہ آخر اپنے کمرے میں واپس آگیا تھا۔

اس کا ارادہ تھوڑی دیر اپنی سجن سائیں کے ساتھ گزار کر اپنے وقت کو خوب سارا انجوائے کرنے کا تھا۔ اس کا دل بہت بے تاب تھا اپنی سجن سائیں کے لیے۔ اس وقت وہ اس کے نازک سے وجود کو اپنی باہوں میں بھر کر اس میں کہیں کھو جانا چاہتا تھا۔

آج تو وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ اس کا ہر گز کوئی ارادہ نہ تھا اسے بخشنے کا۔

آج کی ساری رات وہ اسے جگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ہاں وہ مانتا تھا کہ پچھلے دنوں شادی کے دنوں میں وہ کافی زیادہ تھک چکی ہے اور پھر اس نے بھی تو اس دوران اسے بہت ستایا تھا لیکن آج وہ اپنے جذبات کے ہاتھوں بہت مجبور ہو چکا تھا۔ آج وہ اسے چھوڑنے کا ارادہ ہر گز نہیں رکھتا تھا۔ آج اپنے دل بے قرار دل کی بے قراریاں تو اس نے اسے سنانی ہی تھیں۔ اس کا دل اس کی قربت کے لیے بے قرار ہو رہا تھا اور اپنی بے قراریاں وہ صرف اسی پر عیاں کر سکتا تھا۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ پہاڑ طے کرتے ہوئے کمرے کے حدود تک آیا تو کمرے میں ہلکی نیم روشنی پھیلی ہوئی تھی جو سونے سے پہلے وہ اکثر جلا دیتی

تھی۔ حالانکہ سردار کو کمرے میں اندھیرا پسند تھا اس لیے سونے سے پہلے وہ ہر طرح کی لائٹ آف کرتے ہوئے اسے اپنی باہوں میں بھر لیتا تھا۔

تاکہ وہ خوفزدہ نہ ہو جائے اور آج جس طرح کمرے میں نیم اندھیرا پھیلا ہوا تھا وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کے ارادے خطرناک ہیں۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے اپنی چادر اتار کر پیچھے صوفے پر پھینکی تھی جب کہ اس کے قدم بیڈ کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں وہ نازک سا وجود خود کو کمبل میں لپیٹے ہوئے تھا۔

"سجن سائیں اٹھو! خبردار جو تم نے سونے کی کوشش کی، میں تمہیں نہیں سونے دینے والا۔ آج کی یہ حسین رات ہم ایک دوسرے کی پناہوں میں گزاریں گے اور اس رات کو اور بھی زیادہ خوبصورت بنا دیں گے۔ چلو اٹھو شاباش میں تمہارے نخرے بالکل بھی نہیں اٹھانے والا۔ اٹھو سنو اس دل کی بے قراریاں، دیکھو تو سہی کیا حال ہے تمہارے ڈاکو جی کا۔"

وہ اس کے پاس لیٹتے ہوئے اپنے دل کی بے قراریاں سنا رہا تھا جب اس کی ہلکی ہلکی سانسوں کی آواز سن کر حیران ہوا تھا۔

"سجن سائیں یہ تم زیادتی کر رہی ہو، اٹھ جاؤ! سارا دن اس لیے تو نہیں تمہارے حسن کو نہارتا رہا کہ رات کو گھر آنے کے بعد تم مجھے یہ سوتے ہوئے اپنی سانسوں کی ردم سناؤ۔ اٹھ جاؤ سجن سائیں ورنہ کھا جاؤں گا تمہیں!" وہ اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بناتا اس کی گردن میں اپنا منہ دیتے ہوئے بے حد محبت سے بولا تھا لیکن دوسری طرف کسی طرح کا کوئی اثر نہ دیکھتے ہوئے اس نے سر اٹھا کے اسے گھورا تھا۔

نیم اندھیرے میں بھی وہ اس کی بند آنکھیں اور چہرے پر بے تحاشہ معصومیت دیکھ کر ہلکا سا مسکرا دیا تھا۔ اس کے لبوں سے خارج ہوتی میٹھی میٹھی سانسیں اسے پاگل کر دینے کو تھیں۔ اس کے لبوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے اس نے گہری سانس لی تھی اور پھر اگلے ہی لمحے اس کی سانسوں کو روک گیا تھا۔

کچھ دیر تک اس کی سانسوں کو قید کرتے ہوئے اس نے دعام کا ہاتھ اپنے سینے پر محسوس کیا تھا لیکن وہ اس وقت اتنی گہری نیند میں تھی کہ اس کے لمس کا کوئی خاص اثر نہ لے رہی تھی۔ جب کہ اس کے لبوں کو اپنے لبوں سے الگ کرتے ہوئے اس نے پھر سے اس کے چہرے کو گھور کر دیکھا تھا جہاں پر کسی طرح کا کوئی اثر نہ پاتے ہوئے اب کی دفعہ اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اس نے اپنی مونچھیں اس کی گردن پر رگڑی تھیں۔

اس کا لمس پا کر دعام نے ہلکی سی کروٹ لی تھی پھر کروٹ بدلتے ہوئے اس کے حصار میں اس کا بازو اپنی گرفت میں لے کر خود کے گرد لپیٹنے لگی تھی۔ اس کے چہرے سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ اچھی خاصی تھکاوٹ کا شکار ہے۔ وہ ظالم بننا چاہتا تھا بلکہ آج تو وہ ظلم کی انتہا کر دینا چاہتا تھا۔ آج وہ اس کی نیندوں کو دور بھگانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اس کا معصوم چہرہ ہمیشہ کی طرح سردار کے ارادوں پر پانی پھیر گیا تھا۔

بہت گندی بیوی ہو تم سجن سائیں! میں ناراض ہو جاؤں گا۔" اب کی دفعہ اس" کے کان کے لو کو چومتے ہوئے اسے میٹھی سی دھمکی دینے لگا تھا جس کا کسی طرح کا کوئی اثر نہ محسوس کر کے اب کے سردار نے آہستہ سے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا تھا۔

اب میں پکا والا ناراض ہو رہا ہوں تم سے، میں بول رہا ہوں روک لو مجھے، میں" ماننے والا نہیں ہوں۔" وہ اس کے قریب سے اٹھتے ہوئے پھر سے اسے دھمکی دے رہا تھا جبکہ بیڈ پر لیٹے ہوئے وجود پر کوئی اثر نہ ہوا تو اس نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ پلٹ کر دیکھا تو بھی وہ گہری نیند میں تھی۔

تمہارے پاس دو منٹ کا وقت ہے سجن سائیں! روک لو مجھے ورنہ میں روٹھ گیا" نا تو مانوں گا نہیں۔ ناراضگی کی وجہ جاننے میں ہی تم نے اپنی حالت خراب کر لینی ہے۔" وہ دروازے پر رک کر پھر سے اسے دھمکی دینے لگا جس کا کوئی اثر نہ پاتے ہوئے اب کی دفعہ وہ سچ میں کمرے سے نکل گیا تھا۔

اب مناتی رہنا، یہ میرا سہنا مکھڑا نہیں ماننے والا تمہارا ڈاکو جی..." وہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جبکہ بیڈ پر پڑے وجود پر اب تک کسی طرح کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اثر تو ہونے والا تھا لیکن کل صبح، ابھی تو شاید وہ خوابوں میں بھی اپنے ڈاکو جی کے ساتھ کسی اور ہی دنیا کی سیر کر رہی تھی۔

ooooooo

اوئے تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ تجھے یاد نہیں ہے کیا آج تیری شادی ہوئی ہے؟"

اور اتفاق سے آج تجھے اپنی بیوی کے ساتھ ہونا چاہیے تھا، یہاں کیا بیٹھا ہے؟"

وہ نیچے آیا تو اسے بڑے سے پتھر پر وہ بیٹھا نظر آیا تھا۔

جب دعام کے ساتھ اس کی شادی نہیں ہوئی تھی، یہ ان دونوں کی پسندیدہ جگہ تھی جہاں وہ ساری رات بیٹھ کر گزار دیتے تھے۔ ساری رات نیچے پہاڑ سے پانی میں پتھر پھینکتے ہوئے رات کیسے گزرتی تھی پتا بھی نہیں چلتا تھا اور اکثر وہ دونوں کھانا بھی یہیں پر بیٹھ کر کھایا کرتے تھے۔

ناراض ہوں میں اپنی بیوی سے اور ویسے بھی اتنا تنگ کیا ہے اس نے مجھے، "تجھے کیا لگتا ہے ایسے معاف کر دوں گا؟ تھوڑے نخرے تو بنتے ہیں، اسی لیے یہاں بیٹھا ہوں۔" اور تو؟ وہ پانی کے اوپر پتھر پھینکتے ہوئے اسے بتانے لگا جس پر سردار نے کندھے اچکائے۔

بس میں بھی اپنی سجن سائیں سے تھوڑا سا ناراض ہو گیا۔ لیکن میری ناراضگی "زیادہ دن تک نہیں چلنے والی لیکن تیری ناراضگی کچھ سمجھ سے بالاتر ہے۔ آخر چل کیا رہا ہے تیرے دماغ میں؟ آج تیری ویڈنگ نائٹ ہے۔ بھائی اس لڑکی کے لیے مر رہا تھا تو اور اب تو اس سے ناراض ہو کر بیٹھ گیا ہے؟ مجھے تیری سمجھ نہیں آ رہی، یہ بالکل بھی اچھے شوہروں والے کرتوت نہیں ہیں۔ کیوں شادی "کے شروع شروع کے دن برباد کر رہا ہے؟

برباد نہیں کر رہا ہوں، اسے وقت دے رہا ہوں۔ تو ہی تو کہہ رہا تھا کہ اسے " اس رشتے کو قبول کرنے کے لیے وقت چاہیے، تو دے رہا ہوں اسے وقت۔ کیا کہہ رہا تھا تو کہ ایک لڑکی کی جذبات کو سمجھنا چاہیے، ہو سکتا ہے وہ فی الحال

شادی کے لیے تیار نہ ہو یا میں اسے پسند نہ ہوں؟ تو ہی تو کہہ رہا تھا کہ بیلا اور

"دعام میں بہت فرق ہے۔

ہاں ٹھیک ہے، میں نے کہا تھا تجھ سے لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ شادی کی یہ رات "یہاں پر آکر بیٹھ جا۔ تمہاری بیوی اندر کمرے میں ہے۔ اس وقت تم دونوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ یہی وقت ایک دوسرے کو سمجھنے کا ہوتا ہے۔ اور دوسری بات، وقت دینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تم لوگ ایک دوسرے سے الگ رہو یا پھر ایک دوسرے کو وقت کے حوالے کر دو۔ دوریاں صرف فاصلے بناتی ہیں، دوریوں سے کبھی رشتے ٹھیک نہیں ہوتے بالا۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگا تھا جس پہ بالا ہلکا سا مسکرایا۔

میں دوریاں نہیں بنا رہا سردار لیکن میرا دل اس بات کو قبول نہیں کر رہا کہ وہ" لڑکی مجھ سے محبت نہیں کرتی۔ میں نے اسے اپنی دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے۔ میں نے اس سے عشق کیا ہے اور میں اس کے ساتھ کوئی رشتہ زبردستی نہیں جوڑ سکتا۔ نکاح میں نے کر لیا اس سوچ کے ساتھ کہ میں اسے خود سے

محبت کرنے پر مجبور کر دوں گا لیکن بنا محبت کے اس کے قریب جانا، اس کے ساتھ رشتہ قائم کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ جب تک وہ خود مجھ سے نہیں کہتی کہ اسے مجھ سے محبت ہے، میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا۔"

"میں جانتا ہوں تجھے یہ سب کچھ میری بے وقوفی لگ رہا ہو گا لیکن میرے لیے میری محبت بہت خاص ہے، بہت انمول ہے اور میں اس کے ہر لمحے کو انمول رکھنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ بیلا کی زندگی کا ہر وہ لمحہ جس میں میں اس کے ساتھ ہوں خوبصورت بنے۔"

"بھیانک یا دردناک نہیں۔ مجھے اسے اپنی محبت سے جیتنا ہے۔ اور میری محبت مجھ سے اس طرح بنا محبت کے اس کے قریب جانے کی اجازت نہیں دے رہی۔" وہ اپنے دل کی ہر بات کھول کر اس کے سامنے رکھنے لگا تھا جس پر سردار خاموشی سے اسے سنتا مسکرا دیا۔

تگنی کا ناچ نچائے گی، سردار نے جیسے آنے والے وقت کی پیش گوئی کی تھی۔

"فکر مت کر، تیرا بالا بھی ٹکر مار دے گا۔ وہ تگنی کا ناچ نچائے گی تو میں ساتھ میں اس سے بھی ڈھمکے لگاواں گا بھئی محبت کی ہے غلامی تھوڑی کی ہے جو اس کے نخرے برداشت کروں گا۔"

"میں اسے خود سے محبت کرنے کا وقت دے رہا ہوں باقی تو مقابلہ ڈنکے کی چوٹ پر کرے گا ڈاکو بالا بھی۔" وہ پر سکون انداز میں بولا جس پر سردار نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"اگر مقابلہ ڈنکے کی چوٹ پر کرنا ہے میرے بھائی تو اس سردی میں پاگل ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اپنے کمرے میں جا، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالو اور اس کو بتا کہ نکاح کے بعد بے شک اس کمرے پر اس کا حق ہو گیا ہے لیکن اس سے پہلے تیرا حق ہے اس کمرے پر بھی، اس کمرے کی ہر چیز پر بھی۔ کل کو پتا چلے کہ محبت محبت کھیلتے کھیلتے کمرے سے بے دخل ہو گیا ڈاکو بالا۔" وہ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ بالا کو اس کی بات میں پوائنٹ نظر آیا تھا۔

ہاں یار یہ تو تو نے بالکل ٹھیک کہا، اس جنگلی بلی کا بالکل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہ ہو کہ یہ مجھے کمرے سے بے دخل کر دے۔ جاتا ہوں۔ کمرہ تو میرا ہی ہے اور بیوی بھی میری ہی ہے۔ محبت محبت اپنی جگہ لیکن اپنی چیزوں پر قبضہ نہیں کرنے دوں گا اسے۔" وہ اگلے ہی لمحے اٹھ کر کمرے کی طرف چلا گیا تو سردار بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے واپس دعام کے پاس جانے لگا تھا۔
ناراضگی اپنی جگہ لیکن اس کے بغیر نیند بھی نہیں آتی تھی نا۔

○○○○○○○○

ماضی

پتہ نہیں ابا کہاں ہوں گے دلدار، مجھے باہر جانے دے دیکھ کر آتا ہوں۔ ہو" سکتا ہے ابا کہیں نظر آجائیں یا ہو سکتا ہے تایا واپس آرہے ہوں۔" وہ کب سے اس کا بازو پکڑے خود بھی زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور اسے بھی ساتھ بٹھایا ہوا تھا جبکہ اشم اس کے بازوں میں بری طرح سے قید تھی۔

نہیں! تو کہیں نہیں جائے گا، میرے پاس رہے گا۔ میں تجھے کچھ نہیں ہونے دوں گا، نہ تجھے نہ اشم کو۔ تم دونوں میری ذمہ داری ہو۔ جب تک بابا واپس نہیں آجاتے میں کسی کو جانے نہیں دوں گا۔" وہ صاف انکار کر گیا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے دلدار لیکن میں زیادہ آگے نہیں جاؤں گا۔ یہیں سے دیکھ کر واپس آجاؤں گا۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا جس پہ دلدار نے پھر سے نفی میں سر ہلایا جب اگلے ہی لمحے راگاڈا کو وہاں داخل ہوا تھا۔

اس کے ہاتھ میں بھاری سا چھرا تھا جبکہ اس کے سارے کپڑوں پر خون ہی خون لگا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ دونوں حیران رہ گئے تھے۔

"بالا، دلدار میرے بچوں! تم دونوں ٹھیک ہونا؟ میں نے مار ڈالا، بہت سارے لوگوں کو مار ڈالا۔ وہاں باہر بہت بُرا ہو رہا ہے، ہر کوئی مر رہا ہے۔ لوگ جل کر مر رہے ہیں، عورتوں کے ساتھ زیادتی کی جارہی ہے، ہر کوئی مر رہا ہے! پولیس والوں نے سب کچھ برباد کر دیا اور ان سب میں تمہارا اماموں بھی شامل ہے۔"

مجھے اس طرح سے مت دیکھو دلدار میرے بچے! رضوان نے یہ سب کچھ "کروایا ہے۔ تمہارے باپ نے اسے اپنا دوست سمجھا، اسے اپنا رازدار بنایا لیکن وہ آستین کا سانپ نکلا۔ اسی نے یہاں حملہ کروایا ہے، اسی نے سب کچھ تباہ کروایا ہے۔"

انسپیکٹر صابر اور کانسٹیبل کامران کے ساتھ مل کر کانسٹیبل رضوان نے قبیلے "پر حملہ کروایا ہے۔ صرف اور صرف انعامی رقم حاصل کرنے کے لیے۔ اپنے کپڑوں پر نئے ستارے لگوانے کے لیے، پروموشن کے لیے وہ اتنا گر گئے کہ اپنے ہی خون کے رشتوں کو دغا دے دیا۔ میں نہیں جانتا تمہارے ماں باپ زندہ بھی ہیں یا مر چکے ہیں، بس اتنا جانتا ہوں کہ اس وقت یہاں سے نکلنا بہت ضروری ہے اور میں تم لوگوں کو یہاں سے نکالنے کے لیے آیا ہوں۔ چلو یہاں سے!" وہ ان دونوں کے ہاتھ تھامتے ہوئے انہیں زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹنے لگا لیکن سردار اس کے ساتھ جانے کو تیار نہیں تھا۔

"نہیں! ہم کہیں نہیں جائیں گے۔ آپ ہمیں نہیں لے کر جا سکتے۔ بابا نے بولا ہے یہیں پر رہنا ہے، یہ جگہ محفوظ ہے اور ہم قبیلے سے باہر نہیں جائیں گے۔ ہم نے اپنا قبیلہ نہیں چھوڑنا۔ یہ میرے بابا کی جگہ ہے، میں اس جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا، مجھے اس جگہ کی حفاظت کرنی ہے، اس جگہ کی نگرانی کرنی ہے۔ یہ قبیلہ میرے بابا نے گود لیا ہے، میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا اور نہ ہی ان دونوں کو یہاں سے جانے دوں گا۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ راگا تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اسے ہرگز اس سے ایسے جواب کی امید نہیں تھی۔

"پہلے اپنی جان بچالے دلدار میرے بچے! اس کے بعد کسی اور کی جان پر جان دینا۔ یہ قبیلہ جل کر راکھ ہو چکا ہے، سب کچھ تباہ ہو چکا ہے۔ چل میرے بچے، میں تجھے یہاں سے لے چلتا ہوں۔ میں تم لوگوں کو ایک محفوظ ٹھکانے پر لے کر جاؤں گا۔" وہ انہیں سمجھاتے ہوئے بولا تھا جس پر وہ صاف انکار کر گیا۔

ہمارے لیے ہمارا محفوظ ٹھکانہ ہمارا قبیلہ ہے اور ہمیں یہاں موت بھی آجائے" تو کوئی ڈر نہیں۔ ہم قبیلہ چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔" وہ صاف انکار کر گیا تھا، جبکہ راگاڈا کو اسے دیکھ کر رہ گیا۔

ٹھیک ہے، ٹھیک ہے میرے بچوں! اگر تم لوگوں کو یہاں پر اس قبیلے میں رہنا" ہے تو بھی مجھے منظور ہے لیکن کم سے کم ایک محفوظ جگہ پر تو چلو۔ ایسا کرو اس کمرے میں چلو۔ وہ کمرہ پکا ہے۔ وہاں پر کم سے کم آگ کی لپٹیں نہیں پہنچیں گی، کسی بندوق کی گولی نہیں پہنچے گی۔ لوہے کا دروازہ اندر سے بند کر لو۔ جب تک میں واپس نہیں آتا تب تک دروازہ کسی کے لیے مت کھولنا۔ اتنا تو کر سکتے ہونا؟ اتنا یقین تو کر سکتے ہو اپنے تایا پر؟ تمہارے باپ کا آخری خون کا رشتہ ہے۔۔۔۔!" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ نہ چاہتے ہوئے بھی دلدار اس پر یقین کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ وہ اپنی جان پر کھیل کر اگر آدھی رات کو یہاں تک آیا تھا تو وہ یقین کے قابل تو تھا ہی۔

"ٹھیک ہے ہم آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہیں لیکن ہم قبیلے سے دور نہیں جائیں گے۔ ہم باہر والے کمرے میں رکیں گے، آپ بابا اور امی کو لے کر وہیں آ جائیے گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا جبکہ اس کی آخری بات سن کر راگاڈاکو کے لبوں پر شاطر سی مسکراہٹ آئی تھی جسے وہ بڑی صفائی سے چھپاتا ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔

"ہاں، ہاں ٹھیک ہے میرے بچوں، ایسا ہی ہو گا! آؤ میں تم لوگوں کو وہاں باحفاظت چھوڑ رہا ہوں۔" وہ ان دونوں کا ہاتھ تھامتا زبردستی انہیں اپنے ساتھ قبیلے سے باہر لے جانے لگا تھا۔ خیمے سے باہر قدم رکھتے ہی اسے ہر طرف چیخ و پکار سنائی دے رہی تھی۔ اشم کو اپنے کندھے پر اٹھائے وہ تیزی سے بھاگتا ہوا اسے لے کر جا رہا تھا جبکہ بالا کی تو یہ کوشش یہی تھی کہ آگے پیچھے چلتی گولیاں یا پھر جلتی آگ کی لپیٹ میں کہیں اشم نہ آ جائے۔ اس وقت اسے خود سے بھی زیادہ اپنی اس معصوم بہن کی پرواہ ہو رہی تھی جو تھوڑی سی ہی سختی جھیل کر بخار میں جلنے لگی تھی۔

○○○○○○○○○

حال

وہ کمرے میں داخل ہوا تو بیلا آرام سے بیڈ پر سوئی ہوئی تھی۔ مجال تھی جو اس کے چہرے پر ذرا برابر فکر ہو کہ اس کا شوہر آدھی رات کو اسے چھوڑ کر کہاں گیا ہے۔

"بیوی! بہت بہت ظالم عورتیں دیکھی ہیں لیکن جانے تم کس پر گئی ہو؟ ایک لمحے کے لیے سوچ تو لیتی کہ شوہر باہر سردی میں پڑا ہے اور تم کیسے مزے سے نیند لے رہی ہو۔" اسے سچ میں اسے اس طرح بے غم پر سوتے دیکھ کر افسوس ہوا تھا۔

زیادہ کچھ نہ سہی لیکن وہ یہ امید کر رہا تھا کہ وہ اب تک سوئی نہیں ہو گی لیکن یہاں تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سالوں کی نیند پوری کر رہی ہے۔ اپنی قسمت پر افسوس کرتے ہوئے وہ چینج کرنے جا چکا تھا جب اس نے الماری کی حالت تھوڑی بگڑی ہوئی دیکھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ساری چیزیں نکال کر باہر چیک کی

گئی ہوں اور اس کے بعد انہیں واپس اسی انداز میں اندر رکھنے کی کوشش کی گئی ہو جس میں اس کی بیوی ناکام ہوئی تھی۔

ایک ڈریس سلیکٹ کرتے ہوئے اس نے پوری الماری کا کبارہ نکال دیا۔"""

اس نے حیرت سے سوچا تھا، اس نے جب بیلا کے لیے شاپنگ کی تھی تو سب کچھ خود لا کر بہت سلیقے سے الماری کے اندر رکھا تھا اور ایک بھی چیز کو ادھر سے ادھر نہیں ہونے دیا تھا اور یہاں ہر چیز کو پوری گہرائی سے چیک کیا گیا تھا۔ خیر اس کی چیزیں تھیں اگر وہ چیک کر بھی رہی تھی تو اس میں کیا غلط تھا؟ سوچ کر وہ کندھے اچکاتے ہوئے اپنے لیے کپڑے نکالتا واش روم میں بند ہو گیا تھا۔

00000000

واش روم میں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر سامنے شیشے پر پڑی تھی جس کے ڈریسر پر کافی ساری کانچ کی چوڑیاں پڑی ہوئی تھیں ساتھ میں کچھ ٹاپس بھی پڑے تھے۔ اسے یاد تھا کہ کانوں یا گلے میں پہننے والی جیولری کو اس نے اس وقت اپنے ہاتھوں میں اٹھایا ہوا تھا۔

اور یہ والے چھوٹے چھوٹے ٹاپس نے اپنے کانوں میں پہن رکھے تھے جو شاید اس وقت اتار کر اس نے یہاں پھینک دیے تھے۔ اس کی چوڑیاں اور ٹاپس کو وہاں بنی ایک دراز میں رکھتے ہوئے اس نے کافی احتیاط سے سنبھالا تھا۔

اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا یا پھر اس کی نظر بیلا کی ہر چیز پر جاتی تھی لیکن یہ حقیقت تھی کہ وہ بیلا کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو نوٹ کرتا تھا بے شک اس کے کان کے اوپر والے حصے پر موجود وہ صرف ایک چھوٹا سا تل ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی نظر ہر چیز پر رہتی تھی۔

وہ چینج کر کے باہر نکلا تو وہ بیڈ پر بیچو بیچ لیٹی ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا تھا کہ وہ کون سی سائیڈ پر جا کر سوئے لیکن پھر یہ سوچ کر اس نے اپنی سوچ پر لعنت بھیجی تھی کہ وہ اس کی اپنی ذاتی بیوی تھی جس کے ساتھ وہ کہیں پر بھی سو سکتا تھا۔ اس کے لیے اتنا سوچ کر اپنا وقت برباد کرنے کی زحمت کرنے کی ضرورت ہرگز نہیں تھی اور اس سوچ کے ساتھ بیڈ پر آتے ہوئے وہ پوری طرح سے پھیل کر اس کے ساتھ جڑ کر آ کر لیٹا تھا۔

اسے لگا تھا کہ اگلے دو منٹ میں بیلا کو ایک زبردست قسم کا کرنٹ لگے گا اور اگلے ہی لمحے وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اسے کوسنا شروع کر دے گی یا پھر گھبرا جائے گی کہ وہ اس کے اتنے قریب کیا کر رہا ہے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا بلکہ اسے لیٹے ہوئے ابھی دو منٹ ہی ہوئے تھے وہ پوری طرح سے بیلا کے ری ایکشن کا منتظر تھا جب بیلا کا نازک سا ہاتھ اس کے سینے پر آ کر ٹکا تھا اور اس کے ساتھ ہی بیلا نے اپنی ٹانگ بھی پورے حق سے اس کے ٹانگوں پر لا کر دھر دی تھی۔

وہ حیران ہوتا پوری طرح سے اس کے چہرے پر نظریں جمائے اسے دیکھنے لگا تھا جب اس نے نیند کی کیفیت میں اپنا سر بھی اس کے سینے میں گھسا ڈالا۔ اب کی دفعہ جھٹکا بالا کو لگا تھا۔ وہ اچھا خاصا کنفیوز ہو گیا تھا، اس سے پہلے نہ تو صنف نازک کو کبھی محسوس کیا تھا اور نہ ہی کبھی کسی عورت کے اتنے قریب گیا تھا۔ اپنی ہی بیوی کا لمس اسے بری طرح سے جھنجھوڑ کر رکھ گیا تھا، وہ اچھا خاصا کنفیوز ہو کر رہ گیا تھا۔

اٹس اوکے، اٹس اوکے بالا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ تیری" بیوی ہے، اس کے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے تو نے۔" اس نے جیسے خود کو سمجھایا تھا۔ دل کی دھڑکنیں جیسے دو سو کی سپیڈ سے بھاگنے لگی تھیں۔ اس نے اپنے دل کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی۔

بالا جو لمحے میں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا آج پہلی دفعہ خود کو اتنا بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اپنے دل کی دھڑکنیں سر تا پیر بھاگتی محسوس کر کے وہ اچھا خاصا نروس ہو گیا تھا۔ اسے کبھی نہیں لگا تھا کہ بیلا کی قربت اس کا یہ حال کر دے گی، ہاں لیکن یہ سچ تھا کہ پہلی دفعہ اپنے نزدیک کسی عورت کے وجود نے اسے بری طرح سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ بیلا کے جاگ جانے سے ڈر رہا تھا تو یہ غلط نہیں تھا۔

یار یہ بیویاں تو بڑی خطرناک چیزیں ہوتی ہیں، یہ سوتے ہوئے مجھے اتنا ڈرا رہی ہے تو جاگتے ہوئے میری کیا حالت کرے گی؟ یا اللہ کہیں غلط جگہ تو دل نہیں لگا بیٹھا ہوا ہے۔"

اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کرتے ہوئے اس نے اپنی آنکھیں بند کی تھی جب بیلا کو اپنے مزید نزدیک محسوس کرتے اپنے سینے پر اس کی گرم سانسیں بھی محسوس کیں۔

اب جیسے اسے اپنے حالات مزید بگڑتے محسوس ہوئے تھے۔ اس کا معصوم دل سینے میں سر پٹکنے لگا تھا۔ اس قربت کے لیے ہی تو وہ کتنے وقت سے بے قرار تھا آج اسے اپنے اتنی نزدیک پا کر وہ اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں کر پا رہا تھا اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ بیلا کی نازک سی کمر پر رکھا تھا اور پھر اپنے تمام تر جذبات پر لگام ڈالتے ہوئے وہ اس کی طرف کروٹ بدلتا اپنی آنکھیں موند گیا تھا۔

آج کی ساری رات اس نے جوان جذبوں کو تھپکتے ہوئے سنانا تھا

○○○○○○○○○

دعام کی آنکھ کھلی تو سردار اسے آئینے کے سامنے کھڑا نظر آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف کروٹ لی تھی جو پوری طرح سے اپنی تیاری میں مگن تھا۔ کالے رنگ کی مکمل شلوار قمیض میں وہ ہمیشہ کی طرح جاذب نظر لگ رہا تھا۔

"ڈاکو جی آج ولیمہ ہو گا نا؟ آج ہم ولیمہ ندی کی طرف کریں گے۔ آپ سب کو پہلے ہی بتا دیجیے گا کہ ساری تیاری اس طرف کی جائے۔ میں بھی نیچے چلتی ہوں، دولہا دلہن کے ناشتے کی تیاری بھی تو کرنی ہے نا۔"

وہ اٹھ کر سیدھی ہوتی کافی ایکسائیٹمنٹ میں بولی تھی۔ ذہن میں بہت کچھ چل رہا تھا۔ کل بیلا اور بالا کی شادی کے بعد وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ بیلا کے قبیلے میں آ جانے کی وجہ سے اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ آج اس نے بہت ساری رسمیں کرنے کا بھی ارادہ کر رکھا تھا اسی لیے وہ صبح صبح ہی اٹھ کر اپنی تیاریاں کر رہی تھی۔ بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے سردار کو اپنی پلاننگ بھی بتائی تھی لیکن اس کی طرف سے کسی طرح کا جواب نہ پا کر وہ حیران ہوئی تھی۔

وہ اس قدر خاموش کیوں تھا؟ اس سوچ کے ساتھ اس نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے گہری نظر اس پر ڈالی تھی جو پوری طرح سے اپنی تیاریاں کرنے میں مگن تھا۔

"ڈاکو جی شادی آپ کی نہیں ہے یہ آپ اتنی تیاریاں کیوں کر رہے ہیں؟ کبھی پرفیوم چھڑک رہے ہیں، کبھی یہ بالوں میں بار بار کنگھی کر رہے ہیں، کس کو دکھانی ہے اپنی یہ تیاریاں۔۔۔؟ ذرا ادھر مجھے بتائیں!" وہ اسے پوری طرح سے خود میں مگن پا کر حیران ہوئی تھی، کہاں وہ صبح صبح اپنی تمام تر توجہ اس پر مرکوز کیے ہوئے ہوتا تھا اور کہاں وہ اسے دیکھ تک نہیں رہا تھا۔

"ڈاکو جی میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔" اب کی دفعہ اس کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ اس کے قریب آ کر کھڑی ہوتی ہاتھ کمر پر ٹکائے، سختی سے بولی تھی۔ ارادہ اسے خود کی طرف متوجہ کرنے کا تھا۔

"ہاں سن لیا میں نے۔ ولیمہ ندی کی طرف کرنا ہے، کہہ دوں گا۔" وہ کہتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اپنے بالوں میں انگلیاں چلا کر برش اٹھا چکا تھا جس پر وہ اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ سے برش کھینچ چکی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے یار! مجھے اپنی تیاری کرنے دو، نیچے جانا ہے، کام ہے مجھے، سارا دن یہاں پر وقت برباد نہیں کرنا۔" وہ دوبارہ سے پرفیوم اٹھاتے ہوئے کہنے لگا جب کہ اس کا یہ انداز دیکھ کر وہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔

"آپ تو روز نیچے جاتے ہیں، روز اتنے سارے کام کرتے ہیں، پہلے تو کبھی اتنی تیاری نہیں کی، ادھر دیکھ کر جواب دیجیے ذرا مجھے۔" وہ اس کی توجہ اس حد تک آگے پیچھے کی چیزوں پر دیکھ کر سچ مچ میں جھٹکے کھا رہی تھی۔

"کانوں سے سنتا ہوں میں، آنکھوں سے نہیں۔ تم نے جو بولنا ہے بول دو، سن رہا ہوں میں اور جہاں تک میرے جواب دینے کی بات ہے تو میں نے منہ سے جواب دینا ہے آنکھوں سے نہیں۔ تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔"

"اب پیچھے ہٹو! کیا راستے میں کھڑی ہو؟ سمجھ نہیں آ رہا بہت سارے کام ہیں مجھے۔ تم بھی جاؤ اپنے کام کرو۔" وہ کہتے ہوئے اب کی دفعہ اسے اپنے راستے سے ہٹاتا الماری کی طرف بڑھتے ہوئے وہاں سے اپنی چادر نکالنے لگا تھا۔

جب کہ دعام سے تو یہ بے رخی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے آتے ہوئے اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بناتی اس کی پیٹھ پر اپنا سر رکھ گئی تھی۔

ڈاکو جی! آپ مجھے دیکھ کیوں نہیں رہے؟ آپ مجھ سے کسی بات پر ناراض ہیں" کیا؟ یہ آپ اس طرح سے ری ایکٹ کیوں کر رہے ہیں جیسے آپ میرے ڈاکو "جی نہیں بلکہ کوئی اور ہیں۔

میرے ڈاکو جی تو مجھے کبھی اس طرح سے نظر انداز نہیں کرتے۔ "وہ اچھی" خاصی اداس ہو گئی تھی، اس کی ذرا سی بے پرواہی اس سے برداشت نہیں ہوئی تھی۔ اسے تو اپنے ڈاکو جی کی تمام تر توجہ خود پر چاہیے تھی۔

میری سجن سائیں بھی مجھے کبھی نظر انداز نہیں کرتی تھی لیکن کل رات میں" "نے تمھیں تقریباً 10، 12 دفعہ تو پکارا ہی ہو گا۔

وہ اس کے بازو اپنے گرد سے ہٹاتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کی پکارنے والی بات پر وہ مزید حیران ہوئی تھی۔ اس نے کب پکارا تھا اسے؟ اسے تو معلوم بھی نہ تھا۔

آپ نے پکارا تھا مجھے؟ کب پکارا تھا ڈاکو جی؟ مجھے سچ میں نہیں پتا۔۔۔ "وہ" جانے لگا تو اگلے ہی لمحے وہ اس کا بازو پکڑتی اس کی بازو کے ساتھ لپٹ گئی تھی جبکہ اس کے بار باریوں قریب آنے پر سردار کا دل مچل مچل کر باہر آرہا تھا لیکن وہ اتنی آسانی سے تو اس سے راضی نہیں ہونے والا تھا۔ پہلی دفعہ تو خود سے ناراض ہوا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے منائے۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ ایسی بچوں جیسی حرکتیں کیوں کر رہا تھا لیکن اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اپنی دعا م کے سامنے ایک بچہ ہی بن جائے۔

جس طرح وہ اس کے روٹھنے پر اسے مناتا تھا، اس کی چھوٹی چھوٹی خواہشات کا احترام کرتا تھا بالکل اسی طرح وہ چاہتا تھا کہ اس دفعہ اس کی سجن سائیں اسے

منائیں۔ اس کا سوہنا مکھڑا اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھے۔ وہ اس کے معاملے میں بہت مطلبی ہوتا جا رہا تھا۔

"ہاں پکارا تھا میں نے کل رات تمہیں بار بار پکارا تھا لیکن تم گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ اب ایسا کرو سوتی رہو یا پھر سارا دن قبیلے میں موج مستی کرتی رہو جب رات کو تھک جاؤ آ کر سو جانا۔ صبح پھر سے اٹھ کر قبیلے میں چلی جانا۔ شوہر جائے بھاڑ میں، کوئی ضرورت نہیں ہے میری پرواہ کرنے کی۔ ایسے ہی نظر انداز کرتی رہو مجھے، میں بھی کوشش کروں گا کہ تم سے کوئی شکوہ نہ کروں۔"

"اب پیچھے ہٹو، کام ہے مجھے۔ بالا کا ولیمہ ہے، بہت کچھ دیکھنا ہے، یہاں پر تمہارے ساتھ وقت برباد بالکل نہیں کر سکتا۔" وہ اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے سچ مچ میں کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ دعام کی تو حالت خراب ہو رہی تھی، اس کا شوہر اس سے کون سی بات پر روٹھ گیا تھا وہ جانتی تک نہیں تھی اور یہاں اس کے اتنے خطرناک انداز میں روٹھنے پر وہ اچھی خاصی پریشان بھی ہو گئی تھی۔

"یا اللہ میں نے تو کبھی بھی اپنے ڈاکو جی کو نظر انداز نہیں کیا، پتہ نہیں کیسے وہ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ پلیز آپ انہیں منا دیجیے نا، آپ کو تو پتہ ہے مجھے منانا بھی نہیں آتا۔ ویسے بھی روٹھنا تو میرا حق ہے نا، وہ مجھ سے ایسے نہیں روٹھ سکتے۔ آپ پلیز ان کے دل میں یہ بات ڈال دیجیے نا کہ روٹھنا ہمیشہ بیویوں پر سوٹ کرتا ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے، میں تھوڑا بہت کوشش کر لوں گی منانے کی لیکن آپ نا ان کے دل میں ڈال دیجیے گا کہ وہ جلدی جلدی مان جائیں، مجھے زیادہ محنت نہ کرنی پڑے۔" وہ پریشانی سے پیچھے دعائیں مانگتی اپنے مسئلے کا حل تلاش کر رہی تھی لیکن اس مسئلے کا حل تو تب تک نہیں مل سکتا تھا جب تک مسئلہ خود حل ہونا نہ چاہے، اور یہاں مسئلہ یعنی سردار فی الحال خود ہی ماننا نہیں چاہتا تھا۔ تو مسئلہ حل ہوتا کیسے؟

○○○○○○○○

بیلا کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو بالا کی باہوں میں قید پایا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہ رہی تھی۔ دل تیزی سے دھڑکا تھا، وہ کتنی ہی دیر اس کیفیت کو کوئی نام نہ دے پائی تھی جبکہ بالا کو اپنے اتنے قریب محسوس کر کے مانو اس کی سانسیں تھمنے لگی تھی۔

بالا کا ایک ہاتھ اس کے نیچے سے اس کی کمر کو قید کیے ہوئے تھا جبکہ دوسرا ہاتھ بھی اس کے گرد ہی بندھا پیچھے بیڈ پر رکھا ہوا تھا جب کہ خود بیلا کی ایک ٹانگ اس کی ٹانگوں پر تھی اور بازو اس کے گرد پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے ایک جھٹکے میں خود کو اس سے دور کیا تھا لیکن وہ اس کی مضبوط پناہوں کا کیا کرتی جن میں وہ قید تھی۔

ہیلو مسٹر۔۔۔ چھوڑو۔۔۔ مجھے۔" اس نے کانپتے ہوئے کم آواز میں اسے جگانا" چاہا تھا لیکن پھر اچانک دماغ میں کچھ آیا، ہوا اگر اس نے اسے جاگتے پا کر اس کے ساتھ ایسی ویسی کوئی حرکت کی تو۔۔۔۔! نہیں چانسز تو نہیں تھے کیونکہ

کل رات تو خود ہی بڑے ایٹیٹیوڈ میں کہہ کر گیا تھا کہ اسے چھونے کی اسے کوئی حسرت نہیں ہے۔

تو اب اس طرح اس کے پاس کیا کر رہا تھا؟"اگر تمہیں مجھے چھونے کی حسرت نہیں ہے تو تمہیں بھی اپنے پاس دیکھنے کی کوئی حسرت نہیں ہے مجھے مسٹر۔" اس نے ایک دفعہ پھر سے بربراتے ہوئے اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا لیکن پھر عجیب سی شرم وحیا سے گھبر اگئی تھی جب وہ آنکھیں کھول کر اسے یوں اپنی باہوں میں قید دیکھے گا، تو پتا نہیں کیا کیا سوچ گا۔

وہ اس کی سوچوں کو لگام نہیں ڈال سکتی تھی اس لیے بہتر تھا کہ خود ہی کوئی حل نکالتی۔ اور اس وقت اس کے پاس سوائے اپنے نیلز کے اور کوئی حل نہیں تھا جو کل اس کو نقلی لگوائے گئے تھے، اصلی نیلز تو اس کے بالکل چھوٹے چھوٹے سے تھے ہاں لیکن بیوٹیشن نے اچھے خاضے چڑیلوں والے ناخن لگا دیے تھے جو رات کو بار بار دھونے کے بعد بھی نہیں اترے تھے۔

اس نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں کا استعمال کرتے ہوئے آہستہ سے اس کے ہاتھ کی رگوں پر زوردار چٹکی کاٹی تھی اور اس کی اس حرکت نے اگلے ہی لمحے بالا کو بلبلا کر سیدھا ہونے پر مجبور کر دیا تھا جبکہ وہ تیر کی تیزی سے اس کے قریب سے اٹھتی دور ہو گئی تھی۔

"کچھ کیا ہے تم نے میرے ساتھ میرے ہاتھ پر؟" وہ بے یقینی کی کیفیت میں اسے خود سے دور جاتے دیکھ کر سوال کرنے لگا۔

"کیا کیا ہے میں نے اور میں کیوں کچھ کروں گی، میں تو ابھی جاگی ہوں۔ تم تو رات کو کہیں باہر چلے گئے تھے نا؟ واپس کب آئے۔۔۔۔؟ چھوڑو واٹ ایور جب بھی تم آئے ہو، تمہارا کمرہ ہے جب چاہے آسکتے ہو جا سکتے ہو مجھے کیا؟" وہ کہتی ہوئی واش روم میں بند ہو گئی تھی جیسے وہ اس کا شوہر نہ ہو بلکہ کوئی گلی کا انجان آدمی ہو جس سے بات کرنا وہ پسند نہیں کرتی۔ بالا تو اچھا خاصا چڑ گیا تھا۔

وہ اس سے اچھی امید نہیں رکھتا تھا لیکن اتنی بری امید بھی نہیں رکھتا تھا، وہ شادی کی پہلی ہی صبح اپنی بیوی کے ہاتھوں اس طرح نظر انداز ہو رہا تھا جیسے

کہیں موجود ہی نہ ہو۔ منہ بناتے ہوئے اس نے اپنے بازو کو سامنے کیا تھا، اس کے ہاتھ پر ناخنوں کے نشان تھے۔

اس نے حیرت سے اپنا ہاتھ دیکھتے ہوئے واش روم سے منہ دھو کر باہر نکلتی بیلا کی طرف دیکھا تھا جس کے ناخن بالکل چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ ایک لمحے کے لیے اسے وہم ہونے لگا تھا کہ کمرے میں ان دونوں کے علاوہ بھی کسی تیسرے کی موجودگی ہے۔

جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو، یا اللہ رحم فرما۔ ایک چڑیل آ تو گئی ہے میری" زندگی میں اور کتنی چڑیلوں کو بھیجنے کا ارادہ ہے، مجھ سے ایک ہی برداشت نہیں ہو رہی۔" وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کی بربراہٹ کو تو وہ نہیں سمجھی تھی ہاں لیکن اسے لگا تھا جیسے اس نے اسی کا نام لیا ہو۔

کیا بکواس کی تم نے؟ جل تو جلال تو آئی بیلا کو ٹال تو! او ہیلو مسٹر، اپنی مرضی" سے مجھے اپنی زندگی میں لائے ہو، میں نے زبردستی تمہارے سر پر بندوق رکھ کر تم سے نکاح نہیں کیا بلکہ تم نے زبردستی مجھ سے نکاح کیا ہے اور اب تم مجھ

سے نکاح کر کے اس طرح سے مظلوم بن رہے ہو جیسے خدانخواستہ میں نے تم پر ظلم کر دیا ہو۔"

"رات کو بھی ایسے ایٹیٹیوڈ دکھا رہے تھے، اب بھی دکھا رہے ہو، اگر اتنی ہی بری لگتی ہوں تو واپس بھیج۔۔۔" ابھی وہ کچھ کہنے ہی والی تھی جب وہ تیزی سے اٹھتے ہوئے اس کے نازک لبوں پر اپنی ہتھیلی جما گیا تھا۔

"خبردار جو یہ الفاظ دوبارہ اپنے منہ سے نکالے۔ تمہیں دنیا سے بھیج سکتا ہوں بیگم صاحبہ لیکن اپنی زندگی سے نہیں۔ تم آ تو گئی ہو لیکن اب کبھی جا نہیں پاؤ گی۔ محبت کی ہے میں نے اور ہمارے قبیلے میں محبت کرنے والوں کو چھوڑا نہیں جاتا اور ویسے بھی تمہارے ساتھ تو پوری زندگی گزارنی ہے۔ یہ تو تمہاری بھول ہے کہ تم کبھی بھی ڈاکو بالا کی پہنچ سے دور جا سکتی ہو۔ ساری زندگی میرے ساتھ میری پناہوں میں گزارو گی تم۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ مجھے چھونے کی حسرت نہیں ہے تمہیں؟" وہ نجانے کیسے اپنے دل میں دبی بات لبوں پر لے آئی تھی، پہلے تو وہ خود ہی اپنی آواز اپنے

کانوں میں پڑتی محسوس کر کے حیران ہوئی تھی، وہ اس طرح کا شکوہ کیوں کر رہی تھی حالانکہ اسے تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا اس آدمی سے۔

"اسی، میری حسرتیں جان جاؤ گی تو دس دن مجھ سے منہ چھپاتے پھرو گی بیگم لیے بہتر ہے کہ فی الحال میری حسرتوں کو میرے دل میں دبے رہنے دو۔ ہاں لیکن اتنا ضرور کہوں گا تم سے کہ زیادہ وقت نہیں ہے تمہارے پاس، تیار ہو جاؤ آج خیر سے ولیمہ ہو گا ہمارا۔ فی الحال ہلکی پھلکی تیاری کرو، ناشتہ کرنے نیچے چلنا ہے۔" وہ پر سکون انداز میں کہتا واش روم میں بند ہو گیا تھا جبکہ بیلا گہرے گہرے سانس لیتی اس کے دور ہٹنے پر اپنے لیے کپڑے نکالنے لگی۔

ooooooo

ماضی

وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے ان تینوں کو اپنے ساتھ وہیں اس کمرے میں لے کر آیا تھا اور پھر دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے خود بھی ان کے ساتھ زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

"ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں میرے بچوں، میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ میں تم لوگوں کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ باہر ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے، نہ جانے باہر کیا کیا ہوا ہو گا۔ تم لوگ اب یہاں پر محفوظ ہو۔ یہ لوہے کے گیٹ کے اندر کوئی گولی نہیں آ سکتی اور یہ دیواریں بھی کافی مضبوط ہیں۔ یہاں پر آگ بھی نہیں پہنچ پائے گی۔ تم لوگ یہیں پر بیٹھنا، دروازے پر کوئی بھی کیوں نہ آ جائے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔"

"میں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔ اللہ خیر کرے گا، تم لوگوں کے والدین بالکل ٹھیک ہوں گے۔ میں ان لوگوں کو ڈھونڈنے نکل رہا ہوں۔ تم لوگ یہاں اپنا خیال رکھنا، اور یہاں سے باہر ہرگز مت

نکلنا۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ "وہ ان تینوں کو سمجھاتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ دلدار کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جب وہ کمرے سے باہر نکل گیا تو ایک دفعہ پھر سے اس نے بالا کا بازو کلائی سے تھاما جبکہ اشم کو ایک دفعہ پھر سے اپنے قریب کرتا اس کی چارپائی پر پڑا کمبل اٹھا کر اشم پر ڈالنے لگا تھا۔

"مجھے راگا پر بھروسہ نہیں ہے۔ نہ جانے کیوں لیکن نہیں ہے۔ دلدار، ہمیں اس پر یقین نہیں کرنا چاہیے، ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ "بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تو دلدار نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"وہ یقین کے قابل نہیں ہے، ہم اس پر یقین نہیں کر سکتے، یہ حقیقت ہے لیکن اس وقت ہمارے پاس اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ پورے قبیلے میں آگ لگ چکی ہے، ساری کچی بستی جل چکی ہے۔ ہم باہر جائیں گے تو مارے جائیں گے۔ یہ کمرہ ہی ہماری آخری امید

ہے۔ اگر یہاں سے نکل گئے تو شاید بچنا آسان نہیں ہو گا۔ اس وقت ہم باہر نہیں نکل سکتے اور نہ ہی میں اشم اور تجھے کسی طرح کے خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔ یہ جگہ ہماری اپنی ہے، محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بالا نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا، اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ دونوں ایک دفعہ پھر سے اس کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

لوہے کے دروازے کے باہر سے آتی آوازیں جہاں اشم کو ہر تھوڑی دیر کے بعد خوف سے کانپنے پر مجبور کر دیتی وہیں بالا بھی اس کے کندھے پر سر رکھے خاموشی سے یہ وقت ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن یہ رات ہر گزرتے لمحے کے ساتھ لمبی سے لمبی ہوتی جا رہی تھی۔

یہاں رات کا سناٹا نہیں، چیخوں کا شور تھا۔ وقت جیسے رُک گیا تھا یا پھر تیزی سے بھاگنے لگا تھا، کسی کے قدموں کے ساتھ، کسی کی چیخوں

کے ساتھ، کسی کی آخری سانسوں کے ساتھ۔ جھونپڑیاں آگ کے لقمے بن چکی تھیں۔ خیموں سے دھواں یوں نکل رہا تھا جیسے کسی نے آسماں پر ماتم طاری کر دیا ہو۔ عجیب وحشت ناک سماں تھا۔

بستی کے بیچوں بیچ، لوہے کے شور اور بوٹوں کی چاپ گونج رہی تھی۔ وردیوں والے جنہیں محافظ کہا جاتا تھا، اس وقت شکاری بنے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں رحم کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ان کے سامنے جو آیا، وہ زمین بوس ہو گیا، چاہے بوڑھا ہو، بچہ ہو یا عورت۔ زبان بند تھی، صرف بندوقیں بول رہی تھیں۔

زمین پر گرنے والی لاشیں بس گنتی کا حصہ تھیں۔ کوئی کسی ماں کو کھینچ کر لے جا رہا تھا، کوئی بچے کو دھکا دے رہا تھا، اور کوئی خوف سے تھر تھراتی لڑکی کو بالوں سے گھسیٹ رہا تھا۔ سانسیں رک رک کر چل رہی تھیں، اور زندگی قدم قدم پر مات کھا رہی تھی۔

جہاں کچھ لمحے پہلے بچوں کی ہنسی گونجتی تھی، اب صرف آگ کے شعلے ناچ رہے تھے۔ کچھ لوگ زمین سے چمٹے پڑے تھے، کچھ اندھیرے میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ کوئی اپنے جلے ہوئے گھر کو آخری بار دیکھ رہا تھا، کوئی لٹتی عزت پر نظریں بند کر کے زندہ رہنے کی بددعا مانگ رہا تھا۔

اور وہ جو زندہ پکڑے گئے تھے، وہ شاید مرنے والوں سے بدتر حال میں تھے۔ انھیں گاڑیوں میں ٹھونس کر لے جایا جا رہا تھا، جیسے وہ انسان نہیں، کسی جرم کی گواہی دینے والا گناہ ہوں۔ ہر چیخ، ہر آہ، ہر آنکھ کا آنسو، فضا میں جذب ہو رہا تھا۔ مگر زمین، وہ سب محفوظ کر رہی تھی۔ یہ زمین گواہ تھی کہ ظلم کیسے ہوتا ہے اور انسانیت کیسے دفن ہوتی ہے۔

آسمان خاموش تھا۔ شاید وہ بھی خوفزدہ تھا۔

اُس رات کی تاریکی میں صرف اندھیرا نہیں، انسانیت کی موت تھی۔ آگ کی لپٹیں بلند ہو رہی تھیں، مگر ان سے زیادہ بلند چیخیں تھیں۔ وہ چیخیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ وہ فریادیں جو صرف ظالموں کے قدموں تلے روندی جا رہی تھیں۔

وردی میں ملبوس یہ درندے محافظ نہیں، قیامت کے قاصد لگ رہے تھے۔ ہر طرف بھاگتی ہوئی عورتیں تھیں، جو اپنے آنچل، اپنی عزت اپنی زندگی کو بچانے کی آخری کوشش کر رہی تھیں۔ مگر یہ کوششیں رائیگاں تھیں۔ وردی والوں کی نظریں، ان کے ہاتھ، ان کا رویہ سب درندگی کی آخری حد کو چھو رہا تھا۔

کوئی ماں اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے بھاگی، تو کسی باپ کو اس کی بیٹی کے سامنے رسیوں سے باندھ کر گرا دیا گیا۔ معصوم عورتوں کو کھینچ کر جھونپڑیوں میں لے جایا جا رہا تھا۔ کچھ عورتیں روتی، بلکتی، اپنے پیروں

پر گریں، مگر درندوں کے چہرے پر ایک شکن تک نہ آئی۔ وہ محافظ نہ تھے، وہ مجرموں سے بدتر تھے۔

کسی کے شوہر کو زندہ جلا دیا گیا، اور اس کی بیوی کو جلتے وجود کے سامنے ننگی بے بسی کا تماشا بنایا گیا۔ کوئی بھائی، بہن کی عصمت کو اپنی آنکھوں سے روندتے دیکھ کر سانسیں توڑ بیٹھا۔ چیخوں کا شور، آگ کے شعلے، گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور ٹوٹتے وجودوں کی بے آوازیاں... سب کچھ مِل کر ایسا ہولناک سماں بنا رہے تھے کہ خود وقت بھی رُک کر لرزنے لگا تھا۔

یہ رات ایک بستی کی بربادی کی نہیں، انسانیت کی قبر تھی۔ اور ان درندوں کے چہرے، وردی کے پردے میں چھپے رہ گئے—مگر زمین نے سب کچھ دیکھ لیا تھا۔

ooooooo

حال

ریان کی آنکھ کھلی تو نظر شیشے کی طرف گئی تھی جہاں پر وہ پنک کلر کا خوبصورت سا لباس پہنے آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی لیکن اس کے انداز میں ریان کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ہر طرف سے ایسے جانچ رہی تھی جیسے اس میں کوئی تبدیلی آ گئی ہو۔

وہ کافی دیر اسے یوں ہی دیکھتا رہا تھا۔ وہ کبھی اپنے پیٹ پر انگلیوں سے کپڑے کو آگے پیچھے سے محسوس کرتی،تو کبھی خود کو جانچنے لگتی اس کا انداز ریان کو کافی عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ جبکہ ایک خوشگوار احساس بھی اسے اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔

یہ کیا کر رہی ہو تم رباب؟ خیریت تو ہے نا؟ "وہ اپنے لبوں پہ آنے" والی مسکراہٹ کو روک نہیں سکا تھا۔ وہ جانتا تھا رباب وہی سوچ رہی ہے جو خیال اس کے ذہن میں آیا۔ ہاں لیکن اس کے یوں اچانک پوچھنے پر وہ بوکھلا ضرور گئی تھی۔

"ارے !آپ جاگ گئے؟ آپ جلدی سے اٹھیں تیار ہو جائیں، میں تب تک آپ کا ناشتہ لگاتی ہوں۔ ولیمہ ایک ڈیڑھ بجے کے قریب ہو گا۔ امی کے کپڑے میں نے چینج کروا لیے ہیں، وہ ناشتہ بھی کر چکی ہیں بس آپ کے جاگنے کا انتظار تھا۔ میں بھی آل موسٹ تیار ہوں۔ "وہ اسے جلدی جلدی بتانے لگی تھی جبکہ ریان اٹھ کر اس کے قریب آتا اس کے بالکل سامنے آ کر رکا، وہ اچانک اس کے گرد اپنا حصار بناتے ہوئے اس کے کندھے پر اپنا سر رکھتا ہوا خود کو اور اس کو آئینے کے سامنے کر چکا تھا۔ اس کے یوں پاس آ کر اتنی اپنائیت سے خود کے ساتھ لپیٹنے پر وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے آئینے میں اس کا اور اپنا عکس دیکھنے لگی تھی۔

"نہ نہ بیگم، یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ تم کیا کر رہی ہو۔ یہ صبح صبح آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر تیاری ہو رہی تھی سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ تم خود کو آگے پیچھے سے

جس طرح دیکھ رہی تھی، یہ ساری چیزیں تو کسی اور ہی چیز کی طرف اشارہ کر رہی ہیں، کہیں میں پاپا تو نہیں۔۔۔۔۔۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب آئینے میں رباب کے چہرے پہ قوس و قزح کے رنگ بکھرتے دیکھے۔ وہ اگلے ہی لمحے اپنی نظریں جھکا چکی تھی جبکہ ریان حیران ہی تو رہ گیا تھا۔

"رباب !کیا یہ سچ ہے؟ "اسے یوں شرماتے دیکھ کر وہ بے یقینی کی کیفیت میں اس کے بازوؤں کو تھامتے ہوئے اسے اپنے سامنے سیدھا کر چکا تھا جبکہ رباب شرمیلی سی مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجائے چہرہ جھکا گئی تھی۔

"او مائی گاڈ !تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میرا مطلب ہے تم کب سے۔۔۔۔ تم نے امی کو بتایا؟ "وہ بے یقینی کی کیفیت میں اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے چکا تھا جس پر اس نے ہلکا سا ہاں میں سر ہلایا تھا۔

میں آپ کو بتانا چاہتی تھی ریان لیکن آپ اپنے معاملوں میں اس" قدر الجھے ہوئے تھے کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں آپ کو یہ خوشخبری کیسے دوں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کا ری ایکشن کیا ہو "....گا۔ اس وقت آپ اتنے زیادہ پریشان تھے

تو میری جان !اتنی بڑی خوشخبری میرے ساتھ شیئر کر کے تم میری" پریشانی کو کم بھی تو کر سکتی تھی نہ "!اس کی بات سن کر اسے غصہ تو آ رہا تھا لیکن اتنی بڑی خوشخبری جان کر وہ غصہ کر نہیں پا رہا تھا بلکہ اسے الٹا اس پر اور بھی پیار آ رہا تھا۔

مجھے اس بات پر تم سے بہت زیادہ ناراض ہونا چاہیے لیکن اس وقت" میں تم سے بالکل ناراض نہیں ہونا چاہتا کیونکہ اس وقت میں بہت خوش ہوں اور اپنی اس خوشی کو تمہارے ساتھ سیلیبریٹ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ پاک نے ہمیں اتنی بڑی خوشی دی ہے تو اس وقت ہرگز

موڈ آف نہیں کرنا چاہیے، مٹھائی کھلاؤ مجھے یار !میں پاپا بننے والا

"ہوں۔

وہ اسے ہرگز پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا ہاں لیکن اس کے ری ایکشن

پر وہ تھوڑی پریشان ہو گئی تھی جس پر اس نے فوراً ہی اپنے چہرے

پر اپنی خوشی کو سجا لیا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ اس وقت بے تحاشہ

،خوش تھا۔ باپ بننے کی خوشی نے جیسے ساتویں آسمان پر پہنچا دیا تھا

اس وقت وہ بالکل بھی اپنا موڈ آف نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اچھا مجھے چھوڑیں نا، مٹھائی لے کر آتی ہوں۔ "وہ شرماتے ہوئے"

اس کی پناہوں سے نکلنے لگی تو ریان نے اگلے ہی لمحے اس کا بازو پکڑ

کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

ضرورت نہیں میری جان !شوہر کا منہ میٹھا کروانے کے اور بھی"

بہت سارے طریقے ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ ہر دفعہ مٹھائی کو ہی

بیچ میں گھسایا جائے۔ شوہر کو تو اور بھی طریقوں سے مبارکباد دی جا

سکتی ہے۔" وہ اس کے لبوں پر اپنا انگوٹھا پھیرتے ہوئے بولا تو رباب کے چہرے پر ایک دفعہ پھر سے کئی رنگ کھل چکے تھے جب کہ اس کے رنگوں کو اپنی نظروں کے حصار میں لیتا وہ اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ چکا تھا اور پھر اس نے اپنے انداز میں اپنا منہ میٹھا کرتے ہوئے اسے بھی مبارکباد دی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو میرے بے بی کی ہونے والی ماما !ہم بہت جلد والدین کے عہدے پر فائز ہو جائیں گے۔ ویسے اب تمہیں بھی مجھے ایسے ہی مبارکباد دینی چاہیے۔" وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے پر نظریں جمائے نرمی سے اپنی انگلیاں اس کے رخساروں پر پھیر رہا تھا جبکہ اس کی بات سن کر رباب تو جیسے بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

"ریان چھوڑیں مجھے !کیا کر رہے ہیں؟ امی انتظار کر رہی ہوں گی۔ مجھے جانا ہے۔" وہ اگلے ہی لمحے اپنا آپ اس کی پناہوں سے چھڑاتی

باہر کی طرف بھاگنے لگی تھی جبکہ اس کے بھاگنے پر وہ کھل کر ہنسا تھا۔

میں نے آپ کے کپڑے نکال دیے ہیں، جلدی سے اپنی تیاری کر" لیں۔ زیادہ وقت نہیں ہے صرف آپ کا تیار ہونا رہتا ہے۔ آج بیلا کا ولیمہ ہے شاید یاد نہیں آپ کو۔ جلدی سے تیار ہو کر آ جائیں۔ میں اور امی آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ میں تب تک آپ کا ناشتہ لگاتی ہوں۔ "دروازے پر واپس آتے ہوئے اسے پھر سے وقت برباد نہ کرنے کی تاکید کرتے ہوئے باہر نکل گئی تھی جبکہ اس کا شرمایا، گھبرایا چہرہ ریان کی دھڑکنوں میں بس گیا تھا۔ وہ اس خوبصورت صبح کی شروعات کر چکا تھا جس میں بہت دنوں کے بعد اسے کوئی خوشی ملی تھی۔

oooooooo

وہ نیچے آئی تو ارادہ کچن میں جانے کا تھا۔ اس وقت وہ بالا اور بیلا کے لیے سپیشل سا ناشتہ بنوانا چاہتی تھی لیکن وہاں سردار کو کچھ لوگوں کو ہدایات دیتے دیکھ وہ سیدھی اس کے پاس آ گئی تھی۔

ڈاکو جی !میں کیسی لگ رہی ہوں؟ ابھی میں تیار نہیں ہوئی ہوں" صرف ہلکی پھلکی تیاری کی ہے۔ شادی کا ماحول ہے نا، اس لیے اچھی لگ رہی ہوں نا میں؟ "وہ گھوم کر اسے دکھاتے ہوئے پُر جوش انداز میں بولی۔ وہ چاہتی تھی جلد سے ان دونوں کے بیچ میں سب کچھ نارمل ہو۔

اسے اپنی طرف آتے دیکھ سردار جو پہلے ہی اپنے قریب کھڑے لوگوں کو وہاں سے بھیج چکا تھا، ایک نظر اسے دیکھتا اپنی دل کی دھڑکنیں تیز ہوتے محسوس کر چکا تھا۔ وہ سادہ سی تیاری میں بھی دل کی ساری حدوں کو چھو رہی تھی لیکن فی الحال تو وہ اس سے ناراض تھا اسی لیے وہ اس کی تعریف کرنے کا تو ہرگز کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

تم ایسی لگ رہی ہو جیسا ابھی لگنا چاہیے۔ ٹھیک ہے اتنی تیاری، اور" تھوڑی دیر کے بعد بھی زیادہ تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ولیمہ بالا اور بیلا کا ہے، تمہارا اور میرا نہیں، اس لیے تمھیں زیادہ تیار ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ "وہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلنے لگا تھا جبکہ دعام تو منہ بسور کر رہ گئی تھی۔

ڈاکو جی !ناراضگی اپنی جگہ لیکن بیوی کی تعریف کرنا ہر شوہر پر" فرض ہوتا ہے !مجھے نہیں پتا کل رات آپ نے مجھے کب پکارا لیکن شاید میں سوگئی تھی، کل تھکاوٹ بھی تو بہت ہو گئی تھی نا، اتنا سارا کام کیا تھا۔ "وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے اسے جیسے بہت اہم اصول بتا رہی تھی، جب کہ ساتھ ساتھ اپنی صفائیاں دینا بھی جاری تھا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کی ناراضگی کی وجہ کل رات اس کے آنے کا انتظار کیے بغیر سو جانا ہے۔

"اچھا !اگر ناراضگی کے باوجود بھی شوہر کا اپنی بیوی کی تعریف کرنا فرض ہے تو تمھیں نہیں لگتا تھکاوٹ کے باوجود بھی بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا انتظار کرے؟ بلکہ تمھیں ایسا کیوں لگے گا؟ تمھاری طرف سے تو سارے اصول صرف مجھ پر لاگو ہوتے ہیں اور دنیا کا سب سے برا شوہر میں ہی ہوں، تو مجھے ہی رہنے دو اور ویسے بھی میں تم سے کوئی گلہ شکوہ نہیں کر رہا، تو جا کر اپنا کام کرو اور مجھے میرا کرنے دو۔ "وہ اپنی بات مکمل کرتا وہاں سے جانے لگا تو دعام نے اچانک ہی اپنی دونوں مٹھیوں میں اس کی چادر کو تھاما تھا۔ وہ جاتے جاتے رکا، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آ رہی تھی۔

"میں آئندہ آپ کا انتظار کیا کروں گی، وعدہ !آپ کے آنے سے پہلے کبھی نہیں سوؤں گی۔ مان جائیں نا۔ "وہ چہرے کے ایکسپریشن بدلتے ہوئے پیچھے مڑ کر اسے دیکھنے لگا جس پر اس نے انتہائی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے اسے اپنی بات کا یقین دلانے کی

کوشش کی تھی۔ وہ جان بوجھ کر اس طرح کی شکلیں بناتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہاں وہ زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتا ہاں، اگر سچ میں ناراض ہو تو، لیکن یہاں تو وہ اسے جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا۔

وہاں کتنے سارے کام پڑے ہیں، تم مجھے یہاں فضول کی باتوں میں" الجھا رہی ہو۔ خود تو کچھ کرنا نہیں ہے، دوسرے کو بھی کچھ نہیں کرنے دینا۔ "وہ اس کے نازک ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی چادر اس کے مٹھیوں سے نکالنے لگا تھا جس کو اس نے کافی سختی سے پکڑ رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ ہر لمحے کے ساتھ مضبوط ہو رہے تھے لیکن سردار نے بھی اپنی ہنسی دبا کر چادر کو اس کی مٹھی سے نکال ہی لیا تھا۔

جا کر اپنا کام کرو، دولہا دلہن آتے ہی ہوں گے۔ "وہ بڑی مشکل" سے اس کی خفا خفا نظروں کو اگنور کرتے ہوئے آگے بڑھا تھا ورنہ

اس وقت جس طرح وہ اسے مناتے ہوئے اس سے ناراض ہو رہی تھی، اس کے ایکسپریشن سردار کا دل دھڑکا رہے تھے۔

روٹھ لیں جتنا روٹھنا ہے، ایک دفعہ راضی ہو جائیں ایسی ناراض ہوں" گی کہ مناتے رہیں گے آپ اور میں نہیں مانوں گی، پھر پتہ چلے گا آپ کو۔ "وہ پیچھے سے اسے دھمکی دینے لگی تو سردار کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔

تم پہلے مجھے تو منا لو میرا بھولا سائیں، پھر تمہاری ناراضگی ہے تو میں" دور کر ہی دوں گا۔ "وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھتا ہلکا سا بربرایا تھا جبکہ وہ پیر پٹختی کچن کی طرف جانے لگی تھی تاکہ دیکھ سکے کہ وہاں پر دولہا اور دلہن کے ناشتے کی تیاری کس طرح کی گئی ہے۔

ooooooo

بالا فریش ہو کر نکلا تو اسے سامنے ہی پنک کلر کی خوبصورت سی فراک پہنے دیکھا تھا۔ کبھی سوچا نہیں تھا وہ اس کی آنکھوں کے

سامنے ہو گی، لیکن جو سوچا نہیں تھا وہ اس کے ساتھ ہو چکا تھا۔اس احساس نے اسے اندر سے جیسے پر سکون کر دیا تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس کے پیچھے آیا اس کی ہائٹ کم ہونے کی وجہ سے بالا اس کے پیچھے آرام سے اپنے بال بنا رہا تھا۔

جب کہ وہ خاموشی سے اپنے لبوں پر پنک لپ اسٹک لگاتی اپنے کام میں مصروف تھی۔

بس ٹھیک ہے اتنی تیاری، ہم صرف ناشتہ کرنے جا رہے ہیں ابھی" ولیمہ شروع نہیں ہو رہا۔ اس کے لیے وہ آئے گی تمہیں تیار کرنے والی۔ ناشتے کے لیے اتنا کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ "لپ اسٹک لگانے کے بعد وہ مسکارا اٹھا کر اپنی آنکھوں پر لگانے لگی تو اس نے ٹوک دیا تھا۔

تو میں کون سا دلہن بن رہی ہوں؟ اتنا تو میں روز کرتی ہوں۔ "اس" کا ٹوکنا اسے پسند نہیں آیا تھا تب ہی اپنی آنکھوں پر مسکارا لگاتے ہوئے جتانے لگی۔

کیا مطلب؟ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے !میں تو تمہیں نیچرل بیوٹی" سمجھ رہا تھا۔ "وہ اچانک بولا تو بیلا نے صدمے سے اگلے ہی لمحے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ لپ اسٹک اور مسکارا لگا لینے سے میں نیچرل" بیوٹی نہیں رہوں گی؟ "وہ بے یقینی سے بولی تھی۔ وہ تو صرف لپ اسٹک اور مسکارا ہی لگاتی تھی کون سا بہت زیادہ میک اپ کرتی تھی کہ وہ اسے نیچرل بیوٹی کے عہدے سے برخاست کر رہا تھا۔

اتنا میک اپ تم روز کرتی ہو اور میں اس غلط فہمی کا شکار تھا کہ" ،تمہارے لب سچ مچ میں گلابی ہیں اور تمہاری یہ بڑی بڑی حسین پلکیں

اُف !دو دو دھوکے ایک ساتھ۔ "وہ آنکھیں بند کر کے اوپر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگا۔

جب کہ بیلا کو تو جھٹکے پر جھٹکا لگ رہا تھا۔ وہ ایک لمحے میں اس پر سے خوبصورتی کا ٹیگ اتار گیا تھا۔

میری پلکیں لمبی لمبی ہیں سچ میں، اگر مسکارا نہ بھی لگاؤں تو بھی اور" میرے لپس بھی پنک ہی ہیں، لیکن یہ تو لڑکیوں کا شوق ہوتا ہے اور میں بھی۔۔۔۔۔ خیر !میں تمہیں یہ سب کیوں بتا رہی ہوں، تمہیں کیا پتا لڑکیوں کی خوبصورتی کے بارے میں، خود یہاں غاروں میں رہنے والا مجھے خوبصورتی کا سرٹیفکیٹ تھمائے گا؟ لائک سیریسلی !مجھے نہیں چاہیے اپنے پاس رکھو۔ "وہ جیسے بدلہ چکا کر اگلے ہی لمحے چہرہ پھیرتی پھر سے خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے مسکارا اٹھانے لگی تھی لیکن اب اس کی طرف سے اتنا کچھ سننے کے بعد تو اس کا ہرگز مسکارا

لگانے کا دل نہ کیا تھا اسی لیے اسے وہیں پر پٹکتے ہوئے اپنے بال سیٹ کرنے لگی۔

لگا لو لگا لو۔ "وہ جو اسے ٹکے کا جواب دے کر رخ پلٹتے ہوئے خود" کو کوئی ہیروئن سمجھ رہی تھی، اس کے کہنے پر آئینے میں اسے گھورنے لگی۔

مجھے ضرورت نہیں ہے۔ "وہ غصے سے پیر پٹک کر بولی تھی۔"

ضرورت ہے تبھی تو کہہ رہا ہوں میں، میرا بار بار دھیان جائے گا" پھر افسوس ہو گا، کہ کیا سمجھا تھا اور کیا نکلی۔ اسی لیے کر لو جو تم نے اپنی تیاریاں کرنی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ سارا دن میرا فوکس ان سب "چیزوں پر رہے۔

وہ لب دبا کر کہتے ہوئے وہاں سے پلٹنے ہی لگا تھا کہ اگلے ہی لمحے بیلا نے ایک جھٹکے سے اس کی قمیض کو کالر سے پکڑ کر اسے اپنی جانب کھینچا تھا جبکہ وہ جو بے دھیانی میں اپنے کپڑے چینج کرنے کے لیے جا

رہا تھا، اس افتاد پر سنبھل نہیں پایا۔ پیر پھسلنے کی وجہ سے بیلا تو بیڈ پر گری ہی تھی جبکہ اس کے کھینچنے پر وہ بھی اس کے ساتھ آتے ہوئے اپنے تمام تر وزن سمیت اس کے اوپر گرا تھا جب کہ اس کے لبوں کا اس کے لبوں کے ساتھ ٹکرانا ایک بے اختیار عمل تھا۔

ایک دوسرے کے لبوں پر لب رکھے وہ دونوں ہی جیسے شاک کی کیفیت میں تھے۔ بیلا کی آنکھیں پوری طرح سے کھلی ہوئی تھیں جبکہ بالا بھی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اپنے اس عمل پر حیران ہوتا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

اس کے لبوں سے اپنے لب ہٹاتے ہوئے اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن اسے ہرگز پتا نہ تھا کہ اس کی قمیض بیلا کے نیچے پھنسی ہو گی۔ اس کے ساتھ ہی بیلا نے بھی تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن کھینچ لگنے کی وجہ سے وہ ایک دفعہ پھر سے اس کے

اوپر گرا تھا اور یہ اتفاق تھا یا کچھ اور، اس دفعہ بھی اس کے لبوں کا نشانہ بیلا کے نازک لب ہی بنے تھے۔

وہ فائدہ اٹھانا تو نہیں چاہتا تھا لیکن دوسری دفعہ وہ اپنے دل پر اختیار کھو بیٹھا تھا۔ وہ اس طرح کی کوئی حرکت سرانجام نہیں دینا چاہتا تھا لیکن قسمت خود اسے بار بار اس کی طرف کھینچ رہی تھی تو وہ خود پر کیسے قابو کر پاتا؟ سینے میں دھڑکتا دل اس لڑکی کے نام کے ساتھ سر پٹک رہا تھا تو اس کی دھڑکنیں قابو میں کیسے آتیں؟ اس نے غیر محسوس انداز میں اس کے لبوں پر اپنا سخت پہرہ جماتے ہوئے اپنی بے تاب دھڑکنوں کو راحت پہنچائی تھی اور پھر اگلے ہی لمحے تیزی سے اس کے قریب سے اٹھتے ہوئے فاصلے پر کھڑا ہو کر اسے ایسے گھورنے لگا جیسے بیلا نے جان بوجھ کر ایسی حرکت کی ہو جبکہ بیلا کی خود اپنی کنڈیشن بھی ایسی ہو رہی تھی کہ کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔

"دیکھو لڑکی !میں تمہارے پاس نہیں آنا چاہتا، میں تمہیں کل رات ہی بتا چکا ہوں کہ فی الحال میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جذبات نہیں ہیں۔ تمہیں چھونے کے، تمہارے قریب آنے کی ساری حسرتیں کہیں میرے سینے میں ہی دم توڑ چکی ہیں اور میں اپنے دل پر تالا لگا کر بیٹھا ہوا ہوں تو اس طرح کی حرکتیں مت کرو جو تمہیں کسی بڑی مصیبت میں پھنسا دیں۔ میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں، یہ جو تم بہانے بہانے سے میرے قریب آتی ہو، کبھی مجھے اپنے قریب کھینچتی ہو یا جس طرح سے تم مجھے یہاں شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر بال جھٹک جھٹک کر امپریس کرنے کی کوشش کر رہی تھی یہ ساری حرکتیں مت کرو۔ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ۔۔۔۔۔"

"اوہو !زمین پہ آ جاؤ !میں نے کب تمہیں امپریس کرنے کی کوشش کی؟ "وہ پتہ نہیں کیا کیا بول رہا تھا جب بیلا نے اس کی بات کاٹ دی۔

اچھا !اگر یہ امپریس کرنے کی کوشش نہیں تھی تو پھر کیا تھا؟ یہاں" آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بھیگے بالوں کو سکھانا، پھر کبھی لپ اسٹک لگا کر میرا دھیان اپنے لبوں کی طرف دلانا، کبھی وہ کالا سا برش اٹھا کر آنکھوں پر مل کر میرا دھیان اپنی آنکھوں کی طرف دلانا، ان سے بھی دل بھرا تو یوں مجھے اپنی طرف کھینچ کر بیڈ پر پھینکنا، جانتا ہوں میں یار !میں اچھا خاصا ہینڈسم بندہ ہوں، مجھ پہ کسی کا !بھی دل آ سکتا ہے لیکن تمہارے ساتھ زبردستی ہوئی ہے، بھولو مت تھوڑا سا تو پاس رکھو اس زبردستی والی شادی کا۔ تمہیں تھوڑا بہت نخرہ دکھانا چاہیے، تھوڑا بہت ایٹیٹیوڈ دکھانا چاہیے، آفٹر آل اٹس اے فورس میرج !تم تو ایسے ڈل)فدا ہونا (رہی ہو مجھ پر جیسے کبھی کوئی حسین آدمی زندگی میں دیکھا نہیں ہے تم نے۔ ہاں !سمجھ سکتا ہوں مجھ جیسا بندہ نہیں دیکھا ہو گا لیکن میں تمہارا شوہر ہوں، میرے

سارے راستے پلٹ کر تم تک ہی آئیں گے تو تم اب بھی فورس میرج "والا ایٹیٹیوڈ رکھ سکتی ہو، مجھے اعتراض نہیں۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے مزے سے بول رہا تھا جبکہ بیلا تو اس کی باتیں سن کر بس حیران ہو رہی تھی۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس آدمی کے دماغ میں ایسی سوچ بھی آ سکتی ہے۔

وہ اسے دینے کے لیے کوئی کرارا سا جواب ڈھونڈ رہی تھی جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہو گئی تھی اور باہر سے جمرو نے انہیں اطلاع دی تھی کہ ناشتہ لگ چکا ہے اور وہاں پر ان لوگوں کا انتظار ہو رہا ہے۔

لو جی !اس کی کمی رہ گئی تھی کیا سوچ رہے ہوں گے وہ لوگ کہ" ساڑھے نو بجے تک ہم یہاں کمرے میں کیا کر رہے ہیں کہ ابھی تک نیچے نہیں آئے۔ حالانکہ میں نے کچھ کیا بھی نہیں ہے۔ سنو !میں خواہ مخواہ بدنام نہیں ہونا چاہتا تو جلدی تیاری مکمل کرو، نیچے چلنا ہے ناشتہ

کرنے کے لیے۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے الماری کی طرف بڑھ گیا تھا جبکہ بیلا بس مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی تھی۔

ooooooo

ماضی

صبح ہو چکی تھی۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بالا اُس کے کندھے پر سر رکھے سو رہا تھا۔ اُس کے ذرا سے ہلنے پر بالا کی آنکھ کھل گئی تھی۔ دلدار آہستہ سے اُس کے قریب سے اُٹھتا ہوا دروازے کی طرف چلا گیا۔ آہستہ سے دروازہ کھولتے ہوئے اُس نے ذرا سا باہر جھانکا تو ہر طرف سوائے دھوئیں کے علاوہ اور کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ باہر کافی ساری پولیس اکٹھی تھی اور اندر سے لاشیں باہر نکال رہی تھی۔ اُس کا دل خوف سے کانپا تھا۔ اگلے ہی لمحے اُس نے دروازہ واپس بند کر دیا تھا۔

کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے ناں؟ باہر کیا ہو رہا ہے؟ "بالا اُٹھ کر اُس کے پاس آتے ہوئے کہنے لگا۔ ارادہ اُس کا بھی باہر جھانکنے کا تھا لیکن دلدار نے اُسے باہر جھانکنے نہ دیا تھا۔ وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگاتا نفی میں سر ہلا گیا تھا اور پھر دروازے کے ساتھ ہی نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، جبکہ بالا بھی اُس کے ساتھ بیٹھ کر رونے لگا تھا۔ شاید وہ بھی جان چکا تھا کہ باہر کیا ہوا ہے۔

کافی سارا وقت گزر چکا تھا ان دونوں کو یوں ہی زمین پر بیٹھے، بری طرح روتے ہوئے۔ ایک دوسرے کے گلے لگے وہ ایک دوسرے کو سنبھالنے کی کوشش کرتے رہے تھے، لیکن شاید اس موقع پر صبر آنا ممکن نہیں تھا۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا، وہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے ایک اور شام کے منتظر تھے جب دروازے کے باہر ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ دلدار نے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر بالا کو خود

سے الگ کرتے ہوئے آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر کی طرف جھانکنے لگا جہاں اُسے ہاتھ میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں پکڑے کھڑا راگا ڈاکو نظر آیا تھا۔ اُس نے دروازہ کھول دیا۔

"میں نے بہت کوشش کی، بہت زیادہ کوشش کی دلدار، لیکن میں کسی کو نہیں بچا پایا۔ میں نے پولیس کا مقابلہ کرنے کی بھی کوشش کی لیکن وہ لوگ یہاں آئے ہی تمہارے والدین کو مارنے کے لیے تھے۔ قبیلے میں کوئی زندہ نہیں بچا، بس کچھ بچے زندہ بچے ہیں اور کچھ لوگ جو بہت بری حالت میں ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے۔ کافی سارے لوگ پولیس کے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔ قبیلہ پوری طرح سے برباد ہو چکا ہے۔"

"اب یہاں رُکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرے خیال میں ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ میں تم لوگوں کو اپنے ساتھ لے چلتا ہوں، ایک

محفوظ ٹھکانے پر۔ "وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔ دلدار نے اُس کی بات ختم ہونے سے پہلے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں، ہم کہیں نہیں جائیں گے۔ یہیں پر رہیں گے۔"

تمہارا دماغ کام کر رہا ہے دلدار؟ کیا ضد لگا کر بیٹھ گئے ہو !تم یہاں" نہیں رہ سکتے۔ پولیس کبھی بھی یہاں پر آئے گی اور پھر سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ یہ نہ ہو کہ تمہیں ہی سردار کی اولاد ہونے کے جرم میں ساری زندگی کے لیے جیل میں ڈال دیا جائے۔ میرے بچے، سمجھنے کی "کوشش کرو۔

میں کچھ نہیں سمجھنا چاہتا۔ میں یہیں پر رہنا چاہتا ہوں اور یہی میرا" گھر ہے۔ یہی میری جگہ ہے۔ یہ میرے بابا کا قبیلہ ہے، میں اس قبیلے کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا، چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ "وہ جیسے ضد پر اَڑا تھا۔

ٹھیک ہے، میں سمجھ رہا ہوں تمہاری بات کو۔ تمہارے اس قبیلے کے" ساتھ جذبات جڑے ہیں۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم یہاں محفوظ رہ سکتے ہو تو بے شک تم یہاں رہو۔ لیکن اس قبیلے کو واپس کھڑا کرنا پڑے گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تم ہمیشہ یہاں رہو تو ہمیں اس قبیلے کو ایک دفعہ پھر سے مضبوط بنانا ہو گا اور اس کے لیے ہمیں کسی سردار کی ضرورت ہو گی۔ تم ایک بچے ہو، اور ایک بچہ کبھی بھی قبیلے کا سردار نہیں بن سکتا۔ اور جو مرد حضرات اس حادثے سے زندہ بچ "گئے ہیں، ان کی حالت دیکھنے کے بھی قابل نہیں ہے۔

سالوں پہلے میں یہاں کا سردار ہوا کرتا تھا لیکن اب تو میں بھی" ،سرداری بھول چکا ہوں۔ تمہارے باپ کے رحم و کرم پر ہی رہتا تھا جیسا وہ کہتا تھا وہی کرتا تھا۔ اب تو شاید میں بھی یہ سب کچھ نہیں "کروں گا لیکن تمہارے کہنے پر کوشش کر سکتا ہوں۔

اس قبیلے سے مجھے کوئی لالچ نہیں ہے دلدار، لیکن تم لوگوں کو" زندگی کی طرف لے کر جانا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ پُرسکون رہو، خوش رہو، اور تمہیں خوش رکھنے کے لیے ضروری یہی ہے کہ ہم اس قبیلے کو پھر سے آباد کر دیں۔ تھوڑا مشکل ہو گا لیکن ہم کر لیں گے۔ "وہ اپنی چال بازی کو بڑی صفائی سے ان کے صاف شفاف دماغ میں اُنڈیل رہا تھا۔

کیا مطلب؟ آپ تایا کی جگہ سردار بن جاؤ گے؟ "بالا پریشانی سے" بولا تھا۔

بننا پڑے گا، مجبوری ہے میری۔ اگر سردار کا بیٹا مجھے سردار بنائے" گا تب ہی میں سردار بن سکوں گا۔ میرا مطلب ہے، بات صرف قبیلے کے لوگوں کی نہیں ہے، اس علاقے کے لوگوں کی ہے۔ آگے پیچھے جتنے بھی ڈاکو ہیں سب کو یہ بات بتانی پڑے گی کہ سردار دلاور کے "بیٹے نے اپنے قبیلے کے لیے نیا سردار چنا ہے۔

تبھی وہ لوگ مجھے بادشاہت دیں گے، ورنہ یہ بہت مشکل رہے گا"
میرے لیے۔ "وہ دلدار کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جو خاموشی سے سر
جھکائے بیٹھا تھا۔

"چلو بیٹا، باہر چلو اور وہاں موجود میرے کچھ لوگ ہیں۔ ان کے
سامنے تم کہہ دو کہ تم مجھے قبیلے کا سردار بنا رہے ہو۔ اس کے بعد وہ
لوگ بات پورے علاقے میں پھیلا دیں گے اور..."

"میں ابھی یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ "وہ اُس کی بات مکمل ہونے
سے پہلے ہی بول رہا تھا، جبکہ اُس کی بات سُن کر راگا نے غصے سے
اُس کی طرف دیکھا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ تھپڑوں سے اس کا منہ
سُجا دے۔

"فی الحال میں اپنے امی بابا کو رُخصت کرنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس
قبیلے کے لوگوں کو مٹی تلے دفنانا ہے۔ اِن سب کے بعد سوچیں گے

کہ آگے کیا کرنا ہے۔ "وہ اسے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا جبکہ راگا ڈاکو بس غصے سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

○○○○○○○○

حال

ویلکم، ویلکم !بہت خوشی ہوئی آپ ہمارے قبیلے میں آئے "!وہ" دونوں نیچے آ رہے تھے جب جمرو تیزی سے اُس کے پاس آتے ہوئے بولا۔ بالا اُس کی بات سُن کر حیرانی سے اُسے دیکھ رہا تھا، جبکہ بیلا ہلکا سا مسکرا دی تھی، شاید بالا کو جمرو کا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔

اگر یہاں نہیں آتا تو کہاں جاتا میں؟ اور تیری خوشی کے لیے یہاں" نہیں آیا ہوں۔ یہی میرا ٹھکانہ ہے۔ "بالا اُسے جواب دیتے ہوئے آگے بڑھ چکا تھا، جبکہ جمرو اب بیلا کے قریب کھڑا تھا۔

ویسے تم مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہو۔ وہ کیا ہے ناں، تمہارے بھائی" کی وجہ سے تھوڑی بہت ناپسندیدگی چلتی ہے لیکن اب تم ہمارے قبیلے کی بہو ہو تو اسی لیے میں نے تمہیں قبول کر لیا ہے۔ میرا مطلب ہے، جیسی بھی ہو اب میرے بھائی کی بیوی ہو تو پسند ہو یا نہ ہو عزت تو دینی پڑے گی ناں !تو تمہارے لیے یہ خوبصورت پھولوں کا گلدستہ۔ "حمرو اُس کے پاس آتے ہوئے کہنے لگا تو پہلے تو وہ پھولوں کا گلدستہ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، لیکن اُس کی بات سن کر اچھی خاصی بدمزہ ہوئی تھی۔

تم بھی مجھے بالکل پسند نہیں ہو اور مزے کی بات بتاؤں؟ میری کوئی" مجبوری بھی نہیں ہے کہ میں تمہاری عزت کروں۔ تم مجھ سے تو کوئی امید رکھنا بھی نہیں۔ باقی اس قبیلے کی بہو ہونے کے ناطے تم میری عزت کرو یا نہ کرو لیکن ڈاکٹر ہونے کے ناطے ضرور کرنا، کیونکہ وہ کیا ہے ناں، کہ اب اس قبیلے میں شاید سب سے سینیئر ڈاکٹر میں ہی

ہوں گی اور میں ہر گز نہیں چاہتی کہ تمہاری چھوٹی سی چوٹ پر تمہیں انجیکشن لگا کر اس دنیا سے چلتا کر دوں۔"

وہ کیا ہے ناں، کہ کہیں نہ کہیں تو تم نے بھی سُن رکھا ہو گا کہ دنیا" میں کسی بھی انسان سے پنگا لے لینا چاہیے لیکن ایک رائٹر اور ایک ڈاکٹر سے نہیں۔ ایک رائٹر آپ کو اپنی کہانی کا کردار بنا کر قتل کر سکتا ہے تو ڈاکٹر آپ کو اپنا پیشنٹ بنا کر اس دنیا سے چلتا کر سکتا ہے۔ ویسے پھولوں کے لیے شکریہ، مجھے یہ پھول بہت زیادہ پسند ہیں، لیکن تمہاری شکل بالکل بھی پسند نہیں آئی اِس لیے آئندہ صبح صبح دکھانے کی گستاخی مت کرنا، کیونکہ تمہاری بھابھی ہونے کے ناطے تو شاید میں پھر تمہاری گندی شکل برداشت کر لیتی، لیکن ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے کبھی نہیں کروں گی۔ "وہ اُس کے ساتھ حساب برابر کرتے ہوئے آگے بڑھ چکی تھی جبکہ جمرو تو بس منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گیا۔

قبیلے میں اُس کا ویلکم جوش و خروش سے کیا گیا تھا۔ وہ پہاڑ سے اُتر کر نیچے کی طرف آئے تو ہر طرف پھول ہی پھول تھے جو ان پر برسائے جا رہے تھے۔ بیلا کو تو یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بہت اچھا لگ رہا تھا، جبکہ بالا اسے بالکل بھی اہمیت نہ دیتے ہوئے سردار کے پاس جا کر چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔ بیلا کو تو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرف جا کر بیٹھے، مگر دعام اُس کے پاس آتے ہوئے، اُسے تھام کر انہیں سردار کی چارپائی کی طرف ہی لے گئی تھی۔

جمرو نے تیزی سے ایک چارپائی ان دونوں کے لیے بچھائی تھی، جبکہ وہ ان کے سامنے بیٹھتی ہوئی قبیلے کے لوگوں کو دیکھنے لگی تھی۔ قبیلے میں خوب جشن منایا جا رہا تھا۔ حالانکہ کتنا کچھ ہوا تھا لیکن اس کے باوجود بالا کی خوشی کو ہر طرح سے سیلیبریٹ کیا جا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی جب ان کے سامنے لا کر لکڑی

کا کافی مضبوط میز رکھا گیا اور پھر اس پر پھول بھی سجائے گئے تھے۔

اس کے بعد لا کر ناشتہ ان کے سامنے سجایا گیا۔

ٹیبل پر ہر چیز کو سجانے کا طریقہ کافی منفرد سا تھا، جسے دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کم سے کم کسی مرد کی سوچ ہرگز نہیں ہو سکتا تو یقیناً یہ سب کچھ دعام کی ہی کرم نوازی تھی۔ وہ مسکرا کر اُسے دیکھتی ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

ناشتے میں کافی انتظامات کیے گئے تھے اور اتفاق کی بات یہ تھی کہ سب کچھ اُس کی پسند کا تھا۔

دعام، یہ سب کچھ تو میرا موسٹ فیورٹ ہے۔ تمہیں ان سب" چیزوں کے بارے میں کس نے بتایا؟ کیا رباب بھابھی نے؟ "وہ حیران ہوتی اُسے دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگی، جس پر اُس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

نہیں، میں نے تو رباب باجی سے کچھ بھی نہیں پوچھا۔ یہ سب تو" میں نے بالا بھیا سے پوچھا تھا۔ کچھ دن پہلے بالا بھیا نے مجھے بتایا تھا کہ تمہیں یہ سب کچھ پسند ہو گا تو میرے ذہن میں تھا۔ اِس لیے میں نے یہ ناشتہ بنوایا ہے، جبکہ دوپہر میں ولیمے کا کھانا اور رات کا ڈنر، ہر چیز کی تیاری ہو رہی ہے۔ سب کچھ تمہاری پسند کا ہی بنے گا جیسا بالا بھیا نے بتایا ہوا ہے۔ "وہ مزے سے کہتی ناشتہ شروع کر چکی تھی۔

جب کہ اُس کی بات سُن کر بیلا تھوڑا حیران ضرور ہوئی تھی۔ بالا کو کیسے پتا کہ اُسے کیا پسند ہے اور کیا نہیں؟ اُس نے تو کبھی بالا کو کچھ نہیں بتایا تھا تو وہ کیا بنا اُس کے کہے سب کچھ سمجھ گیا تھا؟ وہ حیران ہوتی ناشتہ شروع کر چکی تھی، جبکہ بالا بھی ناشتہ کرتے ہوئے سردار کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔

ooooooo

ناشتہ کرنے کے بعد وہ اُس کے ساتھ اُس کے کمرے میں آ گئی تھی۔ جہاں پر اُسے تیار کرنے کے لیے ایک لڑکی کو بلایا گیا تھا۔

ولیمے کے لیے اُس کی ڈریس کافی بھاری بھرکم اور بے تحاشہ خوبصورت تھی۔ یہ ڈریس اُس کی برائیڈل ڈریس سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت تھی، اِس بات میں کوئی شک نہیں تھا۔

بیوٹیشن نے اُسے سر سے پیر تک بدل دیا تھا۔ وہ کل بھی بہت حسین لگ رہی تھی لیکن آج ولیمے کے دن اُس کی لُک کل سے زیادہ پیاری آئی تھی۔

ایسا اُس کا ماننا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اُس کے گھر والے ولیمے پر آ بھی رہے ہیں یا نہیں، ہاں لیکن قبیلے والے ولیمے کو لے کر کافی زیادہ اکسائٹڈ لگ رہے تھے اور ان کی اکسائٹمنٹ دیکھ کر وہ خود بھی اکسائٹڈ ہو گئی تھی۔

اُسے قبیلے والوں سے کوئی خاص اٹیچمنٹ تو نہیں تھی لیکن اتنا وہ سمجھ چکی تھی کہ اب اُسے یہیں پر اپنی زندگی گزارنی ہے۔ اُس کا ارادہ اپنی جاب کرنے کا تھا جس کے حوالے سے وہ سردار سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن فی الحال یہ مناسب وقت نہیں تھا۔

وہ اپنی مرضی سے اس جگہ کو قبول کر رہی تھی، ڈاکو بالا کے ساتھ کو قبول کر رہی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اُس کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے وہ اُسے ہسپتال میں نوکری کرنے کی اجازت تو دے ہی دیں گے۔

وہ اپنی شادی شدہ زندگی کو قبول کر چکی تھی، وہ سمجھ چکی تھی کہ اب یہی اُس کی زندگی ہے لیکن میڈیکل اُس کا خواب تھا اور وہ اپنے خوابوں کے راستے میں کسی کو نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔

دلہن کے حسین روپ میں خود کو آئینے کے سامنے دیکھتے ہوئے آج پھر حیران رہ گئی تھی۔

اُسے اپنا آپ بہت خوبصورت لگنے لگا تھا۔ وہ عام لڑکیوں جیسی ہرگز نہیں تھی، وہ خود کو ہمیشہ سے الگ سمجھتی آئی تھی۔ خود کو سجنا سنوارنا یہ سب اُس کے شوق نہیں تھے۔ اُس کی زندگی کتابوں سے شروع ہو کر کتابوں پر ہی ختم ہوئی تھی لیکن شادی کے ان دنوں میں اُس نے اپنے آپ کو بہت خوبصورت پایا تھا۔

"ماشاءاللہ !بہت پیاری لگ رہی ہو۔ یہ روپ تم پر تو بہت جچ رہا ہے۔ اللہ پاک تمہیں نظرِ بد سے بچائے۔ "دعام اُس کا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے مسکرا کر بولی تو وہ بھی نرمی سے مسکرا دی تھی۔

"اب چلیے، آپ کو بھی تیار کر دوں سردارنی، اپنے بھائی کے ولیمے میں اس طرح سے سیدھی سادی جائیں گی؟ "بیوٹیشن اُسے دیکھتے ہوئے بولی تھی جو صبح سے ان کے ساتھ اسی کمرے میں موجود صرف اور صرف بیلا کی تیاریوں کی فکر میں لگی تھی۔

دعام، تم بھی جا کر تیار ہو جاؤ۔ تم نے تو اپنی بالکل بھی تیاری نہیں" "کی اور یہاں مجھے دلہن بنا کر بٹھا دیا۔ تم جاؤ اپنی تیاری کرو۔

میں یہیں کمرے میں ہی رُکوں گی۔ تم آ جاؤ تیار ہو کر، پھر ایک" ساتھ نیچے چلیں گے۔ "بیلا اُسے دیکھتے ہوئے ایسے بولی تھی جیسے وہ ہمیشہ سے اسی قبیلے کی رہنے والی ہو۔

اور یہ بھی سچ تھا کہ باتوں ہی باتوں میں دعام کے ساتھ اُس کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔

آپ جناب "کا تکلف انہوں نے ہرگز نہیں رکھا تھا، جبکہ دعام بھی" مسکراتے ہوئے بیوٹیشن کو اپنے ساتھ لیے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی، جبکہ بیلا وہیں رُک کر اُس کا انتظار کرنے لگی۔

ooooooooo

ہو گئی تمہاری تیاری مکمل؟ "بالا تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اُس سے سوال کرنے لگا تھا، جبکہ وہ اُسے اس طرح جلد بازی میں کمرے میں آتے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی تھی پھر اُس کی نگاہیں بیلا پر رُکنے پر اُس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

آپ کون ہیں اور یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہی ہیں؟ "اُس" نے اچانک سے سوال کیا تو بیلا جو اُس کی حیرت دیکھ کر مسکرا رہی تھی، اُس کے سوال پر اُس کی مسکراہٹ لمحے میں غائب ہوئی تھی۔

کیا مطلب ہے اس فضول سے سوال کا؟ کون میں ہوں اور کون ہو" سکتا ہے یہاں پر؟ یہ ڈریس تم نے میرے لیے ہی لی تھی ناں؟ "اُس کے سوال پر وہ غصے سے بولی تھی۔

او اچھا !تم ہو۔ مجھے لگا پتا نہیں کون آ کر میرے کمرے میں بیٹھ گیا" ہے۔ ویسے میک اَپ بھی کیا کمال کی چیز ہے ناں، اچھے خاصے بندے "کو اَپسرا بنا دیتا ہے۔

بہت الگ لگ رہی ہو بلکہ بہت ہی زیادہ الگ لگ رہی ہو۔ اس سے" پہلے ایسی کبھی بھی نہیں لگیں۔ "وہ اُسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا، شاید تعریف کر رہا تھا لیکن اُس کی تعریف کرنے کا انداز بیلا کو بالکل بھی پسند نہیں آ رہا تھا۔

یہ الگ کیا ہوتا ہے؟ تم یہ بھی تو کہہ سکتے ہو کہ میں بہت" خوبصورت لگ رہی ہوں؟ "وہ غصے سے بِنا کر بولی تھی۔

نہیں نہیں، اتنا بھی خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" خوبصورتی کی بات نہیں کر رہا، بہت الگ لگ رہی ہو، بہت بدلی ہوئی لگ رہی ہو۔ اِس سے پہلے کبھی نہیں لگتی تم۔ میک اَپ کی وجہ سے "تمہارا چہرہ بالکل بدل گیا ہے۔

اور یہ ایک خوشگوار تبدیلی ہے۔ خیر، مجھے دیکھ کر حیرت بالکل بھی" نہیں ہوئے کیونکہ حیران تو میں صبح ہوا تھا جب مجھے یہ پتا چلا تھا کہ تمہاری آنکھیں اور پنک لِپس ہی آرٹیفیشل ہیں۔ اِس سے زیادہ بڑا

جھٹکا اور کوئی نہیں تھا میرے لیے۔ اب تو تم پوری کی پوری بدل کر آ
"جاؤ تو بھی میں یقین کر لوں گا۔

خیر مجھے سردار نے اوپر بھیجا ہے، چینج کرنے کے لیے۔ ولیمہ شروع"
ہو رہا ہے۔ "وہ کہتے ہوئے الماری سے اپنے کپڑے نکالتا واش روم
میں بند ہو گیا تھا، جبکہ بیلا مٹھیاں بھینچ کر اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی
کوشش کر رہی تھی۔

کیا مطلب ہے اس کی بات کا؟ میں خوبصورت نہیں ہوں؟ تو اتنا مر"
کیوں رہا تھا میرے لیے؟ ایک تو مجھ سے زبردستی شادی کر لی اوپر
"سے اب کہہ رہا ہے کہ میں خوبصورت نہیں ہوں۔

"!خود پتا نہیں اپنے آپ کو شہزادہ چارلس سمجھتا ہے۔ ڈاکو کہیں کا"
وہ اُس سے اپنی مٹھیاں بھینچتی تیز تیز کمرے میں گھوم رہی تھی۔ اتنا
ہیوی ڈریس پہنے ہوئے اس طرح سے گھومتے اُس کے پیروں میں بھی
درد ہونے لگا۔

لیکن غصہ تھا جو کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

جب کہ وہ واش روم سے نکلتا آئینے کے سامنے آتے ہوئے برش اُٹھا کر جلدی جلدی اپنے بالوں میں برش کرنے لگا تھا۔

آرام سے کرو، کوئی پیچھے لگا ہوا ہے کیا؟ اپنے یہ بالوں کا گھونسلا" ٹھیک کر کے نیچے جاؤ، ورنہ سب کیا کہیں گے؟ روز بھی چھپری لگتا "ہے اور آج شادی والے دن بھی چھپری ہی لگ رہا ہے۔

وہ جو صبر سے خود پر کنٹرول کیے بیٹھی تھی، اُس کی تیز تیز ہوتی حرکت دیکھ کر بدلہ لینے لگی۔

میں کتنا بھی چھپری لگوں لیکن یقین کرو، تم سے بہتر ہی رہوں گا" "کیونکہ کچھ بھی آرٹیفیشل نہیں ہے۔ سو فیصد اصلی چیز ہوں۔

کم سے کم میک اَپ لگا کر میں نے کسی کو دھوکا تو نہیں دیا ناں۔" جیسا تھا ویسے ہی سامنے آیا ہوں۔ خیر چھوڑو، تمہیں یہ ساری باتیں

سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ تم اپنی یہ میک اَپ کی دکان کو سنبھال کر رکھو، تھوڑی دیر میں تمھیں نیچے بلا لیا جائے گا۔"

وہ مزے سے مزید اس کا دل جلاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا، جبکہ بیلا نے بھی سوچ لیا تھا کہ اس توہین کا بدلہ تو وہ لے کر رہے گی۔ وہ ہوتا کون تھا اس کی خوبصورتی پر سوال اٹھانے والا۔

ooooooo

بیوٹیشن اُسے تیار کر رہی تھی، جب کہ وہ اپنی ڈریس پہنے اُس کے سامنے بیٹھی خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ کل تو اُس نے خود ہی اپنی ہلکی پھلکی تیاری کی تھی لیکن آج جو لڑکی سپیشلی بیلا کو تیار کرنے کے لیے آئی تھی، اُس نے کہا تھا کہ وہ اُسے بھی تیار کرے گی جس پر اُس نے خاموشی سے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔

اس سے پہلے وہ ایک دو بار ہی بیوٹیشن کے ہاتھ سے تیار ہوئی تھی۔ اب خود کو آئینے میں ایک مختلف روپ میں دیکھنے کے لیے وہ بالکل تیار تھی، جب سردار کمرے میں داخل ہوا۔

کون ہیں آپ اور یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہی ہیں؟ "وہ" ایک نظر دعام کو دیکھتا ہوا اُس کے پاس کھڑی لڑکی سے مخاطب ہوا تھا۔

جی سردار، مجھے یہاں بلایا گیا ہے دلہن کو تیار کرنے کے لیے۔" دلہن کو تیار کر چکی ہوں، اب سردارنی کو کر رہی ہوں۔ "وہ اُسے دیکھتے ہوئے اپنے یہاں ہونے کی وجہ بتانے لگی تھی۔

نہیں، کوئی ضرورت نہیں ہے اسے تیار کرنے کی۔ یہ جیسی ہے" ویسے ہی ٹھیک ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے چہرے پر کچھ بھی لگانے کی "وہ تیزی سے آگے آتے ہوئے دعام کا چہرہ آئینے میں دیکھنے لگا تھا

جبکہ وہ لڑکی جو اپنے اُلٹے ہاتھ پر ذرا سا فاؤنڈیشن رکھے کھڑی اُس کی تیاری کروانے لگی تھی، حیرت سے دعام کو دیکھنے لگی جو خود بھی تیار ہونے کے لیے کافی اکسائٹڈ تھی۔

"لیکن سردار جی، میں تو یہاں تیار کرنے کے لیے ہی آئی ہوں۔"

مجھے انہیں تیار کرنا ہے، فنکشن شروع ہونے والا ہے۔ "بیوٹیشن" پریشانی سے کہنے لگی تھی، جب کہ وہ مزید آگے ہوتا اُس کے چہرے پر اپنا اُلٹا ہاتھ رکھتے ہوئے چیک کرنے لگا تھا کہ کہیں اس کے چہرے پر کچھ لگا ہوا تو نہیں ہے۔

نہیں، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خود تیار ہو جاتی ہے، اتنا ہی کافی" ہے۔ یہ سب کچھ ملنے کی ضرورت نہیں ہے اس کے چہرے پر، یہ "جیسی ہے ٹھیک ہے۔

آپ جا سکتی ہیں یہاں سے۔ "وہ ایک اُسے دیکھتا ہوا اُسے باہر کا" راستہ دکھا گیا تھا، جبکہ بیوٹیشن بنا کچھ بولے خاموشی سے کمرے سے جانے لگی تو دعام نے منہ بنا لیا تھا۔

کیا مسئلہ ہے ڈاکو جی؟ مجھے تیار ہونا تھا۔ مجھے بھی پیارا لگنا تھا شادی" پر !آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں اپنے بھائی کی شادی پر بالکل بھی تیار نہ ہوں؟ آپ کی ناراضگی اپنی جگہ لیکن آپ مجھ سے میرا بنیادی حق نہیں چھین سکتے "!وہ اگلے ہی لمحے اٹھ کر کھڑی ہوتی لڑائی کے موڈ میں آ چکی تھی، جبکہ اُس کی بنیادی حق والی بات پر جہاں سردار کو ہنسی آئی تھی، وہیں ناراضگی والی بات پر اُس نے خود ہی اُسے یاد کروا دیا تھا کہ وہ اُس سے ناراض ہونے کا ڈرامہ کر رہا ہے۔

کوئی ضرورت نہیں ہے اپنے منہ پر وہ سارا میک اَپ لگانے کی۔" اچھا خاصا چہرہ ہے، خراب ہو جاتا ہے یہ کیمیکلز لگا کر۔ اور ویسے بھی میں تم سے ناراض ہوں، تو کس کو دکھاؤ گی خوبصورت بن کر؟ "اب

کی دفعہ وہ مزے سے اُس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولا تو دعام اُلجھ گئی تھی۔

"ہاں تو آپ نے کون سا ہمیشہ کے لیے ناراض رہنا ہے؟ میں منا تو رہی ہوں ناں آپ کو!"

"اچھا !تم مجھے منا رہی ہو؟ کب منایا تم نے مجھے؟ اور مجھے کیوں نہیں محسوس ہو رہا کہ تم مجھے منا رہی ہو؟ "وہ اُس کی بات پر حیران ہوتا اُس سے سوال کرنے لگا تھا۔

"میں ابھی سوچ رہی ہوں ناں کہ کیسے منایا جائے!" وہ فوراً بولی تھی۔

"اچھا، پھر سوچتی رہو۔ جب ٹھیک سے سوچ سمجھ کر کوشش کر لو اور میں مان جاؤں تو اس کے بعد کر لینا میک اَپ، کیونکہ ناراضگی میں اپنا حسین روپ تمہیں کسی اور کو دیکھنے نہیں دوں گا۔ وہ کیا ہے ناں، کہ یہ میرا بنیادی حق ہے کہ میری بیوی کی سر سے پیر تک کی خوبصورتی کو صرف میں دیکھوں، صرف میں نہاروں، صرف میں ہی تعریف

کروں۔ اور پھر میرا سوہنا مکھڑا تو اتنا اتنا سوہنا ہے، کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسے دنیا سے چھپا لوں۔ تو کسی اور کے دیکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ "وہ نرمی سے اُس کے گالوں پر اپنی انگلیاں پھیرتا، اُسے لمحے میں شرمانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"آپ کا سوہنا مکھڑا اتنا سوہنا ہے تو اس سوہنے سے مکھڑے سے روٹھتے ہوئے آپ کو برا نہیں لگتا؟ "وہ اگلے ہی لمحے اُس کی گردن میں اپنی نازک باہوں کا حصار بناتے ہوئے اُسے اپنے قریب کھینچ رہی تھی۔

"مت کرو سَجن سائیں، مت کرو۔ یہ نہ ہو کہ تمہاری حرکتوں سے بہک کر میں تمہارے ہوش اُڑانے میں بس ایک لمحہ لگاؤں اور ممکن ہے کہ مجھے منانے کی خاطر تمہیں اِس کمرے میں رُکنا پڑے اور پھر تمہارے بھائی کا ولیمہ..."

میں ولیمے کے بعد مناؤں گی۔ "وہ اگلے ہی لمحے اُس کی گردن سے اپنے بازو نکالتے ہوئے بولی تو سردار نے اگلے ہی لمحے اُسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کرتے ہوئے اُسے اپنے ساتھ لگایا تھا اور پھر بنا اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیے اُس کے لبوں پر جھک گیا۔

میرے خیال میں رُوٹھنا منانا بعد میں بھی ہوتا رہے گا۔ دل کی" حسرتوں کو حسرتیں نہیں رہنے دینا چاہیے۔ "وہ کہتے ہوئے اُس کے لبوں سے اپنے لب جوڑتا اُس کی سانسیں روک گیا تھا۔ اُس کی سانسوں کی خوشبو کو خود میں اُنڈیلتے ہوئے وہ اُس کی دھڑکنوں میں اشتعال برپا کرتا اُسے ہر لمحے کے ساتھ اپنے قریب تر کرتا جا رہا تھا۔

دعام نے ہلکی سی مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو وہ اُسے ڈریسر کے ساتھ لگاتا ایک دفعہ پھر سے اُس کے نازک لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا تھا۔ اُس کی گرفت کی شدت کافی سخت تھی۔ وہ جیسے اُس کی

سانسیں چرا لینا چاہتا تھا۔ نہ جانے کیا نشہ تھا ان لبوں میں جس سے اُس کا دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔ ارادہ صرف اُسے تنگ کرنے کا تھا لیکن اُس کے لبوں کو چھوتے ہی جیسے تشنگی بڑھنے لگی تھی اور پھر وہ جب تک اپنی تشنگی کو پورا نہ کر لیتا وہ کیسے چھوڑتا اُسے !وہ اپنی سانسوں کے لیے اُس کے رحم و کرم پر آ چکی تھی، جب کہ سردار مزید شدت سے اُس کے لبوں کے ساتھ لپٹتے ہوئے اپنی اور اُس کی دھڑکنیں ایک کر رہا تھا۔

"تیاری مکمل کرو اپنی۔ اتنی ہی تیاری کرنا جتنی کرتی ہو۔ اِسی میں پیاری لگتی ہو۔ باقی تم مجھے اور کب کب پیاری لگتی ہو یہ تفصیل سے میں تمہیں رات کو بتاؤں گا اور رات کو تمہیں موقع بھی دوں گا خود کو منانے کا۔ اچھے سے منانا مجھے۔ "وہ شدت سے اُس کے ماتھے کو چومتے ہوئے ذرا سا پیچھے ہٹا تھا۔ اُس کے چہرے پر قوس و قزح کے رنگ بکھرے محسوس کر کے وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ اُس کی دعا م ایسی

ہی پیاری لگتی تھی، سیدھی سادی، گلابی گلابی۔ اِس لیے وہ ہرگز میک اَپ کی بہت ساری تہوں میں اپنی اس خوبصورت سی دولعام کو چھپانا نہیں چاہتا تھا جو اُس کے لَمس کے رنگ سے سرخ ہو اُٹھتی تھی۔

وہ اُس کے معصوم نقوش پر ہرگز میک اَپ کی گہری تہیں نہیں چاہتا تھا۔ اُس کے لیے اُس کا سوہنا مکھڑا ہی سب سے حسین تھا۔

○○○○○○○○○

ماضی

اُس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے والدین کی جلی ہوئی لاشیں دفنائیں تھیں۔ یہ درد شاید وہی محسوس کر سکتا تھا، جو اس درد سے گزرا تھا۔ بالا تڑپ تڑپ کر رویا تھا، جبکہ اشم تو اپنے والدین کی لاشوں کو پہچان ہی نہیں پائی تھی۔

وہ خود بھی اتنا سمجھدار نہیں تھا کہ ان سب چیزوں کو سمجھ پاتا، لیکن وقت نے اسے کافی مضبوط کر دیا تھا۔

رویا تو وہ بھی بہت تھا لیکن تنہائی میں، ندی کے پاس بیٹھے اُس نے اس پانی میں نہ جانے کتنے آنسو بہائے تھے، لیکن اشم اور بالا کے سامنے نہیں۔ اگر اشم کے سامنے روتا تو وہ ہزار سوال کرتی اور اگر ،بالا کے سامنے روتا تو وہ اور ٹوٹ جاتا۔ اِس لیے اُس نے اپنے درد اپنی تکلیف کو خود تک محدود کر لیا تھا۔ وہ یہاں بیٹھا کتنی ہی دیر تڑپتا رہا۔ پھر خود ہی صبر آنے پر اٹھ کر واپس قبیلے میں آ گیا تھا۔

ooooooo

آج قبیلے میں بہت سارے لوگوں کو بلایا گیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہاں پر آج اعلان ہونا تھا۔ وہ راگا ڈاکو پر یقین تو نہیں کر سکتا تھا، ہاں لیکن اس کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ انہیں کھانا تک لا کر وہی دے رہا تھا تو وہ اپنے بَل بوتے پر کیا ہی کر سکتے تھے؟

وہ چھوٹا بچہ تھا، اس عمر میں اُسے سرداری کوئی نہیں دینے والا تھا تو بہتر تھا کہ وہ کسی نہ کسی کے حوالے سرداری کر کے قبیلے کو دوبارہ سے کھڑا کر دے۔

ورنہ شاید اس قبیلے کا نام و نشان بھی مٹ جائے گا اور وہ اپنے باپ کا نام و نشان مٹنے نہیں دے سکتا تھا۔ اُس نے اپنے باپ سے بہت بڑے بڑے وعدے کر رکھے تھے۔

آج کہنے کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا اور اس ایک ہفتے میں اُس نے پوری طرح سے خاموشی اختیار کر لی تھی لیکن آخر کب تک؟ راگا مسلسل اس کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ قبیلے کو واپس ایک نئے سرے سے کھڑا کرنا ان کے لیے بہت مشکل ہے جس کے لیے کسی نہ کسی کو سردار بنانا بہت زیادہ اہم ہے اور وہ اِس بات پر راضی ہو گیا تھا کہ وہ راگا ڈاکو کو اس قبیلے کا سردار بنا دے گا۔

وہ قبیلے میں داخل ہوا تو باہر میدان میں نہ جانے کتنے ہی لوگ اکٹھے تھے۔

"ارے بیٹا، تم آ گئے۔ میں کب سے تمہارے آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ سب تمہارے اعلان کے منتظر ہیں۔ یہ سب لوگ کبھی دلاور کو اپنا سردار مانتے تھے، کچھ اِس قبیلے سے نکلے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی دلاور مدد کرتا تھا اور کچھ لوگ دلاور کو اپنا استاد سمجھتے ہیں۔ اب تم ان سب کے سامنے فیصلہ سنا دو کہ تم اس قبیلے کا سردار کس کو چن رہے ہو۔ اس کے بعد آگے میں سب کو سنبھال لوں گا۔ "وہ اُس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اُسے بیچ میدان میں لے کر آیا تھا۔

"مجھے زیادہ کچھ نہیں کہنا۔ بس اتنا ہی کہنا ہے کہ آج سے اس قبیلے کے سردار راگا ڈاکو ہیں۔ وہی اس قبیلے کا نظام سنبھالیں گے جب تک میں بڑا نہیں ہو جاتا یا پھر مجھے قبیلے کی سرداری نہیں آ جاتی۔ تب

تک ہر چیز کا انتظام انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ اس قبیلے کا ہر طرح کا فیصلہ یہی کریں گے، اگر کوئی اعتراض اُٹھاتا ہے تو وہ اس قبیلے سے ہر تعلق توڑ سکتا ہے۔"

اُس نے خاموشی سے وہی ساری باتیں دہرا دی تھیں جو راگا ڈاکو اتنے دنوں سے اس کے دماغ میں بھر رہا تھا۔ بالا خاموشی سے کھڑا تھا، جبکہ اشم بھی بس اُسے سُن رہی تھی۔

ooooooo

پچھلے ایک ہفتے سے اشم یہ سوال پوچھ پوچھ کر تھک چکی تھی کہ اس کے بابا کدھر ہیں، اس کی امی کدھر ہیں؟ اور سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اِس لیے وہ خاموشی سے اُسے اپنے سینے سے لگا لیتا، ہاں لیکن اُسے خود سے الگ نہیں ہونے دیتا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے رضوان تڑپ رہا تھا کہ کسی طرح سے اس کی ملاقات دلدار سے ہو جائے لیکن راگا ڈاکو ایسا ہونے ہی نہیں دے رہا تھا۔

دلدار نے قبیلے کے اندر بیٹھے ایک نظر اُسے دیکھا اور پھر ایسے نفرت سے نظر پھیری تھی جیسے اُسے جانتا ہی نہ ہو۔ رضوان تو اُس کی نظر پھیرنے پر تڑپ اٹھا تھا،

جب کہ راگا ڈاکو نے اُسے دھکے مار کر قبیلے سے نکلوا دیا تھا۔

اُس کی بہن مَر چکی تھی، اُس کا دوست جیسا بہنوئی اس دنیا سے جا چکا تھا، قبیلہ تباہ ہو چکا تھا اور سب کچھ جاننے کے باوجود بھی وہ کسی کو حقیقت نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ دلدار کو شاید اب کبھی یقین نہیں دلا سکتا تھا کہ راگا ڈاکو نے اس کے خلاف سازش کی ہے۔ اصل گناہگار وہ نہیں بلکہ راگا خود ہے۔ اُسے راگا ڈاکو کی باتوں سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس قبیلے میں ہونے والی تباہی کا الزام رضوان کے سر پر لگا دیا گیا ہے

یہاں تک کہ قبیلے میں خطرناک ترین مجرموں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر اُسے ترقی دینے کی بات کی جا رہی تھی۔ وہ تو یہ سُن کر

تڑپ اٹھا تھا کہ اُسے اُس گناہ کا انعام دیا جا رہا تھا جس میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ وہ دلدار سے ملنا چاہتا تھا، صرف ایک دفعہ لیکن وہ نہیں مل پایا تھا۔ اُسے دیکھ کر اشم نے تڑپ کر اس کی طرف بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن دلدار نے اُسے تھام کر اپنے سینے میں ایسے چھپا لیا تھا جیسے وہ رضوان کو جانتا تک نہ ہو۔ وہ کئی دن باہر کھڑا اُسے پکارتا رہا لیکن دلدار نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔

اور وہ آج تیسرے دن بہت مایوس ہو کر لوٹا تھا۔ تین راتیں وہ قبیلے کے باہر بس ایک نظر دلدار کو دیکھنے کے لیے تڑپتا رہا تھا، لیکن نہ تو وہ باہر نکلا اور نہ ہی رضوان اُسے دیکھ پایا تھا۔ یا یہ کہنا بہتر رہے گا کہ راگا ڈاکو نے اُسے اس طرح سے اپنی باتوں میں اُلجھا دیا تھا کہ وہ بچہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔

○○○○○○

حال

ولیمہ اپنے عروج پر تھا۔ ہر طرف رنگ برنگے دوپٹوں کے ساتھ لڑکیاں گھوم رہی تھیں۔ بیلا کو تو بڑا مزہ آ رہا تھا، اُسے ہر گز امید نہیں تھی کہ قبیلے میں لڑکیاں اس تعداد تک ہوں گی۔ نت نئے فیشن ہو رہے تھے، جبکہ بالا لُٹ رہا تھا کیونکہ دعام اُسے لوٹنے میں مصروف تھی۔ نہ جانے کون کون سی رسمیں تھیں اور کہاں کہاں سے آئی تھیں جو وہ کیے جا رہی تھی۔ بیلا تو ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی تھی اب اُس کے پیٹ میں درد ہونے لگا تھا۔

بالا کمال بہانے بنا رہا تھا پیسے بچانے کے لیے اور اس کے مقابلے میں دعام بھی وہ وہ بہانے نکال رہی تھی پیسے نکالنے کے کہ حد نہیں۔ بیلا تو پاگل ہو رہی تھی ان کی باتیں سُن سُن کر، جبکہ دعام بالکل سادہ سی حالت میں تھی، اُس نے ہلکی سی لپ اسٹک لگا کے رکھی ہوئی تھی جبکہ آنکھوں میں کاجل تھا۔ زیادہ تیاری بالکل بھی نہیں تھی اور اس طرف مرد حضرات کا آنا جانا بالکل ہی بند تھا۔

ان کی تیاری قبیلے کے میدان میں کروائی گئی تھی جبکہ یہاں لڑکیوں کے بیچ لگائی گئی سٹیج پر جہاں بالا بیٹھا ہوا تھا، وہاں ندی تھی جو کہ بے تحاشہ خوبصورت تھی۔ وہ تو اس قبیلے کی خوبصورتی دیکھ کر بھی حیران ہو رہی تھی۔ یہ ہر لمحہ اُسے حیران کر رہا تھا۔ جب اُسے پتہ چلا کہ ریان، اُس کی امی اور رباب آ گئے ہیں۔ اُس کی خوشی کی تو کوئی انتہا ہی نہ رہی تھی۔

ooooooo

سردار اور بالا خود انہیں ویلکم کرنے گئے تھے۔ ہر طرح کی رنجش بھلا کر آج ریان نے خود آگے بڑھتے ہوئے بالا کو اپنے ساتھ لگایا تو وہ بھی مسکرا کر اسے خوش آمدید کہتا اس کے سینے سے لگا تھا۔

جبکہ دوسری طرف دلدار نے بھی انہیں کھلے دل سے اپنے قبیلے میں ویلکم کیا۔

اپنی ماں اور بھائی کو دیکھ کر بیلا کی آنکھیں بھر آئی تھیں لیکن یہ خوشی کے آنسو تھے۔ وہ محفوظ تھی، یہاں پر کوئی اس کا کچھ نہیں اکھاڑ پایا تھا۔

اس کے چہرے کا مان بتا رہا تھا کہ بالا نے اُسے کچھ نہیں ہونے دیا ہے۔ ریان نے صحیح وقت پر صحیح انسان پر یقین کیا تھا۔

"ارے واہ رباب باجی، آپ تو اچھی خاصی گول مٹول ہو گئی ہیں۔ میرا مطلب ہے، آپ کافی صحت مند ہو گئی ہیں !لگتا ہے آپ کے سسرال والے آپ کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ "دعام اُس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تو وہ شرما کر سہم سی گئی تھی۔

"بالکل بالکل، ہماری رباب کی صحت تو بہت اچھی ہو گئی ہے اور پھر خوشخبری بھی تو ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مزید پانچ مہینوں میں تم خالہ بن جاؤ۔ "امی نے اس کے گال کھینچتے ہوئے اسے خوشخبری سنائی تو وہ تو اچھل ہی پڑی تھی۔ جبکہ ریان جو پوری طرح سے سردار اور بالا کی

باتوں میں مگن تھا، اپنی ماں کی بات سُن کر حیرت سے پیچھے پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ہاں، وہ جانتا تھا کہ رباب حاملہ ہے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ رباب نے اس سے یہ بات کچھ عرصے تک چھپائی ہے تاکہ وہ اپنی ٹینشن سے نکل سکے۔ لیکن چار مہینے!

اُسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ رباب یہ خوشخبری چار مہینے سے اس سے چھپا کر بیٹھی ہوئی ہے۔

ooooooo

وہ چار ماہ سے پریگنٹ تھی اور اسے اس بات کا اندازہ تک نہیں تھا! ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ اسے اپنی ہی بیوی کے متعلق یہ بات پتہ نہ چلی ہو۔ اور وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ رباب نے صرف چند دن یا چند ہفتے اس سے چھپائے ہیں۔ وہ چار مہینوں سے اتنی بڑی خوشخبری سے محروم رہا تھا۔ اُسے یقین نہ آیا تھا کہ رباب اتنے عرصے سے یہ راز

خود میں چھپائے بیٹھی تھی۔ پہلے نہ سہی لیکن اب اسے رباب کی اس حرکت پر غصہ آ رہا تھا۔

وہ سمجھ سکتا تھا کہ رباب نے اس کی پریشانی کے باعث اسے نہ بتایا ہو گا لیکن پھر بھی یہ بات چھپانے والی تو نہیں تھی۔

ایک دو ہفتے یا پھر ایک ڈیڑھ مہینہ کوئی بڑی بات نہیں تھی، وہ اپنے مسئلے اپنے پریشانیوں میں اُلجھا ہوا تھا لیکن چار مہینے؟ وہ رباب سے ایسی امید ہرگز نہیں کرتا تھا۔ اُس کا موڈ ہی بدل گیا تھا۔ جتنا خوش وہ یہاں آکر ہوا تھا، اب وہ ساری خوشی وہ کہیں کھو چکا تھا اور اپنے چہرے سے بھی وہ اپنی ناگواری چھپا نہیں پا رہا تھا۔

اُسے ہرگز رباب سے ایسی امید نہیں تھی۔ رباب اس کی ایک اچھی ہمسفر ثابت ہوئی تھی، اس کے مسئلے اس کی پریشانیوں کو اس نے ہر طرح سے اپنا لیا تھا۔

یہاں تک کہ اس نے دوبارہ سے اُسے باہر لے جانے کی پھر کوئی بھی ایسی فرمائش نہیں کی جسے وہ ڈیوٹی کی وجہ سے قبول نہ کر سکے۔ وہ بے شک ایک بہت ہی اچھی بیوی ثابت ہوئی تھی۔ اس نے اس کے گھر کی ذمہ داریوں کو سنبھال کر ایک اچھی بہو ہونے کا فرض نبھایا تھا لیکن پھر بھی وہ اس سے اتنی بڑی بات چھپا گئی تھی اور ریان کو یہی چیز تکلیف دے رہی تھی۔

اور یہی وجہ تھی کہ وہ کھانا کھانے کے بعد زیادہ دیر وہاں رُکا بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اس نے کھانا بھی بمشکل دو نوالے ہی لیے تھے۔ اُس نے کہہ دیا تھا کہ اُسے ڈیوٹی پر جانا ہے اور پھر شہر واپس پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جائے گا۔ اس کی مجبوری سمجھتے ہوئے سردار نے اسے فوراً ہی جانے کی اجازت دے دی تھی لیکن اس کے بدلتے ہوئے موڈ کو وہ سمجھ نہیں سکا تھا۔

ooooooo

ڈاکو جی، آپ کو نہیں لگا کہ یہ جو ریان بھائی ہیں، یہ تھوڑے عجیب" سے ہیں رباب باجی کے ساتھ؟ میرا مطلب ہے، آپ نے دیکھا وہ کیسی غصے سے انہیں دیکھ رہے تھے؟ ان دونوں میں سب ٹھیک تو ہو گا ناں؟ "وہ اُس کے پاس بیٹھتی سوال جواب کر رہی تھی، جبکہ خود سے زیادہ اُس کی دوسروں کی زندگی میں دلچسپی دیکھ کر سردار نے اُسے گھورا تھا۔

اپنی زندگی کو چھوڑ کر دنیا بھر کی فضول باتوں میں تمہاری دلچسپی" ہوتی ہے۔ وہ لا کر دی ہے ناں تمہیں دیورانی، اُس کے ساتھ بیٹھو اور "خوب گسپ کرو۔

میرے پاس فضول وقت نہیں ہے ان سب باتوں کا، اِس لیے یہ" ساری باتیں تم اُس کے ساتھ کیا کرو اور ویسے بھی میرے خیال میں تمہیں ان ساری فضول چیزوں کو سوچنے کے بجائے یہ سوچنا چاہیے کہ تم رات کو مجھے کس طرح سے مناؤ گی؟ ویسے کچھ نہ کچھ تو سوچ ہی لیا

ہو گا اب تک یا پھر مجھے منانے کا کوئی ارادہ ہی نہیں ہے؟ "وہ اچانک بات کا رخ دوسری طرف بدل گیا تھا، جبکہ وہ جس طرح سے منانے کے لیے کہہ رہا تھا، وہ سوچ کر ہی دعام کے کان لال ہونے لگے تھے۔

بہت ہی بے شرم ہیں آپ "!وہ اُسے گھور کر بولی تو سردار نے" آگے سے اُسے مزید گھورا تھا۔

جبکہ اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر وہ اچانک اس کے لبوں پر جھکتا پوری شدت سے اس کے لبوں کو چوم کر پیچھے ہٹا تو دعام کا تو منہ ہی کھل گیا تھا۔

اب کی ہے میں نے بے شرمی والی حرکت۔ اب کہو بے شرم !بس" بہت ہو گیا سَجن سائیں، میں نے بھی سوچ لیا ہے، اب تمہارے ہر الزام کو سچ کر کے دکھاؤں گا اور کیا کیا لگتا ہوں میں تمہیں بے

شرم کے علاوہ؟ بتاؤ ذرا مجھے۔ "وہ اپنی بے باک حرکت سرانجام دینے کے بعد اس کا بازو تھام کر اسے اپنے قریب بھی کھینچ چکا تھا۔

جبکہ وہ تو حیرت سے اُسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ اُسے ہرگز امید نہ تھی کہ وہ اس طرح کی کوئی حرکت کرے گا۔ حالانکہ وہ اس سے ہر طرح کی امید کر سکتی تھی، وہ بے شرم تھا، وہ ہر طرح کی حرکت کر سکتا تھا۔ بے باکی میں اس کے مقابلے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ دعام سے سر نہیں اٹھایا جا رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی یہ حرکت اتنے سارے لوگوں میں چھپی تو ہرگز نہیں رہی، کسی نہ کسی کو تو پتہ چل ہی چکا ہو گا اور وہ اب تک اس کے قریب جھکا اس سے سوال پوچھ رہا تھا کہ وہ اس پر اور کون کون سا الزام لگانا چاہتی ہے؟ دعام نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

ڈاکو جی، آپ بہت اچھے ہیں۔ آپ سے زیادہ شریف انسان تو اس" دنیا میں ہے ہی کوئی نہیں۔ میری غلطی ہے میں آپ کو اُلٹا سیدھا

بولتی رہتی ہوں۔ ہاتھ چھوڑ دیجیے پلیز، لوگ دیکھ رہے ہیں۔ "وہ منت کرنے پر آئی تو سردار نے نرمی سے اس کے ہاتھ کو چھوڑا تھا۔

بہت اچھے طریقے سے سمجھ گئی ہو مجھے بیوی۔ میں بہت ہی شریف" اور سیدھا سادہ سا انسان ہوں، جب تک کوئی مجھ سے پنگا نہ لے، میں خود آگے سے پنگا کرتا بھی نہیں ہوں۔ لیکن تم مجھے اتنا شریف بنا رہی ہو تو اپنے قریب سے ماموں والی فیلنگ آ رہی ہے یار !ہیرو ہوں میں، تم تو مجھے چمپو بنا رہی ہو۔ اور میرا چمپو بننے کا کوئی ارادہ "... نہیں ہے اِس لیے

وہ کہتے ہوئے اپنی بات مکمل کیے بغیر اس کے چہرے کو تھامتا، اس کے دونوں گالوں پر باری باری شدت سے اپنے لب رکھتے ہوئے چومتا، اس کے قریب سے اٹھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ جبکہ دعام سے تو سر اُٹھانا بھی محال ہو گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے سر اُٹھا کر کے پیچھے دیکھنا چاہا تھا۔ دور ایک گروپ میں کھڑی دو تین

عورتیں منہ ہی منہ میں باتیں کرتے ہوئے دوپٹہ لبوں پر رکھے ہنس رہی تھیں۔ دعام کی نظر دوسری طرف گئی تو وہاں بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ جب کہ نظر تیسری طرف اٹھی تو اوپر بیٹھی بیلا بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ کھکھلا کر ہنسی تھی، جب کہ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھتی بیلا کی طرف آگئی تھی۔

oooooooooo

"اللہ اللہ !تمہارے ڈاکو جی تو بڑے ہی کوئی اس ٹائپ کے انسان ہیں، مہمانوں کا تو لحاظ کرتے "!وہ کب سے اکیلی بیٹھی اچھی خاصی بور ہو رہی تھی۔ دو تین دفعہ تو اُسے بھی اشارے کر چکی تھی اوپر آنے کے لیے لیکن وہاں پر سردار کے ہونے کی وجہ سے نہیں آئی تھی۔

جبکہ بالا تھوڑی دیر پہلے ہی ان کے قریب سے اُٹھ کر مردوں کی طرف گیا تھا اور اب سامنے سے واپس آتا بھی نظر آ رہا تھا۔ یقیناً سردار کے ادھر جانے کی وجہ سے وہ اس طرف آ گیا تھا۔

تم میرے والے کا چھوڑو، اپنے والے کا بتاؤ۔ مجھے تو لگتا ہے بالا بھیا" بہت رومانٹک ہوں گے۔ "بیلا کی بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اِس لیے ٹاپک بدلنے لگی۔

جبکہ اس کے اس طرح سے چھیڑنے پر بیلا کے گال خواہ مخواہ ہی لال ہونے لگے تھے۔ بالا رومانٹک تھا، اِس بات کی گواہی وہ تو نہیں دے سکتی تھی، ہاں لیکن جس طرح صبح اُس کے گرنے پر اُس نے اُس کے ساتھ بے باک حرکت سرانجام دی تھی، اُس کے بعد وہ اُسے رومانٹک نہیں لیکن بے شرم کا لقب دے سکتی تھی۔ اب وہ انجانے میں ہوا تھا یا جان بوجھ کر، وہ نہیں جانتی تھی لیکن کچھ تو تھا۔

اور جو بھی تھا، اس کا جواب وہ کم سے کم دعام کو نہیں دے سکتی تھی کیونکہ بالا اس کے قریب ہی آ کر بیٹھ گیا تھا۔

تم چھوڑو فضول باتوں کو۔ یہ بتاؤ کہ تم نے میک اَپ کیوں نہیں" کیا؟ کیا بیوٹیشن تمہیں تیار کر کے نہیں گئی تھی؟ اتنا زیادہ سادہ چہرہ

لے کر آئی ہو یار !تم شادی پر آئی ہوئی ہو۔ میں تو کبھی ہسپتال میں بھی اتنی سادگی میں نہیں جاتی۔ "وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی تھی جہاں پر وہ سادگی میں بھی بے تحاشہ حسین لگ رہی تھی۔

"ارے میں تیار ہو رہی تھی ناں، پھر اچانک سے میرے ڈاکو جی آ گئے، پھر ان کو اچھا نہیں لگتا کہ میرے چہرے پر میک اَپ لگے، پھر انہوں نے منع کر دیا۔ اتنا اچھا وہ تیار کرتی ناں مجھے لیکن ان کو تو اچھا ہی نہیں لگتا کہ میں تیار ہوں، کہتے ہیں ایسی اچھی ہوں۔ "وہ منہ بنا کر اسے بتانے لگی، جب کہ ساتھ بیٹھے بالا کا قہقہہ اچانک بلند ہوا تھا، جس کا مطلب دعام تو نہیں سمجھ سکی تھی، ہاں لیکن بیلا کو اس کے قہقہے کا مطلب خوب سمجھ میں آیا تھا اور اس کا دل بھی جل جل کر رہ گیا تھا۔

بس نہیں چل رہا تھا کہ اس بالا کے بچے کے سر پر اٹھا کر کوئی بھاری چیز مار دے یا پھر کسی طریقے سے اس کا منہ بند کر دے جو اس

طرح منہ کھول کھول کر ہنس رہا تھا۔ اس کا دماغ بری طرح سے گھوما تھا۔

"اف !بالا بھیا کیا کر رہے ہیں آپ؟ ایسے کیوں ہنس رہے ہیں پاگلوں کی طرح؟ مانا آپ کو شادی کی بہت خوشی ہے لیکن پھر بھی اس طرح سے ہنس نہیں سکتے آپ !آفٹر آل آپ دولہا ہیں، لوگ کیا سوچیں گے "!دعام نے فوراً اُسے ٹوکا تھا،

جب کہ وہ اپنے لبوں پر انگلی رکھتا، اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے قہقہہ لگا گیا تھا اور اس کے قہقہے کم سے کم دعام کو تو سمجھ نہیں آ رہے تھے۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ آرام سے بیٹھ نہیں سکتے کیا؟ منہ کھول کھول کے ہنس رہے ہو۔ کوئی لطیفہ نہیں سُنایا گیا ہے یہاں۔ "وہ غصے سے کہتی دوبارہ دعام کی طرف متوجہ ہو گئی تھی، جب کہ اب کی دفعہ بالا نے اپنے لبوں پر سختی سے ہاتھ جما لیا تھا۔

جبکہ وہ دونوں ایک دفعہ پھر سے باتوں میں مگن ہوتی کوئی اور ٹاپک چھیڑ چکی تھیں۔ ان لیڈیز کے بیچ میں بیٹھا بالا اچھا خاصا بور ہو رہا تھا۔ اُسے تو لگ رہا تھا کہ بیلا بور ہو رہی ہو گی اکیلے بیٹھی ہوئی، اسی لیے وہ اس کے پاس آ گیا تھا لیکن یہاں آ کر اُسے پتہ چلا تھا کہ دعام ایک بہت اچھی پارٹنر ثابت ہو گئی تھی۔ اِس لیے مزید وہاں نہ رُکتے ہوئے وہ ان کے قریب سے اُٹھتا مردوں میں آ گیا تھا۔

ولیمہ مزید تھوڑی دیر چلا تھا اور پھر ایک شاندار سی دعوت کے ساتھ ولیمے کا اختتام ہو گیا تھا۔

سب کچھ بہت اچھے سے ہو گیا تھا، سردار بھی بالکل پُرسکون تھا۔

جبکہ بالا کو بھی اب سکون آ چکا تھا کیونکہ اُسے پتہ تھا کہ دعام اب اُسے مزید نہیں لوٹ سکتی کیونکہ رسمیں ختم ہو چکی ہیں۔

○○○○○○○○

وہ کمرے میں داخل ہوا تو بیلا اپنا سارا میک اَپ اُتارنے کے بعد اب سادہ سے کپڑوں میں بیڈ پر آرام سے بیٹھی اپنا فون استعمال کر رہی تھی۔

یہ فون تھوڑی دیر پہلے رباب دے کر گئی تھی، جسے پانے پر وہ بڑی خوش ہوئی تھی۔ جب وہ جلدی جلدی کمرے میں آیا تھا، اس کو اتنے زیادہ سادہ لباس میں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اُسے ہرگز امید نہیں تھی کہ وہ اپنے خوبصورت روپ کو لمحوں میں تباہ کر دے گی۔

یہ کیا؟ تم نے چینج بھی کر لیا؟ "وہ اپنی حیرت پر زیادہ دیر قابو" نہیں پا سکا تھا۔

تو کیا تمہارا انتظار کرتی کہ کب تم آ کر میرے میک اَپ کی بے" عزتی کرو گے؟ یقیناً چینج تو کرنا ہی تھا میں نے۔ اور ویسے بھی اتنے بھاری لباس میں کتنی دیر رہتی؟ سارا دن گزارا ہے میں نے۔ "وہ اُسے جواب دیتے دوبارہ اپنے فون پر متوجہ ہو گئی تھی، جبکہ وہ چاہ کر بھی

نہیں کہہ سکا تھا کہ وہ آج اس کے میک اَپ کی بے عزتی ہر گز نہیں کرنے والا تھا کیونکہ آج وہ بہت ہی زیادہ حسین لگ رہی تھی لیکن وہ اپنے حُسن کو پوری طرح سے پانی کی نظر کر چکی تھی، اِس لیے وہ بھی خاموشی سے اپنے کپڑے چینج کرنے چلا گیا

ooooooo

وہ چینج کر کے بیڈ پر آ کر بیٹھا تھا کہ اس کی آواز آئی۔

نکل گئی ساری اکڑ؟ مجھے تو لگا تھا کہ آج بھی نخرے دکھا کر کمرے" سے نکل جاؤ گے لیکن تم تو یہیں بیٹھ گئے ہو۔ تو کیا یہیں پر سونے کا ،ارادہ ہے؟ "اُس کے بیٹھتے ہی وہ سوال کرنے لگی

تمہاری کیا مرضی ہے؟ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟ میں کمرے سے نکل" جاؤں؟"وہ اُلٹا اُس سے سوال کرنے لگا تو اُس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا، جب کہ بالا کو اکڑ کر سوال کرنے پر پچھتاوا ہوا تھا۔

تمہیں اندازہ ہے باہر کتنی سردی ہے اور میں اپنا کمرہ کیوں چھوڑ کر"

"... کہیں بھی جاؤں؟ اگر تمہیں زیادہ مسئلہ ہے تو

کوشش بھی مت کرنا میرے سامنے یہ کہنے کی کہ میں یہ کمرہ چھوڑ"

"... کے جاؤں !تم نے مجھ سے

ہاں ہاں معلوم ہے "زبردستی شادی کی ہے، زبردستی اُٹھا کر تم سے

نکاح کیا ہے، زبردستی تمہیں یہاں تک لے کر آیا ہوں، جانتا ہوں

سب !پتہ ہے مجھے، تم خود کو تکلیف مت دو۔ میں تمہیں ہرگز کمرے

سے نکل جانے کے لیے نہیں کہوں گا۔ تم بھی یہیں سو، میں بھی

یہیں سوؤں گا۔ بس رائٹ سائیڈ میری ہے۔ "وہ اس کی ادھوری بات

مکمل کرتے ہوئے بولا تھا، جس پر اُس نے اِئی برو اُچکا کر اسے دیکھا۔

ہے نہیں تھی میرے آنے سے پہلے۔ وہ کیا ہے کہ مجھے رائٹ"

سائیڈ پر سونے کی عادت ہے اور میں تمہارے لیے اپنی عادت ہرگز

نہیں بدلنے والی۔ سو بِنا چُوں چرِاں کے آرام سے جا کر اپنی سائیڈ یعنی

،کہ لیفٹ سائیڈ پر سو جاؤ۔ ورنہ اکڑ دکھاؤ اور کمرے سے نکل جاؤ

،مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ "وہ کہتے ہوئے اپنی جگہ پر لیٹ گئی تھی

جب کہ بالا نہ چاہتے ہوئے بھی بائیں طرف سوتا اچھا خاصا پریشان ہو

رہا تھا۔ کل رات بھی وہ بڑی مشکل سے سویا تھا۔ تھوڑی دیر تک تو وہ

اپنی سائیڈ کے لیے ترستا رہا پھر بیلا کے خوبصورت روپ نے اُسے کچھ

سوچنے سمجھنے دیا ہی نہیں تھا۔

اور یقیناً آج بھی اُس نے ہر چیز بھلا کر اس کی طرف متوجہ ہو جانا تھا

لیکن جب تک وہ سو نہ جاتا تب تک تو اُسے اپنی سائیڈ کے لیے ترسنا

ہی تھا ناں۔ وہ بیڈ پر لیٹتے ہوئے آنکھیں بند کرتا سونے کی کوشش

کرنے لگا تھا۔

جبکہ دوسری طرف کروٹ موڑے سوتی بیلا کی خوشبو اس کے حواسوں

پر سوار ہو رہی تھی۔

اُف! یار نخرے دکھاتی بیوی سے دور رہنا تو اچھا خاصا مشکل کام ہے۔ "وہ سوچتے ہوئے ہلکا سا بڑبڑایا تھا۔

کچھ کہا ہے تم نے؟ "وہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو" اس نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا، جبکہ دوسری نظر بے اختیار ہی اس کی گردن کی طرف گئی تھی جہاں سے اس کا دوپٹہ ہلکا سا سَرک چکا تھا۔ بالا نے نفی میں سر ہلاتے فوراً ہی چہرے کے ساتھ کروٹ بھی دوسری طرف بدلتے ہاتھ مار کر لائٹ آف کر دی تھی۔

اُسے اپنے جذبات بے قابو ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ لائٹ بند کر کے اُس نے سونے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہاں، لیکن ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اُسے اپنی گردن کے قریب بازو اور ٹانگوں پر اُس کے پیر محسوس ہوئے۔

وہگہری سانس بَھر کر رہ گیا تھا۔ اس پر ایسے دن بھی آنے تھے، کہ قریب اس قدر محرم رشتہ ہونے کے باوجود بھی وہ صرف اور صرف اس کے لیے مچل سکتا تھا۔

بیلا ڈارلنگ، تم میرے صبر کا امتحان لے رہی ہو۔ تم میرے دیے" ہوئے وقت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔ اس کے لیے تم بہت پچھتاؤ گی۔ "وہ کروٹ بدل کر سیدھا ہوتے ہوئے اس کے چہرے پر اندھیرے میں نظریں جمائے ہوئے تھا، جب کہ اُس کی گرم سانسیں اُسے اپنی گردن پر محسوس ہوئیں تو وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اس کے مزید قریب آ چکی ہے۔ بالا نے گہری سانس لیتے ہوئے خود کے اِس قدر صابر ہونے پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔

○○○○○○○○○

ماضی

تقریباً دو مہینے گزر چکے تھے۔ پچھلے دو مہینوں میں اگر کوئی مسلسل ان سے ملنے کے لیے تڑپ رہا تھا تو وہ رضوان تھا۔

رضوان پچھلے دو مہینوں سے ہر روز قبیلے میں آ رہا تھا۔

ذلیل ہو رہا تھا، اُسے دھکے مار کر یہاں سے نکالا جا رہا تھا لیکن وہ لوٹ آتا تھا۔ اپنے بھانجے اور بھانجی کے لیے وہ ہر دن لوٹ آتا تھا، یہ ذلالت سہنے کے لیے۔

صرف ایک دفعہ وہ دلدار سے ملنا چاہتا تھا، اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اتنا کچھ ہو چکا تھا اور وہ کچھ نہیں کر پایا تھا۔

اپنا پروموشن لینے سے وہ صاف انکار کر چکا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے جس کی بنا پر اسے کوئی ترقی دی جائے۔

یا پھر اس کام کا کریڈٹ اس کے حوالے کیا جائے۔ اُس نے کچھ نہیں کیا تھا تو پھر وہ کیوں ان سب چیزوں میں شامل ہوتا؟ اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے زبردستی کیوں گھسیٹا جا رہا تھا؟

بار بار یہ کہا جا رہا تھا کہ اس نے اپنی ایک الگ ٹیم تیار کی ہے جس کی بنا پر وہ وہاں گیا ہے اور یہ سب کچھ کیا ہے، حالانکہ اس نے کچھ نہیں کیا تھا، کچھ بھی نہیں۔

وہ تو جانتا بھی نہیں تھا کہ یہ سب کچھ ہونے والا ہے، ہاں لیکن کامران اور انسپکٹر صابر پر اُسے شک ضرور تھا۔

اور اس شک کا وہ کچھ نہیں کر سکا تھا۔ آج دو مہینے گزر چکے تھے اور ان دو مہینوں میں اُس نے صرف دور سے دلدار کو دیکھا تھا۔ ایک دو دفعہ نظر اشم پر گئی تھی۔ اُسے دیکھ کر اشم اس کے پاس آنے کی کوشش کرتی لیکن دلدار آنے نہ دیتا، اور وہ ہر روز کی طرح مایوسی سے لوٹ جاتا تھا۔ آج بھی لوٹ گیا تھا۔

"کیا بات ہے، منہ کیوں لٹکائے ہوئے ہو؟ سمجھ نہیں آ رہا، تمہاری شکل کیوں ہر وقت بنی رہتی ہے؟ "انسپیکٹر صابر اپنے آفس میں تھا جب کانسٹیبل کامران اندر داخل ہوتے ہوئے ٹیبل پر اپنی ٹوپی پھینکتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

"معاف کیجیے گا انسپیکٹر صاحب، لیکن ایک بات کہوں گا، آپ اپنی زبان کا پاس نہیں رکھتے ہیں۔ ایک نمبر کے دھوکے باز انسان ہیں۔ کس طرح سے دھوکا دیا آپ نے مجھے؟ ہمیں پروموشن ملے گا، سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہو گا، زیادہ پیسہ ملے گا، یہ ہو گا، وہ ہو گا اور ہوا کیا؟ کچھ بھی نہیں !الٹا جو سب کچھ ہمارے پاس آنے والا تھا وہ اس رضوان کے مَتھے لگ گیا اور وہ رضوان عقل کا اندھا ہر چیز سے ایسے انکاری ہو گیا جیسے کوئی گناہ سر لگ رہا ہو۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ پروموشن مل رہی تھی، اتنا پیسہ مل رہا تھا، ہر چیز سے انکار کیسے کر

دیا اُس نے؟ اور آپ نے ہر چیز اس کے حوالے کر دی؟ ارے !ہم نے محنت کی تھی، سارے پروموشن کے پیسوں پر ہمارا حق تھا۔ کیا کچھ نہیں مل رہا تھا ہمیں اور آپ نے کیا کیا؟ ارے، میں انسپیکٹر "لگتے لگتے واپس کانسٹیبل بن گیا۔

وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ان سب چیزوں کے بعد وہ جلد ہی انسپیکٹر بن جائے گا لیکن کچھ نہیں ہوا تھا۔ انسپیکٹر صابر نے تو پوری طرح سے کہانی ہی بدل دی تھی، ہر چیز کا کریڈٹ رضوان کے حوالے کر دیا تھا اور رضوان ہر چیز سے مکر گیا تھا۔

تم پاگل ہو لیکن میں پاگل نہیں ہوں کامران۔ پہلے میں نے سوچا تھا" کہ یہ ساری چیزیں میں اپنے نام لگاؤں گا لیکن میں ایسا نہیں کر سکا کیونکہ جن لوگوں کو ہم اپنے ساتھ لے کر گئے تھے ناں، اُن کی نیتوں میں فتور تھا۔ وہاں عورتوں کے ساتھ زیادتیاں کرتے رہے ہیں

یہ لوگ، یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو بھی نہیں چھوڑا ان لوگوں نے۔ اپنے کام کے لیے لے کر جا رہا تھا میں انہیں وہاں کمینے اپنی "آگ بجھاتے رہے۔

اوپر سے انہیں یونیفارم پہنا کر لے کر گیا تھا کہ بول سکوں کہ سب" کچھ میری پلاننگ کے مطابق ہوا ہے لیکن آگے جا کر اگر یہ بات کھل جائے کہ میری ٹیم نے وہاں عورتوں کے ساتھ زیادتی کی ہے، چھوٹے بچوں کا قتل کیا ہے تو بات سیدھی مجھ پر آ جائے گی۔ اب جو بھی ہو گا سب کچھ رضوان پر آئے گا، ہم نے پورا کریڈٹ اس کے حوالے کر دیا ہے۔ اب وہ قبیلے کے الزاموں کے ساتھ جیے یا مرے، ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ویسے بھی میں نے معلومات نکلوائی تھی اس رضوان کی، وہ جو سردار کی بیوی تھی زائرہ نامی "عورت، اس کی سگی بہن تھی۔

"کوئی پندرہ سال پہلے اس کے سوتیلے بھائی نے اسے راگا ڈاکو کے ہاتھوں بیچ دیا تھا۔ یہ بات مجھے خود راگا ڈاکو نے بتائی ہے۔ راگا ڈاکو نے بھی قبیلے میں ہوئی ہر چیز کا الزام رضوان کے سر پر ڈال دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ رضوان اپنے دل میں بدلے کی آگ رکھے ہوئے تھا کہ اس کی بہن کی شادی ایک ڈکیت کے ساتھ ہو گئی اور وہ ایک پولیس والا تھا، یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ غیرت کے نام پر بہن کا بھی قتل کر دیا اور قبیلہ بھی تباہ کر دیا۔ سارا الزام اسی کے سر پہ آئے گا، ہم بچ جائیں گے۔ مجھے تو لگ رہا تھا کہ چھوٹا موٹا کیس ہے، لیکن اچھا خاصا بڑا کیس نکلا۔ کہاں ہم عورتوں اور بچوں کو اغوا کر کے سردار اور ڈاکو قبیلے کے باقی سارے ڈاکوؤں کو اپنے بس میں کرنا چاہتے تھے لیکن یہاں الٹا ہی ہو گیا۔"

"مرد تو قتل ہوئے ہی ہوئے لیکن عورتوں اور بچوں کو بھی جان سے مار ڈالا۔ اس بات پر سرکار بڑا مسئلہ بنا سکتی ہے، اسی لیے میں نے بیچ

کا راستہ نکال کے ہر چیز رضوان کے سر پر ڈال دی ہے۔ اب تم بھی

"بے فکر ہو جاؤ۔

اور جہاں تک بات رہی پروموشن لینے کی تو اب راگا ڈاکو ہمارے"

بس میں ہے۔ بالکل بے فکر رہو۔ "وہ اُسے ہر معاملے کو سمجھاتے

ہوئے بتا رہا تھا، جب کہ اس کی پوری بات سمجھ کر کامران کو بھی

اب اس کا یہ فیصلہ ٹھیک لگا تھا۔

○○○○○○○○

پاگل ہے تو بالا !راگا مارے گا تجھے، یہاں آ کر بیٹھ گیا ہے، کتنی دفعہ"

اُس نے منع کیا ہے؟ "وہ قبروں پر بیٹھا ہوا تھا جب دلدار اس کے

پاس آیا۔

مارتا ہے تو مارتا رہے مجھے پرواہ نہیں۔ اب کیا اس کے ڈر سے اپنے"

"ماں باپ کے پاس بیٹھنا چھوڑ دوں گا؟

تقریباً چار مہینے گزر چکے تھے اور چار مہینے میں راگا نے اپنے رنگ دکھانے شروع کر دیے تھے۔ وہ آئے دن انہیں مارنے پیٹنے لگا تھا۔ آئے دن وہ کبھی بیلٹ سے تو کبھی چابک سے انہیں مارنے لگا تھا اور وہ دونوں ہی بے بس تھے، کچھ نہیں کر پاتے تھے۔ اشم کو تو وہ راگا ڈاکو کے آس پاس بھی نہیں بھٹکنے دیتا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ بہت بیمار رہنے لگی تھی۔ اچانک نہ جانے اُسے کیا ہو گیا تھا، وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا لیکن اس کی طبیعت کافی خراب تھی آج کل۔

وہ اُسے کوئی بھی سخت ماحول دینا نہیں چاہتا تھا۔ بالا کو بھی منع کرتا تھا کہ وہ آگے سے راگا ڈاکو سے زبان نہ لڑایا کرے لیکن بالا بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ اگر وہ اس کے باپ کو کچھ کہتا تو بالا اس کے گلے پڑ جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ راگا ڈاکو بِنا لحاظ کیے اُسے مارنے پیٹنے پر آ جاتا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ انہیں کھانے کے لیے دیتا ہے تو وہ ان

پر ہر طرح کا حق رکھتا ہے۔ قبیلے سے وہ لوگ جا نہیں سکتے تھے جب کہ راگا کے ظلم و ستم بڑھنے لگے تھے۔

قبیلے کا ماحول بھی عجیب سا ہو گیا تھا۔ کبھی عورتیں ناچتی تو کبھی عجیب غلاظت بھرا ماحول شروع ہو جاتا۔ اُس نے اپنے باپ کے ہوتے ہوئے یہ ماحول کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن پچھلے چار مہینوں سے اس کا قبیلہ اچھا خاصا گندا ہو چکا تھا۔

اور اپنی بہن کو تو وہ ایسے ماحول میں بھٹکنے بھی نہیں دیتا تھا۔ بے شک اُسے سارا سارا دن اندر کمرے میں بند رکھے لیکن وہ اس کو باہر نہیں آنے دیتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسے کمرے میں چھوڑ کر بالا کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا تھا جو آج بھی یہاں قبروں پر بیٹھا ہوا تھا۔

اچھا چل ناں، ناراض مت ہو۔ آ، راگا ڈاکو کے پاس چلتے ہیں۔ اشم" کی طبیعت خراب ہے، اُسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بات کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ مان جائے۔ اشم کی طبیعت کافی زیادہ خراب

ہے۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بالا خاموشی سے اس کے ساتھ اٹھ گیا۔

ان کے لیے نہ صحیح شاید اس معصوم بچی کے لیے اس کے دل میں رحم آ جاتا، سوچ کر وہ اس کے ساتھ جا رہا تھا۔

ooooooo

وہ دونوں قبیلے میں داخل ہوئے جب ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا تھا۔

یہ راگا ڈاکو کے نام آیا ہے، اسے دینا۔ "وہ ایک کاغذ اس کی طرف" بڑھاتے ہوئے کہتا واپس پلٹ گیا تھا، جب کہ بالا ایک نظر اُسے دیکھتا لفافہ کھولنے لگا۔

مت کھول، راگا کو ہی دیتے ہیں۔ وہ خود کھولے گا۔ "دلدار نے" اسے روکنا چاہا تھا لیکن بالا نے اس کی بات ماننے کے بجائے لفافہ پھاڑ دیا تھا، اور پھر لفافے سے نکلنے والے کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگا۔

مبارک ہو راگا، بیٹی ہوئی ہے تمہاری۔ فکر مت کرو، میں اپنا وعدہ" نبھاؤں گا۔ جیسا تم سے کہا تھا ویسا ہی ہو گا۔ "وہ تحریر پڑھتے ہوئے حیرت سے دلدار کی طرف دیکھنے لگا تھا جو خود بھی کافی الجھا ہوا تھا۔

جب اچانک راگا ڈاکو نے اس کے ہاتھ سے کاغذ کھینچا اور اگلے ہی لمحے بے دردی سے اس کے گالوں پر تھپڑوں کی برسات کرنے لگا۔ بالا تو بکھلا کر رہ گیا تھا لیکن راگا رکا نہیں تھا بلکہ بے دردی سے اسے پیٹنے لگا تھا۔

تیری ہمت کیسے ہوئی میرے نام آئے خط کو کھولنے کی؟ تیری اتنی" اوقات کہ اپنے مالک کی چیزوں پر ہاتھ ڈالے گا؟ "وہ غصے سے کہتے ہوئے اپنے کمر سے پٹا کھولتے ہوئے اس پر ہاتھ چلانے لگا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں بالا کی جلد اکھڑ گئی تھی، دلدار نے اسے روکنے کی کوشش کی تو دو تین چابک اُسے بھی پڑ گئے تھے۔ جن کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ کافی پیچھے گرا تھا لیکن اپنے دوست کو پِٹتے ہوئے بھی وہ

نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی لیے تیزی سے آگے آیا تھا لیکن اب کی دفعہ راگا ڈاکو نے دونوں پر رحم نہ کھایا اور بے دردی سے انہیں پیٹنا شروع کر دیا اور پھر اتنا پیٹا، اتنا پیٹا کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ درد سے بے ہوش ہو گئے تھے، جب کہ وہ انہیں یوں ہی میدان میں پھینکتا خود اپنی عیاشیوں پر نکل چکا تھا۔

یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ اس کے لیے دلدار بہت اہمیت رکھتا تھا جب تک وہ یہاں کا سردار مقرر نہیں ہوا تھا لیکن جب سے دلدار نے اُسے یہاں کا سردار بنایا تھا، وہ اس کے لیے بالکل اہم نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے اصل رنگ پر آ چکا تھا۔

اور اس کا اصل رنگ یہی تھا کہ وہ کبھی کسی پر ترس نہیں کھاتا تھا۔ اس کے لیے اس کی عیاشی سے زیادہ اہم اور کچھ نہ تھا۔

ooooooo

حال

"ارے یہ کیا؟ آپ تو کہہ رہے تھے کہ ضروری کام ہے، ہمیں چھوڑ کر آپ واپس اپنے کام پر چلے جائیں گے لیکن لگتا ہے آپ کا واپس جانے کا موڈ نہیں ہے۔

اگر نہیں جانا تھا تو پھر ہم رک جاتے ناں تھوڑی دیر وہیں پر۔ "وہ کمرے میں آئی تو ریان چینج کر کے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ اُس کے مطابق ریان واپس جانے والا تھا لیکن وہ تو قبیلے سے واپس آنے کے بعد پولیس اسٹیشن نہیں جا رہا تھا۔

"موڈ نہیں ہے میرا اس وقت جانے کا، کافی تھک چکا ہوں۔ تم بھی تھک گئی ہو گی، آرام کر لو۔ "ریان اس سے کہتے ہوئے بیڈ پر لیٹا تھا جب کہ اس کے لہجے کا روکھا پن محسوس کرتی رباب پریشان ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے ریان؟ آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟ کیا کوئی بات ہے جو آپ کو ڈسٹرب کر رہی ہے؟ "وہ اس کے پاس آکر بیٹھتے

ہوئے پوچھنے لگی تھی، جب کہ ریان جو آنکھوں پہ ہاتھ رکھے سونے کی غرض سے لیٹ چکا تھا، ہاتھ ہٹا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"میں پریشان لگ نہیں رہا ہوں رباب، نیں پریشان ہوں۔ تم نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تم پریگننٹ ہو؟ اتنی بڑی بات تم مجھ سے کیسے چھپا سکتی ہو؟ کیا یہ اتنی چھوٹی سی بات تھی کہ تم نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا؟ "وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اُسے سوال جواب کرنے لگا۔

"ریان کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ میں نے آپ کو بتایا تو تھا کہ آپ بہت ،پریشان تھے اس وقت، مجھے آپ کو اس وقت بتانا مناسب نہیں لگا آپ اپنی پریشانیوں میں اُلجھے ہوئے تھے اور..."

"اور، اور کیا رباب؟ بتاؤ، بولو !اس طرح سے چپ کیوں ہو گئی ہو تم؟ چار مہینے سے پریگننٹ ہو، چار مہینے سے رباب !اور یہ کوئی چھوٹا سا عرصہ نہیں ہوتا۔ کیا ان پچھلے چار مہینوں میں تمہیں ایک لمحہ بھی

ایسا میسر نہیں آیا جس میں تم مجھے یہ بتا سکو کہ تم ماں بننے والی ہو؟ کیا ان چار مہینوں میں کوئی ایسا ایک لمحہ نہیں تھا ہم دونوں کے بیچ جس میں تم مجھ سے اس خوشی کی خبر کو شیئر کر سکو کہ میں باپ بننے والا ہوں؟ یا پچھلے چار مہینوں میں میں اتنا زیادہ اُلجھا ہوا تھا اپنے کاموں میں کہ تم نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپا لی؟"

"میں خود ہی یہ سب نوٹ کر رہا تھا لیکن میرا دھیان نہیں گیا اس طرف، لیکن تم نے تو انتہا کر دی رباب، تم نے مجھ سے اتنی بڑی بات چھپا لی۔" وہ غصہ ہوتے ہوئے اپنی آواز بلند کر چکا تھا، جب کہ رباب شرمندہ ہو گئی تھی۔

"ریان، میں سمجھتی ہوں میں آپ کی ہر بات کو سمجھتی ہوں لیکن جب میں امی کے گھر گئی تھی تب انہوں نے کہا کہ یہ بہت خوشی کی بات ہے اور اس خوشی کی بات کو خوشی کے موقع پر ہی آپ کو بتانا چاہیے، پچھلے چار مہینوں میں کبھی آپ اپنی جاب کو لے کر تو کبھی بیلا

کو لے کر بہت پریشان تھے، میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ کو اتنی بڑی خوشخبری اس طرح رُوکھے سُوکھے انداز میں سناؤں، میں جانتی ہوں آپ ہَرٹ ہوئے ہیں لیکن..."

"بس کرو رباب، مجھے تمہاری صفائی نہیں چاہیے۔ تم نے اپنی اس حرکت سے مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ میں جانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے، لیکن اس زیادتی کا بدلہ تم مجھ سے اس طرح سے لو گی کہ مجھ سے اتنی بڑی خوشی چھپا لو گی؟ مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔ تم نے مجھے بہت ڈِس اَپوائنٹ کیا ہے، بہت زیادہ!"

وہ اپنی بات مکمل کرتا اٹھ کر کمرے سے نکل چکا تھا، جبکہ رباب پریشانی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

ooooooo

"دیکھ لیا سردار؟ اور کتنی دیر دیکھنے کا ارادہ ہے اصل سردار اور اس کے قبیلے کے لوگوں کی خوشیوں کو؟ تمہاری تو نظر بھی نہیں لگ رہی

"ان کی خوشیوں کو۔ دیکھو کیسے جگمگا رہا ہے ان کا قبیلہ رات کو۔

رشید واپس آیا تو بھی اس کا لہجہ ویسا ہی جلا کٹا تھا۔ جب کہ سردار اب بھی وہیں پر بیٹھا ہوا سامنے قبیلے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

سمجھ نہیں آ رہا مجھے، مجھے سمجھ نہیں آ رہا رشید، میری موت میرے" "اتنے قریب تھی تو سردار نے مجھے مارا کیوں نہیں؟

مطلب کہ تم اپنی جان بچنے پر خوش نہیں ہو؟ "اُس کے لہجے میں" ،مایوسی محسوس کر کے حیرت سے دیکھا تھا۔ وہ اُسے زندہ چھوڑ گیا تھا کیا اس کے لیے اتنا کافی نہیں تھا کہ وہ اب بھی رو رہا تھا کہ سردار نے اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟

سردار دلدار کوئی بھی کام بے وجہ نہیں کرتا رشید، کوئی نہ کوئی وجہ" ہے، کوئی نہ کوئی وجہ ہے جو اس نے مجھے زندہ چھوڑا۔ میری موت میرے سر کے اتنے قریب تھی لیکن پھر اس نے مجھے زندہ چھوڑ دیا۔ وہ بار بار میرے پاس آتا ہے جیسے موت میرے قریب آ گئی ہو، پھر

اچانک وہ مجھے زندہ چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ کیا تمہیں نہیں لگتا کہ اس کے پیچھے کوئی وجہ ہے؟ کوئی بہت بڑی وجہ؟ "اب کی دفعہ وہ پلٹ کر اس سے سوال کرنے لگا حالانکہ رشید کو تو اس کے سوال ہی سمجھ نہیں آ رہے تھے۔

مجھے نہیں پتہ سردار، بس یہ پتا ہے کہ ان لوگوں کو تباہ کرنا تمہارا" مقصد تھا، اس قبیلے پر حکومت کرنا تمہارا مقصد تھا لیکن تم کچھ نہیں کر رہے ہو۔ سردار کو تب تک سردار کی کرسی سے کوئی نہیں ہٹا سکتا "...جب تک وہ خود نہ ہٹنا چاہے اور وہ خود تب تک

وہ تب تک نہیں ہٹ سکتا جب تک اس کے اندر سے سرداری کی" خواہش نہ مٹ جائے اور میں اس کی اسی خواہش کو مٹا دوں گا بلکہ میں اس کے جینے کی خواہش کو مٹا دوں گا۔ اب میں اس کی سب سے ،بڑی کمزوری پر ہاتھ ڈالوں گا۔ "وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا جبکہ رشید حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔

سردار کی کیا کمزوری ہو سکتی ہے؟ وہ تو ہر طرح کی پریشانی سے دور" ہے۔ اس کی ایسی کوئی کمزوری ہی نہیں ہے جس پر ہم ہاتھ ڈال سکیں۔"

ہے رشید، ہے سردار کی کمزوری۔ وہ لڑکی ہے، وہ لڑکی رضوان کی" بیٹی، وہ لڑکی اس کی کمزوری ہے۔ وہی لڑکی اس کے لیے اس کے جینے کی وجہ ہے۔ اگر وہ لڑکی ہی مر جائے تو سردار اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔ اس کی سرداری ختم ہو جائے گی، سب کچھ ختم ہو جائے گا اور قبیلہ ایک دفعہ پھر سے میرے ہاتھ میں آ جائے گا۔ "وہ اُسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا، جب کہ حقیقت میں اس کی یہ بات تو سچ ہی تھی کہ سردار کی بیوی ہی اس کے لیے اس کا سب کچھ تھی۔ اگر اس کی بیوی مر جاتی تو سردار کے پاس کچھ نہ بچتا۔

○○○○○○○○

سردار کمرے میں آیا تو دعام آرام سے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ابھی تک چینج نہیں کیا تھا، جب کہ وہ ایک نظر اُسے دیکھتا اُس کے پاس ہی آ کر بیٹھ گیا۔

ارے !تم ابھی تک یہیں پہ بیٹھی ہو؟ تم نے چینج نہیں کیا؟ اب" تک تو تمہیں چینج کر لینا چاہیے تھا۔ کہیں میرا انتظار تو نہیں کر رہی تھی؟ کہیں مجھے منانے کے لیے تو اب تک نہیں بیٹھی ہوئی؟"وہ جان بوجھ کر دیر سے آیا تھا، جب کہ جس طرح وہ بیڈ پر الٹی پالتی مارے دونوں ہاتھ چہرے کے نیچے جمائے ہوئے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی، اس کا یوں انتظار کرنا اُسے اچھا لگا تھا۔

نہیں، میں تو آپ کا انتظار نہیں کر رہی تھی اور ڈریس، وہ میں نے" ،تھوڑی دیر اور پہننی تھی اسی لیے چینج نہیں کی۔ "وہ فوراً بولی تھی جب کہ سردار نے اُسے گھورا تھا۔ یقیناً اُسے یہ جواب نہیں چاہیے تھا۔

وہ بیڈ کے پاس آتے ہوئے اُسے تھوڑا سا کندھے سے تھام کر پیچھے کرتا، اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی گود سے ہٹاتے ہوئے اپنا سر اس کی گود میں رکھ گیا تھا۔

اور اب اس کا پورا فوکس اس کے چہرے کی طرف تھا جو حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

اچھا تو مطلب اب تک تم نے مجھے منانے کے لیے کچھ بھی نہیں" سوچا؟ کیا خیال ہے، ساری زندگی ناراض رکھنے کا ارادہ ہے مجھے؟ اپنے آپ سے۔ بہت سست ہو تم سجن سائیں، ابھی تک تمہیں مجھے منانے کا کوئی آئیڈیا نہیں آیا نکما ہے سجن میرا، مجھے تو لگ رہا تھا کہ ابھی تک تم کوئی نہ کوئی طریقہ نکال چکی ہو گی مجھے منانے کا لیکن تم تو "آرام سے یہاں بیڈ پر بیٹھی ہوئی ہو۔

ارے !نکال لیا میں نے آپ کو منانے کا حال، لیکن ابھی فی الحال" میرا موڈ نہیں ہے۔ آپ ناراض ہی رہیں۔ میں کل آپ کو مناؤں

گی۔ آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں، اتنی دیر اتنے بھاری ڈریس پہن کر بیٹھنا بے وقوفی ہے لیکن کیا ہے ناں، مجھے آپ پر ترس آگیا، آپ پلٹ پلٹ کر مجھے دیکھ رہے تھے، اسی لیے مجھے لگا کہ آپ کو دیکھنے کا ٹھیک سے موقع نہیں ملا ہو گا، اسی لیے ابھی فوراً سے جا کر ڈریس چینج نہیں کروں گی۔ اب آپ نے دیکھ لیا، اب میں چینج کرنے جا "رہی ہوں۔

پھر مجھے سونا بھی تو ہے ناں، بہت نیند آ رہی ہے مجھے۔ آپ بھی" کافی تھکے ہوئے لگ رہے ہیں، سو جائیں۔ "وہ بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولی تھی، جب کہ سردار اُسے گھورے جا رہا تھا۔

او ہو، ڈاکو جی !آپ بھی ناں !بول تو رہی ہوں کہ آپ کو منانے کا" ،طریقہ ڈھونڈ لیا ہے، کل مناؤں گی آپ کو۔ فی الحال سو جائیں آپ کل منا لوں گی، ڈونٹ وَری "!وہ اس کے گال کھینچتے ہوئے کہتی اٹھ

کر چینج کرنے جا چکی تھی، جبکہ سردار حیران حیران سا بس اس کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔

وہ تو اُسے مِنا کر جیسے اس پر احسان کر رہی تھی۔ موڈ کے مطابق منائے گی۔ آج منانے کا دل نہیں تھا، کل منائے گی۔

یہ کیا بات ہوئی؟ میں آج ناراض ہوں تو اُسے مجھے آج منانا چاہیے" ناں !دلدار، دیکھ لے تیری ناراضگی کی تو کوئی قدر ہی نہیں ہے۔ "وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا بیڈ پر لیٹ کر اس کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

○○○○○○○○

وہ چینج کر کے آئی تو سردار اب بھی ناراض ناراض سا، بیڈ پر بیٹھا اُسے گھور رہا تھا۔

"اُف !ڈاکو جی کیا مسئلہ ہے؟ بول تو رہی ہوں کہ کل منا لوں گی پھر یہ رُوٹھی ہوئی بیوی کی طرح منہ بنا کر کیوں بیٹھے ہیں؟ ویسے ایسی شکلیں بناتے کافی کیوٹ لگتے ہیں آپ۔ "وہ اس کے بالکل قریب آ کر بیٹھتے ہوئے اس کے گال کھینچنے لگی تو وہ اگلے ہی لمحے اس کے بالوں میں انگلیاں اُلجھاتا اس کے چہرے پر جھک گیا تھا۔

جبکہ اُسے خود پر جھکتا پا کر وہ اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ گئی تھی۔

"او ہو، ڈاکو جی !میں نے کہا ناں، میں کل مناؤں گی۔ آپ میرے ساتھ فری مت ہوں ابھی تو مجھے بہت شدید نیند آ رہی ہے۔ ...کل منا لوں گی آپ کو، فی الحال مجھے سونے دیں۔ "وہ اس کے قریب ہی لیٹتے ہوئے کہنے لگی تو سردار اس کے ساتھ لیٹتا اس کی کمر میں اپنی باہوں کا حصار بنا گیا تھا، جب کہ دعام کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

یہ ناراض لوگ اتنا چپکا چپکی نہیں کرتے ہوتے ناں؟ "اُسے اپنی" گردن پر جھکتا دیکھ کر وہ سرگوشی میں بولی تو اب کی دفعہ سردار نے زرا سختی سے اُسے گھورا تھا۔

اچھا !میرے ڈاکو جی کی ناراضگی تھوڑی الگ ہے۔ آپ چپک کر" ناراض ہوتے ہیں، چلیں ٹھیک ہے، چپک جائیں کوئی مسئلہ نہیں، لیکن میں بتا رہی ہوں فی الحال میری طرف سے کچھ نہیں ہے، آپ خود ہی "فری ہوئے جا رہے ہیں، میں نے تو بتا دیا کہ میں کل ہی مناؤں گی۔ وہ مزید شرارتی انداز میں بولی تو اب کی دفعہ سردار نے آہستہ سے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا اور پھر اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے اس کی سانسوں کو چرانے لگا۔

تم کل مناؤ، پرسوں مناؤ یا نہ مناؤ، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس وقت" جو میرے جذبات ہیں وہ تب تک راحت نہیں پا سکتے جب تک

تمہارے قریب نہ آؤ۔ تم نے جو کل کرنا ہے کرتی رہنا، فی الحال جو "میرا دل کر رہا ہے مجھے کرنے دو۔

،وہ اس کے لبوں کو چومتے ہوئے ان پر اپنی شدت دکھانے لگا تھا جبکہ دعام اس کی گردن میں اپنے بازو حمائل کرتے ہوئے اس کے بہکے ہوئے لبوں کا لمس اپنے چہرے کے ہر نقش پر محسوس کرنے لگی۔

"ویسے ڈاکو جی، ایک بات ہے، آپ کی ناراضگی میں دم نہیں۔" تھوڑی دیر کے بعد پھر سے اس کی آواز سنائی دی تو سردار نے پھر سے اس کے چہرے کو گھورا تھا۔

اچھا اچھا، بابا !اب میں نے کچھ غلط بول دیا، میں تو بس آپ کو یاد" کروا رہی تھی کہ ناراض ہیں آپ اور ناراضگی میں اتنا پیار نہیں کیا جاتا۔ "اب کی دفعہ اس کے لہجے میں کھنک سی تھی۔

بہت مغرور ہو گئی ہو سَجن سائیں، میں نے سچ مچ میں تمہیں سر" چڑھا رکھا ہے۔ "وہ اس کی گردن کو چومتے ہوئے بولا تو دعام کھکھلا کر ہنسی جس کی مٹھاس اس کے کانوں میں رس گھول گئی تھی۔

بس جی، کیا کریں؟ وہ میرے ڈاکو جی ہیں ناں، مجھ سے بہت پیار" کرتے ہیں، میرے ڈاکو جی کا گزارا ہی نہیں ہے میرے بغیر، وہ میرے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔"میں اپنے ڈاکو جی کی بہت زیادہ لاڈلی ہوں نا اس لیے مغرور ہونا تو بنتا ہے

"... کبھی کبھی تو مجھے ڈر لگتا ہے کہیں میں مَر مَرا گئی تو

دعام "!وہ اپنے ہی دُھن میں بولے جا رہی تھی، جبکہ اس کی بات" کی گہرائی جان کر وہ اگلے ہی لمحے تڑپ کر اس کی بات کاٹ گیا تھا۔

دماغ خراب ہے تمہارا؟ کیا بکواس کر رہی ہو؟ ابھی تو زندگی کی" شروعات نہیں ہوئی اور تم زندگی ختم ہونے کی بات کر رہی ہو؟ ایسی سوچ بھی تمہارے دماغ میں کیوں آئی؟ اگر میں کچھ کہتا نہیں تو اس

کا یہ مطلب نہیں ہے جو منہ میں آئے وہ بکواس کیے جاؤ۔ آج کے بعد اگر تمہارے منہ سے ایسے الفاظ سُنے تو جان سے مار ڈالوں گا تمہیں "!وہ غصے سے کہتے ہوئے اُسے ڈرا گیا تھا، جب کہ دعام خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اپنی بات کی گہرائی کو سمجھ کر نظریں جھکا گئی تھی۔ سردار مزید اُسے کچھ بھی کہنے یا سننے کا موقع دیے بغیر کمرے کی لائٹ آف کرتے ہوئے اُسے ایک جھٹکے میں اپنے قریب کرتا، اپنے لبوں کو ایک دفعہ پھر سے اس کے نازک بدن پر بے لگام چھوڑ چکا تھا۔

دعام کو اب کی دفعہ مزید شدت سے خود کے ساتھ لگائے وہ اس کی سانسیں اپنی سانسوں سے روک رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں کا بے باک لَمس وہ اپنے سراپے پر محسوس کرتی خود کو اس کے حوالے کر گئی تھی۔ آج اس کا انداز شدت لیے ہوئے تھا۔ وہ جتنا اس سے دور

ہونے کی کوشش کر رہی تھی، سردار اتنی ہی شدت سے اس کو خود سے لپٹائے اس پر اپنی محبت برسا رہا تھا۔

OOOOOOOO

ماضی

"راگا ڈاکو کی کوئی بیٹی بھی ہے کیا؟ اگر ہے تو اس کے بارے میں ہمیں کیوں نہیں پتا؟ اور اگر راگا ڈاکو کی بیوی اور بچے ہیں تو پھر وہ ان کے ساتھ کیوں نہیں رہتا؟ یہاں اس قبیلے میں کیوں رہتا ہے؟ اور وہ کب تک یہاں رہے گا؟ یہاں سے جاتا کیوں نہیں ہے؟ اگر اس کے بیوی بچے ہیں تو وہ ان سے ملنے کے لیے تو جاتا ہی ہو گا لیکن وہ تو ہر وقت قبیلے میں رہتا ہے، کہیں پر نہیں جاتا۔ تو اس کے بیوی بچے کہاں ہیں؟ وہ تو یہاں کا سردار ہے ناں، تو وہ اپنے بیوی بچوں کو یہاں پر اس قبیلے میں بھی تو لا سکتا ہے؟"

وہ ندی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ اشم دلدار کی گود میں بیٹھ کر اس کی ساری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جو سمجھنا اپنے آپ میں ایک مشکل کام تھا۔

بالا کے ذہن میں کافی سارے سوال تھے۔ نہ جانے کس نے ترس کھا کر ان دونوں کو ان کے کمرے میں لا کر چھوڑا تھا اور پھر ایک حکیم کو بلا کر ان دونوں کی مرہم پٹی بھی کر دی تھی۔ آج اس واقعے کو گزرے بھی ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔

"یہ ساری باتیں تو سمجھ میں نہیں آ رہیں۔ دلدار، اگر اس کے بیوی بچے ہیں تو وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کیوں نہیں رہتا؟ یہاں اس قبیلے میں کیوں رہتا ہے؟ چلو رہتا ہے تو رہتا ہے، وہ ان سے ملنے کے لیے کیوں نہیں جاتا اور اس کے بیوی بچے آخر ہیں کہاں؟ اس قبیلے سے دور کیوں ہیں؟ اور وہ خط کس کا تھا؟ اس خط پر تو کسی کا نام بھی نہیں لکھا تھا۔"

"بس اتنا ہی لکھا تھا کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، تمہاری بیٹی ہوئی ہے۔" بالا اپنے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے اُسے بتا رہا تھا، جبکہ دلدار بھی کچھ اُلجھا اُلجھا بیٹھا اشم کے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔

"چھوڑو ان سب باتوں کو۔ تھوڑا سکون ملا ہے تو اس آدمی کے بارے میں بات کر کے اپنا سکون خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایشم، میں نے بات کی تھی حکیم چچا سے، وہ شام کو آئیں گے قبیلے میں زخمی ڈاکوؤں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے تو تمہیں بھی دیکھیں گے۔"

"تمہاری طبیعت پچھلے دنوں سے بہت خراب ہے ناں، اسی لیے میں نے ان سے بات کی تھی۔" وہ موضوع بدل گیا تھا، جب کہ بالا بھی آ کے اس کے ساتھ لگ گیا۔

"ہائے !ایشم، تم ناں ان کے سامنے بالکل مستی مت کرنا۔ وہ جو کہیں گے وہ کر دینا تاکہ پتا تو چلے کہ تم اتنی کمزور کیوں ہوتی جا رہی ہو۔

وہ راگا نے جن ڈاکوؤں کو قبیلے میں رکھا ہے ناں، وہ لوگ بھی کل

تمہیں دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ جب پچھلی دفعہ انہوں نے اشم کو دیکھا تھا تب وہ اتنی کمزور نہیں تھی۔"

"ہاں، بات تو صحیح ہے، اس کی طبیعت پچھلے دنوں سے بہت خراب ہے۔ آج حکیم صاحب آئیں گے تو میں اس کا پورا معائنہ کرواؤں گا۔"

"اور اگر حکیم چچا نے کڑوی والی دوائی دی تو وہ تم کھاؤ گے!" وہ ابھی اپنی بات مکمل بھی نہیں کر پایا تھا کہ اشم نے فوراً ہی اُسے دیکھتے ہوئے اپنا حکم جاری کر دیا تھا۔

"ارے، میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ تمہیں جو بھی دوائی دیں گے وہ میٹھی ہو گی، بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ میں اپنی بہن کا منہ بالکل کڑوا نہیں ہونے دوں گا۔" وہ اس کے گالوں کو چومتے ہوئے اُسے اپنے ساتھ لگا گیا تھا، جبکہ وہ بھی اس کے ساتھ شرارتیں کرنے میں مصروف ہو چکی تھی۔

اُسے عادت ہو چکی تھی اپنے ماں باپ کے بغیر رہنے کی۔ اب اس کے لیے اس کا سب کچھ اس کا بھائی ہی تھا جو اس کا خیال رکھتا تھا، اس کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ وہ اسے لمحے کے لیے بھی خود سے الگ نہیں ہونے دیتا تھا۔

اور خود اشم بھی اپنا ہر مسئلہ لے کر اسی کے پاس آتی تھی۔ مجال تھی جو وہ قبیلے میں کسی اور سے بات بھی کرتی ہو۔

وہ اپنے بھائی کی باتوں کو بہت اچھے طریقے سے سمجھتی تھی اور اتنے عرصے میں وہ یہ بات بہت اچھے طریقے سے سمجھ گئی تھی کہ ماں باپ کے جانے کے بعد اس کا سب کچھ اس کا بھائی ہی ہے۔ بالا سردار اور اشم ایک دوسرے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے ان کا۔ باقی سب انہیں مارتے ہیں، انہیں باتیں سناتے ہیں، یہاں تک کہ صرف روٹی کھانے کے لیے بھی انہیں کتنا کچھ سننا پڑتا تھا۔

ooooooo

تمہیں پتا ہے یہاں سے راستہ نکلتا ہے؟ "بالا اچانک اُسے دیکھتے" ہوئے بولا تو اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اشم اس سے باتیں کرتے کرتے اس کی گود میں ہی سو گئی تھی، جب کہ دلدار نے پلٹ کر پیچھے بڑے بڑے پہاڑوں کی طرف دیکھا تھا۔

،وہ ندی کے بالکل پاس بیٹھے پیچھے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ہاں" وہاں کوئی راستہ نکلتا تو تھا جس کا ذکر اکثر بابا بھی کرتے تھے لیکن وہاں پر ناں آگے گھنا جنگل ہے۔ اس لیے اس طرف کوئی بھی نہیں جاتا۔ میں نے سُنا ہے کہ اس طرف خطرناک جانور ہیں۔ "دلدار اسے دیکھتے ہوئے بتانے لگا تھا۔

خطرناک جانور ہیں یا نہیں یہ میں نہیں جانتا لیکن کل رات کو جب" "...تم سو رہے تھے ناں، میں گیا تھا اس طرف

راگا ڈاکو اپنے گھوڑے پر اس راستے سے کہیں جا رہا تھا تو میں نے" اس کا پیچھا کیا۔ تمہیں پتا ہے؟ مجھے یہ راستہ آتا ہے۔ اگر ہم نے کبھی

قبیلے سے چھپ کر باہر نکلنا ہوا ناں تو اسی راستے سے جائیں گے۔ ویسے بھی میلہ لگنے والا ہے۔ راگا ڈاکو تو ہمیں میلہ دیکھنے جانے نہیں دے گا تو اسی راستے سے جائیں گے، تینوں "!وہ مزے سے بولا تو سردار بھی مسکرا دیا تھا۔

○○○○○○○○

حال

اس کی آنکھ کھلی تو بالا اب تک سو رہا تھا۔ اس کا ہرگز کوئی ارادہ نہ تھا اُسے جگانے کا، سوتا ہے تو سوتا رہے۔ اس کی بلا سے، وہ تو نیچے جا کر پورا قبیلہ دیکھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ قبیلہ کافی بڑا اور کافی زیادہ خوبصورت تھا۔ اُسے کل سے ہی قبیلہ دیکھنے کی بہت زیادہ ایکسائٹمنٹ تھی، جب اسے دلہن بنا کر ندی کی طرف لے کر جایا جا رہا تھا وہ نظارہ وہ دیکھ کر ہی کنفیوز ہو گئی تھی کہ اتنی خوبصورت سیر گاہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ دعام تو اُسے بتا رہی تھی کہ یہاں اونچے پہاڑوں

کے پیچھے جھرنے بھی بہتے ہیں اور جب سے اس نے یہ سُنا تھا اس کی ایکسائیٹمنٹ کا لیول ہی الگ تھا۔ اُسے ہر گز نہیں لگا تھا کہ قبیلہ اس طرح کی جگہ پر ہو گا جہاں اُسے اتنا کچھ دیکھنے کو ملے گا۔

لیکن اب جب اُسے پتا چل چکا تھا کہ قبیلے میں بہت کچھ ہے دیکھنے لائق تو وہ ایکسائیٹڈ تو ہو گی ہی ناں۔ اسی لیے فوراً ہی تیار ہو کر وہ نیچے کی طرف آ گئی تھی۔ نہ جانے دعام کہاں ہو گی؟ نہ جانے وہ ابھی تک باہر آئی بھی ہو گی یا نہیں۔ وہ نیچے آتے ہوئے اپنے پیروں کو پتھروں سے بچا رہی تھی، کیونکہ پتھریلے پہاڑوں پر چلنا اچھا خاصا مشکل کام تھا کیونکہ اس کے پیر بار بار پھسل رہے تھے۔ لیکن اس نے بھی نیچے آ کر ہی دم لیا تھا۔ آج قبیلے کا ماحول کل سے کافی الگ تھا۔ شاید روشنیوں میں یہ اس طرح سے لگتا ہو گا۔ کل تو یہاں بہت سارے مرد حضرات تھے جن میں سے اُسے بچا کر نکالا گیا تھا لیکن اس وقت یہ جگہ بالکل خاموش تھی۔ سامنے چارپائی پر سردار لیٹا ہوا

تھا۔ اس کے ایک سائیڈ پر جمرو بیٹھا اس کے پیر دبا رہا تھا، جبکہ سر کے پاس بیٹھا میرو اس کے سر کی مالش کر رہا تھا۔

وہ فوراً ہی آگے بڑھتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔

"السلام علیکم دلدار بھائی !کیسے ہیں آپ؟ آپ کی بیوی کدھر ہے؟" اس کے پاس آکر اُسے سلام کرتے ہوئے فوراً ہی اصل سوال کی طرف آگئی تھی۔

وعلیکم السلام، الحمدللہ میں ٹھیک ہوں، تم کیسی ہو؟ اور بیوی میری" صبح سے غائب ہے۔ مجھے خود بھی نہیں ملی۔ میں تو ابھی نیچے آیا ہوں۔ ہاں بھائی جمرو، کدھر ہے تمہاری بہن؟ "اب اس نے جمرو کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

ندی کی طرف ہے، میں بس ابھی ابھی ہی اُسے ناشتہ دے کر آیا" تھا۔ وہ کچھ کر رہی ہے وہاں پر۔ کچھ چیزیں بھی منگوائی تھیں اُس نے، میں نے سب کچھ دے دیا ہے۔ میں تو بس تمہیں سلام ٹھوکنے

آیا تھا، تم نے پیر دبانے پر لگا دیا !مجھے بھی ادھر ہی جانا ہے، اس کی

"مدد کرنی ہے۔

وہ فوراً بولا تھا، جانے کے لیے پر تو وہ کب سے ہی تول رہا تھا۔ سردار

سمجھ چکا تھا لیکن اُس نے اُسے بتایا نہیں تھا کہ اسے دعام نے ادھر

بلایا ہے۔

ہاں تو پہلے بتانا تھا ناں !کب سے یہاں بیٹھا وقت برباد کر رہا ہے۔"

"نہ جانے میری سَجن سائیں وہاں اکیلی کیا کر رہی ہو گی۔

جا، فوراً جا !اس کی مدد کر اور اسے بھی ساتھ لے جا۔ "اس نے"

ایک نظر پاس کھڑی بیلا کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

جس پر وہ فوراً ہی اس کا حکم مانتا آگے کی طرف چل پڑا تھا۔ بیلا کا

انتظار کرنا تو اس نے گناہ ہی سمجھ لیا تھا۔ وہ ویسے بھی بیلا سے بات

نہیں کرتا تھا۔

جبکہ اس کا رویہ دیکھ کر تو بیلا کا بھی دل نہیں کرتا تھا اُسے منہ لگانے کا۔ ہاں لیکن اس وقت مجبوری تھی، اُسے ندی پر جانے کے لیے اس کی مدد کی ضرورت تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی ندی کا راستہ کس طرف ہے اور یہ قبیلہ، قبیلہ نہیں بلکہ بھول بھلیاں تھا۔

○○○○○○○

اُس نے بہت سارے پھول زمین پر پھیلائے ہوئے تھے اور اب بیٹھی ربن کے ساتھ ان کے گلدستے بنانے میں مصروف تھی۔

جبکہ پاس ہی اُس نے خوبصورتی سے ایک جھولا تیار کیا ہوا تھا۔ بیلا تو یہ سب کچھ دیکھ کر حیران ہی رہ گئی تھی۔

واؤ دعام !یہ تم کیا کر رہی ہو یہاں پر؟ کہیں آج دلدار بھائی کی" سالگرہ تو نہیں کہ تم ان کے لیے سپیشل کچھ کر رہی ہو؟ "وہ وہاں رکھی دو کرسیوں کو دیکھنے لگی تھی۔ پہلے ارادہ اس پر بیٹھنے کا تھا لیکن

اس پر لگی چھوٹی چھوٹی لائٹنگ دیکھ کر وہ وہاں بیٹھنے کے بجائے زمین پر ہی دعام کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

"نہیں، ان کی سالگرہ نہیں ہے۔ وہ مجھ سے خفا ہیں ناں تو انہیں منانے کے لیے سرپرائز پلان کر رہی ہوں۔ جمرو بھیا، آپ نے انہیں بتایا تو نہیں ناں کہ میں ادھر ہوں؟ "اُس نے اچانک ہی اپنے شک کو زبان دی تو جمرو نے فوراً سر کھجایا تھا۔

"بتا تو دیا ہے اُس نے، اور ساتھ میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ تم یہاں پر کچھ کر رہی ہو اور اُس نے تمہیں بہت سارا سامان بھی لا کر دیا ہے۔ اتنے نکمے انسان کو تم نے اپنے ساتھ لگایا ہوا ہے تو یہی ہو گا ناں۔ میری مانو، تمہیں ناں اپنا سیکرٹ پارٹنر مجھے بنانا چاہیے "!بیلا بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ کر گلدستے بنانے میں مصروف ہو چکی تھی۔

"او، دو نمبر بھابھی !زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دعام کا پارٹنر میں ہوں اور میں ہی رہوں گا۔ اور دعام ، تم فکر مت کرو، تم

یہاں آرام سے اپنا کام کر لو، میں سردار کو اس طرف ہرگز نہیں آنے دوں گا۔ سارا دن اس کو اُدھر ہی رکھوں گا۔ "وہ اس کی مدد کی غرض سے بولا۔

چلیں، شکر ہے اس کی عقل میں یہ بات تو سما گئی ہے کہ یہ سرپرائز" "ہے اور اس طرف دلدار بھائی کو نہیں آنے دینا۔

تم تو کافی مصروف لگ رہی ہو دعام ۔ لگتا ہے یہی سب کچھ کرتی" رہو گی آج تو؟ مجھے قبیلہ کب دکھاؤ گی؟ "وہ اُسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھی کیونکہ صبح صبح اس کے نیچے آنے کا مقصد تو قبیلہ دیکھنا ہی تھا اور دعام یہاں بہت مصروف لگ رہی تھی۔

ارے، دکھاؤں گی ناں !تم فکر مت کرو، تم ناشتہ کر لو اور پھر ناشتہ" ختم کر کے یہاں واپس آ جانا تب تک میں یہ گلدستے بنا لوں گی۔ پھر "میں تمہیں قبیلہ دکھانے چلوں گی۔

ویسے بھی ڈاکو جی کو سرپرائز تو میں نے شام کو ہی دینا ہے ناں۔ ان" کے سامنے گھومتی رہوں گی ناں تو وہ اس طرف نہیں آئیں گے ورنہ میرا سرپرائز کا پہلے ہی بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اسی لیے میرا ان کے سامنے رہنا بہت ضروری ہے۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو اب بیلا کو سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ صبح صبح یہ سب کچھ کیوں کر رہی تھی۔

ہاں، یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ میں ناشتہ کر لیتی ہوں۔ دلدار بھائی بھی" وہاں قبیلے میں ہی ہیں۔ میرے خیال میں تم اُدھر آ گئی تو وہ وہاں نیچے بیٹھ گئے۔ مجھے کہہ رہے تھے کہ ابھی ابھی ہی آئے ہیں، تھوڑی دیر میں تمہیں ڈھونڈنا شروع کر دیں گے۔ ویسے تم اور دلدار بھائی پرفیکٹ کپل ہو، مِیڈ فار ایچ اَدر، ایک دوسرے کے ساتھ بہت پیارے لگتے ہو۔ "وہ اٹھتے ہوئے کہنے لگی تھی، جبکہ اس کی بات پر دعام کھکھلا کر ہنسی۔

ہاں، میں ان کے لیے بنی ہوں، وہ میرے لیے بنے ہیں۔ ہم"
،انشاءاللہ ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ تم ناشتہ کر کے جلدی آنا اور جمرو بھیا
وہ اس طرف نہیں آنے چاہیے، یہ آپ کی ذمہ داری ہے، یاد رکھیے
گا۔ جایئے، بیلا کو اپنے ساتھ لے کر جایئے، اس کے لیے میں نے
میرو بھیا سے ناشتہ بنوا دیا ہے اس کی پسند کے مطابق۔ "وہ اپنے کام
میں مصروف جمرو سے بولی تھی، جب کہ بیلا بھی فوراً اٹھ گئی تھی۔
ایک تو اُسے صبح صبح بھوک بہت لگتی تھی اور دوسرا اُسے قبیلے دیکھنے
کی ایکسائٹمنٹ بہت زیادہ تھی۔ وہ اُسے اس کے کام کو کرتا چھوڑ کر
خود جمرو کے ساتھ واپس قبیلے کی طرف آ گئی تھی۔

○○○○○○○○

راگا ڈاکو، یہ کون سا راستہ ہے اور ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ یہ تو"
نِیرا جنگل ہے، ہم کہیں پھنس نہ جائیں؟ "رشید اس کے ساتھ ساتھ آ

رہا تھا، جبکہ اس کے پیچھے اس کے تین اور لوگ بھی تھے۔ یہ راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے سالوں سے بند ہے۔

"یہ بھی ایک راستہ ہے قبیلے کے اندر جانے کا۔ یہ راستہ ندی کی طرف نکلتا ہے۔ ہم یہی راستہ اپنائیں گے اور رضوان کی بیٹی کو ختم کریں گے۔ جہاں پر سردار دلدار کی پناہ گاہ ہے، یہ راستہ اسی طرف نکلتا ہے۔"

"چاہے کتنے بھی دن انتظار کرنا پڑے، جب تک اس لڑکی کو جان سے نہ مار ڈالوں، سکون سے نہیں رہوں گا۔ اور نہ ہی اس قبیلے سے باہر نکلوں گا۔"

وہ فیصلہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا، جبکہ رشید تو اس کے ساتھ آ رہا تھا لیکن پیچھے موجود ڈاکو گھبرا رہے تھے۔

ایک تو یہ راستہ بہت ہی زیادہ خطرناک تھا اور دوسرا راگا ڈاکو کا جو پلان تھا اس کی وجہ سے وہ ڈرے ہوئے تھے۔ ان کے سردار میں

اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ سردار دلدار کا مقابلہ کر پاتا لیکن پھر بھی جلن اور حسد اسے سکون سے بیٹھنے نہ دے رہا تھا۔ اب کسی بھی طرح سے سردار کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا اور اس وقت بھی وہ صرف سردار سے پنگے لے کر ان کی جان کو خطرے میں ڈال رہا تھا۔

سردار، اگر ہم کامیاب نہ ہو سکے تو ...میرا مطلب ہے جان سے" جائیں گے، وہ ہمیں جان سے مار ڈالے گا؟ "پیچھے موجود ڈاکو بولا تھا۔

مار ڈالے !بے شک مار ڈالے، لیکن مرنے سے پہلے راگا اس کی" بیوی کی آخری سانسیں خود گنے گا۔ اگر راگا ڈاکو مرے گا تو زندہ وہ "سردار کو بھی نہیں چھوڑے گا۔

سردار دلدار اس لڑکی سے محبت کرتا ہے۔ اگر وہ لڑکی مر گئی تو" سردار کی موت خود بخود ہو جائے گی، ہمیں اس سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ یہاں آنے کا مقصد صرف اور صرف

سردار کی بیوی کو ختم کرنا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا، بے شک آخری

"سانس ہی کیوں نہ چل رہی ہو، سردار کی بیوی کو زندہ نہیں چھوڑنا۔

وہ آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا، جبکہ وہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے

ہوئے اس کے پیچھے پیچھے آنے لگے تھے۔

○○○○○○○○○

اللہ مار ڈالا، ہائے !مر گیا۔ "بالا اچانک بیڈ سے نیچے گرا تھا، جب کہ"

زوردار ٹکّر لگنے کی وجہ سے اس کی کمر میں بھی انتہا کا درد اٹھا تھا۔

نہیں، ابھی تو زندہ ہے۔ لیکن اگر مزید دو منٹ میں تو جاگا نہیں تو"

،میرے ہاتھوں یقیناً مر جائے گا۔ کمینے، تیری شادی کیا کروائی ہے

تیری تو آنکھ ہی نہیں کھل رہی !تجھے کیا لگتا ہے، میں وہاں سارا سارا

دن بیٹھ کے نیچے تیرا انتظار کیا کروں گا کہ کب بالا صاحب کی آنکھ

کھلے گی اور وہ نیچے تشریف آوری کر کے اپنا دیدار کروائیں گے؟ کیا

"سمجھ کے رکھا ہے تو نے مجھے؟

کل بھی مجھے اتنا انتظار کروایا، آج بھی صبح سے انتظار کروا رہا ہے۔"

چل، کوئی بات نہیں، کل تیرا ولیمہ تھا، ایک دن کی چھوٹ تھی تجھے لیکن آج کون سا تیر مارا ہے تو نے کہ اب تک سویا پڑا ہے؟ تیری بیوی نیچے پورا قبیلہ گھوم رہی ہے اور تیری آنکھ نہیں کھل رہی۔ تو "نشہ کر کے سوتا ہے کیا؟

وہ اس کے پاس آتے ہوئے بِنا لحاظ اسے مار رہا تھا، جبکہ بالا کی کبھی ایک طرف سے آہ نکلتی تو کبھی دوسری طرف سے اوئچ نکلتی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کی حالت کافی بگڑ چکی تھی اور یہ بات تو وہ ہمیشہ سے جانتا تھا کہ سردار کے لیے اگر کوئی کام سب سے زیادہ مشکل ہے تو وہ ہے انتظار اور وہ انتظار ہی کر رہا تھا۔ جو اس سے نہیں ہوا تو اوپر آ گیا تھا۔

یار وہ کیا ہے ناں کہ یہ جو نئے والے کمرے کا بیڈ ہے ناں، بہت" نرم گدہ ہے، قسم سے اس پر سوتے ہوئے مزہ آ جاتا ہے بس اسی

لیے اس پر آنکھ لگتی ہے تو پھر لگی ہی رہتی ہے، کھلتی ہی نہیں۔ "وہ معصومیت سے اُسے دیکھتے ہوئے بہانہ بنانے لگا تھا اب وہ اُسے یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ساری رات اپنی حسین بیوی کی پناہوں میں صرف آہیں بھر کر جاگا پڑا رہتا ہے۔

تو کیا کروں؟ تیرا بیڈ اٹھا کر اس پہاڑ سے نیچے پھینکوا دوں، یا پھر" تجھے اس کمرے سے نکال کر نیچے میدان کی زمین پر سلانا شروع کر دوں؟ ایک بات کان کھول کر سن لے بالا، ہو گی تیری بیوی تجھے بہت پیاری لیکن تیرا یار میں ہوں۔ اور یاری میں غداری میں برداشت "نہیں کر سکتا۔

میری جان بھی تیری صدقے، غداری کروں گا، اس سے پہلے خود" کے گلے پر چھری چلا لوں گا !بتا تو رہا ہوں، سکون نہیں ہے زندگی میں، نیند میں ہے۔ اسی لیے سو جاتا ہوں تھوڑا زیادہ ... لیکن اب "!سے نہیں سوؤں گا

وعدہ رہا میرا، سورج نکلنے سے پہلے تجھے نیچے مِلا کروں گا۔ "وہ وعدہ" کرنے لگا تو اب کی دفعہ اُسے مارنا چھوڑ کر اُسے دو منٹ کا اشارہ دے چکا تھا، جس پر وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھتا، الماری سے کپڑے نکالتا باتھ روم میں گھس گیا تھا۔

○○○○○○○○○

"یہ میری بیوی تیری بیوی کے ساتھ کدھر گھوم رہی ہے؟ اسے قبیلہ دکھانا تیرا فرض ہے، میری بیوی کا نہیں۔ میری معصوم سی سَجن سائیں مجھے منانے کے لیے کوششیں کر رہی ہے لیکن اس میں بھی تمہاری بیوی نے کباب میں ہڈی بننے والا کام کر دیا ہے۔ اتنی محنت کر رہی تھی بیچاری ندی پر کہ تمہاری بیوی نے اس کا دھیان اِدھر اُدھر لگا دیا۔ جمرو بتا رہا تھا کہ میری نظر میں نہ آنے کے لیے وہ تمہاری بیوی کو قبیلہ گھما رہی ہے لیکن اگر تم خود اپنی بیوی کو قبیلہ گھمانے لے کر جاؤ تو تمہیں فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ دونوں چارپائی پر لیٹے ان کی کارروائیاں دیکھ رہے تھے جو کبھی قبیلے میں ایک طرف تو کبھی دوسری طرف جا رہی تھی۔

فائدہ کیسا فائدہ؟ "وہ فائدے پر زور ڈالتے ہوئے اپنا سر اٹھا کر اُسے" دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگا۔

یہی مسئلہ ہوتا ہے تم جیسے شریف عاشقوں کا، شادی تو کر لیتے ہیں" لیکن آگے نہیں بڑھ پاتے۔ بالکل تیری طرح۔ لعنت ہے تجھ پر !مانا ،تو اسے وقت دے رہا ہے لیکن تجھے اُسے صرف وقت ہی دینا چاہیے آزادی نہیں۔ مجھے دیکھ کر لگتا ہی نہیں کہ وہ کوئی شادی شدہ لڑکی "ہے۔

کل رخصت ہو کر آئی ہے اور آج ایسے گھوم رہی ہے جیسے کبھی" شادی ہوئی ہی نہیں۔ کیا ایسی ہوتی ہے ایک دن کی دلہن؟ وہ اس "قبیلے کی بہو ہے اور یہ بات مجھے تجھے دوسری دفعہ نہ بتانی پڑے۔

چل اب جا، اپنی والی کو لے اور چپ چاپ قبیلے کے کسی کونے میں" ہو جا، اور میری والی کو مجھے منانے کے لیے سرپرائز پلان کرنے دے۔ میری والی کے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے، شام ہونے والی ہے، بہت کام ہے اُسے، جانتا نہیں ہے اس کا شوہر ناراض ہوئے بیٹھا ہے اُسے اپنے شوہر کو منانا ہے۔ "وہ اسے بھیجتے ہوئے بولا، اب کی دفعہ بالا مسکراتے ہوئے فوراً ہی اٹھ گیا تھا۔

ٹھیک کہتا تھا سردار، وقت دینے اور آزادی دینے میں بہت فرق تھا۔ جس طرح وہ آزاد گھوم رہی تھی، یقیناً دو دن کے بعد وہ اس سے پوچھتی کہ شوہر صاحب، آپ ہو کون؟ اور بالا خود پر اتنا برا وقت لانا نہیں چاہتا تھا۔

اسی لیے فوراً ہی اٹھ کر ان دونوں کے پیچھے نکل پڑا تھا۔

○○○○○○○○○

دعام، تم کوئی ضروری کام کر رہی تھی؟ وہ جمرو بتا رہا تھا کہ تم ندی" پر کوئی کام سرانجام دے رہی تھی لیکن میری بیوی کو گھمانے کے چکر میں تم وہ کام ادھورا چھوڑ کے آئی ہو۔ میرے بچے، تم جا کر اپنا کام "ختم کر لو۔

اپنی بیوی کو قبیلہ میں خود ہی گھما کر لے آؤں گا۔ ویسے بھی کام" ادھورے نہیں چھوڑنے چاہیے اور وہ اپنا جمرو بتا رہا تھا کہ تم جو کام کر رہی تھی وہ کوئی بہت ہی زیادہ ضروری کام تھا جو اگر شام تک کمپلیٹ نہ ہوا تو نہ جانے کیا ہو جائے گا !تو تم جاؤ اپنا کام کرو، میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ "وہ ان کے پیچھے آتے ہوئے اچانک ہی دعام کو پکار کر کہنے لگا۔

اوہو بالا بھیا !آہستہ بولیں، ڈاکو جی سُن لیں گے۔ میں ڈاکو جی کے" لیے سپیشل پلاننگ کر رہی ہوں، ان کو ناں سرپرائز گفٹ دینے والی ہوں۔ تھوڑے سے ناراض ہیں، انہیں خوش کرنے کے لیے میں ان

کے لیے چھوٹا سا سرپرائز پلان کر رہی ہوں اور آپ اس طرح کام کام کا رونا ڈال کر ان کو شک میں مبتلا کر دیں گے "!وہ اس کو خاموش کرتے ہوئے سردار کی طرف دیکھنے لگی جو دور چارپائی پر لیٹا انہی کو دیکھ رہا تھا۔

اچھا اچھا !یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ویسے تم سے ناراض ہے تو" تمہیں اسے منانا تو چاہیے، اچھی بیویوں کا فرض ہوتا ہے۔ تم جاؤ اپنا سرپرائز مکمل کرو اور تھوڑی سی عقل اپنی دیورانی کو بھی دے دو، ہو سکتا ہے انہیں بھی شوہر کی قدر ہو جائے۔ "وہ ایک نظر اسے دیکھ کر بیلا کی طرف متوجہ ہوا تھا جو بالا کی یہاں آنے کے بعد بھی اس کی باتوں پر کم، آگے پیچھے کے علاقے پر زیادہ دھیان دے رہی تھی۔

ارے، یہ آپ کی بہت قدر کرتی ہے، ایسا تو نہ بولیں۔ ابھی مجھے" کہہ رہی تھیں کہ آپ کل بہت پیارے لگ رہے تھے "!دعام نے

اچانک سے کہا تو جہاں بیلا ہکا بکا رہ گئی، وہاں بالا کی غلط فہمیوں کا پہاڑ بہت اونچا ہو گیا تھا۔

"ہے ہے !یہ میں کیا سن رہا ہوں "!وہ بے یقینی سے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا جو خود بھی حیرت کی تصویر بنی اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے کب ایسا بولا؟ وہ تو تم کہہ رہی تھی کہ کل تمہارے ڈاکو جی بہت پیارے لگ رہے تھے، اور پھر تم نے ہی مجھ سے پوچھا تھا کہ میں نے بالا کو دیکھا یا نہیں؟ "فوراً سے اُسے دیکھتے ہوئے اپنی صفائی دینے لگی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے دعام نے زبردستی اس کے منہ سے نکلوایا تھا کہ بالا کل اچھا لگ رہا تھا لیکن وہ ہرگز نہیں جانتی تھی کہ وہ یہ بات اس کے سر لگا دے گی۔

"ہاں تو تم نے تعریف کی تھی ناں !خیر تمہارا شوہر تمہارے سامنے ہے، تم تعریف کرو یا نہ کرو، میں تو جا رہی ہوں اپنے ڈاکو جی کو

منانے کے لیے۔ بہت محنت کرنی ہے میں نے، تم جاؤ ان کے ساتھ گھومنے کے لیے۔ بائے بائے، خدا حافظ !میں ویسے بھی دو پیار کرنے والوں کے بیچ نہیں آنا چاہتی۔ "دعام کہتے ہوئے فوراً وہاں سے رَفُو چکَّر ہو چکی تھی، جبکہ بالا لب دبائے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

او ہیلو !میں نے تمہاری تعریف نہیں کی، اس نے زبردستی مجھ سے" تعریف کروائی تھی۔ بار بار مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں نے کل تمہیں دیکھا یا نہیں؟ اب ظاہر سی بات ہے میں کوئی اندھی تو ہوں نہیں کہ تمہیں نہیں دیکھوں گی، دیکھا تھا تو کہہ دیا کہ دیکھا !اب وہ زبردستی مجھ سے پوچھنے لگی کہ تم کیسے لگ رہے تھے تو میں نے "مجبوری میں کہہ دیا تھا کہ پیارے لگ رہے تھے۔

پلیز، کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا، میں نے ہرگز تمہاری"
"...تعریف

وہ ابھی بہت کچھ بول رہی تھی جب اچانک ہی بالا اس کا چہرہ تھامتے ہوئے اس کے لبوں پر پوری شدت سے جھکتا اس کے لبوں کو چوم گیا تھا۔ اس کی اچانک حرکت پر بیلا جھینپ کر آگے پیچھے دیکھنے لگی تھی۔ دور چارپائی پر سردار پوری طرح سے دعام کی طرف متوجہ تھا جو اسے سامنے دیکھتے ہوئے اپنا راہ بدل رہی تھی۔ اس کے انداز پر وہ فوراً ہی اٹھتا اس کے پیچھے گیا تھا، جبکہ قبیلے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا جو انہیں یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھتا۔ لیکن بالا کی اس حرکت نے اُسے سر سے پیر تک سرخ کر دیا تھا۔

"تم نے میری تعریف کی، انعام تو بنتا ہے۔ میں جانتا ہوں میں بہت پیارا ہوں اور فکر مت کرو، پیارا ہونے کے ساتھ ساتھ سارا کا سارا تمہارا ہوں۔ اور تمہیں میری تعریف کرنے کے بعد ہرگز صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔ چلو، میں تمہیں ان پہاڑوں کی اونچائی سے ملواتا ہوں۔ "وہ مزے سے کہتا، اپنی حرکت سرانجام دینے کے بعد ایسے

انجان بن گیا تھا جیسے اُس نے کچھ کیا ہی نہیں اور پھر اس کا ہاتھ ،تھامے اسے زبردستی اوپر لمبے لمبے پہاڑوں کی طرف چڑھانے لگا تھا جبکہ بیلا اس کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے جا رہی تھی۔

ooooooooo

ماضی

"صحیح بیٹا، مجھے سمجھ نہیں آ رہا بٹیا کو کیا بیماری ہے۔ کوئی مسئلہ تو ہے لیکن میری سمجھ سے باہر ہے۔ بٹیا کی رنگت بھی بہت زرد پڑتی جا رہی ہے اور تو اور اس کی صحت بھی دن بدن گر رہی ہے۔ میرے خیال میں تمہیں شہر جانا چاہیے، اس کا پورا معائنہ کروانا چاہیے۔ اس کی طبیعت بہت زیادہ خراب لگ رہی ہے۔ مجھے لگ رہا ہے اللہ نہ کرے کوئی سنگین بیماری نہ لگ گئی ہو بچی کو۔" حکیم صاحب اسے پوری طرح سے چیک کرتے ہوئے دلدار کو بتا رہے تھے جبکہ دلدار تو ان کی بات سن کر حیران ہی رہ گیا تھا۔

ایسا نہ کہیں حکیم چاچا !اللہ نہ کرے میری بہن کو کوئی بھی بیماری" ہو۔ ہو سکتا ہے امی بابا کے جانے کی وجہ سے وہ ایسی ہو گئی ہو۔ ویسے تو وہ اپنی ہر بات مجھے بلا جھجک بتا دیتی ہے لیکن ہو سکتا ہے امی بابا کو یاد کرتی ہو، اس لیے اس کی طبیعت اتنی خراب ہو گئی ہو۔ میں شہر جا کر اسے چیک نہیں کروا سکتا، آپ جانتے ہیں راگا ڈاکو ہمیں قبیلے سے باہر نکلنے نہیں دیتا۔ ہم کیسے جائیں؟ اس کا کیسے چیک اپ کروائیں؟ یہ ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے کہ راگا ہمیں بس قبیلے میں بے فضول گھومتا دیکھ لے تو مارنے پیٹنے لگتا ہے۔" وہ اپنی مجبوری انہیں بتانے لگا تھا جو پہلے ہی ہر چیز سے واقف تھے۔

بیٹا، میں تمہاری بات کو سمجھ سکتا ہوں لیکن یہ بھی تو تمہاری ہی" غلطی ہے۔ تم نے اس انسان کو قبیلے کا سردار بنا دیا جو کچھ بھی کرنے کے لائق نہیں تھا۔ تم نے اسے اپنے باپ کی جگہ پر بٹھا دیا، میں تو خود تمہارے اس فیصلے سے حیران رہ گیا تھا لیکن پھر سوچا کہ تم تو بچے

ہو، تمہیں بھلا ان سب چیزوں کی کیا سمجھ !لیکن اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جتنا جلدی ہو سکے اشم بٹیا کو شہر لے جاؤ، مجھے تو کوئی بڑی بیماری ہی لگ رہی ہے۔ اب میں چلتا ہوں، یہ نہ ہو کہ تمہیں میرے ساتھ بیٹھ کر اتنی دیر باتیں کرتے دیکھ راگا ڈاکو پھر سے غصے میں آ کر تمہیں مارنا پیٹنا شروع کر دے۔"حکیم صاحب اٹھتے ہوئے بولے تو دلدار ان کے ساتھ ہی اٹھ گیا تھا۔

○○○○○○○○

تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ الٹی سیدھی سوچیں آتی کیسے ہیں" تیرے دماغ میں؟ کیسے جائیں گے باہر؟ پہلے تو وہ راستہ انتہائی خطرناک ہے، جنگلی جانوروں سے بھرا ہوا ہے اور دوسری بات کہ اگر میں اور تو اس راستے سے نکل بھی جائیں تو اشم کو لے کر نہیں جا سکتے اور پھر ڈاکٹر مفت میں علاج تو کرے گا نہیں، پیسے مانگے گا، پیسے کہاں سے دیں گے؟ چلو پیسوں کا بھی اگر میں کہیں سے جگاڑ کر لوں تو اگر راگا

کو پتہ چل گیا کہ ہم قبیلے سے باہر نکلے ہیں تو چمڑی ادھیڑ کر رکھ دے گا۔"

وہ بالا کے ساتھ لیٹا اسے اشم کی حالت بتا رہا تھا۔ اس وقت ذہن میں صرف اور صرف اشم کی بیماری کا خیال تھا، اللہ نہ کرے اسے کوئی بڑی بیماری ہو۔ اگر اسے کوئی بیماری ہوئی تو وہ اپنی بہن کو کیسے بچائے گا؟ یہی سوچ اسے سکون سے بیٹھنے نہیں دے رہی تھی جب اس نے بالا کے ساتھ جنگل والے راستے سے نکلنے کے بارے میں سوچا تھا۔

ہو جائے گا، سب کچھ ہو جائے گا بالا۔ میں اپنی بہن کو یوں بیمار" نہیں دیکھ سکتا اور وہ حکیم چاچا کہہ رہے ہیں کہ اللہ نہ کرے کوئی پھیلنے والی بیماری ہو۔ اللہ کرے کوئی بیماری ہی نہ ہو لیکن پھر بھی میں اپنی بہن پر کسی طرح کی مصیبت نہیں آنے دے سکتا۔ میری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کرو اور میرے ساتھ چل۔ ہم میلے پر بھی تو چھپ کر جانے ہی والے تھے نا؟ ایک آدھ کوشش کر لیتے ہیں، ہو

سکتا ہے ہم لوگ وہاں سے نکل پائیں۔ میری بہن کی زندگی کا سوال ہے بالا۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بالا اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔ ہاں، کسی اور کی خاطر نہ سہی لیکن اپنے دوست کی خاطر وہ جان بھی دے سکتا تھا۔

○○○○○○○○

"جنگلی جانور؟ مطلب شیر، کتا، ہاتھی سب لوگ ہوں گے وہاں جنگل میں؟ "وہ اس کا ہاتھ تھامے ندی کے قریب سے گزرتے ہوئے جنگل کے راستے کی طرف دیکھ رہا تھا، کافی گھنا اور کانٹوں سے بھرا ہوا راستہ تھا۔

"ہاں، سب کچھ ہو گا لیکن تم آواز مت نکالنا کیوں کہ بے شک ہاتھی کتا دکھنے میں پیارے ہوتے ہیں لیکن ان کے بڑے بڑے دانت بھی ہوتے ہیں، ایک نوالے میں ختم ہو جاؤ گی۔ "اس کا دوسرا ہاتھ بالا نے تھامتے ہوئے اسے ڈرایا تھا کیونکہ آج راگا اپنے کسی کام کے سلسلے

میں باہر گیا تھا تو وہ اس کے نائب سے اجازت لے کر ندی کی طرف کھیلنے کے لیے آئے تھے۔ حالانکہ ان کا ارادہ قبیلے سے نکل کر شہر جانے کا تھا۔ کل رات بالا چپکے سے راگا کے کمرے میں گیا تھا اور پھر اس کا بٹوا اڑا لایا تھا جس میں اچھی خاصی رقم تھی۔

اس وقت وہ جنگل کے راستے سے قبیلے سے باہر نکلنے والے تھے۔ اشم ان کے ساتھ ہی تھی جس کی چِک چِک بند ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی جبکہ راستہ دیکھتے ہوئے دلدار نے اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لگایا تھا اور پھر خاموشی سے وہ تینوں جنگل کے راستے سے باہر نکلنے لگے تھے۔

یہ پستول کس کا اٹھا کر لایا ہے تو؟ "دلدار نے پلٹ کر دیکھا تو بالا" پستول لوڈ کر رہا تھا، وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا اس کے ہاتھ میں راگا کا پستول دیکھ کر۔

راگا کا چرا کر لایا ہوں اور کس کا لے کر آؤں گا؟ میں نے سوچا" راستہ خطرناک ہے تو پھر کسی بھی طرح کا رسک کیوں اٹھانا؟ تیری میری خیر ہے لیکن اشم کو تو محفوظ واپس لے کر جانا ہے نا؟ اسی لیے راگا کا پستول بھی اور چاقو بھی اٹھا کر لایا ہوں کہ اگر کوئی مصیبت آئی تو ان کا استعمال کروں گا۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے مزے سے بولا جب کہ دلدار آگے بڑھتے ہوئے اس سے باتیں کرنے لگا۔

"استعمال کرنا آتا بھی ہے تجھے؟"

یوسف خان کا بیٹا ہوں، ان کھلونوں کا استعمال کرنا بائیں ہاتھ کا" کھیل ہے، آزما کر دیکھ لینا۔ یہ نہیں کہ جو کام کبھی کیا نہیں، کبھی کر نہیں سکتا۔ ڈاکو کا بیٹا ہوں، مذاق نہیں۔ "وہ پرسکون انداز میں جواب دیتے ہوئے اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔ جبکہ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے میں وہ اس جنگل کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

جنگل میں کچھ جنگلی جانور نظر تو آئے تھے لیکن وہ اتنے خطرناک ہرگز

نہ تھے کہ کسی طرح کا ہتھیار استعمال کرنے کی نوبت آتی۔ بس اب انہیں شہر پہنچنا تھا اور اشم کا چیک اپ کروانے کے بعد اسے واپس لے کر آنا تھا۔

○○○○○○○○

”میں نے تمہاری بہن کا پورا چیک اپ کیا ہے اور مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اسے بہت ہی سنگین بیماری ہے۔ اور اس بیماری کا علاج انتہائی مہنگا ہے، اتنا مہنگا کہ شاید ہی اس کا علاج ممکن ہو سکے۔ میرا مطلب ہے کروڑوں لگ جائیں گے۔“

”لیکن ڈاکٹر، ہمارے پاس تو اتنے پیسے نہیں ہیں۔ میری بہن کو کیا بیماری ہے اور اس کا علاج کیسے ہو گا؟“ وہ بے چین ہو اٹھا تھا۔

”دیکھو بیٹا، میں تمہیں سچ بتاؤں کہ تقریباً دو تین سال پہلے تک اس بیماری کا نام و نشان نہیں تھا پاکستان میں لیکن پھر اچانک ہی یہ بیماری چھوٹی بچیوں سے شروع ہونے لگی۔ 5 سے لے کر 14 سال کی بچیوں

میں یہ بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہ بیماری زیادہ تر بچیوں میں ہی پائی جا رہی ہے۔ اس میں سارے جسم سے خون ختم ہو جاتا ہے، ہڈیوں میں طاقت نہیں رہتی، معذوری، لاغرپن۔ تمہاری بہن کی بیماری ابھی شروع ہوئی ہے، وقت رہتے اس کا علاج ہو سکتا ہے لیکن اس بیماری میں بہت پیسہ لگے گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بتا رہی تھی جب کہ بالا اور دلدار دونوں پریشان سے بیٹھے ہوئے تھے۔

oooooooo

راگا ڈاکو کے پاس بہت پیسہ ہے۔ اور وہ اتنا بھی برا نہیں ہے جو ہمارے اشم کا علاج نہیں کروائے گا۔ تو فکر مت کر، ہم دونوں مل کر اس سے بات کریں گے، اسے یہ رپورٹس دکھائیں گے، وہ ہماری بات کو سمجھ جائے گا۔" اشم اس کے کندھے پر سو رہی تھی جب کہ وہ اسے اٹھائے ہوئے واپسی کی راہ لے چکے تھے۔

جب اچانک ایک موٹر سائیکل ان کے سامنے آ رکا تھا۔ دلدار اپنی پریشانی میں آگے بڑھ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ موٹر سائیکل پر زیادہ دھیان نہ دے پایا لیکن اگلے ہی لمحے کسی نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ "دلدار میرے بچے، تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ تم اشم کو ہسپتال لے کر آئے تھے؟ کیا ہوا ہے اسے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی "...وہ اسے تھامے ہوئے کہنے لگا تھا۔

جب کہ وہ انجان نگاہوں سے رضوان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ وہ اسے اپنی پریشانی بتا کر اس کے سینے پر سر رکھ دے۔ لیکن کیسے؟ اس انسان کی وجہ سے وہ یتیم ہوا تھا، اس انسان کی وجہ سے اس کے ماں باپ اس سے چھن چکے تھے۔ وہ کچھ سمجھ پاتا جب اگلے ہی لمحے کسی نے رضوان کو دھکا دیتے ہوئے موٹر سائیکل سے دور گرایا ہی تھا جبکہ اگلے ہی لمحے اسے بھی سیدھا کرتے ہوئے ایک زوردار تماچہ اس کے منہ پر مار چکا تھا۔

تیری ہمت کیسے ہوئی راگا ڈاکو کی قید سے بھاگنے کی؟ تیری ہمت" کیسے ہوئی میری اجازت کے بغیر کہیں بھی آنے کی؟ میں نے تجھے قبیلے سے باہر نکلنے سے منع کیا تھا، کیوں آیا ہے تو یہاں پر؟ "وہ غصے سے اس کے بال دبوچتے ہوئے اس کے منہ پر دہاڑنے لگا تھا جبکہ وہ اشم کو اپنے ساتھ لگائے اسے گرنے سے بچا رہا تھا۔

چھوڑ اسے !میں کہہ رہا ہوں چھوڑ دلدار کو، ورنہ "...رضوان غصے" سے آگے آتے ہوئے راگا ڈاکو پر حملہ آور ہونے لگا لیکن پیچھے موجود ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔

وہ بری طرح سے اسے مارنے پیٹنے لگے تھے جب کہ راگا دلدار کو پکڑتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں بالا کی گردن بھی دبوچ چکا تھا اور پھر انہیں گھسیٹتے ہوئے وہیں سے گاڑی میں ڈالتا قبیلے کی طرف لے جانے لگا۔ دونوں ہی جانتے تھے قبیلے میں جا کر آج ان کی خیر نہیں ہے۔ راگا ڈاکو انہیں بہت مارنے والا تھا لیکن اس وقت انہیں مار کی نہیں

بلکہ اشم کی پرواہ تھی، جو اچانک ہونے والے اس دھماکے کی وجہ سے بری طرح سے رونے لگی تھی جبکہ رضوان کو مار کھاتے دیکھ وہ اس کے لیے بھی رو رہی تھی۔

oooooooo

حال

بیلا کو بالا کے پاس چھوڑ کر دعام مزے سے واپس ندی کی طرف جانے لگی تھی جب دلدار بھی تیزی سے اٹھتے ہوئے اس کے پیچھے آنے لگا۔

ارے رے، ڈاکو جی، آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ اس طرف نہیں" آ سکتے۔ وہ کیا ہے نا میں یہاں تھوڑی مصروف ہوں اور میں بالکل بھی نہیں چاہتی کہ آپ اس طرف آئیں۔ ویسے بھی آپ وہاں آ کے کیا کریں گے؟ مجھے اکیلے ہی رہنے دیں۔ ویسے بھی میں نے آپ سے کتنی منتیں کی تھی اس دن رات کو کہ میرے ساتھ ندی پر چلیں،

تب نہیں آئے تھے نا؟ اب اس پر صرف میرا حق ہے، میں جاؤں گی۔ "وہ جو اسے اپنے پیچھے آتے دیکھ فوراً الرٹ ہوئی تھی، اس کے آگے دونوں باہیں پھیلا کر کھڑی ہو گئی جیسے اس کے اس طرح سے کھڑے ہونے پر وہ آگے نہیں جا پائے گا۔

اس کے انداز سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ اگلے ہی لمحے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے قریب کھینچ چکا تھا۔ دعام نے پریشانی سے اس کے کندھے سے اوپر کی طرف جھانکتے ہوئے پیچھے پہاڑی کی طرف دیکھا تھا جہاں اب بالا اور بیلا نہیں کھڑے تھے، شاید وہ لوگ وہاں سے جا چکے تھے اور قبیلے میں اس وقت اور کوئی بھی نہیں تھا جو انہیں دیکھ پاتا اسی لیے تو اس کا شوہر پوری طرح سے فری ہو گیا تھا۔

ہاں، اس دن میں نہیں جا سکا تمہارے ساتھ، مجھے بہت نیند آ رہی" تھی لیکن آج میں بالکل فریش ہوں۔ چلو کہاں چلنا ہے؟ ابھی چلتے ہیں۔ تمہارا ندی دیکھنے کا موڈ ہو رہا ہے؟ آؤ، آج ہم سارا دن وہیں پر

گزاریں گے، ایک دوسرے کے ساتھ۔" وہ اس کے گرد اپنا حصار بناتے ہوئے اسے لے جانے لگا تھا تو دعام فوراً نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

"اوہو ڈاکو جی !کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟ میرا موڈ نہیں ہے آپ کے ساتھ کہیں پہ جانے کا اور ویسے بھی آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ بھول گئے کیا؟ ایک تو آپ کی یہ یاداشت بہت خراب ہے۔ کیسے بھول جاتے ہیں؟ ارے !آپ مجھ سے ناراض ہیں اور میں نے آپ کو منایا تک نہیں ہے۔ یہاں تک آپ کو میں نے کہا تھا میں آپ کو مناؤں گی لیکن میرا موڈ نہیں تھا۔ ویسے موڈ تو میرا ابھی نہیں ہے لیکن آپ ناراض ہیں آپ بھولا مت کریں نا۔" وہ زبردستی اسے یاد کروانے لگی تھی کہ وہ اس سے ناراض ہے کیونکہ اگر وہ اس کے ساتھ جاتا تو اس کے سارا سرپرائز کا ستیاناس ہو جاتا نا۔

تم مجھے منا نہیں رہی اور میرا ماننے کا دل کر رہا ہے، تو تم بتاؤ میں" کیا کروں؟ مجبور ہوں میں، بیوی نکمی ہے میری، مجھے منانے کے لیے کچھ کر ہی نہیں رہی تو میں کیا کروں؟ اب میں راضی ہو رہا ہوں بس، مجھ سے مزید ناراض نہیں ہوا جاتا۔" وہ کچھ روٹھے روٹھے انداز میں کہتا دعام کو بہت پیارا لگ رہا تھا۔ اور پیارا تو وہ تھا ہی بہت، اس میں تو کوئی شک ہی نہیں تھا۔ کوئی بھی لڑکی اسے پا کر خدا کا شکر کرتی نہ تھکتی لیکن وہ تو دعام تھی نا جو اس کی محبت میں مغرور ہو چکی تھی۔

اوہو ڈاکو جی، ایسے نہیں مانا جاتا۔ آپ کو تو روٹھنے کے بھی رولز" نہیں آتے۔ اچھا رکیں، میں بول رہی ہوں نا، میں کچھ نہ کچھ کر کے آپ کو منا لوں گی۔ آپ تھوڑا اور ناراض لیں نا۔ ایسے ہی نہیں مانا جا سکتا۔ جب میاں بیوی روٹھتے ہیں نا تو جب تک کوئی ایک منائے نہ

تب تک راضی ہونا رولز میں شامل ہی نہیں ہے۔ تو آپ اپنی ناراضگی یہیں سے کنٹینیو کریں۔"

"ارے کوئی زبردستی ہے کیا؟ میں نہیں روٹھا رہنا چاہتا تو کیوں مجھے زبردستی ناراض کر رہی ہو؟ میں اب راضی ہونا چاہتا ہوں، بس مجھے نہیں پتہ۔" وہ بس اب مزید ایک لمحہ بھی ناراض نہیں رہنا چاہتا تھا جبکہ دعام سر پر ہاتھ مار کر رہ گئی تھی۔

"اف ڈاکو جی، صبر کر جائیں۔ منا لوں گی آپ کو، تھوڑی دیر مزید روٹھ جائیں بلکہ شام تک روٹھے رہیں، میں آپ کو مناؤں گی۔ ایسے مت مانیں، پلیز۔" یقیناً وہ اس دنیا کی پہلی بیوی تھی جو اپنے روٹھے ہوئے شوہر کو زیادہ دیر روٹھنے کے لیے منا رہی تھی تاکہ وہ اس کو منانے کے لیے کچھ سرپرائز تیار کر سکے لیکن اس کا شوہر تو اس کی بات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا، اسے راضی ہونا تھا اور ہر قیمت پر راضی ہونا تھا۔

ٹھیک ہے، میں صرف شام تک کا وقت دے رہا ہوں تمہیں، منا لو مجھے ورنہ میں خود ہی مان جاؤں گا۔ میں مزید تم سے روٹھا نہیں رہ سکتا۔ "وہ پیار سے اس کے گالوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ دعام نے ہاں میں سر ہلایا ہی تھا کہ اگلے ہی لمحے وہ اس کے چہرے پر جھکتا اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لے چکا تھا۔ انداز شدت سے بھرپور تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سچ مچ میں اس کے منانے کا منتظر ہو۔

جب کہ اس کی بے تابیاں بھی کچھ اور ہی بیان کر رہی تھیں۔ حالانکہ کل ساری رات وہ اسے اپنی باہوں میں قید کرتا اپنی محبت کی بے باکیاں اس پر نچھاور کرتا رہا تھا۔ پوری رات اس نے اسے سونے نہیں دیا تھا، فجر کے بعد جا کر کہیں اس کی پناہوں سے رہائی حاصل کر کے وہ نماز ادا کرنے گئی تھی۔ اور اب کچھ دیر کے بعد بھی اس کی حالت ویسے ہی تھی جیسے وہ برسوں سے بچھڑے ہوئے ہوں۔ اس

کے لبوں کی بے باکیاں اپنے لبوں پر محسوس کرتے ہوئے اس نے اس کے گالوں کو چومنا چاہا تو دعام نے گہری سانس لی تھی جبکہ اس کے یوں سانس لینے پر وہ پراسرار انداز میں مسکراتا اگلے ہی لمحے پھر سے اس کی سانسوں کو اپنے لبوں سے قید کر گیا تھا۔ دعام تو پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی اس کی پناہوں میں لیکن مجال تھا جو وہ اسے چھوڑنے کے لیے راضی ہو۔ اس کے کندھے پر اپنے نازک ہاتھوں کے مکے برساتے ہوئے وہ بڑی مشکل سے اس کی پناہوں سے آزاد ہوئی تھی۔

اف اللہ ڈاکو جی !آپ تو سانس بھی نہیں لینے دیتے۔ آپ کا بس" ،چلے تو سانس ہی چھین لیں میری۔ اب خبر دار !ندی کی طرف آئے میں بات نہیں کروں گی آپ سے جب تک میں خود نہ کہوں تب تک نہیں۔ "وہ انگلی سے وران کرتی ہوئی ندی کی طرف بھاگ گئی تھی جب کہ دلدار اس کے پیچھے جانے کی خواہش کو دل میں دبائے واپس آ کر چارپائی پر لیٹ گیا تھا۔

”ہاں، ادھر دیکھو، یہاں پر گہری غاریں ہیں اور ان غاروں میں شاید آنے والے وقت میں ہمارے بچوں کے گھر ہوں گے اور اس طرف آگے قبرستان ہے جہاں پہ ہمارے آباؤ اجداد دفن ہیں۔ اور اس پہاڑ کے پیچھے وہ جھرنا ہے جس کا ذکر شاید دعام نے تم سے کیا تھا۔ اس طرف چلنا ہے یا غاروں کی طرف؟ “وہ اس کے آگے آگے چلتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا جب کہ بیلا کا دھیان غاروں کی طرف تھا جو کافی گہری تھی۔

”کیا ہوا؟ اس طرف جانا ہے؟ ویسے اس طرف جانا رولز کے خلاف ہے۔“

”کون سے رولز کے خلاف؟ “اس کے اچانک بتانے پر حیرت سے پوچھنے لگی تھی۔

نہیں، شادی شدہ جوڑے اس طرف نہیں جا سکتے اور اگر جائیں گے تو اس کے پیچھے خاص وجہ ہونی چاہیے، جذبات کا کنٹرول میں نہ رہنا اور رومانس سے بہکے ہوئے لمحات کا تبادلہ کرنا۔ تو تم تو میرے ساتھ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہو گی، اسی لیے چلو میں تمہیں قبرستان لے کر چلتا ہوں۔ "وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کی انتہائی بے باک بات پر جہاں بیلا کے کان کی لو سرخ ہوئی تھی وہی قبرستان کے طرف قدم بڑھاتے ہوئے اس نے فوراً اپنے قدم روک لیے تھے۔

"میں قبرستان بعد میں جاؤں گی، پہلے میں ان غاروں کو دیکھوں گی۔ کافی گہرے راستے ہیں، اتنے سارے راستوں میں تم لوگ پہچانتے کیسے ہو کہ کون سے راستے میں جانا ہے کیونکہ سارے راستے ایک جیسے لگ رہے ہیں۔"

ہم یہیں پیدا ہوئے ہیں، یہیں بڑے ہوئے ہیں، ایک ایک راستے سے واقف ہیں۔ چلو تمہیں اس طرف چلنا ہے تو میں تمہیں اسی طرف لے چلتا ہوں لیکن رولز رولز ہیں اور ہمارے رولز کو کوئی توڑ نہیں سکتا، جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ یہاں شادی شدہ جوڑے کیوں آتے ہیں۔"

"ہاں، بالکل تم نے مجھے بتایا تو ہے کہ یہاں شادی شدہ جوڑے کیوں آتے ہیں لیکن تمہیں یاد تو ہو گا ہی نا کہ پرسوں رات کو تم نے مجھے کہا تھا کہ مجھے چھونے کی کوئی حسرت نہیں ہے تمہارے دل میں؟ تو تمہارے تو جذبات ہرگز بے قابو نہیں ہونے والے، تو پھر مجھے کیسا خطرہ؟" وہ مزے سے کہتی آگے بڑھ چکی تھی جب کہ بالا کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ اس کی باتوں کا تھپڑ اسی کے منہ پر جھاڑ کر گئی ہو جس کی سوجن بالا نے اندر تک محسوس کی تھی۔

بالا، یہ لڑکی تجھے ناخن چنے چبوائے گی، تو اسے ایزی لے کر غلطی کر '

' رہا ہے۔

○○○○○○○○○○

بہت دور جنگل پار کر کے قبیلے کی طرف جھانکنے لگے تھے جب ندی کے قریب ہی انہیں وہ کھڑی نظر آئی تھی۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ان کے لبوں پر شاطرانہ مسکراہٹ کھلی تھی جبکہ دعام اپنے ہی کام میں لگی وہاں کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے آگے پیچھے دیکھنے لگی لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ دور دور تک خاموشی پھیلی ہوئی تھی، کچھ چڑیوں کے چہچہانے کی آواز تھی اور بس۔

ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے یہاں کوئی ہے؟ کہیں ڈاکو جی نے کوئی" بے ایمانی تو نہیں کر دی میرے ساتھ؟" وہ اٹھ کر ہر طرف دیکھنے لگی تھی۔ اسے ایسا لگا تھا جیسے اسے دور کہیں ہی سے کسی مرد کی

سرگوشیوں کی آواز سنائی دی ہو لیکن شاید یہ صرف ایک غلط فہمی تھی۔

”اوہ، میں نے نا سر پر سوار کر لیا ہے اس سرپرائز کو اور پھر مجھے اپنے ڈاکو جی پر یقین بھی نہیں ہے۔ ویسے میرے ڈاکو جی بہت شرارتی ہیں ایسے معاملوں میں، میں ان پر یقین کر بھی نہیں سکتی لیکن وہ نہیں آئیں گے میری اجازت کے بغیر۔“وہ اپنی سوچ کو غلط فہمی کا نام دیتے ہوئے پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

oooooooo

”کیا مسئلہ ہے تیرے ساتھ؟ بول تو رہا ہوں اس کو نہیں پتہ چلنے دوں گا، بس دور سے دیکھ کر واپس آ جاؤں گا۔ بیچاری صبح سے اکیلی لگی ہے، نہ جانے وہاں کیا کیا کر رہی ہو گی۔ تجھے بھی واپس بھیج دیتی ہے، مجھے جا کر دیکھنے تو دے۔ وعدہ کر رہا ہوں، صرف دور سے دیکھ کر واپس آ جاؤں گا، نہیں جاؤں گا اس کے پاس۔“وہ جمرو کو سائیڈ

ہٹاتے ہوئے کسی بھی طرح ندی کی طرف جانا چاہتا تھا لیکن مجال تھی جو جمرو اپنے راستے سے ذرا سا بھی ہٹنے کو تیار ہو۔ وہ پوری طرح اس کے راستے میں حائل اسے روکے ہوئے تھا۔ بالا اور بیلا کی واپسی اب تک نہیں ہوئی تھی، نہ جانے انہوں نے کب تک آنا تھا لیکن سردار کو تو جانا تھا اور کسی بھی قیمت پر جانا تھا۔

”نہیں جانے دوں گا، بالکل نہیں جانے دوں گا !میں نے دعام سے وعدہ کیا ہے کہ جب تک وہ اپنا کام ختم نہیں کر لیتی تب تک میں تمہیں وہاں نہیں جانے دوں گا۔ دیکھو، میں نے ویسے بھی اس کے ساتھ غداری کر کے تمہیں بتا دیا ہے کہ وہ وہاں پر کیا کر رہی ہے۔ ایسے میں اگر میں نے تمہیں وہاں جانے دیا نا تو پھر تو بالکل وعدہ خلافی ہو جائے گی اور وہ چڑیل بیلا اس کی پکی پکی بیسٹ والی پارٹنر بن جائے گی۔ جلتی ہے وہ میری اور دعام کی پارٹنرشپ سے۔ میں ہرگز تمہیں اس طرف نہیں جانے دوں گا، میں اپنی اور اس کی

پارٹنرشپ پر ہرگز کوئی خطرہ نہیں منڈلانے دوں گا۔ اگر وہ ناراض ہو گئی تو نو نو، بالکل نو...“

”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، نہیں جا رہا میں، نہیں ڈالتا تیری پارٹنرشپ کو خطرے میں۔ یہاں آ کر بیٹھ رہا ہوں۔ ہاں، اب تنگ مت کر، جا کے چائے بنا میرے لیے۔“ وہ کہتے ہوئے واپس چارپائی پر لیٹ گیا تھا جبکہ جمرو جانتا تھا کہ اس کے لیٹ جانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ آرام کر رہا ہے۔ وہ بلکہ یہاں سے اسے چکمہ دے کر نکلنے والا ہے۔ اسی لیے وہ فوراً ہی اس کے پیروں کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کی ٹانگیں دبانے لگا تھا جس پر سردار گڑبڑا گیا تھا۔

”تم تھکے ہوئے لگ رہے ہو سردار۔ پہلے میں تمہاری ٹانگیں دبا لیتا ہوں پھر جاؤں گا۔“ وہ اس سے مزید تھوڑا وقت نکالنا چاہتا تھا۔

”تو کیوں؟ تو کیا میری بیوی لگتا ہے جو میری خدمتیں کرے گا؟ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔“ وہ غصے سے ٹانگ مارتا اگلے ہی لمحے خود سے دور

کر چکا تھا جبکہ جمرو سر کھجاتا جلدی سے کچن میں گیا تھا تاکہ اس کے لیے چائے بنا سکے جب کہ سردار اگلے ہی لمحے اٹھ کر ندی کی طرف بھاگ نکلا تھا۔

○○○○○○○○

دعام جلدی جلدی کام کر رہی تھی جب اچانک فلاور پیپر کو چپکاتے ہوئے اس کے کپڑوں پر گلو گر گئی۔

اوہو۔ "وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اپنے کپڑے صاف" کرنے لگی تھی۔ ان کپڑوں پر اچھا خاصا برا داغ لگ رہا تھا۔ یہ اس کا فیورٹ سوٹ تھا جو وہ ہرگز خراب نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ وہ جلدی سے ندی کے قریب آتے ہوئے اپنی قمیض کا دامن دھونے لگی تھی جب اسے اپنے پیچھے کوئی محسوس ہوا، اس نے ایک نظر اپنے داغ کو دیکھا تھا اور پھر پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگی۔

پیچھے کھڑے آدمی کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو اس کی آنکھیں خوف سے کھل گئی تھی جب کہ تیزی سے وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کے ساتھ کھڑے چار لوگوں کو دیکھ چکی تھی۔

"یہ لوگ یہاں کیسے آئے تھے؟" وہ پریشان ہوتی تیزی سے اب اپنے قدم قبیلے کی طرف بڑھانے لگی تھی جب اچانک ہی راگا ڈاکو نے اس کے پاس آتے ہوئے اسے بالوں سے تھاما، اگلے ہی پل اس کا چہرہ پانی کی گہرائیوں میں اتار گیا تھا۔

"سردار کی ملکیت !سردار کی عورت !سردار کی کمزوری !بہت سوچا میں نے، بہت سوچا میں نے کہ اس کو کس طرح سے ہراؤں لیکن سردار کو ہرانا میرے لیے ممکن ہی نہیں تھا اسی لیے میں نے سردار کی سب سے بڑی کمزوری کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا یعنی کہ میں نے تمہیں ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ سردار کی محبت سردار کی کمزوری ہے، اگر اس کی محبت ہی مر گئی تو سردار کے پاس کیا بچے گا؟ بس اسی لیے میں نے

،سوچا کہ میں تمہیں ہی راستے سے ہٹا دیتا ہوں۔ کیسی لگی میری سوچ بہو رانی؟ "وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اس کا چہرہ یوں ہی پانی میں دبوچے ہوئے تھا۔ دعام کی سانسیں رک رہی تھیں، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مزید سانس لے نہیں پائے گی۔ نہ تو اس کی آواز نکل رہی تھی نہ وہ پانی میں چلا پا رہی تھی، بس اسے اپنی موت ہر لمحے کے ساتھ اپنے نزدیک آتی محسوس ہو رہی تھی۔

○○○○○○○○

ماضی

وہ بری طرح سے انہیں پیٹ رہا تھا، چابک کے نشان ان کے بدن پر چھریوں کی طرح بکھر رہے تھے۔ وہ دونوں درد سے چیخ رہے تھے لیکن ان کی چیخیں صرف اور صرف اس قبیلے کے پہاڑ سن پا رہے تھے۔

کیونکہ وہاں موجود باقی لوگ تو شاید اندھے بہرے تھے جو ان پر ہوتے ظلم کو نہ تو دیکھ پاتے تھے اور نہ ہی سن پاتے تھے۔

اشم ایک طرف کھڑی بری طرح سے رو رہی تھی جبکہ ایک عورت نے اسے سختی سے دبوچا ہوا تھا۔

وہ معصوم تھی، یہ درد شاید وہ نہیں سہہ سکتی تھی۔ اسی لیے تو اس کی ہر غلطی کی مار کھانے کے لیے اس کا بھائی تیار تھا۔ وہ اس کی طرف اٹھنے والے ہر نشانے کو خود پر لے لیتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ راگا ڈاکو اسے ہمیشہ زیادہ مارتا تھا۔

کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی بہن کی غلطیوں کی بھی سزا بھگتے گا جب تک اس کی بہن خود اپنی غلطیوں کی سزا بھگتنے کے قابل نہیں ہو جاتی۔

سردار !سردار !میری بات سنو، اشم بیمار ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے اس" کا علاج ہونا ہے، وہ بہت بیمار ہے۔ ڈاکٹر نے بولا ہے اگر وقت پر اس

،کا علاج نہیں ہوا تو بیماری بڑھ جائے گی۔ میں تمہاری ہر بات مانوں گا تم جو کہو گے میں کروں گا، میں کبھی اس قبیلے سے باہر نہیں نکلوں گا۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، میری بہن کا علاج کرواؤ۔ "ڈاکٹر کہتا ہے اسے کوئی بہت بڑی بیماری لگ گئی ہے۔

،وہ مار کھاتے ہوئے مسلسل روتے ہوئے اس کے سامنے گڑگڑا رہا تھا اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے اسے بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کیوں قبیلے سے اس طرح چھپ کر نکلے ہیں لیکن راگا ڈاکو تو اس وقت شاید ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ وہ اپنی جنونی کیفیت میں اس کی کوئی بات نہیں سن رہا تھا، اس وقت وہ صرف اسے ادھیڑنے میں مصروف تھا۔ بالا اس کے مقابلے میں کم مار کھا رہا تھا کیونکہ وہ ہر دفعہ بالا کے آگے آتے ہوئے اسے بتانے لگتا کہ اس کی بہن کو بیماری ہے۔

لیکن راگا ڈاکو کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ "اگر تیری بہن بیمار ہے تو میں کیا کروں؟ یہ مرے جیے، میرا کیا تعلق ہے اس سے؟ تیری بہن

ہے نا؟ تیرا خون کا رشتہ ہے نا اس سے؟ تو بچا اسے۔ تجھے کیا لگتا ہے ، سڑک سے پیسے مل کر لاتا ہوں میں؟ چوریاں، ڈکیتیاں کرنی پڑتی ہیں اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے۔ یوں ہتھیلی پر جان لے کر جاتا ہوں پھر جا کر یہ پیسہ کماتا ہوں اور تم میرا ہی پیسہ چوری کر کے لے جائے گا؟ تیری ہمت کیسے ہوئی میرا بٹوا چوری کرنے کی؟ "وہ ایک دفعہ پھر سے اسے چابک سے ادھیڑنے لگا تھا۔

"سردار !چوری اس نے نہیں، میں نے کی ہے !اگر تمہیں مارنا ہے تو مجھے مارو لیکن ایک دفعہ ہماری بات تو سن لو، اشم کو کوئی بیماری ہے۔" بالا نے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے سچ بتانا چاہا تھا، وہ ہرگز اپنے دوست کو اپنی غلطی کی سزا بھگتتے نہیں دیکھ سکتا تھا جبکہ یہ جان کر وہ بالا کو بھی درندوں کی طرح پیٹنے لگا تھا۔ وہ ان دونوں کو روئی کی طرح دھنک کر رکھ چکا تھا۔

لیکن آج نہ تو وہ خاموش ہو رہے تھے نہ ہی خود کو آزاد کرنے کے لیے منت سماجت کر رہے تھے۔ آج ان دونوں کا مقصد بس اسے یہ بتانا تھا کہ وہ اشم کی بیماری کا علاج کروائے۔

"تمہاری بہن بیمار ہے تو علاج کرواؤ اس کا۔ چھوٹے بچے نہیں ہو تم، چوری کرنا سیکھ ہی لی ہے تو آج سے ڈکیتی پر چلو۔ اپنی بہن کا علاج کروانا ہے تو ڈالو ڈاکے، چوریاں کرو۔ میرے پاس اتنا مفت کا پیسہ نہیں ہے جو میں تم لوگوں پر لٹاؤں گا۔ دن رات ایک کرتا ہوں میں پیسے پیسے کے لیے، جاؤ تم بھی کرو تو پتہ چلے کہ یہ پیسہ کہاں سے آتا ہے جو تم لوگوں کے پیٹ کو بھرتا ہے۔" وہ غصے سے انہیں پرے دھکیلتے ہوئے چابک پھینک چکا تھا۔ دلدار کی قمیض سینے پر سے پھٹ چکی تھی جب کہ سفید قمیض پر خون کے کئی داغ لگ چکے تھے۔

اس کا باپ اسے ڈاکو نہیں بنانا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہ پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنے، سرکاری افسر بنے، وہ اپنے بچوں کو پڑھانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے

بچوں سے یہ کام نہیں کروانا چاہتا تھا لیکن دلدار کے سامنے تو اس کی معصوم چھوٹی سی بہن تھی جس کے لیے وہ اس وقت کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔

بولو !چلو گے میرے ساتھ آج رات کی ڈکیتی پر؟ اپنی بہن کی زندگی" بچانی ہے نا؟ اس کا علاج کروانا ہے تو آج سے لگ جاؤ کام پر ...ویسے بھی جب لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ڈاکو دلاور یلغار کا بیٹا خود ڈکیتی پر نکلا ہے تو الگ ہی مزہ آئے گا۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ دلدار نے ایک نظر اپنی معصوم بہن کو دیکھا تھا۔

ہاں، میں کروں گا، تم جو کہو گے میں کروں گا۔ مجھے اپنے ساتھ" لے کر چلو، مجھے اپنی بہن کے لیے بہت سارا پیسہ کمانا ہے۔ ڈاکٹر کہتا تھا کہ بہت پیسہ لگے گا اشم کے علاج پر، علاج ابھی سے ہونا شروع ہو گا تو وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ میں چلوں گا تمہارے ساتھ، مجھے اپنی بہن کا علاج کروانا ہے، تم جہاں کہو گے میں چلوں گا، میں کروں گا

ڈکیتی۔" وہ بولتے ہوئے جیسے فیصلہ کر رہا تھا اور یہ وہی فیصلہ تھا جو اس کے باپ کو ناپسند تھا، جو اس کے باپ کے قبیلے کی ان پہاڑیوں کو ناپسند تھا لیکن قسمت اسے اس موڑ پر لے آئی تھی جہاں اس کے پاس اب اس کے علاوہ اور کوئی راہ نہیں بچا تھا۔ وہ مجبور ہو چکا تھا۔

oooooooo

حال

یا اللہ !یہ کتنی گہری غاریں ہیں، یہاں اندر کیا ہوتا ہے؟"بالا اس" کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا جب کہ وہ دو قدم آگے چلتی ہوئی غاروں کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی جب اچانک ہی بالا نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے اسے ایک غار کی طرف کھینچتے ہوئے اسے غار کی دیوار ،کے ساتھ لگایا تھا اور پھر اسے بنا کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیے اچانک ہی اس کی سانسوں کو قید کر گیا تھا۔

جس انداز میں وہ اس کے قریب آتے ہوئے اس کے لبوں پر اپنی قید جما چکا تھا، بیلا کی تو سانسیں خشک ہونے لگی تھیں۔ وہ عجیب طرح کی کیفیت میں کچھ سمجھنے کے قابل ہی نہ رہی تھی جبکہ بالا اس کے لبوں کے ساتھ اپنے لب جوڑے تیزی سے اس کی سانسیں کھینچ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ برسوں کا پیاسا ہے اور اپنی تشنگی کو مٹانے کے لیے ہی اسے اس طرف لے کر آیا ہے۔

کیا کہا تھا تم سے؟ کہ ان غاروں کی طرف آنے کے لیے ایک وجہ" ہونا ضروری ہے؟ رولز تو رولز ہیں اور قبیلے کے اس طرح کے رول نئے نویلے کپلز پر لاگو ہوتے ہیں۔ "وہ اس کی سانسوں کو آزادی دیتے ہوئے جیسے اس کے قریب آنے کی وجہ بتا رہا تھا۔

اس نے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانا چاہا ہی تھا جب بالا ایک دفعہ پھر سے اس کے قریب ہوتا اس کی کمر میں

ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے ایک جھٹکے سے اپنے ساتھ لگاتا دوبارہ سے اس کی سانسوں پر قابض ہوا تھا۔

تم نے ... کہا تھا تمہیں ... حسرت نہیں ... ہے "...وہ اسے خود سے دور کرنے میں ناکام ہوتے ہوئے خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی جب بالا نے ایک جھٹکے سے اس کا رخ دوسری طرف کرتے ہوئے اس کے بالوں کو اس کی گردن سے پیچھے ہٹاتے ہوئے اپنے بے باک لبوں کا لمس اس کی پچھلی گردن پر بکھیرنا شروع کیا تھا۔ اس کے لب تیزی سے حرکت کرتے ہوئے اس کی پچھلی گردن کو بھیگا رہے تھے جب بیلا نے گہری سانس لیتے ہوئے اسے اسی کے الفاظ یاد کروانے کی کوشش کی۔

ہاں، اس وقت کوئی حسرت نہیں تھی لیکن اب حسرتوں کے ساتھ" جذبات بھی جاگ گئے ہیں۔ تم ظالم نکلی بیوی !مجھے لگ رہا تھا، میں تمہارے بغیر رہ سکتا ہوں لیکن تمہاری ادائیں ...جان بوجھ کر کر رہی

ہو نا تم میرے سامنے یہ حرکتیں !!... کل صبح تم جان بوجھ کر بیڈ پر میرے اوپر گری تھی؟ ''وہ جیسے اس کی چوری پکڑتے ہوئے بولا تو بیلا کے لب ہلکے سے مسکرائے تھے۔

''تم میرے حسن کی توہین کرو ڈاکو بالا اور تمہیں لگتا ہے میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ دوں گی؟ ''وہ اچانک ہی رخ پلٹ کر اس کی طرف دیکھتی اسے گریبان سے پکڑ کر اپنے قریب کر گئی تھی۔ اس کی ادا پر بالا مسکرایا تھا۔

وہ پچھلے دو چار دن سے اس کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔ کہنے کو وہ اس سے دور تھا لیکن جس طرح وہ اسے ادائیں دکھا کر اپنے قریب بلا رہی تھی، وہ اس سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ کل صبح وہ بستر پر غلطی سے نہیں گری تھی بلکہ جان بوجھ کر گری تھی۔ یہاں تک کہ دوسری دفعہ بھی اس نے خود ہی اسے اپنی طرف راغب ہونے پر

مجبور کیا تھا جب وہ اس کے لبوں سے لپٹ کر اپنے جذبات اس پہ عیاں کرتا پیچھے ہٹا تھا۔

ارادہ اس سے اپنے جذبات چھپانے کا تھا اسی لیے اس کے منہ پر بول گیا تھا کہ وہ اسے اپنی طرف راغب کر رہی ہے جس پر بیلا کچھ نہیں بولی تھی۔

کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ وہ اسے اپنی طرف راغب کر رہی تھی۔ اس سے برداشت نہ ہوا تھا کہ وہ اس کی نسوانیت کو شادی کی رات ٹھکرا کر چلا گیا تھا۔

وہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ اسے اسے چھونے کی حسرت نہیں ہے۔ وہ کیسے اسے پانے کے لیے تڑپ رہا تھا اور کیسے اتنے دن اس کی خوبصورتی کو نظر انداز کر گیا تھا؟ اسی لیے تو اس سے بدلہ لینے کے لیے وہ اس کے آنے سے پہلے ہی ولیمے کا جوڑا اتار چکی تھی ۔

حالانکہ سارا دن اس کی نگاہوں کو اس نے اپنے حسن سے لپٹے ہوئے محسوس کیا تھا۔ اس کی نگاہیں ایک پل کے لیے بھی اس سے دور نہیں جا رہی تھیں بلکہ بار بار وہ مردوں سے نکل کر اس کی طرف آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھ چکی تھی لیکن وہ اس کی توہین کر چکا تھا تو وہ کیوں اس کے قریب آتی؟

وہ اس کی عزت کا محافظ تھا، اس کے بھائی نے اس کے معاملے میں اس شخص پر بھروسہ کر لیا تھا تو وہ کیوں نہ کرتی اس کا اعتبار ؟

جب وہ اسے راگا ڈاکو کے قبیلے میں لینے کے لیے آیا تھا وہ تو تب ہی اس شخص پر اپنا سب کچھ ہار چکی تھی۔ وہ اس کی عزت کا محافظ بن کر آیا تھا، وہ اس کا شوہر بن کر آیا تھا۔ وہ کیسے ٹھکرا دیتی اسے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیلا اسے دھوکا دے رہی تھی، یہ جانتے ہوئے

بھی کہ یہ سب کچھ پلاننگ کے طور پر ہو رہا تھا، وہ پھر بھی اپنی عزت بچانے کے لیے آیا تھا تو وہ کیوں نہ اس پر اعتبار کرتی؟

،لیکن وہ اس کے حسن کی توہین کیسے کر سکتا تھا جس پر وہ مرتا تھا اسی کو چھونے کی حسرت نہیں رہی تھی اسے یہ بات بیلا سے برداشت نہ ہوئی تھی تب ہی تو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ بالا کو اتنی آسانی سے خود سے جیتنے نہیں دے گی۔

وہ کوئی کم عمر چھوٹی بچی نہ تھی جو سمجھ نہ پاتی کہ شوہر کو اپنی طرف کس طرح سے راغب کرنا ہے، وہ ایک پڑھی لکھی ڈاکٹر تھی، اسے ہر چیز کی سمجھ تھی۔ اور اس وقت بالا کی آنکھوں میں جو طلب تھی وہ بھی بہت اچھے طریقے سے سمجھ رہی تھی لیکن اس کا ارادہ نہ تھا اتنا جلدی ہارنے کا۔

،اسی معاملے میں ہی تو ایک عورت اپنے شوہر کو ادائیں دکھا سکتی تھی ناز نخرے دکھا سکتی تھی۔ وہ بالا کو اتنی جلدی بخشنے کے ارادے تو

ہرگز نہیں رکھتی تھی۔ بالا مسکراتے لبوں سے جیسے اس کی چوری پکڑتا اسے شرمندہ کرنا چاہتا تھا لیکن سامنے بیلا تھی جس نے ہر معاملے میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر اس سے ٹکرانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ تمہیں کیا لگا تھا میں سمجھ نہیں پاؤں گا تمہاری حرکتیں؟ ”وہ اس کے لبوں کو اپنی انگلیوں میں دبائے ایک دفعہ پھر سے اس پر جھکنے لگا تھا جب اچانک ہی قبیلے میں گونجنے والی چیخ نے انہیں حیران کر دیا تھا۔ چیخ کس کی تھی؟ وہ دونوں ہی سمجھ نہیں پائے تھے لیکن جس طرح پہاڑوں میں یہ چیخ گونجی تھی وہ دونوں ہی گھبرا گئے تھے۔ بالا اسے چھوڑتے ہوئے تیزی سے قبیلے کی طرف بھاگا تھا جب کہ بیلا بھی تیزی سے اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے آ رہی تھی۔

oooooooo

سجن سائیں !میں مزید روٹھا رہنا نہیں چاہتا، چلو میں ماننے آ گیا"

"ہوں...

راگا دعام کا سر پانی سے اوپر آنے ہی نہیں دے رہا تھا، وہ بری طرح سے چھٹپٹا رہی تھی۔ کسی بھی طرح وہ خود کو چھڑوانا چاہتی تھی جب اسے کہیں دور سے سردار کی آواز سنائی دی تھی۔

وہ ندی کی طرف آنے والے راستے سے ظاہر ہوتے ہوئے بول رہا تھا لیکن دعام کو صرف آواز ہی سنائی دی تھی، وہ اسے دیکھ نہیں پائی تھی۔

جب کہ وہ جو اپنی دھن میں تیزی سے بھاگتے ہوئے اس طرف آ رہا تھا کہ کہیں جمرو اسے دوبارہ سے روکنے میں کامیاب نہ ہو جائے، اپنے سامنے چار پانچ آدمیوں کو دیکھ کر پہلے تو حیران رہ گیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو وہ سمجھ ہی نہ سکا کہ آخر یہاں ہو کیا رہا ہے لیکن پھر نظر راگا ڈاکو پر پڑتے ہی خود جیسے ہر بات کو سمجھ گیا تھا۔ وہ تیزی سے قدم اٹھاتا آگے بڑھا تھا۔

رک جاؤ وہیں رک جاؤ ورنہ تمہاری بیوی ... تمہاری بیوی تو ویسے بھی" مرے گی۔ ہاہاہا! سردار دلدار یلغار، دیکھو میں یہاں تمہاری بیوی کو مارنے کے لیے آیا ہوں۔ دیکھو! دیکھو! یہ آخری سانسیں لے رہی ہے۔ دیکھو، میں اسے مار رہا ہوں۔ "وہ ایک جھٹکے سے اس کا چہرہ پانی سے نکالتے ہوئے سردار کو دکھاتا دوبارہ سے اسے پانی میں ڈبو گیا تھا۔ دعام سانس تک نہیں لے سکی تھی۔

"دیکھو! دیکھو! تمہاری بیوی مر رہی ہے! تمہاری محبت مر رہی ہے، سردار دلدار! دیکھو مر رہی ہے تمہاری بیوی! اس قبیلے کی سردارنی مر رہی ہے! دیکھو"! وہ ایک جھٹکے سے اس کا چہرہ دوبارہ سے پانی سے نکالتے ہوئے جیسے سردار کی سانسیں کھینچ گیا تھا۔

خبردار !خبردار !آگے قدم مت بڑھانا !ایک ہی دفعہ سانسیں چھین" لوں گا اس کی۔ "وہ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا جب وہ غصے سے غرایا۔

میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے ڈال دوں گا راگا" ڈاکو !اگر اسے کچھ بھی ہوا تو تو قبر کے لیے ترسے گا۔ "سردار آپا کھوتے ہوئے اس کی طرف دہاڑا تھا۔

ہاہاہا !مر جاؤں گا، میں جانتا ہوں تو مجھے مار ڈالے گا، تو مجھے مار ڈالے" گا۔ آج میں زندہ نہیں بچوں گا لیکن زندہ یہ بھی نہیں بچے گی۔ اگر میں مروں گا تو تو بھی مرے گا کیوں کہ میں اسے مار ڈالوں گا اور اگر یہ مر گئی تو تیری موت تو خود ہی ہو جائے گی۔

تیری کمزوری، تیری محبت، تیری عورت، مر رہی ہے اور میں اسے ماروں گا "!وہ وحشیانہ قہقہہ لگاتے ہوئے دعام کا سر پھر سے پانی میں ڈبو چکا تھا۔

جبکہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وہ تیزی سے اس کے پاس آ رہا تھا۔

جب اسے لگا کہ وہ اس کے بہت پاس پہنچ چکا ہے، وہ اس کی سانسیں کھینچ رہا تھا۔ ہر لمحے کے ساتھ وہ سردار کی سانسیں روکنے میں لگا ہوا تھا لیکن اب اسے لگا کہ اس لڑکی کی موت سے پہلے وہ اس تک پہنچ جائے گا تو اس نے اگلے ہی لمحے دعام کا سر پانی سے نکالتے ہوئے پاس پڑے پتھر پر مارا تھا۔ آہہہ۔۔۔ "اب کی دفعہ وہ سانس لینے کی کوشش میں ناکام ہوتی چیخ اٹھی تھی اور اس کی چیخ ہر طرف پہاڑوں میں گونج کر واپس آئی اور پھر اگلے ہی لمحے پتھر پر پھیلنے والا خون سردار کی سانسیں روک گیا تھا۔

!ہاہاہاہا !میں نے مار ڈالا !دیکھو !دیکھو !میں نے مار ڈالا تمہاری محبت کو" میں نے مار ڈالا تمہاری ملکیت کو !تمہاری عورت میرے ہاتھوں ماری گئی "!وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتے ہوئے اس کی سانسیں کھینچ رہا تھا۔

مار ڈالا میں نے !مار ڈالا سردار کی سردارنی کو !میں نے مار ڈالا" تمہاری کمزوری کو !میں نے تم سے تمہارا سب کچھ چھین لیا !ارے !ارے !یہ تو زندہ ہے !یہ تو زندہ ہے، سانسیں لے رہی ہے ابھی تک اب نہیں بچے گی "!وہ ایک دفعہ پھر سے اسے بالوں سے کھینچتے ہوئے اپنے سامنے کرتا، اس کا چہرہ دیکھنے لگا تھا جو خون سے لت پت تھا لیکن اس کی سانسیں اب تک چل رہی تھیں جب راگا نے ایک دفعہ پھر سے اس کا سر پتھر پر پٹخنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی اس کا جبڑا سردار کے ہاتھ میں آ چکا تھا جسے تھامتے ہوئے اس نے پوری شدت سے اسے پتھر پر دے مارا تھا۔ راگا کا سر پیچھے سے پتھر سے ٹکرایا تھا جب کہ اس کے ساتھ آئے، ان چار لوگوں میں سے تین واپس جنگل کی طرف بھاگنے لگے تھے۔ وہ سردار کے ہاتھوں کسی وحشیانہ موت کا شکار نہیں ہونا چاہتے تھے جبکہ رشید وہیں پر کھڑا اپنے مالک کی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

دلدار نے ایک نظر دعام کو دیکھا تھا ،وہ پیچھے گھاس پر جا گری تھی۔ وہ ایک قدم اس کی طرف بڑھتا خون آشام نگاہوں سے راگا کی طرف دیکھتا اس کے پاس آیا وہ بری طرح سے اس کا سر پتھر پر پٹخا رہا تھا۔ عجیب دیوانوں سی حالت تھی، وہ جیسے اس کی سانسیں نچوڑ لینا چاہتا تھا۔ اس نے غصے سے اپنی کہنی اس کے گھٹنے پر ماری تھی۔ اس کی ہڈی یقیناً ٹوٹ چکی تھی، اس بات کی گواہ اس کی نہ رکنے والی چیخیں تھیں۔ وہ جیسے اس کے جسم کی ہر ہڈی توڑ دینا چاہتا تھا۔

جبکہ رشید صرف اسے دیکھ رہا تھا، کچھ کرنے کی جیسے ہمت ہی ختم ہو چکی تھی۔

اسے کچھ یاد نہیں تھا سوائے اس کے کہ اس کے مالک نے اسے حکم دیا تھا کہ بے شک اسے موت ہی کیوں نہ آ جائے، سردار کی عورت زندہ نہیں بچنی چاہیے۔ اس نے اگلے ہی لمحے اپنی جیب سے چاقو نکالتے ہوئے دعام کی طرف قدم بڑھائے تھے، وہ زمین پر بے ہوش

پڑی تھی جب رشید نے جلدی سے چاقو اس کے پیٹ میں گھونپنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی بالا نے اس کے ہاتھ کو اپنی سخت مٹھی میں تھام لیا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے اسی ہاتھ کو گھماتے ہوئے رشید کی گردن پر وہی چاقو چلا دیا تھا۔

گردن کٹنے کی وجہ سے وہ اگلے ہی لمحے زمین پر گرا چیخنے لگا تھا جبکہ بالا دعام کی طرف متوجہ ہو گیا جو سانس نہیں لے رہی تھی۔

"دعام! تمہیں کچھ نہیں ہو گا، ہم تمہیں کچھ نہیں ہونے دیں گے سردار!" اس نے سردار کو مخاطب کرنا چاہا تھا جو پوری طرح سے راگا ڈاکو کو بری طرح سے پیٹنے میں مصروف تھا۔ وہ آج اس پر ایک ایک سانس حرام کر دینا چاہتا تھا

جب بیلا تیزی سے بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔

"او مائی گاڈ! اس کی سانسیں رک رہی ہیں بالا! اسے جلدی سے ہسپتال پہنچانا ہو گا ورنہ یہ مر..."

اے !چپ !کچھ نہیں ہونا چاہیے اسے، کچھ بھی نہیں !میری سجن" سائیں کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ یاد رکھنا اگر اسے کچھ ہوا تو کوئی نہیں ،بچے گا، میں دنیا مٹا دوں گا

ہر چیز کو آگ لگا دوں گا !کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ "وہ راگا کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے تیزی سے دعام کے پاس آتا اس کا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے اس کے گالوں کو تھپتھپانے لگا تھا جس کا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا۔ بیلا نے اس کا دوپٹہ اس کے ماتھے پر زخم کی جگہ پر رکھا تھا تاکہ وہ خون کو بہنے سے روک سکے۔

اسے ---کچھ نہیں--- ہونا چاہیے، کچھ--- بھی نہیں !اگر" ---اسے کچھ ہوا---تو سب کچھ---- ختم ہو جائے--- گا بالا !تم !سمجھ---- رہی ہو---نا؟ اسے کچھ--- نہیں ہونا--- چاہیے !دعام سانس لو !تمہیں کچھ ---- نہیں ہو--- سکتا !سانس--- لو دعام !میں تمہیں--- کچھ نہیں--- ہونے-- دوں گا !میں نے---- کہا

سانس۔۔۔ لو !یہ سانس۔۔۔۔ کیوں ن۔۔ نہیں۔۔۔ لے رہی؟ اسے۔۔۔ کچھ ہوا تو نہیں نا...؟ اسے کچھ ...کچھ ہوا...؟ "اس کے ہاتھوں کے ساتھ لہجہ بھی کانپنے لگا تھا۔ وہ بری طرح سے کانپ رہا تھا، جیسے اس کے ہاتھ میں کوئی بے جان وجود ہو جسے چھونے کی وہ ہمت نہ کر پا رہا ہو۔

سردار !اسے کچھ نہیں ہو گا !میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں، اسے کچھ" نہیں ہو گا۔ بیلا یہاں ہے، قبیلے میں ہر چیز موجود ہے۔ میں اسے میڈیکل روم میں لے کر جا رہا ہوں، تم آؤ۔ اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے، کچھ بھی نہیں !سردار، کچھ نہیں ہو گا !میں کہہ رہا ہوں نہ کچھ نہیں ہو گا !تو رو کیوں رہا ہے سردار کچھ نہیں ہو گا دعام کو میں وعدہ کر رہا ہوں تجھ سے ...کچھ نہیں ہوا اسے "!وہ سردار کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے جیسے پہلی دفعہ سردار کو روتے ہوئے دیکھا تھا۔

وہ بچپن میں بھی بہت دور چھپ کر روتا تھا، وہ کبھی ان کے سامنے نہیں روتا تھا کہ وہ ٹوٹ جائیں گے لیکن آج وہ سردار کو روتے ہوئے دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور بالا یہ دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

سردار !میں نے کہا اسے کچھ نہیں ہو گا !میری طرف دیکھ، میں" !وعدہ کر رہا ہوں نا تجھے؟ اپنے یار پہ یقین ہے؟ کچھ نہیں ہو گا اسے مجھے اپنی بیلا پر یقین ہے، میری بیلا اس کو کچھ نہیں ہونے دے گی۔ چلو بیلا !وقت نہیں !اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے، یہ میرے یار کی زندگی ہے۔ "وہ اسے اٹھاتے ہوئے قبیلے کی طرف بھاگنے لگا تو بیلا بھی تیزی سے اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگی۔ بالا نے اس پر یقین کیا تھا تو وہ کیسے اس کا یقین ٹوٹنے دے سکتی تھی۔

اسے چاہے کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے، وہ دعام کی زندگی واپس لانے کی کوشش ضرور کرے گی۔ اس نے ایک نظر پلٹ کر سردار کی

طرف دیکھا تھا جو وہیں زمین پر بیٹھا اس پتھر کو دیکھ رہا تھا جہاں دعام کا سر لگا تھا۔ اس پتھر پر اب بھی دعام کا خون بکھرا ہوا تھا۔

جب اسے اپنے پیچھے سے راگا ڈاکو کی گہری ہوتی سانسیں محسوس ہوئیں۔ رشید اب بھی درد سے تڑپ رہا تھا جبکہ تھوڑے فاصلے پر راگا ڈاکو بھی درد سے تڑپ رہا تھا۔

اس نے ایک نظر پلٹ کر اسے دیکھا جو خون سے لت پت چہرہ لیے اسے دیکھ کر تکلیف سے تڑپتے ہوئے بھی لبوں پر مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔ اس کی استزیہ مسکراہٹ دیکھ کر سردار نے اپنی گردن ذرا سی ٹیڑھی کر کے اسے دیکھا تھا۔

"وہ بڑی... گی... بچے... نہیں... زندہ... گئی... مر... گئی... مر" مشکل سے کچھ بولنے کے قابل ہوتا ہوا کہنے لگا تو سردار نے اگلے ہی لمحے تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کے سینے پر ایک ہاتھ رکھتے دوسرا اس کی گردن پر رکھا تھا۔

مار ...ڈال ...لو ...مار ...ڈالو ... تم ...مجھے مارتے کیوں نہیں ...ہو؟"

میں ... تمہاری تکلیفوں ...کی وجہ ہوں !میں ...نے ہر چیز ...تباہ کر

دی ... تمہارا گھر ... تمہارا قبیلہ ... تمہارے ...ماں باپ سب کو مار ڈالا

تو تم ...مجھے کیوں ... نہیں مارتے؟ ہر بار کیوں زندہ ... چھوڑ ...دیتے

ہو مجھے ... آج موقع ہے مار ڈالو مجھے ... جیسے ...میں نے ...مار ڈالا

"... تمہاری ... محبت کو ... تمہارے ...باپ کو

وہ اسے دیکھتے ہوئے جیسے آخری سانسیں لیتے ہوئے خود کو زندہ

چھوڑنے کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔

"اتنی آسان موت راگا ڈاکو؟ اتنی آسان موت تمہیں لگتا ہے تم اتنی

آسان موت کے قابل ہو؟ تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں یہاں مرنے

دوں گا؟ نہیں، تم اتنی آسان موت نہیں مرو گے۔ تم حساب دو گے!

میرے ہر اپنے کی موت کا حساب دو گے !میری زندگی میں جو بھی

ہوا ہے وہ تم نے کیا ہے، تم نے مجھ سے میری ہر پیاری چیز چھین

لی۔ میری دعام کو کچھ نہیں ہو گا، کچھ بھی نہیں ہو گا اسے۔ تمہیں لگتا ہے نا تم نے اسے مار ڈالا۔۔۔؟

تم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ تم خدا نہیں ہو تم کسی چیز پر قادر نہیں ہو وہ پاک ذات اسے کچھ نہیں ہونے دے گی۔

اور جب تک سردار دلدار کے سینے میں اس کا دل دھڑک رہا ہے تب تک اس کی سجن سائیں کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ میری محبت اسے عرش سے بھی واپس لے آئے گی، یہ میرا یقین ہے۔ میرا خدا میرے ساتھ کبھی کوئی نا انصافی نہیں ہونے دے گا۔ وہ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ تو جانتا ہے، میں نے سالوں سے خدا سے دعائیں مانگنا چھوڑ دی تھی لیکن جب سے میری زندگی میں میری دعام آئی ہے، میں نے دعائیں مانگنا سیکھ لی ہیں۔ وہ میری دعاؤں کو رد نہیں کر سکتا۔ ہاں، لیکن تجھے موت نہیں آئے گی۔ تو گڑگڑا گڑگڑا

کر اپنے لیے موت کی دعائیں مانگے گا لیکن سردار دلدار تجھے مرنے نہیں دے گا۔

سردار دلدار تجھے موت کے بالکل قریب لے کر جائے گا، آخری سانس تک لے کر جائے گا لیکن آخری سانس لینے سے پہلے وہ تجھے دوبارہ سے زندگی دے کر تجھے پھر سے جینے کے قابل بنائے گا، پھر تجھے موت کے قریب لے کر جائے گا لیکن پھر موت سے پہلے تجھ سے مرنے کا حق چھین لے گا۔ تو تڑپ تڑپ کر موت مانگے گا لیکن تجھے موت نہیں ملے گی۔

تو جاننا چاہتا ہے نہ کہ تو اب تک میرے ہاتھوں مرا کیوں نہیں؟ تو اس کی وجہ آئی جی پی صابر حسین ہے"!وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے زخمی شیر کی طرح غرا رہا تھا جب کہ راگا اپنی موت کے اتنے قریب جا کر واپس زندگی کی طرف لوٹتا جسے اس کی نفرت کی انتہا سمجھ چکا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے غصے سے زمین پر اٹھا تھا اور اگلے ہی لمحے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے قبیلے کی طرف جانے لگا جب کہ راستے میں کھڑا جمرو بس اسے دیکھ رہا تھا۔

اگر اسے موت آئی تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ "وہ اس کے گریبان کو" پکڑتا ایک جھٹکے میں اسے جھنجھوڑ کر بولا تھا۔

جمرو مر جائے گا سردار لیکن راگا کو مرنے نہیں دے گا۔ تم جاؤ" دعام کے پاس، اسے تمہاری ضرورت ہے۔ "وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا تیزی سے راگا ڈاکو کی طرف بڑھا تھا اور پھر اسے گریبان سے پکڑ کر اگلے ہی لمحے ایک جھٹکے سے اپنے کندھے پر اٹھا کر اس کے پیچھے ہی قبیلے کی طرف بھاگا تھا۔ راگا ڈاکو اس کی گرفت میں چھٹپٹا رہا تھا، لیکن جمرو نے اسے آزاد نہ ہونے دیا۔

○○○○○○○○

ماضی

”یہ بہت کم پیسے ہیں دلدار !ان پیسوں سے علاج ممکن نہیں ہے۔ یہ تو صرف پچاس ہزار ہیں، پچاس ہزار سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں نے تمہیں کہا تھا تمہاری بہن کے علاج کے لیے لاکھوں کروڑوں درکار ہیں، تم بہت کم رقم لے کر آئے ہو۔ اتنی سی رقم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں کچھ لوگوں کے بارے میں بتاتا ہوں، یہ لوگ رقم عطیہ کرتے ہیں، اس سے بچوں کا علاج ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑے پیمانے پر رقم دیتے ہیں۔ تم یہاں پر ایک درخواست دو، مجھے امید ہے جب بچی کے بارے میں وہ لوگ جانیں گے تو درخواست منظور ہو جائے گی۔“

ڈاکٹر اس کے سامنے بیٹھا بول رہا تھا۔ وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ چھوٹا سا معصوم بچہ ہرگز اپنی بہن کے علاج کے لیے پیسہ اکٹھا نہیں کر سکتا۔ نجانے وہ پچاس ہزار روپے کہاں سے لے کر آیا تھا لیکن اشم

کے علاج کے لیے بڑی رقم درکار تھی اور ڈاکٹر نے اس کی مدد کرنے کا سوچتے ہوئے اسے کچھ لوگوں کے بارے میں بتایا تھا۔

میں تمھیں ہسپتال کی جانب سے ایک درخواست لکھ کر دیتا ہوں، تم" اس درخواست پر کچھ بڑے لوگوں کے دستخط کروا کر لاؤ گے۔

سچ بتاؤں تو میں خود بھی ان کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتا بس اتنا پتہ ہے کہ ان کی طرف سے مدد مل سکتی ہے کیونکہ بڑے بڑے لوگ ان کو رقم دیتے ہیں تاکہ وہ ایسے بچوں کا علاج کر سکیں جو دنیا میں یتیم مسکین ہیں۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ دلدار نے اپنی بہن کے لیے یتیم مسکین جیسا لفظ سن کر برا محسوس کیا تھا۔ ان پر اتنے برے دن آ چکے تھے کہ اب انہیں یتیموں مسکینوں میں شامل کیا جا رہا تھا،ہاں ان کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا تھا وہ یتیم ہو چکے تھے

لیکن مسکین یعنی وہ لوگ جو بے آسرا تھے، بے سہارا تھے جن کا کوئی نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ اپنی بہن کے علاج کے لیے اسے رقم درکار تھی، اگر اسے زکوٰۃ اور عطیہ کے پیسوں سے اپنی بہن کا علاج ہوتا ممکن نظر آ رہا تھا تو اسے قبول تھا۔

اسے آج اپنا باپ شدت سے یاد آیا تھا جو ان کی خواہشات ان کے لبوں سے نکلنے سے پہلے پوری کرتا تھا لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ اس دنیا میں باپ کے علاوہ اور کوئی اپنے بچوں کی خواہشیں پوری نہیں کر سکتا۔

"یہ لو !یہ کچھ لوگوں کا پتہ ہے۔ تم نے یہ درخواست لے کر وہاں جانا ہے، وہ لوگ سائن کریں گے ان پر اور یہ درخواست آگے پہنچا دیں گے، پھر تمہیں کچھ رقم حاصل ہو جائے گی جس سے تم علاج کروا سکو گے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ دلدار نے

صرف خاموشی سے سر ہلاتے ہوئے اس کے ہاتھ سے وہ کاغذ لے لیا تھا۔

○○○○○○○

"جگہ تو یہی ہے دلدار لیکن یہاں تو بہت سارے لوگ ہیں، ہم اندر کیسے جائیں گے؟" وہ کب سے ایک بڑے سے آفس کے باہر کھڑے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ پچھلے ڈیڑھ مہینے سے اناز کی چوریوں ڈکیتیوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ہر چوری ڈکیتی کے ساتھ ہی راگا انہیں کچھ رقم دے دیتا تھا۔ بے شک اس نے ڈاکہ کروڑوں کا ڈالا ہو لیکن ان کے ہاتھ میں ہزار یا دو ہزار ہی آ رہے تھے۔ بالا بھی اپنے پیسے جمع کر کے اسی کو دے رہا تھا کیونکہ اس کے لیے بھی اس وقت اشم سے زیادہ ضروری اور کچھ نہیں تھا۔

"پتہ نہیں، چل، دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے۔" وہ اسے اپنے ساتھ آنے کا کہتے ہوئے آفس میں داخل ہونے لگا۔

جاؤ ادھر سے، بچوں کا اندر آنا منع ہے۔" گارڈ نے دروازے پر ہی روک لیا تھا۔

"ہم نے یہ درخواست اندر دینی ہے۔ ہماری بہن کو بیماری ہے۔ ہمیں یہاں اندر موجود عدنان احمد کے سائن چاہیے تاکہ ہماری بہن کا علاج شروع ہو سکے۔" بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ارے یہاں پر فائلیں بڑی پڑی ہیں درخواستوں کی، اتنی جلدی سائن نہیں ہوتے۔ تم کسی اور دفتر چلے جاؤ۔" وہ کہتے ہوئے دروازہ بند کر چکا تھا جبکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے دوسرے ایڈریس کی طرف جانے لگے تھے۔

"بالا !مجھے لگتا ہے ان صاحب کے پاس کام بہت زیادہ ہے۔ ہم دوسرے والے پتے پر چلتے ہیں، ہو سکتا ہے ان کے پاس کم ہو، وہ جلدی سائن کر کے دے دیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ علاج جلدی سے جلدی شروع کروانا ہے۔" وہ اسے کہتے ہوئے اگلے ایڈریس کی طرف

جانے لگا تھا۔ آج وہ دونوں راگا سے اجازت مانگ کر باہر نکلے تھے جس کی وجہ سے انہیں کوئی پریشانی نہ تھی جب کہ وہ اس کے ساتھ آتے ہوئے دوسرے ایڈریس کی طرف جانے لگا۔

ooooooo

دوسرے، تیسرے، چوتھے، وہ ہر جگہ گئے تھے لیکن سائن کرنا تو دور کی بات، کسی نے ان سے ملاقات تک نہیں کی تھی۔ ہر کوئی انہیں نظر انداز کر کے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک گاڑی کے تو پیچھے تک وہ بھاگے تھے تاکہ وہ صاحب ان کی بات سن کر ان کے کاغذ پر سائن کر دیں مگر اس نے ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا ہو۔

شام تک وہ واپس ہسپتال آئے تھے۔

دلدار بیٹا !اب میں تمہیں کیا کہوں، یہ دنیا ایسی ہی ہے۔ ظالم" لوگوں کی حکومت چلتی ہے یہاں پر۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں طاقت

ہے اور طاقتور ہمیشہ کمزور کو دباتا آیا ہے۔ کہنے کو یہ لوگ سرکاری ملازم ہیں، ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے ان سب چیزوں میں۔ رقم تو پیچھے سے آتی ہے لیکن یہ لوگ اگر دس روپے دینے کی بات کرتے ہیں تو حکومت کو لاکھوں کے حساب سے گنواتے ہیں۔

میں کوشش کرتا ہوں کسی سے سائن کروانے کی لیکن میری پہچان میں بھی کوئی نہیں ہے اور اگر سائن مل بھی گئے تو رقم کب تک ملے گی، کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

میں تو تم لوگوں کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے اس طریقے پر آیا تھا لیکن میں اپنی طرف سے کوشش کرتا ہوں، ہو سکتا ہے بچی کا علاج ممکن ہو سکے۔

میرے بس میں اگر کچھ ہوتا تو میں ضرور کروں گا۔ "وہ انہیں دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ دلدار کو عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ یہ کام اس کی سوچ سے زیادہ مشکل تھا، ڈکیتی سے بھی کہیں زیادہ

مشکل۔ پچھلے ڈیڑھ مہینے میں چوری ڈکیتی کرتے ہوئے اس کے دل میں خوف پیدا نہیں ہو رہا تھا لیکن اپنی بہن کے علاج کے لیے وہ ڈرنے لگا تھا۔

○○○○○○○

"جی حولدار صاحب !بچی کو بہت بڑی بیماری ہے۔ بیماری کا علاج بہت مہنگا ہے۔ وہ بچہ دن رات ایک کر رہا ہے کہ کہیں سے اس کی بہن کا علاج ہو جائے۔ وہ دونوں بچے ہی اس بچی سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میں جانتا تو نہیں کہ وہ بچے کہاں سے آتے ہیں لیکن اس بچے نے بتایا کہ اس کے والدین انتقال کر چکے ہیں اور اس بچی کے علاوہ اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔"

رضوان آئے دن دلدار کو ہسپتال آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آج وہ ڈاکٹر کے پاس آ پہنچا تھا تاکہ جان سکے کہ وہ ہسپتال روز کیوں آتا ہے۔

لیکن ڈاکٹر کی بات سن کر اس کا دماغ ہی گھوم گیا تھا۔ دلدار اس سے بات کرنا تو دور، دیکھنا تک پسند نہیں کرتا تھا، اسے دیکھتے ہی اپنا راستہ بدل لیتا تھا جب کہ وہ بار بار اس کے پیچھے آنے کی کوشش کرتا، اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا لیکن دلدار نے تو جیسے نفرت کو خود پر سوار کر لیا تھا۔

اسے بس یہ پتہ تھا کہ اس شخص کی وجہ سے اس کے ماں باپ آج اس دنیا میں نہیں ہیں اور یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

رضوان جان چکا تھا یہ سب کچھ صابر حسین کی پلاننگ تھی۔ سب کچھ اسی نے کیا تھا۔ وہ جھوٹے لوگوں کو وردی دلا کر وہاں لے کر گیا تھا اور وہاں پر 28 عورتوں کے ساتھ رات کو زیادتی کی گئی تھی۔

اتنا ہی نہیں، تقریباً 18 سے زیادہ عورتوں کو زندہ جلا کر مار دیا گیا تھا۔ قبیلے سے اس دن 300 سے زائد لاشیں نکلی تھیں۔ چھوٹی معصوم

بچوں کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی اور یہ سارا الزام اسی پر آ چکا تھا۔ یہ تو اب کو ثابت نہیں ہوا تھا کہ رضوان نے یہ سب کرایا ہے لیکن صابر حسین اور کامران کی گواہی کی وجہ سے اس کی وردی اتر چکی تھی۔

اسے چھ مہینے کا وقت دیا گیا تھا خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے۔ اس قبیلے میں گناہ گار وہ مرد لوگ تھے جن کو گرفتار کرنا تھا نہ کہ قتل۔ عورتوں اور بچوں کا کوئی قصور نہیں تھا تو انہیں کیوں مارا گیا؟ ان کے ساتھ زیادتیاں کیوں کی گئیں؟ قانون نے اس پر کئی سارے سوال اٹھا دیے تھے۔ یہ تو اس نے قبول ہی نہیں کیا تھا کہ قبیلے پر حملہ اس نے کروایا ہے ورنہ بات پوری طرح سے اسی پر آ جاتی۔ پہلے جو قانون اسے پروموشن دینے کی بات کر رہا تھا، آج اسی پر ہزاروں سوال اٹھا کر گھر بھیج رہا تھا۔

لیکن فی الحال رضوان کو ان سب باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ وہ بے قصور تھا۔ اس نے کچھ نہیں کیا تھا اور وہ دلدار کو دیکھنے کو ترس گیا تھا۔

لیکن اس نے بھی سوچ لیا تھا وہ کامران اور صابر کے خلاف ثبوت ڈھونڈے گا اور انہیں ان کی اصل تک پہنچائے گا لیکن یہ اس کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا۔ پہلے اسے دلدار کو یقین دلانا تھا اور دلدار اسے دیکھنے کو تیار نہیں تھا۔ جبکہ اشم کی بیماری کا جان کر وہ اور بھی زیادہ پریشان ہوتے ہوئے ہسپتال سے نکلا تھا۔

ooooooo

تیسری درخواست ان کی طرف سے ریجیکٹ ہو کر واپس آ گئی تھی۔ گورنمنٹ کی طرف سے اشم کے علاج کے لیے پیسہ منظور نہیں ہو رہا تھا۔ وہ دن رات ڈکیتیوں اور چوریوں پر جا رہا تھا لیکن کل رات ہونے والی ڈکیتی میں سارے ڈاکو بھاگ گئے تھے جب کہ وہ دونوں

ہی پکڑے گئے تھے۔ آج صبح سے ہی وہ تھانے میں مار کھا رہے ہیں جب شام کے وقت راگا ڈاکو کا ایک آدمی انہیں چھڑوانے کے لیے آ گیا۔ وہ مار کھانے کے ایسے عادی ہو چکے تھے کہ پولیس کی مار کا زیادہ اثر ان پر نہیں ہوا تھا۔

جب کہ آج پکڑے جانے کے بعد ان دونوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ گھڑ سواری سیکھیں گے۔ یوسف کا گھوڑا بادشاہ اپنے اوپر کسی کی سواری قبول نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ صرف یوسف کا گھوڑا تھا جبکہ سردار کا گھوڑا شیر دل تو دلدار کو کئی دفعہ خود پر سے گرا چکا تھا۔ پچھلے مہینے تو راگا ڈاکو نے انہیں بیچنے کے لیے بھی بھیجا تھا لیکن وہاں پر بھی اپنی سرکشی کی وجہ سے وہ بغیر بکے واپس آ گئے تھے۔

راگا ڈاکو ان دونوں گھوڑوں کو مصیبت قرار دیتا تھا لیکن آج پکڑے جانے کی وجہ سے دلدار اور بالا دونوں نے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب ان بے لگام گھوڑوں کو خود لگام ڈالیں گے۔ وہ ان کے باپ کے

گھوڑے تھے، ان پر کوئی دوسرا سواری نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ کر سکتے ہیں۔ اور وہ کرنے والے تھے۔ اب سے انہوں نے پولیس کے ہاتھ نہیں لگنا تھا کیونکہ راگا ڈاکو نے انہیں چھڑوانے کے لیے جو دو لاکھ کی رقم دی تھی وہ اشم کے علاج کے پیسوں سے نکلنے والی تھی اور یہ چیز انہیں بار بار منظور نہ تھی۔

ооооооо

حال

بیلا اندر بالکل اکیلی تھی، اس وقت اس کی مدد کے لیے کوئی نہیں تھا۔ وہ اکیلے ہی دعام کا علاج کر رہی تھی ۔

جبکہ سردار باہر چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بالا باہر ہی گھوم رہا تھا۔ اس نے ابھی دعام کو خون بھی دیا تھا۔

بیلا کی ہر آواز پر وہ جن کی طرح حاضر ہوتا، اسے ہر وہ چیز دے رہا تھا جس کی اسے ضرورت تھی۔ جبکہ بیلا کے لیے تو شاید یہ امتحان تھا جسے وہ ہر قیمت پر پار کرنے والی تھی۔

وہ ہرگز بالا کی امیدوں کو توڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ اس کے لیے کوئی بھی جذبات رکھے لیکن اس وقت وہ صرف ایک ڈاکٹر تھی جسے اپنی پیشنٹ کی جان بچانی تھی۔

آج کیا ہوا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ بازو کٹا آدمی ان کا تایا تھا۔ جس کے ساتھ یقیناً ان کی کوئی دشمنی تھی۔ پہلے اس نے اسے اغوا کر لیا تھا اور اب وہ دعام کو جان سے مار دینا چاہ رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ آدمی بھی زندہ بچا ہو گا یا نہیں۔

اس وقت اسے کسی چیز کی پرواہ نہ تھی سوائے اس کی کہ دعام کی زندگی اس کے لیے ضروری ہے۔

اس وقت وہ اور کچھ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی، وہ باہر چارپائی پر بیٹھا ہر آدمی جو اس وقت کچھ بھی نہیں بول رہا وہ اپنی آخری سانسیں گن رہا ہے۔

صرف دعام کی زندگی نہیں بچانی تھی بلکہ اسے اس قبیلے کے سردار کی زندگی بچانی تھی۔ وہ آدمی اس لڑکی پر مرتا تھا۔ اگر اس لڑکی کو کچھ ہو جاتا تو شاید وہ بھی ختم ہو جاتا اور اگر وہ شخص ختم ہو جاتا تو بالا... اس کے آگے وہ کچھ سوچ نہیں پائی تھی۔ دعام کی سانسیں مدھم ہوتیں تو اس کی اپنی سانسیں رکنے لگتی تھیں۔

اسے ہمت نہیں ہارنی تھی۔ وہ جتنا ہو سکے دعام کو زندگی کی طرف لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ooooooo

آہہہ "...وہ درد سے کہرایا تھا۔"

"چٹاخ"...جب اگلے ہی لمحے کمرے میں زوردار تھپڑ کی گونج لگی تھی۔ وہ اس کے سر کی پٹی کر رہا تھا جب کہ ساتھ ہی ساتھ اس پر تھپڑوں کی برسات ہوئی جا رہی تھی۔

وہ جب بھی چلاتا جمرو اسے زوردار تھپڑ مارتا تھا۔ جبکہ اب کی دفعہ تو میرو نے اس کی قمیض کو پھاڑتے ہوئے اس کے منہ میں دے دیا تھا تاکہ اس کی چلانے کی آواز ان دونوں تک نہ پہنچے۔

وہ اس کا علاج کر رہے تھے۔ سردار نے کہا تھا کہ اس کا زندہ بچنا بہت ضروری تھا لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہو۔ تب ہی وہ اس پر اپنی ڈاکٹری کر رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے اس کا دوسرا بازو بھی ضائع ہو چکا ہے۔ دیکھ، ایسا لگتا ہے کہ ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔" وہ اچانک اس کا بازو اوپر کرتے ہوئے اچانک چھوڑتا اسے پھر سے چیخنے پر مجبور کر گیا تھا۔

کوئی بات نہیں، سردار کا حکم ہے کہ یہ مرنا نہیں چاہیے، ہڈیوں پر" اس نے کوئی بات نہیں کی۔ اور ہڈیاں تو اس نے خود توڑی ہیں اس کی۔ "وہ اس کی ٹانگ پر لگنے والی چوٹ کو دیکھ رہا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی ٹانگ بھی ٹوٹ چکی ہے۔ اس کی ٹانگ گھٹنے کے قریب سے اس انداز میں مڑی ہوئی تھی کہ اگر سیدھا کرتا تو بالکل ہی ٹوٹ جاتی۔ بہرحال، میرو کو اس بات کی پرواہ نہ تھی، اس کا زندہ رہنا ضروری تھا اس لیے اس نے اگلے ہی لمحے ایک جھٹکے سے اس کی ٹانگ کو اٹھایا جس پر اس کی نہ رکنے والی چیخوں کا سلسلہ شروع ہوا جب اگلے ہی لمحے میرو نے اس کی قمیض کا پچھلا حصہ بھی پھاڑ کر اس کے منہ میں تھونسا تھا۔

آواز نہیں آنی چاہیے تیری !سردار باہر بہت پریشان بیٹھا ہے !اگر" اس کے کان میں تیری آواز گئی اور اس کی پریشانی بڑھی تو تجھے چیر !کر کتوں کے آگے پھینک دوں گا

تجھے سمجھ میں نہیں آ رہا؟ اس وقت قبیلے کی سردارنی کی جان خطرے میں ہے، کسی حرام زادے نے اس پر جان لیوا حملہ کیا ہے !اگر اسے کچھ ہو گیا تو یہ قبیلہ تو تباہ ہو گا ہی لیکن تو جو آوازیں نکال رہا ہے تیری زبان کاٹ دے گا وہ !صرف زبان ہی بچی ہے تیرے پاس راگا ڈاکو !اگر اپنی زبان کی سلامتی چاہتا ہے تو منہ بند رکھ "!جمرو اسے چہرے سے دبوچتے ہوئے اگلے ہی لمحے اسے بستر پر پٹخ رہا تھا۔

جبکہ بالا نے زور سے دروازہ بجاتے ہوئے انہیں آواز نہ کرنے کا حکم سنایا تھا۔ پورا قبیلہ خاموش تھا، صرف اس کمرے سے آوازیں آ رہی تھیں اور یہ آوازیں سچ میں اس قبیلے کی خاموشی میں شور برپا کر رہی تھیں اوراس وقت یہاں سردار صرف اور صرف اپنی دعام کی آواز سننا چاہتا تھا اور کوئی آواز نہیں۔

ooooooo

بیلا آہستہ سے دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلی تو اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات تھے۔ بالا تیزی سے بھاگتے ہوئے اس کے پاس آتا امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جبکہ وہ قدم سردار کی طرف بڑھاتے ہوئے اس کے سامنے آ رکی۔ سردار خاموش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے آہستہ سے ہاں میں سر ہلایا تھا، وہ اگلے ہی لمحے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا جب کہ بالا نے بیلا کے بے جان ہوتے وجود کو اپنے ساتھ لگاتے اسے اپنے سینے میں چھپا لیا تھا۔

"وہ ٹھیک ہے؟ بہت بہتر ہے؟ شکر ہے اللہ کا !بالا بہت ٹینشن ہو رہی تھی مجھے، مجھے لگا جیسے وہ سانس نہیں لے رہی تھی۔"

"لیکن میں نے کر لیا بالا !میں نہیں جانتی میں نے کیسے کیا لیکن میں نے کر لیا۔ مجھے بس یہ پتہ تھا کہ اس کا زندہ بچنا بہت ضروری ہے۔

وہ گہرے گہرے سانس لیتی اس کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا رہی تھی جبکہ بالا اسے اپنے مزید قریب کر رہا تھا۔

مجھے یقین تھا تم پر بیلا! مجھے اپنی بیلا پر یقین تھا! میں جانتا تھا تم اسے کچھ نہیں ہونے دو گی"! اس کا ماتھا چومتا وہ اسے مزید اپنے قریب کر گیا تھا جب کہ بیلا کو لگ رہا تھا جیسے وہ آج اپنے امتحان میں پاس ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اس نے کبھی کسی اتنے کریٹیکل کیس کو اکیلے ہینڈل نہیں کیا تھا لیکن آج وہ کر چکی تھی۔

ooooooo

وہ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے اس کے بالکل پاس آ گیا تھا۔ اس کے سر پر بڑا سا زخم تھا جس پر بیلا نے پٹی باندھی تھی۔ اس کو آکسیجن لگی ہوئی تھی یعنی کہ اب تک اس کی سانسیں نارمل نہیں ہوئی تھیں۔

سردار اس کے پاس آتا اس کے زخم پر اپنے لب رکھتا اس کے ہاتھوں اور پیروں کو دیکھنے لگا تھا۔ اور کوئی زخم نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ اسے ہر طرح سے ٹٹول رہا تھا، کوئی ایسا زخم جو اس کی نظروں سے نہ گزرا ہو جو راگا ڈاکو نے اسے دیا لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔

لیکن پھر بھی اس کی دعام تکلیف میں تھی، بہت تکلیف میں تھی۔ سانس مشکل سے آ رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھوں کو تھامتا اس کی ہتھیلیوں کو چومنے لگا تھا۔ اس وقت اس کی حالت کیا ہو رہی تھی، وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ دعام کے پاس بیٹھ گیا۔

سجن سائیں "...وہ اس کی ہتھیلیوں کو چومتے ہوئے بے حد محبت سے اسے پکار رہا تھا لیکن وہ کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔ وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔ جب کمرے میں بالا اور بیلا داخل ہوئے تھے۔

اسے ہوش آ جائے گا دلدار بھائی لیکن وقت لگے گا۔ میں نے اسے" جو میڈیسن دی ہیں اس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہے لیکن وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

فکر نہ کریں، وہ بہت بہتر ہے۔ میں نے وقت رہتے اس کا خون روک لیا تھا۔ لیکن پھر بھی کافی سارا خون ضائع ہو گیا تھا۔ وہ تو شکر ہے کہ بالا کا خون میچ کر گیا ورنہ ہمارے لیے پرابلم ہو سکتی تھی۔

لیکن وہ بالکل ٹھیک ہے، آپ فکر نہ کریں۔ ہو سکتا ہے اسے تین چار گھنٹوں میں ہوش آ جائے۔" بیلا اس کے کندھے پر آہستہ سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی جبکہ دعام کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے لگائے سردار نے اپنی سرخ و سرد آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے صرف ہاں میں سر ہلاتے اپنی نگاہیں واپس پھیرتے ہوئے دعام کے چہرے سے ٹکا دی تھیں جیسے اس وقت وہ کچھ دیکھنا ہی نہ چاہتا ہو۔

وہ ٹھیک ہے، میں نے تو یہ کہا تھا نا اسے کچھ نہیں ہو گا !کچھ نہیں" ہو گا اسے "!بالا اسے پیچھے سے گلے لگاتے ہوئے بولا تو وہ بالا کے سینے کے ساتھ ٹیک لگا کر رو پڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے پانی اب بھی بہہ رہا تھا جبکہ سرخ ہوتی آنکھوں میں انگارے دہک رہے تھے۔

میں نے عشق کا حق نہیں نبھایا بالا !مجھے راگا کو مار دینا چاہیے تھا !وہ" زندہ کیوں ہے بالا؟ وہ زندہ کیوں ہے؟ میں نے اسے کیوں نہیں مارا؟ "وہ دعام کا ہاتھ نرمی سے بیڈ پر رکھتے ہوئے بالا کے گریبان کو پکڑ چکا تھا۔

کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ صابر کہاں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہماری" !اشم کا قاتل کہاں ہے۔ ہم نہیں جانتے، ہم کچھ نہیں جانتے سردار اور سب کچھ جاننے کے لیے راگا کا زندہ ہونا ضروری ہے !بہت ضروری ہے۔ "ہم نے بہت صبر کیا ہے ،سردار اس کی جیل جانے کے بعد جیل سے آزاد ہونے تک ہم نے بہت صبر کیا ہے ۔اب

منزل ہمارے قریب ہے وہ اسے اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ اشم کے ذکر پر وہ بالا کو خود میں بھینچتے ہوئے جیسے اپنی آہوں کا گلا گھونٹ رہا تھا، جیسے اپنی آہوں و سسکیوں کو اپنے سینے میں گھونٹ رہا تھا اور بالا سے بہتر اس کی کنڈیشن کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

ooooooo

رات کے گیارہ بج رہے تھے جب اس نے اپنی آنکھیں آہستہ آہستہ کھولیں ۔

اپنے آپ کو انجان جگہ پا کر وہ نظریں گھما کر دائیں طرف دیکھنے لگی جہاں اس کے ہاتھ پر اپنا سر رکھے وہ شاید سو رہا تھا۔

ڈاک ...کو ...جی "...اس نے اپنی زبان کو بڑی مشکل سے کچھ کہنے" کے قابل بنایا تو وہ اگلے ہی لمحے اسے دیکھتا اس کے پاس رکتے ہوئے اس کے قریب ہوا تھا۔

”سجن سائیں !میری جان سائیں !میری دھڑکن، میری زندگی، میرا بھولا سائیں “!وہ اسے ہوش میں آتے دیکھ دیوانہ سا ہوتا اس کے گالوں پر باری باری اپنے لب رکھتا اس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے اس کی ٹھوڑی چوم گیا تھا۔

”تم ٹھیک ہو؟ تمہیں کچھ نہیں ہوا؟ درد ہو رہا ہے؟ “وہ اس کے ہاتھ کو چومتے ہوئے اپنے لبوں سے لگاتا پیار سے پوچھ رہا تھا۔

”بہت درد ہو رہا ہے۔ “اس نے پھر سے پوچھا تو وہ کچھ نہیں بولی تو وہ خود ہی اندازہ لگاتا اس کے سر پر بندھی پٹی کو دیکھنے لگا تھا۔

”فکر مت کرو، تمہارے خون کے ہر قطرے کا انتقام لوں گا۔ وہ آدمی اپنی موت کو ترسے گا، اس نے میری سجن سائیں کو تکلیف پہنچائی ہے، میں اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔ “وہ اس کے گالوں پر اپنے لب رکھتا اس کے ہاتھوں کو مسلسل چوم رہا تھا۔

جبکہ اپنے سر میں درد کی ٹھیسیں اٹھتی محسوس کرتی دعام نے ذرا سا اٹھنے کی کوشش کی تھی جب سردار نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

روم ...میں ... چلیں "...وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں سختی سے" پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

نہیں، روم میں نہیں جا سکتے، یہیں پر رکنا ہو گا۔ "وہ اس کے" دوسرے ہاتھ پر لگی ڈرپ کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ آکسیجن ماسک لگانے کی نوبت کبھی بھی آ سکتی تھی کیونکہ اس کی سانس اب روانی سے چل رہی تھی لیکن خطرہ اب بھی تھا۔

یہ ...اتاریں "...وہ بہت مشکل سے بول پا رہی تھی جب کہ خود پر" لگی ڈرپ بھی اتارنے کی بات کر رہی تھی جب سردار نے نرمی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کی آنکھوں کے

گوشوں کو صاف کیا تھا۔ شاید تکلیف کی وجہ سے اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

"سمجھنے کی کوشش کرو سجن سائیں، یہ ضروری ہے۔ بس تھوڑی دیر اور، یہ اتر جائے گی، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اور میں تمہیں صبح اوپر لے جاؤں گا۔ بس یہ تھوڑا وقت یہاں پر گزار لو۔" وہ بے حد پیار سے اسے سمجھا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ موت کو چھو کر واپس آ گیا ہے۔ اسے اپنے سامنے، آنکھیں کھولے باتیں کرتے دیکھ جیسے اس کی جان میں جان آئی تھی۔ اس وقت وہ کیا محسوس کر رہا تھا، صرف وہی جانتا تھا۔

"ا... اچھ... مجھے... سے... یہاں... چلیں... چلیے... نہیں... نہ نہیں... لگ... رہا"... وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔ پھر جیسے مجبور سا ہوتے ہوئے اس کی ڈرپ کو احتیاط سے اوپر لگے اسٹینڈر سے اتار کر اپنے بازو پر لپیٹا تھا

اور پھر نرمی سے اس کے نازک سے وجود کو اٹھا کر اپنی باہوں میں بھرتے ہوئے اس کے سر کو احتیاط سے اپنے سینے سے لگایا تھا تاکہ اسے تکلیف نہ ہو۔ جبکہ اس کے سینے پہ سر رکھتے ہی وہ آنکھیں بند کر گئی تھی۔

”تم بہت ضدی ہو سجن سائیں !اس وقت تمہیں یہیں رہنا چاہیے تھا۔“اس کی ضد کے سامنے ہارتے ہوئے وہ اسی لیے کمرے سے باہر نکلا جبکہ بیلا جو ادھر ہی آ رہی تھی اسے دیکھ کر رک گئی۔

”یہ بہت زیادہ ضد کر رہی ہے کہ اسے کمرے میں جانا ہے، اس کمرے سے عجیب سی میڈیسنز کی سمیل آتی ہے شاید اس وجہ سے اور یہاں اچھا محسوس نہیں کر رہی۔ میں اسے اوپر لے کر جا رہا ہوں، تم وہیں آ کر اسے چیک کر لو۔“وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو بیلا نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

لائیں، ڈرپ میں پکڑ لیتی ہوں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ یہ اس کے لیے مشکل نہ تھا، وہ اسے کہیں بھی لے کر جا سکتا تھا وہ بھی بنا اسے ذرا سی بھی تکلیف دیے۔

"نہیں، میں لے جاؤں گا، تم میرے ساتھ آجاؤ۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہتا اوپر کی طرف بڑھا تھا جب بالا بھی تیزی سے اس کے پیچھے آیا۔

"سردار! کھانا تو کھا لے"...تو نے صبح سے کچھ نہیں کھایا، وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا۔

"نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے۔ تو ایسا کر، دودھ کے ساتھ بسکٹ لے آ میری سجن سائیں کے لیے۔" وہ اسے حکم دیتا آگے بڑھ چکا تھا جب کہ بالا صرف ہاں میں سر ہلاتا اس کے حکم کی تکمیل کرنے چلا گیا۔

○○○○○○○○

ماضی

وہ دونوں گھڑ سواری سیکھ رہے تھے۔ دونوں کے ہی گھوڑے بے لگام اور بپھرے ہوئے تھے لیکن وہ انہیں کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اگر ان کا باپ ان گھوڑوں کو کنٹرول کر سکتا تھا تو وہ کیوں نہیں؟ اسی جذبے کے ساتھ ان دونوں نے بغیر کسی کی مدد لیے گھڑ سواری سیکھنا شروع کر دیا تھا۔

لیکن یہ دونوں گھوڑے بھی ان کے لیے جانی دشمن ہی ثابت ہوئے تھے۔ وہ بچے تھے، انہیں کنٹرول کرنا ان کے بس میں نہ تھا، لیکن پھر بھی وہ ہمت ہارنے کو تیار نہ تھے۔ کیونکہ وہ دوبارہ پولیس کی گرفت میں نہیں آنا چاہتے تھے۔ ایک دفعہ بھی ان کے دو لاکھ روپے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ اشم کے علاج کے لیے پائی پائی کی ضرورت تھی، وہ اپنا پیسہ اس طرح برباد نہیں ہونے دے سکتے تھے۔

جبکہ ان کے جوش اور جذبے کو دیکھتے ہوئے راگا ڈاکو، جیسے اپنے آنے والے کل کے لیے بہت سارے خواب سجانے لگا تھا۔

انہیں مارتے پیٹتے جیسے اب راگا تھک چکا تھا، اب اس کا ارادہ انہیں کچھ اور بنانے کا تھا۔ وہ خود ہی انہیں چوری، ڈکیتی پر لگا کر خوش تھا کیونکہ یہی کام ان لوگوں نے کرنا تھا۔ بالا کو ہر وقت کتابوں میں سر دیے دیکھ کر اس کا سینہ جلنے لگتا تھا۔

اس قبیلے سے نکل کر وہ کسی کو بھی وہ بری کرسی پر بیٹھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ اس کا فیصلہ تھا، چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ بالا کو کچھ نہیں بننے دے گا۔

بالا صرف اور صرف ایک ڈکیت بنے گا۔ اس سے بڑھ کر اور کچھ بھی نہیں ہے اور اس کے فیصلے کے خلاف کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ جو اس نے سوچا تھا وہی ہونا تھا۔

ان لوگوں نے ڈکیت ہی بننا تھا اور وہ اپنے ڈکیت بننے کی دوسری سیڑھی پر قدم رکھ چکے تھے۔ اب ڈاکو راگا کا ارادہ انہیں قتل کرنا سکھانے کا تھا۔

oooooooo

انسپکٹر صابر !آپ نے پچھلے چھ مہینوں میں کتنے ہی کیسز سالو کیے" ہیں۔ آپ ایک بہت ایماندار اور بہادر انسپکٹر ہیں۔ یہ کیسز جو سالوں سے پینڈنگ پڑے تھے، آپ کی وجہ سے آج اپنے سر لگ چکے ہیں۔

یقین نہیں آ رہا آپ نے پچھلے چھ مہینوں میں 200 سے زیادہ کیسز حل کیے لیکن اب آپ بالکل خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟ کوئی کیس "آپ حل ہی نہیں کر رہے، کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟

یہاں آپ کے پرموشن کا ذکر چل رہا ہے اور آپ خاموش ہو کر" بیٹھ گئے ہیں؟ کیا اس کی کوئی بڑی وجہ ہے یا آپ کچھ بڑا پلان کر رہے ہیں؟ "اس کے سامنے بیٹھا آئی جی اس سے سوال کر رہا تھا۔

پچھلے چھ مہینوں میں بہت سارے پینڈنگ کیس حل ہوئے تھے جس کے پیچھے کی وجہ رضوان تھا۔ اس نے بہت ساری فائلز چرا کر ،ڈاکوؤں کے حوالے کی تھیں اور ڈاکوؤں نے ان کا صفایا کر دیا تھا سارے کیس خود بخود حل ہو گئے تھے۔ رضوان نے بہت ساری فائلز غائب کی تھیں۔

لیکن رضوان کی یونیفارم اتروا کر وہ ہر چیز کو اپنے سر لے چکا تھا۔ ڈکیت قبیلے پر ہونے والے حملے کا الزام رضوان کو دے کر وہ اس کی یونیفارم اتارنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جبکہ خود وہ اس کے اور سردار دلاور کے سارے کام کو اپنے سر لے چکا تھا۔

ہر جگہ اس کی واہ واہ ہو رہی تھی، اخباروں میں اس کا نام گونج رہا تھا۔ جلد ہی اسے پولیس کا بڑا عہدہ دیا جانے والا تھا۔ اسے سرکار کی طرف سے دو میڈلز سے نوازا گیا تھا۔

جبکہ رضوان بالکل خاموش صرف آئے دن آنے والے اخبار کو پڑھ رہا تھا۔ وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔ اس کا بھانجا پہلے چور بنا تھا پھر ڈکیت اور شاید اب جلد ہی وہ قاتل بننے والا تھا۔ اور وہ کچھ نہیں کر پا رہا تھا، کچھ بھی نہیں۔وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور وہ بےبس تھا۔

oooooooo

رضوان کا ڈر سچ ثابت ہوا تھا۔ آج پورے دو مہینے کے بعد وہ قاتل بھی بن چکا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا اس کے ہاتھوں قتل کیسے ہوا تھا۔ پچھلے دنوں راگا انہیں بندوق چلانا سکھا رہا تھا اور آج ڈکیتی کے دوران اس کے ہاتھوں اس گھر کا مالک مارا گیا تھا۔

وہ جب ڈکیتی کے لیے گھر کے اندر داخل ہوئے تب وہ آدمی بری طرح سے ایک عورت کو بستر پر ڈالے اس کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راگا ڈاکو نے کہا تھا انہیں ان کا کام کرنے دو۔ وہ گھر کی ملازمہ تھی جس کے ساتھ وہ زیادتی کر رہا تھا۔ راگا ڈاکو کا کہنا تھا کہ وہ جو کرتا ہے اسے کرنے دو، ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہاں سے مال نکالو اور چلتے بنو۔ وہ جلدی جلدی سارا مال نکال کر وہاں سے نکلنے لگے تھے لیکن اس عورت کی چیخ و پکار نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

دلدار سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اس آدمی کو اس عورت کے اوپر سے دھکا مار کر پیچھے گراتا۔ اگلے ہی لمحے اپنی بندوق کی ساری گولیاں اس کے سینے میں چلا گیا تھا۔ یہ کیسے ہوا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ غصے سے جیسے پاگل ہو رہا تھا۔ وہ

ایسا کچھ کرے گا وہ جانتا نہیں تھا۔ لیکن وہ عورت اگلے ہی لمحے بستر سے اپنا دوپٹہ اٹھاتی اس کے پیروں میں گر گئی تھی۔

وہ کچھ سوچنے سمجھنے کی کنڈیشن میں ہی نہیں تھا جب راگا نے غصے سے اسے بالوں سے دبوچتے ہوئے اپنے ساتھ گھسیٹا تھا اور پھر اسے لا کر یہاں قبیلے میں پٹک دیا تھا۔

ایک قتل ان کے لیے بڑا مسئلہ بنا سکتا تھا۔ وہ پھنس سکتے تھے۔ راگا نے کہنے کو وہاں پر ثبوت نہیں چھوڑا تھا۔ کیونکہ دلدار جب سے اس کے ساتھ لگا تھا اسے بہت فائدہ ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے ڈکیت اس کے آگے جھکنے لگے تھے کیونکہ وہ کوئی عام ڈاکو نہیں تھا بلکہ ڈاکو دلاور کا بیٹا تھا۔ اس کی نسل بھی اسی کام پر لگ چکی تھی، یہ سوچ کر بڑے سے بڑا قبیلہ اس کے آگے جھکنے لگا تھا اور ایسے میں وہ دلدار کو کہیں پھنسنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

آگے پیچھے کے جتنے بھی علاقے تھے ان سب کو دلدار کے ساتھ عجیب سی انسیت تھی شاید دلاور کی وجہ سے لیکن جب سے وہ ڈکیتی پر لگا تھا، آگے پیچھے سے ہر کوئی راگا ڈاکو کے آگے جھکنے لگا تھا اور وہ یہ رعب دبدبہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اسی لیے اسے دلدار ہر قیمت پر صحیح سلامت چاہیے تھا۔

اسے قبیلے میں پہنچ کر وہ اسے بھول چکا تھا جبکہ وہ ندی پر بیٹھا اب تک لرز رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔ بالا نے اس کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ لیا تھا۔

میں قاتل بن گیا بالا، "وہ اسے دیکھتے ہی بھرائی ہوئی آواز میں بولا" تو بالا نے اگلے ہی لمحے اسے تھام کر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ اس کے اس دکھ کو کم نہیں کر سکتا تھا جس راہ پر وہ کبھی جانا ہی نہیں چاہتے تھے، جس راہ پر اس کا باپ اسے کبھی بھیجنا ہی نہیں چاہتا تھا

وہ اسی دلدل میں دھنس چکا تھا جہاں سے اب نکلنے کا کوئی راستہ بچا ہی نہیں تھا۔

○○○○○○○○

"میں نے بہت کوشش کی دلدار، لیکن اشم کے علاج کے لیے پیسے کہیں سے اکٹھے نہیں ہو رہے ہیں۔ میں ہر ممکن کوشش کر چکا ہوں لیکن شاید ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ میں نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی جہاں میں نے اشم کے لیے درخواست نہ بھیجی ہو لیکن کہیں سے بھی ایکسیپٹ نہیں ہوئی۔ یہ لوگ ایسے ہی ہیں، غریبوں مسکینوں کو برباد کرنے والے، لوٹنے والے، جو رقم لوگ زکوٰۃ صدقہ کے طور پر آگے بھیجتے ہیں وہ بھی ان لوگوں تک پہنچتی ہی نہیں جو اس کے مستحق ہیں۔"

"کہنے کو کروڑوں روپے آتے ہیں، لیکن علاج بہت کم لوگوں کے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان بچوں کا حق لوٹتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے

ہیں جن کو رقم مل جاتی ہے، وہ بھی دو تین سال کا پروسیس مکمل کرنے کے بعد، کبھی ایک کے سائن، کبھی دوسرے کے سائن۔ یہاں حقدار کو یہ ثابت کرتے ہوئے سالوں لگ جاتے ہیں کہ وہ اس رقم کا حقدار ہے۔"

کتنے لوگ علاج کے انتظار میں مارے جاتے ہیں، یہ کوئی پہلی دفعہ نہیں ہو رہا۔ اس ہسپتال میں نوکری کرتے مجھے 28 سال ہو گئے ہیں اور اس طرح کا علاج صرف چند ایک لوگوں کا ہی ہوا ہے وہ بھی سالوں انتظار کرنے کے بعد۔ "ڈاکٹر اس کے سامنے بیٹھا بول رہا تھا جبکہ وہ خاموشی سے اسے سنتا اور پھر باہر نکل گیا تھا۔

اسے بہت غصہ آ رہا تھا، لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ ایسے ہزاروں لوگ تھے جو علاج کے منتظر تھے، جو مستحق ہونے کے باوجود بھی خاموش بیٹھے تھے اور یہ لوگ انہیں لوٹ رہے تھے، انہیں برباد کر رہے تھے۔ ایک اشم ہی نہیں جانے کتنی اشم ہوں گی جو اس وقت

علاج کے منتظر ہوں گی، نہ جانے کتنے لوگ ہوں گے جو اس طرح بے علاج موت مرتے ہوں گے۔ وہ اپنی سوچوں سمیت اٹھ کر باہر نکل آیا تھا۔

اشم کی طبیعت پچھلے دنوں بہت خراب ہو رہی تھی۔ پہلے سے وزن گر رہا تھا لیکن اب اسے خون کی الٹی آنا شروع ہو چکی تھی، جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ وہ بہت بیمار ہوتی جا رہی تھی اور دلدار کچھ نہیں کر پا رہا تھا، کچھ بھی نہیں۔

oooooooo

چار مہینے گزر چکے تھے۔ رضوان ہر طرف اپنی بے گناہی کے ثبوت ڈھونڈ رہا تھا۔ اپنی بے گناہی کے تو نہیں، ہاں لیکن اسے صابر حسین کے خلاف ثبوت ملنا شروع ہو چکے تھے۔

اس نے ایک بہت پرانے غنڈے کے بارے میں پتہ کروایا تھا۔ اسے پتہ چلا تھا کہ اس رات جب قبیلے پر حملہ ہوا تب یہ آدمی بھی ان

لوگوں میں شامل تھا۔ اس کی ساری تفصیلات نکالتے ہوئے جب رضوان اس تک پہنچا تو اس نے اسے بتایا کہ صابر حسین نے اس پر لگے تین ریپ کیسز کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تاکہ کوئی اس کے خلاف ثبوت نہ دے سکے اور اب وہ ایک آزاد زندگی جی رہا ہے۔ صرف وہی نہیں بلکہ اس رات قبیلے پر حملہ کرنے والے 80 سے زائد قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ یہ آدمی دوبارہ اس کے ہاتھ نہیں آئے گا اسی لیے اس نے ہوشیاری سے اس آدمی کی ویڈیو ریکارڈ کروائی تھی جس میں اس نے اس آدمی کا بیان ریکارڈ کروا لیا تھا، اور اب وہ یہ ثبوت لے کر آگے آئی جی کے پاس جانا چاہتا تھا۔

وہ کل ہی شہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا، بس بہت ہو چکا تھا۔ اس سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ یہ الزام خود پر لیے بہت مشکل سے جی رہا تھا۔

کل اس کا ارادہ اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ ہی شہر لے کر جانے کا تھا کیونکہ وہ بیمار تھی اور وہ چاہتا تھا کہ وہ ایک دفعہ اس کا شہر سے چیک اپ کروا لے۔ اس کا تو آئے دن آنا جانا تھا لیکن جب سے وہ یہاں ٹرانسفر ہوا تھا اس کی بیوی بالکل شہر کی طرف گئی ہی نہیں تھی۔

دعام کو بھی اس نے یہیں پر سکول میں داخل کروا دیا تھا۔

بزظاہر تو اس کے بھائی اس کے ساتھ بہت اچھے تھے لیکن وہ ان کے اندر کی نیتوں کو بہت اچھے طریقے سے سمجھ رہا تھا۔ کہنے کو تو اس کے بھائی نے اس سے معافی مانگ کر یہ بھی کہہ دیا تھا کہ وہ زائرہ کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائے کہ اس نے زاہرا کو ایک ڈکیت کے ہاتھوں بیچ دیا تھا۔ اس کا دل تو نہ چاہا تھا لیکن وہ اپنے اس بھائی کے خلاف کچھ نہیں کر سکا تھا کیونکہ وہ تین تین بیٹیوں کا باپ تھا۔ اس نے ایک بیٹی پر ظلم کیا تھا، اللہ نے اسے تین بیٹیاں دی تھیں۔ بے

شک وہ بہترین انصاف کرنے والا تھا۔ اس نے اپنی بہن کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا تھا۔

جبکہ آج کل وہ اپنے مسئلوں میں بری طرح سے الجھا ہوا تھا۔

oooooooo

"ایسا کیسے ممکن ہے؟ یہ رضوان کے پاس ثبوت کہاں سے آئے اور وہ آدمی اس کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟ میں بہت برے طریقے سے پھنس جاؤں گا، میں کسی بھی طرح کی غلطی نہیں کر سکتا۔ اگر رضوان نے وہ سارے ثبوت آئی جی کے پاس پہنچا دیے تو میرا سارا کھیل ختم ہو جائے گا، سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔"

کامران اندر داخل ہوتے ہوئے اسے بتانے لگا تھا کہ اس کا وہ آدمی جسے لے کر وہ قبیلے میں گئے تھے وہ پکڑا جا چکا ہے اور رضوان کے ہاتھ لگتے ہوئے اس نے اس کے خلاف ثبوت بھی رضوان کے حوالے کر دیے ہیں۔ یہ باتیں سن کر صابر حسین کی حالت خراب

ہونے لگی تھی۔ اس کا پرموشن ہو رہا تھا، اسے اتنا پیسہ مل چکا تھا، ہر چیز تباہ ہو سکتی تھی۔ اس پر بہت بڑا کیس بن سکتا تھا۔

"کہاں ہے اس وقت وہ کامران؟ مجھے بتاؤ۔ ہمیں اسے شہر جانے سے روکنا ہو گا۔"

"ہمیں نہیں، آپ کو۔ میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کتنے مطلبی نکلے آپ؟ ہر کام میں نے اور آپ نے دونوں نے مل کر کیا لیکن پرموشن اور پیسہ صرف آپ کو مل رہا ہے، اور اب بھی آپ کو میری مدد چاہیے؟

اس آدمی نے ثبوت صرف آپ کے خلاف دیے ہیں، میرے خلاف نہیں، میں تو آزاد بچ جاؤں گا۔ "وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"کامران، میں نے کہا تھا نا تمہیں بھی فائدہ ہو گا، ایک دفعہ میں آئی جی لگ گیا تو ہر چیز میرے ہاتھ میں آ جائے گی۔ تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تمہیں میں ڈی ایس پی بنا دوں گا۔ "وہ اسے دیکھتے لالچ

دینے لگا تھا جبکہ کامران اب اس کے لالچ میں آنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

جبکہ اس کی منتیں ترلے کرنے کے بعد جب وہ نہ مانا تو صابر حسین خود ہی اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ اسے کسی بھی حالت میں رضوان کو روکنا تھا۔ کامران نہ سہی لیکن اس کے بہت سارے غنڈے آج بھی اس کے ایک اشارے کے منتظر تھے۔

oooooooo

چلو نکلو ڈکیتی پر دلدار !جلدی آؤ، وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔ آج" ہم نے جہاں ڈکیتی کرنے جانا ہے بہت بڑا اڈا ہے، بہت پیسہ ہاتھ آئے گا، "وہ دروازے پر زور سے دستک دیتے ہوئے دلدار کو بلا رہا تھا

اشم کی چارپائی کے پاس بیٹھا وہ اس کا سر دبا رہا تھا کیونکہ اس کے سر میں شدید قسم کی تکلیف اٹھ رہی تھی۔

اشم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سردار، میں نہیں آ رہا آج۔ "وہ باہر"
نکلے بغیر بولا تو اگلے ہی لمحے راگا اندر داخل ہو گیا تھا۔

ارے ارے میرے بچے، کیا ہو گیا؟ اشم کو ٹھیک ہو جائے گی، میں"
کسی کو چھوڑ دیتا ہوں اس کے ساتھ۔ تم چلو۔ آج بہت بڑا ہاتھ ماریں
گے۔ "وہ بڑے پیار سے اس سے بولا تھا جب سے دلدار کے ہاتھ
میں بندوق آئی تھی وہ کسی کا لحاظ نہیں رکھتا تھا اور پھر راگا ڈاکو کو
دلدار کا یہ غصہ صرف اور صرف اپنے کام میں چاہیے تھا اسی لیے
آج کل اس کا لہجہ اسے لے کر بہت نرم ہوتا جا رہا تھا۔

تمہیں سنائی نہیں دیا میں نے کیا کہا؟ میں نہیں آ رہا تمہارے"
ساتھ۔ میری بہن کی طبیعت خراب ہے۔ بالا کو لے جاؤ، "وہ کہتے
ہوئے دوبارہ سے اشم کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

ارے ارے !اس کی طبیعت تو زیادہ خراب لگ رہی ہے۔ میرے"
خیال میں اسے ہسپتال لے چلنا چاہیے۔ اس طرح تو اور زیادہ بیمار پڑ

جائے گی۔ "وہ ہمدردی جتانے لگا جبکہ اس کی دکھاوے کی ہمدردی کم سے کم دلدار کو نہیں چاہیے تھی۔

ہسپتال بہت دور ہے، اتنی رات کو لے جاؤں گا کیسے اسے؟ اور پھر" ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کا علاج تب تک ممکن نہیں ہے جب تک رقم جمع نہ ہو جائے۔ اتنی بڑی رقم میں نہیں دے سکتا، "وہ تھک ہار کر اپنی بے بسی بیان کرنے لگا تھا۔ اپنی بہن کی گرتی حالت اس کے سامنے تھی اور وہ اس کے لیے کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

ارے میرے بچے، تو پریشان مت ہو۔ چل اسے ساتھ لے کر چلتے" ہیں۔ آج ڈکیتی پر جانا بہت ضروری ہے، آج ناغہ نہیں کر سکتے۔ اس کو گاڑی میں چھپا دیں گے، واپسی پر تو اسے لے کر شہر کے لیے نکل ،جانا۔ اور ہم لوگ قبیلے میں واپس آ جائیں گے۔ پریشان مت ہو "سب ٹھیک ہو گا۔

چل چل ٹائم نہیں ہے۔ میں نے بھی کچھ پیسے جمع کروا رکھے تھے" اشم کے لیے، میں سوچ رہا تھا کہ تم وہ پیسے اس کے علاج کے لیے استعمال کر لینا۔ تقریبا 20 22 لاکھ ہو گا میرے پاس ، خیر ٹائم نہیں ہے، فی الحال ہم چلتے ہیں، جلدی آ جا۔ "اسے کہتے ہوئے باہر نکلا تھا جب کہ دلدار نے ایک نظر اشم کو دیکھا تھا، تیزی سے اٹھتے ہوئے اسے بھی اٹھانے لگا۔

20 22 لاکھ سے زیادہ کچھ نہ سہی لیکن اس کی بہن کا علاج شروع ہو سکتا تھا راگا اتنا اچھا تو نہ تھا کہ وہ اس پر اعتبار کرتا لیکن اس وقت وہ کسی پر بھی اعتبار کر سکتا تھا

وہ جتنی زیادہ بیمار ہو رہی تھی دلدار اتنا ہی پریشان ہونے لگا تھا۔ اپنے ماں باپ کے جانے کے بعد اب وہ اپنی بہن کو کھونا نہیں چاہتا تھا لیکن اب تو اس کی بہن نے اس سے باتیں کرنا بھی چھوڑ دیا تھا وہ بہت کم بولتی تھی بلکہ بہت کم ہوش میں آتی تھی۔ ڈاکٹر نے جو دوائی

استعمال کرنے کے لیے دی تھی اس کی وجہ سے وہ زیادہ تر بے ہوش ہی رہتی تھی۔

وہ اسے آہستہ سے اٹھا کر اپنے کندھے پر لیتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

○○○○○○○○

وہ دونوں موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ ایک تو سائرا کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی اوپر سے موٹر سائیکل کا سفر اس کے لیے اور اس کے ہونے والے بچے کے لیے کافی خطرناک تھا۔ یہ اس کی چھے ماہ پریگننسی تھی جس میں ڈاکٹر نے بہت زیادہ احتیاط بتائی تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اس کے علاوہ رضوان کے پاس اور کوئی سواری تھی اور پھر اسے سائرہ ہسپتال چھوڑ کر خود آئی جی کے آفس جانا تھا۔

جہاں اسے اپنی بے گناہی کے ثبوت دینے تھے۔ وہ سارے ثبوت اکٹھے کیے جا رہا تھا جب اچانک ہی اس کے سامنے سے بڑا سا ایک

ٹرک آیا تھا۔ جو تیزی سے ان کے قریب سے گزرا، سائرہ تو بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

"رضوان لگتا ہے یہ آدمی نشے میں ہے، کیسے ٹرک چلا رہا ہے؟ ابھی ایکسیڈنٹ ہو جاتا، "سائرا گھبرا کر بولی تھی جب کہ وہ اسے حوصلہ دیتا موٹرسائیکل مزید آگے بڑھا رہا تھا جب آگے سے ایک ساتھ دو ٹرک آنے لگے۔

وہ ان دونوں سے بچتے ہوئے آگے نکلنا چاہتا تھا جب اس نے آگے سے آتی پولیس کی گاڑی دیکھی نہیں تھی لیکن خود کو بچانے کی کوشش میں اس نے صابر کو دیکھا تھا جو فل سپیڈ میں اس کے موٹر سائیکل کو ٹھوکر مارتا ہوا نکلا تھا۔

وہ موٹر سائیکل سنبھالنے کی کوشش میں ناکام ہوتا پیچھے کی طرف گرتی سائرہ کو سہارا دینے لگا تھا جب اچانک ہی ایک ٹرک زوردار طریقے سے ان سے ٹکرایا تھا، رضوان دور جا کر گرا تھا جبکہ سائرہ پیچھے کی

طرف سے آتے تیز ٹرک کے نیچے آئی تھی۔ اس کی چیخیں بلند ہوئیں جبکہ رضوان جو اس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا، صابر حسین کی گاڑی نے اسے اپنے ٹائر کے نیچے کچلا تھا۔

اور پھر تیزی سے نکلتے ہوئے وہ اس کے پاس آتا اس کے قریب سے ساری فائلز اور وہ آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ اٹھانے لگا تھا۔ رضوان زخموں سے چور سڑک کے دوسری طرف پڑا تھا۔

جبکہ صابر نے ایک نظر سامنے سے آتے ٹرک کو دیکھا تھا اور پھر اس کے ڈرائیور کو اشارہ کرتے ہوئے خود اپنی پولیس کی جیپ میں سوار ہوتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

اور رضوان کی موت کے ساتھ ہی اس نے اپنے خلاف موجود سارے ثبوت بھی مٹا دیے تھے۔

OOOOOOOO

صابر !بہت بڑی ڈکیتی ہو رہی ہے گاؤں میں۔ ڈکیت قبیلے کے تقریباً" سارے ہی ڈاکو اس وقت اس اڈے پر موجود ہیں۔ آپ جلدی سے یہاں پہنچیں۔ میں باہر ہوں۔ جبکہ یہ لوگ اندر بہت بڑی چوری کر رہے ہیں۔ "وہ رضوان کا کام تمام کرتے ہوئے اپنے خلاف موجود سارے ثبوتوں کو جڑ سے مٹا رہا تھا جب اس کے موبائل پر کال آئی تھی۔

میں نے تمہیں کیا کہا تھا؟ ان ڈاکوؤں کو اپنا کام کرنے دو، جب بعد" میں کیس بنے گا تب دیکھا جائے گا۔ کیوں بیکار میں اپنا اور میرا وقت برباد کر رہے ہو؟ "وہ شراب کی بوتل کو اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے سامنے موجود آگ کی طرف دیکھ رہا تھا جس میں اس کے خلاف سارے ثبوت جل رہے تھے۔

تھوڑی دیر پہلے اسے ایک اور کال بھی آئی تھی جس میں پتہ چلا تھا کہ شہر جاتی سڑک کے بیچ و بیچ کانسٹیبل رضوان اور اس کی بیوی کی

لاش ملی ہے۔ ابھی تو اس نے ٹھیک سے جشن بھی نہیں منایا تھا کہ بیچ میں سے ایک اور کال آگئی تھی۔ اس وقت اس کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں تھا کوئی بھی کام کرنے کا۔

سر !میری بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے، اس وقت یہاں سارے" ڈکیت موجود ہیں۔ آپ انہیں آکر گرفتار کر لیجیے۔ یہ ویسے بھی آپ کی پرموشن کی بات چل رہی ہے اور اتنے دنوں سے آپ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس سے ثابت ہو سکے کہ آپ کچھ کر رہے ہیں۔

پچھلے چار مہینوں میں جو کیسز حل ہوئے ہیں وہ سارے کانسٹیبل رضوان کی وجہ سے ہوئے ہیں، ایسا سننے میں آیا ہے۔ بہتر ہے کہ یہاں آکر آپ ڈکیت قبیلے والوں کو گرفتار کر لیجیے تبھی آپ کا نام کہیں پر بولے گا یہ گروہ ایک بار پھر سے سر اٹھانے لگا ہے اور یہ علاقہ آپ کا ہے۔ بھولیں مت، آپ اپنی پرموشن پر خود ہی ٹھپا لگا "...رہے ہیں۔ آپ

دوسری طرف موجود کامران نے سمجھاتے ہوئے بولا تھا جبکہ اب کی دفعہ کامران کی بات ٹھیک لگی تھی۔

کامران نے اس کا ساتھ دینے سے بے شک انکار کر دیا تھا لیکن وہ اس کی گڈ لسٹ سے ہٹنا بھی نہیں چاہتا تھا اخر انسپیکٹر صابر اس کے کام آنے والا تھا ہر چیز اس کے انڈر ہونے کی وجہ سے وہ ہر چیز کو کنٹرول کر پا رہا تھا لیکن پھر بھی اس کے پاس ثبوت نہیں تھا کہ پچھلے چار مہینوں میں وہ سارے کیسز اسی نے حل کیے ہیں۔ اسی لیے اس نے ڈکیت قبیلے کے ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے کا پلان بنا لیا تھا۔ ویسے بھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ رضوان کے کیس میں کہیں پر بھی اس کا نام آئے۔

○○○○○○○○

بھائی مجھے کون سی بیماری ہے؟ کیا میں زندہ نہیں بچوں گی؟ "وہ اس" کے سینے پر سر رکھے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی جب کہ گاڑی

پوری سپیڈ میں آگے جا رہی تھی۔ گاڑی میں بالا، دلدار کے علاوہ راگا ڈاکو کا ایک ڈرائیور آدمی بھی تھا جبکہ راگا ڈاکو اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا اشم، میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ دیکھنا، میرے پاس بہت سارے پیسے ہوں گے، میں تیرا علاج کرواؤں گا،"وہ نرمی سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولا۔

"نہیں، مجھے پتہ ہے میں نہیں بچوں گی۔ میں مر جاؤں گی کیونکہ تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تمہیں پیسے جمع کرنے میں بہت وقت لگے گا، تب تک میں مر جاؤں گی۔ لیکن کسی اور کو مت مرنے دینا۔ تم بڑے ہو جاؤ گے تو تمہارے پاس بابا کی طرح بہت سارے پیسے آ جائیں گے۔ جتنے بھی لوگ اس بیماری سے مرتے ہیں نا، تم انہیں مت مرنے دینا۔"

تم سب کی جان بچانا، تمہیں میری قسم ہے۔ بھائی میرے علاوہ اور"
کوئی نہیں مرنا چاہیے اس بیماری سے، "وہ اس کے سینے پر سر رکھے
ہوئے بول رہی تھی جب کہ اتنی سی عمر میں اس کی اتنی بڑی بڑی
باتیں سن کر دلدار اور بالا دونوں گھبرا گئے تھے۔

میں کسی کو کچھ نہیں ہونے دوں گا، میں تمہیں بھی کچھ نہیں ہونے"
دوں گا۔ میں تمہارا علاج کرواؤں گا۔ "وہ پیار سے اس کا ماتھا چومتے
ہوئے بول رہا تھا جبکہ اس کے سینے سے لگی وہ آہستہ آہستہ نیند میں
جا رہی تھی۔

اشم یہاں اکیلی کیسے بیٹھے گی سردار، اسے اندر لے کر جائیں گے"
کیا؟ "وہ اڈے کے باہر گاڑیاں رکتے دیکھ کر اس سے پوچھنے لگا تھا۔

،ارے پاگل ہے کیا؟ وہ تو سو رہی ہے اسے یہیں گاڑی میں لٹا دے"
دوائیوں کی وجہ سے اسے ہوش آتا کہاں ہے واپسی پر تو اسے لے کر
شہر کے لیے نکل جانا۔ اور ہم لوگ قبیلے میں واپس آ جائیں گے۔

پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو گا۔ چل چل ٹائم نہیں ہے، "وہ کہتے ہوئے تیزی سے گاڑی سے نکلا تھا جبکہ وہ اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹاتے ہوئے اس پر اپنی گرم چادر بچھا کر باہر نکل گیا تھا۔

لیکن اندر ایک خوف سا تھا، ایسا خوف جو اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

آ جا میرے بچے، وقت نہیں ہے، جلدی کام کرنا ہے۔ اڈے پر بہت" مال ہے اور یہ سارا مال تیری بہن کے علاج کے لیے خرچ ہو گا۔ آ جا، "وہ دلدار کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس بات پر وہ جیسے یقین نہیں کر پایا تھا۔ راگا اپنی ڈکیتی کے پیسے اس کی بہن کے علاج کے لیے دے رہا تھا، یہ کوئی چھوٹی سی بات تو نہ تھی۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے آیا تھا۔

○○○○○○○○

صابر نشے میں دھت اڈے کے باہر پہنچا تھا جہاں پر ڈکیت قبیلے کے سارے ہی ڈاکو اپنی ڈکیتی میں مصروف تھے۔

آپ نشے میں ہیں، آپ نے شراب پی رکھی ہے؟ "کامران اسے" دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

سوال کرنے کا حق میں رکھتا ہوں کامران۔ تم اپنا کام کرو۔ تم لوگ" اڈے کے پیچھے کی طرف سے جاؤ، میں یہاں پر نظر رکھتا ہوں کہ "کون کون باہر نکلتا ہے۔

اس نے وہاں موجود آٹھ سے نو پولیس والوں کی تعداد گنتے ہوئے اس سے کہا تھا جبکہ اس کے حکم پر کامران نے فوراً ہی اپنے ساتھ آئے سپاہیوں کو اڈے کے پیچھے کی طرف چلنے کا حکم دیا تھا جبکہ وہ خود وہی گاڑی کے سائیڈ پہ ٹیک لگاتے ہوئے آرام سے بیٹھ گیا تھا۔

اسے بس یہی ثابت کرنا تھا کہ جب رضوان کا قتل ہوا تب وہ اپنی ڈیوٹی پر تھا ورنہ اسے یہاں آنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

بلکہ یہ کام ختم کرنے کے بعد اس کا ارادہ کسی رنگین ایریا میں جانے کا تھا تاکہ اپنی رات کو رنگین کر سکے ورنہ اس کی بیوی تو تین مہینے سے

روٹھ کر میکے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی رنگین طبیعت کی وجہ سے اس وقت اسے ایک عورت کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی، جو وہ یہاں سے جاتے ہوئے پوری کرنے والا تھا۔

وہ نشے میں دھت گاڑی کے ساتھ آ کر بیٹھا جب اسے اندر سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے حیرت سے اٹھ کر گاڑی کے اندر موجود اس چھوٹی سی بچی کو دیکھا تھا۔

جو کافی لاغر اور بیمار سی لگ رہی تھی۔

یہ بچی کون تھی اور یہاں کیا کر رہی تھی، وہ ہرگز نہیں جانتا تھا۔ ہاں لیکن اس کے اندر کا درندہ سر اٹھاتے ہوئے اسے ایک عورت اور ایک بچی کا فرق بھلانے پر مجبور ضرور کر رہا تھا۔ وہ نشے میں دھت گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اشم کے نزدیک آ کر بیٹھ گیا تھا۔

بھائی ....درد ہے۔ "...وہ اندھیرے میں اس کے اتنے قریب آ کر" بیٹھا تو اشم کو یہی لگا کہ شاید اس کا بھائی واپس آ گیا ہے۔ اس وقت وہ تکلیف سے بری حالت میں تھی۔

جب کہ وہ ایک جھٹکے سے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کرتا اپنی حیوانیت کی تحریر لکھتا چلا گیا۔

○○○○○○○○

ایک معصوم سے پھول کو روند کر بھی اس کی حیوانیت کو سکون نہ ملا تھا۔ لیکن وہ اس کے بے جان ہوتے وجود کو محسوس کر کے تیزی سے گاڑی سے نکل رہا تھا جب اسے سامنے اڈے سے ڈاکو نکلتے محسوس ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹارچ تھی، وہ تیزی سے اپنی گاڑیوں کی طرف آ رہے تھے جبکہ صابر اگلے ہی لمحے گاڑی سے نکلتا باہر کی طرف بھاگا تھا۔ اگر وہ یہاں پکڑا جاتا تو اس کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن سکتا تھا۔ وہ ایک چھ سال کی بچی کے ساتھ زیادتی کر چکا تھا

اور وہ بچی مر بھی چکی تھی، اسے اس کے علاوہ اور کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔

13، 14 سال کا وہ لڑکا جو اس طرف بھاگتا ہوا آ رہا تھا یقیناً دلدار ہی تھا یعنی کہ دلاور کا بیٹا۔ وہ اسے دیکھتے ہی آگے کی طرف بھاگنے لگا تھا جبکہ دلدار گاڑی کے پاس آتا ایک نظر اسے بھاگتے ہوئے دیکھ کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول چکا تھا لیکن سامنے کے منظر نے جیسے اس کی روح جسم سے کھینچ ڈالی تھی۔

اس کے پیچھے آتے بالا کو تو لگا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے دلدار کے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا تھا جبکہ وہ نفی میں سر ہلاتا اگلے ہی لمحے جنگل کی طرف بھاگا تھا۔ جہاں سے صابر بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلا تھا، دلدار نے اپنی لوڈڈ بندوق میں موجود ساری ،گولیاں جنگل کی طرف چلائی تھیں۔ ایک گولی اس کے پیر پر لگی تھی وہ اگلے ہی لمحے چلاتے ہوئے زمین پر گرا تھا جبکہ دلدار اس کے

پاس آتا اپنی خالی بندوق سے مزید کوئی گولی چلانے کی کوشش میں ناکام ہوتا اب اپنے موزے سے چاقو نکالتے ہوئے اس کے سینے میں گھونپتا چلا گیا تھا۔

وہ چھوٹا بچہ ضرور تھا لیکن پچھلے چار پانچ مہینوں میں قبیلے میں ہونے والی ہر حرکت کو دیکھ رہا تھا، نوٹ کر رہا تھا، وہ ہر چیز کو سمجھ چکا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں ہی وہ بہت بڑا ہو چکا تھا۔

وہ ہوس درندگی ہر چیز سے واقف ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنی بہن کی حالت دیکھتے ہی وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ جنگل میں صرف اور صرف صابر کی چیخیں گونج رہی تھیں جب کہ راگا تیزی سے اس کے پیچھے آتے ہوئے اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگا اس کے باقی آدمی بھی اسے کنٹرول کر رہے تھے لیکن اس وقت وہ کسی کے ہاتھ آنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت تھی، جنون تھا، وہ صرف اور صرف صابر کو قتل

کرنا چاہتا تھا جو اس سے اپنا آپ چھڑاتے، گولی لگے پیر اور سینے پر نہ جانے کتنے چاقوؤں کے وار سمیت جنگل میں بھاگتا چلا گیا تھا۔

oooooooo

اس کی بہن کی لاش قبیلے کے بیچ و بیچ رکھی تھی۔ سب اس کا جنازہ پڑھ رہے تھے جبکہ وہ خاموش نظروں سے بس اس کے بے جان وجود کو دیکھ رہا تھا۔

بالا نے تو رو رو کر اپنی حالت خراب کر لی تھی۔ وہ اپنا درد، اپنا غم ،آنسوؤں میں بہا رہا تھا جبکہ دلدار کی آنکھوں میں صرف جنون تھا وحشت تھی۔ سب کچھ تباہ کرنے کی چاہت تھی۔ راگا اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا کہ صابر حسین مر چکا ہے لیکن وہ اس بات کو قبول کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ اس کا بس ایک سوال تھا کہ صابر حسین کون سے ہسپتال میں پڑا ہے، وہ خود اسے مارنے کے لیے

جائے گا۔ وہ اس کی بہن کی آبرو روند چکا تھا، اس نے چھ سال کی معصوم بچی کو تباہ کر دیا تھا جو خود زندگی اور موت سے لڑ رہی تھی۔

وہ کسی کے سامنے روتا نہیں تھا، وہ آج بھی کسی کے سامنے نہیں رویا تھا۔ ندی پر جا کر اس نے اپنے اندر کا غبار چیخوں کی صورت نکالا تھا اور اس کی چیخیں پورے قبیلے کے پہاڑوں میں گونجی تھیں۔

اس کی بہن کا قاتل زندہ تھا، اس کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور نہ ہی وہ کچھ جاننا چاہتا تھا۔

○○○○○○○○

گزرتا وقت اسے درندہ بنا رہا تھا۔ اس نے پرواہ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کے سامنے جو بھی آتا وہ اسے بھون کر رکھ دیتا تھا۔ اسے انسانوں پر تو دور، اپنی بندوق پر بھی ترس نہیں آتا تھا۔

اس نے اپنی بہن سے وعدہ کیا تھا اس بیماری سے لڑتے ہر انسان کی جان بچائے گا، اس کی بہن کے علاوہ کوئی نہیں مرے گا اور وہ اپنا وعدہ نبھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس نے راگا ڈاکو کی سننا چھوڑ دی تھی۔ وہ اپنی کر رہا تھا جبکہ راگا ڈاکو پہلے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ چکا تھا لیکن اب جو وہ اس کے ہاتھوں سے باہر نکلا تو واپس اس کے ہاتھ پہ آنے کو تیار ہی نہیں تھا۔سو باغی اور سرکش ہو چکا تھا۔

آج وہ اپنی مرضی سے قبیلے سے نکلا تو اس کی واپسی پر راگا ڈاکو نے ایک دفعہ پھر سے چابک اٹھا لیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس پر کوئی بھی وار کرتا، دلدار نے اس سے چابک چھین کر اسی کی بری حالت کر دی تھی۔ اس نے بنا اس کی پرواہ کیے اسے سر سے پیر تک روئی کی طرح دھنک ڈالا تھا اور صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ اس

کے بعد اگر اس نے اس پر یا بالا پر ہاتھ اٹھایا تو وہ اس کی چمڑی ادھیڑ دے گا۔

یہاں تک کہ اس نے تو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ قبیلہ اس کا ہے اور اب اس قبیلے کا سردار بھی وہی بنے گا۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ اب بھی چھوٹا بچہ تھا کوئی اسے سردار بنانے کو تیار نہیں تھا اسی لیے اس نے راگا کو اب تک سردار کے عہدے سے ہٹایا نہیں تھا۔ یہ بات الگ تھی کہ وہ اس پر بھی اپنا ہی حکم چلا رہا تھا۔

آج کل وہ صرف اور صرف صابر حسین کی تلاش میں لگا ہوا تھا۔

اسے پتہ چلا تھا کہ وہ شہر کے کسی ہسپتال میں کوما میں پڑا ہے۔ پچھلے چھ مہینے سے وہ دن رات اسے ڈھونڈ رہا تھا لیکن اس کا ملنا تو دور کی بات اس کا نام و نشان تک نہیں لگ رہا تھا۔ اور وہ اسے ڈھونڈنے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھا۔

وہ کوئی ہسپتال نہیں چھوڑ رہا تھا۔ شہر تو کیا، آگے پیچھے کے علاقوں میں جتنے بھی ہسپتال تھے وہ صابر حسین کا پتہ کر رہا تھا۔

لیکن صابر حسین تو ایسے غائب ہوا تھا جیسے اس کا کوئی نام و نشان ہی نہ ہو۔ وہ اسے نہیں مل رہا تھا، کہیں نہیں مل رہا تھا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور گزرتے وقت کے ساتھ صابر حسین کا نام و نشان مٹنے لگا تھا۔ سب کا کہنا تھا وہ مر چکا ہے لیکن اسے یقین تھا کہ وہ زندہ ہے کیونکہ وہ اتنی آسان موت نہیں مر سکتا تھا، وہ اس کی موت بھیانک کرنا چاہتا تھا۔

18 سال کا ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے راگا ڈاکو کو قبیلے سے ہٹوایا تھا۔ وہ قبیلے کو اپنے مطابق چلانے لگا تھا۔ ہر طرح کی بے حیائی اور راگا کی حکومت کو پیروں تلے روندتے ہوئے اس نے خود سردار

کی کرسی سنبھال لی تھی جبکہ راگا ڈاکو کو قانون کے ساتھ مل کر اسنے جیل کی چار دیواریوں کے اندر پھینکوا دیا تھا۔

وہ جانتا تھا اس کی ایک بیٹی بھی ہے، خاندان بھی ہے، وہ ملنے بھی جاتا تھا لیکن اس نے کبھی اس چیز میں دلچسپی نہیں دکھائی تھی۔ اسے صرف اس بات میں دلچسپی تھی کہ اسے خط بھیجنے والا کون تھا لیکن راگا ڈاکو اسے چھپا کر رکھتا تھا تاکہ وہ جان نہ سکے کہ اس کا ہمراز کون ہے لیکن جب راگا ڈاکو جیل میں تھا جب اسے ایک اور خط ملا تھا جس میں اس کی بیٹی کا ذکر تھا۔

اسے کچھ بھی پتہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہ خط بھیجنے والا صابر حسین تھا۔ اس پر کوئی پتہ نہیں لکھا تھا اور اس دن سے راگا کے ساتھ اس کی ایک اور دشمنی شروع ہو چکی تھی۔

وہ جانتا تھا صابر حسین کہاں ہے، اس کی بہن کا قاتل کہاں ہے لیکن اس نے اسے نہ بتا کر خود اپنے ساتھ دشمنی کر لی تھی اور یہ دشمنی تو وہ تا قیامت نبھانے والا تھا۔

صابر حسین کے ساتھ اس کی نفرت کی انتہا کیا تھی راگا ڈاکو بہت اچھے طریقے سے جانتا تھا۔ اسی لیے وہ جیل سے آزاد ہونا ہی نہیں چاہتا تھا لیکن سردار لمحہ لمحہ انتظار کر رہا تھا۔ وہ اسے چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ راگا ڈاکو کی سانسیں تب تک چل رہی تھیں جب تک اسے صابر حسین کا پتہ نہ مل جائے۔ وہ جانتا تھا جس دن اسے پتہ چل گیا کہ صابر حسین کہاں ہے وہ اسے جان سے مار ڈالے گا۔وہ موت کے بالکل قریب لا کر اسے زندہ چھوڑ دیتا تھا۔

رضوان کی موت کے تین سال بعد ہی اسے پتہ چل چکا تھا کہ رضوان بے قصور تھا۔ رضوان نے قبیلے پر حملہ نہیں کروایا تھا، بلکہ قبیلے پر حملہ کروانے والا صابر حسین ہی تھا۔ ہر چیز اس کی پلاننگ تھی

جس کا الزام اس کے ماموں پر لگایا گیا تھا۔ وہ اپنے ماموں کے قاتل کو اپنے ہاتھوں سے سزا دینا چاہتا تھا۔

وہ صرف اس کا مجرم نہیں تھا، وہ اس کی دعام کا بھی مجرم تھا جسے اس نے یتیم کیا تھا۔ اس نے دعام کو بہت ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

تقریباً چار سال پہلے اسے پتہ چلا تھا کہ اس کے ماموں کی بیٹی اپنے سوتیلے تایا کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ کبھی اس کی راہ میں نہیں آیا تھا لیکن ایک دن اچانک سے ہوئی ملاقات میں ہی وہ اسے پہچان گیا تھا اور یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ پہلی نظر کی محبت کا شکار ہوا تھا۔

دعام کی پہلی ہی جھلک اس کے دل میں آ بسی تھی۔ بس میں اسے دیکھتے ہی اس کا دل اس کے لیے بے قرار ہو اٹھا تھا جسے حاصل کرنے کے لیے وہ تڑپ اٹھا تھا۔ اس نے بہت انتظار کیا تھا دعام کے

بالغ ہونے تک، اور پھر وہ جیسے ہی شادی کے قابل ہوئی تھی، وہ اسے اپنے پاس لے آیا تھا۔

اور یہ حقیقت تھی، وہ ان رشتے کھونے کے بعد اس کے پاس بالا اور دعام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ وہ ان کے لیے کسی کی جان لے بھی سکتا تھا اور اپنی جان دے بھی سکتا تھا۔ راگا جانتا تھا، یہ دونوں اس کی دکھتی رگ ہے جس پر ہاتھ رکھ کر وہ اسے بلبلانے پر مجبور کر چکا تھا۔

دعام کو قتل کر کے وہ دلدار کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا تھا۔ حالانکہ دلدار تو اپنے ساتھ ہوئی اس کی طرف سے ہر زیادتی کو نظر انداز کر چکا تھا۔ ہاں وہ اسے معاف کر چکا تھا کیونکہ وہ صابر کے علاوہ اور کسی کا دشمن نہیں بننا چاہتا تھا لیکن راگا خود آ کر اس کا دشمن بنتا تھا۔

اور اس دفعہ جو اس نے کیا تھا اس کا دشمن نہیں بن گیا تھا بلکہ وہ اپنی موت کو آواز دے چکا تھا۔ لیکن وہ اسے آسان موت نہیں

مارنے والا تھا جب تک وہ صابر حسین کو لا کر اس کے سامنے نہ کھڑا کر دے تب تک اسے موت بھی نہیں آنے والی تھی۔

OOOOOOOOO

حال

سردار اس کے ساتھ لیٹا اس کے گرد اپنے بازو پھیلائے ہوئے تھا جبکہ دعام خاموشی سے چھت کو دیکھتی اس کی باتیں سن رہی تھی۔

آج وہ اس سے کچھ نہیں چھپا رہا تھا، سب کچھ بتا رہا تھا، اپنا ہر درد کھول کر اس نے اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے چھت کو تکتی اس کی باتیں سن رہی تھی۔

دلدار نے اس کے باپ پر یقین نہیں کیا تھا، اس بات نے اسے تکلیف دی تھی، لیکن وہ خود تکلیف میں تھا۔ وقت حالات ایسے تھے کہ وہ اس وقت کسی پر یقین نہیں کر سکتا تھا حالانکہ صابر حسین

صرف اس کی بہن کا نہیں بلکہ اس کے ماں باپ کا بھی قاتل تھا، یہ سوچ کر اسے بنا دیکھے اس شخص سے نفرت ہونے لگی تھی۔

وہ اپنے دل کا تمام تر غبار نکال کر اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔
دعام نے آہستہ سے نظر اس کی طرف کی تو اس کے لبوں پر درد سے بھرپور مسکراہٹ سجی تھی۔

"میں سونا...سے لگائیں...اپنے سینے...مجھے...جی...کو...ڈا... چاہتی...ہوں "وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو دلدار نے نفی میں سر ہلانے کی کوشش کی تھی۔ وہ تکلیف میں تھی، وہ اس کی تکلیف کی مزید وجہ نہیں بننا چاہتا تھا۔

تو اس سے لپٹ کر سونے کی بات کر رہی تھی اس سے اس تکلیف ہو سکتی تھی ہاں لیکن اس کی آنکھوں میں ناراضگی دیکھ کر وہ آہستہ سے اسے تھام کر خود کے ساتھ لپٹ گیا تھا۔

جبکہ اپنی ضد پوری کر کے اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"بہے ضدی ہوتی جا رہی میرا سوہنا مکھڑا "..وہ اس کی گردن پر اپنی ٹھنڈی انگلیوں کا لمس چھوڑ رہی تھی جب آہستہ سے اس کے ہاتھ کو تھام کر اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے بولا، لیکن آگے سے دعام کی کھکھلاتی ہنسی اسے بھی مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

ooooooo

"یا اللہ اب دعام کیسی ہے؟ اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ تم نے پہلے فون کر کے کیوں نہیں بتایا؟ "رباب فون کان سے لگائے بیلا سے بات کر رہی تھی جب کمرے میں ریان داخل ہوا۔

"ہاں بھابھی !میں تمہیں بتانا چاہتی تھی لیکن یہاں پر اتنی سیریس سیچویشن ہو گئی کہ مجھے کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہا۔ بس اچانک سے وہ آدمی قبیلے میں آیا اور اس نے دعام پر حملہ کر دیا۔ اور دعام کی

حالت اس قدر خراب ہو گئی تھی، اتنا خون ضائع ہو گیا تھا۔ شکر ہے بالا کا خون اس کے ساتھ میچ کر گیا ورنہ مجھے تو اتنی زیادہ ٹینشن لگ گئی تھی۔"

"بیلا تم بہت اچھی ڈاکٹر ہو۔ مجھے تم پر پورا یقین ہے بلکہ مجھے تم پر فخر ہے کہ ایسی سیچویشن کو تم نے ہینڈل کر لیا۔ اب دعام کیسی ہے؟" وہ اسے سب کچھ بتا رہی تھی جبکہ رباب دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتی اس سے مزید پوچھنے لگی۔

"ماشاءاللہ بھابھی !اب تو وہ دعام کافی بہتر ہے۔ یہاں تک کہ خوب اپنے ڈاکو جی سے ضد بھی لگا رہی ہے۔ نیچے کمرے میں سکون نہیں تھا تو زبردستی دلدار بھائی کے ساتھ اوپر کمرے میں چلی گئی ہے۔ بس ابھی ہم اسے کھانا کھلا کر آئے ہیں۔ صبح میں فون پر تمہاری کی اس کے ساتھ بات بھی کروا دوں گی۔" وہ مزید اسے بتانے لگی تھی جبکہ رباب اس کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف ریان کو دیکھ رہی تھی

جو بالکل خاموشی سے آ کر بیڈ پر بیٹھتا اپنا موبائل استعمال کر رہا تھا۔

آج کل وہ اس سے بات ہی نہیں کر رہا تھا۔ رباب اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی تو وہ ہاں ہوں میں جواب دیتا۔ وہ اس سے سخت خفا تھا۔ غصے کی وجہ بھی وہی تھی کہ اس نے اس کے ساتھ اپنی پریگننسی والی بات شیئر کیوں نہیں کی۔

وہ اسے منا منا کر تھک چکی تھی لیکن ریان کی ناراضگی جوں کی توں تھی۔ ریان کا کہنا تھا کہ اس سے یہ بات چھپا کر رباب نے اس کا حق چھینا ہے۔ وہ اتنی بڑی بات چھپانے کا حق نہیں رکھتی تھی۔ جبکہ رباب بھی اس کی بات کو سمجھ رہی تھی لیکن یہ سب کے پیچھے جو وجہ وہ قرار دے رہی تھی، ریان کے سامنے وہ وجہ کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

اچھا یہ چھوڑو، یہ بتاؤ کہ بالا بھیا تمہارے ساتھ کیسے ہیں؟ میرا" مطلب ہے وہ زیادہ غصے والے تو نہیں ہیں نا؟ تمہارا خیال تو رکھتے ہیں

اور تم اپنی جاب دوبارہ شروع کرو گی یا نہیں؟ "وہ اس سے مزید باتیں کرنے لگی تھی۔

"غصہ کر کے دکھائے ذرا مجھ پر غصہ دانت نہیں توڑ دوں اس کے آیا برا ڈاکو، ڈاکو ہو گا قبیلے کا۔ میرے سامنے ان سب باتوں کی کوئی ویلیو نہیں ہے۔ میں ڈاکٹر بیلا اکرم، کسی کے غصے کو کوئی اہمیت نہیں دیتی، یہ تو تم جانتی ہی ہو، "وہ بڑے مزے سے بیڈ پر پھیل کر بیٹھی تھی جب اچانک وہ ہی کھانے کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اگلے ہی لمحے سیدھی ہوئی تھی۔اسے امید نہ تھی کہ وہ یوں اچانک سے آ جائے گا اسی لیے وہ ہڑبڑا سے گئی تھی

"ایزی ایزی، آرام سے بات کر لو، کیا ہو گیا ہے؟ "اس کے اچانک اٹھنے پر بالا ہلکا سا مسکراتے ہوئے کھانا ٹیبل پر لگانے لگا تھا۔

"ہاں تو آرام سے بات کر رہی ہوں، تم اپنا کام کرو، مجھے کیوں سن رہے ہو؟ یہ بدتمیزی ہوتی ہے کسی دوسرے کی باتیں سننا، "وہ اپنی

بوکھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی جبکہ رباب اس کی بات سن کر حیران ہوئی تھی۔

"میں نے کب تمہاری بات سنی؟ تم کس بارے میں بات کر رہی ہو، میں تو یہ بھی نہیں جانتا۔ میں تو بس تم سے یہ کہنے لگا تھا کہ آؤ کھانا کھاتے ہیں، تم نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا ہوا۔ سردار کی تو بہت منتیں کی لیکن وہ کھانا کھانے کے لیے راضی نہیں ہوا، ایٹ لیسٹ تم تو کھا لو، "وہ اسے دیکھتے ہوئے کھانا ٹیبل پر لگا چکا تھا۔

"ہاں مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے، بھابھی میں تمہیں بعد میں فون کرتی ہوں، بلکہ صبح فون کروں گی۔ تم اپنا، بے بی کا اور بھائی کا بہت خیال رکھنا، "وہ اسے الوداعی کلام کہتے ہوئے فون رکھنے لگی تھی جب کہ رباب بھی فون بند کرتے ہوئے ریان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو پوری طرح سے اپنے موبائل پر مصروف تھا۔

ooooooo

ریان آپ کو پتہ ہے وہ آدمی جو ہمارے گھر میں آیا تھا جس کا ایک"
بازو نہیں تھا آج اس نے قبیلے پر حملہ کیا اور دعام کی حالت بہت
زیادہ خراب ہو گئی تھی۔

یہاں تک کہ اس نے دعام کو جان سے مارنے کی کوشش کی ہے، وہ
تو اللہ پاک کا کرم ہے کہ دلدار بھائی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے
،دعام کو بچا لیا، نہ جانے آج کیا ہو جاتا

بیلا مجھے اسی کے بارے میں بتا رہی تھی، مجھے تو سن کر ہی اتنا خوف
آیا، آپ کو پتہ ہے اس نے دعام کا سر پتھر پر مارا تھا؟ اتنا ہی نہیں
بلکہ اسے پانی میں ڈبو کر مارنے کی کوشش کی، "وہ اس کے پاس آ کر
بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگی تھی۔

اللہ پاک خیر کرے۔ تم ان سب چیزوں پر زیادہ دھیان مت دو، یہ"
ہمارے بچے کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ اور بہتر ہو گا کہ اپنا خیال تھوڑا
رکھو، سردیاں شروع ہو رہی ہیں، ایسے میں ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں۔

وہاں باہر یہ نیٹ کا دوپٹہ لے کر بیٹھی ہوئی تھی تم، کم سے کم اپنا نہیں تو ہمارے بے بی کا تو خیال رکھو نا۔ اتنی بے احتیاطی اچھی نہیں۔ آئندہ میں تمہیں اس طرح کی حالت میں نہ دیکھوں۔ شام ہوتے ہی کوئی گرم شال وغیرہ لپیٹ لیا کرو۔ میں نے کل ڈاکٹر سے اپوائنٹمنٹ "لی ہے، تمہیں صبح چیک اپ کروانے لے کر جانا ہے۔

جی وہ تو میں کر لوں گی لیکن میں آپ کو دعام کے بارے میں بتا"
"رہی ہوں۔

تم بتا چکی ہو اور میں نے سن لیا رباب۔ اور میں نے تم سے یہ بھی" کہا ہے کہ اس طرح کی باتوں پر دھیان مت دو، بچے پر برا اثر پڑے ،گا۔ باقی دو دن کے بعد میں قبیلے جاؤں گا سردار سے ملنے کے لیے ،مجھے اس سے تھوڑا کام ہے۔ تم بھی ساتھ چلنا، مل لینا اپنی بہن سے مجھے اعتراض نہیں لیکن اس طرح کے ایکسیڈنٹ پر تم زیادہ فوکس مت کرو اور نہ ہی زیادہ سوچنے کی ضرورت ہے۔

امی کہہ رہی تھیں کہ یہ وقت بہت نازک ہوتا ہے، ہر چیز بچے پر اثر انداز ہوتی ہے، "وہ کہتے ہوئے بیڈ پر لیٹ گیا تھا جبکہ اس کا سرد رویہ رباب کی سمجھ سے باہر تھا۔

وہ اس کا اتنا خیال رکھتا تھا، اتنی کیئر کرتا تھا لیکن پھر بھی وہ اس سے روٹھا روٹھا سا رہتا تھا۔ رباب کو تو لگ رہا تھا کہ یہ چھوٹی سی بات کوئی اہمیت ہی نہیں رکھے گی لیکن ریان تو اس سے ناراض رہنے لگا تھا اور اس کی ناراضگی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"ریان آپ اس طرح سے بات کیوں کر رہے ہیں؟ آپ مجھ سے ناراض ہیں کیا؟"

"کس طرح سے بات کر رہا ہوں میں تم سے؟ کون سی ناراضگی جتائی ہے؟ "وہ کروٹ بدل کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگا۔

"یہ جس طرح آپ آج کل بات کرتے ہیں، ہر وقت اکھڑے اکھڑے رہتے ہیں، ناراضگی دکھاتے ہیں، غصہ ہوتے ہیں..."

"ایک منٹ، غلط بیانی مت کرو۔ کب غصہ ہوا میں تم پر؟ کب اکھڑا پن دکھایا میں نے تم سے؟ کس طرح سے بات کرتا ہوں میں تم سے جو تمہیں برا لگ گیا ہے؟"

وہ الٹا اس سے سوال کرنے لگا تھا جبکہ رباب سے کوئی جواب نہیں بن پایا تھا۔ وہ اس سے اکھڑا اکھڑا سا تھا، ٹھیک سے بات نہیں کرتا تھا۔ اس کے قریب آنے پر پہلے کی طرح رومینٹک نہیں ہوتا تھا۔ اسے بار بار کمرے میں نہیں بلاتا تھا۔ گھر میں ہونے کے باوجود اس کے نام کی کوئی صدا گھر میں نہیں لگ رہی تھی۔ یہاں تک کہ آج کل تو وہ اس سے کوئی کام بھی کرنے کو نہیں کہتا تھا۔

ہاں لیکن ان سب کے باوجود وہ اس کا بہت خیال رکھ رہا تھا۔ اس کی میڈیسن، ٹائم ٹو ٹائم چیک اپ، یہاں تک کہ شام کو جلدی گھر آ کر وہ اسے دو تین دن سے واک پر بھی لے کر جا رہا تھا جو اس کے اور اس کے بچے کے ہیلتھ کے لیے ضروری تھی۔

وہ ایک اچھا باپ ہونے کا فرض بہت اچھے طریقے سے نبھا رہا تھا اور رباب کے ساتھ اس کا رویہ بھی بہت اچھا تھا لیکن اس کی ناراضگی بھی اپنی جگہ قائم و دائم تھی اور رباب اس کی ناراضگی کو ہی لفظوں میں بیان نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کے سامنے اس کے پوچھنے پر وہ بس نفی میں سر ہلاتی اس کے ساتھ لیٹ گئی تھی، جب کہ ریان نے بھی مزید اس سے کوئی بات کیے بنا ہی کمرے کی لائٹ آف کر دی۔

○○○○○○○○

واؤ یار !یہ اچار تو بہت مزے کا ہے، کس نے بنایا؟ میرو شیف ہے" تم لوگوں کا؟ تم لوگوں کی کوئی عورت نہیں ہے یہاں جو کھانا بناتی ہو؟ "وہ کھانا کھاتے ہوئے اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی جب کہ بالا اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

نہیں عورت تو نہیں ہے، صرف میرو ہی ہے جو سب کے لیے کھانا" بناتا ہے لیکن کبھی کبھی اگر دعام کا دل کرے تو وہ سردار کے لیے

کھانا بنا لیتی ہے، مطلب اپنے شوہر کے لیے صرف اور کسی کے لیے نہیں، لیکن میں سردار کا دوست ہوں تو مجھے بھی مل جاتا ہے۔ تمہیں "بھی مکمل فریڈم ہے اگر تمہیں مجھے کچھ بنا کر کھلانا ہو تو۔

ایکسکیوز می !مجھے تمہیں کچھ بھی بنا کر نہیں کھلانا۔ ہاں اگر تم مجھے" کچھ بنا کر کھلانا چاہتے ہو تو مجھے اعتراض نہیں، میں تو فی الحال کچن میں قدم نہیں رکھوں گی۔ وہ تم نے سنا نہیں ہے، نئ نویلی دلہن کے ہاتھوں کی مہندی جب تک چلی جائے تب تک اس سے کوئی کام نہیں کروایا جاتا۔

میری تو ویسے بھی کچن کے کاموں سے جان جاتی ہے، "وہ اس کے ہاتھ کی بریانی دوبارہ سے کھانا چاہتا تھا جو ایک دفعہ اس نے زبردستی کھائی تھی لیکن جس طرح اس نے ادھی ادھوری بات سن کر اس کے منہ پر انکار مارا تھا کہ وہ اس کے لیے کھانا نہیں بنائے گی، بالا اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گیا تھا۔

تم نے کون سا میرے ہاتھ نام کی مہندی اپنے ہاتھ میں سجا کر رکھی ہے جو نکل جانے کا انتظار کرو گی؟ ایک چھوٹا سا گول دائرہ ہی تو بنایا ہے ہاتھوں میں جو غور سے دیکھے بغیر نظر بھی نہیں آتا۔ اور ویسے بھی یہ تو اب نہ ہونے کے برابر ہے، نکل ہی گئی ہے المو سٹ، "وہ اس کے ہاتھ کی مہندی دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ اس نے اپنی مہندی پر کوئی ڈیزائن وغیرہ نہیں بنوائے تھے بلکہ اس نے تو مہندی لگا کر ہی جیسے احسان کر دیا تھا، ہاتھ کی انگلیوں اور سینٹر میں بس مہندی برائے نام لگائی تھی۔

"کیا مطلب ہے تم مجھ سے کچن میں کام کروانا چاہتے ہو؟ اپنی نئی نویلی بیوی کو چولہے چوکے پر لگا دینا چاہتے ہو؟ یا اللہ !میں تو تمہیں ایسا ہر گز نہیں سمجھتی تھی۔ تمہیں شرم نہیں آئے گی اپنی دو تین دن کی بیوی کو کچن میں بھیجتے ہوئے؟ تم مجھ سے اپنی خدمتیں کرواؤ

گے؟ "وہ اسے دیکھتے ہوئے اچانک سے ڈرامائی انداز میں بولی تو بالا اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ ذرا سی بات کو کہاں سے کہاں لے گئی تھی۔

ارے میں نے ایسا کب بولا؟ میں تو بس ایک عام سی بات کر رہا" "...ہوں، تم نے مہندی کا ذکر کیا تو میں نے

،ہاں میں نے مہندی کا ذکر کیا اور تم مہندی کے ہی پیچھے لگ گئے" تم تو جیسے اسی انتظار میں بیٹھے تھے نا کہ کب میرے ہاتھ سے مہندی چھوٹتی اور کب تم مجھے اس قبیلے کی ملازمہ بناتے ہو۔ اسی لیے تو لے کر آئے ہو مجھے یہاں پر ورنہ مجھے چھونے کی تو کوئی حسرت ہی نہیں ہے نا تمہارے دل میں، "وہ غصے سے کہہ کر اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گئی تھی جبکہ بالا سر پر ہاتھ مار کر رہ گیا تھا۔ یہ لڑکی چیز کیا تھی۔

اس لڑکی کی سوئی بار بار آ کر ایک ہی بات پر ٹھہرتی تھی جو اس نے کہہ دیا تھا کہ اسے چھونے کی بالا کو کوئی حسرت نہیں ہے اب وہ اسے کیا بتاتا کہ اس کی حسرتیں کیا کیا ہیں،۔ وہ تو اس جملے کو پچھتا رہا تھا

جب اسے تنگ کرنے کے لیے اس نے بول دیا تھا، اب تو وہ اس کی جان کو آ گئی تھی اس جملے کے ساتھ۔ ہر بات پر یہی طعنہ کھینچ کر اس کے منہ پر مارتی تھی۔ خیر اتنا تو وہ بھی سمجھتا ہی تھا کہ اس کا یہ والا جملہ سامنے والے کے دل پر لگا ہے۔ جو بھی تھا بالا نے زیادتی تو کی تھی، ایک رات کی دلہن سے اس طرح کی بات کر کے۔

عورت ہر چیز برداشت کر لیتی ہے لیکن اپنے حسن کی توہین نہیں، وہ بھی شوہر کے منہ سے تو ہرگز نہیں۔ اور یہ حقیقت تھی کہ اس نے اس کے حسن کی توہین کی تھی جس کی کوئی معافی نہیں تھی اور اگر معافی کی گنجائش کہیں نکلتی بھی تھی تو بیلا اسے ہرگز معاف نہیں کرنے والی تھی۔

○○○○○○○○○

آہہہ۔۔۔"ہر تھوڑی دیر کے بعد اسے آواز سنائی آ رہی تھی جبکہ" وہ سر اٹھا کر میرو کی طرف دیکھتا جو خود بھی اس آواز سے اچھا خاصا پریشان تھا۔

یار یہ آدمی کیا ساری رات یوں ہی روتا رہے گا؟ کتنی دیر برداشت" کرنا ہے اسے، ساری نیند کا ستیاناس کر دیا ہے۔ "جمرو غصے سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکلا تو میرو بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی آیا تھا۔

اچھا تو اس کے منہ سے کپڑا گر گیا ہے اسی لیے اتنا رو رہا ہے، رک" جا بھائی رک جا، ٹھونستا ہوں تیرے منہ میں کپڑا۔ لے ،اب شور مت مچانا قبیلے کے سارے لوگ سو رہے ہیں۔ بالا اور سردار کا کمرہ تو اوپر ہے، ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں لیکن ہم تیرے ساتھ بالکل ساتھ والے کمرے میں ہیں۔ ہمیں سکون سے سونے دے، ویسے بھی کل صبح سردار تجھے ہمیشہ کے لیے سکون کی نیند سلا دے گا تو کیوں اپنی نیند کے ساتھ دوسروں کی نیند برباد کر رہا ہے؟ زندگی تو ویسے بھی

اب تیرے مقدر میں نہیں ہے تو پھر اس طرح ہاتھ پیر مارنے کا کیا فائدہ؟ رک جا، یہ کپڑا ابھی تیرے منہ میں ٹھونستا ہوں، "جمرو اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

چل اب سو جا اور دوسروں کو بھی سونے دے۔ اب تیری آواز" نہیں آنی چاہیے کیونکہ اب اگر تیری آواز آئی نا تو میں قسم کھا کے کہتا ہوں، میں صبح سردار سے معذرت کر لوں گا کہ میں تیری جان بچا نہیں سکا۔ "وہ اس کے چہرے کو دائیں بائیں گھماتا اچھا خاصا جھنجھوڑ چکا تھا جب کہ وہ منہ میں کپڑا ہونے کی وجہ سے سوائے عجیب عجیب آوازوں کے اور کچھ نہیں کہہ پا رہا تھا۔

دروازہ باہر سے ٹھیک سے بند کرتے ہیں تاکہ اس کی آواز باہر نہ آ" سکے۔ "میرو نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

اور اگر رات کو مر گیا تو ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلے گا، "جمرو دروازہ" کے باہر رکتے ہوئے کہنے لگا۔

ہاں تو صبح تو دروازہ کھولیں گے نا؟ اب اس کی گندی لاش کو اندر" تھوڑی نہ رکھیں گے، صبح خود ہی پتہ چل جائے گا۔زندہ ہے یا پھر کک گیا چل نہ، نیند آ رہی ہے۔ پھر سردار صبح صبح جگا دے گا۔ "وہ کہتے ہوئے باہر نکلا تھا جبکہ جمرو نے ایک نظر اندر کی طرف دیکھا جہاں وہ بہت بری حالت میں تھا لیکن اتنی بری حالت میں ہونے کے باوجود بھی اس پر ترس کھانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ دروازے کو زور سے بند کرتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا، ورنہ اس کے بس میں کچھ ہوتا تو اب تک وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر چکا ہوتا لیکن سردار کا حکم نہیں تھا اس لیے وہ خاموش تھے۔

oooooooo

سنو یہ جو ڈاکو راگا واگا ڈاکو ہے یہ اب کب تک یہاں قبیلے میں" رہے گا؟ اور اس کا علاج کون کر رہا ہے؟ میرا مطلب ہے قبیلے میں میرے علاوہ تو اور کوئی ڈاکٹر نہیں ہے؟

وہ زندہ بھی ہے یا وہاں اس کمرے میں پڑا پڑا مر گیا؟ تم گئے تھے نا شام کو اسے دیکھنے کے لیے؟ "وہ چینج کر کے باہر نکلا تو بیڈ پر لیٹتے ہوئے اچانک ہی بیلا کو راگا کا خیال آ گیا تھا۔

دو دو ڈاکٹر لگا کر رکھے ہوئے ہیں نیچے، ڈاکٹر جمرو اور ڈاکٹر میرو۔" دونوں مل کر اس کا علاج کر رہے ہیں۔ اب زندہ بچتا ہے یا مر جاتا ہے کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن جب تک سردار کا حکم نہ ہو وہ اسے "مرنے نہیں دیں گے۔

کیا مطلب اس گنوار آدمی کو یہیں قبیلے میں رکھو گے؟ اور میرو جمرو" اس کا علاج کیسے کریں گے؟ ان کی شکلوں سے تو لگتا نہیں کہ وہ "میٹرک پاس بھی ہیں۔

ہاں نہیں ہیں وہ میٹرک پاس، وہ پریکٹس کر رہے ہیں۔ ان کو بڑا ہو" کر ڈاکٹر بننا ہے۔ ویسے بھی آگے ان دونوں کو تمہاری شاگردگی میں لگا دیں گے، تم ان کو اچھے سے سکھا دینا۔ فی الحال ان کے ہاتھ ایک

ڈمی لگ گئی ہے تو اس ڈمی پر انہیں کام کرنے دو۔ اور وہ آدمی اب تب تک سردار کی قید میں رہے گا جب تک سردار اس سے اپنا مطلب پورا نہیں کر لیتا، "وہ اسی تفصیل سے جواب دیتے ہوئے اس کے پاس ہی کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا۔

اووع !دور ہٹونا، اتنے سینٹر میں کیوں سو رہے ہو؟ میں نے بھی سونا" ہے، یہ بیڈ صرف تمہارا نہیں ہے، "وہ اچانک ہی بولی تھی۔

میں کونے میں سوؤں یا سینٹر میں، تم مجھے خود سے دور نہیں ہونے" دیتی ہو اور تم کونے میں سوؤ یا سینٹر میں، سونا تم نے میرے اوپر ،چڑھ کر ہی ہوتا ہے۔ تو مجھے سکون سے اپنے حصے کی جگہ لینے دو تمہاری وجہ سے اگر میں اس کونے میں بھی گھس کر سوؤں گا نا تب بھی تم صبح تک میرے اوپر چڑھی ہوئی ملو گی۔ اور یہ رات کو اپنی ٹانگیں کنٹرول میں رکھا کرو، کل رات تم نے مجھے اتنے زور سے

ٹانگ ماری، میں بیڈ سے نیچے گر گیا تھا، "وہ اچانک ہی اسے اس کی حرکتیں بتانے لگا تو بیلا نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

"کوئی اور الزام لگاؤ مجھ پر ٹھیک ہے نا؟ یہ والے جھوٹے الزام لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر بیلا اکرم اپنے آپ کو بہت اچھے طریقے سے سمجھتی ہے ۔ تمہیں کیا لگتا ہے مجھے سونے کے بعد ہوش نہیں رہتا؟ نہیں ڈاکو بالا میں اپنے پورے ہوش و حواس میں ہوتی ہوں۔ مجھے پتہ ہے میں سونے کے بعد کیا کرتی ہوں اور کیا نہیں، کم سے کم مجھ پر ایسے بے بنیاد الزام لگانے کی تو تمہیں ہرگز ضرورت نہیں ہے۔"

"میں تم پر الزام کیوں لگاؤں گا بیلا؟ تم سچ میں سوتے وقت ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہو۔ تمہیں نہیں پتا تم رات کو میرے ساتھ کیا کرتی ہو..."

"او ہاں ہاں !میں رات کو تمہارے ساتھ لپٹ کر سوتی ہوں، مجھے تمہارے بغیر نیند جو نہیں آتی، "وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ایسے انداز میں بولی تھی کہ بالا چڑ کر رہ گیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ کیا تم خود نہیں جانتی جب صبح تمہاری آنکھ کھلتی ہے تو یہاں پر اس کونے میں پڑی ہوتی ہو وہ بھی میرے اوپر..."

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اتنی بے دھیانی میں نہیں سوتی ہوں اور ویسے بھی میں سو رہی ہوتی ہوں کوئی کوما میں تھوڑی چلی جاتی ہوں کہ مجھے ہوش ہی نہ رہے کہ میں کیا کرتی ہوں اور کیا نہیں۔ اور اگر میں ایسا کرتی ہوں تو ثابت کرو، "وہ کسی حال میں ماننے کو تیار نہیں تھی کہ وہ بے دھیانی میں سوتی ہے۔

"ثابت کیا کرنا؟ اب اگر تم آئی تو میں تمہارے ساتھ وہ وہ کروں گا کہ صبح تک تمہیں خود بخود ہی پتہ چل جائے گا کہ تم کتنی میرے

پاس آئی تھی۔ "اب کی دفعہ بالا کی آنکھوں میں ہلکی سی شرارت تھی جبکہ اس کا زومعنی انداز بیلا کو پریشان کر گیا تھا، وہ اگلے ہی لمحے اس سے تھوڑا فاصلے پر ہوتی بالکل بیڈ کے دوسرے کونے پر چلی گئی تھی۔

"مجھے جیسے سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو میں اس کے پاس آؤں گی؟ چھونے کی حسرت نہیں تو اسے لگتا ہے کہ میں اس کی باہوں میں گر جاؤں گی، آیا بڑا خود کو پرنس چارلس سمجھنے والا، "وہ بڑبڑاتے ہوئے اچانک ہی سینٹر میں تکیے رکھنے لگی تھی جبکہ اس کی اس حرکت پر بالا نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

"خبردار جو رات کو میرے قریب بھی آئے ورنہ جان سے مار ڈالوں گی۔ اگر تم نے یہ بارڈر کراس کیا نا تو یاد رکھنا، لحاظ نہیں رکھوں گی میں، "وہ تکیے لگاتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے دھمکیاں بھی دے رہی تھی۔

تم میرے پاس آتی ہو رات کو، میں تمہارے پاس نہیں آتا تو یہ" سب تو مجھے کرنا چاہیے اپنی عزت بچانے کے لیے، تم کیوں اتنے ڈرامے کر رہی ہو؟ تم نے تو صبح یہاں میرے سینے پر ملنا ہے، "وہ اب بھی اسے چھیڑنے سے باز نہ آیا تھا۔

ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ میں اپنی نیند میں اس قدر بے خبر ہو" جاؤں۔ ہاں لیکن اگر تم میرے پاس آئے "...وہ بھی کچھ بولنے ہی والی تھی کہ بالا نے اچانک ہی سائیڈ دراز کے اوپر پڑا چاقو اٹھا کر اس کے ہاتھ میں پکڑایا تھا۔

اگر رات کو میں تمہارے قریب آیا تو تمہیں اجازت ہے اس چاقو" سے میرا سینہ چیر دینا لیکن اگر رات کو تم میرے پاس آئی تو میں تمہاری اجازت کا منتظر ہرگز نہیں رہوں گا۔ پھر میری حسرتیں تمہیں لے کر کس قدر بھر چکی ہیں، تمہیں اپنے آپ ہی اندازہ ہو جائے

گا، "وہ اچانک ہی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولا تو بیلا گھبرا سی گئی تھی۔

اس کا کانفیڈنس ذرا سا ڈگمگایا تھا لیکن اسے یقین تھا وہ اس کے پاس ہرگز نہیں جائے گی۔ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے وہ ہرگز اپنی نیند میں اتنی بے خبر نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ بچپن سے ہی اپنا بیڈ کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتی تھی۔ اسی لیے اسے پتہ بھی نہیں تھا کہ وہ رات کو سونے کے بعد کون سی حرکتیں کرتی ہے لیکن اتنا یقین ضرور تھا کہ وہ ہرگز کسی پر چڑھ کر نہیں سوتی۔

یہی وجہ تھی کہ اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے وہ اس کے ہاتھ سے چاقو لے کر بیچ میں مزید تکیے رکھنے لگی تھی۔

اسے یقین تھا وہ صبح تک بالا کو ہرانے میں کامیاب ہو جائے گی اس لیے کمرے کی لائٹ آف کرتے ہوئے وہ سونے کے لیے لیٹ گئی

تھی جبکہ بالا بھی کروٹ دوسری طرف بدلتا سونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

○○○○○○○○

وہ گہری نیند سو چکا تھا، جبکہ تھوڑے فاصلے پر بیلا بھی گہری نیند سو رہی تھی جب بالا کو اپنے اوپر اس کا بازو محسوس ہوا، بالا کی آنکھ فوراً ہی کھل چکی تھی۔ اس کی نیند شروع سے ہی بہت کچی تھی اور پھر جس طرح کا کام وہ کرتا تھا ایسے میں گہری نیند سونا بھی کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں گھما کر بیلا کی طرف منہ کیا تھا۔ جس نے اپنی ٹانگ بھی اس کے اوپر رکھی۔ بس تھوڑا سا وقت گزرا تھا کہ وہ اس کے وزن کو خود پر محسوس کرتا وہ اس کے گرد اپنے بازو کا گھیرا تنگ کر گیا۔

اور پھر اگلے ہی لمحے کمرے کی لائٹ آن کی تھی۔ کمرے کی لائٹ آن کرنے پر بھی بیلا پر کسی طرح کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اس کے

گرد سختی سے خود کو لپٹائے ہوئے گہری نیند سو رہی تھی۔ بالا نے ایک نظر پورے بیڈ کی طرف دیکھا تھا جو اس کے کونے سے لے کر سینٹر سے آگے تک خالی تھا۔

"جاناں، تم خود میرے پاس آئی ہو۔ اب میرا کوئی قصور نہیں۔ تم نے خود اپنے لیے مصیبت کے دروازے کھول دیے ہیں، میں مجبور ہوں۔ اپنی زبان سے بدل نہیں سکتا، "وہ اس کے چہرے پر ہلکی سی پھونک مارتا اگلے ہی لمحے اس سے بیڈ پر اپنے نیچے کرتے ہوئے خود اس پر سایہ فگن ہوا تھا۔

اس کا انداز کافی شدت لیے ہوئے تھا لیکن بیلا پر اس کی حرکت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب وہ اس کے لبوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے اس کی سانسیں روک گیا تھا۔ گہری نیند میں اتری بیلا کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تو اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے خود پر جھکے اس آدمی کو دیکھا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے لیکن پھر اس کی بڑھتی ہوئی شدت محسوس کر کے بیلا کی سانسیں مزید اکھڑنے لگیں۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے گرد سے نکالتے ہوئے بیڈ پر رکھا تھا جبکہ سینٹر میں پڑے تکیوں پر ہاتھ لگتے ہی وہ اپنی چوری پکڑ چکی تھی۔

"ڈاکٹر بیلا بالاور خان، میں تمہارے پاس نہیں آیا بلکہ تم میرے پاس آئی ہو، وہ بھی پوری کی پوری۔ میرے وعدے کے مطابق اگر میں تمہارے پاس آتا تو تمہیں حق تھا مجھے چیر کر رکھ دینے کا، لیکن تم میرے پاس آئی ہو اور اب مجھے حق ہے کچھ بھی کرنے کا اور میں وعدہ کرتا ہوں، میں اپنا حق پورے حق سے لوں گا۔ صبح تک تمہیں ،اپنے نازک سراپے کے پور پور سے اپنے شوہر کی خوشبو محسوس ہو گی یہ میرا وعدہ ہے تم سے "...وہ اس کی سانسوں کو آزاد چھوڑتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا اگلے ہی لمحے پھر سے

اس کے نازک لبوں سے لپٹا تھا جبکہ بیلا اس کی باہوں میں پھڑ پھڑا رہی تھی۔

○○○○○○○

وہ پوری شدت سے اس کے لبوں سے لپٹا اس کی سانسیں چرا رہا تھا۔ وہ قطرہ قطرہ اس کے لبوں کی مٹھاس چراتا اپنے تمام تر جذبات کو سکون پہنچا رہا تھا۔

رگوں میں جیسے آگ سی بھڑک دی گئی تھی، وہ اسے چھونے کے لیے کتنا بے قرار تھا یہ تو صرف وہی جانتا تھا۔ آج جیسے برسوں کی مراد بر آئی تھی۔

اسے دیکھتے ہی وہ اس سے محبت کر بیٹھا تھا، اس پر پہلی نظر پڑتے ہی وہ اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا اور آج وہ اپنا عشق، اپنا جنون سب کچھ اس پر لٹانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

وہ تو ویسے بھی بہانہ تلاش کر رہا تھا کہ کب وہ اس کے قریب آئے گی اور کب وہ اسے اپنا بنا لے گا۔

اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ بیلا کو اس کا دور جانا اچھا نہیں لگا، بیلا کو شادی کی پہلی ہی رات اس کا نظر انداز کرنا اچھا نہیں لگا تب ہی تو وہ آج کل بپھری ہوئی شیرنی بنی تھی۔ وہ اس کے لیے کتنا بے قرار تھا وہ اسے بتا رہا تھا۔

اس کی سانسیں اب تک اپنی سانسوں میں بھر سائے وہ اسے بری طرح سے مچلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ بیلا نے اپنا ہاتھ اس کی قمیض میں الجھاتے ہوئے اس کے کالر کو مٹھیوں میں دبوچ لیا تھا، اسے سانس نہیں آ رہی تھی یا یوں کہنا بہتر رہے گا کہ بالا اسے سانس نہیں لینے دے رہا تھا۔

جتنا اس نے اسے تڑپایا تھا، وہ اتنی آسانی سے تو اسے بخشنے کا ارادہ ہرگز نہیں رکھتا تھا۔

وہ قطرہ قطرہ خود کو اس کی سانسوں میں انڈیلتا اسے بے قرار کر رہا تھا۔ بالا کی دھڑکنوں میں شور مچا تھا تو بیلا کی سانسیں رک رک کر چل رہی تھیں۔

وہ اسے نہ تو خود سے دور کر رہی تھی اور نہ ہی وہ اس کی شدتوں کی تاب لا پا رہی تھی۔ وہ جتنا اسے اپنے قریب کرتا وہ اتنا اس کے قریب آ رہی تھی لیکن اپنی سانسوں کی رہائی کے لیے مچل بھی رہی تھی۔

جب بالا نے ترس کھاتے ہوئے اس کی سانسوں کو آزاد چھوڑتے اس کی گردن پر اپنے لبوں کا جا بجا لمس بکھیر تھا۔ اس کی دھڑکنوں میں اشتعال برپا کرتے ہوئے مصنوعی پردے ہٹتے ہی شرٹ اس کے کندھے سے نیچے سرک چکی تھی۔

اس کی شدتیں جنون کا روپ اختیار کر رہی تھیں، وہ جیسے پاگل سا ہو رہا تھا۔ جذبات میں لگی آگ نے اسے بری طرح سے پاگل کر دیا تھا۔ اس وقت اسے اس لڑکی کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ یہ کہنا بہتر رہے گا کہ اس کے لیے آج زندگی کا مطلب بیلا تھی۔

"بالا۔۔۔۔مجھے۔۔سانس نہیں آ رہی،" وہ لڑکھڑاتے ہوئے اس کے بے قابو لبوں پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی جبکہ وہ ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹا تکیے سے لگاتے ہوئے پوری طرح اس پر سایہ فگن ہوا تھا۔

"آنی بھی نہیں چاہیے، آج کی رات تمہیں سانس بھی میری مرضی سے لینی چاہیے کیونکہ تم میری قیدی ہو۔ تم نے خود میری باہوں میں آ کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کر لی ہے۔

میں صبر کر رہا تھا نا اور بھی کر لیتا بیلا جاناں لیکن تم نے خود میری پناہوں میں آ کر اپنے آپ کو اس شیر کے شکنجے میں پھنسایا ہے۔ اب جب تک اس شیر کی تشنگی ختم نہیں ہو جاتی تب تک نہ تو تم میری باہوں سے نکل سکتی ہو اور نہ ہی یہاں سے کہیں جا سکتی ہو۔ جاؤ، اجازت ہے تمہیں لے لو سانس ایک لمحے کے لیے کیونکہ آج ساری رات میں تمہاری سانسوں پر یوں ہی قبضہ جماؤں گا!"

"بہت شکایتیں تھیں نا تمہیں کہ میں نے تمہاری توہین کی؟ تمہارے حسن کو سراہا نہیں؟ تو آج بالا تمہارے پور پور کو اپنے لبوں سے سراہے گا، تمہیں

بتائے گا کہ تم کتنی خوبصورت ہو اور تم بالا ور خان کو کتنی خوبصورت لگتی ہو۔

میری دل کی دھڑکن، میری جان، آج میں تمہاری دھڑکن دھڑکن میں اتر کر تمہیں بتاؤں گا کہ تم بالا کے لیے کتنی خاص ہو۔

اور تمہاری سانس لینے کا وقت ختم ہو چکا ہے،" وہ کہتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کے لبوں پر اپنے لبوں کی مہر لگا تا اس کی سانسیں روک گیا تھا۔ اب کی دفعہ وہ بیلا کی سانسیں مزید شدت سے گھونٹ چکا تھا۔

اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں جبکہ بالا لمحہ بہ لمحہ اس کے وجود پر قابض ہوتا چلا جا رہا تھا۔

وہ اسے خود سے پیچھے نہیں ہٹا سکتی تھی۔ وہ اسے خود سے دور نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ ایسا کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ بالا کے ہونٹ بے قراری سے اس کے جسم کے پور پور کو چومتے ہوئے اسے معتبر کر رہے تھے۔

جبکہ وہ پوری طرح سے خود کو اس کے حوالے کرتی اس کی دی ہوئی چند سانسوں پر جی رہی تھی۔ وہ بار بار اس کی سانسیں روکنے لگتا اور پھر جب وہ

سانس رکنے پر مچل اٹھتی تو وہ اس پر رحم کھا کر اسے چند لمحوں کے لیے آزاد چھوڑ دیتا تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ بالا اس قدر شدت پسند ہو گا لیکن اس معاملے میں شاید وہ اس سے کہیں زیادہ جنونی اور شدت پسند تھا۔ فی الحال تو وہ اس پر رحم کھا رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اس کی رگ رگ میں اتر کر اپنا آپ اس پر نچھاور کر دیتا۔

یہ تو اس کی کرم نوازی تھی کہ وہ پہلی دفعہ اسے نرمی سے چھونا چاہتا تھا ورنہ بالا کے جذبات اسے لے کر کس قدر بے قابو تھے یہ تو صرف وہی جانتا تھا۔ اسے چھوتے ہوئے، اس سے پیار کرتے ہوئے اگر بالا کو کچھ پتہ تھا تو صرف اتنا کہ وہ اس کی پناہوں میں خود اپنی مرضی سے آئی ہے نہ کہ زبردستی۔

ooooooo

دور کہیں سے اذانوں کی آواز آ رہی تھی جب دعام کی آنکھ کھلی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی کہ سردار نے آہستہ سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"سجن سائیں، تم ابھی نماز نہیں پڑھ سکتی میرا سوہنا مکھڑا۔ تم اٹھو گی کیسے؟ تکلیف ہو گی تمہیں سجدہ کرتے ہوئے بھی... میں جانتا ہوں میں تمہارے اللہ کے بیچ میں بول رہا ہوں لیکن تم تکلیف میں ہو اور میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔"

"جانتی ہوں ڈاکو جی لیکن نماز کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے اور ویسے بھی ہم تو گنہگار انسان ہیں۔ ایک یہی تو طریقہ ہے اللہ کے قریب رہنے کا۔ پلیز مجھے نماز ادا کرنی ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی جبکہ اس کے ضدی سے انداز پر سردار پھر سے ہارنے لگا تھا۔

"یار تم کیا چیز ہو، ہر چیز میں ضد نہیں کرتے سجن سائیں،" وہ اٹھ کر بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے بولا تو وہ کھل کھلا کر ہنسی تھی۔ ایک طرف وہ اسے ضد نہ کرنے کا کہہ رہا تھا جبکہ دوسری طرف وہ اس کی ضد پوری بھی کر رہا تھا۔

"اب ہنسنا بند کرو، چلو آؤ تمہیں وضو کرواتا ہوں،"

"سچ کہتے ہیں، ڈاکو زن مرید بن گیا ہے۔ تمہیں سر پر میں نے خود چڑھایا ہے، یہ جو تمہارے اتنے دانت نکلتے ہیں نا اس کے پیچھے میرا ہی ہاتھ ہے۔ مجال ہے جو تم کبھی کسی کی سن لو،" وہ آہستہ سے اسے اپنی باہوں میں بھرتے ہوئے واش روم میں لے جانے لگا تھا جبکہ دعا مسلسل کھل کھلائے جارہی تھی۔

اس نے کبھی شکوہ نہیں کیا تھا، حالات کچھ بھی آئے اس نے کبھی اللہ کے سامنے نا امیدی نہیں دکھائی تھی۔ وہ جانتی تھی ایک نہ ایک دن وہ اس کے سارے امتحان ختم کر دے گا۔

جب تک وہ اپنے تایا کے گھر رہی دن رات وہ اسے طعنے دیتے تھے، ایسی باتیں کرتے تھے جن کا کوئی سر پیر ہی نہیں تھا۔ اس نے ہر چیز کو قبول کر لیا یہاں تک کہ اس نے تو تایا کا لایا ہوا رشتہ بھی قبول کر لیا تھا۔

یہ سوچ کر کہ ہو سکتا ہے اللہ نے اسی میں اس کی بہتری رکھی ہو لیکن وہ کہاں جانتی تھی کہ جس انسان سے وہ بھاگ رہی ہے، جس سے وہ خوفزدہ ہو رہی ہے، وہی شخص اس کی زندگی کو جنت بنا دے گا۔ وہ اسے وضو کرواتے ہوئے بھی

مسلسل مسکراتے دیکھ رہا تھا۔ ہر دفعہ وہ جب گھور کر دیکھتا تو دعام کی کھکھلاہٹ اسے بھی مسکرانے پر مجبور کر دیتی۔

"آپ بھی نماز پڑھیں گے ؟" اسے بھی وضو کرتے دیکھ وہ حیران ہوئی تھی۔

"کیوں مجھے منع ہے کیا؟" وہ وضو بناتے ہوئے سوال کرنے لگا تو دعام نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں آپ کو تو معاف ہیں ساری نمازیں۔" وہ کھکھلاتے ہوئے ہلکا سا طنز کر گئی تھی۔

"جمعہ کی نماز پڑھتا ہوں میں کبھی کبھار اور باقی میرا اور اللہ کا معاملہ ہے، جب میرا دل چاہے گا تب کروں گا،"

"جی جناب، بے شک یہ اللہ اور آپ کا معاملہ ہے لیکن یہ دنیا اور آخرت کا معاملہ بھی ہے۔ اور آپ کی جو حرکتیں ہیں نا، مجھے نہیں لگ رہا آپ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔" وہ اس کے سہارے باہر نکلتے ہوئے بولی۔

تو سردار اس کے اور اپنے لیے جانماز بچھانے لگا تھا۔

"شوہر کے ساتھ ضد لگانے والی بیویاں جنت میں نہیں ملتی،" وہ فوراً بولا۔

"شوہر آپ جیسے ہوں تو پھر معافی ہے۔" وہ پھر سے کھکھلائی تھی۔

"میرے جیسا مطلب کہ ایسا پیار کرنے والا، خیال رکھنے والا، پیارا سا، معصوم سا، بے چارہ سا، ہر وقت ساتھ رہنے والا شوہر جس کی بیوی اس کی کوئی بات نہیں مانتی، ٹائپ..." وہ اچانک ہی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا سوال کرنے لگا تو دعام نے اسے اپنے بے حد قریب گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

جی بالکل آپ کے جیسا شوہر، وہ کھل کھلائی تھی، جبکہ نگاہیں اب بھی اس کے چہرے سے بندھی تھی۔

"ڈاکو جی آپ پہلے بھی اتنے ہی پیارے تھے یا اب پیارے ہو گئے ہیں؟ آپ کو پتہ ہے آپ کی پلکیں اور لمبی ہو گئی ہیں،" وہ پتا نہیں کون سی دھن میں اس کا

چہرہ دیکھتے ہوئے نرمی سے اس کی پلکوں کو انگلیوں سے چھونے لگ گئی تو سردار نے تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئے اسے روکا تھا۔

"تم نے غور نہیں کی، میری پلکیں ہمیشہ سے بہت لمبی ہیں۔ اب نماز ادا کرلو سجن سائیں، تمہارا رومانس مجھے بہکا رہا ہے۔"

"اللہ اللہ! میں نے کب رومانس کیا؟"

"یہ رومانس نہیں تو اور کیا ہے؟ ڈارلنگ! اس طرح سے میرے پاس آکر مجھے چھو رہی ہو۔ تمہیں پتا ہے ہر طرح کی بیویوں کے لیے رومانس کی الگ الگ کیٹیگری ہوتی ہے، جیسے تمہارے جیسی چھوئی موئی شرمیلی بیوی کے لیے ٹچ رومانس۔ خیر فی الحال میں موڈ میں نہیں ہوں، چلو نماز پڑھتے ہیں،"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے رومانس کی کیٹیگری بتاتا خود نماز شروع کرنے لگا تھا جبکہ دعا مہ کچھ الجھتے الجھتے اس سے صرف تھوڑے سے فاصلے پر بچھی جانماز پر کھڑی ہوئی تھی۔

نماز ادا کرتے ہوئے وہ اسے تھام کر واپس بیڈ پر لاتا اس کی دوائیاں دیکھنے لگا تھا۔

"تھوڑی دیر میں بیلا آجائے گی تو وہ تمہارا مکمل چیک اپ کرے گی۔ اب درد تو نہیں ہو رہا نا؟

وہ پٹی بھی بدلے گی تمہاری،" وہ نرمی سے اس کے زخم پر اپنے لب رکھتے ہوئے بولا تو دعا م ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"آپ جب ساتھ ہوتے ہیں تو بالکل درد نہیں ہوتا بلکہ کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے دنیا میں صرف آپ ہیں اور بس، ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے،" وہ اس کے قریب جھکتے ہوئے اچانک ہی اس کے سینے پر دل کے مقام پر اپنے لب رکھ گئی تھی جبکہ اس کا یہ پیارا سا انداز سردار کے اندر کے سارے جذبات کو انگڑائی لے کر بیدار کر چکا تھا۔

اس کے ماتھے پہ لب رکھتے ہوئے وہ اسے اگلے ہی لمحے اپنے سینے میں چھپا چکا تھا۔

"بہت درد ہو رہا ہے نا؟" وہ اس کے ماتھے کو دیکھتے ہوئے بولا تو دعام ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"مجھے کم درد ہو رہا ہے، آپ کی آنکھوں میں زیادہ درد ہے۔"

"ٹھیک ہو جائے گا اور ویسے بھی میں بہت بہادر ہوں۔ یہ چھوٹی موٹی چیزیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس قبیلے کی سردارنی ہوں میں،" وہ دوبارہ اس کے سینے میں پھر سر رکھتے ہوئے بولی تو وہ اسے اپنی باہوں میں نرمی سے بھر چکا تھا۔

"ہاں تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا، میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، تم پر آنے والی ہر مصیبت کو پہلے سردار دلدار کا سامنا کرنا ہو گا، میں اپنی دعام پر کسی خطرے کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا۔"

"میں دیکھتا ہوں بالا کو،" وہ بیلا کو لے کر آئے تو تمہاری پٹی چینج کرواتے ہیں،"

"میں بھی ساتھ چلوں گی۔ میں نہیں رہوں گی کمرے میں اکیلے، آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ساتھ ساتھ جاؤں گی،" وہ فوراً اس کے بازو کو تھام چکی تھی جبکہ اس کی ضد پر وہ مسکرا دیا تھا۔

○○○○○○○

"یہ بالا کہاں ہے اب تک نیچے کیوں نہیں آیا؟" وہ دونوں ناشتہ بھی کر چکے تھے اور اب وہ اسے اپنے سہارے پہاڑیوں کی سیر پر لے کر آیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد ان دونوں کی واپسی ہوئی تو ابھی بالا اور بیلا کا کوئی اتا پتا نہ تھا۔

"پتہ نہیں سردار، اب تک تو بالا آ ہی جاتا ہے، آج پتہ نہیں کیوں نہیں آیا۔ لگتا ہے ابھی جاگا نہیں ہے۔

ویسے تو بیلا بھی صبح صبح آجاتی، آج وہ بھی نہیں آئی۔ لگتا ہے اس کی بھی آنکھ نہیں کھلی،" جمرو اسے جواب دیتے ہوئے اصطبل کی طرف جانے لگا تھا کیونکہ آج اسے گھوڑوں کو نہلانا تھا۔

"اور وہ، مر گیا ہے یا زندہ ہے؟" وہ اس کی بات پر ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اس سے ڈاکو راگا کے بارے میں پوچھنے لگا تھا۔

"وہ دوسرا، اس کا آدمی رشید تو کل ہی مر گیا تھا۔ اس کی لاش اس کے گھر والوں تک پہنچانے کے لیے ہم نے آگے پیچھے کوشش کی تھی لیکن ہمیں پتہ چلا کہ اس کا آگے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا اسی لیے ہم نے خود ہی اس کا جنازہ پڑھا کر اسے دفنا دیا ہے۔ باقی راگا کے لیے اگر تم کہو تو قبر کھود دوں؟" وہ سر کھجاتے ہوئے بولا تو سردار نے اسے گھورا تھا۔

"سردار اچانک سے بعد میں قبریں نہیں کھودی جاتی، خاص کر رات کے وقت تو مجھے قبرستان میں ڈر لگتا ہے۔" وہ بھری معصومیت سے بولا تھا۔

"وہ ابھی نہیں مرے گا، اسے مرنے میں تھوڑا وقت باقی ہے۔ ہاں لیکن اس کی قبر کی تیاری شروع کر دو، آج نہیں تو کل اسے دفنا دیں گے۔"

وہ اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے پھر سے بالا کا انتظار کرنے لگا تھا جو آج نیچے آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"یہ بالا کی نیندیں کچھ زیادہ ہی لمبی ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ بیلا کمرے سے نکلے تو جاتا ہوں اس کی سیٹنگ کرنے کے لیے، 10 بج رہے ہیں،" وہ چارپائی بچھاتے ہوئے وہیں دعام کو بٹھاتا اس کے لیے تکیہ بھی خود ہی لے کر آیا تھا۔

"اوہو ڈاکو جی، آپ بھی نا حد کرتے ہیں۔ بالا بھیا کی نئی نئی شادی ہوئی ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ اور بیلا ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار رہے ہوں۔ ہاں میں مانتی ہوں ان کی نوک جھوک چلتی رہتی ہے لیکن میاں بیوی ہیں، آخر کب تک ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔

اور ویسے بھی آپ نا اس قبیلے میں خود کو کنگ آف رومانس سمجھنا چھوڑ دیجیے، میرے بھیا آپ کے بھی ریکارڈ توڑیں گے ان شاء اللہ۔ اور ایک اور بات جو رولز آپ نے اپنے لیے بنائے ہوئے ہیں نا وہ رولز دوسروں کے لیے بھی بنائیں، جس طرح آپ کبھی بھی کہیں بھی کسی بھی وقت رومانس کر سکتے ہیں، اس طرح اس قبیلے کے باقی لوگ بھی کر سکتے ہیں، سمجھے؟"

وہ اس کی ناک کھینچتے ہوئے بولی تو سردار نرمی سے مسکراتے ہوئے وہیں چارپائی پر آڑا ترچھا لیٹ گیا تھا۔ جبکہ دعام پالتی مارتی اس کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

"بیلا کو دیکھتے ہوئے مجھے لگتا تو نہیں کہ بالا کی نیا کبھی پار ہو گی۔ ہاں لیکن اگر وجہ یہ ہوئی اس کے جلدی نیچے نہ آنے کی تو اس کا یہ گناہ میں معاف کر سکتا ہوں لیکن کنگ آف دار ومانس تو اس قبیلے کا میں ہی رہوں گا۔"

وہ اچانک ہی سیدھا ہوتا اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کرتے ہوئے ایک جاندار جسارت کر گیا تھا جبکہ دعام گھبرا کر آگے پیچھے دیکھتی اس کے کندھے پر ہلکی سی چپت لگا گئی تھی جس پر سردار کا بے باک قہقہہ بلند ہوا تھا۔

oooooooo

اس کی آنکھ کھلی تو وہ پوری طرح سے بالا کی پناہوں میں قید تھی بلکہ یوں کہنا بہتر رہے گا کہ وہ بالا کی قید میں قید تھی۔

اسے ساری رات اس نے نہیں سو رہا تھا، بالا نے اسے ایسے دبوچ کر رکھا ہوا تھا جیسے وہ کوئی تکیہ ہو اور اس تکیہ کے بغیر بالا صاحب کا سر اور کہیں سکون سے نہ ٹکتا ہو۔

"اٹھ جاؤ ٹھرکی ڈاکو، جان چھوڑ دو میری۔ اگر مجھے پتہ ہوتا نا کہ تم اس قدر ٹھرکی اور بے مروت انسان ہو تو میں رات کو تمہارے پاس کبھی نہیں آتی،"

"مطلب کہ تم جان بوجھ کر میرے پاس آئی تھی؟" وہ اسے کوستے ہوئے پتہ نہیں کیا کیا بول رہی تھی جب بالا نے اچانک ہی اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ بیلا تو گھبرا سی گئی تھی جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔ اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

ہاں یہ سچ تھا وہ بالکل بھی اس کے پاس نہیں آئی تھی، وہ تو جانتی بھی نہیں تھی کہ نیند میں وہ کہاں کہاں سفر کرتی ہے لیکن کل رات اسے بہت اچھی طرح سے اسے بتایا تھا کہ وہ رات میں کیا کیا کرتی ہے۔

اور اس کے کیا کیا کرنے پر اس کے ساتھ کیا کیا ہو سکتا ہے، اس کے بعد تو اس بات پر مہر لگ گئی تھی کہ بیلا کھلی آنکھوں سے سویا کرے لیکن کبھی اس ٹھر کی ڈاکو کے پاس نہیں جائے گی جو رات سے اس کی جان کو آیا ہوا تھا۔

اس وقت بھی دوپہر کا ایک بج رہا تھا لیکن مجال تھی جو وہ شخص اس کی جان چھوڑ رہا ہو۔

صبح فجر کے وقت اس نے اس کی منتیں کی تھی کہ اسے اٹھنے دے لیکن بالا پر تو بھوت سوار تھا۔ اس کے اندر کا رومینٹک کیڑا ایک دفعہ پھر سے جاگ گیا تھا اور اس نے ایک دفعہ پھر سے اس کے ہوش ٹھکانے لگائے تھے۔

اور اب بھی اس کا ارادہ کچھ ایسا ہی تھا لیکن بیلا اس پاگل ٹھر کی کو کم سے کم بھوکے پیٹ تو برداشت نہیں کر سکتی تھی، یہ آدمی تو اس پر کھانا حرام کر دے گا۔ جس طرح وہ کل رات سے اس پر قابض تھا اسے لگ رہا تھا یا تو وہ اس کی شدتوں سے مر جائے گی یا پھر وہ بھوک سے مر جائے گی۔

"جان چھوڑ دو میری، پلیز! مجھے بھوک لگ رہی ہے، کیا ساری زندگی بھوکے مارو گے مجھے... ؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے معصومیت سے بولی لیکن بالا جانتا تھا وہ بالکل معصوم نہیں ہے، وہ اس سے بھاگنے کے لیے بہانے کر رہی ہے اور اگر اسے بھوک لگی ہوئی ہے تو تھوڑی دیر برداشت کر لے۔ کون سا وہ اس سے بھوکا مارنے والا تھا۔

"اتنی کیا مر رہی ہو؟ کھانا نہ ہو گیا زندگی کی ضمانت ہو گئی ہو؟ کھانا نہیں ملے گا تو مر جاؤ گی کیا؟ اپنے شوہر کی جذبات کا احترام کرو، دیکھو میرا دل کیسے دھڑک رہا ہے؟ تم تو ڈاکٹر ہو نا، ذرا علاج کرو میرا، یہ سانسیں کیوں تیز ہو رہی ہیں میری اور یہ میرا دل جو ہے وہ میرے قابو میں کیوں نہیں رہتا، ہر وقت دھک دھک کرتا رہتا ہے؟"

"تمہارا دل ہر وقت دھک دھک کرتا رہتا ہے کیونکہ اس ٹھرکی کا کام ہی بس دھک دھک کرنا ہے اور یہ جو تمہاری سانسیں تیز ہو رہی ہیں نا، یہ تمہارے

اندر کا ٹھرکی آدمی جاگ رہا ہے پھر سے، جو کم سے کم میں برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ میری جان چھوڑ دو ورنہ..."

"ورنہ! تم مجھے ورنہ کی دھمکی دے رہی ہو وہ بھی میری باہوں میں قید ہو کر؟ بیلا، یا تو تم دنیا کی معصوم ترین لڑکی ہو یا تم نے بے وقوفی میں پی ایچ ڈی کر کے رکھی ہوئی ہے۔ تمہیں سچ میں لگتا ہے تمہارا ورنہ اس جگہ پر کسی بھی طرح کا اثر دکھا سکتا ہے؟ مطلب تم میری باہوں میں قید ہو کر مجھے ہی..."

"غلطی ہو گئی مہاراج، مجھ سے غلطی ہو گئی، چرن کہاں ہیں آپ کے؟ معاف کر دیجیے مجھے جانے دیجیے، چھوڑ دو مجھے ٹھرکی ڈاکو! میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا کیوں میری جان کو آئے ہوئے ہو؟" وہ اچھی خاصی جنگ کر چکی تھی لیکن اس کے ہٹے کٹے وجود کو ہٹانا اس کے لیے ناممکن ہو گیا تھا، اب تو اس کے نیچے وہ دبنے لگی تھی۔

"اچھا یار چھوڑ رہا ہوں میں، تم تو مرنے والی ہو گئی ہو حالانکہ میں نے تم پر بالکل بھی اپنا وزن نہیں ڈالا ہوا، تمہیں نہیں لگتا تم اوور ایکٹنگ بہت زیادہ کرتی ہو؟ ڈاکٹر کس نے بنایا تمہیں؟ ایکٹریس ہونا چاہیے تھا،

خیر چھوڑو ایک کس دو اور جاؤ یہاں سے، میرا ابھی کوئی ارادہ نہیں ہے مزید تمہارے ساتھ لڑنے کا۔ کیا کیا سوچا تھا رات کو، صبح اٹھو گی تو مجھ سے شرمائی شرمائی، نظریں جھکائے، لجائی گھوم رہی ہو گی لیکن یہاں تو بیلا میڈم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بک بک کیے جا رہی ہیں۔ شرم و حیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے تمہارے اندر؟ تھوڑا سا کوئی فارمیلٹی ہی کر لے،" وہ اس کو ایک جھٹکے سے اپنے سینے پر کرتا اس کا چہرہ اپنے بے حد قریب کرتے ہوئے شرارتی انداز میں بولا تھا۔

"تم نے اپنی ٹھرک پوری کرتے ہوئے شرم و حیا دکھائی تھی ٹھرکی ڈاکو؟ ایک معصوم سی لڑکی نیند میں بہک کر تمہارے قریب کیا آ گئی، تمہارے اندر کا جن جاگ گیا؟ تم نے ترس کھایا مجھ پر؟ اور میں تم سے شرماؤں گی؟ اتنے برے دن

لگتے ہیں تمہیں میرے؟ اور میں تمہیں کس کروں گی؟ شکل دیکھی ہے آئینے میں؟ میں دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی، بقول تمہارے، تم رات کو میرے کان میں بار بار کہہ رہے تھے کہ میں دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی ہوں اور تم... میں تمہیں کس کروں گی؟ چھی چھی چھی،" وہ اس سے دور ہٹتے ہوئے اب بھی اپنی کمر سے اس کے ہاتھ ہٹانے کی جدوجہد کر رہی تھی جبکہ وہ پوری طرح سے اسے اپنے سینے پر لٹائے اس کی بونگیاں سن رہا تھا۔

"ہاں یہ حقیقت ہی تو تھی، کل رات اسے اپنی باہوں میں بھر کر بالا نے اپنی بھرپور چاہت کا اظہار کیا تھا۔ اس کے پور پور کو چومتے ہوئے اس نے اسے بار بار بتایا تھا کہ وہ کتنی خوبصورت ہے اور اسے کتنی حسین لگتی ہے لیکن اسے ہرگز امید نہ تھی کہ صبح اٹھ کر اس کی بیوی اس سے شرمانے کے بجائے اپنی خوبصورتی جتا دے گی۔"

"یو ڈاکٹر بیلا! تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تمہیں چھوڑا جا سکے۔ میں اپنا وقت مزید تمہارے ساتھ برباد نہیں کرنا چاہتا، تم اتنی خوبصورت ہو کہ میں تمہیں

اپنی باہوں میں رکھنا چاہتا ہوں۔ ہرگز تمہیں مجھ سے دور جانے کی اجازت نہیں ہے۔ تم کتنی خوبصورت ہو میں تمہیں ایک دفعہ پھر سے بتانا چاہتا ہوں، وہ بھی تمہارے پور پور کو چھو کر، تمہاری خوبصورتی کو محسوس کر کے۔ میں تمہارے شوہر ہونے کا پورا حق ادا کروں گا۔ تم اتنی خوبصورت ہو کہ تمہیں بار بار سراہا جائے اور ہاں اب بھوک بھوک کی گردان بند کرو۔ کیونکہ اب تمہیں کھانا تبھی ملے گا جب میں تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت دوں گا،

تم مجھے ظالم جابر، ستم گر وغیرہ وغیرہ کچھ بھی کہہ سکتی ہو

کیونکہ میرے اندر کے رومینٹک جن کو تم نے خود جگایا ہے، مجھے بار بار یہ بتا کر کہ تم خوبصورت ہو اور تمہاری اس خوبصورتی پر میرا حق ہے،" وہ ایک جھٹکے سے اسے واپس بیڈ پر لٹاتا اس پر سایہ فگن ہوا تھا جبکہ بیلا تو گھبرا کر رہ گئی تھی۔

صبح اس نے بے حد محبت سے اس کی منتیں کی تھی کہ وہ اسے چھوڑ دے لیکن بالا پر تو اس وقت کوئی جن سوار ہو گیا تھا۔ اس کی محبت بھری منتوں پر اس نے بالکل کان نہیں دھرے تھے اسی لیے بیلا نے اب اس کے ساتھ لڑتے ہوئے

اپنی جان چھڑانی چاہی تھی لیکن ایک بات تو آج بیلا کو پتہ چل چکی تھی کہ اس کا کوئی بھی انداز بالا کے اندر کے ٹھرکی ڈاکو انسٹال ہونے سے نہیں روک سکتا تھا کیوں کہ جب تک اس کی باہوں میں بیلا تھی تب تک دنیا کی کوئی طاقت اسے رومینٹک ہونے سے نہیں روک سکتی تھی۔

○○○○○○○○○

"کہاں جا رہے ہیں ڈاکو جی؟" وہ اس کے پاس سے اٹھا ہی تھا جب وہ اس کا بازو پکڑ کر پوچھنے لگی۔

"راگا ڈاکو کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ تم یہیں بیٹھو، تمہارے لیے دودھ گرم کر کے لا رہا ہے، بنا کوئی بھی مستی، بنا کوئی بھی ضد کیے تم اسے پیو گی۔ ٹھیک ہے؟" وہ پیار سے اس کے گال کھینچتے ہوئے بولا۔

"نہیں مجھے نہیں پینا اور میں ضد بھی کروں گی، مستی بھی کروں گی، کیا کر لیں گے آپ؟ بتائیں کر کیا سکتے ہیں آپ؟ غصہ کریں گے مجھ پر؟"

وہ فوراً انکار کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگی جیسے سچ مچ میں ارادہ اسے غصہ چڑھانے کا ہو۔

"میں کیوں کروں گا اپنے معصوم سے سائیں پر غصہ؟ نہیں دل کر رہا مت پیو، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی اس کا ذائقہ بالکل اچھا نہیں ہوتا، میں تو تمہاری صحت کے لیے کہہ رہا تھا لیکن اب کوئی چیز پسند نہیں ہے تو کتنا ہی زبردستی اسے گھسیٹا جائے۔ بلکہ ایسا کرتا ہوں جمرو کو منع کر دیتا ہوں، جو چیز میرے سجن سائیں کو پسند نہیں وہ اسے زبردستی نہیں دی جا سکتی،" وہ نرمی سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تو دعا منہ سکیڑ کر رہ گئی تھی۔

"ارے یہ کیا بات ہوئی؟ آپ کو تو میری بالکل پرواہ ہی نہیں ہے۔ میں دودھ نہیں پیوں گی تو ٹھیک کیسے ہوں گی؟ آپ کو زبردستی مجھے پلانا چاہیے۔ میں تو بیمار ہوں اور بیمار لوگ تو ضد کرتے ہیں نا؟ ایسے انہیں ان کے حال پر تھوڑی چھوڑ دینا چاہیے؟ اگر میں ضد کروں تو آپ کو میری ضد ماننی بھی چاہیے اور کبھی کبھی تھوڑا تھوڑا غصہ بھی کر لینا چاہیے۔ یہ تھوڑی نہ ہوا کہ بندہ بیمار ہے تو

اسے سر پر چڑھا لیا جائے! آپ مجھے غصہ کر کے، ڈانٹ کر بھی تو پلا سکتے ہیں،" وہ منہ بناتے ہوئے بولی تھی، اس کے انکار کرنے پر وہ اتنا جلدی مان کیسے گیا تھا۔ اسے تو زبردستی اسے پلانا چاہیے تھا نا۔

"اچھا! مطلب کہ میں تم پر غصہ کر کے بات منوا بھی سکتا ہوں؟ چلو ٹھیک ہے، اب سے غصہ کر کے تم سے بات منوایا کروں گا لیکن فی الحال اگر تمہارا دل نہیں کر رہا تو بے شک مت پیو کیونکہ میڈیسنز کے ساتھ تو تم نے ویسے بھی دودھ پینا ہی ہے، اس لیے میں نے تمہیں رعایت دی تھی،"

"میں جانتا ہوں بار بار یہ بدذائقہ دودھ ہرگز تم سے نہیں پیا جائے گا،" اب کے اس نے اسے وجہ دی تھی۔

"ارے ہاں نا، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں! میں نے دوائیوں کے ساتھ بھی تو یہ گندے سے ذائقے والا دودھ ہی پینا ہے نا۔ خیر، ہم بعد میں دودھ پیئیں گے، چلیں پہلے بیمار کی تیمارداری کرنے چلتے ہیں،" وہ اٹھ کر اس کا بازو تھامنے لگی تو اس کے تیمارداری کہنے پر سردار کو ہنسی آگئی تھی۔

"سجن سائیں، میں اس کی تیمار داری میں ہی اس کی ہڈیوں کا سُرمہ بنانے جارہا ہوں۔ دیکھنے جارہاہوں کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے بلکہ میرا دل خراب ہوا اس کی شکل دیکھ کر تو ہو سکتا ہے میں اسے موت کی نیند سلادوں، تم خواہ مخواہ ہی اپنا وقت نہ برباد کرو، اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی بھی طرح کی ہمدردی جتانے کی ضرورت ہے،" وہ پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا۔ راگا کے پاس تو وہ اس کی بے بسی دیکھنے جارہا تھا، اسے زندگی کی چھوٹی سی امید دے کر اس سے اپنے سب سے بڑے دشمن کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش میں تھا۔

"او اچھا! ویسے میں بھی اس کی تیمار داری کرنے نہیں جارہی، میں تو اسے بتانے جارہی ہوں کہ دیکھو تم نے مجھے مارنے کی پوری کوشش کی لیکن پھر بھی میرے ڈاکو جی نے مجھے بچالیا اور تم اپنی اس کوشش میں پوری طرح سے ناکام رہے ہو۔ ایک بات بتاؤں، ایسے آدمی سے مجھے بھی کوئی ہمدردی نہیں ہے بلکہ اگر میرا بس چلے تو میں خود اپنے ہاتھوں سے اسے گولی مار ڈالوں لیکن مسئلہ یہ

ہے کہ مجھے بندوق چلانی نہیں آتی۔ میں ٹھیک ہو جاؤں تو آپ مجھے بندوق چلانا سکھائیں گے ؟" وہ جیسے فرمائش کر رہی تھی، اس کی فرمائش پر سردار مسکرادیا تھا۔

"اگر میں انکار کر دوں تو؟" اس کے ساتھ قدم بقدم وہ راگاڈاکو والے کمرے کی طرف بڑھاتے ہوئے سوال کرنے لگا۔

"اوہیلو! میں فری میں نہیں سیکھنے والی آپ سے، جو آپ انکار کر دیں گے ؟ آپ مجھے کچھ سکھائیں گے تو میں آپ کو اس کا معاوضہ دوں گی۔ ایک کِس صبح، ایک کِس شام کو، لیکن اگر آپ کا ارادہ نہیں ہے سکھانے کا تو۔۔۔!"

"ارے ارے، کیوں ارادہ نہیں ہو گا سجن سائیں؟ تمہیں نہیں سکھاؤں گا تو پھر کس کو سکھاؤں گا؟ تم نے پہلے نہیں بتایا کہ تم معاوضہ دے کر کچھ سیکھنے والی ہو۔ مجھے لگا کہ۔۔۔!"

"بس بس! اب زیادہ بہانے مارنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ پہلے انکار کر چکے ہیں۔ لگتا ہے مجھے کسی اور ہی ٹیچر کا انتظام کرنا ہو گا اس ٹیچر کے تو نخرے ہی بہت ہیں۔" اب وہ پوری طرح سے نخرے دکھانے کے موڈ میں آ چکی تھی۔

"اے نہیں نہیں، میرے کوئی نخرے نہیں ہیں۔ میں سکھاؤں گا نا تمہیں، تم بس اپنے معاوضے والی بات پر قائم رہنا۔ تم جو کہو گی میں تمہیں سکھاؤں گا۔ اگر کہو گی تو اپنے ساتھ ڈکیتی پر بھی لے جاؤں گا۔ وہاں پر، بے شک جو جو تم نے سیکھا ہے اس کو ایکسپیرینس بھی کر لینا،" وہ مزے سے بولا تو دعا کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ کیا وہ سچ مچ میں اسے ڈکیت و قاتل بنانے کا ارادہ رکھتا تھا؟ وہ تو بس ایسے ہی مستی مستی میں پستول چلانا سیکھنا چاہتی تھی۔

"توبہ توبہ استغفر اللہ! میں آپ کو چور، ڈاکو، قاتل نظر آتی ہوں؟ میں تو بس ایسے ہی کہہ رہی تھی، ٹھیک ہے مجھے نہیں سیکھنا۔ آپ تو مجھے اپنے ساتھ ڈکیتیوں پر لے کر جا رہے ہیں!"

"ہاں تو تم سردارنی ہو اس قبیلے کی، تم تو کچھ بھی کر سکتی ہو۔ بلکہ کچھ بھی کیا، میں تو کہتا ہوں ایک آدھ ڈکیتی پر میرے ساتھ چل کر ایکسپیرینس کرو، مزہ نہ آگیا تو کہنا!"

"استغفر اللہ ڈاکو جی، آپ بھی حد کرتے ہیں۔ میں نے ان سب چکروں میں نہیں پڑنا، میں ان سے دور ہی بھلی۔ آپ نے نہیں سکھانی مجھے پستول چلانی تو مت سکھائیں کم سے کم مجھے ان الٹی سیدھی چیزوں میں تو نہ شامل کریں۔ توبہ توبہ آپ تو مجھے ہی ڈکیت بنانے پر تلے ہیں،" وہ کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوتے ہوئے بولی تو سردار بے باک قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہوا تھا۔

oooooooo

"تایا جی کیسے ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں ٹھیک ہوں گے آپ، کل کی امید نہیں کرتی کیونکہ آپ بالکل بھی ٹھیک نہیں،" وہ اندر داخل ہوتے ہوئے تایا کی حالت دیکھ کر بولی تھی۔

"اللہ اللہ کیا حال ہے کیا ہے ان کا؟ دیکھیں آپ لوگ کتنے ظالم ہیں، کتنا مارا ان کو،" وہ پریشانی سے تایا کو دیکھتے ہوئے سردار کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

جب سردار آگے کو آتا اس کی گردن کے قریب اپنا ہاتھ رکھ کر دبا گیا تھا جس پر راگا بلبلا اٹھا۔

"آنکھیں کھول کر دیکھ، یہ وہی ہے جسے تم نے جان سے مارنے کی کوشش کی تھی لیکن تو اپنی اس کوشش میں کامیاب بالکل نہیں ہو سکا۔ کیونکہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ سردار دلدار کے ہوتے ہوئے ہوا کا سرد جھونکا بھی میری دعام کو نہیں چھو سکتا تو نے کیسے سوچ لیا میں تیری کسی سازش کو کامیاب ہونے دوں گا۔ تو نے میری دعام کو تکلیف دی ہے اور اس تکلیف کی سزا تجھے بھگتنی ہو گی۔"

"نہیں نہیں ڈاکو جی پلیز نہیں! آپ انہیں اور مت ماریے گا۔ ان کی حالت تو پہلے ہی بہت زیادہ خراب ہے۔"

"سجن سائیں! تم یہاں سے باہر جاؤ،" وہ جو اس کے بالکل ساتھ ہی کھڑی راگا ڈاکو کی حالت دیکھ رہی تھی اس کے حکم پر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں نہیں میں نہیں جاؤں گی۔ میں جاؤں گی تو آپ انہیں جان سے مار ڈالیں گے، بیمار پر ظلم نہیں کرتے ڈاکو جی۔ ان کی حالت پہلے ہی بہت خراب ہے، اگر آپ انہیں مزید ماریں گے تو یہ تو بالکل ہی مر جائیں گے۔ اور بھولیں مت، ابھی آپ نے ان سے بہت کچھ پوچھنا بھی ہے، دیکھیں تایا جی پلیز، یہ آپ سے جو جو پوچھیں گے آپ بتا دیجیے گا، دیکھیں آپ کی حالت بہت خراب ہے اور یہ کسی پر ترس نہیں کھاتے۔ ویسے آپ کی میری ساتھ تو کوئی دشمنی نہیں تھی، آپ نے مجھے مارنے کی کوشش کی، اگر ڈاکو جی نہیں آتے تو میں مر جاتی، اس بات پر آپ کو سزا دینا بنتا ہے لیکن پھر بھی آپ اس حالت میں ہی نہیں ہیں کہ آپ کو کوئی سزا دی جا سکے، خود پر رحم کھائیے اور بتا دیجیے نا ڈاکو جی آپ سے جو پوچھ رہے ہیں، اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیے کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ آپ۔۔۔!"

"ہو گیا تمہارا؟ پیچھے ہو جاؤ، مجھے خود اس سے بات کرنے دو سجن سائیں، یہ انسان تمہاری نرمی کے قابل ہرگز نہیں ہے۔" وہ پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا۔ ایک تو یہ لڑکی دنیا کے ہر انسان کو اپنی طرح سمجھتی تھی۔ اب وہ اسے کیسے سمجھاتا کہ سامنے بستر پر پڑا یہ آدمی اس وقت موت کا انتظار کر رہا ہے نا کہ اسے حقیقت بتانے کا۔

"ڈاکو جی پلیز آپ ماریے گا مت پلیز، میں انہیں معاف کر رہی ہوں، انہوں نے جو بھی کیا میری طرف سے میں معاف کر رہی ہوں۔ ویسے بھی تو یہ میری جان لینا چاہتے تھے نا، دیکھیں ان کی حالت بہت خراب ہے، اگر آپ ان پر ظلم کریں گے تو آپ ہی ظالم کہلائیں گے، پلیز آپ انہیں جان سے مت ماریے گا،" وہ بے حد پیار سے اسے سمجھا رہی تھی، لہجے میں بے چینی تھی۔ جبکہ اب کی دفعہ سردار کی سخت گھوری پر وہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"کمرے سے باہر جاؤ، شاباش جاؤ! تم یہاں نہیں رک سکتی، اس انسان سے مجھے میرے طریقے سے بات کرنی ہے۔ یہ تمہاری باتوں کو نہیں سمجھ سکتا، سفاک

انسان کو صرف سفاکیت ہی سمجھ آتی ہے،" وہ پیار سے اس کے کندھے پر اپنا بازو پھیلاتے ہوئے اسے کمرے سے باہر لے جانے لگا تھا جبکہ اسے دروازے سے باہر کرتے ہوئے اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ دعام کو مزید گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

"ڈاکو جی پلیز انہیں جان سے مت ماریے گا! انہوں نے میرے ساتھ جو بھی کیا میں انہیں معاف کر چکی ہوں، پلیز آپ انہیں جان سے مت ماریے گا۔۔۔!" وہ بے حد پریشانی سے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے بول رہی تھی۔ جبکہ سردار دروازہ بند کرتے ہوئے اس کی آوازیں نظر انداز کرتا ڈاکو راگا کے بالکل قریب آکر اس کے اوپر جھکا تھا۔

○○○○○○○○

"کیسی لگ رہی ہے زندگی راگا ڈاکو؟ اس بستر پر پڑے پڑے تین دن پہلے ہوئے واقعے کو کوستے ہوئے، اپنے کارنامے پر فخر محسوس کر رہے ہو؟ میری بیوی کو تو دیکھ ہی لیا ہوگا تم نے، بالکل ٹھیک ہے۔ ہاں، چوٹ لگی ہے اسے لیکن

وقت رہتے علاج ہونے کی وجہ سے وہ ٹھیک بھی ہے اور جلد ہی اس کا زخم بھی بھر جائے گا، یعنی کہ وہ پھر سے میری زندگی میں بہاریں لے آئے گی اور تم اپنی اس سازش کے ساتھ شاید موت کو گلے لگالو گے۔ تو کیا خیال ہے؟ موت سے پہلے حقیقت سے پردہ اٹھانا پسند کرو گے تم یا پھر موت کو گلے لگانا؟" وہ بہت پیار سے پوچھ رہا تھا جیسے اس کے ساتھ بہت اچھے تعلقات ہوں۔

"سر... دار۔۔۔!"

"نہ، بالکل نہیں راگاڈاکو! اب کوئی غلطی مت کرو، تمہارے پاس الفاظ کم رہ گئے ہیں، اپنی زبان کا ٹھیک استعمال کرو، بتاؤ ہاں یا نہ۔ تم مجھے اس گھٹیا انسان کا پتہ بتاؤ گے یا پھر میں تمہارا اگلا کاٹوں؟ تمہاری کوئی بھی فضول بات میرے کان تک نہیں پہنچنی چاہیے، میرا ایک سوال تمہارا ایک جواب، بس! اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں،" وہ اسے اور کوئی بات کرنے کی اجازت ہی نہیں دینا چاہتا تھا۔ ڈاکو کے منہ سے عجیب عجیب طرح کی آوازیں نکل رہی تھی، وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ناکام ہو رہا ہے۔

"ویسے کتنی حیرت کی بات ہے نا؟ تم نے اپنی بیٹی کے معاملے میں ایک ایسے انسان پر یقین کر رکھا ہے جس نے چھ سال کی معصوم بچی تک کو نہ چھوڑا۔ اپنی ہوس، اپنی درندگی کا نشانہ بنانے سے پہلے یہ تک نہ سوچا کہ وہ ایک بیمار بچی ہے۔ اور تم اس انسان کے حوالے اپنی بیٹی کر گئے جسے تم دنیا سے چھپا کر رکھنا چاہتے تھے۔"

"کیا ہوا؟ ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ تمہیں کیا لگا میں کچھ نہیں جانتا تمہارے بارے میں؟ جس دن قبیلے میں وہ خط آیا تھا نا، اسی دن سے جانتا ہوں کہ تم ایک بیٹی کے باپ ہو۔ اور تم نے اس بیٹی کو دنیا سے چھپا کر رکھنا چاہا ہے تاکہ تمہارے کالے کرتوت تمہاری بیٹی کی راہ میں نہ آئیں۔ اپنی بیٹی سے اتنی محبت تھی تمہیں کہ تم نے اس پر ڈاکو کا سایہ بھی نہ پڑنے دیا۔"

"کیا کرتی ہے تمہاری بیٹی؟ سیکنڈ ایئر میں پڑھتی ہے آئی تھنک، کافی لائق بچی ہے۔ فاطمہ نام ہے نا اس کا؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہا تھا جبکہ راگا ڈاکو کو لگا جیسے اس کمرے کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔ جس راز

کو اس نے برسوں سے اپنے سینے میں دفن کر رکھا تھا، سامنے کھڑا یہ شخص اس کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا۔

"تمہیں ایک فرزانہ نام کی ڈانسر سے محبت تھی، تم صرف اس کی ڈانس دیکھنے کے لیے روز جاتے تھے۔ فرزانہ بھی تمہیں پسند کرتی تھی۔ لیکن ایک دن اڈے کے مالک نے تمہاری چوری پکڑ لی۔ وہ سمجھ گیا کہ تمہارے اور فرزانہ کے بیچ میں کچھ چل رہا ہے۔ اس نے ہنگامہ کرنے کے بجائے بیچ کی راہ نکالی۔ کچھ رقم میں اس نے لڑکی کو بیچ دیا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح میری ماں کے سوتیلے بھائیوں نے اسے بیچا تھا۔ تمہیں فرزانہ بے حد پسند تھی، اتنی کہ تم نے اس کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا، جس میں سے تمہیں ایک بچی بھی ہے۔ تمہاری بیوی اور بچی ڈکیت قبیلے اور ڈکیتی سے کوسوں دور ہیں تم نے یہاں کے کام کا سایہ بھی اپنی اس بیٹی پر نہیں پڑنے دیا، اتنی انمول تھی تمہیں اپنی بیٹی لیکن تمہارے اپنے سگے بھائی کی بیٹی بیماری سے لڑتے لڑتے لٹ کر مر گئی

اور تمہیں اس پر ذرا ترس نہ آیا۔ ذرا سوچو، اگر تمہاری بیٹی کل صبح کالج جاتے ہوئے اغوا کرلی جائے اور اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا۔۔۔!"

"آہہہہہ۔۔۔۔" سردار ابھی اپنی بات مکمل تک نہیں کر پایا تھا جب وہ غصے سے غرایا۔

"کیا ہوا؟ غصہ آرہا ہے؟ بہت غصہ آرہا ہے؟ دل چاہ رہا ہے کہ ابھی کے ابھی مجھے جان سے مار ڈالو؟ غیرت جوش مار رہی ہے؟"

"آنا چاہیے غصہ، بالکل آنا چاہیے۔ چلو کسی معاملے میں تو تمہاری غیرت جاگی، لیکن اب کیا فائدہ اس غیرت کو جگانے کا؟ تم تو بے غیرت بن کر اپنی بیٹی اور بیوی کو انسپیکٹر صابر کے سہارے پر رکھے بیٹھے ہو۔ انسپیکٹر صابر نے قبیلے پر حملہ کرنے سے پہلے تم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہاری بیوی اور ہونے والے بچے کو محفوظ ٹھکانہ دے گا بلکہ انہیں ڈاکوؤں کی دنیا کے آس پاس بھی نہیں بھٹکنے دے گا، وہ انہیں ایک اچھی زندگی دے گا۔ تمہیں اس قبیلے کی سرداری کا لالچ تھا اسی لیے تم کبھی اپنی بیوی اور بچی کے پاس پلٹ کر گئے ہی نہیں، بس انہیں

ہر مہینے بڑی رقم بھیجتے رہے۔ قبیلے میں تمہیں آئے دن خط ملتے تھے کیونکہ تمہاری بیوی پڑھی لکھی نہیں تھی اور وہ سارے خط انسپکٹر صابر لکھ کر بھیجتا تھا۔ کیوں؟ قبیلے سے حاصل ہوتی ایک بڑی رقم کا آدھا حصہ ہر مہینے تم انسپکٹر صابر کو بھیجتے تھے تاکہ اس کی رشوت کا دھندا بھی چلتا رہے اور قبیلے کو کسی بھی طرح کا کوئی نقصان بھی نہ ہو اور تمہاری بادشاہت بھی قائم رہے۔ ٹھیک ہے یار، تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے تھا، جب تک تم قبیلے کے سردار رہے تم نے اس قبیلے کی حفاظت کی کیونکہ تمہیں لگتا تھا کہ تم ہمیشہ یہاں کے سردار بنے رہو گے۔ لیکن ان سارے اچھے کاموں میں تم نے ایک کام بہت عجیب کیا، جانتے ہو کیا؟ کہ اپنی بیٹی کے معاملے میں انسپکٹر صابر پر یقین کر لیا۔ کیا کرتا ہو گا انسپکٹر صابر تمہاری بیوی اور بچے کے ساتھ؟ شاید ہر روز روندتا ہو گا، ہر روز لوٹتا ہو گا تمہاری بیٹی کی آہ و پکار۔۔۔!"

"نہیں نہیں! میری بیٹی صابر کے پاس نہیں ہے، میری بیٹی اس کے پاس نہیں ہے کیونکہ صابر بلوچستان میں ہے اور میری بیٹی لاہور میں۔ وہ میری بیٹی سے ملنے کبھی نہیں گیا،" وہ بری طرح سے بپھرتے ہوئے بول رہا تھا۔

"اچھا! تم کہتے ہو تو مان لیتا ہوں لیکن جس نے ایک چھ سال کی بیمار بچی پر رحم نہیں کھایا اس کی بات پر یقین کر رہے ہو تم۔۔۔! خیر کرو یقین، تمہاری بیٹی تمہارا معاملہ۔ مجھے بس یہی جاننا تھا کہ وہ کہاں ہے۔"

وہ پرسکون انداز میں بولا تو اب کی دفعہ راگا آگے سے کچھ نہیں بول سکا تھا۔

"سردار! میں جانتا ہوں، اس کے بارے میں سب جانتا ہوں۔ تمہیں سب کچھ بتاؤں گا،" وہ واپس جانے کے لیے قدم اٹھانے لگا تھا جب اچانک ہی سے راگا کی آواز سنائی دی اس نے پلٹ کر راگا کو دیکھا تھا۔

پھر واپس اس کے پاس آتے ہوئے اس کے تکیے پر ہاتھ رکھتا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گیا۔

"تم سب کچھ جانتے ہو، تم سب کچھ بتاؤ گے لیکن جو تم نے نہیں بتایا وہ میں پہلے ہی جانتا ہوں۔ تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ تمہارے گندے خون سے تعلق رکھتے ہوئے مجھے اندازہ نہیں ہو گا کہ تمہاری بیٹی کہاں ہے؟ تین سال پہلے تمہاری بیوی کا انتقال ہو گیا، تبھی سے فاطمہ میرے پاس ہے اور بالکل محفوظ ہے۔ اس پر کوئی بھی گندی نظر اٹھنے سے پہلے سردار اس کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔ میری اشم تمہارے لیے فاطمہ جیسی نہیں تھی لیکن تمہاری فاطمہ میرے لیے میری اشم جیسی ہے۔ تم نہیں چاہتے تھے کہ وہ ڈاکوؤں کے بیچ پلے بڑھے، اسی لیے میں نے اسے ڈاکوؤں سے بہت دور کر کے رکھا ہے۔"

"14 سال کی ہو چکی ہے وہ، تمہارا نام تک نہیں جانتی۔ اسے یہی پتہ ہے کہ دلدار نام کا ایک آدمی اس کا بھائی ہے۔ اپنی ماں بھی ٹھیک سے یاد نہیں اسے۔ پانچ سال سے ہوسٹل میں رہ رہی ہے۔ صابر حسین اتنے وقت سے تم سے جھوٹ بول رہا ہے، وہ جانتا تک نہیں ہے تمہاری بیٹی کہاں ہے، وہ صرف تم سے جھوٹ بول رہا ہے۔ یہاں تک کہ تمہاری بیٹی تو یہ بھی نہیں جانتی کہ وہ

تمہاری بیٹی ہے، اسے بس یہ پتہ ہے کہ اس کا ایک بھائی ہے جس کا نام دلدار ہے اور بس، اس کا بھائی مجبور ہے اس سے ملنے نہیں آ سکتا۔ تم اتنے سالوں سے جسے پوری دنیا سے چھپا چھپا کر رکھ رہے ہو، وہ بہت سالوں سے میرے سامنے ہے۔ بلکہ یہ کہنا ٹھیک رہے گا کہ وہ ہمیشہ سے میرے سامنے ہے اور تمہیں خبر تک نہیں ہوئی ہے۔"

"تو مجھے تم سے جو پوچھنا تھا میں پوچھ چکا ہوں، اس کے علاوہ مجھے تم سے اور کچھ بھی نہیں جاننا، کچھ بھی نہیں۔ ہاں لیکن میں تمہارے مرنے کا انتظار کروں گا۔ میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں نہیں مار سکتا کیونکہ میری سجن سائیں نہیں چاہتی کہ میں تمہیں ماروں، وہ تمہیں معاف کر چکی ہے، تمہاری حالت پر ترس کھا چکی ہے لیکن یقین مانو مجھے تم پر ترس بھی نہیں آ رہا۔ میری ایک چھوٹی سی بات مان لو گے؟ انسپکٹر صابر حسین کے مرنے سے پہلے اپنی موت آپ مر جاؤ ورنہ میں تمہیں بہت بھیانک موت دوں گا، بہت بھیانک۔ خیر میں باہر جا رہا ہوں، میری بیوی باہر میرا انتظار کر رہی ہے، تم بھی اوپر نکلنے کی تیاری کرو کیونکہ اس

دنیا میں تم جیسے انسان کی اب کوئی جگہ نہیں،" وہ کہتے دروازہ کھولتا باہر نکل گیا تھا جبکہ راگا ڈاکو ایک دفعہ پھر سے چھت کو گھورنے لگا تھا۔

00000000

"تم یہاں باہر کیا کر رہی ہو؟ دروازہ بند کیوں ہے؟" بالا نیچے آیا تو اس نے دعام کو باہر کھڑے دیکھا تھا۔

"ڈاکو جی اندر ہیں، وہ نا اس راگا کے ساتھ پتہ نہیں کیا کر رہے ہیں، کہیں وہ اسے جان سے نہ مار ڈالیں،" وہ بہت پریشانی سے اسے بتا رہی تھی۔

"وہ پہلے ہی آدھا مرا ہوا ہے، سردار ہرگز اسے جان سے نہیں مارے گا، تم فکر مت کرو۔ یہاں آؤ، باہر چل کر بیٹھو، تمہارا اس طرح کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ہے،" وہ بیلا کہہ رہی تھی کہ تمہارے سر پر چوٹ لگی ہے، چکر وغیرہ آ سکتے ہیں، اس طرح سے کھڑی مت رہو، وہ اسے باہر چارپائی کی طرف چلنے کا اشارہ کرنے لگا تو دعام اس کے ساتھ ہی باہر آئی تھی جبکہ سارا دھیان دروازے کی طرف تھا۔

"ڈونٹ وری بچے، کچھ نہیں ہو گا۔ سردار اسے جان سے نہیں مارے گا، جب تک وہ ہمیں ہمارے مطلب کی چیز نہیں بتا دیتا۔ اس کے پاس کچھ راز ہیں جو جاننا بہت ضروری ہے،" بالا کو یہی لگا تھا کہ وہ اس کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی اسی لیے وہ اس سے بس کچھ حد تک ہی بتا رہا تھا لیکن اس کے منہ سے انسپیکٹر صابر حسین کا نام سن کر وہ سمجھ چکا تھا کہ سردار نے اس سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔

"ہاں، جب تک اس آدمی کا پتہ نہیں چل جاتا تب تک اس آدمی کو جینا ہو گا۔ تم نے ناشتہ کیا؟" وہ اس کا دھیان اس بات سے ہٹانے لگا تھا۔

"جی ناشتہ بھی کیا اور ہم دوپہر کا کھانا بھی کھا چکے ہیں۔ آپ کی دوپہر ابھی ہو رہی ہے؟ وقت دیکھا ہے آپ نے؟ دوپہر کے ڈھائی بج رہے ہیں، یہ کون سا وقت ہے کمرے سے نکلنے کا؟ اور یہ بیلا میڈم کہاں ہیں؟ ان کا آج باہر نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے؟ آپ کو پتہ ہے اس نے میری پٹی بھی چینج کرنی تھی؟" دعا م اچانک سے بولی تو بالا کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ بیلا تو

گہری نیند سو رہی تھی، ساری رات بھی اس نے اسے نہیں سونے دیا تھا اور پھر صبح بھی اس کے ہوش اچھے سے ٹھکانے لگا چکا تھا۔ ممکن تھا کہ آنے والے تین دن میں وہ نہ ہی جاگے۔

"رات کو طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی میری، بہت تیز بخار ہو گیا تھا۔ پھر کوئی نہ کوئی ڈاکٹر تو ہونا چاہیے تھا جو میرا خیال رکھے۔ تو ڈاکٹر بیلا کافی اچھی ڈاکٹر ثابت ہوئی ہے۔ میں اسے پاس کر رہا ہوں اس کی ڈاکٹری میں۔"

"کیا آپ کو بخار تھا؟ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ اب کیسے ہیں آپ؟ اور بیلا اب تک کیوں نہیں نیچے آئی؟ بخار تو رات کو تھا نا؟"

"صبح بھی تھا، صبح تو بہت بہت زیادہ تیز بخار تھا۔ ابھی کہیں جا کر اترا ہے، بیلا بیچاری میری وجہ سے ساری رات بھی آرام میں نہیں رہی، صبح بھی اس کی بے آرامی میں گزر گئی، اب کہیں جا کر وہ سوئی تھی تو مجھے اپنی طبیعت بہتر محسوس ہوئی، اسی لیے میں نیچے آ گیا۔" وہ بہانہ بناتے ہوئے اسے بتانے لگا تھا جب وہ اس کی بات پر یقین کرتے ہوئے وہ جمرو کو اس کے لیے ناشتہ لانے کا آرڈر

جاری کر چکی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اس کے لیے دودھ بھی منگوا رہی تھی اور فروٹ بھی کاٹ کر لانے کا کہہ دیا تھا۔ اب بیلا آرام کر رہی تھی تو اس کی غیر موجودگی میں بیلا کے پیشنٹ کا خیال رکھنا تو دعام کا فرض تھا، بے شک آج کل وہ خود ہی پیشنٹ بنی ہوئی تھی۔ جبکہ بالا خاموشی سے اس کے حکم پر سر کو ہاں میں ہلاتا ناشتے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

بیلا تو بھوک کرتے ہی اس کی باہوں میں گہری نیند سو گئی تھی، کل رات اس نے سچ مچ میں بیلا پر سانسیں تنگ کر دی تھیں۔ ایک بات تو کلیئر تھی کہ کم سے کم آنے والے ایک ہفتے تک تو بیلا نے اسے اپنے قریب بھی نہیں آنے دینا تھا لیکن وہ بھی ڈاکو بالا تھا، اتنی مشکل سے اسے بیوی ملی تھی جسے وہ ہرگز خود سے دور نہیں کرنے والا تھا۔ ہاں لیکن وہ بھوکے پیٹ سوئی ہوئی تھی، یہ سوچ کر بالا کو اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا۔ اسی لیے اس کا ارادہ اس کے ساتھ ہی ناشتہ کرنے کا تھا۔

○○○○○○○○

"شکر ہے آپ باہر نکل آئے ڈاکو جی! بالا بھیا کو رات سے بخار ہے، ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی اسی لیے وہ اتنی دیر سے آئے ہیں۔

صبح سے ان کی طبیعت خراب ہے، میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا شاید تھکاوٹ کی وجہ سے، کام بھی تو بہت کرتے ہیں نا بیچارے۔

آیئے، دیکھیے انہیں،" وہ جیسے ہی کمرے سے نکل کر باہر آیا تھا تو دعام اسے بالا کے بارے میں بتانے لگی تھی جب کہ اس کے چہرے سے وہ کہیں سے بیمار نہیں لگ رہا تھا بلکہ جمرو کو کھانا لانے کا آرڈر دیتے ہوئے اس کا ارادہ واپس کمرے میں بند ہونے کا تھا۔

"ارے ارے! بالا کو بخار ہے؟ میں اتارتا ہوں اس کا بخار، وہ بھی بہت اچھے طریقے سے۔ ایسے اتاروں گا کہ دوبارہ کبھی بخار ہو گا نہیں اور نہ ہی آئندہ کبھی کمرہ پذیر ہونے کی نوبت آئے گی۔" وہ اسے گریبان سے پکڑتے ہوئے اپنے سامنے کر کے بولا تھا۔

"سردار یار! طبیعت ٹھیک نہیں ہے میری، ابھی تو دعام نے بتایا تمہیں، بخار تھا مجھے، اب کہیں جا کر بخار اترا ہے تو نیچے آیا ہوں۔ ابھی بھی طبیعت میں تھوڑی سستی محسوس ہو رہی ہے،" وہ جو دعام کو اپنا بہانہ سنا چکا تھا وہی بہانہ اس نے سردار پر بھی چھاپنے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں تو! اتارتا ہوں تیرا بخار میں، اگلے ایک ہفتے تک تو نیچے سوئے گا۔ سارا بخار خود بخود اتر جائے گا،" وہ بے فکر سے انداز میں بولا تو بالا نے بھری معصومیت سے نفی میں سر ہلایا تھا جس پر سردار کا جاندار قہقہہ قبیلے کی فضاؤں میں گونجا۔

"نہیں نہیں! مجھے کمرے میں جانا ہے۔ وہ کیا ہے نا کہ کمرے میں میرے پاس ایک عدد ڈاکٹر بھی ہے جو میرا خیال رکھ سکتی ہے۔ اب ایک ہفتے تک یہاں نیچے کون خیال رکھے گا میرا؟ میرا بخار پوری طرح سے اتر جائے، میں اپنے کمرے میں ہی رہوں گا۔ فکر مت کر، اب تو میرے پاس میری پرسنل ڈاکٹر بھی ہے۔"

"اور ویسے بھی، میری پرسنل ڈاکٹر میرا بہت خیال رکھتی ہے، بہت زیادہ۔ کل سے اس نے اپنی نیند قربان کرلی ہے میرے لیے، تو میں تو اپنی ڈاکٹر کے پاس رہوں گا،" وہ چہرے پر معصومیت سجائے اس انداز میں بولا کہ سردار بے ساختہ مسکرانے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"اپنی اس پرسنل ڈاکٹر کو جاکر بول کہ میری بیوی کو بھی اس کی خدمتوں کی ضرورت ہے۔ وہ اس کی پٹی بدلنے والی تھی۔ لیکن اس کی نیندیں ہی پوری نہیں ہو رہیں، لگتا ہے رات کو تیری طبیعت ٹھیک کرتے کرتے اس کی اپنی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔

جا لے کر آؤ اسے، میں اس سے تھوڑی بہت انفارمیشن ان میڈیسن کی لے لیتا ہوں۔ کل سے خود کرلوں گا لیکن آج آکر مجھے سمجھائے کہ ان دوائیوں کا استعمال کس طرح سے کرنا ہے تاکہ میں اپنی بیوی کا خود خیال رکھ سکوں جس طرح وہ تیرا خیال رکھتی ہے۔" وہ اس کے چہرے سے ہی جیسے بالا اور بیلا میں

سب کچھ ٹھیک ہونے کا اندازہ لگا چکا تھا تبھی اب کی دفعہ نرمی سے بولا تو بالا نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں ہاں ضرور، وہ کھانا کھا لے پھر بھیجتا ہوں اسے نیچے، بیچاری کو کافی بھوک لگی ہوئی تھی پھر سو گئی۔ میں ملتا ہوں تجھ سے،" وہ کہتے ہوئے اوپر کی طرف چل پڑا، تو سردار دوبارہ سے واپس دعام کے پاس چارپائی پر آ بیٹھا تھا۔

ooooooo

"ڈاکو جی! آپ نے راگا ڈاکو کو کچھ کیا تو نہیں؟ وہ ٹھیک ہے نا؟ میرا مطلب ہے آپ نے انہیں جان سے تو نہیں مارا نا؟ پلیز کہہ دیجیے کہ آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا، مجھے بہت پریشانی ہو رہی ہے،" وہ سچ مچ میں پریشان ہو گئی تھی۔

"اوہو! میرا بھولا سائیں، نہیں مارا میں نے اسے؟ میں اسے مارنے تھوڑی گیا تھا، میں اس سے بات کرنے گیا تھا۔ تمہیں بتایا تو تھا کہ مجھے اس سے معلومات چاہیے، بس وہی معلومات لے رہا تھا۔ خیر چھوڑو یہ ساری باتیں، چلو اوپر روم میں چلتے ہیں۔"

"بیلا کھانا کھا لے پھر وہ اوپر آجائے گی، تب آئے گی تمہیں میڈیسن دے کر تمہاری یہ پٹی بدلنے کے لیے۔ آج میں سیکھ لوں گا اس سے یہ سارا کام، کل سے اس کا انتظار ہرگز نہیں کریں گے۔

ایک تو میں پڑھائی میں شروع سے ہی بہت اچھا نہیں تھا۔ اگر بالا کی طرح ہوتا تو یقیناً کچھ نہ کچھ سیکھ جاتا۔ جانتی ہو؟ وہ چوری ڈکیتیوں کے ساتھ بھی اپنی پڑھائی کر لیتا تھا۔"

"یہاں تک کہ جب ہم ڈکیتی کا حساب کیا کرتے تھے تب بھی وہ بیٹھا اپنی پڑھائی مکمل کرتا تھا۔

میرا تو پڑھائی کرنے کا دل ہی نہیں کرتا تھا لیکن بابا کی خواہش تھی کہ ان کے بچے پڑھے لکھے ہوں۔ اُشم تو نہیں پڑھ سکی لیکن جتنی ہو سکے اتنی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کی ہے میں نے۔ ہاں میرے لیے یہ مشکل رہا ہے، جس چیز میں دلچسپی نہ ہو اس چیز کی طرف جانا بہت مشکل ہے۔" وہ اس کے کندھے پر

ہاتھ رکھے پتھریلی پہاڑی کے اوپر چڑھتے ہوئے اچانک اسے اپنی بانہوں میں اٹھا گیا تھا جبکہ ساتھ ہی ساتھ اس کی اپنی باتیں بھی جاری تھی۔

"میں چل سکتی ہوں ڈاکو جی،" وہ اسے دیکھ کر بولی تو سردار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اپنے ڈاکو جی کے ہوتے ہوئے سردار کا سوہنا مکھڑا اپنے پیروں کو کیوں تکلیف دے،" وہ نرمی سے اس کا ماتھا چومتا اوپر کی طرف قدم اٹھانے لگا تو دعام نے مسکرا کر اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا تھا۔ جبکہ وہ اسے لیے اوپر کی طرف قدم بڑھاتا اس سے مزید باتیں بتا رہا تھا حالانکہ اس کے دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔ اس نے ایک فیصلہ کیا تھا اور اب اس نے یہ فیصلہ بالا کو سنانا تھا۔

○○○○○○○○

"میری اِشم کبھی تمہارے لیے فاطمہ کی طرح نہیں رہی لیکن فکر مت کرو تمہاری فاطمہ میرے لیے اِشم کی طرح ہے۔" وہ چھت کو دیکھ رہا تھا جبکہ کانوں میں بار بار سردار کے الفاظ گونج رہے تھے،

اس کے لیے اس کی فاطمہ اِشم کی طرح تھی۔ یعنی اس کی چھوٹی بہن کی طرح، اس بہن کی طرح جس نے اسے کھو دیا تھا، اس بہن کی طرح جس کی حفاظت کوئی نہیں کر سکا تھا۔ کاش! کاش وہ اس دن اس معصوم بچی کو اپنے ساتھ نہ لے کر جاتا۔ نہ جانے کس خیال کے تحت اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کا علاج کروائے گا اور یہ حقیقت تھی کہ اسے اِشم سے کوئی محبت نہ تھی، کوئی لگاؤ نہ تھا۔

اس نے تو کبھی اِشم سے محبت سے بات بھی نہیں کی تھی لیکن جس طرح دلدار اس کے لیے بے قرار تھا، اس کی جان بچانے کے لیے مارا مارا پھر تا تھا اس پر ترس کھا کر اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کے علاج کے لیے پیسے دے گا۔ ارادہ ساری زندگی کے لیے سردار کو اپنا غلام بنانے کا تھا نہ کہ اس کی بہن کی ذات پر اسے ترس آیا تھا۔

ہاں یہ حقیقت تھی وہ صرف اور صرف دلدار کو اپنا غلام بنا لینا چاہتا تھا، اپنے حکم کا غلام۔ وہ چاہتا تھا جس طرح وہ کہے اس طرح سردار اپنی زندگی

گزارے، اپنی مرضی سے کبھی کچھ نہ کرے، اس کی آنکھوں میں بہت چھوٹی
عمر سے ہی وہ بغاوت دیکھ چکا تھا

اس لیے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس کی بہن کا علاج کروا کے اسے اپنا غلام بنالے گا لیکن وہ کہاں جانتا تھا کہ کہ ایک چھوٹا اور سا غلط فیصلہ اِشم کی زندگی برباد کر دے گا۔ وہ تھوڑی دیر میں واپس آنے والے تھے اور یہ حقیقت تھی کہ وہ تھوڑی ہی دیر میں واپس آگئے تھے لیکن وہ تھوڑی سی دیر اِشم پر قیامت بن کر گزری تھی، وہ تباہ ہو گئی تھی، برباد ہو گئی تھی۔

وہ چھوٹی سی بچی چھوٹی سی عمر میں انسان اور درندے کی پہچان کر گئی تھی۔

وہ خاموشی سے چھت کو دیکھتا ماضی کی تلخیوں میں کھویا ہوا تھا۔

اسے محبت ہو گئی تھی، ہاں یہ بہت پہلے کی بات تھی جب اڈے میں ناچتی ایک لڑکی کو دیکھتے ہی اس کا دل دھڑکا تھا اور پھر اس نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اسے خرید کر لایا تھا بالکل اسی طرح جس طرح اس نے دلدار کی ماں کو خرید ا تھا۔

لیکن وہ بیچاری پہلے ہی غموں کی ماری تھی اور پھر راگا ڈاکو کا دل اس کے لیے دھڑکا تھا۔ اس نے اس سے نکاح کر کے اسے دنیا سے چھپا کر رکھ لیا تھا۔ وہ خود عزت دار نہیں تھا، اسے کیا عزت کی زندگی دیتا، اسی لیے اس نے اسے چھپانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

راگا ڈاکو نے اپنی روش چھوڑی نہ تھی، شادی کے بعد بھی وہ اتنا ہی آوارہ اتنا ہی بے رحم تھا۔ لیکن جب اس کی بیوی کو پتہ چلا کہ وہ ماں بننے والی ہے تو اس نے راگا کو صحیح راستہ دکھانا شروع کر دیا۔

وہ چاہتی تھی کہ وہ ہر طرح کا غلط کام چھوڑ دے جو ممکن نہیں تھا، راگا کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا ڈکیت قبیلے کا بادشاہ بننا۔ اسے اپنی سرداری واپس چاہیے تھی اور سرداری بغیر قبیلے میں آئے واپس نہیں مل سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی بیوی نے اسے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا، وہ اپنے بچے پر کسی بھی طرح کی مصیبت نہیں آنے دے سکتی تھی اسی لیے اس نے ہر چیز سے دور ہونے کا

فیصلہ کر لیا تھا جسے دیکھتے ہوئے راگاڈاکو نے اسے شہر میں ایک گھر لے کر دیا تھا۔

جہاں وہ دن رات اس کی خبر رکھتا تھا، وہ اس سے غافل ہرگز نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ اپنی عیاشیاں بھی چھوڑنے کو تیار نہیں تھا وہ واپس قبیلے میں آ گیا لیکن اسے پیچھے اپنی بیوی کی بھی ہر طرح کی خبر تھی۔

قبیلے کا سردار بنتے ہی اسے خبر ملی تھی کہ وہ ایک بیٹی کا باپ بن گیا ہے۔ تب پہلی دفعہ اس کے دل میں کسی کے لیے جذبات جاگے تھے، ہاں اس کی بیٹی کے لیے۔ وہ اپنی بیٹی کو ہر طرح کی مصیبت سے بچانا چاہتا تھا، ہاں وہ فاطمہ کا اچھا باپ بن گیا تھا، بنا اس کے سامنے آئے، بنا اسے محسوس کیے لیکن وہ اِشم کا اچھا تایا نہیں بن سکا تھا اور اس بات کا افسوس اسے صرف آج ہو رہا تھا۔

جب سردار دلدار نے کہا تھا کہ راگا کے لیے بے شک اِشم فاطمہ جیسی نہیں تھی لیکن سردار دلدار کے لیے فاطمہ اشم جیسی ہے۔ یعنی وہ اس کی بہن ہے اور وہ ہمیشہ سے بڑا بھائی بن کر اس کا خیال رکھتا آیا ہے۔

"میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا ہے دلدار، ہمیشہ غلط کیا ہے لیکن اس سب کے باوجود بھی تم نے میری بیٹی کو اپنی بہن بنا کر اس کا خیال رکھا، تمہارا یہ احسان مرنے سے پہلے چکا کر جاؤں گا،" وہ چھت کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے آنکھیں بند کر گیا تھا۔

○○○○○○○○

بالا کھانا لے کر کمرے میں آیا تو بیلا فریش ہو کر اب آئینے کے سامنے کھڑی اپنے لمبے لمبے بالوں میں آہستگی سے کنگھی کر رہی تھی۔ بھوک سے اس کی جان جا رہی تھی اور اس کا ارادہ بالا کے واپس آنے سے پہلے قبیلے کی طرف جانے کا تھا، وہ اس ٹھرکی ڈاکو کا رومانس مزید نہیں جھیل سکتی تھی لیکن اسے کمرے میں آتے دیکھ کر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے جلدی سے بیڈ سے دوپٹہ تھام کر خود پر پھیلایا تھا۔

"استغفر اللہ، بیوی میری گندی نظر نہیں ہے تم پہ جو میرے یوں آنے پر خود کو چادروں میں لپیٹ رہی ہو۔" وہ کھانا سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا تو بیلا نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"ٹھرکی ڈاکو! تمہاری نظر مجھ پر کتنی گندی ہے یہ مجھے کل رات سے بہت اچھے طریقے سے ادراک ہو چکا ہے اسی لیے اب یہ سب کچھ ضروری ہو گیا ہے۔

میرا بس چلے تو میں تمہارے سامنے برقعہ پہن کر رکھوں،" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتی توبہ توبہ کرتی واپس آئینے کی طرف متوجہ ہوتی اسے جواب دے چکی تھی جب کہ اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے بالا نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم برقعہ پہن کر رکھو گی تو میں تمہیں گندی نظروں سے نہیں دیکھ پاؤں گا؟ ویسے میں تمہیں اچھی، گندی، ہر طرح کی نظر سے دیکھنے کا حق رکھتا ہوں کیونکہ میں تمہارا محرم ہوں اور محرم سے پردے نہیں کیے جاتے، خیر تمہیں ایک بات بتا دوں، بی چادر کیا تم بادل بھی لپیٹ کر آؤ گی نا تو بھی میری نیت تم پر خراب ہی رہے گی۔ تمہارا یہ دوپٹہ ہرگز ہرگز میری نیت

خراب ہونے سے روک نہیں سکتا کیونکہ میری نیت الریڈی تم پر خراب ہے۔" وہ اس کے پاس آتا ہے ایک جھٹکے سے اس کا دوپٹہ گردن سے اتار کر دور پھینکتے ہوئے اسے کمر سے تھام کر اپنے قریب کرتا اس کے لبوں پر جھک گیا تھا اور پوری شدت سے اس کی سانسیں روکتے ہوئے وہ اسے اپنی بانہوں میں اٹھائے صوفے پر لے کر آیا تھا اور اسے صوفے پر بٹھانے کے بجائے اس نے اپنی گود میں بٹھایا تھا۔

" جاناں! تمہیں بھوک لگی تھی نا؟ دیکھو میں تمہارے لیے کھانا لے کر آیا ہوں اور میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاؤں گا کیونکہ کل رات تم نے بہت محنت کی ہے، میرا اتنا خیال رکھا ہے۔ میں نے نیچے یہ بہانہ بنایا ہے کہ میں بیمار تھا، میری طبیعت خراب تھی اور میری ڈاکٹر بیوی میری خدمت کر رہی تھی۔ ویسے خدمت تو تم نے بہت کی ہے میری، اس لیے میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاؤں گا پھر ہم دونوں نیچے چلیں گے۔"

اچھلنا کودنا بند کرو بیوی! کیونکہ اگر یہاں پر میرے جذبات جاگ گئے نا تو ہو سکتا ہے یہ کھانا تمہیں نصیب ہونے کے بعد اگلا کھانا تمہیں کل دوپہر اسی وقت جا کر ملے، یو نو میرے جذبات میرے قابو میں نہیں رہتے، تمہارے بقول تمہارا ایک ٹھرکی ڈاکو ہوں تو تم ہرگز میرا ٹھرک جگانا نہیں چاہو گی۔"

وہ نوالہ بناتے ہوئے اس کے لبوں کے قریب کرتے ہوئے بولا تو بیلا نے ہاں میں سر ہلاتے فوراً لب کھولے تھے جبکہ وہ نرمی سے اسے کھانا کھلاتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے اپنی جان لیوا جسارتوں سے بکھلانے پر مجبور کر رہا تھا لیکن بیلا نے بالکل بھی کسی طرح کا کوئی اوور ری ایکشن نہیں دیا تھا کیونکہ وہ یہاں اس کی پناہوں میں اب مزید پھنسنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی وہ بس اس کمرے سے نکلنا چاہتی تھی جو تب ہی ممکن تھا جب وہ اس کی ہر بات کو چپ چاپ مان جائے۔ اسی لیے وہ مان رہی تھی۔

○○○○○○○○

"اوہو دلدار بھائی! میں کہہ رہی ہوں نا اسے بالکل درد نہیں ہو گا، میں بہت نرمی سے کروں گی، آپ پلیز پریشان مت ہوں، ابھی ہو جائے گا،" وہ جیسے ہی اس کی پٹی کرنے لگتی دلدار اس کے سر پہ ہاتھ رکھ لیتا جیسے اسے ڈر ہو کہ بیلا کے پٹی کرنے سے اسے درد ہو گا۔ جب کہ دعام بھی کب سے بیٹھی اکتا گئی تھی۔

"تم آرام سے کرونا اور یہ جو دوائی ہے یہ تو جلے گی نا اس کے زخم پر؟" سردار اس کے سر پر زخم دیکھ رہا تھا، اس کی پٹی کھولنے کے بعد اب وہ دوائی لگا رہی تھی اور اس سوچ کے ساتھ کہ اسے جلے گا دلدار تڑپ رہا تھا۔

"اوڈاکو جی! دوائی ہے تو جلن تو ہو گی ہی نا، اب چوٹ لگی ہے تو یہ تکلیف تو برداشت کرنی ہو گی تبھی تو راحت ملے گی نا۔ آپ بھی نا بہت معصوم ہیں۔

آپ فکر نہ کریں، مجھ میں بہت برداشت ہے۔ لگاؤ بیلا تم دوائی، مجھے بالکل درد نہیں ہو گا،" وہ اسے دیکھتے ہوئے اپنا سر اس کے قریب کرنے لگی تھی جب بیلا نے ایک نظر دلدار کو دیکھا جس نے نگاہیں دعام کے چہرے پر جمائی ہوئی

تھی۔ وہ اس کے بالکل ساتھ بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ بیلا بھی وہیں کھڑی اس کے ماتھے کی پٹی کر رہی تھی۔

"سسس۔۔۔" ابھی اس نے اس کے ماتھے پر زخم والی دوائی لگائی ہی تھی کہ اس کے منہ سے سسکاری نکلی اور اگلے ہی لمحے اس نے سردار کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ سردار اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھتا وہ تیزی سے سردار کا ہاتھ تھام کر اپنی گود میں رکھ چکی تھی۔

"دیکھا؟ ہو بھی گیا، میں نے کہا تھا ناہو جائے گا، بالکل درد نہیں ہوا مجھے، بالکل جلن نہیں ہوئی،" وہ آنکھوں میں آئے پانی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے سردار کو دیکھتی مسکرا کر بولی جب کہ بیلا کو اس پر ترس آیا، ہاں وہ جانتی تھی اسے تکلیف ہوئی ہے۔

لیکن وہ پھر بھی اپنے ڈاکو جی کو دکھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسے تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی ہر تکلیف سے کہیں گنا زیادہ تکلیف اس کا ڈاکو جی سہتا ہے۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، اس کے علاوہ تمہیں زندگی میں اور کوئی تکلیف نہیں سہنی پڑے گی،" وہ اس کے ہاتھوں کو تھامتے اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے بولا تھا جب کہ بیلا مسکرا کر اس کی پٹی کرنے لگی۔

"یہ ٹھیک ہو جائے گی، بلکہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ ماشاءاللہ ہماری دعام بہت بہادر ہے،" وہ فرسٹ ایڈ باکس سنبھالتے ہوئے مسکرائی تھی۔ جب جمرو تیزی سے اوپر آیا۔

"ڈاکٹر بیلا! نیچے چلو، وہاں پر تمہارے امی آئی ہیں، بھابھی آئی ہیں اور وہ دو نمبر پولیس والا بھی آیا ہے، ہاں میرا مطلب ہے تمہارا بھائی بھی آیا ہے،" اس کے گھورنے پر جمرو نے فوراً اپنی بات کی درستگی کی تھی جب کہ اپنے گھر والوں کا آنے کا سن کر بیلا تو چہک اٹھی تھی۔

"چلو دعام نیچے چلتے ہیں۔ یہاں کمرے میں بیٹھ کر کیا کرو گی؟ تم نے نیند رات کو ہی لینی ہے، اگر سارا دن سوتی رہو گی تو رات کو زیادہ تکلیف محسوس ہو گی، اسی لیے تم دن میں بالکل بھی نہیں سونے والی، چلو آؤ،" وہ اچانک ہی اس کا بازو

تھامتے ہوئے بولی تو دعام اٹھ گئی تھی جب کہ سردار بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ گیا تھا۔

"میں سارا دن نہیں سوتی بلکہ تم سارا دن سوتی ہو محترمہ، دوپہر کے تین بج رہے ہیں اور تم اب روم سے نکل کر باہر آئی ہو۔ دیکھیں ڈاکو جی یہ مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہی ہے" وہ سردار کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تو جہاں بیلا شرم سے نظریں چرا گئی تھی وہیں دلدار اس کے کندھے پے ہاتھ رکھتے ہوئے اسے نیچے جانے لگا تھا۔ اب بیلا اسے کیا بتاتی کہ وہ اتنی دیر سے کیوں آئی ہے۔ وہ تو شکر تھا کہ وہ کسی طریقے سے اپنے ٹھرکی ڈاکو سے جان چھڑانے میں کامیاب ہو گئی تھی ورنہ اس کا رومینٹک موڈ تو پھر سے اس کے ہوش ٹھکانے لگانے لگا تھا لیکن وہ پہلے ہی اس کی پہنچ سے دور ہو گئی تھی ورنہ یقیناً آج تو اس ٹھرکی ڈاکو نے اسے ہرگز کمرے سے نہیں نکلنے دینا تھا۔

○○○○○○○○

"یہ اماں جی، چائے میں نے بنائی ہے آپ کے لیے، آپ کو پسند آئے گی، قبیلے کے سارے لوگ میرے ہاتھ کا کھانا اور چائے بہت پسند کرتے ہیں،" میر و میز پر چائے کا کپ رکھتے ہوئے بولا جس کو امی نے فوراً اٹھا لیا تھا۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ! چائے تو بہت اچھی بنی ہے۔ تم یہاں پر رسوئی کا سارا کام سنبھالتے ہو؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے سوال کرنے لگی تھی، اس سے پہلے وہ ولیمے پر یہاں آئی تھی لیکن اس وقت وہ پورا قبیلہ دیکھ نہیں سکی تھی لیکن آج ان کی نگاہیں ہر طرف گھوم رہی تھی، انہیں قبیلہ بہت پسند آرہا تھا۔ بیچ میدان میں چارپائیاں بچھی تھی اور سامنے چھوٹی سی میز پر وہ ان کے لیے چائے پانی کا انتظام کیے ہوئے تھا۔ یہاں نیچے صرف میر و اور جمرو ہی تھے جب وہ لوگ یہاں پر آئے تو جمرو تو اوپر چلا گیا تھا بیلا کو بتانے کے لیے جب کہ میر و ان کے لیے چائے بنا کر لایا تھا۔

جب تک وہ لوگ نیچے نہیں آتے تب تک میر و ان کی مہمان نوازی کر رہا تھا۔

آج صبح جب ریان نے اچانک ہی رباب کو بولا کہ چلو میں جا رہا ہوں سردار سے

ملنے کے لیے، تم بھی بیلا سے مل آؤ تو امی نے کہا کہ وہ بھی ساتھ چلیں گی جس پر ریان نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا اور یہاں آکر انہیں بہت اچھا لگ رہا تھا خاص کر میر وا نہیں بہت ہی زیادہ اچھا لگا تھا، اس کی باتیں بہت کیوٹ تھی۔ وہ بالکل معصوم سے بچے کی طرح تھا جو بس کسی بھی طرح انہیں انٹرٹین کرنا چاہتا تھا۔

"میں یہاں رسوئی کا بھی سارا کام سنبھالتا ہوں، صاف صفائی بھی میں ہی کرواتا ہوں، یہ جو قبیلہ آپ کو صاف ستھرا نظر آرہا ہے یہ میری بدولت۔ صبح جب صفائی کرنے والے لوگ آتے ہیں نا، میں خود ان کے سر پہ کھڑے ہو کر سارے قبیلے کی صفائی کرواتا ہوں،" وہ فوراً بتانے لگا تھا جب کہ وہ مسکراتے ہوئے اس کی بات سن رہی تھیں۔

ماشاءاللہ میرا بچہ تو بہت کام کاج والا ہے، "وہ نرمی سے اس کے سر" پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تو میرو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے جنہیں دیکھ وہ پریشان ہو گئی۔

ارے میرے بچے !کیا بات ہے؟ تم اس طرح پریشان کیوں ہو" گئے؟ "امی نے اسے بازو سے تھام کر اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا تو وہ ان کے قدموں میں بیٹھتا ان کے گھٹنے پر سر رکھ گیا تھا۔

معاف کیجئے گا، میں تھوڑا جذباتی ہو گیا۔ وہ کیا ہے نا، آج تک ماں کو" نہیں دیکھا، ماں کا لمس محسوس نہیں کیا اس لیے۔۔۔ "!وہ جیسے اپنے اندر کا حال انہیں بتانے لگا تو ریان نے بھی ایک نظر اسے دیکھا تھا جب کہ رباب بھی اسے دیکھ پریشان سی ہو گئی تھی۔

میرا بچہ، میری جان !میں تمہاری ماں جیسی ہی تو ہوں، کیوں پریشان" ہوتے ہو؟ جب بھی تمہیں تمہاری ماں کی یاد آئے تو میرے پاس آ جایا کرو، خبردار یوں مت رونا، "وہ پیار سے اس کا ماتھا چومتی اسے اپنے ساتھ لگا گئی تھی جب کہ میرو اور امی کا یہ جذباتی منظر وہاں آتے سردار، دعام اور بیلا نے بھی دیکھا تھا۔ سردار نے کسی طرح کا ری ایکشن نہیں دیا تھا جبکہ بیلا اپنی فیملی سے ملنے لگی تو دعام بھی ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی حالانکہ ریان اور سردار ایک طرف ہوئے تھے بالا بھی ان کے پاس ہی آ گیا۔

○○○○○○○○

تمہیں دیکھ کر ایسا کیوں لگ رہا ہے انسپیکٹر کہ تم یوں ہی یہاں" نہیں آئے ہو بلکہ تمہارے یہاں آنے کے پیچھے کوئی وجہ ہے؟ یہ ہاتھ میں کیا ہے تمہارے؟ "وہ ایک بڑا سا بیگ اس کے ہاتھ میں پکڑے دیکھ کر پوچھنے لگا تھا جو اس نے اگلے ہی لمحے اس کی جانب بڑھایا تھا۔

سردار نے ایک نظر اسے دیکھتے سوال کرتے بیگ ایک طرف رکھ دیا تھا۔

"میں تمہارے قبیلے کے بارے میں تھوڑی سی معلومات نکالی تھی تو مجھے خبر ملی کہ آج سے تقریباً 15 سے 16 سال پہلے ایک پولیس کانسٹیبل ہوتا تھا جس کا نام رضوان احمد تھا اور وہ ہر روز یہاں کے سردار کے پاس آتا تھا۔ اس سردار کے ساتھ اس کی رشتہ داری بھی تھی اور وہ دونوں آپس میں دوست بھی تھے۔ کانسٹیبل کا کام تھانے سے فائلز چرا کر لانا تھا، وہ والی فائل جو کیس کبھی حل ہی نہیں ہوئے اور اس سردار کا کام ان کیسز کو حل کرنا تھا۔ یہ کام تقریباً 11 مہینے مسلسل ہوتا رہا۔ لیکن پھر سردار کا قتل کروا دیا گیا جس میں پولیس والوں کا ہاتھ تھا جب کہ رضوان کا قتل بھی سڑک پر ہوا تھا۔ اس دوران ان لوگوں نے 400 سے زائد کیسز حل کیے تھے۔ اور ان کے بعد تقریباً 15 سال سے لوگ ایک دفعہ پھر سے بے بس ہیں۔"

مجھے تمہاری کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی کیا کہنا چاہتے ہو؟ صاف الفاظ میں کہو، "بالا بیگ کھولتے ہوئے فائل چیک کرنے لگا تھا جب کہ دلدار اب بھی ریان کی طرف ہی متوجہ تھا۔

"وہ سردار دلاور تھے، یعنی کہ تمہارے بابا۔ تم آج اپنے بابا کی جگہ پر ہو دلدار اور میں رضوان کی جگہ پر آنا چاہتا ہوں۔ یہ قانون مکمل طور پر اندھا ہے۔ یہاں لوگوں کو انصاف نہیں ملے گا، شاید کبھی نہیں ملے گا۔ لالچ اور رشوت کے علاوہ یہ وردی والے اور کچھ نہیں سوچتے اسی لیے میں نے سوچا ہے جس طرح رضوان یوسف اور دلاور کی ایک ٹیم تھی اسی طرح میں ایک ٹیم بناؤں گا۔ میں وہ سارے کیسز لے کر یہاں آؤں گا جو کبھی حل نہیں ہوئے، وہ سارے کیسز جو انصاف کی تلاش میں ہیں۔ اور تم انہیں حل کرو گے۔ تمہارا کام بھی مشکل ہے اور میرا بھی کیونکہ فائل چرانا آسان نہیں ہوتا اور پھر چرائی ہوئی فائل کے کیسز حل ہونا اور پھر ان کی مکمل کارروائی کا

سارا کام میرا ہو گا۔ بتاؤ کیا میری مدد کرو گے تم؟ "وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار ہلکا سا مسکرایا تھا۔

پھر بالا کے ہاتھ سے فائل لیتے ہوئے چیک کرنے لگا، وہ تقریباً سات کیسز تھے۔

"میں تمہیں شام تک جواب دیتا ہوں، "وہ فائل بالا کو تھماتے ہوئے بولا جو اس نے فوراً واپس بیگ میں ڈال دی تھی جب کہ ریان نے صرف حامی میں سر ہلایا تھا۔

○○○○○○○○

"کیوں بلایا تم نے مجھے یہاں پر؟ تمہیں پتہ ہے میں تمہاری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ شکل تو دور کی بات کروں اب بس چلے تو تمہاری سانسیں یہیں پر روک دوں، "بالا تھوڑی دیر پہلے اس کی کنڈیشن چیک کرنے کے لیے اس کے کمرے میں آیا تھا جب اس نے کہا کہ وہ دلدار سے ملنا چاہتا ہے اس نے فوراً ہی دلدار کو جا کر یہ بات بتائی تھی اور اب وہ دونوں ہی راگاڈا کو کے پاس تھے۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی۔ دلدار! میں نے تمہارے ساتھ جو بھی کیا وہ معافی کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی میں معافی مانگوں گا لیکن تمہارا احسان زندگی بھر بھول نہیں سکتا لیکن تمہارا یہ احسان چکا ضرور سکتا ہوں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار نے اپنی خاموش نگاہیں اس پر جمائی تھی جیسے اس کی اگلی بات کا منتظر ہو

ی جب کہ وہ اسے دیکھتے ہوئے بہت مشکل سے بات کرتا آخر وہ راز کھولنے ہی لگا تھا جو اس نے برسوں سے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ ہاں آج وہ تیار تھا اسے انسپیکٹر صابر تک پہنچانے کے لیے۔ بہت وفاداری نبھالی تھی اس نے صابر کے ساتھ، اب وقت آ گیا تھا اسے اس کی انجام تک پہنچانے کا۔ ہاں وہ شخص اس قابل نہیں تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے معاملے پہ اس پر یقین کرتا، وہ اسے دیکھتے ہوئے اسے بتا رہا تھا جبکہ بالا اور دلدار خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔

ooooooo

وہ دونوں خاموشی سے اسے سن رہے تھے جبکہ وہ بہت مشکل سے بات کرتے ہوئے انہیں بتا رہا تھا، بلکہ وہ سب کچھ بتا چکا تھا۔

"تم صابر کو دھوکہ دے رہے ہو، خیر وفا تو اس نے بھی تمہارے ساتھ کبھی نہیں کی لیکن تم ہماری اتنی مدد کیوں کر رہے ہو؟" بالا نے اس سے سوال کیا تو اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"سفاک انسان کسی کا نہیں ہے، سچ کہوں تو میں بھی کسی کا نہیں ہوں لیکن آخری وقت میں جو احسان دلدار نے مجھ پر کیا ہے وہ میں چکانا چاہتا ہوں بس اسی لیے..."

"میں جانتا ہوں تمہارا یہ احسان میں کبھی نہیں اتار پاؤں گا لیکن دنیا سے جانے سے پہلے کوئی ایک اچھا کام کر کے جانا چاہتا ہوں۔ ساری زندگی دوسروں کی بددعائیں ہی سمیٹی ہیں میں نے، کبھی کسی کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا۔ مجھے شاید میرے گناہوں کی معافی کبھی نہیں ملے گی سردار لیکن دنیا سے جانے سے پہلے میں ایک اچھا کام کر کے جانا چاہتا ہوں۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا، میں نے

تمہارے ساتھ بہت برا کیا ہے۔ تمہارے ماں باپ کے خلاف سازش بھی میں نے ہی کی تھی۔ بالا! میں نے تمہارے ساتھ بھی بہت برا کیا، میں معافی کے قابل تو نہیں ہوں لیکن اب اپنے آخری وقت میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔" وہ بالا کو دیکھتے ہوئے بڑی مشکل سے اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے اچانک ہی اس کے بازو سے لگے بیلٹ سے پستول نکالتا کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر ہی اپنے سینے پر گولی چلا گیا تھا۔ اس کی یہ حرکت اتنی تیز تھی کہ وہ دونوں ہی سمجھ نہ پائے کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔

اس نے بے حد حیرانگی سے سامنے پڑے راغاڈاکو کو دیکھا تھا جو سانسیں چھوڑ چکا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اسی بندوق سے ان دونوں پر حملہ بھی کر سکتا تھا، اگر وہ چاہتا تو اس بندوق سے انہیں بھی نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن نہیں، اس نے دوسرا راستہ چنا تھا۔ حرام راستہ۔ وہ دنیا سے جاتے ہوئے بھی ایک بہت بڑا گناہ کر گیا تھا۔ سردار صرف نفی میں سر ہلا کر رہ گیا جب تک کہ بالا راغاڈاکو کی سانسیں چیک کر رہا تھا جو مکمل طور پر بند ہو چکی تھی۔

نہیں لگا تھا کہ اس انسان کی موت پر انہیں خوشی ہو گی لیکن آج اس کے مرنے پر ان کے اندر کوئی بھی جذبہ نہیں جاگا تھا، نہ دکھ کا نہ خوشی کا۔ اس شخص نے ان پر سانسیں تک حرام کر دی تھی لیکن آج اس کے مرنے پر انہیں سکون نہیں ملا تھا۔

"جنازے کا انتظام کرو، آخری رسومات بہت اچھے طریقے سے ہونی چاہیے،" وہ کہتے ہوئے باہر کی طرف قدم بڑھا گیا تھا جبکہ بالا نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"کیا راغاڈاکو کا انتقال ہو گیا؟ یہ تو بہت برا ہوا، آپ نے تو کچھ۔۔۔؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں، میں نے کچھ نہیں کیا، بس اس کی موت آئی ہوئی تھی، مر گیا۔ ویسے بھی اس کی حالت بہت خراب تھی۔ خیر تھوڑی دیر میں اس کا جنازہ وغیرہ ہو جائے گا، باقی سب کچھ قبیلے میں ہی ہو رہا ہے۔ اس کی ایک بیٹی کے علاوہ اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے اور اس کی بیٹی ڈاکو کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اور اس کا باپ بھی مرنے سے پہلے مجھ سے قسم لے چکا ہے کہ میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔ خیر، وہ نہیں چاہتا کہ اس کی بیٹی کو پتہ چلے کہ اس کا باپ کس طرح کا انسان تھا۔ تو میں نے بھی اسے ان سب معاملوں سے دور رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ فاطمہ بہت چھوٹی ہے، فی الحال اس کے دماغ میں یہ ساری باتیں نہیں ڈالنی چاہئیں۔ ویسے بھی وہ اپنے باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی اور پھر راغا کی آخری خواہش بھی ہے کہ اس کی بیٹی کو اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے، فاطمہ ان سب چیزوں سے دور رہے تو ہی بہتر ہے۔"

"خیر مجھے ایک دو ضروری کام ہیں میں نمٹا کر آتا ہوں۔ تم اپنا خیال رکھنا، بیلا تمہارے پاس ہے۔ وہ تمہارا خیال رکھے گی۔ بالا میرے ساتھ جا رہا ہے۔ باقی قبیلے کی پچھلی سائیڈ پر ہم راغا ڈاکو کی قبر بنا رہے ہیں اور وہیں پر اس کی آخری رسومات بھی ادا ہوں گی۔" وہ پیار سے اس کے گال کھینچتے ہوئے اسے سارے معاملوں سے دور رہنے کا کہتا خود کہیں کام کے لیے نکل گیا تھا جب کہ دعا م بھی

راغاڈاکو کے بارے میں سن کر تھوڑی دکھی تو ہوئی تھی لیکن پھر اس کے لیے مغفرت کی دعا م کرتی تھوڑی دیر آرام کرنے لگی۔

"ان بلیو یبل! تم لوگوں نے سات کے سات کیسز حل کر لیے؟ مجھے یقین نہیں آرہا، تم لوگ اتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے کر سکتے ہو؟" وہ پریشانی سے اپنے سامنے پڑی فائل دیکھ رہا تھا، رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ راغاڈاکو کی آخری رسومات ادا کرنے کے بعد وہ لوگ سیدھے کام کے لیے نکل آئے تھے۔ اسے سپرد خاک کر کے وہ اپنے دل سے اس کو معاف کر چکے تھے جو کچھ بھی اس نے کیا تھا، وہ سب ماضی کا ایک حصہ سمجھ کر وہ لوگ آگے بڑھنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ قبیلے سے نکل کر ان لوگوں نے سیدھا ریان کا کام کیا تھا، وہ سات کیسز جو نہ جانے کتنے عرصے سے پینڈنگ پڑے تھے رات کی سیاہی ڈھلنے سے پہلے ہی حل ہو چکے تھے۔ اس وقت رات کے 11 بجے وہ چلتے لوگ اس کے گھر پر موجود تھے۔

وہ سب لوگ باہر لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ میرو اندر اماں جی کے پاس بیٹھا ان سے باتیں کرتے ہوئے ان کے پیر دبا رہا تھا۔ امی کو تو میرو بہت ہی زیادہ پسند آیا تھا، بالکل کسی معصوم سے بچے کی طرح وہ ان کے پاس بیٹھا ان سے باتیں کر رہا تھا۔ امی کا تو دل چاہا کہ اسے اپنے پاس ہی رکھیں۔ کتنا معصوم سا بچہ تھا۔

"ارے بیٹا! تم میرے ہاتھ کی بریانی کھانا بلکہ کل تم یہاں آ جانا، میں تمہارے لیے بریانی بناؤں گی پھر تم بتانا میرے ہاتھ کی بریانی تمہیں کیسی لگی،" ریان کو اندر سے اپنی ماں کی آواز سنائی دی۔ اس کا سارا دھیان سردار اور بالا کی باتوں کی طرف تھا، وہ اب تک یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ جن سات کیسوں پر اس نے پچھلے چار سال سے نظر رکھی ہوئی تھی وہ ایک لمحے میں حل ہو چکے تھے۔

"یقین کر لو، یہی حقیقت ہے دو نمبر انسپکٹر! تمہارا کام ہم نے کر دیا ہے، اب اگلی فائل تم کب تک پہنچا دو گے یہ بتا دینا۔ ویسے اگلے دن دعام کی طبیعت کچھ بہتر ہو تو میں اسے گھمانے کے لیے کہیں لے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، بیلا اور بالا کو

بھی ہنی مون پر بھیجنے کا ارادہ ہے میرا۔ اس سے پہلے اگر کچھ برے کیسز ہیں تو دے دو، میں کچھ دن انٹرٹین ہو جاؤں گا، کافی بورنگ زندگی گزر رہی ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا تھا جب کہ ریان بھی اس کے ساتھ ہی اٹھا۔ وہ یقین ہی نہیں کر پا رہا تھا کہ اتنا بڑا مسئلہ اتنی آسانی سے حل ہو چکا ہے۔

"ہم نے تمہارا کام کیا، اب لگے ہاتھ تم بھی ہمارا یہ کام کرتے ہو۔ ایک پولیس والے کی انفارمیشن لینی ہے، تم تو پولیس میں ہو، تمہارے لیے معلومات نکالنا مشکل نہیں ہو گا۔ صابر حسین، آئی جی ہے، اس کی معلومات نکال کر دو، تقریباً 15 سال پہلے یہاں ہمارے گاؤں میں انسپیکٹر تھا۔ کون سے تھانے میں، کون سے برانچ میں، کون سی پوسٹ پر ہے، ہمیں سب کچھ جاننا ہے۔ چلو میرو۔۔۔"

بالا اسے دیکھتے ہوئے کہتا میرو کو آواز دے چکا تھا۔

"ٹھیک ہے اماں جی! نکل آؤں گا آپ کے ہاتھ کی بریانی کھانے کے لیے،" وہ ان سے کہتے ہوئے ان کے ہاتھ چومتا باہر نکل گیا تھا جب کہ امی نے بھی اسے ہزاروں دعائیں دے کر بھیجا تھا۔ کہنے کو وہ صرف دو یا تین دفعہ ملے تھے، کل

کی ملاقات تھوڑی جذباتی تھی اور آج وہ چھوٹا سا لڑکا انہیں بہت عزیز ہو گیا تھا۔ کسی سے خون کا رشتہ ہونا ضروری نہیں ہوتا، کچھ رشتے احساس کے ہوتے ہیں اور شاید میرو کے ساتھ ان کا احساس کا ہی رشتہ تھا جو انہیں اتنا خاص ہو گیا تھا۔

ریان نے کمرے میں قدم رکھا تو رباب واش روم میں تھی، اسے بہت وومٹنگ ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے پاس آتا ہے اس کا سر تھپتھپانے لگا تھا، اس کی حالت کافی خراب ہو رہی تھی۔ کلی کرتے ہوئے اس نے فوراً ہی ٹاول اٹھا کر رباب کو تھمایا تھا اور پھر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے باہر آ گیا۔

"ٹھیک ہو تم؟ حالت خراب لگ رہی ہے۔ یہاں بیٹھو، ڈاکٹر کے پاس چلیں۔ اگر طبیعت خراب محسوس ہو رہی ہے تو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں،" وہ اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے تکیہ پیچھے لگانے لگا۔

"نہیں ریحان! یہ تو نارمل ہے، پریگننسی میں طبیعت تو خراب ہو ہی جاتی ہے اور وومٹنگ تو مجھے کافی دنوں سے ہو رہی ہے۔ امی کہہ رہی تھی کہ یہ نارمل ہوتا ہے، پریشانی والی کوئی بات نہیں،"

"ہاں یہ نارمل ہوتا ہے رباب لیکن اگر تمہاری زیادہ طبیعت خراب ہو رہی ہے تو ہم ڈاکٹر سے اس کا حل بھی تو نکال سکتے ہیں نا؟ کل بھی تمہاری طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی اور چکر بھی مسلسل آرہے ہیں۔ تمہیں ایک دفعہ چیک اپ کروالینا چاہیے،" وہ نرمی سے بولا تھا۔

"نہیں اتنی خراب طبیعت نہیں ہے، میں نے کہا نا، آپ آرام کریں، میں ٹھیک ہوں،" وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے بولی جب کہ ریان کو وہ بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

"مجھے تو بہت خراب لگ رہی ہے۔ میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا۔ صبح امی کو میڈیسن دے کر آتا ہوں، تم لیٹ جاؤ،" نرمی سے کہتے ہوئے باہر نکل گیا تھا، آج کافی دنوں کے بعد وہ اس سے ناراض نہیں لگ رہا تھا اور اسے نارمل دیکھ کر کچھ حد تک رباب کو بھی سکون ملا تھا۔ وہ یہاں بیٹھنے کے بجائے اس کے ساتھ ہی اٹھ کر امی کے کمرے میں آگئی تھی۔

"امی! رباب کو بہت زیادہ وومٹنگ ہو رہی ہے، میرا ارادہ ہے اسے صبح ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں، ایک دفعہ اس کا پراپر چیک اپ کروالیتا ہوں،" وہ کمرے میں آتے ہوئے امی کی دوائیاں نکالنے لگا تھا جب کہ رباب بھی ان کے پاس ہی آکر بیٹھ گئی۔

"میرے خیال میں پہلے تم اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤ اور پھر اس کا ماحول تھوڑا بدلو۔ تم اسے کہیں گھمانے کے لیے لے کر نہیں گئے، اگر اب تمہارے پاس اور وقت ہے تو اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزارو، اسے کہیں باہر لے کر جاؤ، ایک اچھا ماحول دو۔ یہ تو 24 گھنٹے گھر پر رہتی ہے، میری کی خدمتیں کرتی رہتی ہے، تمہیں تو احساس تک نہیں ہے اس کا۔ اور کچھ نہ سہی کم سے کم آس پاس سے ہی کہیں گھما کر لے آؤ اسے،" امی نے ایک دفعہ پھر سے وہی بات کی تو وہ مسکرا دیا تھا۔

"جی امی! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں اسے کہیں گھما کر لے آتا ہوں۔ ویسے اگلے کچھ دنوں میں میرا ارادہ ہے کہیں جانے کا، اسے بھی ساتھ لے کر جاؤں

گا۔ماحول تھوڑا بدل جائے گا لیکن آپ کو میری تو کسی کی ضرورت ہے نا، میں اس طرح آپ کو اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتا، بیلا بھی اپنے گھر کی ہے۔"

"ارے شرمیلہ ہے نا میرے پاس، وہ جاتی کہاں ہے اور وہ رات کو بھی میرے پاس ہی رک جایا کرے گی، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم رباب کو کہیں گھمانے لے کر جاؤ،"

"نہیں امی! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ پہلے بھی تو شرمیلہ خالہ اچانک دوپہر میں چلی گئی تھی نا، میں تو شکر کرتی ہوں اللہ پاک اس دن میں آگئی ورنہ پتہ نہیں کیا ہو جاتا۔ مجھے کہیں نہیں جانا اور اب تو ویسے بھی میرا کہیں جانے کا دل نہیں کرتا،" رباب دودھ کا گلاس پکڑاتے ہوئے کہنے لگی تھی جب کہ ریان انہیں دوائیاں دینے لگا۔

"تم لوگ اپنی مرضی کرتے ہو، میری سنتے کہاں ہو؟ جو دل میں آئے وہ کرو، جب میں کہہ رہی ہوں کہ جاؤ کہیں گھومنے پھرنے کے لیے تو میری بات مانتے

نہیں ہو تو آ کر بتاتے کیوں ہو مجھے کہ یہ کرنا ہے یا وہ کرنا ہے؟" امی ناراض ہوتے ہوئے بستر پر لیٹ گئی تھی جبکہ ریان ان پر کمبل ڈالنے لگا۔

"امی! روٹھ گئی؟" جبکہ ریان ان کے انداز پر مسکراتے ہوئے کندھا جھٹکتا کمرے سے نکل گیا تھا۔

"امی! پلیز سمجھنے کی کوشش کریں، ہم آپ کو اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتے،"

"ارے نہیں ہوتا مجھے کچھ بھی، ضروری نہیں جو چیز ایک دفعہ ہوئی ہے وہ بار بار ہو۔ اور شرمیلہ میرے پاس ہی ہوتی ہے، تم لوگ یوں ہی پریشان ہو رہے ہو۔ چلی جاؤ نا بیٹا کہیں تو جاؤ، جب سے تمہاری شادی ہوئی ہے تم اس گھر سے بھی نہیں نکلتی ہو۔ مجھے برا لگتا ہے کہ مجبوری کی وجہ سے تم نے اپنی زندگی برباد کر رکھی ہے،" وہ پیار سے اسے سمجھانے لگی تو رباب سر جھکا گئی تھی۔ اب وہ ان کی باتوں کا کیا جواب دیتی، امی نے جو سوچ لیا تھا وہ سوچ لیا تھا، اب ان کی سوچ نہیں بدلنے والی تھی بے شک وہ انہیں کتنا ہی یقین کیوں نہ دلاتے کہ ان کی وجہ سے اس کی زندگی میں کچھ بھی برا نہیں ہو رہا، لیکن انہوں نے وہی ہی کرنا

تھا جو سوچ چکی تھی اس لیے وہ خاموشی سے انہیں کے حال پر چھوڑتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف آگئی تھی۔

"کیا ہم گھومنے جا رہے ہیں؟ وہ بھی بلوچستان؟ مجھے یقین نہیں آ رہا، تم مجھے ہنی مون پر بلوچستان لے کر جا رہے ہو؟ تم اتنے اچھے تو نہیں تھے بالا، خیر مجھے یقین ہے یہ تمہارا آئیڈیا ہرگز نہیں ہو گا،" وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولی تھی، بالا نے کمرے میں آتے ہی اسے بتا دیا تھا کہ دعام کے ٹھیک ہوتے ہی وہ لوگ بلوچستان جائیں گے اور تب ہی سے اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ آج تک کسی نے سنا بھی نہیں تھا کہ کوئی ہسبینڈ اپنی وائف کو ہنی مون پر بلوچستان لے کر جا رہا ہے لیکن اس کا بالا تو الگ تھا، ہر چیز الگ طریقے سے کرتا تھا۔ آج تو اگرچہ قبیلے میں افسردہ سا ماحول چھایا ہوا تھا راغاڈا کو کی یوں اچانک موت کی وجہ سے، لیکن بیلا کو اس کی موت کا نہ تو کوئی افسوس تھا اور نہ ہی اس نے اس کی موت کو سر پر سوار ہونے دیا تھا۔ جتنی بھی ملاقات اس آدمی کے ساتھ اس کی ہوئی تھی وہ اسے کبھی بھی اچھا نہیں لگا تھا اسی لیے وہ اس کے مرنے پر ہرگز

آنسو نہیں بہانے والی تھی لیکن جب سے اسے یہ پتہ چلا تھا کہ وہ لوگ ہنی مون پر جا رہے ہیں تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی بلکہ اس نے تو صبح صبح ہی شاپنگ پر جانے کا بھی ارادہ کر لیا تھا۔

"بالا! تم مجھے صبح شاپنگ پر لے کر جانا، مجھے شاپنگ کرنی ہے، دعام کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کے لیے بھی ساری شاپنگ میں ہی کر کے لاؤں گی۔ مجھے بہت کچھ چاہیے بالا، میں تو کبھی بلوچستان نہیں گئی، مجھے ہر گز نہیں پتہ بلوچستان میں کیا کیا ہو گا لیکن مجھے پھر بھی بہت ساری شاپنگ کرنی ہے، اومائی گاڈ! میں ہنی مون پر جا رہی ہوں،" وہ خوشی سے چہکتے ہوئے خود ہی ایکسائٹڈ ہو رہی تھی جبکہ بالا اس کے پاس آتا اس کے گرد اپنی بازوؤں کا حصار بناتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا گیا تھا۔

"اکیلے ہی خوش ہوئے جا رہی ہو یار، مجھے بھی ساتھ لے چلو، ہنی مون اکیلے مناؤ گی کیا؟" وہ جو خود ہی خوشی سے چہک رہی تھی اس کے اچانک پاس آنے

پر اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھیگی تھی جبکہ اس کی بات سن کر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"اوہو! اتنا رو کی کیوں رہے ہو؟ تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گی، کیا یاد کرو گے کیسی بیوی سے پالا پڑا ہے۔ تم کبھی گئے ہو بلوچستان؟ کیسا ہے؟"

"نہیں جاناں! میں نہیں گیا، کبھی نہیں گیا۔ تمہارے ساتھ پہلی دفعہ جاؤں گا اور یقیناً اچھا ہی ہو گا۔ ہمارے ملک کا ایک ایک ذرہ خوبصورت ہے،" وہ اسے ایک جھٹکے میں اپنی طرف کرتے ہوئے اسے اپنی بانہوں میں اٹھا چکا تھا۔

"بالا! یہ کیا کر رہے ہو تم؟ تمہارے اندر کا ٹھرکی ڈاکو پھر سے جاگ گیا؟ میں بول رہی ہوں میں ہرگز تمہارے ساتھ اپنی نیند برباد نہیں کروں گی، مجھے سچ میں بہت نیند آ رہی ہے،" اس کی نیت بدلتے دیکھ وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اس وقت اس کا موڈ کس طرف جا رہا ہے۔

"سارا دن سو کر کیا چھک مارا ہے تم نے کہ تمہیں اب بھی نیند آ رہی ہے؟ میں نے تمہاری نیند برباد نہیں کی تو اب تمہیں بھی میرا رومینٹک موڈ برباد کرنے کا

کوئی حق نہیں ہے،" وہ اسے نرمی سے بیڈ پر لٹاتے ہوئے اس کی گردن سے دوپٹہ ایک جھٹکے میں کھینچ چکا تھا جبکہ اس کی حرکت پر بیلا بوکھلا سی گئی۔

"بے شرم ڈاکو! مجھے سچ میں نیند آرہی ہے تم۔۔۔" وہ پتہ نہیں کیا کیا کہنا چاہتی تھی جب شدت سے بالا نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے تھے اور پھر بے حد نرمی سے اس کے لبوں کو چومتے ہوئے وہ اس کو سرخ کرنے لگا تھا۔ بیلا جو بہت کچھ کہنا چاہتی تھی اس کی ملائم حرکتوں پر خاموش سی ہو گئی تھی، اس کا انداز انتہائی نرمی لیے ہوئے تھا، وہ چاہ کر بھی اسے روک نہیں پا رہی تھی جبکہ اس کے لبوں کی حرکتیں ہر طرح کی حدود کراس کرنے لگی تھی۔ وہ اسے بیڈ پر پیچھے کی طرف لٹاتے ہوئے اس کی گردن پر جھکتا وہاں اپنے لبوں کا لمس بکھیرنے لگا تھا، اس کے گرم لبوں کی تپش پر بیلا خاموشی سے آنکھیں موندتے ہوئے اس کے سینے میں اپنا چہرہ چھپانے لگی تھی جبکہ بالا کی جسارت ہر لمحے کے ساتھ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

"یہ میرو کہاں ہے؟ آج صبح سے کہیں نظر نہیں آیا،" سردار نیچے آیا تو اسے میرو کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ صبح وہ کھانا وغیرہ بنا کر گیا تھا لیکن وہ صبح صبح گیا کہاں تھا؟ اس کا تو دنیا میں کوئی نہیں تھا جس کے پاس وہ جاتا اور نہ ہی اس کے ایسے کوئی شوق تھے جو وہ انہیں بتائے بغیر کہیں چلا جاتا۔ اور پھر سردار کی نظر میں وہ ایک چھوٹا بچہ تھا جسے اس طرح وہ کہیں نہیں جانے دے سکتا تھا، کہنے کو وہ بالکل چھوٹا بھی نہیں تھا، 19، 20 سال عمر تھی اس کی لیکن پھر بھی سردار اسے ہمیشہ اپنے سامنے ہی رکھتا تھا کیونکہ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی غلط کام میں پڑ جائے۔

"اسے ماں مل گئی ہے سردار، اب وہ ہمارا نہیں رہا۔ صبح صبح شہر نکل گیا، کہتا ہے کہ اماں جی نے اس کے لیے بریانی بنائی ہوئی ہے۔ تمہیں پتہ ہے اماں جی کا پرسنل نمبر بھی اس کے پاس ہے۔ کل اماں جی بھی کافی جذباتی ہو گئی تھی اس کے ساتھ، پھر کل رات بھی دیکھا تم نے؟ کیسے ہم سب باہر ریان کے پاس بیٹھے تھے اور وہ اندر اماں جی کے پاس بیٹھا ان کے پیر دبا رہا۔"

"وہ ان کی بہت قریب ہوتا جا رہا ہے، ہمیشہ چپ چاپ رہنے والا دیکھو کتنی باتیں کرتا ہے اماں جی کے ساتھ،" جمرو اسے بتانے لگا تھا جبکہ سردار مسکرا دیا تھا۔ ہاں یہ سچ تھا کہ اس نے آج تک میرو کو کبھی کسی کے اتنے قریب نہیں دیکھا، تھوڑی سی خوشی ہوئی تھی جس طرح ریان کی ماں نے اسے اپنے بیٹے ہونے کا مان دیا تھا، یقیناً میرو بھی انہیں اپنی ماں کی طرح ہی سمجھتا ہو گا۔ اس بیچارے کا کون تھا اس دنیا میں اور ماں کے پیار کے لیے بھلا کون نہیں ترستا۔

"کوئی بات نہیں، اچھا ہے وہ بھی کہیں آیا جایا کرے۔ اور پھر اماں جی بہت اچھی انسان ہیں۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی جس طرح انہوں نے میرو کو اہمیت دی۔ وہ جب بھی بلائیں اسے جانے دیا کرو،" سردار اسے دیکھتے ہوئے بولا تو جمرو نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔ جبکہ بالا اور سردار اب آگے کی پلاننگ کرنے لگے تھے، انہوں نے بہت کچھ سوچا ہوا تھا، اب بس انہوں نے سب کچھ ویسے ہی کرنا تھا جیسا انہوں نے سوچا تھا۔ وہ لوگ دعام اور بیلا کو لے کر

بلوچستان جارہے تھے، پیچھے مقصد کچھ بھی تھا لیکن ان دونوں کو انہوں نے ہنی مون کا ہی کہا تھا۔

دعام کی طبیعت اب کافی بہتر تھی، بیلا تو آئے دن شاپنگ پر جارہی تھی کیوں کہ وہ جان چکی تھی کہ وہ لوگ ہنی مون پر جارہے ہیں جبکہ دوسری طرف دعام اب پہلے سے کافی بہتر تھی۔ اس کے سر میں لگی چوٹ اب کافی بہتر تھی۔ بیلا اس کا بہت خیال رکھتی تھی اور سردار اسے اپنی ہتھیلی کا چھالا بنا رکھا تھا، وہ اسے پیر بھی زمین پر نہیں اتارنے دیتا تھا۔ ایسے میں ہنی مون پر جانے والی بات پر تو وہ بہت ہی زیادہ خوش تھی، وہ بھی کبھی بلوچستان نہیں گئی تھی اس لیے ایکسائٹڈ بھی تھی، اور پھر بیلا اس سے سارا دن اتنے مزے مزے کی باتیں کرتی تھی، انٹرنیٹ سے سرچ کر کے پتہ نہیں اسے بلوچستان کی کون کون سی جگہ دکھاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ تو بلوچی کڑھائی والے کپڑے بھی لینے والی تھی وہاں جا کر، ہر چیز میں ہی وہ بیلا کے ساتھ ساتھ تھی، اسے تو بڑا مزہ آرہا تھا یہ سوچتے ہوئے کہ وہ لوگ گھومنے پھرنے جارہے ہیں۔

ان کے جانے کے بعد جمرو قبیلہ سنبھالنے والا تھا جب کہمیرو کا تو سارا دھیان ہی آج کل اماں جی کی طرف تھا، وہ کبھی اسے اپنے پاس بلا لیتی تو کبھیمیرو کھانا لے کر ان کے پاس چلا جاتا۔ میرو کا اس طرح اماں کا خیال رکھنا ریان کو بھی بہت اچھا لگ رہا تھا بلکہ کل تو اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ رباب کو لے کر کہیں باہر پھر جانا چاہتا ہے، ویسے میں اس نے خود ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہمیرو کو شرمیلہ خالہ اور امی کے پاس چھوڑ کر جائے گا جس میں سردار نے کسی طرح کا کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا۔ خود میرو بھی اس بات پر خوش ہو گیا تھا کہ وہ بھی کچھ دن تک اماں جی کے پاس رہے گا۔ اچھا ہی تھا، اس طرح ریان کی پریشانی بھی کم ہو جاتی اور وہ بھی ماں جی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزار سکتا تھا۔

ان سب کے ترمی امی اور جمرو کو ایک اور کام بھی سردار نے دیا تھا کہ وہ شہر جا کر فاطمہ کے بارے میں پتہ کرتا رہے، اس کے ہاسٹل میں فون کرنا یا پھر اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اب جمرو کا کام تھا۔ اور یہ کام اس کے لیے مشکل ہرگز نہیں تھا ٹھیک ہے جب تک دلدار اور بالا بلوچستان میں رہنے والے تھے، اسے

ایک یادو دفعہ ہی فاطمہ کا پتہ کرنے جانا تھا اور پھر فون تو وہ روز ہی کر سکتا تھا ہاسٹل میں صرف ایک فون کر کے صرف فاطمہ کی طبیعت وغیرہ ہی پوچھنی تھی جو اس کے لیے ہر گز مشکل نہیں تھا۔ اس لیے اس نے آسانی سے یہ ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ کل وہ لوگ یہاں سے جا رہے تھے جب کہ قبیلے پر اب کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں تھا تو وہ سکون سے اپنا کام کر سکتے تھے۔

"بلوچستان؟ کیا ہم لوگ بھی بلوچستان جا رہے ہیں؟ آپ کو پتہ ہے بالا، بیلا اور دعام بھی وہیں پر جا رہے ہیں؟ آپ سب کے دماغ میں بلوچستان جانے کا ہی خیال کیوں آیا؟ کیا آپ لوگوں نے مل کر فیصلہ کیا ہے؟" وہ کمرے میں آتے ہوئے اسے بتا چکا تھا کہ کل وہ لوگ بلوچستان کے لیے نکل رہے ہیں جس پر رباب کافی حیران ہوئی تھی۔ یہ کیسا اتفاق تھا کہ وہ سب لوگ ایک ہی جگہ پر جا رہے تھے۔

"ہاں، دراصل پہلے میرا ارادہ سوات جانے کا تھا لیکن بالا اور دلدار نے بتایا کہ ان لوگوں کا ارادہ بلوچستان جانے کا ہے پھر میں نے سوچا کہ بلوچستان بھی اچھی

جگہ ہے، ہم وہاں بھی گھوم کر آسکتے ہیں۔ مقصد تو صرف تمہارا دماغ فریش کرنا ہی ہے۔ میر وہے امی کے پاس ان کا خیال رکھنے کے لیے، تمہیں امی کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں، تم بس اپنی پرواہ کرو اور شرمیلہ خالہ بھی یہیں پرہی رہیں گی۔"

"تم سامان وغیرہ پیک کرلینا، میں بالا اور دلدار سے پوچھ لیتا ہوں کہ ان لوگوں نے کب تک نکلنا ہے، اکٹھے ہی نکلیں گے،" وہ فون لیا باہر نکل چکا تھا جبکہ رباب خوشی خوشی پرسکون ہو کر جانے کی تیاری کرنے لگی تھی۔ اسے صرف امی کی ٹینشن تھی اور بے شکمیر وامی کا بہت اچھے طریقے سے خیال رکھ سکتا تھا، وہ تو ویسے بھی آج کل ان کا بیٹا بنا ہوا تھا، ہر روز ہی اس کا آنا جانا ہوتا تھا اور امی بھی اسے بہت زیادہ پسند کرتی تھی، اس کی کہانیاں اس کی باتیں کسی کو بھی خوش کر سکتی تھی، وہ چھوٹا سا لڑکا امی کے لیے تو بہت خاص ہوتا جا رہا تھا اور سچ یہ تھا کہ وہ بے ضرر سا انسان سوائے پیار کے اور کچھ نہیں مانگتا تھا۔

○○○○○○○

میرو! ماں جی کا خیال رکھنا مجھے کسی بھی طرح کی کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے اور دوسری بات تم ان کے پاس ہی رہو گے جتنے دن ہم بلوچستان میں رہیں گے۔ ان کی ہر ضرورت کو تم پورا کرو گے ان کے ساتھ ان کے گھر کے اندر رہو گے۔

وہ تم پر اعتبار کرتے ہیں اور میں یہی چاہتا ہوں کہ یہ اعتبار بنا رہے ریان ہمارے ساتھ جا رہا ہے ایسے میں صرف تم ہی ہو جو وہاں ان کا خیال رکھو گے وہ میرو کو رات کو ہی بتانے آ گیا تھا کہ وہ اتنے دن تک ریان کے گھر پر اسے چھوڑنے والا ہے اس کی بات سن کر تو میرو خوش ہو گیا تھا۔

"کیا سردار تم سچ میں مجھے اماں جی کے پاس بھیج رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا، میں ان کے پاس ان کے گھر میں رہوں گا! اس سے اچھا بھلا اور کیا ہو سکتا ہے! جمرو قبیلہ سنبھالے گا اور میں ان کے پاس رہوں گا تم لوگ تو سب جاؤ اور اچھے سے وقت گزار کر واپس آنا پیچھے کی پریشانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے ویسے تو کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں۔

لیکن پھر بھی اگر کوئی مسئلہ ہوا تو میں فون پر تمہیں بتادیا کروں گا۔" وہ بہت خوشی سے چہکتے ہوئے اسے بتا رہا تھا جب کہ سردار اس کا کندھا تھپتھپاتا کمرے سے نکلا تو جمرو سامنے ہی کھڑا تھا۔

○○○○○○○○

"ہر چیز سمجھ میں آگئی ہے نا؟ کوئی سوال کوئی پریشانی ہے تو ابھی سے پوچھ سکتے ہو، ہم رات کو نکل رہے ہیں میں ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی بھی مسئلہ بنے۔"

"سردار! تم مجھ پر یقین کر سکتے ہو میں کوئی مسئلہ نہیں ہونے دوں گا سب کچھ سکون سے ہو جائے گا تم لوگ آرام سے جاؤ اور آرام سے واپس آؤ ہاں لیکن اس صابر حسین کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تصویر ضرور بھیج دینا۔ اس کی شکل نہ دیکھی ہے نہ ہی دیکھنے کی خواہش ہے ہاں لیکن اس کے مردہ وجود کے ٹکڑے دیکھنے کی خواہش ضرور ہے مجھے جو تم پوری کرو گے،" اس کے لہجے میں صابر حسین کے لیے بے انتہا نفرت تھی۔

"ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تقریباً ساری معلومات لے چکا ہوں لیکن یاد رکھنا تم نے کراچی جانا ہے وہاں فاطمہ کے ہاسٹل میں تقریباً دو دفعہ تو تمہیں جانا ہو گا ایسا کرنا کہ اتوار کے دن جانا اور ہوسٹل روز فون کرنا ہے شام کو پانچ بجے۔ اسے جیسے ہی پتہ چلتا ہے کہ میں اس سے ملنے کے لیے آیا ہوں تو فوراً ہی باہر نکل آتی ہے تمہیں دیکھ کر تھوڑا پریشان ہو گی لیکن میں نے اسے بتا دیا ہے تمہارے بارے میں کہ تم آؤ گے اس کو تھوڑی دیر کے لیے باہر لے کر جانا ہے۔ وہ ہاسٹل میں رہ کر بہت اکتا جاتی ہے اور پھر ایک ڈیڑھ گھنٹے میں اسے واپس چھوڑ دینا میرے یہاں نہ ہوتے ہوئے وہ تمہاری ذمہ داری ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنی ذمہ داری کو بہت اچھے طریقے سے نبھاؤ گے" وہ اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے بولا تو جمرو نے صرف سر ہلایا تھا وہ فاطمہ کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا اور اسے یہی لگ رہا تھا کہ فاطمہ سردار کے دور کے رشتہ دار ہے وہ ہرگز نہیں جانتا تھا کہ وہ ڈا کو

راگا کی بیٹی ہے خیر اس بات سے فرق بھی نہیں پڑتا تھا فرق اس بات سے پڑتا تھا کہ وہ سردار کے لیے عزیز ہے اور بس۔

○○○○○○○

تیاری ہو چکی تھی رباب ساری پیکنگ کر چکی تھی۔ میرو بھی تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے والا تھا۔

وہ میرو کو یہاں اپنی امی کے پاس چھوڑ کر جا رہا تھا میرو آج کل اس کی ماں کے بے حد قریب تھا اور خود امی بھی اس کے بہت زیادہ قریب آ چکی تھی ایسے میں وہ اس پر یقین کر سکتا تھا اور اس وقت ریان سوائے قبیلے کے لوگوں کے اور کسی پر یقین کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

ہاں اس وقت اسے سردار کے علاوہ اور کسی پر یقین نہیں تھا خاص کر وردی والوں پر سے تو اس کا اپنا اعتبار ہی اٹھ گیا تھا جب وہ اس کی بہن کے معاملے میں اس کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھے پھر وہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ وہ لوگ کسی اور معاملے میں اس کا ساتھ دیں گے۔

اسی لیے تو اس نے خود ہی حق سچ میں آواز اٹھانے کا راستہ چن لیا تھا وہ اس وردی کا حق ادا کرنے والا تھا کہ اس میں اس کا سردار خوب ساتھ دے رہا تھا اور سردار کے علاوہ وہ کسی پہ یقین نہیں کر سکتا تھا اور میرو سردار کے حساب سے اعتبار کے لائق تھا اسی لیے وہ اس کے لیے بھی اعتبار کے لائق تھا۔

"تم نے تیاری مکمل کر لی ہے؟ ان لوگوں کے آتے ہی ہم لوگ نکل جائیں گے زیادہ وقت نہیں ہے میرے خیال میں نو ساڑھے نو بجے تک وہ پہنچ جائیں گے 10 بجے کی فلائٹ ہے ہماری، تم یہ پیکنگ کر کے کھانا کھالو پھر تھوڑی دیر آرام کر لینا" وہ اسے بتاتے ہوئے خود امی کے کمرے میں چلا گیا تھا اس کے انداز سے کہیں سے کوئی ناراضگی نہیں جھلک رہی تھی وہ اس کا بہت زیادہ خیال رکھ رہا تھا شاید اب وہ اس سے ناراض نہیں تھا بلکہ وہ بالکل نارمل ہو گیا تھا وہ امی کو بھی میرو کے بارے میں بتا رہا تھا

جب کہ امی ان کے جانے پر بہت زیادہ خوش تھی آخر کار رباب کو وہ کہیں تو لے کر جا رہا تھا۔

"بلوچستان میں کافی سردی ہے میں نے چیک کر لیا ہے تمہارے لیے بھی جیکٹ رکھ رہی ہوں ویسے تمہاری پیکنگ کرنا میری ذمہ داری نہیں ہے لیکن میں نے سوچا کہ چلو کر ہی دیتی ہوں کیا یاد کرو گے ؟ آخر ہسبینڈ ہو میرے تھوڑی سی تو خدمت ڈیزرو کرتے ہی ہو تم" وہ الماری سے اس کے کوٹ نکالتے ہوئے بیگ میں پیک کر رہی تھی جب کہ وہ سکون سے بیٹھا اس کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔

جب اس کی نظر اس کی طرف اٹھی تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی نائٹی تھی

۔

"استغفر اللہ! بے حیا انسان یہ کیا ہے؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے کبرڈ میں اس کو رکھنے کی؟" وہ غصے سے نائٹی اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ تو میں نے بہت پہلے لی تھی جب کبھی سوچا تھا تمہیں اپنی زندگی میں شامل کروں گا یہ تمہیں کہاں سے مل گئی؟ اگر مل ہی گئی ہے تو۔۔۔۔۔"

"خبردار! ٹھرکی ڈاکو خبردار! میں کام کر رہی ہوں خبردار جو تمہارے اندر کے جذبات پھر سے جاگے اگر یہاں پر تم نے رومینٹک ہونے کی کوشش کی ناتو میں تمہارا اگلہ دبا کر قتل کردوں گی۔ مجھے یہ بتاؤ تمہیں شرم نہ آئی اس طرح کا بے حیالباس میرے لیے خریدنے کی؟ سچ سچ بتاؤ کیا سوچ کر تم نے یہ خریدا تھا کہ میں تمہیں انٹرٹین کرنے کے لیے یہ پہنوں گی؟" وہ غصے سے دیکھتے ہوئے بولی تھی جس پر بالا نے بڑے پر سکون سے انداز میں ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں بالکل میں نے تو یہی سوچا تھا اتنی خوبصورت نائٹی ہے اور پھر وہ کہتے ہیں نا کہ شوہر کے سامنے ساری شرم وحیا کو ایک طرف رکھ دینا چاہیے میں تم سے یہی امید رکھتا ہوں کہ تم اپنی ساری شرم وحیا کو ایک طرف رکھ کر میرے لیے اس خوبصورت سی نائٹی کو زیب تن کرو اور میں تمہارے حسن کا اچھے سے لطف اٹھاؤں کتنی ان رومانٹک بیوی ہو تم۔ قسم سے تم اگر میرے خوابوں والی بیلا ہوتی ناتو اب تک نہ جانے میرے ساتھ کیا کیا کر چکی ہوتی لیکن تم تو ہو ہی دنیا کی سب سے بورنگ ترین عورت سچ سچ بتاؤ مجھے جیسا ہینڈسم سمارٹ ہاٹ

سیکسی مرد دیکھ کر تمہارے اندر فیلنگز نہیں جاگتی؟ اتنا ہاٹ بندہ ملا ہے تمہیں کم سے کم تھوڑی سی تو قدر کرو اس کا تھوڑا سا تو ناجائز استعمال کرو،" وہ منہ بناتے ہوئے بولا تو بیلا کی کانوں کی لو تک سرخ ہونے لگی تھی کیسا بے شرم انسان تھا کہ اس سے اپنی بے شرمی بیان کر رہا تھا۔

یہ ٹھرکی زیادہ تھا یا بے شرم زیادہ تھا اندازہ لگانا ناممکن تھا وہ کانوں کو ہاتھ لگاتی اس کی طرف دیکھے بغیر ہی سامان پیک کرنے لگی جب ایک خوبصورت سی نیلے رنگ کی ساڑھی نیچے گری۔

"یہ بھی میں نے ہی رکھی ہے اور بہت خوبصورت ہے اسے دیکھتے ہی نا میری نظر اس پر اٹک گئی تھی" وہ کھول کر ساڑھی چیک کر رہی تھی جب اس کا لمبا سا پلو زمین پر گرا ہوا اتنا حسین تھا کہ بیلا کی اپنی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔

"واؤ یہ کتنا خوبصورت ہے! میں پہلے ڈنر پر یہی پہنوں گی ہنی مون پر جا کر" وہ خوشی سے چہکتی ہوئی ساڑھی واپس پیک کرتے بیگ میں ڈال گئی تو بالا بھی مسکرا دیا تھا۔ چلو اسے ایک چیز تو پسند آئی تھی۔

"میں تمہارے لیے اتنی خوبصورت ساڑھی خرید کر لایا ہوں تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں اس کے بدلے میرے ہونٹوں پر میرے گالوں پر میرا مطلب ہے منہ پر ایک آد۔۔۔۔"

"بالا! اب اگر تم نے فضول بات کی نا تو کچھ دینے کے بجائے تمہارا منہ توڑ ضرور دوں گی میں۔ عجیب ٹھرکی آدمی ہے اس آدمی کا ٹھرک ختم ہونے کا نام نہیں لیتا ہر وقت الٹی سیدھی باتیں کرتا رہتا ہے کام کرنے دو مجھے اب تمہاری آواز نہ آئے" وہ غصے سے بولی تو بالا نے اگلے ہی لمحے منہ بنا کر منہ پر انگلی رکھ لی تھی جیسے اس سے زیادہ شریف انسان تو اس دنیا میں ہے ہی نہیں یہ الگ بات تھی کہ بیلا اس کی شرافت کے سارے رنگ دیکھ چکی تھی۔

ooooooo

"یہ رکھ دوں تمہارے لیے" وہ اس کا بیگ پیک کر رہا تھا جب کہ وہ بیڈ پر الٹی پالتی مارے اس کو دیکھ رہی تھی جو اپنی پیکنگ کے بعد اب اس کی پیکنگ کر رہا

تھا وہ لوگ تقریباً 15 دن کے لیے جانے والے تھے تو اس کی مناسبت سے ہی ساری پیکنگ کرنی تھی۔

"ہاں ڈاکو جی یہ بھی رکھ دیجیے اور وہ والا بھی رکھ دیجیے میں وہاں جا کر یہ والا بھی پہنوں گی۔"

"ہاں ٹھیک ہے میں رکھ دوں گا بلکہ میں سب کچھ رکھ دوں گا تم لیٹ جاؤ تھوڑی دیر آرام کر لو سفر پر نکل پڑے تو پھر آرام نہیں ہو سکے گا تمہیں تھوڑی دیر نیند لے لینی چاہیے" وہ سامان ایک طرف رکھتے ہوئے اسے زبردستی بیڈ پر لٹانے لگا تھا۔

"اوہو ڈاکو جی میں بہت زیادہ ایکسائٹڈ ہوں میں سونا نہیں چاہتی" اس کے نرم لبوں کا لمس اپنے ماتھے پر محسوس کرتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی تھی آج اس کی پٹی مکمل طور پر کھل چکی تھی وہ کافی بہتر تھی۔

اسی لیے اس کی ضد پر فوراً ہی وہ بلوچستان جانے کی پلاننگ کر چکے تھے بلکہ آج رات کی ہی ٹکٹس بک ہو چکی تھی۔

جبکہ اسے جب سے پتہ چلا تھا کہ وہ لوگ جا رہے ہیں اس کی ایکسائیٹمنٹ کا لیول ہی الگ تھا لیکن سردار چاہتا تھا وہ تھوڑی دیر آرام کر لے جس کے لیے وہ راضی ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"ڈاکو جی پلیز پلیز میری میڈیسن ساتھ میں لے کر مت جائیے گا میں وہاں اپنا منہ ہرگز کڑوا نہیں ہونے دوں گی آپ تو میرے پیارے ڈاکو جی ہیں نا پلیز میری دوائیاں مت ڈالیے گا بیگ میں" وہ اسے لٹا کر پھر سے پیکنگ کرنے لگا تو وہ واپس اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اس کی منتیں کرنے لگی تھی۔

"اوہو میرا بھولا سائیں دوائیاں تو کھانی پڑیں گی نا یہ کورس تو مکمل کرنا پڑے گا مانا اب تم ٹھیک ہو تمہیں دوائیوں کی بالکل ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی ڈاکٹروں کو تھوڑا بہت احسان تو ہم کر ہی دیں گے اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اس کے بعد میں اور کوئی دوائیاں نہیں لے کر آؤں گا بس یہی والی ختم کرنی ہے" وہ پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے بولا جب کہ وہ منہ بناتی واپس لیٹ گئی

تھی خیر اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ سردار ہرگز اس کی دوائیوں پر کوئی کمپرومائز نہیں ہونے دے گا۔

اسی لیے بنا ضد کیے ایک دفعہ پھر سے اسے دیکھنے لگی تھی اور جیسے جیسے وہ پیکنگ کر رہا تھا ویسے ویسے دعام کی آنکھیں بھی بند ہو رہی تھی وہ سونا نہیں چاہتی تھی لیکن پھر بھی نیند آہستہ آہستہ اس پر حاوی ہونے لگی تھی۔

○○○○○○○○

رات کے دس بج رہے تھے۔

ایئرپورٹ کی شیشے کی دیواروں کے باہر ہوائیں تیز ہو چکی تھیں۔ فلور پر پڑی روشنیوں میں سب کے چہرے چمک رہے تھے مگر دعام کا چہرہ سب سے الگ تھا۔

آنکھوں میں حیرت، دل میں ہلکی سی گھبراہٹ، اور لبوں پر وہ مسکراہٹ جو پہلی بار کچھ نیا دیکھنے پر خود بخود آجاتی ہے۔

"پہلی بار جہاز میں بیٹھ رہی ہو نا سجن سائیں؟" سردار نے اس کی جھجک محسوس کر کے مسکرا کر پوچھا۔

دعام نے ہلکے سے سر ہلایا،

"ڈاکو جی... میرا دل بہت تیز دھڑک رہا ہے۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے اندر کی طرف جاتی اسے بتانے لگی تھی

"ڈرو مت، باقی تمہارے دل کی دھڑکنیں کتنی زیادہ تیز ہیں یہ میں بلوچستان کے روم میں جا کر چیک کروں گا نا ابھی چیک نہیں کر سکتا" وہ ذرا بے باکی سے کہتے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا ہے اسے اپنے قریب کر گیا تھا لیکن اس کا ڈر کم نہ ہوا تو سردار نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، اور اتنی شدت سے تھاما کہ دعام کی ساری گھبراہٹ جیسے انگلیوں کے بیچ ہی قید ہو گئی۔

پاس ہی رباب کرسی پر نیم دراز تھی، ریان اس کے کندھے کے پیچھے ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر سے اُلٹیاں کر کر کے اس کی بری حالت ہو رہی ہے مسلسل

ایئرپورٹ کے واش روم کے چکر لگ رہے تھے اس کے وہ اچھی خاصی نڈھال ہو گئی تھی

"اگر تھکن زیادہ ہو رہی تو میں ڈاکٹر کو کال کر لوں؟"

"نہیں ریان، بس ایک کپ چائے مل جائے تو بہتر محسوس ہو گا۔"

رباب کی چائے کے ساتھ محبت وہ بہت اچھے طریقے سے سمجھتا تھا اسی لیے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھتا اس کے لیے چائے لینے چلا گیا تھا۔ وہ چھ کے چھ ایک دوسرے میں مصروف تھے۔ جیسے کسی تیسرے کا وجود ان میں ہو ہی نہیں سب کو لگ رہا تھا کہ وہ الگ الگ کپلز ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ الگ الگ آئے ہیں اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ لوگ ایک ساتھ جا رہے ہیں

بالا اور بیلا حسبِ معمول ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔

"ٹھرکی ڈاکو! میری بات کان کھول کر سن لو ونڈو والی سیٹ میری ہو گی میں جہاز میں پہلی دفعہ بیٹھ رہی ہوں خبردار جو تم نے میری سیٹ پر قبضہ جمایا۔"

ریان رباب کے لیے چائے کا کپ لے کر آیا تو وہ فوراً ہی بالا کے قریب ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"میری جان تم میری زندگی لے لو ونڈو والی سیٹ کیا ہے سب کچھ تمہارا ہے اگر دل چاہے تو میری گود میں بیٹھ جانا میں تو اس کے لیے بھی منع نہیں کروں گا۔"

وہ آنکھ دباتا شرارت سے بولا تو بیلا نے آنکھیں گھمائی تھی بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے منہ پر ٹیپ لگا دے وہ بندہ ہر ٹائم بے شرمی والی باتیں کیسے کر سکتا تھا ہر ٹائم اس کا رومینٹک موڈ آن کیسے رہ سکتا تھا بیلا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا اس آدمی نے کوئی بے شرمی والی گولی کر پی تھی۔

یا پھر وہ پیدائشی ایسا ہی تھا سمجھ نہیں آ رہا تھا اتنے سالوں تک وہ کنوارا کیسے رہا تھا ایسا کیسے ممکن تھا کہ اس نے اپنی یہ ٹھرک کسی اور پر نہ جھاڑی ہو وہ نفی میں سر ہلاتے اعلان ہوتے ہی جہاز کی طرف چل پڑے تھے

○○○○○○○○

جہاز میں داخل ہوتے ہی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا سب کو چھو گیا۔

نیلے قالین والے راستے پر دعام دھیرے دھیرے چل رہی تھی۔ اوپر کی روشنیاں دھیمی تھیں، ایئر ہوسٹز نے ان کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کی سیٹوں تک پہنچایا تھا۔

جب جہاز نے رفتار پکڑی تو دعام نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔

"ڈاکو جی مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے بولی تو سردار نے بھی اس کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں بالکل ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں کچھ نہیں ہو گا ابھی چٹکیوں میں ختم ہو جائے گا یہ سفر" وہ اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے اس سے باتوں میں لگانے لگا تھا۔ جب اچانک ہی جہاز کا سفر شروع ہوا۔ دعام کی سانس اٹک گئی، لیکن بس تھوڑی دیر کے لیے

"جہاز اڑان بھر چکا ہے اب تم ریلیکس ہو سکتی ہو ہم اوپر کی طرف جا رہے ہیں" وہ اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا تو اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں کھول دیں۔

کھڑکی سے باہر تاروں بھرا آسمان جیسے نیچے سرک آیا تھا۔

نیچے زمین کی روشنیوں کا سلسلہ ٹوٹا ہوا سا تھا—وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی، لیکن اصل سکون اس کے پاس بیٹھے شخص کی آنکھوں میں تھا۔ وہ بار بار اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکراتی جب کہ وہ بار بار اس کے ماتھے کے زخم پر اپنے لب رکھتے ہوئے اس کی مسکراہٹ پر مسکرا دیتا۔

oooooooooo

"یہ کیا کر رہے ہیں ریان مجھے اتنی بھی سردی نہیں لگ رہی" وہ کمبل اس کی ٹانگوں پر پھیلانے لگا تو رباب ہلکا سا مسکرائی تھی وہ جس طرح اس کا خیال رکھتا تھا رباب اکثر شرمندہ ہو جاتی تھی۔

"میری جان موسم بہت ٹھنڈا ہے اور اب تو سردی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے میں تم پر اور اپنے بچے پر کوئی رسک نہیں لینا چاہتا اسی لیے یہ بہت ضروری ہے" وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولا تو رباب کی آنکھیں جھلملا سی گئی تھی وہ اپنے بچے کو لے کر اس سے ناراض تھا اور رباب نے اب تک اسے منایا تک نہیں تھا۔

ہاں اس نے بہت غلط کیا تھا اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اسے ریان سے یہ بات چھپانی نہیں چاہیے تھی وہ ایک محبت کرنے والا شوہر تھا اور یقیناً وہ ایک بہت اچھا باپ بھی ثابت ہونے والا تھا وہ اس کا خیال رکھ رہا تھا اسے بالکل تنہا نہیں چھوڑ رہا تھا اسے کسی طرح کی ٹینشن نہیں لینے دے رہا تھا لیکن یہ حقیقت تھی کہ ریان کے دل میں ایک بات تھی جو ان دونوں کے رشتے کی خوبصورتی کو کم کر رہی تھی اس نے سوچ لیا تھا وہ بلوچستان جاتے ہی ریان کو منانے کی کوشش کرے گی۔

ooooooo

"کیا دیکھ رہے ہو؟ بہت خوبصورت لگ رہی ہے تو اسی کے ساتھ بھیج دیتی ہوں میں" اس کے قریب سے ایئر ہوسٹر گزر رہی تھی کہ بیلا نے غصے سے بالا کے گریبان کو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا بالا تو جانثار ہونے والے انداز میں پوری طرح سے اس کی طرف آیا تھا اچانک ہی اس کی گردن میں منہ چھپا گیا تھا انداز انتہائی بے باکی لیے ہوئے تھا جبکہ اس کے لبوں کا بکھرتا ہوا لمس بیلا کو بوکھلا کر رکھ گیا تھا جب اسے اپنی گردن پر ہلکی سی چبھن محسوس ہوئی تو اس نے بالا کو تقریباً دھکا دیتے ہوئے خود سے دور کیا تھا جو یہاں جہاز میں بھی اپنے بے لگام جذبات کو لگام ڈالنے کی بجائے اس کے ساتھ فری ہو رہا تھا۔

"جاناں! مجھے تمہارے علاوہ کسی کا ہوش ہی نہیں رہتا نگاہیں ہر طرف تمہیں ڈھونڈتی ہیں جب تم نہیں ملتیں تو پھر تمہارے دیدار کو ترستی ہیں اور جب تڑپ حد سے بڑھ جاتی ہے تب جذبات بے لگام ہو جاتے ہیں اور اگر جذبات بے لگام ہو جائیں تو پھر ہونٹوں کو نہیں پتہ کہ وہ کہاں کس طرح چھو رہے ہیں"

وہ اچانک سے کہتا اس کے لبوں کو شدت سے اپنے لبوں میں قید کرتے ہوئے اسے چوم گیا تھا جبکہ بیلا غصے سے سیٹ پر پڑا تکیہ اٹھا کر اسے مارنے لگی تھی۔

ان دونوں میں کیا بحث ہو رہی تھی یہ تو کوئی نہیں سمجھ پایا تھا ہاں لیکن ان دونوں کی لڑائی جھگڑوں نے یہاں سردار اور دعام کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا وہی ریان اور رباب بھی ہنس دیے تھے

اور جہاز کے اندر مسکراہٹوں، محبتوں اور ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے بیچ بلوچستان کا سفر شروع ہو گیا۔

oooooooo

جہاز کے پہیے جیسے ہی زمین سے چھوئے، دعام کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا۔

کھڑکی سے باہر پہاڑوں کا سیاہ سا سایہ، روشنیوں میں ڈوبا رن وے، اور ٹھنڈی ہوا جیسے کسی انجان کہانی کا آغاز سنا رہی تھی۔

"ڈر گیا میرا سوہنا مکھڑا؟" سردار نے جھک کر آہستگی سے پوچھا۔ اس کی بھاری آواز میں وہی سکون تھا جو دعام کے تیز دھڑکتے دل کو کچھ لمحوں کے لیے تھم جانے پر مجبور کر گیا۔

"تھوڑی سی"، وہ ہلکا سا مسکرائی، سردار نے اس کے شانوں کے گرد اپنی جیکٹ ڈال دی۔

"میں ساتھ ہوں بالکل ڈرنے کی ضرورت نہیں ہم بلوچستان پہنچ چکے ہیں بس اب ہم باہر نکلیں گے" وہ اس کے گرد اپنا جیکٹ پھیلاتے ہوئے زپ بند کرنے لگا تھا یہاں بلوچستان میں کافی سردی تھی بلکہ کافی سے بھی کہیں زیادہ

ooooooo

پیچھے کی سیٹوں پر رباب آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ ریان آہستگی سے اس کے قدموں کے پاس کمبل درست کر رہا تھا۔

وہ جہاز میں سو چکی تھی سفر زیادہ لمبا نہیں تھا لیکن پھر بھی اس کی آنکھ لگ گئی ریان نے اسے بالکل بھی تنگ نہیں کیا تھا اب وہ کمبل اس پر لپیٹنے لگا تو اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"کیا ہوا؟ بلوچستان پہنچ گئے؟" وہ آنکھیں کھولے اس سے پوچھنے لگی تو ریان نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ میں اپنے علاقے سے کہیں باہر نکلی ہوں" وہ خوشی سے اس سے لپٹنے لگی تو ریان نے اسے سہارا دیا تھا۔

"ویسے میں کبھی زیادہ دور نہیں گئی لیکن مجھے پھر بھی یہاں آکر نا بہت زیادہ خوشی ہو رہی ہے کیونکہ اس دفعہ آپ میرے ساتھ ہیں" وہ اس پر بازوؤں کا حصار بنا رہا تھا جب وہ خود ہی اس کے پاس آگئی۔

"صرف مجھے اہمیت مت دو رباب صرف میں ہی تمہارے ساتھ نہیں ہوں بلکہ، ہمارے ساتھ ایک نئی دھڑکن بھی ہے۔" وہ اس کے پیٹ پر ہلکا سا ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو وہ شرم سے سرخ ہوتی مسکرا کر ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔

○○○○○○

بالا اور بیلا کے درمیان حسبِ معمول چھوٹی موٹی سی جنگ جاری تھی۔ ان دونوں کو کسی لمحے سکون نہیں تھا

"کتنے بے مروت شوہر ہو تم ایک چھوٹا سا بیگ اٹھاتے ہوئے تمہاری پسلیوں میں درد نکل رہا ہے۔"

"چھوٹا سا بیگ! استغفر اللہ یہ کہاں سے تمہیں چھوٹا سا بیگ محسوس ہو رہا ہے؟ ہم صرف 15 دن کے لیے آئے ہیں ڈارلنگ اور تم نے 15 سال کا سامان پیک کیا ہے" جہاز سے اترتے ہی انہیں ان کا سامان دیا جا رہا تھا جب کہ ان دونوں کی جنگ ابھی بھی عروج پر تھی۔

"اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو یہ بیگ اٹھاؤ" اس دفعہ بیلا نے سیریس انداز میں کہا تھا جبکہ بھلائی والی بات پر نہ جانے کیوں بالا کو محسوس ہوا کہ وہ رات کی بات کر رہی ہے اور وہ رات کو تو اپنی بھلائی چاہتا ہی تھا اتنی سردی میں بیوی کے بغیر اس کا گزارا کہاں تھا۔

"ویسے میں بالکل بھی اٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن اب میری پیاری سی بیوی اتنی منتیں کر رہی ہے تو اٹھا لیتا ہوں" جیسے احسان کرنے لگا تھا۔

"میں نہیں کر رہی آپ کی منتیں مسٹر ٹھرکی ہسبینڈ میں خود اٹھا لوں گی اور پھر اس کو اٹھانے کے بعد جو میں تمہارے ساتھ کروں گی نا وہ بھی تم ساری زندگی یاد رکھو گے اس ہنی مون پر بنا ہنی مون بنائے تمہیں واپس نہ بھیج دیا تو میرا نام بھی بیلا نہیں" بیلا کے تیز لہجے پر پورے گروپ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

تھوڑے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے وہ کیا کہہ رہی تھی یہ سمجھنا تھوڑا سا مشکل تھا لیکن اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ ان دونوں میں کسی بات پر بہت سیریس لڑائی ہو رہی ہے۔

سردار نے پلٹ کر ایک نظر انہیں دیکھا، لگ رہا تھا جیسے انہوں نے رات یہیں کھڑے ہو کر لڑتے ہوئے گزارنی تھی وہ قدم بڑھاتے ہوئے ان کے پاس آیا تو وہ اب بھی ایک دوسرے سے لڑنے میں مصروف تھے۔

"تم دونوں اگر ایک دن بغیر لڑے سفر کر گئے نا، تو میں انعام دوں گا۔" سردار نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے جیسے شرط رکھی تھی

"انعام نہیں سردار، بس گواہی دینا کہ میں نے صبر کیا!" وہ قہقہہ لگاتے ہوئے سامان اٹھانے لگا تو بیلا ایک ادا سے اپنا بیگ اٹھاتی آگے بڑھ چکی تھی۔

باہر بلوچستان کی رات اپنی ٹھنڈی سانسیں لیتے ہوئے ان کا استقبال کر رہی تھی۔

آسمان پر ستارے اتنے قریب لگ رہے تھے جیسے ہاتھ بڑھاؤ تو چھو لو۔

دور پہاڑوں کے سائے اور ایئرپورٹ کی مدھم روشنیاں، سب کچھ کسی خواب جیسا معلوم ہو رہا تھا۔

دعام نے سردار کے بازو میں ہاتھ ڈال دیا۔

"یہ واقعی بلوچستان ہے؟ اتنا حسین... اتنا خاموش؟" وہ بہت زیادہ ایکسائٹڈ تھی

سردار نے اس کے ماتھے پر جھک کر آہستگی سے کہا،

"یہ حسین ہے... مگر خاموش نہیں۔ یہاں کی خاموشی کے پیچھے بہت کچھ چھپا ہے، اور وہی ڈھونڈنے ہم آئے ہیں، سجن سائیں" وہ اس کے گرد اپنا حصار بناتے ہوئے اس پر اپنی چادر درست کرتا آگے بڑھ گیا۔

○○○○○○○○○○

رات کے دوسرے پہر، بلوچستان کی سڑکیں خاموش اور پُر اسرار تھیں۔ پہاڑوں کے بیچ گزرتی ہوئی گاڑی اپنی ہی رفتار میں گم تھی، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ دونوں اطراف پتھریلے پہاڑ اندھیری رات میں چاند کی روشنی سے نیلے چاندی رنگ میں ڈھلے دکھائی دے رہے تھے۔ کہیں کہیں برف کے سفید تودے جھلملا رہے تھے، اور سرد ہوا گاڑی کے شیشوں سے ٹکرا کر ہلکی سی دھند چھوڑ رہی تھی۔

راستہ تنگ مگر دلکش تھا، کبھی بل کھاتا ہوا کسی ڈھلوان میں گم ہو جاتا، کبھی کسی کھلے میدان میں نکل آتا جہاں ہوا کے ساتھ خاموشی بھی سانس لیتی محسوس

ہوتی۔ درختوں کی شاخوں پر جمی برف جیسے چاندنی کے ساتھ مل کر کوئی جادو جگا رہی تھی۔

جیسے جیسے گاڑی اوپر چڑھتی جا رہی تھی، موسم کی سختی بڑھ رہی تھی۔ سردی کی شدت ایسی تھی کہ سانس کے ساتھ نکلتی بھاپ تک نظر آ رہی تھی۔ فضاء میں ایک عجیب سا سکوت پھیلا تھا—ایسا سکوت جو صرف پہاڑی راتوں میں محسوس ہوتا ہے۔

پہاڑوں کے بیچ ایک موڑ پر مڑتے ہی دور کہیں روشنیوں کی ایک لڑی دکھائی دی۔ وہ کسی ہوٹل کی روشنیاں تھیں جو برف سے ڈھکے پہاڑوں کے درمیان کسی نایاب نگینے کی طرح جگمگا رہی تھیں۔ گاڑی جب اس کے قریب پہنچی تو منظر اور بھی دلفریب ہو گیا۔

ہوٹل روایتی بلوچی طرزِ تعمیر کا حسین امتزاج تھا۔ پتھروں اور لکڑی سے بنی عمارت کے چاروں طرف لالٹینیں جل رہی تھیں، ان کی سنہری روشنی برف پر پڑ کر کسی خواب کی چمک بن گئی تھی۔ مرکزی دروازے کے سامنے اونچی

محراب، لکڑی کے کندہ کیے گئے دروازے، اور ان پر کندہ روایتی بلوچی نقوش —سب کچھ اس جگہ کو ایک پراسرار مگر دلکش حسن دے رہے تھے۔

ہوٹل کے صحن میں نرم پیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی، وہاں بلوچی قالین بچھے تھے، اور دروازے کے قریب تانبے کے پیالوں میں خوشبودار دھواں اٹھ رہا تھا۔ دور پہاڑوں سے ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آیا جس نے اپنے ساتھ برف کی خوشبو اور وادیوں کا سکون لاکر فضا میں بکھیر دیا۔

ہوٹل کے باہر رکی گاڑی سے جب لوگ اترے تو ہوا نے ان کے لباسوں کو چھو کر جیسے خوش آمدید کہا۔ ان کے لیے تین کمرے پہلے سے تیار تھے، اور ہر کمرہ پہاڑوں کی طرف کھلنے والی کھڑکیوں سے مزین تھا۔ باہر برف کے گرتے ذرات، اندر لکڑی کی دیواروں سے اٹھتی ہلکی سی گرمی —یہ وہ لمحہ تھا جہاں سردی، خاموشی اور حسن ایک دوسرے میں گھل گئے تھے۔

دعام، رباب اور بیلا تینوں ہی یہاں آکر بہت خوش تھیں جبکہ باقی وہ تینوں تو یہاں اپنے اصل مقصد کے لیے آئے تھے۔

ریان ہر طرح کی معلومات پہلے ہی لے چکا تھا۔ اور اب ان کا ارادہ آج رات سے ہی اپنا کام شروع کرنے کا تھا لیکن بیلا، رباب اور دعام کو کسی بھی طرح کی خبر ہونے دیے بغیر۔

بیلا اس بات کو لے کر خوش تھی کہ وہ یہاں ہنی مون پر آئی ہے، اور ریان رباب کو ہر طرح کی ٹینشن سے دور رکھنا چاہتا تھا جب کہ دعام کو کسی بھی طرح کی پریشانی میں سردار نہیں دیکھ سکتا تھا اسی لیے ان لوگوں نے یہ بات ان لوگوں سے چھپا کر رکھی ہوئی تھی کہ وہ یہاں کسی خاص مقصد کے لیے آئے ہیں۔

○○○○○○○

ہوٹل کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی ایک نرم، خوشبو نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔ پتھروں اور لکڑی سے بنے اس داخلی ہال میں چھت کے قریب لٹکتی پیلی لالٹینوں کی روشنی نے ایک دھیمی سی چمک پھیلا

رکھی تھی۔ ہوا میں دیودار کی لکڑی کی مہک تھی، جو سرد موسم کے باوجود دل کو گرماتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

استقبالیہ کے عقب میں بلوچی طرز کے قالین بچھے تھے، دیواروں پر ہاتھ سے بنے بلوچی کڑھائی والے فریم آویزاں تھے، جن کے رنگوں نے سرد ماحول میں ایک زندگی سی بھر دی تھی۔ دروازے کے قریب کھڑا مینیجر اپنے بلوچی لباس میں خوش دِکھتا تھا، اور روایتی انداز میں جھک کر مہمانوں کا خیر مقدم کر رہا تھا۔

اس نے ادب سے ہاتھ جوڑ کر انہیں اندر آنے کا اشارہ دیا، پھر نرم قدموں سے آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں تین سنہری چابیوں کا گچھا تھا جن پر کمروں کے نمبر چھوٹے دھات کے ہندسوں میں درج تھے۔

وہ ان کے سامنے چلتا ہوا ایک لمبے دالان میں داخل ہوا، جہاں لکڑی کی چھت کے نیچے مدھم روشنی میں قالین کے نرم رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ دالان کے

دونوں اطراف دروازے قطار میں موجود تھے، ہر دروازے پر بلوچی کڑھائی کے پردے لٹک رہے تھے۔

قدموں کی چاپ کے ساتھ دالان میں ایک خفیف گونج تھی، باہر برف کے ذرات اب بھی ہوا میں بہہ رہے تھے، جن کی جھلک کھڑکیوں کے شیشوں پر پڑتی مدھم چمک بن جاتی۔

مینیجر نے احترام سے رُک کر ایک ایک دروازہ کھولا، چابیاں ہلکے سے تالے میں گھمائیں اور ہر کمرے کے سامنے ذرا سا رُک کر جھک کر راستہ دیا۔ کمرے اندر سے گرم تھے، وہاں آگ جل رہی تھی اور دیواروں پر بلوچی دستکاری کے خوبصورت نمونے آویزاں تھے۔

جب وہ تینوں کمروں کی چابیاں مہمانوں کے حوالے کر چکا، تو ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ادباً سر جھکایا۔

"سر، یہ آپ تینوں کپلس کے کمرے ہیں، آپ نے اگلے 15 دن تک یہیں رہائش کرنی ہے۔ اگر آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آپ اندر رکھا فون

استعمال کر سکتے ہیں، ہم آپ کی خدمت میں حاضر رہیں گے۔ کسی بھی طرح کا مسئلہ ہو تو آپ بیان کر سکتے ہیں، ہماری ٹیم پوری طرح سے آپ کے ساتھ تعاون کرے گی۔"

مینجر ان تینوں کو کہتے ہوئے اللہ حافظ کہہ کر جانے لگا تھا جب کہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کھانا کھانے کے لیے انہیں باہر بھی بلایا تھا۔

لیکن فی الحال ان کا ارادہ اپنے اپنے کمرے دیکھنے کا تھا اور تھوڑی دیر آرام کرنے کا تھا کیونکہ اچھا خاصا لمبا سفر کر کے وہ سارے ہی تھک چکے تھے اسی لیے وہ تینوں ہی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔

ooooooo

کمرے کے دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی جیسے وہ ایک الگ دنیا میں داخل ہو گئے۔ باہر کی برفیلے پہاڑوں والی سرد رات کے مقابلے میں اندر کی فضا میں ایک دلکش گرمی تھی — وہ گرمی جو آگ کی لپٹوں سے نہیں، ماحول کی تہذیبی خوبصورتی سے آ رہی تھی۔

کمرے کی دیواریں مکمل طور پر لکڑی کی تھیں، جن پر ہاتھ سے کندہ کیے گئے بلوچی نقوش گہرے بھورے رنگ میں جھلک رہے تھے۔ چھت پر اون کی بنی رسیوں سے جڑی ہوئی لالٹینیں ٹنگی تھیں، جن کی ہلکی پیلی روشنی نے ہر چیز پر نرمی اور سکون کی تہہ بچھا رکھی تھی۔

کمرے کے وسط میں نیچی لکڑی کی میز رکھی تھی، جس کے گرد بلوچی طرز کے گدیلے اور رنگین کشن ترتیب سے رکھے تھے۔ ان کے گہرے سرخ، نیلے اور سبز رنگ اس سرد ماحول میں جیسے زندگی کا لمس بکھیر رہے تھے۔ میز پر چائے کے لیے تانبے کا کیتلی سیٹ رکھا تھا، جس کے ساتھ چھوٹی پیالیوں میں خشک کھجوریں اور پستے رکھے تھے—وہی روایتی مہمان نوازی جو بلوچستان کی پہچان تھی۔

کھڑکیوں کے باہر برف کے ذرات اب بھی گرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان پر پڑتی لالٹینوں کی روشنی نے منظر کو کسی خواب کی چمک میں بدل دیا تھا۔

کھڑکی کے قریب ایک لکڑی کا ہیٹر جل رہا تھا، جس سے اٹھتا دھواں کمرے کو ایک نرم، مانوس گرمی دے رہا تھا۔

دیوار کے ایک جانب ہاتھ سے بنے قالین لٹک رہے تھے — باریک نقش و نگار، سیاہ اور گہرے سرخ رنگوں کا امتزاج۔ ان کے درمیان بلوچی قبیلے کی علامتی تصویریں کندہ تھیں، جیسے یہ کمرہ کسی ثقافتی داستان کا حصہ ہو۔

کونے میں رکھی میز پر چمکتی ہوئی شیشہ کی لیمپ رکھی تھی، جس کے قریب تازہ گلابوں کا چھوٹا سا گلدستہ رکھا گیا تھا۔ اس کی خوشبو برف، لکڑی اور چائے کی خوشبو کے ساتھ گھل کر ایک مدھم، خوابناک فضا بنا رہی تھی۔

یہ کمرہ صرف ایک ٹھہرنے کی جگہ نہیں تھا، بلکہ ایک احساس تھا —

ایک ایسا احساس جہاں سرد موسم، خاموش رات، اور بلوچی ثقافت ایک دوسرے میں گھل کر سکون بن گئی تھی۔

○○○○○○○

کمرہ بے تحاشہ خوبصورت ہے۔ دعام کو تو کمرہ بہت ہی زیادہ پسند آیا تھا جبکہ دلدار اسے مسلسل کہہ رہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے آرام کر لے، تھوڑی دیر کے لیے سو جائے کیونکہ اس نے قبیلے میں بھی بالکل تھوڑی دیر آرام کیا تھا، جہاز میں بھی وہ نہیں سوئی تھی یہاں تک کہ ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت تھی ایئرپورٹ سے ہوٹل تک، وہ وہاں بھی نہیں سوئی تھی۔

وہ اس کی صحت پر کسی طرح کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا لیکن اس لڑکی کو تو آرام کرنا ہی نہیں تھا، مسلسل کہنے کے باوجود بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"اوہو ڈاکو جی، آپ کو میرے سونے کی پڑی ہے، ذرا دیکھیں تو سہی یہ کمرہ کتنا خوبصورت ہے، یہ ہوٹل کتنا خوبصورت ہے، ہم کل کہاں کہاں گھومنے کے لیے جائیں گے؟" اس کے پاس آتی ہے، اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار بناتے ہوئے اس کے سینے پہ تھوڑی رکھتی سوال جواب شروع کر چکی تھی جبکہ اس کی باتوں کا سلسلہ آج ختم نہیں ہو رہا تھا۔

"سجن سائیں، یہاں بہت کچھ ہے دیکھنے لائق، میں تمہیں صبح ہر طرف گھمانے لے کر چلوں گا لیکن فی الحال کے لیے تم آرام کرو نا۔"

"تھوڑی دیر میں ہم نے کھانا کھانے نیچے جانا ہے۔ تب تک کے لیے بس تھوڑی سا آرام کرلو۔" وہ بہت پیار سے اسے سمجھا رہا تھا جب کہ دعا م نفی میں سر ہلاتی کھڑکی کے قریب آکر رک گئی تھی۔

"ٹھنڈ کافی زیادہ ہے، میرے خیال میں ہمیں یہ کھڑکی بند کر دینی چاہیے،" اس کے پیچھے آتے ہوئے دلدار نے اسکے گرد اپنی باہوں کا حصار بناتے، اس کی گردن کو ہلکے سے اپنے لبوں سے چھوتے ہوئے، اپنے گرم سانسوں کا لمس وہاں بکھیر دیا تھا۔

"نو نو نو، خبر دار جو آپ نے کھڑکی بند کی! اتنے خوبصورت نظارے، رات میں بھی یہ پہاڑ کتنے پیارے لگ رہے ہیں اور آپ کتنے بورنگ ہیں! ڈاکو جی ذرا دیکھیں تو سہی، ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم کسی اور ہی دنیا میں آگئے ہیں،" وہ پوری طرح سے ان خوبصورت نظاروں کی دلکشی میں کھوئی ہوئی تھی جب دلدار کے

گرم لبوں کا لمس اسے شدت پکڑتا محسوس ہوا، اس نے حیرت سے اس کی گرم سانسوں کو اپنی گردن پر بکھرتے محسوس کر کے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے دنیا کے کسی خوبصورتی سے کوئی مطلب نہیں ہے، میری سجنائی میرا خوبصورت ترین نظارہ ہے،" وہ اس کے چہرے کو تھامتے ہوئے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھے، اس کی کمر کو خود سے لگاتے ہوئے، اپنی حرکت میں شدت لے آیا تھا۔ وہ اس کی گردن میں اپنی باہیں حائل کرتی، خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑتے ہوئے، اس کے لبوں کی حرکت محسوس کرتے ہوئے خود کو اس کے حوالے کر گئی تھی جبکہ وہ کتنی ہی دیر اس کے لبوں کی مٹھاس چراتے ہوئے اس کے لبوں پر جھکا رہا تھا، اندر جیسے جذبات نے طوفان برپا کر دیا تھا، وہ اسے چھونے کے لیے بے قرار ہو گیا تھا، اسے محسوس کرنے کے لیے اس کی دیوانگی عروج پر جا چکی تھی وہ اس کے لبوں سے لپٹا اس کی سانسیں چرانے لگا تھا۔

سانسوں کی قید پر وہ اس کے دل کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی سانسوں کی رہائی چاہتی تھی جبکہ اسے رہائی دیتے ہوئے وہ اس کی گردن پر اپنے دہکتے لبوں کا لمس بکھیرنے لگا۔

"میرے خیال میں کھانا کھانے کے بعد ہمیں یہیں سے اپنی محبت کی شروعات کرنی چاہیے، تمہیں کافی بھوک لگی ہوئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں اپنی ننھی سی پیاری سی بیوی پر بھوکے پیٹ کوئی ظلم کروں،" اس کے گال نرمی سے کھینچتے ہوئے وہ اس کے دونوں گالوں پر باری باری پوری شدت سے لب رکھتے ہوئے مسکرایا تو دعام بھی مسکراتے ہوئے اس کے سینے میں چھپ گئی تھی۔

ooooooo

"یہ پوری طرح سے ٹھیک ہیں، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس سفر نے ان پر کوئی بھی برا اثر نہیں ڈالا ہے، آپ بالکل بے فکر رہیں، آپ کی وائف اور آپ کا بچہ بالکل ٹھیک ہے،" ڈاکٹر اس کے پاس بیٹھی انہیں چیک کر رہی تھی جب کہ رباب تو حیران رہ گئی تھی، جب مینیجر انہیں چابیاں دے کر

گیا تو اسے کمرے میں چھوڑ کر وہ واپس نیچے چلا گیا تھا، تقریباً 10 منٹ کے بعد واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک فیمیل ڈاکٹر تھی۔

"اللہ پاک کا شکر ہے، یہ فلیٹ میں بہت زیادہ ڈر رہی تھی، مجھے ڈر تھا کہ کہیں ٹینشن لینے کی وجہ سے۔۔۔۔۔"

"نہیں مسٹر ریان، آپ کی بیوی بالکل ٹھیک ہیں، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں، آپ بہت لکی ہیں مسز ریان، آپ کے ہسبینڈ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں، اتنا کئیرنگ ہسبینڈ قسمت والوں کو ملتا ہے۔ فکر نہ کریں میرا کلینک بالکل اس ہوٹل کے پچھلی طرف ہے، یہاں پر آبادی کم ہے تو اکثر لوگ آتے رہتے ہیں میرے پاس اور ہوٹل میں بھی کوئی بھی مسئلہ ہو تو یہ لوگ مجھے ہی بلاتے ہیں۔ جب تک آپ یہاں ہیں، آپ لوگ کبھی بھی مجھے بلا سکتے ہیں۔"

"آپ لوگوں کا کپل بہت پیارا ہے۔ اور آپ کا ہونے والا بے بی بھی بہت لکی ہے۔ پہلے بچے کے وقت کافی زیادہ پریشانی لگی رہتی ہے، ٹینشنز بھی ہوتی ہیں۔

خاص کر ایسے ٹائم پر کپلس کافی زیادہ پریشانی کا سامنا کرتے ہیں، اگر کوئی بھی مسئلہ ہو اتو مجھے یاد کر لیجیے گا۔"

"تم آرام کرو رباب، میں ڈاکٹر کو نیچے تک چھوڑ کر آتا ہوں،" وہ اسے دیکھ کر ڈاکٹر کے ساتھ ہی اٹھ گیا تھا یقیناً اس نے ڈاکٹر کی پیمنٹ کرنی تھی کیونکہ ڈاکٹر کا پیمنٹ سسٹم ہر گز ہوٹل کی مینجمنٹ نہیں اٹھا رہی تھی، یقیناً وہ خود ہی ڈاکٹر کو کلینک سے ڈھونڈ کر لایا تھا۔ رباب کو ایک دفعہ پھر سے شرمندگی ہونے لگی تھی، وہ اس کا کتنا خیال رکھ رہا تھا، اس کا اور اس کے بچے کی کتنی کیئر کر رہا تھا اور وہ اس سے اتنی بری خوشخبری چھپا گئی تھی، وہ اب کچھ نہیں کہہ رہا تھا یقیناً اس نے اسے معاف کر دیا تھا لیکن پھر بھی رباب کے اندر ایک گلہ سا تھا جو اس طرح شاید ختم نہیں ہونا تھا۔ اسے سچ مچ میں ہی اپنی اس غلطی پر بہت افسوس ہو رہا تھا۔

ooooooo

"واؤ یہ کمرہ کتنا خوبصورت ہے، سب کچھ کتنا الگ ہے نا ہماری دنیا سے، ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم کسی اور ہی دنیا میں آ گئے!" بیلا فریش ہو کر باہر نکل آئی تو بالا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا، اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"جی میری جان، ہم ایک الگ دنیا میں ہی تو آ گئے ہیں، ہم اپنی محبت کی دنیا میں آ گئے ہیں۔ بس تمہیں نظر آ جائے میری محبت، تو پھر تو کیا ہی کہنے، اس ہنی مون کا مزہ دوبالا ہو جائے گا!" وہ اسے کہتے ہوئے اس کے قریب آیا، اچانک ہی اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا ہے اسے اپنے قریب کر چکا تھا۔

"اف ٹھرکی ڈاکو، تمہارے اندر کا ٹھرک یہاں بھی شروع ہو گیا! میں نے تم سے کہا تھا کہ فی الحال اپنا ٹھرک پن دور رکھنا،" وہ اسے واش روم جانے سے پہلے والی بات یاد کروانے لگی تھی یہاں سے جانے سے پہلے اس نے کہا تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنا ٹھرک کنٹرول میں رکھ لو، میں فریش ہونا چاہتی ہوں۔

لیکن مجال تھی جو بالا اپنا ٹھرک چھوڑ دے۔

"ہاں تو تم نے صرف تھوڑی دیر کے لیے ٹھرک چھوڑنے کے لیے کہا تھا، تھوڑی دیر کے لیے چھوڑا تو سہی، ذرا سوچو میرا معصوم سا ٹھرک اتنی دیر سے تمہارے بغیر کیسے رہا ہو گا؟ میں نے تو گاڑی میں بھی تمہارے ساتھ کوئی ٹھرک نہیں کیا، اب یہ مت کہنا کہ بند کمرے میں بھی مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت ہے! نو ڈارلنگ، یہ ٹھرکی ڈاکو پوری طرح سے ٹھرکی ہونے کے لیے مکمل تیار ہے!" وہ کہتے ہوئے اس کا چہرہ تھام چکا تھا، اس سے پہلے کہ وہ اس کے لبوں پر اپنے لب رکھتا، بیلا نے اس کے لبوں پر مضبوطی سے اپنے ہاتھ جمائے تھے۔

"مجھے بھوک لگی ہے ٹھرکی ڈاکو، تمہارا ٹھرک کبھی ختم نہیں ہو گا! اور میں تمہاری خاطر بھوکی نہیں رہ سکتی!" وہ اس کا ہاتھ نیچے کرتے ہوئے پوری شدت سے اس کے گالوں کو چوم رہا تھا جب وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"یہ تمہیں اتنی زیادہ بھوک کیوں لگتی ہے؟ ذرا سا پیار کرو تو تمہاری بھوک جاگ جاتی ہے، ذرا سا قریب آؤ تو تمہیں بھوک لگنے لگتی ہے! بھوک نہ ہو گئی،

بے وقت کی گھنٹی ہو گئی، جب بھی میں تمہارے پاس آتا ہوں یہ بجنے لگتی ہے!"

"اپنے اس بھوک کو ایک طرف کرو اور فی الحال میرے جذبات کی طرف غور کرو جو تمہیں دیکھتے ہی مچل مچل کر ابھرنے لگے ہیں، دیکھو کیسے دھڑک رہا ہے یہ معصوم سا دل!" وہ اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھتے ہوئے اسے اپنی باتوں میں بہلا رہا تھا لیکن بیلا اب بہلنے کو تیار نہ تھی، وہ اس کے ساتھ ہر گز لمبا وقت ضائع نہیں کر سکتی تھی، اسے سچ میں بھوک لگی تھی اور ہوٹل کا مینیجر کہہ کر گیا تھا کہ تھوڑی دیر میں نیچے آنا ہے۔

"بالا پلیز۔۔۔۔"

"بلا کی جان پلیز، دیکھو میرے بے لگام جذبات اس وقت صرف اور صرف تمہارے ہونٹوں سے لپٹ کر ہی لگام پا سکتے ہیں، دیکھو میری حالت بری خراب ہو رہی ہے، اس وقت اگر مجھے تمہارے لبوں کا میٹھا سا لمس میسر نہ ہوا تو ہو سکتا ہے کہ میں بیمار پڑ جاؤں اور اگر میں بیمار پڑ گیا تو تم تو جانتی ہو نا کہ مجھے کس

طرح کے علاج کی ضرورت ہوتی ہے؟ اب تین چار دن میں اتنا تو سمجھ ہی چکی ہو کہ تمہارا اٹھر کی ڈاکو تم سے کیا چاہتا ہے۔"

وہ اسے اپنی باتوں میں بہلا کم دھمکا زیادہ رہا تھا اور وہ اس کی دھمکی میں آ بھی رہی تھی۔

"صرف کس کرو گے اور کچھ نہیں ہو گا،" وہ کافی دیر سوچنے کے بعد بولی تو بالا کے لبوں پر گہری مسکراہٹ ابھری تھی۔

"میری مجال جو میں اپنی بیلا کی مرضی کے خلاف کچھ بھی کروں! صرف اور صرف کس کروں گا، تمہارے حسین لبوں کو اپنے لبوں میں قید کر کے ان کی چاشنی کو اپنے لبوں میں محسوس کروں گا اور بس، اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں!" وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے بیڈ کے پاس لاتا وہاں پر بٹھاتا، خود بھی اس کے بالکل پاس بیٹھتے ہوئے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کر چکا تھا۔

"میں بول رہی ہوں بالا، اگر تم حد سے بڑھے نا تو میں نے لحاظ نہیں رکھنا،" وہ دھمکی دے رہی تھی جبکہ وہ نرمی سے ہاں میں سر ہلاتا ہے، اس کے چہرے کو

اب اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے، پیچھے لٹاتا، اس کے اوپر سایہ فگن ہوتا اب کی دفعہ اس کے ہونٹوں پر نرمی سے اپنے ہونٹ رکھ گیا تھا۔ اس نے سوائے ہونٹوں کے اور کہیں چھونے کی گستاخی نہیں کی تھی جبکہ بیلا کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ اس کی ساری بے قراریاں صرف ہونٹوں تک محدود ہیں۔

وہ پہلے بے حد نرمی سے اس کے لبوں کو چوم رہا تھا، پھر آہستہ آہستہ اس کے لبوں کی حرکت میں شدت آنے لگی اور اب بیلا کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، اس نے بالا کی شرٹ پہ اپنی مٹھی بھینچتے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا لیکن بالا تو کسی اور ہی جہاں میں تھا، اس کے لبوں کو شدت سے قید کرتے ہوئے وہ مزید اس پر سایہ فگن ہوتا اس کے ہونٹوں سے سانسیں کھینچنے لگا تھا جب کہ بیلا کو اب گھبراہٹ ہونے لگی تھی، اس کی سانسیں رکنے لگی تھی، وہ اس کے کندھے پر ہلکے ہلکے مکے مارتی اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ تو نہ جانے کون سی دھن میں تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پوری طرح سے اپنے ہوش گوا بیٹھا ہے۔

وہ خود کو آزاد کروانے کی کوشش میں ناکام ہو رہی تھی لیکن جس طرح سے بالا نے اسے اپنے نیچے قید کر رکھا تھا وہ چاہنے کے باوجود بھی اس کی پناہوں سے آزاد نہیں ہو پا رہی تھی، وہ اس کی پناہوں میں بری طرح سے تڑپنے لگی لیکن بالا کی گرفت سے آزاد ہونا آسان نہیں تھا، ہاں یہ سچ تھا کہ وہ صرف اس کے لبوں سے ہی لپٹا ہوا تھا، اس کی ساری بے باکی ساری شدتیں لبوں کی حد تک ہی محدود تھی لیکن جس شدت سے اس کے لبوں کے ساتھ لپٹا تھا، بیلا کو سانس تک نہیں آ رہی تھی۔

وہ اس کے سینے پر مکے مارتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن بالا نے اگلے ہی لمحے ایک جھٹکے سے اس کے دونوں بازوؤں کو قید کرتے ہوئے تکیے کے ساتھ لگایا تھا جبکہ اس دوران بھی اس نے اس کے لبوں کو آزاد نہیں کیا تھا، ایک بات تو آج طے ہو گئی تھی کہ بیلا زندگی میں اسے دوبارہ خود کو کبھی کس کرنے کی اجازت نہیں دینے والی تھی، یہ آدمی پوری طرح جنونی ثابت ہوا تھا اس کے لیے جو صرف اور صرف اس کی جان لینا چاہتا تھا، آج اس

کی حرکتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ صرف اس کی جان لینا چاہتا تھا، اس کی سانسیں آہستہ آہستہ اب مدھم ہونے لگی تو نہ جانے کیسے ترس کھا کر اس نے ایک لمحے کے لیے اسے آزاد چھوڑا تھا اور پھر سے ایک شیطانی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے اسے سانس لینے کی اجازت دیتا ہے، اگلے ہی لمحے دوبارہ اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں پوری شدت سے قید کر گیا تھا، بیلا جو سانسیں آزاد ہونے کے بعد اسے خوب ساری گالیاں دینا چاہتی تھی، سب کچھ اس کے لبوں میں ہی قید ہو گیا تھا کیونکہ اس کا شوہر ایک دفعہ پھر سے اپنے بے لگام جذبات اس پر لٹانے لگا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی، اس سے تو بہتر تھا کہ وہ اس کی بے باک جسارتیں خود پر سہہ لیتی، اس کے بے تاب لبوں کا لمس اپنے لبوں پر محسوس کرنا بیلا جیسی لڑکی کے لیے ممکن نہ تھا۔

وہ اپنی پوری طاقت لگا کر اسے خود سے دور کر کے بیڈ سے اٹھتی ہوئی، لڑکھڑاتی واپس اس کی باہوں میں آ گری تو وہ ایک جھٹکے میں اسے کمر سے تھام کر اپنے قریب کرتا ہے، اس کا سر اپنے سینے پر رکھ چکا تھا۔

وہ گہری گہری سانسیں لیتی خود کو تیار کر رہی تھی اس سے لڑنے کے لیے جو اس کی حالت پر ترس کھاتا اب مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

اس کے بال پوری طرح سے بکھر چکے تھے جبکہ آنکھوں کے کناروں سے کاجل بھی بہہ چکا تھا اور لپسٹک نامی کوئی چیز اس کے ہونٹوں پر رہی نہیں تھا جو ابھی بس تھوڑی دیر پہلے اس نے لگائی تھی نیچے جا کر کھانا کھانے کے لیے۔

"ہم، میک اپ خراب ہو گیا تمہارا، لپسٹک دوبارہ لگا لو، کاجل لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو مجھے واپس آ کر لگا کر دکھانا، میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کاجل لگا کر کتنی پیاری لگتی ہو،" وہ اس کے گالوں پر جھکتا پوری شدت سے اس کے گالوں کو چومتا اسے ایک دفعہ پھر سے لڑکھڑانے پر مجبور کرتا، خود کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ بیلا اب غصے سے پیچھے دروازے پر تکیے پھینک کر اسے بہت ہی ساری گالیوں سے نواز رہی تھی۔

"ڈھیٹ، کمبخت، شیطان، ظالم آدمی! یہ کس کیا ہے؟ اس طرح سے تو تم مجھے پورا کا پورا کھا جاؤ اور میں سانس بھی نہ لے سکوں! اب آنا رات کو میرے پاس،

تمہاری اگلی پچھلی ساری نسلیں نہیں یاد کروادی تو میرا نام بھی ڈاکٹر بیلا اکرم نہیں! ہائے اللہ، میری لپسٹک، میرا میک اپ ہر چیز برباد کر دی، اللہ پوچھے تم سے ڈاکو، ٹھرکی آدمی، سکون نہ ملے تمہیں ساری رات، میں تمہیں باہر سلاؤں گی پھر پتہ چلے گا!"

"اللہ، کوئی ایسا سلوک کرتا ہے؟ مجھے تو سانس بھی نہیں آرہی تھی، یہ آدمی تو سچ میں پاگل ہے! کیسے ہوگا میرا گزارا اس کے ساتھ؟" وہ غصے سے کہہ رہی تھی، برش اٹھا کر جلدی جلدی اپنے بالوں میں پھیرنے لگی۔

جب لپسٹک اٹھاتے ہوئے نظر اپنے سرخ ہونٹوں پر پڑی، اسے اپنے معصوم ہونٹوں پر ترس آیا تھا۔

وہ خود کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے اپنے لبوں کو لپسٹک کے ساتھ سجانے لگی۔

ساتھ ہی ساتھ بالا کے خلاف بڑبڑاہٹ بھی جاری تھی۔

oooooooooooo

کھانا تیار ہونے کی خبر ملتے ہی وہ سب لوگ نیچے آ گئے تھے۔

رات اپنے عروج پر تھی۔ پہاڑوں کے اوپر چاند اپنی چمک مدھم کیے، جیسے برف کی چادروں پر چاندنی کے خواب بُن رہا تھا۔ ہوٹل کے صحن میں چھوٹی چھوٹی لالٹینیں جل رہی تھیں، ان کی زرد روشنی برف کی سفید سطح پر پڑ کر کسی جشن کا سا سماں بنا رہی تھی۔

ہوٹل کے عملے نے خاص طور پر ان مسافروں کے لیے ایک علیحدہ گوشہ سجا رکھا تھا۔ وہاں بلوچی قالینوں سے ڈھکی میزیں تھیں، نیچے زمین پر بچھے گدیلوں کے رنگ دیسی اور گہرے تھے — جیسے بلوچستان کے ریتلے رنگ اور پہاڑوں کی خاموشی ایک ساتھ سمٹ آئی ہو۔

ٹیبل پر تانبے کے بڑے برتن سجے تھے جن سے گرم بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ان میں سجی کی مہک بھری ہوئی تھی — وہ روایتی بلوچی ڈش جو کسی خاص موقع پر ہی تیار کی جاتی ہے۔ بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو سرد ہوا کے ساتھ مل کر فضا

میں گھل رہی تھی۔ اس کے ساتھ کاڑوہ، بلوچی چاول، خشک میوہ جات اور خوشبودار چائے کے چھوٹے برتن رکھے تھے۔

ہر چیز میں مہمان نوازی کی ایک خاموش زبان بول رہی تھی —

برتنوں کی چمک، کھانے کی خوشبو، اور اردگرد پہاڑوں کی خاموشی۔

ان کے بیٹھنے سے پہلے ہی میز کے قریب آگ کا ایک الاؤ جلایا گیا تھا۔ الاؤ کی گرمی ان کے چہروں تک پہنچی، سردی کے باوجود ماحول نرم اور آرام دہ ہو گیا۔

ہوٹل کے عملے نے ایک ایک کر کے پلیٹیں ترتیب سے رکھی تھیں، ساتھ میں ہاتھ سے بنے بلوچی ڈیزائن والے کپڑے کے نیپکن۔ ان کے چہرے پر مقامی انداز کی شائستگی تھی، جیسے وہ جانتے ہوں کہ اس سرزمین کی اصل پہچان عزت اور خدمت ہے۔

دور پہاڑوں سے کبھی کبھار ہوا کا ایک تیز جھونکا آتا اور الاؤ کی آگ کو تھوڑا سا جھکا دیتا، لیکن فضا میں موجود سکون اپنی جگہ برقرار رہتا۔

یہ کھانا، یہ رات، یہ موسم —سب کچھ جیسے بلوچستان کی روح کا عکس بن گیا تھا۔

○○○○○○○○

کھانا بہت اچھا تھا، ان لوگوں کو کھانا بہت پسند آیا۔ ساری ہی چیزیں روایتی بلوچی انداز میں تھیں، ہر چیز میں بلوچی ثقافت صاف نظر آرہی تھی۔ یہاں ہر چیز ہی بلوچی طرز پر کی جاتی تھی۔

ان لوگوں کی کوئی بھی بات سمجھ پانا بیلا اور رباب کے لیے کافی مشکل ثابت ہوا تھا کیونکہ وہ سب لوگ ہی بلوچی زبان میں بات کرتے تھے، صرف ان سے مخاطب ہونے کے لیے ہی وہ اردو زبان کا استعمال کر رہے تھے۔

لیکن انہیں آپس میں بلوچی بولتے دیکھ وہ کافی زیادہ ایکسائیٹڈ ہو رہی تھیں اور یہ بھی سچ تھا کہ انہیں یہاں بہت زیادہ مزہ آرہا تھا۔

اپنے روزمرہ کے معمول سے نکل کر وہ ایک الگ ہی دنیا میں آ گئے تھے، یہاں پر ہر ایک چیز تعریف کے قابل تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی اور دنیا میں آ چکے ہیں۔

یہاں کی بولی، یہاں کا انداز، ہر چیز ان کی دنیا سے بہت الگ تھا۔

اور سب سے خاص بات یہ تھی کہ وہ اپنی ہر چیز میں اپنے خاص انداز کا ٹچ رکھتے تھے۔ بے شک ان کو اپنے بلوچی ہونے پر فخر تھا۔

"بات سنو بالا، میں نے نا ان لوگوں کی ڈریسنگ دیکھی ہے، وہاں باہر جو عورتیں کھڑی تھیں ان کی بھی ڈریسنگ کافی الگ تھی، مجھے وہی فراک لے کر دو، کل ہی صبح مجھے شاپنگ پر لے کر چلو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

وہ واپس کمرے میں جا رہے تھے جب بیلا اس کے پیچھے آتے ہوئے اسے دھمکانے لگ گئی، وہ پیار سے بھی بات کرتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے ابھی قتل کر دے گی۔

یہ بات الگ تھی کہ یہ انداز صرف اور صرف اس کا بالا کے ساتھ تھا، ورنہ باقی سب کے ساتھ وہ بہت محبت سے پیش آتی تھی، بلکہ باقیوں سے بات کرتے ہوئے تو اس کے لبوں پر چاشنی گھل رہی ہوتی تھی لیکن اس کے ساتھ بات کرتے وقت انداز میں انگارے سے آجاتے تھے۔

اس کی باتیں شروع ہی دھمکیوں پر ہوتی تھیں، ورنہ سے لے کر ورنہ تک، حالانکہ کر وہ کچھ نہیں سکتی تھی سوائے دھمکیاں دینے کے، اور اوپر سے قد اس کا بالا کے مقابلے میں بے حد چھوٹا تھا۔ لیکن ہر وقت اس کے سر پر چڑھ کر وہ خود کو اس سے بڑا اظاہر کرتی تھی۔

"ورنہ کیا؟ بتاؤ مجھے آج تم مجھے بتا ہی دو اگر میں نہیں لے کر دوں گا تو تم کیا کر لو گی؟ تم کر کیا سکتی ہو؟ ہر بات میں ورنہ، ہر بات میں ورنہ! تمہارا ورنہ میرا اکھاڑ کیا سکتا ہے؟ اس بات کا جواب دو!" وہ جو کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا اچانک ہی پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے اس سے سوال جواب کرنے لگا

"کیا مطلب میں کر کیا سکتی ہوں؟ میں بہت کچھ کر سکتی ہوں ٹھرکی ڈاکو، مجھے کچھ کرنے پر مجبور مت کرو ورنہ یہ نہ ہو کہ تم کچھ کرنے کے قابل نہ رہو! مجھے چیلنج مت کرنا ورنہ۔۔۔۔" وہ ایک ہی دفعہ فل اٹینشن میں آکر نہ جانے کیا کیا کہنے والی تھی جب بالا نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ جما دیا۔

اس کے انداز سے وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ اس کی ساری باتیں بیڈروم کے حسین لمحات پر ہی آکر رکتی ہیں، اس کے سارے ورنہ کی دھمکیاں بھی وہیں تک تھیں کیونکہ وہیں پر تو بالا بے بس تھا اس کے سامنے۔۔۔۔

"ارے بس بس میری چوزی، اتنا غصہ! میری جان اتنا غصہ نہیں کرتے، اتنا غصہ صحت کے لیے بہت خطرناک ہوتا ہے، تم تو غصہ ہی ہو گئی یار میں تو مذاق کر رہا تھا، بس بس میرا بچہ اتنا غصہ نہیں کرتے، آؤ میں تمہیں ٹھنڈا پانی پلاتا ہوں،" وہ اس کا سر زبردستی اپنے سینے سے لگاتا ہے اسے گھسیٹتے ہوئے کمرے کی طرف لے کر جا رہا تھا، اس لڑکی کا کوئی بھروسہ نہیں تھا، وہ کبھی بھی کہیں بھی کچھ بھی بول سکتی تھی اور بالا نے اپنے سالے کے سامنے اپنی عزت کا جنازہ

نہیں نکلوانا تھا، ریان جو ان کی لڑائیوں کو بہت مزے سے سن رہا تھا، اچھا خاصا بدمزہ ہو گیا ان کے جانے کی وجہ سے۔ وہ تو جب سے یہاں آیا تھا اسے انٹرٹینمنٹ ہی مل گئی تھی، بالا اور بیلا کے نام کی۔

اس کی بہن نے جس طرح سردار دلدار کے قبیلے کے گیم پلانر کو اپنی انگلیوں پر نچار کھا تھا، وہ تو اپنی بہن پر فخر محسوس کر رہا تھا، چلو جو بھی تھا ان کی شادی شدہ زندگی اچھی چل رہی تھی، بے شک وہ ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے ہی رہتے تھے لیکن ان کا کپل کافی کیوٹ تھا۔

"ہائے اللہ! یہ بیلا کیا چیز ہے، شوہر کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں! توبہ توبہ!" رباب کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کمرے کی طرف جانے لگی، جبکہ ریان بھی مسکراتے ہوئے سردار اور دعام کو گڈ نائٹ وش کرتا وہاں سے نکل چکا تھا، جبکہ سردار نے جاتے جاتے اسے ایک اشارہ دیا تھا جس پر اس نے غیر محسوس انداز میں حامی بھری تھی۔ اب اس کا ارادہ رباب کے ساتھ تھوڑا سا حسین وقت گزارنے کا تھا۔

وہ جتنا ہو سکے اس کا خیال رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، جب سے ڈاکٹر نے کہا تھا کہ رباب کے کسی طرح کی ٹینشن لینے سے اس کے بچے اور اس کی زندگی پر برا اثر پڑ سکتا ہے تب سے ہی اس نے اپنی ہر طرح کی ناراضگی ختم کر کے صرف اور صرف رباب کا خیال رکھنا شروع کر دیا تھا، وہ اس سے بالکل بھی ٹینشن نہیں دے رہا تھا۔

یہاں تک کہ وہ خود ساختہ ناراضگیاں بھی ختم کر گیا تھا صرف اور صرف رباب کے صحت کے لیے، ہاں رباب کا اپنے بچے کے بارے میں نہ بتانا اسے برا لگا تھا لیکن اس وقت وہ جس کنڈیشن میں تھی وہ ہرگز اس سے ناراض ہو کر اسے مزید ٹینشن نہیں دے سکتا تھا، اسی لیے اس نے خود اپنی ساری ناراضگی ختم کر کے رباب کی طرف قدم بڑھا دیے تھے اور یہ قدم اس کے لیے بہت اچھا ثابت ہوا تھا۔

ooooooo

"اوہو ٹھرکی ڈاکو کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ ؟ کیوں میری جان کو آئے ہوئے ہو ؟" جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے تھے، اچانک ہی وہ اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیتا ہے، اس کی گردن پر جا بجا اپنے دہکتے لبوں کا لمس بکھیرنے لگا تھا، انداز میں بے قراری تھی اور یہی بے قراری بیلا کو بری طرح سے پاگل کر رہی تھی۔ یہ آدمی اس کی جان کو آیا ہوا تھا اور یہ بات طے تھی، اتنی بے قراریاں، اتنی بے تابیاں وہ سچ مچ میں پاگل ہو چکا تھا یا اسے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔ ہاں لیکن اس کی یہ بے قراریاں بیلا کو بے حد پریشان کر چکی تھیں۔

"جان کو آیا ہوا ہوں اور یوں ہی جان کو آیا رہوں گا، بیلا جانو! باہر تو بڑی دھمکیاں دے رہی تھی ورنہ ورنہ کی، اب ذرا بتانا اپنی ان ورنہ کا مطلب ؟" وہ اسے اپنے حصار میں قید کرتے ہوئے بولا تو بیلا نے اسے گھور کر دیکھا تھا جس پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"اوہو بیلا بے بی کو غصہ آگیا، سارا جو باہر چلتا ہے اب دکھاؤنا اپنا ورنہ، میں بھی تو دیکھوں تمہارا ورنہ کتنا پاور فل ہے!" وہ اپنی قمیض کے بٹن کھولتے ہوئے جھٹکے میں اپنی قمیض اتار کر دور پھینک چکا تھا جبکہ اس کی نیت سمجھ کر بیلا نے راہ فرار ڈھونڈنا چاہی، لیکن بالا کے سخت گھیرے میں وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کا بچنا ممکن نہیں ہے۔

"بالا تم کتنے ظالم ہو تمہیں اندازہ ہے تمہاری معصوم بیوی کس حال میں ہے؟ ہر وقت رومانس ہی سوچتا رہتا ہے تمہیں؟ ذرا میرے ہونٹوں کی حالت دیکھی ہے؟ جانتے ہو رباب بھابھی کی نظر بار بار میرے ہونٹوں پر جا رہی تھی جبکہ دعام نے تو تین دفعہ پوچھا بھی کہ میرے لپس اتنے ریڈ کیوں ہو رہے ہیں؟"

"دل تو چاہ رہا تھا بتا دوں انہیں کہ میرا ٹھرکی ڈاکو پاگل ہو چکا ہے لیکن پھر یہ تو بے شرمی ہوتی نا، اسی لیے میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر یہ بات خود تک محدود رکھی ہے، تم ظالم ہو، تم لاکھ ٹھرکی سہی لیکن اتنے ٹھرکی مجھے کبھی نہیں لگے تھے، تم تو شادی کے بعد بالکل پاگل ہی ہو گئے ہو ڈاکو بالا، تمہیں مجھ پر

ترس نہیں آتا!" وہ معصوم سی شکل بناتے ہوئے بڑی ہوشیاری سے اسے اپنے گھیرے میں لے رہی تھی، جب کہ اس کی معصوم سی شکل دیکھ کر ترس تو بالا کو آیا ہی تھا، ہاں وہ اس پر ضرورت سے زیادہ ہی تشدد کرنے لگا تھا لیکن اپنے بے لگام جذبات کا کیا کرتا جو اسے دیکھتے ہی اُمڈ کر باہر نکلتے تھے؟

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو بیلا، میں تم پر بہت تشدد کرتا ہوں، بلکہ میں نے تو تم پر تمہاری سانسیں حرام کر دی ہیں اور الٹا جب تم میری شدتوں کے یہ خوبصورت سے نشان لے کر باہر جاتی ہو تو تمہیں طرح طرح کے سوالوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اب ایسا نہیں ہو گا،" وہ اسے کمر سے تھام کر اپنے قریب کرتے ہوئے بولا، وہ آج رات کو اس کی جان چھوڑنے والا تھا۔

"او بالا تم کتنے اچھے ہو، مجھے تو لگا تھا کہ تمہارے اندر کا ٹھرکی کمرے میں کبھی لگام پا ہی نہیں سکتا لیکن میں تمہیں غلط سمجھتی تھی،" وہ فوراً ہی جذبات میں آ کر اس کے گال کھینچتے ہوئے بولی تھی، پہلی دفعہ وہ اسے اتنا اچھا لگ رہا تھا۔

"ہاں بیلا، میں بہت اچھا ہوں اور اتنا اچھا ہوں کہ آج سے میں تمہارے ہونٹوں پر، گالوں پر، گردن پر یا باقی ایسی کوئی بھی جگہ جو سامنے نظر آتی ہے وہاں تم پر اپنی شدتوں کے نشان نہیں چھوڑوں گا بلکہ اب میرے نشان کہیں اور ہوں گے،" وہ انگلی اس کی گردن پر پھیرتے ہوئے اچانک ہی نیچے کی طرف لے جانے لگا تو بیلا نے غصے سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارا تھا۔

"یو بے شرم ٹھرکی ڈاکو، میں تمہیں کیا سمجھتی تھی اور تم کیا نکلے! چھوڑو مجھے، تمہارا ٹھرک کبھی ختم نہیں ہو سکتا،"

وہ غصے سے پھڑپھڑانے لگی تھی کیونکہ وہ اس کی پناہوں میں بری طرح سے قید تھی جبکہ اس کا ٹھرکی ڈاکو اب نگاہیں کہیں اور گاڑے ہوئے تھا۔

میں ایسا نہیں ہوں گا جیسا تم سمجھتی ہو اور انشاء اللہ میں ساری زندگی تمہاری امیدوں پر کبھی کھڑا نہیں اتروں گا، باقی میرا یہ وعدہ ہے کہ اب میری شدتوں کے نشان پر تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ اب میں

ایسی ایسی جگہوں پر نشان دوں گا جو تم میرے علاوہ کسی کو دکھا نہیں پاؤ گی،" وہ ایک جھٹکے میں اسے بیڈ پر گراتا خود اس پر سایہ فگن ہوا تھا۔

"بالا۔۔۔" وہ اس کی گردن پر اپنے لبوں کا دہکتا لمس چھوڑتا اس کے کندھے سے قمیض ہٹا چکا تھا جب اس نے بے حد معصومیت سے اسے پکارا، اس کی پکار پر وہ ٹھنڈی آہ بھرتا ہے اس کا چہرہ دیکھنے لگا تھا، وہ اتنی معصوم لگ رہی تھی کسی کا بھی ایمان ڈگمگا جائے۔

"میری جانو! تم اس طرح کی شکلیں بنا کر اپنی امی اور بھائی کو بے وقوف بنا سکتی ہو، مجھے نہیں! میں تمہارے سارے رنگ جان چکا ہوں، اسی لیے ڈرامے کم کرو،" وہ کہتے ہوئے اب کی دفعہ پوری شدت سے اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے اس کے لبوں کو ایک دفعہ پھر سے سرخ کرنے لگا تھا، وہ سانسیں رکنے پر بری طرح پھڑ پھڑائی تھی لیکن اس کی سارے پھڑ پھڑاہٹیں بالا کی مضبوط پناہوں میں ہی قید ہو کر رہ گئی تھیں۔

ooooooo

وہ کمرے میں آیا تو دعام ایک دفعہ پھر سے کھڑکی کے پاس جا رکی تھی۔ ایک تو اس کی کھڑکی کے ساتھ اتنی محبت سردار سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

مانا کھڑکی کے باہر نظارے بے تحاشہ خوبصورت تھے لیکن وہ اسے اتنا بھی اس کھڑکی کے آس پاس نہیں بھٹکنے دے سکتا تھا کہ اس کی نظر اپنے شوہر پر ہی نہ پڑے، وہ اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیتے ہوئے اس کی گردن پر جھکا تھا۔

"سجن سائیں، بے وفائی کر رہی ہو میرے ساتھ، مجھ سے زیادہ تمہارا دھیان اس کھڑکی کے باہر کے نظاروں پر ہے اور مجھے جلن ہو رہی ہے،" وہ صاف الفاظ میں بتا رہا تھا، جب کہ دعام اس کی بات پر کھکھلا کر ہنسی تھی، لیکن وہ اچانک ہی اس کی کھکھلاہٹ کو اپنے لبوں میں قید کرتے ہوئے اس کی سانسیں روک گیا تھا، دعام نے اگلے ہی لمحے اس کے گرد اپنی بازوؤں کا حصار بنایا تھا۔

"تم اتنی پیاری کیوں ہو؟" اس کے چہرے کے ایک ایک نقش پر اپنے لبوں کی مہر لگاتا وہ جیسے بہت اہم سوال کر رہا تھا۔

"کیونکہ میں اپنے ڈاکو جی کی سجن سائیں ہوں نا،" اس نے فوراً جواب دیا تھا اور اس کے جواب سے خوش ہو کر سردار نے اب کی دفعہ اپنی شدتوں میں اضافہ کر دیا تھا، بے قراریاں بے تابی اپنے عروج پر تھیں، وہ کتنے دنوں کی پیاس اس کے لبوں سے مٹا رہا تھا، اس کے لب اس کے پور پور پر رقصاں تھے، اسے اپنی باہوں میں اٹھاتے ہوئے وہ اسے بیڈ پر لاتا اس پر سایہ فگن ہوا تھا۔

اپنے لبوں سے اس کے پور پور پر اب اپنی شدتوں کی داستان لکھتا اسے پوری طرح سے خود میں قید کرتا چلا جا رہا تھا اور دعام روح و جاں سے اس کے دل میں اترنے کو تیار تھی۔

ooooooo

"رباب کیا بات ہے، طبیعت زیادہ خراب ہے؟ اتنی دیر لگا دی باہر آنے میں، تم ٹھیک ہو نا؟" ریان نے تیسری دفعہ اس کے دروازے پر دستک دی تھی، جبکہ رباب جو کپڑوں سے بھری الماری کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ کر شرمندہ ہو رہی تھی، اس کے پکارنے پر اچھل پڑی تھی۔ اس نے بڑی ہمت کر کہ یہ ریڈ

کلر کی نائٹی پہن تو لی تھی لیکن اب اسے ریان کے سامنے اس میں جاتے ہوئے شرم بھی آرہی تھی۔

وہ ریان سے چھپا کر نائٹی اندر لائی تھی، اور اب پہن بھی چکی تھی لیکن آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے اس سے دوسری نگاہ ڈالنا محال ہو گیا تھا، وہ خود کو بہت بے باک اور بولڈ سمجھتی تھی لیکن یہاں آکر اس کی ساری بے باکیاں، بولڈ نس کہیں دور جاسوئی تھی، ریان کی شدتوں کے سامنے وہ کچھ بھی نہیں تھی، اتنا اندازہ وہ لگا چکی تھی۔ نائٹی کے اوپر شال پہنتے ہوئے اس نے اس سے اپنی برہنہ بازو اور گہرے گلے کو چھپا لیا تھا لیکن کب تک؟ کمرے میں جاکر تو اس نے اپنی بولڈ نس دکھانی ہی تھی، آج اس نے ریان کو منانا تھا جو مشکل تو تھا لیکن ناممکن ہرگز نہیں تھا۔

"رباب تم کوئی جواب کیوں نہیں دے رہی ہو، تم ٹھیک تو ہو نا؟" اب کی دفعہ ریان کی پریشانی سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"جی جی ریان میں بالکل ٹھیک ہوں، میں بس آرہی ہوں باہر،" اس نے خود میں ہمت پیدا کرتے ہوئے باہر جانے کا فیصلہ کیا تھا، ویسے بھی وہ کون سا پہلی دفعہ جا رہی تھی، ناہی ان دونوں میں کوئی پردہ تھا اب تو سارے پردے ہٹ چکے تھے، وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی تو پھر اتنا کیا شرمانا۔

اسنے خود میں ہمت جمع کرتے ہوئے آہستہ سے دروازہ کھولا، تو ریان کی بے اختیار نگاہیں اس کی طرف اٹھی تھیں، بلکہ وہ تو کب سے اس کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔

"رباب یہ سب!" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ میں ریان،" وہ اپنے الجھے ہوئے بالوں کو کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی، جبکہ ریان بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس کی طرف قدم بڑھاتا اس کے سامنے آرکا تھا، حیرانگی سی حیرانگی تھی اس کے چہرے پر، جبکہ رباب شال کو کافی مضبوطی سے پکڑے ہوئے جیسے خود ہی سچویشن کو ہینڈل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

نگاہوں پر جھکی اس کی گھنیری پلکیں جہاں ریان کو بے ایمان کر رہی تھی وہیں اس کے لبوں پر دبی دبی سی مسکراہٹ کو دیکھ کر رباب کی نگاہیں مزید جھک گئی تھیں۔

"اوہ! مجھے نہیں پتہ تھا میری بیوی اتنی بے باک ہو سکتی ہے، آئی مین، انٹرسٹنگ! ویسے میڈم میں نے تو گاؤں کی سیدھی سادی سی لڑکی سے شادی کی تھی، یہ آپ کے اندر سے یہ والی رباب کہاں سے نکلی؟ مجھے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ میری رباب کے اندر اتنی بے باک رباب چھپ کر بیٹھی ہوئی ہے" وہ جیسے اس کی نروسنیس کو سمجھ گیا تھا، تب ہی خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہ مزید پاس آیا، اس کے چہرے پر اپنی سانسوں کا لمس بکھیرنے لگا تھا۔

"آپ ناراض تھے نا مجھ سے،" وہ بڑی مشکل سے کچھ بولنے کے قابل ہوئی تو ریان کا بے باک قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا تھا۔

"قسم خدا کی میں تم سے ناراض نہیں تھا، بالکل بھی نہیں تھا، نہ آج تھا نہ پہلے کبھی ہوا تھا، ہاں مجھے کچھ چیزیں بری لگ جاتی ہیں لیکن مجھے ہرگز معلوم نہیں تھا کہ میری ناراضگی تمہارے لیے اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ تم یہ سب۔۔۔۔۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا، میری بیوی میرے لیے اتنی محنت کر رہی ہے، ویسے یہ شال تم جتنا مرضی کھینچ لو نہ تو یہ لمبا ہو گا اور نہ ہی یہ جالی دار کپڑا تمہارے خوبصورت بدن کو مجھ سے چھپا سکتا ہے،" ریان بے باکی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس کی کمر پر اپنے ہاتھوں کا بے باک لمس بکھیرنے لگا تھا۔

رباب نے آہستہ سے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھنا چاہا لیکن وہ جھٹکے سے اسے اپنے قریب کرتا ہے اس کی گردن پر جھکتے ہوئے اس کے شال کو کندھوں سے گراتا زمین بوس کر چکا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے اسے اپنی باہوں میں اٹھاتے ہوئے وہ بیڈ پر لے کر آیا تھا، اس کے بدن میں واضح تبدیلیاں آنا شروع ہو چکی تھی۔

لیکن اس کے باوجود بھی رباب کی خوبصورتی نے اسے پہلے دن سے ہی اپنا اسیر کر لیا تھا اور یہ بھی سچ تھا، کہ رباب کی بے لوث محبت نے اس سے سچ میں اس کا دیوانہ کر دیا تھا۔

"آئی لو یو رباب، میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ دنیا کا کوئی بھی دکھ، کوئی بھی تکلیف تمہارے قریب نہ آئے، جس کی وجہ سے میں بہت کچھ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہماری آنے والی زندگی بہت خوبصورت ہو گی، میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا، کوئی بھی تکلیف تمہیں چھو کر بھی نہیں گزرے گی،" وہ اس کے بے پردہ بازوؤں کو اپنے لبوں سے مہکاتے ہوئے اس سے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں ریان، آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، بس آپ مجھ سے ناراض مت ہوا کریں، جب آپ مجھ سے ناراض ہوتے ہیں مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا،" وہ اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولی تو ریان مسکرایا تھا۔

"میری جان، میں تم سے ناراض نہیں ہوں، بالکل بھی ناراض نہیں ہوں، بس کبھی کبھی کوئی بات بری لگ جاتی ہے تو خاموش ہو جاتا ہوں، لیکن آئندہ نہیں ہوا کروں گا، آئندہ جب جب تمہاری کوئی بات بری لگے گی نا میں تمہیں بتایا کروں گا تاکہ تمہاری طرف سے مجھے اس طرح کے نظاروں کا دیدار ہوتا رہے، میں تو جانتا ہی نہیں تھا کہ اگر میں اپنی بیوی سے ناراض ہو جاؤں تو وہ مجھے اس طرح سے منائے گی اگر مجھے اندازہ ہوتا تو یقین کرو شادی کے ان سات مہینوں میں میں کم سے کم سات سو دفعہ تم سے ناراض ہوتا،"

وہ بے باکی سے اپنے لبوں کو اس کے بدن کے پور پور پر چھوڑتا اس سے چوم رہا تھا۔ اس کی بے قراریاں اس وقت اتنی عروج پر تھی کہ رباب کو اپنا آپ بے حد خاص محسوس ہونے لگا، یہ شخص محبت کرنا جانتا تھا اور ایک بیوی کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

○○○○○○○○

وہ گہری نیند سو رہا تھا جب اس کا فون بجا، فون اٹھاتے ہی اس نے ایک انجان نمبر دیکھا تھا، پھر ایک نظر اس نے اپنے ساتھ سوئی رباب کو دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

"ہیلو، ہاں بتاؤ کیوں فون کیا تم نے۔۔۔۔! ہم لوگ بلوچستان آ چکے ہیں، کہاں ملنا ہو گا مجھے تم سے۔۔۔۔!!"

"ٹھیک ہے، میں ابھی ہوٹل سے نکل رہا ہوں، تھوڑی دیر میں پہنچ جاؤں گا، یہ جگہ ہوٹل سے زیادہ دور نہیں ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا اگر تم نے مجھے دھوکا دیا تو تمہارے لیے اچھا نہیں ہو گا۔"

"میں نے بہت مشکل سے ان لوگوں کو خود پر یقین کرنے پر مجبور کیا ہے، اگر تم نے میرے ساتھ کوئی ڈبل گیم کی نا تو یاد رکھنا، بچوں گے تم بھی نہیں۔۔۔۔!!"

"میں ان لوگوں کی طرح ہرگز نہیں ہوں جو پہلے تمہارے لیے کام کرتے رہے اور بعد میں تم انہیں دھوکہ دے کر ایک طرف ہو گئے، مجھے اپنا حق لینا بہت

اچھے سے آتا ہے، انسپیکٹر ریان اکرم نام ہے میرا، کان اور آنکھیں ہمیشہ کھلی رکھتا ہوں، اگر تم نے میرے ساتھ کسی بھی طرح کی کوئی بے ایمانی کی تو یاد رکھنا، بچوں گے تم بھی نہیں۔۔۔۔۔!!"

"نہیں، میں تمہیں دھمکی نہیں دے رہا، میں صرف تمہیں وارن کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ کسی بھی طرح کی ڈبل گیم کر کے پچھتاؤ گے تم! خیر میں یہاں سے نکل رہا ہوں، تقریباً 15 منٹ میں میں تمہارے پاس ہوں گا،" وہ کہتے ہوئے تیزی سے اپنے کمرے کی حدود سے نکلتے ہوئے نیچے ریسپشن پر آیا تھا۔

"مجھے گاڑی چاہیے آر جنٹلی مجھے کہیں جانا ہے،" وہ سامنے موجود آدمی کو دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے فوراً ہی سائیڈ سے لگی چابیوں میں سے ایک چابی نکال کر دی تھی۔

"سر تیسری گاڑی ہے، جس میں آپ جا سکتے ہیں، گاڑی کے پیپر ز وغیرہ وہاں اندر ہی ہیں، آپ نے گاڑی سو کلو میٹر کی حدود سے آگے لے کر نہیں جانی، یہ

ہمارے رولز کے خلاف ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ ریان نے صرف ہاں میں سر ہلایا۔

"نہیں میں زیادہ دور لے کر نہیں جاؤں گا، یہیں اس پاس ہی مجھے ایک چھوٹا سا کام ہے، میں ابھی کر کے واپس آجاؤں گا، تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے میں،" وہ کہتے ہوئے چابی لے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

فون اب تک اس نے کان سے لگایا ہوا تھا، وہ کسی طرح کی شاید غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا، گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر بیٹھتے ہی اس نے تیزی سے گاڑی سٹارٹ کی تھی جبکہ اپنے کمرے کی راہداری کی بالکنی میں کھڑے سردار اور بالا اسے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھ رہے تھے، بالا نے پلٹ کر ایک نظر سردار کی طرف دیکھا تھا جس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"تم اب بھی کہو گے کہ ریان معصوم ہے؟" بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سردار کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آئی۔

"یار، اگر وہ معصوم نہیں بھی ہے تو بھی ہم اس کی سوچ سے کہیں زیادہ شاطر ہیں، میرے خیال میں یہاں وقت برباد کرنے سے بہتر ہے کہ ہم بھی اس کے تیز دماغ کا مقابلہ کریں،" وہ کہتے ہوئے اسے اشارہ کرتا ہوا خود نیچے کی طرف گیا تھا، یقیناً اب اس کا ارادہ ریان کا پیچھا کرنے کا تھا۔

"میرا جانا ضروری ہے کیا؟ اتنی سردی میں میرا کہیں جانے کا دل نہیں کر رہا، میری معصوم سی بیوی میرا انتظار کر رہی ہو گی اور تمہیں تو پتہ ہے کہ آج کل میری طبیعت۔۔۔۔" وہ ابھی بہت کچھ بولنے والا تھا جب سردار نے اس کی گردن میں بازو حائل کرتے ہوئے اس سے باہر کی طرف کھینچا تھا، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گیا تھا۔

ooooooo

"یہ کون سی جگہ ہے سردار اور یہ آدمی یہاں کیوں آیا ہے؟ مجھے تو کوئی پلاننگ لگتی ہے،" وہ گاڑی سے نکلتے ہوئے ریان کے پیچھے پیچھے ہی اندر کی طرف آ رہے تھے، جو پتہ نہیں سب سے نظریں بچا کے کہاں جا رہا تھا، اس کی حرکتیں

یہاں آتے ہوئے بھی مشکوک لگ رہی تھی اور اب تو اس نے اپنے انداز اور اپنی باتوں سے بھی بتا دیا تھا۔

کچھ تو ایسا ہے جو وہ ان سے چھپا رہا تھا، وہ جب قبیلے میں آیا اور پھر ان کا ساتھ دینے لگا، پھر اس نے راگاڈاکو کی کسی بھی طرح کی انویسٹیگیشن کرنے کی بھی کوشش نہیں کی، یہاں تک کہ راگاڈاکو کی فراہم کردہ معلومات کے ساتھ وہ ان کے ساتھ بلوچستان میں آنے کے لیے بھی تیار ہو گیا اور بلوچستان میں ان کے مطلب کی انفارمیشن بھی انہیں نکال کر دینے لگا، شک تو تب سے ہی ہو گیا تھا کہ ایک پولیس والا کس طرح ان سب چیزوں میں شامل ہو رہا ہے لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ پولیس والا ڈبل گیم بھی کر سکتا ہے۔

خیر جو بھی تھا وہ خود کو بہت شاطر سمجھ رہا تھا، لیکن وہ کتنا شاطر تھا اس بات کا فیصلہ تو سردار نے کرنا تھا، فی الحال تو وہ لوگ صرف اور صرف اس کا پیچھا کرنے والے تھے۔

ooooooo

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ سے نکلتے ہوئے واپس اپنی گاڑی کی طرف آتے، اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا جب کہ گاڑی فل سپیڈ میں اس نے واپس ہوٹل کی طرف بڑھادی تھی، بالا اور دلدار نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے واپس گاڑی اس کی گاڑی کے پیچھے لگادی وہ اس گاڑی کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

جس کی وجہ سے انہیں یہ ڈر ہر گز لاحق نہیں تھا کہ وہ انہیں دیکھ کر پہچان لے گا، ہاں لیکن اس کا یہاں تک آنا ان پر بہت کچھ ظاہر کر گیا تھا۔

"کوئی گیم چل رہی ہے سردار، تم مانو یا نہ مانو، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں،" بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں، گیم تو چل رہی ہے اور یقین کرو، یہ گیم ہمارے لیے زیادہ نقصان دہ نہیں ہو گی، جانتے ہو بالا، کسی پر اعتبار کرنے کے بعد اس کی طرف سے اس طرح کے دھوکے سے انسان دوسری دفعہ کسی پر اعتبار کرنے کے قابل نہیں رہتا اور نہ جانے مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ میرے سامنے وہ وقت دوبارہ آنے والا ہے، خیر فکر مت کرو، گاڑی کی سپیڈ تیز کرو اس سے پہلے وہ ہوٹل پہنچے،"

"نہیں سردار ایسا ممکن نہیں ہے، میرا نہیں خیال کہ ہم اس سے پہلے پہنچ سکیں گے اور میرے خیال سے ہوٹل کی طرف ایک ہی راستہ جاتا ہے، جس طرح ریان محتاط ہو کر جا رہا ہے میرا نہیں خیال کہ ہمیں جلد بازی کرنی چاہیے،" بالا اس کی گاڑی کے پیچھے ہی آ رہا تھا لیکن اندازہ لگا چکا تھا کہ یہاں کے راستے بہت پیچیدہ ہیں۔

"چلو کوئی بات نہیں پھر اس کے اندر جانے کے بعد ہم لوگ جائیں گے،" اور وہ پر سکون سا ہو گیا تھا۔

"لیکن اگر پھر بھی اس نے دیکھ لیا تو؟" بالا نے اچانک سے پوچھا تو وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"ہم ڈرتے نہیں ہیں اس سے بالا، اگر اس نے دیکھ بھی لیا تو کیا فرق پڑے گا، بہانے بہت ہیں ہمارے پاس اور ہم بھی یہاں پر اس کی طرح سیر کرنے آئے ہیں، گھومنے پھرنے آئے ہیں، کوئی کمرے کی حدود میں بند رہنے کے لیے تو آئے نہیں، کچھ بھی کہہ دیں گے، فکر مت کرو،"

وہ جیسے پہلے سے ہی اسے بہانہ دے رہا تھا۔ حالانکہ ریان کے سامنے انہیں کسی بھی طرح کا بہانہ کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ اسے کسی طرح کا شک نہیں ہونے دے سکتے تھے اور پھر جس طرح وہ محتاط ہو رہا تھا وہ چاہتے بھی نہیں تھے کہ کسی بھی طرح کی غلطی کر کے وہ اپنے مقصد سے دور ہو جائیں۔

انہیں ریان سے کوئی گلا نہیں تھا، وہ اپنا فرض نبھا رہا تھا اور ایک پولیس انسپیکٹر کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔

اور جہاں تک بات تھی، غلط لوگوں کا ساتھ دینے کی تو اب ریان کو کچھ نہ کچھ تو سوچنا ہی تھا، پولیس کی نوکری میں وہ زیادہ سے زیادہ کیا ہی کر سکتا تھا، اس کا بچہ ہونے والا تھا، بیوی تھی، ماں تھی، اسے ہر چیز کی فکر کرنی تھی، اگر وہ اپنے فیوچر کے لیے کچھ بہتر سوچ رہا تھا تو اس میں کچھ غلط تو نہیں تھا۔

ایمانداری کا چولا پہن کر کب تک گزارا کر سکتا تھا وہ، اسے بھی اپنی زندگی میں آگے تو بڑھنا ہی تھا، ہاں لیکن آگے بڑھنے کے لیے اس نے سردار دلدار کو سیڑھی بنا کر غلط کیا تھا جس کا اندازہ اسے آگے ہونے والا تھا۔

ooooooo

"تم لوگ کہاں گئے تھے؟" وہ اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب ان دونوں کو راہداری کی طرف آتے دیکھا، اسے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ دونوں اپنے کمرے میں ہوں گے لیکن وہ دونوں تو کہیں باہر سے آ رہے تھے اور اس چیز نے ریان کو پریشان کر دیا تھا۔

"کہیں سے نہیں دو نمبر پولیس والے، یہیں پر تھے ہم، ہم نے کہاں جانا تھا! وہ کیا ہے کہ نیند نہیں آ رہی تھی تو سوچا سگریٹ مار کے آتے ہیں، ویسے تم اتنی رات کو کہاں گئے تھے؟" بالا اس کے پاس آتے ہوئے سوال جواب کرنے لگا جب کہ وہ کچھ حد تک الجھ گیا تھا۔

اتنے دنوں سے ان کے ساتھ رہتے ہوئے ریان اس بات کا اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ دونوں ہی سگریٹ پیتے تھے اور ان کے ایک بہت اچھی عادت تھی کہ وہ اپنی بیویوں کے سامنے بالکل سگریٹ نہیں پیتے تھے بلکہ ان سے دور جا کر ایک الگ جگہ بیٹھ کر پیتے تھے، شاید ان کی بیویوں کو سگریٹ پینے والا انسان پسند نہیں تھا یا کچھ بھی تھا لیکن وہ اس معاملے میں اپنی بیوی کے جذبات کی بہت قدر کرتے تھے۔

ان کا بہانہ اتنا پاورفل تھا کہ ریان فوراً ہی اس پر یقین کرنے کے لیے راضی ہو گیا تھا۔

"مجھے نیند نہیں آرہی تھی اسی لیے یہ سوچا کہ ذرا باہر گھوم پھر کر آتا ہوں، تم لوگوں کو دیکھا نہیں میں نے، شاید تم لوگ دوسری طرف گئے ہوئے تھے، اگر اندازہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہی چل پڑتا۔"

"انجان جگہ ہے نیند مشکل سے آتی ہے،" وہ بھی جیسے اپنا بہانہ پہلے ہی تیار کیے ہوئے تھا۔

"ہاں یہ تو ہے، انجان جگہ پر نیند مشکل سے آتی ہے اور پھر تم جیسا انسان جو اتنے سارے مقصد لے کر جی رہا ہو، اس کے لیے تو نیند ویسے بھی بڑا مشکل مرحلہ ہے، ویسے ایک پولیس والے کے دماغ میں کیا چلتا ہو گا ریان۔۔۔۔!" "کہ وہ کس طرح اپنے ملک کے دشمنوں سے لڑے، کس طرح دنیا سے جرم کا خاتمہ کرے، وغیرہ وغیرہ، ہے نا؟ تمہارے جیسا ایک ایماندار آفیسر تو یہی سب سوچتا ہو گا، مگر اب تم کہاں ایماندار نہیں۔ رہے، تم تو ڈاکوؤں کا ساتھ دے رہے ہو،" بالا اچانک ہی قہقہہ لگا کر بولا تو ریان نے بھی اس کے ہنسی میں اس کا ساتھ دینے کی کوشش کی تھی۔

"میں تم لوگوں کا ساتھ دے رہا ہوں کیونکہ تم حق سچ کے ساتھ ہو، اگر تم لوگ اس معاملے میں غلط ہوتے تو تم لوگ میرے دشمن ہوتے، دوست نہیں، میں کبھی تم لوگوں کے اس معاملے میں مدد نہیں کرتا لیکن یہاں تم لوگ ٹھیک ہو اور ریان اکرم ہمیشہ صحیح کا ساتھ دیتا ہے۔ اور آگے بھی دے گا انشاءاللہ۔"

"یار مجھے نیند آ رہی ہے اور رباب بھی کمرے میں اکیلی ہے، ملتا ہوں تم لوگوں سے صبح،" وہ کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تو بالا اور سردار نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔

"چل تو بھی جا، آرام کر لیتے ہیں، دیکھتے ہیں آنے والی صبح ہمارے لیے کیا لے کر آتی ہے؟" وہ اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تو بالا بھی اس کی بات مان کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

○○○○○○○○

وہ بیلا کو لے کر صبح صبح ہی شاپنگ پر آ گیا تھا کیونکہ اس کا حکم تھا کہ اس نے بلوچی طرز کے کپڑے خریدنے ہیں، سو وہ اسے آس پاس کے ایریا کی سب سے اچھی مارکیٹ کی طرف لے کر آیا تھا جبکہ دعام اور سردار کہیں گھومنے کے لیے گئے تھے، ریان اور رباب ہوٹل میں ہی تھے، کیونکہ رباب کی طبیعت کچھ ناساز سی تھی۔

ایسے میں ریان اسے بالکل ڈسٹرب نہیں کر رہا تھا۔

بلکہ وہ تو مسلسل اپنے فون پر لگا ہوا تھا، ہر تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں آتے ہوئے وہ اس سے اس کی خیریت پوچھتا، تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کرتا اور پھر سے اپنے فون پر مصروف ہو جاتا، رباب کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اگر وہ چھٹیاں لے کر آیا ہے تو پولیس والے اسے مسلسل فون کیوں کر رہے ہیں؟ ہاں، حرکتوں سے تو یہی لگ رہا تھا کہ پولیس کی طرف سے ہی اسے مسلسل سر، یس سر، نو سر یہی سب کہہ رہا تھا تو یقیناً اس کے کسی سینیئر کا ہی فون باری باری سے آ رہے تھے، شاید کوئی کیس ادھورا رہ گیا تھا جس کی معلومات صرف ریان کے پاس تھی، کم سے کم رباب تو یہی اندازہ لگا سکتی تھی۔

یہاں آنے کے بعد بھی وہ اپنی مصروفیات کو چھوڑ نہیں پا رہا تھا جبکہ رباب تو مزے سے امی کو کال لگا کر ان سے کتنی ہی دیر باتیں کرتی، امی بھی وہاں بہت خوش تھی۔

جب کہ ریان کا ساتھ پا کر رباب بھی بہت خوش تھی، ہاں لیکن ریان کی اتنی مصروفیت رباب کو بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی لیکن اسے سمجھنا تھا کہ وہ پولیس والے کی بیوی تھی اور ایک پولیس والا جہاں بھی جائے گا وہ اپنا فرض ضرور نبھائے گا۔

ooooooo

سردار کے حکم کے مطابق وہ اگلے ہی دن ہاسٹل کے باہر آ گیا تھا، اس کی انفارمیشن کے مطابق فاطمہ اسی ہاسٹل میں رہتی تھی اور وہ نویں یا دسویں جماعت کی طالبہ تھی۔

اس کی طرف سے میسج ملتے ہی ایک لڑکی تقریباً بھاگتے ہوئے باہر نکلی تھی۔

"تمہیں سردار دلدار نے بھیجا ہے؟" وہ ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی تو جمرو نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا جبکہ وہ جلدی سے اس کی گاڑی پہچانتے ہوئے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"وہ خود کیوں نہیں آئے مجھے لینے کے لیے؟" وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے اندر بیٹھی تو اس نے فوراً ہی اس سے سوال جواب شروع کر دیے تھے، اس نے سکائی بلو کلر کا پرنٹڈ سوٹ پہن رکھا تھا سر پر ہم رنگ دوپٹہ جمائے وہ کافی کیوٹ سی لگ رہی تھی، دکھنے میں ہی وہ کوئی 1413 سال کی بچی محسوس ہوتی تھی۔

ہاں لیکن وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ کسی سے بھی بہت جلدی فری ہو جاتی تھی اور وہ شکل سے بہت زیادہ باتونی بھی لگ رہی تھی۔

"وہ اپنے ایک ضروری کام کے لیے بلوچستان گیا ہوا ہے، کچھ دنوں میں واپس آ جائے گا تو اس نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں گھما کر لے آؤں۔"

"تم ہاسٹل میں رہ کر بہت بور ہو جاتی ہو نا، اسی لیے سردار نے کہا ہے کہ جب تک وہ واپس نہیں آتا مجھے تمہارا خیال رکھنا ہے،"

وہ پرسکون انداز میں گاڑی سٹارٹ کرنے لگا تو فاطمہ کا منہ کھل گیا تھا۔

"تم گاڑی چلاؤ گے ؟ تم تو اتنے چھوٹے سے ہو، تم گاڑی کیسے چلاؤ گے ؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی تو جمرو ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"میں تمہیں کہاں سے چھوٹو لگ رہا ہوں ؟ میں گاڑی بھی چلا لیتا ہوں اور بھی بہت کچھ کر لیتا ہوں اور گاڑی چلانے میں کوئی راکٹ سائنس نہیں لگتی ہے اور جہاں تک میں تمہیں چھوٹا لگ رہا ہوں تو میں تمہیں اپنا آئی ڈی کارڈ اور لائسنس بھی دکھا سکتا ہوں،" اس کا اس طرح سے کہنا جمرو کو اچھا نہیں لگا تھا، ایک تو ہر کوئی اسے چھوٹا بچہ بنانے میں لگا رہتا تھا۔

"دکھا دو،" وہ جو آف موڈ کے ساتھ جوش میں بول چکا تھا کہ وہ آئی ڈی کارڈ اور لائسنس دکھا سکتا ہے، اس کے "دکھا دو" کہنے پر غصے سے اس سے اپنا لائسنس اور آئی ڈی کارڈ دکھانے لگا تھا۔

"21 سال تین مہینے 18 دن! واؤ تم تو مجھ سے چھ سات سال بڑے ہو اور مجھے لگا تم میرے ہم عمر ہو، بلکہ مجھے تو لگ رہا تھا کہ تم میری ہی کلاس میں پڑھتے ہو

گے۔ خیر کون سی کلاس میں پڑھتے ہو تم؟" وہ اس کا آئی ڈی کارڈ اسے واپس تھماتے ہوئے بولی تو جمرو گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

"میں کسی کلاس میں نہیں پڑھتا، میں سردار کے ساتھ کام کرتا ہوں، سردار مجھے اپنا بایاں ہاتھ کہتا ہے،" وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے اسے مارکیٹنگ ایریا کی طرف لے جانے لگا تھا کیونکہ سردار نے یہی کہا تھا کہ اس کی لاڈلی بہن کو شاپنگ کروانی ہے۔

"ہائے، تم پڑھتے نہیں ہو، سو بیڈ! تمہیں پتہ ہے میں نے سیکنڈ پوزیشن لی ہے نائنتھ کلاس میں، میں تو بہت اچھی سٹوڈنٹ ہوں، شاپنگ کے بعد مجھے پارک لے کر جانا، مجھے جھولا جھولنا ہے،" وہ اپنے ہی انداز میں بولے چلی جا رہی تھی، جمرو کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اس کی باتوں کا کیا جواب دے، اسی لیے دو تین باتیں کر کے وہ خاموش ہو گیا تھا لیکن اس کی بک بک ختم نہیں ہو رہی تھی، اب اس نے ایک اور فرمائش جاری کر دی تھی یعنی کہ شاپنگ پر اس کے ساتھ

خوار ہونے کے بعد وہ اسے پارک بھی لے کر جائے گا، اف! وہ تو سردار کے حکم پر اچھا خاصا عاجز آ گیا تھا۔

"○○○○○○○○○

"چلو ابھی یہاں پر تم مجھے جھولا جھلاؤ گے اور میں جھولے پر بیٹھوں گی، جلدی آؤ، "وہ دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلتی پارک کے اندر چلی گئی تھی، جبکہ جمرو بھی خاموشی سے اس کے پیچھے ہی آ رہا تھا، وہ لڑکی بہت باتیں کرتی تھی، بلکہ باتیں کیا کرتی تھی، اس کی بک بک تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

پہلے تو اس کے سوالوں نے جمرو کو اچھا خاصا تنگ کیا تھا جب کہ اب وہ اپنی حرکتوں سے اسے زچ کر رہی تھی، اس کے بار بار اشارہ کرنے پر وہ مجبور ہوتا اس کے پیچھے سے آ کر جھولا جھلانے لگا تھا۔

"سردار نے مجھے کہاں پھنسا دیا تھا؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا، وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اچھی خاصی کوئی میچور لڑکی ہو گی جس کے ساتھ ایک دو گھنٹے گزار کر اس نے واپس آ جانا ہے لیکن یہ تو کوئی چھوٹی سی بچی تھی، وہ اپنی ہی دنیا میں مگن تھی،

اسے شاپنگ کرنی تھی، اسے کھیلنا تھا، اسے چاکلیٹ چاہیے تھی، اس کو آئس کریم چاہیے تھی اور پتہ نہیں کیا کیا، یہاں تک کہ سردار اسے ہر ہفتے ٹیڈی بئیر لے کر دیتا تھا، جس پر اسے بھی اسے ٹیڈی بئیر لے کر دینا پڑ گیا تھا۔

اور اب اپنے ٹیڈی بیئر کو اپنی گود میں بٹھائے وہ جھولا بھی جھول رہی تھی۔

جانے سے پہلے سردار نے جمرو کو دو گھنٹے اپنے پاس بٹھا کر اسے اچھا خاصا لمبا لیکچر دیا تھا، اسے بتایا تھا کہ فاطمہ دنیا جہاں سے بہت الگ ہے، جس طرح کی زندگی وہ جی رہی ہے اس میں کسی طرح کا ولن ہے ہی نہیں، وہاں اس کی زندگی میں ہر چیز ٹھیک ہوتی ہے۔

سب سے خاص بات یہ تھی کہ فاطمہ پڑھائی کے معاملے میں جتنی ہوشیار تھی وہ باقی معاملوں سے اتنی ہی انجان تھی۔

جبکہ جمرو کو افسوس ہو رہا تھا کہ سردار نے نادان کے بجائے بے وقوف کا لفظ استعمال کیوں نہیں کیا تھا؟ کیونکہ 14 سال کی بچی اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوتی جتنی چھوٹی یہ فاطمہ بن رہی تھی، وہ اس کا پورا دن برباد کر چکی تھی اور پورا دن

برباد کرنے کے بعد وہ اسے شام کو آخر کار چھوڑ کر واپس قبیلے کی طرف چلا گیا تھا۔

"oooooooo

"ہاں میرے بچے میں بالکل ٹھیک ہوں، یہ میران اتنا میرا خیال رکھتا ہے نا کہ حد نہیں، مجھے پیر نہیں زمین پر اتارنے دیتا اور بے وجہ کبھی پیر دبانے لگتا ہے، کبھی ٹانگیں دبانے لگتا ہے، اتنی خدمت کرتا ہے میری۔"

"ہر وقت میرے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور اتنے مزے کا کھانا بناتا ہے کہ حد نہیں، ابھی بھی میں اس کے لیے چاول صاف کر رہی ہوں، اس نے کہا ہے کہ آج وہ بریانی بنا کر کھلائے گا،" امی بے حد خوشی سے ریان کو سب کچھ بتا رہی تھی جبکہ ریان ان کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا، میرو اسے بھی کافی اچھا اور اعتبار کے قابل لگا تھا۔ اور اسے ابھی ابھی یہ بات بھی پتہ چلی تھی کہ میرو کا اصل نام میران ہے۔

"بس امی مجھے آپ کی پریشانی ہو رہی تھی کہ کہیں آپ اپنی طبیعت خراب نہ کر لیں، واقعی میرو بہت اچھا انسان ہے اور مجھے پوری امید تھی کہ وہ آپ کا خیال رکھے گا۔"

"بس آپ بھی اس کا خیال رکھیے گا، یتیم بچہ ہے۔ شروع سے ہی ماں باپ کے پیار کو ترسا ہوا ہے، آپ کی شکل میں اسے اس کی ماں مل گئی،" وہ بہت خوشی سے بتا رہا تھا، میرو جس طرح اس کی ماں کی خدمتیں کر رہا تھا وہ سچ میں اس کا قرضدار ہو گیا تھا۔

"میں کوشش کرتی ہوں اس کا خیال رکھنے کی بیٹا لیکن وہ خیال رکھنے کہاں دیتا ہے، بس کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا، شرمیلا کے ساتھ تو اتنی دوستی ہو گئی ہے اس کی، حد نہیں۔ خیر چلو میں فون رکھتی ہوں ذرا دیکھوں تو سہی اس کی بریانی کہاں تک پہنچی، پھر بات کرتی ہوں تم سے۔" امی فون رکھتے ہوئے اپنی ویل چیئر گھسیٹتی باہر کی طرف جانے لگی تھی جب کہ ریان خوش ہو گیا تھا۔

ہاں میرو کی وجہ سے اسے اپنی ماں کی پریشانی نہیں رہی تھی، میران نے سچ مچ میں ایک بیٹے ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔

oooooooo

"ڈاکو جی یہ پہاڑ کتنے لمبے لمبے ہیں، یہ پہاڑ تو ہمارے قبیلے کے پہاڑوں سے بھی لمبے ہیں، کیا ہم ان کے اوپر بھی جاسکتے ہیں؟" جہاں پر برف گری ہوئی ہے، اسے باہر گھمانے لے کر آیا تھا جب کہ وہ تو علاقہ دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، سچ میں بلوچستان اپنی خوبصورتی آپ تھا، جب کہ ان کا لباس ان کا طرز زندگی، ہر چیز بہت الگ اور بہت خوبصورت تھی۔

"ہاں میری جان کیوں نہیں، تم جہاں کہو گی میں تمہیں وہاں لے کر جاؤں گا۔ بتاؤ کہاں چلنا ہے، اس پہاڑ پر یا پھر اس پہاڑ پر، یہاں کا راستہ دائیں طرف والے پہاڑ پر جائے گا اور وہاں کا راستہ بائیں طرف والے پہاڑ پر، جہاں میری سجن سائیں کہے گی میں وہاں لے کر جاؤں گا،"

"دائیں طرف چلتے ہیں ڈاکو جی، یہاں کا پہاڑ زیادہ لمبا اور زیادہ خوبصورت ہے،" وہ جوش سے کہتی اس کے بازو میں اپنی دونوں باہیں ڈالتے اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ چکی تھی جبکہ سردار گاڑی اسی طرف موڑ چکا تھا جہاں اس کی سجن سائیں کہتی تھی۔

"ڈاکو جی یہ تو بہت دور لگ رہا ہے، یہاں سے واپس آنے میں ہمیں کتنا وقت لگ جائے گا؟" وہ بے چینی سے دیکھتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی تھی، اسے دور سے ہی اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ راستہ کافی لمبا ہے۔

" جتنا بھی ٹائم لگ جائے، ہم دونوں ایک ساتھ ہیں تو پھر راستے سے کیا گھبرانا،" وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اپنے لبوں سے لگاتا سفر جاری کیے ہوئے تھا۔

"لیکن ڈاکو جی ہم اکیلے تھوڑی آئے ہیں، وہ سب لوگ پریشان ہوں گے نا پیچھے کہ ہم لوگ کہاں چلے گئے،" اس کے لبوں کا لمس اپنے ماتھے پر محسوس کرتے ہوئے وہ پریشانی سے پوچھنے لگی تھی، وہ اپنی وجہ سے کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میری جان، وہ لوگ اپنا ہنی مون سیلیبریٹ کرنے کے لیے آئے ہیں، انہیں کوئی مطلب نہیں ہے اس بات سے کہ ان کے ساتھ آئے لوگ کہاں گئے ہیں، وہ اب اپنا ہنی مون سپیشل کر رہے ہیں اور ہم دونوں اپنا۔"

"اور یہ جو تم میرے بازو کے نیچے گد گدی کر رہی ہو میری نیت خراب ہو رہی ہے،" وہ اپنی نرم و ملائم انگلیوں سے اس کے بازو کو سختی سے جکڑے ہوئے تھی، جب سردار نے اس کا دھیان اس بات کی طرف دلایا۔ ہاں یہ سچ تھا کہ اس کی نازک انگلیوں سے اس کے بازو کے نیچے اسے گد گدی ہو رہی تھی۔

"ڈاکو جی میں نے تو صرف اپنا ہاتھ رکھا ہوا ہے، آپ اتنے نخرے کرنے لگے ہیں، لیں ہٹا دیا میں نے،" وہ ہاتھ ہٹانے لگی تو سردار نے اگلے ہی لمحے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے جھک کر اس کے لبوں کو پوری شدت سے چوما تھا۔

"او ڈاکو جی آپ بھی حد کرتے ہیں، اب یہ مت کہیے گا کہ گاڑی چلاتے چلاتے آپ کی نیت خراب ہو گئی ہے، ہٹیں پیچھے، سیدھے طریقے سے گاڑی چلائیں

ورنہ ایکسیڈنٹ کروادیں گے،" وہ شرماتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگی جب سردار نے اسے مزید اپنی باہوں میں کرتے ہوئے اس کے گرد اپنا حصار بنایا تھا، وہ اس طرح سے اس کے بازوؤں میں قید ہوگئی تھی کہ وہ ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے گیئر لگا رہا تھا۔

"کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا؟" وہ بری طرح اس کی پناہوں میں قید تھی جب کہ وہ اس کے پیٹ پر دوسرا ہاتھ رکھتا ہے اسے مزید اپنے قریب کھینچ چکا تھا۔

"دیکھتا ہے تو دیکھتا رہے، مجھے پرواہ نہیں، مجھے اپنی سجن سائیں کے قریب بے حد قریب رہنا ہے،" وہ اس کی گردن میں منہ چھپاتے ہوئے شاید بھول چکا تھا کہ وہ ڈرائیونگ کر رہا ہے۔

"ڈاکو جی ایکسیڈنٹ ہو جائے گا، ہم دونوں اوپر پہنچ جائیں گے اللہ کے پاس۔۔۔۔۔"

"تو اچھی بات ہے نا، دنیا میں بھی ساتھ اور آخرت میں بھی ساتھ ساتھ، ایک ساتھ جئیں گے ایک ساتھ مریں گے،" وہ مزید پر جوش ہوتے ہوئے اس کے لبوں کو پوری شدت سے چوم گیا تھا۔

"جی نہیں، مجھے نہیں مرنا ابھی، ابھی تو میں نے بہت لمبی زندگی جینی ہے، آپ کے ساتھ، ہمارے بچوں کے ساتھ اور ویسے بھی مجھے نہیں لگتا کہ آپ آٹھ مہینے کے بعد والی زندگی چھوڑ کر فی الحال اوپر جانے کے بارے میں سوچیں گے،" وہ اس کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے اپنی سرگوشیوں سے اس کی دھڑکنیں ہلا چکی تھی، جبکہ سردار نے اچانک ہی گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا تھا، جبکہ وہ اس کی بے چین نظروں کا کوئی بھی جواب دینے کے بجائے اس کے سینے میں چھپنے لگی تو سردار نے اپنے سینے سے اس کا چہرہ نکالتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں بھرا تو اس نے آہستہ سے ہاں میں سر ہلایا تھا، جبکہ وہ اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے بے تابی سے اس کے چہرے کے

ایک ایک نقش کو چومنے لگا تھا، اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی بڑی خوشخبری اسے سنانے والی ہے۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔۔۔" اس کی بے تابیاں اپنی عروج پر تھی، وہ اسے ایک جھٹکا کھینچ کر اپنی گود میں بٹھا چکا تھا۔

"میں بتانا چاہتی تھی آپ کو، جس دن آپ کو منانے کے لیے سرپرائز پلان کر رہی تھی نا، اسی دن بتانا چاہتی تھی لیکن پھر وہاں اچانک وہ راگا ڈاکو آ گیا اور پھر اس نے مجھے اتنے زور سے مارا، مجھے لگا کہ میں دوسری دفعہ اپنا بچہ کھو چکی ہوں۔"

"میں بہت ڈر گئی تھی ڈاکو جی، میں آپ کو اسی دن بتا دینا چاہتی تھی لیکن اس نہیں بتا پائی، اس کے بعد دل میں ڈر بیٹھ گیا تھا، پھر میں نے بیلا کو اپنا پورا چیک اپ کروایا، اس نے مجھے اچھے سے چیک کیا اور پھر اس نے بتایا کہ میں پوری طرح سے ٹھیک ہوں اور ہمارا بچہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔"

"میں تو اتنے دنوں سے آپ کو بتانے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن آپ کا رومینٹک موڈ آف ہوتا ہی نہیں کہ آپ کوئی اور بات سنیں،" وہ اس کے گال کھینچتے ہوئے اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی جبکہ وہ اس کی کبھی ہلتے لبوں کو دیکھتا تو کبھی لرزتی پلکوں کو۔

"او سجن سائیں، آئی لو یو سو مچ، تم نے میری زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا ہے، اب میں تمہارا بہت خیال رکھوں گا۔"

"بس میں ہمیشہ خوش رکھوں گا میری جان،" وہ اس کے چہرے کو چومتے ہوئے اپنی بے قراریاں عیاں کرنے لگا جبکہ وہ اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھتی اسے خود سے دور کرنے لگی تھی۔

، آپ کا تو رومانس ہی ختم نہیں ہوتا، آپ میرا خیال کیسے رکھیں گے؟" وہ اس کے رومانس سے سچ مچ میں تنگ تھی، ہر وقت کی بے تابیاں، بے قراریاں اسے سچ میں پاگل کر دیتی تھی۔

"سجن سائیں تم اکیلی تھی تو تمہیں تھوڑا پیار کرتا تھا، اب تمہارے ساتھ ساتھ میرا بچہ بھی ہے، اب تو میرے پیار پر تمہارا ڈبل حق ہے، تمہیں تو مجھے زیادہ برداشت کرنا پڑے گا،" وہ اس کے لبوں پر وقفے وقفے سے پیار کرتا اس سے آنے والے دن کی صورتحال بھی بتا رہا تھا جبکہ وہ اس کے کبھی نہ ختم ہونے والے رومینس پر صرف ماتھے پہ ہاتھ مار کر رہ گئی تھی۔

oooooooo

"یا اللہ! کتنی خوبصورت چیزیں ہیں، دل چاہتا ہے پورا بازار ہی خرید لوں لیکن میں تمہیں غریب نہیں کرنا چاہتی اسی لیے تم پر ترس کھا رہی ہوں ورنہ تم تو جانتے ہی ہو کہ لڑکیاں شاپنگ میں کیسی ہوتی ہیں! تمہیں پتہ ہے میں نے آج تک جتنے بھی پیسے کمائے ہیں نا، سارے اپنی شاپنگ پر لگائے ہیں،"

وہ مزے سے اسے بتا رہی تھی جب کہ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ ساتھ چلتا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"میری جان تم حکم کرو، میں پوری کی پوری دکان تمہارے قدموں میں رکھ دوں، جو چاہیے تم لے سکتی ہو، تمہارا شوہر ہرگز کنجوس نہیں ہے۔"

"تم جتنا چاہے خرچہ کرواؤ، بلکہ پوری دنیا خرید لو، بس رات کو معاوضہ دے دینا، تمہارا شوہر کی جیب پر صرف اور صرف تمہارا حق ہے،" وہ اب اپنا اے ٹی ایم کارڈ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے اس انداز میں بولا تھا کہ بیلا چاہ کر بھی اس کارڈ کو ہاتھ نہیں لگا سکی تھی۔

"ایک نمبر کے لوفر قسم کے شوہر ہو تم، شرم نہیں آتی، نہ بازار میں تمہارا یہ موڈ آف ہوتا ہے، نہ ہوٹل میں، نہ گھر میں، نہ قبیلے میں، اتنا رومینس، اتنا ٹھرک بھرا پڑا ہے تم میں کہ تمہارا بس چلے تو تم اس ڈمی کے ساتھ بھی رومانس کرلو،" وہ غصے سے کہتی اسے ڈمی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے آگے بڑھی تھی لیکن اگلے ہی لمحے ڈمی پر موجود انتہائی بُری نائٹی دیکھ کر شرمندگی سے اس پر دوسری نظر نہ ڈال پائی۔

"نہیں کروں گا، اتنے بھی برے دن نہیں آئے کہ میں بے جان چیزوں کے ساتھ رومینس کروں، ہاں لیکن اگر یہ تم نے پہنی ہوئی ہو۔۔۔۔۔۔"

"توبہ استغفر اللہ! تمہاری سوچ بھی گندی ہے،" وہ غصے سے کہتی آگے بڑھ چکی تھی جب کہ اس نے سامنے شاپ کیپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نائٹ کو پیک کرنے کا آرڈر دے دیا تھا جس پر بیلا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی بھاری چیز اٹھا کر اس کے سر پر مار ڈالے۔

○○○○○○○○

"میں کھا رہی ہوں، اتنا نہیں کھایا جاتا، آپ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں نا،" وہ اسے زبردستی اپنے ہاتھوں سے سوپ پلا رہا تھا۔

جب کہ وہ اس سے مسلسل سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسے یہ سب کچھ نہیں پینا لیکن ریان سنتا کہاں تھا، وہ تو اپنی کرتا تھا۔

اور اس وقت بھی وہ وہی کر رہا تھا، وہ کسی طرح اس کی بات ماننے کو تیار نہ تھی تو اسے زبردستی اسے کھلانا شروع کر دیا تھا جس پر وہ مجبور ہو گئی تھی۔

وہ اسے آدھے سے زیادہ پیالہ زبردستی کھلا چکا تھا جب اس کا فون بجنے لگا، اس پر رباب نے شکر ادا کیا تھا۔

بے شک اس کا 24 گھنٹے فون پر رہنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن پھر بھی جب وہ اسے زبردستی کچھ کھلاتا تھا تو رباب یہی دعا کرتی تھی کہ اسے کوئی کال ہی آ جائے، اس وقت بھی وہ بالکنی میں مسلسل چکر کاٹتے ہوئے اسے کچھ نہ کچھ کھانے کا اشارہ کر رہا تھا جب کہ وہ جھوٹ موٹھ کا سوپ کا پیالہ اٹھاتے ہوئے اس میں سے چمچ بھر کر کھانے کا دکھاوا بھی کر رہی تھی۔

"ڈارلنگ، تم یہ سوپ کا پیالہ ختم کرو، مجھے ایک چھوٹا سا کام ہے، میں 20 منٹ میں آتا ہوں،" وہ بالکنی سے نکلتے ہوئے اس سے کہنے لگا تو اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا جبکہ اس کے کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ سکون کا سانس لیتی سوپ کا پیالہ ایک طرف رکھتے ہوئے بیڈ پر لیٹ گئی۔

ہاں لیکن ذہن میں یہ خیال ضرور آیا تھا کہ یہاں ریان کو کیا کام ہو سکتا تھا، یہاں تو انہیں کوئی جانتا بھی نہیں تھا تو شاید بالا بھیا یا سردار بھیا نے بلایا ہو گا، سوچ کر وہ پر سکون ہو گئی۔

○○○○○○○

"ارے میں تمہیں کتنی دفعہ ایک ہی بات کہوں؟ کہہ تو چکا ہوں کہ ان لوگوں کو مجھ پر کوئی شک نہیں ہے، میں اپنا کام بہت اچھے سے کر رہا ہوں، شک تو دور، ان لوگوں کو شاید اس بارے میں بھنک بھی نہیں پڑے گی، وہ آج ہوٹل میں بھی نہیں ہیں، میرے خیال میں دونوں ہی کہیں نکلے ہوئے ہیں۔"

"ہاں، میں نے کہا تھا تم سے کہ وہ یہاں ایک مقصد کے لیے آئے ہیں لیکن پھر بھی سمجھنے کی کوشش کرو، وہ آتے ہی تو اپنا کام کرنا نہیں شروع کر دیں گے نا۔"

"ٹھیک ہے تم جیسا چاہتے ہو سب کچھ ویسا ہی ہو گا، لیکن۔۔۔۔"

"ریان تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ کس کا فون ہے؟ تم تو چھٹیوں پر ہو نا،"
وہ پوری طرح سے اپنے فون کی طرف متوجہ تھا جب اچانک ہی بالا نے اس کے کندھے پر آ کر ہاتھ رکھا، اس کے ہاتھ میں بہت سارے شاپنگ بیگ تھے جب کہ بیلا بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔

"ہاں بھائی آپ تو چھٹیوں پر ہو نا، تو پھر کیا کام پہ لگے ہوئے ہو، صبح رباب بھی کہہ رہی تھی کہ آپ یہاں آنے کے بعد بھی مصروف ہیں، یہ کیا بات ہوئی، آپ تو ہمارے ساتھ گھومنے پھرنے کے لیے آئے ہیں نا۔"

"مجھے آپ کی یہ حرکت بالکل بھی پسند نہیں ہے، رکھیں فون اور چل کے رباب بھابھی کے پاس بیٹھیں، یہ کیا طریقہ ہوا، بندہ چھٹیوں پر آ کر بھی کام کرے۔"

"دراصل ایک ضروری کام کر رہا ہوں،" بیلا کے ناراض ہونے پر وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا، ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی، وہ اس طرح اندر تو ہرگز نہیں جا سکتا تھا۔

"آئی ڈونٹ کیئر، میں نے کہا فون بند کریں اور اندر چلیں، آپ نہ تو بھابھی کو کہیں گھمانے لے کر گئے ہیں اور نہ ہی انہیں شاپنگ کروانے لے کر گئے ہیں، صبح سے انہیں کمرے میں بند رکھا ہوا ہے، اگر ان کو کمرے میں ہی بند رکھنا تھا تو گھر میں ان کو کیا مسئلہ تھا؟ گھر پہ رہنے دیتے نا، آپ آئے کیوں ہمارے ساتھ؟ اب ہنی مون پر آئے ہیں، کم سے کم آپ کو یہ فون تو گھر چھوڑ کر آنا چاہیے تھا۔"

"اور اگر لے ہی آئے ہیں تو کم سے کم اس کا استعمال بند کر دینا چاہیے تھا، جلدی سے اپنے کمرے میں جائیں اور یہ فون بند کریں، خبردار جو آپ نے یہاں رہتے ہوئے فون اٹھایا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا،" وہ ناراضگی دکھانے لگی تو ریان مسکرا دیا تھا۔

"میں بالکل بھی فون کو اہمیت نہیں دے رہا پر ایک چھوٹا سا کیس نکل آیا تھا وہاں پہ اور تم تو جانتی ہو کہ گاؤں میں سب سے سینیئر انسپیکٹر میں ہی ہوں، آج کل انسپیکٹر کامران بھی چھٹیوں پر ہیں تو ایسے میں مجھے ہی سب کچھ سنبھالنا

پڑ رہا ہے،" وہ اسے سمجھاتے ہوئے فون بند کر کے جیب میں ڈالتا اس کے ساتھ ہی اندر آنے لگا تھا۔

"ارے میرے سالے صاحب کیوں گھبراتے ہو یار، مجھے بتاؤ کیا مسئلہ ہے، اگر گاؤں میں کوئی مسئلہ ہے تو ہمارے بندے ہیں وہاں پہ، ہر طرح کا مسئلہ حل ہو جائے گا، بلکہ سرے سے کوئی مسئلہ رہے گا ہی نہیں، تم حکم کرو بس،" بالا اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے لیے اندر کی طرف جاتے ہوئے بولا تو ریان مسکرا دیا تھا۔

"ارے نہیں نہیں، ایسا بھی کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے کہ ڈاکوؤں کو بیچ میں شامل کرنا پڑے، بس ایک چھوٹا سا مسئلہ تھا، چلو خود ہی حل ہو جائے گا، ویسے بھی میں چھٹیوں پر ہوں لیکن پھر بھی تھوڑا بہت ان لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کرتا ہوں، مجھ پر کوئی بات نہیں آنے والی، چلو میں رباب کو لے کر آتا ہوں، چائے ساتھ میں پیتے ہیں، میرے خیال میں سردار اور دعام تو ابھی تک واپس ہی نہیں آئے، ہم لوگ انجوائے کرتے ہیں،"

وہ اسے دیکھ کر بولا تو بالا نے کندھے اچکائے تھے جب کہ وہ رباب کو لینے کے لیے اندر کی طرف چلا گیا۔

○○○○○○○

"واؤ! کتنی خوبصورت خوبصورت ڈریسز ہیں، یہ سارے کام آئیں گے، اتنی ساری شاپنگ ایک ساتھ، مزہ آگیا، ویسے بالا تمہارے بیگ میں کچھ اچھی کام کی چیزیں تو ہیں نہیں نا، تو واپس جاتے ہوئے میرا سامان اپنے بیگ میں پیک کر لینا، وہ کیا ہے کہ میرے بیگز میں جگہ نہیں ہے،" وہ سارا سامان بیڈ پر پھیلاتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اس سے باتیں کر رہی تھی، اس کا اتنا میٹھا انداز یقیناً اپنے کسی مطلب کے لیے تھا، وہ سمجھ چکا تھا لیکن وہ تو سیدھا سیدھا اس کا بیگ مانگنے پر آگئی تھی۔

"کیا مطلب؟ تم کیا چاہتی ہو، میں اپنے سارے کپڑے کسی شاپر میں یا تھیلے میں ڈال کر واپس لے کر جاؤں۔ ایک تو تم ایک نہیں بلکہ تین تین بیگ لے کر آئی ہو، وہ بھی صرف 15 دنوں کے لیے، اوپر سے تم نے یہ دو بیگ کی تیاری اور کر

لی ہے، اب تمہیں ساتھ میں میرا بیگ بھی چاہیے! یار اللہ کو مانو بیوی، اتنا بھی

_____!!"

"ویسے مجھے کافی اچھی لگ رہی تھی یہ نائٹی، سوچا میرے شوہر نے پسند کی ہے تو

میں دیکھ لوں گی، ایک بار سوچوں گی ٹرائی کرنے کے بارے میں، لیکن

_____"

"بیگ کیا پورا کا پورا بالا تمہارا! جو چاہیے لے لو ڈارلنگ، ایک بیگ کی بات کرتی

ہو، میرا دل تو کر رہا ہے پوری دنیا لا کر تمہارے قدموں میں رکھ دوں، کیا نکالنا

ہے میرے بیگ سے؟ سب کچھ نکال کر باہر پھینک دو بلکہ آگ لگا دو، ہر چیز

تمہاری ہے، تمہاری شاپنگ کے لیے ہی تو اپنے ساتھ بیگ لے کر آیا تھا میں

ورنہ مجھے ضرورت کیا ہے، میں تو تھیلوں میں لے کر چل سکتا ہوں اپنے کپڑے

_"

"لے لو ڈارلنگ یہ بیگ لے لو، تم ہی لے لو، سب کچھ تم ہی لے لو،" وہ

پرسکون سا اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی جواب دے چکا تھا جب کہ وہ

ہاتھ میں پکڑی نائٹ ایک طرف پھینکتی ہوئی ایک ادا سے اپنے بال پیچھے کی طرف کرتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ بالا بھی تیزی سے اس کے پیچھے آیا تھا کیونکہ چائے تو اس نے بھی پینی تھی۔

یہ کہنا بہتر رہے گا کہ وہ ایک پل کے لیے بھی اپنی بیوی کو اکیلے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

٥٥٥٥٥٥٥

وہ بلوچستان کے خوبصورت پہاڑوں کی سیر کر رہے تھے، اسے تو ہر چیز ہی اچھی لگ رہی تھی جبکہ دلدار کو تو صرف اور صرف اپنی سجن سائیں اچھی لگ رہی تھی، اسے دنیا کے نظاروں سے کوئی مطلب ہی نہ تھا، اس کی ساری سوچوں کا مرکز صرف اور صرف یہ لڑکی تھی جو اس کی کل کائنات تھی۔

وہ اس کی ہر اینگل سے تصویریں بنا رہا تھا جب کہ دعا م بھی ہر مقام پر رکتے ہوئے تصویریں بنواتی، کبھی وہ کسی پتھر پر آ کر بیٹھ جاتی تو کبھی نیچے بہتے خوبصورت پانی کو اپنے ہاتھوں میں بھرتے ہوئے اس کی طرف پھینکتی۔

کبھی وہ اس کی شرارتوں پر مسکرا دیتا تو کبھی ہلکا سا گھورتا جس پر وہ کھکھلاتی۔ وہ اس کی اتنی ساری تصویریں بنا چکا تھا کہ اب فون پر بھی الرٹ نوٹیفکیشن آنے لگی تھی، اس نے آج سارا دن اپنی دعام کو بہت خوش رکھا تھا۔

کیونکہ اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشی تو وہ دے چکی تھی، وہ ایک لمحے کے لیے بھی اسے تنہا چھوڑنے کو تیار نہ تھا، وہ جہاں جاتا اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ لے کر جا رہا تھا، اس کا ہاتھ مسلسل اس کے ہاتھوں کی گرفت میں تھا جو اس نے اپنے لبوں سے لگا رکھا تھا، اس کے کندھے کے ساتھ چپکے وہ پتہ نہیں کہاں کہاں گھوم کر اب واپسی کی تیاری کر رہی تھی، اسے بیلا کی کافی ساری کالز آ چکی تھی جب کہ وہ بیلا کو یہی بتا رہی تھی کہ وہ یہاں بلوچستان کے کسی خوبصورت سے مقام کی سیر کرنے نکلے ہیں اور ان کی واپسی بہت دیر سے ہو گی

۔

شاید ممکن تھا کہ ان کی واپسی رات گئے تک ہو اسی لیے وہ لوگ ہرگز بھی پریشان نہ ہوں اور ان کا انتظار بھی نہ کریں، اس کی یہ بات سن کر بیلا بالکل

ریلیکس ہو چکی تھی، خیر اس کا تو سارا دن شاپنگ پر ہی گزرا تھا اور اس نے بالا کو آج اپنی انگلیوں پر نچایا تھا۔

اور بیلا نے تو یہ سب کچھ ایسے خوب مزے لے کر بتایا تھا کہ اس نے سارا دن آج بالا کو کس طرح سے تنگ کیا ہے جبکہ اس کی باتیں سن کر وہ بھی بہت خوش ہو گئی تھی، یہاں تک کہ بیلا کے مشوروں پر بھی عمل کر رہی تھی جس میں وہ کہہ رہی تھی کہ تم بھی سردار کو ایسے ہی تنگ کرو، وہ ابھی اسے کچھ تنگ کرنے کے لیے سوچ رہی تھی جب سردار کا فون بجنے لگا، موبائل پر آتی جمرو کی کال پر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا اور پھر فون اٹینڈ کرتے ہوئے اپنے کان سے لگا لیا۔

oooooooo

"سردار یار، کہاں پھنسا دیا ہے تم نے مجھے، اس لڑکی کے تو فرمائشی پروگرام ہی ختم نہیں ہو رہے، صبح سے شام تک مسلسل میسج کر رہی ہے، پرسوں اسے چھوڑ کر آیا تھا میں تب سے اس کے میسجز کا ڈھیر لگ گیا ہے، سنڈے کو یہ لے کر آنا، سنڈے کو وہ لے کر آنا، یہ سب کچھ کیا ہے سردار؟ کیوں پھنسا کے رکھا ہے تم

نے مجھے یہاں پر؟ میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا، اس لڑکی کے تو نخرے ہی ہینڈل نہیں ہو رہے مجھ سے۔"

"تم خود آؤ اور اس کے نخرے جھیلو، عجیب لڑکی ہے، ہر بات پر کہتی ہے کہ تم سے میری شکایت کر دے گی اگر میں نے اس کی بات نہیں مانی اور تمہیں پتہ ہے وہ مجھے چھوٹو کہتی ہے، چھوٹو! کہاں سے چھوٹو لگتا ہوں میں اسے۔"

"میں نے اسے بولا کہ میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں تو مجھے کہتی ہے کہ تم سچ میں چھوٹو ہو، مجھے سمجھ نہیں آتا، چھ فٹ سے نکلتا قد ہے میرا، کہاں سے اسے چھوٹا بچہ نظر آتا ہوں میں جو وہ مجھے چھوٹو چھوٹو کہتی ہے،" وہ بری طرح سے چڑا ہوا تھا جبکہ اس کی بات سن کر سردار نے جاندار قہقہہ لگایا۔

"چھوٹو تو سچ میں ہے، میرا چھوٹو سا بچہ ہے تو، ہاں لیکن یہ فاطمہ تجھ پر ظلم کر رہی ہے جو مجھے ہرگز منظور نہیں، فکر مت کر، میں آرہا ہوں اسے کال کر کے سمجھا دوں گا، ہاں لیکن اس نے جو جو چیزیں بولی ہیں وہ ساری تجھے لے کر جانی ہوں گی۔"

"بلکہ ایسا کرنا کہ سنڈے جانے کے بجائے کل ہی چلے جانا اس سے ملنے کے لیے، بیچاری وہاں اکیلی ہوتی ہے اور اسے وہاں کسی نہ کسی کا تو سہارا چاہیے ہی ہوتا ہے نا، میں اپنے کاموں میں مصروف ہوتا ہوں جس کی وجہ سے اسے وقت نہیں دے پاتا۔"

"لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اسے وقت دو کیونکہ تمہارے حوالے سے میں نے بہت کچھ سوچا ہوا ہے، جمرو تمہیں یاد ہے تم نے مجھ سے ایک دفعہ کہا تھا سردار میری زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق صرف تم رکھتے ہو؟ میں نے تمہاری زندگی کا ایک فیصلہ کیا ہے جمرو، میں نے بہت سوچا، میں فاطمہ کے معاملے میں کس پر بھروسہ کروں تو تمہارے علاوہ میرے ذہن میں اور کسی کا خیال نہیں آیا، میں تمہارا اور فاطمہ کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، میں جانتا ہوں فاطمہ کی عمر بہت چھوٹی ہے اور تم بھی ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے کہ شادی جیسی ذمہ داری کو سنبھال سکو اسی لیے میں فی الحال صرف نکاح پر ہی زور دے رہا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ کوئی زور زبردستی نہیں کروں گا اور جہاں تک بات رہے فاطمہ کی تو اس کا ذہن بہت صاف شفاف ہے، اس کے ذہن کے پردے پر ابھی تک کسی کا بھی چہرہ نہیں ابھرا، میں چاہتا ہوں کہ وہاں تمہارا چہرہ ابھرے۔ میں نے اس سے سرسری سی اس انداز میں بات کی تھی تو اس نے بھی یہی کہا کہ اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق صرف میں رکھتا ہوں، اس بارے میں سوچ کر مجھے آرام سے جواب دے دینا اور اگر تمہارا جواب ہاں ہوا تو کل فاطمہ کی پسند کی لسٹ لے کر ہاسٹل پہنچ جانا، میں تم سے پھر بات کروں گا،" وہ فون رکھتے ہوئے بولا تھا جب کہ جہاں دعام حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی وہی جمرو بھی اس کی بات کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

اور اگر سمجھا بھی تھا تو یقیناً فی الحال کچھ کہنے کی کنڈیشن میں نہیں تھا۔

○○○○○○○○○○

"ڈاکو جی، فاطمہ کون ہے اور آپ اس کے معاملے میں جمرو کے بارے میں کیوں سوچ رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے، جمرو بھیا کی شادی کر رہے ہیں آپ اتنی جلدی؟ ابھی تو وہ چھوٹے ہیں، شادی کی ذمہ داریاں کیسے سنبھالیں گے؟۔

"او میری سجن سائیں، میں تمہارے جمرو بھیا کی شادی نہیں کر رہا، صرف اس کے نکاح کے بارے میں سوچ رہا ہوں، صرف اس کو ایک بندھن میں باندھنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں، اس پر ایک ذمہ داری ڈالنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں، میں جانتا ہوں فی الحال وہ شادی وغیرہ کے چکروں میں پڑنے کے قابل نہیں ہے اور نہ ہی میں اسے شادی کے چکروں میں ڈال رہا ہوں، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسے احساس ہو جائے کہ آنے والی زندگی میں اس کی زندگی میں کوئی شامل ہونے والا ہے ابھی فاطمہ بھی 14 سال کی بچی ہی ہے۔"

"میں بس اس بچی کا فیوچر سیکیور کرنا چاہتا ہوں، وہ کوئی اور نہیں بلکہ راگا ڈاکو کی بیٹی ہے، وہی بیٹی جس کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا بھی تھا۔ جب راگا ڈاکو قبیلے میں تھا تب اس کی ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی، وہ بچی تقریباً چھ سات سال کی

تھی جب اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا، تب سے وہ بچی میرے پاس ہی ہے، میں ہی اس کی کفالت کر رہا ہوں۔"

"ہمیشہ سے میں نے ہی اس کا خیال رکھا ہے، وہ جانتی تک نہیں ہے کہ وہ راگا ڈاکو کی بیٹی ہے، بلکہ وہ کچھ بھی نہیں جانتی، اسے یہی لگتا ہے کہ میں اس کا سگا بھائی ہوں اور وہ میری سگی بہن ہے بالکل ویسے ہی جیسے ایشم تھی۔"

"اور تمہیں سچ بتاؤں تو مجھے اس میں اپنی ایشم نظر آتی ہے اور ایک بھائی ہونے کے ناطے میں چاہتا ہوں کہ میری ایشم کا فیوچر بہت سیکیور ہو،"

"میں جانتا ہوں میں جمرو پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال رہا ہوں، اس کے لیے شاید زندگی بھی کچھ حد تک مشکل ہو جائے گی لیکن میں جمرو کے علاوہ اس وقت اپنی فاطمہ کے معاملے میں اور کسی پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"اس وقت میرے لیے میری بہن کا فیوچر بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے سجن سائیں، میں بس کیسے بھی اس کے آنے والے کل کو خوبصورت بنانا چاہتا ہوں۔

میں چاہتا ہوں کہ اس کے آنے والے کل میں کوئی پرابلم نہ ہو، کوئی پریشانی نہ

ہو، میں جانتا ہوں میں خود غرض ہو کر سوچ رہا ہوں لیکن یہ فیصلہ جمرو کے لیے بھی ایک اچھا فیصلہ ثابت ہو گا۔"

"وہ جو ہر وقت کہتا ہے نا کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، کوئی نہیں ہے جو میرا خیال رکھے، کوئی نہیں ہے جو مجھے پوچھے، یہ سب ختم ہو جائے گا، ایک دفعہ اس کی زندگی میں فاطمہ آگئی نا تو اس کے پاس بھی زندگی جینے کی ایک وجہ ہو جائے گی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میری فاطمہ اس کے لیے ایک بہت اچھی ہمسفر ثابت ہو گی،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ دعام نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ہاں، اسے سردار کے یقین پر یقین تھا، وہ جانتی تھی سردار کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کرے گا اور پھر اپنی بہن اور اپنے منہ بولے بیٹے کے لیے تو وہ کوئی غلط فیصلہ کر ہی نہیں سکتا تھا۔

ooooooooo

"ارے یہ سب کچھ تم آج ہی لے کر آگئے ؟ یہ سب کچھ تو میں نے سنڈے کو لانے کے لیے کہا تھا، تم نے کیا سمجھا کہ یہ سب کچھ مجھے ایسے ہی آجاتا ہے ؟ ارے میں اپنے بھیا کو پورا ہفتہ کچھ نہ کچھ بھیجتی رہتی ہوں، پھر ہفتے کے بعد جب وہ آتے ہیں تو سب لے کر آجاتے ہیں لیکن تم تو ساری چیزیں آج ہی لے کر آگئے۔"

"تھینک یو سو مچ، تمھیں کام ہو گا نا، تم جاؤ، میں اپنی ساری چیزیں اندر لے جاؤں گی،" وہ شاپنگ بیگز اور ٹیڈی بئیر کو ہاتھوں میں پکڑتے ہوئے گھسیٹنے لگی تو جمرو نے خود ہی آگے ہوتے اس کی چیزیں نکالنے میں مدد کی تھی۔

"تمھیں آج کہیں گھومنے نہیں جانا؟ میرا مطلب ہے، وہ سردار کہہ رہا تھا کہ تم ہاسٹل میں بور ہو جاتی ہو۔ اگر تم بور ہو رہی ہو تو میرے پاس ایک ڈیڑھ گھنٹہ ہے، میں تمھیں کہیں سے گھما کر لا سکتا ہوں، سیر پر بھی چل سکتی ہو تم،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اگلے ہی لمحے فاطمہ کی آنکھوں میں تو چمک سی اتر آئی تھی۔

"ہے سچ میں؟ تم سچ کہہ رہے ہو؟ سردار بھیا تو مجھے صرف سنڈے کو پارک لے کر چلتے ہیں لیکن تم تو آج ہی لے کر چل رہے ہو، گریٹ،" وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے اندر بیٹھ بھی گئی، ہاں نہ کیے بغیر ہی اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی تھی جبکہ جمرو بھی کندھے اچکا کر اس کے ساتھ والی سیٹ سنبھالنے لگا، اس سے پہلی ملاقات میں وہ صرف اور صرف سردار کی بہن تھی جو اس کی ذمہ داری تھی اور جمرو صرف اور صرف اپنی ذمہ داری نبھانے رہا تھا لیکن آج یہاں آنے کا مقصد کچھ اور تھا۔

ہاں پہلی نظر میں اس لڑکی نے اس پر کوئی اثر نہیں دکھایا تھا، نہ اچھا نہ برا، بلکہ وہ تنگ آچکا تھا اس کے مسلسل میسجز پر لیکن سردار اس کے لیے اس طرح کا کچھ سوچ رہا تھا، یہ جان کر وہ اپنے قدم روک نہیں پایا تھا، آج یہاں آنے کا مقصد صرف اور صرف فاطمہ کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزارنا تھا، سردار نے اپنی بہن کے معاملے میں اس پر یقین کیا تھا، یعنی اپنی بہن کے لیے اس کو چنا تھا تو وہ اس کا یقین کیسے ٹوٹنے دیتا۔

فی الحال وہ ایک چھوٹی سی بچی تھی جسے صحیح غلط کی سمجھ نہیں تھی لیکن جس ماحول میں جمرو نے پرورش پائی تھی وہ بھی بچہ ہر گز نہ تھا، وہ ہر طرح کا صحیح غلط سمجھتا تھا۔

اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سردار کے یقین کو کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔ وہ اس دھوپ چھاؤں کے سفر میں فاطمہ کے لیے گھنا سایہ بنے گا، ہاں وہ کہتا تھا کہ اس کا کوئی نہیں ہے لیکن اسے لگ رہا تھا کہ فاطمہ اس کا سب کچھ بن جائے گی، بہت جلد یہ لڑکی اس کے دل کی دنیا پر راج کرے گی۔

OOOOOOOO

انہیں یہاں آئے آج پانچواں دن تھا اور ان پانچ دنوں میں ہی ان سب کی آپس میں ملاقاتیں بہت کم ہوتی تھیں، بیلا صبح صبح ہی بالا کو لے کر کہیں نکل جاتی، ویسے تو وہ دونوں ہی ہنی مون پر آئے تھے لیکن یہاں پر چل صرف اور صرف بیلا کا چل رہی تھی، وہ جو کہتی تھی بالا وہی کرتا تھا، جب کہ ریان کا زیادہ تر وقت رباب کا خیال رکھتے ہوئے گزر جاتا تھا، ان کے ڈاکٹر نے بے شک کہہ

دیا تھا کہ رباب کے بچے کو کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اس وقت اسے مسلسل الٹیاں (وومٹنگ) ہو رہی تھی اور اس کے الٹیوں کی وجہ سے ریان کو ہر وقت ہی پریشانی لاحق ہوئی رہتی اور وہ ویسے بھی سردار اور بالا کے ساتھ زیادہ وقت گزارتا نہیں تھا، نہ جانے کیا وجہ تھی کہ وہ نہ تو ایک ساتھ کہیں باہر جاتے تھے اور نہ ہی زیادہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزارتے تھے، حالانکہ کل تو انہیں رباب سے پتا چلا تھا کہ ریان ہر روز ہی کہیں نہ کہیں جاتا ہے، کبھی کبھی تو اسے ایک ڈیڑھ گھنٹے تک اکیلے کمرے میں رہنا پڑتا ہے۔

اس کی یہ بات سن کر وہ حیران ہوئے تھے لیکن اس کی زندگی میں بالکل بھی دخل اندازی نہیں کی تھی جب کہ سردار کا تو بس ایک ہی کام تھا، جہاں اسے دعام کہے وہ وہاں اسے خوش کرنے کے لیے لے جاتا تھا، مسلسل اس کے فرمائشی پروگرام جاری تھے اور سردار اس کی ہر فرمائش کی جی حضوری کر رہا تھا

۔

لیکن اس سب کے بیچ وہ اپنا ضروری کام بھی بھولے نہیں تھے، ایک خاص کام، ایک خاص مقصد کے لیے وہ یہاں آئے تھے جس پر وہ کام کر رہے تھے لیکن اندر ہی اندر ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی ہے جو ان کی موجودگی کا پتہ آگے پہنچا رہا ہے ورنہ ایسے کیسے ممکن تھا کہ انہیں ذرا سی معلومات ملتی تھی صابر حسین کے بارے میں اور پھر سب کچھ ایسے ختم ہو جاتا تھا جیسے صابر نامی کوئی آدمی وہاں موجود ہی نہ ہو۔

اس طرح کے کام صرف اور صرف کوئی سرکاری افیسر کر سکتا تھا اور ان کے ساتھ سرکاری افیسر بس ایک ہی تھا، وہ ریان پر بالکل شک نہیں کرنا چاہتے تھے، بلکہ وہ اس پر یقین کرنا چاہتے تھے، اس کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر بنانا چاہتے تھے لیکن نہ جانے کیوں انہیں لگ رہا تھا کہ ریان پر یقین کر کے شاید وہ غلطی کر چکے ہیں۔

○○○○○○○

"کہاں جا رہے ہو تم لوگ؟" وہ تیزی سے اپنے اپنے کمروں سے باہر نکلے تھے، ارادہ صابر حسین کی نیو لوکیشن ٹریس ہونے کے بعد وہاں جانے کا تھا، انہیں اتنا تو پتہ ہی تھا کہ صابر حسین اسی علاقے میں کہیں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے۔

لیکن کہاں؟ یہ سمجھنا ان کے لیے کافی مشکل ہو چکا تھا، پچھلے پانچ دنوں میں وہ کوئی 12 جگہوں پر جا چکے تھے لیکن یہ اتفاق تھا یا کچھ اور، ان 12 جگہوں پر صابر تو دور صابر کا نام و نشان نہیں ملا تھا، بلکہ ان جگہوں پر کوئی غلط یا صحیح کام ہو رہا تھا اس چیز کا بھی کوئی شبہ نہ تھا۔

"ہمیں ایک اور لوکیشن ملی ہے جہاں پر شاید صابر ہمیں مل سکتا ہے، ہم وہیں جا رہے ہیں،" وہ اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے باہر نکلے تھے جبکہ ریان بھی ان کے ساتھ گیا تھا۔

"او اچھا، یہ تو بہت اچھی بات ہے، کہاں کی لوکیشن ملی ہے تم لوگوں کو اور تم لوگوں کو خبریں کون دے رہا ہے؟ میرا مطلب ہے، تم لوگوں کو کیسے پتہ چل

رہا ہے کہ صابر حسین تمہیں یہاں پر ملے گا؟" وہ گاڑی میں سوار ہوتے ہوئے ان سے سوال کرنے لگا۔

"بہت لوگ ہیں ہماری پہنچ میں جو ہمیں معلومات دے دیتے ہیں، یہ بات اہمیت نہیں رکھتی، فی الحال اہمیت یہ بات رکھتی ہے کہ ہم صابر حسین تک کس طرح سے پہنچیں گے، ویسے سمجھ نہیں آتا، وردی میں موجود ایک آدمی جو ہر طرف سے اپنی سیفٹی کو سکیور کیے ہوئے ہے، وہ ہم سے کیوں ڈر رہا ہے؟ میرا مطلب ہے، وہ اتنا بزدلانہ کام کیوں کر رہا ہے؟ اب دیکھو اگر مجھے دیکھا جائے تو میں ایک عام سے قبیلے کا ایک عام سا سردار ہوں جو شاید اس کی پاور کے سامنے کچھ بھی نہیں لیکن پھر بھی وہ مجھ سے ڈر کر بھاگ رہا ہے، ایسا کون سا ڈر ہے اس کا جو اسے مجھ سے دور ہونے پر مجبور کر رہا ہے۔"

"تم نے بچپن میں اس پر حملہ کیا تھا، شاید اس وجہ سے وہ تم سے ڈر گیا ہو گا،" سردار کے عجیب و غریب سوال پر ریان نے کوئی وجہ دینے کی کوشش کی تو اب کی دفعہ سردار کا بے باک قہقہہ گاڑی میں گونجا تھا۔

"تم بھی حد کرتے ہو ریان، اتنا بڑا آفیسر، ایک ڈپٹی کمشنر جس کے آگے پولیس کی پوری نفری سر جھکا کر رکھتی ہے، جس کے ایک حکم پر بڑے سے بڑے فیصلے ہوتے ہیں، وہ ایک معمولی سے سردار سے ڈر کر بھاگ رہا ہے، یہ بات کچھ سمجھ نہیں آ رہی، پتہ نہیں مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ صابر بھاگ نہیں رہا بلکہ مجھے اپنے پیچھے بھگا رہا ہے۔"

"کیا تک بنتی ہے کہ ایک پولیس والا ہوتے ہوئے وہ مجھے یہاں کسی پولیس اسٹیشن میں نہیں ملا، مطلب تمہیں نہیں لگتا کہ وہ مجھ سے چھپ رہا ہے جیسے اسے کوئی ڈر ہو، حالانکہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا،" سردار اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اب کی دفعہ ریان خاموش ہو گیا تھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں اس بارے میں۔۔۔۔۔!!" ریان کچھ الجھا تھا۔

"ہاں تم کیا کہہ سکتے ہو اس بارے میں، لیکن میرے دماغ میں ایک سوال ہے سردار، یہ صابر حسین کو پتہ کیسے چلا کہ تم اسے ڈھونڈ رہے ہو، اگر تو وہ ہم سے بھاگ رہا ہے تو مطلب وہ جانتا ہے کہ تم اس کا پیچھا کر رہے ہو تو اسے بتایا کس

نے۔۔۔! یہ بات تو ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا، یہاں تک کہ یہ بات تو ہماری بیویاں بھی نہیں جانتیں، بلکہ وہاں پر بھی جمرو اور میرو کے علاوہ ہم کسی کو بھی بتا کر نہیں آئے اور جمرو میرو جان سے تو جا سکتے ہیں لیکن تمہارا راز نہیں کھول سکتے،" بالا اسے دیکھتے ہوئے بولا تو ریان اپنی جگہ گھبرا سا گیا تھا۔

○○○○○○○○

یہ کافی عجیب سی جگہ تھی جہاں وہ آئے تھے اور ہمیشہ کی طرح وہی ہوا تھا جو اب تک ان کے ساتھ مسلسل ہو رہا تھا، یہ جگہ بھی بالکل خالی تھی۔ خالی کیا تھی، ایسا لگ رہا تھا کہ یہاں پر کبھی کوئی آیا ہی نہ ہو۔ اس نے پلٹ کر ایک نظر ریان کو دیکھا تھا جو ہر طرف دیکھتے ہوئے کافی پر سکون سا نظر آ رہا تھا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہو رہا ریان، اتنا بڑا پولیس والا اتنا بزدل ہے کہ وہ مجھ سے بھاگ رہا ہے، ایسے لگتا تو نہیں تھا کہ یہ آفیسر اتنا ڈرپوک ہو گا، ہے کہ نہیں؟" سردار کا انداز مذاق اڑانے والا تھا جب کہ ریان صرف کندھے اچکا گیا تھا۔

"ہاں، ڈرپوک لگتا تو نہیں تھا لیکن بہت ڈرپوک واقع ہوا ہے۔ لگتا ہے اسے تمہارے پاور کا اندازہ ہے، اسے اچھے سے پتہ ہے کہ سامنے کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ سردار دلدار کھڑا ہے۔ اور ویسے بھی بچپن میں جو حالت تم نے اس کی کی تھی، اس کے بعد تو آج بھی اسے سانس مشکل سے ہی آتی ہو گی،" بالا نے اسے بچپن کا قصہ یاد کروایا تھا جب اس نے چاقو اس کی گردن پر مارا تھا، وہ یقین سے کہہ سکتا تھا زیادہ نہ سہی لیکن اس کی گردن کا کوئی نہ کوئی بڑا نقصان ضرور ہوا تھا اس دن۔

"ہاں، شاید یہی وجہ ہے لیکن کافی بزدل واقع ہوا ہے، وردی والے اتنے بزدل ہونے تو نہیں چاہیے ریان، تم کیا کہتے ہو؟ تم تو وردی والے ہو نا، ایک بات بتاؤ، اگر اس آفیسر صابر حسین کی جگہ تم ہوتے تو کیا تم بھی اسی طرح سے مجھ سے بھاگتے؟"

سردار نے اچانک ہی اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا تو ریان کچھ الجھا تھا لیکن پھر اگلے ہی لمحے وہ نفی میں سر ہلا گیا تھا۔

"اف کورس ریان، تم نہیں بھاگتے کیونکہ تم ایک بہادر آفیسر ہو، ایماندار آفیسر ہو، اپنی جاب کے ساتھ بہت زیادہ سنسیئر ہو، تمہارے جیسا آفیسر صدیوں میں پیدا ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی جب تمہارے جیسے آفیسرز ایسے صابر حسین جیسے لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں نہ تو یہ یقین کرو تمہارے جیسے آفیسرز کو گدی سے پکڑ کر چوراہے پر لٹکانے کا دل کرتا ہے،" وہ دانت پیستے ہوئے اسے گھور کر بولا تو ریان گھبرا سا گیا تھا۔

"ارے ارے ریان، تمہیں اتنے پسینے کیوں آرہے ہیں؟ سردار تو صرف تمہارے جیسے آفیسر کی بات کر رہا ہے، تمہاری بات تھوڑی نہ کر رہا ہے جو تم اتنے ڈر گئے ہو۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو، چلو نکلتے ہیں یہاں سے، یہاں پر تو کچھ بھی نہیں ہے، ایک اور جگہ پہنچ کر ہم لوگ ناکام لوٹ رہے ہیں،" بالا گاڑی کی طرف بڑھا تو ریان بھی سردار کی نظروں سے غائب ہوتے ہوئے تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا تھا جب کہ سردار مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے آیا تھا۔

"ہیلو سر، ان لوگوں کو مجھ پر شک ہو گیا ہے، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ لوگ مجھ پر شک کر رہے ہیں، آپ کو نہیں پتہ آج جو ان کے ساتھ میرے چند لمحے گزرے ہیں، میں اپنے آپ کو ہر طرف سے سوالوں میں گھرا محسوس کر رہا تھا، آپ کا ہر جگہ سے غائب ہو جانا، کسی طرح کا کوئی ثبوت نہ چھوڑنا، آپ کی بزدلی کی نشانی ہے، یہ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ مجھے آپ سے ملنا ہے۔"

"میں آج رات کو آپ کے اڈے پر آتا ہوں، وہیں پر میں آپ کو تفصیل سے بتاؤں گا۔"

"صرف دو جگہ اور رہ گئی ہیں، پھر یہ 15 دن پورے ہو جائیں گے، ہم لوگ بلوچستان سے واپس لوٹ جائیں گے، ان کے یہاں سے ناکام ہوتے ہی یہ لوگ یہاں پر نہیں رکیں گے۔"

"آج بھی بالا واپسی کی بات کر رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ قبیلہ اس کے بغیر بالکل بھی نہیں چل رہا،" وہ فون کان سے لگائے ہر طرف نظر رکھے ہوئے تھا کہ کوئی اس کی بات کو سن نہ لے۔

"ٹھیک ہے سر، میں آج رات آپ سے ملنے آتا ہوں، وہیں آکر میں آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں۔"

"نہیں سر ایسا ممکن نہیں ہے، آپ پیچھے قبیلے میں کچھ نہیں کر سکتے، وہاں اس نے جمرو کو چھوڑا ہوا ہے اور جمرو بہت زیادہ اتھرا انسان ہے۔ وہ آسانی سے کوئی گڑبڑ نہیں کرنے دے گا، وہاں سب کچھ سردار کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے، جمرو اپنے کام میں اتنا چالاک ہے کہ آپ اسے کبھی بھی دھوکہ نہیں دے سکتے اور نہ ہی وہ کسی کے ہاتھ آتا ہے، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جمرو کو پھنسانے کی سازش میں آپ کامیاب نہیں ہو پائیں گے، ہاں لیکن اگر جمرو وہاں قبیلے میں موجود نہ ہو تو ہو سکتا ہے قبیلے کے کچھ ڈاکو آپ کی لالچ میں آجائیں۔"

"ٹھیک ہے سر، میں کچھ دیر میں نکلتا ہوں، پھر آپ کو آکر اپنی پوری بات سمجھاتا ہوں، اس طرح فون پر بات کرنا شاید ممکن نہیں ہو گا،" وہ کہتے ہوئے فون بند کرتا باہر کی طرف نکلنے لگا تھا جب دور سے بالا نے اسے دیکھا، اس سے پہلے کہ بالا اس کی طرف آتا وہ خود ہی اس کی طرف قدم بڑھا گیا تھا۔

ooooooo

"اچھا ہوا بالا، تم تو آ گئے، تم لوگ رباب کا ذرا خیال رکھنا، رباب کی طبیعت مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی، آج بھی اسے مسلسل وومٹنگ ہو رہی ہے، یہاں کے ڈاکٹر جو تھی، اس نے جو میڈیسن لکھ کر دی تھی اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا، اس لیے میں سوچ رہا ہوں کہ یہاں کے مینیجر نے تقریباً 45 منٹ کی مسافت پر ایک اور ڈاکٹر کا ایڈریس دیا ہے، میں اس ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔"

"ہاں، ٹھیک ہے لیکن یہ تو کافی مشکل ہو جائے گا نا، تم ایسا کرو کہ رباب کو اس ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤ، اس کو وہیں پر چیک اپ کروالو، اس طرح اگر تم ڈاکٹر کو لے کر آؤ گے اور پھر ڈاکٹر کو چھوڑنے کے لیے بھی جاؤ گے تو یہ کام

تمہارے لیے کافی زیادہ مشکل ہو جائے گا، یہ تو ایک بہتر آئیڈیا ہے کہ اگر وہ ڈاکٹر یہاں آنے کے بجائے تم لوگ وہاں چلے جاؤ، " بالا اسے دیکھتے ہوئے مشورہ دے رہا تھا جس پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پہلے میرا بھی یہی ارادہ تھا لیکن پھر رباب کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنا فیصلہ بدل دیا، میرے خیال میں میں ڈاکٹر کو ہی لے کر آجاتا ہوں، رباب وہاں تک جا نہیں پائے گی اور میں نہیں چاہتا کہ رباب بے وجہ تھکاوٹ کا شکار ہو، فی الحال اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، میں اپنے بچے پر کسی طرح کا کوئی رسک لینا نہیں چاہتا، " وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے اسے ہاں تو کہہ دیا تھا جبکہ اس کے جاتے ہی اس نے اپنے فون پر سردار کو میسج بھی کر دیا تھا۔

oooooooo

"بولو انسپیکٹر کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ کیوں سکون نہیں ہے تمہاری جان کو؟ ایک چھوٹا سا کام دیا ہے تم سے وہ بھی نہیں ہو رہا، آخر ایسا بھی کون سا مشکل ترین کام تمہیں سونپ دیا ہے جو تم کر نہیں پا رہے؟ بتاؤ مجھے کہاں تمہیں

میری مدد درکار ہے، سارا پلان میں تمہیں تیار کر کے دے چکا ہوں، ہماری نظر صرف اور صرف قبیلے میں موجود اس اسلحے پر ہے جو ہمیں چاہیے،"

"تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ وہ کتنا اسلحہ ہے، ارے عربوں کھربوں کا اسلحہ اس نے اس قبیلے کے غاروں میں چھپا کے رکھا ہوا ہے، اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو مجھے خزانہ مل جائے گا، خزانہ اور تم اس کام میں میرا ساتھ دینے کے بجائے الٹی سیدھی کہانیاں بنا رہے ہو؟ دیکھو انسپیکٹر ریان، تمہیں اپنے بچے اور بیوی کے لیے یہ قدم اٹھانا پڑے گا، میں بھی تمہاری طرح نیا نیا جب پولیس والا بنا تھا تو بہت ایماندار تھا، میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ایمانداری سے کام کروں گا تو سب کچھ ہو جائے گا لیکن پھر وقت اور حالات نے مجھے بتایا کہ سرکاری نوکری سے ہاتھ آئے چار پیسے کسی کام کے نہیں ہوتے، پیسہ تو وہ کام کا ہوتا ہے جو پیچھے سے ملتا ہے، تمہیں پتہ ہے میں سردار کے قبیلے کے پیچھے تقریباً 18 سے 20 سال سے پڑا ہوں جب اس قبیلے کا سردار دلاور ہوتا تھا۔"

"اس زمانے میں اس قبیلے میں عربوں کھربوں کا اسلحہ موجود تھا لیکن دلاور وہ سارا اسلحہ آرمی کو شفٹ کر دیتا تھا جس کی وجہ سے ہمیں اس میں سے کچھ بھی نہیں ملتا تھا، میں نے بہت دفعہ ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی، بہت دفعہ وہاں سے اسلحہ نکالنے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ میں ناکام ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ راگا ڈاکو کو قبیلے کا سردار میں نے بنایا صرف اور صرف وہاں سے وہ اسلحہ نکالنے کے لیے لیکن راگا ڈاکو بھی اس معاملے میں بالکل ناکام نکلا۔"

"اس نے قبیلے کے لوگوں کو جواب دینا تھا بلکہ قبیلے کے لوگوں کو ہی نہیں، اس پاس جڑتے سارے قبیلے جو ڈکیتوں میں شامل ہوتے تھے، اپنا سارا اسلحہ سردار کی خدمت میں پیش کرتے تھے کیونکہ سردار اس اسلحے کی قیمت کہیں گنا بڑھا کر انہیں دیتا تھا، اتنا سارا مال جمع کر کے وہ ہمیشہ آرمی کے حوالے کرتے تھے، ہر سال کئی ٹرک وہاں سے آرمی میں بھیجے جاتے تھے تاکہ اس کا ملک محفوظ رہے حالانکہ یہی اسلحہ باہر ملکوں میں کروڑوں اربوں کا بکتا ہے۔"

"میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے میں وہ اسلحہ حاصل کر سکوں لیکن نہ تو سردار دلاور کے ہوتے ہوئے کر سکا اور نہ ہی سردار راگا کے ہوتے ہوئے، حالانکہ راگا پوری طرح میرا غلام تھا، اس کی بیٹی کو پالنے کی ذمہ داری لے کر میں نے اسے بہت اپنی باتوں میں لگانے کی کوشش کی لیکن راگاڈا کو کبھی میرے کام نہ آسکا اور پھر وہ سردار دلاور کا بیٹا اس قبیلے کا سردار بن گیا جس نے میری گردن پر چھری چلائی تھی، آج تک میری گردن سے کہ نشان نہیں گیا اور نہ ہی میں کبھی اپنی آواز میں کھل کر بات کر سکا ہوں۔"

"مجھے قتل کرنے کی سازش میں وہ تو وہ ناکام ہو گیا لیکن میری گردن پر لگنے والے چاقو کی وجہ سے میرے گلے کی ایک نس کٹ گئی، میں زندہ تو بچ گیا لیکن مجھے بات کرتے ہوئے کتنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ صرف میں جانتا ہوں، وہ لڑکا سمجھتا ہے کہ میں اس سے ڈرتا ہوں حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ میں صرف اور صرف اسے زندہ تب تک رکھنا چاہتا ہوں جب تک میں اس قبیلے

سے سب کچھ نکال نہیں لیتا، اس قبیلے پر ہر طرح کا حملہ ہمارا ناکام ہوتا ہے، پولیس وہاں جا نہیں سکتی،"

"اور کوئی عام انسان اتنا سارا اسلحہ وہاں سے نکال نہیں سکتا، اسی لیے میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ پلاننگ کی ہے۔"

"14 سال پہلے جب سردار نے مجھ پر اپنے بہن کے ساتھ زیادتی کرنے پر چاقو سے گھائل کیا، میری حالت بہت خراب ہو گئی تھی، کراچی کے ایک ہسپتال میں میں چار پانچ سال تک قومہ میں رہا، میری زندگی کبھی آرہی تھی کبھی جا رہی تھی جب مجھے ہوش آیا تب مجھے پتہ چلا کہ وہ لڑکا مجھے جان سے مارنا چاہتا ہے، ہاں وہ لڑکا جس کی آنکھوں میں میں نے اس رات نفرت کی چنگاری دیکھی تھی، وہ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا، ہاں میں نے سنا کہ وہ اس قبیلے کا سردار بن گیا ہے، میں ڈر گیا تھا، بہت ڈر گیا تھا، اس سوچ کے ساتھ مجھے خوف محسوس ہونے لگا کہ وہ لڑکا مجھے جان سے مار ڈالے گا، اسی لیے میں نے فوراً ہی اپنی پوسٹنگ لاہور میں کروالی، لاہور سے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ہی میں آزاد کشمیر

میں چلا گیا اور وہاں سے تقریباً ڈھائی سال بعد میں آگے چلا گیا، میں جب بھی پیچھے مڑ کر دیکھتا تو مجھے یہی پتہ چلتا کہ ڈکیت قبیلے کا سردار میری تلاش میں ہے، میں جانتا تھا وہ مجھے مار دینا چاہتا ہے، اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف میرا قتل کرنا تھا۔"

"میں اپنی پوسٹنگ چینج کرتا رہا، جہاں جہاں میرا پتہ کرتا میں وہاں سے آگے بڑھ جاتا، وہ جہاں جہاں مجھے ڈھونڈتا میں وہاں رکتا ہی نہیں تھا کیونکہ اس رات میں نے اس کی آنکھوں میں اپنی موت چمکتی دیکھی تھی، میں جانتا تھا وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا، اس کے سامنے آتے ہی وہ مجھے ختم کر دے گا، میں اس کے سامنے جانا ہی نہیں چاہتا تھا، اس رات شراب کے نشے میں میں نے ایک چھوٹی معصوم سی بچی کے ساتھ زیادتی کی تھی، وہ چھ سال کی بچی میرے ہاتھوں میں بری طرح تڑپ رہی تھی، رو رہی تھی لیکن مجھ پر وحشت سوار تھی۔ میں پوری طرح سے وحشی ہو گیا تھا، وہ وحشت تب کم ہوئی جب وہ بچی میرے ہاتھوں میں دم توڑ چکی تھی۔"

"مجھے لگا بہت بڑا کیس بن جائے گا، میں نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن بھاگ نہیں سکا، دلاور کا بیٹا مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا اور وہ آج بھی مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے، میں نے اپنی موت سے بھاگنے کی بہت کوشش کی ریان اور بھاگتے بھاگتے تھک چکا ہوں، اتنا تھک چکا ہوں کہ اب مجھ سے مزید بھاگا نہیں جا رہا، اسی لیے میں نے اب اپنے ڈر کا سامنا کرنے کی ٹھان لی ہے، ہاں ریان، میں نے ٹھان لی ہے کہ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔"

"تم پوچھنا چاہتے ہو کہ میں اس طرح اس سے چھپ کر کیوں بیٹھا ہوں؟ ہاں کیونکہ میں بزدل ہوں، اس طرح میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں وہ جب میرے سامنے آئے گا تو مجھے جان سے مارنے میں ایک لمحہ نہیں لگائے گا، میں اس کے قبیلے سے کروڑوں اربوں نکال کر ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا جاؤں گا، اسے بلوچستان بلانے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اس کے قبیلے کے باہر میری ہزار سے زیادہ نفری کھڑی ہے صرف اور صرف اس

قبیلے سے وہ اسلحہ نکالنے کے لیے، جیسے ہی وہ اسلحہ اس قبیلے سے نکلے گا، میں آزاد ہو جاؤں گا، ہر چیز سے آزاد۔"

"وہاں سے وہ اسلحہ نکالنے کے لیے سردار کا وہاں نہ ہونا اہمیت رکھتا تھا، تم کیا سمجھتے ہو کہ میں نے ڈکیت قبیلے کے ڈاکوؤں کو اپنے ساتھ نہیں ملایا ہوا؟ ہاہا بہت غلط سوچتے ہو، تم ریان، جہاں سے تمہاری سوچ ختم ہوتی ہے وہاں سے صابر حسین کی سوچیں شروع ہوتی ہیں۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اتنے دنوں سے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں؟ نہیں ریان بالکل نہیں، یہاں سردار اپنی بیوی کو لے کر ہر طرف گھوم رہا ہے اور وہاں اس کے قبیلے سے خاموشی سے اس کا سارا مال نکل رہا ہے وہ بھی قبیلے کے پچھلے راستے سے۔ اس اسلحے کی قیمت 600 ارب سے زیادہ ہے۔"

"تمہاری تو قیمت سن کر ہی آنکھیں کھل گئیں، فکر مت کرو تم نے میرا ساتھ دیا ہے، تم سردار کو یہاں تک لے کر آئے ہو، میں تمہیں امیر کر دوں گا، بہت امیر کر دوں گا، تمہاری بیوی بچے، ہر انسان جو تم سے جڑا ہوا ہے، عیش کرے

گا، عیش، ساری زندگی بیٹھ کر کھاؤ گے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ اس کی آواز سے عجیب سی وحشت ہو رہی تھی، وہ سرگوشی نما آواز میں بات کرتا تھا کیونکہ اس کے گلے کی ایک نس اب تک ڈیمج تھی۔

جو آواز کو باہر لانے کا ذریعہ بنتی تھی، سردار نے جب اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا، وہ مرتے مرتے بچا تھا اور اسی حملے میں وہ ایک بہت انمول چیز کھو چکا تھا، وہ اپنی زندگی بھی کھوتے کھوتے رہ گیا تھا، چار سال قومہ میں رہنے کے بعد بھی وہ ویسا ہی تھا، ویسی درندگی اس کے لب و لہجے میں، اسے اس معصوم بچی کی زندگی برباد کرنے کا کوئی افسوس نہ تھا۔

ہاں، اسے اس بات کا ہرگز افسوس نہ تھا کہ اس کی وجہ سے ایک معصوم لڑکی زندگی کی بازی ہار گئی تھی، اسے تو صرف اور صرف اس چیز کی فکر تھی کہ کس طرح وہ وہاں سے اسلحہ نکالے، وہ اندازہ لگا چکا تھا صابر حسین کوئی معمولی انسان نہیں ہے لیکن اگر قبیلے سے اسلحہ نکل رہا تھا، ڈکیت قبیلے کے لوگ ملے ہوئے تھے تو اس بات کی خبر جمرو کو اب تک کیوں نہیں لگی تھی۔

وہ ہر طرف نظریں گھما رہا تھا جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ یہ آواز آ کہاں سے رہی ہے مگر وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا بولنے والا انسان یہاں تھا بھی یہ پھر وہ اس سے بھی چھپ کر بیٹھا کوئی چال چل رہا تھا

○○○○○○○

بالا نے فون کر کے اسے بتایا تھا کہ وہ بیلا کو قبیلے لے آیا ہے، یعنی کہ وہ اس کی عزت کا محافظ بن کر اسے ایک پر سکون اور محفوظ جگہ پر پہنچا چکا ہے۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے بالا کا شکریہ ادا کیا تھا۔ اور وہ اس بات کو بھی قبول کر چکا تھا کہ ڈاکو بالا اس کی بہن کو نہیں چھوڑے گا، ویسے بھی وہ اس کی عزت کا محافظ تھا، ہاں یہ حقیقت تھی کہ وہ اپنی بہن کا فیوچر ایک ڈاکو کے ساتھ نہیں سوچ رہا تھا لیکن جس طرح وہ اس کی عزت کا محافظ بن چکا تھا، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس طرف سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

لیکن اس نے ڈاکو بالا کے بارے میں مزید جاننے کی کوشش کی تو اسے پتہ چلا تھا کہ وہ ڈکیت قبیلے کے سردار دلاور کے سب سے خاص دوست یوسف کا بیٹا تھا،

اس کا ارادہ صرف اور صرف بالا کے بارے میں جاننے کا تھا لیکن اسے معلومات ملتے ہی انہیں یہ بھی پتہ چل چکا تھا کہ دلاور نامی آدمی کوئی عام ڈاکو نہیں تھا بلکہ وہ پولیس کی خفیہ طریقے سے مدد کرتا تھا، اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے اس نے بھی کچھ ایسا ہی کرنے کا فیصلہ کیا تھا جب اچانک ہی اسے ایک دن صابر حسین کا فون آیا، وہ خود پریشان رہ گیا تھا کہ اتنا بڑا اڈی آئی جی آفیسر اسے فون کیوں کر رہا ہے جب اسے اس کا اصل مقصد پتہ چلا تو پہلے تو اس نے صاف انکار کر دیا تھا لیکن پھر جس طرح سے اس نے اسے سمجھایا تھا کہ صرف وردی پہن لینے سے وہ کوئی ایماندار آفیسر نہیں بن جائے گا

۔

"اور نہ ہی ایمانداری میں کچھ حاصل ہو گا،" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی باتوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، صابر حسین انسان کو قائل کرنے کی طاقت رکھتا تھا اور اس نے ریان کو اپنی طرف راغب کر لیا تھا، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بات ماننے کو تیار ہو گیا تھا، ہاں اسے کوئی مسئلہ نہ تھا سردار اور بالا کو اپنی

باتوں میں بہلا کر بلوچستان لے کر جانے کا، راگا ڈاکو نے اس کا راز تو ویسے بھی کھول دیا تھا۔

کہ صابر حسین بلوچستان میں ہے، ایسے میں وہ اس سے اتنے سالوں سے چھپا ہوا تھا تو مزید 15 دن تک تو چھپ ہی سکتا تھا، صابر حسین نے اسے بتایا تھا کہ سردار کے قبیلے میں اسلحے کی بہت بڑی تعداد ہے جو وہ سالوں جمع کرنے کے بعد پاک فوج کو دیتا ہے۔

وہ پاک فوج کے لیے دوبارہ بھی تو بہت بڑی تعداد میں اسلحہ جمع کر سکتا تھا، اگر یہ اسلحہ اس کے کام آسکتا تھا تو کیوں نہیں، لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کروڑوں اربوں کا اسلحہ ہو گا، وہ تو یہی سوچ رہا تھا کہ ایک دو ٹن اسلحہ ہی ہے جو آگے پہنچانا ہے لیکن اب اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا قبیلے کو خزانوں کا علاقہ کیوں کہا جاتا تھا، یہاں کے نقشے بنے ہوئے تھے تو مطلب صاف تھا کہ بات صرف تھوڑے بہت خزانے کی نہیں تھی، یہاں بہت کچھ تھا اور پرانے پولیس والے جانتے بھی بہت کچھ تھے، صابر حسین کے علاوہ قبیلے کے کچھ رازوں سے کوئی

بھی واقفیت نہیں رکھتا تھا لیکن صابر حسین نے تو اپنی پوسٹنگ ہی اس گاؤں میں صرف اور صرف اس قبیلے پر حملہ کرنے کے لیے کی تھی جس میں وہ ناکام ہو گیا تھا۔

اور ہر ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے ہی اس نے قبیلے میں آگ لگانے کا فیصلہ کیا تھا جس میں اس نے پولیس نفری کو بھی شامل نہیں کیا تھا، ان سب کے پیچھے کا مقصد بے شک لوگوں کو صرف اور صرف قبیلے کے ڈاکوؤں کو ختم کرنا لگا تھا لیکن اس کے پیچھے کا اصل مقصد قبیلے کو اپنے مطابق لے کر آنا تھا لیکن اس میں بھی وہ ناکام ہو گیا اور پھر اس کی ایک غلطی اسے قبیلے سے کوسوں دور کر چکی تھی ورنہ وہ راگا کو کسی بھی طرح اپنی باتوں میں بہلا پھسلا کر وہاں سے اسلحہ نکالنے میں کامیاب ہو جاتا اور اگر اس میں وہ ایک دفعہ کامیاب ہو جاتا تو اسی زندگی میں کچھ اور کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی لیکن خزانے کا پتہ ہونے کے باوجود بھی وہ کبھی خزانے تک پہنچ نہیں سکا تھا، یہی تو وجہ تھی کہ وہ جان کو

خطرے میں ڈال کر واپس قبیلے کے سردار دلدار کے خلاف میدان میں اترنے کو تیار تھا۔

اس انسان کا لالچ انتہا تک جا چکا تھا، اسے اپنی جان سے زیادہ قبیلے کا خزانہ پیارا تھا، وہ زیادہ دیر وہاں نہیں رکا تھا، اسے افسوس تھا کہ وہ پوری بات جانے بغیر ہی اس کا ساتھ دے رہا تھا، وہاں سے نکلتے ہوئے اس نے ہر طرف دیکھا، دور دور تک اسے کوئی نظر نہیں آیا تھا، سکون کا سانس لیتے ہوئے اس نے وہاں سے نکلنے کا سوچا تھا۔

oooooooo

وہ واپس ہوٹل پہنچا تو سب کچھ پر سکون تھا، اس نے کہہ دیا تھا کہ ڈاکٹر اس سے ملی ہی نہیں جبکہ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے رات کا کھانا بھی کھایا تھا، کسی نے اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا، خوش گپیوں میں ہی شام سے رات ہو گئی تھی، جب کہ اپنے اپنے کمروں میں جاتے ہوئے بھی وہ بالکل پر سکون تھے،

سردار کے چہرے پر کسی طرح کی کوئی پریشانی نہیں تھی، یعنی کہ صابر حسین کے بارے میں اسے بھنک تک نہیں لگی تھی۔

مطلب وہ وہاں پہ اپنا کام بہت اچھے طریقے سے کر رہا تھا اور یہاں ریان بھی اپنا کام بہت اچھے طریقے سے کر رہا تھا، اسی نے ان سب کو روک کر رکھا ہوا تھا، اس کا ارادہ انہیں مزید بلوچستان میں روکنے کا تھا لیکن آج ہی صابر حسین کا میسج آیا تھا کہ وہاں اس کا کام بالکل اینڈ لگا ہوا ہے، یعنی کہ وہ قبیلے سے سارا اسلحہ نکالنے میں کامیاب ہو رہا تھا اور یہاں سردار کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی، سردار اسے جان سے مارنے کے لیے یہاں آکر اسے ڈھونڈ رہا تھا جبکہ وہ اس کے سامنے چالاکی سے آئے بغیر اپنا کام کر رہا تھا، وہ صابر حسین سے سچ میں متاثر ہو گیا تھا، وہ آدمی ضرورت سے زیادہ چالاک تھا اور ریان آج اس بات کا گواہ تھا۔

○○○○○○○○

"سردار ہم تو صابر حسین کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہی نہیں ہو سکے اور کل ہماری واپسی ہے، میرا مطلب ہے کیا ہم اپنے اس مقصد میں ناکام ہو گئے ہیں،

ہمیں اس طرح خاموشی سے واپس لوٹ جانا چاہیے ؟" سردار شام کو باہر نکلا تو اس کے پیچھے ہی ریان بھی آ گیا تھا، وہ ان لوگوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزار رہا تھا کہ اسے پتہ چل سکے کہ وہ آگے کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جب ریان ان کے پاس آتے ہوئے بالا سے پوچھنے لگا، سردار بھی کچھ حد تک مایوس لگ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے وہ یہاں ہے ہی نہیں، اگر وہ یہاں ہوتا تو اس طرح سے مجھ سے بھاگتا نہیں کیونکہ وہ ایک پولیس والا ہے، اس کے پاس پاور ہے، ایک چھوٹا معمولی ڈاکو اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔"

"تو پھر کیا کرنا ہے آگے، میرا مطلب ہے ہم واپس جا رہے ہیں؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے ناامیدی سے بولا تھا۔

"ہاں، واپس ہی جائیں گے اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں، خیر تم اپنی تیاری مکمل کر لو۔ کل شام کو نکلیں گے، وہ کیا ہے کہ صبح میری سجن سائیں ایک دفعہ پھر سے بلوچستان دیکھنا چاہتی ہے،" وہ مسکرا کر بولا تو بالا بھی ہلکا سا مسکرا دیا تھا جبکہ

ریان بھی انہیں پوری طرح سے ناامید دیکھتے ہوئے پر سکون سا ہوتا اپنے موبائل پر صابر حسین کو میسج کر کے بتا چکا تھا کہ اب وہ بالکل آزاد ہے۔

15 دن پلک جھپک کر گزر چکے تھے اور وہ لوگ صابر حسین کے بارے میں کچھ بھی پتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے، مطلب صاف تھا کہ اب یہ معاملہ پوری طرح سے کلیئر ہو چکا تھا، وہاں سردار کے ڈکیت قبیلے میں پولیس والوں نے ڈکیتی کر لی تھی اور یہاں سردار اتنا کچھ کر کے بھی خالی ہاتھ رہ گیا تھا، خیر سردار کو دھوکہ دینے کا اسے افسوس تو تھا لیکن اس بات کی خوشی بھی تھی کہ اس نے اپنا آنے والا فیوچر سیکیور کر لیا ہے۔

○○○○○○○○○

"چلو سجن سائیں تو میں آخری دفعہ بلوچستان گھما کر لاتا ہوں،" وہ اسے لیے باہر آیا تو بالا اور بیلا بھی ان کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

"آپ لوگ اکیلے نہیں جائیں گے بلکہ ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ جائیں گے، بھائی ہمارے ساتھ آپ کی کیا دشمنی ہے، جب دل کرتا ہے اکیلے نکل جاتے ہیں، پچھلے 15 دنوں سے آپ کو تو خیال نہیں آیا کہ ہمیں بھی آپ لوگ اپنے ساتھ لے کر جائیں، اسی لیے ہم خود کباب میں ہڈی بن چکے ہیں، مطلب کہ ہم دونوں آپ دونوں کے ساتھ جا رہے ہیں،"

وہ مزے سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی تو جہاں سردار ہلکا سا مسکرایا تھا وہیں دعا مخوش ہو گئی تھی۔

"ارے یہ تو بہت اچھی بات ہے، آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ جائیں گے تو بہت مزہ آئے گا۔ بلکہ صرف آپ لوگ ہی کیوں، ہم ریان بھائی اور رباب جی کو بھی ساتھ چلنے کے لیے کہتے ہیں، وہ تو ویسے بھی کہیں گھومنے پھرنے نہیں جاتے، اچھا ہے جاتے جاتے ایک دفعہ تو گھوم کر آنا ہی چاہیے،" وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولی تو سردار نے بالا کو اشارہ کیا تھا کہ وہ رباب کو بلا کر لائے۔

ooooooooo

تھوڑی ہی دیر میں وہ لوگ بھی انہیں جوائن کر چکے تھے اور خوشی خوشی اپنے سفر پر نکلے تھے، انہیں تین بجے کی فلائٹ سے واپس کراچی جانا تھا، وہاں سے سندھ اور سندھ سے واپس اپنے گاؤں اپنے قبیلے میں۔ سفر کافی لمبا تھا لیکن وہ اس سفر کو جاتے جاتے خوبصورت بنانا چاہتے تھے، وہ یہ دن دعام کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن بنانا چاہتا تھا۔ ہاں، وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا، یہاں آنے کے بعد بھی وہ صابر حسین کو ڈھونڈنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ ہاں، لیکن یہاں اسے جینے کا ایک اور مقصد مل گیا تھا، اس کی دعام کی خوشی، اسے خوش رکھنا ہی سردار کی سب سے بڑی ذمہ داری تھی اور اب وہ جان اکیلی نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ ایک اور دھڑکن بھی جڑ چکی تھی، اس کا بچہ اس دنیا میں آنے والا تھا۔

جس کے لیے وہ بے تحاشا خوش تھا۔ اتنے دنوں سے وہ دعام کی ہر ضد، ہر بات کو خاموشی سے مان رہا تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا اس کی بیوی خوش رہے، کیونکہ اس کی بیوی خوش رہے گی تو اس کا بچہ ٹھیک رہے گا، اس دفعہ تو وہ دعام کی صحت پر

کوئی رسک لینے کو تیار ہی نہیں تھا، اس دفعہ وہ خود اپنی دعام کا خیال رکھ رہا تھا، بلکہ خیال کیا رکھ رہا تھا، وہ تو اس پر کسی کا برا سایہ بھی نہیں پڑنے دے رہا تھا، اس وقت بھی وہ گاڑی کی اگلی سیٹ پر تھی۔

جب بیلا نے اچانک ہی شاپنگ کا شوشہ چھوڑ دیا، اس کی شاپنگ کبھی ختم نہیں ہوتی تھی، اتنا تو بالا بہت اچھے طریقے سے سمجھ چکا تھا۔

○○○○○○○

"یہاں پر بھی شاپنگ، وہاں پر بھی شاپنگ، ایسی کوئی جگہ رہ ہی نہیں گئی ڈارلنگ جہاں پر تم نے شاپنگ نہ کی ہو، میرے خیال میں اتنی شاپنگ کافی ہے، ارے یار اب تو بیگ میں بھی جگہ نہیں بچی، ایئرپورٹ میں بھی یہ سامان نکلوا دیا جائے گا،" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا لیکن بیلا پر کوئی اثر نہیں ہونا تھا، اس کے مطابق اس کا ڈاکو بہت امیر تھا اور وہ یہ ساری چیزیں قبیلے تک پہنچانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا، پھر اس نے نائٹی کا لالچ بھی تو لگایا ہوا تھا۔

ہاں یہ سچ تھا، اس نے اب تک وہ نائٹی پہن کر اسے نہیں دکھائی تھی، بلکہ اب اس نے نیا شوشہ چھوڑا ہوا تھا کہ یہ نائٹی تو وہ قبیلے میں جا کر اس کے لیے پہنے گی، ورنہ پچھلے 15 دنوں سے بالا اس کی منتیں تک کر چکا تھا کہ ایک دفعہ تو وہ اسے ایک نائٹی لک دے ہی سکتی ہے لیکن مجال تھی جو بیلا اس کی کوئی بات مان جاتی ہو، وہ تو اپنی ہی کرتی تھی اور اس معاملے میں تو اس کی سب سے زیادہ چلتی تھی، وہ جانتی تھی کہ جذبات میں بہک کر بالا پوری طرح سے بے قابو ہو جاتا ہے اور یہی تو وقت تھا جب وہ بالا کو اپنی ہر بات ماننے پر مجبور کر سکتی تھی۔

اور وہ کر بھی رہی تھی، اس نے بالا سے ہاسپٹل میں کام کرنے کی اجازت بھی لے لی تھی، ابھی پرسوں رات کی تو ہی بات تھی جب بالا جذبات میں پاگل ہوتا اس پر اپنی شدتیں برسا کر اسے پاگل کر دینے کو تھا، اس نے بڑی محبت سے بالا کو بول دیا تھا کہ وہ اپنی نوکری کرنا چاہتی ہے، وہ اسے چھوڑنے جائے گا اور خود لے کر آئے گا، وہ کسی کے ساتھ جا نہیں سکتی تھی اور نہ ہی روز روز وہاں وہ اپنے مائکے میں رہنے کی ضد کرے گی جس پر بالا نے فوراً ہاں میں سر ہلا دیا تھا، اب

اس نے کیا کرنا تھا یہ تو وہ قبیلے میں جا کر بتانے والی تھی لیکن فی الحال وہ اس بات پر بہت خوش تھی کہ اس کا شوہر اس کے حسن کا دیوانہ تھا، بلکہ یوں کہنا بہتر رہے گا کہ وہ اپنے حسن کے جال بچھا کر اپنے شوہر کو اپنا مزید دیوانہ کر سکتی تھی اور وہ کر رہی تھی۔

بالا اس کے لیے سچ مچ میں جوروں کا غلام ہی ثابت ہوا تھا، سردار تو اٹھتے بیٹھتے طعنے مار رہا تھا لیکن وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا، صاف کہہ رہا تھا کہ اگر میں جوروں کا غلام ہوں تو تم بھی اسی کیٹگری میں آتے ہو، خود کو تو سردار سمجھنا چھوڑ دو، یہاں میری بہن تمہیں ہلکا سا اشارہ کرے تو بچ جاؤ گے اس کے سامنے اور یہ بات تو سچ تھی، اسی لیے سردار بھی اس معاملے میں اس سے الجھنے سے باز ہی رہتا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ ڈاکو بالا؟ ایک تو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اوپر سے تم مجھے اس طرح سے ڈانٹ رہے ہو، کوئی اپنی اتنی پیاری بیوی کو یوں ڈانٹتا ہے کیا؟ ایک تو صبح سے مجھے اتنے چکر آ رہے ہیں، سر مسلسل گھوم رہا ہے،

کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا، اوپر سے شاپنگ کرنے آئی ہوں تو اس میں بھی تمہیں اعتراض ہے، مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟ ایک تو سکون کا سانس نہیں لینے دیتے ہو، تمہاری وجہ سے اتنے دنوں سے میری نیند تک پوری نہیں ہوئی، میں نے تمہیں کچھ نہیں کہا اور اگر میں شاپنگ کرتی ہوں تو اس پہ بھی تمہیں اعتراض ہے،" وہ جانے کس غصے سے بولی تو بالا نے ایک نظر اپنے پیچھے آتے ریان اور سردار کو دیکھا تھا جو ان کی باتوں پر دھیان نہ دیتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اپنی اپنی بیوی کے لیے کچھ اچھی سی شاپنگ کرنا چاہتے تھے۔

جبکہ بیلا کی باتیں سنتے ہوئے دعام کی ہنسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی، رباب بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں سن رہی تھی۔

"میری بیلا کی طبیعت کیوں خراب ہو گئی؟ کیا ہوا ہے؟ بتاؤ مجھے، میں تمہیں ابھی ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں، چکر آ رہے ہیں، سر میں درد ہو رہا ہے، آؤ تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا یا ہاں نیچے ہی سامنے کلینک ہے،" وہ اس کا

ہاتھ تھامتے ہوئے سامنے کلینک کی طرف اشارہ کر رہا تھا جہاں پہ سچ میں کوئی ڈاکٹر تھی۔

"اوہو اتنی بھی طبیعت خراب نہیں ہے میری، چھوڑ دو مجھے، مجھے نہیں جانا ڈاکٹر کے پاس، میں شاپنگ کروں گی تو اپنے آپ ٹھیک ہو جاؤں گی،" وہ مزے سے بول رہی تھی جبکہ بالا اس کی بات پر کندھے اچکا کر رہ گیا تھا، ہاں لیڈیز کے ہر مسئلے کا حل تو شاپنگ ہی ہوتا ہے اور یہ بات اسے اب تا قیامت یاد رکھنی تھی۔

وہ اسے شاپنگ کی اجازت دیتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا جب اچانک ہی کسی بات پر ان دونوں کے بیچ لڑائی ہو گئی، بیلا سامنے شاپ پر موجود ڈریس پسند کر رہی تھی جب بالا نے کہا کہ یہ والا ڈریس وہ کل لے چکی ہے بس وہ بلیک کلر میں ہے اور یہ بلو میں، بس اتنی سی بات پر ان دونوں میں بحث شروع ہو چکی تھی، وہ چاروں سر پکڑ کر رہ گئے تھے، یہ دونوں ایک دوسرے کو برداشت کیسے کرتے تھے؟ ہر وقت لڑائی جھگڑا۔

"بس کر دو، کیا تم خاموش ہو سکتے ہو، مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تم لوگ ایک کمرے میں کیسے رہتے ہو، تم لوگ انسان کم مرغیاں زیادہ لگتے ہو جو پنجرے میں بند رہ کر بھی ایک دوسرے سے لڑتے ہوں گے، میں کیسے امید کروں کہ تم لوگ ایک کامیاب شادی شدہ جوڑا ہو،" سردار ان دونوں کو دیکھ کر ڈانٹتے ہوئے بولا تو بیلا سر جھکا گئی تھی، بالا بھی اچھا خاصا کھجل ہو گیا تھا۔

کیونکہ اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں تھا، وہ مرغوں کی طرح ہی لڑتے تھے، کہاں سے بات کہاں پہنچ جاتی تھی، لڑائی کہاں سے کہاں چلی جاتی تھی، بے شک وجہ چھوٹی سی ہو لیکن ان کی لڑائیوں کا کوئی حل ہی نہیں تھا۔

"یہ مجھ سے ہر وقت لڑتا رہتا ہے، یہ مجھ سے بالکل پیار نہیں کرتا،" بیلا نے اچانک ہی پیچھے سے منمناتی آواز نکالی، سردار اسے دیکھ کر رہ گیا تھا، کتنی معصوم تھی اس کی بیوی، ابھی وہ اسے کچھ کہتا ہی کہ اگلے ہی لمحے بیلا کو ایک زوردار قسم کا جھٹکا لگا تھا، وہ گرتے گرتے بچی، اس نے سنبھلنے میں زیادہ وقت نہیں لیا تھا، ہاں لیکن اس کا سر بری طرح سے گھما تھا، بالا نے وقت رہتے اسے گرنے

سے بچالیا تھا لیکن اب بھی اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے پیروں پر کھڑی نہیں رہ سکتی۔

"لگتا ہے لڑتے لڑتے میری بیوی کا بی پی لو ہو گیا ہے، میں اسے نیچے ڈاکٹر کے پاس ایک دفعہ چیک کروا کے لاتا ہوں، ورنہ رات تک یہ مجھے اس بات کا بھی الزام دے گی کہ میں نے اس کے خراب طبیعت میں اس کا خیال رکھنے کے بجائے لڑنا اپنا فرض سمجھا، "وہ نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے سیڑھیوں سے اترنے لگا تھا جبکہ سردار نفی میں سر ہلاتا دعام کے ساتھ شاپنگ میں مصروف ہو گیا، ریان بھی رباب کو لے کر الگ ہو گیا تھا، اس کا ارادہ کوئی اچھی سی جگہ ڈھونڈ کر وہاں تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کر لینے کا تھا کیونکہ رباب کافی تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

وہ دونوں سکون سے اپنا چیک اپ کروا کر واپس آجائیں تب تک سردار اور دعام نے بھی واپس آجانا تھا، کل رات سے صابر حسین کا کوئی میسج نہیں آیا تھا، آخری میسج میں اس نے بس یہی بتایا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے

اور اسلحہ نکلتے ہی وہ ہمیشہ کے لیے پاکستان سے چلا جائے گا اور اسے اس کا حصہ اس کے گھر میں پہنچ جائے گا، ہاں لیکن صابر حسین سے کبھی اس کا کوئی رابطہ تھا یہ بات اس نے ہمیشہ چھپا کر رکھنی ہے اور ریان یہ بات ہمیشہ چھپا کر رکھنے والا تھا۔

اس کے دل میں ایک ہلکا سا ملال تھا کہ وہ ملک کے ساتھ غداری کر گیا تھا لیکن وہ کیا کر دیتا، اس کی بیوی کا فیوچر سیکیور نہیں تھا، ایک پولیس والا ہونے کے باوجود بھی وہ اپنی آنے والی زندگی کو کسی طرف لے کر نہیں جا رہا تھا، وہ ایک ہی جگہ اپنی زندگی میں رکا ہوا تھا، نہ تو اس کا پروموشن ہو رہا تھا نہ ہی اس کے لیے کچھ بہتری ہو رہی تھی، اس سے نیچے والے پوسٹ کے لوگ رشوتیں لے لے کر، بے ایمانی کر کر کے اس سے اوپر والی پوسٹ پر جا چکے تھے، اس نے سوچ لیا تھا زندگی ایک ہی جگہ رک کر نہیں کاٹی جاتی اس سے آگے بڑھنا ہو گا اور آگے بڑھنے کے لیے رشوت کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا، وہ اپنے دل میں ملال لیے رباب کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں ممتا کا نور

اسے بے تحاشہ خوبصورت بنا رہا تھا، اس نے نرمی سے رباب کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے اس کے لیے کچھ کھانے کو منگوایا تھا جبکہ رباب مسکراتے ہوئے اس سے باتیں کرنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر پہلے والا ملال کہیں دور جا سویا تھا، وہ بالکل پرسکون سا اس سے باتیں کرنے لگا تھا۔

OOOOOO

"کتنی شرم والی بات ہے، ٹھرکی ڈاکو، اتنی بھی طبیعت خراب نہیں تھی میری کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس ہی لے آئے، میں ایک ڈاکٹر ہو کر اپنا چیک اپ ایک ڈاکٹر سے کرواؤں گی، حد کرتے ہو تم بھی،" وہ کرسی پر بیٹھی ڈاکٹر کا انتظار کر رہی تھی جو فی الحال کسی اور پیشنٹ کو چیک کرنے میں مصروف تھی، وہاں بیٹھے بیٹھے وہ کافی تھک چکی تھی، اسے اس طرح کا انتظار ہرگز گوارا نہیں تھا۔

اسے یاد تھا بچپن میں جب وہ اپنی امی کے ساتھ کسی چھوٹے موٹے کلینک میں جاتی تھی تو اکثر انہیں انتظار کرنا پڑتا تھا، تو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ بڑی ڈاکٹر

بنے گی اور اس کی امی کو انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی لیکن وہ کہاں جانتی تھی کہ ڈاکٹر ہونے کے باوجود بھی وہ انتظار کی لمبی گھڑیاں طے کرے گی، پیشنٹ کے چلے جانے کے بعد ڈاکٹر نے انہیں بلایا تھا۔

"جی بتائیں کیا مسئلہ ہے آپ کو،" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ڈاکٹر مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے، وہ کیا ہے میرے شوہر مجھ سے ضرورت سے زیادہ ہی محبت کرتے ہیں، میری طبیعت ذرا سی خراب ہو رہی ہو تو یہ مجھے یہاں زبردستی گھسیٹ لائے، ایکچولی میں خود بھی ڈاکٹر ہوں اور میں صرف ان کے ساتھ ہنی مون پر آئی تھی اور۔۔۔۔۔" وہ کچھ شرمندہ سی اسے بتانے لگی تھی، ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ یہاں صرف اور صرف اپنے شوہر کے فورس کرنے پر آئی ہے ورنہ وہ خود ڈاکٹر ہے اسے کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔

"اوہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ آپ بھی ڈاکٹر ہیں، پھر تو آپ کو خود ہی پتہ ہو گا آپ کی کنڈیشن کے بارے میں،" وہ مسکراتے ہوئے بولی، بیلا بھی ہلکا سا مسکرا دی تھی۔

"ڈاکٹر مجھے نا دو تین دن سے مسلسل چکر آ رہے ہیں، ویسے تو میں نارملی ٹھیک ہی رہتی ہوں لیکن اس طرح کے چکر آنے کی وجہ سے مجھ سے کچھ کھایا بھی جا نہیں رہا۔"

"اوہ، کتنا وقت ہو گیا ہے آپ کی شادی کو؟" وہ اسے دیکھتے ہی مزید سوال کرنے لگی تھی جب کہ اس نے حیرت سے بالا کی طرف دیکھا تھا، اب اس کے چکر کی وجہ بالا تو ہرگز بن نہیں سکتا تھا، ابھی تو ان کی شادی کو مشکل سے 26 یا 27 دن ہوئے تھے اور انہیں قریب آئے ہوئے شاید 25 دن۔

"ابھی ایک مہینہ بھی نہیں ہوا،" وہ مسکراہٹ کے ساتھ کچھ حیرت کا شکار ہوئے بولی تو ڈاکٹر مسکرائی تھی۔

جبکہ ڈاکٹر کے دوسرے سوال پر جہاں بیلا کا چہرہ شرم سے سرخ ہوا تھا، وہیں بالا بھی آگے پیچھے نگاہیں گھمانے لگا تھا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"اچھا مطلب سب کچھ نارمل ہے، اٹس اوکے ہو جاتا ہے ایسا، شادی کے پہلے مہینے میں پتہ نہیں چلتا، پریگننسی نارمل سی چیز ہے، کبھی کبھی اللہ پاک جلدی گود بھر دیتا ہے،" وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی تو بالا کے سر پر تو آسمان ٹوٹا تھا، وہیں بیلا کی تو آنکھیں ہی کھل گئی تھی۔

"کیا مطلب ڈاکٹر صاحبہ، کیا کہنا چاہتی ہیں؟ میرا مطلب ہے میری بیوی خود ڈاکٹر ہے، وہ خود بھی اپنا چیک اپ کر سکتی ہے، اس کو کوئی مسئلہ نہیں ہے نا، بیوی تم ڈاکٹر ہو، بتاؤ تم ڈاکٹر صاحبہ کو، اگر ایسی کچھ بات ہوتی تو تمہیں خود پہلے پتہ چلتا نا، کیونکہ بے بی تو تمہارے اندر ہو گا تو تمہیں اب تک کیوں نہیں پتہ چلا؟ کسی دوسرے بندے کو کیسے پتہ چل گیا وہ بھی صرف اس بات سے کہ تمہیں چکر آ رہے ہیں،" وہ اب اس سے سوال جواب کرنے پر آیا تو ڈاکٹر جو پہلے بالا کو دیکھنے لگی تھی، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھنے لگیتھی۔

"فرسٹ پریگننسی میں پتہ نہیں چلتا، آپ کے اندر کسی طرح کی کوئی چینجنگز نہیں آتیں، اکثر جو پریگننسی کی سب سے اہم وجہ ہوتی ہے اس میں بھی کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی، ہو سکتا ہے آپ کی پریگننسی کو محض 10 دن ہوئے ہوں، یہ ایک نارمل سی چیز ہے اور اگر آپ کو اب بہت زیادہ چکر آرہے ہیں تو یہی سمجھیے کہ آپ کا ہونے والا بچہ بہت شرارتی ہو گا، میں آپ کو کچھ چیک اپ لکھ کر دیتی ہوں، خیر آپ خود بھی ڈاکٹر ہیں، آپ جانتی ہی ہیں کہ پریگننسی سے پہلے کس طرح کے چیک اپ کروائے جاتے ہیں،" وہ پر سکون انداز میں کہتے ہوئے انہیں کچھ چیک اپ لکھ کر دے رہی تھی جب کہ وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ ڈاکٹر خود بھی کافی شرارتی سی ہی ہے۔

جب کہ ڈاکٹر کے کہنے پر پریگننسی کٹ کی مدد سے وہ وہیں پر ہی اپنا پوزیٹیو ریزلٹ ڈاکٹر کو چیک کروا چکی تھی، بالا خود جھٹکے کھا رہا تھا جب کہ بیلا کافی پریشان سی اس کے پیچھے پیچھے باہر آئی تھی۔

○○○○○○○○○○

"ہاں بھائی دنیا کے سب سے جھگڑالو ترین کپل، تم لوگوں کو دیکھ کر اب مجھے ٹینشن ہونے لگی ہے، کیا ہو گا تم لوگوں کا،" سردار ان کے پاس رکتے ہوئے انہیں دیکھنے لگا تھا، ان کی لڑائیوں سے وہ کافی زیادہ تنگ تھا۔

"مجھے تو ان کی آنے والی زندگی کو لے کر پریشانی ہو رہی ہے، اگر یہی سب کچھ چلتا رہا تو نا جانے ان کی کیسے کٹے گی،" رباب اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی جب کہ بیلا نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کٹے گی بھی یا نہیں، یہ سمجھ نہیں آ رہا، مجھے تو لگ رہا ہے کہ میری بہن کے ہاتھوں میرا بھیجا قتل ہو جائے گا،" ریان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنا مدعا بھی بیان کر دیا تھا، وہ کیوں چپ رہتا وہ بھی بالا کی ٹانگ کھینچنے کے معاملے میں تو کبھی بھی نہیں چوکا۔

"بالا بھیا، آپ لوگ ایک دوسرے سے پیار بھی کرتے ہو یا ہر وقت لڑتے ہی رہتے ہو،" دعام بھی کچھ مایوسی سے بولی تھی جبکہ وہ جو اپنی خبر سنانے کے لیے بے قرار تھا ان لوگوں کی اتنی عجیب سی باتوں پر نفی میں سر ہلاتا رہا گیا۔

"ارے یار کیا فضول بولے جا رہے ہو، مجھے ابھی تو کچھ بولنے دو، میری بیوی بیمار ہے، مجھے اس کا خیال رکھنا ہے، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ پہلی پریگننسی ہے، بیوی کو بالکل بھی ٹینشن نہیں دینی، ڈارلنگ تم شاپنگ کرنا چاہتی تھی نا، بتاؤ تمہیں کیا شاپنگ کرنی ہے، ارے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اگر میرا بیگ کسی کام کا نہیں ہے تو میں ان چاروں کے بیگز میں بھی کوئی کام کی چیز نہیں جانے دوں گا، میری بیوی ماں بننے والی ہے، اس کے لیے اس وقت سب سے بڑی ٹینشن یہ ہے کہ اس کا سارا سامان قبیلے تک کیسے جائے گا تو تم لوگ اپنے اپنے بیگ میں جگہ بناؤ، میری معصوم سی بیوی کو کوئی ٹینشن نہیں ہونی چاہیے،" وہ بیلا کو چیئر پر بٹھاتے ہوئے اس کے ساتھ زمین پر بیٹھ گیا تھا جبکہ ان سب کے تو منہ ہی کھل گئے تھے، کہاں ان کی لڑائیاں ختم نہیں ہوتی تھی اور کہاں شادی کے تیسرے ہفتے ہی اس طرح کی خبر نے ان سب کو ایک دوسرے کو دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے، ابھی تو شادی کو ایک مہینہ بھی نہیں ہوا،" سب سے پہلے ہوش دعام کو آیا تھا۔

"ہو سکتا ہے، بالکل ہو سکتا ہے، شادی کو بے شک ایک مہینہ بھی نہیں ہوا لیکن ڈاکٹر کہتی ہے کہ ہم دونوں میں بہت پیار ہے، اسی لیے ہمارے بے بی کو دنیا میں آنے کی بہت جلدی ہے۔"

وہ پر سکون سے انداز میں بولتا ان سب کو ہلا کر رکھ گیا تھا جب کہ وہ سب بس ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، ان دونوں کا پیار تو ان لوگوں سے ہضم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

oooooooo

"کیا مطلب آپ پاگل ہو گئے ہو کیا، آج ہم لوگ یہاں سے نکل رہے ہیں، اب میں سردار کو کیسے بولوں کہ مزید رکو۔"

"مجھے نہیں پتا، سردار کو تم نے وہیں پر روکنا ہے، میں فی الحال قبیلے میں کام کر رہا ہوں، میں ہر گز سردار کو یہاں پر افورڈ نہیں کر سکتا،" وہ غصے سے دہاڑا تھا۔

"دیکھیں سر میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں، سردار میری بات کیوں مانے گا، اسے پہلے مجھ پر شک ہو گیا ہے، ایسے میں اگر میں اس کو یہ کہتا ہوں کہ وہ مزید یہاں بلوچستان میں رکے تو میرے لیے مسئلہ بن جائے گا، اور ویسے بھی مجھے سمجھ نہیں آ رہا آپ قبیلے سے سارا مال نکالو گے کیسے۔۔۔۔!"

"جیسا کہ آپ بتا رہے ہو کہ پانچ غاریں بھری ہوئی ہیں اسلحے سے تو آپ سارا اسلحہ قبیلے سے کیسے نکالو گے، جنگل کا راستہ تو کافی سالوں سے بند ہے، بلکہ اس راستے میں تو جنگلی جانوروں کا خطرہ حد سے زیادہ ہے، اسلحہ نکالنے کا ایک ہی راستہ ہے، قبیلے کا مین راستہ تو وہاں سے آپ کیسے کرو گے یہ سب کچھ، یہ آسان نہیں ہو گا۔"

"کیا آسان ہے کیا مشکل یہ میرا کام ہے ریان، تمہارا نہیں، تم وہ کرو جتنا میں تمہیں کہہ رہا ہوں، جتنا کہ تمہیں پیسہ مل رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں سمجھتا ہوں یہ سارا کام آپ کا ہے، آپ نے ہی دیکھنا ہے لیکن اگر آپ کسی مشکل میں پھنسے تو میرے لیے بھی مسئلہ بن جائے گا، میں اپنے سر پر کسی طرح کی مصیبت نہیں آنے دے سکتا سر، پولیس کی نوکری کرنا میرا جنون ہے، میں اپنا جنون نہیں چھوڑ سکتا، ہاں مجھے پیسوں کی ضرورت ہے، ہاں میرے دل میں لالچ آگیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اپنا آنے والا کل داؤ پر لگا دوں، میں اپنی وردی پر کسی طرح کا داغ برداشت نہیں کروں گا،"

وہ کافی پریشانی سے بول رہا تھا اور ایک گلی میں کھڑا ہوا مسلسل یہی سب باتیں کر رہا تھا۔

"سر پلیز میرے ساتھ جھوٹ بولنا بند کریں، میں جانتا ہوں آپ یہاں ہیں ہی نہیں، تین دفعہ میں آپ سے ملنے کے لیے اس جگہ پر آیا ہوں، سچ تو یہ ہے کہ وہاں آپ نہیں تھے بلکہ صرف ایک ریکارڈڈ ریڈیو ہے جو مجھے آپ کی آواز

سناتا ہے،" وہ غصے سے بولا تو دوسری طرف سے اسے زوردار قہقہہ سنائی دیا تھا

۔

"بہت ہوشیار ہو تم پولیس والے، بہت زیادہ ہوشیار لیکن کیا ہے نا تمہارے اندر وہ جو وفادار انسپیکٹر چھپ کر بیٹھا ہوا ہے نا، اس پر میں رسک نہیں لے سکتا، میں جانتا ہوں کہ کبھی نہ کبھی تمہارے اندر کا وہ آفیسر جاگ کر مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے اور سردار کے معاملے میں میں کسی پر یقین نہیں کر سکتا، جس طرح وہ عام سے عام مجرم کا حال کرتا ہے، اگر میں اس کے سامنے آگیا نا تو وہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا کیونکہ میں اس کا سب سے بڑا دشمن ہوں۔"

"اسی لیے میں اس سے دور ہوں، بہت دور ہوں، بلوچستان میں تم لوگ ہو لیکن میں تمہیں وہاں پر ملوں گا جہاں سردار ہے، یہ ناممکن ہے،" وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تو ریان نے آنکھیں میچی، یعنی اس کا شک درست تھا، صابر حسین یہاں تھا ہی نہیں وہ جو پاگلوں کی طرح اسے ہر طرف ڈھونڈ رہے تھے وہ کبھی یہاں تھا ہی نہیں، انہیں جھوٹی انفارمیشن ملی تھی، آج سے تقریباً ایک ڈیڑھ

مہینہ پہلے صابر حسین بلوچستان میں ہی موجود تھا لیکن پھر اچانک وہ کہیں غائب ہو گیا۔

اور پھر اچانک اسے فون آیا اور کہا گیا کہ وہ لوگ بلوچستان آ جائیں، وہ ساری باتیں سمجھ رہا تھا، صابر حسین کبھی سردار کے سامنے آنا ہی نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سردار اس کی موت کا دوسرا نام ہے۔

"سر میں مزید آپ کی مدد نہیں کر سکتا، سردار میری بات نہیں مانے گا اور ویسے بھی قبیلے سے اسلحہ نکالنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"راستہ ہے ریان اور میرے پاس جو راستہ ہے اس کے متعلق صرف قبیلے کے چند ایک لوگ جانتے ہیں، اس کے متعلق صرف راگاڈا کو جانتا تھا، سردار دلاور جانتا ہے اور اس کا وہ وفادار ساتھی بالا جانتا ہے، یہ راستہ سردار دلاور اور یوسف نے بنایا تھا، اسی راستے سے میں سارا اسلحہ نکال لوں گا، میرے علاوہ اس راستے کی خبر ایک اور آفیسر کو ہے، ایک وردی والا کتا پال کے رکھا ہے میں نے بہت

زمانے سے جو اس معاملے میں میرا ساتھ دے گا،" وہ پرسکون انداز میں بولا تھا ۔

"وردی والا کتا، شاید آپ انسپیکٹر کامران کی بات کر رہے ہیں؟" وہ جیسے خود ہی اندازہ لگا چکا تھا، اس علاقے کا سب سے کرپٹ آفیسر تو وہی تھا، اس کی بات سن کر دوسری طرف سے پھر سے قہقہہ بلند ہوا تھا، یعنی اس کا اندازہ بالکل درست تھا۔

"ہاں، بالکل ٹھیک پہنچے ہو تم، میں اسی کی بات کر رہا ہوں، وہ میرا ساتھی ہے، بہت پرانا ساتھی، اس نے بہت کاموں میں میرا ساتھ دیا لیکن پھر اچانک ہی اس نے اپنی راہ بدل لی، وہ بھی ایک کرپٹ آفیسر ہے، انتہائی کرپٹ، افسوس کہ میں نے اس کا ثوب استعمال کیا اور جیت بھی گیا اور اس بے وقوف کو اندازہ تک نہ ہوا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، وہ اپنے آپ کو بہت ہوشیار سمجھتا ہے لیکن میری نظر میں اس سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں۔"

"وہ آج بھی اسی علاقے میں ہے اور آج بھی وہی میرا ساتھ دے گا، دیکھنا میں کس طرح اسے اپنی باتوں میں الجھا کر اپنا کام لیتا ہوں۔"

وہ پر سکون انداز میں بولا تھا جبکہ ریان نے کچھ نہیں کہا تھا سوائے اس کے کہ وہ سردار کو مزید یہاں روکنے کی کوشش کرے گا۔

○○○○○○○○

وہ لوگ تین بجے نہیں جا پائے تھے، رباب کی طبیعت اچانک سے خراب ہو جانے کی وجہ سے ان کا جانا ممکن نہیں ہو سکا تھا، وہ اپنے کمرے میں آیا تو اسے جمرو کی کال آنے لگی تھی۔

ابھی ابھی دعا م گہری نیند میں اتری تھی، اس کے قریب سے اٹھتے ہوئے وہ بلکنی کی طرف آیا۔

"ہاں بولو جمرو، کیسے ہو تم؟ فاطمہ کیسی ہے؟" وہ پر سکون سا اس سے سوال کرنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں سردار، فاطمہ بھی بالکل ٹھیک ہے، وہ قبیلے میں کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے، میرا مطلب ہے، ایسا لگ رہا ہے جیسے قبیلے کے اندر کچھ ہو رہا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آ رہا، میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا میں بے فکر رہوں یا کوئی ایکشن لوں۔"

"تمہیں بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی ایکشن مت لو، سکون سے جا کر سو جاؤ۔ صبح اٹھتے ہی فاطمہ سے ملنے جاؤ گے تم، فون پر تمہاری شکایت کر رہی تھی وہ، کیوں ڈانٹا تھا تم نے اس کو۔"

"سردار وہ آئس کریم کھانے کی ضد کر رہی تھی، حالانکہ میں اسے دو آئس کریم کھلا چکا تھا، اتنی سردی میں بار بار آئس کریم کھائے گی تو بیمار پڑ جائے گی، بس اسی لیے، اس کے لہجے میں فکرمندی تھی جسے محسوس کر کے سردار مسکرا دیا۔

"ہاں تو پیار سے بھی سمجھا سکتے تھے نا، آئندہ میری بہن کو ڈانٹنا مت ورنہ جان نکال دوں گا تمہاری، خیر جاؤ آرام کرو، قبیلے کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

"جو حکم سردار،" وہ اس کی بات سنتا اپنا جواب دیتے ہوئے فون بند کر چکا تھا جبکہ سردار نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا۔

○○○○○○○○○○

"تم دونوں تو ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے ہو تو یہ بے بی کدھر سے آگیا؟ مطلب مجھے سمجھ نہیں آرہا ہر وقت لڑتے لڑتے تم لوگ یہ سب بھی کر لیتے ہو؟" رباب کب سے اسے چھیڑے جارہی تھی جبکہ وہ کبھی ادھر تو کبھی ادھر ہو رہی تھی۔

"دیکھو بھابھی، میں نے تم سے ایسا ویسا کوئی سوال نہیں کیا تو تم مجھ سے بھی ایسے ویسے کوئی سوال مت کرو، مجھے تو خود نہیں پتہ کہ اتنا جلدی بے بی کدھر سے آگیا، مجھے تو شک بھی نہیں تھا۔"

وہ خود بھی کنفیوز سی الجھی سی لگ رہی تھی جب کہ اس کی باتوں سے رباب اور دعام کو بڑا مزہ آرہا تھا، ابھی شادی کو ایک مہینہ بھی نہیں ہوا تھا ایسے میں اس کا پریگننٹ ہو جانا دعام اور رباب کو وجہ دے گیا تھا اسے تنگ کرنے کی۔

اور اب وہ دونوں مل کر اس کی خوب ٹانگ کھنچائی کر رہی تھی، وہ لوگ کل واپس جانے والے تھے لیکن رباب کو اپنی طبیعت تھوڑی سی خراب کیا محسوس ہوئی، ریان نے کہہ دیا کہ وہ اسے واپس لے کر ہی نہیں جائے گا، اس کے لیے سفر ٹھیک نہیں ہے، حالانکہ وہ اتنی بھی بیمار نہیں تھی لیکن پھر بھی ریان کے بار بار فورس کرنے پر وہ یہیں رک گئی تھی، جب کہ اس کے ساتھ ہی باقی سب لوگ بھی یہیں رہنے کو تیار ہو گئے تھے کیونکہ وہ سب اکٹھے آئے تھے اور ان کا ارادہ اکٹھے ہی واپس جانے کا تھا۔

اس وقت وہ تینوں باہر کہیں گئے ہوئے تھے جب کہ وہ دونوں کمرے میں بیٹھی بیلا کی ٹانگ کھنچائی کرنے میں مصروف تھی۔

○○○○○○○○○

"سر، میں نے پتہ کروایا ہے انسپکٹر کامران کے بارے میں، مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ سویٹزرلینڈ گئے ہوئے ہیں۔ وہ کافی عرصے سے چھٹیاں نہیں لے رہے تھے کیونکہ وہ اپنی بیٹی کو گھمانے لے کر جانا چاہتے تھے تو

فائنلی اس دفعہ انہوں نے چھٹیاں لی ہیں اور وہ اپنی بیٹی کو گھمانے کے لیے سویٹزرلینڈ گئے ہوئے ہیں، میرے خیال میں ان کی واپسی تقریباً دو ہفتے کے بعد ہو گی، ابھی فوراً ان کی واپسی ممکن نہیں ہے۔"

وہ فون پر اسے بتا رہا تھا جب کہ دوسری طرف صابر حسین کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

انسپیکٹر کامران اگر اس معاملے میں اس کی مدد نہ کر سکا تو اس کے لیے تو مسئلہ بن جائے گا، وہ تو کامران پر ہی امید لگا کر بیٹھا ہوا تھا، اسے تو یہ تھا کہ کامران کو وہ جب بھی آواز دے گا وہ اس کی خدمت میں حاضر ہو گا لیکن اس دفعہ ایسا نہ ہوا تھا، کامران کا اس طرح وقت پر کہیں قبیلے کے اس پاس موجود نہ ہونا اس کے لیے پریشانی کی وجہ بن چکا تھا، قبیلے کے اندر سے وہ سارا کام کر چکا تھا، آج نہیں تو کل اس نے قبیلے سے سارا سامان نکلوانے کے لیے اپنے بندوں کو آرڈر دے دینا تھا لیکن مسئلہ اس وقت یہ بن رہا تھا کہ جب تک وہاں پر کوئی ایسا انسان موجود نہ ہو جسے قبیلے سے باہر نکلنے کا راستہ پتہ ہے تب تک اس کے لوگ

وہاں اپنا کام نہیں کر سکتے تھے اور قبیلے کا راستہ تو قبیلے کے اندر موجود لوگوں کو بھی نہیں پتہ تھا۔

"اب میں کیا کروں ریان؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا، اگر کامران ہی وہاں نہ ہوا تو میں اپنا کام کس طرح سے کروں گا، سردار کو تو وہاں روکنے میں تم کامیاب ہو گئے ہو لیکن یہاں کا کیا؟" وہ پریشانی سے بول رہا تھا جبکہ ریان خاموشی سے سن رہا تھا، یہی تو کام تھا اس کا، اس کا بولنا اور اس کا سننا۔

"سر، آپ کسی اور کو شامل کر لیں، کسی ایسے انسان کو جو آپ کی مدد کر سکے، ایک کامران ہی تو نہیں ہے نا جسے سب کچھ پتہ ہو گا۔"

"نہیں، اس قبیلے کے اس راستے کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں، سردار جانتا ہے، اس کا دوست بالا جانتا ہے، یوسف اور دلاور جانتے تھے، اس کے علاوہ راگاڈا کو جانتا تھا، میں اور کامران، بس ہم کچھ لوگ ہی قبیلے کے اس راستے کے بارے میں جانتے تھے، یہ راستہ جنگل کے بیچ سے نکلتا ہے اور اسی راستے سے میں قبیلے میں موجود سارا اسلحہ نکالنے والا تھا لیکن کامران کے نہ

ہونے کی وجہ سے اب ایک ہی راستہ ہے، مجھے خود وہاں جانا ہو گا،" وہ یہ فیصلہ کر رہا تھا۔

"لیکن سر یہ تو مشکل ہو جائے گا، اگر کسی کو اندازہ ہو گیا کہ آپ وہاں ہیں اور سردار۔۔۔۔۔"

"سردار بلوچستان میں ہے اور اسے بلوچستان میں روک کر تم رکھو گے، میں آج اور کل کی رات لگا کر قبیلے سے سارا اسلحہ نکال لوں گا، تم بس سردار کو کسی بھی طرح وہیں روک کر رکھو۔ میں تم سے رابطہ کرتا رہوں گا،" وہ کہتے ہوئے فون بند کر چکا تھا جبکہ ریان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ سردار کو مزید یہاں کیسے روکے کیونکہ آج انہیں واپسی کے لیے نکلنا تھا، یہ آدمی اسے بری طرح سے پھنسا رہا تھا، لیکن پھر بھی اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، آخر اس کے فیوچر کا سوال تھا اور وہ اپنے فیوچر پر کسی طرح کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

○○○○○○○○○○

"صابر حسین، ہمارے پاس فالتو باتوں کا وقت نہیں ہے۔ اگر تمہیں پیسہ چاہیے تو کام کرو ورنہ جواب دو، تم صرف اور صرف ہمارا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"نہیں نہیں سر، میں آپ کا وقت برباد نہیں کر رہا، آج ہر قیمت پر میں قبیلے سے اسلحہ نکالنے میں کامیاب ہو جاؤں گا، یہ ہرگز مشکل نہیں ہے میرے لیے لیکن میں اس کام کو تھوڑا پرسکون انداز میں کر رہا تھا لیکن اب میرے خیال میں مجھے ہاتھ پیر چلانے کی ضرورت ہے، آپ فکر نہ کریں، آج ہی میں قبیلے سے سارا اسلحہ نکال لوں گا، آپ لوگوں کو لوکیشن سینڈ کر دی ہے میں نے، آپ نے ٹرک لے کر وہیں رہنا ہے، باقی مجھے تقریباً 60 سے 70 لوگوں کی ضرورت ہو گی جو وہاں پر میرے پاس موجود ہوں گے جو اسلحہ نکالنے میں میری مدد کریں گے، میں چاہتا ہوں کہ یہ کام جتنا جلدی ہو جائے اتنا ہی بہتر رہے گا،" وہ خود کو پرسکون ظاہر کر رہا تھا لیکن سچ یہ تھا کہ اس کی حالت خراب ہو رہی تھی، یہ کوئی عام لوگ نہیں تھے بلکہ اپنے ہی ملک کے دشمن تھے، یہ اسلحہ وہ جنگی علاقوں میں پہنچاتے تھے اور وہاں پر معصوموں کی جان انہیں ہتھیاروں سے لی

جاتی تھی، یہ بھی ایک خفیہ مافیہ ہی تھا جس میں بہت بڑے پیمانے پر سمگلنگ کی جاتی تھی۔

اور اسی کام میں ایک عرصے سے صابر حسین شامل تھا لیکن جتنا اسلحہ قبیلے میں موجود تھا اتنا اور کہیں نہیں تھا، اسی لیے وہ سالوں سے اس قبیلے کے پیچھے لگا ہوا تھا لیکن افسوس کہ اس قبیلے کا سردار ہمیشہ سے یہ اسلحہ ملک کی حفاظت کے لیے استعمال کرتا آیا تھا نہ کہ ملک کو برباد کرنے کے لیے۔

ooooooo

جنگل کے سارے راستے پر اس نے ان سارے مافیا لوگوں کو کھڑا کر دیا تھا جو اس کام میں شامل تھے، یہ ساری ٹیم اسے اس مافیا گینگ کی طرف سے ملی تھی جس کے لیے وہ کام کر رہا تھا۔

وہاں کے مافیا نے خود اپنے لوگوں کو یہاں بھیجا تھا کیونکہ وہ لوگ کافی زیادہ پھرتیلے تھے اور آسانی سے کسی بھی مصیبت کا سامنا کر سکتے تھے، جبکہ صابر حسین کے پاس کوئی ٹیم موجود نہ تھی، اس نے کبھی کسی کے ساتھ مل کر نہیں

کھایا تھا، اس کا ایک ہی اصول تھا، اپنے لیے جیو، اپنے لیے مرو، اس نے کبھی کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تھی، یہاں تک کہ وہ تو اپنی اولاد کا بھی نہ ہو سکا تھا، اس کی بیوی کو جب اس کے کالے کارناموں کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر دنیا کے ٹھوکروں پر چھوڑ دیا تھا۔

اس نے کبھی کسی کی پرواہ نہ کی تھی سوائے اپنے، وہ کسی کا نہیں تھا۔

14 سال پہلے اس نے اشم کے ساتھ جو درندگی دکھائی تھی، اس درندگی نے اسے مزید اس گناہ کے دلدل میں دھکیل دیا تھا، اسے عورتوں میں دلچسپی ختم ہو گئی تھی، اسے کلیاں مسلنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا، نہ جانے کتنی معصوم لڑکیوں کی زندگی کو وہ تباہ کر چکا تھا اسے اپنی کسی حرکت پر کوئی افسوس نہیں تھا کیونکہ کوئی اسے پکڑ ہی نہیں پایا تھا، اپنی یونیفارم کا فائدہ تو وہ سالوں سے اٹھا رہا تھا، اگر کوئی مسئلہ لے کر اس کے پاس آتا تو اس کی نیت اپنے آپ ہی ان کی بچیوں پر خراب ہو جاتی تھی۔

پچھلے 14 سالوں میں اس نے 10 سے لے کر 16 کے درمیان کہیں کلیوں کو اپنی درندگی اور ہوس کا نشانہ بنایا تھا جس کا اسے کبھی کوئی افسوس نہیں تھا۔

وہ ایک جیتا جاگتا درندہ تھا اور اسے اپنی درندگی پر فخر تھا۔

اور اب بھی اس نے یہ مشن پورا کرنے کے بعد یہاں سے چلے جانا تھا، اس کا ارادہ ملک چھوڑنے کا تھا، اسے مزید یہ نوکری نہیں کرنی تھی، اسے کروڑوں اربوں مل جاتے تو وہ یہاں رہ کر کیا کرتا، وہ اپنی زندگی کو اپنے طریقے سے جینا چاہتا تھا، کہنے کو اس کی عمر 55 سے 60 کے بیچ تھی لیکن پھر بھی وہ کہتا تھا کہ اس کی زندگی تو اب شروع ہو گی جب وہ دولت پر عیش کرے گا۔

اس کا سارا کام بہت اچھے سے ہو رہا تھا، قبیلے کے غاروں میں کھڑے لوگ خاموشی سے بنا آواز پیدا کیے اسلحہ نکال رہے تھے، ہر ہاتھ اگلے ہاتھ کی طرف لے کر جاتا اور وہ ہاتھ جنگل سے باہر تک کا راستہ طے کرتے ہوئے بڑے بڑے کنٹینر میں یہ سارا اسلحہ لاد رہا تھا۔

جبکہ انہیں یہ راستہ دکھانے والا خود صابر حسین تھا، اس وقت وہ قبیلے میں موجود تھا لیکن کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں تھی، جمرو نامی آدمی آج دعوت پر گیا ہوا تھا، انسپیکٹر ریان اکرم کے گھر، آج اس کی دعوت کی گئی تھی۔

یہ سب ریان اکرم کی پلاننگ کے تحت ہوا تھا کیونکہ اس کے مطابق جمرو بہت چالاک لڑکا تھا جو ان کو کسی بھی طرح کا بڑا نقصان دے سکتا تھا، ایسے میں اسے قبیلے سے بھیجنا بہت ضروری تھا، جبکہ قبیلے کے کچھ وفادار ڈاکوؤں کو بھی اس نے بڑی ہوشیاری سے قبیلے سے باہر نکال دیا تھا، اس وقت قبیلے میں موجود جو لوگ تھے زیادہ تر ان میں سے سردار کے غدار تھے۔

اور باقی کچھ ایسے تھے جن کا اس طرف نہ تو کوئی کام تھا اور نہ ہی وہ اس طرف آتے تھے، وہ قبیلے کے بیچ و بیچ رہتے تھے۔

صابر اپنے ہاتھ میں موجود قبیلے کا نقشہ دیکھ رہا تھا جو اتنا گھما ہوا تھا کہ وہ خود ہی نقشہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا، اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ کوئی غلطی نہ کر دے، اس

لیے وہ نقشے کو زمین پر بچھائے ایک ایک چیز کو بہت غور سے چیک کر رہا تھا لیکن اسے خوشی تھی کہ وہ اپنا سامان بہت اچھے سے کنٹینر تک پہنچا رہا تھا۔

مافیا کی ٹیم تیزی سے کام کر رہی تھی جبکہ مافیا ٹیم کا لیڈر اشتیاق التمش اس وقت اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔

"یہ تو بہت زیادہ سامان ہے، مجھے تو لگ رہا تھا کہ یہ کم ہو گا لیکن یہاں پر تو پانچ غار اسلحے سے بھری ہوئی ہیں۔"

"لگتا ہے تمہارے ساتھ آنے والی ڈیل بھی بہت خطرناک ہونے والی ہے صابر،" وہ خوش ہوتے ہوئے بولا تھا جب کہ اتنا سارا اسلحہ اس قبیلے میں چھپا ہوا ہے اس بات کا اندازہ تو صابر کو بھی نہیں تھا۔

"آنے والی کوئی ڈیل نہیں ہو گی، جو ہو گا وہ آج ہی ہو گا، میں بار بار سردار کو دھوکہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی یہ میرے بس میں ہے، وہ بہت چالاک ہے، نہ جانے کیسے وہ وہاں بلوچستان میں رکا ہوا ہے، جو کرنا ہے آج ہی کرو، روز روز یہ موقع نہیں ملے گا، ساری غاروں سے سامان آج ہی نکالو۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے خود بھی اٹھاتا تھا، اس کے مطابق لوگ کام بہت سستی سے کر رہے تھے، تقریباً دو گھنٹے ہو چکے تھے اب تک ان سے تین ٹرک نہ بھرے گئے تھے۔

"تم لوگ اتنی سست روی سے کام کیوں کر رہے ہو، یہ موقع واپس نہیں ملے گا، روشنی طلوع ہونے سے پہلے یہ سارا اسلحہ یہاں سے نکالنا ہے،" صابر چلایا تھا جب کہ وہ آدمی ہاں میں سر ہلاتا تیز تیز کام کرنے لگا تھا۔

یہاں تقریباً ایک ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر دوسرا آدمی کھڑا تھا جو جلدی جلدی کام نمٹانے میں مصروف تھا، 70 سے 80 لوگ صرف اس راستے پر تعینات تھے۔

لیکن پھر بھی وہ کام اس طرح نہیں کر پا رہے تھے جس طرح انہیں کرنا چاہیے، جبکہ اشتیاق التمش بھی قبیلے سے سارا سامان نکالنے میں کافی زیادہ دلچسپی رکھتا تھا، اسی لیے وہ ہر تھوڑی دیر کے بعد اپنے لوگوں کو حکم جاری کر دیتا۔

oooooooooo

"ابھی تو صرف دو غاروں سے سامان نکالا ہے، تیسری غار سے سامان نکالنے میں اور بہت وقت برباد ہو جائے گا۔"

"مجھے لگتا ہے تمہیں اور لوگوں کو بلوا لینا چاہیے اشتیاق،" وہ اس کے پاس رکتے ہوئے کہنے لگا تھا۔

"یہ ممکن نہیں ہے، میرے پاس بس اتنے ہی افسر اس وقت ڈیوٹی پر ہیں،" وہ اچانک سے بولا تو صابر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جبکہ وہ ایک نظر اسے دیکھتا اپنے لفظوں پر تھوڑا خجل ہوا تھا۔

"ڈیوٹی کس طرح کی آفیسر یہ لوگ تو تمہارے انڈر کام کرتے ہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں تمہاری بات کو سمجھا نہیں،" صابر کوئی چھوٹا موٹا بچہ نہ تھا جو اس طرح زبان پھسلنے کا معاملہ سمجھ کر اگنور کر دیتا۔

"یہ سمجھا نہیں التمش صاحب، ٹھیک سے سمجھایئے، یا اسے سمجھانے کے لیے مجھے میدان میں اترنا پڑے گا؟" اوپر سے اچانک سے آواز آئی تھی، سامنے پتھر پر وہ پر سکون انداز میں لیٹا پتھر پر رکھی ٹوکری سے کچھ کھا رہا تھا، انداز اتنا

شاہانہ تھا کہ صابر کے دل کے دھڑکن تیز ہوئی تھی، وہ حیرت سے کالے لباس میں پتھر پر پر سکون سے لیٹے سردار کو دیکھ رہا تھا۔

وجاہت کا منہ بولتا ثبوت سامنے والے کو لمحے میں کانپنے پر مجبور کر گیا تھا جب کہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ایک قدم پتھر پر تو دوسرا زمین پر رکھا تھا، زمین پر پڑتے اس کے قدم صابر حسین کو اپنی موت دکھا رہے تھے، وہ تو بلوچستان میں تھا تو وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ ریان نے تھوڑی دیر پہلے ہی تو فون پر اسے بتایا تھا کہ وہ لوگ بلوچستان میں ہیں۔

وہ اسے وہاں روکنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو یہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ صابر حسین کا دل بری طرح سے کانپنے لگا تھا، اس کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے کھڑی تھی، جب کہ وہ آہستہ آہستہ شان بے نیازی سے چلتا اشتیاق التمش کے سامنے آ چکا تھا۔

"سر، آپ کے آفیسر سے زیادہ جلدی تو میرے قبیلے کے بچے یہ کام کر سکتے تھے، اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ آپ کے لوگ اتنے سست ہوں گے تو یقین کریں

میں اپنے قبیلے کے بچے لگاتا اس کام میں، اب تک آپ کے سارے کنٹینر فل ہو چکے ہوتے،" وہ ہلکی سی شوخ مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو اشتیاق التمش کا قہقہہ گونجا تھا۔

"معاف کیجیے گا سردار صاحب، وہ کیا ہے کہ یہ آرمی آفیسر زہیں، سامان اٹھانے والے دیہاڑی دار مزدور نہیں، خیر اگر آپ کے لوگ یہ کام جلدی کر سکتے ہیں تو بلا لیجیے انہیں بھی، ویسے کل سورج کے اگنے تک بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، آپ آرام سے کل شام تک کام ختم کر دیجیے گا، میرا کام تو بس ملک کی حفاظت کرتے ہوئے یہ سارا سامان بارڈر تک پہنچانا ہے۔"

اشتیاق التمش کا لہجہ اچانک ہی بدلا تھا، اس نے حیرت سے اس آدمی کو دیکھا تھا جس کی مسکراہٹ صاف کہہ رہی تھی کہ وہ انہیں بے وقوف بنانے میں کامیاب چکے ہیں۔

"تم تو، تم نے مجھے دھوکہ دیا؟" اس نے کانپتے لہجے میں اشتیاق التمش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم جیسے کرپٹ آفیسر پر دھوکہ لفظ سوٹ نہیں کرتا، میں نے تمہیں دھوکہ دیا، تم تو پورے ملک کو دھوکہ دے رہے تھے، جہاں کھاتے ہو اسی میں تھوکتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی؟ ملک کا اسلحہ تم دوسرے ملکوں میں پہنچا کر اپنے ہی مسلمان بہن بھائیوں بچوں کے قاتل بنتے ہو۔"

"تم خود کو مسلمان کہتے ہو لیکن تم سے بڑا کوئی حیوان اس دنیا میں نہیں ہے، تمہیں موت بھی نہیں آنی یہ جانتے ہوئے بھی کہ تمہارا یہ کام تمہارے ہی مسلمان بچوں کا خون بہائے گا۔"

"یہ ملک کی امانت تھی جسے تم غیر قانونی طور پر بیچ رہے تھے، تمہیں کیا لگا تھا کہ یہاں ہر کوئی تمہاری طرح بے ضمیر ہے؟ نہیں ہوں، میں کوئی مافیا کا آدمی نہیں، میں پاک فوج کا آفیسر کرنل اشتیاق التمش ہوں۔"

"ہاں، میں ایک آرمی آفیسر ہوں، اپنے ملک کا محافظ ہوں اور یہ جو لوگ یہاں پر کام کر رہے ہیں وہ سب لوگ بھی میری آرمی ٹیم کا حصہ ہیں۔"

"کوئی کروڑوں اربوں نہیں ملنے والے تمہیں، تمہیں صرف اور صرف پھانسی ملے گی۔ بلکہ معاف کرنا، میں تمہیں پھانسی کیسے دے سکتا ہوں، تم تو سردار کے دشمن ہو، میرا کام صرف اور صرف تمہیں یہاں تک پہنچانا تھا، اب سردار جانے اور تم جانو۔"

"کتنے عرصے سے چھپے ہوئے تھے سردار سے، آخر سردار تم تک پہنچ ہی گیا۔"

"تمہیں کیا لگا جو حلال رزق کے لیے نا صبح دیکھتا ہے نہ شام، وہ انسپیکٹر ریان اکرم صرف چند نوٹوں کے لیے تمہارے قدموں میں جھک جائے گا؟ ارے تمہارے اس کام میں تو اس علاقے کے سب سے کرپٹ آفیسر کامران نے بھی تمہارا ہاتھ تھامنے سے انکار کر دیا۔"

"لیکن تم کتے کی دم تھے جو کبھی سیدھے نہ ہوئے۔"

"اس قبیلے کے اسلحہ پر تمہاری نظر کتنے سالوں سے ہے، ہر کوئی جانتا ہے، پہلے اس قبیلے کا اسلحہ ڈاکو دلاور ہم تک پہنچاتا رہا اور پھر اس کے دنیا سے جانے کے بعد یہ کام اس کے بیٹے نے سنبھال لیا۔"

"لیکن اتنی بڑی تعداد میں اسلحہ سال میں ایک دفعہ ہی قبیلے سے نکل سکتا ہے۔ اس لیے ہم اس کے لیے ایک دن چنتے ہیں لیکن اس دفعہ سردار نے اسلحے کے بدلے ہم سے ایک چھوٹا سا فیور مانگا تھا اور وہ فیور تھا تمہیں ڈھونڈ کر سامنے لانا، تم سردار سے چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے، سردار تمہاری موت ہے، یہ جان کر تم نے دنیا کے ہر انسان سے کنارہ کشی کرلی، تم کسی سے ملتے نہیں تھے، یہاں تک کہ جو کام تمہیں دیا گیا تھا، تم وہ بھی نہیں کرتے تھے، تم صرف نام کے پولیس آفیسر تھے، تمہارا کام صرف معصوم بچیوں کی زندگی اور ان کی عزت برباد کرنا تھا۔"

"لیکن تم بھول گئے تھے کہ موت خود ہی دروازہ کھٹکھٹاتی ہے اور تمہاری موت تمہارے سامنے کھڑی ہے۔"

"سردار دلدار ہم تمہارے شکر گزار ہیں، تم نے ایک سچے حب وطن ہونے کا ثبوت دیا ہے، باقی ہم اپنی امانت لے کر چلے جائیں گے، تم اپنے مجرم کے ساتھ جو چاہو وہ سلوک کر سکتے ہو،"

التمش نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنے آفیسر کو حکم جاری کرنا شروع کر دیا تھا جب کہ صابر حسین کے اوپر جیسے اس قبیلے کی پہاڑیاں گر رہی تھیں، وہ خود کو ڈوبا ہوا محسوس کر رہا تھا، اسے سانس نہیں آ رہی تھی جب کہ سردار کی مسکراہٹ اس کی موت کی گواہ تھی۔

○○○○○○○

کچھ دن پہلے۔۔۔۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ پلان کامیاب ہو گا اور تمہیں یقین کیسے ہے کہ تمہارے قبیلے کے اسلحے کے پیچھے صابر حسین ہی لگا ہوا ہے۔" ریان اکرم کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ سامنے راگا ڈاکو کی لاش پڑی تھی، اس نے تھوڑی دیر پہلے خودکشی کر لی تھی۔

"میں اپنے دشمنوں کی ہر حرکت پر نظر رکھتا ہوں ریان، صابر حسین کو مارنا میرے لیے مشکل نہیں ہے لیکن میں اسے آسان موت نہیں دینا چاہتا اور پھر وہ صرف میرا نہیں بلکہ ملک کا دشمن ہے۔"

"وہ آسانی سے میرے ہاتھ نہیں آرہا، میں جہاں جاتا ہوں وہاں سے بھاگ نکلتا ہے۔ میں قبیلے کی ذمہ داری کسی کو سونپ کر کہیں نہیں جا سکتا، میں اپنے علاقے سے باہر نہیں نکل سکتا۔"

"یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے، میرے قبیلے کی حفاظت مجھے خود کرنی ہے کیونکہ صرف صابر حسین نہیں بلکہ صابر حسین جیسے کہیں لوگ ہیں جو قبیلے میں موجود اسلحے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں لیکن یہ اسلحہ میرے ملک کی امانت ہے جو میں اپنے ملک کو ہی دوں گا۔"

"میرے اپنے ہی قبیلے کے کہیں لوگ اس طرح کے جرم میں ملوث ہیں سردار سب کچھ کر سکتا ہے لیکن ملک کے ساتھ غداری نہیں۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو کہ صابر حسین خود تمہارے قبیلے میں آئے لیکن ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے سردار، وہ تم سے بھاگ رہا ہے تو وہ تمہارے قبیلے میں کیسے آئے گا۔"

"آئے گا ریان، وہ آئے گا جب اسے پتہ چلے گا کہ میں قبیلے میں نہیں ہوں، وہ ضرور آئے گا، مجھے خود کو منظر سے ہٹانا پڑے گا۔ میں ایسا پہلے بھی کرنے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن اس وقت قبیلے پر کسی اور نے حملہ کر دیا تھا، خیر ان دشمنوں کو تو میں نے نیست و نابود کر دیا لیکن میرا ٹارگٹ اس وقت صابر حسین ہے، صابر حسین ملک سے باہر نکلنا چاہتا ہے لیکن بہت سارے پیسے کے ساتھ اور پیسہ کمانے کا اس کے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ وہ قبیلے میں موجود اسلحہ نکال کر بیچ دے۔"

"اس وقت جنگی علاقوں میں اسلحے کی اشد ضرورت ہے، یہ اسلحہ بہت کام آ سکتا ہے ایسے لوگوں کے اور صابر حسین جیسے لوگ اپنے ملک کو بیچ کھانے والوں میں سے ہیں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، تم حکم کرو، میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"تمہیں نظروں میں آنا ہو گا، اس وقت تم پر کافی لوگوں کی نظر ہے، سب لوگ جانتے ہیں کہ تمہاری بہن اس قبیلے کے ڈاکو کے ساتھ بیاہی گئی ہے، ایسے

میں بہت لوگ تمہیں فون بھی کرتے ہوں گے، تم سے رابطہ بھی کرتے ہوں گے،" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو ریان نے ہلکا سا سر کھجاتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا، ہاں یہ بات سچ تھی جب سے لوگوں کو پتہ چلا تھا کہ ریان کا قبیلے میں آنا جانا ہے اور کوئی اسے اس طرف آنے سے روک نہیں سکتا، کافی لوگ اس سے رابطہ کرنے کی کوشش میں لگ چکے تھے۔

"16 تاریخ سے پہلے صابر حسین تم سے رابطہ کرے گا۔ کیونکہ آنے والے مہینے کی 26 یا 27 تاریخ کو یہاں سے بہت بڑے پیمانے پر اسلحے کے کنٹینر جنگی ملکوں میں بھیجے جائیں گے۔"

"تم قبیلے میں زیادہ سے زیادہ آنا جانا شروع کر دو، زیادہ سے زیادہ لوگوں کی نظروں میں آؤ، صابر حسین خود تم سے رابطہ کرے گا،" وہ یقین سے بولا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں بالا کی پلاننگ پر چلنا چاہیے سردار، یہ خود تو پھنسے گا تمہیں بھی پھنسا دے گا،" جس طرح بالا پر سکون ہو کر اپنا پلان اس کے ساتھ

شیئر کر رہا تھا، وہ اچانک سردار کو دیکھتے ہوئے بولا توبالا نے غصے سے اسے گھورا تھا۔

"تم غلط ہو ریان، اگر اس قبیلے کا سردار ڈاکو دلدار ہے تو اس قبیلے کے سرداری بنا کر رکھنے والا ڈاکو بالا ہے، آج تک میں نے جو بھی کیا ہے وہ بالا کی پلاننگ کے مطابق کیا ہے، اس کا دماغ بہت چلتا ہے ورنہ بندہ یہ کسی کام کا نہیں،" وہ پرسکون سے انداز میں بولا توبالا کا دل چاہا تھا وہ کوئی چیز اٹھا کر اس کے سر پر مار ڈالے، یہ دونوں مل کر اس کا مذاق بنا رہے تھے۔

"او ہیلو، زمین پر آجاؤ تم دونوں، یہ نہ ہو کہ اسی ماسٹر پلاننگ میں لوگوں کو شامل کروا کے قتل کروادوں تم لوگوں کا، میرے ساتھ ہرگز پنگا لینے کی ضرورت نہیں ہے، جاؤ اور دفع ہو جاؤ یہاں سے، صابر حسین کے کال کا انتظار کرو پھر آگے کی پلاننگ کرتے ہیں،" وہ اسے بھیجتے ہوئے بولا تھا۔

جب کہ سردار نے راگا ڈاکو کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے تدفین کا انتظام کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔

تین دن بھی نہ گزرے تھے کہ ریان کو صابر حسین کی کالز آنا شروع ہو چکی تھی، اس نے صابر حسین کے فون پر فوراً ہی کہہ دیا تھا کہ اسے پیسوں کی ضرورت ہے، وہ اپنا آنے والا کل خوبصورت بنانا چاہتا تھا اور اس کے بعد خود صابر حسین نے اس سے پلاننگ دی تھی، حالانکہ ساری پلاننگ تو بالا کی تھی، وہ جیسا سوچ رہا تھا بالکل ویسا ہی ہو رہا تھا، کتنی آسانی سے وہ ہر چیز کو سمجھ چکا تھا۔

بالا اس کی سوچ سے زیادہ شاطر نکلا تھا اور پھر بلوچستان جانے کی پلاننگ، وہاں صابر کے ہونے کا اندیشہ سب کچھ ان کی پلاننگ کے تحت ہو رہا تھا اور صابر حسین سوچ رہا تھا کہ اس نے سردار کو قبیلے سے نکال دیا حالانکہ سردار قبیلے کا محافظ خود تھا جس پر وہ کبھی کوئی رسک لیتا ہی نہیں تھا۔

صابر حسین کو باہر نکلنے پر مجبور کر چکا تھا بلکہ وہ اسے اس کی موت کے بالکل پاس بلا چکا تھا، وہ اپنے ہی قبیلے میں اس کے لیے گڑھا کھود کر اسے ہمیشہ کے

لیے وہاں سلانے کا پلان بنا چکا تھا اور صابر حسین خود ہی وہاں تک آ چکا تھا، اپنے پیروں پر چل کر۔

oooooooooo

حال

قبیلے میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ریان اکرم مزے سے بیٹھا کھانے کے ساتھ انصاف کر رہا تھا جب کہ بالا بھی اس کے پاس ہی بیٹھا سردار کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ اس قبیلے کے پچھلی سائیڈ پر تھا، اس کی واپسی میں تھوڑا وقت باقی تھا۔

بس اتنا پتہ تھا کہ صابر حسین اس کے ہاتھ لگ چکا ہے، اب صابر حسین کا کیا کرنا ہے اس کا فیصلہ وہ مل کے کرنے والے تھے۔

ہاں وہ مل کر کرنے والے تھے کیونکہ وہ صرف اس کا دشمن نہیں تھا، وہ بالا کا بھی دشمن تھا، بالا کے ماں باپ کا قاتل تھا۔

وہ اسے آسانی سے نہیں چھوڑنے والا تھا، وہ اس کی موت دردناک کرنا چاہتا تھا اور سردار جانتا تھا، اسی لیے وہ اکیلے کچھ بھی نہیں کرنے والا تھا۔

"بس کر کتنا ٹھونسے گا غدار آدمی، شرم نہیں آئی ہمیں دھوکہ دیتے ہوئے۔"

وہ کھانے میں مصروف تھا جب اچانک ہی بالا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، اس نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"نہیں، میں بہت بے شرم ہوں، اب مجھے کھانے دے، بھوک لگی ہوئی ہے مجھے، اور اسے گھورتے ہوئے بولا تھا جب کہ بالا اسے اس کے حال پر چھوڑتا سردار کے آنے کا انتظار کرنے لگا

ooooooo

"چھوڑ دو مجھے سردار، میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، مجھے چھوڑ دو، میں جانتا ہوں تم مجھے معاف نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں مرنا نہیں چاہتا، خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو، تم ایک بہت اچھے انسان ہو، اتنے نیک ماں باپ کی اولاد ہو، مجھے مت مارو، میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، مجھے مت مارو۔"

بالا اور سردار نے اسے جان سے نہیں مارا تھا بلکہ وہ اسے تڑپا تڑپا کر مار رہے تھے، کبھی اس پر گرم پانی پھینکتے تو کبھی اس کے سامنے آگ جلا کر اسے آگ کے پاس بالکل ننگا بٹھا دیتے۔

اگر تب بھی سکون نہ ملتا تو برف کا بڑا حصہ بلاک جالی پر رکھ کر اسے نیچے لٹا دیتے، وہ پل پل پگھلتا، اس کا قطرہ قطرہ اس پر گرتے ہوئے اسے پل پل مرنے کی دعا مانگنے پر مجبور کر رہا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے یہاں یہی سب کچھ چل رہا تھا، قبیلے میں موجود سارا اسلحہ آرمی لے کر جا چکی تھی جب کہ صابر حسین کہاں تھا کوئی نہیں جانتا تھا، ایک ہفتے سے وہ غائب تھا اور یہاں وہ اسے پل پل مار رہے تھے، اس کا جرم اتنا چھوٹا نہ تھا کہ اسے آسان موت ملتی۔

بالا نے ایک ایک کر کے پہلے اس کے سارے ناخن جڑ سے اکھاڑے تھے اور اب دو دن سے وہ اس کی ایک ایک انگلی کو جڑ سے کاٹ رہا تھا، انہیں اس کے خلاف کافی کچھ پتہ چلا تھا، پہلے وہ یہ سوچتے تھے کہ وہ صرف اشم کا مجرم ہے لیکن اب آہستہ آہستہ انہیں پتہ چلا تھا کہ وہ صرف ان کی بہن کا مجرم نہیں تھا بلکہ اس ذلیل انسان نے نہ جانے کتنے لوگوں کو تباہ و برباد کیا تھا۔

وہ کتنی معصوم لڑکیوں کی عزت تباہ و برباد کر چکا تھا، انہیں مار چکا تھا، اب تک اس نے 33 سے زائد معصوم بچیوں کے ساتھ زیادتی کی تھی اور افسوس کی بات یہ تھی کہ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچی تھی، وہ سب اس کی درندگی کا شکار ہوتے موت کو گلے لگا چکی تھیں اور سب کی عمر چھ سے 11 کے درمیان تھی اور اب بھی وہ اپنے لیے کوئی چھوٹی بچی ہی تلاش کر رہا تھا، اس کی حیوانیت اتنی بڑھ چکی تھی کہ اس کے لیے عورت اور بچی کا فرق کرنا مشکل ہو گیا تھا اور اس کی حیوانیت کو دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ حیوانوں جیسا ہی سلوک کیا جا رہا تھا۔

"سردار بہت چلا رہا ہے، مجھے ایریٹیشن ہو رہی ہے،" وہ غصے سے اس کے منہ میں رومال گھساتے ہوئے بولا تھا جبکہ جمرو اور میرو بھی جیسے یہاں کلاسز لینے کے لیے آتے تھے کہ کسی کو ٹارچر کیسے کیا جاتا ہے۔

"بالا میری جان، کیوں گھبراتا ہے؟ کیوں بیچارے کے منہ میں یہ گھسیڑ رہا ہے؟ اس کے چلانے کا حل میں تجھے نکال کے دیتا ہوں،" وہ غصے سے اس کے منہ سے رومال نکال کر وہیں پھینکتا، اگلے ہی لمحے اس کو گردن سے پکڑ کر نیچے کی طرف جھکاتے ہوئے اسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اس کی زبان کو چھری سے کاٹ کر دور پھینک چکا تھا، اس کی یہ حرکت اتنی بے ساختگی میں کی گئی تھی جو دیکھ میرو تو خوف سے بے ہوش ہو گیا۔

"جمرو، چیک کر اس کے اندر کسی لیڈیز کی روح تو نہیں بسی ہوئی؟ یہ بات بات پہ الٹیاں کیوں کرنے لگتا ہے اور اگر الٹیوں سے اس کو سکون نہیں ملتا تو یہ بے ہوش ہو جاتا ہے؟ کوئی چکر وکر تو نہیں چل رہا اس کا، کوئی اچھا سا ڈاکٹر دے کر چیک اپ کرواتے ہیں اس کا،" سردار کا لہجہ شوخ تھا جب کہ اس کی بات کا

مطلب سمجھ کر جہاں بالا قہقہہ لگا کر ہنسا تھا وہیں جمرو بھی اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا، اس کی تو کلاس مس ہو رہی تھی جو اسے بالکل اچھا نہیں لگا تھا، ہاں لیکن اسے بھی لگ رہا تھا کہ آج کل میرو کی جو حالت تھی، بہتر تھا کہ وہ اس کا ایک آدھ پریگننسی ٹیسٹ ہی کروا لے۔

کیونکہ کبھی بے ہوش ہونا، کبھی الٹیاں کرنا، کبھی اس کو چکر آنا تو اسی طرف اشارہ کر رہا تھا، یہ الگ بات تھی کہ اگر میرو کو پتہ چل جاتا کہ اس کے بے ہوش ہونے کے بعد وہ کیا باتیں کر رہے تھے تو یقیناً جمرو کی تو شامت آ ہی جانی تھی کیونکہ بالا اور سردار کو تو وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔

oooooooo

چند ماہ بعد

"کیا ہے، کیوں شور مچا رہے ہو؟ یہاں کے کتے بھی تمہاری آواز سے خوفزدہ ہو جاتے ہوں گے۔"

وہ غصے سے کہتا بڑا سا تالا کھول کر اندر داخل ہوا تھا جہاں سامنے ہی صابر حسین بری حالت میں بیٹھا ہوا تھا، اس کے بڑھے ہوئے بالوں میں جیسے برسوں کی دھول جمی ہوئی تھی، وہ اس کے پاس آتے ہوئے کھانے کی پلیٹ اس کے سامنے رکھنے لگا تو وہ اگلے ہی لمحے چنگیر سے روٹیاں اٹھاتا سوکھی ہی نگلنے لگا تھا، اس نے ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے سالن کی پلیٹ کی طرف دیکھا تھا جس میں وہ بڑے ہی گندے طریقے سے ہاتھ ڈالتے ہوئے منہ میں ڈال رہا تھا، پانی کا گلاس اس نے ایک ہی دفعہ میں خالی کرنے کی کوشش میں گرا دیا تھا جس پر سردار نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

"رزق میرے ہاتھ میں نہیں ہے صابر حسین ورنہ میرا بس چلے تو میں تمہیں بھوکا مار ڈالوں، میں اللہ کی اس نعمت کو کسی سے چھیننے کا حق نہیں رکھتا، اسی لیے تمہارے لیے کھانا لے کر آتا ہوں اور تم اس رحمت کو اس طرح سے پھینک دیتے ہو۔" وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے دہاڑا تھا، یہ سن صابر اگلے ہی لمحے سہم کر پیچھے ہوتا چوری چوری چنگیر کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا تھا جس پر سردار نے

نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی بھوک کا اندازہ کرتے چنگیر اس کے قریب کر دی تھی۔

"خاموش رہنا بالکل خاموش، تمہاری آواز نہ آئے مجھے باہر تک، تم کتے نہیں ہو، انسان ہو تم اور یہ بات تم یاد رکھنا،" وہ نرمی سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ایسے بولا تھا جیسے وہ سچ میں کوئی پالتو جانور ہی ہو اور ایسا ہی ہوا تھا، پچھلے کئی مہینوں سے وہ یہیں پر بند تھا، اس کی زبان کٹ چکی تھی، بالا نے اس کی ساری انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں، صرف انگلیوں کے انگوٹھے ہی تھے جب کہ وہ کبھی اپنے پیروں سے کھاتا تھا تو کبھی ہاتھوں سے۔

اس وقت غصے میں سردار نے اس پر بہت ظلم کیا تھا لیکن اب اسے اس پر ترس آتا تھا لیکن اسے بھی تو ترس کھانا چاہیے تھا نا اس کی معصوم بہن پر؟ ان 33 لڑکیوں پر؟ اس نے کہاں کسی پر رحم کھایا تھا۔

اسے یاد تھا اس نے صابر حسین کی کوئی ہڈی نہیں توڑی تھی لیکن یہاں دوسرے ہی دن بھاگنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ پہاڑ سے نیچے گرا تھا جس کی

وجہ سے اس کی کمر کی ہڈی تو متاثر ہوئی ہی تھی، ساتھ ہی وہ دونوں ٹانگوں کی ہڈیاں بھی تڑوا چکا تھا جس کی وجہ سے اب چلتے ہوئے وہ اپنی ٹانگوں کو عجیب طرح سے گھسیٹتا تھا، سردار نے اسے قبیلے کے پچھلی طرف جنگل میں ایک خاموش کمرہ دیا تھا جس میں اس کے سونے کے لیے چارپائی اور استعمال کرنے کے لیے واش روم موجود تھا۔

وہ خدا کی مخلوق پر اس سے زیادہ ظلم نہیں کر پایا تھا۔ لیکن وہ خود ہی اپنے لیے ظالم بنا ہوا تھا، اس وقت وہ اپنا دماغی توازن بالکل کھو چکا تھا، اسے اپنے دماغ کا بالکل بھی ہوش نہیں تھا، اگر اس وقت اسے سردار کا پالتو جانور بھی کہا جاتا تھا تو وہ غلط نہیں تھا کیوں کہ وہ صرف سردار کی دھاڑ سے ڈرتا تھا ورنہ جنگل میں عجیب طرح کی آوازیں نکالتے ہوئے پورے جنگل میں گھومتا رہتا تھا، شروع شروع میں سردار کو لگا جیسے وہ ڈرامے کر رہا ہے لیکن اب آہستہ آہستہ آگے جاتے ہوئے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ ڈرامے نہیں کر رہا، وہ سچ میں پاگل ہو چکا ہے۔

اور اب وہ اتنا پاگل ہو چکا تھا کہ یہاں موجود لوگوں کو نقصان پہنچا رہا تھا، اسی لیے سردار نے اسے یہاں موجود ایک کمرے میں محدود کر دیا تھا، وہ سارا دن جنگل میں گھومتا رہتا اور پھر رات کو واپس اس کمرے میں آجاتا، اسے ہر وقت کا کھانا یہیں پر دیا جاتا تھا۔

سردار اگر چاہتا تو اسے پاگل خانے میں بھیج سکتا تھا لیکن وہ اسے آخری سانسیں لیتے ہوئے اپنے سامنے دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ جو بھی تھا اس انسان نے اس کا ہنستا کھیلتا گھر برباد کیا تھا، نہ جانے کتنے معصوم لڑکیوں کی زندگی برباد کی تھی اس نے ،وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا اور اس کی یہ خواہش اسے یہاں سے آزادی نہیں دے سکتی تھی، اسے کھانا کھلا کر وہ وہاں سے نکلتا قبیلے کی طرف آگیا تھا

جب اسے جمرو اپنی طرف بھاگتا ہوا نظر آیا۔

"سردار سردار! جلدی چلو، دعام کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے، اسے ہسپتال لے کر جانا ہے،" جمرو اسے بتاتے ہوئے واپس اسی بھاگا تھا جب کہ وہ بھی اگلے ہی لمحے اس کے پیچھے ہی بھاگا تھا۔

ooooooooo

ہسپتال کی راہداری میں مسلسل ڈاکٹر ادھر سے ادھر گھوم رہے تھے، اندر دعام کی ڈلیوری ہو رہی تھی اور یہاں سردار کی جان پر بنی ہوئی تھی، بالا کی بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی کیونکہ پچھلے ایک ہفتے سے بیلا ہسپتال میں داخل تھی۔

اس کی طبیعت ایک ہفتے سے بہت زیادہ خراب تھی، ڈاکٹر نے کہا تھا کہ کبھی بھی اس کی ڈلیوری ڈیٹ آسکتی ہے، ایسے میں اس کا ہسپتال میں رہنا مناسب رہے گا اور وہ اسے ایک ہفتے سے یہیں ہسپتال میں رکھے ہوئے تھا جبکہ سردار قبیلے کی بھاگ دوڑ سنبھالتے ہوئے دعام کا بھی خیال رکھ رہا تھا کہ اچانک دعام کی حالت خراب ہو گئی، وہ اسے لے کر ہسپتال پہنچا تھا، تقریباً تین مہینے پہلے رباب نے ایک صحت مند بچے کو جنم دیا تھا۔

اور آج اسی ہسپتال میں جہاں دعام کی طبیعت حد سے زیادہ خراب تھی وہی بیلا کی ڈیلیوری بھی شاید آج ہی ہو جانی تھی۔

لیکن اس وقت ان دونوں کی حالت خراب ہو رہی تھی، دائیں سے بائیں گھومتے ہوئے وہ پریشانی سے کبھی بیٹھ جاتے کبھی پھر اٹھ کر چلنے لگتے جب کہ فاطمہ ہر تھوڑی دیر میں کبھی ایک کمرے کی طرف آتی کبھی دوسرے کمرے کی طرف آتی، اسے بس پھوپھو بننا تھا، بے شک کسی بھی طرف سے بن جائے جب کہ اس نے تو جمرو کے ساتھ شرط بھی لگا رکھی تھی کہ اگر بیلا کا بے بی پہلے آیا تو وہ اسے 10 ہزار دے گا اور اگر دعام کا بے بی پہلے آیا تو وہ اسے بیس ہزار دے گا

۔

جب کہ جمرو کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اگر دعام یا بیلا میں سے کسی کا بھی بچہ پہلے آیا تو وہ اپنی جیب خالی کیوں کرے گا۔

ابھی تین چار مہینے پہلے ہی ان کا نکاح ہوا تھا، نکاح کے بعد جیسے ہی اس کے کالج میں چھٹیاں ہوئی تھیں وہ اسے قبیلے میں لے آئے تھے، فاطمہ کو سب کچھ بتا دیا

گیا تھا کہ قبیلے میں کس طرح سے کام ہوتا ہے، فاطمہ نے کسی طرح کا اوور ری ایکشن نہیں دیا تھا بلکہ سردار نے ہر چیز کے لیے اسے پہلے ہی تیار کر کے رکھا ہوا تھا، اسی لیے وہ یہ سب کچھ جان کے کافی ایکسائٹڈ لگ رہی تھی، لیکن اپنی پڑھائی اس نے وہیں ہاسٹل میں رہتے ہوئے ہی پوری کرنی تھی۔

اسے بس یہ پتہ تھا کہ اس کی ہر طرح کی ذمہ داری جمرو اٹھائے گا اور جب وہ فارغ ہو جائے گی تب وہ اس کا شوہر بن جائے گا اور ویسے بھی آج کل جمرو اس کا بیسٹ فرینڈ تھا تو اسے اس کو شوہر بنانے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

وہ پورے ہسپتال میں بس بھاگے جا رہی تھی، کبھی ایک کمرے میں کبھی دوسرے کمرے میں جب اچانک ہی بیلا کے کمرے سے بچے کے رونے کی آواز سنائی دی تھی۔

جہاں فاطمہ چیخی تھی وہی بالا بھی اگلے ہی لمحے خوشی سے سردار پر جمپ کر چکا تھا۔

○○○○○○○○

بالا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، وہ تو خوشی سے پاگل ہو رہا تھا، تھوڑی دیر میں اس کے بچے کو لا کر اس کی گود میں رکھا گیا تو اس سے اس کی خوشی سنبھالی ہی نہیں جا رہی، جب کہ سردار اپنی پریشانی میں اس کے بچے کو اپنے ساتھ لگائے پیار کر رہا تھا،

وہ بچہ بے حد پیارا تھا، بہت معصوم تھا، بہت چھوٹو سا تھا لیکن بہت خاص تھا، وہ اس کے بالا کا بچہ تھا، اس کے لیے خاص کیسے نہ ہوتا، وہ اس سے جی بھر کر پیار کرتا اسے دینے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، جب دوسرے کمرے سے ڈاکٹر ایک چھوٹا سا بچہ لپیٹ کر لے آئی، یہ کیا؟ اس کے بچے کے تو رونے کی آواز ہی نہیں آئی تھی، وہ تیزی سے نرس کی طرف بڑھا تھا جبکہ اس کے ایک ہاتھ میں بالا کا بچہ تھا، دوسرے ہاتھ میں نرس نے اسے اس کا چھوٹا سا بیٹا پکڑا دیا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو بیٹا ہوا ہے۔ بچہ صحت مند ہے اور آپ کی بیوی بالکل ٹھیک ہیں، تھوڑی دیر میں انہیں روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔"

نرس اسے بتاتے ہوئے آگے جانے لگی تھی جب کہ بالا دونوں بچوں کی طرف جھانک رہا تھا۔

"ماشاء اللہ ماشاء اللہ کتنے پیارے بچے ہیں یار، ہم دونوں باپ بن گئے، مطلب کمال ہو گیا نا، سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ ہم ان کے والدین ہیں، مطلب کہ اگر یہ کچھ بھی الٹا سیدھا کریں گے تو ہم ان کو ڈانٹیں گے، یہ مت کرو وہ مت کرو، لیکن یار میں سوچ رہا ہوں کہ ہم کس منہ سے ان کو کہیں گے کہ یہ غلط کام مت کرو، وہ غلط کام مت کرو کیونکہ ہم دونوں نے جو زندگی گزاری ہے اس کے بعد تو ہم اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو کوئی سبق دے سکیں،" وہ شوخ انداز میں بولا تو سردار نے گھور کر اسے دیکھا تھا، وہ کیسے وقت میں کیسی فضول باتیں کر رہا تھا۔

"سالا بے غیرت، آدمی تو ہو گا نکما، میں نہیں ہوں، میں اپنے بچے کو اچھی تربیت دوں گا، اسے اچھی اچھی چیزیں سکھاؤں گا۔"

"ہاں بالکل، تو اسے سکھائے گا کہ دائیں ہاتھ سے گلا کیسے کاٹنا ہے، آیا بڑا تربیت دینے والا،" وہ اچانک ہی اس سے لڑنے لگا تھا جب کہ اپنے بیٹے کے بجائے اس وقت وہ سردار کے بیٹے کا نام سوچ رہا تھا، جبکہ اس کے بیٹے کا نام تو سردار سوچنے والا تھا، اس لیے بالکل پرسکون تھا، ویسے بیلا نے اسے دھوکہ دیا تھا، وہ پہلے کیسے کہہ رہی تھی، "ٹھیک ہے ٹھیک ہے، تمہاری بیٹی آجائے گی" اور اس سے ہر طرح کے کام لے رہی تھی اور اب جب بیٹی کے آنے کا ٹائم تھا تو وہ بیٹا لے آئی تھی، خیر اسے اپنا بیٹا بھی بہت پیارا تھا لیکن اس بات پر وہ بیلا سے بہت لڑنے والا تھا۔

کیونکہ جو مزہ اس سے لڑنے کا تھا وہ مزہ پیار کرنے کا نہیں تھا۔

○○○○○○○○○

"ارے یار، میں نے کوئی بکنگ تھوڑی نا کروا کے رکھی تھی کہ پہلے بیٹی آئے گی، حد کرتے ہو تم بھی، اب اگر بیٹا آیا تو اس میں میرا کیا قصور ہے، کب سے بیٹھے ہو بس منہ بنائے جا رہے ہو، میرے بیٹے کو تمہاری گندی شکل بالکل پسند نہیں

آئی، دفع کرو اپنی شکل یہاں سے،" وہ ہر تھوڑی دیر میں بے بی کے چہرے کو چومتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ بالا بار بار اسے پیار کر رہا تھا لیکن بار بار وہ اسے یہ بھی بتا رہا تھا کہ وہ اس کی بیٹی لے کر نہیں آئی ہے۔

بلکہ ایک بیٹا پیدا کر کے دے دیا ہے جو ہمیشہ اپنی ماں کا ساتھ دے گا، اس کا نہیں اور اس کی اس بات پر بیلا خوش ہو رہی تھی کیونکہ یہ تو سچ تھا کہ اس کا بیٹا ہمیشہ اس کا ساتھی بن کر رہنے والا تھا اور پھر وہ دونوں مل کر بالا کی حالت خراب کرنے والے تھے۔

"تمہارا ہی قصور ہے، مجھے سب پتہ ہے، تم چوری چوری اٹھ کر دعائیں مانگتی تھی کہ بیٹا ہو، بیٹی نہ ہو، تمہیں تو میری بیٹی چاہیے ہی نہیں تھی لیکن میں نے بھی سوچ لیا، اب میں پیچھے نہیں ہٹوں گا، مجھے ہر قیمت پر بیٹی چاہیے اور مجھے بیٹی مل کر رہے گی، اب اس کے لیے مجھے رات رات بھر ہی کیوں نہ جاگنا پڑے،" وہ بے باکی سے بولا تو جہاں بیلا اسے گھور کر رہ گئی تھی وہیں اس کی گود میں اس کا بیٹا بری طرح ہلنے لگا تھا جیسے اسے کرنٹ لگ گیا ہو۔

"واہ واہ واہ، دیکھ لو اپنے بیٹے کے کرتوت، یہ تو ابھی سے کیسے گلا پھاڑ پھاڑ کر رو رہا ہے۔"

"بھائی تو جتنا مرضی رو، بیٹی تو میری آ کر ہی رہے گی۔" وہ اس کے گالوں کو چٹا چٹ چومتے ہوئے بول رہا تھا جب کہ جیسے اس کی بات کو وہ سن کر سمجھ بھی چکا تھا، اسی لیے وہ مزید گلا پھاڑ کر رونے لگا تو بیلا اسے سنبھالنے میں لگ گئی تھی۔

جب کہ بالا بہت سیریس انداز میں اپنے دوسرے بچے کو دنیا میں لانے کی تیاری میں تھا۔

○○○○○○○○○

وہ اپنے معصوم سے بچے کو لے کر اندر داخل ہوا تھا جہاں دعا م بیڈ پر لیٹی کب سے اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"اف ڈاکو جی، میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی، آپ تو آنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، پتہ نہیں کہاں چلے گئے تھے میرے معصوم سے بچے کو

لے کر، جلدی لائیں مجھے اسے دیکھنا ہے، کس کی طرح دکھتا ہے، میری طرح یا آپ کی طرح،" وہ تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے سیدھی ہوئی تھی جب وہ اس کے معصوم سے بچے کو لا کر اس کی گود میں رکھتے خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔

"مجھے تمہاری طرح ہی لگ رہا ہے، پیارا سا معصوم سا،" وہ مسکرا کے اس کا ماتھا چومتا، اس کے گرد اپنا حصار بناتا اس کے پیچھے ہو کر بیٹھا تھا جب کہ وہ اس کے سینے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اپنی بیٹے کو دیکھنے لگی تھی جو سچ میں بے تحاشہ معصوم تھا۔

"اتنا پیارا ہے ڈاکو جی، بالا بھیا نے اس کا کیا نام رکھا؟" اس نے سردار کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا جب کہ نگاہیں اپنے بیٹے کے چہرے سے ہٹانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔

"ابھی نہیں رکھا، کہتا ہے کہ وقت لے گا، اپنے بھتیجے کا نام سوچ سمجھ کر رکھے گا، حالانکہ میں نے تو پہلے ہی سوچ رکھا تھا کہ اگر بیٹی ہوئی تو زاہا اور اگر بیٹا ہوا تو

زوہان، لیکن ہمیشہ کی طرح وہ ہر کام میں پیچھے ہی ہے، اس نے ابھی تک ہمارے بیٹے کا نام نہیں سوچا،" وہ کچھ مایوس تھا۔

"اوہو ڈاکو جی، یہ کیا بات ہوئی، ان کو سوچنا چاہیے تھا نا ہمارے بیٹے کا نام، اب کیا ہم جب تک وہ نام نہیں رکھ دیں گے اس کو بے بی کہتے رہیں گے؟ پھر تو عادت بن جائے گی۔"

وہ پریشانی سے بولی تھی جب بالا اچانک ہی کمرے میں داخل ہوا۔

"ارے نہیں نہیں بنے گی عادت، میں نے سوچ لیا ہے نام،" وہ جیسے اعلانیہ انداز میں بول رہا تھا۔

"میں نے سوچ لیا ہے، میرے بھتیجے کا نام ہو گا ابراز دلدار یلغار، یعنی روشن، نمایاں، ہر جگہ چمکنے والا، سب کو نظر آنے والا،" وہ بے حد خوشی سے نام بتا رہا تھا اور ساتھ میں اس کا مطلب بھی واضح کر رہا تھا، دعام کو یہ نام بہت پسند آیا تھا

۔

"نام تو بہت خوبصورت ہے، یعنی کہ اب ہم اپنے بیٹے کو نام سے پکارا کریں گے
۔" وہ بہت خوشی سے بولی تھی جب کہ سردار بھی مسکرا دیا تھا۔

بیلا اور دعام دونوں کی ہی نارمل ڈیلیوری ہوئی تھی، پہلے تو ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ بیلا کا آپریشن ہو گا لیکن پھر اللہ کی کرم نوازی ہی تھی کہ کسی طرح کے آپریشن کی نوبت آئی ہی نہیں اور اب ماشاءاللہ سے بیلا بالکل ٹھیک تھی، صحت یاب تھی۔ اور انہیں شاید کل تک گھر جانے کی بھی اجازت مل جانی تھی جس وجہ سے قبیلے میں بھی ان کے ویلکم کی خوب تیاریاں کی جا رہی تھی۔

oooooooo

قبیلے میں ان کا ویلکم بہت اچھے طریقے سے ہوا تھا، کسی طرح کی کوئی گولی نہیں چلائی گئی، کوئی زیادہ آواز پیدا نہیں کی گئی یہاں تک کہ ڈھول دھماکے بھی نہیں کیے گئے تھے، یہ سب لوگ وہ دعام اور بیلا کے کمروں میں جانے کے بعد کرنے والے تھے کیونکہ ان کے بچے ڈر سکتے تھے اور یہ وہ کبھی نہیں چاہتے تھے

وہ ننھے فرشتوں ڈرانے کا ارادہ، نہیں رکھتے تھے بہت خوشی سے ہر چیز کو کیا جا رہا تھا۔

پورا قبیلہ اس وقت خوشیوں سے بھرا ہوا تھا۔

کل رات کو ہی ان کو خبر ملی تھی کہ دعام کے تایا ابو کو کل رات فالج کا اٹیک ہوا ہے جس کے بعد ان کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی، تقریباً تین چار مہینے پہلے نہ جانے ان کے دل میں کیا جاگی کہ وہ خود ہی دعام کے سامنے آ کر اپنے گناہ قبول کر گئے تھے، انہوں نے خود دعام کو بتایا تھا کہ کس طرح انہوں نے سردار کی ماں کو ایک ڈاکو کے آگے بیچ دیا تھا، یہ ساری باتیں وہ پہلے سے ہی جانتی تھی اسی لیے کچھ بھی سن کر وہ حیران نہیں ہوئی تھی، وہ رو رو کر اس سے معافی مانگ کر گئے تھے لیکن جو کچھ وہ کر چکے تھے اس کے بعد معافی ملنا ایک ناممکن سی بات تھی اور سردار ایک عام سا انسان تھا، کوئی فرشتہ نہیں تھا جو اپنی ماں کے مجرموں کو معاف کر دیتا، اسی لیے وہ ان سے نگاہیں پھیر چکا تھا، جب کہ دعام نے بھی صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ جس شخص سے اس کا شوہر کوئی تعلق

نہیں رکھنا چاہتا وہ بھی ایسے انسان سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی اور ویسے بھی ایسے لوگوں کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا جن کے اندر انسانیت ختم ہو جائے

۔

اور پھر اس کے ساتھ ہی اس نے ان سے کہا تھا کہ وہ واپس قبیلے کی طرف کبھی بھی نہ آئیں، کل ہی اس نے دعام کو بتا دیا تھا کہ رباب کے ابا کو فالج کا اٹیک ہوا ہے، ان کی حالت کافی خراب ہے جب کہ چچا کو بھی ان کے کاروبار میں کافی نقصان ہو چکا ہے لیکن دعام کے چہرے پر یہ ساری باتیں جاننے کے بعد بھی کسی طرح کا کوئی ری ایکشن نہیں آیا تھا، مطلب صاف تھا، اسے ان سب چیزوں سے فرق نہیں پڑتا تھا، انسان جو بوتا ہے وہ دنیا میں ہی کاٹ لیتا ہے۔ اسے بس مکافات عمل پر یقین تھا اسی لیے اس نے اس معاملے میں بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی۔

قبیلے کی خوشیاں اس وقت عروج پر تھی، ہر کوئی بے تحاشہ خوش تھا۔ سردار نے قبیلے میں موجود ہر انسان کو بہت خوشی سے اپنا بچہ دکھایا تھا، ہر کوئی اسے دیکھ کر

اس سے پیار کرتا، جبکہ اس کا بچہ بھی سب سے پیار لے رہا تھا، جیسے جانتا ہو کہ آنے والے وقت میں ان لوگوں کی محبت ہی اس کی پہچان کہلائے گی۔

دعام کافی تھکی ہوئی لگ رہی تھی، ویسے پریگننسی کے پچھلے چند مہینوں میں اس کی نیند اس سے بالکل ہی روٹھ گئی تھی، سردار چاہتا تھا وہ کچھ دیر آرام کر لے، اسی لیے ان سب سے بچے کو ملوانے کے بعد وہ دعام کو کمرے میں لے آیا تھا۔

○○○○○○○○○

ڈیڑھ مہینہ تو جیسے پر لگا کر گزرا تھا، وہ لوگ اپنی روٹین پر بھی واپس آچکے تھے لیکن پھر بھی اولاد کی موجودگی نے انہیں پوری طرح ان کی طرف بھی متوجہ کر دیا تھا، اس وقت بھی وہ کمرے میں داخل ہوا تو بیلا فون پر ریان اور رباب کے بیٹے سے گپیں لگانے میں مصروف تھی، جب کہ ریان ساتھ ہی لیٹا ہوا تھا، اور اس نے اپنے موبائل کی سکرین اپنے بیٹے کی طرف کر رکھی تھی تا کہ وہ اپنی پھوپھو سے بات کر سکے جب اچانک ہی اندر داخل ہوتے بالا نے اس سے فون چھین لیا۔

"اوہو بالا یار کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ، سکون کیوں نہیں ہے تمہیں؟ بات کرنے دو نا مجھے اپنے بھتیجے سے، میرا گول گپا، پھوپھو کی یاد آرہی ہے،" وہ فون پر اپنے تین مہینے کے بھتیجے ازوان سے باتیں کر رہی تھی۔

ایک تو اسے چھوٹے بچوں سے باتیں کرنے کا اتنا شوق تھا کہ حد نہیں اور اوپر سے اس کا اپنا بیٹا تھا جو ہر وقت سوتا رہتا تھا، کل وہ پورے ایک مہینے کا ہونے والا تھا لیکن مجال تھی جو اس کی آنکھ کھلتی ہو، 24 گھنٹے سوتا رہتا تھا، بیلا کو تو سمجھ نہیں آتا تھا کہ اسے نیند کیسے آجاتی تھی، بیلا پیار سے اس سے باتیں کر رہی تھی، اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھتے اسے ہنسانے کی کوشش کرتی تھی، جب وہ اگلے ہی لمحے آنکھیں بند کر کے سو جاتا تھا، ایسا لگتا تھا چھوٹے سے معصوم بچے نے پی رکھی ہو۔

اور ایسے میں جب وہ ازوان یا ابراز سے باتیں کرتی تھی تب اس کا شوہر جیلس ہونا شروع کر دیتا تھا۔ کہاں وہ اس کے ساتھ مل کر ٹیم بنانے والی تھی اور کہاں اس کے بیٹے کی آنکھ ہی نہیں کھلتی تھی، نیند

کے معاملے میں تو بالکل اپنے باپ پر گیا تھا یہ، ایسا بیلا کا ماننا تھا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں جیتا جاگتا بیٹا تو دے دیا ہے، اس کے ساتھ باتیں کرو، اس کے ساتھ وقت گزارو، اس کے پاس اس کے ماں باپ ہیں، ہر وقت کبھی ایک تو کبھی دوسرے کے بچے کے ساتھ چپکی رہتی ہو،" وہ اس کے ہاتھ سے فون لیتے ہوئے آف کر چکا تھا۔

"ہاں تو تم پر گیا ہے، 24 گھنٹے سوتا رہتا ہے، کیسے پیار کروں اس کو،" وہ غصے سے بولی تھی۔

"اوہو، تو یہ 24 گھنٹے سوتا رہتا ہے تو یہ تو ظلم ہے میری بیلا پر، کوئی بات نہیں، یہ سوتا رہتا ہے تو کیا ہوا، میں ہوں نا، مجھے پیار کرو، مجھ سے باتیں کرو، اگر کوچی کوچی کرنا ہے تو وہ بھی تم مجھے ہی کر سکتی ہو، مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن دوسروں کے بچوں کے ساتھ نہیں کرنا۔"

"میرے بچے کے علاوہ تم سردار کے بچے سے کوچی کوچی کر سکتی ہو، یا پھر اپنے بچے کے باپ کے ساتھ کر سکتی ہو، باقی میں تمہیں کسی اور کے بچے سے پیار

کرنے کی اجازت نہیں دوں گا،" وہ اسے اپنی باہوں میں بھرتے ہوئے بولا تو بیلا اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

"ٹھرکی ڈاکو، ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تمہارے اس بیٹے کو پیدا ہوئے، تمہارے اندر کا ٹھرکی واپس جاگ گیا، مجھے تم سے یہی امید تھی، پتہ نہیں ایک مہینہ کیسے کاٹ لیا ہے تم نے،" وہ اسے خود سے دور کرتے ہوئے بولی تو اگلے ہی لمحے اسے اپنے قریب کرتا اپنی باہوں میں بھر گیا تھا۔

"مت پوچھو جاناں، بڑی مشکل سے گزارا ہے اور اب اس ایک مہینے سے زیادہ مجھ سے مزید انتظار ہو بھی نہیں رہا،" وہ اپنی بات مکمل کرتا اچانک اس کے لبوں پر جھک گیا تھا جبکہ اس کی بے قراری بتا رہی تھی کہ بالا نے سچ مچ میں یہ دن بہت مشکل سے گزارے ہیں۔

بیلا کا ارادہ تو تھا اسے روکنے کا، بلکہ وہ تو خوب نخرے دکھانے کا بھی ارادہ رکھتی تھی لیکن بالا کی بے تابیاں اس وقت عروج پر تھی، وہ چاہ کر بھی اسے روک

نہیں پائی تھی، بلکہ اپنے چہرے پر اس کے لبوں کا بہکتا ہوا لمس محسوس کرتی وہ خود بھی اس کی پناہوں میں قید سی ہو گئی تھی۔

○○○○○○○○

"سجن سائیں، ضد نہیں، یہ دودھ پیو، میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں نا، تمہیں بھی میری بات مانی چاہیے، تمہاری صحت کے لیے یہ بے حد ضروری ہے، سمجھا کرو نہ، اگر تم اس میں ضد کرو گی تو ہمارے بچے کی ہیلتھ پر برا اثر پڑے گا۔"

وہ اسے بے حد پیار سے سمجھاتے ہوئے اسے دودھ پلانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ تو ایک نمبر کی ضدی تھی جو اس کی کوئی بھی بات نہ مانتے ہوئے اپنی کر رہی تھی جبکہ اس کا بیٹا بھی بیڈ پر پر سکون انداز میں کلکاریاں مار رہا تھا جیسے اپنی ماں کی ضد پر خوش ہو رہا ہو۔

"چپ کر بدتمیز، میں یہاں تیری ماں کی صحت کا خیال کر رہا ہوں اور تو خوش ہو رہا ہے، اب اگر زیادہ تنگ کیا تو تجھے اصطبل میں شیر دل کے ساتھ باندھ کر آ جاؤں گا۔"

وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو تھام چکا تھا جو تیزی سے ملنے میں مصروف تھے، اس کے ہاتھ پر تیزی سے چل رہے تھے لیکن ہاتھ پکڑتے ہی اس کی ٹانگیں بھی رک گئی تھیں، شاید کوئی کنیکشن تھا، اس نے آہستہ سے اس کے ہاتھ چھوڑے تو ایک دفعہ پھر سے پورے جوش و خروش سے اپنا کام کرنے لگا تھا۔

"دیکھا کتنے ظالم باپ ہیں آپ، میرے بیٹے کو اصطبل باندھ آئیں گے، میرے معصوم سے بچے نے کیا بگاڑا ہے آپ کا،" وہ ناراضگی دکھانے لگی۔

"تمہارا یہ معصوم سا بچہ تمہاری ٹیم بن گیا ہے، پہلے تم اکیلی میری کوئی بات نہیں مانتی تھی، اب یہ تمہیں شہ دیتا ہے۔"

"اور تو اور سونے کا نام نہیں لیتا، کہ میں بھی اپنی ٹیم بنانے کے لیے کچھ سوچوں۔" اچانک وہ بے باکی سے بولا تو دعام کے گال دہکنے لگے تھے۔

"ڈاکو جی، تھوڑی شرم کر لیں، ایک بیٹے کے باپ ہو گئے ہیں آپ لیکن شرم چھو کر بھی نہیں گزری۔"

"اور تم ایک بیٹے کی ماں ہو گئی ہو لیکن مجال ہے جو شرم سے ناطہ توڑا ہو، اب تو شرمانا بند کر دو بیوی، تمہارے شرمانے کی وجہ سے اب تک صرف ایک بیٹے کا باپ بنا ہوں میں، لیکن میں اب صرف ایک بچے کا باپ نہیں رہنا چاہتا، مجھے میری بیٹی چاہیے جو تمہارے اور تمہارے بیٹے کا مقابلہ کر سکے۔"

وہ بالکل سیریس انداز میں بول رہا تھا جبکہ دعام اسے سنتے ہوئے، شرم سے دوہری ہوتی اپنی بیٹے کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھ چکی تھی۔

"ہاں ہاں ویری گڈ، سلاؤ اسے، یہ سوئے گا تو میری بیٹی کے آنے کے چانسز بنیں گے۔" وہ بالکل سیریس انداز میں کہتا بیڈ پر لیٹ گیا تھا جب کہ دعام تھوڑی ہی دیر میں ابراز کو سلانے میں کامیاب ہوتی اٹھ کر اسے بے بی کاٹ میں رکھ چکی تھی۔

وہ بیڈ پر آکر بیٹھی تو اسے لگا جیسے سردار سو چکا ہے، اس کے سینے پر اپنا سر رکھتے ہوئے اس نے آنکھیں موندی ہی تھی جب اچانک ہی وہ اس کو بیڈ پر گراتا خود اس پر سایہ فگن ہوا تھا۔

"آپ جاگ رہے ہیں، مجھے لگا آپ سو چکے ہیں،" نرمی سے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے بولی تھی جبکہ سردار اگلے ہی لمحے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھتا اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو چھونے لگا تھا

۔

"نہیں سو سکتا میں اپنی سجن سائیں کو بہت سارا پیار کیے بغیر تو بالکل بھی نہیں سو سکتا۔ ویسے میں اپنی بیٹی کے معاملے میں بالکل سیریس ہوں، اس بات کو مذاق مت سمجھنا،" اس کی گردن کو اپنے لبوں سے چھوتے ہوئے سردار نے اچانک سر اٹھا کر اس سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"نہیں، ابھی میرے بیٹے کو ہم دونوں کی توجہ کی ضرورت ہے، تین سال تک تو کوئی چانس نہیں۔"

"کیا مطلب؟ تمہارے بیٹے کے چکر میں میں تین سال تک اپنی بیٹی کا انتظار کروں،" وہ ذرا ناراضگی سے منہ بنا کر بولا تو دعام نے فوراً ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"جی بالکل، جب تک آپ کا بیٹا اس قابل نہیں ہو جاتا کہ وہ خود اپنی بہن کا خیال رکھ سکے تب تک آپ کی بیٹی نہیں آسکتی۔"

"یہ کوئی رول تھوڑی ہے اور میری بیٹی کا خیال تمہارا بیٹا کیوں رکھے گا؟ میں اپنی بیٹی کا خیال خود رکھ سکتا ہوں۔ تم بس میری بیٹی کو دنیا میں لانے کی تیاری کرو، میری بیٹی کا خیال میں خود رکھوں گا،" وہ جیسے وعدہ کر رہا تھا جبکہ دعا م اس کے انداز پر ہلکا سا مسکرا دی تھی۔

وہ جانتی تھی اسے پہلے بھی بیٹی کی خواہش تھی لیکن اللہ پاک نے اس کی گود ایک بیٹے سے بھر دی تھی، بے شک وہ اپنے بیٹے کو بھی بے تحاشہ چاہتا تھا، لیکن بیٹی کی حسرت اس کے دل میں تھی لیکن دعام کو یقین تھا جس اللہ نے اس کی گود بھری ہے، اسے زندگی کی ہر خوشی عطا کی ہے، وہ جلد ہی اس کے آنگن میں اپنی رحمت کا پھول بھی کھلا دے گا۔

وہ جتنا خدا کا شکر ادا کرتے اتنا کم تھا جس نے اس کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا تھا۔

اس کی زندگی میں کہیں امتحان آئے تھے، کہیں گئے تھے لیکن اس نے اللہ کی پاک ذات پر یقین رکھا تھا اور وہی ذات اسے ہر مصیبت سے نکالتی تھی۔

اور اسی ذات نے اس کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا تھا، وہ زائرہ کی طرح نہیں تھی ہاں لیکن پھر بھی اس نے سردار کی چھوٹی چھوٹی ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا تھا جیسے ندی کے قریب ان مچھلیوں کو وہ اپنے ہاتھوں سے خوراک ڈالتی تھی، جب کہ سردار معصوم بچیوں کا علاج کرواتا تھا، اس نے اشم سے کیا ہوا وعدہ آج بھی نہیں توڑا تھا۔

جب کہ دوسری طرف بالا تھا جو قبیلے کے کہیں ذمہ داریوں کو اپنے سر لے چکا تھا، وہ جانتا تھا سردار اب مصروف ہے، اس قبیلے کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی ایک چھوٹی سی فیملی بھی ہے، اسی لیے اب سے قبیلے کی ذمہ داریاں ان دونوں نے بانٹ لی تھی جبکہ بیلا نے شہر جا کر اپنی ڈاکٹری کمپلیٹ کرنے کے بجائے یہیں قبیلے میں رہتے ہوئے ہی یہ کام شروع کر دیا تھا،

اپنی پڑھائی اور ڈگری کا فائدہ وہ اب قبیلے کے لوگوں کو دے رہی تھی، یہاں تک کہ بالا نے اسے چھوٹا سا کلینک کھول کر دینے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ وہ گاؤں کے لوگوں کی بھی خدمت کر سکے جس پر وہ بہت خوش ہوگئی تھی،

ریان آج بھی قبیلے میں کہیں کیسز لے کر آتا تھا جو ان لوگوں نے حل کرنے ہونے تھے، وہ مل کر ہر طرح کا معاملہ حل کر لیتے تھے، کبھی کسی مسئلے نے سردار کے قدم روکے نہیں تھے، اس کے کام سے پاک آرمی واقف تھی اور پولیس والوں سے اسے فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ پولیس والوں کو وہ ہمیشہ ہی کنٹرول میں رکھتا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا معمول تھا اور اس کی زندگی ایسے ہی چل رہی تھی، آنے والے وقت میں وہ اپنے قبیلے کو مزید ترقی یافتہ بنانا چاہتا تھا، جس کے لیے وہ کوششیں بھی کر رہا تھا۔ اس کے لیے اس کی سوچوں کا سب سے خاص مرکز اس کا قبیلہ تھا اور وہ اس قبیلے کا تھا۔

یہ قبیلہ ہی سردار کی دنیا تھی اور دعام کے لیے اس کی جنت، اور وہ دونوں اپنی اس جنت کو ہمیشہ آباد رکھنا چاہتے تھے۔

○○○○○○○○

ختم شد